افادات

۱- قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

۲- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

ترتیب!

حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی

کتب خانہ مجیدیہ ملتان

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ
بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ آیَۃً

تشریحات بخاری (اردو)

جلد اول

افادات

قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

مرتبہ

استاذ العلماء مولانا محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند

ناشر

کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللهم
صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

اللهم
بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

عرضِ ناشر

حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مرحوم ومغفور اور دیگر اکابر دیوبند کے فیوض کی عام اشاعت کے لئے قبل ازیں کتب خانہ مجیدیہ ملتان نے تقریر ترمذی شریف مع شمائل نبوی از افادات شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ شائع کر چکا ہے، بحمداللہ وہ بہت قلیل عرصہ میں اندرون اور بیرون پاکستان مقبولیت کا شرف حاصل کر کے ختم ہو گئی۔ اب استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی، فاضل دیوبند نے علماء، طلباء اور عامۃ المسلمین کے برابر استفادہ کے لئے تشریحات بخاریؒ مرتب فرمائی ہے اس کی اشاعت کا فخر بھی ہمارے کتب خانہ مجیدیہ کو حاصل ہو رہا ہے حضرت مولانا قاسمی مدظلہٗ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے یہ افادات آج سے پچاس سال قبل ۱۳۶۰ھ میں جبکہ آپ شریک دورۂ حدیث تھے۔ قلمبند کئے تھے اپنے پچاس سالہ تدریسی تجربہ کے بعد ان افادات کا شائع ہونا یہ خالص علمی خدمت ہے جس پر ہم مولانا موصوف کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ان علمی جواہر کو منظر عام پر لا کر ملتِ اسلامیہ پر ایک احسان کیا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

تشریحات بخاری کی پہلی جلد جو پہلے دو پاروں پر مشتمل ہے پیش خدمت ہے انشاء اللہ تعالیٰ باقی چار جلدیں جلد ہی کتابت اور طباعت کے مراحل طے کر کے منصۂ شہود پر آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے آمین۔

ناشر

ہلال احمد شاہد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

حضرات! اکابر علماء دیوبند کے وہ افادات جو عربی زبان میں تھے۔ ان کو عوام اور خواص تک پہنچانے کے لئے ہمارے اِدارے نے کئی کتابیں شائع کی ہیں مدارس عربیہ اور عوام کے استفادہ کیلئے احادیث کے عربی سے اُردو میں تراجم ایک خاص نظریہ فکر کے بازار میں موجود ہیں عربی متن ترجمہ اور اکابر کی وہ تشریحات جو عربی میں تھیں۔ حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیوبند نے بڑی عرق ریزی سے ان کو اُردو میں منتقل کیا ہے تقریر ترمذی۔ تشریحات بخاری جلد اول اور اب جلد ثانی اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں اللہ تعالیٰ خلوص قلب سے علم حدیث کی خدمت کی توفیق بخشے۔

بحمد اللہ! تشریحاتِ بخاری جزء اوّل میں جو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے افادات پر مشتمل تھی۔ ہمارے اِدارہ سے طبع ہوئی۔ اب اس جزء ثانی کی اشاعت کی سعادت بھی ہمارے ادارہ کو حاصل ہو رہی ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیوبند کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اس جلد میں حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی تشریحات کا اضافہ کر کے کتاب کے افادات کی تکمیل کر دی۔ اور ارادہ یہ ہے کہ تشریحاتِ بُخاری کی ایک ایک جلد ہر سال شائع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین

الحمد اللہ:۔ مولانا قاسمیؒ کی مرتبہ کتاب تقریر ترمذی از افادات مولانا مدنیؒ جو ہند و پاکستان میں مقبول عام ہوئی۔ اب ہمارے ادارہ اسے دُوسری مرتبہ طبع کرا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

فقط

بلال احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر!

حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند کی پہلی کتاب "تقریر ترمذی" ازافادات حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی طباعت کی سعادت ہمارے ادارہ کو حاصل ہوئی۔ ماشاء اللہ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ دیوبند۔ یو۔ پی انڈیا کے مکتبہ دانش نے اس کا فوٹو لے کر بعینہٖ اسے شائع کیا۔ جس کی کاپی انہوں نے ہمارے پاس ملتان میں بھی بھیجی۔ غرضیکہ مختصر عرصہ میں پہلی طباعت ختم ہوگئی۔ ملک بھر سے اس کے آرڈر اور تقاضے آئے۔ کہ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم اس کا دوسرا ایڈیشن تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ پہلے ایڈیشن کی اغلاط کی تصحیح کی گئی۔ اب کے اس کی جلد خوبصورت تیار کرائی گئی۔ کاغذ بھی بڑھیا لگایا گیا۔ بہرحال دوسرا ایڈیشن کئی خوبیوں کے ساتھ مارکیٹ میں آچکا ہے۔ مولانا موصوف کی دوسری کتاب تشریحات بخاری جلد اول اپنی ظاہری اور باطنی خوبیوں کے ساتھ منصۂ شہود پر آئی۔ یہ جلد بخاری شریف کے دو پاروں پر مشتمل ہے۔ متن بخاری۔ ترجمہ۔ تشریحات از مولانا حسین احمد مدنیؒ اور تشریحات مولانا محمد زکریا صاحب محدثؒ کے افادات پر مشتمل تھی۔ مولانا موصوف کی تیسری کتاب دوسرے سال اس کی دوسری جلد کی طباعت کا ہمیں شرف حاصل ہوا۔ یہ جلد بھی دو پارہ کی ہے۔ کیونکہ اس میں ۲۴۴ صفحات بطور ضمیمہ کے قطب عالم حضرت مولانا رشید احمدؒ صاحب گنگوہی کے افادات کا اضافہ کیا گیا۔ جو لامع دراری شرح بخاری سے حاصل کئے گئے۔ جن کی شرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس میں معلومات کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔

اب مولانا مذکور کی چوتھی کتاب تشریحات بخاری جلد سوم بتوفیق الٰہی ہم شائع کر رہے ہیں۔ یہ جلد آٹھویں پارہ کے نصف تک پہنچی ہے۔ اس جلد میں حضرت مولانا مدنیؒ کے افادات شامل اشاعت نہیں ہیں۔ تحیۃ المسجد تک آپ کے افادات ختم ہوگئے۔ البتہ اس میں لامع الداری سے قطب عالم حضرت مولانا رشید احمدؒ گنگوہی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی تشریحات ہیں۔ اور بعض مقامات پر تشریح از قاسمی کے نام سے بخاری شریف کے حاشیہ سے مدد لی گئی ہے۔

کتاب کا مسودہ آخر کتاب تک کا ہمارے پاس پہنچ چکا ہے۔ خیال یہ ہے کہ مختلف کاتبوں

میں تقسیم کر کے جلد ہی کتابت کرائی جائے۔ تاکہ مولانا موصوف اس کی تصحیح کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کو صحت کاملہ عاجلہ نصیب ہو۔ جس سے کتاب کی تکمیل ہو سکے۔ آمین۔

ہم مولانا موصوف کے شکر گذار ہیں۔ کہ انہوں نے اس پیرانہ سالی میں فالج کی بیماری کے باوجود تشریحات بخاری کی اشاعت میں ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فقط

ہلال احمد شاھد

کتب خانہ مجیدیہ۔ ملتان شہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر!

بحمد اللہ تشریحات بخاری جلد چہارم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور مولانا محمد عبد القادر قاسمی صاحب فاضل دیو بند کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جلد چہارم کی طباعت کی توفیق ارزانی فرمائی۔

انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سال جلد پنجم آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ دُعا اور تعاون کی اپیل ہے۔

فقط
بلال احمد

عرضِ ناشر

بفضلہٖ تعالیٰ تشریحات بخاری کی پانچویں جلد نامساعد حالات کے باوجود آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ادارہ مولانا عبدالقادر قاسمی فاضل دیو بند کا مشکور وممنون ہے کہ پیرانہ سالی اور ضعف و بیماری کے باوصف وہ برابر کتابت کی نگرانی اور مسودہ کی تصحیح فرمارہے ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر قائم ودائم رکھے اور صحت وتوانائی فرمائے تاکہ وہ کتاب کی تکمیل اور طباعت ونشرواشاعت میں ہمارے ساتھ تعاون جاری رکھیں۔ آمین

کتاب میں دوسو صفحات سے زائد کے اضافہ سے معمول سے زائد کتاب ضخیم ہوگئی، ہوشربا گرانی، کاغذ اور سامانِ کتابت کی مہنگائی ان سب اسباب نے قیمت کے اضافہ پر مجبور کردیا، حکومت کا مطالبہ ٹیکس مزید برآں ہے، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتاب جزء پنجم کے پیش کرنے کے قابل بنادیا۔

والحمدللہ علی ذلک

دعاگو

بلال احمد شاہدؒ

محمد خالد

مدیر کتب خانہ مجیدیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

عرضِ ناشر

آج کے پُرفتن دور میں جہاں مادی اقدار کی غلامی اور مغربی طرزِ فکر سے وابستگی نے مسلم امّہ کو تربیت نبویہ سے بے بہرہ کر دیا ہے وہاں پیغمبر علیہ السلام کی تعلیمات سے روگردانی و نادا نفقیت کے نتیجے میں نئی نسل اسلامی تہذیب و تمدن سے ہٹ کر ایک ایسے غلط راستے کی طرف اپنا رختِ سفر باندھ چکی ہے جو اخلاقی قدروں کی تباہی اور معاشی و معاشرتی بربادی کے دہانے پر ختم ہوتا ہے۔ نتائج کے اعتبار سے آج کی نئی نسل یہ نہیں جانتی کہ انسانی عقل اور زندگی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کیا ہیں۔ منہاج و مزاجِ نبوت کیا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن اپنانے سے ہمیں کیا مفادات حاصل ہو سکتے ہیں اور مغربی طرزِ فکر پر عمل پیرا ہونے سے ہمیں (نئی نسل کو) کیا قیمت چکانا پڑ رہی ہے اور ہم کتنی بار آخرت فراموشی کے عذاب سے گزر چکے ہیں یا گزر رہے ہیں۔ مادیت کے حصار میں بند رہ کر ہمیں کتنے خساروں سے دوچار ہونا پڑا۔ جب کہ اخروی احتساب اس کے علاوہ ہے۔ چنانچہ ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ نئی نسل کو اسلام کی نئی روح اور نیا شعور دینے کے لئے ایسی کتاب شائع کی جائے۔ جس سے نئی نسل کے تمام مادی و روحانی تقاضے پورے کئے جا سکیں۔ صحیح بخاری شریف اپنے مقام و مرتبے کے اعتبار سے علمی حلقوں میں ایک گراں قدر سرمائے کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ایک اچھوتے اور جدید انداز میں شائع کرنے کے لئے یہی کتاب ہماری نظرِ انتخاب کا مسکن قرار پائی۔ چنانچہ از خود مؤلف نے "تشریحات بخاری" کے نام سے متذکرہ کتاب کو از سرِ نو مرتب کر کے ہمیں جستجو کی اذیت سے بچا لیا۔ تشریحات بخاری کے مؤلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تدریس و تقریر اور تحریر کے حوالے سے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا۔

مؤلف و ناشر کی مشترکہ کاوشوں سے تشریحات بخاری کی پانچ جلدوں کی اشاعت علمی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ افسوس کہ آج مؤلف "تشریحات بخاری" استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ دارِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ اگرچہ تشریحات بخاری

کا قلمی مسودہ حضرت قاسمیؒ صاحب اپنی زندگی میں مکمل کر گئے تھے۔ لیکن دیگر مراحل طے کرنا ابھی باقی ہیں۔ جنہیں مولف موصوفؒ کے صاحبزادگان محمد عبد السلام قاسمی اور محمد ابوبکر قاسمی نے بتوفیق اللہ تعالیٰ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

آپ کا خیر اندیش

بلال احمد شاہ

مالک مکتبہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ

ملتان شہر

عرضِ مؤلف

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مرحوم و مغفور کے افادات تقریر ترمذی کے نام سے کتب خانہ مجیدیہ ملتان کی جانب سے شائع ہو کر قلیل عرصہ میں ختم ہو گئی۔ جس سے علماء اور طلبہ کو بہت فائدہ پہنچا۔ جناب ناشر کی استدعا اور علامہ خالد محمود آف انگلینڈ کے مشورہ سے کہ اب ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے جو حامل متن سلیس ترجمہ اور افادات اکابر دیوبند پر مشتمل ہو جس سے علماء اور طلبہ کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین بھی استفادہ کر سکیں چنانچہ اس ترتیب سے تشریحات بخاری کا آغاز ہوا۔

تحیۃ المسجد تک حضرت مولانا مدنی کے افادات ختم ہوتے اور کتاب الاستسقاء تک افادات مولانا محمد زکریا اختتام پذیر ہوئے، خدا کا کرنا کہ جناب شفیق سنز کراچی نے لامع الدراری مہیا فرما دی تو اب قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے افادات کا اضافہ ہوا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا حاشیہ بدستور جاری رہا۔ حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری کے حاشیہ بخاری سے بھی استفادہ ہوا۔

اب تشریحات بخاری اس طرح مرتب ہوئی (۱) متن، (۲) ترجمہ با محاورہ (۳) تشریح از شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی مرحوم (۴) تشریح از قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (۵) تشریح از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (۶) تشریح از محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند جو مختلف حواشی کا نچوڑ ہے مزید براں بخاری جلد ثانی میں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر میں پھر حضرت مولانا مدنی مرحوم کے افادات درج کئے گئے اس طرح ان اکابر کے افادات مختلفہ یکجا جمع ہو گئے جس نے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے۔ فکر مند تھا کہ کتابت کے مراحل طے ہو جانے کے بعد طباعت کا کیا انتظام ہوگا، اندرون اور بیرون ملک مساعی بروئے کار لائی گئیں جو لاحاصل رہیں، جناب حافظ بلال احمد شاہد مالک کتب خانہ مجیدیہ نے کتابت کی طرح طباعت کا بیڑا بھی اٹھا لیا جس سے میرے حوصلے اور بلند ہو گئے اب یہ کتاب کتب خانہ مجیدیہ ملتان سے شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے۔

فقط والسلام

محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند مکان نمبر ۲۶۹/۱
محلہ ٹبی شبیر خان کچہری روڈ ملتان شہر

عرض مؤلف

تشریحات بخاری کی جلد اوّل کے مارکیٹ میں آنے کے بعد سوال ہوا کہ عنوان میں تین اکابر دیوبند کے اسماء گرامی درج ہیں۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے افادات سے جلد اوّل خالی ہے۔ دراصل جلد اوّل کی ترتیب کے وقت کتاب لامع الدراری علی جامع البخاری میسّر نہ ہو سکی تھی۔ بعد ازاں ضمیمہ کی صورت میں جلد ثانی کے اوائل میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کے افادات کو تحریر کیا گیا۔

بخاری شریف کا تیسرا پارہ مواقیت الصلوٰۃ سے شروع ہو کر چوتھے پارہ کے آخر تک ہے جس میں تینوں اکابر کے افادات آگئے ہیں البتہ تحیة المسجد تک حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے افادات حسب سابق جاری رہے۔

۲۔ ناسپاسی ہوگی اگر ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جنہوں نے جلد ثانی مکمل کرنے میں تعاون کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زرولی خان مہتمم جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی۔ سردار احمد یار خان ملغانی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول ملتان نیز! پاکستان بھر کے دیوبندی جیدّ علماء و مہتمم مدارس عربیہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے کتاب تشریحات بخاری جلد اوّل خرید کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ کہ میں دوسری جلد کو جلد ہی منصۂ شہود پر لانے کے قابل ہوا۔ انشاء اللہ اب باقی جلدیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب علماء کے بھرپور تعاون سے ہر سال ایک جلد مارکیٹ میں آجایا کرے گی۔

نیز! قطب عالم حضرت گنگوہیؒ محدث۔ مفسر۔ اور فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ ادیب واریب بھی تھے۔ لامع کے متن میں ایجاز اور اغلاق تھا جس کو حل کرنے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی شرح سے مدد لی گئی۔ نیز! مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی خانپور۔ اور مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جلد اوّل کی فروختگی میں خصوصی تعاون کیا۔

جَزَاهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ

فقط

محمد عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

حضرات!

تشریحات بخاری جلد سوئم کی طباعت کے دوران کئی حوادث کا سامنا کرنا پڑا۔ جناب ناشر نے شرط لگا دی۔ کہ تیسری جلد کی کتابت کی رقم آپ کو ادا کرنا ہو گی۔ آٹھ سو صفحات پورے ہو جانے پر آپ کو رقم یکمشت ادا کر دی جائے گی۔ جس کے لئے مجھے ملک کے طول و عرض میں دورے پر جا کر مدارس اور دینی اداروں میں ان کی فروخت کے لئے تگ و دو کرنی پڑی۔ ۱۰-۱۱۔ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ کی درمیانی شب مجھ پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ جس سے دماغ اور بایاں بازو اور بائیں ٹانگ ماؤف ہو گئے۔ جن سے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ شوگر اور بلڈ پریشر کی تکلیف مزید براں تھی۔ چھ ماہ تک زیر علاج رہا۔ ہزاروں روپے صرف ہوئے۔ ۱۸؍ اگست ۱۹۹۲ء کو ملتان میں چار دن تک موسلا دھار بارش ہوئی۔ جس کی وجہ سے ہمارا محلہ پرانا برف خانہ زیر آب آگیا۔ ہمارے گھر میں چار فٹ تک پانی داخل ہو گیا۔ گھر کا سامان اور کتابیں بھیگ گئیں۔ مکان کی فوری مرمت کے لئے پچاس ہزار روپے خرچ ہو گئے۔ دوسرے سال جولائی ۱۹۹۳ء میں پھر بارش نے ہمارے محلہ پر حملہ کیا کئی گھر پانی میں ڈوب گئے۔ الحمد للہ ہم نے مکان کو چھ فٹ تک اونچا کر لیا تھا۔ بہرحال ان حوادث کی وجہ سے سفر کے قابل نہ رہا۔ جس سے کتاب کی فروخت بند ہو گئی۔ مدرسۃ البنات اور جامعہ قادریہ ملتان جو میرے زیر اہتمام تھے۔ ان کی آمدنی بند ہو گئی۔ قریباً ملک کے چوبیس حضرات کو بیماری اور مدرسہ کی امداد کے لئے خطوط روانہ کئے۔ یقین جانیئے کسی ایک صاحب نے جواب دینے کی زحمت گوارا نہ کی۔

ناسپاسی ہو گی۔ اگر درج ذیل حضرات کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ جنہوں نے تشریحات بخاری کی فروخت میں تعاون کیا۔

۱۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں میانوالی

۲۔ مولانا عبداللہ صاحب جامعہ فریدیہ اسلام آباد۔ جنہوں نے خود بھی اور دوسرے راولپنڈی اور اسلام آباد کے حضرات سے فروختگی میں تعاون کرایا۔

۳- مولانا غلام فرید صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ دریاخان ضلع بھکر۔
۴- مولانا عبدالکریم صاحب نجم المدارس کلاچی۔ (۵) مولانا محمد محسن صاحب دارالعلوم بیزو۔

میرا ذہن یہ تھا کہ افغان علماء کرام فارسی اور عربی کی شروح کے علاوہ کسی دوسری زبان کی شرح کو اہمیت نہیں دیتے۔ لیکن یہ خیال اس وقت غلط ثابت ہوا۔ جب کہ میں مولانا عبدالحکیمؒ صاحب کے مدرسہ فرقانیہ راولپنڈی میں مولانا عبداللہ صاحب کی وساطت سے کتابیں پہنچانے کے لئے حاضر ہوا تھا کہ وہاں مولانا سعید الرحمٰن صاحب اور ان کے رفقاء سے ملاقات ہوگئی۔ جنہوں نے بتلایا۔ کہ اوگی ضلع مانسہرہ میں ایک مدرسہ سعیدیہ ہے جس کا میں خود مہتمم اور صدر مدرس اور اس کا شیخ الحدیث ہوں۔ ترمذی شریف پڑھاتے وقت آپ کی کتاب تقریر ترمذی ازافادات حضرت مولانا مدنیؒ کو سامنے رکھ کر درس دیتا ہوں۔ میرا نظریہ بدل گیا۔ میں نے کہا اب بخاری شریف کی تشریحات بخاری کے نام سے دو جلدیں تیار ہوگئی ہیں وہ ہمراہ لایا ہوں۔ انہوں نے میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے چار نسخے خرید فرمائے اور تیسری جلد کے لئے اپنا پتہ نوٹ کرا دیا۔ کہ جلد سوئم بلکہ تمام جلدیں اس پتہ پر وی۔ پی کر دی جائیں۔ بہر حال مولانا موصوف کا شکر گذار ہوں جنہوں نے میری ہمت افزائی فرمائی۔

جلد سوئم جو کتاب الزکوٰۃ، کتاب المناسک، کتاب الصوم اور کتاب البیوع کی چند احادیث پر مشتمل ہے۔ حاضر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ صحتِ کاملہ عاجلہ نصیب فرمائیں۔ تشریحات بخاری کی تکمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ خاتمہ ایمان پر ہو۔ اور آخر دم تک اشتغال بالحدیث رہے۔ آمین۔

فقط

مُحمّد عَبدُ القَادِر قاسِمی

فاضل دیوبند

مکان نمبر ۲۶۹ مسلم محلہ ٹبی شیر خان

کچہری روڈ۔ ملتان شہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

گذشتہ سال فالج کے شدید حملہ کی وجہ سے چھ ماہ تک صاحبِ فراش رہا۔ڈاکٹری علاج پر ہزاروں روپے صرف ہوئے۔ **بحمداللہ** اب افاقہ ہے چلنا پھرنا لکھنا پڑھنا اوراد و ظائف جاری ہیں حضرات علماء کرام اور اطباء عظام کے مشورہ سے اور آیت قرآنی فیہ شفاء للناس کے مطابق اب صرف شہد خالص کا استعمال جاری ہے۔جس سے **بفضلہ تعالیٰ** طبیعت کافی حد تک سنبھل گئی ہے۔دعا ہے اللہ تعالیٰ زندگی صحت وعافیت کے ساتھ بسر کرائیں۔خاتمہ ایمان پر ہو۔اپنے سوا کسی کا محتاج نہ بنائے۔بایں ہمہ تشریحات بخاری جلد رابع آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ماشاء اللہ جلد رابع کتاب الجہاد تک پہنچ گئی ہے جو ساڑھے دس پارے بخاری کی تشریحات پر مشتمل ہے جلد پنجم کی تیاری ہو رہی ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحتِ کاملہ عطا فرمائیں۔اور غیب سے تشریحات بخاری کی تکمیل کے اسباب مہیا فرمائیں۔خاتمہ ایمان پر ہو۔اپنے سوا کسی کا محتاج نہ بنائیں۔ **آمین**

فقط محمد عبدالقادر قاسمیؒ

ملتان

عرض مؤلف

بحمد اللہ تعالیٰ! تشریحات بخاری کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، پہلی چار جلدیں آٹھ آٹھ سو صفحات پر مشتمل تھیں، یہ جلد ۶۲۴ صفحات سے بھی زائد ہوگئی، کیونکہ پندرہ پارہ پر نصف بخاری ختم ہورہی ہے "باب المناقب" کا کچھ حصہ چھوڑنا پڑتا، جو ایک بے جوڑ سا عمل رہتا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ چھٹی جلد "کتاب المغازی" سے شروع ہوگی، خوشی کی بات یہ ہے کہ "کتاب المغازی" اور "کتاب التفسیر" میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی مرحوم ومغفور کے افادات کا اضافہ بھی ہوگا، جس سے حضرات قارئین کی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صحت وتوانائی کے ساتھ نصف آخر بخاری کو مکمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے

ایں دعا از من واز جہاں آمین باد

ضعف پیرانہ سالی اور بیماری کی وجہ سے اب میں سفر کے قابل نہیں رہا، جس سے کتاب کی نکاسی میں کمی ہوگئی، قرآنی جواہر پارے اور نسل بڑھاؤ رسالہ کی فروخت بھی رک گئی، اب ملتان شہر کے احباب کے تعاون پر دارومدار رہ گیا ہے۔

ناسپاسی ہوگی، اگر درج ذیل حضرات کا شکریہ ادا نہ کیا جائے، جنہوں نے کتاب فروختگی میں میری حوصلہ افزائی فرمائی، ہر مکتب فکر کے حضرات نے دلچسپی کا اظہار فرمایا، **جزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء**

تقریر ترمذی، تشریحات بخاری جلد اول، جلد دوم، جلد سوم، جلد چہارم، ان پانچ کتابوں کا سیٹ درج ذیل تفصیل سے فروخت ہوا۔

حضرت مولانا عبدالبر محمد قاسم صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان،	۴ سیٹ، ۲۰ کتابیں
حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان،	۴ سیٹ، ۱۰ کتابیں
شیخ خضر حیات سابق جج ہائی کورٹ وحال ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان	۲ سیٹ، ۱۰ کتابیں

ایک سیٹ خود رکھا اور ایک سیٹ کی قیمت ادا کر کے جامع العلوم ملتان میں دیا گیا، جب کہ جامع العلوم کے مہتمم جناب مولانا خان محمد صاحب نے ایک سیٹ خود خرید فرمایا ۱ سیٹ، ۵ کتابیں

حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاری مہتمم مدرسہ احرار الاسلام ملتان، ۲ سیٹ، ۱۰ کتابیں

بریلوی مکتب فکر کے علماء اور مہتممین نے وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ایک سیٹ خرید کیا، ان کے ناظمین نے کمیشن کا مطالبہ کیا، تو ان کو روک کر یہ فرمایا کہ مولانا کا ہمارے پاس تشریف لے آنا کمیشن ہے۔

حضرت مولانا ارشد سعید کاظمی مہتمم انوار العلوم ملتان، ۱ سیٹ، ۵ کتابیں

حضرت مولانا مفتی ہدایت اللہ پسروری مہتمم ہدایت القرآن ملتان، ۱ سیٹ، ۵ کتابیں

حضرت مولانا قاری محمد میاں مہتمم مدرسہ خیر المعاد ملتان، ۱ سیٹ، ۵ کتابیں

حضرت مولانا شمس الحق مہتمم مدرسہ رحمانیہ اہل حدیث ملتان، ۱ سیٹ، ۵ کتابیں

حضرت مولانا محمد شریف چنگوانی مدیر مرکز ابن القاسم اہل حدیث ملتان، ۱ سیٹ، ۵ کتابیں

حضرت مولانا محمد قاسم جامعہ موسویہ کمہار منڈی ملتان، ۱ سیٹ، ۵ کتابیں

اور بھی بہت سے کرم فرما حضرات ہیں، جنھوں نے اپنے تعاون سے میری ہمت افزائی کی، اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے، آمین

اب تشریحات بخاری جلد پنجم حاضر ہے، اس کی اشاعت بھی آپ حضرات کی توجہ کی محتاج ہے،

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناشر، کمپوزر، مؤلف اور سب معاونین کو اپنی خاص عنایت سے نوازے آمین ثم آمین

فقط

عبد القادر قاسمی غفرلہ

مکان نمبر 269/10 مسلم محلہ ٹبی شیر خان ملتان۔

عرضِ احوال

منجانب :- صاحبزادگان مؤلفؒ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مشتمل بہت سی کتب موجود ہیں۔ ان کا شمار کرنا دشوار ہے۔ ان تمام کتب احادیث میں اہل علم کے نزدیک سب سے زیادہ مقام صحیح بخاری کو حاصل ہے اکابرین دیوبند نے صحیح بخاری پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ کہ اس نے تشریحات بخاری کے مؤلف استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ کو ایک عجیب مگر اچھوتے اسلوب میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ قطب العالم علامہ رشید احمد گنگوہیؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہم اللہ کی تشریحات پر مبنی "تشریحات بخاری" تالیف کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقیات وعقائد اور کردار میں یگانہ ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح گفتار میں بھی یکتا ہیں۔ رسول علیہ السلام کی ہی گفتار امت مسلمہ میں احادیث کے عنوان سے معروف ہے۔ جہاں محدثین کرام ودیگر اکابرین امت نے احادیث نبویہ کو نہ صرف مختلف پیرایوں میں پیش کیا۔ بلکہ انتہائی مشقتیں برداشت کر کے ان کی حفاظت بھی کی۔ وہاں روایت و درایت حدیث کے حوالے سے میدانِ علم کی خاک چھان ماری۔ چنانچہ علم کے اسی میدان کی خاک کے چند ذرے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تشریحات بخاری کے مؤلف کو بھی ودیعت فرمائے۔ چونکہ تشریحات بخاری کے مؤلف حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ کا انتقال پُر ملال ہو چکا ہے۔ جب کہ تشریحات بخاری کی مزید تین یا چار جلدوں کی اشاعت تاحال باقی ہے۔ جنہیں مؤلف موصوفؒ کے صاحبزادگان (محمد عبد السلام قاسمی محمد ابوبکر قاسمی) نے کتب خانہ مجیدیہ کے مالک اور تشریحات بخاری کے ناشر کے ساتھ مشترکہ کاوشوں کے نتیجے میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں حضرت والدِ محترم شیخ الحدیث مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کی مزید دینی مساعی کو بروئے کار لانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ازطرف :- صاحبزادگان مؤلفؒ
محمد عبد السلام قاسمی۔ محمد ابوبکر قاسمی
۲۹۴- بی۔ شاہ رکن عالم کالونی ملتان
فون :- ۵۶۱۵۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ

افادات قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

منقول از **کتاب لامع الداری علی جامع البخاری**

ابتداء از **بدء الوحی**

تا

تحیۃ المسجد

کتاب لامع الداری تحیۃ المسجد تک لکھ لینے کے بعد دستیاب ہوئی۔ اس لئے ابتداء سے یہاں تک قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے افادات بطور ضمیمہ کے دوسری جلد میں شامل کئے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے افادات ابتداء سے آخر کتاب بخاری تک چلے گئے ہیں۔

ترتیب وترجمہ۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیوبند ملتان

مؤلف تشریحات بخاری شیخ الحدیث استاذ العلماء
حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی نور اللہ مرقدہٗ
کے مختصر

حالاتِ زندگی

ترتیب و تحریر:- محمد ابوبکر قاسمی

پیدائش | استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا مُحَمَّدُ عَبْدُ الْقَادِرِ قَاسِمِیؒ (تقریباً) یکم جنوری ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مَلِكْ مُحَمَّدْ حَمْزَہؒ تھا۔ ارائیں برادری سے ان کا تعلق تھا۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کے والد محترم ملک محمد حمزہؒ کی وفات ہوگئی تھی۔ چنانچہ آپ کے نانا جان اور دادا جان نے مشترکہ طور پر پرورش کی۔

آبائی گاؤں | استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی گاؤں بستی باغ والہ موضع سہو تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ تھا۔ بعد ازاں تدریسی و سیاسی مشاغل کی بنا پر محلہ بٹی شیر خان پرانا برف خانہ عقب کچہری روڈ ملتان میں مستقل طور پر تادم حیات (ملتان میں) سکونت پذیر ہوئے۔

ابتدائی تعلیم | حضرت قاسمیؒ صاحب کے نانا جان نے دکانداری کا پیشہ ترک کر کے بستی عبد الوالا موضع سہو تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں امدادی پرائمری سکول شروع کیا۔ ان دنوں میں حکومت کی طرف سے گورنمنٹ کی طرف سے دس روپے ماہوار مشاہرہ ملتا تھا۔

ناظرہ قرآن مجید اور تین جماعتیں اسی پرائمری سکول میں پڑھیں۔ پھر جماعت چہارم کے لئے جتوئی (ضلع مظفر گڑھ) میں داخلہ لیا۔ (روزانہ اڑھائی میل پیدل سفر کر کے سکول جانا ہوتا تھا۔) پانچویں جماعت کے سالانہ امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اور دیگر تمام مضامین میں انعام حاصل کیا۔ کمرۂ امتحان میں سب سے آخر میں داخل ہوتے تھے اور سب سے پہلے سوالات کے صحیح جوابات

پر مبنی تمام بیپرز حل کرتے تھے۔ اپنے ماموں ماسٹر جان محمد صاحب (مرحوم) کے اصرار پر لوئر مڈل سکول بستی سجانے والہ میں داخلہ لیا۔ ایک سال اسی سکول میں (چھ میل پیدل سفر طے کر کے) تعلیم حاصل کی۔ واضح ہو کہ سکول ہذا میں انگلش کی بجائے فارسی زبان میں امتحان دیا۔ بعدازاں دوبارہ مڈل سکول جتوئی (ضلع مظفر گڑھ) میں داخلہ لیا۔ چھ ماہ بعد مڈل سکول جتوئی کے ہیڈ ماسٹر (مذہباً شیعہ تھے) نے غلط فہمی کی بنیاد پر سخت سزا دی جو کہ سکول چھوڑنے کا باعث ہوئی۔ سکول چھوڑنے کے بعد سانڈھ والہ کے (دینی) مدرسہ میں داخلہ لیا۔ اور فارسی کی کتب کا آغاز کیا۔ جب کہ قصبہ محمد پور دیوان (ضلع ڈیرہ غازی خان) کے قریبی گاؤں بستی بوہڑ والہ میں فارسی کی تعلیم مکمل کی۔ دریں اثنا اپنے آبائی گاؤں (رشتہ داروں سے ملنے کے لئے) آئے تو ماسٹر غلام حیدر تبسم نے اردو تعلیم مکمل کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ جماعت ہفتم و ہشتم (ساتویں، آٹھویں) کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا۔

اپریل ۱۹۳۴ء میں فقیر محمد بخش المعروف بہ (اللہ والہ) (جھگی والہ جتوئی) کے مشورے پر محترم استاذ گامن صاحبؒ کے پاس فارسی کی بقیہ نصابی کتب مکمل کیں۔ بعدازاں بستی بوہڑ والہ محمد پور دیوان (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں دوسری مرتبہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صرف و نحو پڑھی۔ فی زمانہ خان پور (کٹورہ) ضلع رحیم یار خان میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایسے بلند پایہ علماء کرام نے شرکت کی۔ سندھ اور پنجاب کے گدی نشین حضرات بھی شریک ہوئے۔ چنانچہ اس اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کے ہمراہ مسلسل تین دن پیدل سفر کیا۔ نہ صرف اس سہ روزہ اجتماع میں شرکت کی بلکہ اکابر علماء کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین پوری کی زیارت سے شرف یابی ہوئی۔ متذکرہ سفر کے دوران نوشہرہ غربی داجل ایسے قصبات (جو کہ علوم صرف کے حوالے سے شہرت رکھتے تھے) دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۹۳۵ء میں مدرسہ عربیہ ڈیرہ غازی خان میں داخلہ لیا۔ مدرسہ ہذا کے صدر مدرس حضرت مولانا غلام صدیق رحمۃ اللہ علیہ فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔ اور ان کے شاگرد مولانا غلام محمد صاحبؒ (حاجی پور) مسجد پیارے والی میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے۔ استاذ العلماء و شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد عبد القادر صاحب قاسمیؒ نے اکثر و بیشتر اسباق حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ سے پڑھے۔ جب کہ حضرت مولانا غلام صدیق صاحبؒ جو کہ مسجد اخوند والی میں خطیب تھے اور اسی مسجد میں ہی مدرس تھے۔ ان سے ہدایۃ النحو پڑھی۔ حضرت قاسمیؒ صاحب کی رہائش بھی اسی مسجد میں تھی۔ اسی مسجد اخوند والی میں حضرت مولانا خواجہ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گرے سواگ (جن کے ہاتھ پہ چھ ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا) کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ اور حضرت گرے سواگؒ نے حضرت قاسمیؒ صاحب کو تکمیل علم کی دعا دی۔ بعد ازاں وہاں سے جامعہ عباسیہ بہاولپور میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ گھوٹوی صدر مدرس تھے۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا عبد الحیٔ مرحوم ثالثہ عالم رابعہ عالم اور اُولی فاضل کی ڈگری کے حامل تھے۔ حضرت قاسمی صاحبؒ کے کلاس فیلو تھے۔

۱۹۳۸ء میں مدرسہ نعمانیہ ملتان میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ صدر مدرس تھے۔ یہاں پہ قطبی، ہدایہ اوّلین، جلالین کا درس حاصل کیا۔ اس دور میں سالانہ امتحان کے پرچہ جات کی جانچ پڑتال (جید علمائے کرام کی زیر نگرانی) اجمیر شریف میں ہوتی تھی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمی نور اللہ مرقدہٗ نے جہاں ان کتب (قطبی، ہدایہ اولین، جلالین وغیرہ) میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ وہاں نقد رقم (چار روپے) کی صورت میں انعام بھی ملا۔ اسی انعامی رقم سے دیوبند ضلع سہارنپور کا سفر کیا۔ ایشیا کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند میں ۱۹۳۹ء میں داخلہ لیا۔ جلالین، مختصر المعانی، سلم العلوم، مقامات حریری و دیگر مختلف فنون پر مشتمل کتب کا آغاز کیا۔ حضرت قاسمیؒ صاحب نے تقریباً تین سال کا عرصہ دار العلوم دیوبند میں اکابر علمائے کرام کے زیر سایہ علمی و سیاسی تربیت حاصل کی۔ ۱۹۴۱ء بمطابق ۱۳۶۰ھ میں دورۂ حدیث کا امتحان پاس کیا۔ واضح رہے کہ دینی مدارس میں صحاح ستہ کی کتب احادیث (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد سنن نسائی اور ابن ماجہ) کی تعلیم کو دورۂ حدیث کہا جاتا ہے۔

صحاح ستہ کی تمام کتب میں (سوائے صحیح مسلم کے) باون باون نمبر حاصل کئے جب کہ کل نمبر پچاس تھے۔ البتہ صحیح مسلم میں اکتالیس ۴۱ نمبر حاصل کئے۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے عصائے خاص کے ساتھ ساتھ اجازت حدیث کی سند خاص بھی عطا کی۔

ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد باطنی علوم کی طرف توجہ کرتے ہوئے حضرت قاسمیؒ نے مولانا حسین احمد مدنیؒ

کے ہاتھ پر چاروں سلاسل (چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ۔ نقشبندیہ) میں بیعت کی۔ حضرت قاسمیؒ نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سلسلۂ چشتیہ کے دو اسباقِ سلوک طے کئے۔ جب کہ بعد ازاں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس سلوک کے بقیہ اسباق طے اور مکمل کئے۔

تبلیغی و علمی خدمات دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا خدا بخش ملتانیؒ (جو کہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خاص مرید اور منظور نظر تھے) کی کوششوں سے مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے مدرسہ جامعہ محمودیہ سراجاں مسجد حسین آگاہی ملتان۔ اسی انتظار میں ملتان سے بٹالہ۔ قادیان۔ امرتسر جانا ہوا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مولانا مفتی محمد حسنؒ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ملتان کی بجائے نارووال ضلع سیالکوٹ میں ایک محلہ کی مسجد میں بطور امام و خطیب تقرر کر دیا۔ لیکن باطل فرقوں (بالخصوص شیعیت) کے خلاف سخت تقاریر کرنے کی وجہ سے برخاست ہونا پڑا۔ وہاں سے دیوبند چلے گئے۔ اور دار العلوم دیوبند سے اپنی درس نظامی کی سند حاصل کی۔ واپسی پر ریل گاڑی کی جس بوگی میں سوار تھے بالاتفاق اسی بوگی میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ (بانی انجمن خدام الدین لاہور) سوار تھے۔ جو کہ جمیعت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شمولیت کے بعد دہلی سے لاہور تشریف لا رہے تھے۔ (قاسمی صاحبؒ سے) دریافت کرنے پر حضرت لاہوریؒ نے فرمایا۔ کہ آپ نارووال ہی میں قیام کریں۔ ساتھ ہی یہ فرمایا کہ "قاسمی صاحب" تمہاری تبلیغ سننے اور قبول کرنے کے لئے آسمان سے فرشتے نہیں اتریں گے۔ انہی لوگوں میں رہ کر تدریس و تبلیغ کرو۔ ہم تمہاری خبر گیری کرتے رہیں گے۔ چنانچہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فرمان و دعا اور برکت سے قاسمی صاحبؒ کو انجمن اسلامیہ نارووال کے نوجوانوں نے جامع مسجد خراسیان نارووال میں امام و خطیب اور مدرس مقرر کر دیا۔ واضح باد کہ لکھنؤ (بھارت) کے بعد نارووال (پاکستان) اہل تشیع کا دوسرا بڑا مرکز ہے۔ یہاں (نارووال) کی سیاست و تجارت پر اہل تشیع قابض تھے اور ہیں چونکہ نارووال بھارت کی سرحد پر واقع ہے۔ اس لئے ملک دشمن عناصر کی سرگرمیاں (بھارت کے حق میں) سر کرنے کے لئے نارووال کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نیز یہ کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کا قریبی علاقہ ہونے کے باعث سارا علاقہ رفض و بدعات کا مرکز بن چکا تھا۔ چنانچہ حضرت قاسمی صاحبؒ رفض و بدعات کے خوگر افراد سے علمی و سیاسی میدان میں برسر پیکار رہتے تھے۔ جب کہ

مولانا محمد شفیع صاحب آف سن کھترہ اور مولانا بشیر احمد پسروری معاون خاص تھے۔ مولانا بشیر احمد پسروری نے قاسمی صاحبؒ کو احرار کی کلہاڑی عنایت کی تھی۔

ناگزیر وجوہات کی بنا پر آپؒ کو نارووال سے مظفر گڑھ آنا پڑا۔ مظفر گڑھ میں کچھ عرصہ سٹیشنری کی دکان پر کام کرتے رہے (دکان ذاتی تھی) بعد ازاں قاسمی صاحبؒ کے استاذ محترم مولانا غلام حسین صاحب فاضل دیوبند نے لیہ میں قاسم العلوم کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ چنانچہ انہوں نے قاسمی صاحبؒ کو تدریس و تبلیغ کے لئے اپنے مدرسہ قاسم العلوم لیہ میں روانہ کیا۔ وہاں ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۶ء تک تدریسی و تبلیغی فرائض سرانجام دیئے۔

ملتان میں جمعیت العلماء ہر سال تبلیغی جلسہ منعقد کراتی تھی۔ جس میں ہندوستان کے جید علمائے کرام تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا معظم علی شاہ صاحبؒ ملتان تشریف لائے۔ مولانا قاسمی صاحبؒ اور مدرسہ نعمانیہ قدیر آباد ملتان کے طلباء رضاکارانہ حیثیت سے علماء کرام کی خدمت پر مقرر تھے۔ اس موقع پر جمعیت العلماء ملتان نے فیصلہ کیا۔ کہ ملتان میں ایک ایسا دینی مدرسہ قائم کیا جائے جو آزاد ہو۔ کسی زمیندار یا خانقاہ یا سرمایہ دار تاجر پارٹی کے زیر تسلط و اثر نہ ہو۔

چنانچہ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں جمعیت العلماء ملتان کے زیر اہتمام کچہری روڈ پر جمعیت علمائے ہند کی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ متذکرہ کانفرنس کے انعقاد میں مفتی محمد شفیع ملتانیؒ، مولانا خدا بخش ملتانیؒ مولانا غلام رسول صاحبؒ ڈیروی نے امتیازی حیثیت سے کام کیا۔ ہندوستان سے تشریف لانے والے علماء کرام کو خاکسار تحریک کے رضاکاروں نے اپنے مخصوص انداز میں سلامی دی۔ جمعیت العلماء ہند کے روح رواں عالم دین حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی شخصیت مذکورہ کانفرنس میں نمایاں تھی۔ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے جمعیت علمائے ہند کانفرنس کے موقع پر مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان کی بنیاد رکھی۔ واضح رہے کہ مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان کے اولین بانی رکن حافظ محمد رفیع ملتانیؒ تھے۔ جنہوں نے اہل محلہ کی طعن و تشنیع اور آج جہاں مدرسہ قائم ہے۔ اس جگہ کے حصول کے لئے عدالتی کارروائی ابتدائی تدریس وغیرہ ایسے مراحل سے گزرنا صرف حافظ محمد رفیعؒ ملتانی کا ہی کام تھا۔

مدرسہ قاسم العلوم کے اصل بانی کارکنان ۔ حافظ محمد رفیعؒ ملتانی ۔ مفتی محمد شفیعؒ ملتانی ۔ (اور ان کے خاندان کے دیگر حضرات) مولانا خدا بخشؒ ملتانی ۔ مولانا غلام رسولؒ صاحب ڈیروی ۔ مولانا عبدالرشید طالوتؒ ۔ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ رحمہم اللہ تعالیٰ تھے ۔ مدرسہ قاسم العلوم کی رسم افتتاح کے بعد حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مولانا محمود اخترؒ صاحب کو مہتمم اور حضرت مولانا عبدالقادر قاسمیؒ کو نائب مہتمم مقرر کیا ۔ جب کہ مولانا قاسمی صاحبؒ جمیعت العلماء کے ناظم اعلیٰ بھی تھے ۔ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ مدرسہ قاسم العلوم کے بیک وقت مدرّس ۔ مبلغ ۔ نائب مہتمم اور سفیر کے فرائض سرانجام دیتے رہے ۔ ساتھ ہی جمیعت کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے سیاسی پلیٹ فارم پر بھی نمایاں کام کیا ۔ مسلک دیوبند کو فروغ دینے کے لئے جمیعت علمائے احناف کے پلیٹ فارم پر امتیازی حیثیت سے تبلیغی و علمی فرائض سرانجام دیئے ۔ بعد ازاں مسجد املی والی گھنٹہ گھر ملتان میں واقع مدرسہ سلیمیہ (جس میں مفتی محمد شفیعؒ ملتانی مدرس و مفتی تھے) کو مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں ضم کر دیا گیا ۔ اور مفتی محمد شفیعؒ ملتانی کو مہتمم بنا دیا گیا ۔ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ نائب مہتمم، مدرّس مبلغ کی مسند پر بدستور قائم رہے ۔

۱۹۵۲ء میں مفتی محمد شفیعؒ ملتانی فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ چلے گئے ۔ تو ان کی مسند تدریس پر بحیثیت مدرّس مفتی محمودؒ صاحب (جو کہ عیسیٰ خیل کے ایک دینی مدرسہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے) کو ڈیرہ اسماعیل خان سے لایا گیا ۔ اس وقت مدرسہ قاسم العلوم کو قائم ہوئے سات برس گذر چکے تھے ۔ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ صاحب نے پچاس ۵۰ سال پڑھایا ۔ مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں تقریباً پینتیس ۳۵ سال تک تدریسی و تبلیغی خدمات سرانجام دیں ۔ بقیہ پندرہ برس جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ مدرسہ حرث الآخرہ ملتان ۔ سراج العلوم کبیر والا ملتان ۔ مدرسہ تعلیم القرآن میلسی (ملتان) مخزن العلوم خان پور (ضلع رحیم یار خان) اشرف المدارس فیصل آباد جامعہ مدنیہ لاہور ۔ ایسے بلند پایہ مدارس میں تبلیغی و علمی خدمات سرانجام دیں ۔

سیاسی خدمات | چونکہ پاکستان میں دینی بنیاد پر اہل اسلام کا سیاسی پلیٹ فارم جمیعت علماء اسلام کی صورت میں موجود تھا ۔ جس پر علمائے کرام مسلمانان پاکستان کو نہ صرف حکمران طبقے کی غلط پالیسیوں پر تنقید و تنبیہ کرتے تھے بلکہ سیاست کے حوالے سے اسلام کے اصلی چہرے

سے روشناس بھی کراتے تھے۔ چنانچہ پاکستان کی سیاست میں مولانا عبدالقادر قاسمیؒ کا نمایاں اور اہم کردار رہا ہے۔ مولانا عبدالقادر قاسمیؒ نے جمعیت علمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے ملکی سطح پر نمایاں طور پر سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ ملتان کی سیاست میں مولانا عبدالقادر قاسمیؒ اپنے وقت میں ایک قدآور ممتاز شخصیت تھے۔ یہ مولانا عبدالقادر قاسمیؒ ہی تھے جنہوں نے مفتی محمودؒ صاحب کو مختلف سیاسی موضوعات پر اردو میں تقاریر لکھ کر اور یاد کرا کے پبلک سٹیج پر متعارف کرایا تھا۔

۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء تک پاکستان کے مختلف علاقوں میں علمی و سیاسی خدمات، جمعیت العلماء اور جمعیت علمائے احناف اور جمعیت علمائے ہند کے پلیٹ فارم پر (مشترکہ طور پر) پیش کیں۔ ۱۹۴۶ء میں مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان کے قیام کے بعد تادم حیات ملتان ڈویژن کی سطح پر جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر نمایاں حیثیت سے سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ البتہ فتنہ بریلویت کی سرکوبی کے لئے خاص طور پر جمعیت علمائے احناف کے اسٹیج پر کام کیا۔ جب کہ جمعیت علمائے اسلام کے سیاسی پلیٹ فارم کے ساتھ ساتھ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ جس کی پاداش میں تین ماہ کے لئے ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اسی جیل میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری بھی قید تھے۔ انہیں زہر دیا گیا۔ حضرت لاہوریؒ کو زہر دینے کے حوالے سے سپرنٹنڈنٹ جیل انکاری تھا۔ حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحبؒ قاسمی و دیگر احباب نے جیل میں مظاہرہ کرتے ہوئے پرزور مطالبہ کیا کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کو ہمارے سامنے لایا جائے۔ تاکہ ہمیں کلی طور پر یقین ہو جائے۔ چنانچہ ان کا مطالبہ تسلیم کر کے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے لایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ (حضرت لاہوریؒ) رو بصحت ہیں۔ جب کہ قبل ازیں استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کو فتنہ بریلویت پر کاری ضرب لگانے کی پاداش میں متعدد بار جیل جانا پڑا۔ واضح رہے کہ اس وقت ڈاکٹر خان کا عہد وزارت تھا۔ اس دور میں ڈسٹرکٹ جیل کا سپرنٹنڈنٹ خوش مزاج آدمی تھا۔ وہ از روئے مزاح و طنز کہتا رہتا تھا کہ دیوبندی نہر دے اور بریلوی چیر چل کے پیر د کار ہیں۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور دیگر علمائے کرام کی کوششوں سے جیل سے رہائی کا پروانہ ملا۔ اسی اثناء میں مولانا عبدالقادر قاسمیؒ سمیت تمام گرفتار شدگان علماء نے جیل سے رہا ہونے سے انکار کر دیا تاوقتیکہ مولانا احمد سعید کاظمیؒ جیل میں تشریف نہ لائیں۔ چنانچہ مولانا احمد سعید کاظمیؒ وفد کے ہمراہ جیل میں تشریف

لائے۔ مولانا قاسمیؒ و دیگر گرفتار شدگان علمائے کرام نے کاظمیؒ صاحب کو جیل کی سیر کرائی اور جلوس کی شکل میں جیل سے تھانہ کپ پہنچے۔ مارشل لاء حکام کے خلاف سخت تقریر کرنے کی وجہ سے مارشل لاء حکام نے مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کی گرفتاری کے لئے مختلف مقامات پر چھاپے مارے۔ لیکن گرفتار نہ کر سکے۔ بعدازاں احباب کے مشورے سے خوشاب ضلع سرگودھا میں از خود (مولانا قاسمیؒ نے) گرفتاری پیش کر دی۔ چنانچہ مقدمہ کی سماعت کے لئے فوج کا ایک ٹریبونل بیٹھا۔ اس ٹریبونل میں ایک مجسٹریٹ بھی شامل تھا۔ جمعہ کے دن مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ اور انہوں نے مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کو بری کر دیا۔ واضح رہے اسی مقدمے کے فیصلہ سے قبل جناب شیخ محمد یعقوب صاحبؒ مولانا مفتی محمودؒ صاحب کے فرستادہ کی حیثیت سے جیل میں ملاقات کرنے کے لئے آتے تھے۔ دریں اثناء صدر محمد ایوب خان نے سرکاری ملازمین کی ترقی کے لئے ان کی نس بندی کا آرڈر جاری کیا۔ جس پہ مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ نے اپنی ایک تقریر میں کہا۔ کہ پہلے نس بندی صدر ایوب خان کی ہونی چاہیئے کیونکہ بقول مولانا غلام غوث ہزارویؒ ایوب خان بین الاقوامی سانڈھ ہے۔ میں تو (مولانا قاسمیؒ) کہوں گا۔ کہ کسی ملک کا بادشاہ یا وزیر اپنے ساتھ بہن، بیٹی، بیوی اپنے ساتھ نہ لائے۔ کیونکہ انٹرنیشنل سانڈھ (ایوب خان) سے خطرہ ہے۔ چنانچہ شہنشاہ ایران کی بیگم فرح پہلوی جب کراچی کے دورے پہ آئی۔ تو (بین الاقوامی سانڈھ سے ملاقات کے نتیجے میں) اس کا پاؤں بھاری ہو گیا۔ اسی جرم (بے باکی) میں ڈیڑھ ماہ جیل میں قید رہنا پڑا۔

۱۹۶۸ء میں احمد پور شرقیہ میں مولانا قاسمیؒ نے دوران تقریر کہا۔ کہ ہمارے ملک میں زنا کی دو قسمیں ہیں۔ جو طوائف لائسنس یافتہ ہو اور اپنی کمائی میں سے حکومت کو حصہ دے دے۔ تو وہ (طوائف) سرکاری زنا کرانے کے لئے چکلے میں بیٹھ سکتی ہے۔ البتہ بغیر لائسنس کے غیر سرکاری زنا کرنا جرم ہوگا۔ چنانچہ مشرقی پاکستان میں بتیس ۳۲ ہزار لائسنس یافتہ طوائفیں سرکاری زنا کرا کے اپنی کمائی کا حصہ حکومت کو ادا کرتی تھیں۔ اتنی ہی تعداد (طوائفیں) مغربی پاکستان میں پائی جاتی تھیں۔ اگر وہ صبح و شام ایک ایک سرکاری زنا کریں تو ان کا ثواب (طنزیہ) خواجہ ناظم الدین سے لے کر فیروز خان نون تک جتنے وزرائے اعظم گزر چکے ہیں ان کی ارواح کو پہنچتا رہے گا۔ اگر یہ لوگ چاہتے تو زنا بند کرا سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے زناکاری کو فروغ دیا ہے۔ کراچی پولیس کی رپورٹ کے مطابق

پولیس روزانہ گندی نالیوں سے ڈیڑھ سو حرامی بچے اٹھاتی تھی۔ الٰہ آباد (بھارت) کی عدالت نے دونوں قسم کے (سرکاری وغیر سرکاری) زنا پہ پابندی لگا دی۔ لیکن فیروز خان نون نے (سرکاری) زنا کی اجازت دے دی۔ بقول مولانا غلام غوث ہزارویؒ نون والقلم وما یسطرون الذی یتبدل فی الکوٹ والپتلون (یہاں نون سے مراد فیروز خان نون ہے) چنانچہ مولانا قاسمیؒ گرفتار ہوئے۔ ڈیرہ غازی خان جیل میں بی کلاس میں ڈیڑھ ماہ قید رہے۔ جب کہ بہاول پور جیل میں دو ماہ تک نظر بند رہے۔ مولانا قاسمیؒ نے ۱۹۶۲ء میں بی۔ڈی الیکشن میں ملتان سے حصہ لیا۔ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوکر بی۔ڈی ممبر منتخب ہوئے۔ (جب کہ ایک مرتبہ مولانا محمود اخترؒ صاحب بھی کونسلر شپ میں الیکشن جیت کر ممبر منتخب ہوئے تھے۔) کوٹ ادو اور لیہ میں صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ ان (مولانا عبدالقادر قاسمیؒ) کے مقابلے میں بہرام خان اور محمد حسین جھکڑ جیسے جاگیردار تھے۔ کامیابی ناممکن تھی۔ لیکن پولیس والے یہ کہنے پہ مجبور ہوگئے کہ تقریروں کے اعتبار سے مولوی صاحب (مولانا عبدالقادر قاسمیؒ) کی کامیابی یقینی ہے۔ خواہ تم لوگ ووٹ دو یا نہ دو۔ چنانچہ مولانا عبدالقادر قاسمیؒ کوٹ ادو اور لیہ سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن نہ جیت سکے۔

جمیعت علمائے اسلام کے ہر جلسہ میں مولانا احمد علیؒ لاہوری اپنی تقریر سے پہلے تقریباً آدھا گھنٹہ استاذ العلماء مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ کو جمیعت کی پالیسی اور حکومت کی پالیسی بیان کرنے کا موقع دیتے تھے۔ اور مولانا قاسمیؒ صاحب کی تقریر کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس فقیر (مولانا قاسمیؒ) نے حکومت کے خلاف جو کچھ کہا ہے۔ میں (احمد علی لاہوری) اس کی حرف بحرف تائید کرتا ہوں۔

میرپور خاص میں علمائے کرام کی ایک میٹنگ ہوئی۔ جس میں مولانا محمد عبدالقادر قاسمیؒ نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ مودودی حضرات کہتے ہیں۔ کہ علماء کی ایک آنکھ ہے۔ دنیا کی آنکھ نہیں ہے۔ ہم (مودودی حضرات) دونوں آنکھیں رکھتے ہیں۔ (اس پہ مولانا قاسمیؒ نے کہا کہ) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے لے کر حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ تک تاریخ بیان کرکے حاضرین کو بتایا۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اسلام کی پامالی پہ احمد شاہ ابدالی کو بلا کر نظام اسلام کے نفاذ پہ آمادہ کیا۔ مرہٹوں نے اذانیں بند کرادی تھیں۔ مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس پہ پانی پت میں مرہٹوں سے دوبارہ لڑائی ہوئی۔ یہ علماء کی دوسری آنکھ ہے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ایک موقع پہ ملتان سے لاہور آنے کی دعوت دیتے

ہوئے فرمایا۔ کہ تدریس بھی دین کی خدمت ہے۔ لیکن اسلامی قانون نافذ کرنے کے لئے کوشش کرنا بھی اہم فریضہ ہے۔ چنانچہ ان کی دعوت پہ لبیک کہتے ہوئے مولانا قاسمیؒ لاہور چلے گئے۔ اور حضرت لاہوریؒ نے اپنے خصوصی کمرے میں رہائش دے کر بہت بڑا اعزاز بخشا۔ صبح ناشتے کے بعد جمیعت العلماء اسلام کے دفتر (شاہ غوث محمد بیرون دہلی دروازہ لاہور) بھیج دیا کرتے تھے۔ ہفتہ میں دو دن (منگل اور بدھ) خدام الدین میں مضامین لکھنے پہ مامور کیا ہوا تھا۔ بعد ازاں مرکز میں جمیعت کا ناظم مقرر کر دیا۔ سول نافرمانی۔ بھٹو استعفیٰ دو۔ متحدہ جمہوری محاذ اور قومی اتحاد کی تحریکوں میں قافلے کے ایک مسافر کی حیثیت سے حصہ لیا۔ یوں استاذ العلماء و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ صاحب کا سیاسی سفر ختم ہو گیا۔

اساتذہ کرام استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ نے دنیوی تعلیم مڈل تک حاصل کی تھی۔ جب کہ دس سال کے عرصہ میں مختلف اساتذہ کرام سے دینی علوم حاصل کئے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ نے دینی علوم پہ مشتمل اکثر کتب حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ (جو کہ مسجد پیارے والی ڈھی جی خان میں مدرس تھے) سے پڑھیں۔ بعد ازاں دوسری کتب دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔

۲۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند ـــــ (ہدایہ اولین)

۳۔ حضرت مولانا عطاء محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند ـــــ (قطبی)

۴۔ حضرت مولانا غلام حسین صاحب مظفر گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند ـــــ (جلالین)

۵۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ (شرح تہذیب)

دار العلوم دیوبند میں جن اساتذہ کرام سے اسباق پڑھے۔ ان کے اسمائے گرامی

۶۔ حضرت مولانا عبد السمیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ (مختصر المعانی۔ سلم العلوم)

۷۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (کراچی) رحمۃ اللہ علیہ ـــــ (مقامات حریری)

۸۔ حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ـــــ (جلالین)

۹۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ (دورۂ تفسیر)

۱۰ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ـــــ (ہدایہ اخیرین۔ متنبی۔ حماسہ۔ ابوداؤد)

۱۱۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (بخاری۔ ترمذی)

۱۲۔ حضرت العلامہ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ (مسلم شریف)

جن اساتذہ کرام سے باطنی علوم حاصل کیا۔ ان کے اسمائے گرامی

۱۳۔ خواجہ غلام حسین گرے سواگ رحمۃ اللہ علیہ (ان کے ہاتھ پر چھ ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا تھا)

۱۴۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (چاروں سلسلوں کے سلوک طے کئے)

۱۵۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (سلسلہ چشتیہ کے دو اسباق سلوک طے کئے)

تلامذہ ویسے تو استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ کے شاگردان گرامی دنیا کے ہر خطے میں کہیں نہ کہیں علم کی شمع روشن کئے ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں مشاہیر تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد موسیٰ خانؒ روحانی بازی (جن کا حال ہی میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں انتقال پر ملال ہوا)

۲۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحبؒ (رد جہان) اسلام آباد (جنہیں حال ہی میں لال مسجد اسلام آباد میں شہید کر دیا گیا)

۳۔ حضرت مولانا محمد جان صاحب (مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ)

۴۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ڈیروی (امیر تبلیغی جماعت)

۵۔ حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ صاحب (سابق ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

۶۔ حضرت مولانا محمد اکبر صاحب (شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان)

۷۔ حضرت مولانا عبد البر محمد قاسم صاحب (مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان)

۸۔ حضرت مولانا عبد القادر آزاد صاحب (سابق خطیب شاہی مسجد لاہور)

۹۔ حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب (فیصل آباد)

۱۰۔ حضرت مولانا قاری محمد حنیفؒ ملتانی (نابینا) (ملتان)

۱۱۔ حضرت مولانا مفتی منظور احمد تونسوی (مفتی جامعہ قاسم العلوم ملتان)

۱۲۔ حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب (جامعہ عبیدیہ قدیر آباد ملتان)

۱۳۔ حضرت مولانا مفتی عبد القوی صاحب (جامعہ عبیدیہ قدیر آباد ملتان)

۱۴۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن فخر صاحب

۱۵۔ حضرت مولانا نیاز احمد صاحب (وزیر بلوچستان)

۱۶۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب (استاذ حدیث)

تالیفات وتصانیف

۱۔ بریلوی مذہب

۲۔ قندنامہ ترجمہ پندنامہ

۳۔ تقریر ترمذی (اس کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ اسے ہندوستان وبنگلہ دیش کے مکتبوں نے بھی شائع کیا ہے)

۴۔ قرآنی جواہر پارے (علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی نایاب اور غیر مطبوعہ نسخہ کی تحریر)

۵۔ تکثیر نسل بجواب تحدید نسل (بعد میں اس کا نام تبدیل کیا گیا۔ یعنی نسل بڑھاؤ۔ رکھا گیا۔

۶۔ تشریحات بخاری (اس کتاب میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ۔ حضرت مولانا محمد زکریاؒ صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے افادات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ نیز! یہ کہ اس کی تالیف ۱۹۸۵ء میں شروع ہوئی۔ اس کی پانچ ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ چھٹی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جب کہ مزید تین جلدوں کا شائع ہونا ابھی باقی ہے)

وفات

استاذ العلماء وشیخ الحدیث حضرت مولانا مُحَمَّد عَبْدُ الْقَادِر قَاسِمِی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق ۸ جولائی ۱۹۹۸ء بروز بدھ بوقت ساڑھے بارہ بجے دوپہر نشتر ہسپتال ملتان میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

نوٹ

استاذ العلماء وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد القادر قاسمیؒ نے اپنے حالات زندگی خود اپنے مایۂ ناز شاگرد قاری عبد الرحمن ہوشیارپوری (زبیڈ بلاک نیو ملتان) کو قلمبند کرائے تھے۔ جنہیں ان کے فرزند محمد ابو بکر قاسمی نے مرتب کیا جو کہ نذر قارئین ہے۔

فہرست مضامین تشریحات بخاری از اکابر علماء دیوبند

فہرست تشریحات بخاری جلد ثانی

ضمیمہ از افادات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ از باب بدٔ الوحی تا تحیۃ المسجد بخاری شریف

کتاب الجمعہ

فہرست مضامین تشریحات بخاری جلد سوم

از پارہ پنجم تا ہشتم

فہرست مضامین تشریحات بخاری جلد چہارم

فہرست عنوانات تشریحات بخاری جلد پنجم

فہرست مضامین تشریحات بخاری

1/2

فہرست مضامین تشریحات بخاری (جلد ہفتم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ۔

مُقَدَّمَہ

علم حدیث کی تعریف یہ وہ علم ہے جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال واحوال معلوم ہو جائیں ۔

موضوع علم حدیث علم حدیث کا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اس حیثیت سے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ۔

غرض وغایت علم حدیث وہ دعائیں اور فضیلتیں حاصل کرنا ہے جو احادیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے احادیث میں وارد ہوئی ہیں ۔

دوسری غرض یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ دین کا مدار علم حدیث پر ہے ۔کیونکہ اصل دین یعنی قرآن پاک تو مجمل ہے ۔اس کی تبیین و توضیح احادیث سے ثابت ہے تیسری غرض مولانا زکریا کاندھلوی کے نزدیک یہ ہے کہ حدیث جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے ۔ہم محب رسول ہیں ۔محبوب کے کلام کو جب پڑھا جائے تو ایک قسم کی لذت حلاوت اور رغبت پیدا ہوتی ہے ۔غرضیکہ علم حدیث کی تعریف جس کا خلاصہ تدبر ہے ۔علم حدیث کا موضوع جس کا خلاصہ عظمت ہے اور اس کی غرض کا خلاصہ لذت ہے ۔

وجہ تسمیہ اس فن کا نام حدیث ہے ۔حدیث حادث کے معنی میں ہے ۔قرآن مجید تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ۔جیسے ذات باری تعالےٰ قدیم ہے ۔تو اس کی صفت بھی قدیم ہو گی ۔حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو لامحالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہ بھی حادث ہو گا ۔

ان کے ماسوا کوئی علم ہے ہی نہیں۔ علم فقہ قرآن و حدیث کے معارض و منافی نہیں بلکہ علم فقہ ان دونوں کا خلاصہ ہے۔ کہ فقہاء کرام نے غور و فکر کر کے قرآن و حدیث کے مسائل کو آسانی کے واسطے ایک جگہ جمع کر دیا۔ جیسے حدیث میں بحالت صیام اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی اجازت بھی ہے اور ممانعت بھی۔ عامی کے لئے مشکل پیش آگئی تو مجتہدین نے غور و فکر کر کے بتلا دیا کہ حدیث نہی جوان کے لئے ہے۔ اور حدیث اباحت بوڑھے کے لئے۔ کیونکہ جوان بے قابو ہو سکتا ہے۔ مگر بوڑھا نہیں ہوگا۔

دوسری وجہ تسمیہ یہ بتلائی گئی کہ حدیث کے معنی بات کے ہیں۔ چونکہ علم حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہیں اس لئے ان کو حدیث کہا جاتا ہے۔

حدیث و خبر میں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ حدیث تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور خبر کا اطلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اخبار ملوک پر بھی ہوتا ہے۔ غرضیکہ دونوں میں عام و خاص کی نسبت ہے۔

مؤلف اور موجد فن | عام طور پر مشہور ہے کہ حدیث کی تدوین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ایک سو برس بعد ہوئی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص احادیث لکھا کرتے تھے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث کا ایک مجموعہ تھا جو انہوں نے اپنے بیٹے کے نام پر لکھا تھا۔ اس مجموعہ کی چھ احادیث امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کی ہیں اور اسی مجموعے کی ۱۰۰ کے قریب احادیث مسند بزار میں ہیں۔ لہٰذا حدیث کی کتابت اور جمع تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ البتہ کتابی شکل میں یہ ذخیرہ بعد میں منتقل کیا گیا۔

علم حدیث تاریخی حیثیت سے | یہ ایک تاریخی اور مسلّم مسئلہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جو خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں اور پہلی صدی کے مجدد ہیں۔ انہوں نے امراء اجناد کو لکھا کہ میں علم حدیث کے اندراس یعنی مٹنے اور ذہاب علم کا خوف کرتا ہوں۔ لہٰذا اپنے اپنے بلاد کے علماء کو حکم کریں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جمع کریں۔ چنانچہ عام محدثین اور مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ سب سے پہلے حدیث کے مدوّن امام ابن شہاب زہری

المتوفی ۱۲۵ھ ہیں۔ اور بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے مدون محمد بن ابی بکر بن حزم ہیں۔ جن کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے۔ وجہ ترجیح یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام بخاریؒ نے باب کیف یقبض العلم کے ذیل میں جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خط نقل کیا ہے۔ ان میں انہی کا نام مذکور ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایک امیر نے ابوبکر بن حزم کو اور دوسرے نے ابن شہاب زہری کو حکم دیا ہو۔ زمانہ دونوں کا تقریباً ایک ہی ہے۔ بعض حضرات نے دیگر اسماء گرامی بھی ذکر کئے ہیں۔

انواع کتب احادیث | حدیث پاک کے آٹھ ابواب ہیں۔ عقائد۔ احکام۔ تفسیر۔ تاریخ۔ رقاق آداب۔ مناقب۔ فتن۔ جو کتاب ان آٹھ ابواب پر مشتمل ہو اس کو **جامع** کہتے ہیں ـــــ جیسے جامع بخاری۔ جامع ترمذی۔

سنن اس کتاب کو کہتے ہیں جس کے ابواب فقہی طریقہ پر ہوں۔ جیسے سنن ابوداؤد و سنن نسائی۔

مسند وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی ہر روایت کو ایک جگہ ذکر کیا جائے۔ جیسے مسند امام احمد بن حنبلؒ۔

معجم وہ کتاب جس میں احادیث کی تخریج شیوخ کی ترتیب پر ہو۔ جیسے معجم طبرانی۔

مستدرک کسی کتاب کی شرط کے مطابق کسی روایت کو ذکر کیا جائے جس کو مصنف کتاب نے ذکر نہ کیا ہو۔ جیسے مستدرک حاکم۔

مستخرج کسی کتاب کی احادیث کو اپنی سند کے ساتھ بیان کرنا بشرطیکہ مصنف اصل حائل نہ ہو۔ جیسے مستخرج ابوعوانہ۔

اغراض مصنفین امام ترمذیؒ کے پیش نظر اختلاف ائمہ کو بتلانا ہے۔ امام ابوداؤدؒ کا وظیفہ مستدلات ائمہ کو بتلانا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد استنباط مسائل ہے۔ مسلم شریف کا وظیفہ صحیح احادیث کا جمع کرنا ہے۔ امام نسائیؒ کا مقصد احادیث کی للیہ خفیہ کا بیان کرنا ہے۔ ابن ماجہ کے اندر تمام احادیث گڈمڈ ہیں۔

مقدمۃ الکتاب | وجہ تالیف کتاب۔ حضرت امام بخاریؒ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور میں ان کو اڑا رہا ہوں۔ انہوں نے یہ خواب اپنے استاد اسحٰق بن راہویہ کو سنایا۔ انہوں نے یہ تعبیر دی کہ انت تذب الکذب عن

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی تم کسی وقت میں انشاء اللہ تعالےٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کے ذخیرے سے ان حدیثوں کو نکالو گے جو ضعیف یا موضوع ہیں۔ اس کے بعد ایک مرتبہ ان کے استاذ نے ان سے فرمایا کہ تم ایسی کتاب لکھو جس کی سب احادیث صحیحہ ہوں۔ ان کو بھی ولولہ اور شوق ہوا۔ چنانچہ احادیث کے اقسام ثمانیہ کی احادیث صحیحہ اپنی کتاب جامع بخاری میں جمع فرمائیں۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی خصوصیت جو امام بخاری کی ساری کمائی قرار دی جاسکتی ہے۔ وہ ان کے تراجم ہیں۔ یعنی احادیث سے مسائل کا استنباط کرنا اسی وجہ سے حضرات علماء کرام نے باقاعدہ اس میں تصنیفات فرمائی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تراجم بخاری کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ ویسے ایک رسالہ اردو میں حضرت شیخ الہندؒ نے الابواب والتراجم کے نام سے لکھا ہے۔ نیز علماء عظام نے بخاری شریف کی بہت سی فضیلتیں اپنے تجربات کے بعد لکھی ہیں۔ مثلاً جس جہاز میں بخاری شریف کا نسخہ ہوگا۔ وہ جہاز سمندر میں نہیں ڈوبے گا۔ کسی مریض کے لئے اُسے پڑھا جائے تو وہ شفایاب ہوگا۔ مشکل کام آسان ہوگا۔

وجہ تسمیہ کتاب اس کتاب کا نام الجامع المسند الصحیح من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ۔ جامع تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے اندر آٹھوں ابواب مذکور ہیں۔ مسند اس لئے کہ جتنی روایات ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالرفع منقول ہیں۔ اور آثار وغیرہ بالتبع آ گئے ہیں۔ صحیح اس وجہ سے فرمایا کہ اس کے اندر احادیث صحیحہ کا ذخیرہ مذکور ہے۔ کوئی راوی اس کے اندر ضعیف نہیں ہے۔ من حدیث کی قید اس لئے بڑھائی کہ اس کے اندر ساری احادیث ہیں۔ **سننہ** اس لئے زائد کیا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریریات بھی اس میں داخل ہو جائیں۔ اور **ایامہ** سے وہ وقائع اور حالات مراد ہیں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آئے۔ بہت سی احادیث امام نے ایسی ذکر فرمائی ہیں جو نہ تو قولی ہیں نہ فعلی ہیں۔ اور نہ تقریری جس کی وجہ سے بہت سے شراح کو اشکال ہو رہا ہے۔ پورے نام پر غور کرنے سے یہ اشکال رفع ہو جاتے ہیں۔

مؤلف کتاب اس کتاب کے مؤلف امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاری۔ جعفی جعف کی طرف

نسبت ہے جو عرب کا ایک قبیلہ ہے۔

بردویہ بائے مفتوحہ بعدہ راء ثم دال مکسورہ بعدہ واؤ ۔ یہ فارسی کی لغت ہے اور فارسی بھی ملک بخارا کی بردویہ فارسی میں کاشتکار کو کہتے ہیں۔ یہ کھیتی کرتے تھے اور مجوسی تھے۔ حالت کفر میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ ان کے صاحبزادے مغیرہ ہیں یہ مسلمان ہیں اور یمان جعفی جو اس وقت کابل و بخارا اور سمرقند کے حاکم اور عرب کے باشندے تھے یہ ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ یہ تمام علاقے حضرت عمرؓ کے زمانے سے لے کر حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک مفتوح ہو چکے تھے۔ عرب کے اندر جس طرح ولاءِ معاقدہ اور ولاءِ موالات کی نسبت ہوتی ہے۔ اسی طرح موالات اسلام کی بھی نسبت ہوتی ہے اسی اعتبار سے ان کو مغیرہ جعفی کہتے ہیں۔ اسماعیل امام بخاری کے والد ماجد ہیں۔ ابراہیم کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ اسماعیل امام مالکؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

احوال بخاری

امام بخاریؒ تیرہ شوال ۱۹۴ھ کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔ امام بخاری کی بصارت بچپن میں جاتی رہی تھی۔ ان کی والدہ نے خوب دعائیں کیں۔ خواب میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا السلام کی زیارت ہوئی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے بچے کی آنکھیں درست کر دیں بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ امام بخاریؒ بالکل تندرست ہیں۔ امام بخاریؒ بمقام خرتنگ جو سمرقند کے مضافات میں ایک گاؤں ہے۔ شنبہ کی رات جو عید الفطر کی بھی شب تھی ۲۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ تنگ آکر دعا فرمائی تھی۔ رمضان شریف میں ہی دعا قبول ہوئی۔ کل عمر باسٹھ سال ہوئی۔ امام بخاریؒ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات یاد رکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے۔ صدق حمید نور۔ ترجمہ۔ سچ کہا حمید نے کہ وہ نور تھے۔ ابجد کے حساب سے صدق کے ایک سو چورانوے نمبر نکلتے ہیں۔ تو وہ سن پیدائش ہے۔ دوسرے لفظ کے جو باسٹھ نمبر ہیں وہ ان کی کل عمر ہے۔ اور نور کے کل نمبرات دو سو چھپن ہیں یہ حضرات امام کا سن وفات ہے۔ میلادہٗ صَدَقَ و ماش حمیدًا و فقضیٰ فی نور۔ بچپن سے ذہین اور ذکی تھے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ان کو احادیث کے یاد کرنے کا بڑا شوق تھا۔ جب دس برس کی عمر میں مکتب سے تو علماء بخارا کے حلقہ تدریس میں آنے جانے لگے۔ امام بخاریؒ کے والد ماجد (اسماعیل) کا انتقال اسی وقت ہو چکا تھا۔ جبکہ حضرت امام بخاریؒ بالکل بچے تھے۔ والد نے انتقال کے وقت فرمایا تھا کہ میرے مال میں ایک پیسہ بھی مشتبہ نہیں ہے۔ اسی مال سے امام بخاریؒ کی پرورش اور تربیت ہوئی

علماء بخارا میں سے ایک محدث امام داخلی ہیں جن کی مجلس تحدیث میں شرکت کرنے لگے۔ اس مجلس میں بڑے بڑے علماء شرکت کرتے تھے۔ یہ بے چارے بھی ایک کونے میں بیٹھ جاتے تھے۔ جس سے ایک ولولہ اور شوق پیدا ہوا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت استاذ داخلی نے کسی حدیث کی سند اس طرح پڑھی۔ حدثنا سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم امام بخاریؒ دور ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے وہیں سے فرمایا کہ عن ابی الزبیر صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے نہ سنا پھر زور سے کہا۔ کہ ابوالزبیر نے ابراہیم سے نہیں سنا۔ کیونکہ ان کا لقاء ابراہیم سے ثابت نہیں بلکہ یہ زبیر بن عدی ہیں۔ یہ سن کر محدث داخلی مکان میں تشریف لے گئے۔ کتاب کے ایک پرانے نسخہ میں دیکھا۔ تو فی الحقیقت اس میں عن ابی الزبیر کی بجائے عن الزبیر تھا۔ تو استاذ نے مجمع میں اعلان کیا کہ واقعی لڑکا صحیح کہتا ہے۔ لوگوں کو ان کی ذہانت پر تعجب ہوا۔ اور اسی دن سے استاذ داخلی کی نظر میں مقبول اور وقیع بن گئے۔ گیارہ برس کی عمر میں علماء بخارا کی تمام احادیث یاد کرلیں۔ سولہ برس کی عمر میں اپنی والدہ اور بھائی احمد کے ساتھ حج کے لئے گئے۔ باقی سب حضرات واپس آگئے۔ امام بخاری وہیں رہ گئے۔ جہاں جہاں مشہور علماء تھے ان کے ہاں جاکر احادیث یاد کرلیں۔ روایات کو مع اسانید کے ایک مرتبہ سن کر یاد کرلیتے تھے۔ حامد بن اسماعیل ان کے ہم سبق ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم جب اساتذہ کے پاس جاتے تھے تو ہمارے ساتھ سامانِ کتابت ہوتا تھا ہم سن کر لکھ لیتے تھے۔ امام بخاریؒ نہیں لکھتے تھے۔ ہم نے ان سے کہا لکھتے کیوں نہیں۔ سماع کافی نہیں ہے۔ وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔ اول اول تو امام بخاریؒ خاموش رہے لیکن جب لوگوں نے خوب برا بھلا کہنا شروع کیا اور تنگ کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم آٹھ دن سے شیخ کے پاس آرہے ہیں اور شیخ نے پندرہ ہزار حدیثیں بیان فرمائی ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان پندرہ ہزار احادیث کو مع اسانید سنا دیا۔ اور وہ لکھنے والے امام بخاریؒ کے سنانے پر اپنے لکھے ہوئے کی تصحیح کرتے تھے جس پر سب حضرات نے تعجب کیا۔ الغرض تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی شہرت ہوگئی۔ تھوڑی عمر میں علم حاصل کیا۔ اور تھوڑی ہی عمر میں پڑھانا شروع کردیا کہ مافی وجہہ شعرۃ چہرے پر کوئی بال نہیں تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک کتاب قضایا صحابہ وتابعین کے نام سے مدینہ پاک میں لکھی امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت عبداللہ بن مبارکؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ اور وکیع کی تمام کتابیں حفظ یاد

ہوگئی تھیں ۔ دوسری تالیف تاریخ کبیر ہے جو آپ نے چاند کی روشنی میں لکھی تھی ۔ حضرت امام بخاریؒ کی قوت حفظ ضرب المثل ہے ۔ دس سال کی عمر میں اپنے استاد امام داخلی کو لقمہ دیا تھا جب کوئی آدمی کسی خاص چیز میں مشہور ہو جاتا ہے تو پھر اس کا امتحان بھی لیا جاتا ہے ۔ چنانچہ دو واقعے ایک سمرقند کا دوسرا بغداد کا پیش آیا ۔ بغداد کا قصہ زیادہ مشہور ہے ۔ کہ آپ جب وہاں تشریف لے گئے تو وہاں کے دس علماء نے آپس میں مشورہ کے بعد سو احادیث تلاش کیں ۔ اور ہر ایک نے دس دس احادیث اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیں ۔ اور ان کی سند اور متن یعنی مضمون حدیث کو ایک دوسری کی جگہ ردو بدل کر دیا ۔ جب امام بخاریؒ ایک بڑے مجمع میں تشریف لائے تو ہر ایک نے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ۔ پھر عرض کیا کہ ہم لوگ کچھ احادیث حضرت کو سنانا چاہتے ہیں ۔ امام بخاریؒ نے فرمایا سنادو ۔ اس پہ ہر ایک نے نمبروار احادیث سنا کر دریافت کیا کہ یہ حدیث کیسی ہے ۔ امام بخاریؒ ہر ایک کے جواب میں لا ادری فرماتے رہے یعنی مجھے معلوم نہیں ۔ اب لوگوں میں اشارے ہونے لگے ۔ کہ بس یہی ہیں جن کا بڑا شہرہ ہے ۔ جب سب سنا چکے تو امام بخاریؒ نے اول سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے جس طرح حدیث پڑھی ہے غلط ہے ۔ صحیح یہ ہے ۔ پھر ہر ایک کو نمبروار اس کی غلط حدیث اور اپنی صحیح حدیث سنائی ۔ یہاں کمال یہ نہیں کہ پوری سو احادیث مع سنادیں بلکہ اصل کمال یہ ہے کہ ان کی اسانید اور احادیث منقلبہ کو صحیح کر کے نمبروار سنا دیا ۔ غرضیکہ امام بخاریؒ کے صرف ہم عصر علماء اور تلامذہ ہی آپ کی فضیلت کے معترف نہیں بلکہ ان کے اساتذہ بھی ان کی تعریف کرتے ہیں ۔ حضرت علی بن مدینیؒ جو ائمہ حدیث میں سے ہیں ۔ جن کے متعلق خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلیل نہیں پایا سوائے علی بن مدینی کے جب علی بن مدینیؒ سے یہ کہا گیا تو انہوں نے فرمایا ذرہ فانہ لا یُری مثلہ امام احمد بن حنبلؒ بھی ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں ۔ کہ سرزمین بخارا نے امام بخاریؒ جیسا کوئی پیدا نہیں کیا ۔ اور بعض میں ہے کہ زمین بخارا نے چار اعلیٰ درجہ کے آدمی نکالے ۔ مگر سب سے اقدم امام بخاریؒ ہیں ۔

مسئلہ خلق قرآن اور امام بخاری

جس طرح آج کل علماء کرام میں کسی معاصر کی رفعت نہیں سنی جاتی اسی طرح پہلے زمانے میں بھی یہی دستور تھا ۔ چنانچہ امام بخاریؒ کے معاصرین کو بھی امام صاحب سے حسد پیدا ہوا ۔ جہاں جہاں ان کا شاندار

استقبال ہوتا۔ وہیں کچھ حاسدین اس کا ردِ عمل بھی کرتے چنانچہ بہت سی جگہ سے مارپیٹ کر نکلے گئے۔ بہت سے لوگوں نے گالیاں دیں۔ اس زمانہ میں ایک مسئلہ خلق قرآن کا بہت زور شور سے چل رہا تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ چونکہ ایک مرتبہ کے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کو اس مسئلہ میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سی مرتبہ جیل بھیجے گئے۔ بہت سے علماء نے کوڑے کھائے تکلیفیں اٹھائیں مگر جمے رہے۔ چونکہ امام احمد بن حنبلؒ امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ اس لئے ان کا زمانہ پہلے کا ہے۔ اور امام بخاریؒ کا بعد کا ہے۔ امام احمدؒ کے زمانہ میں معتزلہ کا بہت زور تھا اور سلاطین وقت بھی انہی کے ساتھ تھے۔ معتزلہ کا کہنا تھا کہ یہ قرآن حادث ہے مخلوق ہے لفظ کن سے پیدا کیا گیا ہے۔ ان پر رد کرنے کے لئے حنابلہ حضرات کو میدان میں آنا پڑا اور معتزلہ کا رد کرتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک قدیم ہے اور یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب کوئی مقتدا کسی چیز کے متعلق رد کرتا ہے تو خوب زور شور اور مبالغہ سے تردید کرتا ہے اس کے خدام اور مرید بڑے کی بات کو خوب زور شور سے اچھال کر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک قدم اور بڑھایا کہ یہ قرآن مجید قدیم ہے اس کے الفاظ بھی قدیم ہیں اور یہ دفتین یعنی گتہ بھی اور کاغذ بھی قدیم ہے۔ ان مبالغہ آرائیوں کو جب امام بخاریؒ نے دیکھا تو بڑی شدت سے حنابلہ کا رد کیا اور لفظی بالقرآن مخلوق یعنی جو الفاظ قرآن پاک کے ہیں اپنی زبان سے بول رہا ہوں یہ مخلوق اور حادث ہیں۔ اور جو اس کے خلاف کہے وہ کافر ہے۔ اس سلسلہ میں حنابلہ اور امام بخاریؒ کا حنابلہ کے مقابلہ میں اتنا اختلاف ہوا کہ امام احمدؒ نے معتزلہ کے مقابلہ میں سہا اور حنابلہ نے امام بخاریؒ کی خبر لی۔ چنانچہ امام بخاریؒ جہاں جاتے ابتلاء میں پھنس جاتے حتیٰ کہ آخر میں سب جگہ سے مایوس ہو کر اپنے وطن مالوف بخارا واپس تشریف لے گئے۔

واقعہ امیر خالد اور حادثہ فاجعہ اس وقت بخارا میں امیر خالد نامی حاکم تھا بخارا پہنچ کر یہ واقعہ پیش آیا کہ لوگوں نے امام بخاریؒ سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ اگر بکری کا دودھ دو بچے پی لیں تو کیا ان میں رضاعت ثابت ہوگی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہاں رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ بعض حاسدین نے خوب شور مچایا۔ ابو حفص کبیر حنفی کو کہلا بھیجا کہ تم حدیث پر رہو۔ فقہ دانی نہ کرو۔ فقہ و اس کے مسائل ہم لوگوں کے لئے رہنے دو۔ اس کے بعد امیر خالد نے امام بخاریؒ کو کہلا بھیجا کہ میرے لڑکے آپ سے حدیث پڑھنا چاہتے ہیں آپ کسی وقت آکر ان کو پڑھا دیا کریں۔ امام صاحب

نے جواباً کہلا بھیجا کہ مجھے حدیث پاک کو ذلیل نہیں کرنا جسے پڑھنا ہو میرے پاس آکر پڑھے امیر نے اس کو منظور کر لیا اور کہا کہ میں اپنے بچوں کے ہمراہ ضرور حاضر ہوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ اس وقت دوسرے لوگ وہاں تعلیم کے لئے موجود نہ ہوں۔ صرف میرے لڑکے تعلیم حاصل کریں گے۔ حضرت امام صاحب نے اس کو بھی منظور نہیں فرمایا۔ اور کہا کہ سب بچے پڑھنے میں برابر ہیں۔ امیر کو اس بات پر غصہ آگیا۔ اس نے امام صاحب کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ امام بخاریؒ بخارا سے نکل گئے نکلتے وقت دعا کی کہ اے اللہ! جس طرح اس امیر نے مجھ کو نکالا، تو بھی اس کو ذلیل کر کے یہاں سے نکال دے۔ ایک ماہ سے پہلے ہی اس امیر سے کوئی حاکم اعلیٰ کسی بات پر ناراض ہو گیا اور حکم دیا کہ اس معزول امیر کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے پورے شہر میں چکر کراؤ۔ تو امام بخاریؒ نے وہاں سے سمرقند کا قصد فرمایا۔ راستہ میں خرتنگ مقام پر کچھ رشتہ دار تھے۔ رمضان کی آمد کی وجہ سے وہاں قیام فرمایا۔ اسی دوران سمرقند سے اطلاع آئی کہ یہاں فضا تمہارے موافق نہیں ہے۔ حضرت امام بخاری کو اس خبر سے بہت رنج و غم ہوا۔ اور یہ دعا فرمائی۔ اللّٰھم ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیك یہ دعا آپ نے اخیر عشرہ میں فرمائی جو قبول بھی ہو گئی۔ چنانچہ عید کی رات وفات پائی اور عید الفطر یوم شنبہ ۲۰۶ھ بعد نماز ظہر اس مجسمۂ نور کو مقام خرتنگ میں دفن کر دیا گیا۔ دفن کے بعد سنا ہے کہ مدتوں آپ کی قبر مبارک سے نہایت زوردار خوشبو مہکتی رہی۔

(حاشیہ: [illegible])

کتاب بخاری شریف

بخاری شریف کے متعلق مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ اس کو سولہ سال کی مدت میں لکھا گیا۔ لیکن کب تصنیف ہوئی اور کب ختم ہوئی۔ اس کے متعلق حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مرحوم کی رائے یہ ہے۔ کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس کتاب کو ۲۱۷ھ میں لکھنا شروع کیا۔ جبکہ امام بخاریؒ کی عمر تینتیس ۳۳ سال تھی اور اور ۲۳۳ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ جس کی دلیل بھی آپ نے بیان فرمائی ہے۔

سبب تالیف مشہور یہ ہے کہ حضرت محمد بن اسحاق راہویہ استاد امام بخاریؒ کو کسی شخص نے آکر کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ایسی مختصر کتاب لکھی جاتی جس میں سب احادیث صحیحہ جمع ہوں۔ یہ بات امام بخاریؒ کے دل میں گھر کر گئی۔ دوسری بات یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر سے مکھیاں اڑا رہا ہوں۔ ان کے استاد محمد بن اسحٰق راہویہ

نے یہ تعبیر دی کہ تم کسی وقت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کے ذخیرہ سے ان حدیثوں کو علیحدہ کرو گے جو ضعیف یا موضوع ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد امام بخاریؒ نے اپنی یہ تالیف شروع کر دی۔ عام طور سے بخاری شریف کے متعلق دو قسم کی روایات ملتی ہیں۔ اوّل یہ کہ امام بخاریؒ نے یہ کتاب روضۃ من ریاض الجنۃ میں غسل کر کے لکھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حطیم میں لکھی۔ اب اس پر یہ اشکال ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مدتِ قیام سولہ سال نہیں ہے۔ بلکہ زائد سے زائد تین چار سال ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ سولہ برس تو ساری کتاب کے لکھنے کے ہیں اور تراجم سارے کے سارے ایک ہی مرتبہ روضہ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھ کر لکھے اس کے بعد جتنی جتنی احادیث ملتی رہیں ان کو چھانٹ چھانٹ کر لکھتے رہے۔ اس کی تائید خود امام بخاریؒ کے اس مقولہ سے ہوتی ہے کہ میں نے ایک حدیث مدینہ میں سنی اس کو بصرہ میں لکھی۔ بصرہ میں سنی تو شام میں لکھی شام میں سنی تو کوفہ میں لکھی۔ رہا یہ سوال کہ حطیم کعبہ اور روضہ مطہرہ میں تو کافی فاصلہ ہے یہاں پر کس طرح جمع کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری تین بار تصنیف کی ہے۔ اور مصنفین کا قاعدہ ہے کہ مہتم بالشان تصنیف میں بار بار نظر ثانی کی جاتی ہے تبییض کی تسوید کی جاتی ہے۔ ممکن ہے امام بخاریؒ نے تسوید حطیم میں کی ہو اور تبییض روضہ اطہر علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کی ہو یا اس کے برعکس ہو۔ اس سے جو نسخوں میں اختلاف ملتا ہے کہ کہیں باب ہے اور روایت نہیں۔ اس کا جواب بھی نکل آیا کہ تراجم سارے کے سارے ایک مرتبہ لکھے پھر روایات تلاش کر کے لکھیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد رکھتا ہوں اور ان کو چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر اخذ کیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نقل فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے جس روایت کی تخریج کی ہے وہ صحیح ہے۔ بہت سی صحیح روایات کو چھوڑ دیا ہے طوالت کے خوف سے۔ البتہ جن کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ وہ سب صحیح ہیں چنانچہ مسند امام احمدؒ کا پڑھنا تو بجائے خود اس کا مطالعہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ لوگوں کی ہمتیں قاصر ہیں تو امام بخاریؒ نے اختصار سے کام لیا۔ اور روایات صحیحہ کو جمع کر دیا۔ اگرچہ امام مسلمؒ اور مستدرکؒ نے بھی احادیث کو جمع کیا ہے۔ ہاں امام مسلمؒ جب تک اپنی کتاب لکھتے رہے امام بخاریؒ سے ملنے کی نوبت نہیں آئی۔ امام مسلمؒ اتصال سند کے متعلق وہ ثبوتِ لقاء کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ان کے

نزدیک امکان لقاء بھی ہو تو کافی ہے۔ امام بخاریؒ ثبوت لقاء کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ خواہ ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو۔ جس پر امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ کو سخت الفاظ میں یاد کیا ہے۔ لیکن جب امام بخاریؒ سے ملاقات ہوئی اور آپس میں مذاکرات کی نوبت آئی تو علامہ حافظ ابن حجرؒ نقل فرماتے ہیں کہ پھر تو امام مسلمؒ امام بخاریؒ سے اس طرح سوال کرتے تھے جیسے کمزور بچہ اپنے استاد سے پوچھتا ہے۔

الغرض امام بخاریؒ نے چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے بخاری لکھی جن کی تعداد میں اختلاف ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کل احادیث مکررات کو شمار کر کے ساڑھے سات ہزار ہیں اور بغیر مکررات کے ساڑھے تین ہزار لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کل احادیث نو ہزار ہیں مکررات حذف کر کے صرف ڈھائی ہزار باقی رہ جاتی ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ بخاری کی احادیث کے صحیح ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بقیہ کتابوں میں جو احادیث ہیں وہ غلط ہیں بلکہ وہ بھی صحیح ہیں۔ فرق صرف شرائط کا ہے۔ اتصالِ سند کی تین حالتیں ہیں۔ ثبوتِ لقاء۔ عدم ثبوتِ لقاء اور امکانِ لقاء۔ امکان لقاء سے ایسی روایات جو عن عن کے ساتھ ہیں اتصال پر محمول ہیں یا نہیں۔ امام بخاریؒ تو اتصالِ سند کے لئے ایک مرتبہ ثبوتِ لقاء کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جمہور ائمہ ثبوت لقاء کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ ان کے ہاں امکانِ لقاء بھی اتصال کے لئے کافی ہے۔ بشرطیکہ ثبوت عدم لقاء نہ ہو۔ جمہور محدثین نے امام مسلمؒ کی شرط سے اتفاق کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ امام مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔ مزید برآں امام بخاریؒ فرماتے ہیں جب بھی میں نے کوئی ترجمہ لکھا ہے تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کے مراقبہ کرتا تھا۔ مراقبہ کے بعد مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک پر پیش کرتا تھا۔ تو جو کتاب اس قدر عبادت اور خلوص کے ساتھ لکھی گئی ہو تو وہ یقیناً زیادہ مقبول ہوگی۔ تصنیف کے بعد اپنے اساتذہ کے سامنے پیش کیا اور لوگوں کو پڑھایا۔

فربریؒ مصنفؒ کے اعلیٰ درجہ کے تلامذہ میں سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو نوے ہزار افراد نے جناب مصنفؒ سے سنا۔ اب ان میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہیں رہا۔ یہ روایت فربریؒ کی ہے جو نہایت قوی ہے۔ تراجم ابواب میں بہت وقت سے کام لیا ہے۔ شراحؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے تمام علوم کو ترجمۃ الباب میں لکھا ہے۔ فقہ البخاری فی تراجمہ۔

فربری | ان کا نام محمد بن یوسف بن مطر بن صالح فربری ہے۔ فِرَبر بکسر الفاء وفتح الراء وسکون الباء

ایک گاؤں ہے جو بخارا سے بیس[20] پچیس[25] میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور بیس[20] شوال ۳۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ کل عمر نوتے سال ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کے انتقال کے وقت ان کی عمر چھبیس[26] سال تھی۔ گویا چونسٹھ[64] سال بعد تک زندہ رہے۔ چونکہ بعد میں اتنی مدت تک پڑھایا اور ہر سال شاگردوں نے پڑھا اور لکھا اس لئے یہی نسخہ زیادہ متداول اور متعارف ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ فربریؒ نے امام بخاریؒ سے دو بار بخاری شریف پڑھی ہے۔ اوّل مرتبہ ۲۴۸ھ میں دوسری مرتبہ ۲۵۲ھ میں پھر ۲۵۶ھ میں امام بخاریؒ انتقال ہی فرما گئے اور بعض نے لکھا کہ تین مرتبہ پڑھی فربری سے بخاری شریف کے نقل کرنے والے بارہ شاگرد ہیں۔ ان میں سے نو کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے کیا ہے۔

تخریج روایات میں محدثین کی شرائط

رواۃ پانچ قسم پر ہیں۔ اوّل۔ کثیر الضبط والاتقان وکثیر الملازمۃ لشیوخہم۔ دوم۔ کثیر الضبط وقلیل الملازمۃ۔ سوم۔ قلیل الضبط وکثیر الملازمۃ۔ چہارم۔ قلیل الضبط وقلیل الملازمۃ۔ پنجم۔ قلیل الضبط وقلیل الملازمۃ مع غوائل الجرح سوی ذلک۔ یہ شرائط خود ائمہ حدیث اور مصنفین نے اپنی کتابوں میں ذکر نہیں فرمائی۔ بلکہ ان کے بعد علماء نے ان کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد تتبع اور تلاش سے بیان فرمائی ہیں۔ امام بخاریؒ نے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ مسلمؒ کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ ہر روایت کے درمیان دو چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک راوی کی اپنی حیثیت اور اس کا ذاتی جوہر یعنی اس کا عادل ہونا ثقہ ہونا وغیرہ اور دوسری چیز یہ کہ اس کا تعلق اس کے استاذ سے ہو۔ امام بخاریؒ نے بھی ان دونوں شرطوں کا اعتبار کیا۔ کہ راوی عادل اور ثقہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنے استاذ کے ساتھ اس کا لقاء (ملاقات) ثابت ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ سفر وحضر میں رہا ہو۔ ورنہ حضر میں تو ملازمت رہی ہو۔ کیونکہ جو آدمی سفر وحضر کا ساتھی ہوگا اس سے غلطی کا امکان کم ہوتا ہے۔ امام مسلمؒ پہلی شرط میں تو امام بخاریؒ کے ساتھ ہیں۔ کہ راوی عادل اور ثقہ ہو۔ دوسری شرط یعنی لقاء ان کے ہاں ضروری نہیں ہے۔ بلکہ صرف امکان لقاء کافی ہے۔ یہی جمہور محدثین کا مسلک ہے۔ یہ جو محدثین فرماتے ہیں کہ فلاں حدیث بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس حدیث کے رواۃ بخاری کے رواۃ ہیں بلکہ اس حدیث کا علی شرط البخاری ہونا اس وقت ہوگا جبکہ بخاری میں بھی کوئی روایت اسی سند کے ساتھ مذکور ہو۔ کیونکہ دونوں رواۃ کے یکجا ہونے سے یہ معلوم ہوگیا کہ دونوں راوی ثقہ ہیں اور لقاء بھی ایک دوسرے سے ثابت ہے۔ لیکن اگر دونوں رواۃ بخاری میں ہوں

لیکن ایک کسی سند میں دوسرا کسی اور حدیث کی سند میں ہو تو یہ کافی نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں دونوں کا لقاء ثابت نہ ہوگا۔ ہاں البتہ دونوں کا ثقہ ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اب رہے امام ابوداؤد اور نسائی دونوں امام بخاریؒ کی صرف شرط ثانی میں شریک ہیں۔ اور شرط اول یعنی عادل ہونا ان دونوں کے ہاں معتبر نہیں۔ حالانکہ اصلی شرط یہی ہے۔ اسی لئے یہ دونوں مسلم سے نیچے ہیں۔ اور ترمذی شریف میں دونوں شرطیں مفقود ہیں۔ اس لئے وہ ان دونوں سے بھی نیچے ہیں۔ اور ابن ماجہ میں چونکہ خود احادیث ہی گڈمڈ ہیں۔ اس لئے وہ بے چاری سب سے آخری درجہ کی ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا رواۃ کے جو پانچ درجے بیان ہوئے۔ ان میں سے امام بخاریؒ اوّل درجہ کے رواۃ کی احادیث بالاستیعاب لیتے ہیں اور دوسرے درجہ کی احادیث کا انتخاب کرتے ہیں۔ امام مسلمؒ اوّل اور ثانی درجہ کی احادیث بالاستیعاب اور تیسرے درجہ کی انتخاب کرتے ہیں۔ باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چوتھے درجہ سے امام ابوداؤد اور نسائی اخذ کرتے ہیں۔ اور پانچویں سے امام ترمذیؒ تخریج کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاریؒ دوسرے درجہ کے رواۃ سے نیچے نہیں اترتے۔ امام مسلمؒ تیسرے سے نیچے نہیں اور امام ابوداؤدؒ اور نسائیؒ چوتھے درجہ سے نیچے امام ترمذیؒ پانچویں درجہ کے رواۃ تک اتر آتے ہیں۔

ثلاثیات بخاری | بخاری شریف میں بائیس ثلاثیات ہیں۔ ثلاثیات کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ ایک تبع تابعی دوسرا تابعی اور تیسرا صحابی کا۔ اور یہ حدیث کی بہت ہی اعلیٰ نوع شمار کی جاتی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام تمام کے تمام عادل ہیں۔ الصحابۃ کلھم عدول۔ تابعین اور تبع تابعین یہ سب خیر القرون کے حضرات ہیں۔ علماء نے ثلاثیات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ خود بخاری شریف کے حاشیہ پر اوّل الثلاثیات و ثانی الثلاثیات موٹے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ تو جب ثلاثیات واقعی مفخم ہیں تو فقہ حنفی اس سے بھی مہتم بالشان ہے۔ کیونکہ وہ تو ثنائی ہے۔ یعنی اس میں ایک واسطہ تابعی کا ہے دوسرا صحابی کا۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ احناف کے نزدیک روایۃً بھی تابعی ہیں اور رؤیۃً بھی۔ البتہ غیر حنفیوں کے ہاں اگر روایۃً تابعی نہیں ہیں تو رؤیۃً تابعی ہونا ان کو بھی تسلیم ہے۔ نیز! بخاری کی جو ثلاثیات ہیں اس میں بیس[۲۰] کے تو استاذ حنفی ہیں۔ اور دو کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حنفی ہیں۔ تفحص سے ان کا حنفی ہونا بھی انشاء اللہ ثابت ہو جائے گا۔

تنبیہ | معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر حدیث پڑھنے والے کو سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے۔

کہ وہ یہ معلوم کرے کہ اس حدیث کے متعلق ائمہ حدیث کیا کہتے ہیں اور ان کا مذہب کیا ہے یہ بات ترمذی سے معلوم ہوگی۔ جب مذہب معلوم ہوگیا تو اب اس کی دلیل معلوم ہو یہ وظیفہ ابوداؤد کا ہے۔ اس کے بعد ضرورت ہوتی ہے۔ کہ یہ مسئلہ کیسے مستنبط ہوا۔ تو استنباط مسائل کا امام بخاریؒ بتلاتے ہیں، جب احادیث سے مسائل مستنبط ہوگئے اور دلائل سامنے آگئے تو ان دلائل کی تقویت کے لئے اسی مضمون کی دوسری حدیث ضروری ہوتی ہے۔ یہ کمی امام مسلمؒ پوری کرتے ہیں۔ اب آدمی مولوی ہو جاتا ہے۔ اب اس کے بعد محقق بننے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ معلوم کرے کہ یہ حدیث جو مستدل بن رہی ہے اس کے اندر کوئی علۃ تو نہیں اس کا تعلق نسائی سے ہے اس کے بعد آدمی کو ایک مستقل بصیرت حاصل ہوجاتی ہے۔ اب اس کو چاہیئے کہ وہ خود احادیث پر غور کرے اور دیکھے کہ اس کے اندر کوئی علۃ تو نہیں اب تک امام نسائی ساتھ دے رہے تھے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ بغیر کسی کے مطلع کئے ہوئے خود احادیث کو پرکھے اور علل کو تلاش کرے اس کے اندر ابن ماجہ معین ہے۔ کیونکہ اس میں احادیث گڈمڈ ہیں۔ کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کا درجہ کیا ہے۔

اب رہ گئی ترتیب فضیلت کے اعتبار سے تو جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سب سے مقدم بخاری ہے البتہ مغاربہ اختلاف کرتے ہیں۔ کہ مسلم شریف سب سے افضل اور اصح ہے۔ جس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جودۃ ترتیب اور احسن سلیقہ کے لحاظ سے اقدم ہے۔ کیونکہ بخاری کے اندر کسی حدیث کا تلاش کرنا کہ وہ اپنے موقعہ پر مل جائے مشکل ہے الا قلیلاً بخلاف مسلم کے کہ اس میں ایک مضمون کی احادیث ایک ہی جگہ جمع کردیں۔ باقی اس کے علاوہ بخاری ہر اعتبار سے مسلم پر فائق ہے۔ بخاری کے بعد عند الجمہور مسلم کا درجہ ہے۔ اس کے بعد ابوداؤد کا ہے۔ چوتھا مرتبہ نسائی کا ہے۔ مولانا کاندھلویؒ کے نزدیک طحاوی شریف بھی مرتبہ ثالثہ میں ہے۔ ان چاروں کے بعد ترمذی شریف کا نمبر ہے۔ ان سب کے بعد ابن ماجہ کا درجہ ہے۔ کیونکہ اس کے اندر احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ بھی آگئی ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ سے مروی ہے۔ کہ

ماتحت ادیم السماء اصح من الموطا۔ یہ امام شافعیؒ کا یہ فرمان بخاری شریف کی تصنیف سے پہلے پہلے کا ہے۔ کیونکہ بخاری کی تصنیف سے قبل اصح موطا امام مالک تھی۔ غرضیکہ بخاری اصح الکتب

بعد کتاب اللہ ہے۔ جس کی فضیلت اور شہرت کی وجہ سے لوگوں کو ان سے حسد پیدا ہوگیا یہاں تک کہ ان کے اساتذہ نے بھی ان سے حسد کیا۔ امیر بخارا خالد بن احمد نے جب اپنے محل پر اس نے لڑکوں کو بخاری اور تاریخ پڑھانے کے لئے طلب کیا تو امام بخاریؒ نے فرمایا یہ علم حدیث علم شریف ہے۔ اس کے لئے لوگ چل کر آئیں۔ یہ چل کر نہیں جاتا۔ بئس العالم علی باب الامیر ونعم الامیر علی باب العالم۔ گورنر کو بھی امام بخاریؒ سے بغض پیدا ہوگیا۔ تو اس نے آپ کو شہر بدر کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ بخارا کے علماء کو جمع کر کے امام بخاریؒ کے متعلق فتاوی شائع کئے گئے کہ یہ اہل سنت والجماعۃ نہیں ہے۔ طرح طرح کے مضامین اختراع کئے گئے بالآخر علماء نے فتوی دے دیا۔ کہ ایسے آدمی کا بخارا میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے گورنر سے کہا تھا کہ میں تو لوگوں کو تحصیل علم سے منع نہیں کرتا تو گورنر ہے میرے حلقہ علم کو بند کر دے۔ تاکہ میرے لئے حجۃ ہو جائے۔ جس پر اس کو سوائے اس کے جرأت نہ ہوئی کہ امام بخاریؒ کو جلا وطن کر دیا۔ بہرحال جلاوطنی کے دوران خرتنگ میں آپ کی وفات ہوئی۔ وہیں دفن ہوئے۔ عرصہ دراز تک قبر سے خوشبو آتی رہی۔ لوگ مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے۔ صلحاء امت نے یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ ایک فتنہ ہے اسے اٹھا دے۔ جس روز امام بخاریؒ کی وفات ہوتی ہے۔ بعض ائمہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع چند صحابہ کرام کے کھڑے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کی انتظار میں کھڑے ہیں۔ آنکھ کھلنے کے بعد امام بخاریؒ کی وفات کی خبر سنی جو عین خواب کے وقت کے مطابق تھی۔ اس طرح ایک عارف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے سنا کہ تم کب تک مالک کی کتاب کو پڑھتے پڑھاتے رہو گے میری کتاب کو کیوں نہیں پڑھاتے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میری کتاب بخاری شریف ہے۔ اور بعض عارفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں۔ اور امام بخاریؒ آپ کے قدم پر قدم رکھتے ہوئے چل رہے ہیں۔ **الغرض** یہ کتاب بخاری اصح الکتب ہے۔ جس میں امام بخاریؒ نے اپنی اجتہادی شان دکھلائی ہے جس کو سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اس کو شراح نے تسلیم کیا ہے۔ اس کتاب میں احادیث کی تشریح و ترجیح۔ مذاہب کی طرف توجہ کم ہو گئی۔ زیادہ تر توجہ ابواب اور تراجم کی طرف ہو گئی۔ تراجم ابواب کے متعلق بعض حضرات نے مستقل تصانیف

لکھی ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ نے تراجم لکھے ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کا ارادہ تھا کہ ابواب وتراجم پر مستقل تصنیف لکھی جائے۔ جب حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ حجاز مقدس میں بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھایا کرتے تھے۔ تو انہیں کئی اشکال پیش آئے۔ سنہ ۱۳۲۶ھ میں بیوی محترمہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی کرنے کی غرض سے ہندوستان تشریف لائے تو دوسری مرتبہ بخاری شریف پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کی طبعی رغبت ابتدا میں معقولات کی طرف تھی پھر فلسفہ کی طرف اور بعد میں احادیث کی طرف بڑی رغبت پیدا ہوئی۔ غرضیکہ مولانا مدنیؒ نے ان تراجم کو لکھنا شروع کیا۔ مگر عوارض کی وجہ سے پورے نہ ہو سکے۔ اسارت مالٹا کے بعد بھی اس کی خواہش ظاہر کی۔ مالٹا میں اس کا ایک مسودہ تیار کیا تھا۔ جس کے چند اصول بھی جمع کر دیئے تھے۔ جزئیات تفصیلیہ کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ زندگی نے وفا نہ کی۔ یہ حسرت حضرت شیخ الہندؒ قبر میں ہی ساتھ لے کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مراتب کتب حدیث

حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے اپنے رسالہ ما یجب حفظہ للناظر میں کتب حدیث کے پانچ طبقات بیان فرمائے ہیں۔

پہلا طبقہ وہ ہے جس کے اندر ایسی کتابیں داخل ہیں۔ جن کے متعلق ہم آنکھ بند کرکے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ھذا صحیح۔ اگر کوئی اس کے خلاف ہے تو اس سے دلیل طلب کی جائے گی اس کے اندر صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، صحیح ابن حبان۔ مسند ابو عوانہ اور مستدرک حاکم داخل ہیں۔

دوسرا طبقہ وہ ہے کہ ان کتابوں میں جو احادیث مذکور ہیں۔ ان کو ہم صحیح تو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صالح الاحتجاج ہیں۔ یعنی ان سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ احتجاج کے لئے صحیح ہونا ضروری نہیں بلکہ حسان سے بھی احتجاج ہو سکتا ہے۔ اس طبقہ میں ابو داؤد شریف نسائی۔ ترمذی وغیرہ داخل ہیں۔ مولانا کاندھلویؒ ترمذی شریف کی بجائے طحاوی شریف کو ذکر کرتے ہیں۔

تیسرا طبقہ وہ ہے کہ ان کی احادیث کو نہ تو ہم صحیح کہیں گے اور نہ ہی ان کی تغلیظ کریں گے۔ بلکہ غور کریں گے کہ کس درجہ کی احادیث ہیں۔ اس طبقہ میں مصنف عبد الرزاق مصنف ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ اور زوائد مسند ہے۔ زوائد مسند سے مراد یہ ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے

حضرت عبداللہ بن احمدؒ نے مسند امام احمد بن حنبل پر کچھ روایات کو زیادہ فرمایا ہے۔ جس کو زوائد مسند سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

چوتھا طبقہ وہ ہے جو پہلے کے بالکل برعکس ہے۔ کہ اس کے متعلق ہم آنکھ بند کر کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ سب ضعیف ہیں۔ اس طبقہ میں دیلمی کی مسند فردوسی اور حکیم ترمذی کی نوادرالاصول اور کتب تفاسیر کی تمام روایات داخل ہیں۔ یہ دونوں وعظ کی کتابیں ہیں۔ جن میں کثرت سے روایات ضعیفہ شامل ہیں۔

پانچواں طبقہ وہ کتب جن میں احادیث موضوعہ جمع کر دی گئی ہیں۔ ان سب میں سب سے زیادہ مشہور علامہ سیوطیؒ کی اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ اور دوسری کتاب ذیل اللآلی ہے۔ اور انہی کی تیسری کتاب التعقبات علی الموضوعات ہے۔ ایک دوسرے محدث ابن جوزی ہیں۔ جو مشہور حافظ حدیث ہیں اور بہت متشدد ہیں ان کے تشدد کی یہ حالت ہے کہ بخاری کی ایک روایت پر بھی موضوع ہونے کا حکم لگا دیا۔ جو درحقیقت موضوع نہیں ایسے ابو داؤد کی نو احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا۔ ملا علی قاری کی موضوعات کبیر اور علامہ شوکانی کی الفوائد المجموعہ بھی اسی مقصد کے لئے لکھی گئی ہے۔

سند قاسمی من المدنیؒ

محمد عبد القادر قاسمی عن شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی عن شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی عن رئیس المتکلمین مولانا محمد قاسم نانوتوی عن شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی عن شاہ محمد اسحٰق دہلوی عن شاہ عبد العزیز دہلوی عن شاہ ولی اللہ دہلوی الخ

سند مولانا کاندھلوی

مولانا زکریا محدث عن والدہٖ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی عن قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی عن شاہ عبد الغنی مجددی عن شاہ محمد اسحٰق دہلوی عن شاہ عبد العزیز دہلوی عن شاہ ولی اللہ دہلوی الخ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب کیف کان بدءُ الوحی الی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

یہاں ایک بڑا اشکال یہ کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت امام بخاریؒ نے بخاری شریف کو خطبہ کے ساتھ شروع نہیں فرمایا اور بسملہ کے بعد احادیث شروع کر دیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللّٰہ فھو ابتر (الحدیث) لہٰذا اس حدیث کے تحت ان کو حمدلہ ذکر کرنا چاہیئے تھا۔ اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کے اندر حمد کا ذکر ہے وہ حدیث چونکہ امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں اس وجہ سے مصنفؒ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔

دوسرا جواب یہ ہے چونکہ بخاری شریف کے اندر باریکیاں بے انتہا ہیں۔ یہاں بھی مصنفؒ نے ایک باریکی پیدا کی ہے۔ کہ حمدلہ سے مقصود اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمالیہ کا اظہار کرنا ہے اور یہ مقصود خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے پورا ہو گیا۔ لہٰذا یہی حمدلہ کی جگہ کافی ہے۔ یہ جواب مولانا کاندھلویؒ کے والد ماجد کا ہے۔

تیسرا جواب علامہ عینیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے بعض اساتذہ کبار سے سنا ہے کہ اس کے بعض نسخوں میں حمدلہ ہے۔ امام بخاریؒ نے ابتداً کتاب میں حمدلہ لکھی تھی لیکن اس جواب کو حافظ ابن حجرؒ نے رد کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی کتابیں مؤطا وغیرہ بسملہ سے شروع ہیں ان میں حمدلہ نہیں ہے اصل جواب جو مولانا زکریا کاندھلویؒ کو حضرت امام بخاریؒ نے خواب میں بیان فرمایا کہ اس کی تالیف کتابی صورت سے نہیں ہوئی بلکہ الگ الگ اجزاء کتاب العلم۔ کتاب الطہارۃ وغیرہ تالیف ہوتے رہے بعد میں ان کو مرتب کر لیا گیا۔ اس لئے خطبہ کی نوبت نہیں آئی۔

باب اصل میں بوب تھا واؤ کو الف سے بدل دیا باب ہو گیا اجوف واوی ہے کیونکہ اس کی جمع ابواب ہے۔ لفظ باب میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ اوّل یہ کہ اضافت کے ساتھ پڑھا جائے دوسرے

یہ کہ تنوین کے ساتھ۔ تیسرے یہ کہ وقف کے ساتھ پڑھا جائے اب یہاں اشکال یہ ہے کہ مصنفؒ نے اس کو باب سے تعبیر فرمایا کتاب سے اس وجہ سے تعبیر نہیں فرمایا۔ تاکہ آئندہ آنے والی کتاب اس کی قسم نہ بنے کیونکہ مقسم ہے۔ اور باقی تمام ابواب آتیہ خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے سب کی سب وحی کی قسمیں ہیں۔ لہٰذا اگر تمام کو کتاب کے عنوان سے تعبیر فرماتے تو کوئی بھی مقسم نہ رہتا تو فرق پیدا کرنے کے لئے مقسم کو باب سے اور باقی کو کتاب سے تعبیر فرمایا۔ اور حسب قول حافظ ابن حجرؒ بعض نسخوں میں باب کا لفظ نہیں ہے۔

کیف کان یہاں سے امام بخاریؒ یہ بتلا رہے ہیں کہ وحی کی ابتداء کیونکر ہوئی۔ گویا کیفیت کے متعلق ایک سوال ہے۔ حضرت مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد بار خود بخاری کے ابواب کو شمار کیا ہے۔ تو پہلی جلد میں ابواب اور جلد ثانی میں دس باب ایسے ہیں جن کے اندر اصالۃً لفظ کیف کان واقع ہوا ہے اور اصالۃً کا مطلب یہ ہے کہ کہیں امام بخاریؒ نے باب و ترجمہ ذکر کرنے کے بعد کیف وغیرہ کہہ دیا۔ مگر وہاں کیفیت وغیرہ کوئی مقصود نہیں بخلاف ان تیس ابواب کے کہ شراح نے ہر جگہ کیفیت بیان کرنے کے واسطے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ مثال کے طور پر اسی باب کے اندر دیکھ لو کہ پہلی حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ذکر فرمائی ہے جس کے اندر نہ وحی کا ذکر ہے اور نہ ہی اس کی کیفیت مذکور ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جہاں کہیں اختلافِ روایات ہو۔ یا علماءؒ کا اختلاف ہو یا احوال کے اندر اختلاف ہو۔ تو امام بخاریؒ اس اختلاف پر متنبہ کرنے کے لئے کیف کان سے باب باندھتے ہیں۔ مثلاً احوال کے اندر اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ ایک حال وحی کا مثل صلصلۃ الجرس ہے اور ایک حال خواب وغیرہ کا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی رائے جو ان کے تراجم سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ایک اصل یہ بھی ہے۔ کہ امام بخاریؒ لبسا اوقات کوئی ترجمۃ الباب باندھتے ہیں۔ مگر اس سے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ کچھ اور مراد ہوا کرتا ہے۔ ایسے یہاں بھی کیف کان سے کیفیت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ عظمت وحی کو بتلا رہے ہیں۔ کہ وحی جیسی عظیم الشان چیز کی ابتداء کیسے ہوئی تو آنے والی روایات نے بتلا دیا کہ ان اخلاق عالیہ پر ہوئی۔ اور علامہ عینیؒ کی رائے یوں ہے کہ لبسا اوقات امام بخاریؒ ایک مرکب باب باندھتے ہیں۔ اب یہ ضروری نہیں کہ ترجمہ کا ہر ہر جزء روایت سے ثابت ہو جائے۔ بلکہ اگر

کوئی سا جز بھی کسی روایت سے ثابت ہو جائے تو یہی کافی ہے چنانچہ یہاں پر وحی کا ثبوت ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی رائے یہی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ علامہ عینیؒ کے نزدیک تو کسی ترجمہ کے جز کا ثابت ہو جانا کافی ہے۔ اور حضرت گنگوہیؒ کے نزدیک ترجمہ کا ثابت ہو جانا کافی ہے خواہ وہ کسی روایت سے ہو۔ حضرت مولانا مدنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی رائے یہ ہے کہ وحی عام ہے متلو ہو یا غیر متلو وحی الی النبی ہو یا الی سائر الانبیاء اور بدء بھی عام ہے۔ خواہ زمانی ہو یا مکانی کیفی ہو یا کمی۔ تو ان کے عموم کی بنا پر توجیہات کی گئی ہیں کہ بدء بھی عام ہے اور وحی بھی عام ہے۔ تو اس صورت میں روایات کا انطباق باب سے ہو سکے گا۔ مگر اس پر پہلی روایت اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ایسی آکر پڑتی ہے جس کی وجہ سے تطابق مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں نہ وحی کا ذکر ہے اور نہ ہی مبدء کا ذکر ہے۔ بعض حضرات نے بتکلف یہ جواب دیا کہ امام بخاریؒ یہ حدیث ترجمہ کے لئے لائے نہیں بلکہ قاری۔ استاد۔ کاتب و ناظر حضرات کی تصحیح نیت کے لئے لائے ہیں۔ کہ جس کی نیت خالص اور اعلیٰ ہو گی۔ اس کا ثمرہ عند اللہ عالی ہو گا نیت سافل تو ثمرہ بھی سافل ہو گا۔ لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ پھر تو باب باندھنے سے قبل ذکر کرتے بعد میں لانے کا کیا فائدہ۔ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ناسخین کی غلطی اور سہو ہے۔ مگر ہزارہا بلکہ کروڑہا نسخے لکھے گئے ہیں بلکہ چھاپے گئے سب میں سہو کیسے ہو سکتا ہے۔ تو بعض حضرات نے فرمایا کہ انما الاعمال بالنیات یہ بھی ما اوحی الیہ میں سے ہے۔ لہٰذا یہ بھی وحی ہو گا۔ مگر اس سے بھی مصنفؒ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ انہوں نے باب الوحی نہیں فرمایا۔ بلکہ باب کیف کان بدء الوحی فرمایا ہے۔ اور یہ حدیث کیفیت بدء وحی پر دلالت نہیں کرتی۔ چنانچہ علامہ سندھیؒ نے اس جگہ اضافۃ بیانیہ قرار دی۔ ای کیف کان بدءُ الذی ھو الوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی مبدء اسلام ہے جس میں نہ عقل کو دخل ہے اور نہ کسی دوسری چیز کو۔ تو جب اس جگہ وحی کی کوئی کیفیت بھی بیان کر دی جائے تو تطابق کی صورت نکل آئے گی۔ لیکن اس پر بھی یہ اشکال ہے کہ پھر اس ایک حدیث کی کیا خصوصیت ہے بلکہ سب احادیث جو مشکوٰۃ نبوی سے صادر ہوئی ہیں۔ سب کو مبدء اسلام کہنا چاہیئے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے جو وجہ ذکر فرمائی تھی۔ اس کو عموماً شراح تسلیم کرتے ہیں کہ مصنفؒ الفاظ تو دوسرے ذکر کرتے ہیں جن کے مدلول مطابقی سے ترجمہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ جس پر اشکال کا خلجان پیدا ہوتا ہے۔ بنا بریں اگر مدلول التزامی کو لیا جائے تو تمام روایات میں مطابق ہو جاتا ہے وہ

مدلول التزامی عظمت وحی ہے ۔ قابل اعتبار ہونا اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ ہونا ، توجب مصنفؒ اول وہلے عظمت وحی کو بیان کرے گا ۔ اس کی بدولت اس کی کتاب بھی قابل اعتماد رہے گی ۔ سوال یہ ہے کہ اس غرض کے مطابق یہ روایت کیوں کر ہوئی اس کی دو تقریریں کی جاتی ہیں ایک استدلال انّی کے طریقہ پہ دوسرا استدلال لمّی کے طریقہ پہ ۔ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسی نیت ہوگی ویسا ہی عمل ہوگا ۔ اگر نیت عالی تو عمل بھی عالی ہوگا ۔ اگر نیت دنی ہوگی تو عمل بھی دنی ہوگا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اعلیٰ درجہ کی تھی جس پہ تاریخ شاہد ہے ۔ اگر کسی قسم کی دنیاوی غرض ہوتی تو آپ مکانات بنواتے ۔ اموال جمع کرتے ۔ لیکن آپؐ تیئس ۲۳ برس تک تبلیغ کرتے رہے وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار صرف ایک مکان چھوڑا وہ بھی کچا ۔ جس کے متعلق حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی چھت اتنی نیچی تھی کہ میرے سر کو لگتی تھی ۔ حضرت حسن بصریؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے ۔ مدینہ میں رہے پھر بصرہ چلے گئے حضرت ام سلمہؓ کے بیٹے ہیں ۔ ان کا علمی خزانہ انہی کی بدولت ہے ۔ یہ حضرت علیؓ سے بیعت تھے بلکہ ان سے خلافت بھی ملی تھی ۔ سوائے نقشبندیہ کے باقی سب سلاسل کا تعلق ان سے ہے ۔ ان کی شہادت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی جمع نہیں فرمایا ۔ تو نیت عالی پہ ثمرہ عالی مرتب ہوا کہ ختم نبوت کا تاج سر پہ رکھا گیا ۔

بدء | یہ لفظ بخاری کے مشہور نسخوں میں باؔ کے فتح اور دال کے سکون اور ہمزہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ۔ جس کے معنی ابتداء کے ہیں ۔ اور علامہ عینیؒ نے بعض شراح سے بُدُوٌّ بضم الاول والثانی وتشدید الواؤ نقل کیا ہے ۔ جس کے معنی اظہار اور ظہور کے آتے ہیں ۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ ہمزہ کے ساتھ بدء ہے ۔ کیونکہ بعض نسخوں میں ابتداء کا لفظ وارد ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بدء بمعنی الابتداء ہے نہ کہ بدوّ بمعنی الظہور ۔ اگر کسی نسخہ میں بدوّ بمعنی الظہور موجود ہو تو اس صورت میں حضرت شیخ الہندؒ کے ارشاد کی اشارۃً تائید ہوسکتی ہے کہ ارے وحی کا ظہور کہاں سے ہوگیا ۔ روایات نے بتلا دیا ۔ کہ اوصاف حمیدہ پہ نزول ہوا ۔

الوحی | لغت میں اس کے معنی الاعلام فی خفاءٍ کے آتے ہیں اور اصطلاح میں وحی الکلام المنزل من اللہ تعالیٰ علی الانبیاء کو کہتے ہیں ۔ وحی کی کئی قسمیں ہیں ۔ امام حلیمی نے چھیالیس قسمیں بیان

فرمائی ہیں۔ سہیلی نے وحی کی کل سات قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ اور یہی عامۃ الشراح کی رائے ہے۔

اوّل خواب یہ متفقہ مسئلہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوا کرتا ہے۔ اسی واسطے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹے کو ذبح کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے بیان کیا ہے۔ اگر حضرات انبیاءؑ علیہم السلام سو رہے ہوں۔ تو ان کو جگانا جائز نہیں ممکن ہے خواب میں وحی آرہی ہو۔

دوسرا قسم القائی القلب ہے۔ یعنی اگر قلب پر کوئی چیز وارد ہو تو وہ وحی ہوگی اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ولی امتی کے قلب پر کوئی شی وارد ہو۔ تو اہل فن کی اصطلاح کے اندر کشف سے تعبیر کرتے ہیں۔ وحی اور کشف میں یہ فرق ہوتا ہے کہ انبیاءؑ علیہم السلام کا وارد وحی ہوتا ہے اور ہمیشہ صواب ہوتا ہے۔ اولیاءؑ کا وارد صواب اور خطا کے درمیان ہوتا ہے۔

تیسرے اللہ تعالےٰ کا مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ کلام فرمانا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام حجاب کی صورت میں ہوا تھا۔

چوتھے یہ کہ ملک اپنی اصلی شکل کے اندر آکر کلام کرے۔ پانچویں انسانی شکل میں آکر کلام کرے۔ چھٹے یہ کہ مثل صلصلۃ الجرس یعنی گھنٹے جیسی آواز جس کا ذکر روایت میں آرہا ہے۔ ساتویں یہ کہ حضرت جبرائیل کے واسطہ سے وحی ہو۔

مولانا زکریا کاندھلویؒ کے نزدیک صرف چار قسمیں ہیں (۱) من وراء حجاب (۲) تلقی بالقلب (۳) خواب (۴) وحی جو بواسطہ فرشتے کے ہو۔

الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اور نبی اللہ تعالےٰ کی طرف سے پیامبر اور واسطہ ہوتے ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ نبی صاحبِ شریعت نہیں ہوتا اور رسول صاحبِ شریعت ہوتا ہے۔ رسول اللہ یہ عام لفظ ہے جو اللہ کے ہر رسول کو شامل ہے۔ لیکن یہاں اضافت عہدِ خارجی ہے۔ اس لئے اسی سے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم علماء نے لکھا ہے جہاں کسی صحابی کا ذکر آئے تو وہاں رضی اللہ عنہ کہنا چاہیئے خواہ کتاب کے اندر لکھا ہوا یا نہ ہو۔ اسی طرح جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی وہاں صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے چاہے کتاب میں نہ ہو۔ امام کرخیؒ کی رائے یہ ہے۔ ایک بار عمر بھر

ہیں درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ بعد ازاں مستحب ہے۔ اور علامہ طحاویؒ کا مذہب یہ ہے۔ کہ جتنی مرتبہ آپ ﷺ کا نام پاک آئے ہر بار پڑھنا واجب ہے۔ یہ اختلاف ایک اصل پر مبنی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اصول فقہ میں ہے الامر المطلق لا یقتضی التکرار و لا یحتمل اسی بنا پر امام کرخیؒ کے نزدیک عمر بھر میں ایک بار پڑھنا واجب ہے۔ پھر مستحب ہو جاتا ہے۔ لیکن امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ درود شریف کے پڑھنے کا حکم ایک سبب کی بنا پر ہے وہ ہے آپ کا اسم سامی اور قاعدہ یہ ہے کہ تکرار سبب تکرار مسبب کا تقاضا کرتا ہے۔ لہذا جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم سامی آئے گا۔ درود کا حکم متوجہ ہوگا۔ اور اس کا پڑھنا واجب ہوگا۔ جیسے اقیموا الصلوٰۃ کا حکم وقت جو سبب صلوٰۃ ہے۔ اس وقت کے تکرار سے نماز کا حکم متوجہ ہوگا۔

قول اللہ عزوجل یہ لفظ بالرفع اور بالجر دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ بالرفع کی صورت میں باب پر عطف ہوگا۔ خواہ وہ باتنوین ہو یا بالاضافۃ ہو۔ اور جر کی صورت میں باب کے تحت میں ہوگا۔ اور باب مضاف ہوگا۔ اور کیف کان پر عطف ہوگا۔ امام بخاریؒ یہ جملہ متعدد جگہ ذکر فرمائیں گے۔ وہاں اس میں تین احتمال جاری ہوں گے۔ یا تو یہ جزء ترجمہ ہوگا۔ اس صورت میں مثبت بفتح الباء ہوگا۔ یا مثبت بکسر الباء ہوگا یا ادنیٰ ملابسۃ کی وجہ سے ذکر فرمادیں گے۔ کہ آیت کریمہ کو ترجمۃ الباب سے ادنیٰ ملابسۃ مناسبت ہے۔ خواہ کسی قسم کی مناسبت ہو۔ اور بعض جگہ امام بخاریؒ آثار بھی ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ذکر کرتے ہیں۔ مولانا مدنیؒ فرماتے ہیں کہ مرفوع کی صورت میں ترجمۃ الباب کی دلیل ہوگا۔ جبکہ یہ مبتدا محذوف الخبر ہو ای فیہ قول اللہ تعالیٰ۔ اگر مجرور ہو تو ترجمۃ الباب میں شامل ہوگا۔ اس قول کی تفسیر کرنی ہے۔ دوسرے کلام سابق کا مفہوم ہو۔ بہرحال اس دوسرے ترجمہ کو بھی دلیل قرار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ جب ایک باب میں مصنفؒ چند تراجم لاتا ہے تو ان میں مناسبت ہوتی ہے۔ کبھی ترجمہ ثانیہ ادنیٰ کی دلیل ہوتا ہے۔ اور کبھی دو یا تین مدلول ہوتے ہیں کسی اور کے۔ بہرحال ان میں باہمی تعلق ضرور ہوتا ہے۔ اول تقدیر پر بالبداہۃ دلیل ہے۔ بر تقدیر ثانی مختلف وجوہ سے دلیل ہے۔ کیونکہ وحی کے تین منازل ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ سے ملک تک (۲) ملک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچنا ہے۔

انا اوحینا الیک اس آیت میں اگرچہ نفس وحی کا ذکر ہے۔ کیفیت بدء الوحی کا کوئی تذکرہ نہیں۔ مگر اس آیت سے مبدأ اول یعنی اللہ تعالیٰ کی دلیل بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ نحن اور انا جمع کے صیغے عرب میں مفرد معظم کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ باری تعالیٰ بھی مفرد اور وحدہٗ لاشریک لہٗ ہیں۔ وہ جمع کا صیغہ اپنی عظمت کا لحاظ کر کے استعمال فرماتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ جب حکم کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ تو اس حکم میں صفت کو دخل ہوتا ہے۔ علیۃ کا یا کوئی اور۔ اس جگہ مسند الیہ کو موصوف بالعظمۃ قرار دیا گیا ہے۔ تو جو وحی اس کی طرف سے نازل ہوگی وہ بھی معظم ہوگی۔ تو انا ارسلنا سے اس کی عظمت معلوم ہو گئی اور اس کی انتہا بھی معلوم ہو گئی۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر الیک کا لفظ دلالت کرتا ہے تو اس آیت سے مبدأ اور منتہا تو معلوم ہو گیا۔ لیکن سفر ثانی صراحۃً معلوم نہیں ہوتا بلکہ اشارۃً معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ فرمایا گیا۔ جہاں سفر ثانی کا مصداق جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی وہی مبدأ ہوں گے

النبیین جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے جب جمع محلی باللام ہو تو استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ تو وہ انبیاء علیہم السلام متعدد ہیں۔ یا تو ان سب کے لئے وحی کا ایک طریقہ ہو تو آپؐ کے لئے بھی ایک ہی متعین ہو گیا۔ اگر طرق متعدد ہیں۔ تو سب طرق آپؐ میں جمع ہوں گے۔ ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اس لئے کہ بعض انبیاء کی طرف وحی ادعیہ کی تھی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اگرچہ ان کو زبور دی گئی مگر اس میں احکام نہیں تھے۔ صرف ادعیہ تھیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں احکام تھے۔ اسی طرح باقی صحف صحائف میں اس اعتبار سے اگر وحی کو کلی مشکک کہا جائے تو لازم آئے گا کہ آپؐ کی وحی کوئی نرالی نہیں ہے۔ بلکہ وہی ہے جو انبیاءؑ سابقین کو دی گئی تھی۔ جو انبیاء سابقین کی وحی کو ماننے والے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو مانیں اور اس کا اتباع کریں یہ آیت اس کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ سالم دو رکوع وحی کی مکمل کیفیت پر مشتمل ہیں۔ پہلے رکوع میں فاسد الدماغ لوگوں کا بیان ہوا کہ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ (الآیۃ) دوسرے رکوع میں اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ سے صحیح الدماغ لوگوں کی طرف التفات ہے۔ جس میں سب حضرات کی وحی کا ذکر کیا گیا۔ جو آدمی کے تمام اقسام اور جمیع کیفیات پر مشتمل ہے۔

آیت بالا کی تشریح میں مولانا ذکریا کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ آیت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کی وحی کو تشبیہہ دی گئی ہے۔ حضرت نوح اور دیگر انبیاء کی وحی کے ساتھ اور ظاہر ہے کہ ان کی وحی کی ابتدا بھی ہوگی۔ اور اس کی کیفیت ہی ہوگی۔ لہذا اس سے کیفیت ابتدا وحی معلوم ہوگی۔

۲۔ وحی کے مختلف معانی آتے ہیں۔ اصل معنی تو اس کے کلام خفی کے ہیں۔ اور گاہے وحی کے معنی مطلقاً الہام اور القار کے آتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے قرآن کریم میں واوحیٰ ربک الی النحل وارد ہوا ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ اس آیت کو ذکر کر کے اشارہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس وحی کی ابتدا ہوئی ہے۔ وہ وحی رسالت ہے۔ نہ کہ وحی الی الحیوانات ہے جس کا تعلق امور تکونیہ سے ہے۔ لہذا اس سے خود کیفیت وحی معلوم ہوگی۔

۳۔ مقصود صرف ابتدا وحی میں تشبیہہ دینا نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو مختلف انبیاء علیہم السلام کی مختلف انواع وحی سے تشبیہہ دینی ہے۔ جو ان پر مختلف طور سے بھیجی جاتی ہیں۔

۴۔ اس آیت سے تنبیہہ کرنا ہے کہ وحی کے لئے تین چیزیں لازم ہیں۔ مرسل۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (۲) مرسل الیہ۔ وہ انبیاء ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (۳) واسطہ وہ جبرائیل ہیں مقصود آیت وحی کے جملہ لوازمات کو بیان کرنا ہے۔

والنبیین من بعدہ آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی تخصیص کی گئی ہے حالانکہ آپ سے پہلے اور بھی انبیاء گزرے ہیں اور ان پر بھی وحی آئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے نبی مرسل ہیں۔ اور احکام تکلیفیہ سب سے پہلے خاص طور پر انہی کے زمانہ میں نازل ہوئے ہیں۔ چنانچہ حدیث حشر میں اول مرسل حضرت نوح علیہ السلام کو بتلایا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے بہت ستایا۔ جس پر انہوں نے صبر کیا۔ تو اس سے اشارہ کر دیا کہ تم کو بھی تکلیف ہوگی صبر کرنا تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام شیوع کفر میں مبعوث ہوئے ان سے پہلے کفر کا شیوع نہیں ہوا تھا۔ آپؐ کو بھی بتلا دیا گیا۔ کہ آپؐ بھی شیوع کفر میں مبعوث ہوئے ہیں۔ چوتھی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ طوفان نوح کی وجہ سے تمام انسان ہلاک ہو گئے تھے۔ سوائے نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کے۔ تو یہ موجودہ نسل انہی سے چلی ہے۔ اس بنا پر ان کو آدم ثانی کہا جاتا ہے تو آیت کریمہ میں باپ کی وحی کے ساتھ تشبیہہ دے دی ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے۔ کہ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ

طفولیت کا ہے۔ احکام تکلیفیہ ان کے زمانے میں بہت کم تھے۔ معاش وغیرہ کی تعلیم ان کے زمانہ میں زیادہ تھی۔ اور حضرت شیث علیہ السلام کو علم زراعت اور حضرت ادریس علیہ السلام کو علم صناعت عطا فرمایا گیا۔ احکام تکلیفیہ کی ابتدا حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے ہوئی تو حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر خاص کر کے تنبیہ کرنا ہے کہ آپ کی وحی احکام تکلیفیہ کی جنس سے ہے۔ چھٹی توجیہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمائی ہے کہ ہر ایک چیز کے ساتھ تشبیہ دینے سے دوسری چیز کی نفی نہیں ہوتی جیسے اگر کسی کو کوتے سے تشبیہ دی جائے تو اس سے کوئلہ کی سیاہی سے مشابہت کی نفی نہیں ہوتی۔ ساتویں توجیہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی تخصیص سے اشارہ فرمایا گیا کہ آپ بھی اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی جملہ انواع وحی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل فرمائی گئی ہیں۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ من بعدہ کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو وحی آئی ہے۔ آپ اس پر تو حاوی ہیں۔ لیکن جو وحی ان سے پہلے آئی ہے۔ اس وحی پر آپ مجتمع نہیں جیسے آدم علیہ السلام وشیث علیہ السلام کی وحی۔ حالانکہ اہل تصوف فرماتے ہیں کہ یہ عالم ایک شخص واحد اکبر ہے۔ اور مخلوقات شخص اصغر ہے۔ خدا جانے اس شخص جیسے اور کتنے اشخاص ہیں لَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ چنانچہ سائنس والے بتلاتے ہیں۔ کہ مریخ اور قمر میں کچھ آبادی ہے۔ دوربینی سے ہم ان کو چلتے پھرتے دیکھتے ہیں۔ گفتگو کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید میں بھی ہے۔ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ چنانچہ ایک بزرگ کو تمام عالم کف دست کے برابر دکھایا گیا۔ مگر یہ مشاہدہ ان کا ہمیشہ نہیں رہتا۔ احوال متبدل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اولیاء کرام کے لئے یہ مشاہدات ہمیشہ رہتے تو حضرات انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ مستحق تھے۔

الغرض عالم شخص اکبر ہے۔ اور اس کے اجزاء میں سے جزو اشرف انسان ہے۔ اس نوع انسانی کے کئی اجزاء ہیں۔ طفولیت۔ شباب۔ شیخوخت کے زمانے۔ حضرت نوح علیہ السلام تک تمام مخلوقات کے لئے زمانہ طفولیت ہے۔ اسی زمانے میں وحی ضروریات زندگی بتلانے کے لئے آتی رہی۔ کہیں زراعت کی وحی۔ کہیں صنعت کی وحی۔ کیونکہ بچے کے لئے تو احکام نہیں ہوا کرتے بلکہ ابتدا میں اس کی تربیت کی جاتی ہے۔ بعد ازاں معلم کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور نوعمری کے عالم میں ہٹ دھری

پر منحصر رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کی۔ لوگ ہٹ دھرمی کی وجہ سے سزا کے مستوجب ہوئے۔ پھر حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ اس وقت بھی شرارتیں کی گئیں جن پر مواخذہ ہوا۔ غرضیکہ نوح علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے صرف توحید و رسالت پر کفایت کی گئی۔ زراعت خیاطت وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔ حکم اور احکام کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ جو عالم کی کہولت کا وقت ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حکمت کا شیوع ہوتا ہے۔ حکمائے یونان و حکمائے ہند وغیرہ پیدا ہوئے ہیں۔ بنا بریں من بعدہ کی قید لگائی گئی تاکہ وحی کی تمیز ہو جائے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کی وحی احکام کے لئے ہے۔ پہلے کی وحی تکمیل خلقت کے لئے تھی۔ احکام بمنزل عدم کے تھے۔

اب تشریح شروع ہوتی ہے۔

تشریح کرنے والے ایک تو شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی مرحوم و مغفور ہیں اور دوسرے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مرحوم ہیں

سند

قال الشاہ ولی اللہ الدہلوی اخبرنا الشیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی قال اخبرنا والدی الشیخ ابراہیم الکردی المدنی قال قرأت الشیخ احمد القشاشی قال قرأت علی الشیخ الحافظ ابی الفضل شہاب الدین محمد بن احمد بن محمد الرملی عن الشیخ احمد زکریا بن محمد ابو یحییٰ الانصاری قال قرأت علی الشیخ الحافظ ابی الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی عن ابراہیم بن احمد التنوخی عن ابی العباس احمد بن ابی طالب الحجار عن السراج الحسین بن المبارک الزبیدی عن الشیخ ابی الوقت عبد الاول بن عیسیٰ بن شعیب السجزی الہروی عن الشیخ ابی الحسن عبد الرحمٰن بن مظفر الداؤدی عن ابی محمد عبد اللہ بن احمد السرخسی عن ابی عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح الفربری عن مؤلفہ امیر المؤمنین فی الحدیث الشیخ ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری رحمہ اللہ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

ترجمہ۔ شروع کرتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔

پہلا پارہ

باب کیف بدؤ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ یہ باب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کیسے ہوئی۔

وقول اللہ عز وجل۔ اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ ؕ

ترجمہ اور اللہ بلند و برتر کا قول ہے کہ بے شک ہم ہی نے آپ کی طرف ایسے وحی بھیجی جیسے کہ ہم نے نوحؑ ان کے بعد نبیوں کی طرف بھیجی۔

۱۔ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ اِلٰی اٰخِرُ السَّنَدُ اَنَّہٗ سَمِعَ عَلْقَمَۃَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّیْثِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِلَی امْرَاَۃٍ یَنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ۔

ترجمہ حضرت علقمہ بن وقاص لیثی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ عملوں کے اعتبار نیتوں سے ہی ہوتا ہے۔ اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے جسکی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے ہوئی یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوئی تو جس چیز کی طرف اس نے ہجرت کی ہے اسی ہجرت کا اس کو ثواب ملے گا۔

تشریح حدثنا الحمیدی۔ حدثنا یہ محدثین کی ایک اصطلاح ہے۔ اور اس کے ساتھ دو لفظ اور ہیں۔ ایک اخبرنا دوسرا انبانا۔ بخاری اور مسلم میں کثرت سے حدثنا اور نسائی میں بکثرت اخبرنا اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق میں بکثرت انبانا ملے گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ تینوں

ایک ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے۔ علماء سلف جن میں امام بخاریؒ بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ ان میں کوئی فرق نہیں سب ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں۔ لیکن متاخرین میں مشارقہ اور امام نسائی داخل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لغت اور معنی کے اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں لیکن استعمال کے اعتبار سے فرق ہوگا۔ وہ اس طرح کہ اگر استاذ پڑھے اور شاگرد سنیں تو اس کو حدثنا سے تعبیر کریں گے۔ اگر استاذ سنے اور شاگرد پڑھیں تو اس کو اخبرنا سے تعبیر کریں گے اور جہاں نہ استاذ قرأت کرے اور نہ شاگرد بلکہ صرف استاذ اپنی کتاب شاگرد کو دے کر یا اوائل پڑھا کر اجازت دے دے تو

اس کو انبانا سے تعبیر کیا جائے گا۔ تحدیث کے معنی آتے ہیں حدیث کا بیان کرنا اور اخبار اور انباء دونوں ہم معنی ہیں یعنی خبر دینا۔ محدثینؒ کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ ابتداء میں تو حدثنا جلی قلم سے لکھتے ہیں اور اس کے بعد جب دوبارہ لکھتے ہیں تو باریک لکھا کرتے ہیں تاکہ سند حدیث کے اندر ابتداء اور غیر ابتداء کا امتیاز ہو جائے۔ اس طرح ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ دوسری مرتبہ حدثنا یا اخبرنا تحریر کرنے سے پہلے قال کو کتابۃً حذف کر دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ قراۃً باقی رہتا ہے۔ گویا تقدیری عبارت قال حدثنا قال اخبرنا ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرات محدثین حدثنا کی بجائے صرف ثنا اور اخبرنا کی بجائے صرف انا تحریر کرتے ہیں۔ اور انبانا کو ننا سے تعبیر کرتے ہیں۔ متقدمین کی کتابوں میں یہ چیز بکثرت ملتی ہے۔ یہاں پر ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ استاد کا پڑھنا اور شاگرد کا سننا اولیٰ ہے۔ یا برعکس بہتر ہے۔ حضرات محدثینؒ کے ہاں استاد کا پڑھنا اور شاگرد کا سننا اولیٰ ہے۔ اور فقہاء رحمہم اللہ کے یہاں استاد کا سننا اور شاگرد کا پڑھنا اولیٰ ہے۔ محدثینؒ اپنی دلیل یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب شاگرد پڑھے گا تو بسا اوقات وہ غلط پڑھے گا اور ممکن ہے استاد غافل ہو جائے تو سارے تلامذہ غلط ہی پڑھیں گے اور غلط ہی نقل کریں گے۔ جب استاد پڑھے گا تو صحیح پڑھے گا۔

لہذا اس میں اعتبار اور اعتماد زیادہ ہے۔ قدماء حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن فقہاء کرام فرماتے ہیں۔ کہ غلطی ہر جگہ تو ہوتی نہیں کہیں کہیں ہوتی ہے۔ لہذا اگر استاد پڑھتا چلا جائے گا تو شاگردوں کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہ جگہ مزلۃ الاقدام ہے۔ لہذا جب شاگرد پڑھے گا اور استاذ اس کو غلطی بتلائے گا تو تمام طلباءً اس کو سنیں گے اور ضبط کرلیں گے۔ لہذا صحت کے اعتبار سے یہی اولیٰ ہے۔ چنانچہ

امام مالکؒ فقیہ ہونے کی وجہ سے شاگردوں سے پڑھوایا کرتے تھے۔

الحمیدی علماء نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے جہاں بہت باریکیاں اپنی کتاب میں رکھی ہیں ان میں مناسبت کے طور پر ایک باریکی یہ ہے۔ کہ سب سے پہلی حدیث حمیدی اور سفیان کی ذکر فرمائی جو مکی ہیں۔ دوسری حدیث امام مالکؒ کی بیان فرمائی جو مدنی ہیں۔ تو اس سے اشارہ کیا کہ وحی کی ابتدار مکہ سے ہوئی اور اس کا پھیلاؤ مدینہ پاک میں ہوا۔

قال حدثنا سفیان محدثینؒ کے ہاں جب نام کی طرف نسبت کے آئے تو وہ اعرف پر محمول کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض مرتبہ اس میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں اعرف ہمارے ہاں غیر اعرف ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ وہ لوگ اپنے وسعت مطالعہ اور علمی معلومات کثیرہ کی بنا پر ان کو پہچانتے ہیں لیکن ہم ان سے کم واقف ہوتے ہیں۔ اب اس حدیث کے اندر سفیان کا ذکر ہے۔ اور سفیان دو ہیں اور دونوں مشہور ہیں۔ ایک سفیان بن عینیہ اور دوسرے سفیان ثوری۔ اب ان کو پہچاننے کی صورت یہ ہے کہ جہاں اونچے طبقہ میں نام آتا ہے تو اس سے سفیان ثوری مراد ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اونچے طبقہ کے ہیں۔ اگر سند میں نیچے کے درجہ میں سفیان آئیں تو اس سے سفیان بن عینیہ مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی سفیان بن عینیہ مراد ہیں۔ اس مقام پر شراح یہ تحریر کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے سند اول کے اندر تحدیث کے چاروں متداول طریقے درج کر دیئے ہیں یعنی تحدیث۔ اخبار سماع اور عنعنہ مگر شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سند میں عنعنہ نہیں ملا۔ تو میں یوں کہا کرتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے سند اول کے اندر تحدیث کے جو اکثری صیغے ہیں ان کو جمع فرما دیا۔ چونکہ عنعنہ تینوں کو عام اور شامل ہے۔ اس لئے وہ بھی اس میں آگیا۔ ہاں البتہ شراح کی یہ رائے حافظ ابن حجرؒ کے نسخے پر صادق آسکتی ہے۔ ان کے نسخے میں عن یحییٰ ابن سعید الانصاری درج ہے۔

الانصاری محدثینؒ کے ہاں ایک اصطلاح ہے جو نحو والوں کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ وہ یہ کہ چند ناموں کے بعد جو کوئی صفت واقع ہو تو وہ نحو کے قاعدہ کے مطابق اقرب نام کی صفت ہوتی ہے اور محدثین حضرات کے ہاں وہ اوّل نام کی صفت ہو گی اس کی وجہ یہ ہے کہ محدثین کے یہاں استاد مقصود ہوتا ہے اور اسی کے لئے وہ باقی سند کی کڑی ذکر کرتے ہیں تو اس سند کے بعد جو صفت آئے گی تو اس کا موصوف وہی ہو گا جو متکلم کا مقصود ہے۔ درمیان کے اسمار تو تابع ہیں اور نحو والوں کے

ہاں اعراب مقصود ہوتا ہے۔ اور قاعدہ ہے جب نحو اور حدیث کے قاعدہ میں تعارض ہو جائے تو حدیث کی کتب میں حدیث کے قاعدہ کو ترجیح ہو گی۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بخاریؒ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ روایت عزیز ہو یعنی اس کے ہر طبقے کے اندر کم از کم دو راوی ضرور موجود ہوں۔ لیکن بخاری کی یہ پہلی روایت ہی اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ یحییٰ بن سعید کے نیچے نیچے تو یہ روایت مشہور کیا بلکہ متواتر ہے کیونکہ یحییٰ سے نقل کرنے والوں کی تعداد میں مختلف قول ہیں۔ بعض نے دو سو بعض نے ڈھائی سو اور بعض نے سات سو تک شمار کرائے ہیں۔ لیکن ان سے اوپر محمد بن ابراہیم تیمی اور علقمہ اور حضرت عمرؓ یہ سب چونکہ تنہا ہیں اس لئے اس اعتبار سے غریب ہے۔ بہر حال یحییٰ بن سعید الانصاری تک تو یہ روایت غریب ہے، ہر ایک راوی ایک دوسرے سے متفرد ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے حضرت عمرؓ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے میں متفرد ہیں۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات قابل غور ہے کہ تین چیزیں ہیں صلوٰۃ وسلام دوسرے ترضی رضی اللہ کہنا تیسرے رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ہر ایک پر ان جملوں کو استعمال کر سکتے ہیں۔ باقی ائمہ ثلاثہ کے ہاں صلوٰۃ وسلام کا استعمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ اور رضی اللہ عنہ کا کہنا حضرات صحابہؓ کے ساتھ اور رحمۃ اللہ علیہ غیر صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے البتہ صحابہ کرام پر استعمال بے ادبی میں شمار ہو گا۔

علی المنبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ میں منبر نہیں تھا بلکہ ۵ھ یا ۶ھ میں بنا ہے اور حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو جو منبر پر پڑھا ہے وہ اس کی اہمیت کی وجہ سے پڑھا ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ یہ حدیث اپنے ظاہر پر کسی کے یہاں بھی نہیں کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ اعمال کا وجود نیت سے ہوتا ہے۔ حالانکہ چھت پر سے گرنے والا گرنے کی نیت سے نہیں آتا ایسے ٹھوکر کھانے والا۔ لہٰذا تقدیر عبارت ضروری ہے۔ امام شافعیؒ صحۃ الاعمال مقدر مانتے ہیں۔ اور حضرات احناف ثواب الاعمال مقدر مانتے ہیں۔ اس قسم کی تقدیریں اجتہاد سے نکالی جاتی ہیں۔ بنا بریں حنفیہؒ یہ فرماتے ہیں کہ طہارت من الانجاس میں نیت شرط نہیں۔ اگر کپڑے پر پیشاب لگ جائے اور سمندر میں پڑ جائے اور بغیر نیت طہارت کے نکال لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔ شافعیہؒ نے الزام دیا کہ پھر تم تیمم میں نیت شرط کیوں قرار دیتے ہو۔ حنفیہؒ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ لفظ

نیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ یم کے معنی لغت میں قصد کرنا ہے۔ نیز! تیمم طہارت کے اندر اصل نہیں ہے بلکہ خلیفہ اور تابع ہے اس لئے نیت کرنی پڑے گی۔ اور سبب ورود حدیث بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے جو حنفیہؒ کہتے ہیں کہ ثواب عمل نیت پر موقوف ہے۔ یہ کہ یہاں حدیث میں ثواب مراد ہے۔ کیونکہ مصنفؒ کا مقصود اس جگہ اس حدیث کو بیان کرنے سے نیک نیتی پر متنبہ کرتا ہے۔ دوسرا کلام اس حدیث پر یہ ہے کہ انما الاعمال بالنیات فرمایا۔ نیت اور عمل دونوں کو جمع لائے گویا مقابلۃ الجمع بالجمع ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مقابلۃ الجمع بالجمع انقسام الاحاد علی الاحاد کو متقاضی ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کے نزدیک اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر ہر عمل کے واسطے الگ الگ ایک نیت ہو۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ایک عمل کے ساتھ مختلف نیات متعلق ہوسکتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے جاتا ہے۔ اگر کسی صالح شخص سے ملنے کی نیت کرے اور کسی کی مدد کرنے کی نیت کرے تو ہر ایک نیت کا الگ الگ ثواب ملے گا۔ تیسرا کلام انما لکل امرء مانوی پر ہے۔ یہ جملہ اولیٰ کی تاکید ہے یا تاسیس ہے۔ اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ جملہ اول ہی کی تاکید ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ تاکید پر کلام کو اس وقت حمل کرتے ہیں جب کہ تاسیس ممکن نہ ہو۔ لیکن یہاں تاسیس پر محمول کرنا ممکن ہے جس کی صورت یہ ہے کہ جملہ اولیٰ انما الاعمال بالنیات کے اندر تو شارع علیہ السلام نے یہ بتلا دیا کہ عمل کا وجود شرعی نیت پر موقوف ہے اور اس ثانی جملہ سے یہ بتلا رہے ہیں۔ کہ جو کام کرے گا اس پر وہی ملے گا۔ جس کی اس نے نیت کی ہو۔ مگر یہ معنی تو پہلے جملہ سے سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے حضرت شیخ زکریاؒ کی رائے یہ ہے کہ جملہ ثانیہ سے تعدد منوی کی طرف اشارہ فرما دیا کہ ایک عمل کے ساتھ مختلف نیات متعلق ہوسکتی ہیں۔ صاحب مظاہر حق نے اس کی ایک لمبی چوڑی مثال دی ہے کہ اگر کوئی مسجد جا رہا ہو۔ راستہ میں کسی بزرگ کے پاس بیٹھنے کی نیت کرے۔ کسی کی مدد کی نیت کرے۔ کسی مریض کی عیادت کی نیت کرے تو ان سب پر الگ الگ ثواب ملے گا۔ اس جملہ پر فقہاؒ کی جانب سے ایک اشکال ہوتا ہے کہ اگر کوئی رمضان میں نفلی روزے کی نیت کرے تو نفل نہیں واقع ہوگا بلکہ فرض واقع ہوگا۔ تو یہاں یہ مانوی مرتب نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ رمضان نفل کا محل نہیں ہے۔ لہذا اس کی نیت نفل لغو ہو جائے گی۔ اور یہ بھی

کہا جاسکتا ہے کہ فرض کے اندر نفل خود داخل ہے ۔ گویا کہ فرض عبادت نافلہ مع شیٔ زائد ہے تو ثانوی مرتب ہوا ہے۔ شیٔ زائد یہ روایت بخاری شریف میں سات جگہ مذکور ہے ۔ ایک جگہ نیات جمع کا صیغہ مذکور ہے ۔ باقی چھ مقامات پر مفرد کا صیغہ ہے جہاں پر جمع کا صیغہ ہے وہاں پر تو تعدد منوی کا لحاظ فرما دیا گیا۔ اور جہاں مفرد کا صیغہ لائے ہیں۔ وہ اس وجہ سے کہ نیت فعل قلب ہے اور قلب ایک ہی ہے ۔ اس لئے وہاں مفرد کا صیغہ ذکر کر دیا ۔

حضرت شیخ مدنیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اعمال دو قسم کے ہیں اختیاری اور غیر اختیاری جن میں ارادہ اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا ان پر ترتب مدح و ذم ملامت دنیا میں اور عتاب و سزا آخرت میں مرتب نہ ہوگی بلکہ اعمال اختیاریہ پر ان کا ترتب ہوگا۔ کیونکہ بعض اعمال انسان سے ایسے سرزد ہوتے ہیں جن کی نیت نہیں تھی۔ مثلاً منڈیر پر سونے والا گر پڑے اس کی وجہ سے کوئی دوسرا آدمی مر جائے یا کسی مال کا نقصان ہو جائے ۔ ایسے جب کوئی شکاری ہرن کو تیر مار رہا ہے ۔ اچانک ایک آدمی کو لگ گیا تو ان اعمال میں نیت کو دخل نہیں لیکن قتل عمد اور قتل خطأ کی تقسیم کی جاتی ہے ۔ قتل خطأ میں دیت دلائی جاتی ہے تو انما الاعمال بالنیات میں حصر صحیح نہ ہوا تو علماء نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ انما الاعمال معتبرة اور مثابتہ بالنیات افعال عامہ کی تقدیر نہ ہوگی۔ کہ اعمال بغیر نیت کے موجود تو ہو جاتے ہیں ۔ مگر ثمرات کا ترتب نیت کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ قتل عمد کی سزا جہنم ہے اور قتلِ خطأ کی سزا دیتہ ہے تو تقدیر عبارت ہوگی الاعمال معتبرة بالنیات ای بحسب النیات قتل خطأ میں نفس زید کے قتل کرنے کی نیت نہیں مگر نفس قتل کی نیت ہے ۔ اس لئے کہ افعال اختیاریہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ (۱) جوارح کی حرکات (۲) قلب کا ارادہ ۔ ہر ایک کے ثمرات الگ الگ ہیں۔ جوارح کی حرکات سے مادی اثر پیدا ہوگا ۔ قلب کی حرکت سے اور اثر ہوگا۔ تو دو شانیں الگ الگ ہوئیں۔ عند اللہ کس چیز کا اعتبار ہے ۔ ظاہر ہے کہ جوارح پر مؤاخذہ نہیں۔ ورنہ قتل خطأ میں یہ چیز موجود ہے ۔ بلکہ قلب کا اعتبار ہے ۔ دوسرا بعض حضرات عمل اور فعل میں فرق کرتے ہیں۔ عمل کا اطلاق ان چیزوں پر ہوگا جو اختیار اور ارادہ سے سرزد ہوں ۔ لفظ فعل اختیاری غیر اختیاری دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اور امور اختیاریہ کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے تو انما الاعمال بالنیات بالحصر کہنا صحیح ہوگا ۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ہم عمل اختیاری اور غیر اختیاری کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر الاعمال میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔ اس سے وہ اعمال مراد ہیں جو اختیاری ہوں۔ ان میں ارتقاء۔ تنزل مدح اور ذم کا ترتب ہوگا۔ اعمال اضطراریہ میں ترتب نہ ہوگا۔ توجیہ ثانی اور ثالث میں یہ فرق ہوگا کہ توجیہ ثانی میں عمل صرف فعل اختیاری کے لئے لغۃً ثابت کیا گیا تھا۔ اور ثالث توجیہ میں عموم تسلیم کرتے ہوئے تخصیص کی گئی۔ کیف ماکان سب حضرات اس پر متفق ہیں کہ اعمال کے درجات کا نیات پر دار و مدار ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ازاں فرمایا انما لامرء ما نوی یہ جملہ ماقبل کے لئے موضحہ ہے۔ لامرء میں لام انتفاع کا ہے۔ کہ اعمال کا دارومدار نیات پر ہے۔ کس حیثیت سے بیان کیا گیا کہ انتفاع منوی کے موافق ہوگا۔ تو پہلے جملہ میں ابہام تھا اس کی توضیح کی گئی۔ اس جگہ قلب کی جانب کو بیان کرنا منظور ہے۔ جوارح کی جانب کو بیان نہیں کرنا۔ کیونکہ شہنشاہ بدن قلب ہے۔ تمام حکومت کا دارومدار شہنشاہ پر ہوتا ہے۔ اگر لڑائی میں بادشاہ ثابت قدم ہوکر ڈٹا رہے تو شکست نہیں مانی جاتی۔ چنانچہ غزوہ حنین میں آپؐ ثابت قدم رہے۔ شکست تسلیم نہیں کی گئی۔ اس لئے کہ قلب کا اعتبار کیا گیا۔ نیت الفاظ کو نہیں کہتے بلکہ ارادہ قلبیہ کو نیت کہتے ہیں۔ الحاصل اس روایت سے معلوم ہوا کہ نیت اعمال کے درجات کا مبدأ ہے۔ اگر نیت اعلیٰ درجہ کی ہے تو عنداللہ اعلیٰ قسم کا درجہ ہوگا۔ اگر نیت رذیل اور دنی درجہ کی ہے تو اس کا ثمرہ بھی ویسے ہی ہوگا۔ چنانچہ کوئی شخص ورزش کی غرض سے نماز پڑھتا ہے کوئی جہنم کے عذاب سے نجات پانے کے لئے کوئی وصال باری تعالیٰ کے لئے کوئی رضائے مولا کے لئے اور کوئی حقوق عبدیت ادا کرنے کے لئے نماز پڑھتا ہے۔ ایسے ہی ایک بزرگ کا واقعہ ہے۔ کہ اس سے کہا جاتا تھا کہ تو جس قدر عبادت کرے پھر بھی اہل جہنم سے رہے گا۔ کسی آدمی نے یہ سن کر ان سے کہا۔ کہ تعجب ہے پھر بھی عبادت کئے جا رہے ہو۔ اب چھوڑ دو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جس پر اس بزرگ نے فرمایا۔ کہ تو ایک دفعہ یہ آواز سن کر تحمل نہیں کر سکا۔ میں چالیس برس سے اس آواز کو سن رہا ہوں۔ پھر بھی باقاعدگی سے عبادت اس لئے کرتا ہوں۔ کہ حقوق عبدیت ادا ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ اب وہ باری تعالےٰ مجھے جنت میں داخل کرے یا جہنم میں ڈالے یہ اس کی مرضی ہے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں ما عبدناک حق عبادتک وما عرفناک حق معرفتک۔ تو حدیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اعمال کے ارتفاع کا مبدأ نیت ہے اب اس استدلال انی ولمی دونوں طرح

ہوسکتا ہے اگر معلول سے علت پہ استدلال ہو تو دلیل اِنّی ہے۔ اگر علت سے معلول پہ استدلال ہو تو دلیل لِمّی ہے۔ عالم سے خالق پہ استدلال اِنّی کہلاتا ہے۔ اور نار سے وجود حرارت پہ استدلال لِمّی کہلاتا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نیت مبدء ہے۔ اس کے مطابق ثمرات کا ترتب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اعلیٰ ہونے پہ آپؐ کے افعال حسنہ شاہد ہیں۔ کیونکہ نیت فعل قلبی ہے۔ جس پہ اطلاع طاقت بشری سے خارج ہے۔ بلکہ آثار سے اطلاع ہوگی۔ جیسے جود و کرم۔ داد و دہش وغیرہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کے متعلق آپؐ کے افعال اور اخلاق حمیدہ سے فیصلہ کیا جائے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کے پیاسوں کو جنہوں نے بیس برس تک ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور ہجرت کرنے پہ قریش نے انصار کو دھمکیاں دیں۔ تسلیم کرنے پہ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ آپؐ ہیں کہ بیس برس کے بعد مکہ پہ غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ قریش کے تین بڑے جاسوسی کی حالت میں پکڑے گئے تھے۔ ان کو بھی قتل نہیں کیا۔ دوسرے روز یہ اعلان کر دیا جبکہ ابوسفیان کے قلب میں رعب پڑ چکا تھا۔ کہ من دخل دار ابی سفیان فھو امن من دخل فی المسجد الحرام فھو امن اسی پہ یہ بھی فرما دیا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی سب مامون ہیں۔ اس اعلان کے بعد کفار مکہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا ہمارا معاملہ بیس برس کا ہے۔ اب بتلاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔ عرب کا دستور تھا۔ کہ جب دشمن پکڑا جاتا تو اس کو قتل کر دیتے تھے اس پہ کفار مکہ نے کہا کہ ہم خاطئین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہم پہ فوقیت دی ہے۔ آپؐ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ جاؤ ہم نے تم سب کو چھوڑ دیا۔ ایسے سلوک کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علو نیت کی خبر ملتی ہے کہ اس میں نفسانیت کا کوئی شائبہ نہیں۔ بلکہ یہ تعلقات خواہ خالق سے یا مخلوق سے ان سے خلوص اور للّٰہیت ٹپکتی ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو قدموں میں ورم آجاتا ہے نصیحت کرنے پہ فرماتے ہیں افلا اکون عبداً شکوراً آپؐ نہ اپنی راحت کو چاہتے ہیں نہ اپنے اہل بیت اور خاندان کی راحت کا خیال کرتے ہیں۔ وفات پاتے ہیں تو یہودی کے مقروض ہیں۔ اس معلول سے اس بات کا پتہ چلا کہ خاتم النبیین کی نیت خاتم النیات ہے۔ تو جب مبدء کی شان انتہائی ہے تو اس کے ثمرہ عند اللہ کی شان بھی انتہائی ہوگی اور عند اللہ ثمرات میں سے انتہائی ثمرہ کسی پہ وحی کا نازل کرنا ہے اور اپنی کلام کا آپؐ کی زبان پہ جاری کرنا ہے جس کا وعدہ

تورات میں کیا گیا تھا۔ کہ ہم اپنا کلام خاتم النبیین کی زبان پر جاری کریں گے۔ تو مؤلفؒ اس حدیث کو اس لئے لائے ہیں کہ مبدء تمام اعمال کا نیت ہے اور وہ انتہائی ہے۔ اور ثمرہ انتہائی وحی ہے۔ جب یہ اس کا ترتب ہوا۔ نیت کے علو سے ثمرہ کے علو کو ثابت کیا گیا یہ دلیل لمی ہے۔ اور دلیل انی اس طرح ہے۔ کہ بڑا احسان باری تعالیٰ کا کسی پر وحی نازل کرنا ہے۔ وہ انتہائی درجہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی نیت عالی ہے تو ترجمہ سے نیت کا عالی ہونا سمجھا جاتا تھا۔ اس کو روایت سے ثابت کر دیا تو کیف کان بدأ الوحی ترجمہ ثابت ہو گیا۔

فمن کانت ھجرۃ الی دنیا یصیبھا الخ امام بخاریؒ نے یہاں پوری حدیث ذکر نہیں فرمائی اب سوال یہ ہے کہ یہ حدیث مختصر کس نے کی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خود امام بخاریؒ نے کی ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کے اساتذہ نے کی ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ نے فمن کانت ھجرتہ الی اللہ و رسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہ کو چھوڑ دیا۔ شراح حضرات نے اس سے تعرض نہیں کیا۔ لیکن حضرت مولانا شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت مولانا بدر عالم مرحوم نے جب اس ترک کی وجہ پوچھی تو میں نے یہ وجہ بتلائی کہ جلب منفعت سے دفع مضرت اولیٰ ہے تو جملہ فمن کانت ھجرتہ الی دنیا کے اندر دفع مضرت کی جا رہی ہے اور مصنفؒ کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کے اندر نیک نیتی چاہیئے۔ یہ نہ سوچے کہ پڑھ کر دنیا کماؤں گا۔ اگر تم نے دنیا سے منہ موڑا تو یہ خود تمہارے قدموں میں آپڑے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اخلاص کی قدر ہے۔ اس پر ایک قصہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک مسافر کئی دن کا بھوکا جنگل کی کسی مسجد میں جا پہنچا دیکھا کہ مسجد کے تین کونوں میں ایک ایک آدمی گردن جھکائے بیٹھے ہیں۔ اس کو ڈھارس ہوئی یہ بھی ایک کونے میں جا بیٹھا۔ اتنے میں ایک نوجوان خوب صورت لڑکی خوان لے کر آگئی۔ یہ اس کو دیکھنے لگا۔ اولاً وہ ان تینوں میں سے ایک کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت کھانا حاضر ہے۔ کئی دفعہ کہنے کے بعد انہوں نے سر اٹھایا اس نے فوراً ایک خوانچی میں سے ایک خالی طشتری اور تھوڑا سا پانی نکال کر ان کے ہاتھ دھلائے اور دسترخوان بچھا کر عمدہ بریانی کی ایک بڑی پلیٹ رکھ دی۔ انہوں نے اس میں سے کچھ کھا کر باقی چھوڑ دیا۔ کھانے کے درمیان جب کوئی ہڈی نکلتی تو وہ آدمی اس کے منہ پر مارتے۔ یہی قصہ دوسرے اور تیسرے آدمی کے سامنے پیش آیا۔ اور یہی صورت وہاں بھی ہوئی۔ اس کے بعد اس لڑکی نے تینوں رکابیوں کے بچے ہوئے

کھانے کو ایک جگہ گیا۔ اور اس چوتھے کے پاس لائی۔ یہ تو منتظر ہی تھا۔ کھانا شروع کر دیا۔ تو جب اس کے ملں بھی ہڈی نکلی تو یہ سوچ کر کہ شاید یہاں کا یہی دستور ہو کہ ہڈی منہ پہ مارتے ہوں اس نے بھی مار دی۔ اس عورت نے ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ اگر کھانا ہے تو کھالے ورنہ چھوڑ دے۔ اس آدمی نے کہا کہ ابھی تو ان لوگوں نے یوں ہی ہڈی ماری تھی میں یہ سمجھا کہ یہاں کا یہی دستور ہے۔ اس عورت نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ میں دنیا ہوں اور یہ لوگ مجھ سے روٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو منا رہی ہوں۔ اور تو میری طرف گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔

الغرض اگر دنیا کو چھوڑ دیا جائے تو اللہ تعالٰے ضرور دے گا۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ پہ توکل ہو۔ یہ نہیں کہ دل میں کچھ ہو اور ظاہر توکل ہو۔

او الی امرأۃ ینکحھا یہاں پہ امرءۃ ینکحہا تخصیص بعد التعمیم ہے۔ کیونکہ عورت زیادہ محل فتنہ ہے۔ اس لئے اس کی تخصیص فرمادی۔ کیونکہ انسان زنا وغیرہ کے اندر اسی کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جیسے آیات کا شان نزول ہوتا ہے اسی طرح احادیث کا بھی شانِ ورود ہوتا ہے۔ اس حدیث کا شانِ ورود صحاح کی کتابوں میں تو نہیں ملتا۔ البتہ طبرانی وغیرہ میں ملتا ہے۔ کہ ایک شخص نے ام قیس نامی عورت سے نکاح کا پیغام بھیجا اس نے شرط لگائی کہ تم ہجرت کر لو۔ چنانچہ اس نے اسی بنا پہ ہجرت کی۔ اسی وجہ سے اس کو مہاجر ام قیس کہنے لگے۔ اس صحابی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا تاکہ صحابی کی تنقیص نہ ہو۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ نفس اور مال دونوں قسم کی ہجرت کو بیان کر دیا گیا۔

فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ ہجرت جس طرح یہ کہ وطن کو چھوڑ کر دوسرا وطن اختیار کیا جائے۔ اس طرح ہجرت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالٰے کی معاصی سے اجتناب کیا جائے۔ اسی کو حدیث پاک میں المھاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ ورسولہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حدیث امام ابو داؤد کے مختارات اربعہ میں سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سے اپنی کتاب منتخب کی ہے۔ پھر ان میں سے چار احادیث انتخاب کی ہیں۔ ایک انما الاعمال بالنیات۔ دوسری لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تیسری من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ اور چوتھی الحلال بین الحرام بین۔ یہ چاروں اصولِ دین میں سے ہیں اور بعینہٖ یہی چار احادیث امام ابو حنیفہؒ کی وصایا

ہیں ان کے مختارات سے لکھی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ امام صاحبؒ نے ایک اور حدیث اختیار کی ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ آج کل جو عالم کے اندر آئے دن لڑائیاں ہوتی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ کوئی کسی کو اپنے ہاتھ اور زبان سے محفوظ نہیں رکھتا۔ اگر ہم لوگ تعرض کرنا ہی چھوڑ دیں تو کچھ بھی پیش نہ آئے۔ ان چاروں احادیث کے اصول دین ہونے کی وجہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے یہ تحریر فرمائی ہے۔ کہ انما الاعمال بالنیات میں تصحیح عبادات اور اعمال آ گئے۔ حدیث لایؤمن احدکم الخ میں حقوق العباد آ گئے۔ حدیث ثالث من حسن اسلام امرء میں اوقات کا تحفظ آ گیا۔ اور چوتھی حدیث الحلال بین الخ میں تقویٰ آ گیا کہ جہاں کسی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف آ گیا تو جانب احوط اختیار کرے۔ یہی سارے اصولِ دین ہیں۔ حدیث بالا کو ترجمۃ الباب سے مناسبت کے بارے میں یہ جواب بھی علماء کرام ذکر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاریؒ نے بمنزلہ خطبہ کے ذکر فرمائی ہے۔ چونکہ یہ حدیث جوامع احادیث میں سے ہے اس لئے اس کو بمنزلہ خطبہ کے ذکر فرمایا اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے منبر پہ خطبہ میں ذکر فرمایا تھا۔ اور بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے اپنے حسن نیت کی طرف بطور تحدث بالنعمۃ کے اشارہ فرما دیا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اخلاص سے لکھا ہے اور کتاب پڑھنے والوں کو بھی رغبت دلائی ہے۔ کہ وہ بھی اپنی نیات کو درست کر لیں۔ لیکن تینوں جوابات پہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پھر تو اس حدیث کو باب سے پہلے ذکر کرنا چاہیئے تھا اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سب سے پہلے بیان کر دی تھی۔ اور باب بدء الوحی ہے۔ لہٰذا مدینہ کی وحی کی ابتدا ہو گی۔ نیز حمیدی مکی ہیں اور مالک مدنی دونوں روائتیں ذکر کر کے بتلا دیا کہ وحی کی ابتدا مکہ سے ہوئی اور اس کا پھیلاؤ یہیں ہوا۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بدء کی اضافت وحی کی طرف بیانی ہے اور مقصود ابتدأ امر جو کہ وحی ہے یعنی ابتدأ دین کو بیان کرنا ہے۔

حدیث۔ ۲۔ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍؓ سَاَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ

رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْیُ فِی الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا (الحديث)

ترجمہ تمام مؤمنوں کی ماں حضرت عائشہؓ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوسے روایت ہے کہ بے شک حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی تو وحی میرے پاس گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ حالت مجھ پر سخت گراں ہوتی ہے پس جب وہ مجھ سے جدا ہوتی ہے تو جو کچھ اس فرشتے نے کہا وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ اور کبھی وہ فرشتہ میرے پاس کسی آدمی کی شکل میں آتا ہے۔ پس وہ میرے سے کلام کرتا ہے تو اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے وہ میں سب یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ واقعی میں نے آپؐ کو اس حالت میں دیکھا جب کہ سخت سردی کے دن میں آپؐ پر وحی اترتی ہے۔ پھر وہ آپؐ سے جدا ہوتی ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے خوب پسینہ بہ رہا ہوتا ہے۔

تشریح عن عائشة ام المؤمنين اس روایت میں ام المؤمنین کا لفظ زائد کیا گیا ہے۔ ازواج مطہرات کی امیت نص قطعی سے ثابت ہے النبی اولیٰ بالمؤمنین وازواجہ امہاتہم۔ جب یہ مائیں ہیں تو جتنے تعلقات ماں اور بیٹے کے درمیان ہوتے ہیں وہ سب ثابت ہوں۔ میراث بھی جاری ہو۔ پردہ بھی نہ ہو۔ وغیرہ۔ مگر۔ یدنین علیهن من جلابیبهن کا حکم ہے واسئلوهن من وراء حجاب بھی نازل ہوا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جس طرح کی ابوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اسی طرح کی امیت ازواج مطہرات کے لئے ہے۔ جیسے یہ ابوت اور امیت روحانی ہے پردہ اور میراث جسمانی احکام ہیں۔ پردہ کا حکم تو واسئلوهن من وراء حجاب کی آیت سے ہے۔ اور نکاح نہ کرنے کا حکم ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا سے ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر کے اندر زندہ ہیں۔ جب زندہ ہیں تو نکاح باقی ہے کسی کی منکوحہ سے کسی دوسرے کو نکاح کرنا جائز نہیں۔ حارث بن ہشام جو مکہ معظمہ میں ایمان لائے تھے۔

كيف يأتيك الوحى وحی کے معنی اِدا القاء خفی کے ہے۔ اگر مصدر ہے تو معنی صحیح ہیں اگر صفة ہو تو وہ چیز مراد ہوگی جو القاء کی جاتی ہے۔ مگر اتیان خاصہ ذات کا ہے۔ صفات کا اتیان نہیں

ہوتا۔ لہذا مجاز بالحذف کے طور پر حامل الوحی کہا جائے گا یا مجاز عقلی ہوگا کہ ہے جار کی طرح ادنیٰ ملابست کی وجہ سے اضافت ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو چیز وحی ہو رہی ہے یعنی مایوحیٰ اسی کا انتقال ہو رہا ہے۔ تو پھر مجاز بالحذف کا قول نہیں کہا جا سکتا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وحی کے سات طریقے ہیں مگر اس جگہ صرف دو ہی ذکر کئے گئے۔ کیونکہ یہی دو طریقے کثیر الوقوع ہیں۔ وہی اعم اور اغلب ہیں۔ تو لاتیان وحی بدء الوحی سے اعم ہونے کی بنا پر بدء کو بھی شامل ہوگا۔

احیاناً فعل مقدر کی صفت ہے بطور ظرف کے، ای یاتی اتیاناً احیاناً۔

مثل صلصلة الجرس صلصلہ کہتے ہیں زنجیر کا لوہے پر کھینچنا اور جرس ڈھول کو کہتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ شدت اور سختی کے اعتبار سے ایسی آواز ہوتی تھی جیسے ڈھول پر زنجیر کھینچی جائے ایک دوسری روایت میں سلسلہ سین کے ساتھ بھی واقع ہوا ہے۔ مطلب دونوں کا ایک ہے۔

اب یہ آواز کیسی ہے اور کیا چیز ہے اس کے اندر چھ قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ باری تعالےٰ کے کلام نفسی کی اپنی اصلی آواز ہوتی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے موحی بہ یعنی وحی میں تخلیق صوت ہوتی تھی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اصلی آواز ہوتی تھی۔ اور جب شکل انسانی میں آتے تھے تو وہ انسانی آواز ہوا کرتی تھی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شیٔ کسی دوسرے کا زیّ (ہیئت) اختیار کرتی ہے۔ تو اس شیٔ کے اوصاف خود اس میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ اگر جن چاہے تو تم کو اٹھا کر پھینک دے۔ اور وہی جن جب سانپ کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو ایک ہی لاٹھی میں مر جاتا ہے۔ بہر حال جبرائیل علیہ السلام جب اپنی اصل شکل میں ہوتے ہیں۔ تو ان کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے کہ رعد کے متعلق سنا ہے کہ وہ ایک فرشتے کی آواز ہے۔ شیخ زکریا فرماتے ہیں۔ کہ اگر بجلی کڑکے اور کوئی شخص آیت کریمہ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ پڑھے تو وہ آدمی نہ صرف بجلی سے محفوظ رہتا ہے بلکہ جس مکان وغیرہ میں کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے گا تو وہ بھی بجلی کی زد سے محفوظ رہے گا۔

چوتھا قول یہ ہے۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے کی یہ آواز ہوتی ہے۔ جیسے ریل کے آنے کی آواز دور سے ہی معلوم ہو جاتی ہے

پانچواں قول یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے پروں کی یہ آواز ہوا کرتی تھی علمار کرام اسی کو

اصح الاقوال بتلاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ایک یہ روایت ہے کہ اذا قضی الله فی سماءٍ امراً ضربت الملائکۃ باجنحتها خضعاناً لقوله کانها صلصلۃ علی صفوان کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سامنے جھکتے ہوئے اپنے پَروں کو ایسے ہلاتے ہیں جیسے پتھر پر زنجیر کھینچی جائے۔

چھٹا قول شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ کا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حواس مبارکہ وحی کے وقت اس عالم کی اشیاء سے معطل ہو کر دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو جایا کرتے تھے۔ اور اس تعطل کے بعد حواس میں جو کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ یہ اس کی تعبیر ہے جیسے کانوں کو خوب بند کر لینے سے ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ کیونکہ باہر کی آواز سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ جب انقطاع ختم ہو جائے گا یعنی انگلی ہٹالی جاتے۔ تو پھر وہ آواز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ شیخ زکریا مرحوم فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اول قول صحیح ہے۔ کیونکہ باری تعالیٰ کا صوت سے تکلم کرنا روایات سے ثابت ہے۔ کتاب التوحید میں امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ صلصلہ اس آواز کو کہتے ہیں جس میں تمیز نہ ہو سکے جیسے گونج ہوتی ہے اور جرس یعنی گھنٹی کی آواز متدارک اور مسلسل ہوتی ہے۔ اس میں حروف اور الفاظ کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ اب یہ آواز کاہے کی ہے اگر سوال حاملِ وحی سے ہے تو ملک کے اڑنے کی آواز ہے۔ جو اس کے اجنحہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ آواز کے سماع کی رفتار دیکھنے سے بہت کم ہے۔ اس لئے کہ نظر کی رفتار تیز ہے اور آواز کی رفتار سست ہے۔ حامل وحی کو دیکھنے سے پہلے یہ آواز سنائی دی۔ تاکہ آپؐ متوجہ ہو جائیں۔ پھر دیکھنے کی نوبت آتی تھی۔ اور جو چیز تیزی سے چلتی ہے اسی سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

وھو اشدہ علیّ شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اشد شدید سے ماخوذ ہے شدید کے معنی قوی اور گراں کے آتے ہیں۔ شاق ہونے کی مشہور وجہ یہ ہے۔ کہ چونکہ آواز متدارک ہے اس کا سمجھنا بہت مشکل ہوتا تھا اس لئے آپؐ کو بہت متوجہ ہونا پڑتا تھا یا شدید ہونا اس بنا پر ہے کہ کلام نفسی کے القاء کی وجہ سے آپؐ کو عالم غیب کی طرف متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے آپؐ کو تکلیف ہوتی

تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی کو ذکر اللہ سے کچھ مناسبت ہو جاتی ہے تو بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ یہ جسم مادی ہے۔ اور ذکر کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ روح کو عالم تجرّد کی طرف کھینچے تو ان دونوں میں تنازع ہوتا ہے۔ چنانچہ فلاسفہ لکھتے ہیں کہ لکڑی کے جلنے کی وجہ سے اس میں اجزاء دخانیہ پیدا ہوتے ہیں۔ آگ ان کو لے کر اپنے مرکز اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ راستہ میں پانی سے تنازع ہو جاتا ہے تو اس میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ روح عالم تجرد کی طرف کھینچتی ہے۔ اور جسم عالم اسفل کی طرف۔ اس تنازع کی وجہ سے ذاکر میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے تو یہاں دو حالتیں ہیں۔ جب آپ کو عالم علوی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو آواز سنائی دیتی ہے اور مشقت ہوتی ہے۔ اور جب ادھر سے ملک آتا ہے تو مشقت نہیں ہوتی۔ ؎

کس نداند کہ منزلِ آں یار کجا است
غیر ازیں نیست کہ بانگِ جرسے میآید

اور یہ قاعدہ ہے کہ چیزیں جس قدر تجرّد ہو گا اس میں لطافت ہو گی۔ اور جس قدر مادیت ہو گی اتنی کثافت ہو گی۔ چنانچہ ہمارے اندر جو قوت خیالیہ رکھی گئی ہے وہ مجرّد ہے۔ ہمارے خیال میں اس کی قوت ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس کو مجتمع کیا جائے تو خوب قوت پیدا ہوتی ہے مسمریزم والے اسی خیال کو جماتے ہیں۔ مگر یہ لوگ مادیات کی طرف قوتِ خیال کو بڑھاتے ہیں۔ صوفیاء کرام روحانیات کی طرف بڑھاتے ہیں۔ چنانچہ دو شیخ نقشبندی پتھر کی چٹان درمیان میں رکھ کر کھینچنے لگے تھوڑی دیر بعد پتھر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا ادھر ہو گیا دوسرا اُدھر ہو گیا۔ غرضیکہ چیزیں جس قدر تجرّد ہو گا اسی قدر اس میں قوت ہو گی۔ بنا بریں آپؐ کو عالم علوی کی طرف توجہ کرنی پڑتی تو اس وقت سخت مشقت اٹھانی پڑتی تھی۔ ملک نازل ہونے کی صورت میں کوئی مشقت نہیں ہوتی تھی۔ تو پانچ صورتیں ہوئیں (۱) ملک کے اجنحہ کی آواز (۲) ملک کے آنے کی آواز (۳) ملک کے بولنے کی آواز اگر بواسطہ ملک کلام سنائی گئی (۴) خود کلام نفسی کو سنایا گیا۔ جس پر اشاعرہ اور ماتریدیہ دونوں کا اتفاق ہے کہ کلام نفسی قابل سماع ہے۔ (۵) کلام لفظی کو باری تعالیٰ بغیر واسطہ کے سناتے ہیں۔ اور یہ الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن مابعد کے قرائن سے پہلی تین توجیہات کی تائید ہوتی ہے۔ جو حضرات بقیہ دو توجیہات کو ترجیح دیتے ہیں۔ کہ تمثل

یہ یاتینی کے مقابل ہے۔ پہلے کلام نفسی سنائی گئی پھر ملک آیا۔ اور پھر تمثل ہوا۔ اور شدت کی ایک توجیہ شیخ زکریا مرحوم نے بھی تحریر فرمائی ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں آکر کلام سناتے تو اس آواز سے وحی قرآن کا اخذ کرنا بڑا مشکل ہوتا تھا گویا یہ چھٹی توجیہ ہوئی۔

فیفصم عنی یہ لفظ تین طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ باب افعال سے علی بناء الفاعل دوسرے مجرد سے بھی علی بناء الفاعل تیسرے علی بناء المفعول از باب ضرب یضرب یہاں اس سے مراد ہٹانا اور ازالہ کرنا ہے ای ینقطع الوحی او الملک۔

وقد وعیتُ یہ جملہ حالیہ ہے۔ کیونکہ باری تعالے نے لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (الآیۃ) کے ذریعہ اس کا تکفل فرما لیا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سب کچھ یاد ہو جاتا تھا اور تمام کیفیت راسخہ ہو جاتی تھی۔ اور جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی اس وقت آپؐ کو عالم لاہوت میں لایا جاتا تھا۔ سماء دنیا سے مرکز عالم تک عالم ناسوت ہے۔ سماء دنیا سے فلک الافلاک تک عالم ملکوت ہے اور فلک الافلاک سے اوپر عرش وکرسی تک عالم جبروت کہلاتا ہے۔ جس میں مجردات ہوتے ہیں۔ اور اس سے اوپر عالم لاہوت ہے چونکہ ہمارے ارواح بوجہ کثافت کے ان عوالم کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ البتہ جن حضرات کے ارواح لطیفہ ہیں ان کو عالم امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہ وہ عالم ہے جس کو لفظ کن سے پیدا کیا گیا۔ اسے صوفیاء کرام عالم جبروت کہتے ہیں۔ اور عالم لاہوت کسی کے امر اور خلق سے پیدا شدہ نہیں۔ اس لئے ان جمیع عوالم کی سیر کرانے کے بعد آپؐ پر وحی نازل کی گئی۔

واحیانا یتمثل لی الملک رجلاً یہ رجلاً روایات کے اندر نصب ہی ساتھ آتا ہے مگر وجہ نصب کیا ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ مفعول مطلق ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ یتمثل لی الملک تمثل رجل مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا اعراب دے کر مضاف کے قائم مقام بنا دیا۔ اور بعض اسے منصوب بنزع الخافض فرماتے ہیں یعنی یتمثل لی الملک برجل بعض اسے حال قرار دیتے ہیں اور تقدیر عبارت یوں بیان فرماتے ہیں۔ یتمثل لی الملک حال کونہ رجلاً۔ علماء نے لکھا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اکثر حضرت دحیہؓ کلبی کی شکل میں آیا کرتے تھے۔ حسن ظاہری کی بنا پر کیونکہ حضرت دحیہؓ بہت حسین وجمیل تھے۔

قالت عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ یہاں سے حضرت عائشہؓ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد وھو اشد علیّ کی توضیح اور تبیین فرما رہی ہیں۔ کہ وہ نوع اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی سخت گذرتی تھی کہ سخت سردی کے زمانہ میں بھی آپؐ پسینہ پسینہ ہو جایا کرتے تھے۔ یتفصّد عرقاً ای یسیل عرقاً یہ مبالغہ کے لئے ہے۔ اس حدیث میں وحی کی اقسام میں سے صرف دو کا بیان ہوا۔ ایک نوع اعلیٰ اشد ہے اس کو مثل صلصلۃ الجرس سے بیان فرمایا دوسری نوع بکثرت واقع ہوتی تھی اس کو یتمثل الخ سے بیان فرمایا۔ اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ مبادی وحی کی کیفیات میں سے یہ بھی ہے کہ سخت سردی کے اندر آپؐ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ یہ معنی مطابقی کے طور پر ہے۔

اور اصل یہ ہے کہ جو چیز انسان خود اختیار کرے اس میں مشقت اور یہ کیفیات نہیں ہوا کرتیں۔ اگر وحی کے آنے میں آپؐ کا کسی قسم کا تصنع ہوتا تو یہ کیفیات طاری نہ ہوتیں۔ معلوم ہوا کہ اس میں آپؐ کا کوئی تصرف نہیں کفار کا کہنا غلط ہے کہ غیر اللہ کی جانب سے ہے۔ اگر غیر اللہ کا دخل ہوتا تو یہ صداقت اور عالمی ہمدردیاں نہ ہوتیں واضح ہوا کہ وحی ایک ذی عظمت چیز ہے جس کی معصومیت اور جس کا قابلِ اعتماد ہونا یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ مناسبت بالکل ظاہر ہے۔ کہ اس روایت میں وحی کا ذکر ہے۔

۳۔ **حدثنا** یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّھَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْیِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ فِی النَّوْمِ فَکَانَ لَا یَرٰی رُؤْیَا اِلَّا جَآءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ وَکَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَآءٍ فَیَتَحَنَّثُ فِیْہِ وَھُوَ التَّعَبُّدُ اللَّیَالِیَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ یَّنْزِعَ اِلٰی اَھْلِہٖ وَیَتَزَوَّدُ لِذٰلِکَ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی خَدِیْجَۃَ فَیَتَزَوَّدُ لِمِثْلِھَا حَتّٰی جَآءَہُ الْحَقُّ وَھُوَ فِیْ غَارِ حِرَآءٍ فَجَآءَہُ الْمَلَکُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ فَقُلْتُ مَآ اَنَا بِقَارِئٍ فَقَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَھْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِی الثَّانِیَۃَ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَھْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَآ اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِی الثَّالِثَۃَ ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ فَرَجَعَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْجُفُ

فُؤَادُهٗ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ
عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ
خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ
وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ
حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى ابْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ وَ
كَانَ امْرَاً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِيْلِ
بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ
يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰى فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ
الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ
قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُّدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا ثُمَّ
لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ
فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهٖ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ
بَصَرِيْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَآءَنِيْ بِحِرَآءٍ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ
قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ فَحَمِيَ الْوَحْيُ
وَتَتَابَعَ تَابَعَهٗ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ بَوَادِرُهٗ۔

ترجمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ پہلے پہل جو آنحضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی ابتداء ہوئی۔ وہ نیند میں سچے خواب تھے تو جب بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کوئی خواب دیکھتے تھے وہ صبح پھٹنے کی طرح روشن آتا تھا۔ پھر اور آپ کو خلوت مرغوب ہوئی۔
چنانچہ آپ غار حرا میں خلوت گزین ہو کر عبادت کرتے تھے تحنث کے معنی عبادت کرنے کے ہیں۔

اپنے اہل وعیال کے ہاں لوٹنے سے پہلے کئی کئی راتیں مسلسل عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور ان دنوں کے لئے آپ اپنا خرچہ خوراک (توشہ) ہمراہ لے جاتے تھے جب وہ ختم ہو جاتا تو پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آ کر لے جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اسی غارِ حرا میں ہی وحی آئی۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ آپؐ کے پاس فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ پڑھیئے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں تو اس نے مجھے پکڑ کر خوب بھینچا یہاں تک کہ مجھے اس سے مشقت پہنچی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ پڑھو میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس نے پکڑ کر دوسری مرتبہ مجھے بھینچا یہاں تک کہ مجھے مشقت تکلیف پہنچی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا پھر کہا کہ پڑھو میں نے اسی طرح کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں تو پھر اس نے مجھے تیسری دفعہ پکڑ کر بھینچا پھر چھوڑ دیا۔ اور کہا (ترجمہ) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو تمہارا رب بڑا عزت والا ہے۔ آپؐ ان آیات کو لے کر اس حال میں گھر واپس آئے کہ آپ کا دل کانپتا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے چادر اڑھا دو۔ مجھے چادر اڑھا دو انہوں نے چادر اڑھا دی۔ یہاں تک کہ آپ سے وہ خوف جاتا رہا۔ جس کی وجہ سے دل کانپ رہا تھا۔ پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سارے واقعہ کی خبر دی اور فرمایا مجھے تو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا جس پر حضرت خدیجہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کہ (جن بھوت کے سپرد کر دے) کیونکہ آپؐ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کے قرضے کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ معدوم المال مفلس وقلاش کو کمائی والا بنا دیتے ہیں یا مفلسوں کے لئے کمائی کرتے ہیں۔ اور مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حق کے مصائب میں آپؐ لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ اس تسلی دینے کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا۔ اور عبرانی کتاب لکھتا تھا چنانچہ انجیل مقدس میں عبرانی زبان میں اللہ تعالےٰ جو چاہتا وہ لکھتا تھا۔ اور اب وہ بہت بوڑھا ہو کر نابینا ہو گیا تھا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ میرے چچا کے بیٹے اور اپنے بھتیجے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنو انہوں نے کیا دیکھا تو ورقہ نے کہا بھتیجے بتاؤ تم نے کیا دیکھا آپؐ نے جو کچھ دیکھا تھا ورقہ کو سب کچھ سے خبردار کر دیا۔ جس پر ورقہ نے کہا یہ تو

وہ فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ وحی دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا کاش میں آپؐ کی اعلان نبوت کے دور میں نوجوان ہوتا کاش میں زندہ ہوتا جب کہ آپؐ کی قوم آپؐ کو وطن سے نکال دے گی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ مجھے نکالنے والے ہوں گے۔ اس نے کہا ہاں! کیوں کہ جو شریعت آپؐ لے کر آئے ہیں جو نبی بھی ایسی وحی لے کر آیا ہے اس کی قوم نے اس سے دشمنی کی ہے۔ اگر مجھے آپؐ کی نبوت کے ظہور کا زمانہ مل گیا۔ تو میں آپؐ کی بھرپور مدد کروں گا۔ لیکن ورقہ زیادہ عرصہ نہ رہ سکا کہ اس کی وفات ہو گئی ادھر آپؐ کی وحی بھی منقطع ہو گئی۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت جابرؓ بن عبد اللہ انصاری فترۃ وحی کے بارے میں بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چل رہا تھا کہ آسمان سے میں نے ایک آواز سنی۔ میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا وہ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے جس کی وجہ سے میں گھبرا گیا اور گھر واپس آگیا گھر والوں سے کہا مجھ پر چادر ڈالو جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یَآ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ الآیۃ۔ اے کملی اوڑھنے والے اٹھو اور قوم کو ڈراؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھو اور بتوں کو چھوڑ دو پھر وحی کثرت سے اور مسلسل آنے لگی اس روایت کی موافقت عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح اور ہلال بن رداد نے زہری سے روایت کی اور یونس اور معمر نے فوادہ کی بجائے بوادرہ کہا یعنی آپ کے گوشت کا وہ ٹکڑا کانپنے لگا جو کندھے اور گردن کے درمیان ہوتا ہے۔

تشریح اس روایت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور قول کے مطابق چھ سال کی عمر میں ہوئی۔ خواہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہو یا ہجرت والے سال بہر حال اس وقت حضرت عائشہؓ پیدا کہاں ہوئی تھیں۔ جو یہ حدیث بیان کر رہی ہے۔ جواب یہ ہے کہ بعد براہِ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو گا یا حضرات صحابہ کرام سے سن کر یہ فرما رہی ہیں۔ پہلی صورت میں حدیث متصل ہو گی اور دوسری صورت میں اسے مرسلاتِ صحابہ کرام میں سے شمار کیا جائے گا۔ اور مرسلاتِ صحابہ ہمارے نزدیک حجت ہیں۔

الرؤیا الصالحۃ ای الصادقۃ معلوم ہو چکا ہے کہ وحی کی چھیالیس قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک رویا صالحہ بھی ہے۔ چونکہ نصوص سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام کے خواب وحی میں داخل ہیں لہٰذا کہا جائے گا کہ یہ نوع اوّل ہے جو پہلے سے شروع ہو گئی تھی اور دوسری نوع وحی کی غار حرا سے شروع ہوئی یا یوں کہا جائے کہ رویا صالحہ کی حیثیت مقدمہ کی سی ہے اور حقیقی وحی وہ ہے جو غار حرا سے شروع ہوئی۔

الاجاءت مثل فلق الصبح یعنی وحی میں ایسی جزئیات معلوم ہوں جیسے کہ زمانہ سابقہ میں اس طرح واقع ہوئی ہوں، یا آئندہ اس کے مطابق واقع ہوں۔ اس کی تائید فلق صبح کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ جبکہ کمال روشنی ہوتی ہے۔ التباس کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر اس سچی بات کو جس میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے ضوءِ صبح۔ فلق صبح سے تعبیر کرتے ہیں۔ فلق کے معنی چیرنے کے آتے ہیں۔ چونکہ ضوء بھی تاریکی کو چیرتی ہے۔ اس لئے روشنی کے ظاہر ہونے کو فلق کہتے ہیں۔ یا اس بنا پر تشبیہ ہے کہ اصل میں تمام عالم مظلم ہے۔ اور آفتاب اس کی ظلمت کو چیرتا ہے۔ جیسے اصل میں تمام عالم بارد ہے۔ آفتاب کے ذریعہ اس میں حرارت پہنچتی ہے۔ تو ضوء کو اوّل معنی میں مجازاً فالق کہا گیا اور دوسرے معنی میں شمس حقیقتہً فالق ہوا۔ اور دوسرے معنی رؤیا صالحہ کے یہ ہیں کہ وہ خواب جس میں صلاح اور خیریت پائی جاتی ہو۔ خواہ وہ کسی قسم کی خیریت ہو۔ جیسے انبیاء، ملائکہ یا اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا اسی لئے فرمایا گیا۔ رؤیا صالحہ نبوت کے چھیالیسویں اجزا میں سے ہے۔ اس کے اندر معنی عام مراد لئے جاتے ہیں۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّلاً رؤیا صالحہ سے واسطہ پڑا اور بعض شراح تجزیہ نبوت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ نبوت کی مدت تیئس سال ہے۔ جس کی چھیالیس[۴۶] ششماہیاں ہوتی ہیں۔ اور رؤیا صالحہ چھ ماہ آتے رہے۔ مگر محققین فرماتے ہیں کہ تجزیہ نبوت حروف مقطعات کی طرح متشابہ ہے۔ الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدا سے ہی آثار نبوت تھے۔ اور خوارقِ عادت اہراثات صادر ہوتی تھیں مگر وحی قبل از نبوت نہ پہلے کسی نبی پر ہوئی اور نہ آپ پر ہوئی۔ البتہ شق صدر بچپن اور جوانی میں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہرقل نے ابو سفیان سے پوچھا کہ کبھی تم نے آپ کو متہم بالکذب بھی پایا ہے۔ یہ سوال ۶ھ میں کیا جا رہا ہے۔ اس مدت میں قریش کو کوئی جھوٹ معلوم نہیں ہوا۔ بلکہ کفار مکہ نے صفا پہاڑی والے خطاب میں کہا تھا۔

مَا جَرَّبْنَاكَ كَذِبًا قط کہ ہم نے کبھی آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔ تو افعال حسنہ اور اخلاق حمیدہ یہ امور آپ میں ابتدا سے ہی موجود تھے۔ پھر ان میں ترقی ہوتی گئی۔ اس لئے اس جگہ اوّل ما بدیٔ بہ کے ساتھ من الوحی کہا گیا۔ کیونکہ یہ عالم غیب کا تعلق ہے۔ اوّلاً عالم ظاہر کی چیزیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم غیب کی اشیاء کو عادت الٰہی کے مطابق تدریجی طور پر منکشف کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو رب اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ وہ تدریجاً تربیت کرتے ہیں۔ تو علوم عالیہ اور عالم کلیات سے پہلے جزئیات بتلائے گئے تاکہ مناسبت پیدا ہو۔ فی النوم جار مجرور رؤیا کے متعلق ہے۔ قالہ شیخ مدنیؒ حضرت شیخ زکریا مرحوم فرماتے ہیں کہ جیسے خواب دیکھتے تھے ویسے ہی پیش آتا تھا۔ چونکہ ان رؤیا صالحہ کی وجہ سے ایک جلاء باطنی اور ایک نور پیدا ہو گیا تھا اس لئے دنیا کی کدورتوں سے طبیعت متنفر ہو گئی تھی پھر کیا تھا وہ ہوا جو آگے آرہا ہے کہ خلوت سے محبت ہو گئی۔ ثم حبب الیہ الخلاء صوفیاء کا کہنا ہے کہ جب ذکر کے آثار شروع ہوتے ہیں تو آدمی کو خلوت بہت پسند ہوتی ہے۔ اس کا ماخذ حدیث پاک کا یہی جملہ ہے۔

شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کان یخلو بغار حراء کی وجہ یہ ہے کہ بعد میں کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو۔ کہ یہ باتیں جو آپؐ بتلا رہے ہیں کوئی دوسرا آدمی آپؐ کو بتلاتا ہے۔ اس لئے میل جول کو ترک کرایا گیا۔ دوسرے یہ کہ عالم غیب کی طرف آپؐ کو متوجہ کرنا ہے۔ اور قاعدہ کہ ان النفس لا تتوجہ الی شیئین فی آن واحد کہ نفس انسانی بیک وقت دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا عاشق جب اپنے معشوق کی توجہ کسی دوسرے کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تو معشوق حقیقی کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جن امور کو آپؐ پر ظاہر کرنا ہے۔ ان کا القاء تنہائی میں ہونا چاہیئے۔ لوگوں کے سامنے ان کا القاء مناسب نہیں تھا۔ اس لئے وحشت ڈالی گئی۔ بعض حضرات تو خود ہی باری تعالیٰ کا تقرب تلاش کرتے ہیں۔ اور بعض کے لئے اُدھر سے منظوری ہوتی ہے اور ادھر سے جذبیت ہوتی ہے۔ اس لئے علائق منقطع کئے گئے۔

حراء کا لفظ ممدودہ غیر منصرف ہے بتاویل بقعہ کہ بقعہ کا علم ہے۔ اور منصرف بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہ غار مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ تحنث حنث سے ماخوذ ہے۔ باب تفعل میں تا کبھی سلب کے لئے ہوتا ہے۔ حنث کے معنی گناہ کے ہیں۔ اور ازالہ حنث کے لازمی معنی

تعبد کے ہیں جیسے تہجد میں تأسلب کے لئے ہے۔ وھو التعبد یہ کلام مدرج ہے۔ کہ ایک کلام روایت میں سے تو نہ ہو۔ مگر راوی روایت کرتے وقت اس کو بیان کر دے۔ اللیالی تحنث کے متعلق ہے۔ تعبد کے متعلق نہیں ورنہ معنی فاسد ہو جائیں گے۔

ذوات العدد کبھی تو عدد کا ذکر کرنا تکثیر کے لئے ہوتا ہے اور کبھی تقلیل کے لئے۔ جیسے دراھم معدودہ ایام معدودات۔ ذوات العدد سے ظاہر یہ ہے۔ کہ وہ راتیں تھوڑی تھیں اکثر آپؐ وہاں دن میں رہتے تھے۔ مگر مابعد کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صرف لیالی میں عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ ایام میں بھی کرتے تھے تو الایام مع لیالیھن کے الفاظ محذوف ماننے پڑیں گے۔ یا لیالی سے مجرد وقت مراد لیا جائے اسے زماناً قلیلاً بہر حال ہر دو تقدیر پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ لفظ کیوں حذف کیا گیا۔ یا دوسری تقدیر پر زماناً کو کیوں نہ لایا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ رات کو اپنے گھروں کو واپس آجاتے ہیں۔ دن میں ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں۔ ایسا شخص تو جنگلات اور اندھیرے میں رہ سکتا ہے۔ جس پر جذبہ اور شوق کا غلبہ ہو۔ عقل کے غلبہ کی صورت میں وحشت پیدا ہوتی ہے۔ تو بتلانا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی وحشت سے نہیں گھبراتے تھے۔ اور دن کو تو وہاں رہتے ہی تھے۔ اور ذوات العدد کا لفظ ممکن ہے تکثیر کے لئے ہو۔ اگر بہت آدمی ہوں تو گننے کی نوبت آتی ہے تھوڑے آدمیوں کو گننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو اس سے اربعینات مراد ہو سکتے ہیں اور اس سے زائد بھی۔ چالیس روز تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر رہنا پڑا۔ کتاب اللہ لینی تھی۔ اس کے لئے انقطاع کی ضرورت تھی۔ نیز! کوہِ طور پر تیس دن رہے۔ مگر اس میں بعض چیزوں پر مواخذہ ہوا یعنی مسواک پر۔ جس کی وجہ سے چالیس دن تک ٹھہرنا پڑا۔ خلاصہ یہ ہے کہ چالیس کے عدد کو اخلاق و اطوار میں خصوصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منی کا قطرہ خون اور مضغہ و علقہ وغیرہ چالیس چالیس دن میں بنتے ہیں۔ صوفیائے کرام نے ریاضات کے لئے چلّہ کشی کو اسی سے ثابت کیا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی قابلیت اس کو تقاضا نہیں کرتی۔ کہ اتنی مدت انتظار کیا جائے۔ مگر ہم کو تعلیم دینے کے لئے ایسے کیا گیا۔

یتحنث اور بعض روایات میں یتحنف کے الفاظ ہیں۔ تحنف کا معنی ہے ملۃ حنفیہ پر عمل کرنا اور ملۃ حنفیہ سے ملۃ ابراہیمیہ مراد ہے۔ جن نسخوں میں تحنث ہے اس کو تحنف سے متبدل

کہتے ہیں۔ بہرحال یہ معلوم ہوا کہ آپؐ غارِ حرا میں کھانے پینے اور کھیل کود میں وقت نہیں گزارتے تھے۔ بلکہ عبادت الٰہی کرتے تھے اور اس کا طریقہ طریقہ ابراہیمی تھا۔ اگرچہ بالکل ملۃ ابراہیمی نہیں تھی مگر اکثر اس کی چیزیں باقی تھیں۔ مولانا شیخ زکریا مرحوم فرماتے ہیں یہ نیچری اور مودودی کے لوگ خانقاہوں میں بیٹھنے کو شریعت کے خلاف اور چلّہ کشی کو لا رہبانیۃ فی الاسلام کے خلاف سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ بھلا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت کی ضرورت پیش آئی جن کا سینۂ اطہر بالکل صاف تھا تو ہم بے چارے کیا ہیں اور ہماری کیا حیثیت ہے۔ اور یہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غلوت میں نبوت کے ملنے سے قبل ہی بیٹھا کرتے تھے بلکہ نبوت ملنے کے بعد آپؐ کا خلوتوں میں رہنا اور جنگلوں میں قیام فرمانا ثابت ہے۔ اور دلیل اس کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد کی باب الہجرت میں مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اونٹنی دی اور فرمایا کہ اس پہ سامان وغیرہ باندھ دو۔ اور پھر آپؐ جنگل میں دو۔ دو تین تین دن کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چونکہ اس سے تبتل (تنہائی) حاصل ہوتا ہے۔ اور اختلاط سے جو اثر دل پہ پڑتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا تھانویؒ نے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کو لکھا تھا کہ جی چاہتا ہے خلوت اختیار کروں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ "ہمارے اکابر کا طریقہ نہیں ہے" اس جواب سے یہ سمجھ لینا کہ تبتل اختیار کرنا اکابر کا طریقہ نہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ حضرت گنگوہیؒ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ بالکلیہ تبتل اختیار کرے مدارس اور خوانق کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ ہمارے سلف کا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ ظاہر شریعت پہ رہتے ہوئے عوائق دنیا سے اپنے قلب کو فارغ کرنے کے لئے خلوت اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ اپنی متعدد تصانیف میں مختلف عبارات کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ چند چیزیں ایسی ہیں جن پہ مجھے مجبور کیا گیا۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ میرا جی چاہتا تھا کہ کسی کی تقلید نہ کروں اس پہ مجھے مجبور کیا گیا کہ تقلید تو کرنی پڑے گی۔ چاہے کسی کی کرو۔ چونکہ شاہ صاحب کو خلافِ طبع تقلید پہ مجبور کیا گیا۔ اسی وجہ سے کہیں کہیں ان کی زبان سے خلافِ تقلید بات نکل جاتی ہے۔ مگر چونکہ اجبار ہے اس لئے جلدی سنبھل جاتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ دیتے کہ ہندوستان میں بلا تقلید حنفیہ چارہ نہیں ہے۔ نیز! فرماتے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ توکل اختیار کروں ترک اسباب کے ساتھ اسی طرح میرا جی چاہتا تھا کہ حضرت علیؓ کی افضلیت کا قائل ہو جاؤں۔ کیونکہ وہ بچپن میں اسلام لائے۔ اور اسلام کے اندر ان کا نشو و نما ہوا۔

اس کے علاوہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت میں اتنے قریب ہیں کہ چچا زاد بھائی ہیں۔ اور صوفیاء کرام کے سارے سلاسل تقریباً انہی سے ملتے ہیں۔ بخلاف حضرات شیخین کے کہ ان کی زندگی ایک حصّہ کفر میں گزرا ہے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں بھی اتنے قریب نہیں۔ لیکن مجھے اس پر مجبور کیا گیا کہ میں حضرات شیخین کی نفیلت کا قائل ہوں۔ جب میں نے وجہ دریافت کی تو بتلایا گیا۔ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے میری ظاہری شریعت کا تحفظ ہے۔ اور حضرت علیؓ سے باطن شریعت کا۔ اور ظاہر باطن پر مقدم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہر شریعت کے جو کام ہیں۔ ان کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اور یہی مطلب حضرت گنگوہیؒ کے فرمان کا بھی ہے کہ ظاہر شریعت کے پابند بنے رہو۔ یہ نہیں کہ درس و افتاء چھوڑ کر بالکل گوشہ نشین بن جاؤ۔ بہرحال میرا خیال یہ ہے کہ بزرگوں کا یہ چلّہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ اصل ماخذ تو قرآن شریف کی آیت۔ واذ واعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممنٰہا بعشر ہے۔ کیونکہ اس آیت موسیٰ علیہ السلام کو بھی چلّہ گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور دوسرا ماخذ کتاب القدر کی وہ روایت ہے جس میں آتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن منی کا قطرہ نطفہ کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر چالیس دن علقہ اور پھر چالیس دن بعد مضغہ بنتا ہے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اربعینہ کو احوال کے تغیر میں بہت دخل ہے۔ اور میرا تو یہ بھی خیال ہے کہ تبلیغ والوں کے یہ تین چلّے اسی حدیث سے ماخوذ ہیں۔ کہ اس میں بچہ تیار ہو جاتا ہے اور علماء کے لئے سات چلّے اس کے نشوونما کی دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ملّت ابراہیمی کے مطابق ہوتی تھی یا بذریعہ خواب طریقہ عبادت تعلیم کیا گیا تھا یا عبادت سے مقصود اللہ کا ذکر اور اس سے تعلق قائم کرنا تھا۔ ہر فطرت سلیمہ اس کا تقاضا کرتی ہے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زائد سلیم الفطرت ہیں۔ تو اس کے مقتضیٰ پر کہ اقرار ربوبیۃ و وحدانیۃ اقدس ہے عمل کریں گے اِسی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ کسی کے پاس دعوتِ اسلام نہ پہنچی ہو لیکن پھر بھی اس کے لئے وحدانیت کا اقرار و اعتراف ضروری ہے۔

حتی جاءہ الحق یہ غایت محذوف کی ہے۔ ای لم یزل ھکذا حتی جاءہ الحق ای الوحی یا مضاف محذوف ہے۔ ای رسول الحق وھو جبرائیل علیہ السلام یا رحمۃ الحق و فضل الحق کے معنی ہیں۔ فجاءہ الملک یہ ماقبل کی تفسیر ہے۔ الملک میں الف لام عہد خارجی

کا ہے۔ اس سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

قبل ان ینزع الی اھلہ بعض روایات میں ہے کہ کبھی کبھی ایک ماہ تک نہیں لوٹتے تھے۔ چنانچہ مسلم میں ہے۔ جاورتُ بحراء شھراً۔

فقال اقراء یہاں یہ اشکال ہے کہ جب فرشتے کو معلوم تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاری نہیں ہیں اور پڑھے لکھے نہیں تو فرشتے نے قرآت کا حکم کیسے دے دیا۔ یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تکلیف مالا یطاق نہیں بلکہ پڑھانے کی ابتدا ہے۔ جیسے کوئی استاد چھوٹے بچے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ منا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لے۔ پیارے بسم اللہ کہہ دے۔ تو یہاں بھی جبرائیل علیہ السلام نے قرآت کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ تعلیم قرآت کا حکم دیا ہے۔ لیکن حضورؐ نے ظاہر الفاظ سے یہ سمجھا کہ مجھے قرآت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اسی لئے جواباً ما انا بقاری فرما دیا۔

حتی بلغ منی الجھد جَہد بمعنی مشقت اور تکلیف اور جُہد بضم الجیم طاقت اور وسعۃ الجھد فاعل اور مفعول دونوں ہو سکتا ہے۔ حتی بلغ منی الجھد مبلغہ یا مفعول ہے یعنی یا تو میں مشقت میں پڑ گیا۔ یا حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی تمام طاقت صرف کر کے مشقت میں پڑ گئے۔ یا بلغ کا فاعل غطّ ہے۔ یعنی دبانا نہایت زور کا ہوا۔ تو رفع کی صورت میں مطلب یہ ہو گا۔ کہ مجھ کو انتہائی تکلیف ہوئی۔ کیونکہ وہ فرشتے تھے اور حضور بشر تھے۔ اور نصب کی صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ جبرائیل علیہ السلام میری طرف سے تکلیف کو پہنچ گئے۔ یعنی انہوں نے مجھے اس زور سے بھینچا کہ خود پسینہ پسینہ ہو گئے۔

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب ایک آن میں پوری قوم لوط کی بستی کو الٹ دیں تو جب وہ مشقت کو پہنچیں گے اور حضورؐ کو دبائیں گے تو حضورؐ زندہ کیسے رہیں گے۔ جواب یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اس وقت آدمی کی شکل میں تھے اور قاعدہ ہے کہ آدمی کی زی میں ہونے کی وجہ سے ان کے آثار بھی ان میں آجائیں گے۔ تو اب جبرائیل علیہ السلام میں صرف انسانی طاقت رہ گئی تھی۔ اسی نوع سے حضرت موسیٰؑ کا حضرت عزرائیلؑ کا تھپڑ مار کر آنکھ نکال دینا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دبانا اور پھر اقرأ کہنا اس سے کس چیز کی قرأۃ کا حکم ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سیر کی روایات میں ہے جو اگرچہ قوی نہیں ہیں مگر ان میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک حریر (ریشم) کا قطعہ لے کر آئے تھے جس میں یہ آیات لکھی ہوئی تھیں اس کو پیش کیا تھا جس پر آپؐ نے فرمایا وما انا بقاری۔

یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول ہے۔ مگر دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اگرچہ اقرأ فعل متعدی ہے۔ مگر کبھی اس کو بمنزل لازم کے لیا جاتا ہے۔ اور فعل کا ایجاد مراد ہوتا ہے۔ جیسے ان یس ی ھبصص و یسمع ۔ تیرے دشمن کا سا سودا تو نہ دیکھا نہ سنا ر چاہتا ہے کہ کوئی دیکھنے والا بھی نہ ہو۔ تو اقرأ بمعنی اوجد القرآۃ کے ہوگا۔ جب کہ مقرؤ کوئی چیز نہ ہو۔ لیکن دونوں تقدیر پر ایک امی کو تکلیف مالا یطاق دینے کا اشکال باقی رہے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام تلقین کرتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تکلیف مالا یطاق تو وہ ہوتی ہے کہ نفس انسان میں طاقت نہ ہو۔ اور ایک چیز یہ ہے کہ اس طاقت کا اس کو علم نہ ہو۔ ایسے آپؐ کو اپنی طاقت کا علم نہ تھا۔ جیسے مولانا رومؒ نے ایک شیر کے بچے کا واقعہ لکھا ہے جو بکریوں میں رہ کر اپنی طاقت بھول گیا تھا۔ اس طرح نفوس قدسیہ کی حالت اور ہے۔ ان کے ہاں تو نظریات بھی بدیہات ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض نے انبیاء علیہم السلام کو اور ہی دوسری صنف قرار دیا ہے ۔

ودھری ناس ناس صفا۔ وان کانت لھم جیب عظام۔

وما انا منھم بالعیش فیھم ۔ ولکن معدن ذھب رغام۔

یعنی جیسے سونا کیچڑ میں پایا جاتا ہے۔ ایسے میں بھی ان میں پایا جاتا ہوں۔ یہی حال انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ کہ ہم میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ میں قاری نہیں ہوں اس غلط فہمی کو زائل کرنا ہے۔ اور اس طاقت کو دکھلانا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جو چیز ذہن میں راسخ ہو جائے اُسے آہستہ آہستہ زائل کیا جاتا ہے۔ چونکہ آپؐ نے چالیس برس لوگوں میں پرورش پائی۔ تو ایسے ہی خیالات پیدا ہوئے اس لئے ان کو زائل کیا گیا۔ اور اس کے مانجھنے کے لئے بلکہ زنگ دور کرنے کے لئے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس لئے تین دفعہ دبایا گیا اور اسی وہم کو زائل کیا گیا۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ کاملوں کے نفوس سے ناقصوں کے نفوس پر اثر ڈالا جاتا ہے اہل تصوف اسے توجہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ توجہ کی کئی اقسام ہیں۔ مشائخ نقشبندیہ حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں۔ اور طالب کے قلب کی طرف خیال کرتے ہیں۔ مشائخ قادریہ اور چشتیہ کا اور طریقہ ہے۔ غرضیکہ اس طریقہ کا نام توجہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مریدوں کے قلوب کی نجاسات کو دور کرنے میں مرشد کو اس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ جس قدر ماں کو بچے کے چیتھڑے دھونے میں تکلیف

ہوتی ہے۔ بہرحال یہ توجہ وہی ہے جیسے "وَیُزَکِّیْہِمْ" فرمایا گیا۔ یعنی اپنی قوت روحانی سے قلوب حاضرین کی کثافتوں کو دور کرتے ہیں۔

توجہ کی چار قسمیں ہیں (۱) انعکاسی (۲) القائی (۳) اصلاحی (۴) اتحادی۔

۱۔ انعکاسی توجہ یہ ہے کہ شیخ کی مجلس میں بیٹھے۔ شیخ کا قلب صاف ہے اور انوار کا مجمع ہے اس کی مجلس میں بیٹھنے سے قلوب الناس پر اس کا اثر پڑے گا اور اس کی وجہ سے غفلت دور ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اور مومنین کی شان میں فرماتے ہیں۔ اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللہ۔ یہ کمزور توجہ ہے۔ جیسے کوئی عطر لگا کر بیٹھے۔

۲۔ توجہ القائی کی صورت یہ ہے کہ ریاضات میں مشغول ہو۔ ذکر اللہ کی تیاری کی مرشد نے اس میں ایک دیا سلائی لگا دی۔ جیسے بتی پہلے روشن نہیں تھی دیا سلائی لگانے سے جلتی رہے گی۔ توجب اپنی طرف سے تیاری ہو۔ فیض باقی رہے گا۔ لیکن اس میں دو نقصان ہیں۔ ایک تو یہ کہ مثلاً کوئی چراغ لئے جا رہا ہو۔ اور سخت آندھی چل پڑے تو چراغ بجھ جائے گا۔ چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ایک جوگی کو دیکھا کہ اپنے شاگردوں پر توجہ ڈال رہا ہے۔ تو یہ مقابلے کے لئے بیٹھ گیا تو چاروں طرف ظلمت چھا گئی پھر شیخ کے پاس آئے شیخ نے کہا کہ تم گئے کیوں! اب میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ اور شہر کے ایک شیخ کے متعلق کہا جو رستی بٹ رہے تھے۔ اس بٹنے سے ان کی ظلمات چلی گئیں۔

۳۔ توجہ اصلاحی یہ ہے کہ جو کدورات ہیں ان کو بھی دور کیا جائے اور مجاری سے کدورات دور کر کے ان سب کے اندر روشنی بھر دی جائے۔ یہی تزکیہ ہے۔ کہ اس میں پوری اصلاح کی گئی۔ مگر فائدہ بمقدار ظرف ہوگا۔ جس قدر قابلیت ظرف میں ہوگی اسی قدر فائدہ بھی ہوگا۔

۴۔ توجہ اتحادی یہ ہے کہ کامل اپنی روح کو ناقص کی روح سے متحد کر دے جیسے دودھ کو پانی سے ملایا جائے تو جب متحد بن جائے گا۔ تو جو کیفیت کامل کی تھی وہی ناقص کی ہو جائے گی۔ یہ سب سے قوی ہے۔ اس کا نہ ہر شخص مالک ہے اور نہ ہر وقت ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا واقعہ ہے۔ کہ ان کے گھر مہمانوں کے کھلانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ پاس والے نانبائی نے رحم کھایا اور عمدہ کھانا کھلا دیا۔ اس پر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ اس نے کہا مجھے اپنا سا بنا دو۔ آپ نے فرمایا تم سے اس کا تحمل نہیں ہو سکے گا۔ اس نے کہا کہ پھر نہیں دینا چاہیئے۔ آخر حجرہ میں

لے گئے توجہ اتحادی فرمائی۔ باہر نکلے تو دونوں ایک جیسے تھے۔ فرق اتنا تھا کہ خواجہ صاحب کی حالت اطمینانی تھی اور ان کی اضطراری۔ تین دن کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔

حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید تفصیل فرماتے ہیں۔ فغطنی الثالثۃ اس حدیث کے اندر یہ لفظ تین مرتبہ آیا ہے۔ اس سے علماءِ ظاہر نے استدلال کیا کہ استاذ کو تین مرتبہ شاگرد کو متنبہ کرنے کا اختیار اور حق ہے۔ کیونکہ اس وقت جبرائیل علیہ السلام معلم تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متعلم تھے۔ اگر یہ سوال ہو کہ جبرائیل علیہ السلام آپؐ کے استاذ کیسے ہوگئے۔ تو کہا جائے گا کہ ان کا پڑھانا قبل از نبوت تھا۔ اور پڑھتے پڑھتے حضورؐ کا مرتبہ بلند ہوگیا۔ اور بعض مرتبہ شاگرد استاذ سے فوقیت لے جاتا ہے۔

ان غطات ثلاثہ کے متعلق علماءِ باطن یہ فرماتے ہیں۔ کہ غطہ اولیٰ اس واسطے تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپؐ سے اقرأ فرمایا آپؐ نے ما انا بقاری فرمایا۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا کہ عوائق بشریہ مانع ہو رہے ہیں۔ ان سے فارغ کرنے کے لئے ایک مرتبہ بھینچا اور دوبارہ تحصیل ملکیت کے لئے بھینچا تیسری بار اتحاد بالملکیۃ حاصل ہونے کے واسطے بھینچا۔ اتحاد بالملکیۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں ذکر فرماتے ہیں۔ کہ مشائخ جو مریدین پر توجہ ڈالتے ہیں وہ چار قسم ہے۔ سب سے پہلی قسم انعکاسی ہے جو سب سے ضعیف ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فی نفسہ مرید میں کچھ نہیں ہوتا۔ شیخ کے پاس بیٹھنے سے شیخ کا عکس اس کے قلب پر پڑتا ہے۔ مجاہدہ اور مشائخ کی صحبت سے قلب کے اندر ایک صفائی پیدا ہوجاتی ہے۔ جس سے وہ مثل آئینہ کے ہوجاتا ہے۔ اور اس کے اندر اشیاء منعکس ہونے لگتی ہیں۔ اور اس کے دل کے اندر اثر پڑتا ہے۔ یہ نسبت سب سے ادنیٰ درجہ کی ہے۔ کیونکہ اس کی بقاء اس وقت تک ہے جب تک شیخ کی مجلس میں رہے۔ اور جب وہاں سے دور ہوگا وہ نسبت بھی ختم ہوجائے گی۔ جیسے آئینہ جب تک سامنے ہے۔ اس کے اندر عکس موجود رہے گا اور جب سامنے سے ہٹ جائے گا تو عکس بھی ختم ہوجائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نسبت پختہ نہیں ہوئی اس نسبت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عطر فروش کے پاس رہتا ہو۔ تو جب تک وہ اس کے پاس رہے اس کا دماغ عطر سے معطر ہوتا رہے گا۔ جب وہاں سے اٹھے گا تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا۔

دوسری نسبت جو اس سے اونچی ہے اس کا نام القائی ہے۔ کیونکہ یہاں شیخ اپنی نسبت کو مرید

کی طرف القا کرتا ہے۔ اور اپنے انوارِ باطنہ اور قوت روحانیہ سے یہ معلوم کرلیتا ہے کہ اب مرید میں کچھ صلاحیت پیدا ہوگئی۔ یہ درجہ اول سے قوی ہے مگر ہے یہ بھی ضعیف۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے چراغ جب تک اس میں تیل رہے گا اور سخت ہوا سے محفوظ رہے گا جلتا رہے گا ورنہ بجھ جائے گا۔ اسی طرح شیخ اپنے قلب سے انوار کا تیل اس کے چراغ میں ڈالتا ہے۔ اور اپنی قوت نورانیہ سے اس کو روشن کردیتا ہے۔ اب مرید کا کام یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرے۔ اور معاصی کی ہوا سے اس کی حفاظت رکھے بالخصوص نظرِ بد سے کہ وہ سمِ قاتل ہے۔

تیسری نسبت اصلاحی ہے۔ یہ اوّل دوم سے بہت قوی ہے کہ اس کے اندر مرید اپنے قلب کو ریاضات اور مجاہدوں سے بالکل صاف کرلیتا ہے۔ اور شیخ کے توجہ ڈالنے پر اس کے انوارات پوری طرح حاصل کرلیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی محنت کے بعد نہر کھودے اور اس کو بالکل صاف کرے اور اس کا دہانہ کسی دریا سے ملا دے جس کی وجہ سے اس کی نہر میں بھی پانی آجائے۔ اب اس نہر میں اگر کوئی خس وخاشاک اور مٹی وغیرہ آئے گی تو پانی کے دباؤ سے خود بخود بہتی چلی جائے گی۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ اس پہ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا وان زنی وان سرق تو آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا وان زنی وان سرق علیٰ رغم انف ابی ذر (الحدیث)

چوتھی نسبت نسبت اتحادی ہے کہ شیخ کے ساتھ طبیعت اتنی متحد ہو جائے۔ جو اس کے قلب میں آئے وہی مرید کے قلب میں آئے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ نے جو یہاں تین مرتبہ بھینچا وہ اسی نسبت اتحادی پیدا کرنے کے لئے کیا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت حاصل تھی وہ نسبت اتحادی تھی۔ یہی وجہ ہے جو آپؐ سے صادر ہوا وہی ابوبکر صدیقؓ سے صادر ہوا۔ مثلاً اسارٰی بدر کے بارے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ تھا کہ سب کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا کہ سب کی گردن اڑا دی جائے اور اسی طرح جب صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ تو حضرت عمرؓ غصے سے بھرے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں کیا یہ دین حق نہیں ہے کیا ہم حق پہ نہیں ہیں۔ حضور پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ ہاں واقعی میں اللہ کا سچا نبی ہوں اور ہمارا دین برحق ہے اور تم حق پر ہو۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر ایسا کیوں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا ایسا ہی مناسب ہے۔ حضرت عمرؓ یہاں سے اٹھ کر سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور وہی بات کہی جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر آئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی لفظ بلفظ وہی جواب دیا۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے تھے۔ اسی اتحاد کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بلا فصل ہوئے۔ اگرچہ اس وقت خدانخواستہ حضرت عمرؓ یا اور کوئی خلیفہ بن جاتا تو کہرام مچ جاتا۔ اس لئے کہ ایک طرف تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ ہوتا۔ اور دوسری طرف چونکہ وہ اتحاد حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں تھا تو یقیناً کچھ نہ کچھ کام خلاف بھی صادر ہو جاتے اسی لئے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے جب وفات نبوی کا صدمہ کچھ ہلکا ہو گیا اور انتظامات درست ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو بنا لیا گیا۔ کیونکہ اب ضرورت انہی کی تھی۔ یہاں فوج بھیج وہاں فوج بھیج یہ انتظام وہ انتظام اس کی سرکوبی اس کی تادیب یہ سب حضرت عمرؓ ہی کر سکتے تھے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل الوحی جو چھ ماہ ریاضت اور مجاہدہ میں گزارے جس کے اندر منامات اور رؤیا صالحہ کا خوب ورود ہوا۔ تو اس وقت آپ کا قلب مبارک صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے آپ سے ملاقات کی تو نسبت انعکاسی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد غطہ اولیٰ سے نسبت القائی اور غطہ ثانیہ سے نسبت اصلاحی اور غطہ ثالثہ سے نسبت اتحادی پیدا ہوئی اور پھر اس کے بعد تیرہ سال قبل از ہجرت جو معارج اور منازل طے فرمائے وہ بعد کی ترقیات ہیں۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق یہاں چند باتوں کا جاننا ضروری ہے اول یہ کہ سب سے پہلے قرآن پاک کا کون سا حصہ نازل ہوا۔ کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اقرأ کی اولین پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ نازل ہوئی اور تیسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سورۂ مدثر نازل ہوئی۔ ان تینوں کے درمیان علمائے جمع کی صورت بیان فرمائی ہے کہ اولیت حقیقیہ ان پانچ آیات اقرأ کو حاصل ہے اور پوری سورۃ جو سب سے پہلے نازل ہوئی۔ تو وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ اور چونکہ اقرأ کی ان آیات خمسہ کے نزول کے بعد فترۃ الوحی واقع ہو گئی تھی۔ تو تین سال کے بعد سورۂ مدثر نازل ہوئی۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جہات تینوں کے

اندر مختلف ہیں۔

دوسری بات جس کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ علامہ زمخشری نے بسم اللہ کا متعلق اقرأ مانا ہے جو بسم اللہ سے مؤخر ہے۔ لیکن قرآن پاک میں یہاں اقرأ کو اسم رب سے مقدم لایا گیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اقرأ باسم ربک میں جو اقرأ ہے اس کا تعلق اقرأ باسم ربک سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ بطور تنبیہ کے ہے۔ جیسے ایک استاد اپنے شاگرد کو تنبیہ کرتا ہے۔ فی الحقیقت اس کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی اقرأ باسم ربک الذی اقرأ۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت جبرائیلؑ کی طرف سے امر بالقرأۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلسل انکار ہوا تو اس سبب سے اس میں اہمیت پیدا ہوگئی۔ بنابریں اقرأ کو مقدم کیا گیا۔

اور تیسری بات یہاں یہ ہے کہ آیت کریمہ اقرأ باسم ربک میں ابتدا نہ تو اسم جلالۃ یعنی لفظ اللہ سے ہو رہی ہے۔ حالانکہ وہ اسم ذات ہے۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ اسم اعظم بھی ہے۔ اور نہ ہی اسمار جلالیہ یعنی الرحمٰن اور الرحیم سے ہو رہی ہے۔ بلکہ اسم رب سے ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ اور تربیت الشئ یہ ہے کہ اس کی ساری چیزوں کی کفالت کی جائے۔ جیسے ماں بچے کی کفالت کرتی ہے۔ کیونکہ بچہ نہ خود اٹھ سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے۔ اس لئے سب امور کی نگہداشت ماں ہی کرتی ہے۔ اسی لئے رب العالمین سب کی کفالت کرتے ہیں۔ اب چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ما انا بقاری فرما رہے تھے۔ تو اسم رب سے شروع کرکے متوجہ کیا کہ رب کے نام سے پڑھو وہ رب العالمین جو ضروریات قرأۃ وغیرہ کی پیش آئیں گی وہی سب کی کفالت کرے گا۔ اور پڑھنے کو آسان فرمائے گا۔ اس کے بعد مزید شان ربوبیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فرمایا۔ خلق الانسان من علق یعنی جس ذات نے ایک نطفہ ناپاک اور پانی کے قطرے سے افضل المخلوقات اور احسن المخلوقات کو پیدا فرمایا وہی قرآت بھی سکھلا دے گا۔ مزید ترقی کرتے ہوئے فرمایا علم بالقلم کہ جو ذات ایک بے جان شے یعنی قلم کے ذریعہ سے علم سکھاتی ہے۔ اور آدمی علم سیکھ جاتا ہے۔ تو اگر وہ ذات ہی براہِ راست علم سکھانے پر اتر آئے تو کیسے علم نہیں سیکھ سکتے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملہ علم بالقلم سے اشارہ فرما دیا ہو۔ کہ علم کو قلم سے مقید کرنا چاہیئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث میں جو یہ آتا ہے کہ قیدوا العلم بالکتاب

یہ اسی جملہ کی شرح ہو۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ علم قلم سے مدتوں باقی رہتا ہے۔ چنانچہ یہی بخاری شریف جو میری تحقیق کے مطابق ۲۳۳ھ میں لکھی گئی آج ایک ہزار برس سے زائد ہو گئے اسی طرح باقی ہے۔ اگر کوئی حفظ یاد کرتا تو کچھ ہی دن باقی رہتا۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ باسم ربک اسی اقرأ کے متعلق ہے مگر اس جگہ عارض کو اہمیت دی گئی ہے۔ اصلی کو اہمیت نہیں دی گئی۔ اس لئے کہ آپؐ کو ابتداً قرأۃ کے متعلق کہا جا رہا ہے۔ اگرچہ اہمیت ذاتیہ باری تعالےٰ کو حاصل ہے۔ مگر اہمیت عارضہ قرأۃ کو حاصل ہوگی بنابریں اس کو مقدم کیا گیا۔ پھر آپؐ کو قرأۃ کے متعلق استبعاد تھا ان آیات خمسہ سے اس کو زائل کر دیا گیا۔ کہ انسان ابتدا میں معدوم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قدرت سے موجود کیا۔ پھر علقہ سے بدل کر اس کی یہ حالت ہے کہ حی د مرید وغیرہ ہے۔ تو جس ذات نے انسان کو ایسا بنا دیا اس ذات سے کیا بعید ہے کہ وہ ایک اُمّی کو عالم بنا دے اسی استبعاد کے رفع کے لئے ایک دوسری چیز بیان کی گئی۔ کہ انسان تو ذی ارادہ ہے۔ مگر قلم غیر ذی روح ہے۔ اس کے باوجود اس کے ذریعہ سے علوم سابقہ پائے جاتے ہیں۔ اگر ایک امی کے ذریعہ علوم الٰہیہ کا اظہار کیا جائے تو کیوں مستبعد ہے۔ اور تیسری چیز یہ فرمائی کہ انسان جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو کسی چیز کو نہیں جانتا تھا۔ اسے قدرت الٰہیہ سے علم دیا گیا۔ تو ان تین مشاہدات کے ذریعہ سے اس استبعاد کو رفع کیا گیا۔ کہ یہ سب قدرت خداوندی کے مظاہر ہیں۔ ورنہ ذہن اور قلم کے ذریعہ سے علوم کا جمع ہونا قرین عقل نہیں ہے۔ دماغ ایک چند ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ الغرض ان مشاہدات سے آپؐ کا استبعاد رفع ہوا۔ اس کے بعد جو علوم آپؐ کو دئے جائیں گے تو ان کو بآسانی اخذ کر سکیں گے۔ اور جبرائیل علیہ السلام محض سفیر ہیں اس سے ان کی فضیلت لازم نہیں آتی۔ من حیث الکل تو آپؐ افضل ہیں۔ اگر فضیلت جزئی جبرائیل علیہ السلام کو حاصل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رہا ان الفاظ کی وجہ سے قرآن مجید کا حادث ہونا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تکلم بالقرآن الآن تو حادث ہے۔ جیسے شیخ سعدی کی کتاب کے الفاظ جو کہ آج سے پانچ چھ سو سال پہلے کے ہیں اس اعتبار سے کہ ہم اب پڑھ رہے ہیں۔ وہ آج کے الفاظ ہیں اور اس اعتبار سے کہ شیخ سعدیؒ کی زبان سے نکلے ہیں وہ آج سے چھ سو سال پہلے کے ہیں۔ ایسے قرآن مجید کا حکم ہے۔ بنابریں امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ القرآن

کلام اللہ مکتوب فی المصاحف محفوظ فی صدورنا مقروٌ بالسنتنا غیر حال فیھا۔ تو لفظی بالقرآن وکتابتی بالقرآن وحفظی بالقرآن وحادث ولکن القرآن قدیم۔ کتاب اصل میں مؤلف کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ کاتب اور قاری کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔ ایسے ہی قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے ازل میں تالیف فرمایا۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں خبط عشواء پیدا ہوا۔ اس مسئلہ کی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ کی شہادت ہوئی۔ اور خود حنابلہ کو خبط ہوا۔ کہ جلد اوراق اور نقوش وغیرہ سب کو قدیم کہہ دیا۔ حالانکہ روزمرہ کی چیزوں کو بھول گئے۔ آج بھی انہی اوہام کی وجہ سے قرآن مجید پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

فرجع بہا رسول اللہ۔ بہا کی ضمیر ان آیات کی طرف راجع ہے۔ آپؐ نے ان کو حفظ کر لیا حالانکہ آپؐ اسے مستبعد سمجھ رہے تھے۔ اور ممکن ہے کہ بھا کا مرجع وہ کیفیت ہو جو پہلے گزر چکی ہے۔ اور اس میں با سببیۃ کی ہو۔ بسبب ھذہ الکیفیۃ پہلی صورت میں با بمعنی مع کے تھا۔

یرجف فؤادہ دوسرے معنیٰ کی تائید کرتا ہے۔ قلب پر جب اثر پڑا تو کپکپی طاری ہوگئی۔ اور قلب پر صدمہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کے دبانے سے تھا اگر شبہ ہو کہ قلب کو کیوں نہیں دبایا گیا۔ جسم کو کیوں دبایا گیا۔ تاکہ صدمہ جسم کو ہوتا قلب کو کیوں ہوا۔ جواباً تو کہا جائے گا کہ جسم کا صدمہ قلب کو ہوتا ہے اور قلب کا جسم کو۔ ہر ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے رہتے ہیں۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے ثقل کی وجہ سے یہ صدمہ ہوا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۔ اولاً جب یہ آیات نازل ہوتی تھیں تو قلب متاثر ہوتا تھا اور بالتبع وبالعرض تمام جسم پر اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ عرب جب مالابار میں پہنچے ہیں اور وہ کشتی سے اترتے تو دیکھا کہ ان لوگوں نے ایک لڑکی کو ہار سنگھار پہنا رکھا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہاں ایک مکان میں ایک دیو رہتا ہے۔ اور ہر سال ایک حسین وجمیل لڑکی مانگتا ہے۔ تو جب ایک صحابیؓ نے قرآن مجید پڑھا تو وہ اس مکان سے نکل بھاگا۔ اگرچہ ہمیں قرآن مجید کا ثقل محسوس نہیں ہوتا لیکن جب اسے جنات پر پڑھا جائے تو وہ چیخ وپکار کرتے ہیں۔ ہمارے لئے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ فرمایا گیا ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی روح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے ساتھ متحد کیا۔ تو کیفیات روحانیہ کی وجہ سے اثر پڑا قلب کو کچھ اضطراب لاحق ہوا۔ چوتھی توجیہ یہ ہے کہ جب انسانی زنگ کو آپؐ کے قلب اطہر سے زائل کیا گیا۔ تو یکبارگی ہٹانے سے تکلیف

ہوتی تو کپکپی کا طریان ہوا۔

زملونی زملونی ای لفونی جب قلب کے اندر اضطراب ہو تو اس کا اثر تمام بدن پر پڑتا ہے۔ اس لئے آپ لحاف میں لپیٹے گئے۔ کیونکہ کپکپی کو لحاف وغیرہ کے ذریعہ سے دفع کیا جاتا ہے۔ اور لفظ جمع کا یا تو اس بنا پر ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپ کی بیٹیاں یا خادمان تھیں یا تعظیم کے طور پر بولا گیا۔ البتہ یہ شبہ باقی رہا کہ زملینی کہنا چاہیئے تھا جب کہ مخاطبہ ایک تھیں۔ تو کہا جائے گا کہ جس طرح انہا کانت من القانتین فرمایا گیا من القانتات نہیں بولا گیا جس کے بارے میں جمہور فرماتے ہیں کہ قنوت رجال کی صفت ہے نساء کی نہیں ایسے یہاں بھی جو جواب حضرت خدیجہؓ نے دیا۔ وہ بھی رجال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا قالہ الشیخ مدنی۔ فدخل علی خدیجۃ بنت خویلد (قولہ از شیخ زکریا) حضرت خدیجہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے لاڈلی اور چہیتی بیوی تھیں۔ ان کی عمر چالیس برس کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی اب یہیں سے ان آریوں کا اشکال ختم ہو گیا جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام شادیاں یعنی گیارہ عورتوں سے نکاح شہوت پرستی کی بنا پر کئے تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک بھلا جب حضورؐ اپنی بھرپور جوانی میں تھے اور خوب شباب کا زمانہ تھا اس وقت آپؐ نے ایک پر قناعت کر لی جو کہ بیوہ بھی تھی اور جب آپؐ خود بوڑھے ہو گئے تو پچاس سال کی عمر میں ان کی وفات پر دوسری عورتوں سے نکاح شروع کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تعداد ازدواج میں یقیناً کوئی مصلحت تھی وہ یہ کہ ان کے ذریعہ دین کو فروغ ہو۔ ورنہ آپؐ اپنی جوانی میں ضرور کسی جوان عورت سے نکاح فرماتے۔ نیز! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہوت کی ہی غرض سے نکاح کرنا ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کیوں انکار کرتے جب کہ ابتداً دعوتِ اسلام کے وقت قریش نے آپ کے سامنے یہ پیش کش کی تھی کہ اگر آپؐ کو نکاح کی غرض ہے تو آپؐ جس لڑکی سے چاہیں نکاح کر لیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا سے چل کر سیدھے حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آپؐ کا گھر تھا اور مصیبت کے وقت آدمی اپنے گھر کی طرف واپس آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپ کی بیوی تھیں۔ اور جب پریشانی کی بات ہوتی ہے تو آدمی بیوی ہی سے کہتا ہے۔ فقال زملونی زملونی پہلے بات یہاں پر وہی ہے۔ کہ لیتفصد عرقا پر زملونی زملونی سے اشکال ہوتا ہے۔ کیونکہ تفصد عرق کا تقاضا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرمی محسوس ہوتی تھی۔ اور زملونی کا تقاضا یہ ہے کہ سردی معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے کہ جب کسی کو سردی لگتی ہے تو اس کو لحاف وغیرہ اڑھاتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی عین نزول وحی کے وقت محسوس ہوتی تھی۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکتا تھا۔ اس کے بعد جب آثار ختم ہو گئے۔ پسینہ صاف کیا۔ اس کے بعد جو سردی لگتی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ پسینہ آنے کے بعد جب ہوا لگتی ہے تو سردی بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو روایات وحی کے ذکر میں آتی ہیں۔ ان میں پسینہ اور گرمی کا ذکر ہے۔ چادر اور کمبل اوڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ وجہ یہی ہے کہ ابتدا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف بھی ہوا کرتا تھا۔ اس لئے سردی کے اثرات زیادہ معلوم ہوتے تھے۔ پھر جب طبیعت مبارکہ خوگر ہو گئی تو چادر اوڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ دوسرا جواب اصل اشکال کا یہ بھی دیا گیا ہے کہ آدمی کو جب خوف لاحق ہوتا ہے تو وہ چادر اوڑھتا ہی ہے۔ خواہ اس کے ساتھ حرارت ہو یا نہ ہو۔ زملینی کی بجائے زملونی فرمانا اس لئے تھا کہ ایسے مواقع خدمت پر محاورات میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کرتے چنانچہ گھر جا کر عام طور سے بیوی سے کہا جاتا ہے کہ کھانا لاؤ۔ یہی جواب راجح معلوم ہوتا ہے۔

لقد خشیت علیٰ نفسی میں لام مؤطئہ للقسم ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے بارہ تیرہ اقوال نقل کئے ہیں۔ لقد خشیت علی نفسی ان اکون مجنونا اور بعض نے کہا کہ ان الآتی رجل من جان او شیطان لیکن یہ جواب بالکل غلط ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت میں شک تھا۔ حالانکہ ہر نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسے کہ امت کو اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ترجمہ: آنے والا آدمی جن تھا یا شیطان تھا،

۳۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ کو خوف اس وجہ سے پیش آیا۔ کہ نہ معلوم عبأ نبوت کا تحمل ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

۴۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ حضرت خدیجہؓ کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے فرمایا کیونکہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداہی میں یہ فرما دیتے کہ میرے اوپر فرشتہ وحی لے کر آتا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ ان کو یقین نہ آتا۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی بڑائی کی بات کرتا ہے۔ تو دوسرے کو ناگواری ہوتی ہے۔ اگر تواضع اور عاجزی کے ساتھ بات کرے تو طبیعت خود بخود کھنچ جاتی ہے۔ تو اولاً حضرت خدیجہؓ کو مانوس کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔ کہ اپنے ہی

خوف کا اقرار کرلیا۔ اور حضرت خدیجہؓ نے جب آپؐ کا یہ نکسر دیکھا تو آپؐ کے اوصاف جمیلہ شمار فرما کر آپؐ کی ڈھارس بندھا دی۔

۵۔ حضرت شیخ زکریا مرحوم فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خوب دبوچا تھا۔ اس لئے آپؐ کو اپنی موت کا خوف ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ اگر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دوبارہ دبوچا تو کہیں موت واقع نہ ہو جائے۔

۶۔ حضرت مدنیؒ ابن حجر کے اس قول کو نقل فرماتے ہیں۔ لقد خشیت علی نفسی من الموت او المرض او دوام المرض ان تینوں معانی کو راجح قرار دیتے ہیں۔ اور علامہ سندھیؒ کے قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو درجہ شک میں متصور کرتے ہوئے اس آنے والے شخص کو جن یا شیطان یا اپنے آپ کو مجنون اس لئے ظاہر کیا کہ یہ سیاست تھی۔ ورنہ آپ کو تو یقین تھا اگر اولاً اس کا ذکر کر دیتے تو پھر تبلیغ مشکل ہو جاتی۔ گھر میں جھگڑا ہو جاتا۔ جب اپنی اضطرابی حالت ظاہر کی۔ بصورت خائف اپنے آپ کو پیش کیا۔ تو اس پر حضرت خدیجہؓ کو اپنا ہمدرد بنالیا۔ جس پر انہوں نے آپؐ کو تسلی دی۔ یہ توجیہ راجح معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ جس قدر انکار تھا اسی قدر تاکیدات لائی گئیں۔ کلا اور قسم وغیرہ کو اسی ازالہ کے واسطے لایا گیا۔ کیونکہ حضرت خدیجہؓ بھی فصیحہ بلیغہ تھیں۔ کلاّ کی علت واللہ مایخزیک سے اور پھر اس کی دلیل انک لتصل الرحم سے بیان کی گئی۔ کہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے مکارم اخلاق بیان کر دیئے اور قاعدہ ہے کہ ہر بنانے والے کو اپنی بنائی ہوئی چیز سے الفت ہوتی ہے۔ اور ہر پالنے والے کو اپنی پروردہ سے محبت ہوتی ہے۔ ایسے باری تعالےٰ کو اپنی مخلوقات سے الفت ہے الخلق عیال اللہ فرمایا گیا۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ مایخزیک اللہ ابدا سے حضرت گنگوہیؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ آپؐ کا یہ سارا خوف اسی وجہ سے تھا کہ شاید آپؐ اعبائے نبوت کا تحمل نہ کرسکیں۔

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ خلق خدا کی خدمت تین طرح سے (۱) اقارب۔ اباعد کی خبر گیری کرنا۔ (۲) اعانتہ بالجسم والمال حالانکہ المال شقیق الروح کہا گیا ہے اور چمڑی جائے دمڑی نہ جائے۔ کہاوت مشہور ہے۔ پھر کسی کو دینا بغیر کسی توقع کے اور ایسے لوگوں کی امداد کرنا جو بالکل عاجز ہوں۔ بالکل مشکل کام ہے۔ اسی طرح اپنے قول اور عمل میں صداقت سے کام لینا یہ بھی مکارم اخلاق میں ہے۔ اگرچہ آپؐ ان مکارم اخلاق

کو جانتے تھے۔ مگر حضرت خدیجہؓ بطور دعویٰ مع البینہ کے مکارم کو پیش کر رہی ہیں۔ کہ جب آپؐ اللہ تعالیٰ محبوب ہیں۔ اور اس کے عیال کے خدمت گذار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو جن بھوت کے سپرد کر کے کیسے تکلیف دے سکتے ہیں۔ یہ جواب حضرت خدیجہؓ کا دانشمندانہ تھا۔ جس کو آپؐ نے پسند فرمایا۔ جس کی وجہ سے آپؐ کو ان سے زیادہ محبت ہو گئی۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کی حسنات کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ جس پہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ مجھے ازواج مطہرات میں سے کسی پہ اتنی غیرت نہ آتی تھی۔ جس قدر ان پہ غیرت آتی۔ حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں تھا لیکن آپؐ ان کا ذکر کثرت سے کرتے اور ان کی سہیلیوں کو تحفے تحائف بھیجتے تھے رضی اللہ عنہا۔

انک لتصل الرحم صلہ رحمی بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ان سے تعلقات بہت ہوتے ہیں۔ عموماً خلافِ طبیعت امور پیش آتے ہیں۔ برابر والے کی رضامندی بڑی مشکل ہوتی ہے۔ الکل من لا یستقل بامرہ یعنی جو خود اپنی ضروریات کا متکفل نہیں ہو سکتا۔ کَلّ کے معنی ثقل اور بوجھ کے ہوتے ہیں پھر اس ہر شخص کو کہنے لگے جو ثقیل اور بوجھل ہو جائے جس سے کوئی امید نہ ہو۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خدیجہؓ نے تمام اوصاف میں سے سب سے پہلے صلہ رحمی کو ذکر کیا۔ کیونکہ غیر کے ساتھ حسن سلوک کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ اس لئے کہ اگر کسی کی حالت گری ہوئی دیکھی اس کے ساتھ احسان کر دیا۔ مگر چونکہ قرابت داروں کے ساتھ ہر وقت سابقہ پڑتا ہے۔ اور ان کی نرم وگرم سننی پڑتی ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ اگر احسان کرنا بھی چاہے گا تو وہ سختیاں اور بے عنوانیاں یاد آ کر طبیعت رک جائے گی تو حضرت خدیجہؓ نے سب سے پہلے اسی کو تبلایا کہ آپؐ تو دوسروں کی غلطیوں کو خیال میں لائے بغیر صلہ رحمی کرتے ہیں۔ پھر کیسے خدا آپؐ کو ضائع کر دے گا۔ یاد رہے کہ جو شخص جتنا زیادہ صلہ رحمی کرے گا وہ اتنا ہی غیر کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنے والا ہو گا۔

وتحمل الکل یعنی آپؐ بوجھ برداشت کرتے ہیں۔ کل بمعنی بوجھ جس سے حسی اور معنوی دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

وتکسب المعدوم حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسب مجرد ہو تو متعدی الی المفعول الواحد ہو گا۔ اگر مزید سے ہو تو متعدی الی المفعولین ہو گا۔ کسب اکثر متعدی الی مفعول واحد ہوتا ہے یہی مشہور ہے مگر کبھی مجرد بھی متعدی الی المفعولین ہوتا ہے۔ المعدوم روایت مشہور میں ہے اور المعدم بھی آیا ہے معدِم

بمعنی مفلس اور معدوم ضد موجود کی ہے۔ اس کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔ اگر تکسب مزید ہے تو اس کے معنی ہوں گے تکسب المعدوم المال یعنی اسے رأس المال دے دیا اور وہ تجارت کرنے لگا۔ مدینہ کے لوگ کھیتی باڑی کرنے والے تھے اور مکہ کے لوگ تاجر تھے۔ ان کی تجارت گرمی میں شام کی طرف اور سردیوں میں یمن کی طرف ہوا کرتی تھی۔ اس لئے کہ شام سرد ملک ہے اور یمن گرم ملک۔ یا کچھ مال کسی کو ہبہ کیا۔ اور اس سے شرکت کر لی۔ یا اسے کوئی صنعت بتلا دی۔ یعنی کسی شخص کے پاس بٹھلا دیا۔ اور اس کی کفالت کی تو تکسب بمعنی تجعلہ ذا کسب اور تکسب مجرد بھی مزید کے معنی میں ہوگا۔ اگر المعدم ہے تو پھر ظاہر ہے۔ اگر معدوم ہو تو فقیر کے معنی میں ہوگا۔ اس لئے کہ فقیر فقر کی حالت میں سب قوی معدوم کر بیٹھتا ہے۔ تو معدوم سے معدم ہی مراد ہوگا۔ لان المفلس فی حکم المعدوم اگر تکسب متعدی الی مفعول واحد ہو۔ تو اس وقت المعدوم المال محذوف کی صفت ہوگی۔ ای تکسب المال المعدوم او الربح المعدوم یعنی جو مال دوسرے حاصل نہیں کر سکتے۔ آپؐ اس مال کو حاصل کر لیتے ہیں۔ اور عرب میں اس پر بھی تمدح ہوتا تھا۔ کہ کوئی شخص ماہر فی التجارۃ ہو۔ اور اس قدر نفع حاصل کرے کہ دوسرے نہ کر سکیں۔ چنانچہ آپؐ کا یہی حال ہوتا۔ جس پر حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو مضاربت پر مال دیا تھا۔ اور اپنا ایک غلام بھی ساتھ کر دیا تھا۔ اس مال سے آپؐ زیادہ نفع لائے۔ جس کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ کو فریفتگی ہوئی۔ غلام نے راستہ میں آپؐ کے اخلاق اور احراسات سب کو دیکھا۔ احراسات قبل از نبوت کے خوارق کو کہتے ہیں۔ غلام نے دیکھا کہ بادل سایہ کئے ہوئے ہے اور درخت آپؐ کو سلام کرتے ہیں۔ اور اخلاق کی یہ حالت تھی۔ کہ آپؐ خود لکڑیاں چننے چلے جاتے تھے۔ سفر کو سفر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں رفقاء سفر کے حالات کھلتے اور ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے نیک آدمی کی تین صفات ذکر فرمائیں کہ سفر میں۔ پڑوس میں اور شرکت میں رفقاء کے اخلاق معلوم ہوتے ہیں۔

الحاصل جب حضرت خدیجہؓ نے مال کا نفع بھی زیادہ دیکھا۔ غلام سے آپؐ کے اخلاق اور احراسات بھی سنے تو اس کو آپؐ سے زیادہ محبت پیدا ہوگئی۔ اور یہ حضرت خدیجہؓ عرب کی متمولین عورتوں میں سے تھی۔ عقلمند اور جمیلہ بھی تھی۔ کسی عرب سے اب شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر ان واقعات کی بنا پر اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شادی کا پیغام بھیجا۔ آپؐ نے بوجہ فقر کے انکار فرمایا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے خود ایک طریقہ بتلایا۔ کہ حضرت ابو طالب پیام نکاح لے کر خویلد کی مجلس شراب میں

جائیں۔ چونکہ نسبی حیثیت سے آپؐ کا نسب عرب میں سب سے اچھا اور اونچا تھا۔ خویلد نے کہا کہ خدیجہ ایسا فحل ہے کہ جس کے ناک پر ڈنڈا نہیں مارا جا سکتا۔ لیکن باپ نے جب بیٹی سے اس کا اظہار کیا تو خدیجہؓ نے رضامندی ظاہر کی جس پر عقد نکاح ہوا۔ اور حضرت خدیجہؓ کے مال کا ہر طرح کا تصرف آپؐ کو عطا کیا گیا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ای بمال خدیجة۔

اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ تکسب الرجل المعدوم یعنی جو شخص مر چکا ہے اس کی اولاد عاجز و درماندہ ہے۔ آپؐ ان پر احسان کر کے اپنا بنا لیتے ہیں۔ الانسان عبید الاحسان تو اب المعدوم الرجل کی صفت ہوگی۔

شیخ زکریاؒ کا ارشاد ہے کہ اگر متعدی ہو تو ترجمہ یہ ہوگا کہ آپؐ فقیر کو کمواتے ہیں یعنی دوسرے سے کہہ کر اس کی مدد کراتے ہیں۔ اگر لازم ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ آپؐ فقیر کو کماتے ہیں۔ یعنی آپؐ اس کو مال عطا کرتے ہیں۔

تقری الضیف (قالہ المدنی) قریٰ بمعنی مہمانی کرنا۔ عموماً مہمانی اس کی ہوتی ہے جو شہر کا رہنے والا نہ ہو۔ مہمانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ جو کہ عرب میں برابر چلی آرہی ہے۔ اور آج بھی مہمانی کا یہی عالم ہے۔ کہ بدوی اعرابی اگرچہ گھر میں کچھ نہ رکھتا ہو۔ قرض لے کر مہمان کے لئے پورا دنبہ ذبح کرے گا۔ اور عرب میں قریش اور قریش میں سے بنو ہاشم مہمان نوازی میں خصوصی شہرت کے مالک تھے۔ اور بنو ہاشم میں سے بھی آپؐ زیادہ مہمان نواز تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے واردین کی روزانہ خبر گیری کرتے تھے۔ جو بڑا مشکل کام ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگر حاتم طائی آج موجود ہوتا تو آج سخاوت پر اس کو اتنی شہرت حاصل نہ ہوتی۔ غرضیکہ تحمل الکل، تکسب المعدوم اور تقری الضیف ان سب میں احسان بالا جانب پایا جاتا ہے۔

وتعین علی نوائب الحق نوائب جمع نائبہ کی بمعنی مصیبت کیونکہ وہ نوبت بنوبت آتی رہتی ہے۔ نوائب دو قسم کے ہیں۔ نوائب باطلہ جو فعل شنیع کی وجہ سے وارد ہوں۔ اور نوائب حقہ جو فعل حسن کی وجہ سے پیش آئیں تو نوائب الحق میں اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ہوگی۔ یا اضافہ حقیقیہ ہے ای نوائب اللہ یعنی نوائب آسمانی۔ ان میں انسان مدافعت کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔ اور ایسی مصیبت میں اعانۃ بالمال والجسم دو طرح سے ہوتی ہے۔ تو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفات سماویہ غیر اختیاریہ میں

بھی مدد کرتے ہیں۔ تو آفات ارضی میں تو ضرور مدد کریں گے۔ اس روایت میں راوی نے دو چیزوں کو اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔ ایک تصدق الحدیث اور دوسرے اداء الامانت یا روایت بالمعنیٰ کر کے بعض کو بھول گیا۔ تو یہ سب چیزیں حضرت خدیجہؓ نے استدلال میں پیش کیں۔ یہ تین طریقے تسلی کے اختیار فرمائے۔

ایک تو ردع سے (کلا) (۲) واللہ ما یخزیک اللہ۔ اور تیسرا انک لتصل الرحم الخ اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ایک پیر مرد کے پاس لے جاتی ہیں جو کہ کامل عالم ہے۔ ورقہ بن نوفل اور دوسرا زید بن نفیل۔ یہ دونوں شخص مکہ معظمہ کے جوانب سے نکلے ہیں۔ بت پرستی کے طریقہ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ دین حق کی تلاش میں نکلے اور یہودی حِبر (عالم) سے ملے۔ اس نے ان کی ہمت افزائی نہ کی تو ایک نصرانی عالم کے پاس گئے۔ اس نے بھی کہا کہ لن تدخل فی دیننا حتی تاخذ نصیبا من الضلال۔ آخر دونوں نے آپس میں کہا کہ دین حنیفی پہ عامل رہو۔ وہ دین خلیلی تھا۔ ورقہ بن نوفل تو نصرانی بن گیا۔ اور عبرانی زبان سیکھی۔ اور عبرانی کتب کا عربی میں ترجمہ کرنے لگا۔ اور جب حضرت خدیجہؓ آپؐ کو لے کر گئی ہیں تو ورقہ بن نوفل بہت سن رسیدہ ہو چکا تھا۔ اور آنکھیں بھی کھو بیٹھا تھا۔ ایسے بزرگ کی بات کا آخر اعتبار ہوتا ہی ہے۔ اس لئے آپؐ کو لے کر گئیں۔

قال الشیخ زکریاؒ۔ یہ ورقہ بن نوفل اور زید بن نفیل ابتداءً مشرک تھے۔ فطرت سلیمہ کی وجہ سے شرک سے تائب ہو کر وحدانیت باری تعالیٰ کے قائل ہوئے۔ حتیٰ کہ زید بن نفیل تو بتوں کی مذمت میں بہت آگے تھے کہا کرتے تھے۔ کہ ان کی پرستش کرتے ہو۔ جن کو اپنے ہاتھ سے بناتے ہو۔ اور جو تمہاری کوئی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ یہ زید جب شرک سے بیزار ہوئے تو علمائے یہود کے پاس گئے اور ان سے یہودی ہونے کی درخواست کی۔ تو انہوں نے کہا شوق سے ہو جاؤ۔ لیکن اس مذہب سے کچھ حصہ غضب الٰہی کا بھی ملے گا پھر نصاریٰ کے پاس جا کر نصرانیت قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ ان لوگوں نے کہا ہو جاؤ۔ مگر کسی قدر حصہ ضلالت کا بھی ملے گا۔ ان کے پوچھنے پر نصاریٰ نے دین ابراہیمی کے قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ جس پہ انہوں نے ملت ابراہیمی کو اختیار کیا۔ اور زمانہ نبوت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ دوسرے ساتھی ورقہ بن نوفل نے نصرانیت اختیار کی اور بعد میں نصرانیت کے بہت بڑے عالم ہوئے۔ کہ انجیل کو عبرانی زبان سے عربی میں منتقل کیا کرتے تھے۔ اور عربی زبان سے عبرانی زبان میں منتقل کیا کرتے تھے۔

فیکتب من الانجیل بالعبرانیہ تورات عبرانی زبان میں تھی۔ اور انجیل سریانی زبان میں۔ ورقہ بن نوفل چونکہ نصرانی تھے۔ اس لئے انجیل کا ترجمہ سریانی زبان سے عبرانی میں کرکے اپنے یہاں کے لوگوں کو دیتے تھے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ عبرانیہ کی بجائے عربیہ ہے۔ کیونکہ خود ورقہ کی زبان عربی تھی جب کہ حاشیہ کے اندر العربیہ ہی واقع ہوا ہے۔ اور یہی کتاب التفسیر میں بھی آرہا ہے۔ لیکن علمائے نے دونوں میں اس طرح جمع کیا ہے کہ ورقہ دونوں زبانوں میں ماہر تھے۔ عربی کے بھی کہ ان کی مادری زبان تھی، اور عبرانی کے بھی۔ لہذا انجیل کو سریانی زبان سے عبرانی زبان میں منتقل کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ عرب میں یہود بھی رہتے تھے۔ اور تورات بھی اسی زبان میں نازل ہوئی ہے۔ تو بعض کو عبرانی زبان میں اور بعض کو عربی زبان میں ترجمہ کرکے دیتے تھے۔

اسمع عن ابن اخیک ورقہ بن نوفل حضورؐ کے چچا نہیں تھے۔ مگر چونکہ اہل عرب ہر بڑے کو چچا اور ہر چھوٹے کو بطور تعظیم اور شفقت کے بھتیجا کہتے ہیں۔ اس لئے حضرت خدیجہؓ نے بھی بطور مہربان کرنے کے ابن اخ کہہ دیا۔ اور واقعہ بھی ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے دادا عبد مناف ہیں۔ جو کہ عبد العزیٰ کے بھائی ہیں۔ تو بھی ابن اخ کہنا صحیح ہوگا۔

ھذا الناموس۔ ناموس کے معنی صاحب السر کے ہیں۔ ناموس اور جاسوس ان لوگوں کو کہتے ہیں جو خبر لائیں۔ ناموس تو اس ندیم کو کہا جاتا ہے جو خیر کی خبر لائے۔ اور جاسوس وہ ندیم جو شر کی خبر پہنچائے۔ یہاں ناموس سے مراد فرشتہ ہے۔ چونکہ جبرائیل علیہ السلام حضرات انبیاء علیہم السلام کے پاس خیر کی خبر لاتے تھے اس لئے ان کو الناموس کہا گیا۔

نزل اللہ علی موسیٰ۔ یہاں شبہ ہے کہ ورقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام کیوں نہیں لیا۔ جب کہ ورقہ نصرانی تھے۔ علمائے نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ چونکہ نصرانیوں کی بنسبت عرب میں یہودی زیادہ تھے ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شہرت تھی اس لئے ان کا نام لیا گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ان کی قوم کی طرف سے شدت اور سختی میں مبتلا کیا گیا تھا وہ اس بات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے۔ اس وجہ سے ان کا ذکر فرما دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت بین الیہود والنصاریٰ مسلم تھی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا۔ بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان کو صرف نصاریٰ مانتے تھے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو وحی اتری تھی۔ وہ امثال۔ عبر۔ رأفۃ اور رحمت پر مشتمل ہوتی تھی۔ بخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی کے کہ اس میں اوامر ونواہی تھے۔ جہاد اور قتال کا حکم تھا۔ تو ورقہ نے اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی آئے گی وہ اوامر اور نواہی پر مشتمل ہو گی۔ یہ علم ان کو کتب سماویہ سے حاصل ہوا۔ کیونکہ ان کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکور تھے۔

یالیتنی فیہا جذعًا ای قویًا شدیدًا۔ جذعہ اصل میں قوی اونٹ کو کہتے ہیں اور فیہا کی ضمیر مجرور اس ایام نبوت کی طرف راجع ہے۔ جو ماقبل سے مفہوم ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کاش میں ایام دعوتِ اسلام میں قوی ہوتا تاکہ ان کا مقابلہ کرتا جس وقت کہ وہ لوگ آپ کو شہر سے نکالیں گے۔ تو منازل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طے کرنے پڑیں گے۔ تو معنی ہوں گے جذعا اور قویا شدیدا انی مدۃ دعوتک لانی مدۃ نبوتک کیونکہ یہ سب کام مشقت والے جوانی میں کئے جا سکتے ہیں بڑھاپے میں قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ **او مخرجی ھم** چونکہ اہل عرب میں عصبیت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اپنے اہل قرابت کی حمایت کرتے ہیں۔ خواہ حق پر ہوں یا ناحق پر۔ دوسرے اخلاق حمیدہ کی وجہ سے آپ مقبول عام ہو چکے تھے جو حجر اسود کے رکھنے کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے ایسا فیصلہ کیا جس سے سب راضی ہو گئے۔ ایسے ایک پڑوسی کے مظالم بیان کرنے والے کو آپ نے ترکیب بتائی تھی۔ کہ سامان نکالنا شروع کر دو۔ جب یہ وہ شرمندہ ہو کر مظالم سے باز آ گیا۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی یا نوے کے قریب کتب سابقہ کو دیکھا جن میں مرقوم تھا کہ اگر حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین کی عقل کا تمام دنیا کے عقلمندوں کی عقل سے مقابلہ کیا جائے تو آپ کی عقل سب سے فائق رہے گی۔ اس لئے آپ کو خبر اخراج پر تعجب ہوا۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ زندگی بہت محبوبانہ گزری تھی۔ امین اور صادق کے لقب سے آپ مشہور تھے۔ بنابریں آپ کو نکالنے کی خبر پر تعجب ہوا۔ آپ کے استعجاب پر ورقہ بن نوفل نے وجہ بیان فرمائی۔

لم یأت رجل قط بمثل ما جئت بہ الا عودی ورقہ نے کہا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ہوتا چلا آیا ہے۔ کہ آپ جیسی چیز (نبوت) جو کوئی بھی لے کر آیا۔ اس کو ستایا گیا اور اس سے دشمنی

کی گئی۔ ای اعادی ومخرجیّ ھم وان یدرکنی یومك انصرك نصراً مؤزّراً بمعنی قویا بلیغا یہاں ورقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا وعدہ کر رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ورقہ حضورؐ پر ایمان لائے ہوں گے تبھی تو مدد کا وعدہ کر رہے ہیں۔ اب اگر ان کو مسلمان مان لیا جائے۔ تو اب اول المؤمنین ورقہ ہوئے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے مقدم ہوئے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں صحابہ کی قسم اول میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ قسم اول کا مطلب یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے حروف تہجی کے اعتبار سے اصابہ کے اندر صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ہر حرف کے چار درجے متعین کئے ہیں۔ مثلاً الف قسم اول الف قسم ثانی الف قسم ثالث الف قسم رابع اور طریقہ حافظؒ کا یہ ہے۔ کہ قسم اول میں کبار صحابہ کے نام ذکر فرماتے ہیں۔ اور قسم ثانی میں صغار صحابہ کے اسماء لکھتے ہیں جن کو رویت حاصل ہے۔ اور قسم ثالث میں مخضرمین کا ذکر فرماتے ہیں مخضرم وہ کہلاتا ہے جس کو حضورؐ کا زمانہ ملا ہو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکا ہو۔ اور قسم رابع میں ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن کی صحبت کے وہ خود منکر ہیں اگرچہ کسی اور نے ان کو صحابی لکھ دیا ہو۔ ورقہ کی صحبت کا بعض حضرات نے انکار کیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے ان کو قسم اول میں شمار کیا ہے۔ اب آیا یہ حضرت صدیق اکبرؓ سے قدیم الاسلام ہوتے یا نہیں اس لئے کہ ابتداء وحی کا واقعہ ہے۔ ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ سے ورقہ سے پہلے ہی مل چکے ہوں اور ابوبکرؓ ایمان لاتے ہوں۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اول من آمن اس وجہ سے ہیں کہ بالتصریح اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے والوں میں سب سے پہلے ہیں۔ اور حضرت ورقہ اگرچہ مقدم ہیں مگر بالتصریح کلمہ گو نہیں کیونکہ ان کا ایمان ان کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے۔

ثم لم ینشب ورقہ ان توفی ورقہ بن نوفل ملک شام چلے گئے تھے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مکہ کے لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے ہیں۔ تو یہ اعانت کے لئے وہاں سے چل دیئے مگر راہ میں کسی نے قتل کر دیا۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مکہ میں ہی کچھ دنوں بعد انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ لم ینشب بمعنی لم یلبث یعنی فوت ہو گئے۔ کہ کہیں لوگ یہ گمان نہ کریں کہ آپؐ ورقہ سے اخذ کر کے بیان کر رہے ہیں۔ حضرت ورقہ بن نوفل کو مؤمن کہا جائے گا اس لئے کہ وہ دین عیسوی پر تھے۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا حال مامور بالتبلیغ نہیں ہوئے تھے۔ اور انہوں نے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ کاش آپؐ مامور بالتبلیغ ہوتے اور میں زندہ رہا تو آپؐ کی ضرور مدد کرتا۔ اس سے

بھی ان کا ایمان ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اقرار پایا جاتا ہے۔ اور انبیاء سابقین اور صلحاء وغیرہ کا اقرار معتبر تھا۔ لہٰذا یہ اقرار بھی معتبر ہوگا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ورقہ کو خواب میں دیکھا کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے جنت میں پھر رہے ہیں۔ الغرض ﷺ غیرت خداوندی نے اس کو بھی گوارا نہ کیا کہ اخذ من الغیر کا کوئی شائبہ باقی رہ جائے۔ اور اسی وجہ سے ماں باپ اور دادے کا سایہ بھی اٹھا لیا گیا خود ہی مربی ہوئے۔ ؎

شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری ——— غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

وفترۃ الوحی اس کے بعد تین برس تک وحی نہیں اتری۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی فرشتہ آپ کے ساتھ نہیں رہتا تھا بلکہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میکائیل اور جبرائیل علیہما السلام ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ فترت اور قطع وحی کا یہ مطلب ہے کہ کوئی فرشتہ وحی لے کر نہیں آتا تھا جس کی وجہ سے قلب پر اثر پڑتا تھا۔ جیسا کہ اہل سلوک کے ساتھ قبض ہوتا رہتا ہے جس سے تڑپ اور بے قراری ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کو اس بارے میں کئی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ دو مرتبہ آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک تو اسی وقت دوسرے لیلۃ المعراج میں اس کے علاوہ اور شکل میں نمودار ہوتے تھے۔

شیخ زکریا مرحوم لکھتے ہیں کہ یہ فترت وحی مسلسل تین برس تک رہی اس کی کیا حکمت تھی حقیقی حکمت کو اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی جانتے ہیں۔ مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ فترت اس لئے واقع ہوئی تاکہ آپ آیات منزلہ میں غور و فکر کریں۔ اور تدبر و تفکر ہو۔ اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ وحی ایک وزنی چیز تھی۔ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا میں ارشاد ہے تو کچھ دنوں کے لئے اس کو روک دیا گیا تاکہ طبیعت مبارکہ اس بوجھ کی خوگر ہو جائے۔ اور ثقل برداشت کرنے لگے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب وحی ایک ثقیل چیز ہوتی ہے۔ تو ہم کو اس کا ثقل کیوں نہیں معلوم ہوتا۔ بات یہ ہے کہ ہم غور و فکر ہی نہیں کرتے۔ اور اس کے حقائق نہیں سمجھتے ورنہ اکابر کے متعلق مشہور رہے۔ کہ وہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ یا پھر اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرما رکھا ہے۔ اور اس کے ثقل کو خفت سے بدل دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ فترت تحصیل انس کے لئے ہوئی۔ کیونکہ اگر پے در پے اس امر ثقیل کا نزول ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ طبیعت مبارکہ میں نفرت اور وحشت پیدا ہو جاتی۔ جیسا کہ بار بار کی سختی سے بسا اوقات وحشت ہونے

لگتی ہے۔ یا اسس کو یوں تعبیر کرو کہ چونکہ عبارسالت سے آپؐ کو خوف تھا۔ تو اس کے تحمل کے لئے مہلت دے دی گئی۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ صوفیا کرام کے یہاں معمول ہے۔ کہ جب کسی کو تلقین وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں تو اسس کو کچھ دنوں کے لئے اپنے سے دور کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس کا علم ہو جائے کہ جو نسبت مرید کو حاصل ہے۔ وہ نسبت انعکاسی تو نہیں ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پیش آیا۔ تاکہ صوفیا کے لئے مشعل راہ ہو۔

قال ابن شہاب یہ تعلیق نہیں جیساکہ بعض لوگوں کو وہم ہوگیا۔ چونکہ ابتدا حدیث سے لے کر یہاں تک کے حالات حضرت عائشہؓ کی روایت سے بواسطہ عروہ مذکور تھے۔ مگر قصہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے امام زہریؒ فترۃ وحی کے واقعہ کو دوسرے واسطے سے بیان فرما رہے ہیں۔ اور وہ واقعہ حضرت جابرؓ کی روایت میں بواسطہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن موجود ہے۔

وھو یحدث۔ ھو کی ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابرؓ دونوں کی طرف لوٹ سکتی ہے۔ لیکن راجح یہ ہے کہ یہ ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

فرعبت کہ میں مرعوب ہوگیا کیونکہ جب یہ دیکھا کہ ایک معلق کرسی پر فرشتہ بیٹھا ہے تو یہ عجیب بات دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ رجز کے معنی یا تو اوقبیحہ کے ہیں یا عبادۃ الاوثان کے ہیں اشکال یہ ہے۔ کہ آپؐ نے تو کبھی بتوں کی عبادت نہیں فرمائی پھر ترک کا حکم کیوں دیا جا رہا ہے۔ تو جواباً کہا جائے گا کہ بسا اوقات کسی شے سے رکاوٹ اور ممانعت اس کی غایت قباحت کے پیش نظر ہوتی ہے۔ گو مخاطب نے کبھی بھی اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ جیسے لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ یا جیسے بیعت میں شیخ يُبَايِعْنَ عَلٰى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ کے الفاظ کہلواتا ہے۔ حالانکہ ہر آدمی زانی اور چور نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ مدنیؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ فاھجر اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ الرجز فأمر الہجران یعنی لوگوں کو ہجران رجز کی تبلیغ کریں۔ یا رجز کے اندر تاویل کی جائے۔ رجز کے معنی صنم کے نہیں بلکہ ذنب کے معنی ہیں صنم کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ذنب کبیرہ ہے۔ تو آثام کے ہجران کی تبلیغ ہوگی۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں۔ کل ما اشغلک عن الحق فھو طاغوتک۔ یعنی جو چیز حق سے روکنے والی ہو وہ طاغوت ہے۔ اگرچہ

وہ علم میں کیوں نہ ہو۔ تو معنی ہوں گے کہ غیر اللہ کے ساتھ تعلق کو چھوڑ دو۔

فحمی الوحی اگر کوئی چیز پے در پے ہوتی رہے تو اسے حمی یعنی گرم ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ روایت ایسی ہے کہ ترجمۃ الباب سے التزاماً اور مطابقۃً من کل الوجوہ روشنی ڈالتی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ منشأ نبوت اخلاق حمیدہ ہیں۔ کیونکہ نبوت عطیہ الٰہی ہے۔ اور اس کے لئے کچھ اسباب ہیں۔ آپؐ کی نبوت کے بواعث عالم اسباب میں یہ اخلاق حمیدہ ہیں۔ جن کو حضرت خدیجہؓ نے بیان فرمایا جو شخص ایسے اخلاق اور صفات سے متصف ہو۔ وہ مستحق رفعت ہے۔ بلکہ جو ایسے اخلاق کا مالک ہو اسے نبوت ملے گی۔ لیکن بغیر دینے کے وہ نبی نہیں بن سکتا۔ قابلیت کو تو مدارِ نبوت کہا جا سکتا ہے جیسے کوئی شخص گورنری کی قابلیت رکھتا ہو۔ مگر بغیر اعطائی کے وہ گورنر نہیں بن سکتا۔ ایسے یہاں بھی نبوت کا مدار اخلاق پر ہے۔ اور اس کی علامات معجزات ہیں۔ جو کہ بطور تائید کے ہوتے ہیں۔ لیکن نبوت کا مدار معجزات پر نہیں معجزات کا مدار نبوت پر ہے۔ خوارق عادت چیزیں قدرت الٰہیہ میں سے ہوتی ہیں۔ ظاہر کرنے والی کی قدرت میں نہیں ہوتیں۔ ان اخلاق میں سے مہتم بالشان شفقت علی الخلق ہے۔ اس لئے کہ رسول کے قلب میں مرسل الیہ کی محبت ڈالی جاتی ہے۔ تاکہ اس کی وجہ سے اس کی اصلاح اور پرورش ہو۔ جیسے ماں باپ کے قلب میں شفقت ڈالی جاتی ہے۔ نبی کے قلب میں اس سے بھی زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اور جس قدر محبت زیادہ ہو گی اس قدر تربیت اچھی ہو گی۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں ایک جگہ پر آپؐ نے مع لشکر پڑاؤ کیا۔ پیلو کے درخت کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا کہ سیاہ رنگ کی پیلو چن کر لاؤ۔ لوگوں نے اس پر تعجب کیا۔ کہ آپؐ کو اس کا کیسے علم ہوگیا۔ کیونکہ ایک مکہ میں پیلو نہیں دوسرے اہل بادیہ کو اس کا زیادہ علم ہوتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے بچپن میں بکریاں چرائی ہیں۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اور یہ شفقت کی بنا پر تھا۔ کہ بکری شریر جانور ہے جو اس پر شفیق ہو گا وہ انسانوں پر بھی شفقت کرے گا۔ تو مبادی نبوت میں سے ایک شفقت علی الخلق بھی ہے۔ اور ایسے امانت و دیانت ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی نہایت معصوم ہے اور قابلِ اعتماد ہے۔ کہ اس پر غیر تعلیم یافتہ بھی اعتماد کرتے ہیں۔

تابعہ عبداللہ بن یوسف متابعۃ کی دو قسمیں ہیں۔ متابعۃ تامہ اور متابعۃ ناقصہ۔ متابعۃ تامہ یہ ہے کہ کوئی شخص ابتدا ہی سے استاذ میں راوی حدیث کا شریک بن جائے۔ اور متابعۃ ناقصہ یہ

یہ ہے کہ اوپر سند میں کوئی راوی کسی راوی حدیث کی متابعت کرے۔ متابعت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے روایت اور راوی کو تقویت ملتی ہے۔

وقال یونس ومعمر بوادرہ یہاں سے امام بخاریؒ اختلاف روایات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ کہ زہری کے شاگرد عقیل نے توفؤادہ کہا اور یونس اور معمر نے بوادرہ کہا ہے۔ بوادر جمع بادرہ کی ہے بادرہ گردن اور مونڈھے کے درمیانی حصہ کو بولتے ہیں۔ خوف کی شدت میں جس طرح دل کانپتا ہے اس طرح یہ حصہ بھی حرکت کرنے لگتا ہے۔ یہ روایت باب بدء الوحی کے بالکل مطابق ہے۔ چونکہ حضرت شیخ الہندؒ کے نزدیک ترجمہ کا مقصد عظمت وحی کو بتلانا ہے۔ اس طرح موافقت ہو جائے گی۔ کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان اور فخر الرسل اس وحی کو لے آئے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ترجمہ کی غرض ان اوصاف جمیلہ کو بیان کرنا ہے۔ جن پہ وحی نازل ہوتی ہے۔ تو یہ بھی اس روایت نے بتلا دیا کہ وہ اوصاف صلہ رحمی وغیرہ کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً وَّكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيْدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ط إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ قَالَ جَمْعَهٗ لَكَ صَدْرُكَ وَتَقْرَأَهٗ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهٗ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهٗ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرَائِيْلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرَائِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهٗ۔

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (جلدی کرنے کے لئے آپؐ زبان کو حرکت

نہ دیں) فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے اتارے جانے کے وقت سخت تکلیف برداشت کرتے تھے جس کی وجہ سے بسا اوقات آپؐ اپنے دونوں ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اسی طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرکت دیتے تھے۔ اور ان کے شاگرد حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ میں بھی اسی طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباسؓ کو ہونٹ ہلاتے دیکھا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اتاری کہ بے شک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس وحی کا آپؐ کے سینہ میں جمع کرنا اور اس کا پڑھانا مراد ہے۔ اور فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ پس جب ہم اس وحی کو پڑھائیں تو آپؐ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔ یعنی کان لگا کے سنیں اور چپ رہیں۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ یعنی پھر ہمارے ذمہ ہے کہ آپؐ اس کو پڑھیں پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد جب بھی جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تو آپؐ کان لگا کے ان کی بات سنتے تھے پھر جب جبرائیل علیہ السلام چلے جاتے تو آپؐ اس طرح پڑھتے جس طرح جبرائیل علیہ السلام پڑھا کے گئے تھے۔

تشریح لاتحرک بہ لسانک۔ یاد کرنے کے لئے کسی چیز کا بار بار پڑھنا اس کا مؤید ہوتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی وحی آتی تھی تو آپؐ اس خوف سے کہ کہیں وحی بھول نہ جائے اپنے کانوں کو وحی کی طرف متوجہ کرتے اور زبان کو ادائے الفاظ کی طرف۔ اس سے نفس کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے لاتحرک بہ لسانک نازل ہوا۔ یُعالج بمعنی یتحمل اٹھانے کے معنی میں ہے۔

مِمَّا يُحَرِّكُ میں مِمّا بمعنی رُبّ کے ہے۔ اور مِن کو زائدہ اور ما کو مصدریہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اکثر آئمہ تحریک شفتین یاد کرنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ علاوہ وحی کی وجہ سے تھا۔ لیکن پہلی توجیہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لتعجل بہ ای لتأخذہ علی العجلۃ۔

جمعه لك صدرك جمع اگر فعل ماضی ہے تو صدرک فاعل ہوگا۔ اگر جمعہ مصدر ہو تو پھر صدرک منصوب ہوگا۔ ای جمع اللہ لک فی صدرک۔ سمع اور استماع میں فرق ہے۔ استماع کان لگانے کو کہتے ہیں۔ آواز آئے یا نہ آئے۔ انصات۔ چُپ رہنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے چپ رہنا چاہیئے۔ سریہ میں نہیں۔ پھر تو فاسمعوا کہا جاتا۔ فاستمعوا انہ فرماتے

کیونکہ سمع کے معنی سننے کے ہیں جب کہ آواز پہنچے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں کا تکفل ہے۔ (۱) وحی کا زبانی جاری کرانا (۲) یاد کرا دینا (۳) اس کے معانی کا بیان کرنا۔ اس روایت میں مبدٔ وحی کی طرف اشارہ ہوا کہ آپؐ مبدٔ وحی میں ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ بعد میں اسے اٹھا دیا گیا۔ اور کفالت کر لی گئی۔ تو معنی مطابقی ظاہر ہوئے۔ اور معنی التزامی (وحی کا معصوم ہونا) وہ اس سے زیادہ واضح معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ باری تعالیٰ نے وحی کی حفاظت کے لئے خود ان تینوں چیزوں کی کفالت لے لی۔ اور آپؐ کو اس سے مستغنی کر دیا۔ حیات میں تو کوئی آفت پہنچ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے محسوس قابلِ اعتماد نہیں رہتا۔ اخبار میں کبھی خبط عشوای ہو جاتا ہے۔ کہ اس کا اعتماد بھی نہیں رہتا۔ تو باری تعالیٰ نے ان سب کا تکفل فرما لیا۔ تو اس سے عظمت وحی واضح طور پر معلوم ہوئی۔ یہاں پر ایک اشکال ہے کہ سورۃ ممتحنہ میں جو مضمون اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد ہے۔ وہ احوالِ قیامت میں سے ہے۔ ان کے درمیان اس آیت کو رکھا گیا۔ ظاہراً کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ مفسرین نے اس کی کئی وجوہ لکھی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ صاف وہ وجہ ہے جو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ کہ یہاں جزا و سزا کی تکالیف کا مدار مالہ التاخیر و مالہ التقدیم کے رکھنے پر ہے۔ یعنی ہر چیز کو اپنے مرتبہ پر رکھا جائے تب نجات ہو گی۔ اگر مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کر دیا تو عذاب ہو گا۔ جس پر فرمایا گیا کہ بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ جس سے معلوم ہوا کہ تقدیم و تاخیر کو اپنے مرتبے پر رکھنے سے جزا و سزا کا ترتب ہو گا۔ اور امور شرعیہ اور مفروضات میں معلوم ہوتا تھا کہ اس میں تقدیم و تاخیر نہ ہو گی تو فرمایا گیا کہ اس میں بھی ترتیب کا لحاظ رکھنا ہو گا۔ کیونکہ استماع کو قرأۃ پر مقدم کرنا تھا۔ اس کے خلاف پر جھڑک دیا گیا۔ اس طرح اگر کوئی شخص دنیا میں تقدم و تأخر کا لحاظ نہ رکھے گا تو وہ بھی سزا کا مستحق ہو گا ورنہ جزا کا۔ اس لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا۔ تو باری تعالیٰ نے بھی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ بے ترتیبی کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے فرمایا گیا۔ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ۔ یعنی جس نے آخرۃ اور ہماری رضا جوئی کو مقدم رکھا اس کے لئے فلاح ہے اور جس نے دنیا کو مقدم کیا یعنی تقدیم ما حقہ التاخیر کیا۔ تو فلاح نہ ہو گی۔ تو فرمایا گیا کہ امور شرعیہ یا دنیاوی و اخروی سب میں ترتیب ضروری ہے۔ (کمالات لہ شیخ مدنی)

حضرت شیخ زکریاؒ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کے ذریعہ سے تربیت پیدا کرنی مقصود ہے۔ جیسے مربی درمیان کلام میں کوئی بات غیر متعلق کہہ دیتا ہے۔ جیسے باپ بچے کو کھانا کھلاتے کھلاتے نصیحت بھی کر رہا ہو۔ اسی اثنا میں بچہ کسی غیر مناسب جگہ میں ہاتھ ڈال دے تو باپ درمیان گفتگو اس کو منع کر دیتا ہے کہ ایسا مت کرو۔ اتنا کہہ کر پھر پہلی بات شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ آیت کریمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سکھا رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھول جانے کے خوف سے اپنی زبان سے اس کو بار بار دہراتے تھے۔ تو درمیان کلام میں تنبیہہ کر دی کہ ایسا مت کرو۔ پھر سابقہ کلام شروع فرما دیا۔

حدیث نمبر۳ میں متابعت کے بارے میں حضرت شیخ مدنیؒ نے فرمایا کہ متابعت کسی راوی کا دوسرے کے ساتھ مطابقت کرنا اور مطابقت کی دو صورتیں ہیں تامہ اور ناقصہ۔ تامہ تو یہ ہے کہ سب شیوخ کے اندر مطابقت ہو۔ اگر استاد الاستاد میں یا کسی اوپر کے راوی میں ہوئی تو یہ ناقصہ ہوگی مصنفؒ کسی روایت کو کبھی متابعت تامہ سے اور کبھی متابعت ناقصہ سے روایت کرتے ہیں۔ روایت سابقہ میں مصنفؒ کا استاد یحییٰ بن بکیر تھا۔ تو اس کی مطابقت عبد اللہ بن یوسف نے کی مصنفؒ کی متابعت تب ہوتی جب کوئی یحییٰ بن بکیر سے روایت کرتا تو مصنفؒ تابعنی کہتا اس وقت متابعت تامہ ہوتی۔ اس جگہ متابعت ناقصہ ہے۔ متابعت ناقصہ میں مروی عنہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔ متابعت تامہ میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔

کان مما یحرک شفتیہ اگر شبہ ہو کہ سارے حروف تو شفوی نہیں ہیں۔ تو یحرک شفتیہ کہنا کیسے صحیح ہوگا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لاتحرک بہ لسانک فرمایا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ چونکہ زبان کی حرکت ہمارے سامنے نہیں ہے اس لئے اسے ذکر نہیں فرمایا باری تعالیٰ کے سامنے ہے وہاں ذکر ہوا۔ شفتین ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ جن کی حرکت ہمارے سامنے ہوتی ہے اس لئے اس کو ذکر کیا گیا۔

قال ابن عباس انا احرکھما یہاں حضرت سعید بن مسیبؓ نے کما رأیت ابن عباس یحرکھما فرمایا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ نے کما رأیت رسول اللہ الخ نہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت سعید بن مسیب نے حضرت ابن عباسؓ کو تحریک شفتین کرتے دیکھا تھا۔ اور حضرت ابن عباسؓ

نے نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ ابتدا وحی میں تو ابن عباسؓ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ تو انہوں نے یا تو براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تحریک شفتین کے متعلق سنا۔ یا کسی اور صحابی سے تو پھر یہ روایت مراسیلِ صحابہ کے قبیل سے ہوگی۔

اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ عامۃ مفسرین نے اس جملہ کی تفسیر ان علینا توضیح مشکلات وتبیین مبہمات سے کی ہے اور ابن عباسؓ نے ان نقرءک کے ساتھ کی ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے ذمہ آئندہ اس کو پڑھوانا ہے۔ آپؐ اس کو بھول نہیں سکتے۔ یہاں یہ جمہور اور ابن عباس کی تفسیر میں فرق ظاہر ہے۔

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ آیاتِ قرآنیہ کے اندر ترتیب کا ہونا باعتبار نزول کے اور ہے۔ اور باعتبار قرآۃ کے اور ہے۔ نزول تو مخلوقات کے مصالح کی بناء پر ہوتا ہے۔ لیکن لوگ اس ترتیب کو سیکھ گئے۔ تو پھر اس کی ضرورت نہیں جیسے طبیب کے نسخہ میں پہلے پہل ایک ترتیب کی رعایت ہوتی ہے۔ بعد میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ چنانچہ نماز تہجد فرض تھی۔ مدینہ میں آنے کے بعد اعمال کو لایا گیا۔ جب کہ لوگوں کی اعتقادی حالت درست ہوگئی تھی۔ بنا بریں نزول آیات کی ترتیب اور تھی تلاوت کی ترتیب اور ہے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اس آیت کو فلاں جگہ رکھا جائے۔ اور اس آیت کو فلاں جگہ پر۔ تو ترتیب آیات توقیفی ہوئی۔ البتہ ترتیب سور میں اختلاف ہے۔ بعض توقیفی اور بعض اجتہادی کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس ترتیب پر بیان کیا۔ بعض فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ترتیب دی۔ جس پر اجماع صحابہ منعقد ہوا۔ تو اجماع صحابہ منعقد ہونے کے بعد اس ترتیب کو باقی رکھنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ فرمانِ ربانی موجود ہے۔ اور جمع قرآن کے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے تثبیت اور مصالح ناس مقصود ہیں۔ آج کسی نے خلافِ ترتیب پڑھا تو اسے حرام یا مکروہ تحریمی کہا جائے گا۔ جبکہ عمداً پڑھے۔

۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدُ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاہُ جِبْرَائِیْلُ وَکَانَ یَلْقَاہُ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُہُ الْقُرْاٰنَ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَیْرِ

مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخی تھے۔ اور آپؐ کی سخاوت رمضان شریف کے مہینہ میں سب سے زیادہ ہوتی تھی۔ جب کہ جبرائیل علیہ السلام کی آپؐ سے ملاقات ہوتی تھی۔ اور جبرائیلؑ کی ملاقات رمضان کی ہر رات کو آپؐ سے ہوتی تھی۔ تو جبرائیل علیہ السلام آپؐ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ بنا بریں البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموم نفع رسانی میں آندھی سے بھی زیادہ ہر قسم کی خیر کے سخاوت کرنے والے ہوتے تھے

تشریح شیخ زکریا مرحوم۔ یہاں پر سند میں ح واقع ہوئی ہے۔ اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ حائے مہملہ ہے۔ یا خائے معجمہ جو لوگ خائے معجمہ قرار دیتے ہیں۔ وہ اس کے اندر دو قول بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ مخفف ہے الخ کا یعنی کوئی مضمون طویل ہو۔ یا کوئی آیت یا حدیث ہو۔ لکھنے والا اس کو پورا نہیں لکھتا تو تخفیف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے الخ لکھ دیتا ہے۔ اور معنی اس کے الی آخر الکلام کے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مخفف ہے اسناد آخر کا۔ لیکن دوسری جماعت کثیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ حائے مہملہ ہے۔ اسی جماعت کے اندر چار فریق ہیں۔ ایک فریق کی رائے یہ ہے۔ کہ یہ الحدیث کا مخفف ہے۔ لہٰذا یہاں پہنچ کر الحدیث پڑھنا چاہیئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مخفف ہے صح کا۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جہاں کہیں کسی تحریر میں تردد ہو جاتا ہے۔ تو قاعدہ یہ ہے کہ اسی تحریر پر تھوڑا سا صح بنا دیتے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ عبارت میں شک و شبہ نہ کرو۔ یہ عبارت صحیح ہے۔ اس صورت میں اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔ صرف تنبیہہ کے لئے ہوتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ الحائل کا مخفف ہے۔ حائل کے معنی آڑ کے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سندِ اول اور سندِ ثانی کے درمیان حائل ہو رہی ہے۔ اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔ چوتھا قول یہ ہے۔ کہ یہ تحویل کا مخفف ہے۔ ای تحویل من سند الی سند آخر۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہاں پہنچ کر حا پڑھا جائے گا۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی حدیث کی دو سندیں ہوں۔ اور اوپر کا حصہ دونوں کا ایک ہو۔ اور نیچے سے دونوں سندیں الگ الگ ہوں تو تطویل سے بچنے کے لئے دونوں مختلف سندوں کو ذکر کر کے جب اتحاد شروع ہوتا ہے تو وہاں ح بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ ومعمر نحوہ اس حدیث کے لئے امام بخاریؒ نے دو سندیں ذکر فرمائیں۔ پہلی سند میں عبدان نقل کرتے ہیں عبداللہ سے

وہ یونس سے وہ زہری سے گویا عبدان کی سند میں زہریؒ سے نقل کرنے والے صرف یونس ہوئے۔ اور دوسری سند کے اندر بشر بن محمد نقل کرتے ہیں انہی عبداللہ اور یہ یونس اور معمر سے نقل کرتے ہیں اور یونس اور معمر امام زہری سے نقل کرتے ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے معمر کے بعد نحوہٗ کا لفظ بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ اگرچہ زہری سے یونس اور معمر دونوں نقل کرتے ہیں مگر الفاظ حدیث یونس کے ہیں۔ معمر اس کے صرف معنی اور مفہوم کو ذکر کرتے ہیں۔ بعینہٖ الفاظ بیان نہیں کرتے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس اجود الناس یہ مطلقاً ہے۔ واقعی آپؐ کی صفات کاملہ سب کی سب علی طریق المبالغہ تھیں۔ جود و سخاوت کا کمال بھی تب ہے۔ جب کہ اپنی حاجت کے ہوتے ہوئے ہو۔ فی رمضان اسی حال کو نہ فی رمضان۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آنا ویسے بھی ہوتا تھا۔ مگر رمضان کے مہینہ میں روزانہ تشریف لاتے تھے۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں۔ کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدتوں آپؐ کے گھر آگ نہیں جلا کرتی تھی۔ کچھ نہ ہونے کی وجہ سے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دو دو ماہ گزر جاتے تھے ہمارے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ تو پھر جود و سخاوت کے کیا معنی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جود و سخاوت آپؐ کے فقر و فاقہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اسی جود و کرم کی وجہ سے تھا۔ جو کچھ آیا فوراً تقسیم کرا دیا۔ گھر پر اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک وہ سارا تقسیم نہیں ہو گیا۔ لہذا جس کا یہ حال ہو گا۔ اس کے پاس کیا رہے گا۔ اور اسی پر بس نہیں اگر اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو کسی دوسرے سے لے کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ سے کہہ رکھا تھا۔ کہ وہ قرض لے کر دے دیا کریں پھر بعد میں ہم ادا کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ اسی طرح قرض لے کر حاجت مندوں کو دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی نے کہا کہ بلالؓ تم روزانہ قرض مانگتے ہو۔ لوگوں سے لینے کی ضرورت نہیں بس مجھ سے لے لیا کرو۔ جب تمہارے پاس کہیں سے آجایا کرے تو ادا کر دیا کرو۔ حضرت بلالؓ کو اس کی بڑی خوشی ہوئی۔ اور اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ ان خبیث کافروں کا دستور یہ ہے کہ جب یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب مقروض کا مکان وغیرہ سب فروخت ہو سکتا ہے تو آ کر تقاضا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ یہودی بھی اسی کا منتظر تھا۔ ایک دن حضرت بلالؓ کو آواز دی۔ او حبشی او حبشی یہاں آ۔ حضرت بلالؓ تشریف لے گئے۔ اس نے کہا کہ اس مہینے کے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔ فرمایا چار دن۔ کہنے لگا یا تو چار دن کے اندر سارا قرض ادا کر دے ورنہ غلام

بنا لوں گا۔ اور پھر اسی طرح بکریاں چراتا پھرے گا۔ حضرت بلالؓ کو یہ سن کر بڑا غم ہوا۔ دن تو کسی طرح گذر گیا۔ شام کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کر کے دو چار دن کے لئے کہیں روپوش ہونے کی اجازت مانگی۔ اور عرض کیا جب آپؐ کے پاس کچھ آجائے گا تو آپؐ ادا فرما دیں۔ پھر میں ظاہر ہو جاؤں گا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرما دی۔ حضرت بلالؓ شب میں روپوش ہو جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی بلانے کے لئے پہنچا۔ حضرت بلالؓ حاضر خدمت ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے دروازہ پر کچھ سامان دیکھا ہے؟ عرض کیا۔ چار اونٹنیاں مال سے لدی ہوئی کھڑی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ شاہِ فدک نے میرے پاس ہدیہ بھیجا ہے۔ تم اس سے اپنا قرض ادا کر دو۔ چنانچہ صبح ہی صبح حضرت بلالؓ اس یہودی کے پاس لے گئے۔ اور اس کا سارا حساب ادا کر دیا۔ یہودی بھی حیرت میں رہ گیا۔ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ بلال کچھ مال باقی ہے۔ عرض کیا ابھی تو بہت باقی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ سب کو تقسیم کر دو۔ چنانچہ حضرت بلالؓ نے تھوڑا سا تقسیم کر کے باقی اس خیال سے روک لیا۔ کہ کل کو کوئی مصیبت پیش آئے گی اس میں کام دے گا۔ جب بلالؓ خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ سب تقسیم ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ آدمی کم آئے تھے اس لئے بچ گیا۔ آپؐ نے فرمایا جب تک وہ سارا مال ختم نہیں ہو گا میں گھر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ رات آپؐ نے مسجد میں گذاری مکان پر تشریف نہیں لے گئے۔ (رواہ ابو داؤد فی باب الامام یقبل ہدایا المشرکین)

بہر حال اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین جود کا ذکر ہے۔ ایک تو اجود الناس سے معلوم ہوا۔ دوسرا اجود ما یکون فی رمضان سے معلوم ہوا۔ حتیٰ کہ ماہ رمضان میں قرض لے کر بھی لوگوں کو کھلایا کرتے تھے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جب مسرت ہوتی ہے تو آدمی خوب خرچ کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں زیادہ خوشی و مسرت ہوتی تھی۔

حین یلقاہ جبرائیل تیسرا جود اس جملہ سے معلوم ہوا۔ کہ ماہ رمضان میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی۔ تو اس وقت کے جود کا حال نہ پوچھو۔ اس وقت صفت جود اور بڑھ جاتی تھی۔

فیدارسہ القرآن یدارس فعل مضارع ہے باب مفاعلہ سے جس کے معنی دور کرنے کے ہیں۔ ایک پڑھے اور دوسرا سنے۔ اس سال تک جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا تھا اس کو جبرائیل علیہ السلام سنتے تھے۔ باوجودیکہ حفظ قرآن کی کفالت باری تعالیٰ نے لے لی۔ اور آپؐ ہر رات کو پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ہر

رمضان میں جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں سنتے ہیں۔ سناتے ہیں۔ اور آخری سال تو جبرائیلؑ نے دو مرتبہ تدارس کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ باری تعالےٰ نے وحی کی خوب حفاظت فرمائی۔ یہی ان حفاظ کی دلیل ہے۔ جو رمضان شریف میں دَور کرتے ہیں۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ قرآن مجید کو رمضان کے ساتھ خصوصیت ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے رمضان میں اتارا گیا۔ کسی خاص تاریخ یا کسی خاص مہینے میں اتارنا اس کے یہ معنی ہیں کہ ام الکتاب سے اسے اتارا گیا۔ پھر نجماً نجماً جبرائیل علیہ السلام لاتے رہے۔ ام الکتاب سے لوح محفوظ میں اترنا اور وقت ہے اور لوح محفوظ سے آپؐ کے قلب اطہر پہ اتارنا اور وقت ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بار بار سننا اور سنانا اس کو اترنے کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاً غار حرا میں وحی رمضان شریف میں نازل ہوئی تو معنی مطابقی کے طور پر بھی ترجمۃ الباب سے مناسبت ہوگی (افادہ المدنی)

شیخ زکریا مرحوم فرماتے ہیں کہ یہاں القرآن کا لفظ اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے یہ چاہتا ہے کہ ہر رمضان میں پورے قرآن کا دور فرماتے تھے۔ اور یہی ایک جماعت کی رائے ہے کہ رمضان میں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پورے قرآن کا دور فرماتے تھے اور رمضان شریف کے علاوہ بقیہ ایام میں آیات وسور علی حسب الضرورۃ اترتی رہتی تھیں۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ قرآن سے مراد ما نزل ہے۔ اس لئے کہ اگر پورے قرآن کا دور فرماتے تو قصہ افک میں اتنی پریشانی کیوں برداشت کرنی پڑتی کیونکہ واقعہ افک ۶ھ کے اندر ہے تو اگر چھ سال تک دَور کیا تھا تو ساری بات گویا پہلے ہی سے معلوم تھی پھر اتنی پریشانی کیوں ہوتی۔ ایسے ہی یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ میں سکوت نہ فرماتے۔ یہ دونوں باتیں اس کی دلیل ہیں کہ اسی کا دَور ہوتا تھا جس قدر کہ وحی کا نزول ہو چکا ہوتا تھا۔

فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ چونکہ ہوا بادل کو لاتی ہے۔ اور اس سے پانی برستا ہے۔ جو ان کثیر نعمتوں کے پیدا ہونے کا سبب ہے۔ اس لئے اس کثرتِ خیر کو ریح مرسلہ سے تشبیہہ دے دی یعنی ہوا جو کہ اتنی خیرات کثیرہ کا سبب ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی زیادہ خیر کے سخاوت کرنے والے تھے۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ عدم تمام شرور کا مرکز ہے اور وجود تمام خیور کا۔ باری تعالےٰ کا تمام اشیاء کو وجود عطا کرنا۔ یہ ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ پھر اس کے بعد صفات دے دینا اور وہ بھی

اپنی صفات یہ اس سے بھی عظیم الشان نعمت ہے چنانچہ شمس کو نور اور وجود دیا گیا اسے ارادہ وغیرہ سے نہیں نوازا گیا۔ البتہ انسان کو اپنی صفات کاملہ میں سے عطا کر کے فرمایا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ ان سب انعامات میں سے زیادہ عظیم الشان کلام اللہ ہے۔ جو کہ صفت قدیمہ ہے۔ اس کو مختلف طرق سے اتار کر ہم تک پہنچایا۔ اس کے برابر کوئی انعام نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً امت محمدیہ کو اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اس انعام کی قدر و منزلت کو مختلف آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور آپ کا جود جو قرآن مجید کے بارے میں ہوتا تھا وہ رمضان شریف میں ہوتا تھا۔ تو جس طرح باری تعالےٰ نے انسان پر جود کیا اسے اپنی صفت قدیمہ قرآن مجید اتار کر عطا فرمائی تو انسان کو بھی چاہیئے کہ وہ اس کی قدر و منزلت میں سخاوت سے کام لے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت رمضان شریف میں زیادہ ہوتی تھی تخلقاً باخلاق اللہ۔

ریح مرسلہ سے مراد آندھی کی وہ ہوا ہے جو چاروں طرف جاتی ہے۔ اور سب جگہ پہنچتی ہے۔ اس کو کسی سے ابا نہیں ہوتا۔ تو آپ کی سخاوت بھی رمضان شریف میں ایسے ہوتی تھی۔ کسی سے بخل نہیں ہوتا تھا۔ اس روایت کو معنی مطابقی کے طور پر تو ترجمہ باب سے مناسبت ظاہر ہے۔ کہ وحی رمضان شریف میں آتی تھی اور باعتبار معنی التزامی کے وحی کی عظمت اور عصمت پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ کہ باری تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ تیئس سال تک اس کی مدارستہ کرائی گئی۔ اور ہر رات اس کے پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ بخلاف اور مراکز علم کے کہ ان میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا اعتماد اسی وحی پر ہونا چاہیئے۔

حضرت شیخ زکریا مرحوم کا ارشاد ہے کہ فی رمضان میں لفظ رمضان سے ترجمہ ثابت ہے کہ اس سے کیفیت بدء وحی کی طرف اشارہ ہوا۔ کہ رمضان میں پورا لوح محفوظ سے سماء دنیا پر نازل ہوا۔ یہ بدء زمانی ہوا۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ ترجمہ یلقاہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ لقا اپنے عموم سے لقا بوقت ابتداءی کو بھی شامل ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں تین مراتب جود کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ تو مقصد یہ ہے کہ وہ صفات عالیہ یہ ہیں جن پر نزول وحی مرتب ہوئی۔

۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ اَبَا سُفْیٰنَ بْنَ حَرْبٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ ھِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَیْہِ فِیْ رَکْبٍ مِنْ قُرَیْشٍ وَکَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِی الْمُدَّۃِ الَّتِیْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِیْھَا اَبَا سُفْیَانَ وَکُفَّارَ قُرَیْشٍ فَاَتَوْہُ وَھُمْ بِاِیْلِیَاءَ فَدَعَاھُمْ فِیْ مَجْلِسِہٖ وَحَوْلَہٗ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ

ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا تَرْجُمَانَهُ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ
يَزْعَمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ نَسَبًا فَقَالَ اَدْنُوْهُ مِنِّيْ وَ
قَرِّبُوْا اَصْحَابَهُ فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُمْ اِنِّيْ
سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ فَاِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ
اَنْ يَأْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ اَوَّلَ مَا سَأَلَنِيْ عَنْهُ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فِيْكُمْ قُلْتُ
هُوَ فِيْنَا ذُوْنَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ اَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا قَالَ
فَاَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَاءُهُمْ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاءُهُمْ قَالَ اَيَزِيْدُوْنَ
اَمْ يَنْقُصُوْنَ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ سُخْطَةً
لِدِيْنِهِ بَعْدَ اَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ
اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِيْ
مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرُ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ
قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ قُلْتُ الْحَرْبُ
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ يَّنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ قَالَ مَاذَا يَاْمُرُكُمْ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا
اللّٰهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ
وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهُ سَاَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فَذَكَرْتَ
اَنَّهُ فِيْكُمْ ذُوْنَسَبٍ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ
قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا قُلْتُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ قَالَ هٰذَا
الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَّاْتَسِيْ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهُ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ
اٰبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ اَبِيْهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ
تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا فَقَدْ اَعْرِفُ اَنَّهُ لَمْ
يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبُ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ
اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَاءُهُمْ فَذَكَرْتَ اَنَّ ضُعَفَاءَهُمْ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَ
سَاَلْتُكَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَذَكَرْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ

أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ أَيَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ
يَدْخُلَ فِيهِ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ
الْقُلُوبَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ
وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا
بِهِ شَيْئًا وَيَنْهٰكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَ
الْعَفَافِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ
خَارِجٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ
وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ إِلٰى عَظِيمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهُ عَظِيمُ
بُصْرٰى إِلٰى هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ
عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ
فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ
فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْيَرِيسِيِّينَ وَيَا أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ قَالَ أَبُو
سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتٰبِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ وَارْتَفَعَتِ
الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي
كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى أَدْخَلَ
اللّٰهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبُ إِيلِيَاءَ وَهِرَقْلَ سُقُفًّا عَلٰى
نَصَارٰى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِينَ قَدِمَ إِيلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيثَ النَّفْسِ
فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ وَكَانَ هِرَقْلُ
حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ
فِي النُّجُومِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوا لَيْسَ

يَخْتَتِنُ اِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَأْنُهُمْ وَاكْتُبْ اِلٰى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى اَمْرِهِمْ اُتِىَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ اَرْسَلَ بِهٖ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهٗ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا اِلَيْهِ فَحَدَّثُوْهُ اَنَّهٗ مُخْتَتِنٌ وَ سَاَلَهٗ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ اِلٰى صَاحِبٍ لَّهٗ بِرُوْمِيَةَ وَكَانَ نَظِيْرَهٗ فِى الْعِلْمِ وَسَارَ هِرَقْلُ اِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى اَتَاهُ كِتَابٌ مِّنْ صَاحِبِهٖ يُوَافِقُ رَاْىَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهٗ نَبِىٌّ فَاَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاۤءِ الرُّوْمِ فِىْ دَسْكَرَةٍ لَّهٗ بِحِمْصَ ثُمَّ اَمَرَ بِاَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِى الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَاَنْ يَّثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِىَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ اِلَى الْاَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَاٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَاَيِسَ مِنَ الْاِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَىَّ وَ قَالَ اِنِّىْ قُلْتُ مَقَالَتِىْ اٰنِفًا اَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَاَيْتُ فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَضُوْا عَنْهُ فَكَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ شَاْنِ هِرَقْلَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ وَيُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِىِّ۔

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے خبر دی کہ انہیں ابو سفیان بن حرب نے خبر دی کہ ہرقل نے اس کی طرف آدمی بھیجا جبکہ وہ قریش کے ایک قافلہ میں تھے۔ اور یہ عرب لوگ شام میں تجارت کرنے کے لئے گئے تھے۔ اس مدت میں جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان اور کفار قریش کے ساتھ صلح کر لی تھی۔ تو یہ عرب لوگ ہرقل بادشاہ روم کے پاس اس وقت پہنچے جب کہ ہرقل اور اس کا عملہ ایلیا یعنی بیت المقدس میں تھا۔ تو ہرقل نے ان کو اپنی مجلس میں بلوا بھیجا جب کہ اس کے اردگرد روم کے بڑے بڑے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ہرقل ان عرب کو اور اپنے ایک ترجمان کو بلوا کر کہنے لگا کہ وہ آدمی جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو تم میں سے کون نسب کے اعتبار سے اس کے زیادہ قریب ہے۔ تو ابو سفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں نسب کے اعتبار سے ان کے زیادہ قریب ہوں تو ہرقل نے کہا اس کو میرے

قریب کرو۔ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پاس بٹھاؤ۔ اس طرح کہ وہ لوگ ابوسفیان کی پیٹھ کی طرف بیٹھیں چنانچہ اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے کہو کہ میں تم سے اس نبیؐ کے متعلق کچھ باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر تمہارا یہ نمائندہ مجھے جھوٹ بتلائے تو تم لوگ اس کو جھٹلا دینا۔ حضرت ابوسفیانؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات سے شرم نہ ہوتی کہ یہ لوگ مکہ میں جاکر مجھے جھوٹا مشہور کریں گے۔ تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ نہ کچھ جھوٹ ضرور نقل کرتا۔ بہرحال پہلے پہل جو اس نے مجھ سے آپؐ کے متعلق دریافت کیا، تو کہا کہ آپؐ نسب کے اعتبار سے تمہارے اندر کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ ہمارے اندر بڑی نسبی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بھی کسی آدمی نے تم میں سے اس قسم کا دعویٰ نبوت کیا ہے۔ میں نے بتلایا کہ نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا آپؐ کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا چوہدری لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ۔ میں نے کہا کمزور لوگ اس کے پیرو کار ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا ان کی نفری بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے۔ میں نے کہا کہ بڑھ رہی ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا کوئی شخص داخل ہونے کے بعد اس کے دین سے ناراض ہو کر پھر جاتا ہے یعنی مرتد ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا نہیں پھر اس نے پوچھا کہ اس دعوت نبوت سے پہلے کبھی تم نے اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ کیا وہ بدعہدی کرتا ہے میں نے کہا نہیں حالانکہ ہم صلح کی اس مدت میں تھے جس کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ آپؐ اس میں ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں۔ یہی ایک موقع تھا کہ جس میں اپنی طرف سے کچھ گڑبڑ کر سکتا تھا مگر مجھے کسی کلمے کے داخل کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ پھر اس نے پوچھا کیا تمہاری ان سے لڑائی بھی ہوتی ہے۔ میں بولا۔ ہاں۔ اس نے کہا تو پھر تمہاری لڑائی کیسی رہتی ہے۔ تو میں نے کہا کہ ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی ڈول کی طرح رہتی ہے۔ کبھی وہ ہم پر غالب آجاتے ہیں (جیسے بدر میں) اور کبھی ہم ان پر غالب آجاتے ہیں (جیسے کہ اُحد میں) بعد ازاں اس نے پوچھا کہ وہ آپ لوگوں کو کس کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک اکیلے خدا کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور وہ بت پرستی جو تمہارے باپ دادا کا وطیرہ رہا ہے اس کو چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز پڑھنے۔ سچ بولنے۔ پاکدامن رہنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ تو ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے کہو کہ میں آپؐ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پوچھا تو تم نے بتایا کہ آپ ہماری قوم میں اونچے نسب

والے ہیں۔ انبیاءؑ اور رسل علیہم السلام بھی اسی طرح اپنی قوم میں اونچے نسب والے ہوتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ ایسا دعوائے نبوت کسی اور نے بھی آپؐ سے پہلے کیا تھا تم نے بتلایا نہیں اب میرا کہنا یہ ہے کہ اگر آپؐ سے پہلے کسی نے ایسا دعوائے کیا ہوتا۔ تو میں کہہ سکتا تھا کہ یہ کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنے سے پہلے کہی ہوئی بات کی تقلید کر رہا ہے۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس میں کہتا ہوں کہ اگر آپؐ کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہنے میں حق بجانب تھا کہ یہ آدمی اپنے باپ کی بادشاہی کا طلب گار ہے۔ پھر آپ سے پوچھا کہ کیا اس سے قبل آپ لوگوں نے کبھی ان پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ تو اس سے میں پہچان گیا کہ جو لوگوں پر جھوٹ گوارا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے بول یا باندھ سکتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اس کے پیروکار چوہدری قسم کے لوگ ہیں یا کمزور نچلے درجے کے لوگ۔ تم نے بتایا کہ نچلے درجے کے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ انبیاءؑ اور رسل کے پیروکار ایسے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا۔ کہ وہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں تم نے بتلایا کہ ان کی نفری بڑھ رہی ہے۔ تو ایمان کا معاملہ بھی اسی طرح تمام ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس سے ناراض ہو کر مرتد ہو جاتا ہے۔ تو تم نے بتایا کہ ایسا نہیں ہے۔ تو ایمان کی بھی یہی کیفیت کہ جب اس کی بشاشت اور وضاحت دلوں میں پیوست ہوتی ہے تو پھر وہ بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ بدعہدی کرتا ہے تم نے بتلایا کہ نہیں تو انبیاءؑ کرام اور رسل عظام کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔ پھر میں نے ان کے مامورات پوچھے ہیں تم نے بتایا کہ وہ توحید کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ کی عبادت کرو اس کا کسی چیز کو ساجھی نہ بناؤ۔ اور وہ تمہیں بتوں کی پوجا پاٹ سے منع کرتا ہے۔ نماز۔ سچائی۔ پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ تم نے بتلایا ہے اگر یہ سچ ہے تو عنقریب اس نبی کی حکومت میرے دونوں قدموں تک پہنچ کر رہے گی۔ اور مجھے علم تھا کہ عنقریب ان کا ظہور ہونے والا ہے۔ لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا۔ کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ بہر حال اب اگر مجھے علم ہو جائے کہ میں کسی طرح ان تک پہنچ سکتا ہوں۔ تو میں ان تک پہنچنے کی زحمت گوارا کر کے ان سے ضرور ملاقات کروں گا۔ اور میں ان کے پاس ہوتا تو میں ضرور ان کے قدم دھوتا پھر ہرقل بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط منگوایا جس کو حضرت دحیہ کلبیؓ بصریٰ کے حاکم پاس لے کر آئے تھے تاکہ وہ عظیم بصری

ہرقل بادشاہِ روم تک پہنچائے۔ جب ہرقل نے وہ خط کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم (شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے) اللہ کے بندے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام۔ ہر اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ گے تو بچ جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا ثواب عطا فرمائیں گے۔ اگر آپ پھر گئے تو پھر تمام کسانوں۔ مزارعین اور خدام کا گناہ تمہارے ذمہ ہوگا۔ اے کتاب والو! اس کلام (فارمولا) کی طرف آؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو ساجھی نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب نہیں بنائیں گے۔ پس اگر تم اس متفقہ فارمولا سے پھر جاؤ تو پھر گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں ہی۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب اپنی بات کہہ چکا اور خط پڑھنے سے فارغ ہو گیا۔ تو اس کے پاس اس قدر شور و شغب شروع ہو گیا کہ آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہمیں نکال دیا گیا۔ باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابوکبشہ کے بیٹے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تو عظیم الشان ہو گیا کہ بنو الاصفر یعنی رومیوں کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ عنقریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب آکر رہیں گے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ابن ناطور جو ایلیاء (بیت المقدس) کا حاکم اور ہرقل کا ساتھی تھا اور شام کے نصرانیوں کا لارڈ پادری تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیاء (بیت المقدس) میں حاضر ہوا۔ تو ایک دن صبح کو اٹھا تو بہت اداس تھا اس کے بعض خواص نے اس سے پوچھا کہ آج آپ کی طبیعت ناساز معلوم ہوتی ہے۔ ابن ناطور کا کہنا ہے کہ ہرقل نجوم کے علم میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ تو ان خواص کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ آج رات جب میں نے ستاروں میں غور و فکر کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ غالب آگیا ہے۔ تو بتاؤ کہ اس زمانے میں کون لوگ ختنہ کراتے ہیں۔ کہ یہود کے سوا اور کوئی ختنہ نہیں کراتا۔ آپ ان کی فکر نہ کریں۔ اپنی مملکت کے شہروں کے حاکموں کو لکھیں کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں یہودیوں کو چُن چُن کر قتل کر دیں۔ وہ لوگ اس یہودیوں کے قتل کی فکر میں تھے کہ ہرقل کے پاس بادشاہ غسان کی طرف سے ایک آدمی آیا۔ جس نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی خبر سنائی۔ جب ہرقل نے اس آنے والے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خوب پوچھ گچھ کر لی تو حکم دیا کہ جاؤ اس خبر لانے والے کو دیکھو کہ یہ مختون

ہے یا نہیں دیکھنے والوں نے آکر بیان کیا کہ وہ واقعی مختون ہے۔ پھر اس نے عرب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ بھی ختنہ کراتے ہیں۔ جس پر ہرقل نے کہا۔ کہ بس انہی لوگوں کا بادشاہ غالب آکر رہے گا۔ پھر ہرقل نے رومیہ شہر میں اپنے ایک ساتھی کو اس بارے میں لکھا جو علم نجوم میں اس جیسا تھا اور خود وہ حمص چلا گیا۔ اور اس وقت تک حمص میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس کے ساتھی کا اسے خط ملا۔ جس میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج اور آپؐ کے نبی کے بارے میں ہرقل کی رائے کی موافقت کی تھی۔ بنابریں ہرقل نے حمص کے اندر اپنے خاص محل میں سرداران روم کو طلب کیا اور اس محل کے سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا پھر ان کے سامنے ظاہر ہو کر کہا کہ اے روم کے لوگو! اگر تم دین و دنیا کی کامیابی اور ہدایت چاہتے ہو اور یہ بھی کہ تمہارا ملک و حکومت برقرار رہے تو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لو یا اس کی پیروی کرو۔ تو وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح محل کے دروازوں کی طرف بھاگے۔ جن کو انہوں نے بند پایا۔ جب ہرقل نے ان کی اس نفرت کا مظاہرہ دیکھا اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوگیا۔ تو حکم دیا کہ ان کو میرے پاس واپس لاؤ۔ جب واپس آئے تو کہنے لگا کہ یہ بات جو ابھی ابھی میں نے تم سے کہی تھی اس سے میرا مقصد تمہاری دین پر پختگی کا امتحان کرنا تھا سو میں نے دیکھ لیا کہ تم پختہ ہو۔ تو یہ سن کر وہ سب سجدہ میں گر گئے اور اس ہرقل سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تو یہ ہرقل کا آخری انجام تھا کہ وہ ایمان سے محروم رہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ غزوہ حدیبیہ ۶ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر تشریف لے گئے تھے۔ اس سے پہلے غزوہ خندق۔ اُحد اور بدر واقع ہو چکے تھے۔ خندق میں قریش کی پوری قوت صرف ہو چکی تھی۔ دس ہزار نوجوان جمع کر کے مدینہ پر چڑھائی کا پروگرام تھا کہ اب کسی مسلمان کو نہ چھوڑیں گے۔ اور مدینہ کی سرزمین پر ہمارا قبضہ ہوگا۔ اور اسی بنا پر بعض لوگوں کو مدینہ کی کھجوریں دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ بہرحال طمع دے کر اتنی بڑی جمعیت ساتھ لے کر جب مدینہ کے قریب پہنچے دیکھا کہ سہل راستہ کے آگے خندق ہے۔ گھوڑوں کو دوڑا کر اور خود بھی دوڑ کر خندق عبور نہیں کر سکتے ادھر دوسری جانب پہاڑیوں کی گھاٹیوں پر مورچے قائم ہیں۔ پہلے سے ان کو طریقہ معلوم نہ تھا۔ یہ طریقہ تو صرف حضرت سلمان فارسیؓ نے آپؐ سے ذکر کیا تھا جس پر عمل کیا گیا۔ تقریباً اٹھائیس یا تیس دن تک پڑے رہے حملہ کرتے تھے ادھر سے حضرت سلمان فارسیؓ پتھر گراتے تھے۔ غرضیکہ بہت تنگ آگئے تھے ادھر

خدا کی قدرت ایک سخت آندھی چلی جس نے تمام خیموں کو اڑا دیا۔ دیگوں کو ریت سے بھر دیا۔ اونٹوں کو گرا دیا۔ گھوڑے اڑ گئے۔ لیکن اس آندھی سے مسلمانوں کا کچھ نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ جبل سلع کے دامن میں رہے۔ ہوا مشرق سے چلی تھی یہ مسلمان لوگ مغربی جانب میں تھے۔ جب قریش کا بہت سا نقصان ہوا تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا کے ذریعے جادو کیا ہے۔ مجبور ہو کر واپس چلے گئے۔ یہی پروا ہوا قوم عاد پر بھی آئی تھی جس نے ان کو برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتے تھے۔ کہ خود اللہ تعالےٰ نے میری مدد فرمائی۔ الحاصل کفار قریش کا مالی نقصان بہت ہو چکا تھا۔ ہتھیاروں کا نقصان بھی بہت ہوا۔ چنانچہ بعد ازاں ان کو مسلمانوں پر چڑھائی کی ہمت نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا۔ کہ اب انشاء اللہ ہماری ان پر چڑھائی ہوگی۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ معظمہ جانا چاہتے ہیں۔ لیکن قریش نے روک لیا۔ بالآخر دس برس کے لئے صلح ہو گئی۔ کہ اب لڑائی نہیں کریں گے۔ جب آپؐ کو قریش سے اطمینان ہو گیا۔ تو یہودِ خیبر پر حملہ کر دیا۔ اور اسے فتح کیا۔ اس وقت آپؐ نے سلاطین ممالک کی طرف خطوط بھیجے ہیں۔ چنانچہ ایک خط ہرقل کو بھی بھیجا جو رومیوں کی بڑی حکومت کا مالک تھا۔ مصر ان دنوں اس کے ماتحت تھا۔ مصر سے لے کر حدود فارس تک رومی ہی حاکم تھے۔ جب ہرقل کو آپؐ کا خط ملا ہے تو وہ ایلیا یعنی بیت المقدس میں شکریہ کے طور پر عبادت کے لئے آیا ہوا تھا۔ کیونکہ رومیوں اور فارسیوں میں لڑائی ہوئی تھی۔ پہلی مرتبہ تو فارسیوں کو فتح اور رومیوں کو شکست ہوئی تھی۔ لیکن دوسری مرتبہ رومیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ہرقل نے نذر مانی تھی کہ اگر ہمیں فتح ہوئی تو میں پا پیادہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے جاؤں گا۔ ایسی حالت میں آپؐ کا قاصد حضرت دحیہ کلبی اس کے پاس پہنچا تھا۔ پہلے تو وہ خط بصریٰ کے گورنر کو ملا بعد میں اس نے ہرقل بادشاہِ روم کو پہنچایا۔ ہرقل نے خط پڑھنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی پر اطلاع حاصل کرنا چاہی چونکہ وہ لوگ عربی پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ اس لئے اس کا ترجمہ کرایا گیا۔ اور آپؐ کے حالات معلوم کرنے کے لئے عرب کے لوگ تلاش کئے گئے۔ چنانچہ ایک تجارتی قافلہ جو دمشق آیا ہوا تھا اسے بیت المقدس بلوایا گیا۔ ان کا سردار قافلہ ابوسفیان تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قومی اور مذہبی ہر طرح سے مخالف تھا۔ لیکن نسبی حیثیت سے آپؐ سے زیادہ قریب تھا۔ مگر تھا ضدی دشمن۔ غیر قافلہ بھی یہی نکال کر لے گیا تھا۔ غزوۂ خندق میں بھی یہی سردار قریش تھا۔ بہرحال اس کو بلایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے گئے جس پر

ابوسفیان نے کہا۔ فی رکب ابوسفیان سے حال ہے۔ ماد فیھا ای اعطی المدۃ صلحاً یعنی جس مدت میں صلح حدیبیہ ہوئی تھی اس مدت کے اندر یہ واقعہ رونما ہوا کہ ایک جماعت ہرقل کے پاس آئی۔ ھم کا مرجع بھی یہی جماعت ہے۔ ایلیا بیت المقدس۔ وحولہ عظمائھم یعنی کچہری میں بلوایا۔ عند ظھرہ مقصود یہ ہے کہ ابوسفیان کوئی غلطی نہ کرے اور ہرقل کا شک دور ہو جائے۔ کیونکہ یہ کوئی غلط بات کہے گا۔ تو دوسرے اس کی تکذیب کر دیں گے۔ ؎

جب آنکھیں چار ہوتی ہیں تو محبت آ ہی جاتی ہے۔

ابوسفیان کو خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ غیر کے سامنے بھی میری تکذیب کریں گے اور مکہ میں جا کر بھی اس کا اظہار کریں گے۔ تو ان دو چیزوں نے مجھے جھوٹ بولنے سے روکا۔ تو سب سے پہلے ہرقل نے نسب کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ وھو فینا ذو نسب ای ذو نسب عظیم۔ اس کی تصریح طرق بخاری میں موجود ہے۔ کہ اعلیٰ نسب والے بنو ہاشم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب تین قسم ہیں۔

۱۔ عرب بادیہ جو کہ ہلاک ہو گئے۔ جو سام بن نوح کی اولاد میں سے تھے۔ جیسے عاد، ثمود۔

۲۔ عرب مستعربہ جیسے معد بن عدنان یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

۳۔ عرب متعربہ وعرب بن قحطان کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔

درحقیقت یہ لوگ عرب کے باشندے نہیں۔ بلکہ بابل کے رہنے والے تھے۔ بابل سے ہجرت کر کے فلسطین گئے۔ چونکہ بابل نمرود کا ملک تھا۔ لہذا شام کی طرف ہجرت کی۔ جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ عورت و مرد میں جھگڑا کی وجہ سے حضرت بی بی ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ میں آکر آباد ہونا پڑا۔ قبیلہ جرہم بھی یہیں آباد ہو گیا۔ کیونکہ یہ پانی کی تلاش میں نکلے تھے۔ حضرت ہاجرہ کے پاس زم زم کے چشمے پر رہنے کی اجازت طلب کی تھی۔ چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے ان سے عربی سیکھی شادی بیاہ ہوا۔ پھر ان کی اولاد پھیلی تو انہوں نے جرہم کو وہاں سے نکال دیا۔ یہ خود عرب مستعربہ وہاں بسنے لگے۔ اور ان میں بنو ہاشم زیادہ ذی شرف تھے۔ لیکن ان میں آج تک کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

ھرقل (از شیخ زکریاؒ) بکسر الہاء وفتح الراء وسکون القاف وبکسر الہاء وسکون الراء وکسر القاف دونوں طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ یہ روم کے بادشاہ کا نام ہے۔ اور وہاں کے بادشاہوں کا لقب

قیصر ہوا کرتا ہے۔ جیسے فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا ہے، لہٰذا ان روایتوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہوگا۔ جن میں بعض کے اندر قیصر کا لفظ ہے اور بعض میں ہرقل کا ہے۔ یہ حدیث اسی مناسبت سے حدیث ہرقل کہلاتی ہے۔ اس کو امام بخاری نے تیرہ جگہ ذکر فرمایا ہے۔ تین جگہ مفصل اور دس جگہ اختصار کے ساتھ کچھ کچھ ٹکڑے۔ تفصیل کے ساتھ تو ایک جگہ یہاں جو ہمارے سامنے موجود ہے، دوسرے ص۴۱۲ پر اور تیسرے ص۶۵۳ پر آئے گی۔

فاتوہ یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھی قیصر کے پاس آئے یا قیصر کے فرستادے ابوسفیان کے پاس آئے۔

وھم بایلیاء اس ھم کے اندر بھی دونوں احتمال ہیں۔

وحولہ عظماء الروم ای من عمائد السلطنۃ وارکین الدولۃ ومن الاساقفۃ والراھبنۃ

دعا بترجمانہ ترجمان اس لئے بلایا کہ ابوسفیان وغیرہ کی زبان عربی تھی۔ اور قیصر کی زبان یونانی افرنجی تھی۔

ایکم اقرب نسبا اقرب نسب کو اس لئے پوچھا کہ قریب کا آدمی جس قدر حالات سے مطلع ہوگا۔ دوسرا اس قدر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قریبی آدمی کا ہر وقت رہنا سہنا معاملہ وغیرہ ہوتا ہے

فقال ابوسفیان قلت انا اقربھم نسبا یہ اس لئے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کے دادا پانچویں پشت میں ایک ہوجاتے ہیں۔ گویا پانچویں پشت میں ابوسفیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی ہوجاتا ہے۔ ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور حضور اقدسؐ کا نسب یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف پھر عبد مناف کے چار بیٹے ہوئے ہاشم مطلب عبد شمس اور نوفل۔ عبد شمس سے ابوسفیان تھا۔ اور بنو ہاشم کی اولاد سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

فاجعلوھم عند ظھرہ ابوسفیان کی پشت پر اس لئے کر دیا۔ کہ ممکن ہے ابوسفیان کوئی سچ بات کہنا چاہے تو یہ لوگ سامنے ہونے کی وجہ سے اشارہ وغیرہ سے منع کر دیں۔ اور بعض نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے۔ کہ اگر سامنے ہوتے اور وہ کوئی بات معلوم کرنا چاہتا تو ممکن ہے سامنے ہونے کی وجہ سے حجاب

اظہار حق سے مانع ہوجاتا۔

فواللہ لولا الحیاء من ان یأثروا یعنی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ اگر میں نے جھوٹ بول دیا تو وہ پردہ راز میں نہیں رہے گا۔ بلکہ افشا ہو کر رہے گا۔ اور مجھے اس کا بھی خوف نہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کچھ نہیں بگڑے گا میں ہی رسوا ہوجاؤں گا۔ اور نہ معلوم میرے جھوٹ پر کتنے قصائد لکھے جائیں گے۔ تو میں جھوٹ بول دیتا۔

ثم کان اول ما سألنی قیصر نے دس چیزوں کے متعلق سوال کیا۔

ذو نسب وہ تو بڑے شریف نسب والے ہیں۔

ھذا القول منکم احد قبلہ قط یہ دوسرا سوال ہے۔ یہاں یہ اشکال ہے کہ لفظ قط کلام منفی کے اندر تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہاں کلام مثبت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ اکثریہ ہے۔

قال فاشراف الناس اتبعوہ ام ضعفاء ھم یہ چوتھا سوال ہے۔ اس سے شرافت نسبی مراد نہیں بلکہ شرافت فی اعین الناس مراد ہے۔ ورنہ تو حضرت عمرؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ وغیرہم سارے کے سارے قریش تھے۔ قلت بل ضعفاء ھم اس پر یہ اشکال ہے کہ اس وقت حضرت عمرؓ اور حضرت امیر حمزہؓ جیسے حضرات اکابر موجود تھے ان کو ضعفا میں کیسے شمار کیا۔ جواب یہ ہے کہ غالب کے اعتبار سے کہہ دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ضعفاوھم کا مقابل ان کے نزدیک وہ لوگ ہیں جن کی ناک بہت اونچی ہوتی ہے۔ اور اپنے آپ کو خود بھی اونچا سمجھتے ہیں اور یہ حضرات ان میں سے نہیں تھے۔

ایزیدون ام ینقصون یہ پانچواں سوال ہے۔

قال فھل یرتد احد منھم سخطۃ لدینہ الخ یہ چھٹا سوال ہے۔ کہ آیا کوئی ان کے دین سے بیزار ہو کر مرتد ہوجاتا ہے۔ اور پھر اپنا آبائی دین اختیار کرلیتا ہے۔ کیونکہ دین چھوڑنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی مال کی لالچ میں کوئی کسی عورت کے عشق میں یا دین میں کسی خامی کی وجہ سے۔ اگر دین میں کوئی خامی پاکر مرتد ہوا تو یہ اس دین کے نقصان کی دلیل ہوگی۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوتا۔

سخطۃ بمعنی ساخط کے ہے۔ غضب ناک اور مفعول مطلق بھی ہوسکتا ہے۔ جبکہ فعل محذوف ہو۔ یا ہم معنی ہونے کی وجہ سے اسی فعل کو عامل قرار دیا جائے۔

ارتداد کے وجوہ میں سے ایک وجہ خطرہ جان بھی ہے۔ مالی طمع یا قبائح بھی دین چھوڑنے کا باعث بنتے ہیں ان سب کی نفی کرنا مقصود تھا۔

فھل تتھمونہ بالکذب یہ ساتواں سوال ہے۔ ایک تو ہوتا ہے کسی کا کاذب ہونا مثلاً کوئی جھوٹ بولنے کے اندر مشہور ہو جیسے جرمنی کا گوبلز۔ دوسرے یہ کہ جھوٹ بولنا تو ثابت نہ ہو مگر اس کو کسی وجہ سے متہم بالکذب کرتے ہوں۔ یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے ادون ہے۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم متہم بالکذب نہ تھے۔ تو کاذب تو بدرجہ اولیٰ نہ ہوں گے۔ ابو سفیان نے کہا ہم ان کو متہم بالکذب بھی نہیں سمجھتے۔ یعنی واقعی اور غیر واقعی کسی طریقے سے بھی آپ کی طرف کذب کی نسبت نہیں کی جاتی۔ اگرچہ بعد نزول وحی غیر واقعی طور پر آپ کی طرف کذب کی نسبت کی گئی مگر قبل از وحی تو واقعی اور غیر واقعی دونوں طرح سے کذب کی نفی ہے۔

قال فھل یغدر یہ آٹھواں سوال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو عہد معاہدہ ان کے اور تمہارے درمیان ہوتا ہے تو کیا حضورؐ (نعوذ باللہ) بدعہدی کرتے ہیں۔ ابو سفیان نے اس کی بھی نفی کر دی۔ کیونکہ کسی آدمی کی عادت کو دیکھنے سے انسان بآسانی نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ فلاں آدمی غدر نہیں کرے گا۔ اگرچہ یہاں ان کو کہنے کا موقع تھا۔ کہ اب تک تو ہم سے غدر نہیں کیا لیکن ممکن ہے کہ مستقبل میں ایسا کر دیں۔ اگرچہ یہ غیر واقعی تھا۔ مگر اس کو بھی اس نے کہہ دیا کہ نہیں۔ یہی کلمہ غیر ھذہ الکلمۃ سے مراد ہے اس لئے کہ عادات اور اخلاق سے مستقبل میں غدر کا امکان نہیں تھا۔ جس پر ابو سفیان نے اعتماد کا اظہار کیا۔

قال فھل قاتلتموہ یہ نواں سوال ہے۔

الحرب بیننا وبینھم سجال شراح کی رائے یہ ہے۔ کہ عرب کے اندر بڑے بڑے ڈول ہوتے ہیں۔ ایک ہی آدمی اس کو برابر نہیں کھینچ سکتا اس لئے نوبت بنوبت کھینچتے ہیں۔ ایک نے ایک مرتبہ کھینچا دوسرے نے دوسری مرتبہ اسی طرح باری باری ہوتا ہے۔ عرب میں پہلے یہ دستور تھا کہ کنوئیں کے اوپر ایک چرخہ ہوتا تھا جس میں ایک رسی بندھی ہوتی تھی اور دونوں جانب بڑے بڑے ڈول لگے ہوتے تھے۔ جب ایک طرف سے خالی ڈول کو کنوئیں میں جھکا دیا جاتا تو دوسری طرف سے خود بخود بھرا ہوا اوپر آجاتا۔

اس میں آسانی ہوتی تھی۔ کیونکہ اوپر کو کھینچنا مشکل ہو جاتا ہے بنسبت نیچے لٹکانے کے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ کبھی وہ اوپر کبھی ہم اوپر کبھی ان کو غلبہ ہوتا ہے اور کبھی ہمیں غلبہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ غزوہ بدر میں مسلمان غالب رہے ہیں اور احد میں کفار کا غلبہ رہا۔ اور خندق میں دونوں برابر رہے۔ ینال منا وننال منہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔

ماذا یأمرکم یہ دسواں سوال ہے۔ فقال للترجمان اب یہاں ہرقل ان سوالات کے بارے میں اپنا عندیہ ظاہر کرتا ہے کہ جو سوالات میں نے کئے۔ اور ان کے جو جوابات تم نے دیئے وہ ایک نبی کے اوصاف ہوا کرتے ہیں۔ لیکن عندیہ کے اظہار میں ہرقل نے ترتیب میں کچھ تغیر کر دیا۔ اور ہر سوال کی وجہ بیان کی۔ ان میں سے نویں سوال کی وجہ اس حدیث میں ذکر نہیں کی گئی۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ یہ کسی راوی کا تصرف ہے۔ یا اس کو نسیان ہوگیا۔ ورنہ صـ۱۲ پر یہ حدیث دوبارہ آرہی ہے۔ وہاں نویں سوال کی وجہ مذکور ہے۔

قلت رجل یطلب ملک ابیہ یہ اس لئے کہ ملک بغیر اعوان اور انصار کے تو حاصل نہیں ہو سکتا۔ بہت ممکن ہے کہ مددگار پیدا کرنے کے لئے دعوائے نبوت کی صورت اختیار کی ہو۔

وسألتك ہل کنتم تتہمونہ بالکذب یہ مضمون سوالات کی ترتیب میں ساتویں نمبر پر تھا یہاں چوتھے نمبر پر آگیا۔

وسألتك اشراف الناس یہ سوالات کی ترتیب میں چوتھے نمبر پر تھا۔ یہاں پانچویں نمبر پر آگیا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو ترقی ضعفاء سے شروع ہو کر اقویا کی طرف جاتی ہے وہ قوی ہوا کرتی ہے۔ اس لئے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جو شہرت اغنیاء کی طرف سے ہو وہ کمزور ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا یہ ملفوظ ہے کہ قبول عام کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ قبول جو خواص سے شروع ہو کر عوام تک پہنچے دوسرا وہ کہ جو عوام سے شروع ہو اور اس کا اثر خواص تک بھی پہنچ جائے۔ پہلا قبول علامتِ مقبولیت ہے نہ کہ دوسرا۔ کیونکہ حدیث میں جو مضمون علامت مقبولیت آیا ہے کہ پہلے اس سے اچھے لوگوں کو محبت ہوتی ہے اس کے بعد دوسروں کو۔ پس جو مقبولیت اس کے برعکس ہوگی، وہ دلیل مقبولیت نہیں ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا کہ دیکھو جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا ہے۔ تو اول وہ لوگ معتقد ہوئے جو اس زمانے میں سب سے اچھے تھے۔ اس کے بعد وہ لوگ جو ان سے کم تھے اور آخیر میں اچھے بُرے سب زیر اثر آگئے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے ملنے والے

کچھ منافقین بھی تھے۔ اور اسی بنا پر جو ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے وہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد وہ جو بدر سے پہلے مسلمان ہوا اس کے بعد جو احد سے پہلے مسلمان ہوئے پھر وہ جو خندق سے پہلے مسلمان ہوئے ازاں بعد صلح حدیبیہ سے پہلے والے اور اس کے بعد جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور فتح مکہ کے بعد تو سب ہی مطیع ہو گئے اور آپؐ کی مقبولیت بہت عام ہو گئی۔ (ماخوذ از ارواح ثلاثہ)

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ علماً نصاریٰ میں دو آدمی بہت بڑے مانے جاتے تھے۔ ایک ہی ہرقل اور دوسرا ضغاطر۔ ہرقل نے کتب سابقہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات معلوم کی تھیں ان کے بارے میں سوال کیا چونکہ بعثت سے مقصد لوگوں کو فلاح کی دعوت دینا اور منکرین پر حجۃ قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے حضرات انبیاً علیہم السلام میں ایسے امراض نہیں پائے جاتے۔ جن سے لوگ نفرت کریں۔ بخار۔ وجع راس وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لیکن جذام طاعون وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوا کرتے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق جو مشہور ہے اس میں محققین علماً کو کلام ہے۔ بعض نے تو سرے سے انکار ہی کر دیا۔ قرآن مجید میں صراحۃً اس بیماری کا ذکر نہیں۔ اگر اسرائیلیات کو مان بھی لیا جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ مامور بالتبلیغ ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا۔ اگر بعد کا ثابت بھی ہو جائے تو اسے استثناً پر محمول کیا جائے گا۔ ایسے نبی کا عورت ہونا اور دنی النسب ہونا بھی قابلِ نفریں ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کے پاس لوگ میل جول کم رکھتے ہیں۔ اور بیٹھتے بھی کم ہیں اگرچہ اصل میں یہ نفرت نہ ہونی چاہیئے کلمۃ الحق ضالۃ المؤمن کے مطابق حق جہاں سے ملے لے لینا چاہیئے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک لڑکے نے کہا تھا کہ میرے گرنے سے تو صرف میں اکیلے کا نقصان ہوگا۔ اور تم امام ہو۔ تمہارے پھسلنے سے عوام الناس کا نقصان ہے۔ ایسے ہی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ساتھ بھی ایک کتے کے بچے کا واقعہ پیش آیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہہ فرمائی تھی۔ الغرض بنو آدم کو حقیر جاننا جائز نہیں بلکہ بزرگوں کا تو کہنا ہے کہ معرفتِ خداوندی اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھے۔ بایں ہمہ باری تعالیٰ حضرات انبیاً علیہم السلام میں نسب کی بلندی کا اس لئے لحاظ فرماتے ہیں۔ تاکہ لوگوں پر حجۃ تام ہو۔ اور کسی کو نفرت کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس نسب کا لحاظ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا۔ کیونکہ وہ سدام کی قوم میں سے نہیں تھے۔ بنابریں انہوں نے ساوی الی رکن شدید فرمایا تھا۔ لیکن ان کے بعد انبیاً علیہم السلام اعلیٰ نسب کی اقوام میں بھیجے گئے تاکہ لوگ ان سے گھن نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے بڑے

نسب کے ایک بطن سے دوسرے بطن کی طرف منتقل کیا گیا۔ فقد اعرف انہ لم یکن لیذر الکذب یعنی جب کمزور پر جھوٹ نہیں بولتے تو باری تعالیٰ جس کا انتقام بڑا سخت ہے ان پر جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں۔

ان ضعفاءھم اتبعوہ اس لئے کہ ذو مسکنۃ کی طرف رحمت ایزدی جلدی آتی ہے۔ نخوت اور کبر والوں کے پاس اتنا جلدی نہیں آتی۔ چنانچہ قریش نے بہت دیر کے بعد اسلام قبول کیا۔ ذو نخوت نے تو قبول نہیں کیا۔ ابوجہل غرور کی وجہ سے مارا گیا۔

ہرقل نے جو بات کی وہ واقعی عند اللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ تو اشراف سے وہ چیز مراد ہوگی جو ضعفاء کے مقابل میں ہو یعنی ذو قوۃ اور ذو نخوت لوگ۔ اگر قبولیت اہل دنیا میں اولاً ہو۔ اور ضعفاء میں آخر کے اندر ہو تو وہ عند اللہ قبولیت نہیں ہوتی۔ جیسے مرزائی۔ مشرقی اور سرسید کی مقبولیت ہے۔ کہ عوام سے شروع نہیں ہوئی۔ کھاتے پیتے لوگوں سے شروع ہوئی۔ بہرحال ہرقل نے قبولیت کا ایک معیار بتایا جو بہت اچھا معیار ہے۔

ولم اکن اظن انہ منکم یعنی مجھ کو یہ تو یقین تھا کہ نبی آخر الزمان پیدا ہوں گے مگر یہ خیال نہیں تھا کہ وہ تم میں سے پیدا ہوں گے۔ یہ اس کی غلطی بلکہ دسیسہ کاری ہے۔ کیونکہ بائیبل اگرچہ محرف ہو چکی ہے مگر اس میں بھی یہ موجود ہے کہ خاتم النبیین بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں بنو اسماعیل میں پیدا ہوگا۔ اور فاران پہاڑ کا ذکر ہے جو حجاز میں واقع ہے۔ چونکہ بشارات میں اجمال وابہام ہوتا ہے اس لئے اسے اشتباہ ہوگیا۔

انی اخلص الیہ یعنی باسانی پہنچ سکتا اور کوئی مانع پیش نہ آتا۔ لتجشمت لقاءہ تو میں ان کی ملاقات کے لئے مشقت برداشت کرتا۔ قدمیہ ای التراب عن قدمیہ او الوسخ عن قدمیہ یعنی آپؐ کے قدم مبارک دھو کر پیتا۔

ثم دعا بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ والا نامہ آخیر ذی الحجہ ۶ھ میں ارسال فرمایا جو محرم ۷ھ میں پہنچا۔ کیونکہ اس وقت ہوائی جہاز وغیرہ نہیں تھے اونٹوں پر سفر ہوتا تھا۔ اب تو ظہر کراچی میں اور عصر جدہ میں پڑھ سکتے ہیں۔

فقرء قرأ الترجمان اور ممکن ہے کہ ہرقل نے خود پڑھا ہو۔ اور ترجمان سے ترجمہ کرایا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد بن عبد اللہ ورسولہ۔ یہاں پر بسم کو مقدم کیا گیا۔ اور آپؐ نے اپنا نام مؤخر کیا۔

اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سلیمان علیہ السلام کا نام بسم اللہ سے مقدم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انہ من سلیمان قرآن پاک کے اندر حضرت سلیمانؑ کے خط کا عنوان نہیں۔ بلکہ خط تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتا ہے۔ اور جملہ انہ من سلیمان کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی طرف سے خط کا مضمون یہ تھا جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تک ہرقل کے ہاں پڑھا جا چکا تو اس کا بھائی بہت خفا ہوا کہ یہ کون بے ادب ہے۔ جس نے اپنا نام بادشاہ کے نام سے پہلے لکھا ہے۔ اسی وجہ سے پرویز شاہ فارس نے آپؐ کا خط پھاڑ دیا تھا۔ لیکن ہرقل نے بھائی کو خاموش کر دیا کہ چپ رہو۔ اگر یہ وہی شخص ہے اس کو ایسا ہی لکھنا چاہیئے۔

الی ھرقل عظیم الروم اس لفظ پر بھی اس کا بھائی بہت غصہ ہوا۔ سلام علی من اتبع الھدیٰ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کوئی کافر سلام کرے تو اس کو انہی الفاظ کے ساتھ جواب دے اگر کافر کو لکھنا ہو تو یہی الفاظ لکھے جائیں۔

ادعوك بدعایۃ الاسلام دعایۃ اور داعیۃ دونوں ہم معنی ہیں بمعنی بلانا۔ اسلم تسلم علماء نے اس جملہ کو جوامع الکلم میں شمار کیا ہے۔ کہ اس ایک لفظ کے اندر سب کچھ فرما دیا۔ یؤتك اللہ اجرك مرتین بمعنی ضعفین کے ہے۔ کیونکہ یہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق بھی کی۔ فان علیك اثم الیریسین یہاں دو نسخے ہیں ایک یریسین یا کے ساتھ دوسرے اریسین الف کے ساتھ اول یریس اور ثانی اریس کی جمع ہے۔ جس کے معنی اکار یعنی کاشتکار کھیتی کرنے والا۔ کیونکہ اکثر اہل روم وشام کاشتکاری کرتے تھے۔ اس لئے صرف انہیں کا ذکر فرمایا۔ مراد اس سے رومی ہیں۔ اور ان لوگوں کا گناہ بادشاہ پر اس لئے ہوگا کہ عموماً لوگ اپنے بادشاہوں کی اقتدا کرتے ہیں۔ الناس علیٰ دین ملوکھم اب اگر وہ ایمان لاتا تو تمام لوگ اس کی اقتدا کرتے۔ اگر وہ ایمان نہیں لاتا تو تمام لوگ اس کی اقتدا میں ایمان نہیں لائیں گے "من سن سنۃ سیئۃ"۔

فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا۔ یآ اَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ الَسوآ بمعنی مستوا اور دون بمعنی پہلے کے۔ یعنی ان کو تقرب کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپؐ کے خط تحریر کرنے سے پہلے یہ آیت اتر چکی تھی یا بعد میں اتری۔ امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ یہ آیت پہلے اتر چکی تھی بعد میں آپؐ نے خط میں تحریر فرمائی۔ جیسے بخاری کتاب الجہاد میں یہ روایت آرہی ہے۔ اور ایک جماعت

کی رائے یہ ہے کہ اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت فصاحت ہے کہ جو لکھا وہی نازل ہوا جیسے حضرت عمرؓ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریر کرانے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔ حضورؐ نے فرمایا اس کو بھی لکھ دو ۔ یہ کلمہ حضرت عمرؓ کے حق میں تو باعث شکر ہوا لیکن عبداللہ بن سعد بن سرح یہ کہہ کر مرتد ہوگیا کہ بس جی جس کی زبان سے جو اچھا کلمہ نکلا بس کہہ دیا اسی کو لکھ دو ۔ اگر یہ اشکال ہو ۔ کہ قرآن پاک کی یہ آیت ناپاک اور جنبی کو کیوں لکھ دی گئی ۔ تو کہا جائے گا یہ آیت نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تھا ۔ اور توارد کے قبیل سے ہے ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مقدار قلیل ہے ۔ اور ایک دو آیت میں گنجائش ہے ۔

کثر عندہ الصخب جب ان لوگوں نے دیکھا کہ ہرقل تو ساری باتوں کی تصدیق کر رہا ہے ۔ اور یہ کہہ رہا ہے کہ میرا ملک ہو تحت قدمی ہاتین ۔ تو وہ شور کرنے لگے کہ یہ کیا ہوا ۔ واخرجنا اس خوف سے کہ ہم پر کوئی حملہ نہ کر دے ۔

لقد امر امر ابی کبشۃ امر بمعنی عظم یعنی ابن ابی کبشہ کا کام تو بہت بلند ہوگیا ۔ کہ روم کا بادشاہ تک خوف کھانے لگا ۔ اس سے مراد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ کہ آپ کی تبلیغ کا کام نہایت تیز اور بلند ہو رہا ہے ۔ ابن ابو کبشہ سے آپ کو اس لئے تعبیر کیا کہ ابو کبشہ آپؐ کے جد فاسد یعنی ماں کی جانب سے دادا (نانا) ہیں ان کی طرف منسوب کیا گیا ۔ اور بعض نے کہا کہ ابو کبشہ قریش میں ایک ایسا شخص گزرا ہے ۔ جس نے دین قریش میں فساد کیا تھا کہ عبادت اوثان ترک کر کے توحید اختیار کر لی تھی ۔ تو اسی توحید کے اختیار کرنے کی وجہ سے آپ کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ ابو کبشہ حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضعہ کے خاوند کی کنیت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضورؐ کے رضاعی والدہ کے دادا کی کنیت ہے ۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد میں کسی کی کنیت ابو کبشہ تھی ۔ اس غیر معروف کی طرف نسبت کرنے سے آپ کی تحقیر و استہزا مقصود ہے ۔ خلاصہ یہ کہ ہم تو طرح طرح سے آپؐ کی مخالفت کرتے تھے ۔ یہاں تو ان کی بڑی شان بن گئی ۔

انہ لیخافہ ملك بنی الاصفر بنو الاصفر رومیوں کو اس لئے کہا جاتا ہے ۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کے پوتے عیص بن اسحاق ہیں ان کے صاحبزادے روم ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ عیص کا بیاہ حبشہ کے بادشاہ کی لڑکی سے ہوا تھا ۔ جس کی وجہ سے رنگ گورا نہیں رہا ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کو ان کی دادی سارہ نے سونے

کا زیور پہنایا تھا۔ تو تحلیہ کی وجہ سے مشہور ہوا اس لئے یہ اصفر بن ردم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم کی طرف منسوب ہوئے۔

فَمَازِلْتُ موقنا انه سیظهر یعنی یہ دیکھ کر ہرقل بھی باوجود اتنی بڑی سلطنت ہونے کے ڈرتا ہے تو مجھ کو یقین ہوگیا کہ حضور اکرم صلعم کو غلبہ حاصل ہوگا۔ حتیٰ ادخل اللہ الخ فرمایا اسلمت نہیں کہا کیونکہ یہ ایک انعام تھا جس کو ظاہر کرنا تھا کہ ابوسفیان مجبوراً اسلام میں داخل ہوا۔ کہ فتح مکہ کے دن ابوسفیان حکیم بن حزام اور ایک تیسرا آدمی تجسس کے لئے نکلے تھے کہ حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھیوں نے جو جاسوسی کے لئے پھر رہے تھے ان کی آواز سن کر پکڑ کر آپؐ کے پاس لے گئے تھے آپؐ نے ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ حضرت عباسؓ کے حوالہ کردیا۔ جن کے کہنے پر یہ اسلام میں داخل ہوئے۔ وکان ابن الناطور یہ امام زہری کا مقولہ ہے جس کو امام بخاریؒ تکمیل قصہ کے لئے بیان فرمارہے ہیں۔

ابن الناطور ایلیاء کا گورنر تھا گویا ایلیاء کا سیاسی حاکم تھا اور ہرقل کا ندیم تھا اور مذہبی شیخ بھی تھا صاحب ایلیاء خبر اوّل ہے اور یحدث خبر ثانی ہے۔ کان کی۔ حزاء نجومی کو کہتے ہیں۔ یہ قصہ ابوسفیان کے گذشتہ واقعہ سے پہلے پیش آیا۔ ہرقل کا عطف ایلیاء پر ہے اور ایلیاء کی طرف مضاف کرنے کی صورت میں صاحب کے معنی گورنر کے ہوں گے اور ہرقل کی طرف نسبت کرنے کی صورت میں ساتھی اور دوست کے معنی ہوں گے۔ ایلیاء سریانی لفظ ہے۔ علماء نے اس کے معنی بیت اللہ کے کئے ہیں اس طرح کہ ایل بمعنی اللہ اور یا کے معنی بیت کے۔ جبرائیل کے اخیر میں جو ایل ہے اس کے معنی بھی اللہ ہی کے ہیں۔

سقف علے نصاریٰ شام یعنی شام کے نصاریٰ پر اسقف بنا دیا گیا۔ اسقف ہمارے ہاں پوپ کو کہتے ہیں۔ گویا کہ یہ بڑا پوپ اور پادری تھا۔ اسقف رفع کی صورت میں مبتدا محذوف کی خبر بنے گا۔ اور نصب کی حالت میں کان کی خبر یا اسقف مجہول ماضی یعنی ان پر پوپ مقرر تھا سب کا باوا تھا۔

حین قدوم ایلیاء ہرقل اس وقت بیت المقدس میں شکریہ ادا کرنے کے لئے آیا تھا۔

فقال بعض بطارقته بطارقہ بطریق کی جمع ہے جس کے معنی اخص الخواص کے آتے ہیں۔ ملک الختان سے مراد وہ لوگ جو ختنہ کرتے ہیں۔ ان ملک الختان قد ظهر ظہور یا تو ضد خفا ہے یا ضد مغلوبیتہ ہے۔ اس جگہ قد ظہر کے معنی تو غلبے کے ہیں ورنہ نفس ظہور تو پہلے ہو چکا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ صلح حدیبیہ ہوگئی تھی جس کو بظاہر مسلمانوں کی شکست کہا جاتا ہے

لیکن درحقیقت یہ صلح مسلمانوں کی فتح کا باعث ہوئی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے واپسی پر یہ آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا نازل ہوئی تھی۔ تو صلح حدیبیہ مقدمہ الفتح بنی اور مقدمۃ الشیٔ شیٔ کے حکم پر ہوا کرتا ہے غسّان ایک چشمہ پانی کا نام ہے جو حدودِ شام پر واقع تھا سبا کے کچھ لوگ نکل کر یہاں بس گئے تھے انہیں میں سے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں آباد ہوئے جن کو اوس اور خزرج کہا جاتا ہے غسّان والے تو عیسائی ہوگئے تھے۔ اوس و خزرج اپنے آبائی دین پر قائم رہے۔ لیس یختتن الا الیھود یہاں صرف یہود کا ذکر کردیا کیونکہ اہلِ عرب ان کے یہاں کچھ شمار نہیں ہوتے تھے۔ اور جو کچھ ان کو حاصل ہوا وہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت حاصل ہوا۔

فلا یھمنک شانھم یعنی یہود سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں وہ کون سے شان و شوکت والے ہیں ان کے ختم کرنے کی صرف یہ صورت ہے۔ کہ اپنے ملک کے شہروں میں ایک حکم لکھ کر بھیج دو کہ وہ سب کو قتل کردیں۔ مدائن جمع مدینہ کی یعنی شہر

ثم کتب ھرقل الی صاحب لہ برومیۃ رومیہ اطالیہ کا پایۂ تخت ہے اسے رومۃ الکبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ مشرقی حصہ کا پایۂ تخت انطاکیہ تھا۔ صاحب الہ اس کا نام ضغاطیر تھا۔ جب ہرقل کا خط اس کے پاس پہنچا تو یہ خط پڑھ کر مشرف باسلام ہوا لیکن اس کی قوم نے اس کو وہیں قتل کردیا یہ واقعہ آپ کے خط پہنچنے سے پہلے کا ہے۔ مگر یہ الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں کہ ابوسفیان سے گفتگو کرنے کے بعد اس خط بھیجنے کی نوبت آئی۔ ضغاطیر اور ہرقل دونوں نے آنحضرت صلعم کی نبوت کا اقرار کیا۔ ضغاطیر تو اپنے قول پر برقرار رہا۔ اور قتل ہوگیا۔ ہرقل رغبت الی الدنیا کی وجہ سے اس پر قائم نہ رہا۔

دسکرہ وہ محل بڑا جس کے گرداگرد گھر بنائے گئے ہوں غُلِّقَتْ الابواب یعنی درمیان والے محل کے دروازے بند کردیئے گئے۔ تاکہ وہ لوگ اس پر ہجوم کرکے نہ آئیں۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ باہر والے گھروں کے دروازے بند کردیئے گئے تھے۔ تاکہ یہ لوگ بھاگ نہ جائیں۔ چنانچہ فوجدوھا قد غلقت اس کی تائید کرتا ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ محل دروازے بند ہیں اور چابیاں اپنے پاس رکھ لیں۔ اور اونچی جگہ پر چڑھ کر کہنے لگا ھل لکم فی الفلاح یعنی اگر تم دنیا اور آخرت کی فلاح چاہتے ہو تو نبی اکرم صلعم کی اقتدار کرو۔ اگر تم نے ان کی اقتدار نہ کی تو ملک تو ہاتھ سے جاوے گا ہی آخرت کا بھی ناس ہوجائے گا۔

فوجدوھا قد غلقت اور کنجیاں ملی نہیں اس لئے کہ ہرقل نے اپنے پاس رکھ لی تھیں اور خود اوپر محفوظ جگہ میں بیٹھ گیا تھا۔ اگر کہیں نیچے ہوتا تو پیس ڈالتے فسجدوا لہٗ ان لوگوں کی عادت تھی کہ ملوک کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ اب ہرقل کے لئے مناسب تو یہ تھا کہ وہاں سے نکل کر آنحضرت صلعم کے پاس آجاتا۔ یا ضغاطیر کی طرح اظہار کرتا۔ مگر اس نے دنیا کی طرف رغبت کی اور اور غزوۂ موتہ میں ایک لشکر آنحضرت صلعم کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور کافر ہو کر مرا۔ کیونکہ ہرقل کے ابتدائی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے اس آخری مقولہ اختبر بھا شدتکم مع دینکم نے تمام کلام پر پانی پھیر دیا۔ اب اس کے اندر اختلاف ہو گیا کہ وہ مسلمان تھا یا نہیں فکان ذالک

امام بخاریؒ نے تنبیہہ فرما دی کہ تم خود فیصلہ کر لو کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ اگر میں پہنچ سکتا تو ضرور جاتا اور قدموں کو دھو کر پیتا اور ان کا غلبہ یہاں تک ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس کے بالمقابل اس کا یہ کہنا کہ میں تو تمہاری شدت دیکھ رہا تھا اور باوجود اظہار دین پر قادر ہونے کے اس کو ظاہر نہ کیا۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ یہ سب باتیں چاہتی ہیں کہ وہ کافر ہو۔

حافظ ابن عبدالبر صاحب نے استیعاب میں یہ رائے لکھی ہے کہ وہ مسلمان تھا اختبر بھا شدتکم علے دینکم یہ اپنی جان بچانے کے لئے کہا مگر اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھا اگرچہ اس نے اسلام کی تمنا کی۔ مگر محض تمنا سے کام نہیں چلتا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس نے آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں جنگِ موتہ ۸ھ میں ایک لشکر بھیجا تھا۔ اور بعض ضعیف روایات میں یہ بھی ہے کہ جنگ تبوک میں بھی آنحضرت صلعم کے مقابل میں اس نے ایک لشکر بھیجا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ کافروں کو ناکامی ہو رہی ہے۔ تو اس نے آپؐ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ میں مسلمان ہوں کیا کروں جان کے خوف سے ظاہر نہیں آتا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کذب عدو اللہ مگر یہ روایت محدثین کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ فکان ذلک آخر شان ھرقل اس سے امام بخاریؒ نے آخر کتاب کی طرف اشارہ کر دیا لیکن حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصد کتاب کے ختم کی طرف اشارہ کرنا نہیں بلکہ تم لوگوں کے اختتام کی طرف متنبہ کرنا مقصود ہے یعنی اکثر

اکثروا ذکر ھاذم اللذات الموت تو ایسے یہاں بھی آخر شان ہرقل سے متنبہ کر دیا کہ اس کا انجام تو یہ ہوا کہ یا جنت ہو یا دوزخ تم بھی اپنے انجام کی فکر کرو۔ موت کو یاد کرو۔ گویا کہ وہ آنے والی ہے اب روایت کو ترجمہ باب سے کیا مناسبت ہے۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ والا نامہ میں آپ نے ان کو ہدایت کی طرف بلایا ہے وہ کلمہ سواء بیننا و بینکم ہے جو ترجمۃ الباب میں تھا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ وحی جو آپ کی طرف آئی تھی۔ وہ انبیاء سابقین کی وحی کے مطابق ہے۔ مگر یہ تکلف ہے۔ بلکہ اتنی بڑی روایت تو مبادی وحی پر کثرت سے دلالت کرتی ہے۔ ہرقل نے آپ کے نسب اور اخلاق وغیرہ کے متعلق سوالات کئے جو شخص ایسے حسب و نسب والا ہو وہ ضرور قابل و لائق وحی ہے والّا فلا تو ان اشیاء سے مبادی وحی کی طرف بارہ اشارہ ہوتا ہے۔ کتب سابقہ اور علم نجوم وغیرہ کے ذریعہ بھی مبادی وحی کی طرف زیادہ اشارہ ملا۔ اور یہ وحی عظمت والی ہے اور معصوم ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔

حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کیف بدا الوحی کا ترجمہ منعقد فرمایا اور روایت میں موحیٰ الیہ صلعم کا تذکرہ ہے لہٰذا بطور تکملہ کے اس کو ذکر فرمایا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ واقعہ بھی وحی کے ابتدائی زمانوں میں پیش آیا۔ امام بخاریؒ کا مقصد وحی کے ابتدائی احوال کو بیان کرتا ہے کہ وحی ابتدائی کن کن منازل سے گذری ہے اور کیا کیا حالات پیش آئے۔ تو اس صورت میں حدیث ہرقل احوال ابتدائیہ میں داخل ہو جائے گی۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ابتدا سے ابتدا آنی مراد نہیں بلکہ ابتدا زمانی ممتد مراد ہے۔

اور تیسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں آپ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہرقل کے سوالات کے جوابات میں آیا ہے۔ اور ابتداء وحی اخلاقِ حمیدہ سے ہوئی تھی۔ اس مناسبت سے یہ حدیث ذکر کر دی گئی اور چوتھا جواب حضرت شیخ الہندؒ کا ہے کہ باب کی غرض عظمت وحی کو بیان کرنا ہے اور حدیث ہرقل میں آنحضرت صلعم کے اخلاقِ عالیہ کو بیان کیا گیا جس سے آپ کی عظمت معلوم ہوتی ہے موحیٰ الیہ کی عظمت سے وحی کی عظمت خود ظاہر ہے۔ حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ یوں منعقد فرمایا۔ کیف کان بدؤ الوحی الخ حدیث ہرقل میں کلمہ سواء کی دعوت ہے۔ تو شیخ مدنیؒ کی موافقت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہی کلمہ توحید تمام انبیاء علیہم السلام کا کلمہ ہے جس کے سارے داعی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

كِتَابُ الْإِيمَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ط

باب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَّيَزِيدُ وَيَنْقُصُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لِيَزْدَادُوْا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى وَّيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى وَّالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا إِيمَانًا وَّ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّ قَوْلِهٖ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَّقَوْلِهٖ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَّتَسْلِيمًا وَّالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْإِيمَانِ وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ ابْنِ عَدِيٍّ إِنَّ لِلْإِيمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُودًا وَّ سُنَنًا فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيمَانَ فَإِنْ أَعِشْ فَسَأُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتّٰى تَعْمَلُوْا بِهَا وَإِنْ أَمُتْ فَمَا أَنَا عَلٰى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيصٍ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي وَقَالَ مُعَاذٌ اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنُ سَاعَةً وَّقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ الْيَقِينُ الْإِيمَانُ كُلُّهٗ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا أَوْصَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ وَإِيَّاهُ دِينًا وَّاحِدًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا سَبِيلًا وَّسُنَّةً وَّدُعَاؤُكُمْ إِيمَانُكُمْ۔

۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

ترجمہ :۔ یہ کتاب ہے جس میں ایمان کی بحث ہے۔ باب آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ ایمان قول اور فعل کا نام ہے جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے تاکہ ان کا ایمان اپنے ایمان کے ساتھ بڑھتا رہے۔ اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ہدایت زیادہ کرتا ہے جو ہدایت پاگئے اور جو ہدایت پاگئے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور ان کو ان کی پرہیز گاری دے دی۔ اور ایمان والوں کا ایمان بڑھتا رہتا ہے اور قول تعالیٰ کا قول ہے کہ ان آیات نے کن کا ایمان بڑھایا پس جو لوگ ایمان لائے ان آیات نے ان کا ایمان بڑھا دیا۔ اور قول باری تعالیٰ ہے کہ لوگوں نے کہا ان کفار سے ڈرو تو اس بات نے ان کا ایمان بڑھا دیا۔ اور یہ بھی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انہیں بڑھایا اس بات نے مگر ان کا ایمان اور سپرداری حُب فی اللہ اور بغض فی اللہ بھی ایمان میں سے ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عدی بن عدی کی طرف لکھا کہ بے شک ایمان کے لئے فرائض اور احکام ہیں حدود اور طریقے ہیں۔ پس جس نے ان کو مکمل کر لیا تو اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔ اور جس نے ان کو مکمل نہ کیا وہ اپنا ایمان مکمل نہ کر سکا پس اگر میں زندہ رہا تو ان احکام و شرائع کو تمہارے لئے خوب اچھی طرح واضح کروں گا تاکہ تم ان پر عمل کر سکو۔ اور اگر کہیں مرگیا تو مجھے تمہاری صحبت کا حرص نہیں ہے اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے تاکہ میرا دل مطمئن ہو جاتے۔ اور حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ بیٹھو تاکہ کچھ گھڑی ایمان کی باتیں کر لیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ یقین سارے کا سارا ایمان ہے۔ اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بندہ تقویٰ کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک ان چیزوں کو نہ چھوڑے جو اس کے سینہ میں شک پیدا کرتی ہیں اور مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین اختیار فرمایا جس کی حضرت نوح علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ اے محمد مصطفےٰ صلعم ہم نے آپ کو اور ان کو ایک ہی دین کی وصیت فرمائی شرعۃ ومنھاجا کے بارے میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ منہاج سے مراد راستہ اور سنت ہے۔ اور لولا دعاکم میں دعا کی تفسیر ابن عباسؓ نے ایمانکم سے فرمائی ہے۔ اور حدیث ابن عمر کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ایمان کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو قائم کرنا زکوٰۃ کا ادا کرنا بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

تشریح :۔ از شیخ زکریاؒ تمام بخاری شریف میں کئی مرتبہ کتاب سے قبل اور کبھی کتاب کے

بعد بسم اللہ آئے گی جیسا کہ یہاں باب کے بعد ہے اور اس سے قبل باب سے پہلے تھی اور بعض جگہ بے جوڑ بھی بسم اللہ آتے گی۔ اس کے وجہ ہمارے نزدیک اختلاف نسخ ہے کہ کسی نسخہ میں باب سے پہلے ہے اور کسی نسخہ میں باب کے بعد ہے جہاں بے جوڑ آئے گی وہاں اس کی وجہ ذکر کر دی جائے گی۔

جاننا چاہیئے کہ اصحاب جوامع یعنی جو محدثین اپنی کتاب کے اندر حدیث کے ابواب ثمانیہ ذکر کرتے ہیں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جامع کو کتاب الایمان سے شروع کرتے ہیں جیسے مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف وغیرہ اور خود امام بخاریؒ بھی اصحاب جوامع میں سے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بخاری کتاب کو کتاب الایمان سے شروع فرمایا ہے مگر ایک جدت یہ پیدا فرمائی کہ کتاب الایمان پر وحی کے باب کو مقدم کر دیا۔ یہ ان کی دقت نظر کی دلیل ہے کہ باب وحی کو کتاب الایمان پر اصل چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مقدم فرما دیا کہ ایمانیات کے اندر معتبر وہ ہے، جو بواسطہ وحی کے ہو۔ ایمان باب افعال کا مصدر ہے جس کے معنے لغت میں تصدیق کے ہیں ما امنت بمومن تھا اور اس کا مادہ امن ہے کہ مؤمن مؤمن بہ کو بتلا دیتا ہے کہ تم ہماری طرف سے تکذیب سے مامون ہو۔ تو اب اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اس کی تصدیق کرے اور اصطلاح شریعت میں ایمان نام ہے تصدیق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بما جاء بہ کا۔ اور شریعت کا مدار ایمان پر ہے۔ بغیر ایمان کے کوئی عمل معتبر نہیں ومن یعمل من الصالحات من ذکر وانثی وھو مومن فرمایا گیا اس لئے مصنف نے ایمان کی بحث شروع کر دی۔

شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان امن سے ماخوذ ہے۔ باب افعال میں متعدی ہوگا۔ الایمان ای جعل الغیر ذا امن چونکہ تصدیق کرنے والا اپنے مخاطب کو مطمئن اور مامون کر دیتا ہے تکذیب کرنے سے۔ اس لئے باعتبار لغت کے یہ مؤمن ہوگا۔ تو عرف عام میں ایمان بمعنی تصدیق کے آتا ہے۔ تصدیق کے لئے کوئی قید نہیں۔ لیکن شریعت میں تخصیص ہے تصدیق بما جاء بہ النبی صلعم وعلم مجیئہ بالضرورۃ تو تصدیق جنس ہوئی۔ اور ما جاء بہ النبی فصل اول اور علم مجیئہ بالضرورۃ فصل ثانی ہوئی۔ کیونکہ جمیع ما جاء بہ النبی میں بہت سے مستحبات اور سنن ہیں جن میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ تو اس کا کیا معیار ہوگا۔ تو قید بڑھائی گئی۔ علم مجیئہ بالضرورۃ کیونکہ آپ جو احکام لے کر آئے ہیں بعض تو وہ ہیں جن کو سب جانتے ہیں کہ یہ امور مامور بہا ہیں یا منھی عنھا ہیں۔ شراب کی ممانعت

اور نماز کی فرضیت اُن کو ہر صغیر و کبیر جانتا ہے۔ لیکن مسئلہ تھا مقام کا یہ ما علم مجیئہ بالضرورۃ سے نہیں ہے بلکہ اس کی تخریج ارباب اجتہاد اپنے اجتہاد سے کرتے ہیں۔ بالضرورۃ یعنی بالبداھۃ وبا للزوم ایمان کی تحقیق کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ کہ مومن یہ کیا چیز ہے جس کے بغیر ایمان متحقق نہیں ہو سکتا۔ متکلمین (اشاعرہ اور ماتریدیہ) کا مسلک یہ ہے کہ ایمان نام تصدیق بجمیع ما جائبہ النبی یعنی فقط تصدیق قلبی کو ایمان قرار دیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ امام احمدؒ اور جمہور محدثین اور اہل ظواہر کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق بالجنان۔ اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا نام ہے۔ بروایۃ المتکلمین امام ابوحنیفہؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اور دوسرا قول امام صاحبؒ بروایۃ الاصولیین یہ ہے کہ الایمان تصدیق بالجنان والاقرار باللسان ہے۔

چوتھا قول مرجئہ کا ہے کہ وہ ایمان صرف اقرار باللسان کو کہتے ہیں یعنی جس نے صرف اقرار کر لیا عمل نہیں کیا وہ مومن اور ناجی ہے۔ گویا ان کے نزدیک اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اعمال سیئہ مضر ہیں۔ ان کی دلیل آنحضرت صلعم کا ارشاد وان زنیٰ وان سرق ہے۔ اور پانچواں مذہب خوارج اور بعض معتزلہ کا ہے۔ کہ ایمان مرکب ہے تصدیق قلبی۔ اقرار باللسان اور عمل بالجوارح لہٰذا اگر کوئی شخص اعمال کو چھوڑ دے گا تو وہ کافر ہو گا۔ اسی طرح ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر خارج عن الاسلام ہے۔ ان کی دلیل آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن الخ ہے۔ اور چھٹا مسلک اکثر معتزلہ کا ہے کہ ایمان مرکب ہے۔ تصدیق اقرار اور اعمال سے مگر مرتکب کبیرہ حد اسلام سے تو خارج ہے۔ لیکن کفر کے اندر داخل نہیں ہو گا۔ یہ لوگ اس کو اسلام سے اس لئے خارج قرار دیتے ہیں کہ ان کے ہاں اعمال ایمان کے اجزاء میں سے ہے اور کفر میں اس لئے داخل نہیں کرتے کہ توحید موجود ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ محدثین۔ متکلمین اور فقہاء میں بالکل تضاد ہے اور معتزلہ اور خوارج محدثین کے ساتھ متفق ہیں۔ کیونکہ محدثین بھی ایمان کو مرکب مانتے ہیں تو من اخل عن الاعتقاد القلبی فھو کافر ومن اخل عن الاعمال فھو لیس بمؤمن اس لئے کہ اذا فات الجزء فات الکل معتزلہ اور خوارج تو اس پر عمل کرتے ہیں۔ البتہ درجہ بین الدرجتین مانتے ہیں۔ لیکن محدثین اور فقہاء شوافع وغیرہ ایمان کو مرکب ماننے کے باوجود مرتکب کبیرہ کو خارج عن الاسلام اور مخلد فی النار نہیں مانتے، وجہ یہ ہے کہ اجزاء دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اجزاء مکملہ دوسرے اجزاء مقومہ جیسے درخت کے اجزاء

پتے، شاخیں بن وغیرہ ہیں مگر یہ اجزاء مکملہ ہیں۔ ان کے انتفاء سے درخت کا انتفاء نہیں ہوگا۔ اس طرح ناک کان بازو انسان کے اجزاء ہیں۔ لیکن ان کے کٹ جانے کی صورت میں انسان ویسے ہی باقی رہتا ہے۔ کیونکہ یہ اجزاء مقومہ نہیں بلکہ مکملہ ہیں جن کے انتفاء سے نقص آجائے گا لیکن کل کی نفی نہیں ہوگی تو اشاعرہ ماتریدیہ محدثین اور فقہا شوافع کا اختلاف لفظی ہوا۔ البتہ خوارج اور معتزلہ سے نزاع حقیقی ہے۔ محدثین صورۃً معتزلہ اور خوارج کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ متکلمین کے ساتھ ہیں جو ایمان کو بسیط کہتے ہیں جیسے مناطقہ تصدیق کو بسیط کہتے ہیں اور امام رازی تصدیق کو مرکب مانتے ہیں۔ مگر محدثین کا ایمان کو مرکب کہنا متکلمین کے خلاف نہیں اس لئے کہ وہ اعمال کو اجزاء مکملہ مانتے ہیں مقومہ نہیں مانتے۔ معتزلہ اور خوارج ان کو اجزاء مقومہ مانتے ہیں نزاع لفظی ہونے کا مبنیٰ یہ ہے کہ احناف یا متکلمین یہ نہیں کہتے کہ تارک اعمال سیدھا جنت میں جائے گا جیسا کہ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وہ جہنم میں جائے گا اس کے بعد شفاعت وغیرہ سے اس کو نجات ملے گی۔ اور حضرات محدثین و شافعیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ تارک اعمال جہنم میں جائے گا مگر مخلد فی النار نہیں ہوگا۔

دوسری بحث یہ ہے کہ قوم متکلم پر اقرار باللسان کو ایمان کے ساتھ کیا نسبت ہوگی اس لئے کہ ان کے یہاں ایمان جزم کا نام ہے تو جمیع متکلمین اور احناف فرماتے ہیں کہ اقرار باللسان اجراء احکام شرعیہ کے لئے شرط ہے۔ کیونکہ قلبی حالت پر ہم واقف نہیں دنیاوی احکام کے اجراء کے لئے کوئی امارۃ ہونی چاہیئے وہ اقرار باللسان ہے جس کی وجہ سے ہم اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کریں گے اور جس شخص نے تصدیق تو کی لیکن اقرار نہ کیا یہ شخص عند اللہ نجات پا جائے گا لیکن اس پر احکام اسلامیہ کا اجراء نہ ہوگا۔ ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو اقرار کا تمکن نہیں تصدیق ہے تو ان دونوں صورتوں میں تمکن ہو یا نہ ہو اس کا ایمان عند اللہ معتبر ہے ہم اسے مقابر مسلمانوں میں دفن نہ کریں گے وغیرہ اور جو لوگ اقرار کو حقیقت ایمان میں داخل کرتے ہیں ان کے نزدیک یہ مؤمن نہ ہو گا۔ جیسے مرجئہ کا قول ہے اور ایک روایت امام اعظمؒ کی بھی ہے۔ ایسے معتزلہ اور خوارج کے ہاں بھی مؤمن نہ ہوگا۔

تیسری بحث یہ ہے کہ آیا ایمان زائد اور ناقص ہوتا ہے یا کہ نہیں مشہور یہ ہے کہ متکلمین اور اشاعرہؒ

ماتریدیہ) ایمان کی زیادتی اور نقصان کا انکار کرتے ہیں۔ اور محدثین معتزلہ وغیرہ اس کو مانتے ہیں، بات یہ ہے کہ جو لوگ ایمان کو مرکب کہتے ہیں ان کے ہاں زیادتی و نقصان ہوگا جن کے ہاں ایمان بسیط ہے بفقط تصدیق کا نام ایمان ہے۔ ان کے ہاں زیادتی و نقصان نہیں ہو گا کیونکہ یقین کے کم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اذعان نہ پایا گیا۔ بلکہ ظن اور شک ہے۔ تو ایمان ہی نہ پایا گیا لہٰذا اس اعتبار سے ایمان زائد اور ناقص نہ ہوگا۔ اعمال کو داخل فی الایمان ماننے والے زیادتی اور نقصان کے قائل ہوں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ متکلمین اور محدثین کے درمیان نزاع لفظی ہے۔ وہ اعمال کو ایمان کے اجزاء مکملہ مانتے ہیں تو اعمال کی کمی بیشی سے ایمان کامل میں زیادتی نقصان ہوگا۔ نفس ایمان میں زیادتی و نقصان نہ ہوگا۔ چونکہ معتزلہ اور خوارج ان کو اجزاء متقومہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے ہاں بھی ایمان زائد اور ناقص ہو گا۔ بلکہ اختلال کی صورت میں ایمان کی نفی ہو گی۔ اس کی تائید میں امام ابوحنیفہؒ کے یہ قول پیش کیا جاتا ہے کہ ایمانی کایمان جبرائیل لا کمثل ایمان جبرائیل تو کہا جائے گا کہ متکلمین اور امام ابوحنیفہؒ ایمان میں باعتبار کمیت کے تو زیادتی و کمی کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ باعتبار کیفیت کے انکار نہیں کرتے۔ جیسے روشنی کی کیفیت میں تفاوت ہوتا ہے ایسے ایمان کی کیفیت میں بھی تفاوت ہے جبرائیل کا ایمان بالمشاہدہ ہمارا ایمان بالغیب ہے۔ تو ایمان بسیط ہو کر باعتبار انشراح کے اس میں زیادتی نقصان ہو سکتی ہے چنانچہ یقین کے تین قسمیں ہیں۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔

علم الیقین جو دلائل اور براہین سے یقین حاصل ہو۔ عین الیقین دلائل اور براہین سے جزم حاصل ہو جانے کے بعد مشاہدہ بھی ہو جائے۔ اس مشاہدہ سے جو نور اور علم حاصل ہوگا وہ یقیناً پہلے علم سے بڑھ کر ہوگا۔ اسے عین الیقین کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر قوم کی گوسالہ پرستی کو سنا تھا علم تو ہو گیا لیکن وہاں غصہ نہیں آیا۔ جب مشاہدہ کیا تو سخت غصہ آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ پہلے سے اقویٰ ہے اور جو چیز مشاہدہ فی النفس سے حاصل ہو اسے عین الیقین کہتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنی انگلی آگ میں ڈالے اور وہ جل جائے یا مٹھائی کو دیکھنے کے بعد اس کو چکھ لے تو یہ حق الیقین ہے۔ یہ تینوں اقسام جزم اور تصدیق کے ہیں مگر ان میں باہمی تفاوت ہے۔ تو یہ ایک کیفی چیز ہوئی۔ کمیت کا اس میں دخل نہیں تو امام صاحبؒ کا یہ فرمانا کہ ایمانی کایمان جبرائیل ولا اقول ایمانی مثل ایمان جبرائیل صحیح ہوا یعنی نفس جزم میں تو مساوی ہیں مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ایمان بالمشاہدہ ہے

وہ اقوای ہے اس کی مثل نہیں۔ اور حق الیقین ان سب سے یقین کا قوی درجہ ہے اور یہ مشاہدہ فی النفس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے فلاسفہ کہتے ہیں کہ قوت قدسیہ کے نزدیک نظریات بدیہات بن جاتے ہیں اور ہمارے نزدیک بدیہات نظریات بن جاتے ہیں تو ہماری غباوت کی وجہ سے ہوا علم اس نور کا نام ہے۔ عوام الناس کا ایمان ایمان تقلیدی نہیں بلکہ ایمان مع البراہین ہے۔ جیسے ایک خراسانی کا منطقی سے مناظرہ ہوا۔ کہ جیحون اور سیحون تیرے باپ نے بنایا۔ اور ایک اعرابی نے کہا البعرۃ تدل علی البعیر خلاصہ یہ ہے کہ ہم تصدیق اس کو کہتے ہیں کہ جس یقین میں وقائع کا خلاف نہ ہو۔ اس میں تقلید اور براہین وغیرہ سب داخل ہیں

چوتھی بحث ایمان اور اسلام میں فرق۔ جس طرح ایمان کے دو معنی ہیں۔ نفس ایمان تصدیق بجمیع ماجآء بہ النبی الخ دوسرا ایمان کامل ہے۔ تشریعات میں دونوں طرح کا اطلاق آتا ہے اسی طرح اسلام کے بھی دو معنی ہیں۔ اسلام بمعنی انقیاد وہ دو قسم ہے انقیاد ظاہری اور انقیاد باطنی منافق انقیاد ظاہری رکھتا ہے باطنی نہیں رکھتا۔ مؤمن دونوں قسم کا انقیاد رکھتا ہے۔ ذمی اور معاہد میں انقیاد باطنی ہوتا ہے ظاہری نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ایمان میں یقین تو ہوتا ہے مگر اطاعت نہیں ہوتی ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد ، پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اگرچہ مدار اسلام کا انقیاد باطنی پر ہے لیکن اس کا ظہور انقیاد ظاہری کی شکل میں ہوگا اور کبھی ایمان اور اسلام ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام میں متلازمین کی نسبت ہوتی ہے۔ تو گویا مفہوم کے اعتبار سے متباین ہیں اور مصداق کے اعتبار سے متلازم ہیں کہ ایمان بغیر اسلام کے مقبول نہیں اور اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں اور اسلام اور ایمان شرعی مراد ہیں۔ تو ایمان اور اسلام کے مفہوم میں اقرار وغیرہ داخل نہیں۔ البتہ مصداق میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ مصنفؒ امام بخاریؒ کا مقصد مرجئہ اور خوارج پر رد کرنا ہے۔ جن سے عالم میں بڑا فساد برپا ہوا۔ یہ مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط قول لا الٰہ کا نام ہے۔ اعمال کو نہ مقوماً دخل ہے اور نہ مکملاً اور وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ان میں سے کسی چیز کا خلل نہ ایمان کو ضرر پہنچاتا ہے اور نہ نفع دیتا ہے۔ آجکل ملحد اور دہری اعتقاد کے لوگ یہی کہتے ہیں، جس سے ان لوگوں نے آپ کے مشن کو سخت کو سخت نقصان پہنچایا لوگ کی طبیعت میں کسل ہے۔ وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ

اعمال نہ کرنے پڑیں ان مرجئہ کی دلیل یہ ہے کہ نصوص قطعیہ سے مطالبہ قول کا ہے تصدیق کا نہیں ہے چونکہ امام بخاریؒ محدثین میں سے ہیں اس لئے ایمان کے ذواجزاء اور زیادت ونقصان کے قبول کرنے پر باب باندھتے ہیں۔ قرآنی آیات اور دوسرے دلائل کے ذریعہ مرجئہ پر رد کرتے ہیں اور خوب زور سے تردید کرتے ہیں۔ اور کہیں کہیں معتزلہ پر بھی رد فرمایا ہے۔ اب یہ کہ امام بخاریؒ نے مرجئہ پر اتنا زور کیوں باندھا اور معتزلہ پر کہیں کہیں رد فرمایا۔ حالانکہ دونو فرق باطلہ میں داخل ہیں تو علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ معتزلہ کے مذہب میں دنیاوی حیثیت سے کوئی نقصان نہیں۔ آخر میں جو بھی انجام ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک تارک اعمال ایمان سے خارج ہوجائے گا۔ لہٰذا معتزلی تو اعمال کو چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ اس ڈر سے کہ کہیں ایمان سے نہ نکل جاؤں۔ اور مرجئہ کے ہاں اعمال کی کوئی حقیقت نہیں اس لئے ان پر شدت سے رد فرمایا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام بخاریؒ متکلمین اور امام صاحبؒ پر رد کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ متکلمین اور محدثین کے درمیان تو نزاع لفظی ہے۔ نفس ایمان محدثین کے نزدیک بھی تصدیق ہے۔ تو ان کے یہاں بھی اعمال نہ نفس ایمان جزء ہوں گے اور نہ اس میں کمی بیشی ہو گی۔ تو جو کچھ رد ہو گا وہ مرجئہ پر ہو گا۔ اور اس طرح مرجئہ کا ایک گروہ کرامیہ بھی ہے جن کے نزدیک ایمان محض کلمتین شہادت کا نام ہے ان پر بھی امام بخاریؒ رد فرماتے ہیں۔

اب یہاں ایک اشکال ہے کہ حدیث جبرائیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام میں تغایر ہے لیکن مصنفؒ کتاب الایمان کہہ کر بُنِیَ الاسلام علی خمس فرماتے ہیں جس سے تساوی معلوم ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان کا اطلاق نفس ایمان پر بھی ہوتا ہے اور ایمان کامل پر بھی۔ اور ایمان کامل اور اسلام کامل کا تلازم ہے۔ تو ان میں تلازم ہوا۔ البتہ تباین یا عموم خصوص وہ نفس ایمان اور نفس اسلام میں ہے۔ احادیث اور امور شرعیہ میں جو ایمان اور اسلام کے الفاظ آتے ہیں۔ ان سے ایمان اور اسلام کامل مراد ہوگا لہٰذا کتاب الایمان میں جو ایمان ہے اس سے ایمان کامل جو امور شرعیہ پر مشتمل ہے اور وہ اسلام کامل کو لازم ہے لا یفترقان تو بنی الاسلام علی خمس کہنا صحیح ہوگا تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں جب اسلام پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ ذواجزاء ہوگا جہاں اجزاء ہوں گے وہاں ایمان کامل جہاں اجزا پورے نہ ہوں گے وہاں ناقص لہٰذا زیادتی اور نقصان بھی

ثابت ہوگئی۔ اس جگہ ایک اشکال اور ہے کہ جب اسلام پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ تو اسلام مبنی اور اشیأ خمسہ مبنی علیہ ہوں گی اور قاعدہ ہے کہ مبنی مبنیٰ علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ تو ان میں تغایر ثابت ہوا حالانکہ ایسا نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ نحو کے قاعدہ کے مطابق جب حروف جارہ ایک دوسرے کے قائم مقام ہوا کرتے ہیں تو یہاں علے بمعنی من کے ہوگا یعنی بنی الاسلام من خمس کہ اسلام پانچ چیزوں سے بنایا گیا ہے۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریب الی الفہم کے لئے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس میں ایک ستون درمیان میں ہو۔ اور چار کنارے کنارے پر شہادت تو بمنزلہ عمود کے ہے اور یہ چاروں ستون بمنزلہ اطناب کے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی نہ رہے گا۔ تو وہ جگہ ناقص رہے گی اور اگر عمود گر جائے تو خیمہ ہی باقی نہ رہے گا۔ اسی طرح اگر شہادت نہ رہی تو ایمان ہی نہ رہے گا۔ حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اسلام کو مکان سے تشبیہ دی گئی اور پانچوں چیزیں مانند دیواروں اور ستون کے ہیں۔ جن کے بغیر مکان کا بقاء نہیں۔ لہٰذا پانچوں چیزیں اسلام کا موقوف علیہا ہوئیں۔ وھو قول وفعل جب ایمان قول اور فعل کے مجموعہ کا نام ہے۔ تو مرکب ہوا اس لئے کہ ایک قول ایک جزء ہے۔ فعل دوسرا جزء ہے ویزید و ینقص امام بخاریؒ نے ترجمہ کو تین چیزوں سے مرکب فرمایا ہے۔ اول بنی الاسلام علے خمس دوسرے قول وفعل اور تیسرے یزید وینقص سے درحقیقت یہ تینوں تراجم ایک دوسرے کی تائید اور تقویت کرتے ہیں جس سے توضیح اور تبیین ہوتی ہے۔ کیونکہ بنا علے الخمس ترکیب پر دلالت کرتا ہے۔ قول اور فعل کا مجموعہ ہونا بھی ترکیب ہے اور زیادہ و نقصان بھی مرکب ہی میں ہوا کرتا ہے۔ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ بنی الاسلام علے خمس دوسرے تراجم کے لئے علۃ ہے یہ خمس اشیأ اسلام کے قوام میں داخل ہوئیں۔ گویا موقوف علیہا ہوئیں۔ جب اسلام قول اور فعل ہو گا تو بعض موقوف علیہ فعل اور بعض قول ہوں گے۔ افعال اور اقوال مختلف ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا یزید وینقص بھی ہوا تو تینوں تراجم صحیح ہوئے۔ اور ان تراجم متعددہ میں سے ہر ایک کو دلالت مطابقی سے ثابت نہیں کیا بلکہ جزء اول کو مطابقۃً حدیث سے ثابت کیا اور باقی تراجم التزامی طور پر ثابت ہوئے۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس جملہ سے حنفیہ پر رد کیا ہے۔ کیونکہ وہ ایمان کی بساطت کے قائل ہیں اور امام بخاریؒ ایمان کو ذو اجزاء ثابت فرما رہے ہیں۔ جب ہی تو زیادتی اور نقصان کو قبول کرے گا۔ مگر یہ کہنا غلط ہے۔ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ

فرماتے ہیں۔ کہ ایمان کے لئے اذعان قلبی ضروری ہے۔ بغیر اس کے مؤمن ہو نہیں سکتا۔ اگر کسی کو اذعان نہ ہو۔ بلکہ اس میں نقصان ہے مثلاً شک ہو تو وہ کسی کے ہاں مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ہاں یقین کے درجات مختلف ہیں۔ جیساکہ بیان ہوا۔ مثلاً اس بات کا یقین کہ کلکتہ ایک شہر ہے اس شخص کو بھی یقین ہے۔ جس نے دیکھا نہیں اور اس کو بھی ہے جس نے دیکھا ہے۔ البتہ دونوں کے یقین کے اندر فرق ہے۔ اس طرح ایمان تو نفس تصدیق کا نام ہے۔ مگر مکملات کے ذریعہ زیادتی ہوتی رہتی ہے بخلاف مرجئہ کے وہ بالکل کسی قسم کی زیادتی کے قائل نہیں۔ لہٰذا ان پر رد ہوا حنفیہ پر تو کسی حال میں رد ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ بھی ایمان کے لئے اجزاء مکملہ مانتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ لیزدادوا ایمانا امام بخاریؒ نے ایمان کے ذو اجزاء اور قابل زیادتی اور نقصان ہونے کو ثابت کرنے کے لئے دس آیات قرآنیہ ذکر فرمائی ہیں۔ آٹھ آیات تو ایک جگہ متصلاً بیان فرمائی ہیں۔ اور دو اس کے بعد آرہی ہیں۔ جب ان آیات سے زیادتی ایمان ثابت ہوگی۔ تو نقصان بھی ثابت ہو گا اس لئے کہ زیادتی نقصان کو مستلزم ہے کیونکہ زیادتی اسی شیئ میں ہو سکتی ہے جس میں نقصان بھی ہو سکتا ہو۔ الغرض تراجم کے بعد امام بخاریؒ نے آیات اور تعلیقات کو بیان فرمایا ہے جو تراجم کے لئے دلیل بن جاتے ہیں۔ پہلی آیت لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم۔ چونکہ اس جگہ قول پر زیادتی معلوم ہوتی ہے لہٰذا قول ہی مراد ہوگا۔ اور زیادتی اور نقصان بھی ثابت ہوا۔ دوسری آیت میں زدناھم ھدی ہدی سے مراد ایمان ہے کیونکہ ایمان کامل بغیر ہدایت کے ہو نہیں سکتا۔ خواہ ہدایت سے وصول الی المطلوب مراد ہو۔ یا اراءۃ الطریق چونکہ ان میں تلازم ہے لہٰذا ایک کی زیادتی سے دوسرے کی زیادتی ثابت ہوگی۔ اور ہدی بمعنی اہتداء کے ہیں۔ اگر ہدایت کے معنی اراءۃ الطریق کے ہوں تو اس کے بھی بہت سے طرق ہوتے ہیں۔ اگر روشنی دکھانے والے کی زیادہ ہو تو دیکھنے والے میں بھی زیادتی ہوگی۔ جب دکھانے والے باری تعالیٰ ہیں۔ تو اہتداء میں بھی زیادتی ہوگی۔ اور اہتداء عین ایمان ہے ایکم زادتہ ھذہ ایمانا جب قرآن پاک کی آیات نازل ہوتی تھیں تو کفار مؤمنین سے پوچھا کرتے تھے کہ اس آیت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا۔ معلوم ہوا کہ ایمان میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ الغرض ان آٹھ قرآنی آیات سے امام بخاریؒ نے زیادۃ فی الایمان کو ثابت کیا ہے۔ زیادہ اور نقص متضادین ہیں۔ جن کا محل ایک ہوتا ہے۔ جب زیادہ کو قبول کیا تو نقصان کو بھی قبول کرے گا نیز ا زیادتی کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ

اس سے قبل اس پر نقصان تھا۔

والحب فی اللہ البغض فی اللہ الخ الحب فی اللہ میں فی تعلیلیہ ہے۔ جیسے عذبت فی ھرۃ میں ہے۔ حب اور بغض کو بھی ایمان میں سے قرار دیا گیا اور جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو جو چیز اس کی طرف منسوب ہوگی اس سے بھی محبت ہوگی۔ جب باری تعالیٰ سے محبت ہوتی تو اس کی طرف منسوب اشیاء بھی من حیث الخلق محبوب ہوں گی محبت اور بغض متفاوت ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ایمان میں بھی نقص اور ازدیاد ہوگا حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی روایت اس کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی اور اس کا مضمون صحیح ہوتا ہے تو حضرت امام بخاریؒ ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ یہ ابو داؤد کی روایت ہے اس سے امام بخاریؒ نے ایمان کے ذو اجزاء ہونے کو ثابت کیا ہے۔ اس لئے کہ جب حب اور بغض کی تشکک ہے اس کے ہزاروں درجے ہیں۔ ایک محبت تو وہ ہے جس کے متعلق متنبی کہتا ہے۔

ھوی الاحبۃ منہ فی سودائہ کہ دوستوں کی محبت دل کے سیاہ حصہ میں ہے۔ اور ایک وہ ہے جو راہ چلتے ہو جائے۔ اور ایک عداوت یہ ہے کہ جان سے مارنے کے لئے تیار رہے اور ایک یہ ہے کہ وقتی طور پر غصہ آجائے۔ اس طرح جب محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ ایمان میں سے ہیں اور اس کے اندر مراتب ہیں تو ایمان کا قابل زیادت ونقصان ہونا ثابت ہو گیا۔

وکتب عمر بن عبد العزیز امام بخاریؒ ثبوتِ دعوی کے لئے صحابہ اور تابعین کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں عمر بن عبد العزیز اگرچہ صحابی نہیں ہے۔ بلکہ تابعی ہے۔ مگر ان کا شمار خلفاء راشدین میں ہوتا ہے۔ حالانکہ ۹۹ھ اور ۱۰۱ھ میں ان کی خلافت کا دور ہے۔ علم اور تقوی میں اس قدر فوقیت حاصل کر گئے کہ اسلام میں ان کو محبوب نظر سے دیکھا گیا ہے۔ ان کی والدہ حضرت عمرؓ کی پوتی ہے حضرت عمرؓ ایک رات گشت کرتے ہوئے ایک دروازے پر پہنچتے ہیں، کیا سنتے ہیں کہ ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے کہ دودھ میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے کہا کہ خلیفۂ وقت نے ممانعت کر دی ہے۔ اور خلیفہ کی اطاعت علانیہ اور خفیۃً ضروری ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے سمجھ لیا کہ اس لڑکی کے قلب میں تقوی ہے اپنے صاحبزادے عاصم کا نکاح ان سے کرا دیا۔ جن سے حضرت عبد العزیز کی بیوی اور حضرت عمرؒ کی ماں پیدا ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز اولاً بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے۔ اس قدر عطر استعمال کرتے تھے کہ لوگ ان کے دھوبی

کو کپڑے اس لیے دیتے تھے کہ وہ معطر ہو جائیں گے۔ خلیفہ سلمان بن عبدالملک نے ان کو خلیفہ بنایا جبکہ حجاج بن ارطاۃ نے منبر پر کھڑے ہو کر وہ خط پڑھ کر سنایا جو اس کے پاس محفوظ تھا۔ اس حکم کی وجہ سے ان میں اٹھنے کی ہمت نہ رہی۔ بہت مرعوب ہو گئے۔ سب سے پہلا کام خلیفہ کو دفن کرنے کا انجام دیا۔ جب آرام کے لیے گھر آئے تو بیٹے نے کہا کہ بنوامیہ نے جو لوگوں کی جائیدادیں ضبط کر رکھی ہیں۔ وہ جلد واپس کرو۔ اس نے کہا کہ میں قیلولہ کر لوں بیٹے نے کہا کہ اگر قیلولہ کی حالت میں جان نکل گئی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے۔ ان کو بھی بات سمجھ آگئی بنابریں فوراً بنوامیہ کے مظالم کو رفع کرنا شروع کر دیا اور ان کی بیوی کے پاس جو ایک غصب شدہ ہار تھا وہ بھی واپس کر دیا۔ الغرض انہوں نے بہت اصلاحات کی ہیں اور لوگوں کو بنوامیہ کے مظالم سے نجات دلائی ہے۔ جس پر ان کی پھوپھی نے کہا کہ میں نے کہا نہیں تھا کہ عبدالعزیز کی شادی حضرت عمرؓ کے خاندان میں نہ کرو۔ ان کو بعض اہل اللہ نے خواب میں دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز آنحضرت صلعم کے بالکل قریب بیٹھے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ دور بیٹھے ہیں پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ ان دونوں نے زمانہ عدل میں عدل کیا مگر عمر بن عبدالعزیزؒ نے زمانہ جور میں عدل کیا ہے چنانچہ ابن جوزی نے انہیں کے زمانہ میں شیر اور بکری کا ساتھ چرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کا اثر دنیا اور مافیہا پر پڑتا ہے۔ اس لئے السلطان ظل اللہ کہا گیا ہے۔ ایک بادشاہ کا واقعہ ہے کہ اس نے ٹیکس نہیں لگایا تھا تو ایک انار سے ڈیڑھ گلاس رس نکلتا تھا۔ جب ٹیکس لگانے کا خیال آیا۔ تو انار نچوڑنے پر آدھا گلاس بھی نہ نکلا۔ جب توبہ کی تو پہلے کی طرح ڈیڑھ گلاس نکلا۔ بادشاہ کی نیت پر برکت اور عدم برکت کا دارومدار ہوتا ہے۔ آج ہندوستان میں جو برکت نہیں رہی وہ انگریزوں کی نیت کی خرابی کی وجہ سے ہے چنانچہ سر ولیم جانسن ہکس سیکرٹری انڈیا ۱۹۳۰ء میں کہتا ہے کہ ہم نے ہندوستان کو ہندوستان کی بھلائی کے لئے فتح نہیں کیا۔ اس طرح حضرت شیخ الہندؒ نے سلطان عالمگیرؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہندوستان میں بارش نہ ہوئی۔ نماز استسقاء کے لئے علماء کو جمع کیا گیا۔ مگر نماز سے پہلے وہ خود سجدے میں گر پڑا اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھ گنہگار کی وجہ سے ساری مخلوق پر کیوں عذاب نازل فرمایا۔ زار و قطار روتا تھا۔ بس اسی وقت بارش شروع ہو گئی۔ غرضیکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بنوامیہ کی بہت اصلاح فرمائی۔ دو سال اس کا دور خلافت ہے۔ بالآخر بنوامیہ نے زہر دلا کر اس کو مروا ڈالا۔ ان کے زمانہ میں علم دین کی بہت ترویج ہوئی۔ انہوں نے بہت سے احکامات نافذ فرمائے تھے۔ ان میں ایک یہ

بھی تھا جو عدی بن عدی کے پاس لکھا۔ فرائض سے وہ اعمال مراد ہیں جن کے بغیر نجات نہیں ہوتی جیسے صلوٰۃ، صوم وغیرہ۔ شرائع سے عقائدِ اسلامیہ مراد ہیں اور حدود سے منہیات اور سنن سے مستحبات مراد ہیں۔ فمن استکملها اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کامل میں یہ سب امور داخل ہیں۔ تو ایمان کا ذو اجزاء ہونا اور قابلِ زیادت و نقصان ہونا ثابت ہو گیا ان میں سے جتنے اجزاء پائے جائیں گے۔ اتنا ایمان کامل ہوگا اور جتنے یہ اجزاء کم ہوں گے۔ اتنا ہی ایمان ناقص ہوگا۔ فمن استکملها الخ یہ بیّن دلیل ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد حنفیہ پر رد کرنا نہیں کیونکہ احناف تو اعمال کو مکملات ایمان میں سے قرار دیتے ہیں۔ اور ان میں مؤکدات۔ غیر مؤکدات۔ فرائض سنن سب داخل ہیں جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے یہی امام بخاریؒ کا مقصد ہے۔ اشاعرہ نفس ایمان کو بسیط کہتے ہیں۔ نیز ا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ ان کے دورِ خلافت میں کبھی غسل ان پر واجب نہیں ہوا۔ نہ بیوی سے اور نہ باندی سے جماع کیا بلکہ عشاء کی نماز کے بعد برابر دربارِ الٰہی میں گڑگڑاتے رہتے اسی طرح رات گذر جاتی۔

ولکن لیطمئن قلبی یہ بھی ایمان کی ترکیب کی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاءِ موتٰی کے متعلق سوال کیا رب ارنی کیف تحیی الموتٰی اگرچہ یہ علم اور ایقان تھا کہ اللہ تعالیٰ احیاء پر قادر ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی سے ظاہر ہے۔ لیکن اپنے اس ایمان اور یقین میں زیادتی پیدا کرنے کے لئے سوال کیا۔ جس سے ان کا مقصد کیفیت احیاءِ موتی کا مشاہدہ کرنا تھا۔ تو باری تعالیٰ اپنے مقربین سے شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کیف تحی الموتی سے سوال لیطمئن قلبی کے لئے تھا۔ اگر سوال ہو کہ اطمینان قلب مین جزم ہے۔ اگر اطمینان نہ ہو تو وہ اضطراب اور شک ہے تو ایمان کیسے ہوا۔ اس کی کئی توجیہات کی گئی۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرتبہ عین الیقین حاصل کرنا چاہتے ہیں کما قالہ ابن ہمام تو طمانیت قلب سے وضوح کا وہ درجہ مراد ہے۔ جو کہ مشاہدہ سے حاصل ہو۔ جیسے کسی کو دمشق کے عروس البلاد ہونے کا یقین تو ہو۔ مگر وہ اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو ایمان نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام رب ارنی احیاء الموتی فرماتے تو پھر اشکال تھا۔ وہ تو کیفیت احیاء کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ ہاں کبھی کیف استفہام کے لئے بھی ہوتا ہے اس لئے اَوَلَمْ تُؤْمِنْ

سے اس کا ازالہ کیا گیا تو اس وقت طمانیت کا تعلق نفس ایمان سے نہ ہوا۔ بلکہ کیفیت میں اضطراب تھا جس کی بنا پر سوال کیا۔ یہاں پر ایک اشکال ہے کہ امام بخاریؒ نے اس آیت کو ماقبل کی آیات میں کیوں ذکر نہیں فرمایا۔ علیحدہ ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے تو کہا جائے گا۔ کہ آیات ثمانیہ میں صراحۃً زیادتی کا ذکر ہے اور اس آیت میں زیادتی کی تصریح نہیں بلکہ استنباطی طور پر زیادتی معلوم ہوتی ہے۔

وقال معاذ اجلس بنا نؤمن ساعۃ اس سے بھی زیادتی ایمان ثابت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ نؤمن کے یہ معنی تو ہو نہیں سکتے کہ آؤ ایمان کا وجود حاصل کریں۔ کیونکہ حضرت معاذؓ تو پہلے سے مسلمان تھے۔ تو نؤمن کے معنی ہوں گے نزداد ایمانا ساعۃ اس لئے کہ ذکر اللہ سے ازدیاد ایمان ہوتا ہے۔ ذرا بیٹھو اللہ کا ذکر کریں جس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ ہمارے ایمان میں زیادتی ہوگی۔

قال ابن مسعود الیقین الایمان کلہ امام بخاریؒ نے اس جملہ سے بھی ایمان کی ترکیب ثابت کی دو طریقہ سے اوّل یہ کہ یہاں ایمان کی تاکید لفظ کل کے ذریعہ سے لائی گئی ہے۔ تاکید بلفظ کل ذو اجزاء شیئی کی لائی جاتی ہے۔ کل سے تاکید دفع بعضیۃ کے لئے ہوتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس جملہ کے اندر یقین کو ایمان کہا گیا ہے اور یقین کے مراتب مختلف ہیں۔ تو اس سے بھی ترکیب ثابت ہو گئی

وقال ابن عمر لا یبلغ العبد حقیقۃ التقوی حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بندہ حقیقت تقویٰ کو پہنچ ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ ان شبہات کو نہ چھوڑ دے جو دل میں کھٹکتے ہوں۔ یہ قول ماخوذ ہے حضور صلعم کے ارشاد دَع ما یریبک الی ما لا یریبک حاک بمعنی اختلج یعنی بعض اشیاء کی حلت اور حرمت کا یقین ہے۔ اور بعض کی حلت و حرمت کا یقین نہیں ہوتا۔ تو اشتباہ ان قلوب پر ہوگا۔ جو طبائع سلیمہ رکھتے ہوں۔ اس جگہ امام بخاریؒ نے لفظ حقیقت سے استدلال کیا ہے۔ اس طرح کہ لفظ حقیقت سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کلی مشکک ہے اس کے مراتب ہیں۔ تقوای اور ایمان متلازم ہیں۔ جب تقویٰ کے لئے حقیقت اور غیر حقیقت ہے تو ایمان میں بھی تشکیک ہو گی۔ اور حقیقت سے کمال تقویٰ مراد ہے۔ تو ایمان میں زیادتی اور نقصان آجائے گا۔

وقال مجاهد شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحًا اللہ تعالیٰ نے جمیع انبیاءؑ کا دین اور معتقد علیہ ایک قرار دیا ہے۔ اعمال اور شرائع باعتبار موسم۔ مکان۔ زمان اور فاعل کے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اوحینٰک یا محمد وایاہ یہ ما وصّٰی بہ نوحا کی تفسیر ہے شرع لکم الخ کی نہیں ہے

جس طرح بعض کو شبہ ہو گیا۔ اس آیت میں دین کو واحد کہا گیا۔ لیکن دوسری آیت میں ہے شرعۃ ومنہاجاً منہاج بمعنی وسیع سڑک اور شرعۃ بمعنی طریقہ اور سنۃ تو اس سے معلوم ہوا کہ دین متغایر ہیں تو امام بخاریؒ ان دونوں کے مجموعہ سے ترجمہ نکالنا چاہتے ہیں۔ کہ جب اتحاد دین کے باوجود ایک کا منہاج اور سبیل الگ ہے۔ تو دین اور ایمان میں ازدیاد ہوگا کہ اصول میں اتفاق اور فروع میں اختلاف تو ایمان میں ازدیاد اور نقصان ہوا۔ ان فروع کے بغیر ایمان اور دین کامل نہیں ہو سکتا۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے محمد مصطفٰے صلعم ہم نے آپؐ کو اور نوح علیہ السلام کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے۔ حالانکہ اس سے قبل کے ادیان اور اس دین کے اندر جزئیات میں بڑا فرق ہے۔ پھر بھی ایک دین فرما رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دین کوئی مرکب شئی ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ شرع لکم الخ سے استدلال اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آخر آیت ہے جس میں ان اقیموا الدین ہے۔ اور اقامۃ دین بغیر ایمان کے ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ جو تصدیق اور طاعۃ احکام میں اکمل ہوگا۔ اس کا ایمان کامل ہوگا۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے قال مجاہد سے لے کر سبیلاً وسنۃ تک کو ایک استدلال شمار کیا ہے۔ یعنی ان دونوں آیتوں کے ملانے سے ایمان کی ترکیب ثابت ہوگی کہ تمام انبیاء کا ایمان اور دین اصولی اعتبار سے ایک ہے۔ لیکن فروعی اعتبار سے مختلف طریقوں اور شعبوں سے مرکب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے مختلف طریقے پیدا فرمائے ہیں۔ اسی سے ترکیب ثابت ہو گئی مولانارحؒ کی اپنی رائے یہ ہے کہ ان آیات کے ذکر کرنے سے امام بخاریؒ کا مقصد ان دونوں آیات کے درمیان تطبیق دینا ہے۔ کہ اوّل آیت شرع لکم من الدین الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے۔ اور دوسری آیت لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کے لئے دین کے طریقے اور راستے الگ الگ ہیں۔ تو اس تعارض کو اس طرح رفع فرمایا کہ اوّل آیت سے جو دین کا اتحاد معلوم ہوتا ہے وہ اصولی اعتبار سے ہے۔ اور فروع اعتبار سے اختلاف ہے۔ کہ بعض احکام میں کسی کے ہاں سختی ہے اور کسی کے ہاں نرمی۔ اور بعض علماء نے شرعۃ ومنہاجا کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کیا ہے کہ تمہارے لئے مختلف احکام مقرر فرمائے گئے ہیں۔ مسافر کے لئے اور مقیم کے لئے اور صحیح کے لئے علیحدہ اور مریض کے لئے علیحدہ اور نوح علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ جیسے نوح علیہ السلام کو احکام تکلیفیہ دیئے جائیں گے ایسے آپؐ کو بھی۔

دعاءکم ایمانکم یہ سورۃ فرقان کی آیت قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعاءکم کی طرف اشارہ ہے۔ اور دعا کی تفسیر ایمان سے کی ہے۔ اور دعا کے اندر کمی زیادتی ہوتی ہے۔ لہٰذا ایمان میں بھی کمی زیادتی ہوگی۔ جو مرکب کا خاصہ ہے۔ کیونکہ دعا اگر جزء ایمان یا لازم ایمان نہ ہوتا تو دعاکم سے ایمانکم کا ارادہ نہ کیا جاتا اور دعاکم کی تفسیر ابن عباسؓ ایمانکم سے کرتے ہیں۔ اگر دعا کو ایمان میں کسی قسم کا دخل نہ ہوتا۔ تو پھر یہ تفسیر کیسے صحیح ہوگی۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ اس تفسیر کی بناء پر دعا کا اطلاق ایمان پر کیا گیا ہے۔ اور دعا ایک عمل ہے۔ اور عمل میں زیادتی و نقصان ہوا کرتا ہے لہٰذا ایمان مرکب ثابت ہوا ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے چھپے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں

حدیث نمبر ۸ حدثنا عبید اللہ الخ عن ابن عمرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنا۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

تشریح:۔ یہ حدیث ترجمۃ الباب کے بالکل مطابق ہے۔ اسلام کو ایک مکان سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے اندر دیواریں۔ چھت اور دعائم یعنی ستون ہوں۔ جیسے مکان ان پر مبنی ہوتا ہے۔ ایسے اسلام بھی ان چیزوں پر مبنی ہے۔ اگر یہاں سوال ہو کہ مبنی مبنیٰ علیہ کے مغایر ہوتا ہے تو اسلام ان پانچ چیزوں کے مغایر ہوا۔ حالانکہ حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے کہ جب انہوں نے آنحضرت صلعم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو اس کے جواب میں آپ صلعم نے انہیں پانچ چیزوں کو ذکر فرمایا اس کا تسلیمی جواب یہ ہے کہ ایمان و اسلام انقیاد باطنی اور ظاہری کا نام ہے جن کی معرفت ان پانچ چیزوں سے ہوتی ہے۔ اس لئے ان پانچ چیزوں کو مبنیٰ علیہ قرار دیا گیا۔ اور حقیقت اسلام یہی انقیاد باطنی ہے

اس حیثیت سے وہ ایمان کے ملازم ہے۔ اور انقیاد ظاہری کے اعتبار سے ان پر عموم و خصوص من وجہ ہے۔ اس اعتبار سے لما یدخل الایمان فی قلوبکم فرمایا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں علے بمعنی من کے ہے کیونکہ حروف جارہ ایک دوسرے کے معنی میں آیا کرتے ہیں۔ تو معنی ہوں گے بنی الاسلام علے خمس ای من خمس تو اب اسلام کا مبنی امور خمسہ کا ہونا ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ توحید کی شہادت دینا وجود باری تعالیٰ کی شہادت کو مستلزم ہے تو اس سے وہ شبہ بھی زائل ہو گیا۔ کہ جو شخص توحید کا قائل ہے مگر صفات کمالیہ اور وجود باری کا منکر ہے۔ اسے مؤمن نہ کہا جائے تو یہاں مؤمن کی شان میں توحید باری کے ساتھ ساتھ وجود باری اور صفات کمالیہ کو بھی بیان کیا گیا چونکہ توحید وجود باری اور صفات کمالیہ کو مستلزم ہے اس لئے ان کا ذکر نہیں ہوا۔ یا یہ کہا جائے کہ اوّلاً مخاطب عرب ہیں۔ وہ وجود باری اور صفات کمالیہ کے قائل تھے۔ اختلاف صرف مسئلہ توحید میں تھا اس لئے اس کا ذکر ہوا۔ جن امور کو وہ مانتے تھے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ بہر حال شہادت اقوال ہیں اور اقام الصلوٰۃ وغیرہ افعال ہیں۔ تو الایمان قول و فعل یزید و ینقص ثابت ہو گیا۔ پھر اشکال ہے کہ جو چیز اصلی تھی یعنی تصدیق قلبی اس کا ذکر تو نہیں ہوا تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے شہادت لفظ فرمایا قول نہیں فرمایا۔ شہادت اس کو کہتے ہیں کہ جس میں اذعان ہو۔ یعنی قول قلب کے مطابق ہے۔ تو شہادت قول۔ عمل اور تصدیق سب کو مستلزم ہوا۔ اس کے بعد عمل کی چند چیزیں ذکر کر دی گئیں۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ باری تعالیٰ کی صفت جلال پر متفرع ہیں حج اور صوم صفت جمال پر۔ صفت جلال کا تقاضا ہے کہ انتہائی ادب سے کام لیا جائے اور جمال کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بالکل طور عقل سے نکل جائے۔ صفت جمال عشق و فریفتگی کو چاہتی ہے جس پر توجہ الی الحبیب ہوتی ہے۔ اور غیر سے اعراض ہوتا ہے۔ صوم میں اعراض عن غیر اللہ ہے اور حج میں توجہ الی اللہ ہے

باب امور الایمان وقول اللہ عزّ وجلّ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ولکن البِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللہ الی قولہ المتقون قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤمِنُوْنَ الآیۃ۔

حدیث ۹ حدثنا عبد اللہ الخ عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ عَلَیْہِ وسلم قال اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ آنحضرت نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایمان کے ساٹھ سے اور کئی شعبے اور شاخیں ہیں۔ اور حیا بھی اس کا ایک خاص شعبہ اور شاخ ہے۔

تشریح :- امور الایمان میں اضافۃ بیانیہ ہے۔ کیونکہ ایمان کامل ان امور کا مجموعہ ہے۔ تو الامور التی ھی الایمان کے معنی ہوں گے اور ممکن ہے کہ اضافۃ لامیہ ہو۔ ای الامور التی تحققت من الایمان تواب زیادۃ ونقص کا تحقق ہوگا۔ اضافہ بیانیہ امام بخاریؒ کے مسلک کے زیادہ قریب ہے۔ وقول اللہ عز وجل ای فیہ قول اللہ الخ یہود نے بہت سے اعتراضات کئے تھے ان میں سے ایک تحویل قبلہ کے متعلق بھی تھا کہ کبھی آپؐ نماز میں بیت المقدس کا استقبال کرتے ہیں اور کبھی بیت اللہ کا۔ ان پر قبلہ مشتبہ ہے۔ اگر پہلا صحیح تھا تو اب ایمان صحیح نہیں اگر اب قبلہ صحیح ہے تو پہلے کا ایمان معتبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ بہترین نیکی تو ایمان میں ہے کمال بیت فروع میں نہیں بلکہ حقیقت ایمان میں ہے۔ فروع تو نیچے کی چیزیں ہیں۔ بعد ازاں اعتقادات عبادات بدنیہ اور مالیہ سیاسیات لوگوں کے ساتھ تعلقات اور مربیات بھی ذکر فرماتے جن سے اخلاق پر بہت اثر پڑتا ہے اور دوسری آیت قد افلح المؤمنون الخ اس میں مؤمنین کی صفات بطور تفسیر ذکر کی گئی تو معلوم ہوا کہ امور دین جن پر نجات کا دارومدار ہے۔ وہ صرف پانچ چیزوں میں منحصر نہیں بلکہ اور بھی ہیں۔

بضع وستون : بضع کا لفظ کسور پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ یعنی عقود کے درمیان جو کسور ہوتے ہیں ان کو بضع سے تعبیر کیا جاتا ہے، بعض نے تین سے لے کر دس تک اور بعض نے ایک سے لے کر دس تک کا کہا ہے۔ اب تعارض یہ ہے کہ اس جگہ تو ستون کا لفظ ہے اور بعض روایات میں سبعون کا ہے۔ اور بعض میں کچھ اور ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ستون وسبعون سے حصر مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے لہٰذا تعارض نہ رہا۔ شعبہ شاخ کو پھر راستہ اور درختوں کی شاخ کو کہتے ہیں۔ ایمان کے شعبے بہت ہیں جن سے مراد ایمان کے خصائل ہیں جس طرح کفر کے خصائل ہوتے ہیں اس طرح ایمان کے بھی خصائل ہیں بلکہ نفاق کے بھی خصائل ہیں الحیاء کے معنی انکسار اور انفعال نفس کے ہیں جو مخافت ذم اور مخافۃ عذاب کی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حیا کی وجہ سے اس فعل کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ حیا کو ایمان کا شعبہ اس لئے کہا گیا کہ حیاء من اللہ میں جمیع امور غیر مرضیۃ عند اللہ کو ترک کرنا اور حیاء من الناس میں خلاف انسانیت امور کو ترک کرنا ہوتا ہے قالہ الشیخ مدنیؒ
حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جب کسی شے کے اثبات پر اتر آتے ہیں تو اس کو مختلف

طور پر ثابت فرماتے ہیں۔ چونکہ امام بخاریؒ کو ترکیب ایمان ثابت کرنی ہے۔ اس لئے اس کو اس طرح ثابت فرما رہے ہیں کہ امور ایمان بہت سے ہیں حضرت مولانا مرحوم کے والد صاحب مرحوم نے یہ فرمایا کہ امام بخاریؒ ایمان کی ترکیب تو پہلے ثابت فرما چکے ہیں۔ اب اس جگہ ان امور کو ذکر فرما رہے ہیں۔ جنہیں مسلمانوں کو حاصل کرنا چاہیئے گویا کہ امور ایمانیہ پر ترغیب دلا رہے ہیں شیخ زکریاؒ کی اپنی ذاتی یہ ہے کہ بظاہر حدیث بنی الاسلام علی خمس سے ایک طرح کا ابہام حصر فی الخمس معلوم ہوتا تھا اس کو رفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایمان انہی پانچ چیزوں میں منحصر نہیں بلکہ اس کے اور اجزاء بھی ہیں۔ قولہ اللہ تعالیٰ لیس البر الآیۃ قد افلح المؤمنون الآیۃ دونوں آیات کو ذکر کر کے ایمان کے اجزاء ثابت کئے اور امور مرغوب فیھا کو ذکر کیا یا پھر حصر فی الخمس کے ابہام کو رفع کر دیا۔ قد افلح المؤمنون کے بارے میں حضرات شراح کی رائے یہ ہے۔ المتقون کی تفسیر فرما رہے ہیں جو آیت سابقہ میں ہیں مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ نے اس آیت کو بھی استدلال کے طور پر ذکر فرمایا ہے کہ جس طرح مکملات ایمانیہ پہلی آیت کے اندر مذکور ہیں۔ ایسے ہی اس آیت میں بھی ان بہت سی اشیاء کا ذکر ہے جو پہلی آیت کے اندر نہیں ہیں۔

بضع وستون اور دوسری حدیث میں بضع وسبعون آیا ہے۔ اس کا بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ مفہوم عدد کا اعتبار نہیں کثرت مراد ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ نبی اکرم صلعم پر بار بار وحی نازل ہوتی تھی۔ تو بعد میں اضافہ ہوتا رہا بہر حال یہ حدیث ایمان کی ترکیب پر دلالت کرتی ہے۔ اور مولانا زکریاؒ کی رائے کے مطابق اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام امور خمسہ میں منحصر نہیں۔ اور اس حدیث کے بعض طرق میں افضلھا قول لا الہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق وارد ہوا ہے۔ حضرات صوفیاً کرام فرماتے ہیں کہ ادنیٰ سے مراد ردی نہیں بلکہ ادنیٰ اقرب کے معنی میں ہے اور اذی سے مراد نفس اور اس کی شہوات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ طریق تزکیہ سے نفس کو ہٹا دینا اقرب ایمان ہے۔

والحیاء شعبۃ من الایمان اس جگہ دو طرح سے کلام ہے۔ اوّل تو یہ کہ آخر حیاء کو بضع وستون شعب کے اندر ایسی کیا خصوصیت ہے جو اس کو مستقل ذکر فرمایا۔ پہلا جواب یہ ہے کہ حیاء ایک ایسا شعبہ ہے جس پر بہت سے شعبے مرتب ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ حیاء ان کے وجود کا سبب بنتی ہے۔ اس لئے اس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن چونکہ حیا کذب سے بچاتی ہے اس لئے کہ حیا ہوگی تو سوچے گا کہ اگر کل کو جھوٹ ثابت ہو گیا تو کیا ہوگا۔ اس وجہ سے پھر جھوٹ نہیں

بولے گا اس طرح زنا، چوری غرضیکہ ہر قبیح کام سے بچ جائے گا۔ دوسرا کلام یہاں یہ ہے کہ حیا ایک فطری شئی ہے۔ لہٰذا حیا ایمان کا جزء کیسے بن گئی۔ پہلا جواب تو شراح نے یہ دیا ہے کہ حیا کی دو قسمیں ہیں ایک طبعی دوسرے عقلی جس حیا کو ایمان کے شعب میں شمار کیا گیا ہے اس سے عقلی حیاء مراد ہے جو مکتسب ہے مطلب یہ ہوا کہ ایک تو غریزہ طبع ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے۔ وہ تو وہی ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اس حیاء کے مقتضیٰ پر عمل کرے۔ تو وہ حیا عقلی ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حیا ابتداءً تو فطری ہوتی ہے اور انتہا کسبی ہوجاتی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں حیا سے اس کے ثمرات اور نتائج مراد ہیں۔ اور وہ اختیاری ہیں۔ تو پہلے جواب میں حیا کی دو قسمیں بنائی گئی تھیں۔ اس جواب میں ثمرات اور نتائج مراد لئے گئے۔

حدیث نمبر ۱۰ باب اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ حدثنا آدم الخ عَنْ عبد اللہ بن عمروؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَا نَھَی اللہُ عَنْہُ الحدیث۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے۔ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔ اور مہاجر وہ ہے جس نے ان سب کاموں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے

تشریح:۔ از شیخ مدنیؒ نفس صیغہ کا تقاضا یہ تھا کہ جو شخص اس صفت کے ساتھ متصف ہو وہی مسلم ہوگا۔ حالانکہ اسلام کی تعریف پہلے گذر چکی ہے بنی الاسلام علی خمس اور اس طرح حضرت جبرائیلؑ کے سوال کے جواب میں جو آپؐ نے تفسیر فرمائی۔ اس میں یہ امور نہیں ہیں۔ لہٰذا حصر حقیقی نہ ہوگا بلکہ حصر کمال کا ہوگا۔ یعنی نفی ادّعائی ہے اس میں دو چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔ سلامتی من اللسان یہ ہے کہ کسی دوسرے کے بارے میں تکلیف دہ الفاظ نہ بولے جائیں۔ کیونکہ جراحات السنان لہ التیام ولا یلتام ما جرح اللسان۔ نیزے کے زخم مل جاتے ہیں۔ زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے۔ اور سلامتی ہاتھ میں ید کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ اغلب افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں تو حدیث کا مقصد یہ ہوا کہ قول وفعل سے کسی کو نہ ستایا جائے۔ اگر معصیت سرزد ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلعم کو تکلیف ہوتی ہے۔ مرزا بیدل کا واقعہ ہے کہ اس کی داڑھی تراشی ہوئی تھی۔ سفیر ایران نے اعتراض

کہ مرزا بیدل ریش مے تراشی۔ جواباً انہوں نے کہا کہ دل کسے رانمے خراشم اس نے بے ساختہ کہا کہ بلے دلے رسول اللہ میخراشی ان کے قلب پر اثر ہوا اور سر نیچا کر دیا۔ تین روز تک زندہ رہے شرمندگی کی وجہ سے باہر نہ نکلے۔ چونکہ آنحضرت صلعم پر اعمال امت ہفتہ میں دو بار پیش کیے جاتے ہیں۔ اس سے آپؐ کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی۔ المسلم من سلم الخ صیغہ حصر کا فرمایا۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ لوگوں کو اذیت سے بچانا اس کو اسلام میں اس قدر دخل ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام کا حصر اس میں کیا جا سکتا ہے۔ تو مرجئہ کا یہ کہنا کہ اسلام میں اعمال کا کوئی دخل نہیں نہ نفع میں نہ نقصان میں غلط ثابت ہوا۔ اگر یہ شبہ ہو کہ بعض کافر ایسے ہیں جو کسی کو اذیت نہیں پہنچاتے جیسے جینی مذہب کے لوگ بلکہ ان میں سے بعض لوگ اپنے منہ پر کپڑا باندھے رہتے ہیں۔ کسی جانور کو تکلیف دینا ان کا گوشت کھانا جائز نہیں سمجھتے اس لئے ذبح حیوانات ہندوؤں میں ممنوع ہے اگرچہ ان کی پرانی کتابیں اس کی شہادت نہیں دیتیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ المسلم من سلم فرمایا ہے ہمیشہ کسی وصف کا موصوف کے لئے ذکر کرنا علیت پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی کسی مسلمان کو اس کے اسلام کی وجہ سے نہ ستایا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے مسلمانوں کے لئے یہ علامت بتلائی ہے۔ غیر مسلم میں یہ کمال نہ پایا جائے گا جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کرے۔

والمھاجر من ھجر ما نھی عنہ شریعت میں مہاجر اس شخص کو کہتے ہیں جس نے اپنے وطن دار الحرب کو چھوڑ کر دار الاسلام میں سکونت اختیار کی ہو۔ جبکہ دار الحرب میں فرائض کی ادائیگی مشکل ہوگئی ہو۔ فتح مکہ کے بعد آپؐ نے فرمایا لا ھجرۃ بعد الفتح اس سے خاص وہ ہجرت مراد ہے۔ جو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف تھی۔ البتہ دار الحرب کے دیگر ممالک ہیں جبکہ فرائض کی ادائیگی آسان نہ ہو۔ اس جگہ سے ہجرت کرنا اس شرط پر جائز ہے کہ جس جگہ جا رہے ہو۔ وہاں فرائض کی ادائیگی آسانی سے کر سکو۔ ہندوستان سے ہجرت کرنا مستحب ہے۔ غرضیکہ وطن سے ہجرت کرنا صرف یہی کافی نہیں بلکہ مہاجر کامل وہ ہے جو ما نھی اللہ کو بھی ترک کر دے جس نے وطن سے ہجرت کی مگر ما نھی اللہ کو نہیں چھوڑا وہ مہاجر کامل نہیں ہوگا۔

حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں بھی وہی تین باتیں جاری ہوں گی کہ اس حدیث سے ایمان کی ترکیب ثابت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمان وہ ہوا جس کے ہاتھ اور زبان کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایمان کا جزء ہے ترکیب ثابت ہوتی اور آپ کے والد صاحب کی توجیہ یہ ہے کہ ترکیب تو پہلے باب سے ثابت فرما چکے جہاں دس آیات آثار اور احادیث ذکر فرمائی تھیں

اب امور الایمان سے لے کر کتاب العلم تک ان امور کو ذکر فرما رہے ہیں۔ جو مومن کے اندر ہونی چاہئیں۔ گویا کہ ترغیب ہے۔ اور خود مولانا کے ہاں ابہام انحصار فی الخمس کو رفع کرنا ہے۔ یہ تینوں امور آخر تک چلیں گے۔

من لسانہ ویدہ یہ حدیث ان احادیث خمسہ میں سے ہے۔ جس کو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب فرمایا ہے۔ اس حدیث میں دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ اوّل یہ کہ من لسانہ کیوں نہیں فرمایا۔ دوسرے لسان کو ید پر کیوں متقدم فرمایا۔ حالانکہ ہاتھ وغیرہ سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ زبان سے زائد سے زائد گالی ہی دے سکتا ہے۔ لیکن ہاتھ سے تو قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ اوّل سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور اکرم صلعم کی جامعیت کی علامت ہے کہ من لسانہ فرمایا من کلامہ نہیں فرمایا۔ کیونکہ اگر من کلامہ فرماتے تو زبان سے جو اور ایذائیں بغیر کلام کے پہنچتی ہیں وہ شامل نہ ہوتیں مثلاً کسی کو زبان سے چڑاتا چونکہ لسان اعم ہے بنسبتہ کلام کے اس لئے لسان کا ذکر فرمایا۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ زبان کا زخم زیادہ دیر تک باقی رہتا ہے۔ جراحات السنان لها التیام الخ

دوسرا جواب یہ ہے کہ لوگ زبان کی ایذاؤں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ چنانچہ جب کوئی آدمی کسی کے کچھ کہنے سننے پر ناراض ہوتا ہے۔ تو کہنے والا یہی کہتا ہے۔ کہ کیا میں نے تجھے مارا تھا صرف ایک بات ہی تو کہی تھی۔ تو اس کے اہتمام کے لئے لسان کو مقدم فرمایا کہ یہ معمولی چیز نہیں ہے۔

والمهاجر من هجر الخ یوں فرماتے ہیں کہ ہجرت ایک تو یہ ہے کہ اپنے گھر بار کو ایمان کے لئے چھوڑ دے لیکن حقیقی مہاجر وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی منہیات کو چھوڑ دے۔ شراح نے اس حدیث کی دو غرضیں بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ متنبہ اور تنبیہ کرنا ہے۔ مہاجرین کو کہ صرف ان کا ہجرت کر لینا کافی نہیں۔ بلکہ ہجرت کے بعد آدمی گناہوں سے بچے تب اس کی ہجرت کا فائدہ مرتب ہوگا۔ ورنہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ دوسری غرض یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کو تسلی دینا مقصود ہے جو کسی وجہ سے ہجرت وطن نہیں کر سکے۔ کہ تم لوگ اگرچہ اس کے ثواب سے محروم ہو لیکن اصل ہجرت یہ نہیں بلکہ اصل ہجرت یہ ہے کہ آدمی گناہ اور ہر قسم کے منہیات کو ترک کر دے۔ اور یہ تم لوگ اب بھی کر سکتے ہو یہ اعلیٰ درجہ ہے کرو اور ثواب کماؤ۔

بَاب ، اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ

حدثنا سَعِیْد الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔

ترجمہ حدیث نمبر ۱۱:۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے اللہ کے رسول کون سا اسلام افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے مسلمان محفوظ ہوں۔

تشریح :۔ یہ روایت کلام سابق کی توضیح ہے۔ کہ حصر باعتبارِ حقیقت کے نہیں بلکہ باعتبار کمال کے ہے۔ لفظ اَیُّ کا مضاف الیہ وہ چیز واقع ہوتی ہے جس میں تعدد ہو۔ لیکن اسلام ایک حقیقۃ متشخصہ ہے تو اَیُّ کا مضاف الیہ کیسے بنے گا تو کہا جائے گا کہ اس عبارت میں حذف مضاف ہے یعنی ای خصال الاسلام یا ای اجزاء الاسلام افضل ہے۔ پھر اشکال ہے کہ سوال صفات سے ہو رہا ہے۔ اور جواب ذات سے دیا جا رہا ہے۔ تو کہا جائے گا اس جگہ بھی حذفِ مضاف ہے ای اِسلام من سلم المسلمون کی تقدیر ہوگی۔ (شیخ مدنیؒ)

شیخ زکریا رح نے فرمایا اگر شبہ ہو کہ امام بخاریؒ نے کتاب تو منعقد فرمائی ایمان کی لیکن انہوں نے اس میں ایمان، اسلام اور دین تینوں کو ذکر فرما دیا اس کا جواب یہ ہے کہ مفہوم لغوی۔ ان تینوں کا جو چاہے ہو۔ چونکہ ہر ایک کے اندر تلازم ہے اس لئے سب کو جمع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان وہی معتبر ہے جو اسلام کے ساتھ ہو۔ کیونکہ ایمان نام ہے ایقان اور اذعان کا۔ اس طرح اسلام وہی معتبر ہے۔ جو ایمان کے ساتھ ہو کیونکہ اگر اسلام بغیر ایمان کے ہوگا تو وہ اسلام نہیں بلکہ نفاق ہوگا اور کفر ہوگا۔ اسلام کہتے ہیں۔ گردن نہادن کو۔ اس طرح دین کے معنی طریقہ کے ہیں۔ اور طریقہ وہی معتبر ہے جو ایمان اور اسلام کے ساتھ ہو۔ اسی طرح ان تینوں میں تلازم ثابت ہو گیا۔

باب اطعام الطعام من الاسلام

حدیث نمبر ۱۲ حدثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص راوی ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کون سا بہتر ہے آپؐ نے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور ہر اس شخص پر سلام پڑھے جس کو تو پہچانتے یا نہ پہچانے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس حدیث سے مرجئہ کا رد تو ہوگیا مگر تُطْعِمُ الطَّعَام فرمایا گیا توکل الطعام اس لئے نہیں فرمایا گیا تاکہ تعمیم ہو جائے۔ خواہ کھانا ہو۔ یا شرب ہو، یا ذواق ہو یا ضیافت ہو۔ سب پر طعام کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ علی من عرفت الخ اس میں مسلمان کی تخصیص کی جائے گی۔ کفار پر سلام نہ کرنا ہو گا۔ آپؐ کا مقصد یہ ہے کہ تم کسی کو جانتے ہو یا نہ ہر مسلمان کو سلام کرو۔ غیر مسلم پر بغیر ضرورت کے سلام نہ کرنا چاہیے۔ آجکل یہ حکم ہم سے متروک ہوگیا خصوصاً اپنے گھر میں۔

شیخ زکریاؒ نے ارشاد فرمایا کہ اطعام کے اندر صرف مسلم کی قید نہیں بلکہ کافر کیا جانوروں تک کے کھلانے کا اجر و ثواب ہے البتہ مسلمان کو کھلانے کا ثواب اوروں کے کھلانے سے زیادہ ہوگا اور تطعم الطعام کا حکم اہتمام کے لئے اس کو ذکر کیا گیا کیونکہ گر زطلبی سخن دریں است۔

وتقرؤ السلام الخ یعنی اسلامی سلام وہ ہے جو تعلقات کی بنا پر نہ ہو۔ بلکہ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کو سلام کہا جائے۔ یہاں آنحضرت صلعم نے تسلم السلام نہیں فرمایا وجہ یہ ہے کہ لفظ تقرؤ عام ہے جو کتابت کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ اگر آدمی خط میں کسی کو سلام لکھے تو وہ بھی قرأت میں داخل ہے لفظ تسلم کی صورت میں یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

باب، مِنَ الْاِيْمَانِ اَنْ يُّحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

حدیث نمبر ۱۳ حدثنا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ آنحضرت صلعم سے راوی ہیں کہ آنحضرت نبی اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

تشریح:۔ از شیخ مدنیؒ: اس جگہ ایمان کامل کی نفی ہے۔ یہاں پر ایک شبہ طبعی ہے کہ انسان اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے تو کیا دوسرے کے لئے بھی اسے پسند کریں۔ اور نقلی طور پر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ ملکا لا ینبغی لاحدٍ من بعدی اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مخصوص دعا فرمائی۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ امامت بھی مخصوص ہے اور اس طرح آنحضرت صلعم کے لئے بعد اذان دعا مخصوص ہے وابعثہ مقامًا محمودًا توُ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنی محبت کے

مراد نہیں بلکہ مجازی معنی ہیں یحب لاخیہ کنایہ ہے۔ حسد اور غیبت سے کسی پر حسد کی وجہ سے زوال نعمت کی کوشش نہ کرے اور ان ادعیہ مخصوصہ میں کسی قسم کا حسد نہیں ہے دوسری توجیہ یہ ہے ماحکو مخصوص منہ البعض ہے یعنی مما یمکن فیہ الاشتراک اور بیوی میں اشتراک جائز نہیں۔

از شیخ زکریاؒ اس باب میں جو حدیث امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے۔ یحب لاخیہ الخ یہ ان پانچ احادیث میں سے ہے جس کو امام ابوحنیفہؒ نے انتخاب فرمایا ہے اور یہی روایت ان چار میں سے ہے جس کو امام ابوداؤدؒ نے انتخاب فرمایا ہے۔ اور بھائی ہے بھی یہی بات کہ کمال ایمان اسی سے حاصل ہوتا ہے جتنے فسادات دنیا میں ہو رہے ہیں۔ اگر صرف اسی حدیث پر عمل کر لیا جائے تو سب کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اس لئے جب کوئی شخص کسی کے ساتھ جو کوئی معاملہ بھی کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ ساتھ ساتھ یہ بھی سوچ لے کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو کیا اس چیز کو پسند کر لیتا۔ جو میں اس کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں اگر صرف یہی سوچ لے تو سارا فساد ہی نیست و نابود ہو جائے۔ اور مخصوص دعاؤں کے بارے میں حضرت شیخ زکریاؒ کا جواب یہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دعا کرنا جواز کی دلیل ہے یا اہتمام کے قصے سے ہے۔ یا وہ دعا امور طبعیہ کے قبیل سے ہے اور آنحضرت صلعم کا ارشاد امور کے بارے میں ہے۔ جسے کوئی پسند نہیں کرتا۔

باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان

حدیث نمبر ۱۴ حَدَّثَنَا۔ اَبُوالْیَمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ محبت بھی ایک فعل ہے تو قول کے علاوہ ایک اور چیز ایمان میں داخل ہوئی۔ اور محبت زائد و ناقص ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا ایمان بھی زائد و ناقص ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۵ حَدَّثَنَا۔ یَعْقُوْبُ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ، حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اَلنَّاس اَجْمَعِیْنَ میں انسان کا اپنا نفس بھی داخل ہے تو اس حدیث سے پتہ چلا کہ آنحضرت صلعم اپنے والد بیٹے حتیٰ کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہونے چاہئیں۔ حالانکہ ایمان میں محبت نفس داخل نہیں۔ تو لا یؤمن احدکم الخ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ محبت کے معنی میلانِ قلب کے ہیں۔ جو اختیاری چیز نہیں ہے۔ بسا اوقات انسان محبت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ پیدا نہیں ہوتی۔ اور بسا اوقات اسے دفع کرنا چاہتا ہے لیکن وہ دفع نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں اپنا نام و ناموس بھی مٹ جاتا ہے ؎

يَامَعْشَرَ الْعُشَّاقِ بِاللّٰهِ خَبِّرُوْا ∴ اِذَا حَلَّ عِشْقٌ بِالْفَتٰى كَيْفَ يَصْنَعُ
يُدَاوِىْ هَوَاهُ ثُمَّ يَكْتُمُ سِرَّهٗ ∴ يَخْشَعُ فِىْ كُلِّ الْاُمُوْرِ وَيَخْضَعُ

یعنی اے گروہِ عاشقانِ خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ جب کسی نوجوان کو عشق لگ جاتے تو وہ کیا کرے اپنی محبت کا علاج کرے اور پھر اس کا راز چھپائے۔ تمام امور میں جھک جائے اور عاجزی اختیار کرے غالبؔ کہتا ہے ؎

عشق پہ زور نہیں یہ وہ آتش ہے کہ غالبؔ
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

تو محبت فعل اضطراری ہوا۔ انسان کو اس کا مکلف کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ اور محبت بھی اتنے درجہ کے یہ تو اور تکلیف مالا یطاق ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلعم کے ارشاد پر فرمایا۔ کہ اَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ اِلَّا نَفْسِی کہ آپ تمام چیزوں سے مجھے زیادہ محبوب ہیں مگر میرے نفس سے نہیں جس پر آپ نے فرمایا کہ ابھی ایمان مکمل نہیں ہوا۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا ومن نفسی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اَلْآنَ یا عمر اے عمرؓ اب آپ کا ایمان مکمل ہوا۔ امر اول کا جواب یہ ہے کہ لا یؤمن میں نفی کمال کی مراد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ محبت عقلی مراد ہے طبعی مراد نہیں جو غیر اختیاری ہے کہ ما ینفع سے محبت کرنا اور ما یضر سے بچنا گویا کہ اس میں نافع اور ضار کا اعتبار ہے۔ اور محبت

طبعی کبھی اس کے معارض ہوتی ہے۔ اور کبھی اس کے ساتھ بھی ہو جاتی ہے۔ محبت عقلی اختیاری ہے جو کہ علم بالشیئ پر موقوف ہے۔ آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرنا یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ کا اتباع کرنا سب سے بالاتر ہوگا۔ غرضیکہ آپ کی اطاعت والد، ولد، ناس اور نفس کی اطاعت سے بالاتر ہوگی۔ اسی بنا پر آپ صلعم کا ارشاد ہے المومن کجمل انف حیث قید انقاد و حیث اُنیخ اناخ الحدیث۔ ترجمہ، مومن کی مثال نکیل دار اونٹ کی طرح ہے کہ جہاں اسے کھینچا جائے کھچا جائے جہاں بٹھایا جائے وہاں بیٹھ جائے۔ یہی شان مؤمن کی ہونی چاہیئے کہ جہاں اللہ کا رسول کھینچے کھچا چلا جائے۔ کیونکہ رسول باری تعالیٰ کے سفیر ہیں۔ اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے اللہ کے رسول کا کہنا مانا اس نے اللہ کا کہنا مانا۔

الغرض اگر محبت کو محبت عقلی پر محمول کیا جائے تو دو نوں شبہ دور ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے محبت عقلی کو لیا اور محبت طبعی کو ترک کرتے ہوئے اپنی بیوی کو باپ کے کہنے پر طلاق دے دی۔ اس طرح آپ کا ارشاد سب سے بالاتر ہوگا۔ اس کو محبت ایمانی بھی کہتے ہیں فرق اتنا ہے کہ محبت عقلی میں نافع سے محبت اور ضار سے اجتناب ہوتا ہے۔ لیکن محبت نبوی بھی نافع محض ہے۔ کیونکہ اسی میں نفع ہو گا۔ غیر کی محبت میں شائبہ ضرر کا ضرور ہو گا۔

حدیث شریف میں والد کا ذکر کیا گیا۔ کیونکہ کبھی بڑوں سے محبت ان کی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور چھوٹوں سے اجزاء ہونے کی وجہ سے ناس سے تعلقات کی بنا پر محبت ہوتی ہے۔ اور محبت ایمانی۔ ایمان کا تقاضا ہوتا ہے۔ اس میں نفع اور نقصان کے اعتبار سے محبت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں عظمت، جزئیت اور تعلقات کا بالکل اعتبار نہیں ہوتا۔ اور یہی ایمان بالرسل کے معنی ہیں۔ تو اب لایؤمن اپنے حقیقی معنی پر ہوگا۔ اور بعض نے کہا مجازی معنی مراد ہیں۔ کہ لفظ بولا اور اس کا اثر مراد لیا تو احب بمعنی اطوع ہوگا۔ جیسے باری تعالیٰ کے لئے غضب اور حیاء وغیرہ کا اثر اور نتیجہ مراد لیا جاتا ہے۔ تو ایسے یہاں اکثر طواعٗ کے معنی ہوں گے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ محبت سے محبت طبعی مراد ہے۔ لیکن لایؤمن میں نفی کمال کی لی جائے۔ اب اس کی تکلیف نہیں کہ اس کے بغیر نجات نہ ہوگی۔ بلکہ اس سے کمال پیدا ہوگا۔ یہ بعینہٖ پہلا جواب ہے۔ چوتھی توجیہ یہ ہے کہ محبت سے محبت طبعی مراد ہو۔ اور نفس ایمان کا تحقق مراد لیا جائے محبت

طبعی کے واسطے علم محبوب شرط ہے۔ بغیر ادراک کے محبوب ہو نہیں سکتا۔ آپؐ نے محبت طبعی زیادہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ آپؐ کو دیکھنے کی یا حواس خمسہ میں سے کسی کے ذریعہ سے ادراک کی نوبت آئے۔ دنیا میں اسباب محبت چار سے زائد نہیں۔ جمال۔ کمال۔ قرابت اور احسان محبوب مجازی عموماً جمال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بدصورت عورت سے محبت نہیں ہوتی۔ لیکن شمع کے جمال پر پروانہ عاشق ہے۔ گل پر بلبل عاشق ہے ؂

میں نے پوچھا اے صنم وہ کیا ہوا حسن و جمال
بولے گھبرا کر کہ وہ شانِ خدا تھی میں نہ تھا

اور کمال کی وجہ سے بھی محبت ہو جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی اور قرابت یعنی وہ شئی تمہاری جزء ہو یا تم اسی کے جزء ہو۔ یا دونو کسی اور چیز کا جزء ہو۔ باپ، بیٹا، بھائی اس کے مصداق ہیں ان سے بھی محبت ہوتی ہے۔ اور احسان کے متعلق تو مشہور ہے الانسان عبید الاحسان انسان احسان کا بندہ ہے۔ الغرض ان چار کے علاوہ اور کوئی سبب محبت نہیں پایا جاتا۔

بنا بریں آنحضرت صلعم میں ایک نہیں چاروں اسباب محبت موجود ہیں۔ آپؐ میں جمال ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی دونو پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ کو خوشی ہوتی تو اس سے آپؐ کا چہرہ ایسے دکتا تھا۔ جیسے چاند کا ٹکڑا ہو حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔ یقول ناعتہ ما رأیت مثلہ قبلہ ولا بعدہٗ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ رات کے اندھیرے میں آپؐ کے چہرۂ انور کی روشنی میں سوئی میں تاگہ ڈالتی تھیں۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کا شعر ہے۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ∴ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

کہ آپ ہر عیب سے بری پیدا کئے گئے ہیں گویا جیسا آپؐ نے چاہا اسی طرح پیدا کئے گئے۔ اس پر کچھ لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپؐ کا اس قدر حسن و جمال بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن پر تو عورتوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ لیکن آپؐ کے بارے میں ایسا منقول نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ اس حسن کو باری تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر کے اس کی اس طرح حفاظت کی کہ بشری پردہ ڈال دیا چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا ایک مدحیہ قصیدہ ہے، جس کے اشعار میں یہ ہے کہ ؂

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت ∴ نہ جانا تجھ کو کسی نے بجز خدا زنہار

پہنچ سکے تیرے جلوے کو حسن یوسف کب ؛ وہ دلبر بازلیخا تو شاہد ستار

تو معلوم ہوا کہ آپؐ کے جمال جسمانی میں بھی آپؐ کا کوئی نظیر نہیں۔ اور حکماء یونان کہتے ہیں کہ اعتدال حقیقی پر سوائے آپؐ کے کوئی نہیں پایا گیا۔ افلاطون کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اعتدال کے قریب تھا۔ اور حکماء اسلام کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم میں اعتدال حقیقی پایا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ عشق کا تقاضا رہا ہے کہ وہ محبوب پر غیرت کھائے۔ اس لئے اس میں شرکت کو پسند نہیں کیا جاتا۔ تو باری تعالیٰ بطریق اولیٰ اپنے محبوب میں شرکت کو گوارا نہیں کریں گے۔ اس لئے بشری لباس ڈال دیا۔ یہی روکنے کا ذریعہ تھا۔ چنانچہ عورتوں کے متعلق فرمایا گیا کہ پہلے تو وہ گھر سے باہر نہ نکلیں اگر نکلیں وَهُنَّ تَفِلَاتٌ یعنی میلے کچیلے کپڑوں میں نکلیں۔ تاکہ جمال ظاہر نہ ہو۔ تاکہ کوئی عاشق نہ ہونے پائے۔ قصائد قاسمی میں اس کے متعلق شعر میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور آسمان اور زمین کی فضیلت کا فیصلہ بھی کیا ہے ؎

فلک پہ عیسیٰ وادریس ہیں تو خیر سہی

زمین پہ جلوہ فرما رہے احمد مختار

دوسرا وصف کمال ہے۔ اس میں بھی آپؐ کا سب مخلوق پر فائق ہونا بدیہی امر ہے۔ بعض وہ کمالات ہیں جن کو دشمن تک تسلیم کرتے تھے۔ وہ کمالات ظاہریہ ہیں۔ چنانچہ صفا پہاڑی پر سب قبائل عرب کو جمع کر کے جب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پہاڑی کے اس طرف دشمن ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا مجھے سچا سمجھو گے۔ سب نے بیک آواز کہا ماجربنا کذبا قط صفوان بن عینیہ اور ابوسفیان وغیرہ سب نے اس کا اقرار کیا۔ کیونکہ ان کا سالہا سال کا تجربہ تھا۔ اور امانت داری میں کمال کی شہادت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے دی۔ اور بعض وہ کمالات ہیں جو بذریعہ وحی معلوم ہوئے۔ انا سید ولد آدم ولا فخر میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں جس پر مجھے فخر نہیں یہ محض اللہ کی دین ہے تنہا یہ کمالات متقاضی ہیں کہ آپؐ سے محبت کی جائے۔

تیسری چیز احسان ہے جو اب دنیا پر ظاہر ہے۔ کیا یہ معمولی احسان ہے کہ جس ریگستان میں تمدن تہذیب یا شائستگی نام کی چیز نہ تھی۔ آپؐ نے تئیس سال تبلیغ کر کے صحرا نوردوں کو سلطنتوں کا مالک بنا دیا۔ اور دوزخ سے نجات دلائی۔ اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا اور سب امتوں سے زیادہ تعداد میں جنت کے اندر داخل ہونا وغیرہ وغیرہ یہ آپؐ کے احسانات دنیاوی اور اخروی سب بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کے مقابل

میں کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔ جب معمولی احسان پر ہم غلام بن جاتے ہیں۔ تو آپؐ کے ان عظیم الشان احسانات کی صورت میں آپؐ سے بھرپور محبت کیوں نہ ہوگی۔

چوتھا سبب محبت قرابت ہے۔ جو قرب سے ماخوذ ہے۔ آپؐ سے قرب روحی اور ماں باپ سے قرب جسمانی ہے۔ روح اعلیٰ جسم اسفل ہے۔ قرآن مجید میں ہے النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم کہ نبی مؤمنوں کی جانوں سے ان کے زیادہ قریب ہیں۔ مؤمن کو ایمان پیغمبر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ معلول کو اپنی علۃ اور وسائط سے جس قدر قرب ہوتا ہے اس قدر اپنے نفس سے قرب نہیں ہوتا۔ پھر صوفیاء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ کہ وجود کا طوق ذریعہ اور واسطہ بھی ذات محمدی ہے۔ جیسے شمس کے نور سے قمر نور کا استفادہ کرتا ہے۔ پھر اس قمر سے باقی اشیاء نور حاصل کرتی ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلعم نے باری تعالیٰ سے نور کا اکتساب کیا اور واسطہ فی العروض کے طور پر جمیع عالم کا وجود ہے۔ اس لئے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں اوّل ما خلق اللہ نوری وکنت نبیاً وآدم بین الماء والطین تو اس سے زیادہ قرب اور کیا ہوگا۔ تو پتہ چلا کہ آپؐ ہمارے روحانی باپ ہیں۔ اور ازواج مطہرات ہماری روحانی امہات ہیں۔ تو جب آپؐ روحانی باپ ہوتے۔ تو آپؐ سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ دنیاوی محبت میں جب ان چاروں میں سے ایک بھی سبب بن جاتا ہے تو جہاں چاروں اسباب پائے جائیں وہاں محبت انتہائی درجہ کی ہونی چاہیئے۔ اگرچہ باری تعالیٰ میں بھی یہ کمالات، جمالیات اور احسانات پائے ہیں مگر وہ ذاتی اور ازلی ہیں۔ آپؐ میں یہ اسباب عارضی اور حدثی ہیں۔ اس لئے آپؐ کا مرتبہ تمام عالم سے بڑھا ہوا ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان اسبابِ محبت کے باوجود وہ فریفتگی اور جذب کیوں نہیں جو مجازی عشاق میں پایا جاتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ علم بالمحبوب کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ علم بالنبی اختیاری ہے جس کی ہمیں تکلیف دی گئی۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی اس پر شاہد ہے ؎

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے
طبیعت ہر بشر کی کچھ نہ کچھ بل کھا ہی جاتی ہے

حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ یہاں جو محبت مطلوب ہے وہ طبعی ہی ہے۔ لیکن یہ جو شبہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات اولاد کی محبت آنحضرت صلعم کی محبت سے زائد معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلعم کے محبت کے مواقع بہت کم پیش آتے ہیں بخلاف اولاد اقارب کے۔

چنانچہ اگر دونوں میں تصادم ہو جائے۔ تو آپ کی محبت راجح ہوگی۔ مثلاً کسی کی بیوی نعوذ باللہ حضور اکرم صلعم کو برا بھلا کہے۔ تو وہ ہرگز برداشت نہیں کرے گا بلکہ گلا تک گھونٹ دے گا۔ اسی طرح اگر کسی کا لڑکا قرآن پاک پر پیر رکھ دے تو دور ہی سے ڈانٹتا ہوا دوڑے گا۔ اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو وہ مسلمان ہی نہیں۔ اس باب کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس باب کو دوسرے ابواب پر مقدم ہونا چاہیئے تھا مگر چونکہ حقوق العباد مقدم ہیں اور مضرت کو دفع کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے اس لئے دوسرے ابواب کو مقدم کیا گیا۔

والد کو ولد سے پہلے اس لئے ذکر کیا گیا کہ جس طرح اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ اسی طرح کبھی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوتی ہے یہاں پر ادنیٰ سے ترقی ہے جو والد کی محبت ہے اعلیٰ کی طرف جو ولد کی محبت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ والد کے احترام کی وجہ سے اسے مقدم فرمایا گیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ محبت فطری اور طبعی ہوتی ہے۔ یہاں محبت تعظیمی اور اعتقادی مراد ہے۔ ایک اشکال یہ بھی ہے کہ روایات میں حضور کی محبت کو والد اور ولد سے مقدم رکھا گیا۔ لیکن اپنے نفس سے محبت کے تقدم اور عدم تقدم کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کا ایک جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ بعض روایات میں من نفسہ کا لفظ موجود ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں ذکر باعتبار ظہور کے ہے اور اپنے نفس سے محبت کا ظہور نہیں ہوا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ لڑکے کی محبت اپنی ذات سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ والناس اجمعین دوسری روایت کو اس جملہ کی وجہ سے ذکر فرمایا ہے۔ اور اسی کے عموم میں نفس اجل بھی داخل ہو گیا۔

باب حلاوۃ الایمان

حدیث نمبر ۱۶ حَدَّثَنَا۔ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اَنْ یَکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَاَنْ یُحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَاَنْ یَکْرَہَ اَنْ یَعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُقْذَفَ فِی النَّارِ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضؓ آنحضرت نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تین خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ پائی جائیں گی وہ ایمان کا مٹھاس پائے گا۔ پہلی تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس شخص ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔ اور یہ آدمی جس شخص سے محبت کرے تو وہ محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ تیسری یہ کہ کفر میں واپس جانا اس طرح ناپسند ہو جیسے آگ میں پھینکا جانا

ناپسند ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی رح حلاوت ایک وصف ہے جو نفس شئی سے زائد ہوتی ہے۔ یہاں پر عام شراح کے نزدیک حلاوت معنویہ مراد ہے۔ لیکن حسیہ اور ظاہرہ بھی ہوسکتی ہے۔ قبل ازیں ایمان کے اندر زیادتی اور نقصان کو تبلایا تھا۔ اب اس کے کمالات میں زیادتی اور نقصان کو ثابت فرماتے ہیں۔

ان یحب المرءلا یحبہ الا اللہ حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں یہ معیار محبت اس لئے ہے کہ اگر کسی سے دنیا کے واسطے محبت کرتا ہو تو جب یہ معلوم ہوگا کہ یہ تو بڑا بخیل ہے۔ تو پھر اس سے نفرت ہو جائے گی۔ اور اگر شہوت کی وجہ سے کسی سے محبت کرے اور وہ منہ پھیرلے تو دو تین مرتبہ کے بعد یہ بھی کہہ اٹھے گا کہ مارکم بخت کو لیکن اگر اللہ کے لئے محبت کرتا ہے تو اگرچہ وہ اس کو کچھ نہ دے اور رنج کرے پھر بھی وہ اس کے ساتھ محبت کرے گا۔ اس لئے کہ وہ ذات جس کے لئے یہ محبت کرتا ہے وہ تو اسی طرح باقی ہے۔

ان یکرہ ان یعود فی الکفر یہ بات اس وقت ہوگی جب کہ ایمان دل کی جڑ میں پیوست ہوجائے اور یہ ایمان کے اندر پختگی لا الہ الا اللہ کی کثرت سے ہوتی ہے۔ اور اس میں ذکر بالجہر ضروری نہیں بلکہ زبان سے آہستہ آہستہ بھی کافی ہے۔

حضرت شیخ مدنی فرماتے ہیں کہ ان یکرہ ان یعود الخ عہد نبوی کے تو مناسب ہے مگر آج کل ہم تو ماں کے پیٹ سے ہی مسلمان پیدا ہوئے ہیں تو پھر ہم میں عود فی الکفر کیسے ہوگا۔ تو بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ علامت آپ کے عہد کے ساتھ مختص ہے۔ اور بعض نے کہا کہ عود فی الکفر سے مجازی معنی ان یکفر کے ہیں۔ بہرحال اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص میں یہ تینوں چیزیں ہوں گی۔ اس کو زیادہ حلاوت حاصل ہوگی۔ اور جس میں کم ہوں گی اس قدر حلاوت بھی کم ہوگی۔ تو جب کمالات میں بھی زیادتی و نقص پایا جاتا ہے تو مرجیہ کا انکار کیسے صحیح ہوگا۔

باب علامة الایمان حب الانصار

حدیث نمبر ۱۔ حَدَّثَنَا۔ اَبُو الْوَلِیْدِ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰیَةُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰیَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ۔ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک رض حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم

نے فرمایا کہ ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا ہے۔ اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ انصار سے محبت کرنا جزء ایمان تو نہیں ہے۔ لیکن چونکہ امام بخاریؒ نے ایمان کے ابواب ذکر فرمائے ہیں۔ تو ایمان کے بعض مناسب امور کا بھی ذکر فرما دیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی محبت کی تحریص فرمائی ہے کیونکہ انہوں نے دین کی مدد کی لہذا ظاہر ہے کہ اگر کوئی ان سے محبت کرتا ہے۔ تو اسی وجہ سے کہ انہوں نے دین کی مدد کی ہے۔ آپؐ کی اعانت فرمائی ہے۔ تو حقیقۃً یہ دین سے محبت ہوگی۔ اس لئے اس کو ایمان کی علامت فرمایا گیا۔ اب اسی طرح اگر کوئی حضرات انصار سے عداوت رکھتا ہے تو اس کے بھی دل میں ایمان نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی دشمنی اس نصرت اور مدد کی بنا پر ہو گی۔ اسی لئے انصار سے عداوت اور بغض کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ انصار مدینہ آپؐ کے سچے عاشق ہیں۔ مہاجرین نے تو مجبور ہو کر کفار کے جبر سے گھر بار چھوڑا اگرچہ یہ بھی عشق ہے مگر انصار بخوشی آپؐ پر ایمان لائے۔ اور بیعت عقبہ کر کے تمام دنیا کی دشمنی مول لی۔ مسلمانانِ مکہ کو بلوایا اور آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو ٹھکانا دیا۔ حالانکہ سارا عالم آپؐ کا دشمن ہو چکا تھا۔ بلکہ آپؐ کے متعلق یہ اعلان ہوا تھا کہ جو آپؐ کو پکڑ کر ہمارے حوالے کرے گا اسے چالیس اونٹ دیں گے۔ اور ٹھکانا دینے والوں کو کفار نے دھمکی بھی دی تھی۔ ان تمام موانع کے باوجود انصار آپؐ کی تشریف آوری پر عید مناتے ہیں۔ اور بدر و احد میں مہاجرین کی بنسبت ان کے افراد زیادہ شہید ہوئے ہیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ انصار کی فدائیت اور مہاجرین سے ان کی ہمدردی اور مواخات کی ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

یہ سب چیزیں عشق نبویؐ پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر آپؐ میں یہ جاذبیت نہ ہوتی۔ تو یہ فدائیت کیسے پائی جاتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عشاق ایسے نہیں تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے تو کہہ دیا اذھب انت وربک فقاتلا انا ھنا قاعدون بہرحال جب کسی سے عشق ہوتا ہے تو اس کے چاہنے والوں سے بھی عشق ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو آنحضرت صلعم سے محبت رکھے گا۔ وہ آپؐ کے ان فدائیوں سے بھی محبت رکھے گا۔ ورنہ محبت نہیں ہو سکتی۔ انصار میں ہر قسم کی فدائیت پائی جاتی تھی

چنانچہ آخر میں فتح مکہ کے موقع پر جب سرداران قریش کو اونٹ دیئے گئے تو نوجوانان انصار نے اعتراض کیا۔ کہ تلواریں ہم چلائیں اور مال یہ لوگ لے جائیں۔ اس پر آنحضرت صلعم کا ارشاد ہوا۔ اے انصار تمہیں یہ پسند

نہیں ہے کہ لوگ تو مال د مویشی لے کر جائیں۔ اور تم اللہ کے رسول کو لے کر گھر لوٹو۔ تو جعون برسول اللہ چنانچہ انصار نے کہا رضینا رضینا ہم راضی ہیں ہم راضی ہیں۔ ایسے جان نثاروں پر لوگ اعتراضات کر کے اپنے بغض باطن کا اظہار کرتے ہیں۔ جو من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ایسے لوگوں کو آپ سے محبت نہیں ہو سکتی بلکہ یہ نفاق ہے۔

باب، حدیث نمبر ۱۸ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ عُبَادَۃَ بْنَ الصَّامِتِ وَکَانَ شَہِدَ بَدْرًا وَّ ھُوَ اَحَدُ النُّقَبَآءِ لَیْلَۃَ الْعَقَبَۃِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُھْتَانٍ تَفْتَرُوْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰی مِنْکُمْ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَعُوْقِبَ فِی الدُّنْیَا فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَّہٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا ثُمَّ سَتَرَہُ اللّٰہُ فَھُوَ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَآءَ عَفَا عَنْہُ وَاِنْ شَآءَ عَاقَبَہٗ فَبَایَعْنَاہُ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبادہ بن الصامت جو ایک بدری صحابی ہیں۔ کہ بدر کی لڑائی میں حاضر ہوئے تھے۔ اور عقبہ والی رات اپنی قوم کے نمائندوں میں ایک نمائندہ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا جبکہ آپ کے ارد گرد آپؐ کے صحابہ کی جماعت بیٹھی تھی کہ تم اس بات پر میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ گے۔ نہ چوری کرو گے۔ نہ زنا کرو گے اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ ہی تم کسی پر کوئی ایسی تہمت لگاؤ گے جس کو تمہارے ہاتھ اور پاؤں نے گھڑ لیا ہو۔ اور نہ ہی کسی نیکی کے کام میں میری نافرمانی کرو گے۔ پس جس نے تم سے اس معاہدہ کو پورا کیا تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جس شخص نے ان گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور اسے اس کی وجہ سے اسے دنیا میں سزا مل گئی تو یہ سزا اس کے گناہوں کا کفارہ بنے گی اور اگر کسی نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کر دی تو پھر اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے۔ چاہے اسے معاف کر دے چاہے اسے سزا دے تو ہم سب نے اس معاہدہ پر آپؐ سے بیعت کر لی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ جس کی کئی وجوہات ذکر کی جاتی ہیں۔ مشہور وجہ یہ ہے کہ

حضرت امام بخاریؒ باب بلا ترجمہ وہاں لاتے ہیں جہاں اس باب کو باب سابق سے فی الجملہ مناسبت ہو۔ اور فی الجملہ تفارق ہو۔ چنانچہ اس باب بلا ترجمہ میں جو حدیث آرہی ہے اس کا من وجہ پہلے باب سے تعلق یہ ہے کہ جیسے وہاں انصار کا ذکر ہے۔ ایسے اس حدیث میں بھی انصار کے کچھ حالات بیان کر دیئے گئے لیکن فی الجملہ مناسبت نہیں کیونکہ پہلے باب میں حب انصار کا ذکر ہے۔ اس باب میں مطلق انصار کا ذکر ہے حب بغض کا نہیں۔ مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں انصار کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ باب بلا ترجمہ باندھ کر تبلا دیا کہ انصار سے محبت ایمان کی علامت اس وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے ابتداء اسلام میں آنحضرت صلعم کی مدد فرمائی دین کی اشاعت کی۔ آپؐ کے ساتھ موافقت کی۔ اور قاعدہ ہے جو آدمی مصیبت کے وقت کام آئے۔ بنسبت اوروں کے اس کو زیادہ خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ حضرات مہاجرینؓ نے گو مدد کی مگر اجتماعی طور پر انصار ہی نے ابتدا کی تو باب سابق میں جو حب الانصار کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ خود بخود معلوم ہو گئی۔

حضرت شیخ الہندؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ کبھی کبھی باب بلا ترجمہ تشحیذ اذہان کے لئے لایا کرتے ہیں۔ تشحیذ اذہان کے معنی ہیں ذہنوں کو تیز کرنا۔ کہ امام بخاریؒ ناظر کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ روایت کو دیکھ کر کوئی ترجمہ خود اس کے مناسب منعقد کرے۔ کہ اتنے ابواب تو ہم نے بیان کئے تم بھی مناسب حال کوئی ترجمہ باندھو تو باب اجتناب الکبائر علامۃ الایمان واجتناب المعاصی من الایمان ہو سکتا ہے اور دوسرا قاعدہ شیخ الہندؒ نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ کبھی کبھی تکثیر تراجم کے پیش نظر باب بلا ترجمہ ذکر فرماتے ہیں کیونکہ اگر خود ہی کوئی ترجم منعقد فرما دیتے تو وہی رہتا اب ناظر غور و فکر کر کے جو ترجمہ مناسب سمجھیگا وہی ترجمہ وضع کریگا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ امام بخاریؒ نے ابواب سابقہ میں مرجئہ پر رد فرمایا ہے۔ لیکن اس باب سے مرجئہ اور خوارج دونو پر رد ہے۔ تو تمایز کے لئے باب بلا ترجمہ ذکر فرمایا۔ خوارج پر رد تو ان شاء عفا عنہ سے کیا کہ وہ گناہگار کافر نہیں ہوتا بلکہ معافی ہو سکتی ہے۔ اور مرجئہ پر رد ان شاء عاقبہ سے فرمایا کہ اعمال نہ کرنے کی صورت میں عذاب دے سکتے ہیں۔

اور بعض شراح کی رائے یہ بھی ہے۔ کہ گاہے باب بلا ترجمہ اختلاف طرق کے واسطے بھی پیش فرماتے ہیں۔ اور گاہے امام بخاریؒ باب بلا ترجمہ رجوع الی الاصل کے ذکر فرماتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ ایک باب قائم کر کے اس کے بعد دوسرا باب اس کے مناسب ذکر فرما دیا۔ یا پھر کوئی روایت ایسی ذکر فرمائی جو باب

متصلہ کے مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا باب بلا ترجمہ ذکر کر کے اشارہ فرماتے ہیں کہ اب ہم باب اول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وکان شھد بدراً یہ بطور منقبت کے ذکر فرمایا چونکہ بدر میں حاضر ہونے والوں کے بڑے فضائل ہیں۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلعم نے فرمادیا کہ لعل اللہ اِطَّلَعَ عَلٰی اَھْلَ بَدْرٍ فَقَالَ لَھُمْ اِفْعَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ یعنی شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرما دیا ہو کہ تو اس قابل تو نہ تھا کہ تجھے چھوڑ دیا جائے مگر ہم نے محض اپنے فضل سے تجھے بخش دیا تو اب کس کو دم مارنے کی مجال ہے۔ اس خصوصیت کی بناء پر کہیں کہیں کان شھد بدراً لکھ دیتے ہیں و ھو احد النقباء لیلۃ العقبۃ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت سے پہلے یہ دستور تھا کہ آپؐ قبائل پر اسلام پیش فرماتے تھے وہ لوگ حضور اکرم صلعم کی بات ماننے کی بجائے الٹا ایذائیں پہنچاتے تھے۔ اور یہ بھی دستور تھا کہ ایام حج میں منیٰ اور عرفات میں جا کر لوگوں کو دین کی دعوت دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ۱۱ھ نبوی میں انصار کے چھ آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں کوئی وقت رات کا کسی خاص مقام میں دیا جائے تاکہ ہم آپؐ سے کوئی بات کریں۔ حضور اکرم صلعم نے ایک گھاٹی مقرر فرما دی۔ رات کو آپؐ اور وہ چھ آدمی حاضر ہوتے۔ ان میں ایک اسعد بن زرارہ بھی تھے۔ آپؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے۔ صبح کو شور مچ گیا کہ یہ لوگ صابی ہو گئے۔ مگر چونکہ چند آدمی تھے بات پھیل نہ سکی۔ انہوں نے اس کی شد ومد کے ساتھ تغلیط کر دی۔ اس کے بعد ۱۲ھ نبوی میں بارہ آدمی حاضر خدمت ہوتے۔ اور اسی گھاٹی میں اسی طرح بات چیت ہوئی اور یہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے پھر ۱۳ھ نبوی میں ۷۰ آدمی حاضر ہوتے۔ اور اسی گھاٹی میں ایمان لائے اس لیلۃ العقبۃ الثالثہ میں جہاں اور باتیں ہوئیں وہاں یہ بات بھی ہوئی کہ ان حضرات نے حضور اکرم صلعم سے درخواست کی کہ آپؐ ہمارے ہاں مدینہ منورہ تشریف لے جائیں۔ ہم لوگ آپؐ کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔ بس یہی ہجرت کا سبب اور آغاز ہوا اس مجلس میں حضرت عباسؓ بھی موجود تھے۔ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ جب مدینہ لے جانے کی باتیں ہو رہی تھیں تو انہوں نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی بات کو نہیں مانتے جس کی وجہ سے آپؐ سب کی نظروں میں معتوب ہیں۔ لہٰذا تم اس شرط پر لے جاؤ۔ کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ بڑے عہود ومواثیق کے بعد یہ حضرات رخصت ہوتے نقباء جمع نقیب کی ہے۔ وہ شخص جو اپنی قوم کا سردار ہو۔ اور ان کے حالات سے اچھی طرح واقف ہو اور کبھی اس کو عریف (چوہدری) کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ تو نقباء سے وہی لوگ مراد ہوتے ہیں

جو موسم حج میں پوشیدہ طور پر اس گھاٹی میں اسلام لاتے۔ اور لیلۃ العقبہ وہ رات کہلاتی ہے جس میں یہ سب لوگ جمع ہوتے تھے۔ اب حضرت عبادہ بن الصامتؓ کے متعلق مشہور تو یہ ہے کہ وہ لیلۃ العقبہ الثانیہ کے نقباؔ میں سے ہیں۔ لیکن بعض نے ان کو بیعت اولیٰ کے نقباء میں شمار کیا ہے۔ اس لئے محشی نے بین السطور الاولیٰ او الثانیہ لکھ دیا۔ مگر مشہور یہی ہے کہ وہ بیعۃ ثانیہ کے نقباء میں سے ہیں اس تمام واقعہ سے حب انصار کا پتہ چلتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو آپؐ سے کتنی محبت تھی۔ جس کی بناء پر ان لوگوں نے آپؐ کو اپنے پاس بلایا۔ اس صورت میں اس حدیث پاک کو حب الانصار علامۃ الایمان سے خوب مناسبت ہو جائے گی۔ کہ جیسے یہ حضرات آنحضرت صلعم سے محبت کرتے تھے ایسے ہی یہ خود بھی اس لائق ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔

بایعونی ان لا تشرکوا باللہ شیئًا اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت عقبہ یعنی بیعت اسلام ہے۔ لیکن اس سے قبل جو جملہ وارد ہوا ہے۔ یعنی وحولہ عصابۃ من الصحابہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت اسلام نہیں۔ کیونکہ اسی بیعت کے وقت صحابہ موجود نہ تھے۔ ایک دو تھے۔ لہٰذا حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ بعض لوگ جاہل اعتراض کرتے ہیں کہ بیعت صوفیہ بدعت ہے۔ مگر یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ خود آنحضرت صلعم سے بیعت الاسلام بیعت الجہاد بیعت السلوک سب ثابت ہیں۔ یہاں وہ حضرات اس روایت پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ یہ بیعت تو اسلام کی بیعت ہے۔ لیکن حضرت عبادہؓ کی روایت سے بیعت السلوک بھی ثابت ہے۔ کہ آپؐ نے دوبار فرمایا بایعونی جب کہ وہ بیعت اسلام کر چکے تھے۔ اور اس وقت کہیں جہاد پر جانے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ تو پھر یہ بیعت السلوک کے سوا اور کیا تھی۔ لا تشرکوا باللہ شیئًا میں شخصًا اس لئے نہیں فرمایا کہ اس سے عموم مراد ہے

لا تأتوا ببھتان الخ بہتان یہ ہے کہ کسی آدمی پر وہ عیب لگایا جائے۔ جو اس میں نہ ہو۔ اس کے معنی میں علماء کے چند اقوال ہیں۔ اول یہ ہے کہ بین ایدیکم وارجلکم سے مراد منہ در منہ اور آمنے سامنے ہے۔ مطلب یہ کہ کسی کو آمنے سامنے بہتان نہ باندھو کیونکہ اول تو بہتان فی نفسہ قبیح ہے۔ مگر کسی کے سامنے یوں کہنا کہ تو رات کہاں گیا تھا۔ تو نے کیا کیا۔ یہ زیادہ قبیح ہے اس سے اس کو شرم آئے گی دوسرا مطلب یہ ہے کہ بین ایدیکم وارجلکم سے فرج مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کو فرج کا بہتان نہ لگاؤ۔ کیونکہ یہ بہت قبیح ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ بین ایدیکم وارجلکم سے مراد قلب ہے۔ کیونکہ وہ سینے

کے درمیان بھی ہے اور یدین اور رجلین کے درمیان بھی چوتھا مطلب یہ ہے کہ کسی کو نفی ولد کے سلسلہ میں بہتان مت باندھو۔ یعنی یہ مت کہو کہ وہ حرامی ہے۔ پانچواں مطلب یہ ہے کہ زنا کر کے اپنے شوہر پر بہتان مت باندھو کہ بدفعلی عرب میں عام تھی۔ اور کسی سے زنا کرا لیا۔ اور جو بچہ پیدا ہوتا اس کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرتی تھیں بس یہی بہتان ہے اور اسی سے منع کیا گیا ہے۔

ولا تعصوا فی معروف! اگرچہ آنحضرت صلعم نے جتنے بھی اوامر فرمائیں وہ سب معروف ہیں مگر آپ نے اپنے کلام میں یہ قید تعلیم امت کے لئے لگائی ہے کہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق اللہ فھو کفارۃ لہ۔ اس سے ایک مسئلہ خلافیہ مستنبط ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ حدود کفارہ ہیں یا نہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حدود کفارہ ہیں وہ شخص عنداللہ ماخوذ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اسے توبہ کرنی پڑے گی حضرات حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ حدود کفارہ نہیں ہیں وہ صرف زواجر کے درجہ میں ہیں۔ مگر ذنب جو حق اللہ کے بارے میں تھا وہ باقی ہے اس کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ امام بخاریؒ بھی امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ حضرت اقدس گنگوہیؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ حدیث کو جتنی سرسری نظر سے دیکھا جائے گا وہ اتنی ہی حضرات حنفیہ کے خلاف ہوگی۔ اور جتنا حدیث پاک میں توغل کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ حنفیہؒ کے بالکل موافق ہے۔ نیز! احناف کے ہاں ایک قاعدہ ہے کہ پہلے قرآن پر نظر کی جائے۔ اور حدیث موافق بالقرآن ہو اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ کیونکہ اکثر احادیث روایت بالمعنی ہیں۔ اور الفاظ قرآن قطعی ہیں۔ مثلاً حدیث میں رفع اور عدم رفع دونوں وارد ہوتے ہیں۔ قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ قوموا للہ قانتین کے موافق عدم رفع ہے۔ ایسے ہی احادیث میں آمین بالجہر و بالسر دونوں وارد ہیں۔ لیکن آمین بالسر قوموا للہ قانتین کے زیادہ موافق ہے۔ ایسے بعض احادیث سے جلسہ استراحت کا ثبوت اور بعض سے عدم ثبوت کا پتہ چلتا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جلسہ استراحت میں دو حرکتیں ہوتی ہیں۔ اور عدم جلسہ میں ایک حرکت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ بھی اس آیت کریمہ کے موافق ہوا۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جو اس قاعدہ مسلمہ پر مرتب ہوں گی۔ اس قسم کے اصول دوسرے ائمہ کے نزدیک بھی ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ کے مرجحات قویہ میں سے یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اہل مدینہ کے عمل کو دیکھتے ہیں۔ جو حدیث بھی عمل اہل مدینہ کے موافق ہوگی وہی ان کے نزدیک راجح ہوگی۔ مؤطا امام مالکؒ کے بغور مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگی۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا حضرات احنافؒ ادنق بالفاظ القرآن کو اس لئے راجح قرار دیتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے

اور اس کے الفاظ منزل من اللہ ہیں۔ لہٰذا جو حدیث اس کے موافق ہوگی وہ زیادہ اقرب الی الصواب ہوگی۔ کیونکہ چند احادیث ہی روایت باللفظ ہیں۔ جن میں سے ایک مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ من النار ہے، ترجمہ، جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ باقی سب روایات بالمعنی ہیں اور حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اسلام مدینہ میں آیا اور یہیں رہا۔ لہٰذا جتنے اہل مدینہ واقف ہوں گے۔ اور کوئی واقف نہ ہوگا۔ اور شافعیہ کے یہاں اہم اصول میں اخذ بروایۃ الاوثق ہے اور حنابلہ کی اصل اعظم اخذ بروایۃ الثقہ ہے۔ خواہ اختلاف بھی کیوں نہ ہو۔ جب یہ اصول معلوم ہو گئے تو اب حنفیہ کے نزدیک توبہ تو کفارہ بن سکتی ہے۔ محض حدود کفارہ نہیں بنیں گے۔ کیونکہ قرآن پاک پر جو نظر ڈالی جائے تو یہ آیت سامنے آتی ہے کہ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم اس آیت میں چور کی سزا قطع ید ذکر فرمائی گئی ہے۔ وہ تو بیان ہو چکی آگے فرماتے ہیں، فمن تاب من بعد ظلمہٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰہَ یتوب علیہ ان اللہ غفور رحیم تو ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ جزا ختم ہو چکی اور حدود کفارات ہیں۔ اور کفارہ سیۂ ہو چکا تو اب فمن تاب کا کیا مطلب ہے۔ اور اس فا تعقیب کے لانے کی وجہ کیا ہے؟ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ حدود کفارہ نہیں ہیں بلکہ توبہ کی بھی ضرورت ہے اور یہ کہ حدود ساتر اثم ہیں رافع اثم نہیں ہیں۔ ایسے ہی ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔ والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جَلْدَۃً ولا تقبلوا لھم شھادۃ اَبَدًا واولٰٓئِکَ ھم الفاسقون اِلَّا الَّذِیْنَ تابوا الآیۃ تو جب حد قذف اسّی کوڑے مارے جا چکے اور حدود کفارات ذنوب ہیں تو پھر الا الّذین تابوا کا کیا مطلب ہے۔ اور یہ استثناء کسی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔ اور جو روایات میں فھو کفارۃ لہ وارد ہوا ہے اس کا مطلب وہ ہے۔ جو دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب کسی بندہ کو کوئی مصیبت پہنچی ہے۔ تو وہ اس کے لئے کفارہ بنتی ہے۔ حتّٰی الشوکۃ یشاکھا اس طرح اس کو یہاں تکلیف پہنچی ہے کہ اس نے حد کی مشقت اور مصیبت برداشت کی تو اس پر اس کو جو اجر ملے گا۔ اس کو کفارہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی کفارۃ لہ کی مراد ہے۔ اور احناف کا تیسرا مستدل قرآن مجید کی یہ آیت ہے ذلک لھم خزی فی الحیٰوۃ الدنیا ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم الآیۃ جس سے معلوم ہوا کہ حدود کفارات نہیں ہیں بلکہ زواجر ہیں کہ جن کی وجہ سے لوگ جرائم سے

باز آجائیں گے۔ مگر ذنب کے سقوط کے لئے تو یہ ضروری ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں تو اور بات ہے
حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ بعض احناف نے کہا کہ آپؐ نے فرمایا لا ادری الحد ود کفارۃ ام لا
مگر یہ روایت ضعیف ہے اگر صحیح بھی ہو۔ تو کہا جائے گا کہ یہ روایت پہلے کی ہے بعد کو جب علم ہو گیا تو آپؐ
نے فرمایا فھو کفارۃ لہ اور یہ روایت صحیح ہے۔ بہر حال امام صاحبؒ کا استدلال اس روایت سے نہیں
ہے۔ بلکہ ان کا استدلال ان قرآنی آیات سے ہے جو گذر چکی ہیں۔ اور اس روایت سے جو کفارہ معلوم ہوتا
ہے۔ تو چونکہ یہ خبر واحد ہے۔ نص قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بایں ہمہ ہم جمع بین الروایتین کی صورت
بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے جیسے ترمذی جلد ثانی ص۹۴ پر ہے کتاب الایمان
فاللہ اکرم من ان یعود فی شیئ قد عفا عنہ کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہیں کہ وہ
اس چیز کی طرف واپس آئیں جس کو معاف کر چکے ہیں اور پچھلی روایت میں تھا ان شاء عاقبہ وان شاء
عفا عنہ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سزا دے چاہے معاف کر دے۔ تو آیت اور ان تینوں روایات میں جمع
کی یہ صورت ہوگی۔ کہ آپؐ کا ارشاد قضا کے متعلق ہے۔ کہ جس میں احد الخصمین کی کوئی رعایت نہ ہو۔
یا احد الخصمین میں سے کسی ایک کی یا دونوں کی رعایت کر کے فیصلہ کر دیا جائے۔ قضاءً فیصلہ تو عادلانہ ہوگا
مگر احدھما کی رعایت یا دونوں کی رعایت ہو یہ تشفقاً ہوگی۔ جس میں مصالحانہ انداز ہوگا۔ باری تعالیٰ نے جو
نکالاً من اللہ فرمایا ہے۔ وہ فیصلہ قضاءً ہے۔ اس کے بعد تو بہ کا ذکر ہے۔ اس طرح بُغاۃ اور حد قذف
میں توبہ کا بیان ہے۔ اور ان شاء عاقبہ میں یہ فیصلہ رجاءً ہے۔ اور فاللہ اکرم الخ اور فھو کفارۃ
لہ یہ بھی رجاءً اور مصالحانہ فیصلہ ہے۔ چنانچہ امام صاحبؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ فھو کفارۃ لہ یہ
فیصلہ بطریق عدل نہیں بلکہ مصالحۃً و رجاءً ہے

باب، مِنَ الدِّیْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ،

حدیث نمبر ۱۸ حَدَّثَنَا، عَبْدُ اللّٰہِ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَتْبَعُ بِھَا
شَعَفَ الْجِبَالِ وَ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ۔ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عنقریب مسلمان کا
بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کے اترنے کی جگہوں میں پھرے گا۔

اس حال میں کہ فتنوں سے بچنے کے لئے اپنے دین کو لے کر بھاگتا پھرے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ پہلے ان امور کا ذکر تھا جن کو حاصل کرنا چاہیئے۔ اب یہاں سے ان امور کا ذکر فرماتے ہیں۔ جن سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ قاعدہ ہے وبضدها تتبين الاشياء امام بخاریؒ نے یہاں لفظ دین استعمال کیا ہے اور پہلے ابواب میں کہیں ایمان کہیں اسلام کا لفظ اطلاق کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تینوں ایک ہیں۔ مشترک المعنی اور مختلف الالفاظ۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلعم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ شہر میں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ اور اپنے دین کی حفاظت کی خاطر لوگ شہر سے بھاگ کر جنگلات کو مسکن بنائیں گے۔

از شیخ مدنیؒ ایمان۔ اسلام اور دین کے درمیان ترادف بیان کرنے کے بعد امام بخاریؒ اس لئے بھی لفظ دین کو لائے ہیں کہ روایت میں آنحضرت صلعم نے لفظ دین کا استعمال فرمایا ہے جس کو ترجمہ میں امام بخاریؒ لائے مراد وہی ایمان ہے۔ تکمیل دو طرح سے ہوتی ہے۔ تخلیہ اور تحلیہ سے۔ اب تک تحلیہ سے ایمان کی تکمیل بیان ہوئی کہ کن کن اشیاء سے ایمان مکمل ہوتا ہے فرار من الفتن باب تخلیہ سے ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے اندر صرف عمل ہی نہیں بلکہ قول وفعل بھی تروک میں شامل ہیں۔ یوشك ان يكون الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے میل وجول سے تنہائی اچھی ہوگی۔ حالانکہ میل وجول کے ذریعہ نماز جمعہ۔ جماعۃ عیدین۔ جنازہ وغیرہ میں شمولیت کا آپؐ نے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے۔ تو اس حدیث سے آنحضرت صلعم کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک زمانہ آخر میں ایسا آئے گا۔ کہ تفرد اجتماع سے بہتر ہوگا۔ اور تفرد کی صورت یہ بتلائی۔ کہ چند بکریاں لے کر پہاڑوں میں چلا جائے۔ جبکہ لوگوں کے ضرر سے بچنا مشکل ہو جائے۔ تو اس کی خیریت اسی تنہائی میں ہے۔ چنانچہ لوگ يا ايها الذين آمنوا عليكم انفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم سے استدلال کرتے ہیں۔ اور عليك بخاصة نفسك بھی آپؐ کا ارشاد ہے۔ جس پر حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اسی آیت عليكم انفسكم کو پڑھا اور فرمایا کہ انی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم اِذَا رَأَى النَّاسَ ظَالِمًا فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلٰى يَدَيْهِ اوشك اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ العقاب الحدیث کہ اے لوگو! تم تو یہ آیت عليكم انفسكم کہ اپنی اپنی فکر کرو۔ کو پڑھ کر مطمئن ہو جاتے ہو۔ اور میں نے آنحضرت صلعم کی زبانی اپنے ان کانوں سے سنا کہ جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو عنقریب ایسا عذاب نازل ہو گا جو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ تو اس آیت

اور دیگر روایات میں جمع کی صورت یہ ہوگی کہ جب تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دین کا تحفظ ممکن ہے تو اختلاط جائز ہے۔ اور جب لوگوں کو تم سے نفع نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اپنے دین کا ان سے تحفظ کر سکتے ہو تو پھر عزلۃ اور نہائی ضروری ہے تو امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہوگا کہ ان چیزوں کا بھی ایمان میں دخل ہے تو مرجبہ پر رد کرنا ہوگا۔ ہاتھ پکڑنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ خود پکڑے دوسرے یہ کہ اس کے خلاف پروپیگنڈا کرے اور اپنے ہم خیال بنائے۔ اور پھر اجتماعی طور پر ایک دم ان پر یورش کرے اور یہ بھی ہے کہ سلام و کلام ترک کر دیا جائے۔ جیسے حضرت کعب بن مالکؓ کے ساتھ بائیکاٹ کیا گیا۔ جو ضاقت علیھم الارض بما رحبت کا مصداق بن گئے تھے۔ پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

باب، قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔

حدیث نمبر ۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَهُمْ اَمَرَهُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو کسی چیز کا حکم دیتے تو اعمال میں سے ایسے عمل کا حکم دیتے جس کی وہ ہمیشہ کے لئے طاقت رکھتے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم لوگ آپ کی طرح نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی ہیں (گویا ہم ایسے نہیں ہیں ہمیں تو امور شاقہ بھی انجام دینے چاہئیں) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے سخت غضب ناک ہوئے۔ یہاں تک کہ آپؐ کا یہ غضب آپ کے چہرہ انور سے پہچانا جاتا تھا۔ پھر آپؐ فرمانے لگے کہ بیشک میں تم سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ اور میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے ہوں۔

تشریح، از شیخ مدنیؒ اب تک امام بخاریؒ نے ایمان کامل کی زیادتی اور نقصان کو ثابت کیا یہاں سے نفس ایمان کی زیادتی اور کمی کو ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ اس طرح کہ آپؐ نے انا اعلمکم فرمایا۔ اور علم کے لئے اسم تفضیل کا صیغہ لایا گیا۔ جو کمی اور زیادتی کو تقاضا کرتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ علم تو کلیات سے تعلق رکھتا

ہے۔ اور معرفت جزئیات سے دوسرے علم کا اطلاق باری تعالیٰ پر ہوتا ہے معرفت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا کہ یہ فرق عرفِ منطق کے اعتبار سے ہے۔ اطلاقاتِ شرعیہ میں علم اور معرفت ایک چیز ہیں۔ تو ایمان کی زیادتی معلوم ہوئی۔ کیونکہ علم قول بھی فعل بھی ہے۔ اگرچہ فعل قلبی ہے۔ جس پر مؤاخذہ ہوگا۔ چنانچہ آیت اس پر دال ہے۔ اصل ترجمہ انا اعلمکم ہے ان المعرفت اور آیت کریمہ ازالۂ شبہات کے لئے لائے گئے ہیں۔ پہلا شبہ یہ تھا کہ علم فعل ہے یا نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے جواب دیا کہ علم فعل ہے۔ اگرچہ فعل جوارح نہیں بلکہ فعل قلبی ہے جس پر مؤاخذہ ہوگا۔ آیت کا یہی تقاضا ہے۔ تو اس سے ایمان کا قول وفعل ہونا اور اس کا زائد وناقص ہونا بھی معلوم ہوا۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ اس باب کو کتاب العلم میں لانا چاہیئے تھا۔ کتاب الایمان میں لانا بے جوڑ ہے۔ تو بعض حضرات شراح کی رائے یہ ہے کہ یہاں روایات مختلفہ میں بعض روایات میں بجائے انا اعلمکم باللہ کے انا اعرفکم باللہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے علم سے معرفت مراد لی ہے۔ اور اس کی تائید امام بخاریؒ کے قول ان المعرفت فعل القلب سے ہوتی ہے۔ اور معرفت بھی ایمان میں ہی داخل ہے۔ لہٰذا اس باب کو کتاب الایمان سے مناسبت ہوگئی۔ اس باب سے امام بخاریؒ قیاس اور نظر سے ایمان میں کمی اور زیادتی ثابت فرماتے ہیں۔ کہ علم ایک قلبی شئے ہے۔ اور حضور اقدس صلعم نے یہاں اعلم اسم تفضیل کے ارشاد فرمایا ہے۔ جو زیادتی کو چاہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلبی اشیاء میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ اور مشائخ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے انا اعلمکم فرما کر بتلا دیا کہ آنحضرت صلعم کے پاس اوروں کی بنسبت زیادہ علم تھا۔ اور علم سے مراد معرفت ہے۔ اور معرفت فعل قلب ہے۔ اور قلبی اشیاً میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ اور ایمان بھی قلبی ہے۔ لہٰذا اس کے اندر بھی کمی زیادتی کی شان پائی جائے گی۔ اب یہ کہ معرفت فعل قلب کیوں ہے۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم۔ اگر معرفت فعل قلب نہیں تو مؤاخذہ کے کیا معنی؟ اس باب سے مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو ایمان کے بسیط ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن یہ حنفیہ کی تردید نہیں ہوسکتی اس لئے کہ وہ تو خود ہی ایمان اور ایقان کی زیادتی کے قائل ہیں۔ البتہ ایمان کامل کی قید لگاتے ہیں نفس ایمان ان کے ہاں بھی بسیط ہے

امرھم بما یطیقون از شیخ مدنیؒ اس لئے کہ مربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حکم کا امر کرے جس پر دوام ہوسکے۔ لیکن صحابہ کرام تو تدین میں آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان بن مظعونؓ

کی قیادت میں کچھ لوگ ازواج مطہرات سے آپ کی عبادت کا حال سن کر اس کو قلیل سمجھتے ہوئے فرمانے لگے۔ آپ صلعم تو گناہوں سے معصوم ہیں ان کو عبادات کی کیا ضرورت ہے۔ ایک نے کہا میں سرے سے نکاح نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں رات ہمیشہ عبادت کرتا رہوں گا نیند نہیں کروں گا۔ جس پر آپ نے غصّہ کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انی ارقد و اُصلّی اصوم وافطر وانکح الحدیث ۔ کھیئتك ای کحال ھیئتك قد غفرلك الخ کے مجازی معنی مراد ہیں کہ آپ رضا کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ ہوئے ہیں۔ کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے تو یہ کنایہ ہوا عن البلوغ مبلغ الرضا الکامل تو معنی ہوں گے انت بمنزلۃ رجل یقال لہ قد غفرلك ما تقدم من ذنبك الخ مقصد صحابہ کرام کا یہ تھا کہ آپ کو اطمینان ہے البتہ ہمیں خطرہ ہے اس لئے ہمیں مجاہدہ کی اجازت ملنی چاہیئے۔ جس پر آپ سخت ناراض ہوئے کہ تزوج کو ترک کرنا۔ نہ سونا اور نہ کھانا نہ پینا یہ تو فطرت کے خلاف ہے جس پر آپ نے فرمایا انقاکم واعلمکم باللہ انا دوسری روایت میں ہے کہ جو چیز میں جانتا ہوں اگر تمہیں ان کا علم ہو جائے۔ تو تم ہنسنا چھوڑ دو اور یہ واقعہ بھی ہے۔ کیونکہ آپ کو غیب کی ایسی باتیں معلوم ہیں ان کا اگر ہمیں علم ہو جائے تو ہم تو دنیا ہی چھوڑ چھاڑ دیں یہی انا اعلمکم محلِ استشہاد ہے۔ تو کیفاً نفس ایمان میں بھی زیادتی اور نقصان ہے اس کا انکار امام ابوحنیفہ بھی نہیں کرتے۔

فیغضب حتی یعرف الغضب نبی اکرم صلعم کے چہرہ انور پر غصہ کا اور خوشی و مسرت کا بہت زیادہ اثر ہوتا تھا۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جو جتنا حسین ہو گا۔ اس کا چہرہ اتنا ہی زیادہ ان اشیاء کے اثرات کا مظہر ہو گا۔ اور آنحضرت صلعم تو سب سے زیادہ حسین تھے۔

بابٌ، مَنْ کَرِہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ مِنَ الْاِیْمَان

حدیث نمبر ۲۱ حَدَّثَنَا، سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَّکْرَہُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ ۔ الحدیث

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نبی اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا تین خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ پائی جائیں گی وہ ایمان کی مٹھاس کو حاصل کرے گا۔ ایک تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول

ان دونو ما سوا سے زیادہ محبوب ہو دوسرا وہ جو کسی بندہ سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہی محبت کرے تیسرا وہ کہ کفر میں واپس جانا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے نکالا ہے اس کو ایسا ناگوار ہو جیسے کہ آگ کے اندر ڈالا جانا ناگوار ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ من الایمان جو باب میں مذکور ہے وہ یعود یا یلقی کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ خبر ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے۔ اس باب کو کتاب الایمان کیا مناسبت ہے۔ بعض شراح کی یہ رائے ہے کہ امام بخاریؒ ہر جگہ اضداد کو ذکر فرماتے ہیں۔ اگر علم کا ذکر آئے گا تو جہل کو ضرور ذکر فرمائیں گے۔ اگر ایمان کا ذکر فرمائیں گے۔ تو اس کے ساتھ کفر کو بھی ضرور ذکر کریں گے۔ وبضدھا تتبین الاشیاء لہٰذا اس عادت مبارکہ کے مطابق یہ باب یہاں ذکر فرمایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے باب میں فرار من الفتن کو دین قرار دیا تھا۔ اب یہاں سے تبلانا چاہتے ہیں کہ فرار من الکفر بھی دین میں داخل ہے۔ لہٰذا جس طرح ہر شخص فرار من النار کی کوشش کرتا ہے ایسے فرار من الکفر کی کوشش کرے، تیسرا جواب یہ ہے کہ جب کراہتہ کفر اس قدر ہے کہ جہنم میں جانا تو گوارا ہے۔ لیکن کفر کو اختیار کرنا گوارا نہیں تو یہ عین ایمان ہے۔ اور چوتھا جواب یہ ہے کہ اس سے کراھتہ فی الکفر کی انتہا بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آگ میں جانا گوارا کرے۔ مگر کفر اختیار کرنا مشکل ہو۔ تو عمل کی طرح تروک کا بھی ایمان میں دخل ہوا۔

باب، تَفَاضُلِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ فِي الْاَعْمَالِ۔

حدیث نمبر ۲۲ حَدَّثَنَا، اِسْمَاعِيْلُ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيَا اَوِ الْحَيَاةِ شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ اَلَمْ تَرَ اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو اَلْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ الحديث

ترجمہ، حضرت ابی سعید خدریؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب جنتی لوگ جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے

کہ جہنم سے ہر شخص کو نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے کے مقدار ایمان ہو۔ چنانچہ وہ لوگ جہنم سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ وہ سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ تو ان کو نہر حیا یا نہر حیات میں ڈالا جائے گا (اس لفظ میں مالک راوی کو شک ہے) تو وہ ایسے اگیں گے جیسے سیلاب کے پانی سے ایک طرف دانا اگتا ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ وہ دانہ زرد سا اور مڑا ہوا نکلتا ہے۔ وحیب راوی فرماتے ہیں کہ عمرو راوی نے بغیر شک کے الحیاۃ بیان کیا ہے اور خردل من ایمان کی بجائے خردل من خیر فرمایا ہے یعنی جس کے پاس نیکی رائے کے دانے کے برابر ہو اس کو جہنم سے نکال دیا جائے

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں سے بھی ایمان کامل میں زیادتی اور کمی کو ثابت کرنا ہے۔ من ایمان پر شبہ ہوتا ہے کہ اہل اعمال کے تفاضل کو ثابت کرنے کے لئے باب منعقد کیا مگر روایت سے ترجمہ الباب ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ روایت میں ہے کہ من کان فی قلبہ الخ کہ ایمان میں تفاضل ہے بعض کا خردل کے برابر اور بعض کا اس سے زیادہ تو یہ نفس ایمان میں تفاضل ہوا اعمال میں تفاضل نہ ہوا۔ مگر کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ روایت کے اخیر میں لفظ ایمان کی بجائے من خیر کا لفظ لائے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفاضل خیر کے اعتبار سے ہے۔ تو جس روایت میں لفظ ایمان وارد ہوا ہے اس سے نفس ایمان نہیں بلکہ خیر مراد ہے تاکہ روایات موافق ہو جائیں۔ ورنہ تخالف ہوگا تو لفظ خیر لا کر امام بخاریؒ نے اشارہ کر دیا کہ نفس ایمان میں زیادتی کمی نہیں بلکہ وہ اعمال مراد ہیں جن کا ترتب افعال خیر سے ایمان پر ہوتا ہے۔ تو دوسری روایت سے ترجمہ الباب سے موافقت ثابت ہو گئی۔ مثقال حبۃ من خردل یعنی نہایت ضعیف درجہ کا ایمان تھا۔ کیونکہ تمام حبوب میں سے سب سے چھوٹا دانہ خردل کا ہوتا ہے۔ تو آپؐ نے تمثیلاً فرمایا کہ ایسے شخص کی بھی نجات ہوگی۔ اور نجات بعد از عذاب ہوئی۔ اہل کفر پر تو عذاب انتقاماً ہوتا ہے اہلِ ایمان پر عذاب تنقیۃً ہوتا ہے۔ بلکہ اکراماً ہوتا ہے۔ جس کی مثال کپڑے جیسی ہے کہ جو کپڑا قابلِ اکرام ہوتا ہے اسے دھوبی کو دیا جاتا ہے۔ اگر قابلِ اکرام نہ ہوتا تو اسے پھاڑ دیا جاتا۔ اس طرح مؤمن کا عذاب اکراماً ہوگا۔ اور اکرام کا تقاضا ہے کہ اسے میل کچیل سے صاف کیا جائے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مؤمن کو مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر مؤمن کو کانٹا بھی چبھے تو وہ اس کے معاصی کا کفارہ بن جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ من یرد اللہ بہ خیراً یصبہ الحدیث جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس کی تفسیر میں محدثین نے لکھا ہے کہ بلایا میں مبتلا کرنا پاک صاف کرنے

کے لئے ہوتاہے۔ بہت سے بندوں کو اللہ تعالیٰ دنیا سے پاک وصاف کرکے اٹھاتے ہیں۔ جن کے معاصی کثیرہ ہوں۔ تو سکرات الموت کی تکالیف اس کی تطہیر کا باعث بنتی ہیں۔ اگر معاصی اس سے بھی بڑھ جائیں تو حشر کی تکالیف سے تدارک کیا جاتا ہے۔ اگر اس سے بھی معاصی زائد نکلیں تو پھر دوزخ میں ڈال کر پاک کر دیا جائے گا۔ تو مؤمنین کا جہنم میں ڈالنا اہانتہً نہیں بلکہ اکراماً ہوا۔ اخرجوا کا امر یا تو شفاعت کی بنا پر ہوگا یا حکم خصوصی اور رحمت اس کا باعث ہوگی۔ فیحثون یہ روایت مختصر ہے۔ دیگر روایات میں آتا ہے کہ چونکہ یہ لوگ نمازی نہیں تھے تو آگ اس کے تمام اعضا کو چھوئے گی جس سے سارا بدن سیاہ ہو جائے گا جس کی بنا پر اسے نہر الحیاء میں ڈالا جائے گا۔ حیا کے معنی بارش کے ہیں۔ یہ بارش عرش سے اترتی ہے اور اس سے نہر پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اسے مطر کہا گیا مگر یہ بھی ضروری نہیں کہ مطر کے یہی معنی بارش کے لئے جائیں۔ یا تشبیہاً اور مجازاً کہا گیا۔ کہ وہاں کوئی اور کیفیت ہے جس کی وجہ سے معدومات موجود ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے وجود ظلی کے ذریعہ ہو۔ اس لئے کہ وجود حقیقی تو قدیم ہے۔ جس پر عدم کا طریان ہو نہیں سکتا جس طرح دشمن کا ایک وجود تو وہ ہے جو اس کے جرم میں ہے۔ جو اس سے کبھی منفک نہیں ہوتا اور ایک وجود اس کا یہ ہے کہ صبح کو آتاہے اور شام کو چھپ جاتاہے۔ یہ وجود ظلی اسی وجود حقیقی سے صادر ہوتا ہے جو عارضی ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ کے وجود حقیقی سے وجود ظلی کا صدور ہوتاہے اس وجود ظلی کو محققین مطر سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ وجود حقیقی متکلمین کے ہاں وصف لازم ہے اور صوفیاء کے نزدیک عین ذات ہے لیکن وجود ظلی جو ہمارے ساتھ قائم ہے۔ وہ عارضی ہے وہ اسی وجود حقیقی سے صادر ہوتاہے۔ اور اس کا تعلق مختلف اشیاء سے ہوتاہے جیسے بارش کے وقت کئی کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بھی بہت سی اشیاء وجود ظلی کے تحقق سے پیدا ہو جاتی ہیں تو حیا بمعنی مطر اور حیات بمعنی زندگی دونو معنی صحیح ہوئے۔ اور انہار متعدد ہیں جن میں سے ایک نہر الحیاء ہے جس کا خاصہ ہے کہ جو کوئی مردہ چیز اس میں ڈالی جائے تو وہ زندہ ہو جائے گی تو اضافت بیانیہ ہوئی۔ یا تشبیہہ کے طور پر ہے کہ ہم نے اگرچہ اسے دیکھا نہیں۔ لیکن اسے مطر کے ساتھ تشبیہہ دے کر ہمیں سمجھایا گیا ؎

غیب را آب و باد دیگر اند ؎ آسمان و آفتاب دیگر اند

جیسے فلاسفہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ نے سمجھانے کے لئے مثالیں بیان فرمائیں ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ الآیۃ حبۃ بمعنی ضرفہ جسے تعلۃ الحمقاء بھی کہا جاتاہے۔ یہ بہت

جلد اگتا ہے۔ بعض نے اس کے ساتھ خاص کیا اور بعض نے مطلق حبہ مراد لیا۔ اور سیلاب میں جہاں کہیں پڑ رک جائیں۔ وہاں جلد اُگ جاتے ہیں۔ ایسی مٹی کو نہیں دیکھتے کہ اپنی جڑوں کو پھیلا دیں اس لئے انہیں حبۃ الحمقا کہا جاتا ہے۔ اس جگہ تشبیہ جلدی اُگ جانے میں ہے۔ اور اسے رجلہ بھی کہا جاتا ہے۔

از شیخ زکریا حضرت امام بخاریؒ یہاں وہی فرما رہے ہیں۔ جو ما قبل میں حنفیہؒ کا مذہب بتلایا گیا کہ ایمان اذعان قلبی کا نام ہے نفس ایمان میں تو کمی زیادتی نہیں ہوتی وہ تو یکساں رہتا ہے۔ بلکہ کمی بیشی اعمال کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ امام بخاریؒ مرجیہ اور خوارج پر رد فرما رہے ہیں۔ دراصل تردید مرجیہ کی کرنی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اعمال کو بالکل ہی بے فائدہ کہتے ہیں۔ اور اس کے بعد خوارج پر رد کرنا ہے مگر ان پر اتنا شدید رد نہیں کیونکہ وہ فرقہ بھی اگرچہ ضال اور مضل ہے۔ مگر اعمال کے مسئلہ میں ان کے ہاں کوتاہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ تارک عمل کو کافر کہتے ہیں۔ تو وہ بیچارہ اس ڈر سے کہ کہیں کافر نہ ہو جائے خوب عمل کرے گا۔

اس حدیث میں ایمان سے عمل خیر مراد ہوا۔ جیسے دوسری روایت صراحۃً خردل من خیر وارد ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال خیر ذرا سے بھی ہوں گے تو بھی مغفرت فرما دیں گے اور اس حدیث سے مرجیہ اور خوارج دونوں پر اس طرح رد ہوا۔ کہ مرجیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اعمال کا کوئی اثر نہیں تو ان پر رد ہوا کہ اگر اعمال کا کوئی اثر نہیں تو وہ عاصی جہنم میں کیوں گیا۔ اور خوارج پر اس طرح کہ اگر مرتکب کبیرہ کافر ہو گیا تھا تو وہ جہنم سے کیوں نکالا گیا۔

حدیث نمبر ۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِّنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ (الحدیث)

ترجمہ، جناب ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ اس اثناء میں کہ میں سویا ہوا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مجھے اس حال میں پیش کئے جاتے ہیں کہ ان پر قمیصیں ہیں بعض قمیصیں تو پستان تک پہنچتی ہیں اور بعض اس سے کم تک۔ لیکن جب حضرت عمر بن الخطاب مجھ پر پیش کئے گئے تو ان پر جو قمیص تھی وہ اس کو کھینچ رہے تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا تو اے اللہ کے رسول پھر آپؐ نے اس کی کیا

تعبیر دی آپ نے فرمایا کہ دین مراد ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قال دین کو قمیص سے تشبیہ دی گئی، کیونکہ جس طرح قمیص سردی و گرمی سے بچاتا ہے۔ اور باعث زینت بنتا ہے۔ ایسے دین بھی جہنم سے بچاتا ہے اور باعث زینت بنتا ہے اور دین اعمال کا مجموعہ ہے جن میں تفاضل ہوتا ہے لہٰذا اس کے مطابق جزء میں تفاضل ہوگا۔

از شیخ زکریاؒ قال الدین الخ دین سے مراد یہاں ایمان تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ایمان میں جو اذعان ہے۔ اگر اس میں کمی ہو جائے تو وہ شک ہوگا۔ ایمان نہیں ہوگا۔ لہٰذا دین سے مراد اعمال ہیں۔ اور مطلب روایت کا یہ ہے کہ لوگوں کے اعمال میں فرق ہے۔ بعض کے اعمال کی مثال ایسی ہے۔ جیسے قمیص کی، کہ بس سینہ تک ہی پہنچ پاتی ہے۔ اور بعض حضرات کے اعمال ایسی قمیص کی ہے۔ جو اتنی بڑی ہے کہ زمین پر گھسٹتی چلتی ہے۔ اور آثار قدم اس کی وجہ سے مٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہ حضرت عمرؓ کے اعمال کی مثال ہے تو تفاضل اعمال ثابت ہوا۔

باب، اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ۔

حدیث نمبر ۲۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَھُوَ یَعِظُ اَخَاہُ فِی الْحَیَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْہُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم کا گذر انصار کے ایک مرد پر ایسی حالت میں ہوا کہ وہ اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا (اتنا حیا نہ کیا کرو) جس پر جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس کو چھوڑ و حیا تو ایمان میں سے ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جس طرح علم و عمل کو ایمان میں سے قرار دیا اس طرح فرماتے ہیں کہ اخلاق کو بھی ایمان میں دخل ہے۔ بسا اوقات حیا کسی کام کے کرنے سے مانع ہو جاتا ہے تو اس پر کسی نے ترک حیا کی نصیحت کی۔ آپ نے اس کو اس نصیحت سے منع فرمایا۔ حالانکہ خود آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔ لَا یَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْیٍ وَلَا مُسْتَکْبِرٌ کہ حیا کرنے والا اور مغرور متکبر آدمی علم حاصل نہیں کر سکتا اور حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں جب کہ وہ ایک مسئلہ پوچھنا چاہتی تھیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ الخ تو معلوم ہوا کہ حیا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ تو الحیاء من الایمان کیسے صحیح ہوگا اس کے کئی جوابات ہیں

پہلا یہ ہے کہ الحیاء من الایمان جملہ مہملہ ہے جو موجبہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا موجبہ کلیہ نہیں ہوتا یہاں الحیاء میں الف لام جنس کا ہے جس کا تحقق بعض افراد میں ہوتا ہے۔ تو موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ میں منافات نہیں ہوتی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ الحیاء من الایمان سے نفس حیاء مراد ہے۔ افراد مراد نہیں اور اخلاق بعض کفری ہوتے ہیں۔ اور بعض اخلاق ایمانی ہوتے ہیں۔ کفر ایک جڑ ہے اس سے مختلف شاخیں نکلتی ہیں۔ ایسے ایمان بھی ایک جڑ ہے۔ اس سے بھی مختلف شاخیں نکلتی ہیں۔ ممکن ہے کسی کافر میں شعبہائے ایمانی پائی جائیں۔ اور کسی مؤمن میں شعبہائے کفری پائی جائیں۔ تو لا یتعلم العلم مستحی الخ میں استعمال حیا مراد ہے کہ علم کال میں حیا کا استعمال کرنا جائز نہیں جیسے جود کا فاحشہ میں استعمال کرنا یہ جود فی غیر محلہ ہے۔ الغرض اخلاق فاضلہ کو اگر اپنے محل پہ نہ رکھا جائے۔ تو اس میں قباحت آجاتی ہے۔ اور حضرت ام سلیم رض نے جو فرمایا ان اللہ لا یستحی فی حق الخ اس کی مراد یہ ہے کہ مسائل ضروریہ میں حیا نہ کرنی چاہیئے۔ حیا تو سب کا سب خیر ہے۔ جبکہ اسے اپنے محل میں استعمال کیا جائے۔ اگر فی غیر محلہ مستعمل ہو تو وہ قبیح ہوگا جیسے ہمارے جسم کا ترکب اربعہ عناصر سے ہے۔ ایسے روح بھی مرکب ہے۔ اس میں اجزاء ملکوتی اور شیطانی دونو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ پھر اس ترکیب میں قلت اور کثرت اجزاء کی وجہ سے اخلاق مختلف ہوتے ہیں۔

از شیخ زکریا اس حیا کا ذکر اگرچہ ماقبل میں حدیث الحیاء شعبۃ من الایمان کے ذیل میں ہو چکا لیکن وہاں ضمناً آیا تھا۔ اس باب سے حیا کو اہمیت کی وجہ سے مستقلاً بیان فرما رہے ہیں۔

باب فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيْلَهُمْ۔

حدیث نمبر ۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑائی جاری رکھوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ نماز پابندی سے ادا کریں اور زکوٰۃ دیتے رہیں پس جب انہوں نے یہ کام

کر لئے تو انہوں نے اپنے خون اور اپنے مال مجھ سے محفوظ کر لئے مگر ہاں حق اسلام کی وجہ سے خون اور مال محفوظ نہ ہوں گے۔ پھر ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس قرآنی آیت اور حدیث باب سے معلوم ہوا کہ اگر وہ لوگ ان اعمال کو انجام نہ دیں تو پھر ان کا راستہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ بلکہ انہیں قتل کر دینا چاہیئے۔ تو مرجئہ کا کہنا صحیح نہ ہوا کہ اعمال ایمان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ اعمال نہ کرنے کی صورت میں قتل کا حکم ہے۔ اگر اشکال ہو کہ ایک تیسری صورت قتل نہ کرنے کی جزیہ بھی ہے۔ تو اس کے کئی جوابات ہیں۔

(۱) یہ کہ یہ آیت سورۂ توبہ کی اس حدیث کو منسوخ کرتی ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ الناس سے مراد اہل عرب ہیں۔ اور ان سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ان کے لئے اسلام ہے یا تلوار کیونکہ یہ لوگ قرآن مجید میں تفکر اور تدبر کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید ان کی زبان میں اترا ہے۔ اس لئے ان کو مہلت نہیں دی گئی۔ البتہ عجمی لوگ جو اس کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے ان کو مہلت دی گئی ہے۔ کہ تفکر و تدبر کر کے فیصلہ کریں۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ حقیقۃً ہو یا حکماً ہو۔ حقیقی قول تو ایمان اور اسلام لانا ہے۔ اور قول حکماً جزیہ دینا ہے۔ جیسے صلح حدیبیہ کو فتح مکہ قرار دیا گیا۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً عصموا منی دمائھم الخ اس سے معلوم ہوا۔ کہ معصوم دم اور معصوم مال سے کوئی مواخذہ نہیں البتہ حربی اگر دارالحرب میں قتل کر لیا جائے۔ یا اس سے سود وغیرہ لیا جائے۔ تو جائز ہے۔ کیوں کہ وہ غیر معصوم الدم والمال ہے۔

اور حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے قرآن پاک کی آیت کی تفسیر بیان کرنا ہے۔ لیکن میرے اساتذہ کی رائے یہ ہے کہ ایمان کی ترکیب ثابت کرنا ہے اس طرح کہ جہنم سے نجات ایمان ہی بدولت ملے گی۔ اور یہاں تخلیہ سبیل کو توبہ من الشرک۔ اقامۃ الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ پر مرتب کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان ان سب چیزوں سے مرکب ہے۔

الا بحق الاسلام مثلاً کسی شخص نے کسی کو قتل کر دیا محصن تھا اس نے زنا کر لیا یا مسلمان تھا مرتد ہو گیا تو ان صورتوں میں اسے قتل کیا جائے گا۔

باب، مَنْ قَالَ اِنَّ الْاِیْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَقَالَ عِدَّةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَوَرَبِّكَ

لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ عَنْ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَالَ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ ۔

ترجمہ، جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان عمل کا نام ہے۔ تو وہ تین آیات سے استدلال کرتے ہیں، تلک الجنۃ یعنی وہ جنت جس کا تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث بنائے گئے ہو۔ تو عمل سے ایمان مراد ہوا اور بہت سے اہل علم نے فوربک لنسئلنھم کہ تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور ان کے اعمال کے بارے میں سوال کریں گے۔ تو یعملون سے مراد قول لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور تیسری آیت کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اس جیسے اعمال عمل کرنے والوں کو کرنے چاہئیں۔

ای فلیؤمن المؤمنون لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ان سب میں عمل سے ایمان مراد لینا یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ البتہ ایمان عمل قلب ضرور ہے۔

حدیث نمبر ۲۶ حَدَّثَنَا، اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَىُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ فَقَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ ۔ الحديث

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا افضل العمل ہے کہا گیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ کہا گیا اس کے بعد کون سا ہے تو آپ نے فرمایا مقبول حج ہے کہ جس کے ساتھ گناہ ملا ہوا نہ ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ امام بخاریؒ جب کسی مسئلہ کو مختلف فیہ سمجھتے ہے۔ اور اس کی کوئی جانب ان کے ہاں راجح ہوتی ہے۔ تو من قال کذا وکذا فرماتے ہیں۔ تصریح نہیں کرتے بلکہ قول صواب مقصود ہوتا ہے تو ایسے یہاں بھی ان الایمان ھو العمل سے مقصد یہ ہے کہ اعمال کا بھی ایمان میں دخل ہے جس سے مرجئہ کا رد ہو گیا۔ جس کے ثبوت میں تین آیات پیش فرمائیں۔ کہ بما کنتم تعملون کی تفسیر تؤمنون سے کی گئی۔ لیکن اس پر اعتراض ہوا کہ عمل سے ایمان مراد لینا متفق علیہ نہیں ہے۔ اور یہاں پر قرینہ بھی کوئی موجود نہیں۔ اس لئے عمدہ توجیہ یہ ہے کہ اس جگہ استحقاق جنۃ کے لئے جو چیزیں باعث بن سکتی ہیں، ان میں سے سب سے مقدم ایمان ہے۔ کیونکہ جب عمل اس کا سبب ہے تو اہم اور مقدم کا سبب ہونا بطریق اولیٰ

ہو گا۔ لفظ عمل کا اطلاق ایمان پر نہیں ہوتا کہ اسے مجاز کہا جائے۔ البتہ یہاں تو مصداق عمل کا ایمان ہے کیونکہ جو اشیاء دخول جنۃ کا سبب ہیں۔ ان میں مقدم ایمان ہے۔ بالاتفاق تو بما تعملون کے افراد میں ایمان ضرور داخل کیا جائے گا۔ دوسری دلیل عما کانوا یعملون اہل علم نے کہا کہ اس سے مراد قول لا الٰہ الا اللہ ہے اس کا یہ مقصد نہیں کہ فقط اس کے متعلق سوال ہوگا بلکہ اور چیزوں کا بھی سوال ہو گا۔ جو لوگ فروع میں کفار کو مخاطب قرار نہیں دیتے۔ وہ تو اسے ظاہر پر رکھیں گے اور جو حضرات ان کو اصول اور فروع دونوں کا مکلف مانتے ہیں۔ ان کے ہاں ظاہر پر محمول نہ ہو گا۔ جیسے دوسری روایات بھی دلالت کرتی ہیں کہ ایمان کے ماسوا اور اشیاء سے بھی سوال ہوگا۔ الحاصل اس معنی کے اعتبار سے عمل کے مصداق پر ایمان کا ہونا ضروری ہو گا۔ اور جو کفار کو دونو کا مکلف گردانتے ہیں۔ ان کے ہاں معنی ہوں گے من الایمان وغیرہ اور تیسری دلیل فلیعمل العاملون ہے۔

الی فَلْيُؤْمِنْ الْمُؤْمِنُوْن الخ تو ان دلائل سہ گانہ سے معلوم ہوا کہ اطلاقات شرعیہ میں لفظ عمل بول کر اس سے ایمان مراد لیا جاسکتا ہے۔ البتہ نفس ایمان میں عمل داخل نہیں ہے۔ تو مرجئہ کا یہ کہنا صحیح نہ ہو گا کہ عمل کا ایمان میں کوئی دخل نہیں کیونکہ آپ کا جواب ای الاعمال افضل کے بارے میں الایمان باللہ ورسولہ فرمانا دلالت کرتا ہے۔ کہ اعمال کا بھی ایمان میں دخل ہے

از شیخ زکریا شروع کتاب میں امام بخاریؒ نے فرمایا تھا۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو قول وفعل اس پر بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ مکرر ہو گیا۔ کیونکہ وھو قول وفعل میں عمل خود آ گیا بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ غایت اہتمام کی بناء پر مستقل باب دوبارہ منعقد فرمایا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر ترجمہ کے الفاظ نہ بدلیں اور غرض بدل جائے۔ تو ترجمہ مکرر نہیں کہلاتا۔ یہاں بھی ایسا ہے کہ غرض دوسری ہو گئی اور وہ یہ ہے کہ جیسے ایمان قول وعمل کا نام ہے ایسے قول وعمل کا نام ایمان ہے یعنی دونو طرف سے تلازم ہے۔ اس کو آیت تلک الجنۃ التی اور ثمنوھا الخ سے ثابت فرما رہے ہیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ کوئی عمل بغیر ایمان کے معتبر نہیں لہذا جنت کی وراثت اس عمل کی وجہ سے ہو گی جو ایمان کو لازم ہے اور ایمان لازم ہے عمل کو۔ ایسے دوسری آیت عما کانوا یعملون ہے یہاں بھی عمل سے مراد لا الٰہ الا اللہ یعنی ایمان مراد ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ ترجمہ شارحہ ہے۔ یعنی اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض ان آیات کی شرح کرنا ہے جن میں نجات کو عمل پر مرتب کیا ہے۔

اس حدیث میں ای العمل افضل کے جواب میں ایمان باللہ ورسولہ فرمایا گیا۔ تو ایمان پر عمل کا اطلاق ہوا جس سے تلازم ثابت ہوا۔ کہ کسی جگہ ایمان پر عمل کا اور کسی جگہ عمل پر ایمان کا اطلاق ہوا ہے

باب، إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَكَانَ عَلَى الْإِسْتِسْلَامِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ الْآيَةَ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا لکن قولوا اسلمنا کہ دیہاتی لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے آپؐ ان سے فرمادیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم اسلام لائے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور شئے ہے۔ اور اسلام اور چیز ہے۔ حالانکہ حضرت امام بخاریؒ اب تک کسی جگہ اسلام اور کسی جگہ دین سے تعبیر کر کے اشارہ فرماتے چلے آتے ہیں کہ ایمان اسلام اور دین تینوں ایک چیز ہیں۔ تو اس آیت شریفہ مذکورہ بالا اور امام بخاریؒ کے قول میں تعارض پیدا ہو گیا۔ تو امام بخاریؒ اس باب کے ذریعہ اس تعارض کا جواب دیتے ہیں کہ ہمارے کہنے اور آیت کریمہ کی مراد میں تعارض نہیں۔ چونکہ ایمان ایک قلبی شئے ہے۔ خود بخود وہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا اظہار ہوتا ہے اور اس اظہار کا نام اسلام ہے۔ تو ایک کا تعلق قلب سے اور دوسرے کا تعلق ظاہر سے ہوا، تو یہاں آیت میں نفی اس ایمان کی ہے جو دل سے نہ ہو صرف ظاہر سے ہو۔ اگر دل سے ایمان ہو تو وہی اسلام اور دین بھی ہے۔

از شیخ مدنیؒ عام طور پر آیات میں ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کہا جاتا ہے کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ اور سابقہ ابواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال اور ایمان میں اتحاد ہے۔ کہ عمل کا اطلاق ایمان پر جائز ہے۔ اور جہاں عمل کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے۔ وہ عطف بیانی ہے جیسے حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی میں یہ عطف الخاص بعد العام ہے۔ اور کبھی عبارت کے اندر تقدیم و تاخیر ایسی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے کلام میں تعقید آجاتی ہے۔ یہاں بھی عبارت محذوف ہے ای اذا لم یکن اطلاق الاسلام علی الحقیقۃ فھو جائز واذا کان علی الاستسلام فھو جائز الغرض اصل عبارت یوں تھی اذا لم یکن اطلاق الاسلام علی الحقیقۃ وکان علی الاستسلام لطمع او الخوف من القتل فھو اطلاق جائز فی الشرع تو تعقید پیدا ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کے معنی انقیاد ظاہری اور انقیاد باطنی کے کہتے ہیں۔ اگر اسلام بمعنی انقیاد باطنی کے ہو تو وہ ملازم ایمان ہو گا۔ اور انقیاد ظاہری

بسا اوقات ایمان کے ساتھ ہو گا۔ اور بسا اوقات نہ ہو گا۔ جب خوف قتل ہو تو انسان دین کو بدل دیتا ہے۔ انقیاد باطنی پر اسلام کا اطلاق حقیقی ہے۔ اور انقیاد ظاہری پر مجازی ہے۔ ظاہری کو استسلام کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جو طمع اور خوفِ قتل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام باعتبار انقیاد باطنی کے ہے۔ اور قالت الاعراب میں باعتبار انقیاد ظاہری کے ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جب اسلام حقیقت پر مبنی نہ ہو بلکہ صلح میں داخل ہونے کے لئے یا قتل کے خوف سے ہو۔ تو ایسا اسلام آخرت میں نفع نہیں دے گا۔ اور جو اسلام حقیقت پر مبنی ہو یعنی دل سے ہو تو وہ اسلام اللہ تعالیٰ نزدیک پسندیدہ ہے۔

حدیث نمبر۲۷ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ عَنْ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطٰی رَھْطًا وَّسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا ھُوَ اَعْجَبُھُمْ اِلَیَّ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَکَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَکَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْہُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِیْ فَقُلْتُ مَالَکَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَکَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْہُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِیْ وَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ یَا سَعْدُ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُہٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْہُ خَشْیَۃَ اَنْ یَّکُبَّہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ الخ

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایک گروہ کو کچھ مال دیا اور حضرت سعد مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آنحضرت رسول اللہ صلعم نے ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا کہ اس کو ضرور ملتا۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فلاں شخص سے کیوں روگردانی فرمائی خدا کی قسم میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا یا مسلمان کہو (یعنی لفظاً اسلام اولیٰ ہے۔ باطن کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں) کچھ دیر تو میں خاموش رہا۔ پھر مجھ پر اس حال کا غلبہ ہوا۔ جو مجھے اس کی طرف سے معلوم تھا۔ تو میں نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ اور میں نے کہا کہ حضرت آپ کس وجہ سے اس شخص کی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ کی قسم میں تو اس کو مؤمن سمجھتا ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ یا مسلمان کہو پھر مجھے اس کے حال کا غلبہ ہوا جو کچھ اس کے بارے میں میں جانتا تھا۔ تو میں نے پھر اپنا کلام دہرایا آپ نے اپنا وہی کلام دہرایا۔ پھر فرمایا کہ اے سعد کہ جب کسی آدمی کو کچھ دیتا ہوں۔ حالانکہ اس کا غیر یعنی دوسرا آدمی میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔ اس خطرہ سے دیتا ہوں کہ کہیں اس کو اللہ تعالیٰ اوندھے

منہ جہنم میں نہ ڈال دے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لا راہ مؤمنا ای لاعلمہ مؤمناً او مسلما یہ عطف تلقینی ہے جس میں متکلم صرف معطوف کو ذکر کرتاہے۔ جیسے کوئی کہے جاء زید دوسرا کہے وعمر یہ عطف تلقینی کہلاتاہے۔ قرآن مجید میں بھی ہے انی جاعلک للناس اماماً قال ومن ذریتی ایسی یہاں بھی عطف تلقینی ہے لا راہ مؤمنا او مسلما اور ممکن ہے کہ اضراب کے لئے ہو۔ ای بل قل مُسلِماً جیسے الی مأتہ الف او یزیدون ای بل یزیدون یہ اس لئے فرمایا کہ تم کو قلب کی کیفیت معلوم نہیں تمہارا علم ظاہر تک محدود ہے۔ اس لئے مسلم کہو مؤمن نہ کہو۔ مالک عن فلان ای مالک مُعرِضاً عن فلان قال یا سعد انی لا عطی الرجل اور بعض روایات میں یا سعد اقتلاً ای اتقاتلنی قتلاً یعنی تقسیم کا معیار صدقہ نہیں بلکہ تالیف قلوب ہے۔ اور اس وقت یہی مقصود اعظم ہے۔

از شیخ زکریاؒ اس حدیث میں حضرت سعدؓ کے سوال اراہ مؤمناً پر حضور رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا اومسلماً یعنی تم نے جو قسم کھا کر اس کے مسلمان ہونے کو بیان کیاہے۔ یہ غلط ہے۔ کیا پتہ وہ دل سے ایمان نہ لایا ہو۔ صرف ظاہراً مسلمان ہو۔ کیونکہ ایمان اذعان قلبی کا نام ہے۔ اور اس کا تعلق قلب سے ہے اور قلب کی حالت کسی کو معلوم نہیں کہ یہ انقیاد حقیقی ہے۔ یا ظاہری۔ بہرحال تیسری مرتبہ میں حضور اکرم صلعم نے جواب دیا کہ بعض مرتبہ میں ایسے شخص کو مال نہیں دیتا جو مجھے محبوب ہو بلکہ اس کے غیر کو دے دیتا ہوں۔ یہ سوچ کر مجھ کو جس سے محبت ہے۔ اگر میں اس کو نہ دوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا لیکن اگر دوسرے شخص کو نہ دوں تو وہ مجھے برا بھلا کہے گا۔ تو اس کا نقصان ہوگا کہ کہیں بطور سزا کے جہنم میں نہ پھینک دیا جائے۔ اب اس رجل کے بارے میں شراح اور مشائخ میں اختلاف ہے۔ کہ آیا یہ قسم اول میں سے تھے یعنی جو لوگ اسلام حقیقی رکھتے ہیں یا قسم ثانی میں سے ہیں جو صرف اسلام ظاہری رکھتے ہیں۔ شراح حدیث حضور پاک صلعم کے اس جملہ اومسلما کی بنا پر کہتے ہیں۔ کہ یہ قسم ثانی میں سے تھے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت سعدؓ کے مؤمنا کہنے پر نکیر فرمائی۔ لیکن میرے مشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ قسم اول میں سے تھے۔ کیونکہ حضور اکرم صلعم نے یہ ارشاد فرمایا۔ انی لا عطی الرجل وغیرہ احب الی منہ ان کو احبین کی فہرست میں داخل فرمایاہے۔ اور ظاہر ہے کہ احب وہی ہوگا جو انقیاد ظاہری اور باطنی دونوں سے متحلی یعنی تزین ہو

بَابُ اِفْشَاءِ السَّلَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ وَقَالَ عَمَّارٌ ثَلٰثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ

الْإِيْمَانَ الْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَ بَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ۔

ترجمہ، سلام کا پھیلانا اسلام میں سے ہے اور حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ تین خصلتیں ہیں جس شخص نے ان کو جمع کر لیا اس نے ایمان کو جمع کر لیا۔ پہلی خصلت اپنی ذات سے انصاف کرنا۔ تمام لوگوں کے لئے سلام کو خرچ کرنا اور فقر کے باوجود مال کو خرچ کرنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ افشاء السلام من الاسلام سے ایمان اور اسلام میں یا تو ترادف ثابت کرنا مقصود ہے۔ یا تلازم بیان کرنا ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں من الایمان بھی آیا ہے الانصاف من نفسك اس کا مقصد یہ ہے کہ جو چیز دوسروں سے دیکھنا چاہتے ہو۔ تو اس کو چیز کو اپنے میں بھی پیدا کرو۔ بذل السلام مع العالم السلام سے یا تو قول السلام علیکم مراد ہے۔ یا السلام بمعنی سلامتی کے ہے۔ تو اس وقت العالم میں مسلمانوں کی تخصیص نہ ہوگی۔ بلکہ چرند۔ پرند۔ کفار۔ مسلمان سب داخل ہوں گے۔ البتہ پہلے معنی مشہور ہیں۔ بظاہر عالم میں کافر بھی داخل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بعض روایات میں ان کی اہانت کا حکم ہے۔ تو العالم میں مسلمانوں کی تخصیص کی جائے گی۔ اقتار بمعنی افتقار تو من الاقتار بمعنی مع الافتقار کے ہوگا۔ یؤثرون علی انفسھم ولو کانت بھم خصاصۃ یطعمون الطعام علی حبہ الآیۃ۔

از شیخ زکریاؒ۔ افشاء السلام من الاسلام یہ بھی منجملہ شعب ایمانیہ میں سے ہے الانصاف من نفسك کے علماء نے کئی معانی بیان کئے ہیں۔ پہلے معنی یہ کہ اپنے نفس سے اللہ کے لئے انصاف کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے انصاف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم یہ پسند کرتے ہو۔ کہ تم سے چھوٹے تمہارے ساتھ ادب و احترام سے پیش آئیں اس طرح تم بھی دیکھو کہ آیا مالک الملوک کے ساتھ ان کے پاس اور احترام میں تمہارا کیا مرتبہ ہے۔ یعنی جیسے تم اپنے لئے ادب کے طالب ہو۔ اسی طرح تم بھی امر الٰہی کا پاس کر لو اور اس کا ادب کرو۔ حضرت گنگوہیؒ سے منقول ہے کہ اپنے نفس سے انصاف کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے کسی کو تکلیف پہنچائی ہے تو تم اپنے آپ کو اس کے پیش کر دو۔ تاکہ وہ تم سے بدلہ لے یا معاف کر دے۔ تاکہ تم آخرت کی گرفت سے محفوظ ہو جاؤ۔ چنانچہ سرور کائنات صلعم نے اپنے مرض الوفات میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ جس کو میں نے کوئی تکلیف پہنچائی ہو۔ وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ آپؐ نے ایک مرتبہ مجھے چھڑی ماری تھی حضور اکرم صلعم نے فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ صحابیؓ نے عرض کیا کہ حضرت! میں اس وقت ننگے بدن تھا حضور اکرم صلعم نے فوراً قمیص اتار دی وہ صحابیؓ فوراً حضور صلعم سے لپٹ گئے۔ اور کبھی

ادھر بوسہ لیتے اور کبھی ادھر بوسہ دیتے ان کو تو بدلہ لینا تھا جس طرح چاہے لیا۔ اور بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ جملہ حضور صلعم کے ارشاد لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ کے ہم معنی ہے۔ اور اپنے نفس سے انصاف لینے کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ اوروں کے لئے پسند کرو۔ اور جو اوروں کے لئے پسند کرتے ہو وہ اپنے لئے پسند کرو۔ اور بعض علمانے اس کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ جو اپنے اوپر واجب ہے اس کو ادا کرو۔ خواہ وہ حقوق اللہ میں سے ہو یا حقوق العباد میں سے ہو۔ ان تمام اقوال میں مشہور پہلے دو ہیں۔

بذل السلام علی العالم یہی مقصود ہے اور یہ ہے۔ السلام علی من عرفت و لم تعرف والانفاق من الاقتار یعنی تنگی کے وقت خرچ کرنا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مالدار ہو مثلاً ایک ہزار رُپے ہیں سے پچاس رُپے خرچ کر دیئے تو گویا بیسواں حصہ خرچ کیا۔ بخلاف اس کے جس کے پاس صرف سو رُپے ہوں اگر وہ پچاس خرچ کر دے تو اس نے اپنا نصف مال خرچ کر دیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

افضل الصدقۃ جہد المقل یعنی افضل صدقہ نادار کی مشقت ہے، عند الاقتار انفاق محمود ہے مگر یہ اس شخص کے لئے ہے جس کو اعتماد علی اللہ ہو۔ اور یہ خوف نہ ہو کہ اس وقت دے کر دوسرے وقت افسوس ہوگا۔ یا دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرے گا۔ اگر یہ خوف ہو تو پھر اس کے لئے محمود نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شخص ایک سونے کی ڈلی لایا اور خدمت اقدس میں پیش کرکے کہنے لگا کہ یہ میری کمائی ہے۔ اور میرے پاس کچھ نہیں حضور اقدس صلعم نے منہ پھیر لیا۔ وہ اسی جانب حاضر ہوا حضور اکرم صلعم نے اس طرف سے بھی منہ پھیر لیا۔ وہ اسی طرف سے گیا۔ آپؐ نے وہ ڈلی لے کر اس زور سے پھینک کر ماری کہ اگر وہ ہٹ نہ جاتے تو ہڈی ٹوٹ جاتی۔ اس کے برخلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھتے ہیں۔ کہ گھر کے لئے کیا چھوڑا اس پر حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ یہاں حضور اکرم صلعم نے کچھ نہیں فرمایا۔ کیونکہ آپؐ کو قرائن سے معلوم ہو گیا کہ پہلا شخص جزع فزع کرے گا۔ اس لئے اس کو تو واپس کر دیا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کا اعتماد علی اللہ معلوم تھا۔ اس لئے اس کو قبول کر لیا رد نہیں فرمایا۔

حدیث نمبر ۲۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک ایک آدمی جناب

رسول اللہ صلعم سے پوچھا کون سا اسلام بہتر ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسکین کو کھانا کھلانا اور ہر اس شخص پر سلام پڑھنا جس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔

باب كُفْرَانِ الْعَشِيْرِ وَ كُفْرٌ دُوْنَ كُفْرٍ فِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

ترجمہ، شوہر کی ناشکری کفر ایمانی کے بغیر بھی کفر یعنی ناشکری ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسْلِمَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيْلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جناب نبی اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا مجھے خواب میں جہنم دکھائی گئی یا شب معراج میں تو کیا دیکھتا ہوں کہ جہنم میں اکثریت عورتوں کی ہے کیونکہ وہ کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا کہ حضرت کیا وہ اللہ تعالیٰ سے کفر کرتی ہیں۔ فرمایا کہ وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان مندی کا انکار کرتی ہیں۔ اگر تم ان میں کسی ایک کے ساتھ زندگی بھر احسان کرتے رہو پھر کبھی ایک مرتبہ تم سے ناپسندیدہ بات دیکھ لیں تو یہی کہے گی۔ کہ میں نے تو کبھی بھی آپؐ سے نیکی دیکھی نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ پہلے تو امام بخاریؒ اسلام دین اور ایمان کا ذکر کرتے رہے۔ ہم اس میں تأویلیں کرتے تھے کہ ان میں ترادف یا تلازم بیان کیا ہے اب کفران العشیر وکفران الاحسان کہہ کر تبلانا چاہتے ہیں کہ کفر میں بھی تشکیک ہے۔ حالانکہ اسلام اور کفر میں تضاد ہے۔ اب امام بخاریؒ اسی کفر کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وبضدھا تتبین الاشیاء اور کبھی بسا اوقات کسی چیز کے اثبات میں نفی کو ذکر کیا جاتا ہے جیسے الفصاحۃ خلوہ عن التنافر الخ تو اس جگہ ایمان کی تفسیر میں کفر کو ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ ایمان کے مخالف کفر ہے جس کے درجات ہیں کفر باللہ جو کہ کفر جحود ہے جس کی وجہ سے انسان ایمان سے نکل جائے گا۔ کفر بالرسول بھی کفر جحود ہے۔ کفر عشیر بھی کفر ہے۔ مگر اس کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہو گا جیسے عورت سے تمام عمر احسان کیا جائے۔ اگر ایک مرتبہ اس کا کہنا نہ مانا جائے۔ تو ہمیشہ کی خیر کا انکار کردیتی

ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا ماڈیت منك خبراً قط وجہ یہ ہے کہ اس کی پیدائش ضلع الکبیر سے ہوئی ہے جو ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کی طبیعت میں اعوجاج ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسی عورت جو جمیع عیوب سے پاک ہو۔ کہیں نہیں مل سکتی۔ بلکہ اس اعوجاج کے ساتھ اس سے کام لیا جائے۔ چنانچہ ہٹلر نے اس وجہ سے آج تک شادی نہیں کی وہ کہتا ہے جو شخص بارہ کروڑ جرمنوں پر حکومت کرے وہ ایک عورت کا محکوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ان کی جمیع مصائب کو جھیلا اور جھیل کر تعلیم دی۔ کہ حسن معاشرت سے تدبیر منزل کرو۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں نزاکت میں دلی کے اندر مشہور تھے۔ شہزادوں تک کی بات کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ ان کو بیوی ایسی ملی تھی۔ جو بالکل فحش گو تھی۔ یہ مزاج پرسی کرتے وہ صلواتیں سناتی۔ پھر بھی برداشت کرتے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام دنیا کی مجھے کف دست کی طرح سیر کرائی گئی۔ مگر مرزا مظہر جیسا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ تو ولایت ایسے حاصل نہیں ہوتی ؎

خونِ جگر پینے کو لختِ جگر کھانے کو ؛ یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانے کو

بہرحال کفر میں جب تشکیک ہوئی تو ایمان جو اس کی ضد ہے اس میں بھی تشکیک ہو گی۔

بکفران الاحسان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص احسان کرے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ہے لن یشکر اللہ من لم یشکر الناس الحدیث وہ اللہ تعالیٰ شکر گذار نہیں ہو سکتا جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا۔ مگر فطرت انسانی میں کفران کا مادہ رکھا ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ ان الانسان لربہ لکنود انسان رب کا ناشکر گذار ہے۔ رب سے مراد مربی ہے۔ جس سے ماں باپ مراد ہیں لیکن ان کا احسان نہیں مانا جاتا خصوصاً لڑکے تو ماں باپ کی کثرت سے نافرمانی کرتے ہیں۔ الغرض مقصد یہ ہے کہ محسن کے احسان کو ماننا چاہیئے۔ کہ اس کا شکریہ ادا کیا جائے شکر ادا نہ کرنا کفر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ کا بھی شکر ادا کرنا چاہیئے۔ کہ اس نے ان محسنین کو احسان کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔

کفر دون کفر از شیخ زکریا یہاں پانچ باب ہوئے جن سے امام بخاریؒ نے یہ ثابت فرمایا کہ ایمان ایک حقیقت بسیط ہے۔ اور اس میں جو تفاضل وغیرہ ہے وہ اعمال کے اعتبار سے ہے وبضدها تتبین الاشیاء کے مطابق اب کفر کے بھی مراتب ثابت فرما رہے ہیں۔ جب کفر کے مراتب ہیں تو اس کے مقابل اسلام کے بھی مراتب ہوں گے۔ لیکن یہ سارے مراتب حقیقی نہیں کہ خلود فی النار کا سبب بن جائیں، اس حدیث میں

آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا یکفرن العشیر معلوم ہوا کہ کفر حقیقی جو کفر باللہ وہ کل مراتب نہیں جب ایسا ہے تو اس طرح ایمان کے سارے مراتب حقیقت ایمان میں داخل نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کی حقیقت تو ایک ہوگی اور یہ چیزیں اس کی مکملات ہوں گی۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جہنم میں بکثرت عورتوں کو دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ عورتیں زیادہ ہوں گے۔ اور اس کے مقابل دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں کم از کم ہر شخص کو دو بیویاں ملیں گی۔ جس سے معلوم ہوا کہ جنت میں بھی مردوں سے زیادہ عورتیں ہوں گی۔ اور اس کے مقابل دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں کم از کم ہر شخص کو دو بیویاں ملیں گی۔ جس سے معلوم ہوا کہ جنت میں بھی مردوں سے زیادہ عورتیں ہوں گی۔ کم از کم دوگنی ہوں گی۔ اس کا تقاضا ہے کہ جب وہاں عورتیں زیادہ ہیں تو مرد کم ہوتے اور جہنم کے اندر مرد زیادہ ہونے چاہئیں اور عورتیں کم۔ حالانکہ اس حدیث سے ان کی کثرت معلوم ہوتی ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عورتوں کی پیداوار کثرت سے ہے اس لئے دونوں جگہ ہی زیادہ ہوں گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ عورتیں کفران عشیر کی وجہ سے جہنم میں گئیں۔ اور کفران عشیر کفر دون کفر ہے تو ابتداً سزا بھگتنے کے لئے وہ جہنم میں جائیں گی۔ پھر وہاں سے جنت میں آئیں گی تو گویا ابتداءً جہنم کے اندر کثرت اور پھر انتہاءً جنت میں کثرت ہو گی۔

اب اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہ آنحضور صلعم کو یہ ان عورتوں کے متعلق دکھایا گیا جو مر چکی ہیں اور جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے اگر وہ نیک ہوتا ہے تو اس کی قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور جنت کی کھڑکی وہاں کھول دی جاتی ہے۔ اگر وہ برا ہوتا ہے تو پھر جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے، تو حضور پاک صلعم نے یہ منظر بیان فرما دیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور کشف کے آئندہ ہونے والی بات بتلائی گئی ہے جیسے ہمارے زمانے میں بعض اولیاء اللہ کو آئندہ ہونے والی باتوں کے متعلق انکشاف ہو جاتا ہے۔ مگر انبیاء اور اولیاء کے انکشافات میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انکشاف میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا تاہم کبھی کبھی تعیین میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ عمرہ حدیبیہ میں ہوا۔ مگر غلطی نہیں ہو سکتی۔ بخلاف کشف اولیاء کے وہاں احتمال وقوع غلطی کا ہے کیونکہ وہ معصوم نہیں ہوتے۔

یکفرن الاحسان احسان کا کفر کیسے کرتی ہیں۔ کہ ان کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ جب کسی وقت کوئی بات ہو جائے تو کہہ دیں کہ تیرے سے مجھے کوئی راحت نہ ملی۔ ہمیشہ ہی مجھے اس گھر میں تکلیف پہنچی ہے۔

بَابُ اَلْمَعَاصِيْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ ۔ وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا اِلَّا بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ امْرُءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَسَمَّا هُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

ترجمہ، گناہ جاہلیۃ کے معاملات میں سے ہیں لیکن ان کا ارتکاب کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ہاں شرک کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ بوجہ نبی اکرم صلعم کے قول کے کہ تو ایک ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیۃ پائی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اس کی تو ہرگز بخشش نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے البتہ اس کے ماسوا گناہوں کی بخشش کر دے گا جس کے لئے چاہے۔ دوسری آیت کہ اگر مؤمنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو تو ان لڑنے والوں کو مؤمن کہا گیا ہے حالانکہ قِتالہ کفر وارد ہے۔

حدیث نمبر ۳۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الخ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِاَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرَةَ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قُلْتُ اَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ قَالَ ارْجِعْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت الاحنف بن قیس سے مروی ہے کہ میں اس آدمی یعنی حضرت علیؓ کی مدد کے لئے نکلا تو مجھے حضرت ابو بکرہؓ صحابی رسول ملے۔ انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے میں نے کہا اس آدمی یعنی حضرت علیؓ کی مدد کرنے کے لئے جا رہا ہوں فرمایا واپس جاؤ اس لئے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا آپ فرماتے تھے جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے سے الجھ پڑیں تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا دونوں جہنم میں ہوں گے میں نے کہا اے اللہ کے رسول یہ قاتل تو سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن مقتول کا کیا حال ہے کہ وہ جہنم میں کیوں جائے گا۔ فرمایا وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کرنے پر حریص تھا جو کامیاب نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ:۔ اس جگہ امام بخاریؒ ایک باب میں دو ترجمے لائے ہیں، زمانہ جاہلیۃ سے وہ فترت کا زمانہ مراد ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے کچھ بعد اور آپؐ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ہے جس پر

جاہلیۃ کو بڑا فروغ حاصل تھا۔ شرک اور کفر کا دور دورہ تھا۔ امر الجاہلیۃ۔ امر الشرک اور دوسرا ترجمہ لا یکفر صاحبہا الخ ہے۔ باوجودیکہ جمیع معاصی زمانہ جاہلیۃ کی پیداوار ہیں۔ لیکن ان کا مرتکب گناہگار تو ہوگا مگر کافر نہیں ہوگا اس دوسرے ترجمہ سے معتزلہ اور خوارج کے مسلک کی تردید کرنا ہے۔ کیونکہ معتزلہ کے ہاں مرتکب کبیرہ خارج از اسلام ہے کفر میں داخل نہیں بلکہ کفر و اسلام کے درمیان ایک درجہ فسق مانتے ہیں۔ اور خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر گردانتے ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ تکفیر صرف شرک کی صورت میں ہوگی۔ جس کی دلیل انک امرأ فیک جاھلیۃ ہے۔ اس لئے کہ جاہلیۃ میں غلاموں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سوڈان سے لائے جانے کی وجہ سے وہ سیاہ شکل کے ہوتے تھے۔ تو حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے غلام کو یا ابن سودا کہا کہ اے کالی عورت کے بیٹے، آپؐ نے سن کر فرمایا کہ کیا تم اس کو عار دلاتے ہو۔ لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منکم کیونکہ خیریت کا علم سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک مرتبہ بارش نہ ہوئی قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے نماز استسقاء پڑھی مگر پھر بھی بارش نہ ہوئی۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں رات کے وقت منیٰ کی طرف گیا، کہ ایک سیاہ آدمی نماز پڑھنے لگا تو بارش شروع ہو گئی۔ صبح کو آکر دیکھا تو نخاس کا گھر تھا۔ اس میں ایک کالا، لولا لنگڑا غلام تھا جس کی دعا قبول ہوئی اور بارش برسی۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مَا رَأَیْتُ اَفْضَلَ مِنْ عطاء بن رباح کہ میں عطا بن رباح سے بھی کوئی انسان افضل نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ سیاہ رنگ کے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں رنگ اور قوم کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لا برّہ اللہ۔ ترجمہ، اگر کوئی پراگندہ بال غبار آلود آدمی اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کرتا ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ کے ہاں صورت کا بھی اعتبار نہیں۔ اِنَّ اللہَ لَا ینظر الی صوَرِکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور شکلوں کو نہیں دیکھتے وہ تو تمہارے اعمال اور قلوب کی نیات کو دیکھتے ہیں ارشاد ربانی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم سے زیادہ پرہیزگار اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والا ہے اور آپؐ نے فرمایا التقویٰ ھھنا واشار الی القلب کہ تقویٰ اس جگہ ہے اور دل کی طرف اشارہ فرمایا۔

لا یکفر اس دوسرے دعویٰ کی دلیل ان اللہ لن یغفر الخ ہے کہ توبہ سے تو شرک اور غیر شرک سب معاف ہو جاتے ہیں۔ توبہ کے بغیر باقی سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے۔ تو چیز معاف ہو جانے والی ہے۔ اس کے ارتکاب سے کفر لازم نہیں آتا۔ لا یغفر ان یشرک سے معلوم ہوا کہ

توحید میں شرک کی ملاوٹ سے کفر لازم آتا ہے۔ لیکن رسالۃ اور ماجاء بہ النبی صلعم بالضرورۃ کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی ایک چیز پر اس لئے اکتفاء کیا جاتا ہے کہ دوسرا امر ظاہر ہے۔ جیسے تقیکم الحر میں برد کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو ایسے یہاں بھی ان یشرک بہ مایساویہ کے معنی ہوں گے کہ شرک اور جو اس کے مساوی ہے یہ معاف نہیں ہوں گے کیونکہ نؤمن ببعض ونکفر ببعض الخ کو اولئک ھم الکافرون حقا فرمایا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شرک فی الذات، شرک فی الصفات، شرک فی العبادت اور اس کے مساوی جو خبر متواتر سے ثابت ہیں ان سب کے انکار سے کفر لازم آئے گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ عدم شرک سے وہ توحید مراد ہے جو کہ معتبر ہو۔ توحید وہ معتبر ہے جس کو پیغمبر لے کر آیا ہو۔ ورنہ توحید کا دعوٰی تو نصارای اور یہود، ہنود اور قریش بھی کیا کرتے تھے۔ تو لوگوں والی توحید مراد نہ ہوئی بلکہ وہ لغوی توحید مراد ہوئی جس کو آنحضرت صلعم نے سمجھایا جو مقرون بالنبوۃ والکتب وغیرھا ہے۔ تو جو توحید معتبر کا منکر ہو گا وہ کافر ہو گا۔

اب حدیث کی تشریح کی جاتی ہے کہ حضرت احنف بن قیس حضرت علیؓ کی لڑائی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے اور وہ حضرت عائشہ رضؓ سے ہوئی تھی اس میں حضرت علیؓ کی امداد کے لئے جا رہے تھے تو حضرت ابو بکرہ نے حدیث سنائی۔ کان حریصًا علی قتل صاحبہ اگر شبہ ہو۔ کہ باری تعالیٰ خواطر قلب پر بھی محاسبہ نہیں کرتے اور ھمّ سیئہ کو بھی نہیں لکھا جاتا۔ تو پھر مقتول کو فی النار کیوں کہا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں فقط عزم نہیں پایا گیا بلکہ اس کے ساتھ عمل بھی پایا گیا ہے اس لئے مستوجب سزا ہوا۔

باب المعاصی من امر الجاھلیۃ از شیخ زکریاؒ یہ دوسرا باب ہے۔ اس سے بھی وہی ثابت کرنا ہے کفر دون کفر یہاں پر کفر کو جاہلیۃ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اس زمانہ میں کفر تھا۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام بخاریؒ جب کسی چیز کے اثبات پر اتر آتے ہیں۔ تو اس کو مختلف عنوانات سے ثابت فرماتے ہیں۔ اب یہاں فرماتے ہیں کہ معاصی امر جاہلیۃ سے ہیں۔ اور جاہلیۃ کی چیزیں کفر ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر غفاریؓ سے فرمایا۔ انک امرء فیک جاھلیۃ تو اگر معصیت کفر حقیقی تھی تو حضور اکرم صلعم نے تجدید ایمان کا امر کیوں نہیں فرمایا معلوم ہوا معصیت کفر حقیقی نہیں بلکہ کفر دون کفر ہے جیسے طاعۃ ایمان دون ایمان ہے۔ عین ایمان نہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔

لا یکفر صاحبھا بارتکابھا یعنی اگر کوئی معاصی کا ارتکاب کرے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔ اس باب سے امام

بخاریؒ نے خوارج کا رد کیا ہے۔ کہ اگر ارتکاب کبائر سے آدمی کافر ہو جاتا ہے تو حضور اکرم نے تجدید ایمان کا امر کیوں نہیں فرمایا۔ اور اس سے پہلے باب مرجئہ اور خوارج دونو کا رد فرمایا مرجئہ کا تو اس لئے کہ اگر معاصی مضر نہیں تو پھر جہنم میں جانے کا کیا مطلب اور خوارج پر اس طرح کہ اگر وہ عورتیں کافر ہو گئی تھیں تو پھر حضور اکرم صلعم نے یکفرن باللہ کے جواب میں یکفرن العشیر کیوں فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفران یشرک الخ اس سے پتہ چلا کہ مادون الشرک کوئی اور چیز ہے جو اختیار الٰہی میں ہے خواہ معاف کر دیں یا اس پر سزا دیں۔ ہاں شرک کو معاف نہیں کریں گے۔ اسی طرح ارشاد ہے ان طائفتان من المؤمنین الخ اس سے بھی مقصود کفر دون کفر کو ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ قتال مؤمن کے متعلق ارشاد نبوی ہے قتالہ کفر۔ ان طائفتان میں اگر قتال مؤمن کفر حقیقی تھا تو پھر مؤمن کیسے کہہ دیا اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن ہیں اور کفر سے کفر دون کفر مراد ہے عین کفر مراد نہیں ورنہ آیت اور حدیث میں تعارض ہو جائے گا۔

قال ذھبت لانصر ھذا الرجل یہ روایت یہاں مختصر ہے البتہ کتاب الجہاد میں مفصل آئے گی۔ یہ واقعہ جنگ جمل کا ہے کہ احنف بن قیسؓ تلوار سونت کر چلے راستہ میں حضرت ابو بکرہ صحابی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ کہا اس رجل کی مدد کرنے کے لئے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ اس جگہ تو صرف ھذا الرجل بس نام ہی مذکور ہے۔ اگلی روایت میں ابن عم رسول اللہ کا اضافہ بھی ہے۔ کہ حضور اکرم صلعم کی قرابت کی وجہ سے ان کی مدد کرنے جا رہا ہوں قلت یا رسول اللہ ھذا القاتل یہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قاتل تو اپنے قتل کی وجہ سے جہنم میں گیا۔ لیکن مقتول نے کیا قصور کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تلوار تو وہ بھی لے کر گیا تھا۔ قتل ہی کے واسطے اگر موقع پاتا تو قتل کر دیتا۔ مگر موت دوسرے کی تھی۔ وہ ہی مر گیا۔

حدیث نمبر ۳۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا ذَرٍّ ؓ بِالرَّبْذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَّعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِاُمِّهٖ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَعَيَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَّا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ۔

ترجمہ، حضرت معرورؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ربذہ کے مقام پر حضرت ابوذر غفاریؓ سے اس حالت پر ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک قیمتی پوشاک خود ان کے زیب تن تھی اور ایسی ہی دوسری پوشاک ان کے غلام پر تھی۔ میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو خوب گالیاں دی حتیٰ کہ میں نے ان کی ماں کی وجہ سے اس کو عار دلائی (کہ تو کالی کلوٹی عورت کا بیٹا ہے) جس پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذرؓ تو نے اس کو ماں کی وجہ سے عار دلائی بے شک تو ایک ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت پائی جاتی ہے۔ یہ تمہارے بھائی تمہارے غلام اور تابعدار ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا۔ پس جس شخص کے تحت اس کا بھائی ہو تو جو وہ خود کھاتا ہے اس سے اس کو کھلائے جو خود پہنتا ہے اس سے اپنے بھائی کو پہنائے۔ اور ان کو ایسی کام کی تکلیف مت دو جو ان پر غالب آجائے کہ کر نہ سکیں اگر ایسے سخت کام کی تکلیف دو تو پھر ان کی اعانت بھی کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابوذر غفاریؓ پر زہد کا غلبہ تھا۔ ان کا مسلک تھا کہ کسی مؤمن کو مال جمع نہیں کرنا چاہیئے۔ الذین یکنزون الذھب الآیۃ کے ظاہر پر عمل کرتے تھے کہ تمہیں اتنا مال رکھنے کی اجازت ہے جس کو بالفعل خرچ کر سکو بقیہ کو خیرات کر دو وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ دو آدمی خسارہ میں پڑنے والے ہیں پوچھا کون تو آپ نے والذین یکنزون الذھب الآیۃ والی آیت پڑھ دی۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ جس مال سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے اس کا رکھنا جائز ہے۔ اور صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ نصاب زکوٰۃ کا اس اعتبار سے ہو کہ انتالیس حصے دے دو اور ایک حصہ اپنے لئے رکھو۔

حضرت امیر معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حملہ کیا۔ لیکن فتح نہیں ہوا غرضیکہ چار مرتبہ عربی حکومت کے [illegible] میں حملہ ہوا اور تین مرتبہ ترکی حکومت کے عہد میں حملہ ہوا۔ بالآخر ساتویں مرتبہ یہ قلعہ فتح ہوا۔ [illegible] دریائی اور بحری حیثیت سے قسطنطنیہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ سمجھ دار بادشاہ اس جگہ رہ کر تمام دنیا پر حکومت کر سکتا ہے۔ الحاصل حضرت ابوذر بھی حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھے حضرت معاویہؓ کو خبر پہنچی۔ کہ حضرت ابوذر غفاریؓ لوگوں کو مال جمع نہیں کرنے دیتے کسی کسی کی صدا لگاتے حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ خلیفہ مسلمین کو لکھا بھیجا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے لوگوں کو تنگ کر رکھا ہے حضرت عثمانؓ نے ان کو بلوا بھیجا خلیفہ کا حکم سنتے ہی جنگ چھوڑ کر چلے آئے۔ عہد عثمانی ثروت کا زمانہ ہے۔ جب مدینہ میں ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ تو چاروں طرف سے لوگوں نے ان کو گھیر لیا اور مناظرہ کرنے لگے

جب یہ تنگ آگئے تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم ربذہ چلے جاؤ جو کہ مدینہ منورہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ وہاں رہائش اختیار کرو بیت المال سے تمہیں قوت لایموت ملتا رہے گا۔ اور عرب میں یہ عادت تھی کہ غلاموں کے لئے جو حُلّے ہوتے تھے۔ وہ ایک ہی رنگ اور ایک ہی قسم کے ہوتے تھے۔ آقاؤں کے حلے عمدہ اور قیمتی ہوتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ ربذہ میں انہوں نے یہ معمول بنا لیا کہ چادر اور تہبند میں سے ایک اپنے لئے رکھ لیتے تھے۔ اور ایک غلام کو دے دیتے تھے۔ جس سے امتیاز نہیں ہوتا تھا۔ جس پر حضرت معرورؓ نے تعجب کا اظہار کیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات بھی اس مقام ربذہ میں ہوئی۔ وفات کے وقت نہ کوئی آدمی وہاں موجود تھا اور نہ ہی کفن کے لئے کوئی کپڑا تھا۔ ان کی بیوی بہت پریشان ہوئی۔ کوٹھے کی چھت پر چڑھ کر دیکھا تو ایک قافلہ مکہ کی طرف جا رہا تھا۔ جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابی رسول بھی تھے اور یہ قافلہ حج کے لئے جا رہا تھا۔ بہر حال جب ان کو حضرت ابوذر غفاریؓ کے متعلق علم ہوا۔ تو فرمانے لگے بیشک آنحضرت صلعم نے سچ فرمایا تھا کہ اصدق لہجۃ (سچی بات والے) حضرت ابوذرؓ ہیں اور ان کی زندگی اور موت تنہائی میں ہوگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور جنازہ بھی پڑھایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ان کے مزار پر میں نے تجلیات اور انوار الٰہیہ کا مشاہدہ کیا ہے علیہ حلۃ ای علیہ بعض حلۃ علی غلامہ یہی معنی ظاہر ہیں۔ اور یہی باعثِ تعجب بھی تھا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وعلی غلامہ مثل حلۃ مگر پہلی توجیہ روایات کے مطابق ہے سابیت رجلا چونکہ آپؐ نے غلاموں کو عبد کہنے سے منع کیا تھا اس لئے انہوں نے رجلاً کہا۔ اخوانکم خولکم اصل ترکیب کا عکس ہے۔ اصل تھا خولکم اخوانکم، خول بمعنی من یتخول و یتعاھد یا مرکو بمعنی نگرانی اور اصلاح کرنے کو تخول کہتے ہیں۔ اس جگہ مسند الیہ کو مسند کی جگہ رکھا گیا ہے۔ بہر حال خولکم سے غلام مراد ہے۔ جعل اللہ تحت ایدیکم کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے۔ اور غلاموں پر انتقام ہے۔ کہ انہوں نے غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا اور باری تعالیٰ کی ناشکری کی جس پر غلامی کی زندگی کی صورت میں ان کو سزا ملی۔ انک امرء فیک جاھلیۃ تو یہ معاصی میں سے ہے۔ تو کیا معاذ اللہ اس کے ارتکاب سے حضرت ابوذر غفاریؓ اسلام سے نکل گئے حالانکہ بالکل غلط ہے۔ تو معتزلہ اور خوارج پر رد ہوا۔

از شیخ زکریاؒ لقیت اباذر بالربذۃ یہ حضرت ابوذرؓ سید الزہاد اور امام المجذوبین ہیں ان کا حال یہ تھا کہ جہاں کسی کو اچھا کپڑا لیتے دیکھا اور پتہ چلا کہ اس میں پیوند نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا یہ مالدار ہے

تو لاٹھی اٹھاتے اور پہنچ کر کہتے دھوکئ من النار ھما کیان من النار کی یعنی داغ۔ حضرت عثمان شہید رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب فتوحات کا زور ہو رہا تھا اور دراہم و دنانیر گھر کے کونوں میں بکھرے پڑے رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ سے لوگوں نے ان کے زہد کی شکایت کی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ آپ دیہات میں جا کر سکونت اختیار کریں کیونکہ بیچارے دیہاتیوں کے پاس پیسہ زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ حضرت عثمانؓ کے حکم کی تعمیل میں مدینہ کے قریب ربذہ نامی ایک گاؤں میں چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون کسی نے پوچھا آپ یہاں کیوں چلے آئے۔ فرمایا خلیفۃ المؤمنین کا حکم ہے۔ اگر مجھ پر کسی حبشی غلام کو بھی امیر بنا دیا جاتا تو میں ان کی اطاعت کرتا۔ یہ تو حضرت عثمانؓ ہیں ان کی اطاعت کیسے نہ کرتا۔

سابیت رجلاً رجل کے مصداق حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ یہ حبشہ کے رہنے والے تھے۔ جہاں کے باشندے کالے ہوتے تھے۔ تو میں نے ان کو کالی عورت کا لڑکا کہہ دیا تھا۔ انہوں نے حضور اکرم صلعم سے اس کی شکایت کی۔ جس پر آپؐ نے فرمایا انک امرأ فیک جاھلیۃ۔ یعنی تیرے اندر سے ابھی جاہلیت ختم نہیں ہوئی۔ تو عار دلانے کو امر جاہلیۃ یعنی معصیۃ قرار دیا لیکن اسی سے ان کا کفر لازم نہیں آیا۔ اسی واقعہ سے حضرت ابوذرؓ نے بتلایا کہ حضور پاک صلعم کے اس ارشاد کی بنا پر میں نے بھی اپنے غلام سے یہی معاملہ کیا کہ میں نے پورا سوٹ نہیں پہنا بلکہ ایک چادر میں نے لی اور دوسری اس کو دی۔

بَابُ ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ

حدیث نمبر ۳۲ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمَّا نَزَلَتْ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○

ترجمہ، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا ان کے لئے امن ہے، تو جناب رسول اللہ صلعم کے اصحاب نے فرمایا کہ حضرت! ہم سے کون ظلم نہیں کرتا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یعنی ظلم کے بھی درجات متفاوت ہیں۔ بظلم میں چونکہ نکرہ تحت النفی واقع ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ تو صحابہ کرام کو اشکال پیش آیا کہ گناہ صغیرہ بھی ظلم ہے تو بہت شاق گذرا جس

پر آپ نے فرمایا کہ ظلم سے وہ ظلم مراد ہے جس سے بچنے کی نصیحت حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی تھی، وہ نوع ظلم شرک ہے، یعنی ایمان کے ساتھ شرک کو نہیں ملایا ان کے لئے امن ہے، جیسے پیروں کو سجدہ کرنا، ان کو حاضر ناظر سمجھنا، چنانچہ بدعتی کا کہنا ہے کہ پیر ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس لئے انہوں نے علم غیب آنحضور اکرم صلعم کے لئے بھی ثابت کیا۔ قاضی خاں نے ایک جزئیہ لکھا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرح کسی کو حاضر ناظر مانا وہ کافر ہے۔ اس طرح تعزیہ پر کاغذ لگائے جاتے ہیں، اور لکھا جاتا ہے کہ اے امام حسینؓ مجھے بچہ دے دو۔ کہ اگر کہا جائے کہ صحابہ کرام تو عرب اہل لسان تھے۔ ان کو اشکال کیوں پیش آیا۔ انہوں نے عموم کیوں سمجھا تو کہا جائے گا کہ انہوں نے لم یلبسوا پر غور نہیں کیا۔ خلط تب ہوتا ہے۔ جبکہ محل واحد ہو۔ خلط ایمان قلبی اعمال سے ہوگا۔ اعمال جوارح سے نہیں ہوتا۔ تو قلب میں جو چیز پائی جائے۔ اور اسی صنف ایمان میں سے ہو۔ یعنی علمی چیز ہو۔ اس کا عقیدہ رکھنا یہ ظلم ہے۔ اس کے ساتھ ایمان کو خلط نہیں کرنا چاہیئے، شراب کا پینا اور ایمان کا خلط نہیں ہو سکتا۔ تو صحابہ کرام نے بظلم کو تو دیکھا لیکن لم یلبسوا پر غور نہ فرمایا حالانکہ یہ مراد تھا۔ یہ ظلم بڑے درجہ کا ہے۔ اور جو ظلم معاصی کا ہے۔ اس کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے گی (از مرتب) چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے ترجمہ فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنے یقین کو شک سے نہیں ملایا۔

از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جب کوئی باب منعقد فرماتے ہیں۔ تو اس کے بعد دوسرے باب سے اس کی توضیح اور تکمیل فرما دیتے ہیں۔ یہ باب بھی اسی قبیل میں سے ہے۔ باب سابق میں جو مضمون ثابت کیا ہے۔ اسی کو پھر یہاں سے ثابت فرما رہے ہیں چونکہ نکرہ تحت النفی واقع ہے تو اس عموم کی بنا پر آنحضور اکرم صلعم سے سوال کر لیا ایّنا لم یظلم کہ ہم میں سے کون ایسا ہے جس سے ظلم نہ ہوا ہو اور کچھ نہ کچھ کوتاہی نہ ہوئی ہو۔ جس پر آیت ان الشرک لظلم عظیم نازل ہوئی جس سے پتہ چلا کہ جب شرک ظلم عظیم ہے تو اس سے چھوٹا ظلم یقیناً کوئی نہ کوئی ہوگا۔ جب ہی تو عظیم کا مقابل سمجھ میں آئے گا۔ اس تحریر سے ظلم دون ظلم ثابت ہو گیا۔

باب علامۃ المنافق

حدیث نمبر ۳۳ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ اَبُوالرَّبِیْعِ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (الحدیث) ترجمہ، حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں

کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے۔ تو وہ خیانت اور بددیانتی کرتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: جس طرح ظلم اور کفر کلی مشکک تھے اور ان کے اصناد میں بھی تشکیک ثابت ہو جاتی تھی اس کی مناسبت سے علامات نفاق کو بیان فرمایا۔ اگر یہ علامات سب کی سب پائی جائیں گی تو نفاق کامل ورنہ نفاق ناقص ہوگا۔ نفاق دو قسم ہے ایک عملی دوسرا اعتقادی نفق کے معنی چلنے کے ہیں۔ منافق بھی اس سے ماخوذ تھا۔ مگر محاورات میں نفاق استبطانتہ کو کہنے لگے کہ جس کا ظاہر اور ہو اور باطن دیگر ہو۔ اس کو نفاق اس لئے کہتے ہیں کہ یہ چلتا بہت ہے۔ منافق دو جگہ مقبول ہوتا ہے۔ جس کے شر سے بچنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ قلبی ضعف ہوتا ہے کسی ایک امر پر قائم نہیں رہتا۔ نخالی کا بگین بنا رہتا ہے۔ منافق فی العقیدہ کافر ہے۔ لیکن منافق فی العمل کو کافر نہ کہا جائے گا۔ اس جگہ منافق سے منافق فی العمل مراد ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس سے ظاہر ہوگیا۔ کہ جس کے اندر تین یا چار خصائل پائے گئے اس کا نفاق کامل ہے۔ جس میں کم خصائل ہوں گے اس کا نفاق ناقص ہوگا۔ تو نفاق کے مراتب معلوم ہوئے تو جو اس کی ضد ایمان ہے۔ اس میں بھی زیادہ نقصان ہوگا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معاصی کا اثر ایمان پر پڑتا ہے۔ اگر شبہ ہو کہ حدث کذب الخ یہ علامت تو برادران یوسفؑ میں بھی پائی جاتی تھیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پاس امانت تھے۔ اس میں انہوں نے خیانت کی اور حفاظت کی بجائے مار مار کر کنوئیں میں پھینکا حالانکہ ایک جماعت علماء کی ان کو انبیاء کہتی ہے۔ اور دوسری جماعت انہیں مخلصین صدیقین کہتی ہے۔ اس کے متعدد جوابات ہیں پہلا جواب کہ ان کے یہ معاصی قبل از نبوت تھے۔ جن کا صدور سوائے شرک کے ان سے ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ انبیاء ہی نہیں تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ معاصی کبائر نہیں تھے۔ بلکہ اجتہادی غلطی تھی۔ کیونکہ جب انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ محبت یوسف اور بنیامین کی طرف دیکھی تو انہوں نے سوچا کہ ہم لوگ تو معارف یزدانی سے محروم رہ جائیں گے اور یہ دونو بھائی ترقی کر جائیں گے۔ فتکونوا من بعدہ قوماً صالحین یعنی اس کے بعد تم لوگ نیک ہو جاؤ گے۔ پیغمبر کی توجہ سے جو چیز حاصل ہو وہ ذہن ہے۔ تو انہوں نے بے وقوفی کی وجہ سے غلطی کی۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اذا حدث کذب لفظ اذا کے ساتھ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا

ہے۔یعنی جس کی عادت ہی جھوٹ بن جائے۔ اگر کوئی غلطی سے یا ایک دو مرتبہ جھوٹ بولے تو اسے کاذب نہیں کہا جاتا۔ تو نفاق سے مراد تعوّد ہے۔سوائے انبیاءؑ کے کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی گناہ چھوٹا بڑا ضرور سرزد ہو جاتا ہے۔

باب علامۃ المنافق از شیخ زکریاؒ۔ اس سے قبل امام بخاریؒ جو ابواب منعقد فرمائے ہیں وہ علامۃ الایمان سے متعلق ہیں۔اب چونکہ کفر کا باب چل رہا ہے۔ تو جو علاماتِ کفر ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔اور اس کے متعلق امام بخاریؒ نے یہاں سے باب قیام لیلۃ القدر من الایمان تک پانچ باب ذکر فرمائے ہیں انہی علامات میں سے ایک نفاق ہے۔ اذا حدث کذب اگر اشکال ہو کہ یہ علامات تو عام مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا منافق کو خاص کرنے کی کیا وجہ ہے۔ تو مجھے امام بخاریؒ کی طرف سے جواب دینے کی ضرورت نہیں بس اس کا جواب ترجمہ میں دے چکا ہوں۔ کہ امام بخاریؒ کی غرض کفر دون کفر کو ثابت کرنا ہے اور یہ علامات حقیقی کفر کی علامات نہیں ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے اندر بھی پایا جانا ممکن ہے۔ اذا وعد اخلف وعدہ خلافی کا یہ مطلب نہیں کہ وعدہ کرتے وقت اس کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ ہو لیکن معذوری کی وجہ سے پورا نہ کر سکے بلکہ وعدہ خلافی کا مطلب یہ ہے کہ وعدہ کرتے وقت ہی اس کا پختہ ارادہ ہو۔ کہ اس کو پورا نہیں کروں گا۔

حدیث نمبر ۳۴ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ تَابَعَهٗ شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا چار خصلتیں ایسی ہیں جس شخص کے اندر وہ ہوں گی۔ وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس شخص میں ان میں سے کوئی خصلت ہوگی تو وہ اس کے اندر ایک نفاق کی خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے بات کرے تو جھوٹ بولے جب کوئی معاہدہ کرے تو بے وفائی اور غداری کرے جب کسی سے جھگڑا کرے تو گالی بکے۔ شعبہ نے اعمش سے اس میں متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس حدیث میں منافق کی چار علامتوں کا ذکر ہے۔ اور اس سے پہلی حدیث

میں تین کا ذکر تھا تو علماء نے اس کے چند جوابات دیتے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کو اتنا ہی معلوم تھا اس لئے اسی پر اکتفا فرمایا۔ اس کے بعد حب اللہ تعالیٰ نے مزید علامتیں تبلائیں۔ تو وہ بھی ارشاد فرمادیں۔ دوسرا جواب ہے موقع کے اعتبار سے ایسا فرمایا۔ کہ جس کے اندر جو خصلتیں نمایاں تھیں اسی پر اس کو متنبہ کر دیا کان منافقا خالصا خالص منافق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کافر ہو گیا۔ بلکہ کمال نفاق کا مرتبہ اس کو حاصل ہو گیا جس کی بنا پر کفر حقیقی کے قریب قریب ہو گیا۔ حتی یدعها مطلب یہ ہے کہ اس میں نفاق کی یہ خصلتیں جب تک رہیں گی وہ منافق رہے گا۔ اور جب اس خصلت کو چھوڑ دے گا نفاق بھی ختم ہو جائے گا۔ اور تجدید ایمان کی ضرورت نہ ہوگی۔ ماقبل میں چونکہ ایمان کا بیان تھا۔ اور زیادتی وضاحت کے لئے درمیان میں پانچ ابواب و بضدها تتبین الاشیاء کے قاعدے کے مطابق ذکر فرمائے تھے۔ اب پھر اپنے اصل کی طرف رجوع کرکے ایمان کا ذکر فرمادیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

بَاب قِيَامُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيْمَانِ

حدیث نمبر ۳۵ حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ الحدیث

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے لیلۃ القدر والی رات اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیتے جائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس حدیث سے قیام لیلۃ القدر کا ایمان کامل میں سے ہونا معلوم ہوا۔ اور اس کا ثمرہ غفرلہ ما تقدم فرمایا گیا کیونکہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ اگرچہ ما تقدم میں ما کلمہ عموم کا ہے۔ مگر حقوق العباد بغیر ان کی معافی کے معاف نہیں ہو سکتے لہٰذا ان کو شامل نہ ہوگا۔

از شیخ زکریاؒ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو صرف اتنا فرمایا ہے کہ یہ باب رجوع الی الاصل کے لئے ہے۔ اور باریکیاں بیان کرنے والے حضرات نے یہ باریکی تبلائی ہے کہ امام بخاریؒ نے باب افشاء السلام کے بعد قیام لیلۃ القدر کا باب منعقد کرکے آیت کریمہ سلام ھی حتی مطلع الفجر کی طرف اشارہ ہے اور سلام سے مراد شب قدر ہے۔ تو گویا اس آیت کی مناسبت سے شب قدر کو افشاء السلام کے بعد ذکر فرمایا۔ کسی شارح نے یہ نہیں تبلایا کہ افشاء السلام اور لیلۃ القدر میں پانچ بابوں کا فصل کیوں کر دیا گیا۔ حضرت مولانا زکریا کی رائے

ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ طریقہ اختیار کرکے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر کی وہ فضیلت جو احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ وہ کسی خاص آن کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں امتداد ہے۔ یہ نہیں کہ بس ہوئی اور ختم ہوگئی۔

ایمانا واحتسابا یہاں پر ایمان کی قید تو واضح ہے۔ لیکن احتساب کا ذکر بھی کافی اہمیت رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کام ثواب کی نیت سے کیا جائے۔ تو اس پر ثواب ملے گا۔ ورنہ ثواب سے محرومی رہے گی۔ تو گویا اس جملہ سے نیک نیتی پر تنبیہ کرنا ہے۔

باب اَلْجِهَادُ مِنَ الْاِيْمَانِ

حدیث نمبر ۳۶ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ اَوْتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ اَنْ اُرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ اَوْاُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَدِدْتُّ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ۔ الحدیث

ترجمہ باب جہاد بھی ایمان میں سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ میں نے سنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بلند و برتر اس بندے کے کفیل بن جاتے ہیں یا اسے قبول کر لیتے ہیں جو اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے نکلا۔ اس حال میں اس مقصد کے لئے اس کو نہیں نکالا مگر میرے پر یقین کرنے یا میرے رسولوں کو سچا سمجھنے نے تو کفیل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا کہ ان کو درج ذیل چیزوں میں سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل کرنے کے بعد واپس کرے گا یا تو ثواب لے کر یا غنیمت کا مال حاصل کرکے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اگر مجھے اپنی امت پر یہ بات گراں نہ گذرتی تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ بیٹھتا بلکہ میری تو دلی تمنا یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جاؤں پھر زندگی دی جائے پھر قتل کر دیا جاؤں

تشریح از شیخ مدنیؒ انتدب ای تکفل اللہ لمن خرج۔ یا انتدب بمعنیٰ قبول کیا لا یخرجہ الا ایمان بی یہ حال قولی ہے۔ کہ اس شخص کا جہاد کے لئے نکلنا میری تصدیق اور میرے رسولوں کی تصدیق سے ہو۔ کوئی دنیاوی غرض نہ ہو۔ تو اس صورت میں باری تعالیٰ کی طرف سے تکفل ہوگا۔

ان ارجعہ تکفل الی رجوعہ الی اھلہ من اجر. غنیمۃ او ادخلہ الجنہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز ضرور حاصل ہوگی۔ اجر۔ غنیمت یا دخول جنت حالانکہ سب بھی جمع ہو سکتے ہیں تو کہا جائے گا۔ کہ او تنویع کے لئے نہیں بلکہ منع الخلو کے لئے ہے۔ جو شہید ہوگا وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہوگا۔ اور اسے وہاں کے انعامات ملنے شروع ہو جائیں گے مگر یہ ادخال جنت اور ہے اور روز قیامت کا ادخال جنت اور ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ سید محمد ضامن صاحب شہیدؒ اپنے ہونٹوں کو چبایا کرتے تھے ان سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں ایک جہاد میں تھا ایک پیالہ میرے پیش کیا گیا۔ ابھی میرے ہونٹوں سے لگا ہی تھا کہ ندا آئی کہ ابھی تک ان کی عمر باقی ہے۔ تو اس کا ذائقہ ابھی تک محسوس کرتا ہوں۔ اور ہونٹ چباتا ہوں۔ تو مجاہد کے لئے دو صورتیں ہوئیں ؎

مجاہد کے لئے دنیا و دیں کی سرفرازی ہے ، کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جانے سے غازی ہے

اگر شہید ہوا تو جنت میں داخل ہوگا۔ اگر زندہ رہ گیا تو غلبہ کی صورت میں غنیمت بھی ہاتھ لگے گی اور اجر بھی ملے گا۔ اگر اور کوئی چیز نہ ملی تو اجر تو ضرور ملے گا۔ تو رجوع مع الاجر ہوا۔ تو معنی ہوئے ارجعہ حیًّا او ادخلہ الجنّہ میتًا اور پھر ارجعہ حیًّا امامع الاجراء ، مع الاجر والغنیمۃ۔ لولا ان اشق ای لولا مخافۃ ان اشق سریہ وہ چھوٹی سی فوجی جماعت جن میں آنحضرت صلعم شامل نہ ہوں۔ اور مشقت اس لئے ہوتی۔ کہ جب آپؐ کسی غزوہ میں نکلیں تو پھر آپؐ کے فدائی کیسے گھر بیٹھ سکتے ہیں۔ اس کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ جب آپؐ نکلتے آلات جنگ نہ ہوتے تو فدائیوں کے لئے دشواری ہوتی۔ ولوددت انی اقتتل الخ اگر کہا جائے کہ شہید کا مرتبہ تو نبوت کے مقام سے کم ہے۔ تو آپؐ کم درجہ کی تمنا کیوں فرما رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مدرج راوی ہے۔ آپؐ کا ارشاد نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ کا مقولہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ آپؐ افضل ہیں۔ مگر شہادت کے اس انعام سے اپنے آپ کو مستغنی نہیں گردانتے جیسے حضرت ایوب علیہ السلام سونے کی چڑیاں جمع کرنے لگے تھے تو باری تعالیٰ کے فرمانے پر جواباً کہا لا غنی لی من فضلک کہ آپ کے فضل مجھے غنا نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ قد یوجد فی النہر مالا یوجد فی البحر کہ کبھی نہر میں وہ چیزیں ملتی ہیں جو دریا میں نہیں ملتیں۔ تو شہادت کے ثواب میں بعض ایسی مزایا ہیں۔ جو خصوصیت رکھتی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ مزایا نبوت کے ثواب میں نہ ہوں۔ جس طرح کوئی کسی ایسی چیز کا عادی ہو جو نبوت کے انعامات میں نہ ہو۔

البتہ شہید کے انعامات میں مل جائے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس تمنا سے آپؐ کا مقصد لوگوں کو رغبت دلانا ہے۔ اگرچہ آپؐ کو یہ انعامات حاصل ہیں۔ لیکن لوگوں کی رغبت کے لئے اس کا اظہار فرما رہے ہیں۔

از شیخ زکریاؒ باب الجہاد من الایمان سے پہلے امام بخاریؒ قیام لیلۃ القدر من الایمان کا باب باندھ چکے ہیں۔ اب یہ باب الجہاد من الایمان منعقد فرمایا ہے بعد ازاں تطوع قیام رمضان ذکر فرمائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ تطوع قیام رمضان میں تو لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ پھر ان دونو کے درمیان باب الجہاد سے کیوں فصل کر دیا گیا۔ تو حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لیلۃ القدر مشقت اور مجاہدہ سے حاصل ہوگی ایمان بی و تصدیق برسلی یہ آو شک کے لئے بھی ہو سکتا ہے اس لئے ایمان باللہ ہی معتبر ہے۔ جو تصدیق بالرسل کے ساتھ ہو۔ اور تصدیق بالرسل ایمان باللہ کو مستلزم ہے نیز او تنویع کے لئے بھی ہو سکتا ہے علی سبیل مانعۃ الخلو محدثین کا قاعدہ ہے کہ وہ آو کے بعد لفظ قال پڑھوایا کرتے ہیں لیکن مری عادت یہ ہے کہ میں اس کو تنویع پر حمل کر کے قال نہیں پڑھوایا کرتا۔ من اجر او غنیمۃ یہاں او مانعۃ الخلو کے لئے ہے۔ لولا ان شق علی امتی یعنی اگر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ہر جہاد میں جاتا۔ چونکہ میرے جانے کی وجہ سے ہر شخص چلنے کو چاہے گا اور سواری نہ ہونے کی وجہ سے مشقت برداشت کرنی پڑے گی ثم احیی ثم اقتل یہ عشق کی بات ہے کہ آدمی محبوب کے راستہ میں قتل ہونا چاہتا ہے جہاں یہ فضیلت ہے وہیں شہرت عشق بھی حاصل ہوتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ شہرت عشق اور چیز ہے شہرت ریا اور چیز ہے۔ وہ اچھی چیز ہے اور یہ مذموم ہے

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در ایوان عشق
او بصحرا رفت و ما در کوچہا رسوا شدیم

بابٌ تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيمَانِ۔

حدیث نمبر ۳۷ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (الحدیث)

ترجمہ، قیام رمضان کا تطوع بھی ایمان میں سے ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص رمضان کا قیام یعنی تراویح کی نماز اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے پڑھی تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح ۔ از شیخ مدنیؒ۔ بعض لوگ فرائض کو ایمان میں داخل سمجھتے ہیں، نوافل کو داخل نہیں کرتے ۔ امام بخاریؒ نوافل کو بھی ایمان میں داخل قرار دیتے ہیں ۔

از شیخ زکریاؒ ۔ ہم لوگ تو ایمان کی بساطت کے قائل ہیں ۔ اس کے لئے اجزاء ترکیبیہ نہیں مانتے لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان مرکب ہے ۔ ان کے ہاں اختلاف ہے کہ آیا جو اعمال جزاً ایمان ہیں ان میں نوافل بھی داخل ہیں یا نہیں ۔ ایک جماعت کی رائے ہے ۔ کہ صرف فرائض جزء ہیں نوافل نہیں ۔ اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ نوافل بھی داخل ہیں ۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لئے تطوع قیام رمضان کی قید لگائی ۔

بَابُ صَوْمُ رَمَضَانَ اِحْتِسَابًا مِّنَ الْاِيْمَانِ ،

حدیث نمبر ۳۸ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ الحدیث

ترجمہ ، احتساباً صوم رمضان بھی ایمان میں سے ہے ، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں آنحضرت رسول اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان شریف کا روزہ اللہ تعالیٰ پر یقین اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رکھا تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ احتساب کی قید ہر عبادت میں معتبر ہے اور صوم رمضان میں خاص طور سے اس قید کا اظہار الفاظ روایت کے پیش نظر کیا گیا ہے ۔ احتساب کے معنی اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ثواب کی تمنا کرنا ہے ۔ امام بخاریؒ نے احتساباً فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اشیاء ایمان میں اس وقت شمار ہوں گی جب مع الاحتساب ہوں ۔

بَابُ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ ۔ ترجمہ ، کہ دین آسان ہے ۔ نبی اکرم صلعم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دینوں میں سے زیادہ محبوب وہ طریقہ حنفیہ ہے اور جو آسان ہے ۔

حدیث نمبر ۳۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَّلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ ۔

ترجمہ ، حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ آپؐ نے فرمایا ۔ دین سہل ہے

جس شخص نے دین میں سختی کو اختیار کیا تو اس پر دین غالب آکر رہے گا۔ اس لئے ٹھیک ٹھیک چلو یعنی درمیانہ راستہ اختیار کرو اور عاجزی کی صورت میں ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ۔ اور ثواب کی خوشخبری دو اور صبح وشام اور تھوڑی سی تاریکی میں چلنے سے مدد حاصل کرو۔

تشریح از شیخ مدنی امام بخاریؒ کے نزدیک دین، اسلام۔ ایمان اطلاقات شرعیہ میں ہم معنی ہیں یا متلازم ہیں۔ الدین یسرای ذو یسر اور الدین میں الف لام عہد کا ہے۔ ای الدین الذی جاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ انبیاء سابقین کے دین میں بھی یُسر تھا۔ مگر دین محمدی میں ان سے زیادہ یُسر ہے حنیفی دین ابراہیمی کو کہا جاتا تھا۔ حنیف بمعنی مائلاً عن الباطل راجعاً الی الحق السمحۃ بمعنی سھلۃ دین ابراہیمی بھی ایسی سہولتوں پر مشتمل تھا جو دین موسوی میں نہیں تھیں۔ مشادہ بمعنی تشدد میں مغالبہ کرنا۔ یہاں پر حقیقی مغالبہ مراد نہیں۔ بلکہ مبالغہ مراد ہے سددوا ای توسطوا امر الدین یعنی توسط کامل ہونا چاہیئے۔ افراط تفریط نہ کرنی چاہیئے۔

از شیخ زکریاؒ۔ باب الدین یسر بعض علما کی رائے ہے کہ اس باب سے امام بخاریؒ خوارج پر رد فرمارہے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے دین کو سخت بنالیا کہ اگر ایک وقت کی نماز چھوٹ گئی۔ تو وہ کافر ہو گیا ذرا سی لغزش ہوئی تو کافر بن گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دین اتنا سخت نہیں جتنا تم نے اس کو بنا رکھا ہے۔ بلکہ دین آسان ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ ابھی باب الجہاد گذر رہا ہے۔ اور اس سے پہلے باب میں گذر چکا کہ لیلۃ القدر کا قیام مجاہدہ سے ہوتا ہے۔ تو اب بتلانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ ضروری ہے اور وہ سرآنکھوں پر لیکن یہ سب جب ہے کہ جب تحمل بھی ہو ورنہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا گویا یہ بتلانا مقصود ہے کہ تحمل کے بقدر مشقت کا مطالبہ ہے۔ احب الدین الی اللہ الحنفیۃ السمحۃ حنفیۃ سے مراد ملۃ ابراھیمیہ حنفیہ مراد ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں واتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً اس سے مذہب حنفی مراد نہیں۔ کیونکہ یہ تو ڈیڑھ سو سال بعد کی پیداوار ہے۔ البتہ تفاؤل کے طور پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مذہب حنفی زیادہ قابلِ اتباع ہے السمحۃ بمعنی آسان۔

ولن یشاد الدین احد دین کے اندر شدت اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عذر کی حالت میں جو رخصت اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے مشروع فرمائی ہے۔ ان کو اختیار نہ کرنا جیسے مریض کے لئے اللہ تعالی نے اجازت دی ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ لیکن شیطان کی چالبازیوں میں آکر رخصت پر عمل نہیں کرتا اس

طرح شریعت نے حکم دیا ہے کہ عذر کی حالت میں تیمم کر لو۔ لیکن تم اس وقت بھی بجائے تیمم کے وضو کرتے ہو تو ایسی صورت میں اور بیمار ہو جاؤ گے۔ ذات الجنب کا مرض لاحق ہو جائے گا۔ اور اس کے غالب ہونے کے معنی ہیں کہ اس سختی سے تم کو پریشانی ہوگی فسددوا ٹھیک ٹھیک دین کا راستہ اختیار کرو قاربوا آپس میں ایک دوسرے سے مل کر رہو۔ باہم اختلاف نہ کرو وابشروا ایک دوسرے کو تھوڑے عمل پر بھی خوشخبری سناؤ شیئ من الدلجۃ کا مطلب ہے اندھیری رات کو تھوڑا سا حصہ بھائی نہ تو علم ہی بلا رات کو جاگے آتا ہے اور نہ ہی طریقت دونوں کے لئے راتوں کو جاگنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ من طلب العلیٰ سھر اللیالی جو بلندیاں چاہتا ہے۔ وہ راتوں کو جاگا کرتا ہے۔

بَابُ الصَّلٰوۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَقَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ یَعْنِیْ صَلٰوتُکُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ۔ ترجمہ، نماز دین میں سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔ یعنی بیت اللہ کے نزدیک تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو ضائع نہیں کرے گا۔

حدیث نمبر ۴۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ عَنِ الْبَرَآءِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اَوَّلُ مَا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ نَزَلَ عَلٰی اَجْدَادِہٖ اَوْ قَالَ اَخْوَالِہٖ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَنَّہٗ صَلّٰی قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدَسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا اَوْ سَبْعَۃَ عَشَرَ شَھْرًا وَّکَانَ یُعْجِبُہٗ اَنْ تَکُوْنَ قِبْلَتُہٗ قِبَلَ الْبَیْتِ وَاَنَّہٗ صَلّٰی اَوَّلَ صَلٰوۃٍ صَلَّاھَا صَلٰوۃَ الْعَصْرِ وَصَلّٰی مَعَہٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلّٰی مَعَہٗ فَمَرَّ عَلٰی اَھْلِ مَسْجِدٍ وَّھُمْ رَاکِعُوْنَ فَقَالَ اَشْھَدُ بِاللّٰہِ لَقَدْ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَکَّۃَ فَدَارُوْا کَمَا ھُمْ قِبَلَ الْبَیْتِ وَکَانَتِ الْیَھُوْدُ قَدْ اَعْجَبَھُمْ اِذْ کَانَ یُصَلِّیْ قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدَسِ وَاَھْلُ الْکِتٰبِ فَلَمَّا وَلّٰی وَجْھَہٗ قِبَلَ الْبَیْتِ اَنْکَرُوْا ذٰلِکَ قَالَ زُھَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ فِیْ حَدِیْثِہٖ ھٰذَا اَنَّہٗ مَاتَ عَلَی الْقِبْلَۃِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَّقُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِیْھِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ الآیہ

ترجمہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم جب پہلے پہل مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اپنے ننھیال یا اپنے انصار میں سے ننھالوں کے پاس قیام پذیر ہوئے۔ اور یہ کہ آپ سولہ یا سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ حالانکہ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ آپ کا

قبلہ بیت اللہ کی طرف ہوا۔ اور یہ کہ پہلی نماز جو آپ نے پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ اور آپ کے ساتھ کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی تھی ایک آدمی ایک مسجد والوں کے پاس سے گذرا جبکہ وہ رکوع کی حالت میں تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر آیا ہوں۔ پس وہ لوگ جس حالت میں تھے اسی طرح بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ اور یہود اور دیگر اہل کتاب کو یہ بات پسند تھی۔ جبکہ آنحضرت صلعم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلعم نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ انور پھیر دیا۔ تو وہ لوگ اس پر چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت زھیر راوی فرماتے ہیں ہمیں ابو اسحاقؒ نے حضرت براءؓ سے اپنی حدیث میں یہ بھی بیان فرمایا کہ بہت سے آدمی تحویل قبلہ سے پہلے مر چکے تھے یا قتل ہو چکے تھے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہم ان کے بارے میں کیا کہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان یعنی نماز طرف بیت المقدس کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ ثواب دے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: امام بخاریؒ صلوٰۃ کو ایمان میں قرار دیتے ہوئے آیت کریمہ کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ یہ آیت نسخ قبلہ کے وقت نازل ہوئی۔ اور قرآن مجید میں ہے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم کہ ہم نے امتحان کے لئے اسے قبلہ مقرر کیا تھا آیا بنو اسرائیل اس لئے آپ ایمان لاتے ہیں کہ آپ کا اور ان کا قبلہ ایک ہے۔ اور بنو اسمٰعیل قبلہ ابراہیمی کی وجہ سے اتباع کرتے ہیں یا للّٰہیت کی وجہ سے ہے۔ الغرض مقصد آپ کی اتباع کرانا تھا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبلہ اصلی تو بیت اللہ تھا عارضی قبلہ بیت المقدس قرار پایا تھا۔ یہاں پر شبہ تھا کہ جو لوگ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے اور نسخ قبلہ سے پہلے مر گئے کیا ان کے اعمال حبط ہوں گے۔ تو آیت کریمہ نازل ہوئی کہ تمہارے کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ تم نے تو امتثال امر کیا ہے۔ اس آیت میں لفظ ایمان بول کر صلوٰۃ مراد لیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان دونو میں خصوصی تعلق ہے۔ اب اس جگہ یہ اشکال ہے کہ عند البیت کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ کیونکہ شبہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے میں تھا۔ یعنی شبہ ای صلوٰۃ الی غیر البیت میں تھا۔ صلوٰۃ عند البیت تو مدینہ والوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ بنا بریں بعض شراحؒ نے تصحیف کا الزام رکھا ہے کہ لفظ الی غیر البیت تھا ناسخین نے تصحیف کردی۔ اور لکھنے والے عموماً ضربتہ کیا کرتے ہیں۔ تو یہاں غیر اور الی میں خلط ملط کیا گیا۔ لیکن یہ توجیہہ مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ توجیہ یہ ہے کہ عند استقبال البیت شبہ یہ تھا کہ جب نسخ واقع ہوا تو ہمارے

پہلے اعمال ضائع گئے تو فرمایا گیا۔ کہ نسخ کا کرنا بطور نعمت کے ہے بطور نقمت کے نہیں یہ توجیہ علامہ سندھیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ لیکن ان سب سے اهون یہ ہے کہ عند البیت کو حقیقت پر محمول کیا جائے۔ لوگوں نے بیت المقدس کی طرف بھی عند البیت نماز ادا کی جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بھی مامور باستقبال القبلہ تھے۔ لیکن وہاں مکہ معظمہ میں آپؐ نے اس طرح بیت المقدس کا استقبال کیا کہ خانہ کعبہ کا بھی استقبال ہوتا تھا اور بیت المقدس کا بھی۔ کیونکہ بیت اللہ، بیت المقدس کے بالکل آمنے سامنے ہے۔ اور درمیان میں مدینہ واقع ہے۔ مگر مدینہ میں یہ صورت ممکن نہ تھی۔ کیونکہ اگر بیت المقدس کی طرف منہ کیا جائے تو بیت اللہ کی طرف پشت ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ جب تک آپؐ مکہ معظمہ میں رہے تو اس کی مراعات کی گئی۔ لیکن یہ مراعات صرف آپؐ نے فرمائی۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے نہیں کی۔ تو جب کوئی شخص عند البیت کھڑے ہو کر بیت المقدس کی طرف استقبال کرے تو یہ خانہ کعبہ کے احترام میں زبردست ضرب ہے۔ تو ایسے شخص کی نماز تو بالکل قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ اس بنا پر ان حضرات کو شبہ ہوا کہ جو لوگ ایسی حالت میں مرے ہیں انہوں نے خانۂ کعبہ کی بے حرمتی کی۔ تو اس کا جواب دیا گیا کہ جہاں تم نے بیت اللہ کے احترام کو کلہاڑا مارا تھا۔ اس نماز کو ہم نے ضائع نہیں کیا۔ اور جب بیت المقدس کی طرف بغیر بے حرمتی کے ہو تو ہم اس کو کیسے ضائع کریں گے۔ وکان یُعجبہ اس اعجاب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ آپؐ اپنے جدِ امجد کے قبلہ کو پسند کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی قبلہ تھا یا ان کا بنایا ہوا تھا۔ یا یہ کہ قریش کا یہی قبلہ تھا۔ اور وطن کے قبلہ سے طبعاً محبت ہوتی ہے۔ اور حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ اور حقیقتِ کعبہ میں زیادہ تناسب ہے اس لئے کہ ظاہری حیثیت سے اور حالت ہوتی ہے اور روحانی اور ہے کہتے ہیں کہ مظہر تجلی حقیقت محمدیہ ہے۔ اور مظہر اور ظاہر میں بہت فرق ہے۔ کفار نے مظاہر اور ظاہر میں فرق نہ کیا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس سے فرمایا تھا کہ شمس صفات کمالیہ باری تعالیٰ کا مظہر ہے۔ اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرنا چاہیئے جو ظاہراً صفات باری تعالیٰ سے کیا جاتا ہے اس لئے بلقیس کا تخت منگوایا گیا جو اس کی حکومت کا مظہر تھا۔ اس کو متغیر کر کے اس ملکہ کا امتحان لیا گیا حضرت سلیمان علیہ السلام دکھلانا چاہتے ہیں کہ یہ تخت ترا مظہر تھا جب تو اس سے جدا ہوئی تو ہم نے اس کو منگا کر تغیر کر دیا۔ لیکن تجھ میں تغیر نہیں آیا جب یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تو دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا کہ حوض بنوا کر اس کے اوپر شیشہ لگایا گیا جس پر ظاہراً پانی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مظہر پر وہی حکم لگایا جو ظاہر پر لگایا جاتا ہے۔ پھر اس کی سمجھ میں آیا۔ غرضیکہ انبیاء ہوں یا ملائکہ آفتاب یا قمر وغیرہ یہ سب صفات باری تعالیٰ کے مظہر ہیں۔ ان میں تجلیات اس قدر ہوں گی جتنی

ان میں استعداد ہوگی یہ عبادت کے لائق نہیں کفار نے مظاہر کو دیکھ کران پر ظاہر کا حکم لگا دیا۔ حالانکہ ظاہر جیسا معاملہ ان کے ساتھ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ تو جب آپؐ باری تعالیٰ کا مظہر ہیں اور خانہ کعبہ بھی مظہر ہے عکس باری تعالیٰ کے صفات کی جیسے ایک آئینہ کو آفتاب کے سامنے رکھا جائے۔ اور دوسرے کو ماہتاب کے مقابل میں کیا جائے ماہتاب آفتاب کی تجلی اوّل کا مظہر ہے۔ اور آئینہ تجلی اوّل کا عکس ہے۔ تو ایسے بیت اللہ تجلی اوّل کا عکس ہے اور آپؐ کی حقیقت باری تعالیٰ کی تجلی کا مظہر ہے۔ اس لئے یہ کعبہ آپؐ کی طبیعت سے مناسبت رکھتا تھا۔ تو فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فرمایا گیا۔ لیکن امور مجردہ وغیبیہ میں سمجھانے کیلئے دشواری ہوتی ہے۔ اگر اس توجیہ کو نہ لیا جائے تو مصنفین فرماتے ہیں کہ آپؐ کو خانہ کعبہ سے خصوصی مناسبت تھی۔ ان وجوہ مذکورہ بالا کی بنا پر یا اس وجہ سے کہ سب سے اشرف مقام بیت اللہ ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ الآیہ کا مصداق ہے۔ اس کو قیاماً للناس کہا گیا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ پہلے شاہی خیمہ لگایا جاتا ہے۔ پھر فوج اترتی ہے اور جب شاہی خیمہ اکھاڑ لیا جائے۔ تو پھر فوج نہیں رہتی۔ چونکہ رحمت ایزدی کی یہ اولین جگہ ہے۔ اس لئے آپ کو اس سے مناسبت تھی فمن علی اھل مسجد الخ مسجدیں دو تھیں ایک مسجد قبا۔ اور دوسری مسجد بنو حارثہ کی ہے فجر کی نماز میں جو واقعہ پیش آیا وہ مسجد بنو حارثہ میں پیش آیا۔ مسجد بنو حارثہ مدینہ کے شمال مغرب کی طرف واقع ہے۔ بیت المقدس اس کے شمالی جانب تھا تو مقتدی پھر گئے۔ مگر امام نے فعل کثیر کر کے استقبال کیا۔ جو کہ اس وقت تک ممنوع نہیں تھا۔ اور مسجد قبا۔ جو مدینہ سے جنوب کی طرف واقع ہے۔ اس میں عصر کی نماز کے وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ تو دو مسجدوں کا واقعہ ہوا۔ بعض لوگ ان میں فرق نہیں کرتے۔ تو خبط عشوٰی میں پڑ جاتے ہیں۔

از شیخ زکریاؒ بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصود الصلوٰۃ من الایمان کے باب سے باب سابق میں جو ایک جملہ واستعینوا بالغدوۃ الخ آیا ہے۔ اس کی تفسیر کرنا ہے کہ اس، سے مراد نماز ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض ایمان کی ترکیب اور اعمال کا جزء ایمان ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ سارے محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں آیت کریمہ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ میں ایمان سے مراد نماز ہے اور شانِ نزول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ تو نماز پر ایمان کا اطلاق اطلاق الکل علی الجزء ہے۔ لہٰذا جزئیت ثابت ہوگئی۔

نزل علی اجدادہٗ وقال علی اخوالہ یہ اونسک کے لئے ہے۔ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ

اجداد سے مراد اجداد من قبل الام یعنی ننہال مراد ہیں۔ تو وہ اخوال بھی ہوا۔ ستۃ عشر شہرا او سبعۃ عشر شہرا یہاں سے مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی مدت بتلا رہے ہیں۔ حضور اکرم صلعم نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی اور اگلے سال ماہِ رجب میں قبلہ تبدیل ہوا۔ اب یہاں اختلاف یہ ہے کہ آپ نے کتنے ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی اس میں تین طرح کی روایات ہیں۔ ایک میں سولہ ماہ مذکور ہے۔ دوسری میں سترہ ماہ اور تیسری روایت میں اٹھارہ ماہ مذکور ہیں۔ تعارض ان روایات میں کسی قسم کا نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ ماہ ربیع الاول کے کچھ حصہ گذر جانے کے بعد ہجرت کی گئی تھی۔ ادھر رجب کے آخر میں تحویل ہوئی۔ تو بعض نے کسر کو شمار نہ کرکے پورے سولہ ماہ ذکر کر دیئے اور بعض نے دونوں مہینوں کے ناقص ہونے کی وجہ سے ان کو ایک ہی ماہ شمار کرکے سترہ ماہ بتلا دیئے اور بعض حضرات نے دونوں کو مستقل مہینہ شمار کرکے اٹھارہ ماہ بتلائے۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ نماز میں تین طرح کا تغیر ہوا۔ اور روزوں میں بھی تین طرح سے تغیر و تبدل ہوا۔ اس کے بعد امام ابوداؤدؒ نے نماز کے تغیرات میں یہ شمار کر دیا ہے کہ مسلمانوں نے تیرہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ یہ تیرہ والی روایت بالکل غلط ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

وَانّہ صلیٰ اوّل صلوٰۃ الخ اس میں اختلاف ہے کہ تحویل قبلہ کہاں ہوا اور کب ہوا۔ ایک قول تو یہ ہے کہ مسجد نبوی میں ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بنو سلمہ میں ہوا پھر دونوں میں دو دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ نماز ظہر میں تحویل ہوئی۔ دوسرے یہ کہ نماز عصر میں ہوئی لامع کے متن میں ظہر کی نماز کو ترجیح دی گئی ہے لیکن اوجز المسالک میں یہ لکھا ہے کہ تحویل مسجد نبوی میں ظہر و عصر کے درمیان ہوئی۔ یہی مولانا کے نزدیک راجح ہے۔ تو اس صورت میں بخاری کی روایت بھی ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ اس طرح کہ تحویل ظہر کی نماز کے بعد عصر سے پہلے ہوئی۔ حضور اقدس صلعم نے عصر کی نماز بیت اللہ کی طرف منہ کرکے ادا فرمائی۔ ایک آدمی قبیلہ بنو سالم میں گذرا اس نے ان کو خبر دی کہ قبلہ اب ۔ ل گیا تو وہ لوگ اس وقت بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ پھر دوسرے دن نماز فجر میں مسجد قبا کے اندر دوسرے صحابہ کو خبر ہوئی بنو سلمہ میں اسی دن عصر کی نماز میں تحویل کی خبر پہنچ گئی۔ اس وجہ سے کہ وہ مدینہ ہی کا ایک محلہ ہے۔ اور قبا مدینہ سے باہر ہے۔ فَدَارُوْا کما ھم دوسری مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب ان کو نماز میں تحویل قبلہ کی نہایت انتظار کے بعد خبر ملی۔ تو وہ لوگ کھڑے کھڑے الٹی طرف گھوم گئے۔ ایک اشکال یہاں یہ ہے کہ توجہ الی القبلہ قطعی الثبوت ہے۔ لہٰذا خبر واحد کی بناء پر ظنی بھی ہے۔ یہ لوگ کیسے پھر گئے۔ جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی یہ خواہش تھی کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے

نماز پڑھی جائے جس کا ذکر آیت شریفہ قد نری تقلب وجھک فی السماء میں ہے۔ اور صحابہ کرام کو حضور انور صلعم کی اس خواہش کا علم تھا اس لئے اس خبر پر محتف بالقرائن ہونے کی وجہ سے اعتماد کر کے صحابہ نے قبلہ کا استقبال کر لیا۔ فلو ندری ما نقول فیھم شراح اس کا مطلب یہ تبلاتے ہیں۔ کہ ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ آیا ہمارے آباؤ اجداد کی وہ نمازیں جو انہوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھیں صحیح ہیں یا نہیں؟ اور میرے والد صاحب اس کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم کو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا بہت اشتیاق تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حضور انور صلعم جس کے مشتاق ہوں گے اس کے کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا۔ تو گویا صحابہ کرام کو یہ شبہ ہوا۔ کہ اکمل ثواب ہم ہیں یا ہمارے آباؤ اجداد

باب حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ۔ قَالَ مَالِكٌ الخ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے۔ جب بندہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور اسلام خوبصورت و اچھا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر اس برائی کو مٹا دیتے ہیں جو اس نے پہلے کی تھی اس کے بعد پھر ادلہ بدلہ شروع ہوتا ہے کہ ہر نیکی کے بدلے دس گنا نیکیاں سات سو گنا تک ملتی ہیں اور برائی کے بدلہ ایک برائی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے معاف فرما دیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فحسن اسلامہ ای حَسُنَ اسلامہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرائض واجبات سنن آداب کو اچھی طرح ادا کیا۔ مگر زیادہ مشہور یہ ہے کہ حسن سے درجۂ احسان پیدا کرنا مقصود ہے آپؐ کے زمانہ میں اس درجہ کا تحقق ایمان کے ساتھ آپؐ کی حاضری میں ہو جاتا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضرت جب آپؐ کی مجلس میں آتے ہیں۔ تو عالم غیب عالم شہادت ہو جاتا ہے۔ یہ آپؐ کی روحانی طاقت کا اثر تھا۔ جس پر آپؐ فرماتے ہیں کہ اگر یہ درجہ تمہیں غیبوبتہ کی حالت میں ہوتا تو فرشتے تم سے بستروں پر مصافحہ کرتے۔ بنا بریں ہر ولی۔ قطب اور غوث سے ایک بدری صحابی افضل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو مقام آج کے اولیاؔ کو سالہا سال کی ریاضت سے حاصل ہوتا ہے وہ ان حضرات کو دربار نبوی میں ایک گھنٹہ بیٹھنے کی وجہ سے حاصل ہو جاتا تھا۔ آج ہم قرآنی لطائف معانی معلوم کرنے کے لئے علوم عالیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر اس وقت صحابہ کرام

کو آپ کی بدولت یہ سب کچھ حاصل تھا۔ جیسے اب ہم کو ان علوم کی ضرورت ہے۔ ایسے احسان پیدا کرنے کے لئے ریاضات اور وسائل تلاش کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ اسی لئے شیخ کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر عالم ہیں ڈاکو اور چور ہوا کرتے ہیں۔ یہ مرتبہ ایسا ہے کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کر دیں آسان ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ریاضات کرنے پڑتے ہیں تب یہ مقام و مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

از شیخ زکریا امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے ایمان میں کمی زیادتی ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ آدمی جب اسلام میں تحسین پیدا کرتا ہے۔ تو پھر حسنہ میں سات سو گنا کا اضافہ شروع ہوتا ہے۔ پھر واللہ یضاعف لمن یشاء تو اس تضعیف سے اسلام کے کمال میں بھی زیادتی ہوگی۔

اذا اسلم العبد یعنی اخلاص کے ساتھ مسلمان ہوا نفاق وغیرہ نہیں برتا تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ یہ معاملہ فرمائیں گے۔ کہ پہلے تو اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دیں گے۔ کبائر کو بھی اور صغائر کو بھی۔ کیونکہ الاسلام یھدم ماکان قبلہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ لیکن یہاں ایک اور مسئلہ اختلافی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہو گیا۔ تو آیا اسلام لانے کی وجہ سے اس کے ان اعمالِ صالحہ پر جو زمانہ کفر میں کئے ہیں۔ ثواب ہوگا یا نہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے وکان بعد ذلک القصاص ای المقاصہ یعنی اس کے بعد جزا و سزا کا معاملہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۴۲، حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُکُمْ اِسْلَامَہٗ فَکُلُّ حَسَنَۃٍ یَعْمَلُھَا تُکْتَبُ لَہٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ وَّ کُلُّ سَیِّئَۃٍ یَعْمَلُھَا تُکْتَبُ لَہٗ بِمِثْلِھَا۔

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنے اسلام کو اچھا کر لیا پھر وہ جو نیکی بھی کرے گا۔ اس کے لئے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب لکھا جائے گا اور جو برائی عمل میں لائے گا۔ تو صرف اسی برائی کو لکھا جائے گا۔

تشریح گذر چکی ہے۔

بَاب، اَحَبُّ الدِّیْنِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اَدْوَمُہٗ۔

حدیث نمبر ۴۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْھَا وَعِنْدَھَا امْرَاَۃٌ قَالَ مَنْ ھٰذِہٖ قَالَتْ فُلَانَۃُ تَذْکُرُ مِنْ صَلٰوتِھَا قَالَ

مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک جناب نبی اکرم صلعم اس حال میں ان کے پاس تشریف لائے جبکہ ایک عورت حضرت عائشہ رضؓ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا یہ کون عورت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے جس کی کثرت نماز کا چرچا کیا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا رک جاؤ تم اپنے اوپر وہ عبادت لازم کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتے یا تنگ نہیں پڑتے جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جس کا صاحب اس کی ہمیشگی کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس حدیث سے دین میں تفاوت معلوم ہو گیا احب الدین ای احب اعمال الدین ادومہ یعنی فرائض کے علاوہ نوافل وغیرہ میں جو تھوڑا عمل بھی کیا جائے۔ تو اس پر مداومت کرنی چاہیئے۔ اس کو باری تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ انسان کی خلقت عناصر مختلفہ سے ہوئی ہے۔ ان میں کبھی کبھی ایک دوسرے پر غلبہ ہوتا ہے۔ ایسے روح میں بھی مختلف قُویٰ ہیں جن کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ ایک چیز پر استقرار نہیں ہوتا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایک کام میں توغل کیا۔ تو گھبرا جاؤ گے جب اسے چھوڑ دیا تو نقصان اٹھاؤ گے جیسے کوئی شخص جسمانی ورزش کرتا ہے۔ پانچ چھ ماہ ورزش کرنے کے بعد اسے چھوڑ دے تو بہت زیادہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح روحانی ورزش ہے۔ اگر مداومت رہی تو روح کے لئے ہمیشہ ترقی ہو گی۔ لا یمل اللہ ای لا یقطع اللہ ثواب الاعمال یا لا یعامل معاملۃ الملول حتی تملّوا۔

از شیخ زکریاؒ یہاں دین سے مراد اعمال ہیں۔ مدلالۃ حدیث الباب اور مطلب ہوا احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ ادومہٗ اس باب میں امام بخاریؒ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر دین کی اشیاء پر مداومت کرے۔ تو زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کو بنسبتہ اس کے مداومت تو نہ ہو سکے اور بغیر تحمل کے ان اشیاء کو اختیار کرے۔

قالت فلانۃ اس فلانۃ کا مصداق حضرت حولاء ہیں یہ فلانۃ غیر منصرف ہے۔ اس لئے کہ یہ کنایہ ہے علم سے مَہْ کلمہ زجر ہے لا یمل اللہ حتی تملوا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے عاجز نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے خزانہ قدرت میں تو بہت کچھ بلکہ سب کچھ ہے۔ ہاں تم عمل سے عاجز ہو جاؤ گے تو ثواب بھی رک جائے گا۔

بَابُ زِيَادَةِ الْإِيْمَانِ وَنُقْصَانِهِ ۔ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَزِدْنٰهُمْ هُدًى وَّيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَقَالَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ فَاِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِّنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ ۔

حدیث نمبر ۴۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَّيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَّيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاِيْمَانِ مَكَانَ خَيْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حضرت نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جہنم سے ہر اس شخص کو نکالا جائے گا جس نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھا اس حال میں کہ اس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر نیکی ہوگی۔ اور جہنم سے اس کو بھی نکالا جائے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں ذرہ برابر نیکی ہوگی۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلعم سے من خیر کی بجائے من ایمان کے الفاظ بھی مروی ہیں۔

اور یہ باب ایمان کی زیادتی اور نقصان کے بارے میں ہے۔ استدلال میں تین آیات پیش کی ہیں اور آخر میں فرمایا کہ کمال کی کوئی چیز چھوڑ دینے سے نقصان آجائے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ امام بخاریؒ ایمان کی زیادتی و نقصان صراحۃً والتزاماً بیان کرچکے ہیں۔ اس جگہ جو آیات اور روایات پیش کی گئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نئی بات بیان کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے تو ایمان کی زیادتی و نقصان مجموعہ اعمال۔ عقائد کے اعتبار سے ثابت کیا تھا اس کے بعد نفس ایمان میں جو کہ حکم کا مرتبہ ہے اس میں زیادتی و نقص کو بیان کیا۔ اس کے بعد اعمال میں اب باعتبار مؤمن بہ کے زیادتی اور نقص کو ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً کہا ہے کہ فلاں کا ایمان زیادہ ہے اور فلاں کا کم ہے۔ یا جیسے کسی نے کتابیں پڑھیں مگر ذکاوت کی وجہ ایک کامل ہے دوسرا ناقص جیسے سید شریف جس کو محقق کہا جاتا ہے۔ ذکاوت کی وجہ سے لیکن علامہ تفتازانی جس کا مطالعہ وسیع ہے۔ مگر اس میں ذکاوت نہیں ہے اس بنا پر اس کو زیادہ عالم تو کہا جاتا ہے مگر محقق نہیں کہا جاتا۔ سید شریف نے ان سے ایک نہایت نچلے درجہ کا مسئلہ پوچھا تو وہ عاجز آگئے۔ دوسرا مسئلہ نہایت مشکل پوچھا تب بھی عاجز آگئے۔ محققین فرماتے ہیں کہ علم ایک نور ہے جس سے اشیاء منکشف ہوتی ہیں متکلمین

کہتے ہیں کہ العلم صفة يتجلى بها الاشياء مگر لبا اوقات نور بہت ہوتا ہے۔ منور کوئی نہیں ہوتا اور بسا اوقات روشنی کم ہوتی ہے مستنیر بہت ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے علم میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ ورقہ بن نوفل پہلے مؤمن ہیں۔ ہمارے پاس مؤمن بہت ہیں لیکن ان کے پاس نہیں تھے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ان کا ایمان نہیں تھا۔ ہمارے معلومات کی بہتات کی وجہ سے اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ تو یہاں بھی زیادتی ونقصان مؤمن بہٖ کے اعتبار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ الیوم اکملت لکم دینکم تو کیا باری تعالیٰ حقانیت کے اعتبار سے بڑھ گئے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ایک فریضہ حج باقی رہ گیا تھا۔ جب اس کی زیادتی ہوتی تو ایک مؤمن بہ بڑھ گیا اس سے اسلام میں کمال آگیا۔ حقانیت وغیرہ میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ اس حدیث میں من خیر کا لفظ ہے اس کا مصداق اعمال ہیں۔ تو اس سے اعمال مراد ہوں گے۔ اور جس روایت میں من ایمان ہے۔ چونکہ اعمال مؤمن بہ ہیں ان کی کمی وبیشی سے ایمان میں کمی وبیشی آتی ہے۔ اور اعمال پر ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔

از شیخ زکریاؒ بعض حضرات نے اس کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ کتاب الایمان کے شروع میں جو زیادتی ونقصان کو ثابت کیا ہے۔ وہ باعتبار اجزاء ایمانیہ کے کیا ہے۔ کیونکہ ان تراجم سے امام بخاریؒ کا مقصود ایمان کی ترکیب کو ثابت کرنا تھا۔ اور یہاں کیفیت کے اعتبار سے ثابت کرنا ہے اور یہی میرے نزدیک راجح ہے۔ اور حضرت شیخ الہندؒ نے بھی اپنے تراجم میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ وہ یہ ہے کہ زیادتی وکمی باعتبار اجزاء اعمال کے تھی یعنی اعمال اجزاء کثیرہ پر مشتمل ہیں۔ اب جو پورے اعمال کرے گا۔ وہ زیادہ کو حاصل کرے گا۔ اور جو ان میں سے کم کرے گا اسی کے یہاں نقصان ہوگا۔ اور یہاں مؤمن بہ کی کمی وزیادتی کو بیان کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ اعمال ایک دم نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ آہستہ آہستہ نازل ہونے میں مثلاً معراج میں نماز کی فرضیت کے بعد دیگرے دوسرے فرائض کی فرضیت نازل ہوئی۔ تو جس طرح احکام نازل ہوتے رہے۔ مؤمن بہ میں زیادتی ہوتی رہی۔ الیوم اکملت لکم الآیۃ یہاں اکمال سے مراد زیادتی ہے۔ جب دین کی کسی بات کو ترک کردیا جائے تو نقص پیدا ہوگا کہا جاتا ہے کہ اس آیت کے بعد شریعت میں بذریعہ وحی کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ اور یہ سنہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔

حدیث نمبر ۴۵ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الخ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ اَيُّ اٰيَةٍ قَالَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ

وَالْمَكَانَ الَّذِیْ نَزَلَتْ فِیْہِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَۃَ یَوْمَ جُمُعَۃٍ ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین تمہاری کتاب جس کو تم لوگ پڑھتے ہو اس میں ایک آیت ہے اگر ہم یہود کے گروہ پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بناتے فرمایا وہ کون سی آیت ہے تو اس نے الیوم اکملت لکم دینکم آلایۃ کو پڑھا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس دن کو اور اس مکان کو خوب پہچانتا ہوں جس میں یہ آیت آنحضرت نبی اکرم صلعم پر اتری۔ آپ عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے۔ یہ آیت اتری۔ لا تخذ ناذٰلک الیوم عیداً۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس لئے کہ جس دن اتنی بڑی بشارت سنائی جائے کہ ہم نے تم پر دین کو کامل کر دیا۔ اور اتمام نعمت فرمایا اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس دین والوں سے راضی بھی ہیں۔ لہٰذا ایسا مبارک روز جس میں اتنی بشارتیں ہوں وہ اسی قابل ہے کہ اس کو عید بنا لیا جائے۔

قال عمرؓ قد عرفنا ذٰلک الیوم یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول اس یہودی کی بات کا جواب ہو بھی گیا یا نہیں۔ بظاہر تو ہوا نہیں۔ اس لئے کہ وہ تو کہہ رہا ہے کہ ہم یوم العید بنا لیتے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اس دن کو اور اس مکان کو حتیٰ کہ اس وقت کو بھی جانتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ یہ نہیں بتلایا کہ یوم عید بنانا چاہیئے یا نہیں۔ اگر نہیں بتایا تو کیوں نہیں بتایا اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت عمرؓ کا قول بظاہر جواب نہیں۔ مگر فی الحقیقت یہی جواب ہے اور جواب کی تقریر دو طرح سے کی جاتی ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت عمرؓ نے اس کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ ذرا سوچ کر بات کر تو کیا کہہ رہا ہے تو عید بنانے کو کہتا ہے۔ ہمیں تو عید بنانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی یوم عید ہے۔ کیونکہ وہ دن جمعہ کا ہے۔ وہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ پھر ہمیں عید بنانے کی کیا ضرورت ہے اور بعض شراح نے لکھا ہے کہ اتفاق سے وہ دن جس میں یہ آیت اتری تمام فرقوں کی عید کا دن تھا۔ چنانچہ نصاریٰ، یہود، مجوس سب ہی اس روز عید منا رہے تھے۔ اور مسلمانوں کی عید کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اور دوسری تقریر اس طرح کی جاتی ہے کہ تم کیا کہتے ہو ذرا غور تو کرو۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی۔ میدان عرفات میں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ مبارکہ پر تشریف فرما تھے۔ جمعہ کا دن تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی مگر ہم ایسے نہیں کہ بس اپنی طرف سے جو دن چاہے عید کا مقرر کر لیں۔ بلکہ ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے تابع ہیں۔ جب انہوں نے عید نہیں بنائی تو ہم کیوں بنائیں۔ یہ تقریر میرے نزدیک راجح ہے۔

بَابُ الزَّكٰوةُ مِنَ الْاِسْلَامِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۔

حدیث نمبر ۴۶ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّاْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰی دَنَا فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوٰتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰی هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ

ترجمہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجد کے باشندوں میں سے ایک آدمی آنحضرت رسول اکرم صلعم کی خدمت حاضر ہوا اس حال میں کہ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم اسکی آواز کی بھنبھناہٹ تو سنتے تھے لیکن جو کچھ وہ کہتا تھا اس کو سمجھ نہیں رہے تھے۔ یہاں تک وہ آپ کے قریب آیا۔ تو معلوم ہوا کہ اسلام کے متعلق آپ سے سوال کر رہا ہے تو جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ اس نے پوچھا کہ ان کے ماسوا بھی کچھ فرض ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفل پڑھو۔ اور جناب رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا کہ رمضان شریف کے روزے فرض ہیں اس نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر نفل روزے رکھ سکتے ہو۔ پھر آنحضرت رسول اکرم صلعم نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا جس پر اس نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے آپؐ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفلی صدقہ دو۔ راوی فرماتے ہیں۔ وہ پیٹھ پھیرتے ہوئے کہتا جا رہا تھا کہ اللہ کی قسم نہیں ان پر نہ زیادتی کروں گا نہ کمی کروں گا۔ آنحضرت رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ اگر وہ سچ کہتا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حصر کی وجہ سے تینوں مامور بہا ہوں گے کہ جن کا مدار اخلاص پر ہو اور زکوٰۃ کو امور دین میں سے کہا گیا جس سے مرتبہ کا ذکر کرنا ہے اس پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کی روایت پیش کرتے ہیں۔

حل علیّ غیرھن الخ اس سے شوافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ صلوٰۃ وتر واجب نہیں کہا جائے گا کہ وتر

مستقل فریضہ نہیں بلکہ وہ عشاء کے تابع ہے۔ عشاء کا وقت اس کا وقت ہے اگر عشاء سے پہلے صلوٰۃ وتر کو پڑھا جائے تو قبول نہ ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم صلوٰۃ وتر کو فرض نہیں کہتے بلکہ واجب کہتے ہیں جس کا منکر کافر نہیں ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ فرض عملی ہوگا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ وتر پہلے سے واجب نہیں تھے۔ جب آپ نے ان اللہ امدکم بصلوٰۃ الخ فرمایا اس طرح الوتر حق وغیرہا سے وجوب ثابت ہوا۔ پہلے اس کے احکام اور تھے وجوب کے بعد احکام اور ہوگئے۔ تو ممکن ہے کہ حضرت ضمام رضہ کا واقعہ پہلے کا ہو جبکہ وتر کا وجوب نہیں ہوا تھا۔ اور ایسے ہوتا رہا ہے مثلاً پہلے شراب کی ممانعت نہیں تھی۔ اس وقت حضرت حمزہؓ نے شراب پی اور مُغنیہ کا گانا سن کر حضرت علیؓ کی اونٹنیاں ذبح کر دیں سب حضرات اس کو قبل از حرمت شراب پر محمول کرتے ہیں۔ بنا بریں اگر ہمارے پاس کوئی ایسی روایت آئے جس سے وتر کا وجوب معلوم نہ ہوتا ہو۔ تو اس کو مناسب زمانہ یعنی قبل از وجوب پر محمول کیا جائے گا۔

الا ان تطوع ای الا ان تأتی بالتطوع اگر اس پر اشکال ہو کہ تطوع فرائض میں سے نہیں تو استثناء کیسے صحیح ہوگا۔ شوافع حضرات تو فرماتے ہیں کہ استثناء منقطع ہوگا تو مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوگا۔ احنافؒ اور مالکیہؒ فرماتے ہیں استثناء متصل اصل ہے۔ اور منقطع فرع ہے۔ تو اگر اس کو استثناء متصل پر محمول کریں تو اب معنی ہوں گے۔ الا ان تشرع فی التطوع تو اس وقت تطوع بھی فرض ہو جائے گا کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔ لا تبطلوا اعمالکم اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ نیز حج اور عمرہ اگرچہ نفل ہوں مگر ان کا اتمام ضروری ہو جاتا ہے۔ واتموا الحج والعمرۃ للہ الآیہ اور حضرات شوافعؒ کے ہاں بھی حج اور عمرہ نافلہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن احنافؒ پر ذکر رسول اللہ صلعم الزکوٰۃ الخ الا ان تطوع سے اعتراض ہوتا ہے کہ پھر تو صدقات نافلہ کو شروع کرنے سے وجوب ہو جانا حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صدقات کے اندر تطوع یہ ہے کہ ایک چیز کو لوجہ اللہ نذر کیا جائے۔ تو پھر صدقہ بھی واجب ہو جائے گا۔ بعیث انتذر کے معنی ہوں گے اور نذر کے بارے میں ولیوفوا نذورھم اور صدقات نافلہ کی شروع کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو اعطاء مال کے بعد شروع ہو جاتا ہے کہ پھر اس کا لوٹانا کسی کے نزدیک جائز نہیں اور نذر میں اگرچہ اعطاء مال نہیں مگر اپنے اوپر واجب کرنے سے شروع پایا گیا۔ تو وجوب دونوں صورتوں میں پایا گیا لا ازید علی ھذا ای علی قول النبی صلعم اس پر اگر شبہ ہو کہ زیادتی اور نقصان نہ کرنے کی صورت میں فلاح پائے گا۔ اگر زیادتی کرے یا نقصان کرے تو فلاح نہیں ہے حالانکہ

زیادہ فی الصلوٰۃ والصوم میں تو کامل فلاح ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ رجل قوم کا نمائندہ تھا لا ازید علی ھذا کا مطلب ہے فی التبلیغ الی قومی تو زیادتی اور نقص فرائض میں نہیں بلکہ تبلیغ احکام اور اخبار میں ہے۔ اگر اس میں زیادتی اور نقصان کرے تو واقعی فلاح نہ ہوگی

دوسری توجیہ یہ ہے کہ تسلیم کیا زیادتی اور نقصان فرائض کے اعتبار سے ہے۔ تو زیادتی اور نقصان نہ کرنا باعث فلاح ہوا۔ یہ منطوق کلام ہے۔ اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ زیادتی اور نقصان کی صورت میں فلاح ہوگی۔ یا نہ حدیث اس سے ساکت ہے ہمارے ہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں جیسے نعم العبد صھیب لو لم یخف اللہ لم یعص الحدیث صہیب اچھا آدمی ہے اگر اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرتا تو نافرمانی نہ کرتا۔ تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر خوف ہوتا تو عصیان کرتا۔ حالانکہ خوف کے وقت تو عدم عصیان بطریق اولیٰ ہوگا۔ تو ایسے یہاں بھی معنی ہوں گے کہ اگر زیادتی نقصان نہ کرے تو فلاح پائے گا۔ اگر زیادتی ہو تو بطریق اولیٰ فلاح ہوگی۔ جیسے آپ کا ارشاد ہے۔ لو لم تکن ربیبتی ما حلت لی اگر بنت سلمہ میری ربیبہ نہ ہوتی تب بھی میرے لئے حلال نہیں تھی۔ اس کا مفہوم مخالف نہیں لیا جا سکتا۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ زیادہ نقص فرائض کے اندر اس طرح متحقق ہوگا کہ یزیادہ الرکعات و بنقصھا کماً و کیفاً کیونکہ حدود کا تحفظ بہر حال ضروری ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ حنفاء حنیف کی جمع ہے جس کے معنی مائل ہونے والے کے ہیں یعنی مائلین عن الزیغ، ذلک دین القیمۃ۔ دین القیم اور دین القیمۃ دونوں طرح سے روایات میں آتا ہے۔ اور دونوں قرائتیں بھی ہیں یہاں سب کو دین قیم کہا گیا۔ اور دین ایمان ایک چیز ہیں لہٰذا زکوٰۃ بھی ایمان کے اعمال میں سے ہوئی۔ ثائر الرأس الجھے ہوئے بالوں والا یہ بدوی لوگ تہذیب و تمدن تو کچھ رکھتے نہیں اپنا ایسے ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا اسی شکل میں آ گئے۔ لیکن علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ متعلم اور سائل ہو کر آیا تھا۔ اس لئے یہ تعلیم دے گیا کہ طالب علم کو بناؤ سنگار نہیں کرنا چاہئے بلکہ ایک دھن ہو اور کسی چیز کی خبر نہ ہو۔

نسمع دوی صوتہ دوی کہتے ہیں صوت خفی کو یعنی اس آواز کو جو سنائی تو دے لیکن معنی سمجھ میں نہ آئیں اور عرف عام میں شہد کی مکھی کی آواز سے تشبیہ دیتے ہیں جس کی تفسیر بھنبھناہٹ سے کی جاتی ہے۔ یہاں پر شراح قاطبۃ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ دیہاتی تھا تمدن سے عاری اس نے دور سے ہی زور زور سے پکارنا چلانا شروع کر دیا۔ مگر دور ہونے کی وجہ سے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ جب قریب

آیا تو بات معلوم ہوئی۔ میرے والد صاحب نے اپنے شیخ قدس سرہٗ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شراح کے اس مطلب کو غلط قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ دَوِی کہتے ہیں صوتِ خفی کو لہٰذا یہ کہنا کہ وہ زور زور سے پکارتا ہوا آرہا تھا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ بلکہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بڑے کے پاس جاتا ہے۔ اور کوئی بات اس سے کرنا چاہتا ہے تو اس پر ایک قسم کا خوف اور سہم سوار ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر وہ ان باتوں کو رٹتا ہے اور آہستہ آہستہ یاد کرتا جاتا ہے۔ تاکہ مقام پر پہنچ کر بلا تکلف کہہ دے۔ اور سوچتا رہتا ہے۔ کہ یہ پوچھوں گا اور یہ بات دریافت کروں گا وغیرہ وغیرہ۔

خمس صلوات کے بارے میں احناف پر وجوبِ وتر کا اعتراض کیا جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ نماز جنازہ بھی تو فرض ہے صلوٰۃ کسوف بعض ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے۔ عیدین کی نماز بعض ائمہ کے نزدیک فرض ہے جو جواب دیں گے ہم احناف بھی وہی جواب دے دیں گے۔ الا ان تطوع شوافع اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ جس طرح تم احناف زکوٰۃ میں استثناء منفصل مانتے ہو۔ اسی طرح یہاں بھی مان لو۔ تو حنفیہؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ چونکہ زکوٰۃ کوئی منظم نہیں بلکہ معطی کو اختیار ہے کچھ آج دے دے اور کچھ کل۔ بخلاف مصلی اور صائم کے کہ ان کو یہ اختیار نہیں کہ بعض رکعت آج پڑھ لیں بعض رکعت اگلے روز یا نصف دن کا روزہ آج رکھیں اور نصف بقیہ کل رکھیں بلکہ ان میں التصاق اور انتظام ہوگا بخلاف زکوٰۃ کے وہاں چونکہ خود انفصال ہوتا ہے استثناء بھی منفصل ہو جائے گا۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ فرائض کا پڑھنا واجب مؤکد ہے اور نوافل باعث اجر و ثواب ہیں اور ان کے ترک پر کچھ عتاب و عذاب نہیں لہٰذا اگر کوئی شخص پورے فرائض ادا کرے اور نوافل نہ پڑھے تو وہ ناجی ہوگا۔ لیکن کوئی نجات کے دھوکے میں آ کر نوافل نہ چھوڑ دے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے روز فرائض کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔ اب کیا ہماری نمازیں ایسی ہیں کہ ان پر پورا کامل ثواب ملے۔ ہاں صحابہ کرام کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان کے صرف فرائض ان کے لئے ناجی ہیں۔

وذکر له رسول الله صلعم اس ذکر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے صوم و صلوٰۃ میں تو حضور انور صلعم کے الفاظ یاد تھے لیکن یہاں یہ یاد نہیں رہا کہ حضور اکرم صلعم نے کیا فرمایا۔ اس لئے ذکر له سے تعبیر فرما دیا ہے۔ یہ حضرات محدثین کی غایت احتیاط ہے۔ الا ان تطوع اس جگہ سب حضرات کے نزدیک استثناء منفصل ہے اور بعض روایات میں حج کا ذکر بھی آیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ واقعہ دوسرا ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ واقعہ تو ایک ہی ہے مگر یہاں پر راوی نے اختصار کر دیا۔ یہی حدیث ص پر آرہی ہے وہاں ہے لانظر

شَیْئًا و لا انْقُصُ اس سے پتہ چلا کہ وہ اس کمی زیادتی کو اپنے متعلق فرما رہے ہیں کہ میں نہ نفلیں پڑھوں گا اور نہ ہی کوئی عبادت کروں گا میں کہتا ہوں۔ کہ ان حضرات صحابہ کرام کی شان یہ تھی کہ یونہی کہیں اس لئے کہ اگر فرائض کو ان کے پورے آداب کے ساتھ ادا کرے اور درمیان میں ادھر ادھر کا کیا نہ لائے تو وہ ناجی ہے اور یہ جو روایات میں آتا ہے کہ فرائض کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا تو وہ ہم جیسوں کے لئے ہے جن کی عبادت ناقص ہے ہماری اور صحابہ کرام کی عبادتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ہماری نمازیں اگر وہاں منہ پر مار کر نہ پھینکی جائیں تو بھی بہت کافی ہے۔ افلح ان صدق میں یہ اِن شرطیہ بھی پڑھا گیا ہے۔ اور ان نصب کے ساتھ بھی یعنی لان صدق

بَاب اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ مِنَ الْاِيْمَانِ۔

حدیث نمبر ۴۷ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهٗ حَتّٰى يُصَلِّىَ عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطٍ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ چلا اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اور یہاں تک اس کے ساتھ رہا کہ اس پر نماز پڑھی اور اس کے دفن سے فارغ ہوا تو وہ دو قیراط کا ثواب لے کر واپس لوٹے گا جبکہ ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے اور جس نے صرف اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کرنے سے پہلے واپس آ گیا تو وہ ایک قیراط کا ثواب لے کر واپس آئے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جنائز جمع جنازہ کی بکسر الجیم و فتحہا بکسر الجیم جنازہ کے معنی میت کے ہیں اور بفتح الجیم جَنازہ کے معنی السریر التی علیہا النعش اور بعض نے اس کا عکس کہا ہے۔ اتباع بمعنی پیچھے چلنا اس کو امام صاحبؒ افضل فرماتے ہیں چنانچہ ان کی حجۃ بھی روایت ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آگے چلنا افضل ہے۔ جنازہ مسلم ایمانا و احتسابا اس سے معلوم ہوا کہ اتباع کا تعلق ایمان سے ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی کسی خوف کی وجہ سے یاریا کی وجہ سے بھی اتباع کیا جاتا ہے۔ قیراط ایک درہم کے چھ حصے ہوتے ہیں اسے دانق کہتے ہیں اور دانق کے آدھے کو قیراط کہا جاتا ہے۔

از شیخ زکریاؒ حافظ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے شعب ایمانیہ کو اتباع الجنائز کے باب پر ختم

فرمایا ہے کیونکہ جنازہ کا نمبر بھی شریعت میں سب سے آخیر میں ہے اور تقسیم غنائم چونکہ موت کے بعد ہوتی ہے اس لئے اس کو مؤخر فرما دیا۔

باب خَوْفِ الْمُؤْمِنِ اَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِيْ عَلٰى عَمَلِيْ اِلَّا خَشِيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مُكَذِّبًا وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَدْرَكْتُ ثَلٰثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰى نَفْسِهٖ مَا مِنْهُمْ اَحَدٌ يَّقُوْلُ اِنَّهٗ عَلٰى اِيْمَانِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا اَمِنَهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ وَّمَا يُحْذَرُ مِنَ الْاِصْرَارِ عَلَى التَّقَاتُلِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ٥

ترجمہ، مؤمن کو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں اس کی لاعلمی میں اس سے اعمال حبط وضائع نہ ہو جائیں اور حضرت ابراہیم تیمی نے فرمایا جب بھی میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا یعنی اس کا مقابلہ کیا تو مجھ کو ڈر لاحق ہوا کہ کہیں میں دین کو جھٹلانے والا نہ ہو جاؤں۔ اور حضرت ابن ابی ملیکہ نے فرمایا کہ میں نے تیس اصحاب نبی اکرم صلعم کو پایا کہ وہ اپنے اوپر نفاق کا خطرہ محسوس کرتے تھے۔ اور ان میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ میرا ایمان جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام کی طرح ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ سے مذکور ہے کہ مؤمن کے سوا اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں ڈرتا یعنی نفاق کے بارے میں اور منافق کے سوا اللہ تعالیٰ سے کوئی بے خوف نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ ڈر جائے۔ بغیر توبہ کے لڑائی لڑنے اور نافرمانی پر اصرار کرنے سے کہ کہیں ایمان ضائع نہ ہو جائے بوجہ قول اللہ تعالیٰ کہ مؤمن وہ ہیں جو اپنے کئے پر جانتے ہوئے اصرار نہیں کرتے۔

حدیث نمبر ۴۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ الحدیث

ترجمہ، حضرت زبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو وائلؒ تابعی سے فرقہ مرجئہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔ اور اس سے لڑائی لڑنا کفر ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز کمال کو پہنچ جائے تو اس کے لئے یہ کوشش کی جاتی

ہے۔ کہ ایسے اسباب تلاش کئے جائیں۔ کہ جس کی وجہ سے اس کمال میں زوال نہ آئے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ ایمان کو تکمیل تک پہنچانے کے بعد ان چیزوں کا ذکر فرماتے ہیں جن سے ایمان کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ مرجیہ کا رد بھی کرنا ہے۔ اس جگہ دو ترجمے ذکر فرمائے ہیں۔

خوف المؤمن اور دوسرا ما یحذر من الاصرار الخ قبل ازیں امام بخاریؒ ظلم کو کلی مشکک قرار دے چکے ہیں اور ایسے کفر کو بھی مشکک کہا۔ ایسے یہ بھی فرمایا کہ نفاق کلی مشکک ہے جس کا صدق اپنے تمام افراد پر مطابقی ہوتا ہے التزامی اور مجازی نہیں ہوتا۔ بنا بریں ہر ایک پر جس میں ایک خصلۃ نفاق کی ہو یا دو تین اس پر بھی نفاق کا اطلاق ہوگا۔ اس لئے کہ اگرچہ مؤمن کے قلب میں جزم ہے۔ مگر ممکن ہے کہ ایمان کی خصائل میں سے کسی ایک خصلت کے اندر کمزوری ہو جس کی وجہ سے نفاق آجائے۔ بنا بریں ان چیزوں سے بچنا ضروری ہے اور باری تعالیٰ فرماتے ہیں لا تزکوا انفسکم اپنے آپ کو پاکباز مت ظاہر کرو۔ تو اپنے آپ کو متقی نہیں کہنا چاہیے۔ امام الحرمین بڑے ذی علم ہیں جس کی وجہ سے ان کو یہ لقب ملا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک معتزلی کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے بھیجا مگر وہ ہار گئے۔ جس پر ان کو صدمہ ہوا۔ جواب ملا کہ فلاں کھیت میں تم ہل چلا رہے تھے۔ وہاں جو غلہ ڈالا گیا وہ مشتبہ تھا۔ اور اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا اس کمزوری کی وجہ سے اس بچے پر کمزوری آگئی۔ احتیاط کا یہ عالم تھا بہرحال معلوم ہوا کہ بعض اعمال ایسے ہیں۔ جن کی وجہ سے دیگر اعمال حسنہ حبط ہو جاتے ہیں۔ جیسے ارشاد ربانی ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ان تحبط اعمالکم کہ نبی اکرم صلعم کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا نہ کرو کہیں تمہارے اعمال حبط نہ ہو جائیں۔ حبط کا سبب محض کفر و نفاق نہیں بلکہ بعض اعمال حسنہ بھی سبب بن جاتے ہیں، جیسے رفع صوت بنا۔ چنانچہ امام بخاریؒ ڈرانا چاہتے ہیں کہ کہیں اپنے اعمال پر غرہ نہ ہو جانا چنانچہ شافعی المذہب کا تو کہنا ہے انا مؤمن انشاء اللہ کرامی مذہب والا تو اس کو کافر کہدے گا حالانکہ یہ انشاء اللہ موافات کے اعتبار سے ہے کہ انشاء اللہ وفات اس کلمہ پر ہوگی۔ بالفعل تو جزم ہے۔ اور حنفی انا مؤمن حقاً کہتا ہے۔ یہ ایمان حالی کے اعتبار سے ہے۔ تو کرامی کا یہ کہنا کہ شافعی المذہب کے ساتھ مناکحت نکاح کرنا ناجائز ہے۔ غلط ہوگیا۔ بلکہ احناف اور شوافع میں نزاع لفظی ہے پہلے زمانہ میں ان کے درمیان منافقت آگئی تھی۔ ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ ان اکون مکذبا بفتح الذال وکسرھا ای مکذ بالنفسہ ما منھم احد الخ مرجیہ کہتے ہیں کہ ایمانی علی ایمان جبرائیل نہیں کہنا چاہیے۔ اور حضرت امام صاحبؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ ایمانی کایمان جبرائیل ولا اقول ایمانی مثل ایمان جبرائیل۔ اس لئے کہ جمیع

کیفیات مثل میں داخل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سامنے تو سارا عالم الغیب ہے ان کو مشاہدہ ہے ہمیں تو مشاہدہ نہیں ہمارا ایمان علم الیقین ان کا عین الیقین ہے۔ سباب باب مفاعلہ کی مصدر ہے بمعنی کسی کی عزت کے بارے میں کچھ کہنا اس کو ترجمہ ثانی سے مطابقت ظاہر ہے۔ اور ترجمہ اول بھی ثابت ہے کہ جب یہ اعمال کفر وفسوق ہوئے تو اس سے اعمال حبط ہو جائیں گے

تشریح از شیخ زکریاؒ خوف المؤمن ان یحبط عملہ یعنی مومن کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے کہ زبان سے کوئی ایسا کلمہ کفر کا نہ نکل جائے جس سے اعمال حسنہ ضائع ہو جائیں بعض محدثین فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس باب میں فرقہ احباطیہ کی طرف پہنچ گئے۔ کیونکہ اس جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے پچھلے اعمال حسنہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے لہٰذا مطلب یہ ہے کہ مومن کو ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کوئی ایسا عمل نہ کرے کہ شدہ شدہ کفر کی نوبت آجائے۔ ترجمہ الباب کی اصل غرض مرجیہ کا رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ لا ینفع طاعۃ ولا یضر معصیۃ کہ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی اور نہ ہی کوئی برائی نقصان دیتی ہے۔ رد اس طرح ہوا کہ اگر معصیت مضر نہیں تو حبط عمل کے کیا معنی ہیں وھو لا یشعر یوں کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ وھو لا یشعر بڑھا کر ایک اختلاف کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ اختلاف یہ ہے کہ اگر کوئی لاعلمی میں الفاظ کفر یہ کہتا ہے۔ تو کیا وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ کلمات کفر جب قصد کے ساتھ کہے جائیں تو کفر ہیں۔ اور بلا قصد کفر نہیں علامہ کرمانیؒ نے علامہ نوویؒ پر رد کیا اور فرمایا۔ کہ کلماتِ کفر کہنے سے کافر ہو جاتا ہے خواہ قصد و خبر کے ساتھ کہے یا بلا قصد و خبر کے کہے یہی جمہور کی رائے ہے۔ امام بخاریؒ نے اسی ثانی قول کی تائید فرمائی وھو لا یشعر بڑھا کر بتلایا کہ کہیں لاعلمی میں ایسا عمل نہ ہو جائے جس سے اعمال حبط ہو جائیں۔ وقال ابراھیم التیمی یہ ابراہیم بہت بڑے واعظ تھے جب وعظ کہتے تھے تو دیکھا کرتے تھے۔ کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر خود میرا عمل بھی ہے یا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کہہ رہا ہوں کچھ اور میرا عمل اس کے خلاف ہو۔

کلھم یخاف علی نفسہ چنانچہ حضرت حنظلہؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قصہ مشہور ہے کہ حضرت حنظلہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا۔ کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایسے ہوتے ہیں گویا جنت دوزخ سب ہمارے سامنے ہے اور جب ہم اپنے گھروں کو آتے ہیں۔ تو بیوی بچوں میں لگ جاتے ہیں مجھے تو ڈر لگ گیا کہ کہیں میں منافق تو نہیں نافق حنظلہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا میرا بھی یہی حال ہے چلو

حضور صلعم سے اس بارے میں دریافت کریں۔ حاضر ہو کر معاملہ عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی یہ کبھی وہ امام بخاریؒ نے ابن ابی ملیکہ کا مقولہ نقل فرمایا۔ ما منہم احد یقول بعض مشائخ درس میں فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ امام اعظمؒ پر رد فرما رہے ہیں کیونکہ حضرت امام اعظمؒ سے منقول و مشہور ہے کہ ایمانی کایمان جبرائیل حالانکہ شراح میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا۔ اگر بالفرض امام بخاریؒ کا مقصد امام صاحب پر رد کرنا تو کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ نے امام صاحب کے مقولہ کا مطلب سمجھا ہی نہیں کیونکہ امام صاحبؒ نے تو ایمانی کایمان جبرائیل فرما کر مثل ایمان جبرائیل کی نفی فرمائی ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ کاف سے تشبیہ ذات کے اندر دی جاتی ہے۔ اور مثل میں صفات میں تو امام صاحبؒ ذات ایمان میں تو اپنے ایمان کو ایمان جبرائیل سے تشبیہ دے رہے ہیں اور صفات میں برابری کی نفی فرما رہے ہیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ کا مقولہ صرف ایمانی کایمان جبرائیل ہے اس میں حضرت میکائیل کا کہیں ذکر نہیں اور یہاں بخاری میں لفظ میکائیل بھی ہے اس وجہ سے ظاہر ہے کہ یہ مقولہ کسی اور کا ہے۔ ماخافہ الا مؤمن الخ یعنی نفاق سے مؤمن ہی ڈرتا ہے۔ اور منافق اس سے مامون رہتا ہے وما یحذر من الاصرار علی التقاتل یہ عطف ہے خوف المؤمن الخ پر اور مطلب یہ ہے کہ نفاق اور عصیان سے بچنا چاہیئے کیونکہ اصرار علی المعاصی کفر تک منجر ہوتا ہے حضرت شاہ عبدالعزیز رحؒ اس کی صورت بیان فرماتے ہیں۔ ومن تھاون بالنوافل تھاون بالسنن ومن تھاون بالسنن تھاون بالفرائض ومن تھاون بالفرائض سلب المعرفۃ ومن سلب المعرفۃ سیقع فی الکفر یعنی جو نوافل میں سستی کرتا ہے وہ سنن میں سستی کرے گا جو سنن میں سستی کرتا ہے وہ فرائض میں سستی کرے گا اس سے معرفت چھین لی جائے گی اور جس سے معرفت چھن گئی وہ عنقریب کفر میں گرے گا یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس کا ایک جملہ قتالہ کفر ہے۔ اس سے مرجئہ پر رد ہے۔ کہ یہ فرقہ صراحۃً حضور اقدس صلعم کے قول کی مخالفت کرتا ہے۔ یہی حضرت ابو وائل کے سوال کا جواب ہے۔ یہ فرقہ مخالف رسول ہے۔

حدیث نمبر ۴۹ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ اَخْبَرَنِیْ عُبَادَۃُ بْنُ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یُخْبِرُ بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ اِنِّیْ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَاِنَّہٗ تَلَاحٰی فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْھَا فِی السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ۔

ترجمہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلعم لیلۃ القدر کے متعلق خبر

دینے کے لئے باہر تشریف لائے، تو مسلمانوں میں سے دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑے تو آپ نے فرمایا کہ میں تو لیلۃ القدر کی خبر بتلانے کے لئے باہر آیا تھا لیکن فلاں اور فلاں جھگڑ پڑے تو وہ اٹھا دی گئی شاید اس میں تمہارے لئے کوئی بھلائی ہو۔ اب اسے ساتویں نویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

تشریح از شیخ زکریا: چونکہ باب کے اندر اصرار علی التقاتل وغیرہ سے بچنے کا امر تھا۔ تو اب یہاں سے تقاتل کی خرابی اور اس کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔ کہ اتنی بری شے ہے کہ لیلۃ القدر جیسی رفیع الشان چیز دو آدمیوں کے جھگڑنے کی وجہ سے نبی اکرم صلعم کے دل سے اٹھالی گئی۔ اگرچہ ان دونوں کو علم بھی نہیں تھا مگر پھر بھی ان کے تنازعہ کی وجہ سے ایسی نعمت سے محرومی ہوئی لہٰذا اگر علم بھی نہ ہو پھر بھی گناہ سے اعمال حسنہ ضائع ہو جاتے ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ معرفت شبِ قدر ہے کہ وہ اٹھالی گئی۔

باب، سُؤَالِ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيْمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ فَجَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهُ دِيْنًا وَمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْإِيْمَانِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔

حدیث نمبر ۵۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ الْاِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَبِلِقَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ قَالَ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ مَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَسَاُخْبِرُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ رَبَّهَا وَاِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمُ فِي الْبُنْيَانِ فِيْ خَمْسٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاٰيَةَ ثُمَّ اَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوْهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ مِنَ الْاِيْمَانِ۔ (الحدیث)

ترجمہ باب حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے علم بارے میں سوال کرنا اور نبی اکرم صلعم کا اس سے بیان کرنا پھر فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ تو ان سب امور کو دین قرار دیا۔ اسی طرح ایمان کی وہ باتیں جو نبی اکرم صلعم نے وفد عبدالقیس سے بیان فرمائیں۔ اور اللہ تعالی کا یہ قول کہ جس شخص نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کیا تو وہ اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ حدیث، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو کر بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آکر پوچھنے لگا کہ ایمان کیا چیز ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالی اس کے فرشتوں اور اس کی ملاقات اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے اور مرنے کے بعد اٹھا جانے پر بھی ایمان لائے۔ پھر اس نے اسلام کے متعلق پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے جواباً فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس حال میں کرے کہ تو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اور یہ کہ تو نماز کو پابندی سے قائم کرے اور کہ فرض شدہ زکوٰۃ کو ادا کرے اور رمضان شریف کے مہینہ کے روزے رکھے پھر اس نے کہا احسان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالی کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر پوچھا قیامت کب آئے گی۔ فرمایا جس شخص سے قیامت کے متعلق پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ البتہ ابھی تمہیں اس کی کچھ نشانیاں بتلاؤں گا پس جب باندی اپنے مالک کو جنے اور جب کالے کالے اونٹوں کے چرواہے یا اونٹوں کے کالے کالے چرواہے تعمیرات پر فخر کر رہے ہوں اور ان پانچ چیزوں کے بارے میں متفکر ہوں جن کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں ہے پھر آپ نے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ کو تلاوت فرمایا۔ پھر وہ آدمی جب پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو واپس لاؤ۔ تو ان کو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ ابو عبداللہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سب امور کو ایمان قرار دیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ امام بخاریؒ نے اب تک جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے تو معلوم ہوتا تھا کہ ایمان اسلام اور دین کے ایک ہی معنی ہیں اس مقام پر بھی اس کو دکھلانا ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں ان کے ایک ہی معنی ہیں۔ اگرچہ یہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ اگر اسلام خوف کی وجہ سے ہو۔ اذ قالت الاعراب آمنا الخ تو کفر نہیں ہوگا۔ اس جگہ بھی اطلاق ثانی یعنی تغایر حقیقی کو بیان کر کے اطلاقات شرعیہ میں ان کا اتحاد ثابت کرتے ہیں۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا اس سے پہلے تو معلوم ہوا کہ اسلام اجزاء دین میں سے ہے۔ پھر

اسلام کا عین دین ہونا ثابت فرمایا تو یہی کہا جائے گا کہ اطلاقات شرعیہ دو قسم ہے۔ ایک اطلاق میں یہ ہم معنی ہیں۔ اور ایک اطلاق میں ان کے درمیان تفرقہ ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین ذو اجزاء ہے الایمان ان تؤمن باللہ اگر شبہ ہو کہ یہ تعریف الشیئ بنفسہ ہوئی۔ تو کہا جائے گا کہ معرَّف ایمان شرعی ہے اور معرِّف ایمان لغوی بمعنی تصدیق ہے اور تصدیق بما علم مجیئہ بالضرورۃ یعنی اس کی تصدیق ہیں نہ مستقبل میں شک ہو اور نہ فی الحال شک ہو اور اسی طرح کی تصدیق ہو کہ وہ تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو سکے۔ ان تؤمن باللہ فرمایا گیا۔ اس کے اندر بوجود وہ وبصفاتہ الثبوتیۃ والسلبیۃ سب کے سب اس کے تحت ہیں۔ بلقائہ بعض نے کہا کہ اس کی موت مراد ہے۔ لیکن اس پر تو سب ایمان رکھے کیونکہ موت کو ہر روز دیکھ رہے ہیں تو بعض نے کہا کہ لقائہ سے رؤیتہ باری تعالیٰ مراد ہے۔ اسے امام نوویؒ نے اختیار کیا ہے۔ لیکن اس پر اشکال ہوگا۔ کہ رؤیتہ باری تعالیٰ تو ہر ایک کے لئے نہیں ہے تو دونوں کا جواب دیا گیا کہ ایک موت تو شخصی ہے جو ہر روز مشاہد ہے مگر موت عالم جسے قیام قیامت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ محسوس نہیں اس پر ایمان لانا مطلوب ہے۔ اگر رؤیتہ باری تعالیٰ بھی مراد ہو۔ تو معنی ہوں گے کہ یہ رؤیتہ واقع ہونے والی ہے۔ ہر ایک کو نہیں بلکہ جو اس کا مستحق ہوگا۔ اس پر ایمان لانا ہے۔ اس رؤیتہ کا معتزلہ نے انکار کر دیا۔ کیونکہ رؤیتہ کے لئے بُعد نہ ہو۔ اور زیادہ قرب بھی نہ ہو۔ مکان وجہۃ بھی ضروری ہے۔ لیکن یہ سب شرائط بطور عادت کے ہیں لزوم کے لئے نہیں۔ شیخ ابوالحسن اشعریؒ تو ایمان تقلیدی کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ وہ ایمان استدلالی کا اعتبار کرتے ہیں۔ رہا عوام الناس کا ایمان اگرچہ وہ صغریٰ کبریٰ اور شکل اول کے ذریعہ سے نہیں ہوتا مگر ان کو دلیل معلوم ہے جیسے جیحون کے کنارے ایک آدمی ہل چلا رہا تھا تو کسی منطقی نے وحدت باری پر اس سے دلیل طلب کی۔ تو اس نے جواب دیا کہ جیحون تیرے باپ نے کھودوایا ہے۔ یہ اثر ضرور کسی مؤثر کا ہوگا وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ والاحسان چونکہ احسان پر انعام خداوندی موقوف ہے جس پر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں۔ ان اللہ مع المحسنین، ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان احسان کے لغوی معنی تو یہ ہیں، کہ کسی چیز کو عیوب سے پاک صاف کر دیا جائے۔ لیکن اس جگہ اس کے متعلق سوال اطلاقات شرعیہ کے اعتبار سے ہے۔ اور اس کو آیات میں مختلف طور پر طلب کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ عند اللہ مرضی ہے۔ مشہور یہ ہے کہ مقامات تین ہیں (۱) فریضہ (۲) مشاہدہ (۳) مراقبہ۔ فریضہ کا مقام تو یہ ہے کہ عبادت اس طرح ادا کی جائے کہ فریضہ ساقط ہو جائے، دوسرا مقام یہ ہے کہ انسان عبادت کے وقت

حضور الہٰی میں اس قدر غرق ہو جائے۔ کہ سوائے باری تعالیٰ کے کسی کا خیال نہ رہے مراقبہ اس سے بھی کم درجہ کا ہے۔ کہ جس میں حضور باری نہیں ہوتا۔ آپ اس جگہ ان دو مقامات کو بتانا چاہتے ہیں۔ کانک تراہ یہ مقام شاہدؔ ہے۔ اور ان لم تکن تراہ اس سے مقام مراقبہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن مشہور توجیہ سے عبارت اباء کرتی ہے حقیقی رؤیتہ باری تعالیٰ حق ہے۔ مگر اس عالم میں جائز غیر ممکن الوقوع ہے۔ عالم آخرت میں جائز ممکن الوقوع ہے۔ اگر عالم دنیا میں غیر ممکن ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رب ارنی سے سوال نہ کرتے۔ اس لئے کہ پیغمبر عالم جواز میں ہوتا ہے۔ جواب میں نفی وقوع کی گئی لن ترانی نفی امکان کی نہیں کی گئی۔ کہ لن اُری کہا جاتا۔ معتزلہ اور خوارج امکان کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰؑ کا سوال امکانِ رؤیتہ پر دلالت کرتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے رؤیتہ باری کی لیکن عالم شہادت میں رہ کر نہیں بلکہ عالم غیب میں۔ اس لئے کہ عالم غیب میں جتنی اشیاء ہیں وہ سب وجود ظلی کا مظہر ہیں وجود حقیقی کا تحمل نہیں کرسکتیں وجود حقیقی کی رؤیتہ کے لئے آپ کو آسمانوں پر بلایا گیا عالم آخرت میں اہلِ جنت کے لئے رؤیتہ ہوگی۔ کہ ان کے درمیان حجاب نہیں ہوگا۔ اور وجود کو قوی کر دیا جائے گا۔ اور اہل جہنم بوجہ محجوب ہونے کے نہ دیکھ سکیں گے۔ کانک تراہ ای عبادۃ مشابھۃً ککونک تراہ یا یہ حال ہے ای تعبد حالتک کونک مشابھا لمن یری المحبوب بہرحال انسان کی حالت عمل کے اندر یہ ہوتی ہے کہ اگر خود مالک کو دیکھ رہا ہے یا خود کو مالک دیکھ رہا ہے۔ تو اس وقت عمل میں کوتاہی نہیں ہوتی۔ اور غیبوبیۃ کی حالت میں عمل کے اندر کوتاہیاں آجاتی ہیں۔ مقصد یہی ہے کہ عبادت خشوع اور خضوع کے ساتھ ہو۔ عابد کا معبود کو دیکھنا تکمیل کا باعث نہیں بلکہ معبود کا عابد کو دیکھنا یہ تکمیل کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ جب معبود محجوب مفلوج ہو تو تکمیل نہیں ہوتی۔ تو آپؐ نے اس شبہ کا ازالہ فرمایا کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو چونکہ علۃ تکمیل عمل تمہارا اس کو دیکھنا ہے۔ لیکن اصلی تکمیل کا باعث باری تعالیٰ کا تجھ کو دیکھنا ہے۔ عاشقانہ عبادت کا اصلی مطلب یہ ہے کہ تمہاری عبادت میں ایسی تکمیل ہونی چاہیئے جو تکمیل عمل غلام اپنے آقا کو دیکھتے ہوئے کرتا ہے۔ اس پر شبہ ہوا کہ ہم تو باری تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اصلی تکمیل کا باعث معبود کا تم کو دیکھنا ہے۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یہ اس شبہ کا ازالہ ہوا کیونکہ اگر علۃ تکمیل خادم کا مخدوم کو دیکھنا ہوتی تو پھر چاہیئے تھا کہ اندھے اور مفلوج آقا کو دیکھنے سے تکمیل عمل ہو جاتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے تو آپؐ نے تکمیل عبادت کا باعث آقا کا خادم کو دیکھنا قرار دیا۔ اس توجیہ سے جمیع شراح ملا علی قاریؒ حافظ ابن حجر عسقلانی کا تخطیۃ ہو جاتا ہے۔ یہ توجیہہ حضرت مدنیؒ کے اساتذہ نے بیان فرمائی ہے۔ اور حقیقت

عبارت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ کہ تکمیل عبادت میں معبود کا دیکھنا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ ہماری تمام حرکات سکنات کو دیکھ رہے ہیں۔ وان لم تکن تراہ میں ان وصلیہ ہوا کلام ثانی نہ ہوا۔ کیونکہ اگر دوسرے مقام کا حصول مقصود ہوتا۔ تو دوسری عبارت میں پہلی کی نفی کی جاتی وان لم تکن کانک تراہ ہوتا لیکن اس جگہ تو نفس رؤیتہ کی نفی کی گئی ہے۔ تو اگر یہ مرتبہ ثانیہ تھا تو مرتبہ مشاہدہ ہیں جو چیز تھی اس کی نفی کی جاتی اور امام شعرانی فان لم تکن تراہ میں کان کو تامہ لیتے ہیں ای فان لم تجد تراہ یعنی جب تک تم اپنے آپ کو موجود مانتے ہو۔ تمہارے اور باری تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے۔ اگر تم درجہ فنا الفناء کو پہنچ جاؤ کہ نہ ذاکر کا علم ہے اور نہ ذکر کا محض مذکور ہی مذکور رہو۔ تو تب تم باری تعالیٰ کو دیکھ لو گے اس لئے کہا گیا العلم حجاب اللہ لیکن جب باری تعالیٰ کے ذکر کا غلبہ ہوگا۔ اور مذکور ہی کا تصور ہو۔ تو اس وقت اپنا ہی وجود معلوم نہیں ہوتا جیسے غلبہ نور شمس کے وقت ستاروں کا وجود معلوم نہیں ہوتا حالانکہ وہ موجود ہوتے ہیں۔ یہ درجہ فنا الفنا کا ہے فنا کے درجہ میں اپنے وجود کا علم ہوتا ہے فنا۔ الفنا کی کیفیت منصورؒ پر طاری ہوئی تو انا الحق کہہ دیا حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ سالک پر جب یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو جیسے جب تک کوئی آگ میں رہے تو انا النار کہتا ہے، جب اس سے ہٹا دیا جائے۔ تو پھر وہ کیفیت نہیں رہتی ایسے باری تعالیٰ کے اسماء میں آگ کی طاقت سے بھی زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ سالک کو ذکر کرتے کرتے اس چیز کا احساس ہوتا ہے مگر ہم لوگ غافل ہیں ذکر نہیں کرتے تو مقصد یہ ہوا کہ فان لم تجد ای فی علمک نہ ہونا ایک تو عالم دنیا کے اعتبار سے ہے وہ مقصود نہیں۔ بلکہ یہ درجہ فنا الفناء کا مقصود ہے۔ اس وقت رؤیتہ باری تعالیٰ کا تحقق ہوگا۔ مگر وہ رؤیتہ بعیون القلب ہوگی۔ بعیون الوجہ نہیں ہوگی، چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ اگر یہ پردے ہٹا دیئے جائیں، تو میرے یقین میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس جگہ ایک اشکال ہے کہ جب ان شرطیہ کی جزا تراہ ہے تو اس کو مجزوم تَرَہٗ پڑھنا چاہیئے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فعل جزاء کا مجزوم ہونا تمام عرب کا قاعدہ نہیں ہے جیسے اسم منقوص میں اعراب ثلاثہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح فعل منقوص میں بھی ہوتے ہیں۔ جیسے لم یخش میں الف کو ظاہر کیا جاتا ہے لن یخشی لم یخشیٰ پڑھتے ہیں۔ ابن مالکؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔ یہاں تراہ مجزوم تقدیراً علی الالف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ تراہ کہنا روایت بالمعنی ہے درحقیقت آپؐ نے ترہ فرمایا۔ رواۃ نے الف کو ظاہر کر دیا۔ یا یہ الف اشباع کا ہو۔ وہ حالت نصب اور جر میں آیا کرتا ہے فانہ یراک، تراہ کی دلیل ہے۔ کہ جب تمہارے درمیان سے حجاب زائل ہو جائے۔

العلم حجاب اللہ ہیں محققین یہی فرماتے ہیں کہ علم نفس مراد ہے۔ کہ جب یہ حجاب اٹھ جائے گا تو تم دیکھ لوگے کیونکہ جب وہ تم کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی کیا معنی کہ تم نہ دیکھو اس کی وجہ یہی ہے کہ تمہارے درمیان حجاب ہے۔ اور وہ علم نفس ہے احسان کے بارے میں آیات سے ثابت ہے کہ بار بار باری تعالیٰ اس کا مطالبہ کرتے ہیں جس کی تفسیر آپؐ نے یہاں پر فرمائی۔ یہی چیز تصوف میں مقصود و مطلوب ہے۔ آجکل اعتراض کیا جاتا ہے کہ تصوف کے تمام امور بدعات ہیں۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں یہ بدعات کہاں تھے، بعض نے کہا کہ تصوف کے امور اگرچہ بدعت ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔ حالانکہ کل بدعت ضلالۃ فرمایا گیا ہے جو بدعت کی تقسیم نہیں کرنے دیتا۔ دراصل نہ یہ اعتراض صحیح ہے اور نہ یہ بدعت ہے، کیونکہ جب آیات سے ثابت ہے کہ احسان مقصود ہے اس کا حصول جس طرح بھی ممکن ہو صحیح ہے۔ ما یتوقف علیہ الواجب فھو الواجب کے مطابق یہ ذرائع بھی مطلوب ہوں گے۔ ہم مامور بالجہاد ہیں اُس زمانہ میں تیر اور تلوار سے کام چل جاتا تھا۔ لیکن آج ان چیزوں کو لے کر ٹینک توپ اور ہوائی جہازوں کی بوچھاڑ سے نہیں بچ سکتے۔ مقصد حقیقی غلبہ علی الکفار ہے۔ وہ جس ذریعہ سے حاصل ہو۔ کیونکہ ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم فرمانِ ربانی ہے اس پر عمل ہو جائے گا۔ جو قوت اس غلبہ کا باعث بنے بس وہی ضروری ہے۔ ایسے ہی احسان کا حکم فرمایا گیا۔ عہد نبوی میں زیادہ ریاضت کی نوبت نہ آتی تھی۔ آپؐ کی مجلس کی برکت سے قلوب کی صفائی ہو جاتی تھی۔ جب آپؐ کی مفارقت ہوئی وہی صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپؐ کے دفن کرنے کے بعد ہم نے اپنے قلوب کو منکر پایا۔ آپؐ کی روحانیت اس قدر اثر رکھتی تھی لیکن جس قدر عہد نبوی سے بُعد ہوتا گیا، کدورت بڑھتی گئی۔ جس کے ازالہ کے لئے ذرائع اختیار کئے گئے جیسے آج ہم قرآن مجید کا کوئی معنی بغیر صرف و نحو پڑھے معلوم نہیں کر سکتے۔ تو کیا اسے بدعت کہا جائے گا۔ واقعی صحابہ کرام کو ان کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ عربی ان کی مادری زبان تھی۔ ان کو ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا آج ہم پر ان علوم کا پڑھنا فرض ہے۔ شیبہ بن سفیان کہتے ہیں کہ میں غزوہ حنین میں شرکت کا ارادہ اس نیت سے کرتا تھا۔ کہ موقع پا کر آپؐ کو قتل کر دوں گا۔ مسلمانوں کو جب شکست ہوئی اور آپؐ اتر کر مٹی اٹھانے لگے۔ میں نے موقع غنیمت سمجھ کر تلوار کا وار کرنا چاہا۔ کہتے ہیں کہ ایک ایسی بجلی آگے آگئی کہ میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ آنحضرت صلعم نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو ان کا ایمان راسخ ہو گیا لیکن یہ چیز آج پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس زنگ کو کس طرح دور کیا جاتے۔ تو اس فن کے ماہرین پیدا کئے گئے۔ جنید بغدادیؒ شیخ عبد القادر جیلانیؒ جیسے پیدا ہوتے۔ انہوں نے اپنے اجتہاد سے دوائیں اور نسخ تجویز کئے۔ اور اپنے تجارب سے ثابت کیا۔ البتہ ان کو لینے

اور پرکھنے کا میزان شریعت ہے جو خلافِ شریعت ہو اس کو نہ لیا جائے گا۔ قوالی کو انھوں نے جائز قرار دیا مگر ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت ہے جس کی بنا پر شریعت کا خلاف کیا جائے چنانچہ مجدد الف ثانی رح اس سے انکار کرتے ہیں۔ الحاصل تصوف کی اصل یہی روایت ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایمان۔ اسلام اور احسان سے سوال کر کے لوگوں کو دین کی تعلیم دے گئے۔ لوگوں کو قیام قیامت میں زیادہ ترشبہات پیدا ہوتے تھے جس کے متعلق متی الساعۃ کہہ کر سوال کرتے تھے۔ حالانکہ اپنے کام میں مصروف رہنا چاہیئے۔ امتحان کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا اپنی اصلاح کی فکر ہونی ضروری ہے۔ باری تعالیٰ اس کو ظاہر کرنا پسند نہیں فرماتے۔ کیونکہ پھر کما حقہ اصلاح نہیں ہو سکے گی۔

ما المسئول عنہا باعلم من السائل یعنی علم میں تو مساوات ہے۔ اعلمیۃ کی نفی ہے۔ سائل عالم نہیں ہوتا مسئول عنہ عالم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ تمہارے اور ہمارے درمیان مساوات علمی ہے۔ اگر اشکال ہو کہ پہلے امور میں بھی مساوات فی العلم موجود تھی۔ کیونکہ جوابات کی تصدیق کرتے رہے۔ تو یہاں کیوں نفی کی گئی۔ تو جواب یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام درحقیقت سائل نہیں تھے۔ دراصل سائلین صحابہ کرام تھے جبرائیل علیہ السلام نیابتہً کہہ رہے ہیں۔ اور قیامت کے متعلق نہ وہ واقف ہیں نہ مسئول عنہ واقف ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جیسے سائل نہیں جانتا ایسے میں بھی نہیں جانتا۔ تو جبرائیل علیہ السلام اپنی ذات کے اعتبار سے تصدیق کرتے اور وکالت کے اعتبار سے سوال کرتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اور چیزوں کے بارے میں تو سوال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن علم ساعۃ ایسی چیز ہے کہ اس کے بارے میں سوال بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ تو یہاں سائل کل من یأتی منہ السوال ہوگا۔ بسا اوقات مخاطب نہیں ہوتا جیسے ولو تری میں ہے۔ ایسے یہاں بھی ما المسئول عنہ ای من کان باعلم من السائل ای من کان کیونکہ اس کے علم کو باری تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ اعلم کا صیغہ مساوات کو تقاضا کرتا ہے۔ لیکن یہاں مساوات علم میں نہیں بلکہ عدم علم میں ہے۔ بخلاف پہلی چیزوں کے آپ ان کے علم میں اعلم تھے۔

ساخبرک من اشراطہا دو چیزیں ذکر کی گئیں اور انہیں اشراط سے تعبیر کیا گیا۔ حالانکہ جمع کا ادنیٰ اطلاق تین پر ہوتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جمع کا اطلاق ما فوق الواحد کے اعتبار سے ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اشراط کو حقیقت پر محمول کیا جائے کہ آپ نے تو اور چیزیں بھی ذکر فرمائی تھیں راوی نے اختصاراً دو کو ذکر کر دیا جس کے معنی میں مختلف احتمالات ہیں۔ اَمَۃ میں احتمال ہے۔ کہ مطلق نساء کے معنی میں ہو۔ تو معنی ہوں گے

کہ جب عورتیں اپنی مالکہ کو جننے لگیں ۔کنایہ ہے کثرت عقوق سے یعنی اولاد اپنی ماؤں پر ایسے حکومت کریں گے ۔جیسے حاکم اور آقا اپنی باندی پر حکومت کرتا ہے ۔اور ربتہا سے اس کی مزید توضیح ہوگئی کہ بیٹیاں بھی ماؤں پر حکومت کرنے لگیں گی حالانکہ لڑکی تو بنسبت بیٹے کے ماں باپ کی زیادہ مطیع ہوا کرتی ہے۔ اور آج یہ چیز عام ہوگئی ہے انگریزی تعلیم یافتہ عموماً والدین کے ساتھ بے ادبی کا سلوک کرتے ہیں اور بدقسمتی سے آج علم دین پڑھنے والوں میں بھی یہ چیز سرایت کرتی جا رہی ہے ۔کافر ماں باپ کے بارے میں بھی بے ادبی کرنے کو ناجائز کہا گیا ہے ، ۲۔ امتہ کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا جائے ۔تو پھر اس کی مختلف وجوہ ہیں ۔اور یہ کنایہ ہے کثرت فتوحات اور کثرت تسری سے ۔ سُرِّیۃ اس باندی کو کہتے ہیں کہ جس کو آقا اولاد حاصل کرنے کے لئے اپنے استعمال میں لائے ۔یعنی جسے امہات الولد بنایا جائے ۔تو جب بچہ آقا سے جن رہی ہے ۔ تو بیٹا باپ کے حکم میں ہوگا۔ اور رجاریہ مملوک ہونے کی وجہ سے اگرچہ کامل مملوک نہیں مگر پھر بھی من وجہ بیٹے کی مملوک بن جائے گی ۔اگر کہا جائے کہ کثرت فتوحات کوئی بری چیز نہیں کیونکہ کثرت تسری سے اولاد کثیر ہوگی ۔حرائر سے اولاد کم پیدا ہوگی ۔ باندیاں تو پانچسو تک رکھنے کی اجازت ہے ۔تو اس نعمت کو اشراط ساعۃ میں کیوں شمار کیا گیا ، جواب یہ ہے کہ اشراط ساعۃ میں نعمت کا ہونا ضروری نہیں ، بسا اوقات نعمت بھی اشراط ساعۃ میں آجاتی ہے ۔جیسے خاتم النبیین کا آنا نزول عیسیٰ مسیح وغیرہ وغیرہ ایسے کثرت فتوحات اگرچہ نعمت ہے مگر اشراط ساعۃ میں داخل ہے ۔

۳ ۔کہ امۃ اور رب کے حقیقی معنی ہوں ۔کہ باندی اپنے مالک کو جنے جس کی صورت یہ ہے کہ باندی جو ام الولد تھی اس کا بیچنا ناجائز تھا حکم خداوندی پر عمل نہ کرتے ہوئے اسے بیچ ڈالا یہ لڑکا جوان ہو کر باپ کے مال کا مالک بن گیا ۔ یہ باندی بکتی بکتی اس کے ہاتھ آگئی اور مملوک بن گئی ۔کیونکہ وہ جانتا نہیں حضرت محمد بن سیرینؒ کے سامنے ایک شخص نے خواب بیان کیا ۔کہ تِل کا تیل پی رہا ہوں کہ تمہاری باندی تمہاری ماں ہے اس کو آزاد کر دو ۔ دریافت کرنے پر ایسے ہی معلوم ہوا ۔تو کنایہ ہوا عدم مبالات سے کہ احکام خداوندی کی اس قدر نافرمانی ہوگی ۔کہ بیٹا اپنی ماں کو خرید کرنے لگے گا ۔تو احکام شرع میں عدم مبالات ہوگی ۔

۴ ۔ تَلِدَتَ الاماء المملوک کہ بادشاہ باندیوں کی اولاد ہوں گے مرہ کا بیٹا اگر بادشاہ ہو ۔ تو اوصاف اور افعال حرائر والے ہوتے ہیں ۔اماء کی اولاد میں اوصاف ناقص ہوتے ہیں ، چنانچہ خلیفہ ہارون رشید کا بیٹا مامون باندی میں سے تھا ۔اور امین بی بی زبیدہ کا بیٹا تھا ۔ہارون رشید کے بعد مامون نے امین کو قتل کر کے بادشاہی حاصل کی ۔ رشید اور زبیدہ ایک دن شطرنج کھیل رہے تھے ۔شرط یہ قرار پائی کہ اگر رشید ہارے تو سب سے گندی باندی

سے جماع کرے چنانچہ مامون اسی شرط کے مطابق باندی سے پیدا ہوا مامون نہایت ذکی قوی الحفظ اور منتظم تھا۔ اور امین نہایت کند ذہن تھا۔ ہارون رشید کو طبعی طور سے اس مامون سے محبت تھی۔ جس پر زبیدہ ہمیشہ ہارون رشید سے لڑا کرتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مامون کو وہ سمجھ عطا فرمائی تھی۔ کہ کہا جاتا ہے کہ انتظامی امور میں مامون کا زمانہ بنو العباس کی خلافت میں نہایت شاندار رہا ہے۔ تطاول بمعنی فخر یا تطول۔ یعنی ہر ایک اپنے مکان کو دوسرے کے مکان سے اونچا بنائے گا۔ اور اس پر مفاخرت کرے گا۔ رعاۃ الابل جس قسم کے جانور چراتے جائیں۔ ان کا اثر چرانے والا میں پیدا ہوتا ہے۔ اونٹ کے چرانے والوں میں فخر اور کینہ پایا جاتا ہے بکری کے چرانے والوں میں سکینہ اور خلق آتا ہے۔ غرضیکہ جانور کے اوصاف چرانے والے میں سرایت کرتے ہیں۔ اونٹ کینہ پروری میں بہت مشہور ہے۔ اور سیاہ رنگ کا اونٹ زیادہ خبیث ہوتا ہے معلوم ہوا کہ انقلاب عالم ہو جائے گا۔ بہم کا لفظ یا تو ابل کی صفت ہے یا رعاۃ کی صفت ہے۔ رنگت کی سیاہی عموماً اہل سوڈان میں پائی جاتی ہے۔ ان کے سر چھوٹے ہوتے ہیں۔ ذکاوت کم ہوتی ہے۔ دیار متوسطہ میں ذکاوت بہت ہوتی ہے۔ اس لئے حکمت یونان اور عرب وغیرہ کی مشہور ہوئی۔ سوڈان کا زیادہ تر حصہ گرم ہے۔ وہاں لوگ عموماً نہایت غبی بلید اور جاہل ہوتے ہیں۔ ہارون رشید نے غصہ میں آکر مصر کا بادشاہ ایک غلام کو مقرر کر دیا۔ کیونکہ مصر کا بادشاہ فرعون تھا اس کی ذلت کے واسطے ایک غلام کو بادشاہ بنا دیا جب پانی کی قلت سے نیل کی پیداوار کم ہونے لگی تو قطن کی پیداوار بڑھانے کا طریقہ ریشم بو یا جائے بتلایا۔ انگلو کی تاریخ بتلاتی ہے کہ یہ لوگ وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انقلاب برپا کیا کہ یہ لوگ بادشاہ بن گئے اور فخر کرنے لگے تو یہ اس روایت کے مطابق ہوا جس میں ہے کہ جب نااہل اور نالائق کو سردار بنایا جائے۔ اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ تقدیم ظرف سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ساعۃ کا حصر ہے ردّوہ یہ تعجب کی تیسری چیز ہے جعل ذلک کلہ من الایمان یعنی آپؐ نے ان جیسے امور کو دین قرار دیا۔ اور ان کو وفد عبد قیس کے ایمان میں بھی بتلایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ دین۔ اسلام اور ایمان اطلاقات شرعیہ میں متحد ہیں۔

از شیخ زکریاؒ ما الایمان ایمان کا تعلق چونکہ قلب سے ہے اس لئے مالایمان کے جواب میں ان امور کو بتلا دیا جو قلب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اسلام کا تعلق جوارح سے ہے اس لئے ایسی چیزیں بتلائیں جو جوارح سے متعلق ہیں اور اس سے ایمان کی ترکیب ثابت ہوئی ان تعبد اللہ کانک تراہ ہم تو یہ تصور نہیں کر سکتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ ہمارا دیکھنا اس کو محال ہے۔ تو آگے اس کا طریقہ بتلایا کہ تو یہ تصور کر کہ وہ

تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ توجب یہ تصور کرے گا۔ تو پھر عمل کے اعتبار سے ایسا ہو جائے گا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے مطلب یہ ہوا کہ غایت توجہ سے عبادت کرو۔ اذا ولدت الامۃ ربتھا اس کی دو توجیہیں مشہور ہیں کہ اولاد کی نافرمانی کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری توجیہہ فقہا کی ہے کہ ام ولد کی بیع کثرت سے ہو گی۔

حدیث نمبر ۵۱ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَہٗ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍ اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَہٗ سَاَلْتُکَ هَلْ یَزِیْدُوْنَ اَمْ یَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ یَزِیْدُوْنَ وَکَذٰلِکَ الْاِیْمَانُ حَتّٰی یَتِمَّ وَسَاَلْتُکَ هَلْ یَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَۃً لِدِیْنِهٖ بَعْدَ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهِ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا وَکَذٰلِکَ الْاِیْمَانُ حِیْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُہُ الْقُلُوْبَ لَا یَسْخَطُہٗ اَحَدٌ۔ (الحدیث)

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسفیان بن حرب نے بتلایا کہ ہرقل بادشاہ روم نے اس سے کہا کہ جب میں نے تم سے یہ سوال کیا کہ کیا لوگ بڑھ رہے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں تو نے کہا کہ وہ بڑھ ہی رہے ہیں۔ اسی طرح ایمان کا حال ہے یہاں تک وہ تمام ہو جائے اور یہ بھی پوچھا کہ آیا کوئی شخص ان کے دین سے ناراض ہو کر مرتد ہو جاتا ہے اس میں داخل ہونے کے بعد تو نے کہا کہ ایسا نہیں ہے اسی طرح ایمان کا حال ہوتا ہے کہ جب اس کی بشاشت اور انشراح دلوں سے رل مل جاتا ہے تو پھر اس سے کوئی ناراض نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب کو امام بخاریؒ نے بلا ترجمہ کے ذکر فرمایا۔ اور حدیث ہرقل کو پیش کیا جس میں ہرقل نے دین اور ایمان کو ایک کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ دین اور ایمان کا اتحاد صرف شریعت محمدیہ میں نہیں بلکہ شرائع من قبلنا میں بھی ان کا اتحاد پایا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب بلا ترجمہ ہے اور بالکل اس شعر کا مصداق ہے ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را
بلائے صحبت لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

کیونکہ اول تو ترجمۃ الباب کی روایت سے مناسبت ثابت کرنی مشکل پھر جب سرے سے ترجمہ نہ ہو اور مصیبت ہے کہ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کی رائے یہ ہے۔ کہ اس سے پہلے ایک باب گذرا ہے، باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ اور اب اس باب میں حدیث ہرقل کا وہ ٹکڑا ذکر کرتے ہیں جس کے

اندر یہ کہ ایمان کی بشاشت جب آدمی کے قلب میں آجاتی ہے۔ تو ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے اور ایمان تام ہو جاتا ہے۔ تو اس باب میں یہ بتلا دیا کہ احباطِ عمل کا خوف اس وقت نہیں رہتا جب ایمان بشاشت قلوب میں گھس جائے۔ مگر مجھے اشکال ہے کہ امام بخاریؒ نے ابن ابی ملیکہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں تیس[۳۰] صحابہ کرام سے ملا ہوں ان میں سے ہر ایک اپنے اوپر نفاق کا خوف رکھتا تھا۔ ان حضرات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت حنظلہؓ بھی تھے۔ تو کیا ایمان ان حضرات کے بشاشت قلوب سے مخالط نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ باب سابق میں جو حدیث جبرائیل گذری ہے۔ اس میں حضرت جبرائیلؑ کے سوال سے ایمان۔ اسلام میں مغایرت معلوم ہوتی ہے۔ تو اب اس باب سے دونو کا اتحاد ثابت کر رہے ہیں۔ گر یہ کہا جائے کہ یہ استدلال ایک کافر کے قول سے کیوں کیا گیا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ حضرت ابو سفیانؓ نے مسلمان ہونے کے بعد اس کو بیان کیا۔ لہٰذا مراسیل صحابہ، موقوفاتِ صحابہ کے قبیل سے ہوئی اور یہ سب ہمارے نزدیک حجت ہیں

باب، فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ۔

حدیث نمبر ۵۲ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الخ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ ابْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ حِمَى اللهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ حلال واضح ہے حرام بھی واضح ہے۔ ان دونو کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شخص ان مشتبہ اشیاء سے بچا اس نے اپنے دین کے لئے براءۃ حاصل کر لی بلکہ آبرو کے لئے بھی۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں کے اندر پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی طرح ہے جو چراگاہ کے ارد گرد جانور چراتا ہے قریب ہے کہ ان کو چراگاہ میں داخل کر دے خبردار! ہر بادشاہ کے لئے ایک حمیٰ (جاگیر۔ چراگاہ) ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی حمیٰ اس کی زمین میں اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں خبردار انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ ٹھیک ہوگا تو سارا جسم ٹھیک ہوگا اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ جائے گا خبردار وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ "بعض حضرات کو اس باب کے کتاب الایمان میں داخل کرنے میں تامل ہے۔ کیونکہ دین کو میل وکچیل سے بری رکھنا یہ ایمان اور اسلام کے بارے میں کہنا چاہیئے تھا۔ تو جواباً کہا جاتا ہے کہ جیسے ادائے خمس وغیرہ کا ایمان میں دخل ہے۔ ایسے استبراء دین کو بھی ایمان کامل میں دخل ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ امام بخاریؒ کتاب کے آخر میں چند ابواب ایمان اور دین کے متعلق بطور وضوح کے ذکر کرتے ہیں۔ الحلال بین پر شبہ ہوتا ہے کہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کی حلت وحرمت کا ہمیں علم نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ معنی یہ ہیں الحلال بین حکمھا والحرام بین حکمھا البتہ مشتبہات کا حکم معلوم نہیں یا الحلال والحرام میں الف لام عہد ذہنی کا ہے جو کہ بعض افراد کے حکم میں ہوتا ہے جیسے اخاف ان یاکلہ الذئب میں بمعنی بعض الذئب تو معنی ہوئے بعض الحلال بین وبعض الحرام بین اور بینھما مشتبہات۔ الا ان فی الجسد الخ تبلانا یہ ہے کہ تمام جسد کا سردار قلب ہے۔ اس کی اصلاح کی اور زینت کی طرف کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ باعتبار معنی کے ہے اور اسی طرح باعتبار ظاہر کے بھی ہے کہ قلب میں اگر کوئی بیماری پیدا ہو جائے تو پھر آدمی بچ نہیں سکتا

از شیخ زکریاؒ استبراء دین سے مراد تقوی ہے۔ کہ اپنے دین کے لئے پاکی حاصل کرے تو مقصد یہ ہوا کہ تقوی اور ورع بھی اجزاء ایمانیہ میں سے ہیں۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک باب گذرا ہے۔ باب خوف المؤمن الخ اس میں مؤمن کو حباط عمل سے ڈرایا گیا ہے۔ اب امام بخاریؒ اس باب سے ایسا طریقہ تبلانا چاہتے ہیں کہ اس کے اختیار کرنے سے آدمی حبط عمل سے بچ جائے۔ اور وہ راستہ اپنے دین کے لئے استبراء کرنا اور مشتبہات سے بچتے رہنا ہے۔ استبراء کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے دین سے برأت یعنی تقوی حاصل کرے گا وہ کفر سے بھی بچ جائے گا۔ جو کہ حابط عمل ہے۔ جیسے جانور حمیٰ سے بچا رہے تو حمیٰ داخل ہونے سے بھی بچا رہے گا۔ اگر حمیٰ کے قریب ہو گیا تو حمیٰ میں چلے جانے کا خدشہ ہے۔

فمن اتقی الشبہات یہ روایت کتاب البیوع میں آئے گی وہاں اس حدیث کو اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ بیوع میں شبہات زیادہ پیش آتے ہیں تو اس روایت کا مقصد یہ ہوا کہ جو شخص متقی بننا چاہتا ہو اسے شبہات سے بچنا چاہیئے ؎ سعلم اللہ راہ خدا از دو قدم بیش نیست

یک قدم بر نفس خود نہ دیگرے بر کوئے دوست

الا ان فی الجسد مضغۃ الخ یعنی یہ سب کچھ اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ دل کی اصلاح ہو جائے صوفیاء کرام کی ضربیں بھی اسی قلب کے زنگ دور کرنے کے لئے ہوتی ہیں کیونکہ قلب کا یہ زنگ کوئی ظاہری

شے تو ہے نہیں کہ اس کو پانی سے دھو دیا جائے۔ بلکہ وہ تو ایک عرض ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب آدمی کوئی معصیت کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر توبہ کرتا ہے تو ڈھل جاتا ہے اگر توبہ نہیں کرتا تو باقی رہتا ہے۔ اور پھر دوسرا گناہ کرنے پر دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے۔ اسی طرح ہر گناہ سے نقطہ لگتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے قلب کو گھیر لیتا ہے۔ یہی وہ ران ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کلا بل ران علیٰ قلوبہم والی آیت میں ذکر فرمایا ہے اس باب کی یہ حدیث امام ابوداؤد کی ان چار احادیث میں سے جس کا انہوں نے پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے۔

باب اَدَآءُ الْخُمُسِ مِنَ الْاِیْمَانِ۔

حدیث نمبر ۵۲ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ الخ عَنْ اَبِیْ جَمْرَۃَ قَالَ کُنْتُ اَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَیُجْلِسُنِیْ عَلٰی سَرِیْرِہٖ فَقَالَ اَقِمْ عِنْدِیْ حَتّٰی اَجْعَلَ لَکَ سَہْمًا مِّنْ مَّالِیْ فَاَقَمْتُ مَعَہٗ شَہْرَیْنِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَیْسِ لَمَّا اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ اَوْمَنِ الْوَفْدُ قَالُوْا رَبِیْعَۃُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ اَوْ بِالْوَفْدِ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا نَدٰمٰی فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَا نَسْتَطِیْعُ اَنْ نَّاْتِیَکَ اِلَّا فِی الشَّہْرِ الْحَرَامِ بَیْنَنَا وَبَیْنَکَ ھٰذَا الْحَیُّ مِنْ کُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ نُّخْبِرْ بِہٖ مَنْ وَّرَآءَنَا وَنَدْخُلْ بِہِ الْجَنَّۃَ وَسَاَلُوْہُ عَنِ الْاَشْرِبَۃِ فَاَمَرَھُمْ بِاَرْبَعٍ وَّنَھَاھُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَمَرَھُمْ بِالْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءُ الزَّکٰوۃِ وَصِیَامُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَھَاھُمْ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّآءِ وَالنَّقِیْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَمَا قَالَ الْمُقَیَّرِ وَقَالَ احْفَظُوْھُنَّ وَاَخْبِرُوْا بِھِنَّ مَنْ وَّرَآءَکُمْ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابوجمرہؒ تابعی فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو وہ مجھے اپنے ساتھ اپنی چارپائی پر بٹھلاتے تھے اور مجھے فرماتے کہ تم میرے پاس قیام کرو تو میں تمہارے لئے اپنے مال میں کچھ حصہ بطور تنخواہ کے مقرر کر دوں گا (کیونکہ یہ ترجمانی کرتے تھے) تو میں ان کے پاس دو ماہ تک ٹھیرا رہا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جب عبد القیس قبیلہ کا ایک وفد آنحضرت نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں یا کون سا وفد ہے۔ انہوں نے کہا قبیلہ ربیعہ کا تو آپ نے فرمایا اس قوم یا وفد

کے لئے ہم مرحبا کہتے ہیں جو بغیر رسوائی اور ندامت کے آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلعم ہم آپ کی خدمت میں سوائے شہر حرام کے حاضر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ کفار مضر کا قبیلہ آباد ہے۔ تو ہمیں ایک ایسا واضح فیصلہ کن امر فرمایئے جس کی ہم اپنے ان لوگوں کو بھی جا کر خبر دیں جو ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں اور خود بھی عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں۔ اور انہوں نے شراب کے برتنوں کے بارے میں بھی دریافت کیا جس پر آپ نے ان کو چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا ایمان باللہ وحدہٗ کا ان کو حکم دیا پھر اہمیت کی بنا پر ان سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ وحدہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو پابندی سے قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور غنیمت کے مال میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں دینا اور چار چیزوں سے ان کو روکا وہ چار قسم کے روغنی مرتبان ہیں جن میں شراب تیار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ تم ان کو محفوظ کر لو اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو ان کی خبر دو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابو جمرہؓ فارسی زبان جانتے تھے۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ جس کو انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو خواب میں عمرۃ وحجۃ قران کے بارے کہتے سنا۔ جس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ قران سنت نبوی ہے حضرت ابن عباسؓ نے ان میں صلاح کا مادہ پایا چونکہ حضرت ابن عباسؓ والئ بصرہ تھے وہ فارسی زبان نہ جانتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کو فصل مقدمات میں دشواریاں درپیش آتی تھیں۔ اس لئے حضرت ابو جمرہ کو ترجمانی کے لئے اپنے پاس رکھا۔ ایک مرتبہ ٹھلیا میں نبیذ لا کر انہوں نے ابن عباسؓ سے اس کے بارے میں سوال کیا۔ جس کے جواب کے طور پر انہوں نے یہ روایت بیان فرمائی واقعہ یہ ہے کہ بحرین کا ایک آدمی قنفذ بن حبان آپ سے اپنے خسر الشج کے متعلق پوچھتا ہے۔ آپ نے اس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو کر اپنے وطن واپس ہوتے۔ تو ان کی بیوی نے اسے وضو کرتے اور نماز پڑھتے ہوتے دیکھا تو منذ ابن عائذ جس کا لقب اشج ہے اور اُن کا خسر لگتا ہے۔ ان سے آ کر ذکر کیا جنہوں نے ان سے حالات پوچھے وہاں سے وفد روانہ ہوتا ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے نہا دھو کر اور سواری کو باندھ کر آتے ہیں۔ آپ ان کی اناۃ اور حلم وغیرہ کی تعریف بیان فرمائی آپ سے عطا لے کر یہ لوگ واپس آتے ان کی بدولت بحرین میں اسلام پھیلا۔ واعطوا المغنم من الخمس مامور بہ چار چیزوں کی بجائے

پانچ ذکر کی گئی تو کہا جاتا ہے کہ اداء خمس کا ذکر تبعاً ہے۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ پھر تو امام بخاریؒ کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ عقد باب تو اسی پر تھا کہ اداء الخمس من الایمان تو پھر یہ تابع کیسے ہوا۔ تو کہا جائے گا کہ جیسے اداء زکوٰۃ عبادت مالیہ میں سے ہے۔ ایسے اداء خمس اگرچہ اداء زکوٰۃ میں عبادت مالیہ ہونے کی وجہ سے باقی صدقات کی طرح داخل تھا مگر کسی مصلحت کی بناء پر تخصیص بعد التعمیم کی گئی۔ کیونکہ اگرچہ اداء خمس کا وجوب دائماً نہیں ہوتا۔ مگر ان کے حال کے مناسب تھا۔ اس لئے اسلوب حکیم کے طور پر ان کے مناسب حال کا ذکر کر دیا تو تبعاً اس کا ذکر بھی ہو گیا۔ اور امام بخاریؒ کا استدلال اسی سے ہے کہ ایمان کامل کی تفسیر میں اداء خمس کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ ذکر تبعاً اور تخصیص بعد التعمیم کے طور پر ہے۔ تو امام بخاریؒ کا مقصد ایمان اور اسلام ایک چیز میں ثابت ہو گیا۔ البتہ ایمان اور اسلام سے کامل مراد ہو گا۔ حدیث جبرائیلؑ میں اگرچہ وفد عبد القیس کا ذکر آ چکا تھا۔ مگر اداء خمس کو ایمان میں سے ذکر کرنا یہ روایات ایمان میں سے کسی میں بھی نہیں تھا۔ تو بیان فرمایا کہ ایمان کامل میں فرائض۔ نوافل، مستحبات وغیرہ سبھی سب داخل ہیں اگرچہ اداء خمس دائماً نہیں مگر فرض ہے جب نوافل ایمان میں داخل ہیں تو یہ بطریق اولیٰ داخل ہو گا۔

از شیخ زکریاؒ اداء الخمس من الایمان امام بخاریؒ شعب ایمان کو ذکر فرما رہے ہیں یہ سب سے آخری شعبہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا۔ اس باب کو باب اتباع الجنائز کے بعد اس وجہ سے لائے کہ عام طور پر شہید ہو جانے کے بعد ہی خمس وغیرہ تقسیم ہوتا ہے۔ ابو جمرہؒ کے اعزاز و اکرام کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ بخاری کتاب الحج میں ۲۱۳ پر روایت آ رہی ہے کہ ابو جمرہ کے شاگرد نے ان سے پوچھا کہ آخر ابن عباسؓ آپ کا اتنا اکرام کیوں فرماتے ہیں۔ انہوں نے اس کی وجہ اپنا خواب تبلایا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اپنے اپنے زمانہ خلافت میں حج قران سے روکا کرتے تھے۔ مگر لوگ کہاں ماننے والے تھے اُن کی مخالفت کرتے تھے۔ ان مخالفت کنندگان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے۔ جنہوں نے قران کا احرام باندھ کر اعلان کر دیا تھا۔ کہ میں اس کا احرام باندھتا ہوں جس کا جو چاہے کرے میں نے تو حضور اکرم صلعم کو قران کا احرام باندھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح حضرت ابو جمرہؒ نے بھی قران کا احرام باندھا تو لوگوں نے ان پر فقرے کسے مگر وہ اپنے احرام پر رہے۔ اسی دوران انہوں نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ حج مبرور و عمرۃ متقبلۃ ان کو بڑی خوشی ہوئی اور اپنا یہ خواب حضرت ابن عباسؓ کو جا کر سنایا۔ اُن کو بھی بہت خوشی ہوئی اور ابو جمرہ سے عقیدت پیدا ہو گئی۔ اسی عقیدت کی بنا پر ان کو اپنے ساتھ بٹھلاتے تھے اور وظیفہ مقرر کیا تھا۔ بنا بریں میرا خیال یہ ہے کہ ان کا احترام

اس بزرگی کی وجہ سے ہوتا ہوگا، ورنہ محض ترجمانی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے اتنا احترام ہوتا ہو۔

ان وفد عبدالقیس الخ یہ وفد عبدالقیس عام الوفود میں ۹ھ کے درمیان آئے جیسا کہ محدثین اور مورخین کی رائے ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد سے حجۃ الوداع کے سال تک کسی دوران آئے اگر اشکال ہو کہ فتح مکہ کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کا بول بالا کر دیا تھا۔ اور قبائل کے قبائل آکر مسلمان ہو رہے تھے۔ تو پھر وفد عبدالقیس کے یہ کہنے کا کیا مطلب ہے۔ لا نستطیع ان نأتیک الا فی الشھر الحرام اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ کفار مضر کا قبیلہ حائل ہے۔ جو مکہ اور مدینہ آتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ اور لوٹ مار کرتا ہے تو سوال یہ ہے کہ ان کی مخالفت قبیلہ مضر سے کس طرح باقی رہ گئی تھی۔ جواب یہ ہے کہ وفد عبدالقیس آنحضرت صلعم کے دربار میں دو مرتبہ آیا ہے ایک ۵ھ کے درمیان فتح مکہ سے قبل دوسرے ۹ھ کے درمیان تو یہ واقعہ جو اس حدیث کے اندر مذکور ہے وہ ۵ھ کا ہے۔ اور جو سوالات پوچھے گئے وہ بھی ۵ھ ہی کے ہیں چونکہ یہاں صرف احکامات کو بتلانا مقصود ہے۔ اس لئے اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ یہ کس سن کا واقعہ ہے۔ لما انزوا النبی الخ یہاں بین السطور محشی نے عام الفتح لکھ رکھا ہے۔ عام الفتح ۸ھ کو کہا جاتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ واقعہ ۵ھ کا ہے کیونکہ اس میں کفار مضر کے پریشان کرنے کا ذکر ہے۔ تو پریشان کرنا لوٹ مار کرنا ۸ھ میں نہیں ہو سکتا۔ اگر اس ۵ھ کے قول کو نہ مانا جائے تو پھر قبیلہ مضر کا یہ شکایت کرنا غلط ہوگا۔ یہاں اس حدیث میں اشھر حرم کا لفظ آیا ہے جو اہل مکہ کے ہاں بین الاقوامی مہینے تھے اس میں کوئی آدمی کسی کو نہیں چھیڑ سکتا تھا۔ حتیٰ کہ باپ کے قاتل سے بھی کوئی تعرض نہیں ہوتا تھا۔ اشھر حرم سے مراد ذی قعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہے

غیر خزایا ولا ندامیٰ رسوائی تو اس وجہ سے نہ ہوئی کہ تم لوگ خود بخود آگئے۔ قید کر کے لانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اور ندامت اس بنا پر نہیں ہے کہ تم سے ہماری کوئی لڑائی نہیں ہوئی جس میں ہمارے اور تمہارے آدمی قتل ہوتے تو آج منہ دکھانا مشکل ہوتا۔ اور باپ کا قاتل بیٹے کے سامنے آنا تو شرمندگی اور ندامت ہوتی بلکہ تم سب ان چیزوں سے محفوظ ہو سالوہ عن الاشربۃ اس وفد نے حضور پاک صلعم سے امر فیصل دریافت کیا تو آپ نے چار چیزوں سے منع فرمایا اور چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیا چونکہ ان کے ہاں شراب کا بہت زور تھا۔ اور مدینہ منورہ وغیرہ میں شراب کی حرمت مشہور ہو چکی تھی۔ اس لئے اس کے متعلق ان لوگوں نے خاص طور سے آپ سے سوال کیا۔

امرھم باربع ونھاھم عن اربع شہادت وحدانیۃ ورسالۃ اقامۃ صلوٰۃ ایتائے زکوٰۃ اور

صوم رمضان یہ سب شمار کے اعتبار سے ایک ہیں اور ایمان باللہ وحدہ کی تفسیر ہیں اور دوسرا غنیمت میں سے خمس ادا کرنا ہے باقی دو کو راوی نے اختصاراً چھوڑ دیا۔ اور دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو چار چیزیں ہوئیں پانچواں اداخمس مغیر ان کے سوال کے بتلا دیا کیونکہ یہ جنگجو اور بہادر قسم کے لوگ تھے۔ ان کے پاس کفار رہا کرتے تھے۔ اس لئے مال غنیمت ملنے کی ہر وقت امید رہا کرتی تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلعم نے ان کو بتلا دیا اور یہی وجہ ہے کہ اس کا اسلوب بدل دیا۔ وان تعطوا من المغنم الخمس کے الفاظ سے ذکر کر دیا۔ لیکن اس جواب پر اشکال ہے کہ یہی روایت بخاری شریف میں ص۱۸۸ پر آرہی ہے۔ وہاں شہادۃ اقام الصلوٰۃ ایتاء الزکوٰۃ اور اعطاء خمس کا ذکر ہے جس سے پتہ چلا کہ اعطاء خمس امر زائد نہیں بلکہ ان چاروں میں شمار ہے۔ نیز اگر مقصود اصلی وہی چار ہوں اور اعطاء خمس امر خارجی ہو تو پھر باب اداء الخمس من الایمان کا ترجمہ کیسے صحیح ہو گا۔ لہٰذا پہلا ہی جواب درست ہے کہ راوی نے اختصار کیا ہے۔ اس روایت میں حج کا ذکر نہیں۔ اگرچہ بعض روایات غیر صحاح میں اس کا ذکر ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حج سب لوگوں پر فرض نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو شمار نہیں فرمایا بعض نے کہا حج ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ اور جن چار اشیاء سے منع فرمایا ان میں حنتم سبز مٹکے کو کہتے ہیں۔ عام طور پر شرابیں سبز مٹکوں میں بنتی ہیں۔ اس لئے سبز مٹکے کے ساتھ ہی اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے دوسرا برتن دبا ہے۔ یہ آل کدو کا برتن ہوتا ہے اس کو خشک کر لیتے ہیں اور اندر سے بیج وغیرہ صاف کرکے برتن سا بنا لیتے ہیں۔ کبھی میٹھے کدو کا بھی بنایا جاتا ہے۔ تیرنے والے اس کو بغل میں لے کر تیرتے ہیں نمبرا برتن نقیر ہے۔ نقیر ہر کھدی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جو کھجور کی جڑ میں کھود کر برتن سا بنا لیتے ہیں بعض حضرات فرماتے ہیں۔ کہ خاص قسم کی لکڑیاں ہوتی ہیں جن کو اندر سے کھود کر صاف کر لیا جاتا ہے۔ المزفت وربما قال النقیر یہ چوتھا برتن ہے۔ مزفت اور نقیر رال ملے ہوئے برتن کو کہا جاتا ہے۔ معنی دونو کے ایک ہی ہیں ان برتنوں کے استعمال سے آپ نے اس لئے منع فرمایا کہ تمام برتن شراب کے لئے تھے اور شراب کے اثر سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اگر تازہ تازہ نبیذ بھی ڈالی جائے۔ تو وہ بھی بہت جلد خراب ہو جائے گی۔ اس لئے منع فرمایا۔

بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰى فَدَخَلَ فِيْهِ الْاِيْمَانُ وَالْوُضُوْءُ وَالصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْاَحْكَامُ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ عَلٰى نِيَّتِهٖ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ۔

حدیث نمبر ۵۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ الخ عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ لِدُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِامْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ الحدیث

ترجمہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلعم فرمایا کہ اعمال کا اعتبار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہ کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی، پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت کا ثواب اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگا۔ اور جس کی نیت کسی دنیا کے حاصل کرنے کے لئے ہوگی یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کو بدلہ بھی اس ہجرت کا ملے گا جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کتاب الایمان اب ختم ہو رہی ہے۔ کتاب الایمان میں مرجئہ پر رد کرنا تھا اگرچہ تبعاً خوارج اور معتزلہ وغیرہ کا رد بھی ہو جاتا تھا۔ چونکہ مرجئہ نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا تھا اور اعمال کو ایمان میں کسی قسم کا دخل نہ مانا نہ نفع کے اعتبار سے اور نہ ضرر اعتبار سے حالانکہ شریعت کا مدار اعمال پر ہے اب آخر میں فرماتے ہیں کہ اعمال میں نفس پرستی نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر کسی پر ردّ کرنا ہو تو اس میں بھی نفس پرستی کو دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح میں اپنی زلّتہ سے بچنا چاہتا ہوں، اس طرح دوسرے کی زلّتہ کا بھی لحاظ کرتا ہوں۔ بہرحال اعمال میں نیت اچھی ہونی چاہیئے۔ جس سے خلوص اور للّٰہیت ٹپکتی ہو۔ انک تنفق نفقۃ اگرچہ نفقہ زوجہ ضروری ہے، زوجہ قاضی کے ہاں دعویٰ دائر کر کے اپنا نفقہ وصول کر سکتی ہے۔ مگر اس میں بھی احتساب ہونا چاہیئے۔

از شیخ زکریاؒ اس جگہ امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ اگر ہر عمل میں نیت خالص ہے تو مقبول ہے، ورنہ مردود اور اس کی تائید میں فرماتے ہیں کل یعمل علیٰ شاکلتہ یعنی جیسا کرنا ویسا بھرنا امام بخاریؒ نے ترجمہ میں حسبتہ لاکر بتلا دیا کہ اس سے مجرد ارادہ مع الاخلاص مراد ہے۔ یعنی اعمال صرف نیت اور حسبت اور ثواب کی امید پر کئے جائیں اور ثواب کی امید اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ اعمال خالصۃً لوجہ اللہ ہوں اس باب میں جو حدیث امام بخاریؒ نے بیان کی ہے اس پر ابتداء کتاب میں کلام ہو چکا ہے کہ احناف کے نزدیک ثواب الاعمال بالنیات اور شوافعؒ کے نزدیک صحۃ الاعمال بالنیات ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کے اس ترجمہ کو دیکھ کر

میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ اس لئے کہ نیت کی تفسیر انہوں نے حسبۃ سے کی ہے حسبۃ اور احتساب کہتے ہیں ثواب طلب کرنے کو۔ تو معلوم ہوا امام بخاریؒ کے نزدیک انما الاعمال بالنیات کا مطلب ثواب الاعمال بالنیات ہے، فدخل فیہ الایمان یہ اس ضابطہ اور کلیہ میں سب اعمال داخل ہیں۔ ایمان بھی اسی طرح ہے۔ کہ اس میں اخلاص ملحوظ ہے کہ محض اللہ کے لئے ایمان لانے۔ کسی ڈر یا خوف سے ایمان نہ لائے۔

حدیث نمبر ۵۵ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ ابْنُ مِنْهَالٍ الخ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ یَحْتَسِبُھَا فَھِیَ صَدَقَۃٌ۔

ترجمہ، حضرت ابو مسعودؓ حضرت نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے گھر والوں پر ثواب حاصل کرنے کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ اس کا صدقہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ روایت ترجمہ میں مختصر تھی، یہاں تفصیل کے ساتھ ہے۔ سبحان اللہ دین کتنا آسان ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بیوی بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کتنی آسانی کردی کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو کچھ کھلاوے پلاوے تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔ مگر ان سب چیزوں میں اصل شرط اخلاص ہے۔ اللہ کے لئے ہو ورنہ اگر دنیا کے لئے ہوگا تو وہاں نہ ملے گا یہاں یہ بات بھی سن لو کہ حنفیہ کے نزدیک عدم نیت سے حکم تو ثابت ہو جائے گا۔ لیکن ثواب حاصل نہیں ہوگا۔ لہٰذا اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے نفقہ نہ دے بلکہ ریا یا خوف و ڈر کی وجہ سے دے تو نفقہ تو ادا ہو جائے گا یعنی عدم نیت کی صورت میں حکم تو ثابت ہے لیکن ثواب نہیں۔ کیونکہ احنافؒ کے نزدیک مقاصد میں نیت شرط ہوتی ہے وسائل میں نیت شرط نہیں

حدیث نمبر ۵۶ حَدَّثَنَا الْحَکَمُ بْنُ نَافِعٍ الخ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَۃً تَبْتَغِیْ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَیْھَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فَمِ امْرَاَتِکَ ۔ الحدیث

ترجمہ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے وہ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بیشک تو جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو، مگر تجھے اس پر ثواب دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ جو چیز تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے اس کا بھی تجھے ثواب ملے گا۔

باب قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔

حدیث نمبر ۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ الحدیث

ترجمہ، حضرت جریر بن عبد اللہ بجلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے بیعت کی نماز کو پابندی سے قائم کرنے پر زکوٰۃ کو ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نصح کے معنی خلوص کے ہیں ناصح ای خالص نصیحت کے اندر اخلاص ہونا معتبر ہے ۔ اگر اخلاص نہ ہو حقیقۃً نصیحت نہیں ہے بلکہ دھوکہ بازی ہے جیسے شیطان نے کہا اِنِّیْ لَکُمَا مِنَ النّٰصِحِیْنَ تو اس سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے جو مرجئہ پر رد کیا ہے ۔ یہ نصیحت اور خیر خواہی کی بنا پر کیا ہے ۔ جو ہماری کتاب سے استدلال کرے اس کا مقصد بھی نصیحت ہونا چاہیئے نصیحت الٰہی کا مقصد یہ ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل کی جائے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ متاخرین کی ایک جماعت جس میں امام نوویؒ شامل ہیں ۔ ان کی رائے یہ ہے کہ سارے دین کا خلاصہ صرف یہ حدیث ہے کیونکہ نصیحت کے معنی اخلاص کے ہیں ۔ اور یہی اخلاص تصوف کی جان ہے ۔ کیونکہ تصوف کہتے ہیں نیت کے خالص ہونے کو پھر اخلاص اور نصیحت کی کئی صورتیں ہیں ۔
نصیحت اللہ تو یہ ہے کہ اللہ کے خالق ۔ مالک اور رب ہونے پر ایمان لانے اور اس کے احکام ملنے عبدیت کا اقرار اور اپنے کو غلام اور اس کو آقا سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور نصیحت الرسول یہ ہے کہ اعمال اور اس کے خصائل اور اس کے اسوہ پر عمل کرے ۔ اور اس کے ہر عمل پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور جن اعمال کا متحمل نہ ہو ۔ جیسے جو کی روٹی کھانا وغیرہ ان کو دل سے پسند کرے اور ان پر عمل کی خواہش رکھے اور درود شریف کا اہتمام رکھے ۔ نصیحت لائمۃ المسلمین یہ ہے کہ ان کے جو احکام شریعت کے موافق ہوں ۔ ان کی پابندی کرے ۔ ان کی معاونت کرتا رہے ۔ اگر وہ خلافِ شرع کام کرنے لگیں ۔ تو ان کو حسن تدبیر اور خوش اسلوبی سے سمجھانے کی کوشش کرے اور نصیحت لعامۃ المسلمین یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے وہ پسند کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے ۔ یہ حدیث تمام دین کا خلاصہ ہے ۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص میں تمام عبادات آگئیں ۔ اور رسول کے ساتھ اخلاص میں محبت رسول آگئی ۔ ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کے ساتھ اخلاص

تمام معاشرت آگئی۔

بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ بیعت اسلام۔ بیعت جہاد اور بیعت احسان تینوں کے متعلق حدیث عبادہ بن صامتؓ میں تبلایا جا چکا ہے۔ بیعت کے الفاظ مشائخ کے یہاں حسب موقعہ اور حسب مکان ہوتے رہیں۔ صوفیاء کرام بیعت لیتے وقت عہد لیتے ہیں کہ چوری زنا ڈاکہ اور نعز یہ نہیں نکالے گا صحابہ سے بھی ان کے احوال کے مطابق بیعت لی گئی۔ تو جس طرح نفس بیعت مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح یہ طریقہ بھی حضرت رسالت پناہ صلعم سے لیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت میں الفاظ عامہ کے ساتھ ساتھ الفاظ خاصہ سے بھی بیعت لی ہے۔ بعض عورتوں سے بیعت لی کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی۔ اسی طرح یہاں حضرت جریرؓ سے نصیحت المسلمین کے لئے بیعت لی۔ کیونکہ آپؐ نے ان کے اندر اس کی قوت دیکھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک خادم کو عمدہ گھوڑا خریدنے کے لئے بھیجا وہ تین سو میں عمدہ گھوڑا لایا۔ جس کو انہوں نے کم قیمت پر سمجھا خود مالک کے پاس گئے بڑی رد وکد کے بعد آٹھ سو پر ان کو راضی کیا۔ یہ خیر خواہی تھی کہ ان کو اپنے عمدہ گھوڑے کی پوری قیمت ملنی چاہیئے۔ آج گاہک دکاندار کو لوٹنے کی فکر میں ہے اور دکاندار گاہک کی جیب کاٹنا چاہتا ہے۔ از مرتب

حدیث نمبر ۵۸ حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ الخ سَمِعْتُ جَرِیْرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ یَوْمَ مَاتَ الْمُغِیْرَۃُ بْنُ شُعْبَۃَ قَامَ فَحَمِدَاللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ عَلَیْکُمْ بِاِتِّقَآءِ اللّٰہِ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَالْوَقَارِ وَالسَّکِیْنَۃِ حَتّٰی یَاْتِیَکُمْ اَمِیْرٌ فَاِنَّمَا یَاْتِیْکُمُ الْاٰنَ ثُمَّ قَالَ اسْتَعْفُوْا لِاَمِیْرِکُمْ فَاِنَّہٗ کَانَ یُحِبُّ الْعَفْوَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اُبَایِعُکَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَیَّ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ فَبَایَعْتُہٗ عَلٰی ھٰذَا وَرَبِّ ھٰذِہِ الْمَسْجِدِ اِنِّیْ لَنَاصِحٌ لَّکُمْ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ ۔ (الحدیث)

ترجمہ، راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جریر بن عبداللہ سے اس دن یہ بات سنی جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہ کی وفات ہوئی۔ تو یہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی فرمایا کہ لوگو تم خوف خدا کو لازم پکڑو جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ عزت اور سکون واطمینان اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تمہارے پاس امیر آجائے بس وہ ابھی آہی جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ اپنے امیر کے لئے معافی مانگو کیونکہ وہ معافی کو پسند کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ اما بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پذیر ہوا کہ

حضرت میں اسلام پر آپؐ سے بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے مجھ پر یہ شرط بھی لگائی کہ ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنی ہے تو میں نے اس پر بھی آپؐ سے بیعت کی۔ اس مسجد کے رب کی قسم بے شک میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ پھر بخشش طلب کی اور منبر سے اتر آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یوم مات مغیرہ بن شعبہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے مرض طاعون میں مبتلا ہو کر ۵۰ھ میں کوفہ کے اندر ان کا انتقال ہوا حضرت عمرؓ نے ان کو بصرہ کا والی بنایا تھا۔ بہر حال حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اپنا قائم مقام حضرت جریر بن عبداللہ کو نامزد فرمایا انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کہ کوئی شور و شغب نہ ہو۔ امام بخاریؒ خطبہ حضرت جریرؓ کو آخر میں اس لئے لائے ہیں تاکہ نصیحت للمسلمین ثابت ہو۔

از شیخ زکریاؒ حضرت مغیرہؓ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو اپنا قائم مقام بنا دیا اور یہ فرمایا کہ جب تک دوسرا امیر حضرت معاویہؓ کی طرف سے نہ آجائے۔ تم امامت کے فرائض انجام دیتے رہنا اس لئے کہ امارت کا مسئلہ ہر شے سے مقدم ہوتا ہے بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلعم کے دفن سے پہلے ہی امارت کا معاملہ طے کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ ان کی وفات پر حضرت جریرؓ نے تعزیت کے لئے جلسہ کیا اور اس میں تقریر فرمائی اور ان کو وقار، سکینہ کی تعلیم دی کہ پیارو تمہیں تو نہایت وقار سے رہنا چاہیئے تھا۔ تم ہو کہ شور و شغب کر رہے ہو۔

حتیٰ یاتیکم امیر یعنی دار الخلافہ سے کوئی امیر متعین ہو کر آجائے بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امیر سے مراد خود ان کی اپنی ذات ہے۔ یہ میرے نزدیک صحیح تو ہے لیکن بعید ہے۔ استغفروا لامیرکم یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہ کے لئے جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ ثم استغفر و نزل یہاں میرا اور حافظ کا معرکہ ہے۔ حافظ کے نزدیک امام بخاریؒ کتاب کے آخر میں کتاب ختم کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ استغفر سے براعۃ اختتام کے طور پر کتاب کے ختم کی طرف اشارہ فرمایا کہ جب منبر سے اتر آئے تو جو کچھ کہہ رہے تھے وہ ختم ہوا۔ میرے نزدیک کتاب کے ختم ہونے کی طرف اشارہ نہیں بلکہ تیرے اختتام اور موت کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے فکذلک آخر شان ہرقل کے تحت اس کو بیان کر آیا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتاب العلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

باب فَضْلِ الْعِلْمِ وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ وَقَوْلِهٖ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ہ

باب مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَاَتَمَّ الْحَدِيْثَ ثُمَّ اَجَابَ السَّائِلَ ۔

حدیث نمبر ۵۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَآءَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَمْ يَسْمَعْ حَتّٰى اِذَا قَضٰى حَدِيْثَهٗ قَالَ اَيْنَ اُرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ هَا اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ فَقَالَ كَيْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں جناب نبی اکرم صلعم ایک مجلس میں بیٹھے قوم سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک دیہاتی آگیا جس نے آتے ہی سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی جناب رسول اللہ صلعم اپنی بات بیان کرتے رہے جب پر بعض لوگوں نے کہا کہ آپؐ نے اس کی بات سن لی مگر اسے ناپسند فرمایا۔ اور بعض نے کہا کہ آپؐ نے سنا ہی نہیں یہاں تک کہ جب آپؐ اپنی بات پوری کر چکے۔ تو فرمایا کہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے۔ اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ میں یہ حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو اس نے کہا امانت کا ضائع کرنا کیسے ہوگا۔ فرمایا جب معاملات نااہلوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ علم کو ایمان کے بعد لانا اس بنا پر ہے کہ جو احکام بعد میں ذکر کئے جائیں گے اگر ان کا سیکھنا سکھانا نہ ہوا تو پھر وہ کیسے نافذ ہوں گے۔ اس لئے علم کی ضرورت ہے۔ علم کو بعض نے بدیہات سے کہا اور بعض نے علم کی تقسیم کر کے حضوری اور حصولی کی بحث کی۔ الصورۃ الحاصلۃ من الشئ یا حصول الصورۃ کو علم کی تعریف قرار دیا۔ ماتریدیہ فرماتے ہیں کہ العلم صفۃ مودعۃ فی القلب کالقوۃ الباصرۃ فی العین حالانکہ ان میں سے کوئی یقینی نہیں ہے۔ کیونکہ متکلمین علم کی یہ تعریف کرتے

ہیں۔ صفة توجب تمیزًا فی محلها لا یبقی منها احتمال النقیض حالًا و لا مآلًا فی الامور المعنویة احتمال نقیض ظن اور شک میں پایا جاتا ہے مگر علم میں احتمالِ نقیض نہیں ہوتا۔ بلکہ علم کے معنی تصدیق کے ہیں۔ اگر بالفعل احتمال نقیض نہیں تو تصدیق اور یقین ہے اگر مآلاً احتمال نقیض نہ ہو۔ بلکہ تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے تو یہ علم تقلیدی ہے۔ فی الامور المعنویہ کی قید سے حسیات خارج ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ان کا ادراک حواس سے ہوتا ہے اور بعض نے نور یتجلی به المذکور طن قام به بہر حال اس صفت کا نام علم ہے جس میں یہ صفت پائی گئی۔ وہ عالم ہوگا۔ اگرچہ اس کے ساتھ مدرکات نہ ہوں۔ اگر کسی کے پاس مدرکات ہوں مگر صفتِ علم نہ ہو۔ تو وہ عالم نہیں ہوگا۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس اگرچہ مدرکات نہیں تھے جیسا کہ امام بخاریؒ کے پاس مدرکات ہیں مگر حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس صفت علم تھی اس لئے ان کو فضیلت ہوگی۔ کیونکہ معلوم کی وجہ سے فضیلت نہیں ہوتی بلکہ صفتِ علم سے ہوتی ہے۔ اب اس کے حصول کے دو ذریعے ہیں۔ ایک تو خلقۃً اس سے ہماری بحث نہیں اور دوسری اکتسابی ہے، ہماری بحث اسی سے ہے۔ صفۃ علم خلقی تو خدا کی دین ہے۔ اور فضیلت میں دونو برابر ہیں۔ مگر وہ ہمارے اختیار کی نہیں۔ یرفع اللہ الخ پھر منؔ تبعیض کے لئے نہیں بلکہ تبیین کے لئے ہے۔ کیونکہ یا یھا الذین آمنوا میں مخاطب سب مؤمنین ہیں۔ اور اہل علم کا عطف مؤمنین پر عطف الخاص علی العام ہے جس سے تمیز اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ اس سے علم کی فضیلت ثابت ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو والیٔ مکہ راستے میں آکر ملتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ان سے پوچھتے ہیں کہ مکہ معظمہ پر کس کو والی مقرر کرکے آئے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ مکہ ایک غلام کے حوالہ کر آیا ہوں۔ کیونکہ وہ بہت زیادہ عالم قرآن ہے۔ مکہ بھر میں اس کے برابر کوئی عالم نہیں تو حضرت عمرؓ کا تعجب زائل ہوا۔ سر جھکا کر یہ آیت پڑھی یرفع اللہ الذین آمنوا الخ عبد الملک بن مروان نے پوچھا من افقه مدینه قال مولیٰ امرعربی قال مولی عطاؔ بن رباح ایسے مکہ، یمن اور شام کے متعلق پوچھا تو سب موالی کا نام ذکر کیا۔ تو اس نے کہا کہ قریب تھا کہ میرا دل پھٹ جائے کہ علم اور تفقہ کو موالی نے لیا عطاؔ بن رباح کے بارے میں حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ما رأیت افضل من عطاؔ بن رباح حالانکہ وہ سر سے گنجے۔ رنگ کے کالے اور بھی جسمانی امراض ان میں تھے۔ خلاصہ یہ کہ یہ بھی اللہ کی دین ہے۔ جس سے دین اور دنیا کی عزت حاصل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم کا علم اگرچہ بہت ہے۔ مگر پھر بھی اس کی حرص اور قناعت نہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ فرمایا گیا اطلبوا العلم من المهد الی اللحد اور فرمایا گیا منهومان

لا یشبعان منهوم العلم ومنهوم الدنیا۔ قل رب زدنی علماً اس ذات کو فرمایا گیا جن کا ارشاد ہے۔ اعطیت علم الاولین والآخرین۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ایمان کے بغیر کسی چیز کا اعتبار نہیں کیونکہ ایمان ہی اصل بنیادی شے ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کو ذکر فرمایا۔ ایمان کا مبدا وحی ہے اس لئے بالکل شروع میں اس کا باب منعقد فرمایا تھا ایمان کے بعد سب سے اہم درجہ صلوٰۃ ہے لہٰذا اسی کو ذکر کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن ان تمام کا محتاج الیہ علم ہے اس لئے اب اس علم کو بیان فرماتے ہیں۔

فضل العلم:۔ حضرت امام بخاریؒ تراجم میں اللہ تعالیٰ کے اقوال کو بطور تبرک استشہاد کے پیش فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس باب کے اندر بھی دو آیات ذکر فرمائی ہیں پہلی آیت ہے والذین اوتوا العلم درجات اس سے واضح طور پر اہل علم کا درجہ اور ان کی فضیلت معلوم ہو گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ اہل علم کے درجات بلند فرمائیں گے۔ دوسری آیت ہے رب زدنی علماً اس سے بھی علم کی فضیلت معلوم ہوئی۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلعم باوجود سید البشر افضل البشر افضل الانبیاء فخر دو عالم" بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ہونے کے زیادۃ علم کے سوال کا امر فرمایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ علم بہت ہی مہتم بالشان اور ذی فضل شیئ ہے۔ یہاں امام بخاریؒ نے باب تو باندھا ہے مگر کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ بس صرف دو آیات ذکر فرما کر باب کو ختم کر دیا۔ شراح حضرات ہر ایسے موقعہ پر جہاں بخاری شریف میں ترجمہ تو ہو مگر روایت نہ ہو چند توجیہات فرمایا کرتے ہیں اول یہ ہے کہ لکھنے کا ارادہ تھا مگر کوئی روایت شرط کے مطابق نہیں ملی۔ دوسرے یہ کہ یہاں بیاض چھوڑ دی گئی تھی تاکہ جب کوئی روایت شرط کے مطابق مل جائے تو لکھ دیں۔ لیکن جب امام بخاریؒ کا انتقال ہو گیا۔ تو شاگردوں نے وہ بیاض یہ سوچ کر ختم کر دی کہ اب تو امام بخاریؒ رہے نہیں اب کون لکھے گا۔ تیسرے یہ کہ یہ کاتب کی گڑبڑی ہے کہیں کی روایت کہیں اور کہیں کا ترجمہ کہیں لکھ دیا۔ چوتھے یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کا لکھنے کا ارادہ تھا لیکن اعجلتہ المنیتہ نظر ثانی کی نوبت ہی نہ آئی۔ باوجودیکہ امام بخاریؒ کا انتقال ۲۵۶ھ میں ہوا۔ اور میری تحقیق کے مطابق ۲۳۳ھ میں حضرت امام بخاریؒ اپنی تصنیف سے فارغ ہو گئے تھے۔ شراح یہ تین چار جواب تو مستقل ذکر کرتے ہیں لیکن یہ سب دل بہلانے کی باتیں ہیں بلکہ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ تشحیذ اذہان کے لئے ایسا جان بوجھ کر فرماتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شیخ الہندؒ کا ارشاد ہے۔ کہ امام بخاریؒ باب باندھ کر ترجمہ ذکر نہیں فرماتے۔ گاہے گاہے ایسا بھی کرتے ہیں کہ ترجمہ تو باندھ لیتے ہیں لیکن روایت نہیں ذکر کرتے۔ کیونکہ روایت یا تو ابھی

ابھی گذری ہوتی ہے۔ یا عنقریب آنے والی ہوتی ہے چنانچہ یہی باب دوبارہ ص۱۷ پر آ رہا ہے یہاں پر دو آیتوں پر اکتفا فرمایا تاکہ فضیلت علم کا دائرہ تنگ نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ اگر مطلق رکھا جائے گا تو جتنی روایات اس موضوع کی ہوں گی۔ سب اس کے اندر داخل ہو جائے گی۔ کیونکہ علم کی فضیلت اتنی کثیر نوع سے ہے کہ اس کے لئے ایک دو حدیثوں کا ذکر کر دینا اس کی فضیلت کو منحصر کر دینا ہے۔ اور اس کے عموم کو محدود بنا دینا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب کاتب کی غلطی سے یہاں لکھ گیا۔ ورنہ دراصل یہ باب یہاں کا ہے ہی نہیں بلکہ اس کا مقام آگے ہے جہاں امام بخاریؒ نے فضل العلم منعقد فرما کر روایت ذکر فرمائی ہے۔ اور رہ گئیں یہ دو آیتیں تو یہ کتاب کے بعد کی ہیں۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ وہ کتاب کے بعد آیات ذکر فرماتے ہیں۔ مگر میری یہ رائے نہیں کیونکہ فضیلت تو ابتداء میں بیان کی جاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر ترجمہ کے الفاظ بدل جائیں اور مقصود ایک ہی ہو۔ تو وہ ترجمہ مکرر کہلائے گا۔ جیسا کہ کتاب الایمان میں ایک جگہ یزید و ینقص فرمادیا اور دوسری جگہ زیادۃ الایمان ونقصانہ فرمایا حالانکہ مقصود دونو جگہ ایک ہی ہے۔ اسی لئے توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ اور اسی کے بالمقابل اگر ترجمہ کے الفاظ ایک ہوں لیکن غرض جدا جدا ہو جائے تو وہ تکرار نہیں کہلاتا اسی قاعدہ کے مطابق مجھے یہ کہنا ہے کہ اس ترجمہ سے تو علم کی فضیلت کو بیان کرنا ہے اور ص۱۷ پر جو فضل آ رہا ہے اس سے فضل بمعنی فضیلت مراد نہیں بلکہ فضل بمعنی باقی فضیلۃ کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اس توجیہ کی بنا پر دونو بابوں کی غرض الگ الگ ہو گئی۔ لہٰذا تکرار نہیں رہا۔ بعض شراح اس مقام پر ایک خاص جواب اور بھی دیتے ہیں، وہ یہ کہ یہاں صرف استدلال مقصود ہے۔ اور استدلال بالقرآن سے بڑی چیز کون سی ہے۔ اس لئے قرآن سے استدلال کرنے پر قناعت کر لی

باب من سئل علمًا الخ: شیخ مدنیؒ فرمایا گیا کہ من سُئِل فکتم علمًا الجم بلجام لنار یوم القیمۃ الذین یکتمون الایۃ اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون معلوم ہوا کہ کتمان علم ناجائز ہے جس وقت سوال کیا جائے اسی وقت جواب دینا چاہیئے۔ تاخیر بالکل نہ کرنی چاہیئے تاکہ کتمان علم میں داخل نہ ہو۔ امام بخاریؒ یہ روایت لا کر تاخیر کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں اذا ضیعت الامانۃ امانت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو بغیر تملیک کے دی جائے۔ اضاعۃ امانت کا مشہور معنی یہ ہے کہ جب عہدہ دار و عوامل ایسے مقرر کئے جائیں جو اہل نہ ہوں۔ اور دوسرے امانت کے معنی وہ ہیں جو قرآن مجید میں ہے انا عرضنا الامانۃ الآیۃ اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں ان الامانۃ نزلت فی جذر قلوب الرجال اس سے معلوم ہوا کہ امانت کوئی مادہ معنویہ ہے

جس سے ایمان کا تحقق ہوتا ہے جس سے انسان مکلف بنتا ہے۔ تو صوفیاء فرماتے ہیں کہ جب کوئی پیغمبر بھیجا جاتا ہے۔ تو اس سے قبل ایک نور قلوب کے اندر پیدا کیا جاتا ہے۔ جو علی حسب الاستطاعۃ تعلیم نبوی کو قبول کرتا ہے۔ قابلیت فاعل اور منفعل دو نو شرط ہیں۔ تو یہ امانت ایک نور ہوا جس کو انا عرضنا الامانۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس امانت کے بعد فرائض زیادہ عائد ہوتے ہیں۔ لیکن حملها الانسان انه کان ظلوماً جهولاً کا مصداق بن گئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صفت مدح ہے کہ نہایت اعلیٰ درجہ کی چیز امانت اس کو دی گئی۔ کیونکہ اس میں عبدیت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ

معرفۃ باری ہر آنکس حرام است ؛ ہر کہ خود را از کافر فرنگی بہتر داند لکیف کا بردین

کیف اضاعتها ای کیف اعلم انها ضاعت۔

از شیخ زکریا۔ اگر کوئی شخص بات میں مشغول ہے۔ اور اس سے کوئی سوال کر لیا جائے۔ اور وہ مشغول آدمی اپنی بات پوری کر کے جواب دے تو یہ جائز ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ نے یہی مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ اور بعض حضرات ترجمۃ الباب کی غرض یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ اس سے معلم کا ادب بتلایا ہے کہ اس کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اس سے سوال کرے تو وہ اپنی بات پوری کر کے پھر جواب دے اور بعض کی رائے ہے کہ متعلم کا ادب بتلایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص بات کر رہا ہو۔ تو اس وقت تک اس سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ جب تک وہ اپنی بات سے فارغ نہ ہو جائے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ سائل کو جواب دینے میں اتنی تاخیر کرنا کہ پہلے اپنی بات پوری کرے کتمانِ علم میں داخل نہیں ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ مسئلہ کا جواب فوری دینا ضروری نہیں۔

جاء اعرابی ایک اعرابی حضور پاک صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی سوال کر دیا کہ قیامت کب آئے گی یہ نہیں دیکھا کہ پہلے سے حضور پاک صلعم ایک بات فرما رہے ہیں۔ اس کو ختم ہونے دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعراب آداب سے واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے اس نے اپنے سیدھے پن میں آ کر سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ فقال بعض القوم چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے بلکہ اسی طرح اپنے کلام مبارک میں مصروف رہے۔ تو صحابہ کرام میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض نے کہا کہ حضور اکرم صلعم نے سن تو لیا ہے۔ مگر ناگواری کی وجہ سے جواب نہیں دیا۔ اور بعض نے کہا کہ نہیں حضور اکرم صلعم نے سنا

ہی نہیں کیونکہ حضور صلعم تو ایسے لوگوں کو جلدی جواب دیا کرتے ہیں۔ اگر سن لیا ہوتا تو کم از کم یہ ضرور فرماتے کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ قال ابن اراہ السائل یہ لفظ "اراہ" راوی نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ کیونکہ ان کو اپنے استاد کے الفاظ یاد نہیں رہے تھے یہ تو متیقن تھا کہ استاد نے "این" فرمایا ہے لیکن اس کے بعد کیا فرمایا این الذی یسائل عن الساعۃ فرمایا یا کچھ اور کہا تھا اسی شک کی بنا پر "اراہ" بڑھا دیا۔ یہ ان حضرات محدثین کی کمال احتیاط ہے۔ کہ اگر استاد کے الفاظ میں شک ہو گیا تو اس کو شک کے ساتھ بیان فرما دیا۔ اسی طرح اگر استاذ نے صرف راوی کا نام لیا اور اس کا نسب ذکر نہیں کیا تو یہ حضرات یعنی ابن فلان کے ساتھ اس کو ذکر کرتے ہیں تاکہ استاذ اور شاگرد کا کلام متمیز ہو جائے

قال کیف اضاعتہا الخ کہ جب امارت نا اہل کے ہاتھوں آجائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اور اسی کے افراد میں سے یہ بھی ہے۔ کہ کوئی اللہ اللہ کہنے والا زمین پر باقی نہ رہے۔ اور یہ بھی یہی بات کہ جب نا اہل کے ذمہ گھر آتا ہے تو وہ برباد ہو جاتا ہے۔ دکان برباد۔ مدرسہ برباد غرضیکہ ہر چیز برباد ہو جاتی ہے تو اس حدیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ نا اہلیت لاعلمی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیا کا نظام علم پر موقوف ہے۔ اگر نا اہلوں کے پاس نظام چلا گیا تو سب نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس سے علم کی فضیلت خود بخود ثابت ہو گئی۔

بَاب مَنْ رَّفَعَ صَوْتَہٗ بِالْعِلْمِ۔

حدیث نمبر ۶۰ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَۃٍ سَافَرْنَاھَا فَاَدْرَکَنَا وَقَدْ اَرْھَقَتْنَا الصَّلٰوۃُ وَنَحْنُ نَتَوَضَّاُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰی اَرْجُلِنَا فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جو ہم نے آنحضرت صلعم کے ساتھ کیا تھا اس میں نبی اکرم صلعم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ پس آپ نے ہم کو ایسے حال میں آکر پالیا کہ ہمیں نماز میں تاخیر ہو رہی تھی اور ہم جلدی جلدی وضو کر رہے تھے گویا کہ ہم اپنے پاؤں پر مسح کر رہے تھے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی اونچی آواز سے پکار کر فرمایا کہ ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے جہنم سے دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قرآن مجید میں ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی یعنی اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم میں رفع صوت نہ ہو۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں

کہ رفع صوت بالعلم جائز ہے مگر اپنے اپنے موقع پر جیسے روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پڑھنا پڑھانا اور بلند آواز سے جواب دینا جائز ہے جبکہ ضرورت متقاضی ہو۔

از شیخ زکریاؒ بعض حضرات فرماتے ہیں چونکہ قرآن پاک میں آتا ہے واغضض من صوتك ان انکر الاصوات لصوت الحمير یہاں پر حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو آہستہ بولنے کی نصیحت کی اور چیخ کر بولنے کو حمار کا خاصہ بتلایا تو اس سے ابہام ہوتا تھا کہ کہیں رفع الصوت بالعلم بھی اس میں داخل نہ ہو۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ علم اس سے مستثنیٰ ہے اس کے اندر آواز کو بلند کیا جاسکتا ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کے اوصاف میں آتا ہے لیس بصخاب بالاسواق یعنی آپ چیخ کر نہیں بولتے تھے۔ اور یہاں حدیث میں ہے فنادی باعلی صوتہ جو عادت مبارکہ کے خلاف ہوا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ رفع الصوت بالعلم تھا جو اس میں داخل نہیں۔ اور حضور پاک صلعم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ چیخ کر نہیں بولتے تھے، مگر تعلیم کے وقت زور سے ارشاد فرماتے تاکہ سب لوگوں تک آواز پہنچ جائے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اساتذہ کو ادب سکھلا رہے ہیں کہ معلّم کو چاہیئے کہ علمی بات کو نہایت ڈٹ کر اور زور شور سے کہے۔

تخلف عنا النبی صلعم اس حدیث میں جو قصہ بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ حضور اکرم صلعم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے۔ نماز کو دیر ہو رہی تھی، صحابہؓ جلدی جلدی آگے بڑھے اور وضو کرنے لگے عام طور سے جلدی کرنے میں ایسا ہوتا ہے۔ کہ پاؤں وغیرہ خشک رہ جاتے ہیں، چنانچہ ان لوگوں کی ایڑیاں خشک رہ گئیں اس پر حضور اکرم صلعم نے دور سے پکار کر فرمادیا ویل للاعقاب الخ اعقاب سے صاحب اعقاب مراد ہیں یعنی ان ایڑیوں والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ نمسح علی ارجلنا یہاں حقیقی مسح مراد نہیں ہے۔ بلکہ غسل ہی مراد ہے قلت ما اور تعجیل کی وجہ سے اس کو مسح سے تعبیر کر دیا۔

باب قول المحدث حدثنا و اخبرنا و انبأنا و قال الحميدي كان عند ابن عيينة حدثنا و اخبرنا و انبأنا و سمعت واحدا و قال ابن مسعود حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق و قال شقيق عن عبد الله سمعت النبي صلى الله عليه وسلم كلمة كذا و قال حذيفة حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثين و قال ابو العالية عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم فيما

يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ وَقَالَ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى۔

حدیث نمبر ۶۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ۔ (الحدیث)

ترجمہ: باب محدث کا حدثنا۔ اخبرنا وانبانا کہنا تو حمیدی فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ابن عیینہ محدثین کے نزدیک حدثنا اخبرنا انبانا اور سمعت سب ایک ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلعم نے بیان فرمایا جو سچے ہیں اور سچ کہے گئے ہیں۔ اور حضرت شقیق تابعی حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم سے یہ کلمہ سنا۔ اور حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہیں ان روایات میں جو آپ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں۔ اور حضرت انسؓ بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات نقل کرتے ہیں جو آپؐ اپنے رب کی طرف سے روایت فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضہ جناب نبی اکرم صلعم سے وہ بات روایت کرتے ہیں جو آپؐ نے تمہارے رب برکت والے اور بلندی والے سے روایت کرتے ہیں۔

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے۔ اور بے شک اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے۔ لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف گیا اور میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر مجھے حیا آ گئی تو سب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہی بتائیں کہ وہ کون سا درخت ہے آپؐ نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: امام بخاریؒ اس جگہ ان الفاظ کے متعلق بحث کرنا چاہتے ہیں جن کو محدثین استعمال کرتے ہیں حدثنا۔ اخبرنا۔ انبانا۔ قال یروی۔ سمعنا وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ بعض نے اعتراض کیا۔ کہ یہ بدعت ہے زمانۂ سعادت میں یہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے تھے۔ امام بخاریؒ باب منعقد کرکے بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ اطلاقات بدعت نہیں ہیں بلکہ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام سے ثابت ہیں۔ اس جگہ ایک بحث اور ہے کہ حدثنا۔ اخبرنا۔ انبانا وغیرہا کے معانی اور درجات ایک ہیں یا مختلف ہیں۔ متاخرین کی

اصطلاح تو امام بخاریؒ آگے بیان کرے گا کہ ان میں تمیز ہے۔ لیکن متقدمین کے نزدیک ان سب کے معانی واحد ہیں دوسری چیز یہ ہے کہ ان الفاظ میں کوئی درجات ہیں یا نہیں اس دوسرے مسئلہ کو امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لا فرق بینہما اگر معانی واحد ہوں تو باب سے مناسبت نہ ہوگی کیونکہ باب تو جواز استعمال کے لئے ہے۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ تمیز کے لئے تو امام بخاریؒ مستقل باب لانے والا ہے۔ پھر یہاں کیوں ذکر کیا تو جواب یہ ہے کہ کان واحداً ای فی جواز الاستعمال اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ مقصود یہ نہیں تھا۔ مگر ابن عیینہؒ کے کلام کو تبعاً و استطراداً ذکر کردیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان الفاظ کا استعمال زمانہ سعادت یعنی عہد نبوی عہد صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین میں بلانکیر ثابت ہے تو بدعۃ نہ ہوئی لا یسقط ورقہا الخ اس لئے کہ مسلمان کا عمل کسی وقت ساقط نہیں ہوتا۔ سوتا اس لئے ہے کہ تہجد کے لئے اٹھے گا۔ تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔ آپؐ کے پاس جمّار (مغز کھجور) لایا گیا تھا۔ آپؐ نے اس وقت یہ سوال فرمایا لوگ سوچ میں پڑ گئے حالانکہ قرینہ موجود تھا جس سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سمجھ گئے لیکن بیان نہ کرسکے۔

قول المحدث حدثنا از شیخ زکریاؒ قدمأ کی رائے یہ ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں حدثنا کی جگہ اخبرنا اور اخبرنا کی جگہ حدثنا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہی رائے آئمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کی ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کی انہیں کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ اس باب سے اسی چیز کو ثابت فرمارہے ہیں کہ حضور صلعم نے کسی جگہ حدثونی کسی جگہ اخبرونی ایسی ہی حدثنا، اخبرنا کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال فرمایا ہے معلوم ہوا کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ علماً متاخرین جن میں مشارقہ اور امام شافعیؒ اور امام نسائیؒ خاص طور سے داخل ہیں یہ فرماتے ہیں کہ حدثنا اس وقت کہیں گے جب استاذ پڑھے اور شاگرد سنے اور اخبرنا شاگرد پڑھے اور استاد سنے اور انبانا جہاں استاذ اوائل وغیرہ سن کر اجازت دیدے۔ یہ اختلاف سب سے پہلے امام نسائیؒ نے پیدا فرمایا تھا۔ مشارقہ نے ان کی تائید کی۔ وقال الحمیدی حضرت امام بخاریؒ اپنے استاد الحمیدی سے اپنے استاد الاستاذ سفیان بن عیینہ کا مذہب نقل کرتے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک سارے الفاظ برابر تھے امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں چند مختصر احادیث بیان فرمائی ہیں جو مفصلاً اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔ ان میں کہیں حدثنا ہے۔ اور کہیں عن ہے اور جہاں حضور صلعم اپنے رب ذوالعلیٰ سے نقل فرماتے ہیں وہاں یروی عن ربہٖ کہا ہے جس کو حدیث قدسی کہتے ہیں کوئی فرق نہیں کیا۔

ان من الشجر شجرۃ یہ روایت بخاری شریف میں دسیوں جگہ آئے گی۔ امام بخاریؒ اس سے بیسیوں

مسائل ثابت کریں گے۔ حضور اقدس صلعم ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے بطور چیستاں یا پہیلی کے فرمایا ان من الشجر شجرۃ الخ یعنی بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے موسم خزاں میں نہیں گرتے۔ لوگ یہ سن کر جنگلوں میں پڑ گئے کوئی کہتا کہ فلاں درخت ہے کوئی کہتا کہ فلاں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے جی میں آتو گیا کہ نخلہ ہے مگر مجھے شرم آئی کہ اتنے بڑے لوگ تو خاموش ہیں۔ میں کیا ٹانگ اڑاؤں اس کے بعد جب صحابہ کی سمجھ میں اس کا جواب نہ آیا۔ تو کہنے لگے۔ حدثنا ماھی یا رسول اللہ صلعم آپ ہی بتلائیں کہ وہ کون سا درخت ہے۔ حضور اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا کہ وہ نخلہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں جب گھر آیا تو میں نے اپنے باپ حضرت عمرؓ سے کہا کہ میرے جی میں تو آیا تھا کہ وہ نخلہ ہے مگر مجھ کو کہتے ہوئے شرم آئی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو اس وقت کہہ دیتا تو میرے لئے یہ افضل ہوتا۔ اور یہ بھی یہی بات ہے کہ اگر چھوٹوں سے کوئی اچھی بات صادر ہوتی ہے۔ تو ان کے بڑوں کو خوشی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں خود ان بڑوں کا اعزاز ہے کہ میرے بیٹے نے کہا اور میرے بیٹے یہ کہا۔ امام بخاریؒ کا استدلال اس روایت سے بہت ہی دقیق ہے وہ یہاں پر دو لفظوں سے استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو یہ یہاں حضور اقدس صلعم نے فرمایا فحدثونی ماھی اور صحابہ کی سمجھ میں جب نہ آیا تو انہوں نے عرض کیا حدثنا اور یہی روایت امام بخاریؒ کتاب التفسیر میں صہ۶۸۱ پر ذکر فرمائیں گے۔ وہاں حدثونی کے بجائے اخبرونی وارد ہوا ہے اور بعض روایات میں انبئونی وارد ہے تو دیکھو ایک ہی حدیث میں کہیں اخبرونی ہے کہیں حدثونی ہے کہیں انبئونی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان سب میں معانی کے اعتبار سے اتحاد ہے کوئی فرق نہیں۔ اب ایک اور بات اس حدیث میں قابل غور ہے کہ یہاں حضور انور صلعم نے جو کہانی بوجھی ہے۔ کہ ایسا درخت بتلاؤ جو مثل المسلم ہو۔ تو یہ تشبیہ اس چیز میں ہے کہ جس طرح مسلمان اپنے جمیع اجزاء کے ساتھ نافع ہے حتی المنتہٰی اسی طرح کھجور کا درخت بجمیع اجزائہ نافع اور کارآمد ہے۔ اور بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ تشبیہ اس بارے میں ہے کہ نخلہ بقیہ طینۃ آدمؑ سے پیدا ہوا ہے اس واسطے اطبا اس کو مفید بتلاتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے۔ کہ اگر انسان کے کسی عضو کو کاٹ دیا جائے۔ تو اس کا بقا ہو سکتا ہے۔ اور وہ کارآمد ہے لیکن اگر اس کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ بس یہی حال اس درخت کا بھی ہے۔ کہ اگر اس کی کوئی ٹہنی کاٹ دی جائے اس کے باوجود وہ پھل لائے گا۔ لیکن اس درخت کے اوپر کا حصہ کاٹ دیا جائے جس کو سر کہتے ہیں تو وہ بارآور نہیں ہوگا۔ اور بعض شراح یہ فرماتے ہیں کہ جیسے آدمی تمام پانی میں نہ ڈوبے بلکہ اس کا سر اور کوئی عضو پانی سے کھلا رہے۔ تو وہ اس پانی میں زندہ رہ سکتا ہے لیکن

اگر سر بھی ڈوب جائے۔ تو آدمی مر جائے گا۔ ایسے ہی اس کھجور کے درخت کا حال ہے۔ اگر اس کے اوپر کے حصے تک پانی نہ پہنچے تو اس کی حیات باقی رہتی ہے۔ لیکن اگر سرا بھی ڈوب جائے تو پھر یہ درخت ختم ہو جائے گا اور بعض حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپؐ نے یہاں پر درخت کو جو آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ بقائے نوعِ انسانی کے لئے جو طریقہ آدمی اختیار کرتے ہیں۔ یہ درخت بھی وہی طریقہ اپناتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کھجور کے نر و مادہ میں جفتی نہ ہو تو پھل اچھا پیدا نہیں ہوتا۔

بَابُ طَرْحِ الْإِمَامِ الْمَسْئَلَةَ عَلٰى اَصْحَابِهٖ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ۔

حدیث نمبر ۶۲ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَاِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هِيَ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ۔ (الحدیث)

ترجمہ باب، امام اگر ایک مسئلہ اصحاب کے سامنے امتحان کے لئے پیش کرے تو بھی علم میں سے ہے

ترجمہ حدیث، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلعم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مسلمان جیسی ہے۔ مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جنگلوں کے درختوں میں پڑ گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے جی میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہے۔ مگر مجھے شرم آگئی پھر صحابہ کرام نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم آپؐ ہی بتلائیں کہ وہ کون سا درخت ہے آپؐ نے فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔

تشریح۔ از شیخ مدنی رحؒ بعض روایات میں ہے کہ لوگوں کو اشتباہ اور اغلوطات میں مت ڈالو۔ اس بناء پر اختبار رنا جائز معلوم ہو" ہے۔ تو اس پر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مسائل میں اختبار کرنا یہ اغلوطات میں سے نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات انسان غفلت کا شکار ہوتا ہے۔ سوالات کی بنا پر اسے تنبیہ ہو جاتا ہے اور تنبیہ کے بعد جو چیز حاصل ہوتی ہے۔ وہ اوقع فی النفس ہوتی ہے۔

از شیخ زکریاؒ طرح الامام المسئلہ الخ اس باب کی غرض میں علماء کے چند اقوال ہیں۔ ایک تو یہ ثابت کرنا چاہتے استاد کو چاہیئے کہ وہ شاگردوں کا امتحان لیتا رہے اور پوچھتا رہے تاکہ تیقظ رہے۔ روایت وہی کھجور والی ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ امام بخاریؒ اس حدیث کو دسیوں جگہ ذکر فرمائیں گے۔ دوسرے یہ کہ استاذ تشحیذ اذہان

کے طور پر کوئی مسئلہ پیش کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں تیسرا قول یہ ہے کہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الاغلوطات تو بظاہر روایت سے ایہام ہوتا تھا کہ بطور اختبار کے استاد تلامذہ سے سوال نہ کرے تو امام بخاریؒ نے جواز ثابت کردیا۔ اب رہا یہ کہ ابوداؤد کی روایت میں جو اغلوطہ کی ممانعت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسئلہ اگر مفتی سے دریافت کرنا ہو تو توڑ مروڑ کر غلط کرکے نہ پوچھے البتہ یہ ناجائز ہے۔

باب اَلْقِرَآءَةِ وَالْعَرْضِ عَلَى الْمُحَدِّثِ وَرَاَى الْحَسَنُ وَالثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ الْقِرَآءَةَ جَائِزَةً وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَآءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيْثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ اَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آٰللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ نُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهٰذِهٖ قِرَآءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَهٗ بِذٰلِكَ فَاَجَازُوْهُ وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَاُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُوْنَ اَشْهَدَنَا فُلَانٌ وَيُقْرَاُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُوْلُ الْقَارِئُ اَقْرَاَنِيْ فُلَانٌ۔

ترجمہ، محدث پر پڑھنا اور پیش کرنے کے باب میں اور حضرت حسن بصریؒ اور سفیان ثوری رحمہا اللہ اور امام مالکؒ قرأۃ کو جائز قرار دیتے ہیں اور بعض نے عالم پر قرآت کرنے کو حضرت ضمام بن ثعلبہؓ کی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم لوگ نماز پڑھا کریں آپ نے فرمایا ہاں تو فرمایا کہ یہی قرأۃ علی النبی صلعم ہے اور پھر حضرت ضمام نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی تو انہوں نے اس کو جائز قرار دیا۔ اور امام مالکؒ نے اقرار نامہ سے استدلال کیا جس کو قوم پر پڑھا جاتا ہے تو وہ گواہ کہتے ہیں کہ فلاں نے ہمیں گواہ بنایا۔ اور مقری استاد پر پڑھا جاتا ہے تو قاری کہتا ہے۔ کہ مجھے فلاں نے پڑھایا۔

حدیث نمبر ۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا بَاْسَ بِالْقِرَآءَةِ عَلَى الْعَالِمِ

ترجمہ، کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ کہ عالم پر قرأۃ کرتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے۔ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اِذَا قَرَاَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَاْسَ اَنْ يَّقُوْلَ حَدَّثَنِيْ قَالَ وَسَمِعْتُ اَبَا عَاصِمٍ يَقُوْلُ عَنْ مَالِكٍ وَسُفْيَانَ اَلْقِرَآءَةُ عَلَى الْعَالِمِ وَقِرَآءَتُهٗ سَوَآءٌ۔

ترجمہ، حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص محدث پر قرأۃ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ

یہ کہے کہ مجھے فلاں نے حدیث سنائی۔ اور فرمایا کہ میں نے ابو عاصم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ دونوں نے فرمایا کہ کسی کا عالم پر قرأۃ کرنا یا عالم کا خود قرأۃ کرنا دونوں برابر ہیں۔

حدیث نمبر ۶۲ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ الخ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ فَاَنَاخَهٗ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهٗ ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْنَا هٰذَا الرَّجُلُ الْاَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَبْتُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْئَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِيْ نَفْسِكَ فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ فَقَالَ اَسْئَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ آللّٰهُ اَرْسَلَكَ اِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تُصَلِّيَ الصَّلٰوتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تَصُوْمَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تَاْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ اَغْنِيَآئِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلٰى فُقَرَآئِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اٰمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ وَاَنَا رَسُوْلُ مَنْ وَّرَائِيْ مِنْ قَوْمِيْ وَاَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ اَخُوْ بَنِيْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ رَوَاهُ مُوْسٰى وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔ الحدیث

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ ہم مسجد نبوی میں جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار داخل ہوا اور اس نے مسجد میں اونٹ بٹھلا دیا اور پھر اسے باندھ دیا۔ پھر لوگوں سے کہا کہ تم میں محمد صلعم کون ہے اور جناب نبی اکرم صلعم ہمارے درمیان تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ہم نے کہا کہ یہ آدمی جو سفید رنگ والا اور تکیہ لگائے بیٹھا ہے یہی محمد صلعم ہے تو اس آدمی نے حضور انور صلعم سے کہا کہ اے عبدالمطلب کے بیٹے آپؐ نے فرمایا میں تجھے جواب دے رہا ہوں۔ تو اس آدمی نے کہا کہ میں آپ سے سوال کروں گا اور سوال کرنے میں آپ پر سختی کروں گا۔ آپ اپنے جی میں میرے اوپر ناراض نہ ہونا آپؐ نے فرمایا جو مرضی آئے پوچھو تو اس نے کہا کہ میں تیرے رب اور تیرے سے پہلے جتنے لوگ گزرے ان کے رب کی قسم کھا کر تجھ سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمام لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو

نبی و رسول بنا کر بھیجا ہے آپ نے فرمایا ہاں اللہ ہی نے پھر اس نے کہا کہ میں آپ اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھا کریں آپ نے فرمایا ہاں پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سال میں سے اس ایک مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے اغنیا سے یہ صدقہ لے کر ہمارے فقراء پر تقسیم کریں نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ ہاں پھر اس آدمی نے کہا کہ جو کچھ آپ لاتے ہیں میں اس پر ایمان لے آیا۔ میں اپنی قوم کے ان لوگوں کا نمائندہ ہوں جو میرے پیچھے رہ گئے ہیں، میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ بنو سعد بن بکر کا بھائی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آپ پر جو احکام نازل ہوتے تھے ان کو آپ خود صحابہ کرام پر القار کرتے تھے۔ تو یہ قرأۃ الشیخ علی التلمیذ ہوئی لیکن قرأۃ التلمیذ علی الشیخ ثابت نہ ہوئی۔ اس لئے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ اخبار کا طریقہ بدعت ہے صرف وہی تحدیث جائز ہو۔ تو امام بخاریؒ اخبار کے جواز کو ثابت فرماتے ہیں چنانچہ قاری بھی اپنے معلومات کو شیخ پر پیش کرتا ہے۔ یہ حقیقۃً عرض ہے تو معلوم ہوا کہ قرأۃ المحدث بھی جائز ہے جیسے ضمام بن ثعلبہؓ کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے اور شہادۃ علی الشہادہ کی صورت میں اقرار نامہ وہ شخص خود نہیں پڑھتا بلکہ مقری پڑھتا ہے۔ اور مقر نے اقرار کیا۔ تو ان لوگوں کی قرأۃ قرأۃ التلمیذ علی المحدث ہوئی۔ اور ان کا اَشْهَدَنَا فلان کہنا صحیح ہوگا۔ امام مالکؒ اس سے استدلال کرتے ہیں۔

ھذا الرجل الا بیض الخ یہاں ابیض کا اثبات ہے شمائل میں اس کی نفی ہے۔ مگر وہاں ابیض کی نفی ہے سمرۃ اس بیاض کو کہتے ہیں جو دوسرے رنگ سے مخلوط ہو۔ مشہور یہ ہے کہ سمرۃ گندم گونی رنگ کو کہتے ہیں۔ یا ابن عبد المطلب یہ تربیت کی وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی تربیت کی تھی یا چونکہ عبد المطلب کے خواب کی آپ تعبیر تھے۔ اس لئے ان کی طرف نسبت کر دی قَدْ اَجَبْتُكَ صیغہ ماضی ہے اور معنی میں انشاء کے ہے۔

از شیخ زکریاؒ اس باب میں امام بخاریؒ نے دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک قرأۃ علی المحدث جس کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد پڑھے اور استاد سماعت کرے یہ تو وہی ہے جو اخبرنا کے اندر ہے مگر اس کو خاص طور سے مستقل باب میں اس لئے ذکر فرمایا کہ سلف کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں کہ شاگرد پڑھے اور استاد سنے تو اس باب سے ان لوگوں کا رد کیا۔ جمہور کی طرف سے ان کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ

وہاں چونکہ شاگردوں کو ان احکام کا علم نہیں ہوتا تھا اس لئے آپ خود ہی سنایا کرتے تھے۔ لہٰذا اس سے استدلال مشکل ہے۔ دوسری چیز عرض علی المحدث ہے وہ یہ کہ استاد اپنی کتاب دیدے اور شاگرد نقل کرکے استاذ سے مقابلہ کرے، حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ قرأۃ علی المحدث اور عرض علی المحدث میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ اوّل عام ہے چاہے اپنی کتاب ہو یا غیر کی، مطبوعہ ہو یا غیر مطبوعہ۔ اور عرض کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب اپنی ہو۔ یا اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہو۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت نہیں۔ بلکہ یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔ لہٰذا عرض سے مراد عرض اصطلاحی نہیں بلکہ استاد کے سامنے ایک تو پڑھنا ہے۔ وہ تو قرأۃ علی المحدث ہے اور وہ جو سنتے ہیں وہ کیا ہے ہمارے نزدیک امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ یہ عرض علی المحدث ہے واحتج بعضھم اس حدیث ضمام بن ثعلبہ سے استدلال اس طرح ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آللہ امرک بھذا کہتے جاتے تھے۔ اور حضور اقدس صلعم صرف اللّٰھم نعم فرماتے جاتے تھے۔ جیسے شاگرد پڑھتا جائے اور استاذ ہاں ہاں کرتا رہے واحتج مالک بالصک امام بخاریؒ اس کو بھی بطور دلیل کے پیش فرماتے ہیں۔ کہ دستاویز پر ایک شخص کا بیان لکھا جاتا ہے۔ اور اس پر بہت سے لوگ دستخط کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں اشھدنا فلان ایسے ہی اگر کوئی کسی سے قرآن شریف پڑھے تو وہ کہتا ہے کہ اقرئنی فلان یعنی فلاں شخص نے مجھ کو قرآن پڑھایا ہے۔ حالانکہ اس شخص نے نہیں پڑھایا بلکہ تو نے خود پڑھا ہے لیکن جیسے وہاں نسبت استاذ کی طرف ہوتی ہے۔ باوجود شاگرد کے پڑھنے کے ایسے ہی حدیث میں بھی جائز ہے کہ استاذ کی طرف نسبت کرکے شاگرد پڑھے۔ دخل رجل یہ رجل حضرت ضمام بن ثعلبہ ہیں۔

ثم قال لھم ایکم محمد الخ اس نے حضور اکرم صلعم کو پہچانا نہیں اس لئے کہ آپ اپنے اصحاب سے مل کر بیٹھتے تھے کوئی امتیاز نہیں فرماتے تھے۔ یہی ہمارے مشائخ کا طریقہ تھا اس زمانہ کی طرح نہیں کہ ممتاز جگہ پر بیٹھیں، رہا یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلعم تکیہ لگائے بیٹھے تھے تو ممکن ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے لگایا ہوا ہو اور پھر تکیہ لگانے سے کوئی امتیاز بھی تو نہیں ہوتا بالخصوص جب کہ آدمی مل کر بیٹھا ہوا ہو۔ بین ظھرانیھم شراح کرام اس لفظ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ھذا مقحم یعنی یہ لفظ زائد ہے۔ لیکن میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی رائے یہ ہے کہ اس لفظ کو زائد قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ بہت بامعنی لفظ ہے، کیونکہ جب ایک آدمی درمیان میں ہوتا ہے۔ اور چاروں طرف

آدمی حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہوں۔ تو اس حلقہ کی ایک تو سطح ظاہری ہے اور سطح باطنی۔ باطنی تو ان لوگوں کے چہرے ہیں۔ اور ان لوگوں کی سطح ظاہری ان کی پشتیں ہیں۔ تو بین ظھرانیھم سے ان کی سطح ظاہری کی طرف اشارہ ہے کہ ہم لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے۔

یا ابن عبد المطلب اس آنے والے آدمی نے یا ابن عبد المطلب سے حضور اکرم صلعم کو خطاب کیا اور بعض روایات میں ہے کہ اس نے یا محمد کہا ممکن ہے اولاً یا محمد کہا ہو۔ اور پھر یا ابن عبد المطلب کہا ہو اور چونکہ عرب میں عام طور پر دادا کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی استعجاب بھی نہیں۔ قد اجبتک سائل کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تجھ کو جواب دے چکا سوال یہ ہے کہ ابھی حضور انور صلعم نے جواب کہاں دیا۔ کیونکہ ابھی اس نے صرف نام ہی پکارا ہے شراح کے نزدیک یہاں اَجَبْتُ بمعنی سَمِعْتُ کے ہے۔ یا اجابت سے مراد انشاءً اجابت ہے۔ بعض شراح یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے آداب مجلس اختیار نہیں کئے تھے۔ اور بجائے یا رسول اللہ کے یا ابن عبد المطلب کہا۔ آپ نے بھی اسی طرح جواب دے دیا۔ اور میری رائے یہ ہے کہ ابتداً جب اس نے ایکم محمد کہا۔ تو حضور پاک صلعم نے فرمایا کہ کیا ہے اور ساتھ ساتھ صحابہ کرام نے بھی تبلا دیا۔ کہ محمد صلعم یہ ہیں۔ تو اس نے پھر دوبارہ کہا یا ابن عبد المطلب اس پر آمنے سامنے فرمایا کہ میں تجھ کو پہلے ہی جواب دے چکا ہوں۔ تو گویا اس صورت میں یہ کلمہ تنبیہ نہیں ہے بلکہ اس سے اجابت حقیقی مراد ہے فمشدد علیک یعنی میں مسائل سختی سے اور کھول کھول کر پوچھوں گا۔ ناراض مت ہونا۔

حدیث نمبر ۶۳ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ نُهِينَا فِي الْقُرْاٰنِ اَنْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُعْجِبُنَا اَنْ يَّجِيْءَ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ فَيَسْئَلُهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ اَتَانَا رَسُوْلُكَ فَاَخْبَرَنَا اَنَّكَ تَزْعَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ فَقَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِيْهَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْاَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيْهَا الْمَنَافِعَ آللّٰهُ اَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَّزَكٰوةً فِيْ اَمْوَالِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ بِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِيْ سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ

بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ اَنَّ عَلَيْنَا حَجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَزِيْدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَّلَا اَنْقُصُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں، ہمیں قرآن میں آنحضرت نبی اکرم صلعم سے سوال کرنے سے روکا گیا۔ تو ہمیں یہ بات پسند تھی کہ کوئی دیہاتی آدمی سمجھ دار آتا وہ حضور صلعم سے سوال کرتا اور ہم سنتے۔ چنانچہ ایک دیہاتی آدمی آگیا۔ وہ کہنے لگا کہ آپؐ کا قاصد نمائندہ ہمارے پاس پہنچا ہے جس نے ہمیں خبر دی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ بلند و برتر نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا اس نے سچ کہا۔ تو اس نے کہا کہ پھر اس آسمان کو کس نے پیدا کیا۔ فرمایا اللہ بلند و برتر نے پھر پوچھا زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے، پھر پوچھا کہ ان کے اندر منافع کس نے رکھے ہیں۔ فرمایا اللہ بلند و برتر نے تو اس نے کہا کہ قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس نے آسمان کو پیدا کیا اور جس نے زمین بنائی اور پہاڑوں کو گاڑا اور ان میں منافع رکھے کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا ہاں فرمایا آپؐ کا نمائندہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہمارے اوپر پانچ نمازیں اور ہمارے اموال میں زکوٰۃ فرض ہے۔ فرمایا اس نے سچ کہا فرمایا قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا کیا ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے فرمایا ہاں پھر کہا کہ آپؐ کا نمائندہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہمارے سال میں اس ایک مہینہ کے روزے ہم پر فرض ہیں فرمایا سچ کہا، فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا کیا اللہ تعالیٰ نے ان امور کا آپؐ کو حکم دیا ہے فرمایا ہاں کہا کہ آپؐ کا نمائندہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہم میں سے ہر اس شخص پر حج بیت اللہ کا فرض ہے جو اس کی طرف رستے کی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا سچ کہا۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کا حکم دیا ہے۔ فرمایا ہاں اس نے کہا پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے میں ان احکام پر نہ تو کوئی چیز زائد کروں گا اور نہ ان میں کمی کروں گا۔ اس پر جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے سچ کہا تو ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ نُهِيْنَا فِي الْقُرْآنِ اس سے مراد قرآن شریف کی آیت کریمہ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ہے رجلٌ سے وہی ضمام بن ثعلبہ مراد ہیں۔ اتانا رسولك یعنی جس

کو آپ نے تبلیغ کے واسطے روانہ فرمایا تھا لا نزید علیھن شیئاً الخ یعنی تبلیغ میں کمی بیشی نہیں کروں گا کیونکہ یہ مبلغ تھے۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں ایک ہی مضمون کی دو روایات ذکر فرمائی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روایات میں کہیں اختصار ہوتا ہے کہیں زیادتی اور ایسا ہونا قرین قیاس بھی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے دوسری روایت تکمیل کے لئے ذکر فرمائی کیونکہ اس میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو پہلی روایت میں نہیں تھے۔

باب مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ وَكِتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ وَقَالَ أَنَسٌ نَسَخَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْآفَاقِ وَرَأَى عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَمَالِكٌ ذٰلِكَ جَائِزًا وَاحْتَجَّ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ لِأَمِيرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَأْهُ حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ وَأَخْبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، مناولۃ کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ مناولۃ یہ کہ اہل علم، علم کی کوئی چیز لکھ کر شہروں میں بھیج دے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے نسخہ لکھوا کر اطراف عالم میں بھجوادیئے اور حضرت عبد اللہ بن عمر یحییٰ بن سعید اور امام مالکؒ یہ سب حضرات اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور بعض اہل حجاز نے مناولۃ کے بارے میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر کے امیر کو ایک خط لکھا اور اس کو فرمایا کہ اس خط کو کھول کر اس وقت تک نہ پڑھنا جب تک فلاں فلاں مقام تک نہ پہنچ جائیں تو جب وہ اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے وہ خط لوگوں پر پڑھا اور آنحضرت نبی اکرم صلعم کے حکم کی ان کو خبر دی

حدیث نمبر ۶۴ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ۔

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اپنا والا نامہ دے کر بھیجا اور حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے گورنر تک پہنچاؤ تا کہ وہ عظیم البحرین کسریٰ بادشاہ فارس تک پہنچائے پس جب اس خط کو کسریٰ نے پڑھا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ میرا گمان ہے کہ حضرت ابن مسیبؒ نے یہ بھی فرمایا جناب رسول اللہ صلعم نے ان کے بارے میں بد دعا کی کہ خدا کرے وہ بالکل ٹکڑے ٹکڑے

ہو جائیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وجوہِ تحمل روایت میں جیسے تحدیث وقرأۃ تھی ایسے مناولۃ بھی ہے کہ شیخ ایک کتاب لکھ کر اپنے تلمیذ کو دے۔ کہ کہے کہ تاروبہ عنی تو اس صورت میں مناظرین کا انبأنا کہنا صحیح ہوگا۔ اور ایسے کتاب اہل العلم یعنی پوری احادیث تو نہ ہوں البتہ چند احادیث ایک خط میں لکھ دی جائیں ان دونو کے جواز کو امام بخاریؒ ثابت فرمارہے ہیں۔ کہ اجازت کے وقت اس شیخ سے روایت کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا نزول سبع احرف پرہوا لغات سے محاورات عرب مراد ہیں۔ اور آسانی کی خاطر آپؐ نے دعا فرمائی تھی، اجازت تو مل گئی لیکن جب آرمینیہ میں اس پر اختلاف ہوا تو حضرت حذیفہ بن یمان گھبرائے ہوئے آئے اور خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کو اس کا احساس دلایا، تو خلیفہ ثالثؓ نے قرآن مجید کی آیات جمع کر کے اس ترتیب پر لکھوایا کہ آیات کی ترتیب میں تو کوئی تصرف نہ کیا گیا۔ البتہ سورتوں کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر سے کام لیا گیا۔ اور قرآن مجید کو لغت قریش پر جمع کر دیا گیا۔ آپؐ کی دعا ایک وقت تک باقی رہی تو جیسے تالیف قلوب کے لئے پہلے سہم تھا، لیکن اب انتہاء حکو یا انتہاء علت کے مطابق کیا گیا۔ ایسے یہاں بھی بڈھوں کی زبان نہ بدلی جاسکتی تھی۔ بچوں کی زبان بآسانی بدلی جاسکتی ہے۔ عہد نبوی میں اختلاف کا خطرہ نہ تھا، بعد میں اس میں اختلاف پیدا ہوگیا تو حضرت عثمانؓ نے پانچ چھ قرآن مجید کے نسخے لکھوا کر آفاق میں بھیج دیئے اگر اس مناولۃ کا اعتبار نہیں ہے تو پھر یہ مناولۃ آفاق میں کیسے جائز ہوگئی۔

روایت میں کسریٰ بادشاہ فارس کا ذکر ہے۔ اگرچہ آپؐ کے عہد میں کسریٰ نوشیرواں نہیں تھا البتہ اس کا پوتا پرویز تھا جس کی طرف آپؐ نے خط تحریر فرمایا۔ ابتداء میں آپؐ نے اپنا نام لکھا اور بعد میں مکتوب الیہ کا۔ جس پر اس کو غصہ آیا۔ اپنی عظمت کے گھمنڈ میں آپؐ کا خط پھاڑ دیا جس پر آپؐ نے بددعا فرمائی۔ ہرقل اور مقوقس نے آپؐ کے والا نامہ کو پھاڑا نہیں تھا۔ اسلام نہیں لائے پھر بھی ان کی سلطنت باقی رہی۔ پرویز نے آپؐ کا خط پھاڑا تو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے پیٹ چاک کر کے مار ڈالا۔ جب پرویز کو اپنے ہلاک ہونے کا احساس ہوا۔ تو اس نے ایک ڈبیہ میں زہر بند کر کے اس پر لکھ دیا کہ یہ قوت باہ کی دوا ہے۔ شیرویہ عیش پرست تھا۔ خزانہ کی تلاش پر اس ڈبیہ کو پایا اور کھاتے ہی مر گیا۔ پھر ایک عورت ملکہ بنی۔ غرضیکہ چودہ بادشاہ یکے بعد دیگرے قتل ہوئے۔ اس طرح یہ ملک فارس عہد فاروقی میں فتح ہو کر سلطنت اسلامی میں شامل ہوا۔ اور شاہانِ فارس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ قیصر روم کا اثر باقی رہا۔

ازشیخ زکریاؒ مناولہ کے معنی ہیں کہ استاذ اپنی کتاب شاگرد کو دیدے اور اسے کہہ دے کہ میری اس کتاب سے تجھ کو روایت کرنے کی اجازت ہے۔ یہ صورت جائز ہے۔ چونکہ اس کے قریب قریب کتاب اہل العلم بالعلم الی البلدان ہے۔ اس لئے ایک ہی باب میں دونو کو جمع کر دیا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ کسی کے پاس اپنی روایات لکھ کر بھیجے اس صورت میں روایت کرنا جائز ہے۔ حضرات محدثین کے ہاں ان دونو میں سہولت ہے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک کتاب اہل العلم میں تنگی ہے امام صاحبؒ کا مسلک اس میں وہی ہے جو کتاب القاضی الی القاضی میں ہوتا ہے یعنی دو گواہوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے۔ اور ہمارے سامنے اس نے لکھا ہے۔ اور یہ شرطیں اس وجہ سے ہیں کہ الخط یشبہُ الخط انہی شرائط کی بنا پر امام صاحبؒ کی روایات کم ہیں۔ کیونکہ یہ شرطیں اور محدثین کے اعتبار سے سخت ہیں و نسخ عثمان المصاحف قرآن پاک تین مرتبہ جمع کیا گیا۔ اولاً حضور اکرم صلعم کے زمانے میں پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں امام بخاریؒ اس سے کتاب اہل العلم بالعلم کے معتبر ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے قرآن منگوا کر اس کی نقول تمام اطراف میں روانہ کی تھیں اور یہاں اشتراط شاہدین وغیرہ کوئی نہیں تھا۔

حیث کتب لامیر السریۃ امام بخاریؒ پھر کتاب اہل العلم بالعلم کو ثابت فرما رہے ہیں اور اس کا معتبر ہونا بتلاتے ہیں۔ اس سریہ کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ ۲ھ میں حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو حضور پاک صلعم نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کو خط دے کر فرمایا کہ جب تم مدینہ سے دو منزل دور ہو جاؤ۔ تو اس خط کو کھول کر سنا دینا اس خط میں یہ تحریر تھا کہ ایک مقام جس کا نام بطن نخلہ ہے۔ وہاں تم لوگ چلے جاؤ اور قریش کی خبر کی تحقیق کر کے لاؤ۔ اس خط کو حضور پاک صلعم نے مدینہ سے باہر کھولنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ مدینہ میں جاسوس اور منافقین کثرت سے تھے۔ اگر خط کا مضمون مدینہ پاک میں معلوم ہو جاتا تو منافقین بطن نخلہ جا کر اس سریہ کی آمد کی اطلاع پہلے ہی کر دیتے کہ تمہاری تلاش میں سریہ آ رہا ہے۔ اور وہ لوگ چوکنا ہو کر مقابلہ کی تیاری شروع کر دیتے، حالانکہ ان حضرات کو صرف تحقیق کرنی مقصود تھی لڑنا مقصود نہیں تھا۔ الغرض عبداللہ بن جحشؓ نے وہ خط کھول کر سنایا تو ان لوگوں نے اس خط کو مانا اور اس کا اعتبار کیا اس سے پتہ چلا کہ کتاب العلم بالعلم صحیح اور معتبر ہے۔

وامرہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین جس طرح حضور اکرم صلعم نے صلح حدیبیہ کے بعد قیصر کے پاس والانامہ ارسال فرمایا تھا اسی طرح اور بادشاہوں کو بھی خطوط لکھے تھے ایک خط کسریٰ کے پاس بھی روانہ کیا گیا

تھا۔ ہر ایک نے حضور اقدس صلعم کے والا نامہ کے ساتھ الگ الگ معاملہ کیا بعض تو فوراً مسلمان ہو گئے بعض نے نہایت احترام کیا جیسے ہرقل نے اس والا نامے کو چاندی کی نلکی میں بند کر کے ہاتھی دانت کے ڈبہ میں رکھا اور پھر اپنے خزانہ میں محفوظ کرا دیا۔ اس کے بالمقابل کسریٰ نے والا نامے کے ساتھ سخت بے ادبی کی۔ اس کو پھاڑ ڈالا تو حضور اقدس صلعم کو جب اس کا علم ہوا۔ تو آپؐ نے بددعا دی اس نے کچھ لوگوں سے مل کر باپ کو زخمی کر دیا۔ خود زہر کی پڑیا سے مارا گیا۔ غرضیکہ یہ سلطنت پارہ پارہ ہو گئی

حدیث نمبر ۶۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا اَوْ اَرَادَ اَنْ يَّكْتُبَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُوْنَ كِتَابًا اِلَّا مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ نَقْشُهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهٖ فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَقْشُهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَنَسٌ رض (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلعم نے خط لکھا یا خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ سے کہا گیا کہ یہ بادشاہ لوگ کسی خط کو اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک اس پر مہر لگی ہوئی نہ ہو تو آنحضرت صلعم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ گویا کہ میں ابھی اس کی سفیدی کو آپؐ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے حضرت قتادہ سے کہا کہ آپؐ کو کس نے کہا کہ نقش محمد رسول اللہ تھا کہا انسؓ نے۔

فاتخذ خاتما من فضہ الخ آنحضرت صلعم نے مہر لگانے کے لئے انگوٹھی بنوائی۔ اب یہ انگشتری چاندی یا سونے یا دونوں کی تھی۔ اس کے بعد سونے کی انگوٹھی پھینکی گئی یا چاندی کی۔ یہ سب باتیں باب الخاتم میں آئیں گی۔ البتہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگشتری چاندی کی تھی۔ یہی انگشتری حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس اور پھر حضرت عثمانؓ کے پاس رہی حتی کہ بیئر اریس میں گر گئی یہ اتخاذ خاتمہ صلعم کا واقعہ اور انگوٹھی بنوانا بھی اسی وجہ سے تھا۔ تاکہ اس کی وجہ سے آپؐ کے خط کا اعتبار کیا جائے اگر خط کا اعتبار ہی نہ ہوتا تو خاتم بنوانے سے کیا فائدہ ہوتا۔ تو جملہ لا یقرؤن سے معلوم ہوا۔ کہ خطوط کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس پر مہر نہ ہونے کی وجہ سے اعتماد نہ کیا جاتا ہو۔ اس مسئلہ میں محدثین کے ہاں وسعت ہے کانی وانظر الی بیاضہ قاعدہ یہ ہے کہ جب چاندی کے زیور نئے نئے بنتے ہیں تو ان میں چمک زیادہ ہوتی ہے۔ وہ انگوٹھی بھی بالکل نئی تھی۔ اس کی چمک ان کو اب تک یاد آ رہی ہے۔

بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِيْ بِهِ الْمَجْلِسُ وَمَنْ رَاٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا۔

باب یہ ہے کہ جہاں مجلس ختم ہو وہاں بیٹھنا چاہیے اور جو شخص حلقہ کے اندر کوئی گنجائش دیکھے تو اس حلقہ میں بیٹھ سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۵ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ الخ عَنْ اَبِیْ وَاقِدِنِ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا ھُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَہٗ اِذْ اَقْبَلَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذَھَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَرَاٰی فُرْجَۃً فِی الْحَلْقَۃِ فَجَلَسَ فِیْھَا وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَھُمْ وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاھِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَۃِ اَمَّا اَحَدُھُمْ فَاَوٰی اِلَی اللّٰہِ فَاٰوَاہُ اللّٰہُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْیٰی فَاسْتَحْیَی اللّٰہُ مِنْہُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰہُ عَنْہُ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت ابو واقد اللیثی رضی سے مروی ہے کہ اس اثنا میں آنحضرت رسول اللہ صلعم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک تین آدمی آئے ان میں سے دو تو آنحضرت رسول اللہ صلعم کی خدمت میں چلے آئے ایک ان میں سے چلا گیا اور دو آنحضرت رسول اللہ صلعم کے پاس آکر ٹھہر گئے۔ پس ان میں سے ایک نے حلقہ کے اندر کچھ گنجائش و کشادگی دیکھی تو اس میں بیٹھ گیا۔ دوسرا ان سب کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا گیا جب آنحضرت رسول اللہ صلعم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں تمہیں ان تین آدمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں ان میں سے ایک نے تو اللہ تعالیٰ سے ٹھکانا مانگا اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلعم کی مجلس میں اسے ٹھکانا دے دیا دوسرے نے حضور صلعم کی مجلس سے چلے جانے سے شرم محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر رحم فرمایا کہ اسے کوئی سزا نہ دی۔ تیسرے نے مجلس سے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو ٹھکانا دینے سے منہ پھیر لیا یعنی ناراض ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ معہ کی ضمیر کا مرجع من قعد ہے۔ اذا قبل الخ میں بعض نے اذ کو مفاجائیہ اور بعض نے اسے زائد کہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے اس باب میں طلب علم کے لئے استاذ کی مجلس میں حاضر ہونے کے دو آداب بتلائے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر استاذ کی مجلس میں مجمع زیادہ ہو۔ تو جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے اگر قریب بیٹھنے کی خواہش ہو۔ تو پہلے سے آیا کرے۔ اور دوسرا ادب یہ بتلایا ہے کہ اگر پہلے ہی بیٹھنے والے

اس طرح بیٹھے ہوں کہ اگلی صف میں یا بیچ میں جگہ خالی ہو تو پھاند کر آگے جا سکتا ہے۔ اگرچہ تخطی رقاب (گردن پھاند کر جانا) منع کیا گیا ہے مگر یہ اس لئے جائز ہے کہ پہلے سے بیٹھنے والوں نے ہی خود بے تمیزی کی، کہ آگے جگہ چھوڑ دی۔ تو معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ دو مسئلے بتلا رہے ہیں۔ اگر لوگ بیٹھے ہوں درمیان میں جگہ خالی ہو۔ تو بعد میں آنے والا جہاں مجلس ختم ہوئی ہے وہاں بیٹھ جائے۔ اگر آگے جگہ خالی ہے۔ تو وہاں بیٹھ جائے دونوں جائز ہیں اور یہی حال صفوف صلوٰۃ کا ہے۔ کہ اگر لوگ اگلی صف میں جگہ چھوڑ کر بیٹھیں تو آنے والے کو جائز ہے کہ ان کو پھاند کر خالی جگہ میں جا کر بیٹھ جائے۔ کہ انہوں نے خود کو ذلیل کیا۔ کیوں نہیں آگے جا کر بیٹھے اور اس بارے میں جو روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم ایک بار اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور کچھ گفتگو فرما رہے تھے۔ اس حال میں تین آدمی آئے ایک نے آگے جگہ خالی دیکھی وہاں بڑھ کر بیٹھ گیا۔ دوسرا وہیں مجلس کے ختم پر بیٹھ گیا۔ اور تیسرا چلا گیا۔ حضور اکرم صلعم جب گفتگو سے فارغ ہوئے۔ تو ہر ایک کے متعلق ایک ایک بات ارشاد فرمائی۔ ان میں سے ایک اللہ کی طرف جھکا اور اس کی طرف مائل ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جگہ دی۔ یعنی اسے ثواب عطا فرمایا دوسرے نے شرم کی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شرم کا معاملہ فرمایا اس جملے کے مطلب میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اول نے تو آگے مجلس میں جگہ دیکھی وہ تو وہاں بڑھ کر بیٹھ گیا۔ مگر اس کے دوسرے ساتھی کو اس کی شرم آئی کہ لوگوں کی گردنیں پھاند کر آگے جائے اس بنا پر وہ وہیں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹھنے کا بھی ثواب عطا فرمایا کیونکہ اس نے بھی ایواء الی اللہ کیا اور حیا کا ثواب بھی کمایا۔ اس صورت میں یہ دوسرا اول سے بڑھ جائے گا۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جی تو اس کا بھی چاہ رہا تھا کہ چلا جائے جس طرح تیسرا چلا گیا۔ مگر اس کو شرم آئی کہ حضور اکرم صلعم کیا فرمائیں گے۔ اور یہ صحابہ کرام کیا کہیں گے۔ اس لئے شرم کی وجہ سے وہ بھی بیٹھ گیا اس پر اللہ تعالیٰ کو بھی شرم آئی کہ وہ میرا بندہ تو شرم کر کے بیٹھ گیا میں تو اس سے زیادہ کریم ہوں۔ لہٰذا اسے ثواب دوں گا۔ اس صورت میں حدیث لا یشقی جلیسهم کے تحت ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس شرم کا بدلہ عطا فرمایا۔ اس صورت میں یہ اول سے درجہ میں گھٹ جائے گا۔ اس لئے کہ پہلا آدمی تو برضا و رغبت خاطر بیٹھا۔ اور دوسرا صرف لوگوں کی شرم سے۔ اب شراح حدیث میں اختلاف ہو رہا ہے کہ ان دونوں آدمیوں میں سے کون سا افضل ہے۔ قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں کہ جو شرما کر پیچھے بیٹھ گیا وہ افضل ہے۔ کیونکہ الحیاء شعبۃ من الایمان تو اس کے تحت آ کر وہ آگے جانے سے شرمایا۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، کہ جو آگے جا کر بیٹھا وہ افضل ہے۔ اس لئے کہ حاکم کی

روایت میں ہے کہ اس دوسرے نے مجلس سے چلنا شروع کر دیا مگر پھر شرما کر آ بیٹھا۔ تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا کہ اپنی رحمت اس سے روک لی۔

بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ۔

ترجمہ، آنحضرت نبی اکرم کا فرمانا کہ بہت سے پہنچاتے ہوئے سننے والے سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَاَمْسَكَ اِنْسَانٌ بِخِطَامِهٖ اَوْ بِزِمَامِهٖ قَالَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ هٰذَا فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ فَقَالَ اَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَاِنَّ الشَّاهِدَ عَسٰى اَنْ يُّبَلِّغَ مَنْ هُوَ اَوْعٰى لَهٗ مِنْهُ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب نبی اللہ صلعم کا ذکر کیا کہ آپ آنحضرت صلعم اپنے اونٹ پر بیٹھے ایک آدمی اس کی لگام یا باگ کو روکے ہوا تھا۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا یہ کون سا دن ہے ہم خاموش رہے اس گمان پر کہ شاید آپ اس کا نام بدل کر کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہوں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ نحر یعنی قربانی کا دن نہیں ہے ہم نے کہا کیوں نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کون سا مہینہ ہے پھر بھی ہم چپ رہے اس گمان پر شاید آپ اس کا کوئی دوسرا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ذی الحجہ نہیں ہے ہم نے عرض کیا کیوں نہیں ذی الحجہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو سن لو کہ بے شک تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے درمیان ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں ہے پس چاہیے یہ پیغام حاضر غائب کو پہنچا دے۔ اس لئے بسا اوقات حاضر یہ پیغام کسی ایسے شخص کو پہنچا دے گا جو اس پیغام کو اس حاضر سے زیادہ محفوظ کرنے والا ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اوعیٰ بمعنی فہم اور حفظ دو معنی آتے ہیں امام ابو یوسفؒ سلمان اعمش کے شاگرد ہیں ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے جواب نہ دیا۔ بلکہ التلان سے پوچھا امام ابو یوسفؒ نے ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا۔ سلمان اعمش نے پوچھا کہ آپ نے اس مسئلہ کو کہاں سے لیا۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بما حدثتنی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کو میں تب سے محفوظ رکھتا ہوں کہ ابھی تک تیرے باپ نے تیری ماں سے ہمبستری بھی نہ

کی تھی، مگر اُسے مَیں آج ہی سمجھا ہوں۔ اور فرمایا کہ تم طبیب ہو ہم دوا فروش ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے یہ ہے کہ جب کسی روایت کے الفاظ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتے اور اس روایت کا مضمون صحیح ہوتا ہے۔ تو امام بخاریؒ اس روایت کو باب میں ذکر کرکے پھر اپنی روایت کو تائید میں پیش کرتے ہیں یہاں بھی ایسا ہے کہ ترمذی شریف کی روایت امام بخاریؒ نے باب میں ذکر فرمائی ہے یعنی تو اس کے عندالامام بخاریؒ صحیح ہیں لیکن الفاظ شرط کے مطابق نہیں اس لئے امام بخاریؒ نے اپنی روایت فَاِنَّ الشاھد عسٰی ان یبلغ ھو اوعٰی منہ سے تائید فرمادی لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ قاعدہ تو مسلّم ہے۔ لیکن اس مقام پر یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ روایت صرف ترمذی ہی میں نہیں بلکہ بخاری میں ص۲۳۵ پر بھی آرہی ہے۔ البتہ وہاں بجائے فان الشاھد علی الخ کے رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی من سامع کے الفاظ ہیں لہٰذا یہ کہا جائے گا۔ کہ چونکہ یہ الفاظ مختصر اور جامع تھے اور جلدی سے یاد ہو جانے والے تھے اوقع فی القلب تھے اس لئے امام بخاریؒ نے اس کو ترجمہ گردان دیا۔ یہ تو باب کے معنی ومفہوم کے متعلق تھا۔ اب یہ کہ ترجمہ کی غرض کیا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ تبلیغ کی اہمیت بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص معانی حدیث کو نہ سمجھتا ہو۔ تو اس کو چاہیئے کہ وہ ان الفاظ کو محفوظ کرلے پھر دوسروں کو سمجھادے ممکن ہے کہ کوئی اس کے شاگردوں میں اس سے زیادہ سمجھ دار ہو اور ان میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ جیسے مجتہدین ہوں اور وہ ان احادیث کو سن کر ان سے مسائل کا استنباط کریں اور بعض کی رائے ہے کہ حضرت امام بخاریؒ اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی طالب علم بڑا فہیم وذکی ہو اور استاذ اس جیسا ہوشیار نہ ہو، تو اس کو استاذ سے استنکاف فی طلب العلم نہ کرنا چاہیئے کہ مَیں تو اتنا فہیم اور یہ ایسا ہو۔ بھلا میں اس سے علم حاصل کروں؟ ایسا نہ کرنا چاہیئے کیونکہ حضور اکرم صلعم کا ادھر تو ارشاد ہے کہ رب مبلّغ اوعٰی من سامع کہ بہت سے مبلّغ طالب علم سامع سے اوعٰی ہوتے ہیں، اور ادھر یہ ارشاد ہے کہ شاہد غائب کو تبلیغ کرے تو معلوم ہوا کہ بعض طالب علم فہیم ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ کا مقولہ اوجز میں مَیں نے نقل کیا ہے کہ اربع فی اربع عن اربع علٰی اربع یہ سولہ اربع یعنی چوکڑے ہیں۔ اور انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اس وقت تک محدث نہیں ہوسکتا جب تک علم اپنے بڑے اور ساتھی اور چھوٹے اور کتابوں سے حاصل نہ کرے عن عبد الرحمٰن ابن ابی بکرۃ مطلب یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میرے باپ ابوبکرہؓ حضور اکرم صلعم کے حالات بیان کر رہے تھے۔ اس کے درمیان انہوں نے یہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلعم اپنی اونٹنی پر بیٹھے تھے یہ واقعہ حجۃ الوداع

کا ہے ای یوم ھذا حضور پاک صلعم نے جب صحابہ کرام سے یہ پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے تو صحابہ خاموش
ہو گئے۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ صحابہ کرام کے ذہن میں یہ آیا کہ حضورؐ کو دن معلوم۔ مکان اور گھڑی سب معلوم
پھر بھی دریافت فرما رہے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص بات دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اس وجہ
سے صحابہ کرام خاموش ہو گئے فان دماءکم واموالکم الخ چونکہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اجتماعی
طور پر اشہر حرم میں تو قتل و قتال نہیں کرتے تھے۔ مگر باقی دنوں میں خوب کرتے تھے۔ اس لئے حضور اکرم
صلعم نے فرمایا کہ یہ کوئی اشہر حرم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تمہارے دماء۔ اموال اور اعراض ایسے ہی حرام
ہیں جیسے اس مقام میں اس دن میں حرام ہیں۔

باب اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ وَاَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَرَّثُوا الْعِلْمَ مَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ
بِحَظٍّ وَافِرٍ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ بِهٖ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَقَالَ
اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ وَقَالَ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ وَقَالَ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا
نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ وَقَالَ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ
وَاِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلٰى هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى
قَفَاهُ ثُمَّ ظَنَنْتُ اَنِّيْ اُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ
تُجِيْزُوْا عَلَيَّ لَاَنْفَذْتُهَا وَقَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ حُلَمَاءَ عُلَمَاءَ فُقَهَاءَ وَيُقَالُ الرَّبَّانِيُّ الَّذِيْ يُرَبِّي
النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهٖ

ترجمہ: قول اور عمل سے پہلے علم ہے۔ اللہ تعالیٰ بلند و برتر کے قول کی وجہ سے پس یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی معبود نہیں تو علم سے ابتدائی فرمائی اور آپؐ کا ارشاد ہے کہ علماً انبیا علیہم السلام کے وارث ہوتے
ہیں اور انہوں نے علم کی وراثت چھوڑی ہے۔ جس نے اس علم کو حاصل کیا تو اس نے ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا۔
اور جو شخص ایک ایسے راستے پر چلا جس کے ذریعہ وہ علم تلاش کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت
کا راستہ آسان کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے

ہیں۔ اور فرمایا کہ اس حکمت کو صرف عالم لوگ ہی سمجھتے ہیں اور فرمایا کہ جہنمی لوگ کہیں گے کاش ہم لوگ سنتے اور سمجھتے تو آج جہنمیوں میں سے نہ ہوتے اور نیز باری تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں وہ ان لوگوں کے برابر ہو سکتے ہیں جو نہیں جانتے ، اور نبی اکرم صلعم نے فرمایا جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں نیز علم سیکھنے سے آتا ہے اور حضرت ابوذر غفاری رضؓ فرماتے ہیں کہ اگر میری گردن پر تلوار رکھ دی جائے اور مجھے اتنی مہلت ملے کہ وہ کلمہ جو میں نے نبی اکرم صلعم سے سنا ہے اسے مجبور ہونے سے پہلے چالو کر سکتا ہوں تو میں اسے ضرور نافذ کروں گا۔ آنحضرت نبی اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص حاضر ہے وہ غائب کو ضرور پہنچائے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کونوا ربانیین کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ربانی ہو جاؤ یعنی دانشمند عالم اور سمجھ دار بن جاؤ۔ اور ربانی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے علم سے پہلے چھوٹے علم سے لوگوں کی تربیت کرے۔

تشریح از شیخ مدنی رح فضل القول والعمل میں قبلیۃ دو قسم ہے رتبیہ اور زمانیہ اس جگہ قبلیۃ سے قبلیۃ رتبیہ مراد ہے۔ اگرچہ اس سے قبلیۃ زمانیہ بھی ثابت ہو جاتی ہے ان العلماء هم ورثة الانبیاء انبیاء جمیع صلحاء اور شہداء سے افضل ہیں۔ تو ان کے ورثاء علماء بھی سب سے افضل ہوں گے اور علماء سے بھی وہ لوگ مراد ہیں جو علم نبوی کے حامل ہوں۔ انما یخشی اللہ الخ اس جگہ حصر ہے تو معلوم ہوا جس میں خشیت نہیں وہ عالم بھی نہیں۔ اور جس میں خشیت ہے اگرچہ وہ لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو تو وہ عالم ہوگا۔ ما اتخذ اللہ ولیاً الا علّمہ جسے اللہ تعالیٰ اپنا دوست بناتا ہے اسے علم سکھا دیتا ہے۔ غرضیکہ ان آیات اور روایات سے پتہ چلا کہ علم قول اور عمل سے مقدم ہے۔ اور دوسرا ترجمہ إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ سے شروع ہوتا ہے۔ اس ترجمہ سے تعلم کی اہمیت معلوم ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یعنی علم قول اور عمل سے پہلے ہے۔ اور علم سیکھنا وعظ اور عمل کرنے سے مقدم ہے ترجمہ تو بالکل ظاہر ہے لیکن امام بخاریؒ کی اس سے کیا غرض ہے؟ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ تعلم کی ترغیب دے رہے ہیں اور یہ بتلا رہے ہیں کہ اعمال چاہے کتنے ہی اہم ہوں بلکہ ایمان کا جز ہی کیوں نہ ہوں لیکن علم ان سب پر مقدم ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ایسے علم پر حدیث پاک میں وعید آئی ہے جس پر عمل نہ کیا جائے، اور بنسبت جاہل کے عالم کو دوگنی سزا عمل نہ کرنے پر ملے گی۔ تو اس سے وہم ہوتا تھا کہ علم کو نہ سیکھنا ہی اچھا ہے تو امام بخاریؒ اس باب سے یہ وہم دفع فرما رہے ہیں کہ ایسا نہ سوچے بلکہ آدمی علم پہلے حاصل کرے اس کے بعد عمل

کا درجہ ہے کیونکہ زمانہ علم میں تعلم میں مشغولیت ہوتی ہے۔ عمل نہیں کرسکتا تو یہ عمل نہ کرنا اس وعید میں داخل نہیں تیسری غرض میرے نزدیک یہ ہے کہ اس سے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جس کا ذکر شروع باب العلم میں آچکا ہے۔ کہ بقدر ضرورت علم حاصل کرنے کے بعد اس کے لئے کیا چیز مناسب ہے آیا علم یا عبادت؟ آگے فرماتے ہیں لقول اللہ عزوجل فاعلم انہ الخ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ پہلے علم ہے اس کے بعد قول ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کو جان لو اور یہ کلمہ علم ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں فاستغفر لذنبک یعنی اس علم کے بعد اب یہ عمل ہے کہ استغفار کرو۔ ان العلماء ورثۃ الانبیاء یہ روایت ابوداؤد اور ترمذی کی ہے اس سے بھی علم کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اس جملہ سے اگرچہ علامہ عینیؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن حافظؒ کی غرض بھی اس سے ثابت ہوسکتی ہے کہ جیسے مال وراثت میں بغیر عمل کے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح علم بھی بغیر عمل کے حاصل ہوسکتا ہے۔ انما یخشی اللہ الخ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ علم کو اس وجہ سے نہ چھوڑا جائے۔ کہ عمل نہیں ہوگا۔ بلکہ اگر علم کے بعد خشیۃ کسی وقت حاصل ہوجائے۔ تو یہ بھی فائدہ دے گی۔ لو کنا نسمع او نعقل الخ یہاں پر سمع سے علم مراد ہے۔ کہ وہ لوگ علم نہ ہونے پر تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی عالم ہوتے اس جملہ سے بھی علم کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔ انما العلم بالتعلم یوں فرماتے ہیں کہ علم تعلم سے حاصل ہوگا۔ مطالعہ سے حاصل نہیں ہوگا یہ بالکل دھوکہ ہے کہ صرف کتب اور شروح دیکھ کر بغیر استاد کے پڑھے۔

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ جو باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ ہو۔ وہ صرف کتابیں دیکھ کر فتویٰ نہ دے ملا علی قاریؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحلق یوم الجمعۃ قبل الصلوٰۃ لیکن ایک شخص نے اس کو حَلْقٌ پڑھا یعنی استروں سے مونڈنا اور کہنے لگے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے سر منڈانا جائز نہیں کیونکہ حضور پاک صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے حالانکہ یہاں حدیث میں حِلَق بکسر الحاء وفتح اللام حلقہ کی جمع ہے۔ اگر وہ زانوئے تلمذ تہ کئے ہوتے ہوتے تو ایسی غلطی نہ کرتے۔ قال ابوذر لو وضعتم الخ اس سے بھی حدیث پاک کی اہمیت کو بتلانا ہے۔ کہ ایک حدیث بھی اگر اس وقت یاد آئے گی تو بیان کردوں گا۔ کیونکہ وہ علم ہے۔ اب یہاں پر وہی اشکال ہے جو کتاب العلم پر ہوا تھا کہ مصنفؒ نے باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ اس کے تین جواب تو وہاں دیئے گئے تھے وہ سب جوابات یہاں بھی چلیں گے۔ اس کے علاوہ یہاں ایک خاص جواب یہ بھی ہے کہ اس باب

کے ترجمہ میں بہت سی احادیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور بہت سی قرآنی آیات بھی ذکر فرمائی ہیں اس لئے یہ ساری چیزیں استدلال واستشہاد کے لئے کافی ہوگئیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو

باب مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوا۔

ترجمہ، جناب نبی اکرم صلعم وعظ اور علم میں لوگوں کا لحاظ رکھتے تھے تاکہ نفرت نہ کرنے لگیں ۔

حدیث نمبر ۶۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم وعظ کے دنوں میں ہمارا لحاظ رکھتے تھے تاکہ وہ وعظ ہم پر گراں نہ گزرے ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ تخول بھی خیال رکھنا جس کی وجہ سے فوائد اور ترقی کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں تو آپ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے لیکن اس درجہ کی جس کا تحمّل کیا جاسکے ۔ روایت میں موعظۃ کا لفظ ہے علم کا لفظ نہیں اور ترجمہ الباب میں بھی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ ترجمہ میں لفظ والعلم بطور عطف تفسیری کے ہے جس سے موعظۃ اور علم کا اتحاد بتلانا ہے۔ کراھیۃ السامۃ علینا سامۃ کے معنی ملال کے ہیں یعنی آپ طبائع کے نشاط کا لحاظ کرتے تھے۔ کیونکہ جب غذا جسمانی من وسلویٰ کے لگاتار آنے سے طبائع گھبرا گئیں۔ ایسے غذا روحانی میں اگر تسلسل جاری رہے تو طبائع منغّض ہو جائیں گی۔ اس لئے جیسے کھانے میں تحمیض کی جاتی ہے ایسے نصیحت میں بھی طبائع کا لحاظ کیا جائے تاکہ نفرت پیدا نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، پہلے دو تین بابوں میں تبلیغ اور علم حاصل کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ۔ تو اس سے وہم ہونے لگا تھا کہ آدمی کو ہر وقت علم ہی میں لگا رہنا چاہیئے۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ علم تو ضرور حاصل کرنا چاہیئے۔ مگر ایسا طریقہ اختیار کرے کہ جو مفضی الی الملال اور موجب نفرت نہ ہو۔ چنانچہ نبی کریم صلعم کے یہاں ہر چیز کے اوقات مقرر تھے۔ اس لئے کہ ہر وقت ایک ہی طرح کا کام کرنے سے دل اکتا جاتا ہے۔ یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا سے استدلال ہے۔ اور تنفیر عدم تخول میں ہے لہٰذا تخول ہونا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۶۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا ۔

ترجمہ، حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ آسانی کرو، سختی نہ کرو خوشخبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ۔ اس لا تنفروا سے استدلال کیا ہے۔

باب مَنْ جَعَلَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَيَّامًا مَّعْلُوْمَةً۔

ترجمہ، کہ علم والوں کے لئے کچھ دن مقرر کر لینے چاہئیں۔

حدیث نمبر ۶۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَّا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُّ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ وَاِنِّيْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا

ترجمہ، حضرت ابو وائل تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمیں ہر جمعرات کو نصیحت فرمایا کرتے تھے تو ایک آدمی نے ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر روز نصیحت فرمایا کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح کرنے سے اس بات نے مجھے روک دیا ہے کہ میں تمہیں اکتا دینا پسند نہیں کرتا اور میں وعظ کہنے میں تمہارا اسی طرح خیال ولحاظ رکھتا ہوں جس طرح آنحضرت نبی اکرم صلعم اس وعظ کہنے میں ہمارا اس لئے لحاظ کرتے ہیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں وہ روزانہ کا وعظ ہم پر گراں نہ گذرے

تشریح از شیخ مدنیؒ بعض اوقات شبہ ہوتا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا یا مقید کو مطلق کرنا یہ بدعت ہے۔ تو مصنفؒ نے بتلادیا کہ جو طرق تعلیم کے اختیار کئے جائیں وہ بدعت نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب سابق کا تکملہ ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ملال پیدا نہ ہو جائے۔ اور اس باب سے امام بخاریؒ اس بات کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص وعظ وتبلیغ کے لئے کوئی خاص دن مقرر کرلے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ جائز ہے اور اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ بدعت میں تعیین کے ساتھ ساتھ اس تعیین میں ہی ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ کہ اگر اس دن نہ ہو تو پھر کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ ایسے ہی چہلم تیجہ وغیرہ بدعت ہے۔ کیونکہ عوام کالانعام اس تعیین سے یہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ اس دن یا اس وقت میں کوئی خاص ثواب ہے۔ اسی وجہ سے وہ ان اوقات کو تبدیل نہیں کرتے۔ قاعدہ طبعی یہ ہے کہ ایک چیز سے طبیعت اکتا جاتی ہے اسی لئے مشائخ درس میں مختلف کتابیں ایک ایک دن میں رکھتے ہیں تاکہ تنفر نہ پیدا ہو۔ البتہ میرا تو جی رمضان شریف میں قرآن سے نہیں اکتاتا یہ میرے نزدیک مستثنیٰ ہے اس حدیث

میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر کوئی متعین کر لیا جائے تو درست ہے۔ اب اشکال یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ امام بخاریؒ نے اس سے استدلال کیسے کر لیا۔ ان کی تو شرط کے خلاف ہے؟ لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور اکرم صلعم کے فعل سے استنباط کیا ہے اور پھر مقرر فرمایا ایسے ہم بھی اس سے استنباط کر کے دن کی تعین اگر کر لیں تو درست ہے اسے بدعت نہیں کہا جائے گا

بَابُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔

ترجمہ، جس سے اللہ تعالیٰ بہتری کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو دین کی سمجھ دے دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۷، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَّقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت حمید بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خطیب کی حالت میں فرماتے ہوئے سنا کہ آنحضرت نبی اکرم صلعم فرماتے تھے۔ جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ تو اسے دین میں سمجھ دے دیتے ہیں۔ اور میں تو بانٹنے والا ہوں اور دیتا اللہ تعالیٰ ہے اور میری یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچے جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ، ارادۂ خیر میں ایک بحث ہے۔ کہ جو شخص بچپن میں مرا۔ وہ بہتر ہے یا جو فقیہ بن کر بڑی عمر میں مرے وہ بہتر ہے۔ بظاہر من یرد اللہ الخ سے شبہ ہوتا ہے کہ فقیہ کے سوا اور کسی میں خیر کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ اس کا جواب بعض نے یوں دیا کہ خیر میں نکرہ تعظیم کے لئے ہے ای خیراً عظیماً تو ارادہ خیر کا باری تعالیٰ کی طرف سے بہت سے اشخاص کے لئے ہے۔ مثلاً شہداء اور بچوں کے لئے مگر خیر عظیم کا ارادہ فقہ فی الدین والوں کے لئے ہے۔ یعنی ان کے برابر کوئی اجر عظیم حاصل نہیں کر سکے گا۔ اور بعض نے کہا کہ اس جگہ تفضیل اپنے جنس کے اندر ہے۔ یعنی علم جنس ہے اور اس کے کئی انواع ہیں تجوید، قرأۃ، نحو، صرف، معانی، بیان وغیرہ یہ سب علوم دین سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ان میں تفقہ نہیں ہے۔ فقہ کے ایک معنی اصطلاحی ہیں یعنی علم بالاحکام المتعلقہ بالمکلفین بالادلۃ التعلیلیۃ اور لغت میں فقہ کے معنی فہم اور

سمجھ کے ہیں۔ جس میں تعمیم ہے۔ اس لئے کہ جب حضرت حسن بصریؒ کے سامنے فقہ کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ اَلْفَقِیْہُ المعرض عن الدنیا والراغب الی اللہ وہ فقیہ نہیں ہے جو علوم دینیہ کا علم تو رکھتا ہے۔ مگر دنیا میں منہمک ہے۔ زمانۂ نبوت میں جو تخاطب واقع ہوا ہے۔ وہ فقہ بمعنی فہم کے ہے اور فقہ اصطلاحی تو بعد کی چیز ہے۔

وانما انا قاسم واللہ یعطی الخ اس پر شبہ ہوتا ہے کہ اگر فقہ فی الدین عطیہ باری تعالیٰ ہے۔ تو پھر فقہا میں اختلاف کیوں ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ واقعی فقہ اعطا ہے۔ باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ میں ایک واسطہ ہوں۔ اہل تصوف یہی کہتے ہیں کہ جمیع کمالات انسانیہ کے حصول کا واسطہ آنحضرت صلعم ہیں۔ مگر وہ فیض علی اعطاء الٰہی اور علی حسب الاستعداد ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کی ایک غرض تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے علم کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے خاص طور پر فقہ کی، اور اس کے معلّم پر تعریض ہے اور میری رائے یہ ہے کہ یہاں روایت کے الفاظ ہیں۔ انما انا قاسم واللہ یعطی تو امام بخاریؒ تنبیہ فرما رہے ہیں۔ کہ عطا فرمانا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے تم اپنی کوشش جاری رکھو اور اس کے حاصل کرنے کے لئے دعا کرتے رہو۔ خود حضور صلعم کا اپنے بارے میں ارشاد ہے۔ انما انا قاسم کہ میں تو صرف تقسیم کا حقدار ہوں۔ ورنہ اصل عطا فرمانے والا تو باری تعالیٰ ہے۔ لہٰذا محض اپنی محنت پر اعتماد نہ کرے بہت سے محنتی کچھ نہ کر سکے۔ اور بہت سے محنت نہ کرنے والوں کو بہت کچھ مل گیا۔

بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ

حدیث نمبر ۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمْ اَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا حَدِيْثًا وَّاحِدًا قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُتِيَ بِجُمَّارٍ فَقَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَثَلُهَا كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ فَاِذَا اَنَا اَصْغَرُ الْقَوْمِ فَسَكَتُّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ (الحدیث)

ترجمہ، باب علم میں سمجھ کے بارے میں، حضرت مجاہدؒ تابعی فرماتے ہیں کہ مجھے مدینہ منورہ تک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس سارے سفر میں میں نے سوائے ایک حدیث کے ان سے جناب رسول اللہ صلعم سے حدیث بیان کرتے نہیں سنا وہ ایک حدیث یہ ہے کہ ہم آنحضرت نبی اکرم صلعم کے پاس

تھے کہ آپؐ کے پاس کھجور کی گری لائی گئی جس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کا حال مسلمان کے حال جیسا ہے۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں بتلاؤں کہ وہ کھجور کا درخت ہے، مگر چونکہ میں تمام قوم سے چھوٹا تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ پس آپؐ نبی اکرم صلعم نے خود ارشاد فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: پہلے تو فقہ کا ذکر کیا گیا اب فہم کو بیان کیا جاتا ہے ان میں فرق اس طرح ہوگا کہ پہلے تو تفقہ فی الدین کو بیان کیا گیا اور یہاں مطلقاً اشیاء میں فہم مراد ہے۔ کیونکہ طاقتیں مختلف ہوتی ہیں بعض کو دینی علم میں طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض کو علوم دینوی میں فہم ہوتا ہے۔ تفقہ فی الدین ایک خاص چیز ہوئی۔ فھو فی العلوا ی فی المعلوم یہ عام ہے۔ جیسے حضرت ابن عمرؓ نے شجرہ کی پہیلی کو سمجھ لیا۔ اگر شبہ ہو کہ مصنفؒ کا مقصد اگر فضیلت ثابت کرنا ہے تو وہ یہاں سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی اور چیز مقصود ہے، تو وہ کیا ہے تو کہا جائے گا کہ فہم بھی کلی مشکک ہے۔ حداثۃ سن یعنی نوعمری فقہ علم کو مستلزم نہیں، اور کبر سن یعنی عمر رسیدہ ہونا وفور علم کو مستلزم نہیں تو یہاں اختلاف فہم کو بیان کرنا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہاں سے علم کی فضیلت ہی بیان کرنا مقصود ہے۔ لیکن مصنفؒ کے صنائع میں سے اختبار بھی ہوتا ہے۔ اس کتاب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ کہ امام بخاریؒ کا مقصد علم کی فضیلت بیان کرنا ہے چنانچہ حدیث طویل سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ یہاں سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ عطا فرمانے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور کوئی نہیں لیکن صرف اس پر اعتماد کرکے نہ بیٹھو بلکہ اپنی کوشش اور فہم سے کام لینا بھی ضروری ہے تو گویا یہ پہلے باب کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ اور شراح کی رائے یہ ہے کہ اس سے فہم علم کی ترغیب بیان کرنی مقصود ہے۔ اور یہ کہ طالب علم کو مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور قوت مطالعہ بڑھانی چاہیئے لیکن میرے رائے کچھ اور ہے۔ وہ یہ کہ مصنفؒ یہاں سے مطالعہ کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ ہر علم کی مناسبات دیکھے اور غور کرے اور مطالعہ کرتے وقت اوپر نیچے سب طرف نظر رکھے۔ چنانچہ اس باب میں جو حدیث مذکور ہے۔ اس سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے۔ کہ جب حضور انور صلعم نے نخلہ کا سوال فرمایا۔ کہ ایسا درخت بتلاؤ جس میں فلاں فلاں خصوصیت ہو۔ اور حضور صلعم اس وقت جمار (گری) کھا رہے تھے۔ تو ابن عمرؓ نے جمار کو دیکھ کر نخلہ سمجھ لیا۔ جمار کھجور کے تنے کو کھود کر اس کے اندر سے جو برادہ سفید نکلتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں یہ لذیذ بہت ہوتا ہے

باب الاغتباط فی العلم و الحکمۃ و قال عمر تفقھوا قبل ان تسودوا و قال ابو عبداللہ و بعد ان تسودوا و قد تعلم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد کبر سنھم۔

ترجمہ، علم اور دانش میں رشک کرنے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سردار بننے سے پہلے دین میں سمجھ پیدا کرو۔ امام بخاریؒ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ بالوں کی سیاہی کے دور کے بعد بھی علم حاصل کرو۔ چنانچہ نبی اکرم صلعم کے صحابہ کرام اور عمر رسیدہ ہونے کے بعد بھی علم سیکھتے رہے۔

حدیث نمبر ۷۲ حدثنا الحمیدی الخ سمعت عبداللہ بن مسعود قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا حسد الا فی اثنتین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق و رجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا و یعلمھا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ حسد نہیں کرنا چاہئیے مگر دو آدمیوں پر ایک تو وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس کو راہ حق میں خرچ کرنے کا غلبہ بھی دیا ہے دوسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم و دانش عطا فرمایا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ، اغتباط غبطہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کسی نعمت کے حصول کی تمنا کرنا۔ بغیر منعم علیہ سے نعمت کے ازالہ کے۔ اگر ازالہ نعمت کی تمنا ہو۔ تو وہ حسد ہوگا۔ غبطہ جائز ہے، حسد ناجائز ہے۔ لا تحاسدوا ولا تباغضوا ارشاد نبوی ہے لا حسد الا فی اثنتین سے معلوم ہوتا ہے کہ دو چیزوں میں حسد جائز ہے۔ دولت اور علم میں حالانکہ یہ دونوں مہتم بالشان ہیں۔ پھر حسد کی کیسے اجازت دی گئی۔ اس لئے ایک جماعت کہتی ہے کہ حسد کے معنی اس جگہ غبطہ کے ہیں۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ لوجاز الحسد لجاز فی اثنین لما لم یجز فیھما فکیف فیما سواھما یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو ان دو میں جائز ہوتا جب ان دو چیزوں میں جائز نہیں تو ماسوا میں کیسے جائز ہوگا جیسے لا شؤم الا فی الثلاث وہاں بھی یہی معنی ہیں کہ اگر شؤم ہوتا تو ان تین چیزوں میں ہوتا جب ان میں نہیں ہے تو اور میں کیسے ہوگا۔ تو مصنفؒ پر جو اعتراض ہوتا تھا کہ روایت ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں کیونکہ روایت میں حسد کا ذکر ہے تو کہا جائے گا کہ کبھی مصنفؒ کا مقصد ترجمۃ الباب سے حدیث کے معنی کو

واضح کرنا ہوتاہے۔ لہٰذا یہاں حسد سے غبطہ مراد ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ روایت میں حکمۃ کا تذکرہ ہے علم کا نہیں ہے۔ تو مصنف رح نے علم کا ذکر کر کے حکمت کا اس پر عطف کر دیا۔ کہ حکمت علم کا ایک نوع ہے۔ عطف الخاص علی العام کے طریقہ پر اس کا ذکر کر دیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ علم ایسی مرغوب فیہ چیز ہے۔ کہ اس میں غبطہ کی اجازت دی گئی ہے تو اس کے لئے کوئی وقت متعین نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن مصنف رح حضرت عمر رض کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ تفقھوا قبل ان تسوّدوا یعنی سردار بننے سے پہلے تفقہ پیدا کرو۔ سردار بن جانے کے بعد فراغت نہیں ؎

بھول گئے کھیل کو دبھول گئے جھکڑی ، تین چیزیں یاد رہیں لون تیل لکڑی

لیکن حضرت عمر رض کا یہ فرمان حصر کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ بعد التسوید بھی تفقہ حاصل کرو۔ کیونکہ سیادت کے لئے علم ضروری ہے۔ جاہل کی سیادت بربادی کا باعث ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حسد کہتے ہیں دوسرے کی نعمت کے زوال کو چاہنا اور غبطہ کہتے ہیں دوسرے کی نعمت کا مثل طلب کرنے کو بغیر اس کے کہ زوال کی تمنا کرے یہ ترجمہ یا تو شارحہ ہے کیونکہ حدیث میں لا حسد الا فی اثنتین کا لفظ وارد ہے تو امام بخاری رح نے باب سے تنبیہ فرما دی اور شرح فرما دی کہ حسد سے مراد غبطہ ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے۔ کہ مصنف رح تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ علم میں بھی رشک کرنا چاہیئے اپنے سے اونچے والوں پر تو گویا قابل رشک علم وحکمت ہے۔ نہ کہ یہ دنیا کی چیزیں یہ نہیں کہ فلاں کا کرتا اچھا ہے۔ اور میرا نہیں بلکہ علم وحکمت قابل غبطہ ورشک ہیں نیز! حدیث میں چونکہ حکمت کا لفظ آیا ہے تو مصنف رح نے باب میں اغتباط فی العلم بڑھا کر اشارہ فرما دیا کہ حکمت کی تفسیر علم ہے۔ وَقَالَ عمرؓ الخ مطلب یہ ہے کہ بڑے اور سردار بننے سے پہلے فقاہت حاصل کر لو۔ اس لئے کہ بڑے ہونے کے بعد علم جلدی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور عوائق وموانع علم حاصل کرنے سے روک دیں گے۔ اب چونکہ اس قول سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ سیادت کے بعد علم حاصل نہ کرے۔ تو امام بخاری رح نے بطور دفع مقدّر کے فرمایا قال ابو عبد اللہ بعد ان تسودوا یعنی اگر بڑا ہو جائے۔ تو بھی علم وقرآن کو ضرور حاصل کرنا چاہیئے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے کبر سن میں علم سیکھا جب کہ وہ اپنے گھروں کے مالک ذمہ دار ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی اس کا بہترین اور اعلیٰ وقت سردار بننے سے پہلے ہے۔ اس اثر کی مناسبت ترجمہ سے یہ ہے کہ جو شخص سردار بننے سے تفقہ حاصل کرتا ہے۔ اس میں غبطہ کیا جاتا ہے۔

رجل اتاہ اللہ مالاً الخ ایک آدمی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو مال عطا فرمایا ہے۔ پھر اس کو اس کے ہلاک کرنے پر مسلط فرما دیا۔ ہلاک کرنے پر مسلط فرما دینے کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ جمع کر کے نہیں رکھتا بلکہ اس کو طرق خیر میں خرچ کرتا ہے۔ ہمارے مشائخ اور بزرگوں کا یہی روتیہ رہا ہے کہ وہ جمع نہیں فرماتے تھے بلکہ جو آیا خرچ کر دیا۔ بڑے حضرت رائے پوریؒ یعنی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر کی طریقہ یہ رہا کہ جو آتا بس اس کو دے ڈالتے تھے۔ پھر کہیں سے کچھ آجاتا تو فرماتے یہ دوسرا آگیا اس کو بھی خرچ کر دیتے۔ میرے والد صاحب مقروض بہت تھے۔ اگر کہیں سے روپے آجاتے۔ تو اس کو قرض خواہوں کو دے دیتے اگر پیسے وغیرہ ہوتے تو وہ بچوں کو دے دیتے اور فرمایا کرتے تھے جی نہیں چاہتا کہ اس مصیبت کو لے کر سوؤں اور میرے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ نے ایک بار فرمایا کہ بکریوں کی تجارت کروں گا سنت ہے چنانچہ بکریاں خرید کر مضاربۃً بڑے دیں۔ کچھ دنوں بعد جب میں دلّی گیا۔ تو فرمایا کہ بکریاں تو مرگئیں، ان لوگوں کے ہاتھ میں روپیہ رکتا ہی نہ تھا۔ یہ قدرت کی طرف سے تھا۔ سلّطہ کی ضمیر رجل کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور علی ھلکتہ کی ضمیر مال کی طرف راجع ہے۔

قال سفیان حدثنی اسماعیل الخ سفیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے سلمان بن ابی خالد نے زہری کی سند سے بیان نہیں کیا۔ بلکہ دوسری سند سے بیان فرمایا ہے۔ زہری تو روایت کرتے ہیں، عن سالم عن ابن عمر اور زہری کی یہ روایت ص۱۱۱۲ جلد ثانی میں کتاب کے ختم پر آئے گی کیونکہ یہ کتاب ص۱۱۲۵ پر ختم ہے اور اسماعیل بن ابی خالد نقل کرتے ہیں، قیس بن ابی حازم عن عبداللہ بن مسعود کے ساتھ غرض اس سند کے بتلانے سے یہ ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد نے ہمیں جس طریقہ سے حدیث سنائی وہ غیر ہے، امام زہری کے طریقہ سے یعنی یہ سند اور ہے۔ زہری والی سند اور ہے۔ اور یہ تنبیہ اس لئے فرمائی تاکہ کوئی مختلف سندیں دیکھ کر اضطراب کا شبہ نہ کرنے لگے۔

بابُ مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسٰى فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ وَقَوْلِهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِ الْاٰيَةَ۔

ترجمہ، جو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف بحری سفر اختیار فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر چل سکتا ہوں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اس سے مجھے بھی سکھلائیں۔

حدیث نمبر۲۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ ابْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّي تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِي هٰذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ اِلَى لُقِيِّهِ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ يَقُولُ بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَاءٍ مِّنْ بَنِي اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوسَى لَا فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَى مُوسَى بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ اِلَيْهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوتَ اٰيَةً وَقِيلَ لَهُ اِذَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَارْجِعْ فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ يَتَّبِعُ اَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوسَى فَتَاهُ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا اَنْسَانِيهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهُ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهٖ -

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں ان کا حر بن حسن فزاری سے جھگڑا ہوا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں پس حضرت ابی بن کعبؓ کا ان دونوں کے پاس سے گذر ہوا جن کو حضرت ابن عباسؓ نے بلا کر فرمایا کہ میں اور میرے اس ساتھی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ساتھی کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس کی ملاقات کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے راستہ دریافت فرمایا۔ تو کیا آپ نے آنحضرت نبی اکرم صلعم سے اس کے بارے میں کوئی حال سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے جناب نبی اکرم صلعم سے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کسی ایسے آدمی کا علم ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو انہوں نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارا ایک بندہ خضر علیہ السلام ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان تک پہنچنے کا طریقہ دریافت کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ان کے لئے نشانی مقرر فرمایا کہ جب آپ مچھلی کو گم پائیں تو اس کے نشان پر آپ چلے جائیں تو ان سے آپ کی ملاقات ہو جائے گی چنانچہ وہ سمندر میں مچھلی کے نشان پر چل پڑے تو موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نوجوان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے عرض کی جب ہم پتھر کے پاس آرام کر رہے تھے تو میں مچھلی کے متعلق بتانا بھول گیا یہ شیطان کی کارروائی ہے کہ اس نے مجھے آپ سے ذکر کرنا بھلوا دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی تو ہمارا مقصود تھا چنانچہ وہ لٹے پاؤں اپنے نشانِ قدم پر واپس لوٹے اور خضر علیہ السلام کو پا لیا پھر ان کا حال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ مصنفؒ نے کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک جگہ پر خطبہ دیا جس کا لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ لوگ بڑے متاثر ہوئے۔ اس کے بعد کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپؑ سے زیادہ بھی کوئی عالم موجود ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں ہے چونکہ یہ قول تکبر اور انانیت کی طرف مُشعر تھا اگرچہ واقع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے اعتبار سے اعلم الناس تھے۔ مگر بارگاہِ ایزدی میں کسی کی انانیت پسند نہیں چنانچہ عرب کا مشہور مقولہ ہے من قال انا وقع فی العناء جس نے مَیں کہا وہ مشقت میں پڑا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود کبر السن ہونے کے تسوید کے بعد بھی علم سیکھنے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں۔ جن کو مجمع البحرین کے متعلق حکم کیا گیا تھا۔ جبکہ بحرین کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بہر حال حضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعلیم پانے کے لئے بحری سفر اختیار فرمایا۔ ملاقات کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ انک لن تستطیع معی صبرا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی معاملہ میں مَیں آپ کی حکم عدولی اور نافرمانی نہیں کروں گا۔ لا اعصی لک امرًا چنانچہ مقولہ ہے کہ شیخ ظاہر کے سامنے چرا نہ کہنا چراگاہ کو جانا ہے اور شیخ باطن کے سامنے چرا کہنا چراگاہ کو جانا ہے۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

لیکن پیرِ مغاں وہ ہے جو شریعت اور طریقت کا جامع ہو۔ اگرچہ حضرت خضر علیہ السلام کے تینوں واقعات ظاہر شریعت کے خلاف تھے مگر پیرِ مغاں کراتا تھا جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سکوت و صبر نہ فرمایا کیونکہ یہ ظاہر شریعت کے پورے پابند تھے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام شریعت اور طریقت دونوں جانتے تھے چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ایک طالب علم کو پانچ روپے دے کر حرام کاری کے لئے بھیجا تھا۔ درحقیقت وہ عورت اس کی زوجہ تھی۔ فی البحر الی الخضر اپنے حقیقی معنی پر نہیں

کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سفر کے شروع میں سمندر کے کنارے پر تھے اور فی البحر اس بنا پر کہا گیا کیونکہ بعض سفر بحر میں ہوا ہے۔ تسمیۃ الجزء باسم الکل کے طور پر تمام سفر کو بحری سفر کہا گیا دوسری توجیہ یہ ہے کہ اطلاق المسبب علی السبب کے طور پر ہے کہ بری سفر بحری سفر کا سبب بنا۔ تیسری توجیہ مجاز بالحذف کی ہے، ای ذھاب موسیٰ فی جانب البحر وجنب البحر چوتھی توجیہ یہ ہے کہ الی بمعنی مع کے ہے کہ ذھاب موسیٰ فی البحر مع الخضر۔ پانچویں توجیہ یہ ہے کہ حرف عطف کو محذوف مانا جائے ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر اس میں بہت زیادہ کم تکلف ہے تو سفر بحری اور سفر الی الخضر دو چیزیں ثابت ہوئیں۔ علم کی طلب میں سفر کرنا خصوصاً بحری سفر تو نہایت شاق ہوتا ہے۔ ایک بدوی کہتا ہے گوز شتر سمک کی تسبیح سے بہتر ہے۔ اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ لا یرکب البحر الا حاج او معتمر او غاز یعنی بحری سفر یا حاجی کرے گا یا عمرہ کرنے والا یا اسلام کا غازی جہاد کرنے والا۔ غرضکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عمر رسیدہ ہو کر پھر بھی طلب علم کے لئے اولو العزم بن جاتے ہیں آپ کی عمر مبارک اسی نوے کے درمیان تھی۔ ترجمہ میں ھل اتبعک علی ان تعلمنی سے یہ بتلانا ہے کہ ہمیں بحر کے سفر کا جواز یا کسی بڑے کی ملاقات کرنے کے لئے جانے کو ثابت نہیں کرنا بلکہ امم سابقہ کے واقعات سے یہ استدلال کیا ہے کہ طلب علم کے لئے کبر سنی کی حالت میں نکلنا بھی جائز ہے۔ امم سابقہ کے واقعات تب قابل استدلال ہیں جب وہ ہمارے شرعی احکام کے معارض نہ ہوں اس وقت ان سے استدلال صحیح ہے۔ مصنفؒ تو اس میں زیادہ توسع کے قائل ہیں۔ تماری ھو والحر بن قیس فوجد عبدا من عبادنا میں ان کا جھگڑا تھا کہ وہ عبد کون تھے۔ حضرت ابن عباسؓ عبد سے حضرت خضر علیہ السلام مراد لیتے ہیں۔ اور اکثر حضرات کا یہی قول ہے کہ وہ نبی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے قبل بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہو چکے تھے، حضرت خضر علیہ السلام نے آب حیات نوش فرمایا تھا۔ اور آپ کے غسل کے وقت حجرہ سے جو آواز آئی کہ آپ نبی اکرم صلعم کو اپنے کپڑوں میں غسل دو ننگا نہ کرو۔ وہ آواز حضرت خضر علیہ السلام کی تھی۔ بعض حضرات ان کو اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم دجال کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ دجال جب مدینہ کے قریب جبل عیر کے قریب پہنچے گا تو ایک شخص اس کے کذاب ہونے کی خبر دے گا۔ وہ خضر علیہ السلام ہوں گے چنانچہ ایک جماعت کہتی ہے کہ خضر علیہ السلام آج بھی موجود ہیں اور اس وقت بھی موجود ہوں گے۔ صوفیاء کی کتب میں ہے کہ کئی مرتبہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سمندری مد و جزر کا انتظام

ان کے سپرد ہے۔ اس ضمن میں حضرت الیاس علیہ السلام کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ باطنی انتظام ہے۔ الغرض صوفیاء کرام تو حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں۔ اور علماء کی ایک جماعت بھی یہی کہتی ہے، تکوینیات میں ان کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھا ہوا ہے اور تشریعات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم فائق ہے۔ علماء کی ایک جماعت حضرت خضر علیہ السلام کی وفات کی قائل ہے، چنانچہ مصنفؒ بھی اس کو کہہ رہے ہیں۔ مگر استدلال میں کوئی صریح بات ذکر نہیں فرمائی، کیونکہ بعض روایتوں میں آپؐ نے فرمایا کہ سو برس کے بعد وہ عہد فوت ہو جائے گا۔ تو گویا وہ عہد نبوی میں موجود تھے، اب نہیں ہیں۔ لیکن قائلین حیات کہتے ہیں کہ ممن ھو علی ظھر الارض سے کون سی ارض مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ الارض میں الف لام عہد کا ہے۔ اور اس سے ارض عرب مراد ہے اور حضرت خضر علیہ السلام ممکن ہے کہ اس وقت حضرت خضرؑ موجود نہ ہوں۔ اگر عام ارض بھی ہو تو ممکن ہے کہ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام بحر میں ہوں۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ ممن ھو الخ میں مَنْ سے وہ نفوس مراد ہوں۔ جن کو لوگ جانتے پہچانتے ہیں۔ اور "ممن ھو" سے حضرت خضرؑ مراد نہ ہوں، کیونکہ یہ معروف نہ تھے۔ فی صاحب موسیٰ الخ دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ سے ایک واعظ نوفل کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس میں فقال موسیٰ سے موسیٰ بنی اسرائیل مراد ہیں یا کوئی اور موسیٰ مراد ہے۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ کذب عدو اللہ سمعت ابی بن کعب الخ اس واقعہ کو امام بخاریؒ نقل فرمائیں گے۔ بنی اسرائیل، اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے اور یعقوب ان کا لقب ہے۔ ان کے بارہ بیٹے تھے جن کے لئے حضرت اسحاق علیہ السلام نے دعا کی تھی جس کی بدولت ان کے بہت سے اسباط ہوئے جن کی بشارت حضرت اسحاق علیہ السلام کو دی گئی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قرآن پاک کی آیت ہے۔ فانطلقا حتی اذا رکبا الخ اس آیت پاک کا تقاضا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ دونوں ایک ساتھ سمندر میں سوار ہوئے اور یہی مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ جب حضرت موسیٰ، حضرت خضرؑ سے ملے۔ تو ان سے کہا کہ مجھے علم سکھلایئے اس پر حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ لیکن عہد و پیمان کر کے چلے دریا کے کنارے چلتے رہے۔ ایک کشتی جا رہی تھی، اس کشتی والوں نے حضرت خضرؑ کو پہچان کر بلا کرایہ سوار کر لیا۔ جب کشتی چلنے لگی تو حضرت خضرؑ نے اس کو توڑنا شروع کر دیا۔ الغرض اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونو حضرات ساتھ سوار ہو کر سمندر میں چلے۔ لیکن امام بخاریؒ باب باندھ رہے ہیں۔ کہ فی ذھاب موسیٰ الخ اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں ہو کر حضرت خضرؑ کی طرف چلے اور پھر ان سے ملاقات کی۔ اس کی توجیہات ذکر ہو چکی ہیں۔ ایک توجیہ یہ بھی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ

کے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جانے کے متعلق بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنے ساتھی کے ساتھ چلے تو چلتے ہوئے ایک جھولا ساتھ لے لیا تھا جس میں ایک بھنی ہوئی مچھلی تھی مچھلی کود کر سمندر میں چلی گئی۔ اور بطور معجزہ وہاں ایک طاقچہ بن گیا۔ بیدار ہونے کے بعد جب پورا واقعہ بیان کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم تو بھی تلاش کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس طاقچہ میں داخل ہو کر حضرت خضرؑ کے پاس پہنچے اس تقریر سے ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر ٹھیک ہوگیا۔ اب ترجمۃ الباب کی غرض کیا ہے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ صحابہ کرام کے دور میں طلب علم کے لئے سفر کی علت نہ تھی اس لئے اس کا اثبات فرماتے ہیں۔ لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے۔ کہ امام بخاریؒ اس کے لئے مستقل باب الخروج فی طلب العلم کا ترجمہ منعقد فرمائیں گے۔ چنانچہ اس اعتراض سے بچنے کے لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ غرض ترجمہ خروج فی البحر لطلب العلم کے جواز کو بیان کرنا ہے۔ اور آنے والے باب سے خروج فی البر کو بیان کرنا ہے مگر اس توجیہ پر یہ اشکال ہے۔ کہ سمندر کا سفر مشقت کا سفر ہے۔ بنسبت خشکی کے سفر کے جب سمندری سفر کا جواز ثابت ہو گیا تو خروج فی البر بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔ مولانا کی اپنی توجیہ یہ ہے کہ ابو داؤد کی روایت کے مطابق لا یرکب البحر الا حاج او معتمر او غاز فی سبیل اللہ رکوب بحر کا جواز سوائے حاج معتمر اور غازی کے نہیں معلوم ہوتا اس لئے امام بخاریؒ نے اس کے عموم کو مقید کرنے یا اس سے مستثنیٰ کرنے یا اس پر رد کرنے کو یہ باب باندھا اور میری اس رائے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ نے کتاب البیوع میں باب باندھا ہے۔ باب التجارۃ فی البحر تو امام بخاریؒ کو جہاں جہاں اس کے خلاف روایات ملیں وہاں وہاں اس کے عموم کو مقید فرمایا۔ یا استثناء فرما دیا۔ اور بعض علماء نے غرض یہ بیان فرمائی کہ علم حاصل کرنے میں جو مشقت اور تکالیف آئیں ان کو برداشت کرنا چاہیئے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تکالیف برداشت کیں اور ایک غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے قبل مصنفؒ نے قال ابو عبد اللہ کہہ کر یہ فرمایا تھا کہ سردار بننے کے بعد بھی بے فکر ہو کر نہ بیٹھنا چاہیئے۔ بلکہ تعلیم حاصل کرے تو اس کی تائید اس باب سے فرماتے ہیں۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت یعنی سرداری کے مل جانے کے باوجود کلیم اللہ اور نبی مرسل اور دیگر خصوصیات کے حضرت خضرؑ سے علم حاصل کرنے تشریف لے گئے۔ جن کی نبوت میں بھی اختلاف ہے ھل اتبعک الخ امام بخاریؒ نے ساری سورت میں سے یہ آیت منتخب کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر صرف علم حاصل کرنے کے لئے تھا۔ ملاقات وغیرہ کے لئے نہیں تھا۔ انہ تماری ھو والحر بن قیس حضرت

عبداللہ بن عباس اور حر بن قیس دونوں صحابی ہیں ان دونوں میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ حضرت موسیٰؑ جن کے پاس گئے تھے وہ کون تھے حضرت خضر تھے یا کوئی اور حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا نام معلوم نہ ہو سکا یہاں اس روایت میں تو اس طرح ہے مگر بخاری شریف صـ۲۳ جلد اوّل پر اس طرح ہے ان نوفل البکالی یزعم الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ نوفل بکالی اس کا انکار کر رہا تھا کہ اتنا بڑا نبی بھی خضر سے علم حاصل کرنے جائے گا۔ لہٰذا وہ کوئی اور موسیٰ ہوگا۔ لیکن اس روایت کے باب کے آخیر سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ مَیں نے تنبیہ اس لئے کردی تاکہ خلجان نہ ہو۔ یہ دونوں دو قصے ہیں یہاں ابن عباسؓ سے جھگڑا کرنے والے یہ حر بن قیس ہیں اور وہاں یہ بات کہنے والے نوفل بکالی تھے۔ خلاصہ اس مضمون کا یہ ہوا کہ بعینہٖ یہ حدیث صـ۲۳ پر آرہی ہے۔ وہاں بھی ان دونوں صاحبوں کے درمیان مناظرہ ہے۔ لیکن وہاں مناظرہ حضرت خضرؑ کے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق نہیں بلکہ مناظرہ حضرت موسیٰ کے بارے میں ہے کہ یہ کون سے موسیٰ ہیں۔

قال موسیٰ لا الخ جب حضرت موسیٰؑ سے یہ سوال ہوا کہ آپ اپنے سے زیادہ کسی کو عالم جانتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نبی تھے۔ ظاہر ہے کہ نبی کا علم اوروں سے زیادہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ انانیت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ تواضع پسند ہے اس لئے عتاب ہوا بلی عبدنا خضر الخ ہاں ہمارا بندہ خضر تم سے اعلم ہے۔ اور اس سے مراد خاص جزئیات ہیں۔ اہل علم کو علم کی قدر ہوتی ہے اور پھر انبیاء علیہم السلام کو بہت ہی ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ نے درخواست کی کہ حضرت خضرؑ سے ملیں گے ان کو طریقہ بتا گیا۔ ابھی بیان ہو چکا کہ انانیت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اس پسند نہ ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ کہ الکبریاء ردائی کے مطابق کبریائی اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہے۔ وہاں پستی نہیں ہے وہاں عظمت ہی عظمت ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جہاں جو چیز نہیں ملتی اس کی بڑی قدر ہوتی ہے اس لئے تواضع کی وہاں بڑی قدر ہے چونکہ وہاں علو ہی علو اور عظمت ہی عظمت ہے اس لئے اس کی کوئی قدر نہیں جو اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل سمجھے اس کو اللہ اور بلند فرما دیتے ہیں۔ مَن تواضع للہ رفعہ اللہ کا یہی مطلب ہے۔

فکان موسیٰ علیہ السلام یہ قصہ مختصر ہے دوسری جگہ تفصیل آئے گی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم علمہ الکتاب۔ الخ

حدیث نمبر ۷۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضہ قَالَ ضَمَّنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ صلعم نے اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب قرآن پاک سکھا دے۔

تشریح از شیخ مدنی رح اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ علم کے لئے صرف طلب ظاہری کافی نہیں بلکہ اس کے لئے باطنی کوشش بھی کرنی چاہیئے۔ کہ بزرگوں سے دعا بھی کرائی جائے۔ جیسے آپ نے حضرت ابن عباس رضہ کے لئے دعا فرمائی جس کی بدولت وہ رئیس المفسرین اور حبر الامۃ بن گئے۔ سچ ہے ؎

نہ کتابوں سے ہے نہ کالج کے دَر سے ہے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا (مرتب)

تشریح از شیخ زکریا شراح کے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ چونکہ باب سابق کی روایت سے حضرت ابن عباس رضہ کا حر بن قیس رضہ پر غلبہ ہونا معلوم ہوا۔ تو امام بخاری رح نے یہ باب باندھ کر اس غلبہ کی علت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ حضور اکرم صلعم کی دعا کی برکت سے ہوا۔ اور مشائخ کی رائے یہ ہے کہ باب سابق کی روایت سے غلبہ ابن عباس رضہ معلوم ہوا تو حضرت امام بخاری رح اس باب سے اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ محض ذہانت پر اعتماد نہ کرے اور محنت پر بھروسہ نہ رکھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے اور میری رائے ان سب کے ساتھ یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ غلبہ ابن عباس رضہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور دعاؤں کی ترغیب ہے۔ مگر امام بخاری رح نے یہ باب باندھ کر اشارہ فرما دیا کہ حضور اقدس صلعم نے یہ دعا ابن عباس رضہ کے لئے کیوں کی؟ اس کی علت اور سبب کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ کہ ایک بار حضور اکرم صلعم استنجا کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت ابن عباس رضہ نے استنجاء کے لئے لوٹا بھر کے رکھ دیا حضور اکرم صلعم تشریف لائے اور خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ کس نے رکھا ہے۔ بتلایا گیا کہ یہ ابن عباس رضہ نے رکھا ہے۔ اس پر حضور انور صلعم نے ان کو دعا دی اللّٰھم فقھہ فی الدین اے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔ یہ حدیث ص۲۶ باب وضع الماء عند الخلاء میں آرہی ہے تو امام بخاری رح نے بتلا دیا کہ یہ دعا خدمت کی وجہ سے تھی۔ لہٰذا مشائخ کی خدمت کرنا چاہیئے۔ اور اگر دعا لینا اور بزرگوں کی دعا لینا چاہتے ہو تو ان کی خوب خدمت کرو۔ اور یہ اصول موضوعہ میں سے ہے کہ استاد کی خدمت اس کا احترام وغیرہ علم میں برکت کا سبب ہوتا ہے اور نافرمانی وغیرہ علم میں کمی کا باعث ہے۔ اور والدین کا احترام وسعت رزق کا باعث

ہے۔ اور عدم احترام موجب تنگیٔ رزق ہے ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔

باب مَتٰی یَصِحُّ سِمَاعُ الصَّغِیْرِ۔

حدیث نمبر ۴۷ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاکِبًا عَلٰی حِمَارٍ اَتَانٍ وَّاَنَا یَوْمَئِذٍ قَدْ نَاھَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِمِنًی اِلٰی غَیْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِی الصَّفِّ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں گدھیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں بلوغ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اور آنحضرت صلعم منیٰ کے مقام پر بغیر دیوار کے سترہ کے نماز پڑھا رہے تھے۔ تو میں ایک صف نماز کے سامنے سے گذر گیا۔ اور گدھیا کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور نماز کی صف میں داخل ہو گیا۔ میرے اس عمل کو آنحضرت صلعم نے برا نہ منایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اور روایت اور تبلیغ کے وقت بلوغ کا ہونا شرط ہے اس پر سب کا اتفاق ہے البتہ تحمل روایت کی حالت میں اختلاف ہے۔ اکثر حضرات کے نزدیک یہی ہے کہ اگر تمیز اور بلوغ ہے تو نقل روایت صحیح ہے۔ اگر بلوغ نہیں اور تمیز ہے۔ تو بلوغ کے بعد اس کی اس روایت کا اعتبار ہوگا۔ مصنفؒ اس جگہ صاف بات نہیں کہتے ہیں۔ اتان کا لفظ مونث کے لئے آتا ہے، حمار کا لفظ عام ہے مذکر و مونث دونوں کے لئے الی غیر جدار ای الی سترۃ غیر جدار اس سے معلوم ہوا کہ ہر نمازی کے سامنے سترہ کا ہونا ضروری نہیں، سترہ امام سب کے لئے کافی ہے۔ بہرحال یہ حکم اور اس کا تحمل قبل البلوغ ہو رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سماع صبی معتبر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مسئلہ یہ ہے کہ تعلیم و تدریس تو بعد البلوغ معتبر ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ کس زمانے کی روایات بیان کر سکتا ہے۔ یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین کی جماعت کی رائے یہ ہے کہ تحمل کے لئے بلوغ یا مراھقۃ شرط ہے ان کا استدلال قد ناھزت الاحتلام والی روایت سے ہے اور حضرت امام احمدؒ کی رائے ہے کہ جتی ممیز کا تحمل صحیح ہے اور امام احمدؒ سے اس بارے میں پانچ سال کا بچہ منقول ہے اور ایک تیسری جماعت کی رائے ہے کہ پانچ سال میں تمیز کا ہونا کہیں کہیں ہوتا ہے۔ ورنہ قاعدہ اکثری یہ ہے کہ سات

سال میں تمیز ہوتی ہے۔ اسی لئے امر بالصلوٰۃ سات سال کی عمر میں فرمایا ہے۔ لہٰذا سات سال والے کا تحمل معتبر ہوگا۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ عربی لڑکے کے لئے چار سال اور عجمیوں میں سات سال کیونکہ اہل عرب کا حافظہ قوی ہوتا ہے اور وہ چار سال میں اچھی طرح تحمل کر سکتے ہیں، بخلاف اہل عجم کے۔ امام بخاریؒ نے باب باندھ کر کسی ایک قول کو ترجیح نہیں دی، بلکہ باب کی پہلی حدیث قدنا هزت الاحتلام یحیٰی بن معین کی تائید میں ذکر فرمائی ہے اور دوسری حدیث وانا ابن خمس سنین امام احمدؒ کی مؤید ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ تحمل کے لئے تو کوئی شرط نہیں، لیکن سماع کے لئے ادراک کی شرط ہے۔

حدیث نمبر ۷۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ مِنْ دَلْوٍ۔

ترجمہ، حضرت محمود بن الربیعؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کلی کا پانی یاد ہے جو آپ نے ڈول سے لے کر میرے منہ میں مارا تھا جبکہ میں پانچ سال کی عمر کا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ چونکہ آپؐ کے اس عمل سے ان کو تکلیف پہنچی تھی۔ اس لئے انہوں نے اسے یاد رکھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بچوں کے ساتھ ہنسی و مذاق جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ بھی ثابت ہوا کہ کلی کا پانی ناپاک نہیں بہرحال روایت سے یہ معلوم ہوا کہ تحمل کے لئے بلوغ شرط نہیں۔ البتہ اداءِ روایت کے وقت بلوغ شرط ہے۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کو متعدد جگہ مثلاً کتاب السنۃ۔ قطع الصلوٰۃ، مرور بین یدی المصف وغیرہ میں ذکر فرما کر مختلف مسائل ثابت فرمائیں گے۔

بَابُ الْخُرُوْجِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ فِي حَدِيْثٍ وَّاحِدٍ۔

ترجمہ، تلاش علم کے لئے سفر کرنا اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مہینہ بھر کا سفر حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی طرف محض ایک حدیث سننے کے لئے اختیار کیا۔

حدیث نمبر ۷۶ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوْسٰى فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّيْ تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى الَّذِيْ سَأَلَ السَّبِيْلَ إِلٰى لُقِيِّهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ فَقَالَ أُبَيٌّ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اللہ علیہ وسلم یذکر شانہ یقول بینما موسیٰ فی ملاء من بنی اسرائیل اذ جاءہ رجل فقال ھل تعلم احدا اعلم منک قال موسیٰ لا فاوحی اللہ الی موسیٰ بلیٰ عبدنا خضر فسال السبیل الی لقیہ فجعل اللہ لہ الحوت اٰیۃ وقیل لہ اذا فقدت الحوت فارجع فانک ستلقاہ فکان موسیٰ یتبع اثر الحوت فی البحر فقال فتی موسیٰ لموسیٰ ارءیت اذ اوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت وما انسٰنیہ الا الشیطٰن ان اذکرہ قال موسیٰ ذٰلک ما کنا نبغ فارتدا علیٰ اٰثارھما قصصا فوجدا خضرا فکان من شانھما ما قص اللہ فی کتابہ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا اور حر بن قیس فزاری کا صاحب موسیٰ کے بارے میں اختلاف ہوا۔ اچانک حضرت ابی بن کعبؓ کا ہمارے پاس سے گذر ہوا۔ میں نے ان کو بلا کر عرض کیا کہ میرا اور میرے اس ساتھی کا صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف ہوا جن سے ملاقات کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ راستہ دریافت کیا تھا۔ کیا آپ نے اس بارے میں آنحضرت رسول اللہ صلعم سے کچھ سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے ان کے بارے میں سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا کہ کیا آپ اپنے سے زیادہ علم والے کو جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں میرے سے اعلم کوئی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ کیوں نہیں میرا ایک بندہ خضر علیہ السلام اعلم ہے۔ تو ان سے ملاقات کا راستہ دریافت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو نشانی قرار دیا کہ جب مچھلی گم ہو جائے تو آپ واپس لوٹیں عنقریب آپ کی ان سے ملاقات ہو جائے گی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں مچھلی کا نشان تلاش کرنے لگے جس پر موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نوجوان یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے جب ہم ایک پتھر کے پاس آرام کر رہے تھے، تو مچھلی کو بھول گیا۔ اور یہ مچھلی کا ذکر بھلوا دینا شیطان کی کارگذاری ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی تو ہمارا منزلِ مقصود تھا جس کو ہم طلب کر رہے تھے چنانچہ یہ دونوں اپنے نشان قدم پر واپس لوٹے اور خضر علیہ السلام کو پا لیا۔ باقی قصہ ان کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ مصنف ؒ اس باب سے طلب علم کے لئے سفر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ آپ نے

سفر کو فقط ۔۔ ن النذر فرمایا ہے اور لا تشد الرحال الا الی ثلث اور یہ بھی آپؐ نے فرمایا کہ حاجت پوری ہونے کے بعد فوراً گھر واپس آنا چاہیئے۔ حضرت جابرؓ نے یحشر اللہ العباد والی روایت کو آپؐ سے بلا واسطہ نہیں سنا تھا۔ اور نہ ہی اہل مدینہ کو یاد تھی۔ صرف حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو یاد تھی، جس کے لئے شد رحال کرکے انہوں نے دمشق کا سفر اختیار کیا۔

یتبع اثر الحوت الخ اس میں اختلاف ہے کہ اتباع اثر حوت کہاں ہوا ہے۔ آیا صخرہ کے بعد یا ابتداء میں روایت سے آخری صورت معلوم ہوتی ہے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ یتبع اثر الحوت لدی الرجوع الی الصخرۃ یعنی واپسی پر جبکہ صخرہ کے پاس پہنچے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اتباع اثر حوت زنبیل میں تھا اور فی البحر کے معنی من جانب البحر کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ہر وقت زنبیل میں دیکھتے تھے اور پیچھے لگنے کے معنی خیال کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب میں امام بخاریؒ نے یہ بتلایا ہے کہ صحابہ کرام اعلم الناس تھے، آنحضرت صلعم سے علم حاصل کئے ہوئے تھے۔ اور دیگر صفات کے باوجود ایک ایک حدیث کے لئے لمبے لمبے سفر کرتے تھے الی غیرہٖ۔ تو معلوم ہوا کہ طلب علم کے لئے سفر کرنا مندوب ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوچ کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس حدیث سے یہ ثابت فرمادیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تحصیل علم کی خاطر اپنے مقام سے نکلے ہیں۔

بَاب فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ۔

حدیث نمبر ۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْہُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَ مِنْہَا نَقِیَّۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَتْ مِنْہَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِہَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْہَا طَائِفَۃً اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِی الدِّیْنِ وَنَفَعَہٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِسْحٰقُ عَنْ اَبِیْ اُسَامَۃَ وَکَانَ مِنْہَا طَائِفَۃٌ قَیَّلَتِ الْمَاءَ قَاعٌ یَعْلُوْہُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِیْ مِنَ الْاَرْضِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ ہدایت اور علم وحی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس کثیر بارش کی طرح ہے۔ جو ایک زمین کو پہنچی جو صاف ستھری ہے کہ اس نے پانی کو قبول کر لیا بہت سی خشک اور تر گھاس کو اگا یا۔ اور بعض زمینیں ایسی سخت ہیں کہ اس نے پانی کو تو روک لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا کہ انہوں نے خود بھی پانی پیا دوسروں کو پلایا اور کھیتی باڑی میں بھی لگایا۔ اور بارش زمین کے ایک دوسرے ایسے حصے کو پہنچی جو چٹیل میدان ہے کہ نہ اس نے پانی کو روکا اور نہ ہی گھاس اگائی۔ پس یہ مثال اس شخص کی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین میں سمجھ پیدا کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو علم و ہدیٰ مجھے دے کر بھیجا ہے اس سے نفع پہنچایا کہ خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور اس شخص کی مثال جس نے اس علم کی طرف سر بھی نہیں اٹھایا۔ اور نہ ہی اس نے اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ امام بخاریؒ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد حضرت اسحاق نے حضرت ابو اسامہ سے نقل کیا ہے کہ اس زمین میں سے ایک ٹکڑا ایسا چٹیل بھی ہے جس پر پانی چڑھ گیا۔ اور قرآن میں قاعًا صَفْصَفًا کے یہی معنی ہیں صفصف ہموار زمین کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ زمین کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک وہ زمین جو کھیتی کے قابل ہو کہ اس سے کھیتی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور دوسری وہ جس سے کھیتی پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ شور زمین ہے۔ پھر جو زمین کھیتی کے قابل ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو سہل اور نرم ہوتی ہے۔ جو پانی کو چوس لیتی ہے۔ پھر اس سے کھیتی باڑی اگتی ہے اور دوسری زمین وہ ہے جو سخت ہے۔ پانی کو چوستی نہیں البتہ پانی کو محفوظ کر لیتی ہے جانور انسان چرند، پرند اس سے پانی پیتے ہیں۔ اور کھیتی بھی سیراب کرتے ہیں۔ اس طرح اہل علم کی بھی تین حالتیں ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے احادیث کو سنا اور استخراج مسائل کیا جیسے مجتہدینؒ بظاہر یہ استخراج مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایک ایک روایت سے سینکڑوں مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ دوسرا اہل علم کا وہ طبقہ ہے جو استخراج کی قوت تو نہیں رکھتا مگر احادیث کو محفوظ کر لیا۔ مجتہدین اس سے استخراج کریں گے۔ جیسے محدثین کی جماعت اور تیسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے علم نبوی کو نہ تو جذب کیا اور نہ محفوظ کیا بلکہ علو نبوی کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ جیسے امراء، جہلاء اور کفار یہاں مثال کو ممثل لہ کے ساتھ بالکل مطابقت ہے کہ زمین کی تین قسم ہیں اسی طرح اہل علم کی بھی تین قسم ہیں۔ نقیۃ وہ زمین جو شور نہ ہو بلکہ طیبہ ہو۔ کلاء گھاس کو کہتے ہیں خواہ وہ

تر ہو یا خشک اور عشب تر گھاس کو کہتے ہیں قیعان قاع کی جمع ہے۔ وہ سخت زمین جس پر پانی نہ ٹھہر سکے۔ یہ زمین اپنے اندر گڑھا نہ ہونے کی وجہ سے پانی کو نہیں روک سکتی اور اپنے میں شبر بینی نہ ہونے کی وجہ سے انبات نہیں ہوتا۔ اس پر اشکال ہے کہ ممثل اور ممثل لہ میں تین چیزیں ہونی چاہئیں، جب زمین کی تین قسمیں ہیں اور آپ اپنے لائے ہوئے علم کو زمین سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جب ممثل کی تین قسمیں ہیں تو ممثل لہ کی دو قسمیں کیوں ذکر کی گئیں۔ تو تطبین کی صورت یہ ہے کہ درحقیقت ممثل اور ممثل لہ دو ہیں۔ آپؐ نے کمثل الغیث الکثیر کا مقابل منہا اجادب فرمایا ہے اور غیث کثیر کی دوسری قسم منہا نقیۃ قبلت الماء اور ممثل لہ بھی دو ہیں ایک ینفع اللہ بھا اور دوسرا اجادب تو نقیۃ کا مقابل اجادب ہوا۔ اور ممثل لہ بھی دو قسم ہیں غایۃ ما فی الباب ممثل لہ کی دو قسموں کی ایک قسم کرلی گئی یعنی نرم زمین ہے جو پانی چوس لیتی ہے اور دوسری وہ سخت زمین ہے جو پانی کو نہیں چوستی اور اصاب ارضاً کے مقابل اصاب منہا طائفۃ اخریٰ ہے یعنی قیعان ہے۔ لفظ اصاب کا اعادہ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ارض نافعۃ کا مقابل قیعان ہے۔ یعنی ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنہوں نے ہدایت کو قبول کیا۔ اور بعض نے قبول نہ کیا۔ لفظ اصاب اور مثل کا مکرر لانا تقسیم ثنائی پر دلالت کرتا ہے۔ اور پھر پہلی تقسیم کی تمثیل سے کوئی بحث نہیں، دوسری توجیہ یہ ہے کہ تقسیم ثلاثی ہے۔ کہ غیر قیعان کی دو قسمیں ہیں۔ اور قیعان تیسری قسم ہے۔ اب مثل لہ میں تھوڑی سی تقریر کرنی پڑے گی کہ نفعہ بما بعثنی اللہ الخ میں واؤ وغیرہ کو بعد مثل کے محذوف ماننا جائے گا۔ قاع یعلوہ الماء مصنفؒ کا طریقہ ہے کہ کوئی لفظ قرآنی روایت کے مطابق آجائے۔ تو روایت سے اس کی تفسیر کر دیتے ہیں۔ قاعا صفصفا کی تفسیر اس قیعان سے کردی۔ کہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ تعلّم کی فضیلت مسلّم اور علم کے فضائل تسلیم مگر بقائے علم تعلیم سے ہوتا ہے۔ تو گویا اس باب سے تعلیم کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ مثل ما بعثنی اللہ الخ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعہ عالم اور غیر عالم کے فرق کو سمجھایا ہے کہ جو علم و ہدایت میں لے کر آیا ہوں اس کی مثال کثیر بارش کی سی ہے جب نازل ہوتی ہے۔ تو تین طرح کی زمینوں پر پڑتی ہے ایک تو وہ زمین جس میں نرماہٹ اور نرمی بہت ہے۔ کہ بارش ہوتی۔ اس نے پانی چوس لیا۔ اور پھر گھاس سبزہ پھل پھول اگائے یہ ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی مثال ہے کہ ان لوگوں نے احادیث کو پی لیا پھر اصول و فروع کے پھل پھول اگائے۔ اور مسائل کے بیل بوٹے لگائے اب ان سے حسد تنا کا سوال ہی نہ کرنا چاہئے انہوں

توسب کچھ تمہارے سامنے سنوار کر رکھ دیا اور ترتیب دے دی۔ اور دوسری زمین وہ ہے۔ جو نرم تو نہیں بلکہ سخت ہے۔ مگر اس میں نشیب ہے جیسے تالاب وغیرہ کہ اس میں پانی جمع ہوگیا۔ لوگ اس سے منتفع ہوتے۔ یہ مثال محدثین کی ہے۔ کہ وہ احادیث کے ذخائر جمع کر دیتے ہیں۔ اور مجتہدین ان کو لے کر اور پی کر مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ جیسے امام بخاریؒ وغیرہ اور تیسری زمین ایسی ہے کہ نہ تو پانی چوس کر پھل پھول اگاتی ہے اور نہ ہی پانی روکتی ہے۔ بلکہ چٹیل میدان ہے۔ یہ ان دونوں کے علاوہ کی مثال ہے۔ یعنی اس شخص کی جو نہ خود علم حدیث میں مشغول ہوا۔ اور نہ علم کو پھیلایا۔ اب آگے چل کر روایت میں اختصار ہوگیا۔ کہ حدیث میں مشبّہ کی صرف دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک قسم وہ جس کو فکان منھا نقیۃٌ سے تعبیر کیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ جس کو مثل من لم یرفع بذلک راساً سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ مشبہ بہ کی طرح یہاں بھی تین انواع کا ذکر ہونا چاہیئے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلعم کے پیش نظر افادہ اور استفادہ تھا۔ اس لئے پہلی دو قسموں کو یعنی جس نے پانی پی لیا اور جس نے جمع کیا دونوں کو ایک شمار کر لیا۔ کیونکہ یہ دونوں قسمیں نافع ہونے میں برابر ہیں اس لئے کہ علمی بارش سے دونوں سیراب ہیں اگرچہ نفع کی نوعیت مختلف ہے۔ اور یہ تیسری زمین نے چونکہ کوئی نفع نہیں دیا اس لئے اس کے ساتھ ان لوگوں کو تشبیہ دی۔ جن سے کوئی افادہ اور استفادہ نہیں اور یہ لوگ کافر وجاہل ہیں لہٰذا اب اعتراض مندفع ہوگیا۔ کہ جانب مشبہ میں تین چیزیں اور جانب مشبہ بہ میں صرف دو ہیں۔

قال ابو عبد اللّٰہ یہاں سے امام بخاریؒ اختلافِ روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں قَیَّلَت یابُ التحتانیہ ہے اور دوسری روایت میں قبلت بالبُ الموحدۃ ہے دونوں کے ایک معنی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قیّلت البعیر ای اونٹ نے پانی پیا۔ تو قیلت کے معنی پانی پینے کے ہیں۔ وہی یہاں قبلت سے مراد ہے۔ والصفصف المستوی من الارض امام بخاریؒ جس طرح حافظ حدیث ہیں۔ خوش قسمتی سے اس سے کہیں زیادہ حافظ قرآن ہیں۔ اور آپ کی عادت مستمرہ ہے کہ جب کوئی لفظ حدیث میں آجاتے یا اور کہیں آجاتے اور اسی کے ساتھ وہ لفظ کہیں قرآن شریف میں بھی آیا ہو۔ تو امام بخاریؒ اس کی تفسیر کرتے ہیں اور اس جدید لغت کے معنی اور مفہوم سمجھا دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ جیسے مجھے قرآن پاک حفظ ہے تو دوسرے پڑھنے والے بھی ایسے ہی حافظ ہوں گے اس لئے صرف اس لفظ کو جس کی تفسیر کرنا ہوتی ہے ذکر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث باب میں قیعان کا لفظ آیا ہے۔ اور اس کا واحد قاع

ہے۔ اور قرآن شریف میں آتا ہے ویذرھا قاعاً صفصفا اس لئے امام بخاریؒ نے اوّلاً قاع کی تفسیر یعلوہ الماء سے فرمائی۔ کہ جس پر پانی نہ رکتا ہو بلکہ گذر جاتا ہو۔ چونکہ صفصف بھی آیت میں مذکور ہے اس لئے اس کی تفسیر بھی فرما دی کہ المستوی من الارض ہموار زمین

باب رَفْعِ الْعِلْمِ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ وَقَالَ رَبِيْعَةُ لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ عِنْدَهٗ شَيْءٌ مِّنَ الْعِلْمِ أَنْ يُّضَيِّعَ نَفْسَهٗ ،

ترجمہ، علم کے اٹھ جانے اور جہالت کے غلبہ میں اور حضرت ربیعہؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس علم کا کوئی حصہ ہو تو اسے لائق نہیں کہ اپنے آپ کو ضائع کرے۔

حدیث نمبر ۸۰ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ الخ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم دین اٹھ جائے گا اور جہالت قرار پکڑے گی اور شراب پی جائے گی اور زنا کا غلبہ ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ رفع علم کا ذکر کیا گیا حالانکہ کتاب العلم ہے دوسرے اس کا کوئی حکم بیان نہیں فرمایا تو کہا جائے گا کہ یہاں عبارت محذوف ہے۔ چونکہ آپ کا ارشاد ہے بلغوا عنی ولو آیۃ تو مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ باب افشاء العلم لئلا یرفع العلم ویظہر الجہل چونکہ جیسے فشو بھی زنا کا بھی علامات قیامت میں سے ہے ایسے رفع علم اور ظہور جہل بھی علامات ساعۃ میں سے ہے۔ لہٰذا ارتفاع علم کو روکنا چاہیئے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو حضرت ربیعہ نے کہی کہ علم کی تبلیغ کرو، اور علم کو ظاہر کرو۔ مصنفؒ کا مقصود خبر دینا نہیں ہے کیونکہ اس کو تو کتاب الفتن میں بیان کیا جائے گا یہاں ترغیبا الی العلم مقصود ہے۔ اور یہ کہنا ہے کہ جہاں تک ہو سکے رفع علم کو روکو۔ اور ان کے نہ ہونے میں کوشش کرو۔ ہماری جدوجہد یہ ہونی چاہیئے کہ زنا ظاہر نہ ہو۔ اگر ظاہر ہو جائے تو ہمارا قلب فارغ ہوگا۔ حضرت انسؓ کے لئے آپؐ نے تین چیزوں کی برکت کی دعا فرمائی تھی کثرتِ مال، کثرتِ عمر اور کثرتِ اولاد۔ حضرت انسؓ کو اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کی گنتی معلوم نہ تھی۔ ان کی بیٹی نے ان کی وفات سے چالیس دن پہلے خبر دی کہ ایک سوتیس مر چکے ہیں۔ اور اس سے زائد باقی ہیں۔ الخ

حدیث نمبر ۸۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَّقِلَّ

الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ بیان کروں جو میرے بعد تمہیں کوئی نہیں بیان کرے گا۔ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور زنا کا بھی غلبہ ہوگا۔ عورتیں بہت ہو جائیں گی اور مرد تھوڑے ہوں گے یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لئے ایک ہی منتظم ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ "تکثر النساء" کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ قتل و قتال بہت ہوگا مرد لوگ قتل کر دیئے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی۔ اور بعض نے کہا تکثر النساء کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں کثرت سے ہوں گی یعنی ان کا توالد کثرت سے ہوگا۔ اور رجال کا توالد قلیل ہوگا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا نکاح جلدی سے نہ کیا۔ ہر ایک اپنی شہوت کو نہیں روک سکتا۔ جلق کریں گے۔ اغلام بازی ہوگی زنا کی کثرت ہوگی۔ جس سے قوت رجولیت کم ہو جاتی ہے جب بدیر نکاح کیا تو عورت اپنی قوت پر تھی اس کی منی غالب آئے گی تو لڑکی پیدا ہوگی۔ جس سے کثرت نسا ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، چونکہ امام بخاریؒ نے باب سابق میں یہ بتلایا تھا کہ بقاء علم تعلیم سے ہوتا ہے تو اب یہاں بقاء پر مشہورہ بضدھا تتبین الاشیاء بطور توضیح کے فرماتے ہیں۔ کہ بقاء علم اس وقت ہوگا۔ جبکہ اس کے موانع کو رفع کر دیا جائے۔ اور ظہور جہل اور رفع علم سے بچا جائے۔ لیکن میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اس باب کو پہلے باب کا تکملہ بنا دیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ وہاں تو فضیلت علم و تعلیم بیان کی تھی۔ اب یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تعلیم نہایت ضروری ہے ورنہ علم اٹھ جائے گا۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

قال ربیعۃ لا ینبغی لاحد الخ اضاعت نفس کے بارے میں علماء کے چند اقوال ہیں۔ اوّل یہ کہ تعلیم و تدریس نہ کرے اس سے وہ علم ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ علم تدریس سے باقی رہتا ہے۔ اور اضاعتِ علم میں اضاعتِ نفس ہے۔ اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اگر صاحبِ فضل و کمال ہو۔ تو اس کو اپنا فضل ظاہر کرنا چاہیئے۔ یہ نہ چاہیئے کہ غلط تواضع اختیار کرے کہ میں تو حقیر فقیر ہوں مجھے کچھ نہیں آتا اور لوگ اس کے قول پر اعتماد کر کے اس سے تعلیم نہ حاصل کریں۔ بلکہ ان سے کہنا چاہیئے کہ مجھ سے بخاری پڑھو

اور تیسرا قول یہ ہے جو کہ میرے نزدیک زیادہ راجح ہے۔ کہ اہل علم کو چاہیئے کہ وہ اپنے کو زرخرید نہ سمجھیں اور تنخواہوں پر نہ مریں۔ کہ اگر تنخواہ نہ ہو تو تعلیم ہی چھوڑ دیں بلکہ تعلیم و تدریس اللہ کے لئے ہو۔ اور تنخواہ یہ سمجھ کرلے کہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ کفاف کے لئے لیتا ہوں اگر تم دنیا کو ٹھوکر مارو گے تو یہ دنیا خود تمہارے قدموں میں آکر رہے گی۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ ایسوں کے سامنے علوم بیان کرے جو ان کے اہل نہ ہوں اور ان کو نہ سمجھ سکیں۔ تو گویا یہ خود علم کو ضائع کرتا ہے۔ یہ توجیہ اگرچہ اس مقام کے مناسب نہیں لیکن اس عبارت کا یہ اچھا مطلب ہے اور پانچواں قول یہ ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے۔ کیونکہ دس بارہ سال میں حاصل ہونے والے علم کو ضائع کر دینا اپنے آپ کو ضائع کر دینا ہے۔ دوسری حدیث میں لا احدثکم الخ یہ جملہ اکثر جگہ آجاتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ہی ایک حدیث کو تم سے بیان کردوں گا۔ اور کسی کو یہ حدیث معلوم نہیں تاکہ وہ بیان کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے میرے بعد یہاں بصرہ میں کوئی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حدیث بیان نہیں کرے گا۔ اور اس کے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت صرف چند صحابہ ادھر ادھر رہ گئے تھے۔ اور بصرہ میں ان کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ کیونکہ یہ آخرھم موتا بالبصرہ ہیں یعنی بصرہ میں صحابہ کرام سے آخری فوت ہونے والے صحابی ہیں۔ تکثر النساء کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لڑائیاں ہوں گی۔ رجال قتل کئے جائیں گے عورتیں رہ جائیں گی یہاں تک کہ ایک آدمی کے ذمہ بہت سی عورتیں آجائیں گی کیونکہ اعزہ و اقربا سب قتل ہو جائیں گے۔ ان کے بیوی بچے سب اس کے ذمہ ہوں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب تک مردوں میں قوت مردی زیادہ ہوگی۔ تو مردوں کی پیدائش ہوگی لیکن بعد میں لوگوں کی آوارگی کی وجہ سے قوت مردی کمزور ہو جائیں گی۔ تو عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔ تو گویا مردوں کی آوارگی کی طرف اشارہ ہے۔

باب فَضْلِ الْعِلْمِ۔

حدیث نمبر ۸۰ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰى اِنِّیْ لَاَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ اَعْطَيْتُ فَضْلِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمَ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے اس اثنا میں کہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا جس کو میں نے اس قدر

پیا کہ میں سمجھنے لگا کہ سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا پس خوردہ حضرت عمر بن خطابؓ کو دے دیا صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ صلعم اس کی آپ نے کیا تعبیر دی۔ آپ نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔

تشریح از شیخ مدنی "اس جگہ فضیلت علم سے مراد زیادہ علم ہے۔ تو تکرار لازم نہ آئے گا۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے ابواب میں علما کی فضیلت بیان ہوئی اب نفسِ علم کی فضیلت بیان ہو رہی ہے۔ مگر عمدہ توجیہ وہی ہے کہ زیاتی علم کو بیان کرنا ہے جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً تاجر کو مزارعۃ۔ محاقلات وغیرہ کے مسائل کی ضرورت نہیں جیسے آجکل کتاب العتق وغیرہ کی ضرورت نہیں ایسے ایک کتاب کی کئی جلدیں بھی زیادتی علم ہے اس کو مصنفؒ بیان فرماتے ہیں یعنی عالم مثال میں علم دودھ صورت اختیار کرتا ہے۔ ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زائد علم دوسرے کو دے دو

تشریح از شیخ ذکریا۔ یہاں جو حدیث مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم نے خواب میں دودھ کا ایک پیالہ دیکھا جسے آپ نوش فرما رہے ہیں اور اتنا نوش فرمایا کہ اس کی تراوٹ انگلیوں تک پہنچ گئی پھر آپ نے بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دے دیا۔ اب باب کے متعلق بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ اصل باب تو یہی ہے اور جو کتاب کے شروع میں آیا تھا۔ وہ کاتب کی غلطی سے لکھا گیا، اور یہاں روایت بھی ہے۔ لہٰذا تکرار نہیں ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں جگہ فضل فضیلت کے معنی میں ہے۔ مگر اول باب میں فضیلت علماؔ اور اس باب سے فضیلت علم ثابت فرمائی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ وہاں فضیلت کلیہ تھی اور یہاں فضیلت جزئیہ بیان کرنی مقصود ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ وہاں فضل فضیلت کے معنی میں ہے اور یہاں فضلہ اور زائد کے معنی میں ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے۔ کہ اول کتاب میں جو فضل آیا ہے اس سے فضل بمعنی الفضیلۃ مراد ہے اور یہاں زیادتی اور بہتات کے معنی میں ہے۔ اب جب کہ یہاں فضل سے زیادتی اور بہتات مراد لی گئی ہے۔ تو پھر علما قائلین بمعنی الزیادۃ کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہاں فضل کے مصدری معنی مراد ہیں یعنی زیادہ ہونا اس وقت باب فضل العلم کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ ہر چیز میں قناعت محمود ہے۔ مگر علم میں محمود نہیں۔ بلکہ اس کو خوب زیادہ حاصل کرنا چاہیئے۔ جیسے حضور پاک صلعم جو تھوڑا سا کھانا تناول فرمانے والے تھے جب دودھ پینا شروع کیا تو اتنا پیا کہ ناخن سے نکلنے لگا۔ اور اس کی چکناٹی کا اثر انگلیوں تک میں آ گیا اور دودھ کو حضور پاک صلعم نے علم سے تعبیر فرمایا ہے۔ تو معلوم ہوا علم میں زیادتی مطلوب ہے اور دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ فضل بمعنی زیادہ ہے مگر یہاں مفعول کے معنی میں

ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس علم زیادہ ہو۔ تو کسی اور کو دے دے مثلاً حاجت سے زائد کتابیں ہوں تو کسی مدرسے میں دیدے۔ کسی کو پڑھا دے جیسے حضور اقدس صلعم کی حاجت سے دودھ زیادہ ہوا تو حضرت عمرؓ کو دیدیا اور بعض علما کی رائے یہ ہے کہ فضل زیادہ کے معنی میں ہے مگر باب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا ہو کہ اس کو کسی خاص علم کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ تو وہ اس سے اعراض نہ کرے۔ بلکہ اس کو حاصل کرکے دوسرے کو سکھا دے مثلاً مقعد ہے (لولا) لنگڑا۔ کہ اس کو جہاد کرنے کی تو طاقت نہیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ مجھ کو جہاد تو کرنا نہیں تو پھر جہاد کا علم سیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسا نہ کرے بلکہ سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ اسی طرح عتاق کا مسئلہ ہندوستان و پاکستان ہیں کہ یہاں تو اس کی ضرورت نہیں کیونکہ ترقیق یعنی غلام بنانا قانوناً بند ہے مگر یہ سوچ کر کہ یہاں کیا ضرورت ہے ایسا نہ کرے۔ بلکہ سیکھے اور دوسروں کو سکھا دے ممکن ہے کہ آئندہ کام آ جائے اس باب کی پانچ وجوہ ہوگئیں۔ ایک تو وہی شراح والی کہ اصلی یہی باب ہے۔ دوسری علامہ عینی کی تیسری حضرت گنگوہی والی چوتھی اور پانچویں کہ فضل زیادت کے معنی میں لیتے ہیں پھر ان میں دو گروہ ہیں۔

بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ اَوْ غَيْرِهَا۔

حدیث نمبر ۸۱ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْاَلُوْنَهُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔ (الحدیث)

ترجمہ باب، جانور وغیرہ کی پیٹھ پر سوار ہو کر فتویٰ دینا۔

ترجمہ حدیث، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلعم حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کے لئے منیٰ میں ٹھہر گئے کہ آنحضرت صلعم سے سوال کرتے تھے چنانچہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ حضرت مجھے علم نہیں تھا۔ کہ میں نے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ ذبح کرو کوئی حرج نہیں ہے۔ دوسرے نے آکر کہا کہ بے علمی میں میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کو ذبح کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ کنکری پھینکو کوئی حرج نہیں۔ غرضیکہ جناب نبی اکرم صلعم سے جس چیز کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ آگے پیچھے ہوگئی۔ تو آپ نے فرمایا کر گذرو کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ، علوم کے نشر کے وقت اور فتویٰ دینے کے وقت وقار اور عزت سے رہنا چاہیئے یا ہر حالت میں فتویٰ دیا جائے تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ فتویٰ دینے کے لئے کسی مکان، زمان اور ہیئت کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر حالت میں فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت صلعم سے مناسک حج کی تقدیم و تاخیر کے متعلق پوچھا جاتا ہے آپ ناقہ پر سوار تھے اسی حالت میں جواب دیا

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب کی کیا غرض ہے، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ تنبیہہ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی ذی علم راستہ میں چلا جا رہا ہے یا سوار ہو تو لوگوں کو اس سے مسئلہ پوچھنا جائز ہے اور بعض کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ مفتی کو تنبیہہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس سے اس حال میں مسئلہ پوچھے کہ وہ سوار ہو کر کہیں جا رہا ہو، تو مسئلہ تبلا دینا چاہیئے اور بعض شراح کی رائے ہے کہ امام مالکؒ سے منقول ہے کہ علم کو وقار اور سکینہ کے ساتھ سکھلانا چاہیئے۔ ایسے راستہ چلتے ہوئے فتویٰ نہ دے تو امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں کہ اگر اتنی شروط لگاؤ گے تو بسا اوقات مسئلہ ہی معلوم نہ ہوسکے گا اور میری رائے یہ ہے کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے جو مشکوٰۃ شریف میں بھی درج ہے کہ حضور اقدس صلعم نے جانور پر سوار ہونے کی حالت میں بات چیت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ اگر کسی کو بات کرنی ہو۔ تو اتر کر کرے تاکہ اتنی دیر جانور آرام کرے۔ تو حضرت امام بخاریؒ اس سے اس صورت کو مستثنیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ پوچھے اور اس سوال و جواب میں کچھ دیر لگ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے قضا و افتا میں فرق بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قاضی اگر راستے چلتے ہوئے فیصلہ کردے تو وہ معتبر نہ ہوگا بلکہ اس کو دار القضا میں فیصلہ کرنا ضروری ہے بخلاف فتویٰ کے کہ وہ جائز ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف فی حجۃ الوداع الخ

اب یہاں سوال یہ ہے کہ ترجمہ روایت کے کس جزء سے ثابت ہوا کیونکہ وقوف سے توقوف علی الدابۃ لازم نہیں آتا اور روایت میں وقوف علی الدابہ کا کہیں ذکر نہیں۔ اس لئے بعض علماء کی رائے تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے ترجمہ کے دو جزء تھے۔ ایک وقوف علی الدابۃ اور دوسرا او غیرھا تو یہاں پر دوسرا جزء او غیرھا ثابت ہوگیا۔ اور جزء اول کو قیاساً ثابت فرما دیا۔ مگر بعض شراح کی رائے یہ ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاریؒ تشحیذ اذھان بھی کرتے ہیں۔ وہ تمہیں محدث بنانا چاہتے ہیں۔ اور تمہارے اندر قوت مطالعہ بیدار کرنا چاہتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی کیا ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث کے اندر وقف عام ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے وقف علی الدابۃ مراد ہو یا وقف علی غیر الدابۃ تو گویا عموم سے استدلال کیا گیا۔ ان سب جوابوں کے بعد میرا جواب

یہ ہے کہ بخاری میں ص۲۳۲ پر یہی حدیث پھر آرہی ہے۔ اور وہاں وقف علے ناقتہ پورا جملہ آیا ہے تو امام بخاریؒ نے یہاں روایت مختصر ذکر فرمائی ہے ورنہ وقف سے یہاں بھی وقف علے الناقہ ہے۔

بَابُ مَنْ اَجَابَ الْفُتْيَا بِاِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّاْسِ۔

ترجمہ اس شخص کے بارے میں جو فتویٰ کا جواب ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۸۲ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِيْ حَجَّتِهٖ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ فَاَوْمَا بِيَدِهٖ قَالَ وَلَا حَرَجَ وَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ فَاَوْمَا بِيَدِهٖ وَلَا حَرَجَ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم سے آپؐ کے حج کے دوران پوچھا گیا کہ میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے اور کہا کہ میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے۔ تو آپ نے بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جیسے آنحضرت صلعم تاکید کے لئے اپنے ہر فعل کو تین مرتبہ کرتے تھے ایسے آپؐ کے اشارہ بالید والراس سے اشارہ کرنا زیادہ ایضاح کے لئے تھا تو معلوم ہوا کہ بیان کے وقت ہاتھ اور راس سے اشارہ کرنا بھی جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب کے منعقد کرنے کی دو غرضیں ہیں ایک یہ کہ چونکہ آپؐ کی عادت شریفہ ہمیشہ ایک بات کو تین تین مرتبہ فرمانے کی تھی اشارہ بالیداس کے خلاف ہے تو یہاں سے اس کا اجواز اور ثبوت بیان کرنا مقصود ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ فتویٰ اور قضا کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں کہ ہاتھ اور سر کے اشارے سے نفیاً و اثباتاً فتویٰ دینا تو جائز ہے۔ مگر قضا میں جائز نہیں روایت وہی ہے جو گذر چکی۔

حدیث نمبر ۸۳ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْهَرْجُ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ فَحَرَّفَهَا كَاَنَّهٗ يُرِيْدُ الْقَتْلَ۔ (الحدیث)

ترجمہ، سالم تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا علم اٹھا لیا جائے گا جہالت اور فتنوں کا غلبہ ہوگا اور ہرج بہت ہوگا

کہا گیا اے اللہ کے رسول ہرج کیا چیز ہے تو آپؐ نے اپنے ہاتھ کو موڑتے ہوئے یا ہلاتے ہوئے اس طرح اشارہ فرمایا گویا آپؐ اس سے قتل مراد لیتے تھے۔

تشریحات واضح ہیں جو گذر چکی ہیں۔

حدیث نمبر ۸۴ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ اَسْمَآءَ قَالَتْ اَتَیْتُ عَآئِشَةَ وَهِیَ تُصَلِّیْ فَقُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ فَاَشَارَتْ اِلَی السَّمَآءِ فَاِذَا النَّاسُ قِیَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ قُلْتُ اٰیَةٌ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اَیْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتّٰی عَلَانِی الْغَشْیُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلٰی رَاْسِی الْمَآءَ فَحَمِدَ اللّٰهَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَكُنْ اُرِیْتُهٗ اِلَّا رَاَیْتُهٗ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا حَتَّی الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَاُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِكُمْ مِثْلَ اَوْ قَرِیْبًا لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَآءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ یُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوِ الْمُوْقِنُ لَا اَدْرِیْ اَیَّهُمَا قَالَتْ اَسْمَآءُ فَیَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی فَاَجَبْنَاهُ وَاتَّبَعْنَاهُ هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلٰثًا فَیُقَالُ نَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهٖ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَآءُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُهٗ۔

ترجمہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضؓ اپنی ہمشیرہ کے پاس اس وقت آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں تو میں نے پوچھا لوگ اس حال میں کیوں ہیں تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور لوگ کھڑے ہوئے تھے تو حضرت عائشہ رضؓ نے سبحان اللہ پڑھا تو میں نے کہا قدرتِ الٰہی کی نشانی ہے تو انہوں نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں نشانی ہے۔ تو میں بھی عورتوں کی صف میں کھڑی ہوگئی۔ یہاں تک کہ گرمی اور لمبے قیام کے سبب مجھ پر بیہوشی طاری ہونے لگی تو میں نے اپنے سر پر پانی پلٹنا شروع کر دیا۔ جناب نبی اکرم صلعم نے اللہ کی حمد اور ثنا بیان فرمائی۔ پھر فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو مگر وہ میں نے اس مقام پر دیکھ لی حتی کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی فرمائی کہ تم اپنی قبروں میں فتنہ مسیح دجال کے مثل یا اس کے قریب قریب مبتلا کئے جاؤ گے کہا جائے گا۔ کہ اس رجل کے بارے میں تمہارا کیا یقین تھا۔ لیکن مومن یا موقن کا لفظ حضرت اسماء نے استعمال فرمایا مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ ان دو میں سے کون لفظ تھا۔ بہر حال وہ مرد

مومن کہے گا وہ محمد اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی پیروی کی وہ محمد ہیں تین مرتبہ یہ کہے گا پھر جس پر کہا جائے گا تو ٹھیک ٹھاک سو جا ہمیں علامتوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ تو اس پر یقین رکھنے والا ہے۔ لیکن منافق یا شک کرنے والا نامعلوم حضرت اسماء نے ان میں سے کون سا لفظ فرمایا۔ بہرحال وہ منافق کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا البتہ لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا جس کو میں بھی کہتا ہوں۔

تشریح از مدنیؒ فاذا الناس قیام یہ جملہ معترضہ ہے۔ اس کا تعلق اتیت عائشہ سے ہے علاقی الغشی یہ غشی طاری ہونے کے ابتدائی لمحے تھے۔ بالکل غشی طاری نہیں ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے ہوش و حواس نہیں رہتے ورنہ یہ حالت بیان نہ کرتی۔ اور یہ غشی طولِ قیام اور کثرت حر کی وجہ سے تھی فجعلت اصب الخ اس وقت تک عمل کثیر ممنوع نہیں تھا یا ایسا طریقہ اختیار کیا کہ جس سے فعل کثیر لازم نہ آئے۔

رأیتہ فی مقامی ھذا اگر شبہ ہو کہ جنت اور دوزخ تو لیلۃ المعراج میں دکھلائی گئیں تھیں تو پھر حتی الجنۃ والنار کے کیا معنی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ رأیتہ فی الدنیا دوسری توجیہ یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کو آپ نے لیلۃ المعراج میں بصفت اخریٰ دیکھا تھا یہاں بصفت اخریٰ دیکھا ہے اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ حتی الجنۃ والنار جملہ محذوفہ کی غایت ہے ای رأیت الامور العظام حتی الجنۃ والنار۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ جتنی چیزیں آپ نے نہیں دیکھی تھیں ان سب کو آپ نے اس مقام پر دیکھا تو ان لوگوں کا استدلال ہے جو آپ کو عالم الغیب کہتے ہیں۔ لیکن ان کا اس سے استدلال صحیح نہیں اس لئے اس سے زیادہ سے زیادہ مرئیات کا علم ہوا مسموعات بجز اصوات وغیرہ کا علم تو معلوم نہیں ہوتا۔ دوسرے اگر مان بھی لیا جائے کہ آپ عالم کل شیئ ہو گئے۔ مگر اس سے دوام اور بقا معلوم نہیں ہوتی لادائماً کیونکہ واقعہ افک اور ادعیہ مقام محمود اس عموم کی نفی کرتے ہیں چنانچہ شراح فرماتے ہیں مما راٰی اللہ الخ

فتنہ دجال یہ فتنہ بطور امتحان کے ہوگا جس میں انسان کا کامیاب ہونا خوش بختی کی بات ہے کیونکہ دجال کے پاس آنے سے منع فرمایا گیا۔ اس لئے کہ وہ چند امور باطنہ کا انکشاف کرے گا جن کی وجہ سے انسان متحیر ہو کر امتحان میں مبتلا ہو جائے گا۔ ھذا الرجل بعض حضرات کہتے ہیں کہ درمیانی حجاب اٹھا کر بعد ازاں سوال ہوگا۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہذا کا ارشارہ معہود فی الاذہان کی طرف ہے۔ اور وہ آپ کی

بعثت ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ ھذا الرجل کا اشارہ ان لوگوں کے لئے ہے جو آپؐ کے زمانہ میں موجود تھے۔ بقیہ لوگوں سے من ربك ومن نبيك کہہ کر سوال کیا جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ھذا الرجل کی بجائے ما علمك برسول الله کہا جاتا تو مناسب تھا۔ ایسا نہیں کہا گیا تا کہ کہیں اس کو تلقین پر محمول نہ کردیں کہ یہ آپؐ کی تعظیم کر رہا ہے۔ لہٰذا مجھے بھی رسول اللہ کہنا چاہیئے۔ اما المنافق او المرتاب منافق کا ذکر تو ہوا کافر کا ذکر نہیں کیا گیا جو کہ منکر ہے تو بعض نے اس کا جواب دیا ہے کہ کفار سے سوال نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو علانیہ انکار کرتے تھے۔ ان سے اقرار بالرسالۃ پر امتحان کیسے ہوگا۔ منافق چونکہ اقرار کرتے تھے۔ اس لئے ان کا امتحان ہوگا۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ سوال سب سے ہوگا اور کافر لا ادری کہہ کر انکار کرے گا۔ اس سارے واقعہ میں اشارات ثابت ہیں جن سے جواز اشارہ ثابت ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس حدیث سے امام بخاریؒ جواز اشارہ بالید والرأس پر استدلال فرماتے ہیں حالانکہ یہ حدیث موقوف ہے حضرت عائشہؓ کا فعل اس میں مروی ہے تو گویا یہ حدیث امام بخاریؒ کی شرط کیخلاف ہوگئی اس کا جواب یہ ہے کہ ایک روایت میں آپؐ کا ارشاد ہے۔ انی اراکم من خلفی تو یہاں نماز میں حضور پاک صلعم نے حضرت عائشہؓ کے اس معاملہ کو دیکھ لیا ہے۔ تو تقریر ثابت ہوگئی اور جس فعل پر آپؐ کی تقریر ثابت ہوجائے وہ معتبر اور قابل استدلال ہے۔ قلت آیۃ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ کوئی علامت حادثہ کی تو پیش نہیں آئی۔ فاشارت براسہا یہ اشارہ بالرأس ہوگیا مامن شیئ الخ یعنی اس وقت مجھ کو عالم ملکوت کی اشیاء نظر آئیں۔ مثل اوقریب الخ حضرت اسماءؓ کی شاگرد حضرت فاطمۃؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میری استانی حضرت اسماءؓ نے مثل فتنہ الدجال کہا تھا یا قریب من فتنۃ الدجال کہا اور فتنۃ الدجال کے قریب یا مثل ہونے سے اس لئے تشبیہ دی۔ کہ یہ فتنہ مشہور فتنہ ہے حضرت نوحؑ ہی کے زمانے سے انبیاء علیہم السلام اس فتنہ سے ڈراتے رہے ہیں۔

ما علمك بھذا الرجل اس میں اختلاف ہے کہ اس اشارہ کا مشار الیہ کیا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ ھذا الرجل سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور وہ فرشتہ ما علمك بمحمد صلعم کہے گا۔ جیسا کہ بعض روایات کے الفاظ ہیں اور اس ابہام کے ساتھ اس وجہ سے کہے گا کہ وہ مقام بمقام امتحان ہے اور امتحان میں تعمیہ کیا جاتا ہے جس طرح ممتحن اپنے سوالات میں ابہام کیا کرتا ہے۔ اگر وہ فرشتہ یوں ہی کہہ دے کہ محمد صلعم کون ہیں تو وہ جان ہی جائے گا اور آسانی سے جواب دے دیگا۔ اس لئے فرشتہ بات کو چھپائے گا۔ مگر چونکہ مومن جانتا ہوگا کہ یہاں بجز

ربوبیت باری اور رسالت محمدی صلعم کے اور کسی چیز کا سوال نہیں ہوتا۔ اس لئے فوراً سمجھ جائے گا۔ اور جواب دے گا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ عالم برزخ میں چونکہ ہر شئی سامنے ہوتی ہے۔ درمیان میں کوئی حائل نہیں ہوتا اور تمام پردے دور کر دیئے جاتے ہیں۔ تو حضور پاک صلعم اپنے روضۂ اقدس سے نظر آئیں گے، جیسے کہ چاند اگرچہ اپنے مستقر پر ہے لیکن اسے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔ اور پھر فرشتہ حضور انور صلعم کی طرف اشارہ کر کے سوال کرے گا کہ یہ کون ہیں مسلمان جواب دے گا کہ یہ محمد صلعم ہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ شبیہ مبارک یعنی فوٹو سامنے لایا جائے گا۔ اور فرشتہ اس کی طرف اشارہ کر کے سوال کرے گا۔ ایسے تو ہر مومن نے آپؐ کی زیارت نہیں کی۔ لیکن قوت ایمانی کی وجہ سے اس وقت آپؐ کو پہچان لے گا۔ جیسے کہ خواب میں پہچان لیتا ہے، اب ٹیلیوژن نے مسئلہ حل کر دیا ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ حضور اقدس صلعم خود بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔ اور اس میں کوئی تعجب بھی نہیں جس طرح منکر نکیر اور ملک الموت قبر میں آسکتے ہیں حضور انور صلعم بھی تشریف لا سکتے ہیں اسی حال کے مناسب کسی نے کہا ہے ؎

کشتے کہ عشق دارد نگذاردت بایشاں
بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

باب: تَحْرِيضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَىٰ اَنْ يَحْفَظُوا الْاِيْمَانَ وَالْعِلْمَ وَ يُخْبِرُوْا مَنْ وَرَآءَ هُمْ وَ قَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ۔

ترجمہ، یہ باب اس بارے میں ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے وفد عبد القیس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایمان اور علم کی حفاظت کریں۔ اور اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کو جا کر اطلاع کریں۔ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ تم اپنے گھر والوں کے پاس جا کر انہیں اسلام کی تعلیم دو۔

حدیث نمبر ۸۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ اُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ الْوَفْدُ اَوْ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ اَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى قَالُوْا اِنَّا نَاْتِيْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيْدَةٍ وَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَلَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَاْتِيَكَ اِلَّا فِيْ شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ نُخْبِرُ بِهٖ مَنْ وَرَآءَنَا نَدْخُلُ بِهٖ

الجنۃ فامرھم باربع ونھاھم عن اربع امرھم بالایمان باللہ وحدہ قال ھل تدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وتؤتوا الخمس من المغنم ونھاھم عن الدباء والحنتم والمزفت قال شعبۃ وربما قال النقیر وربما قال المقیر قال احفظوہ واخبروہ من وراءکم۔ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابوجمرہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں اور حضرت ابن عباسؓ کے درمیان ترجمانی کرتا تھا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عبدالقیس کا قبیلہ کا ایک وفد جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون سا وفد ہے یا کون سی قوم ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قبیلہ ربیعہ کے لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا وفد یا قوم کا آنا مبارک ہو جو بغیر رسوائی اور شرمندگی کے حاضر ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بہت دور سفر سے آپ کے پاس حاضر ہو رہے ہیں۔ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ کفار مضر کا قبیلہ حائل ہے۔ بنابریں ہم آپ کے پاس صرف شہر حرام میں ہی آ سکتے ہیں۔ تو ہمیں اسلام کا ایک ایسا حکم فرمایئے جس کی اطلاع ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو دیں اور جس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہوں تو آنحضرت صلعم ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے روکا جن چار باتوں کا حکم دیا ان میں سے ایک ایمان باللہ بھی ہے۔ فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ ایمان باللہ وحدہٗ کیا چیز ہے۔ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرنا رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ مال غنیمت کا خمس ادا کرد۔ اور ان کو شراب کشید کے چار برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا۔ دبا۔ ختم، مزفت شعبہ فرماتے ہیں کہ کبھی۔ مزفت کے بدلہ المنقر فرمادیا۔ آخر میں فرمایا کہ ان احکام کو محفوظ کرلو۔ اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو ان کی خبر دو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اگرچہ احفظوہ واخبروہ کے حکم میں وفد عبدالقیس کی تخصیص تھی مگر مصنفؒ اس کو ترجمہ میں لاتے ہیں مقصد عموم ہے کہ جو کچھ تم سیکھو اسے خوب یاد کرو پھر اس کی تبلیغ کرو۔ تو اعلام اور حفظ دونوں مطلوب ہوئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ نئے نئے مسائل مستنبط کرنا امام بخاریؒ کا مقصد ہے اس لئے احادیث مکرر آتی رہتی ہیں چنانچہ یہ وفد عبدالقیس کی روایت پہلے بھی گذر چکی ہے۔ شراح حدیث نے اس باب کی غرض یہ بیان

فرمائی ہے کہ اس سے تبلیغ کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کیونکہ حضور پاک صلعم نے چند باتوں کی تعلیم دے کر فرمایا احفظو واخبروا من ورائکم تو گویا یہ بات بتلادی کہ علم حاصل کرے تو اس کو یاد رکھے اور دوسروں تک پہنچائے جس طرح حضور اکرم صلعم نے وفد عبدالقیس کو دوسروں تک پہنچانے کی ترغیب دی لیکن میرے نزدیک یہ غرض صحیح نہیں کیونکہ یہ غرض تو بخاری ہیں ص۱۳ پر باب یبلغ الشاھد الغائب کے ذیل میں آرہی ہے بلکہ میرے نزدیک امام بخاری کی اس باب سے غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی پورا عالم نہ ہو اور وہ تبلیغ کرے تو جائز ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلعم نے جن لوگوں کو یہ فرمایا اَخْبِرُوہ من ورائکم وہ لوگ تمام دینی باتوں سے واقف نہ تھے۔ ان کو صرف چار باتوں کا حکم چار سے منع فرما کر اس کی تبلیغ کا حکم فرمادیا۔ لہٰذا آجکل جو لوگ تبلیغی جماعت پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس کے اندر اکثر جاہل ہوتے ہیں یہ کیوں تبلیغ کرتے ہیں اور کیسے تبلیغ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے اعتراض کا جواب خود امام بخاریؒ اس باب سے دیئے گئے ہیں، اور بعض نے جو یہ غرض بتائی ہے کہ ایک دوسری حدیث بلّغو اعنّی ولو آیۃً سے ایہام ہوتا تھا کہ صرف آیات قرآنی کی تبلیغ کی جائے۔ تو اس کے ردّ کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز کی تبلیغ کرو خواہ آیت قرآنی ہو یا حدیث نبوی ہے۔ وہ تو مستقل باب کی غرض ہے جو آگے آرہا ہے۔ اور بعض مشائخ نے یہ باریکی بیان فرمائی ہے کہ امام بخاریؒ کی طرف سے اساتذہ کو تنبیہ ہے کہ طلباء کو حفظ کرنے پر ابھارتے رہیں۔

قال مالک بن الحویرث الخ یہ کتاب الصلوٰۃ کی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو حصّہ یہاں کے مناسب تھا اسی کو ذکر فرمادیا۔ اور مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ حضور اقدس صلعم کے پاس مالک بن الحویرثؓ کے ساتھ ایک وفد آیا۔ جب بیس دن گذر گئے اور حضورؐ نے دیکھا کہ ہم نوجوان ہیں اور ہماری رغبت عورتوں کی طرف ہوگئی ہے۔ تو حضور اقدس صلعم نے ہمیں روانگی کا حکم فرمادیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب نماز کا وقت آئے تو اذان واقامت کہنا اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے اور یہ باتیں ان لوگوں کو سکھلاؤ جو وہاں ہیں کنت اترجم یہاں سے ابو جمرۃؒ نے ابن عباسؓ کے پاس قیام کا سبب بیان کیا ہے۔ کہ مجھے زبانیں آتی تھیں اس لئے میں ضرورت کے لئے ان کے پاس رہا کرتا تھا۔

قال شعبۃ ربما قال النقیر الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے استاد ابو جمرہ کبھی کبھی تو صرف تین ہی چیزیں منتم دُبّاء اور مزفت کا ذکر کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی النقیر بڑھا کر چار چیزیں بیان کیا کرتے تھے۔ یعنی پہلے تین لفظ تو ہمیشہ کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی چوتھا لفظ نقیر کبھی ذکر کر دیا کرتے تھے آگے شعبہ فرماتے

ہیں کہ ربما قال المقیّر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مقیر کی جگہ کبھی مقیر کہہ دیا کرتے تھے۔ بلکہ مطلب آپ یہ ہے کہ گاہے گاہے مزفت کے بدلہ مقیر فرمایا کرتے تھے یعنی کبھی مزفت فرمادیا اور کبھی مقیر کیونکہ مزفت اور مقیر کے ایک ہی معنی ہیں۔

باب الرحلة فی المسئلة النازلة۔

ترجمہ، باب کسی ہنگامی مسئلہ کے لئے کوچ کرنا۔

حدیث نمبر ۸۶ حدثنا محمد بن مقاتل الخ عن عقبة بن الحارث انه تزوج ابنة لابی اھاب بن عزیز فاتته امرأة فقالت انی قد ارضعت عقبة والتی تزوج بھا فقال لھا عقبة ما اعلم انک ارضعتنی ولا اخبرتنی فرکب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینة فسأله فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف وقد قیل ففارقھا عقبة ونکحت زوجا غیرہ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو اھاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا تو ان کے پاس ایک عورت آئی جس نے کہا کہ میں نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے تو حضرت عقبہ رضی نے فرمایا کہ نہ تو مجھے اس کا علم ہے کہ تو نے مجھے دودھ پلایا اور نہ ہی تو نے آج تک اس کی مجھے اطلاع دی۔ تو حضرت عقبہ سوار ہو کر مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پہنچے اور سوال کیا، تو آپ نے فرمایا تم اس عورت سے کیسے ہمبستری کر سکتے ہو جس کے متعلق کہا جا چکا ہے کہ وہ تمہاری رضاعی بہن ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس عورت کو جدا کر دیا جس نے حضرت عقبہ کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کر لیا۔

تشریح از شیخ مدنی رح ابواب سابقہ میں مطلق طلب علم کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا تھا۔ اس باب سے محض ایک مسئلہ خاصہ کے لئے سفر کرنا ثابت کیا ہے۔ رضاعت کے تحقق میں امام احمد رح فرماتے ہیں کہ حرمت نکاح کے لئے محض ایک عورت کی شہادت کافی ہے لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا یہ حکم قضاءً نہیں بلکہ دفع ازدحام کے لئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مدعیہ کو نہیں بلایا گیا۔ دوسرے شہادۃ میں دو رجل یا ایک رجل کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا حکم قضائی وہی ہوگا۔ جو شہادتین سے ہو۔ ہماری بحث اسی میں ہے حکم احتیاطی میں نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا اب تک تو خروج لطلب العلم کو بیان فرما رہے تھے کہ وہ خروج تو مطلق اور عام علم کے لئے ہوتا تھا۔ اب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ وقتی طور پر پیش آجائے۔ اور وہاں کوئی بتلانے والا

نہ ہو. تو اس کے واسطے سفر کرنا واجب ہے۔ یہ نہ سوچے کہ ایک ہی مسئلہ تو ہے۔ اس کے لئے سفر کرنے کی کیا ضرورت! انی قد ارضعت عقبۃ یہ مسئلہ کتاب الرضاع اور کتاب الشہادۃ کا ہے۔ یہ روایت امام بخاریؒ وہاں ذکر فرمائیں گے مختصراً یہ کہ یہاں جو ایک عورت کی شہادت سے یہ حکم جاری کرا دیا گیا کہ مفارقۃ ہوگئی۔ تو یہ تقویٰ پر محمول ہے۔ ورنہ حنفیہ کے نزدیک دو عورتیں اور ایک مرد کا شہادت میں ہونا ضروری ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار عورتوں کا ہونا کافی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے اسحاق بن راہویہ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک عورت کی شہادت کافی ہے یہ حدیث انکا مستدل ہے

فرکب الی رسول اللہ صلعم یہاں صرف ایک مسئلہ پیش آیا۔ تو حضرت عقبہؓ حضور اکرم صلعم کے پاس اس کو معلوم کرنے کے لئے مدینہ آئے۔

باب التَّنَاوُبِ فِی الْعِلْمِ!

یعنی علم حاصل کرنے کے لئے باری باری جانا۔

حدیث نمبر ۸۷ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ اَنَا وَجَارٌ لِّیْ مِنَ الْاَنْصَارِ فِیْ بَنِیْ اُمَیَّۃَ بْنِ زَیْدٍ وَّھِیَ مِنْ عَوَالِی الْمَدِیْنَۃِ وَکُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ یَوْمًا وَّاَنْزِلُ یَوْمًا فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُہٗ بِخَبَرِ ذٰلِکَ الْیَوْمِ مِنَ الْوَحْیِ وَغَیْرِہٖ وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ فَنَزَلَ صَاحِبِی الْاَنْصَارِیُّ یَوْمَ نَوْبَتِہٖ فَضَرَبَ بَابِیْ ضَرْبًا شَدِیْدًا فَقَالَ اَثَمَّ ھُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ اِلَیْہِ فَقَالَ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِیْمٌ فَدَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَۃَ فَاِذَا ھِیَ تَبْکِیْ فَقُلْتُ اَطَلَّقَکُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَا اَدْرِیْ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ اَطَلَّقْتَ نِسَآءَکَ قَالَ لَا فَقُلْتُ اللّٰہُ اَکْبَرُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی جو قبیلہ بنو امیہ بن زید میں رہتا تھا۔ جو عوالی مدینہ میں سے ہے۔ اور ہم نوبت نوبت جناب رسول اللہ صلعم کے پاس آتے تھے ایک دن وہ آتا تھا اور دوسرے دن میں آتا تھا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو میں اس دن کی خبریں وحی وغیرہ کی اس کے پاس لاتا۔ اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا تھا۔ چنانچہ میرا وہ انصاری ساتھی اپنی باری کے دن آیا اور میرے دروازے کو خوب زور سے بجایا۔ اور پوچھا کہ کیا وہ یہاں ہے چنانچہ

میں گھبرا گیا اور جلدی ان کے پاس آیا۔ تو اس نے کہا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آیا۔ تو میں ام المؤمنین بی بی حفصہؓ اپنی بیٹی کے گھر آیا تو وہ رو رہی تھیں تو میں نے کہا آنحضرت رسول اللہ صلعم نے تم کو طلاق دے دی ہے انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتی پھر میں جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے کھڑے کھڑے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ فرمایا نہیں تو میں نے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب سے مقصد یہ ہے کہ اگر ہر روز علمی مراکز میں حاضر ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ تو پھر بھی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ کہ اس سے علم حاصل ہوتا رہے وہ نوبتہ مقرر کر دینا ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ نے کیا۔ فحدث امر عظیم ان کو خبر پہنچی تھی۔ غسان والے گھوڑوں کے نعل لگا رہے ہیں۔ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ فدخلتُ علی حفصۃ الخ اہل مکہ کی عورتیں رجال سے مغلوب رہتی تھیں۔ اور اہل مدینہ کی غالب رہتی تھیں ایک دن حضرت عمرؓ متفکر بیٹھے تھے تو ان کی بیوی نے کہا کہ کیوں متفکر ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ تم ہر کام میں دخل دیتی ہو۔ تو اس نے کہا تم تو خواہ مخواہ مجھ سے ناراض ہو رہے ہو۔ دیکھو ازواج مطہرات بھی آنحضرت صلعم کے امور میں مداخلت کرتی ہیں جس سے آپؐ کو تکلیف پہنچتی ہے۔ روایت مختصر ہے۔ روایت طویلہ میں اس کا ذکر آجائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ طلب علم فرض ہے لہٰذا امام بخاریؒ اس بات پر تنبیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی مشغول ہو تو اس کو روزانہ علم سیکھنا ضروری نہیں بلکہ تناوب کر سکتا ہے۔ تو گویا امام بخاریؒ نے تناوب کا جواز ثابت فرما دیا۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی مشغول ہو تو اس کے لئے تناوب فی العلم مستحب ہے ماحصل دونو کا ایک ہی ہے اور حضرت عمرؓ کا واقعہ گذر چکا ہے۔

باب، اَلْغَضَبِ فِی الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِیْمِ اِذَا رَاٰی مَا یَکْرَهُ ۔

ترجمہ، وعظ اور تعلیم کے وقت غضبناک ہونا جبکہ واعظ معلم کوئی ناپسند کام دیکھے۔

حدیث نمبر ۸۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اَکَادُ اُدْرِکُ الصَّلٰوةَ مِمَّا یُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ فَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْ یَوْمَئِذٍ فَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّکُمْ مُنَفِّرُوْنَ فَمَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الْمَرِیْضَ وَالضَّعِیْفَ وَذَا الْحَاجَةِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو مسعود انصاری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر کہا اے اللہ کے رسول میں فلاں آدمی کے نماز کو لمبا کرنے کی وجہ سے نماز کو نہیں پا سکتا۔ پس میں آنجناب نبی اکرم صلعم کو وعظ کے اندر کبھی اس دن سے زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا چنانچہ آپ نے فرمایا اے لوگوں! کیا تم نفرت پیدا کرنے والے ہو پس جو شخص تم سے لوگوں کو نماز پڑھا تو اسے ہلکی نماز پڑھنی چاہیئے کیونکہ ان میں بیمار کمزور اور ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ، آنجناب رسول اکرم صلعم نے جب ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو حکم دیا یَسِّرا ولا تُعَسِّرا بشّرا ولا تنفِّرا ترجمہ، آسانی کرو سختی نہ کرو، خوشخبری دو نفرت نہ دلاؤ۔ اسی طرح ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام نے مَہْ مَہْ فرمایا تو اس پر آپ نے فرمایا انکم لَمْ تُبعثوا معسّرین انکم بعثتم میسّرین کہ تم تنگی کرنے والے نہیں بھیجے گئے بلکہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپؐ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک اعرابی نے آپؐ کے اونٹ کی مہار پکڑ کر روک لیا۔ صحابہ کرام جز بز ہونے لگے تو آپؐ نے نرمی کرنے کا حکم فرمایا ان واقعات سے سمجھ میں آتا ہے کہ غصہ نہیں کرنا چاہیئے خصوصاً مواقع وعظ و نصیحت میں تو مصنفؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ مواضع مختلف ہیں بعض جگہ غصہ اور بعض جگہ نرمی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ آپؐ کے سامنے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کا واقعہ پیش ہوا کہ انھوں نے ایک دن نماز عشا میں سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھی تو ایک محنت کش الگ ہو کر مختصر نماز پڑھ کے چلا جاتا ہے، بعض صحابہ نے حضرت معاذ کو اس کی اطلاع دی تو انھوں نے اسے فعل نفاق سے تعبیر کیا۔ اس محنت کش نے جب سنا تو آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا افتّانٌ انت یا معاذ کہ اے معاذ تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنے والے ہو۔ اور نفرت دلانے والے ہو۔ نماز ہلکی پڑھا کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یوں فرماتے ہیں کہ استاذ طلبہ سے کوئی ناگوار بات دیکھے تو اس کو تنبیہ کرے ڈانٹ دے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ یہاں بھی مصنفؒ کا مقصود یہ ہے کہ قضا اور فتویٰ کے درمیان فرق ہے اگر فتویٰ اور درس حالت غضب میں ہو تو جائز ہے۔ اگر قضا حالت غضب میں ہو تو جائز نہیں کیونکہ ابوداؤد کی ایک حدیث میں آتا ہے۔ لا یقضی القاضی وھو غضبان کہ غصہ کی حالت قاضی فیصلہ نہ کرے اس حدیث کی بنا پر حنابلہ کا مسلک ہے کہ قضا بحالت غضب نافذ نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ شخص جس کے

خلاف فیصلہ ہو وہ شہود کے ذریعہ ثابت کرے کہ فلاں قاضی یہ فیصلہ حالت غضب کا ہے تو قضا باطل ہو جائے گی۔ تو امام بخاریؒ اس سے استثنا فرماتے ہیں کہ استاذ غصہ کر سکتا ہے۔ اور ڈانٹ بھی سکتا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ تنبیہ کرنی ہے کہ استاذ کی ڈانٹ ڈپٹ حدیث یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا کے خلاف نہیں ہے اور اس میں تنفیر نہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ حضور پاک صلعم کے حالات میں آتا ہے کہ غضب کرنا آپؐ کی شان نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ تعلیم و موعظہ کے وقت غضب کرنا آنحضرت صلعم سے ثابت ہے۔ وہ اس کے خلاف نہیں بلکہ وہ اس خاص مصلحت کی وجہ سے ہوتا تھا۔ لا اکاد ادرک الصلوٰۃ یہ کہ میں جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں۔ مما یطول بنا فلان فلاں شخص کے نماز طویل کر دینے کی وجہ سے اس فلاں کے تحت بین السطور لکھا ہے۔ ھو قیل معاذ بن جبل وقیل ابیؓ یہ دونوں احتمال یہاں تو صحیح ہیں۔ کیونکہ یہاں نماز کی تعین نہیں۔ کہ کون سی نماز کا ذکر ہے اور جن احادیث میں نماز کی تعین ہے۔ وہاں دونوں احتمال نہیں ہوں گے۔ بلکہ ایک ہی متعین ہوگا۔ لہٰذا جہاں مغرب وعشا کی نماز میں اطالت کا ذکر ہو وہاں فلاں سے مراد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہیں اور جہاں اطالت صلوٰۃ فی الفجر کا ذکر ہو۔ وہاں فلاں کے مصداق حضرت اُبی بن کعب ہیں۔ اور جہاں کہیں بالاجمال اطالت کا ذکر ہو۔ اور کسی خاص نماز کا ذکر نہ ہو۔ وہاں فلاں سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ جس کو چاہے لکھ دو اس کے خلاف جو کہے وہ غلط ہے۔ یہاں بعض شراح کو وہم ہو گیا اور کہیں کہیں علامہ قسطلانی سے بھی سبقت قلم ہو گئی کہ اس کا عکس لکھ دیا۔

حدیث نمبر ۸۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ نِ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ وِكَاءَهَا اَوْ قَالَ وِعَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا فَاِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَادِّهَا اِلَيْهِ قَالَ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ فَغَضِبَ حَتّٰى اِحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ اَوْ قَالَ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ مَالَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَرْعَى الشَّجَرَ فَذَرْهَا حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنجناب نبی اکرم صلعم سے ایک آدمی نے گری پڑی چیز کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی تھیلی کے تسمے یا اس کے برتن ہمیانی

کا اعلان کر دیا اس کی زنبیل کے متعلق پوچھو اور سال بھر مجامع میں پوچھتے رہو۔ بعد ازاں اس سے نفع حاصل کرو اگر اس کے بعد اس کا مالک آجائے تو اسے اس کی امانت واپس کر دو اس نے کہا حضرت گمشدہ اونٹ کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ اس پر آپ اس قدر غصہ ہوئے کہ آپؐ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے یا فرمایا کہ آپؐ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا تجھے اس سے کیا کام! اس کے ساتھ اس کا پانی کا مشکیزہ ہے (پیٹ) اور اس کا کھُر جو خف کا کام دیتا ہے وہ پانی کے چشموں پر وارد ہو کر پانی پی لے گا اور درختوں کو چرتا رہے گا پس اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے گا عرض کیا گم شدہ بکری کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا وہ تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیئے کے لئے ہیں

تشریح از شیخ مدنیؒ ضالہ وہ جانور جو اپنے مالک سے گم ہو جائے۔ لقطہ غیر ذی روح مال جو گم ہو جائے۔ اور لقیطہ جو ذی روح بچہ گم ہو جائے۔ آپؐ کے اعلان کروانے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے مجامع میں اعلان کرو تا کہ مال محفوظ ہو سکے۔ بکری کی حفاظت کے بارے میں فرمایا کہ لک ولاخیک الخ اونٹ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ چور، ڈاکو باعتبار اکثریت کے اسے نہیں لے جا سکتا۔ یہ اپنی قوت کی وجہ سے دشمن اور حملہ آور کی زد سے بچ سکتا ہے ترد الماء و ترعی الشجر ہاں اگر کسی جگہ ان کے گم ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا محفوظ کرنا بھی ضروری ہے۔ پھر اس کی بھی تعریف کرنی پڑے گی۔ لقطہ کا حکم عند الامامؒ یہ ہے کہ اپنے اوپر خرچ نہیں کر سکتا۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مالک نہ مل سکے تو اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے بشرطیکہ فقیر ہو۔ الا فلا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ مسئلہ کتاب اللقطہ کا ہے۔ بحث وہاں آئے گی کہ ایک سال تعریف ضروری ہے یا تین سال ایک ماہ ایک ہفتہ کافی ہے یا دس دن ضروری ہیں لک او لاخیک کے معنی بھی وہیں آئیں گے ثم استمتع بہا استمتاع ملک نہیں ہے۔ جیسا کہ فاذ ھا الیہ دلالت کرتا ہے فضالۃ الابل فغضب یہی مقصود باب ہے اور حضور اقدس صلعم کا غصہ اس وجہ سے تھا کہ اونٹ کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے اور اس کی وجہ کی طرف مالک و لہا معہا سقاؤ ھا و حذاء ھا سے اشارہ فرمایا کہتے ہیں کہ اونٹ کے پیٹ میں ایک مشک ہوتی ہے جس کو وہ پانی سے بھر لیتا ہے۔ جب اس کو پانی نہیں ملتا۔ تو وہ اس مشک سے تھوڑا تھوڑا نکال کر پیتا ہے۔ اور سات دن تک اس کو نئے پانی کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور سخت گیر جانور ہے جس کو آسانی سے قابو نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث نمبر ۹۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَشْیَاءَ کَرِھَھَا فَلَمَّا اُکْثِرَ عَلَیْہِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَۃُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَبُوْکَ سَالِمٌ مَوْلٰی شَیْبَۃَ فَلَمَّا رَاٰی عُمَرُ مَا فِیْ وَجْھِہٖ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم سے چند ایسی چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپؐ نے پسند نہ فرمایا جب اس قسم کے سوالوں کی آپؐ پر کثرت ہوئی تو آپؐ ناراض ہوئے پھر لوگوں سے فرمایا جس چیز کے متعلق تم چاہو میرے سے سوال کرو۔ تو ایک آدمی نے کہا حضرت میرا باپ کون ہے آپؐ نے فرمایا حذافہؓ دوسرے نے اٹھ کر یہی کہا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپؐ نے فرمایا تیرا باپ شیبہ کا غلام سالم ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے آپؐ کے چہرۂ انور پر غضب کے آثار دیکھے تو فرمایا یا رسول اللہ ہم اللہ بلند و برتر کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضور انور صلعم سے بعض ایسی اشیاء کے متعلق پوچھا گیا جو ناپسندیدہ تھیں آپؐ کو غصہ آیا خصوصاً ایسی چیز کے متعلق سوال کرنا جو امت پر شاق ہے۔ جیسے آپؐ سے حج اور عمرہ کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا حج ہر سال کے لئے ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا کہ ہر سال کے لئے ہے تو مشقت میں پڑ جاتے۔ جب تک میں کسی چیز کو مقید نہ کروں تم اس کے متعلق سوال مت کرو اب حج عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بقرہ کے متعلق سوالات ہوئے۔ تو باری تعالیٰ نے بھی تشدد اختیار فرمایا۔ اگر وہ کوئی سی گائے ذبح کر دیتے تو تعمیل حکم کے لئے کافی تھی۔ آپؐ نے فرمایا بڑا بدبخت ہے وہ شخص جس کی وجہ سے امت تکلیف میں پڑ جائے اس لئے ساعۃ کے متعلق سوال کرنے سے منع کر دیا گیا حضرت عبد اللہ بن حذافہ کا رنگ والد کے رنگ سے مختلف تھا۔ یہ سانولے تھے باپ گورا تھا۔ لوگوں نے عار دلائی کہ اس کا باپ کوئی اور ہے انہوں نے موقع پا کر حضور انور صلعم سے سوال کر دیا۔ آپؐ نے ابوک حذافۃ فرما دیا ان کی والدہ کو جب معلوم ہوا تو وہ سخت ناراض ہوئیں کہ اگر حضور انور صلعم کچھ اور فرما دیتے تو عمر بھر میرے لئے شرمندگی ہوتی۔ تم والدین کے عاق ہو۔

الغرض اس باب سے ثابت ہوا کہ کسی جگہ آپ نے غصہ فرمایا کہیں نرمی برتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ جب حضرت عمرؓ نے حضور پاک صلعم کا غضب دیکھا تو دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا پڑھنے لگے یہ جتلانے کے لئے کہ ہم میں سے جو ایک نے یہ سوال کیا ہے۔ وہ آپ پر اعتراض کے واسطے نہیں بلکہ غلطی ہو گئی حضور تو ہمارے سب کچھ ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا گھٹنوں کے بل بیٹھنا طالب علم کی ہیئت ہے محدث کے سامنے دوزانو ہو کے بیٹھنا چاہیئے۔

باب مَنْ بَرَكَ رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الْإِمَامِ وَالْمُحَدِّثِ۔

ترجمہ، کہ حاکم اور محدث کے پاس دو زانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۹ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَبِي قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا ثَلَاثًا فَسَكَتَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم باہر تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن حذافہ نے اٹھ کر کہا کہ میرا باپ کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر اکثر یہ فرماتے رہے کہ میرے سے پوچھو تو حضرت عمرؓ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں اللہ کے رب ہونے پر راضی ہوں۔ اور اسلام کے دین ہونے پر جناب محمد مصطفےٰ کے نبی پر ہونے پر راضی ہوں تین مرتبہ فرمایا تو حضور انور صلعم خاموش ہوگئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حصول علم کے لئے متعلم کو ادب چاہیئے۔ محدث اور امام کے روبرو بروک علی الرکبتین ہو۔ بروک اونٹ کے بیٹھنے کو کہتے ہیں اور جلوس انسان کے بیٹھنے کو کہا جاتا ہے۔ اس جگہ مطلق جلوس مراد ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب کا مقصد وہی ہے جو ابھی بیان ہوا۔ کہ آئمہ مشائخ اور اساتذہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

باب مَنْ أَعَادَ الْحَدِيثَ ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا۔

ترجمہ، اس شخص کے بارے میں جو بات کو تین مرتبہ دہرائے تاکہ وہ بات سمجھ سکے تو جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا خبردار! قول الزور یعنی جھوٹی بات اور اس کو بار بار دہراتے رہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کیا میں پہنچا چکا یہ تین مرتبہ فرمایا۔

حدیث نمبر ۹۲ حدثنا عبدة الخ عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلثا حتی تفھم عنہ و اذا اتی علی قوم فسلم علیھم سلم علیھم ثلثا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ آنحضرت نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جب بھی کوئی کلمہ بولتے تھے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تھے یہاں تک وہ کلمہ آپ سے سمجھ لیا جاتا تھا اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاکر ان پر سلام کرتے تو ان پر تین مرتبہ سلام کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں پر ہر کلمہ کو بار بار لوٹانا فرمایا گیا اور آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ اشارہ سے جواب دیا۔ اور اشارہ ہر شخص نہیں سمجھ سکتا خصوصاً جو اشارہ کو دیکھتا ہی نہیں تو یہاں بتلانا ہے کہ اگر معلم سے کوئی چیز بوجہ نہ سمجھنے کے پوچھی جائے تو اعادہ کی اجازت ہے مگر ہر کلام میں نہیں حالانکہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یعید ثلاثا تو صحابہ کرام کا یہ فرمانا کہ آپ نے تین بار لوٹایا تو وہ کوئی اہم چیز ہوگی تو اب روایات کے معنی یہ ہوں گے اذا ای شیئا ھما و مھتما بالشان یعید ثلاثا تو مہتم بالشان اور غیر مہتم بالشان میں فرق ہوگا۔ اسی طرح سلام تین مرتبہ کرنا اس طرح ہوگا کہ اگر ایک بڑے مجمع میں پہنچے سلام کیا دائیں جانب سلام کیا پھر بائیں جانب علیحدہ سلام کیا۔ اور اسی طرح سلام استیذان کے لئے ہوگا کہ السلام علیکم یا فلاں ادخل تین بار سلام کرو اگر جواب نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔ اس طرح اگر میں گھر میں ہونگا تو جواب دوں گا ورنہ سمجھ لو کہ میں گھر میں موجود نہیں ہوں۔ الغرض کلام اور سلام کا تکرار مطلق نہیں بلکہ اس کی تخصیص کی جائے جس کی صورتیں ذکر ہو چکی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہاں مذکور ہے کہ اذا تکلم بکلمۃ تکلم ثلثا واذا سلم سلم ثلاثا یعنی آپ جب بات کرتے تو تین مرتبہ بیان فرمایا کرتے تھے اور اسی طرح سلام بھی تین مرتبہ کرتے۔ سلام کا مسئلہ کتاب الاستیذان میں آئے گا۔ یہاں تکلم سے بحث ہے کہ تین مرتبہ بات فرمایا کرتے تھے۔ بظاہر بہت مہمل معلوم ہوتا ہے اور سمجھ دار آدمی کی شان کے خلاف ہے کہ ہر بات کو بار بار کہے

اسی وجہ سے بعض شراح نے اس کا یہ مطلب بیان فرمایا کہ یہ تین مرتبہ لوٹانا اس اعتبار سے تھا کہ ایک مرتبہ دائیں جانب اور ایک مرتبہ بائیں جانب منہ فرماکر اور ایک مرتبہ سامنے کی طرف متوجہ ہو کر کلام فرمایا کرتے تھے لیکن یہ صورت بھی ہر کلام میں بعید از عقل معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ پہلی صورت کے اعتبار سے احسن ہے تو امام بخاریؒ نے اس کا اور مطالب بیان کرنے کے لئے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ ہر بات کو نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر وہ بات جو اہم اور ضروری ہو اس کو تین مرتبہ فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے حدیث میں لیفہم کی قید ہے۔ ابن المنیر شارح بخاری فرماتے ہیں کہ اس سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ استاد کو صرف ایک مرتبہ بات کہنی چاہیئے۔ اس سے زیادہ نہ کہے۔ اگر طالب علم دوبارہ پوچھے تو بلید ہے اس کو نہ بتاوے۔ ابن المنیر نے بات اگرچہ بہت معقول بتلائی۔ لیکن میرے نزدیک یہ اس باب کی غرض نہیں ہے بلکہ اگلے صفحہ پر جو باب من سمع شیئا فلم یفہم فراجعہ حتی یعرفہ آرہا ہے۔ اس کے مناسب ہے اعادھا ثلاثا حتی تفہم عنہ یہی مقصود ترجمہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ اعادہ وہاں ہوتا تھا۔ جہاں افہام کی ضرورت ہو۔ معلوم ہوا کہ اذا تکلم تکلم ثلاثا عام نہیں بلکہ مواقع ضرورت کے ساتھ خاص ہے۔ ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلاثا یہی مقصود باب ہے اور مصنفؒ نے اس کا ذکر فرماکر اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ تکرار افہام کی غرض سے ہوتا تھا۔ خواہ دو مرتبہ میں حاصل ہو جائے۔ یا تین میں تین مرتبہ ضروری نہیں۔

حدیث نمبر ۹۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَاَدْرَكَنَا وَقَدْ اَرْهَقْنَا الصَّلٰوةَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰى اَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جو ہم نے آپؐ کے ساتھ کیا تھا جناب رسول اللہ صلعم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے آپؐ نے اس حال میں آ لیا کہ ہم نے نماز عصر میں دیر کر دی تھی۔ اور ہم اس طرح وضو کر رہے تھے کہ اپنے پاؤں کو تھوڑا تھوڑا دھو رہے تھے۔ گویا کہ مسح کر رہے تھے تو آپؐ نے اپنی اونچی آواز سے پکار کر فرمایا کہ ان خشک ایڑیوں کے لئے آگ کی ہلاکت ہے دو مرتبہ فرمایا تین مرتبہ۔
حدیث کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔

باب تَعْلِيمُ الرَّجُلِ اَمَتَهٗ وَاَهْلَهٗ۔

باب ہے اس بارے میں کہ آدمی اپنی باندی اور بیوی کو تعلیم دے۔

حدیث نمبر ۹۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَّالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ يَطَأُهَا فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ اَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيْمَا دُوْنَهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت بردہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا تین آدمی ہیں جن کو دوگنا ثواب ملے گا ایک تو اہل کتاب کا وہ آدمی ہے جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور حضرت محمد صلعم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرا وہ مملوک غلام ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے آقاؤں کے حقوق بھی پورے کرتا ہے۔ اور تیسرا وہ آدمی جس کے پاس باندی ہو جو اس سے ہمبستری کرتا ہے پھر اس کو اچھی طرح آداب سکھاتا ہے اور تعلیم دیتا ہے اور خوب اچھی طرح تعلیم دیتا ہے۔ پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیتا ہے اس کو بھی دوہرا اجر ملے گا حضرت عامر راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں یہ حدیث بغیر اجرت کے دے دی۔ حالانکہ لوگ اس سے کم کے لئے مدینہ تک کے سفر کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ روایت کے اندر اللہ کا ذکر تو ہے مگر اہل کا ذکر نہیں اہل عموماً حرہ ہوتی ہے امۃ اس کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ اس کو دیکھ سکتے ہیں تصرف مملوکیۃ میں لا سکتے ہیں۔ ان کو تعلیم دینے میں بسا اوقات انسان عار محسوس کرتا ہے۔ اس لئے مصنفؒ اہل اور امۃ کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ تین اشخاص کے لئے دو اجر ہیں یعنی جو یہ دو عمل کرے اگر معنی یہ لئے جائیں کہ دو عملوں پر دو اجر ہوں گے۔ تو تخصیص کا فائدہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر عمل پر دو اجر ملیں گے۔ اب تخصیص کا فائدہ ہوگا۔ ایک نوع ایمان بالرسول سے ملے گا۔ مقصد باب یہ ہے کہ تعلیم ان دونوں کے لئے ضروری ہے۔ تم اس سے مت ڈرو کہ وہ اپنے حقوق پر مطلع ہو کر کھانا پکانا چھوڑ دے گی بچہ کے لئے مرضعہ رکھنی پڑے گی۔ جھاڑو نہ دے گی۔ اپنے استدلال میں نصوص فقہیہ پیش کرے گی۔ جس نے عورت کو مارا تو حضور اقدس صلعم نے اس کے حق میں ادنیٰ العصاۃ فرمایا۔ آجکل ہندوستان و پاکستان میں لوگوں نے بیویوں کو باندیوں سے بھی زیادہ ذلیل کر رکھا ہے

گھر و باہر کے تمام کام مرتے دم تک کرتی ہے۔ اور پھر عدم علم کی وجہ سے یہ سمجھتی ہے کہ میں نے حقوق شوہر ادا نہیں کئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان کو تعلیم ضرور دینی چاہیئے۔ عورت کے تمام کام تبرع ہوں گے تین شخص یہ ہیں (۱) اہل کتاب عبد مملوک اور رجل کانت عندہ امۃ الخ فادبھا فاحسن تادیبھا یعنی نرمی کے ساتھ تعلیم دے تو تنبیہ کہنا ہے۔ کہ جب غلام خریدو تو ایک عصا بھی خرید لو۔ یہاں یہ معنی مراد نہیں بلکہ تادیب لطف اور نرمی کے ساتھ مراد ہے۔ یہ ایک امر ہوا۔ دوسرا امر آزاد کرکے پھر نکاح کرے کیونکہ قبل از عتاق تو مالک مستحق جماع تھا۔ جیسے یطأھا کا لفظ دال ہے۔ لیکن بعد از عتاق اس نے اس کو اپنے ہاں رکھا اور اس سے شادی کرلی۔ دربدر پھرنے سے بچایا وقال عامر الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایات ہم نے تم کو بغیر اجر اور قیمت کے بتلادی ہیں۔ اس سے گھٹیا چیزیں بھی سفر کا باعث بنتی ہیں۔ اور کتنا خرچ ہوتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ نے احادیث کے لئے حجاز کا سفر کیا اور امام بخاریؒ نے مصر کا سفر اختیار کیا۔ قس علی ھذا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے تنبیہ فرمادی کہ آقا کے ذمہ ہے کہ وہ باندیوں کو تعلیم دین چونکہ ظاہر حدیث سے باندی کی تخصیص معلوم ہوتی تھی اس لئے واھلہ کا لفظ بڑھا کر اشارہ فرمادیا کہ یہ کوئی باندی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اپنی بیوی کو بھی تعلیم دے تو گویا کہ حدیث میں باندی کی قید اتفاقی ہے۔ احترازی نہیں لہٰذا جب باندی کی تعلیم پر اجر ملے گا تو اہل کی تعلیم پر بدرجہ اولیٰ ملے گا۔ باندی کی خصوصیت اس واسطے ہے کہ عام طور پر باندیاں پکڑ کر لائی جاتی تھی۔ ان کو تعلیم و تربیت دینے والا کوئی نہیں تھا۔ بخلاف حرائر کے ان کے لئے تعلیم سے موانع نہیں ہوتے تھے۔ اس پر اشکال ہوتا کہ ان تینوں نے کوئی ایسا بڑا کام نہیں کیا کہ اب اس کے بعد جو کام بھی کریں اس پر دوہرا اجر ہے اس لئے میرے مشائخ کی رائے یہ ہے کہ جن افعال میں تزاحم ہوتا ہو ان میں دوہرا اجر ہے۔ مثلاً جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر حضور پاک صلعم پر ایمان لایا۔ اب یہ شخص پہلے سے اپنے نبی کی شریعت پر عمل کرتا تھا۔ اب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تو اس کے نفس کے خلاف کرنا پڑا اور پھر نئے سرے سے احکام سیکھنے پڑے تاکہ ان پر عمل کرے تو اب یہاں پر نئے دین کی شرائط اور عبادات کو لازم کرنے میں تزاحم ہے۔ نیز یہ پہلے اپنے مذہب کا عالم تھا اب جو نیا مذہب اختیار کیا ہے۔ اس کے اعتبار سے اب جاہل ہوگیا۔ ایک دوسری مزاحمت یہ ہوگئی۔ اور اسی قسم کی ہر مزاحمت پر اجر ہے اس لئے اس کو دوہرا اجر ملے گا۔ اسی طرح عبد مملوک ہے۔ ادھر وہ نماز پڑھنے جاتا ہے تو حق مولیٰ کا ٹکراؤ ہوتا ہے اب اس کو یہاں بھی مشقت ہوگی۔ دوہرا اجر ملے گا۔ کیونکہ یہاں بھی اس کو اپنے حقیقی مولیٰ

(اللہ تعالیٰ) اور مجازی مولیٰ آقا کی وجہ سے مزاحمت پیش آرہی ہے۔ لیکن جن افعال میں اس کو مزاحمت نہیں ہوتی مثلاً ایسا وقت ہے کہ مالک کی خدمت سے چھٹی ہے۔ جیسے رات کا وقت ہے اب تہجد پڑھے تو یہاں دوہرا اجر نہیں ملے گا کیونکہ مجازی مولیٰ کا کام اس کے مزاحم نہیں۔ اسی طرح آقا ہے اس نے باندی کو تعلیم وتربیت دی۔ پھر آزاد کر دیا۔ یہ بھی اس نے نیکی کا کام کیا۔ اب مزاحمت یہاں بھی ہو گئی۔ اس نے پہلے آزاد کر کے جو اس سے نکاح کیا تو گویا اس کو برابر کا حق دے دیا اور اس کو مرابر کا حق حاصل ہو گیا اس لئے اس کو دوہرا اجر یہاں بھی ملے گا یہ حدیث دوسری مرتبہ ص۶۹ پر بھی آئے گی۔

ثم قال عامر اعطیناکھا الخ یہ خطاب کس کو ہے علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ صالح کو خطاب ہے جو شعبی کے شاگرد ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ یہ خطاب ایک خراسانی آدمی کو ہے جس نے سوال کیا تھا جیسا کہ کتاب الانبیاء ص۴۹ پر آرہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بیٹھے بٹھلاتے ہم نے تمہیں اتنی بڑی حدیث بتلا دی۔ ورنہ اس سے چھوٹی حدیث کے لئے مدینے آیا کرتے تھے۔ آجکل یہ مدارس بن گئے پھر ان میں کھانے پینے کی سہولتیں مہیا ہوگئیں یہی وجہ ہے یہ طالب علم قدر نہیں کرتے۔ اگر یہ سہولتیں نہ ہوتیں بلکہ اس میں مشقت اٹھانی پڑتی تو قدر کرتے۔ لیکن اب حال یہ ہے کہ اگر پڑھانے میں ہنسل ملتے ہیں اور کھیتی میں ۲۰ تو کھیتی کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ بغیر مشقت کے حاصل ہو گیا۔ اگر مشقت سے حاصل کرتے تو ہرگز یہ نہ ہوتا۔

بَابُ عِظَةِ الْاِمَامِ النِّسَاءَ وَتَعْلِيْمِهِنَّ۔

ترجمہ، حاکم وقت کا عورتوں کو وعظ کرنا اور انہیں تعلیم دینا۔

حدیث نمبر ۹۵ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْقَالَ عَطَاءٌ اَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَظَنَّ اَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلَالٌ يَاْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ وَقَالَ اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، حضرت عطا بن ابی رباح رو فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں جناب نبی اکرم صلعم پر قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں یا حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ پر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جناب نبی اکرم صلعم عیدگاہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت بلالؓ بھی آپ کے ساتھ تھے

اور آپؐ یہ سمجھے کہ عورتوں کو وعظ نہیں سنا سکے چنانچہ آپؐ نے ان کو نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کا حکم دیا۔ تو ہر عورت اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالتی تھیں اور حضرت بلالؓ اپنے کپڑے کی جھولی میں ان کو جمع کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: پہلے باب میں ان عورتوں کی تعلیم کا ذکر تھا جن سے پردہ اور محرمیت نہیں ہے۔ مگر جو محارم ہیں اور جو غیر ذات زوج ہیں ان کے لئے بھی حکم دیا گیا۔ کہ ان کو بھی عام طور پر تعلیم دی جائے۔ چنانچہ آپؐ عورتوں کو پردہ کے ساتھ تبلیغ فرماتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: امام بخاریؒ اس باب سے ایک وہم کو دور فرماتے ہیں، وہ یہ کہ پہلے باب سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ باندی اور بیوی کی تعلیم آقا اور شوہر کے ذمہ ہے اس باب سے امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں۔ امام اور امیر بلدہ بھی ذمہ دار ہے لہٰذا ان کو چاہیئے کہ مدارس کا انتظام کریں۔ اور ان ان کی تعلیم کا بندوبست کریں گویا کہ ایک قدم آگے بڑھا کر امیر اور امام کے لئے بھی ضروری قرار دیا کہ وہ تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کریں۔ کیونکہ ہر شخص کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی رعایا اہل وعیال کو تعلیم دے اس تقریر کی بنا پر یہ باب پہلے باب کا تکملہ ہوگا۔ او قال عطاءً اشهد على ابن عباس یہ اوشک راوی کے لئے ہے کہ راوی کو شک ہو گیا کہ یہ ابن عباسؓ نے حضور اقدس صلعم پر قسم کھائی کہ حضور صلعم نے یہ فرمایا یا عطاؒ نے ابن عباس پر قسم کھائی کہ ابن عباسؓ نے یہ فرمایا اگر یہ اشهد على النبي صلعم ہے تو ابن عباس کا مقولہ ہوگا اگر اشهد على ابن عباس ہے۔ تو پھر حضرت عطاؒ کا مقولہ ہوگا فظن انه لم يسمع کیونکہ اس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر تھے نہیں عورتیں دور تھیں مرد آگے آگئے تھے۔ فجعلت المرأة الخ چونکہ عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں۔ ذرا سی بات ان پر اثر کر جاتی ہے چنانچہ حضور انور صلعم نے وعظ فرمایا فوراً ہاتھ کے ہاتھ دینے لگیں۔ ایک بار مشرقی پاکستان سے کچھ علماء نے جو یہاں سے پڑھ کر گئے تھے۔ میرے پاس یہ لکھا کہ یہاں انگریزیت کا اتنا غلبہ ہے کہ لوگ زیوروں کو معیوب سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اضاعت مال ہے اگر کہیں حدیث میں زیوروں کا ذکر ہو تو لکھیں میں نے ان کے پاس چند حدیثیں لکھ کر بھیج دیں اور لکھ دیں کہ جہاں جہاں حدیث میں عید کے خطبے ہوں وہاں دیکھ لیں ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ یہ میں نے اس لئے تنبیہ کر دی کہ کہیں تم کو ضرورت پیش آجائے۔ حدیث میں بالی اور ہاتھوں کے زیور وغیرہ کا ذکر ہے وبلال یاخذ فی طرف ثوبه حضرت بلالؓ اپنے کپڑے کے کونے میں لے رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے اعطین فدا لكن ابي وامي اس حدیث سے مدارس کے لئے چندہ مانگنے کی اصل معلوم ہوتی ہے۔ مگر اپنے لئے نہیں قال اسماعيل الخ پہلے چونکہ تردد ہو گیا تھا کہ اشهد

کس کا قول ہے۔ اس لئے یہاں سے اس کی تعیین کر رہے ہیں کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا مقولہ ہے۔

باب الحرص على الحديث

ترجمہ، حدیث پر حریص ہونے کے بارے ہیں۔

حدیث نمبر ۹۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ کہا گیا یا رسول اللہ قیامت کے دن سب سے زیادہ آپ کی شفاعت سے سعادت مند ہونے والا کون ہوگا۔ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ میرا بھی یہی گمان تھا کہ اس حدیث کے بارے میں میرے سے پہلے پہل تمہارے سوا اور کوئی سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے تجھے حدیث پر زیادہ حریص پایا ہے۔ تمام لوگوں میں سے قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص ہوگا جس نے خلوص دل یا خلوص جان سے لا الٰہ الّا اللہ کہا ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حدیث سے مراد اصطلاحی معنی ہیں اس لئے کہ لغوی معنی تو اس کے گفتگو کے ہیں عرف شرع میں حدیث آپؐ نبی اکرم صلعم کی گفتگو کو کہا جاتا ہے۔ حرص علی الحدیث کو فرمایا گیا۔ دیگر ترغیب ترہیب کا ذکر نہیں مقصود یہ ہے کہ حدیث کا علم حاصل کرنا مقصود اعظم ہے سب سے زیادہ نیک بختی اور سعادت آپؐ کی سفارش سے ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ میرا خیال تھا کہ ایسا سوال تیرے سوا اور کوئی نہیں کرے گا کیونکہ تم کو حریص علی الحدیث دیکھتا ہوں۔ اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ اوّلاً حضرت ابوہریرہؓ نے سوال کیا۔ اسعد الناس بشفاعتی اگر سوال ہو کہ مومن لا الٰہ الّا اللہ کہنے والے کے لئے شفاعت ہوگی۔ البتہ مومن اسعد تو گا تو کہا جائے گا کہ اسعد معنی السعید من الناس کے ہے جیسے باری تعالیٰ نے فرمایا ھو اھون علیہ اھون سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ پر بعض امور مشکل ہیں۔ بلکہ تمام مساوی ہیں۔ تو اھون بمعنی ھین علیہ کے ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ قاعدہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ شفاعت مومن کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ غیر مومن کے لئے بھی شفاعت ہوگی۔ عذاب دوزخ سے شفاعت تو مومن کے لئے ہوگی۔ لیکن تخفیف عذاب کافر کے لئے وقت

اور مقدار میں ہو جائے اس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابن عباسؓ سے آنحضرت صلعم سے آپ کے چچا ابو طالب کے لئے پوچھا تو آپ نے فرمایا زحزح عن النار ہوگا جہنم کا جوتا پہنایا جائے گا جس سے اس کا دماغ کھولے گا۔ اگر میں نہ ہوتا تو دوزخ کے اسفل طبقہ میں ہوتا۔ تو آپ کی ذات سے مشرکوں کو فائدہ ہوا۔ آپ نے کوشش فرمائی اور ارشاد فرمایا یاعم قل کلمۃ احاج بھا عند اللہ اے چچا کلمہ توحید کا اقرار کر لو تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے جھگڑ سکوں۔ ادھر ابوجہل کہتا ہے۔ اترغب عن ملۃ عبد المطلب تو آخر میں ابو طالب نے یہ کہا کہ اگر عرب لڑکیوں کی عار کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا۔ یہ اس کی بیوقوفی کی دلیل ہے۔ اگر لوگ تمہاری تعریف کریں۔ تو کچھ فائدہ نہیں اگر مذمت کی تو کیا ہوا۔ مگر عبادت کی وجہ سے خیال نہیں رکھتے کمال یہ ہے کہ مدح اور ذم برابر ہو جائیں۔ آپ اس کے کلمہ پر غمگین ہو کے چلے آئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ان عمک قد ضلّ آپ کا چچا بھٹک گیا بہرحال آپ کو رنج ضرور ہوا۔ کیونکہ ابو طالب عینی چچا تھا۔ باقی اضیافی چچا تھے۔ اب آپ کی شفاعت سے سعادت پہنچی کہ اسفل طبقہ سے نکال کر اعلیٰ طبقہ دیا گیا۔ اور بڑے عذاب سے نجات پا گیا۔ جو جنت کے مستحق تھے ان پر حساب نہ تھا۔ آپ کی شفاعت سے ان کے لئے اوّلین دخول جنت ہے۔ تو اب کے لئے اسعدیتہ اور دوسروں کے لئے سعادت ہوئی۔ خلوص سے خاص رتبہ مراد ہے۔ آپ کی شفاعت ہر مومن کے لئے ہے خواہ مرتکب کبیرہ ہو یا مرتکب صغیرہ ہو مگر اسعدیتہ کسی خاص مرتبہ کے لحاظ سے ہے وہ یہاں بیان نہیں کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔ اب یہاں سے خاص طور پر علم حدیث کی اہمیت اور فضیلت بیان کر کے یہ تبلانا چاہتے ہیں۔ کہ ان علوم میں علم حدیث سب سے افضل اور اعلیٰ ہے اور بہت ہی مہتم بالشان ہے حدیث باب میں یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلعم سے پوچھا من اسعد الناس بشفاعتک تو حضور پاک صلعم نے فرمایا کہ ابوہریرہ میں سمجھتا تھا کہ تمہارے سوا اس کے متعلق کوئی بھی سوال نہیں کرے گا کیونکہ میں تمہاری حرص حدیث پر دیکھتا ہوں۔ اس سے حدیث پر حرص کی فضیلت معلوم ہوئی۔ کیونکہ صحابہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے موجود تھے۔ اس کے باوجود حضور صلعم کا یہ فرمانا کہ تمہاری حدیث پر حرص دیکھ کر میرا خیال یہ تھا۔ کہ اس کے متعلق اور کوئی سوال نہیں کرے گا۔ صاف تبلا رہا ہے کہ اس کی خاص فضیلت ہے کہ جس کو منہمک دیکھا اسی کے ساتھ خیال فرمایا۔ انہ قال قیل یارسول اللہ یہاں سوال یہ ہے کہ خود حضرت ابوہریرہ سوال کرنے والے تھے پھر مبہم کیوں رکھا۔ جب خود آخر حدیث میں حضور صلعم نے

یہ فرمان آرہا ہے۔ لقد ظننتُ یا ابا ھریرۃ الخ یعنی ابو ہریرہ میں سمجھتا تھا کہ تمہارے سوا اس بارے میں کوئی اور سوال نہیں کرے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں اپنی تعریف ہو وہاں ایک گونہ حیاسی آجاتی ہے۔ اور آدمی خود کہنا نہیں چاہتا اس لئے اوّلاً حضرت ابوہریرہ رض نے غائب سے تعبیر کیا مگر جب آگے کوئی چارہ نہ ملا۔ تو مجبوراً ظاہر کر دیا۔ یہ تو تاویل ہے ورنہ یہی حدیث دوسری جلد میں صـ۹۷۲ پر بھی آرہی ہے۔ وہاں قبل کی بجائے قلت ہے اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قبل کسی راوی کا تصرف ہے۔

باب، كَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَكَتَبَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ اُنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَاِنِّىْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَآءِ وَلَا تَقْبَلْ اِلَّا حَدِيْثَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ وَلْيَجْلِسُوْا حَتّٰى يُعَلَّمَ مَنْ لَّا يَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا۔

ترجمہ، باب علم کیسے قبض ہوگا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رح خلیفہ نے اپنے گورنر ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ جو حدیث رسول اللہ صلعم تجھے نظر آئے اسے لکھ کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ اور سوائے حدیث نبی اکرم صلعم کے کوئی چیز قبول نہ کی جائے۔ اور علم کی خوب اشاعت کرو۔ اور اس کے لئے بیٹھ جاؤ تاکہ جو شخص نہیں جانتا اسے سکھلایا جائے۔ کیونکہ علم آہستہ اور خفیہ طور پر ہلاک ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۹۷ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ بِذٰلِكَ يَعْنِىْ حَدِيْثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى قَوْلِهٖ ذَهَابَ الْعُلَمَاءِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن دینار نے اس کو یعنی حدیث عمر بن عبد العزیز کو ذہاب العلماء تک نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۹۸ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَّنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ علم کو کھینچ کر قبض نہیں کرے گا کہ اسے بندوں سے کھینچ لے لیکن علم کو علماء کے اٹھا لینے کی صورت میں قبض کرے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہیگا۔ تو لوگ اپنے سردار جاہلوں کو بنا لیں گے۔ جن سے دین کے مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو

بھی گمراہ کریں گے۔

تشریح از شیخ مدنی رح، احادیث میں آتا ہے کہ باری تعالیٰ علم کو بقبض العلما کی صورت میں لے لیں گے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ علم کو قلوب سے سلب کرے لیکن اس باب کی روایت سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ علم کو ارباب علم کے قبض کرنے سے قبض کریں گے۔ اشخاص کے فنا سے نوبالکل فنائیت لازم نہیں آتی کیونکہ دوسرے افراد ان کے قائم مقام ہو جائیں گے۔ البتہ نوع باقی رہ جاتی ہے۔ کارخانۂ قدرت اس عالم میں بذریعہ اسباب کے واقع ہے۔ اسباب کی وجہ سے اشیا کا تحقق اور عدم ہوتا ہے۔ مصنفؒ اس جگہ فرماتے ہیں کہ قبضِ علم بھی بطریق اسباب کے ہے کہ اگر علم سے اشتغال رکھا گیا۔ تو فبہا ورنہ علما کے قبض سے علم کا ارتفاع ہو جائے گا۔ اس کی تائید میں حضرت عمر بن عبد العزیز رح کا خط جو والی مدینہ کی طرف ہے کیونکہ علم حدیث کا لکھا جانا حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے عہد سے شروع ہوا ہے اس سے پہلے انفرادی طور پر لکھا جاتا تھا۔ و لیجلسوا جلوس سے اجلاس عام ہے۔ کسی جگہ پر بٹھلانا ہے مقصد یہ ہے کہ تجلسوا یعنی حکام وقت علماء کو دوسرے افکار سے فارغ کر کے بٹھلا دیں اور مستغنی کر دیں اور لیجلسوا بھی صحیح ہے۔ حدیث مرفوع کی تفسیر اسی اثر سے کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں نے شروع کتاب میں کہہ دیا تھا کہ امام بخاریؒ نے "کیف" سے تیس باب شروع فرماتے ہیں بیس جلد اوّل میں اور دس جلد ثانی میں ان میں کا یہ دوسرا ہے۔ اور میں نے وہاں بھی بیان کر دیا تھا کہ میرے نزدیک امام کی غرض کیفیت کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ جہاں مسئلہ میں اختلاف یا احادیث میں اختلاف ہوتا ہے تو وہاں اہتمام پر تنبیہ کرنے کے لئے کیف سے باب باندھتے ہیں۔ امام بخاریؒ اس باب میں جو احادیث لاتے ہیں ان سے قبض علم کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً کتابت کے ترک کرنے سے علم کے ختم ہونے کا اندیشہ ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ نیز احدیث میں ہے کہ علم کا رفع ایسے ہوگا کہ علما اٹھائے جائیں گے۔ وکتب عمر بن عبد العزیز رح یہ میں نے شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے امر سے کتابت حدیث شروع ہوئی۔ اور مدوّن اوّل علی القول المشہور امام زہری ہیں۔ اور محققین کی رائے میں ابوبکر بن حزم ہیں چونکہ یہ بخاری کی روایت ہے نیز امام زہری کی وفات ۱۲۵ھ میں ہے اور ابوبکر بن حزم کی وفات ۱۲۰ھ میں ہے اس سے بظاہر تقدم معلوم ہوتا ہے اور مصنف رح کا تفنن ہے کہ مسئلہ اس کی مشہور اور مناسب جگہ کی بجائے دوسری جگہ ذکر فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ الْعِلْمَ لَا یَھْلِكُ الخ یعنی لوگ علم کی اشاعت نہ کریں اسی وجہ سے میرے یہاں سے جو بھی نقل کرنا چاہے منع نہیں کرتا۔ حدثنا العلاء بن عبد الجبار یہ اوپر جو عمر بن عبد العزیز کا اثر بیان فرمایا ہے۔ تو اس کی سند بیان فرمادی۔ ان اللہ لا یقبض العلم الخ شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے قبض علم کی کیفیت بیان کردی کہ قبض علم اسی طرح نہیں ہوگا۔ کہ قلوب میں قرآن و حدیث موجود ہوں اور پھر قلوب سے اللہ تعالیٰ ایک دم محو فرمادیں۔ بلکہ یہ صورت ہوگی کہ علماء مرتے جاویں گے اور ان کے ساتھ علم بھی ختم ہوتا جائے گا۔ اور میری رائے یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب جب آدمی سوئے گا اور صبح کو اٹھے گا تو قرآن اس کے قلب سے صاف ہوگا۔ سب کچھ بھول گیا ہوگا۔ اور اسی طرح رات کو قرآن پاک صحیح و سلامت رکھے گا لیکن جب صبح کو آئے گا تو صرف سادے کاغذ رہ جائیں گے۔ تو مجھے کہنا یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ جو روایت ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی۔ اس پر رد فرماتے ہیں۔ تو امام بخاریؒ اس روایت پر رد فرماتے ہیں کہ قبض علم اس طرح نہیں ہوگا کہ اچانک قلب سے صاف ہوجائے گا۔ بلکہ قبض علماء سے ہوگا۔ اور محققین کی رائے یہ ہے کہ دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ بلکہ یہ قرب قیامت میں ہوگا۔ اور اچانک رفع قرآن قیامت کے قریب ہوگا۔ کیونکہ قیامت تو اس وقت تک قائم ہی نہیں ہوسکتی جب تک کوئی مؤمن باقی ہے۔ قال الفربری میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ ہمارا یہ نسخہ فربری کی روایت سے ہے۔ لیکن قال الفربری کا کیا مطلب؟ اس میں بہت سے علماء کو تحیر ہوگیا۔ مگر تحیر کی کوئی بات نہیں فربری اپنی ایک سند ذکر کرتے ہیں کہ جیسے مجھ کو یہ روایت بواسطہ امام بخاریؒ کے پہنچی ہے۔ اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے استاد سے بھی پہنچی ہے۔ اس دوسرے واسطے کا ذکر کرنے کا مقصد امام بخاریؒ کی روایت کی تقویت ہے۔ لیکن یہ سند قاعدہ کے اعتبار سے حاشیہ پر ہونی چاہئے تھی مگر طابعین یہ سوچ کر کہ نسخہ بھی تو فربری کا ہے ان کے اس نوٹ کو اصل کتاب میں ہی طبع کردیا۔

بَابٌ ھَلْ یُجْعَلُ لِلنِّسَآءِ یَوْمٌ عَلٰی حِدَۃٍ فِی الْعِلْمِ۔

ترجمہ، کیا عورتوں کے لئے علم کے بارے میں الگ دن مقرر کیا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۹۹ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ النِّسَآءُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَیْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا یَوْمًا مِّنْ نَّفْسِكَ فَوَعَدَھُنَّ فَکَانَ فِیْمَا قَالَ لَھُنَّ مَا مِنْکُنَّ امْرَاَۃٌ تُقَدِّمُ ثَلٰثَۃً مِّنْ وَّلَدِھَا اِلَّا کَانَ لَھَا حِجَابًا مِّنَ

النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَّ اثْنَيْنِ فَقَالَ وَاثْنَيْنِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابی سعید خدری رضؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کچھ عورتوں نے آنحضرت نبی اکرم صلعم سے عرض کی کہ آپ کے پاس آنے ہیں مرد ہم پر غالب آگئے۔ آپ ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی دن ہمارے لئے مقرر فرما دیجئے تو آپ نے ان سے ملاقات کے لئے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔ پس آپ نے ان کو نصیحت فرمائی اور کچھ احکام بھی بتلائے۔ منجملہ ان باتوں کے جو آپ نے ان سے فرمائیں یہ بھی تھا کہ تم میں سے جس عورت نے اپنی اولاد میں سے تین بچے آگے بھیجے یعنی جس کے تین بچے مرگئے تو وہ اس کے لئے جہنم سے پردہ بنیں گے جس پر ان میں سے ایک عورت بولی کہ جس کے دو بچے مرگئے ہوں تو آپ نے فرمایا وہ دو بھی اس کے لئے جہنم سے حجاب بنیں گے۔

تشریح از شیخ مدنی "عورتوں کے لئے احکام عموماً تبعاً واقع ہوتے ہیں۔ خصوصی طور پر عورتوں کے احکام بہت کم وارد ہوتے ہیں شبہ ہوتا تھا کہ پھر تو ان کی تعلیم بھی تبعاً ہو خصوصی نہ ہو تو اس باب سے امام بخاریؒ ثابت فرماتے ہیں کہ آنحضرت نبی اکرم صلعم نے ان کی تعلیم کے لئے خصوصی انتظام فرمایا۔ تقدم منکم الخ تقدیم کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ باری تعالیٰ موت واقع کرنے والے ہیں جس پر ماں باپ کو صدمہ ہوتا ہے مگر اس پر صبر کرنا ایسا ہے گویا کہ خود اس بچے کو پیش کیا اور عورتوں کو خطاب اس لئے فرمایا گیا۔ کہ ان کو بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے کیونکہ وہ ان کے لئے بہت مشقتیں برداشت کرتی ہیں حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ بڑے بچے کی موت پر صدمہ اور بھی زیادہ ہوتا ہے اس وقت ان سے محبت عقلی ہوتی ہے۔ اور چھوٹے بچے سے محبت طبعی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت اس سے کوئی غرض مطلوب نہیں ہوتی۔ اس لئے اس پر زیادہ اجر ملے گا۔

اور محبت عقلی کی بنا پر جبکہ کوئی غرض بھی ملحوظ ہوتی ہے اس پر جو صدمہ ہو گا اس پر اجر تھوڑا ملے گا۔ اثنین دوسری روایت میں واحد کے لفظ بھی آتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے آپ سے عرض کی کہ اگر کسی کا کوئی بچہ نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا میں خود اس کے لئے حجاب بنوں گا۔ صحابہ کرام نے تو آپ کی وفات کو دیکھ لیا۔ اب ہر مومن بھی اس صدمہ کو محسوس کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ھل یجعل الخ یہاں سے امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرماتے ہیں چنانچہ اس باب میں جو حدیث ذکر فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ حضور اکرم صلعم نے عورتوں کے لئے دن متعین فرمایا تھا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ جب حضور انور صلعم سے تعیین یوم ثابت ہے تو ترجمۃ الباب میں امام بخاریؒ لفظ ھل کیوں

لائے اس لئے کہ یہ تو تردد پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ گویا یہ واقعہ جزئیہ ہوا اس سے کلی واقعات پر استدلال کرنے میں تردد تھا کیونکہ یہ واقعات ایسے ہیں ان سے فتنہ وفساد ہوتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے لفظ ھل بڑھا کر متنبہ فرما دیا کہ ذرا دیکھ بھال کرا ؤ سوچ سمجھ کر عورتوں کو اجازت دینا بلا تردد اجازت نہ دینا۔ غلبنا علیك الرجال یعنی یہ مرد ہر وقت آپؐ کے پاس لگے رہتے ہیں، ہم کو کوئی وقت ہی نہیں ملتا۔ تاکہ ہم بھی کچھ پوچھ لیں۔ اس لئے آپؐ ہمارے واسطے کوئی خاص دن مقرر فرمادیں ا منکم امرأۃ تقدم من ولدھا یہ لڑکے جو حجاب ہوں گے وہ تین ہوں گے۔ دو ہوں گے یا ایک ہی ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ اور جس کا کوئی بچہ نہ مرا ہو تو اس کا کیا حال ہوگا وغیرہ۔ یہ مسئلہ کتاب الجنائز میں آئے گا بہرحال مرنے والا لڑکا فی نفسہ ماں باپ سب کے لئے آڑ ہوگا۔ لیکن جہاں روایت میں امرأۃ کی تخصیص ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں کو بچے سے بہت محبت ہوتی ہے۔ وہ اس کے لئے مشقت اٹھاتی ہے۔ حمل اور ولادت کے وقت بھی۔ اگر ذرا سی سمیت اثر کر جائے تو مر جاوے اور کچھ کا کچھ ہو جاوے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اولاد کی محبت دل میں ڈال دی کہ اگر اولاد نہیں بھی ہوتی۔ تو تعویذ کراتی ہیں الخ

حدیث نمبر ۱۰۰ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ ثَلٰثَۃً لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ یہ بھی آپؐ نے فرمایا کہ تین بچے جو گناہ کو نہ پہنچے ہوں۔

تشریح شیخ از زکریاؒ: چونکہ روایت سابقہ میں مطلقاً لڑکے کا حجاب ہونا مذکور تھا خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو تو حضرت امام بخاریؒ نے یہ روایت ذکر فرما کر اشارہ کر دیا۔ کہ یہ ان لڑکوں کے بارے میں ہے جو قبل از بلوغ مر گئے ہوں۔ باب مَنْ سَمِعَ شَیْئًا فَلَمْ یَفْھَمْہُ فَرَاجَعَہٗ حَتّٰی یَعْرِفَہٗ۔

ترجمہ، اس شخص کے بارے میں جس نے کوئی چیز سنی لیکن اس کو سمجھا نہیں۔ تو اسے بار بار پوچھے۔ یہاں تک اسے معلوم ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۰۱ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَیْئًا لَا تَعْرِفُہٗ اِلَّا رَاجَعَتْ فِیْہِ حَتّٰی تَعْرِفَہٗ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ فَقُلْتُ اَوَلَیْسَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا قَالَتْ فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ وَلٰکِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ یَھْلِكْ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضہ نبی اکرم صلعم کی زوجہ محترمہ جب بھی کوئی بات ایسی سنتی تھیں جس کو وہ نہ سمجھ پاتیں تو وہ حضور اکرم صلعم سے بار بار پوچھتی تھیں جب تک کہ معلوم نہ کرلیتیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت نبی اکرم صلعم نے فرمایا جس کا محاسبہ ہوا پس وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ بلند و برتر نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب ان کا آسان محاسبہ ہوگا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ تو اعمال کا محض پیش ہونا۔ اور ظاہر کرنا ہے ہاں جس کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ کہ کچھ بھی نہ چھوڑا جائے تو وہ ہلاک ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنی رح قرآن مجید میں ہے لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم الخ اس سے سوال کرنے کی علی العموم ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں ہے۔ بلکہ اگر ایضاح کے لئے ہو تو ممنوع نہیں البتہ اگر سوال جواب عاجز کر دینے کے لئے ہو تو وہ ممنوع ہے۔

انما ذلك العرض اس کی تفصیل دوسری روایات میں آتی ہے کہ باری تعالیٰ بعض لوگوں کو کنف میں لیں گے۔ اور ان کے گناہ کو علی رؤس الاشھاد ظاہر نہ کیا جائے گا۔ تو اس طرح تمام گناہوں کا اقرار کرا کے معافی کا حکم صادر فرمائیں گے اس کو عرض کہتے ہیں اور حساب یہ ہے کہ ہر چیز پر مناقشہ ہو۔ یہ کیوں ہوا وہ کیوں ہوا۔ اس پر ایک جماعت کہتی ہے کہ آنحضرت نبی اکرم صلعم اپنے قول کو مقید کرنا چاہتے ہیں کہ حوسب نوقش مراد ہے۔ اور حساب یسیر میں مناقشہ نہیں ہوگا۔ جیسے ظلم کو مقید کیا گیا تھا اور بعض نے کہا کہ حساب یسیر کو حساب کے افراد سے نکالنا مقصود ہے۔ کیونکہ حساب کا اطلاق مناقشہ پر ہی ہوتا ہے۔ جیسے لغت میں لفظ دابہ کل ما یدبُّ علی الارض پر صادق آتا ہے۔ لیکن اصطلاح میں چوپائے پر اطلاق ہوگا۔ ایسے یہاں عرف عام میں حساب سے مناقشہ مراد ہوگا۔ اگر باعتبار لغت کے حساب یسیرا اور عرض پر بھی صادق آتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا رح تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے باب من اعاد الحدیث میں ابن نیر کی ایک غرض بیان کی تھی کہ اگر طالب علم ایک مرتبہ میں بات نہ سمجھے تو وہ بلید ہے۔ اس کو دوبارہ مت تبلایئے لیکن میری رائے یہ ہے کہ ابن منیر کی وہ غرض اس باب کے زیادہ موافق ہے اور اس گذشتہ باب کی غرض حضور اقدس صلعم کے تین بار کلام فرمانے کی روایت کے متعلق امام کا تنبیہ فرمانا ہے کہ حضور اکرم صلعم تکرار وہاں فرماتے تھے جہاں یہ خوف ہو۔ کہ مخاطبین سمجھے نہیں۔ اور بعض دوسرے حضرات نے اس باب کی غرض یہ بیان فرمائی کہ

قرآن پاک کی آیت واما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ الآیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متشابہات کی تحقیق نہ کرنی چاہیئے اور اسی قسم کا مضمون حضرت عمرؓ سے منقول ہے اور بعض کا مذہب بھی یہی ہے۔ تو امام بخاریؒ یہاں سے ان لوگوں پر رد فرما رہے ہیں کہ متشابہات قرآنیہ کی تحقیق تو واقعی نہ کرنی چاہیئے۔ لیکن ان کے علاوہ بقیہ چیزیں جو سمجھ نہ آئیں۔ ان کے متعلق سوال کیا جا سکتا ہے

من نوقش الحساب یہلک، حضرت عائشہؓ کا قاعدہ تھا۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو ضرور مراجعت کرتیں۔ اب یہیں سے ترجمۃ الباب کا ثبوت ہوگیا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مراجعت کرے چنانچہ ایک مرتبہ حضور انور صلعم نے فرمایا مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ تو اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا اولیس یقول اللہ عز وجل: الخ یعنی آپؐ تو فرما رہے ہیں۔ کہ من حوسب عذب اور اللہ تعالیٰ مومنین ناجیین کے بارے میں فرماتا ہے۔ فسوف یحاسب حسابا یسیرا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ذالک العرض یعنی حساب یسیر سے مراد عرضی ہے نامۂ اعمال کا۔ کہ اوراق گردانی کر کے بلا کچھ پوچھے معاف فرما دیا جاتے کہ بھاگ جا بڑا نالائق تھا معاف کر دیا۔ اور من حوسب سے مراد من نوقش ہے کہ اگر اس نے سوال شروع کر دیا کہ یہ کیوں کیا؟ نماز کیوں نہیں پڑھی سو گیا۔ کیوں سو گیا۔ رات کو دیر میں سویا تو وہاں چھٹکارا ملنا مشکل ہو جائے گا۔

باب لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
ترجمہ، باب ہے کہ حاضر ہونے والا غائب کو علم پہنچائے۔ یہ حضرت بن عباسؓ نے آنحضرت نبی اکرم صلعم سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ عَمْرٌو قَالَ

اَنَا اَعْلَمُ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ لَا تُعِيْذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ ۔

ترجمہ: حضرت ابوشریحؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے والئ مدینہ عمرو بن سعد سے اس وقت یہ حدیث بیان کی جبکہ مکہ کی طرف وہ حضرت ابن زبیرؓ کے مقابلہ کے لئے لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر مجھے آپ اجازت دیں تاکہ میں تجھے آنحضرت صلعم کی وہ بات بتلاؤں جو آپ نے فتح مکہ کے بعد دوسرے دن بیان فرمائی جس کو میرے دونو کانوں نے سنا میرے دل نے اسے محفوظ کیا اور دونو میری آنکھوں نے آنحضرت صلعم کو اس وقت دیکھا جبکہ آپؐ یہ پیغام فرما رہے تھے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مکہ کو حرم قرار دیا ہے لوگوں نے اسے حرم نہیں بنایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ مکہ معظمہ میں خون بہائے نہ ہی اس کا کوئی درخت کاٹا جائے اگر کوئی شخص جناب رسول اللہ صلعم کی مکہ معظمہ کی لڑائی سے فتح مکہ کے دن رخصت حاصل کرنا چاہیئے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رسول کو قتال کی اجازت دی تھی تمہیں تو نہیں دی اور آنحضرت صلعم کو بھی دن کی ایک گھڑی بھر کے لئے اجازت دی تھی۔ پھر اس کی حرمت آج بھی اسی طرح عود کر آئی ہے جس طرح کل گذشتہ اس کی حرمت تھی۔ حاضر کو چاہیئے کہ وہ غائب کو یہ پیغام پہنچا دے اس پر حضرت ابوشریحؓ سے پوچھا گیا کہ امیر مدینہ عمرو بن سعد نے آپ کے اس پیغام پر کیا کہا کہنے لگا کہ ابو شریح میں تم سے زیادہ اس حدیث کے مطلب کو جاننے والا ہوں۔ یہ حرم مکہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ ہی کسی خون بہا کر بھاگ آنے والے کو اور نہ ہی کسی فساد برپا کرنے والے کو پناہ دیتا ہے حالانکہ ابن زبیرؓ ایسے نہ تھے

تشریح از شیخ مدنیؒ: شاہد سے ہر وہ شخص مراد ہے جو مجلس نبوی میں موجود ہے کہ آپؐ کے کلام کو سنتا ہے۔ اب اس شخص کے لئے اس علم کا پہنچانا ضروری ہوگا۔ کسی قبیلہ کی تخصیص نہیں اور نہ ہی کسی مقدارِ علم کی تعیین ہے۔ اسی کو آپؐ نے اپنے خطبہ عرفات جبل رحمت پر ارشاد فرمایا اور غائب سے ہر مسلم اور غیر مسلم مراد ہے کیونکہ اگرچہ کفار نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی لیکن انبیاءؑ نے ان کے پاس جانے کو نہیں چھوڑا

تشریح از شیخ زکریاؒ: چونکہ حدیث پاک میں آتا ہے بلّغوا عنّی ولو آیۃ تو اس سے تبلیغ آیت قرآنیہ کی تخصیص معلوم ہوتی ہے اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اشارہ فرما دیا کہ تبلیغ آیۃ قرآن کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مقصود تبلیغ علم ہے۔ خواہ وہ آیت قرآنی ہو یا حدیث پاک ہو۔ عن ابی شریح الخ روایت اتنی ہے کہ عمرو بن سعید یزید بن معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی

وفات کے بعد جب یزید خلیفہ بنا تو حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے امام حسینؓ کے ساتھ تو میدان کربلا کا واقعہ پیش آیا۔ البتہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ مکہ معظمہ میں مظہر گئے۔ یہ عمرو بن سعید حضرت عبد اللہ بن زبیر کے خلاف ایک لشکر بھیج رہا تھا۔ اس پر حضرت ابو شریح جو صحابی بھی ہیں۔ اس کو نصیحت فرمائی۔ کہ مجھ کو خوب اچھی طرح یاد ہے میرے کانوں نے سنا ہے اور قلب نے محفوظ کر لیا۔ اور بھولا نہیں اور میری آنکھوں نے دیکھا ہے مجھے کوئی اشتباہ نہیں۔ فان احد ترخص الخ اگر کوئی یہ کہے کہ حضور پاک صلعم نے مکہ میں قتال کیوں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کے لئے تھوڑی سی دیر تک مکہ حلال ہو گیا تھا۔ اب کوئی تبلانے والا نہیں رہا کہ کس وقت اور کس کے لئے حلال ہے اور کب حرام ہے وہ تو نبی تھے ان کو معلوم ہو گیا تھا۔ لیبلغ الشاھد الغائب یعنی حضور اقدس صلعم نے شاہد کو غائب کی تبلیغ کا امر فرمایا تھا۔ اور اے عمرو تو اس وقت غائب تھا۔ اور میں حاضر تھا اس لئے میں نے پیغام پہنچا دیا تاکہ حضور اکرم صلعم مجھ سے سوال نہ کریں فقیل لابی شریح ما قال الخ یعنی جب ابو شریحؓ نے یہ حدیث بیان کی تو ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے اس کہنے پر عمرو نے کیا کہا اور کیا جواب دیا۔ قال انا اعلم منک ابو شریح رضنے فرمایا کہ اس نے یہ کہا کہ مجھے تم مت سمجھاؤ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں بھی تابعی ہوں لا تعیذ عاصیا الخ یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہے اور یہ روایت باب فتح مکہ میں بھی آئے گی۔ شوافع اور مالکیہ کا یہی مذہب ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے حرم پاک میں پناہ گزیں ہو جائے تو اس کو وہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اور حنفیہ رہ کے نزدیک اس کو خروج من الحرم پر مجبور کیا جائے گا۔ گویا یہ حدیث جمہور کے مذہب کے موافق اور حضرات حنفیہ کے خلاف ہوئی۔ اس کے علاوہ دو مسئلے اور ہیں۔ ایک یہ کہ قاتل نے قتل حرم ہی میں کیا ہو۔ یا قطع اطراف غیر حرم میں کر کے داخل ہوا ہو تو ان دو نو مسئلوں میں احناف جمہور کے ساتھ ہیں کہ قصاص وہیں حرم میں لیا جائے گا۔ رہا عمرو بن سعید کا مقولہ یہ کلمہ حق ارید بہ الباطل کے قبیلہ سے ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ ذُکِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ وَکَانَ مُحَمَّدٌ یَقُوْلُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ ذٰلِكَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَیْنِ۔

ترجمہ، حضرت ابو بکرہؓ جناب نبی اکرم صلعم کا ذکر کر رہے تھے کہ آپؐ نے فرمایا۔ مسلمانو بے شک تمہارے خون

اور تمہارے مال اور محمد راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری آبروئیں تم پر ایسے حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینہ کے اندر ہے۔ خبردار! تم سے حاضر ہونے والا اس کو غائب تک پہنچادے محمد راوی فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے سچ فرمایا۔ اور اس میں یہ بھی تھا کہ خبردار! کیا میں تم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا چکا یہ بات آپؐ نے دو مرتبہ فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ وکان محمد یقول میں محمد سے محمد ابن سیرینؒ مراد ہیں اب علماء میں اختلاف ہے کہ انہوں نے حضور پاک صلعم کے کس قول اور کس چیز کی تصدیق فرمائی۔ اور بعض کی رائے ہے کہ جملہ الا ھل بلغت کی تصدیق کر رہے ہیں کہ حضور اکرم صلعم نے خوب تبلیغ فرمائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم نے صحیح فرمایا لیبلغ الشاھد منکم الغائب چنانچہ انہوں نے خوب تبلیغ کی۔ اور میرے والد صاحب کی رائے دمع میں یہ ہے کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم نے جو سفک دم (خون بہانا) سے منع فرمایا تھا وہ اسی لئے منع فرمایا کہ حضور اکرم صلعم کو خوف تھا کہ یہ چیز تم میں ہو کر رہے گی۔ چنانچہ حضور اکرم صلعم کا خیال پورا ہو کر رہا۔ اور میری رائے یہ ہے کہ یہی روایت دوسری جلد کے آخر میں آئے گی۔ اس میں رب مبلغ ادعیٰ من سامع ہے تو ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلعم نے ٹھیک فرمایا تھا کہ بہت سے مبلغ سامع سے ادعیٰ ہوتے ہیں

بَاب اِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، باب اس شخص کے گناہ کے بارے میں جو نبی اکرم صلعم پر جھوٹ کہتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ الخ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ (الحديث)

ترجمہ، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم فرماتے تھے مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ ضرور جہنم میں داخل ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ حدیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ لفظاً کوئی ایسی روایت نہیں ہے کہ اس کے رواۃ ہر طبقہ میں قوم تستحیل الکذب علیھا ہو۔ اگرچہ معنوی تواتر بہت ہے مگر لفظی تواتر صرف اس روایت میں ہے مطلب یہ ہے کہ جو روایت آپؐ کی طرف منسوب کی جائے۔ حالانکہ آپؐ نے وہ الفاظ نہیں فرمائے یہ کذب علی النبی ہے خواہ وہ مفید ملشر بقہ ہو یا نہ ہو۔ کرامیہ وضع حدیث کو ترغیب اور ترہیب کے لئے جائز کہتے ہیں۔ کیونکہ کذب کا صلہ علیٰ ہے۔ جو ضرر کے لئے ہوتا ہے لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ مَنْ كَذَبَ

میں ہر شخص داخل ہے، خواہ کذب نفع کے لئے ہو یا ضرر کے لئے ہو اور فلیتبوء میں امر بمعنی خبر کے ہے اور بعض نے اس امر کو بطور تحکم کے کہا ہے بنا بریں صحابہ کرام میں دو فرقے ہو گئے۔ کہ ایک اقلال فی الحدیث کرتا ہے اور دوسرا اکثار فی الحدیث کا قائل ہے یعنی ایک گروہ کہتا ہے کہ حدیث بیان کرنے میں کمی کی جائے دوسرا گروہ کثرت حدیث کا قائل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو من کذب علی متعمداً کا خوف نہیں ہے۔ بلکہ وہ آنحضرت صلعم کے ارشادات کا افشاء کرنا چاہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ اب تک مرض فی الحدیث کی فضیلت تعلیم و تعلم پر تحریص وغیرہ بیان فرمائی تھی، تو اب یہاں سے امام بخاریؒ بریک لگاتے ہیں کہ یہ سارے فضائل اپنی جگہ پر مگر حضور اکرم صلعم کی احادیث بیان کرنے میں احتیاط برتنا کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور اکرم صلعم پر کذب ہو جائے۔ پھر وعید میں داخل ہو جاؤ۔

لا تکذبوا علی الخ یہ روایت معنیً متواتر ہے اور بعض کے نزدیک الفاظ کے اعتبار سے متواتر ہے اس باب کی احادیث کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا جو کہ امام بخاریؒ نے یہاں احادیث کے ذکر میں ایک خاص ترتیب کا لحاظ فرمایا ہے۔ پہلے تو کذب علی النبی سے منع فرمایا۔ اور دوسری حدیث میں صحابہ کرام کی توقی فی الحدیث یعنی احتیاط ناقلین کو ذکر فرمایا۔ اور تیسری حدیث میں اس احتیاط کی تشریح فرمادی۔ کہ توقی فی الحدیث اکثار احادیث سے تھی۔ اگرچہ بعض صحابہ کرام بکثرت روایات بیان کرتے تھے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہؓ ورنہ عام صحابہ اکثار سے بچتے تھے۔ اگر تمام صحابہ توقی کر لیتے تو ہم تک یہ روایات کیونکر پہنچتیں اور چوتھی حدیث میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ حضور اکرم صلعم کے بارے میں جھوٹا خواب بھی من کذب علیّ میں داخل ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۵ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ اِنِّيْ لَا اَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اُفَارِقْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت زبیرؓ سے عرض کی کہ میں نے آپ کو جناب رسول اللہ صلعم سے اس طرح احادیث بیان کرتے ہوتے نہیں سنا جس طرح فلاں فلاں حضرات حدیث بیان کرتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں آپ سے کبھی جدا نہیں رہا۔ لیکن میں نے آنحضرت صلعم سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ کہا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

حدیث نمبر ۱۰۶ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ قَالَ اَنَسٌ اِنَّهٗ لَيَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ لوگوں سے بہت احادیث بیان کرنے سے اس بات نے روکا ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۰۷ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ سَلَمَةَ هُوَ ابْنُ الْاَكْوَعِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

ترجمہ، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ جس شخص نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ بخاری شریف کے خصائص میں سے یہ بھی شمار کرایا جاتا ہے کہ اس میں بائیس۲۲ احادیث ثلاثیات ہیں۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ فقہ حنفی کا مدار ثنائیات پر ہے اب حدیث باب کے متعلق سنو کہ اس حدیث قال سمعت کے تحت بین السطور میں علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ ھذا اوّل الثلاثیات میں نے بہت تتبع اور تلاش کے بعد یہ بات حاصل کی۔ کہ ان بائیس ثلاثیات میں سے بیس احادیث میں سند کے اندر جن کا نام آرہا ہے۔ وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں یا امام زفرؒ کے۔ لامع کے اندر ان کے حالات بھی آگئے ہیں چنانچہ مکی بن ابراہیم بھی امام اعظمؒ کے تلامذہ میں سے ہیں اور ثلاثیات بخاری میں سے گیارہ روایات انہی سے مروی ہیں۔ لہٰذا سوا تے دو کے تمام حنفی حضرات سے یہ احادیث مروی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب امام بخاریؒ کی روایات ثلاثیات ہو سکتی ہیں۔ تو حضرت امام صاحبؒ کی احادیث کا ثنائیات ہونا تو یقینًا ہے۔ اگر میں یوں کہوں کہ وحدانی ہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ اس اعتبار سے فقہ حنفی بہت مضبوط ہے۔ قال الامام ابوحنیفۃؒ ما نقل عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم علی الرأس والعین وما نُقل عن الصحابہ نختارُ و نُرجّحُ وما نقل عن التابعین ھم رجال ونحن رجال۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ آنحضرت نبی اکرم صلعم سے منقول ہو وہ سر اور آنکھ پر جو صحابہ کرام سے منقول ہو اس میں سے ہم چھانٹ

کر ترجیح دیں گے۔ اور جو تابعین سے منقول ہو۔ تو وہ بھی آدمی ہیں ہم بھی آدمی ہیں ان کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں ہے بہر حال ثلاثی وہ روایت کہلاتی ہے جس میں حضور اکرم صلعم اور محدث کے درمیان تین واسطے ہوں۔ اور ایسی حدیث کی بڑی اجلال شان کی جاتی ہے۔ اور موطے خط میں اوّل الثلاثیات ثانی الثلاثیات لکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ادھر تو صحابی بیچ میں تابعی وہ خیر القرون سے اور شاگرد اپنے استاذ کے حالات سے خوب واقف!

حدیث نمبر ۱۰۸ حَدَّثَنَا مُوْسٰی الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْیَتِیْ وَمَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ وَمَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میرے نام تو رکھ سکتے ہو۔ لیکن میری کنیت جیسی کنیت نہ رکھو اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نقل نہیں کر سکتا اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ لا تسموا باسمی الخ لقب مشعر الی المدح والذم ہوتا ہے۔ کنیت میں تعظیم ہوتی ہے ورنہ حقیقت میں ایذاء اور علم اس سے منزہ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کو کنیت اور لقب سے پکارا جاتا تھا لیکن ایک دن آپ بازار میں جا رہے تھے کہ کسی نے یا ابا القاسم کہہ کر پکارا۔ اور مراد کوئی اور لیا۔ تو اس اشتباہ کی وجہ سے آپ نے کنیت رکھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ صحابہ کرام عَلَم کہہ کر نہیں پکارتے تھے۔ سوائے بدوی کے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم الخ تو عَلَم کی ممانعت تھی۔ ابو القاسم کنیت میں اشتباہ ہو گیا اس کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ ایک صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام قاسم نہ رکھے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کے چند بیٹے ہوں۔ ان میں ایک قاسم بھی ہو تو اپنی کنیت ابو القاسم نہ رکھے۔ اور ایک جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ آپ کے نام پر کسی کا نام نہ رکھا جائے۔ لیکن قول راجح جواز کا ہے چونکہ کنیت کی ممانعت اشتباہ کی وجہ سے تھی۔ اس لئے وہ ممانعت آنجناب صلعم کے عہد تک محدود ہوگی۔ اس کے بعد کنیت اور تسمیہ دونوں جائز ہوں گے۔ وَمَن رَّاٰنی فی المنام الخ یعنی جس نے آپ کو خواب میں دیکھا تو رؤیا حقہ میں سے ہے لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ہم آپ کو ایک ہی رات میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں۔ اور آپ مختلف ہیئات

پرنظر آتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے تو ایک جماعت کہتی ہے کہ آپ کی رؤیتہ حقّہ وہ ہوگی جو آپؐ کے حلیہ مبارکہ کے مطابق ہو۔ جو کتب سیر میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی یہی رائے ہے مگر جمہور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو جس حالت میں دیکھا جائے۔ وہی صحیح ہے۔ کیونکہ آپؐ کو دیکھنا رائی کے قلب پر منحصر ہے جیسے کوئی چیز سبز، سرخ، سفید وغیرہ آئینوں میں انتزاع ہو۔ درحقیقت وہ چیز رنگدار نہیں ہوتی۔ اس طرح آپؐ کی یہ رؤیتہ منامی اور روحانی ہے۔ اور رائی کی قلبی کیفیت کی بنا پر رؤیتہ ہوتی ہے۔ مرئی اس کیفیت سے مبرا ہوتا ہے۔ اختلاف طرق و ہیئات یہ دیکھنے والوں کی قلبی کیفیات ہیں البتہ آپؐ کو خواب میں دیکھنے والا صحابی نہیں ہو سکتا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اگر خواب میں آپؐ کی زبان سے کوئی ایسا قول سنے جو شریعت کے خلاف ہو۔ تو جمہور فرماتے ہیں کہ اگر وہ قول ظاہر شریعت کے موافق ہو تو قابل قبول ہے۔ اور جو ظاہر شریعت کے خلاف ہو اسے قبول نہ کیا جائے۔ کیونکہ مرئی پہ تو اعتبار ہے ہی۔ لیکن رائی کے قیاس اور اس کے رؤیتہ کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ غیر انبیاء کا رؤیا حجۃ نہیں ہوتا اور انبیاء کے قلوب بیدار ہوتے ہیں۔ اس روایت میں فقد رانی ہے۔ دوسری روایات میں ہے سیرانی لہذا قد رانی کو مستقبل کے معنی پر محمول کیا جائے گا۔ جیسے قد اقتربت الخ تو یہ حکم یا تو آپؐ کے عہد کے ساتھ مختص ہے یا عام بشارت ہے۔ کہ محشر کے میدان میں میری ملاقات ہوگی۔ پہلی تاویل کی مؤید وہ روایت ہے جس میں من رانی فقد رای الحق ہے۔ خلاصہ یہ کہ آپؐ کا دیکھنا رائی کی خوش بختی کی دلیل ہے اور جس کو زیارت نصیب نہ ہو اس کے لئے کوئی تنقیص نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ تسمّوا باسمی الخ یہاں تو اس طرح ہے کہ میرا نام رکھو کنیت نہ رکھو اور بعض روایات میں اس کا عکس وارد ہوا ہے کہ میرا نام نہ رکھو البتہ کنیت رکھ لیا کرو۔ اس وجہ سے علماء میں اختلاف واقع ہوگیا۔ کہ کیا جائز ہے کیا ناجائز ہے۔ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ وہ مطلقاً آپؐ کی کنیت شریف رکھنی ناجائز فرماتے ہیں خواہ آپؐ کی حیات میں ہو یا بعد الممات ہو۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ ممانعت آپؐ کے عہد کے ساتھ مختص تھی اب جائز ہے من رانی فی المنام الخ اس پر علماء امت کا اجماع ہے کہ جس نے حضور اکرم صلعم کو دیکھا اس نے آپؐ ہی کو دیکھا شیطان کے اندر یہ ہمت نہیں ہے کہ وہ آپؐ کی شکل میں آکر یہ کہدے کہ میں محمد صلعم ہوں۔ البتہ وہ خدا کی شکل میں آکر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں ہادی اور مضل اللہ تعالیٰ کے اضلال کا مظہر کو شیطان

ہے۔ لہٰذا وہ مظہر ضلالت بن کر سامنے آسکتا ہے۔ بخلاف نبی اکرم صلعم کے کہ آپؐ ہادی محض ہیں لہٰذا آپؐ کی شکل میں نہیں آسکتا۔ نیز علماء نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر حضور پاک خواب میں کوئی خلافِ شرع امر کا جواز بتلائیں تو وہ جائز نہیں ہوگا۔ نیز جو شخص آپؐ کو آپ کی شایانِ شان شکل میں نہ دیکھے بلکہ کسی اور شکل میں دیکھے تو اس نے بھی حقیقت میں آپؐ کو دیکھا اور اس کا یہ خلافِ شان دیکھنا اس کے اپنے نقص کی وجہ سے ہے اور اس شخص کے خیالاتِ اعتقاد کی انعکاسی ہے۔

بَابُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

حدیث نمبر ۱۰۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ قَالَ لَا إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ قُلْتُ وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو جحیفہؓ جو صغار صحابہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ کیا آپ لوگوں یعنی اہل بیت کے پاس کوئی کتاب ہے۔ فرمایا اور تو کچھ نہیں البتہ یہ اللہ کی کتاب یا وہ دین کی سمجھ جو مسلم مرد کو دی جائے یا جو کچھ اس دستاویز میں ہے۔ میں نے کہا اس دستاویز میں کیا ہے فرمایا دیت کے احکام۔ قیدی کو چھڑانے کی ترغیب اور یہ کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ عہد نبویؐ میں کتابت محض کتاب اللہ کی ہوتی تھی۔ تاکہ غیر کتاب اللہ سے خلط ملط نہ ہو جائے۔ چند آدمیوں کو احادیث لکھنے کی اجازت تھی۔ روافض نے یہ خبر مشہور کر دی تھی کہ حضرت علیؓ کے پاس بعض کتاب اللہ ہے۔ اور آپؐ نے ان کو خصوصی وصیت فرمائی ہے۔ اس لئے سوال ہوا کہ ھل عندکم کتاب اللہ ای مخصوص دُونَ النَّاس او فھم الخ اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مستثنیٰ منہ تو کتاب اللہ ہے جو مخصوص باھل البیت تھی۔ تو پھر کتاب اللہ اور فہم کا استثناء کیسے صحیح ہوگا۔ تو تقدیر عبارت ہوگی۔ الا کتاب اللہ ا و فھم کتاب اللہ یا فھم مستثنیٰ منقطع کے طور پر ہے۔ تبلانا یہ ہے کہ ہمارے پاس سوائے ان دو چیزوں کے اور کچھ نہیں جو بنو ہاشم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام الحکم ہیں ہمارے پاس کوئی مخصوص کتاب نہ ہوئی۔ عقل بمعنی دیۃ۔ لا یقتل مسلم بکافر الخ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر کافر ذمی ہے۔ تو اس کے بدلہ مسلمان قتل کیا جائے گا۔ اس طرح اگر کافر حربی اور امان لے کر ہمار

پاس آیا ہے۔ یا حربی ہے اور اس سے مصالحت ہے۔ یا اس کی محاربت معروف ہے تو ان تینوں کے بدلہ مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ دیگر آئمہ علی الاطلاق کہتے ہیں کہ مسلمان کو ان کے عوض قتل نہ کیا جائے گا۔ اگر ذمی قتل کر دیا جائے۔ تو اس میں باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ قصاص نہیں لیا جائے گا۔ حالانکہ آنحضرت صلعم سے منقول ہے کہ معاہد کے مقابل میں آپؐ نے مسلمان سے قصاص لیا ہے۔ اور فرمایا نحن احق بذمة الله یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علماء سلف میں ایک مذہب تو کتابت سے بالکل منع کرنے کا ہے حتیٰ کہ جو لکھا ہوا ہو اس کے بھی محو کرنے کا امر ہے اور یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اگرچہ روایات مجوزہ کثرت سے ہیں۔ اس لئے جب منع وجواز میں تعارض ہوا کرتا ہے تو منع کو ترجیح ہوا کرتی ہے بعض سلف کا مسلک یہ ہے کہ اولاً لکھے جب یاد ہو جائے تو مٹا دے۔ یہ حضرات جمع بین الروایتین کرتے ہیں اور تیسرا مذہب بعض سلف کا ہے جو اب متفق علیہ مذہب ہے کہ کتابت حدیث بالکل جائز ہے اور حفظ کے بعد مٹانے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہی غرض امام بخاریؒ کی اس ترجمۃ الباب سے ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے متعدد روایات سے ثابت کیا ہے۔ باب سے تو اختلاف کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اور روایات مثبتہ ذکر فرما کر جمہور کے مذہب کو ثابت فرمایا ہے۔

قلت لعلیؓ الخ یہاں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ لیکن دوسری جلد ص۱۰۲۵ پر هل عندكم كتاب من وحی غیر القرآن ہے۔ ان الفاظ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کے سوال کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے پاس قرآن مجید کے علاوہ جو ما بین الدفتین ہے اور کوئی حصہ قرآن ہے۔ جو اس قرآن پاک کے علاوہ ہو۔ اس سوال کا منشأ یہ تھا کہ اس زمانے سے ہی روافض نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا۔ کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ان کے اعوان نے چالبازی کی قرآن پاک کے چالیس پارے تھے دس پارے جو اہل بیت کے فضائل میں تھے اور حضرت علیؓ اور آپ کے متعلقات کی بہت سی قسم کی تعریفیں اور مدحیہ مضامین اس میں تھے۔ اس کو انہوں نے قرآن کے اندر نہیں لکھا۔ نیز! یہ روافض یوں بھی کہا کرتے تھے کہ دراصل نبی حضرت علیؓ ہیں فرشتہ جبرائیل غلطی سے حضور صلعم کے پاس چلا گیا۔ تو ان باتوں کی وجہ سے لوگوں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ کیا لوگوں کا یہ خیال صحیح ہے۔ اور کیا آپ کے پاس کوئی خاص احکامات والی وحی ہے۔ یہ حدیث جس میں صراحتہً وحی کے متعلق سوال ہے آگے چل کر بخاری میں ص۴۲۵ پر آوے گی

بہرحال حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کتاب تو صرف کتاب اللہ ہے۔ جو ما بین الدفتین ہے۔
او فہم اعطیہ رجل مسلم یہ فہم فہم استنباط و اجتہاد ہے جو حضرات مجتہدین کو حاصل تھا۔
اور یہی آیۃ کریمہ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا سے مراد ہے۔ او ما فی ھذہ الصحیفۃ الخ
حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا۔ جس کو انہوں نے اپنی تلوار کے نیام میں رکھ لیا تھا۔ اس میں وہ احکام لکھے
ہوئے تھے جو آگے آرہے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنا ترجمہ اسی جملہ سے ثابت فرمایا ہے کہ کتابۃ علم کا وجود
خود حضور اکرم صلعم کے زمانہ سے ہے۔ قال العقل الخ یعنی اس صحیفہ میں احکام دیات تھے کہ اگر کوئی کسی کو
قتل کردے تو اس کا کیا حکم ہے وفکاک الاسیر اور قیدیوں کے چھڑانے کے احکام تھے کہ اگر مسلمان کو کفار
قید کرلیں تو ان کا کیا کیا جائے۔ آیا روپیہ پیسہ دے کر چھڑا لیا جائے۔ یا اگر ادھر کفار محبوس ہوں۔ تو ان سے
بدلہ کر لیا جائے۔ اور اگر کفار مسلمانوں کے پاس محبوس نہ ہوں۔ تو کیا یونہی چھوڑ دے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے
وغیرہ وغیرہ یہ مستقل مسائل ہیں جس کو امام بخاریؒ کتاب الجہاد میں مستقل دو بابوں میں ذکر فرمائیں گے۔ انشاء اللہ
وہاں تفصیل سے کلام ہوگا۔ لا یقتل مسلم بکافر الخ یہ مسئلہ بھی کتاب الجہاد کا ہے۔ یہ بھی ایک اختلافی
مسئلہ ہے۔ آئمہ ثلاثہ کی رائے یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے گا۔ اور حنفیہ انما بذلوا
لیکون اموالھم کاموالنا و دماءھم کدمائنا وغیرہ جیسی روایات کی بنا پر یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ روایت
لا یقتل مسلم بکافر کافر حربی کے ساتھ خاص ہے۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کرے گا تو اس کے
بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۱۰ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِّنْ
بَنِيْ لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيْلٍ مِّنْهُمْ قَتَلُوْهُ فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْقَتْلَ اَوِ الْفِيْلَ قَالَ مُحَمَّدٌ
وَاجْعَلُوْهُ عَلَى الشَّكِّ كَذَا قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ الْقَتْلَ اَوِ الْفِيْلَ وَغَيْرُهٗ يَقُوْلُ الْفِيْلَ وَسُلِّطَ
عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اَلَا وَاِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ
اَلَا وَاِنَّمَا حَلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ اَلَا وَاِنَّهَا سَاعَتِيْ هٰذِهٖ حَرَامٌ لَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا وَلَا
يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا
اَنْ يُّعْقَلَ وَاِمَّا اَنْ يُّقَادَ اَهْلُ الْقَتِيْلِ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اكْتُبْ لِيْ

يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ اُكْتُبُوْا لِاَبِیْ فُلَانٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ فِیْ بُيُوْتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ اِلَّا الْاِذْخِرَ

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو خزاعہ نے قبیلہ بنولیث کے ایک آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے اس مقتول کے بدلہ میں قتل کر دیا جس کو بنو لیث نے قتل کیا تھا اس کی اطلاع آنحضرت نبی اکرم صلعم کو دی گئی آپؐ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ سے قتل یا ہاتھی کو روک دیا۔ امام محمد بخاری فرماتے ہیں کہ میرے استاذ ابونعیم نے اسی طرح شک کے ساتھ قتل یا فیل فرمایا مگر ان کے علاوہ دوسرے استاد نے بغیر شک کے فیل فرمایا۔ بہرحال جناب رسول اللہ صلعم اور مومنوں کو مکہ والوں میں غلبہ دیا گیا خبردار! وہ مکہ نہ تو میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ خبردار! وہ مکہ میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی بھر کے لئے حلال ہوا تھا۔ اب وہ اس گھڑی حرام ہے۔ نہ تو اس مکہ کا کوئی کانٹا کاٹا جائے اور نہ ہی اس کا کوئی درخت قطع کیا جائے۔ اور نہ ہی اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے مگر اس کے اعلان کرنے والے کو اٹھانے کی اجازت ہے۔ پس جو شخص مکہ معظمہ میں قتل کر دیا جائے۔ تو اس کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو مقتول کا خون بہا لیا جائے یا مقتول کے ورثا کو قصاص لینے کا حق ہے۔ اس پر اہل یمن کا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ یہ حکم مجھے لکھ دیجئے آپؐ نے حکم دیا کہ ابوفلاں کے لئے یہ حکم لکھ دو قریش کا ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا یارسول اللہ اذخر بوٹی کو مستثنیٰ فرمایئے۔ کیونکہ اسے ہم اپنے گھروں کی چھتوں اور قبور میں استعمال کرتے ہیں تو نبی اکرم صلعم نے اس کو مستثنیٰ کرتے ہوئے دو مرتبہ فرمایا الا الاذخر یعنی مگر اذخر۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خزاعہ اور ھذیل میں آپس میں جنگ چلی آرہی تھی۔ فتح مکہ میں یہ لوگ آپؐ کے معاہد تھے۔ انہوں نے اپنے آدمی کا قصاص لے لیا جس پر آپؐ نے یہ خطبہ دیا۔ الا لمنشد اگر اشکال ہو کہ لقطہ تو بہر حال منشد کے لئے ہوتا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بعد الانشاد لقطہ حلال ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ صاحب ثروۃ ہی ہو۔ لیکن امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر منشد صاحب حاجۃ ہو تو اس کے لئے خرچ کرنا جائز ہے البتہ منشد لکہ کے لئے جائز نہیں کیونکہ اس کے لئے انشاد فی مجالس الحرم محال ہے تو احنافؒ کے ہاں الا لمنشد تاکید انشاد کے لئے ہوگا کہ التقاط تو صحیح ہے مگر وہ چیز بالاتفاق حلال

نہیں ہوسکتی۔ اس سے اشارہ کرنا ہے کہ حرم کا لقطہ نہیں اٹھانا چاہیئے۔

از شیخ زکریاؒ بقتیل منهم ای من بنی خزاعة قتلوه ای قتل بنو لیث قتیل بنی خزاعة تو منھم کی ضمیر بنو خزاعة کی طرف اور قتلوہ کی ضمیر بنو لیث کی طرف اور مفعول کی ضمیر قتیل کی طرف راجع ہوگی۔ اِنَّ اللہ حبس عن مکة القتل ابو محمد کا مصداق خود امام بخاریؒ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ القتل او الفیل اس کو شک کے ساتھ رہنے دینا اس میں اصلاح نہ کرنا۔ کیونکہ میرے استاد ابونعیم نے اسی طرح شک کے ساتھ بیان کیا تھا۔ اگرچہ صحیح الفیل ہے کیونکہ ان کے علاوہ باقی اساتذہ سب جزم کے ساتھ اسی کو بیان کرتے ہیں۔

اب یہاں پھر وہی مسئلہ آگیا۔ کہ محدثین کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ اگر کتاب میں غلطی خود اس لکھنے والے کی طرف سے ہو۔ تو اس میں اصلاح کرنا جائز نہیں۔ لیکن جب محقق طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ غلط ہے تو کیا کرے۔ اس میں دو قول ہیں ایک جماعت کی رائے یہ ہے۔ کہ جب غلطی پر پہنچے تو یوں پڑھے الصحیح کذا و فی الکتاب ھکذا تاکہ ابتداءً غلط پڑھ کر من کذب علی متعمداً (الحدیث) کا مصداق نہ بن جائے اور دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ پڑھتا چلا جائے۔ اور جب غلط پڑھ چکے تو اس کے بعد فوراً والصحیح ھکذا پڑھے وسلط علیھم رسول اللہ الخ مطلب حضور اقدس صلعم کے ارشاد مبارک کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے جابر بادشاہ ابرہہ کو جو اپنے ہاتھی لے کر کعبہ کو مسمار کرنے آیا تھا۔ مکہ میں گھسنے نہ دیا۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی چڑیوں کو کنکریاں دے کر سب کو ہلاک کرا دیا اس واقعہ کے ہی بیان میں سورۂ فیل نازل ہوئی مگر جناب نبی کریم صلعم اور مسلمانوں کو محض اپنے فضل و کرم سے ان پر مسلط فرما دیا۔ الا انھا لم تحل لاحد قبلی الخ یعنی سن لو۔ یہ کہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہے اب ممکن ہے کوئی شخص یوں کہتا کہ پھر حضور اکرم صلعم نے قتال کیوں فرمایا۔ تو حضور اکرم صلعم اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ الا وانھا حلت لی ساعة من نھار سن لو جو میں نے قتال کیا تو مکہ میرے واسطے تھوڑی دیر کے لئے حلال کر دیا گیا تھا۔ الا انھا ساعتی ھذہ حرام یہ اس وجہ سے کہا کہ یہ خطبہ فتح مکہ کے دوسرے دن ہوا تھا۔ یہاں یہ بات غور سے سنو کہ اس میں اختلاف ہے کہ فتح مکہ صلحاً ہے یا عنوۃ ہے۔ احنافؒ کے نزدیک عنوۃ فتح ہوا ہے اور شوافعؒ کے نزدیک صلحاً فتح ہوا۔ ولا تلتقط ساقطھا الخ اگرچہ مکہ میں تعریف لقطہ مشکل ہے کیونکہ حاجیوں کا مجمع بہت ہوتا ہے۔ اور ان کا کہیں مستقل چند دن تک قیام بھی نہیں ہوتا تو

خاص طور سے انشاد کی اہمیت باقی رکھنے کے لئے ایسا فرمایا. فمن قتل فهو بخير النظرين ھو کی ضمیر وارث مقتول کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ مقتول تو مر چکا ہے۔ اب اس کے مخیر بین النظرین ہونے کا کیا سوال خیر النظرین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وارث مقتول کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا وہ جس کو چاہے پسند کرے۔ ایک دیت دوسرا قتل یعنی چاہے قاتل کو قتل کردے یا دیت لے لے۔ یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ آیا اختیار صرف وارث قتیل کو ہوگا۔ یا قاتل کو بھی اختیار ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک تو صرف وارث قتیل کو اختیار ہے۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ قاتل کو بھی اختیار ہے اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ اولیا مقتول دیت مانگیں اور وہ دیت دینے پر قادر نہ ہو۔ بلکہ قتل ہونا پسند کرتا ہے۔ یہ سوچ کر کہ کہاں دیت کے لئے کماتا پھروں گا۔ اما ان یقتل الخ یہ خیر النظرین کی تفصیل ہے۔ فجاء رجل من اهل اليمن الخ یہ آنے والے حضرت ابوشاہ ہیں۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایات ہیں اس کی تصریح ہے۔ ان صحابی کا نام معلوم نہیں ہوسکا البتہ ان کی کنیت ابوشاہ ہے۔ اکتب لی یارسول اللہ یعنی یارسول اللہ صلعم یہ گرامنا یہ احکام جو آپ نے بیان فرمائے ہیں اس کو میرے واسطے لکھوا دیجئے کیونکہ خود پڑھے لکھے نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اکتبوا لابی فلان فلاں سے مراد بھی ابوشاہ ہیں چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں اکتبوا لابی شاہ ہے یہاں بخاری کی روایت میں راوی کو نام یاد نہیں رہا اور یہی جملہ اکتبوا لابی فلان امام بخاری رح کی غرض ہے۔ کہ دیکھو یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ حضور اکرم صلعم کے امر سے کتابت حدیث ہو رہی ہے۔ فقال رجل من قريش الخ جب حضور اکرم صلعم نے حرمت کے احکام بیان فرمائے تو حضرت عباس رض کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا یا رسول اللہ الا الاذخر یعنی اذخر کا استثناء فرما دیجئے رجل سے مراد حضرت عباس رض ہیں۔ فقال النبي صلى الله عليه وسلم الا الاذخر کہ حضور اکرم صلعم نے حضرت عباس رض کے کہنے پر اذخر استثناء فرما دیا۔ اب یہاں علماء کے درمیان ایک مسئلہ اختلافی یہ ہے کہ کیا حضور اکرم صلعم کو احکام کے درمیان اختیار تھا کہ جو چاہے حکم فرما دیں اور جس سے چاہیں منع فرما دیں۔ اور جس کو چاہیں حلال و حرام فرما دیں۔ اس کے متعلق ایک جماعت کی رائے ہے کہ حضور اکرم صلعم کو بالکل بھی اختیار نہ تھا۔ ان کا استدلال ما ینطق عن الهدى (الآیہ) جیسی آیات سے ہے۔ اور اس کے برخلاف ایک دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ اختیار تھا کیونکہ اگر اختیار کا نہ ہونا تسلیم کرلیں تو پھر حضرت عباس رض کے فرمانے پر استثناء کیوں فرمادیا جب استثناء فرما دیا تو معلوم ہوا کہ اختیار تھا۔ ان حضرات کی دلیل حدیث

پاک لولا اشق علی امتی لامرتھم بالسواک اور باب کی یہ حدیث ہے ۔ رہ گئی ۔ آیت کریمہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے فوراً قلب میں القاء ہوگیا ہو ۔ کیونکہ وحی کی ایک قسم القاء فی الروع بھی تو ہے اور تیسرا مذہب توقف کا ہے ۔ کیونکہ روایات دونو قسم کی ہیں اور متعارض ہیں اور چوتھا مذہب یہ ہے کہ حروب میں اختیار ہے بقیہ احکام میں اختیار نہیں ۔

حدیث نمبر ۱۱۱ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ مَامِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَکْثَرُ حَدِیْثًا عَنْہُ مِنِّیْ اِلَّا مَا کَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو فَاِنَّہٗ کَانَ یَکْتُبُ وَلَا اَکْتُبُ تَابَعَہٗ مَعْمَرٌ عَنْ ھَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض (الحدیث)

ترجمہ ، حضرت ابوہریرہ رض فرماتے تھے کہ جناب اکرم صلعم کے اصحاب کرام میں سے میرے سے زیادہ آپ سے حدیثیں بیان کرنے والا کوئی نہیں مگر وہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا ۔

تشریح از شیخ مدنی رح چونکہ حضرت ابوہریرہ رض نے مدینہ میں سکونت اختیار کی تھی اور اشتغال بالحدیث کو مشغلہ بنالیا تھا ۔ اس لئے ان کے پاس بہت روایات تھیں ۔ یعنی پانچ ہزار تین سو سے زائد احادیث تھیں اور آٹھ سو شاگرد تھے ۔ اور حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رض کے پاس لکھی ہوئی احادیث تھیں کیونکہ وہ اشتغال بالعبادۃ رکھتے تھے ۔ ان کی خواہش تھی کہ رات کو عبادت کرتے رہیں اور دن کو روزہ رکھیں ۔ اس لئے بیوی کو طلاق دے دی تھی اور کہا کہ مجھے فرصت نہیں ملتی ۔ لوگوں نے اور خود آنحضرت صلعم نے بہت تنبیہ فرمائی تو سات دن میں ختم قرآن کرتے تھے اور ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے ۔ بڑھاپا آیا تو پھر کمی کر دی

تشریح از شیخ زکریا ۔ اس سند میں اَخْبَرَنِیْ وھب بن منبہ عن اخیہ اس اخ سے مراد ہمام بن منبہ ہیں جو حضرت ابوہریرہ رض سے روایات نقل کرنے میں بہت مشہور ہیں ان کی ایک کتاب صحیفہ ہمام بن منبہ کے ساتھ مشہور ہے ۔ اس صحیفہ سے امام مسلم رح روایات نقل کرتے ہیں ۔ اور یہ صحیفہ اب حیدر آباد میں بھی طبع ہو چکا ہے ۔ اور یہ مسند احمد میں بھی یکجائی ہمام عن ابی ہریرہ سے مروی ہے فانہ کان یکتب ولا اکتب اس حدیث میں چند ابحاث ہیں ۔ ایک تو یہی کان یکتب ولا اکتب امام بخاری رح کی غرض بھی اس جملہ سے ثابت ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جیسے بعض مریدین مشائخ کے ملفوظات لکھ لیتے ہیں اسی طرح یہ بھی جو کچھ حضور اکرم صلعم سے سنتے اس کو لکھ لیتے صحابہ نے

ان کو ملامت کی کہ تم سب کچھ کیوں لکھتے ہو۔ کیونکہ حضور اکرم صلعم بشر ہیں غصہ بھی فرماتے ہیں خوش بھی ہوتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے آنحضور نبی اکرم صلعم سے عرض کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس منہ سے حالت رضاء و غضب میں سوائے حق کے اور کوئی بات نکلتی ہی نہیں تم سب کچھ لکھ لیا کرو۔ تو یہاں کتابت حدیث بامر رسول اللہ صلعم ہوگئی۔ دوسری بحث یہ ہے کہ خود حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے زیادہ اور کوئی احادیث بیان کرنے والا نہیں ہے۔ سوائے عبداللہ بن عمروؓ کے حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابن جوزیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات پانچ ہزار تین سو چوہتر بتلائی ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بعض محدثین کے قول پر پانچسو اور بعض کے قول پر کل سات سو ہیں تو ان کی مرویات زیادہ سے زیادہ سات سو اور حضرت ابوہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو چوہتر تو پھر کس طرح حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایات زیادہ ہوئیں۔ اس کا جواب بعض علماء تو یہ دیتے ہیں کہ لکھنا اور چیز ہے اور اس لکھے ہوئے کا چل پڑنا اور چیز ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کثرت سے مدینہ منورہ رہتے تھے اور لوگ کثرت سے مدینہ منورہ ہی تحصیل علم کے لئے رحلت و سفر کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ طائف میں رہنے لگے تھے اور وہاں اس قدر لوگ جاتے نہیں تھے۔ اس لئے ان سے اخذ کثرت سے نہیں ہوا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ چونکہ کتب سماویہ کے عالم تھے اس لئے وہ کبھی کبھی اسرائیلیات بھی بیان کر دیا کرتے تھے اس خلط ملط کی وجہ سے عام آدمی ان سے روایات کثرت سے نہیں لیتے تھے۔ بخلاف حضرت ابوہریرہؓ کے وہ صرف احادیث رسول اللہ ہی بیان کرتے تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے لئے آنحضور نبی اکرم صلعم نے حفظ کی دعا فرمائی تھی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس صرف لکھی ہوتی تھیں تو حضرت ابوہریرہؓ اپنے حفظ سے خوب بیان کرتے تھے۔ دوسرا اشکال یہاں یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے کسی نے حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ تو وہ مکان سے ایک صحیفہ نکال کر لائے جس میں احادیث تحریر تھیں۔ اس سے پتہ چلا کہ وہ بھی لکھا کرتے تھے۔ لہٰذا ان ولا اکتب کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ کس طرح پتہ چل گیا کہ وہ صحیفہ خود ان کا لکھا ہوا تھا۔ بہت ممکن ہے۔ کسی اور کا لکھا ہوا ہو۔ اور وہ ان کو مل گیا ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ ولا اکتب فرمانا حضور پاک صلعم کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور آپؐ کے انتقال کے بعد انہوں نے احادیث جمع کر لیں اور ان کو لکھ لیا۔

حدیث نمبر ۱۱۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُومُوا عَنِّي وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ ۔

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت نبی اکرم صلعم کو اپنے درد کی شدت محسوس ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس کتاب لے آؤ تاکہ میں تمہیں ایک کتاب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہوگے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلعم پر درد کا غلبہ ہوگیا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب (قرآن) موجود ہے جو ہمیں ہدایت کے لئے کافی ہے۔ اس طرح اختلاف پیدا ہوگیا۔ اور شور و شغب بہت ہوا جس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سب میرے پاس سے اٹھ جاؤ میرے پاس بیٹھ کر جھگڑا کرنا اچھا نہیں ہے۔ تو حضرت ابن عباسؓ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ بیشک پوری مصیبت ہے جو جناب رسول اللہ صلعم اور آپؐ کی کتاب کے درمیان حائل ہوگئی۔ ان الرزیۃ کل الرزیۃ یا تو اس اعتبار سے کہ حضرت ابن عباسؓ افقہ تھے۔ یا یہ کہ اس کی وجہ سے روافض کو طعن کا موقعہ ملا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ائْتُونِي بِكِتَابٍ الخ حضور اقدس صلعم کیا لکھتے اس کی تو کہیں تصریح نہیں ہے ہاں سیاق روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلعم خلافت کے متعلق لکھتے کہ فلاں کو خلیفہ بنایا جائے پھر فلاں فلاں کو یہ واقعہ جمعرات کا ہے۔ اور اس کے بعد دوشنبہ کی صبح کو آپؐ کا انتقال ہوگیا۔ اور امام بخاریؒ کی غرض بھی اس جملہ سے ثابت ہوتی ہے۔ کہ حضور اقدس صلعم نے مرض الوصال میں لکھنے کو قلم دوات طلب فرمایا اور حضور صلعم جو کچھ لکھتے وہ حدیث ہی ہوتا لہٰذا کتابت حدیث ثابت ہوگئی۔

قال عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ الوجع الخ جب حضور اقدس صلعم نے لکھنے کو قلم دوات طلب فرمایا، تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کو منع کردیا۔ اور کہنے لگے کہ حضور اقدس صلعم کو تو تکلیف ہے ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ حضرت عمرؓ کے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ حضور اقدس صلعم کے وزیر اور مشیر تھے خاصۃً اور دیگر امور میں دخیل تھے عموماً اس لئے حضرت عمرؓ نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ اس وقت حضور اکرم صلعم کو تکلیف نہ دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابوہریرہؓ حضور اکرم صلعم کے جوتے لے کر جنت کی بشارت دینے چلے تو حضرت عمرؓ نے راستے ہی میں ان

کے سینے پر اس زور سے ہاتھ مارا تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ سرین کے بل گر پڑے تھے۔ یہ حضور صلعم کے پاس شکایت لے کر چلے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے۔ کہ حضور ایسا نہ فرمائیے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ کے تو اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ حضور اقدس صلعم کی حیات ہی میں حضور کے سامنے ایسے کام کرتے تھے۔ اس طرح ایک مرتبہ ازواج مطہرات نان ونفقہ طلب کر رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ آگئے یہ ساری ازواج آڑ میں چلی گئیں۔ حضور پاک صلعم مسکرائے اور فرمایا کہ عمرؓ سے شیطان بھی بھاگتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضور اقدس صلعم سے واقعہ دریافت کر کے فرمایا۔

یاعدوات انفسهن اتهبنني ولا تهبن رسول الله صلى الله عليه وسلم حضور اقدس صلعم نے کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا۔ لہٰذا حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض نہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی بے ادبی کی بلکہ ان کو تو دلالۃً اجازت تھی۔ اسی بنا پر انہوں نے منع فرمایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس دن حضور اقدس صلعم کو بہت تکلیف تھی۔ اور تکلیف کی تیزی کی وجہ سے ڈول کے ڈول پانی کے آپ پر ڈالے جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو یہ تکلیف برداشت نہ ہوئی۔ اس لئے انہوں نے منع فرمادیا۔ کیونکہ لکھنے سے اور تکلیف ہوتی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ پنجشنبہ کی شام کا ہے اور حضور اقدس صلعم کا انتقال دوشنبہ کو ہوا۔ تو اگر حضور اکرم صلعم کو کچھ لکھوانا تھا تو جمعہ یا اتوار کو لکھوا دیتے۔ کیونکہ اس دوران طبیعت ٹھیک ہوگئی تھی۔ چنانچہ آپ نے خطبہ بھی دیا۔ اور اس میں مہاجرین کے فضائل بیان فرمائے۔ اور انصار کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کے محسنین کے ساتھ اچھا معاملہ کریں۔ اور ان کے مسیئین سے تجاوز کریں اور چوتھا جواب یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؓ سے خود حضور اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ قلم دوات لاؤ کچھ لکھ دوں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور پاک صلعم زبان مبارک سے فرمادیں۔ ان کو یاد کرلوں گا۔ لکھنے کی ضرورت نہیں تو اگر حضرت عمرؓ نے بقول روافض بے ادبی کی تو ادھر بھی بے ادبی ہوئی۔ یہ روایت ابن سعد کی ہے صحاح کی نہیں اور پانچواں جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی متعلق لکھانا تھا۔ حضرت علیؓ کے متعلق لکھوانے کا خیال ہی نہیں تھا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بخاری جلد ثانی میں ص۱۰۷۲ پر ایک روایت آرہی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا اردتُ ان ارسل الی ابی بکر وابنه فاعهد ان یقول القائلون او یتمنّی المتمنون ثم قلت یابی الله ویدفع المؤمنون (الحدیث) اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیقؓ کی خلافت لکھوانی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے تو گویا رافضیوں کا بھلا کیا کہ حضور صلعم کو لکھنے سے منع کردیا۔ اگر لکھ دیتے تو پھر یہ حکم قطعی ہو جاتا۔ اور رافضیوں کو کوئی چارہ کار نہ رہتا۔ فخرج ابن عباس الخ ابن عباسؓ کا یہ خروج حضور اقدس صلعم کے پاس سے نہیں تھا بلکہ

مرادوہ جگہ ہے جہاں حدیث بیان کر رہے تھے۔ جب یہاں تک پہنچے تو ان الوزیۃ کل الوزیۃ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ اگر صحابہ لکھنے دیئے ہوتے تو پھر حضور اکرم صلعم ترتیب لکھ دیتے، پھر واقعہ عثمان صفین اور جمل ہی پیش نہ آئے ہوتے۔

باب الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ۔

باب ہے کہ علم اور نصیحت رات کے وقت بھی کی جا سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۳ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الخ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ أَيْقِظُوا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت نبی اکرم صلعم خواب سے بیدار ہوئے تو تعجب کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہے آج رات کس قدر فتنے اتارے گئے اور کس قدر خزانے کھول دیئے گئے حجرات والی بی بیوں کو جگا دو کیونکہ بہت سی دنیا میں کپڑے پہننے والی آخرت میں ننگی ہوں گی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ رات کو بھی تعلیم دینا ضروری ہے کہ نہیں کیونکہ فرمایا گیا کہ اس قدر تعلیم نہ دو کہ لوگ گھبرا جائیں، چنانچہ آپ ہر رات تعلیم نہ دیتے تھے تاکہ نشاط طبع باقی رہے۔ ہاں اس قدر تعلیم دینا درست وجائز ہے جو گھبراہٹ کا باعث نہ بنے آپ کو باری تعالیٰ کی طرف سے فتنوں کے متعلق انکشاف ہوا۔ اور اس طرح خزائن کا فتوح ہوا کہ قیصر وکسریٰ کے خزانے ہاتھ آئے فتن سے مراد یا تو کثرت اولاد اور اموال ہے بدلیل انما اموالکم واولادکم فتنہ یا آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جو مناقشات اور جھگڑے مسلمانوں میں پیدا ہوئے وہ آپ پر منکشف ہوئے عاریۃ فی الآخرۃ سے متنبہ کرنا ہے۔ کہ دنیا پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے بلکہ آخرت کے عذاب سے بچنے کی کوشش ہونی چاہیئے یا بعض نے کہا کہ ایسے پتلے لباس سے احتراز کرنا چاہیئے جس سے بدن کی وضع قطع اور ہیئت معلوم ہوتی ہو۔ ایسا لباس ممنوع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس علم میں سبق، تکرار، تقریر، مطالعہ سب ہی داخل ہیں اور عظہ کے معنے نصیحت کے ہیں، چونکہ ایک حدیث میں عشاء کے بعد نوم سے قبل وبعد بات کرنے کی ممانعت ہے تو یہاں سے ان اشیاء کا استثناء کرتے ہیں کہ ان کی ممانعت نہیں ہے۔ سبحان اللہ الخ حضور اقدس صلعم کو یہ مکشوف ہوا کہ کثرت سے فتن نازل ہوتے اور خزائن کے متعلق بھی کشف ہوا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا

کیونکہ جب فتن ظاہر ہوئے تو اس کے ساتھ خزائن کا ظہور ضرور ہوا ہوگا۔ فان مع العسر یسرًا۔ ایقظوا الخ صواحب حجرات کو جگا دو۔ کیونکہ یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ فتن سے بچنے کی دعا کریں۔ یہاں انزل اللیلۃ توعلم کے اندر داخل ہے۔ اور ایقظوا الخ اس کی مناسبت عظمۃ سے ظاہر ہے۔ تو باب کے دونوں جزء سے مناسبت ہوگئی کاسیۃ فی الدنیا الخ کاسیہ کے معنی کپڑا پہننے والی چونکہ ثوب بول کر بعض مرتبہ اس سے عمل وتعلق مراد لیا جاتا ہے۔ اور عام طور سے عرب میں بولا جاتا ہے سبعہ معلقہ کا شعر ہے

ان تک قد ساتک منی خلیقۃ

فسلی ثیابی من ثیابک تنسل

ترجمہ، اگر اے محبوبہ تجھے میری کوئی خصلت بری لگتی ہے تو میرے کپڑے اپنے کپڑے سے الگ کر لے تو یہاں ثیاب سے مراد تعلق ہے۔ اب اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بہت سی وہ عورتیں جو دنیا میں عمل کرنے میں خوب آگے آگے ہوتی ہیں۔ وہ آخرت میں اعمال سے ننگی ہوں گی۔ کیونکہ وہ اپنی عادت کے مطابق چغل خوری۔ غیبت۔ گالی گلوچ اور جہالت کے سینکڑوں کام کرتی ہیں اور حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ بہت سی عورتیں جو دنیا میں لباس پہنتی ہیں وہ شرعًا معتبر نہیں ہوتا۔ مثلاً اندر سے بدن اس میں نظر آتا ہے تو ایسی عورتوں کو ننگی ہونے کی سزا آخرت میں ملے گی۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ بہت سے دنیا میں اعمال کرنے والے آخرت میں اس کے اجر سے خالی ہوں گے اس لئے کہ ان اعمال میں اخلاص نہ ہوگا ریا سے کیا ملے گا۔

باب السَّمَرِ بِالْعِلْمِ۔

رات کے وقت علم کی بات چیت کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۱۴ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِيْ اٰخِرِ حَيَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ اَرَءَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نبی اکرم صلعم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیر کر فارغ ہوتے تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کیا تم آج کی اس رات کو جانتے ہو۔ کیونکہ اس صدی کے آخر پر روئے زمین پر بسنے والا کوئی بھی باقی نہیں رہے گا گویا اپنی امت کی چھوٹی عمروں کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بظاہر روایت ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ اس میں سمر بالعلم کا تذکرہ نہیں ہے۔ مگر چونکہ مفصل دوسری جگہ روایت آچکی ہے اس پر اعتماد کرتے ہوئے مصنفؒ نے ترجمۃ الباب میں سمر بالعلم کہہ دیا لبسا اوقات مصنفؒ ایسا کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب اور باب سابق بظاہر ایک معلوم ہوتے ہیں کیونکہ سمر بالعلم بھی عظۃ باللیل ہے اس لئے حافظ کی رائے یہ ہے کہ باب اوّل سے عظۃ باللیل بعد الاستیقاظ من النوم ثابت فرمایا ہے۔ اور اس باب سے عظۃ قبل النوم ثابت فرمایا ہے کیونکہ یہ دونو وقت ہو سکتا ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ ابھی قریب میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت گذری ہے تیخولنا بالموعظۃ کراھیۃ السامۃ علینا اور باب اوّل کی روایت میں عظۃ بعد الاستیقاظ ہے اور جاگنے کے بعد طبیعت کسل مند ہوا ہی کرتی ہے۔ تو باب سابق سے تنبیہ فرما دی کہ اگر گرانی نہ ہو اور طبیعت ہوشیار ہو۔ تو بعد الاستیقاظ عظہ میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس دوسرے باب کی غرض یہ ہے کہ حدیث میں حضور اقدس صلعم نے عشاء کے بعد بات چیت اور سمر سے منع فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے سامرا تھجرون تو اس باب سے اشارہ فرما دیا۔ کہ سمر بالعلم نہی میں داخل نہیں سمر وہ باتیں جو رات میں کی جائیں۔ فان رأس مائتہ سنۃ الخ اس روایت کو جب صحابہ کرامؓ نے سنا تو یہ سمجھے کہ سو سال کے بعد قیامت آجائے گی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ انقضائے قرن مراد تھا (صدی کا ختم ہونا) اب اس روایت کی وجہ سے محدثین کی رائے ہے کہ جو شخص ۱۱۰ھ کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا صوفی ہو چاہے خواجہ رتن ہندی ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر بڑی مشکل صوفیاء کرام کو ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت خضرؑ زندہ ہیں۔ اور یہ روایت اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ محدثین تو حیات خضر کا انکار کرتے ہیں۔ اور صوفیاء اثبات کرتے ہیں اور اس روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس وقت حضرت خضرؑ وجہ ارض پر تھے ہی نہیں بلکہ سمندر میں تھے۔ اور بڑی مشکل صوفیاء محدثین اور محدثین صوفیا کو ہے وہ کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زندہ نہیں رہے گا۔ اور علامات قیامت میں سے ہے کہ جب دجال کا ظہور ہوگا۔ تو ایک آدمی اس وقت حدثنا رسول اللہ کہیگا اور وہ آدمی حضرت خضرؑ ہوں گے لہٰذا ہم حکم قطعی نہیں لگاتے۔

حدیث نمبر ۱۱۵ حدثنا آدم الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِی بَیْتِ خَالَتِی مَیْمُونَۃَ

بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ ثُمَّ قَالَ نَامَ الْغُلَيِّمُ أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ أَوْ خَطِيطَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ ۔ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضؓ جو نبی اکرم صلعم کی زوجہ محترمہ کے گھر میں گذاری اور جناب نبی اکرم صلعم ان کی باری کی رات ان کے پاس تھے جب آنحضرت صلعم عشاء کی نماز پڑھ چکے تو اپنی منزل پر تشریف لائے ہیں چار رکعت نماز پڑھ کر سو گئے پھر رات کو اٹھے پھر فرمایا یا غلیّم یا اس کے مشابہ کلمہ فرمایا کہ یہ لڑکا سو گیا۔ پھر حضور انور صلعم نے قیام فرمایا تو میں بھی اٹھ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا فرمایا۔ پھر آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد دو رکعت سنت فجر ادا فرمائی۔ پھر سو گئے حتیٰ کہ میں آپ کے خراٹے کی آواز سنی جسے غطیط یا خطیط کہا جاتا ہے۔ پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے

تشریح از شیخ مدنیؒ "نام الغلیم" یہ تصغیر شفقت کے لئے۔ بعض حضرات نے نام الغلیم کے الفاظ کہنے سے سمر بالعلم ثابت کیا ہے۔ مگر یہ روایت مختصر ہے۔ دوسری جگہ روایت میں ہے کہ آپؐ نے اپنے اہل سے گفتگو فرمائی اس کے بعد نماز پڑھی تو مصنفؒ نے اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے اشارہ فرمایا کہ سمر بالعلم ثابت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت میمونہ رضؓ حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں ان کو شوق پیدا ہوا کہ حضور اکرم صلعم جب حضرت میمونہؓ کی باری میں ان کے یہاں تشریف لائیں گے۔ تو یہ اپنی خالہ کے یہاں سوئیں گے۔ اور دیکھیں گے کہ حضور انور صلعم کیا کرتے ہیں جب حضرت میمونہؓ کی باری آئی تو یہ جا کر سو رہے۔ حضور اقدس صلعم پھر رات گئے اٹھے اور نماز شروع کی حضرت ابن عباسؓ بھی انگڑائیاں لیتے ہوئے اٹھے اور وضو کر کے نماز میں شریک ہو گئے۔ مگر غلطی سے بائیں طرف کھڑے ہو گئے حضور اقدس صلعم نے ان کا کان پکڑ کر پیچھے سے داہنی طرف کھڑا کر دیا ثم قال نام الغلیم۔ غُلَیّم غلام کی تصغیر ہے یہاں سوال یہ ہے کہ سمر بالعلم کہاں اور کسی لفظ حدیث سے ثابت ہوا بعض حضرات کی رائے ہے کہ نام الغلیم کہنے سے ثابت ہو گیا۔ اور حضور اکرم صلعم کے ارشاد مبارک

سے معلوم ہوا کسی کو تصغیر کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔ اور یہ تحقیر پر دال نہیں تاکہ مذموم و ممنوع ہو بعض کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کے فعل فصلّی اربع رکعات سے ترجمہ ثابت ہوگیا۔ کیونکہ حضور اکرم صلعم کے اقوال جیسے سمر بالعلم میں داخل ہیں ایسے افعال بھی سمر بالعلم میں داخل ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے تشحیذ اذہان کے لئے خاص طور سے حدیث میں اختصار فرمایا ہے ورنہ بخاری جلد ثانی صفحہ ۶۵۰ پر یہی حدیث ہے اس میں تصریح ہے کہ فتحدث مع اھلہ ساعۃ اس جملہ سے صاف طور پر ترجمہ سے مناسبت ہوگئی حتی سمعت غطیطہ اور خطیطہ یہ اونٹ کے لئے ہے۔ غطیط اور خطیط سونے والے کی آواز کو کہتے ہیں۔

باب حِفْظِ الْعِلْمِ۔

یعنی علم کا یاد کرنا۔!

حدیث نمبر ۱۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلَوْلَا آيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيْثًا ثُمَّ يَتْلُوْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى إِلٰى قَوْلِهٖ الرَّحِيْمُ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِيْ أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهٖ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُوْنَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُوْنَ۔

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرۃ حدیثیں بہت بیان کرتا ہے اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا پھر یہ دو آیتیں تلاوت کرتے تھے ان الذین یکتمون الآیۃ اور فرمایا کہ ہمارے مہاجرین بھائی کو بازاروں میں لین دین کے معاملات مشغول رکھتے تھے اور انصار بھائیوں کو اپنے اموال کے لئے زمین کی عملداری مشغول رکھتی تھی۔ اور ابوہریرہؓ تو اپنے پیٹ بھر کے ساتھ روٹی پر آنحضرت صلعم کے لازم ملازم رہتے تھے اور ان اوقات میں حضور انور صلعم کے پاس حاضر ہوتے جن اوقات میں یہ لوگ حاضر نہیں ہوتے تھے اور ابوہریرۃ ان باتوں کو یاد کر لیتے تھے۔ جنہیں یہ لوگ یاد نہیں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شراحؒ نے اس باب کی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ اب تک علم کی فضیلت و تاکید

مذکور تھی۔ اب اس کے حفظ پر تاکید فرماتے ہیں لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہاں تاکیداً حفظ کے لئے باب نہیں باندھا گیا۔ کیونکہ یہ تاکید تو ماقبل کی احادیث سے بھی مفہوم ہو رہی ہے۔ بلکہ اس باب سے اس حفظ کے اسباب بیان کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ہمہ تن علم میں لگ جائے۔ کیونکہ تمام دھندوں کو چھوڑ کر علم میں لگ جانے سے ہی علم آتا ہے۔ جیسے حضرت ابوہریرہؓ کہ حضور اکرم صلعم پر تمام چیزیں قربان کر کے ہمہ تن لگ گئے تھے۔ ان الناس یقولون الخ یعنی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ابوہریرہؓ بہت زیادہ روایات بیان کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے جواب دیا۔ کہ اگر قرآن کی دو آیتیں جن سے کتمان علم کی وعیدیں معلوم ہوتی ہیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بھی بیان نہ کرتا۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ان اخواننا من المہاجرین یعنی یہ لوگ اعتراض کیوں کرتے ہیں۔ ہم علم میں مشغول رہتے تھے۔ مہاجرین لین دین بازاری میں اور انصار اپنی کاشت (کھیتی) زار میں رہا کرتے تھے۔ پھر وہ حدیثیں کیسے یاد کر لیتے۔ اور یہاں پیٹ بھر روٹی ہی پر پڑے رہتے تھے۔ اور بات بھی یہی تھی۔ کہ حضرت ابوہریرہؓ راتوں کو حدیثیں یاد کرتے تھے حضور اکرم صلعم نے ان سے فرما رکھا تھا کہ وتر پڑھ کر سوجایا کریں۔ وان اباھریرۃ کان یلزم رسول اللہ صلعم الخ عرف عام میں کسی شے کو کثرت سے کرنے کو شبع بطن سے تعبیر کرتے ہیں۔ علماء نے اس کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مجھے نہ کسی تنخواہ کی ضرورت تھی اور نہ ہی کسی وظیفہ وغیرہ کی بس روٹی پیٹ بھر کر دوسرے تیسرے دن مل جائے یہ کافی تھی یہ مطلب تو عام ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس صلعم کو اس لئے لازم پکڑا تھا۔ کہ پیٹ بھر کر علم حاصل کروں یہ نہیں کہ اس سے غفلت برتوں اور اس کی تائید اس خواب سے ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلعم نے خواب دیکھا تھا کہ میں نے پیٹ بھر کر دودھ پیا تو یہاں بھی شبع بطن سے مراد شبع بطن من العلم ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْمُصْعَبٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَسْمَعُ مِنْكَ حَدِیْثًا كَثِیْرًا اَنْسَاهُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِیَدِهٖ ثُمَّ قَالَ ضُمَّ فَضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا بَعْدُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْكٍ بِهٰذَا وَقَالَ فَغَرَفَ بِیَدِهٖ فِیْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آنجناب سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں جن کو بھول جاتا ہوں آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ میں نے چادر پھیلادی تو آپ اپنے دونو ہاتھوں سے چلو بھرا پھر فرمایا کہ اس کو سمیٹ لو میں نے اس چادر کو سینے کے ساتھ لگا لیا اس کے بعد پھر

مجھے کوئی چیز نہیں بھول۔

تشریح از شیخ زکریاؒ فما نسیت شیئًا بعد الخ یہی روایت کتاب البیوع ص۲۷۵ پر آرہی ہے اور اس میں ہے فما نسیت من مقالۃ رسول اللہ من شیئ روایت الباب کا ظاہر یہ ہے کہ اس دعا کے بعد حضرت ابوہریرہ پھر کچھ نہیں بھولے اور اس کتاب البیوع کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلعم نے اس وقت جو کچھ ارشاد فرمایا تھا اس میں سے کوئی چیز نہیں بھولے۔ تو دونوں روایتوں میں تعارض ہوگیا تو بعض حضرات نے اسے ایک واقعہ پر محمول کیا ہے۔ لیکن اس پر اشکال ہے کہ دونوں کا سیاق ایک ہے جو تعدد واقعہ کو مقتضی ہے لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ کتاب البیوع والی روایت من مقالۃ رسول اللہ میں جو من ہے وہ اجلیہ ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلعم کی اس دعا کی برکت کے سبب سے پھر اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا۔ اب جبکہ کتاب البیوع والی روایت کو کتاب العلم والی روایت کی طرف راجع کیا گیا ہے تو اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک بار حدیث لا یُوْرِدَنَّ ممرض علی مصح بیان کی تو ان کے شاگرد ابوسلمہ نے کہا کہ اب تم یہ کہہ رہے ہو۔ اور اس سے پہلے لا عدویٰ ولا طیرۃ حدیث بیان فرمائی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں ہے۔ تو یہاں یاد سے نفی کردی۔ محدثین اس روایت کو نسی بعد ما حفظ کی مثال میں پیش فرماتے ہیں۔ اور محدثین یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلعم کی دعا کے بعد کوئی روایت نہیں بھولے سوائے اسی حدیث کے بہرحال اس اعتراض کا جواب ان لوگوں کے قول پر جو تعدد واقعہ کے قائل ہیں یہ ہے کہ ممکن ہے یہ روایت حضور اقدس صلعم کے اس مقالہ میں نہ ہو۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ جبکہ کتاب العلم کی روایت کو کتاب البیوع کی طرف راجع کیا جائے۔ اور وہ مطلب بیان کیا جائے جو کتاب البیوع کی روایت سے متبادر ہے۔ اور اگر اس کو کتاب العلم کی روایت کی طرف راجع کیا جائے جیسا کہ میرے والد صاحب کی رائے ہے تو اس صورت میں جواب یہ ہوگا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ہی بھولے ہوں۔ بلکہ ابوسلمہ جو حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد ہیں۔ خود وہی بھول گئے ہوں کہ انہوں نے یہ حدیث کسی اور سے سنی ہو۔ اور اس کی نسبت حضرت ابوہریرہؓ کی طرف کردی ہو۔ میرے نزدیک زیادہ یہی اقرب ہے۔ اور ایک تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ روایت بھولے نہیں تھے۔ بلکہ جب شاگرد کو دیکھا کہ کم فہم ہے اور روایات میں ٹکراؤ کرتا ہے تو انکار کردیا کہ وہ میں نے نہیں بیان کیا تھا۔

حدیث نمبر ۱۱۸ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ الْمُنْذِرِ الخ وَقَالَ فَغَرَفَ بِیَدِہٖ فِیْہِ۔

ترجمہ: کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں چلو بھرا۔ بیدیہ کی بجائے صرف بیدہ کا لفظ ہے اور فیہ کا اضافہ بھی ہے، لیکن مغروف منہ اور مغروف کا ذکر نہیں ہے

حدیث نمبر ۱۱۹ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْبَثَثْتُهُ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْبُلْعُوْمُ مَجْرَى الطَّعَامِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے دو برتن بھر علم کے یاد کئے ہیں ان میں سے ایک کو تو میں نے پھیلا دیا اگر دوسرے قسم کو میں پھیلا دوں تو میرا حلقوم (گلہ) کاٹ دیا جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں بلعوم کا معنی گلہ (حلق) ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ وعائین میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے دو برتن بھر علم یاد کئے اما احدھما فبثثتہ ان دو برتنوں سے ایک کو میں نے پھیلا دیا۔ یہ علم الحلال والحرام تھا واما الاخر الخ اگر دوسرے برتن کو پھیلا دوں تو یہ بلعوم کاٹ دی جائے۔ قال ابو عبد اللہ الخ ابو عبد اللہ سے خود امام بخاریؒ مراد ہیں۔ بلعوم مجری الطعام یعنی حلق کو کہتے ہیں اس کے مصداق میں حضرات محدثین کا اختلاف ہے کہ وہ دوسرا علم کیا ہے؟ علما تصوف کی رائے ہے کہ یہ علم الاسرار وعلم الباطن ہے۔ چونکہ یہ علوم فہم عامہ سے بالاتر ہوتے ہیں اس لئے حضرت ابوہریرہؓ نے انہیں بیان نہیں فرمایا۔ اور علما محدثین کی رائے ہے کہ یہ علم الفتن ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کی طرف کہیں کہیں اشارہ بھی فرمایا ہے خود بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلعم کا ارشاد نقل فرمایا ھلاک امتی علی یدی غلمۃ من قریش کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگی اور فرمایا لو شئت ان اقول بنی فلان وبنی فلان لفعلت۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بعض روایات میں یہ دعا منقول ہے کہ اے اللہ مجھے ۶۰ھ سے پہلے پہلے اٹھا لے اسی ۶۰ھ میں یزید بن معاویہ کی حکومت قائم ہوئی۔ ایک بار کسی صحابی نے حدیث بیان کی کہ ایک بادشاہ سکون ملک من بنی قحطان میں سے ہوگا۔ تو حضرت معاویہؓ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ جو لوگ ایسی ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ لوگ ایسی روایات جو الائمۃ من قریش کے خلاف ہیں اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ امارت میرے ہاتھوں سے چھن جائے۔ حالانکہ روایت صحیح ہے اور قرب قیامت کے متعلق ہے۔

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جان کے خوف سے کتمان علم کیوں فرمایا اس کا جواب

یہ ہے کہ چونکہ یہ علوم علوم الاحکام. علوم الحلال والحرام نہیں ہیں جس سے غرض عامہ متعلق ہو۔ لہذا یہ اس کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ علم ان کی افہام سے بالاتر ہے۔ اب مثلاً علم الاسرار ہے۔ اس کے متعلق ایسے شخص سے بیان کرنا جو اس سے ناواقف ہو ایسا ہی ہے جیسا کہ بچہ باپ سے پوچھے کہ شادی کس لئے کی جاتی ہے اسی لئے علماء سلوک نے لکھا ہے۔ کہ عوام کے سامنے تصوف کے حقائق وغیرہ کا افشاء نہ کیا جائے حضرت ابوہریرہؓ کی دعا یہ تھی۔ اعوذ باللہ من راس استین و امارۃ الصبیان جس سے امارت یزید بن معاویہ کی طرف اشارہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی کہ یزید کی امارت کے ایک سال پہلے ان کا انتقال ہو گیا

باب الانصات للعلماء

باب ہے کہ علماء کے سامنے خاموش بیٹھنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۲۰ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الخ عَنْ جَرِيرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ۔ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر جناب نبی اکرم صلعم نے ان سے فرمایا کہ لوگوں کو چپ کراؤ۔ پھر فرمایا میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو

تشریح از شیخ مدنیؒ کتاب الآداب میں ہے کہ آنجناب رسول اللہ صلعم نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا کہ جب تم کسی قوم پر داخل ہو تو جب تک وہ اپنی گفتگو ختم نہ کر لیں تم ان کی بات کاٹ کر گفتگو نہ شروع کرو۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات جبکہ نفع عمومی ہو۔ تو قطع کلام کرنا جائز ہے جیسے حجۃ الوداع میں ہوا۔ یضرب بعضکم الخ کیونکہ اسلام سلم وصلح وآشتی کا نام ہے اس لئے یہاں تشبیہ بلیغ ہوگی کہ لا ترجعوا بعدی مثل الکفار اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپؐ نے اس کو حقیقت پر محمول کیا ہے۔ کہ مومن کے قتل کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جائے گا۔ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر

تشریح از شیخ زکریاؒ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ترجمۃ الباب سے ادب بیان کرنا ہے کہ متعلم کو چاہیئے کہ استاذ کے سامنے ادب سے خاموش رہے اور بعض علماء کی رائے ہے کہ طریق حفظ بیان کر رہے ہیں کہ علم کس طرح محفوظ کیا جاتا ہے۔ اور کس طور پر حاصل ہوتا ہے۔ علم حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب استاذ کچھ بیان کرے تو پوری توجہ کے ساتھ اس کی باتوں کو سنے تاکہ کوئی بات سننے سے باقی نہ رہے۔ اور بعض کی

رائے ہے کہ بعض روایات میں ہے لا تقطع علی الناس کلامہم تو اس سے انصات کی مخالفت معلوم ہوتی تھی۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرما دی کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی کے کلام کو قطع نہ کیا جائے اور کسی علم کے واسطے خاموش کرنا اس کے اندر داخل نہیں اور بشّروا و لا تنفروا کے بھی خلاف نہیں بلکہ اگر عالم کوئی بات کہہ رہا ہو۔ تو لوگوں کو اس کے سننے کے لئے خاموش کیا جا سکتا ہے اس سے اجلال العلماء معلوم ہوا اور باب کی غرض تعظیم علماء ہوئی۔ قال لہ فی حجۃ الوداع شراح کی رائے یہ ہے کہ یہاں پر قَوْلُہٗ آیا ہے یہ غلط ہے کیونکہ یہ ضمیر حضرت جریرؓ کی طرف راجع ہے۔ اور وہ حضور اقدس صلعم کی وفات کے قریب دو ماہ قبل مسلمان ہوئے لہٰذا حجۃ الوداع میں موجود نہیں ہو سکتے تو حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہاں یہ مروی ہے کہ حضرت جریرؓ حضور اکرم صلعم کی وفات سے دو ماہ قبل اسلام لائے ہیں وہاں یہ بھی مروی ہے کہ وہ رمضان سنہ ھ میں اسلام لائے تھے۔ نیز بخاری ہی میں ص۶۳ پر ایک حدیث آرہی ہے۔ اس میں بجائے لہ کے لجریر واقع ہوا ہے۔ استنصت الناس لوگوں کو خاموش کر دو۔ یہی مقصود بالترجمہ ہے فقال لا ترجعوا بعدی کفارا تو حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کافروں کے مثل مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن کاٹتے پھرو جس طرح وہ آپس میں کرتے ہیں۔ قال محمد صدق رسول اللہ صلعم اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلعم نے بالکل درست فرمایا کہ ہم نے خوب خوب خونریزیاں کیں۔ تو اس صورت میں دوسرا جملہ پہلے کے لئے بیان ہو گا۔ وجہ شبہ بیان ہوئی کہ کافروں کی طرح ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنا۔

بَاب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَيَكِلُ الْعِلْمَ إِلَى اللهِ تَعَالَى۔

ترجمہ باب۔ عالم کے لئے مستحب ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے۔ تو اس علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۱۲۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ الخ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى لَيْسَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنَّمَا هُوَ مُوسَى آخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوسَى النَّبِيُّ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا أَعْلَمُ فَعَتَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ

اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ احْمِلْ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدْتَّهٗ فَهُوَ ثَمَّ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهٗ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَّحَمَلَا حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُءُوْسَهُمَا فَنَامَا فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَّكَانَ لِمُوْسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا وَّلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِّنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ اُمِرَ بِهٖ فَقَالَ لَهٗ فَتَاهُ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ قَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ اِذَا رَجُلٌ مُّسَجًّى بِثَوْبٍ اَوْ قَالَ تَسَجّٰى بِثَوْبِهٖ فَسَلَّمَ مُوْسٰى فَقَالَ الْخَضِرُ وَاَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ اَنَا مُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا يَا مُوْسٰى اِنِّيْ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهٗ اَنْتَ وَاَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ قَالَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِيْنَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُمْ اَنْ يَّحْمِلُوْهُمَا فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَآءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً اَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوْسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذِهِ الْعُصْفُوْرِ فِي الْبَحْرِ فَعَمَدَ الْخَضِرُ اِلٰى لَوْحٍ مِّنْ اَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهٗ فَقَالَ مُوْسٰى قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ اِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا قَالَ فَكَانَتِ الْاُوْلٰى مِنْ مُوْسٰى نِسْيَانًا فَانْطَلَقَا فَاِذَا غُلَامٌ يَّلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَاْسِهٖ مِنْ اَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَاْسَهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ مُوْسٰى اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَهٰذَا اَوْكَدُ فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةِ ۨ اسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهٖ فَاَقَامَهٗ فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ ثَنَا بِهٖ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ بِطُوْلِهٖ ۔ (الحدیث)

ترجمہ۔ سعید بن جبیرؓ تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے عرض کی کہ نوف بکالی کہتا ہے کہ موسیٰ موسیٰ بنی اسرائیل نہیں بلکہ وہ دوسرا موسیٰ تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس اللہ کے دشمن جھوٹ کہا ہمیں حضرت ابی بن کعبؓ نے جناب نبی اکرم صلعم سے حدیث بیان فرمائی۔ کہ ایک دن موسیٰ نبی اللہ بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ علم والا کون ہے فرمایا میں زیادہ جاننے والا ہوں۔ اللہ بلند و برتر ناراض ہوئے کہ انہوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ مجمع البحرین میں میرے بندوں میں سے ایک بندہ ایسا ہے جو تم سے زیادہ علم والا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے رب! میں اس کی طرف کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ تو ان سے کہا گیا کہ آپ زنبیل میں مچھلی اٹھائیں تو جب آپ اس مچھلی کو گم پائیں تو وہاں وہ اللہ کا بندہ ہوگا۔ چنانچہ وہ اپنے خادم یوشع بن نون کو ساتھ لے کر چل پڑے اور زنبیل میں مچھلی بھی اٹھالی۔ یہاں تک جب وہ دونو صخرہ کے پاس پہنچے تو سر رکھتے ہی دونو کو نیند آگئی مچھلی زنبیل سے کھسک کر اس نے سمندر میں راستہ بنا لیا جو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کے لئے تعجب کا باعث بنا چنانچہ یہ دونو حضرات دن رات چلتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر سے بڑی تھکاوٹ محسوس ہوئی ہے۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے کبھی ایسی تھکاوٹ لاحق نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک اس مکان سے آگے بڑھ گئے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ تو خادم نے آپ سے عرض کی کہ جب ہم صخرہ کے پاس آرام کر رہے تھے تو مجھے مچھلی کا عجیب واقعہ بھول گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہی تو ہمارا مقصود تھا چنانچہ دونوں الٹے پاؤں اپنے نشان قدم پر واپس لوٹے جب صخرہ کے پاس پہنچے تو وہاں ایک کپڑے میں لپٹا ہوا آدمی پایا موسیٰ علیہ السلام نے سلام کہا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس زمین میں سلام کیسا؟ یہ سلام تو عجیب ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں فرمایا موسیٰ بنی اسرائیل فرمایا ہاں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں اس شرط پر آپ کا اتباع کر سکتا ہوں کہ جو علم آپ کو سکھلایا گیا ہے وہ علم آپ مجھے سکھلائیں فرمایا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے کیونکہ اے موسیٰ! کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایک ایسا علم سکھایا ہے جس کو آپ نہیں جانتے

اور آپ کو اللہ تعالیٰ ایسا علم شریعت عطا فرمایا جو مَیں نہیں جانتا جس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ مَیں آپ کی کسی معاملہ میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ چنانچہ دونوں حضرات سمندر کے کنارے کنارے چلے کہ ان کے پاس کشتی نہیں تھی۔ پس ایک کشتی ان کے پاس سے گذری کشتی والوں سے ان حضرات نے اپنے سوار کرنے کے لئے گفتگو کی جنہوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے ان دونوں کو کشتی میں سوار کر لیا۔ اچانک ایک چڑیا کشتی کے ایک کونے پر آکر بیٹھی اور سمندر سے ایک یا دو چونچ پانی لیا۔ جس پر خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام آپ کے اور میرے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی کمی نہیں کی مگر جس قدر اس چڑیا نے سمندر سے اپنی چونچ میں پانی لیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ کھینچ لیا جس پر موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ ان لوگوں نے بغیر کرائے کے ہمیں کشتی میں سوار کیا۔ آپ ان کی کشتی میں سوراخ کر کے ان کو غرق کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہی احسان کا بدلہ ہے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ میری بھول چوک پر آپ گرفت نہ فرمائیں اور میرے معاملہ میں تنگی کر کے مجھے تکلیف نہ پہنچائیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ یہ پہلی خلاف ورزی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول چوک کی وجہ سے ہوئی تھی۔ پھر دونوں چل پڑے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے خضر علیہ السلام نے اوپر سے اس کے سر کو پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کے سر کو اکھیڑ لیا۔ موسیٰ علیہ السلام بولے آپ نے ایک پاک جی کو بغیر کسی جی کے بدلے قتل کر دیا۔ خضر علیہ السلام بولے کیا مَیں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ ابن عیینہ محدث فرماتے ہیں کہ اب کی بار خضر علیہ السلام نے لک کا لفظ بڑھا کر زیادہ تاکید سے فرمایا۔ بہرحال دونوں حضرات پھر چل پڑے۔ ایلہ یا انطاکیہ کی بستی میں پہنچے وہاں کے باشندوں سے کھانا طلب کیا۔ جنہوں نے مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس بستی میں ایک گرتی ہوئی دیوار کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا تاکہ گرنے سے بچ جائے تو موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ کاش آپ لوگوں سے اجرت لے لیتے تو ہمارا کھانے کا انتظام ہو جاتا خضر علیہ السلام نے فرمایا بس یہی آپ کا اور میری جدائی کا وقت ہے۔ حضرت نبی اکرم صلعم نے فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ہماری خواہش تھی کہ اگر موسیٰ علیہ السلام تھوڑا اور صبر کر لیتے تو ہمیں ان دونوں کے مزید حالات معلوم ہو جاتے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ باری تعالیٰ ارشاد ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا جس میں خطاب عام ہے۔ بنا بریں کوئی شخص اپنے آپ کو اعلم نہ کہے۔ ہاں عند الضرورت اجازت ہے۔ بلا ضرورت کسی کو یہ لفظ نہ

کہنا چاہیئے۔ باری تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے صفت علم بالذات ہے۔ جب اس کا پرتو کسی پر پڑتا ہے۔ تو اس میں بھی علو پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر غلطی سے انسان علو کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے۔ اگر خود اپنے آپ کو عالی نہ کہے تو دنیا اسے عالی کہے گی جب کہ اس نے اپنے آپ کو مٹا دیا۔ کیونکہ جب وجود اصلی نہیں تو یہ شعبے کیسے اصلی ہوں گے الحاصل انسان کو علم پر کبر اور گھمنڈ ہو جاتا ہے۔ یہ غلط چیز ہے مصنفؒ اسی کو رد کر رہے ہیں کہ اگر سوال کیا جائے کہ اعلم الناس کون ہے۔ تو اپنے آپ کو نہیں کہنا چاہیئے۔ اسی طرح اگر سوال نہ کیا جائے تب بھی اپنے آپ کو عالی نہ سمجھنا چاہیئے بزرجمہر کے پاس ایک بڑھیا آئی۔ اس نے کوئی سوال پوچھا بزرجمہر نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تو بڑھیا نے کہا کہ تو کاہے کی تنخواہ لیتا ہے تو اس نے کہا کہ اگر بادشاہ میرے جہل کی تنخواہ دیتا تو اس کے خزانے ختم ہو جاتے یہ جو تھوڑی بہت تنخواہ ملتی ہے یہ اس تھوڑے سے علم کی وجہ سے ملتی ہے اس سے پہلے جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں موسیٰؑ اور ان کے ساتھی کا تذکرہ تھا۔ یہاں نوف بکالی موسیٰ سے موسیٰ آخر مراد لیتے ہیں مگر ابن عباسؓ غیظ و غضب کی حالت میں اس سے کہتے ہیں کہ کذب عدو اللہ۔ فاذا فقدتہ فھو ثمہ اور پہلے فرمایا گیا فارجع تو تطبیق اس طرح ہو گی کہ فقدان مچھلی کا تو صخرہ پر ہوا اور جب فقدان کا علم ہوا تو وہاں سے لوٹو اور تلاش کرو وہاں وہ مل جائیں گے۔ اور ممکن ہے کہ دونوں جگہ علم بالفقدان مراد ہو۔ کہ جب علم بالفقدان ہو تو وہاں سے لوٹو اس کے قریب تمہیں خضرؑ مل جائیں گے۔ کان لموسیٰ وفتاہ عجبا کہ جب وہ مچھلی زندہ ہو گئی اور زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی بقیتہ لیلتھما ویومھما تو نھاری اور یومھما کا بعض تھا ان دونوں کو ایک قرار دے کر بقیتہ کی اضافت ان کی طرف کر دی گئی۔ اور بعض نے کہا کہ یومھما منصوب ہے بقیتہ پر اس کا عطف ہے فقال ان موسیٰ الخ یہ جواب اسلوب حکیم کے طور پر ہے سوال یہ تھا کہ اس زمین پر سلام کیسا جبکہ یہاں کوئی مسلم نہیں رہتا۔ تو غیر حقیقی جواب دیا۔ بلکہ سوال یوں کرنا چاہیئے تھا کہ سلام کرنے والا کون ہے قال موسیٰ بنی اسرائیل قال نعم اس سے نوف بکالی کا جواب ہو گیا فانطلق یمشی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوشعؑ کو رخصت کر دیا گیا لیکن ممکن ہے کہ اصل کا ذکر کیا ہو تابع کا ذکر تبعاً ہو گیا۔ ما نقص علمی وعلمک الخ حالانکہ علم باری تعالیٰ تو کبھی ناقص نہیں ہوتا تو تشبیہ پوری نہ ہوئی کیونکہ چڑیا کی چونچ میں دریا سے تو کوئی چیز نکل گئی۔ مگر باری تعالیٰ کے علم سے تو کوئی چیز ناقص نہیں ہوئی۔ ایسے باطنی امور غیبیہ کا حال ہے۔ اس لئے لیس کمثلہ نتیج فرمایا گیا کیونکہ وہاں تشبیہ پوری نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ باب کی روایت گذر چکی البتہ ترجمۃ الباب پر کلام باقی ہے۔ باب کا مطلب اور غرض یہ ہے کہ جب کسی سے پوچھا جائے کہ کون اعلم ہے تو اللہ اعلم یا فوق کل ذی علم علیم کہہ دے یہ نہ کہے کہ لوگوں کی نظر مجھ پر پڑتی ہے۔ جیسے کسی گیدڑی سے اس کے بچے نے پوچھا کہ اماں پری کیسے کہیں ؟ تو اس نے کہا چپ چپ لوگوں کی نگاہ مجھ ہی پر ہے۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چونکہ علماء میں کبر زیادہ ہوتا ہے اس لئے حضرت امام بخاریؒ متنبہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو بڑا علامہ نہ سمجھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے نبی کے متعلق یہ پسند نہیں فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو اعلم کہیں تو اوروں کا کیا منہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے فوقع علی حرف السفینۃ الخ شراح کی رائے ہے کہ یہاں او شک کے لئے ہے اور میرے والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ نقرۃ اور نقرتین میں او تنویع کے لئے ہے۔ اور نقرتین سے دو علم مراد ہیں۔ ایک علم موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا خضر علیہ السلام کا۔

بَابُ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کھڑے ہو کر بیٹھے ہوئے عالم سے سوال کرے۔

حدیث نمبر ۱۲۲ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْقِتَالُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِنَّ اَحَدَنَا یُقَاتِلُ غَضَبًا وَّ یُقَاتِلُ حَمِیَّۃً فَرَفَعَ اِلَیْہِ رَاْسَہٗ قَالَ وَمَا رَفَعَ اِلَیْہِ رَاْسَہٗ اِلَّا اَنَّہٗ کَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا یا رسول اللہ قتال فی سبیل اللہ کیا ہے کیونکہ ہم میں سے کوئی محض غصہ اور غضب کی وجہ سے لڑتا ہے۔ کوئی اپنی قومی غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے۔ تو آپؐ نے اس کی طرف سر اٹھایا۔ راوی فرماتے ہیں کہ سر اس لئے اٹھایا کہ وہ سائل کھڑا ہوا تھا۔ فرمایا جو شخص صرف اس لئے لڑتا ہے کہ صرف کلمۃ اللہ ہی بلند ہو۔ تو یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے الخ

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب سے مقصد یہ ہے کہ بروک اور ادب سے بیٹھ کر عالم سے سوال کرنا ضروری نہیں بلکہ عالم سے کھڑے ہو کر بھی سوال کیا جا سکتا ہے۔ حمیۃ کسی چیز پر انسان کو اپنے محرمات کی حفاظت کے لئے غیرت آجانا۔ قال الخ اس کا فاعل اگر ابو موسیٰ اشعریؓ ہے تو اس حال کا استحضار مقصود ہے۔ اور

ما رفع رأسه جواب سوال ہے کہ لیو رفع رأسه۔ اگر یہ قول تلمیذ ابو موسیٰ کا ہے۔ تو پھر ترجمۃ الباب سے مطابقت ضروری معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے جس وقت سائل نے سوال کیا ہو تو آپ سر نیچے کرکے بیٹھے ہوں۔ غالباً مصنفؒ نے اسے حضرت ابوموسیٰؓ کا مقولہ قرار دیا ہے۔ کلمۃ اللہ ای کلمۃ الاخلاص وهو لا اله الا الله۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یوں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کھڑے کھڑے کسی بیٹھے ہوئے عالم سے مسئلہ دریافت کرے تو جائز ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ پہلے باب میں برُوک عند المحدث گذرا ہے۔ اور اس میں حضرت عمرؓ کی روایت فبرک عمرؓ علی رکبتیه بھی گذری ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہاں یہ باب ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ بروک عند المحدث واجب نہیں بلکہ ادب اور مستحب ہے۔ لہذا اگر ضرورت پڑنے پر کھڑے کھڑے مسئلہ پوچھ لیا جائے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ روایات میں اس پر وعید وارد ہے۔ کہ کوئی بیٹھا ہو اور لوگ اس کے پاس کھڑے ہوں چنانچہ ارشاد ہے لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضها بعضا تو امام بخاریؒ نے اس ممانعت سے اس کو مستثنیٰ فرما دیا۔

بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ

ترجمہ باب کہ عالم سے سوال اور فتویٰ رمی جمار یعنی عبادت کے وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۳ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْأَلُ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ فَقَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ آخَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ قَالَ انْحَرْ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کو جمرات کے پاس دیکھا کہ آپؐ سے پوچھا جا رہا تھا چنانچہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں نے کنکری پھینکنے سے پہلے قربانی کر لی آپؐ نے فرمایا! کنکری پھینکو کوئی حرج نہیں ہے دوسرے نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا آپؐ نے فرمایا قربانی کرو کوئی حرج نہیں ہے غرضیکہ جس چیز کے متعلق پوچھا گیا جو آگے پیچھے کی گئی تھی تو آپؐ نے فرمایا کرو کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اگر سائل اور مسئول عنہ دونوں کھڑے ہوں تو بھی

سوال کرنا اور علم حاصل کرنا جائز ہے۔ اور اشتغال خاطر کے وقت جبکہ عبادت ادا کی جارہی ہو اور ازدحام ہو اس وقت بھی سوال کرنا جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یعنی رمی جمار کے وقت سوال کرنا اور فتویٰ پوچھنا جائز ہے اور بعض کی رائے ہے کہ چونکہ حدیث میں ہے انما السعی والرمی والطواف لذکر اللہ الحدیث اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ رمی کے وقت سوال نہ کرے اور فتویٰ نہ پوچھے کیونکہ یہ مخل بالذکر ہوگا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ ایسے وقت بھی سوال اور فتیا جائز ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ترجمۃ الباب کی یہ غرض اس باب کے زیادہ مناسب ہے جو ص۲۳۴ پر آرہا ہے۔ اور وہاں پر امام بخاریؒ نے یہی حدیث دوبارہ ذکر فرمائی ہے اس لئے کہ اگر یہاں کتاب العلم میں یہ غرض مان لی جائے۔ تو اس وقت یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہو جائے گا۔ کتاب العلم کا نہ رہے گا۔ چونکہ کتاب الحج میں یہ مسئلہ مستقل آرہا ہے اس لئے پھر وہ مکرر ہو جائے گا۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ ابوداؤد شریف کی حدیث انما السعی والرمی الخ پر بحیثیت کتاب العلم کے تنبیہ فرمارہے ہیں کہ علم کا مرتبہ ذکر اللہ سے مقدم ہے۔ لہٰذا اگر کوئی رمی جمار وغیرہ کے وقت مسئلہ پوچھے تو ذکر قطع کر کے جواب دیدے بعض جاہل صوفیا کی طرح نہیں کہ سورج تو طلوع ہو رہا ہے اور وہ اپنے اوراد میں مشغول ہیں اب اگر ان سے کوئی وقت پوچھتا ہے۔ تو زبان سے بتلاتے نہیں انگلی سے اشارہ کرتے ہیں حالانکہ وظیفہ وغیرہ کے دوران میں مسئلہ وغیرہ بتلانے سے وظیفہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

باب قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔

ترجمہ باب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہ جو کچھ تمہیں علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۴ حَدَّثَنَا قَیْسُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ بَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ خِرَبِ الْمَدِیْنَۃِ وَھُوَ یَتَوَکَّأُ عَلٰی عَسِیْبٍ مَّعَہٗ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْیَھُوْدِ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْہُ عَنِ الرُّوْحِ وَقَالَ بَعْضُھُمْ لَا تَسْاَلُوْہُ لَا یَجِیْءُ فِیْہِ بِشَیْءٍ تَکْرَھُوْنَہٗ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لَنَسْاَلَنَّہٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْھُمْ فَقَالَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ فَسَکَتَ فَقُلْتُ اِنَّہٗ یُوْحٰی اِلَیْہِ فَقُمْتُ فَلَمَّا انْجَلٰی عَنْہُ فَقَالَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتُوْا مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا قَالَ الْاَعْمَشُ ھِیَ کَذَا فِیْ قِرَاءَتِنَا وَمَا اُوْتُوْا۔

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے ایک ویران علاقہ میں جناب

نبی اکرم صلعم کے ساتھ جا رہا تھا اور آنحضرت صلعم کھجور کی ایک لکڑی پر سہارا لئے ہوئے تھے جو آپ کے ساتھ تھی تو آپ کا گذر یہود کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا جنہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ سے روح کے متعلق سوال کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ اس کے متعلق آپ سوال نہ کرو کہیں آپ ایسا جواب نہ دیں جو تمہیں ناپسند ہو۔ دوسروں نے کہا نہیں ہم آپ سے اس کے متعلق ضرور سوال کریں گے۔ چنانچہ ایک آدمی ان میں سے اٹھا اور کہنے لگا اے ابو القاسم روح کیا چیز ہے آپ خاموش ہو گئے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ پر وحی ہو رہی ہے تو میں کھڑا ہو گیا پس جب آپ سے یہ حالت کھل گئی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیں کہ روح میرے رب کا حکم ہے اور ان کو علم میں سے تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ ہماری قرآۃ کے اندر اسی طرح وما اوتوا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اگرچہ یہ کتاب التفسیر نہیں ہے مگر غالباً مصنفؒ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں جو کچھ علم ملا ہے اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ اس کا جہل اس کے علم سے زیادہ ہے عسیب کھجور کی شاخ جبکہ پتے اس سے جدا کر لئے جائیں جو کہ لاٹھی کا کام دیتی ہے۔ روح کا استعمال قرآن مجید میں کئی معانی میں آیا ہے۔ جبرائیل کو قرآن مجید کو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح انسانی کو بھی روح کہا گیا ہے اکثر حضرات کی یہی رائے ہے کہ اس جگہ روح انسانی مراد ہے جس کا علم امم سابقہ کو نہیں تھا۔ لا یجیئی الخ لا تسئلوہ کا جواب ہے اب گفتگو یہ ہے کہ آپ نے روح کی حقیقت بیان فرمائی یا نہیں۔ مشہور یہی ہے کہ روح کی حقیقت کو بیان نہیں کیا گیا جیسا کہ یہود کہتے تھے کہ نبی اس بارے میں گفتگو نہیں کیا کرتا۔ انسان کی جہالت کے لئے یہی کافی ہے محققین فرماتے ہیں کہ آپ نے جواب دیا کہ روح عالم امر کی چیز ہے۔ عالم خلق کی چیز نہیں جو کہ مادیات میں سے ہوتی ہے۔ روح کو یہاں اجمالی طور پر بیان کیا گیا آریوں نے وید سے روح کی حقیقت بہت کچھ بیان کی اور اعتراض کر دیا کہ مذہب اسلام روح کی حقیقت سے عاری ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ روح کی حقیقت معلوم کرنے پر کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ دوسرے امور تکوینیہ کے متعلق بحث کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ وید میں جو روح کی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ اس کی صحیح حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ دوسرے آپ نے یہاں اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عالم امر کی چیز ہے۔ اس کی مزید تحقیق ابن شہاب سہروردی اور شاہ ولی اللہؒ کی کتابوں میں ملتی ہے۔ وہاں دیکھا جائے۔

آگے تشریح از شیخ زکریاؒ کو دیکھا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہیں علم قلیل دیا گیا ہے تو اپنے آپ کو بڑا علامہ مت سمجھو بلکہ علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرنا چاہیئے۔ یہ تو شراح کی رائے ہے لیکن میرے نزدیک اس باب کی یہ غرض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ غرض تو باب سابق مایستحب للعالم اذا سئل الخ کی ہے اس لئے میرے نزدیک اس باب کی غرض ایک دیو بندی مسئلہ کو ثابت کرنا ہے وہ یہ کہ حضور اقدس صلعم عالم الغیب نہیں تھے کیونکہ ما اوتیتم کے خطاب میں حضور اکرم صلعم بھی داخل ہیں یہاں یہ نہیں فرمایا قل ما اوتیتم کیونکہ حضور اقدس صلعم کا مرتبہ بہر حال اللہ تعالیٰ کے بعد ہے۔ لہٰذا عالم الغیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ باقی جتنے لوگ ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے۔

وھو یتوکأ علی عسیب لاٹھی لینے کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں سانپ بچھو وغیرہ بہت ہوتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ نماز میں سترہ وغیرہ کی ضرورت کے لئے یا استنجا کے لئے ڈھیلا وغیرہ توڑنے کی غرض سے ساتھ لے رکھی ہو فلما انجلی عنہ یعنی جب حضور اقدسؐ سے وحی کے غلبے کی حالت دور ہو گئی قل الروح من امر ربی کہ روح عالم امر کی چیزوں میں سے ہے۔ تم اس پر مطلع نہیں ہو سکتے اور اس کی حقیقت سے تم کو واقفیت نہیں ہو سکتی۔ یہاں ایک بات سنو۔ عالم دو ہیں ایک عالم امر ہے دوسرا عالم خلق۔ امام بخاری کتاب التوحید میں اس پر مستقل باب قائم کریں گے۔ اس میں اختلاف ہے کہ عالم خلق اور عالم امر کیا ہے مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے۔ کہ عرش سے اوپر عالم امر ہے۔ اور اس کے نیچے عالم خلق ہے۔ قرآۃ کے بارے میں امام بخاری حضرت اعمش کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ان کی قرآۃ میں وما اوتوا ہے جو نہ قرآۃ مشہور ہے اور نہ ہی قرآۃ عشرہ میں ہے۔ البتہ قرآۃ متواترہ وما اوتیتم ہے۔

باب، مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ مَخَافَةَ اَنْ يَّقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ فَيَقَعُوْا فِيْ اَشَدَّ مِنْهُ۔ باب اس عالم کے بارے میں جو بعض پسندیدہ باتیں اس لئے چھوڑ دے کہ لوگوں کی سمجھ کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی کہیں اس سے سخت معاملہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حدیث نمبر ۱۲۵ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ لِيَ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ اِلَيْكَ كَثِيْرًا فَمَا حَدَّثَتْكَ فِي الْكَعْبَةِ قُلْتُ قَالَتْ لِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ قَالَ ابْنُ

الزُّبَيْرِ بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ وَ بَابًا يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت اسود تابعی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ تجھ کو اکثر اسرار کی باتیں فرمایا کرتی ہیں۔ تو کعبہ کے بارے میں انہوں نے آپ کو کون سی حدیث بیان فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضؓ نے مجھے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ اے عائشہؓ اگر تیری قوم (قریش) کفر کے زمانہ کے قریب کے لوگ نہ ہوتے تو میں اس کعبہ کو توڑ کر اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکل جاتے چنانچہ اپنے عہد خلافت میں حضرت ابن الزبیرؓ نے کعبہ کو ایسے ہی بنا دیا جسے حجاج نے توڑ پھوڑ کر پھر اسی طرح بنا دیا

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ علماء اور اکابر دین بعض مرتبہ پسندیدہ اشیاء کو اس وجہ سے ترک کر دیتے ہیں کہ عوام کے اذہان وہاں تک نہ پہنچ سکیں گے۔ چاہے وہ بات مستحب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے کسی گمراہ کن عقیدہ میں مبتلا ہو جائیں۔ تو یہ کتمان علم میں داخل نہیں ہوگا۔ عن الاسود الخ اسود حضرت عائشہ رضؓ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ حضرت اسماؓ کے بیٹے اور حضرت عائشہ رضؓ کے بھانجے ہیں تو دیکھو چونکہ حضرت اسودؒ زیادہ ذہین تھے۔ اس لئے حضرت عائشہ رضؓ ان سے وہ بہت سی باتیں بیان فرمایا کرتی تھیں جو ابن الزبیرؓ سے بیان نہیں فرمائیں حتیٰ کہ ابن الزبیرؓ نے اسودؒ سے پوچھا کہ خالہ جان تم سے کثرت سے چپکے چپکے کچھ فرمایا کرتی تھیں کیا کعبہ کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی طالب علم لائق فائق ہوتا ہے۔ تو وہاں اولاد وغیرہ کو نہیں دیکھا جاتا۔ یہ ایک ضمنی بات ہے اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ لولا ان قومک حدیث عہدھم یعنی اگر تمہاری قوم کے لوگ حدیث الاسلام نہ ہوتے اور یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ کعبہ کو توڑنے پر اعتراض کریں گے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں اس کی عظمت بہت زیادہ زیادہ ہے۔ تو میں کعبہ کو توڑ کر از سر نو تعمیر کرتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک داخل ہونے کا اور ایک نکلنے کا۔ اور اس کی چوکھٹ زمین سے ملا دیتا تو حضور اکرم صلعم کو کعبہ اس طرح سے بنانا پسند تھا مگر لوگوں کی نادانی کا لحاظ کر کے حضورؐ نے اس کو ترک کر دیا۔ قال ابن الزبیر بکفر اس عبارت کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ کہ اسود نے یہاں تک ہی بیان کیا تھا کہ حدیث عہدھم تو حضرت ابن الزبیرؓ نے لفظ بکفر

فرما دیا یہ تبلانے کے لئے کہ میں بھی اس حدیث کو جانتا ہوں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسود نے صرف یہاں تک حدیث بیان کی اور پھر آخر تک تمام حدیث ابن الزبیرؓ نے پڑھ دی ففعلہ ابن الزبیر الخ چونکہ حضور اکرم صلعم کی یہ تمنا تھی۔ اور ابن الزبیر کو آپ کی تمنا معلوم ہو چکی تھی۔ جب ان کی امارت کا زمانہ آیا تو انہوں نے حضور اکرم صلعم کے منشا کے مطابق اس کو بنا دیا اگرچہ لوگوں نے ان کے زمانے میں بھی چہ میگوئیاں کیں مگر چونکہ اسلام پختہ ہو چکا تھا۔ کچھ نہ ہوا جب ابن الزبیرؓ قتل کر دیئے گئے۔ تو حجاج نے عبدالملک کے زمانے میں یہ سوچ کر کہ ہمیشہ کے لئے یہ بات رہ جائے گی۔ کہ یہ کعبہ ابن الزبیرؓ کا بنایا ہوا ہے۔ اس لئے اس کو یہ کہہ کر توڑ دیا کہ یہ بدعت ہے۔ ہم تو اس کو حضور اکرم صلعم کی بنا پر ہی رکھیں گے۔ یہ سوچ کر حطیم کو توڑ کر نکال دیا۔ اور ایک دروازہ بند کر دیا اور پہلے کی جگہ دوسرا باقی رکھا اور اس کو اوپر کر دیا۔ یہ روایت اور بھی کئی جگہ مفصل آئے گی۔

باب، مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ اَنْ لَّا يَفْهَمُوْا وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ تُحِبُّوْنَ اَنْ يُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

ترجمہ باب ہے، اس شخص کے بارے میں کہ جو بعض خاص لوگوں کو علم دیتا ہے۔ دوسروں کو نہیں دیتا اس خوف سے کہ وہ اس علم کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا لوگوں کو وہ حدیثیں سناؤ جن کو وہ پہنچاتے اور جانتے ہوں۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلانے لگیں۔

حدیث نمبر ۱۲۶ حَدَّثَنَا بِهٖ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهٗ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلٰثًا قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْنَ قَالَ اِذًا يَّتَّكِلُوْا وَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ

ترجمہ، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ہمیں بیان فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلعم جن کے ساتھ حضرت معاذؓ سواری پر آپؐ کے ردیف تھے یعنی پیچھے بیٹھے ہوتے تھے کہ اے معاذ بن جبل انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ آپ کے لئے میں حاضر ہوں اور آپؐ کی طاعت میں معاون ہوں پھر فرمایا اے معاذ آپ نے اسی طرح لبیک وسعدیک کہا پھر تیسری مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ اے معاذ انہوں نے پھر تیسری مرتبہ

لبیک وسعدیک فرمایا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص دل کی صداقت سے اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام کردے گا۔ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ کیا میں لوگوں کو یہ خبر نہ سناؤں تاکہ وہ اس سے خوشی حاصل کریں، آپؐ نے فرمایا وہ اس کلمہ پر بھروسہ کرکے عمل چھوڑدیں گے۔ تو اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل نے گناہ سے بچنے کے لئے موت کے وقت بیان فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بما یعرفون ای بما یدرکون بالعقول و یفہمون اس طرح نہ ہو جس طرح ابن جوزی نے کیا تھا ان اللہ ینزل الی السماء الدنیا کے معنی ہیں وہ منبر سے نیچے اترا جس سے نزول مکانی سمجھا جاتا ہے۔ عامی آدمی یہی سمجھیگا کہ نزول مکانی مراد ہے تو پھر لیس کمثلہ شیئ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ صدقا من قلبہ یعنی زبان سے جو کچھ کہہ رہا ہے قلب سے اس کی تصدیق بھی ہو اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تو بتلایا جو حقیقت کو سمجھتے تھے کہ تحریم نار سے مراد یہ ہے کہ سزا بھگتنے کے لئے نار میں داخل ہوگا۔ بعد ازاں جنت میں داخل ہوگا۔ مگر دوسرے لوگ تحریم ابدی سمجھنے لگیں گے عند موتہ تاثما اگر شبہ ہو کہ اس روایت کی اطلاع دے کر حضرت معاذؓ نے خلاف ورزی کی تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جب یہ روایت انہوں نے سنی اس وقت ان الذین یکتمون الخ آیت نہیں اتری تھی۔ اور عہد حیات میں ان کو شبہ رہا کہ آیا وہ نہی باقی ہے یا اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نہی مطلقاً نہیں تھی بلکہ مقید تھی کہ جب اتکال کا خوف نہ ہو تو اطلاع کردینا جائز ہے۔ اور اخیر عمر میں اتکال نہ رہا۔ اور پہلے جو منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ حدیث الاسلام ہیں کہیں توکل کرکے اعمال نہ چھوڑدیں۔ آخر عمر میں جب اسلام اور ایمان راسخ ہوگیا تو پھر توکل کا خیال نہ رہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ من خص تومادون قوم یہ باب اور باب سابق من ترك بعض الاختیار الخ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں صرف لفظی فرق ہے۔ یہاں کراھیتان لا یفہموہ ہے اور وہاں ان یقصر فہم بعض الناس ہے، حافظ ابن حجر اور بعض دوسرے شراح کی رائے یہ ہے کہ وہ باب افعال کے متعلق ہے۔ اور یہ باب اقوال کے متعلق ہے اور میرے نزدیک پہلے باب کی غرض یہ ہے کہ کوئی چیز خواہ وہ افعال کے قبیلہ سے ہو یا اقوال کے قبیلہ سے اگر لوگوں کے نہ سمجھنے کے خوف سے ترک کردیا جائے تو جائز ہے

تو باب اوّل قول و فعل دونوں کو شامل ہے اور اس باب کی غرض یہ ہے کہ اگر استاذ کسی ذہین فطین شاگرد کو کوئی خاص وقت دے دے یا کسی خاص جماعت کو کوئی خاص وقت عنایت فرمائے کہ وہ اس وقت استفادہ کر لیا کریں تو یہ جائز ہے۔ اور یہ تخصیص علم اور کتمان علم میں داخل نہیں۔ اور دوسروں کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں جیسے امام ابوحنیفہؒ کی دو مجلسیں تھیں۔ ایک عمومی جس میں ہر کوئی بیٹھ سکتا تھا۔ دوسری خصوصی جس میں وہ لوگ شریک ہو سکتے تھے جو حافظ ہوں۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ باب اوّل توذکی و غبی میں فرق کرنے کے لئے تھا۔ اور یہ باب شریف درذیل میں تفریق کے لئے منعقد فرمایا ہے مگر میرے نزدیک یہ ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اکثر علماء موالی اور عتقاء تھے سارے سادات نہیں تھے یحبون ان یکذب اللہ ورسولہ الخ اس لئے کہ جب عوام کے فہم سے اونچی بات ہوگی۔ تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ تو اللہ اور اس کے رسول نے نہیں کہی۔ حدثنا عبید اللہ بن موسٰی یہ حضرت علیؓ کے اثر کی سند بیان فرما رہے ہیں لبیک یا رسول اللہ وسعدیک ثلاثا یہ تین بار تکرار تنبیہ کے واسطے فرمایا کہ بالکلیہ متوجہ ہو جائیں تو یہاں پر حضور اکرم صلعم نے حضرت معاذؓ کو ذہین سمجھا اس لئے ان کو خصوصیت سے فرمایا۔ عام لوگوں سے ارشاد نہیں فرمایا۔ واخبربھا معاذ عند موتہ تاثما یعنی حضرت معاذؓ نے بخوف اثم اور یہ سوچ کر اگر میں نے بیان نہ کیا۔ تو حدیث میرے ساتھ ہی چلی جائے گی بوقت موت بیان فرما دی۔ مَنْ لَقِیَ اللہَ لا یشرك باللہ شیئاً دخل الجنۃ یہ مرجیۂ کا مستدل ہے کہ ایمان کے بعد کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ حرمہ اللہ علی النار میں حرمت مقید خلود کے ساتھ ہے دخول کے ساتھ نہیں لہٰذا ہم پر کوئی اشکال نہیں۔ اور میری رائے ہے کہ اگر کوئی آخر وقت میں خالص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہہ لے گا تو اسے جنت ملے گی اور جہنم اس پر حرام ہو جائے گی۔ اور حدیث البطاقہ کا میرے نزدیک یہی محمل ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ ذُكِرَ لِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذٍ مَنْ لَقِیَ اللہَ لَا یُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ قَالَ اَلَا اُبَشِّرُ بِہِ النَّاسَ قَالَ لَا اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّتَّكِلُوْا (الحدیث)

ترجمہ:۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ مجھے ذکر کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے

ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھیراتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا انہوں نے فرمایا کہ حضرت کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنا دوں آپ نے فرمایا نہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں لوگ کلمے پر بھروسہ کر کے اعمال نہ چھوڑ دیں۔ حدیث کے آخری حصّے سے مرجئہ کا رد ہے۔ اسلام اور ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہیں۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات فرمایا گیا ہے۔

بَاب اَلْحَيَاءُ فِي الْعِلْمِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ۔

باب، علم کے بارے حیاء کرنا حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حیا کرنے والا اور مغرور و متکبر علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انصار کی عورتیں ہیں۔ جن کو دین میں سمجھ پیدا کرنے سے حیا مانع نہیں ہوتی۔

حدیث نمبر ۱۲۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ تَعْنِيْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا۔

ترجمہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلعم فرماتی ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ کہ اللہ تعالیٰ حق بات کے بتلانے سے نہیں رُکتے تو جب عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر غسل واجب ہے نبی اکرم صلعم نے فرمایا ہاں جب وہ پانی دیکھے یعنی جب اس سے منی خارج ہو۔ حضرت ام سلمہ حیا کی وجہ سے اپنا منہ ڈھانپتے ہوئے فرمانے لگیں کہ اے اللہ کے رسول کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرا دایاں ہاتھ خاک آلودہ ہو۔ جملہ دعائیہ ہے۔ اگر اس کو احتلام نہیں ہوتا تو اس کا بچہ اس کے ہم شکل کیسے ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ ان اللہ لا یستحی الی لا یامر بالحیاء من السوال یا لا یمنع من بیان الحق کتاب الایمان گذر چکا ہے کہ الحیاء شعبۃ من الایمان جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا ایک مستحسن امر ہے۔ اگرچہ علم یا کسی دوسری چیز میں ہو۔ جس پر مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیا فی العلم غیر محمود ہے۔ حیا اگرچہ وصف حسن ہے مگر اگر اس کا تعلق مطلوب چیز سے ہو تو مذموم ہے۔ اس لئے ترجمہ میں

یہاں پر فی العلم کا اضافہ کیا گیا۔ یا مقصد یہ ہے کہ حیا فی العلم یہ حیا نہیں ہے اس لئے کہ حیا تو نام ہے کسی مذموم چیز کے لگ جانے کے خوف سے متاثر ہونے کا علم تو کوئی مذموم چیز نہیں ہے۔ تو حیا فی العلم حیا نہ ہوا بلکہ وصف ہوا۔ بہر حال مقصد یہ ہے۔ کہ علم میں حیا نہ کرنا چاہیئے۔ اَوَ تحتلم المرأة یا تو ابھی تک ان کو احتلام نہیں ہوا تھا یا اس لئے کہ ازواج مطہرات کو احتلام ہوتا نہیں تھا یا اس کو چھپانا مقصود ہے اور گمان یہ ہے کہ غالباً آپؐ کونسا کی طبائع کا علم نہ ہو اس لئے آپؐ نے مع دلیل کے جواب دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ الحیا فی العلم کی توجیہ شراح یہ کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے حیا شعب ایمانیہ میں سے ہے مگر علم میں حیا محمود نہیں۔ لیکن میرے مشائخ کی رائے ہے کہ حیا ہر جگہ محمود ہے مگر علم میں اس کو مانع نہیں ہونا چاہیئے جیسے کہ حضرت مجاہد فرما رہے ہیں فغطت ام سلمۃ یہ وہ ہوا جو مشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے حیا کی اور منہ چھپا لیا۔ مگر یہ حیا مانع نہ ہوئی۔ علماء نے بیان فرمایا ہے کہ ان کا یہ سوال اس وجہ سے تھا کہ یہ ازواج مطہرات میں سے ہیں اور تمام ازواج مطہرات احتلام سے پاک ہیں لیکن یہ وجہ بیان کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ حضرت ام سلمہؓ تو اس سے قبل ایک اور کے ہاں رہ چکی تھیں لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ ان کے سوال کرنے کی وجہ یہ تھی کہ عورتوں میں احتلام کم ہوتا ہے۔ بلکہ بعض فلاسفہ نے تو عورت کی منی کا انکار کیا ہے بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک قسم کی لزوجت رحم میں ہوتی ہے۔ جب مرد کی منی رحم میں پہنچتی ہے تو اس لزوجت سے چپک جاتی ہے۔ اور اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض فلاسفہ کی رائے ہے کہ منی تو ہوتی ہے مگر احتلام نہیں ہوتا لیکن اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو احتلام ہوتا ہے۔ البتہ ان میں مردوں کی بنسبت کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان میں برودت زیادہ ہوتی ہے۔ اور مردوں میں حرارت زیادہ ہوتی ہے نیز اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فم رحم منکوس ہوتا ہے بخلاف مرد کے کہ اس کا آلہ سیدھا ہوتا ہے چونکہ اس کا فم رحم منکوس ہوتا ہے اس لئے وطی عورت کی ٹانگ اٹھا کر کرنی چاہیئے اس سے عورت کو بھی لذت خوب آئے گی اور یہ بچہ پیدا کرنے میں بھی معین ہے۔ اس لئے کہ جب ٹانگیں اٹھائے گا تو رحم کا منہ پیشاب گاہ کے قریب آجائے گا۔ حضور اقدس صلعم نے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے مسائل کو حل کر دیا۔

فبم یشبھھا ولدھا یعنی اگر اس کو منی نہیں ہوتی تو پھر لڑکا کبھی ماں کے اور کبھی باپ کے کیوں مشابہ ہوتا ہے کیونکہ اگر منی صرف باپ کے ہوتی ہے تو اولاد باپ کے مشابہ ہونی چاہیئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلعم سے پوچھا گیا کہ لڑکا کبھی باپ اور کبھی ماں کے مشابہ کیوں ہوتا ہے تو حضور انور صلعم

نے فرمایا جس کی منی سابق ہو جائے اسی کے مشابہ ہوتا ہے یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور مسلم کی روایت میں غلبہ کا ذکر ہے۔ اطبأ نے ایک اصول لکھا ہے کہ عورت صحبت کے وقت جس کا خیال کرے بچہ اسی کے مشابہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۲۹ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَۃً لَا یَسْقُطُ وَرَقُھَا وَھِیَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِیْ مَا ھِیَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِیْ شَجَرِ الْبَادِیَۃِ وَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّھَا النَّخْلَۃُ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَاسْتَحْیَیْتُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنَا بِھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ النَّخْلَۃُ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَحَدَّثْتُ اَبِیْ بِمَا وَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ فَقَالَ لَاَنْ تَکُوْنَ قُلْتَھَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ کَذَا وَکَذَا (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے اس کا حال مسلمان جیسا ہے مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے۔ لوگوں نے جنگل کے درختوں کی طرف خیال دوڑائے لیکن میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے شرم و حیا آگئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی بتائیں کہ وہ کون سا درخت ہے آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میرے جی میں آیا تھا۔ اس کو میں نے اپنے باپ سے بیان کیا۔ تو وہ فرمانے لگے کہ اگر تو یہ کلمہ کہہ دیتا تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتا

تشریح از شیخ مدنیؒ و شیخ زکریاؒ۔ یہ روایت مع تشریحات پہلے گذر چکی ہے۔

بَابُ مَنِ اسْتَحْیٰ فَاَمَرَ غَیْرَہٗ بِالسُّؤَالِ۔

باب ہے جو خود حیا کرے دوسرے کو سوال کرنے کا حکم دے۔

حدیث نمبر ۱۳۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ اَنْ یَّسْاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ فَقَالَ فِیْہِ الْوُضُوْءُ۔ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں کثیر المذی آدمی تھا میں نے حضرت مقدادؓ کو حکم دیا کہ وہ جناب نبی اکرم صلعم سے اس کے متعلق دریافت کریں

چنانچہ انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مذی کی وجہ سے وضو کرنا واجب ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ پہلے باب سے معلوم ہوا کہ علم میں حیا نہیں کرنا چاہیئے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ علم میں بے حیائی کی باتیں کی جائیں۔ بلکہ آداب کا لحاظ کرتے ہوئے پھر بھی حیا فی العلم سے رکنا چاہیئے۔ جیسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے حیا کی وجہ سے خود سوال نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے شخص حضرت مقدادؓ کے ذریعہ علم حاصل کر لیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ کہ حیا کے خلاف بھی نہ ہو اور علم بھی حاصل ہو جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں امام بخاریؒ ایک درجہ اور نیچے اتر گئے کہ آدمی کو بعض مرتبہ کوئی حیا کسی خاص عذر کی بنا پر اگر لاحق ہو۔ تو پھر اس کی صورت یہ ہے کہ کسی غیر سے اس کے متعلق سوال کرائے اس صورت میں باب سابق کی جو غرض میں نے بتائی تھی اس پر یہ باب بطور تکملہ کے ہوگا۔ کنت رجلا مذاءً جب آدمی میں قوت شہوت زیادہ ہوتی ہے اور حرارت بھی ہو۔ تو ذرا سی حرکت سے مذی خارج ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کی قوت مشہور ہے۔ یہ کثیر المذی تھے۔ جب بھی گھر میں جاتے کوئی صورت پیش آتی تو مذی خارج ہو جاتی اور یہ اس کو منی کی طرح موجب غسل کرتے انہوں نے یہاں تک غسل کیا مروی ہے کہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے سبب ان کی پیٹھ پھٹ گئی تھی تو انہوں نے اس کے متعلق دریافت کیا ہو اس کے متعلق صحیحین اور سنن وغیرہ میں تین طرح کے الفاظ ملتے ہیں۔ امرت المقداد۔ امرت عمار۔ سألت اس اختلاف روایات کی توجیہ میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ان دونو کو حکم دیا کہ تم حضور اقدس صلعم سے پوچھ لو۔ اس لئے کہ ایسے مسائل میں خسر سے سوال کرنے میں داماد کو حجاب ہوتا ہے۔ ان حضرات نے ایسی مجلس میں پوچھا جس میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے اس لئے وہ کبھی سوال کرنے کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں کیونکہ آمر تھے۔ اور کبھی ان دونوں حضرات کی طرف کر دی کہ انہوں نے سوال کیا تھا۔ میری اپنی رائے ہے کہ انہوں نے پہلے حضرت مقداد سے کہا۔ لیکن انہوں نے دریافت کرنے میں جلدی نہ کی۔ پھر حضرت عمارؓ سے کہا۔ لیکن بعد میں اس خیال سے کہ میرے ساتھ بعض احکام خاص ہیں جیسے کہ جنابت کی حالت میں انہیں مسجد سے گذرنے کی اجازت بھی تھی۔ بنا بریں از خود سوال کیا۔

باب ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ، باب مسجد میں علم اور فتیا کے ذکر کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۱ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا قَامَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَیْنَ تَاْمُرُنَا اَنْ نُّهِلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَةِ وَیُهِلُّ اَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَیُهِلُّ اَهْلُ نَجْدٍ مِّنْ قَرْنٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَیَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَیُهِلُّ اَهْلُ الْیَمَنِ مِنْ یَّلَمْلَمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ لَمْ اَفْقَهْ هٰذِهٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی مسجد میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپؐ ہمیں کن مقامات سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ مدینہ والے تو ذی الحلیفہ سے احرام باندھیں اور شام والے جحفہ اور نجد والے قرن سے احرام باندھیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یمن والے یلملم سے احرام باندھیں ابن عمرؓ فرماتے کہ مجھے یہ جملہ رسول اللہ سے معلوم نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ:۔ بہت سی چیزوں کو آنحضرت صلعم نے مساجد میں کرنے سے منع فرمایا مصنفؒ ثابت کرتے ہیں کہ علم اور فتویٰ مساجد میں جائز ہیں۔ امام صاحبؒ نے جو قاضی کے لئے رفع اصوات وغیرہ کو جائز رکھا ہے۔ کیونکہ اس سے علم کی اشاعت ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: چونکہ مسجد میں شور کرنے کی ممانعت ہے۔ اور رفع صوت سے منع کیا گیا ہے۔ اور فتویٰ دینے اور درس دینے میں شور ہوتا ہے اس لئے امام بخاریؒ افتاء وتعلیم فی المسجد کو اس نہی سے مستثنیٰ فرما رہے ہیں، اور بتلا رہے ہیں کہ اگر مسجد میں علمی مباحث میں رفع صوت ہو تو جائز ہے۔ کوئی حرج نہیں، قال ابن عمر یزعمون الخ یعنی مجھے تو یاد نہیں کہ حضور اکرم صلعم نے ویھل اھل الیمن من یلملم فرمایا مگر لوگ کہتے ہیں۔ یلملم ہم ہندوستانیوں کا میقات ہے۔ جہاز یمن کی سرحد کو گذرتا ہے، جب وہ موقع قریب آتا ہے تو جہاز ایک لمبی سیٹی دیتا ہے۔

باب مَنْ اَجَابَ السَّائِلَ بِاَكْثَرَ مِمَّا سَاَلَ۔

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جس نے سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دیا۔

حدیث نمبر ۱۳۲ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اَنَّ رَجُلًا سَأَلَهٗ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسِ الْقَمِيْصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ اَوِ الزَّعْفَرَانُ فَاِنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلعم سے سوال کیا احرام باندھنے والا کیا کیا کپڑے پہن سکتاہے۔ فرمایا کہ محرم قمیص نہ پہنے نہ ہی پگڑی اور نہ ہی شلوار اور نہ ہی جُبّہ اور نہ ایسا کپڑا جس کو ورس اور زعفران سے رنگا گیا ہو۔ اگر جوتا نہ پائے تو موزے پہن سکتاہے۔ جبکہ اس کا نچلہ حصہ اس طرح کاٹ دے کہ دونوں موزے ٹخنوں کے نیچے تک رہ جائیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حدیث شریف میں ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ کہ آدمی کا اسلام اچھا حسن والا تب ہوتاہے جبکہ وہ لایعنی باتوں کو ترک کردے جس سے معلوم ہوا کہ جواب سوال سے اکثر نہ ہونا چاہیئے۔ تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہر جگہ یہ ممنوع نہیں بلکہ مقتضاء حال کے مطابق اگر جواب اکثر ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں جائز ہے جیسا کہ آپؐ نے کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ فصاحت اور بلاغت کی خوبی یہ شمار کی جاتی ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہو۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جواب علی وفق السوال ہونا چاہیئے۔ اور زیادتی جواب خلاف قاعدہ ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہ باب قائم فرما کر اشارہ فرمادیا کہ اگر ضرورت کی بنا پر زیادتی ہو جائے تو جائز ہے۔ اور قاعدہ بلاغت کا مطلب یہ ہے کہ بلاضرورت بات نہ ہو۔ اور بعض شراح فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس کتاب کو کتاب العلم کے آخر میں ذکر فرما کر اشارہ فرمادیاہے کہ کتاب العلم جتنی ضرورت تھی اس سے زیادہ میں نے بیان کردیا۔

مایلبس المحرم یہاں سوال ملبوسات مباحہ کے متعلق تھا اور جواب ملبوسات محذورہ سے دیا جارہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ملبوسات محذورہ معدود تھے بخلاف ملبوسات مباحہ کے لہٰذا یہ طریقہ آسان تھا بنسبۃ اس کے سارے ملبوسات کو شمار کراتے اور محذورات کے ذکر کے ساتھ ساتھ جن کا سوال نہیں تھا ان کو ذکر کردیا لیقطعھما حافظ ابن حجرؒ نے لفظ لیقطع سے اپنی عادت کے مطابق براعۃ اختتام کے طور پر اشارہ فرمادیا کہ اب کتاب العلم قطع یعنی ختم ہوگئی۔ اور میری رائے تم کو معلوم ہی ہے کہ ہر باب کے آخر میں

حافظ کی رائے کے ساتھ ساتھ میری اپنی رائے الگ ہوا کرتی ہے۔ وہ یہ کہ کتاب کے ختم کی طرف نہیں بلکہ ترے ختم (موت) کی طرف اشارہ ہے کہ احرام کی طرح کفن کے بھی ایسے دو کپڑے ہوتے ہیں۔ ایک چادر اوپر اور ایک نیچے اس کا دھیان رکھیو۔ تمت بالخیر

کِتَابُ الْوُضُوْءِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب، مَا جَآءَ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ وَبَیَّنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّۃً مَرَّۃً وَتَوَضَّاَ اَیْضًا مَرَّتَیْنِ وَثَلٰثًا ثَلٰثًا وَلَمْ یَزِدْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَکَرِہَ اَھْلُ الْعِلْمِ الْاِسْرَافَ فِیْہِ وَاَنْ یُّجَاوِزُوْا فِعْلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، باب وضو کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کے قول کے بارے میں آیا ہے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو چہروں کو دھوؤ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔ ابو عبداللہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرض وضوء ایک ایک مرتبہ ادا کیا اور نیز آپؐ نے دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ بھی ہر ہر عضو کو دھویا ہے۔ اور تین سے اوپر زیادتی نہیں فرمائی۔ بنا بریں اہل علم نے وضو میں فضول خرچی کو مکروہ سمجھا ہے اور اس طرح جناب نبی اکرم صلعم کے فعل سے آگے بڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

باب لَا یُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ

ترجمہ، کوئی نماز بغیر وضو کے قبول نہیں ہوگی

حدیث نمبر ۱۳۳ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ الخ عَنْ ھَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّاَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ مَا الْحَدَثُ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ فُسَاءٌ اَوْ ضُرَاطٌ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوگی جو بے وضو ہو گیا جب تک وضو نہ کرلے حضرموت کے ایک آدمی نے کہا اے ابوہریرہ بے وضوئی کیا چیز ہے۔ کہا پُسکی یا پاد یعنی جو ہوا دبر سے خارج ہو بلا آواز فساء ہے اور آواز والی ضراط ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مصنفؒ کی عادت ہے کہ ہر کتاب کے اوّل میں ایک آیت پیش کرتے ہیں جس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو روایات اس کتاب میں ذکر کی جائیں گی وہ اس آیت کی شرح ہوں گی۔ ایسے یہاں بھی جو روایات وضو کی آرہی ہیں وہ سب اس آیت وضو کی تفسیر ہیں۔ فاغسلوا وجوھکم امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جو امر ہے وہ موجب تکرار نہیں تو فرضیت تو ایک مرتبہ دھونے سے ادا ہوگی زیادتی احادیث سے ثابت ہے اور آپ سے لاتسرف کے الفاظ ثابت ہیں لہٰذا تین پر زیادتی مکروہ ہوگی وہ روایت اگرچہ منقول ہے۔ مگر مصنفؒ کی شرط کے مطابق نہیں اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا پھر آیا زیادتی کمیتہ میں مکروہ ہے یا کیفیت میں اس بارے میں اختلاف ہے حتّٰی یتوضأ قابل بحث یہ ہے کہ آیا حتی صلوٰۃ کی غایت ہے یا لا تقبل کی غایت ہے۔ اگر لا تقبل الی الوضوء کے معنی ہوں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ صلوٰۃ کیف ما کان جو قبل الوضوء ہو وہ مقبول نہیں یہ تو صحیح ہے مگر لا تقبل کی غایت کی صورت میں کہ کسی نماز کی قبولیت اس غایت سے قبل نہیں ہوتی جب تک یہ غایت پائی جائے یعنی وضو کرلیا۔ تو اس سے پہلے جو نماز پڑھی تھی وہ بھی مقبول ہو جائے گی۔ لہٰذا حتّٰی کو صلوٰۃ کی غایت قرار دینا پڑے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کو چاہیئے تھا کہ کتاب الایمان کے بعد صلوٰۃ کا ذکر فرماتے کیونکہ ایمان کے بعد اہم العبادات نماز ہی ہے۔ مگر ایک عارض کی بناء پر کتاب العلم کو مقدم فرمادیا جس کی وجہ بیان ہوچکی ہے۔ اس طرح کتاب العلم کے بعد کتاب الصلوٰۃ شروع کرنا چاہیئے تھا۔ مگر سارے فقہاء اور محدثین کا طریقہ ہے کہ وہ کتاب الصلوٰۃ سے قبل کتاب الطہارت ذکر فرماتے ہیں۔ کیونکہ طہارت شرائط صلوٰۃ میں سے ہے اور شرائط ہمیشہ مشروط پر مقدم ہوا کرتی ہیں۔ اس وجہ سے مقدم فرمادیا اس جگہ دو نسخے ہیں ایک نسخہ کتاب الوضوء کا ہے اور دوسرا کتاب الطہارت کا۔ اگر کتاب الطہارت ہو پھر تو واضح ہے اور اگر کتاب الوضوء ہو۔ جیسا کہ ہمارے نسخوں میں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح صلوٰۃ کو اہم العبادات ہونے کے سبب بقیہ عبادات پر مقدم کرتے ہیں۔ اس طرح وضو کے اہم ہونے کی وجہ سے کتاب الوضوء کو مقدم فرمادیا

اور بقیہ طہارات۔ تیمم، غسل، جنابت وغیرہ اطلاق بعض الافراد ارادۃ الکل کے طور پر داخل ہو گئے۔ چونکہ کتاب الوضوء اگرچہ لفظ خاص ہے مگر مراد اس کی عام ہے۔ اسی لئے اس کے بعد خاص طور سے باب ما جاء فی الوضوء باندھا اور اس کے بعد آیت کریمہ اذا قمتم الی الصلوۃ وقول اللہ کے عنوان سے ذکر فرمائی یہ آیت آیت الوضوء کہلاتی ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض اس آیت سے کیا ہے۔ اس میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف تھا اس لئے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہ آیت ذکر فرمادی۔ اور وہ اختلاف یہ ہے کہ آیت قرآنی میں فاغسلوا کا امر کس لئے ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ وجوب کے لئے ہے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ حدث لاحق ہو جائے اور تقدیری عبادت اس طرح ہے۔ واذا قمتم الی الصلوۃ وانتم محدثون۔ دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ امر تو اپنے عموم پر ہے۔ محدث اور طاہر دونوں کے لئے ہے لیکن مُحدِث کے لئے بطریق الایجاب ہے اور طاہر کے لئے بطریق الاستحباب ہے اور ایک تیسرے فریق کی رائے یہ ہے کہ یہ ابتداء کا حکم ہے حضور اقدس صلعم کو ابتداءً ہر نماز میں وضو کرنے کا حکم تھا۔ جب حضور اقدس صلعم پر یہ شاق ہونے لگا تو پھر مسواک کو وضو کے قائم مقام کر دیا گیا جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وجوب وضو کی علت میں اختلاف ہے حضرت امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ ایک جماعت کی رائے ہے۔ کہ وجوب کی علت قیام الی الصلوۃ ہے اس قول کا حاصل یہ ہوگا کہ جب بھی نماز پڑھنے کا ارادہ ہو۔ اس وقت وضو کرنا فرض ہے تو یہ قول ثالث کی طرف راجع ہوا کہ یہ حکم ابتداءً تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ علت قیام الی الصلوۃ مع الحدث ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ علت حدث ہے مگر موسّعًا موسّعًا کا مطلب یہ ہے کہ فی الفور وضو کرنا واجب نہیں بلکہ عبادت کے وقت جس میں وضو شرط ہے وضو کرنا فرض ہوگا۔ تیسرا قول یہ ہے اور یہی میرے نزدیک راجح بھی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ اور ان کی باریکیوں اور لطائف میں سے یہ ہے کہ وہ حکم کی ابتدا کی طرف کسی آیت یا روایت سے اشارہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس میں اختلاف ہے کہ وضو کی فرضیت کب ہوئی۔ اس میں تو اتفاق ہے کہ وضو مکہ میں تھی۔ اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت مدنی ہے۔ مگر اختلاف مبدء فرضیت میں ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کی رائے ہے کہ فرضیت مکہ میں ہوئی اور آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اور اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ کیونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جو فرض پہلے ہوئے اور

آیت بعد میں نازل ہوئی ۔ یہ بھی اسی قبیل سے ہوگی ۔ تو امام بخاریؒ آیت ذکر فرما کر اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا اور اپنے نزدیک جو راجح تھا اس کو ذکر فرمادیا ۔ و بَیَّنَ النبی صلعم الخ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ مجمل ہے کیونکہ اس میں عدد وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں چونکہ احادیث قرآن پاک کی تفسیر ہیں اس لئے حضور اقدس صلعم نے اس کی تفصیل اپنی سنت سے فرمادی ۔ کہ فرض تو ایک مرتبہ ہے ۔ اور اس کے بعد مرتین کا مرتبہ ہے ۔ پھر ثلٰث کا درجہ ہے یہ امام بخاریؒ نے بَیَّنَ النبی صلعم سے آیۃ الوضوء کی اجمالی تشریح فرمادی ۔

یہاں بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ جملہ جزء ترجمہ ہے ۔ مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی ۔ حالانکہ اگر جزء ترجمہ تھا تو تین روایات ہونی چاہیئے تھیں ایک مرۃ مرۃ کی دوسری مرتین کی تیسری ثلاثًا کی ۔ اور پھر امام بخاریؒ ان پر مستقل باب باندھیں گے ۔ اکرہ اھل العلم الاسراف الخ چونکہ حضور اقدس صلعم سے تین بار سے زائد ثابت نہیں ہے ۔ اس لئے علماء نے مکروہ سمجھا ہے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے من زاد او نقص فقد اساء و ظلم شراح بخاریؒ نے قاطبۃ اس جگہ آکر اپنے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور کہہ دیا کہ امام نے اس کتاب میں ابواب کی کوئی ترتیب قائم نہیں کی ۔ کتاب الوضوء کی فہرست سے صاف طور پر معلوم ہوگا کہ بے جوڑ ابواب قائم کیے ہیں ، مثال کے طور پر بجائے سب سے پہلے باب المضمضہ قائم کرنے کے باب غسل الوجہ بالیدین قائم کیا ۔ اور اس کے بعد دوسرا باب قائم کیا باب التسمیۃ علی کل حال و عند الوقاع بھلا اس کا وضو اور غسل الوجہ سے کیا جوڑ اس کے تقریبًا دس پندرہ ابواب کے بعد باب الاستنثار قائم کیا اس کے بعد باب الاستجمار وترا قائم کیا ۔ بھلا ناک میں پانی دینے اور نکالنے کو استنجاء وترا سے کیا مناسبت پھر باب المسح قائم فرمایا غرض کہ وضو میں جو ترتیب تھی اس میں سے کسی کا بھی لحاظ نہیں فرمایا ۔ اس لئے شراح فرماتے ہیں کہ یہ سب بے جوڑ ہیں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ مناسبت ہر باب میں موجود ہے لیکن مناسبت وہ خود بھی نہ بتلا سکے البتہ ایک کلیہ ضرور ہے جس کا لحاظ امام بخاریؒ نے فرمایا ، کہ کسی مناسبت سے باب قائم کردیا لیکن اس کے بعد وہ باب دوسری مناسبت کے باوجود ذکر نہیں کریں گے تاکہ تکرار فی الابواب نہ ہوجائے ۔

باب لا تقبل صلوٰۃ سے امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ وضو نماز کے لئے فرض ہے حتی یتوضا چونکہ یہ غایت ہے ۔ لہٰذا مطلب یہ ہوا ۔ کہ اگر کسی نے بہت سی نمازیں کئی دن تک بغیر وضو کے پڑھیں اور پھر آخر میں سب کی وضو اکٹھی ہی کرلی تو وہ تمام نمازیں درست اور مقبول ہوگئیں تو اس کا جواب دیا

کہ لاتقبل کی غایت حتی یتوضا نہیں ہے بلکہ یہ صلوٰۃ کی غایت ہے۔ ای لا یصلی حتی یتوضا الخ
اس ترجمہ کی غرض یا تو ایجاب وضو کو ثابت کرنا ہے۔ جیسا کہ بعض کی رائے ہے یا شرطیۃ وضوء ثابت
فرمائی ہے لاتقبل صلوٰۃ من احدث حتی یتوضأ یہ اجماعی مسئلہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ
بلا وضو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اسی طرح وجوب اور شرطیۃ ثابت ہوگئی ما الحدث سوال کی وجہ یہ ہے کہ کلام
عرب میں حدث کا اطلاق جیسے فساء ضراط پر آتا ہے۔ اسی طرح کلام قبیح پر بھی ہوتا ہے۔ خود ہمارے ہاں
اگر کوئی شخص کوئی بیہودہ بات کہے تو کہتے ہیں کیا گوز مار دیا! تو چونکہ یہ لفظ مشترک تھا اس لئے
مخاطب نہ سمجھا سوال کیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا فساء او ضراط یہاں ایک قاعدہ ہے جو بہت
جگہ کام دے گا وہ یہ کہ کبھی کوئی لفظ اعم اغلب ہونے کے سبب سے بول دیا جاتا ہے مگر مقصود خاص
لفظ نہیں ہوتا بلکہ بطور تمثیل اس کو ذکر کر دیتے ہیں اسی طرح یہاں حضرت ابوہریرہؓ نے فساء و ضراط
کے اعم اغلب ہونے کے سبب سے ذکر فرما دیا یہ نہیں کہ نقض وضو کی صفت انہی دونوں میں منحصر ہے لہٰذا اگر
پیشاب پاخانہ کرے جب بھی وضو واجب ہوگا مگر چونکہ کثیر الوقوع یہی دو چیزیں تھیں اس لئے انہیں کا
ذکر کر دیا۔ اب میں یہاں کہتا ہوں کہ احناف اگر تحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم میں کثیر الوقوع
کی تاویل کریں تو ان پر کیا عتاب ہے۔

باب فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ۔

ترجمہ باب ہے وضو کی فضیلت اور وضو کے آثار کی وجہ سے منہ اور ہاتھ پاؤں کا روشن ہونا۔

حدیث نمبر ۱۳۴ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيْتُ مَعَ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ إِنَّ أُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ
مِنْكُمْ أَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت نعیم المجمر فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہؓ کے ہمراہ مسجد کی چھت پر چڑھ گیا تو انہیں
وضو کیا پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے ہیں کہ میری امت کو قیامت کے دن آثار
وضو کی وجہ سے غر محجل پکارا جائے گا پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو لمبا کرنا چاہے وہ کرلے۔
تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ وضو کی فضیلت ثابت فرما رہے ہیں لفظ الغر محجلون

بعض نسخوں میں رفع کے ساتھ ہے. اور بعض میں جر کے ساتھ ہے. اب اگر جر کے ساتھ ہو تب تو واضح ہے کہ باب کے تحت میں داخل ہوگا. اور اگر رفع ہو. تو اعراب حکائی ہوگا. اور یہ فضائل وضو میں سے ایک فضیلت ہے غرّ جمع اغر کی اغر اس گھوڑی کو کہتے ہیں. جس کی پیشانی پر سفیدی ہو. اور محجل اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں پر سفیدی ہو. اس قسم کا گھوڑا عرب میں بیش قیمت سمجھا جاتا ہے. اور اس غرہ و تحجیل میں اختلاف ہے کہ یہ امت محمدیہ کے خصائص میں سے ہے یا اور انبیاء کے ہاں بھی ہے. راجح یہ ہے کہ حضور اقدس صلعم کی امت کے خصائص میں سے ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلعم کا ارشاد ہے. کہ قیامت کے دن میں اپنی امت کو آثار وضو سے پہچان لوں گا نیز روایت باب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے. کیونکہ حضور اکرم صلعم اِنَّ اُمَّتِی فرما رہے ہیں. وضو خصائص اس امت میں سے نہیں اس لئے کہ بی بی سارہ زوجہ ابراہیم علیہما السلام اور جریج الراہب سے وضو ثابت ہے کما ھما فی البخاری.

فمن استطاع منکم الخ اطالۃ غرہ کی تین صورتیں ہیں. ایک یہ کہ مواقع وضو پر کثرت سے پانی گرائے دوسرے یہ کہ خوب بڑھا کر دھوئے. جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کیا. تیسرے یہ کہ خوب رگڑ رگڑ کر مواقع وضو کو دھوئے اور انقاء کرے اور پانی تین بار بہادے. پہلی دو صورتیں مراد نہیں بلکہ تیسری شکل یہاں مراد ہے پہلی دو اس لئے مراد نہیں کہ حضور اقدس صلعم نے تین بار وضو فرما کر ارشاد فرمایا فمن زاد علی ھذا او نقص فقد اساء وتعدی وظلم. اگر شبہ ہو کہ جب اطالۃ غرہ سے مراد دونو صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں تو پھر حضرت ابوہریرہؓ نے دوسری صورت کیوں اختیار فرمائی. میرے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ ادا عشق کے قبیلے سے ہے کہ اگر انہیں معشوق کا کوئی لفظ مل جائے تو بس پھر کیا پوچھنا چونکہ صحابہ کرام حضور اکرم صلعم کے عشاق میں سے تھے. حضور کی ہر بات پر مر مٹنے والے تھے. اس لئے وہ بعض اوقات صرف ظاہری الفاظ پر نظر کرتے تھے اور معانی پر غور نہیں کرتے تھے چنانچہ ابوداؤد کی کتاب الجنائز میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت ہے کہ جب ان کی وفات قریب ہوئی تو نئے کپڑے منگائے اور انہیں پہنا پھر فرمایا کہ حضور اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میت قیامت کے دن ان کپڑوں میں مبعوث ہوگی جس میں اس کا انتقال ہوا ہے تو انہوں نے یہاں پر کپڑوں سے ظاہری کپڑے مراد لئے. حالانکہ کلام عرب میں ثیاب کا لفظ اعمال پر بولا جاتا ہے. جیسے کہ سلی ثیابی عن ثیابک میں ہے. نیز اس حدیث ابوسعید کو اپنے ظاہر پر رکھنا قرآن و احادیث اُخر کے خلاف ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کما بدأنا اول خلق نعیدہٗ اسی طرح حدیث میں ہے کہ مبعث حفاۃ عراۃ ننگے پاؤں
۔ چہ جائیکہ ان کپڑوں میں حشر ہو۔ شاید کہیں قبر ہی میں نہ چھن جائیں۔ بہرحال حضرت ابوسعیدؓ
نے اس آیت کے مطلب کو جانتے ہوئے بھی ظاہری الفاظ کا اتباع کیا۔ جیسا کہ میرے حضرت نور اللہ مرقدہٗ
جب بذل لکھواتے ہوئے اس روایت پر پہنچے جس میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں انی اعرف
النظائر التی کان رسول اللہ صلعم یقرن بینھن اور ان سورتوں کی ترتیب مصحف موجودہ
کی ترتیب کے خلاف ہے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا آج مجھے ان سورتوں کو ایک پرچہ پر ترتیب ابن مسعودؓ
کے موافق لکھ دو آج تہجد میں اس ترتیب سے پڑھوں گا یہ کیا تھا؟ عشق تھا کہ حضور اکرم صلعم نے
اس طرح کیا ہے حالانکہ ایسا کرنا کم از کم خلاف اولیٰ ورنہ مکروہ تنزیہی یا اس سے بھی آگے ہے کیونکہ اجماع
کے خلاف ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ نماز بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے سے نصف
ہے۔ پھر بھی میرے مشائخ کی رائے ہے کہ وتر کے بعد کی دوسنتیں بیٹھ کر ہی پڑھنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔
گو ثواب نصف ہو مگر حضور اکرم صلعم کا اتباع تو حاصل ہو ہی جائے گا۔ بس اسی قبیل سے حضرت ابوہریرہؓ
کا واقعہ ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلعم کے ظاہر الفاظ پر نظر فرما کر خوب اوپر تک بڑھا کر دھویا۔ یہی وجہ
ہے کہ جب کسی نے ان پر اعتراض کیا تو ارشاد فرمایا کہ اے بنی فروخ! اگر میں یہ جانتا کہ تم یہیں ہو تو ایسا
نہ کرتا۔ یہ حضرت ابوہریرہؓ ایسے تھے۔ کہ اگر حضور اکرم صلعم سے سنی ہوئی کوئی بات ہوتی اور اس پر کوئی اعتراض
کر دیتا تو ڈانٹ کر فرما دیتے کہ میں نے حضور اکرم صلعم کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے

باب، لَا یَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّکِّ حَتّٰی یَسْتَیْقِنَ ۔

ترجمہ، شک کی وجہ سے وضو نہ کرے جب تک کہ یقین نہ ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۳۵ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ الخ وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّہٖ اَنَّہٗ شَکَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ الَّذِیْ یُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّہٗ یَجِدُ الشَّیْءَ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ لَا یَنْفَتِلْ اَوْ لَا یَنْصَرِفْ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ یَجِدَ رِیْحًا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عباد کے چچا نے جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ایسے شخص کی شکایت کی جس
کو نماز میں یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی چیز پیٹ سے خارج ہوئی تو آپؐ نے فرمایا اس وقت تک نماز کو نہ چھوڑے
جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حتی یستیقن مصنفؒ جو ترجمۃ الباب میں رکھا ہے اس سے تبلانا ہے کہ حتی یسمع صوتا الخ سے مراد استیقان ہے اگر سوال ہو کہ جس شخص کو ظن غالب ہے یا اس قدر یقین نہیں کہ اس پر قسم کھا سکے تو اس کا کیا حکم ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں بھی ظن استیقان کے ساتھ لاحق ہے البتہ اگر کسی نے شک کی بنا پر احتیاطاً وضو کر لیا تو جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ نے اسباغ الوضوء تک ان ابواب میں ایک بڑی عمدہ ترتیب اختیار فرمائی ہے جو ایک بڑے ماہر کے لئے ہونی بھی چاہیئے چنانچہ ابتداء میں ایجاب بعد ازاں فضیلت بیان فرمائی۔ اور اب یہ فرماتے ہیں کہ شک سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جب تک یقین نہ ہو جائے۔ ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے اس سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرما دیا ہو جس کو میں روایت حسن بیان کرنے کے بعد بیان کروں گا۔ انه شكى به على بناء الفاعل اور على بناء المفعول دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ اگر علی بناء الفاعل ہو تو الرجل منصوب اگر علی بناء المفعول ہو تو الرجل مرفوع ہوگا۔

فقال لا ينفتل الخ یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ چونکہ عام طور پر نماز میں جو نقص ہوتا ہے وہ ریح کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اس کے معلوم ہونے کا عام ذریعہ سماع صوت و وجدانِ ریح ہے اس لئے اس کو خاص طور سے بیان فرما دیا۔ ورنہ اگر بہرے کو زکام ہو جائے تو پھر اس پر وضو واجب نہ ہو۔ ولو يجد به احد اس کا تو کوئی قائل نہیں ہے۔ اسی طرح حنفیہ وہاں کہہ سکتے ہیں۔ اب یہاں یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ ارشاد رسول اللہ صلعم کا حالتِ نماز کے متعلق ہے لہٰذا اگر نماز میں یہ صورت پیش آجائے تو نماز پوری کرے اور نماز سے نہ نکلے۔ لیکن اگر خارج صلوٰۃ یہ صورت ہو تو جدید وضو کرے اور شک کے ساتھ نماز میں داخل نہ ہو۔ حضرت حسن بصریؒ سے بھی یہی تفصیل منقول ہے۔ البتہ ائمہ ثلاثہ اس روایت باب کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ خارج صلوٰۃ داخل صلوٰۃ سب کو عام ہے کسی صورت میں نئے سرے سے وضو کرنا بدون تیقن کے واجب نہ ہوگا۔

باب التَّخْفِيْفِ فِي الْوُضُوْءِ۔ باب وضو میں تخفیف کرنی چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۳۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ صَلّٰى وَرُبَّمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ صَلّٰى وَرُبَّمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو

عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَنْ شِمَالِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَآذَنَهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ إِنِّي أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلعم سو گئے یہاں تک خراٹے مارنے لگے پھر نماز پڑھی اور کبھی یوں فرمایا کہ آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ خراٹے مارنے لگے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی دوسری سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے یوں مروی ہے کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے پاس بسر کی تو جناب نبی اکرم صلعم رات کو اٹھے چنانچہ رات کچھ حصہ گذر گیا، تو آپ اٹھے اور ایک پرانے لٹکے ہوئے مشکیزہ سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو راوی اس کو بہت ہلکا اور تھوڑا کر کے بیان کرتے تھے۔ اور اٹھ کر نماز ادا کی میں نے بھی جناب نبی اکرم صلعم کے وضو کی طرح خفیف سا وضو کیا اور آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ سفیان راوی کبھی یسار کی بجائے شمال کا لفظ بولتے تھے۔ جن کا مطلب ایک ہے۔ بہر حال آپ نے مجھے بائیں طرف سے گھما کر دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ پھر جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ آپ نے نماز پڑھی پھر لیٹ گئے۔ اور یہاں تک نیند فرمائی کہ خراٹے لینے لگے۔ پھر منادی نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی تو ابن عباسؓ بھی آپ کے ساتھ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے آپ نے نماز پڑھی وضو نہ فرمایا۔ ہم لوگوں نے عمرو راوی سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم کی آنکھ سوتی تھی دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو نے فرمایا کہ میں نے بھی عبید بن عمیر اپنے استاد سے سنا تھا وہ فرماتے تھے انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے اور اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ چونکہ وضو عبادت کے لئے ذریعہ اور واسطہ ہے جس میں غیر مجلل بھی ہوتا ہے

اس لئے زیادتی حرص کے لئے اسراف کیا جاتا تو آپؐ نے اس سے منع فرما دیا کہ فقط تعامل کافی ہے دعؤیا الانبیاء وحی اور وحی نائم پر نہیں ہوتی بلکہ بیدار پر ہوتی ہے اس کی دلیل انی اریٰ فی المنام ہے کیونکہ اگر رؤیا الانبیاء وحی نہ ہوتے تب بیٹے کو ذبح کرنے کا اقدام جائز صحیح نہ ہوتا۔ کیونکہ ناحق بیٹے کو ذبح کرنا حرام ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، امام بخاریؒ نے دو باب باندھے ہیں ایک باب التخفیف دوسرا اسباغ الوضوء یہاں تک تو امام بخاریؒ نے کوئی جدت اختیار نہیں فرمائی بلکہ بہت حسن ترتیب سے کام لیا ہے۔ چنانچہ حسب وجوب فضل اور یہ کہ شک سے وضو نہیں ٹوٹتا بیان فرما چکے تو اب یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے دو درجے ہیں ایک ادنیٰ دوسرا اعلیٰ درجہ، دوسرا باب اسباغ الوضوء کا باندھ کر مبدأ اور منتہیٰ کی طرف اشارہ فرمایا۔ کہ اول درجہ یہ ہے اور دوسرا باب اعلیٰ درجہ کو بیان کر رہا ہے۔ بت عند خالتی میمونۃ روایۃ من حیث الروایۃ باب السمر میں گذر چکی ہے۔ اور اس پر کلام بھی گذر چکا۔ یہاں مقصود بالذکر وضوءً خفیفًا ہے۔ یخففہ ویقللہ کا مطلب یہ ہے کہ عمرو کمًا وکیفًا ہر اعتبار سے تخفیف بتلا رہے ہیں۔ تخفیف تثقیل کا مقابل ہے جو کیف میں استعمال ہوتا ہے۔ اور تقلیل تکثیر کا مقابل ہے جو کم میں استعمال ہوتا ہے یعنی کیف تخفیف اور کمًا تقلیل فرمائی۔ ثم حوّلنی فجعلنی عن یسارہ یہ اصطفاف کی بحث ہے امام بخاریؒ وہاں بھی یہ روایت ذکر فرمائیں گے فصلی ولم یتوضأ الخ جب حضرت عمرو نے یہ بیان کیا کہ حضور اکرم نے بدون وضو کئے ہوئے نماز پڑھی۔ تو شاگردوں نے اس کی تائید میں حضرت عمرو سے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلعم کی چشم مبارک تو سوتی ہے۔ اور قلب مبارک بیدار رہتا ہے تو جن اشیاء کا ادراک قلب سے ہوتا ہے۔ اس کا وہ ادراک کرتا رہے گا۔ جیسے قلب خروج ریح وعدم خروج پر مطلع ہو جائے گا اور جس چیز کا ادراک چشم سے متعلق ہو اس کو وہ نہ دیکھ سکے گی یہی وجہ ہے کہ لیلۃ التعریس میں حضور اکرم صلعم نے سورج نکلنے اور طلوع صبح کو نہ دیکھا۔

رؤیا الانبیاء وحی الخ اس پر عمرو نے ان لوگوں کی مزید تائید کر دی۔ کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ قلب بیدار ہوتا ہے۔ جو کچھ دیکھتے ہیں صحیح دیکھتے ہیں پھر اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی انی اریٰ فی المنام الخ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو کہا کہ میں خواب میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں چنانچہ ان کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے تو اگر انبیاء کا خواب وحی نہ ہوتا تو پھر قتل نفس

کیسے جائز ہوتا اور پھر قطع رحمی اور سب سے بڑھ کر بیٹے کا قتل ۔

بَابُ اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ باب وضو کے مکمل اور پورا کرنے کے بارے میں۔

وَقَدْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ الْاِنْقَاءُ۔

ترجمہ، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اسباغ الوضو کا معنی پورا صاف کرنا ۔

حدیث نمبر ۱۳۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ الصَّلٰوةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّاَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلّٰى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت اسامہ بن زید سے انہوں نے سنا وہ فرما رہے تھے کہ جناب رسول اللہ صلعم عرفات سے جب واپس ہوئے یہاں تک کہ گھاٹی میں اترے پیشاب کیا پھر وضو فرمایا لیکن پورا وضو نہیں فرمایا میں نے عرض کی یا رسول اللہ نماز کا وقت ہو گیا ہے آپؐ نے فرمایا۔ نماز آگے پڑھیں گے پھر حضور اقدس صلعم اپنی سواری پر سوار ہوئے جب مزدلفہ میں پہنچے تو سواری سے اترے وضو فرمایا بلکہ پورا وضو فرمایا پھر نماز کے لئے تکبیر کہی گئی تو آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر انسان نے اپنی سواری کو اپنی اپنی رہائش گاہ میں بٹھایا پھر عشاء کی نماز کے لئے تکبیر کہی گئی تو آپؐ نے نماز پڑھی لیکن ان دونو نمازوں مغرب اور عشاء کے درمیان اور کوئی نماز نفل وسنت نہیں پڑھی ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وضو دو قسم ہے ایک تو دوام طہارت کے لئے چنانچہ آپؐ دائماً طہارت سے رہتے تھے ۔ اور یہ سالک کے لئے ضروری ہے اس میں آپؐ تخفیف کیا کرتے تھے ۔ اور دوسرا وضو جو نماز کے لئے ہوتا تھا اس میں اسباغ ہوتا تھا۔ جیسے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو ضعیف اور کامل دونو جائز ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، چونکہ اسباغ الوضو کی دو صورتیں ہیں ایک انقا اور دوسری یہ کہ خوب درازی کی جائے جیسے حضرت ابو ہریرہؓ نے کیا اور امام بخاریؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ کہیں کہیں مقصود کو کسی آیت یا روایت سے واضح فرماتے ہیں۔ اس طرح ترجمہ میں اسباغ کا لفظ آیا تھا۔ تو امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ

کا اثر نقل کر کے اس کے معنی متعین فرما دیئے کہ یہاں اسباغ سے انقا مراد ہے (خوب اچھی طرح ملنا) ثم نزل ولم یسبغ الوضوء الخ اس سے امام بخاریؒ نے تخفیف پر استدلال نہیں فرمایا اس لئے کہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بخلاف پہلی روایت کے۔ الصلوٰۃ امامک یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ شب مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دونو جمع کی جاتی ہیں۔ ولم یصل بینہما اس کی بحث بعد میں آئے گی۔ الحاصل اسباغ کے ایک معنی سخت قسم کے رگڑنے کے ہیں اور دوسرے معنی خوب پانی ڈالنے کے ہیں۔ ابن عمرؓ کے اثر سے پہلی معنی کی تعیین کر دی یعنی دلک شدید سخت ملنا

باب، غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

ترجمہ، یعنی چہرے کو ایک چلو پانی سے دونو ہاتھوں سے دھونا۔

حدیث نمبر ۱۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَتَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هٰكَذَا أَضَافَهَا إِلٰى يَدِهِ الْأُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى حَتّٰى غَسَلَهَا ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً أُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا يَعْنِيْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ نے جب وضو فرمایا تو اپنے چہرے کو دھویا اس طرح کہ چلو بھر پانی لیا جس سے کلی فرمائی اور پھر ناک میں پانی دیا، پھر ایک چلو پانی لے کر اسی طرح کیا کہ اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے ملا دیا۔ پھر ان دونو ہاتھوں سے اپنے چہرے کو دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لے کر اپنے دائیں ہاتھ کو دھویا پھر پانی لے کر اس سے اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا پھر سر کا مسح فرمایا پھر ایک چلو پانی لے کر اس سے دائیں پاؤں پر ڈالا یہاں تک کہ اسے دھو دیا۔ پھر دوسرا چلو لے کر اس سے بائیں پاؤں کو دھویا پھر فرمایا میں نے اسی طرح آنحضرت رسول اللہ صلعم کو وضو کرتے دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فرش علی رجلہ الیمنی جمہور فرماتے ہیں کہ پاؤں پر رش اور نضح کافی نہیں، بلکہ غسل ضروری ہے چنانچہ جب آپؐ نے جلدی کرنے والوں کو وضو میں کوتاہی کرتے دیکھا تو فرمایا

ویل لاعقاب تو رشّ اور نضح کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح رشّ کے معنی چھڑکنے کے آتے ہیں ایسے صَبّ یعنی پلٹنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ تو یہاں رشّ بمعنی صَبّ کے ہے صاحب قاموس نے اس کی تصریح کی ہے جس کو ہم بالاتفاق کہتے ہیں کہ حیض میں رشّ کے معنی صَبّ کے ہیں۔ حتی غسلہا اس پر قرینہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ رش یعنی بقطرات عظیمۃ اس میں اسالۃ ہو جائے گی یعنی پانی بہانا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ رشّ کے معنی چھوٹے چھوٹے قطرے چھڑکنا اور جب وہ برابر دیر تک چھڑکے جائیں تو اسالہ ہو جائے گی۔ رش ای یدیم الرش حتی صار غسلہا کہ اس وقت تک چھڑکتے رہے یہاں تک کہ ان کو دھو لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں تک تو امام بخاریؒ نے بڑی ترتیب سے ابواب ذکر فرمائے اور کوئی جدّت اختیار نہیں کی۔ کیونکہ تراجم میں امام بخاریؒ نے ایسی باریکی اور جدّت سے کام لیا ہے۔ کہ یہ مشہور ہو گیا کہ فقہ البخاری فی تراجمہ لیکن ساری کتاب کے مقابلہ میں جتنی جدت کتاب الوضوء میں اختیار فرمائی اور کہیں نہیں کی۔ اگرچہ میں اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں۔ کہ امام بخاریؒ کے تراجم میں جو باریکیاں شراح نے نکالی ہیں شاید خود امام کا دھیان بھی ان کی طرف نہ گیا ہو۔ بہرحال یہاں سے ابواب میں بظاہر بڑی بے ترتیبی چلے گی کیونکہ ادھر تو علی الوجہ کا ذکر ہے اور اس کے فوراً بعد جماع میں پہنچ گئے التسمیۃ علی کل حال وعند الوقاع باب باندھ دیا اور ابھی جماع سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ خلاء کا ذکر شروع کر دیا۔ پھر ایک ڈیڑھ صفحہ ترتیب سے خلاء کے ابواب کا ذکر فرما کر استنثاق کا ذکر فرمایا۔ اور درمیان میں استجمار وغیرہ کو داخل کر دیا۔ حالانکہ پہلے مضمضہ و استنثاق اور پھر غسل وجہ کو ذکر فرماتے اسی وجہ سے علامہ کرمانی جو بخاری کے قدیم شارح ہیں نے کہہ دیا کہ امام بخاریؒ نے ابواب الوضوء اور ابواب الخلاء وغیرہ میں ترتیب ملحوظ نہیں رکھی اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بالکلیہ تو مناسبت کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہاں کہیں خفیف اور قلیل مناسبت ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے ان دونوں سے زیادہ باریکیاں پیدا کی ہیں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ان ابواب کو نہایت حسن ترتیب سے منعقد فرمایا ہے اور اس میں کوئی خلجان نہیں اور ان شاء اللہ میں اس کو اپنے اپنے مواقع پر بیان کروں گا۔ مگر یہ دو قاعدوں پر مبنی ہے۔ ایک یہ کہ امام بخاریؒ نے بڑی باریکیوں سے کام لیا ہے۔ جہاں تک افہام عامہ نہیں پہنچیں دوسرے یہ کہ بعض جگہ بعض ابواب تکمیلاً و استطراداً ذکر فرماتے ہیں۔ مگر جب اس کی اصل

جگہ آتی ہے تو امام بخاریؒ اسے دوبارہ ذکر نہیں کرتے تاکہ تکرار نہ ہو۔ اب سنو یہاں کیا مناسبت ہے۔ اس سے قبل باب الاسباغ ذکر فرمایا تھا۔ اب اس کے بعد باب غسل الوجہ بالیدین ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر اسباغ میں دونوں ہاتھوں سے کام لینے کی ضرورت ہو۔ تو وہاں دونوں ہاتھوں سے کام لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً چہرہ ہے یہاں ایک ہاتھ سے اسباغ مشکل ہے اور دو ہاتھوں سے آسان لیکن اب سوال یہ ہے کہ من غرفۃ واحدۃ کی قید کیوں لگادی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بعض روایات میں بالیمین وغیرہ مذکور ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس کی شرح فرمادی۔

اور اس کی مراد متعین فرمادی۔ اور حافظؒ کی رائے ہے کہ ان پر رد فرمایا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ رد نہیں ہے فجعل بھا ھکذا الخ یعنی دونوں ہاتھ لگائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے اسباغ کامل ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک چلو سے پانی لیا اور دوسرا ہاتھ لگایا تاکہ پانی نہ گرے بعض شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہاں سے وضو غسل الوجہ سے شروع فرمادی کیونکہ قرآن مجید کے اندر بھی وضو کی ابتدار چہرے کے غسل سے ہے امام بخاریؒ نے اس کا اتباع کیا بعض شراح فرماتے ہیں کہ وضو میں ابتدا غسل الوجہ سے ہے۔ اور اس سے پہلے کی چیزیں وضو کے اجزار نہیں بلکہ اس کے مقدمات ہیں اس لئے کہ وضو کا پانی پاک ہونا ضروری ہے اور اس کی طہارت معلوم کرنے کے لئے پانی کے تین اوصاف معلوم کئے جائیں گے۔ یعنی ہاتھ دھو کر اس کا رنگ کلی سے اس کا طعم اور ناک کے ذریعہ اس کی بو معلوم ہو جائے گی طہارت معلوم ہو جانے کے بعد منہ دھو کر غسل کی ابتدا کی جائے گی۔

باب، التَّسْمِيَةِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَّ عِنْدَ الْوِقَاعِ ۔ الخ

ترجمہ، یعنی ہر حال میں بسم اللہ پڑھنی چاہیئے حتیٰ کہ جماع کے وقت بھی بسم اللہ پڑھی جائے۔

حدیث نمبر ۱۳۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهٗ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ اس روایت کو نبی اکرم صلعم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی ایک جب اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہو تو بسم اللہ کہتے ہوئے دعا کرے کہ اے اللہ شیطان کو ہم سے اور اولاد سے دور رکھنا جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ پس اگر ان دونوں میں ولد کا فیصلہ ہو گیا تو شیطان اس کو نقصان نہیں

پہنچائے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مصنفؒ تسمیۃ عند الوضوء ثابت کرتے ہیں امام ترمذیؒ نے تو روایت ذکر کر دی اس کو امام بخاریؒ نہیں لا سکتے کیونکہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں البتہ ایک دُور سے روایت لا کر ترجمہ ثابت کرتے ہیں کہ جب ننگے ہو کر عند الوقاع تسمیہ جائز ہے تو اس سے جو بہتر حالتیں ہیں۔ ان میں تسمیہ بطریق اولیٰ ہوگا۔ ان میں سے وضو بھی ہے۔ لم یضرہ بعض نے کہا وہ ضرر یہ ہے کہ عند الولادت اس کو چونکا نہیں مارے گا کہ جس سے شیطان کا اثر پہنچ جائے کیونکہ بچہ سہل الوصول ہوتا ہے کہ جب کوئی اثر ڈالا جائے تو وہ اس اثر کو جلد قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے بچے کے گلے میں تعویذات ڈالے جاتے ہیں۔ تاکہ جنات وآسیب کا اثر نہ پڑے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شیطان کے اس چونکے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریمؓ محفوظ رہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو تکالیف بچے میں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں جیسے ام الصبیان وغیرہ ان سے بچہ محفوظ رہتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ لاغوینہم اجمعین شیطان کا مقولہ ہے۔ اس ضرر سے محفوظ رہے گا اور حکیم جمیل صاحب نے کہا تھا۔ کہ بچہ کامل تب پیدا ہوتا ہے جب زوجین میں کمال شہوت اور کمال درجہ کی رغبت ہو اور اعضاً بھی کامل ہوں۔ تب ہر ہر جزو سے منی کھچ کر آئے گی جس سے اولاد قوی پیدا ہوگی۔ چنانچہ جوانی کی اولاد کامل ہوتی ہے اور بڑھاپے کی ضعیف ہوتی ہے۔ مولوی اگر خدا رسیدہ ہو تو بیوی سے کمال رغبت سے جماع نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ اس قسم کا ہے کہ جب بیوی کھانا دینے کے لئے گئی درمیان میں دریا حائل تھا، وہ پھٹ گیا تو زوج نے کہا کہ میں نے ترے سے جماع اس وجہ سے کیا کہ ولزوجک علیک حق کے طور پر کمال شھوۃ اور رغبۃ کی بنا پر جماع نہیں کیا۔ بنا بریں عالم کا بچہ جاہل رہ جاتا ہے اور جاہل کا عالم بن جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ باب سابق میں میں نے بیان کیا تھا کہ شراح کے نزدیک باب غسل الوجہ سے وضو شروع ہو گیا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اور یہی خلجان میں پڑنے کی وجہ ہے۔ اور علامہ کرمانی کو یہ لکھنے کی جرأت ہوئی کہ حضرت امام بخاریؒ نے ترتیب وضو کا لحاظ نہیں فرمایا۔ اور علامہ عینیؒ نے لکھ دیا کہ مناسبات بعیدہ ہیں، بلکہ میری رائے یہ ہے کہ ابھی ابواب الوضوء شروع نہیں ہوتے ابتداء میں اجمالی طور سے وضو کو بیان کر کے استنجا کا ذکر فرما رہے ہیں۔ لہٰذا باب التسمیۃ علی کل حال ذکر فرمایا۔ چونکہ ترمذی کی روایت

میں ہے کہ حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا۔ ستر ما بین اعین الجن و عورات بنی آدم اذا دخل الکنیف ان یقول بسم اللہ ترجمہ، کہ جنات اور بنو آدم کے ننگ کے درمیان پردہ جبکہ وہ بیت الخلاء میں داخل ہو یہ ہے کہ وہ بسم اللہ کہے۔ اور اس باب کے بعد امام بخاریؒ دعا خلاء ذکر فرمائیں گے۔

چونکہ امام ترمذیؒ کی روایت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق تو تھی نہیں اس لئے اس کو کیا ذکر کرتے ہاں اپنی ایک روایت سے استدلال فرمایا۔ جس میں بسم اللہ عند الوقاع کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باب میں اصل الفاظ روایت کا اتباع کرتے ہوئے وقاع کا لفظ زیادہ کردیا۔ ورنہ مقصود وہ نہیں ہے۔ اور استدلال اس طرح فرمایا۔ کہ جب جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنا ہے۔ تو خلاء اور علی کل حال تو بدرجہ اولی پڑھی جائے گی۔

لو ان احدکم اذا اتی اھلہ ایک روایت میں اَتی اھلہ کی بجائے انزل ہے بعض حضرات کی رائے کی بنا پر یہ ہے کہ یہ دعا بوقت انزال پڑھے کیونکہ حضور اقدس صلعم سے یہی مروی ہے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ اس وقت کشفِ عورت ہوتا ہے۔ اور کشف عورت کے وقت اللہ کا ذکر خلاف ادب ہے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ ادب وہی ہے جو شریعت سے ثابت ہو۔ اور روایت میں اتی اھلہ اور بعض میں جامع اھلہ وارد ہے۔ جس سے بوقت جماع دانزال ہی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ آداب بھی شریعت ہی سے ثابت ہیں، چنانچہ حضور اقدس صلعم نے ابوالجہیم کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ جبکہ پیشاب کرنے کی حالت میں انہوں نے آپؐ پر سلام کیا تھا۔ رہی روایات تو ان کی تاویل اذا اراد الجماع والانتیان ہے۔ اور اذا انزل کی روایت اگر ثابت ہو۔ تو اس کی تاویل اذا وجد سبب الانزال کی جائے گی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ بوقت ارادہ زبان سے اور بوقت انزال قلب سے پڑھے۔

لم یضرہ الخ حضور اقدس صلعم نے چھوٹے چھوٹے الفاظ میں معاشرت کے بڑے بڑے مسائل حل فرما دیئے۔ لوگ بچوں کے نافرمان ہونے کی شکایات کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ چند الفاظ کہہ لیں تو سارا رخنہ پاک ہو جائے۔ یاد رکھو۔ علماء نے لکھا ہے کہ نماز کے وقت وطی کرنے سے اگر حمل ٹھہر گیا تو لڑکا عاق الوالدین ہو گا۔ اگرچہ میری اس توجیہ پر اشکال ہو سکتا ہے۔ بیت الخلاء سے نکلتے وقت غفرانک کی ایک وجہ یہ بھی کہ وہاں ذکر قلبی ہوتا ہے۔ اس سے معافی طلب کی جاتی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہاں معافی قلب کے ذکر پر نہیں بلکہ آدمی جب پاس انفاس کا عادی ہوتا ہے۔ تو زبان سے بھی نکل پڑتا ہے اس لئے

اس پر غفرانك پڑھنے کا حکم ہے نہ کہ محض قلب کے ذکر پر واللہ اعلم

باب مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ ترجمہ، قضا حاجت کے وقت کیا دعاء پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۴۰ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا يَّقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ تَابَعَهُ اِبْنُ عَرْعَرَةَ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ غُنْدُرٌ عَنْ شُعْبَةَ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ وَقَالَ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ اِذَا دَخَلَ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ ۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تھے تو فرماتے تھے۔ اللہ میں تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں نر اور مادہ شیاطین سے شعبہ نے اذا اتی الخلاء فرمایا حماد نے اذا دخل اور عبد العزیز نے اِذا اراد اَن یدخل کہ جب داخل ہونے کا ارادہ کرے تو تب دعا مانگے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ تسمیۃ عند الخلاء عموم سے ثابت فرما چکے تو اب خلاء کے وقت کی دعا کو ذکر فرمایا۔ اور اس دعا کے پڑھنے کی وجہ ابو داؤد کی روایت میں مذکور ہے فان الحشوش محتضرۃ یعنی شیاطین وجنات وہاں موجود رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الجنس یمیل الی الجنس چونکہ پاخانے پیشاب کے مقامات گندے ہوتے ہیں اور یہ شیاطین بھی گندے ہیں اس لئے وہ اس کو پسند کرتے ہیں۔ لہذا ان کے شر سے بچنے کے لئے یہ دعا پڑھے جس طرح فرشتے پاک ہیں تو وہ پاک جگہ کو پسند کرتے ہیں اور بدبودار چیزوں سے کراہت کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسجد میں لہسن۔ پیاز اور بدبو دار چیز کھا کر جانا منع ہے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کے حاضر ہونے کی جگہ ہے۔ اور یہ شیاطین چونکہ نجاسات سے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ جو طہارت کا اہتمام نہیں کرتے۔ اگر عاملین طہارت کا اہتمام نہ کریں تو مصیبت میں پڑ جائیں۔ یہ حدیث کی ساری کتابوں میں پائی جاتی ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء یہاں مالکیہ اور ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے۔ مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ جب داخل ہو جائے تو اس وقت یہ دعا پڑھے۔ اور ائمہ ثلاثہ رح یہ فرماتے ہیں کہ جب داخل ہونے کا ارادہ کرے اس وقت پڑھے۔ تاہم اذا دخل کا لفظ مالکیہ کی تائید کرتا ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک اذا اراد الخلاء کے معنی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنی اعوذ بك من الخبثِ وَالخبائث الخ خُبُث کتب احادیث میں دو طرح

سے ضبط کیا گیا ہے۔ بضم الباء اور دوسرے بسکون الباء اگر بضم الباء ہو تو اس صورت میں یہ خبیث کی جمع ہوگی۔ اور اس سے ذکور شیاطین مراد ہوں گے۔ اور خبائث خبیثہ کی جمع ہے۔ اور وہ اناث خبیث ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ذکور واناث دونوں سے پناہ چاہتا ہوں اگر بالسکون ہو تو اس صورت میں یہ مصدر ہوگا اور ہر نوع خبث کو شامل ہوگا۔ اور خبائث صفت ہوگی اور اس کا موصوف الاشیاء محذوف ہوگا اور اس صورت میں ذکور واناث دونوں آجائیں گے۔ میرے والد صاحب کے نزدیک یہ احتمال ثانی زیادہ بہتر ہے کہ ہر شے خبیث اور ذکور واناث پناہ ہوگی۔ اذا اتی الخلاء۔ یہ مالکیہ اور غیر مالکیہ دونوں کا محتمل ہے اذا دخل یہ مالکیہ کے موافق ہے۔ اذا اراد ان یدخل حضرت امام بخاریؒ نے اس کو ذکر کر کے جمہور کی تائید فرما کر اذا دخل کے معنی بتلا دیئے۔

بابُ وَضْعِ الْمَآءِ عِنْدَ الْخَلَآءِ۔ ترجمہ: قضاء حاجت کے وقت پانی رکھنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۴۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَآءَ فَوَضَعْتُ لَہٗ وَضُوْءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ ھٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ۔ الخ

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم جب بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپؐ کے لئے پانی رکھ دیا۔ آپؐ نے پوچھا کس نے رکھا آپؐ کو میرے متعلق بتلا دیا گیا تو آپؐ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے امام بخاریؒ ایک اور ادب کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جب کوئی بزرگ استاد خلاء کے واسطے جائے۔ تو شاگردوں کو چاہیئے کہ وہ پانی لا کر رکھ دیں تاکہ اس کو آکر پانی طلب کرنے کی حاجت نہ ہو۔ اور وہ اتنی دیر نجاست میں ملوث نہ رہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ نے کیا بعض فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ حدیث باب میں جو وضعت لہ وضوءاً ہے اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہ وضو کا پانی تھا۔ یہ غلط ہے بلکہ اس سے ماء الاستنجا مراد ہے یہاں تک تو میں بھی ان سے متفق ہوں۔ آگے وہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے لفظ وضعت لہ وضوءاً کو دیکھ کر بعض حضرات نے یہ کہہ دیا کہ حضور اقدس صلعم نے کبھی بھی پانی سے استنجا نہیں فرمایا۔ ان پر امام بخاریؒ اس باب سے رد فرما رہے ہیں۔ کہ یہ ماء الوضوء نہیں بلکہ ماء الاستنجا ہے۔ میں اس مضمون سے

متفق نہیں اس لئے کہ اس کا مستقل باب الاستنجا بالماء آرہا ہے۔ اگر یہ مطلب یہاں لیا جائے تو آئندہ باب مکرر ہو جائے گا۔

وضع الماء عند الخلاء عند الخلاء کی قید اس لئے لگائی ہے۔ کہ پانی کے رکھنے کے تین مواقع ہیں۔ ایک یہ کہ اندر بیت الخلاء میں رکھ کر آئے چونکہ وہاں پردہ ہے۔ اور وہ قضائے حاجت کر رہا ہے لہٰذا اندر تو رکھ نہیں سکتا۔ دوسرا موقعہ یہ ہے کسی اور دوسری جگہ رکھ دے اس صورت میں وہ نکل کر تلاش کریگا۔ کہ پانی کہاں رکھ دیا۔ اور تیسرا موقعہ یہ ہے کہ بیت الخلاء کے پاس رکھ دے تاکہ نکلنے کے بعد تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اس تیسرے موقعہ کے انسب ہونے کے لئے عند الخلاء کی قید لگائی ہے۔ اللھم فقہہ فی الدین کی دعا اس لئے فرمائی کہ انہوں نے فقاہت کا کام کیا کہ ان تین مواقع میں سے موقع انسب کو اختیار فرمایا۔ اس دعا کی برکت سے حبر الامۃ قرار پائے۔

باب لَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ جِدَارٍ اَوْ نَحْوِهٖ

ترجمہ، پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے مگر عمارت کے پاس خواہ دیوار ہو یا کوئی اور چیز۔

حدیث نمبر ۱۴۲ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهٗ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب تم میں کوئی ایک بیت الخلاء کو آئے تو قبلہ کی طرف منہ بھی نہ کرے اور نہ ہی اپنی پیٹھ اس کی طرف پھیرے بلکہ مشرق کی طرف منہ کرے یا مغرب کی طرف۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مصنفؒ نے ترجمہ الا عند البناء کہہ کر غالباً استقبال اور استدبار کی ممانعت صحراء میں ثابت کرنا چاہتے ہیں بنیان میں اجازت ہے۔ مگر یہ چیز روایت ثابت نہیں ہوتی اگر اگلی روایت ابن عمرؓ سے قید لگانا چاہتے ہیں۔ وہ تخصیص کا احتمال رکھتی ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ اپنا مدعا لفظ الغائط سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لغت میں الغائط اس جگہ کو کہتے ہیں جو قضائے حاجت کے لئے مختص ہو تو الغائط کا لفظ اس خصوصیت کے لئے لائے۔ دوسرے لفظ اتی جو اتیان

سے ہے وہ بھی اس معنی کو حقیقی معنوی کے لئے لایا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت لغویہ مہجور ہے (یعنی مجھوڑ دی ہوئی)، دوسرے معنی نجاست کے ہیں جو حقیقت عرفی ہے اور تیسرے معنی ہیں المکان الذی یعد للغائط مطلقاً سواء فی الصحراء او البنیان یہ مجاز عرفی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ غور سے سنو! قبلہ کی طرف استقبال استدبار بالغائط البول میں علماء کے آٹھ مذہب کتب حدیث میں مذکور ہیں جن میں سے تین زیادہ مشہور ہیں۔ ایک مذہب ظاہریہ کا ہے کہ نہی کی ساری روایتیں ابن ماجہ اور ابو داؤد کی دو ضعیف روایتوں سے منسوخ ہیں۔ اور دوسرا مذہب اس کے مقابل حنفیہ کا ہے کہ استقبال، استدبار مطلق خواہ بنیان میں ہو یا صحاری میں بالکل ناجائز ہے اور کسی حال میں جائز نہیں اور تیسرا مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ کہ فضا میں صحراء کے اندر استقبال و استدبار ناجائز ہے اور بنیان میں جائز ہے۔ ظاہریہ یہ کہتے ہیں کہ ابن ماجہ میں حضور اقدس صلعم کا ارشاد ہے حوّلوا مقعدتی نحو القبلة کہ میرا مقعد قبلہ کی طرف پھیر دو۔ اسی طرح ابو داؤد کی روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس صلعم کو وفات سے ایک سال پہلے دیکھا کہ استقبال قبلہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا روایات نہی منسوخ ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ رح حضرت ابن عمر رض کی روایت کے عموم سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلعم کو بیت المقدس کا استقبال کرتے ہوئے استنجا کرتے دیکھا لہٰذا جمعاً بین الروایتین یہ کہنا چاہیئے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رض جن کے گھر میں حضور اکرم صلعم ابتداءً مہمان ہوئے تھے اور ان کو اپنی ابتدائی مہمانی سے نوازا وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم شام گئے۔ فوجدنا مراحیض قد بنیت قبل الکعبة فکنا ننحرف عنها ونستغفر الله ترجمہ، جب ہم شام گئے تو بیت الخلاء کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبلہ کی طرف بنائے گئے ہیں تو ہم ان سے پھرتے تھے اور استغفار اور توبہ کرتے تھے۔ وہاں صرف ابن عمر رض کی نظر تھی۔ اور یہاں سارے صحابہ کا فعل کنا ننحرف ذکر فرما رہے ہیں۔ اگر یہ حکم خاص بالبنیان تھا تو انحراف کی کیا ضرورت تھی۔ تین مذہب تو یہ ہو گئے۔ چوتھا مذہب حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کی ایک روایت ہے کہ استدبار تو جائز ہے۔ اور استقبال مطلقاً جائز نہیں۔ یہ مذہب حضرت ابن عمر رض کی روایت کی بنا پر ہوگا کیونکہ جب حضور انور صلعم بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے تھے تو بیت اللہ کی طرف پشت ہوگی کیونکہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ اور بیت المقدس کے درمیان ہے اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ کے جنوب میں ہے اور بیت المقدس شمال میں ہے۔ اور پانچواں مذہب امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ استدبار

فی البنیان تو جائز ہے لیکن استقبال مطلقاً اور استدبار فی الصحرا ناجائز ہے کیونکہ استدبار بنیان ہی کے اندر تھا۔ اس لئے جواز بنیان کے ساتھ خاص ہو گیا۔ اور چھٹا مذہب یہ ہے کہ نہی تنزیہی ہے اور استقبال بیت المقدس وغیرہ روایات جواز بیان جواز کے لئے ہیں اور ساتواں مذہب یہ ہے کہ نہی بالکل عام ہے حتی فی القبلۃ المنسوخۃ اور آٹھواں مذہب یہ ہے کہ نہی اہلِ مدینہ کے ساتھ خاص ہے اور غیر اہل مدینہ کے لئے جائز ہے۔ مگر یہ مذہب ظاہر البطلان ہے کیونکہ انہوں نے شرقوا وغربوا کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ ان کو تشریق اور تغریب کا حکم فرمایا اور قبلہ جو جانب جنوب میں ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ اہل مدینہ کا قبلہ جانب جنوب میں تھا۔ اگر اس کی طرف استقبال نہ کریں گے تو استدبار ہو گا اگر استدبار کریں گے تو استقبال ہو گا۔ لہٰذا جملہ حدیث سے یہ سمجھ لینا کہ اہلِ مدینہ کے ساتھ کوئی تخصیص کی گئی یہ غلط ہے۔ ان مذاہب میں سے امام بخاریؒ نے آئمہ ثلاثہ رحؒ کا قول اختیار فرمایا ہے۔ جیسا کہ مصنفؒ کا قول الا عند البناء اس پر دلالت کرتا ہے لیکن امام بخاریؒ نے ترجمہ میں جو یہ استثناء ذکر کیا ہے۔ وہ حدیث الباب یعنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ غائط کہتے ہیں مکان منبع فی الفضاء کو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ نہی فضا کے ساتھ خاص ہے اور ابنیہ وغیرہ میں نہیں ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی عادت مضردہ یہ ہے کہ وہ روایات متعارضہ میں جمع فرمایا کرتے ہیں اس مسئلہ میں بھی دو متعارض روایات تھیں ایک روایت الباب اور دوسری ابن عمرؓ کی روایت جو اگلے باب میں آرہی ہے تو امام بخاریؒ نے اپنے ترجمہ سے دونوں کے تعارض کو رفع فرما دیا کہ ابوایوب انصاری کی روایت فضاء کے ساتھ خاص ہے بناء وغیرہ میں استقبال و استدبار ابن عمرؓ کی روایت کی وجہ سے جائز ہے اور تیسری توجیہ یہ ہے جو میرے نزدیک زیادہ اقرب ہے کہ امام بخاریؒ بعض تراجم باب فی الباب کے طور پر ذکر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کوئی باب منعقد فرماتے ہیں اور اس کی روایتیں ذکر فرماتے ہیں اور انہیں میں سے بعض روایات کسی فائدہ جدیدہ پر دلالت کرتی ہیں تو امام بخاریؒ ایک دوسرا ترجمہ اس فائدہ پر متنبہ کرنے کے لئے باندھ دیتے ہیں۔ یہاں اگلا ترجمہ باب فی الباب ہے۔ مستقل نہیں تو اس صورت میں ابن عمرؓ کی روایت اس باب کی روایت ہے۔ لہٰذا استثناء اس ابن عمرؓ کی روایت سے ثابت ہو گیا۔ در اصل آئمہ کے درمیان اختلاف مناط میں ہوا کرتا ہے کہ آیا اس حکم کا مدار اور علت کیا ہے اس لحاظ سے حکم کا ترتب

ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلعم سے مسائل کے سلسلہ میں قواعد یا کلی احکام صادر نہیں ہوتے بلکہ تمام آپؐ کے ارشادات واقعات ہیں اسی طرح حضور اکرم صلعم کے افعال ہیں کہ بعض نے ایک فعل کرتے دیکھا اب یہ مجتہد کا کام ہے کہ وہ یہ غور کرے کہ ان مختلف اقوال اور افعال میں کون سا فعل اور قول اصل ہے اور کون سا عارض کی وجہ سے ہے۔ یہ اجتہادی چیز ہے اسی بنا پر ائمہ میں اختلافات ہوتے ہیں مثلاً رفع یدین اور عدم رفع آپؐ سے دونوں ثابت ہیں اس طرح جلسہ استراحت ہے بہرحال سارا فقہ اسی پر مرتب ہے۔

دوسری بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ حنفیہؒ اور شافعیہؒ کا مناط میں بہت زیادہ اختلاف ہے حنفیہؒ اور مالکیہؒ میں بہت کم اختلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر فقہ حنفی میں کوئی جزیہ نہیں ملتا تو فقہ مالکیہ کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور امام احمدؒ کے ہاں مناط پر دار و مدار کم ہے اور ظاہریہ کے ہاں بہت زیادہ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی فعل کو وہ اصل قرار دیتے ہیں تو اس کے خلاف کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ بہرحال چونکہ حنفیہؒ کے نزدیک اس نہی کی علت احترام کعبہ ہے۔ وہ ہر جگہ متحقق ہے اس لئے ہر جگہ ممانعت ہے اور ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں مدار حکم احترام مصلّین ہے یعنی جنات اور ملائکہ میں سے کوئی نہ کوئی اس فضا کے اندر نماز میں مشغول ہوگا اب اگر تم ان کے سامنے استنجا کرنے لگو گے تو ان کو دقت ہوگی۔ اور یہ علت صرف صحرا میں ہوسکتی ہے۔ بنیان کے اندر نہیں ہوگی کیونکہ بیت الخلاء میں کوئی جن فرشتہ نماز نہیں پڑھتا اس لئے وہاں ممانعت نہیں۔

باب مَنْ تَبَرَّزَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو دو کچی اینٹوں پر قضاء حاجت کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۳ | حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ اِذَا قَعَدْتَ عَلٰى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدِ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَّنَا فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهٖ وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَوْرَاكِهِمْ فَقُلْتُ لَا اَدْرِيْ وَاللّٰهِ قَالَ مَالِكٌ يَعْنِي الَّذِيْ يُصَلِّيْ وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْاَرْضِ يَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْاَرْضِ، (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں جب آپ قضاء حاجت

کے لئے بیٹھیں تو نہ تو قبلہ کی طرف منہ کریں اور نہ ہی بیت المقدس کی طرف حالانکہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو آنحضرت رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے قضا حاجت فرما رہے ہیں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنے سرین پر نماز پڑھتے ہیں یعنی وہ سنتہ نماز سے جاہل ہیں۔ میں نے عرض کی کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے ہوں یا نہیں امام مالکؒ نے صلوٰۃ علی الورک کی تفسیر میں فرمایا کہ جو نمازی سجدہ کرتے وقت اپنے پاؤں کو زمین سے نہ اٹھائے بلکہ زمین کے ساتھ چمٹائے رکھے حالانکہ سنت طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں پاؤں کھڑے رکھے۔ عورتوں کی طرح زمین سے نہ چمٹ جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ واسع بن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو تبلایا تھا کہ فلاں فلاں صاحب استقبال بیت المقدس سے منع کرتے ہیں جس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو کچی اینٹوں پر بیٹھے مستقبل بیت المقدس ہو کر قضا حاجت کرتے دیکھا ہے تو اس سے استقبال بیت المقدس اور استدبار قبلہ کا جواز ثابت ہوا دوسرے وہ تارک سنتہ صلوٰۃ ہے جسے مصلی علی الورک کہا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شراح اور ہمارے شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے جواز التبرز علی اللبنتین کو بیان کرنا ہے اور میرے نزدیک استحباب ثابت کرنا ہے کیونکہ اگر ذرا سا پاخانہ زیادہ ہوا تو کولہے (مقعد) کے بھر جانے کا اندیشہ ہے تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرما دی کہ لبنتین پر تبرز کرے تاکہ تلوث کا خوف نہ رہے۔ فرأیت رسول اللہ صلعم الخ اس روایت سے ائمہ ثلاثہؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ جب حضور اقدس صلعم بیت المقدس کا استقبال کئے ہوئے تھے تو گویا کعبہ کا استدبار ہو رہا تھا کیونکہ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ نے اپنی اپنی ایک روایت میں استدبار کو مطلقاً جائز کہا ہے کیونکہ یہاں استدبار الی البیت پایا گیا۔ اور امام ابو یوسفؒ نے استدبار فی البنیان ملحوظ رکھا۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ نہی تنزیہی ہے۔ جمہور نے اس روایت کے آٹھ جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب محرّم اور مبیح میں تعارض ہو جائے تو محرّم کو ترجیح ہوا کرتی ہے چنانچہ ابوایوب انصاریؓ کی روایت محرّم ہے۔ لہٰذا ابن عمرؓ کی روایت کے بالمقابل راجح ہوگی دوسرا جواب یہ ہے کہ اصولِ محدثین میں سے ہے کہ جب قول اور فعل میں تعارض ہو جائے تو قول کو ترجیح

دی جاتی ہیں، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت قولی ہے جو مقدم ہوگی تیسرے یہ کہ امام شوکانی رحمہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم کا فعل خصوصی ہے۔ اور قول عام ہوتا ہے نیز افعل کے اندر احتمال بھی ہے۔ لہٰذا وہ قول عام کے مقابل حجت نہ ہوگا۔ اور میرے حضرتؒ کا بذل میں ارشاد یہ ہے کہ حجت افعال تشریعیہ ہوا کرتے ہیں اور امور تشریعیہ پوشیدہ ہو کر نہیں کئے جاتے۔ لہٰذا جب حضور اکرم صلعم نے یہ کام پوشیدہ ہو کر کیا تو معلوم ہوا کہ تشریع کے لئے نہ تھا چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ صرف ابن عمرؓ کی روایت ہے اور ادھر دوسری جانب سارے صحابہ ہیں پانچواں جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اس وقت حضور اکرم صلعم کے سامنے عین کعبہ ہو اور حجابات اور پردے ہٹ گئے ہوں۔ اور جہۃ قبلہ کی طرف استقبال واستدبار کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ عین قبلہ سامنے نہ ہو۔ ورنہ عین سے ممانعت ہو گی۔ تو ممکن ہے حضور صلعم عین کعبہ سے الگ ہوں، چھٹا جواب یہ ہے کہ یہ حضور انور صلعم کے خصائص میں سے ہے۔ ساتواں جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلعم کے فضلات طاہر ہیں۔ آٹھواں جواب میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی ایسی حالت میں ہو اور کسی کے آنے کی اطلاع پائے۔ تو وہ اپنی اصلی حالت پر نہیں رہ سکتا اور خود دیکھنے والا بھی صحیح طور سے نہیں دیکھ سکتا اس لئے جوں ہی نظر پڑی یہ وہاں سے بھاگ گئے لہٰذا یہ نظر اچانک تھی اس لئے اس فجاۃً کی نظر میں غلطی کا احتمال بھی ہے جبکہ یہ بھی احتمال ہو کہ متخلی اپنی حالت پر نہ رہا ہو۔

لعلک من الذین یصلون علی اوراکھم حضرات شراح فرماتے ہیں کہ بظاہر اس جملہ کا کوئی جوڑ نہیں معلوم ہوتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جب شاگرد نے بیان کیا کہ یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ استقبال واستدبار ناجائز ہے۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے بطور توبیخ کے فرمایا کہ تو بھی عورتوں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسائل سے بالکل ہی ناواقف ہے اس لئے کہ عورتیں نماز میں پڑھتے وقت اپنے سرین زمین سے متصل رکھتی ہیں بخلاف مردوں کے اس لئے من الذین الخ سے عورتیں مراد نہیں فقلت لا ادری شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ میں ان میں سے ہوں یا نہیں۔

باب خُرُوْجِ النِّسَاءِ اِلَی الْبَرَازِ۔ ترجمہ عورتیں قضائے حاجت کیلئے گھروں سے باہر نکلنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۴۴ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنَّ یَخْرُجْنَ بِاللَّیْلِ اِذَا تَبَرَّزْنَ اِلَی الْمَنَاصِعِ وَھِیَ صَعِیْدٌ اَفْیَحُ وَکَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْجُبْ نِسَاءَکَ فَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِي عِشَاءً وَّكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيْلَةً فَنَادَاهَا عُمَرُ اَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ حِرْصًا عَلٰى اَنْ يُّنْزَلَ الْحِجَابُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْحِجَابَ ۔ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم کی بیویاں رات کے وقت جب قضائے حاجت کے لئے وسیع کھلے میدان میں نکلتیں تو حضرت عمرؓ حضرت نبی اکرم صلعم سے عرض کرتے کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیں جناب رسول اللہ صلعم بغیر وحی کے ایسا نہیں کرتے تھے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک رات عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ جناب نبی اکرم صلعم کی بیوی قضاء حاجت کے لئے نکلی وہ ایک لمبے قد والی عورت تھی تو حضرت عمرؓ نے اسے پکار کر کہا کہ اے سودہ ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے اس حرص کی بنا پر کہ حجاب کا حکم نازل ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنی مناصع کھلی جگہ ابتداء میں عرب کی عورتیں رات کے وقت کھلی جگہ قضاء حاجت کے لئے جاتی تھیں حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ کوئی حجاب کا حکم اتر جائے تاکہ ازواج مطہرات باہر نہ جانے پائیں۔ حجاب دو قسم ہے حجاب شخص اور حجاب مکانی۔ حجاب شخصی تو تھا حجاب مکانی نہیں تھا حضرت سودہؓ قضاء حاجت کے لئے باہر نکلیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا۔ حضرت عمرؓ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ حجاب شخصی کافی نہیں۔ اس پر یہ جاکر آنحضرت صلعم سے کہیں گی کہ لوگوں نے اسی طرح کیا ہے۔ تو پردہ کا حکم دیں گے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت پردہ اتری ہوئی تھی۔ کہ موضع زینت کو چھپانے کا حکم تھا۔ یدنین علیہن من جلابیبهن سے حجاب شخص کا حکم نازل ہوا۔ تیسری مرتبہ فاسئلوهن من وراء حجاب نازل ہوئی اس وقت عام لوگوں سے کلام وغیرہ سے منع کر دیا گیا۔ پردے کے اندر رہ کر کلام کر سکتی ہیں۔ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں اور جاہلیۃ اولیٰ کی طرح بن ٹھن کر نہ نکلیں۔ یہ آیت حجاب مکانی کے لئے ہے۔ یہ آیات بالا یکے بعد دیگرے اتری ہیں۔ حضرت عمرؓ کی استدعا پر جو آیت اتری وہ حجاب شخصی کے لئے ہے مگر حضرت عمرؓ حجاب مکانی چاہتے تھے۔ اولاً آیت جس میں کہا گیا کہ نزلت آیت الحجاب ای حجاب الشخص بہ باب حکم آخری ہے۔ کہا گیا کہ کنیف گھروں کے نزدیک بنائے جائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ ابتدائی معمول تھا جب گھروں میں بیت الخلاء

بننے لگے تبرز بنی باہر نکلنے کی ضرورت نہ رہی لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے جواز کو بیان فرما رہے ہیں کہ اگر باہر جانے کی ضرورت ہو تو جائز ہے۔ اور التبرز فی البیوت سے یہ بیان فرما دیا کہ اولیٰ یہ ہے کہ تبرز فی البیوت ہو۔ کن یخرجن باللیل الخ چونکہ اس وقت گھروں میں پاخانے بنے ہوئے نہیں تھے۔ اس لئے عورتیں قضائے حاجت کے لئے راتوں کو باہر جایا کرتی تھیں وھی صعید افیح یہ مناصع کی تفسیر ہے۔ مناصع کھلے وسیع میدان کو کہتے ہیں۔ فکان عمر یقول الخ حضرت عمرؓ کے سولہ سترہ موافقات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ موافقات عمری کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز حضرت عمرؓ چاہتے تھے تو اس کے مطابق قرآن پاک کی آیت نازل ہوگئی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ حضور اکرم صلعم سے کہتے تھے احجب نسائک حضور انور صلعم اپنی ازواج کو پردے میں رکھیں۔ اور ان کو باہر نہ جانے دیں کہ دشمن منافقین ہر وقت دشمنی میں پھرتے ہیں۔ ان کا کیا اعتبار نہ معلوم کس وقت کیا کر بیٹھیں۔ لیکن حضور اکرم صلعم منع نہیں فرماتے تھے کیونکہ عرب میں پردہ کا رواج نہیں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ رات کے وقت نکلیں تو حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا اور فرمانے لگے۔ ادہو یہ تو سودہ ہیں ہم نے پہچان لیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ جملہ اس واسطے فرمایا۔ کہ ان کو غصہ آئے گا۔ پھر حضور اکرم صلعم سے عرض کریں گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ حضور انور صلعم منع فرما دیں گے۔ مگر حضورؐ نے منع نہ فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں آیا تھا آخر کار آیت حجاب نازل ہوئی۔ بس پھر کیا تھا حضور انور صلعم نے فوراً منع فرما دیا۔

حدیث نمبر ۱۴۵ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ الخ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ فِي حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي الْبَرَازَ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتی ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا کہ تمہیں قضائے حاجت کے لئے کھلے میدان میں جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میں نے اس جملہ قد اذن لکن الخ کی بنا پر کہا تھا کہ حضرت امام بخاریؒ اس باب سے بیان جواز اور آنے والے باب سے استحباب ثابت فرما رہے ہیں اس لئے کہ قد اذن اس بات کو چاہتا ہے کہ پہلے خروج سے ممانعت ہوگئی تھی۔ اور پھر اجازت ہوگئی ورنہ اجازت نزول حجاب سے پہلے بھی تو تھی پھر قد اذن کا کیا مطلب معلوم ہوا کہ یہ حکم نزول حجاب کے بعد کا ہے

باب، التَّبَرُّزِ فِي الْبُيُوتِ ترجمہ، گھروں کے اندر قضائے حاجت کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۴۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِرْتَقَيْتُ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی کسی ضرورت کے لئے اپنی بہن حفصہؓ کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا جناب رسول اللہ صلعم قبلہ کی طرف پیٹھ اور شام کی طرف منہ کر کے قضا حاجت کر رہے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۷ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو حضور اکرم صلعم کو میں نے دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے دیکھا۔

ظہر بیتنا بیت حفصہ اور بیت رسول اللہ صلعم کا کہنا ہر ایک صحیح ہے جیسا کہ روایات مختلف ہیں ہے ظہر بیتنا اس لئے صحیح ہے کہ بہن کا گھر اپنا ہی گھر ہے، اور بیت حفصہ اس لئے درست ہے کہ دراصل وہ مکان ان ہی کا تھا۔ اور بیت الرسول اس لئے کہنا درست ہے کہ ازواج مطہرات کے سارے مکانات رسول اللہ صلعم کے تھے۔ باب خروج النساء الخ امام بخاریؒ اس باب میں دو نو قسم کی حدیثیں ذکر کر دی ہیں پہلی حدیث اگرچہ ترجمۃ الباب کے مناسب نہیں لیکن درحقیقت اگلی حدیث کے لئے تمہید ہے اور مقدمہ ہے کہ نزول حجاب کے بعد امہات المؤمنین نے اپنی تکلیف کی شکایت عدم خروج کی صورت میں ظاہر کی تو پھر آپ نے اجازت دے دی۔

باب الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ، ترجمہ یہ باب پانی کے ساتھ استنجا کرنے کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۸ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ اَجِيْءُ اَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا اِدَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ يَعْنِيْ يَسْتَنْجِيْ بِهٖ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضا حاجت کے لئے

باہر تشریف لے جاتے تو میں اور ایک اور لڑکا بھی حضور اکرم صلعم کے ساتھ آتے ہمارے ساتھ پانی کا لوٹا چھاگل ہوتا تھا جس سے آپ استنجا کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ منکرین استنجا بالماء پر آگے رد آرہا ہے۔ امام بخاریؒ اس باب سے استنجا بالماء کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ ایک جماعت کی رائے کراہتہ استنجا بالماء کی ہے۔ بلکہ بعض صحابہ کرامؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ اگر میں پانی سے استنجا کرلوں تو بدبو میرے ہاتھ میں باقی رہتی ہے اور واقعی بدبو رہتی ہے۔ اور بعض نے کہا پانی مطعوم ہے جیسے روٹی سے استنجا جائز نہیں ایسے پانی سے ناجائز ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ جیسے پانی کی غرض شرب ہے۔ اسی طرح اس سے اور اغراض بھی وابستہ ہیں۔ توضی۔ اغتسال وغیرہ تو امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر رد فرمایا

باب مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَاءُ لِطُهُوْرِهِ۔ وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالطَّهُوْرِ وَالْوِسَادِ۔

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے وضو کے لئے اپنے ساتھ اٹھالے اور حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ اے اہل عراق کیا تمہارے اندر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نہیں ہے جو حضور اکرم صلعم کے جوتے مبارک اور وضو کا پانی اور تکیہ والے تھے یعنی ان کے ہوتے ہوئے میرے پاس مسائل پوچھنے کی کیا ضرورت ہے

حدیث نمبر ۱۴۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ تَبِعْتُهٗ اَنَا وَغُلَامٌ مِّنَّا مَعَنَا اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم جب قضا حاجت کے لئے باہر نکلتے تو میں اور ہم انصار میں سے ایک لڑکا آپ کے پیچھے چلتے تھے اور ہمارے ساتھ پانی کا ایک چھاگل ہوتا تھا (چمڑے کا برتن)

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حضرت ابو الدرداءؓ دمشق کے قاضی ہیں۔ اہل کوفہ کی ایک جماعت ان کے پاس حاضر ہو کر مسائل پوچھنے لگی۔ ان میں حضرت علقمہ بھی تھے انہوں نے دعا مانگی تھی کہ ہمیں جلیس صالح مل جائے تو حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا تمہارے یہ دعا کرنا اور میرے پاس آنا عبث ہے۔ کوفہ میں صاحب النعلین والطہور والوسادہ یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جو حضور صلعم کے صاحب السر بھی ہیں ان کی موجودگی میں میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی مسائل ان سے پوچھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے قبل یہ بیان فرمایا تھا کہ جب شیخ استنجا کرنے جائے تو شاگرد وغیرہ کو چاہیئے کہ پانی لاکر رکھ دے تاکہ استنجا سے جلدی ہو جائے اب یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ پانی ساتھ ہی لے جائے تاکہ پاکی جلدی حاصل ہو جائے۔ صاحب النعلین سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ مراد ہیں اور صاحب النعلین کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی مجلس میں جوتا اتار کر تشریف لے جاتے تو حضرت ابن مسعودؓ جلدی سے نعلین شریف اٹھا لیتے ہیں تو یہ کہہ دینا کہ سر پر رکھ لیتے تھے مگر روایت میں نہیں ہے اور صاحب الطھور کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلعم کہیں استنجاء وغیرہ کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت ابن مسعودؓ پانی ساتھ لے جاتے اور صاحب الوسادۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم جب کہیں سفر میں ہوتے تو حضور اکرم صلعم کا تکیہ ابن مسعودؓ ساتھ رکھتے۔ اداوۃ من ماء میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس ماء سے استنجا کا پانی مراد ہے یا کوئی دوسرا پانی اگرچہ یہاں استنجا والا پانی مراد ہے مگر تشحیذ اذھان کے لئے آخری جملہ کو حذف کر دیا۔ ما یستنجی بہ کہا۔

باب حَمْلُ الْعَنَزَةِ مَعَ الْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ

ترجمہ، پانی کے ساتھ استنجاء کے لئے چھوٹا نیزہ اٹھانے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۵۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ اِدَاوَةً مِّنْ مَّاءٍ وَّعَنَزَةً يَّسْتَنْجِيْ بِالْمَاءِ تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ الْعَنَزَةُ عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلعم قضاء حاجت کے لئے کھلے میدان میں داخل ہوتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا چھاگل اور چھوٹا نیزہ اٹھاتے تھے پانی کے ساتھ آپ استنجا کرتے تھے شعبہ فرماتے ہیں کہ عنزہ وہ لاٹھی ہے جس کے نیچے لوہا لگا ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بعض علما کی رائے ہے کہ حمل العنزہ سترہ کے واسطے ہوتا تھا۔ کہ اگر کہیں استنجا کے بعد نماز وغیرہ کی ضرورت پیش آجائے اور کوئی آڑ نہ ہو تو اس کو سترہ بنالیں مگر یہ مطلب غلط ہے کیونکہ سترہ کا مسئلہ تو ابواب سترہ صلاۃ پر آرہا ہے حضور اکرم صلعم اسے کس لئے اٹھاتے تھے۔ اسی واسطے کہ اگر کہیں تستر کی ضرورت ہو اور کہیں آڑ نہ ہو تو اس کو گاڑ کر کپڑا وغیرہ ڈال کر اس کے ذریعہ سے اپنا پردہ کرلیں۔ یا اس لئے کہ مدینہ پاک کی زمین مٹی سخت ہے۔ تو اگر ڈھیلے نہ ملیں تو اس کی مدد سے توڑلیں

اور اس لئے کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جو کوئی پیشاب کرنا چاہے۔ فلیرتد لبولہ یعنی پیشاب کرنے کے لئے زمین کو نرم کرے تو زمین نرم کرنے کے لئے ساتھ ہوتا تھا۔ تاکہ پیشاب کے چھینٹیں نہ آئیں اور اس لئے کہ مدینہ کثیر الھوام ہے تو ان موذی جانوروں سے تحفظ ہو جائے اور اس لئے کہ کوئی دوست دشمن آجائے تو اس سے تحفظ ہو۔ یہ حدیث مکرر مفصل آرہی ہے یہاں مجمل ہے اور بھی کئی جگہ آئے گی لیکن ہر جگہ سند مختلف ہے کیونکہ امام بخاریؒ کا مقصد احادیث کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ متن حدیث سے مختلف مسائل کو مستنبط کرنا ہے۔

باب النَّهْیِ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْیَمِیْنِ، ترجمہ، دائیں ہاتھ سے استنجا سے منع کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۵۱ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَۃَ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَاءِ وَاِذَا اَتَی الْخَلَاءَ فَلَا یَمَسَّ ذَکَرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ وَلَا یَتَمَسَّحْ بِیَمِیْنِہٖ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک تمہارا پانی پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلاء میں آئے تو دائیں ہاتھ سے آلہ تناسل کو نہ چھوئے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ نہی ظاہریہ کے نزدیک تحریم کے لئے ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک استنجاء بالیمین حرام ہے۔ اور جمہور کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ اذا شرب احدکم الخ اس حدیث میں دو بحثیں ہیں۔ ایک یہ کہ بخاری کی روایت میں تو اذا شرب احدکم فلا یتنفس فی الاناء ہے جس کا تقاضہ ہے کہ برتن میں سانس نہ لے۔ اور ایک سانس میں نہ پیئے۔ بلکہ مختلف سانس میں پئے چاہے وہ سانس برتن ہی میں لے لے۔ بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔ بعض حضرات نے بخاری کی روایت کو بخاری کی ہونے کی حیثیت سے ترجیح دی ہے۔ اور میرے حضرتؒ فرماتے ہیں کہ بخاری اور ابوداؤد کی دونوں روایتوں میں چار آداب بیان کئے گئے ہیں۔ دو شرب کے اور دو استنجا کے۔ استنجا کے دونوں آداب ابوداؤد اور بخاری میں مشترک ہیں کہ دونوں ادب دونوں کتابوں میں ہیں اور شرب کا ایک ادب ابوداؤد کی روایت میں مذکور ہے اور دوسرا بخاری میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک سانس میں نہ پیئے اور نہ ہی برتن میں سانس لے بلکہ مختلف سانسوں میں برتن کو منہ سے الگ کرکے پیوے اور دوسری بحث فلا یمس ذکرہ بیمینہ

ولا یتمسح بیمینہ میں ہے علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ حدیث کے دونوں جملوں میں تعارض ہے اس لئے کہ حدیث کے جملہ اولیٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مس ذکر بالیمین نہ ہو اور جب مس بالیمین نہ ہوگا تو بائیں سے استنجا کیونکر کرے گا اس لئے کہ بائیں سے تو ذکر کو پکڑے گا۔ اور دوسرے جملہ کا تقاضا یہ ہے کہ دائیں سے استنجا نہ کرے۔ تو اگر بائیں سے استنجا کرے گا تو ذکر دائیں سے پکڑنا ہوگا۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی دیوار ہو تو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر دیوار سے خشک کرے ورنہ ڈھیلا دونوں ایڑیوں میں لے کر سرین کے بل بیٹھ کر بائیں ہاتھ سے ذکر پکڑ کر اس ڈھیلے سے رگڑے علامہ عینی نے بھی اس بحث کو ذکر فرمایا ہے۔ میرے حضرت تعجب سے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ خطابی کو کیا خلجان پیش آگیا۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے بچے تک بھی جانتے ہیں کہ اسی بائیں ہاتھ سے ڈھیلا پکڑے اور اسے ذکر کے منہ پر لگا کر انگوٹھے سے ذکر کو دبادے مگر میری رائے یہ ہے کہ اتنے بڑے علامہ کا اشکال اپنے اندر کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رکھتا ہے پھر علامہ عینیؒ نے اسے نقل بھی فرمایا ہے لہٰذا اس کی وجہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے سامنے پیشاب خشک کرنے کا وہ طریقہ نہیں ہے جو ہمارے یہاں رائج ہے کہ ڈھیلے کو ذکر کے سوراخ پر رکھ کر اسے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دبادے بلکہ اس صورت میں اور تلوث ہوگا اور پیشاب پھیل جائے گا۔ لہٰذا اپنے اختیار سے تلویث بالبول لازم آتی ہے۔ اور وہ ممنوع ہے۔ لہٰذا ان کی نظر میں یہ ہے کہ ایک طرف سے دوسری طرف گذارتے ہوئے خشک کرے اور وہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ کسی چیز سے پکڑے واللہ اعلم حضور اکرم صلعم نے تنفس فی الماء سے اس لئے منع فرمایا کہ سانس کے ذریعہ جو جراثیم باہر آتے ہیں وہ پانی میں گر جائیں گے اور آکسیجن سے پانی کی برودت مٹ جائے گی پھر ان کے پینے سے بیماری کا اندیشہ ہے نیز اگر کچھ ناک سے نکل کر گر پڑے تو طبیعت کو کراہت بھی ہوتی ہی ہوگی۔

باب لَا يُمْسِكُ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ إِذَا بَالَ۔

ترجمہ، پیشاب کرتے وقت اپنے آلہ تناسل کو داہنے ہاتھ سے نہ روکے۔

حدیث نمبر ۱۵۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَسْتَنْجِي بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت ابوقتادہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا جب ایک تمہارا پیشاب کرنے لگے تو اپنے ذکر کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ ہی برتن میں سانس لے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جملے جزا پر معطوف ہیں تو پھر تینوں مقید نہیں ہیں۔ صرف جملہ اولیٰ مقید ہے۔ اس لئے کہنا پڑے گا کہ دونوں جملے مجموعہ شرط اور جزا پر معطوف ہیں۔ اشکال تب ہوگا جب شرط پر عطف ہو۔ یہ ایسے ہے جیسے لا یستقدمون کا عطف لا یستاخرون پر ہے۔ معطوف علیہ مقید ہے اور لا یستقدمون کا عطف صرف جزم پر نہیں بلکہ مجموعہ شرط و جزا پر ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ روایت سابقہ میں مطلقا مس ذکر بالیمین سے ممانعت ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت عام ہے یا استنجا کے ساتھ خاص ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے ان لوگوں کی تائید کی جو کہتے ہیں کہ استنجا کے وقت کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ اس وقت ذکر نجس ہوتا ہے۔ اور یمین شریف اعمال کے لئے ہے تاذورات کے لئے یسار ہے۔ لہٰذا دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے۔ بعض علماً فرماتے ہیں کہ یہ بیان اولویت کے لئے ہے۔ یعنی آدمی کو استنجا کے وقت ذکر کو پکڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جب اس وقت ہی منع کر دیا گیا تو بلا ضرورت پکڑنا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

باب الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ ترجمہ۔ پتھر کے ساتھ استنجا کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۵۳ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْمَكِّيُّ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهٖ وَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ اَبْغِنِيْ اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِهَا اَوْ نَحْوَهٗ وَلَا تَاْتِنِيْ بِعَظْمٍ وَّلَا رَوْثٍ فَاَتَيْتُهٗ بِاَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِيْ فَوَضَعْتُهَا اِلٰى جَنْبِهٖ وَاَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضٰى اَتْبَعَهٗ بِهِنَّ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کے پیچھے چلا جبکہ آپؐ قضائے حاجت کے لئے باہر نکلے اور آپؐ کی عادت تھی کہ ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ پس میں آپؐ کے قریب ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ کچھ پتھر تلاش کرو جن سے میں استنجا کروں یا اس جیسا لفظ فرمایا لیکن ہاں رکھنا ہڈی اور اوپلا نہ لانا تو میں نے اپنے کپڑوں کے کنارے میں پتھر لا کر آپؐ کے پہلو میں رکھ دیئے اور خود آپؐ سے الگ ہوگیا۔ جب آپ قضا حاجت کر چکے تو ان پتھروں کو استعمال فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بعض علماء فرماتے ہیں کہ استنجا بالاحجار منسوخ ہو گیا۔ لہٰذا امام بخاریؒ اس پر رد فرما رہے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یہاں ایک مسئلہ خلافیہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ کہ استنجا بالاحجار کی حقیقت کیا ہے تطہیر یا تقلیل نجاستہ۔ تو سمجھو تو کہ احکام کے اندر جو اختلاف ہوتا ہے۔ اکثر اختلاف مناط کی بنا پر ہوتا ہے اور مناط کا مطلب علۃ اور وجہ حکم ہے۔ تو یہاں استنجاء بالاحجار میں شافعیہؒ اور حنابلہ رح کی رائے تو یہ ہے کہ وہ مطہر ہے اور یہ حکم تعبدی ہے اور حکم تعبدی کا مطلب یہ ہے کہ قیاس کو اس میں دخل نہیں اور مدرک بالرائے نہیں (عقل سے معلوم نہیں)۔ جیسا کہ تیمم میں طہارت کا حصول تعبدی ہے۔ کوئی امر معقول نہیں ہے اس لئے کہ پانی سے تو ازالہ ہوتا ہے۔ اور مٹی سے بجائے ازالہ کے آور تلویث ہوتی ہے اور پھر مٹی کو مرض اور عدم ماء کی صورت میں پانی کے قائم مقام کر دیا گیا۔ یہ بیرون از ادراک عقل ہے اسی طرح حجارہ سے استنجا کوئی امر معقول نہیں بلکہ امر تعبدی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی امر تعبدی ہوا کرتا ہے۔ تو اپنے مورد پر مقتصر (بند) ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر حدیث میں ثلثۃ احجار آ گیا ہے تو بدون اس عدد کے استیفا کئے ہوئے استنجاء ہی حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح احجار ہونا چاہیئے اگر روث (گوبر) خشک ہے کسی نے کر لیا۔ ہڈی استعمال کر لی تو استنجا حاصل نہ ہوگا۔ اور مالکیہؒ اور حنفیہ رح کے نزدیک مناط استنجاء بالاحجار کا تقلیل نجاست ہے اور یہ حکم مدرک بالقیاس وامر معقول ہے۔ تعبدی نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کسی ایسی چیز سے استنجا کرے گا جس سے تقلیل ہو جائے تو استنجا ہو جائے گا۔ مثلاً کپڑے سے یا کوئلہ یا روث خشک سے یا ہڈی سے ہاں خلافِ سنت ہوگا۔ اسی طرح تین مرتبہ ضروری نہیں ابغنی احجارا استنفض بہا یہ حنفیہ اور مالکیہ کی تائید کرتا ہے۔ کہ مقصود صاف کرنا ہے۔ حضور اکرم صلعم نے استنقاض فرمایا لہٰذا جس سے بھی استنقاض حاصل ہوگا اس کا استعمال جائز ہوگا۔ او نحوہ ای قولہ قریباً من ھذا اللفظ۔

باب لا یستنجی بروث، ترجمہ باب کہ اوپلے سے استنجا نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۵۴ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰہِ یَقُوْلُ اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِیَہٗ بِثَلَاثَۃِ اَحْجَارٍ فَوَجَدْتُّ حَجَرَیْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْ فَاَخَذْتُ رَوْثَۃً فَاَتَیْتُہٗ بِھَا فَاَخَذَ الْحَجَرَیْنِ وَاَلْقَی الرَّوْثَۃَ وَقَالَ ھٰذَا رِکْسٌ الخ

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم کھلی جگہ تشریف لائے اور مجھے

حکم دیا کہ میں آپؐ کے لئے تین پتھر لاؤں اور تیسرے کو میں نے تلاش کیا لیکن نہ پایا تو میں اوپلا لے آیا اور ان سب کو آپؐ کی خدمت میں لے آیا آپؐ نے دونو پتھر تو لے لئے اور اوپلے کو پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ نجس ہے (ترجمہ دو پتھر لے)

تشریح از شیخ مدنیؒ امام ترمذیؒ نے امام زہری کی روایت کو مجروح کیا تھا۔ حالانکہ یہ روایت اور دوسری روایات زہری کی قبول کی ہیں۔ لیکن مصنفؒ نے اسے ترک کر دیا۔ یعنی اسرائیل کی روایت ابو عبیدہ عن ابیہ ہے کیونکہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے باپ سے نہیں ہے۔ لہٰذا اسرائیل کی روایت منقطع ہوگی لیکن اس جگہ ابو عبیدہ کی بجائے عبدالرحمٰن بن الاسود عن ابیہ انہ سمع عبداللہ تو اس طرح یہ روایت متصل ہوگئی

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب سابقہ کا تکملہ ہے۔ اس سے پہلے بیان کیا تھا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ امر تعبدی ہے۔ ان کے نزدیک روث اور عظم سے استنجا حاصل نہ ہوگا۔ اور جو امر معقول مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک حاصل ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ لوث (گوبر) اور عظم (ہڈی) سے استنجا کرنے کی ممانعت ان کی ذات میں کسی امر کی بنا پر نہیں بلکہ وہ ایک عارض کی بنا پر ہے جو مسلم اور ترمذی کی روایت میں مذکور ہے کہ جنات نے حضور اکرم صلعم سے توشہ مانگا تھا تو حضور پاک صلعم نے ان کو توشہ میں ہڈی اور روث عنایت فرمائی تھی۔ ہڈی خود ان کے استعمال کے واسطے اور روث ان کے دواب کے واسطے تو ان کے لئے کارآمد ہونے کی بنا پر اس سے استنجا سے منع فرما دیا۔ لیس ابو عبیدہ ذکرہ اس عبادت کا مطلب یہ ہے کہ زہیر ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ ابو اسحاق نے کہا کہ یہ روایت دو طرح سے مروی ہے۔ ایک ابو عبیدہ بن مسعود اور ایک عبدالرحمٰن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود تو میں نے جو روایت بیان کی ہے۔ وہ عبدالرحمٰن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود ہے کیونکہ یہ اگرچہ نازل بدرجہ ہے۔ عن ابی عبیدہ عن ابن مسعود سے مگر اس کا اتصال یقینی ہے۔ اور ابو عبیدہ کی روایت اگرچہ بیک درجہ عالی ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ ابو عبیدہ کا سماع (سننا) اپنے باپ سے ہے یا نہیں تو چونکہ اس میں احتمال ہو گیا اس لئے اس کو میں نے ذکر نہیں کیا۔ حاصل یہ ہے کہ ابو اسحاق دو اساتذہ سے روایت کرتے ہیں اول ہیں ابو عبیدہ عن ابیہ عبداللہ اور دوسرے عبدالرحمٰن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود تو ابو اسحاق کہتے ہیں کہ یہ روایت مجھ سے عبدالرحمٰن بن الاسود نے بیان کی نہ کہ ابو عبیدہ نے یعنی میں اس وقت ابو عبیدہ کی روایت نہیں بیان کر رہا ہوں بلکہ عبدالرحمٰن بن الاسود سے نقل کر رہا ہوں شراح فرماتے ہیں کہ اس کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ

روایت منقطع ہے۔ اور اس کے رد کی طرف اشارہ کیا۔ اور دوسرا طریق متصل ہے اس کو ذکر فرمادیا۔ لیکن اس مقام میں امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ کی مخالفت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ابو عبیدہ والا طریق ارجح ہے اس لئے کہ اس کو ابو اسحاق سے اسرائیل نقل کرتے ہیں اور ان کی روایت دوسرے تلامذہ ابی اسحٰق سے ارجح ہے اسی طرح ائمہ میں تصحیح روایات کے باب میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا نہ تو امام بخاریؒ پر کوئی اعتراض ہے۔ اور نہ امام ترمذی پر اسی طرح امام ابو حنیفہؒ پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ ممکن ہے ان کی روایات ان کے نزدیک صحیح ہوں۔ اگرچہ دوسروں کے نزدیک ان میں کلام ہو واللہ اعلم

والتمست الثالث فلم اجدہ۔ بظاہر بخاری کی روایت حنفیہ کی تائید کرتی ہے اس لئے کہ نبی کریم صلعم نے تیسرا پتھر تلاش کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔

باب الوضوء مرۃ مرۃ ۔ ترجمہ، وضو ایک ایک مرتبہ۔

حدیث نمبر ۱۵۵ حدثنا محمد بن یوسف الخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ مرۃ ۔

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ایک ایک مرتبہ وضو فرمایا۔

باب الوضوء مرتین مرتین ، ترجمہ، دو دو مرتبہ وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۱۵۶ حدثنا الحسین بن عیسیٰ الخ عن عبد اللہ بن زید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زید فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے دو دو مرتبہ وضو فرمایا۔

باب الوضوء ثلثا ثلثا۔ وضو تین تین مرتبہ۔

حدیث نمبر ۱۵۷ حدثنا عبد العزیز الخ ان حمران مولی عثمان اخبرہ انہ رای عثمان بن عفان دعا باناء فافرغ علی کفیہ ثلث مرار فغسلھما ثم ادخل یمینہ فی الاناء فمضمض واستنشق ثم غسل وجھہ ثلثا ویدیہ الی المرفقین ثلث مرار ثم مسح براسہ ثم غسل رجلیہ ثلث مرار الی الکعبین ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ نحو وضوئی ھذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیھما نفسہ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وعن ابراھیم قال صالح بن کیسان

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا آيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ وَيُصَلِّي الصَّلٰوةَ إِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرْوَةُ الْآيَةُ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا۔ الآیۃ

ترجمہ، حضرت حمران مولا عثمانؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے برتن منگایا اور اس سے اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈال کر ان کو دھویا پھر دایاں ہاتھ برتن میں داخل کر کے کلی فرمائی اور ناک کو صاف کیا۔ پھر تین مرتبہ چہرہ کو دھویا اور دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ کہنیوں تک دھویا پھر سر کا مسح کیا اور ٹخنوں تک تین تین پاؤں دھوئے۔ پھر فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے جس شخص نے میرے اس وضو جیسا وضو کیا پھر دو رکعت نفل ایسی حالت میں پڑھی کہ اپنے نفس سے باتیں نہیں کیں تو اس کے سب پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عروہؓ نے حمران سے یوں حدیث بیان کی ہے۔ کہ جب حضرت عثمانؓ وضو سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اگر ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں ایک حدیث سناتا جو آج تک میں نے تمہیں بیان نہیں کی میں نے جناب نبی اکرم صلعم سے سنا فرماتے ہیں کہ جس شخص نے وضوء کیا اور اچھی طرح وضو بنایا پھر نماز پڑھی تو اس کے درمیان اور اس کی اس نماز کے درمیان جو اس نے ادا کی جتنے گناہ ہوں گے وہ سب بخش دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں نے یہ کہا تھا کہ جن لوگوں نے بَيْنَ النَّبِيِّ صلعم کو جزو ترجمہ قرار دیا ہے یہ غلط ہے اس لئے کہ اس کا مستقل باب آ رہا ہے۔ اور وہ یہی ہے وہاں اجمالاً آیت کی تفسیر فرما دی۔ اور یہاں مستقل ابواب میں ہر ایک کو ذکر کر دیا۔ باب الوضوء ثلاثا ثلاثا مرۃ مرۃ اور مرتین مرتین کے ابواب گذر چکے یہاں تفصیلاً ثلاثا ثلاثا کو بھی ذکر فرمایا۔ دعایا نا فافرغ الخ حضرات صحابہ کرام کا طریقہ تھا کہ جس طرح حضور اکرم صلعم نے کوئی کام کیا ہے۔ اسی طرح یہ حضرات اپنے شاگردوں کے سامنے کر کے دکھلاتے تھے۔ اس لئے تعلیم فعلی بنسبت تعلیم قولی کے اوقع فی النفس ہوا کرتی ہے من توضأ وضوئی ھٰذا یہاں دو بحثیں ہیں۔ اول یہ کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت کا ترتب دو چیزوں پر ہو رہا ہے۔ ایک وضو کرنے پر دوسرے اس وضو کے بعد دو رکعت پڑھنے پر اور سنن کی روایات میں ہے کہ جو شخص وضو کرتا ہے اس کے کلی کرنے سے وہ گناہ نکل جاتے ہیں جو اس نے منہ سے کئے اور

جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو ناک کے گناہ اور منہ کے ساتھ ساتھ منہ کے گناہ اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ کے گناہ اور پاؤں دھوتے وقت پاؤں کے گناہ غرضیکہ ہر عضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو سنن کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ مغفرت کا ترتب صرف ہر وضوء ہوتا ہے لہٰذا روایات میں تعارض ہو گیا اس کے دو جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے اور یہ بہت سی جگہوں پر چلے گا وہ یہ کہ علما نے بیان فرمایا ہے کہ جب روایات میں تعارض ہو۔ تو اس بارے میں ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثواب کسی فعل قلیل پر مرتب ہو گا۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امر زائد پر مرتب ہو گا۔ تو امر زائد والی روایت مقدم ہوا کرتی ہے۔ اور قلیل والی مؤخر۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلعم کی شفقت اور اپنی امت کے واسطے دعاؤں اور حضور اکرم صلعم کی ریاضات کی بنا پر امتِ محمدؐ یہ پر اپنے انعامات روز افزوں فرماتے رہتے ہیں۔ یہ جواب تو قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے۔ اور بہت سے مقامات پر جہاں اس قسم کا تعارض ہو تو یہ قاعدہ جاری ہو گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ثواب دو الگ الگ چیزوں پر مرتب ہو رہا ہے۔ ایک وضو کرنے پر اور دوسرا دو رکعت نماز باوصافہا پڑھنے پر اور یہ امر اتفاقی ہے۔ کہ یہاں وضو اور نماز دونوں کا ذکر آگیا۔ ورنہ پہلے سے کوئی متوضی ہو اور اس نے پھر دو رکعت اس صفت کے ساتھ پڑھی جو مذکور فی الحدیث ہے تو اس کو بھی مغفرت حاصل ہو گی۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ جب وضو کرنے سے مغفرت ہو گئی جیسا کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہر ہر فعل پر مغفرت کا ترتب ہو رہا ہے تو اگر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے تو یہ دو رکعتیں کیا کریں گی۔ اس کا جواب قاعدہ کلیہ کے طور پر یہ ہے کہ مغفرت محل مغفور کے ساتھ مصادف (مل جانے) ہو تو رفع درجات کا سبب ہوتی ہے۔ تو اس نے جب وضو کر لی۔ اور گناہ معاف ہو گئے تو اب جو وہ دو رکعت پڑھے گا۔ اس سے اس کی ترقی درجات ہو گی۔ یہی جواب وہاں بھی چلے گا کہ جب دو رکعت سے مغفرت ہو جاتی ہے اور وضو سے بھی ہوتی رہتی ہے۔ تو روزانہ کے گناہ معاف ہو گئے پھر الجمعۃ الی الجمعۃ کفارۃ لما بینہما کا کیا مطلب ہوا۔ اور اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف ہو گئے تو پھر محرم کے روزے سال بھر کے کون سے گناہ معاف کرائیں گے اگر یہاں بھی معاف ہو گئے تو پھر ذی الحجہ کا روزہ دو سال کے گناہ کیا معاف کرائے گا۔ ان سب کا جواب یہی ہے کہ اولاً وضو کرنے سے مغفرت ہو گئی اور اگر کچھ رہ گیا تو دو رکعت سے ہو جائے گا۔ اور باقی ترقی درجات ورنہ پھر ذی الحجہ کے روزے سے معاف ہوں گے اور باقی رفع درجات کا باعث بن جائیں گے اگر کچھ رہ گیا کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی نماز ایسی

نہیں ہوتی جس سے سارے گناہ معاف ہوجائیں اور پھر اس کے ضمن میں یہ بات ہے کہ مغفرت کن معاصی کی ہوئی ہے۔ آیا صرف صغائر کی یا صغائر اور کبائر سب کی۔ عام علماً کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ ایسے مواقع پر جہاں مغفرت کا تذکرہ ہے الفاظ عام ہیں۔ مگر مراد خاص ہے۔ یعنی صغائر ان آیات کی بنا پر جن میں الا من تاب کا استثنا موجود ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب ان افعال سے سب گناہ معاف ہوچکے تھے۔ تو پھر استثنا الا من تاب کی کیا ضرورت؟ معلوم ہوا کہ کچھ گناہ باقی رہ گئے اور وہ کبائر ہی ہیں۔ لہٰذا ہم کہ محتاج توبہ ہیں اور میرے والد صاحب کی رائے یہ ہے کہ کبائر صغائر سب ہی مراد ہیں کیونکہ روایت کے الفاظ عام ہیں۔ باقی رہی توبہ تو وہ خود حاصل ہوجائے گی اس لئے کہ توبہ کہتے ہیں ندامت کو، اور جب کوئی اس طرح وضو کرے گا اور نماز پڑھے گا تو اس کو خود بخود ندامت حاصل ہوگی۔ اور نماز میں خود الفاظ استثنا موجود ہیں اور دوسرا جواب میرے والد صاحبؒ یہ دیتے ہیں کہ مؤمن کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کبائر کا ارتکاب کرے اور اگر کبھی صدور ہوجائے تو اس کو چین ہی نہ آئے تا آنکہ توبہ کرکے اپنے گناہ معاف نہ کرالے۔ اب صغائر ہی رہ گئے وہ ان افعال سے معاف ہوجائیں گے۔

دوسری بحث لا یحدث فیہما نفسہ میں ہے۔ قاضی عیاض اور علامہ نوویؒ مسلم شریف کے بہت قدیم شارح ہیں، قاضی عیاض مالکی ہیں اور امام نووی شافعی اور بہت ہی متعصب۔ مسائل میں شافعیہ کے یہاں عامۃً دو قول ہیں قدیم اور جدید اور بعض میں تین تین اور چار چار قول ہیں۔ ان کی عادت ترجیح میں یہ ہے کہ کبھی قول قدیم کو ترجیح دیتے ہیں اور کبھی جدید کو۔ امام نوویؒ کی عادت شرح مسلم میں یہ ہے کہ جب کوئی حدیث مسلم میں آئے گی اور امام شافعیؒ کے کسی قول کے مطابق ہو۔ تو کہتے ہیں یہ قال الشافعی اور شرح مہذب میں اس کے خلاف جو قول امام شافعیؒ سے مشہور ہوتا ہے اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام نووی اور قاضی عیاض میں کہیں کہیں اختلاف بھی ہے اور جہاں کہیں اختلاف ہو گیا ہے۔ تو وہ پھر آخر تک چلا آیا ہے۔ خواہ حافظ ابن حجر ہوں یا علامہ عینیؒ یا علامہ قاری یا حافظ سیوطی اور ہر ایک کے متبعین موجود ہیں۔ تو قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کی بات نہ کرے۔ مطلقاً خواہ دنیا کی ہو یا آخرت کی۔ اختیار سے ہو یا بلا اختیار کے اور نوویؒ فرماتے ہیں کہ امور غیر اختیاریہ اس سے خارج ہیں، اس لئے کہ حدیث میں ہے ان اللہ تجاوز عن امتی ما وسوست بہ نفسہا قاضی عیاض کے متبعین کہتے ہیں کہ امور غیر اختیاریہ میں تجاوز کا وعدہ ہے۔ باقی اس پر انعام بھی ہوگا اس کا کوئی وعدہ نہیں ابن ارسلان

حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد اور ابو داؤد کے شارح ہیں انہوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا کہ دنیا کے امور غیر اختیاریہ اور آخرت امور اختیاریہ ہوں یا غیر اختیاری مضر نہیں ہیں؛ ولکن عروۃ یحدث عن حمران اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن شہاب کے دو استاذ ہیں ایک عطاء بن یزید ان سے تو روایۃ متقدمہ لی گئی ہے۔ دوسرے عروہ ان سے یہ روایت ہے۔ ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں الگ الگ حدیثیں ہیں لولا آیتہ ما حدثنا کم۔ اس لئے نہ بیان کرتے تھے کہ تم (یعنی دوسرے) اتکال کرلوگے الاغفرلہ الخ مصنفؒ نے اس جملہ کی وجہ سے حضرت عروہ کی روایت ذکر کی ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں غفرلہ ما تقدم وارد ہے۔ اس روایت سے ما تقدم کی تحدید معلوم ہوگئی۔ الغرض امام بخاریؒ نے یہ تین باب قریب قریب ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے مقصود ہر ایک کا جواز ثابت کرنا ہے۔ ہر طریق حضور اکرم صلعم سے ثابت ہے۔ البتہ تیسرا طریق استحباب و مسنون کا درجہ رکھتا ہے، لا یحدث فیھما نفسہ ابن ارسلان جو ابن حجرؒ کے تلمیذ ہیں۔ انہوں نے اس جملہ کی تفسیر لا یحدث نفسہ فی امور الدنیا سے کی ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص دینی اور اخروی بات کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ممانعت صرف دنیا کی بات کی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے انی اجھز جیشی فی الصلوٰۃ غفرلہ ما تقدم بہ اور اس قسم کی روایات کثرت سے آئی ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ اگر قرآن دیکھو تو معلوم ہوگا کہ کوئی شخص بھی جہنم میں نہ جائے گا۔ اور امام غزالیؒ کی احیاء العلوم دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کا دروازہ بالکل بند ہے۔ یہاں حدیث میں ما تقدم ہے لہٰذا جمیع ذنوب کو شامل ہوگا لیکن اس کے باوجود اس عموم سے اجماعاً صغائر مراد ہیں۔ کیونکہ کبائر بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے الا ما شاء اللہ۔ علامہ جزری نے لکھا ہے کہ توبہ کی حقیقت فقط زبان سے کہنا نہیں۔ ورنہ ہماری یہ توبہ خود گناہ ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیں اغفرلی کہنا چاہیئے۔ استغفر اللہ نہیں کہنا چاہیئے۔

باب الْاِسْتِنْثَارِ فِي الْوُضُوْءِ ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، وضو میں ناک صاف کرنا۔ اس کو عثمان، عبداللہ بن زید اور ابن عباسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۸ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَنَّہٗ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص وضو کرے اس کو ناک صاف کرنی چاہیئے اور جو ڈھیلے استعمال کرے تو طاق استعمال کرے۔

تشریح از شیخ ذکریا۔ استنثار کہتے ہیں ناک جھاڑنے کو۔ امام بخاریؒ نے یہاں کیا باریکی فرمائی کہ استنثار کو مضمضہ پر مقدم کر دیا۔ حالانکہ مضمضہ پہلے ہونا چاہیئے تھا۔ حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ منہ کی بنسبت ناک میں زیادہ تستر (پردہ) ہے۔ تو انف (ناک) باعتبار فم (منہ) کے باطن ہے اور فم (منہ ظاہر ہے) ظاہر۔ امام بخاریؒ نے استنثار کو مقدم فرما کر اشارہ کر دیا کہ تطہیر باطن تطہیر ظاہر سے مقدم ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ استنثار کے مسئلہ میں بہ نسبت مضمضہ کے ائمہ کے یہاں زیادہ اہمیت ہے۔ شافعیہ اور مالکیہ کے یہاں تو دونو غسل اور وضو کے اندر مسنون ہیں۔ اور حنفیہؒ کے ہاں غسل میں دونو واجب دوسرے یہ کہ دونو دونوں کے اندر سنت ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ استنثار دونو کے اندر واجب ہے اور مضمضہ دونو میں سنت ہے تو استنثار میں اہمیت زیادہ ہوگئی۔ حالانکہ امام احمدؒ کی روایت میں استنثار دونو واجب اور مضمضہ سنت ہے۔ لہٰذا اس کو مقدم فرما دیا۔ اور ساتھ ہی ایک اور مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ کہ ترتیب وضو شافعیہ کے یہاں واجب ہے۔ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے ہاں سنت ہے۔ امام بخاریؒ نے ترتیب بدل کر اشارہ فرما دیا کہ ترتیب واجب نہیں۔ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جو باب ایک مرتبہ گذر گیا کسی بھی مناسبت سے اس کو دوبارہ ذکر نہیں فرمائیں گے۔ تو اب یہاں سے جو تفصیل ذکر فرما رہے ہیں تو ترتیب کے اعتبار سے پہلے مضمضہ پھر استنثار اور پھر غسل وجہ کا ذکر ہونا چاہیئے لیکن غسل وجہ کا ذکر آچکا ہے اور جس مناسبت سے بھی آیا ہے، وہاں بیان ہو چکی۔ اب یہ کہ مضمضہ کو پہلے بیان کرنا چاہیئے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو مؤخر کر کے اشارہ فرما دیا کہ وضو کے اندر ترتیب نہیں ہے۔ اور یہ توجیہہ تمام ابواب میں چل سکتی ہے کہ ابواب الوضوء کے اندر مصنفؒ نے جو ترتیب قائم نہیں فرمائی تو اس سے تنبیہہ کرنا ہے کہ ترتیب فی الاعضاء وضو میں نہیں ہے یہ مسئلہ ترتیب میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک ترتیب واجب نہیں البتہ امام شافعیؒ کے یہاں واجب ہے

باب الْاِسْتِجْمَارِ وِتْرًا۔ ترجمہ، کہ استنجا میں طاق ڈھیلے استعمال کرنے چاہئیں

حدیث نمبر ۱۵۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُکُمْ فَلْیَجْعَلْ فِیْ اَنْفِہٖ مَاءً ثُمَّ لِیَنْثِرْ وَمَنِ

اذا استجمر فليوتر و اذا استيقظ احدكم من نومه فليغسل يده قبل ان يدخلها في وضوئه فان احدكم لا يدري اين باتت يده (الحديث)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ بیشک جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب ایک تمہارا وضو کرے تو اپنے ناک میں پانی کرے پھر ناک جھاڑے اور جو استنجا کرے تو طاق ڈھیلے استعمال کرے اور جب ایک تمہارا اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ پانی میں داخل کرنے سے پہلے دھولے کیونکہ ایک تمہارا نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں بسر کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کہاں استنثار کا ذکر کر رہے تھے اور کہاں استجمار میں پہنچ گئے، علامہ کرمانیؒ کو تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ انہوں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ امام بخاریؒ نے ابواب کے درمیان کوئی ترتیب نہیں رکھی لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے بڑی اچھی ترتیب رکھی ہے۔ یہ باب بھی بے ترتیب اور بے محل نہیں ہے۔ بلکہ یہ باب در باب ہے اور باب در باب کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کوئی باب منعقد فرماتے ہیں اور اس کی روایات کے درمیان کوئی لفظ اہم ہوا کرتا ہے۔ یا کوئی خصوصیت ہوتی ہے۔ تو اس پر تنبیہ فرمانے کے لئے باب باندھ دیتے ہیں۔ ورنہ وہ کوئی مستقل باب نہیں ہوتا کیونکہ باب سابق کی روایت میں استجمار کا ذکر بضمن ومن استجمر فلیوتر تھا اس لئے اس پر باب باندھ لیا اور اس باب کو باب سابق سے یہ مناسبت ہے کہ جب استجمار کے اندر ایتار ہے تو استنثار کے اندر بطریق اولیٰ ہوگا۔ اذا استیقظ احدکم من نومہ یہاں اشکال یہ ہے کہ من نومہ کی قید کیوں لگائی۔ کیونکہ ہر شخص اپنی ہی نوم سے بیدار ہوتا ہے دوسرے کی نوم سے بیدار نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس سے صرف مخاطبین مراد ہیں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ ان کی نوم ناقض للوضوء نہیں ہے۔ داہریہ کی رائے یہ ہے کہ پانی میں بغیر ہاتھ دھوئے ہاتھ ڈالنا جائز نہیں اگر ڈال دیا تو پانی ناپاک ہوگا ایسی ظاہریہ کی یہ رائے ہے کہ اگر پیشاب ماء راکد (کھڑے پانی) میں ڈال دے تو پاک رہے گا اگر اس میں کوڑے تو ناپاک ہوگا اور یہاں یہ ہے کہ اگر ہاتھ نہ دھویا تو ناپاک ہو جائے گا۔ جمہور کے نزدیک ہاتھ دھونا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس لئے کہ ہاتھ سوتے وقت بالیقین پاک تھا اور سونے کے بعد اس کے دھونے کے امر کو ایک امر موہوم پر معلق فرمادیا۔ جو کسی شیئی موہوم پر معلق ہو وہ واجب نہیں ہوتا فان الیقین لا یزول بالشک ظاہریہ کی طرف سے اعتراض کیا گیا۔ کہ تم یہ کہتے ہو کہ سونے سے وضو ٹوٹ

جائے گا اس لئے کہ خروج ریح کا احتمال ہے۔ تو یہاں ایک امر محتمل پر وضو کو واجب کرتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وضو من النوم کی وجہ خود حضور پاک کی حدیث میں مذکور ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ العینان وکاء استہ (آنکھیں سرین کا بندھن ہیں) اور جب آدمی سو جاتا ہے تو وہ بندھن کھل جاتا ہے اور جب بندھن کھل گیا تو احتمالِ خروج نہیں بلکہ مظنۂ خروج ہے۔ لہٰذا یہاں ظن غالب یہ ہے کہ وضو ٹوٹ گئی اس لئے ہم نے وضو من النوم کو واجب قرار دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دونو جگہ فرق ہے اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا غلط ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلعم نے جو غسل یدین کا امر بعد الاستیقاظ فرمایا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ سونے کے وقت یہ احتمال ہے کہ انتشارِ ذکر ہو۔ پھر دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا ہاتھ وہاں تک پہنچ جائے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے خروج مذی ہو جائے اور وہ اس کے ہاتھ پر لگ جائے۔ تو یہاں ہاتھ کا ناپاک ہونا تین امور کے احتمال پر موقوف ہے۔ ایک انتشار ایک ہاتھ کا وہاں تک پہنچنا۔ اور ایک مذی کا خروج تب کہیں جا کر ہاتھ ناپاک ہوگا۔ تو جب یہاں درمیان میں دو تین احتمال پیدا ہو گئے تو اس احتمال کا درجہ بہت اھون ہو گیا بخلاف نوم کی حالت کے کہ وہاں خروج ریح کا احتمال کسی اور امر کے پیدا ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ تو وہ احتمال اقویٰ ہے جس کو غلبہ وظن سے تعبیر کیا جاتا ہے اس وجہ سے وہاں وضو واجب ہے اور یہاں وضو واجب نہیں۔ اب یہاں ایک مسئلہ اور ہے کہ غسل الیدین یہ جزو وضو ہے جس کا حکم آیت کے اندر ہے یا نہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جزء وضو نہیں ان کے نزدیک اس کے موافق احکام ہوں گے۔ وہ یہ کہ بسملہ اس غسل کے بعد ہوگا۔ اور وضو کی نیت بھی بعد میں ہوگی۔ اور اگر غسل الوجہ کے بعد یہ سوچ کر کہ اتنا ہاتھ تو دھو چکا ہوں۔ لہٰذا باقی پر اکتفا کر لیں تو یہ کافی نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اسے جزء وضو کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک بسملہ اس غسل کے قبل اور نیت بھی جن کے یہاں نیت ضروری ہے۔ جو لوگ اسے جزو نہیں مانتے وہ حدیث باب میں ورود کی بنا پر کہتے ہیں اور جو جزو قرار دیتے ہیں۔ وہ احتمالِ نجاست کے عارض کی وجہ سے تقدم مانتے ہیں جیسے غسل وجہ فرض ہے اور مضمضہ استنشاق مکملات میں سے ہونے کی وجہ سے سنت ہیں لہٰذا اس کو بعد ہونا چاہیئے لیکن چونکہ وضو اس پانی سے ہوتا ہے۔ جو پاک ہے اور اس کی پاکی یہ ہے کہ اس کے رنگ و بو اور مزہ میں فرق نہ آئے۔ تو رنگ آنکھ سے معلوم ہوگا اور اس کا مزہ مضمضہ سے اور بو استنشاق سے معلوم ہوگی۔ پھر اس کے بعد فرض الوضو شروع ہوگا۔ فانہ لایدری این باتت یدہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اہل عرب کا دستور

لنگی باندھنے کا تھا۔ اور ذکر انسان قائم اللیل مشہور ہے۔ رات کو اس میں انتشار ہو کر استادگی ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات بحالت استادگی وہاں ہاتھ پہنچ جاتا ہے اور اس وقت میں منی نکل جانے کا احتمال ہے اس لئے دھونے کا حکم فرمایا کیونکہ اگر ہاتھ پر کچھ لگا ہوا ہو گا تو پانی اگر قلیل ہوا تو ناپاک ہو جائے گا اور مالکیہ کے ہاں چونکہ ماء قلیل اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کا رنگ، بُو اور مزہ نہ بدل جائے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ علت نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر نظافت پر مبنی ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ رات کو ہاتھ کہیں گیا ہو اور کھجلایا ہو اور اس پر کچھ قبل (پیشاب گاہ) لگا ہو۔ اور وہ ہاتھ پانی میں پڑ جائے تو نظافت نہیں رہے گی۔ غور سے سنو! رسول اللہ صلعم نے جب کہ الفاظ میں تصریح فرما دی۔ اور ذرا بھی شرم نہیں فرمائی اور میں سمجھتا ہوں کہ حضور انور صلعم سے بڑھ کر کوئی حیادار نہیں ہو سکتا۔ تو میں کون ہوتا ہوں جو شرماؤں لہٰذا میں بھی تصریح کئے دیتا ہوں کہ یہاں جمہور نے جو وجہ بیان فرمائی کہ غسل الیدین کا حکم احتمال تلوث بالمذی کی وجہ سے ہے اس پر میرے حضرتؒ جب مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبد الغنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اوائل نسائی میں یہ روایت ہے اس کو پڑھا۔ اور کتب حدیث کی اوائل پڑھ کر اجازت لی تو اس وقت حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ سے اشکال کیا۔ کہ ہاتھ کو محض تلوث کی بنا پر دھونے کا حکم ہے تو پاجامہ کی میانی ہر وقت پاس رہتی ہے وہاں نجاست کا زیادہ احتمال ہے تو پھر اس کے دھونے کا حکم کیوں نہیں فرمایا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ پاجامہ کی نجاست لازم ہے۔ اگر متحقق ہو جائے کہ لگی ہے تو ایک دو وقت کی نماز لوٹا لے بخلاف نجاست ید کے کہ وہ متعدی ہے کیونکہ اگر ہاتھ ناپاک ہونے کی صورت میں پانی میں پڑ گیا۔ تو جتنے لوگوں نے اس سے وضو کی ہو گی۔ سب کی نماز باطل ہو گی۔ اور جہاں جہاں اس پانی کی چھینٹیں گئیں وہ بھی ناپاک ہو گا لہٰذا اس سبب سے ہاتھ کے دھونے کا حکم فرمایا۔

باب غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ۔

ترجمہ، باب دونوں پاؤں کے دھونے کے بارے میں اور یہ کہ قدمین پر مسح نہ کیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۶۰ حَدَّثَنَا مُوسٰی الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِیْ سَفْرَۃٍ فَأَدْرَکَنَا وَقَدْ أَرْھَقْنَا الْعَصْرَ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰی أَرْجُلِنَا فَنَادٰی بِأَعْلٰی صَوْتِہٖ وَیْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ أَوْ ثَلٰثًا۔

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جناب نبی اکرم صلعم ہم سے

پیچھے رہ گئے۔ پھر آپؐ نے ہمیں اس حال میں آکر پالیا کہ ہمیں عصر کی نماز نے مشقت میں ڈال دیا تھا یعنی اس میں تاخیر ہو رہی تھی۔ چنانچہ ہم اس طرح وضو کر رہے تھے کہ اپنے پاؤں پر ہلکا پانی بہا رہے تھے۔ تو آپؐ نے اونچی آواز سے پکار کر فرمایا کہ ان ایڑیوں کے لئے جہنم کی ہلاکت ہے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بھی بظاہر بے جوڑ ہے اس لئے کہ استنثار کے بعد تو استجمار کرنے چلے گئے تھے اور پھر غسل رجلین شروع کر دیا۔ مگر اس میں کوئی تنافر نہیں بلکہ بہت عمدہ مناسبت ہے وہ یہ کہ امام بخاریؒ نے تنبیہ فرما دی کہ اگر کوئی ناک میں پانی نہ ڈالے بلکہ یوں ہی ہاتھ تر کر کے ناک صاف کرے تو سنت حاصل نہ ہوگی جس طرح کہ غسل رجلین ضروری ہے۔ مسح کافی نہیں ہوگا۔ روایۃ الباب باب رفع الصوت بالعلم میں گذر چکی ہے اور یہ ترجمہ شارحہ ہے۔ ترجمہ شارحہ کہتے ہیں کہ جس جگہ روایت کسی جملہ کے معنی میں اجمال ہو تو ترجمہ اس کو واضح کر دے۔ تو یہاں روایت کے اندر آیا کہ نمسح علی ارجلنا اس کے معنی میں اجمال ہے تو ترجمہ شارحہ نے بتلا دیا کہ یہاں مسح کے حقیقی مراد نہیں بلکہ مسح سے مراد غسل ہے اور اس سے روافض پر رد ہو گیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک رجلین کا وظیفہ غسل نہیں بلکہ مسح ہے۔ اب یہ کہ اس ترجمہ سے کیا مناسبت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شریعت کے احکام میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی بلکہ جیسے ہم ان کے مامور ہیں۔ اسی طرح ہم کو کرنا ہے۔ لہٰذا اگر شریعت نے کسی کا وظیفہ غسل بالماء رکھا ہے۔ تو ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم یہ سوچ کر کہ مقصود انقاء اور صفائی ہے لہٰذا کپڑے سے ہی انقاء کر لیں جب یہ امر اپنی جگہ پر ہے تو اب پہلے باب کے اندر استنثار کا ذکر تھا اس پر مصنفؒ نے اس باب سے تنبیہ کر دی کہ اس ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے صرف کپڑے سے ناک پونچھ لینا استنثار نہیں ہے جیسے رجلین کا وظیفہ شریعت نے غسل بتلایا ہے۔ لہٰذا اس کا پانی سے پونچھ لینا کافی نہیں اور علامہ عینیؒ نے یہ توجیہ کی ہے۔ کہ ناک بدن میں ایک جانب ہے اور پیر بدن میں دوسری جانب ہیں اس لئے ناک کے بعد قدم کا وظیفہ بتلا دیا۔

باب، اَلْمَضْمَضَۃِ فِی الْوُضُوْءِ قَالَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ، وضو میں کلی کرنا اس کو ابن عباس اور عبداللہ بن زیدؓ نے جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۱ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّہٗ رَاٰی عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰی یَدَیْہِ مِنْ اِنَائِہٖ فَغَسَلَہُمَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَدْخَلَ

يَمِينَهُ فِي الْوَضُوْءِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت حمران مولا عثمان رضؓ نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے پانی منگا یا پھر اس کے برتن سے اپنے دونو ہاتھوں پر پانی انڈیلا اور دونو ہاتھوں کے تین مرتبہ دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ پانی میں داخل کیا۔ کلی کی۔ ناک میں پانی دیا پھر ناک کو جھاڑا پھر اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا اس طرح دونو ہاتھوں کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر ہر پاؤں کو تین مرتبہ دھویا پھر فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کو اپنے اس وضو کی طرح وضو کرتے دیکھا اور فرمایا کہ جس نے میرے اس جیسے وضو جیسا وضو کیا پھر دو رکعتیں تحیۃ الوضوء ادا کی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات چیت نہ کی تو اس کے سب پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میں نے بیان کیا تھا کہ مضمضہ میں بنسبت استنشاق تاکید کم تھا اس لئے اس کو مؤخر فرما دیا۔

باب غَسْلِ الْأَعْقَابِ وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ۔

ترجمہ، جوتوں کے اندر بھی پاؤں کو دھونا چاہیئے۔ جوتوں پر مسح نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۶۳ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ فَقَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَاِنَّ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرۃ رض سے اس وقت سنا جب وہ ہمارے پاس سے گذر رہے تھے اور لوگ لوٹے سے وضو کر رہے تھے۔ فرمایا وضو مکمل کرو۔ کیونکہ جناب ابو القاسم محمد صلعم فرماتے تھے۔ ایڑیوں کے لئے جہنم سے ہلاکت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہاں بھی اشکال ہے کہ مضمضہ کے بعد غسل الاعقاب میں کہاں پہنچ گئے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ غسل الاعقاب اور مضمضہ دونو وضو کے احکام میں سے

ہیں۔ کرمانیؒ نے تو کہہ دیا کہ امام بخاریؒ نے ترتیب ملحوظ نہیں رکھی میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے غرغرہ کے استحباب پر اس باب سے متنبہ فرمایا ہے۔ لیکن غرغرہ کے باب میں روایت امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہیں تھی۔ تو اسے اپنی دقیق نظری سے ایک دوسری طرح ثابت فرمادیا۔ وہ یہ کہ غسل الرجلین فرض ہے اور اعقاب مؤخر رجلین ہیں۔ اور حضور اقدس صلعم نے اعقاب کے دھونے میں بڑی تاکید فرمائی ہے ویل للاعقاب من النار فرمایا۔ اسی طرح مضمضہ سنت ہے اور غرغرہ مؤخر فم میں ہوتا ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب استیعاب فرض میں فرض ہوا۔ تو سنت کے اندر استیعاب سنت کیوں نہ ہوگا۔ وکان ابن سیرین الخ اس سے بھی میرے قول کی تائید ہوتی ہے کہ اعضاء وضو کو اچھی طرح پانی پہنچانا چاہیئے

بَاب غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ۔

ترجمہ، جوتوں کے اندر بھی پاؤں کو دھونا چاہیئے جوتوں پر مسح نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۶۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَاَيْتُكَ تَصْنَعُ اَرْبَعًا لَمْ اَرَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَاَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَاَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَاَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَاَيْتُكَ اِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهَلَّ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ اَنْتَ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَمَّا الْاَرْكَانُ فَاِنِّي لَمْ اَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَاَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَاِنِّي رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّاُ فِيهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا وَاَمَّا الصُّفْرَةُ فَاِنِّي رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَاِنِّي اُحِبُّ اَنْ اَصْبُغَ بِهَا وَاَمَّا الْاِهْلَالُ فَاِنِّي لَمْ اَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبید بن جریج تابعیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمٰن میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے۔ جو آپ کے دوسرے ساتھیوں میں سے

کسی کو ایسے کرتا نہیں دیکھا۔ انہوں نے پوچھا اے ابن جریج وہ کون سی باتیں ہیں میں نے عرض کی کہ میں نے آپؓ کو سوائے رکن یمانین کے کسی رکن کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا اور آپ کو میں نے دیکھا کہ آپ بال اترے ہوئے جوتے پہنتے ہیں۔ اور اپنی بالوں کو زردی سے رنگتے ہیں اور آپ کو میں نے دیکھا آپ جب مکے معظمہ میں ہوتے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ ہلال ذی الحجہ دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں۔ اور آپ اس وقت تک احرام نہیں باندھتے جب تک یوم ترویہ یعنی ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ نہ ہو جائے تو حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ ارکان کا چھونا ہے سو میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو سوائے ان دو رکن یمانی کے کسی کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا۔ رہ گئی نعال سبتیہ تو میں نے آنحضرت رسول اللہ صلعم کو ایسے جوتے پہنتے دیکھا ہے جس میں بال نہیں ہوتے تھے۔ اور مجھے بھی یہ پسند ہے کہ میں بھی ایسے جوتے پہنوں لیکن زردی رنگ سو میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو اسی زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو مجھے یہ اسی سے کپڑا رنگنا پسند ہے جہاں تک احرام باندھنے کا تعلق ہے سو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپؐ کی اونٹنی آپ کو اٹھا کر چلتی۔

تشریح از شیخ زکریا علماء کے نزدیک اس غسل رجلین فی النعلین کا مطلب یہ ہے کہ رجلین کو نعلین سے نکال کر دھوتے یہ باب بھی بظاہر بے جوڑ ہے۔ مگر میرے نزدیک مناسبت یوں ہے۔ کہ یہ بھی مضمضہ کے باب کا تکملہ ہے اگر کوئی منہ میں پان لئے ہوئے ہو اور اس کو منہ میں ایک طرف کرکے کلی کرے تو یہ کافی نہ ہو گا جیسے کہ نعلین کے اندر غسل کافی نہیں بلکہ نکالنا ضروری ہے۔ رأیتک لا تمسّ من الارکان الخ کعبہ کی چار جانب ہیں جو مشرق اور شمال میں ہے اس میں حجر اسود ہے اور مشرق اور جنوب کی جانب ہے۔ اسے رکن یمانی کہتے ہیں جو مغرب اور جنوب کی جانب ہے اسے رکن عراقی کہتے ہیں اور جو مغرب اور شمال کی جانب ہے اسے رکن شامی کہتے ہیں اس کی شکل اس طرح ہے۔

شامی — مغرب — حطیم — عراقی
شمال — جنوب
حجر اسود — مشرق — رکن یمانی

حجر اسود اور رکن یمانی دونوں رکنین یمانین کہتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک حجر اسود کی تقبیل اور رکن یمانی کا استلام ہو گا۔ اور بعض صحابہ جیسے حضرات امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے ہے کہ استلام رکن یمانی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ ہر رکن کا استلام ہو گا مگر جمہور کا مذہب وہی اولیٰ ہے اور وہی ائمہ اربعہ کا بھی ہے۔ یہ اختلاف سلف میں تھا۔ اب کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تو ابن جریج نے یہ

اعتراض کیا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم صرف رکنین یمانیین کا استلام کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو انہی دو کا استلام کرتے دیکھا ہے۔ درحقیقت رکن شامی اور رکن عراقی کوئی مستقل رکن نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک دیوار ہے۔ رکن کہیں حطیم میں ہوگا چونکہ حطیم باقی ہے اس لئے بظاہر یہی رکن ہے حقیقتاً نہیں تلبس النعال السبتیة الخ عرب میں تمدن تو تھا نہیں وہاں اونٹ کو ذبح کیا اور اس کی تھوڑی سی کھال لے کر اسی میں رسی ڈال دی اور یہی ان کا جوتا ہوگیا۔ بال وغیرہ نہیں اتارتے تھے۔ اور حضور اقدس صلعم کے پاس بادشاہوں کے یہاں سے جو تحائف آتے تھے۔ ان میں عمدہ بلا بال کے جوتے آتے تھے۔ حضور انور صلعم ان کو پہنتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ آپ کے کثیر الاتباع تھے تو جب شاگرد نے اعتراض کیا تو اس کا جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو نعال سبتیہ پہنے دیکھا ہے نعال سبتیہ ان جوتوں کو کہتے ہیں جن پر بال نہ ہوں۔ ورأیتک اذا کنت بمکة الخ یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہے ابن جریج نے اعتراض کیا کہ لوگ جب ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں اور تم احرام نہیں باندھتے ابن عمرؓ نے فرمایا فانی لم ار رسول اللہ الخ یعنی میں اس لئے احرام نہیں باندھتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو ذی الحلیفہ میں دیکھا کہ جب آپ اونٹنی پر سوار ہو رہے تھے تو اس وقت احرام باندھا تھا۔ لہٰذا میں بھی جب اونٹنی پر سوار ہوتا ہوں۔ تو اس وقت احرام باندھتا ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم صلعم نے ذی الحلیفہ میں کب احرام باندھا تھا۔ حنفیہؒ و حنابلہؒ کے نزدیک مسجد میں نماز کے بعد اور شوافعؒ و مالکیہؒ کے نزدیک جب اونٹنی پر سوار ہوگئے۔ ان چاروں اشکالوں کو اور ذرا تفصیل سے سنو! ابن عمرؓ سے معترض نے چار اعتراض کئے۔ اوّل یہ کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم صرف رکنین یمانیین کا استلام کرتے ہو۔ بخلاف اور صحابہ کے صحابہ کرام میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جیسے حضرت امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ ارکان اربعہ بیت اللہ کا استلام کرتے تھے۔ اور بہت سے صحابہ صرف رکنین یمانیین کا کرتے تھے جن میں حضرت ابن عمرؓ بھی تھے۔ اب یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ اس میں اب کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صرف رکنین یمانیین کا استلام کیا جائے گا یعنی حجر اسود کی تقبیل اور رکن یمانی کا استلام کیا جائے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو صحابہ ارکان اربعہ کے استلام کے قائل ہیں۔ وہ بطور قیاس کے کہتے ہیں کہ لیس شیئ من البیت مهجوراً یہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مشہور ہے۔ اور جو صرف رکنین یمانیین کے علاوہ دوسرے دو ارکان فی الواقع ارکان ہی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ارکان تو کہیں حطیم میں ہوں گے۔ اگر

حطیم کعبہ میں داخل ہوتا پھر وہ ارکان فی الواقع ہوتے ورنہ وہ تو مجبوری کی بنا پر ارکان ہیں۔ کیونکہ ان کے درے حطیم واقع ہے۔ جو جزو کعبہ ہے۔ دوسرا اعتراض اس نے یہ کہا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ سبتی جوتے پہنتے ہیں سبتی وہ جوتا کہلاتا ہے جس پر سے بال اترے ہوئے ہوں۔ چونکہ عرب میں تمدن نہ تھا اس لئے اونٹ بکری ذبح کی اور اس کی کھال کو خشک کیا اور کاٹ کر اس میں تسمے لگا لئے بس یہی ان کے جوتے ہوتے تھے اور حضور اقدس صلعم کے پاس بادشاہوں کے پاس سے عمدہ عمدہ سبتی جوتے بطور ہدایا آتے تھے حضور اقدس صلعم ان کو پہنتے تھے، اور پہننا بھی چاہیئے کہ اللہ کی نعمت تھی۔ صحابہ کرام حضور اقدس صلعم کی ان چیزوں میں ایسی (دیکھا دیکھی) نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنا ویسے ہی پہنتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض چونکہ بڑے شدید الاتباع تھے اس لئے وہ جہاں سے بھی ملتا اس کو منگواتے اور پہنتے بہرحال معترض کے جواب میں یہی کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو سبتی جوتے پہنے دیکھا ہے۔ تیسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ میں دیکھتا ہوں آپ زرد رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ انھوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو زرد رنگ کا کپڑا پہنتے دیکھا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلعم کا عمومی لباس زرد رنگ کا نہیں تھا بلکہ کبھی پہن لیا ہوگا حضرت ابن عمر رض نے دیکھ لیا اور اسی کو اختیار فرما لیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حضور اقدس صلعم زرد رنگ میں اپنے کپڑوں کو رنگا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ چونکہ حضور اقدس صلعم مہندی کا خضاب کرتے تھے اس کا زرد رنگ لگ جاتا تھا اس کو ابن عمر رض نے دیکھ لیا چوتھا اعتراض یہ کیا کہ لوگ تو اول ذی الحجہ سے احرام باندھ لیتے ہیں۔ اور آپ نہیں باندھتے۔ جب تک یوم الترویہ نہ ہو یہ اعتراض اس لئے کیا گیا کہ حضرت عمر رض نے اپنے زمانہ خلافت میں مکے والوں کو حکم دے دیا تھا کہ یکم ذی الحجہ کو احرام باندھ لیا کریں کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ لوگ باہر سے تو احرام باندھ کر آئیں۔ اور اہل مکہ مخیط (سلے ہوئے) کپڑے پہنے پھرتے رہیں تو لوگ حضرت عمر رض کے امتثال امر میں اول ذی الحجہ کو احرام باندھ لیتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رض آٹھ ذی الحجہ یوم الترویہ میں جب منیٰ کے لئے اونٹنی پر سوار ہو کر جانے لگتے ہیں اس وقت باندھتے تھے حضرت ابن عمر رض نے اس کا جواب دیا کہ میں نے جناب نبی کریم صلعم کو دیکھا ہے حضور صلعم نے اس وقت احرام باندھا ہے۔ جبکہ اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ حضور اقدس صلعم جب مدینہ سے حج کو تشریف لے چلے تو ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا۔ اور مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی حنفیہ رح اور حنابلہ رح کے نزدیک تو حضور اکرم صلعم نے ان دو رکعتوں کے بعد احرام مسجد ہی میں باندھ لیا تھا

اور حضرت ابن عمرؓ کی تحقیق یہ ہے کہ جب اونٹنی پر سوار ہو گئے تو اس وقت باندھا جیسا کہ شوافع اور مالکیہ کہتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک جب میدان بیداء پر چڑھے اس وقت باندھا یہ تینوں قول صحابہؓ کے ہیں اور حضور اکرم صلعم کے احرام باندھنے میں تینوں طرح کی روایات ہیں جن میں ایک رائے ابن عمرؓ کی یہ ہے کہ آپ نے اس وقت احرام باندھا جبکہ اونٹنی پر سوار ہو گئے اور کہتے ہیں اونٹنی پر اس وقت سوار ہوتے ہیں جبکہ منیٰ کو جانے لگتے ہیں اور یہ ذہاب یوم الترویہ میں ہوتا ہے۔ یہ چاروں رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے تھے لیکن جب دوبارہ قریش نے بیت اللہ کی بناء قائم کی تو مالِ حلال کے کم ہونے کی وجہ سے بیت اللہ کو اس کی قدیمی بنیاد پر نہ بنا سکے بلکہ ایک حصہ چھوڑ کر کے اس کو بنا دیا اور باقی حصے کے اردگرد ایک دیوار علامت کے طور پر کھینچ دی۔ جس کو حطیم کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلعم کے زمانے میں چونکہ قریش والی بنا تھی۔ تو اس کے دو رکن تو قدیم تھے ایک حجر اسود والا اور ایک رکن یمانی اور باقی دو رکن قدیم بناء والے نہیں رہے تھے تو حضور اکرم صلعم کے زمانہ میں طواف کے وقت صرف دو رکنین یمانیین حجر اسود اور ایک رکن یمانی کا استلام فرماتے تھے۔ اب یہ اجماعی مسئلہ بن گیا کہ شامی اور عراقی میں استلام وغیرہ کچھ نہیں اس لئے کہ وہ حقیقۃً اس کے کونے نہیں ہیں۔

باب التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ ترجمہ غسل اور وضو میں دائیں طرف کو اختیار کرنا۔

حدیث نمبر ۱۶۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُنَّ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا۔

ترجمہ، حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ان کی بیٹی کے غسل کے وقت ان سے فرمایا کہ اس کی دائیں اطراف اور وضو کی جگہوں سے شروع کریں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ روافض کہتے ہیں کہ وضو میں دائیں طرف سے شروع کرنا واجب ہے اور ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ مستحب ہے اور بعض حضرات نے امام شافعیؒ و احمد سے وجوب نقل کر دیا یہ غلط ہے اب یہاں اشکال ہے کہ یہ باب بالکل شروع میں ہونا چاہیئے تھا۔ اب جبکہ استنشاق مضمضہ غسل الوجہ ولرجلین سب کچھ ہو گیا تو اب تیمن کی سوجھی مگر میرے نزدیک یہ باب بالکل برمحل ہے وہ اس طرح کہ وضو میں تیامن ہاتھ اور پاؤں دونوں میں ہوتا ہے۔ لیکن ہاتھ کے تیامن کے متعلق انہوں نے کوئی باب نہیں باندھا اس وجہ سے نہیں کہ ان کے پاس کوئی روایت نہیں تھی۔ بلکہ اس وجہ سے

کہ ہاتھوں کے مناسب ان کی شان کے مطابق کوئی ترجمہ نہ مل سکا۔ لیکن رجلین کا باب ذکر کر کے اس کے بعد تیامن کا ذکر شروع فرمادیا کہ اس میں تیامن کرنا چاہیئے۔ اور غسل کو تبعاً ذکر فرمادیا۔ ابداً ت بمیامنہا یہ اگرچہ غسل میں ہے مگر چونکہ غسل اور وضو میں کوئی فرق نہیں اس لئے دونوں کا تیامن ثابت ہو گیا۔

حدیث نمبر ۱۶۵ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَطُهُوْرِهٖ فِي شَأْنِهٖ كُلِّهٖ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم کو دائیں طرف سے شروع کرنا جوتا پہننے میں اور کنگھا کرنے میں اور وضو میں بلکہ تمام حالتوں میں پسند تھا۔

تشریح از شیخ مدنی رح شان کے معنی خطب اے امر عظیم کے آتے ہیں۔ اور حال کو بھی شان کہتے ہیں مطلق امر و حال کے معنی بھی آتے ہیں۔ اس جگہ شان کے معنی امور مقصودہ بالذات ہیں اور دوسرے وہ ہوتے ہیں مسجد میں داخل ہونا مقصود بالذات نہیں وضو کرنا مقصود بالذات ہے۔ استنجا کرنا مجبوری کی وجہ سے تو جو امور مہمہ تھے ان میں آپ تیمن کو محبوب سمجھتے تھے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ کبھی اضافہ کی وجہ سے اس کی اہمیت اعتبار کی جاتی ہے، جیسے غلام سلطان حاضر تو ایسے جس امر کا انتساب آپ کی طرف ہوگا۔ ان سب میں تیمن پسندیدہ ہوگا۔ اور جو کسی ضرورت کی بنا پر ہیں ان میں تیمن ضروری نہ ہوگا اور ایک حقیر انسان کی طرف نسبتہ کرنے میں حقارت پیدا ہوتی ہے تو جن امور کی نسبت آپ کی طرف کر دی گئی۔ ان کے اندر عظمت ہو گی۔

باب اِلْتِمَاسِ الْوُضُوْءِ اِذَا حَانَتِ الصَّلٰوةُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوْجَدْ فَنَزَلَ التَّيَمُّمُ۔

ترجمہ، باب ہے اس بارے میں کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو پانی تلاش کرنا اور عائشہ رض فرماتی ہیں کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پانی تلاش کیا گیا تو نہ ملا بس تیمم کا حکم نازل ہوا۔

حدیث نمبر ۱۶۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوُضُوْءَ فَلَمْ يَجِدُوْا فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ الْاِنَاءِ يَدَهٗ وَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَّتَوَضَّئُوْا مِنْهُ قَالَ فَرَاَيْتُ

الْمَآءَ يَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِهٖ حَتّٰى تَوَضَّأُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو دیکھا جبکہ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ لوگوں نے پانی ڈھونڈھا جو نہ ملا۔ تو حضور رسول اکرم صلعم کی خدمت میں کہیں سے تھوڑا سا پانی لایا گیا۔ آپ رسول اللہ صلعم نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھ دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں تو حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پانی کو دیکھا کہ وہ آپ کی انگلیوں کے نیچے سے اُبل رہا ہے یہاں تک کہ سب نے وضو کر لیا

تشریح از شیخ زکریاؒ ہمارے نزدیک اس کی مناسبت یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے مغسولات کو یکجا کر دیا۔ چنانچہ غسل الوجہ، غسل الرجلین سب بیان کر چکے۔ کیونکہ ان میں پانی کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے بخلاف مسح کے کہ اس میں تھوڑا سا پانی کافی ہے۔ کیونکہ غسل اسالۃ الماء کو کہتے ہیں اور مسح اصابۃ الماء کو اور اصابۃ چند قطروں سے بھی حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے التماس الماء کو مغسولات کے بعد ذکر فرمایا۔ ممسوحات کے بعد نہیں رکھا کیونکہ وہاں اتنی ضرورت نہیں۔ التماس ماء کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہیں کسی جگہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہاں پانی نہیں ملتا۔ تو حنفیہؒ کے نزدیک التماس الماء ضروری نہیں۔ اور حضرت امام شافعیؒ کے یہاں وقت نماز داخل ہونے کے بعد تلاش کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہیں سے مل جائے اور یہی امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں پہلے سے معلوم ہے کہ یہاں پانی نہیں ہے تو پھر کیا ضرورت ہے۔ تلاش میں وقت ضائع ہوگا۔ وَقَالَتْ عَائِشَۃُ حضرت عائشہؓ کے ہار کھو جانے والا واقعہ ہے۔ اس سے امام بخاریؒ نے استدلال کیا کہ دیکھو وقت صلوٰۃ صبح کے بعد التماس ماء کیا۔ حنفیہؒ کہتے ہیں کہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلعم کو پہلے سے اس کا بھی علم تھا کہ یہاں پانی نہیں ہے۔ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم یہ پانی کا معجزہ حضور اقدس صلعم سے متعدد مرتبہ پیش آیا لیکن یہ واقعہ غزوہ حدیبیہ کا ہے۔ حضور اقدس صلعم کو اطلاع کی گئی کہ ایک کنویں سے پانی لیا کرتے تھے۔ وہ بھی خشک ہو گیا۔ اس پر حضور اقدس صلعم نے پانی تلاش کروایا۔ تھوڑا سا کہیں سے مل گیا۔ حضور اقدس صلعم نے اس میں ید مبارک ڈال دیا۔ اور انگشتان مبارک سے پانی کا فوارہ اُبلنے لگا۔ صحابہ کرامؓ نے خود سیر ہو کر پیا۔ جانوروں کو پلایا اور مشکیزے وغیرہ بھر لئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلعم کا یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے افضل ہے انہوں نے پتھر پر لکڑی ماری۔ اور اس سے بارہ چشمے اُبل پڑے

اور پتھر سے پانی نکلنا زیادہ عجیب نہیں کیونکہ پہاڑوں سے پانی نکلتا رہتا ہے۔ اور چشمے ابلتے رہتے ہیں۔ البتہ گوشت سے پانی نکلنا زیادہ تعجب کی بات ہے، نوٹ التماس ماء کے مسئلہ میں امام بخاریؒ کا میلان امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف ہے اس لئے ترجمۃ الباب میں اذا حانت الصلوٰۃ کی قید لگائی ہے۔

باب الْمَاءِ الَّذِي يُغْسَلُ بِهِ شَعْرُ الْإِنْسَانِ وَكَانَ عَطَاءٌ لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا أَنْ يُتَّخَذَ مِنْهَا الْخُيُوطُ وَالْحِبَالُ وَسُؤْرِ الْكِلَابِ وَمَمَرِّهَا فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَغَ فِي إِنَاءٍ لَيْسَ لَهُ وَضُوْءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَقَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهِ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا وَهٰذَا مَاءٌ وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَيَتَيَمَّمُ۔

ترجمہ، باب ہے اس پانی کے بارے میں جس سے انسان کے بال دھوئے جائیں حضرت عطا ابن انسانی بالوں سے تاگے اور رسیاں بنانے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور کتوں کا جھوٹا اور ان کا مسجد سے گذرنا سب جائز ہیں۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب کتا کسی برتن سے پانی پی جائے اور اس پانی کے علاوہ اور کوئی پانی نہ ہو تو اس سے وضو کر سکتا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ فقہ تو یہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ یہ کتے کا جھوٹا پانی تو ہے لیکن دل میں اس کے بارے میں شک ہے۔ لہٰذا اس پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے جیسا کہ ماء مشکوک کا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۷ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہؓ سے کہا کہ ہمارے پاس جناب نبی اکرم صلعم کے بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انسؓ خادم رسول اللہ یا اس کے خاندان کی طرف سے پہنچے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس حضور اکرمؐ کے بالوں میں سے موجود ہونا یہ دنیا اور ما فیہا سے زیادہ پسندیدہ ہے،

تشریح از شیخ مدنیؒ "مصنفؒ مسئلہ میاہ میں امام مالکؒ کے ساتھ ہیں کہ الماء طہور لا ینجسہ شیئ إلا ما غیر ریحہ ولونہ وطعمہ او قال کسی باب میں آکر صراحتًہ کہے گا۔ مگر یہاں سے اس کی تمہید ڈالنا چاہتے ہیں۔ میت کا بال خواہ وہ میت شہید ہو یا اپنی موت مرا ہو۔ بحث اس میں ہے

کہ آیا میت کے اجزاء پاک ہیں یا نہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ ایسے اجزاء جن میں حیات حلول نہیں کرتی۔ مثلاً بال۔ سینگ، ہڈی، ناخن وغیرہ یہ سب پاک ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر انسانی بال کسی پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی ناپاک ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ بال میت کا ہو گا۔ مصنفؒ کوئی صریح بات نہیں کہتے عطا بن رباح کا قول نقل کرتے ہیں۔ کہ ان بالوں سے تاگے اور رسیاں بانٹنا جائز ہے۔ جس سے اس کی طہارۃ معلوم ہوتی ہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ جس میں دم (خون) حلول نہیں کرتا۔ وہ پاک ہے لیکن شعر انسان احترام کی وجہ سے ان سے کسی قسم کا نفع حاصل نہیں کرنا چاہیئے۔ مصنفؒ امام بخاریؒ سور کلب کو بھی پاک کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر کتا برتن سے پانی پی جائے اور کوئی پانی نہیں ملتا۔ تو اس سور کلب سے وضو کیا جا سکتا ہے اس طرح کتوں کا مسجد سے گذرنا جائز ہے یہ سب مسائل مصنفؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ امام مالکؒ کا مسلک ہے اور اس کے بعد امام زہری کا فتویٰ نقل کیا۔ جس کی تائید سفیان ثوریؒ نے کی۔ وفی النفس منہ شیئ یعنی اس کو مائینہ سے تو نہیں نکالا جا سکتا۔ مگر بعض احادیث سے ہمارے قلب میں شبہ پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ مشکوک کے حکم میں ہوا۔ ایسے پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے اس کے بعد دو حدیثیں ذکر کرتے ہیں پہلی حدیث میں ہے کہ آنحضرت نبی اکرم صلعم کے بال کی قدر و شرف اس قدر ہے کہ دنیا او ما فیہا سے بڑھی ہوئی ہے۔ اگر پانی ناپاک ہوتا تو اس قدر قدر و منزلت کیسے ہوتی

تشریح از شیخ زکریاؒ ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہے کہ جس پانی سے بال دھوئے گئے ہوں۔ وہ پاک رہتا ہے یا نہیں۔ یہاں اس باب کے اندر بھی اشکال ہے کہ التماس الماء کے بعد کیا مسئلہ شروع کر دیا شراح نے فرمایا ہے کہ چونکہ التماس الماء ذکر فرمایا تھا۔ اس لئے پانی کے اور مسائل بھی ذکر کر دیئے مگر میرے نزدیک یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ التماس الماء کی روایت میں گذرا ہے کہ حضور اکرم صلعم نے برتن میں ید مبارک ڈالا تھا۔ اور اس سے پانی اُبلتا تھا۔ اور انگلیوں میں بال ہوتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اس پر تنبیہ فرمانے کے واسطے کہ جس پانی میں بال پڑ جاوے وہ پاک ہے یا نہیں۔ یہ باب باندھ دیا۔ اس میں ائمہ ثلاثہ اور امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہے کہ پاک ہے اور حضرت امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ پانی ناپاک ہے۔ وکان عطاء لا یری بہ بأسا معلوم ہوا کہ وہ پانی جس میں بال ہو اگر نجس ہوتا تو اس سے انتفاع کیوں حاصل کرتے۔ امام زہریؒ کے نزدیک اگر اس کے علاوہ دوسرا پانی موجود ہے تو یہ پانی ناپاک ہے اس سے وضو جائز نہیں۔ اگر دوسرا پانی موجود نہیں تو وہ پاک ہے اس سے وضو

کرنا جائز ہے۔ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک یہ پانی مشکوک ہے۔ لہٰذا تیمم اور وضو دونو کرے۔ لان تکون عندی شعرۃ الخ ترجمہ الباب کا ثبوت اس جملہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایک ناپاک چیز دنیا و آخرت سے زیادہ محبوب کس طرح بن سکتی ہے۔

وسور الکلاب ممرھا فی المسجد یہ کوئی مستقل باب نہیں بلکہ چونکہ امام بخاریؒ کے نزدیک سب کا ایک حکم ہے۔ لہٰذا جب بال کی طہارت کا حکم بیان کیا تو سور الکلب کی طہارت کو ذکر فرما دیا۔ کیونکہ امام بخاریؒ کے نزدیک پانی کی نجاست کا مدار تغیر اور عدم تغیر پر ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا مذہب ہے۔ اگر تغیر ہو تو ناپاک ورنہ پاک ہے۔ اور شعور کے گرنے سے تغیر نہیں ہوتا اسی طرح دلوغ کلب سے بھی تغیر نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب وقوع شعور سے ناپاک نہیں ہوتا تو دلوغ کلب سے بھی ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی مناسبت سے شعور کے بعد دلوغ کلب کا ذکر فرما دیا سنوا سور کلب میں علماؒ کے چار مذہب ہیں۔ ایک ائمہ ثلاثہ جمہور کا کہ برتن اور پانی دونو ناپاک ہیں۔ اور دوسرا مالکیہ اور ظاہر یہ اور امام بخاری کا کہ پانی پاک ہے۔ اور برتن کے دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ اور تیسرا مذہب امام زہریؒ کا ہے۔ کہ پاک ہے بوقت الضرورۃ اور چوتھا سفیان ثوریؒ کا مذہب ہے کہ پانی مشکوک ہے۔ لہٰذا وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔ وقال سفیان ھذا الفقہ بعینہ یعنی امام زہریؒ نے جو فرمایا وہ عین فقہ کی بات ہے۔ کیونکہ تیمم کا حکم عدم وجدان ما کی صورت میں ہے۔ مگر چونکہ سور کلاب کی روایات اس کے معارض ہو رہی ہیں۔ لہٰذا طبیعت میں اس کی جانب سے شک ہو رہا ہے۔ لہٰذا تیمم اور وضو دونو کرے۔ لان تکون عندی شعرۃ منہ الخ اس سے امام بخاریؒ نے طہارت شعر پر استدلال کیا ہے کہ کیا ناپاک چیز بھی قابل تمنا ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں

حدیث نمبر ۱۶۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الخ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ رَاْسَہٗ کَانَ اَبُوْطَلْحَۃَ اَوَّلَ مَنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِہٖ۔

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلعم جب کبھی اپنے سر کے بال منڈواتے تھے تو حضرت ابو طلحہؓ پہلے شخص ہوتے تھے جو آنحضرت صلعم کے بال لے لیتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے تحلیق فرمائی اور ان بالوں کو تقسیم فرمایا۔ تو اگر بال ناپاک ہوتے تو آپ تقسیم کیوں کرتے۔ اگر شبہ ہو کہ شوافعؒ کے ہاں آنحضرت صلعم اس سے مستثنیٰ ہیں نجاست کا فتویٰ دوسرے لوگوں کے لئے ہے۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ آیا شوافعؒ آپ کا استثنا کرتے ہیں یا نہیں

چنانچہ علامہ عینیؒ کو اس بات پر بہت غصہ آیا کہ شوافعؒ اتنے گستاخ ہیں کہ آپؐ کے بال مبارک کو نجس کہتے ہیں۔ جس پر شوافعؒ علامہ عینیؒ کی قبر پر جاکر پیشاب کرتے تھے۔ اور علامہ عینیؒ کے جوتے ہیں شیخین کا نام لکھ کر رکھ دیا اور ان کو رافضی کہا کرتے تھے۔ اور کرازی کہتا ہے کہ شافعیہ لڑکی سے نکاح ناجائز ہے کیونکہ یہ لوگ مرتد ہیں۔ الحاصل مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جو حکم بقیۃ الناس کے بالوں کا ہے وہی حکم آپؐ کے بالوں کا بھی ہے۔ جیسے اور لوگوں کا بول و براز ناقض وضو ہے ایسے آپؐ کا بول و براز بھی ناقض ہے۔ ابھی تک مصنفؒ نے باب کو ختم نہیں کیا۔ لیکن کبھی مصنفؒ باب کے بعض اجزاء کو ثابت کرنے کے لئے مستقل باب درمیان میں لایا کرتے ہیں۔ تو یہاں بھی مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم سور کلب کی طہارت کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم بھی دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ امر تعبدی ہے تو اذا شرب الکلب فی الاناء کا باب تبعاً آگیا۔ اس کے بعد تین اشیاء کو احادیث سے ثابت کرتے ہیں

تشریح از شیخ زکریاؒ کان ابوطلحۃ اول من اخذ من شعرہ حضور اکرم صلعم نے حجۃ الوداع میں جب سر منڈوایا تو سب سے پہلے موئے مبارک حضرت ابوطلحہ کو دیئے۔ انہوں نے بطور تبرک کے صحابہؓ کے درمیان تقسیم کئے۔

باب اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ۔

ترجمہ باب ہے کہ جب کتا برتن سے پانی پی جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا۔

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی جائے تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب امام بخاریؒ نے بطور باب فی الباب کے یہاں ذکر فرما دیا اور بالاستقلال اہمیت کی وجہ سے ذکر فرما دیا۔ فی حد ذاتہ یہ کوئی مستقل باب نہیں ہے۔ باب سابق میں گذر چکا ہے اذا شرب الکلب فی اناء احدکم الخ روایات اس بارے میں مختلف ہیں۔ کسی میں سات مرتبہ کسی میں عفروا فی الثامنۃ بالتراب کہ آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجو۔ اور کسی میں تین مرتبہ۔ اسی اعتبار سے مذاہب آئمہ بھی مختلف ہو گئے۔ حنفیہؒ کے نزدیک جس طرح اور نجاستیں تین بار دھونے سے طاہر ہو جاتی ہیں اسی طرح

ولوغ کلب بھی تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ رہ گئیں سات اور آٹھ مرتبہ والی روایات تو احناف ؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کلب کے بارے میں حضور اکرم صلعم کے احکام مختلف ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ جبرائیلؑ کا واقعہ پیش آیا تو آپؐ نے سارے کتوں کے قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ اگر باہر سے کوئی کتا آجاتا۔ تو ہم اسے بھی قتل کر دیتے تھے۔ پھر تخفیف ہوئی اور حضور انور صلعم نے ارشاد اقتلوا الاسود البھیم کالے بھجنگے کو قتل کرو۔ اور تخفیف ہوئی تو فرمایا ومالی وللکلاب یعنی مجھے کتوں سے کیا غرض ہے اسی طرح ان کے سور کا حکم ہے۔ بالکل ابتداء میں جبکہ کتوں کے قتل کرنے کا حکم تھا۔ تو یہ بھی حکم تھا کہ ان کا جھوٹا آٹھ مرتبہ دھویا جائے اس کے بعد اقتلوا الاسود البھیم کے زمانے میں سات مرتبہ دھونے کا حکم ہوا۔ اور پھر مالی وللکلاب کے بعد تعضیب فی التامنہ کا حکم ہے کہ آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجھنا چاہیئے کیونکہ بہت ممکن ہے راوی نے دو الگ الگ زمانے کے احکام کو یکجا کر دیا ہو نیز احضرت ابوہریرہؓ جو سات مرتبہ دھونے کے راوی ہیں خود ان کا فتویٰ اس کے خلاف تین مرتبہ دھونے کا ہے

حدیث نمبر ۱۷۰ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا رَأَی كَلْبًا یَأْكُلُ الثَّرٰی مِنَ الْعَطَشِ فَاَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهٗ فَجَعَلَ یَغْرِفُ لَهٗ بِهٖ حَتّٰی اَرْوَاهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِیْبٍ ثَنَا اَبِیْ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِی الْمَسْجِدِ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَكُوْنُوْا یَرُشُّوْنَ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِكَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ حضرت نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک ایسے کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے تر مٹی کو کھا رہا تھا۔ تو اس آدمی نے اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعہ تھوڑا تھوڑا پانی نکال کر اسے سیر کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے جزا دی کہ اسے جنت میں داخل فرما دیا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کتے مسجد نبوی کے اندر آتے جاتے تھے لیکن لوگ ان میں سے کسی چیز کو نہیں دھوتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فاخذ الرجل خفہ اس سے مصنفؒ استدلال علی طہارۃ سور کلب کرتے ہیں کہ اگر سور کلب نجس ہوتا تو یہ شخص اپنے موزے میں پانی نہ پلاتا ورنہ خف بھی نجس ہوتا۔ حالانکہ

باری تعالی اس کو جزا دے رہے ہیں۔ کہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ اگر شبہ ہو کہ یہ تو شرائع من قبلنا میں سے ہے تو کہا جائے گا کہ شرائع من قبلنا قابلِ احتجاج ہوتے ہیں جبکہ ان کی مخالفت نہ ہو اگر یہ احتمال پیدا کیا جائے کہ ممکن ہے بے نمازی ہو یا کوئی برتن پاک نہ ہو۔ اس لئے ایسا کیا گیا تو یہ احتمالات بعیدہ ہیں جنہیں مصنفؒ نہیں مانتے اس کے بعد ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ مسجد نبوی میں کتے آتے جاتے تھے۔ اگر ان کا عرق و بدن نجس ہوتا تو پھر مسجد نجس کیوں نہ ہوئی اور اسے کیوں نہ دھویا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ فاخذ الرجل خفہ سے امام بخاریؒ طہارت سور الکلب پر استدلال فرماتے ہیں کہ بھلا کوئی اپنے خف کو ناپاک کرے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بھلا کوئی اپنے خف کی نجاست کے خوف سے یوں ہی اس کو مرنے دے گا۔ کانت الکلاب تقبل وتدبر الخ میں نے کہا کہ یہ مستقل باب نہیں ہے۔ بلکہ باب فی الباب ہے اس لئے اب دو خلجانوں سے نجات مل گئی۔ ایک تو یہ کہ باب سابق میں سور الکلاب اور ممرہا فی المسجد ذکر فرمادیا اور اس کی کوئی روایت ذکر نہیں کی اور دوسرے یہ کہ اس روایت میں شرب کلب کا کوئی ذکر نہیں اور ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے اس سے سور کلب کی طہارت پر اس طرح استدلال کیا ہو۔ کہ اگر یہ سور کلب ناپاک ہوتا تو مسجد کو ضرور دھویا جاتا اور جب نہیں دھوتے تھے تو معلوم ہوا کہ طاہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ کتوں کے آنے جانے سے مسجد ناپاک نہیں ہوتی بلکہ اس کا لعاب ناپاک ہے۔ آنے جانے سے اس کا کیا تعلق ؟ اور اس روایت کے اندر بتول کا ذکر نہیں ہے کہ کتے پیشاب کرتے تھے۔ اور جہاں بتول کا لفظ ہے وہاں اس کا جواب بھی آجائے گا اور یہ لفظ ابوداؤد کی روایت میں آتا ہے مجھ کو تو کوئی اشکال نہیں بلکہ یہ تو میرا استدلال ہے اس بات کے اندر کہ پیشاب خشک ہو جانے کے بعد زمین طاہر ہو جاتی ہے زکاۃ الارض یبسہا زمین کا سوکھ جانا اس کی طہارت کا باعث ہے

حدیث نمبر ۱۷۱ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى كَلْبٍ آخَرَ۔

ترجمہ، حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلعم سے شکاری کتے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تو اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑے اور وہ شکار کو مار ڈالے تو تم اس شکار کو کھا سکتے

ہو اگر وہ خود کھالے تو تم نہ کھاؤ۔ کیونکہ اسے اس نے اپنے لئے روکا ہے۔ میں نے دوبارہ عرض کی میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں تو اس کے ساتھ دوسرا کتا مل جاتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا نہ کھاؤ اس لئے کہ تم نے تو اپنے سدھائے ہوئے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اس دوسرے کتے پر تو نہیں پڑھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کہ کتے کے شکار کئے ہوئے کے کھانے کی اجازت دی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کا سور۔ عرق وغیرہ سب پاک ہیں اس لئے امام مالکؒ اس کے کھانے کی اجازت دیتے ہیں اور مالکیہ خوب دعوئیں کرتے ہیں مگر یہ دلائل کافی نہیں کیونکہ عدم ذکر سے ذکر عدم لازم نہیں آتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اذا ارسلت کلبك المعلم الخ یہ مسئلہ کتاب الصید والذبائح کا ہے اجمالی صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کلب معلّم کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا اس نے جاکر شکار مار لیا۔ تو اس کا کھانا جائز ہے۔ بشرطیکہ خود کتے نے اس شکار میں سے نہ کھایا ہو۔ اگر کھا لیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کلب معلّم نہیں ہے اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا کہ جب کتے کا شکار جائز ہے تو معلوم ہوا اس کا (جھوٹا) سور بھی طاہر ہے ورنہ کھانا کیونکر جائز ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ کھانا جو جائز قرار دیا گیا ہے۔ وہ گوشت کا ہے نہ کہ اس جگہ کا جہاں سے کتے نے دانت لگایا۔ اگر دانت لگے گوشت کا کھانا بھی جائز ہو۔ تو روایت پیش کریں قلت ارسلت کلبی الخ یہ اور مسئلہ ہے اس کی تفصیل تو کتاب الصید میں آئے گی۔ اجمالاً مسئلہ یہ ہے کہ کلب معلّم بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا اور اس کے ساتھ کوئی اور کتا لگ گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں اس لئے کہ بسم اللہ تو صرف اپنے کتے پر پڑھی گئی ہے اور یہ پتہ نہیں کہ کس کتے نے قتل کیا لہٰذا حلت و حرمت کا اجتماع ہو گیا پس حرمت راجح ہوگی۔ مغفرت والی روایت کا جواب ہماری طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ کسی شئے کا موجب ثواب ہونا امر آخر ہے۔ اور اس کا حکم دوسری حیثیت سے دوسرا ہو سکتا ہے مثلاً حرق اور غرق کو حضور اکرم صلعم نے شہادت قرار دیا ہے تو یہ دونو موجب ثواب ہیں لیکن دوسری حیثیت سے ان کا حکم دوسرا ہے۔ وہ یہ کہ حضور اکرم صلعم نے ان دونو سے پناہ مانگی ہے تو معلوم ہوا ان کی دو حیثیتیں ہیں۔ اور ہر حیثیت کا حکم الگ الگ ہو گا۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے والدین اس کو اثنائے نماز کے لئے آواز دیں تو اس پر نماز کے اندر ہی اجابت واجب ہے لیکن اس کی نماز اجابت سے فاسد ہو جائے گی۔ یہاں بھی دو حیثیتیں ہیں ایسے ہی سور کلب کی دو حیثیتیں ہیں اور ہر حیثیت کا حکم الگ الگ ہو گا۔ ایک حیثیت سے اگر وہ موجب مغفرت بن جائے تو دوسری حیثیت سے وہ ناپاک بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایک جواب اس کا یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس حدیث

سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ اس رجل نے اس موزے سے پانی پلایا ممکن ہے کوئی گڑھا وغیرہ ہو اور اس کے اندر پانی جمع کیا ہو اور اگر موزے سے پلایا بھی ہو تو یہ کہاں ہے کہ پھر اس کو اس نے پاک نہیں کیا۔ اگر پاک نہیں بھی کیا ہو تو یہ حدیث میں کہاں ہے کہ اس موزے سے اس نے نماز پڑھی تو جب اسقدر احتمالات ہیں۔ تو عدم نجاست پر استدلال کیسے صحیح ہوگا۔

باب مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوْءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ الخ ترجمہ باب ہے اس شخص کے بارے میں جو مخرجین یعنی قبل اور دبر سے نکلنے کے علاوہ اور کسی چیز سے وضو کو ناقض نہیں سمجھتے۔ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو تم میں سے جو شخص پاخانہ کرے۔ وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ يَّخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ اَوْ مِنْ ذَكَرِهٖ نَحْوُ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ حضرت عطاؒ تابعی اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس کی دبر سے کیڑا نکلے یا اس کے آلہ تناسل سے کوئی جوں نکلے تو وضو کو نہ لوٹائے۔ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلٰوةِ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوْءَ حضرت جابر عبداللہ رضہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص نماز میں ہنس پڑے تو وہ نماز کو لوٹائے وضو کو نہ لوٹائے۔ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ اَوْ اَظْفَارِهٖ اَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد اگر کسی شخص نے بال یا ناخن کاٹ لئے یا موزے اتار لئے تو اس پر دوبارہ وضو نہیں ہے وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ وضو حدث سے ہوتا ہے یعنی سبیلین سے خارج ہو۔ وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضٰى فِيْ صَلٰوتِهٖ۔ حضرت جابرؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم غزوہ ذات الرقاع میں تھے ایک آدمی کو تیر لگا جس سے بہت خون بہا تو اس نے رکوع کیا۔ اور سجدہ کیا اور اپنی نماز میں چالو رہا۔ وَقَالَ الْحَسَنُ مَا زَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جِرَاحَاتِهِمْ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے مسلمان زخموں میں نماز پڑھتے رہے ہیں۔ وَقَالَ طَاؤُسٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَّعَطَاءٌ وَّاَهْلُ الْحِجَازِ لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوْءٌ حضرت طاؤس محمد بن علی عطاؒ اور اہل الحجاز فرماتے ہیں کہ خون نکلنے کی وجہ سے وضو نہیں ہے۔ وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا دَمٌ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ حضرت عبداللہ

بن عمرؓ اپنی پھنسی کو نچوڑا تو اس سے خون نکلا جس پر انہوں نے وضو نہیں کیا وَ بَزَقَ ابْنُ اَبِیْ اَوْفٰی دَمًا فَمَضٰی فِیْ صَلٰوتِہٖ ۔ حضرت ابن ابی اوفیٰ نے خون تھوکا پس اپنی نماز میں چالو رہے وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِیْمَنِ احْتَجَمَ لَیْسَ عَلَیْہِ اِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِہٖ حضرت ابن عمر اور حسن بصری فرماتے ہیں جس نے پچھنے لگوالئے تو اس پر سوائے پچھنے کی جگہ دھونے کے اور کچھ نہیں۔

حدیث نمبر ۱۷۲ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوةٍ مَا کَانَ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ مَا لَمْ یُحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ اَعْجَمِیٌّ مَا الْحَدَثُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ یَعْنِی الضَّرْطَةَ

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ بندہ نماز میں رہتا ہے جب تک کہ وہ مسجد میں نماز کی انتظار کرتا رہتا ہے۔ جب تک بے وضو نہ ہو ایک عجمی آدمی نے کہا اے ابو ہریرہ حدث کیا چیز ہے فرمایا آواز والی ریح یعنی گوز (پاد)

تشریح از شیخ مدنیؒ نواقض وضو کے متعلق امام مالکؒ اور اہل ظواہر کا مسلک یہ ہے کہ سبیلین (قبل، دبر) کے علاوہ کسی جگہ سے نکلنے والی چیز ناقض وضو نہیں ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ ماخرج من السبیلین کو ناقض وضو قرار دیتے ہیں اور غیر ماخرج من السبیلین کو بھی ناقض کہتے ہیں۔ امام صاحبؒ دم سائل اور قئ ملاٗ لفم کو ناقض قرار دیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ مس مرأۃ اور مس ذکر کو بھی ناقض کہتے ہیں۔ امام مالکؒ ان میں سے کسی کو ناقض نہیں کہتے امام بخاریؒ کا مسلک بھی امام مالکؒ کے مسلک کی طرح ہے۔ جیسے سور کلب میں انہوں نے امام مالکؒ کے مسلک کو اختیار کیا۔ اور استدلالات بیشتر کئے ہیں۔ مخرجین سے کسی چیز کا خارج ہونا حکماً یا حقیقۃً اس طرح نوم طویل بھی امام مالکؒ کے نزدیک ناقض وضو ہے اور مس مرأۃ بالشہوۃ اور مس ذکر بالشہوۃ کے بھی ناقض ہونے کے قائل ہیں۔ کیونکہ مظنہ خروج من احد السبیلین ہے۔ استدلال قول باری تعالیٰ سے ہے کہ مجئ من الغائط حدث ہے۔ اور لامستم النساء میں لمس حدث اکبر سے کنایہ ہے۔ شراح فرماتے ہیں۔ کہ قول باری تعالیٰ سے مصنفؒ کا استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں کوئی حصہ نہیں اور ترجمۃ الباب میں حصہ ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ جب دو چیزوں میں تلازم پایا جائے۔ تو ایک کا ذکر کر کے دوسرے کا ارادہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں پر دو چیزوں میں تلازم نہیں بلکہ ماخرج من السبیلین مراد ہے۔ کیونکہ مجئ من الغائط کے حقیقی اور مطابقی معنی مراد

نہیں بلکہ التزامی معنی مراد ہیں اور معنی التزامی ماخوج من السبیلین کے بغیر محقق نہیں ہو سکتے تو معنی ہوئے اذا احد ثتم حدث الاصغر اور لا مستم النساء کنایہ ہے۔ حد ثتم حدث الاکبر اور کنایہ کے لئے تلازم ضروری ہے۔ خواہ حقیقی ہے یا حکمی۔ اور معنی التزامی تب لئے جا سکتے ہیں جبکہ شیئین میں وجوداً یا عدماً کوئی تعلق ہو۔ لہٰذا نظر شرع کے اعتبار سے ان میں تلازم ہوا جس سے معلوم ہوا کہ غیر ماخوج من السبیلین ناقض نہیں ہے۔ امام بخاریؒ کا مسلک قال عطاء الخ کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ماخوج من السبیلین میں معتاد کی قید نہیں لگاتے یعنی ماخوج من السبیلین ناقض ہے خواہ معتاد ہو یا غیر معتاد۔ اس میں مصنفؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے موافق معلوم ہوتے ہیں۔ ضحک دندان سفید نکالنے کو کہتے ہیں۔ یہاں پر حضرت جابرؓ کا فتویٰ کہ ضحک ناقض وضو نہیں ہے۔ مگر متفق علیہ مسئلہ یہ ہے کہ قہقہہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ اور ناقض وضو بھی ہے۔ حضرت جابرؓ کا فتویٰ احناف کے مخالف نہیں اس لئے کہ احناف بھی ضحک کو ناقض نہیں کہتے۔ اگر یہاں حدیث میں قہقہہ کا لفظ ہوتا تو پھر احنافؒ کے خلاف تھا اور قہقہہ بھی وہ ناقض ہے جو بالغ کا ہو صبی کا قہقہہ نہ ناقض وضو ہے اور نہ ناقض صلوٰۃ ہے۔ قال الحسن الخ اخذ شعر اخذ اظفار میں وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن خلع خفین میں امام صاحبؒ کے نزدیک وضو منتقض ہو جاتا ہے حسن بصریؒ اس کو ناقض نہیں کہتے اور امام صاحبؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد اگر خلع خفین ہو۔ تو ناقض نہیں البتہ اگر حدث کے بعد خلع ہو تو ناقض ہوگا۔ امام حسن بصریؒ نے مطلقاً خلع خفین کو ناقض نہیں کہا۔ اگر یہ ان کا مذہب ہو تو امام صاحبؒ پر حجۃ نہیں اس لئے کہ وہ تابعی ہیں اور امام صاحب فرماتے ہیں ہم رجال ونحن رجال۔

ویذکر عن جابرؓ اس اثر سے امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دم ناقض وضو نہیں ہے یہ امام صاحبؒ اور ان کے موافقین پر حجۃ ہے۔ لیکن مصنفؒ کو اس روایت کی صحت پر اعتماد نہیں اس لئے یذکر کے الفاظ ضعف سے بیان کرتے ہیں۔ یہ روایت ابوداؤد میں ہے اور شراح ابی داؤد خود اس سے استدلال کرنے میں متعجب ہیں۔ خطابی اور نوویؒ وغیرہ نے ایسے کہا ہے۔ کیونکہ امام شافعیؒ دم مفسوح کو ناقض وضو نہیں کہتے۔ ادھر دم مفسوح کو نجس کہا خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اگر زخم سے خون ایسے نکلا کہ اس سے بدن اور کپڑا ملوث نہیں ہوا۔ پھر تو استدلال ہو سکتا ہے۔ مگر یہ عادت کے خلاف ہے۔ نیز اس میں آپ نبی اکرم صلعم کا مطلع ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر اطلاع ہوئی تو آیا آپ نے ایسی نماز کو جائز رکھا یا نہیں یہ سب

احتمال ہیں۔ قال الحسن ما زال المسلمون اس فتویٰ سے استدلال کیا کہ دم ناقض وضو نہیں تو کہا جائے گا
کہ اولاً یہ لازم نہیں کہ جرح سے جو خون نکلے بلکہ پٹی باندھی جاتی ہے جس سے خون جم جاتا ہے۔ اگر دم نکلے
بھی تو صاحب جرح صاحب اعذار میں سے ہوگا۔ اور اعذار بالاتفاق ناقض وضو نہیں ہیں تو استدلال تام
نہ ہوا۔ اور قال طاؤس الخ سے مقام استدلال میں اقوال ائمہ کو پیش کرتے ہیں۔ مگر کہا جائے گا کہ آیا اس
دم سے دم سائل مراد ہے۔ یا غیر سائل اگر دم سائل مراد ہو تو یہ ان کا اپنا مذہب ہوگا جو احنافؒ پر حجت
نہیں ہو سکتا۔ اگر غیر سائل ہو تو کوئی خلاف نہیں۔ احنافؒ ابن ماجہ کی روایت کو استدلال میں پیش کرتے ہیں
کہ دم سائل اور قیئ وغیرہ ناقض وضو ہیں۔ بثرۃ یعنی پھنسی فخرج منہا دم مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ
دم خود نکلا ہے یا نکالا گیا ہے۔ اگر نکالا گیا ہے تو وہ بالاتفاق ناقض نہیں۔ یہی قول عند الاحناف مختار ہے
کہ اگر نکالا نہ جاتا تو موضع جرح سے وہ خون تجاوز نہ کرتا۔ ابزق ابن ابی اوفی احنافؒ تھوک کے ساتھ
خون نکلنے کو مطلقاً ناقض نہیں کہتے۔ بلکہ جب خون تھوک پر غالب ہو۔ اور ابن عمرؓ اور حسن بصری کا فتویٰ
کہ لیس علیہ الا غسل محاجمہ اس سے استدلال تام نہیں اس لئے کہ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے
تو وہی جگہ دھوئی جائے تو کوئی خلاف نہیں۔ حدثنا آدم بن ابی ایاس یعنی الضراط چونکہ حالتِ صلوٰۃ پر عموماً
یہی پیش آتا ہے۔ اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ وضو کا ذکر فرما رہے تھے اس لئے تبعاً نواقض کا ذکر بھی کر دیا۔ کیونکہ
معظم وضو ہو چکا۔ صرف مسح رہ گیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا کہ مسائل میں اصل اختلاف المناط ہوا کرتا ہے یہاں
بھی مناط میں اختلاف ہے۔ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک نقض وضو میں مناط خروج نجس ہے۔ کہیں سے بھی ہو۔
لہٰذا پیشاب پاخانہ کی طرح اگر خون بدن کے کسی حصہ سے نکل آوے تو وہ بھی ناقض ہوگا۔ اور شوافعؒ کے
نزدیک مخرجین ہیں اگر ان سے کوئی چیز نکل آئے تو وہ ناقض ہوگی۔ اگر سنگریزہ نکل جائے تو وہ بھی
ناقض وضو ہوگا۔ اگرچہ اس پر نجاست نہ ہو۔ حضرات مالکیہ کے ہاں خروج معتاد بھی مخرجین کے ساتھ شرط
ہے۔ لہٰذا اگر کسی کو سلس البول ہو تو ان کے یہاں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ خروج معتاد نہیں اور شوافع کے
ہاں ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ مخرج معتاد پایا گیا۔ امام بخاریؒ کا مذہب مناط میں شافعیہ کے قریب قریب معلوم
ہوتا ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کے نزدیک مس ذکر اور مس مرأۃ اور قہقہہ وغیرہ ناقض نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ ان کا مذہب سب مذاہب سے الگ ہے وقال عطاء الخ اس مسئلہ میں امام احمد خاص طور پر شوافعؒ

کے ساتھ ہیں اور ہمارے ہاں تفصیل ہے. اگر اس پر تری ہو تو ناقض اگر خشک ہو تو ناقض نہیں اور مالکیہ کے یہاں خروج معتاد نہ ہونے کے سبب ناقض نہیں ہے. چونکہ تابعی کا قول ہے. اور امام صاحب تابعین کے مقابلہ میں ارشاد فرماتے ہیں ھم رجال ونحن رجال کیونکہ امام صاحبؒ خود تابعی ہیں. وقال جابر بن عبد اللہ اذا ضحک الخ یوں کہا گیا ہے کہ یہ احناف پر رد ہے. مگر میں کہتا ہوں کہ یہ ہم پر رد نہیں ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ ناقض قہقہہ ہے نہ کہ ضحک یہاں ضحک ہے. وقال الحسن ان اخذ من شعرہ الخ ائمہ اربعہ کا مذہب یہی ہے کہ وضو ضروری نہیں لیکن بعض سلف حماد وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی بال منڈائے یا ناخن تراشے تو اس پر وضو ضروری ہے. خلع خفیہ پر مستقل کلام آئے گا. حاصل اس کا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اگر خلع خفین کیا جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا. جب بھی جی چاہے. پیر دھولے یہی امام احمدؒ کی ایک روایت ہے دوسری یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا. اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر فوراً دھولیا تو نہ ٹوٹے گا ورنہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ ان کے یہاں موالات شرط ہے. رمی رجل بسھم یہ ایک غزوہ کا واقعہ ہے.

حضور اکرم صلعم نے دو آدمیوں کو پہرے کے واسطے مقرر فرمایا جن میں ایک انصاری تھے دوسرے مہاجری دونوں نے آپس میں صلاح کی. کہ آدھی رات ایک سوتے اور آدھی رات دوسرا تنہا. مہاجری سو گئے انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی. دشمن کا آدمی آیا اس نے ان کو کھڑا دیکھ کر تیر مارا انہوں نے نکال کر پھینک دیا اور نماز میں مشغول رہے. اس نے دوسرا مارا اس کو بھی نکال دیا. اس نے پھر تیسرا مارا اس پر انہوں نے مہاجری کو جگا دیا. فلما رأی ما بالانصار من الدما اس سے امام بخاریؒ نے استدلال کیا کہ وہ انصاری خون نکلنے کے باوجود نماز پڑھتے رہے. اس کا جواب یہ ہے جب خون نکلا تو ان کا بدن ناپاک ہو گیا پھر ناپاکی کے ساتھ کیا نماز ہوئی. لہٰذا یہ کہا جائے گا. کہ ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا. یا غایت استغراق میں پڑھتے گئے امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ وہ خون دھار باندھ کر نکلا تھا. اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خون شروع میں دھارے سے نکل کر بدن سے الگ ہو کر گرتا ہے. تو آخر میں جب اس کا زور ختم ہوتا ہے تو وہ بدن پر بہنا شروع ہو جاتا ہے. اور مابہ من الدماء تو خود امام نوویؒ کی تاویل کے خلاف ہے. وقال الحسن ما زال المسلمون الخ ہم بھی یہی کہتے ہیں. کہ زخموں کے ساتھ بھی نماز پڑھتا ہے. چھوڑ نہ بیٹھے اور جراحت کے ساتھ نماز پڑھنے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ خون مفسوح سے وضو نہیں ٹوٹتا. مسلمان پٹی باندھ کر وضو کر کے نماز پڑھتے تھے اس میں کیا استعجاب ہے. وقال طاؤس الخ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب حضرات تابعی

ہیں۔ اور یہ ان کا مذہب ہے۔ اور ہمارے امام صاحبؒ بھی تابعی ہیں۔ عصر ابن عمر اس کا جواب یہ ہے کہ کہ یہ اخراج ہے خروج نہیں۔ قال الصوت یعنی الضراط یہاں اختصار ہے اور روایت سابقہ کے اندر فساء اور ضراط دونوں ہیں اس لئے ہم نے کہا تھا کہ خصوص الفاظ کا اعتبار نہیں۔ نواقض کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ چونکہ اس سے قبل کے ابواب میں نجاسات ظاہریہ کا ذکر فرمایا تھا۔ سور کلب وغیرہ اس کی مناسبت سے اب نجاسات باطنیہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۷۳ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ عَمِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا۔

ترجمہ، جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا نماز سے نہ پھرے جب تک آواز نہ سنے یا بُو کو نہ پائے اس روایت سے ماخرج من السبیلین ثابت ہوا۔

حدیث نمبر ۱۷۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رض كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ الخ

ترجمہ، حضرت محمد بن حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں کثیر المذی شخص تھا۔ مجھے اس کے متعلق جناب رسول اللہ صلعم سے پوچھنے میں شرم محسوس ہوئی تو میں نے حضرت مقداد بن الاسود کو حکم دیا جنہوں نے حضور اکرم صلعم سے پوچھا آپؐ نے فرمایا اس میں وضو ہے۔ یہ بھی ماخرج من السبیلین ہے

حدیث نمبر ۱۷۵ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ حَفْصٍ الخ اَنَّهٗ سَاَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قُلْتُ اَرَاَيْتَ اِذَا جَامَعَ وَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّاُ كَمَا يَتَوَضَّاُ لِلصَّلٰوةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهٗ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَاُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَاَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ۔

ترجمہ، زید بن خالدؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے پوچھا کہ مجھے بتلایئے کہ کوئی جماع کرے اور اسے انزال نہ ہو تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا وہ ایسے وضو کرے جیسے نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔ اور آلہ تناسل کو دھوئے۔ اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا یہی میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا پھر زید بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے یہ مسئلہ حضرت علی رضؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت ابی بن کعب سے پوچھا تو ان سب سے

اسی وضو کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اکسال کے اندر وضو ہی واجب ہوگا۔ کیونکہ یہ منی کا مظنہ ہے اور بعض وجوب غسل کے قائل نہ ہوئے۔ مگر بعد اطلاع انہوں نے رجوع کر لیا اور بعض وجوب کے قائل ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ صحابہ کرام کا اس میں اختلاف تھا۔ کہ اگر جماع کے بعد منی خارج نہ ہو۔ تو غسل واجب ہوگا یا نہیں ایک جماعت وجوب غسل کی قائل ہے۔ دوسری منکر۔ مگر اب وجوب اغتسال پر اجماع ہے۔ قال عثمان یتوضاء یہ انؓ کا مذہب ہے اسی طرح دوسرے بعض صحابہ کا یہ مذہب ہوگا بہرحال بعد میں سب کا اتفاق ہوگیا۔

حدیث نمبر ۱۷۶ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَجَآءَ وَرَاْسُہٗ یَقْطُرُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا اَعْجَلْنٰکَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْجِلْتَ اَوْ قُحِطْتَ فَعَلَیْکَ الْوُضُوْءُ تَابَعَہٗ وَھْبٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَۃُ وَلَمْ یَقُلْ غُنْدُرٌ وَّ یَحْیٰی عَنْ شُعْبَۃَ الْوُضُوْءَ۔

ترجمہ، حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے انصار کے ایک آدمی کو بلوا بھیجا۔ پس وہ اس حال میں آئے کہ ان کا سر غسل کی وجہ سے قطرے بہا رہا تھا۔ نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ شاید ہم نے تجھ سے جلدی کرالی۔ اس نے ہاں کے ساتھ جواب دیا۔ اس پر جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب تجھ سے جلدی کرائی جائے یا تمہیں انزال نہ ہو تو تجھ پر وضو ہے۔ غندر اور یحییٰ نے شعبہ سے وضو نقل نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ او قحطت میں او تنویع کے لئے ہو سکتا ہے کہ خود بخود منی نہ آئے یہ داخلی حدث ہے۔ اور اعجلت خارجی حادثہ ہے اور او شک راوی کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ روایت ان دیگر روایات سے منسوخ ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اکسال پر غسل واجب ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اذا اعجلت او قحطت فعلیک الوضوء داؤد ظاہری کی یہی رائے ہے اور بخاری سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور ان حضرات کا استدلال الماء من الماء والی روایت سے ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک وہ منسوخ ہے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ احتلام پر محمول ہے یا ابتدا پر محمول ہے اب

منسوخ ہے۔ لم یغسل غندر و یحییٰ عن شعبہ الوضوء اس کے مطلب میں اختلاف ہے۔ علامہ کرمانی اور ان کے اتباع کرتے ہوئے قسطلانی کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم نے حدیث میں صرف فعلیک فرمایا۔ اور الوضو کا لفظ چھوڑ دیا۔ قرینہ کی وجہ سے اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے وضو کا ذکر مطلقاً نہیں کیا۔ یعنی پورا جملہ فعلیک الوضوء ذکر نہیں کیا۔ بلکہ جب طبرانی کی روایت میں ہے اس کی بجائے فلاغسل علیک وارد ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۷ باب الرَّجُلُ یُوَضِّئُ صَاحِبَہٗ۔

ترجمہ باب۔ اس آدمی کے بارے میں جو اپنے ساتھی کو وضو کرائے۔

حدیث نمبر ۱۷۷ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَفَاضَ مِنْ عَرَفَۃَ عَدَلَ اِلَی الشِّعْبِ فَقَضٰی حَاجَتَہٗ قَالَ اُسَامَۃُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلَیْہِ وَیَتَوَضَّاُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُصَلِّیْ فَقَالَ الْمُصَلّٰی اَمَامَکَ۔

ترجمہ، حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم جب عرفات سے واپس لوٹے تو ایک گھاٹی کی طرف پھر گئے قضاء حاجت فرمائی حضرت اسامہؓ نے فرمایا۔ کہ میں آپ پر پانی ڈالتا تھا اور آپ وضو کرتے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نماز پڑھیں گے۔ آپ نے فرمایا جائے نماز آپ کے آگے ہے یعنی مزدلفہ چل کر جمع بین الصلوتین کریں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ چونکہ وضو امور عبادت میں سے ہے۔ شاید اس میں استعانۃ بالغیر جائز نہ ہو۔ تو مصنفؒ اس کی تفصیل کرتے ہیں کہ آلاتِ وضو میں اعانت کرنا۔ بالاتفاق جائز ہے جیسے ڈول رسی۔ لوٹا وغیرہ دے دینا۔ دوسرے یہ کہ نفس وضو میں بلاضرورت بلا عذر اعانت ناجائز ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ وضو کے اعمال خارجیہ میں اعانت ہو یعنی عندا یا غیر آلات میں اعانت ہو تو یہ جائز ہے جسے مصنفؒ ثابت کر رہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ صاحب درمختار نے کہہ دیا کہ یہ حدیث بیانِ جواز کے لئے ہے جس پر علامہ شامی نے اشکال کیا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ صاحب درمختار کا قول صحیح نہیں بلکہ استعانت کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ کسی سے لوٹا مانگ لے یہ جائز ہے۔ بلکہ بعض اوقات اولیٰ ہے جیسے کہ ابن عباسؓ نے کیا دوسرے یہ کہ پانی کوئی ڈالے اور متوضی خود اپنے ہاتھ سے اپنے اعضاء دھوئے یہ بھی جائز ہے تیسری صورت یہ ہے

کہ کوئی دوسرا پانی ڈالے اور وہی دھوئے یہ بلا ضرورت مکروہ ہے یہ بھی باب در باب ہے چونکہ پہلے باب تھا کہ ماخرج من المخرجین سے وضو کا نقض ہوتا ہے۔ تو وہی مسئلہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا جو اس باب میں ہے وہ اس طرح کہ حضور اکرم صلعم استنجاء سے تشریف لائے اور وضو فرمائی۔ لیکن چونکہ اس حدیث سے ایک جدید فائدہ معلوم ہو رہا تھا۔ استعانت علی الوضوء کا اس فائدہ پر تنبیہ کے لئے باب باندھ دیا۔

حدیث حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَّاَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَّهُ وَاَنَّ الْمُغِيْرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ۔

ترجمہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رض سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول اللہ صلعم کے ہمراہ تھے آپ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ پر پانی ڈالنے گئے اور آپ پر پانی ڈالنے لگے اور آپ وضو کر رہے تھے کہ اپنے چہرہ کو دھویا اور دونو ہاتھوں کو دھویا اپنے سر کا مسح کیا اور دونو موزوں پر مسح فرمایا۔

باب قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهٖ وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ لَا بَاْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ وَّقَالَ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ اِزَارٌ فَسَلِّمْ وَاِلَّا فَلَا تُسَلِّمْ۔

ترجمہ باب ہے کہ بغیر وضو کے قرآن مجید وغیرہ کا پڑھنا، منصور حضرت ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ حمام میں قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اس طرح بغیر وضو کے خط لکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں حضرت حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اگر حمام والوں نے چادریں لے رکھی ہوں تو ان پر سلام کرنا جائز ہے ورنہ ان پر سلام نہ کرو۔

حدیث نمبر ۱۷۹ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ

اَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِيْلٍ اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ
وَجْهِهٖ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى
شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ
مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ
بِاُذُنِي الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ
رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى اَتَاهُ
الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ۔

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ نے اپنی خالہ میمونہؓ زوجہ نبی اکرم صلعم کے ہاں رات گذاری وہ فرماتے ہیں کہ میں سرہانے کی چوڑائی کی طرف سو گیا۔ اور جناب رسول اللہ صلعم اور آپ کی اہلیہ محترمہ سرہانے کی لمبائی کی طرف لیٹ گئے۔ جناب رسول اللہ صلعم سوتے رہے یہاں تک جب آدھی رات ہوگئی۔ یا اس سے پہلے تھوڑی دیر یا اس کے تھوڑی دیر بعد آنحضرت صلعم بیدار ہوتے اور اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے چہرے سے نیند کے آثار دور کرنے لگے۔ پھر آپ نے سورۃ آل عمران کی آخری دس آیتیں تلاوت فرمائیں پھر ایک پرانے لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف اٹھے اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو فرمایا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز شروع فرمائی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اٹھا۔ اور جس طرح حضور اکرم صلعم نے کیا تھا میں نے بھی اسی طرح کیا۔ پھر میں چلا اور آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور اسے گھمایا دائیں جانب کھڑا کیا۔ پھر ایک دوگانہ۔ دوسرا تیسرا۔ چوتھا۔ پانچواں اور چھٹا دوگانہ پڑھ کر وتر ادا کئے پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن نے اطلاع دی۔ تو آپ نے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں پھر تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ " وغیرہ کا عطف مشہور یہ ہے کہ القرآن پر ہے۔ کہ قرآن اور غیر القرآن کا بعد الحدث پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض نے کہا کہ الحدث پر عطف ہے۔ مگر ظاہر قول اول ہے۔ اس پر مصنفؒ نے منصور کا قول نقل کیا ہے۔ کام میں داخل ہونے والا بحالت حدث ہی ہوتا ہے۔ اور کتب رسالہ میں چونکہ بسم اللہ وغیرہ لکھی جاتی ہے جو غیر وضو کی حالت میں ہو گی۔ اس پر تو اتفاق ہے کہ بغیر وضو کے حفظ سے قرآن پڑھنا جائز ہے۔ البتہ اگر جنبی یا حدث اکبر لاحق ہو۔ تو امام بخاریؒ کا مذہب

یہ ہے کہ وہ بھی جائز ہے۔ لیکن جمہور بوجہ حدیث ترمذی ناجائز کہتے ہیں اور قرأۃ قرآن جو کہ بعدیت مس قرآن مجید ہو وہ بوجہ لا یمسہ الا المطہرون کے ناجائز ہے۔ اور اہل حمام کے بارے میں حماد نے تفصیل کر دی ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظ ابن حجر وغیرہ کے متعلق فرماتے ہیں ای غیر الحدث من مظان الحدث علامہ عینیؒ نے اس پر اعتراض کیا کہ اگر مظان حدث حدث ہیں تو پھر وغیرہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر نہیں ہیں تو وہ ناقض وضو نہیں ہیں۔ تو پھر اس کے ذکر کی کیا ضرورت پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ وغیرہ کی ضمیر قرأۃ کی طرف راجع ہے۔ یعنی غیر قرأۃ قرآن مثلاً کتابت قرآن اور میرے نزدیک ضمیر حدث کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد حدث اکبر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے یہ صورت اس لئے اختیار نہیں کی۔ کہ امام بخاریؒ اس صورت میں جمہور کے خلاف ہو جائیں گے۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ امام بخاریؒ مجتہد ہیں اب جبکہ وغیرہ کی ضمیر حدث کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد حدث اکبر ہے تو مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ باب ہے قرأۃ القرآن کا بحالت حدث اور بحالت جنابۃ اس صورت میں دو مسئلے ہو گئے۔ ایک اجماعی دوسرا اختلافی۔ اجماعی یہ ہے کہ قرآن پاک کا بلا وضو پڑھنا بالاجماع جائز ہے۔ اور دوسرا مسئلہ اختلافی ہے۔ وہ یہ کہ حالت جنابۃ میں قرآن پڑھنا جائز ہے یا نہیں ظاہریہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ اور یہی امام بخاریؒ نے اختیار کیا ہے اور شافعیہؒ و حنابلہؒ کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں اور حنفیہ کے نزدیک مادون الآیۃ تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں فانہ قرآن اور مالکیہ کے نزدیک ایک آیت جائز ہے کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فتبارک اللہ احسن الخالقین کہہ دیا جو ایک آیۃ ہے تو معلوم ہوا کہ آیت کی تحدی نہیں ہے۔ اور قرآن پاک کی تحدی ہے ہاں مثل اقصر سورۃ جائز نہیں ہے اور اگر غیرہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کریں۔ تو اس صورت میں مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ غیر القرآن سے مراد اذکار ہوں گے اور جب قرآن بحالت حدث جائز ہے تو اذکار بدرجہ اولیٰ جائز ہوں گے۔ قال منصور عن ابراھیم الخ چونکہ حمام میل کچیل اور نجاسات وغیرہ زائل کرنے کی جگہ ہے۔ لیکن وہاں بھی قرآن پاک پڑھ سکتا ہے۔ تو اسی طرح حالت حدث میں بھی پڑھ سکتا ہے و یکتب الرسالۃ الخ اور لکھنے پڑھنے میں کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا پڑھنا بھی جائز ہوگا۔ وقال حماد عن ابراھیم معلوم ہوا کہ حدث کا اعتبار نہیں بلکہ ستر اور عدم ستر کا اعتبار ہے۔ فاضطجعتُ فی عرض الوسادۃ الخ یہ روایت کتاب العلم میں

گذر چکی۔ مگر وہاں یہ جملہ نہیں آیا تھا۔ وسادۃ لغت میں تکیہ کو کہتے ہیں، شراح فرماتے ہیں کہ چونکہ تکیہ کے عرض و طول میں سونا کچھ سمجھ نہیں آتا۔ اس لئے یہاں تکیہ بول کر مجازاً گدا مراد لیا گیا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم اور زوجہ مطہرہ تو طول میں لیٹ گئیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ پائنتین میں لیٹ گئے۔ جیسے عورتیں کرتی ہیں۔ کہ جب بچے زیادہ ہوتے ہیں۔ تو ایک دو کو پہلو میں اور ایک دو کو پیروں کی طرف لٹا دیتی ہیں میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں معنی مجازی مراد لینے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تکیہ تھا اس کے طول میں سر رکھ کر حضور اکرم صلعم اور زوجہ مطہرہ سو گئیں۔ اور عرض میں سر رکھ کر ابن عباس سو گئے۔ اگر یہاں وسادہ سے مراد گدا لیا جائے۔ ایک تو معنی مجازی مراد لینے پڑتے ہیں دوسرے یہ کہ جب حضرت ابن عباسؓ پیروں کی طرف لیٹیں گے تو اگر انھوں نے کروٹ لی تو ادھر حضور اکرم صلعم کے پاؤں میں آجائیں گے۔ اور اگر ادھر حضور اکرم صلعم نے پیر مبارک پھیلائے تو ان پر پڑجائیں گے۔ لہٰذا یہاں اولیٰ یہی ہے کہ معنی حقیقی مراد لئے جائیں۔ کیونکہ شراح کے قول میں تو دو اشکال پیش آجاتے ہیں۔ فجعل یمسح النوم یہاں مقصود یہ ہے کہ اس جملہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن بحالت حدث پڑھنا جائز ہے۔ اس لئے حضور انور صلعم نے بیدار ہونے کے بعد بلا وضو کئے قرآن مجید پڑھا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور اکرم صلعم کا قلب اطہر بیدار رہتا تھا اس لئے آپؐ کا وضو نہ ٹوٹا ہوگا۔ تو ہم ابن عباسؓ کے قول سے استدلال کریں گے وہ فرماتے ہیں صنعت مثل ما صنع یہ اپنے عموم کی وجہ سے قرأۃ آیات کو بھی شامل ہوگیا۔ فوضع یدہ الیمنیٰ یہ تنبیہ کرنے کے لئے اور نیند زائل کرنے کے واسطے تھا۔ ثم رکعتین ثم اوتر اس پر کلام باب الوتر میں آئے گا۔ کہ حضور اکرم صلعم نے رکعتین کتنی مرتبہ پڑھیں اور پھر اس سے ایتار برکعۃ لازم آتا ہے۔ یا ایتار بثلث رکعات الخ یعنی ایک رکعت کے ساتھ وتر بنائے یا تین رکعات کے ساتھ بنائے۔

باب مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ إِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ۔

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو صرف غشی مثقل سے ہی وضو کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۰ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ جَدَّتِهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ فَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ أَنْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ وَجَعَلْتُ أَصُبُّ

فَوْقَ رَأْسِي مَاءً فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبًا مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْتٰى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَأَجَبْنَا وَاٰمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهٗ۔

ترجمہ، حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں اپنی بہن حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ محترمہ نبی اکرم صلعم کے پاس اس وقت آئی جبکہ سورج گرہن لگ چکا تھا۔ پس دیکھتی کیا ہوں کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ حضرت عائشہ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی ہے تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا تو اس نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا سبحان اللہ، اللہ کی قدرت ہے میں نے کہا یہ اللہ کی قدرت کی نشانی ہے تو اس نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہاں! پس میں بھی نماز میں کھڑی ہو گئی۔ تو مجھے بے ہوشی نے ڈھانپ لیا جس کی وجہ سے میں نے اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی۔ پس جب رسول اللہ صلعم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کہ جو جو چیزیں میں نے نہیں دیکھی تھیں اس مقام پر ان کو دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ بہشت اور دوزخ کو بھی دیکھا اور مجھے وحی کی گئی کہ تم لوگ قبروں اس طرح یا قریب فتنہ دجال کے مبتلا کئے جاؤ گے مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسما نے مثل کا لفظ کہا تھا یا قریب کا۔ بہرحال تم میں سے ایک کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا۔ کہ اس آدمی کے بارے میں تمہارا کیا علم ہے۔ پس مومن یا موقن یاد نہیں حضرت اسما نے کون سا لفظ بولا تھا۔ وہ تو کہے گا کہ وہ محمد اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لائے ہم نے آپؐ کی دعوت کو قبول کیا۔ ایمان لائے اور آپؐ کی پیروی کی تو کہا جائے گا کہ تو ٹھیک ٹھاک سو جا۔ ہم نے علامتوں سے جان لیا تھا کہ تو مومن ہو گا۔ لیکن منافق یا شک کرنے والا نہیں معلوم حضرت اسما نے کون سا لفظ کہا تھا وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا لوگوں سے سنا تھا وہ ایک

بات کہتے تھے میں نے بھی اسے کہہ دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مصنفؒ کا مسلک نوم کے بارے میں بھی وہی ہے جو امام مالکؒ کا ہے کہ نوم کثیر ناقض وضو ہے خواہ وہ کسی حالت میں ہو اور نوم قلیل ناقض نہیں ہے۔ اس کو غشی منقل سے تعبیر کیا گیا۔ جب غشی غیر منقل ناقض نہیں جیسے حضرت اسماؓ بیان کرتی ہیں کیونکہ وہ اپنے اوپر پانی ڈالتی تھیں ہوش وحواس باختہ نہیں ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ مطلق نوم ناقض نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ غشی دو قسم ہوتی ہے۔ ایک منقل دوسری مخفف۔ مخفف یہ ہے کہ حواس پورے طور پر زائل نہ ہوں۔ بلکہ کچھ باقی رہیں۔ اور منقل یہ ہے کہ حواس پورے زائل ہو جائیں اور کچھ خبر نہ رہے منقل تو سب کے نزدیک ناقض وضو ہے البتہ مخفف کے اندر بعض علماً کا قول یہ ہے کہ وہ بھی ناقض ہے یہاں سے امام بخاریؒ ان لوگوں پر رد فرماتے ہیں جو مطلق غشی کو ناقض قرار دیتے ہیں۔ فقلت تجلانی الغشی حضرت امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ دیکھو نماز بھی پڑھ رہی تھیں وغشی مخفف بھی تھی جب ہی تو سر پر پانی ڈال رہی تھیں۔ فیقال لہ ما علمك بھذا الرجل اس میں بحث گذر چکی ہے پانچ وجوہ بیان ہوئی تھیں اوّل یہ کہ اصل ہیں محمد ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے راوی نے بھذا الرجل بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ فرشتہ ھذا الرجل کے ساتھ دریافت کرے گا۔ کیونکہ مقصود امتحان ہے اور امتحان میں اخفا ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ حضور اقدس صلعم کی شبیہ مبارک سامنے لائی جائے گی۔ اور چوتھے یہ کہ وہ عالم برزخ ہے اس لئے وہاں پردے حائل نہ ہوں گے اس وجہ سے حضور اقدس صلعم اپنی قبر اطہر سے لوگوں کو نظر آئیں گے اور فرشتہ آپؐ کی طرف اشارہ کر کے سوال کرے گا۔ اور پانچویں کہ حضور کریم صلعم بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔ فقد علمنا ان کنت مؤمنا یعنی ہم تجھ کو تیرے چہرے سے ہی پہچان گئے تھے کہ تو مسلمان ہے۔ اور بھائی بات بھی یہی ہے کہ اچھا اور برا آدمی چہرے سے ہی پہچان لیا جاتا ہے شیعوں کو دیکھو ان کے چہروں پر لعنت برستی ہے۔

باب مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهٖ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَرْاَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ تَمْسَحُ عَلٰى رَأْسِهَا وَسُئِلَ مَالِكٌ اَيُجْزِئُ اَنْ يَّمْسَحَ بَعْضَ رَأْسِهٖ فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ۔

ترجمہ باب سارے سر کا مسح کرنا بوجہ اللہ تعالیٰ کے قول فامسحوا برؤسکم اور حضرت سعید بن

المسیبؒ فرماتے ہیں کہ عورت بھی مرد کی طرح سارے سر کا مسح کرے اور حضرت مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا سر کے بعض حصہ کا مسح کرنا جائز ہے یا کافی ہوگا۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے دلیل قائم کی

حدیث نمبر ۱۸۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى اَتَسْتَطِيعُ اَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدِهٖ فَغَسَلَ يَدَهٗ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ (الحدیث)

ترجمہ، ایک آدمی جو عمرو بن یحییٰ کے دادا تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے کہا کہ آپ ہمیں جناب رسول اکرم صلعم کے وضو کرنے کا طریقہ دکھا سکتے ہیں انہوں نے فرمایا ہاں بیشک تو انہوں نے پانی منگایا اور اپنے ہاتھ پر ڈالا پھر ہاتھ تو دو مرتبہ دھویا۔ پھر کلی کو تین مرتبہ اور تین مرتبہ ناک کو جھاڑا پھر تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا۔ پھر اپنے دونو ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھویا پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا اس طرح مسح کیا کہ دونو ہاتھوں آگے لے آئے اور پھر پیچھے لے گئے اور ابتدا سر کے اگلے حصہ سے کی پھر ان دونو ہاتھوں کو گدی تک لے گئے۔ پھر ان دونو ہاتھوں کو اس جگہ تک لوٹایا جہاں سے شروع کیا تھا۔ پھر اپنے دونو پاؤں دھوئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ، مصنفؒ بھی امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے قول کے مطابق جمیع راس کے مسح کو فرض کہتے ہیں استدلال آیت کریمہ وامسحوا برؤسکم سے ہے اور راس منبت شعر سے لے کر قفا (یعنی گدی) تک کو کہتے ہیں مگر جمہور راس کو اسم جنس قرار دیتے ہیں۔ اس لئے امام شافعیؒ شعرۃ واحدۃ (ایک بال) کے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ اور امام صاحبؒ آیت کو مجمل قرار دیتے ہیں اور بعض روایات سے جو استیعاب معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض سے مسح علی الناصیتہ تو وہ مسح علی الناصیتہ تو وہ مسح علی الناصیتہ کو فرض اور استیعاب کو مستحب کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت امام بخاریؒ مغسولات کے بیان سے فارغ ہو گئے اور اس کے

متعلقات بھی بیان کر چکے تو اب ممسوحات کا ذکر فرماتے ہیں یہاں مسح الرأس کا ذکر ہے اس کے بعد مسح الخفین کا ذکر فرمائیں گے. مسح الرأس میں ائمہ کے مذاہب یہ ہیں. مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک استیعاب فرض ہے. اور یہی امام بخاریؒ کا مذہب ہے اور حنفیہ کے یہاں ناصیہ والی روایت کی بنا پر چار انگلی کے بقدر فرض ہے اور شوافعؒ کے ہاں ادنیٰ کا یطلق علیہ اسم المسح ولو کان بقدر ثلث شعرات. مگر بھائی پورے سر کا مسح کر لیا کرو. کیونکہ اس میں اپنے امام کی مخالفت لازم نہیں آتی. اور حق ان چاروں مذاہب کے اندر دائر ہے. اگر پورے سر کا مسح نہ کیا تو دو اماموں کے مذہب کی بنا پر نماز نہ ہوگی. اس لئے بہت خیال رکھو. وقال ابن المسیب المرأۃ بمنزلۃ الرجل الخ یعنی عورت کے لئے بھی مرد کی طرح مسح راس کا حکم ہے اور یہاں بھی مقدار فرض کے اندر وہی اختلاف ہے جو مرد کے لئے مسح راس میں ہے. البتہ امام احمدؒ کے نزدیک عورت کے لئے استیعاب شرط نہیں ہے وسئل مالکؒ یعنی حضرت امام مالکؒ سے سوال کیا گیا کہ بعض راس کا مسح کرنا کافی ہے تو انہوں نے عدم جواز مسح بعض الراس پر عبداللہ بن زید کی روایت سے استدلال کیا. کیونکہ اس میں بدء بمقدم راسہ الخ سے استیعاب معلوم ہوتا ہے. ان رجلاً قال بخاری کی روایت بالکل صاف ہے اور ھو کی ضمیر رجلاً کی طرف راجع ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن زید سے یہ کہا. اور وہ رجل عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں یہاں ایک بات سنو! چونکہ دادا کے بھائی اور باپ کے چچا بھی دادا ہی ہوا کرتے ہیں اس لئے یہاں پر جد سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقتاً وہ رجل عمرو بن یحییٰ کے حقیقی دادا نہیں ہیں بلکہ حقیقی دادا تو عمارہ بن ابی حسن ہیں اور سلسلۂ نسب یوں ہے. عمرو بن یحییٰ بن عمارۃ بن ابی الحسن اور وہ رجل عمرو بن ابی حسن ہیں جو عمارہ بن ابی الحسن کے بھائی ہیں. بہرحال بخاری کی روایت میں تو کوئی اشکال نہیں لیکن ابوداؤد شریف اور موطا امام مالکؒ کی روایات میں کسی راوی سے اختصار واقع ہو گیا. اور اس نے ان رجلاً کو حذف کر دیا. اب وہاں عبارت یہ رہ گئی عن ابیہ انہ قال لعبداللہ بن زید و ھو جد عمرو بن یحییٰ اس صورت میں ضمیر عبداللہ بن زید کی طرف لوٹتی ہے. مگر یہ عبداللہ بن زید عمرو بن یحییٰ کے اجداد میں سے نہیں ہیں. اس لئے شراح اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ وہ من قبل الام یا رضاعی ہوں گے مگر یہ سب غلط ہے صحیح وہی ہے جو بخاری کی روایت میں ہے فاقبل بھما وادبر اقبال کے معنی ہیں پیچھے سے آگے کی طرف آنا. اور ادبار کے معنی ہیں آگے سے پیچھے کو جانا اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا پیچھے کی جانب سے کی۔ اور آگے جو جملہ مفسراً آرہا ہے یعنی بدء بمقدم رأسہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ابتدا آگے کی جانب سے فرمائی لہٰذا جملتین میں تعارض ہو گیا بعض حضرات نے جملہ اولیٰ یعنی فاقبل بہما وادبر کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ وہ کسی راوی کی تفسیر ہے اور مدرج ہے۔ اسی لئے وکیع وغیرہ کہتے ہیں کہ مؤخر راس سے ابتدا کرنی چاہیئے۔ مگر ادراج کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ بدایۃ من مقدم الرأس سنت ہے اور بدء بمقدم راسہ سے استدلال کرتے ہیں اس کے مفسر ہونے کی وجہ سے اب فاقبل بھی وادبر ان کے خلاف پڑتا ہے۔ تو جمہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اقبال باب افعال سے ہے جس کا خاصہ صاحب المأخذ ہونا بھی ہے۔ تو یہاں مطلب یہ ہے کہ صاحب القبل ہو گئے اس صورت میں تخالف نہ رہا۔ کیونکہ مطلب یہ ہوا کہ بدء بقبل الرأس اور دوسرا جواب اس سے اولیٰ یہ دیا گیا ہے کہ فاقبل بھی وادبر میں واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے۔ اور اس پر دلیل باب الوضوء من التور میں فادبر بہ واقبل ہے وہاں ادبار کو مقدم کر دیا الغرض امام بخاریؒ نے کلہ کی قید لگا کر مسح راس میں استیعاب کی طرف اشارہ فرما دیا فاقبل بہما وادبر الخ میرے والد صاحبؒ کہ روایت جس سے مؤخر راس سے ابتدا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی ربیع بنت معوذ والی روایت جس کے اندر کل جہۃ لمنصب الشعر او کما قال کے الفاظ وارد ہیں کہ سر کے مسح کے لئے ماء جدید لیتے۔ اور سر کا مسح کرتے تھے جس طرف بالوں کا رُخ ہوتا تھا یہ دونوں روایتیں عارضی اور ایک خاص وقت کے لئے ہیں اور وہ یہ کہ حضور اقدس صلعم بال رکھتے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ بالوں میں کبھی کبھی مانگ بھی نکال لیا کرتی تھیں۔ تو اس وقت حضور انور صلعم پہلے سر کے پچھلے حصہ کا مسح فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد آگے کے حصہ کا مسح فرماتے تھے۔ اس طرح پر کہ مانگ خراب نہ ہو۔ اور ابتدا مؤخر راس سے اس لئے کرتے تھے۔ کہ اگر مقدم راس پر پہلے مسح کریں گے تو سر کے پیچھے بال کھڑے ہو جائیں گے اور جب مؤخر کا مسح کریں گے تو ان کے دبنے سے آگے کے بال کھڑے ہو جائیں گے۔ اس صورت میں مانگ خراب ہو جائے گی۔ اس لئے ابتدا مؤخر راس سے کرتے تھے۔ اور عام حالات کے اندر ابتدا مقدم راس سے فرماتے ہیں اور دو یا تین مرتبہ پانی لینے کی ضرورت جدید پانی کے لئے ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اس جواب پر تمام احادیث میں جمع ہو جائے گا۔

باب غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ، ترجمہ، پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا۔

حدیث نمبر ۱۸۲ حَدَّثَنَا مُوْسٰی الخ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ اَبِیْ حَسَنٍ سَاَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَیْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وُضُوْءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَکْفَأَ عَلٰی یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرِ فَغَسَلَ یَدَیْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فِی التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثَ غَرَفَاتٍ ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فَغَسَلَ یَدَیْهِ مَرَّتَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فَمَسَحَ رَأْسَهٗ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ اِلَی الْکَعْبَیْنِ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے جناب نبی اکرم صلعم کے وضوء کے متعلق پوچھا تو انہوں نے پانی کا ایک تھال (پیتل کا یا پتھر کی ٹھلیا) منگوائی اور ان کے لیے حضور نبی اکرم صلعم جیسا وضو کرکے دکھایا چنانچہ اس تھال سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی انڈیلا دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر تھال میں ہاتھ داخل کرکے پانی لیا تو کلی کی۔ ناک میں پانی دیا اور ناک کو جھاڑا یہ سب تین چلو پانی سے کیا پھر ہاتھ داخل کرکے پانی لیا اور تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھویا پھر ہاتھ داخل کرکے پانی لیا۔ تو دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو مرتبہ دھویا۔ پھر ہاتھ داخل کرکے پانی لیا اور اپنے سر کا مسح کیا ایک ہی مرتبہ دونوں ہاتھوں کو آگے بھی لے گئے اور پیچھے بھی لاتے پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں کو دھویا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مشائخ درس کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ باب ذکر کرکے رجل کا محل غسل بتادیا کہ مسح راس کے بعد ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اب تک تو امام بخاریؒ کو ترتیب اعضاء وضو کا خیال نہ آیا۔ اور اب ترتیب شروع کردی۔ لیکن یہاں بات یہ ہے کہ یہ باب سابق کا تکملہ ہے اور امام بخاریؒ اس سے بھی استیعاب راس ثابت فرمارہے ہیں کہ جب رجلین جو کہ اعضائے وضو میں سے ہے اس کو کامل دھویا جاتا ہے۔ تو مسح بھی سارے سر کا ہوگا۔ اور دوسرا یہ کہ سنن کی روایات میں الاذنان من الراس آیا ہے۔ وہ تو امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں ہے لہٰذا اس کو تو ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ اس کی طرف ایک لطیف اشارہ فرمایا۔ کہ جیسے رجلین کعبین تک دھوتے جاتے ہیں اسی طرح اذنان سر کے لیے کعبین ہیں لہٰذا ان کا بھی مسح ہونا چاہیے۔

باب اِسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوْءِ النَّاسِ وَاَمَرَ جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَهْلَهٗ اَنْ یَّتَوَضَّؤُا بِفَضْلِ سِوَاکِهٖ۔

ترجمہ، لوگوں کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کریں۔

حدیث نمبر ۱۸۳ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَاُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهٖ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَاَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت حکم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جناب نبی اکرم صلعم ایک دن دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپؐ کے پاس پانی لایا گیا جس سے آپؐ نے وضو فرمایا تو آپؐ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لے کر لوگ وہ پانی اپنے کو ملنے لگے۔ پھر حضور نبی اکرم صلعم نے ظہر کی دو اور عصر کی دو رکعتیں اسی حال میں پڑھیں کہ آپؐ کے سامنے چھوٹے نیزے کا سترہ تھا۔ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا۔ آپؐ نے اپنے دونو ہاتھ اور چہرہ کو اس پیالے میں دھویا اور اسی میں کلی بھی کی پھر فرمایا کہ تم دونو اس کو پیو اور اپنے چہرے اور سینے پر ڈالو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فضل وضوء الناس الخ اس میں دو احتمال ہیں ایک تو وہ غیر مستعمل پانی جو برتن میں رہ گیا ہے۔ دوسرا وہ جو مستعمل ہے ایسے پانی کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام صاحبؒ اس ماء مستعمل کو نجس کہتے ہیں امام مالکؒ اور امام بخاریؒ اس کو طاہر مطہر کہتے ہیں۔ اس ماء مستعمل پر روایات اس پر منطبق نہیں ہوں گی۔ آپؐ کے تھوکنے اور صحابی کے افتخار سے پانی کا طاہر اور مطہر ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ جو لوگ اسے نجس کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ آپؐ کی خصوصیت تھی ہر ایک ماء مستعمل ایسا نہیں ہوتا یا یہ ماء مستعمل ہی نہیں تھا۔ اس لئے کہ ماء مستعمل تو وہ ہوتا ہے جو تقرب کے طور پر استعمال کیا جائے اور یہ پانی مج کے لئے استعمال کیا گیا تو پھر نجاست کا ثبوت کیسے ہو گا۔ اور شراح ماء باقی بعد الاستعمال پر محمول کرتے ہیں۔ اگرچہ اس میں قطرات پڑ جاتے ہیں۔ مگر چونکہ ماء مستعمل کا غلبہ نہیں اس لئے اس کی

طہارت کا ازالہ نہ ہوگا۔ اکثر شراح کا یہی بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ قَالَ اَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ وَهُوَ الَّذِيْ مَجَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَهُوَ غُلَامٌ مِّنْ بِئْرِهِمْ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهٖ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ وَاِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ (الحدیث)

ترجمہ، ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ محمود بن الربیع نے خبر دی یہ وہ صحابی ہیں کہ جب وہ بچے تھے تو ان کے کنوئیں کے پانی سے آپ نبی اکرم صلعم نے ان کے چہرے پر تھوکا تھا۔ عروۃ مسور اور دوسر سے روایت کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا تھا کہ جب نبی اکرم صلعم وضو کرتے تھے تو لوگ آپؐ کے وضو کے پانی پر لڑتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ فضل کے معنی بچے ہوئے کے ہیں اور اس پانی میں دو احتمال ہیں ایک وہ پانی جو وضو کرنے کے بعد لوٹے میں بچ جاتے اور دوسرا وہ جو اعضا وضو پر بہا دیا جائے جس کو ما مستعمل کہتے ہیں یہاں پر علما کے دو نو قول ہیں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اس کے بعد باب بلا ترجمہ آرہا ہے اور باب بلا ترجمہ باب سابق کا جزو ہوا کرتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب میں تو فضل بمعنی ما مستعمل مراد لیا۔ اور دوسرے میں فضل بمعنی باقی فی الاناء بعد الوضوء کو ذکر فرمایا ہے۔ بظاہر باب کی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ چونکہ مسح راس کا ذکر فرمایا تھا۔ اور روایۃ میں بدَ بمقدم رأسہ الخ ہے تو جب سر پر ہاتھ رکھ کر پھیر لیں گے تو ما مستعمل کا استعمال لازم آتا ہے۔ کیونکہ جو پانی ہاتھوں میں لگا ہوا ہے وہ سر کے کچھ حصے سے الگ ہو چکا ہے۔ تو اس سے امام بخاریؒ نے ما مستعمل کی طہارت ثابت فرمائی۔ علما کے مذاہب اس میں یہ ہیں کہ مالکیہؒ کے یہاں طہور ہے اور شوافعؒ اور حنابلہؒ کے یہاں طاہر ہے۔ حنفیہؒ کے یہاں دو روایتیں ہیں ایک طہارت ایک نجاست کی ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ابھی وہ مستعمل کہاں ہوا ہے۔ ابھی تو وہ ہاتھ ہی کو لگ رہا ہے امام بخاریؒ کا رجحان مالکیہؒ کی طرف ہے۔

ان یتوضوا بفضل سواکہ یعنی حضرت جریر بن عبداللہ رضؓ اپنی مسواک پانی میں ڈال ڈال کر مسواک کرتے تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو اس سے وضو کرنے کا حکم دیتے تھے تو یہاں ما مستعمل کا استعمال لازم آیا۔ کیونکہ اسی پانی میں استعمال کی ہوئی۔ مسواک ڈالی جاتی تھی۔ لہذا اگر ما مستعمل طاہر نہیں تھا تو حضرت

جریرؓ نے ایسا کیوں کیا؟ فجعل الناس یاخذون بہ ماء مستعمل ہوا کیونکہ اگر لوٹے کا بچا ہوا ہوتا تو کوئی ایک لے لیتا بین یدیہ عنزۃ اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں فغسل یدیہ و جھہ فیہ یہ ماء مستعمل ہو گیا ثم قال لھما اشربا الخ یہ کتاب المغازی کی روایت ہے ان میں ایک حضرت بلال تھے اور دوسرے ان کے کوئی اور ساتھی تھے۔ اس سے بھی ماء مستعمل کی طہارت معلوم ہوئی جب ہی تو پینے کا امر فرمایا وافرغا علی وجوھکما ونحور کما یہ تبرک کے لئے فرمایا وھو الذی مج رسول اللہ صلعم فی وجھہ یہ روایت متی یصح سماع الصغیر میں کتاب العلم کے اندر گذر چکی ہے۔ یہ بھی ماء مستعمل بن گیا کہ حضور اقدس صلعم نے اس میں کلی فرمادی وقال عروۃ الخ یہ صلح حدیبیہ کی ایک طویل روایت کا ٹکڑا ہے جو کتاب الشروط میں آرہی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ عروہ نے جاکر دیکھا کہ حضور اکرم صلعم وضو فرمارہے تھے اور صحابہ کرام اس پانی پر جو گر رہا تھا ٹوٹے پڑرہے تھے وہ جب قریش کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں گیا ہوں کسی کے مصاحبین اس طرح اس کی عزت نہیں کرتے جس طرح کہ محمد صلعم کے اصحاب کرتے ہیں۔ کہ ایک قطرہ پانی کا زمین پر نہیں گرنے دیتے اور اپنے چہرے اور سینے پر ملتے ہیں۔ اگر کسی کو وہ پانی نہیں ملتا تو وہ اپنے دوسرے ساتھی سے لے کر اپنے چہرے اور سینے پر مل لیتا ہے۔ یہ روایت میرے لئے اس بات پر دلیل ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں فضل سے مستعمل مراد لیا ہے۔ کیونکہ یہاں جو واقعہ ہے۔ وہ حدیبیہ کا ہے۔ یصدق کل واحد منھما صاحبہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عروہ نے مسور کے علاوہ ایک دوسرے سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ سب کے مضمون ایک ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ استعمال فضل وضو میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مرجوع عنہ قول یہ ہے کہ وہ نجس ہے چونکہ امام صاحبؒ پر ایک دور ایسا گذرا ہے۔ کہ ان پر اس چیز کا انکشاف ہوجاتا تھا کہ پانی سے کون کون سے گناہ معاف ہوئے۔ تو اس لحاظ سے پہلے وہ اس کی نجاست کا حکم لگاتے تھے۔ لیکن بعد میں انہوں نے بہت دعائیں کیں۔ کہ اے اللہ مجھ سے لوگوں کے عیوب چھپا لیجئے۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ اس کے بعد پہلے قول سے رجوع فرمالیا۔ ان یتوضؤا بفضل سواکہ الخ شراح کو یہاں یہ اعتراض ہے کہ یہ جملہ ترجمۃ الباب کے بالکل مناسب نہیں مگر میری رائے یہ ہے کہ للغم مسواک کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ السواک مطھرۃ للفم اور وضو بھی مطھرۃ للبدن ہے چونکہ دونوں میں مطھرۃ ہونے کی صفت مشترک ہے اس لئے اس جملہ کو ذکر فرمایا قال ابوموسیٰ الخ سے بھی امام بخاریؒ نے استدلال کیا ہے۔ کہ فضل ماء طاہر ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ الخ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَقِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ۔

ترجمہ، حضرت سائب بن یزید سے میں نے سنا وہ فرماتے تھے مجھے میری خالہ جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں لے گئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ میرے بھانجے کو مرض لاحق ہو گیا ہے۔ تو آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر وضو فرمایا تو میں نے آپؐ کے بچے ہوئے پانی سے پیا اور آپؐ کی پیٹھ کی طرف کھڑا ہو گیا۔ تو آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان چھپر کھٹ کی گھنڈی کی طرح مہر نبوت دیکھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بظاہر باب سابق سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی مگر یوں مناسبت ہو سکتی ہے کہ جب ماء مستعمل سے شفا طلب کی جا سکتی ہے وہ طاہر ہو گا جس سے شفا کیلیے طلب کی جاتی ہے وَقِعٌ مرض لاحق ہو گیا۔ زر الحجلہ حجلہ بمعنی چھپر کھٹ جو عروس (دلہن) کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور ممکن ہے کہ حجلہ سے کبک اور کبوتری مراد ہو زر (گھنڈی) کو کہتے ہیں جو کہ کبوتری کے انڈے کے برابر ہوتی ہے اگر کبک مراد ہو تو پھر اس کا انڈا مراد ہو گا۔ چنانچہ بعض نسخوں میں رز بھی ہے۔ رز کے معنی بیضہ یعنی انڈے کے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ باب یہ باب بلا ترجمہ ہے حضرت مولانا گنگوہیؒ کی رائے یہ ہے کہ چونکہ آنے والی روایت میں احتمال یہ ہے کہ ماء باقی فی الاناء مراد ہو تو باب اول کے مغائر ہے یا ماء مستعمل فی الاعضاء ہو تو موافق ہو گی اور اس میں خاتم کا ذکر بھی تھا۔ اس لئے تنبیہ کے واسطے باب باندھ دیا۔ میری رائے یہ ہے کہ اول سے ماء مستعمل اور دوسرے ماء بقی فی الاناء کے متعلق کلام فرما رہے ہیں چونکہ امام بخاریؒ نے فضل بمعنی المستعمل کا حکم بیان کیا تھا۔ اس لئے تبعاً فضل بمعنی الباقی کو بھی ذکر فرما دیا وقع بمعنی وجع یعنی درد ہے۔ فمسح راسی بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری سر میں تھی۔ اور میں کہتا ہوں کہ سر میں ہونا کوئی ضروری نہیں۔ بلکہ بچوں کے سر پر تو ہاتھ پھیرا ہی کرتے ہیں فشربت من وضوئہ یہاں میرے نزدیک وضو سے ما بقی فی الاناء مراد ہے۔ کیونکہ فضل بمعنی المستعمل تو گذر چکا۔

منذ فند الحجلة یہ لفظ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ ایک بتقدیم الزا علی الرا اس وقت اس کے معنی گھنڈی کے ہوں گے اور حجلہ کے معنی مسہری کے ہیں بڑے اور امیر لوگوں کے یہاں شادیوں میں مسہری کے اندر گھنڈیاں استعمال کرنے کا رواج ہے اور دوسرے رز بتقدیم الرا علی الزا اس وقت اس کے معنی انڈے کے ہوں گے اور حجلہ کے معنی اس وقت میں ایک پرندہ ہوگا۔ جو کبوتر کے برابر ہوتا ہے۔ یہ روایت کتاب الشمائل کی ہے۔ یہاں الفاظ کی حیثیت سے کلام کردیا۔

باب مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو ایک چلو سے کلی اور ناک میں پانی دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَّاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثًا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا۔ پھر منہ کو دھویا یا کلی فرمائی اور ناک میں پانی ایک ہی ہتھیلی سے دیا۔ اور اس کو انہوں نے تین مرتبہ کیا پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے دو دو مرتبہ سر کا مسح کیا اگلے حصّہ کا اور پچھلے حصّہ کا۔ پھر ٹخنوں تک پاؤں دھوئے پھر فرمایا اسی طرح جناب رسول اللہ صلعم کا وضوء تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میرے نزدیک امام بخاریؒ اس باب سے بھی ماء مستعمل کی طہارت ثابت فرما رہے ہیں اس طرح کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں امام شافعیؒ کے پانچ قول ہیں ایک یہ کہ تین بار مضمضہ ثبلث غرفات اور تین بار استنشاق تبلاث غرفات گویا ہر ایک کے لئے الگ الگ غرفہ۔ یہ امام شافعیؒ کا ضعیف قول ہے جس کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے لیکن یہی جمہور کا مذہب ہے دوسرے یہ کہ ایک غرفہ سے دونوں تین بار پھر اس کے اندر دو قول ہیں ایک یہ کہ ایک ہی غرفہ سے اوّلاً تین بار مضمضہ اور اسی غرفہ سے پھر تین بار استنشاق دوسرے یہ کہ ایک ہی غرفہ میں ایک بار کلی پھر استنشاق پھر کلی پھر استنشاق پھر کلی پھر استنشاق یہ سب ایک ہی غرفہ سے ہوگا۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ دونوں غرفوں سے ہوں۔ پہلے غرفہ سے تین بار مضمضہ اور پھر دوسرے غرفہ میں تین بار استنشاق اور پانچواں یہ کہ تین غرفوں سے۔ پہلے غرفہ

سے مضمضہ پھر استنشاق اسی طرح دوسرے غرفہ سے دوسرا مضمضہ اور دوسرا استنشاق اور تیسرے غرفہ سے تیسرا مضمضہ اور تیسرا استنشاق تو ان پانچوں صورتوں میں صرف اوّل صورت میں تو نئے پانی کا استعمال ہوگا ورنہ اس کے بعد کی چار صورتوں میں ماء مستعمل کا استعمال ہے اس لئے کہ جب ایک بار کلی کرلی پھر مستعمل ہوگیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ظاہر ہے وصل پر من کف واحد سے استدلال کیا ہے اس کے تین جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی ہیں من کف واحد لا من کفین یعنی ایک ہاتھ استعمال کیا دونوں ہاتھ استعمال نہیں کئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق ایک ہی کف سے ہوا یہ نہیں کہ مضمضہ کے لئے یمین کا استعمال کیا ہو اور استنشاق کے لئے یسار کا۔ اور مقصود اس توہم کا دفعیہ ہے کہ یسار قاذورات کے لئے ہے۔ تو ممکن ہے کوئی خیال کرے کہ پھر استنشاق یسار سے ہونا چاہئے اس کا دفع کیا کہ دونوں کف یمین سے کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ بیان جواز کے لئے فرمایا تھا اور میرے خیال میں اپنے مسلک کی تائید اور شوافع کی تردید کی ہے۔

باب مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً ترجمہ، سر کا صرف ایک مرتبہ مسح کرنا۔

حدیث نمبر ۱۸۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ اَبِىْ حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ فَكَفَأَهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِى الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا بِثَلٰثِ غَرَفَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِى الْاِنَاءِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِى الْاِنَاءِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِى الْاِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِيَدِهٖ وَاَدْبَرَ بِهِمَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِى الْاِنَاءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ وَقَالَ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً۔

ترجمہ، حضرت عمرو ابن ابی الحسن نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے جناب نبی اکرم صلعم کے وضو کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ایک تھال برتن پانی کا منگایا پھر ان کے لئے وضو کیا چنانچہ اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی انڈیلا تو ان دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو برتن میں داخل کیا تین مرتبہ تین چلو پانی سے کلی کی۔ ناک میں پانی دیا اور ناک کو جھاڑا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھویا پھر ہاتھ برتن میں ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور اپنے

سر کا مسح کیا کہ اپنے ہاتھ کو آگے لے گئے اور پیچھے لے آئے۔ پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا وہیب فرماتے ہیں کہ سر کا ایک مرتبہ مسح کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ درمیان میں ایک عارض کی وجہ سے فصل کا ذکر آگیا تھا۔ اب پھر مسح کا ذکر شروع کر دیا۔ اس باب کی غرض امام شافعیؒ پر رد کرنا ہے ان کے نزدیک مسح راس میں مسنون تثلیث ہے اور جمہور کے نزدیک صرف ایک بار ہے۔

باب وُضُوْءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهٖ وَفَضْلِ وَضُوْءِ الْمَرْأَةِ وَتَوَضَّأَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْحَمِيْمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ۔

ترجمہ، آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی کا حکم اور حضرت عمرؓ نے گرم پانی کے ساتھ وضو کیا اور نصرانی عورت کے گھر سے لے کر کیا۔

حدیث نمبر ۱۸۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُوْنَ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْعًا۔

ترجمہ، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضو کرتے تھے۔

تشریح از مدنیؒ اگر عورت پانی کو استعمال کرلے اور جو پانی بچ جائے۔ تو جمہور فرماتے ہیں کہ فضل رجل و مرأۃ دونوں پاک ہیں۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورت نے تنہائی میں پانی استعمال کیا ہے تو پھر فضل مرأۃ سے وضو کرنا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ عورتوں کی طبیعت میں نظافت نہیں ہے۔ اگر عورت مرد کے ساتھ پانی استعمال کرے تو پھر بالاتفاق اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ و توضأ عمرؓ یہ اثر مصنفؒ نے ذکر فرمایا مگر شراح فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی مناسبت ترجمۃ الباب سے نہیں ہے اس لئے کہ وضو بالحمیم کی عدم مناسبت تو ظاہر ہے اور وضو من بیت نصرانیۃ اس سے فضل مرأۃ نہیں سمجھا جاتا۔ تو بعض نے کہا کہ مصنفؒ نے ان تعلیقات کو لبطور زوائد کے پیش کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اثر ثانی کو ترجمۃ الباب سے مناسبت ہے اس لئے کہ عموماً پانی کو عورتیں ہی گرم کیا کرتی ہیں۔ من بیت نصرانیۃ سے معلوم ہوا کہ عورت نے تنہائی میں پانی کو استعمال کیا۔ مسلمہ عورت تو خیر کچھ احتیاط کرتی ہے لیکن نصرانیۃ جو خنزیر وغیرہ کھاتے ہیں۔ اور اسے مس کرتے ہیں تو جب یہ عورت مختلی بالماء ہوئی۔ تو ممکن ہے اس نے استعمال کیا ہو۔ اور

عدم نظافۃ فی طبائعھا کے علاوہ خمر اور خنزیر کو استعمال کرنے سے اس کی عدم نظافۃ کی اور تائید ہوتی ہے مگر ایسے پانی کو منگا کر حضرت فاروقِ اعظم رضؓ نے وضو فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ فضلِ مرأۃ نجس نہیں ہوتا۔ گرم پانی میں شبہ یہ تھا کہ مس نار کی وجہ سے عدم طہارت معلوم ہوتی ہے کہ نار مظہر غضب الٰہی ہے تو ایسے ماء حمیم سے وضو جائز نہ ہوگا۔ اور نصرانیہ کے ہاں پانی کا ہونا اس کی عدم طہارت کا شبہ ہونا تھا تو فعل عمرؓ سے ان کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ تکثیر الفائدہ ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جو علۃ امام احمدؒ نے ذکر فرمائی ہے اس پر مصنفؒ نے بحث کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت باب ہے کہ کان الرجال والنساء یتوضؤن الخ اگر شبہ ہو کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ کیسے ہوتے تھے تو بعض نے جواب دیا کہ یہ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور بعض نے جواب دیا کہ برتن بڑا ہوا کرتا تھا اور وہ پردہ کا کام دیتا تھا حضرت امام بخاریؒ نے باب وضوء الرجال مع المرأۃ باندھ کر تنبیہ فرمائی۔ کہ روایت میں جو کان الرجال والنساء کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرتا تھا۔ اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تو اس صورت میں یہ ترجمہ شارحہ ہوگا اور فضل وضوء المرأۃ ترجمہ کے دو جزو ہیں اوّل تو شارحہ ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اور اس دوسرے ترجمہ سے حنابلہ اور ظاہریہ پر ردّ کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ اگر عورت نے خلوت میں پانی استعمال کیا ہو۔ تو اس کا فضل استعمال کرنا جائز نہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ کہ جب لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ غسل کرتے تھے تو جب ایک نے پانی لیا تو اس کے بعد جو دوسرا پانی لے گا تو استعمال ما فضل من المرأۃ لازم آگیا توضأ عمرؓ الخ۔ علامہ عینیؒ اور کرمانیؒ نے یہ کہہ دیا کہ دونوں اثر ترجمہ کے مناسب نہیں۔ لیکن وجہ مناسبت کا انکار صحیح نہیں بلکہ امام بخاریؒ اس سے طہارۃ فضل المرأۃ ثابت فرماتے ہیں۔ وہ اس طرح پر ثابت ہوئی کہ پانی عام طور پر گھر میں عورتیں گرم کرتی ہیں۔ اور اسی طرح گرمی دیکھنے کے لئے ہاتھ ڈالتی ہیں لہٰذا فضل المرأۃ ہوگیا اور من بیت نصرانیۃ یہاں حضرت عمرؓ نے سوال نہیں کیا کہ عورت نے استعمال کیا ہے یا نہیں تو بہت ممکن ہے کہ استعمال کیا ہو اور حضرت عمرؓ نے بلا سوال کئے استعمال کر لیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی طاہر ہے اور بعض علماء حنابلہ اور ظاہریہ کی رائے یہ ہے کہ غیر مسلمہ کا پانی استعمال کرنا جائز نہیں۔ امام بخاریؒ ان پر رد فرماتے ہیں۔ اس کے بعد یہ سنو کہ یہاں نسخ میں یہ اختلاف ہے

کہ یہ دونوں یعنی توضأ عمر اور من بیت نصرانیۃ دو الگ الگ اثر ہیں یا ایک ہی ہے اور واؤ عطف نہیں ہے۔ حافظ کی رائے یہ ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں اور واؤ عطف ہونا چاہیئے۔

باب صَبِّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضُوْءَہٗ عَلَی الْمُغْمٰی عَلَیْہِ۔

ترجمہ، کہ کسی بیہوش آدمی پر آپ کے وضو کا پانی ڈالنا۔

حدیث نمبر ۱۸۹ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا یَقُوْلُ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ وَاَنَا مَرِیْضٌ لَّا اَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ فَصَبَّ عَلَیَّ مِنْ وَّضُوْءِہٖ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَنِ الْمِیْرَاثُ اِنَّمَا یَرِثُنِیْ کَلَالَۃٌ فَنَزَلَتْ اٰیَۃُ الْفَرَائِضِ

ترجمہ، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسا بیمار تھا کہ کچھ نہیں سمجھتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلعم میرے بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے پس آپؐ نے وضو کیا اور اپنے وضو کے بچے ہوئے پانی کو میرے اوپر ڈالا تو مجھے ہوش آگئی سمجھنے لگا میں نے کہا یا رسول اللہؐ میری میراث کس کے لئے ہوگی کیونکہ میری وارث تو کلالۃ ہے یعنی ولد اور والد کوئی نہیں جس پر آیت الفرائض نازل ہوئی

تشریح از شیخ زکریاؒ صب النبی صلعم الخ باب کی غرض ماء مستعمل کی طہارت کو بیان کرنا ہے یہاں وضو سے وہ پانی مراد ہے جو اعضا سے گرا ہو۔ اور وہ جو برتن کے اندر باقی رہ گیا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ انما یرثنی کلالۃ۔ کلالہ کی تعریف میں علما کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ کلالہ اس مورث کو کہتے ہیں جس کے نہ اصول ہوں اور نہ فروع اور بعض نے کہا کہ اس وارث کو کہتے ہیں جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع اور بعض نے کہا کہ کلالہ اس مال کو کہتے ہیں جس کے لئے نہ اصول ہوں نہ فروع یہاں دوسرے معنی مراد ہیں

باب الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ فِی الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَۃِ۔

ترجمہ باب ہے غسل اور وضو بڑے ٹب میں اور پیالے میں اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں

حدیث نمبر ۱۹۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُنِیْرٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَقَامَ مَنْ کَانَ قَرِیْبَ الدَّارِ اِلٰی اَھْلِہٖ وَبَقِیَ قَوْمٌ فَاُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَۃٍ فِیْہِ مَآءٌ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ یَّبْسُطَ فِیْہِ کَفَّہٗ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ کُلُّھُمْ قُلْنَا کَمْ کُنْتُمْ قَالَ ثَمَانِیْنَ وَزِیَادَۃً۔

ترجمہ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا تو جن لوگوں کا گھر قریب تھا وہ تو اپنے گھر وضو کے لئے چلے گئے۔ کچھ لوگ باقی رہ گئے تو جناب رسول اللہ صلعم کے پاس پتھر کا ایک ایسا برتن لایا گیا جس میں پانی تھا وہ اس قدر چھوٹا تھا کہ جناب کی ہتھیلی اس میں نہیں سما سکتی تھی۔ تو سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ ہم نے پوچھا تم کتنے لوگ تھے فرمایا کہ اسی ۸۰ اور اس سے زیادہ

تشریح از شیخ مدنیؒ اس میں شبہ تھا کہ مخضب وغیرہ برتن کھلے ہوئے ہوتے ہیں جن میں قطرات الوضوء پڑتے ہیں تو فرمایا گیا کہ ان میں وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں مخضب بمعنی کٹھڑا۔ پھیلا ہوا برتن قدح بمعنی پیالہ جو کہ مٹی اور پیتل وغیرہ کا ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مخضب ایک برتن ہوتا ہے جس میں کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں چھوٹا بڑا دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصود یہ ہے کہ ان برتنوں کا استعمال جائز ہے اور ابن عمرؓ پر رد کرنا ہے جو بعض انواع ظروف مثلاً پیتل کے برتنوں کو مکروہ کہتے ہیں اس کے بعد سنو! کہ میرے نزدیک چھوٹے برتن سے وضو کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس میں ہاتھ ڈال کر وضو کرے دوسرے یہ کہ اس برتن کو جھکا کر اس سے پانی لے اس باب سے امام بخاریؒ نے پہلی صورت ثابت فرمائی ہے اور دوسرے باب الوضوء من التور سے دوسری صورت ثابت فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ فِیْہِ مَاءٌ فَغَسَلَ یَدَیْہِ وَ وَجْہَہٗ فِیْہِ وَ مَجَّ فِیْہِ۔

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا اس کے اندر جناب رسول اکرم صلعم نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ کو دھویا اور اس کے اندر تھوکا۔

حدیث نمبر ۱۹۲ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ اَتٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجْنَا لَہٗ مَاءً فِیْ تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْہَہٗ ثَلٰثًا وَّ یَدَیْہِ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَمَسَحَ بِرَاْسِہٖ فَاَقْبَلَ بِہٖ وَ اَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَیْہِ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلعم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لئے پیتل کے برتن میں پانی نکالا جس سے آپ نے وضو فرمایا کہ اپنے چہرہ مبارک کو دو مرتبہ دھویا اور اپنے ہاتھوں کو دو دو مرتبہ دھویا پھر سر کا مسح فرمایا کہ آگے لے گئے اور پیچھے لائے

اور دونوں پاؤں دھوئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس روایت سے ابن عمرؓ کا رد کرنا ہے جو پیتل کے برتن کے استعمال کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۹۳ حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهٗ اسْتَأْذَنَ اَزْوَاجَهٗ فِيْ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْاَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَّرَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَاَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ اَتَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّؓ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهٗ وَاشْتَدَّ وَجَعُهٗ هَرِيْقُوْا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَّمْ تُحْلَلْ اَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّيْ اَعْهَدُ اِلَى النَّاسِ وَاُجْلِسَ فِيْ مِخْضَبٍ لِّحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ تِلْكَ حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلعم بیمار ہوئے اور آپؐ کا درد سخت ہوا۔ تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے اس بات کی اجازت مانگی کہ آپؐ بیماری کے ایام میرے گھر میں گذاریں گے تو سب بیویوں نے اجازت دے دی۔ تو جناب دو آدمیوں کے سہارے اس طرح تشریف لائے کہ آپؐ دونوں پاؤں زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ ایک ان دو میں سے حضرت عباسؓ تھے اور ایک دوسرا آدمی تھا حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا۔ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب تھے اور حضرت عائشہؓ یہ بھی بیان فرماتی تھیں کہ میرے گھر میں داخل ہونے کے بعد جب آپؐ کا مرض اور شدید ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے اوپر سات مشکیزے پانی ڈالو جن کے تسمے نہ کھولے گئے ہوں۔ شاید میں لوگوں کو وصیت کر سکوں چنانچہ آپؐ کو حضرت حفصہؓ زوج النبی صلعم کے ٹب میں بٹھایا گیا۔ پھر ہم لوگ سات مشکیزوں کا پانی آپؐ پر ڈالنے لگے یہاں تک کہ آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ بس تم لوگ اپنا کام کر چکے پھر آپؐ باہر لوگوں کے پاس تشریف لائے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ أجلس فی مخضب ای من مخضب جیسے دوسری روایات سے ثابت ہے۔ چنانچہ باب الوضوء من التور کی روایات اس کی تفسیر کرتی ہیں فی بمعنی من کے ہے کہ بذریعہ اغتراف کے وضو فرماتے تھے اغتراف کا معنی چلو بھرنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قال ھو علیؓ بعض نے کہا کہ چونکہ حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ سے ناراض ہوگئی تھیں جس کے نتیجہ میں جنگ جمل ہوئی۔ اس لئے ان کا نام نہیں لیا مگر میرے والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت عباسؓ تو ایک جانب کے لئے متعین تھے بخلاف حضرت علیؓ کیونکہ ابتداً حضرت ام ایمنؓ تھیں پھر حضرت اسامہ اور علی ہوئے اس لئے تعین نہیں فرمائی اھ یفوا علی الخ یہ طریقہ عرب کے اندر بخار زائل کرنے کے لئے مجرب سمجھا جاتا تھا۔

باب اَلْوُضُوْءِ مِنَ التَّوْرِ۔ ترجمہ، لوٹے یا تھال سے وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۱۹۴ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ قَالَ كَانَ عَمِّیْ یُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوْءِ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ اَخْبِرْنِیْ كَیْفَ رَأَیْتَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّآءٍ فَكَفَأَ عَلٰی یَدَیْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فِی التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ مِّنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَیْهِ فَاغْتَرَفَ بِهِمَا فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ یَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدَیْهِ مَآءً فَمَسَحَ رَأْسَهٗ فَاَدْبَرَ بِیَدَیْهِ وَاَقْبَلَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ فَقَالَ هٰكَذَا رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت فرماتے ہیں کہ میرے چچا وضو بہت کرتے تھے۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ تم نے جناب نبی اکرم صلعم کو کس طرح وضو کرتے دیکھا تو انہوں نے پانی کا لوٹا منگایا تو اس کو دونو ہاتھوں پر جھکایا اور ان کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر اس برتن میں ہاتھ کو ڈالا اس سے کلی فرمائی اور تین مرتبہ ناک کو جھاڑا یہ سب ایک ہی چلو سے تھا۔ پھر ہاتھ ڈال کر ان دونو ہاتھوں سے چلو کو بھرا تو تین مرتبہ چہرہ کو دھویا پھر دونو ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھویا۔ پھر دونوں سے پانی لے کر اپنے سر کا مسح کیا اس طرح کہ دونو ہاتھوں کو پیچھے لے گئے اور آگے لے آئے پھر دونو پاؤں کو دھویا اور فرمایا کہ میں نے اسی طرح جناب نبی اکرم صلعم کو وضو کرتے دیکھا

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے وضو من الاناء کو ثابت کرنا ہے یعنی پانی لے کر چنانچہ جب حضور اکرم صلعم نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا تو یہ فی التور ہوگیا اور لوگوں نے اس پانی سے وضو کیا تو یہ من التور ہوگیا۔ اعتراض یہ ہے کہ تور بھی کے پیالہ کو کہتے ہیں پہلے باب میں مجارہ سے وضو کرنے کو بیان کردیا ہے تو اسے دوبارہ کیوں لائے شراح کے نزدیک یہ تخصیص بعد التعمیم ہے میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے محض تور کو بیان کرنا نہیں وہ تو بیان ہوچکا بلکہ یہاں اور بات تبلانی ہے۔ وہ یہ کہ پہلی حدیث میں تو فی التور ہے۔ اس باب میں من التور ہے تو اول کا مطلب یہ ہوا کہ اس برتن کے اندر وضو کیا جائے۔ اور من التور کا مطلب یہ ہے کہ برتن سے پانی لے کر وضو کی جائے تو دونوں صورتوں کا جواز تبلانا مقصود ہے

حدیث نمبر ۱۹۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَاُتِيَ بِقَدَحٍ رَّحْرَاحٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ فَوَضَعَ اَصَابِعَهُ فِيْهِ قَالَ اَنَسٌ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ قَالَ اَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّاَ مِنَ السَّبْعِيْنَ اِلَى الثَّمَانِيْنَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے پانی کا برتن منگوایا تو آپؐ کے پاس ایک وسیع پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا جس میں آپؐ نے اپنی انگلیاں مبارک رکھ دیں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں پانی کو دیکھنے لگا جو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے ابل رہا تھا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے وضو کیا تھا ان کا میں نے ۷۰ سے ۸۰ تک کا اندازہ کیا۔

باب اَلْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ ترجمہ، ایک سیر پانی سے وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۱۹۶ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ اَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ اِلَى خَمْسَةِ اَمْدَادٍ وَّ يَتَوَضَّاُ بِالْمُدِّ۔

ترجمہ، راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلعم چار سیر سے لے کر پانچ سیر پانی تک سے غسل کرتے تھے اور ایک سیر سے وضو فرماتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو ذکر فرما کر اشارہ کردیا کہ یہ ٹھیک ہے کہ خوب پانی نکلا اور لوگوں نے اسے استعمال کیا جیسے کہ آخری روایت سے معلوم ہوا مگر بھائی اسراف نہ کرے

بلکہ ایک مد استعمال کرے کہ یہی مقدار مسنون ہے۔ بعض شراح مسلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ ایک مد سے زائد سے وضو کرنا۔ احناف رح کے نزدیک ناجائز ہے یہ بالکل غلط ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ نہ اسراف کرے اور نہ کمی کرے بہرحال احناف رح کے نزدیک کوئی حد متعین نہیں ہے۔

باب الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ، ترجمہ، موزوں پر مسح کرنا۔

حدیث نمبر ۱۹ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الخ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رض جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے دونوں موزوں پر مسح کیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رض اس کے بارے میں اپنے باپ حضرت عمر رض سے پوچھا تو آپ نے ہاں کہہ کہ ہمیں جواب دیا۔ اور فرمایا کہ جب حضرت سعد رض جناب نبی اکرم صلعم سے کوئی حدیث تمہیں بیان کریں تو پھر اس کے بارے میں اور کسی سے نہ پوچھو۔

تشریح از شیخ زکریا مسح علی الخفین قیاس کے بھی خلاف ہے۔ اور نص قرآنی کے بھی کیونکہ قرآن پاک میں پاؤں کے دھونے کا حکم ہے چونکہ مسح علی الخفین شتر یا آستی صحابہ کرام سے منقول ہے اور یہ روایات حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بلکہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں تو یہ بھی صحیح ہے اس سے زیادہ علی الکتاب جائز ہے۔ مسح علی الخفین کا ائمہ میں سے کوئی منکر نہیں ہاں خوارج اور روافض مسح علی الخفین کے قائل نہیں، روافض اور خوارج باہم ضد ہیں۔ مگر یہاں دونوں ایک ساتھ ہیں۔ روافض تو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اہل بیت سے مسح علی الرجلین کی روایات مروی ہیں اس لئے مسح علی الخفین کچھ نہیں۔ حالانکہ خفین سردی کی وجہ سے پہنے جاتے ہیں۔ مسح علی الرجلین اور ہے مسح علی الخفین اور ہے اور خوارج کہتے ہیں کہ یہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ لیکن جب ۷۰ یا ۸۰ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ اور روایات شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں اس لئے ان سے زیادہ علی الکتاب جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرق باطلہ مسح علی الخفین کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کو تو صحابہ سے بغض ہے۔ حضرت امام مالک رح اور امام ابوحنیفہ رح نے اہلسنت والجماعۃ کی پہچان مسح علی الخفین کا جائز قرار دینے والا لکھی گئی ہے فرماتے ہیں من علامات

اهل السنة والجماعة ان تفضل الشیخین وتحب الختنین وان تری المسح علی الخفین یعنی روافض کی طرح خلفاۓ ثلاثہ کو برا بھلا نہ کہے اور خوارج کی طرح حضرت علیؓ کو اور ان دونو فرقوں کی طرح المسح علی الخفین کا انکار نہ کرے۔ ان عبد اللہ بن عمرؓ اس روایت میں اختصار ہے واقعہ یہ ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کوفہ میں تھے۔ اور حضرت عمرؓ وہاں گئے ہوئے تھے حضرت سعدؓ نے خفین پر مسح فرمایا حضرت ابن عمرؓ نے اس پر انکار کیا حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اکرم صلعم نے خفین پر مسح فرمایا ہے اور جب مدینے جانا تو اپنے باپ عمرؓ سے پوچھ لینا۔ حضرت ابن عمرؓ جب آئے تو حضرت عمرؓ سے اس کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمرؓ نے دو باتیں ارشاد فرمائیں۔ اولاً تو نعم فرمایا یعنی حضرت سعدؓ نے جو کہ کہا کہ رسول اللہ صلعم نے مسح علی الخفین فرمایا ہے۔ تو یہ درست ہے۔ اور دوسری بات بطور قاعدہ کلیہ کے ارشاد فرمائی۔ کہ حضرت سعدؓ جو کچھ بیان کریں گے صحیح کہیں گے لہٰذا کسی دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اشکال ہو کہ خود حضرت عبد اللہ بن عمر سے مرفوعاً مسح علی الخفین کی روایت منقول ہے تو پھر ابن عمرؓ نے حضرت سعدؓ پر نکیر کیوں فرمائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے جن روایات میں مرفوعاً مسح علی الخفین کا ذکر ہے اس میں یہ نہیں ہے۔ کہ حضرت ابن عمرؓ یہ فرماتے ہیں رائیت رسول اللہ صلعم بلکہ عن ابن عمرؓ عن النبی صلعم یا عن ابن عمر ان رسول اللہ صلعم اور اس میں احتمال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور رسول اللہ صلعم کے درمیان کوئی واسطہ ہو۔ وہ حضرت سعدؓ کی اس روایت سے معلوم ہو گیا۔ تو معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ کی روایت مراسیل صحابہؓ کے قبیل سے ہے اور مراسیل صحابہ بالاتفاق مقبول ہیں ان سعداً فقال عمر لعبد اللہ الخ یہاں ان کا اسم ذکر کر دیا اور خبر محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت سعد نے ابن عمرؓ کے انکار پر مسح کیا۔ حضرت سعدؓ نے حدیث بیان کی اور ابن عمرؓ سے فرمایا کہ اپنے باپ سے دریافت کر لینا۔ تو اس قدر ذکر فرما کر پوری حدیث کی طرف اشارہ فرمایا

حدیث نمبر ۱۹۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدِ الْحَرَّانِيُّ الخ عَنْ اَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيْرَةُ بِاِدَاوَةٍ فِيْهَا مَآءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ۔

ترجمہ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جناب رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ قضاۓ حاجت

کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ایک چھاگلی لوٹا جس میں پانی تھا لے کر آپؐ کے پیچھے چلے جب آپؐ قضاءِ حاجت سے فارغ ہوئے تو انہوں نے آپؐ پر پانی ڈالا حضور اکرم صلعم نے وضو فرمایا اور دونو موزوں پر مسح کیا۔

حدیث نمبر ۱۹۹ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الخ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ

ترجمہ، حضرت عمرو بن امیۃ الضمریؓ نے خبر دی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

حدیث نمبر ۲۰۰ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ۔

ترجمہ، حضرت عمر ضمری فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپ اپنی پگڑی اور موزوں پر مسح کر رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، مسح علی العمامۃ، ظاہریہ اور حنابلہ کے یہاں تو جائز ہے مگر ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہ، شافعی اور مالکؒ کے یہاں جائز نہیں ہے۔ یہاں مالکیہؒ اور شوافع نے بخاری کی حدیث چھوڑ دی۔ اگر حنفیہ چھوڑ دیں تو آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ بہرصورت یہ حدیث حنابلہ اور ظاہریہ کے موافق اور ائمہ ثلاثہ کے مخالف ہے۔ ظاہریہ تو یہ کہتے ہیں کہ بلاتوقیت جائز ہے اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ مسح علی العمامۃ ان شروط کے ساتھ جائز ہے جن شروط کے ساتھ مسح علی الخفین کا جواز ہے یعنی طہارت پر پہنا گیا ہو اور مقیم کے لئے یوم ولیلۃ اور مسافر کے لئے ثلاثۃ ایام ولیالیھا یعنی تین دن تین راتیں اسی کے ساتھ ان کی کتابوں میں ایک شرط اور بھی لکھی ہوتی ہے وہ یہ کہ عمامہ علی ہیئۃ المسلمین ہو۔ کفار اور اہلِ ذمہ کی طرح نہ ہو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شملہ لٹکا کر داڑھی کے نیچے سے لا کر دوسری طرف کو باندھ دیتے ہیں۔ چونکہ اس طرح نکالنے میں مشقت ہوتی ہے جیسے خفین میں اس لئے یہاں بھی مسح جائز ہے۔ مگر چونکہ یہ روایت ائمہ ثلاثہ کے خلاف پڑتی تھی۔ اس لئے اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں ایک تو سب سے قوی ہے جس کو امام محمدؒ نے مؤطا میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں بلغنا انہ کان فترک اور بلاغات امام محمد معتبر ہیں لہٰذا مسح علی العمامہ منسوخ ہوگیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کسی خاص

سفر کا واقعہ ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے اَمَرَنَا اَن نمسح علی العصائب والتساخین یعنی حضور اکرم نے عذر کی بنا پر جبائر پر مسح کا حکم فرمایا اسی طرح کسی وجہ سے مسح علی العمامہ بھی ہوا ہوگا۔ اور تیسرا جواب حنفیہؒ اور شافعیہؒ کے اصول پر چلتا ہے وہ یہ ہے کہ فرض مسح علی الرأس مطلق المسح ہے۔ عند الشوافع اور عند الاحناف ربع رأس ہے تو ممکن ہے فرض کی ادائیگی مسح رأس سے کرلی ہو اور تکمیل سنت کے لئے عمامہ پر مسح کیا ہو۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں مگر مالکیہ کے یہاں یہ جواب درست نہیں کیونکہ ان کے ہاں تو استیعاب رأس بالمسح فرض ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسح علی الرأس قرآن پاک سے ثابت ہے۔ اور مسح علی العمامہ کا ذکر اخبار احاد میں ہے جو محتمل ہیں۔ لہٰذا قطعی کو ظنی کی وجہ سے ترک نہیں کیا جائے گا۔ اور حنفیہؒ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوداؤد وغیرہ میں مسح علی ناصیتہ وعمامتہ وارد ہے معلوم ہوا کہ اصل فرض تو مسح علی الناصیتہ سے جو ادا ہوگیا۔ اور باقی تکمیل سنت کے لئے تھا ان جوابات ثلاثہ کے ہوتے ہوئے یہ توجیہ کرنا کہ حضور اکرم صلعم عمامہ درست فرما رہے تھے۔ دیکھنے والے نے یہ سمجھا کہ اس پر مسح فرما رہے ہیں یا اس کے علاوہ دوسرے جوابات کی اس وقت ضرورت ہوتی جب یہ مذکورہ جوابات نہ ہوتے۔

باب اِذَا اَدْخَلَ رِجْلَيْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ

ترجمہ باب جبکہ ماسح اپنے دونوں پاؤں موزے میں اس وقت داخل کرے جب کہ وہ دونوں پاک ہوں۔

حدیث نمبر ۲۰۱ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ تھا۔ میں آپ کے موزے اتارنے کے لئے جھکا تو آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو کیونکہ میں نے ان کو اس وقت داخل کیا تھا جب وہ دونوں پاک تھے۔ پھر ان پر مسح فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہاں اس باب میں ایک اور مسئلہ بیان فرما دیا کہ مسح علی الخفین کے لئے ضروری ہے کہ رجلین کو پاک کرکے موزوں میں داخل کیا ہو اس طہارت سے مراد ائمہ اربعہ کے نزدیک تو طہارت من الانجاس والاحداث جمیعاً ہے۔ اور ظاہریہ کے نزدیک طہارت من الانجاس شرط ہے طہارت

من الاحداث شرط نہیں، جمہور کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جب طہارت مطلق بولی گئی تو اس سے طہارت کاملہ مراد ہوگی خواہ وہ ارجاس ہو یا احداث دعھما الخ یہاں حضور اقدس صلعم نے چھوڑنے کے امر کو معلل فرمایا کہ رجلین مبارکین بحالت طہارت داخل فرماتے ہیں لہٰذا ترجمہ ثابت ہوا۔

باب مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيقِ وَاَكَلَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَحْمًا فَلَمْ يَتَوَضَّؤُوْا۔

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو بکری کے گوشت اور ستو کے استعمال سے وضو نہیں کرتا حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے گوشت کھایا لیکن وضو نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۰۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے بکری کے کندھے کا گوشت کھایا نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنی رو اس باب کے تحت روایت میں سویق کا تذکرہ نہیں البتہ دوسرے باب کی پہلی روایت میں سویق کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں لحم کا ذکر ہے سویق اور مضمض عنہ کا ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ باب اصلی من لم یتوضأ من لحم الشاۃ الخ ہے۔ درمیان میں جو باب آیا ہے وہ مستقل نہیں ہے بلکہ باب اول کے تحت میں ہے جس کو بطور فصل کے لایا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں لم یتوضأ کے ساتھ مضمض کی زیادتی ہے اس لئے روایت ثانیہ بھی باب اول میں داخل ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ ما مستہ النار سے وضو نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے مولم یتوضأ مما مستہ النار جیسی مختصر عبارت کو چھوڑ کر یہ طویل عبارت اختیار فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر باب سے ہی یہ معلوم ہوگیا کہ امام بخاریؒ کا میلان حنابلہ رح کے مذہب کی طرف ہے کیونکہ حنابلہ رح کے یہاں لحم ابل کے استعمال سے وضو ضروری ہے اور جمہور کے نزدیک کسی بھی مما مستہ النار سے وضو واجب نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ابو داؤد میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے۔ کان آخر الامرین من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ترک الوضوءِ مما غیرتہ النار لیکن خود امام ابو داؤد وضو مستہ النار کے قائل ہیں جیسا کہ ان کے ابواب سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو

فی ک الوضوء مما مستہ النار کا باب قائم فرمایا اور پھر باب التشدید فی ذالک منعقد فرما دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جابرؓ کی روایت ایک مخصوص واقعہ کے ساتھ خاص ہے۔ رہا کل ابو مجاہدؒ چونکہ امام بخاریؒ لحم الابل سے وضو کے قائل ہیں اس لئے یہاں مطلقاً اکل لحم وعدم توضی کا ذکر ہو۔ تو وہ امام بخاریؒ کے نزدیک لحم شاۃ پر محمول ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۰۳ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَى السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہؓ نے جناب نبی اکرم صلعم کو دیکھا کہ آپؐ بکری کے کندھے کا گوشت کاٹ رہے تھے کہ آپؐ کو نماز کی طرف بلایا گیا۔ تو آپؐ نے چھری پھینک دی نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یحتز من کتف شاۃ یعنی کتف شاۃ چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے اس پر اشکال ہے کہ چھری سے کاٹ کر کھانے کی ممانعت ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتی ہے۔ شراحؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ وہاں بیان اولیت ہے۔ اور یہاں بیان جواز ہے مگر میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس بات پر محمول ہے کہ چھری ہی سے کھاتے اور بخاریؒ کی روایت اس پر محمول ہے کہ چھری سے کاٹ کر ہاتھ سے کھائے جیسا کہ قربانی کا گوشت کچھ کچا ہو تو کاٹ کر اور پھر ہاتھ سے کھایا جائے فصلی ولم یتوضأ یہ عدم توضی اکل لحم شاۃ سے ہوگئی۔ مگر اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے باب میں دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں ایک سویق اور دوسرے لحم شاۃ تو حضرت امام بخاریؒ نے لحم شاۃ سے عدم توضی کی روایات تو باب میں ذکر فرما دی۔ مگر سویق کی کوئی روایت ذکر نہ فرمائی۔ شراحؒ نے جواب دیا کہ قیاس سے ثابت فرما دیا۔ کہ جب لحم شاۃ جس میں چکناہٹ ہو تو جب اس سے وضو نہیں فرمائی تو سویق کے اندر بطریق اولیٰ وضو نہ ہوگی۔ کیونکہ اس میں دسومت ہوتی ہی نہیں یہاں امام بخاریؒ کا مقصود عدم وضو مما مستہ النارؓ ثابت کرنا ہے مگر معلوم نہیں کیا بات ہے کہ شراح نے یہاں ترجمہ قیاس سے ثابت فرما دیا۔ حالانکہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے یہ بھی تو ہے کہ جب کسی باب کی روایت میں کوئی فائدہ جدیدہ ہوتا ہے تو اس پر تنبیہ کرنے کے لئے نیا باب یا باب در باب باندھ دیتے ہیں یہاں جو روایت آنے والے باب میں آرہی ہے اس کے اندر سویق کا ذکر ہے۔ اور ترجمہ میرے نزدیک اس سے ثابت ہو رہا ہے۔ مگر چونکہ روایت میں مضمضہ کا لفظ تھا اس لئے امام بخاریؒ نے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے بطور فائدہ

جدید ایک نیا باب باندھ دیا. اور تنبیہ فرمائی کہ وضو سویق کے کھانے سے تو نہ کی جائے. لیکن چونکہ اس سے منہ بھر جاتا ہے. اس لئے کلی کر لینی چاہیئے۔

باب مَنْ مَضْمَضَ مِنَ السَّوِيْقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں کہ ستو کھانے سے کلی تو کی جائے اور وضو نہ کی جائے۔

حدیث نمبر ۲۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الخ اَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ اَدْنٰى خَيْبَرَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْاَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَاَمَرَبِهٖ فَثُرِّيَ فَاَكَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت سوید بن نعمانؓ خبر دیتے ہیں. کہ وہ جناب رسول اللہ صلعم کے ہمراہ خیبر والے سال باہر نکلے یہاں تک کہ جب وہ صہبا مقام پر پہنچے جو کہ خیبر کے نزدیک ہے تو آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی پھر توشہ منگوایا تو ستو کے سوا اور کچھ نہ لایا گیا جس کو پانی میں بھگونے کا آپؐ نے حکم دیا۔ جناب رسول اللہ صلعم نے بھی کھایا اور ہم سب نے کھایا پھر آپؐ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپؐ نے بھی کلی فرمائی اور ہم سب نے کلی کی پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا، ترجمۃ الباب کی غرض سابق باب سے معلوم ہو چکی اونی خیبر یہ تعبیر کے قریب ترجگہ ہے۔ ثم دعا بالازواد چونکہ حضور اقدس صلعم ساتھ کھانے کے عادی تھے. اکیلے نہ کھاتے تھے. اس لئے سب کو بلایا. تاکہ ساتھ نوش فرمائیں اور اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو دوسرے بھی اسے کھلائیں۔

حدیث نمبر ۲۰۵ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ الخ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضہ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ان کے پاس کتیف کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس روایت پر علامہ عینیؒ اور کرمانیؒ کو اشکال پیش آرہا ہے کہ یہ

بے جوڑ عبارت کہاں سے آگئی۔ کیونکہ باب تو من مضمض من السویق کا ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ نساخ کا تصوف ہے۔ علامہ عینیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ دراصل سب کو اشکال اس لئے پیش آرہا ہے کہ اس کو مستقل باب سمجھا جارہا ہے لیکن اس کو باب در باب مان لیں تو کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اس صورت میں نہ تو باب سابق کے ترجمہ کو قیاس سے ثابت کرنا پڑتا ہے اور نہ ہی اس روایت کو بے موقعہ ماننا پڑے گا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ یہ پہلا ہی باب ہے فائدہ جدیدہ کے طور پر درمیان میں باب در باب منعقد کر دیا

باب هَلْ يُمَضْمِضُ مِنَ اللَّبَنِ ۔ ترجمہ، کیا دودھ پینے سے کلی کرنی چاہیئے۔

حدیث نمبر ۲۰۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهُ دَسَمًا الخ

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے دودھ پیا تو حضور صلعم نے کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ دودھ پینے کے بعد کلی کرنی چاہیئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے باب باندھ دیا۔ شرب لبنا۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ روایت میں ہے کہ حضور اکرم نے دودھ پیا۔ اور کلی فرمائی پھر ترجمہ میں لفظ ہل لانے کی کیا ضرورت رہی۔ شراح جواب دیتے ہیں۔ ابو داؤد کی روایت میں ولم یمضمض ہے اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے ترجمہ میں لفظ ھل لے آئے تاکہ غور کرو کہ جس طرح یہاں مضمض کا ذکر ہے۔ دوسری جگہ عدم مضمضہ کا ذکر بھی ہے اور میری رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم نے مضمضہ باللبن کو معلل فرما دیا۔ کہ اس کے اندر دسومت ہوتی ہے تو امام بخاریؒ نے لفظ ھل سے اس طرف اشارہ فرما دیا کہ اس میں دسومت نہ ہو۔ تو پھر کوئی ضرورت نہیں اور بعض نے کہا ھل کا لفظ لبا اوقات اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتا ہے

باب الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ وَمَنْ لَّمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ اَوِ الْخَفْقَةِ وُضُوْءًا۔ ترجمہ، باب نیند سے وضو کرنے کا حکم۔ اور اس شخص کے بارے میں جو ایک دفعہ اونگھنے یا دو دفعہ اونگھنے اور سر کے ہلنے سے وضوء کے روادار نہیں۔

حدیث نمبر ۲۰۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ

أَحَدُكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جبکہ کسی ایک کو نماز کی حالت میں اونگھ آئے تو وہ سو جائے تاکہ اس کی نیند اس سے زائل ہو جائے۔ کیونکہ جب کسی نے اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھی تو غیر شعوری طور پر شاید وہ مغفرت طلب کرنے کی بجائے اپنے آپ کو گالی دے رہا ہو۔

تشریح از شیخ مدنی رح حضرت امام مالک رح اور ان کے موافقین کا مسلک یہ ہے کہ نوم کثیر تو ناقض ہے نوم قلیل ناقض نہیں مگر ائمہ ثلاثہ رح کے یہاں خواہ نوم کثیر ہو یا قلیل بشرطیکہ وہ استرخا مفاصل کا سبب بنے وہ ناقض وضو ہے۔ ہر ایک کے پاس اس کی تفصیل ہے۔ نعسۃ اور سنۃ میں چونکہ اثر نوم کم ہوتا ہے اس میں نقض کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی اس لئے ناقض نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ آنجناب نبی اکرم صلعم نے جو علّہ بیان فرمائی ہے وہ لعلہ یستغفر ہے فینقض وضوءہ نہیں فرمایا۔ اگر اس پر شبہ ہو کہ ظاہر حدیث کا تقاضا ہے کہ اگر غلبۂ نوم ہو تو نماز چھوڑ دینی چاہیئے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ حکم صلوات نافلہ کے بارے میں ہے۔ عادت بھی ہے کہ صلوات فرضیہ عشا، وصبح وغیرہ میں یہ حکم نہیں ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ احادیث میں ہے کہ خلب لا ھیہ کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ پھر لا یدری لعلہ یستغفر کے کیا معنی؟ تو کہا جائے گا کہ واقعی دعا وہی مقبول ہوتی ہے جو خلوص دل سے ہو۔ مگر بعض اوقات دعا کے قبولیت کے ایسے ہوتے ہیں کہ جو لفظ زبان سے نکلا وہ قبول ہو گیا۔ اس لئے منع کیا گیا کہ ایسی حالت سے گریز کرنا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریا رح، نعسہ کے معنے اونگھنے کے ہیں اور خفقہ اونگھ کی وجہ سے سر کا ہلنا یہاں باب میں اشکال یہ ہے کہ امام بخاری رح نے ترجمہ کے دو جزء قرار دیئے ہیں۔ ایک وضو من النوم دوسرا من لم یر الو۔ روایت جو ذکر فرمائی ہے وہ نعسہ کی ہے نوم کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا۔ کہ نوم اور نعسہ سے مراد ایک ہی ہے تو گویا ترجمہ میں بس ایک ہی چیز ہے اور من لم یر من النعسہ وضو من النوم کی تفصیل ہے اور بعض نے کہا کہ نوم سے چونکہ نقض مشہور تھا اس لئے اس کی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ اب نوم ناقض وضو ہے یا نہیں اس کے اندر تین مذہب ہیں۔ سلف کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ نوم مطلقًا ناقض ہے اور سلف ہی میں دوسری جماعت

۹/۲

کی رائے اس کے بالکل خلاف ہے کہ نوم کی کوئی قسم ناقض وضو نہیں ہے۔ اور ائمہ اربعہ جمع بین الروایات فرماتے ہیں کہ نوم کی بعض انواع ناقض ہیں اور بعض ناقض نہیں جمع بین الروایات کا مطلب یہ ہے کہ نقض وضو بالنوم کی روایات مختلف ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ناقض ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نماز کی انتظار میں بیٹھے بیٹھے سونے لگتے حتیٰ تخفق رؤسہم تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند ناقض نہیں۔ اب پھر انواع ناقضہ اور غیر ناقضہ میں اختلاف ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک النوم متکیًا علی شیئ لو ازیل لسقط کہ اگر کسی چیز کا سہارا لے کر نیند کر رہا تھا اگر وہ سہارا زائل ہو جائے تو گر پڑے امام شافعیؒ کے نزدیک النوم قاعدا ممکنا مقعدہ من الارض کہ نیند بیٹھے بیٹھے زمین پر سرین جمائے ہونے کی نیند ناقض نہیں باقی انواع ناقض ہیں تو معلوم ہوا کہ نوم فی نفسہ تو ناقض نہیں ہے بلکہ چونکہ نوم مظنہ خروج ریح ہے اس لئے ناقض ہے۔ اور جب یہ صورت بالا ہو تو پھر خروج ریح کا مظنہ نہیں رہتا ہے۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک نوم ثقیل ناقض ہے اور نوم خفیف ناقض نہیں ہے۔ مثلاً اس طرح سو رہا ہو کہ ذرا سی حرکت ہو تو جاگ جائے اور حنابلہؒ کے نزدیک نوم یسیر ناقض نہیں ہے۔ بلکہ نوم کثیر ناقض ہے۔ یسیر کا مطلب ہے۔ ایک آدھ منٹ سو جانا اور اس میں ایک قید یہ بھی ہے کہ وہ نوم قاعدًا ہو قائمًا ہو۔ کیونکہ روایات میں صحابہ کرامؓ کا سونا انہیں دو صورتوں میں منقول ہے تو مالکیہ اور حنابلہ میں فرق یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک لیٹا ہوا آدمی اگر ہلکی نیند سو رہا ہے تو اس کی وضو نہیں ٹوٹے گی اور حنابلہ کے یہاں حالتین قیام وقعود میں ہو۔ اگر لیٹ کر ہوگی تو وضو ختم ہو جائے گی فان احدکم اذا صلی وھو ناعس اس سے ترجمہ لطیف ثابت فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلعم صلوٰۃ بحالت نعس سے منع فرما رہے ہیں، اگر نعس سے وضو ٹوٹ جاتا تو صلوٰۃ بحالت نعس لکھنا کیسے صحیح ہوتا کیونکہ جب وضو ٹوٹ گئی تو نماز کہاں رہی۔ لعلہ یستغفر الخ سونے میں آدمی کو پتہ نہیں چلتا۔ وہ کہنا چاہے گا اللھم اغفر اور زبان سے نکلے گا۔ اللھم لا تغفر دعا کرے گا اللھم ارزقنی کی اور زبان سے نکل جائے اللھم لا ترزقنی اور یہ سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی خاص ساعات اجابت ہیں اس میں جو بھی منہ سے نکل جائے گا وہ قبول ہوگا۔ اس لئے آدمی کو چاہیئے کہ اپنے لئے بددعا نہ کرے ایک ڈوم کہیں جا رہا تھا نیند آرہی تھی چلتے چلتے کہنے لگا کہ اے اللہ ایک گھوڑی دے دے راستے میں گاؤں کا سردار کھڑا تھا اتفاق سے اس کی گھوڑی نے بچہ دیا۔ اب وہ لے کیسے جاتا اس نے ڈوم کو جو دیکھا تو بلایا او ڈوم یہاں آ۔ اور

اس کے کندھے پر بچہ لاد دیا۔ ڈوم نے کہا کہ اے اللہ مانگی تھی بیچے کو مل گئی ادھر کو اس لئے چاہئے کہ آدمی حدیث کی دعاؤں سے دعا کرے کیونکہ وہ بالکل جامع مانع ہوتی ہیں

حدیث نمبر ۲۰۸ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَنَمْ حَتّٰى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اسے سو جانا چاہیئے یہاں تک کہ جان کیا پڑھ رہا ہے

باب الوُضُوْءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ ، ترجمہ۔ بغیر حدث کے وضو کرنے کا حکم۔

حدیث نمبر ۲۰۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالَ يُجْزِئُ اَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ۔

ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم ہر نماز کے وقت وضو فرماتے تھے میں نے پوچھا آپ لوگ کیسے کرتے تھے فرمایا ہمیں وہی وضو کافی ہو جاتا تھا جب تک کہ بے وضو نہ ہوں

حدیث نمبر ۲۱۰ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ اَخْبَرَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا صَلّٰى دَعَا بِالْاَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَاَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلّٰى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت سوید بن نعمان خبر دیتے ہیں کہ ہم خیبر والے سال جناب رسول اللہ صلعم کے ہمراہ نکلے یہاں تک جب ہم لوگ صہباء مقام پر پہنچے تو آپ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو کھانے کی چیزیں منگوائیں تو ستو کے سوا کوئی چیز نہ لائی گئی۔ ہم نے کھایا پیا پھر آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے کلی فرمائی ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے بغیر بے وضوئی کے وضو فرمائی اور بعض سے عدم وضو معلوم ہوتا ہے۔ اس سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ خصوصیت

کے ساتھ ہر نماز کے لئے آپ پر وضو فرض تھا امت پر نہیں تھا۔ واقعۂ خیبر سے معلوم ہوا کہ وضو عند کل صلوٰۃ نہ آپ پر فرض تھا اور نہ امت پر۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو حالتوں کو بیان کرنا ہے کہ پہلے وضو عند کل صلوٰۃ خاص کر آپ پر فرض تھا۔ مگر جب شاق ہوا۔ تو اسے اٹھا لیا گیا۔ آج نہ آپ پر فرض ہے نہ امت پر اگرچہ ظاہر آیت اس کی مقتضی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس ترجمہ کی دو غرضیں بیان کی جاتی ہیں۔ ایک تو ان لوگوں پر رد کرنا جو ہر وقت کی نماز میں مستقل وضو کے قائل ہیں گو حدث نہ ہو۔ اور دوسرے وضو من غیر حدث کا استحباب بیان کرنا ہوا استحباب تو حضور اقدس صلعم کے فعل سے ثابت ہو جائے گا اور ان لوگوں پر صحابہ کرام کے فعل سے رد ہو گا حضور اکرم صلعم کے متعلق تو فرماتے ہیں کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ عند کل صلوٰۃ اور صحابہ کرام کے بارے فرماتے ہیں یجزی احدنا الوضوء مالم یحدث۔

باب مِنَ الْكَبَائِرِ اَنْ لَّا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهٖ۔

ترجمہ، کبیرہ گناہوں میں سے جو شخص اپنے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا۔

حدیث نمبر ۲۱۱ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِيْ قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَكَانَ الْاٰخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم کا مدینہ یا مکہ کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس سے گذر ہوا۔ تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو اپنی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا آنجناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا۔ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے لیکن کسی بڑے گناہ میں نہیں پھر فرمایا کیوں نہیں بلکہ بڑے گناہ میں عذاب ہو رہا ہے ۔ ایک ان میں سے اپنے پیشاب سے پرواہ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری چلاتا تھا۔ آپ نے کھجور کی ٹہنی منگوائی اس سے دو ٹکڑے فرمائے ان میں ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا جس پر آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ایسے کیوں کیا آپ نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان

دونوں سے عذاب کو ہلکا کردے جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہو جائیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں مصنفؒ اپنا مسلک امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق تبلانا چاہتے ہیں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بول انسان نجس ہے لیکن بول مایؤکل لحمہ یعنی بول ابل بقر وغنم وغیرہ اس حکم میں داخل نہیں۔ جیسے من بولہ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر جمہور فرماتے ہیں کہ ہر بول کا یہی حکم ہے کیونکہ مستدرک حاکم کی روایت میں ہے استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ اور یہاں بول مطلق ہے۔ لا یستتر من بولہ سے استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ بولہ میں اضافۃ الی الضمیر لادنی ملابسۃ کی وجہ سے ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب آپؐ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ شخص بول ابل سے نہیں بچتا تھا۔ تو بول انسان کی خصوصیت نہ ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ صغائر تو حسنات سے معاف ہو جاتے ہیں اور کبائر کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ یہ تو قاعدہ ہے ویسے اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ کبائر کو بغیر توبہ کے معاف کردے اور صغائر پر عذاب دیدے۔ ترجمۃ الباب کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ عدم استتار من البول کبیرہ نہیں ہے۔ بلکہ صغیرہ ہے جیسا کہ ابن بطال کا قول ہے کیونکہ روایت میں وما یعذبان فی کبیر آیا ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ عدم تستر عن البول کبائر میں سے ہے وما یعذبان فی کبیر کا مطلب یہ ہے کہ جس امر کے اندر وہ معذب ہو رہے ہیں وہ ان معذبین کی نظر میں کوئی اہم چیز نہیں تھی۔ یا یہ کہ اس سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ نیز! خود حدیث کے الفاظ بلیٰ انہ لکبیر ہے پھر کبیرہ کی نفی کہاں ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے من بولہ فرما کر ایک مسئلہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ وہ یہ کہ تعذیب اپنے بول پر ہو رہی تھی اور اس سے نہ بچنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ بول انسان ناپاک ہے بخلاف بول حیوان کے کہ وہ طاہر ہے اس میں دو قول مشہور ہیں۔ ایک تو یہ کہ ماکول اللحم حیوانات کا بول پاک ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کی یہی رائے ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سارے حیوانات کے ابوال ناپاک ہیں۔ یہی حنفیہؒ اور شافعیہؒ کا مذہب ہے۔ اور امام بخاریؒ اس مسئلہ میں مالکیہ اور حنابلہ کے ساتھ ہیں۔ اسی لئے من بولہ فرمایا۔

بحائط من حیطان المدینۃ او مکۃ یہ او شک کے لئے ہے صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے فسمع صوت انسانین الخ یہ دونوں معذب کون تھے مسلمان تھے یا کافر اس میں دو قول ہیں

اور روایت سے دونوں کی تائید ہوتی ہے۔ فرما رہے ہیں وما یعذبان فی کبیر تو اگر کافر ہوتے تو وہاں تو اکبر الکبائر ہوتا۔ اور آخر میں فرما رہے ہیں کہ لعلہ یخفف عنہما حضور اقدس صلعم تو دعا فرمائیں اور پھر اس میں تعلق کے ساتھ تخفیف کو فرمائیں اور وہ بھی ایک زمان محدود تک۔ تو معلوم ہوا کہ کافر تھے اور مستقل روایات دونوں فریق کی الگ الگ مؤید موجود ہیں۔ ثم قال بلی یعنی فی نفسہ کوئی امر عظیم نہیں تھا جس سے بچنا دشوار ہوتا لہٰذا اس سے تعارض نہیں رہتا۔ کہ جس کی نفی اسی کا اثبات ہو رہا ہے۔ کیونکہ یہاں اثبات نفس کبیرہ کا ہے فوضع الخ یہ وضع حضور اکرم صلعم کے ساتھ خاص ہے یا عام یہ مسئلہ کتاب الجنائز میں آئے گا۔ اور میرے نزدیک اقرب یہی ہے کہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں من دفنتم الیوم کے الفاظ وارد ہیں۔ اسی طرح یہ واقعہ مدینہ کا ہے کیونکہ ایک روایت میں بقیع کا لفظ آیا ہے۔

باب مَاجَاءَ فِیْ غَسْلِ الْبَوْلِ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ کَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِہٖ وَلَمْ یَذْکُرْ سِوٰی بَوْلِ النَّاسِ۔

ترجمہ، باب پیشاب کے دھونے کے بارے میں جو کچھ حکم آیا ہے جناب نبی اکرم صلعم نے قبر والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے پیشاب کی پرواہ نہیں کرتا تھا انسان کے بول کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں۔

حدیث نمبر ۲۱۲ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِہٖ اَتَیْتُہٗ بِمَاءٍ فَیَغْسِلُ بِہٖ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم جب قضائے حاجت کے لئے باہر جاتے تھے۔ تو آپ کے لئے پانی لاتا تھا جس سے آپ دھوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ انسان کا بول تو سب کے نزدیک ناپاک ہے مگر بول ما یؤکل لحمہ میں اختلاف ہے۔ حنفیہؒ کا قول واحد اور امام شافعیؒ کا راجح قول یہ ہے کہ ناپاک ہے۔ اور مالکیہؒ کا قول واحد اور حنابلہؒ کی راجح روایت یہ ہے کہ طاہر ہے امام بخاریؒ اس مسئلہ میں مالکیہ کے ساتھ ہیں اس لئے وہ فرما رہے ہیں کہ حضور اقدس صلعم نے لا یستتر من بولہ فرمایا سوائے اذا تبرز لحاجتہ الخ چونکہ بول و براز کے لئے تلازم ہے۔ اس لئے جب براز فرمایا ہوگا اور پھر پانی سے طہارت فرمائی لہٰذا طہارۃ من البول ثابت ہوگی۔ دوسرا یہ کہ در اصل براز جنگل کو کہتے ہیں اور جنگل عام ہے۔ خواہ بول کے

لئے اس میں جاتے یا براز کے لئے تو امام بخاریؒ نے اس کے عموم سے استدلال فرمایا۔

باب حدیث نمبر ۲۱۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ فَغَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَّاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَحَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم کا گذر ایسی دو قبروں کے پاس سے ہوا جس میں عذاب ہو رہا تھا آپؐ نے فرمایا کہ یہ دونو کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیئے جا رہے لیکن ایک تو ان میں سے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ تو آپؐ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے فرمائے پھر ان میں سے ہر ایک ٹکڑے کو ہر قبر میں گاڑ دیا۔ صحابہ کرام نے پوچھا حضرت آپؐ نے ایسا کیوں کیا تو آپؐ نے فرمایا شاید ان دونو سے عذاب میں تخفیف ہو جائے جب تک ٹہنیاں خشک نہ ہو جائیں۔ حضرت اعمش فرماتے ہیں میں نے حضرت مجاہد سے ایسا سنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں باب کو بلا ترجمہ لایا گیا۔ غالباً اس سے وجوب غسل ثابت کرنا مقصود ہے کہ اس شخص نے غسل نہیں کیا تھا۔ اس لئے معذب ہوا اور عذاب سے بچنا طبعی تقاضا ہے۔ لہٰذا غسل بول کا وجوب ثابت ہوا۔ ان تینوں بابوں میں سختی سے استنزاہ بول کا حکم بیان کیا گیا اور باب ترک النبی صلعم الخ سے بیان کرنا ہے کہ اگرچہ بول کے بارے میں اتنا سخت حکم ہے۔ مگر تلویث مسجد کے خوف سے پیشاب کرنے والے کو نہ روکا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب حضرت شاہ صاحب کے نزدیک یہاں بے محل اور بے موقع ہے اور بعض نسخوں میں یہاں باب کا لفظ نہیں ہے۔ وہی صحیح ہے۔ اور حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب کالفصل من الباب السابق نہیں ہو سکتا بلکہ بظاہر یہ تشحیذ اذہان کے لئے ہے۔ اور باب کون البول موجبا لعذاب القبر مناسب ترجمہ ہو سکتا ہے۔ ترجمہ کہ پیشاب کا عذاب قبر کے لئے موجب ہونا۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد فرضیت غسل ما وقع من البول علی المحل ثابت کرنا ہے۔ یعنی کسی جگہ پر پیشاب

قطرے پھیل جائیں تو ان کا دھونا فرض ہے۔ اور میرے نزدیک وجوب استنجاء من البول کا ثابت کرنا ہے کہ پیشاب سے استنجا کرنا واجب ہے، چونکہ باب سابق سے وجوب غسل بول کا شبہ ہوتا تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ مقصود تنزہ اور تستر ہے۔ بول سے بچنا چاہیئے جس طرح ہو پانی ضروری نہیں۔ تو میرے نزدیک حضرت امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر رد فرمادیا جو یہ کہتے ہیں کہ استجمار بدعت ہے۔ اور پیشاب کے لئے ڈھیلا استعمال کرنا کہیں ثابت نہیں۔ عن مجاھد عن طاؤس عن ابن عباس اس سند میں مجاہد ابن عباس سے بواسطہ طاؤس نقل کرتے ہیں اور اس سے قبل جو سند گذری ہے۔ اس میں عن مجاھد عن ابن عباسؓ گویا طاؤس کا واسطہ مذکور نہیں، دارقطنی نے بلا واسطہ والی سند کو منتقدات میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک منقطع روایت ذکر کی ہے۔ امام بخاریؒ کی طرف سے حافظ ابن حجرؒ نے جواب دیا کہ اس میں کیا استحالہ ہے کہ ایک بار تو مجاہد نے طاؤس کے واسطہ سے اور پھر براہ راست ابن عباس سے سن لی ہو۔ حافظ ابن حجرؒ باب پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے باب میں جو حدیث تھی اس میں تو پیشاب کے دھونے کا ذکر تھا۔ جو ذکر وغیرہ پر لگ جائے یا بدن کے کسی حصہ پر لگ جائے۔ اور یہ الگ باب اس لئے باندھا۔ کہ اس کے اندر اس بول کے غسل کا ذکر ہے جو کپڑوں وغیرہ پر لگ جائے۔

باب تَرْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ الْأَعْرَابِيَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهٖ فِي الْمَسْجِدِ۔ ترجمہ، جناب نبی اکرم صلعم اور لوگوں نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے سے فارغ ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، چونکہ مساجد کے پاک صاف رکھنے کا حکم روایات میں وارد ہوا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی مسجد میں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگے تو اس کو روک دینا چاہیئے ورنہ ان اوامر کا خلاف لازم آئے گا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ جب کوئی شخص مسجد پیشاب کرنے لگے تو اس کو چھوڑ دینا چاہیئے تاکہ پیشاب سے فارغ ہو جائے کیونکہ جب پیشاب چل پڑتا ہے تو رکتا نہیں۔ لہٰذا اگر روکا تو اور تلویث کا خوف ہے لہٰذا مسجد کا تطہر اس میں ہے کہ اسے فارغ ہونے دے۔

حدیث نمبر ۲۱۴ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى اَعْرَابِيًّا يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوْهُ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ دَعَا

بِمَآءٍ فَصَبَّہٗ عَلَیْہِ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو تاکہ وہ فارغ ہولے پھر آپؐ نے پانی منگایا اور اس کو پیشاب پر پلٹ دیا۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ روایت سابقہ میں یہ مذکور تھا کہ جب وہ آدمی پیشاب سے فارغ ہوگیا تو پانی کا ڈول اس کے پیشاب پر ڈال دیا گیا۔ اس پر اشکال بظاہر یہ ہوتا ہے کہ پانی سے تو وہ اور پھیل جائے گا لہٰذا اور ناپاکی پھیلے گی تو حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اگر پانی پلٹا جائے گا اور خوب پانی ڈالا جائے گا کہ جس سے پانی بہنے لگے۔ مغلوب ہو جائے تو وہ جاری پانی کے طور پر ہو جائے گا۔ اور پاک ہو جائے گا۔ یہ راجح ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ باب کی غرض حنفیہؒ پر رد کرنا ہے۔ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ زمین کو کھودا جائے تو امام بخاریؒ نے فرمایا کہ کھودنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پانی ڈال دو۔ احناف کہتے ہیں کہ پانی ڈالنے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ کھودنے سے طہارت حاصل نہ ہوگی کیونکہ جب ناپاک مٹی دور کردی گئی تو نجاست بھی ختم ہوگئی۔ اب باقی طاہر ہے پانی ڈالنا بھی ایک طریقہ ہے۔ لہٰذا اس طریقہ سے کسی اور طریقہ کی نفی لازم نہیں آتی۔

باب صَبِّ الْمَآءِ عَلَى الْبَوْلِ فِی الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ، مسجد میں پیشاب کرنے کی صورت میں اس پر پانی ڈالنا۔

حدیث نمبر ۲۱۵ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَهَرِیْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّآءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّآءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ۔

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہوکر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کیا تو لوگوں نے اس کو دھر لیا۔ تو جناب نبی اکرم صلعم نے ان سے فرمایا کہ تم اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پانی کا ڈول دو تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

حدیث نمبر ۲۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دوسری سند میں ہے سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ فَبَالَ

فِیْ طَآئِفَۃِ الْمَسْجِدِ فَزَجَرَہُ النَّاسُ فَنَہَاہُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰی بَوْلَہٗ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِذَنُوْبٍ مِّنْ مَّآءٍ فَاُہْرِیْقَ عَلَیْہِ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اس نے مسجد کے ایک کنارے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا تو لوگوں نے اسے ڈانٹا جناب نبی اکرم صلعم نے ان کو روکا جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپ نبی اکرم نے پانی کے ڈول لانے کا حکم دیا تو اس پر بہا دیا گیا

باب بَوْلِ الصِّبْیَانِ۔ ترجمہ، بچوں کا پیشاب کرنا۔

حدیث نمبر ۲۱۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَآئِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّہَا قَالَتْ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِصَبِیٍّ فَبَالَ عَلٰی ثَوْبِہٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَاَتْبَعَہٗ اِیَّاہُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنینؓ وضو فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم کے پاس ایک بچہ لایا گیا جس نے آپؐ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آپؐ نے پانی منگا کر اس کے پیچھے بہا دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب میں دو روایتیں ذکر کی گئیں ہیں اس مسئلہ میں غالباً امام بخاریؒ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں کہ بول صبی میں نضح کافی نہیں بلکہ اتباع کیا جائے گا جیسے اتبعہ ایاہ کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ بول صبی امام شافعیؒ کے نزدیک طاہر ہے۔ مگر یہ نقل غلط ہے۔ ائمہ اربعہؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ بول صبیان ناپاک ہے۔ البتہ ظاہر یہ سے طہارت منقول ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ بول صبی کا غسل ضروری نہیں بس رش ہی کافی ہے تو اس سے طہارت بول صبی کہاں لازم آتی ہے اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کہ احنافؒ کے یہاں تلوار اور جوتا وغیرہ مسح سے پاک ہو جاتا ہے۔ تو اس سے نجاست کا طاہر ہونا کہاں لازم آ گیا۔ بلکہ بول تو سب کے نزدیک ناپاک ہے ہاں اس کی تطہیر کے طریقہ میں اختلاف ہے۔ شوافعؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک لی رش فی بول الغلام اغسل فی بول الجاریۃ ہوگا۔ اور حضرت امام شافعیؒ کی دو روایتیں اور ہیں۔ مگر وہ دونوں مرجوع ہیں ایک یہ کہ دونوں میں غسل ضروری ہے جیسے کہ مالکیہؒ اور احنافؒ بھی کہتے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں رش کافی ہے۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تو بول الصبیان ذکر فرمایا ہے اب احتمال یہ ہے کہ بچیوں کا امام بخاریؒ کے

نزدیک وہی حکم ہے جو بچوں کا ہے۔ تب تو امام بخاریؒ اس قول ثالث کے قائل ہوں گے لیکن صبیان کا اطلاق صرف ذکور پر ہوتا ہے۔ اور حدیث بھی بچے کی ذکر فرمائی ہے۔ اس سے بظاہر یہ احتمال ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں کہ بول صبیان میں رشس ہوگا۔ فاتبعہ اباہ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کہتے ہیں کہ یہ کہا ہے۔ یہ اتباع غسل ہی تو ہے اور جو بعض روایات میں بول صبی وصبیہ میں تفریق وارد ہے تو اس کا محل یہ ہے کہ چونکہ بول صبیہ میں عفونت اور لزوجت چکناہٹ ہوتی ہے تو اس میں کثیر علاج کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے غسل سے تعبیر فرمادیا۔ اور بول صبی میں عفونت اور لزوجت اتنے درجہ کی نہیں ہوتی اس لئے اتنے علاج کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کے غسل کو رشس سے تعبیر کردیا۔ نیز! اس حدیث میں جس بچے کو حضور اکرم صلعم کے پاس لانے کا ذکر ہے۔ اظہر یہ ہے کہ وہ عبداللہ ابن الزبیرؓ ہیں اور ممکن ہے بنت محصن کے بیٹے ہوں جیسا کہ بعض شراح کی رائے ہے۔ حضور صلعم کی گود میں جن بچوں نے پیشاب کیا ان کے نام کسی شاعر نے جمع کئے ہیں

قد بال فی حجر النبی اطفال ۔ حسن حسین ابن الزبیر بالوا

وکذا سلیمان بنی ھشام وابن ام قیس جاء فی الختام

ترجمہ، جناب نبی اکرم صلعم کی گود میں جن بچوں نے پیشاب کیا وہ حسن حسین اور ابن الزبیر ہیں اسی طرح سلیمان بن ہشام اور ام قیس کا بیٹا آخر میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۱۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّهَا اَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْلَسَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ام قیس بنت محصنؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنا ایک چھوٹا بیٹا جو کھانا نہیں کھاتا تھا۔ جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت لائیں تو آپؐ نے اسے اپنی گود میں بٹھلا دیا جس نے آپؐ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپؐ نے پانی منگایا آپؐ نے اس کو چھینٹا دیا اور دھویا نہیں۔

باب اَلْبَوْلِ قَائِمًا وَّقَاعِدًا۔ ترجمہ، کھڑے اور بیٹھے ہوئے پیشاب کرنا۔

حدیث نمبر ۲۱۹ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت حذیفہ رضہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر پانی منگایا جس سے وضو فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنی رح اس پر اشکال یہ کہ بول قائماً کی روایت تو لائی گئی مگر بول قاعداً کی روایت نہیں لائی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ بول قائماً جس میں رشاش (چھینٹے) بدن اور کپڑے پر پڑتے ہیں اور بھی وجوہ خوف پائی جاتی ہیں۔ بخلاف بول قاعداً کے اس میں یہ خطرات نہیں ہیں جب بول قائماً جائز ہے تو بول قاعداً بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ گویا کہ اس کو قیاس سے ثابت فرمایا

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے بول قائماً کی روایت تو ذکر فرمائی لیکن بول قاعداً کی روایت نہیں لائے۔ اور یہ قاعدہ یہاں چل نہیں سکتا کہ جب امام بخاریؒ ترجمہ میں چند اجزاء ذکر فرمائیں اور روایت کسی کی ذکر نہ کریں۔ تو امام بخاریؒ اس کو رد فرماتے ہیں جیسا کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے ایک بات بطور جملہ معترضہ کے طور پر سنو کہ امام بخاریؒ نے باب الصلوٰۃ قبل الجمعہ اور بعدہا میں بھی بعد والی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ تو ابن قیم اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے نزدیک جمعہ سے پہلے سنن ہیں اس لئے وہ روایت ذکر نہیں کی۔ ابن قیم کا یہی مذہب تھا اس لئے امام بخاریؒ کے باب کو اس پر محمل فرمایا۔ اور اس باب میں اس لئے نہیں چل سکتا۔ کہ بول قاعداً تو عین سنت ہے۔ پھر اس کو کیسے رد فرمائیں گے۔ اب اس کے بعد علماء نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ ایک یہ کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ جب کوئی روایت ان کی شرط کے موافق نہ ہو تو امام بخاریؒ اس کی طرف ترجمہ میں اشارہ فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلعم نے بیٹھ کر پیشاب فرمایا۔ ایک آدمی نے دیکھ کر کہا۔ "انظروا الیہ یبول کما تبول المرأۃ" یعنی تستر کے ساتھ پیشاب کرتے ہیں۔ یہ حافظ ابن حجر کی توجیہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ چونکہ بول قاعداً مشہور تھا اس شہرت کی بناء پر اس کو ذکر نہیں فرمایا۔ شہرت پر اکتفا کیا گیا۔ اور جیسا کہ میں نے باب الوضوء من النوم میں یہ کہا تھا کہ امام بخاریؒ نے یہاں نوم کی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ تو بعض نے اس کا جواب دیا تھا کہ شہرت کی بناء پر اکتفا کر لیا۔ اس کے علاوہ اور جوابات بھی دیئے گئے۔ اب بول قائماً کا کیا حکم ہے۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے حنفیہ رح اور شوافع رح کے نزدیک سنت بول قاعداً ہے۔ اور قائماً خلاف اولیٰ بلکہ مکروہ ہے اور حنابلہ

کے ہاں مطلقاً جائز ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں اگر نظائر بول کا احتمال نہ ہو تو جائز ہے
مثلاً چھت پر بیٹھ کر پیشاب کرے بشرطیکہ نیچے
کوئی نہ ہو۔ فبال قائماً یہ روایت ترمذی کی روایت کے خلاف ہے کیونکہ ترمذی کی روایۃ میں حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ من حدثکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائماً فلا تصدقوہ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کے علم کے اعتبار سے ہے یا یہ کہ عادت کی نفی فرما رہی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت حنفیہ رح اور شافعیہ رح کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک خلافِ اولیٰ بلکہ مکروہ ہے۔ ان کی طرف سے اس روایت کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ پیشاب جس طرف کو فرما رہے تھے وہ اونچی جگہ تھی اگر بیٹھ کر فرماتے تو پیشاب کے اپنے اوپر آنے کا احتمال تھا۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا جیسا کہ بعض آثار میں ہے کہ حضور اقدس صلعم کے گھٹنے مبارک میں زخم تھا جس کی وجہ سے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو سب سے اولیٰ جواب ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ بیان جواز کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا چوتھا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ دیر تک بیٹھنے کے بعد اگر کھڑا ہو جائے تو پھر جلدی سے بیٹھا نہیں جاتا۔ اور آپ کو اس وقت پیشاب کا تقاضا شدید تھا۔ اور بہت دیر تک بیٹھے بھی رہے تھے لہٰذا کھڑے ہونے کے بعد کھڑے کھڑے پیشاب فرما لیا۔ اس کے علاوہ اور بھی جوابات ہیں۔

باب اَلْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهٖ وَالتَّسَتُّرُ بِالْحَائِطِ۔

ترجمہ: اپنے ساتھی کے پاس پیشاب کرنا اور دیوار کے ساتھ پردہ کر لینا۔

حدیث نمبر ۲۲۰ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ الخ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ رَاَیْتُنِیْ اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشٰی فَاَتٰی سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ کَمَا یَقُوْمُ اَحَدُکُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَاَشَارَ اِلَیَّ فَجِئْتُهٗ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهٖ حَتّٰی فَرَغَ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رض سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلعم اکٹھے چل رہے تھے کہ ایک دیوار کے پیچھے قوم کی کوڑی پر آپ تشریف لائے اور ایسے کھڑے ہو گئے جیسے تم میں کا ایک کھڑا ہوتا ہے۔ تو آپ نے پیشاب کرنا شروع کیا تو میں آپ سے الگ ہو گیا۔ آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس وقت تک آپ کے پیچھے کھڑا رہا یہاں تک کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ کا قاعدہ ہے کہ جب روایت سے متعدد مسائل ثابت ہوتے ہوں۔ تو ان پر متعدد ابواب باندھ کر ان مسائل کو ثابت فرماتے ہیں چونکہ اس روایت سے ایک اور مسئلہ ثابت ہو رہا تھا۔ اس لئے ایک جدید باب باندھ کر روایت کو دوبارہ ذکر کر کے اس مسئلہ کو بھی ثابت فرما دیا۔ کہ کسی آدمی کے قریب پیشاب کرنا دیوار وغیرہ کی آڑ میں جائز ہے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چونکہ دوسری روایت میں ہے اذا ذھب المذھب ابعد یعنی حضور اکرم صلعم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو بہت دور تشریف لے جاتے تو اس سے چونکہ دور جانے کی عادت معلوم ہوتی تھی تو اس ترجمہ سے اشارہ فرما دیا کہ قریب میں کسی چیز کی آڑ لے کر بھی استنجا کر لینا کافی ہے اور جائز ہے۔ اور دور جانا صرف مستحب ہے۔ اور میرے نزدیک ترجمہ کی غرض بول و براز میں فرق کرنا ہے کہ اذا ذھب المذھب پاخانے پر محمول ہے۔ یعنی براز کے وقت دور تشریف لے جاتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ براز میں تعفن اور خروج ریح بالصوت ہوتا ہے جس سے حیا لاحق ہوتی ہے اور پیشاب میں یہ بات نہیں ہوتی تو اشارہ فرما دیا کہ پیشاب کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ قریب ہی تستر (پردہ) کے ساتھ فارغ ہو جائے فانتبذت منہ الخ انتباذ کی وجہ یہ ہے چونکہ روایت ہے اذا ذھب المذھب ابعد اس لئے انہوں نے سوچا کہ جب حضور اقدس صلعم کسی عذر کی وجہ سے دور تشریف نہ لے جا سکے۔ تو لاؤ میں ہی دور ہو جاؤں فاشار الیّ فجئتہ آپؐ نے ان کو اشارہ فرمایا کہ قریب آ جاؤ۔ اور قریب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کھڑے ہو کر پیشاب فرما رہے تھے ممکن تھا کہ کوئی کھڑا ہوا سمجھ کر سامنے آ جائے لہٰذا ان کو قریب کر لیا تاکہ آنے والے کو روک لیں فقمت عند عقبہ یعنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایڑیوں کے پاس پردہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دور جانا ضروری نہیں البتہ تستر (پردہ) ضروری ہے۔

باب الْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ، ترجمہ: کسی قوم کی کوڑی کے پاس پیشاب کرنا۔

حدیث نمبر ۲۲۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ اَبُوْمُوْسَى الْاَشْعَرِیُّ يُشَدِّدُ فِى الْبَوْلِ وَيَقُوْلُ اِنَّ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ كَانَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اَحَدِهِمْ قَرَضَهٗ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَيْتَهٗ اَمْسَكَ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پیشاب کے بارے میں بہت سختی برتتے تھے اور فرماتے تھے کہ بنو اسرائیل میں سے کسی ایک کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اسے کاٹ دیتے تھے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کاش حضرت ابوموسیٰ اس تشدد سے رک جاتے کیونکہ جناب رسول اللہ صلعم ایک قوم کی کوڑی پر آئے تو کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ روایت وہی قدیم ہے ترجمہ جدید باندھ دیا چونکہ بظاہر روایت سے اشکال ہوتا تھا کہ حضور اکرم صلعم نے دوسری کی کوڑی پر بلا اجازت کیسے پیشاب فرمالیا۔ کیونکہ اجازت کا کوئی لفظ یہاں نہیں ہے اور سباطہ دوسرے آدمی کی ملکیت ہے۔ لہٰذا تصرف فی ملک الغیر بدون اذنہ لازم آیا اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ حضور اکرم صلعم کو دلالۃً اجازت تھی۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ حضور پاک صلعم کے بول وبراز پاک تھے۔ لہٰذا اس سے کوئی نجس نہیں ہوا۔ لہٰذا اجازت کی کیا ضرورت۔ یہ اور میرے نزدیک وہ جواب ہے جو امام بخاریؒ اپنے ترجمے سے دے رہے ہیں کہ حضور اکرم صلعم نے سباط قوم پر پیشاب فرمایا اور سباط اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوڑی ڈالی جاتی ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ سباطہ تو پیشاب پاخانے کے واسطے ہوتا ہی ہے وہاں اجازت کی کیا ضرورت ہے چنانچہ اب بھی اگر کوئی کسی کی کوڑی پر پیشاب پاخانہ ڈال دے تو وہ اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ کان ابوموسیٰ الخ تشدید کی وجہ وہ روایت ہے جو پہلے گذر چکی ہے جس میں وارد ہے۔ استنزھوا من البول الخ اور اس تشدید کی صورت یہ تھی جیسا کہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ایک بوتل بنا رکھی تھی اس کے اندر احتیاط سے پیشاب کرتے تھے تاکہ پیشاب کے رشاش (چھینٹے) اوپر نہ پڑیں اور پتھر ڈھیلے سے صاف کرتے اور اس بوتل کو دور لے جاکر آہستہ سے اس کا پیشاب پھینک دیا کرتے ان بنی اسرائیل الخ کہ جب بنی اسرائیل میں سے کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیا کرتے تھے، مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جب وہ اتنا تشدد کرتے تھے تو ہمیں بھی احتیاط برتنی چاہیے۔ اس روایت میں تو اتنا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں جلد احدھم اور دوسری روایت میں جسد احدھم ہے بخاری کی روایت میں تو اس کا جھگڑا نہیں ہے صرف تنبیہ کردی بعض علماء کا کہنا ہے کہ بنی اسرائیل کے تمرد اور سرکشی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان پر احکامات میں کچھ تشدد فرمادیا تھا۔ انہیں تشددات میں سے یہ بھی ہے کہ اگر بدن کو کوئی نجاست لگ جائے تو چمڑا کاٹ ڈالیں۔ مگر میرے حضرت نوراللہ مرقدہٗ بذل المجہود میں جسد والی روایت میں جو

جلدا حدھم ہے تو اس سے ان کی جلد مراد نہیں بلکہ چمڑہ جلد کرکے پوستین وغیرہ مراد ہے۔ جو وہ لوگ بطور لباس استعمال کرتے تھے کسی راوی نے جلد سے مراد ان لوگوں کی جلد کے کر روایۃ بالمعنی کے طور پر اسی کو جسد سے تعبیر کر دیا۔

فقال حذیفۃ لیتہ امسك جب حضرت حذیفہ رضؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی تشدیدات سنیں تو فرمانے لگے اگر ابو موسیٰ اپنی تشدیدات سے رک جاتے تو اچھا ہوتا اور پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ جناب رسول اللہ صلعم قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ اگر اتنا تشدد ہوتا تو آپ کھڑے ہو کر کیوں پیشاب فرماتے۔ کیونکہ رشاش اٹھتے تھے۔

باب غَسْلِ الدَّمِ۔ ترجمہ، خون کے دھونے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۲۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ اَسْمَآءَ قَالَتْ جَآءَتِ امْرَاَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَرَءَیْتَ اِحْدَانَا تَحِیْضُ فِی الثَّوْبِ کَیْفَ تَصْنَعُ قَالَ تَحُتُّہٗ ثُمَّ تَقْرُصُہٗ بِالْمَآءِ وَتَنْضَحُہٗ بِالْمَآءِ وَتُصَلِّیْ فِیْہِ۔

ترجمہ، حضرت اسما رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی۔ کہ حضرت بتلایئے جب ہم سے کوئی ایک کپڑے میں حیض کرے تو کیسے کرے کہ پہلے اس خشک خون کو لکڑی سے چھیل ڈالو پھر ناخن یا انگلی سے پانی ڈال کر رگڑو پھر اس کو پانی سے دھو ڈالو اور اس میں نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، دم حیض۔ دم استحاضہ۔ دم نفاس۔ دم مسفوح (بہا ہوا) بالاتفاق سب ناپاک ہیں۔ پھر حضرت امام بخاریؒ نے باوجود مسئلے کے اسقدر واضح ہونے کے اس پر باب کیوں باندھ دیا اس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ روایت میں "نضحہ" کا لفظ موجود ہے یعنی نضح کا حکم ہے اور بول صبیان میں گذر چکا ہے کہ نضح سے مراد چھڑکنا ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ یہاں نضح سے مراد چھڑکنا نہیں بلکہ غسل مراد ہے۔ اسی طرح حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ بول صبیان میں بھی نضح سے مراد چھڑکنا نہیں بلکہ غسل خفیف مراد ہے۔ قال تحتہ وتقرصہ الخ حضور اکرم صلعم نے اس عورت سے فرمایا کہ پہلے اس کو کھرچ دے پھر رگڑ دے پھر اس کو ذرا سے پانی سے دھو دے اس کی وجہ یہ ہے کہ خون جامد ہوتا ہے کپڑے سے چپک جاتا ہے اگر یونہی پانی ڈالا جائے تو بہت سا پانی خرچ ہوگا اس لئے آپؐ نے اس کی ترکیب بتلا دی کہ اوّلاً اس کو کھرچ دے پھر اس کو رگڑ دے تاکہ نرم ہو جائے

اور پھر ذرا سے پانی سے دھوڈالے یہاں نضح سے بالاتفاق غسل مراد ہے ۔ کیونکہ خون بالاتفاق ناپاک ہے۔ اسی طرح احناف بول صبیان میں کہتے ہیں کہ نضح سے مراد غسل ہے ۔

حدیث نمبر ۲۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِیْ حُبَیْشٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ امْرَأَۃٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْھُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوۃَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَّلَیْسَ بِحَیْضٍ فَاِذَا اَقْبَلَتْ حَیْضَتُكِ فَدَعِی الصَّلٰوۃَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِیْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّیْ قَالَ وَقَالَ اَبِیْ ثُمَّ تَوَضَّئِیْ لِکُلِّ صَلٰوۃٍ حَتّٰی یَجِیْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ

ترجمہ، حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابوحبیش رض حضور اقدس نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا رسول اللہ میں ایک ایسی عورت ہوں جو استحاضہ میں مبتلا ہوں اور کبھی پاک نہیں ہو سکتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں آپ نے فرمایا نہیں یہ تو رگ کا خون ہے حیض کا خون نہیں ہے پس جب تیرا حیض اپنی مدت میں آجائے۔ تو نماز چھوڑ دے اور جب اپنی مدت عادت پر چلا جائے تو اپنے سے خون دھو کر نماز پڑھو۔ اور حضرت ہشام فرماتے ہیں کہ میرے باپ عروہ نے کہا کہ پھر ہر نماز کے لئے وضو کرو۔ یہاں تک کہ وہ حیض کا وقت آجائے۔

تشریح از شیخ زکریا انی امرأۃ استحاض فلا اطھر یعنی جب مجھے خون آنا شروع ہوتا ہے تو بس رکنا جانتا ہی نہیں مسلسل چلتا رہتا ہے تو کیا میں نماز چھوڑ دوں حضرت فاطمہ رض نے یہ سوچا کہ جیسے حیض کے زمانے میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اسی طرح استحاضہ کے اندر بھی شاید نماز نہ پڑھی جاتی ہو اس لئے حضور پاک صلعم سے دریافت فرمایا اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ لا انما ذلك عرق یعنی نماز مت چھوڑو۔ بلکہ پڑھتی رہو۔ یہ کوئی حیض کا خون نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک رگ کا خون ہے جو کسی مرض یا رکضہ شیطان کی وجہ سے کھل جاتی ہے۔ اور اس سے خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔

اذا اقبلت الخ اقبال حیض اور ادبار حیض سے کیا مراد ہے۔ اقبال بالمدۃ یا اقبال بالتمیز یہ مسئلہ باب الاستحاضہ میں آئے گا۔ توضئی لکل صلوۃ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ مستحاضہ جو وضو کرے گی وہ ہر نماز کے لئے کرے گی۔ یا ہر وقت صلوۃ کے لئے ہوگی۔ حنفیہ رح اور حنابلہ رح کے یہاں تو ہر وقت صلوۃ کے لئے اور شوافع رح کے یہاں ہر نماز کے لئے اور مالکیہ رح کے نزدیک اس دم استحاضہ پر وضو واجب ہی نہیں اس کی

وجہ اختلاف مناط ہے۔ مالکیہؒ کے نزدیک مناط نقض وضو مخرج معتاد اور خارج معتاد ہے، یہاں خارج معتاد نہیں گو مخرج معتاد ہے۔

باب غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهٖ وَغَسْلِ مَا يُصِيْبُ مِنَ الْمَرْأَةِ۔

ترجمہ، باب ہے منی کا دھونا اور اس کا چھیلنا اور جو عورت کی طرف سے لگ جائے تو اس کا دھونا۔

حدیث نمبر ۲۲۴ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِيْ ثَوْبِهٖ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کے کپڑے سے جنابت کو دھوتی تھی آپؐ نماز کی طرف تشریف لے جاتے کہ پانی کے نشانات کے آپؐ کے کپڑے میں ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر اثر باقی رہ جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ روایت سے ترجمہ الباب والا فرق ثابت نہیں ہوتا۔ چونکہ فرک میں بالکلیہ ازالہ نہیں ہوتا اس لئے بقع الماء کی طرح یہ بھی جائز ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ منی کو نجس کہتے ہیں مگر جیسے امام مالکؒ اس کے ازالہ کے لئے فرک کو کافی نہیں سمجھتے ایسے یہ بھی کافی نہیں سمجھتے تو مصنفؒ کا مقصد یہ ہوا کہ فرک جب روایت سے ثابت نہیں تو جائز کیسے ہوگا۔ تو روایت کے نہ لانے سے اس کا عدم جواز ثابت کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ غسل المنی وفرکہ الخ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تین چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک غسل المنی دوسرے فرک المنی اور تیسرے غسل بالصیب من المرأۃ مگر روایت صرف غسل منی کی ذکر فرمائی اور کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ سب سے پہلے مسئلہ سنو! منی کے اندر شافعیہ کے مختلف اقوال ہیں ان کا اور حنابلہؒ کا راجح قول یہ ہے کہ منی طاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ناپاک ہے جیسا کہ حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں اور تیسرا قول شافعیہ کے یہاں یہ ہے کہ مرد کی منی پاک ہوتی ہے اور عورت کی ناپاک۔ اب حضرت امام بخاریؒ صرف غسل المنی کی روایت ذکر فرمائی ہے۔ شراح بالخصوص مالکی شراح کی رائے یہ ہے کہ غسل المنی میں امام بخاریؒ ہمارے ساتھ ہیں ہمارے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حنفیہ اور مالکیہ نجاست منی پر تو متفق ہیں مگر اس کی طہارت کا کیا طریقہ ہے۔ مالکیہؒ تو فرماتے ہیں کہ لا بد من غسل فی الرطب والیابس اور حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ رطب میں غسل ضروری ہے اور یابس میں فرک بھی کافی ہے۔ مالکیہؒ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے صرف غسل منی کی روایت ذکر فرمائی ہے اور فرک کو باب کا جزو قرار دیتے ہوئے بھی فرک کو باب

کا جزو قرار دیتے ہوئے بھی فرک کی روایت ذکر نہیں فرمائی اور امام بخاریؒ کے اصول میں سے یہ بات گذر چکی ہے کہ جب ترجمہ میں چند چیزیں ذکر فرمائیں۔ اور روایت کسی ایک کی بھی ذکر نہ فرمائیں تو امام بخاریؒ کے نزدیک وہ مقبول نہیں ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ فرک کے قائل ہی نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے امام بخاریؒ کے قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ جب ترجمہ میں کوئی چیز فرمائیں۔ اور اس کی روایت ذکر نہ فرمائیں۔ تو وہاں کسی روایت کی طرف اشارہ فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی اشارہ فرما دیا۔ اس صورت میں امام بخاریؒ حنفیہؒ کے ساتھ ہوں گے۔ کہ غسل کی روایت تو ذکر فرما دی۔ اور فرک کی روایت کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اب رہا تیسرا جزو غسل ما یصیب من المرأۃ اس کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ اس لئے بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ غلط ہے کسی کاتب کی غلطی سے یہاں لکھا گیا۔ کیونکہ اس کا مستقل باب غسل ما یصیب من فرج المرأۃ آرہا ہے وہاں روایت بھی ہے۔ یہاں تو روایت بھی نہیں۔ اب اگر اس قول کو صحیح مان لیا جائے۔ تو تکرار لازم آئے گا۔ یہی باب بخاری شریف میں ۴۳ پر آرہا ہے۔ لیکن اس سے تکرار نہیں ہوا اس لئے وہاں دوسری جگہ اصالتاً ہے۔ اور یہاں تبعاً ہے۔ اور بعض شراح نے جواب دیا کہ امام بخاریؒ کا ارادہ روایت لکھنے کا تھا۔ مگر اعجلتہ المنیۃ کہ موت نے جلدی کرلی لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں کیونکہ میری تحقیق کے مطابق بخاری شریف سنہ ۲۳۳ھ میں مکمل ہو چکی تھی اور ۲۵۶ھ میں امام بخاریؒ کا انتقال ہوا ہے۔ تو کیا اتنی بڑی مدت میں ان کو روایت نہ مل سکی۔ ایک جواب یہ دیا گیا کہ امام بخاریؒ کو نظر ثانی کی نوبت نہیں آئی۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیا وہ تیئس سال کی مدت میں نظر ثانی بھی نہ کر سکے۔ اور بعض شراح کا یہ کہنا ہے کہ ان کی شرط کے مطابق روایت نہیں ملی۔ ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہاں بیاض تھی۔ جس کو بعد میں آنے والوں نے ختم کر دی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں مگر میرے نزدیک ان میں سے کوئی بھی پسندیدہ نہیں اور میری رائے ان سب کے مقابلہ میں یہ ہے کہ امام بخاری صاحبؒ نے اس جزو کی روایت ذکر فرمائی ہے۔ ایسے ہی آنے والے باب بھی مکرر نہیں ہیں۔ بلکہ دونو بابوں کی غرض الگ الگ ہے جس کی وضاحت اس طرح ہے کہ میرے نزدیک یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر منی مرأۃ لگ جائے تو اس کے دھونے کا حکم کیا ہے دوسرے اگر عورت کے فرج کی رطوبت لگ جائے۔ تو اس کے دھونے کا کیا حکم ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہاں منی مرأۃ کے دھونے کا حکم بیان فرمایا ہے اور اس کی نجاست احنافؒ اور مالکیہؒ کے درمیان متفق علیہ ہے۔ اور رطوبت فرج مرأۃ کی طہارت اور نجاست میں اختلاف ہے جو اپنی

جگہ آئے گا۔ کنت اغسل الجنابتہ میں جو یہ کہہ رہا ہوں۔ کہ دونو دو الگ الگ مسئلے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں حدیث میں یہ جملہ آیا ہے کنت اغسل الخ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ غسل احتلام نہ تھا بلکہ غسل جنابتہ تھا۔ اور جنابتہ میں یہ ہوتا ہے کہ مرد کو جو منی لگتی ہے وہ عورت کی منی لگتی ہے خود مرد کو اس کی منی نہیں لگا کرتی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی منی تو رحم میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر عورت کا رحم اس منی کو قبول نہیں کرتا۔ تو اس صورت میں عورت کی منی پہلے باہر نکلتی ہے۔ اور پھر مرد کی منی نکلتی ہے، بہرحال کہنا یہ ہے کہ جو منی حضور اکرم صلعم کے کپڑے کو لگی تھی۔ وہ حضرت عائشہ کی ہوگی۔ نہ کہ جناب نبی کریم صلعم کی۔ لہٰذا غسل منی المرآۃ ثابت ہوگیا۔ اور باب مایصیب من فرج المرأۃ میں ہے کہ زید بن خالد جہنی نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ ارأیت اذا جامع الرجل امرأته فلو یمن یعنی اگر کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی نہ نکلے تو منی نہ نکلنے کے باوجود مایصیب من فرج المرأۃ کا باب باندھا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ رطوبت فرج کے متعلق ہوگا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ جب کھیل کود کیا جائے تو فرج سے رطوبت نکل آتی ہے۔ لہٰذا وہاں اس کا حکم بیان فرمایا اور یہاں اس کا ذکر فرمایا لہٰذا دونو مسئلے الگ الگ ہوگئے۔

حدیث نمبر ۲۲۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ بُقَعُ الْمَاءِ۔

ترجمہ، حضرت سلیمان بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منی کے متعلق پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے تو انہوں نے فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ صلعم کے کپڑے سے منی کو دھوتی تھی اور آپؐ نماز کی طرف تشریف لے جاتے تو آپؐ کے کپڑے میں دھونے کا اثر یعنی پانی کا نشان دھبہ ہوتا تھا۔

باب إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ۔

ترجمہ، جب جنابتہ وغیرہ کو دھویا جائے اور اس کا اثر نہ جائے اس کا حکم کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ان ابواب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ منی کے حکم میں یا تو مالکیہ کے ساتھ ہیں یا احناف کے ساتھ۔ اگر فرک کی روایت اس لئے ذکر نہیں فرمائی کہ وہ ان کا مذہب

نہ تھا. تو وہ مالکیہؒ کے ساتھ ہیں اگر فرک کی طرف اشارہ فرما دیا تو حنفیہؒ کے ساتھ ہیں کیونکہ غسل جنابت اور دوسری نجاست میں مساوات کر دی ۔ اور جب دوسری نجاستوں کا حکم ان کے نجس ہونے کی بنا پر ہوتا ہے تو منی کا غسل بھی نجاست کی بنا پر ہو گا۔ اور امام بخاریؒ فلم یذھب اثرہ سے یہ تبلا رہے ہیں اگر کسی نجاست کو رگڑ رگڑ کر دھو دیا جائے۔ اور پھر بھی اس کا دھبہ رہ جائے تو یہ مضر نہیں ہے۔ مگر باب میں جو روایت ذکر فرمائی۔ تو اس کی پہلی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اثرات جو کپڑے میں رہ گئے وہ غسل کے تھے نہ کہ منی کے۔

حدیث نمبر ۲۲۶ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ اَبْنَ يَسَارٍ فِى الثَّوْبِ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ اَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَثَرُ الْغَسْلِ فِيْهِ بُقَعُ الْمَآءِ۔

ترجمہ، حضرت سلیمان بن یسار سے اس کپڑے کے متعلق پوچھا جس کو جنابت لگ گئی تو انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی تھیں کہ میں جناب رسول اللہ صلعم کے کپڑے سے اس منی کو دھویا کرتی تھی۔ پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو دھونے کا اثر یعنی پانی کے دھبے اس میں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۲۷ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَرَاهُ فِيْهِ بُقْعَةً اَوْ بُقَعًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم کے کپڑے منی کو دھویا کرتی تھیں پھر میں اس منی کو دیکھتی تھی کہ اس کا دھبہ یا کئی دھبے اس کپڑے میں ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اراہ کی ضمیر بظاہر منی کی طرف راجع ہے۔ اس لئے کہ وہی اقرب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ تغسل سے جو غسل سمجھ میں آتا ہے اس کی طرف ہو۔ اب ترجمہ کیونکر ثابت ہوا۔ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ استدلال بکل محتمل فرماتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روایت کے اندر مختلف احتمالات ہوں۔ تو امام بخاریؒ ہر احتمال سے استدلال فرماتے ہیں یہاں بھی اسی قبیل سے ہے۔ ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں ہے کہ عورتوں نے ایک مرتبہ حضور اکرم صلعم سے حیض کے نشانات کے متعلق سوال کیا کہ وہ باقی رہ جاتی ہیں ان کا کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ حیض کے دھبوں پر کچھ زردی پھیر دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ دھبہ کا زائل کرنا ضروری ہے۔ حالانکہ جمہور کا یہ مذہب نہیں ہے

بلکہ جمہور کے نزدیک کپڑا اس وقت پاک ہوگا جب پانی میں نجاست کے رنگ کا اثر ختم ہو جائے۔ خواہ نشانات باقی رہیں یا نہ رہیں تو اس باب سے امام بخاریؒ نے جمہور کے مسلک کی تائید فرمائی۔

باب، اَبْوَالِ الْاِبِلِ وَالدَّوَابِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضِهَا وَصَلّٰى اَبُوْمُوْسٰى فِىْ دَارِ الْبَرِيْدِ وَالسِّرْقِيْنِ وَالْبَرِّيَّةُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقَالَ هٰهُنَا اَوْ ثَمَّ سَوَاءٌ۔

ترجمہ، اونٹ اور دیگر جانوروں کے پیشاب کا حکم بکریاں اور ان کے باڑے کا حکم۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ دار البرید میں نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ گوبر اور جنگلات ان کے پہلو میں ہوتے تھے وہ فرماتے تھے کہ اس جگہ اور اس جگہ نماز پڑھنا برابر ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ماکول اللحم کے ابوال کے بارے میں امام بخاریؒ امام مالکؒ کے مسلک کو اختیار کئے ہوتے ہیں اگرچہ ترجمۃ الباب میں طہارت کے الفاظ نہیں مگر جو آثار بیان کئے ہیں ان سے طہارت بول ما یؤکل لحمہ معلوم ہوتی ہے برید بریدہ سے ہے۔ ڈاک پہنچانے کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ نے بریدہ کا انتظام کیا تھا۔ ہر بارہ میل پر دم بریدہ گھوڑے رہتے تھے۔ ڈاک کی چوکی کو دار البرید کہا جاتا ہے۔ سرقین کلمہ معربہ ہے۔ چرقین فارسی لفظ ہے۔ بمعنی نجاستہ۔ کبھی جرقین کہا جاتا ہے اور کبھی سرقین، سرقین کا عطف برید پر ہے۔ تو مجرد ہوگا۔ اور ممکن ہے۔ السرقین مرفوع ہو۔ والبریۃ الی جنبہ جملہ حالیہ ہے۔ الغرض اس اثر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بول دواب پاک ہے شوافعؒ واحنافؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ دار البرید میں جمیع قطعات ارض کا ملوث بالنجاستہ ہونا ضروری نہیں بلکہ جس جگہ سائیس رہتا ہے۔ وہ جگہ ابوال سے خالی ہو۔ تو اس سے استدلال تام نہ ہوا۔ اور اسی طرح سرقین پر جو نماز پڑھی اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو ممکن ہے کہ مع حائل ہو یعنی سر پر چادر بچھا کر اس پر نماز پڑھی ہو۔ اور اس کے نیچے سرقین پڑے تھے۔ اگر یہ احتمالات نہ بھی ہوں۔ تو یہ محض حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی رائے ہوگی۔ ہم اس کے مقابل مرفوع حدیث استنزھوا من البول الخ اور ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام سے روایات کثیرہ پیش کرتے ہیں جو نجاست بول وسرقین پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث نمبر ۲۲۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ اُنَاسٌ مِّنْ عُكْلٍ اَوْ عُرَيْنَةَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَهُمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَّاَنْ يَّشْرَبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا فَانْطَلَقُوْا فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوْا رَاعِىَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيءَ بِهِمْ فَأَمَرَ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَهَؤُلَاءِ سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ عکل یا عرینہ قبیلہ کے کچھ لوگ حضور اکرم صلعم کے پاس آئے مدینہ کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی تو حضور اکرم صلعم نے ان کے لئے دودھ دینے والی اونٹنیوں کے متعلق حکم دیا کہ ان کا پیشاب اور دودھ پئیں چنانچہ وہ چلے گئے اور جب تندرست ہو گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلعم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہنکا کر لے گئے۔ پس یہ خبر دن کے پہلے حصہ میں آنحضرت صلعم کو پہنچی تو آپ نے ان کے نشانات قدم پر ایک فوجی دستہ بھیجا جب دن اچھی طرح چڑھ آیا تو وہ لوگ لائے گئے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور انہیں حرہ میں پھینک دیا گیا وہ پانی مانگتے تھے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا۔ حضرت ابو قلابہؒ نے اس سزا پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں نے سرقہ بالجبر بھی کیا۔ قتل کے مرتکب بھی ہوئے اور ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی مول لی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مصنفؒ نے عرنیین کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ مگر اس میں کئی احتمالات ہیں کہ آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ ان کی شفا ابوال ابل میں ہے۔ تو اضطراری حالت میں انہیں بول پلایا گیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپؐ کو بذریعہ وحی ان کا کفر معلوم ہو گیا۔ جس کی بنا پر آپؐ نے یہ حکم فرمایا۔ نیز اِشربوا ابوالھا کے یہ ضروری نہیں کہ ان یشربوا کا مفعول یہ ہو۔ ممکن ہے۔ لیطلون ابوالہا کی تقدیر ہو طلاء کریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میں ما یوکل اللحم کے حکم قبل ازیں بیان کر چکا ہوں۔ کہ حنفیہؒ اور شافعیہؒ کے نزدیک بالکل نجس ہے۔ اور حنابلہ کی دو نو روایتیں ہیں۔ مالکیہؒ کے نزدیک طاہر ہے اور یہی امام بخاریؒ کا مذہب ہے یہاں امام بخاریؒ نے بالتصریح فرما دیا وصلّی ابو موسٰی فی دار البرید دار البرید کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں یہ ریل گاڑیاں تو تھی نہیں سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ڈاک بھجوانے کا انتظام فرمایا۔ دار البرید ڈاک گھر کو کہتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دس دس بارہ بارہ میل پر چوکیاں

مقرر کی گئیں تھیں وہاں چند آدمی اور چند گھوڑے رکھ دیئے تھے تاکہ بالفرض مدینہ کی ڈاک پہنچانی ہوتی تو ایک آدمی مدینہ کی ڈاک لے کر گھوڑے پر چلایا اور دار لبرید پہنچ کر اس گھوڑے کو چھوڑ دیتا۔ اور دوسرا گھوڑا لے کر اور وہاں آئی ہوئی ڈاک اٹھاکر مدینے آجاتا۔ اور وہاں مدینے میں اگر دوسری جگہ کا آدمی آیا ہوتا تو وہ اس ڈاک کو لے جاتا تھا۔ ورنہ اس کی چوکی سے ایک آدمی جہاں کی ڈاک ہوتی دوسرا گھوڑا لے کر دوسرے دارالبرید میں پہنچا دیتا تھا علی ہذا حضرت امام بخاریؒ حضرت ابو موسیٰؓ کے اثر سے استدلال فرما رہے ہیں کہ ابو موسیٰؓ نے دارلبرید اور گوبر پڑے کی جگہ پر نماز پڑھی باوجودیکہ جنگل پاس تھا۔ اگر چاہتے تو وہاں جاکر نماز پڑھ لیتے۔ تو معلوم ہوا کہ بول الماکول لحم طاہر ہے۔ حنفیہؒ یہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا۔ کہ خاص گوبر کے اوپر انہوں نے نماز پڑھی بلکہ کوئی کپڑا بچھا کر پھر نماز پڑھی ہوگی۔ اور طبیعت بھی اس سے اِبا کرتی ہے کہ صاف جگہ کو چھوڑ کر گوبر پر نماز پڑھی جائے جس سے اس کے کپڑے اور بدن وغیرہ ملوث ہوں۔ اور اگر ایسا ہوا بھی ہو۔ تو یہ صرف حضرت ابو موسیٰؓ کا مذہب ہوگا کیونکہ صحابہ کرام خود اس بارے میں مختلف رہے ہیں۔ قدم اناس من عکل الخ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ آئے اور اپنے کو مسلمان ظاہر کیا۔ اور کچھ دن مدینہ میں رہنے کے بعد انہوں نے حضور پاک صلعم سے کہا کہ مدینہ کی آب و ہوا ہمارے موافق نہیں ہے۔ ہم جنگل کے رہنے والے ہیں لہٰذا ہمیں جنگل میں جانے کی اجازت فرما دیں حضور اکرم صلعم نے غایت شفقت سے ان کو اجازت دے دی کہ ابل صدقہ میں جاکر رہیں اور ان کے ابوال اور البان پی لیا کریں۔ وہ گئے اور صحت مند ہوگئے لیکن اس کے بعد انہوں نے یہ کیا کہ حضور پاک صلعم کے راعی کو قتل کر دیا اور اونٹ وغیرہ بھگا کر لے گئے۔ حضور پاک صلعم نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے وہ پکڑ لئے گئے۔

فأمرھم النبی صلعم بلقاح الخ اس سے مالکیہؒ نے استدلال کیا۔ کہ اگر پیشاب ناپاک ہوتا۔ تو حضور اقدس صلعم اس کے شرب کا کیوں حکم دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی علاج نہ ہوا اور کوئی طبیب حاذق کہدے تو جائز ہے۔ اور حضور اقدس صلعم جو سب سے بڑے طبیب ہیں آپؐ نے اس کے شرب کی اجازت دی تو پھر کیا اشکال ہے۔ فقطع ایدیھم یہ حضور پاک صلعم نے جزا بالمثل دی، چونکہ انہوں نے نبی کریم صلعم کے راعی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ اب یہ کہ جزاء بالمثل جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ کتاب القصاص میں آئے گا۔

قال ابو قلابۃ یہ روایت بالتفصیل باب القسامۃ میں پونے دو صفحات میں آرہی ہے قسامۃ

ہیں اختلاف ہے کہ یمین صرف مدعا علیہم سے لی جائے گی۔ یا مدعی اور مدعا علیہم دونوں پر ہے۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ صرف مدعا علیہم سے قسم لی جائے گی۔ اور ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اولاً مدعی سے لی جائے گی اگر اس نے کسی شخص پر دعوی کیا اور بینہ قائم کردیا تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ مدعا علیہ سے قصاص لیا جائے گا۔ یا نہیں۔ مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ لیا جائے گا۔ اور ائمہ فرماتے ہیں کہ قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ابو قلابہ مالکیہؒ کے خلاف ہیں۔ مالکیہ اس حدیث سے قصاص پر استدلال کرتے ہیں۔ ابو قلابہ جواب دیتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم نے ان کو قتل۔ سرقہ۔ کفر بعد الایمان اور محاربہ مع اللہ والرسول کی وجہ سے قتل فرمایا۔ نہ کہ قصاصاً ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں اکابر و علماء حضرات کو جمع کیا۔ اور قسامۃ کے متعلق مشورہ فرمایا۔ سب نے یہی فیصلہ فرمایا کہ قصاص لیا جائے گا۔ اس مجمع میں ابو قلابۃ بھی تھے۔ ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سوال کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی شخص پر زنا کی تہمت لگادی جائے اور پچاس آدمی اس کے زنا کرنے پر قسمیں کھالیں تو بتلاؤ حد لگائی جائے گی یا نہیں۔ سب نے انکار فرمادیا۔ پھر ایسے ہی چوری کے متعلق انہوں نے سوال کیا کہ قسامت کی صورت میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ سب نے انکار کردیا تو انہوں نے فرمایا جب قسامت سے حد واجب نہیں ہوتی تو قصاص میں اس کا قتل کیسے جائز ہوگا۔ اس پر کسی دوسرے شخص نے ابو قلابہ سے کہا کہ حضور اکرم صلعم کے زمانہ میں عکل اور عرینہ والوں سے قسامۃ کے بعد قصاص لیا گیا تھا۔ لہذا جائز ہونا چاہیئے اس پر حضرت ابو قلابۃ سے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ جو یہاں امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ان لوگوں کو قسامۃ کے بعد قتل کے قصاص میں قتل نہیں کیا گیا۔ اور وہاں قسامت نہیں بلکہ ان لوگوں نے حضور اکرم صلعم کے راعی کو قتل کر دیا تھا۔ اور یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور مرتد کی سزا قتل ہے اس جملہ کی بنا پر اور اس واقعہ کی بنا پر مشہور یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت امام بخاریؒ قسامۃ کے قائل نہیں ہیں یہ غلط ہے بلکہ یہ دونو حضرات قسامۃ کو تو مانتے ہیں۔ لیکن اس کے اندر قتل کرنے کا قصاصاً انکار کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۲۹ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ اَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ۔

ترجمہ، حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم مسجد بنائے جانے سے پہلے بکریوں کے

باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: مرابض جمع مربض کی اور مربض بمعنی بیٹھنا تو مطلب یہ ہوا کہ آپؐ بنا رمسجد سے پہلے غنم کے بیٹھنے کی جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ بکریاں اپنے بیٹھنے کی جگہ پر پیشاب کرتی ہیں۔ تو یہ اس صورت میں ہے جبکہ بول کو نجس نہ کہا جائے۔ مگر کہا جائے گا کہ مرابض غنم میں سے ہر جگہ کا بول سے ملوث ہونا ضروری نہیں نیز ممکن ہے کہ وہ جگہ خشک ہوگئی ہو۔ کیونکہ ذکاۃ الارض یبسہا فرمایا گیا۔ کہ زمین کی پاکیزگی اس کا خشک ہو جانا ہے۔ دوسرے یہ عادت نہیں ہے کہ سلیم الفطرت انسان ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں پیشاب ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حائل کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ اور چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ ابتدا اسلام کا واقعہ ہے جبکہ حلت و حرمت کے احکام نازل نہیں ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: فی مرابض الغنم ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں اور مرابض غنم نہیں بلکہ مبارک الابل میں پڑھ سکتا ہے مگر کپڑا بچھالے تاکہ نجاست نہ لگے۔ اور مرابض میں نماز پڑھنے سے یہاں کہاں لازم آگیا۔ کہ پیشاب وغیرہ پر نماز پڑھی ہے۔ اب یہ کہ آپؐ نے وہاں نماز کیوں پڑھی اس کا جواب یہ ہے کہ غنم کے اندر مسکنت ہوتی ہے۔ تو آپؐ کو ان سے ایک قسم کی مناسبت تھی اس لئے آپؐ وہاں کبھی کبھی تشریف لے جاتے تھے۔

باب مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِي السَّمْنِ وَالْمَآءِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَاْسَ بِالْمَآءِ مَالَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ اَوْرِيْحٌ اَوْلَوْنٌ وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَاْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتٰى نَحْوَ الْفِيْلِ وَغَيْرِهٖ اَدْرَكْتُ نَاسًا مِّنْ سَلَفِ الْعُلَمَآءِ يَمْتَشِطُوْنَ بِهَا وَيَدَّهِنُوْنَ فِيْهَا لَا يَرَوْنَ بِهٖ بَاْسًا وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَاِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ۔

ترجمہ: باب ان نجاستوں کے بارے میں جو گھی اور پانی میں گر پڑیں (نجس نہیں) اور امام زہریؒ نے فرمایا اس پانی میں کوئی حرج نہیں جب تک اس کا ذائقہ یا بو یا رنگ نہ بدلے اور حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ مردہ پرندہ کے پر میں کوئی حرج نہیں اور امام زہریؒ نے مردہ جانوروں کی ہڈیاں جیسے ہاتھی یا اور جانور جو ماکول اللحم نہیں ہیں۔ سلف علماء میں سے بہت سوں کو پایا کہ وہ ان کی ہڈیوں سے کنگھی کرتے تھے اور ان میں

تیل رکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور ابن سیرین اور ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ میاہ کے بارے میں بھی مصنفؒ کا مذہب وہی ہے جو امام مالکؒ اور اہل ظواہر کا ہے۔ اس باب میں حدیث بئر بضاعہ کو لانا تھا۔ مگر چونکہ وہ روایت مصنفؒ کی شرط کے موافق نہیں اس لئے دوسری روایات کو لانا چاہتے ہیں۔ استدلال اس سے کرتے ہیں۔ کہ گھی کے اندر جب نجاست اثر نہیں کرتی۔ تو ما جو کثیر النفوذ ہے۔ اس میں بھی اثر نہ کرے گی۔ مردہ پرندے کے پر کے پڑنے سے امام شافعیؒ پانی کو نجس کہتے ہیں اگرچہ پانی تھوڑا سا کیوں نہ ہو۔ مگر مالکیہؒ اور احنافؒ پر بیک بال وغیرہ پاک کہتے ہیں اس لئے کہ میتہ کا پر اگرچہ ماء قلیل ہو پانی میں تغیر پیدا نہیں کرتا۔ الغرض مصنفؒ کا مسلک یہ ہے کہ وقوع نجاسات سے اگر تغیر احد اوصاف ثلاثہ نہ ہو۔ تو پانی نجس نہیں ہوتا۔ لیکن یہ استدلال مالکیہ اور شوافع کے مسلک پر تو صحیح ہوگا احنافؒ تو ریش عظم کو طاہر کہتے ہیں۔ ان کے پانی میں گرنے سے پانی نجس نہ ہوگا کیونکہ یہ اشیاء پاک ہیں۔ لا بأس بالمأ سے میاہ کا مسئلہ معلوم ہوا لیکن سمن کی باب سے کوئی مطابقت نہیں۔

حدیث نمبر ۲۳۰ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ فَقَالَ اَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم سے اس چوہے کے بارے میں پوچھا جو گھی میں گر جاتے تو آپ نے فرمایا کہ اس چوہے کو اور اس کے ارد گرد کے گھی کو پھینک دو کیونکہ ناپاک ہے اور باقی کو کھاؤ وہ ناپاک نہیں ہے

تشریح از شیخ مدنیؒ محل استدلال خکلوا سمنکم ہے کہ اگر گھی سارا نجس ہوتا۔ تو آپ کھانے کا حکم کیوں دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد مثلاً پر ہے کہ یہ واقعہ جزئیہ ہے اب بحث یہ ہے کہ یہ سمن جامد تھا یا مائع تو ابو داؤد میں اس کی تفصیل آگئی۔ کہ اگر سمن جامد ہو۔ تو ماحول کو پھینک دیا جائے اور مابقی کو استعمال کیا جائے۔ اگر مائع ہو تو اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت میمونہ کی روایت میں تعین نہیں ہوئی کہ سمن کیسا تھا۔ البتہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ کا یہ ارشاد سمن جامد میں تھا۔ دلیل یہ ہے کہ القاء ماحول سمن جامد میں ہوتا ہے مائع میں نہیں ہو سکتا۔ اس سے زیادہ وضاحت نسائی کی روایات کرتی ہیں مثلاً نسائی پر ہے۔ سئل عن فارۃ وقعت فی سمن جامد

اور دوسری روایت میں ہے سئل عن فارۃ تقع فی سمن قال ان کان مائعًا فلا تقربوہ الخ یہ وہی ابن شہاب کی روایت ہے تو مصنفؒ کا استدلال روایات کی حیثیت سے تام نہ ہوا۔

حدیث نمبر ۲۳۱ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَۃٍ سَقَطَتْ فِیْ سَمْنٍ فَقَالَ خُذُوْھَا وَمَا حَوْلَھَا فَاطْرَحُوْہُ الخ

ترجمہ: حضرت میمونہؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم سے اس چوہے کے بارے میں پوچھا جو گھی میں گر جائے تو آپؐ نے فرمایا اس کو پکڑو اور اس کے ارد گرد کے گھی کو پھینک دو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ طہارت ماء میں ظاہریہ اور مالکیہ کے ساتھی ہیں۔ کہ پانی اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے تین اوصاف میں سے کسی میں تبدیلی نہ آئے یہاں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جیسے پانی کا حکم ہے گھی کا بھی وہی حکم ہے کہ جب تک اس کی بو۔ مزہ اور رنگ میں فرق نہ آئے اس وقت تک وہ مضر نہیں۔ قال الزھری لا باس بالماء۔ یہی مذہب امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کا بھی ہے لا باس بریش المیتۃ یعنی ریشؒ میتہ کا جزء ہے اگر پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک نہیں کرے گا مگر یہ ریشؒ کی نجاست ان کے یہاں ہے ہمارے یہاں تو طاہر ہے لہٰذا اگر پانی میں مردہ پرندہ کا پر پانی میں پڑ جائے اور اس پر نجاست وغیرہ لگی ہوئی نہ ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ وقال الزھری فی عظام الموتی۔ ہڈیاں ہمارے نزدیک مطلقًا طاہر ہیں۔ مالکیہؒ کے نزدیک مذبوح کی پاک ہیں۔ شوافع کے نزدیک عظام موتی مطلقًا ناپاک ہیں حنفیہ کے ہاں مطلق طاہر بشرطیکہ ان پر رطوبت نہ ہو۔ ان اقوال کے نقل کرنے کی غرض یہ ہے کہ یہ سب اشیاء پاک ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی اگر دود، گھی اور پانی وغیرہ میں گر جائے گا تو وہ ناپاک نہیں ہوں گے۔ القوھا وما حولھا الخ امام بخاریؒ نے اس روایت کے اطلاق سے استدلال فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مطلقًا یہ فرمایا کہ فارہ اور ماحول کو نکال کر باقی کھالو۔ مائع اور جامد میں فرق نہیں فرمایا۔ لہٰذا خواہ جامد ہو یا مائع وہ نجس نہیں ہے اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ بخاریؒ کی روایت عام نہیں بلکہ جامد پر محمول ہے۔ کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں خود حضرت میمونہ رضہ سے روایت ہے ان کان جامدًا فالقوھا وما حولھا وان کان مائعًا فلا تقربوہ لہٰذا جمعًا بین الروایات یہ کہا جائے گا کہ بخاری کی روایت جامد پر محمول ہے نیز اگر مائع پر مانا جائے تو حدیث کے معنی صحیح نہ ہوں گے کیونکہ مائع کے اندر ماحول ہوتا ہی نہیں وہ تو سب ایک ہی ہے۔ دوسرے الفاء ماحول جامد کا ہوتا ہے

مانع کا نہیں۔ قال معن حدثنا مالک الخ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ روایت مسانید ابن عباس میں سے ہے یا مسانید میمونہ سے تو حضرت امام بخاریؒ نے معن کا قول نقل کرکے اشارہ فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مسانید میمونہ رض سے ہے

حدیث نمبر ۲۳۲ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ کَلْمٍ یُکْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَکُوْنُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَهَیْئَتِهَا اِذَا طُعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ۔

ترجمہ، حضرت ابوہریرہ رض جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہر وہ زخم جو مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہنچتا ہے وہ قیامت کے دن وہ اسی صورت اور شکل پر ہوگا جبکہ وہ زخمی ہوا تھا کہ وہ زخم خون بہاتا ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی ہوگی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مصنفؒ کی دلیل دم شہید سے ہے کہ قیامت کے دن اس کا زخم بالکل تروتازہ ہوجائے گا۔ کہ جس سے حجتہ قائم کی جائے گی مگر اس میں بدبو نہ ہوگی۔ بلکہ مشک جیسی خوشبو ہوگی اور مشک ہر ایک کے نزدیک پاک ہے۔ اور وہ یقیناً تغیر لون وطعم کی بنا پر پاک ہے۔ تو دم شہید بھی پاک ہوگا۔ جیسے کھاد نے ترابی صورت اختیار کرلی۔ تو تحول کی وجہ سے طہارت کا حکم کیا جائے گا۔ غرضیکہ مصنفؒ کا کہنا یہ ہے کہ تغیر مادہ کی ضرورت نہیں بلکہ تغیر صورت سے بھی طہارت کا حکم دیا جاتا ہے احنافؒ اور شوافعؒ تغیر احکام کا فی الجملہ باعث کہتے ہیں ہماری بحث تو تغیر ما سے ہے۔ شوافعؒ اور احنافؒ فرماتے ہیں کہ اگر ما قلیل ہو تو وہ وقوع نجاستہ سے نجس ہوجائے گا۔ خواہ تغیر اوصاف ہو یا نہ ہو۔ اور ماء کثیر نجس نہ ہوگا اور روایت سے تغیر ما کے بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی اور ما قلیل کی نجاستہ لا یبولن احدکم فی الماء الراکد اور لا یغمسن احدکم یدہ فی الاناء الخ سے معلوم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اللون لون الدم الخ امام بخاریؒ کا استدلال اس سے اس طرح ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ تغیر اوصاف کو طہارت اور نجاست میں دخل ہے پہلے خون ناپاک تھا اب خوشبودار بن کر پاک ہوگیا اسی طرح اگر نجاست پڑ جائے اور وہ اوصاف کے اندر کوئی تغیر پیدا کردے تو پھر وہ ناپاک ہوگا۔ ورنہ نہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے ان لوگوں پر رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر اوصاف ثلاثہ میں سے دو وصف بدل جائیں گے جب حکم بدلتا ہے

کیونکہ یہاں صرف ایک وصف (ریح) بدلا ہے جس کی بنا پر حکم بدل گیا۔

باب اَلْبَوْلِ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ۔

ترجمہ، کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کا حکم۔

حدیث نمبر ۲۳۳ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ وَ بِاِسْنَادِهٖ قَالَ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہوں گے اور اسی اسناد کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مادائم میں پیشاب نہ کرے جو چالو نہیں پھر اس میں غسل کرے گا۔

تشریح از شیخ مدنی رو مصنفؒ نے ترجمہ میں کوئی ذکر نہیں فرمایا کہ اس باب سے کیا مقصد ہے مگر روایت سے کچھ پتہ چلتا ہے، نحن الاٰخرون فی الدنیا السابقون المتقدمون یوم القیامۃ کیونکہ پہلے فیصلہ ان کا ہوگا وجہ یہ ہے کہ پہلے چھوٹی عدالتوں کے ہاں فیصلے ہوتے ہیں آخر میں بڑی عدالتوں میں جانا پڑتا ہے۔ اخیر میں فیصلہ بادشاہ کے یہاں ہوتا ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اس عالم کی اصلاح اور فیصلے کے لئے مقرر فرمایا انبیاء حضرت نوح علیہ السلام پہلے آئے۔ اور آخر میں جناب خاتم الانبیاء تشریف لائے اور ان کے درمیان غیر اولوالعزم تشریف لائے محققین یہی کہتے ہیں کہ سب سے اشرف آپؐ ہیں پھر حضرت عیسیٰؑ۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر حضرت ابراہیمؑ الخ تو مقدمہ کی ترتیب چھوٹے حاکموں سے ہوگی مگر بادشاہ جو نظر کرے گا وہ وزیر اعظم کے فیصلہ کی طرف نگاہ کرے گا۔ اس کے بعد وزیر خاص کے فیصلہ کو دیکھا جائے گا تو ایسے قیامت میں امت محمدیہ کے فیصلہ پر جلد نظر کی جائے گی۔ امت محمدیہ کو نہ برزخ میں انتظار کرنی پڑے گی۔ اور نہ محشر میں فیصلہ کا انتظار کرنا پڑے گا تو آپؐ کا آخر میں بھیجا جانا یہ بھی باری تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے۔ اس لئے اگر ہم پہلے آتے تو ہمارے عیوب دنیا پر ظاہر ہوتے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ ہمارے عیوب و قبائح دوسروں کو معلوم نہیں ہوئے بلکہ دوسروں کے قبائح ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔ دیگر انبیاء کے زمانہ میں عمریں لمبی لمبی ہوتی تھیں۔ تو ان کو تکلیفات شاقہ کا سامنا کرنا پڑا ہماری عمریں تھوڑی ہیں۔ تھوڑے سے عمل پر بڑے اجر کے مستحق قرار پائے۔ الدائم اس پانی کو بھی کہا جاسکتا تھا جو ہمیشہ جاری ہو، اور

ٹھہرے ہوئے پانی کو بھی دائم کہہ سکتے ہیں اس لئے الذی لا یجری سے اس کی تفسیر کر دی ثم یغتسل فیہ یہاں فیہ فرمایا گیا۔ اور قلتین یعنی پانچ سیر پانی میں کوئی غسل نہیں کر سکتا۔ تو وہ قلتین سے زائد ہوگا۔ غسل کرنے کی عادت یہی ہے کہ قلتین جتنے پانی میں بیٹھ کر غسل نہیں کیا جاتا۔ یہی حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کا مسلک مسئلہ المیاہ میں امام مالکؒ کے موافق ہے اس کے موافق نہی عن البول فی الماء الراکد تعبدی ہوگی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہی سدًا للباب فرمائی گئی ہے اس لئے کہ ایک کو دیکھ کر دوسرا آدمی بھی پیشاب کرے گا۔ اور انجام کار پانی ناپاک ہو جائے گا۔ نحن الآخرون السابقون اس کا کیا مطلب ہے۔ شراح فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ماءِ دائم میں پیشاب کرنے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ جب پانی میں پیشاب کرے گا۔ تو وہ پانی سے آخر ہوگا اور جب کوئی اس سے وضو یا غسل کرے گا۔ تو اوّل ہوگا۔ للہذا نجاست کا استعمال ہو گیا اس لئے پانی میں پیشاب نہ کرے یہ وجہ یہاں اچھی ہے۔ یہ جملہ نحن الآخرون السابقون جہاں کہیں آتا ہے شراح اس کی مناسب توجیہ فرماتے ہیں۔ مگر حقیقی وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے متعدد شاگرد ہیں۔ ان میں سے ایک عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج ہیں۔ دوسرے ہمام بن منبہ ان دونوں کے پاس حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات کے صحیفے ہیں۔ ہمام بن منبہ کا صحیفہ تو حضرت امام مسلم کے پاس ہے۔ اور ابن ہرمز کا صحیفہ حضرت امام بخاریؒ کے پاس ہے۔ اور دونوں اپنے صحیفوں سے روایت لیتے ہیں۔ مگر ہر ایک ادا اور انداز روایات لینے میں جدا جدا ہے۔ حضرت امام مسلم جہاں کہیں روایت لیتے ہیں وہاں یوں کہتے ہیں۔ حدثنا همام بن منبه قال هذا ما حدثنا به ابو هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اور حضرت امام بخاریؒ جب ابن ہرمز کے صحیفے سے روایت لیتے ہیں۔ تو سب سے پہلے نحن الآخرون السابقون ذکر کرتے ہیں پھر اصل روایت جو مقصود ہوتی ہے اس کو ذکر فرماتے ہیں اور یہ جملہ نحن الآخرون الخ ابن ہرمز کے صحیفے کی پہلی حدیث ہے تو اس کی طرف اشارہ فرمانے کے لئے اس روایت کو پہلے ذکر فرما دیتے ہیں۔ لا یبولن احدکم الخ ظاہر یہ کے نزدیک یہ نہی تعبدی ہے اور جمہور کے نزدیک پانی ناپاک ہو جائے گا۔

باب اِذَا اُلْقِیَ عَلٰی ظَہْرِ الْمُصَلِّیْ قَذَرٌ اَوْ جِیْفَۃٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَیْہِ صَلٰوتُہٗ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّي وَضَعَهُ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّى وَفِي ثَوْبِهِ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ أَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ أَوْ تَيَمَّمَ فَصَلَّى ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَاءَ فِي وَقْتِهِ لَا يُعِيدُ۔

ترجمہ، جب نمازی کی پیٹھ پر گندگی یا مردار کا جثہ پھینکا جائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھتی حالت میں جب اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تھے تو کپڑے کو اتار کر رکھ دیتے اور اپنی نماز چالو رکھتے۔ ابن المسیب اور شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی ایسی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کے کپڑے میں خون ہے یا منی ہے یا اس نے غیر قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی یا تیمم کرکے نماز پڑھی اور اسے نماز کے اوقات میں پانی مل گیا تو نماز کا اعادہ نہ کرے

تشریح از شیخ مدنیؒ ایسی نجاستیں جن کے رہتے ہوئے ثوب، مکان وغیرہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اگر اثناء صلوٰۃ میں یہ چیزیں نمازی کی پیٹھ پر ڈال دی جائیں۔ تو حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایک رکن کے ادا کرنے تک برابر اسی حالت پر رہا۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اسے پہلے زائل کر دیا۔ تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ حضرت امام بخاریؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اثناء صلوٰۃ میں بغیر قصد مصلی کے کوئی نجاست آپڑے تو آخر صلوٰۃ تک اس حالت پر رہنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے چنانچہ ابن المسیب اور شعبیؒ کا یہی مذہب ہے۔ مگر اور ائمہ کے ہاں بعض صورتوں میں اعادہ ہے مثلاً کپڑے میں خون تھا۔ اور نماز کے اوقات میں علم ہو گیا تو اعادہ کرے اسی طرح قبلہ کا استقبال تحری یعنی کوشش سے کیا۔ اگر وقت میں علم ہو جائے تو اعادہ کرے۔ تیمم کرکے نماز پڑھی وقت میں پانی مل گیا تو نماز کا اعادہ کرنا مستحب ہے۔ امام بخاریؒ ان سب صورتوں میں اعادہ کے قائل نہیں ہیں۔

حدیث نمبر ۲۳۴ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُو جَهْلٍ وَأَصْحَابٌ لَهُ جُلُوسٌ إِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيُّكُمْ يَجِيءُ بِسَلَا جَزُورِ بَنِي فُلَانٍ فَيَضَعُهُ عَلَى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ فَنَظَرَ حَتَّى إِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ لَا أُغْنِي شَيْئًا لَوْ كَانَتْ لِي مَنَعَةٌ قَالَ فَجَعَلُوا يَضْحَكُونَ وَيُحِيلُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ

لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْهُ عَنْ ظَهْرِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّ الدَّعْوَةَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلٍ وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ نَحْفَظْهُ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرْعٰى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن مسعودرضہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے کہ آپس میں انہوں نے مشورہ کیا کہ کوئی فلاں قبیلے کے ذبح شدہ اونٹ کی اوجھری گندگی سمیت لے آئے۔ اور جب محمد مصطفےٰ صلعم سجدے میں جائیں تو وہ گندگی آپؐ کی پیٹھ پر رکھ دے چنانچہ قوم میں سے سب سے بڑا بدبخت (عقبہ ابن ابی معیط) اٹھا اور وہ گندگی لے آکر منتظر رہا یہاں تک کہ جب نبی اکرم صلعم سجدے میں چلے گئے تو اس نے یہ اوجھری آپؐ کے کندھوں کے درمیان پیٹھ پر رکھ دی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن میں آپؐ کے کوئی کام نہ آسکتا تھا۔ کاش مجھے قوت ہوتی وہ فرماتے ہیں کہ قریش کے یہ لوگ ہنستے تھے اور ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہوتے تھے۔ اور جناب رسول اللہ صلعم سجدہ میں سر نہیں اٹھاتے تھے۔ یہاں تک حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور اس اوجھری کو آپؐ کی پیٹھ سے نیچے پھینکا تو آپؐ نے کہیں جا کر سر اٹھایا پھر بددعا فرمائی اے اللہ قریش کو پکڑلے تین مرتبہ فرمایا۔ تو یہ بات ان قریش کو گراں گزری جبکہ آپؐ نے ان کے خلاف بددعا فرمائی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر مکہ میں دعا مقبول ہوتی ہے۔ پھر آپؐ نے نام لے لے کر بددعا فرمائی اے اللہ ابوجہل کو پکڑلے۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط ان سب کو پکڑلے ساتویں کا نام بھی شمار کیا مگر انہیں یاد نہیں رہا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ جن لوگوں کا نام رسول اللہ صلعم نے شمار کیا تھا وہ سب بدر کے اندھے کنویں میں گرے پڑے تھے

تشریح از شیخ مدنیؒ سلا بچہ دان۔ دوسری روایات میں فرث وغیرہ کا ذکر بھی ہے اور ان میں یہ بھی ہے کہ افلا ینظرون الی هذا المرائی کیا اس ریاکار کو نہیں دیکھتے۔ لا اغنی شیئا اس لئے کہ

صنادید قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہ قبیلہ ہذیل کے آدمی تھے اور دیہات میں رہتے تھے ان شہر والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ لو کانت لفظ لو تعجب اور شرط کے لئے ہو سکتا ہے بمعنی قوت یا جماعت روایت باب سے مصنفؒ کا استدلال اس طرح ہے کہ آپؐ پر نجاست ڈالی گئی لیکن آپؐ نے نماز کو نہیں چھوڑا۔ تو شوافعؒ اور احنافؒ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ یہاں سلا بچہ دان کا ذکر ہے جو نجس نہیں تو نماز کیسے فاسد ہو گی۔ لیکن یہ جواب قابلِ اعتنا نہیں کیونکہ سلا کے ساتھ فرث ودم کا ذکر بھی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے اس وقت نجاسات کی تفصیل نہیں آئی تھی۔ مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ سورۃ مدثر میں ثیابک فطہر کا حکم ہے اور سورۃ مدثر بعد فترۃ الوحی کے نازل ہوئی ہے۔ اور فترہ وحی کے تین سال ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ سورۃ مدثر کے اترنے تک لوگوں کو آپؐ سے عداوت نہیں اس کے بعد آپؐ نے تبلیغ شروع فرمائی۔ کیونکہ اس میں وانذر عشیرتک الاقربین کا حکم موجود ہے۔ تیسری وجہ یہ ذکر کی جاتی ہے۔ کہ آپؐ حالتِ استغراق میں تھے۔ آپؐ کو علم ہی نہیں ہو سکا کہ میری پیٹھ پر کیا چیز رکھی ہے۔ ظاہر ہے یا نجس ہے مگر یہ امر بھی بعید ہے کہ ایک شخص کی پیٹھ پر بدبودار چیز رکھی ہو۔ اور اس کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ البتہ حالتِ استغراق میں ایسا ہو سکتا ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا صریح ثبوت نہیں جس سے معلوم ہو کہ آپؐ نے نماز کو پورا کرنے کے بعد بددعا فرمائی ہو۔ ددنہ خرط قتاد ظاہر یہ ہے کہ آپؐ نے نماز پورا کرنے سے پہلے بددعا کی۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض آپؐ اپنی نماز پر قائم رہے ہوں۔ پھر ایسی کوئی دلیل نہیں کہ آپؐ نے اس نماز کا اعادہ نہ کیا ہو۔ احتمال ہمارے لئے کافی ہے کہ آپؐ نے نماز کا اعادہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ نجاسات کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس لئے ایک مسئلہ جو اس کے متعلق تھا اسے بھی ذکر کر دیا۔ کہ اگر کسی پر حالت نماز میں نجاست پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے حنفیہؒ شافعیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک فاسد نہیں ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طہارت اثواب ان کے نزدیک شرائط صلوٰۃ میں سے نہیں ہے۔ ہاں اگر چاہے تو وقت کے اندر اعادہ کرے اوزاعیؒ کے نزدیک طہارت ابتداء صلوٰۃ کے لئے شرط ہے۔ لہٰذا اگر کوئی وسط صلوٰۃ میں نجاست ڈال دیئے تو کوئی حرج نہیں۔ شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس مسئلہ میں امام اوزاعیؒ کے ساتھ ہیں۔

وکان ابن عمرؓ اس دوسرے استدلال پر ہم یہ کہتے ہیں کہ پہلے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ خون جو ابن عمرؓ کے کپڑے پر تھا وہ قدر درہم سے زائد تھا۔ ثم ادرک الماء ہم بھی تیمم کے اندر یہی کہتے ہیں کہ اعادہ نہ کرے اس لئے تیمم طہارت کاملہ ہے فانبعث اشقی القوم یہ عقبہ بن ابی معیط تھا۔ وضعہ علی ظھرہ امام بخاریؒ نے اس سے استدلال فرمایا ہے۔ امام مالکؒ کے مسلک پر تو جواب کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک طہارت صلوٰۃ میں سنت ہے لیکن یہ حدیث جمہور کے خلاف ہے امام نوویؒ نے جواب دیا کہ حضور اکرم صلعم کو استغراق کی وجہ سے پتہ ہی نہ چل سکا۔ بعض نے جواب دیا۔ سلا جزور خشک تھی اور اس میں نجاست وغیرہ بھر کر پھر ڈلوایا گیا۔ اور نجاست اپنے ملان میں مفر نہیں ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ یہ واقعہ نیا یک فطھی سے پہلے کا ہے۔ جیسا کہ حافظ نے کتاب التفسیر میں لکھا ہے وانا انظر اس لئے کہ اگر میں کچھ کرتا تو وہ مجھے مارتے۔ یحیل بعضھم علی بعض ایک دوسرے کو مذاق میں کہہ رہے تھے۔ ذرا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ حتی جآت فاطمۃ تعالیٰ وہ بچی اسی خاندان کی تھی ان سے کیا بولتے۔ وعد السابع یہ سابع عمارہ بن ولید ہے۔ اللھم علیک بقریش یہ نبی اکرم صلعم کی بد دعا ہے حالانکہ حضور اکرم صلعم کی عادت شریفہ بد دعا کرنے کی نہیں تھی تو اس حدیث اور جہاں جہاں بد دعا وارد ہوتی ہے۔ اس پر اعتراض ہوگا جس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلعم تعلیم عملی کے لئے تشریف لائے تھے تو جو جو چیزیں شانِ نبوت کے خلاف تھیں ان کو آپ نے خود کر کے دکھلا دیا۔ ان ہی میں سے یہ بد دعا بھی ہے۔ یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ نبی اکرم صلعم کی یہ دعا بدر کے موقعہ پر تقریباً پندرہ سال بعد پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ دعا کا فوراً قبول ہونا ضروری نہیں کبھی کبھی تاخیر بھی ہو جاتی ہے

باب اَلْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهٖ فِي الثَّوْبِ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ۔

ترجمہ، کھنکار اور سنک یا اسی طرح کی اور چیز جو کپڑے کو لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت عروہ مسور اور مروان سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم حدیبیہ والے سال تشریف لائے پھر حدیث کو بیان کیا جس میں یہ بھی تھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلعم ناک سے جو سنک بھی

نکلتی وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں جا پڑتی تھی وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۳۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَزَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ الخ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اپنے کپڑے میں تھوکا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ چیزیں طاہر ہیں کپڑا۔ بدن۔ مکان وغیرہ ان سے نہیں ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ نجاسات کا ذکر چل رہا تھا تو مصنفؒ نے تھوک کا حکم بیان فرما دیا وجہ یہ ہے کہ حضرت سلمان اور بعض تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ بزاق نخامہ وغیرہ نجس ہیں اور بعض کا مذہب ہے کہ ہر ایک کا بزاق اس کے حق میں پاک اور دوسرے کے حق میں ناپاک ہے امام بخاریؒ اس باب سے ان پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ فدلک بھا وجھہ وجلدہ اس سے امام بخاریؒ نے طہارۃ ریق پر استدلال کیا ہے اور یہ جو سب کچھ صحابہ کرام نے کیا وہ عشق و محبت کی باتیں ہیں ؎

عناب لب لباب دہن شربت وصال

یہ نسخہ چاہیئے ترے بیمار کے لئے

باب لَا يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِالنَّبِيذِ وَلَا بِالْمُسْكِرِ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَقَالَ عَطَاءٌ التَّيَمُّمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ وَاللَّبَنِ۔

ترجمہ: کھجور کے نچوڑ اور نشہ دار چیز سے وضو جائز نہیں ہے۔ حضرت حسن بصری اور ابو العالیۃ نے اسے مکروہ کہا ہے اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ وضو بالنبیذ اور لبن سے وضو کرنے سے تیمم بہتر ہے

حدیث نمبر ۲۳۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتی ہیں کہ ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے اور حرام سے وضو بالاتفاق جائز نہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اگر نبیذ سے غیر مسکر مراد ہے۔ تو یہ روایات اس کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی۔ اور لا بالمسکر سے عطف الخاص علی العام ہوگا۔ ابو العالیہ اور حسن بصری حضرت امام

ابوحنیفہ رح پر حجۃ نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ دونوں تابعی ہیں امام صاحب بھی تابعی ہیں ھو رجال ونحن رجال

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسکر سے بالاتفاق وضو کرنا ناجائز ہے۔ پھر امام بخاریؒ نے اس کو کیوں ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ وضو بالنبیذ کو ناجائز ثابت فرما رہے ہیں اور نبیذ کی روایت ملی نہیں اس لئے مسکر کی روایت سے استدلال فرمایا چونکہ مسکر کی روایت سے استدلال تھا۔ اسی کو ترجمہ میں بھی ذکر فرما دیا۔ اب رہا یہ سوال کہ امام بخاریؒ نے مسکر کی روایت سے نبیذ کے مسئلے کو کس طرح ثابت فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا استدلال اس طرح ہے کہ نبیذ مقدمۃ مسکر ہے۔ اور مقدمہ شیئ خود شیئ کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا جس طرح مسکر سے وضو ناجائز ہے اسی طرح نبیذ سے بھی ناجائز ہوگا۔ لیکن اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ پھر تو پانی بھی مقدمہ نبیذ ہونے کے سبب ممنوع ہونا چاہیے۔ نبیذ اصل میں منبوذ یعنی پھینکے ہوئے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں وہ پانی کہلاتا ہے جس میں کھجور وغیرہ ڈال دی گئی ہو جس کی تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ پانی میں کھجور وغیرہ ڈال دیا اور وہ شیریں ہو گیا۔ اس میں وضو کرنے میں ہمارے ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں کسی قسم کے نبیذ سے وضو جائز نہیں حتیٰ کہ اس قسم سے بھی جائز نہیں حالانکہ یہ مسکر نہیں ہے۔ مگر اس صورت میں اختلاف ایک اور اصل کلی مختلف فیہ پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ حنفیہ رح کے اصول میں ہے اگر پانی میں شیئ جامد طاہر مل جائے۔ اور اس کی مائیت میں فرق نہ آئے۔ تو اس سے وضو جائز ہے۔ اور شوافع وغیرہم کے نزدیک جب پانی کے اندر کوئی شیئ مل گئی تو وہ اپنے اطلاق سے نکل گیا۔ لہٰذا اس سے وضو جائز نہیں۔ حنفیہ رح کا مذہب اقرب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کے غسل کے بارے میں روایات میں آتا ہے۔ کہ اس کو بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے۔ شوافع رح کہتے ہیں کہ یہ غسل تعبدی ہے غسل نجاست نہیں ہے۔ حنفیہ رح کہتے ہیں کہ ابو داؤد شریف کی روایت ہے کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یغسل رأسہ بالخطمی کہ آپ گل خیرہ سے اپنے سر مبارک کو دھوتے تھے شوافع رح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بار قراح سے دھو لیتے ہوں گے۔ حنفیہ رح جواب دیتے ہیں کہ خود ابو داؤد میں ہے وکان یجتزی بہ یعنی آپ اسی پر اکتفا فرماتے تھے اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضہ فرماتی ہیں کہ مجھ کو حضور پاک صلعم کے اونٹ پر حیض آ گیا حضور صلعم نے فرمایا انفست اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب تو فارغ ہو۔ تو پانی میں نمک ڈال کر غسل کر لینا۔ اور اس کا حضرت ام سلمہ رضہ نے

اتنا اہتمام فرمایا کہ مرتے وقت وصیت کی کہ میرے غسل کے پانی میں نمک ڈالا جائے۔ حنابلہ نے یہ روایت دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ نمک مستثنیٰ ہے۔ حنفیہ رح کہتے ہیں کہ اگر تم پہلے ہی ایک اصل اور قاعدہ نہ مقرر کر لیتے تو تمہیں اتنے استثناآت اور تاویلات کی ضرورت نہ پیش آتی۔ دوسری قسم نبیذ کی اس قسم کے بالکل مقابل ہے کہ اس میں اسکار پیدا ہو جائے اس میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اس قسم سے وضو کرنا جائز نہیں۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ پانی میں چھوارے وغیرہ ڈال کر پکالیا جائے۔ اس قسم میں ہمارے ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض جائز کہتے ہیں بعض منع کرتے ہیں۔ پھر بعض حضرات نے امام صاحب رح سے نقل کیا ہے۔ کہ انہوں نے جواز التوضی بالنبیذ کے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ اگر رجوع نہ بھی ثابت ہو۔ تو بھی کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اگر کسی شیئ طاہر کے ملنے سے مائیت میں فرق نہ پڑے تو اس سے وضو جائز ہے اور یہاں فرق نہیں پڑتا۔ اور علامہ عینی رح نے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود رض سے چودہ راویوں نے وضو بالنبیذ کی حدیث نقل کی ہے۔ کہ ھو الحسن وابو العالیۃ یہ حضرت حسن کا مذہب ہوگا اور ان کی کراہت امام صاحب رح پر حجۃ نہیں کیونکہ امام صاحب خود تابعی ہیں۔ اور ابو العالیہ سے امام بخاری رح نے یہاں اجمالاً نقل کیا ہے۔ ان کا اثر تفصیل کے ساتھ دار قطنی میں مذکور ہے۔ بذل کے اندر میرے حضرت رح نے اسے نقل کیا ہے۔ انہوں نے جب وضو بالنبیذ سے منع کیا۔ تو کسی نے کہا حضور انور صلعم کے زمانہ میں تو کرتے تھے تو ابو العالیہ نے فرمایا کہ وہ تمہاری نجس انبذہ نہیں تھیں معلوم ہوا کہ ابو العالیۃ کی کراہت شدت اور غلیان کی وجہ سے تھی اور ممکن ہے حضرت حسن بصری رح نے بھی اسی قسم کو مکروہ سمجھا ہو وقال عطاء یہ ان کا مذہب ہے کل شراب اسکر فھو حرام اور نبیذ مقدمہ شراب ہے اور مقدمۃ الشیئ شیئ کے حکم میں ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی حرام اور حرام سے وضو جائز نہیں۔ مثبت الترجمہ تو ترجمہ ثابت ہوا

باب غَسْلِ الْمَرْأَةِ اَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ اِمْسَحُوْا عَلٰى رِجْلِيْ فَاِنَّهَا مَرِيْضَةٌ۔

ترجمہ، عورت کا اپنے باپ کے چہرہ سے خون کا دھونا اور ابو العالیہ نے فرمایا کہ میرے پاؤں پر مسح کر لو اس لئے کہ وہ مریض ہے۔

حدیث نمبر ۲۳۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِیَّ وَسَاَلَهُ النَّاسُ وَمَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَهٗ اَحَدٌ بِاَیِّ شَیْءٍ دُوْوِیَ جُرْحُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِيَ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ کَانَ عَلِیٌّ یَجِیْئُ بِتُرْسِهٖ فِیْهِ مَآءٌ وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَّجْهِهِ الدَّمَ فَاُخِذَ حَصِیْرٌ فَاُحْرِقَ فَحُشِیَ بِهٖ جُرْحُهٗ ۔

ترجمہ، حضرت ابو حازم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے اس وقت سنا جبکہ لوگوں نے اس سے سوال کیا تھا میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نہیں تھا، ان سے پوچھا گیا تھا، جناب نبی اکرم صلعم کے زخم کا علاج کسی چیز سے کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے سے زیادہ اس کو جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال لاتے تھے جس میں پانی ہوتا تھا۔ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کے چہرے سے خون دھوتی تھیں۔ پھر چٹائی لے کر اسے جلایا گیا اور اس کی خاکستر سے حضور کا زخم بھر دیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ اگر اس باب کا مقصد استعانۃ علی الوضوء ہے۔ تو روایت سے ثابت ہے مگر یہ مبحوث عنہ نہیں ظاہر ہے یہ کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ تطہیر کے اندر استعانۃ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ازالہ نجاستہ میں اس قسم کی استعانۃ جائز ہے۔ وضوء کے اندر تو مکروہ ہے لیکن غیر وضو میں جائز ہے چنانچہ ابو العالیہ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ تو جب مسح میں استعانۃ جائز ہے تو ازالہ نجاستہ میں بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریا شراح فرماتے ہیں کہ استعانۃ فی ازالۃ النجاسۃ کو بیان فرمایا اور میرے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ استعانۃ فی الوضوء کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرا پانی لادے اور دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرا پانی ڈالے اور متوضی خود اپنے اعضاء دھوئے اور تیسری صورت یہ ہے کہ متوضی خود کچھ نہ کرے۔ دوسرا شخص پانی بھی ڈالے۔ اور دھوئے بھی۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اگر مجبوری کی بناء پر ایسا کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حضور اقدس صلعم کے چہرہ انور کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں وقال ابو العالیہ الخ ابو العالیہ کے اس قول سے بھی میری تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے دوسرے پیر کے مسح کا امر فرمایا۔ اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ وہ مریضہ ہے اس کو تکلیف ہوگی۔ بای شیئ دوی جرح النبی صلعم حضور اکرم صلعم کو غزوۂ احد میں چہرہ انور پر چوٹ آئی تھی۔ اس کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ کہ کیا دوا حضور کو لگائی گئی تھی فاخذ حصیر فاحرق جب پانی ڈالنے سے خون بند نہ ہوا تو ایک بوریا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی۔ راکھ کو خون رکنے

میں ایک خاصہ ہے۔ اسی وجہ سے بچوں کی ختنہ کے بعد اس مقام پر راکھ لگادیتے ہیں۔

باب السِّوَاكِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ۔

ترجمہ: مسواک کرنے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کے پاس رات بسر کی تو آپ نے مسواک کیا۔

حدیث نمبر ۲۳۸ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهٖ يَقُولُ أُعْ أُعْ وَالسِّوَاكُ فِي فِيهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ۔

ترجمہ: حضرت بردہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ اپنے مسواک سے جو آپؐ کے ہاتھ میں تھا مسواک کر رہے تھے اور اع اع کہتے تھے جبکہ مسواک آپؐ کے منہ میں تھا۔ گویا کہ قے کر رہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اشکال یہ ہے کہ نجاسات وغیرہ کا ذکر چل رہا تھا تو مسئلہ سواک کیسے آگیا اس کو تو سنن وضو کے ساتھ ذکر کرتے اس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ امام بخاریؒ نے اس باب کو مسئلہ وضو سے الگ ذکر کر کے اشارہ کردیا کہ مسواک وضو کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جب بھی ضرورت ہو کرے۔ جیسا کہ فقہا حنفیہؒ کہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ مسواک جمہور کے نزدیک سنت ہے اور بعض ظاہریہ کہتے ہیں کہ واجب ہے اور ابن حزم جمعہ کے دن واجب کہتے ہیں۔ اور باقی ایام میں سنت ہے' اع اع حاشیہ میں اہ اہ اور نسائی میں عاعا ہے۔ یہ سب اس آواز کی تعبیرات ہیں جو مسواک اندر کی جانب کرتے ہوئے پیدا ہوتی تھی۔ کسی نے کچھ تعبیر کیا اور کسی نے کچھ۔ اختلاف کچھ نہیں سب کا مآل ایک ہے

حدیث نمبر ۲۳۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الخ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم جب رات کو اٹھتے تھے تو اپنے منہ کو مسواک ملتے تھے۔

باب دَفْعِ السِّوَاكِ إِلَى الأَكْبَرِ وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَانِي أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَاءَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الآخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيلَ لِي كَبِّرْ

فَدَ فَعۡتُهٗ اِلَى الۡاَكۡبَرِ مِنۡهُمَا ۔

ترجمہ، باب مسواک بڑے کو دینی چاہیئے اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ مَیں خواب میں اپنے کو دیکھتا ہوں کہ مَیں مسواک استعمال کر رہا ہوں اچانک میرے پاس دو آدمی آئے جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا میں نے مسواک ان میں سے چھوٹے کو دے دیا تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے۔ چنانچہ وہ مسواک مَیں نے ان میں سے بڑے کو دے دی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ مسواک بظاہر اشیاء مستقذرہ میں سے ہے کیونکہ اس سے منہ صاف کیا جاتا ہے اس لئے اس سے ایہام ہوتا تھا کہ بڑے کو دینا کہیں ادب کے خلاف نہ ہو۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرما دی کہ نہیں بلکہ مسواک ایک بڑی چیز ہے مطہرہ فم ہے۔ لہٰذا بڑے ہی کو دینی چاہیئے۔

باب فَضۡلِ مَنۡ بَاتَ عَلَى الۡوُضُوۡءِ ۔

ترجمہ باب اس شخص کی فضیلت کے بارے میں جو وضو پر رات بسر کرتا ہے۔

حدیث ۲۴۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنِ الۡبَرَاءِ بۡنِ عَازِبٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَيۡتَ مَضۡجَعَكَ فَتَوَضَّأۡ وُضُوۡءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضۡطَجِعۡ عَلٰى شِقِّكَ الۡاَيۡمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِيۡ اِلَيۡكَ وَفَوَّضۡتُ اَمۡرِيۡ اِلَيۡكَ وَاَلۡجَاۡتُ ظَهۡرِيۡ اِلَيۡكَ رَغۡبَةً وَّرَهۡبَةً اِلَيۡكَ لَا مَلۡجَاَ وَلَا مَنۡجَا مِنۡكَ اِلَّا اِلَيۡكَ اللّٰهُمَّ اٰمَنۡتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيۡ اَنۡزَلۡتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيۡ اَرۡسَلۡتَ فَاِنۡ مُّتَّ مِنۡ لَيۡلَتِكَ فَاَنۡتَ عَلَى الۡفِطۡرَةِ وَاجۡعَلۡهُنَّ اٰخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ فَرَدَّدۡتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغۡتُ اللّٰهُمَّ اٰمَنۡتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيۡ اَنۡزَلۡتَ قُلۡتُ وَرَسُوۡلِكَ قَالَ لَا وَنَبِيِّكَ الَّذِيۡ اَرۡسَلۡتَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ جب آپ بستر پر لیٹنے کے لئے آئیں۔ تو نماز کی طرح وضو کریں پھر دائیں پہلو پر لیٹ جائیں۔ اور پھر یہ دعا کریں کہ اے اللہ مَیں اپنے چہرے کو آپ کے سپرد فرمانبردار کرتا ہوں۔ اور اپنا معاملہ آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور اپنی پیٹھ کو آپ کی طرف سے سہارا دیتا ہوں۔ آپ کی طرف رغبت کرتے ہوئے اور آپ سے ڈرتے ہوئے میری جائے پناہ اور جائے نجات تیری گرفت سے تیری ہی طرف ہے۔ اور اللہ مَیں تیری اس کتاب پر ایمان

ے آیا جس کو تو نے اپنے اس نبی پر اتارا جس کو آپ نے بھیجا۔ اگر اس رات تیری وفات ہوگئی تو تُو فطرت اسلام پر ہوگا۔ ان کو اپنے آخری کلمات بنا نا حضرت فرماتے ہیں کہ یہ کلمات میں نے حضور نبی اکرم صلعم پر دوبارہ لوٹاتے جب میں ان الفاظ پر پہنچا کہ آمنت بکتابک الذی انزلت تو میں نے کہا رسولک تو آپ نے فرمایا بنبیک الذی ارسلت کہو۔ فنبیک الذی ارسلت یا تو اس لئے فرمایا کہ اس طرح تکرار لازم نہیں آئے گا۔ حالانکہ رسول نبی سے اخص ہے اسلئے اعم کو لانا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ ترجمہ میرے نزدیک شارحہ ہے اور اس سے امام بخاریؒ روایت کی شرح دو طرح فرمارہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ روایت میں ہے اذا اتیت مضجعک فتوضأ الخ تو اس لفظ اذا سے ایہام ہوتا تھا۔ کہ جب سونا چاہے تو اس وقت وضو کرے چاہے پہلے سے وضو ہو یا نہ ہو۔ تو امام بخاریؒ نے تبلا دیا۔ کہ مقصود نوم علی الوضوء ہے۔ اب چاہے پہلے سے ہو یا اسی وقت وضو کرے اور دوسرے یہ کہ فتوضأ کے امر سے بظاہر ایجاب کا شبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ مطلق امر وجوب کے لئے آتا ہے تو امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ یہ امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب و فضل کے لئے ہے۔ (فائدہ) اگر کوئی شخص باوضو سوئے تو برے خوابوں سے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر آیۃ الکرسی پڑھ لے تو نور علیٰ نور ہے۔ ثم اضطجع علی شقک الایمن یہ ہمارے نزدیک بہت معمولی بات ہوگی۔ اور اگر کوئی طبیب کہدے تو اس کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ اطبا کے نزدیک بائیں پہلو پر سونا بہتر ہے اس لئے کہ اسی طرح نیند اچھی طرح آتی ہے۔ مگر اس میں مضرت یہ ہے کہ بائیں طرف قلب ہے تو بائیں کروٹ سونے میں سارا دباؤ اور بوجھ دل پر ہوگا۔ اور ممکن ہے بخارات دل پر چھا جائیں اور ضعفِ قلب لاحق ہو جاتے۔ لیکن کسی کو اہتمام نہیں ہے لیکن اگر کوئی جدید تحقیق کا آدمی کچھ کہدے تو اس کو نا معلوم کیا سے کیا سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ نبی اکرم صلعم کا ارشاد ہے۔ اور جدید سائنس والوں کی تحقیق ہے۔ کہ جب شہوت سے منی خارج ہوتی ہے تو بدن کے سارے مسامات سے جراثیم باہر نکل آتے ہیں اگر فوراً غسل کرے تو وہ جراثیم ڈھل جائیں گے۔ اور صحت خوب اچھی رہے گی۔ ورنہ پھر وہی جراثیم بدن میں داخل ہو جائیں گے اور صحت پر برُا اثر پڑے گا۔ اور اسی طرح ان کی تحقیق یہ ہے کہ مردوں کے لئے داڑھی کے بال اور عورتوں کے لئے سر کے بال باہر کے لئے جاذب ہیں۔ حضرت اقدس صلعم بہت اس کا امر فرما چکے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کثیرا۔ رغبۃ ای فی احسانک راھبۃ من

معاتبتك فانت علی الفطرۃ فطرۃ الاسلام التی فطر الناس علیہا الخ فرد و تھا یعنی میں نے ان کلمات کو یاد کرنے کے لئے حضور اکرم صلعم کے سامنے دہرایا تو جب میں اللھم آمنت بکتابك الذی انزلت پر پہنچا تو اس کے بعد میں نے بنبیك کی بجائے و برسولك کہہ دیا۔ کیونکہ رسول کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے۔ تو اس پر حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا لا و نبیك الخ یعنی رسولك مت کہو بلکہ و نبیك الذی ارسلت کہو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ادعیہ میں ماثورہ کا اتباع کرنا چاہیئے اگرچہ ان صحابی نے ایک اعلیٰ لفظ کہا۔ کیونکہ رسول کا درجہ نبی سے بڑھ کر ہے مگر وہ لفظ کہاں سے آتا جو زبان مبارک سے نکلا تھا۔ باب فضل من بات الخ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک اس آخر سے کتاب الوضوء کے اختتام کی طرف اشارہ ہے اور حافظ کی رائے کے ساتھ میری اپنی ایک رائے چل رہی ہے وہ یہ کہ کتاب کے ختم کی طرف اشارہ نہیں بلکہ خود تیرے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تمت بالخیر

(پارہ اول ختم)

ہر سبق سے پہلے کا خطبہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد فان اصدق الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار و بالسند المتصل الی الامام الحافظ الحجۃ امیر المؤمنین فی الحدیث ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرۃ بن بردزبہ الجعفی البخاری نفعنا اللہ بعلومہ آمین۔

دوسرا پارہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کِتَابُ الْغُسْلِ

کتاب غسل کے بیان میں

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا اِلٰی قَوْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ وَقَوْلِہٖ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِلٰی قَوْلِہٖ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔

باب الْوُضُوْءِ قَبْلَ الْغُسْلِ۔

ترجمہ، غسل سے پہلے وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۲۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ بَدَأَ فَغَسَلَ یَدَیْہِ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ کَمَا یَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ یُدْخِلُ اَصَابِعَہٗ فِی الْمَاءِ فَیُخَلِّلُ بِھَا اُصُوْلَ الشَّعْرِ ثُمَّ یَصُبُّ عَلٰی رَأْسِہٖ ثَلٰثَ غُرَفٍ بِیَدَیْہِ ثُمَّ یُفِیْضُ الْمَاءَ عَلٰی جِلْدِہٖ کُلِّہٖ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رض زوجہ نبی اکرم صلعم سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم جب جنابتہ سے غسل شروع کرتے تو سب سے پہلے دونو ہاتھوں کو دھوتے پھر جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے ایسے وضو فرماتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈال کر ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے پھر اپنے ہاتھوں تین چلو پانی اپنے سر پر ڈالتے۔ پھر باقی سارے بدن پر پانی بہاتے۔

تشریح از شیخ زکریا، امام بخاریؒ نے وضو سے فراغت کے بعد غسل کو شروع فرما دیا۔ اور دو آیتیں استدلالاً علی وجوب الغسل کے ذکر فرمائیں ایک سورۃ مائدہ کی دوسری سورۃ نساء کی، مگر یہاں امام بخاریؒ نے ترتیب قرآنی کا خلاف کر دیا۔ کیونکہ سورۃ نساء سورۃ مائدہ پر مقدم ہے اس کی وجہ

یہ ہے کہ آیۃ مائدہ مجمل ہے۔ اور آیۃ نسا مفصل ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اجمال کے بعد تفصیل ہوا کرتی ہے اس لئے آیۃ مجملہ کو اوّلاً اور آیۃ مفصلہ کو ثانیاً ذکر فرمایا۔

باب الوضوء قبل الغسل اس باب سے امام بخاریؒ کی کیا غرض ہے۔ شراح فرماتے ہیں کہ ظاہریہ کے نزدیک وضوء فی الغسل واجب ہے۔ باقی حضرات کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ اس باب سے اسی اختلاف کو بتلا رہے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہو رہا ہے کہ وضو قبل الغسل کوئی مستقل سنت ہے یا غسل کا جزو ہے اور تشریفاً و تکریماً مقدم کیا گیا ہے اس میں ثمرہ اختلاف یہ ظاہر ہو گا کہ اگر کوئی شخص قبل الغسل وضو کرے تو جو لوگ مستقل سنت نہیں مانتے۔ بلکہ غسل کا جزو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہی دھونا غسل مفروض کی جانب سے کافی ہو جائے گا اور جو اس کو جزو نہیں مانتے ان کے نزدیک دوبارہ دھونا ضروری ہو گا لاداء فرض الغسل مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا باب ص۴۱ پر مستقلاً آ رہا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک یہ مسئلہ وہاں لکھا ہے۔ اگر وہاں کا نہ ہو تو ہم وہاں یہ توجیہ کریں گے کہ امام بخاریؒ وہاں یہ بیان فرما رہے ہیں کہ مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ جب وضو کرنے کے بعد غسل کرے گا تو ہاتھ ادھر ادھر جائے گا۔ اور امام بخاریؒ نے وضو من مس الذکر کا کوئی باب نہیں باندھا تو معلوم ہوا کہ (امام بخاری) وضو من مس الذکر کے قائل نہیں ہیں اور شوافعؒ کے ہاں اگر ہاتھ پہنچ جائے تو دوبارہ وضو کرنا ہو گا۔ تیسری غرض باب کی جو میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ وضو قبل الغسل کی کیا صورت ہو گی۔ آیا پاؤں پہلے دھویا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ کی روایت سے ظاہر ہے یا بعد میں دھوئے گا جیسا کہ حضرت میمونہؓ کی روایت میں مصرح ہے۔ یہاں امام بخاریؒ نے الوضو قبل الغسل باب باندھ کر دونوں طرح کی روایات ذکر کر دی ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی بھی اور حضرت میمونہؓ کی بھی۔ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ پوری وضو کرے اور پیر بھی دھوئے ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی روایت سے ہے۔ احناف کی بھی ایک روایت یہ ہے اور مالکیہ کے نزدیک اگر مستنقع الما (جمع ہونے کی جگہ) میں ہو۔ تو بعد میں دھوئے ورنہ پہلے دھوئے یہی حنفیہ کا قول ہے۔ اور حدیث عائشہؓ و حدیث میمونہ کے اختلاف کو اسی احوال پر محمول کیا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں جمع بین الاخبار ہے۔ اور بعض نے جمع اس طرح کیا ہے اور بعض نے جمع اس طرح کیا ہے۔ کہ وضو کرتے وقت اوّلاً بھی دھوئے عملاً علی حدیث عائشہؓ اور پھر بعد میں بھی دھوئے۔ عملاً علی

حدیث میمونہ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر ۲۴۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذٰى ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَآءَ ثُمَّ نَحّٰى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا هٰذِهٖ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ، حضرت میمونہؓ زوجۂ نبی اکرم صلعم سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایسا وضو کیا جیسے نماز کے لئے کرتے تھے سوائے دونو پاؤں کے اور شرمگاہ کو دھویا۔ اور جہاں جہاں جنابت پہنچی تھی پھر بدن پر پانی ڈالا پھر پاؤں کو الگ کر کے دھویا فرمایا یہی آپؐ کا غسل جنابت ہے۔

باب غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهٖ۔

ترجمہ، آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا۔

حدیث نمبر ۲۴۴ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَهُ الْفَرَقُ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں اور جناب نبی اکرم صلعم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ وہ پیالہ جس کو فرق کہا جاتا ہے جو تین صاع یعنی بارہ سیر حجازی کا ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے تو امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ ایک دوسرے کے عضو مستور کے دیکھنے کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ جب ایک دوسرے کے ساتھ غسل کریں گے تو یقیناً ایک دوسرے کے عضو پر نظر پڑے گی اور میرے نزدیک ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ جیسا کہ امام بخاریؒ نے ماقبل میں وضوء من فضل المرأۃ کو ثابت فرمایا تھا۔ یہاں سے غسل من فضل المرأۃ کا اثبات فرما رہے ہیں۔ کیونکہ جب ایک ساتھ غسل کریں گے تو جس وقت ایک پانی لے گا تو وہ پانی اب اس کے لئے فضل بن جائے گا۔

باب الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهٖ

ترجمہ، چار سیر یا اس کے برابر پانی سے غسل کرنا۔

حدیث نمبر ۲۴۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ دَخَلْتُ اَنَا وَاَخُوْ عَائِشَةَ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَاَلَهَا اَخُوْهَا عَنْ غُسْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَتْ بِاِنَاءٍ نَحْوٍ مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَاَفَاضَتْ عَلٰى رَاْسِهَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْرِ صَاعٍ ۔

ترجمہ حضرت ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ کا رضاعی بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حاضر ہوئے تو ان کے رضاعی بھائی نے ان سے جناب رسول اللہ صلعم کے غسل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے صاع کے برابر ایک برتن منگوایا اور اس سے غسل فرمایا اور اپنے سر پر ڈالا ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ شعبہ نے نحو صاع کی بجائے قدر صاع کا لفظ نقل کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا امام بخاریؒ نے ونحوہ کا لفظ بڑھا کر اشارہ فرما دیا کہ روایات میں جو صاع کا لفظ غسل النبی صلعم میں آتا ہے۔ وہ تحدید کے لئے نہیں بلکہ مراد اس کے قریب قریب ہے۔ واخو عائشہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی تھے۔ ان کا نام عبداللہ بن یزید بتلایا جاتا ہے۔ باناء نحو من صاع پر ترجمہ کا ثبوت ہو گیا۔ اور لفظ کی تصریح یہاں آ گئی۔ واَفاضت علی رأسہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کر لیا اور سر کھول لیا کیونکہ وہ محرم تھے۔ اور اگر سر منہ کھولتیں تو غسل کی کیفیت کیسے معلوم ہوتی۔

حدیث نمبر ۲۴۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَبُوْ جَعْفَرٍ اَنَّهٗ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ وَاَبُوْهُ وَعِنْدَهٗ قَوْمٌ فَسَاَلُوْهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيْكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِيْنِيْ فَقَالَ جَابِرٌ كَانَ يَكْفِيْ مَنْ هُوَ اَوْفٰى مِنْكَ شَعْرًا وَخَيْرًا مِنْكَ ثُمَّ اَمَّنَا فِيْ ثَوْبٍ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو جعفر محمد الباقر اور ان کے باپ امام زین العابدین علی بن الحسینؒ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جبکہ ان کے پاس اور لوگ بھی تھے۔ تو انہوں نے غسل کے متعلق دریافت کیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تجھے ایک صاع کافی ہو گا۔ ایک آدمی کہنے لگا کہ مجھے تو کافی نہیں ہو گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ذات (رسول اللہ صلعم) جو تجھ سے زیادہ بالوں والے اور تجھ سے بہتر تھے ان کو تو کافی تھا پھر ایک

کپڑا پہن کر ہماری امامت کرائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ فقال رجل الخ یہ رجل حسن بن محمد بن خنفیہ ہیں انہوں نے کہا کہ میں کثیر الشعر ہوں میرے لئے کافی نہیں ہے حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ آنجناب رسول اللہ صلعم تم سے زیادہ بالوں والے تھے اور تجھ سے بہتر تھے ان کو تو کافی تھا تعجب ہے تمہیں کافی نہیں۔ امّنا فی ثوب ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم تو ابواب ستر عورت میں آئے گا۔ البتہ یہاں اس میں اختلاف ہے کہ امامت کس نے کرائی۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ حضرت جابرؓ نے کرائی۔ اور فرماتے ہیں جس نے حضور اقدس صلعم کی طرف نسبت کی اس کو وہم ہو گیا اور علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ حضور پاک صلعم نے کرائی۔

حدیث نمبر ۲۴۷ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ اَخِيْرًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ وَالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى اَبُوْ نُعَيْمٍ۔

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم اور حضرت میمونہؓ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے ابن عیینہ اخیر میں فرماتے تھے۔ عن ابن عباس عن میمونہ لیکن صحیح وہ ہے جو ابو نعیم نے روایت کیا۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے۔ کہ یہ روایت مسانید ابن عباس میں سے ہے یا مسانید میمونہ میں سے ہے۔ جواب یہ ہے کہ مسانید میمونہ میں سے ہے

باب مَنْ اَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلَاثًا

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے۔

حدیث نمبر ۲۴۸ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ قَالَ حَدَّثَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَاُفِيْضُ عَلٰى رَأْسِيْ ثَلَاثًا وَاَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا (الحديث)

ترجمہ، حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا لیکن میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتا ہوں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شراحؒ نے اس باب کی کوئی غرض بیان نہیں فرمائی۔ مگر میری ذاتی رائے ہے یہاں ایک اہم اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرما دیا وہ اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ غسل میں دلک ہے

یا نہیں مالکیہ کے یہاں فرض ہے۔ اور جمہور کے یہاں فرض نہیں امام بخاری نے ترجمہ میں لفظ افاض بڑھا کر جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ یہ روایت ابوداؤد اور بخاری میں اسی طرح مختصر ہے۔ مسلم شریف میں تفصیل سے مذکور ہے کہ ایک بار صحابہ کرام حضور اقدس صلعم کے پاس ذکر فرما رہے تھے کہ کوئی کہتا تھا۔ میں تو اتنی بار پانی ڈالتا ہوں۔ اور کوئی کچھ کہتا تھا حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بھائی میں تو تین بار سر پر پانی ڈالتا ہوں۔ اب جس کو صرف مسئلہ سے کام ہے وہ تو حضور پاک صلعم کا صرف قول مبارک ذکر کر دیتا ہے اور جس کو واقعہ بیان کرنا مقصود ہے۔ وہ سارا واقعہ بیان کرتا ہے۔

حدیث ۲۴۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْرِغُ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلَاثًا۔

ترجمہ، حضرت جابر بن عبداللہ رض فرماتے ہیں کہ جناب اکرم صلعم اپنے سر مبارک پر تین مرتبہ پانی ڈالتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۰ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ قَالَ لِيْ جَابِرٌ اَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُ ثَلَاثَ اَكُفٍّ فَيُفِيْضُهَا عَلٰى رَأْسِهٖ ثُمَّ يُفِيْضُ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهٖ فَقَالَ لِيَ الْحَسَنُ اِنِّيْ رَجُلٌ كَثِيْرُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میرے پاس تیرے چچازاد بھائی آئے تھے جن کا اشارہ حضرت حسن بن محمد بن حنفیہ کی طرف تھا۔ پوچھا کہ جنابت سے غسل کیسے کرنا چاہیئے میں نے کہا جناب نبی اکرم صلعم تین چلو پانی لے کر اپنے سر پر ڈالتے تھے پھر پانی بدن پر ڈالتے۔ حسن بن محمد نے کہا کہ میں بہت بالوں والا آدمی ہوں تو میں نے کہا جناب رسول اللہ صلعم تجھ سے زیادہ بالوں والے تھے۔

اتانی ابن عمك یہ مجاز ہے اور ابن عم سے مراد ابن عم والد ہے یعرض بالحسن الخ یہ وہی حسن ہیں جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ دو واقعے ہیں، روایت سابقہ میں تو مقدار ماء کا ذکر تھا یہاں کیفیۃ غسل کا ذکر ہے لیکن میرے نزدیک دو واقعے کہنے کی کچھ وجہ ظاہر نہیں ہوئی۔ جبکہ وہی حسن بن محمد بن حنفیہ ہیں اور وہی حضرت جابر ہیں لہذا صرف اتنی سی بات

ہے کہ وہاں مقدار بیان کرنی تھی اور یہاں کیفیت مقصود تھی اس کو ذکر کر دیا۔

باب الغُسْلِ مَرَّةً وَّاحِدَةً

ترجمہ، ایک مرتبہ نہانا

حدیث نمبر ۲۵۱ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً لِّلْغُسْلِ فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ عَلٰى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهُ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَّكَانِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے آنجناب نبی اکرم صلعم کے غسل کے لئے پانی رکھا تو آپؐ نے سب سے پہلے اپنے ہاتھ کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھویا پھر اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اپنی شرمگاہ کو دھویا، پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا پھر کلی فرمائی۔ ناک میں پانی دیا۔ چہرہ مبارک اور اپنے دونو ہاتھوں کو دھویا پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہایا پھر وہاں سے ہٹ کر اپنے دونو پاؤں کو دھویا۔

تشریح از شیخ زکریا اقرب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کو اس بات پر تنبیہ کرنی ہے کہ جس طرح وضو میں درجہ فرض مرۃ مرۃ ہے۔ اسی طرح غسل میں بھی فرض ایک بار دھونا ہے اور بعض علما مثلاً ماوردی وغیرہ فرماتے ہیں کہ وضو میں تو ثلاثاً ثلاثاً وارد ہے۔ مگر غسل میں یہ قید نہیں ہے۔ اس لئے اس میں تثلیث کچھ نہیں لیکن جمہور اس کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک غسل میں بھی تثلیث مستحب ہے۔ مذاکیر یہ جمع باعتبار انثیین اور قضیب کے ہے۔ اور اس باب کو منعقد کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابو داؤد شریف میں ایک روایت ہے کہ سور کلب کا دھونا سات مرتبہ تھا اور غسل بھی سات مرتبہ تو اب امام بخاریؒ یہاں سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ ابتداء اسلام کا حکم تھا۔ اب ایک مرتبہ کا غسل بھی کافی ہے۔

باب مَنْ بَدَأَ بِالْحِلَابِ أَوِ الطِّيْبِ عِنْدَ الْغُسْلِ۔

ترجمہ، غسل کے وقت حلاب اور خوشبو کا استعمال کرنا۔

حدیث نمبر ۲۵۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَّحْوَ الْحِلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسَطِ رَأْسِهِ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم جب جنابت سے غسل فرماتے تھے تو حلاب ایک ایسا برتن جس میں اونٹنی کا دودھ سما سکے منگاتے تھے۔ ہتھیلی سے اس کو پکڑتے پہلے اپنے سر کی داہنی جانب سے شروع کرتے پھر بائیں جانب سے پھر درمیان سر پر ڈالتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی رح اس ترجمہ میں شراح کے ہاں بحث ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ حِلاب ایک قسم کی خوشبو کا نام ہے۔ آپ اس کو بعد الغسل منگایا کرتے تھے۔ اور استعمال فرماتے تو اس کا اثبات مقصود ہوا۔ بعض نے کہا کہ حلاب وہ برتن ہے جس میں اونٹنی کا دودھ سما سکے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ غسل سے پہلے اتنی مقدار کا برتن منگاتے تھے جس میں اس قدر پانی ہوتا تھا۔ غرضیکہ لفظ حِلاب دونو معنی میں مستعمل ہے لیکن مصنف رح طیب کا عطف حلاب پر کرکے پر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حلاب غیر طیب ہے اس میں قول راجح یہ ہے کہ مصنف رح کے نزدیک جب کبھی معنیین (دو معانی) میں کوئی معنی راجح نہیں ہوتے تو وہ دونو کو ذکر کر دیا کرتے ہیں تعیین کسی معنی کی نہیں کی جا سکتی تو وا دالطیب بیان احتمالین کے ہوا اس لئے معنیین کے لئے مشکل پیش آگئی۔

تشریح از شیخ زکریا اوّل تو حضرت امام بخاری رح کے سارے ابواب معرکۃ الآراء ہیں مگر یہ باب ان سب ابواب سے زیادہ معرکۃ الآراء ہے جس میں شراح نے بڑی کوشش کی مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام بخاری رح کی غرض کیا ہے۔ ایک جماعت تو پکار اٹھی کہ غلطی سے کوئی مبرا نہیں۔ امام بخاری رح غلطی میں پڑ گئے کہ حِلاب کو طیب سمجھ لیا غسل سے پہلے طیب کا کیا کام۔ جو لوگ امام بخاری رح کے ہمنوا ہیں وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں حِلاب بائی نہیں ہے، بلکہ بالجیم ہے۔ کاتب کی غلطی سے نقطہ نہیں لگا۔ اس لئے وہ بالحلاب رہ گیا۔ ان لوگوں نے امام بخاری رح کے ترجمۃ الباب کی خاطر حدیث میں تصرف کر دیا۔ یہ بڑی جسارت ہے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مگر محققین ان دونو صورتوں سے الگ ہیں اور مختلف توجیہات فرماتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں کہ حلاب کے مشہور معنی دودھ کا برتن مراد نہیں، بلکہ یہ محلوب کے معنی میں ہے اور اس سے مراد وہ چیز ہے۔ جو کسی چیز سے کھینچی گئی ہو، یعنی عصارۃ۔ المیذ ون عرب کا دستور یہ تھا کہ نہانے سے قبل خاص بذور کا عُصارہ (نچوڑ) اپنے ابدان پر ملا کرتے تھے جیسا کہ قبل الغسل خوشبو استعمال کرتے تھے۔ لہٰذا اب حلاب اور طیب میں تنافر نہ رہا۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں دودھ دوہا جائے۔ اور ایسے برتن میں چکنائی وغیرہ لگی ہوئی ہے اور وہ چکنائی ساری خوشبو

کی اصل ہوتی ہے تو امام بخاریؒ کا ذہن ابتداء حلاب سے اس چکنائی کی طرف گیا۔ چونکہ وہ ساری معطرات کی اصل ہے۔ اس لئے اس سے طیب کی طرف گئے۔ اس لئے لفظ طیب بڑھا دیا۔ اور حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے الطیب سے ایک دوسری روایت کی طرف اشارہ فرمایا جو باب من تطیب ثم اغتسل و بقی اثر الطیب میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو خوشبو لگائی۔ اور حضور اکرم صلعم اس وقت اپنی ازواج پر دور فرما رہے تھے اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد آپ نے غسل فرمایا ہے۔ تو یہاں پر خوشبو لگانے کے بعد غسل کرنا ثابت ہو گیا۔ اور بدأ بالحلاب روایۃ الباب سے ثابت ہو گیا۔ لہٰذا ترجمہ کے دونو جزو ثابت ہو گئے اور مقصد یہ ہے کہ دونو ہی جائز ہیں۔ اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ حدیث میں آتا ہے کان یغسل راسہٗ بالخطمی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل سے قبل بعض چیزیں تطیب و تنظیف بدن کے لئے استعمال فرماتے تھے امام بخاریؒ نے ترجمہ بدأ بالحلاب او الطیب میں تردد ذکر فرما کر اشارہ فرما دیا کہ پانی کے علاوہ اور کوئی چیز استعمال کرنا ثابت نہیں ہے، علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ دو چیزیں حلاب اور طیب ذکر فرمائی تھیں لیکن روایت صرف ایک کی یعنی حلاب کی ذکر فرمائی۔ دوسرے کی ذکر نہیں کی دعا بشیٔ نحو الحلاب روایۃ بالکل واضح ہے۔ حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں اونٹنی کا دودھ دوہا جائے چونکہ اس وقت متعدد برتن ہر کام کے لئے مستقلاً نہیں ہوا کرتے تھے۔ اس لئے اسی برتن میں دودھ نکال لیا اور اسی میں دوسرے وقت پانی لے کر غسل کر لیا۔ فقال بھما علی راسہ قال افعال عامہ میں سے ہے جہاں جیسا موقع ہوا ویسے ہی منع کر لئے جاتے ہیں۔ یہاں اس کے معنی اشارہ کے ہیں اور بعض لوگوں نے ترجمہ الباب کے لئے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ آدمی میں فی حد ذاتہ خوشبو ہوتی ہے۔ مگر پسینہ اور میل کی وجہ سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ تو جب آدمی رگڑ رگڑ کر اور مل کر نہائے گا تو میل اور پسینہ کی بدبو ختم ہو جائے گی۔ اور ذاتی خوشبو پیدا ہو جائے گی۔ اب دلک کے بعد حلاب سے غسل کرے گا۔ تو حلاب اور طیب دونو پائے گئے اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ خطمی کے ذریعہ غسل فرمایا کرتے تھے اور اس میں طیب ہوتی ہے تو اس روایت کی طرف اشارہ ہوا۔

باب اَلْمُضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ فِی الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ، جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینے کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۲۵۳ حَدَّثَنَا عُمَرُ الخ حَدَّثَتْنَا مَيْمُوْنَةُ قَالَتْ صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَأَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى يَسَارِهٖ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهٗ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ عَلَى الْأَرْضِ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَأَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيْلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کے لئے پانی ڈالتی تھی چنانچہ آپؐ نے اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر شرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین کی طرف لے گئے اس کو مٹی کے ساتھ رگڑا اور اسے دھویا ثم کلّی فرمائی ناک میں پانی دیا۔ پھر چہرہ انور دھویا اور اپنے سر پر پانی ڈالا۔ پھر اس جگہ سے الگ ہوکر اپنے دونوں پاؤں دھوتے پھر آپؐ کے پاس رومال لایا گیا جس سے آپؐ نے بدن کو نہ پونچھا یا نہ جھاڑا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ مسئلہ مختلف فیہا تھا۔ اور اہم تھا اس لئے مستقل باب باندھا حنفیہ رحؒ کے نزدیک غسل میں دونوں واجب اور وضو میں دونوں سنت ہیں اور حنابلہؒ کے یہاں تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ دونوں دونوں میں واجب ہیں دوسرے یہ کہ دونوں دونوں میں سنت ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ استنشاق تو دونوں میں واجب ہے اور مضمضہ میں دونوں میں سنت شوافع اور مالکیہ کے یہاں دونوں دونوں میں سنت ہیں۔ تو اتی بمندیل رومال استعمال نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم اس قسم کے تکلفات سے دور تھے۔

باب مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِتَكُوْنَ أَنْقٰى

ترجمہ، ہاتھ کو زمین پر رگڑنا تاکہ ہاتھ زیادہ پاک صاف ہو جائے۔

حدیث نمبر ۲۵۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ الخ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ بِيَدِهٖ ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَائِطَ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ غَسَلَ رِجْلَيْهِ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضؓ سے مروی ہے جناب نبی اکرم صلعم نے جنابت سے غسل کرنا اس طرح شروع فرمایا کہ پہلے پہل اپنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر وہ ہاتھ دیوار پر رگڑا پھر اس کو دھویا پھر ایسا وضو کیا۔ جیسے نماز کے لئے کیا جاتا ہے پس جب غسل سے فارغ ہوتے تو اپنے پاؤں کو دھویا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ روایت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جب حضور اکرم صلعم دست مبارک سے

منی وغیرہ دھوتے تھے۔ تو ہاتھوں کو دیوار پر یا زمین پر رگڑا کرتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ آبدست وغیرہ لینے کے بعد ہاتھ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ اس بدبو کو زائل کرنے کے لئے مٹی کا استعمال فرماتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے صابون کی کثرت ہوگئی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ وہ بدبو جو ہاتھوں میں باقی رہ جاتی ہے۔ وہ کیا ہے اس میں ہمارے یہاں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ بدبو نجاست کے اجزاء لطیفہ غیر مرئیہ ہیں، جو لوگ بدبو کی اصل اجزاء غیر مرئیہ نجاست قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مٹی سے دھونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ یہ ازالہ نجاست کے قبیل سے ہے۔ اور اس کا زائل کرنا ضروری ہے۔ اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ بدبو وہ ہوا ہے جو ہاتھ کے پانی اور نجاست کے اتصال کے وقت ہاتھ سے لگی ہوئی تھی۔ اور نجاست کے اتصال سے مکیف بکیفیۃ النجاستہ ہوگئی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں ان کے نزدیک اس کا ازالہ ضروری نہیں۔ اگر اشکال ہو کہ ہوا تو ایک ایسا جسم ہے جو حرکت کرنے سے ہٹ جاتی ہے۔ تو جب فراغت ہوگئی تو ہاتھ وہاں سے ہٹ گئے لہٰذا وہاں کی ہوا وہاں رہ گئی۔ اور ہاتھ دوسری ہوا میں داخل ہوگیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ استنجا کرتے وقت جب ہوا اور پانی کی ملاقات ہوگئی تو وہ ہوا پانی بن کر ہاتھوں کو لگ گئی یہی وجہ ہے کہ خشکی کے بعد بدبو جاتی رہتی ہے یہ بحث اصل میں حضرت گنگوہیؒ کی ہے۔ جو انہوں نے ابو داؤد کی تقریر میں فرمائی ہے۔ یہ تقریر بذل میں بھی نقل کی گئی ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جب اس بدبو میں اختلاف ہے۔ تو کیا عجب ہے کہ امام بخاریؒ نے انقیٰ کے لفظ سے ان لوگوں کی تائید فرمائی ہو۔ جن کے نزدیک اس بدبو کا ازالہ واجب نہیں بلکہ صرف اولیٰ ہے۔

باب هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ وَأَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُورِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ۔ کیا جنبی آدمی ہاتھ دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کرسکتا ہے جبکہ سوائے جنابت کے اس کے ہاتھ پر اور کوئی گندگی نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ و براء بن عازبؓ اپنا اپنا ہاتھ پانی میں داخل کرتے تھے حالانکہ اس کو دھویا نہیں تھا پھر وضو فرماتے اور ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ ان

چھینٹوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے جو غسل جنابتہ سے اڑتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ تَخْتَلِفُ اَیْدِیْنَا فِیْہِ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلعم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جبکہ ہمارے ہاتھ اس میں ایک دوسرے کے بعد آتے جاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اگر ہاتھ پر کوئی نجاست لظاہر لگی ہوئی ہو۔ تو پھر سب کے نزدیک بالاتفاق پانی ناپاک ہوجائے گا۔ اگر نجاست نہ لگی ہو۔ توظاہر یہ کے نزدیک ناپاک ہو جائے گا لیکن جمہور کے نزدیک نہ ہوگا۔ دخل ابن عمر الخ حضرت ابن عمرؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر جنبی پانی میں ہاتھ ڈال دے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ شراح نے اس کو بخاری کی روایت سے روک دیا مگر میرے نزدیک رد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ بخاری کی روایت محدث (بے وضو) پر محمول کرلو۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت جنب پر محمول ہے بلکہ اس میں تو جنابتہ کی تصریح ہے۔ ہما بنتضح من غسل الجنابۃ یہ ترجمہ الباب کی دلیل ہے۔ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاریؒ کا مقصد بھی یہ بتلانا ہے کہ ادخال ید سے پہلے ید کا دھونا ایجابی نہیں بلکہ استحبابی ہے۔ اور نجاستہ حکمیہ میں اختلاف کی وجہ سے لفظ حل سے بڑھا کر اشارہ فرمادیا۔

حدیث نمبر ۲۵۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ غَسَلَ یَدَہٗ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم جب جنابتہ سے غسل شروع کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھویا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۷ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنْ جَنَابَۃٍ الخ

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلعم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۸ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَّقُوْلُ كَانَ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْاَۃُ مِنْ نِّسَآئِہٖ یَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَآءٍ وَّاحِدٍ زَادَ مُسْلِمٌ وَوَھْبُ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنْ شُعْبَۃَ مِنَ الْجَنَابَۃِ۔

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم اور آپ کی بیویوں میں سے ایک عورت ایک ہی برتن سے اکٹھے ہی غسل جنابت کرتے تھے۔

باب مَنْ اَفْرَغَ بِیَمِیْنِہٖ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الْغُسْلِ۔

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو غسل کے اندر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔

حدیث نمبر ۲۵۹ حَدَّثَنَا مُوْسٰی ابْنُ اِسْمَاعِیْلَ الخ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَّسَتَرْتُہٗ فَصَبَّ عَلٰی یَدِہٖ فَغَسَلَھَا مَرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ قَالَ سُلَیْمَانُ لَا اَدْرِیْ اَذَکَرَ الثَّالِثَۃَ اَمْ لَا ثُمَّ اَفْرَغَ بِیَمِیْنِہٖ عَلٰی شِمَالِہٖ فَغَسَلَ فَرْجَہٗ ثُمَّ دَلَکَ یَدَہٗ بِالْاَرْضِ اَوْ بِالْحَائِطِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْھَہٗ وَیَدَیْہِ وَغَسَلَ رَاْسَہٗ ثُمَّ صَبَّ عَلٰی جَسَدِہٖ ثُمَّ تَنَحّٰی فَغَسَلَ قَدَمَیْہِ فَنَاوَلْتُہٗ خِرْقَۃً فَقَالَ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا وَلَمْ یُرِدْھَا۔

ترجمہ، حضرت میمونہ بنت الحارث رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم کے لئے پانی رکھا اور آپ کے لئے پردہ کر دیا۔ تو آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر اس کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دھویا سلمان راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ میرے استاد سالم نے تیسری مرتبہ کا ذکر کیا یا نہیں، بہرحال آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا جس سے اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر رگڑا پھر کلی فرمائی ناک میں پانی دیا اپنا چہرہ اور دونو ہاتھ دھوئے اور سر کو دھویا۔ پھر باقی بدن پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے الگ ہوگئے اور اپنے دونو پاؤں کو دھویا۔ پھر میں نے آپ کو ایک کپڑے کا ایک ٹکڑا دیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح بدن کو جھاڑ دیا اس کپڑے کا ارادہ نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میرے والد صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ بعض جگہ یہ بات مشہور ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا۔ یہ عورتوں کا کام ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمایا اور میری رائے یہ ہے کہ غسل میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک پانی ڈالنا۔ اور دوسرے ملنا۔ تو اب امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان میں جو افضل ہوگا۔ وہ داہنے ہاتھ سے کیا جائے گا۔ اور چونکہ پانی ڈالنا ملنے سے افضل ہے اس لئے

داہنی سے پانی ڈالا جائے گا۔ اور بائیں سے رگڑا جائے گا۔ ثُمّ افرغ بیمینہ الخ یہاں پر شراح یہ اشکال کرتے ہیں کہ ترجمہ ہیں افراغ الیمین علی الشمال فی الغسل ہے۔ اور روایت میں افراغ بالیمین علی الشمال فی غسل الفرج ہے۔ تو ترجمہ عام ہے۔ اور روایۃ خاص ہے۔ تو بعض شراح نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ غسل فرج غسل میں ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا باقی قیاس سے ثابت فرما لیا۔ مگر میری رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے دوسری روایت کی طرف جو ابھی گذری ہے جس میں ہے فافرغ بیمینہ علی یسارہ فغسلہا اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

باب تَفْرِيْقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ وَ يُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وُضُوْءُهٗ ۔

ترجمہ باب غسل اور وضو میں فاصلہ کرنا کیسا ہے حضرت ابن عمرؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے دونو پاؤں کو اس کے بعد دھوتے تھے جبکہ اس کا پانی خشک ہو جاتا تھا۔

حدیث نمبر ۲۶۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهٖ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا ثُمَّ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهٗ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رَاْسَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ صَبَّ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى مِنْ مَّقَامِهٖ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ۔

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی نے فرمایا کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلعم کے لئے غسل کرنے کے لئے پانی رکھا۔ تو آپ نے اپنے دونو ہاتھ پر پانی ڈال کر ان کو دھویا۔ دو دو مرتبہ یا تین مرتبہ پھر داہنی ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شرمگاہ کو دھویا۔ پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑا۔ پھر کلی فرمائی ناک میں پانی دیا۔ پھر چہرا اور دونو ہاتھ دھوئے پھر تین مرتبہ اپنے سر کو دھویا پھر سارے جسم پر پانی بہایا پھر اس مکان سے الگ ہو کر اپنے دونو پاؤں کو دھویا۔

تشریح از شیخ زکریا میری رائے ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے موالاۃ پر رد کرنا چاہتے ہیں چونکہ مالکیہؒ موالاۃ فی الغسل والوضوء کے قائل ہیں اس لئے ان کا رد اور جمہور کی تائید فرماتے ہیں اور یہ تائید غسل میں تو بالذات ہے۔ اور وضو میں بالتبع ہے انہ غسل قدمیہ الخ یہ عدم موالاۃ

فی الوضوء ہوگئی ثم تنحی من مقامہ بہ عدم موالاۃ فی الغسل ہوگئی۔ پاؤں باہر جاکر دھوئے تو موالاۃ کہاں رہی۔

باب إِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ وَمَنْ دَارَ عَلَىٰ نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ۔

ترجمہ، جب ایک مرتبہ جماع کرے پھر دوبارہ جانا چاہے اور اس شخص کا حکم جو ایک ہی غسل میں تمام بیویوں سے ہم بستر ہو۔

حدیث نمبر ۲۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَطُوفُ عَلَىٰ نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيبًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے سامنے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضہ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے۔ ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔ میں جناب رسول اللہ صلعم کو خوشبو لگاتی تھی۔ رات کو آپؐ اپنی بیویوں سے ہم بستر ہوتے پھر صبح کو اس حال میں محرم ہوتے تھے کہ ان سے خوشبو مہکتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب کی دو غرضیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلعم نے ہر ایک بیوی سے جماع فرمایا۔ ولیغتسل عند ھذہ وھذہ اور اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ ھذا انکیٰ واطیب واطہر اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلعم نے ایک ہی غسل میں سب کو نمٹا دیا۔ امام ابوداؤدؒ نے اسی دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض ترجمۃ الباب فی غسل واحد کی قید بڑھا کر اسی کی طرف اشارہ کرنا ہو اور اسی کو راجح تبلانا ہو۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ معاد (دوبارہ آنے والے) پر وضو واجب ہے یا نہیں ظاہریہ کے نزدیک غسل مذاکیر و وضو واجب ہے۔ اور جمہور کے نزدیک واجب نہیں تو امام بخاریؒ نے فی غسل واحد فرما کر ظاہریہ پر رد فرمایا۔ اور تبلایا کہ ایک ہی غسل کافی ہے اس لئے کہ وضو کا ذکر ہی نہیں فرمایا۔ یرحم اللہ ابا عبدالرحمٰن الخ حضرت ابن عمر رضہ فرمایا کرتے تھے کہ ما احب ان اصبح محرما انضخ طیبا حضرت عائشہ رضہ ان کے اس قول کی تردید کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے ابو عبدالرحمٰن حضرت عبداللہ بن عمر رضہ کی کنیت ہے کنت اطیب رسول اللہ صلعم

یہ ترجمۃ الباب کی غرض ہے۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدور علی نسائہ اس روایت پر دو اشکال ہیں ایک فقہی دوسرا تاریخی فقہی اشکال یہ ہے کہ ایک ساعت میں دور کیونکہ فرمایا کرتے تھے اور اس کی کیا صورت ہوتی تھی۔ جبکہ قسمت واجب ہے تو دوسری کی نوبت کے درمیان کیونکر دور فرماتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے صاحب النوبت سے اجازت لے کر دور فرمایا ہو۔ اور حنفیہ رح کے مسلک پر تو کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم پر قسم (باری مقرر کرنا) واجب نہیں تھی۔ دوسرا تاریخی اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کی تمام بیویاں گیارہ تھیں۔ مگر ان کا اجتماع نہیں ہوا۔ اس لئے کہ سب سے پہلی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ ان کا انتقال ہجرت سے پہلے ہو چکا تھا۔ دوسری بیوی حضرت زینب بنت خزیمہ ہیں۔ ان کا وصال حضور اکرم صلعم کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ اور سب سے آخری نکاح حضرت میمونہ سے عمرۃ القضاء ۷ھ میں ہوا تو اب صرف نو بیویوں کا اجتماع ہوا اور یہ واقعہ ۷ھ کے بعد سے لے کر وفات کے درمیان کا ہے۔ تو گیارہ بیویوں پر دور کرنا کیسے صحیح ہوا۔

حدیث نمبر ۲۶۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُوْرُ عَلٰى نِسَآئِهٖ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُنَّ اِحْدٰى عَشَرَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَوَكَانَ يُطِيْقُهٗ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ اُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلٰثِيْنَ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اِنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ تِسْعُ نِسْوَةٍ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم دن اور رات کی ایک گھڑی میں اپنی بیوی سے جماع فرماتے تھے۔ جبکہ وہ گیارہ عدد تھیں میں نے حضرت انس رض سے پوچھا کہ کیا حضور انور صلعم اس کی طاقت رکھتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کرتے تھے کہ آپ کو تیس آدمیوں کی طاقت دی گئی تھی اور حضرت قتادہ سے مروی ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کرتے تھے کہ آپ کی نو بیویاں تھیں۔

تشریح از شیخ زکریا اب اشکال یہ ہے کہ جب گیارہ کا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ تو پھر یہ کہنا کہ حضور اکرم صلعم گیارہ ازواج پر ایک ساتھ دور فرمایا کرتے تھے۔ کیسے صحیح ہو گا۔ جبکہ ازواج کی تعداد صرف نو ہے۔ اس کا ایک جواب تو امام بخاری رح دے رہے ہیں کہ تعداد ازواج موطوۃ فی الساعۃ الواحدۃ میں روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں گیارہ اور دوسری روایت میں نو ہیں یہی نو والی روایت راجح ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ راوی کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ حضور اکرم صلعم بیک ساعۃ گیارہ عورتوں

سے وطی فرماتے تھے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ وہ منکوحہ ہوتی تھیں یا ملک یمین لہٰذا جب اعم ہے تو روایت صحیح ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ نو ازواج مطہرات ہوگئیں اور دو باندیاں جن میں ایک حضرت ماریہ قبطیہ ہیں جن سے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے تھے اور دوسری حضرت ریحانہ تھیں۔

قال قلت لانس او کان یطیقہ الخ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ یہ جو آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ آپؐ گیارہ عورتوں سے وطی فرماتے تھے۔ تو کیا حضور اکرم صلعم میں اتنی طاقت تھی۔ اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان ایک بار وطی کر لیتا ہے۔ تو قوت سست پڑ جاتی ہے اگر بہت زیادہ قوی ہو تو ایک بار اور کرے گا۔ تو انہوں نے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے یہ سوال کیا اس پر حضرت انسؓ نے فرمایا کہ کیوں نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ حضور اکرم کو تیس۳۰ مردوں کی طاقت دی گئی تھی اس روایت میں تو تیس کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں سو۱۰۰ مردوں کے بقدر قوت کا ہونا مذکور ہے ظاہر ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام سو۱۰۰ عورتوں سے وطی کر سکتے تھے تو حضور اکرم صلعم ان سے بھی زیادہ قوی تھے حدثہم تسع نسوۃ یہ امام بخاریؒ کا جواب ہے۔ قسمت کے بارے میں ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ آپؐ نے دوسری کی رضامندی سے ایسا کیا ہو۔ اور یہ جواب بھی ہے کہ ممکن ہے کوئی دن ایسا آیا ہو جس میں باری سب کی پوری ہو چکی ہو۔ اور پھر ابتدا کا وقت ہو۔ تو ایک رات ایسی نکالی۔ کہ جس میں باری کی ابتدا نہیں فرمائی۔ بلکہ بعد میں فرمائی۔ تیسرے یہ کہ باری رات میں ہوا کرتی تھی ممکن ہے یہ دن کا واقعہ ہو لیکن الفاظ حدیث یصبح محرماً اس کی تائید نہیں کرتے

بَاب غَسْلِ الْمَذِيِّ وَالْوُضُوْءِ مِنْهُ۔

ترجمہ۔ مذی کو دھونا اور اس سے وضو کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۳ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ الخ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ کُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاَمَرْتُ رَجُلًا یَسْأَلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَکَانِ ابْنَتِہٖ فَسَأَلَ فَقَالَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَکَرَکَ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں کثیر المذی آدمی تھا۔ میں نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ جناب نبی اکرم صلعم سے اس کے بارے میں سوال کریں آپ کی بیٹی میرے پاس ہونے کی وجہ سے میں سوال نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ استنجا کر کے وضو کر لو۔

تشریح از شیخ زکریا - میرے نزدیک اس باب کی مختلف غرضیں ہوسکتی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مذی کے بارے میں ائمہ کرام کے مختلف اختلافات ہیں ایک غرض یہ ہوسکتی ہے کہ طحاوی شریف میں ایک جماعت کا مذہب نقل کیا ہے کہ مذاکیر کا غسل واجب ہے اس جماعت میں حنابلہ بھی شامل ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ذکر (قضیب) کا دھونا واجب ہے۔ اور ظاہر یہ کے نزدیک قضیب کے ساتھ انثیین کا دھونا بھی ضروری ہے۔ تو ممکن ہے امام بخاریؒ نے غسل المذی فرما کر جمہور کی تائید اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمائی ہو۔ اور دوسری غرض یہ ہوسکتی ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ مذی میں کلوخ کافی ہے یا نہیں۔ حنابلہ کے ہاں پانی کا ہونا ضروری ہے۔ ہمارے یہاں دو روایات ہیں راجح یہ ہے کہ کافی ہے اور اسی طرح شوافعؒ کے یہاں بھی دو روایات ہیں تو ممکن ہے امام بخاریؒ نے غسل کے لفظ سے حنابلہ کی تائید کی ہو۔ اور تیسری غرض یہ ہوسکتی ہے۔ کہ امام طحاویؒ نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ خروج مذی کے بعد وضو کرنا فی الفور ضروری ہے۔ ائمہ میں سے یہ کسی کا مذہب نہیں بلکہ تاخیر بھی جائز ہے تو ممکن ہے امام بخاریؒ نے والوضوء منہ بڑھا کر اشارہ فرما دیا کہ موجب وضو تو ہے مگر فی الفور نہیں اس لئے کہ کوئی لفظ جو فور (جلدی) پر دلالت کرتا ہو۔ یہاں ذکر نہیں فرمایا۔ اور ممکن ہے کہ غسل کے لفظ سے امام بخاریؒ کا مقصود حنابلہ کی ایک جماعت پر رد کرنا ہو۔ کیونکہ اُن کے نزدیک مذی میں رش کرنا کافی ہے فامرت رجلاً یہ یا تو حضرت مقداد میں یا حضرت عمار ہیں واغسل ذکرک جن روایات سے پورے ذکر کا دھونا۔ اور جن روایات سے مع الانثیین دھونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے متعلق جمہور فرماتے ہیں کہ وہ نظافت اور علاج پر محمول ہے

بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَبَقِيَ أَثَرُ الطِّيبِ

ترجمہ، باب جس نے خوشبو لگائی غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہ گیا۔

حدیث نمبر ۲۶۴ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الخ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَيَّبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضہ سے میں نے پوچھا جبکہ میں نے ان کے سامنے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا یہ قول پیش کیا۔ کہ میں تو پسند نہیں کرتا۔ کہ میں محرم ہوں کہ خوشبو مہکاتا ہوں۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت رسول اللہ صلعم کو خوشبو لگائی تھی پھر وہ اپنی بیویوں کے پاس جاتے پھر محرم ہو جاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ. شاہ صاحبؒ کی رائے یوں ہے کہ اگر کوئی غسل میں دلک وغیرہ نہ کرے حتیٰ کہ جو خوشبو غسل سے قبل لگائی تھی، اس کا اثر غسل کے بعد بھی باقی رہا تو کوئی حرج نہیں اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے جو اس ریح کے ازالہ کا عدم وجوب پہلے بیان فرمایا ہے تو اسی کو یہاں بھی بیان فرما رہے ہیں، کہ خوشبو مضر نہیں تو بدبو بھی مضر نہ ہوگی۔ کیونکہ دونوں از قسم ریح ہیں۔ صاحب الخ یہ وہی روایت ہے جس کو وہاں بالاختصار بیان فرمایا۔

حدیث نمبر ۲۶۵ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں گویا کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کی چوٹی مبارک میں خوشبو کی چمک کو دیکھ رہی ہوں جبکہ آپؐ محرم تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ. اس باب سے قبل ابواب میں غسل سے قبل نجاست کے زائل کرنے کا ذکر تھا اب یہاں غسل سے قبل خوشبو لگانے کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اگر طہارت و غسل سے قبل خوشبو لگالے تو اس سے غسل میں فرق نہیں پڑتا۔ حضرت ابن عمر رضؓ کے نزدیک غسل سے قبل خوشبو لگانا جائز نہیں اس پر حضرت عائشہ رضؓ رد فرما رہی ہیں

باب تَخْلِيْلِ الشَّعْرِ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوٰى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ، بالوں کو خلال کرنا۔ یہاں تک کہ جب یقین ہو جائے کہ تمام چمڑا سیراب ہو چکا ہوگا تو پھر اس پر پانی بہائے۔

حدیث نمبر ۲۶۶ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ وَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ تَخَلَّلَ بِيَدِهٖ شَعَرَهُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوٰى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ وَقَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ نَغْرِفُ مِنْهُ جَمِيْعًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم جب جنابت سے غسل کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے پہل اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر نماز والا وضو فرماتے۔ پھر

غسل فرماتے اور اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے بالوں کا خلال کرتے یہاں تک کہ آپ کو یقین ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے سر کے چمڑے کو سیراب کر دیا۔ پھر اس پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے۔ پھر باقی بدن کو دھوتے تھے۔ اور یہ بھی فرماتی تھیں کہ میں اور جناب رسول اللہ صلعم ایک ہی برتن سے غسل کرتے کہ ہم اس سے اکٹھے چلو میں پانی لیتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے بیان کرتا ہے کہ بالوں کا خلال کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ پانی کا بالوں کی جڑوں میں پہنچا لینا کافی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض ایک اور اختلافی مسئلہ کو بیان کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ائمہ میں اختلاف ہو رہا ہے کہ غسل جنابۃ اور غسل حیض میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہؒ کے نزدیک کوئی فرق نہیں اور حنابلہ کے نزدیک فرق ہے۔ کہ حالت جنابۃ میں مینڈھیوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے صرف بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچا لینا کافی ہے۔ اور غسل حیض میں نقض ضفائر (مینڈھیوں کا کھولنا) ضروری ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے ابواب الحیض میں ایک باب ذکر کیا ہے۔ باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحیض تو میرے نزدیک امام بخاریؒ نے حنابلہ کی تائید فرمائی ہے۔ یہاں تو صرف بلوغ الماء الی اصول الشعر پر اکتفا کیا و غسل الحیض میں نقض الشعر کا ذکر فرمایا۔

بَاب مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهُ مَرَّةً اُخْرٰی

ترجمہ باب۔ اس شخص کے بارے میں جس نے جنابت میں وضو کیا پھر باقی حصہ بدن کو دھویا اور وضو کی جگہوں کو دوسری مرتبہ نہیں دھویا۔ اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۷ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰی الخ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءَ الْجَنَابَةِ فَاَكْفَأَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰی يَسَارِهٖ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهٗ بِالْاَرْضِ اَوِ الْحَائِطِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰی رَاْسِهِ الْمَاءَ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهٗ ثُمَّ تَنَحّٰی فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ قَالَتْ فَاَتَيْتُهٗ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِيَدِهٖ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے غسل جنابۃ کا پانی رکھا اور دائیں ہاتھ

سے بائیں ہاتھ پر دو مرتبہ یا تین مرتبہ پانی انڈیلا جس سے شرمگاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر دو تین مرتبہ پر رگڑا۔ پھر کلی کی ناک میں پانی دیا اپنے چہرہ اور اپنے بازوؤں کو دھویا۔ پھر اپنے سر پر پانی بہایا اور سارے جسم کو دھویا۔ پھر اس مقام سے الگ ہو کر دونو پاؤں کو دھویا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں آپؐ کے پاس پونچھنے کے لئے کپڑے کا ٹکڑا لائی جس کا آپؐ نے ارادہ نہ فرمایا بلکہ اپنے ہاتھ سے جھاڑ دیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں نے باب الوضوء فی الغسل میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ بعض علماءؒ کی رائے ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ غسل میں وضو کرنا کوئی مستقل سنت ہے یا مستقل سنت نہیں ہے بلکہ جزو غسل ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ جزء ہے ان کے نزدیک اگر وضو کرنے کے بعد ان اعضاء کو پانی نہ پہنچائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور جو لوگ اس کو مستقل مانتے ہیں ان کے نزدیک دوبارہ غسل کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے۔ اگر نہ پہنچایا تو غسل متحقق نہ ہوگا۔ یہ باب اس مضمون کے اندر بالکل نص ہے وہاں میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ اگر اس باب کی غرض یہ نہ ہو۔ تو پھر توجیہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ مس ذکر سے وضو واجب ہوتا ہے یا نہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب نہیں ہوتا اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں واجب ہے تو امام بخاریؒ نے اس باب سے وضو من مس الذکر کے قائلین پر رد فرمایا اس لئے کہ جب کوئی پہلے وضو کرے گا اور پھر غسل کرے گا۔ تو اس کی وجہ سے ہاتھ اِدھر اُدھر پہنچے گا۔ ذکر کو بھی پہنچے گا۔ اور اس کے بعد وضو کرنے کو لکھا نہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ قائل نہیں اور اس کا کوئی باب بھی ذکر نہیں فرمایا۔ میرے نزدیک تو امام بخاریؒ نہ مس ذکر سے وضو کے قائل ہیں اور نہ مس مرأۃ سے ان دونوں میں سے کسی باب کا بھی ذکر نہیں فرمایا۔ اس باب کی روایت ثم غسل جسدہ سے بظاہر ترجمہ باب ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر وہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مقصود بقیہ جسد کے غسل کو ثابت کرنا ہے۔ اور یہ جسد عام ہے۔ لہٰذا یہاں سے حضرت عائشہ رضؓ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں فغسل سائر جسدہ صراحۃً مذکور ہے۔

باب إِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ أَنَّهُ جُنُبٌ خَرَجَ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ۔

ترجمہ: جب کوئی شخص مسجد میں یاد کرتا ہے کہ وہ جنبی ہے تو اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے تیمم نہ کرے۔

حدیث نمبر ۲۶۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ قِيَامًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ الخ

ترجمہ، حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کہی گئی کھڑے کھڑے صفیں ٹھیک کی گئی تو آنحضرت رسول اللہ صلعم ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب اپنی جائے نماز میں کھڑے ہوئے تو آپؐ کو یاد آیا کہ آپؐ تو جنبی ہیں۔ تو ہم سے فرمایا کہ تم اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرو واپس آکر غسل فرمایا۔ پھر اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ آپؐ کا سر مبارک قطرے ٹپکاتا تھا۔ تکبیر کہی اور ہم نے آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ اس باب سے سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ پر رد فرماتے ہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھول کر مسجد میں چلا گیا اور جانے کے بعد اسے یاد آیا۔ کہ وہ جنبی ہے تو اب اس کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ بلکہ فوراً تیمم کرے اور پھر نکلے۔ کیونکہ اولاً وہ ناسی ہونے کی وجہ سے معذور تھا۔ اب ذاکر ہونے کی وجہ سے اس پر ذاکر کے احکام جاری ہونگے چونکہ وہاں سے نکلنے پر مجبور ہونے کی وجہ سے عادم الماء ہے۔ لہٰذا تیمم کرے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فوراً نکل جائے۔ امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلعم بحالت جنابت مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور یاد آنے کے بعد بلا تیمم کئے واپس تشریف لے آئے۔ نیز اتنی دیر بحالت جنابت مسجد میں مکث ہوگا۔ اس لئے جلدی ہی نکل جائے۔ ثم خرج الینا ورأسہ یقطر یہ روایت بڑی معرکۃ الآراء ہے۔ بالخصوص سنن کے اندر۔ اس میں تو صرف اتنا ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے آپ م کو یاد آگیا۔ کہ آپؐ جنب ہیں تو صحابہ کرام کو ٹھہرنے کو فرمایا۔ اور تشریف لے گئے۔ پھر غسل فرما کر آئے اور تکبیر پڑھ کر نماز شروع فرمائی۔ مگر ابوداؤد میں ہے کہ تکبیر کہنے کے بعد یاد آیا۔ اور باہر تشریف لے گئے اس وقت ان لوگوں پر بڑا اشکال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ رکن صلوٰۃ ہے اس لئے کہ رکن بحالت جنابت شروع ہوا تو کیسے ہوا۔ اس پر مستقل کلام تو ابواب الامامۃ میں آئے گا۔ ہاں ایک اشکال یہاں یہ ہوگا کہ اس موقعہ پر تکبیر اور اقامتِ صلوٰۃ کے اندر فصل طویل پایا گیا علی تعریف الفقہاء۔ لہٰذا اعادہ

اقامت کیوں نہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اعادہ واجب نہیں ہے حضور اکرم صلعم نے بیان جواز کے لئے ایسا فرمایا۔ اور حضور پاک صلعم بیان جواز کے واسطے کوئی خلاف اولیٰ کام بھی کریں تو اس پر آپ کو واجب کا ثواب ملتا ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلعم تشریع کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس باب میں امام بخاریؒ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اس پر تو کوئی اشکال نہیں لیکن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے تکبیر تحریمہ کے ذریعے نماز شروع کرادی۔ اس کے بعد جنابت یاد آگئی اور ایک روایۃ میں ہے فانتظرنا التکبیر اس صورت میں بھی کوئی اشکال نہیں اشکال ابوداؤد کی اس روایت پر ہے جبکہ آپؐ نے نماز کی ابتداء جنابت کی حالت میں کی تو نماز شروع ہی نہیں اس کے بعد تو آپؐ کو استیناف کرنا چاہیئے تھا۔ چونکہ شراح ان دونوں روایتوں کو ایک ہی واقعہ پر محمول کرتے ہیں اس وجہ سے اشکال ہوتا ہے ورنہ میرے نزدیک دونو کا محمل الگ الگ ہے اور دونو واقعے متعدد ہیں جس حدیث میں فانتظرنا التکبیر ہے یہ تو جنابت والا قصہ ہے اور جس کے اندر فکبر وارد ہوا ہے۔ یہ باب الحدث فی الصلوٰۃ کا قصہ ہے چنانچہ مؤطا امام محمد میں اس حدیث پر یہی باب منعقد فرمایا ہے۔ اب اشکال مرتفع ہو گیا۔

باب نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ باب، جنابت کے غسل کرنے کے بعد دونو ہاتھوں سے بدن جھاڑنا۔

حدیث نمبر ۲۶۹ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَّصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَاَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کے لئے پانی رکھا اور کپڑے سے آپ کے لئے پردہ کر دیا۔ آپؐ نے دونو ہاتھوں پر پانی ڈال کر ان کو دھویا پھر داہنی ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شرمگاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور اس کو رگڑا پھر ہاتھ کو دھو کر کلی کی ناک میں پانی ڈالا چہرہ مبارک اور دونو بازو دھوتے پھر سر

پر پانی ڈالا اور اپنے بدن پر پانی بہایا الگ ہو گئے۔ تو دونو پاؤں کو دھویا۔ پھر میں نے آپ کو کپڑا دیا جو آپ نے نہیں لیا اور دونو ہاتھ سے جھاڑنے لگے

تشریح از شیخ زکریا ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض ما مستعمل کی طہارت ثابت کرنی ہے۔ اس لئے کہ جب نفض (جھاڑے گا) کرے گا تو کپڑے وغیرہ پر چھینٹیں پڑیں گی اور اس کا دھونا کہیں منقول نہیں۔ اور میرے نزدیک اس باب کی غرض یہ ہے کہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے۔ لا تنفضوا اید یکم فی الوضوء فانها مراوح الشیطان کہ وضو میں اپنے ہاتھوں کو نہ جھاڑو کیونکہ یہ تو شیطان کے پنکھے ہیں تو امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمایا ہے۔

باب مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ۔

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو غسل میں اپنے سر کی دائیں جانب سے شروع کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۰ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا إِذَا أَصَابَ إِحْدَانَا جَنَابَةٌ أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوْقَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدِهَا عَلَى شِقِّهَا الْأَيْمَنِ وَبِيَدِهَا الْأُخْرَى عَلَى شِقِّهَا الْأَيْسَرِ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم سے کسی ایک کو جب جنابت لگتی تھی تو اپنے دونو ہاتھوں سے تین مرتبہ اپنے سر کے اوپر اور پھر دائیں جانب اور دوسرے ہاتھ سے بائیں جانب لیتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ روایت ترجمۃ الباب کے موافق نہیں اس لئے کہ روایت میں شق راس کا ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ شقها الایمن سے شق راس مراد ہے کیونکہ ایک ہاتھ سے تمام بدن کی شق ایمن و شق ایسر نہیں دھوئی جاتی۔ البتہ سر کی شق ایمن ہو یا ایسر وہ ایک ہاتھ سے دھوئی جاسکتی ہے۔ لہذا یہاں بلفظ راس نکالنا ضروری ہوگا۔ تو اب روایت ترجمۃ الباب کے مطابق ہو جائے گی۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ ترجمۃ الباب میں تو من بدأ بشق رأسه الایمن اور روایت میں ابتدا کا ذکر نہیں البتہ اخذت بید بها ثلاثا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ثم تاخذ بیدها یہ اخذت بیدیها کی تفسیر اور تفصیل ہے۔ سر تک پانی پہنچانے کے لئے لیا اور شق ایمن و ایسر کو ملا۔ تو بدایته فی العمل شق ایمن سے ہوئی۔ تو شق ایسر پر تقدیم نہ ہوتی۔ تیسرا اشکال یہ ہے کہ روایات سابقہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سب سے پہلے ہاتھوں کو دھوتے تھے پھر ازالہ نجاست فرماتے تھے۔ آخر میں جا کر سر پر پانی ڈالتے تھے تو بدایۃ شق راس سے کیسے ہوئی۔ تو جواب یہ ہے کہ آپؐ غسل کے مبادی میں بدایتہ یا لبد کرتے تھے لیکن نفس غسل میں کس سے بدایۃ ہوتی تھی تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت غسل کے تحقق کے وقت ابتداءً سے سر پر پانی ڈالا جاتا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ سر کی جانب ایمن سے بدایتہ ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس میں اختلاف ہے کہ غسل کے اندر بدایۃ کہاں سے کی جائے۔ ہمارے یہاں بھی اقوال مختلف ہیں۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اولاً دائیں مونڈھے پر پھر بائیں اور پھر سر پر ڈالے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ سر کے دائیں حصے پر پہلے ڈالے۔ پھر بائیں پر یہی امام بخاریؒ کی غرض ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے ظاہریہ پر رد فرما رہے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک البدایۃ بالوضوء واجب ہے۔ تو امام بخاریؒ نے بدایۃ بشق راسہ الایمن کہہ کر ان پر رد فرمایا۔

باب مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهُ فِي الْخَلْوَةِ وَمَنْ تَسَتَّرَ وَالتَّسَتُّرُ أَفْضَلُ وَقَالَ بَهْزٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ۔

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو تنہائی میں اکیلا ننگا نہائے اور وہ جو پردہ کرے اور پردہ کرنا افضل ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلعم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہیں لوگوں سے کہ ان سے حیا کی جائے۔

حدیث نمبر ۲۷۱ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ يَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَكَانَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوْسٰى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ فَجَمَعَ مُوْسٰى فِي أَثَرِهِ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ إِلٰى مُوْسٰى وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَأْسٍ وَأَخَذَ ثَوْبَهُ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا اَیُّوْبُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا فَخَرَّ عَلَیْہِ جَرَادٌ مِنْ ذَھَبٍ فَجَعَلَ اَیُّوْبُ یَحْتَثِیْ فِیْ ثَوْبِہٖ فَنَادَاہُ رَبُّہٗ یَا اَیُّوْبُ اَلَمْ اَکُنْ اَغْنَیْتُکَ عَمَّا تَرٰی قَالَ بَلٰی وَعِزَّتِکَ وَلٰکِنْ لَاغِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَتِکَ ۔ الخ

ترجمہ، حضرت ابوہریرۃؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ننگے غسل کرتے تھے کہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے نہاتے تھے۔ تو وہ لوگ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے ساتھ غسل کرنے میں اس چیز نے روکا ہے کہ وہ پہار والے ہیں یعنی آپ کے خصیتین پھولے ہوئے ہیں تو ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے کے لئے باہر چلے گئے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے وہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے نقش قدم پر سرپٹ دوڑے فرماتے ہیں لے پتھر میرے کپڑے اور پتھر میرے کپڑے یہاں تک کہ بنواسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لیا کہ ان میں کوئی مرض نہیں ہے۔ اپنے کپڑے لے کر پتھر کو مارنے لگے۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ ان کے مارنے کی وجہ سے پتھر میں چھ یا سات نشان مارنے کے تھے نیز حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام ایک مرتبہ ننگے غسل کر رہے تھے۔ کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگی حضرت ایوب صاحب اپنے کپڑے میں لپ بھر بھر کے جمع کرنے لگے۔ تو ان کے رب نے ان کو پکار کے فرمایا۔ کہ کیا ہم نے قسم قسم کا مال دے کر تمہیں غنی نہیں بنایا۔ فرمانے لگے کیوں نہیں تیری عزت کی قسم مگر مجھے تو آپ کی برکت سے بے پرواہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا محتاج ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ تنہائی میں ننگا نہانا جائز ہے مگر تستر یعنی پردہ کرنا افضل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی بنسبتہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان سے حیا کی جائے اگر اشکال ہو کہ اللہ تعالیٰ سے شرم کرکے انسان بچ کیسے سکتا ہے۔ کپڑے پہنے تو بھی اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہم تو اللہ تعالیٰ سے کسی طرح چھپ نہیں سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حیا سے مراد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی حاصل کی جائے اس کے منشا کے خلاف نہ کیا جائے کسی چیز کا چھپنا تو اللہ تعالیٰ سے ممکن نہیں مگر اس کی رضا جوئی کا خلاف ممکن ہے۔ تو یہاں فرمایا گیا کہ باری تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے کہ تم خلوت میں بھی ننگے نہ ہو۔ ہر حال میں تستر کرنا چاہیئے۔ ان اللہ حیی ستیر آپ سے کہا گیا۔ کہ

اگر کوئی شخص نہ ہو تو بھی ننگا نہ ہونا چاہیئے۔ تو اس پر آپ نے فرمایا والستر افضل یغتسلون عراۃً
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شریعت میں ننگا نہانا ممنوع نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اکمل کو
اختیار کرتے تھے یا یہ کہ حضرت موسیٰ شریعت محمدیہ کو اختیار کرتے تھے۔ کیونکہ آپ جمیع انبیاء کے رسول ہیں
آدر بمعنی نفخ خصیتین چونکہ بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ ان سے نفرت پیدا ہوتی ہے اس کے ظاہر
کرنے سے مبتلیٰ بالمرض کو شرم محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے لوگوں نے اس کا اظہار کیا جس سے موسیٰ علیہ
السلام کو اذیت پہنچی کیونکہ یہ مرض ایسا ہے کہ اس میں انسان کی ذلت ہوتی ہے جمح بمعنی جلدی سے
بھاگنا۔ فعل ایوب یحتثی حضرت ایوبؑ پر بہت سے انعامات کئے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ
شیطان کے بھی محسود بن گئے۔ تو قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ سوائے ایک عورت کے سب اہل و
عیال فنا ہو گئے۔ پھر نجات ملی۔ اور ان جیسے کئی انعامات ملے مگر پھر بھی سونے کی ٹڈی کو پکڑتے ہیں
اس پر عتاب ہوا۔ مگر چونکہ فعل ایک ہوتا ہے نیات کے اختلاف کی وجہ سے حسن و قبح میں فرق آجاتا
ہے۔ ایک مسجد کو بنانے کے لئے گراتا ہے۔ یہ فعل حسن ہے۔ دوسرا بے حرمتی کے لئے گراتا ہے یہ فعل حرام ہے
ایسے حضرت ایوبؑ نے مال کی حرص کی وجہ سے جمع نہیں کیا۔ بلکہ برکت ایزدی کو احاطہ کرنے کے لئے
جمع کیا۔ بہرحال ان دونوں پیغمبروں کا خلوۃ میں عریاناً غسل کرنا ثابت ہوا۔ والتستر افضل کے لئے آپ کا
ارشاد اللہ احق ان یستحیٰ الخ

تشریح از شیخ زکریاؒ مقصود عریاناً غسل کا جواز بیان کرنا ہے اور تستر کے ساتھ غسل کرنا
افضل ہے۔ مگر یہ دونوں صورتیں اس وقت ہیں جب کہ غسل خانہ میں ہو اور تستر اس لئے افضل ہے
کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ قلت یارسول اللہ ارأیت ان کان احد خالیاً فی الخلوۃ تو اس
پر آپ نے فرمایا فاللہ احق ان یستحیٰ منہ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خلوت میں بھی عریاناً غسل
کرنا جائز نہیں ہے۔ امام بخاریؒ اس پر رد فرما رہے ہیں۔ وکان موسیٰؑ یغتسل وحدہٗ چونکہ موسیٰ علیہ السلام
بڑے حیادار تھے۔ اس لئے وہ بنی اسرائیل کی طرح ایک دوسرے کے سامنے غسل نہ فرماتے تھے، بلکہ تستر
کے ساتھ فرماتے۔ آدر منورم الخصیۃ فذھب یغتسل مرۃ ای فی خفاء من الناس یقول ثوبی
یا حجر الخ اس پر اشکال نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک جماد کو کیسے خطاب فرمایا
اس لئے کہ اس جماد سے ذوی العقول کا سا فعل صادر ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ندا فرمائی

فقالوا واللہ ما بموسیٰ من باس چونکہ عادت الٰہی جاری ہے کہ وہ اپنے اولیاء کی حمایت فرماتے ہیں اور بنی اسرائیل ان پر اعتراض کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اعتراضات کو دفع کرنے کے واسطے پتھر کے اندر حرکت عطا فرمادی۔ اور وہ ان کے کپڑے لے کر روانہ ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل کے مجمع کے پاس آ کر کھڑا ہوا حضرت موسیٰؑ اس کے پیچھے پیچھے تشریف لائے۔ ان کی قوم نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ تو خوبصورت اور تندرست ہیں۔ تو کہنے لگے ما بموسیٰ من باس کہ موسیٰؑ میں تو کوئی عیب نہیں ہے فطفق بالحجر ضربًا یہاں بھی کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اس سے ایسا فعل سرزد ہوا جو ذوالعقول سے صادر ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت موسیٰؑ کو غصہ آرہا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کے ساتھ ذوی العقول والا معاملہ کیا۔ لکن لا غنٰی من برکتک یعنی میں نے حرصًا جمع نہیں کیا۔ بلکہ چونکہ یہ آپ کی برکت تھی۔ اور میں آپ کی برکت سے کسی حال مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں اسے جمع کر رہا ہوں یہاں یہ بات یاد رکھو۔ صوفیہ کا قاعدہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ اولاً تو کسی سے طمع نہ رکھو اور اگر کوئی شئی بلا اشراف نفس آجائے تو اس کو قبول کرلے ورنہ وہ پھر کبھی نہیں آئے گی۔ اگر کوئی معترض ہو کر پتھر بے جان کو مارنا بیکار ہے تو کہا جائے گا۔ من تشبہ بقوم فھو منھم یعنی جب کوئی شئے دوسرے کا لباس اور شباہت اختیار کر لیتی ہے۔ تو اس کا اثر بھی اس میں آجاتا ہے۔ تو پتھر نے کپڑے اٹھا کر بنو اسرائیل میں لا ڈالے تو وہ مثل دابہ کے ہو گیا تو جیسے دابہ کو مارا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کو بھی مارا گیا

باب التَّسَتُّرِ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ۔

ترجمہ، لوگوں کی موجودگی میں غسل میں پردہ کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۲۷۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ اُمَّ ھَانِیٍٔ بِنْتَ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَھَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُہٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَۃُ تَسْتُرُہٗ فَقَالَ مَنْ ھٰذِہٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ ھَانِیٍٔ۔

ترجمہ، حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال میں جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؐ غسل فرما رہے تھے۔ تو حضرت فاطمہؓ آپ کو پردہ کر رہی تھیں۔ آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے میں نے عرض کی کہ میں ام ہانیؓ ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے باب سابق میں غسل خانہ میں رہ

کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت بیان کی تھی اور یہاں مجمع میں غسل کرنے میں تستر کا وجوب ثابت فرما رہے ہیں اور علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے حافظؒ کا اتباع کیا ہے۔ اور باب کی یہی غرض بیان کی ہے۔ میرے نزدیک یہ غرض نہیں اس لئے کہ جب تنہا غسل کرنے کے اندر تستر افضل ہے تو مجمع میں غسل کرنے میں تو تستر بدرجہ اولیٰ واجب ہوگا۔ لہٰذا میرے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ اگر مجمع کے سامنے لنگی پہن کر غسل کرے تو صرف لنگی پہننے پر اکتفا نہ کرے بلکہ کچھ آڑ کرے دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ آڑ کئے ہوئے تھیں اور حضور اکرم صلعم غسل فرما رہے تھے ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلعم لنگی ضرور باندھے ہوئے ہوں گے اور آڑ جو کی جا رہی تھی۔ وہ بقیہ بدن کی ہوگی۔ اگرچہ اس کا تستر ضروری نہیں۔

حدیث نمبر ۲۷۳ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الْأَرْضِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ الخ

ترجمہ، حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو پردہ کیا جبکہ آپ جنابت سے غسل فرما رہے تھے۔ تو آپ نے سب سے پہلے دونو ہاتھوں کو دھویا پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا جس سے شرمگاہ اور ہر اس جگہ کو دھویا جہاں منی پہنچی تھی۔ پھر اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر رگڑا بعدازاں نماز جیسا وضو فرمایا سوائے دونو پاؤں کے پھر اپنے جسم پر پانی بہایا پھر الگ ہو کر دونو پاؤں دھوئے۔

باب إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ۔

ترجمہ، جب عورت کو احتلام ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ امْرَأَةُ أَبِيْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ صحابی کی بیوی حضرت ام سلیمؓ جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور کہنے لگیں یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے نہیں رکتے کیا عورت کو جب احتلام آئے تو اس پر غسل واجب ہے۔ آنجناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہاں جب کہ وہ پانی کو دیکھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فلاسفہ کی ایک جماعت تو انکار کرتی ہے کہ عورتوں کے اندر منی نہیں ہوتی اور فقہا کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ منی تو ہوتی ہے۔ مگر چونکہ رحم کا منہ اٹھا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو احتلام نہیں ہوتا اسی لئے میں نے کہا تھا کہ استقرار حمل اور شہوت پوری ہونے کے لئے ٹانگ اٹھا کر وطی کرنا بہتر ہے امام بخاریؒ نے اس باب سے یہ ثابت فرمایا کہ عورت کے بھی منی ہوتی ہے۔ اور اس کو احتلام بھی ہوتا ہے

باب عَرَقِ الْجُنُبِ وَ اَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

ترجمہ، جنبی کے پسینے کا کیا حکم ہے اور مسلم نجس نہیں ہوتا کا کیا مطلب ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فِيْ بَعْضِ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ وَاَنَا عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے مدینہ کے بعض راستوں میں ان سے ملاقی ہوئے۔ جبکہ ابو ہریرہ جنبی تھے فرماتے ہیں کہ میں آپؐ سے کھسک گیا اور جاکر غسل کر لیا پھر آئے تو آپؐ نے پوچھا اے ابو ہریرۃ تم کہاں چلے گئے تھے۔ کہا کہ میں جنبی تھا اور آپؐ کی خدمت میں بغیر طہارۃ کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا آپؐ تعجب کرتے ہوئے فرمایا سبحان اللہ مؤمن نجس نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اگر شبہ ہو کہ ترجمۃ الباب میں عرق الجنب کا لفظ ہے جو روایت میں نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ اس لئے تو مصنفؒ نے دوسرا ترجمہ رکھا اس کے رکھنے سے اس کا بھی اثبات ہو جاتا ہے کہ جنبی میں ایسی نجاست نہیں کہ جس کی وجہ سے مجالستہ اور معانقہ وغیرہ ممنوع ہو۔ تو اگر مصافحہ میں عرق لگ جائے تو پھر اس سے بھی نجس نہیں ہوتا۔ بلکہ مصافحہ بھی کر لینا چاہیئے۔ تو اب روایت

ترجمۃ الباب کے مطابق ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مقصد یہ ہے کہ عرق جنب طاہر ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلعم نے جنبی ہونے کی حالت میں فرمایا تھا۔ ان المؤمن لا ینجس اس سے معلوم ہوا کہ کافر کا پسینہ ناپاک ہے۔ یہی بعض علما کا مذہب ہے۔ لیکن جمہور طہارت کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ کتابیہ سے نکاح کرنا جائز ہے جب نکاح ہوگا تو وطی میں پسینہ وغیرہ لگے گا۔ حالانکہ اس کے دھونے کا کہیں حکم نہیں فرمایا۔ تو یہاں سے امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید کی ہے کہ جنبی نجاست حکمیہ کی وجہ سے ناپاک ہے۔ اگر اس کا پسینہ کپڑے کو لگ جائے تو جمہور کے نزدیک وہ پاک ہے۔ بعض ظاہریہ اور شوافع ناپاک کہتے ہیں۔

باب۔ اَلْجُنُبُ يَخْرُجُ وَيَمْشِيْ فِي السُّوْقِ وَغَيْرِهٖ وَقَالَ عَطَآءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ وَيُقَلِّمُ اَظْفَارَهٗ وَيَحْلِقُ رَاْسَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ۔

ترجمہ، جنبی آدمی بازار وغیرہ میں نکلے چلے پھرے۔ اس کے لئے جائز ہے حضرت عطا فرماتے ہیں کہ اگر جنبی پچھنے لگوائے اپنے ناخن کٹوائے اور سر منڈوائے سب جائز ہے اگرچہ وضو نہ کرے۔

حدیث نمبر ۲۷۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَآئِهٖ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَلَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ۔

ترجمہ، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت انس بن مالکؓ نے حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلعم اپنی بیویوں سے ایک ہی رات میں ہم بستر ہوتے تھے، ان ایام میں آپکی نو بیویاں تھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ فی السوق وغیرہ۔ غیرہ کا عطف السوق پر ہے تو مجرور ہوگا اور اگر مرفوع ہو تو فی غیر الخروج والمشی کے معنی ہوں گے۔ دو نو چیزیں حدیث سے ثابت ہوتی ہیں آپؐ کا طواف علی النسا کرنا بغسل واحد ثابت ہوا۔ اگرچہ یہاں بغسل واحد کی زیادتی نہیں ہے۔ مگر پہلی روایات سے معلوم ہو چکا ہے کہ بغسل واحد طواف ہوتا تھا۔ اور آپؐ سے حضرت ابو ہریرہؓ کا راستے میں ملنا یہ مشی فی السوق ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ طریق مدینہ سوق میں ہو جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ آپؐ ان سے سوق میں ملے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ بعض سلف میں اختلاف رہ چکا ہے۔ بعض صحابہ جب تک

غسل نہ کر لیتے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اس لئے اس پر امام بخاریؒ رد فرمارہے ہیں د قال عطاء یحتجم الجنب چونکہ حضرت حسن بصریؒ سے نقل ہے کہ جنبی بحالت جنابت نہ تو حجامت کرائے اور نہ ناخن کترولے اور نہ حلق راس کرے۔ بلکہ اگر کرنا ہو تو وضو کرے۔ اس لئے کہ اگر بحالت جنابت حلق راس کیا۔ تو یہ بال و ناخن وغیرہ جنبی ہوں گے۔ ان پر امام بخاری رح حضرت عطاء کے قول سے رد فرمارہے ہیں۔ کان یطوف علی نسائہ جب حضور اکرم صلعم ہر ایک سے ایک رات میں وطی کرتے تھے اور غسل بھی آخر میں ایک ہوتا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ سب ایک جگہ تو ہوں گی نہیں بلکہ اپنے اپنے مکانوں میں ہوں گی۔ لہٰذا حضور اقدس صلعم کا بحالت جنابت گھر سے نکلنا اور چلنا ثابت ہوگیا۔

باب كَيْنُوْنَةِ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ إِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ۔

ترجمہ۔ جنبی کا گھر میں ہونا جبکہ غسل کرنے سے پہلے وضو کرے۔

حدیث نمبر ۲۷۷ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَتْ نَعَمْ وَيَتَوَضَّأُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ ام المومنین سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم صلعم جنابت کی حالت میں سویا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور وضو فرمایا کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ بعض روایات میں ہے ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ ولا جنب یعنی اس گھر میں اللہ کی رحمت کے فرشتے نہیں آتے جس میں کتا۔ فوٹو اور جنبی ہو۔ اس لئے امام بخاریؒ نے رد فرمایا کہ جنبی کو کلب اور صورت کے مساوی کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ حضور اکرم صلعم کبھی اول شب میں قضاً وطی فرماتے تھے۔ اور استراحت فرما کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی اخیر شب میں اور وجہ تاویل یہ ہے کہ جنبی والی روایت اس صورت پر محمول ہے۔ جبکہ وہ اس حالت میں رہنے کا عادی ہوگیا ہو۔ یا اس وقت اسی حال میں نماز کا وقت گذر گیا ہو۔

باب نَوْمِ الْجُنُبِ۔

ترجمہ، جنبی کا نیند کرنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا

هُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ۔

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب حضرت عمر بن الخطابؓ نے آنحضرت رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سوسکتا ہے آپؐ نے جواباً فرمایا کہ ہاں جبکہ ایک تمہارا وضو کرلے تو جنابت کی حالت میں نیند کرسکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ۔ کہ بعض نسخ میں یہ ترجمہ ملتا ہے ۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے ۔ اس لئے کہ اس مسئلہ کے متعلق آگے ترجمہ آرہا ہے ۔ اور اگر یہاں ثابت مان لیا جائے تو پھر کہا جائے گا کہ یہ ترجمہ مطلق ہے ۔ اور اگلا ترجمہ مقید ہے ۔ لہٰذا تکرار لازم نہ آیا ۔ اور یہ ترجمہ بے محل بھی نہیں اس لئے کہ امام بخاریؒ اس باب سے ظاہر یہ پر رد فرما رہے ہیں جن کے نزدیک نوم سے پہلے توضی ضروری ہے ۔ امام بخاریؒ جمہور کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ توضی افضل ہے واجب نہیں اور اگر جنبی بغیر وضو کے سوجائے تو جائز ہے ۔ اور نوم کا خاص طور سے ترجمہ اس لئے باندھا کہ بعض آیات و احادیث میں نوم کو اخو الموت قرار دیا گیا ہے تو یہ مناسب ہے کہ موت اچھی حالت میں آئے اسی طرح اولیٰ یہ ہے کہ نوم بھی اچھی حالت (باوضو) آئے لیکن اگر وضو نہ کرے تو بھی جائز ہے۔

باب الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ

ترجمہ ۔ جنبی وضو کر کے پھر سوئے ۔

حدیث نمبر ۲۷۹ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ

ترجمہ ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ کرتے تو شرمگاہ کو دھو کر نماز والا وضو فرماتے تھے ۔ بحث گذر چکی ہے ۔

حدیث نمبر ۲۸۰ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اسْتَفْتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جناب نبی اکرم صلعم سے فتویٰ پوچھا کہ کیا کوئی شخص جنابت کی حالت میں نیند کرسکتا ہے ۔ فرمایا ہاں سوسکتا ہے جبکہ وضو کرے ۔

حدیث نمبر ۲۸۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ

ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ ۔

ترجمہ، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب میرے والد عمر بن خطابؓ نے جناب رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا کہ رات کے وقت ان کو جنابت لاحق ہوئی۔ تو حضور اکرم رسول اللہ صلعم نے ان سے فرمایا وضو کرو، شرمگاہ کو دھوؤ پھر سو جاؤ۔ بحث گذر چکی کہ اہل ظواہر کے نزدیک وضو واجب ہے جمہور کے نزدیک مستحب ہے

باب اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ۔

ترجمہ، جب دونوں شرمگاہیں مل جائیں تو کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۲ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فُضَالَةَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ الخ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا اَجْوَدُ وَاَوْكَدُ وَاِنَّمَا بَيَّنَّا الْحَدِيْثَ الْاٰخَرَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْغُسْلُ اَحْوَطُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر ایلاج میں پوری کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں یہ حکم بہت اچھا اور پکا ہے کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ختان کا اطلاق تغلیباً ہے۔ چونکہ عرب میں عورتوں کے ختنہ کا بھی دستور تھا اس لئے ختان سے تعبیر کیا التقاء ختانین کنایہ ہے۔ دخول حشفہ اور ایلاج سے سلف صحابہ میں اختلاف رہا ہے۔ انصار کی ایک بڑی جماعت الماء من الماء کہتی تھی کہ غسل منی کے نکلنے سے ہے اور یہی ظاہر یہ کی رائے ہے اور بعض نے اس کو بخاری کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اور اکثر مہاجرین اکسال بدون الانزال سے بھی وجوب غسل کے قائل تھے اور اب یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور یہی حدیث باب ان کا مستدل ہے اور الماء من الماء کا جواب امام نسائیؒ نے یہ دیا کہ وہ احتلام پر محمول ہے اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ الماء من الماء اوّل اسلام تھا اب منسوخ ہو گیا ہے۔ اب اسی پر اجماع ہے اذا جلس بین شعبہا الاربع اس سے کیا مراد ہے ایک یہ کہ فرج کے شعب اربع مراد ہیں حقیقتاً تو وہاں شعب اربعہ نہیں ہیں کیونکہ وہ تو ایک لمبوتری شکل ہے بلکہ مجازاً شعب اربعہ کہہ دیا۔ گویا کہ

جانبین میں شعب مان لئے گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دونو ہاتھ اور دونو پیر مراد ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونو ٹانگیں اور دونو سرین مراد ہیں۔ اس لئے کہ جب وطی کرے گا تو ان دونوں کے درمیان ہوگا۔ اور میرے والد صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر وہ فرماتے ہیں کہ جب ٹانگیں اٹھا کر وطی کرے گا۔ تو اس وقت دونو سرین نیچے اور دونو پیر اوپر ہوں گے اور وہ ان کے درمیان ہوگا۔ یہاں یہ بات سمجھو کہ حضور اقدس صلعم نے چھوٹے چھوٹے فقروں میں بہت بڑے بڑے دنیا و آخرت کے مسائل حل فرما دیئے۔ خود دیکھ لو اس حدیث سے جہاں حکم شرعی معلوم ہوگیا تھا وہیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وطی کا کیا طریقہ ہے۔ اور یہ طریقہ طبی طور سے بھی اولیٰ ہے۔ اور معاشرتی طور سے بھی۔ طبی طور سے تو اس طرح کہ وطی کرنے میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رحم کا منہ منکوس ہوتا ہے یعنی الٹا ہوتا ہے۔ تو منہ شرمگاہ کے سامنے آجاتا ہے۔ اور پوری منی اندر چلی جاتی ہے۔ اضاعت منی نہیں ہوتی اور استقرار حمل کے اندر معین ہوگی اور معاشرتی یہ کہ لذت زیادہ آئے گی

باب غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْأَةِ۔

ترجمہ، عورت کی شرمگاہ سے جو رطوبت مرد کو لگ جائے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۳ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ الخ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَقَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ وَّالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِاللّٰهِ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَأَمَرُوهُ بِذٰلِكَ۔

ترجمہ، حضرت زید بن خالد جہنی رضہ نے حضرت عثمان بن عفان سے پوچھا کہ فرمائیے جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے اور اُسے منی نہ آئے۔ تو حضرت عثمان رضہ نے فرمایا کہ نماز جیسا وضو کرے۔ اور اپنی شرمگاہ کو دھولے حضرت عثمان رضہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا تھا۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور زبیر بن العوام طلحہ بن عبیداللہ اور ابی بن کعب رضہ سے پوچھا تو انھوں نے بھی اسی کا حکم دیا۔ اور ابو ایوب سے بھی یہی مروی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میں باب غسل المنی و فرکہ میں بیان کرچکا ہوں کہ وہاں میرے نزدیک غسل مایصیب من فرج المرأۃ سے اس منی کا غسل مراد ہے جو عورت سے مرد کو لگ جائے۔ اور یہاں پر غسل رطوبت فرج المرأۃ مراد ہے۔ رطوبت فرج میں حنفیہ حنابلہ اور شافعیہ کے دو قول ہیں ایک

طہارت کا دوسرا نجاست کا۔ اور مالکیہ کا قول واحد ہے کہ نجس ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ اَخْبَرَنِی اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْاَۃَ فَلَمْ یُنْزِلْ قَالَ یَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْاَۃَ مِنْهُ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ وَیُصَلِّیْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ اَلْغُسْلُ اَحْوَطُ وَذٰلِکَ الْاٰخِرُ اِنَّمَا بَیَّنَّاهُ لِاِخْتِلَافِهِمْ وَالْمَآءُ اَنْقٰی (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا یا رسول اللہ جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے مگر انزال نہیں ہوا، تو آپؐ نے فرمایا کہ عورت کو مرد کی طرف سے جو کچھ لگ جائے اسے دھو دے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے۔ اور یہ آخری قول ہے ہم نے اس کو اس لئے بیان کیا کہ اس میں اختلاف ہے۔ بہر حال پانی زیادہ صاف کرنے والا ہے۔

الغسل احوط اس میں اختلاف ہے کہ امام بخاریؒ موجبین غسل یا لااکسال بدون الانزال میں ہیں۔ یا الماء من الماء کے قائل ہیں بعض کہتے ہیں کہ الغسل احوط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام بخاری وجوب غسل کے قائل نہیں ہیں بلکہ ظاہر یہ کے ساتھ ہیں اور بعض کہتے ہیں الغسل احوط کہنے کا مطلب یہ ہے کہ روایات مختلف ہیں۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ غسل فرض اور ضروری ہے۔ اور یہی میری رائے ہے۔ اس روایت میں ایک لفظ ہے یغسل ذکرہ اس سے معلوم ہوا ما یصیب من فرج المرأۃ ناپاک ہے۔ جبھی تو غسل کا حکم دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس سے شوافع پر رد ہو گیا۔ وذالک الآخر اس لفظ سے میرے نزدیک موت کی طرف اشارہ ہے اور حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک اختتام باب کی طرف اشارہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحیض

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ فَاِذَا تَطَھَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

ترجمہ، یہ کتاب حیض کے مسائل کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیں وہ "تکلیف دہ چیز ہے۔ اس لئے ایامِ حیض میں عورتوں سے الگ تھلگ رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ پھر جب وہ خوب پاک ہو جائیں تو اس مقام سے ہمبستری کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے اور طہارت والوں کو پسند کرتا ہے۔

باب کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْحَیْضِ وَقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا شَیْءٌ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلٰی بَنَاتِ اٰدَمَ وَقَالَ بَعْضُھُمْ کَانَ اَوَّلُ مَا اُرْسِلَ الْحَیْضُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَحَدِیْثُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثَرُ۔

ترجمہ، حیض کی ابتداء کیسے ہوئی۔ جناب نبی اکرم صلعم کا فرمان تو یہ ہے کہ یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنو آدم پر لکھ دی ہے اور بعض نے کہا کہ پہلے پہل حیض بنی اسرائیل پر بھیجا گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث النبی صلعم اکبر ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۵ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عَآئِشَۃَ تَقُوْلُ خَرَجْنَا لَا نَرٰی اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا کُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ فَقَالَ مَا لَکِ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِنَّ ھٰذَا اَمْرٌ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلٰی بَنَاتِ اٰدَمَ فَاقْضِیْ مَا یَقْضِی الْحَاجُّ غَیْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِیْ بِالْبَیْتِ قَالَتْ وَضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ نِّسَآئِہٖ بِالْبَقَرِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں کہ ہم مدینہ سے نکلے تو حج کے سوا ہم اور کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ پس جب ہم مقام سرف تک پہنچے تو میں حائضہ ہو گئی۔ جناب رسول اللہ صلعم میرے

پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے پوچھا تجھے کیا ہو گیا کیا حیض آ گیا۔ میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا یہ وہ حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔ یعنی جو کچھ مناسک حاجی ادا کرتا ہے آپ بھی وہی سرانجام دیں مگر بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے گائے کی اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ وما قال ما ارسل الحیض علی بنی اسرائیل یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اولاً عورتیں مردوں کے ساتھ مساجد میں آیا کرتی تھیں مرد جب سجدے میں جاتے تو یہ بیٹھ کر ان کی شرمگاہوں کو دیکھتی تھیں۔ اس تعدی کی وجہ سے ان پر حیض بھیجا گیا۔ اس لئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر آپؐ کو عورتوں کا فتنہ معلوم ہو جاتا تو بنی اسرائیل کی طرح مساجد سے روک دی جاتیں۔ اور آپؐ کے قول ھذا شیئ کتبہ اللہ علی بنات آدم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنو اسرائیل کی عورتوں کی خصوصیت نہیں تھی۔ بلکہ عام بنات آدم کا ابتلا ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کا قول اکبر ہے یا اکثر ہے مقصد یہ ہے کہ یہ چیز اکثر عورتوں کو پیش آیا کرتی ہے۔ بنو اسرائیل کی عورتوں اور ان کی غیر کو قول نبی کریم شامل ہے تو دونوں روایات میں مطابقت ہو گئی اور دوسری توجیہ ہے کہ کلام رسول قبولیت اور قوت کے اعتبار سے غیر رسول کے کلام سے اکبر ہے یعنی اجل و اعظم ثبوتاً ہے اس لئے اس کا اعتبار ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حیض کے معنی تو جمع اور سیلان کے ہیں۔ خذ ھو اذی ای الدم الخارج فی الحیض لا تقربوھن یہ لفظ ہر قسم کے قربان کی نہی کو شامل ہے۔ اپنے عموم کی وجہ سے اس لئے امام بخاریؒ کو جہاں جہاں استثناء ملے گا۔ وہاں وہاں ان مقامات کو اس عموم سے خاص کرتے رہیں گے۔ اور ان پر ابواب باندھتے رہیں گے۔ امام بخاریؒ نے کتاب الحیض کو اس آیت سے اس لئے شروع فرمایا کہ یہ آیت احکام حیض کو جامع ہے اور نیز ابتداء حکم حیض کی آیت ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس کو شمول اور دلالۃ علی الابتداء کی بنا پر اس آیت سے باب کو شروع فرمایا۔ اور کتاب منعقد کرنے کے اندر صرف حیض کی کتاب باندھی۔ استحاضہ اور نفاس کو بھی اس کے اندر ذکر فرمایا۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ چونکہ ابواب حیض ہی اکثر تھے۔ اس اکثریت کی بنا پر حیض کو ذکر فرمایا۔ اور باقی تابع ہو گئے اور میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تو حیض ہی ہے۔ استحاضہ اور نفاس کوئی مستقل نہیں استحاضہ کیا ہے بگڑا ہوا حیض اسی لئے لفظ استحاضہ میں اختلاف ہے کہ اس میں معنی انقلاب پائے جاتے ہیں

کہ حیض سے استحاضہ ہو گیا۔ یا کثرت کی رعایت ہے کہ مدت حیض سے زائد ہو گیا۔ اور نفاس کیا ہے وہ بھی حیض ہی کا خون ہے جو ایام حمل میں رحم میں جمع ہوتا رہا۔ چونکہ ایام حمل میں حیض نہیں آتا اس لئے کہ وہ خون بچے کی غذا بنتا ہے۔ اور جو بچ جاتا ہے وہ جمع ہوتا رہتا ہے۔ اور ولادت کے بعد نکلتا ہے چونکہ وہ خون بچے کی غذا بنتا ہے۔ اسی لئے صوفیاؒ فرماتے ہیں کہ انسان کیا تکبر کرے اور کیا نخوت کرے۔ باپ کی میانی سے نکل کر ماں کی میانی میں آگیا۔ اور خون کھاتا رہا۔ اور پھر بعد میں میانی ہی سے نکلا تو وہ کس بات پر تکبر کرتا ہے۔

باب کیف بدء لہٰ یہ تیسرا باب ہے جو کیف کان سے شروع ہوا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے کیا ہے۔ وہ ان کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ بدایۃ حیض کی کیفیت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کب ابتدا ہوئی اور میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ اس میں اختلاف ہے کہ بدء الحیض کا کیا سبب ہوا۔ تو ممکن ہے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرما دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بداءۃ حیض کی وجہ یہ ہے کہ وہ بچہ کی غذا بنتا ہے۔ اس لئے اس کی ابتدا ہوئی۔ تاکہ وہ ایام حمل میں اس کو کھائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بنو اسرائیل کے زمانہ سے ابتدا ہوئی۔ ان کے زمانے میں دستور تھا کہ مرد و عورت ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ عورتیں پیچھے کھڑی ہوا کرتی تھیں اور مرد جب سجدے میں چلے جاتے تھے تو یہ بیٹھی رہتی تھیں۔ اور ان کو جھانک جھانک کر دیکھا کرتی تھیں۔ اس لئے اس کی سزا میں ان پر یہ حیض مسلط کر دی گئی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام سے ہی اس کی ابتدا ہوئی۔ چونکہ حضور اکرم صلعم فرماتے ہیں کہ ھذا شیئ کتبہ اللہ علی بنات آدم اور امام بخاریؒ نے بنو اسرائیل والا قول نقل کر کے اس پر قول النبی کو ترجیح دی۔ اور فرمایا کہ قول النبی اکثرا و اکبر مطلب یہ ہے حدیث النبی اکبر قوۃً یا مطلب یہ ہے کہ حدیث النبی اکثر شمولاً اور علماء موجہین فرماتے ہیں کہ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ابتداء تو حضرت حوا سے ہے اور شدت بنو اسرائیل کے زمانہ میں ہوئی۔ ان کی شرارتوں کی بنا پر امام بخاریؒ نے خدائی امر کی شرح فرما دی غیر ان لا تطوفی بالبیت اس لئے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور حائض کا مسجد جانا جائز نہیں۔ وان الطواف ما لبیت صلوٰۃ والحائض ممنوعۃ عن الصلوٰۃ فکذا عن الطواف۔ وضحی رسول اللہ صلعم چونکہ ازواج مطہرات احرام کھول کر متمتع ہو گئی تھیں اس لئے دم تمتع ایک گائے ذبح فرمائی۔

باب غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَ تَرْجِيْلِهِ ۔

ترجمہ، حائضہ عورت کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اس کا کنگھا کرنا۔

حدیث نمبر ۲۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا حَائِضٌ ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حیض کی حالت میں جناب رسول اللہ صلعم کے سر مبارک کو کنگھا کیا کرتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ لا تقربوھن سے ہر قسم کے قربان کی ممانعت معلوم ہوتی تھی تو جو جو استثنارت احادیث میں وارد ہوئے ہیں امام بخاریؒ ان کو ذکر فرمائیں گے جن میں قربان ثابت ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کے سر کو بحالت حیض دھو سکتی ہے اور کنگھی کر سکتی ہے اشکال یہ ہے کہ روایت میں صرف ترجیل کا ذکر ہے غسل الراس کا کہیں ذکر نہیں۔ تو عامہ شراح حدیث فرماتے ہیں کہ عموماً غسل راس کے بعد ہی ترجیل ہوا کرتی ہے اس لئے اس کو قیاساً ثابت کیا۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ آگے روایت آرہی ہے اس کے اندر غسل سر کا ذکر بھی ہے۔ تو دوسرے جزء سے اس کی طرف اشارہ فرما دیا۔ ترجیل اور دوسرے خدمات میں کوئی فرق نہیں۔

حدیث نمبر ۲۸۷ حَدَّثَنَا اِبْرَاہِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنْ عُرْوَۃَ اَنَّہٗ سُئِلَ اَتَخْدُمُنِی الْحَائِضُ اَوْ تَدْنُوْا مِنِّی الْمَرْأَۃُ وَھِیَ جُنُبٌ فَقَالَ عُرْوَۃُ کُلُّ ذٰلِکَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَکُلُّ ذٰلِکَ تَخْدُمُنِیْ وَلَیْسَ عَلٰی اَحَدٍ فِیْ ذٰلِکَ بَأْسٌ اَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَۃُ اَنَّھَا کَانَتْ تُرَجِّلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھِیَ حَائِضٌ وَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِی الْمَسْجِدِ یُدْنِیْ لَھَا رَأْسَہٗ وَھِیَ فِیْ حُجْرَتِھَا فَتُرَجِّلُہٗ وَھِیَ حَائِضٌ ۔

ترجمہ، حضرت عروۃ بن مسعود سے پوچھا گیا کہ کیا حائضہ عورت میری خدمت کر سکتی ہے یا جنابت کی حالت میں میرے قریب ہو سکتی ہے تو حضرت عروۃ نے فرمایا کہ ان میں ہر ایک چیز میرے اوپر آسان ہے اور ہر ایک میری خدمت کر سکتی ہے۔ ان میں سے کسی پر کوئی تنگی نہیں ہے۔ کیونکہ میری خالہ حضرت عائشہ رض نے مجھے خبر دی کہ وہ جناب رسول اللہ صلعم کو کنگھا کیا کرتی تھیں جبکہ وہ حائضہ ہوتی تھیں۔ اور جناب رسول اللہ صلعم اس وقت مسجد میں معتکف ہوتے تھے تو اپنا سر مبارک حضرت عائشہ رض کے قریب کر دیتے تھے جبکہ حضرت

عائشہ رضا اپنے حجرہ میں ہوا کرتی تھیں تو حضور اقدس صلعم کو حالت حیض میں کنگھا کرتی تھیں۔

باب قِرَاءَةِ الرَّجُلِ فِي حَجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِينٍ فَتَأْتِيهِ بِالْمُصْحَفِ فَتُمْسِكُهُ بِعِلَاقَتِهِ۔

ترجمہ، آدمی کا اپنی بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا جبکہ وہ حالتِ حیض میں ہو حضرت ابووائل تابعی اپنی خادمہ جو حائضہ ہوتی تھی اس کو حضرت ابی رزین کے پاس بھیجتے تھے تاکہ وہ ان سے قرآن مجید لاوے چنانچہ وہ اس کو غلاف سے پکڑتی تھی۔

حدیث نمبر ۲۸۸ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الخ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ رضا حدیث بیان کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم ان کی گود میں سہارا لیتے تھے جبکہ وہ حائضہ ہوتی تھی اور قرآن پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: وکان ابو وائل الخ اس اثر سے قراۃ قرآن کے ساتھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ غالباً مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ جیسے حائضہ کے لئے مسّ قرآن بعلاقۃ جائز ہے ایسے اس کے لئے قراۃ قرآن بھی جائز ہے۔ مگر یہ جمہور یہ کے مسلک کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ حائضہ اور جنبی دونوں کو قراۃ قرآن کی اجازت نہیں دیتے۔ اور ابورزین کا فعل جمہور پر حجۃ نہیں اس لئے کہ وہ تابعی ہیں جبکہ وہ کوئی مرفوع حدیث بیان نہیں کرتے۔ مصنفؒ کے نزدیک حائضہ کے لئے مس مصحف بعلاقتہ جائز ہے۔ جمہور حمل کو بھی ناجائز کہتے ہیں کیونکہ وہ مخل بالتعظیم ہے ہمارا لینا انکا حمل نہیں ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ: شراح کی رائے یہ ہے کہ مسئلہ یہ بتلانا ہے کہ حائض خود تو قرآن نہیں پڑھ سکتی۔ اب اگر کوئی اس کی گود میں بیٹھ کر پڑھے تو جائز ہے یا نہیں امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ جائز ہے اور میرے نزدیک ایک اور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حائض جزدان کے ساتھ قرآن اٹھا سکتی ہے یا نہیں حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اٹھا سکتی ہے۔ اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک نہیں اٹھا سکتی تو امام بخاریؒ نے اس مسئلہ کو ثابت کر دیا اور احناف کے مسلک کی تائید کی۔ نیز مرسل خادمہ الخ سے بھی میری بات کی تائید ہوتی ہے۔

باب مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضًا۔

ترجمہ، اس شخص کے بارے میں جو نفاس کو حیض نام دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۹ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِيْ خَمِيْصَةٍ اِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ فَقَالَ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ ایک گرم منقش چادر کے اندر لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ میں جلدی کھسک گئی اور اپنے حیض کے کپڑے لے کر پہن لئے آپؐ نے فرمایا کہ تجھے حیض آگیا۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپؐ نے مجھے بلایا تو میں آپؐ کے ساتھ اس منقش چادر کے اندر لیٹ گئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ سمّی کا تعدیہ دو مفعولوں کی طرف ہوتا ہے۔ مفعول ثانی عارضی ہوتا ہے اور مفعول اوّل اصل ہوتا ہے۔ مگر روایت میں اس کے برعکس ہے کہ وہاں حیض کا نام نفاس رکھا گیا ہے۔ کیونکہ سمّی النفاس حیض کی بجائے سمّی الحیض نفاسًا کہنا چاہیئے تھا۔ اصل مسئلہ تو یہاں یہی ہے کہ حالتِ حیض میں جیسے دخول مسجد۔ مس مصحف وغیرہ ممنوع ہیں ایسے نفاس کی حالت میں بھی۔ مگر چونکہ وہ روایات جو نفاس کا حکم تبلاتی ہیں، وہ مصنفؒ کی شرط کے مطابق نہیں تھیں۔ اس لئے اس کو نہیں لیا۔ تو من سمی النفاس حیضًا۔ بعض نے کہا کہ کاتب کی غلطی ہے کہ اس نے قلب کر دیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ سمی بمعنی اطلق کے ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مصنفؒ نے صفتِ قلب کو اختیار کیا ہے جو کہ بلاغت کی صنائع میں سے ہے کما طینت بالفدن (محل) الصیاع (گارا) یہ صفت قلب کسی خاص فائدہ کی غرض سے اختیار کی جاتی ہے۔ مثلاً جس شخص کی آستین یا جیب لمبی ہو تو کہا جاتا ہے کہ جیب اور آستین میں کرتہ سیا ہے۔ یہ قلب اس امر کو تبلانے کے لئے ہے کہ جیب تمہاری بہت بڑی ہے اور کرتہ چھوٹا ہے۔ ایسے یہاں شعر میں بھی کیا کہ گارا اتنا زیادہ لگایا گیا۔ کہ کہا جا سکتا ہے کہ گارے میں قصر لگا دیا اسی کو اپنی اونٹنی کے لئے کہنا چاہتا ہے۔ تو یہاں بھی تبلانا ہے کہ اگرچہ عرف عام میں اس حالت کو حیض کہا جاتا ہے۔ مگر اس کے اصل قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ آپؐ کا تسمیہ اصل ہے۔ اس لئے اس نکتہ لطیفہ کی وجہ سے یہاں قلب واقع ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انبیاءؑ لغات کو بتلانے کے لئے مبعوث نہیں ہوتے

بلکہ الا بلسان قومہ مبعوث ہوتے ہیں تو مصنفؒ کا مقصد یہ ہے۔ کہ آپؐ کے اطلاق کو مجاز پر محمول کر کے ٹالا نہ جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہاں اشکال یہ ہے کہ روایت سے تو تسمیۃ النفاس بالحیض ثابت نہیں ہو رہا۔ بلکہ روایت سے تو تسمیۃ الحیض بالنفاس ثابت ہوتا ہے۔ بعض علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ ترجمہ مقلوب ہے اصل میں من سمّی الحیض نفاساً اور بعض علماء نے جواب دیا کہ سمّی اطلق کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ من اطلق النفاس علی الحیض اور میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے روایت کے الفاظ کو باب میں الٹ دیا۔ دونوں کو احکام میں تلازم ثابت کرنے کے لئے کہ دونوں کے احکام ایک ہیں۔ الا ما خص مثلاً مدت حیض دس دن تک ہے اور مدتِ نفاس چالیس دن اب امام بخاریؒ کی اس ترجمہ سے کیا غرض ہے بعض کی رائے ہے کہ محض اطلاق النفاس علی الحیض کو ثابت کرنا ہے۔ اور میرے نزدیک تلازم فی الاحکام بیان کرنا ہے کیونکہ نہ آنحضور صلعم لغت بتلانے آئے اور نہ امام بخاری کی کتاب لغت میں ہے

باب مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ۔

ترجمہ، حائضہ کے بشرہ (جسم) سے بشرہ (جسم) ملانا

حدیث نمبر ۲۹۰ حَدَّثَنَا قَبِیْصَۃُ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ کِلَانَا جُنُبٌ وَّ کَانَ یَاْمُرُنِیْ فَاَتَّزِرُ فَیُبَاشِرُنِیْ وَاَنَا حَائِضٌ وَّ کَانَ یُخْرِجُ رَاْسَہٗ اِلَیَّ وَھُوَ مُعْتَکِفٌ فَاَغْسِلُہٗ وَاَنَا حَائِضٌ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلعم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جبکہ ہم دونو جنبی ہوتے تھے۔ اور آپؐ مجھے حکم دیتے تو میں چادر لنگی باندھ لیتی تھی تو آپؐ اپنا جسم میرے جسم سے ملاتے تھے جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اسی طرح آپؐ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مبارک میری طرف نکالتے جس کو میں دھو دیتی تھی جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حائض سے مباشرت کرنے میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ۔ امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ تو فرماتے ہیں کہ ما دون السرۃ یعنی ناف سے نیچے اور ما فوق الرکبۃ یعنی گھٹنے سے اوپر جائز نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ بعد چادر لنگی باندھنے کے جائز ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ

اور امام محمد فرماتے ہیں کہ صرف مقام خاص کے اندر تو مباشرت جائز نہیں باقی سب جگہ جائز ہے۔ ان حضرات ائمہ اربعہ نے احتیاط برتی۔ ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ جوان کو زیادہ جوش ہوتا ہے۔ اس لئے اس حد تک اجازت دے دی۔ امام بخاریؒ اس مسئلہ میں اگلوں کے ساتھ ہیں۔

حدیث نمبر ۲۹۱ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ خَلِیْلٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا اِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّبَاشِرَهَا اَمَرَهَا اَنْ تَتَّزِرَ فِیْ فَوْرِ حَیْضَتِهَا ثُمَّ یُبَاشِرُهَا قَالَتْ وَاَیُّكُمْ یَمْلِكُ اِرْبَهٗ (الخ)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی ایک حائضہ ہوتی تھی اور جناب رسول اللہ صلعم کو عین حیض کے جوش کے وقت اس سے مباشرت کا ارادہ ہوتا تو اسے چادر لنگی باندھنے کا حکم دیتے اور پھر اس سے مباشرت فرماتے۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتی کہ جیسے آنحضرت نبی اکرم اپنی حاجت کے مالک تھے تم میں سے کون ان جیسا مالک حاجت ہے فی فور حیضتھا۔ یباشرھا کے متعلق ہے۔ وایکم یملک اربہ۔ یہ لفظ دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ ایک ا ر ب دوسرا ا ر ب اوّل حاجت اور وطر کے معنی میں ہے۔ اور ثانی عضو مخصوص کے معنی میں ہے۔ اس جملہ کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ حضور اکرم صلعم باوجود اتنی قوت اور جوش کے اپنی حاجت پر قابو اور قدرت رکھتے تھے یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ کوئی امر خلاف ہوجائے۔ اور تم کو اتنی طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو حضور پاک صلعم پر قیاس مت کرو۔ بلکہ اس معاملہ میں احتیاط کرو۔ ایسا نہ ہو کہ من یرتع الحمٰی یقع فیہ یعنی جو چراگاہ کے ارد گرد چرتا ہے وہ اس کے اندر گھس جائے گا کے مطابق کہیں کسی خلاف امر کا ارتکاب ہو جائے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم اپنے عضو اور اپنی حاجت پر قابو یافتہ تھے۔ اور باوجود اس کے پھر بھی مباشرت فرماتے تھے تو پھر تم تو اتنے قابو یافتہ نہیں ہو۔ لہٰذا تم کو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ یہ دو تو متضاد توجیہیں ہوگئیں۔ الغرض لا تقربوھن سے مباشرۃ کی نفی ہو رہی تھی۔ امام بخاریؒ یہاں سے اس کا استثناء ثابت فرما رہے ہیں۔ مباشرۃ کے معنی ہیں کھال کو کھال سے ملانا۔ امام بخاریؒ اس مسئلہ میں امام مالکؒ کے ساتھ ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اس باب میں تین حدیثیں وہ ذکر فرمائی ہیں جو سب ائتزار کی ہیں۔ (یعنی چادر باندھنے کی ہیں)

حدیث نمبر ۲۹۲ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّبَاشِرَ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَائِهٖ اَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِيَ حَائِضٌ الخ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضہ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت رسول اللہ صلعم اپنی کسی بیوی سے مباشرت کا ارادہ فرماتے تو اسے حکم دیتے وہ چادر لنگی باندھ لیتی۔ جبکہ وہ حائضہ ہوتی تھی۔

باب تَرْكِ الْحَائِضِ الصَّوْمَ۔

ترجمہ۔ حائض کا روزے کو چھوڑ دینا۔

حدیث نمبر ۲۹۳ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ اِلَى الْمُصَلّٰى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّيْ اُرِيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَاَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہیں کہ قربانی کی عید یا عید الفطر میں آپ رسول اللہ صلعم عیدگاہ کی طرف تشریف لائے تو عورتوں پر آپ کا گذر ہوا۔ فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ خیرات کرو اس لئے مجھے تم اکثر جہنم والی دکھائی گئی ہو۔ انہوں نے کہا کس وجہ سے یا رسول اللہ فرمایا ایک تم لعنت بہت کرتی ہو۔ دوسرے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ اور میں نے تم میں سے زیادہ کسی کو ناقص عقل اور ناقص دین نہیں دیکھا جو پختہ کار آدمی کی عقل کو لے جانے والی ہو۔ عورتوں نے کہا اے رسول اللہ ہمارے دین اور عقل کا کیا نقصان ہے فرمایا کیا ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کے برابر ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں، فرمایا بس یہ ان کے عقل کا نقصان ہے۔ کیا جب وہ حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ بس یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شراح کہتے ہیں کہ چونکہ نماز کا ترک ظاہر تھا اور اس کے ترک میں قضا نہیں ہے۔ اس لئے ترک الصلوٰۃ کا باب نہیں باندھا۔ میں کہتا ہوں کہ ترک الصلوٰۃ کا باب آگے آرہا ہے۔ یہ وجہ نہیں بلکہ چونکہ ترک صوم میں قضا ہوتی ہے اور ترک الصلوٰۃ میں قضا نہیں ہوتی۔ تو گویا دونوں کا ترک الگ الگ ہوا۔ اس لئے الگ الگ باب باندھا چونکہ صوم کے اندر قضا بھی ہے اس لئے اس کو مقدم کر دیا۔

فذلک من نقصان دینھا۔ لیکن یہاں اشکال ہے کہ مسلم کی روایت میں ہے فقامت امراءۃ جزلۃ جس کا ترجمہ علامہ قاری نے ذکیہ فطینہ سے کیا ہے۔ لہٰذا دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا فرمانا عام طور پر ہے اس سے دو چار افراد مستثنیٰ ہو سکتے ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم مجموعہ نسا کے لئے مجموعہ رجال کے مقابل ہے۔ حائضہ نماز قضا نہ کرے اس کی حکمت بعض حضرات نے یہ فرمائی ہے کہ صلوٰۃ باللزوم طہارت کو مقتضی ہے۔ لہٰذا حائضہ نماز کی اہل نہیں اور صوم میں طہارۃ باللزوم لازم نہیں جیسے صائم سو جائے۔ یا احتلام ہو جائے یا اور کوئی نجاست نکل آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر نماز میں پیشاب کا قطرہ نکل آئے یا منی نکل آئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ چونکہ حائضہ نماز کی اہل نہیں تھی اس لئے نماز کی قضا نہیں ہاں روزہ کی اہل ہے اس لئے اس کی قضا ہے۔

باب تَقْضِی الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ اَنْ تَقْرَأَ الْاٰيَةَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ وَقَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نُّخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سُفْيَانَ اَنَّ هِرَقْلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهٗ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَيَا اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا اِلٰى قَوْلِهٖ مُسْلِمُوْنَ وَقَالَ عَطَآءٌ عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَآئِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَا تُصَلِّيْ وَقَالَ الْحَكَمُ اِنِّيْ لَاَذْبَحُ وَاَنَا جُنُبٌ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

ترجمہ، باب حائضہ حج کے سارے احکام ادا کر سکتی ہے۔ سوائے بیت اللہ کے طواف کے کیونکہ وہ

مسجد میں ہوتا ہے) ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر حائضہ ایک آیت قرآن مجید کی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ جنبی کے لئے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور جناب نبی اکرم صلعم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ اور حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو نماز عید کے لئے نکالیں وہ مردوں کی طرح تکبیر کہتی تھی اور دعا کرتی تھیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو سفیانؓ نے خبر دی۔ کہ ہرقل عیسائی بادشاہ نے جناب نبی اکرم صلعم کا خط منگایا اس میں بسم اللہ اور قل تعالوا الی کلمۃ سواء الآیۃ لکھا ہوا تھا جس کو اس کافر نے پڑھا اور حضرت عطاؒ تابعی جناب حضرت جابرؓ صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ جب حیض والی ہوتی تھیں تو حج کے تمام اعمال ادا کرتی تھیں سوائے بیت اللہ کے طواف کے اور نماز بھی نہیں پڑھتی تھیں اور حضرت حکمؒ فرماتے ہیں کہ بے شک میں ذبح کرتا ہوں جبکہ میں جنبی ہوں۔ حالانکہ ارشاد ربانی ہے کہ اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جنبی اور حائض کے بارے میں مصنفؒ کا مسلک امام مالکؒ کا سا ہے کہ ان کے لئے قراۃ قرآن جائز ہے۔ مگر جمہور ان کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ چنانچہ ترمذی شریف کی روایت اس کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔ مصنفؒ حضرت ابن عباسؓ کا قول پیش کرتے ہیں اور اسی قسم کے چھ اثر پیش کئے ہیں مگر ان سب میں مناقشہ ہے۔ جمہور ان کو اپنے مخالف نہیں سمجھتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ باب کی غرض یہ ہے کہ حائض طواف بالبیت نہیں کر سکتی مگر میرے نزدیک یہ غرض صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہو جائے گا۔ اس لئے بعض علماء کی رائے ہے کہ حائض عبادات بدنیہ کر سکتی ہے۔ الاما استثنی اور یہ قریب ہے اور میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ غرض یہ ہے۔ کہ حائض سارے مناسک حج ادا کر سکتی ہے۔ سوائے طواف کے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ قراۃ القرآن للجنب کا مسئلہ بیان فرما رہے ہیں۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ جنب اور حائض میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں۔ اور حنابلہؒ و شوافعؒ کے نزدیک مطلقاً نہیں پڑھ سکتے۔ اور حنفیہؒ کے نزدیک مادون آیۃ یعنی آیت سے کم اور مالکیہ کے نزدیک آیۃ اور آیتیں پڑھ سکتے ہیں۔ وقال ابراھیم امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ جب وہ سارے مناسک حج ادا کر سکتی ہے تو قرآن مجید کیوں نہیں پڑھ سکتی۔ ضرور پڑھ سکتی ہے۔ ولم یر ابن عباس

بالقرآۃ للجنب باسًا جنب اور حائض میں کیا فرق ہے۔ دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ وکان النبی صلعم الخ
جب آنحضرت صلعم ہر وقت ذکر الٰہی کرتے تھے۔ اور ذکر کے اندر قرآن بھی داخل ہے وما ھو الا ذکر
للعالمین اور حضور نبی اکرم صلعم جنبی بھی ہوتے تھے۔ اور جنبی اور حائض میں کوئی فرق نہیں لہٰذا حائض
بھی پڑھ سکتی ہے۔ فیکبرن بتکبیرھم الخ دعا اور تکبیر جو ذکر الٰہی ہے۔ جب وہ حائض کے لئے جائز ہے
تو قرآن بھی تو ذکر الٰہی ہے۔ وہ بھی جائز ہوگا۔ تعالوا الی کلمۃ سواء یہاں یہ بات یاد رکھو کہ تعالوا کے
بعد الآیۃ کہہ رہے ہیں اور اس کے بعد پھر آیۃ بھی ذکر فرمادی۔ یہ اختلافِ نسخ کی وجہ سے ہے۔ ایک
نسخے میں اوّل آیۃ کے بعد الآیۃ کا لفظ تھا۔ اور دوسرے نسخے میں پوری آیت تھی ناسخین نے دونوں کو جمع کر
دیا۔ قال الحکم انی لاذبح مطلب یہ ہے کہ میں بحالت جنابت ذبح کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ذبح
باسم اللہ کا حکم فرماتا ہے جس پر اس کا نام نہ ہو۔ اس سے منع فرماتا ہے۔ تو اگر مراد ذکر اللہ کرنا بسبب میری
جنابت کے معتبر نہ ہوتا تو ذبیحہ حلال نہ ہوتا حالانکہ حلال ہے معلوم ہوا ذکر اللہ جائز ہے

حدیث نمبر ۲۹۴ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَذْکُرُ اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ طَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ فَقَالَ مَا یُبْکِیْکِ قُلْتُ لَوَدِدْتُّ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَمْ اَحُجَّ
الْعَامَ قَالَ لَعَلَّکِ نُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ ذٰلِکِ شَیْءٌ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلٰی بَنَاتِ
اٰدَمَ فَافْعَلِیْ مَا یَفْعَلُ الْحَاجُّ غَیْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِیْ بِالْبَیْتِ حَتّٰی تَطْہُرِیْ

ترجمہ، حضرت عائشہ فرماتی ہیں ہم جناب رسول اللہ صلعم کے ساتھ مدینہ سے چلے ہم حج کے علاوہ
کچھ ذکر نہیں کرتے تھے۔ جب ہم مقام سرف تک پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی پس میرے پاس جناب
نبی اکرم صلعم تشریف لائے اور میں رو رہی تھی تو آپؐ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا۔ میں نے کہا واللہ
میں شاید اس سال حج نہیں کرسکوں گی۔ آپؐ نے فرمایا شاید تجھے حیض آگیا۔ میں نے ہاں کہہ کر جواب دیا
تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا تم ہر وہ عبادت کرو جو حاجی سرانجام
دیتا ہے سوائے اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو جب تک پاک نہ ہو جاؤ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بڑا مشکل باب ہے میرے حضرت نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ چالیس

سال تک بخاری شریف پڑھائی اور اب تک یہ باب سمجھ میں نہیں آیا۔ سمجھتا تھا کہ بذل لکھوانے کے وقت سمجھ میں آجائے گا مگر پھر بھی سمجھ نہ آیا۔ مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ عورتیں جن کا ذکر ابواب الاستحاضہ میں آتا ہے ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ کوئی تعیین نہیں ہوسکتی۔ کہ ہم ایک کے متعلق کوئی حکم مثلاً معتادہ یا ممیزہ ہونے کا قطعاً لگادیں اور جس نے اس کے خلاف لکھا اس کی تردید کریں اس باب پر جس قدر بسط سے کلام ابوداؤدؒ نے فرمایا ہے۔ اور کسی نے نہیں کیا حتیٰ کہ امام بخاریؒ نے صرف ایک باب کا ذکر فرمادیا۔ اور کوئی اختلاف روایۃ بھی ذکر نہیں فرمایا۔

باب الِاسْتِحَاضَةِ ترجمہ۔ استحاضہ کے بارے میں باب ہے

حدیث نمبر ۲۹۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلٰوةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جبیش رضؓ نے جناب رسول اللہ صلعم سے عرض کی یا رسول اللہ میں پاک نہیں رہتی کیا نماز کو چھوڑ دوں جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ تو رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے۔ پس جب حیض آجائے تو نماز کو چھوڑ دو۔ اور جب حیض کی مدت چلی جائے تو ان کے خون کو دھو ڈالو اور نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابوداؤد میں چونکہ اس کے متعلق بہت سے ابواب ہیں۔ جس کی بنا پر وہاں بہت جھگڑا کرنا پڑتا تھا۔ امام بخاریؒ نے نہایت سہولت دے دی ہے۔ کہ صرف ایک ہی باب ذکر فرمایا ہے اور مسئلہ بتلا دیا کہ استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ جب مدت حیض ختم ہو جائے تو ایک مرتبہ غسل کر لو بس یہی کافی ہے۔ اور اب یہ کہ مدت حیض کتنی ہے اس کے متعلق ایک الگ باب اور باندھا ہے امام بخاریؒ نے استحاضہ کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس باب میں جو احادیث ہیں ان کے اندر تعارض ہے۔ نیز وہ احکامات نہیں بلکہ علاجات ہیں اور میرے نزدیک چونکہ وہ انواع مختلفہ پر محمول ہیں اسی وجہ سے جھگڑا نہیں فرمایا۔

باب غَسْلِ دَمِ الْمَحِيضِ ترجمہ حیض کے خون کا دھونا۔

حدیث نمبر ۲۹۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهَا قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدٰكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيْهِ ۔

ترجمہ، حضرت اسمآ بنت ابی بکر صدیق رضہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے جناب رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ بتلائیے کہ جب ہم میں سے کسی ایک کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے۔ تو جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو پہلے وہ اسے ناخن اور انگلیوں سے رگڑے بعد ازاں اسے پانی سے دھو ڈالے پھر اس میں نماز پڑھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میرے نزدیک یہ ترجمہ شارحہ ہے چونکہ حدیث میں نضح کا لفظ ہے جس کے معنی چھڑکنے کے ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے تبلادیا کہ نضح سے مراد غسل ہے۔ جیسا کہ غسل مذی میں فرمایا تھا حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح بول صبیان میں بھی نضح غسل کے معنی میں ہے۔ فاذا اقبلت الحیضہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اقبال کے معنی ہیں جب کالا خون آنے لگے۔ اور ادبار کے معنی ہیں جب کالا خون ختم ہو جائے۔ تو یہ دو اصطلاحیں اہلحدیث کی ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہؒ اسی سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو تم نے اقبال ادبار کے معنی بیان فرماتے ہیں یہ حدیث سے ثابت نہیں بلکہ تمہارے خود ساختہ ہیں لہٰذا یہ ہم پر حجت نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک اقبال کے معنی آگے کی طرف آنا اور ادبار کے معنی پیچھے کی طرف جانا لہٰذا اقبال کے معنی ہوتے حیض کا آنا عادت کے ساتھ اور ادبار کے معنی حیض کا چلا جانا عادت کے ساتھ اسی وجہ سے ہمارے نزدیک تمیز کا اعتبار نہیں ہماری دلیل یہی حدیث ہے کہ یہاں اقبلت کے معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے۔ کیونکہ اس کا متابل ادبرت نہیں آرہا ہے بلکہ اذا ذھب قدرھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ادبار کے معنی حیض کا وقت سے ختم ہوتا ہے اس سے تمیز پر استدلال نہیں ہو سکتا

حدیث نمبر ۲۹۷ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا تَحِيْضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضَحُ عَلٰى سَائِرِهٖ ثُمَّ تُصَلِّيْ فِيْهِ ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب ہم میں سے کوئی ایک حیض والی ہو جاتی تھی تو اپنے کپڑے

سے خون کو رگڑ دیتی تھی۔ پھر دھوڈالتی اور باقی پر پانی بہادیتی پھر اس میں نماز پڑھ لیتی۔ اس حدیث میں نضح کے معنی غسل کے ہیں۔

باب اِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

ترجمہ:۔ مستحاضہ کا اعتکاف بیٹھنا۔

حدیث نمبر ۲۹۸ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ شَاهِينَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ وَزَعَمَ أَنَّ عَائِشَةَ رَأَتْ مَاءَ الْعُصْفُرِ فَقَالَتْ كَأَنَّ هٰذَا شَيْءٌ كَانَتْ فُلَانَةُ تَجِدُهُ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ آپؐ کی ایک زوجہ محترمہ اعتکاف بیٹھیں جبکہ وہ مستحاضہ تھیں خون دیکھتی تھیں تو اپنے نیچے خون کی وجہ سے تھال رکھ دیتی تھیں۔ اور راوی عکرمہ کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی تھیں کہ انہوں نے عصفر یعنی سُرخ پانی دیکھا اور فرماتی تھیں کہ یہ ایک چیز تھی جو زوجہ محترمہ پاتی تھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ ازواج مطہرات رضہ میں سے کوئی بی بی مستحاضہ نہیں ہوئیں تو بعض نے کہا کہ حضرت سودہؓ زینب بنت جحشؓ اور ام حبیبہ مستحاضہ ہوئی تھیں۔ مگر روایات اس کی مساعدت نہیں کرتیں تو بعض نسائہ کی تاویل یہ کی جائے گی کہ بعض نسائہ من المتعلقین اور ان میں سے حضرت حمنہ بنت جحشؓ کا نام مشہور ہے۔ مگر حافظ ابن حجرؒ کا اصرار ہے کہ جب بعض نسائہ کے الفاظ موجود ہیں اگرچہ ہمارے پاس دلیل نہ ہو۔ مگر اس کا انکار نہیں کر سکتے دوسرے اس روایت میں اعتکف معہ کے الفاظ بھی اسی پر دال ہیں۔ مگر اس پر خدشہ ہے کہ معتکف کے معنی یہ ضروری نہیں کہ اسی حجرہ میں اعتکاف کیا ہو۔ بلکہ اس کے قریب یا کچھ فاصلہ پر معتکف ہوئی ہوں۔ اس لئے ابن جوزیؒ کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کوئی بی بی بھی استحاضہ میں مبتلا نہیں تھیں

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ غور سے سنو! اعتکاف مساجد میں ہوتا ہے اور مستقذرات اور نجاسات سے مساجد کی تطہیر کا حکم وارد ہوا ہے اور مستحاضہ کو خون آتا رہتا ہے جو نجس اور قذر ہے اس سے بظاہر وہم ہوتا تھا کہ مستحاضہ اعتکاف نہ کر سکے گی۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ مستحاضہ کا اعتکاف کرنا جائز

ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور اقدس صلعم کی ازواج مطہرات میں سے کسی کو بھی دم استحاضہ نہیں آتا تھا اور اس حدیث کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض نساء امتہ مراد ہے مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ام حبیبہؓ، ام سلمہؓ اور حضرت زینب رضؓ کو استحاضہ آیا ہے اور خود دوسری روایت میں امراۃ من ازواجہ وارد ہے اور اس سے اگلی روایت میں بعض امہات المومنین کے لفظ مذکور ہے جو ان کے اس قول کی تردید کرتا ہے اور جو حضرات انکار کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ استحاضہ نزغۂ شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ازواج مطہرات نزغۂ شیطان سے محفوظ ہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک اعتکاف مستحاضہ جائز ہے۔

حدیث نمبر ۲۹۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِّنْ اَزْوَاجِهٖ فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ وَالطَّسْتُ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم کے ساتھ آپؐ کی ازواج مطہراتؓ میں سے ایک بی بی نے اعتکاف کیا۔ وہ خون اور زردی دیکھتی تھیں اور تھال ان کے نیچے ہوتا تھا اور وہ نماز پڑھتی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۰۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ بَعْضَ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ بعض امہات المومنین نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا

باب هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِيْ ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيْهِ۔

ترجمہ، کیا عورت اپنے اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اسے حیض آیا۔

حدیث نمبر ۳۰۱ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِاِحْدَانَا اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ تَحِيْضُ فِيْهِ فَاِذَا اَصَابَهٗ شَيْءٌ مِّنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيْقِهَا فَمَصَعَتْهُ بِظُفُرِهَا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس سوا ایک کپڑے کے کچھ نہیں ہوتا تھا اسی میں وہ حیض کرتی تھی جب اس کپڑے کو کچھ خون لگ جاتا تو اس کو اپنی تھوک سے تر کرلیتی اور پھر اپنے ناخن سے چھیل ڈالتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت سے صاف ظاہر ہے کہ جس کپڑے کو پہن کر عورت نے اپنا زمانہ حیض گذارا ہو۔ تو زمانہ طہر میں اس کو پاک کر کے اس میں نماز پڑھ سکتی ہے۔ اب جبکہ روایت صاف ہے تو پھر ھل سے ترجمہ کیوں باندھا۔ تو اس کے متعلق بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ کی نظر میں مختلف روایات ہیں۔ چنانچہ ام سلمہ رضؓ کی روایت ہے۔ فانسللت فاخذت ثیاب حیضتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کا کپڑا دوسرا ہوتا ہے اس لئے امام بخاریؒ نے اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ترجمہ میں ھل ذکر فرمادیا قالت بریقھا جیسا کہ میں نے غسل الدم میں بیان کیا تھا کہ چونکہ اس خون میں لزوجت ہوتی ہے اس لئے رگڑ کر پھر دھوئے ورنہ پانی بہت بہانا پڑے گا تو یہاں پہلے نرم کرنے کے لئے تھوک کا استعمال ہوا۔ پھر اس کو رگڑ دیا۔ احنافؒ کے یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی انگلی ناپاک ہو۔ اور وہ اس کو چاٹ لے۔ تو وہ پاک ہو جائے گی۔ تو اس مسئلہ پر اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے۔ اور امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ اگر روایت میں کسی بھی احتمال کی بنا پر غور و فکر کیا جا سکے تو تشحیذاً للاذھان ھل لے آتے ہیں۔ اور یہاں بھی احتمال ہے۔ وہ یہ کہ اس میں نماز کی تصریح نہیں اور حضرت ام سلمہؓ کی حدیث متقدم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حیض و طہارت کے کپڑے الگ الگ تھے۔ تو ان دونوں روایتوں کی وجہ سے احتمال پیدا ہو گیا کہ نماز کے لئے کوئی اور کپڑا ہوتا تھا یا ایک ہی کپڑا تھا جسے پاک کر کے نماز پڑھ لیتی تھیں

باب الطِّيْبِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْحَيْضِ۔

ترجمہ، حیض سے غسل کرنے وقت کیا عورت خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۰۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى أَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا نَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِّنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ وَكُنَّا نُنْهٰى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ (الخ) الحديث

ترجمہ، حضرت ام عطیہ رضؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں میت پر سوگ منانے سے تین دن کے اوپر سے روکا جاتا تھا مگر خاوند پر چار ماہ اور دس دن سوگ منا سکتی ہے وہ یہ کہ نہ ہم سرمہ لگائیں

اور نہ خوشبو استعمال کریں اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں مگر عصب کا کپڑا کہ وہ یمنی رنگی ہوئی چادر ہوتی تھی اور ہمیں طہارت حاصل کرتے وقت اجازت دی گئی تھی کہ جب ہم میں سے کوئی ایک اپنے حیض سے غسل کرے تو وہ کست اظفار کا خوشبودار ٹکڑا استعمال کر سکتی ہے۔ اور ہمیں جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی کست چند لکڑیاں ہیں جن کو جلانے سے خوشبو حاصل ہوتی ہے جیسے اگربتی۔ اظفار یمن کے ساحل پر ایک بندرگاہ کا نام ہے اور کست اولاً یہاں پہنچتا تھا اس لئے اُسے کست اظفار وقسط اظفار کہتے تھے اور بعض نے کہا کہ اظفار ظفر بمعنی ناخن کی جمع ہے یہ عطر کی ایک قسم تھی جو کہ ظفر انسان کی شکل پر تھی جسے بخور پر رکھا جاتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریا شراح کے نزدیک تاکد الطیب للحائض عند الفراغ من الحیض کو بیان کیا ہے کہ حیض سے فراغت کے وقت حائضہ کو تاکیداً خوشبو استعمال کرنی چاہیئے اور میرے نزدیک ترجمہ شارحہ ہے۔ چونکہ مسک کا لفظ آیا تھا اس لئے اس کی شرح فرما دی کہ اس سے خوشبو مراد ہے کسی خاص مسک کی تعیین نہیں البتہ بعض شوافع سے نقل کیا گیا ہے کہ مسک (کستوری) لگانا متعین ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خوشبو استقرار حمل میں معین ہے ممکن ہے امام بخاری کا مقصود شوافع پر رد کرنا ہو۔

کنا ننھیٰ ان نحد علی میّت الخ اس پر علما کا اتفاق ہے کہ غیر زوج پر تین دن سے زیادہ احداد اور سوگ کرنا جائز نہیں ہے رخّص لنا الخ اس سے شراح کا قول ثابت ہوتا ہے۔ کست اظفار۔ کُسْت خوشبو کو کہتے ہیں۔ اب رہ گیا اظفار تو یہ لفظ دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ اگر اظفار ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک خوشبو تک کہلاتی ہے۔ وہ ناخن کی شکل کی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو اظفار کہتے ہیں دوسرے ظفار اگر ظفار مراد لیں تو یہ ملک یمن میں ایک بندرگاہ کا نام ہے

باب دَلْكِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْحَيْضِ وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ وَتَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَتَّبِعُ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ۔

ترجمہ، عورت جب اپنے حیض سے طہارت حاصل کرے تو اسے اپنا بدن ملنا چاہیئے اور غسل کیسے کرے کہ ایک ٹکڑا پنبہ خوشبو والا لے کر اس سے خون کے نشانات زائل کرے۔

حدیث نمبر ۳۰۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِي فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ تَطَهَّرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ تَطَهَّرِي فَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے جناب نبی اکرم صلعم سے حیض سے غسل کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ کیسے غسل کرے کہ کستوری کا ایک پنبہ لے اور پہلے اس سے طہارت حاصل کرے اس عورت نے کہا میں کیسے طہارت حاصل کروں آپ نے فرمایا کہ اس پنبہ سے طہارت حاصل کرو اس نے پھر عرض کی کیسے؟ آپ نے تعجب کرتے ہوئے سبحان اللہ فرمایا طہارت حاصل کرو۔ تو حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا کہ اس پنبہ خوشبو سے خون کے نشانات زائل کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: من مسك۔ مسك بفتح المیم کے معنی چمڑے کے ہیں جو مشک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور مسك بکسر المیم کے معنی کستوری کے ہیں اس پر اگر شبہ ہو کہ عرب کے لوگ تنگی کی حالت میں ایسی قیمتی خوشبو لیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسك سوڈان سے آتا تھا اور عرب کے قریب واقع ہے۔ ان دنوں ذرائع نقل وحمل قلیل تھے۔ اس لئے قرب کی وجہ سے یہ کستوری عرب میں کثرت سے پائی جاتی تھی۔ اس لئے یہ باعث تعجب نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مسک کے معنی مطلق طیب اور خوشبو کے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اہل عرب تنگی کی حالت میں تھے۔ مگر جب امراء القیس اپنی محبوبہ کی تعریف میں کہتا ہے کہ اس کے بستر پر فتیت مسک یعنی کستوری کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں۔ یا اس کے فرش سے ایسی خوشبو آتی ہے جیسے مسک کے ٹکڑوں سے خوشبو آتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مشک عرب میں کثیر الاستعمال تھی فتطہری بہا اگر شبہ ہو کہ تطہیر مائع چیز سے حاصل ہوتا ہے خشک چیز سے تطہیر کیسے آسکتا ہے تو آپ نے حیا کی وجہ سے صراحت نہیں فرمائی سبحان اللہ کہا۔ مقصود یہ تھا کہ خوشبو کے ذریعہ بد بو کو زائل کرو

تشریح از شیخ زکریاؒ: امام بخاریؒ نے تتبعی بہا اثر الدم کی شرح فرمادی کہ اس سے دلك مراد ہے تاخذ فرصة ممسکة یہ لفظ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ ممسکة باب افعال سے اور ممسکة باب تفعیل سے ممسکہ کے معنی۔ بعض لوگوں نے پکڑے ہوئے کے بتلائے ہیں۔ مگر یہ بالکل مہمل ہے۔ کیونکہ

ہر کپڑا پکڑا جا سکتا ہے۔ اور بعض نے کہا مستکہ کے معنی متبذلہ کے ہیں یعنی پرانا کپڑا کیونکہ نئے بیل ضائعت ہے اور خشونت کی وجہ سے محل مخصوص کے زخم ہونے کی بنا پر خراش کا خوف ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ مسک سے ہے جس کے معنی چمڑے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چمڑے کا کوئی ٹکڑا ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ چمڑے کا ٹکڑا لے کر اس سے خون صاف کرے کیونکہ وہ خون بہت دن سے لگا ہوا ہونے کی وجہ سے نہایت سخت ہو جاتا ہے جس کے ازالہ کے لئے سخت شیٔ کی ضرورت ہے تاکہ وہ اسے زائل کرے۔ کیف تغتسل اس جملہ سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ یہاں دلک مراد ہے۔ یہ کیف ان تیس ابواب میں سے نہیں ہے، جس میں مستقل کیفیت کو بتلانا ہوتا ہے۔ اور جن میں کسی تاریخی اختلاف کی طرف اشارہ ہوتا ہے بلکہ یہ تبعاً آ گیا۔ امام نووی، قسطلانی، شیخ الاسلام زکریا انصاری رح نے ممسّکۃ بضم المیم الاولی وفتح الثانیہ۔ فتح السین المشددۃ جزم کیا ہے۔

باب غُسْلِ الْمَحِيْضِ۔

ترجمہ، حیض کا دھونا یا اس سے نہانا۔

حدیث نمبر ۳۰۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ امْرَأَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَغْتَسِلُ مِنَ الْحَيْضِ قَالَ خُذِيْ فِرْصَةً مُّمَسَّكَةً وَتَوَضَّئِيْ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحْيٰى فَاَعْرَضَ بِوَجْهِهٖ اَوْ قَالَ تَوَضَّئِيْ بِهَا فَاَخَذْتُهَا فَجَذَبْتُهَا فَاَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيْدُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ انصار مدینہ کی ایک عورت نے جناب نبی اکرم صلعم سے کہا کہ میں حیض سے غسل کیسے کروں آپ نے فرمایا کہ ایک روئی کا پنبہ جسے خوشبو لگی ہوئی ہو وہ لے کر اسی سے تین مرتبہ وضو کرو۔ پھر آنجناب نبی اکرم صلعم کو شرم آ گئی تو اس سے منہ پھیر لیا یا فرمایا کہ اس سے وضو کرو۔ میں نے اس عورت کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور جو جناب نبی اکرم صلعم چاہتے تھے اس سے اس کو باخبر کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس باب میں اور باب غسل دم الحیض دونوں میں غسل بفتح الغین مصدر ہے۔ وہاں غسل ثیاب مراد ہے۔ اور یہاں غسل بدن۔ اور بعض کہتے ہیں کہ غسل بضم الغین۔ اور دم الحیض کے غسل یا لفتح ہے۔ اور یہی میرے نزدیک راجح ہے وہاں

غسل الدم کا ذکر تھا اور یہاں نفس غسل کا بیان ہے۔ اور میں نے کہا تھا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک غسل الجنابۃ اور غسل الحیض میں فرق ہے جیسا کہ حنابلہ اور مالکیہ کا مذہب ہے کہ جنابت میں نقض ضفیرہ مینڈھیوں کا کھولنا ضروری نہیں۔ اور حیض میں ضروری ہے۔ امام بخاریؒ اسی کو ثابت فرما رہے ہیں اور حنفیہؒ اور شوافعؒ کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

باب اِمْتِشَاطِ الْمَرْاَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْحَيْضِ۔

ترجمہ۔ حیض سے غسل کرنے کے وقت عورت کا کنگھا کرنا۔

حدیث نمبر ۳۰۵ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَهْلَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ فَزَعَمَتْ اَنَّهَا حَاضَتْ وَلَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ لَيْلَةُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَاِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَمْسِكِيْ عَنْ عُمْرَتِكِ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ اَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَاَعْمَرَنِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ مَكَانَ عُمْرَتِيَ الَّتِيْ نَسَكْتُ۔

ترجمہ، حضرت عروہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جناب رسول اللہ صلعم کے ساتھ احرام باندھا۔ میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے تمتع کیا لیکن ھدی نہیں چلائی تھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حیض آگیا اور میں اس وقت تک پاک نہ ہوسکی یہاں تک عرفہ کی رات آگئی۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ یہ عرفہ کے دن کی رات ہے اور میں نے عمرہ سے تمتع کر لیا تھا۔ تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ سر کے بال کھول دو کنگھی کرو۔ اور اپنے افعال عمرہ سے رک جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب میں حج سے فارغ ہوگئی تو آپؐ نے میرے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو محصبۃ والی رات حکم دیا کہ وہ مجھے اس عمرہ کی بجائے جس کا میں نے احرام باندھا تھا تنعیم سے عمرہ کرائے۔ حصبہ جگہ کا نام ہے۔ اور قضا ایام منی کے بعد ہوئی۔ لیلۃ الحصبۃ چودھویں ذوالحجہ کی رات کہلاتی ہے۔ اسی میں وادی محصب میں قیام ہوتا تھا۔

باب نَقْضِ الْمَرْاَةِ شَعْرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيْضِ۔

ترجمہ، حیض سے غسل کرنے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا۔

حدیث نمبر ۳۰۶ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ

لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ فَاِنِّيْ لَوْلَا اَنِّيْ اَهْدَيْتُ لَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَاَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَ اَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ اَنَا مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَاَدْرَكَنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِحَجٍّ فَفَعَلْتُ حَتّٰى اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ اَرْسَلَ مَعِيَ اَخِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ فَخَرَجْتُ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِيْ قَالَ هِشَامٌ وَّ لَمْ يَكُنْ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَّلَا صَوْمٌ وَّلَا صَدَقَةٌ ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آچکا تھا کہ ہمیں مدینہ سے نکلنے کا اتفاق ہوا تو جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عمرہ کے احرام باندھنے کو پسند کرے وہ عمرہ کا احرام باندھے۔ اگر میں نے ھدی ساتھ نہ لی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ پس بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا۔ میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا پس مجھے یوم عرفہ نے اس حالت میں آلیا کہ میں حائضہ تھی جس کی شکایت میں نے جناب نبی اکرم صلعم سے کی آپ نے ارشاد فرمایا تو اپنا عمرہ چھوڑدے۔ سر کے بال کھول کر کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب لیلۃ الحصبۃ ہوئی تو آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمن کو بھیجا تو میں نے تنعیم کے مقام پر پہنچ کر اپنے قضا عمرے کی جگہ عمرے کا احرام باندھا۔ ہشام فرماتے ہیں کہ اس میں نہ ھدی اور نہ روزہ اور نہ ہی صدقہ تھا۔

تشریح از شیخ مدنی، لم یکن فی شیئ من ذٰلک ھدی الخ لیکن یہ بہت مشکل ہے۔ اس لئے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قارنہ تھیں جیسے کہ شوافع رحمہم اللہ کہتے ہیں تو پھر ھدی کا ہونا ضروری ہے اگر مفردہ ہوں۔ جیسے کہ احناف رحمہم اللہ فرماتے ہیں تو فسخ الحج الی العمرۃ کے لئے ایک ھدی ضروری ہے تو پھر ہشام کا لم یکن فی شیئ من ذٰلک الخ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ قارن اور متمتع پر ھدی بہرحال لازم ہے۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ دم شکر ہے یا دم جبر ہے۔ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ صحاح ہی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ منیٰ میں ہمارے پاس لحم بقر لایا گیا۔ ہم نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے تبلایا گیا۔ ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ازواجہ یہ روایت

بخاری کی ہے اور صحیح ہے۔ تو پھر لم یکن من شیئ الخ کا مطلب یہ ہو گا کہ ہشام کو علم نہیں ہو گا امام نووی
اسے پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ روایت صحیحہ سے ثابت ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یوم خروج الی مکہ
میں طواف نہیں کیا۔ غسل کیا۔ نقض رأس اور امتشاط ہوا۔ ان تینوں چیزوں میں کوئی دم جنایۃ واجب
نہیں ہوا۔ آپؐ نے اس سال اس قسم کی جنایات کرائیں۔ مگر کوئی دم واجب نہیں فرمایا چنانچہ فسخ
الحج الی العمرۃ ہوا اس پر بھی کوئی دم واجب نہیں ہوا۔ اسی طرح تقدیم و تاخیر مناسک پر بھی دم
واجب نہیں اس پر فقہا کا اتفاق ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کی اس جنایت پر کوئی دم واجب نہیں
ہوا۔ عدم علم کی وجہ سے وہ لوگ معذور تھے۔ مگر آج عدم علم کی وجہ سے کسی کو معذور قرار نہ دیا جائے گا
کیونکہ من کان منکم مریضًا فعلیہ فدیہ اور صدقۃ فرمایا گیا۔ خواہ علم ہو یا نہ ہو۔ سر کھجلا رہا تھا۔ جوں گر گئی تو بھی مٹھی
بھر اناج دینا پڑے گا۔ الغرض حج میں قصداً و بلا قصد جو بھی جنایت ہو جائے۔ تو اس پر صدقہ ہو گا
قصد کے ساتھ تو گناہ بھی ہو گا۔ یہ عبادت عشق کے باب سے ہے۔ جس میں عاشق کو خوب تکلیف دی
جاتی ہے۔ تو اب لم یکن فی شیئ من ذلک الخ کہ فی تلک السنۃ اس سال کوئی جزاء اور صدقہ
نہیں تھا۔ اور لفظ صدقہ دلالت کرتا ہے کہ جہۃ ارتکاب محظورات میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ اس لئے
قرآن مجید میں صرف ھدی یا صوم کا ذکر ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ کوئی چیز حد ھدی کو نہیں پہنچی تھی۔
فی القرآن لیس الا الھدی او الصوم۔

باب قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مُخَلَّقَۃٍ وَغَیْرِ مُخَلَّقَۃٍ۔

ترجمہ، یعنی خلق تام اور ناقص کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۳۰۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَکَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَکًا
یَقُوْلُ یَا رَبِّ نُطْفَۃٌ یَا رَبِّ عَلَقَۃٌ یَا رَبِّ مُضْغَۃٌ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّقْضِیَ خَلْقَہٗ
قَالَ اَذَکَرٌ اَمْ اُنْثٰی شَقِیٌّ اَمْ سَعِیْدٌ فَمَا الرِّزْقُ وَمَا الْاَجَلُ قَالَ فَیُکْتَبُ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔

ترجمہ، حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رحم (بچہ دانی)
پر ایک فرشتہ مقرر کرتے ہیں جو کہتا ہے اے رب اب یہ نطفہ ہے۔ پھر کہتا ہے یا رب یہ علقہ ہے۔ گوشت کا
ٹکڑا ہے پھر کہتے ہیں مضغہ ہے پھر اللہ تعالیٰ جب اس کی پیدائش کا فیصلہ فرما دیتے ہیں تو پھر فرشتہ کہتا ہے

نر ہو یا مادہ ۔ بدبخت ہو یا نیک بخت پھر اس کی روزی اور اجل (عمر) کیا ہو گا ۔ تو یہ سب چیزیں فرشتہ اسے ماں کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہ ترجمہ ایسا ہے کہ اس کو کتاب الحیض سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں چاہیئے تھا کہ اسے کتاب التفسیر میں ذکر کیا جاتا ۔ پہلے پہل ماں باپ کی منی نطفہ کی صورت میں رحم میں پڑتی ہے وہ رحم کی حرارت کی وجہ سے متغیر ہونے لگتا ہے ۔ اور دم حیض جو غذا کے لئے ہے اس سے بھی تغیر ہوتا ہے ۔ تو پہلے خون منجمد ہو جاتا ہے ۔ اعصاب ، ہڈیاں وغیرہ کی بنا ابتدا سے ہی ہوتی ہے ۔ بڑھتے بڑھتے تین ماہ تک تام الخلقہ ہو جاتا ہے ۔ پھر روح حیوانی پیدا ہوتی ہے ۔ اس کے درمیان فرشتہ ہر چلّے پر اجازت طلب کرتا ہے ۔ یا رب ھذہ علقۃ اگر حکم ہوا تو فبہا ورنہ اسقاط کر دیتا ہے ۔ جب تین چلّے پورے ہو گئے تو پھر پوچھتا ہے یا رب یہ تام الخلقہ ہو گا یا نہ پھر تام الخلقہ کے مراتب مختلف ہیں اس کے بعد روح ڈالی جاتی ہے جس سے بہت تکلیف ہوتی ہے ۔ چنانچہ شیخ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ روح کے جسد میں ڈالنے سے ایسی تکلیف ہوتی ہے ۔ جیسے وزیر کو قید خانہ میں ڈالنے سے تکلیف ہوتی ہے مگر حکم ازلی ملنے سے کوئی چارہ کار نہیں ماں کے پیٹ میں بچے کی یہ حالت ہوتی ہے ۔ کہ سر گھٹنوں کے درمیان ہے ہاتھ پیر جکڑے ہوئے جس حالت پر انسان آج چار منٹ نہیں بیٹھ سکتا ۔ ماں کے پیٹ میں اس حالت پر راضی ہے ۔ دنیا میں آنے پر روتا ہے ۔ پھر بھی بول نہیں سکتا ۔ مرنے پر تو ہمیں تکلیف محسوس ہوتی ہے حالانکہ صوفیاء فرماتے ہیں ، کہ موت کے بعد روح کو زیادہ وسعت ملتی ہے ۔ اس وقت سے کہ جو جنین کو پیدائش کے بعد ہوتی ہے ۔ الحاصل جو مخلقہ ہو گا اس کی تتمیم کے لئے حیض کی ضرورت ہے اس حالت میں حیض نہیں آتا ۔ ایسی حالت میں جو خون نکلے وہ امام صاحبؒ کے نزدیک استحاضہ ہے اس مسئلہ میں امام بخاریؒ بھی امام اعظمؒ اور امام احمدؒ کے ساتھ ہیں ۔ امام شافعیؒ اسے حیض کہتے ہیں امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں ۔ تو امام بخاریؒ اس ترجمہ سے بتلانا چاہتے ہیں کہ جب مخلقہ کی تتمیم کی ضرورت ہے دم حیض اس پر صرف ہو گا ۔ خون آنا بند ہو جائے گا ۔ جو خون آئے وہ استحاضہ ہو گا مصنفؒ اس پر متنبہ کرنے کے لئے یہ ترجمہ قائم فرماتے ہیں جس سے امام صاحبؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب کی غرض شراح کے نزدیک آیت کی تفسیر کرنا ہے ۔ مگر اس وقت یہ مسئلہ کتب التفسیر کا بن جائے گا جس پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے

بیان فرمادیا۔ اور ابن بطالؒ کی رائے ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ حاملہ کو حیض آتا ہے یا نہیں، حنفیہؒ اور حنابلہؒ کہتے ہیں کہ نہیں آتا ہے۔ مالکیہؒ اور شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ آسکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے قول اوّل کی تائید فرمائی ہے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔ مگر اشکال یہ ہے کہ روایت میں حیض کے آنے یا نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ بچہ خواہ وہ تام الخلق ہو جو مخلقہ کے معنی ہیں یا ناقص الخلق ہو جو غیر مخلقہ کے معنی ہیں۔ تو اب جب پیدا ہوگا تو اس موقعہ پر جو خون آئے گا وہ دم نفاس ہوگا۔ اس لئے کہ بعد ولادتِ ولد جو خون آتا ہے وہ نفاس کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کیوں کہ ناقص بھی ولد کہلاتا ہے یارب نطفۃ یہ چالیس دن تک کہتا ہے پھر یارب علقۃ بھی چالیس دن تک کہتا ہے جب نطفہ علقۃ بن جاتا ہے اور جب علقۃ مضغہ بن جاتا ہے۔ تو اسی طرح چالیس دن تک یارب مضغۃ کہتا رہتا ہے۔ صوفیاء کرام نے چلہ کشی کو اسی سے مستنبط کیا ہے۔ کیونکہ ایک چلہ کے اندر تغیر ہو جاتا ہے اور تین چلے میں تکمیل خلقت ہو کر جان پڑ جاتی ہے اسی لئے تبلیغ والے بھی تین تین چلے لوگوں سے مانگتے ہیں کہ اس سے دین کی جان پڑ جائے گی اور علماء سے سات چلے کہ اس سے چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔ فیکتب فی بطن اُمّہ آدمی کی سعادت اور شقاوت ایک ورق یا تختی پر لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ الآیۃ ؎

پڑا سوتا تھا ملکِ عدم میں ❊ نہ پڑوں تھا دنیا کے غم میں، قالہ الشیخ مدنی

باب كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ۔

ترجمہ، حائضہ حج اور عمرہ کا احرام کیسے باندھے۔

حدیث نمبر ۳۰۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيُحْلِلْ وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ نَحْرُ هَدْيِهِ وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ قَالَتْ فَحِضْتُ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ أُهْلِلْ إِلَّا بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطَ وَأُهِلَّ بِالْحَجِّ وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ حَجَّتِي فَبَعَثَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ

فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَعْتَمِرَ مَکَانَ عُمْرَتِیْ مِنَ التَّنْعِیْمِ ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں ہمیں جناب نبی اکرم صلعم کے ہمراہ جانے کا اتفاق ہوا۔ ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اور بعض وہ تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا۔ جب ہم مکہ معظمہ میں پہنچے تو جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اور ھدی نہیں چلائی تھی وہ تو حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھ کر ھدی بھی چلائی تھی، وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ قربانی کا جانور ذبح کر کے حلال نہ ہو جائے، اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ وہ اپنے حج کو پورا کرے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حائضہ ہو گئی اور اس وقت تک حیض سے رہی یہاں تک کہ یوم عرفہ آ گیا اور میں نے تو صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو مجھے جناب نبی اکرم صلعم نے حکم دیا کہ میں سر کے بال کھول کے کنگھی کروں اور حج کا احرام باندھوں عمرہ چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا یہاں تک کہ میں حج سے فارغ ہو گئی۔ تو آپؐ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے عمرہ کی بجائے مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت نے بتلا دیا کہ غسل کر کے احرام باندھے اس سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حائض کے لئے ظاہر یہ کے نزدیک احرام کے واسطے غسل کرنا واجب ہے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک تنظیف کے لئے ہے۔ ظاہر یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس غسل سے پاکی تو حاصل نہیں ہوتی۔ لہٰذا جو امر فرمایا ہے وہ تعبدی ہوگا۔ لہٰذا غسل واجب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب غیر حائض کے لئے مستحب ہے تو حائض کے لئے بدرجہ اولیٰ مستحب ہوگا۔ یہ چوتھا باب ہے۔ جو کیف کے ساتھ شروع ہوا۔ اھلّ بالحج وانرک العمرۃ اس جملہ کو ذہن نشین کر لو کتاب الحج میں کام دے گا کیونکہ اس سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے۔

باب اِقْبَالِ الْمَحِیْضِ وَاِدْبَارِہٖ وَکُنَّ نِسَاءٌ یَبْعَثْنَ اِلٰی عَائِشَۃَ بِالدُّرْجَۃِ فِیْهَا الْکُرْسُفُ فِیْهِ الصُّفْرَۃُ فَتَقُوْلُ لَا تَعْجَلْنَ حَتّٰی تَرَیْنَ الْقَصَّۃَ الْبَیْضَاءَ تُرِیْدُ بِذٰلِکَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَیْضَۃِ وَبَلَغَ بِنْتَ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ نِسَاءً یَدْعُوْنَ بِالْمَصَابِیْحِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ یَنْظُرْنَ اِلَی الطُّهْرِ فَقَالَتْ مَا کَانَ النِّسَاءُ یَصْنَعْنَ هٰذَا وَعَابَتْ عَلَیْهِنَّ ۔

ترجمہ، حیض کا آنا اور جانا۔ مدینہ کی عورتیں حضرت عائشہ رضہ کے پاس وہ ڈبیہ بھیجا کرتی تھیں جس میں کپاس کا پنبہ ہوتا تھا جس میں خون کی زردی لگی ہوتی تھی۔ تو حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ جلدی نہ کرو جب تک چونے کی طرح سفید پانی نہ دیکھ لو۔ مقصد یہ تھا کہ جب تک حیض سے پاک نہ ہو جاؤ۔ اور حضرت زید بن ثابت رضہ کی بیٹی کو یہ خبر پہنچی کہ عورتیں آدھی رات کو چراغ منگا کر اپنے طہر کو دیکھتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ عورتوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے گویا کہ ان کے اس فعل کو معیوب سمجھا۔

حدیث نمبر ۳۰۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضہ استحاضہ میں مبتلا ہو گئیں تو اس کے بارے میں انہوں نے جناب نبی اکرم صلعم سے دریافت فرمایا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے۔ جب حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو اور جب چلا جائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اقبال کے معنی لغت میں آگے آنا اور ادبار کے معنے پیچھے جانا جیسا کہ خاقبل بھما و ادبر میں معلوم ہو چکا۔ اس میں اختلاف یہ ہے کہ اس کی حقیقت شرعیہ کیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقبال حیض کے معنی ایک خاص قسم کے خون مثلاً دم اسود کا آجانا۔ اور ادبار کے معنی اس دم اسود کا چلا جانا ہے اور وہ حضرات اسی اقبال و ادبار کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور سنن کی روایات میں وھو دم اسود یعرف وارد ہے اس سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ مگر وہ روایت ضعیف ہے۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ روایات اسی معنی میں نص نہیں ہیں۔ لہٰذا اس معنی پر اس کو حمل نہ کیا جائے اور جہاں وہ روایت آئے گی۔ وہاں تم کو اس کی توجیہ بھی معلوم ہو جائے گی حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ لون کا حیض کے اندر کوئی اعتبار نہیں۔ مدار ایام پر ہے۔ ان روایات کی بنا پر جن میں فاذا ذھب قدرھا ہے جیسے ابوداؤد اور نسائی میں ہے اور مالکیہؒ کے نزدیک حنفیہؒ کے بالمقابل صرف تمییز اور لون کا اعتبار ہے ایام کوئی چیز نہیں۔ ان روایات کی بنا پر جن میں لون کا ذکر ہے۔ اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جمعًا بین الروایات دونوں کا اعتبار ہے اس کے بعد جہاں کہیں لون اور ایام کے اندر اتفاق ہو جائے۔ وہاں ائمہ کے نزدیک مدت حیض میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ حنفیہ کے نزدیک ایام کی بنا پر مالکیہؒ کے نزدیک لون کی بنا پر اور

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں کی بنا پر لیکن جہاں کہیں اختلاف ہو جائے۔ تو حنابلہ ہمارے ساتھ ہیں شافعیہ مالکیہ کے ساتھ ہیں۔ لا تعجلن الخ اس سے بھی حنفیہؒ کی تائید اس پر ہوتی ہے کہ لون کا کوئی اعتبار نہیں قصہ بیضاء اس سفید پانی کو کہتے ہیں جو اختتام حیض کے بعد نکلتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روئی وغیرہ سے تری کو پاک کرے۔

باب لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلٰوةَ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ ترجمہ، حائضہ نماز کو قضا نہ کرے حضرت جابر بن عبداللہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ حائضہ نماز کو چھوڑ دے

حدیث نمبر ۳۱۰ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ حَدَّثَتْنِيْ مُعَاذَةُ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ اَتَجْزِيْ اِحْدَانَا صَلٰوتَهَا اِذَا طَهُرَتْ فَقَالَتْ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ قَدْ كُنَّا نَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَاْمُرُنَا بِهٖ اَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَلُهُ۔

ترجمہ، حضرت معاذہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضؓ سے کہا کہ ہم میں سے کسی ایک کو اس کی وہ نماز کافی ہو جائے گی جبکہ وہ پاک ہو جائے یعنی اسے قضا کرے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا تو حرور یہ ہے یعنی خارجیہ ہے۔ جن کے نزدیک حائضہ کو نماز بھی قضا کرنی چاہیئے۔ ہمیں حضرت نبی اکرم صلعم کے زمانہ میں حیض آتا تھا۔ لیکن آپؐ ہمیں قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔ یا انہوں نے فرمایا کہ ہم نماز قضا نہیں کیا کرتی تھیں۔ حرورا کوفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے جہاں پر خارجیوں کا پہلا اجتماع ہوا تھا

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ باب ترک الحائض الصوم میں شراح کا قول نقل کر چکا ہوں اور اپنی رائے بھی وہاں بیان کر دی ہے کہ چونکہ صلوٰۃ اور صوم احکام میں مختلف ہیں۔ اس لئے مصنفؒ نے الگ الگ باب باندھا۔ اور قضا صلوٰۃ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرج ہے اور صوم میں حرج نہیں ہے اور میری رائے یہ ہے کہ حیض صوم کے منافی نہیں ہے۔ بخلاف صلوٰۃ کے کہ وہ حیض کے منافی ہے اس لئے کہ صوم میں طہارت شرط نہیں ہے اور صلوٰۃ میں شرط ہے احروایة انت حضرت عائشہؓ نے احرورية انت کہہ کر اخارجية انت مراد لیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خوارج نئے نئے مسائل بتلاتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہ چیز قرآن میں نہیں یہ نہیں وہ نہیں اس لئے انہوں نے پوچھا کہ یہ جو نیا مسئلہ تو بتلا رہی ہے کیا تو خارجیہ ہے جن کے نزدیک حائضہ پر نماز کی قضا واجب ہے۔

باب النوم مع الحائض وهي في ثيابها۔

ترجمہ، حائضہ کے ساتھ سونا کیسا ہے جبکہ وہ اپنے حیض کے کپڑوں میں ہو۔

حدیث نمبر ۳۱۱ حدثنا سعد بن حفص الخ عن زینب بنت ابی سلمة حدثته ان ام سلمة قالت حضت وانا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمیلة فانسللت فخرجت منها فاخذت ثیاب حیضتی فلبستها فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انفست قلت نعم فدعانی فادخلنی معه فی الخمیلة قالت وحدثتنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبلها وهو صائم وکنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد من الجنابة۔

ترجمہ، حضرت زینب بنت ابی سلمہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ ایک منقش چادر میں تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ تو میں آہستہ سے کھسکی اور اس چادر سے نکل گئی اور اپنے حیض والے کپڑے لے کر پہن لئے تو جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تجھے حیض آگیا میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے مجھے بلا کر پھر اسی چادر میں اپنے ساتھ داخل کر دیا نیز حضرت ام سلمہؓ یہ بھی بیان فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم روزے کی حالت میں ان کو بوسہ دیا کرتے تھے اور یہ کہ میں اور جناب نبی اکرم صلعم جنابت سے ایک ہی برتن میں سے غسل کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ ابوداؤد شریف میں لم ندن یعنی ازواج مطہرات فرماتی ہیں کہ زمانہ حیض میں ہم حضور اکرم صلعم کے قریب نہیں جاتی تھیں۔ تو امام بخاریؒ نے ان پر رد فرمادیا۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ وہاں عدم دنو (قرب) ازواج مطہرات کی طرف سے تھا۔ اور حضور اکرم صلعم خود قریب کر لیتے تھے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب عورت کو حیض آتا تھا تو اس کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے اور شوہر کا قرب نہیں چاہتی۔

باب من اتخذ ثیاب الحیض سوی ثیاب الطهر۔

ترجمہ، باب اس عورت کے بارے میں جو طہر والے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے۔

حدیث نمبر ۳۱۲ حدثنا معاذ بن فضالة الخ عن ام سلمة قالت بینا انا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم مضطجعة فی الخمیلة حضت فانسللت فاخذت ثیاب حیضتی فقال انفست فقلت نعم فدعانی فاضطجعت معه فی الخمیلة۔

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اس اثنا میں کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ تو میں نے وہاں سے کھسک کر اپنے حیض کے کپڑے لے کر پہنے آپؐ نے فرمایا کیا تجھے حیض آگیا میں نے کہا ہاں تو آپ نے مجھے بلا کر اپنے ساتھ چادر میں لٹا لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اگر کوئی عورت حیض کے لئے دوسرا کپڑا بنالے تو کیا حکم ہے۔ امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرماتے ہیں کہ یہ اسراف میں داخل نہیں۔ فاخذت ثیاب حیضتی اس روایت کی وجہ سے میں نے باب هل تصلی المرأة میں لکھا تھا کہ چونکہ یہاں دو کپڑوں کی روایت ہے اور وہاں ایک کی ہے اس لئے امام بخاریؒ نے هل کے ساتھ ترجمہ باندھ دیا۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی رات کے لئے دوسرے کپڑے لے لے تو جائز ہے

باب شُهُوْدِ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى۔

ترجمہ، حائضہ کا عیدین کی نماز اور مسلمانوں کی دعوت میں حاضر ہونا اور عیدگاہ سے الگ رہنا۔

حدیث نمبر ۳۱۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا اَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ فَقَدِمَتِ امْرَاَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِيْ خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ عَنْ اُخْتِهَا وَكَانَ زَوْجُ اُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ غَزْوَةً وَقَالَتْ اُخْتِيْ مَعَهٗ فِيْ سِتٍّ قَالَتْ فَكُنَّا نُدَاوِيْ الْكَلْمٰى وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى فَسَاَلَتْ اُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلٰى اِحْدَانَا بَاْسٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ سَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بِاَبِيْ نَعَمْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهٗ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحُيَّضُ فَقَالَتْ اَلَيْسَتْ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا۔

ترجمہ، حضرت حفصہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم نوجوان عورتوں کو عیدین میں حاضر ہونے سے روکا کرتی تھیں چنانچہ ایک عورت بصرہ کے قصر بنی خلف میں مقیم ہوئی۔ اور اپنی بہن کی طرف سے حدیث بیان کی اور ان کی بہن کا خاوند جناب رسول اللہ صلعم کے ساتھ بارہ جنگوں میں شامل

ہو چکا تھا۔ اور میری بہن اس کے ساتھ چھ جنگوں میں شمولیت کی تھی کہ وہ خود فرماتی ہیں۔ کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی اور مریضوں کی خبر گیری کرتی تھیں تو میری بہن نے جناب نبی اکرم صلعم سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کسی پر گناہ ہے جبکہ اس کے پاس لمبی چادر نہ ہو تو وہ باہر نہ نکلے۔ تو آپؐ نے فرمایا اس کی سہیلی اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے پہنا دے اور امورِ خیر اور دعوت مؤمنین میں ضرور حاضر ہو۔ جب حضرت ام عطیہؓ تشریف لائیں تو میں نے ان سے پوچھا کیا آپؐ نے یہ جناب نبی اکرم صلعم سے سنا تھا۔ انہوں نے کہا میرا باپ آپؐ پر قربان ہوں ہاں میں نے سنا تھا۔ اور جب وہ حضور انور صلعم کا تذکرہ کرتی تھیں تو بابی کے الفاظ کہا کرتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے سنا وہ کہتے تھے کہ نوجوان اور پردہ دار اور حیض والی عورتیں بھی نکل کر امورِ خیر اور دعوت مؤمنین میں حاضر ہوں۔ البتہ حیض والی عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا کہ حیض والی عورتیں بھی تو انہوں نے فرمایا کہ کیا وہ عرفات و دیگر مقامات پر حاضر نہیں ہوتیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس اعتزال من المصلی کی وجہ کیا ہے۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ مصلی (عیدگاہ) مساجد کے حکم میں تو ہے نہیں مگر چونکہ حائضہ اور نفسا نماز نہیں پڑھیں گی اس لئے انہیں اندر جا کر قطع صفوف کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں دعوت المسلمین اور عیدین میں تکثیر سواد مسلمین و شرکت فی الدعوات کے لئے حاضر ہونا جائز ہے۔ اور دوسرے علماء کی رائے ہے کہ مصلیٰ چونکہ مساجد کے حکم میں ہے۔ اور حائضہ اور نفسا کے لئے مساجد میں جانا ممنوع ہے۔ اس لئے یہ اندر نہیں جا سکتیں عن انفنا ای تسوا بنا وعلی اهلنا باس الخ یعنی اگر ناداری کی وجہ سے کسی کے پاس جلباب نہ ہو۔ اور وہ پردہ کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے۔ حضور اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا لتلبسہا یعنی اس کی سہیلی اس کو چادر اڑھا دے۔ اس سے بدرجہ اولی معلوم ہو گیا۔ کہ حضور اقدس صلعم دوسرے کی چادر اوڑھ کر جانے کو فرما رہے ہیں۔ من جلبابھا اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کو اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا دیدے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسی اپنے کپڑے میں شریک کرلے جو خود اوڑھے ہوئے ہے۔ الا قالت بابی یہ لفظ چار طرح سے پڑھا گیا ہے۔ بابی الف کے ساتھ بیبی۔ ابدال الالف بالیا کے ساتھ۔ اور دو تو صورتوں میں ابدال یا ہمزہ کے الف کے ساتھ یعنی بابی۔ بیبی۔ بابا۔ بیبا۔ فقلت الحیض۔ حیض حائض کی جمع ہے۔ اور اس سے پہلے

ہمزہ استفہام ہے۔ الف تعریف کے ساتھ مل کر آ بالمد ہو گیا۔ الیست تشہد عرفۃ یعنی عرفہ وغیرہ میں حاضر ہو سکتی ہے۔ تو مصلی کی حاضری میں کیا اشکال ہے

باب اِذَا حَاضَتْ فِیْ شَھْرٍ ثَلَاثَ حِیَضٍ وَّمَا یُصَدَّقُ النِّسَآءُ فِی الْحَیْضِ وَالْحَمْلِ فِیْمَا یُمْکِنُ مِنَ الْحَیْضِ یَقُوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا یَحِلُّ لَھُنَّ اَنْ یَّکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ فِیْ اَرْحَامِھِنَّ وَیُذْکَرُ عَنْ عَلِیٍّ وَّشُرَیْحٍ اِنْ جَآءَتْ بِبَیِّنَۃٍ مِنْ بِطَانَۃِ اَھْلِھَا مِمَّنْ یُّرْضٰی دِیْنُہٗ اَنَّھَا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِیْ شَھْرٍ صُدِّقَتْ وَقَالَ عَطَآءٌ اَقْرَاءُ ھَا مَا کَانَتْ وَبِہٖ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ وَقَالَ عَطَآءٌ اَلْحَیْضُ یَوْمٌ اِلٰی خَمْسَۃَ عَشَرَ وَقَالَ مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ سِیْرِیْنَ عَنِ الْمَرْاَۃِ تَرَی الدَّمَ بَعْدَ قُرْئِھَا بِخَمْسَۃِ اَیَّامٍ قَالَ اَلنِّسَآءُ اَعْلَمُ بِذٰلِکَ۔

ترجمہ، باب اس عورت کے بارے میں جس کو ایک مہینہ میں تین حیض آئیں۔ اور ان امور کے بارے میں جن میں عورتوں کی بات کو سچا سمجھا جائے گا یعنی حیض اور حمل میں لیکن جہاں حیض ممکن ہو۔ بوجہ اللہ تعالی کے اس قول کے ترجمہ کہ عورتوں کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اس کو چھپائیں جو اللہ تعالی نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے۔ اور حضرت علیؓ اور شریح سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے خاندان کے اُن خواص میں سے جن کا دین پسندیدہ ہے اس بات کے گواہ پیش کر دے کہ ایک مہینہ میں اسے تین حیض آئے ہیں تو اس کی بات کو سچا سمجھا جائے گا۔ اس طرح حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ حیض جیسا بھی ہو۔ اس کی مدت مقرر نہیں ہے اور ابراہیم نخعی بھی اسی کے قائل ہیں اور عطاؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حیض کی مدت ایک دن سے لے کر پندرہ دن تک ہے اور معتمرؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے اس عورت کے بارے میں پوچھا کہ جو عورت اپنے حیض کے پانچ دن بعد خون دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے انہوں نے فرمایا کہ عورتیں ان معاملات کو ہم سے زیادہ جاننے والی ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ قلت اور کثرۃ ایام حیض میں امام بخاریؒ۔ امام مالکؒ کے ساتھ ہیں کہ اس کی کوئی تحدید نہیں کبھی کبھی تعیین ہو جاتی ہے۔ امام شافعیؒ اقل حیض یوم و لیلۃ اور اکثر خمسہ عشر کو قرار دیتے ہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک اقل مدت حیض تین دن تین رات ہے۔ اور اکثر مدت دس دن ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت یومین وشیئی من یوم ثالث۔ ثلاثۃ قروء میں قرء کے معنی اگر حیض کے

ہوں جیسے امام اعظمؒ اور امام احمدؒ لیتے ہیں۔ تو تین حیض ساٹھ دن سے کم میں نہیں ہوگا۔ اور اگر قرء کے معنی طہر کے ہوں جیسے امام شافعیؒ لیتے ہیں۔ تو ۳۳ دن ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک ۳۹ دن سے کم میں ثلثہ قروء پورے نہ ہوں گے۔ دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ امام بخاریؒ کے نزدیک چونکہ اقل حیض ایک ساعۃ بھی ہے۔ تو ثلاث ساعات میں اس کی تصدیق کی جائے گی۔ مگر جبکہ اس کا دعوای ممکن بھی ہو۔ یعنی حمل اور حیض میں جو اس کی عادت ہو۔ اس پر محمول کیا جائے گا اگر ممکن الوقوع نہ ہو۔ تو پھر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ مگر جبکہ اس کا دعوای ممکن بھی ہو۔ یعنی حمل اور حیض میں جو اس کی عادت ہو۔ اس پر محمول کیا جائے گا اگر ممکن الوقوع نہ ہو۔ تو پھر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ حضرت شریحؒ کوفہ کے قاضی تھے۔ بہت سمجھدار شخص ہیں حضرت عمرؓ کے عہد سے لے کر حجاج بن یوسف کے زمانہ تک قاضی کے عہدے پر فائز رہے ہیں اور اہل فارس کی ایک زمانہ میں یمن پر حکومت رہی ہے۔ جبکہ چند قیدیوں نے جاکر حبشیوں پر حملہ کیا تھا۔ اور فتح پائی تھی۔ قاضی بھی ان میں سے ہیں بطانۃ اندر کے کپڑے کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس اثر کے ثبوت میں کمزوری ہے اس لئے بذکر کہا گیا۔ اور قاضی شریحؒ کے فیصلے نہایت حیرت انگیز ہوتے تھے۔ خال عطاء اقراؤھا ما کانت یہ اقوال تابعین امام اعظمؒ پر حجۃ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ امام صاحبؒ کے پاس روایات ہیں جن کو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے نقل کیا ہے۔ اگرچہ وہ ضعف سے خالی نہیں۔ مگر تعدد طرق سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہیں۔ اس لئے امام صاحب اقل حیض ثلثہ ایام واکثرھا عشرۃ ایام کے قائل ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب میں اصل جملہ وما یصدق النساءُ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس چیز کا باب ہے جس کے اندر عورتوں کی بات کی تصدیق کی جاتی ہے۔ حیض اور حمل کے بارے میں مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت کسی ایسی بات کا دعوای کرے جو اس سے معلوم ہو سکتی ہے۔ مثلاً حیض یا حمل اور اس کا دعوای اس کی تکذیب نہ کرتا ہو۔ تو اس کا قول اس میں معتبر ہوگا لیکن اس سے پہلے اذا حاضت فی شھر ثلث حیض ذکر فرما دیا۔ اس کے مہتم بالشان اور کثیر الاختلاف ہونے کی بنا پر چونکہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی عورت یہ کہے کہ مجھ کو ایک ہی ماہ میں تین حیض آ گئے تو اب اس کا قول معتبر ہوگا یا نہیں۔ امام بخاریؒ کی رائے ہے کہ معتبر ہوگا اس لئے اس کو ذکر فرما دیا۔ اب ائمہ اربعہ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ وہ اقل مدت کون سی ہے جس کے اندر اگر عورت انقضاء عدت کا دعوای کرے تو اس کا قول معتبر ہوگا۔ امام احمدؒ سے مشہور یہ ہے کہ ۲۸ دن اور دو لحظے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک تیس دن اور چار لحظات ہیں اور امام شافعیؒ

کے نزدیک ۳۲ دن اور لحظتیں ہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک ۶۰ دن ہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک ۳۹ دن ہیں اور یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ اقل مدت حیض اور اکثر مدت حیض کیا ہے۔ اور اقل مدت طہر کیا ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک اقل مدت حیض ایک دن ہے۔ اور اکثر پندرہ دن ہے۔ اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک اقل مدت حیض کچھ نہیں ایک لحظہ بھی ہو سکتا ہے اور اقل مدت طہر امام احمدؒ کے نزدیک تیرہ دن ہے۔ اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک پندرہ دن ہیں تو جب امام احمدؒ کے نزدیک اقل مدت حیض ایک دن ہے۔ اور اقل مدت طہر تیرہ دن ہے تو اب انقضائے عدت کی اٹھائیس دن اور لحظتین کے اندر یہ صورت ہوگی کہ ایک لحظہ وہ طہر جس کے اندر طلاق دی۔ اور پھر ایک دن اقل مدت حیض اور پھر تیرہ دن اقل مدت طہر مجموعہ چودہ دن اور ایک لحظہ ہو گیا۔ پھر ایک دن اقل حیض اور تیرہ دن اقل طہر اور ایک لحظہ حیض کا۔ جس کے اندر وہ طہر ختم ہوا۔ یہ بھی چودہ دن اور ایک لحظہ ہو گیا۔ مجموعہ اٹھائیس دن اور دو لحظات ہو گئے۔ اور چونکہ ان کے نزدیک عدت بالاطہار ہوگی۔ لہٰذا ایک لحظہ طہر جس کے اندر طلاق دی۔ اور اس کے بعد تیرہ دن ایک دن کا فاصلہ دے کر اور پھر تیرہ دن درمیان میں ایک دن کا فاصلہ دے کر مجموعہ تین طہر ہو گیا۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک تیس دن اور اربع لحظات اس طرح ہوں گے کہ ایک لحظہ طہر جس میں طلاق دی۔ پھر ایک لحظہ حیض ایک دن کی بجائے جو حنابلہ کے یہاں ہے۔ اور پھر پندرہ دن اقل طہر اور پھر ایک لحظہ حیض پھر پندرہ دن طہر پھر ایک لحظہ حیض جس کے اندر طہر ثالث ختم ہوا۔ پندرہ پندرہ مل کر تیس ہو گئے جو اقل طہر ہیں اور ایک لحظہ اقل طہر کا جس کے اندر طلاق دی ہے اور تین لحظات حیض کے مجموعہ تیس دن اربع لحظات ہو گیا اور شوافعؒ چونکہ اقل طہر میں مالکیہؒ کے ساتھ ہیں۔ اور اقل حیض میں حنابلہ کے ساتھ اس لئے پندرہ و پندرہ دو طہر ہو کر تیس یوم ہو گئے! اور دو دن درمیان میں حیض کے اب سب مجموعہ ۳۲ ہو گیا۔ اور ایک لحظہ طہر جس کے اندر طلاق دی۔ اور ایک لحظہ حیض جس کے اندر طہر ثالث ختم ہوا۔ اب مجموعہ ۳۲ دن اور دو لحظات ہو گئے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ عدت بالحیض ہوگی۔ اور اقل مدت حیض تین دن اور اقل مدت طہر پندرہ دن ہیں لہٰذا تین حیض کے مجموعہ ایام نو دن ہو گئے۔ اور درمیان میں دو طہر پندرہ پندرہ دن کے یہ تیس ہو گئے اس طرح اب مجموعہ ۳۹ دن ہو گئے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ دونوں جانب اقل ہی مراد لیا جائے طہر کے اندر بھی اور حیض کے اندر بھی۔ بلکہ ایک طرف اگر اقل ہوگا تو دوسری طرف اکثر چونکہ اکثر طہر کی کوئی حد نہیں اس لئے اکثر حیض لیں گے۔ چونکہ عدت بالحیض ہے لہٰذا تین حیض اکثر مدت کے اعتبار سے ۳۰ دن ہو گئے

کیونکہ اکثر مدت حیض دس دن ہے۔ اور درمیان میں دو اقل طہر کے تیس دن ہو گئے۔ اب کل مجموعہ ساٹھ ہو گیا۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام بخاریؒ نے جو ایک ماہ کے اندر انقضائے عدت کو بیان فرمایا ہے۔ وہ حنابلہ اور مالکیہ کے مذہب پر تو صادق آئے گا۔ لیکن حنفیہ اور شافعیہ کے مذہب پر ایک ماہ کے اندر انقضاء عدت نہیں ہو سکتا۔ بقول اللہ تعالیٰ ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھنؔ آیت شریفہ سے ان عورتوں کے قول کے معتبر ہونے پر استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مافی الارحام کے کتمان کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اگر ان کے قول کا اعتبار ہی نہ ہوتا۔ تو اس کے کتمان کی تحریم کا کیا فائدہ خواہ وہ کتمان کریں یا ظاہر کریں۔ قال عطاء اقراءھا ما کانت یعنی ہم کوئی مدت مقرر نہیں کر سکتے جو اس کو آتا ہو وہی اس کا حیض ہے۔ چاہے جتنے دن بھی آتے۔ الحیض یوم الی خمسۃ عشر یعنی اقل ایک دن ہے، اور اکثر پندرہ دن ہیں قال النساءؔ اعلم بذالک یعنی پانچ دن بھی ہو سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۱۴ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ اَبِیْ حُبَیْشٍ سَاَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّیْ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْھُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوۃَ فَقَالَ لَا اِنَّ ذٰلِکِ عِرْقٌ وَّلٰکِنْ دَعِی الصَّلٰوۃَ قَدْرَ الْاَیَّامِ الَّتِیْ کُنْتِ تَحِیْضِیْنَ فِیْھَا ثُمَّ اغْتَسِلِیْ وَصَلِّیْ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیشؓ نے جناب نبی اکرم صلعم سے دریافت کیا کہ میں مستحاضہ ہوں پاک نہیں رہ سکتی کیا میں نماز چھوڑ دوں آپؐ نے فرمایا نہیں یہ تو رگ کا خون ہے لیکن تو اتنے دنوں کی مقدار نماز کو چھوڑ دے جتنے دن تجھے حیض آیا کرتا تھا پھر غسل کر کے نماز پڑھ لے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، دعی الصلوٰۃ قدر الایام الخ یہ جملہ حنفیہ کی تائید ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک عادت معتبر ہے، رنگ اور تمیز کا کوئی اعتبار نہیں یہ روایت ان کے خلاف ہے۔ جس روایت میں اقبال و ادبار آتا ہے اس سے تمیز کے قائلین استدلال کرتے ہیں کہ اقبال سے مراد یہ ہے کہ رنگ ممتاز ہو جائے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ نسائی میں کثرت سے روایات ہیں جو عادت کے اعتبار پر دلالت کرتی ہیں۔

باب الصُّفْرَۃِ وَالْکُدْرَۃِ فِیْ غَیْرِ اَیَّامِ الْحَیْضِ

ترجمہ، ایام حیض نہ ہوں اس میں خون میں زردی اور مٹیالے پن کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۵ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ قَالَتْ کُنَّا لَا نَعُدُّ

الْكُدُرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ام عطیہ رضہ فرماتی ہیں کہ ہم میلا پن اور زردی کو کچھ بھی اعتبار نہیں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ ماسبق میں حضرت عائشہ رضہ کا قول حتی ترین القصۃ البیضاء گذر چکا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر رنگ لون حیض ہو۔ وکنا لا نعد الکدرۃ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیض کا لون نہیں ہے لہٰذا امام بخاریؒ نے دونوں کی جمع کی طرف اشارہ فرمادیا۔ جیسا کہ ان کا طریقہ ہے کہ روایات مختلفہ کو ترجمہ سے جمع فرماتے ہیں، تو یوں جمع فرمایا کہ کدرۃ اور صفرۃ کا اعتبار نہ کرنا یہ غیر ایام حیض کے اندر تھا۔ اور حتی ترین القصۃ الخ یہ ایام حیض کے اندر ہے تو حدیث باب سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تمیز لون وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ بلکہ عادت کا اعتبار ہوگا جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔

باب عِرْقِ الْاِسْتِحَاضَةِ

ترجمہ، استحاضہ رگ کا خون ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ اُسْتُحِيْضَتْ سَبْعَ سِنِيْنَ فَسَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ هٰذَا عِرْقٌ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضہ حضور اقدس صلعم کی زوجہ محترمہ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضہ سات سال تک استحاضہ میں مبتلا رہیں۔ تو انہوں نے اس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کرتی رہے اور فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے پس وہ نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ استحاضہ بگڑا ہوا حیض ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ رگ کا خون ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں بلکہ استحاضہ اس رگ سے متعلق ہے جو رحم کے اندر لگی ہوئی ہوتی ہے

باب الْمَرْاَةِ تَحِيْضُ بَعْدَ الْاِفَاضَةِ۔

ترجمہ، طواف افاضہ کے بعد عورت کو حیض آجائے تو اس کا کیا حکم ہے

حدیث نمبر ۳۱۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ صَفِيَّةَ

بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ فَقَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاخْرُجِيْ . (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہ رض زوج النبی صلعم سے مروی ہے انہوں نے جناب رسول اللہ صلعم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ حضرت صفیہ بنت حیی رض کو حیض آچکا ہے جس پر آپ نے فرمایا کہ شاید وہ ہمیں واپس جانے سے روک دے گی۔ کیا اس نے تمہارے ساتھ طواف زیارت نہیں کیا تھا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں یعنی وہ طواف زیارت کر چکی ہے۔ آپ نے فرمایا اب سفر کے لئے نکلو۔

حدیث نمبر ۳۱۸ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا حَاضَتْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِيْ أَوَّلِ أَمْرِهِ إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ تَنْفِرُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ .

حضرت ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباس رض سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حائضہ کو طواف زیارت کے بعد جب وہ حائضہ ہو جائے تو اس کو مکہ سے کوچ کرنے کی رخصت دی گئی ہے، حضرت ابن عمر رض پہلے یہ فرماتے تھے کہ اسے کوچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ پھر میں نے ان سے سنا وہ فرماتے تھے کہ وہ کوچ کر سکتی ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلعم نے ان کو اجازت دی ہے

تشریح از شیخ مدنی ؒ۔ طواف افاضہ اور طوافِ وداع الگ الگ طواف ہیں، طوافِ قدوم تو تحیۃ المسجد کے درجہ میں ہے اور طوافِ وداع آفاقی کے لئے گھر لوٹتے ہوئے واجب ہے اور طواف قدوم سنت ہے۔ اور طوافِ زیارت جو دسویں ذوالحجہ سے بارھویں تک ہوتا ہے۔ یہ آفاقی اور غیر آفاقی دونوں کے لئے فرض ہے۔ اگر یہ طواف افاضہ کسی نے نہیں کیا۔ تو بالاتفاق طوافِ افاضہ کے لئے ٹھہرنا پڑے گا۔ غیر حائضہ کے لئے بارھویں تک تاریخ مقرر ہے اور حائضہ اس کے بعد طہر میں ادا کر سکتی ہے۔ اگر کسی نے طوافِ وداع نہیں کیا۔ تو جمہور فرماتے ہیں کہ اس کے لئے انتظار ضروری نہیں بعض صحابہ رض کو اس کا علم نہیں تھا۔ جیسے ابن عمر رض وہ طوافِ زیارت کی طرح اس کے لئے طہر کے انتظار کا حکم دیتے تھے جب علم ہو گیا تو اس کے قائل نہ رہے۔

تشریح از شیخ زکریا، یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہے یہاں بحیثیت حیض کے ذکر فرما دیا۔ یہ مسئلہ صحابہ کے درمیان مختلف رہ چکا ہے۔ ایک جماعت جن میں ابن عمر رض وغیرہ ہیں کی رائے یہ تھی کہ اگر عورت کو طوافِ

افاضہ کے بعد حیض آجائے۔ تو اس کو طوافِ صدر جو کہ واجب ہے۔ اس کے لئے ٹھیرنا ہوگا۔ اور جمہور کا مذہب حضرت صفیہؓ والی روایت کی بنا پر یہ ہے کہ اس کو بلا طواف صدر کئے رجوع جائز ہے۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ لعلها تحبسنا اس لئے کہ اس کی وجہ سے مجھے رکنا پڑے گا، اور میری وجہ سے سارے لوگ رک جائیں گے۔

باب إِذَا رَأَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ وَلَوْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّيَأْتِيْهَا زَوْجُهَا إِذَا صَلَّتْ اَلصَّلٰوةُ أَعْظَمُ۔

ترجمہ، باب ہے کہ جب مستحاضہ انقطاعِ حیض کے بعد طہر دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ دن کی ایک گھڑی ہی میں بھی طہر دیکھے اور جب وہ نماز پڑھ لے تو اس کا خاوند اس سے ہمبستری کر سکتا ہے۔ کیونکہ نماز تو اعظم ہے۔ وطی اس سے کم درجہ ہے وہ بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔

حدیث نمبر ۳۱۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا، جب حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو، اور جب چلا جائے تو اپنے سے خون دھو کر نماز ادا کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے صرف اتنا ذکر فرما دیا آگے حکم کوئی نہیں لگایا۔ اب یا تو اس سے رد کرنا ہے ان لوگوں پر جو طہر کی کوئی حد مقرر کرتے ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ جب طہر دیکھ لے تو وہ پاک ہے چاہے کتنی قلیل مدت کیوں نہ ہو، اور اس کے لئے طاہرات کے احکام ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں امام بخاریؒ ائمہ اربعہؒ سے الگ ہو جائیں گے۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ امام بخاریؒ مالکیہؒ پر رد فرما رہے ہیں۔ کیونکہ مالکیہؒ کے یہاں مسئلہ استظہار (طہارت حاصل کرنا) ہے تین دن یا پانچ دن یا سات دن عادت پر زیادہ لگاتے ہیں، امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں جب طہر دیکھ لیا تو بس وہی طہر ہے۔ قال ابن عباسؓ تغتسل وتصلی ولو ساعۃ الخ قول اول پر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ ایک ساعۃ طہر ہو۔ وہ طہر ہے اس کے اندر نماز پڑھے اور غسل کرے اور میرے قول پر مطلب یہ ہے کہ اگر ایک ساعۃ طہر دیکھے تو وہ طہر استظہار (طہارت حاصل کرنا) کچھ نہیں ویأتیہا زوجہا۔ یہ دوسرا مسئلہ ہے حنابلہ کے نزدیک مستحاضہ سے وطی جائز نہیں گو وہ نماز پڑھ سکتی ہے کیونکہ نماز اہم ہے

اور جمہور کے نزدیک جب نماز پڑھ سکتی ہے. تو اس کے ساتھ وطی بھی کی جاسکتی ہے. کیونکہ نماز تو اعظم ہے تو جب اعظم جائز ہے تو وطی جو ادنیٰ ہے وہ بھی جائز ہوگی۔

باب الصَّلٰوةُ عَلَى النُّفَسَاءِ وَ سُنَّتِهَا۔

ترجمہ، نفاس والی عورت کا جنازہ کیسے پڑھا جائے اور اس کا سنت طریقہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۲۰ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ سُرَیْجِ الخ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ امْرَاَةً مَاتَتْ فِیْ بَطْنٍ فَصَلّٰی عَلَیْهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اَوْسَطَهَا۔

ترجمہ، حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت وضع حمل میں مرگئی تو جناب نبی اکرم صلعم نے اس کا جنازہ اس طرح پڑھا کہ اس کے درمیان قیام فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنی رح حائضہ اور نفسا اگر مرجائیں. تو چونکہ وہ پاک نہیں تھیں خدشہ تھا کہ ان پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے. مگر آپؐ نے نماز جنازہ پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ ان کی یہ نجاست نجاستہ حکمیہ ہے ماتت فی بطن یہ محاورہ ہے جو ماتت فی الولادت کی جگہ بولا جاتا ہے۔

باب حدیث نمبر ۳۲۱ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَا تُصَلِّیْ وَهِیَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ عَلٰی خُمْرَتِهٖ اِذَا سَجَدَ اَصَابَنِیْ بَعْضُ ثَوْبِهٖ

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن شداد سے مروی ہے. کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضو سے سنا کہ وہ حائضہ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتی تھیں وہ حضور اکرم صلعم کی سجدہ گاہ کے بالمقابل فرش پر لیٹی ہوئی تھیں جبکہ جناب نبی اکرم صلعم اپنی چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے، جب آپؐ سجدہ کرتے تو آپؐ کے کپڑے کا حصہ مجھے لگتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی رح اس باب کو بلا ترجمہ لائے، جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جیسے نفسا کی نجاست حکمیہ ہوتی ہے. ایسے حائضہ کی نجاستہ بھی حکمیہ ہوتی ہے. یہی وجہ ہے کہ حائضہ کے قریب ہونے کے باوجود آپؐ کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑا تو معلوم ہوا کہ حائضہ پر بھی نفسا کی طرح نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ: امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ چونکہ نفسا خود نماز نہیں پڑھتی اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ مرجائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ اپنے ناپاک ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتی۔ لیکن اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ رففا مروسطها یہ مسئلہ کہ امام میت کے کس حصہ کے مقابل کھڑا ہو۔ سر کے مقابل۔ یا سینے کے یا وسطها عجز (سرین) کے مقابل اس پر امام بخاریؒ مستقل کتاب الجنائز میں ص ۱۷۷ پر باب ابن یقوم من المرأۃ والرجل منعقد فرمائیں گے بہرحال یہاں وسط میں کھڑے ہونے کو ثابت فرمایا۔

باب یہ باب بلا ترجمہ ہے شراحؒ کی رائے یہ ہے کہ سنن کی روایت ہے تقطع الصلوٰۃ المرأۃ والکلب والحمار والحائض لہٰذا امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں کہ حائض قطع صلوٰۃ نہیں کرتی اس لئے کہ اس کا لیٹا رہنا اور گزرجانا برابر ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ غرض نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ مسئلہ ابواب السترہ کا بن جائے گا۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے صلوٰۃ الجنازہ علی الحائض ثابت فرمارہے ہیں کہ چونکہ نفسا اور حائض کے احکام یکساں ہیں اس لئے جیسے نفسا پر صلوٰۃ الجنازہ جائز ہے اسی طرح حائضہ پر بھی کیونکہ بحالت نجاستہ مصلی کے سامنے پڑے رہنا اور میت حائض کا پڑا رہنا برابر ہے بعض تو یہ اس جگہ سے غایت قرب بیان کررہی ہیں۔ اس باب کی آخری حدیث پر ہے کہ حضرت میمونہؓ سامنے لیٹی رہتی تھیں تو اس سے موت کی طرف اشارہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کِتَابُ التَّیَمُّمِ

وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا (الآیۃ)

اگر پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔

حدیث نمبر ۳۲۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِالْبَیْدَآءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَیْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّیْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَ اَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَاصَنَعَتْ عَآئِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِىْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ فَعَاتَبَنِىْ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعَنُنِىْ بِيَدِهٖ فِىْ خَاصِرَتِىْ فَلَا يَمْنَعُنِىْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَآءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَاهِىَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَآ اٰلَ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِىْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَاَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ ـ

ترجمہ ، حضرت عائشہ رضہ زوج النبی صلعم فرماتی ہیں ہم لوگ جناب رسول اللہ صلعم کے ساتھ کسی سفر میں نکلے جب ہم بیدار یا ذات الجیش تک پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا تو جناب رسول اللہ صلعم اور دوسرے لوگ آپ کے ساتھ اس کی تلاش کے لئے رک گئے جبکہ وہ کسی پانی کے چشمے پر نہیں تھے۔ پس لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے پاس پہنچے اور انہیں کہا کہ کیا آپ نے حضرت عائشہ رضہ کی کارستانی نہیں دیکھی کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلعم کو اور دوسرے لوگوں کو ایسی جگہ رکنے پر مجبور کر دیا ہے کہ جہاں نہ تو کوئی پانی کا چشمہ ہے اور نہ ہی خود ان کے پاس کچھ پانی ہے۔ تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے مجھ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور وہ وہ کلمات کہے جو اللہ تعالیٰ نے چاہے اور وہ مجھے اپنے ہاتھ کے ساتھ میری کوکھ میں چوک دیتے تھے۔ اور مجھے حرکت کرنے سے اور کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔ سوائے اس کے جناب رسول اللہ صلعم میری ران پر آرام فرماتے تھے۔ تو جب حضور رسول اکرم صلعم صبح کو اٹھے تو پانی موجود نہیں تھا پس اللہ تعالیٰ بلند و برتر نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ جس پر لوگوں نے تیمم کر کے صبح کی نماز ادا کی اس پر حضرت اسید بن حضیر رضہ بول پڑے کہ اے خاندان ابوبکر رضہ یہ آپ کی کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں جس اونٹ پر میں سوار تھی جب ہم نے اس کو کھڑا کیا تو ہمیں وہ ہار مل گیا جو اس اونٹ کے نیچے تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یمّ کے معنی لغت میں قصد کرنے کے آتے ہیں۔ اور حجّ کے معنی بھی قصد کے ہیں لیکن اس حج سے مراد قصدالی معظم الشئی ہے۔ چونکہ تیمم کے لغوی معنی کے اندر نیت وقصد داخل ہے اس لئے اگرچہ حنفیہ وضو میں نیت کو شرط نہیں مانتے مگر تیمم میں نیت ضروری مانتے ہیں۔ کیونکہ معنی شرعی کے اندر معنی لغوی ملحوظ ہوا کرتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ پانی ذات طہارت کے لئے موضوع ہے بخلاف مٹی کے کہ اس سے بجائے طہارت کے اور تلویث ہوتی ہے۔ لہٰذا مٹی سے طہارت حاصل کرنے کے لئے نیت شرط ہے۔ تیمم نیت تمام ائمہ کے یہاں شرط ہے۔ البتہ امام اوزاعیؒ سے عدم اشتراط منقول ہے۔ قول اللہ فلم تجدوا ماءً فتیمموا الخ امام بخاریؒ آیت کریمہ سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں فنزلت آیۃ التیمم مذکور ہے اور آیت کی کوئی تعیین وارد نہیں ہے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں یہ آیت ذکر فرما کر تنبیہ فرمادی۔ کہ آیت التیمم کا مصداق یہ آیت المائدہ ہے۔ اور وجہ اس تفسیر کی یہ ہے کہ دو آیتوں میں تیمم کا ذکر ہے۔ ایک سورۃ نسا میں دوسرے سورۃ مائدہ میں اور دونوں آیتوں کو آیت التیمم کہتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں اس لئے کہ پھر مسئلہ کتاب التفسیر کا ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت میں صعید طیب جو مذکور ہے۔ حدیث الباب سے اس کی تفسیر فرمانا مقصود ہو۔ مگر یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ صعید طیب کا باب ص۴۹ پر آرہا ہے اب میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ ابتداء کتاب میں مبدء حکم کی طرف اشارہ فرمایا کرتے ہیں یہاں بھی تیمم کی ابتداء کی طرف اشارہ فرما دیا کہ تیمم کی ابتداء اس وقت ہوئی جبکہ یہ آیت نازل ہوئی۔ تیمم کی ابتداء یا تو ۵ھ یا ۶ھ میں غزوہ بنوالمصطلق میں ہوئی۔ اور بعض علماً کی رائے ہے۔ کہ چونکہ حدیث کے اندر فنزلت آیۃ التیمم ہے تو امام بخاریؒ نے آیت ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ آیۃ التیمم سے مراد یہ آیت شریفہ ہے، یہاں فتیمموا کے بعد الآیۃ لکھ دیا اور پھر صعیدا طیبًا ذکر فرمایا حالانکہ وہ خود ہی آیت میں داخل ہے۔ اس کی وجہ اختلاف نسخ ہے۔ اس وجہ سے ن کی علامت بھی بنی ہوتی ہے۔ ق بعض اسفارہ یہ غزوہ بنو المصطلق ہے یا لبیدا او بذات الجیش یہاں شک کے ساتھ ہے۔ اور بعض روایات میں صرف بیداء کا ذکر ہے۔ اور بعض میں صرف ذات الجیش کا اور بعض روایات میں اولات الجیش ہے اب یہاں اشکال یہ ہے کہ یہ آبادیوں یا پانی کے نام ہیں کیونکہ جس جگہ پانی ہوتا ہے۔ آبادی وہیں ہوتی ہے پھر لیسوا علی ماء کا کیا مطلب اس کا جواب یہ ہے کہ مقام نزول یہ آبادیاں نہیں تھیں بلکہ کہیں راستے میں وقتی طور پر نزول ہو گیا تھا۔ اور یہ امکنہ کے قریب تھے

کسی نے ایک جگہ کا ذکر کر دیا کسی نے دوسری جگہ کا ذکر کر دیا۔ اختلاف ذکر الامکنہ کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ وقال ماشاء اللہ ان یقول اولاً تو قولاً عتاب کیا۔ اور جو کچھ منہ میں آگیا کہنے گئے۔ اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ہاتھ سے بھی عتاب کیا۔ اور کمر میں ٹوک مارا۔ فلا یمنعنی من التحرک یعنی میں حضور اکرم صلعم کی وجہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی، اس ڈر سے کہ کہیں بیدار نہ ہو جائیں اور ابو بکرؓ کو غصہ میں دیکھ کر خود بھی غصہ فرمانے لگیں، ما ھی باول برکتکم آل کہاں تو شکایت کرتے پھرتے تھے۔ اور جب ایسی آسانی دیکھی تو تعریف کرنے لگے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سہولت کی یہ صورت اس واقعہ کے ساتھ تو کوئی خاص نہ تھی بلکہ اس کے علاوہ بھی اور کوئی صورت پیش آسکتی تھی۔ لیکن انہوں نے جب یہ آسانی دیکھی تو خوش ہوئے اور تعریف کی۔

حدیث نمبر ۳۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّۃً وَّبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضہ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو میرے سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی ایک تو یہ ہے کہ میری مہینہ بھر کی مسافت کے رعب سے مدد کی گئی۔ اور تمام روئے زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ اور طہارت قرار دیا گیا پس میری امت کے جس آدمی کو جہاں نماز پڑھنے کی جگہ مل جائے وہاں پر پڑھ لے اور میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا جو میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا۔ اور مجھے شفاعت کبریٰ کا اعزاز بخشا گیا۔ اور پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور مجھے عام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ لم یعطھن احد قبلی یہ پانچ اشیاء میرے خصائص میں سے ہیں۔ نصرت بالرعب یہاں اشکال یہ ہے کہ جب ایک ماہ کی مسافت سے رعب چھا جاتا تھا تو کفار قتال کرنے کے لئے کیوں چلے آتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قلبی تاثر اور چیز ہے۔ جوش اور جذبہ اور چیز ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے کفار قتال کرنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر ان کو ان کی عورتیں عار دلاتی تھیں اس لئے وہ لوگ مجبور ہو کر میدان میں اترتے تھے جعلت لی الارض مسجدا و طھورا بخلاف امم سابقہ کے کہ

ان کے واسطے صرف ان کے معابد میں ہی عبادت جائز تھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ ان کے واسطے ساری زمین مسجد وطہور تھی۔ اس صورت میں یہ حضرت عیسٰیؑ کے خصائص میں سے ہوگا نہ کہ ان کی امت کا خصیصہ ہوگا واحلت لی المغانم امم سابقہ کے اندر یہ قاعدہ تھا۔ کہ مال غنیمت کو جمع کیا جاتا تھا۔ اور آگ آکر اس کو کھا لیا کرتی تھی یہی دلیل قبولیت کی تھی و بعثت الی الناس عامۃ اور حضرت نوح کی بعثت عام تھی اس حیثیت سے کہ ایک ہی امت وہاں تھی۔

نوٹ: - اس حدیث میں خمسا کی قید احترازی نہیں علامہ سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں نبی اکرم صلعم کی تمام خصوصیات جمع کر دی ہیں جو اب طبع بھی ہو گئی ہے۔ اعطیت الشفاعۃ یہاں شفاعت سے شفاعت کبریٰ مراد ہے کیونکہ اور انبیاً علیہم السلام بھی شفاعت کریں گے۔ انقطع عقد لی حضرت عائشہ رضہ نے اپنی بہن اسماء رضہ سے ہار مستعار لیا تھا۔ اور یہ دو مرتبہ مستعار لیا گیا جو دونو مرتبہ سفر میں گم ہو گیا۔ ایک مرتبہ غزوۂ بنی المصطلق میں اور دوسری مرتبہ قصہ افک میں۔

باب اِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً وَّ لَا تُرَابًا۔

ترجمہ، جبکہ سفر میں نہ تو پانی ملے اور نہ ہی مٹی دستیاب ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۳۴ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى الخ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَصَلَّوْا فَشَكَوْا ذٰلِكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِينَهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضہ سے ہار مستعار لیا جو گم ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلعم نے ایک آدمی تلاش کے لیے بھیجا جسے اس حال میں وہ ڈھونڈھ لایا کہ مسلمانوں کو نماز کے وقت نے پا لیا۔ جبکہ ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ پھر اس بات کا شکوہ جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ تو حضرت اسید بن الحضیر رضؓ نے حضرت عائشہ رضہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اللہ کی قسم جب بھی آپ پر کوئی مصیبت پڑی جس کو آپ ناپسند کرتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے اس میں بھلائی پیدا کر دی

تشریح از شیخ مدنی رحؒ یہ فاقد الطہورین کا مسئلہ ہے جس کے بارے میں امام شافعیؒ کی چار روایتیں ہیں (۱) کہ وہ نماز کو مؤخر کرے جس وقت طہور ملے اس وقت نماز پڑھے امام اعظمؒ بھی یہی فرماتے ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ اس وقت بلا وضو نماز پڑھ لے جب احد الطہورین دستیاب ہو تو پھر اعادہ کرے۔ یہی قول امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس وقت واجب ہے کہ بلا وضو نماز پڑھے اور پھر قضا کرے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس وقت بلا وضو پڑھنا واجب ہے قضا واجب نہیں یہی قول امام مزنیؒ کا ہے اور بھی حضرات اسے لیتے ہیں حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ طہارت شرطِ صلوٰۃ ہے۔ بغیر شرط کے مشروط کا تحقق کیسے ہوگا۔ امام محمدؒ سے تین روایتیں ہیں، ایک امام صاحبؒ کی طرح۔ دوسری امام ابو یوسف کی طرح اور تیسری امام مزنی اور نوویؒ کی طرح مصنفؒ بھی امام مزنیؒ کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب اشکال یہ ہے کہ یہاں تو تراب (مٹی) موجود ہے تو پھر فاقد الطہورین کا حکم کیسے معلوم ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی تک تیمم کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے جب پانی نہ ہوا تو گویا کہ تراب بھی نہیں ہے۔ اور صلوٰۃ کے لفظ سے استدلال کیا ہے۔ کہ ان لوگوں نے جب بلا وضو نماز پڑھ لی تو آپؐ نے ان پر کوئی نکیر نہ فرمائی۔ بلکہ اسی پر اکتفا کر لیا گیا۔ اگر اشکال ہو کہ پہلی روایت میں تھا کہ ہار اونٹ کے نیچے سے ملا۔ اور یہاں فوجدھا ہے تو جواب یہ ہوگا کہ وجدھا تحت بعیر یا وجدھا بعد ما رجع تحت البعیر۔ اونٹ کے نیچے ہار کو پا لیا یا لوٹنے کے بعد اسے اونٹ کے نیچے پا لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ فاقد الطہورین کا مسئلہ ہے۔ اس کے اندر ائمہ کے مذاہب یہ ہیں۔ کہ امام احمدؒ کے نزدیک اس پر ادا ضروری پھر بعد میں قضا ضروری نہیں۔ احناف کے نزدیک اس پر قضا ضروری ہے ادا ضروری نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ادا اور قضا دونوں ضروری ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک نہ ادا ضروری نہ قضا ضروری۔ خلاصہ یہ کہ حنفیہ اور حنابلہ ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اور مالکیہ اور شافعیہ ایک دوسرے کے مقابل اور صاحبین تشبہ بالمصلین کا حکم فرماتے ہیں مع وجوب القضاء امام بخاریؒ اس مسئلہ میں حنابلہ کے ساتھ ہیں فاقد الطہورین کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو ایسی جگہ بند کر دیا جائے کہ وہ کمرہ کسی ناپاک چیز گوبر وغیرہ سے ملوث ہو اور پانی اس کے پاس نہ ہو آجکل تو ہوائی جہاز میں ایسی صورت پیش آسکتی ہے تو وہ کیا کرے کیسے نماز پڑھے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ بلا وضو پڑھے اور وہ باب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، کہ ان لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ تو انہوں نے بغیر وضو نماز پڑھ لی بخاری جلد ثانی ص۶۵۹ پر بھی یہی ہے تو جیسے ماء ایک مطہر ہے ایسی ہی مٹی بھی لہٰذا جس طرح اس کے نہ ہونے کے وقت بلا طہارت

نماز کا حکم ہے ایسے ہی تراب میں بھی ہوگا۔

باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء وخاف فوت الصلوٰۃ وبہ قال عطاء وقال الحسن فی المریض عندہ الماء ولا یجد من یناولہ یتیمم واقبل ابن عمر من ارضہ بالجرف فحضرت العصر بمربد النعم فصلی ثم دخل المدینۃ والشمس مرتفعۃ فلم یعد۔

ترجمہ، شہر میں یا آبادی میں آدمی پانی نہ پائے تو تیمم کرے اسی طرح جب نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو بھی تیمم کرے۔ یہی حضرت عطا تابعی کا قول ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ اس مریض کے بارے میں فتویٰ دیا جس کے پاس پانی تو موجود ہے مگر اسے اٹھا کر دینے والا کوئی نہیں تو وہ بھی تیمم کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر جرف کے مقام پر جوان کی زمین میں داخل ہوئے تو سورج بہت اونچا تھا۔ انہوں نے نماز نہیں لوٹائی۔

حدیث نمبر ۳۲۵ حدثنا یحیی بن بکیر الخ قال اقبلت انا و عبد اللہ بن یسار مولی میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی دخلنا علی ابی جھیم بن الحارث ابن الصمۃ الانصاری فقال ابو جھیم اقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نحو بئر جمل فلقیہ رجل فسلم علیہ فلم یرد علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اقبل علی الجدار فمسح بوجہہ ویدیہ ثم رد علیہ السلام۔

ترجمہ، حضرت عمر مولی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن یسار مولی حضرت میمونہ زوج النبی صلعم حضرت ابوجہیم بن الصمہ انصاری کے یہاں حاضر ہوئے تو حضرت ابوجہیمؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلعم بیر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں ایک آدمی آپ کو مل گیا جس نے آپ پر سلام کہا۔ آنجناب نبی اکرم صلعم اس وقت تک سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک ایک دیوار کے پاس تشریف لائے تیمم کے لئے اپنے چہرہ اور دونو ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر سلام کا جواب دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قرآن مجید میں ہے فان لم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدا طیبا۔ آیت دلالت کرتی ہے کہ آبادی میں تیمم نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ تقیید بالسفر نہ ہوتی۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر حالتِ حضر میں پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے اعادہ نہیں ہے۔ امام شافعیؒ اعادہ کو واجب کہتے ہیں۔ اور امام اعظمؒ تین جگہ اجازت دیتے ہیں۔ نماز جنازہ

فوت ہونے کے وقت (۲) صلوٰۃ عیدین کے فوت ہونے کے وقت تیسرا پانی موجود ہے۔ مگر برد کے خوف سے کہ کہیں ضرر رساں نہ ہو۔ وہ ان مقامات پر حضر میں تیمم کی اجازت دیتے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ مطلقاً اجازت کے قائل ہیں، اور امام مالکؒ کے مسلک کو اختیار فرماتے ہیں۔ جرف مدینہ کے قریب تین چار میل جبل احد کی طرف ایک جگہ ہے۔ اور مربد النعم مدینہ اور جرف کے درمیان ایک جگہ ہے۔ جرف میں حضرت ابن عمرؓ کی زمین تھی۔ ابن عمرؓ کے اس فعل سے امام مالکؒ تیمم ثابت کرتے ہیں، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ پانی ہی انسان کے تعیش کا مدار ہے۔ ایسے مواقع پر پانی کا نہ ملنا نادر ہے۔ لہٰذا تیمم جائز نہیں ہوگا۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر پانی موجود نہ ہو تو دو میل تک اس کی تلاش کرے یا ایک تیر پھینکنے کی مسافت تک تلاش کرے۔ امام بخاریؒ کے دلائل پر علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ آیت تیمم میں حالت سفر کو تیمم کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اس کے مقابل ابن عمرؓ کا فعل کیسے معتبر ہوگا۔ مالکیہ آیت میں اس قید سفر کو اتفاقی کہتے ہیں۔ مگر یہ محل بحث ہے اس لئے اگر یہ قید اتفاقی ہو تو فلم تجدوا ماء کی قید بھی ہے اور ان کو ممکن تھا کہ مدینہ پہنچ کر پانی حاصل کر سکتے تھے۔ لہٰذا یا تو ان کا اپنا اجتہاد ہے۔ یا آیت کریمہ کے مقابل میں ان کے فعل کی کیا حیثیت ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپﷺ نے تیمم کر کے سلام کا جواب دیا۔ امام بخاریؒ اس سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ جب حضر میں رد سلام کے لئے تیمم جائز ہے تو صلوٰۃ کے لئے بطریق اولی جائز ہوگا۔ لیکن علماء احنافؒ جواب دیتے ہیں ایک تو رد سلام کے لئے طہارت شرط نہیں نماز کے لئے شرط ہے اس کو سلام پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ دوسرے عدم وجدان ماء کی وجہ سے تیمم نہیں تھا بلکہ یہاں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں وہ سلام کرنے والا آدمی چلا نہ جائے۔ پھر رد سلام بے فائدہ ہوگا۔ صلوٰۃ جنازہ اور صلوٰۃ عیدین میں جو امام اعظمؒ تیمم کی اجازت دیتے ہیں۔ اولاً تو صلوٰۃ جنازہ کو صلوٰۃ کہنا مجازاً ہے اور صلوٰۃ عیدین واجب ہے۔ دوسرے ان کا فوت لاالی خلف ہے کہ ان کی قضا نہیں اس لئے ان کے لئے حضر میں تیمم کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ صلوٰۃ جنازہ میں ارکان صلوٰۃ کم ہیں، رکوع و سجود نہیں اس کی وجہ سے شرطیت میں بھی تخفیف آجائے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر شہر یا آبادی میں پانی نہ ملے۔ تو تیمم کرنے میں ائمہ اربعہ کے یہاں دو قول ہیں، بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض منع کرتے ہیں جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ تیمم کرے وہ کہتے ہیں کہ پانی کا ملنا ممکن نہیں ہے اس لئے تیمم کرے۔ اور جو لوگ منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بھلا ایسا بھی ہو سکتا

ہے۔ کہ آبادی میں پانی نہ ملے۔ ہم لوگ پہلے خود بھی اس چیز کو بعید سمجھتے تھے کہ شہر میں پانی نہیں مل سکتا لیکن جب سے یہ ٹنکیاں چلی ہیں کہ جب چاہیں بند کر دیں اور جب چاہیں کھول دیں چاہے سارا شہر پیاس سے مر جائے اس وقت سے سمجھ میں آگیا۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ حضر میں تیمم جائز ہے۔ بشرطیکہ وہاں پانی موجود نہ ہو۔ ولا یجد من یناولہ تیمم کیونکہ فاقد الماء کے مثل علی عدم قدرت علی استعمال الماء میں ہوگیا۔ بموید النعم یہ ایک مقام کا نام ہے اور آثار نقل کرنے کا حاصل یہ ہے کہ اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے۔ حتی دخلنا علی ابی جہیم الخ یہاں غور سے سن لو کہ ابوجہیم تین جگہ آئے ہیں۔ ایک اسی کتاب التیمم میں دوسرے ابواب السترہ میں اور تیسرے ابواب اللباس میں تو ابوجہم مکبّراً ہے اور ابواب السترہ اور ابواب التیمم میں ابوجہیم مصغراً ہے۔ جو اس کے خلاف کہے وہ غلط ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ ابواب السترہ اور ابواب التیمم میں جو ابوجہیم ہیں وہ ایک ہیں یا دونوں الگ ہیں اس میں اصحاب رجال کے دونوں قول ہیں اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ یہ الحارث ہیں یا ابن الحارث اس میں بھی دونوں قول ہیں فمسح بوجھہ ویدیہ اس سے تیمم فی الحضر کے قائلین استدلال کرتے ہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ سلام کے جواب کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے حضور پاک صلعم نے تیمم فرمایا اور نماز میں فوات نہیں اگر ادا نہ ہو تو قضا پڑھی جا سکتی ہے۔ بخلاف سلام کے، کہ اگر اپنے وقت پر جواب نہ دیا تو بے کار ہے ہیں لئے احناف نے ایک قاعدہ مستنبط کیا، کہ جو عبادت فوت لاالی خلف ہو اس کے واسطے تیمم جائز ہے جیسے صلوٰۃ جنازہ و صلوٰۃ عیدین اور جو فوت الی خلف ہو اس کے لئے تیمم ناجائز ہے۔ بہرحال امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو شہر میں پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو۔ تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے امام بخاریؒ کا اپنا مسلک ہے امام شافعیؒ ادا مع التیمم اور پھر قضا واجب کہتے ہیں مالکیہ کے نزدیک صرف قضا ہے حنفیہ اور حنابلہ دونوں قول ہیں قضا کرے اور ایک یہ کہ تیمم کر کے ادا پڑھے پھر قضا کرے۔

باب هَلْ يَنْفُخُ فِي يَدَيْهِ بَعْدَ مَا يَضْرِبُ بِهِمَا الصَّعِيْدَ لِلتَّيَمُّمِ۔

ترجمہ، تیمم کے لئے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارنے کے بعد کیا ہاتھوں میں پھونک مار سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۲۶ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنِّي اَجْنَبْتُ فَلَمْ اُصِبِ الْمَاءَ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمَا تَذْكُرُ اَنَّا كُنَّا فِي سَفَرٍ اَنَا وَاَنْتَ فَاَجْنَبْنَا فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَذَكَرْتُ

ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ

ترجمہ، حضرت ابزیؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت حاضر ہوا۔ کہ میں جنبی ہو گیا۔ تو مجھے پانی نہیں ملا۔ میں کیا کروں حضرت عمار بن یاسر جو اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو یاد دلایا کہ میں اور آپ ایک سفر میں جنبی ہو گئے۔ آپ نے تو نماز نہ پڑھی لیکن میں زمین پر لیٹ کر سارے بدن کو مٹی سے لبڑ لیا۔ اور نماز پڑھ لی۔ جب اس کا تذکرہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم سے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے اس قدر کافی تھا تو آپ نے دونو ہتھیلیوں کو زمین پر مارا۔ ان میں پھونک ماری پھر ان سے چہرہ اور دونو ہتھیلیوں کا مسح کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ جب روایت میں موجود ہے کہ جناب حضور اکرم صلعم نے نفخ فرمایا تو پھر لفظ ھل کا کیا مطلب ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ چونکہ احتمال تھا کہ یہ نفخ مٹی کی وجہ سے ہو۔ یا کسی تنکے وغیرہ کے لگ جانے کی وجہ سے ہو۔ اس احتمال کی بنا پر ترجمہ میں لفظ ھل کا اضافہ فرمایا جیسا کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جہاں احتمال ہو ترجمہ کو ھل کے ساتھ مقید کر دیتے ہیں اور میرے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جو غبار فی سبیل اللہ ناک میں داخل ہو۔ وہاں جہنم کی آگ داخل نہ ہو گی۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ لو تمسہ النار کہ جس شخص کے دونو قدم اللہ کی راہ میں غبار آلودہ ہو گئے اس کو جہنم کی آگ مس نہیں کرے گی۔ ان جیسی روایات سے اس گرد کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ جو اللہ کے راستہ میں جسم کو لگا ہو۔ اور تیمم کا گرد بھی اللہ ہی کے واسطے لگتا ہے۔ لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ اس کو پھونک نہ ماری جائے بلکہ ایک روایت میں تو ترّب وجھك مصرح ہے جس سے چہرہ کو غبار آلودہ کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا امام بخاریؒ نے ان روایات کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے لفظ ھل کا ذکر کر دیا۔ فقال عمار بن یاسر الخ چونکہ حضرت عمرؓ تیمم جنب سے منع کرتے تھے۔ اس لئے حضرت عمارؓ نے حضور اقدس صلعم کے زمانہ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا جس میں یہ تھا کہ حضرت عمرؓ و حضرت عمارؓ دونو کو غسل کی ضرورت پیش آئی۔ تو حضرت عمرؓ نے تو اس وقت نماز نہ پڑھی۔ اور حضرت عمار نے دابہ (جانور) کی طرح تمرغ کیا (زمین پر لیٹ گئے)۔ جب حضور اکرم صلعم کو اطلاع دی تو آپ نے ارشاد فرمایا انما یکفیك ھکذا الخ حضرت عمرؓ یا جنبی کے لئے تیمم کے قائل ہی نہ تھے یا سیاستہً منع کرتے

اب اس قصہ پر اشکال ہے کہ آیا اس واقعہ سے پہلے آیت تیمم نازل ہو چکی تھی یا نہیں۔ اگر نازل ہو چکی تھی تو اس سے تیمم کا طریقہ معلوم ہو چکا تھا۔ کیونکہ اس میں فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ وارد ہے تو پھر تمرغ کیوں کیا۔ یا نازل نہیں ہوتی تھی تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ تراب مطہر ہے۔ بعض شراح نے جواب دیا ہے کہ ممکن ہے فتیمموا صعیدا طیبا تو نازل ہوا ہو اور فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ نازل نہ ہوا ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ آیت تیمم میں اولامستم النساء کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ ملامسۃ سے کیا مراد ہے۔ بعض حضرات جیسے شوافع تو اس سے مس بالید مراد لیتے ہیں اور یہ حدث اصغر کی صورت میں ہے اور احناف جماع مراد لیتے ہیں۔ اور یہ حدیث اکبر ہے۔ اگر جماع مراد لیا جائے تو آیت سے تیمم جنب کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر مس بالید مراد لیا جائے تو تیمم جنب کا مسئلہ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ حدث اصغر کا حکم معلوم ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ حضرت عمار رضی نے ملامسۃ سے لمس بالید مراد لیا ہے اس لئے صرف ہاتھ منہ پر تیمم کا حکم فرمانا اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ جنابت میں تو غسل واجب ہوتا ہے تو وہاں سارے بدن پر مٹی لگانی چاہیئے جس کو جنابت کا تیمم سمجھ لیا۔

باب التَّيَمُّمُ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ۔

ترجمہ:۔ چہرے اور دونو ہتھیلیوں کا تیمم کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۳۲۷ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الخ عَنْ اَبْزٰی قَالَ قَالَ عَمَّارٌ بِهٰذَا اَوْ ضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ الْاَرْضَ ثُمَّ اَدْنَاهُمَا مِنْ فِيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ الخ

ترجمہ، حضرت ابزیٰ سے روایت ہے کہ حضرت عمار رضی نے اس سارے قصہ کو بیان کیا حجاج کہتے ہیں کہ حضرت شعبہ نے اپنے دونو ہاتھ زمین پر مارے پھر ان دونو کو منہ کے قریب لے گئے یعنی پھونک ماری پھر ان دونو ہاتھوں سے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔

تشریح از شیخ زکریا اس مسئلہ میں دو اختلاف ہیں ایک مقدار ضربات کے اندر اور دوسرے مکان مسح کے اندر اول اختلاف یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک ضربۃ للوجہ والکفین ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ضربۃ للوجہ اور ضربۃ للکفین الی المرفقین ہے اور امام مالک کے نزدیک ایک ضربہ فرض اور ضربہ ثانیہ سنت ہے اور بعض تابعین کے نزدیک ثلث ضربات ہیں ضربۃ للکفین وضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین دوسرا اختلاف مکان تیمم میں ہے حنابلہ کے نزدیک

صرف کفین کا مسح فرض ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک کفین کا مسح فرض اور الی المرفقین سنت ہے اور حنفیہ اور شوافع کے نزدیک الی المرفقین فرض ہے۔ پھر امام زہری اور بعض تابعین کے یہاں الی الآباط (البغلین) ہے۔ اور مسح وجہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام بخاری حنابلہ کے ساتھ ہیں۔ تو مسح بہما وجہہ و کفیہ چونکہ اس میں صرف کفین کا ذکر ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس پر ترجمہ باندھ دیا۔ اور حنابلہؒ کی تائید فرمادی۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ یہ حصر اضافی ہے۔ یعنی سارے بدن کے تلوث کی بجائے اسی کفین والے تیمم کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہاں کیفیت اور نوعیت کو بیان کرنا مقصود ہے جمیع تیمم کی صورت بیان نہیں کی۔ کیونکہ ان کی تفصیلی صورت پہلے سے معلوم تھی۔

حدیث نمبر ۳۲۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبْزٰی اَنَّهٗ شَهِدَ عُمَرَ وَقَالَ لَهٗ عَمَّارٌ كُنَّا فِيْ سَرِيَّةٍ فَاَجْنَبْنَا وَقَالَ تَفَلَ فِيْهِمَا۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابزیٰؓ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر تھے کہ حضرت عمارؓ نے ان سے فرمایا ہم ایک جنگ میں تھے کہ ہم جنبی ہوگئے اور تفل فیہما ای نفخ فیہما۔

حدیث نمبر ۳۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ تَمَعَّكْتُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَكْفِيْكَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّيْنِ۔

ترجمہ، ذرا راوی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ روایت عبدالرحمٰن ابن ابزی سے بھی سنی اور ان کے باپ ابزی سے بھی سنی ہے۔ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں زمین پر لیٹ گیا بعدازاں حضور نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا تجھے چہرے اور کفین کا مسح کفایت کرجاتا۔

حدیث نمبر ۳۳۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَمَّارٌ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابزیٰؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلعم نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔

باب الصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَاءِ وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِيْهِ التَّيَمُّمُ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَاَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ وَقَالَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ عَلَى السَّبْخَةِ وَالتَّيَمُّمِ بِهَا۔

ترجمہ، پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے۔ جو اسے پانی سے کفایت کرے گی۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اسے اس وقت تک تیمم کافی ہو گا جب تک بے وضو نہ ہو۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے تیمم کرنے والے کی حیثیت سے امامت کرائی۔ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ شور زمین پر نماز پڑھنا اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے بتانا ہے کہ طیب کے معنی طاہر کے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۳۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّا اَسْرَيْنَا حَتّٰى كُنَّا فِي اٰخِرِ اللَّيْلِ وَقَعْنَا وَقْعَةً وَلَا وَقْعَةَ اَحْلٰى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا فَمَا اَيْقَظَنَا اِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَكَانَ اَوَّلُ مَنِ اسْتَيْقَظَ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ يُسَمِّيْهِمْ اَبُوْ رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَامَ لَمْ نُوْقِظْهُ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِاَنَّا لَا نَدْرِيْ مَا يَحْدُثُ لَهٗ فِيْ نَوْمِهٖ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَاٰى مَا اَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيْدًا فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ حَتَّى اسْتَيْقَظَ لِصَوْتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكَوْا اِلَيْهِ الَّذِيْ اَصَابَهُمْ فَقَالَ لَا ضَيْرَ وَلَا يَضِيْرُ ارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلَ فَسَارَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ فَتَوَضَّاَ وَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَّلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَاِنَّهٗ يَكْفِيْكَ ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكٰى اِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيْهِ اَبُوْ رَجَاءٍ نَسِيَهٗ عَوْفٌ وَّدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَاَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ اَوْ سَطِيْحَتَيْنِ مِنْ مَّاءٍ عَلٰى بَعِيْرٍ لَّهَا فَقَالَا لَهَا اَيْنَ الْمَاءُ قَالَتْ عَهْدِيْ بِالْمَاءِ اَمْسِ هٰذِهِ السَّاعَةَ وَنَفَرُنَا خُلُوْفٌ قَالَا لَهَا انْطَلِقِيْ اِذًا قَالَتْ اِلٰى اَيْنَ قَالَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَتِ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ قَالَا هُوَ الَّذِيْ تَعْنِيْنَ فَانْطَلِقِيْ فَجَاءَا بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيْثَ قَالَ فَاسْتَنْزَلُوْهَا عَنْ بَعِيْرِهَا وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ فَفَرَّغَ فِيْهِ مِنْ اَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ اَوِ السَّطِيْحَتَيْنِ وَاَوْكَاَ اَفْوَاهَهُمَا وَاَطْلَقَ الْعَزَالِيَ وَنُوْدِيَ فِي النَّاسِ اسْقُوْا وَاسْتَقُوْا فَسَقٰى

صلی اللہ علیہ وسلم قالت الذی یقال

مَنْ سَقٰى وَاسْتَقٰى مَنْ شَآءَ وَكَانَ اٰخِرُ ذَالِكَ اَنْ اَعْطَى الَّذِىْ اَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ اِنَاءً
مِّنْ مَّآءٍ قَالَ اذْهَبْ فَاَفْرِغْهُ عَلَيْكَ وَهِىَ قَآئِمَةٌ تَنْظُرُ اِلٰى مَا يُفْعَلُ بِمَآئِهَا وَايْمُ
اللّٰهِ لَقَدْ اُقْلِعَ عَنْهَا وَاِنَّهٗ لَيُخَيَّلُ اِلَيْنَا اَنَّهَا اَشَدُّ مِلْاَةً مِّنْهَا حِيْنَ ابْتَدَاَ فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا لَهَا فَجَمَعُوْا لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَّدَقِيْقَةٍ وَّسَوِيْقَةٍ حَتّٰى
جَمَعُوْا لَهَا طَعَامًا فَجَعَلُوْهُ فِىْ ثَوْبٍ وَّحَمَلُوْهَا عَلٰى بَعِيْرِهَا وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا
فَقَالَ لَهَا تَعْلَمِيْنَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَّآئِكِ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِىْ اَسْقَانَا فَاَتَتْ اَهْلَهَا
وَقَدِ احْتَبَسَتْ عَنْهُمْ قَالُوْا مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ قَالَتِ الْعَجَبُ لَقِيَنِىْ رَجُلَانِ فَذَهَبَا بِىْ
اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِىْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا فَوَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَاَسْحَرُ النَّاسِ
مِنْ بَيْنِ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ وَقَالَتْ بِاِصْبَعَيْهَا الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا اِلَى السَّمَآءِ تَعْنِىْ
السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ اَوْ اِنَّهٗ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدُ يُغِيْرُوْنَ عَلٰى مَنْ حَوْلَهَا
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا يُصِيْبُوْنَ الصِّرْمَ الَّذِىْ هِىَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا اُرٰى اَنَّ
هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ يَدْعُوْنَكُمْ عَمْدًا فَهَلْ لَّكُمْ فِى الْاِسْلَامِ فَاَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا فِى
الْاِسْلَامِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ صَبَا خَرَجَ مِنْ دِيْنٍ اِلٰى غَيْرِهٖ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِيْنَ
فِرْقَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ يَقْرَءُوْنَ الزَّبُوْرَ اَصْبُ اَمِلْ۔

ترجمہ :- حضرت عمرانؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم رات بھر
چلتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگ جب آخر لیل میں داخل ہوئے تو ہم پر سخت نیند کا غلبہ ہوا۔ اور آخر رات کی نیند
سے مسافر کے نزدیک کوئی نیند میٹھی نہیں ہوتی۔ یہاں تک سوئے کہ ہمیں دھوپ کی گرمی نے ہی بیدار کیا پہلے
پہل جو شخص بیدار ہوا وہ فلاں پھر فلاں پھر فلان جن کے ابو رجاء نے تو نام لئے تھے مگر عوف بھول گئے بہرحال
حضرت عمر بن الخطاب چوتھے بیدار ہونے والے تھے اور جناب نبی اکرم صلعم جب سو جاتے تھے تو ہم لوگ
آپ کو نہیں جگایا کرتے تھے۔ جب تک حضور اکرم صلعم خود بیدار نہ ہوتے۔ اس لئے کہ ہم لوگ نہیں جانتے
تھے کہ نیند میں کیا کیا چیز آپ کو پیش آتی ہے (شاید وحی آرہی ہو) چنانچہ جب عمرؓ بیدار ہوئے اور وہ
مصیبت جس میں لوگ مبتلا تھے اس کو دیکھا تھے بڑے زبردست سخت آدمی تکبیر اللہ اکبر کہنا شروع کیا اور
تکبیر کو اونچی آواز سے کہتے تھے چنانچہ تکبیر کہتے رہے اور آواز کو اونچا کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی آواز کی

وجہ سے جناب نبی اکرم صلعم بیدار ہو گئے۔ جب آپؐ پوری طرح بیدار ہو چکے تو لوگوں کو جو مصیبت آئی تھی حضور انور کو اس کی شکایت کی (کہ نیند کی وجہ سے نماز فوت ہو گئی) تو جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا چونکہ تم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا اس لئے نہ کوئی نقصان ہوا اور نہ نقصان ہو گا۔ یہاں سے کوچ کرو چنانچہ آپؐ نے بھی کوچ کیا تھوڑی دور چلے ہوں گے کہ سواری سے اتر پڑے پانی منگایا وضو کیا۔ نماز کے لئے تکبیر ہوئی آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو دیکھا ایک آدمی الگ تھلگ بیٹھا ہے جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ آپؐ نے فرمایا اے فلاں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے کس چیز نے روکا۔ اس نے کہا جناب مجھے جنابت لاحق ہو گئی اور پانی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا مٹی کو لازم پکڑو (یعنی تیمم کرو یہی موضع ترجمہ ہے) کیونکہ یہی مٹی تمہیں پانی سے کفایت کرے گی۔ پھر حضور اکرم صلعم چلنے لگے تو لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔ آپؐ سواری سے اتر پڑے فلاں (عمران) کو بلایا جس کا نام ابورجائے تو لیا تھا۔ مگر اسے عوف بھول گئے اور دوسرے حضرت علیؓ کو بلایا جب دونو حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا جاؤ اور پانی تلاش کر کے لاؤ۔ دونو چلے تو ان کی ایسی عورت سے ملاقات ہوئی جو پانی سے بھرے ہوئے دوہرے چمڑے کے دو مشکیزوں کے درمیان اپنے اونٹ پر بیٹھی تھی۔ ان دونو حضرات نے ان سے پوچھا کہ پانی کتنی دور ہے اس عورت نے کہا کہ کل گذشتہ اس وقت میں وہاں اس چشمہ پر تھی۔ اور ہمارے گھر کے لوگ کسی کام کے لئے گھر سے غائب ہیں ہم صرف عورتیں باقی رہ گئی ہیں تو ان دونو حضرات نے اس سے کہا اب چلو۔ اس نے پوچھا کہاں چلوں انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلعم کی طرف اس عورت نے کہا وہی جس کو صابی کہا جاتا ہے اپنے دین سے پھر جانے والا۔ ان حضرات نے جواب دیا ہاں وہی جو تیری مراد ہے پس تو چل چنانچہ یہ دونو اس عورت کو جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے۔ اور آپؐ کو سارا واقعہ سنایا۔ آپؐ نے حکم دیا اس عورت کو اونٹ سے نیچے اتارو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا۔ راوی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اس عورت کو اونٹ سے اترنے کے لئے کہا۔ چنانچہ وہ اتری۔ اور نبی اکرم صلعم نے ایک برتن منگایا جس میں ان دونو مشکیزوں کے منہ کھول دیئے گئے اور پھر ان دونوں کے منہ تسموں سے باندھ دیئے گئے (کیونکہ آپؐ نے کلی کر کے اس میں ڈالی تو آپؐ کی کلی کی برکت سے پانی زیادہ ہو گیا) اور مشکیزے کا نچلا منہ کھول دیا گیا۔ اور لوگوں کو آواز دی گئی کہ آؤ خود بھی پیو اور جانوروں وغیرہ کو بھی پلاؤ۔ پس جس نے پینا تھا پیا جس نے کسی کو پلانا تھا اسے پلا دیا۔ اور آخری شخص جس کو پانی دیا گیا وہی شخص تھا جس کو جنابت لاحق ہوئی تھی اس

کو پانی کا برتن دیا گیا اور آپ نے فرمایا جاؤ اور اس کو اپنے اوپر پلٹ دو۔ وہ عورت کھڑی یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی جو اس کے پانی کے ساتھ ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم حالانکہ پانی اس مشکیزے سے انڈیل لیا گیا تھا۔ مگر ہمیں خیال یہ گذرتا تھا کہ جب سے اس سے پانی نکالنا شروع ہوا اب وہ اس سے زیادہ سخت بھرا ہوا تھا۔ آنجناب نبی اکرم صلعم نے حکم دیا کہ اس عورت کے لئے کچھ نہ کچھ جمع کر دو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اس عورت کے لئے کچھ عجوہ کھجور۔ کچھ تھوڑا آٹا اور تھوڑا ستو جمع کیا یہاں تک اس کے کھانے کا انتظام ہو گیا تو صحابہ کرام اس کھانے کو ایک کپڑے میں جمع کر کے اس عورت کو اونٹ پر سوار کیا وہ کھانے کی گٹھڑی اس کے آگے رکھ دی جس پر آنحضرت صلعم نے اس سے فرمایا کہ دیکھو ہم نے تمہارے پانی سے کچھ بھی کمی نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی قدرت سے سیراب کر دیا۔ پس وہ عورت کافی دیر کے بعد اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی جنہوں نے اس تاخیر کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے دیر ہو گئی چنانچہ مجھے دو آدمی ملے جو مجھے اس شخص کی طرف لے گئے جس کو صابی کہا جاتا ہے جس نے ایسے ایسے کیا اللہ تعالیٰ کی قسم یا تو وہ اس آسمان اور زمین کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے اس نے اپنی انگلیوں درمیانی اور شہادت والی کو آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا۔ مراد اس کی اس سے آسمان اور زمین کے درمیان تھا۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہے۔

اس واقعہ کے بعد جب بھی مسلمان اردگرد کے مشرکوں پر لوٹ مار کرتے تھے۔ تو ان گھروں کو جن میں یہ عورت رہتی تھی کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے تھے۔ ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ مسلمان لوگ تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ جاتے ہیں۔ کیا تمہیں اسلام کی رغبت ہے جبکہ اس کا کہنا مان کر اسلام قبول کر لیا۔ صابی کے لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ صبا کے معنی لغت میں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے کے ہیں۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ صابئون اہل کتاب کا ایک فرقہ تھا جو زبور کو پڑھتے تھے۔ اور سورہ یوسف میں جو اَصْبُ الیھن ہے اس کے معنی ہیں کہ میں ان کی طرف جھک جاتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ائمہ کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ آیا تیمم طہارت کاملہ ہے یا طہارت ضروریہ ہے۔ اگر طہارت ضروریہ ہے تو پھر ہر نماز کے لئے وضو کرنا پڑے گا جیسے صاحب عذر ہر نماز کے لئے وضو کرتا ہے یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ تیمم عند الضرورت مشروع ہوا ہے۔ مگر اس کو آپ طہور المسلم فرما رہے ہیں۔ تو جس طرح ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں ایسے تیمم سے بھی پڑھی جا سکتی ہیں کیونکہ یہ بھی وضو کی طرح طہارت کاملہ ہے اس مسئلہ میں امام بخاریؒ امام اعظمؒ کے ساتھ ہیں

(کہ ابن عباس نے تیمم کی حالت میں امامت کرائی)

چنانچہ امام ابن عباس و هو متیمم سے استدلال کیا ہے۔ اور صاحب عذر امامت نہیں کرا سکتا۔ سبخة شورزمین کو کہتے ہیں ایک جماعت اس سے تیمم کرنے کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ صعید طیب سے تیمم کا حکم دیا گیا ہے یہ حضرات طیب کے معنی حلو میٹھے کے لیتے ہیں جنہوں نے طیب کے معنی طاہر کے کئے وہ شورزمین سے تیمم کو جائز کہتے ہیں اور قرآن مجید میں طیب کے دونو معنی طاہر اور حلو مستعمل ہیں جمہور طیب کے معنی طاہر کے لیتے ہیں۔ اول من استیقظ فلان بعض روایات میں حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا نام آتا ہے۔ ان تحولوا یہ جملہ احناف کا مستدل ہے کیونکہ شوافع فرماتے ہیں کہ نائم جس وقت بھی بیدار ہو۔ وہ نماز پڑھ سکتا ہے خواہ وقت مکروہ ہی کیوں نہ ہو۔ احناف فرماتے ہیں کہ ذالک وقتها سے مراد یہ کہ جلدی کرنا چاہیئے۔ موانع دور کرو مگر مکروہ وقت میں نماز نہ پڑھی جائے۔ چنانچہ اس جگہ سے آپ نے کوچ کا حکم دیا یہ تاخیر یا تو اس وجہ سے تھی کہ ابھی آفتاب نیزے برابر نہیں آیا تھا۔ یا اس جگہ کوئی شیطانی اثر تھا جس کو جناب نے محسوس فرما کر کوچ کا حکم دیا بہرحال آپ وہاں سے چل دیئے۔ ما منعک یا فلان کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت خلاد بن رافع تھے علیک بالصعید یہ موضع ترجمۃ الباب ہے کہ جنابت کے لئے بھی تیمم ہوا کرتا ہے۔ مزادة اور سطیحه دوہرے چمڑے کی مشک مزادہ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ ایک پر دوسرا چمڑا چڑھایا جاتا ہے اور سطیحہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک چمڑے کی سطح دوسرے چمڑے سے ملی ہوتی ہے۔ ایسے مشکیزوں کو اونٹوں پر لادتے تھے اور اس کے دو منہ ہوتے تھے۔ عزالی جمع عزلاء کی مزادہ کے نچلے منہ کو کہتے ہیں۔ اوپر والے منہ سے پانی بھرا جاتا ہے چونکہ یہ مشک مثلث ہوتی ہے اس لئے نیچے بھی دو منہ ہوتے ہیں۔ تو چار منہ ہو گئے اس لئے جمع لایا گیا۔ عجوة کھجور کی تعریف آپ نے بہت بیان فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ صبح کو روزانہ اس کے دو تین دانے کھانے والا شخص زہر اور سحر سے محفوظ رہتا ہے۔ آجکل یہ جنس مفقود ہے۔ یہ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے علامہ زمخشری فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں نے عجوہ لگانا بند کر دیا ہے اس لئے کہ اس کا پھل بہت دیر سے آتا ہے اوانه رسول الله یا تو وہ مسلمہ نہ تھی یا مصلحتاً اس نے اپنی قوم پر اپنے اسلام کا اظہار نہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریا یہاں امام بخاری نے دو مسئلوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ اول یہ کہ آیت پاک کے اندر ہے فتیمموا صعیدا طیبا اس لفظ صعید کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض سے منقول ہے کہ صعید کے معنی تراب (مٹی) کے ہیں۔ یہ قول امام شافعی کی طرف منسوب ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ تراب کے علاوہ اور کسی چیز سے مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جمہور کی رائے ہے کہ صعید سے مطلق وجہ ارض مراد ہے اسی طرح

ہر جزو ارضی سے تیمم کرنا جائز ہے۔ کوئی تراب کی خصوصیت نہیں۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے کہ صعید سے ساری زمین مراد ہے۔ کیونکہ روایت میں علیک بالصعید فرمایا گیا ہے۔ اس سے کسی چیز یا کسی زمین کی تخصیص سمجھ میں نہیں آتی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں، کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے لہٰذا ایک تیمم سے ایک فرض پڑھ سکتا ہے۔ دوسرے فرض کے لئے دوسرے تیمم کی ضرورت ہوگی۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ تیمم طہارت کاملہ ہے۔ ایک تیمم سے متعدد فرض پڑھ سکتا ہے۔ امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرماتے ہیں یکفیہ من الماء ادر ارض طیب وضوء المسلم ہے۔ پانی کی طرف سے اس کی کفایت کرے گی۔ لہٰذا تیمم جب وضوء مسلم ہے اور پانی کے قائم مقام ہے۔ تو جیسے وضو سے متعدد فرض پڑھے جا سکتے ہیں، اسی طرح تیمم سے بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

قال الحسن یجزئہ التیمم مالم یحدث اس سے بھی جمہور کی تائید ہوتی ہے۔ کہ جب تک حدث نہ ہو تیمم کافی ہے کسی فرض کی قید نہیں ہے۔ وامّ ابن عباس وھو تیمم اس سے امام محمدؒ کے قول پر رد فرماتے ہیں جن کی رائے ہے کہ متیمم متوضی کی امامت نہیں کر سکتا۔ ائمہ اربعہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کر سکتا ہے۔ لا بأس بالصلوٰۃ علی السبخۃ اس سے بھی جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ زمین شور پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے کے اندر کوئی حرج نہیں۔ یہ بتا رہے ہیں کہ ارض سبخہ عام ہے وقعنا وقعۃً چونکہ ساری رات چلے تھے تو تھکان ہو گیا تھا۔ اس لئے آخری رات کے اندر ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ اور ایسے پڑ کر سوئے کہ اس پڑنے سے زیادہ مسافر کے نزدیک اور کوئی چیز میٹھی نہیں ہو سکتی۔ فما ایقظنا الا حر الشمس گہرے نیند سوئے اور پھر جب صبح کو گرمی پہنچی اس وقت آنکھ کھلی۔ کان النبی صلعم اذا نام لم نوقظہ حضور اکرم صلعم کو سوتے ہوتے نہ جگانے کی وجہ یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوا کرتا ہے۔ اور یہ کسی کو خبر نہیں کہ کس وقت خواب کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ ممکن ہے اس وقت خواب میں وحی ہو رہی ہو۔ فکبّر ورفع صوتہ احتمال وحی کی وجہ سے جگانا تو غیر مناسب تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کی یہ تدبیر کی۔ کہ زور زور سے تکبیر کہنے لگے تاکہ حضور اکرم صلعم کے کان میں آواز چلی جائے۔ پھر حضورؐ بیدار ہو جائیں لا ضیر اولا یضیر یہ ادشک کے لئے ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہیں۔ وہ یہ کہ تکوینی طور پر کرایا گیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس روایت پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کسی پیر کا مرید ہوتا ہے۔ گو وہ عامی ہو۔ تو اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ یوں کہتا ہے کہ جب سے حضرت سے مرید ہوا بس تہجد کے وقت نیند اڑ جاتی ہے۔ اور یہاں اجلّہ صحابہ اور خود سب کے آقا حضور اکرم صلعم باوجود اتنی صفائی قلب کے فجر کی نماز میں کیوں سو گئے اس قسم کے واقعات کا

جواب یہ ہے کہ نبی تعلیم فعلی کے واسطے آتا ہے۔ لہٰذا جو افعال شانِ نبوت کے خلاف نہ ہوں، گو وہ ہماری نظر میں چھوٹے معلوم ہوتے ہوں۔ مثلاً نماز میں سہو ہو جانا۔ یا سو جانا وہ نبی سے عمداً جان بوجھ کر کرائے جاتے ہیں، خود آنحضور صلعم فرماتے ہیں انی لا انسیٰ و لکن انسّٰی اور جو کام شانِ نبوت کے خلاف ہوتے تھے وہ صحابہ کرام سے کرائے گئے۔ چونکہ تعلیم فعلی مقصود تھی۔ اس لئے حضرت ماعزؓ اسلمی سے زنا صادر ہوا۔ اور اسی طرح بعض دوسروں سے چوری کا صدور ہوا تاکہ حدود جاری کی جاسکیں۔ اب خدانخواستہ نبی کے ہاتھ تو نہیں کاٹے جاسکتے۔ اسی طرح نبی سے زنا کبھی بھی صادر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس کے واسطے صحابہ کرام نے اپنے آپ کو پیش کیا اور اس کی وجہ سے صحابہ میں نہ کوئی خرابی آئی اور نہ ہی کوئی نقص آیا۔ اسی طرح تعلیم فعلی کی تیسری سیڑھی مشاجراتِ صحابہ ہیں۔ اس کو بھی دنیا میں کرانا تھا۔ اور وہ خلافتِ راشدہ میں ہوا حضور اکرم صلعم کے زمانہ میں تو ہو نہیں سکتی تھی کیونکہ حضور اکرم موجود ہوں گے تو آپؐ ہی بادشاہ ہوں گے آپؐ کے ہوتے ہوئے جو ملک طلب کرے گا وہ باغی ہوگا۔ اور کا فراور خلفاً ثلاثہ کے زمانے میں بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ارتداد پھیل رہا تھا اس کے قلع قمع کی ضرورت تھی۔ اگر باہم اختلاف ہو جاتا تو نامعلوم معاملہ کہاں کا کہاں پہنچ جاتا۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس لئے کہ اسلامی شوکت کی ضرورت تھی۔ اور وہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اب حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہونی چاہیئے تھی اور بنیاد بھی پڑ گئی تھی۔ مگر چونکہ ثروت کی بنا پر اختلافات ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے زمانے میں کثرتِ ثروت ہوئی۔ اب حضرت علیؓ کا زمانہ رہ گیا تھا۔ اور انہی تک خلافت راشدہ تھی۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلعم کا ارشاد ہے۔ الخلافة بعدی ثلثون سنة لہٰذا مشاجراتِ صحابہ ان کے زمانہ میں رونما ہوئے اور جنگِ جمل اور جنگِ صفین کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ یہ مشاجراتِ صحابہ کرام کی شان میں کسی قسم کا نقص پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ اس سے تعلیم فعلی اور مسئلہ خلافت کی تکمیل ہوئی۔ اب یہاں ایک دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ جس شب میں پیش آیا۔ اس کو لیلۃ التعریس کہتے ہیں۔ اور اس حدیث کو لیلۃ التعریس والی حدیث کہتے ہیں۔ تعریس کے معنی آخری شب کو نزول کرنے کے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ لیلۃ التعریس ایک ہے یا متعدد جمہور کی رائے ایک کے بارے میں ہے۔ مگر واقعات اور روایات میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک مرتبہ کا ہونا کسی طرح نہیں بنتا۔ اس لئے محققین کی رائے ہے کہ لیلۃ التعریس کم از کم دو مرتبہ ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ تین مرتبہ ہوئی۔ اور مجھے بھی کوئی اشکال نہیں نہ سہی دو۔ تین بھی ہو سکتی ہیں، چونکہ اس روایت

کے الفاظ مختلف ہیں اور مختلف طور سے مروی ہیں اس لئے امام بخاریؒ اس سے مختلف جگہوں میں مختلف مسائل ثابت کریں گے جس کو میں بھی اپنی جگہ پر بیان کر دوں گا۔ صوفیہ فرماتے ہیں اس شب کے اندر بیدار نہ ہونا بہت عجیب ہے اور اس شب کو حضرت بلالؓ کی اَنا دیں) نے کھو دیا۔ چنانچہ ابو داؤد کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلعم نے دریافت فرمایا من یکلؤ نا اس پر حضرت بلالؓ نے عرض کیا انا اذا نام لو نوقظہ لا حتمال انہ یولی الیہ فی ذالک النوم۔ ارتحلوا یہ ارتحال کا امر کیوں فرمایا۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے فرمایا کہ وہ وقت وقت مکروہ تھا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ روایت میں ہے۔ حتی اذا ارتفع الشمس نزل یعنی جبکہ ارتفاع شمس ہو گیا۔ اور وقت کراہت جاتا رہا۔ تو اس وقت نزول فرمایا ہے۔ فما ایقظنا الا حر الشمس اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اگر گرمی کا زمانہ ہو، تو دھوپ کی گرمی تو جلد ہی پڑنے لگتی ہے۔ بالخصوص جبکہ میدان میں ہوں۔ اور خصوصاً عرب کی گرمی کہ دن سخت گرم اور راتیں سخت سرد۔ لہٰذا اس سے کوئی اشکال نہیں پڑتا۔ اس کے بالمقابل شوافعؒ وغیرہ کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ اس وادی میں حضور اکرم صلعم کو نیند آئی۔ اور نماز قضا ہوئی۔ اس لئے اس وادی میں ایک قسم کی نحوست ہوئی اس لئے ارتحال کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ایک روایت میں بھی ہے فان فیھا شیطانا اس وادی میں شیطان ہے۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلعم کا یہ ارشاد ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ سورج تو خود بین قرنی الشیطان طلوع ہوتا ہے۔ فان علیک بالصعید اس جملہ کے واسطے پوری روایت کو ذکر فرمایا تیممیہ ابو رجاء ان کا نام عمران تھا۔ بین مزادتین دو بہت بڑے مشکیزے او سطیحتین اوشک راوی کے لئے ہے۔ اور دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ دوہرے چمڑے کا مشکیزہ عھدی بالماء امس یعنی اتنی دوری پر ہے کہ کل میں اسی وقت پانی پر سے چلی ہوں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ایک منزل ہے۔ ونفرنا خلوفا جب اس عورت نے دیکھا کہ یہ دو مرد ہیں تو وہ ڈری۔ کہ یہ لوگ پانی کی تلاش میں ہیں کہیں مجھ سے پانی نہ چھین لیں تو اس نے بطور معذرت کے کہا کہ ہمارے مرد گھر خالی چھوڑ کر باہر گئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا میں بچوں وغیرہ کے پاس جا رہی ہوں۔ خلوف کے معنی پیچھے چھوڑنے والے اور خلوفا یا تو خبر ہے کان محذوف کی یا حال قائم مقام خبر ہے واوکا ء افواھھما مشکیزہ میں دو منہ ہوتے ہیں۔ ایک اوپر کا جو بڑا ہوتا ہے۔ اور نیچے کا چھوٹا ہوتا ہے۔ افواہ اوپر کے منہ کو کہتے ہیں عزالی نیچے کے منہ کو کہتے ہیں۔ افواہ کو اس لئے بند فرما دیا کہ سارا پانی گر جانے کا اندیشہ تھا۔ اگر اس کو کھول دیتے

اور عزلا، چونکہ چھوٹا ہوتا ہے اس لئے اس سے تھوڑا تھوڑا پانی آتا رہا ضائع بھی نہیں ہوا وھی قائمہ تنظر وہ عورت کھڑی یہ منظر دیکھتی رہی۔ کہ اس ذرا سے پانی میں کیا کیا ہوگیا۔ سب نے پانی پی بھی لیا برتن بھی بھر لئے اور ایک نے غسل بھی کر لیا۔ یہاں اشکال ہے کہ یہ تصرف فی ملک الغیر کیوں ہوا۔ اصحاب علوم ظاہر یہ کہتے ہیں کہ ایسا اس لئے فرمایا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ مضطر ایسے وقت میں بے اجازت لے سکتا ہے۔ اور حقیقی جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم نے اس میں سے کچھ کم نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو پہلے سے بھی کہیں زائد بھرا ہوا تھا۔ اجمعوا لھا یعنی ہم نے اس کے پانی سے انتفاع حاصل کیا ہے۔ لہٰذا اس کے بدلے میں اس کے واسطے کچھ جمع کر کے لاؤ۔ ماحبسک یا فلانۃ چونکہ یہاں دیر ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ اسی قدر تاخیر سے اپنے گھر پہنچی تو گھر والوں نے دریافت کیا کہ کیا بات تھی۔ جو اتنی دیر لگ گئی اوانہ لرسول اللہ حقا یعنی اگر وہ ساحر نہیں ہیں تو بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ ولا یصیبون الصرم صرم کہتے ہیں گاؤں کو اور یہاں مراد قبیلہ ہے قال ابو عبد اللہ صبأ خرج چونکہ حدیث شریف میں صابی کا لفظ آگیا تھا اس لئے اس کی تفسیر فرمادی۔ اور اس سے ان کا ذہن قرآن پاک میں لفظ صابئین کی طرف منتقل ہو گیا تو ساتھ ہی ساتھ اس کی شرح بھی فرمادی۔ پھر آیت کریمہ الا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن کی طرف ذہن گیا تو اس کی تفسیر فرمادی۔

باب إِذَا خَافَ الْجُنُبُ عَلَىٰ نَفْسِهِ الْمَرَضَ أَوِ الْمَوْتَ أَوْ خَافَ الْعَطَشَ تَيَمَّمَ وَيُذْكَرُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَجْنَبَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَتَيَمَّمَ وَتَلَا وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ۔

ترجمہ:- جب جنبی کو اپنے نفس پر مرض کا یا موت کا ڈر ہو۔ یا پیاس کا خطرہ ہو تو تیمم کرے اور ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ سخت ٹھنڈی رات میں جنبی ہو گئے۔ تو تیمم کر کے یہ آیت تلاوت کی۔ کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو اللہ تعالیٰ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے۔ چنانچہ جب اس کا تذکرہ جناب نبی اکرم صلعم کے پاس ہوا تو آپ نے کوئی ملامت نہ فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۳۲ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ أَبُو مُوسَىٰ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لَا يُصَلِّي قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ نَعَمْ إِنْ لَمْ أَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا لَمْ أُصَلِّ لَوْ رَخَّصْتُ لَهُمْ فِي هٰذَا كَانَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هٰكَذَا يَعْنِي تَيَمَّمَ

وَحَلَّ قَالَ قُلْتُ فَأَيْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ قَالَ إِنِّي لَمْ أَرَ عُمَرَ قَنِعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ ۔

ترجمہ، حضرت ابووائل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ کیا جب تک کوئی پانی نہ پائے نماز نہ پڑھے۔ حضرت عبداللہ رضہ نے فرمایا ہاں اگر میں ایک مہینہ تک پانی نہ پاؤں تو نماز نہیں پڑھوں گا۔ اگر میں ان کو اس بارے میں رخصت دے دوں تو جب بھی کسی کو ٹھنڈک پہنچے گی تو اسی طرح کرے گا یعنی تیمم کرے گا۔ اور نماز ادا کرے گا۔ تو ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا پھر عمارؓ نے جو حضرت عمر رضہ کو تیمم کے بارے میں فرمایا تھا وہ کہاں جائے گا حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمار کے قول کو پسند کیا ہو۔

تشریح از شیخ مدنی رح، حضرت عمر رضہ اور حضرت عبداللہ رضہ جنبی کو تیمم کی اجازت نہیں دیتے تھے ممکن ہے یہ ان کا مذہب ہو۔ جو کہ جمہور کے خلاف ہے۔ اس باب میں دو روایتیں بیان کی گئی مگر ان میں ترتیب بدلی ہوئی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب مصلحت بیان کی۔ تو معلوم ہوا کہ وہ نفس مسئلہ کے مخالف نہیں لیکن پھر حضرت عمارؓ کے واقعہ پر رد کرنے کے کیا معنی ؟ تو دوسری روایت نے بتلا دیا۔ کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے اولاً قول عمار رضہ پیش کیا۔ پھر آیت کو پیش کیا جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو حقیقت بیان کر دی کہ میں نفس مسئلہ کے خلاف نہیں ہوں تو دوسری روایت نے اسے صاف کر دیا پہلی روایت میں راوی نے تقدیم و تاخیر کر دی۔

حدیث نمبر ۳۳۳ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَا يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذٰلِكَ مِنْهُ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فَمَا دَرٰى عَبْدُ اللهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِي هٰذَا لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلٰى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللهِ لِهٰذَا فَقَالَ نَعَمْ

ترجمہ، حضرت اعمش رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شقیق بن سلمہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت عبداللہ اور ابوموسیٰ رضہ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت ابوموسیٰ رضہ نے حضرت عبداللہ رضہ سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن

کہ جب کوئی شخص جنبی ہو جائے اور اسے پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا کہ جب تک اسے پانی نہ ملے نماز نہ پڑھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ حضرت عمارؓ کے اس قول کو کیا کرو گے جبکہ جناب نبی اکرم صلعم نے ان سے فرمایا کہ یہ تیمم ہی تمہیں کافی تھا جس پر حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس کے اس قول پر قناعت اور رضامندی ظاہر نہیں کی۔ تو حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ چلو ہم حضرت عمارؓ کے قول کو چھوڑتے ہیں۔ اس آیت تیمم کا کیا جواب ہو گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے کوئی جواب نہ بن پڑا صرف اتنا کہا کہ اگر ہم ان لوگوں کو ایسی صورت میں تیمم کرنے کی اجازت دے دیں تو قریب ہے کہ جس کو پانی ٹھنڈا لگا۔ وہ پانی کو چھوڑ کر تیمم کرنے لگے گا۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شقیق سے کہا کہ اچھا اس وجہ سے حضرت عبد اللہ تیمم للجنبی کو مکروہ سمجھتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ فما درلی عبد اللہ ما یقول اگر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا وہ مذہب ہوتا جو لامستم کے بارے میں شوافع کا ہے۔ کہ اس آیت سے مس مراۃ کا ناقض وضو ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ حضرت ابن عباسؓ لامستم کے معنی جامعتم کے لیتے ہیں تو یہاں پر ان کو جواب دینا آسان تھا کیونکہ اختلاف حدث اکبر میں ہو رہا ہے۔ وہ آسانی سے کہہ دیتے کہ لامستم سے مراد مس مراۃ ہے یعنی حدث اصغر ہے۔ حدث اکبر مراد نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ عاجز ہو گئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا تو معلوم ہوا کہ وہ لامستم کے معنی مستم کے نہیں لیتے۔ اب اشکال یہ ہے کہ آیت کریمہ سے استدلال کیونکر ہوا کیونکہ تیمم کا حکم تو عدم وجدان ماء کی صورت میں ہے۔ یہاں مریض کے لئے عدم وجدان ماء نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ عدم وجدان ماء سے مراد عدم القدرۃ علی استعمال الماء مراد ہے۔ اور وہ کبھی عدم وجدان ماء کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی مانع کی وجہ سے مثلاً برد کا خوف ہے۔ یا کسی مرض کے زیادہ ہونے کا خطرہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مرض کا مسئلہ تو صحابہؓ کے مابین مختلف فیہ رہ چکا ہے۔ مگر موت کے خوف اور پیاس کے خوف سے تیمم کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ اگر حدوث مرض کا خوف ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے متفق علیہ پر مختلف فیہ کو قیاس فرما کر بتلایا ہے کہ تیمم جائز ہے۔ اور اب ائمہ کا یہی مذہب ہے کہ خوف مرض کی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے ویذکر ان عمرو بن العاص اجنب فی لیلۃ باردۃ یہ واقعہ غزوہ ذات السلاسل میں پیش آیا۔ ابو داؤد میں یہ پوری روایت مذکور

ہے مختصر قصہ یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ امیر تھے غسل کی حاجت ہوگئی۔ سردی زیادہ تھی۔ تیمم کرکے نماز پڑھادی۔ لوگوں نے حضور اکرم صلعم سے شکایت کی۔ حضور اکرم صلعم نے وجہ دریافت فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلعم سردی زیادہ تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تقتلوا انفسکم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ اس پر حضور انور صلعم نے کچھ نہیں فرمایا۔ لہٰذا اس پر آپ کی تقریر ثابت ہوگئی۔ قال عبداللہ لا یصلی الخ حضرت عمرؓ امیر المؤمنین اور حضرت ابن مسعود فقیہ الامت جنبی کے تیمم کے بارے میں بڑے سخت تھے کہ اس کو تیمم کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ ان حضرات کا مذہب تھا یا سدًا للباب ایسا کرتے تھے۔ علماء دونوں طرف گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا مذہب تھا۔ پھر رجوع کرلیا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سدًا للباب منع کرتے تھے اسی ممانعت میں حضرت ابوموسیٰ اور ابن مسعودؓ کا مناظرہ پیش آیا۔ جو عمر بن حفص کی روایت میں ہے اور وہی مرتب ہے۔ اور بقیہ روایات میں جو آتا ہے وہ غیر مرتب ہے کہیں اس میں تقدیم ہے کہیں تاخیر ہے۔

باب التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ

ترجمہ، کہ تیمم ایک مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنا ہے۔

حدیث نمبر ۳۳۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ وَاَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَهُ اَبُوْمُوْسَى لَوْ اَنَّ رَجُلًا اَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا اَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَاِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ شَهْرًا فَقَالَ لَهُ اَبُوْ مُوْسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ فِيْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَوْ رُخِّصَ فِيْ هٰذَا لَهُمْ لَاَوْشَكُوْا اِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ اَنْ يَتَيَمَّمُوا الصَّعِيْدَ قُلْتُ وَاِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسَى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ فَاَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ اَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ اَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ

وَزَادَ يَعْلٰى عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ اَنَا وَاَنْتَ فَاَجْنَبْتُ فَتَمَعَّكْتُ بِالصَّعِيْدِ فَاَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا وَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ وَاحِدَةً ۔

ترجمہ، حضرت شقیق رح سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ اور ابو موسیٰ رض کے پاس تھا تو حضرت ابو موسیٰ رض نے حضرت عبداللہ رض سے کہا کہ اگر ایک آدمی جنبی ہو جائے اور اسے مہینہ بھر پانی نہ ملے۔ تو کیا وہ تیمم کرکے نماز نہ پڑھے جس پر حضرت عبداللہ رض نے فرمایا کہ تیمم نہ کرے اگرچہ اسے ایک مہینہ بھر تک پانی نہ ملے تو حضرت ابو موسیٰ رض نے فرمایا کہ پھر وہ آیت تیمم جو سورۂ مائدہ میں ہے اس کو کیا کروگے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جب تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ جس پر حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ اگر اس بارے میں ان کو تیمم کی اجازت دی گئی۔ تو قریب ہے کہ جب بھی کسی کو پانی ٹھنڈا لگا۔ تو وہ مٹی سے تیمم کرنے لگے گا۔ تو میں نے کہا اچھا تم اس وجہ سے مکروہ سمجھتے ہو۔ انہوں نے فرمایا ہاں تو حضرت ابو موسیٰ رض نے فرمایا کہ کیا تم نے حضرت عمار کی وہ بات نہیں سنی جو انہوں نے حضرت عمر رض سے کہی تھی۔ کہ مجھے جناب رسول اللہ صلعم نے کسی ضرورت کے لئے بھیجا مجھے جنابت لاحق ہو گئی پانی ملا نہیں تو میں زمین پر ایسے لیٹنے لگا جیسے جانور لیٹتا ہے تو میں نے اس کا ذکر جناب نبی اکرم صلعم سے کیا۔ آپ نے فرمایا تجھے اتنا ہی کافی تھا۔ اور ہتھیلی زمین پر ماری۔ پھر اس مٹی کو جھاڑا پھر اسی مٹی سے اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ظاہر کا مسح کیا یا اپنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی پشت کا مسح کیا پھر ان دونوں سے چہرہ کا مسح کیا۔ تو حضرت عبداللہ رض نے فرمایا کہ تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عمر رض نے حضرت عمار رض کے قول کو پسند نہیں کیا۔ یعلیٰ نے اعمش سے اور اس نے شقیق سے یہ زائد الفاظ روایت کئے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ اور ابو موسیٰ رض کے پاس تھا حضرت ابو موسیٰ رض نے فرمایا کہ کیا تو نے حضرت عمار کا وہ قول نہیں سنا جو انہوں نے حضرت عمر رض سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلعم نے مجھے اور آپ کو کسی ضرورت کے لئے روانہ کیا میں جنبی ہو گیا اور مٹی پر لیٹ گیا۔ پھر ہم نے جناب رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی۔ تو آپ نے فرمایا بس تمہیں اس قدر کافی تھا کہ چہرے اور ہتھیلیوں کا ایک ہی ضربہ سے مسح کرتے۔

تشریح از شیخ مدنی رح یہاں ضربۃ واحدۃ ہے اور کہیں ضرب بکفہ ضربۃ ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے جو ضربۃ واحدۃ کے قائل ہیں وہ بکفین کہتے ہیں اور یہاں مسح بھا ظہر کفہ ہے۔ حالانکہ یہ لوگ

باطن کف کے مسح کے بھی قائل ہیں۔ اور دوسری روایت میں کفین کا ذکر ہے۔ ان اضطرابات کی وجہ سے روایت عمار صحیح ہونے کے باوجود قابل استدلال نہیں ہوسکتی۔

تشریح از شیخ زکریا ؒ یہ مسئلہ گذر چکا ہے۔ حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ التیمم ضربۃ واحدۃ للوجہ والیدین اور حنفیہ ؒ وشافعیہ ؒ کے نزدیک ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین اور مالکیہ کے نزدیک ضربۃ واحدۃ فرض ہے اور ضربۃ ثانیہ سنت ہے اور بعض تابعین کا مذہب یہ ہے کہ التیمم ثلث ضربات ضربۃ للوجہ وضربۃ للکفین وضربۃ للذراعین امام بخاریؒ حنابلہ کے ساتھ ہیں۔ اور ان کا مستدل انما یکفیک ان تصنع ھکذا ہے جمہور اس استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم کیفیت مسح بیان نہیں فرما رہے تھے بلکہ اس کی کیفیت کی طرف اشارہ کیا تھا۔

باب حدیث نمبر ۳۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ ثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ الْخُزَاعِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا مُّعْتَزِلًا لَمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَّلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَاِنَّهٗ يَكْفِيْكَ۔

ترجمہ، حضرت عمران بن حصین خزاعی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایک آدمی کو الگ تھلگ دیکھا جس نے قوم کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا اے فلاں تجھے قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا جواب دیا۔ یا رسول اللہ مجھے جنابت لاحق ہوئی اور پانی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا مٹی کو اختیار کر دو وہ تمہیں کافی ہوگی۔ یعنی تیمم کر لو۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ بعض نسخوں میں لفظ باب نہیں ہے۔ تو باب اول میں داخل ہوگا کہ جنبی کے لئے تیمم ہے اگرچہ التیمم ضربۃ کے مناسب نہیں۔ تو کیوں نہ دونو کو پہلے باب میں داخل کر دیا جائے اور ہو سکتا ہے کہ بوجہ افادہ زائدہ کے بطور فصل کے ہوں۔ اور داخل بھی ہو سکتا ہے کیونکہ علیک بالصعید فانہ یکفیک الخ یہ مطلق ہے۔ اس کا ادنیٰ فرد ضربۃ واحدۃ ہے۔ پھر بھی مناسبت ہو جائے گی اس اضطراب کی وجہ سے حضرت عمارؓ کی روایت قابل استدلال نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا فرمان تعلیم کے موقعہ پر نہیں ہے۔ بلکہ ایک شبہ کا ازالہ ہے اس لئے حصر لیا ادفات لبطن مخاطب ہوا کرتا ہے۔ حضرت عمارؓ یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ جنابت کے لئے جو تیمم ہو اس کے لئے تمام بدن کو مٹی پہنچانی چاہیئے

آپ نے اسی شبہ کے ازالہ کے لئے اشارہ فرمادیا اور اسی پر اکتفا کیا۔ کہ تیمم کی تعلیم تمہیں پہلے دی جا چکی ہے وہاں جنابت کا تذکرہ نہیں تھا۔ اس جملہ سے بتلایا گیا۔ کہ وہی تیمم اس کے لئے کافی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب غلط ہے اس لئے کہ یہ روایت پہلے باب کی ہے اور دیگر شراح کی رائے یہ ہے کہ روایت آیۃ سے ضربۃ واحدۃ بالتصریح ثابت نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے باب باندھ دیا۔ اور مقصود وہی ضربۃ واحدہ ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی یہ غرض نہیں بلکہ اس باب سے ایک اشکال کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ اگر حضرت عمارؓ کو آیت تیمم معلوم تھی تو تمرغ کیوں کیا۔ اور اگر معلوم نہ تھی تو ان کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ مٹی پانی کے قائم مقام ہو جائے گی۔ حالانکہ اس کے اندر تو اور تلوث ہوتا ہے۔ شراح اس کا جواب دیتے ہیں کہ آیت صرف فتیمموا صعیدا طیباً نازل ہوئی تھی۔ اگلا حصہ نازل نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا انہوں نے جیسے غسل کرتے وقت سارے جسم پر پانی بہانے کا مسئلہ سن رکھا تھا۔ اسے ہی مٹی میں تمرغ کر لیا۔ مگر مجھے اشکال یہ ہے کہ یہ محتاج دلیل ہے۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت تیمم کا نزول الگ الگ ہوا ہو کسی مفسر نے یہ بات نہیں لکھی۔ بلکہ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے جو امام بخاریؒ دے رہے ہیں کہ حضرت عمارؓ نے صرف علیک بالصعید سن رکھا تھا۔ اور سارے صحابہ کا آیت سن لینا ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا علیک بالصعید کے عموم کو دیکھتے ہوئے تیمم کو غسل پر قیاس کر کے تمرغ کر لیا۔ علیک بالصعید سے خاتمہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ مٹی میں مٹی مل گئی انجام دنیا دیکھ لے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

كِتَابُ الصَّلٰوةِ

باب كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ فِي الْإِسْرَآءِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ حَدَّثَنِيْ اَبُوْسُفْيَانَ ابْنُ حَرْبٍ فِيْ حَدِيْثِ هِرَقْلَ فَقَالَ يَاْمُرُنَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ۔

ترجمہ۔ لیلۃ اسراء میں نماز کیسے فرض ہوئی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوسفیان بن حرب نے ہرقل والی حدیث میں بیان کیا کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلعم ہمیں نماز پڑھنے۔ سچ بولنے اور

پاکدامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۳۶ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ کَانَ اَبُوْ ذَرٍّ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَیْتِیْ وَ اَنَا بِمَکَّۃَ فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِیْ ثُمَّ غَسَلَہٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَھَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِکْمَۃً وَّ اِیْمَانًا فَاَفْرَغَہٗ فِیْ صَدْرِیْ ثُمَّ اَطْبَقَہٗ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِیْ فَعَرَجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْتُ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا قَالَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ ھٰذَا قَالَ ھٰذَا جِبْرِیْلُ قَالَ ھَلْ مَعَکَ اَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِیَ مُحَمَّدٌ فَقَالَ اُرْسِلَ اِلَیْہِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فُتِحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْیَا فَاِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰی یَمِیْنِہٖ اَسْوِدَۃٌ وَّ عَلٰی یَسَارِہٖ اَسْوِدَۃٌ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ یَمِیْنِہٖ ضَحِکَ وَ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِہٖ بَکٰی فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرِیْلَ مَنْ ھٰذَا قَالَ ھٰذَا اٰدَمُ وَھٰذِہِ الْاَسْوِدَۃُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ نَسَمُ بَنِیْہِ فَاَھْلُ الْیَمِیْنِ مِنْھُمْ اَھْلُ الْجَنَّۃِ وَالْاَسْوِدَۃُ الَّتِیْ عَنْ شِمَالِہٖ اَھْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ عَنْ یَّمِیْنِہٖ ضَحِکَ وَ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِہٖ بَکٰی حَتّٰی عَرَجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ الثَّانِیَۃِ فَقَالَ لِخَازِنِھَا افْتَحْ فَقَالَ لَہٗ خَازِنُھَا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُ فَفَتَحَ قَالَ اَنَسٌ فَذَکَرَ اَنَّہٗ وَجَدَ فِی السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَاِدْرِیْسَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَ اِبْرٰھِیْمَ وَ لَمْ یُثْبِتْ کَیْفَ مَنَازِلُھُمْ غَیْرَ اَنَّہٗ ذَکَرَ اَنَّہٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِی السَّمَاءِ الدُّنْیَا وَ اِبْرَاھِیْمَ فِی السَّمَاءِ السَّادِسَۃِ وَقَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِدْرِیْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالَ ھٰذَا اِدْرِیْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰی فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالَ ھٰذَا عِیْسٰی ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاھِیْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالَ ھٰذَا اِبْرَاھِیْمُ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَ اَبَا حَبَّۃَ الْاَنْصَارِیَّ کَانَا یَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِیْ حَتّٰی ظَھَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْہِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَّ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی اُمَّتِیْ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً فَرَجَعْتُ بِذٰلِکَ حَتّٰی مَرَرْتُ عَلٰی

مُوسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰہُ لَکَ عَلٰی اُمَّتِکَ قُلْتُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَھَا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوسٰی قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَھَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِکَ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَھَا فَرَجَعْتُ اِلَیْہِ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِکَ فَرَاجَعْتُہٗ فَقَالَ ھِیَ خَمْسٌ وَّھِیَ خَمْسُوْنَ لَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوسٰی فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّکَ فَقُلْتُ اِسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَّبِّیْ ثُمَّ انْطَلَقَ بِیْ حَتّٰی انْتَھٰی بِیْ اِلَی السِّدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَغَشِیَھَا اَلْوَانٌ لَّا اَدْرِیْ مَا ھِیَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَا فِیْھَا حَبَایِلُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُھَا الْمِسْکُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ذر غفاریؓ بیان کیا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جبکہ میں مکہ میں تھا تو میرے گھر کی چھت کھولی گئی۔ جبرائیلؑ اترے اور میرے سینے کو کھول کر اسے زمزم کے پانی سے دھویا پھر ایک سونے کا تھال لائے جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا جس کو میرے سینے میں انڈیلا۔ پھر اسے سی کر جمع کر دیا۔ پھر میرے ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمان کی طرف چڑھا کر لے گئے جب میں آسمان دنیا تک پہنچا تو جبرائیلؑ نے آسمان کے نگران سے کہا دروازہ کھولو خازن نے پوچھا یہ کون ہے کہا جبرائیل ہوں، کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ فرمایا ہاں میرے ساتھ محمد صلعم ہیں، فرمایا کیا آپ کی طرف معراج کا پیغام بھیجا گیا ہے۔ فرمایا ہاں پس جب دروازہ کھلا تو ہم آسمانِ دنیا پر چڑھے اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اس کے دائیں جانب بھی کچھ لوگ ہیں۔ اور بائیں جانب بھی جب وہ دائیں طرف نظر آتا ہے تو ہنس دیتا ہے اور جب بائیں طرف دیکھتا ہے تو رونے لگتا ہے۔ اس نے کہا نبی صالح اور ابن صالح کا آنا مبارک ہو۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں، فرمایا یہ آدمؑ ہیں۔ ان کے دائیں اور بائیں جانب جو مجسمے نظر آتے ہیں وہ ان کی اولاد کے مجسمے ہیں۔ ان میں سے دائیں طرف والے اہل جنت ہیں اور بائیں طرف والے اہل جہنم ہیں جب وہ دائیں طرف نگاہ کرتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں۔ اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں، یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک پہنچایا گیا تو نگران سے دروازے کھولنے کو کہا اس آسمان کے نگران نے بھی وہی گفتگو کی جو پہلے آسمان والے نے کی تھی۔ بہرحال دروازہ کھلا تو حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے ذکر فرمایا کہ آپؐ نے آسمانوں میں حضرت آدمؑ۔ ادریسؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور

ابراہیمؑ کو موجود پایا لیکن ان کے مقامات اچھی طرح محفوظ نہیں کئے۔ سوائے اس کے کہ پہلے آسمان پر آدمؑ اور چھٹے آسمان پر ابراہیمؑ تھے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا جب جبرائیلؑ جناب نبی اکرم صلعم کو لے کر ادریسؑ کے پاس سے گذرے تو انہوں نے کہا نبی صالح اور اخ صالح کا آنا مبارک ہو۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں فرمایا کہ حضرت ادریسؑ ہیں پھر میرا گذر موسیٰؑ کے پاس سے ہوا تو انہوں نے بھی کہا کہ نبی صالح اور اخ صالح کا آنا مبارک ہو۔ میں نے پوچھا کون صاحب ہیں فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں پھر میرا گذر حضرت عیسیٰؑ کے پاس سے ہوا انہوں نے بھی مرحبا نبی صالح اور اخ صالح فرمایا۔ میں نے ان کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پھر میرا گذر حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے ہوا۔ تو انہوں نے نبی صالح اور ابن صالح کہہ کر خیر مقدم کیا۔ میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ ابن شہابؒ زہری فرماتے ہیں کہ مجھے ابن حزمؒ نے بتلایا کہ حضرت ابن عباسؓ اور ابو حبہ انصاریؓ فرماتے تھے۔ کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ مجھے اور اوپر لے جایا گیا تو میرے سامنے ایک ہموار میدان ظاہر ہوا جس میں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔ ابن حزمؒ اور انس بن مالکؓ دونوں فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بلند و برتر نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ میں اس حکم کو لے کر واپس آیا تو میرا گذر حضرت موسیٰؑ کے پاس سے ہوا۔ جنہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی امت پر آپؐ کی وساطت سے کیا فرض کیا ہے۔ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اپنے رب کے پاس واپس جا کر تخفیف کی درخواست کرو۔ کیونکہ آپؐ کی امت پچاس نماز ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ میں نظر ثانی کے لئے واپس گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کچھ حصہ نماز کا معاف کر دیا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر ان کو بتلایا کہ کچھ حصہ نماز کا ساقط ہو گیا ہے جس پر موسیٰؑ نے فرمایا کہ پھر واپس جا کر سوال کرو۔ آپؐ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی میں نے نظر ثانی کی درخواست گذاری تو کچھ اور حصہ ساقط ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر بھی رب کی طرف جا کر تخفیف صلوٰۃ کا مشورہ دیا۔ میں نے درخواست گذاری تو حکم ہوا کہ یہ نمازیں ہیں تو پانچ لیکن ثواب میں پچاس ہیں۔ ہمارے پاس بات نہیں بدلا کرتی۔ حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا تو انہوں نے پھر بھی واپس جا کر سوال کرنے کا مشورہ دیا۔ میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ بعد ازاں مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا جس کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ لیا تھا میں نہیں جانتا وہ کیا تھے۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا جس میں موتیوں کے گنبد تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ خرج عن سقف بیتی اور بعض روایات میں ہے۔ سقف بیت ام ہانیؓ تو اس

میں تعارض نہیں کیونکہ وہ گھر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا تھا جس میں آپؐ قیام فرماتے۔ فشق صدری اگر شبہ ہو کہ شق صدر سے تو آدمی مرجاتا ہے۔ لہٰذا شق صدر ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ شق صدر چار مرتبہ کی روایات ملتی ہیں شق صدر کی سب سے پہلی قوی روایت لیلۃ المعراج والی ہے۔ اس سے دوسرے درجہ کی بچپن کے شق صدر والی ہے۔ یہ دونو صحاح کی روایات ہیں اور تیسرے درجہ میں بلوغ کے وقت شق صدر کی ہے۔ اور چوتھی روایت میں شق صدر بوقت بعثت ثابت ہے۔ منکرین شق صدر نے کہا تھا کہ اس سے انسان زندہ نہیں رہ سکتا حالانکہ آج سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ اپریشن سے شق اعضا ہوتا ہے لیکن پھر بھی انسان زندہ رہتا ہے۔ تو قدرت باری تعالیٰ سے کیا محال ہے۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ شق صدر کے ذریعہ جو چیزیں نکالی گئیں ان کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح روحانی حیثیت سے آپؐ کمال رکھتے ہیں۔ ایسے جسمانی حیثیت سے بھی آپؐ کو کامل پیدا کیا گیا۔ مگر پھر حلقہ سوداء جو لہو و لعب کا باعث ہے اسے نکال دیا گیا۔ اور پھر بلوغ کے وقت ایک ایسا مادہ ہوتا ہے۔ جو جنون شباب کا باعث بنتا ہے اس کو بھی شق صدر کے ذریعہ سے زائل کیا گیا۔ وحی الٰہی کے تحمل کے لئے قلب مبارک میں حکمت بھر دی گئی جس سے قوت پیدا ہوئی اور چوتھا موقع ہے کہ عالم علوی کی سیر کرانی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تجلی کا اس دنیا میں تحمل نہیں کر سکے تھے۔ تو اب شق صدر کر کے قوت بھر دی گئی۔ تاکہ آپؐ عالم علوی کی اشیاء کو برداشت کر سکیں من ذھب الخ ذھب کا استعمال اگرچہ دنیا میں ممنوع ہے۔ مگر چونکہ تحلیل و تحریم کے احکام مدینہ منورہ میں آئے لیلۃ المعراج میں حرمت نہیں آئی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ملائکہ استعمال کر رہے ہیں (۳) یہ فعل بحکم اللہ تعالیٰ ہے۔ جب حکم الٰہی کی وجہ سے تلت و حرمت ہوتی ہے تو پھر بحث ہی نہیں رہتی۔ ممتلئاً حکمۃً اگر شبہ ہو کہ ان اعراض کو مادیات میں کیسے رکھا گیا۔ جواب یہ ہے کہ حکمت اور ایمان کا مادہ ان مادیات میں بھرا گیا۔ یا بطور تشبیہ کے امتلاء (بھرنا) ہے یا اصابۃ حق فی العمل والقول کو حکمت و ایمان سے تعبیر کیا گیا۔ اور حکمت و ایمان کو بصورت مادہ بنا کر پھر بھر دیا گیا۔ ارسل الیہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم ملکوت میں آپؐ کے عروج کی اطلاع ہو چکی تھی مگر وقت کی تعیین نہیں تھی اس لئے سوال کیا گیا اسودہ جمع سواد کی بمعنی شخص کیونکہ اس کا سایہ سیاہ پڑتا ہے۔ کتنا ہی گورے سے گورا انسان کیوں نہ ہو دور سے سیاہ ہی نظر آتا ہے، یہ ارواح بعض کہتے ہیں کہ وہ ہیں جو دنیا سے آئی ہیں، ظاہر یہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دوسری روحیں ہوں اہل تصوف فرماتے ہیں کہ علیین اور سجین دو تو حضرت آدم علیہ السلام کے قریب

ہیں ان کو یمین و شمال سے تعبیر کیا گیا یا اصل علیین اور سجین آپ کو نظر آئے نسم جمع نسمہ کی بمعنی روح اگر شبہ ہو کہ آپؐ نے جمیع انبیاءؑ علیہم السلام کی بیت المقدس میں امامت فرمائی۔ ان کے پاس براق وغیرہ کا انتظام نہیں تھا تو پھر یہ حضرات سموات پر کیسے پہنچ گئے۔ بعض نے کہا کہ وہ بیت المقدس میں انبیاءؑ نہیں تھے اور بعض نے کہا کہ بیت المقدس میں روحیں تھیں اور سموات پر ان کے اجساد تھے۔ اور بعض نے اس کے برعکس کہا کہ تجرد روح کی وجہ سے انسان اپنے جسم کو مختلف مقامات پر ظاہر کر سکتا ہے ثم مررت بموسیٰ یہ ثم ترتیب ذکری کے لئے ہے۔ صریف اقلام بمعنی چرچراہٹ اگر شبہ ہو کہ آپؐ نے فرمایا جف القلم پھر صریف اقلام سننے کے کیا معنی؟ اور اختصام ملاً اعلیٰ کے اندر مختلف اعمال کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا اجرا ابھی مل رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قلم دو قسم ہے۔ قلم تشریعی وہ تو ہر نبی کے زمانہ کے مطابق تیار ہوتی ہے۔ اور قلم تکوینی پہلے سے ہے۔ اس میں ہر چیز ازلی مقرر ہوتی ہے۔ جیسے ہر بادشاہ کے ہاں اس کا اہتمام ہوتا ہے۔ پھر قلم تشریعی اور تکوینی کا اصل اور فرع ہے۔ قلم تشریعی کے اصل میں کلیات وغیرہ متعین ہوتے ہیں۔ اور قلم فرعی میں ہر سال شب برأت میں متعین ہوتے ہیں یہاں قلم تکوینی نہیں ہے۔ بلکہ قلم تشریعی کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نساد القلم و مایسطرون فرمایا گیا۔ ما سطر نہیں فرمایا گیا یہاں وہی قلم تشریعی مراد ہے۔ لا یبدل القول لدیّ الخ کا یہ مطلب نہیں کہ اب صلوٰۃ میں بالکل تغیر نہیں ہوگا بلکہ باری تعالیٰ نے جو اپنی طرف سے ثواب مقرر کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہیں آئے گا۔ لدیّ کا تعلق قول اور یبدل دونوں سے ہو سکتا ہے۔ حبائل اور بعض نسخوں میں جنابذ کا لفظ ہے جو کہ صحیح ہے۔ جنابذ جنبذ کی جمع ہے جس کے معنے گنبد کے ہیں۔ اور حبائل جمع حبل کی مراد لڑیاں ہوں گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ باب کیف فرضت الصلوٰۃ الخ یہ کیف سے پانچواں باب شروع ہو رہا ہے۔ اس باب سے کیفیت فرضیۃ صلوٰۃ بیان فرما رہے ہیں کہ اوّلاً پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور انتہا پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے حضور اکرم صلعم بار بار تشریف لے گئے۔ اور تشریف لائے۔ جیسا کہ روایات میں آ رہا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اسراء اور معراج ایک رات میں ہوئی ہیں یا دو راتوں میں۔ اسراء تو بیت اللہ سے بیت المقدس کی سیر کہلاتی ہے اور بیت المقدس سے آسمانوں تک معراج ہے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ دونوں ایک ہی رات میں ہوئیں۔ امام بخاریؒ کی بھی یہی رائے ہے اس لئے فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء فرمایا۔ حالانکہ فرضیت آسمان پر ہوئی۔ اور وہ معراج ہے پھر بھی فی الاسراء فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دونوں ایک ہی رات میں ہیں

اور کتاب الانبیاء میں مستقل دو باب آئیں گے، ایک باب اسراء کا دوسرا باب معراج کا۔ اس لئے کہ وہاں مقصود قصہ کو بیان کرنا ہے۔ فی حدیث هرقل میں نے کہا تھا۔ امام بخاریؒ حدیث ہرقل تیرہ جگہ ذکر فرمائیں گے انہی میں ایک مقام یہ بھی ہے۔ اور یہاں یہ مکرر اس لئے ذکر فرمایا کہ ہرقل نے حضرت ابوسفیان سے پوچھا کہ وہ نبی تم کو کیا حکم دیتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا یا مرنا بالصلوٰۃ و الصدق و العفاف تو چونکہ اس میں صلوٰۃ کا ذکر ہے اس لئے یہ جملہ ذکر فرما دیا۔ نیز امام بخاریؒ نے اس جملہ سے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ فرضیۃ صلوٰۃ مکہ میں ہوئی۔ کیونکہ ابوسفیان سے حضور اکرم صلعم کی ملاقات بعد الہجرۃ ہرقل سے گفتگو تک ثابت نہیں فرج عن سقف بیتی دروازہ چھوڑ کر چھت سے آنا۔ دو باتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے تھا ایک تو یہ کہ جو امور آج کی رات میں پیش آئیں گے وہ خارق عادت اور خلاف معہود ہوں گے۔ اور دوسرے یہ کہ شق صدر کا واقعہ پیش آنے والا تھا۔ بہت ممکن تھا کہ شق صدر کے وقت حضور اکرم صلعم کو یہ خیال گزرتا کہ میرا سینہ شق ہونے کے بعد اب کیسے درست ہوگا تو چھت پھاڑ کر اشارہ کر دیا کہ جیسے یہ باوجود اپنی غلاظت کے درست ہو گیا۔ اسی طرح آپؐ کا صدر اطہر بھی درست ہو جائے گا۔ ففرج صدری یہ شق صدر کہلاتا ہے یہ کتنی مرتبہ پیش آیا ایک تو یہ ہے اور دوسرا مشہور یہ ہے کہ حضرت حلیمہؓ کے یہاں جب حضور اکرم صلعم تھے اسی وقت پیش آیا۔ یہ دو تو شق صدر عند المحدثین مشہور ہیں حافظ فرماتے ہیں کہ ایک تیسرا اس وقت ہوا جب کہ عمر مبارک دس سال کی تھی اور چوتھا بیان کیا جاتا ہے کہ غار حرا میں نزول وحی کے وقت پیش آیا۔ پانچویں مرتبہ بھی لوگوں نے بیان کیا ہے۔ مگر حافظؒ فرماتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں۔ ثم غسله بماء زمزم اس سے زمزم کے پانی کے جنت کے پانی سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب جنت سے طشت آسکتا تھا تو کیا پانی نہیں آسکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ زمزم افضل ہے۔ ثم جئت سے ممتلی حکمة و ایمانا اب سے پچاس سال قبل لوگوں کو اس روایت پر بڑا اشکال تھا کہ ایمان بھی کوئی ایسی محسوس چیز ہے۔ جسے طشت میں رکھ دیا جائے مگر جب سے بجلی کے ذریعہ علاج ہونا شروع ہوا۔ کہ بوتل میں طاقت بھری ہوئی ہے۔ جسے بجلی کے ذریعہ بدن میں پہنچا دیتے ہیں۔ نہ وہ نظر آتی ہے اور نہ وہ محسوس ہوتی ہے۔ اس وقت سے سب خاموش ہیں اب اگر کوئی کہے کہ ایمان بھی کوئی جسم ہے جو نظر آجاوے اس کا جواب بس یہی ہے کہ یہ برقی طاقت جو بوتل میں ہوتی ہے وہ کیسے نظر آتی ہے۔ فعرج بي الى السماء اس روایت پر قدیم اشکال تھا کہ آسمان پر حضور اکرم صلعم کیسے تشریف لے گئے اس لئے کہ بین السماء والارض کرۂ نار اور کرۂ زمہریر حائل ہیں ان کو کس

طرح پار کیا گیا لیکن راکٹ وغیرہ کی سائنسی تحقیقات نے ان سب شبہات کا ازالہ کر دیا۔ فقال او سل الیہ شراح اس کا مطلب یہ قرار دیتے ہیں کہ کیا ان کو نبوت عطا کی گئی ہے۔ رسالت دی گئی ہے لیکن میرے والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ تو مشہور تھا بلکہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ کیا ان کو یہ مرتبہ عطا ہوا کہ فرشتے کو ان کے لینے کے لئے بھیجا گیا۔ فاذا رجل قاعدٌ یہ رجل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ کما یأتی وعن یمینہ اسودۃ وعن یسارہ اسودۃ۔ اسودہ سواد کی جمع ہے۔ یعنی شخص یہاں اشکال یہ ہے کہ یہ سارے ان کے پاس کیونکر جمع ہو گئے۔ حالانکہ ارواح صالحین علیین میں ہوں گی اور ارواح غیر صالحین سجین میں ہوں گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت وقتی طور پر حضور اقدس صلعم کی آمد کے اہتمام میں تھا سب کو جمع کیا گیا تھا۔ دوسرا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ عالم برزخ ہے۔ اس میں پردہ وغیرہ کوئی نہیں ہوتا ممکن ہے کہ وہ اپنی جگہ رہتے ہوئے حضور اکرم صلعم کو وہاں سے نظر آ رہے ہوں۔ جیسا کہ ایک قول کے مطابق مردہ کو جناب نبی اکرم صلعم اپنی قبر میں ہوتے ہوئے نظر آ دیں گے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ عالم مثالی کی چیزیں ہیں۔ وہاں پر ان کی صور مثالیہ موجود تھیں۔ اذا نظر قبل یمینہ ضحک الخ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نسمات حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ اولاد کے اچھے کاموں پر خوشی اور برے کاموں پر رنج ہوتا ہے۔ مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح۔ ابن صالح اس لئے فرمایا کہ حضور اکرم صلعم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ۔ قال انسؓ حضور اکرم صلعم نے ان انبیاً مذکورین کا ذکر فرمایا اور ان کے مراتب سماویہ بھی ذکر فرمائے مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ ہاں یہ یاد ہے کہ آدم علیہ السلام سما اول پر اور حضرت ابراہیمؑ سماء سادس پر تھے۔ فلما مر جبرائیل علیہ السلام بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بادریسؑ الخ حضرت ادریسؑ کو مؤخر ذکر فرمایا ہے۔ حالانکہ حضرت ادریسؑ سارے مؤرخین کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ مگر چونکہ امام بخاریؒ اس کے قائل نہیں اس لئے مؤخر ذکر فرمادیا ان کا استدلال یہ ہے کہ حضرت ادریسؑ نے الاخ الصالح کہا۔ اگر حضرت نوحؑ کے دادا ہوتے تو الابن الصالح فرماتے۔ اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی سے ساری دنیا ہے۔ ثم مررت بموسیٰ، ثم محض ترتیب ذکر کے لئے ہے نہ کہ ترتیب سماوی کے لئے۔ کیونکہ معلوم ہو چکا کہ ترتیب سماوی یاد نہیں رہی تھی قال ابن شہاب الخ یہاں سے امام زہریؒ آگے کا واقعہ جو دوسری سند سے سنا ہے۔ اس کو ذکر فرماتے ہیں۔ ففرض اللہ علی امتی خمسین صلوٰۃ چونکہ حضور اکرم صلعم اللہ تعالیٰ کے مہمان تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ

نے حضور علیہ السلام کو تحفہ نماز عطا فرمایا۔ اور ہر جگہ کا تحفہ اس مقام کے مناسب ہوتا ہے۔ وہاں کا تحفہ یہ تھا۔ ہمارے یہاں کا تحفہ کھانے پینے کی چیزیں بن گئیں فان امتک لا تطیق ذٰلک کیونکہ میں بنی اسرائیل کا امتحان کر چکا وہ دو وقت کی نماز بھی نہ نباہ سکے۔ فقال ھی خمس و ھی خمسون یہ تو تکوینی طور پر طے تھا کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہو گی۔ مگر چونکہ ثواب پچاس نمازوں کا دینا تھا۔ اس لئے پہلے پچاس اور پھر اس کے اندر تخفیف فرمائی۔ فرض اللہ الصلوٰۃ الخ اس حدیث سے ترجمہ تو بالکل واضح طور پر ثابت ہے، کہ ابتداءً دو دو رکعتیں تھیں اور انتہاءً صلوٰۃ الحضر میں اضافہ ہوا۔ اور صلوٰۃ سفر وہی دو رکعت رہی مگر اس روایت پر دو اشکال ہیں۔ ایک تو افرت صلوٰۃ السفر نص قرآنی کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں لا جناح علیکم ان تقصروا من الصلوٰۃ اس آیت کریمہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قصر فی صلوٰۃ السفر ہوا ہے۔ اور روایت کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے تھی ویسے ہی رہی۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ خود آیت ہی کے اندر اختلاف ہے کہ آیا یہ صلوٰۃ السفر کے بارے میں ہے یا صلوٰۃ الخوف کے بارے میں خود امام بخاریؒ صلوٰۃ الخوف میں ذکر کریں گے۔ اگر صلوٰۃ الخوف کے بارے میں ہے تو قصر سے وہ قصر مراد ہوگا جو صلوٰۃ الخوف میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں اشکال ہی نہیں رہتا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ قصر مجازاً فرما دیا باعتبار صلوٰۃ الحضر کے چونکہ صلوٰۃ الحضر اربع رکعات ہے اس لئے اس کے اعتبار سے صلوٰۃ السفر کو قصر کہہ دیا۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے تو سفر و حضر دونوں کی دو دو ہی رکعات تھیں۔ مگر جب حضور انور صلعم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو دونوں میں ایک دم اضافہ ہو گیا اور دو کی بجائے چار ہو گئیں اور پھر ۴ھ میں صلوٰۃ السفر میں قصر واقع ہوا۔ اور صلوٰۃ الحضر ویسی ہی رہی۔ اس صورت میں حضرت عائشہؓ کے قول فاقرت صلوٰۃ السفر کے اندر توجیہ کرنی ہو گی کہ فاقرت باعتبار حال کے فرما دیا۔ اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کی روایت کی رو سے صلوٰۃ السفر میں قصر ہے۔ اور وہ دو رکعتیں ہیں۔ تو پھر حضرت عائشہؓ اتمام کیوں کرتی تھیں جیسا کہ روایات میں آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں روایات میں آتا ہے کہ وہ اتمام کیا کرتی تھیں وہیں یہ بھی آتا ہے کہ تاولت کما تاول عثمان یعنی ان کا اتمام ایک تاویل اور ایک عارض کی وجہ سے تھا۔ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں ام المومنین ہوں اور یہ سارے میرے بچے ہیں لہٰذا میں جہاں جاؤں گی وہیں میرا گھر ہے اور اپنے گھر میں قصر کیسے جملہ کما تاول عثمان کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بھی یہی تاویل کی تھی کہ میں سب کا باپ ہوں۔ بلکہ تمثیل نوع تاویل کے

اندر سے حضرت عثمانؓ کی یہ تاویل ابواب السفر میں آئے گی

حدیث نمبر ۳۴۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِي صَلٰوةِ الْحَضَرِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہ ام المومنینؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض فرمائی تو حضر اور سفر دونوں میں دو دو رکعات تھیں پھر صلوٰۃ سفر کو برقرار رکھا گیا اور صلوٰۃ حضر میں اضافہ کیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ان دونوں روایتوں سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نماز کی فرضیت بہت عظیم الشان طرح سے ہوئی۔ کہ اپنے ہاں بلا کر حکم سنایا گیا۔ اس سے مصنفؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ نماز کی فرضیت بہت سخت اور اہم ہے۔ اہم حکم سنانے کے لئے بادشاہ وزیر اعظم کو خود بلاتا ہے چنانچہ آپؐ کو آسمانوں پر بلوا کر نماز کا حکم سنایا گیا۔ اقرت صلوٰۃ السفر اگر شبہ ہو کہ صلوٰۃ سفر میں قصر واقع نہیں ہوا۔ حالانکہ قرآن مجید سے قصر معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ شوافعؒ اس کے قائل ہیں اقصر بمعنی ارجعت اور احنافؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ سفر اسی حالت پر رکھی گئی، چنانچہ حضرت عمرؓ کا قول ہے، صلوٰۃ السفر رکعتان وصلوٰۃ الخوف رکعۃ تمام غیر قصر الخ حضرت عائشہؓ اور ابن مسعودؓ کی روایات بھی ایسی ہی ہیں، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ بنا بریں فرماتے ہیں۔ کہ مسافر کے لئے دو رکعت پڑھنا عزیمت ہے اگر کوئی اتمام کرے تو اس سے مؤاخذہ ہوگا۔ احنافؒ ان روایات کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں کہ صلوٰۃ حضر میں زیادتی کی گئی۔ سفر کی نماز میں نہیں کی گئی۔ اور آیت کریمہ میں جو لا جناح علیکم ان تقصروا ہے وہاں صلوٰۃ خوف کا تذکرہ ہے۔ صلوٰۃ سفر کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آگے صلوٰۃ خوف کی ترتیب بتلائی گئی۔ اور صلوٰۃ الخوف رکعۃ مع الامام ہے۔ یا ایک جواب یہ ہے کہ قصر کیا گیا مگر جیسے ضحکوا الجبۃ میں ہے مطلب یہ ہے کہ ابتداء ہی سے جبہ تنگ بنایا اور ضیق فم الرکیۃ میں یہی مطلب ہے۔ کہ کنویں کا منہ ابتداء ہی سے تنگ بنانا تو یہاں بھی یہ مطلب ہوگا کہ ابتداء ہی سے قصر کرنا۔

باب وُجُوبِ الصَّلٰوةِ فِي الثِّيَابِ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَمَنْ صَلّٰى مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَيُذْكَرُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ وَفِي اِسْنَادِهِ نَظَرٌ وَمَنْ صَلّٰى فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيْهِ مَا لَمْ يَرَ فِيْهِ اَذًى وَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ -

ترجمہ: کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔ اور جس شخص نے ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھی۔ اس کا کیا حکم ہے اس طرح حضرت سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ اس کپڑے کو بٹن لگا لو اگرچہ کانٹے کا ہی کیوں نہ ہو۔ بہرحال اس کی سند پر اعتراض ہے اور جس نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس میں اس نے جماع کیا تھا۔ بشرطیکہ اس میں گندگی نہ ہو۔ اور آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف نہ کرے

حدیث نمبر ۳۴۸ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُّخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَاَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ حَدَّثَتْنَا اُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا -

ترجمہ:- حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ ہمیں آپؐ نے یہ حکم دیا تھا کہ ہم عیدین کے موقعہ پر حیض والی پردہ نشین کو بھی باہر نکالیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعوت میں حاضر ہوں البتہ حیض والی اپنی عیدگاہ سے الگ رہیں (کیونکہ وہ مسجد کے حکم میں ہے) ایک عورت نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس لمبی چادر نہیں ہوتی تو وہ کیا کرے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی سہیلی اسے اپنی چادر پہنا دے۔ ابو رجاء کی سند میں ہے کہ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ یہ الفاظ میں نے خود نبی اکرم صلعم سے سنے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ثیاب جمع کا لفظ لایا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک میں کم از کم تین کپڑے ضرور ہونے چاہئیں مگر بوجہ مقابلۃ الجمع بالجمع توزیع کے لئے ہوگا۔ تقدیر عبادت ہوگی۔ وجوب الصلوٰۃ للناس فی الثیاب مصنفؒ کا مقصد صلوٰۃ کے لئے وجوب ستر ثابت کرنا ہے جمہور کا

بھی یہی مسلک ہے بعض لوگ وجوب کے قائل نہیں۔ دوسرا ترجمہ بطور دلیل کے ہے۔ آیت کریمہ میں جو زینت ذکر کی گئی ہے۔ اس سے اس جگہ ثیاب مراد ہیں۔ اگرچہ دوسری جگہ ثیاب مراد نہ ہوں۔ مگر اس جگہ بالاتفاق ثیاب مراد ہیں۔ مسجد سے مراد نماز ہے۔ تسمیۃ الحال باسم المحل کے طور پر۔ وَمَنْ صَلّٰی یہ دوسرا ترجمہ ہے جس میں حکم کو بیان نہیں کیا گیا۔ مگر یذکر عن سلمہ ابن الاکوع سے اس کا حکم معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے۔ اور تیسرا ترجمہ وَمَن صَلّٰی فی الثوب الخ سے ثابت کیا ہے کہ جو ثوب نماز کے لئے استعمال کیا جائے اس کے لئے طہارت شرط ہے۔ اگرچہ وہ طہارت غلبۂ ظن کے اعتبار سے ہو۔ ان تینوں تراجم کے لئے ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ روایت سے ثابت ہے کہ طواف بالبیت کے لئے ستر عورت شرط ہے حالانکہ طواف اس قدر موسع ہے۔ کہ اس میں اتنی تنگیاں نہیں ہیں جس قدر نماز میں ہیں۔ تکلم اس میں ممنوع نہیں جبکہ نماز میں مفسد ہے۔ تو جب طواف میں ستر عورت شرط ہے۔ تو صلوٰۃ جس میں زیادہ تنگیاں ہیں اس میں بطریق اولیٰ ستر عورت شرط ہوگا۔ اور ایسے نماز عید جو صلوات خمسہ سے کم درجہ کی ہے جب اس میں ستر ضروری ہے۔ جو زیادہ مؤکد ہے۔ اس میں ستر عورت بطریق اولیٰ شرط ہوگا۔ اور ایک جلباب کے اوڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ نماز میں ثوب واحد کافی ہو جاتا ہے۔ تستر عن الناس شوافع کے ہاں ضروری نہیں۔ امام بخاریؒ کا رجحان بھی یہی ہے۔ مگر علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ تستر عن الناس وعن نفسہٖ دونوں ضروری ہیں۔ ان کا استدلال تنزیہہ ولو لبیتوکتہ سے ہے اور موسیٰ بن محمد اتنے ضعیف نہیں کہ ان کی روایت درجۂ حسن سے بھی نکل جاتے۔ تو تستر عن الناس وعن نفسہٖ دونوں ضروری ہوئے۔ یعنی لوگوں سے اور اپنی ذات سے بھی پردہ کرے۔

تشریح از شیخ ذکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جہاں آئمہ کا اختلاف قوی ہوتا ہے وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ اور جہاں کوئی قوی اختلاف نہیں ہوتا وہاں ان کے نزدیک جو راجح ہوتا ہے۔ اس پر پکا حکم فرما دیتے ہیں۔ یہاں پر اختلاف یہ ہے کہ آیا صلوٰۃ کے لئے ثیاب شرط ہے یا نہیں امام مالکؒ کے نزدیک ثیاب للصلوٰۃ شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی بلا ثیاب نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ بقیہ ائمہ کے نزدیک ثیاب نماز کے لئے شرط ہے۔ اور یہی امام بخاریؒ کے نزدیک راجح ہے۔ اور امام مالکؒ کا قول ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب کا باب منعقد کیا۔ اور وجوب ثیاب کے لئے خذوا زینتکم سے استدلال کیا۔ آیت چونکہ لباس کے بارے میں

نازل ہوئی ہے۔اس لئے امام بخاریؒ کا استدلال صحیح ہے۔ اور زینۃ سے مراد کپڑے ہیں چونکہ تعری کے مقابلہ میں یہ زینت ہیں لباس کے لفظ سے زینت کے لفظ کی طرف عدول کرکے اشارہ فرما دیا کہ نماز کے وقت اچھے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور میرے نزدیک اگر کوئی شخص بازو میں بلا شیروانی کے نہ جاسکتا ہو تو ایسے کو نماز بھی بلا شیروانی پہنے نہ پڑھنی چاہیئے۔ بصورت دیگر نماز بلا شیروانی پڑھ سکتا ہے اور دوسری غرض یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آیت کریمہ خذوا زینتکم میں اختلاف ہے۔کہ یہ امر ایجابی ہے یا استحبابی امام بخاریؒ نے باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب ذکر فرما کر اشارہ کر دیا۔کہ یہ امر ایجابی ہے۔اس کے بعد امام بخاریؒ نے چار جملے اور ذکر فرمائے ہیں۔ایک من صلی ملتحفا الخ دوسرا یذکی عن سلمۃ تیسرا من صلی فی الثوب الخ اور چوتھا مرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ ان چاروں جملوں کو شراح جزو ترجمہ قرار دیتے ہیں۔ اور ہر ایک کو روایت سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جملہ اولیٰ من صلی ملتحفا الخ سے شراح پر ایک اشکال ہوتا ہے۔کہ اگر اس کو جزو ترجمہ قرار دیا جائے تو تکرار ترجمہ لازم آتا ہے کیونکہ اس سے آگے مستقل باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتحفاً آرہا ہے۔اس کا جواب شراح یہ دیتے ہیں کہ یہاں تبعاً ذکر فرما دیا۔ اور مستقل باب سے اصالۃً ذکر فرما دیا۔مگر میرے نزدیک ان میں سے کوئی بھی جزو ترجمہ نہیں ہے بلکہ ایسے جملے کبھی مثبت بفتح الباء ہوتے ہیں اور کبھی مثبت بکسر الباء تو میرے نزدیک یہ مثبت بالفتح نہیں بلکہ مثبت بالکسر ہے۔ مثبت بالفتح کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جزو ترجمہ ہوتا ہے۔اور اس کا اثبات روایت وغیرہ سے مقصود ہوتا ہے۔ اور مثبت بالکسر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ترجمہ کو ثابت کرتے ہیں اب یہ مثبت بالکسر اس طور ہوا کہ امام بخاریؒ نے وجوب ثیاب کا باب کا منعقد کیا۔اب اس کے بعد من صلی ملتحفاً ذکر فرما کر بتلاتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر ایک کپڑا ہو تو التحاف کرے یعنی لپیٹ لے تو اگر کپڑا شرط فی الصلوٰۃ نہ ہوتا۔ تو التحاف وغیرہ کی کیا ضرورت تھی۔اسی طرح سلمہ بن الاکوعؓ کی روایت نقل فرمائی ہے۔ جو ابو داؤد میں مفصل مذکور ہے کہ حضرت سلمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ میں شکار کرتا ہوں۔ اور ایک ہی قمیص ہوتی ہے۔ نماز کے وقت کیا کروں۔آپؐ نے ارشاد فرمایا ازرره ولو بشوکۃ یعنی گھنڈی لگالیا کرو اگر اور کچھ نہ ملے تو کانٹے سے بند کرلیا کرو۔ یہ روایت امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح نہیں اس لئے یذکر سے بیان کیا۔مگر اس سے استدلال اس طرح پر ہے کہ اگر ثیاب شرط نہ ہوتے تو ازرره کو کہنے کی کیا ضرورت تھی۔اور من صلی فی الثوب الذی یجامع فیہ الخ سے استدلال

اس طرح ہے کہ اگر ایک ہی کپڑا ہو۔ اور اسی کو پہن کر جماع بھی کرتا ہو۔ تو پھر بھی اس کو پہن کر نماز پڑھنے کو فرما رہے ہیں اس سے معلوم ہوا ثیاب شرط ہے اور ان لا یطوف با لبیت عریان سے استدلال بالکل واضح ہے۔ کہ آپ نے عریاناً طواف سے منع فرمایا۔ اور خود ہی فرمایا الطواف با لبیت صلوٰۃ تو جبکہ جو چیز صلوٰۃ حقیقی بھی نہیں بلکہ اس کے حکم میں ہے۔ اور اس کو ننگے ہو کر ادا کرنے سے منع فرمایا جا رہا ہے تو اصل چیز یعنی نماز وہ کیسے عریاں ہو کر پڑھی جا سکتی ہے۔ نتلبسہا صاحبتہا من جلبابہا اس روایت سے استدلال اس طرح ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے سوال کو جائز قرار دے دیا۔ حالانکہ السؤال ذلّ اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ثیاب فی الصلوٰۃ شرط ہے۔ یہ روایت کتاب الحیض میں گذر چکی ہے یہ روایت ترجمہ کے لئے تائید کرنے والی ہے۔

باب عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ۔

ترجمہ، باب ہے کہ نماز میں اپنی گدی پر چادر کو باندھنا حضرت سہل بن سعدؓ سے ابو حازم روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھی کہ وہ اپنی چادروں کو اپنی گردنوں پر باندھنے والے تھے۔

حدیث نمبر ۳۳۹ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِيْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهٗ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ وَاَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ حضرت محمد بن المنکدر تابعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر انصاریؓ نے ایک چادر میں نماز پڑھی جس کو گدی کی طرف سے گرہ لگائی ہوئی تھی اور ان کے کپڑے کھونٹی پر رکھے ہوئے تھے تو کسی کہنے والے نے کہا کہ حضرت کیا آپ ایک ہی چادر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا یہ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ تیرے جیسا احمق مجھے دیکھ سکے۔ جناب رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھی جائے تو اس کی دو حالتیں ہیں کہ وہ کپڑا وسیع ہو گا یا تنگ اگر چھوٹی چادر ہو۔ تو اسے قفا پر باندھ لیا جائے۔ ورنہ کشف عورت ہو گا۔ بخلاف وسیع ثوب

کے کہ اس سے کہ اس کا التحاف کافی ہے۔ تخفا پر باندھنا ضروری نہیں مشجب لکڑی کے تین کونے ملا کر اس پر کپڑے رکھے جائیں۔ ایسی لکڑی کو مشجب کہتے ہیں۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ دوسرے کپڑے موجود ہونے کے باوجود ثوب واحد میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ عمل صحابی کا بیان جواز کے لئے تھا۔ جمہور دوسرے کپڑوں کی موجودگی میں ثوب واحد کے اندر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں جبکہ بیان جواز مقصود نہ ہو۔

حدیث نمبر ۳۴۰ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ اَبُوْ مُصْعَبٍ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرًا يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ۔

ترجمہ، حضرت محمد بن المنکدر تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ انصاری صحابی کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے جملہ ومن صلی ملتحفا فی ثوب واحد سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ اب یہاں سے تین باب باندھیں گے۔ کیونکہ کپڑے تین قسم کے ہو سکتے ہیں۔ یا تو خوب بڑا ہوگا یا متوسط ہوگا یا چھوٹا تو امام بخاریؒ نے بڑے کپڑے کے لئے التحاف کا باب باندھ کر بتلا دیا کہ اگر کپڑا بڑا ہو تو اس کو التحاف کرنا چاہیئے۔ اور التحاف کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دونو جانب کو اِدھر اُدھر ڈال لے اور اگر متوسط ہو تو کندھے پر ڈال لے۔ اگر قصیر ہو تو اس کو حقوہ پر باندھ لے۔ یہ باب متوسط کپڑے کے بارے میں ہے۔ مشجب کی بناوٹ اس طرح ہوتی ہے کہ تین لکڑیاں نیچے سے چوڑی رکھ دی جاتی ہیں۔ اور ان کے اوپر کے سرے باندھ دیئے جاتے ہیں اس پر بیچ میں تو گھڑا وغیرہ رکھ لیتے ہیں۔ اور چاروں کونوں پر کپڑے وغیرہ ٹانگ دیتے ہیں صورت اس کی یہ ہے ✱ ۶ بیناکان لہ ثوبان یعنی ہم میں سے کسی کے پاس دو دو کپڑے ہوتے تھے میرے والد صاحب ایک مرتبہ موچیوں کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور شاگرد ڈول بھر بھر کر پانی کے ڈالتے جا رہے تھے۔ ایک آدمی جو میرے والد صاحب کے ملنے والوں میں سے تھے۔ انہوں نے کہا حضرت جی یہ کیا کر رہے ہو یہ تو اسراف ہے۔ میرے والد صاحب نے فرمایا میرے لئے اسراف نہیں تمہارے لئے اسراف ہے۔ انہوں نے کہا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ میں مولوی ہوں اور تم نہیں۔ وہ کہنے لگے جب ہی تو لوگ الزام دیتے ہیں۔ کہ یہ مولوی اپنے لئے جو چاہے حلال کر لیں، اور دوسروں کے واسطے جو چاہیں حرام! میرے والد صاحب نے فرمایا کہ بات یہی ہے کہ ہمارے واسطے حلال ہے اور تمہارے واسطے حرام۔ انہوں نے وجہ دریافت کی۔

فرمایا پہلے ہم سے پڑھو۔ پھر معلوم ہو جاتے گا۔ میرا خیال یہ ہے کہ والد صاحب کی نیت تبرید کی تھی جب تک تبرید نہ ہو۔ پانی ڈالتے جاؤ۔ بخلاف غسل طہارت کے کہ جس وقت وہ حاصل ہو گئی تو اس سے زیادہ مکروہ ہوگی

باب الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِہٖ وَقَالَ الزُّھْرِیُّ فِیْ حَدِیْثِہٖ الْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ وَھُوَ الْمُخَالِفُ بَیْنَ طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ وَھُوَ الْاِشْتِمَالُ عَلٰی مَنْکِبَیْہِ وَقَالَتْ اُمُّ ھَانِیٍٔ اِلْتَحَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ لَّہٗ وَخَالَفَ بَیْنَ طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ۔

ترجمہ باب، ایک کپڑے کو لپیٹ کو نماز پڑھنا حضرت امام زہریؒ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ ملتحف کے معنی متوشح کے ہیں کہ کپڑے کے دو کنارے مخالف کر کے کندھوں پر ڈالنے والا اسی کو اشتمال علی المنکب کہتے ہیں اور حضرت ام ہانیؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلعم نے اپنے کپڑے کو اس طرح لپیٹا کہ اس کے دونو کنارے مخالف کر کے کندھوں پر ڈال دیا۔

حدیث نمبر ۳۴۱ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَیْنَ طَرَفَیْہِ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے دونو کناروں میں مخالفت کردی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ملتحف متوشح کو کہتے ہیں کہ جس میں کپڑے کے دونوں کونوں کو کندھوں پر ڈالا جائے۔ اس باب میں تو تستر کو ضروری تبلایا گیا ہے۔ خواہ وہ ثوب واحد ہی کیوں نہ ہو۔ یا اس سے زائد ہی ہو اور دوسرے باب ہی التحاف نے کو بیان کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ دوسری صورت ہے کہ جب کپڑا بہت بڑا ہو تو التحاف کرے بعض شراح فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ سے ایک اور مسئلہ ثابت فرماتے ہیں وہ یہ کہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ ایک کپڑے میں نماز جائز نہیں۔ وان کان اوسع من السماء اس لئے امام بخاریؒ جواز الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ثابت فرمارہے ہیں اور ملتحفاً قید احترازی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تبلانا ہے کہ یہ صورت ہونی چاہیئے قال الزھری فی حدیثہ امام زہریؒ نے ملتحف کی تفسیر المتوشح سے فرمائی ہے۔ المتوشح وشاح سے ماخوذ ہے۔ ہار کو کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَۃَ قَدْ اَلْقٰی طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلعم کو حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا جبکہ اس کپڑے کے دونوں کونے آپؐ نے اپنے دونوں کندھوں پر ڈال رکھے تھے۔

حدیث نمبر ۳۴۳ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الخ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَخْبَرَہٗ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِہٖ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَۃَ وَاضِعًا طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ فرماتے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو ایک کپڑا لپیٹے ہوئے تھے حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں نماز پڑھتے دیکھا اس حال میں کہ آپؐ نے اس کپڑے کے دو کونے اپنے دونوں کندھوں پر ڈالنے والے تھے

حدیث نمبر ۳۴۴ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ ابْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ اُمَّ هَانِیءٍ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَۃُ ابْنَتُہٗ تَسْتُرُہٗ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ مَنْ هٰذِہٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِیءٍ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِیءٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِہٖ قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانَ رَکَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ اَنَّہٗ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ اَجَرْتُہٗ فُلَانُ بْنُ هُبَیْرَۃَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ یَا اُمَّ هَانِیءٍ قَالَتْ اُمُّ هَانِیءٍ وَّذٰلِكَ ضُحًی۔

ترجمہ:۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ والے سال میں جناب رسول اللہ صلعم کی طرف گئی۔ جبکہ آپؐ غسل فرما رہے تھے اور آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ آپؐ کے لئے پردہ کر رہی تھیں میں نے آنحضرت صلعم پر سلام کہا۔ آپؐ نے پوچھا یہ کون عورت ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں ام ہانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپؐ نے ام ہانی کا آنا مبارک ہو۔ جب آپؐ غسل سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر آٹھ رکعات

نماز ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے ادا فرمائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ میرا ماں جایا بھائی (علی بن ابی طالب) کہتا ہے کہ وہ اس آدمی کو جس کو میں نے پناہ دی ہے وہ فلاں ہبیرہ کا بیٹا ہے وہ اس کو قتل کرنے والا ہے۔ اس پر جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ام ھانی؟ جس کو تم نے پناہ دی ہے ہم نے بھی اس کو پناہ دے دی اور یہ واقعہ اشراق کے وقت کا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ فصلی ثمان رکعات الخ یہ رکعات ثمانیہ کیسی تھیں اکثر علماء کے نزدیک چاشت کی تھیں اور جو چاشت کے منکر ہیں ان کے نزدیک فتح مکہ کے شکریہ میں تھیں صلوٰۃ الضحیٰ کے متعلق امام بخاریؒ مستقل باب قائم فرمائیں گے وہاں اس کی تفصیل آجائیں گی۔ زعم ابن امی ابن امی کہہ کر انہوں نے اشارہ کیا کہ دونوں ایک ہی شکم سے پیدا ہوئے اور پھر حضرت علیؓ میری مخالفت کرتا ہے۔ اور فلاں بن ہبیرہ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ حضرت علیؓ میرے قریب تھا میری بات مانتا۔ فلان بن ہبیرہ اس فلاں کے متعلق حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ نام معلوم نہ ہوسکا۔ اور ہبیرہ ام ہانی کے شوہر کا نام ہے۔ یہ ابن ہبیرہ کون تھا یا تو انہی کا لڑکا تھا۔ یا ہبیرہ کا بیٹا دوسری بیوی سے اور ان کا ربیب تھا قد اجرنا من اجرت یہ مسئلہ کتاب الجہاد کا ہے۔ کہ اگر عورت امان دے دے تو وہ معتبر ہوگی یا نہیں جمہور کے نزدیک معتبر ہوگی۔ اگر اس سے خوف ہو تو صرف قید کیا جائے قتل نہ کیا جائے۔ ذھبت الخ مغازی کی روایت میں ہے کہ آپ فتح مکہ کے دن ام ھانی کے گھر میں داخل ہوئے اور وہاں نماز پڑھی اور یہاں حدیث میں لفظ ذھبت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی اور کا گھر تھا۔ ام ھانی کا نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ انہی کے گھر کا ہے۔ لیکن ام ھانی تشویشناک حالات کی وجہ سے اپنے خاوند ہبیرہ کی تلاش میں گئی تھیں۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ ان کے سگے بھائی ان کے خاوند کے لڑکے کو پکڑے ہوئے ہیں اس لئے وہ جلدی سے حضور اکرم صلعم کے پاس گئیں جو کہ ان کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ اس لحاظ سے ذھبت کہہ دیا۔ اور چونکہ نبی اکرم صلعم خود بھی داخل ہوتے تھے اس لئے دخل النبی کہہ دیا

حدیث نمبر ۳۴۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ لِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک پوچھنے والے نے آنحضرت رسول اللہ صلعم سے ایک

کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا، تو جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے لئے دو کپڑے تھے۔

باب اِذَا صَلّٰی فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْیَجْعَلْ عَلٰی عَاتِقَیْہِ۔

ترجمہ، جب کوئی آدمی ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لے۔

حدیث نمبر ۳۴۶ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّیْ اَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی عَاتِقَیْہِ شَیْءٌ۔

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی تمہارا ایک کپڑے کے اندر نماز نہ پڑھے جبکہ اس کے کاندھے پر کوئی چیز نہ ہو

حدیث نمبر ۳۴۷ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْیُخَالِفْ بَیْنَ طَرَفَیْہِ۔

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم سے سنا آپؐ فرماتے تھے جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے دونوں کونوں کے درمیان مخالفت کر دے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے وہ یہ کہ حنابلہ کے نزدیک اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھے اور وہ اتنا بڑا ہو کہ تخالف بین الطرفین کیا جا سکتا ہے۔ تو تخالف بین الطرفین واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو ایک قول کے مطابق نماز نہیں ہوتی۔ اور ایک قول کی بنا پر ترک واجب کا گناہ ہوگا۔ اور جمہور کے نزدیک یہ واجب نہیں۔ اور چونکہ یہ مخالفت دو ہی صورتوں میں ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ کپڑا خوب بڑا ہو یا متوسط ہو۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے ان دونوں بابوں کے ذکر کرنے کے بعد اس کو بیان فرمایا اور ان کا رجحان اس مسئلہ میں حنابلہ کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ جعل علی العاتق یعنی کندھے پر ڈالنا واجب ہے اور ثوب قصیر کو اس کے بعد ذکر فرما رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ فلیجعل اگر اس لفظ کو ایجاب کے لئے مانا جائے۔ تب تو امام بخاریؒ امام احمدؒ کے شریک ہو جائیں گے اگر استحباب کے لئے ہو تو جمہور کے ساتھ ہوں گے امام احمدؒ پر رد نہ ہوگا

باب اِذَا کَانَ الثَّوْبُ ضَیِّقًا۔

ترجمہ، جب کہ کپڑا تنگ ہو۔

۵۹/۱

حدیث نمبر ۳۴۸ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ صَالِحٍ الخ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فَجِئْتُ لَیْلَۃً لِبَعْضِ اَمْرِی فَوَجَدْتُہٗ یُصَلِّی وَعَلَیَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَاشْتَمَلْتُ بِہٖ وَصَلَّیْتُ اِلٰی جَانِبِہٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرٰی یَا جَابِرُ فَاَخْبَرْتُہٗ بِحَاجَتِیْ فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا ھٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِیْ رَأَیْتُ قُلْتُ کَانَ ثَوْبًا قَالَ فَاِنْ کَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِہٖ وَاِنْ کَانَ ضَیِّقًا فَاتَّزِرْ بِہٖ (الحدیث)

ترجمہ :۔ حضرت سعید بن الحارث فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں حضور اکرم صلعم کے ساتھ نکلا ایک رات میں اپنی کسی ضرورت کے لئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؐ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا جبکہ میرے اوپر صرف ایک کپڑا تھا جس کو میں نے لپیٹ لیا اور حضور اکرم صلعم کے ایک طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی جب آپؐ نماز سے فارغ ہوتے تو آپؐ نے پوچھا جابر! رات کو کیسے آنا ہوا۔ میں نے اپنی ضرورت بیان کی جب میں اپنے بیان سے فارغ ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ اشتمال (کپڑے کا لپیٹ لینا) کیسا ہے۔ جو میں دیکھ رہا ہوں میں نے کہا حضرت! کپڑا ہی اتنا تھا فرمایا اگر کپڑا وسیع اور بڑا ہو۔ تو اسے سارے بدن پر لپیٹ لینا چاہیئے۔ اگر تنگ ہو تو اس کی چادر باندھ لینی چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب سے تیسری صورت بیان فرمارہے ہیں صلیت الی جانبہ یہ اس لئے کیا تاکہ حضور اکرم صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے ما السریٰ یا جابر بولے جابر یہ رات کا آنا کیسے ہوا۔ فاخبرتہ بحاجتی وہ حاجت یہ تھی کہ دشمنوں کی خبر کرنے گئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۴۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ سَھْلٍ قَالَ کَانَ رِجَالٌ یُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَاقِدِیْ اُزْرِھِمْ عَلٰی اَعْنَاقِھِمْ کَھَیْئَۃِ الصِّبْیَانِ وَیُقَالُ لِلنِّسَآءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَکُنَّ حَتّٰی یَسْتَوِیَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ صحابہ کرام اس حالت میں نماز پڑھتے تھے کہ اپنی چادروں کو اپنی گردنوں پر ایسے باندھنے والے تھے جیسے بچے گلا نزی باندھتے ہیں۔ اور عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ تم اس وقت سجدے سے اپنے سروں کو نہ اٹھاؤ جب تک مرد ٹھیک ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔

تشریح از شیخ زکریا، کہیأۃ الصبیان یعنی بچوں کی طرح مطلب یہ ہے کہ جب بچے ناسمجھ ہوتے ہیں توان کے گلے میں کپڑے کو باندھ دیتے ہیں تاکہ کہیں گر نہ جائے، ہمارے ہاں بھی یہ طریقہ ہے لا ترفعن رؤسکن الخ حضور اکرم صلعم نے عورتوں کو مردوں کے پورے طریقے سے بیٹھنے کے بعد سجدہ سے سر اٹھانے کا حکم دیا ہے، یہ اس لئے کہ جب کپڑے چھوٹے ہوں گے، اور مرد سجدہ کرتے ہوئے ہوں گے تو اگر عورتوں نے پہلے اپنا سر اٹھایا تو ممکن ہے کہ مرد کے کسی نامناسب جگہ پر نظر پڑ جائے اس لئے احتیاطاً یہ حکم فرمایا۔

باب الصَّلٰوۃُ فِی الْجُبَّۃِ الشَّامِیَّۃِ وَقَالَ الْحَسَنُ فِی الثِّیَابِ یَنْسُجُھَا الْمَجُوْسُ لَمْ یَرَ بِھَا بَأْسًا وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَیْتُ الزُّھْرِیَّ یَلْبَسُ مِنْ ثِیَابِ الْیَمَنِ مَاصُبِغَ بِالْبَوْلِ وَصَلّٰی عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ ثَوْبٍ غَیْرِ مَقْصُوْرٍ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ شامی جبہ میں نماز پڑھنے کے بارے میں حضرت حسن بصریؒ مجوس کے بُنے ہوئے کپڑوں کے بارے میں حرج نہیں سمجھتے تھے اور حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام زہریؒ کو یمن کے وہ کپڑے پہنے ہوئے دیکھا جن کو رنگنے میں پیشاب استعمال ہوتا تھا۔ شاید وہ دھونے کے بعد استعمال کرتے ہوں۔ یا بول ماکول اللحم کو وہ طاہر سمجھتے ہوں۔ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ غیر نچوڑے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھتے تھے یعنی نیا کپڑا جس کو دھویا نہ گیا ہو۔

حدیث نمبر ۳۵۰ حَدَّثَنَا یَحْیٰی الخ عَنْ مُغِیْرَۃَ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَقَالَ یَا مُغِیْرَۃُ خُذِ الْاِدَاوَۃَ فَاَخَذْتُھَا فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَوَارٰی عَنِّیْ فَقَضٰی حَاجَتَہٗ وَعَلَیْہِ جُبَّۃٌ شَامِیَّۃٌ فَذَھَبَ لِیُخْرِجَ یَدَہٗ مِنْ کُمِّھَا فَضَاقَتْ فَاَخْرَجَ یَدَہٗ مِنْ اَسْفَلِھَا فَصَبَبْتُ عَلَیْہِ فَتَوَضَّأَ وُضُوْءَہٗ لِلصَّلٰوۃِ وَمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْہِ ثُمَّ صَلّٰی (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا اے مغیرہ لوٹا پانی کا لے لو میں نے لوٹا لے لیا آپ قضائے حاجت کے لئے اتنی دور چلے گئے کہ میری آنکھوں سے چھپ کر اوجھل ہوگئے۔ جب حاجت سے فارغ ہوئے اور آپ پر ایک شامی جبہ تھا جس کی آستین سے آپ اپنا ہاتھ نکالنے لگے چونکہ جبہ تنگ تھا اس لئے اس کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکالا۔ میں آپ پر پانی ڈال رہا تھا آپ نماز کے وضو کی طرح وضو فرمایا۔ دونو موزوں پر مسح کیا پھر نماز ادا فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: شام کا علاقہ آپؐ کے عہد میں بلادِ حرب میں سے تھا یقینی بات ہے جو کپڑا وہاں سے آئے گا وہ مظنون نجاستہ ہوگا اس لئے کفار نجاسات سے نہیں بچتے۔ تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ایسے کپڑوں کو بغیر دھوئے استعمال کیا جاسکتا ہے اگرچہ ابن سیرینؒ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں مگر جمہور اس کے استعمال کی اجازت دیتے ہیں امام زہریؒ کا مسلک لبول ما یؤکل لحمہ کے بارے میں امام مالکؒ کا سا مسلک ہے۔ آج ہم بدیشی کپڑے کے استعمال کی ممانعت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بالیقین نجاستہ ہوتی ہے۔ کیونکہ یورپ میں یا ہندوستان میں جتنی ملیں ہیں۔ ان میں جو کپڑا تیار ہوتا ہے۔ ان کو ماوا لگا ہوا ہوتا ہے۔ اس میں چربی یا تیل جزء ضروری ہے۔ تیل مہنگا ہے۔ غیر ذبیحہ جانوروں کی چربی سے یہ مل والے ماوا دیتے ہیں انگلستان میں یہودی تو ذبیحہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عیسائی جو سرد ملک کے رہنے والے ہیں ان کی بسر اوقات گوشت پر ہے ذبح ہو نہیں سکتی۔ اس لئے وہ ہمیشہ غیر ذبیحہ کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ بھی ہے اور خود ان کے اعلانات بھی ہیں۔ بخلاف ہندوستان کے کاری گروں کے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم وہ سب چاول کا ماوا دیا کرتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں اسکے علاوہ مسلمان کے لئے تو طہارت و نجاستہ کا مسئلہ بھی ہے اس کے علاوہ مشرکین کی اعانت بھی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء میں ۸۰ کروڑ روپے اسی کپڑے سے ان کو حاصل ہوئے تیسرے ہم اپنے ہم وطن بھائیوں کو جن کی بسر اوقات اسی صنعت کپڑا پر ہے۔ سستے اور خوبصورت کپڑے خرید کر ان کو نقصان پہنچاتے ہیں آنحضرت صلعم کے زمانہ میں یہ چیزیں موجود نہ تھیں اور نہ ہی آپؐ کے شہر میں کپڑے بننے کا اہتمام تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: میری اور شراح کی رائے یہ ہے کہ کفار کے ہاتھوں کے بنے ہوئے کپڑوں کے پہننے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ چونکہ اہل کفر نجاست اور پاکی کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ قیاس کا تقاضا تھا کہ ان کے کپڑوں کا استعمال ممنوع ہوتا۔ امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ سے صرف کراہت منقول ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک وقت کے اندر اعادہ کرے۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اصل طہارت ہے اس لئے ایسے کپڑوں کا پہننا جائز ہے امام بخاریؒ بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔ بعض مشائخ درس کی رائے یہ ہے کہ اس ترجمہ سے ان کپڑوں کے پہننے کا جواز ثابت کرنا ہے جو علی ھیئۃ الکفار بنے ہوتے ہوں جیسے پتلون کوٹ، چیسٹر وغیرہ مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ روایت اور آثار میں سے کوئی چیز اس کی مساعدت نہیں کرتی۔ فی ثیاب المجوس اس جملہ سے کفار کے منسوج (بنے ہوئے) کپڑے پہننے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

رأيت الزهري الخ یمن میں کفار وغیرہ رہا کرتے تھے مسلمان اس وقت عامتہ نساجی یعنی کپڑے بننے کا کام نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کفار کے بنے ہوئے کپڑوں کے استعمال کا جواز ثابت ہوا۔ اب رہا ان کا مصبوغ بالبول کپڑا پہننا یا تو وہ دھو کر پہنتے تھے یا وہ بول ما یؤکل لحمہ ہوتا تھا جس کو وہ پاک سمجھتے تھے وصلی علی الخ چونکہ مسلمان عام طور پر اس وقت نساجی نہیں کرتے تھے ظاہر ہے کہ وہ کفار ہی کے بنے ہوئے ہوں گے۔ جن کے پہننے کا جواز معلوم ہوا۔ بعد جبة شامیہ یہ مقصود ہے حضرت علامہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ چونکہ وہ کپڑے ان کی صنعت پر بُنے ہوئے ہوتے تھے۔ وہم ہوتا تھا کہ شاید کفار کی مصنوعات ہمارے لئے جائز نہ ہوں۔ تو امام بخاریؒ نے جواز بتلا دیا۔ گویا کہ علامہ کشمیریؒ کے نزدیک دار و مدار نجاستہ عدم نجاستہ پر نہیں بلکہ صفت اور عدم صفت پر ہے۔ مگر میرے نزدیک حضرت علامہ کشمیریؒ سے زیادہ راجح شراح والی توجیہ ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے تائید میں جو اقوال نقل کئے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ امام زہری مصبوغ بالبول کپڑے پہنتے تھے تو معلوم ہوا کہ یہاں نجاستہ اور عدم نجاستہ کے وہم کو رفع کرنا مقصود ہے جمہور کا راجح مذہب یہ ہے کہ کفار کے بُنے ہوئے کپڑے بغیر پاک کئے ہوئے اگر نماز پڑھ لے تو نماز مکروہ ہے۔ مالکیہ کے نزدیک اعادہ فی الوقت ضروری ہے۔ اور بعد الوقت ضروری نہیں حضرات صاحبین کے نزدیک جب تک نجاستہ متحقق نہ ہو اس سے نماز وغیرہ سب جائز ہے اسی پر ہمارے ہاں فتویٰ ہے۔ ملک شام آپ کے زمانہ میں فتح ہوا۔

باب كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّي فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ:۔ نماز اور غیر نماز میں ننگا ہونا مکروہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۱ حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ وَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ عَلٰى مَنْكِبَيْكَ دُوْنَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم خانہ کعبہ کے لئے لوگوں کے ہمراہ پتھر اٹھا رہے تھے جبکہ آپ کے اوپر لنگی تھی۔ آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ بھتیجے اگر لنگی کو کھول کر پتھروں سے بچاؤ کے لئے اپنے کندھوں پر ڈال لیتے تو بہتر ہوتا۔ چنانچہ آپ نے لنگی کو

کھول کر اپنے کندھوں پر ڈالنا تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اس واقعہ کے بعد پھر کبھی آپ کو ننگا نہیں دیکھا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: اس جگہ آپ کا باوجود ضرورت کے ننگا ہونا بیہوشی کا باعث ہوا جس سے معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت شدیدہ کے ننگا ہونا جائز نہیں۔ نہانے میں بھی ایسی احتیاط برتنی چاہیئے۔ اور نماز میں بھی ایسا کرنا چاہیئے۔ وغیرھا۔ یہ لفظ مطابقۃً دلالت کرتا ہے کہ صلوٰۃ اور غیر صلوٰۃ میں تعرّی (ننگا ہونے) سے احتراز واجب ہے۔ اور بعض نسخوں میں وغیرھا کا لفظ نہیں ہے۔ تو وہاں بطریق اقتضاء النص نکالا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریّا۔ شراح کی رائے ہے کہ اوّلاً لباس فی الصلوٰۃ ثابت فرمایا ہے۔ اب عموم ثابت فرماتے ہیں۔ خواہ فی الصلوٰۃ ہو یا فی غیر الصلوٰۃ مگر میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس کو ابواب اللباس میں ذکر کرنا چاہیئے تھا۔ بلکہ میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ سابق کے اندر تو لباس بقدر فرض ثابت فرمایا ہے۔ کہ ستر عورت ضروری ہے۔ اور یہاں بقیہ بدن کے تستّر کو ثابت فرمارہے ہیں۔ کہ اگر کسی کے پاس کپڑے ہوں۔ تو اس کو ستر کے علاوہ دوسرے جسم کو بھی ڈھانکنا چاہیئے۔

فجعلت علی منکبیک چونکہ پتھر کی رگڑ سے بدن چھل جانے کا خطرہ تھا۔ اس لئے ایسا فرمایا فسقط مغشیا علیہ چونکہ نبی ہونے والے تھے۔ اس لئے جو کام بھی حیا کے خلاف ہوتا۔ اسی کا اثر ہونا تھا چنانچہ وہ اثر یہاں بھی ہوا فما رآی بعد ذالک عریانا اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے تو امام بخاریؒ نے اس سے کیسے استدلال کر لیا۔ جواب یہ ہے کہ جملہ فما رآی بعد ذالک اپنے عموم کی وجہ سے زمانہ نبوت وغیر نبوت سب کو شامل ہے اس شمول سے امام بخاریؒ کا استدلال ہے واقعہ یوں ہے کہ کعبہ کی جب تعمیر ہو رہی تھی۔ تو آنحضرت صلعم کی عمر شریف علی اختلاف الاقوال ۱۵۔۲۵۔۳۵ کے درمیان تھی۔ بہرحال اس وقت وہ لوگ تعمیر میں مشغول تھے۔ اور ان لوگوں کے نزدیک کلمو سوی سوی لا تخف کہ سب کے سب برابر ہیں کوئی خوف نہ کرو کے تحت ننگے پھرنے میں اشکال نہیں تھا اس لئے حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے ازار کو اتار دو تاکہ پتھر لانے وقت دِقّت نہ ہو۔ مگر چونکہ آپ کو نبوت والی دولت ملنے والی تھی۔ اس لئے آپ پر فوراً غشی طاری ہو گئی۔

باب الصَّلوٰۃِ فِی الْقَمِیْصِ وَالسَّرَاوِیْلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَاءِ۔

ترجمہ:۔ قمیص۔ شلوار۔ جانگیہ۔ اور جبہ میں نماز ادا کرنا۔

حدیث نمبر ۳۵۲ حدثنا سلیمان بن حرب الخ عن ابی ھریرۃ قال قام رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ عن الصلوۃ فی الثوب الواحد فقال او کلکم یجد ثوبین ثم سال رجل عمر فقال اذا وسع اللہ فاوسعوا جمع رجل علیہ ثیابہ صلی رجل فی ازار ورداء فی ازار وقمیص فی ازار وقباء فی سراویل وقباء فی تبان وقباء فی تبان وقمیص قال واحسبہ قال فی تبان ورداء۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلعم کی طرف اُٹھا اور اس نے آپؐ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا آپؐ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک دو کپڑے حاصل کر لیتا ہے۔ پھر ایک دوسرے آدمی حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ فراخی دے تو تم وسعت کرو۔ کہ آدمی اپنے اوپر ایک سے زائد کپڑے جمع کر سکتا ہے۔ چنانچہ آدمی ایک تہ بند اور چادر میں نماز ادا کر سکتا ہے۔ تہ بند اور قمیص میں اس طرح تہ بند اور چغے میں شلوار اور چادر میں شلوار اور قمیص میں شلوار اور چغے میں جانگیہ اور چغے میں جانگیہ اور قمیص میں۔ راوی کہتا ہے میرا گمان ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جانگیہ اور چادر میں نماز پڑھ سکتے ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ تبان وہ چھوٹا پاجامہ جو نصف فخذین (دونوں ران) تک ہوتا ہے۔ یہاں مکمل لباس کو بتلانا ہے۔ جمع ماضی کا صیغہ ہے مراد انشاء ہے ای فلیجمع یعنی جمع کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے نو صورتیں ذکر فرمائی ہیں۔ اس لئے کہ خذوا زینتکم کے تحت باری تعالیٰ ستر عورت کے علاوہ زینت بھی چاہتے ہیں۔

تشریح از زکریاؒ۔ ان چاروں میں سے اگر ہر ایک الگ الگ ہوا اور چادر نہ ہو تو ان میں انفراداً جواز ثابت فرما رہے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کپڑوں کے ساتھ ایک اور کپڑا ہونے کی اولویت بیان کر رہے ہوں۔ مثلاً چادر، قمیص اذا وسع اللہ اوسعوا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اولویت تو بہن (دو کپڑے) ثابت فرما رہے ہیں۔ تبان جانگیہ کو کہتے ہیں اور جانگیہ وہ کہلاتا ہے جس کو پہلوان کشتی کے وقت پہن لیتے ہیں۔

شراح فرماتے ہیں کہ مختلف انواع ثیاب میں الگ الگ جواز صلوۃ ثابت کر رہے ہیں۔ اور میرے نزدیک امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ دو کپڑے اولیٰ ہیں شراح کا استدلال اوکلکم یجد ثوبین

سے ہے اور میرا استدلال اذا وسع اللہ اوسعوا سے ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی دو کپڑے پر قادر ہو تو اس کے لئے ان کو پہننا افضل ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۲ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ احرام باندھنے والا کیا کیا کپڑے پہن سکتا ہے۔ فرمایا قمیص نہ پہنے شلوار نہ پہنے اور لمبا کوٹ نہ پہنے اور نہ وہ کپڑا پہنے جس کو زعفران اور ورس (خوشبودار بوٹی) نے رنگ دیا ہو۔ اور جس کو جوتے نہ ملے وہ موزوں کو پہن لے بشرطیکہ اس کا نچلا حصہ کاٹ دے یہاں تک کہ یہ موزے ٹخنوں کے نیچے تک پہنچ جائیں حضرت نافع نے ابن عمرؓ سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم صلعم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ دوسری روایت جو ممانعت پر دلالت کرتی ہے یہ محرم کے لئے ہے حالانکہ باب کا انعقاد اس بارے میں نہیں ہے۔ غالباً مصنفؒ اس حدیث سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نماز میں قمیص کے نہ ہونے سے کوئی حرج نہیں جبکہ محرم کے لئے قمیص نہیں ہوتی اور وہ نماز پڑھتا ہے۔ تو پہلی روایت سے لباس مصلی کو وجوداً ثابت کیا اور دوسری روایت سے عدماً ثابت کیا۔

باب مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ۔

ترجمہ:۔ ننگ کا کتنا حصہ ڈھانپنا چاہیئے!

حدیث نمبر ۳۵۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صمّا یعنی صرف ایک کپڑے کو لپیٹ لے جس سے کشف عورت کا اندیشہ ہو۔ منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ایک

کپڑے سے احتبا کرے جبکہ اس کے ننگ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔ احتبا کر اور ٹانگوں کو کپڑے سے روکنا

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ احتباء کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ اوپر کا حصہ کھلا ہوا ہو۔ اگر اوپر کا حصہ مستور ہے تو پھر احتباء سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں سے ستر کی مقدار مفروض تبلاتے ہیں۔ امام مالکؒ کا مشہور قول بلکہ مذہب اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ صرف سوئتین یعنی قبل اور دبر کا ستر ضروری ہے۔ امام احمدؒ کا راجح قول اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ران بھی عورت میں شامل ہے۔ اور احنافؒ کے نزدیک ران کے ساتھ رکبہ یعنی گھٹنا بھی ستر کے اندر داخل ہے۔ امام بخاریؒ مالکیہؒ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رح جیسے مقلد ہیں ویسے وہ آدھے مجتہد بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے خلافِ طبیعت تین چیزوں پر مجبور کیا گیا۔ ایک تو تقلید مگر یہ اختیار دیا گیا کہ جس کی چاہے تقلید کرو۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلعم سے روحانی سوال کیا کہ ان مذاہب اربعہ میں سے کون سا افضل ہے۔ ارشاد فرمایا کہ سب برابر ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں مذہب حنفی کے ساتھ تدلی الہی کو دیکھتا ہوں۔ اس کے خلاف میں خطرات ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ تدلی الہی جماعت تبلیغی کے ساتھ بھی وابستہ ہے۔ تدلی سے مراد رحمت خاصہ ہے۔ کہ اس کی مخالفت کرنا سخت مہلک ہے۔ ایک مرتبہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ قدمی علی رقبۃ کل ولی کہ مرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا الا انا حضرت پیران پیر نے فرمایا کہ جس کے کندھے پر میرا قدم نہیں اس کے کندھے پر سور کا قدم ہے۔ چنانچہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ حج کو جارہے تھے راستہ میں ایک نصرانیہ پر نظر پڑگئی۔ جس پر آپ فریفتہ ہوگئے۔ اور شاگردوں کو رخصت کردیا۔ پھر کچھ دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مرید اور شاگرد ان کی دعاؤں سے ہدایت دی۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں دوسری چیز جس پر مجھے مجبور کیا گیا۔ وہ تفضیل شیخین ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ حضرت علی رضہ افضل ہوں اس لئے کہ وہ حضور اقدس صلعم کے داماد اور تمام سلاسل سے اولیاء کے مرجع ہیں۔ مگر مجھے فرمایا گیا کہ شیخین سے تو ظاہر دین کا تحفظ اور بقاء ہے۔ اور حضرت علیؓ باطن شریعت علوم اور اسرار کا اور یہ سب ظاہر شریعت کے تابع ہیں اور تیسری چیز جس پر مجھے مجبور کیا گیا۔ وہ اختیار اسباب ہے میرا جی چاہتا تھا کہ اسباب کو ترک کردوں۔ مگر مجھے اس سے روکا گیا۔ ان حضرت شاہ ولی اللہ رح کی رائے بھی یہ ہے کہ صرف سوئتین یعنی قبل اور دبر مزدوروں کے لئے عورت ہیں متمدن حضرات کے لئے ران بھی عورت ہے نھی رسول اللہ صلعم عن اشتمال الصماء

حضور اقدس صلعم سے ملتحفا اور مشتملاً نماز پڑھنا روایات میں وارد ہے۔ مگر وہ اس نہی کے خلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ محض اشتمال اور التحاف میں تو ہاتھ کھلے ہوتے ہیں۔ اور اشتمال صما میں ہاتھ اندر بند ہوتے ہیں۔ اس میں گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لیس علی فرجہ منہ شیئ امام بخاریؒ نے اس جملہ سے استدلال کیا ہے۔ کہ صرف سوئتین عورت ہیں جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ وہ حضرات لنگی تو پہنتے تھے مگر چھوٹی ہونے کی وجہ سے احتباء کی صورت میں کشف عورت کا اندیشہ تھا۔ اس لئے منع فرمایا۔ لیس علی فرجہ منہ شیئ اس سے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم نے صرف فرج کا لحاظ فرمایا اور ایسے احتباء سے منع فرمایا جو کشف فرج کا باعث ہو۔ تو معلوم ہوا کہ صرف اتنا ہی ستر ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۵ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے دو قسم کی بیع لماس اور نباذ سے منع فرمایا اور یہ کہ اشتمال صما نہ ہو اور آدمی ایک کپڑے میں احتباء نہ کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لماس اور نباز زمانہ جاہلیت کی بیعیں تھیں جن کا بیان کتاب البیوع میں آئے گا۔ لماس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی بیع کو چھوئے خواہ دوسرا آدمی راضی ہو یا نہ ہو یہ بیع ہو جایا کرتی تھی۔ اور نباذ کا مطلب یہ ہے کہ کنکری پھینک دیا کرتے تھے جس چیز پر وہ کنکری گر جاتی تھی وہ بیع شمار ہوتی۔ ان دونوں قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ لاٹری جوئے کی قسم ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۶ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الخ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ الخ

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان اطلاع کنندگان میں بھیجا، جنہوں نے اس حج کے موقع پر دس ذی الحجہ یوم النحر میں یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ فی تلک الحجۃ حضور اقدس صلعم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اولاً اور حضرت علیؓ کو ثانیاً ۹ھ میں حج کے لئے بھیجا اور بہت سے اعلانات

کرنے کے لئے بھیجا ایک یہ بھی تھا براءۃ من اللہ ورسولہ الخ اور ایک اعلان یہ تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ چونکہ حضرت ابوبکرؓ خود اپنی آواز اتنے کثیر مجمع میں نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اعلان کرنے والوں کو مقرر کیا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت ابوہریرہ بھی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں مادرزاد ننگے ہو کر طواف کرنا اچھا سمجھا جاتا تھا۔ اور قریش کے لباس کے علاوہ کسی دوسرے لباس میں طواف کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے جس کے پاس ان قریش کے کپڑے نہ ہوتے تھے اس کو ننگے ہی طواف کرنا پڑتا تھا۔

قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ اَرْدَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَاَمَرَهُ اَنْ يُّؤَذِّنَ بِبَرَآءَةٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِيْ اَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ بعد میں جناب رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؓ کو بھیج کر حکم دیا کہ وہ براءت کا اعلان کریں چنانچہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی منیٰ والوں میں قربانی کے دن ہمارے ساتھ اعلان کرتے تھے۔ کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے گا۔

باب الصَّلٰوةِ بِغَيْرِ رِدَآءٍ

ترجمہ:۔ بغیر چادر کے نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّلْتَحِفًا بِهٖ وَرِدَآءُهٗ مَوْضُوْعٌ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ تُصَلِّيْ وَرِدَآءُكَ مَوْضُوْعٌ قَالَ نَعَمْ اَحْبَبْتُ اَنْ يَّرَانِيَ الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ كَذَا۔

ترجمہ:۔ حضرت محمد بن المنکدرؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس اس وقت پہنچا جبکہ آپ ایک کپڑے کو لپیٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ان کی چادر رکھی ہوئی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا کہ اے ابوعبداللہ آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حالانکہ آپ کی چادر رکھی ہوئی تھی فرمایا ہاں مجھے یہ بات پسند آئی کہ آپ جیسے جاہل لوگ مجھے دیکھ لیں میں نے تو جناب رسول اللہ صلعم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں لیکن پھر بھی وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو جائز ہے۔ قبل ازیں ایک باب الصلوٰۃ فی السراویل میں حضرت عمرؓ کا ایک مقولہ اذا وسع اللہ فاوسعوا گذرا تھا جس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید وسعت کی صورت میں ایک کپڑے سے نماز جائز نہ ہو۔ تو اس وہم کو دفع کرنے کے لئے اس باب کا انعقاد کیا۔ یہ میری اپنی رائے ہے اور دلیل حضرت جابرؓ کی وہ روایت ہے جس میں یہ نقل ہوا کہ حضرت جابرؓ نماز ایک کپڑے میں پڑھ رہے تھے۔ اور ان کے دوسرے کپڑے مشجب پر رکھے ہوتے تھے۔ معلوم ہوا کہ وسعت کے باوجود ایسا کرنا جائز ہے عام شراح کی رائے یہ ہے کہ اس باب سے منبر دار کے نماز پڑھنے کا جواز بتلا رہے ہیں۔

باب ، مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ يُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ جَرْهَدٍ وَّ مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ وَ قَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدِيْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰى نَخْرُجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ وَقَالَ زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ۔

ترجمہ باب، ران کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے امام بخاری ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ، جرھدؓ اور محمد بن جحش رضی اللہ عنہم جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ ران ننگ ہے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے اپنی ران کو کھول دیا۔ امام بخاریؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت انس کی روایت سند کے اعتبار سے قوی ہے۔ لیکن حضرت جرھد کی روایت میں زیادہ احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ صحابہ کرام کے اختلاف سے ہم لوگ نکل جائیں۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ آنحضرت صلعم کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اپنے گھٹنوں کو ڈھانک لیا اور حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم پر اللہ تعالیٰ نے ایسی حالت میں وحی نازل فرمائی کہ آپ کی ران میری ران پر تھی۔ وحی کا بوجھ مجھ پر اتنا پڑا کہ مجھے ران کے ٹوٹ جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳۵۸ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ فَأَجْرَى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ حَتّٰى إِنِّي أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلٰى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيسُ يَعْنِي الْجَيْشَ قَالَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ فَقَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوهُ بِهَا فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ وَبَسَطَ نِطَعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيقَ قَالَ فَحَاسُوا حَيْسًا فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالک رضہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے خیبر پر چڑھائی کی تو ہم نے خیبر کے پاس اندھیرے میں صبح کی نماز ادا کی۔ آپ نبی اکرم صلعم سوار ہوئے حضرت ابو طلحہ بھی سوار ہوئے جن کا میں ردیف تھا۔ تو جناب نبی اکرم صلعم خیبر کی گلیوں میں چلنے پھرنے لگے جبکہ میرے گھٹنے نبی اللہ صلعم کی ران کو چھو رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنی ران سے تہ بند کو کھول دیا۔ یہاں تک کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا اور فرمایا کہ خیبر ویران ہو گیا پھر آیت پڑھی کہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان ڈراتے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے ان کلمات کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔ حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ قوم یہود اپنے اپنے کاموں کو نکل کر جاتے

تھے آپؐ کو دیکھ کر کہنے لگے محمد (صلعم) حضرت عبدالعزیز استاذ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا الخمیس یعنی لشکر بھی ہے۔ الغرض ہم نے یہ شہر طاقت کے زور پر فتح کر لیا۔ قیدی عورتیں جمع کی گئی حضرت دحیہؓ کلبیؓ تشریف لا کر فرمانے لگے یا نبی اللہ ان قیدی عورتوں میں سے ایک باندی مجھے عنایت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا جا کر لے لو تو انہوں نے حضرت صفیہ بنت حیییؓ کو لے لیا تو ایک آدمی جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا اے اللہ کے نبی! آپؐ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو صفیہؓ بنت حیی عطا کر دی جو قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی ملکہ ہے وہ تو آپؐ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعمؐ نے بمعہ باندی کے حضرت دحیہؓ کو بلوا لیا۔ چنانچہ جب حضرت دحیہؓ اس کو لے کر حاضر ہوئے تو آپؐ نے منظور حضرت صفیہ کو دیکھا اور حضرت دحیہؓ سے فرمایا آپ ان کے علاوہ کوئی اور باندی لے لیں۔ حضرت بی بی صفیہؓ کو آپؐ نے آزاد فرما دیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ حضرت ثابتؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا اے ابو حمزہ! ان کا حق مہر کیا مقرر فرمایا۔ فرمایا ان کی ذات ہی حق مہر ہوا کہ اس کو آزاد کر کے آپؐ نے اس سے نکاح کر لیا۔ یہاں تک واپسی میں راستہ میں حضرت ام سلیمؓ نے ان کو بنا سنوار کر رات کو حضور اکرم صلعم کے پاس بھیج دیا جب صبح کو حضور اکرم صلعم شب زفاف گذار چکے تو حکم دیا جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے اور ایک چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا۔ تو کوئی کھجور لا رہا تھا کسی نے گھی پیش کیا۔ راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ ستو کا ذکر بھی ہوا۔ پھر انہوں نے ان سب کو رلا ملا کر خلط ملط کر کے ایک قسم کا حلوہ بنا لیا۔ پس یہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فخذ کے عورت ہونے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالک کا قول راجح اور امام احمدؒ کا راجح قول یہی ہے کہ فخذ عورت ہے۔ دوسرا قول ان حضرات کا یہ بھی ہے کہ فخذ عورت نہیں مالکیہؒ کا عمل اسی پر ہے۔ جمہور ران کو ننگ شمار کرتے ہیں مصنفؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ مگر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ یروی عن ابن عباس الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کو اس کی سند میں کچھ کلام ہے مگر دیگر روایات اس کا اثبات کرتی ہیں اور بعض روایات دلالت کرتی ہیں کہ فخذ عورت نہیں ہے۔ مصنفؒ تطبیق بین الروایات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث انسؓ سند کے اعتبار سے نہایت صحیح ہے اور اختلاف کو دور کرنے کی وجہ سے حدیث جرہد احوط ہے۔ وفخذہ علی فخذی اس پر اشکال ہوتا ہے کہ مصنفؒ کا استدلال تام تب ہوتا۔ جبکہ فخذ مکشوف

ہو وہ روایات سے ثابت نہیں تو کہا جائے گا کہ ایک شخص کی عورت کو دوسرے کی عورت پر رکھنا عادۃً منکر ہے اور طبعی طور پر ناز یبا ہے بالخصوص آنجناب نبی اکرم صلعم کی طبیعت میں حیا بہت زیادہ تھا جس کی آپ نے بہت زیادہ تاکید بھی فرمائی تو اگر فخذ عورت ہوتی تو باوجود منکر ہونے کے ایک دوسرے پر رکھنے کی نوبت نہ آتی حسر الازار عن فخذہ سے بھی مصنفؒ استدلال کر رہے ہیں۔ مگر جمہور فرماتے ہیں کہ الفخذ عورۃ اور فریابی وغیرہ کی روایت میں ہے یا علی لا تنظر فخذ حیّ و میّتٍ کہ علی زندہ اور مردہ کسی کی ران کو نہ دیکھو ان قولی روایات کی وجہ سے جمہور فخذ کو عورت کہتے ہیں اور یہ تین وجوہ جو مصنفؒ نے ذکر فرمائے ہیں۔ ان میں سے رکبتہ کے عورت ہونے میں خود ہا بین الائمہ اختلاف ہے۔ رکبہ کی تین ہڈیاں ہیں۔ اس میں فخذ کا بھی کچھ حصہ آتا ہے جب رکبہ کے ستر کا حکم دیا گیا تو فخذ کے ستر کا حکم بطریق اولی ہوگا۔ مگر کہا جائے گا کہ پہلے تو اجزاء فخذ کو ثابت کیا جائے کہ ان میں رکبہ گھٹنا داخل ہے دوسرے یہ ثابت کیا جائے کہ آپ کا فخذ کا ننگا رکھنا اختیاری ہو۔ ممکن ہے بے خیالی میں کشف فخذ ہو گیا ہو۔ حضرت عثمانؓ جب تشریف لائے تو ان کے غلبہ حیا کی وجہ سے آپ کو خیال آیا کہ جھٹ پٹ رکبہ کو ڈھانک لیا۔ دوسرا استدلال فخذہ علی فخذی سے تھا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں کشف کا ذکر نہیں دوسرے یہ کہ نزول وحی کی حالت بے اختیاری کی ہے جس میں آپ نے عملاً قصداً کشف فخذ نہیں بلکہ بغیر قصد کے ہو گیا۔ اور حسر الازار عن فخذہ یہاں سے بھی قصداً کشف فخذ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلم جلد ثانی ص۱۱۱ پر ہے انحسر الازار عن فخذہ اس سے بھی قصداً کشف فخذ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ خود بخود ازار کھل گئی۔ اور گھوڑ دوڑ میں عموماً ایسا ہوتا ہی ہے۔ بہر حال ان تینوں سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ واقعات جزئیہ ہیں احادیث قولیہ قواعد کلیہ ہوتے ہیں۔ نیز اس واقعہ میں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ آیا یہ نہی سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا۔ لہٰذا احادیث قولیہ قابل عمل ہوں گی

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ فخذ کے اندر اختلاف تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب منعقد فرمایا چونکہ امام بخاریؒ خود ران کے عورت ہونے کے متعلق رائے نہیں رکھتے۔ اس لئے "یذکر" بصیغہ مجہول ذکر فرمایا۔ مگر چونکہ حضرت جرہدؓ کی روایت بھی غط فخذ کا حکم وارد ہوا ہے وہ روایت اگرچہ روایت انسؓ کے بالمقابل قوی نہیں ہے۔ مگر پھر بھی احوط یہی ہے۔ اس لئے اس کی طرف بھی متوجہ فرمادیا۔ کہ اصل تو عورت سوئتین یعنی قبل اور دبر ہیں۔ لیکن ستر فخذ بھی احتیاطاً کرنا چاہیئے جیسا کہ حدیث جرہدؓ کا مقتضی ہے غطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکبتیہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضور اقدس صلعم کنویں کی من پر تشریف فرما تھے ملتے ہیں

حضرت ابو بکرؓ نے داخل ہونے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی تو اُن کو بھی مل گئی۔ مگر جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپؐ نے اپنی ران ڈھانک لی۔ تو امام بخاریؒ کا اس سے استدلال یہ ہے کہ اگر رکبہ عورت ہوتا تو اس کو نبی اکرم صلعم پہلے ہی ڈھانک لیتے جو لوگ اس کے عورت ہونے کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کھلے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کرتہ ہٹا ہوا تھا اور تہبند نیچے کو تھا۔ اس کو درست فرمایا نہ یہ کہ بالکل ران کھلی ہوئی تھی اس کو ڈھکا۔ حضور اکرم صلعم کا یہ فعل اس لئے تھا کہ جب کوئی ایسا ویسا آدمی آئے تو کرتہ درست کرتے ہیں۔ و فخذہ علی فخذی۔ امام بخاریؒ پر یہاں اشکال کیا جاتا ہے کہ فخذ پر فخذ ہونے سے اس کا مکشوف ہونا کہاں سے لازم آگیا۔ علامہ سندھیؒ نے امام بخاریؒ کی طرف سے توجیہ فرمائی ہے کہ اگر فخذ عورت ہوتا تو اس کا حائل سے چھونا بھی جائز نہ ہوتا۔ جیسے سوئتین کا چھونا جائز نہیں۔ علامہ سندھیؒ نے توجیہ اچھی کی۔ مگر یہ کہنا کہ اگر ستر ہوتا تو سوئتین کی طرح اس کا بھی چھونا جائز نہ ہوتا۔ یہ کچھ نہیں اس لئے کہ سوئتین چونکہ محل شہوت ہیں اس لئے ان کا چھونا ممنوع ہے۔ بخلاف فخذ کے وہ محل شہوت نہیں ہے۔ فثقلت علیّ حتی خفت الخ یہ وحی کا بوجھ تھا۔ جو بوقت نزول وحی حضور اکرم صلعم پر ہوا کرتا تھا حتیٰ کہ اونٹنی بھی بیٹھ جایا کرتی تھی۔ وان رکبتی لتمس فخذ نبی اللہ صلعم یہ اس واسطے کہ اونٹ کے چلنے سے جنبش بہت ہوتی ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ تیز بھی چل رہا ہو۔ ثم حسر الازار اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ فخذین عورت نہیں ہیں۔ جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم شریف کی روایت میں انحسر کا لفظ ہے۔ تو گویا یہاں حسر سے انحسر مراد ہے یعنی وہ خود بخود کھل گئی نہ کہ نبی کریم صلعم نے اسے خود کھول دیا ہو۔ والخمیس یعنی الجیش جیش کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پانچ طبقوں پر منقسم ہوتا ہے۔ مقدمۃ الجیش۔ مؤخرہ، میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ قلب کے اندر امیر ہوتا ہے۔ مشہور اور چیدہ چیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ فتح و ہزیمت سردار کے اوپر موقوف ہوتی ہے۔ وہ قتل ہو جائے تو گویا لشکر شکست کھا گیا۔ فاخذ صفیۃ بنت حیی الخ حضرت صفیہؓ بڑی خوبصورت اور سردار قوم کی لڑکی تھیں جب حضرت دحیہ کلبیؓ نے انہیں لے لیا۔ تو ایک آدمی نے حضور اکرم صلعم سے آکر کہا۔ کہ یا رسول اللہ حضرت صفیہؓ آپؐ کے لئے مناسب ہے۔ کیونکہ وہ قبلیہ کے سردار کی لڑکی ہے۔ اگر آپؐ اس سے نکاح کریں گے تو بہت لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضور اکرم صلعم نے ان کو لے لیا آزاد کر کے نکاح فرما دیا۔ نبی اکرم صلعم نے جتنے نکاح فرمائے ان میں دینی مصلحتیں تھیں۔ وہ کسی شہوت اور تعیش کی بنا پر

العیاذ باللہ نہیں تھے۔ اس لئے کہ جب شباب کا زمانہ تھا۔ تو ایک چالیس سالہ عورت سے نکاح کیا جو پہلے دو خاوند کر چکی تھی اور ۵۳ برس سال کی عمر تک دوسری شادی نہ کی۔ گو حضرت عائشہؓ کی شادی قبل از ہجرت ہو گئی تھی۔ مگر زفاف بعد از ہجرت ہوا۔ اگر کہیں موقعہ ہوا تو اس کو پھر بیان کروں گا یا ابا حمزہ یہ حضرت انسؓ کی کنیت ہے۔ قال نفسہا یہ مسئلہ کتاب النکاح ہے تفصیل تو وہاں آئے گی مختصر یہ ہے کہ اس کے قائل صرف امام احمدؒ ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ فلیجئ بہ یہ اس وجہ سے تھا تاکہ حضور اکرم صلعم دعوت ولیمہ فرمائیں۔ کیونکہ گھر تو تھا نہیں کہ اپنے گھر لے جا کر ولیمہ فرماتے ادعوا بھا حضرت دحیہ کلبیؓ سے حضرت صفیہؓ کو اس لئے واپس لے لیا۔ کیونکہ خود آپؐ کے ان سے نکاح کرنے میں ساری قوم کی دلداری تھی اور عوام کے فائدہ کی وجہ سے خواص کے نقصان کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ قال نفسہا اعتقہا اس سے امام احمدؒ نے استدلال کیا ہے کہ بغیر مہر کے محض اعتاق پر اگر نکاح ہو جائے تو جائز ہے اور وہ اعتاق ہی اس کا مہر ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ جائز نہیں اور اس حدیث کا پہلا جواب امام طحاویؒ نے دیا ہے کہ اگر اعتاق نکاح سے پہلے تھا۔ تو اب نکاح کے وقت وہ اعتاق مہر نہیں ہوگا۔ اگر نکاح کے بعد آزاد فرمایا۔ تو یہاں نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں تھا۔ تو یہاں یہی کہا جائے گا۔ کہ اعتاق پر نکاح نہیں ہوا۔ بلکہ مہر پر ہوا ہے۔ اگرچہ اس وقت مہر مسمّی نہ ہو۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ روایات میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلعم نے نکاح میں زرینہ نامی ایک باندی مہر میں دی تھی۔ اور یہاں حضرت انسؓ کا فرمانا ان کے علم پر موقوف ہے

باب فِیْ کَمْ تُصَلِّی الْمَرْاَۃُ مِنَ الثِّیَابِ وَقَالَ عِکْرِمَۃُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَھَا فِیْ ثَوْبٍ جَازَ۔

ترجمہ:۔ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے۔ حضرت عکرمہ نے فرمایا اگر عورت ایک کپڑے میں اپنے سارے بدن کو چھپالے تو جائز ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَقَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الْفَجْرَ فَیَشْھَدُ مَعَہٗ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِیْ مُرُوْطِھِنَّ ثُمَّ یَرْجِعْنَ اِلٰی بُیُوْتِھِنَّ مَا یَعْرِفُھُنَّ اَحَدٌ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم صبح کی نماز پڑھتے تھے تو مؤمن عورتیں

بھی آپؐ کے ساتھ اس حال میں حاضر ہوتیں کہ وہ اپنی اپنی کمبلیوں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں جب وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹتیں تو انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی رح مصنفؒ نے کوئی عدد تو ذکر نہیں کیا۔ مگر جو اثر نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کپڑا بھی نماز کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اب اشکال یہ ہے کہ حدیث سے ترجمۃ الباب کیسے ثابت ہوا، کیونکہ روایت میں کیفیۃ کا کوئی پتہ نہیں، مگر چونکہ اس زمانہ میں کپڑے بہت کم تھے جب مرد دو کپڑے نہیں رکھتا تھا تو عورتیں کیسے پہن سکتی ہیں۔ اب جو عورتیں متلفعات یعنی لپٹی ہوئی آتی ہیں۔ ان میں بھی احتمال ہے کہ صرف یہی ایک کمبلی ہو۔ بقیہ بدن ننگا ہو۔ تو اس سے جواز فی ثوب ثابت ہوا، اثر عکرمہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سلسلہ میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عورت کے ستر کے لئے جس قدر کپڑا کافی ہو اسے استعمال کرے۔ بعض کی رائے ہے کہ دو کپڑے لے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ تین لے۔ اس طرح ایک قول چار کا بھی ہے۔ عورت کا تمام بدن ستر ہے الا الوجہ والکفین واختلف فی القدمین یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں ستر نہیں پاؤں کے ستر ہونے میں اختلاف ہے۔ متلفعات بمروطھن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تلفع (لپیٹنا) ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک ہی کپڑا تھا۔ امام بخاریؒ کے استدلال پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ وہ گرم چادر برقعہ کے طور پر ہوتی تھی۔ یہ نہیں کہ اس کے علاوہ جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں استدلال بطریق احتمال ہے کیونکہ احتمال ہے کہ کوئی اور کپڑا نہ ہو۔ اور یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ چونکہ صحابہ کرام کے زمانہ میں کپڑوں کی تنگی تھی اس لئے ہوسکتا ہے کہ عورتوں کے پاس صرف ایک چادر ہو۔

باب اِذَا صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ لَّہٗ اَعْلَامٌ وَّ نَظَرَ اِلٰی عَلَمِہَا۔

ترجمہ:۔ جب آدمی ایسے کپڑے میں نماز پڑھے کہ جس میں نقش و نگار ہوں اور وہ ان کی طرف نماز میں دیکھ رہا ہو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِیْ خَمِیْصَۃٍ لَّھَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰی اَعْلَامِھَا نَظْرَۃً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْھَبُوْا بِخَمِیْصَتِیْ ھٰذِہٖ اِلٰی اَبِیْ جَھْمٍ وَّ اْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِیَّۃِ اَبِیْ جَھْمٍ فَاِنَّھَا اَلْھَتْنِیْ اٰنِفًا عَنْ

صلوٰتی وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰی عَلَمِهَا وَاَنَا فِی الصَّلٰوةِ فَاَخَافُ اَنْ یَّفْتِنَنِیْ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ایک ایسی سیاہ چادر میں نماز پڑھی جس کے کناروں پر بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ایک نگاہ بھر کر ان نقوش کو دیکھا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابوجہم کی طرف لے جاؤ اور ابوجہم سے انبجانیہ والی چادر میرے پاس لے آؤ کیونکہ اس نے تو ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔ حضرت ہشام کی روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ میں اس چادر کے نقش و نگار کو نماز میں دیکھتا رہا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کر دے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت باب سے معلوم ہوا کہ ایسا کپڑا جس سے نماز میں خیال بٹ جائے اس میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ اگر ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ پھولدار کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ یہی امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نماز میں ادھر ادھر کا خیال آ جاوے تو نماز ہو جائے۔ اگرچہ پھولدار کپڑے پہننے کی وجہ سے خیال دل میں آ جاوے صلّی فی خمیصۃ الخ یعنی ایک کملی میں نماز پڑھی جو ابوجہم نے خدمتِ اقدس میں ہدیہ کی تھی۔ حضور اقدس صلعم نے اس کملی کو واپس کرنے اور ابوجہم کی موٹی چادر لانے کا حکم اس لئے دیا کہ کہیں ابوجہم میں ہدیہ واپس کرنے کا خیال نہ گزرے لہٰذا آپؐ نے انبجانیہ چادر منگوائی تاکہ ان کی دل جوئی ہو۔ اور کملی اس لئے واپس فرما دی کہ اس کی وجہ سے پھولوں کی خوشنمائی کا خیال آ گیا تھا۔ فانّھا الھتنی آنفا شراح بخاری کی قاطبۃ رائے یہ ہے کہ کادت ان تلھننی یعنی الھاء (مشغول ہونا) واقع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ واقع ہونے کے قریب تھا۔ اس کی دلیل اخاف ان تفتننی ہے جس کو امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کو امام بخاریؒ نے ذکر فرما کر الھتنی کی تفسیر فرما دی کہ الھتنی واقع نہیں ہوا بلکہ قریب تھا کہ واقع ہو جائے۔ تو گویا شراح کے نزدیک روایت ثانیہ معلقہ کی بنا پر روایت اولیٰ مؤول ہے۔ مگر میرے نزدیک تاویل کی ضرورت نہیں چونکہ یہ دو نو لفظ حدیث پاک میں آ گئے ہیں۔ اس لئے جب تک ان کے معنی بلا تاویل کے بن سکتے ہیں۔ بنا لئے جائیں۔ چنانچہ یہاں معنی بن سکتے ہیں اور وہ یہ کہ الھاء سے مراد الھاء خفیف یعنی ادھر اُدھر کا تھوڑا سا خیال آ جانا اور افتتان یہ ہے کہ ان خیالات اور تفکرات کی شدت

جائے۔ تو الفتنی کا مطلب یہ ہوا کہ کچھ خیال آیا۔ اور احناف ان یفتننی کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بھرمار نہیں ہوئی۔ اور میرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ فقہاؔ نے ایک مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر ادھر اُدھر کا خیال آجائے۔ تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ مگر یہ خیالات بہتر نہیں ہیں اور فقہاؔ دلیل میں اسی حدیث کو پیش کرتے ہیں، تو اگر الھاؔ واقع نہ ہوا تو فقہاؔ کا استدلال کیسے صحیح ہوگا۔ لیکن خیالات وغیرہ لانا مکروہ ہوگا۔ اور جس درجہ کا الھا ہوگا۔ اسی درجہ کی کراہت ہوگی، حتیٰ کہ کبھی تنزیہی اور کبھی تحریمی تک نوبت پہنچ جائے گی، اور اس واقعہ کے بعد جناب نبی اکرم صلعم نے نماز پڑھی اور اعادہ نہیں فرمایا۔ تو اس سے نماز کی صحت معلوم ہوگئی اور چونکہ حضور اقدس صلعم نے وہ کپڑا واپس کر دیا۔ اس سے کراہت معلوم ہوئی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس سے جناب رسول اکرم صلعم کی شان مبارک میں کسی قسم کا برا خیال نہ لایا جائے کیونکہ آپ تعلیم فعلی کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس لئے حضور صلعم نے ایسے کرکے دکھلا دیا۔ کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو نماز ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جو کام ہمارے لئے خلاف اولیٰ ہیں۔ ان کے کرنے پر آپ کو واجب پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔ اسی واسطے آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی پورا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام سے گناہ سرزد ہوئے جیسے چوری زنا وغیرہ یہ سب امت کی تعلیم کے لئے تھے۔ کیونکہ ان کی تعلیم امت کے لئے ضروری تھی۔ چونکہ یہ سب نبی کی شان کے خلاف تھے اس لئے نبی کے اصحاب سے کرائے گئے

باب إِنْ صَلّٰى فِىْ ثَوْبٍ مُّصَلَّبٍ اَوْ تَصَاوِيْرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلٰوتُهٗ وَمَا يُنْهٰى عَنْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ:۔ جب صلیب اور تصویروں والے کپڑے میں نماز پڑھے تو کیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۱ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِيْطِىْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِىْ صَلٰوتِىْ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا ایک تصویروں والا پردہ تھا جس سے وہ اپنے گھر کے کنارے کو چھپا لیتی تھیں یا پردہ کر لیتی تھیں۔ جس پر جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ اپنا یہ پردہ ہم سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں میری نماز میں پیش آتی ہیں یا سامنے آتی رہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قرام ایک باتصویر پردہ تھا جس کو حضرت عائشہؓ نے الماری پر لگا رکھا تھا آپؐ کے جسم پر یہ کپڑا نہیں تھا۔ دوسرے اس پر صلیب کی تصویر بھی نہ تھی۔ تو مطابقت کیسے ہوئی۔ پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جب کپڑا اپنے بدن پر نہ ہو جب تصاویر کی وجہ سے اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ تو جب اپنے بدن پر ہو پھر تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگی۔ دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ مصلّب کے معنی ہیں وہ نقش جو صلیب کی مانند ہو۔ اور آپؐ جہاں تصویر کو دیکھتے تھے اسے مٹا دینے کا حکم دیتے تھے۔ لہٰذا جب تصویر سے ممانعت آئی تو صلیب کی تصویر سے بھی ممانعت ہو جائے گی۔ اور بعض نے مصلّب کے معنی مصوّر کے لئے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت سے معلوم ہوا کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ صلیب اس صورت کو کہتے ہیں جس پر یہودیوں کے زعم فاسد کے مطابق انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو سولی دی تھی جس کی صورت + اس قسم کی ہوتی ہے اور یہ نصرانیوں کے پاس ہوتی ہے۔ وہ اسے بابرکت سمجھتے ہیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ میں دو جزء ذکر فرمائے گئے۔ ایک تصاویر کے متعلق اور دوسرا صلیب والے کپڑے کے متعلق اوّل جزء تو روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر دوسرا جزء ثوب مصلّب وہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ بہت سی جگہ ترجمہ کو قیاس سے ثابت فرماتے ہیں یہاں بھی قیاس سے اس طرح ثابت فرما دیا کہ جب تصویر والے کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے تو مصلّب میں بطریق اولیٰ ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ بھی تصویر ہوتی ہے۔ میرے نزدیک قیاس سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خود یہی روایت جلد ثانی ص ۸۸۰ پر آرہی ہے۔ اس میں صلیب کا لفظ موجود ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہاں پر اس آنے والی روایت سے استدلال کر لیا۔ اب یہ مصوّر کپڑا پہن کر کوئی نماز پڑھے تو مذہب کیا ہے حنفیہؒ اور شافعیہؒ کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔ اور یہ فعل مکروہ ہوگا۔ یہی رائے جمہور کی ہے۔ اور امام بخاریؒ اس کی تائید فرما رہے ہیں۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک وقت کے اندر اندر اعادہ کرے۔ اگر وقت میں اعادہ نہ کیا تو پھر اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ حنابلہ کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ نماز نہ ہوگی۔ امام بخاریؒ اسی پر رد فرما رہے ہیں قرام باریک پردہ کو قرام کہتے ہیں۔ لا تزال تصاویرہ الخ جب حضور اکرم صلعم کی نماز میں وہ تصاویر معارضہ کر سکتی ہیں۔ اس پر بھی آپؐ نے نماز پوری فرمائی اعادہ نہیں کیا تو معلوم ہوا نماز ہو گئی اور چونکہ مٹا دینے کا حکم فرمایا۔ اس سے اس کی کراہت معلوم ہوئی۔

باب مَنْ صَلّٰى فِىْ فَرُّوْجِ حَرِيْرٍ ثُمَّ نَزَعَهٗ ۔

ترجمہ :۔ جس شخص نے ریشم کے جبہ میں نماز پڑھی پھر اسے کھینچ ڈالا۔

حدیث نمبر ۳۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اُهْدِىَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهٗ فَصَلّٰى فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهٗ وَقَالَ لَا يَنْبَغِىْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ ۔

ترجمہ :۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ ریشم کا ایک جبہ جناب نبی اکرم صلعم کو ہدیہ میں دیا گیا آپ نے اسے پہن کر نماز پڑھی پھر اس کو اتنا سخت کھینچ کر پھینکا گویا کہ آپ اس سے نفرت کرنے والے ہیں۔ فرمایا یہ پرہیزگاروں کے لائق نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فروج حریر پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلعم نے اس میں نماز پڑھی۔ نفرت کا اظہار کیا۔ اعادہ نہیں فرمایا۔ لیکن مکروہ ضرور ہے اس لئے آپ نے اس کو نکال پھینکا اور مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ وقت کے اندر اندر اعادہ کرے فروج ریشم کا وہ چوغہ ہے جس میں چاک کھلے ہوتے ہوں جسے آجکل جبہ کہتے ہیں اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک صرف مکروہ ہے۔ آپ نے کیوں پڑھی۔ علامہ عینیؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضور صلعم کا یہ فعل تحریم حریر سے پہلے کا ہے۔ ایسی صورت میں حضور اکرم صلعم کا اس کو کالکارہ (ناپسند کرتا) نکالنا قلب اطہر کی صفائی اور آئندہ جو حرام ہونے والی ہے اس سے نفرت کا اظہار کرنا ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اسے قبل از تحریم پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس میں آپ نے بیان جواز اور تعلیم کے لئے پڑھی ہے اور یہ بتلا دیا کہ نماز تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ ریشم کے استعمال کا گناہ بھی ہوگا۔

باب الصَّلٰوةِ فِى الثَّوْبِ الْاَحْمَرِ

ترجمہ :۔ سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَاَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتُ النَّاسَ ۔۔۔۔ يَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَاَيْتُ بِلَالًا

اَخَذَ عَنَزَةً لَّہٗ فَرَکَزَھَا فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی حُلَّۃٍ حَمْرَآءَ مُشَمِّرًا صَلّٰی اِلَی الْعَنَزَۃِ بِالنَّاسِ رَکْعَتَیْنِ وَرَاَیْتُ النَّاسَ وَالدَّوَآبَّ یَمُرُّوْنَ مِنْ بَیْنِ یَدَیِ الْعَنَزَۃِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو چمڑے کے ایک سرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلعم کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لے رکھا ہے اور لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس پانی کی طرف لپک رہے ہیں۔ جس کو اس پانی میں سے کچھ مل جاتا ہے وہ اپنے بدن کو مل لیتا ہے۔ جس کو کچھ نہیں ملتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری سے لے لیتا ہے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک چھوٹا نیزہ لے آئے جسے لاکر گاڑ دیا۔ اور جناب نبی اکرم صلعم چادر اٹھائے ہوئے سرخ جوڑے میں باہر تشریف لائے چھوٹے نیزہ کی طرف منہ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ لوگوں اور جانوروں کو میں نے اس عنزہ کے آگے سے گذرتے دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ۔ ثوب احمر کے بارے میں امام صاحب رحمہ اللہ سے آٹھ روایات ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ وہ کراہت تحریمی کے قائل ہیں۔ حلۃ حمراء سے مراد امام صاحب رحمہ اللہ حلۃ حمراء لیتے ہیں، جس میں دھاریاں ہوں۔ لہٰذا حنفیہ کے خلاف استدلال نہیں ہو سکے گا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ثوب احمر کے بارے میں روایات بہت مختلف ہیں۔ بعض سے جواز اور بعض سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اس بارے میں شراح نے سات اقوال نقل کئے ہیں اور خود احناف کے یہاں باوجود قلت روایات کے اس مسئلہ میں آٹھ روایات ہیں جن کو میں نے حاشیہ کوکب میں لکھ دیا ہے۔ منجملہ ان کے تحریم۔ استحباب اور کراہت بھی ہے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اپنی تقریرات اور فتاویٰ میں جو قول اختیار فرمایا ہے وہ یہ کہ جن روایات سے پہن لینا ثابت ہے۔ وہ بیان جواز پر محمول ہیں اور جن روایات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ وہ خلافِ اولیٰ ہونے پر محمول ہیں یعنی فی نفسہٖ جائز مگر خلاف اولیٰ ہے۔ اور میرے نزدیک اختلافِ روایات اور اختلافِ مذاہب کا سبب رنگ کی حقیقت میں اختلاف اور تشبہ بالنساء ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا جن روایات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ وہ ان رنگوں پر محمول ہیں جن کے اندر ناپاک چیز کی ملاوٹ کا احتمال ہو مثلاً اب سے چالیس سال پہلے یہ مشہور تھا کہ سرخ رنگ میں خون پڑتا ہے۔ لہٰذا جس رنگ میں خون ہو گا روایات منع اس پر محمول ہوں گی۔ پھر بعد میں معلوم ہوا کہ

ن میں خون نہیں پڑتا۔ تو روایات جواز اس پر محمول ہوں گی۔ پھر چونکہ سُرخ رنگ میں تشبہ بالنساء ہے۔ تو جہاں جیسا تشبہ ہوگا۔ وہاں ایسی ہی کراہت ہوگی۔ مثلاً کوئی سرخ قمیص پہنے اس کے اندر کراہت ہے؛ کیونکہ یہ تشبہ بالنساء ہے۔ اگر یہ رنگ کوئی چادر کو دے پھر کوئی مرد اس کو پہنے تو اس میں مزید تشبہ بالنساء ہے لیکن رضائی اور لحاف کا استر اگر سرخ رنگ کا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور نہ ہی کوئی کراہت ہے۔ کیونکہ یہ خاص نوع عورتوں کے ساتھ خاص نہیں لہٰذا تشبہ بھی نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر سُرخ دھاریاں ہوں تو اس میں تشبہ نہیں۔ لہٰذا یہ بھی جائز ہے۔ خرج النبی صلعم الخ حلۃ حمراء جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ دھاریوں والا حلہ (پوشاک) تھا۔ ان پر کوئی اشکال نہیں ایسے ہی اس میں تشبہ بالنساء بھی نہ ہوا۔ رأیت الناس والدواب الخ یہ جملہ حدیث محدود بین یدی المصلی سے متعلق ہے جس سے معلوم ہوا کہ عنزہ سے آگے گزرنا قاطع صلوٰۃ ہے اور نہ ہی سبب گناہ ہے۔

باب الصَّلٰوةِ فِی السُّطُوحِ وَ الْمِنْبَرِ وَ الْخَشَبِ۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا اَنْ يُّصَلّٰى عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِيْرِ وَ اِنْ جَرٰى تَحْتَهَا بَوْلٌ اَوْ فَوْقَهَا اَوْ اَمَامَهَا اِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ وَّ صَلّٰى اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلٰوةِ الْاِمَامِ وَ صَلّٰى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الثَّلْجِ۔

ترجمہ:۔ چھتوں پر، منبر پر اور لکڑیوں پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کوئی شخص جمے ہوئے پانی پر نماز پڑھے اسی طرح پل پر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ ان کے نیچے یا اوپر یا آگے پیشاب ہو جبکہ ان دونوں کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ مسجد کی چھت پر امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے برف پر نماز پڑھی۔

حدیث نمبر ۳۶۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ قَالَ اَبُوْحَازِمٍ سَاَلُوْا سَهْلَ ابْنَ سَعْدٍ مِّنْ اَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ مَا بَقِيَ فِي النَّاسِ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهٗ فَقَرَأَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ

عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ بِالْأَرْضِ فَهٰذَا شَأْنُهُ قَالَ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَأَلَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ وَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَعْلٰى مِنَ النَّاسِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَّكُوْنَ الْإِمَامُ أَعْلٰى مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَقُلْتُ فَإِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هٰذَا كَثِيْرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ قَالَ لَا۔

ترجمہ: حضرت ابو حازم تابعی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت سہل بن سعدؓ آخری صحابی سے پوچھا کہ منبر رسول کس چیز سے بنایا گیا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ لوگوں میں میرے سے زیادہ اس کو جاننے والا باقی نہیں رہا۔ وہ غابۃ مقام کے جھاؤ کے درخت سے بنایا جس کو فلاں فلانۃ کے غلام نے جناب رسول اللہ صلعم کے لئے بنایا جب وہ منبر بنا کر رکھا گیا تو جناب رسول اللہ صلعم اس پر کھڑے ہوتے۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر تکبیر کہی۔ لوگ بھی آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے قرات کی رکوع کیا لوگوں نے بھی آپؐ کے پیچھے رکوع کیا۔ پھر آپؐ نے سر مبارک کو اٹھایا پھر پیچھے کو لوٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ پھر منبر پر واپس آئے۔ قرات کی۔ رکوع کیا پھر سر مبارک اٹھایا پھر الٹے پیچھے کی طرف لوٹ کر زمین پر سجدہ کیا پس یہ اس کا حال ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میرے استاد علی بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کے متعلق میرے سے سوال کیا تو شیخ علی بن مدینی فرماتے ہیں۔ میرا منشا یہ ہے کہ چونکہ نبی اکرم صلعم تمام لوگوں سے بلند و برتر تھے تو ایسی ہستی اگر لوگوں سے اونچے مقام پر ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ حضرت سفیان بن عیینہؒ محدث سے اس حدیث کے بارے میں بہت پوچھ گچھ کی جاتی تھی کہ آپ نے ان سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا تو امام احمدؒ نے فرمایا نہیں

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حدیث پاک میں ہے جُعِلَتْ الأَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والے کو زمین پر کھڑا ہونا چاہیئے اگر زمین پر کھڑا نہ ہو تو ایسی چیز پر کھڑا ہو جو زمین سے متصل ہو۔ جمد وہ جگہ جہاں سردی کی وجہ سے پانی جم جائے جیسے سرد ملکوں میں تالاب کے پانی جم جاتے ہیں بینهما ستۃ ای ما نقعہ من ملاقات النجاسۃ ثلج یعنی برف کی وہ صورت مراد ہے جبکہ اس پر کھڑا ہونا ممکن ہو۔ تو ثلج منجمد مراد ہوگا۔ غابۃ یعنی جھاؤ یعنی ملتف الاشجار اس جگہ لغوی معنی مراد نہیں بلکہ جبل احد کے پیچھے ایک جگہ کا نام ہے جسے غابہ کہتے ہیں اثل یعنی جھاڑ منبر بنانے کی

درخواست اوّلاً عورت نے پیش کی تھی جب دیر ہوگئی تو آپ نے پھر ارشاد فرمایا اس طرح دونوں کی طرف نسبت صحیح ہوگی۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام کا لوگوں سے مرتفع ہونا جائز نہیں اور جمہور مکروہ کہتے ہیں جبکہ اس مقام کی اونچائی ایک ذراع ہو۔ اگر امام کے ساتھ کچھ اور مقتدی بھی ہوں تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ رح کی رائے یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے۔ جعلت الارض مسجدا وطھورا جس سے بظاہر ابہام ہوتا ہے۔ کہ زمین ہی پر نماز پڑھی جائے۔ تو امام بخاریؒ اس وہم کو دفع فرما رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک اس مسئلہ کے زیادہ موافق باب الصلوٰۃ علے الفراش ہے۔ یہاں تو امام بخاریؒ دوسرے اختلافات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ گو یہ اختلافات ہمارے اس زمانہ میں کچھ نہیں رہے۔ کان لم یکن ہوگئے۔ چونکہ امام بخاریؒ کے سامنے یہ اختلافات تھے اس لئے انہوں نے اس پر باب باندھا۔ اور بہت سے اختلافات ایسے ہیں جو بہت زائد شہرت پذیر ہوگئے۔ مثلاً مسئلہ رفع الیدین یہ ایک ایسا معرکۃ الآرار نہ تھا جیسا کہ اب ہوگیا۔ بہرحال میرے نزدیک امام بخاریؒ بعض تابعین پر رد فرما رہے ہیں۔ جیسا کہ بعض شراح سے منقول ہے کہ وہ لوگ صلوٰۃ علے السطوح کی کراہت کے قائل ہیں نیز اس باب سے مالکیہ پر بھی رد ہے کہ وہ صلوٰۃ علے المنبر کی کراہت کے قائل ہیں۔ اور ایسے ہی خشب سے حضرت حسن بصری اور ابن سیرین کے قول پر رد فرمادیا کیونکہ ان حضرات سے صلوٰۃ علے الخشب کی کراہت منقول ہے ولم یر الحسن باسا جمد جما ہوا برف اس کے متعلق کوئی اختلاف نظر سے نہیں گذرا اگر کچھ بھی ہو۔ صلوٰۃ علے السطح تو ثابت ہو ہی جاتے گی۔ کیونکہ وہ جمد مثل سطح کے ہوتا ہے۔ اور صلوٰۃ علے القناطیر سے صلوٰۃ علی السطح صاف طور پر ثابت ہے اذا کان بینھما سترۃ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نجاست کے اور اس نمازی کے درمیان سترہ معروفہ ہو بلکہ اس سے مراد حائل ہے من اثل الغابۃ اس میں اختلاف ہے کہ منبر کب بنا۔ تین قول ہیں ۵ھ، ۷ھ، ۸ھ ما بقی فی الناس اعلم بہ منی اس لئے کہ وہ سارے صحابہ جو اس وقت موجود تھے۔ وہ اب انتقال کرگئے۔ بس میں ہی زندہ ہوں۔ اس لئے مجھے اس کی زیادہ خبر ہے۔ ھو من اثل الغابۃ۔ اثل کے معنی جھاؤ کے ہیں۔ اور غابہ ایک جگہ کا نام ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ غابہ مقام کے جھاؤ سے بنایا گیا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اثل کے معنی تو جھاؤ کے ہیں اور غابۃ خوب گنجان کو کہتے ہیں۔ اس صورت میں مطلب

یہ ہوگا۔ کہ گنجان درخت کا جھاڑ تھا۔ مگر اضافہ زیادہ واضح پہلی صورت میں ہوتی ہے میرے نزدیک بھی وہی اولیٰ ہے عملہ فلان اس کا نام میمون ہے ثم رجع القہقری الخ چونکہ سجدہ میں سب برابر ہوتے ہیں کوئی کسی کو نہیں دیکھتا اس لئے نیچے اترے منبر اس پر سجدہ کرنا دشوار تھا۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ عمل کثیر پایا گیا اور یہ بالاتفاق مفسد صلوٰۃ ہے۔ گو اس کی جزئیات میں اختلاف ہو۔ اور یہاں توالی حرکات پائی گئی ہیں۔ بار بار سجدہ کے لئے چڑھنا اترنا نیز خطوات بھی پائے گئے اس لئے کہ پیچھے کو ایک دم تو لوٹ نہیں سکتے۔ آہستہ آہستہ قدم رکھ کر لوٹے گا۔ اور توالی حرکات وخطوات عمل کثیر ہے شراح یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ نماز میں عمل کثیر جائز تھا۔ اور میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی رائے یہ ہے کہ رجوع الی القہقری کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل سیدھے پیچھے کو ہٹے۔ بلکہ ذرا ایک جانب مائل ہو کر رجوع الی القہقری فرمایا۔ اس صورت میں ایک ہی قدم کے اندر رجوع ہو گیا۔ اور توالی حرکات جو پائی گئیں وہ ارکانِ مختلفہ میں نہیں۔ اور جو توالی مفسد اور عمل کثیر میں داخل ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہی رکن میں ہو۔ لہٰذا حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عمل کثیر کے جائز ہونے کے وقت کی روایت ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ قال علی بن عبد اللہ یہ علی بن مدینی ہیں۔ جو مشہور امام ہیں۔ قال انما اردت ان النبی صلعم یہاں بین السطور میں قال کا فاعل شیخ الاسلام کے حوالہ سے علی بن مدینی کو لکھا ہے مگر میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ قال کا فاعل امام احمد بن حنبل رحمہ ہیں۔ اس لئے کہ وہ امام الفقہ ہیں۔ اور مسئلہ بھی علم فقہ کا آرہا ہے۔ لہٰذا اب مطلب یہ ہوگا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ نے امام علی بن مدینی سے کہا کہ میں نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے۔ فلا باس ان یکون الامام اعلیٰ من الناس اس لئے کہ جب حضور اکرم صلعم لوگوں سے اوپر تھے اور حضورؐ امام تھے۔ تو معلوم ہوا کہ امام کا مقتدیوں سے اوپر ہونا جائز ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ کتنا اوپر ہو سکتا ہے۔

احناف اور شوافع کے یہاں ایک ذراع سے کم اوپر ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اس سے زائد میں روایات مختلف ہیں اور مالکیہ اوپر ہونے سے منع کرتے ہیں۔ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم کی غرض سے ارتفاع جائز بلکہ مستحب ہے اور اس کے ماسوا مکروہ ہے قال فقلت اس قال کے قائل علی بن مدینی ہیں اور یہ الگ ہے ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ان سفیان بن عیینہ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ علی بن مدینی نے حضرت امام احمدؒ سے فرمایا کہ تمہارے استاذ سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق کثرت سے سوال

ہوتا تھا۔ تم نے ان سے کچھ نہیں سنا حضرت امام احمدؒ نے نفی میں جواب دیا۔

یہاں حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ایک اشکال کیا ہے کہ مسند احمد میں بھی روایت امام احمدؒ نے سفیان عیینہؒ کے واسطے سے نقل کی ہے۔ پھر یہاں نفی کا کیا مطلب ؟ ایک جواب جو خود حافظؒ نے دیا ہے تو وہ یہ ہے کہ بخاری کی روایت متصل ہے وہ تو انہوں نے ابن عیینہؒ سے سُنی نہیں۔ اور مسند احمد کی روایت جو مختصر ہے وہ انہوں نے ابن عیینہ سے سُنی۔ مگر میرے نزدیک اس سے اچھا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اوّلاً ابن عیینہؒ نے نہ سنی ہو حسب علی بن المدینی سے سن لی۔ تو پھر سفیان بن عیینہؒ سے اس کے بعد سنی اور پھر ان کے واسطہ سے نقل کی۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ امام احمدؒ نے یہ سوال علی بن المدینیؒ سے حضرت سفیان بن عیینہؒ کے انتقال کے بعد کیا ہے تو پھر یہ جواب نہیں چلتا۔ مگر اس کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهٖ فَجُحِشَتْ سَاقُهٗ اَوْ كَتِفُهٗ اِلٰى مِنْ نِّسَآئِهٖ شَهْرًا فَجَلَسَ فِيْ مَشْرُبَةٍ لَهٗ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوْعِ النَّخْلِ فَاَتَاهُ اَصْحَابُهٗ يَعُوْدُوْنَهٗ فَصَلّٰى بِهِمْ جَالِسًا وَّهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِنْ صَلّٰى قَآئِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَّنَزَلَ لِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اٰلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ ۔

ترجمہ :۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم اپنے گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپؐ کی پنڈلی یا کندھا چھل گیا۔ اور آنجناب رسول اللہ صلعم نے اپنی بیویوں کے پاس جانے سے مہینہ کی قسم کھائی تھی ؛ تو آپؐ ایک بالاخانہ میں تشریف فرما ہوئے جس کا زینہ کھجور کے تنے کا تھا۔ چنانچہ آپؐ کے صحابہ کرام آپؐ کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپؐ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی جبکہ وہ لوگ کھڑے تھے۔ پس جب سلام پھیر لیا تو امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔ اور آپ ۲۹ دن بعد بالاخانہ سے اتر آئے۔ تو صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے تو مہینہ بھر کا ایلاء کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ - سقط عن فرسہ حضور اکرم صلعم ایک بار گھوڑے پر سوار تشریف لے جا رہے تھے۔ گھوڑا بدکا جس کی وجہ سے نبی اکرم صلعم داہنی طرف گر گئے جس سے دائیں بازو اور دائیں ساق میں چوٹ آئی۔ اور دائیں قدم میں موچ بھی آئی۔ بعض روایات میں جحش ساقہ الایمن اور بعض میں شقہ الایمن اور بعض میں انفکت رجلہ آتا ہے۔ ان سب میں کوئی تعارض نہیں فجحشت ساقہ اوکتفہ بہ او شک راوی ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ احدھما میں جحش (چھیلا) ہوا۔ بلکہ راوی کو شک ہوگیا کہ میرے استاذ نے ان دونوں میں سے کون سا لفظ کہا وآلی من نسائہ شہراً حضور اقدس صلعم نے اپنی ازواج سے غصہ ہو کر قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک ان کے پاس تشریف نہ لے جائیں گے۔ یہاں اشکال ہے جس سے شراح نے یہاں تو نہیں بلکہ کتاب التفسیر میں تعرض کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایلاً کا یہ واقعہ ۵ھ میں پیش آیا۔ اور سقوط عن الفرس کا قصہ ۹ھ کا ہے تو جب ان دونوں میں چار سال کا فاصلہ ہے تو راوی نے دونو کو کیوں جوڑ دیا۔ اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ کسی راوی کو وہم ہوگیا اور اسی نے ان دونو واقعوں کو ایک ہی زمانہ کا سمجھ کر جوڑ دیا۔ مگر میرے نزدیک اس کو راوی کے وہم کی طرف منسوب کرنے سے بہتر دوسرا جواب ہے۔ کہ چونکہ دونو واقعوں میں آپ نے مشربہ (بالاخانہ) پر قیام فرمایا تھا اس لئے راوی نے جب سقوط عن الفرس کا واقعہ بیان کیا تو تبعاً ایلاء کا قصہ بھی ذکر کر دیا۔ اور بتلا دیا کہ آپ نے دونو وقت مشربہ میں قیام فرمایا۔ مشربہ غرفہ کو کہتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے فصلی بھم جالسًا وھم قیام الخ یہ وہی سقوط عن الفرس کا واقعہ ہے جس کی بنا پر آپ نے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی تھی۔

فاذا صلی قائماً فصلوا قیاماً۔ حنابلہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام راتب کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کو بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا چاہیئے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں مقتدیوں کو بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں امام بخاریؒ اس پر مستقل باب باندھ کر حنابلہؒ پر رد فرمائیں گے۔ یہ حدیث امام احمدؒ کا مستدل ہے لیکن ائمہ ثلاثہ انکار کرتے ہیں کہ مقتدیوں کو قیاماً اقتدا کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ نبی کریم صلعم نے اپنی آخری زندگی میں بیٹھ کر نماز پڑھائی حضرت ابوبکر صدیقؓ مکبر کی حیثیت سے کھڑے ہو کر لوگوں کو تکبیرات پہنچا رہے تھے اور اس وقت تمام صحابہ کرام کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے تو یہ فعل آخری آپ کا تمام افعال سابقہ کے لئے ناسخ ہوگا۔ حنابلہ اس قسم کی روایات کی تاویل کرتے ہیں کہ حضور اکرم امام نہیں تھے بلکہ وہاں حضرت ابوبکرؓ ہی امام تھے۔

باب اِذَا اَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّیْ امْرَأَتَهُ اِذَا سَجَدَ۔

ترجمہ:۔ جب نمازی سجدہ میں جاتے اور اس کا کپڑا اس کی بیوی کو لگ جائے تو کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَاَنَا حِذَاءَہٗ وَاَنَا حَائِضٌ وَّرُبَّمَا اَصَابَنِیْ ثَوْبُہٗ اِذَا سَجَدَ قَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ عَلَی الْخُمْرَۃِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت میمونہ رض فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ میں آپ کے سامنے ہوتی تھی اور حیض والی ہوتی تھی۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو بسا اوقات آپ کا کپڑا مجھے لگ جاتا تھا اور حضور چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ مس مراۃ بعض حضرات کے نزدیک ناقض وضو ہے۔ تو ممکن ہے کسی کو وہم ہو کہ اگر نمازی کا کپڑا بحالت صلوٰۃ عورت کو لگ جاتے تو باعث کراہت ہوگا۔ اس لئے امام بخاریؒ اس وہم کا دفعیہ فرما رہے ہیں کہ اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوگا۔ مگر میں نے بیان کیا ہے کہ امام بخاریؒ نہ تو مس مراۃ سے وضو کے قائل ہیں نہ ہی مس ذکر سے اور نہ ہی قہقہہ سے وہ ان مسائل میں نہ احنافؒ کے ساتھ ہیں نہ شوافعؒ کے ساتھ اور دوسری غرض امام بخاریؒ کی حنفیہ پر رد کرنا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حنفیہ رح محاذاۃ مراۃ کو مفسد صلوٰۃ قرار دیتے ہیں۔ اور یہاں روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت میمونہ رض سامنے ہوتی تھیں۔ بلکہ روایت میں حذاء (مقابل) کا لفظ موجود ہے۔ لیکن اس سے احنافؒ پر رد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حنفیہ رح مطلقاً محاذات کو مفسد نہیں مانتے بلکہ اس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ مثلاً امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔ اور عورت نماز میں اس کے ساتھ شریک ہو۔ لیکن چونکہ امام بخاریؒ عمومات سے استدلال کرتے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ لفظ حذاء سے استدلال کر لیا ہو۔

باب الصَّلٰوۃُ عَلَی الْحَصِیْرِ

ترجمہ:۔ چٹائی پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

وَصَلّٰی جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَبُوْ سَعِیْدٍ فِی السَّفِیْنَۃِ قَائِمًا وَّقَالَ الْحَسَنُ تُصَلِّیْ قَائِمًا مَّا لَمْ تَشُقَّ عَلٰی اَصْحَابِکَ تَدُوْرُ مَعَہَا وَاِلَّا فَقَاعِدًا۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو سعید نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب تک آپ کے ساتھیوں پر شاق اور گراں نہ ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اور کشتی کے ساتھ گھومتے جائیں۔ ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

حدیث نمبر ۳۶۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ قَالَ قُومُوا فَلِأُصَلِّيَ لَكُمْ قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ان کی دادی حضرت ملیکہؓ نے جناب رسول اللہ صلعم کو ایک کھانے کی دعوت پر بلایا۔ جو انہوں نے آپ کے لئے تیار کیا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے کھانا کھا لیا۔ پھر فرمایا کہ اٹھو تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی چٹائی لے آیا جو طول استعمال کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی۔ میں نے اس کو نرم کرنے کے لئے اس پر پانی چھڑکا۔ پس حضور اکرم صلعم کھڑے ہوئے میں نے اور یتیم نے آپؐ کے پیچھے صف بنائی۔ اور بڑھیا ہم سب کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ تو جناب رسول اللہ صلعم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر آپ واپس چلے گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چٹائی پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ جو چیز غیر ارض میں سے ہو۔ یعنی آگ لگانے سے جل جائے یا پگھل جائے اس پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ مگر جمہور حصیر لکڑی وغیرہ پر نماز ادا کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس حدیث سے استدلال ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض شراح نے یہاں حدیث جعلت الارض مسجداً و طهوراً ذکر کر کے غیر ارض پر جواز صلوٰۃ کا ذکر کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض ایک اور مسئلہ کو بیان کرنا ہے غالباً ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ صلوٰۃ علی الحصیر کو مکروہ بتلاتی ہیں۔ ان کا استدلال آیت کریمہ وجعلنا جهنم للكافرين حصيرا سے ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو کافرین کے لئے حصیر بنایا ہے۔ چونکہ یہاں اشتراک اسمی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا حصیر پر نماز مکروہ ہوگی۔ تو حضرت امام بخاریؒ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آنجناب رسول اکرم صلعم سے صلوٰۃ علی الحصیر ثابت ہے۔

صلی جابر بن عبد اللہ الخ اس سے غیر ارض پر نماز پڑھنا ثابت ہو گیا۔ اس لئے کہ صلوٰۃ علی الحصیر

بھی صلوٰۃ علے غیر الارض ہوتی ہے۔ قال الحسن یصلی قائماً الخ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کا یہی مذہب ہے کہ اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو پڑھے ورنہ بیٹھ کر ادا کرے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کشتی میں ابتداء ہی سے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ کشتی میں مسافر مشقت میں ہوتا ہے چکر وغیرہ آتے ہیں تدور معہا کا مطلب علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ جدھر کشتی رخ پھیرلے ادھر ہی نمازی اپنا چہرہ پھیرتا رہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کشتی جانب قبلہ سے پھر جائے اور نمازی قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھ رہا ہو۔ تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف مڑ جائے۔ ان جدتہ ملیکۃ، جدتہ کی ضمیر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیر اسحاق کی طرف راجع ہے۔ اور دوسرا قول ہے کہ انسؓ کی طرف راجع ہے فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ کی بھی یہی رائے درج ہے کہ انسؓ کی طرف راجع ہے قوموا فلاصلی لکم یہ بطور ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے ہے کہ تم نے کھانا کھلایا لاؤ ہم تمہیں نماز پڑھائیں۔ الیتیم وراء یتیم کا نام ضمیرہ ہے والعجوز ورائنا اس جملہ سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ اگر لڑکا ایک ہو تو امام کے پاس کھڑا ہوگا۔ اگر عورت اکیلی ہو تو پیچھے کھڑی ہوگی۔ امام بخاریؒ اس پر مستقل باب باندھیں گے، یہاں پر اشکال ہے کہ حصیر کے باب میں سفینہ کا ذکر کیسے آگیا۔ جن لوگوں نے باب کی غرض یہ بتلائی ہے کہ غیر ارض پر نماز پڑھنا۔ جعلت الارض مسجد وطہوراً کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ان پر رد کرنا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک تو کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ سفینہ اور حصیر دونوں غیر ارض میں ہیں۔ مگر میری رائے میں اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بعض مرتبہ ترجمہ میں استدلال عادت سے ہوتا ہے۔ چونکہ عام طور سے سفینہ کے اندر حصیر بچھانے کی عادت ہے تو اس عادت کے تحت گویا کہ سفینہ میں نماز مثل صلوٰۃ حصیر کے ہے۔ قد اسود من طول مالبس یہاں بچھانے کو لباس سے تعبیر فرمایا۔ اس سے استدلال ہے کہ بچھانا بھی لباس ہے، لہٰذا اگر ریشم کا بستر ہو تو وہ بھی مرد کے لئے ناجائز ہے۔

باب اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الْخُمْرَۃِ۔

ترجمہ:۔ چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۸ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ الخ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ عَلَی الْخُمْرَۃِ۔

ترجمہ، حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم چھوٹی سے چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ صلوٰۃ علی الخمرہ کی کراہت حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے منقول ہے اس لئے اس باب سے امام بخاریؒ اس پر رد کرنا چاہتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ خمرہ اس چھوٹی سی چٹائی کو کہتے ہیں۔ جو مصلی کے لئے پوری نہ ہو۔ تو ایسی صورت میں بعض حصہ نماز نوارض پر ہوگا۔ اور بعض غیر ارض پر تو اس کے جواز پر تنبیہہ فرمائی

باب الصَّلٰوۃِ عَلَی الْفِرَاشِ

وَصَلّٰی اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلٰی فِرَاشِهٖ وَقَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْجُدُ اَحَدُنَا عَلٰی ثَوْبِهٖ۔

ترجمہ:۔ بستر پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ حضرت انسؓ نے اپنے بستر پر نماز پڑھی اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہمارا ایک نماز میں اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا تھا

حدیث نمبر ۳۶۹ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلِيْ وَاِذَا قَامَ بَسَطْتُّهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ (الحديث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ زوج النبی صلعم فرماتی ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلعم کے سامنے نیند کیا کرتی تھی اور میرے دونوں پاؤں آپؐ کے قبلہ میں ہوتے تھے۔ جب آپؐ سجدہ کو جاتے تو میرے چٹکی کاٹ لیتے تو میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی تھی جب آپؐ سجدہ سے اٹھ جاتے تو پھر ان کو پھیلا دیتی تھی۔ وہ فرماتی ہیں ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فراش چونکہ غیر جنس الارض ہوتا ہے اس پر جماع بھی کیا جاتا ہے اور بچے پیشاب بھی کر دیتے ہیں روایت سے ثابت ہوا کہ اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن روایت سے فراش کا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا کہ پاؤں کا پھیلانا فراش پر دال ہے اس لئے کہ عموماً انسان قد کے مطابق فراش بناتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے بیان کیا تھا کہ جعلت لی الارض مسجدا وطہورا سے جو وہم ہوتا ہے۔ اس کو اس باب سے دفع فرما رہے ہیں۔ اور ابواب سابقہ سے

ان اغراض کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابوداؤد میں ہے لا یصلی فی لحفنا کہ آپ ہمارے لحافوں میں نماز نہیں پڑھتے تھے جس سے عدم جواز الصلوٰۃ فی ثیاب المرأۃ معلوم ہوتا ہے اس کو اس باب سے رد فرمادیا یہ آخری قول حافظ کا ہے والبیوت یومئذ الخ یہاں سے حضرت عائشہؓ دفع دخل مقدر فرمارہی ہیں کہ مجھ پر یہ اعتراض کرنا کہ میں پیر کیوں نہیں موڑ لیا کرتی تھیں اس لئے کہ چراغ تو تھا نہیں کہ کچھ نظر آجاتا۔ اور یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ آپ کا قیام کتنا طویل ہوگا۔ چار چار، پانچ پانچ پارے پڑھا کرتے تھے اس لئے پیر پھر دوبارہ پھیلاتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۰ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ وَھِیَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْقِبْلَۃِ عَلٰی فِرَاشِ اَھْلِہٖ اِعْتِرَاضَ الْجَنَازَۃِ

ترجمہ:۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اپنے بھانجے حضرت عروہ کو بتلاتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ حضرت عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان اپنے بستر پر ہوتی تھیں جیسے جنازہ سامنے ہوتا ہے۔ یعنی آپ کی دائیں طرف سے بائیں جانب کیطرف سوئی ہوئی ہوتی تھیں

حدیث نمبر ۳۷۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عُرْوَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ وَعَائِشَۃُ مُعْتَرِضَۃٌ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْقِبْلَۃِ عَلَی الْفِرَاشِ الَّذِیْ یَنَامَانِ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم اس حال میں نماز پڑھا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ آپ کے قبلہ کے درمیان سامنے پڑی ہوتی تھیں اس بستر پر جس پر آپ دونو سویا کرتے تھے۔

باب السُّجُوْدِ عَلَی الثَّوْبِ فِیْ شِدَّۃِ الْحَرِّ وَقَالَ الْحَسَنُ کَانَ الْقَوْمُ یَسْجُدُوْنَ عَلَی الْعِمَامَۃِ وَالْقَلَنْسُوَۃِ وَ یَدَاہُ فِیْ کُمِّہٖ۔

ترجمہ:۔ سخت گرمی کی وجہ سے کپڑے پر سجدہ کرنا حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اپنی پگڑیوں اور ٹوپیوں پر سجدہ کرتے تھے اور ان کے دونو ہاتھ آستین میں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۲ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَضَعُ اَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّۃِ الْحَرِّ فِیْ مَکَانِ السُّجُوْدِ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو سخت گرمی کی وجہ سے ہمارا ایک کپڑے کے کنارے کو سجدے کی جگہ پر رکھتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جمہور یہی فرماتے ہیں کہ آستین چھوٹا ہو یا بڑا اس پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ امام مالکؒ اس کی کراہت کے قائل ہیں امام شافعیؒ اس کو ممنوع قرار دیتے ہیں البتہ اگر وہ آستین اتنا بڑا کپڑا ہو جس کے ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرا کنارہ نہ ہل جائے۔ تب جائز ہے۔ مصنفؒ مطلقاً بلا کراہت جائز کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب سے امام بخاریؒ شوافعؒ پر رد فرما رہے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ثوب متصل پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ ثوب منفصل (الگ) ہونا چاہیئے۔ اور جمہور کے نزدیک جائز ہے امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ ہیں۔ یسجدون علی العمامۃ الخ اس سے ثوب متصل پر سجدہ ثابت ہو گیا فیضع احدنا طرف الثوب یہ موضع ترجمہ ہے۔

باب الصلوٰۃ فی النعال

ترجمہ۔ جوتے میں نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۳۷۳ حدثنا آدم الخ قال سألت انس بن مالکٍ اکان النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ قال نعم۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو مسلمہ ازدی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے دریافت کیا کہ کیا نبی اکرم صلعم اپنے جوتوں میں نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہاں! یعنی پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ ابواب الثیاب چل رہے تھے اور نعال بھی ثیاب میں داخل ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر فرما دیا۔ اور میرے نزدیک ایک غرض یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے فاخلع نعلیک اپنے جوتے اتار دو اس کا تقاضا یہ ہے کہ صلوٰۃ فی النعل جائز نہ ہو۔ کیونکہ مقام طوی میں خلع نعلین (جوتے اتارنا) کا حکم ہے۔ تو مسجد میں تو بطریق اولیٰ یہ حکم ہونا چاہیئے۔ تو اس وہم کو دفع کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے اس کا جواز ثابت فرما دیا۔ اس باب کے متعلق مولانا انور شاہ کشمیری رہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اس زمانہ کے جوتوں میں نماز نہیں ہو گی۔ بلکہ عرب والے جو جوتے ہیں ان میں نماز ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ گندگی لگی ہوئی نہ ہو۔

باب الصلوٰۃ فی الخفاف

ترجمہ:۔ موزوں کے اندر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۴ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ قَالَ رَاَیْتُ جَرِیْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاءَ وَ مَسَحَ عَلٰی خُفَّیْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی فَسُئِلَ فَقَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ اِبْرَاهِیْمُ فَکَانَ یُعْجِبُهُمْ لِاَنَّ جَرِیْرًا کَانَ مِنْ اٰخِرِ مَنْ اَسْلَمَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ہمام بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جریر بن عبداللہ صحابی کو دیکھا کہ انہوں نے پیشاب کیا، پھر وضو فرمایا، اور موزوں پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت جریر ان کو پسند آتے تھے کیونکہ حضرت جریرؓ آخر میں مسلمان ہونے والوں میں سے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح اس باب کے متعلق بھی یہی فرماتے ہیں کہ چونکہ خفاف لباس میں داخل ہے اس لئے اس کا ذکر فرما دیا۔ اور میری رائے ہے کہ صلوٰۃ فی الخفاف کی اولویۃ بیان فرما رہے ہیں اس لئے کہ ابوداؤد میں ہے خالفوا الیهود فانهم لا یصلون فی نعالهم ولا خفافهم یعنی یہود کی مخالفت کرو کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے تو امام بخاریؒ نے اس باب سے اس کی اولویت کی طرف اشارہ فرمادیا۔ فکان یعجبهم وجہ اعجاب یہ تھی کہ احتمال تھا کہ مسح علی الخفین آیت وضو سے منسوخ ہو گیا ہو۔ مگر حضرت جریرؓ نے مسح کیا۔ اور یوں فرمایا کہ میں نے جناب نبی کریم صلعم کو مسح کرتے دیکھا ہے۔ حضرت جریرؓ اخیر میں اسلام لائے اور انہوں نے حضور اکرم صلعم کے مسح کا ذکر فرمایا تو معلوم ہوا کہ آیت وضو اس کے واسطے ناسخ نہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۵ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الخ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّاْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْهِ وَصَلّٰی۔

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کو وضو کرایا۔ آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی

باب اِذَا لَمْ یُتِمَّ السُّجُوْدَ

ترجمہ:۔ جبکہ کوئی سجدہ پورا نہ کرے۔

حدیث نمبر ۳۷۶ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ حُذَیْفَةَ اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلًا لَّا یُتِمُّ رُکُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَهٗ قَالَ لَهٗ حُذَیْفَةُ مَا صَلَّیْتَ قَالَ

وَاَحْسِبُهُ قَالَ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ :۔ حضرت حذیفہؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا تھا جب وہ نماز پڑھ چکا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اسی حال میں مرگیا تو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نہیں مرے گا ۔

باب يُبْدِئُ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ جَنْبَيْهِ فِي السُّجُوْدِ ۔

ترجمہ :۔ بازو کو ظاہر کرے اور اپنے پہلو کو سجدے میں دور رکھے ۔

حدیث نمبر ۳۷۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے، تو اپنے دونو ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی فرماتے ۔ یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ما یبدی ضبعیہ اور عدم اتمام السجود والے دونو باب اپنے موقع پر نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ صفت صلوٰۃ میں سے ہیں ۔ ذکر ثیاب صلوٰۃ کا ہو رہا تھا۔ بعض نے کہا کہ سہو کاتبین سے ہے ۔ مگر مصنفؒ ان ابواب کے بعد ان دونو کو اس لئے لایا تاکہ معلوم ہو کہ تعدیل ارکان ضروری ہے ۔ لیکن وہ سجدہ جو سخت گرمی کی وجہ سے کپڑے پر لیا جائے ۔ اس کی اجازت ہے جیسے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اپنے کپڑے پر بھی نمازی سجدہ کر سکتا ہے ۔ خواہ اس کا ایک کنارہ دوسرے کنارے سے حرکت کرے یا نہ کرے ۔ اس سے تعدیل ارکان میں فرق نہیں پڑتا ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ دونو باب ص۱۱۳ پر آرہے ہیں اور دو باب باب عقد الثیاب اور باب لا یکف ثوبہ فی الصلوٰۃ ص۱۱۳ پر اب شراح یہ فرماتے ہیں کہ یہاں تو ابواب الثیاب چل رہے تھے یہ درمیان میں دو باب سجود کے کیسے آگئے ۔ ہو نہ ہو یہ کسی کاتب کا تصرف ہے کہ غلط جگہ پر آگئے ۔ اور لباس کے دو باب جو ص۱۱۳ پر آرہے ہیں ۔ وہ باب السجود میں چلے گئے یہ بھی کاتب کا تصرف ہے حضرت شاہ صاحبؒ کی بھی یہی رائے ہے ۔ اور انہوں نے فربری سے اس کی تائید نقل کی ہے ۔ چنانچہ فربری فرماتے ہیں کہ بخاری کی نقل میں کہیں کہیں غلطی واقع ہوگئی ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ بخاری

کے نسخوں میں یہ دونو باب یہاں موجود ہیں۔ اس لئے اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ امام بخاریؒ تیاس اور نظر سے ستر عورت کی اہمیت ثابت فرماتے ہیں کہ من ترک شرطًا من شروط صلوٰۃ جس نے کسی شرط نماز کو چھوڑ دیا اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی لمن ترک رکنا جیسے کوئی رکن صلوٰۃ کو چھوڑ دے مگر میری رائے یہ ہے کہ ہر باب اپنی جگہ پر ہے اور صحیح ہے وہ اس طرح پر کہ امام بخاریؒ ابواب الثیاب ذکر فرما رہے تھے۔ تو امام بخاریؒ نے باب یبدی ضبعیہ منعقد فرما کر یہ بتلا دیا کہ اگر کپڑے چھوٹے چھوٹے ہوں تو سجدہ میں اخفا نہ کرے۔ بلکہ ابدار کرے کیونکہ خود نبی اکرم صلعم نے کپڑے چھوٹے ہونے کے باوجود ابدار فرمایا۔ اگر کپڑا چھوٹا نہ ہوتا۔ تو بغل کی سفیدی کیسے نظر آتی۔ اور اس کے اثبات کے واسطے باب اذا لم یتم السجود منعقد فرمایا۔ کہ اگر تجافی نہ کرے گا۔ تو اتمام السجود نہ ہوگا۔ اور وہاں بحیثیت کیفیۃ السجود کے آئے ہیں جن پر مستقل کلام ہوگا۔ اس روایت میں جو ما صلیت وارد ہوا ہے۔ اس سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا کہ نماز کے اندر اعتدال فرض ہے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی ہمارے نزدیک تعدیل ارکان واجب ہے۔ بغیر اس کے بھی نماز ہو جائے گی اور جواب اس کا یہ ہے کہ ما صلیت کاملًا ہمارا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے۔ لو مت۔ مت علی غیر سنۃ محمد صلعم اس سے معلوم ہوا کہ یہ واجب کا درجہ رکھتی ہے۔ فرضیت کی صورت میں ایسا ہرگز نہ فرماتے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یہاں سے کتاب القبلہ شروع ہو رہی ہے امام بخاریؒ کو جب لکھنے میں فترہ واقع ہو جاتی تھی۔ تو بسم اللہ سے افتتاح فرماتے تھے۔

کتاب القبلہ

باب فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَۃِ۔

یَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ قَالَہٗ اَبُوْ حُمَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے۔ یہ ابو حمیدؓ نے جناب نبی اکرم صلعم سے بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَذِمَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس شخص نے ہماری

نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ اور ہمارا ذبح کردہ جانور سے کھالیا۔ تو یہ وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم کی ذمہ داری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں خیانت نہ کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ شرائط صلوٰۃ ذکر ہو رہے تھے۔ اولاً تو وضو کو ذکر فرما دیا۔ کیونکہ وہ سب سے اہم ہے۔ پھر لباس اور استقبال قبلہ کو ذکر فرمایا۔ اور ابتداء اس کی فضیلت سے شروع فرمائی مگر یہاں پر دو اشکال ہیں بلکہ تین اشکال ہیں اول یہ کہ ابھی تو استقبال قبلہ کی فضیلت شروع فرمائی تو ابھی سے کہاں استقبال اطراف رجلین الی القبلہ کے اندر پہنچ گئے۔ حالانکہ استقبال اطراف رجلین سجدہ میں ہوتا ہے تو چاہیئے یہ تھا کہ اولاً استقبال قیام وغیرہ ذکر فرماتے پھر بتدریج استقبال اطراف رجلین کا ذکر فرماتے اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ ص۱۱۲ پر باب یستقبل القبلۃ باطراف رجلیہ آرہا ہے۔ لہٰذا یہ باب مکرر ہو جائے گا۔ اور تیسرا اشکال یہ ہے کہ ترجمہ میں اطراف رجلین کا اگر ذکر فرمایا ہے تو اس کی روایت ذکر نہیں فرمائی اس لئے کہ اگر قال ابو حمید عن النبی صلعم کہہ دیا (جس میں اطراف رجلین کے استقبال کا ذکر ہے) تو وہ روایت تو ابھی تک نہیں آئی۔ کہ اسی سے اشارہ ہو جاتا۔ کیونکہ یہ روایت سنۃ الصلوٰۃ میں آئے گی۔ اب جوابات سنو! امام بخاریؒ نے یستقبل باطراف رجلیہ القبلۃ کو جزو ترجمہ نہیں بنایا۔ اور مثبت بفتح الباء قرار نہیں دیا۔ بلکہ مثبت بکسر الباء قرار دیا ہے۔ اور غرض اس کے ذکر سے استقبال کی تاکید اور فضل استقبال کو منقح کرنا ہے۔ کہ استقبال اس درجہ مؤکد ہے کہ بحالت سجدہ بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور پاؤں کی انگلیوں تک سے کیا جاتا ہے۔ اور قال ابو حمید سے اس روایت کی طرف اشارہ فرما دیا۔ جو آگے آرہی ہے۔ اب کوئی اشکال بھی باقی نہ رہا۔ اس لئے کہ سارے اشکال کا مدار یہ تھا کہ اس کو جزو ترجمہ قرار دیا جاتا اسی وجہ سے تکرار بھی لازم آرہا تھا۔ روایت کی بھی ضرورت ہو رہی تھی۔ اور کچھ بے ترتیبی معلوم ہو رہی تھی رہا یہ اشکال کہ ترجمہ مکرر ہے اس کا جواب شراحؒ نے یہ دیا ہے کہ یہ باب یہاں بالتبع ہے اور وہاں ص۱۱۲ پر بالقصد آرہا ہے۔ واستقبل قبلتنا اگرچہ استقبال کا ذکر من صلی صلوتنا میں ضمناً آگیا تھا۔ اس لئے کہ نماز استقبال قبلہ کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے۔ مگر چونکہ یہود وغیرہ کے یہاں بھی نماز ہے اس لئے ان سے امتیاز کلی ظاہری محض لفظ صلی صلوتنا سے نہیں ہو سکتا تھا۔ گو فی نفسہ تو ہو جاتا تھا۔ اس لئے اس کو واضح کرنے کے لئے واستقبل قبلتنا فرما دیا۔ اس طرح اس میں یہود ونصاریٰ کی بالکلیہ مخالفت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں۔ اور ہمارا قبلہ کعبۃ اللہ ہے

اور مقصود ان چیزوں کے ذکر کرنے سے شعائر اسلام کا ذکر کرنا ہے اور تبلانا ہے کہ شعائر اسلام اختیار کرو۔ ورنہ اکل ذبیحتنا کوئی ہمارے ساتھ ہی خاص نہیں یہود بھی کھاتے ہیں لہ ذمۃ اللہ یہاں ذمہ سے مراد حفظ باری تعالیٰ میں آجانا ہے اور ذمہ سے ذمہ اصطلاحی مراد نہیں ۔

حدیث نمبر ۳۷۹ حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا وَصَلَّوْا صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَكَلُوْا ذَبِيْحَتَنَا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا حُمَيْدٌ قَالَ سَاَلَ مَيْمُوْنُ بْنُ سِيَاهٍ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ وَمَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَهُوَ الْمُسْلِمُ لَهٗ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ نَا حُمَيْدٌ قَالَ نَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جہاد و قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ کلمہ لا الٰہ الخ کہیں پس جب یہ کلمہ کہہ دیا۔ اور ہماری نماز جیسی نماز پڑھیں ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ اور ہماری ذبیحہ کو کھالیں ۔ تو ان کے خون اور اموال ہم پر حرام ہوگئے مگر ان جان و مال کے حقوق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ۔ میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ ابو حمزہ کسی بندے کے خون اور اس کے مال کو کون سی چیز حرام قرار دیتی ہے۔ فرمایا جس شخص نے کلمہ لا الٰہ الخ کی شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ہماری نماز جیسی نماز پڑھی اور ہماری ذبیحہ کو کھالیا ۔ پس وہ مسلمان ہے ۔ جو مسلمان کے حقوق ہیں وہی اس کے ہوں گے ۔ اور جو مسلمان پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہی اس پر عائد ہوں گی ۔ اور یہ سب کچھ حضرت انسؓ نے جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کیا ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امرت ان اقاتل الناس الخ امام بخاریؒ نے اس روایت کو ذکر کرکے اشارہ فرمادیا کہ روایت سابقہ میں صلوٰۃ ۔ استقبال قبلہ اور اکل ذبیحہ پر جو مسلم کا حکم لگایا ہے۔ اور اس کے لئے ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ثابت ہے یہ اس کے لئے ہے ۔ جو لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہو۔ اور اگر اس

کا قائل نہ ہو تو چاہے ہزار نمازیں پڑھے کوئی فائدہ نہیں الا بحقہا الخ بحق الکلمۃ والاسلام اور حق اسلام کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کام کرے جس پر اسلام میں حفظ دم نہیں ہے تو پھر حفظ دم وغیرہ نہ ہوگا۔ مثلاً کوئی کسی کو قتل کرے یا محصن زنا کرے تو پہلا قصاص میں قتل ہوگا۔ اور دوسرا رجم کر دیا جائے گا۔ قال ابن ابی مریم الخ اس تعلیق کو امام بخاری نے اس لئے ذکر فرمایا کہ حمید طویل کے متعلق تدلیس کا قول نقل کیا گیا ہے۔ اور انہوں نے حضرت انسؓ سے عن عن کے ساتھ روایت نقل کی ہے اور معنعنہ مدلس میں انقطاع کا احتمال ہوتا ہے اس لئے تحدیث ثابت کرنے کے لئے حدثنا انس ذکر فرمادیا اور ما للمسلم الخ یعنی اس کے لئے وہ حقوق ہوں گے جو مسلمان کے لئے ہوتے ہیں اور اس پر وہ حقوق عائد ہوں گے جو کسی مسلمان پر آتے ہیں غرضیکہ اس حدیث میں کمال ایمان کی علامات میں سے استقبال قبلہ کو بھی بتلایا گیا ہے۔ اس سے اس کی فضیلت معلوم ہوگئی اور اس کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ مدینہ میں یہود و نصاریٰ زیادہ تھے اور وہ لوگ تحویل قبلہ پر اعتراض کرتے تھے اس لئے اہمیت بیان کرنے کے لئے اس کو ذکر فرمادیا۔ ورنہ اس سے بھی زیادہ اہم اور علامات ہیں۔

باب قِبْلَةِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَاَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ لَیْسَ فِی الْمَشْرِقِ وَلَا فِی الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ وَّلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا۔

ترجمہ:۔ مدینہ والوں شام والوں اور مشرق والوں کا قبلہ کیا ہے۔ اور مشرق و مغرب میں کوئی قبلہ نہیں بوجہ قول نبی اکرم صلعم کے کہ پاخانے یا پیشاب کرنے کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ نہ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو

حدیث نمبر ۳۸۰ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا قَالَ اَبُوْ اَیُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِیْضَ بُنِیَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَعَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَیُّوْبَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا جب تم لوگ

پاخانہ پھرنے کے لئے نشیبی جگہ میں آؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ شام کے ملک میں آئے تو بیت الخلاؔ کو قبلہ کی طرف بنائے ہوئے پایا۔ تو ہم قبلہ سے پھر جانے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ایوب کو نبی اکرم سے اسی طرح کہتے سنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ترجمۃ الباب میں مصنفؒ نے تین جگہ کے قبلہ کو بتایا ہے۔ مگر روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو ان تینوں کو شامل ہو۔ روایت میں صرف اہلِ مدینہ کو خطاب ہے۔ و لکن شرقوا و غربوا میں بھی وہی مخاطب ہیں۔ تو اس جگہ تاویل یہ کی جائے گی کہ عبارت یوں تھی قبلۃ اھل المدینۃ و غیرھا اس کی بجائے مصنفؒ اہل شام کہہ دیا۔ اور پھر آگے فرمایا کہ اہل مدینہ اور جو ان کی جانب رہنے والے ہیں ان کا قبلہ مشرق و مغرب میں نہیں ہوگا۔ تو یہ صحیح ہوا۔ تو روایت سے اہل مدینہ اور جہتہ مدینہ میں رہنے والے لوگوں کا حکم معلوم ہوا۔ اور جو مشرق و مغرب کے رہنے والے ہیں۔ ان کا قبلہ مشرق و مغرب میں ہے۔ یہاں مشرق و مغرب حصہ کے لئے نہیں بلکہ جہات اربعہ مراد ہیں تو ان کا قبلہ اہلِ مدینہ کے قبلہ کے علاوہ ہوگا۔ اور غیر اہل مدینہ دو قسم ہیں ایک وہ جو جہتہ مدینہ میں رہتے ہیں ان کا قبلہ وہی اہلِ مدینہ کا قبلہ ہے۔ اور دوسری جہات والوں کا مشرق و مغرب میں ہوگا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ مصنفؒ اہل مدینہ اور اس جہتہ کے رہنے والوں کا قبلہ بتلانا ہے کہ المشرق میں الف و لام عوض مضاف الیہ کے ہے ای مشرقھم ای مشرق اھل المدینۃ واھل شام۔ اور ایسے مغرب کے معنی ہیں اور مشرق و مغرب سے مشرق قریب اور مغرب قریب مراد ہے۔ اس میں غیر اہل المدینہ کی حالت کو بیان کرنا نہیں عوالی اور قریٰ مدینہ کا بھی وہی حکم ہے؛ جو اہل مدینہ کا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ کی ساری کمائی ان کے تراجم ہیں اور میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ چونکہ امام بخاریؒ کا وظیفہ طرق استنباط ہے۔ اس لئے تعلیم کے لحاظ سے بخاری شریف درجہ ثالث میں ہے۔ گو فضیلت کے لحاظ سے سب سے مقدم ہے اور ساری روایات بخاریؒ کی صحیح ہیں جس کسی نے کلام کیا ہے تو ان کے تراجم کا اثبات خود ایک معرکۃ الآراء چیز ہے۔ اور پھر میں نے باب من بدء بالحلاب والطیب میں یہ بتلایا تھا کہ کچھ تراجم ایسے بھی ہیں جن کے اندر شراح اور مشائخ نے طبع آزمائی کی ہے۔ اور اپنی کوشش صرف فرمائی ہے اور پھر بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام بخاریؒ کی غرض ان

ابواب سے کیا ہے۔ گو توجیہ ہر جگہ کرتے ہیں چنانچہ توجیہ یہاں بھی بیان کروں گا۔ کیونکہ یہ باب بھی انہیں ابواب میں سے ہے جو معرکۃ الآرا ہیں حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ باب قبلۃ اھل المدینۃ واھل الشام الخ اہل مدینہ کا قبلہ کا قبلہ تو جنوب میں ہے۔ کیونکہ مکہ مدینہ سے جنوب میں واقع ہے اور اہل شام کا قبلہ بھی جنوب میں ہے۔ اس لئے کہ شام مدینہ سے شمال کے اندر واقع ہے یہاں تک کوئی اشکال نہیں لیکن آگے جو والمشرق بڑھا دیا۔ یہ کسی طرح صحیح نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اہل مدینہ اور اہل شام کا قبلہ تو جنوب میں ہے مگر اہل مشرق کا قبلہ مغرب میں ہوگا۔ نہ کہ جنوب میں جو اہلِ مدینہ و شام کا ہے اس لئے بعض شراح کی رائے تو یہ ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے اور بعض کی رائے ہے کہ یہ اشکال اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کو جر (زیر) کے ساتھ پڑھا جائے۔ اگر اس کو رفع کے ساتھ پڑھا جائے۔ اور خبر محذوف مانی جائے۔ تو پھر کوئی اشکال نہیں اس وقت تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ والمشرق بخلافہما یعنی قبلہ اہل مشرق غیر خلاف قبلہ اہل المدینۃ واہل الشام مگر اس توجیہ پر یہ اشکال ہے کہ پھر اس مخالفت میں مشرق ہی کی کیا تخصیص ہے۔ مغرب والوں کا بھی قبلہ ان دونوں کے خلاف ہے۔ علامہ عینیؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں والمغرب محذوف ہے علے طریقہ قولہ تعالیٰ وسرابیل تقیکم الحر والبرد یعنی احد المتقابلین کے ذکر پر اکتفا کر لیا کیونکہ دوسرا خود سمجھ میں آجاتا ہے۔ مگر پھر اس مجموعے پر دو اشکال وارد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ ترجمہ شان بخاریؒ کے موافق نہیں رہتا۔ کیونکہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ جو ایک جہت والوں کا قبلہ ہوگا وہ دوسری جہت والوں کا نہیں ہوگا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ والمشرق میں جو روایت مذکر رہے وہ جر (زیر) کے ساتھ ہے۔ اب تم یہ سنو کہ المشرق جر کے ساتھ ہے نہ کہ رفع کے ساتھ۔ اب اشکال جو یہاں پیش آیا اس کی وجہ یہ ہے کہ المشرق سے عام مراد لیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس سے عام نہیں ہے۔ بلکہ خاص ہے۔ اور خاص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے خاص خطے کے لوگ مراد ہیں جو بخارا اور مرو وغیرہ کے ہیں۔ یہ علاقے اس زمانہ میں مشرق کہلاتے تھے۔ اور شام چونکہ اس سے مغرب میں واقع ہے۔ اس لئے وہ مغرب کہلاتا تھا۔ تو یہاں پر مشرق سے مراد خاص بخارا اور مرو وغیرہ ہیں جو شام کے مقابل میں مراد ہیں اور اہل شام ان کے مقابل میں مغرب میں ہیں۔ اور بخارا و مرو وغیرہ سے قبلہ جنوب کی جانب میں ہے لہٰذا جو اہلِ مدینہ و شام کا قبلہ ہے وہی اہل مشرق خاص یعنی اہلِ بخارا و مرو وغیرہ کا قبلہ ہوا۔ مگر چونکہ مرو وغیرہ تھوڑا سا مشرق میں ہٹ کر واقع ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن المبارکؒ امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف

واختار ابن المبارک لاھل المرو التیاسر نقل کیا ہے کہ ذرا سا بائیں طرف کو مائل ہو کر نماز وغیرہ پڑھیں۔ اب اشکال نہیں رہا۔ اور کوکب الدری ملا ج اول کے حاشیہ میں جہاں حضرت ابن المبارک کا یہ مقولہ ترمذی میں مذکور ہے۔ وہاں بخارا، مرد، مکہ، مدینہ اور شام کی صورت بنا کر میں نے واضح کر دیا ہے اور مطلق اہل مشرق کا قبلہ مغرب ہے۔ جیسے ہم بالکل مشرق کے اندر واقع ہیں لہٰذا ہمارا قبلہ مغرب ہے لیس فی المشرق ولا فی المغرب قبلۃ یہ اہل مدینہ کے لئے ہے اور جو ان کی سمت پر واقع ہیں نہ کہ مطلق۔ اب اس کے بعد امام بخاریؒ نے لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تستقبلوا القبلۃ الخ ذکر فرما کر ایک تو یہ ثابت فرما دیا کہ مشرق و مغرب میں اہلِ مدینہ ومن علی سمتہم کا قبلہ نہیں ہے اس کے ساتھ ان لوگوں کے قول پر رد فرما دیا جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ولکن شرقوا وغربوا کا خطاب عام ہے۔ اہل مدینہ اور ان کے غیر سب مشرق و مغرب کی طرف بحالت استنجاء استقبال کر سکتے ہیں، خواہ قبلہ سامنے یا پیچھے ہی کیوں نہ ہو۔ لا تستقبلوا القبلۃ استقبال واستدبار میں تین مذاہب مشہور ہیں جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ایک تو ظاہر یہ کا کہ نہی منسوخ ہے اور مطلقاً جائز ہے۔ اور دوسرا حنفیہؒ کا کہ مطلقاً ناجائز ہے تیسرے ائمہ ثلاثہ کا کہ بنیان کے اندر تو جائز ہے۔ اور صحاری میں ناجائز۔ اس کے علاوہ دو قول اور بیان کئے ہوتے ہیں۔ ایک استدبار فی البنیان کا اور دوسرے نہی تنزیہی کا۔ اس کے علاوہ اور بھی چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں جو غیر مشہور ہیں قال ابو ایوب فقدمنا الشام الخ نسائی کی روایت میں عن رافع بن اسحاق انہ سمع ابا ایوب الانصاری وھو بمصر یقول ہے۔ علماء نے نسائی کی اس روایت کو غلط قرار دیا ہے۔ اور علماء موجہین فرماتے ہیں کہ قدوم شام میں تھا۔ اور روایت مصر میں بیان کی تھی۔ فوجدنا مراحیض الخ مراحیض مرحاض کی جمع ہے جس کے معنی بیت الخلاء کے ہیں۔

کفا نحرف ونستغفر الخ قاعدہ یہ ہے کہ جو مشغول لوگ ہوتے ہیں وہ پاخانہ میں اس وقت جاتے ہیں جبکہ شدت کے ساتھ تقاضا ہو۔ صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا۔ کہ انتہائی مشغول ہوتے تھے اور جب شدت کے ساتھ طبیعت پر تقاضا ہوتا تب بیت الخلاء کا رُخ فرماتے اور جلدی میں اس کا خیال نہ رہتا اور ان مراحیض میں جو قبلہ کی طرف بنائے گئے تھے۔ بیٹھ جاتے۔ مگر جب یاد آ جاتا تو اپنا رخ پلٹتے اور اپنی اس غلطی پر گو وہ نسیاناً ہوتی تھی۔ نادم ہوتے اور استغفار پڑھتے اپنے فعل پر، اور جن لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ وہ ان بنانے والوں کے لئے استغفار کرتے تھے۔ یہ غلط ہے اس لئے کہ ان کے بنانے والے تو

کفار تھے ان کے لئے استغفار کے کیا معنی! اب تم یہ سنو! کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس کو وہاں ذکر نہیں فرمایا جہاں استقبال اور استدبار کا ذکر ہے۔ بس صرف حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل کر دی، کیونکہ وہ ان کے موافق تھی۔ دوسری بات یہ سنو کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے اس مقولہ سے یہ معلوم ہوا کہ نہی بنیان وصحاری کو عام ہے۔ کیونکہ وہ بنیان کے اندر استقبال ہو جانے پر استغفار کرتے تھے۔ اگر یہ نہی عام نہ ہوتی تو استغفار کرنے کا کیا مطلب؟ اور تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عام صحابہ کرام کا یہی مذہب تھا، اور اس کا علم اس سے ہوتا ہے کہ حضرت ابو ایوبؓ نے جمع کا صیغہ استعمال کر کے کنا ننحرف ونستغفر اللہ فرمایا ہے۔ کوکب کے اندر نقشہ کی صورت یہ ہے

مغرب	شمال	مشرق
مدینہ	ہرات	بخارہ
مکہ	کرمان	
مغرب	جنوب	مشرق

اس نقشے کے اندر جو چار پانچ شہروں کے نام ہیں یہ سب مدینہ کی جانب مشرق میں ہیں۔ مگر جنوب کی طرف مائل ہیں۔ لہٰذا جنوب ہی ان کا قبلہ ہے اگر یہ بالکل جانب مشرق میں ہوتے مکہ سے تو پھر مکہ کی سیدھ میں ان کا نام آتا۔ حالانکہ ان کا نام اس سے ہٹ کر آرہا ہے معلوم ہوا کہ یہ بالکل مشرق میں نہیں تاکہ غرب ان کا قبلہ ہو۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی یہ روایت ہی حنفیہؒ کا مستدل ہے کہ استقبال قبلہ واستدبار مطلقاً ممنوع ہے

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى۔

ترجمہ:۔ مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔

حدیث نمبر ۳۸۱ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ. سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ لِلْعُمْرَةِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا جس نے عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف تو کیا اور لیکن صفا مروہ کے درمیان سعی نہیں کی کیا وہ اپنی عورت سے ہمبستر ہو سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلعم تشریف لائے بیت اللہ کا سات مرتبہ

طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضہ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ اس وقت تک بیوی کے قریب نہ جائے جب تک صفا اور مروہ پہاڑی کے درمیان سعی نہ کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: مصنفؒ نے ترجمۃ الباب میں آیت کو ذکر کیا ہے۔ اس سے کیا مقصد ہے؟ یہ تو مسلّم ہے کہ مصلّی سے مراد مصلّی الیہ ہے۔ کیونکہ مقام ابراہیم اتنا وسیع نہیں کہ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکے تو اس لئے مصنفؒ نے اس کو باب قبلہ میں داخل کیا کہ مصلّی معنی میں مصلّی الیہ و مستقبل الیہ کے ہے تو معلوم ہوا کہ مقام ابراہیم کو مستقبل الیہ بنایا جائے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے غالباً مصنفؒ کو یہی بتلانا ہے کہ خانہ کعبہ کو مستقبل الیہ بنانا یہ حکم عام ہے۔ اور مقام ابراہیم کو مستقبل الیہ بنانا۔ یہ حکم خاص رکعتی الطواف کے لئے ہے چنانچہ روایات اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ مسجد الحرام میں اگرچہ خلف المقام رکعتی الطواف پڑھی جا سکتی تھی۔ مگر آپؐ نے مقام ابراہیم کو مستقبل الیہ بنانے کا حکم دیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ حکم بطور استحباب ہے اور فولوا وجوھکم الخ یہ حکم بطور فریضہ کے ہے۔ اگر فاتخذوا فرضیۃ پر دلالت کرتا تو آپ کبھی اس کو ترک نہ کرتے۔ حالانکہ آپؐ نے خانہ کعبہ کی طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مقام ابراہیم سے پتھر مراد نہیں۔ بلکہ خانہ کعبہ مراد ہے کہ خانہ کعبہ کے کسی جزو کو مستقبل الیہ بنالو۔ اس مسئلہ کو بتلانے کے لئے مصنفؒ نے تین روایات ذکر کی ہیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ آپؐ نے خلف المقام نماز پڑھی ہے وہ بھی اس طرح کہ خانہ کعبہ کا طواف استقبال بھی ہو جاتا ہے۔ اور پھر قبل کعبہ میں نماز پڑھی۔ اور مقام ابراہیم کی طرف پشت کی گئی تو ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کو مستقبل الیہ بنانا چاہئے اور تمام کعبہ کا استقبال ضروری نہیں ہے۔ بلکہ بعض خانہ کعبہ کا طواف کیا جائے۔ اس وقت من تبعیضیہ ہوگا۔ اور خانہ کعبہ کی نسبت ابراہیم کی طرف اس لئے کی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے بنانے والے ہیں اور عرصہ تک اس میں رہے ہیں اس صورت میں آیات میں تعارض نہ رہے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اتخذوا امر کا صیغہ ہے اس سے بظاہر وجوب سمجھ میں آتا ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے یہ باب منعقد فرما کر بتلا دیا کہ یہ امر ایجابی نہیں ہے اور یہی میرے والد صاحبؒ کی رائے ہے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے

کہ اتخذوا اپنے اطلاق کی وجہ سے مطلقاً اتخاذ صلوٰۃ پر دلالت کرتا ہے تو امام بخاریؒ اس کو ترجمہ گردان کر اور روایات ذکر فرما کر بتلا دیا کہ اس سے خاص رکعتی الطواف مراد ہے اور بعض علماؒ کی رائے یہ ہے کہ من مقام ابراھیم کے لفظ سے بظاہر اس مقام کی تخصیص معلوم ہوتی تھی تو امام بخاریؒ نے روایات ذکر فرما کر اشارہ فرمادیا کہ کوئی تخصیص نہیں، بلکہ اس کے آس پاس کا حصہ بھی مقام ابراہیم میں داخل ہے۔ مقام خاص مراد نہیں۔ رقال قد م النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ، اس سائل کے جواب میں حضرت ابن عمرؓ یہ فرما کر اشارہ کر دیا کہ حضور صلعم نے ایسا فرمایا ہے۔ لہٰذا اب تم سوچ لو کہ یہ جائز ہوگا یا نہیں۔ اور مقصود اصلی امام بخاریؒ کا اصلی خلف المقام رکعتین ہے۔ خلف المقام یہ تعمیم ہوگئی۔ نیز رکعتین کی تعیین بھی ہوگئی۔

حدیث نمبر ۳۸۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ:۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ تشریف لائے تو آپ سے کہا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ صلعم خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے ہیں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں آیا تو جناب رسول اللہ صلعم خانہ کعبہ سے باہر نکل چکے تھے۔ حضرت بلالؓ کو میں نے دونوں دروازوں کے درمیان پایا تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم صلعم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں آپ نے دو رکعتیں ان دو ستونوں کے درمیان پڑھی ہیں۔ جو داخل ہونے والے کے بائیں جانب ہیں۔ پھر آپ نے دو رکعتیں خانہ کعبہ کے سامنے پڑھی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فاقبلت والنبی صلعم قد خرج الخ حضرت ابن عمرؓ چونکہ سخت متبع سنت تھے، اس لئے جب ان کو خبر ملی کہ حضور اکرم صلعم خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو وہ بھی چلے کہ دیکھیں کہ آپ نے وہاں جاکر کیا کیا۔ اور جو کچھ آپ نے کیا۔ وہی میں کروں مگر حضور اکرم صلعم باہر تشریف لا چکے تھے السارتین الخ اس میں روایات مختلف ہیں کہ آپ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز کہاں پڑھی ایک روایت

تو یہ ہے ۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بین الرکنتین الیمانیین پڑھی تیسری روایت میں یہ ہے کہ تین سواری پیچھے تھے۔ اس پر مزید کلام الصلوٰۃ بین السواری میں آئے گا۔ روایات بھی وہیں آئیں گی فصلی فی وجہ الکعبۃ رکعتین اس سے تعمیم بھی ہو گئی۔ اس لئے کہ جب وجہ کعبہ میں نماز پڑھی تو مقام ابراہیم پیچھے رہ گیا تو وہ رکعتیں جو مقام کے ساتھ متعلق ہیں ان کا ایجاب ہی نہ رہا ۔

حدیث نمبر ۳۸۳ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ ۔

ترجمہ: حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب نبی اکرم صلعم بیت اللہ میں داخل ہوتے تو اس کے تمام جوانب میں دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اس سے نکل آتے۔ جب نکل چکے تو کعبہ کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا یہی قبلہ ہے ۔

لم یصل الخ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں صلی ہے اور اس روایت میں لم یصل ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب نفی واثبات میں تعارض ہو جاتے تو اثبات کو ترجیح ہوا کرتی ہے ابن عمرؓ کی روایت مثبت ہے۔ لہٰذا یہی راجح ہوگی۔ اور بعض علمانے جمع کیا ہے کہ آپ کا دخول کعبہ میں دو مرتبہ ہوا ہے۔ ایک فتح مکہ کے موقعہ پر دوسرے حجۃ الوداع میں تو نماز کا پڑھنا محمول ہے ایک مرتبہ کے دخول پر اور نہ پڑھنا دوسرے دخول پر وقال ھذہ القبلۃ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ ہمیشہ کے لئے قبلہ بنا دیا گیا۔ اس میں نسخ نہیں ہوگا۔ یا یہ کہ واتخذوا من مقام ابراھیم میں جو امر ہے اس سے مقام ابراہیم کا قبلہ ہونا معلوم نہیں ہوتا بلکہ قبلہ تو یہ ہے۔ بسا اوقات امام بخاریؒ آیت کو تبرکاً ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی اس کو ترجمہ کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ حضرات ائمہ مفسرین کے نزدیک یہ آیت کریمہ تحیۃ الطواف کے متعلق ہے کہ یہ دو رکعت طواف مقام ابراہیم پر پڑھنا واجب ہے سألنا ابن عمر عن رجل الخ دراصل اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ محرم احرام سے کب نکلتا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک حدود حرم میں داخل ہونے کے بعد اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعض حضرات جن میں ابن عباسؓ بھی شامل ہیں کی رائے یہ ہے کہ جب اس کی نظر بیت اللہ پر پڑے اس وقت احرام ختم ہو جاتا ہے لہٰذا وطی وغیرہ سب ممنوعات اس کے لئے حلال ہیں لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک جب تک طواف سعی اور حلق نہ کرائے اس وقت تک وطی جائز نہیں۔

یہی مسئلہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، بین الساریتین اس بارے میں روایات مختلف ہیں جیسا کہ گذر چکا میرے والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ستون غیر مرتب ہوتے تھے۔ ہموار اور بالکل خط مستقیم کے ذریعہ سیدھے ایک لائن میں نہیں ہوتے تھے تو اس زمانے میں کعبہ کا نقشہ اس قسم کا تھا۔

بیت اللہ	
یسار	
یمین	حضورؐ

اور حضور اکرم صلعم ایسے کھڑے تھے کہ یسار میں بھی دو ستون تھے اور یمین میں بھی دو ستون تھے۔ اس طور پر آپ کا بین الساریتین ہونا بھی صادق ہوگیا اور یہ کہ آپ کے سامنے دو ستون ہیں کیونکہ جیسے تین ہیں ایسے ہی ادھر ادھر مقابلہ میں دو ہیں انہی کا ذکر کر دیا۔

باب : التوجه نحو القبلة حيث كان وقال ابو هريرة قال النبي صلى الله عليه وسلم استقبل القبلة و كبر۔

ترجمہ:۔ جہاں بھی ہو نمازی کو قبلہ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے حضرت ابو ہریرۃ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلعم نے قبلہ کی طرف منہ کرکے تکبیر کہی۔

حدیث نمبر ۳۸۴ حدثنا عبد الله بن رجاء الخ عن البراء قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى نحو بيت المقدس ستة عشر شهرا او سبعة عشر شهرا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب ان يوجه الى الكعبة فانزل الله عز وجل قد نرى تقلب وجهك في السماء فتوجه نحو القبلة وقال السفهاء من الناس وهم اليهود ما ولهم عن قبلتهم التي كانوا عليها قل لله المشرق والمغرب يهدي من يشاء الى صراط مستقيم فصلى مع النبي صلى الله عليه وسلم رجل ثم خرج بعد ما صلى فمر على قوم من الانصار في صلاة العصر يصلون نحو بيت المقدس فقال هو يشهد انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وانه توجه نحو القبلة فتحرف القوم حتى توجهوا نحو الكعبة۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ تک نماز پڑھتے رہے۔ اور آنحضرت صلعم کی خواہش یہ تھی کہ آپ کعبہ کی طرف متوجہ کئے جاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف الٹ پلٹ ہونا دیکھ رہے ہیں پس آپ کو

قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔ تو بیوقوف لوگوں نے جو یہود تھے کہنا شروع کیا کہ ان لوگوں کو کس چیز نے اس قبلہ سے ہٹادیا جس پر یہ پہلے تھے۔ فرمادیجئے اللہ کے لئے مشرق و مغرب ہے (آلایۃ) آپؐ کے ساتھ ایک آدمی نے نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد وہ نکلا تو اس کا گذر انصار کی ایک قوم کے پاس سے ہوا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کرکے پڑھ رہے تھے۔ اس نے گواہی دے کر کہا کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ آیا ہوں تو وہ ساری قوم پھر کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ظاہراً اس سے عموم مراد معلوم ہوتا ہے کہ ہر مکان سے مستقبل الیہ نانہ کعبہ ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ نحو کعبہ جب مستقبل الیہ ہوا۔ تو اس نے فولوا وجھکم شطر المسجد الحرام کی تفسیر کر دی کہ شطر کے معنی نحو کے ہیں۔ نصف کے نہیں ہیں جمہور کا یہی مسلک ہے۔ اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مواجھہ الی الکعبۃ کے لئے بھی نحو قبلہ ضروری ہے۔ مگر جمہور فرماتے ہیں کہ اس کا مستقبل الیہ عین قبلہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کی رائے حیث کان کے بارے میں یہ ہے کہ سفر میں جہاں کہیں بھی ہو توجہ الی الکعبہ کرے۔ چونکہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ سے یہ سمجھ میں آتا تھا کہ سفر کے اندر استقبال قبلہ شرط نہیں بلکہ جس طرح بھی بن پڑے پڑھ لے۔ وہی قبلہ ہے۔ کیونکہ آیت کا نزول سفر کے اندر ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع کرکے بتلا دیا کہ نہیں مسافر کو بھی توجہ الی القبلہ کرنی ہوگی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی قبلہ کی تعیین متحقق ہو جائے۔ پس متوجہ ہو جائے۔ خواہ ابتدا صلوٰۃ میں ہو۔ یا وسط صلوٰۃ میں یا آخر صلوٰۃ میں خواہ مسافر ہو یا مقیم ہو سب کو یہ حکم عام ہے جیسا کہ مسئلہ تحری میں ہے کہ جب بھی جس طرف تحری ہو اس طرف کو رُخ کرلے۔ وقال ابو ھریرۃ الخ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الاستیذان میں ذکر فرمایا ہے۔ ستۃ عشر اشھرا او سبعۃ عشر شھرا اجمالاً یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں حضور اقدس صلعم ہجرت فرماکر مدینہ تشریف لائے اور اخیر رجب میں تحویل قبلہ واقع ہوئی۔ تو جس نے ان دونو مہینوں کو مستقل شمار کرلیا اس نے سبعۃ عشر کہہ دیا اور جس نے ان دونو کو ایک شمار کیا اس نے ستۃ عشر کہہ دیا۔ کیونکہ کچھ دن ربیع الاول کے تھے اور کچھ دن رجب کے تھے۔ فمرّ علی قوم الخ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ تحویل کب واقع ہوئی بعض کی رائے یہ ہے کہ ظہر کی نماز میں ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ عصر کی نماز میں واقع ہوئی اس بارے میں روایات

مختلف ہیں کہ اس شخص نے کس نماز میں اطلاع دی۔ فجر کی نماز میں یا عصر کی نماز میں۔ اور میں بتلا چکا ہوں کہ عصر کا واقعہ محلہ بنو سالم کا ہے۔ اور فجر کا واقعہ قبا کا ہے اور وہاں میں یہ بھی بتلا چکا ہوں کہ ان لوگوں نے ایک شخص کی خبر پر کیسے اعتماد کر لیا جبکہ استقبال بیت المقدس قطعی تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۵ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيْضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ

ترجمہ:۔ جا حضرت جابر بن عبداللہ رضی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلعم اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جدھر کو وہ رُخ کرتی تھی جب آپ فرض ادا کرنا چاہتے تو سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف رُخ کر لیتے اور نماز پڑھتے

تشریح از شیخ زکریا يصلي على راحلته نوافل کے اندر بالاتفاق ایسا کرنا جائز ہے جب کہ پہلی مرتبہ اس کی توجہ الی القبلۃ ہو۔

حدیث نمبر ۳۸۶ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا أَدْرِيْ زَادَ أَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنٰى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ إِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے نماز پڑھائی ابراہیم فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپؐ نے زیادتی کی یا کمی کر دی پس جب آپؐ نے سلام پھیرا تو آپؐ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا نماز میں کوئی نئی چیز پیدا ہو گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی آپؐ نے نماز اس اس طرح پڑھائی ہے۔ پس آپؐ نے اپنے دونوں پاؤں کو پھیرا قبلہ کی طرف متوجہ ہوتے، دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا جب اپنے چہرہ مبارک سے ہماری طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا اگر نماز میں کوئی نئی چیز پیدا ہوتی تو میں تمہیں ضرور اس کی خبر دیتا لیکن بے شک میں انسان ہوں میں بھی اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو اور جب تم سے کسی ایک کو اپنی نماز میں شک گزرے تو وہ صواب کو تلاش کر کے اپنی نماز کو پورا کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے سہو کے ادا کرے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لا ادری زاد او نقص، یہ سجدہ سہو کی روایت ہے وہاں اس پر کلام آئے گا نیز الکلام فی الصلوٰۃ کے جواز اور عدم جواز کی بحث بھی وہاں آئے گی۔ فثنی رجلیہ الخ یہاں حضور اقدس صلعم نے سجدہ سہو کے لئے استقبال قبلہ کیا۔ اس سے مراد استدلال ہے کہ جہاں بھی ہو آخر صلوٰۃ یا اوّل صلوٰۃ استقبال قبلہ کیا جائے گا۔ فلیتحرا لصواب الخ ہمارے یہاں اصل تحری ہے۔ اگر یہ ہو تو بنار علے الاقل ہے اور امام شافعیؒ کے یہاں اصل بنار علے الاقل ہے اور تحری کی روایات اس پر محمول ہیں امام احمدؒ کے نزدیک امام تحری کرے اور منفرد بنار علے الاقل کرے اور امام مالکؒ کے یہاں بھی بنا علے الاقل اصل ہے اور تحری کی روایات اس پر محمول ہیں۔

باب مَا جَآءَ فِی الْقِبْلَةِ وَمَنْ لَمْ یَرَ الْاِعَادَةَ عَلٰی مَنْ سَهَا فَصَلّٰی اِلٰی غَیْرِ الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَکْعَتَیِ الظُّهْرِ وَاَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ اَتَمَّ مَا بَقِیَ۔

ترجمہ:۔ جو کچھ قبلہ کے بارے میں وارد ہوا ہے جس شخص نے غلطی کی اور غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لی تو بعض لوگ اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں سمجھتے اور جناب نبی اکرم صلعم نے ظہر کی دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور باقیماندہ نماز کو پورا فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۸۷ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلٰثٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی فَنَزَلَتْ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی وَاٰیَةُ الْحِجَابِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَ نِسَآءَكَ اَنْ یَّحْتَجِبْنَ فَاِنَّهٗ یُکَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ .... فَنَزَلَتْ اٰیَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَآءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْغَیْرَةِ عَلَیْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمٰتٍ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کی تین باتوں میں موافقت کی ایک تو یہ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کہ کاش ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیتے، تو آیت واتخذوا من مقام الخ اتری اور دوسری پردے کی آیت میں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کاش آپ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیتے کیونکہ ان سے ہر ایک نیکو کار اور بدکار کلام کرتا ہے تو پردہ کی آیت

نازل ہوئی۔ اور تیسری بات یہ کہ جناب نبی اکرم صلعم کی بیویاں آپ پر غیرت کرنے کے لئے جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا کہ اگر آنحضرت صلعم تم کو طلاق دے دیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپؐ کو تمہارے بدلے ایسی بیویاں دے گا جو تم سے بہتر ہوں گی۔ فرمانبردار ہوں گی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس جگہ ما جاء فی القبلۃ سے وہ مراد ہے جو آثار سے معلوم ہوتا ہے بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ جزء صلوٰۃ ہیں نہ پائی جائیں تو صلوٰۃ فاسدہ ہوگی۔ جیسے طہارۃ اور سکوت یہاں تک امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر سہواً کلام الناس پایا جائے تو نماز فاسد ہوگی تو آیا قبلہ کا استقبال بھی اسی طرح ہے یا نہیں یعنی ساہیاً یا ناسیاً کسی نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی یا ساہیاً کوئی قبلہ کی طرف سے پھر گیا۔ بعد میں اسے یاد دلایا گیا تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ نحو قبلہ استقبال فرض ہے کہ اگر اس کی طرف سے تھوڑی دیر چہرہ پھر جاتے تو نماز فاسد ہو جاتے مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ آپؐ سے اس کا صدور ہوا لیکن نماز فاسد نہیں ہوئی۔ کہ جس کی وجہ سے آپؐ نے نماز کا اعادہ کیا ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شراح کی نزدیک ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی طرف بھول کر نماز پڑھ لے تو اس کا حکم بتلا رہے ہیں اور من لم یر الاعادۃ الخ ما جاء فی القبلۃ کا عطف تفسیری ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ دونوں مستقل ہیں۔ اس لئے کہ اگر صرف من لم یر الاعادۃ علی من سہٰی کو بیان کرنا ہے تو روایت صرف ایک ہے جو مساعد ہے جس سے سہو معلوم ہوتا ہے اور بقیہ روایات مساعدت نہیں کرتیں۔ اس لئے اس میں تاویل کرنی ہوگی۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ ما جاء فی القبلۃ بطور مسائل شتّیٰ کے ہے اور من لم یر الاعادۃ الخ بمنزلہ جزئیات کے ہے۔ جیسے کتابوں میں مسائل شتّیٰ مصنفین اخیر کتاب میں بیان کرتے ہیں، اسی طرح امام بخاریؒ نے یہاں مسائل شتّیٰ بیان فرماتے ہیں اور ان مسائل میں سے مسئلہ سہو چونکہ اہم تھا اور اختلافی تھا اس لئے خاص طور سے اس کو ذکر فرما دیا۔ اب ائمہ کا مذہب اس میں یہ ہے کہ اگر کوئی بھول کر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک وقت کے اندر اعادہ کرے ہمارے نزدیک اعادہ نہیں ہے اور یہی حنابلہ اور امام بخاریؒ اور جمہور کا مذہب ہے۔ امام بخاریؒ بھی اسی کی تائید فرما رہے ہیں۔ قد سلوا لنبی صلعم یہ حضرت ذوالیدینؓ کی روایت کا ایک ٹکڑا ہے جو مفصلاً اپنی جگہ آئے گا۔ اس روایت سے استدلال اس طرح ہے کہ حضور اکرم صلعم نے بھول کر سلام پھیر دیا۔ اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے

قبلہ کی طرف سے بھی رُخ پلٹ لیا پھر صحابہ کرام کے خبر دینے پر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر باقی نماز پوری کی اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرا۔ تو کہنا یہ ہے کہ اگر وہ پہلی نماز صحیح نہیں تھی۔ تو بنا کیسے ہوگی۔ اور اتمام کیونکر صحیح ہوا اور سجدہ سہو کیسے فرمایا۔ اور اگر حضور اقدس صلعم ابھی تک نماز ہی میں تھے تو بنا تو صحیح ہوئی۔ لہٰذا صلوٰۃ الیٰ غیر القبلہ ساھیاً لازم آئی اور حضور صلعم نے اسی پر بنا کی۔ تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الیٰ غیر القبلہ سہواً سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

وافقت ربی فی ثلاث الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ان چیزوں کو چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی منشاء کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ اور یہ موافقات عمری کہلاتی ہیں حضرت عمرؓ کی موافقات پندرہ شمار کی گئی ہیں۔ اور اس روایت کا یہ عدد پندرہ کے مخالف نہیں۔ کیونکہ مفہوم عدد معتبر نہیں ہوتا۔ اور یہی مطلب ان الحق ینطق علی لسان عمر کا ہے کہ حق حضرت عمر کی زبان پر بولتا ہے یہ روایت حضرت عمرؓ کے بارے میں ابوداؤد میں ہے۔ فنزلت آیۃ الحجاب روایت گذر چکی ہے۔ باب خروج النساء الی البراز کے اندر کہ حضرت سودہ نکلیں حضرت عمرؓ نے کہا ہم نے پہچان لیا ہے حضرت سودہ ہے اس وقت آیت حجاب نازل ہوئی۔ و اجتمع نساء النبی صلعم الخ غیرت یا تو اس بات کی تھی کہ حضرت ماریہ قبطیہ سے وطی فرمائی۔ یا اس واسطے کہ حضرت ام سلمہؓ کے یہاں شہد پیا۔ یہ پورا قصہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کچھ فرمایا۔ اس پر ان کی بیوی نے ان کو ٹوک دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو کون ہوتی ہے بولنے والی! اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار کی عورتیں تو اپنے شوہروں کے ساتھ بلا تکلف دو بدو گفتگو کرتی تھیں اور نساء قریش بالکل چپ بہت زیادہ اپنے ازواج کے سامنے پست رہتی تھیں صحابہ کرام ہجرت کر کے جب مدینہ آئے تو انصار کی عورتوں سے قریش کی عورتوں نے ان کے عادات و اطوار سیکھ لئے خربوزہ خربوزے سے رنگ پکڑتا ہی ہے۔ بیوی نے عرض کی اپنی بیٹی کو نہیں دیکھتے کہ وہ جناب رسول اللہ صلعم کو کس طرح جواب دیتی ہے حضرت عمرؓ سن کر ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم حضور اقدس صلعم کو بلا تکلف جواب دیتی ہو۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کی کہ ہاں ہم ایسا کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا آئندہ ایسا ہرگز مت کرنا۔ اور اپنی سوکن کی ریس مت کرنا۔ وہ اپنے حسن کی وجہ سے لاڈلی ہے۔ اگر تجھے کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے کہنا۔ حضرت عمرؓ پھر حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئے۔ فرمایا کہ ہم سے

سناہے کہ حضور صلعم کو جوابات دیتی ہو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ عمرؓ حضور انورؐ کی ازواج کے بارے میں ہر بات پر ٹانگ اڑاتے ہو غرض اسی واقعہ حضرت علی یا واقعہ حضرت ماریہ پیش آیا۔ اور آپؐ نے مشربہ بالاخانہ میں قیام فرمالیا۔

حدیث نمبر ۳۸۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ لوگ مسجد قباء میں صبح کی نماز میں تھے کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلعم پر آج رات قرآن اترا ہے جس پر حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ کعبہ کو اپنا قبلہ بنائیں چنانچہ وہ سب اہل قباء کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے جبکہ ان کے چہرے شام کی طرف تھے تو وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بين الناس بقباء فی صلوٰة الصبح کہ میں کہہ چکا ہوں کہ قباء کے اندر صلوٰۃ صبح میں اعلام ہوا اور بنو سالم میں عصر کی نماز میں۔

حدیث نمبر ۳۸۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقَالُوْا اَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَثَنٰى رِجْلَهٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ظہر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھ لیں تو صحابہ کرام نے عرض کی کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے آپؐ نے فرمایا وہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا آپؐ نے پانچ رکعات پڑھی ہیں۔ آپؐ نے اپنے پاؤں کو پھیرا اور دو سجدے کئے۔

باب حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ ط

ترجمہ:۔ مسجد میں سے کنگھار کو ہاتھ سے کھرچ لینا۔

حدیث نمبر ۳۹۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهٖ فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِي صَلٰوتِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ اَوْ اِنَّ

رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَوْيَفْعَلُ هٰكَذَا (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے قبلہ کی طرف کسی دیوار میں کھنگار دیکھا تو آپؐ کو یہ فعل ناگوار گذرا یہاں تک کہ ناراضگی کے آثار چہرۂ انور میں دیکھے گئے۔ آپؐ اٹھے اور اپنے ہاتھ مبارک سے اس کو کھرچ دیا۔ اور فرمایا جب ایک تمہارا نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور رب کی توجہ اس بندے اور قبلہ کے درمیان ہوتی ہے۔ پس قبلہ کی طرف کوئی نہ تھوکے لیکن بائیں جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے پھر آپؐ نے اپنی چادر کا کنارہ پکڑا اس میں تھوکا اور بعض کو بعض سے مل دیا فرمایا یہ اس طرح کر دیا کرے۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ:۔ فانہ یناجی ربہ یناجی۔ مناجات سے ہے بمعنی سرگوشی کرنا۔ لیکن مناجات کا اطلاق تب ہوگا جبکہ دونوں طرف سے کلام خفی ہو۔ باب مفاعلہ اسی کا مقتضی ہے مگر یہاں دونوں طرف سے کلام خفی نہیں کیونکہ باری تعالیٰ کی طرف سے تکلم ہے ہی نہیں ہماری طرف سے کلام ہے وہ کان میں گفتگو کرنا نہیں کیونکہ ہر گفتگو کو مناجات نہیں کہا جاتا۔ ان دونوں اعتراضات کے جواب مختلف ہیں۔

(۱) معنی مجازی مراد ہیں کہ بندے کی طرف سے آہستہ گفتگو کرنا اسی کو مناجات کہا گیا ہے کیونکہ حقیقی معنی گوش سے سننا باری تعالیٰ میں مستحیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کان سے منزہ ہیں۔ تو سرا کلام کرنے کے معنی ہوں گے اور باری تعالیٰ کی طرف سے ارادہ قبولیت خیر بطور التفات باری الی العبد یہ گفتگو کے قائم مقام ہے۔ یہ مشہور توجیہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہاں حقیقۃً مناجات ہوتی ہے کیونکہ باری تعالیٰ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہیں اور کان میں گفتگو کرنا بہ قرب کی وجہ سے ہوتا ہے یہاں بھی ہم باری تعالیٰ سے تخاطب کر رہے ہیں ان کو سنا رہے ہیں اور اپنے کلام کو آپ کی قوت سامعہ تک پہنچاتے ہیں۔ اس لیے اس سے گفتگو کرنا ہماری طرف سے مناجات ہوگی اور باری تعالیٰ بھی کلام کرتے ہیں اس لئے کہ جب مالک یوم الدین کہا تو اس کے جواب میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں مجدنی عبدی میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور قسمت الصلوٰۃ ای القرأۃ بینی و بین عبدی الخ تو باری تعالیٰ کی طرف سے سرگوشی ہوئی جسے ہم سن نہیں سکتے، ہمارا ادراک کرنا مخبر صادق کی خبر کے بعد

ہمارے آلۂ ادراک کا قصور ہے اور جب کسی سے سرگوشی کی جائے تو پھر اس کی طرف تھوکنا اور بے ادبی کرنا التفات کے لئے مانع ہوگا۔ اور رحمت ایزدی بھی متوجہ نہ ہوگی۔ اِنَّ رَبَّہ بینہ و بین القبلۃ باری تعالیٰ بینونۃ سے منزہ ہیں تو یہاں مجازی معنی ہوں گے کہ جیسے کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ اور قرب ہوتا ہے ایسے باری تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ صوفیاء کرام تو فرماتے ہیں کہ جب تم نماز میں شروع ہوتے ہو تو اس وقت تجلی ربانی تمہاری طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور تجلیات الٰہیہ لا یمین و لا یسار ہیں جیسے آئینہ اپنے تعلق کی بنا پر دوسری چیز کو روشن کر دیتا ہے اس لئے اس کا اپنے آپ کو آفتاب کہنا صحیح ہے، جیسے آتشی شیشہ میں آفتاب کا پرتو پڑتا ہے تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجلی ربانی اس کے اور قبلہ کے درمیان آجاتی ہے۔ اگر نمازی کو حس ہے تو اس تجلی کا اسے ادراک ہوگا۔ اگر لہو و لعب کیا تو وہ تجلی نظر نہ آسکے گی۔ اور اسی تجلی نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا فلما کلمہ ربہ

تشریح از شیخ زکریاؒ، چونکہ قبلہ کا ذکر ہو رہا تھا تو امام بخاریؒ نے اس کے ذیل میں مساجد کے احکام ذکر فرما دیئے اس لئے کہ مساجد کے اندر قبلہ کا خاص لحاظ ہوتا ہے اسی طرف کو مساجد بنائی جاتی ہے یہاں سے لے کر ابواب سترہ تک پچپن ابواب امام بخاریؒ نے مساجد کے متعلق منعقد فرمائے ہیں اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مساجد کے بارے میں تشددات اور وعیدات وارد ہوتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا (انشاد الضالۃ) حضور اکرم صلعم نے فرمایا لا ردھا اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ وہ چیز تجھ پر واپس نہ کرے۔ اور کنز العمال میں ہے مساجد کے آداب میں ایسی روایات ذکر کی گئی ہیں۔ جن کا تقاضا یہ ہے کہ مساجد میں کسی قسم کا کلام نہ کرے صرف تلاوتِ قرآن، ذکر اللہ اور نماز پڑھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسجد میں ہنسنا قبر کے اندر ظلمت کا سبب ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی میں دو آدمیوں کو زور سے بات کرتے دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم یہاں کے باشندے ہوتے تو تمہاری پٹائی کرتا۔ تو امام بخاریؒ نے ابواب المساجد منعقد فرمائے ہیں اور اس کے اندر دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں ایک تو وہ جو امام بخاریؒ کے نزدیک آداب سے ہیں۔ ان کو ثابت فرما دیا۔ جیسے حکِ بزاق اور دوسرے ان چیزوں کا استثناء فرما دیا جن کا مسجد میں کر لینا جائز ہے، گویا ان کے عموم کو مقید فرما دیا جیسے من دعی الی الطعام فی المسجد امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں ید کی قید لگائی ہے۔ ید کا ذکر صرف ایک روایت میں ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کا اندر تعمیم ہے بالید او بغیر الید ید قید احترازی نہیں۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے

کہ امام بخاریؒ نے بالید کی قید سے تولی بنفسہ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ خود کرنا چاہیئے۔ اب چاہے ہاتھ سے دور کر دے یا کسی اور چیز سے اور حضرت شاہ صاحبؒ کی رائے اپنے تراجم میں یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد بسا اوقات ابواب نہیں ہوتے بلکہ روایات ہوتی ہیں چنانچہ یہاں بھی غرض ابواب نہیں ہیں بلکہ روایات ہیں اور باب المخاط روایات کا لحاظ کرتے ہوئے تفنن کے طور پر باندھ دیا۔ ورنہ دونوں باب (باب البزاق۔ باب المخاط) کی غرض ایک ہی ہے۔ اور وہ ان کا ازالہ کرنا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے دو باب باندھ کر بزاق اور مخاط میں تفریق فرمادی کہ بزاق میں تو ید کافی ہوگا۔ کیونکہ اس کے اندر لزوجت نہیں ہوتی۔ اور مخاط میں ید کافی نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے لیئے کنکریوں وغیرہ کی ضرورت ہوگی، کیونکہ اس میں لزوجت ہوتی ہے۔ ان ربه بینه و بین القبلة اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی کسی سے بات کر رہا ہو اور اس درمیان میں اس کے منہ پر تھوک دے تو وہ مخاطب کم از کم اس کے ایک تھپڑ تو مار ہی دے گا۔ یہ کلام علی سبیل التشبیہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی مکانیت ثابت نہیں ہوتی۔ تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ مصلی جب اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہے تو حق تعالیٰ اپنی عنایات کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہیں جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرے تو دوسرا اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى بُصَاقًا فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے قبلہ کی دیوار میں کھنگار کو دیکھا تو اسے کھرچا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے اپنے سامنے نہیں تھوکنا چاہیئے کیونکہ وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کے سامنے کی طرف ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا اَوْ بُصَاقًا اَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهٗ۔

ترجمہ:۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے قبلہ کی دیوار میں رینٹ یا تھوک یا کھنگار کو دیکھا تو اسے چھیل ڈالا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قبل وجهه یعنی سامنے مخاطا او بصاقا او نخامة یہ اونٹ کے لئے

یا تنویع کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی سا ایک تھا جس کو آپ نے زائل فرمادیا مخاط جو ناک سے نکلے بصاق جو منہ سے نکلے اور نخامہ جو سینے سے نکلے۔

باب حَكِّ الْمُخَاطِ بِالْحَصٰى مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنْ وَطِئْتَ عَلٰى قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَإِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا۔

ترجمہ:۔ مسجد سے اس رینٹ کو کنکریوں سے زائل کیا جائے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اگر کوئی تر گندگی کو پاؤں تلے روند ڈالا تو اسے دھو ڈالو اگر خشک ہو تو دھونا ضروری نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۳ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَتَّهَا فَقَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى (الحديث)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید خدریؓ دونوں بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے مسجد کی دیوار میں رینٹ کو دیکھا تو ایک کنکری کو لے کر اسے کھرچ دیا پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص ناک صاف کرے تو نہ تو اپنے سامنے صاف کرے اور نہ اپنی دائیں جانب بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں قدم کے نیچے ناک صاف کرے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ حضرت ابن عباسؓ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مخاط فی نفسہ نجس نہیں بلکہ قذر اور گندگی ہے اگر تر ہو تو اسے دھو دینا چاہیئے، جب خشک ہو جائے تو کھرچ دینا کافی ہے دھونے کی ضرورت نہیں اگر قذر سے نجس مراد ہو۔ تو پھر بھی یہی حکم ہے۔ بہر حال ترک احترام قبلہ میں دونوں برابر ہیں اسی سے ترجمۃ الباب سے مناسبت ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہاں سوال یہ ہے کہ اثر ابن عباسؓ کو ترجمۃ الباب سے کیا مناسبت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ موطی اور مسجد کے اندر فرق کرنا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ حک بزاق وغیرہ احترام مسجد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں رطب و یابس کے درمیان کوئی فرق نہ کرنا چاہیئے چونکہ یہ فی حد ذاتہ احترام مسجد کے خلاف ہے اس لئے بہر صورت اس کا ازالہ کرنا ہوگا۔ خواہ رطب ہو یا یبس اور حضرت ابن عباسؓ کا اثر موطی روندنے کی جگہ، کے بارے میں ہے کہ وہاں رطب و یابس میں فرق ہوگا

اگر رطب ہو تو دھولے۔ اس لئے کہ وہ مستقذر ہے۔ اگر یابس ہو تو ضرورت نہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں بلکہ امام بخاریؒ نے اثر ابن عباسؓ ذکر فرما کر اشارہ کر دیا۔ کہ حک جبکہ یابس کے اندر ہے اگر بصاق وغیرہ رطب ہو۔ تو پھر دھونا ضروری ہوگا۔

باب لَا يَبْصُقُ عَنْ يَمِيْنِهٖ فِي الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ:۔ نماز میں داہنی طرف نہ تھوکے۔

حدیث نمبر ۳۹۴ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَبَا سَعِيْدٍ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ حَائِطِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَاةً فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ اِذَا تَنَخَّعَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّعْ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید الخدریؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا آپ نے خود ایک کنکری لی اور اسے کھرچ ڈالا پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی ناک صاف کرے تو اسے نہ تو اپنے سامنے ناک صاف کرنا چاہیئے اور نہ اپنی دائیں جانب بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں قدم کے نیچے ناک صاف کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۳۹۵ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتْفُلَنَّ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ اپنے سامنے تھوکے اور نہ اپنے دائیں بلکہ اپنے بائیں یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ امام بخاریؒ کا مقصد ان احادیث سے یہ بتلانا ہے کہ علۃ نہی احترام قبلہ ہے محض تاذی بالبزاق مقصود نہیں۔ تکلیف

باب لِيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى۔

ترجمہ:۔ اپنے بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۳۹۶ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا بیشک مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے پس اسے نہ تو اپنے سامنے تھوکنا چاہیے اور نہ اپنے دائیں جانب لیکن اپنی بائیں جانب اور اپنے قدم کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جانب یسار تھوکنے کی اجازت ہے حالانکہ جانب یسار (برائیاں) سیات لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے تو جیسے ملک حسنات لکھنے والے کی تعظیم مقصود رہے ایسے سیات لکھنے والا فرشتہ بھی قابل تعظیم ہے۔ کیونکہ بُرے سے تو زیادہ بچنا چاہیئے۔ مگر چونکہ کاتب حسنات دمین امیر ہے اور کاتب سیات مامور ہے اس لئے اهون البلیتین کو اختیار کیا گیا۔ مگر یہ حکم اس وقت ہے۔ جبکہ تمہارا لیسار کسی دوسرے کا یمین نہ ہو اگر کسی دوسرے کا یمین ہو تو پھر صرف تحت قدمہ الیسری پر عمل ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح نے ان ابواب سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ روایات سے مختلف احکام ثابت ہوتے تھے اس لئے امام بخاریؒ نے ہر ایک پر مستقلاً باب باندھ دیا مگر میرے نزدیک ہر ایک باب سے ایک الگ غرض ہے چنانچہ اس باب کی غرض یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ بصاق عن الیمین کی نہی صلوٰۃ کے ساتھ خاص ہے یا عام ہے صلوٰۃ وغیر صلوٰۃ سب کو کیونکہ روایات دو طرح کی ہیں حضرت امام مالکؒ سے تخصیص بالصلوٰۃ منقول ہے اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ عام ہے اور وجہ اختلاف اختلاف فی التعلیل ہے جو لوگ عام مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نہی لبصاق الی الیمین کو دائیں جانب فرشتے کے ہونے کے ساتھ معلل کیا گیا ہے۔ اور وہ ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔ لہٰذا نہی عام ہوگی۔ کیونکہ یہ اس کے احترام کے خلاف ہے۔ لیکن اس پر اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ بائیں طرف بھی فرشتہ کاتب سیات ہوتا ہے اس کا وہ حضرات یہ جواب دیتے ہیں کہ ملک الیسار جو کاتب سیات ہے وہ مامور ہے۔ اور دائیں جانب کا فرشتہ جو کاتب حسنات ہے وہ امیر ہے ویراعی للامیر مالا یراعی للمامور علاوہ ازیں کاتب حسنات کاتب سیات کو کتابت سیات سے روکتا ہے۔ لہٰذا اس کا ہم پر احسان ہے اس لئے ہم کو بھی اس کا احترام کرنا چاہیئے اور حضرت امام بخاریؒ نے فی الصلوٰۃ کا لفظ بڑھا کر امام مالکؒ کی تائید کی ہے اور میری بھی یہی رائے ہے کہ نہی صلوٰۃ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور جو علت شراح نے بیان کی ہے اور ملک سے کاتب حسنات،

کو مراد کیا ہے۔ یہ میرے نزدیک صحیح نہیں گو بڑوں سے منقول ہے اور صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کاتب سیات کو کاتب سیات ہے۔ مگر فرشتہ بھی تو ہے اور فرشتے سارے کے سارے مکرم ہیں عباد مکرمون نیز وہ کتابت سیات خود نہیں کرتا بلکہ وہ تو مامور ہے لہٰذا اس کا بھی احترام ہونا چاہیے نیز تھوک نیچے کو گرتا ہے۔ اور فرشتہ اوپر ہوتا ہے لہٰذا میرے نزدیک یہ درست نہیں کہ ملک سے مراد ملک حسنات مراد ہو۔ بلکہ اس سے مراد اس کے علاوہ فرشتہ ہے جو خاص طور سے نماز کے اندر آتا ہے اور دائیں جانب کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتے ہیں جو اس کی دائیں جانب آکر کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس کے قلب کی حفاظت کرتا ہے اور ایک شیطان آتا ہے جو بائیں جانب کھڑا ہو جاتا ہے اور قلب میں وساوس ڈالتا ہے تو اس فرشتہ سے مراد یہ فرشتہ ہے اور یہ چونکہ نیچے کھڑا ہوتا ہے اس لئے اگر تھوکے گا تو تھوک اس پر پڑے گا اور لیبصق عن یسارہ سے امام بخاریؒ نے ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ ہے کہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بصاق فی المسجد جائز ہے اور اس کا دفن نہ کرنا گناہ ہے۔ اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بصاق فی المسجد گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کا دفن کرنا ہے۔ یہ دونو حضرات قدیم شارحین میں سے ہیں۔ قاضی عیاض مقدم ہیں اور مالکی مذہب ہیں امام نووی مؤخر ہیں اور شافعی ہیں۔ تو بسا اوقات معانی حدیث بیان کرنے میں دونو اختلاف کر جاتے ہیں اور پھر ان کے بعد آنے والے دو فریق ہو گئے۔ ایک امام عیاض کی موافقت کرتا ہے اور دوسرا امام نوویؒ کی تائید کرتا ہے اسی میں سے یہ اختلاف بھی ہے۔ امام بخاریؒ نے مختار قاضی عیاض کی طرف اس باب سے اشارہ فرمایا ہے مختار عیاض کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امام بخاریؒ نے مختار عیاض سمجھ کر اس کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ بلکہ چونکہ شہرت امام عیاض کے ساتھ ہوئی تھی اس لئے ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

حدیث نمبر ۳۹۷ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ثُمَّ نَهٰى اَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ اَوْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَعَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ حُمَيْدًا عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ نَحْوَهٗ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے مسجد کے قبلہ کی طرف سنک کو دیکھا تو اسے کنکری کے ساتھ کھرچ دیا۔ پھر منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے سامنے اور اپنی دائیں جانب نہ تھوکے

بلکہ اپنے بائیں جانب یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے امام زہری سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے استاذ حمید سے حضرت ابو سعید خدری سے اس طرح سنا۔

باب كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔ مسجد میں تھوکنے کا کفارہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۸ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ نے امام نووی کے مختار کی طرف اشارہ فرمایا ہے

باب دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ:۔ سنک کو مسجد کے اندر دفن کرنا۔

حدیث نمبر ۳۹۹ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَبْصُقْ أَمَامَهُ فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَيَدْفِنُهَا۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ہمامؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے اس لئے کہ وہ اپنے اللہ سے سرگوشی کر رہا ہوتا ہے جب تک وہ اپنی جائے نماز پر رہے اور نہ ہی دائیں جانب تھوکے اس لئے کہ اس کی دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے۔ البتہ بائیں جانب یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے پھر اسے دفن کر دے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نخامہ مسجد کے اندر دفن کر دینا جائز ہے۔ علامہ رابانی فرماتے ہیں کہ مسجد تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک ہے۔ لہٰذا اگر مسجد کے اندر دفن کر دیا گیا۔ تو مسجد ہی میں رہے گا۔ اور حکم مسجد کے احترام کی وجہ سے ہوتا ہے جو اب بھی احترام کے خلاف رہا لہٰذا دفن سے مراد اس کا اخراج ہے حضرت امام بخاریؒ دفن کا جواز ثابت فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ اب وہ مٹی کے نیچے چلا گیا اور اس کے نیچے

نہ جانے کتنی چیزیں ہوتی ہیں مرتے بھی ہوتے رہیں. لہٰذا یہ اس کے خلاف ہے اور دوسری غرض یہ ہے کہ دفن مسجد کے ساتھ خاص ہے مسجد کے باہر ضروری نہیں. اس ممانعت کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ یہ احترام کے خلاف تب ہے جبکہ وہ خود ناپاک ہو. بزاق خود ناپاک نہیں، بلکہ استقذار کی وجہ سے اسے دفن کیا جاتا ہے. اس حیثیت سے خلاف احترام نہیں۔

باب اِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ۔

ترجمہ:۔ جب بزاق غالب آجائے تو اپنے کپڑے کے کنارے سے پکڑ لے۔

حدیث نمبر ۴۰۰ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَحَكَّهَا بِيَدِهٖ وَرُئِيَ مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ اَوْرُئِيَ كَرَاهِيَتُهٗ لِذٰلِكَ وَشِدَّتُهٗ عَلَيْهِ وَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ اَوْرَبُّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قِبْلَتِهٖ فَلَا يَبْزُقَنَّ فِيْ قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَزَقَ فِيْهِ وَرَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ قَالَ اَوْيَفْعَلُ هٰكَذَا۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم نے قبلہ کی طرف بلغم کو دیکھا تو اسے ہاتھ سے کھرچ ڈالا اور آپؐ سے کراہیۃ دیکھی گئی. یا اس کی وجہ سے آپؐ کی کراہیۃ اور اس پر ناراضگی دیکھی گئی۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے. پس اپنے قبلہ کی طرف نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے پھر اپنی چادر کا پلہ (کنارہ) پکڑا اور اس میں تھوک کر مل دیا اور فرمایا یا اس طرح کرے۔

تشریح از شیخ مدنی رح. مصنفؒ نے ترجمۃ الباب میں تو کہا کہ جب بزاق غالب ہو مگر روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی غالباً امام بخاریؒ اس قید کے ساتھ مقید کرنا چاہتے ہیں کہ قصداً تو ایسا نہ کرنا چاہیئے البتہ جب مغلوب ہو جائے تو پھر ایسا کر سکتا ہے. چنانچہ یفعل ھکذا کے الفاظ اس پر دال ہیں حالانکہ ماقبل میں اسے خطیۃ کہا گیا ہے. الغرض روایت میں بدرہ البزاق کے الفاظ تھے جو مصنف کی شرائط کے مطابق نہیں تھے اس لئے ترجمہ میں اعتبار کیا روایت میں نہ لائے۔

تشریح از شیخ زکریا. امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ روایت میں بصاق فی الیسار او تحت القدم اور فی الثوب کے اندر تسویہ ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ثوب کے اندر لے کر مل دے

بلکہ یہ اس وقت ہے کہ جب بصاق اس پر غالب آجائے اور کوئی چارہ کار نہ رہے تو ایسا کرے گو ترجمہ شارحہ ہے جس میں ابہام کی توضیح خاص کی تفہیم اور عام کی تخصیص ہوتی ہے ورأی منہ کراھیۃ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص حسین ہوتا ہے تو رنج وغم اور خوشی و مسرت اس کے چہرہ میں ظاہر ہو جاتی ہے اور حضور اقدس صلعم سے بڑھ کر کون حسین ہو سکتا ہے۔ نہ آپ جیسا حسین کوئی پیدا ہوا اور نہ ہو سکتا ہے ؎

رُخ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری چشم خیال میں ہے نہ دکان آئینہ ساز میں

چنانچہ غایت حسن کی وجہ سے جو بات ہوتی تھی وہ چہرہ انور سے ظاہر ہو جاتی تھی۔ متنبی کے ممدوح کافور کی طرح نہیں کہ غایت سیاہی کی وجہ سے کسی چیز کا اثر ہی ظاہر نہ ہوتا تھا۔ الغرض امام بخاریؒ نے اذا بدرہ البزاق بڑھا کر بتلا دیا کہ یہ کپڑے سے بزاق کو رگڑنا نیچے تھوکنے کے مساوی نہیں جیسا کہ لفظ او سے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اذا بدرہ البزاق سے مقید ہے اور اس کا درجہ نیچے تھوکنے سے کم ہے اور نیچے تھوکنا اس فعل ثوب سے بڑھا ہوا ہے

باب عِظَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِيْ اِتْمَامِ الصَّلٰوةِ وَ ذِكْرِ الْقِبْلَةِ

ترجمہ:۔ نماز کے پورا کرنے میں امام کا لوگوں کو نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کیا تم میرا قبلہ اس جگہ سمجھتے ہو اللہ کی قسم تمہارا خشوع یا سجدہ اور رکوع مجھ پر پوشیدہ نہیں ہوتا میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ:۔ انی لاراکم من وراء ظھری بعض نے کہا کہ روس ابرہ کی طرح یعنی سوئی کے ناکہ کی مقدار آپ کے کندھوں میں باری تعالیٰ نے آنکھیں رکھی تھیں اور بعض نے کہا کہ یہ کہیں سے منقول نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام نے اس کا احساس کیا۔ بلکہ انہیں آنکھوں سے دیکھتے تھے مگر باری تعالیٰ اشیاء مختلفہ کو منطبع کر دیتے تھے جس کی وجہ سے آپ دیکھتے تھے جیسے صلوٰۃ کسوف میں آپ نے جنت

اور نار کو دیکھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ قلب کی آنکھوں سے دیکھتے تھے جس کے لئے مواجہہ اور قرب و بعد کوئی شرط نہیں۔ یہ آنکھیں عینک کے مرتبہ میں ہیں، درحقیقت یہ روحانی آنکھیں ہیں جب کسی کی وہ آنکھیں کھل جائیں تو پھر دور دور کی چیزیں نظر آتی ہیں جیسے اشراقیہ اور جوگی ریاضات کرکے اسے حاصل کرتے ہیں۔ آپؐ کو بغیر ریاضت کے یہ آنکھیں حاصل تھیں

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے مصالح مسجد کی طرف اشارہ فرمایا کہ امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کے احوال کا تفحص کرے اگر وہ نماز وغیرہ صحیح نہ پڑھتے ہوں تو ان کو بتلائے اور تنبیہ بھی کرے۔ مگر بھائی یہ بھی ضروری ہے کہ پہلے اپنے حالات کو درست کرے۔ مقصود بالذات تو عظة الامام تھا مگر چونکہ حدیث میں ھل ترون قبلتی ھھنا آیا تھا اس لئے لفظ حدیث کی رعایت میں وذکر القبلة بڑھا دیا، اور یہ بتادیا کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ میں جدھر دیکھتا ہوں، بس ادھر ہی کی مجھے خبر ہوتی ہے اور پیچھے کی خبر نہیں ہوتی۔ یہ صحیح نہیں بلکہ خبر ہوتی ہے ما یخفی علیّ خشوعکم ولا رکوعکم بعض علماء نے رکوع کا لفظ دیکھ کر خشوع کی تفسیر سجدے سے کی ہے۔ مگر میرے نزدیک اولی یہ ہے کہ خشوع کو اپنے عموم پر رکھا جائے۔ تاکہ سارے افعال صلوٰۃ کو شامل ہو جائے۔ ورنہ پہلی صورت میں صرف سجدہ اور رکوع کا ذکر ہوگا۔ اور باقی کا نہیں جب سارے افعال صلوٰۃ خشوع کے اندر آ گئے۔ اور پھر خاص طور سے رکوع کو اس واسطے ذکر کیا کہ زیادہ گڑبڑ رکوع کے اندر ہوتی ہے۔ اس کا اتمام نہیں ہوتا۔ سجدہ کا تو تھوڑا بہت ہو ہی جاتا ہے۔ کیونکہ سجدہ میں سر زمین پر رکھا جاتا ہے۔ اس لئے وہاں تھوڑی دیر رک جاتا ہے بخلاف رکوع کے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جلد بازی کی وجہ سے ان کا رکوع ہی نہیں ہوتا۔ انی لاراکم من وراء ظھری اس روایت کے اندر شراح کے پانچ قول ہیں، جن کو مختلف شراح نے الگ الگ ذکر کیا ہے مجھ کو کہیں ایک جگہ نہیں ملے۔ اول یہ کہ التفات کے ساتھ دیکھتے تھے۔ مگر اس پر اشکال ہے کہ پھر اس میں حضور اکرم صلعم کی کیا خصوصیت ہے۔ آپؐ کے علاوہ دوسرا بھی التفات سے دیکھ سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وحی کے ذریعہ علم ہو جاتا تھا۔ یہ اول سے زیادہ صحیح ہے مگر اس صورت میں انی لاراکم کے کہنے سے زیادہ مناسب انی لاعلم ہی تھا۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ جدار قبلہ حضور اکرم صلعم کے لئے مثل آئینہ ہو جاتی تھی۔ صحابہ جو کچھ کرتے تھے وہ حضورؐ کو نظر آجایا کرتا تھا۔ عام مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ حضور اکرم کی قفا (گدی) میں دو آنکھیں تھیں جن سے حضور پاک صلعم دیکھا کرتے تھے۔ مگر اس کو محققین نے رد کر دیا اس لئے

کہ اگر یہ بات صحیح ہوئی تو آپؐ کے احوال میں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا اور پانچواں قول سننے سے پہلے ایک تمہید سنو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت دنیا میں ممکن نہیں۔ اور اہل سنت والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ یہ رؤیت جنت میں ہوگی۔ لیکن معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اس لئے کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت ہو کہ مرئی رائی کے سامنے ہوتا ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جہت کا ہونا رؤیت کے واسطے اس عالم کے ساتھ خاص ہے۔ عالم آخرت میں جہت ضروری نہ ہوگی۔ تو جیسے عالم آخرت میں سارے لوگ اللہ تعالیٰ کو بلا جہت دیکھیں گے۔ اسی طرح کیا عجب ہے کہ دنیا میں حضور اکرم صلعم کے واسطے نماز میں یہ خصوصیت ہو کہ آپؐ مقتدیوں کو بلا جہت دیکھتے ہوں۔ یہی میرے نزدیک راجح ہے نیز! میرے نزدیک ابواب المساجد شروع ہوگئے لیکن اس باب کا مسجد سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ نیز! آگے جو دوسرا جز باب کا ہے۔ یعنی ذکر القبلۃ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اس صورت میں اس کا تعلق باب استقبال القبلہ سے ہوگیا۔ ابواب المساجد سے نہ ہوا۔ میری رائے یہ ہے کہ قبلہ کا ذکر تنبیہاً واستطراداً آگیا۔ اور مقصود اوّل جز ہے۔ اور عام طور سے لوگ جماعت کے ساتھ مساجد میں نماز پڑھتے ہیں اس اعتبار سے یہ ابواب مساجد سے متعلق ہوگیا مت ورا ء ظهری بعض لوگوں نے اس سے علم غیب پر استدلال کیا ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں خود نمازیوں کے حالات دیکھتا رہتا ہوں۔ اور اس طرح مجھے علم ہو جاتا ہے۔ نیز یہ حالت کلی بھی نہیں خود ابو بکرہؓ کی روایت میں ہے کہ وہ مسجد میں آئے۔ وہاں جماعت ہو رہی تھی انہوں نے دور ہی سے رکوع کر لیا۔ نماز کے بعد یہ بات آپ کو دریافت کرنے پر معلوم ہوئی۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص ہانپتا ہوا آیا اور رکوع سے اٹھتے ہوئے ذرا بلند آواز سے حمداً طیباً کثیراً مبارکاً پڑھا آپؐ نے نماز کے بعد دریافت کیا تب معلوم ہوا کہ فلاں شخص تھا۔ لہٰذا یہ قاعدہ کلیہ نہ ہوا۔ اور بعض ظاہریہ اپنے ظاہر پن کی وجہ سے۔ یوں کہتے ہیں کہ اس کے ظاہری معنی مراد ہیں۔ یعنی حضور کی گُدی میں دو مزید آنکھیں لگی ہوئی تھیں لیکن یہ صحیح نہیں ورنہ کسی نہ کسی حدیث میں اس کا تذکرہ ہوتا۔ جیسے مہر نبوت کا بہت سی احادیث میں اس کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۲، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الخ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِي الصَّلٰوةِ وَفِي الرُّكُوعِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَّرَائِيْ كَمَا أَرَاكُمْ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے ہمیں ایک نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا۔ کیونکہ میں تمہیں اپنے پیچھے اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں تمہیں دیکھتا ہوں۔

باب هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلَانٍ۔

ترجمہ :- کیا مسجد بنو فلاں کہا جا سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ فِيْمَنْ سَابَقَ بِهَا۔

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ان گھوڑوں کو درمیان جو دبلے کئے گئے تھے۔ حفیاء سے گھوڑ دوڑ شروع کرائی جن کا آخری نشان ثنیۃ الوداع تھا۔ اور جن گھوڑوں کو دُبلا نہ کیا گیا تھا ان کی دوڑ کا مقابلہ ثنیۃ سے مسجد بنی زریق تک تھا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو گھوڑ دوڑ میں آگے نکل گئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ان المساجد للہ الخ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی طرف مساجد کی نسبت نہ کی جائے۔ مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ جمیع اشیاء باری تعالیٰ کی مملوک ہیں مگر مساجد کو محلہ کی طرف منسوب کرنا جائز ہے سابق بین الخیل الخ اگرچہ گھوڑ دوڑ لہو ولعب میں داخل ہے مگر آپ نے تین لہو کی اجازت دی ہے۔ لھو الرجل بخیلہ و بسھمہ بامرأتہ اپنے گھوڑے تیر اور بیوی سے لہو جائز ہے کیونکہ مسابقۃ الخیل واعدوا لھم ما استطعتم الخ میں سے ہے خیل دو قسم کے ہوتے تھے۔ ایک خیل مضمر دوسرے غیر مضمر۔ مضمر کے معنی دُبلا ہونے کے ہیں جن گھوڑوں کو مسابقہ کے لئے تیار کیا جاتا تھا ان کو اور کوئی چیز نہیں کھلاتے تھے۔ صرف گھی وغیرہ کھلاتے تھے۔ دوسری خوراک کے نہ ملنے کی وجہ سے اس کی کھال سمٹ جاتی تھی جس سے وہ دُبلا ہو جاتا تھا۔ مگر گھی کی وجہ سے طاقتور ہوتا تھا یہ مضمر گھوڑے دوڑنے میں تیز ہوتے تھے۔ تیز رفتاری کی وجہ سے دُبلا پن آجاتا تھا۔ غیر مضمر گھوڑے بہت نہیں دوڑ سکتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - حضرت ابراہیم نخعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مسجد بنی فلاں کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ اضافۃ مفید ملک ہوتی ہے۔ اور مساجد اللہ تعالیٰ کی ہیں کسی کی ملک نہیں ہیں ان المساجد للہ اور جمہور کے نزدیک یہ اضافۃ جائز ہے۔ کیونکہ یہ اضافۃ ان کے نزدیک تعریف کی ہے نہ کہ ملک کے لئے جیسا کہ خود ہمارے شہر سہارن پور میں فرخ کی مسجد، بونے کی مسجد مشہور ہے۔ امام بخاریؒ جمہور کی تائید اور امام نخعی کی تردید فرما رہے ہیں۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک گھوڑ دوڑ ہوتی تھی۔ تو روایت میں تو مسجد بنی زریق موجود ہے، پھر ترجمہ میں لفظ ھل کیوں لائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ بہت باریک بین ہیں۔ اس لئے ھل سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ روایت میں مسجد بنی زریق کا جو لفظ آیا ہے۔ تو ممکن ہے کہ حضور انور صلعم کے زمانہ میں وہاں مسجد نہ رہی ہو اور حضور صلعم کے بعد بنی ہو۔ اور راوی نے تعریف کے واسطے بنی زریق کہہ دیا اس کے اسی نام سے مشہور ہونے کی وجہ سے مضمرت الخ جن کی خرید کی گئی تھی، گھوڑوں کو خوب کھلاتے پلاتے تھے اور ایک جگہ باندھے رکھتے تھے۔ خوب پسینہ نکلتا رہتا جس کو گھوڑے والے صاف کرتے رہتے اور ان کو نہلاتے رہتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ خوب چاق و چوبند اور چست ہو جاتے تھے اور انہیں فربہی نہیں آتی تھی۔ بہر حال خرید والے گھوڑوں کے لئے میدان مسابقہ پانچ میل اور ان کے غیر کے لئے ایک میل ہوتا ہے۔ ثنیۃ الوداع اور حفیاء جگہ کا نام ہے۔ ان دونوں کے درمیان قریبًا پانچ میل کا فاصلہ ہے۔ اور مسجد بنی زریق سے حفیاء تک فاصلہ ایک میل ہے۔

باب اَلْقِسْمَةِ وَ تَعْلِيْقِ الْقِنْوِ فِى الْمَسْجِدِ

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ اَيْضًا قِنْوَانٌ مِّثْلُ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِىْ ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِى الْمَسْجِدِ وَكَانَ اَكْثَرَ مَالٍ اُتِىَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ جَاءَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ فَمَا كَانَ يَرٰى اَحَدًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِىْ فَاِنِّىْ فَادَيْتُ نَفْسِىْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَحَثَا

فِي ثَوْبِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ احْتَمَلَهٗ فَأَلْقَاهُ عَلٰى كَاهِلِهٖ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهٗ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِهٖ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهُ دِرْهَمٌ (الحديث)

ترجمہ:۔ مسجد میں مال بانٹنا۔ اور مسجد کے اندر خوشے لٹکانا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ قنو کا معنی خوشہ ہے اس کا تثنیہ اور جمع قنوان ہے جیسے صنو کا تثنیہ اور جمع صنوان ہے۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں بحرین سے مال آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں پھیلا دو آج تک جس قدر مال جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لایا گیا ان سب سے زیادہ یہی مال تھا، چنانچہ جناب رسول اللہ صلعم نماز کے لئے گھر سے باہر تشریف لاتے۔ اس مال کی طرف توجہ ہی نہ فرمائی۔ البتہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس مال کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اور جو کوئی بھی آپؐ کو نظر آیا اس کو اس مال میں سے عطا فرما دیا۔ اچانک جناب چچا حضرت عباسؓ تشریف لائے فرمانے لگے یا رسول اللہ مجھے بھی عطا فرمایئے۔ اور بہت دیجئے کیونکہ بدر کی لڑائی میں میں اپنا اور بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کر چکا ہوں، جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس قدر لینا ہے لے لو چنانچہ وہ اپنے کپڑے میں چلو بھر بھر کے جمع کرنے لگے۔ اس قدر بھر لیا کہ جب اٹھانے لگے تو نہ اٹھا سکے۔ فرمانے لگے یا رسول اللہ کسی کو حکم دیجئے وہ مجھے اٹھوا دے تو آپؐ نے فرمایا نہیں جو خود اٹھا سکتے ہو لے جاؤ تو انہوں نے فرمایا آپؐ خود اٹھوا دیں، آپؐ نے فرمایا نہیں تو انہوں نے کچھ مال کپڑے سے نکال کر پھینک دیا۔ پھر اٹھانے لگے اور کہنے لگے یا رسول اللہ کسی کو حکم دیجئے وہ مجھے اٹھوا دے آپؐ نے فرمایا نہیں پھر کہنے لگے آپؐ خود اٹھوا دیں آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں پھر اس کپڑے میں سے کچھ مال نکال کر پھینک دیا۔ پھر اس مال کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال دیا۔ اور چل دیئے پس جناب رسول اللہ صلعم برابر ان کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ ہم سے چھپ گئے یہ برابر دیکھتے رہنا ان کے حرص پر تعجب کرنے کی وجہ سے تھا پس جناب رسول اللہ صلعم اس جگہ سے کھڑے نہ ہوئے جب تک

ایک درہم بھی وہاں موجود نہ رہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حدیث شریف میں ہے کہ کوئی شخص اگر مسجد میں کسی گم شدہ چیز کے متعلق اعلان کر رہا ہو تو تم لا ردّ اللہ علیک کہ اللہ تعالیٰ تیری گم شدہ چیز واپس نہ کرے لان المساجد لم تبن لھذا کہ مسجدیں اس مقصد کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا جو کام مساجد کے مناسب نہیں وہ مساجد میں نہ کرنے چاہئیں تو مال کا تقسیم کرنا اور کھجور کے خوشہ کا لٹکانا بھی نہ ہونا چاہئے کیونکہ مساجد ان کے لئے نہیں بنائی گئیں تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ غنیمت خراج کے مال کا مسجد میں تقسیم کرنا جائز ہے اس طرح مساکین کے لئے مساجد میں کھجور کے خوشوں کا لٹکانا بھی جائز ہے۔ چنانچہ بحرین سے خراج کا مال لایا گیا۔ تو آپؐ نے اسے مسجد میں ڈلوایا اور پھر اس کی تقسیم فرمائی۔ اس اثنا میں ایک واقعہ پیش آیا کہ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے حضرت عقیل برادر علی المرتضیٰؓ کی طرف سے فدیہ دیا تھا۔ اور یہ دونوں بدر میں پکڑے آئے تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ فدیہ دے کر میں نے احسان کیا تھا۔ اس لئے مجھے زیادہ مال دیا جائے۔ تو آپؐ نے فرمایا لے لو۔ تو انہوں نے اس قدر مال جمع کر لیا۔ کہ خود نہیں اٹھا سکتے تھے۔ الی آخرہ چند الفاظ ایسے ہیں جن کا تثنیہ اور جمع ایک ہی، ان میں قنو د قنوان وصنو دصنوان ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسمت مال انہی استثناآت میں سے جن کا مسجد میں کرنا جائز ہے اور تعلیق القنو ابن بطال کے قول کے مطابق امام بخاریؒ سے غفلت ہو گئی کہ اس کی کوئی دلیل ذکر نہیں فرمائی۔ بعض لوگوں نے امام بخاریؒ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کا ارادہ لکھنے کا تھا مگر لکھ نہ سکے۔ بیاض چھوڑ دی گئی جسے کاتبوں نے ملا دی بعض کہتے ہیں کہ شرط کے موافق کوئی روایت نہیں ملی یا بھول گئے وغیرہ وغیرہ۔ مگر میرے نزدیک یہ لفظ صحیح ہے اور حضرت امام بخاریؒ نے اس سے ابوداؤد شریف کی ایک روایت کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلعم مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ آدمی نے حشف یعنی ردی کھجوروں کا ایک خوشہ مسجد میں لٹکا رکھا ہے۔ آپؐ کے دستِ مبارک میں لاٹھی تھی۔ آپؐ نے اس خوشے میں مار کر فرمایا کہ اگر اس خوشے والا چاہتا تو اس سے بہتر صدقہ کر سکتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے حکم فرمایا کہ ہر باغ میں سے ایک خوشہ مسجد میں مساکین کے لئے لٹکایا جائے۔ اور حضرت امام بخاریؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ روایات کی طرف

ترجمۃ الباب میں اشارہ فرما دیا کرتے ہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ قیاس سے ثابت فرما دیا اس لئے کہ روایت میں قسمۃ الدنانیر والدراھم کا ذکر ہے۔ اور دنانیر اور کھجوریں تقریباً رنگ اور مقدار کے اعتبار سے برابر ہوتی ہیں یہ قیاس بھی صحیح ہے۔ کیونکہ حضور انور صلعم کے زمانے میں تسبیح کے ہونے پر گٹھلی وغیرہ والی روایت سے استدلال ہو سکتا ہے تو یہاں بھی شرکت فی التقسیم سے استدلال ہو سکتا ہے۔ اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ قسمت مال اور تعلیق قنو عرض لٹکانا چونکہ نفع عامہ کی چیزیں ہیں اس لئے جس طرح قسمت جائز ہے۔ تعلیق قنو بھی جائز ہوگی

فانی فادیت نفسی الخ اس کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عباس رض فرماتے ہیں کہ میں غریب ہو گیا ہوں مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اگر یہ معنی ہوں تو اس صورت میں اس روایت کے معنی درست نہ ہوں گے جس میں یہ مضمون ہے کہ حضور پاک صلعم نے دو سال کی پیشگی زکوٰۃ حضرت عباس رض سے لے لی تھی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ میرے اخراجات زیادہ ہو گئے ہیں فادفعہ انت علی اس لئے فرمایا کہ میرے چچا ہونے کا حق آپ پر ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ اس میں عامۃ المسلمین کا حق ہے۔ اور باب کی غرض حنابلہ پر رد کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ایسی چیزیں مسجد میں لٹکانا جائز نہیں اس لئے کہ یہ شور وشغب اور مسجد کے تلوث کا سبب بن جائے گا۔ امام بخاری رح نے قنو کے تثنیہ کو اس لئے بیان کیا ہے۔ کہ سورۂ اعراف میں قنوان دانیہ وارد ہے۔ قال ابو عبداللہ یہاں معانی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ ان کے معانی کیا ہیں۔

باب مَنْ دُعِيَ لِلطَّعَامِ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ

ترجمہ:۔ مسجد میں کسی شخص کو کھانے کے لئے بلایا جائے اور جو اسکو قبول کرے

حدیث نمبر ۴۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ نَاسٌ فَقُمْتُ فَقَالَ لِي أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ قُومُوا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

ترجمہ:۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کو مسجد میں پایا جبکہ آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے میں کھڑا تھا کہ آپ نے فرمایا کیا تمہیں ابو طلحہ رض نے بھیجا ہے میں نے ہاں میں جواب دیا آپ نے فرمایا کھانے کے لئے میں نے ہاں میں جواب دیا پس آپ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے آدمیوں

سے فرمایا اٹھو چنانچہ آپؐ چل پڑے اور میں ان کے آگے چل رہا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ دعوت کرنا امور دنیویہ میں سے ہے اور مساجد بحیثیت لذکر اللہ والصلوٰۃ وغیرہ ہیں۔ لہٰذا امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ اس لئے کہ روایت میں اس کا ثبوت ہے۔

باب القضاء واللعان فی المسجد بین الرجال والنساء

ترجمہ:۔ مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد کے اندر فیصلے کرنا اور لعان کرنا۔

حدیث نمبر ۴۰۵ حدثنا یحییٰ الخ عن سہل بن سعد ان رجلا قال یا رسول اللہ ارأیت رجلا وجد مع امرأتہ رجلا ایقتلہ فتلاعنا فی المسجد وانا شاھد۔

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پائے تو وہ اسے قتل کر سکتا ہے؟ پھر ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں حاضر تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح مثلاً علامہ عینیؒ قسطلانی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ بین الرجال والنساء کے الفاظ یہاں لغو ہیں اس لئے کہ لعان تو ہوتا ہی بین الرجال والنساء ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بین السطور لہٰذا حشو لکھا ہوا ہے۔ اور بہت سے نسخوں میں یہ پایا ہی نہیں جاتا۔ میری رائے یہ ہے کہ شراح حضرات کو اشکال پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بین الرجال والنساء کو اللعان سے جوڑ دیا اور اس کے متعلق کر دیا۔ حالانکہ یہ لعان سے متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق القضاء سے ہے اب مطلب یہ ہوا کہ باب القضاء فی المسجد بین الرجال والنساء اور مقصود بالذات بھی یہی ہے لعان کا لفظ تو روایت کی وجہ سے بڑھا دیا۔ کیونکہ اس میں لعان کا لفظ موجود ہے ورنہ اصل مسئلہ تو قضاء کا بیان کیا جا رہا ہے اور اس مسئلہ کو امام بخاریؒ نے اسی واقعہ خاصہ سے استنباط فرمایا ہے تو جب قضاء بین الرجال والنساء ثابت ہو گئی تو بین النوع الواحد بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔ نیز میرے نزدیک لعان کا لفظ بھی لغو نہیں ہے۔ کتاب النکاح کے اندر بھی باب آئے گا مگر وہاں بین الرجال والنساء کا لفظ نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں بحیثیت لعان کے ذکر فرمایا ہے اور وہ رجال اور نساء کے درمیان ہی ہوتا ہے اور یہاں مقصود قضاء بین الرجال والنساء ہے اور جواز

فی النوع الواحد جواز فی النوع الآخر کو مستلزم نہیں، اس لئے قضاً بین الرجال والنساً کا ذکر فرمایا ہے اور جب دونوں میں ثابت ہو جائے گا تو ایک نوع میں بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔ اور روایتہ کا لحاظ کرتے ہوئے لعان کا لفظ بھی ذکر فرما دیا۔

وَجدمع امرأته رجلاً الخ یہ روایت یہاں مختصر ہے۔ کتاب الطلاق میں امام بخاریؒ اس روایت کو مکمل اور متعدد طرق سے ذکر فرمائیں گے۔ اور متعدد مسائل ثابت فرمائیں گے۔ مثلاً یہ لعان ایمان مؤکدہ بالشہادۃ ہیں یا شہادات مؤکدہ بالایمان ہیں۔ اور روایت کا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی حضرت عویمر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی غیر کو پاوے اور وہ آدمی اسے قتل کر دے تو کیا اسے قصاصاً قتل کر دیں گے۔ (حضرت شیخ نے بطور جملہ معترضہ کے یہاں یہ بھی فرمایا کہ یہاں تو اتنی غیرت تھی کہ کسی کو بیوی کے پاس دیکھ لیں تو قتل کرنے کو تیار۔ اور دوسری طرف اہل عرب کا یہ حال تھا کہ دوسرے کا نطفہ نجابت ولد کے لئے عورت کو دوسرے آدمی کے پاس بھیج کر حاصل کرتے تھے) اور اگر بیوی کو قتل نہ کرے تو کیسے برداشت کرے۔ اب اگر کوئی آ کر یہ کہہ دے کہ فلاں شخص میری بیوی کے پاس تھا۔ تو چار گواہ طلب کریں گے۔ اور بھلا اس وقت چار گواہ کہاں ہوں گے۔ تو اس وقت آیت لعان نازل ہوئی۔ اور چار شہادتوں کی بجائے چار بار لعان قائم مقام ہو گیا۔ اور پھر حضور اکرم صلعم نے لعان کرایا۔ اس واقعہ سے ترجمۃ الباب اس طرح ثابت ہو گیا کہ لعان کرانا مسجد کے اندر یہ قضا فی المسجد ہوا۔ اور لعان چونکہ بین الرجال والنساً ہوتا ہے۔ لہٰذا قضا بین الرجال والنساً بھی ثابت ہو گیا۔ یہ واقعہ اگرچہ خاص ہے مگر چونکہ قواعد کلیہ واقعات جزئیہ سے ہی مستنبط ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے قاعدہ کلیہ قضا بین الرجال والنساً مستنبط کر لیا۔ اب یہ کہ قضا فی المسجد کا کیا حکم ہے۔ ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ قضا فی المسجد اولیٰ ہے کیونکہ وہاں کوئی روک ٹوک نہیں سب آ سکتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک خلافِ اولیٰ ہے۔

باب اِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّيْ حَيْثُ شَآءَ اَوْ حَيْثُ اُمِرَ وَلَا يَتَجَسَّسُ۔

ترجمہ:۔ جب آدمی کسی گھر میں داخل ہو تو جہاں مرضی آئے نماز پڑھے یا جس جگہ کا اسے حکم کیا گیا ہو۔ اور جاسوسی نہ کرے۔

حدیث نمبر ۴۰۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَاَشَرْتُ لَهُ اِلَى مَكَانٍ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عتبان بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے گھر کے کون سے حصے میں پسند کرتے ہوں کہ میں تمہارے لئے نماز پڑھوں تو میں نے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا چنانچہ آپؐ نے تکبیر کہی ہم نے آپؐ کے پیچھے قطار بنائی تو آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ عام شراح کی رائے یہ کہ ترجمہ کے دو جزو ہیں ایک یصلی حیث شاء اور دوسرے حیث امر و اب اختلاف لا یتجسس میں ہو رہا ہے کہ اس کا تعلق جزء اول سے ہے یا جزو ثانی سے ہے۔ شراح کی رائے یہ ہے۔ کہ جزء ثانی کے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ جہاں حکم دیا جائے وہیں پڑھے تجسس نہ کرے اور ادھر ادھر نہ دیکھے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ دونوں کے متعلق ہو سکتا ہے۔ اب یہ سنو! کہ یہاں روایت سے صرف حیث امر ہو سکتا ہے اس لئے کہ حضور انور صلعم نے پوچھا تھا کہ کہاں پڑھوں اس پر حضرت عتبانؓ نے فرمایا کہ فلاں جگہ یہ حیث امر ہو گیا۔ اور حیث شاء کی روایت میں کوئی ذکر نہیں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ ترجمہ میں بسا اوقات روایت کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں تو یہاں امام بخاریؒ نے ایک اور طریق کی طرف اشارہ فرما دیا جس کے اندر تخییر کا ذکر موجود ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں لفظ ھل مقدر ہے اور مطلب یہ ہے کہ اذا دخل بیتا ھل یصلی حیث شاء او حیث امر؟ تو روایت سے اس کا جواب معلوم ہو گیا۔ ای یصلی حیث امر اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ مسئلہ محل غور و فکر ہے اس لئے کہ روایت کے لفظ سے امر ثابت ہوتا ہے اور بلا دلیل ہے۔ اختیار کی جہاں چاہیں پڑھیں عن محمود بن الربیع یہ وہی ہیں جن کی روایت باب متی یصح سماع الصغیر میں گذر چکی ہے یہ حضرت عتبان کی روایت ہے کہ اس کو امام بخاریؒ نے متعدد جگہوں میں ذکر فرمایا ہے اور متعدد مسئلے ثابت فرماتے ہیں۔ مثلاً ایک ہی کہ

حضرت عتبان کے واقعہ میں حضور اکرم صلعم نے اوّلاً نماز پڑھی اور حضرت ام سلیمہ کے واقعہ میں ہے کہ اوّلاً نوش فرمایا بعدازاں ظہر کی نماز پڑھی۔

باب الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوتِ وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَارِهِ جَمَاعَةً۔

ترجمہ:۔ گھروں میں مساجد کا ہونا۔ اور حضرت براء بن عازبؓ نے اپنی گھر کی مسجد میں جماعت کو نماز پڑھائی

حدیث نمبر ۴۰۷ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ ... أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ وَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَّكَ تَأْتِينِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حِينَ دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ قَالَ فَثَابَ بِالْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ أَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يُرِيدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ فَصَدَّقَهُ بِذٰلِكَ

ترجمہ:۔ حضرت محمود بن الربیع الانصاری خبر دیتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالک جو جناب رسول اللہ صلعم

کے ان صحابہ میں سے ہیں جو انصار میں سے بدر کی لڑائی میں حاضر ہوئے وہ حضور رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میری بینائی میں ضعف آگیا ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں جب بارشیں ہوتی ہیں۔ تو یہ وادی جو میرے اور ان کے درمیان حائل ہے اس میں سیلاب آجاتا ہے تو میں ان کی مسجد تک نہیں پہنچ سکتا۔ کہ میں انہیں پڑھا سکوں میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں وہاں میرے گھر میں آپ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسے جائے نماز بنا لوں۔ حضور رسول اللہ صلعم نے ان سے فرمایا انشاء اللہ میں عنقریب ایسا کروں گا۔ حضرت عتبان فرماتے ہیں کہ دن چڑھ چکا تھا جناب رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ صبح سویرے میرے پاس تشریف لائے۔ حضور رسول اللہ صلعم نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دے دی جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو ابھی بیٹھے ہی نہ تھے کہ فرمایا کہ گھر کے کون سے حصہ میں تم میری نماز پڑھنا پسند کرتے ہو۔ میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر نماز کے لئے تکبیر کہی ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے صف بندی کرلی آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی سلام پھیرا حضرت عتبانؓ فرماتے ہیں کہ آپ کو گوشت اور آٹے کے بنے ہوئے ثرید پر روک لیا جو آپ کے لئے ہم نے بنایا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں اہل محلہ میں سے بہت سے لوگ کود پڑے جب اکٹھے ہو گئے تو ایک کہنے والا نے ان میں سے کہا۔ کہ مالک بن الدخیشن یا ابن الدخشن کہاں ہے۔ یعنی وہ تو نہیں آیا کسی نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ جس پر آنحضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ نہ کہو کیا دیکھتے نہیں کہ وہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ خلوص سے کہہ چکا ہے جس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔ وہ بولا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ ہم تو اس کی توجہ اور خیر خواہی سب کی سب منافقین کی طرف سمجھتے ہیں جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ بے شک اللہ بلند و برتر ہر اس شخص کو جہنم پر حرام قرار دے چکا ہے جس نے خلوص دل سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے حصین بن محمد انصاری سے محمود بن الربیع کی روایت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مساجد بیوت (گھروں کی مسجد میں) چونکہ عام لوگوں کے لئے نہیں ہوئیں۔ کیونکہ شرعی مسجد عند الاحناف وہ ہے جس میں اذن عام ہو۔ اور اسی میں حائضہ وغیرہ کے احکام جاری ہوتے ہیں اور بعض حضرات اذن عام کی قید نہیں لگاتے۔ مصنفؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ مساجد بیوت کا حکم

بھی مساجد کا ہے اگرچہ اس میں اذن عام نہ ہو۔ خزیرہ۔ حریرہ تو وہ ہے کہ پہلے بہل آٹے کو گھی میں بھونتے ہیں۔ پھر اس میں پانی ڈالتے ہیں۔ اگر نمک ڈالا جائے تو اسے عصیدہ کہتے ہیں۔ اگر مٹھائی اور دود وغیرہ ڈالا جائے۔ تو اسے حریرہ کہتے ہیں۔ اگر گوشت اور آٹا ہو۔ تو اسے خزیرہ کہتے ہیں۔ من بدبذالک وجه الله اشکال ہوتا ہے کہ ارادہ غیر مرئی ہے۔ آپؐ نے یہ کیسے ارشاد فرمادیا تو کہا جائے گا کہ علامات اور دلائل سے بھی کبھی اس کا علم ہو جاتا ہے۔ مسئلہ احناف گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ مگر اس مصلی کو مسجد شرعی نہیں کہتے۔ کیونکہ اس کے لئے قیود ہیں ورنہ آپؐ نے جمیع ارض کو مسجد کہا ہے اس جگہ قیود کے ثبوت اور عدم ثبوت پر کوئی چیز دلالت نہیں کرتی۔ ہماری بحث مسجد نبوی میں نہیں مسجد اصطلاحی میں ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابوداؤد شریف کے اندر حضرت سمرہؓ کے خط میں ایک روایۃ ہے جس میں وارد ہے ان رسول اللہ صلعم کان یامرنا بالمساجد نصنعھا فی دورنا اس روایت کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلعم نے ہم کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی خاص جگہیں بنانے کا امر فرمایا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم کو اپنے محلہ میں مسجد بنانے کا حکم دیا ہے۔ امام بخاریؒ اس روایت کی تائید کرتے ہوئے بیوت کے اندر کسی خاص جگہ کو نماز کے لئے خاص کرنے کا استحباب بیان فرماتے ہیں گویا کہ اول معنی کی تعیین کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں۔
اصلی البراءؓ فی مسجد فی دارہ جماعۃ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے گھروں کے اندر نماز پڑھنے کے لئے مستقل جگہ بنا رکھی تھی۔ یہاں حضرت براءؓ کے اثر میں مسجد کا لفظ مجازاً بول دیا گیا۔ اسی طرح جہاں بھی گھر کے اندر مسجد کا ذکر ہو کیونکہ مسجد شرعی کے اندر ضروری ہے کہ اذن عام ہو۔ اور گھر کی مسجد میں اذن عام نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت عتبانؓ نے فاتخذہ مصلی فرمایا ہے جس سے اتخاذ المسجد فی البیوت ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلعم کے سامنے درخواست کی کہ گھر کے اندر نماز کے لئے کوئی خاص جگہ بنالیں۔

تنبیہ! ہم نے بیان کیا ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں حضرت سمرۃؓ کے خط میں ایک روایت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سمرۃؓ نے اپنے بیٹوں کو خط لکھا تھا جس کے اندر روایات لکھی گئی تھیں ان میں سے چھ امام ابوداؤدؒ نے نقل کی ہیں تین جلد اول میں اور تین جلد ثانی میں البتہ مسند بزار

میں تینوں روایات اسی خط سے نقل کی گئی ہیں، این نتخب الخ یہاں روایت میں یہ ہے کہ حضور رسول اکرم صلعم نے پہنچتے ہی فرمایا این تحب اور حضرت ام سلیمہ کے واقعہ میں ہے کہ کھانا تناول فرما کر استراحت فرمائی اس کے بعد نماز پڑھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود اصلی نماز پڑھنا تھا۔ اس لئے اس کو مقدم کر دیا اور کھانا تابع تھا اس کو مؤخر فرمادیا۔ فثاب فی البیت رجال اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی بزرگ آجاتا ہے۔ تو لوگ اس سے ملنے کے لئے اس کی زیارت کے لئے آجاتے ہیں ایسا یہاں بھی ہوا۔ پھر حضور اکرم صلعم کا تو کیا پوچھنا۔ ابن مالک بن الدخیشن یا ابن الاخشن یہ کسی راوی کو شبہ ہوگیا مصغر ہے یا مکبر ہے۔ مگر یہ دونوں غلط ہیں صحیح مالک بن الدخشم بالمیم ہے۔

فانا نری وجھہ اگر ان حضرات نے ان کے نہ آنے پر غصہ کی وجہ سے یہ بات کہی ہے تو اس میں کوئی بات نہیں غصہ میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ اگر غصہ نہ تھا بلکہ واقعہ میں ایسا سمجھ کر کہا تو انہوں نے معلوم نہیں ہوگا۔ اور حضور پاک صلعم کو بذریعہ وحی معلوم ہوگیا ہوگا۔ اس لئے آپ نے لاتقل ذالک الخ فرمایا۔ قال ابن شہاب سوال کی وجہ یہ ہے کہ روایت سے بظاہر اہمال (چھوڑنا) عمل سمجھ میں آتا ہے اور دوسری روایات عمل چاہتی ہیں تو انہوں نے سوال کیا کہ آیا یہ صحیح محفوظ ہے، یا نسیان کا طریان ہوگیا۔

باب التَّيَمُّنِ فِي دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى۔

ترجمہ:۔ مسجد میں داخل ہونے کے لئے دائیں جانب اختیار کرنی چاہیے اور اس طرح دیگر معاملات میں بھی حضرت ابن عمرؓ جب مسجد میں داخل ہوتے تو دائیں پاؤں سے ابتدا کرتے اور جب باہر نکلتے تو بائیں پاؤں سے شروع کرتے۔

حدیث نمبر ۴۰۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طُهُوْرِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم تمام حالات میں جس قدر طاقت رکھتے دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے وضو کرنے میں کنگھا کرتے اور جوتا پہنتے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ۔ وغیرہ میں دو احتمال ہیں، کہ غیر کا عطف دخول پر ہو یا مسجد پر ہو۔ غیر الاحوال وغیر المسجد۔ حضرت ابن عمرؓ کا اثر بھی کسی چیز کو متعین نہیں کرتا کہ مسجد میں تھا یا غیر مسجد

ہیں مگر دوسری روایات سے دخول مسجد کا ثبوت ہوتا ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں مسجد کا تذکرہ نہیں ہے۔ مگر وغیرہ کہنے سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ آپ امور مہمہ شریفہ میں تیمن کو ترجیح دیتے تھے ان میں سے دخول مسجد بھی ہے چنانچہ فی شانہ کلہ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔

باب هَلْ يُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْقُبُوْرِ وَرَاٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ وَلَمْ يَاْمُرْهُ بِالْاِعَادَةِ۔

ترجمہ:۔ کیا جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو اکھیڑ کر ان کی جگہ مسجدیں بنائی جا سکتی ہیں۔ بوجہ قول جناب نبی اکرم صلعم کے اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیا علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا دیا۔ اور یہ کہ قبور کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت انس بن مالکؓ کو قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا قبر سے بچو قبر سے بچو لیکن انہیں نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہ دیا

حدیث نمبر ۴۰۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ عَائِشَةَ رضـ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَاَيْنَهَا بِالْحَبْشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضـ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہ اور ام سلمہ رضـ امہات المؤمنین اس گرجے کا ذکر کرتی تھیں جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں انہوں نے اس کا تذکرہ جناب نبی اکرم صلعم سے بھی کیا۔ آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی نیک آدمی ان میں فوت ہوتا۔ تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہی تصویریں رکھتے تھے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین مخلوقات میں سے ہوں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آنحضرت صلعم نے صلوٰۃ الی القبور سے منع فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مقبرہ قارعۃ الطریق وغیرہ سب جگہ میں نماز ممنوع ہو۔ تو اس سے کہنا پڑے گا کہ خواہ وہ قبور مشرکین جاہلیۃ کی ہوں یا مؤمنین کی سب کا یہی ایک حکم ہے۔ مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت اس

وقت ہے جب قبور باقی ہوں اگر قبور مٹ چکی ہوں تو پھر ممانعت نہیں ہے اور قبور مشرکین کا اکھیڑنا ضرورت و بلا ضرورت ہر طرح صحیح ہے۔ مگر بغیر ضرورت قبور مؤمنین کا نبش جائز نہیں اور وہ ضرورت شدیدہ یہ ہے کہ دریا کا پانی قریب آگیا۔ یا کسی دوسرے کی زمین میں قبر بنائی گئی۔ اب وہ اکھیڑنے کا مطالبہ کرتا ہے تو اس وقت نبش (اکھیڑنا) قبور مؤمنین بھی جائز ہے۔ بغیر ضرورت شدیدہ سے نبش (اکھیڑنا) قبور مؤمنین جائز نہیں۔ اگر قبور کے درمیان کوئی چیز حائل ہو یا ان کا استقبال نہ ہو تو پھر نماز مقبرہ وغیرہ میں پڑھنا جائز ہے ھل ینبش کا جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے۔ امام بخاریؒ اس لئے احتیاط سے کام لیتے ہیں کہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ سواء کانت علیہا او الیہا او بینہا یعنی خواہ نماز قبور کے اوپر پڑھی جائے یا ان کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے یا دو قبروں کے درمیان پڑھی جائے۔ نماز صحیح ہوگی۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کو اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ یہ عدم فساد پر دلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کی قاطبۃً رائے ہے کہ یہاں پر لفظ ھل قد کے معنی میں ہے جیسے ھل اتیٰ علی الانسان الآیۃ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت میں مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر ہے اور اس میں تصریح ہے کہ قبور مشرکین کا نبش (اکھیڑنا) کیا گیا تھا تو پھر لفظ ھل کو اپنے اصلی معنی پر رکھنا غلط ہے اس لئے یہ قد کے معنی میں ہے اور میرے نزدیک اپنے اصلی معنی پر ہے جیسا کہ میں آئندہ بیان کروں گا۔ لعن اللہ الیہود اس سے استدلال اس طرح ہے کہ جب حضور اکرم صلعم نے انبیاء کی قبور کو مساجد بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ تو مشرکین کا کیا حال ہوگا۔ لہٰذا اگر وہاں مسجد بنانے کی ضرورت ہو۔ تو مشرکین کی قبور کا نبش (اکھیڑنا) کیا جائے گا ما یکرہ من الصلوٰۃ فی القبور یہ ترجمہ کا جزو ہے اور باب کے تحت میں داخل ہے اور اس پر عطف کا نشان بھی لگا ہوا ہے۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ کراھۃ صلوٰۃ فی المقابر کی کوئی روایت امام بخاریؒ نے ذکر نہیں فرمائی شراح اس کا جواب دیتے ہیں کہ اثر انس بن مالکؓ پر اکتفا کیا گیا اور اس سے استدلال یوں ہے کہ حضرت عمرؓ نے قبور کے پاس نماز پڑھنے سے روکا۔ اور اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ تو معلوم ہوا کہ مکروہ تو ہے لیکن نماز ہو جائے گی۔ اگر نماز صحیح نہ ہوتی تو اعادہ کا حکم فرماتے۔ اب اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس کے بعد ایک مستقل باب باب کراھۃ الصلوٰۃ فی المقابر منعقد فرما رہے ہیں۔ لہٰذا ترجمہ مکرر ہو گیا۔ اور یہ بات اصول میں معلوم ہو چکی ہے کہ اگر تراجم کی غرض ایک ہو تو وہ الفاظ بدل جائیں تو یہ تکرار ہوگا۔ اگر الفاظ ایک

ہوں لیکن اغراض الگ الگ ہوں تو یہ تکرار نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں دونو بابوں کی غرض ایک ہی ہے شراح اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں کا باب تبعاً ہے اور آنے والا باب قصداً ہے۔ مگر میرے نزدیک اس پر اشکال یہ ہے کہ قصد اور تبع کہنے کی ضرورت تو اس وقت پیش آتی ہے۔ جبکہ کوئی اور صورت ممکن نہ ہو۔ یہاں اس کے علاوہ ایک صورت اور ہے۔ وہ یہ کہ میرے نزدیک لفظ ھل اپنے اصلی معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا قبور مشرکین جاہلیۃ کا نبش کر دیا جائے اور ان کو مساجد بنا دیا جائے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلعم نے قبور انبیاء کو مساجد بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے تو قبور مشرکین کا کیا حال ہوگا۔ اور اس لئے کہ صلوٰۃ فی المقابر مکروہ ہے تو میرے نزدیک ما یکرہ من الصلوٰۃ فی القبور یہ ترجمہ کا جزء نہیں بلکہ لام کے تحت میں داخل ہے۔ اور قول پر عطف ہے اور یہ بھی ایک علت ہے۔ میرے قول کی بناء پر جب یہ ترجمہ میں داخل ہی نہ رہا۔ تو روایت کی ضرورت نہ رہی اس لئے اثر سے ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی تکرار ہوا۔ جس کے دفع کی بھی کوشش کی جائے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ھل اپنے اصلی معنی میں کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ حالانکہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت نبش قبور مشرکین ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چند ابواب کے بعد باب الصلوٰۃ فی مواضع الخسف والعذاب منعقد فرمائیں گے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے بابل کے اندر موضع عذاب ہونے کے سبب نماز پڑھنی مکروہ سمجھی تو حضرت علیؓ کی غرض کراہۃ موضع عذاب ہونے کی وجہ سے تھی اور جہاں مشرکین مدفون ہوں گے وہ خود موضع عذاب ہے لہٰذا اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ترجمہ میں لفظ ھل لے آئے اگر کوئی یہ کہے نبش قبور کے بعد وہاں کیا کچھ رہ گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بابل میں خسف کب واقع ہوا تھا۔ اب بھی وہاں کچھ باقی رہ گیا تھا۔ بالکل نہیں۔ لہٰذا جس طرح وہاں باوجود نہ ہونے کے موضع عذاب ہونے کی وجہ سے کراہۃ ہے تو یہاں بھی عذاب ہو چکا ہے یہ موضع عذاب ہے بچنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۴۱۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ اَعْلَى الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَاَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ اَرْبَعًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى

بنی النجار فجاءوا متقلدین السیوف فکانی انظر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلتہ وابوبکر ردفہ وملأ بنی النجار حولہ حتی القی بفناء ابی ایوب وکان یحب ان یصلی حیث ادرکتہ الصلوٰۃ ویصلی فی مرابض الغنم وانہ امر ببناء المسجد فارسل الی ملأ بنی النجار فقال یا بنی النجار ثامنونی بحائطکم ھذا قالوا لا واللہ لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ عزوجل قال انس فکان فیہ ما اقول لکم قبور المشرکین وفیہ خرب وفیہ نخل فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور المشرکین فنبشت ثم بالخرب فسویت وبالنخل فقطع فصفوا النخل قبلۃ المسجد وجعلوا عضادتیہ الحجارۃ وجعلوا ینقلون الصخر وھم یرتجزون والنبی صلی اللہ علیہ وسلم معھم وھو یقول اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم مدینہ میں تشریف لائے تو عوالی مدینہ کے ایک قبیلہ میں رہائش پذیر ہوئے جسے بنو عمرو بن عوف کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں میں آپ نے چوبیس راتیں قیام فرمایا۔ پھر بنو نجار کو پیغام بھیجا وہ تلواریں لٹکائے ہوئے تشریف لائے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ گویا کہ میں ابھی دیکھ رہا ہوں کہ جناب نبی اکرم صلعم اپنی اونٹنی پر سوار ہیں اور ابوبکر صدیقؓ آپ کے ردیف ہیں۔ اور بنو نجار کی ایک جماعت آپ کے اردگرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے صحن میں پڑاؤ کیا۔ اور جہاں بھی نماز کا وقت آجاتا تھا وہاں پر حضور اکرم صلعم نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے چنانچہ آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا تو بنوالنجار کی جماعت کو پیغام بھیج کر فرمایا کہ اے بنو نجار! آپ لوگ یہ اپنا باغ ہمیں قیمت پر دے دیں انہوں نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! ہم تو اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تمہیں بتا رہا ہوں مشرکین کی قبریں تھیں کچھ ویران ٹکڑا تھا اور کچھ حصہ میں کھجوریں تھیں پس حضور نبی اکرم کے حکم کے مطابق مشرکین کی قبروں کو اکھیڑ دیا گیا۔ ویران حصہ کو ہموار کیا گیا۔ اور کھجوروں کو کاٹ دیا گیا جن کی قبلہ مسجد کی طرف قطار بنا دی گئی۔ اور اس کے دونوں بازووں میں پتھر رکھ دیئے گئے۔ اور

پتھروں کی نقل وحمل کے وقت وہ لوگ رجز یہ اشعار پڑھتے اور جناب نبی اکرم صلعم ان کے ساتھ مل کر یہ کہتے تھے اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں ہے اے اللہ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

تشریح از شیخ زکریا - ان لعاف عشر ین لیلۃ یہ حضور اقدس صلعم کی ہجرت کا واقعہ ہے جس میں روایات مختلف ہیں کہ حضور اکرم صلعم نے قبا میں کتنے دن قیام فرمایا۔ اس روایت سے چوبیس راتیں معلوم ہوتی ہیں اور خود بخاری شریف کی ایک روایت میں چودہ دن کے قیام کا ذکر ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ان میں سے ایک خلاف واقعہ ہوگی تو اس سے پتہ چلا کہ بخاری شریف کی روایات کے صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری روایات واقعہ کے مطابق ہوں۔ بنا بریں حنفیہ اس قاعدہ کے مطابق کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں رفع یدین کا ذکر آجانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واقعہ کے مطابق بھی ہو یعنی آپ کا آخری فعل ہو۔ اب یہاں دونوں روایات مشکل ہیں اس لئے کہ سارے محدثین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اقدس صلعم پیر کے دن قبا پہنچے۔ اور پیر کے دن مکہ سے چلے تھے تو پیر کو چلے اور پیر کو قبا پہنچے اور مدینہ میں جمعہ کو تشریف لے گئے اور سب سے پہلا جمعہ بنو سالم میں پڑھا۔ ان دونوں دنوں پر اتفاق ہے کہ پیر کو قبا پہنچے اور جمعہ کو قبا سے مدینہ تشریف لے گئے۔ اب روایات دو طرح کی ہیں، ایک چوبیس کی اور دوسرے چودہ کی۔ ان دونوں میں سے ایک بھی ان اقوال متفقہ کے پیش نظر صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ اگر چودہ کو لیا جائے۔ تو پیر کو حضور قبا تشریف لائے ہیں پیر سے پیر تک آٹھ اور تیسرے پیر تک پندرہ ہو جاتے ہیں لہٰذا چودھواں دن یکشنبہ کو پڑتا ہے حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کو مدینہ گئے اور چوبیس والی روایت بھی نہیں بنتی اس لئے کہ پیر سے پیر تک آٹھ اور تیسرے پیر تک پندرہ اور چوتھے پیر تک بائیس دن ہوتے ہیں۔ منگل تیئیس اور بدھ کو چوبیس دن ہوتے ہیں، پھر بھی جمعہ کو چوبیس دن نہیں ہوتے۔ اب یہ دونوں تو صحیح نہ ہوئے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ چوبیس والی روایت صحیح ہے اس کی صورت یہ ہے کہ راوی نے یوم الدخول اور یوم الخروج کو شمار نہیں کیا۔ تو پیر تو یوم الدخول فی قبا تھا۔ اور جمعہ یوم الخروج منہ تھا۔ اب دونوں کو نکال کر چوبیس صحیح ہو جاتے ہیں اور قول متفق علیہ سے بھی تعارض نہیں ہوتا اس لئے کہ اب شمار منگل سے ہوگا۔ کیونکہ پیر تو نکل گیا۔ تو منگل سے منگل تک آٹھ

تیسرے منگل تک پندرہ اور چوتھے منگل کو بائیس اور بدھ تیس اور جمعرات جو بیس ہو جاتے ہیں اور اور جو جمعہ یوم الخروج ہے وہ بھی خارج ہے لہٰذا اب بالکل درست ہو گیا۔ اب اس سے میری ایک تائید ہو گئی۔ وہ یہ کہ حضور اکرم صلعم نے قبا میں قیام تین جمعوں تک فرمایا۔ اور کوئی سا جمعہ دیہات ہونے سے نہیں پڑھا ورنہ اور کیا بات تھی۔ شافعیہؒ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک جمعہ فرض نہیں ہوا تھا اس لئے جمعہ نہیں پڑھا اور حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ حضور پاکؐ پر جمعہ کی فرضیت مکہ میں ہو چکی تھی۔ مگر دار الحرب ہونے کی وجہ سے مکہ میں اقامت جمعہ نہ فرما سکے اور قبا میں گاؤں ہونے کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھ سکے احناف کا مستدل ابوداؤد کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک جب جمعہ کی اذان سنتے تھے تو اسعد بن زرارہؓ کے لئے رحمت کی دعا فرماتے تھے، صاحبزادے نے پوچھا کہ یہ اسعد بن زرارہ کون ہیں جن کے لئے آپ ہر جمعہ کو دعا فرماتے ہیں تو فرمایا کہ انہوں نے سب سے پہلے ہمیں جمعہ کی نماز حضور اکرم صلعم کی آمد سے قبل پڑھائی۔ صاحبزادے نے کہا کہ آپ لوگ اس وقت کتنے آدمی تھے فرمایا چالیس آدمی تھے۔ شافعیہؒ اور حنابلہؒ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کے لئے چالیس آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ آپ حضرات روایت کے آخری حصہ کو تو لیتے ہیں، اس کے پہلے حصہ کو کیوں نہیں لیتے۔ دوسری دلیل حنفیہؒ یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر جمعہ مکہ میں فرض نہیں ہوا تھا تو اتنی جلدی بنو سالم میں کیسے اطلاع ہو گئی۔ کہ حضور اکرم صلعم جمعہ ادا فرمائیں گے جس کا انتظام کیا گیا۔ حتی اَلقیٰ بفناء ابی ایوب حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے دروازے کے سامنے اونٹنی جا کر بیٹھ گئی۔ اس لئے حضور انور صلعم نے نزول فرمایا ثامنونی بحائطکم ھذا یہ دو یتیموں کی زمین تھی حضور اکرم صلعم نے فرمایا کہ تم اس زمین کی قیمت بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس کو بلا قیمت دیں گے۔ مگر حضور انور صلعم نے اسے منظور نہ فرمایا اور قیمت دے کر زمین لی۔ کیونکہ وہ یتیموں کا مال تھا یہاں روایت مختصر ہے۔ ابواب ہجرت میں پوری آئے گی۔

متقلدین السیف یہ اس زمانہ کا شعار تھا۔ کہ جب کسی کے استقبال کے لئے جاتے تھے تو تلوار وغیرہ ساتھ لے کر جاتے تھے۔ جیسے آجکل شیروانی وغیرہ پہننے کا رواج ہے۔

باب الصلوٰۃ فی مرابض الغنم۔

ترجمہ:- بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۴۱۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدُ يَقُوْلُ كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے۔ پھر اس کے بعد میں نے ان سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ مسجد کے بنائے جانے سے پہلے مرابض غنم میں نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب سے بیان جواز کرنا ہے یا استحباب بتلانا ہے۔ اگر استحباب ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلعم بکری کو اس کی سکنت کی وجہ سے پسند فرماتے تھے۔ اور آدمی جس کے پاس اٹھے بیٹھے اس کا اثر پڑتا ہے۔ اور بکری سب جانوروں میں مسکین اور متواضع ہے اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں نیز یا آدمی جب اونٹوں کے ساتھ رہتا ہے تو شدت اور سختی اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور گائے بھینوں کے اثر سے آدمی کی زبان پر گالیاں کثرت سے آنے لگتی ہیں نیز بخون اکثر جب بوجھ وغیرہ اٹھایا جائے اور کچھ زبان سے بولا جائے تو اس کا اثر اور وزن کم محسوس ہوتا ہے جیسے چھپر وغیرہ اٹھاتے وقت کتنا شور مچایا جاتا ہے۔ بنا بریں حضور اکرم صلعم اور صحابہ کرام اجز بیہ اشعار پڑھتے تھے

باب الصَّلٰوةِ فِي مَوَاضِعِ الْإِبِلِ

ترجمہ:۔ اونٹ کی جگہوں پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۲ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الخ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيْرِهٖ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ۔

ترجمہ:۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اپنے اونٹ کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بعض روایات سے معاطن ابل میں نماز پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے حالانکہ امام احمدؒ بول ابل کو حلال سمجھتے ہیں مگر اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ معاطن ابل میں نماز جائز نہیں۔ اگرچہ وہاں ابل موجود نہ ہوں، تب بھی ممنوع ہے۔ اور ابل جنگل میں بیٹھا ہو۔ معاطن میں نہ ہو تب

بھی نماز ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں انہ یخلق من بول الشیطان کہ وہ شیطان کے پیشاب سے پیدا شدہ ہے۔ لیکن روایت باب سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ممنوع نہیں کیونکہ آپؐ نے ایسے کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک صلوٰۃ فی المرابض والمعاطن میں کوئی فرق نہیں دونو جگہ نماز جائز ہے اور حنابلہ کے نزدیک معاطن ابل کے اندر نماز باطل ہے۔ اب بعض علماؒ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ روایت جو ذکر فرمائی ہے۔ وہ جواز والی ذکر فرمائی ہے اور پھر ابل کا مستقل ترجمہ اس لئے باندھ دیا کہ حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور علامہ سندھیؒ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ مرابض غنم اور معاطن ابل میں فرق بیان کر رہے ہیں کہ معاطن اور شئی ہے مرابض اور شیئی ہے۔ لہٰذا تفریق کرنے سے پھر امام بخاریؒ حنابلہؒ کے ساتھ ہوں گے۔ حنابلہ کا استدلال ابوداؤد کی روایت سے ہے کہ مرابض غنم میں اجازت اور معاطن ابل میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اور فرمایا فانما من الشیاطین جمہور فرماتے ہیں کہ ابل کے نفار کی وجہ سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔

رأیت النبی صلعم علامہ سندھیؒ کے قول کے مطابق امام بخاریؒ نے صلوٰۃ فی معاطن الابل اور صلوٰۃ الی الابل میں فرق فرمایا ہے کہ صلوٰۃ الی الابل صلوٰۃ فی معاطن الابل نہیں کیونکہ نبی اکرم صلعم نے لحوم ابل سے وضو کو ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے، چنانچہ حنابلہ کے ہاں اعطان ابل میں نماز نہیں ہوتی اور خود حضور اکرم صلعم کا ارشاد ہے توضّؤا من لحوم الابل اس سے حنابلہ کو تقویت پہنچی۔ ائمہ ثلاثہ اس کی تاویل میں تین جوابات دیتے ہیں۔ اوّل یہ کہ منسوخ ہے۔ دوم یہ کہ وضو سے وضو لغوی مراد ہے۔ سوم یہ کہ استحباب پر محمول ہے۔ اور حنابلہ وضو سے وضو اصطلاحی مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک لحوم ابل ناقضِ وضو ہیں۔

باب مَنْ صَلّٰى وَقُدَّامَهٗ تَنُّوْرٌ اَوْ نَارٌ اَوْ شَيْءٌ مِّمَّا يُعْبَدُ فَاَرَادَ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَاَنَا اُصَلِّيْ۔

ترجمہ:۔ جو شخص نماز پڑھے اور اس کے آگے تنور ہو یا وہ چیز ہو جس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور اس سے اس کا ارادہ صرف ذات باری تعالیٰ ہو۔ تو نماز صحیح ہوگی۔ جناب امام زہری فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے مجھے خبر دی کہ جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا جہنم میرے سامنے پیش کی گئی جبکہ میں نماز پڑھ

رہا تھا۔

حدیث نمبر ۱۴۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اُرِيْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ اَفْظَعَ ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں سورج بے نور ہوا۔ تو جناب رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھی پھر فرمایا کہ مجھے جہنم دکھلائی گئی آج کے دن جیسا بھیانک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ:۔ علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس سے تشبہ بالکفر لازم آتا ہے اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ عبادت الٰہی کا ارادہ کیوں نہ ہو تشبہ کی وجہ سے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے صلوٰۃ کسوف میں اپنے آگے نار کو دیکھا تو نماز پڑھتے رہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ یہ نار دنیاوی نہیں بلکہ اخروی ہے ہم اس نار کے سامنے ہونے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ جو دنیا میں معبود بنائی جاتی ہے۔ ہاں البتہ چراغ اور لالٹین بتی وغیرہ کو سامنے لانے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ وہ نار جو کفار کے طریقہ پر معبود بنتی ہے اس کو سامنے لانا ممنوع اور مکروہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ بالاختیار اسے سامنے لایا جائے۔ آنحضرت صلعم کے سامنے تو نار بلا اختیار لائی گئی تھی۔ لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ:۔ تنور۔ نار وغیرہ کی طرف نماز پڑھنا محمد بن سیرینؒ اور بہت سے تابعین حنفیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام بخاریؒ قائلین کراہت پر رد فرما رہے ہیں کہ نماز میں مقصود حق تعالیٰ کی ذات ہے اور جب کوئی اللہ واسطے نماز پڑھے۔ تو نار وغیرہ اس کے اندر کوئی خلل وحرج پیدا نہیں کرسکتی۔ اور استدلال اس سے ہے کہ حضور پاک صلعم صلوٰۃ کسوف پڑھ رہے تھے اور آپؐ نے نماز کے دوران آگ دیکھی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جہنم کی آگ ہے۔ اس کو دنیا کی آگ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ نیز وہ نار آپؐ کے اختیار سے آپؐ کے سامنے نہیں تھی، اور ممکن ہے کہ نار جہنم اپنے ہی مقام پر ہو۔ اور آپؐ کو وہیں سے دکھلایا گیا ہو۔ اور ممکن ہے کہ رسول اللہ صلعم کے پیچھے آگ ہو اور حضور صلعم نے اس طرح دیکھ لیا جس طرح مصلیین (لفظی تحریر غیرواضح) کو نماز کے اندر دیکھ لیتے تھے نیز! ہماری طرف سے یہ جواب بھی ہے

کہ امام بخاریؒ خود ماقبل میں وہ حدیث بیان کر آئے ہیں جس میں مکان میں تصاویر ہوں وہاں نماز مکروہ ہے مزید برآں آگے باب الصلوٰۃ فی البیعہ منعقد فرما کر معبد نصاریٰ میں نماز کی کراہت ثابت فرمائیں گے۔ رہ گیا امام بخاریؒ کا مستدل کہ حضورؐ نے صلوٰۃ کسوف میں جنت جہنم دکھائی گئیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آگ آپ کے سامنے نہیں تھی۔ بلکہ وہ اپنی جگہ سے نظر آرہی تھی نیز یہ تکوینی امر ہے اس پر اختیاری امور کو معمول کو قیاس نہ کرنا چاہیئے۔

باب كَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ فِى الْمَقَابِرِ

ترجمہ:۔ قبور کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے

حدیث نمبر ۴۱۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا فِىْ بُيُوْتِكُمْ مِّنْ صَلٰوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کے اندر بھی کچھ نماز کا حصہ کر لیا کرو گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت میں تو اجعلوا فی بیوتکم الخ ہے اس سے کراہت کیسے ثابت ہوگی۔ مگر چونکہ آپؐ فرما رہے ہیں کہ گھروں کو قبور مت بناؤ۔ اور قبور میں نماز نہیں پڑھی جاتی معلوم ہوا کہ مقابر میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ صلوٰۃ فی المقابر حنابلہ کے یہاں مکروہ تحریمی ہے اور غیر حنابلہ کے ہاں مکروہ تنزیہی ہے ولا تتخذوھا قبورا الخ اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں، اوّل یہ کہ تشبیہ عدم صلوٰۃ میں ہے۔ یعنی جیسے مقابر میں نماز نہیں پڑھی جاتی تو تم اپنے گھروں کو ایسا مت بناؤ کہ اس کے اندر بالکل ہی نماز نہ پڑھو۔ اور مقصد امام بخاریؒ کا یہی ہے اور اسی سے ترجمہ ثابت ہے اس صورت میں لا تتخذوھا قبورا جملہ اولیٰ اجعلوا فی بیوتکم الخ کی تائید ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ گھروں میں اپنے مردے دفن نہ کرو۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ مقابر میں گھر نہ بناؤ کیونکہ قبور سے عبرت حاصل کی جاتی ہے اگر قبریں گھروں میں بنائی جانے لگیں، تو مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ الحاصل اصلوا فی بیوتکم من صلوتکم سے مراد نوافل ہیں کہ نوافل گھر کے اندر پڑھنے چاہئیں اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس سے فرائض مراد ہوں، کہ جب مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز نہ ملے تو گھر کے اندر جماعت کر لیا کرو۔ اور

تخفو ھا قبوراً کا مطلب بطور لطیفہ کے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی تمہارے گھر آئے تو اس کی کچھ خاطر تواضع کر دیا کرو۔ ایسے نہ ہو جیسے قبرستان چلا جائے تو وہاں کوئی پان کھلانے والا بھی نہ ملے۔ ہر طرف خاموشی ہے۔

باب الصَّلٰوۃُ فِیْ مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَ الْعَذَابِ وَيُذْكَرُ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلٰوةَ بِخَسْفِ بَابِلَ۔

ترجمہ: خسف اور عذاب کی جگہ پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کی خسف کی جگہ نماز کو مکروہ فرمایا۔

حدیث نمبر ۴۱۵ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ ان عذاب دیئے گئے لوگوں پر داخل نہ ہو مگر روتے ہوئے۔ اور ان پر داخل نہ ہو کہیں تم پر وہ مصیبت نہ پڑ جائے جو ان پر پڑ چکی ہے۔

تشریح از شیخ مدنی رح: خسف کے معنی دھنسنے کے ہیں۔ اس سے مطلق عذاب مراد ہے۔ بابل میں ایک ایسا بازار بنایا گیا تھا جس کا تعلق زمین سے کچھ نہیں تھا۔ بلکہ جو اور فضا میں جا کر بیع و شرا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم تشریف لائے۔ انہوں نے ان لوگوں کو اس تعلق سے روکا مگر وہ نہ رکے۔ اس لئے وہ چھت ان پر گر پڑی اب یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ روایت میں تو ہے کہ الا ان تکونوا باکین اس سے کراہت کیسے ثابت ہوئی۔ تو کہا جائے گا کہ جب وہ رونے کی جگہ ہے۔ تو اس میں التفات اور توجہ الی اللہ نہیں ہوگی۔ اس لئے نماز مکروہ ہے۔ یا یہ کہ روتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بکا بھی خوف عذاب بعذبین میں سے ہے۔ تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر بکا لوجہ اللہ ہو۔ تو پھر مکروہ نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا: ایسے مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ امام بخاریؒ کا استدلال لا تدخلوا سے ہے، کیونکہ اگر نماز میں مشغول ہوگا۔ تو بکا کہاں سے حاصل ہوگا۔ بکا میں مشغول ہوگا یا نماز میں اگر اشکال ہو کہ نماز باعث رحمت ہے موضع خسف میں نماز پڑھنی چاہیئے تھا تاکہ عذاب کا اثر کم ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز اگرچہ رحمت ہے، لیکن دعا بھی ہے۔ اور موضع خسف میں اگر زیادہ

اخلاص نہ ہو، تو رد دعا کا اندیشہ ہے۔ یہ یاد رہے کہ امام بخاریؒ جواز صلوٰۃ فی مواضع الخسف کے قائل ہیں۔

باب الصلوٰۃ فی البیعۃ، وقال عمر رضی اللہ عنہ انا لا ندخل کنائسکم من اجل التماثیل التی فیھا الصور وکان ابن عباس یصلی فی البیعۃ الا بیعۃ فیھا تماثیل۔ الخ

ترجمہ:۔ گرجا گھر میں نماز پڑھنا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم تمہارے گرجوں میں داخل نہیں ہوں گے۔ ان مورتیوں کی وجہ سے جن میں تصویریں ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ گرجا گھر میں نماز پڑھتے تھے مگر ان گرجوں میں نماز نہیں پڑھتے جن میں مورتیاں ہوتی تھیں۔

حدیث نمبر ۴۱۶ حدثنا محمد بن سلام الخ عن عائشۃ ان ام سلمۃ ذکرت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنیسۃ رأتہا بارض الحبشۃ یقال لہا ماریۃ فذکرت لہ ما رأت فیہا من الصور فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولئک قوم اذا مات فیہم العبد الصالح او الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا وصوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق عند اللہ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ نے جناب رسول اللہ صلعم کے سامنے اس گرجا گھر ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ کے ملک میں دیکھا تھا جسے ماریہ کہا جاتا تھا۔ تو حضرت ام سلمہؓ نے ان تصویروں کا بھی ذکر کیا جو انہوں نے اس گرجا گھر میں دیکھی تھیں تو جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ وہ قوم ہے جب ان میں کوئی نیک بندہ مرجاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے۔ اور یہ تصویریں بھی اس میں بنا لیتے تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوقات میں سے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بیعہ نصاریٰ کے معبد کو کہتے ہیں اور کنیسہ بھی کہا جاتا تھا۔ اور یہودیوں کے معبد کو صلوات کہتے ہیں۔ اور راہبوں کے رہنے کی جگہ کو صومعہ کہا جاتا تھا۔ التماثیل اور التی فیہا الصور دونوں ایک چیز ہیں تو تعریف الشیئ بنفسہ لازم آئے گی تو کہا جائے گا کہ التی فیہا الصور مستقل جملہ ہے اور تماثیل سے بدل واقع ہو رہا ہے۔ اس روایت سے امام بخاریؒ جواز صلوٰۃ فی البیعہ ثابت فرما رہے ہیں۔ مگر اکثر ائمہ ایسی جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ اس سے تشبہ بالکفر لازم آتا ہے

اور ہو سکتا ہے کہ الصور عطف بیان ہو اور بعض لوگ تماثیل اور صور میں عموم وخصوص مطلق مانتے ہیں کہ تماثیل صور سے عام ہے اور الصور ذوی الارواح کے لئے خاص ہے تو اب مقصد یہ ہوگا کہ وہ تماثیل جن میں صورتیں اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور جن میں صور نہیں ان میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے جمہور یہی فرماتے ہیں کیونکہ اس سے شرک اور تشبہ بالکفر لازم آتا ہے۔ امام بخاریؒ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے قول اور فعل سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بیعہ میں نماز ممنوع نہیں۔ یہاں تک کہ کراہتہ کا قول بھی نہیں کرتے، جمہور جواز مع الکراہتہ کے قائل ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بیعہ معابد نصاریٰ کو کہتے ہیں صلوۃ فی البیعہ حنابلہ کے نزدیک مطلقاً مباح ہے خواہ اس کے اندر تصاویر ہی کیوں نہ ہوں اور مالکیہؒ کے نزدیک تفریق ہے۔ اگر تصاویر ہیں تو ناجائز ورنہ جائز ہے۔ اور احناف وشوافع کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے قال عمرؓ ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا میلان مالکیہ کی طرف ہے۔ قال عمرؓ سے ان کا استدلال ہے مگر اس سے ان کا استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے دخول کے متعلق فرمایا ہے۔ نماز کا تو اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

باب

حدیث نمبر ۴۱۷ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَا لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَفِقَ یَطْرَحُ خَمِیْصَةً لَهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ بِهَا کَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ کَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْۢبِیَآئِهِمْ مَسَاجِدَ یُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلعم پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو وہ چادر منقش جو آپؐ کے چہرہ انور پر تھی اس کو پھینکنے لگ جاتے جب اس سے گھٹن محسوس ہوتی تو اپنے چہرہ انور سے اس کو کھول دیتے پس آپؐ اسی حالت میں تھے کہ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت بھیجے جنہوں نے اپنے انبیاءؑ کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ راوی کہتا ہے کہ ان کی اس کارگزاری سے حضور صلعم ڈراتے تھے اور بچانا چاہتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ باب بلا ترجمہ ہے جو کہ باب سابق کا تفصل ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ پہلے باب سے معبد نصاریٰ میں نماز پڑھنے کی کراہتہ معلوم ہوتی تھی اس باب سے بھی کراہتہ معلوم ہوتی ہے

مگر پہلے باب میں کراہت کی وجہ صور کا ہونا تھا۔ اور یہاں قبور کی وجہ سے کراہت ہے۔ اگر قبور انبیا علیہم السلام کو مسجود الیہا بنایا جائے تو یہ شرک ہے۔ اگر مسجود علیہا ہوں تو بھی قبور کی توہین ہے۔ اس لئے وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ اب اس سے قبور کے قریب نماز پڑھنا جائز ہوگا جیسا کہ روضۂ اقدس کے چاروں طرف مسجد نبوی بنائی گئی ہے۔ یہ محل سجدہ نہیں۔ روایت میں ممانعت اسی منع کے اعتبار سے ہے کہ انہیں محل سجدہ نہ بنایا جائے۔ اور کنائس میں قبور پر کھڑے ہو کر آج بھی سجدے کرتے ہیں، قبور کا مسجود الیہا ہونا یہ تو شرک ہے۔ اس کو یہاں بتلانا نہیں ہے، دوسرے آپ کے روضۂ اقدس کے ارد گرد مخمس دیوار بنائی گئی ہے۔ تاکہ حجرہ کی دیوار کے ساتھ مماس نہ ہو۔ یہ دیواریں پتھر کی ہیں۔ ان کے اندر کوئی دروازہ نہیں یہی وجہ ہے کہ حجرہ نبوی کو آج کوئی بھی دیکھنے والا نہیں پایا جاتا۔ اس مخمس دیوار کے باہر لوہے اور پیتل کی جالی لگی ہوتی ہے۔ اس میں چار دروازے ہیں، جانب مشرق کا دروازہ ہر روز کھلتا ہے۔ اور جانب شمال کا دروازہ صرف رمضان المبارک میں کھلا کرتا تھا۔ اور جانب مغرب میں جو دروازہ ہے وہ تب کھلتا تھا جب کہ اہل اسلام پر کوئی مصیبت نازل ہو۔ تو روضہ من ریاض الجنۃ کے اندر مصحف عثمانی رکھا رہتا تھا۔ وہاں لوگ جا کر دعا مانگتے تھے۔ جانب جنوب یعنی قبلہ کی جانب کا دروازہ کبھی نہیں کھولا گیا غرضیکہ حجرہ کی دیوار کو کسی نے نہیں دیکھا البتہ ۸۸۶ھ میں جبکہ مسجد نبوی جل گئی تو حجرہ مبارکہ بھی جل گیا تھا اس کی بنا کے وقت لوگوں نے دیکھا۔ خلاصۃ الوفا میں کبوتر کا واقعہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس مرے ہوئے کبوتر کو نکالنے والے نے حجرہ کی دیوار کو دیکھا۔ مگر وہ انتقال کے وقت تک کسی سے ہمکلام نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اس کے متعلق اس نے کچھ بتلایا۔ سلطان محمود زنگی والیٔ دمشق نے جو سیسہ کی دیوار بنوائی تھی وہ بھی حاجز عبد العزیز کے باہر ہے۔ الغرض یہاں جو شبہ ہوتا تھا کہ جوار قبور صالحین وجوار قبر النبی میں نماز ممنوع نہیں، کیونکہ روضۂ اطہر کے باہر تو کئی دیواریں ہیں، حجرہ مبارکہ کو آج تک کسی نے دیکھا نہیں ہے تو اس کا مسجد بنانا کیسے لازم آئے گا۔ باقی جوار میں نماز ممنوع نہیں ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ - یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ اس کا فی الجملہ تعلق ماقبل سے فصل کی طرح ہے۔

والجامع المنجرعن اتخاذ القبور مساجد کہ قبور کو مساجد بنانے سے روکتا ہے امام بخاریؒ نے اس باب سے ان لوگوں کے قول کی طرف اشارہ فرمادیا جو مطلقاً کراھتۃ صلوٰۃ فی البیعۃ کے قائل ہیں اور دوسری غرض یہ ہے کہ باب سابق سے صلوٰۃ فی معبد النصاریٰ ثابت فرمایا تھا۔ اور اس سے صلوٰۃ فی معابد الیہود

ثابت فرماتے ہیں اور یہی میری رائے ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو مارے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجدیں بنا دیا۔

باب قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا۔

ترجمہ:۔ جناب نبی اکرم کا ارشاد کہ تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور طہور بنائی گئی۔

حدیث نمبر ۴۱۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ وَّجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا وَّ اَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْیُصَلِّ وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً وَّ اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی جو میرے سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب سے مدد کی گئی اور تمام روئے زمین میرے لئے مسجد اور طہور بنائی گئی۔ اور میری امت کے جس آدمی کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ لے اور غنیمتیں میرے لئے حلال کی گئی۔ اور پہلے نبی خاص ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھے شفاعت کبریٰ دی گئی

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں پانچ خصوصیات ذکر کی گئی ہیں اور بھی بہت خصوصیات ہیں جن کو امام سیوطیؒ نے اپنے دو رسالوں میں جمع کیا ہے۔ اور خصوصیات نبوی ایک ہزار سے بھی زائد بتلائی ہیں تو یہاں حصر کے لئے نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ذکر عدد اس بات کا مقتضی ہے کہ ما زاد کی نفی کرے۔ جعلت لی الارض مسجداً سب روئے زمین آپؐ کے لئے مسجد بنا دیا گیا۔ مگر عوارض کی وجہ سے بعض مقامات کا استثناء کیا گیا ہے، جیسے مقبرہ قارعۃ الطریق وغیرہ واعطیت الشفاعۃ اگر شبہ ہو کہ شفاعت آپؐ کی خصوصیت نہیں بلکہ انبیاء سابقین بھی شفاعت کریں گے۔ بلکہ اطفال بھی اپنے ماں باپ کے لئے بھی شفاعت کریں گے۔ تو اس کا جواب

یہ ہے کہ شفاعت سے اس جگہ شفاعت کبریٰ مراد ہے اور یہی آپؐ کی خصوصیت ہے کہ آپؐ تمام عالم کی شفاعت فرمائیں گے۔ شفاعت موقف کے عذاب سے نجات دلانے کے لئے ہوگی اور بعض نے کہا کہ آپؐ کے ساتھ تین شفاعتیں مخصوص ہیں۔ (۱) شفاعۃ کبریٰ (۲) شفاعۃ من یدخل الجنۃ بغیر حساب (۳) اخراج من فی قلبہ مثقال ذرۃ من الایمان۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمہ کی غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اوپر جو کراہۃ صلوٰۃ ان مقامات کے متعلق ذکر کی گئی وہ خلاف اولیٰ پر محمول ہے

باب نَوْمِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔ عورت کا مسجد کے اندر سونا

حدیث نمبر ۴۲۰ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ وَلِيدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِّنَ الْعَرَبِ فَأَعْتَقُوهَا فَكَانَتْ مَعَهُمْ قَالَتْ فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَّهُمْ عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُورٍ قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ أَوْ وَقَعَ مِنْهَا فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّاةٌ وَّهُوَ مُلْقًى فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ قَالَتْ فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ قَالَتْ فَاتَّهَمُونِي بِهِ قَالَتْ فَطَفِقُوا يُفَتِّشُونِي حَتَّى فَتَّشُوا قُبُلَهَا قَالَتْ وَاللَّهِ إِنِّي لَقَائِمَةٌ مَّعَهُمْ إِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ قَالَتْ فَقُلْتُ هَذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ زَعَمْتُمْ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ وَهُوَ ذَا هُوَ قَالَتْ فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ حِفْشٌ قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِينِي فَتَحَدَّثُ عِنْدِي قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِي مَجْلِسًا إِلَّا قَالَتْ وَيَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيبِ رَبِّنَا أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِي. قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَأْنُكِ لَا تَقْعُدِينَ مَعِي مَقْعَدًا إِلَّا قُلْتِ هَذَا قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی رنگ والی چھوکری تھی جس کو انہوں نے آزاد کر دیا۔ مگر پھر بھی وہ ان کے پاس رہنے لگی۔ وہ بیان کرتی ہے کہ ان کی ایک چھوٹی لڑکی گھر سے اس حال میں نکلی ان کی کہ چمڑے کے تسموں کا ایک سرخ ہار اس کے اوپر تھا اس نے اسے رکھ دیا یا وہ ہار گر پڑا بہر حال ایک چھوٹی سی گدھ (چیل) اس کے پاس سے گذری جبکہ وہ ہار پڑا ہوا تھا کہ

گدھ نے اسے گوشت سمجھ کر اُچک لیا۔ وہ کہتی ہے کہ ان لوگوں نے خوب تلاش کیا مگر ہار نے نہ ملنا تھا اور نہ وہ ملا۔ تو انہوں نے مجھ پر اس کی تہمت لگائی چنانچہ انہوں نے میری تلاش لینی شروع کی یہاں تک کہ میرے اندام نہانی کی بھی تلاشی لی، وہ کہتی ہے کہ اللہ کی شان میں ان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک وہ چھوٹی سی گدھ (چیل) اس ہار کو لے کر گذری پھر اسے پھینک دیا۔ اتفاق سے وہ ہار ان کے درمیان آکر گرا تو وہ کہتی ہے کہ میں نے کہا یہ وہ ہار ہے جس کے ساتھ تم نے مجھے متہم کیا اور خدا جانے کیا کیا کہا حالانکہ میں اس سے بری تھی۔ اور وہ تمہارے سامنے یہ ہے۔ پس وہ جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائی۔ حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ اس کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ یا ایک چھوٹا سا گھر تھا وہ میرے پاس آکر باتیں کرتی تھیں اور جب بھی میرے پاس اس کی مجلس ہوتی۔ تو وہ شعر پڑھا کرتی تھی ۔

ہار والا دن ہمارے رب کی عجائبات میں سے ہے
بہرحال اس نے کفر کے شہر سے مجھے نجات دلائی

حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ جب بھی تو میرے پاس بیٹھتی ہے تو یہ شعر ضرور پڑھتی ہے۔ پھر وہ مجھے اپنا وہ واقعہ سناتی اور بیان کرتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: روایت باب سے امام بخاریؒ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ جس طرح عند الضرورت مردوں کے لئے نوم فی المسجد جائز ہے۔ ایسے عند الضرورت عورتوں کے لئے بھی جائز ہے بشرطیکہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ سیور جمع سیر کی بھنی چمڑے کی لمبی پٹی حدیا ة بمعنی چیل ز عمتم ای ز عمتم ان مسختہ تو اب اس لڑکی کو اپنے متعلقین کے قبیلہ سے نفرت ہو گئی۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی مسلمان ہو گئی چونکہ الگ اس کے لئے کوئی مکان نہیں تھا۔ اس لئے اس کے لئے مسجد میں ایک خیمہ لگا یا گیا۔ یوم الوشاح وہی چیل والا واقعہ ہے کہ اگر وہ واقعہ نہ ہوتا تو نہ میں دار الاسلام میں آسکتی اور نہ اسلام سے مشرف ہوتی اس لئے اس رب العزت کے اعاجیب میں شمار کرتی ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: امام بخاریؒ نے دو باب باندھے ہیں، ایک نوم المرأۃ فی المسجد کا اور دوسرا نوم الرجال فی المسجد کا۔ بظاہر امام بخاریؒ کی غرض دونوں بابوں سے جواز بیان کرنا ہے جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے مگر نوم المرأۃ کو نوم الرجال پر مقدم کر دیا۔ اہتمام کی بنا پر۔ کیونکہ عورت محل فتنہ ہے ممکن ہے عدم جواز کا وہم ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اسے مقدم کر کے جواز کو واضح فرما دیا۔ اور اسی محل فتنہ میں

ہونے کی وجہ سے مالکیہؒ کا مذہب ہے کہ عورت کو مطلقاً مسجد میں سونا جائز نہیں وان کانت مجبورۃ اگرچہ بڑھیا کیوں نہ ہو۔ اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور نوم الرجال کے اندر امام مالکؒ کے یہاں تفصیل ہے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سونے کی جگہ نائم کے لئے نہ ہو۔ تو مسجد میں سو سکتا ہے۔ اگر جگہ ہو تو سونا جائز نہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ اگر کوئی ٹھکانا نہ ہو تو باہر سوئے۔ فاعتقوھا الخ یہ اس زمانے کا دستور تھا کہ اگر کسی کے غلام ہوتے اور وہ آزاد کر دیتا تو ان کے اخلاق کی بنا پر اس کے ولی نعمت ہونے کے سبب اس کے پاس رہتے تھے۔ اور کہیں نہیں جاتے تھے۔ ان صحابہ نے بھی ایسا کیا۔ مگر بعض تو ایسے تھے کہ غلامی کو پسند کرتے تھے۔ اگر مالک اجازت دیدے اور گھر والے لینے کے لئے آئیں جب بھی جانے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے جیسا کہ حضرت زید بن حارثہؓ کو ان کے گھر والے لینے آئے اور بہتری کوشش کی عار دلائی مگر حضرت زیدؓ نہ گئے اور حضورؐ کی غلامی کو پسند کیا۔ فاتھمونی بہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر گھر کی کوئی چیز کھو جائے۔ اور کوئی بھنگن یا نوکرانی وہاں ہو۔ تو اسی کو متہم کیا کرتے ہیں اسی کے موافق ان کو بھی متہم کیا گیا۔ فکان لھا خباء فی المسجد یہ محل ترجمہ ہے۔ اور مقصود بالذات ہے کہ وہ مسجد کے اندر خیمہ ڈال کر رہا کرتی تھی اور جملہ میں او شک راوی کیلئے ہے حفش کے معنی جھونپڑے کے ہیں فلا تجلس مجلساً یعنی وہ جب بھی آئیں اور بیٹھتیں تو ایک شعر پڑھا کرتی تھیں، یوم الوشاح اس لئے کہ اس واقعہ کی وجہ سے اس نے قبیلہ کو چھوڑا

باب نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ كَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ ۔

ترجمہ:۔ مردوں کا مسجد میں سونا حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ عکل کے کچھ لوگ جناب نبی اکرم صلعم کے پاس آئے اور وہ صفہ اور چبوترہ میں تھے حضرت عبدالرحمٰن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے۔

حدیث نمبر ۴۲۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ اَعْزَبُ لَا اَهْلَ لَهٗ فِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خبر دی ہے کہ وہ نوجوان اور غیر شادی شدہ تھے جو مسجد نبوی

میں سویا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس پر تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ معتکف کے لئے مسجد کے اندر سونا جائز ہے۔ بلکہ اس کے لئے نوم خارج مسجد جائز ہی نہیں حالانکہ تلوث مسجد کا اندیشہ ہوتا ہے، ریح نکلنے کا اندیشہ رہے۔ البتہ غیر معتکف کے بارے میں اختلاف ہوا۔ بعض حضرات نے مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر نوم فی المسجد کو ناجائز کہا اور بعض حضرات نے کہا کہ بغیر مبیت (رات گذارنے کی جگہ) اور مقیل (قیلولہ کرنے کی جگہ) بنانے کے صاحب مکان بنانے کے مسجد میں نوم کر سکتا ہے۔ عامہ فقہاء اور شوافع کا یہی مسلک ہے اور بعض نے اجازت عام دے دی۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اصحاب صفہ کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں جو کہ ستر کے قریب تھے اور حضرت علیؓ صاحب مکان تھے تو معلوم ہوا مطلقاً اجازت ہے مبیت (رات گذارنے کی جگہ) نہ بنائے۔

حدیث نمبر ۴۲۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ انْظُرْ أَيْنَ هُوَ فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ وَأَصَابَهُ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ قُمْ أَبَا تُرَابٍ

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر تشریف لائے تو حضرت علیؓ کو گھر میں نہ پایا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا چچا زاد بھائی کہاں ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا میرے اور ان کے درمیان کوئی بات ہو گئی جس کی بناء پر وہ مجھ سے ناراض ہو گئے چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا۔ تو جناب رسول اللہ صلعم نے کسی انسان سے فرمایا کہ اس کو دیکھو کہ کہاں ہیں اس نے واپس آکر بتلایا کہ وہ مسجد میں سوتے ہوتے ہیں تو جناب رسول اللہ صلعم خود مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا وہ لیٹے ہوتے ہیں اور ایک کنارہ ان کی چادر کا ان کے پہلو سے گرا ہوا ہے۔ جس کو مٹی لگی ہوئی ہے تو حضور اکرم صلعم اس مٹی کو پونچھنے لگے اور فرماتے تھے او مٹی والے اٹھو او مٹی والے اٹھو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت علیؓ صاحب مکان تھے اور شادی شدہ تھے۔ مگر مسجد نبوی میں سو گئے جس سے نوم الرجال فی المسجد ثابت ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قدم رھط من عکل الخ یہ وہی عکل والے ہیں جو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اسلام ظاہر کیا اور کہا کہ ہم کو مدینہ کی ہوا موافق نہیں آئی۔ اس پر حضور اکرم صلعم نے صدقات کے اونٹوں میں چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہاں جا کر غداری کی راعی (چرانے والا) اونٹ کو قتل کر دیا۔ اونٹ لے کر بھاگ گئے الی آخرہ فکان فی الصفۃ الخ یہ صفہ مسجد کا حصہ تھا اس کے اندر قیام کیا تو یہ قیام فی المسجد ہو گیا کیونکہ حضور اکرم صلعم کے پاس مہمانوں کے لئے کوئی مستقل جگہ نہیں تھی۔ کوئی وفد وغیرہ آتا تو یہیں ٹھہراتے تھے۔ وکان اصحاب الصفۃ الفقراء یہ حضرات غریب ہوتے تھے۔ ان کے پاس کچھ ہوتا نہیں تھا۔ دین کے واسطے آتے اور مسجد میں رہتے تھے۔ انہی آثار کی بناء پر امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس کے گھر کا انتظام نہ ہو وہ مسجد میں سو سکتا ہے

فقال ابن ابن عمک ھذا مجاز فان علیا رض لیس با بن عم فاطمۃ الزھراء رض بل ھو ابن عم رسول اللہ صلعم۔ کان بینی و بینہ شئ یعنی کوئی بات ہو رہی تھی تو وہ مجھ پر ناراض ہو گئے۔ ایسا ہوتا ہے کہ کبھی میاں بیوی میں کسی بات پر ناراضگی ہو جاتی ہے، فلم یقل بکسر القاف من القیلولۃ ھو فی المسجد راقد موضع المترجمہ۔ قم یا ابا تراب اسی دن سے ان کی کنیت ابو تراب ہو گئی۔ رأیت سبعین من اصحاب الصفۃ اصحاب صفہ کی تعداد ستر تک پہنچی ہے۔ اور اس سے زائد دو سو بلکہ چار سو تک پہنچی ہے۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ علم سیکھنے کے لئے آتے تھے اور صفہ میں قیام فرماتے تھے۔ اس لئے کبھی زیادہ ہو جاتے کبھی کم ہو جاتے۔ اور یہی صفہ اصل اہل مدارس کی ہیں اور اصل خانقاہیں ہیں۔ اہل مدارس تو اس لئے کہ یہ لوگ علم حاصل کرتے تھے، اور اصل خانقاہیں اس لئے کہ فیض روحانی اصلی مقصد تھا۔ اور یہاں یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ بعض علماء نے مدارس کو بدعت حسنہ میں شمار کیا ہے۔ اس لئے کہ مدارس کی خاص ہیئت۔ مدرسین کا ہونا ملازمین کا ہونا اوقات کی پابندی۔ یہ سب کچھ وہاں نہ تھا۔ تو گویا ہیئت خاصہ حادث ہے اور اصل تعلیم اور متعلمین حضور صلعم کے زمانے سے ہیں اسی طرح خانقاہیں کا ہے کہ یہ ہیئت خاصہ نہ تھی۔

حدیث نمبر ۴۲۳ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ لَقَدْ رَأَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّۃِ مَا مِنْھُمْ رَجُلٌ عَلَیْہِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا کِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِھِمْ فَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُہٗ بِیَدِہٖ

كَرَاهِيَةَ اَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ (الحديث)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا جن میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہوتا تھا جس پر اوپر کی چادر ہو یا تو تہبند ہوتا تھا یا گرم چادر ہوتی تھی جس کو چھوٹے ہونے کی وجہ سے گردنوں میں باندھ رکھا تھا پس بعض کو وہ پنڈلیوں کے نصف تک پہنچتے اور بعض کو ٹخنوں تک پہنچتے تھے۔ تو وہ اس چادر کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتا تھا کہ کہیں اس کا ننگ نہ دکھائی دے جس کو وہ ناپسند کرتے تھے۔ (تشریح گذر چکی ہے)

باب الصَّلٰوةُ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ۔

ترجمہ:۔ جب سفر سے آئے تو نماز پڑھے چنانچہ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلعم کی عادت مبارکہ تھی جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو ابتداءً مسجد سے کرتے کہ اس میں نماز شکر ادا فرماتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ تحیۃ القدوم من السفر کہلاتا ہے۔ یہ ائمہ کے یہاں ہے کہ جب سفر سے آئے تو اول مسجد میں جاکر دو رکعت نماز تحیۃ السفر پڑھے۔ تاکہ ابتداءً مقام متبرک سے تلبس ہو اور برکت حاصل ہو۔ اور اس لئے بھی کہ لوگ مساجد میں جمع ہوتے ہیں، تو ان سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے

حدیث نمبر ۴۲۴ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ (الحديث)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ مسجد میں تھے۔ مسعر راوی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضحی کا وقت تھا۔ فرمایا دو رکعتیں پڑھ لو اور میرا آپ پر قرضہ تھا جو آپ نے ادا کر دیا۔ بلکہ زیادہ بھی دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ وہی اونٹ والا واقعہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے حضور اکرم صلعم کو اپنا اونٹ فروخت کیا تھا جب مدینہ میں آئے تو حضور اکرم صلعم مسجد میں قیام فرما تھے۔ یہ اپنا قرضہ لینے آئے تھے۔ حضور اکرم صلعم نے پہلے تحیۃ السفر کا حکم فرمایا۔ پھر ان کا قرضہ ادا فرمایا اور خوب ادا فرمایا غرضیکہ اداب سفر

میں سے یوں ہے کہ جب سفر سے واپس آئے تو پہلے جا کر مسجد میں تحیۃ المسجد پڑھے کچھ دیر وہاں بیٹھے تاکہ احباب وغیرہ کو ملنے میں تکلیف نہ ہو۔ صرف نماز پڑھنا تو ہر ایک کے لئے مندوب ہے اور نماز کے بعد بیٹھنا صرف ان کے لئے ہے جن کے احباب اور تلامذہ زیادہ ہوں۔ اس باب کی حدیث میں قدوم من السفر کا ذکر نہیں لیکن امام بخاریؒ کے اصول میں سے استدلال بالعموم بھی ہے۔ اور یہی حدیث آگے آئے گی جس میں سفر کا ذکر بھی ہے۔

باب اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ۔

ترجمہ:- جب تم سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔

حدیث نمبر ۴۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت ابو قتادہ سلمیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب تم سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب تحیۃ المسجد کے بیان میں ہے، یہاں امام بخاریؒ نے الفاظ حدیث کو ترجمہ بنا لیا ہے اس لئے کہ تحیۃ المسجد میں پانچ بحثیں ہیں تو الفاظ حدیث کو ترجمہ گردان کر اشارہ فرما دیا البحث الاول اذا دخل میں دو مسئلے ہیں اول یہ کہ اذا دخل اپنے عموم کی وجہ سے، شافعیہ کے نزدیک اوقات مکروہہ کو بھی شامل ہے۔ لہٰذا جب بھی داخل ہوگا اس کی طرف تحیۃ المسجد کا امر متوجہ ہوگا۔ اگرچہ وقت مکروہ ہو۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ دوسری روایت کی بنا پر اوقات مکروہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں یہ حکم ان کے علاوہ کے لئے ہے۔ حنابلہ اس عموم کو اوقات مکروہہ سے مقید کرتے ہیں تو مالکیہ حنفیہ کے ساتھ ہیں مگر جب خطیب خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس وقت یہ حضرات دخول کو اپنے عموم پر رکھتے ہیں اور شافعیہ کے ساتھ ہو جاتے ہیں تو دو مسئلے ہوئے۔ ایک اوقات مکروہہ میں اس عموم دخول سے مستثنیٰ کرنے میں حنابلہ حنفیہ اور مالکیہ کے ساتھ ہیں تو گویا ثلاثہ ایک طرف ہیں اور امام شافعیؒ عام رکھتے ہیں۔ اور دخول عند الخطبہ میں حنابلہ شافعیہ کے ساتھ ہیں اور دخول کو اپنے عموم پر رکھتے ہیں سلیک غطفانی روایت کی بنا پر جس میں اذا دخل احدکم المسجد والامام یخطب فلیرکع رکعتین۔

البحث الثانی۔ دخل اپنے اطلاق کی بنا پر اس بات کا متقاضی ہے کہ جب بھی دخول ہو اس وقت تحیۃ المسجد پڑھے۔ یہی ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر دخول للجلوس تو پھر تو اس کو پڑھنا چاہیئے اگر صرف مرور ہے تو نہیں۔ کیونکہ حدیث کے اندر دخول کا ذکر ہے مرور کا نہیں ائمہ ثلاثہ دخول کو عام رکھتے ہیں خواہ دخول للجلوس یا للمرور تعمیم کی بنا پر امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ البحث الثالث فلیرکع کا امر اہل ظواہر کے نزدیک وجوب کے لئے ہے اور جمہور کے نزدیک استحباب کے لئے ہے۔ البحث الرابع شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تنفل برکعۃ (ایک رکعت نفل) جائز ہے مگر تحیۃ المسجد میں رکعۃ واحدہ کافی نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں رکعتین کی تصریح ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک تنفل برکعۃ ناجائز ہے۔ البحث الخامس حنابلہ کے نزدیک قبل ان یجلس کی بنا پر اگر کوئی مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ تو تحیہ فوت ہو گیا۔ ہاں اگر ذرا اٹھ کر پڑھ لے تو آتی بالتحیۃ (تحیہ کو ادا کرنیوالا) ہو گا۔ اور شافعیہ کے نزدیک عمداً جلوس سے تحیہ فوت ہو جائے گا۔ اور اگر بھول کر بیٹھ گیا اور جلوس طویل ہو گیا۔ تو بھی تحیہ فوت ہو گیا تو حنابلہ اور شافعیہ کے مذہب میں یہ فرق ہوا کہ حنابلہ کے نزدیک مطلقاً بیٹھنے سے فوت ہو جائے گا۔ سواءً کان عمداً او سہواً الا ان یقوم علی الفور اور شافعیہ کے نزدیک جلوس عمد سے فوت ہو جائے گا۔ اب وہ کسی طور سے آتی بالتحیہ نہیں ہو گا۔ اور نسیان کی صورت میں جلوس طویل سے فوت ہو گیا۔ تو گویا نسیان میں سب کی رائے ایک ہے عمد کے اندر فرق ہے۔ شافعیہ کے نزدیک مطلقاً فوات اور حنابلہ کے نزدیک فوات بطول الجلس ہو گا۔ اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً فوات نہ ہو گا۔ سواء کان الجلوس عمداً او سہواً طال الجلوس او قصر۔

باب الحَدَثِ فِی المَسْجِدِ

ترجمہ:۔ مسجد میں بے وضو ہونا۔

حدیث نمبر ۴۲۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ الَّذِیْ یُصَلِّیْ فِیْہِ مَا لَمْ یُحْدِثْ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ فرشتے تم میں سے ہر اس شخص پر دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی اس نماز کی جگہ پر ہے جہاں اس نے نماز پڑھی جب تک

کہ بے وضو نہ ہو وہ فرماتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت و بخشش فرما اے اللہ اس پر رحم فرما

تشریح از شیخ مدنیؒ:- اس باب میں امام بخاریؒ نے یہ نہیں بتلایا کہ حدث فی المسجد جائز ہے کہ نہیں مگر ما لم یحدث الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حدث نہ کرنا چاہیئے۔ تخامہ تنخنگار لینے کے وغیرہ میں انقطاع مغفرت کا ذکر نہیں کیا گیا مگر اس میں لیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدث مسجد میں جائز نہیں ورنہ ملائکہ طلب مغفرت نہیں کریں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: شراح کے نزدیک باب کی غرض جواز حدث کو بیان کرنا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر مسجد کے اندر بیٹھے بیٹھے ریح خارج کرنے کی ضرورت ہو جائے۔ تو اس کا خارج کرنا جائز ہے میرے نزدیک بیان جواز کے ساتھ ساتھ خلاف اولویت کو بھی بیان کرنا ہے جس کو میں آگے چل کے بیان کروں گا۔ ان الملائکۃ تصلی علی احدکم الخ شراح فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حدث سے صلوۃ ملائکہ بند ہو جاتی ہے۔ اور اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا کہ کرے یا نہ کرے معلوم ہوا کہ جائز ہے میں کہتا ہوں شراح جو کچھ کہتے ہیں درست ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی تو ہے کہ فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ لہذا جو اس محرومی کا باعث ہو وہ خلاف اولیٰ ہوگا

تقول اللھم اغفر لہ الخ یہاں اشکال یہ ہے کہ سورہ مومن میں ہے الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون للذین آمنوا الخ اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ حملۃ العرش ومن حولھم سارے مؤمنین کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں اور من حولھم سب فرشتوں کو عام ہے تو پھر وہ کون سے فرشتے ہیں جو ان جماعۃ مصلّین ما دام فی مصلاھم مالم یحدث کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ من حولھم عام نہیں ہے۔ بلکہ آس پاس کے فرشتے مراد ہیں اور فرشتوں کی دو جماعتیں ہیں ایک حملۃ العرش ومن حولھم وہ تو عام مؤمنین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اور دوسری وہ جماعت ہے۔ جو صرف مصلّین کی جماعت کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں اگر من حولھم کو ہم عام مانیں تو دوسرا جواب یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مغفرت جب محل مغفور سے ملنے والی مصادف ہو تو وہ رفع درجات کا سبب ہوا کرتی ہے فکذا ہٰھنا۔ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض تابعین کے نزدیک حدث اصغر حدث اکبر کے حکم میں ہے۔ لہٰذا جیسے حدث اکبر کے اندر دخول مسجد جائز نہیں ایسے حدث اصغر میں بھی جائز نہیں امام بخاریؒ یہ باب منعقد فرما کر اس کے جواز کی طرف اشارہ فرمایا

ہے اس رائے کا بھی احتمال ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ زیادہ راجح ہو، جو میں اب بیان کروں گا سنو! اس باب سے ایک مسئلہ پر تنبیہ فرما دیا۔ وہ یہ کہ مسجد کے اندر بدبودار اشیاء کا لے جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور ریح بھی بدبودار ہوتی ہے تو اس سے وہم ہوا کہ ریح کا خارج کرنا ممنوع ہے تو یہاں سے جواز بتلا دیا البتہ غیر اولیٰ ہے۔

باب بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔ مسجد کا بنانا

وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ وَاَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اُكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ وَاِيَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ اَوْ تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ النَّاسَ قَالَ اَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا اِلَّا قَلِيْلًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی حضرت عمرؓ نے مسجد بنانے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ اس میں لوگوں کو بارش سے چھپانا چاہتا ہوں۔ مگر خبردار ان سرخ اور زرد بنانے سے بچتے رہنا کہیں وہ لوگوں کو فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ لوگ ان مسجدوں کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے میں فخر کریں گے۔ پھر ان کو آباد نہیں کریں گے مگر تھوڑا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم اپنی مسجدوں کو اس طرح مزین کرو گے جس طرح یہود اور نصاریٰ نے اپنے معابد کو مزین کیا۔

حدیث نمبر ۴۲۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ وَعَمَدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ اَبُوْ بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهٖ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ وَاَعَادَ عَمَدَهُ خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عَمَدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوْشَةٍ وَسَقْفَهُ بِالسَّاجِ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ خبر دیتے ہیں کہ مسجد نبوی جناب رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی اور اس کے ستون کھجور کی لکڑیوں کے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

نے اس میں کسی چیز کا اضافہ نہ کیا۔ البتہ حضرت عمرؓ نے اس میں اضافہ فرمایا۔ اور اس کو ان بنیادوں پر تعمیر کیا جو جناب رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں تھیں یعنی کچی اینٹ کھجور کی ٹہنی اور اس کے ستون کھجور لکڑی کے بدلے بعد ازاں حضرت عثمانؓ نے اس میں تبدیلی کی اور خوب تبدیلی کی۔ کہ اس کی دیوار پر نقش ونگار والے پتھروں سے بنا ئیں چونا لگایا اور اس کے ستون منقش پتھروں سے بنلئے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ بنیان مسجد کے عنوان سے نہ تو کیفیت معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز معلوم ہوتی ہے البتہ آثار سے پتہ چلتا ہے کہ جو مساجد خلوص اور عبادت کی نیت سے بنائی جائیں وہ مستحب ہیں اور جو زینت اور تفاخر کی بنار پر ہوں ان کی بنا مستحب نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ترجمہ کی غرض دو امر ہیں اول بنا مسجد کے اہتمام کو بیان کرنا ہے کہ حضور پاک صلعم جب ہجرت فرما کر تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد بنانے کا نظام بنایا۔ امر ثانی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض اُن آثار سے معلوم ہوا کرتی ہے۔ جن کو وہ ترجمہ میں ذکر فرماتے ہیں تو یہاں پر جو آثار ذکر فرمائے ہیں ان میں مسجد کو نقش ونگار سے بالکل صاف ہونا مذکور ہے۔ بلکہ جتنے بھی آثار ذکر فرمائے ہیں ان سے تزخرف کی ممانعت اور سادگی کا مطالبہ معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا ان آثار کے پیش نظر امام بخاریؒ کی غرض بنار مسجد میں تجنب عن المزخرفات ہے۔ و زادفیہ عمرؓ الخ یہاں اشکال یہ ہے کہ جملہ اولی چاہتا ہے کہ بنا مسجد تعمیر کی زیادتی کے بعد بدل گئی۔ اور جملہ ثانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنار وہی رہی جو سابق میں باقی تھی۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے کیا زیادتی کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جانب قبلہ میں بمقدار دو صف کے زیادتی فرمائی تھی اور باقی بنار حال سابق پر رکھی تو جملہ اولی جوار قبلہ کے متعلق ہے اور دوسرا جملہ آلات بنا سے متعلق ہے۔ ثم غیرہ عثمان الخ جب حضرت عثمانؓ نے دیکھا کہ یہ تو روز روز کا جھگڑا ہے ہر چند سال بعد تجدید کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی بھی کثرت ہو گئی تو انہوں نے اس کو آگے پیچھے دائیں بائیں جانب ہر طرف سے زیادہ کر دیا۔ اور منقش پتھروں سے پختہ بنا دی۔ اس پر حضرت عثمانؓ پر اعتراضات بھی کئے گئے کہ حضور اکرم صلعم کی بنا۔ کو بدل ڈالا۔ مگر یہ سب کچھ بحضر الصحابہ ہوا۔ اور پھر میرے نزدیک اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زمانہ کے اندر تہذیب و تمدن آچکا تھا۔ مکانات عمدہ بن رہے تھے تو اگر مسجد کو اس حال پر باقی رکھا جاتا تو مکانات کے مقابلہ میں مسجد کی اہانت ہوتی۔ اس بنا۔ پر حضرت عثمانؓ نے یہ سب کچھ کرا دیا۔

باب التَّعَاوُنِ فِي بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللهِ (الآية)

ترجمہ:۔ مسجد کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور اللہ تعالیٰ بلند و برتر کا ارشاد ہے کہ مشرکوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد کی تعمیر کریں۔

حدیث نمبر ۴۲۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهِ فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى عَلَى ذِكْرِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُوْلُ وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوْهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْنَهُ إِلَى النَّارِ قَالَ يَقُوْلُ عَمَّارٌ أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الْفِتَنِ (الحديث)

ترجمہ:۔ حضرت عکرمہؒ سے مروی ہے کہ مجھے اور اپنے بیٹے علی سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو سعیدؓ کے پاس جاکر اس کی حدیث سنو۔ ہم چلے تو وہ اپنے باغ کو اصلاح ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے پس انہوں نے اپنی چادر لی اور اس سے احتبا کیا پھر ہمیں حدیث سنانے لگے یہاں تک بنا مسجد کے ذکر تک پہنچے تو فرمایا کہ ہم لوگ تو ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور حضرت عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے جناب نبی اکرم صلعم نے ان کو دیکھا تو ان سے مٹی کو جھاڑنے جاتے تھے اور فرماتے تھے، افسوس ہے عمار کیلئے کہ اسے ایک باغی ٹولہ قتل کرے گا۔ وہ انہیں جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اسے جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ فرماتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مسجد چونکہ بیت اللہ ہے اس لئے یہاں کہا جا سکتا تھا کہ اس میں تعاون نہ ہو، تو یہاں آپس میں تعاون کو ثابت کرنا ہے کہ مسلمان مل کر یہ کام کریں یا یہ ثابت کرنا ہے کہ بناء مسجد میں مشرکین سے امداد نہ لینی چاہیئے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ

ویح عمار الخ حضرت عمارؓ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور یہ حضرت علیؓ کی فوج میں شامل تھے جب ان کو قتل کر دیا گیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جماعت باغیہ نے ان کو قتل کر دیا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ حضرت علیؓ نے کیا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو میدانِ جنگ میں کیوں لائے تھے؟ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے درمیان جنگ اجتہادی تھی۔ اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے

کہ مشاجرات اور حروب صحابہ اجتہادی تھیں۔ لیکن یدعونہ الی النار سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کی جماعت باغیہ تھی اور ان کی جنگ اجتہادی نہیں تھی۔ تو کہا جائے گا کہ جنگ تو اجتہادی تھی اور اجتہادی خطأ میں مخطی مستحق نار ہوتا ہے، کیونکہ اس نے اپنے اجتہاد سے اپنی طاقت کے مطابق حکم الٰہی کا ادراک کرنا چاہا لیکن خطأ ہو گئی تو فی نفسہ مستحق نار تھا۔ مگر عارض کی وجہ سے وہ زائل ہو گیا۔ تو حضرت امیر معاویہؓ کا مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں کہ باغیہ سے طالبہ دم یعنی خون عثمان طلب کرنے والے مراد لیا جائے۔ بلکہ اہل سنۃ کے نزدیک صلح سے قبل تک باغی کہا جاتا ہے، جب حضرت حسنؓ سے صلح ہو گئی تو پھر ان کو باغی نہیں کہا جائے گا اور حضرت حسنؓ کو ملک عادل کہا جاتا ہے خلیفہ راشد نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اما الغرض بیان جواز التعاون فی بناء المسجد دفعًا لما یتوهم من عدم جواز ذلك لان النبی صلی اللہ علیه وسلم لما ساوم بنی النجار ارض المسجد قالوا لا نطلب ثمنه الا الی اللہ عزوجل فابی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان یقبله فهذا قد یتوهم منه عدم جواز التعاون فی بناء المسجد فاثبت البخاری جوازه واما ان یکون الغرض بیان اولویته التعاون لان المسجد لجمیع المسلمین وفیه فائدتهم فالاولی لهم التعاون فی بنائه وهذا هو الاولی عندی۔

ترجمہ، وہم ہوتا تھا۔ بناء المسجد میں باہمی امداد نہ کرنی چاہیئے اس لئے جب آپؐ نے بنو النجار سے زمین مسجد کا سودا کرنا چاہا تو بنو النجار نے کہا ہم تو اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے۔ جناب رسول اللہ صلعم نے ہبہ قبول کرنے سے انکار فرما دیا تو اس سے عدم جواز تعاون کا وہم ہوتا تھا۔ امام بخاریؒ نے اس کا جواز ثابت فرمایا یا امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ بنا مسجد میں تعاون کی اولویۃ کو بیان کرنا ہے کیونکہ مسجد تمام مسلمانوں کے لئے ہے جس میں ان کا فائدہ ہے۔ لہٰذا اولیٰ اور افضل ہے کہ اس کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اور یہی میرے نزدیک اولیٰ اور افضل ہے۔

مشائخ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے آیت کریمہ ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ مسجد کے بنانے میں مسلمانوں سے تو تعاون لیا جائے گا۔ مشرکین سے مدد نہ لی جائے گی۔ ایسے ہی وہ لوگ جو ریاء کی وجہ سے تعاون کریں ان سے بھی تعاون حاصل نہیں کیا جائے گا۔ شراح فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ ذکر کر کے آیت کے اندر عمارت کے معنی میں دو احتمالوں میں سے ایک احتمال کی تعیین کر دی اور وہ دو احتمال یہ ہیں کہ عمارت

سے یا تو ظاہری عمارت مراد ہے یا تعمیر معنوی ذکر اللہ مراد ہے۔ تو عمارت ظاہری متعین فرمادیٔ قال لی ابن عباس ولابنہ علی اور یہ ان حضرات کا طریقہ تھا۔ ہیچ من دیگرے نیست ان کا شیوہ نہیں تھا بلکہ دوسروں کے پاس تحصیل علم کے واسطے بھیجتے تھے، چنانچہ حضرت ابو سعیدؓ کے پاس بھیجا کہ وہ طویل الصحبت ہیں ان کو احادیث زیادہ معلوم ہوں گی۔ لہٰذا وہاں جاکر علم حاصل کرو۔ فاخذ رداءہ فاحتبیٰ الخ جب انہوں نے حضور اکرم صلعم کی حدیث کا ذکر سنا بس کیا تھا۔ سنانے بیٹھ گئے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم محبوب تھے اور محبوب کی بات ہر شخص کرنا چاہتا ہے۔ پھر صحابہ اور حضور اکرم صلعم کا تو کیا پوچھنا۔

تقتلہ الفئۃ الباغیۃ الخ یہ حضرت عمار بڑے متنعم تھے۔ صبح و شام نیا جوڑا پہنتے تھے۔ مگر جب اسلام لائے تو یہاں تک پہنچے ایک چادر بھی مشکل سے ملتی تھی۔ حضرت علیؓ کی جماعت میں تھے اور جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے لوگوں سے شہید ہوئے۔ اس سے حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت کا باغی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ جماعت یہ دیتی ہے کہ باغیہ بغاوت سے مشتق نہیں بلکہ بُغیہ سے مشتق ہے اب معنی ہوئے تقتلہ الفئۃ الباغیۃ ای الطالبۃ لدم عثمانؓ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ان کو در حقیقت حضرت علیؓ نے قتل کیا کیونکہ وہی تو قتال کرنے کو لائے تھے لیکن حضرت علیؓ کو جب ان کا یہ جواب پہنچا، تو فرمایا کہ پھر تو حمزہؓ وغیرہ کو حضور اکرم صلعم نے قتل کیا ہوگا۔ کیونکہ وہی تو میدانِ جنگ میں انہیں لے کر گئے تھے اور پہلا جواب بھی مشکل ہے۔ کیونکہ حدیث میں آگے یدعوھم الی الجنۃ و یدعونہ الی النار بھی وارد ہوا ہے۔

میرے والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت خطا پر تھی۔ مگر ان پر اعتراض نہیں اس لئے یہ خطاء اجتہادی تھی اور خطاء اجتہادی میں کوئی گرفت نہیں ہوتی بلکہ اس پر ایک ثواب ملتا ہے۔ اگر مصیب (ٹھیک بتانے والا) ہو تو دو ثواب ملیں گے، لہٰذا یہاں وہ مثاب ہوئے۔ اور دلیل حضرت علیؓ کے حق پر ہونے کی یہاں اور بہت سی روایات ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے یدعوھم الی الجنۃ لکونھم علی الحق و یدعونہ الی النار لکونھم علی غیر الحق لکنھم لکونھم خاطئین فی الاجتھاد لیسوا معتوبا بہ علی ذالک الخ ترجمہ: وہ حق پر تھا اسلئے جنت کی دعوت دیتے تھے (اور یہ خطا اجتہادی ہونے کی وجہ سے قابل عتاب نہ تھا)

باب الْاِسْتِعَانَۃِ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِیْ اَعْوَادِ الْمِنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ۔

ترجمہ:۔ مسجد اور منبر کی لکڑیوں میں بڑھئی اور کاری گر سے مدد طلب کرنا

حدیث نمبر ۴۲۹ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ سَهْلٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِلَی امْرَأَةٍ مُرِیْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ یَعْمَلْ لِیْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَیْهِنَّ۔

ترجمہ:۔ حضرت سہل سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے بڑھئی غلام کو حکم دو کہ میرے لئے لکڑیوں کا منبر تیار کرے جس پر میں بیٹھ کر خطبہ دوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاریؒ نے بچپن ابواب ذکر فرمائے ہیں بعض میں آداب کو بیان کیا ہے اور بعض میں کسی دوسری روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو یہاں کنز العمال کی ایک روایت کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اس میں ہے جنبوا مساجد کو صناعکم (مساجد کو کاریگروں سے بچاؤ) تو شراح کے نزدیک امام بخاریؒ نے اس باب سے رد فرمایا ہے اور میرے نزدیک اس کے عموم کو مقید فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نہی جو کنز العمال میں ہے اپنے عموم پر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت ہے جبکہ صناع خود اپنا کام مسجدوں میں کرنے لگیں اور اگر مسجد کا کام مسجد میں کریں تو کوئی حرج نہیں جائز ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۰ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ یَحْیٰی الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَیْئًا تَقْعُدُ عَلَیْهِ فَإِنَّ لِیْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ إِنْ شِئْتِ فَعَمِلَتِ الْمِنْبَرَ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ کیا میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز نہ بناؤں جس پر آپ بیٹھا کریں اس لئے کہ میرا ایک بڑھئی غلام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو بنا لو تو اس نے منبر بنوا لیا۔ (منبر کی بحث گذر چکی ہے۔

باب مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا

ترجمہ:۔ جس نے مسجد بنوائی

حدیث نمبر ۴۳۱ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ الخ أَنَّهٗ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِیْهِ حِیْنَ بَنٰی مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَكْثَرْتُمْ وَإِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا قَالَ بُكَیْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهٗ قَالَ یَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَی اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِی الْجَنَّةِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبید اللہ خولانی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اس وقت کہتے سنا جبکہ لوگوں نے ان پر

چہ میگوئیاں شروع کیں جبکہ انہوں نے مسجد رسول اللہ صلعم کو بنوایا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت کچھ کہہ سن لیا۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلعم سے میں نے سنا کہ جس نے چھوٹی سی مسجد بنائی بکیر کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس بنا مسجد سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اس جیسا محل بنائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ عہد نبوی میں مسجد نبوی نہ تو پختہ تھی اور نہ ہی اتنی وسیع تھی عہد عثمانی میں فتوحات بہت زیادہ ہوئی ہیں مسلمانوں کے پاس مال بہت تھا۔ یہاں تک کہ کوئی شخص صدقہ و زکوٰۃ قبول کرنے والا نہیں رہا تھا حضرت عثمانؓ غنی تھے۔ اور تجارت کی وجہ سے مال بہت جمع رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے ہی مال سے مسجد نبوی کو مزین کیا۔ اور اس کی دیواریں منقش پتھر کی بنوائیں اور چھت ساگوان کی بنوائی۔ جو بصرہ سے منگوایا گیا تھا صحابہ کرامؓ نے اس قسم کی تزئین نہ دیکھی تھی۔ بنا بریں انہوں نے اعتراضات کرنے شروع کئے تو حضرت عثمانؓ نے حضورؐ کی ایک حدیث سنائی۔ مثلہ فی الجنۃ اگر شبہ ہو کہ دنیا کا گھر جنت کے گھر کی مثل کیسے ہو سکتا ہے، کیونکہ جنت کے محل کی دیواریں سونے اور چاندی کی ہوں گی۔ اور اس کی مٹی مشک ہوگی۔ تو مماثلت کیسے ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ مماثلۃ فی السعۃ ہے۔ یعنی جتنا وسیع گھر مسجد یہاں بنایا جائے گا وہاں بھی ویسا وسیع گھر ہوگا۔ لیکن اس پر شبہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ پر اعتراض تو زیب و زینت کی وجہ سے کیا جا رہا تھا۔ وسعت پر نہیں۔ تو دوسرا جواب یہ ہے کہ مماثلت باعتبار تمیز کے ہے کہ دنیا میں جو مسجد اس شان کی بنائی کہ وہ دوسرے بیوت سے ممتاز ہو تو جنت میں بھی اس قسم کا ممتاز گھر بنا دیا جائے گا۔ اگرچہ وسعت اور زیب و زینت میں اس سے زیادہ ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ہر ملک کے کیفیات مختلف ہیں پہاڑی علاقوں میں گھر پتھر کے بنائے جاتے ہیں۔ شہروں میں اینٹوں سے اور دیہات میں مٹی کے گھر بنائے جاتے ہیں اور کہیں لکڑی کے گھر بنتے ہیں اور کہیں زمین کے اندر گھر بنائے جاتے ہیں جیسے افریقہ میں گرمی کے ایام میں زمین کے اندر گھر بنائے جاتے ہیں الغرض ہر ملک کے لئے مکانات کا مادہ علیحدہ ہے اور صورت مکانات علیحدہ ہے۔ اسی طرز پر جنت میں بھی اس کی شان کے مطابق ہوگا۔ تو مماثلۃ فی الجملہ مراد ہوئی من کل الوجوہ نہ ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اچھا اور عمدہ مسجد بنانے کی فضیلت بیان کر رہے ہیں کہ جو جیسی مسجد بنادے گا ویسا ہی مکان جنت میں ملے گا۔ عمدہ ہوگا۔ اکثر نے تو جب حضرت عثمانؓ پر ان کے مسجد میں تغیر کر دینے کی وجہ سے لوگوں نے کثرت سے اعتراضات کئے تو انہوں نے ان کو خاموش کرنے کے لئے اور اپنی حجت

بیان کرنے کے لئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے۔ لہٰذا میں تو جنت میں اچھا مکان بنانا چاہتا ہوں اس لئے میں نے مسجد عمدہ بنا دی۔ اس سے پہلے بھی ایک علت بیان ہو چکی ہے یہ دوسری علت ہوئی۔
اگر شبہ پر اعتراض ہو کہ فله عشر امثالها کے مطابق دس مثل ملنا چاہیئے تو جواب یہ ہے کہ آیت میں کمیت کے اعتبار سے عشر امثال فرمایا گیا ہے اور حدیث پاک میں مثلہ نوعیت اور کیفیت کے اعتبار سے ہے۔

باب یَأْخُذُ بِنُصُولِ النَّبْلِ إِذَا مَرَّ فِی الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔ جب مسجد سے گذرنے تو تیر کے پھل کو پکڑلے تاکہ کسی کو لگ نہ جائے۔

حدیث نمبر ۴۳۲ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ قُلْتُ لِعَمْرٍو اَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَهٗ سِهَامٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا

ترجمہ:۔ میں نے حضرت عمرو سے پوچھا کہ تو نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک آدمی کا گذر مسجد سے ہوا جس کے پاس تیر تھے تو اس سے آنحضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ان تیروں کے پھلوں کو روک کے رکھو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر کوئی جارح چیز لے کر مسجد میں جاوے تو اس کی دھار پر ہاتھ رکھ لے تاکہ کسی کو اس سے زخم نہ لگ جائے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

باب الْمُرُوْرُ فِی الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔ مسجد سے گذرنا کیسا ہے

حدیث نمبر ۴۳۳ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الخ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا بِنَبْلٍ فَلْیَاْخُذْ عَلٰی نِصَالِهَا لَا یَعْقِرْ بِکَفِّهٖ مُسْلِمًا (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت نبی اکرم صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی شخص ہماری کسی مسجد یا کسی بازار سے گذرے تیر لے کر گذرے تو اس کی دھار پر ہاتھ رکھ لے تاکہ اپنی ہتھیلی سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ من مرّ فی المسجد سے مصنفؒ علی الاطلاق مرور فی المسجد کی اجازت ثابت کر رہے ہیں اور اس روایت کا اعتبار نہیں کرتے جس میں ہے مارّ (گذرنے والا) فی المسجد تحیۃ المسجد پڑھے اور پھر چلائے فقہا اس روایت کا اعتبار کرتے ہیں اور من مرّ فی المسجد

کے معنی من دخل فی المسجد کے لیتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا ترجمہ ناقص ہے۔ کیونکہ ترجمہ کا مقصد مرور مع النبل فی المسجد ہے جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے اور ترجمہ میں مع النبل کا ذکر نہیں۔ میرے نزدیک مطلقاً مرور فی المسجد کا جواز بیان کرنا ہے۔ ابن ماجہ میں جہاں مساجد کی روایات میں منہیات کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ہے ان تتخذ طریقاً کہ حضور پاک صلعم نے مساجد کو راستہ بنانے سے منع کیا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمایا۔ اور جواز ثابت فرما دیا۔ اور یہی آئمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ اور حنفیہؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ حضرات احنافؒ فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ کی روایت نہی کے اندر نص ہے اور بخاریؒ کی روایت جواز کے اندر نص نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ مرور سے مراد مرور للدخول ہو۔ لہٰذا نص اپنے معنی پر رہے گی۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ اگر یہاں مرور فی المسجد کا ذکر ہے، تو ایک ورق بعد باب الخوخۃ والممر آرہا ہے اور مرور اور ممر ایک ہی ہے۔ یہ مصدر میمی ہے صرف لفظی فرق ہے۔ جو تکرار کے دفعیہ کے لئے مؤثر نہیں اس کا جواب اسی باب میں دوں گا۔ نیز ترجمہ مکرر ہونے کی صورت میں ایک تفریق یہ بھی ہو سکتی کہ پہلے مطلق لے جانے کا ذکر تھا۔ اب نصال کے لے جانے کا ذکر ہے

باب الشِّعْرِ فِی الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔ مسجد میں شعر کہنا کیسا ہے

حدیث نمبر ۴۳۴ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیَّ یَسْتَشْہِدُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ اَنْشُدُکَ اللّٰہَ ھَلْ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَاحَسَّانُ اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ نَعَمْ۔

ترجمہ:۔ حضرت حسان بن ثابت الانصاریؓ حضرت ابوہریرۃؓ کو گواہ بنانا چاہتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم نے نبی اکرم صلعم سے یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ اے حسان! اللہ کے رسول کی طرف سے (مشرکین) کو جواب دو اے اللہ روح القدس کے ذریعہ ان کی امداد فرما کر حضرت ابوہریرہؓ نے ہاں میں جواب دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آنحضرت صلعم نے شعر کی بہت قباحت بیان فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ والشعراء یتبعھم الغاوون اور آپ کا ارشاد ہے۔ لان یمتلی جوف

احدکم من القیح خیر من ان یمتلی شعراً او کما قال ان آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاد الشعر فی المسجد نہ ہو تو امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ ہر شعر کے لئے ممانعت نہیں بلکہ وہ اشعار جن میں باری تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو۔ یا نصیحت آموز اشعار ہوں۔ ان کا پڑھنا جائز ہے چنانچہ آپؐ نے خود حضرت حسانؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھا اور دعا فرمائی اللھم ایدہ بروح القدس اے اللہ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی مدد فرما۔ اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ علم ادب اور اشعار جاہلیۃ کا پڑھنا پڑھانا فرض عین ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے ذریعہ معارف قرآنیہ اور دیگر کتب کے مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے علیکم بدواوین العرب کہ عرب کے دیوان لازم پکڑو

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ کی جن روایات سے مساجد میں اشعار پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ ان پر ردّ کرنا ہے۔ اور جواز ثابت کرنا ہے۔ دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ دونو قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ دونو کا محمل الگ الگ ہے ممانعت کی روایات ان اشعار پر محمول ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور جواز کی روایات اشعار دینیہ پر محمول ہیں لہٰذا وہ ضرورت کے موقعہ پر جائز ہوں گے۔ اور صرف تفریح کے لئے ناجائز ہوں گے نستنشھد اباھریرۃ یہ روایت یہاں مختصر ہے۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت حسانؓ اشعار پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو اس پر نکیر کی۔ حضرت حسانؓ نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے کہا کہ تم گواہی دو کہ میں حضور اکرم صلعم کے زمانہ میں خود آپؐ کے سامنے منبر پر اشعار پڑھا کرتا تھا۔ تفصیلی روایت ص ۴۵۶ پر آئے گی۔

باب اَصْحَابِ الْحِرَابِ فِی الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ:۔ چھوٹے نیزے والوں کا مسجد میں داخل ہونا کیسا ہے

حدیث نمبر ۴۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا عَلٰی بَابِ حُجْرَتِیْ وَالْحَبَشَۃُ یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتُرُنِیْ بِرِدَائِہٖ اَنْظُرُ اِلٰی لَعِبِھِمْ زَادَ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَۃُ یَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِھِمْ

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن جناب رسول اللہ صلعم کو اپنے حجرے کے دروازے

پر دیکھا اور رسول اللہ صلعم مجھے اپنی چادر سے چھپا رہے تھے اور میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی ابراہیم نے زائد کیا کہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس وقت آنحضرت صلعم کو دیکھا جبکہ حبشی لوگ اپنے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت باب سے امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آلات حرب کا مسجد میں لانا اور نیزہ بازی کرنا جائز ہے اگرچہ فقہاً اہانت مسجد کی وجہ سے اس کی ممانعت کرتے ہیں وہ اس روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ فعل حبشہ مسجد میں نہیں تھا بلکہ فناء مسجد میں تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں فناء مسجد کا لفظ وارد ہے اگر صحن مسجد ہی مراد ہو۔ تو کہا جائے گا کہ اس وقت جنگ کی وجہ سے آلات حرب کی مشق کرنا فرض عین ہو چکا تھا۔ اس لئے صحن مسجد میں مشق کی گئی۔ چونکہ آیت الحجاب اتر چکی تھی۔ اور حضرت عائشہ رضؓ حدیثۃ السن تھیں اس جنگی کھیل کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ اس لئے بہت دیر تک آپ کے پیچھے پردہ میں کھڑی رہیں۔ آپ بھی ان کی وجہ سے کافی دیر تک ٹھہرے رہے جس سے آپ کا حسن معاشرہ بالازواج حدیثۃ السن ثابت ہوتا ہے۔ اگر شبہ ہو کہ حضرت عائشہ رضؓ کے لئے اجنبیوں کا دیکھنا کیسے جائز ہو گیا۔ تو اس کے دفعیہ کے لئے فرماتی ہیں کہ انظر الی لعبھم کہ میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی۔ لعب دیکھنا مقصود بالذات تھا لاعبین کو دیکھنا مقصود نہیں تھا۔ یہ جائز ہے جیسے برقع اوڑھے ہوئے چلے تو گذرنے والوں پر ضرور نظر پڑے گی۔ مگر وہ مقصود بالذات نہیں ہے۔ تو آیت حجاب کا خلاف نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور پاک صلعم نے مسجد کے اندر شہر سلاح سے منع فرمایا ہے۔ لا یشھر فیہ سلاحًا لہٰذا امام بخاریؒ جواز ثابت فرما رہے ہیں کہ یہ ضرورت کی بنا پر جائز ہے یلعبون فی المسجد یہ سب تمرن (مشق) اور اعداد للمشرکین یعنی مشرکوں کے لئے تیاری کرنے کے واسطے تھا۔ لہٰذا اعدّوا لھم ما استطعتم میں داخل ہوگا۔ انظر الی لعبھم اجنبی مردوں کے دیکھنے کا جواب دے رہی ہیں۔ کیونکہ مرد کا عورت کو دیکھنا خواہ شہوت کے ساتھ ہو یا بلا شہوت دونو صورتوں میں ناجائز ہے۔ لیکن عورت کا مرد کو بلا شہوت دیکھنا جائز ہے۔ یہ حنفیہ کا مسلک ہے جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے اور اس کے بالمقابل حضور اکرمؐ نے حضرت فضل ابن عباسؓ کے چہرے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جس وقت وہ ایک اجنبیہ کو دیکھ رہے تھے اور دیکھنا شہوت کے ساتھ نہیں تھا

باب ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَآءِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ ۔

ترجمہ :۔ مسجد میں منبر پر خرید و فروخت کا ذکر کرنا ۔

حدیث نمبر ۴۳۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتُ اَهْلَكِ وَ يَكُوْنُ الْوَلَآءُ لِي وَقَالَ اَهْلُهَا اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ وَ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً اِنْ شِئْتِ اَعْتَقْتِهَا وَ يَكُوْنُ الْوَلَآءُ لَنَا فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَّرَتْهُ ذٰلِكَ فَقَالَ ابْتَاعِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا فَاِنَّمَا الْوَلَآءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَلَيْسَ لَهُ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ (الخ)

ترجمہ :۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں ان کے پاس حضرت بریرہؓ آکر اپنی کتابت کے بارے میں کچھ مانگتی تھیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں بدل کتابت تیرے مالکوں کو دے دوں اور ولاء میرے لئے ہوگا۔ ان مالکوں نے کہا کہ اگر حضرت عائشہ چاہے تو دے دے اور سفیان نے کہا کہ اگر چاہے تو آزاد کردے لیکن ولاء ہمارے لئے ہوگا۔ جب جناب رسول اللہ صلعم تشریف لائے تو میں نے سارا واقعہ ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم بریرہ کو خرید کر آزاد کرسکتی ہے، ولاء اسی کا ہوگا جس نے آزاد کیا ہے۔ پھر جناب رسول اللہ صلعم منبر پر کھڑے ہوئے سفیان فرماتے ہیں کہ منبر پر چڑھے اور فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ کے اندر نہیں ہیں۔ سنو! جو شخص ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو وہ شخص اس شرط کا مستحق نہیں اگرچہ وہ سو مرتبہ شرطیں لگائیں (الحدیث)

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ مساجد میں بیع و شراء کی ممانعت ہے۔ مگر ان کا ذکر کرنا ممنوع نہیں، کیونکہ یہ بھی احکام الٰہیہ کا ذکر کرنا ہے۔ حضرت بریرہؓ کی روایت سے بہت سے مسائل ثابت کئے گئے ہیں، مگر اس میں بہت سے اشکالات بھی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ دس سال تک دس اوقیہ پر ان کے موالی نے مکاتبت کی تھی، دو برس تک دو اوقیہ مانگ مانگ کر ادا کر دیئے تھے۔ تیسرے سال یہ حضرت عائشہؓ کے پاس آتی ہیں کہ مجھے کچھ بدل کتابت دیجئے جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو خرید لوں

تو تجھے آزاد کر دوں گی۔ اور ولاء میرے لئے ہوگا۔ اگرچہ مکاتب کی بیع عقد کتابت تک جائز نہیں مگر جب وہ اپنا عجز ظاہر کر دے تو پھر اس کا بیچنا جائز ہے۔ موالی بریرہؓ نے اس کو منظور کیا۔ مگر انہوں نے ایک شرط فاسد لگادی۔ کہ ولاء ہمارے لئے ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے اس کو نہ مانا آپؐ سے جب اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم شرط مان لو۔ حضرت عائشہ خرید لیتی ہیں۔ اس کے بعد آپؐ منبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ بیع میں شرط نہ لگانی چاہیئے تو کیا یہ دھوکہ بازی نہ ہوگی۔ آپؐ فرماتے ہیں من غشنا فلیس منا جس نے ہم سے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہاں آپؐ خود دھوکہ کر رہے ہیں تو امام شافعیؒ نے جواب دیا۔ واشترطی لهم الولاء یہ ہشام کی روایت میں ہے چونکہ من غشنا الخ کے خلاف ہے اس لئے ہم اسے قبول نہیں کرتے۔ اور بعض نے کہا کہ لهم بمعنی علیهم کے ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ اشترطی علیهم الولاء یہ تاویل تو ہے مگر وہ بیچیں گے کیسے؟ اور بھی اس میں توجیہات ہیں سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ اسے اپنے ظاہر پر رکھا جائے۔ کہ آپؐ یہاں اجازت دیتے ہیں تاکہ عقد راسخ ہو جائے۔ پھر مجمع میں کھڑے ہو کر ان شروط فاسدہ فی البیع سے ممانعت فرمادی جو کہ ادفع فی النفس ہے۔ جیسے اعرابی نے تین مرتبہ بغیر اعتدال کے نماز پڑھی آپؐ اسے اجازت دیتے رہے۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ توبیخ راسخ ہو جائے الغرض مصالح کی بنا پر آپؐ نے ایسے کام کئے ہیں۔ یہاں بھی غشش واقع ہوئی مگر اس سے ایک بڑی منفعت کو حاصل کرنا ہے۔ اس کا امام کو اختیار ہے۔

یشترطون شروطا لیس فی کتاب اللہ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شرط کی ممانعت کا تذکرہ تو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو جواب یہ ہوگا کہ کتاب اللہ بمعنی حکم اللہ کے ہے، اور حکم اللہ عام ہے خواہ وہ صراحۃً کتاب اللہ میں مذکور ہو۔ یا ضمناً مفہوم ہو یا وحی غیر متلو سے معلوم ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ ما اتاكم الرسول فخذوه (الآیۃ)

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسجد میں بیع اشراء کرنا جائز نہیں ہے۔ روایات اس کے متعلق مصرح ہیں اور یہی فقہاء کا مذہب ہے۔ شراح فرماتے ہیں کہ یہاں امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ عقد بیع و شراء ممنوع ہے۔ مسئلہ کا ذکر ممنوع نہیں۔ اور یہی میرے نزدیک راجح ہے اور حضرت شاہ ولی اللہؒ غرض بیان کرتے ہیں اگر مبیع حاضر نہ ہو تو بیع ایجاب و قبول کرنا جائز ہے۔ مگر واضح وہی ہے جو شراح فرماتے ہیں اس لئے کہ ایجاب و قبول کبھی کثرت کلام اور تنازع کی طرف منجر ہو جاتا ہے۔ روایت بھی شراح کی مساعدت کرتی

ہے کیونکہ اس میں نفس مسئلہ کے بیان کا ذکر ہے۔ کہیں بھی معاملہ۔ بیع من غیر احضار لمبیع کا ذکر نہیں۔ ذکرتہ یہ مجرد اور مزید دو نوں طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ مزید سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عائشہ پہلے کہہ چکی تھیں مگر حضور پاک کسی اور کام میں مشغول ہو گئے تو حضرت عائشہؓ نے دوبارہ یاد دلایا۔ نیز اشراح کے نزدیک اس حدیث کے بشتوطون شروطا سے ترجمۃ الباب ثابت ہے لیکن میرے نزدیک ترجمہ کا اثبات اس سے ہے۔ یہی حدیث دوسری جگہ آئے گی۔ اس میں بیع و شراء کا ذکر بھی کیا ہے۔

باب التَّقَاضِيْ وَالْمُلَازَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔ مسجد میں قرضہ کا تقاضا کرنا اور غریم کو چمٹ جانا

حدیث نمبر ۴۳۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ كَعْبٍ اَنَّهٗ تَقَاضٰى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ فَنَادٰى يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَاَوْمَاَ اِلَيْهِ اَيِ الشَّطْرَ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ۔

ترجمہ:۔ حضرت کعبؓ نے ابن ابی حدرد سے مسجد کے اندر اپنے اس قرضہ کا مطالبہ کیا جو ان کے ذمہ تھا۔ ان دونوں کی آواز اس قدر اونچی ہوگئی کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اسے اپنے گھر میں سن لیا۔ جناب صلعم ان کے لئے باہر تشریف لائے یہاں تک کہ اپنے حجرے کا پردہ کھول دیا۔ اور یا کعب پکارے انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اپنا قرضہ اس کا معاف کردو اور ہاتھ سے نصف کا اشارہ فرمایا۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلعم تعمیل ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا اٹھ اور ادا کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ مسجد میں دنیاوی کلام حسنات کو اس طرح جلا دیتا ہے۔ جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ تو امام بخاریؒ روایت باب سے بتلانا چاہتے ہیں کہ یا تو یہ روایت سنداً ثابت نہیں اگر ثابت ہو تو اس کلام دنیا سے ممانعت ہے جو فضول اور لغو ہو۔ مگر جو کلام دنیاوی تقاضا دین اور اپنے حقوق کے مطالبہ کے لئے ہو وہ جائز ہے۔ تدل علیہ روایۃ الباب۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ ابن ماجہؒ کی روایت سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اس لئے بیان جواز

ثابت فرمادیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ روایت سے تقاضا تو ثابت ہوتا ہے مگر ملازمت کسی لفظ سے ثابت نہیں ہوتی۔ شراح فرماتے ہیں کہ جب تقاضا کرے گا۔ تو کچھ دیر تو اس کے پاس رہے گا بس یہ ملازمت ہوگئی۔ شراح کا یہ فرمان اگرچہ درست ہے۔ مگر امام بخاریؒ کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ وہ دوسرے طریق کی طرف اشارہ فرمایا کرتے ہیں۔ یہاں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ جو صفحہ نمبر ۳۷۲ پر آرہا ہے۔ اس میں فلیزمه موجود ہے، جس سے صراحت ملازمت ثابت ہوتی ہے۔ بہرحال مسجد کے متعلق دو چیزیں ذکر کرتے تھے۔ ایک آداب دوسرے وہ افعال جو حضور پاک صلعم سے مسجد میں صادر ہوئے۔ ان کا بیان کرنا بطور استثنا کے ہے۔ منجملہ اس قسم ثانی کے یہ ہے کہ مسجد کے اندر اگر کوئی اپنا قرض مانگے اور مقروض کا پیچھا کرے تو یہ جائز ہے۔ اگرچہ اس میں بیع وشرا سے زیادہ شور و شغب کا اندیشہ ہے۔ لیکن جائز ہے اس لئے کہ اس میں حق العبد کا دخل ہے۔

باب كَنْسِ الْمَسْجِدِ وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذَى وَالْعِيدَانِ ۔

ترجمہ:۔ مسجد میں جھاڑو دینا۔ چیتھڑے، تنکے اور لکڑیاں اٹھانا۔

حدیث نمبر ۴۴۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالُوا مَاتَ فَقَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي بِهِ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ أَوْ قَالَ قَبْرِهَا فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک کالا آدمی یا کالی عورت جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیتا تھا۔ وفات پا گیا تو جناب نبی اکرم صلعم نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ بتایا گیا کہ وہ وفات پا چکا ہے تو آنجناب صلعم نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی۔ اب مجھے اس کی قبر بتلاؤ۔ چنانچہ آپؐ ان کی قبر پر تشریف لائے اور دعا مانگی یا نماز پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص مسجد سے کنکری نکالتا ہے۔ تو وہ اس کو قسم دلاتی ہے کہ تو مجھ کو مت نکال کیوں نکالتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر پڑی ہوئی کنکری، تنکا، خس وخاشاک جو بھی پڑ جائے اس کو نہ نکالا جائے۔ امام بخاریؒ یہاں اس بات پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ کنکری وغیرہ کا قسم دلانا عام نہیں یعنی یہ بات نہیں کہ جو چیز بھی مسجد میں داخل

ہو جائے اس کو مسجد سے نہ نکالا جائے۔ اور کباڑ خانہ بنا دیا جائے۔ بلکہ مسجد سے خس و خاشاک دور کیا جائے۔ اور ابو داؤد کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کے پتوں اور اس کی شاخوں کی بنی ہوئی تھی۔ نیچے مٹی بچھی ہوئی تھی جب بارش ہوا کرتی تھی تو مسجد ٹپکنے لگا کرتی تھی اور کیچڑ ہو جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے کیچڑ دیکھ کر کچھ کنکریاں لا کر ڈال دیں۔ حضور اکرم صلعم نے جب دیکھا تو فرمایا ما احسن ھذا یہ کس قدر اچھا ہے۔ جب حضور اکرم صلعم نے یہ فرمایا تو صحابہ کرامؓ نے بہت کنکریاں لا کر بچھا دیں تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرما دی کہ وہ کنکریاں ضرورت کی وجہ سے تھیں۔ ان پر خس و خاشاک کو قیاس نہ کیا جائے۔ بلکہ وہ تو مسجد کا فرش تھیں۔ میری حجاز میں دو مرتبہ حاضری ہوئی ایک ۴۵ھ میں دوسرے ۴۴ھ میں دونوں مرتبہ میں نے دیکھا کہ دونوں جگہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں صحن مسجد میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں، اب کا تو حال معلوم نہیں۔ مگر دونوں جگہ میں فرق یہ تھا کہ مدینہ منورہ کی کنکریاں نہایت خوبصورت چھوٹی چھوٹی تھیں ان پر بلا کچھ مصلّی وغیرہ بچھائے نماز پڑھنے اور بیٹھنے کو جی چاہتا تھا۔ بخلاف مکہ معظمہ کی کنکریوں کے کہ وہ بڑی بڑی تھیں۔ اور ہم جیسوں کو اگر یوں ہی اس پر چلنے لگیں تو زخمی کر دیں۔ لہٰذا ان پر چلنے کے لئے ایک خاص قسم کے سلیپر ہوتے تھے اس کو پہن کر چلا کرتے تھے۔ وہ مسجد کے بوابوں کے پاس مسجد سے نکل کر رکھ دی جاتی تھیں اور مسجد میں داخل ہوتے وقت وہ لوگ دے دیا کرتے تھے۔ وجہ فرق دونوں جگہ ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ میں تو شان محبوبیت تھی اور مکہ مکرمہ میں شان عاشقیت اس لئے ہر چیز ہر جگہ کے مناسب تھی۔ قال النبی صلعم عنہ یعنی جب آپؐ نے اسے گم پایا تو اس کی وجہ پوچھی فاتی قبرہ الخ کیونکہ حضور اکرم صلعم ان پر نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے مامور تھے۔ فصلّ علیھم ان صلوتک سکن لھم اور حدیث شریف میں کہ ان کی قبریں تاریکی سے لبریز رہتی ہیں جب میں نماز پڑھ لیتا ہوں تو وہ روشن ہو جاتی ہیں یا اس وجہ سے کہ آپؐ ہر مومن کے ولی ہیں۔ ولی کو بعد از دفن میت پر نماز پڑھنے کا حق ہے۔ جبکہ اس نے نماز جنازہ میں شرکت نہ کی ہو۔ تو آپؐ کی نماز پر غیر کو قیاس نہیں نہیں کیا جائے گا گویا کہ یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔ امام بخاریؒ اس روایت کو بہت سی جگہ ذکر فرمائیں گے کیونکہ اس سے بہت سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ مثلاً مردہ کا رات کو دفن کرنا اس کی قبر پر نماز پڑھنا ہر باب پر کلام آئے گا بس اتنا یاد رکھو کہ نبی اکرم صلعم کے اس فعل سے عام استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ صرف آپؐ کی خصوصیت ہے اس لئے کہ آپؐ مثل ولی کے ہیں اس لئے آپؐ کو حق تھا کہ آپ

نماز پڑھیں رجل اور المرأۃ او شک کے لئے ہے صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ عورت کا تھا۔ اس حدیث میں ایک لفظ تقمّ ہے اس سے جھاڑو دینا ثابت ہوتا ہے۔ اور شراح کے نزدیک تقم کے عموم سے خرق۔ قذی وغیرہ ثابت ہو رہا ہے۔

باب تحریم تجارۃ الخمر فی المسجد۔

ترجمہ:۔ مسجد میں شراب کی تجارت کی حرمت بیان کرنا۔

حدیث نمبر ۴۳۹ حدثنا عبدان الخ عن عائشۃ ؓ قالت لما انزلت الآیات من سورۃ البقرۃ فی الربٰو خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد فقرأھن علی الناس ثم حرم تجارۃ الخمر (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی وہ آیات جو سود کے بارے میں نازل ہوئیں تو حضور اکرم صلعم گھر سے باہر نکل کر مسجد کی طرف تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے یہ آیات پڑھیں پھر شراب کی تجارت کی حرمت کو بیان فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فی المسجد تحریم کی قید ہے۔ تجارت کی نہیں یعنی مسجد میں تجارت خمر کی حرمت بیان کرنا جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شراب، سود، بول و براز کا مسجد کے اندر نام لینا بظاہر خلافِ ادب ہے حتیٰ کہ سود کا نام نہیں لیتے بلکہ جانور کہتے ہیں تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہہ فرما دی۔ کہ اگرچہ یہ اشیاء نجس ہیں اور ان کا نام مسجد میں نہیں لینا چاہیئے۔ مگر ان کا مسئلہ تبلانا جائز ہے۔ اور اگر ان کا ذکر مسئلہ میں آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ فقرء ھن علی الناس یعنی جب حرمت ربوا کی آیات نازل ہوئیں تو حضور پاک صلعم مسجد میں تشریف لائے اور آیت ربوا تلاوت فرمائی پھر تحریم خمر کو بیان فرمایا یہاں اشکال یہ ہے کہ حرمت ربوا کی آیت حضور اکرم صلعم کے انتقال کے کچھ دنوں پہلے نازل ہوئی تھی حتیٰ کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں کہ حضور اکرم سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کر لیا ہوتا۔ اور خوب تحقیق کر لیتا۔ ایک شراب دوسرے کالہ اور تیسرے ربوٰا اور تحریم خمر اس سے چار پانچ سال پہلے ہے پھر آیت ربوٰا کے بعد تحریم خمر کا کیا مطلب ہے اس کے تین جواب ہیں ایک تو یہ ہے کہ تحریم پہلے نازل ہو چکی تھی مگر حضور پاک صلعم نے تاکیداً پھر تحریم ربوٰا کے ساتھ ساتھ حرمت خمر کو بھی بیان

فرمادیا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس وقت خمر کی حرمت نازل ہوئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نفس حرمت خمر تو ربوٰا کی حرمت سے مقدم ہے۔ ممکن ہے تجارت خمر ممنوع نہ ہوئی ہو۔ اور وہ ربوٰا کی تحریم کے بعد نازل ہوئی۔ اس لئے حضور صلعم نے اسے بیان فرما دیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ راوی نے اس وقت سنا ہو۔ اور اپنے خیال کے مطابق بیان کر دیا۔

باب الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ۔

ترجمہ:۔ مسجد کے لئے خادم کا رکھنا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نذرت لک ما فی بطنی محرّرًا یعنی آزاد ہو مسجد کے لئے خدمت کرتا ہو۔

حدیث نمبر ۴۴۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَوْ رَجُلًا كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ وَلَا أُرَاهُ إِلَّا امْرَأَةً فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهَا (الحديث)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت یا ایک مرد مسجد نبوی میں جھاڑو دیتی تھی میرا خیال یہی ہے کہ وہ عورت تھی۔ پھر جناب نبی اکرم صلعم کی حدیث بیان کی کہ آپؐ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مسجد کے واسطے خادم رکھنا سنت قدیمہ ہے۔ جیسے کہ ابن عباسؓ کے اثر سے ثابت ہے اور بعض نے کہا کہ صرف مسجد کے لئے خادم رکھنے کا جواز ثابت فرما رہے ہیں اور میرے والد صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ مسجد کے پیسے کے واسطے خادم رکھنے کا جواز بیان فرما رہے ہیں۔ بہرحال امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ وہ شخص مسجد میں صفائی کرتا تھا یا وہ باندی صفائی کیا کرتی تھی۔ اور آپ نے کبھی نکیر نہیں فرمائی۔ اس سے مطلق جواز معلوم ہوا۔ چونکہ وہ ضروریات میں سے ہے۔ لہٰذا والد صاحب والی غرض بھی ثابت ہو گئی۔

باب الْأَسِيرِ أَوِ الْغَرِيمِ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ:۔ قیدی اور مقروض کو مسجد میں باندھا جا سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۴۱ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً

نَحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَىَّ الصَّلٰوةَ فَاَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ وَاَرَدْتُ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا (الحديث)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ایک نہایت ہی شریر جن گذشتہ رات اچانک میرے پیش آیا تاکہ میری نماز خراب کرے۔ یا اس تفلت کی طرح کا اور کلمہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی تو میرا ارادہ ہوا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت تم سب کے سب لوگ اس کو دیکھ لو۔ مگر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا یاد آئی جو انہوں نے فرمایا کہ اے میرے رب مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ تو روح راوی فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو نامراد اور ذلیل کرکے واپس فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنی "۔ ایک شیطان کے قید کر لینے سے آپؐ حضرت سلیمان علیہ السلام کے برابر نہیں ہو جاتے اور نہ ہی اس سے ان کی خصوصیت باطل ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس ارشاد کا کیا مطلب ہوا جواب یہ ہے کہ خصوصی چیز جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے وہ جنات پر حکومت کرنا ہے حیوانات اور طیور پر حکومت کرنا دوسروں کے لئے بھی ہے مگر جنات کو مسخر کرنا حضرت سلیمانؑ کی خصوصیت ہے۔ اگر ایک جن کو قید کر لیا جائے تو اس سے لوگوں کو شبہ ہوگا کہ جنات آپؐ کے مسخر ہو گئے تو اس وقت حضرت سلیمانؑ کی دعا رب ہب لی الخ میں عدم قبولیت کا احتمال پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے آپؐ نے اس سے اجتناب کیا

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر قیدی یا قرضدار کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے تو جائز ہے اور روایت جو ذکر فرمائی ہے وہ گذر چکی ہے۔ اس میں ہے فامکننی اللہ منہ الخ اس میں اشکال ہے کہ شیطان کیسے باندھتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان جب انسان کی شکل میں آتا تو انسان کے لوازمات اس میں آ جاتے لہٰذا باندھنے میں کیا اشکال ہے۔ من تزیا بزی شیئ یاخذ حکمہ یعنی جس شخص نے جس چیز کی شکل اختیار کر لی تو اس پر حکم ہوگا۔ اس میں اشکال ہے کہ روایت میں اسیر کا تو ذکر ہے۔ مگر غریم کا نہیں۔ شراح جواب دیتے ہیں کہ قیاسًا علی الاسیر ثابت فرما دیا۔

باب الْاِغْتِسَالِ اِذَا اَسْلَمَ وَرَبْطِ الْاَسِيْرِ اَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ۔ وَكَانَ شُرَيْحٌ يَاْمُرُ الْغَرِيْمَ اَنْ يُّحْبَسَ اِلٰى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ:۔ جب اسلام لائے تو غسل کرنا اور مسجد کے اندر قیدی کا باندھنا۔ قاضی شریحؒ مقروض کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۴۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

ترجمہ، حضرت سعیدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت نبی اکرم صلعم نے نجد کی طرف ایک گھوڑ سوار دستہ روانہ فرمایا جو بنی حنیفہ کے ایک ایسے آدمی کو گرفتار کر لائے جس کو ثمامہ ابن اثال کہا جاتا تھا۔ تو انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا جناب نبی اکرم صلعم اس کے پاس تشریف لائے۔ گفتگو کے بعد حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو چنانچہ وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ کی طرف گیا۔ غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہو کر کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ اغتسال کو احکام مسجد سے کیا تعلق ہے مگر کہا جائے گا کہ اگر اغتسال کا باب مستقل ہوتا۔ پھر اشکال تھا یہاں اغتسال کا باب مستقل نہیں ہے۔ ضمناً ہے۔ اگر مستقل بھی ہو تو بعض حضرات نے اس کے معنی یہ لئے ہیں۔ اخراج الکافر المربوط من المسجد للاغتسال اذا اسلم اور ربط الاسیر بطور فائدہ جدیدہ کے ہے۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ پہلے باب سے متعلق ہے اور اس کا تتمہ و تکملہ ہے پہلے باب میں اسیر اور غریم کہا گیا تھا۔ غریم کا ذکر تو پہلے باب میں آچکا ہے مگر اسیر کا ذکر نہیں آیا تھا۔ چنانچہ مستقلاً اس باب میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ ثمامہ بن اثال اسیر کو ساریۂ مسجد سے باندھ دیا گیا تھا۔ تو اس باب میں اسیر اور غریم دونوں کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور باب اول میں عفریت کو اسیر اور غریم کہنا تکلف ہے۔ تو گویا باب اول یہی ہے۔ یہاں سے ایک شبہ کا ازالہ کرنا مقصود ہے کہ بسا اوقات کافر اسیر و غریم جنبی ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے مسجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ محض احتمال کی بنا پر ان کو مساجد سے نہ روکا جائے۔ البتہ اگر ضرورت پیش آئے تو اسے مسجد سے

نکالا جائے۔ ہاں امام مالکؒ کسی مسجد میں کافر کے داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں پر دو چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہوگیا تو کیا اس پر غسل ضروری ہے یا نہیں اس پر اشکال ہے کہ اس باب کو ابواب الطہارت میں ذکر کرنا چاہیے تھا۔ ابواب المساجد میں اس کا ذکر کیسے آگیا۔ دوسری چیز ربط الاسیر ہے اس پر اشکال یہ ہے کہ ربط الاسیر کا مسئلہ تو امام بخاریؒ گذشتہ باب میں ذکر فرما چکے ہیں۔ پھر یہاں تکرار کیوں فرمایا۔ اب پہلے تو مسئلہ سنو! امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہو تو اس پر اسلام لانے کی وجہ سے غسل کرنا ضروری ہے اور واجب ہے خواہ موجب غسل پایا گیا ہو یا نہ اور ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی موجب غسل پایا جارہا ہو جیسے احتلام، جماع اور عورت کے لئے حیض و نفاس تب تو واجب ہے ورنہ نہیں۔ پھر ان تینوں حضرات کے اندر ایک اور مسئلہ میں اختلاف ہے وہ یہ کہ اگر اسلام لانے سے پہلے موجب غسل پایا گیا اور اس نے بحالت کفر غسل کر لیا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں حنفیہؒ کے نزدیک یہ غسل معتبر ہوگا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت شرط نہیں ہے اور مالکیہؒ اور شافعیہ کے نزدیک یہ غسل معتبر نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت شرط ہے اور نیت کافر کی معتبر نہیں۔ یہاں امام مالکؒ ایک اور بات فرماتے ہیں وہ یہ کہ اگر اس کا اعتقاد جازم ہوگیا ہو اور اس نے زبان سے کلمۂ شہادت نہیں پڑھا اور اس سے قبل غسل کر لیا تو اس جزم اور اعتقاد کی بنا پر اس کی نیت معتبر ہوگی اور غسل صحیح ہو جائے گا چونکہ امام ابو داؤدؒ حنبلی ہیں اس لئے انہوں نے اس روایت پر باب باندھا ہے۔ باب الرجل یؤمر بالغسل اور امام ترمذیؒ نے باب الاغتسال اذا اسلم باندھا ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے باندھا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ امام بخاریؒ کو تو اسے ابواب الطہارت میں بیان کرنا چاہیے تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی مستقل ترجمہ نہیں بلکہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ اگر روایت باب کے اندر کوئی نئی بات ہو تو بطور فائدہ جدیدہ کے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں حقیقۃً یہ باب در باب ہے اور پہلے ہی باب کا جزو ہے۔ اب جبکہ اس کو باب سابق کا جزو مان لیا تو یہ اشکال نہیں رہتا کہ امام بخاریؒ نے باب سابق میں دو جزو ذکر فرماتے ہیں ایک ربط الاسیر اور دوسرا ربط الغریم لیکن روایت صرف ربط الاسیر کی ذکر فرمائی ہے۔ غریم کی ذکر نہیں فرمائی۔ تو ربط الغریم کیسے ثابت ہوگا اور شراح کے جواب دینے کی ضرورت نہیں رہتی کہ قیاس سے ثابت کیا ہے۔ بلکہ یہ پہلے باب کا تکملہ ہے۔ اور ربط الغریم کا فا ثبت بالمعنی یو سے ثابت ہے۔ اور یہ بھی اشکال نہیں رہتا کہ باب تو امام بخاریؒ نے اغتسال کا باندھا اور ربط الاسیر

کہاں سے ذکر فرما دیا۔ فخرج النبی صلعم یہاں روایت مختصر ہے۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ ثمامہ بن اُثال پکڑ کر لائے گئے۔ اور انہیں مسجد کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ پہلے دن آپؐ تشریف لاتے تو فرمایا ما عندک یا ثمامہ انہوں نے جواب دیا ان تقتل تقتل ذا دم وان تنعم تنعم علی شاکر وان ترد المال فسل منہ ما شئت یعنی آپؐ نے پوچھا اے ثمامہ اب تمہارا کیا خیال ہے اس نے جواب دیا کہ اگر آپؐ مجھے قتل کر دیں تو ایک خون والے کو قتل کریں گے جس کا قصاص لیا جائے گا۔ اگر آپؐ احسان کریں گے تو ایک شکر گذار پر احسان کریں گے۔ اور اگر آپ کو مال کی خوشی ہے تو یہ سب مال آپؐ کا ہے۔ حضور پاک صلعم یہ سن کر چلے گئے۔ دوسرے دن پھر تشریف لائے اور یہی سوال وجواب ہوا تیسرے دن بھی یہی بات ہوئی حضور صلعم نے جب دیکھ لیا کہ اسلام ان کے قلب میں راسخ ہو گیا ہے تو فرمایا اطلقواہ اس کو چھوڑ دو۔ چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا وہ مسجد کے قریب ایک باغ میں جا کر غسل کرتے پھر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس حدیث میں ہے کہ پہلے غسل کیا پھر کلمہ شہادت پڑھا یہ حنفیہ کے موافق ہے کہ کافر کا قبل از اسلام غسل کر لینا معتبر ہے۔

باب الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضٰى وَغَيْرِهِمْ۔

ترجمہ:۔ مریضوں وغیرھم کے لئے مسجد میں خیمہ لگانا۔

حدیث نمبر ۴۴۴ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ خندق کی لڑائی میں حضرت سعدؓ کی بازو والی اکحل رگ میں تیر لگا تو جناب نبی اکرم صلعم نے مسجد میں خیمہ لگایا تاکہ قریب سے ان کی بیمار پرسی کر سکیں مسجد میں ایک اور خیمہ بنو غفار کا بھی تھا جن کو خون سے ہی خوفزدہ کر دیا۔ جو ان کی طرف بہہ کر آیا تھا۔ تو کہنے لگے کہ اے اہل خیمہ یہ کیا چیز تمہاری طرف سے ہمارے پاس پہنچی ہے دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت سعد کا زخم خون بہا رہا تھا جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مریض کو مسجد میں رکھنے سے تلوث بالنجاسۃ کا احتمال تھا۔ امام بخاریؒ نے

ظاہر الفاظ خیمہ فی المسجد سے استدلال کر کے اس احتمال کو رد کر دیا۔ اگرچہ مانعین نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ مسجد نبوی نہیں تھی۔ بلکہ خیمہ کے قریب نماز پڑھنے کی ایک جگہ تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مسجد میں خیمہ لگانا امام بخاریؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اکحل ہاتھ میں ایک رگ ہوتی ہے جسے شہ رگ وہ رگ جو بند تھی اس کا منہ کھل گیا جس سے خون جاری ہو گیا۔ اور اسی میں وفات ہوئی۔ یوں کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اگر قریش سے کوئی جنگ ہونی ہے تو مجھ کو باقی رکھ۔ ورنہ اٹھالے۔ ان کی دعا قبول ہوئی۔ اور اس کے بعد قریش سے کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

باب اِدْخَالِ الْبَعِيْرِ فِی الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ ۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَعِيْرٍ۔

ترجمہ:۔ مسجد میں کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو داخل کرنا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔

حدیث نمبر ۴۴۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَشْتَكِیْ قَالَ طُوْفِیْ مِنْ وَّرَآءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ اِلٰی جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو شکایت پیش کی کہ میں بیمار ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرو۔ چنانچہ میں طواف کر رہی تھی اور جناب رسول اللہ صلعم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور والطور* وکتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جمہور تو اس کے قائل نہیں ہیں کہ دواب کو مسجد میں لایا جائے بغیر ضرورت شدیدہ کے کیونکہ یہ باعث تلویث مسجد ہے کہ اس سے مسجد کے ملوث ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ کی ناقہ مدربہ تھی یعنی وہ سدھائی ہوئی تھی اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مگر امام بخاریؒ اسے بھی ثابت فرما رہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جانور اونٹ وغیرہ کو کسی عذر کی بناء پر مساجد میں داخل کرنا جائز ہے چنانچہ حضور اکرم صلعم کی زوجہ نے مرض کی وجہ سے طواف عمرہ اونٹ پر کیا۔ اور جیسے ام سلمہ نے مرض کی وجہ سے اونٹ پر طواف کیا۔ بعض شراح نے علۃ سے مراد ضعف و بیماری لی ہے۔ پھر امام بخاریؒ پر اعتراض کیا ہے کہ ام سلمہ کی روایت تو ترجمہ کے مطابق ہے لیکن ابن عباسؓ کی حدیث موافق نہیں ہے حافظ فرماتے ہیں کہ

یہ اشکال علتہ سے ضعف مراد لینے کی وجہ سے ہوا. حالانکہ علت سے مراد عارض اور حاجت ہے اور اس پر کوئی اشکال نہیں۔ طاف النبی صلعم بعیرہ بعض کہتے ہیں کہ مرض کی وجہ سے طواف علی البعیر فرمایا. اور بعض کہتے ہیں ایسا اس لئے ہوا تاکہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اور بعض کہتے ہیں تاکہ سارے لوگ آپ کے افعال حج کو دیکھ لیں۔ یصلی الی جنب البیت میرے نزدیک یہ چودہ تاریخ ذوالحجہ فجر کی نماز کا طواف وداع کے بعد کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد حضور پاک صلعم محصب میں تشریف لائے اور وہاں سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوگئے۔ یہ آخری نماز ہے جس کو نبی اکرم صلعم نے مکہ میں ادا فرمائی۔ بعض کے نزدیک یہ واقعہ عمرہ جعرانہ کا ہے اور بعض کے ہاں عمرۃ القضا کا ہے۔ میرے نزدیک یہ ۱۴ ذوالحجہ بدھ کا واقعہ ہے جس میں حضور پاک کا نماز پڑھنا اور ام سلمہ کا طواف کرنا مذکور ہے۔ یہ حدیث بخاری میں بہت جگہ آئے گی ۱۴ تاریخ کے دلائل وقرائن بہت سے ہیں جو وقتاً فوقتاً ذکر کرتا رہوں گا۔ کیونکہ آپ نے تیرہ ذوالحجہ کے دن رمی فرمائی۔ پھر محصب میں قیام فرمایا۔ اور چار نمازیں وہاں پڑھیں۔ پھر رات کو مکہ میں تشریف لائے اور چودہ کی صبح کو نماز پڑھائی۔

باب

حدیث نمبر ۴۴۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الخ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ وَاَحْسِبُ الثَّانِيَ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْئَانِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت انسؓ نے حدیث سنائی کہ اصحاب نبی اکرم صلعم میں سے حضور اکرم صلعم کے پاس تاریک رات میں باہر تشریف لائے ایک ان میں سے حضرت عباد بن بشر تھے اور دوسرے کے متعلق میرا گمان ہے کہ وہ حضرت اسید بن حضیرؓ تھے اور اس کے پاس دو چراغوں جیسی لاٹھی تھی جوان کے سامنے روشنی کرتی تھی۔ جب دونوں جدا ہونے لگے تو ہر ایک کے ساتھ ایک روشنی تھی، یہاں تک کہ ہر ایک اپنے گھر پہنچ گیا۔

تشریح از شیخ مدنی رح یہ باب بلا ترجمہ لایا گیا ہے۔ جس میں آنحضرت صلعم کے ایک معجزہ کا تذکرہ ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ ید بیضا کا معجزہ نبی کے سامنے اور اس کے

جسم سے متعلق تھا۔ مگر یہاں پر مصابیح اشخاص اجنبیہ کے سامنے آ گئے۔ اور وہ بھی ان کے جسم میں سے نہیں ہیں وہاں پر روشنی نبی کے قلب سے آئی تھی یہاں قلب نبی سے نہیں آئی بلکہ خارج سے ہے اس باب کا ابواب مسجد سے کیا تعلق ہے۔ اکثر ایسا باب باب سابق کا مفصل ہوا کرتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی امام بخاری تشحیذ الاذہان کے لئے ترجمہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ کہ خود ترجمہ مقرر کر لو۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے زمانے میں مساجد کے اندر مصابیح نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے مصابیح کا رواج پڑا تو مقصد ہوگا کہ مسجد میں بغیر روشنی کے داخل ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باب ادخال الانوار فی المساجد ثابت کرنا چاہتے ہوں۔ کیونکہ آپ نے فرمایا۔ بشّر المشائین فی الظلم بالنور التّام بھیتی تاریکیوں میں چلنے والوں کو نور تام کی بشارت دو۔ اور یہاں پر آپ نے ان کے روشنی مہیا کر دی۔ تو جب خروج کے لئے نور ہوا تو دخول کے لئے بطریق اولیٰ ہوگا۔ اور بشرا لمشائین فی الظلم کے یہ معنی ہیں کہ جو لوگ اوقات تاریکی میں آتے جاتے ہیں ان کو نور تام کی بشارت دو۔ اگرچہ نور موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ادخال النور فی المساجد بھی جائز ہے۔ اور اسی مناسبت سے اسے کالفصل عن الباب السابق بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے باب میں استعانۃ بالبعیر تھی اس میں استعانۃ بالنور ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے شراح یہاں عاجز ہو گئے اور انہوں نے کوئی غرض بیان نہیں فرمائی۔ بعض نے کہا کہ کتابت ترجمہ کا ارادہ تھا۔ مگر فرصت نہ ملی۔ بعض نے کہا اصل میں بیاض تھا۔ ناسخین نے اسے ملا دیا۔ اور بعض نے کہا کتاب سے ہی رہ گیا۔ لیکن ہمارے مشائخ نے توجیہ فرمائی ہے کہ احکام المساجد کا ذکر ہو رہا تھا۔ اور بلا ترجمہ باب کالفصل باب سابق سے متعلق ہوتا ہے تو امام بخاریؒ نے اس باب سے مسجد کے اندر بیٹھنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بشر المشائین فی الظلم بالنور التام ہے۔ پھر ان دونو صحابیوں کی روایت بیان فرمادی جو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ رات اندھیری تھی جب جانے لگے تو ایک نور ان کے سامنے آ گیا۔ دونو اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ اور جب وہ الگ الگ ہو گئے تو اس نور کے دو ٹکڑے ہو کر ہر ایک کے پاس الگ الگ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو نمونہ کے طور پر وہاں چیزیں اور وہاں کا منظر دکھا دیتے ہیں۔ ان دونو کو بھی یسعیٰ نورھم بین ایدیھم۔ وبشر المشائین والی روایت کا نمونہ دکھلا دیا جس زمانہ میں میں فضائل قرآن لکھ رہا تھا۔ تو مجھ کو خواب میں ایک تاج دکھلایا گیا۔

بالکل موتیوں سے بھرا ہوا تھا. دھاگہ اتنا باریک کہ نظر نہ آتا تھا اس کا حسن بیان سے باہر تھا. اور میرے والد صاحب کی رائے ہے کہ ان دونوں صحابیوں کے پاس جو لکڑی تھی. اس کا سرا ونٹ کے منہ کے مثل تھا. لہٰذا احتمال البعیر ثابت ہو گیا. مگر چونکہ صراحت نہیں اس لئے باب بلا ترجمہ باندھ دیا. اور باب سابق میں ذکر نہیں فرمایا یہ مضمون بہت تلاش کیا مگر نہیں ملا. اگر مل جائے تو اس سے عمدہ توجیہ نہیں ہو سکتی. شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں کہ کلام فی المسجد کا جواز ثابت فرماتے ہیں آجکل اولیاء اللہ کی کرامات کے متعلق بہت سی کتابیں مل جاتی ہیں لیکن صحابہ کرام کی کرامات کے متعلق نہیں ملتی. حالانکہ ان کی بھی ہزاروں کرامات موجود ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک کرامات وخوارق عادت کوئی بڑی چیز شمار نہیں کی جاتی تھی. بلکہ ان کے یہاں اتباع سنت و شریعت کو اہمیت حاصل تھی اور آجکل کسی سے کوئی خرق عادت کام صادر ہو جائے تو اس کو بہت بڑا ولی سمجھا جاتا ہے. صحابہ کرام کی کرامت پر کوئی توجہ نہیں کرتا.

بابُ الخَوخَةِ وَالمَمَرِّ فِی المَسجِدِ

ترجمہ:- مسجد کے اندر کھڑکی یا گذرگاہ بنانا داخل ہونے کے لئے

حدیث نمبر ۴۴۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ سِنَانٍ الخ عَنْ اَبِی سَعِیدٍ الخُدرِیِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ سُبحانَہٗ خَیَّرَ عَبدًا بَینَ الدُّنیَا وَ بَینَ مَا عِندَہٗ فَاختَارَ مَا عِندَ اللّٰہِ فَبَکیٰ اَبُو بَکرٍ فَقُلتُ فِی نَفسِی مَا یُبکِی ھٰذَا الشَّیخَ اِن یَکُنِ اللّٰہُ خَیَّرَ عَبدًا بَینَ الدُّنیَا وَ بَینَ مَا عِندَہٗ فَاختَارَ مَا عِندَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَکَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ ھُوَ العَبدَ وَکَانَ اَبُو بَکرٍ اَعلَمَنَا فَقَالَ یَا اَبَا بَکرٍ لَا تَبکِ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِی صُحبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُو بَکرٍ وَلَو کُنتُ مُتَّخِذًا مِّن اُمَّتِی خَلِیلًا لَاتَّخَذتُ اَبَا بَکرٍ وَلٰکِن اُخُوَّۃُ الاِسلَامِ وَمَوَدَّتُہٗ لَا یَبقَیَنَّ فِی المَسجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِی بَکرٍ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس میں سے ایک اختیار دیا ہے اس بندے نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو اختیار کر لیا. حضرت ابو بکر صدیق رض رو پڑے میں نے اپنے دل میں کہا کہ بڈھے کو کس چیز نے رُلایا. اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ دنیا اور ما عند اللہ میں کسی

ایک کو اختیار کرے تو اس نے ما عند اللہ اختیار کر لیا۔ تو رسول اللہ صلعم وہی عبد تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ ہم سب میں سے زیادہ عالم تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکرؓ مت روؤ بے شک تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اپنی صحبت اور اپنے مال کی بدولت مجھ پر تمام لوگوں میں سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابو بکرؓ ہے اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا دلی دوست بناتا تو ابو بکر صدیقؓ کو بناتا لیکن اسلامی بھائی چارہ اور اسلامی محبت رہ گئی ہے۔ مسجد میں کسی دروازہ کو باقی نہ رکھا جائے بلکہ اسے بند کر دیا جائے مگر حضرت ابو بکرؓ کا دروازہ باقی رکھا جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ خوخہ چھوٹے دروازے کو کہتے ہیں (کھڑکی) اگر مسجد کی طرف کھڑکی اور گذرگاہ کو کھولا جائے گا، تو ایک تو مسجد کو راستہ بنانا پڑے گا۔ اس میں اہانت مسجد ہے اور تخطی فی المسجد یعنی مسجد کو راستہ بنانے سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ دوسرے جنبی وغیرہ اس سے گذریں گے ان کے لئے دخول فی المسجد ناجائز ہے۔ امام بخاریؒ اس کا خلاف کر رہے ہیں اور الا عابری سبیل سے استدلال کرتے ہیں کہ عابری سبیل کے لئے دخول فی المسجد جائز ہے۔ خواہ جنبی ہو یا غیر جنبی علماء احنافؒ و شوافعؒ اس کو منع کرتے ہیں خبیر عبداً، عبداً نکرہ تحت میں اثبات کے ہے۔ اس سے عموم تو مراد نہیں لیا جا سکتا۔ البتہ فرد غیر معین مراد لیا جا سکتا ہے اور قرائن خارجیہ سے اس کی تعیین کی جا سکتی ہے حضرت صدیق اکبرؓ اس کو سمجھ گئے دوسرے صحابہؓ نہ سمجھ سکے۔ کان ابو بکر اعلمنا اس سے جمہور استدلال کرتے ہیں۔ کہ اعلم احق بالامامۃ ہونا چاہیئے۔ ان من امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابو بکر صحبت کے معنی معاشرہ کے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اشاعت اسلام میں اپنا تمام مال و اسباب خرچ کر دیا۔ واقعات ان کی معاشرۃ اور انفاق مال پر کثرت سے دلالت کرتے ہیں۔ سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت خلائق کے ساتھ ہوتی ہے۔ مگر پھر اس کے مراتب ہیں معیت محسنین اور ہے۔ معیت صابرین اور ہے اور معیت سید المرسلین کے ساتھ سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس میں ابو بکر صدیقؓ کو شامل کرتے ہوئے فرمایا گیا ولا تحزن ان اللہ معنا۔ معی نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت جیسے سید المرسلین کے ساتھ ہے ایسے صدیق اکبر کے ساتھ بھی ہے۔

الا باب ابی بکر اگر اس پر شبہ ہو۔ کہ باب علیؓ بھی کھلا رہا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود امام ترمذیؒ نے اس روایت پر جرح کی ہے۔ اگر ثابت بھی ہو جائے۔ تو اس روایت صحیح قویہ کو ترجیح دی جائے

گی. یہ کہا جائے گا۔ کہ وہ واقعہ متقدمہ ہے اور یہ واقعہ متاخرہ ہے۔

*تشریح از شیخ زکریاؒ۔ باب لمر در گذر چکا اور وہاں جو توجیہ میں نے کی اس کی بنا، پر یہاں تکرار لازم آتا ہے کیونکہ ممر مصدر میمی ہے۔ شراح نے جواب دیا کہ وہ بالاصالۃ ذکر ہے۔ اور یہاں بالتبع ذکر ہے مگر مجھے اس جواب مبنے کی ضرورت اس وقت ہوگی۔ جب میں ممر کو مصدر میمی مانوں میرے نزدیک یہ مصدر میمی نہیں بلکہ اسم ظرف ہے اور خوخہ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ خوخہ مطلقاً کھڑکی کو کہتے ہیں۔ خواہ گذرگاہ ہو یا نہ ہو۔ تو میرے نزدیک امام بخاریؒ نے خوخہ کے بعد ممر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کردیا کہ خوخہ سے وہ مراد ہے جو گذرنے کی جگہ کے معنی میں ہے۔ ولو کنت متخذا خلیلا یہاں سوال یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اسلام سے پہلے سے تھی اور ضرب المثل تھی لہٰذا اس کا کیا مطلب کہ اگر کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مودت اور محبت عام ہے اور خلت اس محبت کو کہتے ہیں جو خلال قلب میں ہو۔ متنبی کہتا ہے

عذل العواذل حول قلبی التائہ ⁂ وھوی الاحبۃ منہ فی سودائہ

کہ ملامت گروں کی ملامت میرے پریشان دل کے اردگرد ہے اور دوستوں کی محبت دل کے کالے دانے کے اندر ہے اور حضور پاک صلعم کا قلب اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔ پھر کسی دوسرے کی محبت کی جگہ کیسے ہوسکتی ہے۔ اب یہ سنو! کہ حضور اقدس صلعم کی صفت حبیب اللہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت خلیل اللہ ہے اس میں اختلاف ہے کہ خلت کا درجہ اولیٰ ہے یا محبت کا بعض محبت کو اعلیٰ مانتے ہیں اور بعض خلت کو اگر ایسا ہو تو یہ جزئی فضیلت ہوگی۔ یا یہ کہ حضور اقدس خلیل اللہ اور حبیب اللہ دونوں تھے۔ حبیب اللہ تو دارمی میں مصرح ہے اور ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا۔ تو اب کوئی شبہ نہ رہے گا۔

ولکن اخوۃ الاسلام حضور اقدس صلعم فرماتے ہیں کہ یہ اخوت اسلام ہے تو جس کا اسلام جتنا قوی ہوگا اس کا تعلق بھی اتنا قوی ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اسلام سب سے قوی ہے اس لئے اس کی اخوت بھی سب سے قوی ہوگی۔ لا یبقین فی المسجد باب الخ روایت میں باب کا لفظ ہے اور امام بخاریؒ نے ترجمہ خوخہ کا لفظ ذکر فرما کر ایک اہم بات کی طرف اشارہ فرما دیا۔ وہ یہ کہ ترمذی شریف کی روایت میں ہے۔ ولا یبقین باب الا باب علیؓ اب یہاں بخاری اور ترمذی کی روایت میں تعارض

ہوگیا۔ بعض حضرات نے بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے اور بعض مؤرخین فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی اس طور پر بنی تھی کہ اس کے کنارے مکانات تھے۔ اور ان مکان والوں نے مسجد میں آنے کے لئے اپنے گھروں کے دروازے مسجد میں کھول رکھے تھے اور اس وقت تک جنب اور حائض کا مسجد میں سے ہوکر گذرنا ممنوع نہیں تھا۔ لوگ گذرتے رہتے تھے لیکن جب گذرنا ممنوع ہوگیا۔ تو حضور پاک صلعم نے سارے دروازے بند کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت علیؓ کے دروازہ کو مستثنیٰ فرمایا۔ کیونکہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ تھے۔ اس ممانعت پر صحابہ نے دروازے تو سب بند کر دیئے۔ مگر چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں کھول لیں۔ تاکہ نماز کے واسطے ان میں سے ہوکر آجایا کریں۔ جب وفات قریب ہوئی تو حضورؐ نے یہ سب خوخے بھی بند کرا دیئے۔ صرف حضرت ابوبکرؓ کا خوخہ باقی رکھا۔ اس لئے کہ وہ خلیفہ ہونے والے تھے۔ ان کو ضرورت تھی لہٰذا ان کا خوخہ باقی رکھا۔ تو لفظ خوخہ سے اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ باب سے خوخہ مراد ہے۔

حدیث نمبر ۴۴۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ الخ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ عَاصِبًا رَاْسَهٗ بِخِرْقَةٍ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَيَّ فِيْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ مِنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنَ النَّاسِ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَّلٰكِنْ خُلَّةُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ سُدُّوْا عَنِّيْ كُلَّ خَوْخَةٍ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ اَبِيْ بَكْرٍ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم اپنی اس بیماری میں جس میں آپ کی وفات ہوئی اپنے سر پر ایک ملاکی کی پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے منبر پر آکر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کی ذات اور مال نے مجھ پر زیادہ احسان کیا ہو سوائے حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ کے اگر میں لوگوں میں سے کسی کو اپنا ولی دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر صدیق کو خلیل بناتا۔ لیکن اب اسلامی دوستی افضل ہے۔ پس اس مسجد میں سب کھڑکیاں بند کردو سوائے ابوبکر صدیقؓ کی کھڑکی کے کہ وہ کھلی رہے

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ سدوا عنی کل خوخۃ اس روایت کو ذکر فرما کر اشارہ کردیا کہ باب کے اندر لفظ خوخا اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ اتباع روایت کی وجہ سے لکھا ہے۔ اور تکرار باب

کا ایک جواب یہ بھی ہے۔ وہاں مراد بالنبل مراد تھا۔ یہاں مطلق مرور مراد ہے۔ قید اور اطلاق سے بھی فرق ہو جاتا ہے۔ اگرچہ مرور بالنبل میں مرور مطلق بھی پایا جاتا ہے۔

باب الْاَبْوَابِ وَالْغَلَقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يَا عَبْدَ الْمَلِكِ لَوْ رَاَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبْوَابَهَا۔

ترجمہ:- کعبہ مکرمہ اور مساجد کے دروازے اور ان کے تلے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے فرمایا اے عبد الملک کاش تم ابن عباس کی مسجدیں اور ان کے دروازے دیکھتے۔

حدیث نمبر ۴۴۸ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَفَتَحَ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَّاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ ثُمَّ اُغْلِقَ الْبَابُ فَلَبِثَ فِيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَجُوْا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَبَدَرْتُ فَسَاَلْتُ بِلَالًا فَقَالَ صَلّٰى فِيْهِ فَقُلْتُ فِيْ اَيٍّ فَقَالَ بَيْنَ الْاُسْطُوَانَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَذَهَبَ عَلَيَّ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى۔

ترجمہ، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم مکہ معظمہ تشریف لائے تو عثمان بن طلحہ کو بلوایا جس نے آکر کعبہ کا دروازہ کھولا تو جناب نبی اکرم صلعم حضرت بلالؓ حضرت اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ اندر داخل ہوئے پھر دروازہ بند کر دیا گیا کچھ دیر آپؐ اندر ٹھہرے پھر سب حضرات باہر آگئے ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جلدی جلدی حضرت بلال سے نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے۔ میں نے پوچھا کون سی جگہ فرمایا دو تو ستونوں کے درمیان ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھ سے چوک گئی کہ ان سے پوچھتا کہ آپ نے کتنی رکعت پڑھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں پر شبہ ہوتا تھا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔ یا بنی عبد مناف لا تمنعوا احداً طاف بالبیت یعنی اے بنی عبد مناف جو بیت اللہ کا طواف کرنا چاہے اسے مت روکو۔ اور قرآن مجید میں ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعیٰ فی خرابہا یعنی اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں ذکر الٰہی سے روکتا ہے اور اس کی ویرانی میں کوشاں ہے اس حدیث اور آیت کا تقاضا ہے۔ کعبہ اور مساجد کے ابواب کو بند نہ کیا جائے۔ مگر اس سے نہ

مساجد کے متاع کی حفاظت ہو سکے گی اور نہ ہی ان کی نظافت باقی رہے گی۔ اس لئے امام بخاریؒ اس باب سے بتلانا چاہتے ہیں کہ کعبہ اور مساجد کو مغلق کرنا (تالا لگانا) اس کا مصداق نہیں چنانچہ آپ نے خود خانہ کعبہ کے دروازہ کو بند کرایا۔ لوگ انتظار میں تھے۔ اسی وجہ سے ابن عمرؓ اندر نہ جاسکے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: بعض علماء نے مساجد کے دروازے بند کرنے کو منع کیا ہے کہ یہ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ میں داخل ہے۔ لیکن امام بخاریؒ اس باب سے اس کا جواز ثابت فرما رہے ہیں کہ اگر غلق باب مسجد کی حفاظت یا اور کسی مصلحت کی وجہ سے ہو تو جائز ہے لو رایتنی مساجد ابن عباس الخ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اپنے زمانے میں مساجد کے اندر دروازے لگاتے تھے جن کی ان کو قدرت تھی۔ تو اغلاق الباب یہاں پر دروازے بند کرنے کی وجہ سے منع الناس عن الدخول ہوا مگر مصلحت کی بنا پر تھا۔ معلوم ہوا کہ ایسا کرنا مصلحتاً جائز ہے۔ اور بند کرنا جب کعبہ میں جائز ہے تو مسجد میں بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ بند اس لئے کیا تھا کہ اس میں ہجوم نہ ہو اور سکون قلبی حاصل ہو۔

باب دُخُوْلِ الْمُشْرِكِ فِي الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ:۔ مشرک کا مسجد میں داخل ہونا۔

حدیث نمبر ۴۴۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ (الحديث)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایک گھوڑ سوار فوجی دستہ نجد کی طرف بھیجا تو وہ ایسے آدمی کو پکڑ کے لائے جو قبیلہ بنو حنیفہ کا تھا جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ تو اس کو مسجد کے ستونوں میں ایک ستون کے ساتھ انہوں نے باندھ دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: حنفیہؒ و حنابلہؒ کے نزدیک دخول المشرک فی المسجد جائز ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز شوافعؒ کے نزدیک مسجد حرام میں ناجائز ہے اور اس کے ماسوا میں جائز ہے۔ بظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ انہوں نے ترجمہ میں کوئی قید ذکر نہیں فرمائی۔ ما نعین انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھٰذا یعنی مشرک نجس ہیں۔ یہ ناپاک لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اس آیت سے استدلال

کرنے میں مجوزین کہتے ہیں کہ اس سے نجاست اعتقاد مراد ہے نہ کہ نجاست جسم

باب رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ:۔ مسجد میں آواز بلند کرنا۔

حدیث نمبر ۴۵۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مَنْ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:۔ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا ہوا تھا کہ مجھے ایک آدمی نے کنکری ماری۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں فرمایا جاؤ! اور ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ میں ان دونوں کو آپ کے پاس لے آیا تو حضرت عمر نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو یا کہاں سے آئے انہوں نے کہا کہ ہم تو طائف کے رہنے والے ہیں فرمایا اگر تم اس شہر کے باشندے ہوتے تو تمہیں دردناک سزا دیتا تم مسجد رسول اللہ میں آوازیں بلند کرتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ:۔ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب بغیر حکم کے ذکر فرمایا۔ جو روایات ذکر فرمائی ہیں ان میں سے ایک اجازت پر دلالت کرتی ہے اور دوسری ممانعت پر۔ تو اس کے دو جواب ذکر کئے جاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلا ضرورت مسجد میں رفع صوت جائز نہیں ہے عند الضرورت جائز ہے۔ جیسے مسجد میں خطیب کو آواز بلند کرنی پڑتی ہے، چنانچہ آنحضرت صلعم خود آواز کو عند الخطبہ و عند التکبیر بلند کیا کرتے تھے۔ اس لئے امام صاحب متفقہین (فقہی مسائل بیان کرنیوالے) کو رفع الصوت فی المسجد کی اجازت دیتے ہیں۔ چونکہ طائف کے ان دو باشندوں نے بلا ضرورت رفع الصوت کیا تھا اس لئے ان کو منع کیا گیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ مطلقاً رفع الصوت کو ممنوع قرار دینا چاہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۵۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الخ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ وَنَادٰى كَعْبَ

بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا كَعْبُ فَقَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ

ترجمہ:۔ حضرت کعب بن مالک خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے ابن ابی حدرد سے اپنے اس قرضہ کا مطالبہ کیا۔ جو اس کے اوپر تھا۔ اور یہ مطالبہ حضور رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوا۔ اس جھگڑے میں ان کی آوازیں اتنی بلند ہوئیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اپنے گھر میں ان کی آواز کو سن لیا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلعم اپنے حجرہ کا پردہ ہٹا کر ان دونوں کے لئے باہر تشریف لاتے اور کعب بن مالک کو اونچی آواز سے پکارا فرمایا اے کعب! انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے قرضے میں سے آدھا اس کو معاف کردو۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے کرلیا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا اٹھو اور قرضہ باقی ادا کردو۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ یہ حضرت کعب بن مالکؓ کا یہ واقعہ رفع الصوت فی المسجد کے جائز نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ آپؐ جلدی سے ان کے درمیان صلح نہ کراتے۔ آپؐ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر معاملہ طول پکڑ گیا۔ تو لڑائی جھگڑے تک نوبت آئے گی۔ اور رفع صوت ہوگا۔ مگر پہلی توجیہ اقرب الی التحقیق ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ رفع صوت کی ممانعت بہت سی روایات سے ثابت ہے اسی بنا پر احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس کے برخلاف بہت سی روایات سے جواز بھی معلوم ہوتا ہے چونکہ روایات مختلف ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا صرف دو نوطرح کی روایات ذکر کر دیں۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے نہی کی روایت پہلے ذکر فرمائی۔ اور جواز والی بعد میں تو جواز والی روایت نہی کی طرف پھیری جاسکتی ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ رفع صوت مطلقاً منع ہے اسی بناء پر حضور اکرم صلعم نے جلدی سے نکل کر ہاتھ سے اشارہ فرمادیا تاکہ مسجد میں آواز بلند نہ ہو الحاصل مسجد کے اندر رفع صوت مکروہ ہے لیکن علمی بات کے لئے یا تقریر کے لئے اگر رفع صوت کی ضرورت پڑ جائے تو جائز ہے۔ تو دونو روایات میں جمع کی صورت یہ ہے کہ ایک کو ضرورت پر محمول کیا جائے رغضبنی رجل۔ حضرت عمرؓ باوجود جہوری الصوت ہونے کے مجھے مسجد میں آواز نہیں دی۔ بلکہ کنکری کے اشارہ سے بلایا۔ نیز دو آدمی گفتگو کر رہے تھے ان کو دھمکی دی۔ اس سے کراہتہ رفع صوت کا علم ہوا۔ امام بخاریؒ کا

بہلان بھی کراہت رفع صوت کی طرف ہے

باب الحلق والجلوس في المسجد

ترجمہ:۔ مسجد میں حلقے بنانا اور بیٹھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۵۲۔ حدثنا مسدد الخ عن ابن عمر قال سال رجل النبي صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر ما ترى في صلوة الليل قال مثنى مثنى فاذا خشي احدكم الصبح صلى واحدة فاوترت له ما صلى وانه كان يقول اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا فان النبي صلى الله عليه وسلم امر به (الحديث)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم صلعم سے اس وقت مسئلہ پوچھا جبکہ آپ منبر پر تھے کہ رات کی نماز کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا کہ دوگانہ دوگانہ پڑھی جائے اور جب کسی کو صبح ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو۔ تو ایک رکعت ملا کے جو کچھ پڑھ چکا ہے اس کو وتر بنالے کیوں کہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ رات کے وقت تمہاری آخری نماز وتر ہونی چاہیئے کیونکہ جناب نبی اکرم صلعم نے اسی کا حکم دیا ہے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جمعہ کے دن حلقہ بنا کر بیٹھنے کو آپ نے منع فرمایا ہے۔ اور اسی طرح انشاد ضالہ یعنی گم شدہ چیز کی تلاش کے لئے فرمایا کہ ان المساجد لم تبن لهذا کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر تم مسجد میں بیٹھو گے تو اور لوگ بھی تمہارے پاس آکر بیٹھیں گے تو حلقہ بنانے کی نوبت آجائے گی۔ اور روایات اس کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں لیکن روایات باب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں امر جائز ہیں کیونکہ باب کی پہلی روایت سے جلوس ثابت ہوتا ہے۔ اور حلقہ کا ثبوت التزاما ہے۔ اور تیسری روایت میں فرای فرجة في الحلقة۔ صراحۃً حلقہ بندی پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے فانی اری کم عزین مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں متفرق دیکھتا ہوں۔ اسی طرح ابو داؤد کی روایت میں ہے نهى عن التحلق في المسجد يوم الجمعة کہ آپ نے جمعہ کے دن مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے لعن الله من جلس وسط الحلقة کہ جو شخص حلقہ کے درمیان بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرماتے ہیں۔ ان روایات کا تقاضا ہے کہ مسجد کے اندر حلقہ بنا کر بیٹھنا ناجائز ہے۔ ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے ان روایات پر رد کیا ہے جن سے نہی معلوم ہوتی تھی۔ اور علماء موجہین فرماتے ہیں کہ اس باب سے تنبیہ فرمائی ہے کہ جن روایات کے

اندر نہی وارد ہوئی ہے دہ اپنے عموم پر نہیں لہٰذا عزین والی روایت اس پر محمول ہے کہ اس طور پر بیٹھنے سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اور مقصود اجتماع ہے اس لئے اس سے منع فرما دیا۔ اسی طرح ابوداؤد کی روایت جمعہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حلقہ بنانا۔ اصطفاف یعنی صفیں بنانے کے مقصود میں مخل ہے۔ اور وسط الحلقہ میں بیٹھنا چونکہ مستہزین (مسخرے) لوگوں کا طریقہ ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا سال رجل النبی صلعم وھو علی المنبر جب حضور صلعم منبر پر تھے۔ تو لوگ اس پاس حلقہ کئے ہوئے بیٹھے ہوں گے

حدیث نمبر ۴۵۳ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ وَقَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلعم خطبہ دے رہے تھے تو ایک آدمی حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھتا ہے کہ رات کی نماز یعنی نماز تہجد کس طرح پڑھی جائے۔ آپ نے فرمایا دوگانہ دوگانہ پڑھی جائے۔ جب صبح ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو تو ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لو کیونکہ جو کچھ تم پڑھ چکے ہو اس رکعت کو وتر بنا دے گی۔ اور ابن عمرؓ نے ان حضرات کو حدیث بیان کی کہ آدمی نے جناب نبی اکرم صلعم کو اونچی آواز سے پکارا جبکہ آپ مسجد میں تھے۔

حدیث نمبر ۴۵۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلَ نَفَرٌ ثَلٰثَةٌ فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيٰى فَاسْتَحْيَى اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو واقد لیثیؓ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ جناب رسول اللہ صلعم مسجد میں تھے کہ تین لوگ آئے تو دو تو حضور رسول اللہ صلعم کے پاس پہنچ گئے اور تیسرا چلا گیا۔ ان دو میں سے ایک نے

حلقہ میں کوئی کشادہ جگہ دیکھی تو اس میں جا کر بیٹھ گیا۔ دوسرا ان سب کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ پھیر کے چلا گیا جب آنحضرت رسول اللہ صلعم فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ان تین لوگوں کے متعلق نہ بتلاؤں ان میں سے ایک نے تو اللہ تعالیٰ سے ٹھکانا مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھکانا وسط میں دے دیا دوسرے کو حیا دامن گیر ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیا دار جیسا معاملہ کیا۔ تیسرے نے منہ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔

تشریح از شیخ مدنی رح۔ یہ تیسری روایت جواز حلقہ پر صراحۃً دلالت کرتی ہے، یہ روایت کتاب العلم میں مفصل گذر چکی ہے

باب الاستلقاء فی المسجد،

ترجمہ:۔ مسجد میں چت لیٹنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۷۵۵ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ الخ عن عمہ انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستلقیا فی المسجد واضعا احدی رجلیہ علی الاخری وعن ابن شہاب عن سعید بن المسیب کان عمر و عثمان یفعلان ذلک (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلعم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنے والے تھے۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی رح اس روایت باب سے استلقاء کا جواز معلوم ہوتا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الاستلقاء فی المسجد تو رفع تعارض کے لئے کہا جائے گا کہ استلقاء سے فی نفسہ ممانعت نہیں، بلکہ اس زمانہ میں لوگ تہبند باندھتے تھے اور استلقاء کی صورت مذکورہ فی الحدیث میں کشف عورت ہوتا ہے جس کی بنا پر آپ نے ممانعت فرمائی ہے۔ اگر کوئی کشف عورت سے حفاظت کرے، تو کوئی ممانعت نہیں چنانچہ آپ نے بھی کیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی کیا کرتے تھے۔ امام بخاری رح روایت نہی کو منسوخ قرار دینا چاہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ نہی متقدم ہے اور اباحت متاخر ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے افعال اس پر دال ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ آداب میں سے ہے جس کی تفصیل کتاب الآداب میں آئے گی، یہاں ابوداؤد کی

روایت پر رد کرنا ہے جن میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے علماً موجہین فرماتے ہیں کہ استلقاء فی نفسہ جائز ہے جیسا کہ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ ایسے نہ لیٹے اور یہی ابوداؤد کی روایت کا محمل ہے۔ اور میرے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی رائے یہ ہے کہ استلقاء کی صورت میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونے کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ پیر پھیلے ہوتے ہوں اور پاؤں پر پاؤں رکھ لے۔ یہ صورت جائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ پاؤں موڑ کر گھٹنے پر دوسرا پاؤں رکھ لے۔ یہ دوسری صورت روایات نہی کا محمل ہے۔ نہی اس لئے فرمائی گئی کہ اس میں کشف عورت کا احتمال ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات نے فرق کیا ہے کہ اگر لنگی چھوٹی ہے تب تو منع ہے ورنہ نہیں جب ان روایات میں نص موجود ہے اس لئے اگر اس ترجمہ کو بیان جواز کے لئے مانا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

باب الْمَسْجِدِ يَكُوْنُ فِي الطَّرِيْقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ فِيْهِ وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ وَاَيُّوْبُ وَمَالِكٌ۔

ترجمہ:۔ راستے میں مسجد بنانا جبکہ اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ حضرت حسن بصری اور ایوب اور امام مالکؒ اسی کے قائل ہیں۔

حدیث نمبر ۴۵۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً وَلَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ مجھے سمجھ تو نہیں تھی مگر میرے والدین کسی خاص دین کو اختیار کئے ہوئے تھے کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا مگر یہ کہ جناب رسول اللہ صلعم صبح و شام ہمارے گھر آیا کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رض نے مناسب سمجھا کہ اپنے گھر کے صحن میں ایک چھوٹی سی مسجد بنالی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے آپ کے پاس آکر کھڑے ہوتے

تھے۔ قرآن مجید پڑھنے پر تعجب بھی کرتے اور آپ کی طرف مشفقانہ نظر بھی کرتے تھے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت رونے والے تھے جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو آنکھوں پر قابو نہیں رہتا تھا بلا اختیار رو دیتے تھے۔ مشرکین قریش کے سردار اس تاثر سے گھبرا اٹھے

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ قارعۃ الطریق کو مسجد نہ بنایا جائے امام بخاری رحمہ اللہ ثابت فرماتے ہیں کہ اگر اس مسجد قارعۃ الطریق سے لوگوں کو ضرر نہ پہنچے تو ممانعت نہیں ہے۔ ضرر پہنچے تو ممانعت ہے۔ چنانچہ ممانعت والی روایت اسی پر محمول ہے۔ اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ دواب وغیرہ گذرتے ہیں نجاسات پڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ آنے جانے والوں کو رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس لئے ممانعت ہے ورنہ نہیں مصنف رحمہ اللہ نے ممانعت کو معلول بالعلۃ قرار دیا۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو قارعۃ الطریق پر مسجد بنانے سے نہیں روکا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شارع عام کے اندر جو کسی کی مملوک نہ ہو۔ اور اس میں کسی کا ضرر بھی نہ ہو وہاں اگر مسجد بنا دی جائے تو کوئی حرج نہیں فابتنیٰ مسجداً بفناء دارہ یہ روایت ابواب الہجرۃ میں پوری زمین صفحے پر آئے گی۔ اور کتاب الکفالۃ میں ایک صفحہ کا ٹکڑا آئے گا مختصراً اتنا سن لو کہ جب مشرکین طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانے لگے تو کچھ مسلمانوں نے ہجرت کا ارادہ کیا اور جانے لگے چونکہ حبشہ کا بادشاہ رحمدل تھا اس لئے وہیں صحابہ کرام جا رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا اور نکل پڑے، راستہ میں ابن الدغنہ ملا جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا ابوبکر کہاں جا رہے ہو۔ حضرتؓ نے بتلا دیا۔ کہنے لگا تم جیسا آدمی نہیں جا سکتا۔ تم صلہ رحمی کرتے ہو۔ غریبوں کی خیر و خبر لیتے ہو۔ میرے ساتھ چلو تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ عرب میں دستور تھا کہ اگر کوئی کسی کو پناہ دے دیتا تو پھر اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا اگر کوئی کرتا تو پھر اس کی اسی پناہ دینے والے کے سارے قبیلے سے ہو جاتی تھی۔ ابن الدغنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو واپس لے آئے اور اِدھر اُدھر پھر کر سب کو خبر کر دی کہ میں نے ابوبکر صدیقؓ کو پناہ دے دی ہے۔ اب ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے جب قریش نے سنا تو کہنے لگے کہ ہمیں تمہارے امان دینے سے کوئی انکار نہیں۔ ابوبکر شوق سے رہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ ابوبکرؓ جب قرآن پاک پڑھتے ہیں تو بہت زیادہ روتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں ہم سے پھر نہ جائیں اس لئے کہ عورتوں اور بچوں کا دل نرم ہوتا ہے۔ لہٰذا اے ابن الدغنہ تم یہ شرط لگا دو کہ وہ قرآن پاک اپنے گھر کے اندر پڑھا کریں اس نے

آکر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہہ دیا حضرت ابوبکرؓ نے اولاً تو منظور کر لیا۔ مگر کب تک اللہ کے ذکر کو چھپاتے دروازے کے سامنے مسجد بنالی۔ اور اس میں قرآن پاک پڑھتے رہے۔ قریش نے اس کی شکایت ابن الدغنہ سے کی وہ آیا اور آکر اپنی شرط یاد دلائی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اس کی امان اسے واپس کر دی مفصل قصہ آگے آئے گا۔

باب الصَّلٰوةِ فِیْ مَسْجِدِ السُّوْقِ۔ وَصَلّٰی ابْنُ عَوْنٍ فِیْ مَسْجِدٍ فِیْ دَارٍ یُغْلَقُ عَلَیْهِمُ الْبَابُ۔

ترجمہ:۔ بازار میں نماز پڑھنا حضرت ابن عون نے اپنی حویلی کی ایسی مسجد میں نماز پڑھی جس کا دروازہ ان پر بند کیا جاتا تھا

حدیث نمبر ۴۵۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمِیْعِ تَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَصَلٰوتِهٖ فِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَةً فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَاَتَی الْمَسْجِدَ لَا یُرِیْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ لَمْ یَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَّحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةً حَتّٰی یَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَانَ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا کَانَتْ تَحْبِسُهٗ وَتُصَلِّی الْمَلٰٓئِکَةُ عَلَیْهِ مَا دَامَ فِیْ مَجْلِسِهِ الَّذِیْ یُصَلِّیْ فِیْهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ یُؤْذِ یُحْدِثْ فِیْهِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے گھر میں نماز پڑھنے سے یا اپنے بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ کیونکہ جب کسی نے وضو کیا۔ اور وضو کو اچھی طرح بنایا پھر مسجد میں اس حال کے اندر آیا کہ نماز کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں رکھتا تھا تو جو قدم بھی اٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کی بدولت ایک درجہ بلند کر دیں گے یا اس کا ایک گناہ معاف فرما دیں گے۔ یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہو گا جب مسجد میں داخل ہو گا۔ تو جب تک اسے نماز روکے ہوئے ہے وہ نماز ہی میں ہے۔ اور جب تک نماز پڑھنے والی جگہ میں رہتا ہے فرشتے برابر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ اس کی بخشش فرما اور اس پر رحم فرما جب تک کہ یہ کسی کو تکلیف نہ دے یعنی بے وضو نہ ہو جائے۔

تشریح از شیخ مدنی رح۔ چونکہ اسواق کو شر البقاع کہا گیا ہے۔ اس لئے احتمال تھا کہ مسجد سوق میں نماز مکروہ ہوگی۔ مگر امام بخاری تبلانا چاہتے ہیں کہ سوق میں اور مسجد سوق میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ فی مسجد فی دار اگر شبہ ہو کہ یہ مسجد تو فی دار ہے تو پھر ترجمہ مسجد فی السوق کیسے ثابت ہوگا۔ بعض حضرات نے کہا کہ افادہ زائدہ کے لئے مصنف نے زیادتی کردی۔ وہ یہ ہے کہ مسجد وہ ہے جس میں اذن عام ہو مسجد دار مسجد اصطلاحی نہیں ہے تو تبلانا ہے کہ اس میں بھی نماز باجماعت ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کا ارشاد ہے۔ جعلت الارض مسجدا وطهورا کہ تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنائی گئی ہے حالانکہ وہ بھی مسجد اصطلاحی نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں ہر جگہ نماز ہو جاتی ہے اور صلوٰۃ فی البیت اور صلوٰۃ فی السوق دونوں برابر کے درجہ کی ہیں البتہ صلوٰۃ الجمیع ان سب سے پچیس درجہ زائد ہے۔ تو مسجد سوق شر البقاع نہ ہوئی۔ کیونکہ صلوٰۃ فی سوقہ فرمایا گیا ہے صلوٰۃ الجمیع تزید اگر شبہ ہو کہ صلوٰۃ الجمیع مثلاً سو آدمیوں کے مجموعہ کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زائد ہے، حالانکہ یہ مقصد نہیں تو کہا جائے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد کی نماز مصلی فی البیت کی نماز سے پچیس گنا زائد ہے، یہی وجہ ہے کہ صلوٰۃ فی بیتہ میں ضمیر کو مفرد لایا گیا ہے۔ یہ ثواب تو الگ ہے اس کے علاوہ جو وضو اچھا کرے گا۔ قدموں چل کر آئے گا۔ یہ اسباب صلوٰۃ ہیں۔ ان میں بھی خیریت پائی جاتی ہے ان کا ثواب الگ سے ملے گا۔ پچیس درجہ نماز کا ثواب وہ ان کے ثواب سے الگ ہے فان احدکم اس کی علت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے اندر آیا ہے شر البقاع اسواقھا اور بالکل یہی بات ہے۔ لہٰذا اگر کسی ضرورت کے لئے جائے تو بقدر ضرورت وہاں ٹھیرے اور پھر چلا آوے جیسے بیت الخلا میں اتنی ہی دیر ٹھیرتا ہے جتنی اس کو حاجت ہوتی ہے تو اس روایت کا تقاضا یہ ہے کہ سوق کے اندر نماز پڑھی جائے۔ حضرت امام بخاری رح نے اس باب سے اس کا جواز ثابت فرمایا اور یہی اقرب ہے۔ علامہ عینی رح نے حافظ کے کلام کو رد فرمادیا۔ مگر کوئی وجہ بیان نہ فرمائی بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت بہت آئی ہے اور بعض روایات میں لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد کہ مسجد کے ہمسائے کی نماز مسجد کے سوا جائز نہیں تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ غیر مسجد میں جار (ہمسایہ) مسجد کی نماز ہی نہیں ہوتی اس لئے امام بخاری رح اس کا جواز ثابت

فرماتے ہیں، مسجد سوق ہیں اگرچہ وہ حقیقۃً مسجد نہیں ہوتی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حنفیہ پر رد فرمایا ہے اس لئے کہ مسجد شرعی ان کے نزدیک وہ ہے جس میں اذن عام ہو مسجد سوق میں عام اجازت نہیں ہوتی اور بازار کی مسجد سے وہ مسجد مراد ہے جو گھر میں بنالی جائے تو امام بخاریؒ نے جواز ثابت کیا کہ مسجد سوق سے مسجد شرعی ہوسکتی ہے میرے والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد اصطلاحی کا ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ مسجد نبوی کے اندر بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور سب اقرب ہے وصلّی ابن عون فی مسجد۔ علامہ کرمانیؒ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عون کے اثر کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ باب تو صلوٰۃ فی مسجد السوق کے بیان میں ہے اور ابن عون کا اثر مسجد البیت کے بارے میں ہے مگر میرے والد صاحب نے ترجمہ کی جو غرض بتلائی ہے۔ اس صورت میں ابن عون کا اثر بے تعلق نہیں رہتا کیونکہ مسجد اصطلاحی کا ہونا ضروری نہیں مسجد اصطلاحی وہ ہے جس میں اذن عام ہو اور مسجد سوق میں اذن عام نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب سوق بند ہوگیا تو مسجد بھی بند ہوگئی۔ اس لئے کہ سوق سے مراد مسقف منڈی ہے جیسے گوشت مارکیٹ، سبزی مارکیٹ وغیرہا۔ صلوٰۃ الجمیع تزید اس سے بھی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ السوق جائز ہے۔ کیونکہ جب جماعت کی نماز صلوٰۃ بیت اور صلوٰۃ سوق پر پچیس گنا زیادہ ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ ایک درجہ جو اصل صلوٰۃ ہے وہ ان دونوں کے اندر بھی موجود رہتا ہے۔ اب یہاں بحث پچیس اور ستائیس درجے کی ہے۔ اس پر کلام ابواب الجماعۃ میں آئے گا۔ کیونکہ وہاں دونوں قسم کی روایات آئیں گی، ترجمۃ الباب کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ حضرت سمرہؓ کا جو خط انہوں نے اپنے بیٹوں کو لکھا تھا اس کے اندر ہے کہ اپنے گھروں کے اندر مساجد بناؤ تو یہاں سے بتلاتے ہیں کہ بازار اور گھروں کے اندر مساجد بنانی چاہئیں اور ان کے اندر کبھی کبھی نماز پڑھتے رہنا چاہیئے۔ روایت میں جو ایک لفظ آیا ہے۔ صلوٰۃ فی سوقہ تو امام بخاریؒ کا اپنے ترجمہ پر استدلال اسی سے ہے۔

باب تَشْبِيكِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

ترجمہ:۔ مسجد میں انگلیوں کو انگلیوں میں داخل کرنا، بجانا، چٹخارے نکالنا۔

حدیث نمبر ۴۵۸ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَوِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِي حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمر یا عبداللہ بن عمرو العاصؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں داخل کرتے ہوئے فرمایا۔ اور دوسری سند میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن عمروؓ تیرا کیا حال ہوگا جبکہ تو ردی لوگوں میں رہ جائے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ :- تشبیک الاصابع کو آپ نے پسند نہیں فرمایا جس سے علی الاطلاق ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ مگر امام بخاریؒ اس کے جواز کو وہ بھی مسجد میں ہو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے تشبیک ناجائز ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ ابوداؤد وغیرہ سنن کی روایات میں ہے۔ اذا عمد احدکم الی المسجد فلا یشبکن یدہ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جانے کا ارادہ کرے تو اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو نہ بجائے جس سے معلوم ہوا کہ تشبیک ناجائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کے جواز کو ثابت فرما دیا۔ علماء موجہین فرماتے ہیں کہ سنن کی روایت اور بخاری کی روایت میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ بخاری کی روایت نفس تشبیک پر محمول ہے۔ اور وہ جائز ہے۔ اور سنن کی روایت مشی الی المساجد پر محمول ہے۔ کیونکہ جب مصلی مسجد کی طرف جاتا ہے تو وہ مصلی ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور مصلی تشبیک سے ممنوع ہے اس لئے عامد الی المسجد میں مصلی کے حکم میں ہونے کی وجہ سے ممنوع عن التشبیک ہوگا۔ شبک النبی صلعم اصابعہ یہ روایت مجمل ہے۔ وقال عاصم بن علی سے اس کی تفصیل فرمائی ہے۔ سمعت ھذا الحدیث عن ابی عاصم۔ یوں کہتے ہیں کہ جیسے یہ حدیث میں نے واقد سے سنی اس طرح اپنے والد صاحب سے بھی سنی ہے۔ مگر مجھ کو وہ ترتیب یاد نہ رہی جو والد صاحب نے یاد بیان فرمائی۔ کہ پہلے کیا بیان کیا تھا۔ اور پھر کیا بیان فرمایا۔ عن ابیہ میں ابیہ کی ضمیر واقد کی طرف راجع ہے۔ اذا بقیت فی حثالۃ الناس یہ ابواب الفتن کی روایت ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم نے تشبیک کرکے اشارہ کر دیا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جبکہ اچھے اور برے کی تمیز نہ ہوسکے گی اور سب ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گے

حدیث نمبر ۴۵۹ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَ شَبَّكَ اَصَابِعَهٗ

ترجمہ :- حضرت ابوموسیٰؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے فرمایا مومن مومن کے لئے دیوار کی طرح ہے کہ وہ ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں پھر آپ نے انگلیوں کو انگلیوں

میں داخل کر کے سمجھایا۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ۔ کالبنیان یشد بعضہ بعضا کہ دیوار کے پتھروں میں تداخل ہوتا ہے جس کی وجہ سے دیوار کی تقویت اور مضبوطی ہو جاتی ہے۔ مؤمنین کی مثال بھی یہی ہے کہ اگر ان کے درمیان اختلاط نہ ہو۔ تو ایک دوسرے کی حمایت نہیں کر سکیں گے۔ اس کو آپ نے تشبیک کر کے بتلایا۔ اور ایسے ظہر کے مسئلہ کو اور ذوالیدین کے مسئلہ میں بھی ایسا ہوا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضور اقدس صلعم کا ارشاد ہے کہ مؤمن مومن کے واسطے عمارت کی طرح ہے کہ بعض کو بعض کے ساتھ تقویت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جیسے دیوار کی اینٹیں کہ جب تک ان کے اندر تشبیک کی صورت رہتی ہے تو قوت رہتی ہے اگر یہ بات نہ ہو۔ بلکہ ایک اینٹ پر دوسری اینٹ رکھ دی جائے تو ایک دم گر جائے گی۔

حدیث نمبر ۴۶۰ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰی صَلٰوتَیِ الْعَشِیِّ قَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ قَدْ سَمَّاهَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِیْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰی بِنَا رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰی خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَیْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی وَشَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَیْمَنَ عَلٰی ظَهْرِ كَفِّهِ الْیُسْرٰی وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِی الْقَوْمِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَهَابَاهُ اَنْ یُّكَلِّمَاهُ وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ فِیْ یَدِهٖ طُوْلٌ یُّقَالُ لَهٗ ذُوالْیَدَیْنِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَسِیْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَكَمَا یَقُوْلُ ذُوالْیَدَیْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَاَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَیَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ شام کی نمازوں میں سے ایک نماز جناب رسول اللہ صلعم نے ہمیں پڑھائی۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رض نے تو اس کا نام لیا تھا مگر میں بھول گیا۔ فرمایا ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیر دیا۔ پھر اس لکڑی طرف کھڑے ہوئے جو مسجد میں عرض میں پڑی ہوئی تھی

اس لکڑی کا سہارا لیا۔ گویا کہ آپ ناراض تھے۔ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں کے درمیان تشبیک کی۔ اور اپنے داہنے رخسار کو اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پیٹھ پر رکھا۔ اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے نکل چکے تھے۔ صحابہ کرام نے سمجھا کہ نماز میں کمی کر دی گئی ہے۔ اور قوم میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ موجود تھے مگر وہ آپ سے کلام کرنے میں ہیبت زدہ ہو گئے۔ اور قوم میں ایک ایسا شخص تھا جس کے دونو ہاتھوں میں لمبا پن تھا جس کو ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ وہ بولا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز میں کمی کر دی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے کہا کہ کیا بات ایسے ہے جیسے ذوالیدین کہتا ہے۔ سب بولے ہاں تو آپ آگے بڑھے اور جو کچھ چھوڑ دیا تھا اس کو پڑھا سلام پھیرا تکبیر کہی اس طرح کا سجدہ کیا یا اس سے بھی لمبا۔ پھر سر اٹھایا تکبیر کہی اس جیسا سجدہ کیا یا اس سے بھی لمبا سجدہ کیا پھر سر اٹھایا تکبیر کہی۔ ابن سیرین سے لوگوں نے پوچھا پھر سلام پھیرا۔ فرمانے لگے مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصینؓ نے فرمایا ثم سلم پھر سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ احدی صلوٰۃ العشی الظہر والعصر ابو ہریرہؓ کی روایت میں ظہر مشہور ہے اور عمران بن حصین کی روایت میں عصر ہے محدثین دونو کو ایک ہی واقعہ پر محمول کرتے ہیں مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وحدت پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ سہو متعدد بار ہوا ہے۔ کانہ غضبان چونکہ نماز کے اندر سہو واقع ہوا جس کا اثر قلب اطہر پر پڑا۔ اور وہ اثر چہرہ سے ایسا ظاہر ہوا جیسے کہ حضور پاک صلعم کو غصہ آرہا ہو۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ جو جتنا حسین ہوتا ہے۔ اتنا ہی جلدی تاثر اس کے چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے پھر حضورؐ کے حسن کا تو کیا پوچھنا۔ و ضع یدہ الیمنیٰ سے لے کر علی ظہر یدہ الیسریٰ تک کی جو تشکیل حضرت نے فرمائی۔ وہ یہ ہے کہ اوّلاً داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے کف کی پشت پر رکھے۔ اور انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال لیا جائے۔ اور پھر داہنے رخسارے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر اس طرح رکھے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں رہیں۔ مگر ہتھیلی بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی طرف کو ذرا سا الگ ہو واللہ اعلم۔ فہاباہ ان یکلماہ اس لئے کہ جس کو جتنا زیادہ بزرگوں سے قرب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ ان سے خوف بھی ہوتا ہے۔ قال لم انس و لم تقصر حضور اقدس صلعم نے لم انس اس لئے فرمایا کہ بھولنے والے کو یاد نہیں رہتا۔ کہ مجھ سے بھول واقع ہوئی یا نہیں اور قصر ہوا یا نہیں تو حضورؐ نے یہ سب کچھ اپنے ظن کے مطابق فرمایا۔ فقال اکما یقول ذوالیدین حضرت ذوالیدین کے فرمانے کے بعد

حضور صلعم نے دوسرے صحابہ سے اس کی تصدیق فرمائی کہ ذوالیدین جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں۔ یہ روایت ابواب السہو اور کلام فی الصلوٰۃ میں آئے گی اور ان مسائل پر کلام وہیں ہوگا فی بما سالوہ ثم سلم ابن سیرین کے شاگرد کا مقولہ ہے کہ ابن سیرین سے لوگوں نے پوچھا کہ پھر حضور صلعم نے اس کے بعد سلام بھی پھیرا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ عمران بن حصین قال ثم سلم یعنی ابوہریرہؓ کی روایت میں تو نہیں مگر مجھے خبر پہنچی کہ عمران بن حصین فرماتے ہیں ثم سلم - قال عاصم بن علی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عاصم بن علی فرماتے ہیں کہ ہم سے اس کو عاصم بن محمد نے اپنے باپ سے بیان کیا۔ لیکن وہ اس کے الفاظ بھول گئے تھے، تو انہوں نے اپنے بھائی واقد بن محمد سے اس کی توثیق اور تقویم کرائی کہ میں نے اس کو اپنے باپ سے سنا تھا تم کو بھی یاد ہے تو انہوں نے توثیق فرمائی۔ اور کہا کہ میرے باپ بیان کیا کرتے تھے۔ تو گویا اس حدیث کی سند اگرچہ عاصم بن محمد سے ہے مگر چونکہ وہ بھول گئے تھے۔ اس لئے اپنے بھائی سے پوچھ کر اس حدیث کو بیان فرمایا۔ اذا بقیت فی حثالۃ من الناس۔ حثالہ کہتے ہیں بھوسڑ کو یعنی وہ کباڑ جو جو کا آٹا چھننے کے بعد چھلنی میں رہ جاتا ہے۔ اور مطلب یہ تھا کہ جب سب لوگ خلط ملط ہو جائیں گے اس وقت تو کیا کریگا۔

باب اَلْمَسَاجِدِ الَّتِیْ عَلٰی طُرُقِ الْمَدِیْنَۃِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِیْ صَلّٰی فِیْہَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:۔ ان مساجد کے بارے میں جو مدینہ منورہ کے راستوں میں ہیں اور وہ مقامات جن میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الْمُقَدَّمِیُّ الخ قَالَ رَاَیْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَتَحَرّٰی اَمَاکِنَ مِنَ الطَّرِیْقِ فَیُصَلِّیْ فِیْہَا وَیُحَدِّثُ اَنَّ اَبَاہُ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْہَا وَاَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ تِلْکَ الْاَمْکِنَۃِ قَالَ وَحَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ تِلْکَ الْاَمْکِنَۃِ وَسَاَلْتُ سَالِمًا فَلَا اَعْلَمُہٗ اِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِی الْاَمْکِنَۃِ کُلِّہَا اِلَّا اَنَّہُمَا اخْتَلَفَا فِیْ مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ راستے کے ان مکانات کو تلاش کرتے جن میں وہ نماز پڑھتے تھے بیان کرتے تھے کہ ان کے باپ حضرت ابن عمر انہیں مکانات میں نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے جناب نبی اکرم صلعم کو ان مکانات میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اور نافع نے بھی ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ وہ انہیں مکانات میں نماز پڑھتے تھے۔ اور میں نے سالم سے پوچھا تو انہوں

نے بھی میرے علم کے مطابق ان مکانات کے بارے میں حضرت نافع کی موافقت کی مگر مسجد شرف الروحاء میں دونوں کا اختلاف ہوگیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب سے بتلانا ہے کہ اگر کسی جگہ کوئی صالح نماز پڑھے یا وہاں سے اس کا گذر ہو تو اس مقام پر مسجد بنا لینا جائز ہے۔ مدینہ منورہ سے طرف مکہ میں سے آپ کا جانا کئی بار ہوا ہے۔ اور بعض مقامات پر آپ نے مختلف ازمنہ میں نماز پڑھی۔ اور راحت بھی فرمائی۔ حضرت ابن عمرؓ کو آپ کی ان قیام گاہ کے بارے میں غلو تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کا زیادہ تفحص کیا۔ مگر اس زمانہ میں بھی خبط عشواء ہوگیا تھا۔ اب ان مساجد میں سے صرف مسجد ذوالحلیفہ باقی ہے روحاء مدینہ منورہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر دوسری منزل ہے اور شرف کے معنی بلندی کے ہیں چونکہ اس جگہ آپ نے قیام فرمایا تھا اس لئے یہاں پر ایک مسجد بنا دی گئی۔ مگر اس میں حضرت سالم اور نافع رح کا اختلاف واقع ہوگیا۔ اور سب مساجد میں اتفاق رہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں چونکہ غرض حضور اکرم صلعم کے حالات کو بیان کرنا ہے اس لئے حضور اکرم صلعم کے اسفار کے راستے کا حال بھی بیان فرما دیا۔ مساجد چونکہ اہم تھیں اس لئے ان پر ترجمہ باندھ دیا۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ایک اہم مسئلہ کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ وہ یہ کہ مشاہد کا بر سے استبراک جائز ہے یا نہیں جس میں دو فریق ہوگئے۔ ایک نے تو بالکل افراط کردی جیسے مبتدعین اور دوسرے نے بالکل تفریط کردی۔ جیسے وہابیہ۔ نجدیہ اور ہم اہل دیوبند کا طریقہ یہ ہے کہ عقائد کے اندر تو وہابی اور اعمال کے اندر مبتدعین کے ساتھ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس طرح نہیں کرتے کہ جس سے ان بزرگوں کی شان میں کسی قسم کی گستاخی ہو بلکہ جو ادب ہے۔ اس کے ساتھ پیش آتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ حضرات کچھ بھی نہیں کر سکتے جو کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے اس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے۔ اب یہ سنو! کہ حضرت عمرؓ استبراک یعنی تبرک حاصل کرنے کے معاملہ میں بہت زیادہ سخت واقع ہوئے تھے۔ وہابیوں کے قریب قریب تھے، حتیٰ کہ اس درخت کو بھی کٹوا دیا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی، جس کی وجہ یہ ہوئی کہ لوگوں نے برکت کی نیت سے وہاں اس درخت کے نیچے نماز پڑھنا شروع کردی۔ اس پر فرمایا کہ اب درخت کی عبادت ہوگی۔ یہ کہہ کر کٹوا دیا۔ اسی طرح جب حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو اوّلاً فرمایا اِنّی اعلم انّک لا تضر و لا تنفع لو لا انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تبلك ما قبلتك تو فقل الخ یعنی میں جانتا ہوں کہ تو نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ پھر بوسہ دیا۔ اس کے برخلاف حضرت ابن عمرؓ بالکل حضرت عمرؓ کی ضد تھے جہاں بھی حضور اکرم صلعم کوئی کام کیا ہے وہ کام حضرت ابن عمرؓ بھی کرنا چاہتے تھے حتیٰ کہ اگر کسی جگہ حضورؐ نے پیشاب کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے بھی پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ گو اس وقت حاجت نہ بھی ہو رہی ہو۔ حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کے طریقہ کو ترجیح دی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خود حضور صلعم کے زمانہ سے استبراک ثابت ہے جیسا کہ عتبانؓ کی ذات میں گزر چکا کہ انہوں نے نبی پاک صلعم سے آکر عرض کیا کہ حضورؐ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیں۔ میں اسی کو اپنے لئے نماز گاہ بناؤں گا۔ تو یہ استبراک ہی ہوا اسی طرح حضور اکرم صلعم کے بالوں سے استبراک کرتے تھے کہ اس کو پانی میں ڈال کر شفا حاصل کرتے تھے۔

وحدثنی نافع اس روایت کو ذکر فرما کر موسیٰ بن عقبہ نے تبلادیا کہ جیسے سالم نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابن عمر کے مولیٰ نافع نے بھی ان سے یہی نقل کیا ہے۔ تو اس سے سالم کی روایت کی تقویت ہو گئی کہ صرف وہی نہیں بیان کرتے بلکہ اور بھی بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں کی روایات میں یہاں صرف اس مسجد میں اختلاف ہے جو کہ شرف روحاء پر واقع ہے کہ کس جگہ پر واقع ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۲ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ وَفِي حَجَّتِهِ حِيْنَ حَجَّ تَحْتَ سَمُرَةٍ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ اِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوَةٍ وَّكَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيْقِ اَوْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ هَبَطَ بَطْنَ وَادٍ فَاِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلٰى شَفِيْرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتّٰى يُصْبِحَ لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ وَّلَا عَلَى الْاَكَمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ كَانَ ثَمَّ خَلِيْجٌ يُصَلِّي عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَهُ فِي بَطْنِهِ كُثُبٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ يُصَلِّي فَدَحَا فِيْهِ السَّيْلُ بِالْبَطْحَاءِ حَتّٰى دَفَنَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّي فِيْهِ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيْرُ الَّذِي دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِي بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ

وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ صَلّٰى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثَمَّ
عَنْ يَمِينِكَ حِينَ تَقُومُ فِي الْمَسْجِدِ تُصَلِّي وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيقِ الْيُمْنٰى وَأَنْتَ
ذَاهِبٌ إِلٰى مَكَّةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ أَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ
يُصَلِّي إِلَى الْعِرْقِ الَّذِي عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ وَذٰلِكَ الْعِرْقُ انْتَهٰى طَرَفُهُ عَلٰى حَافَّةِ
الطَّرِيقِ دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلٰى مَكَّةَ وَقَدِ ابْتُنِيَ
ثَمَّ مَسْجِدٌ فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي أَمَامَهُ إِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهِ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ
يَرُوحُ مِنَ الرَّوْحَاءِ فَلَا يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتّٰى يَأْتِيَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّي فِيهِ الظُّهْرَ وَإِذَا
أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنْ مَرَّ بِهِ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ أَوْ مِنْ آخِرِ السَّحَرِ عَرَّسَ حَتّٰى يُصَلِّيَ
بِهَا الصُّبْحَ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ
سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُونَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِينِ الطَّرِيقِ وَوِجَاهَ الطَّرِيقِ فِي مَكَانٍ بَطْحٍ
سَهْلٍ حَتّٰى يُفْضِيَ مِنْ أَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيلَيْنِ وَقَدِ انْكَسَرَ أَعْلَاهَا فَانْثَنٰى فِي
جَوْفِهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ وَفِي سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيرَةٌ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي طَرَفِ تَلْعَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْعَرْجِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ
إِلٰى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ عَلَى الْقُبُورِ رَضْمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَنْ
يَمِينِ الطَّرِيقِ عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيقِ بَيْنَ أُولٰئِكَ السَّلِمَاتِ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوحُ مِنَ
الْعَرْجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِي ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ
بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَسَارِ
الطَّرِيقِ فِي مَسِيلٍ دُونَ هَرْشٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ قَرِيبٌ مِنْ غَلْوَةٍ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ
بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي إِلٰى سَرْحَةٍ هِيَ أَقْرَبُ السَّرَحَاتِ إِلَى الطَّرِيقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ وَأَنَّ
عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيلِ الَّذِي
فِي أَدْنٰى مَرِّ الظَّهْرَانِ قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ يَهْبِطُ مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ يَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذٰلِكَ
الْمَسِيلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيقِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلٰى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ إِلَّا رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ

٦٩/٢

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى وَيَبِيتُ حَتَّى يُصْبِحَ يُصَلِّي الصُّبْحَ حِينَ يَقْدُمُ مَكَّةَ وَمُصَلَّى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّةَ وَلٰكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيظَةٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِي بُنِيَ ثَمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْأَكَمَةِ وَمُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكَمَةِ السَّوْدَاءِ تَدَعُ مِنَ الْأَكَمَةِ عَشَرَةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ (الحديث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر حضرت نافع کو خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم جب عمرے کے لئے جاتے تو ذوالحلیفہ اور اپنے حج میں بھی جبکہ حج کے لئے جاتے اس کیکر کے درخت کے نیچے جو ذوالحلیفہ میں مسجد کی جگہ میں ہے۔ اور جب کسی غزوہ سے واپس تشریف لاتے اور اس راستہ میں ہوتے یا حج اور عمرہ سے واپس آتے تو بطن وادی میں اترتے اور جب بطن وادی سے باہر نکل کر ظاہر ہوتے تو اس کنکریلی زمین شرقی پر اونٹنی کو بٹھا دیتے جو وادی کے کنارے پر ہے۔ وہاں رات کے آخری حصہ میں آرام کرتے۔ یہاں تک کہ صبح کرتے، نہ اس مسجد کے پاس جو پتھروں پر ہے اور نہ ان ٹیلوں پر جن پر مسجد بنی ہے۔ اس جگہ ایک گہری وادی تھی جس کے پاس حضرت عبداللہ نماز پڑھتے تھے اس وادی کے اندر ریت کے ٹیلے ہیں جہاں پر جناب رسول اللہ صلعم نماز پڑھتے تھے اس جگہ پر سیلاب، کنکریاں بہا کر لے آیا جس سے وہ مکان مٹ گیا جہاں حضرت عبداللہؓ نماز پڑھتے تھے اور عبداللہ بن عمرؓ ان سے بیان کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلعم اس چھوٹی سی مسجد میں نماز پڑھی جو روحاء پہاڑ کی بلندی والی مسجد کے قریب ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس مکان کو جانتے تھے جہاں جناب نبی کرم صلعم نے نماز پڑھی تھی فرماتے تھے اس جگہ دائیں جانب جہاں تم کھڑے ہو کر مسجد میں نماز پڑھو۔ اور یہ مسجد راستے کے دائیں جانب کنارے پر ہے جبکہ آپ مکہ کو جا رہے ہوں اس چھوٹی اور بڑی مسجد کے درمیان پتھر پھینکنے کی مقدار یا اس کے برابر ہے۔ اور ابن عمرؓ اس چھوٹے پہاڑ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ جو روحاء پہاڑ کے موڑ پر ہے اور اس چھوٹے پہاڑ کا کنارہ راستے کی جانب اس مسجد کے قریب پہنچتا ہے جو اس چھوٹے پہاڑ اور روحاء کے موڑ کے درمیان ہے۔ جبکہ آپ مکہ کو جا رہے ہوں اس جگہ ایک مسجد بن

چکی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ اس مسجد کو اپنی بائیں طرف اور اپنے پیچھے
چھوڑ جاتے تھے اور خود عرق کی طرف اپنے آگے چل کر نماز پڑھتے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ روحاء سے چل کر
ظہر کی نماز نہیں پڑھتے تھے، یہاں تک کہ اس مکان میں پہنچ کر ظہر پڑھتے تھے اور جب مکہ سے آتے اور اس
مکان سے صبح سے ایک گھڑی پہلے گذرتے یا سحری کے آخری وقت گذرتے تو یہاں اس وقت تک آرام کرتے
یہاں تک کہ صبح کی نماز ادا کرتے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلعم
راستہ کی داہنی جانب رویثہ پہاڑ کے قریب بڑے بڑے عظیم درخت کے نیچے اترتے تھے اور راستے کے مقابل
اس مکان میں اترتے جو وسیع اور نرم ہے۔ یہاں تک کہ اس ٹیلے کے پاس پہنچے جو دو میل کے فاصلہ
پر رویثہ پہاڑ جہاں قاصد جا کر ٹھہرتے تھے اس کے قریب ہے جس کا اوپر والا حصہ ٹوٹ چکا ہے اور وہ
دوہرا ہو کر اس کے پیٹ میں گر گیا ہے۔ پہاڑ اپنی بنیاد پر کھڑا ہے۔ اور اس کی بنیاد میں بہت سے ریت
کے ٹیلے ہیں اور عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جناب اکرم صلعم نے عرج بستی کے پیچھے ٹیلے کے کنارے
نماز پڑھی جبکہ آپ اس پہاڑ کی طرف جا رہے ہوں جو زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مسجد کے پاس دو یا تین
قبریں ہیں۔ اور قبروں کے اوپر بڑے بڑے پتھر ہیں، راستے کے دائیں جانب جہاں راستے کے بڑے بڑے
درخت ہیں۔ ان درختوں کے درمیان حضرت عبداللہ عرج بستی سے چلتے تھے۔ جبکہ دوپہر کے بعد سورج ڈھلتا تھا
تو وہ اس مسجد میں آکر ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور یہ بھی حضرت عبداللہ رضؓ نے بیان فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلعم
ہرشی پہاڑ کے قریب جہاں پانی کی گذرگاہ ہے، راستے کے بائیں جانب بڑے بڑے درختوں کے پاس اترتے
تھے اور یہ پانی کی گذرگاہ ہرشی پہاڑ کے کنارہ سے ملی ہوئی ہے، راستے اور اس کے درمیان تیر کے پہنچنے کی مقدار
کے قریب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ان درختوں میں سے جو درخت راستے کے قریب ہے وہاں نماز پڑھتے
تھے۔ یہ درخت ان درختوں سے لمبا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلعم
اس پانی کی گذرگاہ پر اترتے تھے جو مرالظہران کے قریب ہے۔ مدینہ کی طرف جبکہ ان پہاڑوں یا وادیوں
سے نیچے اترتے تھے تو اس پانی کی گذرگاہ جو راستے کے بائیں جانب ہے، جبکہ آپ مکہ کی طرف جا رہے ہوں
اترا کرتے تھے۔ آپ کی منزل اور راستے کے درمیان پتھر کے پھینکنے کی مسافت کے برابر ہے اور حضرت
عبداللہ بن عمرؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ جناب نبی اکرم صلعم جب ذی طویٰ میں اترتے تو رات وہاں پر بسر کرتے
یہاں تک کہ جب صبح ہوتی تو فجر کی نماز ادا کرتے جبکہ آپ مکہ کو آ رہے ہوتے۔ جناب رسول اللہ صلعم کے نماز

پڑھنے کی یہ جگہ ایک بہت بڑے ٹیلے پر ہے اس مسجد میں نہیں جہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے۔ لیکن اس کے نیچے بڑے ٹیلے پر ہے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے تھے۔ کہ جناب نبی اکرم صلعم اس پہاڑ کے راستے کو سامنے رکھتے تھے جو اس پہاڑ اور کعبہ کی طرف جو لمبا پہاڑ ہے اس کے درمیان ہے تو نافع فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر اس مسجد کو جو اس جگہ بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کے بائیں جانب قرار دیتے تھے جو ٹیلے کے کنارے پر ہے۔ جناب نبی اکرم صلعم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے کالے پتھروں والے ٹیلے کو دس گز یا اس کے مثل چھوڑ کر پھر تو ان پہاڑی راستوں کو سامنے رکھ کر نماز پڑھے جو راستے اس پہاڑ کے ہیں جو تیرے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ سمرہ کانٹے دار درخت کو کہتے ہیں اکثر اس کا اطلاق ببول کے درخت پر ہوتا ہے جسے ام غیلان بھی کہتے ہیں جہاں غول بیابان رہا کرتے ہیں یعنی ارواح خبیثہ جن کو اکثر قبول نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کو رد کر دیا جاتا تھا بعض نے کہا غول بیابان ایک وہمی چیز ہے۔ بطحاء وہ وادی جہاں پر سنگریزے کثرت سے پھیلے ہوئے ہوں تنفیر یعنی کنارہ خلیج یعنی دریا۔ یا سمندر کے کنارے کوئی گڑھا پڑ جائے قلعہ وہ اونچی زمین جو وادی سے اوپر ہو۔ اور پہاڑ سے نیچے ہو۔ اس لئے کبھی اسے ارض مرتفعہ کہا جاتا ہے اور کبھی ارض منخفضہ کہتے ہیں۔ دونوں حیثیتوں کا لحاظ کر کے بولتے ہیں۔ هرشیٰ پہاڑ کی گھاٹی کا نام ہے۔ سرحۃ درخت کو کہتے ہیں۔ کراع حقیقت میں ذوات القوائم کے پیر کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں پہاڑ کا سلسلہ یا وادی کا سلسلہ اگر لمبا ہو جائے تو اسے کراع کہتے ہیں۔ غلوۃ یعنی رمیۃ السہم صفرات جمع صفراء کی اس کا اطلاق پہاڑ اور وادی دونوں پر آتا ہے۔ فرضۃ الجبل ای مراحل والطرق فی الجبل قد دفن المکان الذی کان عبداللہ یصلی فیہ ہاں اس کی محاذات باقی رہ گئی ہیں یہاں تک پہلی منزل ہو گئی۔ ان عبداللہ بن عمرؓ نافع نے یہ جملہ آٹھ جگہ ذکر کر کے آٹھ منزلیں گنوائی ہیں من بطن واد اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں نزول فرماتے تھے بلکہ نیچے اترنے کے معنی میں چلتے ہوئے فی جانبہ السیل بالبطحاء پس ردتے اس میں کنکریاں لا کر ڈال دیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب رَو چلتی ہے کہ کوڑا کرکٹ اور ریت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے دوسری جگہ سے تیسری جگہ وانت ذاھب فی مکۃ اس جملہ کی قید اس لئے لگائی کہ ان اشیاء میں دایاں بایاں اضافی ہے بینہ و بین المسجد و میۃ بحجر الخ چونکہ ان حضرات کے ہاں تیراندازی کا مشغلہ تھا۔ نشانہ بازی ان کا کھیل تھا اس لئے انہیں ایک مقدار بھی معلوم تھی

اس لئے کہیں تو ربتہ الحجر کہہ دیا۔ اور کہیں ربتہ بہم بول کر ایک خاص مقدار مراد لیتے تھے۔ العرق چھوٹی سی پہاڑی سخت سرحة ضخمة سرحة بڑے موٹے اور چوڑے درخت کو کہتے ہیں ضخمہ سے اس کی تاکید کردی کان یتحدث عن یسار دولانہ یعنی اس مسجد کو بائیں جانب چھوڑتے تھے اور اس سے آگے بڑھ کر پھر پڑھتے تھے۔ وانت ذاھب الی ھضبة۔ ہضبہ اس پہاڑی کو کہتے ہیں جو اونچی نہ ہو رضم من حجارة چھوٹے چھوٹے سفید پتھروں کو رضم کہتے ہیں۔ عند سلمات الطریق راستہ کے کیکروں کے پاس۔ ھرشی ایک جگہ کا نام ہے بکراع ہرشی ای بطرفہ مرالظہران بھی جگہ کا نام ہے، عرب کا پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ اگر منزل بڑی ہوتی۔ تو ظہر کی نماز پڑھ کر چلتے ورنہ عصر کی نماز کے بعد چلتے تھے اور صبح سے دوپہر تک کسی جگہ آرام کر لیا کرتے تھے اور مکہ سے مدینہ کا سفر تقریباً دس بارہ دن کا ہے درمیان میں آٹھ منزلیں ہوتی تھیں۔ ان مقامات پر جو حضور انور صلعم نے نمازیں پڑھی ہیں وہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر پڑھی ہیں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ حضور انورؐ مدینہ سے کب چلے۔ چوبیس پچیس یا چھبیس ذیقعدہ میری رائے یہ ہے کہ آپؐ شنبہ کے دن چلے ہیں اور چھبیس ذیقعدہ تھی۔ اگر مہینہ تیس ۳۰ کا ہے اور پچیس ذیقعدہ تھی اگر مہینہ انتیس کا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ چار ذی الحجہ بروز اتوار چاشت کے وقت مکہ کے اندر داخل ہوئے اور مدینہ سے مکہ تک کل آٹھ منزلیں ہیں تو گویا درمیان میں آٹھ دن لگے ہیں یعنی شنبہ سے شنبہ تک اور یکشنبہ کی چاشت کو آپؐ مکہ میں داخل ہوئے۔ اور بجائے جمعہ کے شنبہ میں نے اس لئے اختیار کیا کہ روایت کے اندر آتا ہے کہ جب حضور صلعم تشریف لے چلے تو ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعات ادا فرمائی۔ اور عصر کی نماز دو رکعت ذوالحلیفہ میں پڑھی۔ اگر جمعہ کا دن ہوتا تو چار رکعات ظہر کی کیسے ہوسکتی ہے۔ بطن کے معنی پست زمین علو اونچی زمین بطحا۔ کنکریلی زمین کثیب ریت کے ٹیلے شرف الروحا۔ یہ دوسری منزل ہے۔ پہلی منزل ذوالحلیفہ ہے۔ حافہ یعنی کنارہ رمیتہ بحجر ایک پتھر پھینکنے کی مقدار العرق چھوٹی پہاڑی۔ منصرف موڑ دو ثنیہ تیسری منزل کا نام ہے سرحۃ بہت بڑا کیکر کا درخت وجاہ مقابلہ۔ بطح ہموار وسیع بین یدی الرویثہ رویثہ میں ڈاک گھر عرج چوتھی منزل کا نام ہے۔ قلعہ چھوٹا ٹیلہ ھضبۃ عرج کے قریب چھوٹا سا گاؤں رضم بڑے بڑے پتھر سلمات کیکر کے درخت سلمہ کی جمع ہے۔ ھرشی پانچویں منزل کا نام ہے۔ مسیل یعنی رو جس میں بارش کا پانی چلتا ہے کراع کنارہ۔ غلوۃ ایک تیر پھینکنے کی مسافت کے برابر مرالظہران چھٹی منزل

کا نام ہے۔ صفادات صفرادۃ کی جمع ہے بمعنی دادی۔ ذوالطوای مکہ سے ڈھائی تین میل کے فاصلہ پر چھٹی منزل کا نام ہے۔

باب سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهٗ۔

ترجمہ:۔ امام کا سترہ اوران لوگوں کا سترہ جو امام کے پیچھے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۶۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ وَّاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں گدھیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں ان دنوں احتلام کے قریب تھا یعنی بالغ ہونے والا تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلعم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے سامنے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو میں بعض کے سامنے سے گذرا اتر کر گدھیا کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود میں صف میں شامل ہو گیا کسی نے اس وجہ سے مجھ پر اعتراض نہ کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ:۔ جناب رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ صحراء میں نمازی اپنے آگے سترہ کھڑا کرے۔ جو بین المصلی وبین الکعبۃ گذرے گا وہ گناہگار ہوگا۔ مگر یہ حکم ہر مصلی کے لئے نہیں ہے بلکہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے اور جو شخص مقتدیوں کے آگے سے گذرے اور امام کے آگے سے نہ گذرے تو اس سے نہ امام کی نماز میں خلل آئے گا اور نہ ہی مقتدیوں کی نماز میں ضرر ہوگا۔ چنانچہ روایت ابن عباسؓ اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ خود بھی نمازیوں کے آگے سے گذرے اور ان کی گدھیا بھی آگے سے گذری مگر کسی نے ان پر نکیر نہ کیا، حالانکہ مار بین یدی المصلی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ہے۔ اس کو آثار سے ثابت کیا حالانکہ کوئی صراحت نہیں ہے۔ مگر قراۃ الامام قراۃ لہ میں جبکہ صراحت ہے وہاں سب کو مکھی چھینک جاتی ہے۔ امام بخاریؒ بھی اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کا خلاف کرتے ہیں

تشریح از شیخ زکریاؒ:۔ جب جماعت سے نماز ہو رہی ہو۔ تو صرف امام کے سامنے سترہ ہونا کافی ہے ہر شخص کے لئے مقتدیوں میں سے سترہ ہونا ضروری نہیں یہ اجماعی مسئلہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے۔ کہ سترۃ الامام سترۃ لمن خلفہ ہے یا امام کا سترہ تو وہ لکڑی ہے اور خود امام قوم کا سترہ ہے اس

میں علماء کے دو قول ہیں۔ یصلی بالناس بمنیٰ الی غیر جدار روایت گذر چکی اس کے مطلب میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ بالکل سترہ نہیں تھا۔ چنانچہ بیہقی نے اس روایت پر ترجمہ باندھا ہے باب الصلوٰۃ بمنیٰ من غیر سترۃ اور دوسرا قول یہ ہے کہ سترہ تو تھا مگر جدار نہیں تھی۔ یہی امام بخاریؒ کی روایت ہے۔ فمررت بین یدی بعض الصف کیونکہ سترۃ الامام لسترۃ لمن خلفہ ہے امام بخاریؒ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ سترۃ الامام سترۃ لمن خلفہ ہے۔ فلم ینکر ذالک علی احد اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں۔ حمار کلب اور عورت قطع صلوٰۃ کا سبب ہوتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے میں نے گدھی چھوڑ دی۔ وہ چرتی رہی کسی نے نکیر نہیں کی۔ اب اگر سترہ تھا تو پھر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اگر نہیں تھا جیسے کہ بیہقی وغیرہ کی رائے ہے تو پھر واضح ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۴ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ اَمَرَ بِالْحَرْبَۃِ فَتُوْضَعُ بَیْنَ یَدَیْہِ فَیُصَلِّیْ اِلَیْھَا وَالنَّاسُ وَرَآءَہٗ وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَھَا الْاُمَرَآءُ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم جب عید کے دن باہر تشریف لاتے تو ایک چھوٹے نیزے کے متعلق حکم دیتے جو آپؐ کے سامنے رکھا جاتا۔ آپؐ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور لوگ آپؐ کے پیچھے ہوتے تھے اور یہ کام آپؐ سفر میں کرتے تھے اسی وجہ سے امراء ملک نے نیزہ رکھنے کو معمول بنا لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امر بالحربۃ اس سے امام کے لئے سترہ ثابت ہوا۔ لوگوں کے لئے سترہ نہیں رکھا گیا۔ اگر رکھا جاتا تو اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ جب ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔ فمن ثم اتخذھا الامراء یعنی حضور اقدس صلعم کے ساتھ تو اس غرض سے ہوتا تھا کہ اگر نماز کے لئے ضرورت ہو اور کوئی سترہ نہ ہو تو نیزہ کو گاڑ کر سترہ بنا لیں۔ کہیں استنجاء کی ضرورت ہو تو زمین نرم کر لیں۔ ڈھیلے توڑ لیں مگر اس کو اصل قرار دے کر اُن امراء نے اختیار کیا کہ حضور صلعم کے زمانے میں نیزہ لے کر چلتے تھے۔ اور امراء سے مراد امراء بنوامیہ ہیں خلفاء راشدین مراد نہیں اور یہ نکیر فرماتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بہت سی باتوں کی اصل ہوتی ہے۔ مگر اس میں افراط کی بنا پر سداللباب علماء منع فرما دیتے ہیں کہ ابتداء میں وہ باتیں عارضی ہوتی ہیں۔ اور پھر لوگ اس کو معلوم نہیں کس حد تک پہنچا دیتے ہیں الحاصل

امام بخاریؒ کی اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جب کوئی روایت غیر بخاری کی ہو. لیکن مضمون اس کا صحیح ہو تو ان مضامین کی تقویت کرتے ہیں اور جن روایات کے مضامین درست نہ ہوں ان پر رد کرتے چلتے ہیں. باب کی روایت ابوداؤد کی ہے. اور اسی روایت کا مضمون ان کے نزدیک صحیح ہے. لہٰذا اس کی تقویت کے لئے دوسری حدیث ذکر فرمادی اور اس حدیث کو ترجمۃ الباب بنا دیا. اس میں اختلاف ہے کہ جو سترہ امام کے لئے ہوتا ہے. وہی سترہ مقتدیوں کے لئے بھی ہوتا ہے. یا مقتدیوں کا سترہ امام ہے. اس میں دونوں قول ہیں. امام بخاریؒ نے اس باب سے بتلا دیا کہ مقتدیوں کا سترہ وہی ہے جو امام کا ہے. نہ کہ خود امام سترہ ہے. اس اختلاف کا ثمرہ یہ نکلے گا کہ اگر امام اور اس کے سترہ کے درمیان کوئی چیز قاطع نکلے تو وہ امام کے لئے مضر ہوگی. مقتدیوں کے لئے مضر نہیں کیونکہ مقتدیوں کا سترہ تو خود امام ہے. اگر امام اور مقتدی کے درمیان سے گذرے تو مقتدیوں کے لئے مضر ہوگا. اور امام کی نماز صحیح ہوگی. بمنیٰ الیٰ غیر جدار مسلم شریف میں بجائے منیٰ کے عرفہ واقع ہے. علامہ نوویؒ نے فرمایا ہے کہ تعدد واقعہ پر محمول ہے اس پر حافظ نے نکیر فرمائی ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے. اور روایات مشہورہ کے اندر صرف منیٰ واقع ہوا ہے. لہٰذا یہی صحیح ہے اور عرفہ شاذ ہے. مصنفؒ نے باب باندھ کر تبلادیا کہ حضور علیہ السلام نے منیٰ کے اندر جدار کے علاوہ کسی اور شئی کو سترہ بنا کر نماز پڑھی اور یہی معنی راجح ہیں فمن ثم اتخذھا الامراء یہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہیں سے بادشاہوں نے بنا لیا. اب جو بدعتوں کی موجودہ خرافات ہیں ان کی ابتداء اور اصل بہت اچھی ہوتی ہے. لیکن پھر بعد میں ناجائز اور حرام باتیں اس میں داخل ہوجاتی ہیں. ان زیادتیوں کی وجہ سے ناجائز کہنا پڑتا ہے. عرس کی اصل یہ ہے کہ جب کوئی شیخ مرجاتا تھا تو اس کے سب مرید آپس میں ملاقات کے لئے شیخ کی تاریخ وفات پر ایک جگہ جمع ہو جایا کرتے تھے. کیونکہ یہ تاریخ انتقال سب کو معلوم ہوتی ہے. لیکن اب بعد میں ان میں زوائد داخل ہو گئے. جیسے رقص وسرود. میلہ ٹھیلہ وغیرہ اس لئے ناجائز ہے

حدیث نمبر ۴۶۵ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ.

ترجمہ :۔ حضرت عون فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ ابوجحیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب

نبی کریم صلعم نے بطحا میں ان کو نماز پڑھائی جبکہ آپ کے سامنے نوکدار لاٹھی تھی. ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں پڑھائیں. آپ کے سامنے سے عورت اور گدھا گذرتے تھے جس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا تھا۔

باب قَدْرِ كَمْ يَنْبَغِي اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَالسُّتْرَةِ۔

ترجمہ:۔ نمازی اور سترہ کے درمیان کس قدر فاصلہ مناسب ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۶ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ بَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم کی جائے نماز اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ کا فاصلہ ہوتا تھا

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ الخ یہ مسجد نبوی کا واقعہ ہے. مصلی رسول اللہ سے پیر رکھنے کی جگہ مراد ہے تو اس کے اور جدار کے درمیان ممر الشاۃ تھا. مگر اتنی جگہ میں سجدہ نہیں ہو سکتا. تو کہا جائے گا کہ مصلی رسول اللہ سے پیر رکھنے کی جگہ مراد نہیں بلکہ سجدہ کرنے کی جگہ مراد ہے اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ ممر شاۃ طولاً مراد ہے. اس کے لئے جگہ بہت چاہیئے. ممر الشاۃ عرضاً مراد نہیں.

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مصلی اسم فاعل من التفعیل اور اسم ظرف منہ پڑھا گیا ہے. چونکہ سترہ نماز پڑھنے والوں اور گذرنے والوں دونوں کی سہولت کے لئے ہوتا ہے. اس لئے نمازی کو سترہ سے بہت دور نہ کھڑا ہونا چاہیئے. بلکہ قریب کھڑا ہونا چاہیئے. اب مقدار کیا ہو. اس کو امام بخاریؒ بیان فرماتے ہیں. میں نے کہا کہ مصلی اسم فاعل اور مصلی اسم ظرف دونو پڑھے گئے ہیں. تو جمہور تو اس کو علی بناء الظرف پڑھتے ہیں. اور ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے کی جگہ اور سترہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے. اور مالکیہ اس کو فاعل کے وزن پر پڑھتے ہیں. اور ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کے درمیان اور سترہ کے درمیان کتنا فصل ہونا چاہیئے جمہور کے نزدیک چونکہ اسم ظرف ہے. اس لئے روایت سے معلوم ہوا کہ جتنی دور کے اندر مصلی سجدہ کرتا ہے. اس کو چھوڑ کے پھر ایک ممر شاہ ہونا چاہیئے. اور مالکیہ کے نزدیک نمازی اور سترہ کے درمیان ممر شاۃ کا فاصلہ ہونا چاہیئے. اب سجدہ کیسے کرے. وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ کے وقت پیچھے ہٹ جائے جیسے حضور صلعم سجدہ کرنے کے لئے منبر سے نیچے اترے تھے. باب کے اندر جو لفظ مصلی ہے. جمہور نے اسے اسم ظرف پڑھا ہے مالکیہ نے اسم فاعل لیکن جو روایت اس باب میں آرہی ہے

وہ اسم فاعل کے صیغہ کا احتمال نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہاں اضافت کے ساتھ ہے مصلی رسول اللہ الخ اس سے معلوم ہوا کہ ترجمۃ الباب کے اندر بھی اسم ظرف ہے تو گویا اب باب کے ذریعہ مالکیہ پر رد فرمادیا۔

حدیث نمبر ۴۶۷ حَدَّثَنَا الْمَکِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ قَالَ کَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا کَادَتِ الشَّاۃُ تَجُوْزُهَا (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ مسجد کی دیوار منبر کے پاس تھی جس سے بکری مشکل سے گذر سکتی تھی۔

باب الصَّلٰوۃِ اِلَی الْحَرْبَۃِ۔

ترجمہ:۔ چھوٹے نیزے کی طرف نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۴۶۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُرْکَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ فَیُصَلِّیْ اِلَیْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم کے لئے چھوٹا نیزہ گاڑا جاتا جس کی طرف منہ کرکے آپؐ نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ عنزہ اور حربہ عام نیزوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ البتہ بعض کے نزدیک عنزہ کی بھال چوڑی ہوتی ہے اور حربہ کی پتلی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے دو باب باندھے ہیں۔ ایک صلوٰۃ الی الحربہ اور دوسرا صلوٰۃ الی العنزہ کا میرے والد صاحب کی رائے ہے کہ بعض اقوام چونکہ ہتھیاروں کی پرستش کرتے ہیں اس لئے اس سے شبہ ہوتا تھا کہ ہتھیاروں کا سترہ بنانا ان کی طرف نماز پڑھنا صحیح نہ ہو جیسے کہ احنافؒ کے نزدیک آگ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اس کا جواز ثابت فرمادیا۔

باب الصَّلٰوۃِ اِلَی الْعَنَزَۃِ

ترجمہ:۔ چھوٹے نیزے کی طرف نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۴۶۹ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَاُتِیَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَصَلّٰی بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَبَیْنَ یَدَیْهِ عَنَزَةٌ وَالْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ یَمُرُّوْنَ مِنْ وَّرَائِهَا (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عون فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ ابوجحیفہؓ سے سنا فرماتے تھے کہ دوپہر

کے وقت جناب نبی اکرم صلعم ہماری طرف باہر تشریف لائے پانی لایا گیا۔ آپ نے وضو فرمایا۔ اور ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی جبکہ آپ کے سامنے چھوٹا نیزہ تھا۔ عورت اور گدھا اس عنزہ کے پیچھے سے گذرتے تھے۔ نماز میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔

حدیث نمبر ۴۷۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ تَبِعْتُهٗ اَنَا وَغُلَامٌ وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ اَوْ عَصًا اَوْ عَنَزَةٌ وَمَعَنَا اِدَاوَةٌ فَاِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ نَاوَلْنَاهُ الْاِدَاوَةَ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلعم جب قضائے حاجت کے لئے باہر جاتے تھے تو میں اور ایک لڑکا آپؐ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ ہمارے ساتھ عکازہ یا عصا یا عنزہ ہوتا تھا۔ اور ایک پانی کی ڈلیا بھی ہوتی تھی۔ پس جب آپ حاجت سے فارغ ہوتے تو ہم آپؐ کو پانی کی ڈلیا دے دیتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں سوال یہ ہے کہ او شک کے لئے ہے اور جب شک ہوگیا تو ترجمہ کیسے ثابت ہوا۔ جواب یہ ہے کہ ان کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے جب بھی تو ان اشیاءؐ کے درمیان شبہ ہوا۔ تو مطلوب ثابت ہوا اور میرے نزدیک او تنویع کے لئے ہے۔ کہ کبھی اس کی طرف کبھی اس کی طرف اب کوئی اشکال نہیں۔ حربہ چھوٹے نیزے کو کہتے ہیں۔ عنزہ ذرا اس سے بڑا ہوتا ہے اور عکازہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو چرواہے کے ساتھ رہتی ہے اور اس کے کونہ پر لوہے کا ایک پنجہ سا بنا ہوا ہوتا ہے۔ جس سے وہ درخت کے پتے اور شاخیں توڑتا ہے۔

باب السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ:۔ مکہ اور غیر مکہ میں سترہ کا استحباب۔

حدیث نمبر ۴۷۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَصَلّٰى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً وَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ

ترجمہ:۔ حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں، کہ ایک دن دوپہر کے وقت جناب رسول اللہ صلعم ہمارے لئے باہر تشریف لائے تو بطحاء میں ہمیں ظہر اور عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ اور آپؐ کے سامنے چھوٹا نیزہ

کھڑا کیا گیا تھا۔ اور آپ نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام آپ کے وضو کے پانی کو تبرکاً بدن کو ملتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی رح: مکہ معظمہ میں طائفین کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور طائفین کو مرور سے نہ روکا جائے گا۔ احناف رح اور شوافع رح کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔ حالانکہ نمازی کے آگے گزرنے والے کو شیطان کہا گیا ہے اور اس کے دفع کرنے کا حکم ہے۔ دفع کے معنی بعض شوافع حقیقی لیتے ہیں مگر احناف رح اشارہ مراد لیتے ہیں تو اگر طائفین کو روکا جائے تو اتنی بڑی جماعت کو کیسے روکا جاسکتا ہے اس لئے ضرورت کی بنا پر احناف اور شوافع نے طائفین کی تخصیص کر دی۔ اوران کے لئے سترہ کے قائل نہ ہوئے اور بعض نے معنوی علۃ بیان کی ہے کہ طواف کی حالت محبوز نا نہ اور طور عقل سے نکل جاتا ہے اور مجنون پر کوئی تنگی نہیں اس لئے اس کے لئے سترہ کی کوئی ضرورت نہیں غیر مطاف میں میں سترہ کھڑا کرنا بالاتفاق ضروری ہے۔ جیسے آپ نے بطحاء کے اندر سترہ کھڑا کیا۔

تشریح از شیخ زکریا: ابوداؤد وغیرہ سنن کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم ہیں مطاف میں باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے تھے اور طواف کرنے والے حضور صلعم کے سامنے طواف کرتے تھے اور آپ کے سامنے سترہ نہیں ہوتا تھا۔ اس روایت کی تخریج میں علماً کا اختلاف ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ مکہ میں بلا سترہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں باب باندھا ہے۔ اور یہی حنابلہ کا مذہب ہے۔ تو امام بخاری رح نے اس پر رد فرما دیا۔ کہ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ مکہ میں سترہ ضروری نہیں ہے بلکہ مکہ میں آپ نے بطحاء کے اندر سترہ کی طرف نماز پڑھائی ہے۔ اور بعض علماً کی رائے یہ ہے کہ چونکہ حدیث کے اندر ہے۔ الطواف بالبیت صلوٰۃ بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے۔ لہٰذا طائفین کی جماعت ایسی ہے۔ جیسی نماز کی جماعت اس لئے وہ مضر نہیں تیسرا قول یہ ہے کہ حنفیہ رح کے نزدیک مسجد کبیر میں سترہ ہونے کی ضرورت نہیں اور مسجد کبیر کی مثال میں یہ حضرات مسجد مکہ اور مسجد مدینہ اور مسجد بیت المقدس کو پیش کرتے ہیں تو چونکہ یہاں مسجد کبیر تھی اس لئے سترہ کی ضرورت نہیں تھی۔

باب الصَّلٰوۃِ اِلَی الْاُسْطُوَانَۃِ

ترجمہ:۔ ستون کی طرف نماز پڑھنا

وَ قَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّوْنَ اَحَقُّ بِالسَّوَارِیْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِیْنَ اِلَیْھَا وَ رَاٰی ابْنُ عُمَرَ

رَجُلًا يُصَلِّيْ بَيْنَ اُسْطُوَانَتَيْنِ فَاَدْنَاهُ اِلٰى سَارِيَةٍ فَقَالَ صَلِّ اِلَيْهَا۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نمازی لوگ ستونوں کے زیادہ مقدار میں باتیں کرنے والوں سے اور ابن عمرؓ نے دو ستونوں کے درمیان ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ستون کے قریب کر دیا اور فرمایا کہ اس کی طرف نماز پڑھو۔

حدیث نمبر ۴۷۲ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ قَالَ كُنْتُ اٰتِيْ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِيْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ اَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ قَالَ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا

ترجمہ:۔ حضرت یزید بن ابی عبیدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کے ہمراہ آتا تھا۔ تو وہ اس ستون کے پاس نماز پڑھتے تھے جو مصحف کے پاس ہے۔ میں نے پوچھا اے ابو مسلم! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کو اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے دیکھا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ غرض یہ ہے کہ اگرچہ مسجد کے اندر سترہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر اولیٰ یہ ہے کہ کسی ستون کے قریب پڑھے۔ کیونکہ اس سے نمازیوں کے نکلنے میں سہولت ہوگی اور یہ وجوب کا درجہ نہیں۔ الاسطوانۃ التی عند المصحف اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں نسخ مصاحف جمع کراتے تو مسجد نبوی میں ایک ستون کے پاس رکھ دیئے گئے تاکہ نماز پڑھنے والوں میں سے جس کا جی چاہے اس میں دیکھ کر پڑھے۔ تو اس ستون کو اسطوانۃ المصحف کہتے ہیں۔ اور بعض نے یہ کہہ دیا کہ حضورؐ نے اپنے زمانے میں مصحف رکھوائے تھے یہ غلط ہے

حدیث نمبر ۴۷۳ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَقَدْ اَدْرَكْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَزَادَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسٍ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلعم کے بڑے بڑے صحابہ کرام کو پایا کہ وہ مغرب کی نماز کے وقت ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے تاکہ دو رکعت قبل المغرب پڑھ لیں۔ شعبہ کی روایت میں یہ زائد ہے۔ یہاں تک جناب نبی اکرم صلعم باہر تشریف لے آئیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس پر کلام تو وہاں آئے گا جہاں صلوٰۃ بعد العصر کا ذکر آئے گا، یہاں صلوٰۃ الی السواری ثابت کرنا ہے۔ وہ ثابت ہے۔

بَاب الصَّلوٰةِ بَيْنَ السَّوَارِيْ فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ۔

ترجمہ:۔ بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۷۴ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَاُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ فَاَطَالَ ثُمَّ خَرَجَ وَكُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلٰى اَثَرِهٖ فَسَاَلْتُ بِلَالًا اَيْنَ صَلّٰى فَقَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں جناب نبی اکرم صلعم۔ اسامہ بن زید عثمان بن طلحہ اور حضرت بلالؓ داخل ہوتے۔ آپ بڑی دیر تک اندر رہے پھر باہر تشریف لے آتے۔ تو میں لوگوں میں سے سب سے پہلا شخص تھا جو آپؐ کے نقش قدم پر داخل ہوا۔ تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے کہاں نماز پڑھی فرمایا ان اگلے دو ستونوں کے درمیان پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس میں اختلاف ہے کہ صلوٰۃ بین السواری مکروہ ہے یا جائز امام مالکؒ فرماتے ہیں مطلقاً مکروہ ہے۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے لئے جائز ہے۔ مقتدیوں کے لئے مکروہ ہے ہاں اگر صف کے اندر کھڑے ہونے میں تنگی ہو تو جائز ہے اور حنفیہؒ کے نزدیک امام کے لئے مکروہ ہے اور منفرد اور جماعت کے لئے جائز ہے۔ شوافع کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے فی غیر جماعۃ کی قید لگائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اگر کوئی منفرداً نماز پڑھے تو اس کے لئے جائز ہے اور جماعت کے اندر اسواری (ستونوں) کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے اور غالباً اس کی وجہ سنن کی روایت ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ وقعنا بین السواری فتقدمنا و تاخرنا وکنا نتقی ھذا علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم کے زمانہ میں ہم اس سے بچا کرتے تھے۔ معلوم ہوا ایسا نہیں کرنا چاہئے تقدمنا و تاخرنا کے مختلف معنی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ سواری میں ترتیب نہیں تھی۔ لہٰذا کوئی آگے ہوگیا۔ کوئی پیچھے ہو گیا۔ اور میرے نزدیک حضرت امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا اثر علی قول المحققین و ھو نسیخہ

الحاشیہ یا حضرت ابن عمر کا اثر جو باب سابق میں گزرا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بین الساریتین نماز پڑھتے دیکھا تو اس کو ساریہ کے نزدیک لاکر کھڑا کر دیا۔ اس سے بظاہر وہم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ بین السواری جائز نہ ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے اس وہم کو دفع کر دیا، اور ممکن ہے کہ چونکہ صلوٰۃ بین السواری کے بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض سے ممانعت، تو امام بخاریؒ نے دونوں قسم کی روایات کے اندر جمع فرما کر بتلا دیا کہ ممانعت جماعت کی حالت پر محمول ہے۔ اور جواز کی روایت کا محمل انفراد کی حالت ہے۔

حدیث نمبر ۴۷۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْکَعْبَۃَ وَاُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ وَّبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ ابْنُ طَلْحَۃَ الْحَجَبِیُّ فَاَغْلَقَہَا عَلَیْہِ وَمَکَثَ فِیْہَا فَسَاَلْتُ بِلَالًا حِیْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ یَّسَارِہٖ وَعَمُوْدًا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَثَلٰثَۃَ اَعْمِدَۃٍ وَّرَآءَہٗ وَکَانَ الْبَیْتُ یَوْمَئِذٍ عَلٰی سِتَّۃِ اَعْمِدَۃٍ ثُمَّ صَلّٰی وَقَالَ لَنَا اِسْمَاعِیْلُ حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ فَقَالَ عَمُوْدَیْنِ عَنْ یَّمِیْنِہٖ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم کعبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زید حضرت بلالؓ اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ الحجبی بھی داخل ہوئے تو حضرت عثمان نے کعبہ آپ پر بند کر دیا۔ آپؐ کچھ دیر اس میں ٹھیرے جب باہر تشریف لائے تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپؐ نبی اکرم صلعم نے اندر کیا کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک ستون کو بائیں جانب دوسرے ستون کو دائیں جانب اور تین ستون پیچھے رکھے۔ کعبہ ان دنوں چھ ستونوں پر قائم تھا۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی۔ اسماعیل فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نے مجھے بیان کیا کہ دو ستون دائیں جانب رکھے

تشریح از شیخ زکریا۔ عمودین عن یمینہ اس بارے میں حضور اکرم صلعم نے کعبہ کے اندر کہاں نماز پڑھی۔ روایات مختلف ہیں۔ بعض کے اندر عمودین عن یمینہ ہے اور بعض میں عمودین عن لیسارہ ہے اور بعض کے اندر بین العمودین المقدمین ہے۔ محدثین کی رائے یہ ہے کہ روایات میں اضطراب ہے۔ مگر میرے والد صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ ان میں اضطراب نہیں بلکہ وجہ اس اختلاف کی یہ ہے کہ اس زمانہ میں بہت زیادہ تمدن تو تھا نہیں لہٰذا ستونوں کے اندر کوئی خاص ترتیب نہیں تھی۔ ایسا ہی تھا کہ

جیسا کہ مسجد نبوی کے اندر کھجوروں کو اوپر سے کاٹ کر ستون کا کام لے لیا گیا تھا۔ کسی ستون کو آگے کھڑا کر دیا گیا اور کسی کو پیچھے اسی طرح یہاں بھی تھا جس کی صورت یہ تھی [.] حضور اکرم صلعم بیچ میں جہاں نقطہ لگ رہا ہے جس کے نیچے ایک ہندسہ ہے کھڑے تھے تو یمین کے اعتبار سے عمودین عن یمینہ بھی ہو گیا۔ اور یسار کی بھی ہو گئی۔ اور اقدام کی بھی۔ اور اس میں روایات متفق ہیں کہ بیت اللہ چھ ستونوں پر قائم تھا۔

تقدمنا و تاخرنا کا مطلب ابن ارسلان نے یہ بیان کیا ہے کہ یقینا مؤخرا یعنی ہم پیچھے کو ہو گئے۔ میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہاں عمود ہموار نہیں تھے اور سب ایک سیدھ میں نہیں تھے اس لئے ہم میں سے بعض مؤخر ہو گئے اور بعض نے متقدم ہو کر صف سیدھی کر لی۔ اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں سے بعض آگے کی صف میں اور بعض پیچھے والی صف میں کھڑے ہو گئے۔ غرضیکہ بین السارین نہیں کھڑے ہوئے آگے چل کر ہے کنا ننفی علی عہد رسول اللہ صلعم اس بنا پر امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ لیکن حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور یہ لوگ حضرت انسؓ کی روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ ان کا اپنا مسلک ہو گا یا اس وجہ سے کہ عمودین ہموار نہیں ہوتے تھے اور صف بندی نہیں ہو سکتی تھی اس لئے بچتے تھے۔ امام بخاریؒ کا میلان حنابلہ کی طرف ہے اس لئے فی غیر جماعۃ کی قید لگا دی۔

باب

حدیث نمبر ۴۷۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ حِيْنَ يَدْخُلُ وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلٰثَةِ اَذْرُعٍ صَلّٰى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ اَخْبَرَهٗ بِهٖ بِلَالٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ قَالَ وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدِنَا بَاْسٌ اَنْ صَلّٰى فِيْ اَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جب کعبہ میں داخل ہوتے تھے تو جب داخل ہوتے تو اپنے سامنے چلے جاتے۔ اور دروازہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کر لیتے اور یہاں تک چلے جاتے کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو آپ کے سامنے تھی۔ تین گز کا فاصلہ رہ جاتا وہاں نماز پڑھنے اس مکان کی کوشش کرتے جس کے متعلق حضرت بلالؓ نے ان کو بتلایا تھا کہ جناب نبی اکرم صلعم نے

وہاں نماز پڑھی تھی۔ اور فرماتے تھے کہ کسی پر تنگی نہیں ہے۔ بیت اللہ کے جس کنارے میں چاہے نماز پڑھ لے۔

تشریح از شیخ مدنی :۔ امام مالکؒ کعبہ کے اندر نماز فرض۔ نفل با لجماعۃ اور منفرداً سب کو مکروہ کہتے ہیں جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ روایت باب سے ثابت ہے اس لئے اس باب کو باب سابق سے فصل کے طور پر لائے ہیں

تشریح از شیخ زکریا :۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے جس کا فی الجملہ باب سابق سے تعلق ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ کی رائے یہ ہے کہ اس باب سے سواری کا اثبات بطریق التزام ثابت فرمایا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ باب سابق میں حضور اقدس صلعم کے قیام فی الکعبہ کو باعتبار عمود کے بتلایا تھا اور یہاں سے قیام باعتبار مسافت کو بیان فرمارہے ہیں کہ دیوار سے تین گز بعد تھا اور میری رائے یہ ہے کہ روایت سابقہ میں گذرا ہے کہ حضور اقدس صلعم نے فلاں جگہ نماز پڑھی ہے اس سے بظاہر وہم ہوتا ہے کہ ممکن ہے اس مقام خاص کو کعبہ من حیث الکعبہ ہونے کے اندر کوئی خصوصیت ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع فرمادیا۔ اور دلیل میرے اس قول کی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا وہ ارشاد ہے۔ جو اس باب کی روایت کے اخیر میں ہے کہ ہم میں سے کسی پر تنگی نہیں ہے۔ کعبہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھے میرے والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ پہلے باب میں عمودین کے درمیان نماز پڑھنے کی تصریح تھی اس باب میں عمودین کی تصریح نہیں اگرچہ مراد وہی ہے۔ اس لئے دونوں حدیثوں کے درمیان فصل کے لئے باب بڑھادیا۔ اور بعض مشائخ کی رائے ہے کہ اس روایت سے استبراک مقصود ہے جیسے ابن عمرؓ اس مقام مبارک کی تلاش کرتے تھے۔ حالانکہ کعبہ خود سب سے زیادہ بابرکت ہے۔

باب اَلصَّلٰوۃِ اِلَی الرَّاحِلَۃِ وَ الْبَعِیْرِ وَ الشَّجَرِ وَ الرَّحْلِ۔

ترجمہ :۔ سواری۔ اونٹ درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۴۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الْمُقَدَّمِیُّ الْبَصَرِیُّ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یُعَرِّضُ رَاحِلَتَہٗ فَیُصَلِّیْ اِلَیْھَا قُلْتُ اَفَرَاَیْتَ اِذَا ھَبَّتِ الرِّکَابُ قَالَ کَانَ یَاْخُذُ الرَّحْلَ فَیُعَدِّلُہٗ فَیُصَلِّیْ اِلٰی اٰخِرَتِہٖ اَوْ قَالَ مُؤَخَّرِہٖ وَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُہٗ (الحدیث)

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم

اپنی سواری کو چوڑائی میں بٹھا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ میں نے پوچھا بتلاؤ جب سواریاں چلی جاتی تھیں تو فرمایا کہ پالان کو لے کر اسے ٹھیک کر کے رکھ دیتے پھر اس کی آخری لکڑی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس سے امام بخاریؒ یہ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آیا حیوان کو سترہ بنانا جائز ہے یا نہیں حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ مکروہ ہے اس لئے سترہ سے مقصود گذرنے والوں کی سہولت ہے۔ تو اس جانور کا کیا اعتبار جب چاہے چل دے اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ سترہ بنانا جائز ہے۔ انہی میں حنفیہؒ اور حنابلہؒ بھی شامل ہیں حضرت امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرما رہے ہیں امام بخاریؒ کا اصل مقصد تو حیوان کے سترہ بنانے کا جواز بیان کرنا تھا۔ اور رحل لکڑی ہوتی ہے اس لئے اس سے شجرہ کا استنباط کر لیا۔ اور رحل کو روایۃ میں ہونے کی وجہ سے ترجمہ میں ذکر فرما دیا۔ اور شجر کو استنباطاً بہر حال امام بخاریؒ نے اس سے جمہور کی تائید فرما کر مالکیہ و شافعیہ پر رد فرما دیا۔ اور میں بتلا چکا ہوں کہ جو شخص مذاہب ائمہ سے واقف ہوگا۔ اس پر یہ بات بخوبی واضح ہوگی کہ امام بخاریؒ نے جتنا حنفیہؒ پر رد کیا ہے۔ شوافعؒ پر بھی رد فرمایا ہے۔

اذا هبت الرکاب۔ ھبت کا ترجمہ شراح قاطبۃ ہاجت و تحرکت سے کرتے ہیں لیکن میرے والد صاحبؒ نے اپنی تقریر میں اس کی تغلیط فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ھبت کے معنی ذھبت کے ہیں میرے نزدیک بھی یہی اولیٰ ہے۔ کیونکہ شراح جو مطلب بیان کرتے ہیں اس سے کوئی بات اچھی طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ اب مطلب یہ ہے کہ جب سواریاں حرکت کرنے لگتیں تو رحل کو سترہ بنا لیا کرتے تھے، یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بخلاف اس مطلب کے کہ جب سواریاں نہیں ہوتی تھیں اور جنگل میں چرنے کے لئے چلی جایا کرتی تھیں تو کجاووں کو سترہ بنا لیتے تھے۔

باب الصَّلٰوةُ اِلَى السَّرِيْرِ

ترجمہ:۔ چارپائی کی طرف نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۷۸ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ فَيَجِيْئُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّيْ فَاَكْرَهُ اَنْ اَسْتَقْبِلَهٗ فَاَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ

رجلی السریر حتی انسل من لحافی (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کیا تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے برابر کر لیا۔ کہ عورت کے آگے آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حالانکہ میں چار پائی پر لیٹی ہوتی تھی جناب رسول اللہ صلعم چار پائی کو درمیان لے کر نماز پڑھتے تھے۔ میں سامنے سے نکلنا پسند نہیں کرتی تھی، تو میں نے چار پائی سے اپنے پاؤں کی طرف سے کھسکنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنی لحاف سے نکل جاتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - علامہ عینیؒ، کرمانیؒ اور علامہ سندھی کی رائے ہے کہ الی علی کے معنی میں ہے تو معنی ہوتے چار پائی پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ یا تخت پوش پر نماز پڑھنا۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ سریر کو سترہ بنائے اور اس کے بیچ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور یہی زیادہ واضح ہے اس لئے کہ اگر الی کو علی کے معنی میں لے لیں تو یہ باب باب السترہ کا نہیں رہے گا بلکہ وہاں کا ہو گا جہاں صلوٰۃ علی السطح کو بیان فرمایا ہے۔ اعدلتمونا بالکلب والحمار یہ نکیر نفس قران بیننا وبین الکلب والحمار پر ہے۔ نہ کہ اس کا مطلب وہ ہے جو شراح بیان کر رہے ہیں کہ حضرت عائشہؓ عورت کے قاطع صلوٰۃ ہونے پر نکیر فرما رہی ہیں اور کلب وحمار سے قطع ثابت ہوتا ہے۔ اب وہ اشکال نہیں ہو گا جو شراح باب لا یقطع الصلوٰۃ شیئ کے تحت جہاں امام بخاریؒ نے اس روایت کو ذکر فرمایا کرتے ہیں کہ روایت سے تو یہ معلوم ہوا کہ عورت قاطع نہیں ہے اور کلب وحمار قاطع ہیں بتوسط السریر علامہ عینیؒ نے اپنے قول کے مطابق اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تخت کے نیچے کھڑے ہوتے تھے۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ تخت کے اوپر بیچ میں نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ تخت سے نیچے کھڑے ہوتے تھے۔ اس طور پر کہ تخت کا وسط آپ کے چہرہ کے سامنے رہتا تھا۔ اس پر علامہ عینیؒ نے اعتراض کیا کہ جب حضورؐ تخت کے نیچے کھڑے ہوتے تھے تو پھر حضرت عائشہؓ کے اس جملہ فانسل من قبل رجلی لکھنے کا کیا مطلب ہے اس کا جواب حافظؒ نے یہ دیا ہے کہ حضورؐ کے احترام کی وجہ سے سامنے سے ہٹ جاتی تھیں۔

باب لِيَرُدَّ الْمُصَلِّي مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ فِي التَّشَهُّدِ وَفِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ إِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُقَاتِلَهُ فَلْيُقَاتِلْهُ۔

ترجمہ :- جو شخص نمازی کے سامنے سے گذرے اسے ہٹانا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے التحیات

اور کعبہ میں بھی ایسے آدمی کو ہٹاتے تھے اور فرماتے کہ اگر گذرنے والا انکار کرے۔ اور لڑائی تک نوبت پہنچے تو اس سے لڑائی کرو۔

حدیث نمبر ۴۷۹ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ السَّمَّانُ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ يُصَلِّيْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ شَابٌّ مِّنْ بَنِيْ اَبِيْ مُعَيْطٍ اَنْ يَّجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فِيْ صَدْرِهٖ فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا اِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ فَعَادَ لِيَجْتَازَ فَدَفَعَهٗ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَشَدَّ مِنَ الْاُوْلٰى فَنَالَ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى مَرْوَانَ فَشَكَا اِلَيْهِ مَا لَقِيَ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّدَخَلَ اَبُوْ سَعِيْدٍ خَلْفَهٗ عَلٰى مَرْوَانَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلِابْنِ اَخِيْكَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَّجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا اور دوسری سند سے ابو صالح سمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری جمعہ کے دن ایک سترہ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا بنو ابی معیط کے ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا۔ تو حضرت ابو سعیدؓ نے اس کے سینے میں ٹکّہ مارا۔ تو نوجوان غصّہ سے دیکھنے لگا جب اسے آپ کے سامنے سے گذرنے میں کوئی چارہ نہ دیکھا تو پھر وہ سامنے سے گذرنے لگا۔ حضرت ابو سعیدؓ نے اس کو پہلے سے زیادہ سخت دھکا دیا۔ تو اس نے ابو سعیدؓ کو گالی دینی شروع کی اور مروان حاکم مدینہ کے پاس اپنی اس تکلیف کی شکایت کی جو انہیں حضرت ابو سعید خدریؓ سے پہنچی تھی۔ حضرت ابو سعیدؓ بھی پیچھے پیچھے مروان کے پاس پہنچ گئے۔ مروان نے کہا کہ اے ابو سعید یہ اپنے بھتیجے کو آپ نے کیوں تکلیف پہنچائی

جس پر حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم سے سنا تھا فرماتے تھے۔ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی شخص اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو اس کو دھکا دے اگر انکار کرے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ شوافع مالکیہ اور بعض اہل ظواہر کے نزدیک دفع کے حقیقی معنی دھکا دینا

مراد ہیں، مگر احناف اور دیگر ائمہ دفع سے اشارہ تو بہ مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ دھکا دینے سے نماز میں زیادہ خلل واقع ہوگا۔ کیونکہ یہ مرور سے زیادہ ہے۔ اگر وہ اشارے سے بھی نہ رکے، پھر مارنے اور لڑنے کی اجازت ہے، مگر یہ قاتل کا امر وجوب کے لئے نہیں۔ البتہ بعض اہل ظاہر اسے وجوب مراد لیتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں امام بخاریؒ نے الفاظِ حدیث ہی کو ترجمہ گردان دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ فلیقاتلہ کا امر کیسا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ احنافؒ کے نزدیک اباحت کے لئے ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک استحباب کے لئے ہے اور ظاہریہؒ کے نزدیک وجوب کے لئے ہے اور اسی پر آجکل اہلِ نجد کا عمل ہے تو امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے الفاظ حدیث کو ترجمہ قرار دے دیا اور امام بخاریؒ نے جو روایات ذکر کی ہیں۔ ان کا تقاضا یہ ہے کہ امام بخاریؒ حرمت کے قائل نہیں ہیں، تو کم از کم استحباب کے قائل تو ہیں، اور آگے امام بخاریؒ نے فی الکعبہ بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ رد کنے کا عمل کعبہ اور غیر کعبہ دونوں میں برابر ہے اور جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ مصنف عبد الرزاق میں باب ہے کہ مکہ میں سترہ ضروری نہیں، یہاں بھی اس کا رد ہے۔ وردّ ابن عمر فی التشہد الخ اور جب بالکل اخیر میں رد فرمایا تو کم از کم مستحب ہوگا۔ مالك ولد بن اخيك یہ مجاز ہر عرب کے اندر ہے بڑے کو چچا اور چھوٹے کو ابن الاخ کہہ دیتے ہیں۔

فان ابى فليقاتله اوجز کے اندر اس کے آٹھ مطلب ہیں ان سب کی تفصیل وہاں دیکھ لینا۔ حنفیہ چونکہ جواز الدفع کے قائل نہیں، اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ نماز کے اندر یہ افعال جائز تھے، جب قوموا للہ قانتین آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تو یہ سب منسوخ ہو گئے ایک مطلب ہوا اور مالکیہ قتال کے معنی کو بددعا پر حمل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ ایسے ہے جیسے قتل الخراصون میں ہے۔ یہ دوسرا مطلب ہے۔ اکثر شراح نے اس کو بعد الصلوٰۃ پر حمل کیا ہے کہ بعد میں تنبیہ کرے۔ کیونکہ اعمال کثیرہ نماز کے اندر ممنوع ہیں۔ لکونها مفسدة لها (یہ قتال نماز کے لئے مفسد ہے) یہ معنی ثالث ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ یہ متمرد پر محمول ہے (سرکش) جو کسی حال میں مانتا ہی نہ ہو یہ معنی رابع ہوئے۔

باب اِثْمُ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي۔

ترجمہ:۔ نمازی کے آگے سے گذرنے والے کا گناہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَرْسَلَهُ اِلٰى

أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ فَقَالَ أَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِيْ قَالَ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً (الحدیث)

ترجمہ:۔ بسر بن سعید کو حضرت زید بن خالد نے حضرت ابوجہیم صحابی کے پاس بھیجا جو ان سے پوچھتے تھے کہ انہوں نے نمازی کے سامنے گذرنے والے کے متعلق جناب رسول اللہ صلعم سے کیا سنا ہے، حضرت ابوجہیم نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اس گناہ کا علم ہوجائے تو اس کے سامنے سے گذرنے سے بہتر ہے کہ چالیس تک کھڑا رہے۔ ابوالنضر راوی فرماتے ہیں کہ کہ نہیں معلوم چالیس دن فرمائے مہینے فرمائے یا چالیس سال فرمائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: یہاں شبہ ہوتا ہے کہ آپ کا ارشاد ہے لو یعلم المار الخ حالانکہ وقوف اربعین علم پر موقوف نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی وقوف اربعین علم پر موقوف نہیں ہے۔ لیکن یہاں پر ایک قید ہے خیرا لہ الی خیرا لہ عندہ یا خیرا کے معنی اسہل کے ہیں۔ مگر یہ اس وقت ہے جبکہ علم حقیقی قلبی مراد ہو۔ یعنی تاثر ہو علم لسانی مراد نہیں ہوگا۔ کیونکہ بسا اوقات بہت سے لوگ جاننے کے باوجود مرور کر جاتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا: میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب سے ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اختلاف یہ ہے کہ فلید فع اور فلیقاتل کا امر کسی وجہ سے ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ چونکہ یہ موجب قطع خشوع اور سبب وسواس ہے۔ اس لئے امر فرمایا۔ اس صورت میں اس کا نفع مصلی کی طرف لوٹ جائے گا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کو دفع نہ کرے گا تو گذرنے والا مصلی کے سامنے گزرے گا جس کی بنا پر گذرنے والا گناہگار ہوگا۔ لہٰذا اس وبال سے بچانے کے لئے اس کا امر فرمایا۔ جیسے کوئی اندھا جا رہا ہو۔ اور آگے کنواں آجائے۔ اور اس اندھے کے اس کنوئیں میں گرنے کا احتمال ہو تو اس مصلی کو نماز توڑ دینی ہوگی۔ اسی طرح یہاں چونکہ گذرنے والا ایک بڑے وبال سے گذر رہا ہے۔ لہٰذا اس سے اس کو بچانا ضروری ہے۔ اور اسی واسطے یہ امر فرمایا۔ امام بخاریؒ کا رجحان اسی طرف ہے۔ ان سلہ ابی جہیم ابوجہیم اور ابوجہم کی روایات تین جگہ آئی ہیں ایک لباس میں

دوسرے مرد میں تیسرے تیمم میں بحث مستقلاً ہو چکی ہے۔ قال ابو النضر الخ یہاں تو ابو النضر کو شک ہو گیا لیکن امام طحاویؒ نے معانی الآثار میں اربعین خریفاً ذکر فرمایا ہے جس سے اربعین سنۃ مراد ہے اس لئے کہ موسم خریف سال بھر میں ایک مرتبہ آتا ہے، جب چالیس خریف ہو گئے تو چالیس سال بن گئے۔

باب اِسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَ هُوَ يُصَلِّي ؛ وَ كَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُّسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّي وَ هٰذَا اِذَا اشْتَغَلَ بِهٖ فَاَمَّا اِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ بِهٖ فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ۔

ترجمہ:۔ نماز کی حالت میں آدمی آدمی کی طرف منہ کرے تو حضرت عثمان اس کو مکروہ سمجھتے تھے، یہ اس وقت ہے جبکہ آدمی آدمی کے ساتھ مشغول ہو جائے۔ نماز میں دھیان نہ رہے۔ لیکن جب مشغول نہ ہو تو زید بن ثابت رضؓ فرماتے ہیں کہ میں پرواہ نہیں کرتا۔ آدمی آدمی کی نماز کو قطع نہیں کرتا۔

حدیث نمبر ۴۸۱ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهٗ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالُوْا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ فَقَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَا كِلَابًا لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاِنِّيْ لَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ فَتَكُوْنُ لِيَ الْحَاجَةُ وَاَكْرَهُ اَنْ اَسْتَقْبِلَهٗ فَاَنْسَلُّ انْسِلَالًا الخ

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ان چیزوں کا تذکرہ ہوا جو نماز کو توڑتی ہیں تو لوگوں نے کہا کہ اس کو کتا، گدھا اور عورت قطع کرتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمیں کتا بنا دیا، حالانکہ میں نے جناب رسول اللہ صلعم کو نماز پڑھتے دیکھا کہ میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان چارپائی پر لیٹی ہوئی ہوتی تھی اگر مجھے کوئی ضرورت پیش آتی تو میں آپ کے سامنے آنے کو پسند نہیں کرتی تھی اس لئے ایک طرف سے کھسک جاتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ:۔ احناف اسے مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ یہ عبادت غیر اللہ کے مشابہ ہے۔ مگر مصنفؒ اس میں تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ کہ اگر اس حالت میں مصلی مشغول فی الصلوۃ رہے تو کوئی کراہت نہیں اگر اشتغال نہ رہے تو پھر مکروہ ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ کے کلام سے استقبال کی مطلقاً کراہت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مصنفؒ حضرت زید بن ثابت رضؓ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: فقہاء کے نزدیک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا جو مصلی کی

طرف منہ کئے ہوئے ہو مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں وہم ہوتا ہے کہ مصلی اس کو سجدہ کر رہا ہے اور حضرت امام بخاریؒ کی رائے ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ جبکہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ مگر یہ ان کی رائے ہے جو فقہاء پر حجت نہیں کیونکہ فقہاء ایہام کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔ لیکن خود امام بخاریؒ نے صلوٰۃ الی التصاویر کو مکروہ بتلایا ہے اور وہاں خلوص کا اعتبار نہیں فرمایا۔

وکرہ عثمان الخ حضرت عمرؓ سے بھی کراہۃ منقول ہے۔ اور یہ اپنے اطلاق کی وجہ سے جمہور کی تائید ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنے مطلب کے مطابق تفسیر کی ہے۔ انما ھذا اذا شتغل الخ یہ ان کی اپنی رائے اور اپنی تفسیر ہے۔ ما بالیت ان الرجل الخ فقہاء فرماتے ہیں کہ قطع صلوٰۃ اور چیز ہے اور کراہۃ اور چیز ہے اور عدم قطع سے کراہت کی نفی کہاں لازم آتی ہے۔ فاکرہ ان استقبلہ الخ امام بخاریؒ کا استدلال اس سے اس طرح ہے کہ یہ حضرت عائشہ کی طرف سے کراہت ہے۔ حضور اقدس صلعم کی طرف سے اس کی کراہت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضور اقدس صلعم نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ جمہور فرماتے ہیں کہ آپ نے درست فرمایا کہ یہ حضرت عائشہ کا فعل ہے۔ مگر انہوں نے استقبال کہاں کیا جس کی وجہ سے حضور اکرم صلعم کو ممانعت کی نوبت آتی۔ وہ تو خود یہ فرما رہی ہیں کہ میں یہ مکروہ سمجھتی تھی اس لئے چپکے سے پیچھے کو کھسک جاتی تھی۔

باب الصلوٰۃ خلف النائم

ترجمہ:۔ سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۴۸۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَ اَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِيْ فَاَوْتَرْتُ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلعم نماز پڑھتے تھے اور میں سامنے آپ کے بستر پر سوئی ہوتی تھی جب آپ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے جگا دیتے تھے تو میں وتر پڑھ لیتی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ خلف النائم کے یہ معنی نہیں کہ قائم امام بنا ہوا ہو۔ بلکہ قائم سترہ بنا ہوا ہو۔ اگرچہ ایسے قائمین بھی ہوتے ہیں جو سوتے سوتے نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابوداؤد شریف میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوٰۃ خلف المتحدث والنائم او کما قال کہ باتیں کرنے والے اور سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے آپ نے روک دیا ہے۔ اسی وجہ سے امام مالکؒ صلوٰۃ خلف النائم کو مکروہ فرماتے ہیں۔ اور جمہور کے نزدیک

کوئی کراہت نہیں حضرت امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرماتے ہیں۔ اور امام مالکؒ پر رد فرماتے ہیں اور ابو داؤد شریف کی روایت کا محمل یہ ہے کہ قائم کے سامنے ہونے میں تشویش کا احتمال ہے۔ اس لئے کہ شاید اس کا ضراط وغیرہ خارج ہو۔ تو خشوع میں فرق پڑے۔ یہاں ایک سوال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے باب استقبال الرجل الخ اور باب الصلوٰۃ خلف النائم دونوں کے اندر حضرت عائشہؓ کی روایت ذکر فرمائی ہے۔ تو جب استقبال ہوا تو خلفیت کہاں ہوئی۔ لہٰذا ترجمہ کا ثبوت کیونکر ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں استدلال بکل محتمل ہے۔ یہاں بھی اسی قبیل سے ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس باب میں حضرت عائشہؓ کے قول کراہتہ ان استقبلہ سے ہوا اور یہاں اس طور پر کہ حضرت عائشہؓ ظاہر ہے کہ قبلہ کی طرف چہرہ کر کے سوئیں گی۔ تو صلوٰۃ خلف النائم ثابت ہو گیا۔

باب التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ۔

ترجمہ:۔ عورت کے پیچھے نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۴۸۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهٖ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ زوج النبی صلعم فرماتی ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلعم کے سامنے سویا کرتی تھی اور میرے دونوں پاؤں آپؐ کے قبلہ کی طرف ہوتے تھے جب آپؐ سجدہ کرنے لگتے تو میرے چٹکی کاٹ دیتے تو میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی تھی، جب آپؐ کھڑے ہو جاتے تو پھر ان کو پھیلا دیتی تھی۔ وہ یہ بھی فرماتی ہیں گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ عورت کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ مگر ایسا نہیں بلکہ امام بخاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی مشہور شئی کے خلاف کو ثابت کرنے پر اترتے ہیں تو اس کو مختلف طرق اور مختلف اسالیب سے ثابت فرماتے ہیں چونکہ روایات میں ہے۔ یقطع الصلوٰۃ المرأۃ والکلب والحمار اور امام بخاریؒ کو اس کے خلاف ثابت کرنا ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے اس کو مختلف ابواب کے اندر مختلف طور سے ثابت فرمایا۔ مثلاً یہاں امام بخاریؒ کا استدلال یوں ہے۔ کہ جب عورت کا مصلی کے مقابل

میں پڑا رہنا قاطع نہیں ہے تو مرور تو بدرجہ اولیٰ نہ ہوگا۔

بَابُ مَنْ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ

ترجمہ:۔ اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی۔

حدیث نمبر ۴۸۴ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُونَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَإِنِّي عَلَى السَّرِيْرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةٌ فَتَبْدُو لِيَ الْحَاجَةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأُوْذِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ کے پاس جو چیزیں نماز کو قطع کرتی ہیں ان کا ذکر ہوا۔ کتا۔ گدھا اور عورت تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کی مثل بنا دیا۔ اللہ کی قسم میں نے جناب نبی اکرم صلعم اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ میں چار پائی پر آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی تھی مجھے کوئی ضرورت لاحق ہوتی میں آپ کے سامنے بیٹھنے کو مکروہ سمجھتی کہ کہیں آپ کو تکلیف میں مبتلا نہ کردوں اس لئے چارپائی کے پاؤں کے پاس سے کھسک جاتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ چونکہ باب السترہ ہے اس لئے تقدیر عبارت ہوگی۔ لا یقطع الصلوٰۃ مرور شیئ جمہور کا یہی مسلک ہے مگر بعض روایات میں تین چیزوں کا استثناء کیا گیا ہے، لیکن وہ احادیث یا تو منسوخ ہیں یا محمول عن الظاہر ہیں کہ یہ چیزیں خشوع کے لئے قاطع ہیں قاطع صلوٰۃ نہیں ہیں اور عورتیں تو واقعی قاطع خشوع ہوا کرتی ہیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ الباب میں لا یقطع الصّلوٰۃ شیئ کہا گیا ہے۔ مگر روایت سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ حضرت عائشہؓ کا فعل مذکور ہے۔ تو عورت قاطع صلوٰۃ نہ ہوئی دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر عورت کا مرور قاطع ہے جو لوگ اس کے قائل ہیں۔ مگر انسلال کو تو کوئی بھی قاطع نہیں کہتا۔ پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ عورت کو قاطع کہتے ہیں وہ ان تینوں چیزوں میں فرق نہیں کرتے۔ تو جب عورت کا مرور قاطع نہ ہوا۔ تو دوسری چیزوں کا مرور بھی قاطع نہیں ہو گا۔ دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ مرور تو ایک منٹ میں ہوتا ہے۔ اور انسلال تو کچھ وقت چاہتا ہے جب وہ قاطع نہیں تو ایک منٹ کا مرور کیسے قاطع ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ مسلم شریف وغیرہ میں ہے۔ یقطع الصلوٰۃ المرأۃ والکلب والحمار اور نسائی کے اندر المرأۃ الحائض ہے تو امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اس کے خلاف کو ثابت فرما دیا چونکہ دونوں روایتوں میں تعارض ہے اس لئے بعض علماء کی رائے ہے کہ قطع صلوٰۃ والی روایات ابتداء اسلام پر محمول ہیں اور لا یقطع الصلوٰۃ شیئ متاخر ہے۔ لہٰذا اس کے لئے ناسخ ہے۔ اور اکثر علماء ومشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ قطع خشوع پر محمول ہے۔ عورت کا قاطع خشوع ہونا ظاہر ہے اور کتے کی عادت یہ ہے کہ وہ زبان لگاتا ہے۔ تو اس سے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں منہ نہ لگادے۔ اور ناپاک نہ کردے۔ اور گدھے کا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں کوئی چیز دیکھتا ہے اپنے بدن کو اس سے کھجلانا شروع کر دیتا ہے۔ اور اس سے تصادم کرتا ہے۔ لہٰذا ڈر ہے کہ کہیں مصلی سے آکر نہ لگ جائے۔

حدیث نمبر ۴۸۵ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ قَالَ نَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ سَأَلَ عَمَّهٗ عَنِ الصَّلٰوةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ قَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ وَاِنِّيْ لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلٰى فِرَاشِ اَهْلِهٖ (الحدیث)

ترجمہ:۔ ابن شہاب نے اپنے چچا سے پوچھا کہ نماز کے لئے کوئی چیز قاطع ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عروۃ بن الزبیرؓ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ زوج النبی صلعم فرماتی تھیں کہ جناب رسول اللہ صلعم رات کو کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان ان کے گھر والوں کے بستر پر لیٹی ہوئی ہوتی تھی۔

باب اِذَا حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيْرَةً عَلٰى عُنُقِهٖ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ:۔ جب کوئی شخص نماز میں ایک چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر اٹھالے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۴۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِاَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم اس حال میں نماز پڑھتے

تھے کہ اپنی نواسی حضرت امام بنت زینب بنت رسول اللہ کو اٹھانے والے ہوتے تھے اور وہ ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھی۔ جب آپؐ سجدہ کے لئے جاتے تو اسے نیچے رکھ دیتے جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آپؐ کا یہ فعل بیان جواز کے لئے تھا۔ اس واقعہ سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں نمبر ایک بچہ نجس نہیں اگرچہ اس کے اندر نجاست ہے۔ پہاڑی عورتیں اور مختلف ممالک کی عورتیں بچوں کو پیچھے باندھ لیتی ہیں۔ اس میں عند الرکوع السجود اتارنے کی نوبت نہیں آتی۔ افریقہ کے نقودی قبیلہ کے لوگوں کی عورتیں کھیتی باڑی کا کام کرتی ہیں اور ان کے مرد دینی امور میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کو جلالی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو جلالین شریف حفظ ہوتی ہے۔ وہ مدینہ منورہ میں پہنچ کر ایک مہینہ میں جلالین پڑھا کر ختم کرتے ہیں۔ اور ان کی عورتیں اسی حالت میں نماز پڑھتی ہیں کہ ان کے بچے ان کی کمر پر ہوتے ہیں۔ دوسرا احتمال تھا کہ بچہ پیشاب کر دیتا ہے جس کے دھونے میں بار بار تکلیف ہوتی ہے۔ اور کبھی فعل کثیر بھی ہو جاتا ہے۔ جمہور تو فرماتے ہیں کہ جاریہ کے اٹھانے میں فعل قلیل تھا۔ فعل کثیر نہیں تھا۔ یا ابھی تک فعل کثیر فی الصلوٰۃ کی ممانعت نہیں آئی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ فقط احتمال پر حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک ظن غالب نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جب بچی کا اٹھانا قاطع صلوٰۃ نہیں تو پھر عورت کا گذر جانا بدرجہ اولیٰ قاطع نہ ہوگا۔ وھو حامل امامۃ الخ یہ حضور اقدس کی نواسی ہیں حضور اقدس صلعم نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی۔ اور ان پر اپنے کاندھے پر بٹھا رکھا تھا۔ جب رکوع وسجود میں جاتے تو اتار دیتے اور جب کھڑے ہونے لگتے تو اٹھا لیتے۔ اب اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ تو عمل کثیر ہے جو مفسد صلوٰۃ ہے اس کے مختلف جوابات ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ نماز میں عمل کثیر اور حرکات کثیرہ جائز تھیں' اور میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ عمل کی نسبت حضور اقدس صلعم کی طرف مجازی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ خود ہی اترتی اور چڑھتی تھیں۔ اور ایسا بہت ہوتا ہے' جبکہ بچہ لاڈلا ہوتا ہے۔ تو کود کر گردن پر چڑھ جاتا ہے۔ تو حضور انور صلعم جب سجدہ میں ہوتے تو یہ آکر بیٹھ جاتیں۔ اور قیام تک لیٹی رہتیں اور جب رکوع وسجود میں جانے وقت گرنے لگتیں تو اتر جاتیں اور پھر سجود سے اٹھتے ہی کاندھے پر بیٹھ جاتیں اور میری توجیہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلعم تعلیم فعلی کے لئے تشریف

لائے تھے۔ تو جتنے امور شانِ نبوت کے خلاف نہیں تھے۔ وہ تو حضور صلعم سے کرائے گئے۔ اور جو منافی شانِ نبوت تھے وہ صحابہ کرام سے کرائے گئے۔ اب سنو! حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مفسد توالی حرکات فی رکعۃ واحد ہیں۔ یعنی عمل کثیر ایک ایک رکن میں پایا جائے۔ یہاں ایک ہی رکن میں وضع وحمل جاری نہیں ہوتا تھا۔ تو عمل کثیر نہیں پایا گیا۔ حضور اقدس صلعم نے خود اس کو کر کے دکھا دیا۔

ولابی العاص یعنی وہ جیسے حضرت زینب کی صاحبزادی ہیں ویسے حضرت ابو العاص کی بھی ہیں۔ کیونکہ حضرت زینب کے شوہر کا نام ابو العاص بن ربیعہ ہے۔

باب اِذَا صَلّٰى اِلٰى فِرَاشٍ فِيْهِ حَائِضٌ۔

ترجمہ:۔ جب اس بستر میں نماز پڑھے جس میں حائضہ ہو۔

حدیث نمبر ۴۸۷ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ الخ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ فِرَاشِيْ حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهٗ عَلَيَّ وَاَنَا عَلٰى فِرَاشِيْ (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ میری خالہ حضرت میمونہؓ زوج النبی صلعم فرماتی تھیں کہ میرا بستر جناب نبی اکرم صلعم کی جائے نماز کے پہلو میں ہوتا تھا۔ تو بسا اوقات آپؐ کا کپڑا میرے اوپر گرتا تھا حالانکہ میں اپنے بستر میں ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جب کہ صلوٰۃ علی فراش الحائض قاطع نہیں ہے۔ تو مرورِ حائض بدرجہ اولیٰ قاطع نہیں ہو گا روایت پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۴۸۸ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا عَلٰى جَنْبِهٖ نَائِمَةٌ فَاِذَا سَجَدَ اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہؓ سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ جناب نبی اکرم صلعم اس حال میں نماز پڑھتے تھے جبکہ میں آپؐ کے پہلو میں سونے والی ہوتی تھی اور میں حائضہ ہوتی تھی۔ جب آپؐ سجدہ کے لئے جاتے تو آپؐ کا کپڑا مجھے لگتا تھا۔

باب هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ السُّجُوْدِ لِكَيْ يَسْجُدَ۔

ترجمہ:۔ کیا مرد سجدہ کے وقت اپنی بیوی کے چٹکی کاٹ سکتا ہے تاکہ وہ سجدہ کر سکے۔

حدیث نمبر ۴۸۹ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ فَقَبَضْتُهُمَا (الحدیث)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ یہ بہت برا ہے کہ تم لوگوں نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ حالانکہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلعم نماز پڑھتے تھے اور آپ کے قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی ہوتی تھی۔ جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو میرے پاؤں کی چٹکی کاٹ لیتے۔ میں ان کو سکیڑ لیتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر یہ مسئلہ مس المرأۃ کا ہے تو امام بخاریؒ پر اشکال ہے کہ اس کو یہاں نہ ہونا چاہئیے۔ بلکہ ابواب نواقض الوضوء کے بیان میں ہونا چاہئیے۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ جبکہ غمز اور ہاتھ سے چھونا اور ہٹانا قاطع نہیں تو مرور کیا قاطع ہوگا۔ اب یہاں سوال ہے۔ کہ روایت کے اندر غمز مصرح ہے۔ پھر ترجمہ میں حل کیوں لائے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جہاں کوئی اختلاف ہوتا ہے تو امام بخاریؒ باب میں لفظ حل ذکر فرما کر اشارہ کر دیتے ہیں۔ چونکہ مس مرأۃ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مفسد وضو صلوٰۃ ہے۔ جس کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ لہٰذا ان کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اور میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مس مرأۃ مس ذکر نواقض وضو نہیں ہیں۔ جیسا کہ حنفیہ فرماتے ہیں۔ مگر چونکہ ائمہ ثلاثہ کا اختلاف تھا اس لئے اس کی طرف اشارہ فرما دیا۔ وہ بھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ درمیان میں کوئی کپڑا حائل ہوگا۔ لیکن حائل کی موجودگی میں چٹکی نہیں کاٹی جا سکتی۔ لہٰذا یہ تاویل صحیح نہیں۔

باب الْمَرْأَةِ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّيْ شَيْئًا مِّنَ الْأَذٰى۔

ترجمہ:۔ عورت جب نماز سے کوئی موذی چیز ہٹالے تو کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۴۹۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِي مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ أَلَا تَنْظُرُوْنَ إِلٰى هٰذَا الْمُرَائِيْ أَيُّكُمْ يَقُوْمُ إِلٰى جَزُوْرِ آلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ إِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيْءُ بِهٖ ثُمَّ يُمْهِلُهٗ حَتّٰى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنَ الضِّحْكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلٰى فَاطِمَةَ وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ فَاَقْبَلَتْ تَسْعٰى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتّٰى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَاَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو ابْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَّعُقْبَةَ ابْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَّعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُتْبِعَ اَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ قریش کی ایک جماعت اپنی مجلسوں میں تھے کہ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا اس ریاکار کو نہیں دیکھتے۔ کیا تم میں سے کوئی آل فلاں کے ذبح شدہ اونٹ کے پاس جائے۔ اس کی گوبر اس کا خون اور اوجھری کی گندگی لے آتے پھر آپؐ کو اتنی دیر مہلت دے کہ جب آپؐ سجدے کے لئے جائیں تو یہ سب گندگی آپؐ کے کندھوں کے درمیان رکھ دے۔ چنانچہ ان میں سے سب سے بڑا بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا جب رسول اللہ صلعم سجدہ کے لئے گئے تو اس گندگی کو اس نے آپؐ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ اور حضور اقدس صلعم برابر سجدہ کی حالت میں رہے۔ پس وہ لوگ ہنسنے لگے یہاں تک کہ ہنسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہونے تھے تو ایک جانے والا حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی طرف گیا۔ وہ اس وقت چھوٹی بچی تھیں وہ دوڑتی ہوئی آئیں ابھی تک نبی اکرم صلعم سجدہ میں ٹکے ہوئے تھے کہ حضرت فاطمہؓ نے اس گندگی کو آپؐ سے گرادیا۔ اور قریش کے پاس آکر ان کو گالیاں دینے لگیں جب آپؐ نبی اکرم صلعم نماز سے فارغ ہوئے تو بددعا دیتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ قریش کو پکڑ لے قریش کو پکڑ لے، پھر چند آدمیوں کے نام لئے اے اللہ! عمرو بن ہشام ابوجہل کو پکڑ لے۔ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن الولید کو پکڑ لے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نے بدر کی لڑائی میں ان کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا۔ پھر ان کو بدر کے اندھے کنوئیں میں دھکیل کر پھینک دیا گیا۔ پھر آنجناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اندھے کنوئیں والوں کے پیچھے لعنت ڈالی گئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ پہلے باب میں غمز الرجل عورت کے لئے تھا، جیسے وہ ناقض وضو نہیں۔ ایسے عورت اگر مرد کے بدن سے نجاست کو زائل کرے تو اس میں ضرور عمست کا ہاتھ مرد کو لگے گا تو یہ بھی ناقض وضو اور قاطع صلوٰۃ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک سالفہ روایت میں تھا۔ سلا ھا سلا کے معنی بچہ دان کے ہیں بعض اسے نجس نہیں کہتے تھے۔ مگر یہاں تو فرث۔ دم وغیرہ کا بھی ذکر ہے جس کی وجہ سے آپؐ سجدہ سے نہ اٹھ سکے تیسری بات یہ ہے کہ مصنفؒ فرق کرنا چاہتے ہیں کہ جو نجاستہ نماز سے پہلے لگ جائے تو وہ ناقض ہے مگر جو نجاستہ اثناء صلوٰۃ میں گر پڑے وہ ناقض نہیں ہے۔ مصنفؒ کا یہی مسلک ہے مگر جمہور فرماتے ہیں کہ خواہ نماز سے پہلے نجاستہ لگ جائے یا اثناء صلوٰۃ میں سب کا ایک ہی حکم ہے کہ نجس ہے۔ اس روایت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ آپؐ کو استغراق کی وجہ سے علم ہی نہیں ہو سکا۔ اس لئے آپؐ نماز پڑھتے رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب میں امام بخاریؒ نے سلا جزور والی روایت ذکر فرمائی ہے جس میں ہے کہ حضرت فاطمہ آئیں۔ اور انہوں نے سلا جزور کو دھکیل کر حضور اکرم صلعم کی کمر سے اتار دیا۔ تو اس دھکیلنے کی وجہ سے مس ضرور ہوا ہوگا۔ تو جب مس ہو جانا مفسد نہیں تو مرور کیونکر مفسد صلوٰۃ ہوگا۔ اور ممکن ہے حنفیہ پر رد ہو۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک محاذاۃ المرأۃ ناقض صلوٰۃ ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا محاذات ہو سکتی ہے۔ کہ عورت کوئی چیز مصلی کے اوپر سے اٹھائے مگر ہم پر یہ اشکال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو محاذات ہمارے ہاں ناقض ہے۔ وہ یہاں پائی نہیں گئی۔ یہ روایت ص۳۷ پر گذر چکی ہے۔ اور وہاں مفصل کلام بھی ہو چکا ہے

الحمد للہ یہاں تک بخاری شریف کا دوسرا پارہ ختم ہوا اور دو پارہ کی پہلی جلد تشریحات بخاری اختتام کو پہنچی۔

کتاب مواقیت الصلوٰۃ سے دوسری جلد کا آغاز ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب بدء الوحی

اللھم لك علی ماأولیت من آلاء لاحدلها ولانهایة وافضلت عن لغماء لابدء لها ولاغایت وعلی نبیك الصلوة والسلام علی ماحمل من اعباء الرسالة مایکاد یبهض کل ذی نجدة وبسالة وعلی من جمعه واقتفی آثاره لاسیما حملة الدین الذین قصوا علینا اخباره واثاره وصلوة یوازی عناء هم فی نشر شرائعه ویجازی امانتهم فی تبلیغ ودائعه ..

باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مئولف پر خطبہ ترک کر دینے کا الزام اس لئے صحیح نہیں ہے کہ مقصود ذکر اللہ ہے جو بسملہ سے حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمال کا ذکر ہے۔ لفظ جلالۃ کے ساتھ الرحمن الرحیم ہے۔ اور بسملہ کے بعد حمد کا ذکر ہو تا تو کتاب اللہ کی اقتداء ہو جاتی۔ یہ اشکال بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ یہ صفات کمال حمد میں بھی داخل ہیں۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر ابتداء بالبسملہ اور بحمداللہ کی احادیث صحیح بھی ہوں تو ان کی تعمیل الحمدللہ کہنے پر موقوف نہیں ہے۔ صرف بسملہ کا ذکر ہی کافی ہے۔ وجہ اس ترک کی غالباً جناب نبی کریم علیہ السلام کے وہ اکثر رسائل ہیں اور کتب ہیں جن میں صرف بسملہ پر اکتفاء کیا گیا ہے بالخصوص کتاب بخاری کی حدیث نبوی جس میں ہر قل کو خط لکھا گیا ہے۔ اس میں الحمدللہ نہیں ہے۔ اور علامہ عینیؒ نے اس اشکال کے سات جواب دینے کے بعد جو یہ جواب دیا ہے کہ اصل مسودہ میں الحمدللہ کا ذکر تھا ناسخین نے اسے ترک کر دیا۔ اس صورت میں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

ثم لایخفی امام بخاریؒ پر اکثر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس باب بدء الوحی کے تحت چھ احادیث لائے لیکن ان کی ترجمہ سے مناسبت نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق کبھی ادنیٰ مناسبت پر اکتفا کرتے ہیں۔ کبھی باب کی ہر ہر حدیث سے ترجمہ کو ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ مجموعہ احادیث سے مناسبت ثابت کرتے ہیں اس مقام پر بھی ترجمہ کو مجموعہ روایات سے ثابت کیا ہے۔ نیز غور و فکر سے معلوم ہو گا کہ ہر حدیث ترجمۃ الباب سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے واضح ہو گا۔ اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ بسا اوقات

مؤلف ترجمہ میں کوئی آیت یا اثر لاتے ہیں جس کو باب سے مناسبت ہوتی ہے۔ یہ بات ابواب اور ان کے تراجم کی زیادہ تفصیل سے واضح ہو گی انشاءاللہ۔ اس مقام پر مقصود آیت اور روایت کی ترجمہ سے مناسبت کرنا ہے۔ پس جو شخص با ب بدء الوحی میں اضافت بیانیہ کا قائل ہے اس کے نزدیک عبارت یوں ہو گی۔ ھذا با ب فی بیان ھذا الامر وھو الوحی اس صورت میں مناسبت تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونہ بعد میں جو آیت اور روایات آ رہی ہیں ان کی وحی سے مناسبت ہے اور ان میں وحی کا ذکر ہے۔ اس طرح اگر لفظ باب کو کیف بدء کا مضاف نہ بنایا جائے بلکہ اس کو الگ جملہ قرار دیا جائے اور اسے مبتدأ محذوف کی خبر قرار دیا جائے تو معنی ہوں گے ھذا با ب من ابواب الحدیث پھر اس باب کے تحت جو کچھ لائے اس کا عنوان ہے کیف کا ن بدء الوحی۔ اس صورت میں بھی ترجمہ اور ہر روایت وارده میں مناسبت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایسی روایت کا لانا مناسب ہے جس کا اثبات نبوات میں دخل ہو۔ اور ان خصائل حمیدہ کا تذکرہ ہو جن سے آنحضرت رسول اللہ ﷺ متصف تھے یا وہ عادات جو جبلی تھیں جو نبوت سے قبل آپؐ میں پائی جاتی تھیں۔ اگر اضافۃ بیانیہ نہ ہو جیسا کہ اظہر ہے تو پھر مناسبت ثابت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ تو ہم کہیں گے قولہ تعالیٰ اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ الآیۃ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ کی وحی کو انبیاء سابقین کی وحی سے تشبیہ دی گئی۔ کہ وہ وحی ارسال ہے جیسے وحی ارسال ان کی طرف ہوئی تھی۔ جب آپؐ کے لئے وصف ایحاء ثابت ہو گئی تو اس کی کیفیت بھی انبیاؑ سابقین کی وحی کی کیفیت کی طرح ہو گی اور اس کی ابتداء بھی ایسے ہو گی جیسے ان انبیاءؑ کی طرف ابتداء ہوئی تھی۔ تو اس صورت میں بدء الوحی کی کیفیت کو بیان کرنا مقصود ہو گا جو دیگر انبیاء کی بدء الوحی کی کیفیت کے مماثل ہو گی اس طرح مناسبت ظاہر ہو گئی۔ البتہ ایک اشکال باقی رہے گا کہ آپؐ کی وحی کو نوح علیہ السلام کی وحی اور من بعدھم کی وحی سے تشبیہ دی گئی۔ اس سے آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کی وحی خارج ہو گئی۔ جواب یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان تشبیہ غیر کے اندر وجہ شبہ کے نہ ہونے کو تقاضا نہیں کرتی۔ جیسے کالے بال کو اگر کوے سے تشبیہ دی جائے تو دوسروں کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وہ کوئلے اور اندھیری رات وغیرہ کے مشابہ ہے۔ اگر بالفرض اعتراض تسلیم بھی کر لیا جائے تو کہا جائے گا کہ مقصود اولو العزم رسل سے تشبیہ دینا تھا۔ حضرت آدمؑ و من بعدھم اگرچہ انبیاؑ تھے لیکن ان کے رسول ہونے میں کلام ہے کیونکہ جس قدر کفر و شرک نوح علیہ السلام اور من بعد کے انبیاء کے دور میں شائع فائع ہوا ہے وہ ان انبیاء کے دور میں نہیں ہوا۔ تو ان کی طرف سے وحی وحی رسالت نہ ہوئی۔ بلکہ ان کے دور میں دنیا آباد کرنے کے متعلق وحی آتی تھی کفر و شرک تھا ہی نہیں۔

قولہ انما الاعمال بالنیات صفحہ ۲۔۵ بظاہر اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت نہیں اسلئے کہ اس میں سرے سے وحی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ وقیع یہ جواب ہے کہ اگرچہ رسالت اور نبوت وھبی ہے کسبی نہیں محض اللہ کا فضل ہے۔ مگر بعض اعمال ایسے ہیں جن پر فواضل اور بعض انعامات مرتب ہوتے ہیں۔ آیت کریمہ ہے۔ وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا اور حدیث شریف میں ہے اَسۡلَمۡتَ عَلٰى مَاۤ اَسۡلَفۡتَ مِنۡ خَيۡرٍ۔ ترجمہ۔ کہ اپنی گزشتہ نیکیوں کی بنا پر اسلام لانے کی توفیق ملی۔ اسی طرح یہ حدیث بدء الوحی کا بیان ہوئی کہ بدء الوحی میں جناب نبی اکرم ﷺ کے اخلاص نیت کو اللہ رب العالمین سے

خیر خواہی کو اور مخلوق خدا سے خیر خواہی کو جبلی خصائل کا بھی دخل ہے۔ اور وہی اس کا سبب ہیں۔ البتہ یہ توجیہ اس پر مبنی ہے کہ لفظ کیف جیسے حال الشیٔ کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے۔ اس طرح سبب وجود الامر کے لئے بھی آتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کیف جئت جس سے مقصود آنے کا سبب پوچھنا ہے آنے کی کیفیت نہیں پوچھنا کہ پیدل آئے یا سواری پر آئے۔ تو اس صورت میں لفظ کیف جو ترجمہ میں وارد ہے اس سے عموم فی المجاز پر وہ معنی مراد لئے جائیں گے جو ان تمام معانی کو شامل ہوں۔ مشہور معنی سوال عن حال الشیٔ نہیں ہوگا۔ پس اس روایت کو اوّل باب بلکہ اوّل کتاب میں لانے کی وجہ سے طالب کو تنبیہ کرنا ہے کہ حصول علم حدیث سے اس کا مقصد محض رضاء الٰہی ہونا چاہئیے۔ اور اس کتاب میں جو مخالفین کے مذاہب کی تردید ہے اس سے بھی مقصود سنت کی مدافعت ہے تاکہ ان کے گمان کے مطابق لوگ سنت کو اختیار کریں اس کی مخالفت کو چھوڑ دیں۔ دریں صورت مناسب یہ تھا کہ اس حدیث کو ترجمہ سے پہلے ذکر کیا جاتا لیکن مؤخر اس لئے کر دیا کہ حدیث کے معنی وحی پر موقوف ہیں۔ اور کلمہ حصر کی وجہ سے جو بدون نیت عمل کی نفی معلوم ہوتی ہے وہ موجود شرعی ہے جو عند اللہ معتبر ہو۔ مطلق وجود کی نفی نہیں خواہ وہ حسی ہو یا شرعی ہو۔ تو عادت کے مطابق امام بخاریؒ ترجمہ کے بعد اس روایت کو اس لئے لائے ہیں تاکہ احتمالی معنی کی تعیین ہو جائے۔ نیز ! الاعمال پر الف لام عہد خارجی کا ہے استغراق کے لئے نہیں۔ اور نیت بھی مؤمن کی معتبر ہے۔ واللہ الھادی الی سبیل الرشادؒ۔

قولہ کیف یاتیک الوحی ظاہر یہ ہے کہ سائل نے وحی کے تمام اقسام کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ وحی اترنے کی اس کیفیت کو معلوم کرنا تھا جو اکثر اور غالب زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر ہوتی تھی اس کا جواب تین طرح سے ممکن تھا خود آنحضرتؐ کی طرف جو وحی ہوتی تھی اس کی کیفیت کو بیان کیا جائے یا موحی وحی لانے والے فرشتہ کی کیفیت بتلائی جائے یا نفس وحی کی کیفیت بیان ہو۔ تو آپ نے مثل صلصلۃ الجرس سے وحی کے نزول کے وقت جو خود آنحضرت ﷺ کی کیفیت ہوتی تھی اس کو بیان کیا یہ جبرائیل علیہ السلام کی آواز نہیں جیسے کہ بعض حضرات نے سمجھا ہے۔ اس لئے کہ صوت جبرائیل تو الفاظ اور حروف سے مرکب ہے۔ جو بات سمجھ نہ آئے اس کا تلفظ کیسے ممکن ہے۔ اس طرح وہ کلام جو مبہم اور چپ کرا دینے والی ہو اس کی قرأت کیسے ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا تو اس صورت میں احیاناً یتمثل یہ اصل جواب سے ایک زائد افادہ ہوگا جس سے بتلانا یہ ہے کہ وحی محض اسی ایک طریقہ پر منحصر ہے بلکہ اس کے اور وجوہ بھی ہیں۔ تو اس سے وحی کی کیفیت کا بیان واضح ہو گیا۔ یہ وحی مطلق کی کیفیات تھیں۔ تو بدء الوحی کی بھی مختلف صورتیں ہوں گی۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اب مجموعہ اجزاء ترجمہ کو ہر روایت سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور یہی حال آنے والی روایات میں رہے گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

قول عائشہؓ ان جبینہ فیتفصد عرقاً صفحہ ۲-۱۱ نزول وحی کے وقت آپؐ کی پیشانی سے پسینہ بہتا تھا حالانکہ غار حراء سے نزول وحی کے بعد آپؐ نے زمّلونی زمّلونی فرمایا جیسے ٹھنڈک سے بخار والے پر کپڑے ڈالے جاتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں میں منافات نہیں۔ اس لئے کہ ایک میں نزول وحی کے وقت کی حالت بیان کی گئی اور دوسری حدیث میں نزول وحی کے بعد کی کیفیت بتلائی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ آپؐ کے باطن میں حرارت تھی۔ لیکن کبھی خوف اور دہشت کی وجہ سے ظاہر پر برودت آجاتی تھی۔ یہاں تک کہ آپؐ پر کپڑے ڈالے جاتے۔ تو دو مختلف حالتیں ہوئیں۔

قوله حتي بلغ مني الجهد صفحہ ۲۔۱۵ لفظ جهد یا مفعول ہے تو فاعل ملک ہوگا یا وہ غلط ہوگا جو غطبی میں مذکور ہے۔ جہد سے جہد نبی اکرم ﷺ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور بطور مجاز کے جهد الملك بھی ہو سکتا ہے۔ تو معنی ہوں گے کہ اگر فرشتہ کی بجائے وہاں پر کوئی انسان ہوتا تو اس کو بھی یہ مشقت (سختی) پہنچتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ الجهد فاعل ہو معنی ہوں گے کہ یہ مشقت (سختی) میری طرف سے اپنی انتہا کو پہنچی۔ بہر حال یہ نہایت مشقت (سختی) سے کنایہ ہے۔ اسی بنا پر فرشتہ نے آپ کو چند مرتبہ دبایا ہے تاکہ آہستہ آہستہ آپؐ اس کے عادی ہو جائیں۔

ولقد خشيت علي نفسي الخ صفحہ ۳۔۱۵ ترجمہ۔ مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اور یہ خوف و دہشت اس وجہ سے تھی کہ میں رسالت کی کماحقہ ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھانے سے عاجز ہوں۔ یا آپ کو سینہ چاک ہونے اور جھپڑنے کی وجہ سے جو سختی پہنچی اس کی وجہ سے اپنی ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ چونکہ ان صورتوں میں آپؐ کے لئے جو اجر و ثواب اور ستائش مقدر تھی اس سے محرومی تھی۔ بنابریں حضرت خدیجہؓ نے یہ کہہ کر اس کی نفی کر دی کہ لا یحزنک اللہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن خصائل اور اخلاق کریمانہ پر آپ کو پیدا کیا ہے جو عموماً کسی عام انسان میں کاملاً نہیں پائے جاتے اور نہ ہی کسی انسان کے جمیع جسم میں یہ عادتیں ودیعت رکھی گئی ہیں۔ تو معاملہ ایسا نہیں ہوگا جس کا آپ کو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ذات ستودہ صفات کو جن بھوت کے حوالے کر دے۔ بلکہ انشاء اللہ تبلیغ ورسالت کا یہ کام آپؐ کے ہاتھوں انجام پائے گا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

وكان يكتب الكتاب صفحہ ۳۔۶ یہاں سے زبان میں ان کی مہارت کا بیان ہے۔ اور یہ کہ وہ کتب منزلہ کی مرادات پر پوری اطلاع رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کر سکتا ہے۔ اور ترجمہ کرنے کی طاقت اسی کو ہوتی ہے جو اپنے ہجولیوں پر مہارت تامہ اور فوقیت کاملہ رکھتا ہو۔ اور اس میں شہرت کا مالک ہو اس بنا پر عربی اور عبرانی کتابوں کی مراد اور مطالب ایک ہوگا۔

قوله هذا لناموس الخ صفحہ ۳۔۹ جاننا چاہئیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو نہ تو رسالہ کے معاملہ میں شک و شبہ تھا اور نہ ہی اس پیغام میں شبہ تھا کہ یہ وحی ہے۔ جیسا کہ ہم نے خشية کی وجوہ میں بیان کیا ہے کہ یہ خشیت شک و شبہ و ریب کی وجہ سے نہیں تھی۔ جیسا کہ بعض کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ البتہ بایں ہمہ یہ شک ممکن ہے کہ اس بارے میں ہو کہ آپ کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ فرشتہ جو میرے پاس بھیجا گیا ہے یہ وہی ہے جو دیگر انبیاء سابقین علیہم السلام کی طرف وحی لایا کرتا تھا اور نہ ہی آپ کو اس کے نام کا علم ہو تو یہ کوئی نقصان کی بات نہیں ہے۔

قوله ياليتني اكون حيا صفحہ ۳ ۔ ۸ یعنی اگر میری جوانی اور طاقت نے ساتھ نہ دیا پھر بھی میں اگر زندہ نہ رہا تو آپ کی زبان سے یا جو صورت بھی ممکن ہوئی آپ کی ضرور مدد کروں گا۔ یہ دعا علی سبیل التنزل ہے۔ اَوَمُخْرِجِيَّ هم آنحضرت ﷺ نے قوم کے

نکالنے کو تعجب اور استفہام انکاری کے طور پر اس لئے بعید سمجھا کہ آپؐ نے سوچا میں ان کو نصیحت کرتا ہوں اور خیر کی طرف دعوت دیتا ہوں پھر بھی وہ مجھے اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ آپ کا گمان تھا کہ کوئی عاقل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ جو شخص ان کو بھلائی بلکہ نجات کی دعوت دیتا ہو اس سے دشمنی کریں۔ میں ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کروں اور وہ مجھے نقصان پہنچائیں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ تو ورقہ بن نوفل نے ایک ایسا عجیب جواب دیا جس کے بعد بحث کی ضرورت نہیں رہتی کہ عادت اللہ ایسے ہی جاری ہے کہ جو ذات عوام کی خیر خواہی کی طالب ہو لوگ اس سے عداوت رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ مدعیٰ اس طرح بھی ثابت کرنا ممکن تھا جس میں قدرے طوالت تھی کہ انسانی نفوس کی جبلت یہ ہے کہ جن امور کے وہ عادی ہوتے ہیں اس کی مخالفت کو وہ ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اس میں ان کی بھلائی اور بہتری ہوتی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل بعد میں آئے گی۔

ویحدث من فترة الخ صفحہ ۳ ۔ ۱۲ مطلب یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے ایک ایسی حدیث بیان کی جس کا اوائل ایام وحی سے تعلق تھا یہاں تک کہ ان کی حدیث یہاں تک پہنچی۔ **الی قوله وهو يحدث** تین سال تک وحی اس لئے منقطع رہی تاکہ آنحضرت ﷺ پہلے نازل شدہ آیات کے معانی اور مفاہم پر غور فکر کرلیں۔ وجہ یہ کہ کتاب کا جو حصہ پہلے نازل ہوا اس میں جمیع نصوص کی مراد سمجھنے میں اجمالی اشارہ ہوتا ہے۔ جس پر تفکر اور تدبر کی حاجت ہوتی ہے۔ دوسرے تاخیر وحی کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ شوق میں اضافہ ہو۔ اور مسلسل نازل ہونے میں کلفت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ آپؐ پر جب وحی کا نزول ہوا تو کلفت کا سامنا کرنا پڑا اور اسی طرح فترت کے بعد جب نزول ہوا تو سختی اور مشقت میں مبتلا ہوئے۔ اگر پہلے سے ہی وحی کا تسلسل ہوتا تو ممکن ہے آپؐ کی ہلاکت کی نوبت آجاتی۔ یا آپ کا جسم اطہر سخت مصائب و آلام کا نشانہ بنتا۔

قوله فرغبت منه صفحہ ۳ ۔ ۱۲ یہ دہشت فرشتہ کو اپنی اصلی صورت میں دیکھنے سے لاحق ہوئی۔

ثم علينا ان نقرء صفحہ ۳ ۔ ۲۲ قرأت سے دونوں جگہ ایک مراد نہیں بلکہ دوسری قرأ یعنی اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ میں محض بیان مقصود نہیں بلکہ قرأۃ بھی مراد ہے۔ جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بیان کی تفسیر انہوں نے قرأۃ سے کی ہے۔ اور پہلا مقام یعنی اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ میں قرآن سے قرأۃ مراد ہے۔ اور دونوں قرأتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ پہلی قرأۃ سے مقصد یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو آپؐ کے سینہ اور دل میں اس طرح جمادیں گے کہ آپؐ خود اس کے پڑھنے پر قادر ہو جائیں گے اور دوسری قرأۃ سے مراد **قرأة على الامة** ہے۔ کہ وہ ایسی قرأۃ واضحہ ہوگی جو امت پر خلط ملط نہیں ہوگی۔ اور یہی لفظ بیان کا مدلول ہے۔ تو بیان سے مراد قرأۃ **قراءة على القوم** ہے جس میں بیان کے معنی ملحوظ کے ہیں۔ کہ وہ قرأت نہایت واضح اور ظاہر ہوگی۔ نیز ! حدیث کو باب سے مناسبت اس طرح ہوئی کہ جب اوائل ایام نبوت میں آپؐ کا یہ حال تھا تو پہلے پہل جو آپؐ پر وحی نازل ہوئی ہوگی اس میں بھی یہی حال ہوگا۔ تو **بدء الوحی** کی بعض کیفیت کا بیان ہو گیا۔ کہ نزول وحی کے وقت آپؐ سختی برداشت کرتے تھے۔ اور یہ بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ کیفیت وحی کا بیان بظاہر وحی کا سبب کیا بنا کہ ان میں سے ہر ایک فضل اور احسان الٰہی تھا۔ آیت نازل شدہ کا اور حکم نازل کردہ کا حال بیان ہوگا۔

اورمنزل علیہ یعنی جن کی طرف وحی کی گئی ان کی اردات کا بیان یا فرشتہ کی بعض کیفیات کا بیان اور اس کے احوال کا بیان ہوگا۔ چنانچہ اس روایت میں موحی الیہ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ یہ حدیث اسلئے لائی گئی کہ اس میں وحی کا ذکر ہے اس سے کوئی بحث نہیں کہ اس کی ابتداء یا کیفیت کیا تھی تو اس صورت میں کسی تکلف کی ضرورت نہیں رہتی مناسبت واضح ہے۔

اخبرنا یونس بن معمر نحوہ الخ صفحہ ۳ ۔ ۲۵ نحوہ سے اشارہ ہے کہ معمر راوی کے الفاظ حدیث یونس راوی کے الفاظ حدیث کے خلاف ہیں۔ اگر چہ دونوں کا معنی میں اتحاد ہے۔ اگر لفظ اور معنی دنوں میں اتحاد ہو تو مثلہ کا لفظ بولا جاتا ہے ۔

فیدارسہ القران صفحہ ۳ بظاہر روایت ترجمہ سے مناسبت نہیں ہے مگر امام سیوطیؒ کی یہ روایت صحیح ہو کہ حضرت جبرائیلؑ ہر سال رمضان شریف میں قرآن مجید کا آپؐ کے ساتھ دور کرتے تھے۔ خواہ وہ نازل ہو چکا ہو یا نازل نہ ہوا ہو۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ اس کو بھول جایا کرتے تھے۔ تو پھر جبرائیلؑ کا آپؐ پر قرأۃ کرنا یہ بھی وحی کی ایک قسم ہوگی۔ کہ فرشتہ آپؐ کے سامنے آجاتا تھا تو اس کی ابتداء غیر منزل کے مقابل میں ظاہر ہے۔ یعنی وحی کی ابتداء کبھی پہلے طریقہ کے خلاف ہوئی تھی۔ کہ نزول مَلک کی صورت میں ایک دوسری کیفیت ہوتی تھی۔ اور عادت کے خلاف ایک قرأۃ کا ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔ اگر مشہور روایت پر قرأۃ ہو کہ جبرائیلؑ ما نزل یعنی جو حصہ اتر چکا تھا اس کی آپؐ پر قرأۃ کرتے تھے۔ پھر بھی یہ قسم اقسام وحی میں سے ہوگا۔ کہ دوسری مرتبہ قرأۃ وحی کی یہ قسم ہوگی کہ فرشتہ قرأۃ کرتا تھا۔ البتہ تکرار وحی کا الزام رہے گا کہ موحی ایک ہے اور قرأۃ دوبارہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ بعض صورتوں کا نزول دوبار ہوا ہے۔ ہاں یہ تکرار تکرار سُور سے کم درجہ کا ہوگا۔ کیوں کہ یہ اسی فرشتہ کی طرف سے ہے آسمان سے اس کا نزول نہیں ہے اور کوئی بعید نہیں اگر یہ توجیہ بیان کی جائے کہ جب رمضان شریف میں جناب جبرائیلؑ سے ملاقات کے وقت آنحضرت نبی اکرم ﷺ کا یہ حال ہوتا تھا کہ باہمی دونوں کے انوار کا عکس ایک دوسرے پر چڑھ جاتا تھا تو بدؤ وحی کے وقت جب آپؐ کی جبرائیلؑ سے ملاقات ہوتی ہوگی تو یہی حال اس وقت بھی ہوتا ہوگا جیسا کہ روایت دلالت کرتی ہے کہ پہلی مرتبہ بدؤ الوحی میں جبرائیلؑ نے آنحضرت ﷺ کو توجہ القائی کے لئے جھپیٹا تو جیسے جھپٹنے کا اثر آپؐ پر ظاہر ہوتا تھا۔ ایسے ہر ملاقات میں اثر خفی ضرور ہوتا ہوگا واقعی یہ غور طلب بات ہے۔ واللہ اعلم

قولہ من الریح المرسلۃ صفحہ ۴۔ ۱۱س جیسے سخت آندھی ہر چیز تک پہنچتی ہے آنحضرت ﷺ کی سخاوت اس سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔ کہ جو چیز بھی آپؐ کے ملک میں ہوتی تھی اس کو آپؐ باقی نہیں چھوڑتے تھے۔

قولہ ان ہرقل ارسل الیہ فی رکب صفحہ ۴۔ ۳س فی رکب یا الیہ کی ضمیر مجرور سے متعلق ہے۔ تو معنی ہوں گے کہ یہ بھی اس قافلہ میں تھے۔ یا اس کا تعلق ارسل فعل سے ہے۔ کہ ان کی طرف پیغام اس لئے بھیجا تا کہ ان سے قافلہ کا حال معلوم کریں اور پھر ان کو اپنے ہاں بلائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کلمہ فی اجلیہ ہو۔ پھر بھی ابو سفیانؓ کا اس قافلہ سے خارج ہونا لازم نہیں آتا۔ اور نہ ہی ان کی طرف ارسال کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ قافلہ کے سردار تھے اور ان سب سے افضل تھے۔

وقوله وهم بایلیا صفحہ ۴ - ۴ س وجہ یہ ہوئی کہ کسریٰ بادشاہ فارس نے حملہ کر کے ہر قل بادشاہ روم سے اس کا ملک چھین لیا تھا ہر قل نے منت مانی تھی کہ اگر کسریٰ سے اس کا ملک ہر قل کو واپس مل گیا تو وہ پیدل ایلیاء یعنی بیت المقدس آکر عبادت کرے گا پس اللہ تعالیٰ نے جب اس کا ملک اسے واپس کر دیا تو وہ بیت المقدس میں آکر ایک رات وہ خواب دیکھ رہا تھا جس کا روایت میں ذکر ہے کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ اس ملک پر غالب آجائے گا۔ اتفاق سے بادشاہ غسان نے بھی ایک آدمی بھیج کر اس کی تصدیق کر دی۔ تو ہر قل نے رومیہ کے حاکم کی طرف دریافت احوال کے لئے خط لکھا۔ ابھی اس کا جواب نہیں آیا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا والا نامہ اس کے پاس پہنچ گیا۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی بعثت اس کے نزدیک واضح ہو گئی۔ تو یہ تینوں واقعات ایلیاء بیت المقدس میں اس کے سامنے پیش آئے۔ تو اس نے اپنے وطن واپس ہوتے ہوئے دوبارہ اس کی تحقیقات شروع کی۔ چنانچہ جب وہ اپنے دار الخلافہ حمص میں پہنچا تو اسے حاکم رومیہ کا جواب موصول ہوا۔ تو اس نے اپنے حاشیہ نشینوں کو جمع کیا۔ اس طرح واقعات کی ترتیب مناسب رہے گی۔

قوله ایك اقرب نسباً صفحہ ۴ - ۵ س یہ اس نے اس لئے پوچھا کہ صاحب البیت ادری مافیہ کے مطابق قریبی رشتہ دار ہی اپنے قریبیوں کی خوبیوں اور برائیوں سے خوب واقف ہوتا ہے۔

قوله ان کذبنی الخ صفحہ ۴ - ۴ س یہ بادشاہ نے ان سے اس لئے کہا کہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ سب لوگ کفر میں اس کے شریک رہے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ جھوٹ کی قباحت بالخصوص بادشاہ کے سامنے اس کے جھٹلانے سے ان کو خاموش نہیں رہنے دے گی۔ اب جبکہ میں خود بادشاہ ان کو حکم دے رہا ہوں تو وہ کیسے اس کی تکذیب نہیں کریں گے۔ نیز ! بادشاہوں کا رعب داب اور ان کا ہمارے شہروں کو آنا جانا یہ ایسے حالات ہیں جو اس کو سچ بولنے پر مجبور کریں گے۔ اگر بالفرض اس نے اپنی گفتگو میں کوئی جھوٹی بات کہہ بھی دی تو اس کی جھوٹی باتیں کسی پر مخفی نہیں رہیں گی۔ اگرچہ کچھ زمانہ بعد ہی کیوں نہ ہو۔ شہروں میں اس کا جھوٹا پن مشہور ہو جائے گا۔ نیز ! یہ بھی ممکن ہے کہ بادشاہ کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ لوگ کفر میں ابو سفیان کی موافقت کرتے ہیں۔ اور ابو سفیان کی پیٹھ کے پیچھے اس لئے بٹھلایا کہ آمنے سامنے کسی کو جھٹلانا آسان نہیں ہوتا۔ شاید لحاظ و مروت اور آنکھوں کے سامنے ہونا ان کو اس کی تکذیب سے مانع ہو۔ اس لئے پیٹھ کے پیچھے بٹھایا۔

قوله ان یاثرو الخ صفحہ ۴ - ۸ س یعنی جب ان لوگوں کو میرے جھوٹے ہونے کا علم ہو جائے گا تو میری بعد کی گفتگو پر سے ان کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور رعرب کا جو آدمی بھی یہ واقعہ سنے گا وہ مجھے جھوٹا شمار کرے گا اس طرح اکناف علم میں شہر و دیہات میں میرے جھوٹ کا چرچا ہو گا۔ عام شراح یہی معنی لیتے ہیں۔ اور علی کو عنی کے معنی میں لیتے ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کے نزدیک دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ ہر قل کی مجلس میں قوم عرب کا ان کو جھٹلانا اگرچہ معنیً بعید ہے لیکن لفظاً صحیح ہے۔ اس لئے کہ ابو سفیان کو اعتماد تھا کہ یہ لوگ میری تصدیق کریں گے۔ اور جو کچھ میں کہوں گا اس پر خاموش رہیں گے۔ کیونکہ معنی یہ ہو جائیں گے کہ یہ لوگ بادشاہ کی طرف

نقل کریں گے کہ میں نے جھوٹ بولا حالانکہ یہ معنی بعید ہیں۔

قولہ ونحن منہ فی مدۃ الخ صفحہ ۴ ۔ ۱۲اس ابو سفیانؓ کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس وقت آنحضرت ﷺ سے غائبانہ نہیں جان سکتے۔ کہ آپ اس بارے میں کیا کرنے والے ہیں یا ہم نے ان سے صلح حدیبیہ کر تو لی ہے اب دیکھیں وہ اس میں کیا کرتے ہیں۔ صلح کو نبھاتے ہیں یا نہیں۔ بہر حال جو احتمال بھی ہو وہ اپنے اس قول سے اپنے ضمیر کے اعتقاد کے خلاف خبر دے رہے ہیں۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ دھوکہ باز نہیں۔ اور نہ ہی عہد شکن ہیں لیکن دل کے احوال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر میں نے آپ کی طرف غدر کی نسبت کر دی تو مجھے کوئی نہیں جھٹلائے گا کیونکہ وہ کہہ سکتا تھا کہ مجھے جناب نبی اکرم ﷺ پر وثوق نہیں ہے کہ وہ غدر نہ کریں۔ تو یہ بات اس کے گمان کے مطابق جھوٹی نہ ہوتی۔ مگر اس کا یہ گمان واقع اور نفس الامر کے خلاف ہوتا۔ نیز ! اس نے اپنے اس گمان کو کذب سے اس لئے تعبیر کیا کہ وہ اس کے یقین کے مخالف تھا کیونکہ وہ آپ کی صداقت امانت اور اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ آپؐ نے کبھی اپنے عہدو پیمان میں غداری نہیں کی۔

قولہ وکذلک الرسل تبعث الخ صفحہ ۴ ۔ ۱۶ یہ اس لئے تاکہ اہل قدر و منزلت انبیاء و رسل علیہم السلام کے پاس بیٹھنے سے نفرت نہ کریں۔ او کوئی ان کی اطاعت سے گھن نہ کرے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ مصائب اور نتائج کی وجہ سے رسولوں کو عار دلائی جائے۔

قولہ لو کان احد الخ صفحہ ۴۔ ۷ اس معلوم ہوا کہ ان کی قوم میں سے کسی کی یہ عادت نہیں کہ وہ اس قسم کے دعاوی کرے

قولہ ویکذب علی اللہ الخ صفحہ ۴ ۔ ۲۰س یہ دلیل اگرچہ کفار قریش پر حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ لوگ تو حشر ونشر کے منکر تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے نزدیک حجت بن سکتی ہے۔ کیونکہ آپؐ تو حشر ونشر کا اقرار کرنے والے ہیں اور یہ رسالت کے دعویٰ کرنے والے پر حجت تامہ ہے۔ اس لئے کہ جب اس نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو آپؐ کے نزدیک یہ بات حق ہے کہ جھوٹ کا انجام آپ کو بھگتنا ہوگا۔ کیونکہ جو کام بھی آپؐ اچھا یا بُرا کریں گے اس کا بدلہ ملے گا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دعویٰ کے باوجود آپؐ اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں اور وہ چیز کہیں جو آپ کی طرف وحی نہیں کی گئی۔ نیز ! یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مشرک اور کافر اکثر حشر ونشر اور اللہ کی طرف واپس جانے کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں لیکن مجموعی طور پر وہ لوگ اس کا انکار نہیں کرتے تھے کہ آدمی کو اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا نیکی ہے تو نیک بُرائی ہے تو برا بہر حال بدلہ ملے گا۔ آخرت میں نہ سہی دنیا میں بدلہ ملنے کا ان کو بھی اعتراف تھا کیونکہ جو قبائح اور برائیاں ان میں شائع ذائع تھیں ان میں سے اکثر کی بنیاد اس پر قائم تھی کہ وہ اپنے گمان فاسد کے مطابق انہیں قربات اور طاعات شمار کرتے تھے۔ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد خود ان پر بھی حجت ثابت ہو۔ نیز ! بادشاہ کا قافلہ کو طلب کرنا اور ان سے پوچھ گچھ کرنا اس سے اس کا مقصود جناب نبی اکرم ﷺ کے حالات کی تفتیش کرنا تھا۔ اور آپ کی بعثت پر یقین حاصل کرنا تھا کیونکہ اس نے ایک تو خود ستاروں سے غور و خوض

کرنے کے بعد معلوم کر لیا تھا۔ دوسرے غسانی بادشاہ کی طرف سے حالات پہنچے تھے۔ اس سے اس کا مقصد تو حاصل ہو گیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ جو خیر و برکت اس کو ان سے حاصل ہوئی تھی وہ اپنے پاس سے بھی ان کو فائدہ پہنچائے۔ تا کہ غور و تدبّر کے بعد جو بات انہیں بھی معلوم ہو اسے اختیار کریں۔ نیز ! جناب نبی اکرم ﷺ کی جو محبت اس کے اندر پیدا ہو چکی تھی اس نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق آنحضرت ﷺ کی ضرور مدد کرے بایں ہمہ وہ اپنی سلطنت کے عمائدین کو حاضرین کو سنانا چاہتا تھا کیونکہ یہ بات ان کیلئے زیادہ نفع بخش تھی اس سے کہ بادشاہ خود ان سے بالمشافہ بات کرتا۔ اس طرح اب یہ کہنا خلوص اور خیر خواہی پر مبنی ہو گا اس لئے کہ یہ خطاب غیر لوگوں کو ہے۔ اور ہر قل کی قوم کتاب اور ملۃ والے لوگ تھے تو اس کا یہ کہنا لم یکن لیذر الخ یہ اہل ملۃ پر حجت قائم کرنا ہے اسلئے کہ یہ لوگ حشر و نشر کو تسلیم کرتے تھے۔ اور حشر و نشر پر ان کا یقین تھا۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا سیملك موضع قد قطعی هاتین کہ عنقریب وہ میرے ان دو قدموں کی جگہ کا بھی مالک ہو جائے گا۔ اس سے بھی اس کا مقصود اپنی قوم کو سنانا تھا تا کہ بعد میں اس کی دعوت خطاب نتیجہ خیز ثابت ہو سکے

ولم یذکر الخ روایت میں گیارہ باتوں کا سوال تھا۔ جواب میں نو ۹ کا ذکر ہوا۔ دو باتیں یعنی آپؐ کے قتال اور ان کے قتال کا ذکر چھوڑ گئے صرف یہ جواب دیا کہ الحرب بیننا و بینه سجال کیونکہ بادشاہ قتال کے سوال سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا یہ وہی نبی موعود ہے یا کوئی اور ہے۔ اور کتب قدیمہ سماویہ میں قتال کے بارے میں لکھا ہوا تھا اس کو اس لئے نہیں دہرایا کہ یہ کوئی بڑی علامت کی چیز نہیں تھی اور نہ ہی دشمن اور مخالف پر کوئی حجۃ قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہر دو لڑنے والوں اور مخالف گروہوں میں یہی عادت جاریہ ہے کہ کبھی ایک کا پلڑا بھاری ہوتا ہے کبھی دوسرے کا۔ البتہ الحرب سجال پر ایک اشکال ہے کہ جب سے ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے محاربہ اور مقاتلہ شروع کیا ہے۔ نہ تو آپؐ نے شکست کھائی ہے اور نہ ہی کبھی آپ کی مدد چھوڑ دی گئی ہے۔ تو پھر الحرب سجال کیسے ہوا۔ جواب یہ ہے کہ بادشاہ نے نبی کی شکست اور بھاگ جانے کے متعلق اس لئے سوال نہیں کیا کہ اس کو یقین تھا کہ رسل کی شان ثابت قدمی اور صبر سے مصائب کو جھلینا ہے۔ تو اب مقصود یہ ہو گا کہ آیا یہ لوگ قتل کرتے ہیں یا قتل ہوتے ہیں یا معاملہ مختلف رہتا ہے۔ تو یہ حق جس میں کوئی شک نہیں کہ کفار نے مسلمانوں کو اُحد کی لڑائی میں قتل کیا اور بدر کی لڑائی میں مقتول ہوئے۔ اور حرب کے ڈول سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ جب ڈول کسی کے ہاتھ میں ہو اور دوسرے لوگ خالی کھڑے ہوں تو جب فتح و کامیابی کا معاملہ مختلف ہو تو ڈول کی طرح ہو گیا۔ کہ ایک مرتبہ وہ اس کو پکڑتا ہے اور دوسرے مرتبہ دوسرے کو پکڑتا ہے۔ لکڑی کے دونوں کنارے پر ڈول باندھ دیتے تھے۔ جب کنویں میں پانی بھرنے کیلئے ان کو ڈالتے تو ان میں سے ایک نیچے چلا جاتا دوسرا اوپر کو رہ جاتا۔ واللہ اعلم

قوله سخطة لدينه الخ صفحہ ۴ ۔ ۲۳س اس قید کے اضافے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ارتداد کبھی دوسرے عوارض اور اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے جو اسلام لانے کے بعد مرتد کو لاحق ہو جاتے ہیں۔ ایسا ارتداد نہ اسلام کے باطل ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی اس بات کی نشانی ہے کہ وہ دین جس سے وہ پھر گیا ہے اس میں کوئی نقص یا کچھ مفاسد ہیں۔ اسی وجہ سے ابو سفیانؓ نے ارتداد کی نفی کر دی۔ اگر مطلق ارتداد سے سوال کرتا تو پھر نفی سے جواب دینے کی گنجائش نہیں تھی۔ ورنہ وہ کہہ سکتا تھا کہ بعض لوگ اسلام سے پھر گئے ہیں۔

جیسے عبداللہ بن الخطل وغیرہ کیونکہ ان کا ارتداد عن عوارض اور اسباب کی وجہ سے تھا جن کا ذکر تواریخ میں ہے ملت اسلام سے کراہت کی وجہ سے نہ تھا۔ عبیداللہ بن جحش زوج ام حبیبہ نصرانی اس لئے بن گیا کہ وہ اسلام میں علی وجہ البصیرت داخل نہیں ہوا تھا۔

لم اکن اظنّ انه منکم صفحہ ۴۔۲۶ حالانکہ کتب سماویہ میں بھی لکھا ہوا تھا کہ نبی آخر الزمان عرب اور قریش میں سے ہوگا لیکن معلوم نہیں تھا کہ ابوسفیان خاص کروہ تمہارے خاندان میں سے ہوگا تو ہو مناف میں سے ہونا مخفی نہ ہو لبتہ وہ تو اسکے نزدیک ظاہر تھا۔

قوله ثم دعا بکتاب رسول الله ﷺ صفحہ ۴ ۔ ۲۷ یہ ہرقل کی کمال دانشمندی ہے کہ جب تک خط بھیجنے والے کی حقیقت اور اصلیت معلوم نہیں کر لی اس وقت تک خط کو نہیں کھولا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو عظیم بصریٰ تک والا نامہ پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ اور عظیم بصریٰ اس کو لیکر بیت المقدس پہنچا اس لئے کہ ہر ایک کو بادشاہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔

قوله یؤتك الله اجرك مرتین صفحہ ۵ ۔ ۲ یا تو اس کو کثرت پر محمول کیا جائے کہ یہ اجر و ثواب بار بار ملتا رہے گا اس لئے کہ اپنی رعایا اور متبعین کے اسلام لانے پر اسے ثواب ہوگا۔ یا حقیقتاً تثنیہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لایا اور آنحضرت ﷺ پر بھی ایمان لے آیا جس سے وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہوا۔

قوله اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا الخ صفحہ ۵ ۔ ۳ اس سے مقصود یہ ہے کہ میں تمہیں ایسی بات کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو فریقین کے درمیان تسلیم شدہ ہے۔ اور غیر اللہ کو رب بنانا کہ ان کے احکام کی اطاعت کی جائے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مخالف ہے اسلئے کہ انجیل میں وجوبی حکم موجود ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تو آپؐ پر ایمان لانا درحقیقت اپنی کتاب کے مضمون پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس حکم انجیلی کی تعمیل کریں اور اپنے علماء کی بات کو نہ مانیں جو انہیں اسلام لانے سے روک رہے ہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا الخ صفحہ ۵ ۔ ۵ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہے۔ شاید ہرقل کو یہ معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسلئے اس کو اس پر تنبیہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ نیز !کلام کا سیاق سباق بھی یہی بتلاتا ہے۔ اس لئے اس کی تصریح کی ضرورت نہیں رہی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

قوله کثر عنده الصخب الخ صفحہ ۵ ۔ ۵ شاید ان لوگوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے معاملہ اور والا نامہ کے جواب دینے میں باہمی مشورہ کیا ہو۔ اجنبی زبان ہونے کی وجہ سے ابوسفیان اور ان کے ساتھی اس کو نہ سمجھ سکے ہوں جس کو انہوں نے شور و شغب سے تعبیر کیا۔

قوله وکان ابن الناطور الخ صفحہ ۵ ۔ ۷ یہاں سے امام زہری کے قول کے مطابق قصہ کی ابتد ہو رہی ہے۔

اور امام بخاریؒ نے بغیر فصل کے ایک قصہ کا دوسرے قصہ پر عطف اس لئے کر دیا کہ ان کے پاس یہ دونوں قصے ایک سند سے پہنچے ہوں گے۔ اور اس سے مقصد یہ ہے کہ ابن ناطور نے ہر قل کے قصہ میں سے وہ حصہ بیان کیا جو امام زہریؒ تک نہیں پہنچا۔ اور جو کچھ ان تک پہنچ چکا تھا اتنا حصہ اس قصہ میں سے انہوں نے چھوڑ دیا جیسا کہ قصص کی ترتیب ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ اگر اعتراض ہو کہ جب ہر قل کے نزدیک مختلف اسباب کی بدولت آنحضرت ﷺ کی رسالت کا معاملہ بیت المقدس میں واضح ہو چکا تھا تو پھر اس نے اس کو اپنے لواحقین تک پہنچانے میں حمص تک تاخیر کیوں کی۔ جواب یہ ہے کہ اسے خود تو یقین ہو چکا تھا مگر اپنی رائے کے ساتھ اپنے ساتھی رومیہ والے کی رائے بھی ملانا چاہتا تھا۔ کیونکہ ہر قل کے علم کی طرح اس کے ساتھی کا علم بھی قوم کے نزدیک تسلیم شدہ تھا اور ان دونوں کی دانشمندی کے لوگ معترف تھے۔ تو کسی معاملہ پر ان دونوں کا اتفاق کر لینا غلطی کے احتمال کو زیادہ دور کرنے والا تھا اس لئے تاخیر ہوئی اور فوائد بھی ہوں گے۔

قوله فلا يهمنك شانهم صفحہ ۵۔۱۱ کیونکہ یہودیوں کی کوئی سلطنت اور حکومت نہیں تھی وہ توضربت عليهم الذلة والمسكنة کا مصداق ہیں۔ تو وہ آپ کی رعایا اور ذمی بن کر رہیں گے جن کا قتل کرنا تھوڑی سی ہمت کرنے سے آسان ہو جائے گا۔

ثم كتب هرقل الى صاحب له صفحہ ۵۔۱۵ جناب رسول اللہ ﷺ کے والا نامہ کے آنے اور ہر قل کے ابو سفیانؓ سے سوال جواب یہ اس کے ساتھی کے جواب آنے سے پہلے واقع ہوئے۔ کیونکہ اس کا جواب ہر قل کو اس وقت پہنچا جب وہ ایلیا بیت المقدس سے اپنے دار الخلافہ کو واپس پہنچا ہے۔

قوله فلم يرم حمص الخ صفحہ ۵۔۱۵ ظاہر یہ ہے کہ ساتھی کے خط کے جواب کے لئے اس نے حمص میں انتظار نہ کیا کیونکہ اس سے پہلے اسے علم تو حاصل ہو چکا تھا لیکن اتفاقاً جب اسے حمص میں قیام کرنا پڑا تو وہاں اسے خط کا جواب موصول ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں پر اس نے انتظار بھی کیا ہو۔ البتہ یہ انتظار حصول یقین کے لئے نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ تو اسے حاصل ہو چکا تھا۔ بلکہ انتظار اس لئے ہو گا تا کہ قوم پر حجت پوری ہو جائے۔

ثم امر بابوابها صفحہ ۵۔۱۷ دروازے اس لئے بند کرائے تا کہ حاضرین میں سے کوئی کھسک نہ سکے جس سے فتنہ برپا ہو گا اور جب سب قیدی اور محصور ہوں گے تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور یہ معاملہ طے شدہ تھا۔ چنانچہ بعد میں اس نے سب کے سامنے اس کا اظہار کیا۔ دراصل اس طرح وہ انہیں مانوس کرنا چاہتا تھا اور ان کی وحشت کو دور کرنا تھا۔ لیکن قوم بھڑک اٹھی۔ اس کے بعد اس سے کوئی اسلام کی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ اس نے اپنے اسلام کو چھپایا۔ شاید سلطنت کی حرص تھی۔ یا اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا۔ یا اپنے سابقہ یقین سے پھر گیا۔ امام بخاریؒ کا کلام اس پر محمول ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں كان هذا آخر شان هرقل یعنی آخر میں جو اس نے بات کہی وہ یہی تھی کہ میں تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ ثابت ہو اکہ تم اپنے دین پر پختہ ہو۔ اب بين الله وبينه کیا حکم ہے یقین اور جزم سے کچھ کہنا مشکل ہے اور نہ ہی کسی کو اس کی جرأت ہو سکتی ہے پس مؤلف امام بخاریؒ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے ہر قل کے کفر کا حکم دیا ہے

یہ ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ غزوۂ تبوک میں اس کا آنجناب محمد ﷺ کے مقابل میں آنا۔ اور اسی طرح غزوۂ موتہ میں خروج کرنا یہ اس کے کفر کی دلیل نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان دونوں واقعات سے اس کا فسق لازم آئے گا۔

هل لكم في الفلاح والرشد صفحہ ۵۔۱۸ جو چیز فلاح میں ہے وہ رشد میں نہیں۔ بنا علیہ دونوں حقیقی بھی ہو سکتے ہیں اور اضافی بھی۔ فلاح اور رشد کی حقیقت اسلام ہے یہاں دونوں جمع ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک اضافی ہوا اور ایک حقیقی۔ کفر اور سرکشی کی صورت میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ جزیہ خرچ کرنے اور ذمی ہونا قبول کر لینے میں فلاح ہے رشد نہیں ہے۔

قوله تبايعوا دونوں امور کو شامل ہے کیونکہ مبایعہ مبایعۃ اسلام کی بھی ہو سکتی ہے۔ اور مبایعۃ عہد اور ذمی ہونے کی بھی ہونے کی بھی ہے۔ تو اس نے ان کو افضل الامرین اسلام کی ہدایت کی پھر مفضول بتلایا کہ اہل کتاب رہ کر جزیہ ادا کرتے رہو ۔ واللہ اعلم

قوله حمر الوحش صفحہ ۵۔۱۹ گدھے زیادہ وحشت اختیار کرتے ہیں اور یہی وجہ شبہ ہے کہ انہوں نے سخت نفرت کا اظہار کیا

كِتَابُ الْاِيْمَانْ

قوله وقول وفعل الخ صفحہ ۵۔۲۵ شاید فعل سے امام بخاریؒ کی مراد عام فعل ہو جو فعل قلب اور فعل الجوارح کو شامل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف اعضاء کا فعل مراد ہو۔ تو اس صورت میں ایمان کا تیسرا رکن تصدیق کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ علماء کا اتفاق ہے کہ تصدیق قلبی ایمان میں بہر حال معتبر ہے۔ پھر اس عبارت سے مقصد مرجیہ پر رد کرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ کرنے سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور معتزلہ پر بھی رد کرنا ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان فسق کا ایک درجہ ثابت کرتے ہیں اور اس سے ہمارے فقہاؒ اور متکلمین کے مقصد کو بیان کرنا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ ایمان زیادۃ اور نقصان کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ قول اور فعل کمی بیشی کو قبول کرتے ہیں۔ چونکہ مرجیہ کے عقائد ایسے ہیں جن سے اعمال کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے مؤلفؒ نے آیات روایات اور آثار کثرہ سے ان کا رد کیا ہے۔ پھر امام بخاریؒ کے نزدیک ایمان اور اسلام میں اتحاد ہے۔ اس لئے ان کے استدلال کا دارومدار بھی اسی پر ہے جس کے حق ہونے میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ جو ایمان شریعت میں معتبر ہے وہ کبھی اسلام سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ حکماً ہی کیوں نہ ہو اور ایمان انقیاد باطنی کا نام ہے۔ اپنے گناہوں اور تقصیرات کا اعتراف کرنا ہے۔ اگر اعمال میں کوئی خلل آجائے یا کئی گناہ اس سے سرزد ہوں تو توبہ سے ازالہ ہو سکتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ اس طرح اسلام شرعی کا بغیر ایمان کے متحقق نہ ہونا بھی

ظاہر ہے۔ اور عبارت میں الھدی سے مراد ایمان ہے۔ روایات اور آیات میں سے جو ایمان کی زیادتی معلوم ہوتی ہے وہ مؤلف امام بخاریؒ کے نزدیک مؤمن بہ کی زیادتی پر محمول ہے نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے۔ یا ایقان کے مراتب اور تصدیق کی کیفیات کی زیادتی پر محمول ہے نفس ایمان میں کوئی زیادتی نہیں کیونکہ وہ تو ایک بسیط شئی ہے مرکب نہیں ہے۔

قولہ ان للایمان فرائض الخ صفحہ ۶۔۲ آثار کا بیان شروع کیا ظاہر ہے فرائض اور شرائع نفس ایمان نہیں ہیں۔ کیونکہ ایمان تو تصدیق عندالکل کا نام ہے۔ کیونکہ ایمان کے دو فرائض ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں جب تک کہ اعمال کا بھی اس میں دخل نہ ہو۔ اور خود امام بخاریؒ سے الایمان فرائض کے الفاظ منقول ہیں۔ اس صورت میں اعمال کا ایمان میں داخل ہونا بدیہی امر ہوگا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے اثر کے یہ معنی تو ممکن نہیں ہیں کہ جس شخص کے اعمال میں خلل ہو وہ اس کی تکفیر کرتے تھے۔ جیسے اعمال کو ایمان میں داخل ماننے کی صورت میں یہ لازم ہے۔ کیونکہ یہ تو بالکل بعینہ مرجیہ کا مذہب ہے۔ جو نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ لہذا ان کی مراد یہ ہوگی کہ اعمال ایمان کامل میں داخل ہیں اور یہی بعینہ ہماری مراد ہے۔

قولہ فمن استکملھا الخ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے کلام سے دوسرا استدلال ہے۔

ولکن یطمئن قلبی صفحہ ۶۔۴ اطمینان زیادہ یقین کا نام ہے۔ اس سے پہلے یقین کی نفی ممکن نہیں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اس سے پہلے مؤمن تھے۔ تو لازم آیا کہ یقین اور تصدیق کے مراتب میں تفاوت اور تشکیک ہے اسی کو زیادۃ فی الایمان کہا گیا ہے۔ اور اس آیت کو دوسری آیات سے الگ کر کے اس لئے لائے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے۔ اگرچہ بطور حکایت قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اسی طرح حضرت معاذؓ کا ارشاد کہ آؤ مذاکرہ سے کچھ گھڑی ایمان میں اضافہ کرلیں۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ کا قول بھی۔ یہ سب کے سب اقوال مؤلف امام بخاریؒ کے مقصد پر دلائل ہیں۔ ان سے ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ کیفیات میں زیادتی تو تسلیم شدہ ہے سب کے نزدیک۔

قولہ الیقین الایمان کلہ صفحہ ۶۔۵ یعنی یقین کل ایمان ہے اس میں دو دلیلیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایمان کی تاکید لفظ کل سے لائی گئی ہے۔ اور لفظ کل سے تاکید ہمیشہ ذو اجزاء اور ذو ابعاض کی ہوا کرتی ہے۔ تو لازم آیا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں کیونکہ نفس ایمان میں تو کوئی جزو اور حصہ نہیں ہے وہ بسیط ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایمان کا یقین پر حمل ہے یا اس کا عکس۔ کہ یقین پر ایمان کا حمل ہے۔ اور یقین کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ لازم آیا کہ ایمان کے بھی اسی طرح مختلف مراتب ہیں۔

قولہ حقیقۃ التقوی صفحہ ۶۔۶ تقویٰ بھی ایمان ہے تو لازم آیا کہ جس طرح تقویٰ کے مراتب ہیں جو ایک دوسرے سے افضل ہوں گے۔ تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک سے بچے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ کو چھوڑ دے۔ اس طرح ایمان کے بھی ادنیٰ اور اعلیٰ درجات ہوں گے۔ کیونکہ ایمان کا نام تقویٰ رکھا گیا ہے۔

قَوْلُهٗ شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّیْنِ الخ صفحہ ۶۔۶ حضرت مجاہد کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور دین ایک چیز ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ شرائع اور احکام کے درمیان اختلاف ہے تو ایمان و دین کی وحدت کا تقاضا یہ ہوگا کہ دین کی طرح ایمان میں بھی زیادتی و نقصان ہو۔ اس مطلب پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے مکان بنایا اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ دیگر ادیان میں جو کمی تھی آپؐ نے اسے مکمل کر دیا۔ اور یہی معنی حضرت ابن عباسؓ کے قول کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے ایک راستہ ۔ سبیل اور طریقہ بنایا ہے۔ تو بعض سبیل میں زیادہ ہدایت ہوگی۔ اور بعض میں کم ہوگی تو اس سے بھی ایمان کے درجات میں تفاوت پایا گیا۔ کیونکہ دین اور ایمان ایک ہے۔ اور یہ توجیہ بھی ممکن ہے۔ لکل الخ سے افراد امت نبی اکرم ﷺ مراد ہوں۔ کہ ہم نے ہر ایک کے لئے شرعة و منهاجا بنایا ہے۔ تو اس صورت میں خطاب خاص طور پر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو ہوگا۔ دوسری امم مراد نہ ہوں گی۔ مطلب یہ ہوگا کہ مناہج اور شرائع مختلف ہونے کے باوجود ان کا مقصود ایک ہے جب کہ ان کی شریعت اور ان کی کتاب ایک ہے۔ تو ہر ایک پر شریعت اور منہاج کا اطلاق اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ تسلیم کر لیا جائے کہ تعدد مراتب سے دین میں تعدد نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس کے اوصاف شدت اور کمزوری میں تفاوت کی وجہ سے دین میں تفاوت ہوگا۔ تو اب آخری توجیہ پر شرعة و منهاجاً کے معنی یہ ہوں گے کہ غلام۔ آزاد۔ مرد۔ عورت۔ مقتدا۔ اور مقتدی۔ جوان۔ اور بوڑھے۔ تندرست۔ اور بیمار وغیرہ کے احکام میں بہت اختلاف ہے۔ بایں ہمہ دین ایک ہے۔ یا امت کا ہر فرد جو عمل کرتا ہے اس میں کثرت عبادت۔ قلت عبادت دین میں سختی اور کمزوری۔ جمعہ۔ جماعات کی کثرت سے پابندی کرنا یا تھوڑی پابندی کرنا ان میں باہمی تفاوت کے باوجود دین ایک ہے تو ایمان کے درجات کے تفاوت کے باوجود ایمان ایک ہوگا۔ اسی طرح تصدیق کے بھی منازل ہوں گے۔ اگر اس نے اعمال کو ان میں داخل کر لیا تو پھر تفاوت اور زیادہ ظاہر ہوگا۔ محشیؒ نے ایک اعتراض نقل کیا ہے کہ پہلی آیت کی تفسیر مجاہدؒ باب ترجمہ سے مناسب نہیں ہے۔ البتہ تفسیر ابن عباسؓ اس کے مناسب ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ اس کے متعلق فرما رہے ہیں کہ دونوں تفسیروں کا مجموعہ ایک دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر مجاہد کا حاصل یہ ہے کہ تمام ادیان متحد ہیں۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ سنن اور مناہج وہی شرائع ہیں۔ تو دونوں آیات میں جمع کی یہی صورت ہوگی کہ فروع ایمان یعنی اعمال میں جو تفاوت ہے اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ کیونکہ ادیان میں اتحاد ہے۔ اور فروع اعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دین واحد ہے اس میں کمی و بیشی قلت اعمال اور زیادۃ اعمال کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ وہم ہو کہ جب دین اور ایمان اعتقاد اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے تو جزء کا تغیر کل کے تغیر کو لازم ہوگا۔ تو تغیر جزء کے بعد مجموعہ باقی نہ رہا یہ وہم اس لئے ساقط ہے کہ ایک اجزاء متقومه ہوتے ہیں جن کے تغیر سے مجموعہ میں تغیر آجاتا ہے۔ دوسرے اجزاء مکمله ہوتے ہیں جن کے ایک جزء کے تغیر سے کل میں تغیر نہیں آتا۔ اس مقام پر اجزاء متوقفه الوجود میں بحث نہیں ہے۔ بلکہ ایمان کامل کے اجزاء سے بحث ہے۔ جیسے انسان بلکہ سب حیوانات میں مشاہدہ ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کان ناک دانت اور دُم ان کے اجزاء ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی کے تغیر سے کل میں تغیر نہیں آتا۔ الحاصل اجزاء دو قسم ہوئے۔ ایک وہ جن پر وجود اور تحقق موقوف ہوتا ہے

دوسرے وہ جو وصف کمال پیدا کرتے ہیں۔ تو اعمال کا ایمان میں داخل ہونا دوسرے قسم کمال میں سے ہے۔ اجزاء مقومہ میں سے نہیں۔ جیسے آدمی کی ناک یا کان کٹ جائے یا آلۂ تناسل کٹ جائے تو اس کے وصف کمال میں تغیر آیا وجود میں نہیں۔ اسی طرح اعمال کا تعلق ایمان کامل سے ہے مطلق ایمان سے نہیں۔

قوله بني الاسلام علي خمس الخ ۶۔۹ اگر اشکال ہو کہ یہ حدیث تمہارے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی اس لئے کہ اس سے اسلام اور اعمال کی مغایرت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ مبنی اور مبنی علیہ مغایر ہوتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اسلام مجموعہ اعمال ہے اور مجموعہ ہر ہر رکن کے مغایر ہوتا ہے۔ تو وجود کل وجود اجزاء کے مغایر ہوا۔

باب امور الایمان وقول الله عزوجل الخ صفحہ ۶۔۱۰

قول الله الخ کا عطف امور الایمان پر ہے۔ جو ترجمہ میں اخل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں دو باتیں بیان ہوں گی۔ ایک امور ایمان یعنی اس کا ذکر ہوگا کہ حقیقت ایمان ایک امر بسیط ہے جس کا کوئی جز نہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ حقیقت تالیفیہ ہے جو چند امور پر مبنی ہے۔ جس کے ثبوت سے دوسرے امر کا ثبوت ہوگا اس کی طرف **قوله لَيْسَ الْبِرَّ الخ** سے اشارہ کیا ہے۔ الغرض باب کے تحت میں جو روایت لائی گئی ہے وہ دونوں امور کو ثابت کرتی ہے۔ اس لئے کہ روایت سے ثابت ہوا کہ ایمان کی ساٹھ سے زائد شاخیں ہیں۔ تو ایمان ایک ایسی چیز ہوئی جو ذو اجزاء وابعاض ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ ایمان ایک ایسی حقیقت ہے جو اجزاء متناسبہ سے مرکب ہے۔ اسی طرح **قوله تبارك وتعالى لكن البر من امن بالله الخ** کو اگر ظاہر پر حمل کیا جائے بشرطیکہ مضاف محذوف مانا جائے۔ ای **ذوالبر من امن** اور بر حقیقی وہی ایمان ہے۔ تو سب امور مذکورہ ایمان میں داخل ہوں گے۔ اگر سوال ہو کہ امور الایمان کا معنی یہ ہے کہ وہ امور جن پر لفظ ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔ تو یہ **اطلاق الکل علی بعض اجزاء** نہ ہوا تو علاقہ مجاز کی تصحیح کے لئے ان اجزاء کو ایمان میں داخل ماننا پڑے گا جواب یہ ہے کہ علاقہ مجاز صرف کل اور جز میں منحصر ہے۔ ممکن ہے سبب ومسبب کا علاقہ ہو۔ یا انجام کے اعتبار سے ہو کہ مؤمن بالآخر ان امور کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ جیسے مبتدی کو مولوی کہہ دیتے ہیں وہ مایئول کے اعتبار سے ہے ۔

قوله لَيْسَ الْبِرَّ الخ صفحہ ۶۔۱۰ بر سے ایمان مراد ہے۔ کیونکہ وہی **اعلى البر** ہے۔ اسی طرح **ولكن البر من امن الخ** میں بھی اگر شبہ ہو کہ عطف تو مغایرت چاہتا ہے جیسا کہ ضابطہ ہے۔ جب تک اس کے خلاف پر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو معطوف علی الایمان ایمان کے مغایر ہوگا نہ کہ اس میں داخل ہوگا۔ تو جواب یہ ہے کہ ایمان دو قسم ہے کامل جس کو البر سے تعبیر کیا گیا تو وہ بھی ایمان ہے۔ اور وہ جن امور کا اس پر عطف کیا گیا ہے۔ دوسرا ناقص جس کو الایمان سے تعبیر کیا گیا تو معطوفات اس سے خارج ہوں گے۔ یہ ظاہر ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

قوله قد افلح المؤمنون الخ صفحہ ۶۔۱۱ قولہ سے پہلے واؤ عطف کو اس لئے حذف کر دیا کہ یہاں کوئی التباس نہیں ہے۔

ورنہ روایت اصلی میں واؤ عطف موجود ہے۔اور آیت کا دلیل ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ لفظ المؤمنون کے بعد جو صفات ذکر کی گئی ہیں۔وہ ایمان اور مؤمنین کا بیان ہیں قید احترازی نہیں ہیں۔اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ ترجمہ میں ہے باب امور الایمان تمام شراحؒ اس پر متفق ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض جزئیت اعمال ثابت کرنا ہے۔یا یہ کہ ایمان زیادہ ونقصان کو قبول کرتا ہے۔حالانکہ یہ بحث تو ختم ہو چکی ہے بلکہ اس جگہ مقصود ایمان کے بعض مقتضیات اور اس کے آثار کی تفصیل کرنی ہے جس سے تنبیہ کرنا ہے کہ مؤمن کے لائق نہیں ہے کہ ان امور میں سے کسی کو چھوڑ دے۔بلکہ یہ ان صفات سے متصف ہو۔اس باب میں جو آیات اور روایات ذکر کی گئی ہیں وہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں معارض نہیں ہیں۔

قوله الایمان بصنع الخ صفحہ ۶۔۱۳ یعنی ایمان کا کمال اور اس کا اثر کئی شاخیں ہیں۔لیکن ذات ایمان منقسم نہیں ہے

وقال ابو معاویه صفحہ ۶۔۱۷ اس سے تصریح کرنا ہے کہ شعبی کا عبداللہ سے سماع ہے اور بھی فوائد ہیں۔نیز! کئی اسناد سے روایت میں قوت پیدا کرنا ہے۔

بین ایدیکم وارجلکم صفحہ ۷۔۱۷ اس سے فعل افتراٗ کی قباحت بیان کرنا ہے کہ اس میں جھوٹ تو ہے ہی لیکن بین ایدیکم کا لفظ اگرچہ سامنے کی قریب اور بعید چیزوں پر صادق آتا ہے مگر لفظ بین ایدیکم وارجلکم قریب ترین چیز پر صادق ہے۔ جیساکہ وجدان کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔تو قریب ترین چیز کے اندر جھوٹ بولنا یہ زیادہ معلوم ہونے والی چیز کے اندر افتراء ہوگا۔جس کا خوب علم حاصل ہو۔اور اس کے باطل ہونے سے اچھی طرح واقفیت ہو۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد نفس یا دل مراد ہو۔کیونکہ وہ بھی ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہیں۔یا اس کا فرج مراد ہو تو اس بنا پر افتراٗ کی تخصیص سے نسب کا ثابت کرنا اور اس کی نفی کرنا لازم آئے گا۔تو اس صورت میں اس کا مصداق عورتیں ہونگی۔اگرچہ مردوں پر بھی اس کا صادق آنا ممکن ہے۔

قوله یغرّ بدینه صفحہ ۷۔۲۲ ظاہر یہ ہے کہ دین سے مراد اعمال ہیں کیونکہ فتنہ وفساد ان کے ارتکاب سے مانع ہے۔لیکن نفس اعتقاء کو فتنہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اعمال میں ضرور گڑبڑ ہوتی ہے۔بنابریں یہ دلیل پوری ہو گئی کہ فرار من الفتن بھی دین ہے۔ یا یہ کہ اعمال دین ہیں کیونکہ روایت میں ان پر لفظ دین کا اطلاق کیا گیا ہے۔لیکن یہ ہمارے بیان کردہ مقصد کے خلاف ہے البتہ اس میں مؤمنین کی بعض خصلتیں ذکر کی گئی ہیں۔جنہیں مؤمن کو اختیار کرنا چاہیئے۔تو اب کسی توجیہ کی ضرورت نہیں رہے گی البتہ یہاں پر یہ اشکال ضرور ہے کہ روایت ترجمہ کے مطابق نہیں۔کیونکہ ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فتنوں سے بھاگنا دین کے بعض اجزاء میں سے ہے۔ جیساکہ من تبعیضیه کا تقاضا ہے۔اور مؤلفؒ بھی اس کے ثابت کرنے کے درپے ہیں۔تو قطب گنگوہیؒ کا جواب والد محترم مرحوم یا تو بھول گئے یا شیخؒ سے رجوع کا موقع نہیں ملا۔البتہ فتح الباری میں شیخ نوویؒ کی نظر بیان کی ہے کہ فرار من الفتن تو دین نہیں بلکہ دین کی حفاظت کرنا ہے۔جس پر لفظ دین کا اطلاق کیا گیا۔علامہ عینیؒ نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ دین کے خوف سے بھاگ جانا یہ بھی دین کے

شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے اس لئے من تبعیضیہ ذکر کیا۔ اس سے قطب گنگوہیؒ کے اشکال کا جواب ہو جائے گا۔

باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ الخ صفحہ ۷۔۲۲

جاننا چاہئیے کہ علم دو قسم ہے۔ ایک کسبی جو اختیار سے حاصل ہوتا ہے دوسرا غیر کسبی اور وھبی جس کا جو اضطرار اول میں القاء ہوتا ہے۔ ایمان میں جو تصدیق معتبر ہے وہ ہے جو اپنے اختیار سے ہو۔ جو اضطرار اول میں واقع ہو۔ وہ ضروری ہے کسبی نہیں۔ جس کا اعتبار تصدیق میں نہیں۔ اسی کو یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم میں بیان کیا گیا ہے۔ اور کسبی ممدوح ہے اور وہی انا اعلمکم باللہ میں مراد ہے۔ اور یہ فعل قلب ہے آیت سے اس پر مؤاخذہ ثابت ہے۔ تو ترجمہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے لئے اعلم ہونا ثابت کیا اور علم یہی ایمان ہے۔ تو افراد ایمان اور مؤمنین میں فرق واضح ہوا۔ جب ایمان علم کی طرح کسبی ہوا مطلق نہ ہوا تو آیت سے استدلال صحیح ہوا۔ کیونکہ مؤاخذہ افعال اختیاریہ پر ہوتا ہے تو مأمور بہ علم کسبی ہوگا علم ضروری نہیں ہوگا۔ اور روایت میں یہی مراد ہے کیونکہ یہ مدح کے موقع پر لایا گیا ہے۔ اور مدح امر اختیار پر ہوتی ہے۔

قولہ اتقاکم یہ دوسری دلیل ہے کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اس لئے کہ تقویٰ ایمان ہے۔ یا اس لئے کہ تقویٰ برائیوں سے بچنے کا نام ہے تو تقویٰ ایمان میں داخل ہوا۔ اور تقویٰ میں کمی وبیشی کا فرق ایسے ہوگا جیسے ایمان میں زیادتی و نقصان کا فرق ہوتا ہے کیونکہ جب کل میں تغیر آگیا تو اجزاء ضرور تغیر سے متصف ہوں گے۔ واللہ اعلم

باب تفاضل الایمان الخ صفحہ ۸۔۲

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض متکلمین اور فقہاء کے مسلک کو ثابت کرنا ہے کہ ایمان میں زیادتی اور نقصان یہ کیفیات زائدہ اور ثمرات مرتبہ میں سے ہے۔ نفس تصدیق جو خلود جہنم سے نجات دینے والی ہے وہ امر بسیط ہے جس میں ترکیب نہیں ہے۔ وہ زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتا۔ اس لئے فرمایا کہ تفاضل الایمان بحسب الاعمال تو ترجمہ میں لفظ اعمال کے اضافہ کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ روایات میں جو اس قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں مثلاً قریب میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت گذری ہے۔ اس میں جو تفاوت ہے وہ بھی بحسب الاعمال ہے۔ نفس تصدیق سب میں موجود ہے۔ تو اس طرح امام بخاریؒ کی ترتیب ابواب اس پر دال ہے کہ زیادۃ نفس ایمان میں بطور جزئیہ کے مراد نہیں ہے۔ تاکہ ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ثابت کیا جائے۔ بلکہ ان کی غرض مرجیہ کا رد کرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اعمال کا ایمان میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی فائدہ ہے۔

قولہ الدین صفحہ ۸۔۱۱ ترجمہ میں لفظ اعمال کا اضافہ اس بنا پر ہے کہ دین عمرؓ میں زیادتی کو اس پر محمول کیا جائے۔ اس لفظ مِنَ کا اضافہ جس پر پہلی حدیث مشتمل ہے کہ ان حضرات کے دین کا کمال کثرت عبادت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے ہمیں مزید فائدہ

یہ بھی ہوا کہ جزئیہ کی نفی ہو گئی۔ یعنی اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔

بَابُ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ الخ

ان لوگوں پر مؤاخذہ نہ کرنے کو تو یہ نماز کی پابندی اور زکوٰۃ سے معلق کیا گیا۔ کہ ایمان کا کمال بغیر ان دونوں کے معتبر نہیں۔ تو یہ دونوں ایمان کامل کے اجزاء ہوئے یہی مراد ہے جس کو آیت اور روایت دنوں سے ثابت کیا ہے۔

بَابُ من قال الایمان هو العمل صفحہ ۸۔۲۰

اس عنوان سے امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ متبادر عمل کے ذکر سے اعضاء کے اعمال مراد لئے جاتے ہیں مگر کبھی فعل قلبی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت اور روایت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص ایمان کی تفسیر عمل سے کرتا ہے اس کی مراد جوارح نہیں ہوتے تاکہ اس پر اعتراض ہو کہ یہ بداہت کے خلاف ہے بلکہ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایمان میں عمل قلبی ہے

قَوْلُهٗ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ صفحہ ۸۔۲۱ ظاہر ہے کہ ایمان جنت کی وراثت کے اسباب میں سے سب قوی ہے تو لفظ عمل سے وہی مراد ہوگا اور یہی مقصود مؤلفؒ ہے۔

قوله عدة من اهل العلم الخ صفحہ ۸۔۲۱ اہل علم کی مراد حصر نہیں کہ لفظ عمل سے صرف ایمان ہی مراد لیا جائے۔ بلکہ ان کی مراد عمل میں تعمیم ہے۔ تاکہ وہ عمل قلب اور افعال جوارح کو شامل ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر آیت میں مراد صرف ایک ہی ہو تو بظاہر دوسرے کا ثواب سے خالی ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ ثواب کا تعلق ان دونوں کے ساتھ متعلق ہے۔ لیکن جبکہ بظاہر عمل انہیں افعال پر صادق آتا ہے جو اعضاء سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔ نیز ! جن اعمال پر مؤاخذہ ہوتا ہے ان میں سے ایمان اعلیٰ درجہ کا عمل ہے پس بہتر تھا کہ اسی کا ذکر کیا جاتا۔

قوله ای العمل افضل صفحہ ۸۔۲۴ اس حدیث سے ترجمہ تو ثابت ہے ہی۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ کیونکہ کامل مؤمن وہی ہے جس کا عمل بہتر ہو۔ اس لئے عمل ایمان میں داخل ہے۔ پس دیگر راوایات اور اس روایت سے جو بعض اعمال کی فضیلت دوسرے اعمال پر ثابت ہوتی ہے اور فضیلت میں بھی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو اس صورت میں بعینہ ایمان میں بھی زیادتی ہوگی۔

باب اذالم يكن الاسلام على الحقيقة صفحہ ۸ ۔ ۲۶

جاننا چاہئیے کہ جو اسلام شریعت میں معتبر ہے وہ ایمان کو لازم ہے۔ اسی طرح ایمان بھی اسلام کو لازم ہے۔ اگرچہ اسلام اور انقیاد حکمی ہو حقیقی نہ ہو پھر بھی ان میں تلازم ہے۔ جس کا تھوڑا سا بیان گذر چکا ہے۔ تو جب ایسا ہے تو اسلام اور ایمان کبھی ایک دوسرے سے

جدا نہیں ہوں گے۔اور نہ ہی ایک دوسرے کے بغیر ان کا تحقق ہو گا۔البتہ جس طرح اسلام کا اطلاق اسی معنی پر ہو تا ہے جو ایمان کو لازم ہیں اسی طرح بسااوقات اس کا اطلاق اس انقیاد ظاہری پر بھی ہو تا ہے جس کا شریعت میں اعتبار نہیں ہے۔ہاں ایسے شخص پر مسلمانوں کے احکام جاری کرنے کے لئے اس کے اسلام کا اعتبار ہو گا۔کیونکہ دلوں کے اسرار رموز پر لوگوں کا واقف ہونا مشکل ہے۔یہ تو اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے البتہ کسی علامت کا ہونا ضروری ہے۔جس سے مسلمان کی غیر مسلم سے تمیز ہو سکے۔اسلام کا ایسا اطلاق عرف شریعت میں جاری ساری ہے۔اور بہت سی آیات اور روایات سے بھی ثابت ہے۔اس لئے مؤلفؒ نے اس کیلئے ایک باب باندھ کر اشارہ کر دیا کہ اگرچہ اسلام اور ایمان جو شریعت میں معتبر ہیں وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جاتے۔لیکن کبھی شریعت میں لفظ اسلام کا اطلاق اس شرعی معنی کے علاوہ بھی ہو تا ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔اس لئے دیکھنے والے پر معاملہ خلط ملط ہو جاتا ہے۔نیز ! مؤلفؒ کے کلام میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ بعض حضرات کے کلام سے ان دونوں میں مغایرت ثابت ہوتی ہے۔تو ان حضرات کی غرض تغایر باعتبار مفہوم کے ہے مصداق کے اعتبار سے نہیں۔کیونکہ مسلم اس کی صفت باعتبار ظاہر ہے۔اور مؤمن اس کی صفت باعتبار اعتقاد کے ہے۔اگرچہ ان دونوں میں تحقق اور وجود کے اعتبار تلازم ہے۔یا مغایرۃ سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کا تغایر اس اسلام کے دوسرے اطلاق کی وجہ سے ہے جو شریعت میں معتبر نہیں۔جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا الآیۃ کیونکہ اس آیت میں ان کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو اس حقیقی اسلام کی طرف منسوب کریں جس کا شریعت میں اعتبار ہے۔کیونکہ اگر وہ اس سے متصف ہوتے تو ان سے ایمان کی نفی صحیح نہ ہوتی کیونکہ ان دونوں میں تلازم ہے۔بلکہ ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی طرف صورت اسلام اور ظاہر اسلام کی نسبت کر سکتے ہیں اور اس روایت میں بھی یہی مراد ہے۔جس میں حضرت سعدؓ کو روک دیا گیا کہ وہ کسی آدمی پر ایمان کا حکم نہ لگائیں۔کیونکہ وہ تو پوشیدہ معاملہ ہے جو خود اس پر مخفی ہے۔اسلام حقیقی کا بھی یہی حکم ہے۔البتہ جس شخص کو دیکھو کہ وہ احکام شرعیہ پر عامل ہے اور منہیات شرعیہ سے بچتا ہے تو اس پر حکم لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مسلم ہے یعنی فرمانبردار ہے۔اس لئے کہ یہ تو یقینی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔لیکن ایمان اور اسلام حقیقی کا حکم ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے گمان کے درجہ میں ممکن ہے کیونکہ ہمیں ظاہر کی بنا پر حکم لگانے کا امر ہے۔البتہ یہ خلاف ادب ضرور ہے اس لئے کہ یہ حکم در حقیقت ان امور پر ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔خوب غور کرو کیونکہ یہ باریک مسئلہ ہے پھر معلوم رہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں اَوْ مُسْلِمًا ظاہر یہ ہے کہ کلمہ او ممعنے بل کے ہے۔کیونکہ جس چیز کو انہوں نے جزم اور یقین سے کہا آپؐ نے ان کو اس سے روک کر امر متیقین کی طرف واپس کیا۔وہ انقیاد ظاہری ہے۔اس لئے کہ حضرت سعدؓ کو ان کے دل کے کفر و ایمان کا یقین نہیں تھا اگرچہ جناب نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ وہ مؤمن ہے۔جیسا کہ آپؐ کے قول وَهُوَ اَحَبُّ اِلَيَّ سے معلوم ہو تا ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ او شک کے لئے ہو۔اس لئے کہ جب تک ایمان اور نفاق اس کے نزدیک واضح نہ ہو جائیں بلکہ مشتبہ رہے تو ان میں سے ایک متعین کر دینا ان کی شان نہیں ہے۔ان کو لائق یہ تھا کہ یوں کہتے کہ میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں اگر اس کا باطن ظاہر کی طرح ہے یا اسے مسلمان سمجھتا ہوں اگر وہ اس طرح ممکن ہے پس آنحضرت ﷺ کے ارشاد اَوْ مُسْلِمًا کا عطف قولہ اراد کے مفعول پر ہو گا۔

اور کلام عرب میں ایسا استعمال بہت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قَوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیَّ صفحہ ۹۔۶ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان کمی بیشی کو قبول کرتا ہے اسلئے کہ ایمان کے مراتب بڑھنے سے جناب نبی اکرم ﷺ کی محبت بڑھتی ہے۔ سیاق سباق حدیث اس پر دلالت کرتا ہے۔ پھر جب غیر کے لئے ثابت ہو گیا کہ آپ کو محبوب ہے تو اس کا ایمان اس شخص سے زائد ہوا جو آپ کو محبوب نہیں ہے۔ اور حدیث کی باب سے مناسبت مسلماً کے لفظ سے حاصل ہو گئی۔ اس لئے کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہو گیا۔ تو اب اطلاق ثانی جائز ہوگا اطلاق اوّل جائز نہ ہوگا۔ یہ اس لئے کہ اسلام کے لئے ایک ایسے معنی ہیں جو اس کے شرعی معنی سے عام ہیں۔ وہ معنی انقیاد ظاہر کے ہیں خواہ ان کے ساتھ پایا جائے یا نہ پایا جائے۔

قوله الانصاف من نفسك صفحہ ۹۔۷ باب کفران العشیر وکفر دون کفر الخ صفحہ ۹۔۱۱

اس میں صراحت ہے۔ ہمارے مذہب کے مطابق اعمال ایمان میں داخل نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کفر دون کفر کا تحقق نہ ہوتا بلکہ گناہ کرنے والا اور ان کے چھوڑنے والا کافر ہوتا مؤمن نہ ہوتا۔ اس لئے کہ ایمان اس پر صادق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ایک جزء اعمال کا لانا اس پر صادق نہیں ہے اور اس باب کے منعقد کرنے سے امام بخاریؒ کی غرض معتزلہ پر رد کرنا ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان ایک درجہ مانتے ہیں اور یہ کہ گناہ کبیرہ کرنے والا ایمان سے خارج ہے۔ رد کا خلاصہ یہ ہے کہ آیات اور روایات میں مرتکب کبیرہ پر مؤمن کا اطلاق شائع ذائع ہے۔ اور وہ جو بعض گناہوں پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے وہ کفر مراد نہیں ہے جو ایمان کی ضد ہے۔ اس لئے کہ کفر کے بھی کئی اقسام ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کا کفر وہ ہے جو ایمان کا مقابل ہے۔ روایت ترجمہ پر صراحۃً دال ہے۔

ان امر ء فيك جاهلية الخ صفحہ ۹۔۱۵ حضرت ابوذرؓ کو جاہلیت کی طرف منسوب کیا گیا۔ حالانکہ جاہلیت کوئی آسان چیز نہیں ہے اس نسبت کے باوجود انہیں تجدید ایمان کا حکم نہیں دیا گیا۔ یا کفر کے دوسرے احکام جاری نہیں کئے گئے۔ معلوم ہوا کہ کبائر کے ارتکاب سے عاصی کافر نہیں بن جاتا۔

اذا التقى المسلمان صفحہ ۹۔۲۱ لڑائی جھگڑے میں مشغول ہونے کے باوجود انہیں مسلمان کہا گیا۔ حالانکہ مسلمان سے مقاتلہ گناہ ہے۔

اينا لم يظلم صفحہ ۱۰۔۲۰ صحابہ کرامؓ نے آیت سے متبادر یہی سمجھا کہ **لم يلبس ايمانهم بظلم** میں نکرہ تحت النفی واقع ہے اس لئے ظلم کو عموم پر رکھا۔ نیز ! ہم ہر قسم کے ظلم سے جو مکروہات تنزیہیہ تحریمیہ اور چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا مشکل ہے۔ حضرات انبیاً علیہم السلام ہی اپنی معصومیت کی وجہ سے ان سے بچ سکتے ہیں۔ دوسروں کا بچنا متعذر ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ لبس کا لفظ اس بات کا قرینہ ہے کہ ظلم سے اس کا معظم فرد شرک مراد ہے۔ چھوٹے گناہوں کا قصد کرنا اس سے اسلام میں کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح بڑے بڑے گناہوں کا قصد کرنا بھی ایمان کے مقابل میں کچھ نہیں ہے جب تک کہ کفر کو اختیار نہ کرے۔

پس اس آیت نے بیان کر دیا کہ ظلم کا اطلاق کفر اور شرک پر ہوتا ہے۔ اور وہی اس کا بڑے سے بڑا فرد ہے۔ رہ گئی تنکیر سو اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم کے اندر تنکیر تعظیم کیلئے ہے جس پر لفظ لبس قرینہ ہے۔ کیونکہ ایمان کا شرک کے ساتھ خلط ملط اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

باب علامة المنافق صفحہ ۱۰۔۳

ان احادیث کو اس لئے لایا گیا تا کہ مسلمان ان قبائح سے چتا رہے۔ نیز! اس باب میں اس پر بھی دلیل ہے۔ کہ ان صفات اور دوسرے گناہوں کے ارتکاب سے ایمان سے خروج لازم نہیں آتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان روایات میں نفاق سے نفاق عملی مراد ہے۔ یا اس کو نفاق صورۃً کہا گیا ہے حقیقۃً نفاق نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص پر لفظ نفاق کا اطلاق نہیں کیا گیا بلکہ اس کی علامتیں اور نشانیاں بتلائی گئی ہیں کہ جس میں ایک نشانی ہوگی اسی قدر اس میں نفاق ہوگا۔ جس میں زیادہ علامتیں ہوں گی اس میں زیادہ نفاق ہوگا۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ منافق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کے اجزاء نہیں ہیں۔ پس یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسا شخص جس میں ایک علامت یا دو علامتیں یا تین علامتیں نفاق کی پائی جائیں تو اس کے لئے کچھ حصہ ایمان کا ثابت کیا جائے۔ اور کچھ حصہ کفر کا ثابت ہو۔ نیز! یہ بھی معلوم ہوا کہ ان علامات کے پائے جانے کے باوجود ایسا شخص ایمان سے نہیں نکلتا جس کی دلیل حتی یدعھا کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض چھوڑ دینا ہی کافی ہے تجدید ایمان کی ضرورت نہیں۔ نیز! اس سے ایمان کا زائد اور ناقص ہونا بھی معلوم ہو گیا کیونکہ جب وہ شخص منافقوں کی علامات سے متصف ہوا تو اس قدر اس کے ایمان میں نقص آگیا خوب غور کرو۔

قولہ ایمانا واحتسابا صفحہ ۱۰۔۱۰ روایت کا ترجمہ سے مناسب ہونا اس پر موقوف ہے کہ کسی چیز کا اثر اور اس کا حاصل بھی اس کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔ تو جب قیام ایمان پر مرتب ہوا اور اس کا مسبب بنا تو اس سے لاحق ہوگا اور اس کا جزء بنے گا۔ اس کے بعد بہت سے تراجم میں اس کا لحاظ کیا گیا ہے۔ تو یہ کہنا ممکن ہوگا کہ اس قسم کے تراجم سے امام بخاریؒ کا مقصد جزئیہ ثابت کرنا نہیں ہے جس کے لئے تکلف کرنا پڑے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ چیزیں ثابت کی جائیں کہ جو ایمان کا تقاضا اور اس کا سبب بنتی ہیں تا کہ مسلمان ان کی طرف متوجہ ہو اور انہیں عمل میں لائے۔

قولہ ولو یشاد الدین احد الخ صفحہ ۱۰۔۲۲ یعنی جس شخص نے عظیمت کے اعلیٰ مرتبہ کو لازم پکڑا تو دین اس پر غالب آجائے گا کہ اس مرتبہ پر قائم دائم رہنے کی اسے جرأت نہ ہو سکے گی کیونکہ عزیمت کا یہ درجہ بڑا سخت ہے جس پر ہمیشگی بڑی دشوار ہے۔ نیز! عزیمت کے بھی مختلف مقامات ہیں ہر مرتبہ دوسرے سے بڑھا ہوا ہے۔ مزید بر آں اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ زیادتی اور نقصان کے اعتبار سے ایمان میں تفاوت ہوتا ہے کیونکہ جو شخص عزیمت کے اعلیٰ مرتبہ کو اختیار کرے گا وہ انبیاءؑ علیہم السلام کی طرح سب سے زیادہ قوی ایمان والا ہوگا۔

قولہ واستعینوا الخ صفحہ ۱۰۔۲۳ یعنی جب عزیمت کے اعلیٰ مرتبہ کا التزام باقی نہ رہے تو بالکلیہ اسے چھوڑ دینا چاہیئے

بلکہ جس قدر کثرت نوافل اور عبادات کا ان او قات میں التزام ہو سکے اس پر ہمیشگی کرنی چاہیئے۔ ان او قات ثلاثہ کی تخصیص ظاہر ہے بہر حال دین میں نرمی اختیار کرے۔ عبادات میں تشدد و تعمق عبادات کو ترک کرا دے گا وہ غیر محمود ہے۔

قولہ ماکان اللہ لیضیع ایمانکم صفحہ ۱۰۔ ۲۴ اس آیت سے ترجمہ کی تائید ہوئی کہ اس میں ایمان کا اطلاق نماز پر ہوا جو اطلاق الکل علی الجزء کا مصداق ہے۔ تو نماز اگرچہ اعمال میں سے ہے لیکن وہ ایمان میں داخل ہے۔ نیز! نمازں کے تفاوت کی وجہ سے نمازیوں کے مراتب مختلف ہوں گے۔ یہ تفاوت حسن وقبول کے اعتبار سے ہوگا۔ تو اس سے ایمان کے مراتب بھی مختلف ہو جائیں گے اور شاید صحابہ کرام کے سوال کی غرض محض نفس ثواب نہ ہو بلکہ ان کا سوال اس لئے ہو کہ وہ جانتے تھے کہ ناسخ منسوخ سے بہتر ہوتا ہے۔ یا اس کے برابر ہوتا ہے نیز !ان کو اس کا بھی علم تھا کہ دین تو دن بدن مکمل ہو رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ایک حکم کے بعد آنے والا حکم پہلے سے اکمل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہوگا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کعبہ کی طرف پھر جانے کو پسند کرتے تھے۔ تو یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنا افضل ہوگا۔ تو آیت نے ثابت کر دیا کہ وہ ثواب جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے پر مرتب ہوگا وہ یا تو صلوٰۃ الی الکعبہ کے مساوی ہوگا یا اس سے کم ہوگا۔ بالکلیہ اسے ضائع نہ کیا جائے گا۔

قولہ اول صلوۃ صلاھا الخ صفحہ ۱۰۔ ۲۷ روایات باب سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ تحویل قبلہ کا واقعہ ظہر کی نماز کا ہے توباقی روایات میں تاویل کی جائے گی۔ اس طرح کہ راوی نے ظہر کی نماز آپؐ کے ہمراہ نہ پڑھی ہوگی تو انہوں نے اپنے گمان کے مطابق کہہ دیا کہ پہلی نماز جو انہوں نے کعبہ کی طرف پڑھی وہ عصر کی نماز تھی یا معنی یہ ہوں کہ عصر کی نمازوں میں سے پہلی نماز جو انہوں نے کعبہ کی طرف پڑھی وہ یہی تھی مطلقاً نمازیں مراد نہ ہوں۔ اس کے علاوہ اور تاویلات بھی ہوسکتی ہیں۔ کہ مسجد نبوی میں جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی تھی ظہر انہوں نے بنو سلمہ میں پڑھی تھی۔

قولہ فحسن اسلامہ صفحہ ۱۱۔ ۶ حسن اسلامہ اور الی سبعمأتہ ضعف دونوں جملے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان زیادتی اور نقص کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ حسن میں تفاوت ہوتا ہے اس طرح دس سے سات سو گنا تک کا ثواب بھی اس تفاوت کی خبر دیتا ہے اس طرح باب سابق میں لایضیع ایمانکم بھی مراتب ایمان کے تفاوت پر دال ہے۔ جیسے کہ نماز کے مراتب حسن وقبول میں مختلف ہیں کیونکہ جب نماز ایمان ہے تو اس کے درجات میں تفاوت اسی طرح ہوگا جس طرح ایمان کے درجات اور مراتب میں تفاوت ہے اور نمازیوں کے درمیان تفاوت تو کسی بیان کا محتاج نہیں ہے۔

باب احب الدین الخ صفحہ ۱۱۔ ۱۰

محبت کے مختلف مراتب ہیں۔ تو جو ایمان اس پر مرتب ہوگا وہ بھی متفاوت ہوگا۔ جیسا کہ روایت سے یہ ترتب واضح ہے۔ اور باقی معنی حدیث ظاہر ہیں۔

باب زیادة الایمان ونقصانه صفحہ ۱۱؍۱۳

اس زیادۃ ونقصان سے مراد مؤمن بہ کے اعتبار سے کمی وبیشی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس اکمال سے مراد احکام اور شرائع کا اکمال ہے۔ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اور یہی مراد اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں ہے۔ وَزِدْنَا هُمْ هُدًی اور لِیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِیْمَانًا۔ کیونکہ جب کوئی حکم نازل ہوا تو وہ اس پر ایمان لائے تو احکام کی زیادتی سے ان کے ایمان میں زیادتی ثابت ہوئی اور مؤلفؒ کے قول کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ جب کمال میں سے کوئی چیز چھوٹ گئی تو وہ ناقص ہوگا اس لئے جب دین کامل ہے تو اس سے کم پر ایمان لانا اس اعتبار سے ناقص ہوگا۔ جس پر اکمال کے وقت امر قرار پایا تھا اگرچہ درحقیقت یہ بھی کامل ہے پس جو لوگ اکمال سے پہلے وفات پاچکے ہیں ان کے ایمان میں نقصان لازم نہیں آئے گا یہ ایمان تفصیلی کے اعتبار سے ہے۔ پس جو لوگ احکام کے مکمل ہونے کے بعد ایمان لائے ان کی ان مؤمنین پر فضیلت ہوئی جو اکمال سے پہلے وفات پاگئے لیکن ایمان اجمالی کے اعتبار سے سب کے سب برابر ہیں۔ کیونکہ پہلے لوگ بھی بعینہ اسی پر ایمان لائے جس پر آخری لوگ ایمان لائے ہیں۔ ہاں اس صورت میں روایت ترجمہ پر منطبق نہیں ہوگی کیونکہ مؤمنین میں مؤمن بہ کے اعتبار سے تفاوت ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اخرجوا من کا ن فی قلبه مثقال ذرة من الایمان میں یہ تعلیل مؤمن به کی قلت کے اعتبار سے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ بعض پر ایمان لانا اور بعض پر نہ لانا یہ تو بعینہ کفر ہے۔ البتہ تفاوت کے اعمال کے اعتبار سے جواب دینا ممکن ہے تو روایت کا حاصل یہ ہوگا کہ جن امور پر مؤمنین کو ایمان لانے کا حکم تھا اس پر وہ ایمان لے آئے۔ البتہ ان کے درمیان اعمال خیر کے اعتبار سے بہت تفاوت ہوگیا۔ کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے پاس ایک ذرہ سے زیادہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس اس سے زیادہ نیکی ہے۔ البتہ اگر ترجمہ میں تعمیم کردی جائے کہ وہ زیادتی اور نقصان باعتبار کیفیت کو شامل ہو۔ اور تفاوت مؤمن به کے اعتبار سے ہو تو اس طرح ترجمہ اور روایت میں مطابقت آسان ہو جائے گی۔ کیونکہ کیفیات کے مراتب اور تصدیق کے درجات میں تفاوت ہے۔ بعض کا یقین پختہ ہوگا بعض کا اس سے کم ہوگا۔ مگر ان میں ہر ایک اس ایمان سے متصف ہوگا جس پر خلود من النار سے نجات کا دارومدار ہے۔ اور یہ مراتب ذرہ سے لے کر اوپر تک اور اس سے اوپر تک جاسکتے ہیں۔

قوله بقیراطین صفحہ ۱۲۔۸ ثواب کی مقدار بیان کرنے اور اس کو اُحد پہاڑ سے تشبیہ دینے میں اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ جنت کے قیراط اس مقدار پر ہیں تو ان وزنون کا کیا کہنا جو قیراط سے اوپر ہوں۔ نیز! اس سے بھی جاہل نہیں رہنا چاہیئے کہ قیراط کو اُحد پہاڑ کے ساتھ تشبیہ دینے میں کوئی تعیین اور تحدید کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے خیال خانہ میں ثواب کی کثرت بٹھانا ہے۔ ورنہ نماز جنازہ کا اور اس میت کو دفن کرنے کا ثواب اس سے بہت زیادہ بڑھتا رہے گا۔ یہ ایسے ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دوسنتیں پڑھنے کا ثواب سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ چونکہ سرخ اونٹ عرب کے نزدیک عمدہ مال شمار ہوتا تھا تو اس پر اس کو فضیلت دینے سے مقصد یہ ہے کہ ان دو رکعت فجر پر ہمیشگی کی جائے۔ یہ نہیں کہ بس اتنا ہی ثواب ملے گا اور بس اس لئے کہ جب سبحان الله کہنا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا

دنیااور جو کچھ اس کے اندر ہے اس سے بہتر ہے۔ تو فجر کی دو سنتوں نماز جنازہ اوران میں جو ذکر کثیر ہے اس کی تو کوئی انتہا نہیں۔ پھر جنازے کے ساتھ جانااو جنازہ کی نماز پڑھنا چونکہ ایمان کے مسببات اوراس کے ثمرات میں سے ہیں لہذا ان کو بھی ایمان کے ساتھ لاحق کر دیا گیا جیساکہ گذر چکا۔ بنابریں ترجمہ میں من الایمان وفیہ زیادۃ ونقصان للایمان یہ بھی اسی کے مطابق ہوگا جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب اعمال ایمان میں داخل ہیں توجو نماز جنازہ پڑھنے والااور دفن کرنے میں شریک ہونے والا ہے تو یہ اس شخص سے کامل ایمان والا ہوگا جوان میں ایک پر کفایت کرتا ہے۔

باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ الخ صفحہ ۱۲/۸

اس سے اشارہ ہے کہ مؤمن کو اپنے اعمال ضائع اور کفر کے خطرہ سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ جب تک آدمی زندہ ہے اس کا فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہمیشہ مراقبہ اور انتظار میں رہے۔ پھر حبط اعمال کے بھی کئی مدارج ہیں۔ اس کا ادنیٰ یہ ہے کہ انسان اپنے افضل اعمال سے محروم ہو جائے۔ درمیانہ یہ ہے کہ اس کی قبولیت نہ ہو۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایمان سلب ہو جائے اور کفر تک پہنچادے۔ ان مراتب کے اعتبار سے ایمان میں قوت اور ضعف کے اعتبار سے تفاوت ہوگا۔ اگرچہ کسی مؤمن کو حبط کے ان تمام مراتب سے بے خوفی نہ ہو مگر غالب یہ ہے کہ ان کا حال ان مراتب میں سے کسی ایک مرتبہ پر ضرور ہوگا اور اسی کے مطابق اس کا ایمان سے متصف ہونا مختلف ہوتا رہے گا۔ اسی طرح ایمان جبرائیلؑ سے تشبیہ دنے سے معلوم ہوا کہ مؤمنوں کے درمیان اپنے ایمان کے اعتبار سے فرق ہے۔ بعض مؤمن وہ ہیں جو یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں بعض اس سے کم درجہ کے ہیں اسی طرح گناہ کبیرہ پر اصرار کرنا انسان کو کفر تک اور اعمال کے ضائع ہونے تک پہنچانے والا ہے۔ توجو مؤمن اصرار کبیرہ سے جس قدر دور ہوگا اسی قدر وہ کفر سے بعید ہوگا۔ اور اس شخص کی بنسبت یہ قوی ایمان والا ہوگا جو کفر کے زیادہ قریب ہے جو کہ گناہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہے۔ اور وہ روایت جو باب کے تحت لائی گئی ہے وہ اسی معنی پر محمول ہوگی جس پر ترجمہ باندھا گیا ہے۔ تو روایت کے اندر جو ہے اس سے جو کچھ مراد ہے ترجمہ اس کا بیان ہوگا۔ اور جب مؤمن پر ہر وقت حبط اعمال کا خطرہ ہے خوہ اس کے اقسام مذکورہ میں سے کسی ایک قسم کا حبط بھی ہو تو کبائر پر اصرار کرنا کفر تک پہنچانے والا ثابت ہوگا۔ تو اس سے مرجیہ پر رد ہوگا جو اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ پس گویا کہ باب کا انعقاد بھی اسی مقصد کے لئے ہے جیساکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جو باب کے تحت لائی گئی ہے۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ امام ہمام قدوۃ الامام ابی حنیفہ نعمان بن ثابتؒ پر رد کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایمانی کایمان جبرائیل علیہ السلام اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسا یہ قائل کہتا ہے فَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ کیونکہ امام اعظمؒ کا نہ تو اس مقالہ سے یہ مقصد ہے اور نہ ہی انہوں نے اس میں کسی قسم کی غلطی اور زیغ کا ارتکاب کیا ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ یہ مقالہ جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ ان کی بعض تصانیف سے اس طرح واضح ہوتا ہے ایمانی کایمان جبرائیلؑ ولا اقول مثل ایمان جبرائیلؑ اوران دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے کہ پہلے جملہ سے کسی نہ کسی وصف سے مشارکۃ معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسرا جملہ مماثلہ اور مساوات کا تقاضا کرتا ہے پس اپنے ایمان کو جبرائیلؑ کے ایمان سے

تشبیہ دینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ مؤمن بہ میں اتحاد ہے۔ تو جبرائیلؑ بھی بعینہ اسی ذات پر ایمان لانے والے ہیں جس پر ہر مؤمن کا ایمان ہے۔ کیونکہ ایمان اجمالی میں سب کے سب متحد ہیں البتہ فرق اور تفاضل اگر ہے تو وہ تفاصیل کے اعتبار سے ہے تو حضرت امام اعظمؒ نے اپنے تفصیلی ایمان کو جبرائیلؑ کے تفصیلی ایمان سے تشبیہ نہیں دی بلکہ ایمان اجمالی سے تشبیہ دی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مراتب یقین کے بڑھنے سے ایمان میں زیادتی آتی ہے۔ اور ان کے اندر نقص سے ایمان ناقص ہوتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ ایمان کی حد شرعی کے اندر اس یقین کو داخل مانا جائے۔ اگر یقین سے کوئی کم درجہ ہے جو تصدیق اور یقین میں داخل نہیں ہے تو اس سے ہماری بحث نہیں۔ ہماری گفتگو تو یقین کے مراتب میں ہے۔ تو جب ایمان کی قوت اور ضعف کا دار و مدار یقین پر ہے تو اگر مؤمن بندوں میں سے کوئی اذعان اور یقین کے اس درجہ تک پہنچ جائے جہاں فرشتے پہنچے ہیں تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ اگرچہ علم الیقین اور عین الیقین میں فرق بہت ہے۔ مگر اگر کسی کے علم الیقین کے درجات اس حد تک پہنچ جائیں جہاں تک دوسروں کا یقین مشاہدہ پہنچتا ہے تو اس میں سے کون سی چیز مانع ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ لو کشفت الخ اگر درمیانی پردے ہٹ جائیں تو میرا یقین اور بڑھ جائے گا۔ تو اگر حضرت علیؓ کے اس ارشاد پر کوئی اشکال وارد ہو سکتا ہے تو مقالہ امام ہمامؒ پر وارد ہو جائے تو کوئی ضرر نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ روحوں کی حاضری اور ان بعض پر واقفیت جن پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع کرے اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ تو اس میں کون سی دشواری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بعض مخلص بندوں کو ان چیزوں پر مطلع فرمادیں جن کی اطلاع فرشتوں کو ہے اور فرشتوں کی طرح وہ بھی ان کا مشاہدہ کریں تو ان کا ایمان بھی فرشتوں کی طرح ہو گیا۔ کہ سماع اور بیان کے علاوہ مشاہدہ اور معائنہ دونوں سے ان کو تقویت ملی۔ اور ان احوال و مقامات کی واقفیت بہت سے مشائخ سے منقول ہے۔ تو اگر امام اعظم ابو حنیفہؒ مشاہدہ کرلیں تو اس کے جواز میں کون سی قباحت ہے۔ اس لئے کہ شیخ عبدالعزیز باغؒ کی کتاب الابریز کا مطالعہ کافی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ قوی ایمان والے اذعان اور یقین کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں بلکہ شرائع اور احکام کے تسلیم کرنے والے بھی اس حقیقی تسلیم کے اعتبار سے جو دوام کو مستلزم ہے ایسے مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ اس حد تک پہنچنے کے بعد مشکل ہے کہ ان کو کوئی ایسا عارض پیش آجائے جو ان کو مامورات سے روک دے۔ چہ جائیکہ تسلیم اور اذعام سے روکے۔ کیونکہ ان کو وثوق اور اعتماد ہے کہ اب وہ اپنے معتقدات سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اس بارے میں وہ حدیث ثبوت کے طور پر کافی ہے جس میں آپ کا جملہ دعائیہ ہے۔ اللّٰھم ثبت قلبی علی دینکم وطاعتك جس پر ایک صحابیؓ نے پوچھا یا نبی اللّٰہ ھل تخاف علینا صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم تھا کہ یہ دعا امت کو تعلیم کے لئے ہے۔ لیکن انہیں اپنے اوپر اعتماد اور وثوق کی وجہ سے یہ مشکل نظر آیا اور اسے بعید سمجھا کہ جن منازل اور مقامات تک ہم پہنچ چکے ہیں وہ بدل جائیں یا ان سے یہ واپس آجائیں گے۔ تو بتلاؤ ان حضرات کا یہ کہنا ھل تخاف علینا یا رسول اللّٰہ یہ امام اعظمؒ کے اس مقولہ کی طرح نہیں ہے جس پر آپ لوگ نکیر کر رہے ہیں۔ آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کے استبعاد پر شدت یقین کو رد نہیں فرمایا

بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے قلوب پر قدرت حاصل ہے۔ وہ دلوں کو پھیرتے رہتے ہیں کفر و ایمان بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے جو چاہیں وہ کر سکتے ہیں اور جس چیز کا اردہ کریں اس کا حکم دے سکتے ہیں تو کسی بندے کے لائق نہیں اگرچہ وہ یقین کے اعلیٰ مقام تک پہنچ چکا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہ رہے۔ لایأمن مکر اللہ الاالخاسرون امام اعظمؒ کے اس کلام کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ یقین کے اس اعلیٰ مقام تک پہنچ چکے ہیں لیکن اپنے آپ پر فتنہ سے بے خوف نہیں ہیں۔ کیونکہ کفر وارتداد اللہ تعالیٰ کی مقدورات میں سے ہیں۔ جب ایسا کلمہ کوئی قلیل الفہم نہیں بول سکتا تو ایسا علامۃ جلیل بحر تمقام نبیل کیسے کہہ سکتا ہے۔ تو جیسے یہ بے خوفی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام اعظمؒ کو نہیں اس طرح ملائکہ اور دیگر اللہ کے مکرم و معزم بندے بھی بے خوف نہیں ہیں۔ کیونکہ کفر و ایمان ان کے حق میں بھی مقدور اللہ میں سے ہیں۔ تو امامؒ کے تشبیہ دینے میں کون سی وجہ ممانعت آگئی۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ عالم ارواح میں ان کا ایمان فرشتوں کی طرح ہو جب کہ کفر و طغیان کے عوارض طاری نہ ہوئے ہوں کیونکہ اس عالم سے پہلے ارواح کا وجود تھا اور اس دنیا کی پیدائش سے پہلے بھی پیدائش تھی جہاں نہ کفر تھا نہ سرکشی تھی وہاں پر محض اذعان اور تسلیم تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے میثاق و عہد لیا جہاں ہر ایک نے اپنے اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ پھر جب ان کو دار تکلیف دنیا میں بھیجا گیا تو فرقہ بندی ہو گئی اور آپس میں کئی طبقوں میں بٹ گئے۔ بعض لوگ تو اپنے عہد و مثاق پر قائم دائم رہے۔ اور بعض نے اپنے قول اور وعدے کا احساس بھی نہ کیا کہ بالکل منکر ہو گئے۔ پس جو شخص اللہ پر ایمان لے آیا اس کے رسولوں کی تصدیق کی اور ان کے احکام کو اس طرح مانا کہ اوامر پر عمل کیا اور منہیات کو چھوڑ دیا تو اس کا ایمان بے شک فرشتوں کی طرح ہے جن میں کوئی مانع پیش نہیں آیا جو ایمان کے منافی ہوتا جب کہ اس شخص کے پیش آگیا جس نے اپنے برے اختیار سے کفر وارتداد کا ارتکاب کر لیا۔ تو ملائکہ اور یہ لوگ جب سے انہوں نے ایمان قبول کیا اس وقت سے اس پر قائم دائم ہیں۔ شیخ سعدی شیرازیؒ کا شعر ہے۔

الست از ازل ہمچناں شان بگوش بفریاد قالوبلی در خروش

چھٹا جواب یہ ہے کہ یہ جو نقل کیا جاتا ہے کہ ہم نے تیس ۳۰ علماء میں سے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ایسا کہا ہو یہ بھی کوئی نفع بخش قول نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات کا ایسا قول نہ کرنا اس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے اعتقادی امور ایسے ہیں جن کو بولنے کی زندگی بھر نوبت نہیں آتی۔ کیا ان تحویلات اور مختلف اسناد کے بولنے کی ان کو نوبت آئی۔ یا کسی نے اس پر کوئی تالیف یا تصنیف لکھی۔ تو کیا ان کی طرف سے یہ حکم لگایا جائے گا کہ سب ناجائز ہیں۔ یا ان میں سے کسی نے فن حدیث کے اندر کوئی جمع کردہ کتاب پڑھی ہو تو کیا یقین و ثوق سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحیح بخاری کا پڑھنا اور استاد کے سامنے پیش کرنا یا اسناد کا اپنے شاگردوں پر اس کا پڑھنا ناجائز ہے۔ یہ ایسے واضح دلائل ہیں جو حضرت امام اعظمؒ کے مقالہ کے صحیح ہونے پر دال ہیں۔ اگر امام بخاریؒ کی رفعت شان اور علوم کے اندر ان کی جلالت قدر مانع نہ ہوتی تو ہم کہہ دیتے کہ حضرت امام اعظمؒ کے مقالہ کی مراد کو امام بخاریؒ سمجھے ہی نہیں۔ لیکن ہم ایسا اقدام نہیں کریں گے۔ البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ امام اعظمؒ پر اعتراض کرنے والے اس کی مراد سمجھے نہیں۔ ان کا مقصود تو یہ ہے کہ ایمان کے مراتب

مختلف ہیں۔ کیونکہ بہت سے ایسے ہیں جن کا ایمان ایمان ملائکہ اور ایمان عامۃ المؤمنین اور اہل فسق کے ایمان کے درمیان بہت ہی دوری ہے۔ وغیر ذلك واللہ اعلم

وقولہ رُدُّوہ الخ صفحہ ۱۲۔۱۶ آنحضرت ﷺ کا ردوہ حکم اس جاننے کے باوجود ہے کہ یہ لوگ اس کی واپسی پر قادر نہیں ہیں۔ اس لئے دیا کہ تاکہ ان کے تعجب میں اضافہ ہو۔ اور جو کچھ انہوں نے سنا اس کے یاد رکھنے کی طرف پوری توجہ ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ سے فرشتے نے سوال وجواب ان کی تعلیم کے لئے کئے تھے۔

قولہ وکذٰلك الایمان حتی یتم الخ صفحہ ۱۳۔۳ ایمان کے تمام ہونے سے ہرقل کا مقصد تو ایمان کے شرائع اور احکام کا مکمل ہونا اور ان کا شہروں کے اندر پھیلنا ہے۔ لیکن امام بخاریؒ تمام کے لفظ سے اس پر دلیل قائم کررہے ہیں کہ ایمان پورا بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی ہوتا ہے۔ محدثین کے بہت سے دلائل اسی پر مبنی ہوتے ہیں کہ وہ عموم لفظ سے استدلال کرتے ہیں اگرچہ معنی مرادی وہ نہیں ہوتے جن سے وہ استدلال کرتے ہیں۔ نیز! یہ اگرچہ ہرقل بادشاہ روم کا کلام ہے مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی ہے۔ بلکہ آپؐ کے زمانہ میں بھی اس پر کوئی نکیر نہیں کی گئی تو اس کو سنت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمام سے مؤمن بہ کی زیادتی کے اعتبار سے تمام اور کمال مراد ہو جو دن بدن بڑھنے والا ہے۔ اس بنا پر لفظ تمام سے جو ہرقل کے کلام میں وارد ہے مؤلف کا استدلال کرنا ظاہر ہے۔

باب فضل من استبرأ لدینہ الخ صفحہ ۱۳۔۴

کیونکہ استبرأ مختلف ہوتا ہے لہذا ایمان میں بھی تفاوت ہوگا۔

قولہ ان تعطوا من الغنم الخمس الخ اعطاء خمس کو ایمان میں داخل کرنے سے معلوم ہوا کہ زیادۃ اعمال سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ لیکن یہ تقریر ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو امور مذکورہ کو ایمان کی تفسیر قرار دیتے ہیں باقی تین امور کا یہاں ذکر نہیں ہے جو مذکور ہیں وہ ایمان کی تفسیر ہیں اور یہ ایمان ان چار میں سے ایک ہے۔

باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ صفحہ ۱۳۔۱۷

امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ اعمال کا ثواب نیت کے مطابق ہوگا یہی احناف کا مسلک ہے۔

قولہ حتی یاتیکم امیر صفحہ ۱۴۔۲ حضرت امیر مغیرہؓ نے ان کو تقویٰ کا حکم اس لئے دیا کہ ان کے شہر کا امیر سے خالی رہنا ان کیلئے فساد کا باعث ہوگا۔ کہ گناہوں کے ارتکاب پر جب حدود اور تعزیرات قائم کرنے والا کوئی نہ ہوگا تو فساد و فتنہ برپا ہوگا۔ اس لئے ان کو تقوی اللہ کی وصیت کی۔

استعینو ا لامیر کم صفحہ ۱۴۔۴ جیسے پہلے دوکام قوم کی خیر خواہی کے لئے تھے۔اور یہ حکم امیر کی خواہی کے لئے ہوگا۔

ثم قال اپنے آپ کو امارت کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے فرمایا کہ اپنے آپ کو امارت کی طرف منسوب کریں یہ لائق نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب ..

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ الْعِلْمِ

باب فضل العلم صفحہ ۱۴؍۴

علم کی فضیلت دو آیتوں سے ثابت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے زیادتی علم کا سوال کریں۔دوسرے علم کو علماء کے درجات کی بلندی کا سبب قرار دیا۔ لیکن اس بارے میں حدیث کوئی نہیں لائے۔ جس سے اشارہ کرنا ہے کہ مسائل کو آیات سے نکالا جائے یا یہ کہ ان کی شرط پر کوئی حدیث انہیں ملی نہیں۔ حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والے ہیں بظاہر یہ ہے کہ دوسرے باب کی روایت سے ان کا مدعی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ان کے درمیان باب کو ایک نئے فائدہ کے لئے لایا گیا ہے۔جب کہ مؤلفؒ کی بہت سے تراجم میں یہ عادت ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ حدیث جس سے مدعی ثابت ہوتا ہے وہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ اذاوُسِّدَ الامر الی غیر اهله الحدیث کہ جب معاملات نااہلوں کے سپرد ہوں گے تو قیامت کا انتظار کرو اور یہ اس پر موقوف ہے کہ معاملات کے مراتب اور ان کے اہالیان کی وضاحت کی جائے تو اس کا علم پر موقوف ہونا واضح ہے۔حاصل معنی یہ ہوا کہ تمام عالم کی بقاء اس پر موقوف ہے کہ معاملات ان کے اہل کے سپرد کئے جائیں اور یہ علم پر موقوف ہے۔ تو علم کی فضیلت یہ ہے کہ اس پر بقاء نظام عالم موقوف ہے۔

باب من سُئِلَ علماء وهو مشتغل صفحہ ۱۴/۶

اس حدیث میں سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ مستفتی کا جواب دینا فوری طور پر ضروری نہیں جب تک وقت کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

فقال بعض القوم صفحہ ۱۴/۸ ای فی نفوسهم یعنی بعض نے بعض سے کہا۔

قوله اذا وسد الامر الی غیر اهله صفحہ ۱۴/۸ یہ بھی امانت کو ضائع کرنے کی ایک قسم ہے اس لئے کہ ہر کام کا یہ حق ہے کہ وہ اس کے اہل میں ہو۔ جب نالائق کے سپرد ہو گیا تو یہ امانت تھی جو اس کے اہل کے پاس نہ پہنچی بلکہ ضائع ہو گئی۔ یہ حدیث مدعی پر دلالت کرنے میں زیادہ ظاہر تھی بایں ہمہ ضیاع امانت کو بعید بھی نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس حدیث کی طرف رجوع کیا۔ تا کہ قاعدہ کو ایک صورت جزئیہ یا اس کے افراد میں سے ایک معین مثال کی صورت میں پیش کیا جائے۔

باب من رفع صوته قوله فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ صفحہ ۱۴/۹

چونکہ آواز کو بلند کرنا اور شور مچانا عرف میں عیب شمار کیا جاتا ہے۔ اور شریعت میں اس سے ممانعت آچکی ہے۔ حضرت لقمانؑ کی حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ آواز کو پست کرو۔ اس لئے وہم ہوتا تھا کہ شاید رفع صوت ناجائز ہو۔ امام بخاریؒ نے باب باندھ کر ثابت کر دیا کہ دور کے لوگوں کو خبر سنانے کی ضرورت کی بنا پر رفع صوت جائز ہے۔

باب قول المحدث اخبرنا حدثنا وانبأنا صفحہ ۱۴/۱۴

امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ متقدمین کے یہاں ان سب الفاظ کا استعمال جائز رہا ہے وہ ان الفاظ کے بولنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ تو ان الفاظ کا استعمال ایک دوسرے کی جگہ جائز ہوگا۔ کیونکہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ رہ گیا فرق اصطلاحی شاید اس کا کوئی بھی انکار نہ کرے۔ چہ جائیکہ مؤلفؒ اس کا انکار کرے۔ تو مؤلفؒ کے اس مقالہ کا مقصد اس مقام پر یہ ہوگا کہ اکثر شرعاً ان الفاظ کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا جائے تو یہ بھی جائز ہوگا۔ اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ اصطلاحی فرق ملحوظ رکھا جائے۔ اس بارے میں جو روایت امام بخاریؒ لائے ہیں وہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ لفظ حدثنا کا اطلاق معلم کی طرف سے جائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے حدثونی ماهی تو اخبروا عنها ماهی کی جائے تحدیث سے تعبیر کیا گیا۔ نیز اگر جناب رسالت مآب ﷺ کو وہ لوگ ماھی کی خبر دے دیتے تو لفظ ان کے فائدہ کے لئے ہوتا نہ کہ آپؐ کے فائدہ کے لئے غور کرو اور غنیمت سمجھو۔

باب القرأة والعرض علی المحدث وقوله یقرء علی القوم صفحہ ۱۴۔ ۲۲/۲۵

دستاویز کو یا تو قاضی پڑھے گا یا اس کے اتباع میں سے کوئی ایک پڑھے گا۔ اس کے باوجود گواہ یہی کہیں گے کہ ہمیں فلاں نے گواہ بنایا تو گواہ بنانے کی نسبت یا تو وہ مدعی کی طرف کریں گے یا قاضی کی طرف کریں گے۔ حالانکہ لفظ مدعی کے نہیں ہیں کیونکہ یا تو ان دو میں سے

ایک غیر معین ہے۔ یا قاضی کے نائب کے الفاظ ہیں تو وہ متعین ہے اور گواہ اسے قاضی کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ یہ گفتگو اس دستاویز کے بارے میں ہے جس کو قاضی اپنے دوسرے قاضی کی طرف بھیجتا ہے۔ یا اس صورت میں ہے جب کہ بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک اسے لکھ دیتا ہے تو مثلاً بائع کے حکم سے کاتب اس دستاویز کو پڑھتا ہے جس میں یہ مضمون تحریر ہو کہ یہ وہ چیز ہے جس کو فلاں نے فلاں سے خرید کیا۔ پھر کاتب اس کے بعد اس مضمون کو متعاقدین یعنی بائع و مشتری اور گواہوں کو پڑھ کر سناتا ہے۔ کہ فلاں نے ہمیں گواہ بنایا۔ بائع یا مشتری کا نام لیتے ہیں۔ کاتب کا کوئی نام نہیں لیتا۔ تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عرض جائز ہے اور جس کی طرف روایت منسوب ہے وہ صرف ہاں کہنے پر اکتفاء کرے۔ اور اس طرح جو کچھ قاری قرآن کرتا ہے کہ شاگرد استاد کے سامنے قرآن پڑھتا ہے نہ کہ استاد شاگرد پر قرآن پڑھتا ہے پھر لوگ ایسی قراۃ پر اعتماد کرتے ہیں۔ اسے فضول اور بے فائدہ شمار نہیں کرتے۔ شرقاً و غرباً ان دونوں فعلوں کا پھیل جانا اور علماء کا ان کو قبول کرنے پر اتفاق کر لینا یہ اس کے جواز کے سبب سے قوی دلیل ہے۔

باب مایذکر فی المناولة صفحہ ۱۵/۱۷ قوله ان یدفعه الی عظیم البحرین صفحہ ۱۵/۲۳

اس حدیث سے واضح ہوا کہ مکاتبۃ (خط و کتابت) جائز ہے۔ اگر کتابۃ علم کے لئے فائدہ بخش نہ ہوتی تو آپ ﷺ بادشاہ روم کی طرف خط نہ بھیجتے۔ کتابت کی طرح مناولۃ کا جواز بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فوج کے سالار کو خط دیا کہ مقام نخلہ پر جا کر ان کو سنانا

قوله باب من قعد حیث ینتهی به المجلس صفحہ ۱۵/۲۶

اس باب کے باندھنے کی غرض یہ ہے کہ مردوں میں جو غرور و نخوت پائی ہے کہ وہ قوم کے اواخر میں بیٹھنے کو پسند نہیں کرتے اس کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم کا ادب یہ ہے کہ اس مجلس میں جہاں پر جگہ مل جائے وہاں بیٹھ جائے۔ اس جگہ بیٹھنے سے گھن نہ کرے اور نہ ہی اس قسم کی مجالس سے روگردانی کرے۔ استحیاء جو روایت کے اندر موجود ہے اس کا معنی یہ ہے کہ لوگوں پر بھیڑ بھڑکنا کرنے سے گریز کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس سے حیاء کرنا یہ ہے کہ اس کو بہت بڑا ثواب عطا فرمائے اور اس کے بخت کو بڑھائے۔ اور استحیاء سے جو لوگ استحیاء عن الاعراض مراد لیتے ہیں اس سے میری توجیہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ روایات میں مطلق کو مقید پر محمول کرنا اسی طرح بعض کو بعض پر محمول کرنا اگرچہ فقہا اور مجتہدین کے نزدیک شائع ذائع اور کثیر الوقوع ہے۔ لیکن محدثین کی جماعت میں ایسا کرنا قلیل الوقوع بالخصوص امام بخاریؒ کے یہاں۔ کیونکہ وہ تو مطلق کو الگ دلیل بناتے ہیں اور مقید کو الگ دلیل بناتے ہیں اور جب تک خلاصی ممکن ہو ایک بعض کو دوسرے بعض پر محمول نہیں کرتے۔

باب رب مبلغ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ صفحہ ۱۶/۵

اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے اس مشہور مفروضہ کا دفعیہ کیا ہے کہ شاگرد کا علم استاذ سے کم ہوتا ہے اور کہہ دیتے ہیں کہ (جائے استاذ خالی است)

قوله فسكتنا صفحہ ۱۶/ ۷ ان حضرات کے خاموش رہنے کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کا اس بارے میں سوال کرنا اسلئے تو نہیں تھا کہ آپؐ پر یہ امر پوشیدہ تھا۔ کوئی حکمت ضرور ہو گی اس لئے الله ورسوله اعلم کہہ دیا۔

قوله عسى ان يبلغ صفحہ ۱۶/ ۱۰ اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے وہ آدمی جن تک بات پہنچے وہ اس شخص سے زیادہ بات کو محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں جو بغیر واسطے کے خود سنے۔

باب العلم قبل القول والعمل صفحہ ۱۶/ ۱۰

آیات کریمہ سے واضح ہوا کہ وعظ ونصیحت کرنے اور ان کے تقاضے پر عمل کرنے سے پہلے علم ضروری ہے کیونکہ وہ افضل ہے اور جس پر دارومدار ہو اس کو دوسرے سے پہلے لانا اولیٰ ہے۔ اسی طرح لائی ہوئی روایات اور آثار میں تھوڑا سا غور کرنے سے یہ فضیلت علم ظاہر ہو گی۔

قوله حكماء علماء فقهاء صفحہ ۱۶/ ۱۶ علم کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ حکمت ودانش کا ہے۔ ادنیٰ درجہ علم کا ہے اور فقہ یعنی دین کی سمجھ ہو یہ درمیانی درجہ ہے۔ باوجود کم درجہ ہونے کے علماء کو درمیان میں اس لئے ذکر کیا تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ علم فضل کے مراتب میں سے خارج ہے۔

ويقال الرباني ربانی کے اصل معنی بیان کرنے کے بعد یقال للربانی سے ظاہر یہ ہے کہ اس کی الگ تفسیر بیان کرنا مقصود ہے اور یہ بھی ممکن ہے علماء کو ربانیین کہنے کی وجہ تسمیہ پر تنبیہ کرنا ہو تو پھر یہ معنی اوّل کا تتمہ ہو گا نہ کہ دوسرے معنی کا۔

قوله كراهية السأمة صفحہ ۱۶/ ۱۸ اس باب سے مقصد اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ جب علم کے یہ فضائل ہیں جو ذکر کئے گئے ہیں تو ضروری ہے کہ انسان ہر گھڑی اس میں مشغول رہے۔ کوئی وقت اس سے خالی نہ ہو۔ فرمایا علم ہو جس سے نفرت پیدا نہ ہو۔

باب من جعل لاهل العلم اياما معلومة صفحہ ۱۶/ ۲۰

جن امور میں زمانی اور مکانی تعیین ہو شرعاً ثابت نہ ہو اسے بدعت اور کراہت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس وہم کا دفعیہ کر دیا کہ علم میں ایام کی تعیین جائز ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو طلاب حرج وتنگی میں ہوں گے حالانکہ علم واجب التحصیل ہے جس کا چھوڑنا ممکن نہیں۔ اس لئے کوئی دن اس کے لئے مقرر کرنا ضروری ہوا۔ تاکہ لوگ اس مقررہ وقت میں حاضر ہوں اور فیض حاصل کریں اسی طرح ان کے گذرانی معاملات میں حرج نہیں ہو گا۔ اور مقصود بھی حاصل ہو جائے گا۔ والله اعلم

باب الفهم فی العلم صفحہ ۱۶/ ۲۶

اس سے امام بخاریؒ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ فقہ علماء کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے۔ اگر کسی کو یہ مقام حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم مطالب (معانی) سمجھنے کی کوشش ضرور کرے اور یہ ممدوح بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کا ذہن کھجور کی طرف گیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے اسے کیوں ذکر نہیں کیا۔ اس سے مجھے فخر حاصل ہوتا۔ حمر نعم (سرخ اونٹ) سے بہتر تھا۔ اس سے فہم فراست کی انتہائی مدح ومنقبت ثابت ہوئی۔ لیکن یہ فقہ نہیں وہ تو مسائل کے نکالنے اور شریعت کی باریکیوں پر واقفیت حاصل کرنے کا نام ہے۔ تاکہ احکام شریعت کے دلائل اور علل معلوم ہوں۔ البتہ یہ بھی ممکن ہے اس باب سے امام بخاریؒ یہ بیان کرنا چاہتے ہوں کہ فقہ اور فہم کوئی دو الگ متغایر چیزیں نہیں بلکہ دونوں ایک شئ ہیں۔ واللہ اعلم

باب الاغباط في العلم والحكمة صفحہ ۱۷/۲۰

اس سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ روایت میں جو مفسد کا لفظ ہے وہ غبط اور اوشک پر محمول ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سرداری فقہ میں مشغول ہونے سے مانع ہو تو فقہ کو پہلے حاصل کرو۔ کیونکہ سرداری میں فقہ حاصل کرنے میں بڑی مشکلات اور اشغال رکاوٹ بنتے ہیں پس بہتر یہ ہے کہ سردار بننے سے پہلے فقیہ بن جاؤ یہ مطلب نہیں کہ سرداری کے بعد فقہ حاصل نہ کرو۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ سرداری کے بعد اس کا حصول آسان نہیں رہے گا۔ پس مؤلفؒ نے اپنے قول بعدھا سے حضرت عمرؓ کی مراد پر تنبیہ کر دی تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ سیادت کے بعد علم حاصل کرنے سے روک دیا ہے

قوله لَاحَسَدَ صفحہ ۱۷/۶ مطلب یہ ہے کہ اگر حسد جائز ہوتا تو ان دو چیزوں علم اور مال میں ہوتا۔ یا یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی حسد کرنا چاہے تو ان دو چیزوں پر حسد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں حسد کے حقیقی معنی مراد ہوں گے۔ لیکن ان دو کے علاوہ اور کوئی چیز اس لائق نہیں ہے کہ ان پر حسد کیا جائے۔

باب ماذكر في ذهاب موسىٰ في البحر الى الخضر صفحہ ۱۷/۶

الي الخضر کے لفظ نے حضرات شراح کو مشکل میں ڈال دیا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندری سفر حضرت خضر علیہ السلام کی طرف نہیں تھا۔ جواب یہ ہے کہ کلمہ الیٰ بمعنے کلمہ مع کے ہے۔ لور یہ استعمال میں کثیر واقع ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلا کی طرف جانے کا حکم ملا تو ان پر واجب تھا کہ جس طرح ممکن ہو ان تک پہنچیں خواہ ان کا سفر خشکی کا ہو یا سمندری ہو۔ تو لفظ بحر اس حکم ذھاب کے اطلاق سے مفہوم ہوا۔ لیکن پہلی توجیہ بہتر ہے۔

قوله بلى عبدنا خضر اعلم منك صفحہ ۱۷/۱۲ یعنی بعض وہ علوم جو آپ نہیں جانتے۔

قوله اثر الحوت فى البحر صفحہ ۱۷/۱۳ جار مجرور اثر کے متعلق ہے تتبع کے متعلق نہیں ہے خوب سمجھو۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم علمه الكتاب صفحہ ۱۷/۱۵

اس میں اشارہ ہے جس شخص کے پاس کتاب اللہ کا علم ہو گویا کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے فائدہ حاصل کررہا ہے۔ گویا کہ اس کا سینہ جناب اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے مل رہا ہے۔ کیونکہ آپ آنحضرت ﷺ نے اپنا سینہ حضرت ابن عباسؓ کے سینہ سے ملایا تھا اس میں لطیف اشارہ ہے۔

قولہ متی یصح سماع الصغیر صفحہ ۱۷/۱۶ باب کا مقصد یہ ہے کہ تحمل علم کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے البتہ دوسرے کو سنانا بعد البلوغ ہے۔

باب الخروج فی طلب العلم صفحہ ۱۷/۲۱

چونکہ سفر کے بارے میں ہے السفر قطعة من النار اور یہ بھی وارد ہے کہ لاتشد الرحال الاالی ثلاث الخ اگرچہ اسکی مراد خاص سفر ہے لیکن یہ باب باندھ کر امام بخاریؒ نے ان سب اوہام کو دفع کردیا کہ حصول علم کے لئے ہر قسم کا سفر جائز ہے۔

باب فضل من عَلِم وعَلَّم صفحہ ۱۸/۳

حضرت شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ ابواب سابقہ میں تحصیل علم کی فضیلت بیان ہوئی اس سے فراغت کے بعد چند ابواب میں تعلیم کی فضیلت پر تنبیہ فرماتے ہیں۔

قولہ ونفعه بما بعثنی الله صفحہ ۱۸/۶ شاید اس جملہ میں وضع المظھر موضع المضمر ہے یا یہ باب تنازع فعلین میں سے ہے بہر حال اس سے مشہور اعتراض کا جواب دینا ہے کہ مشبہ بہ کی جانب میں تین اقسام ہیں۔ مشبہ میں دو قسم بیان ہوئے۔ قطب گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ جملہ تینوں اقسام کو شامل ہے۔ مشبہ کے دو قسم تو آپؐ کے قول فعلم وعلم میں داخل ہیں کیونکہ تعلیم کا نفع فقط غیر تک پہنچے گا۔ جیسے محدثین حضرات کہ جنہوں نے مسائل کا استنباط نہیں کیا یا اس کا نفع اپنے آپ کو اور غیر دونو کو ہوگا۔ جیسے فقہاء عظام جن کا نفع متعدی ہے تو اہل نفع کو ایک ہی زمرہ میں بیان کردیا۔ اور طائفہ مذمومہ جن میں کوئی نفع نہیں ان کو شور زمین سے تشبیہ دی اور الگ ذکر کیا۔

قولہ ومثل من لم یرفع بذلك رأسا صفحہ ۱۸/۶ بظاہر اس سے کافر مراد ہے۔ اگرچہ اس کو اس شخص پر محمول کرنا ممکن ہے جس نے مسلمان ہو کر علم قبول نہیں کیا۔ اور وہ شخص بھی مراد ہو سکتا ہے جو لفظ حدیث کے ظاہری معنی بھی نہیں جانتا۔ فقہ اور دین کی سمجھ تو اس سے بہت دور ہے۔

قولہ قال یعلوہ الماء صفحہ ۱۸/۹ یعنی وہ چٹیل میدان جس پر پانی چڑھتا تو ہے لیکن نہ تو زمین اسے جذب کر کے

قبول کرتی ہے اور نہ ہی پانی کو روک لیتی ہے۔ گویا کہ پانی اور زمین دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے انکاری ہے اور اونچا ہے۔ اور ضعف کی تفسیر اس لئے کر دی کہ وہ قاع کے پہلو میں آیت کریمہ کے اندر واقع ہے ۔ قَاعًا صَفْصَفًا .

قولہ ان یضیع نفسه صفحہ ۱۸/۹ یعنی جو شخص اپنے علم پر عمل کرنے سے اور امت کو تعلیم دینے سے رک گیا جس سے اس نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا۔

قولہ تشرب الخمر وتظهر الزنا صفحہ ۱۸/۱۱ شراب خوری اور زنا کی کثرت علم دین کے اٹھ جانے کی وجہ سے ہوگی جو کہ گناہوں کے قبائح کو ظاہر کرنے والا تھا ۔ علم کے نہ ہونے کی وجہ سے کثرت اور شہرت آجائے گی۔

قولہ لایحدثکم احدبعدی الخ صفحہ ۱۸/۱۲ یعنی میرے اور جناب نبی اکرم ﷺ کے درمیان بلاواسطہ حدیث بیان کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس لئے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی میرے سوا اس جگہ موجود نہیں ہے۔

قولہ باب فضل العلم صفحہ ۱۸/۱۲

اوّل باب میں علماء کی فضیلت بیان ہوئی اس باب میں علم کی فضیلت بیان فرمائی لہذا تکرار نہیں ہوگا۔

قولہ یخرج فی اظفاری صفحہ ۱۸/۱۵ اس جملہ میں کنایہ اور مبالغہ ہے۔ کہ علم ان کے دواخل بدن میں اس قدر سرایت کر جائے گا حتی کہ بہنے لگ جائے۔ اور مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے باب میں علم کی فضیلت جزئی بیان ہوئی۔ اور اس باب میں فضیلت کلیہ کا ذکر ہے فلا تکرار۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے علم کا جس قدر حصہ حاصل کیا۔ اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کے نصیب سے ایک حصہ حاصل کیا اور یہ علم کی بہت بڑی ظاہری فضیلت ہے۔ اس طرح روایت ترجمہ کے مطابق ہو جائے گی حضرت شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ اس جگہ علم سے فاضل عن الحاجة مراد ہے تب بھی تکرار نہیں ہوگا۔ زیادۃ علم کی ترغیب ثابت ہوئی جو قدر حاجت سے زیادہ ہو۔

قولہ باب الفتیا وھو واقف علی ظھرالدابته وقولہ وقف فی حجة الوداع صفحہ ۱۸/۱۵

اور حجۃ الوداع میں آپؐ نے اونٹنی پر کھڑے کھڑے خطبہ دیا جیسا کہ روایات سے معلوم ہے۔ اس مقصد کے لئے امام بخاریؒ کو مستقل باب باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ احادیث میں وارد ہے کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دابہ پر ٹھہرنا چھوڑ دو چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے اِيَّاکَ اَنْ تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّهِمْ مَنَابِرَ یعنی اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ۔ نیز ! اس صورت میں جانوروں کو تکلیف پہنچانا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس کا دفعیہ کیا کہ اشاعت علم کی ضرورت کے لئے وقوف علی الدابه جائز ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں سوائے نزدیکی لوگوں کے اور کوئی آپؐ کے خطبہ کو نہ سن سکتا۔

باب من اجاب الفتیاباشارة الید والرأس

مصنفؒ نے ترجمہ سے جوازاشارہ بالید والرأس کو ثابت فرمایا

قوله فحرفها صفحہ ۱۸ / ۲۲ یعنی راوی نے واضح کر دیا کہ ہاتھ اشارہ تحرف تھا جیسے قتل کے وقت تلوار کو حرکت دی جاتی ہے اس طرف ہاتھ کو حرکت دی تو اس ہیئت کی طرف اشارہ ہوا۔

قوله اشارت برأسها صفحہ ۱۸ / ۲۳ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا آسمان کی طرف اشارہ کرنا اور سبحان اللہ کہنا یہ دونوں سوال کے جواب کی نیت سے نہیں تھے۔ بلکہ یہ ان کی اپنی طرف سے ایک نئی نیکی تھی۔ پس اس سے نماز کا فاسد ہونا لازم نہیں آئے گا۔ شیخ گنگوہیؒ نے تسبیح اور اشارہ ایک حکم میں جمع کر دیا۔ جیسے تسبیح مفسد صلوٰۃ نہیں ایسے اشارہ سے بھی فساد لازم نہیں آئے گا۔

باب الرحله فی المسئلة النازلة صفحہ ۱۹ / ۹

مقصد یہ ہے کہ جیسے کلیات العلم کے لئے سفر جائز ہے ایسے کوئی جزئی مسئلہ پیش آجائے تو اس کے لئے بھی سفر کرنا جائز ہے جہالت کوئی عذر نہیں ہے۔

قوله باب التناوب فی العلم صفحہ ۱۹ / ۱۳

تراجم شیخ الہندؒ میں ہے کہ جو شخص تحصیل علم کے لئے اپنی ضروریات کی وجہ سے تمام وقت نہ دے سکے تو اسے وقفہ وقفہ سے علم سیکھنا چاہئے اگر خود علم کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتا تو کسی معتمد علیہ کو بھیج کر علم حاصل کرے۔ جیسے حضرت عمرؓ کرتے تھے۔

قوله فاذا هي تبكي جب لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ تو اس خبر سے حضرت حفصہؓ رو رہی تھیں یا اس وجہ سے رونا تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر بالا خانہ پر جانے کا علم ہوا تو یہ رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ کے سوال پر جب آپؐ نے فرمادیا کہ میں نے ان کو طلاق نہیں دی تو اپنے انصاری کے گمان پر کہ انہوں نے علیحدگی پسندی کو طلاق سمجھ لیا۔ تعجب کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا کہ مرد لوگ ایسی باتیں کر دیتے ہیں جن کا کوئی اصل نہیں ہوتا ان هو الا الظن

باب الغضب قوله لك اولاخيك صفحہ ۱۹ / ۲۶

ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے واعظ اور معلم کے لئے صرف غصہ کرنے کا جواز ہی نہیں بلکہ استحسان ثابت کر رہے ہیں البتہ حاکم کو غصہ کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہئے لك او لاخيك میں متعلق محذوف ہے۔ یعنی گم شدہ بکری گم شدہ اونٹ کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کو پکڑ لو۔ اگر تم نہیں پکڑو گے تو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ کسی دوسرے کے ہاتھ آئے گی یا بھیڑیا اٹھا کر لے جائیگا۔

باب من برك علی رکبتیه صفحہ ۲۰/۲

حاکم اور امام کے پاس برد ک سے ظاہر امراد یہ ہے کہ اپنے اوپر کے نصف اعلیٰ حصہ کو اپنے گھٹنوں پر کھڑا رکھے۔ جیسا کہ کوئی شخص بیٹھے ہوئے کسی چیز کو جھانک رہا ہو۔ اور اس کی طرف تک رہا ہو چونکہ یہ ہیئت ادب کے خلاف تھی۔ بلکہ اس کے منافی تھی۔ جواز کو ثابت کیا جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا جب کہ ان کو وہم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ غضب ناک ہیں۔ اور ان لوگوں پر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر برد ک سے مراد التحیات والا بیٹھنا مراد ہے تو پھر مسئلہ ظاہر ہے کہ امام اور حاکم کے پاس کس طرح بیٹھنا چاہیئے۔ لیکن اس پر اعتراض ہوگا کہ جب حضرت عمرؓ آپؐ کے بیٹھے تو انہوں نے اس ادب پر عمل کیوں نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی بات چیت کے وقت یہ برد ک تشہد تو نہیں تھا۔ اس کا جواب یہی دیا جاسکتا ہے کہ خطاب کی بابت میں وہ اہتمام کرنا پڑتا ہے جو غیر خطاب کی حالت میں نہیں کرنا پڑتا۔ پس ادب کا تقاضا یہ ہے کہ خطاب کے وقت ان کا بیٹھنا اسی حالت وہیئت پر ہو جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر بیٹھتے تھے جب کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایمان۔ اسلام۔ اور احسان کے متعلق سوال کیا تھا۔ اور غیر حالت خطاب میں ادب اور مستحب طریقہ وہی ہے۔ عام شراحؒ نے دوسرے معنی لئے ہیں لیکن حین قعد کے اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ شیخ گنگوہیؒ نے پہلے معنی مراد لے کر اعتراض سے بچنے کی کوشش کی ہے کہ متأدب کے لئے رکوب تشہد واجب ہے۔

باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفهم صفحہ ۲۰/۴

اس علۃ کی زیادۃ نے بتلادیا کہ روایت میں جہاں پر تثلیث وارد ہے۔ اس سے وہ تثلیث مراد ہے جو سمجھانے کے ارادہ سے ہو وہاں یہ اہتمام اور توجہ تام کی جائے یا جہاں پر بھیڑ بھڑ کے کی وجہ سے نہ سنے جانے کا خدشہ ہو اس بنا پر۔

قوله سلم ثلاثاً یہ تاویل مناسب ہوگی کہ مسلم علیہ سلام نہ سن پائے تو تین مرتبہ سلام کیا جائے۔ لیکن اس صورت میں یہ حکم دروازے سے واپس چلے جانے کے بارے میں ہوگا جیسا کہ حضرت ابوذرؓ کی روایت میں وارد ہے کہ تین مرتبہ سلام کرنے پر اجازت نہ ملے تو دروازے سے واپس لوٹ جاؤ۔ اور جو لوگ تین تسلیمات میں سے ایک کو استیذان اجازت طلب کرنے پر محمول کرتے ہیں۔ اور دوسرا اسلام دخول کے وقت ہو اور تیسرا واپسی کے وقت ہو۔ اگرچہ معنی روایت کے طور پر صحیح ہے۔ لیکن ترجمۃ الباب کے مناسب نہیں ہے۔ اور عرف عام میں گذرنے والا سلام پر تکرار نہیں کرتا۔ طبرانی میں حضرت جندب بن عبداللہؓ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا

اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن فلیرجع ۔ حضرت ابوذرؓ سے یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔

باب تعلیم الرجل امته واهله صفحہ ۲۰/۸

یعنی اپنی باندی اور بیوی کو دین کی تعلیم دینے سے نفرت نہ کرنی چاہیئے اس لئے کہ اگرچہ باندی اور بیوی سے خدمت لینے کا

اسے حق حاصل ہے تو ان کو تعلیم دینے کا حق بھی اس پر واجب ہے۔ قَوْلُهٗ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا حدیث میں باندی کا لفظ صراحۃً ہے اہل کی تعلیم کو قیاس سے ثابت کیا۔ ترجمہ سے امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ جب باندیوں کی تعلیم کا حکم ہے تو اہلیہ حرہ کی تعلیم اس سے زیادہ اہم ہے۔ کہ ان کو فرائض اللہ اور سنن رسولہ کی تعلیم دی جائے۔

باب عظة الامام النساء وتعليمها صفحہ ۲۰/۳۰

چونکہ عورتوں کا خلوت اور تنہائی میں مردوں کے ساتھ جمع ہونا ممنوع تھا اس لئے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی حرمت فتنہ کی وجہ سے ہے۔ اگر فتنہ کا خطرہ نہ امام کو ہو اور نہ عورتوں پر ہو تو ان کے لئے خیر خواہی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ امام اعظم تھے۔ آپؐ کا وعظ اور تعلیم امیر المؤمنین کی حیثیت سے تھا نہ کہ نبی کی حیثیت سے۔ لہذا امام بخاریؒ نے اس باب سے اشارہ کر دیا کہ ہر امام اور اس کا نائب یہ فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ اسے آنحضرت ﷺ امام اعظم کی اقتدا کرنی چاہیئے۔

قوله حتى يكون العلم سرًا صفحہ ۲۰/۲۲ مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر میں یہ زائد قول ہے کہ علماء باریک مسائل کو لوگوں سے پوشیدہ رکھیں تاکہ کوئی ان جیسا نہ ہو جائے۔

باب من سمع شيئا فلم يفهمه فراجعه صفحہ ۲۱

جو شخص کوئی مسئلہ سنے لیکن اسے سمجھ نہ آئے تو دوبارہ اس کا سوال کر سکتا ہے۔ روایت باب سے اس کا جواز ثابت ہوا۔ بلکہ استحباب معلوم ہوا۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس پر ہیشگی کی۔ اور آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی۔ نیز! حضرت عائشہؓ کا من حوسب هلك جس کا حساب ہو اوہ تباہ ہوا۔ کے متعلق سوال کرنا احنافؒ کے اصول کے مطابق ہے کہ لفظ عام کو اپنے عموم پر رکھنا چاہیئے جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو۔ اگر عقل اس کا استثناء کر دے تو اس سے ہماری بحث نہیں۔ کیونکہ وہ تو عقلاً خارج ہے ہماری گفتگو تو شرعیات میں ہے۔ اگر ہر عام مخصوص البعض ہو تا جیسا کہ شوافعؒ کے یہاں ضابطہ ہے تو پھر حضرت عائشہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ آیت کو ان بعض افراد پر حمل کر سکتی تھیں۔ جو من حوسب هلك کے عموم سے خارج تھے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آیت کے اندر جو حساب کا ذکر ہے اس سے مراد پیشی ہے۔ جس کا نام حساب رکھا گیا۔ کیونکہ صورۃ محاسبہ کی ہے۔ دراصل حساب نہیں ہے کیونکہ حساب تو اس کو کہتے ہیں کہ نقصان کی پوری پوری تلافی کر دی جائے۔ لیکن اس پیشی میں نہ تو حقوق واجبہ کا بالکل مطالبہ ہو گا۔ اور نہ ہی تمام کبیرہ گناہوں پر بلکہ محض اس کے اعمال نیک وبد کے پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے گا اور بس۔ واللہ اعلم بالصواب

قَوْلُهٗ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الخ صفحہ ۲۱/۱۴ جب کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قوم اور اپنی امت میں تلوار چلنے کا خطرہ محسوس ہوا تو آپؐ نے خون بہانے اور عزت برباد کرنے کی حرمت کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپؐ نے خبر دی تھی۔

اگر چہ اس حدیث میں صراحۃً آپؐ نے خون بہانے کی خبر نہیں دی تھی۔ لیکن قتل کے بارے میں آپؐ کی تاکیدات سے یہی ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپؐ نے فرمایاان دماءکم الخ ہمیشہ اسی حکم کی تاکید کی جاتی ہے۔ جس پر عمل نہ کرنے کا خدشہ ہو۔اور نہی کی تاکید وہاں لائی جاتی ہے جہاں کسی کام کے عمل میں آنے کا خطرہ ہو۔ تو قطب گنگوہیؒ کے نزدیک ابن سیرین کے مقالہ میں ذلک کا اشارہ سفك الدماء یعنی خون بہانے کی طرف ہوادیگر شراح حضرات کی توجیہات سے یہ توجیہ عمدہ ہے اور یہی مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر سے واضح ہوتا ہے کان ذلك ای القتا ل ای وقع بعده ﷺ القتا ل ...

باب اثم من كذب علي النبي ﷺ

یہ ترجمہ ترجمہ سابقہ کا تتمہ اور تکملہ ہے تاکہ آنحضرت ﷺ پر کذب بیانی سے بچا جائے۔

باب كتا بت العلم صفحہ ۲۱/۲۴

جن روایات سے کتابت علم کی نہی معلوم ہوتی ہے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نہی وممانعت اوّل الامر میں تھی۔ بعد میں رخصت دی گئی کیونکہ ابتداء اسلام میں قرآن مجید سے خلط ملط ہونے کا خطرہ تھا بعد ازاں جب یہ خطرہ نہ رہا تو اجازت دی گئی۔ بلکہ کتابت علم مستحب ہے تاکہ نسیان کی وجہ سے علم ضائع ہونے سے بچ جائے۔

قوله الاما كان من عبدالله بن عمر وبن عاصؓ صفحہ ۲۲/۷ حضرت عبداللہؓ کی کتابت کے متعلق یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا گمان ہے ورنہ ان کی روایات روایات ابو ہریرہؓ سے قلیل ہیں۔ حالانکہ حضرت عبداللہؓ حضرت ابو ہریرہؓ سے بہت پہلے اسلام لا چکے تھے۔اور ان کا روایت کو سننا حضرت ابو ہریرہؓ کے روایات کو سننے سے زیادہ ہے۔ تو اب یہ اشکال وارد نہیں ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے محفوظات تو ان کی کتابت سے اس لئے کم نہ ہوں گے کہ ایک آپؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے چادر والا عمل کیا۔ جس سے ان کے حافظہ میں اضافہ ہوا کوئی چیز بھولی نہیں۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ کا حضرت عبداللہؓ کو مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اعتراض اس لئے وارد نہیں ہو سکتا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا سماع تو حضرت ابو ہریرہؓ کے آنے سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں رہا ہے۔ اور دونوں اوقات میں برابر لکھتے رہے۔ جس سے ان کی راوایات کی زیادتی ثابت ہوتی ہے۔اور یہ اعزاز صحابہ کرامؓ میں سے اور کسی کو حاصل نہیں۔ اسلئے وہ محض سماع پر اکتفاء کرتے تھے کتابت سے رکے رہتے تھے۔

قوله فخرج ابن عباسؓ صفحہ ۲۲/۱۱ حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد جب صحابہ کرامؓ کا اختلاف اس حد تک پہنچا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ وجدال تک نوبت پہنچی اور اس میں لاکھوں جانیں قربان ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو صحابہ کرامؓ کے اس عمل پر افسوس ہوا کہ انہوں نے صرف کتاب اللہ پر اکتفا کیا۔ حسبنا الله كتا ب الله

اگر آنحضرت ﷺ بالترتیب خلفاء کی خلافت کی تصریح فرمادیتے تو کسی کو نہ مخالفت کی جرأت ہوتی نہ قتل وقتال تک نوبت پہنچتی۔ اور حضرت عمرؓ کا معاملہ اس لئے قابل تحسین ہے کہ ان کو علم تھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق لکھنے والے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ادعی لی اباك حتی اکتب کتابا الخ کہ اپنے باپ کو بلاؤ میں اس کو کتاب لکھ دوں کہیں کوئی آرزومند آرزو کرنے لگے کیونکہ ہم تو اس پر اتفاق کرنے والے ہیں اس کے کھول کر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی یہ بات اس لئے پسند آئی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کتابت واجب ہوتی تو کسی کے کہنے پر آپؐ اسے ترک نہ کرتے روایت کی دلالت ترجمہ پر ظاہر ہے۔ کہ اگر آپؐ لکھ دیتے تو وہ چیز لکھتے جو قرآن میں نہیں یہ وہ احکام تھے جن کی وصیت کی جاتی تو اس سے کتابت العلم کا جواز ثابت ہوا۔ آپؐ اس واقعہ کے پانچ دن بعد تک زندہ رہے چند وصایا فرمائیں۔ وفود کی تعظیم۔ جزیرۃ العرب سے مشرکین کو باہر نکال دینا وغیرہ ذلك۔ اگر خلافت کی وصیت کرنی تھی تو اس کے بعد بھی کی جاسکتی تھی۔ نیز! آپؐ نے کاغذ قلم دوات لانے کا حکم حضرت علیؓ کو دیا تھا وہ کیوں نہ لائے بلکہ انہوں نے فرمایا یارسول اللہ اسمع واعی میں سنتا ہوں اور محفوظ کرہاں ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ کا شبہ ان کے دوسرے شبہات کی طرح ہے۔ کبار صحابہؓ نے آپ کا مقصود سمجھ لیا اس لئے کتابت نہ ہوئی۔

باب العلم والعظة باللیل صفحہ ۲۲/۱۲

رات کے وقت قصہ گوئی ممنوع ہے۔ اس باب سے بتلایا گیا کہ قصہ گوئی ممنوعہ امور دنیا کے بارے میں ہے۔ مطلقاً ممانعت نہیں ہے کیونکہ سمر عشاء کے بعد سونے سے پہلے ہوتا ہے۔ سونے کے بعد قصہ گوئی سمار نہ ہوگی۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ہر مقصد کے لئے الگ باب باندھا ہے۔

باب السمر بالعلم صفحہ ۲۲/۵

جواز کی وجہ یہ ہے کہ قصہ گوئی لذاتہ ممنوع نہیں بلکہ وہ ممنوع ہے جو فجر کی نماز کے فوت ہو جانے کا سبب بنے باجماعت نہ مل سکے علمی گفتگو عادۃً ان امور کا باعث نہیں بنتی۔ کیونکہ اتنا لمبا وعظ جس سے قوم اکتا جائے اس کی ممانعت ہے۔ بس وعظ تو تھوڑے وقت کیلئے ہوگا بخلاف سمر فی امور الدنیا یا قصہ گوئی کے کہ نفس ان کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لمبے قصے کہانیاں۔ کھیل تماشا۔ اور آجکل کے ڈرامے۔ وی سی آر۔ ان سے تو نمازیں قضا اور فوت ہو جاتی ہیں۔ دوسرے علم اور وعظ کی مجلسیں خیر کے لئے معاون بنتی ہیں۔ اس لئے نیند میں اگر وقت سے تاخیر ہو جائے تو خیر کی توفیق ملنے سے اس کا نقصان پورا ہو جائے گا۔ نقصان نہیں ہوگا بخلاف لہو ولعب اور کھیل تماشا ڈرامہ وغیرہ سے جو بیداری ہوتی ہے اسے اس سے ایک تو بلاوت پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے وہ شر سے نہیں روکتی بلکہ شر کا اثر اس میں ہوتا ہے لہذا مصیبت پر مصیبت کا اضافہ ہوا۔

قولہ نام الغلیم صفحہ ۱۲/۲۰ لڑکا سو گیا۔ شاید استفہام کے لئے ہو یا خبر دینا ہے تاکہ آدمی اپنی بیوی سے بوس وکنار میں

مشغول ہو سکے۔ نام الغلیم ہی محل ترجمہ ہے۔ کہ سر کا اطلاق کبھی ایک جملہ پر بھی کیا جاتا ہے۔ اور آپؐ کے استفسار سے ثابت ہوا کہ بیوی سے چھیڑ چھاڑ پوشیدہ ہونی چاہئیے بچے بھی نہ دیکھیں یہی علم ہے۔

قولہ بشبع بطنہ صفحہ ۲۲/۲۴ یعنی پیٹ بُھر داری پر قناعت کرتے تھے۔ زیادہ مال حاصل کرنے کی کوشش اس لئے نہیں کرتے تھے کہ ایسا کوئی شخص موجود نہیں تھا جن کا حق ان کے ذمہ ہوتا ہو یعنی بال بچوں کی کفالت ان کے ذمہ نہیں تھی۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کا حال بیان ہوا۔ جس سے ان کی کثرت روایات کا سبب واضح کرنا ہے کہ یہ لوگ اسی کام کے لئے فارغ تھے۔ معاشی مسئلہ سے بے نیاز تھے۔ معاذاللہ ! ان حضرات کی تحقیر یا بے قدری کرنا مقصود نہیں ہے کہ یہ لوگ روٹی کھانے کے لئے یہاں پڑے رہتے تھے حاشا و کلّا ایسا نہیں تھا۔ واما الأخر لو بَثَثْتُهُ الخ اگر میں دوسرے علم کو پھیلا دوں تو میری گردن اڑا دی جائے۔ صوفیاء کرام نے اس کو اپنے ڈھب پر ڈالا ہے اور وہ بعید بھی نہیں ہے۔ کہ پہلا علم الاحکام ہے اور دوسرا علم الاسرار ہے۔ جو اغیار سے محفوظ ہے اور علماء نے اسے امراء سوء پر محمول کیا ہے۔ شیخ المشائخ نے اسے علم الفتن اور تغیر احوال الناس پر محمول کیا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے نزدیک اس سے باطنیہ فرقہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ تصوف پر شاہ ولی اللہؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتب موجود ہیں جس کی صحت پر قرآن واحادیث سے دلائل پیش کئے گئے ہیں. التشرف فی احادیث التصوف مولانا تھانویؒ کا رسالہ چھپا ہوا ہے۔

باب الانصات للعلماء صفحہ ۲۴/۴

قولہ استنصت الناس حدیث باب سے ثابت ہوا کہ علم کے لئے چپ کرانے کا حکم دینا جائز ہے۔ اگرچہ لوگ ذکر واذکار میں مشغول ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جب چپ کرانے کا حکم دیا تو لوگ تلبیہ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہہ رہے تھے۔ اور تلبیہ ذکر ہے۔ اس جواز کو ثابت کرنے کے لئے باب باندھنے کی ضرورت پیش آئی۔ ورنہ ظاہراً ذکر تلاوت قرآن اور دوسری طاعات سے روکنا جائز معلوم نہیں ہوتا روایت سے ثابت کر دیا کہ علم اور وعظ نصیحت کے لئے ذکر وغیرہ سے روکنا جائز ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ علماء کیلئے شاگردوں پر چپ کرانا لازم ہے۔ تراجم شیخ الہندؒ میں ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ کسی قوم کے کلام کو قطع نہ کرو۔ اس باب سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے لئے قطع کلام جائز ہے۔

باب مایستحبّ للعالم اذاسئل ایّ الناس اعلم صفحہ ۲۳/۵

جب کسی عالم سے یہ پوچھا جائے کہ لوگوں میں سے کون سا شخص سب سے زیادہ عالم ہے تو بظاہر اس کے لئے جائز ہے کہ وہ انا اعلم کہہ سکتا ہے ۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان اس سے بلند تھی کہ وہ اپنے آپ کو صاحب کمال گمان کرتے۔ کیونکہ اس سے کبر اور عجب کا دروازہ کھلتا ہے۔ بالخصوص بنو اسرائیل کے لئے۔ کیونکہ وہ تو اس میدان کے شاہسوار تھے۔ سرکشی اور کبر کے جھنڈے اٹھانے والے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا کلام جلدی میں کہنے کی اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ ان کو معلوم تھا کہ اللہ کا رسول اللہ تعالیٰ کے

بندوں میں سے برگزیدہ اور برتر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر تو انہیں اپنے شہروں کی طرف رسالۃ کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے اس گمان کے اندر صائب تھے۔ کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ علم الاحکام والشرائع میں اعلم ہونا لازم آتا ہے جو بالکل صحیح ہے۔ لیکن کریم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی مخلوقات میں کئی طرح کے عجائبات ہیں۔ بظاہر اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علی الاطلاق اعلم ہیں۔ یعنی ہر قسم کے علوم کو خوب جاننے والے ہیں۔ اس لئے ان پر عتاب ہوا۔ کہ انہیں کیا معلوم شاید کوئی اور شخصیت بعض دوسرے علوم کے اعتبار سے ان سے اعلم ہو۔ اگرچہ ان کو اقسام علوم میں سے اعلیٰ قسم کے علم میں فضیلت حاصل ہو۔ وہ علم الشریعت ہے جو تمام علوم سے افضل ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی پیروی کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے تھا۔ تو حضرت خضر علیہ السلام جو کچھ کر رہے تھے وہ بالکل قطعی طور پر حق تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ خضر علیہ السلام کی کارگزاری پر صبر کرتے۔ پس آجکل ہمارے زمانہ کے صوفیاء جو شرعی امور منکرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم پر اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ ہم تو حضرت خضر علیہ السلام کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید   کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزلہا   (از مرتب غفرلہ)

اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام تو نبی تھے تم تو نبی نہیں ہو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے ولی تھے پھر بھی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی پیروی کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے وہ یقیناً ٹھیک تھا۔ لیکن جن خلاف شرع امور کو تم لوگ انجام دیتے ہو ان پر یقین نہیں کہ وہ شرع کے موافق ہوں۔ لہٰذا کسی اہل علم کو تمہاری ان بدعات اور رسوم پر خاموشی اختیار نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی تمہارے لئے جائز ہے کہ تم ان منکرات کا ارتکاب کرو۔ البتہ جو شخص جذب کی حالت میں اپنے آپ پر اختیار نہ رکھتا ہو وہ تو پاگلوں میں داخل ہے اس سے تکلیف شرعی مرفوع ہے۔ بہرحال حضرت شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ علماء کو تواضع اختیار کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ کیونکہ علماء میں کبر و عجب کے بہت اسباب پائے جاتے ہیں۔

قولہ وھو اعلم منک صفحہ ۲۳/۸ یعنی وہ بعض علوم میں تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں دراصل نوف بکالی کو ان دونوں ہم نام موسیٰ کے درمیان مغایرت کا وہم ہوا کہ انہوں نے سمجھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولو العزم پیغمبر ہیں اور کلیم اللہ ہیں وہ خضر علیہ السلام کی شاگردی اور تعلم کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس تعلم کا حکم انہیں کیسے دیا جا سکتا ہے۔ درحقیقت نوف بکالی کعب الاحبار کی بیوی کا بیٹا تھا جس نے تورات میں پڑھا تھا کہ وہ موسیٰ بن میشا تھا۔ اس لئے ابن عباسؓ کو غصہ آیا۔ کیونکہ خضر علیہ السلام نبی مرسل تھے۔ جو ما فعلتہ عن امری فرما رہے ہیں۔ ایک نبی دوسرے نبی سے تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (از مرتب)

قولہ فنا ما صفحہ ۲۳/۹ نوم سے مجازاً لیٹنا مراد ہے۔ کیونکہ یوشع علیہ السلام سوئے ہوئے نہیں تھے۔ اگر سو جاتے تو انہیں مچھلی کا حال کیسے معلوم ہوتا۔

وقوله وکان لموسیٰ وفتاہ عجباً صفحہ ۱۰/۲۳ شبہ ہے کہ جب دونوں سوئے ہوئے تھے یا ایک سویا ہوا تھا تو دونوں کے لئے تعجب کیسے ہوا جواب یہ ہے کہ یہ قصہ کے آخر کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ یوشع علیہ السلام کے لئے تعجب نہیں تھا لیکن آخرالامر جب دونوں تعجب میں شریک ہو گئے تو اختصاراً دونوں کو جمع کر دیا۔ یا ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ مچھلی کا چلا جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کے لئے تعجب کا باعث بن گیا تو اس وقت سبب تو متحقق ہو گیا۔ لیکن اس میں اس بات کی صراحۃ نہیں ہے کہ انہیں تعجب ابھی لاحق ہوا تاکہ اشکال وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ جب ان دونوں حضرات نے اس معاملہ کو دیکھا تو یہ حضرت موسیٰ ؑ اور یوشعؑ کے لئے تعجب کا سبب بن گیا۔ خواہ وہ دونوں حضرات اس معاملہ پر اکٹھے واقف ہوئے ہوں۔ یا یوشعؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے مطلع ہوئے ہوں خوب سمجھ لو اللہ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

قولہ قال نعم ھل اتبعک صفحہ ۱۳/۲۳ اس مقام پر عبارت محذوف ہے محض مدعی پر اکتفاء کیا گیا ہے عبارت یوں تھی ای فقام والتقیا وتخاطبا یعنی خضر علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ دونوں پیغمبر آپس میں ملے اور گفتگو شروع کی جو کچھ موسیٰؑ نے فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاں میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں کیا میں آپ کی پیروی میں چل سکتا ہوں۔

قولہ وانت علی علم من علم اللہ الخ صفحہ ۱۴/۲۳ اس سے صاف واضح ہے جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی اعلمیۃ مخصوصہ تھی۔

قولہ فقال الخضر یا موسٰی مانقص الخ صفحہ ۱۷/۲۳ یہ حضرت موسیٰؑ پر لطیف چوٹ ہے کہ انہوں نے علم کو کوئی معتدبہ شئ سمجھ لیا۔ اور خضر علیہ السلام کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی یا تو خود موسیٰ علیہ السلام کے بیان سے ان کو معلوم ہوا یا بذریعہ کشف انہیں اس کا علم ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نقص محال ہے۔ اس لئے علم بمعنے معلوم ہوگا۔ ورنہ علم تو اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

قولہ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ صفحہ ۱۸/۲۳ نسیان کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے ایک منکر شرعی کو دیکھا تو اس پر صبر نہ کر سکے تغییر منکر کا غلبہ ہوا۔ اور اسی طرح باقی میں سے پہلے یعنی قتل غلام وغیرہ میں یہ غلبہ کارفرما تھا۔ یہ نسیان مع شرط تھا۔

قولہ فقال لہ موسٰی لو شئت الخ صفحہ ۲۲/۲۳ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر کہی کیونکہ اب وہ جدائی کے طالب تھے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ اس علم اسرار میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ شان نبوت کے خلاف ہے اس لئے اس میں اسرار و رموز کی باتیں ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو ظاہر امور کے لینے کا حکم ہے۔ دوسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کی غرض بھی پوری ہو گئی۔ کہ خضر علیہ السلام کے ایک قسم کے علم کی واقفیت ہو گئی ۔ وھو المطلوب

باب من سئل وهو قائم صفحہ ۲۴/۲۳

اس باب اور آئندہ باب سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جن کو وہم ہے کہ کھڑے ہو کر سوال کرنا اور مفتی کی مشغولیت کی حالت میں سوال کرنا مسئلہ پوچھنا بے ادبی ہے۔ اس کا دفعیہ اس طرح ہوا کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ مناسک حج کے بارے میں سوال کرنے والا اگر آنحضرت ﷺ کے بیٹھنے کا انتظار کرتا یا آپ کی مشغولیت سے فراغت کا منتظر ہوتا تو وقت بیت جاتا۔ نیز ! اس باب سے یہ بھی واضح ہوا کہ اگر مفتی عبادات میں مشغول ہو تو سائل اس سے مسئلہ پوچھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ کلام ان عبادات کے منافی نہ ہو اگر منافی ہے جیسے نماز میں کلام مفسد ہے تو پھر مسئلہ پوچھنا جائز نہ ہوگا۔ شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ یہ جواز اس پر تنبیہ کرنے کے لئے بیان کیا کہ امام اور محدث کے سامنے گھٹنوں پر بیٹھنا زانوادب تہ کرنا واجب نہیں ہے۔

قوله باب وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا صفحہ ۲/۲۴

بقول علامہ عینیؒ اس باب سے مقصود اس پر تنبیہ ہے کہ بعض علوم ایسے ہیں جن پر نبی کو اطلاع ہوتی ہے اور نہ غیر نبی کو۔ اس ترجمہ سے مقصود غیر اللہ تعالیٰ سے علم غیب کلی کی نفی کرنا ہے۔ اور شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ اس باب سے غرض تنبیہ کرنا ہے کہ کوئی اگرچہ اکابر علماء میں سے ہو وہ بھی اپنے علم کو قلیل اور ناقص شمار کرے۔ کیونکہ جب لوگوں کے جمیع علوم قلیل ہیں تو ہر فرد کے متعلق کیا گمان ہے۔ اس کا ثمرہ انتہائی تواضع ہے تاکہ عجب میں مبتلا نہ ہو۔

باب من ترك بعض الاختيار صفحہ ۷/۲۴

یعنی فتنہ کے خوف سے بعض مختارات اور مستحبات کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ کو عام رکھا ہے۔ قول ہو یا فعل اس کا ترک کرنا جائز ہے۔ حالانکہ آنے والی روایت میں صراحۃ ہے کہ فعل کا چھوڑنا جائز ہے قول کا ترک جائز نہیں۔ امام بخاریؒ کی تعمیم سے اس طرف اشارہ ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ جب فتنہ کے خوف سے مستحبات اور سنن کا ترک جائز ہے تو مباحات کو کیسے نہیں چھوڑا جائے گا۔ چونکہ آئندہ ترجمہ بھی اس کے قریب قریب ہے۔ اس لئے یوں فرق کیا گیا کہ یہ ترجمہ اقوال کے بارے میں ہے۔ اور وہ افعال کے بارے میں یا دونوں کے لئے ہے۔ اور صاحب فیض نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ پہلا باب سمجھ دار ذکی اور بے وقوف اور غبی کے درمیان فرق کے لئے ہے۔ اور دوسرا باب شریف اور ذلیل کے درمیان فرق کرنے کے لئے ہے۔ حالانکہ دون بمعنے ادون کے نہیں بلکہ سوی کے معنی میں ہے۔ نیز ! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تقلید غیر شخصی اگرچہ دراصل چھوڑ دینا جائز ہے لیکن ہمارے زمانے میں تقلید غیر شخصی کا چھوڑ دینا واجب ہے۔ کیونکہ ہر شخص نہ تو استنباط کے طریقوں کو جانتا ہے اور نہ ہی اسے روایات کے قواعد کا علم ہے۔ چہ جائیکہ زبان عربی سے نابلد ہوں بلکہ محض تراجم پر ان کی نظر ہو۔

باب الحیاء فی العلم

کلام شیخ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ علم میں حیا کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ آثار اور روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الہند کے تراجم میں ہے کہ بظاہر اس سے عدم استحباب ثابت ہوتا ہے۔ لیکن نظر دقیق کے اعتبار سے اس میں تفصیل ہے۔ البتہ اشارات لطیفہ سے بیان کرنا ہے کہ غرض یہ نہیں کہ علم میں حیا نہ کرنا چاہیئے بلکہ تعلّم میں حیا کا اہتمام کیا جائے۔ یہی ترجمہ کی غرض اصلی ہے۔ کیونکہ آپؐ نے چہرہ کو ڈھانپ لیا تبت یداك فرمایا تیرے دنوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ جس کی تائید بعد والے باب سے ہوتی ہے۔

قوله لان تكو ن قلتها احبّ اليّ الخ اگر تم کہہ دیتے حیا نہ کرتے تو مجھے زیادہ پسند تھا۔ اس سے ترجمہ ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ کے حیاء کی وجہ سے نہ بتانے پر نکیر کیا اور اس پر وہ ان سے راضی نہ ہوئے۔ اگر ابن عمرؓ کسی اور کے ذریعہ بتادیتے تو حیا بھی رہ جاتا اور حضرت عمرؓ کو مسرت بھی حاصل ہوتی دراصل ان کا عتاب اسی پر تھا۔ چنانچہ مصنفؒ اسی کو دوسرے باب سے واضح کر رہے ہیں

باب من استحییٰ فامر غیره

یعنی کوئی شخص حیا کی وجہ سے خود مسئلہ نہیں پوچھتا تو دوسرے کو حکم دے وہ مسئلہ پوچھ لے۔ تو امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ پہلے باب میں جو مسئلہ میں حیا کی کراہت معلوم ہوئی اگر دوسرے کو حکم دے کر مقصود حاصل ہو جائے اور حیا بھی برقرار رہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ حیاٌ کله خیر ہے۔ اور اپنی طرف سوال کرنے کی نسبت بنی الامیر المدینہ کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ اور مقدادؓ کو سوال کرنے کو کہا تھا۔

باب ذکر العلم والفتیا فی المسجد الخ صفحہ ۲/۲۵

امام بخاریؒ نے اس باب سے اس وہم کا دفعیہ کیا ہے کہ جب مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے حتیٰ کہ علماء کرام نے ذکر جہری کو اس صورت میں مکروہ قرار دیا ہے جب کہ اس سے نمازیوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ پس اولیٰ ہے کہ علم اور فتویٰ بھی مسجد میں نہ ہو۔ کیونکہ عادۃً یہ بھی رفع صوت سے خالی نہیں۔ تو جواب دیا کہ رفع صوت کی کراہت تب ہے جب کہ حد معتاد سے بڑھ جائے۔ اگر حد کے اندر رہ کر علم کے لئے رفع صوت ہو تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ خود جناب نبی اکرم ﷺ نے مواقیت احرام کو مسجد نبوی کے اندر بیان فرمایا۔ اگر رفع صوت نہ ہوتی تو ابن عمرؓ جو ابھی بچے تھے وہ کیسے سن لیتے۔ اگر کہا جائے ممکن ہے کہ وہ آپؐ کے قریب ہوں۔ تو کہا جائے گا پھر میقات یلملم ان پر کیوں مبہم رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ قریب نہیں تھے۔ شیخ الہندؒ کے تراجم میں ہے کہ مساجد میں تعلیم افتاء اور قضاء کے بارے میں کراہت کا گمان تھا۔ مصنفؒ نے اس باب کے انعقاد سے اس کی وسعت بیان کردی۔ جیسے کہ کتاب العلم والقضاء سے واضح ہے۔

افسوس یہاں تک شیخ الہندؒ کے تراجم ختم ہوگئے امراض اور مشاغل کی وجہ سے ان کی تکمیل نہ ہو سکی ۔ نور اللہ مرقدہ

باب من اجاب السائل صفحہ ۲۵

فضول باتوں سے رکنا اور سوال سے زیادہ بات نہ کرنا روایات سے واضح ہے۔ اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید جواب میں زیادتی اسی میں داخل ہو۔ تو اس وہم کو دفع کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ایسا مکروہ نہیں بلکہ مندوب ہے۔ اس لئے کہ ہمیں علم دین کی اشاعت کا حکم دیا گیا ہے اور روایت ترجمہ پر ظاہر طور پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ سائل نے محض ملبوسات کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ملبوسات بھی بتلائے۔ اور جس لباس کو چھوڑ دینا ہے وہ بھی بتلایا بلکہ جوتے اور موزوں کے متعلق بھی بیان فرمایا جب کہ جوتے نہ ہونے کی صورت میں موزے پہن لئے ہوں تو ان کو کاٹ کر جوتے کی شکل بنا لیا جائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

كِتَابُ الْوُضُوْء

قولہ بَيَّنَ النَّبِيُّ ﷺ صفحہ ۲۵/۱۰ اگر آنحضرت ﷺ اس کو بیان نہ بھی کرتے تب بھی حکم اسی طرح تھا۔ اس لئے کہ امر تکرار کو نہیں تقاضا کرتا۔ تو مصنفؒ کی غرض یہ بتلانا نہیں ہے کہ ہر ہر عضو ایک مرتبہ دھونا اس کی مشروعیۃ سنت سے ثابت ہے۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ جس طرح افراد یعنی ہر ہر عضو کا ایک مرتبہ دھونا کتاب اللہ سے ثابت ہے اسی طرح سنت سے بھی ثابت ہے۔

باب لا تقبل صلوة بغير طهور

یہ روایت مسلم کی ہے جو امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں تھی اسلئے اس کو ترجمہ میں رکھ دیا اور باب میں اس کے قائم مقام کو لائے۔

قولہ ما الحدث الخ صفحہ ۲۵/۱۳ جب کہ حدث کے معنی مشترک تھے اس حدث کو بھی کہتے ہیں جو طہارت کے مقابل ہے اور احداث امر کے معنی میں بھی کہ معاملہ خلط ملط رل مل گیا تو سائل نے ایک معنی کی تعیین کے بارے میں پوچھا آپ ؓ نے پہلے معنی وہ بھی اس طرح کہ اس کے بعض افراد کو بیان کر دیا۔ سب اقسام اس لئے نہیں بیان کئے کہ ان کے بغیر مقصود حاصل ہو گیا۔

قولہ غر المحجلین صفحہ ۱۵/۲۵ بظاہر یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا روشن ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مرحومہ کی تعظیم اور ان پر احسان ہے۔ ورنہ وضو تو پہلی امم کے اندر بھی تھا غرّ محجل ہونا یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔

باب اسباغ الوضوء صفحہ ۲۵

باب سابق سے معلوم ہوا تھا کہ وضو میں تخفیف افضل ہے۔ اس باب سے اس کا دفعیہ کر دیا کہ تخفیف کہ ساتھ اکمال ضروری ہے۔ دراصل اسباغ سے مراد انقاء ہے۔ کیونکہ محدود شرعی سے کیت میں زیادتی کرنا بھی اکمال نہیں۔ اور نہ ہی تعداد میں زیادتی اکمال ہے۔ بلکہ مراد اکمال کیفیت ہے۔ تاکہ انقاء اور صفائی حاصل ہو جائے۔ تو ان دونوں بابوں کا مقصد وضو کے دونوں طرف بتلانے ہیں ادنیٰ تخفیف ہے اور اعلیٰ اکمال ہے۔

قولہ نزل فتوضاء صفحہ ۱/۲۶ ہمارے علماء احناف کے نزدیک وضوٗ پر وضوٗ کرنا اس وقت تک مستحب نہیں ہے جب تک ان دونوں میں کسی چیز کا فصل نہ کر لیا جائے۔ یعنی ذکر ہو یا کوئی نماز ادا کر لی جائے اس لئے کہ وضو عبادت تب بنے گا جب وہ نماز یا ذکر کیلئے مفتاح بنے۔ تو جب تک اس سے اس کا کام نہ لیا جائے وہ عبادت نہیں بنے گا۔ کیونکہ عبادت مقصودہ تو ہے نہیں بلکہ عبادت کا ذریعہ ہے۔ پس اس میں تسلسل مناسب نہیں ہے۔ روایت کا جواب یہ ہے کہ کبھی ان دونوں کے درمیان ذکر حائل ہو جاتا ہے۔ دوسرے پہلا وضو نامکمل تھا پس اس کو مکمل کرنا چاہا اس لئے دوسرا وضو کیا تاکہ فرائض کی ادائیگی میں طہارت نامکمل نہ رہے۔ پس دوسرا وضو پہلے کے منافی نہ ہوا بلکہ اس سے پہلے کی تکمیل ہوئی۔ نیز ! مراقی الفلاح میں ہے کہ وضوء علی الوضوء تب نور علی نور ہو گا جب کہ مجلس بدل جائے یا پہلے وضوء سے عبادت ادا کر لی جائے۔

قَوْلُهٗ ثُمَّ اَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِهَا الخ صفحہ ۴/۲۶ مقصد یہ ہے کہ پانی ایک چلو کے برابر ایک ہی ہاتھ سے لیا جائے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے دھوئے تاکہ پانی ضائع نہ ہو۔ دسرے دونوں ہاتھوں سے دھونے پر زیادہ قدرت حاصل ہو گی بنسبت ایک ہاتھ کے۔

باب التَسمِية عِندَ كُلِّ حَالٍ الخ

تراجم کی ترتیب میں امام بخاریؒ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس مقام پر تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا تو منہ دھونے سے پہلے ہوتا ہے نہ کہ اس کے بعد پھر ابواب الوضوء میں خلاء اور جماع کی بحث چھیڑ دی۔ پھر کتاب الوضوء کے چھ ابواب ایسے ذکر کئے ہیں جن میں مقدمات وضوٗ تو ہیں اوصاف وضو نہیں ہیں۔ تو ایک تو مصنفؒ نے ان ابواب سے یہ بتلانا ہے کہ ترتیب اور ولاء وضوء میں شرط نہیں ہے۔ نیز ! تھوڑے سے غور سے ان کی مناسبت باہمی سمجھ میں آجاتی ہے۔ جیسا کہ اس جگہ مقصود اصلی تسمیة عند الخلاء ہے کہ بیت الخلاء جاتے وقت

بسم اللہ پڑھے اس لئے خلاء کو وضوء پر مقدم کر دیا۔ جب خلاء اور جماع کے وقت تسمیہ سنت ہے وضوء کے وقت بطریق اولیٰ ہوگا۔

قولہ فاخبر الخ صفحہ ۲۶/۱۵ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے اس فعل کو جو انہوں نے بغیر کسی کے اشارے کے خو انجام دیا تھا کہ استنجاء کے لئے پانی رکھ دیا اس فعل کو اچھا سمجھا اور انہیں دعا دی۔ آپ ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ابن عباسؓ صحابہ کرامؓ میں فقیہ مشہور ہوئے۔

باب من تبرز علی لَبِنَتَیْنِ صفحہ ۲۶/۱۶ ترجمہ۔ جو شخص دو کچی اینٹوں پر بیٹھ کر پاخانہ پھرے

باب سابق سے جو مقصد حاصل تھا روایت باب نے بھی اسی کو بتلایا لیکن اس میں ایک فائدہ ہے کہ قضاء حاجت والے کو کسی اونچی چیز پر بیٹھنا چاہیئے تاکہ نجاست اس کے بدن کو نہ پہنچے۔ اس زیادتی پر تنبیہ کرنے کیلئے الگ باب باندھا۔ گویا روایت باب سابق کے مضمون پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ قضاء حاجت والا کس طرح بیٹھے اس کا ادب بھی بتلا دیا۔ اس طرح کے فوائد جلیلہ مصنفؒ کی کتاب میں بہت ہیں جنہیں خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ پھر پہلے ترجمہ میں عند البناء جدار او نحوہ سے دو روایتوں کے محمل کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا تاکہ روایات جمع ہو جائیں۔ اور اختلاف معانی کی وجہ سے جو تعارض پیدا ہوتا ہے وہ رفع ہو جائے۔ دراصل یہاں مشہور اختلافی مسئلہ ہے کہ عند قضاء الحاجت استقبال واستدبار قبلہ کیسے ہے۔ امام بخاریؒ نے بنیان اور صحاریٰ میں فرق بیان کر کے ائمہ ثلاثہ کا مسلک بیان کر دیا کہ آبادی میں استقبال استدبار جائز ہے اور صحاریٰ میں ناجائز ہے۔ احناف کا مسلک ہے کہ دونوں مطلقاً ممنوع ہیں۔ تیسرا مذہب اہل ظواہر کا ہے جو مطلقاً اباحت کے قائل ہیں اور احادیث نہی کو منسوخ مانتے ہیں۔ اس کی تفصیل کوکب دری بذل اوجز وغیرہ میں ہے۔

قولہ فانزل اللہ الحجاب صفحہ ۲۶/۲۶ اس حجاب سے وہ تستر یعنی کپڑوں سے چھپنا مراد ہے جو حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کیونکہ حجاب شرعی تو اس سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ ازواج مطہرات پردے میں بھی باہر نہ نکلیں اور قضائے حاجت گھروں میں ہو۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایسے ہی مستحب ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد جواز اب بھی باقی ہے۔ تو **قولہ فانزل اللہ** میں فاء ایسی تعقیب کے لئے نہیں ہے جس میں تراخی نہ ہو۔ تو ازواج مطہرات کے علاوہ دوسری نساء مؤمنین کے لئے براز کیلئے باہر نکلنا اب بھی جائز رہا۔ جیسا کہ دیہات میں آج کل رائج ہے۔ ازواج مطہرات کے لئے حجاب سے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ والا حجاب ہے۔ کہ وہ گھروں سے نہ نکلیں حضرت عمرؓ یہی چاہتے تھے۔

باب التبرز فی البیوت الخ صفحہ ۲۶/۲۷

جب کہ گھر میں پاخانہ پھرنے سے گندگی کا قریب ہونا اور اس کا گھر میں موجود ہونا ناپسندیدہ فعل تھا۔ چنانچہ دیہات والے گھروں کو پاک صاف رکھتے ہیں۔ قضائے حاجت باہر کھیتوں میں جا کر کرتے ہیں۔ تو اس وہم کو رد کرتے ہوئے گھروں میں اس کا جواز

ثابت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی پاکی اور صفائی بھی مطلوب ہے۔ اس لئے گندگی کے بدبودار اور خراب ہونے سے پہلے گھر سے اسے دور کر دینا چاہئیے۔ اور اسے چھوڑا نہ جائے کہ گندگی کے ڈھیر لگ جائیں۔ حدیث میں ہے کہ اذاارادالبراز ابعد (الحدیث) آپؐ قضائے حاجت کے لئے بہت دور نکل جاتے تھے۔

باب الاستنجاء بالحجارة صفحہ ۲۷/۱۶

اس باب سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ استنجاء پانی کے ساتھ مختص ہے۔ دوسرے مؤلفؒ کا استنجاء بالحجارۃ کی حقیقت میں جو اختلاف ہے اس کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اس سے طہارۃ تعبدی حاصل ہوتی ہے۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک نجاست کو قلیل کرنے والا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق کوئی حکم بیان نہیں کیا۔

قوله باحجار صفحہ ۲۷/۱۷ پیشاب کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء نہیں کرنا چاہئیے۔ کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا مطلوب قطروں کو جذب کرنا ہے۔ پتھروں میں جاذبیت نہیں ہے کچے ڈھیلے میں ہے۔ البتہ اگر کسی کو تقاطر بول ہو یعنی پیشاب کے قطرے نہ رکتے ہوں تو وہ استنجاء کے لئے پتھر استعمال کر سکتا ہے۔ اگر تقاطر بول نہ ہو تو استنجاء بالحجر سے تلوث ہوگا کہ بدن لبڑا جائے گا۔

قوله وقال انّها رکسٌ صفحہ ۲۷/۲۱ اس حدیث سے واضح ہوا کہ جانوروں کا گوبر نجس ہے ایسے نہیں جو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ گوبر پاک ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی مسلک احناف کی طرف معلوم ہوتا ہے۔

قوله مابينه وبين الصلوٰة صفحہ ۲۸/۴ مطلب یہ ہے کہ اس بندے کی ذات اور اس نماز کے درمیان کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور نفس سے مراد اس کا حد تکلیف کو پہنچنا ہے۔ کیونکہ بلوغ سے پہلے گناہوں کا شریعت میں کوئی اعتبار اور شمار نہیں۔ یہ تقریر اس وقت ہے جبکہ ماتقدم میں ما موصولہ مع صلہ کے فعل مجہول یعنی غفرلہ کا مفعول ہو۔ اگر کلمہ ما ظرفیہ ہو تو معنی ہوں گے کہ وضوء شروع کرنے کے اوقات سے لیکر نماز کے تمام کرنے کے وقت کے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ مزید بحث کو کب دری میں دیکھی جائے

باب الاستجمار وتر الخ صفحہ ۲۸

یہ باب بھی باب سابق کی طرح ایک زائد فائدہ پر مشتمل ہے۔ وہ یہ کہ پتھروں سے استنجاء کرنے میں ایتار یعنی طاق اور وحدت کو ملحوظ رکھا جائے اس لئے ایک باب کا اضافہ کر کے اس فائدہ پر متنبہ کر دیا۔

قوله ذكره عثمان صفحہ ۲۸/۶ یعنی اس باب میں روایت ان حضرات سے بھی مروی ہے اختصاراً ایسا کیا ہے۔

باب غسل الرجلين ولا يمسح صفحہ ۲۸

پاؤں کو وضوء میں دھویا جائے ان کا مسح نہ کیا جائے۔ اس لئے اگر مسح کرنا جائز ہوتا تو پھر اس پر جہنم کی دھمکی نہ دی جاتی۔ دوسرے کسی مسح میں استعباب یعنی پورا کرنا شرط نہیں مسح ہوتا ہی بعض اعضاء پر ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ غسل رجلین یعنی پاؤں کا دھونا ہی فرض ہے۔ اس باب کو **باب الاستجمار** و **المضمضه** کے درمیان داخل کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصنف اس باب کو پہلے باب کے بعد اس لئے لائے ہیں کہ اس سے اشارہ لطیف کرنا ہے کہ مأمور بہ میں اپنی طرف سے معنی کی طرف نظر کرتے ہوئے بدل مقرر نہیں کرنا چاہیئے جیسے **مسح قدمین** ان کے غسل کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اور کپڑے اور انگلی سے ناک کو صاف کرنا ناک میں پانی ڈالنے اور ناک جھاڑنے کا بدل نہیں ہو سکتا۔ ان اشارات لطیفہ کے لئے مصنف نے ابو اب الوضو ء کی ترتیب رکھی ہے۔ اس ترجمہ سے ایک تو شیعہ کا رد کرنا ہے دوسرے حدیث کی شرح کرنی ہے۔ جس میں **نمسح علی ارجلنا** کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اس سے **مسح علی نعلیه وقدمیه** کا رد کرنا ہے۔

باب غسل الاعقاب

مصنف اس باب کو **باب المضمضه** کے بعد لائے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے لانا چاہیئے تھا۔ شیخ المشائخ نے اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ پہلے باب سے روافض کا رد کرنا تھا جو قائل ہیں کہ پاؤں کا حکم مسح کا ہے دھونا نہیں ہے۔ دوسرے اس باب سے بتلانا ہے کہ اعضاء وضو میں استیعاب واجب ہے۔ اور اعقاب کو اس لئے ذکر کیا کہ وہ حدیث میں وارد ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس باب سے ایک دقیقہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح پاؤں کے آخری حصہ کو دھونے کا خاص اہتمام کرنا ہے **ویل الاعقاب** کی وجہ سے اس طرح **مضمضه** یعنی کلی کرنے میں بھی منہ کے آخری حصہ کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ آخری حصہ میں پانی کو گھمایا جائے۔ یعنی غرغرہ کیا جائے۔ البتہ پاؤں کا دھونا فرض ہے اس کے آخری حصہ کو چھوڑ دینے پر عذاب ہے۔ کلی کرنا فرض نہیں۔ لہذا اس کے آخری حصہ کے ترک پر عذاب نہ ہوگا۔ **قاله الشیخ زکریا**

باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین

غرض یہ ہے کہ جب پاؤں جوتے کے اندر ہوں تب بھی ان کا دھونا ضروری ہے جوتوں پر مسح کرنا کافی نہیں ہوگا اور **قوله فیهما** سے مراد یا تو یہ ہے کہ پاؤں دھو کر تر بتر ان کو جوتوں میں داخل کر دیا جائے تو بعد ازاں جوتوں پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں۔ یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب پاؤں دھوئے جائیں تو وہ جوتوں کے اندر ہوں ان کو جوتوں سے نہ نکالا جائے۔ اس صورت میں بھی جوتوں پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ عربی جوتوں میں صحیح ہے۔ ہندی جوتوں میں پاؤں چھپ جاتا ہے اس لئے ان کا نکالنا ضروری ہے۔ ربڑ کے چپل پہنے ہوں تو ان میں پاؤں دھولینا جائز ہے۔ شیخ زکریا کے نزدیک ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے جب کہ جوتے میں مشغول ہونے کے باوجود دھونے کے لئے پاؤں کو جوتے سے نکالنا ضروری ہے۔ اس طرح کلی کرتے وقت اگر منہ میں کوئی چیز پان تمباکو ہو تو

اس کو نکال کر کلی کرنی چاہیئے ان کے ہوتے ہوئے کلی کرنا ترک نہ کیا جائے۔

قولہ ابدأن بمیامنہا صفحہ ۲/۲۹ جب مُردے کو غسل دینے میں دائیں جانب سے شروع کرنے کا حکم ہے تو زندہ میں بطریق اولیٰ دائیں جانب سے شروع کرنا ہوگا۔ اس حدیث سے مصنفؒ نے پاؤں کو دھونے کا ادب بتلایا ہے۔ یہ باب ابواب سابقہ کا تکملہ ہے۔

باب التماس الوضوء اذا حانت الصلوة

جب نماز کا وقت آجائے تو وضو کا پانی تلاش کرنا چاہیئے مقصد باب یہ ہے کہ تیمم کرنے اجازت تب ہے جب تلاش کرنے کے باوجود وضوء کے لئے پانی نہ مل سکے۔ تو تفصح تلاش ضروری ہوا۔ جس پر فالتمسوا ماء کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ مناسبت ظاہر ہے کہ مغسولات کے بیان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اب مسح ہی باقی رہ گیا۔ اس کے بعد اب پانی کے احکام بیان کر رہے ہیں جس کی غسل یعنی دھونے کے لئے ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے طلب الماء کو بیان کیا۔ کیونکہ پانی کا پایا جانا طلب پر مرتب ہے۔ اور امام بخاریؒ کا مقصد صحابہ کرامؓ کی عادت بتلانا ہے۔ کہ جواز تیمم کے لئے صرف پانی کا موجود ہونا کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کی تلاش کے بعد تیمم کرتے تھے۔

باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان

امام بخاریؒ طلب ماء کے بعد احکام میاہ بتلا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں وہ پانی جس سے انسان کے بال دھوئے جائیں اس سے وضو جائز ہے۔ کیونکہ بال پاک ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں انسان بالوں سے نفع نہ حاصل کرنے کا اس لئے حکم ہوا کہ اس طرح اس کے بالوں کی اور باقی اجزاء بدن کی تعظیم ملحوظ ہے۔ حضرت عطاءؒ نے جو انسان کے بالوں سے رسیاں اور دھاگے بنانے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ بالوں کی طہارت کی طرف نظر کرتے ہوئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اگرچہ انسانی اجزاء سے نفع حاصل کرنا مکروہ بلکہ ممنوع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اباحۃ اور حرمۃ کبھی کبھی الگ الگ دلیلوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں ایک چیز میں پائے جاتے ہیں تو حرمت یا اباحت کا حکم اس دلیل پر مبنی ہوگا کہ ایک علت اس کا جواز ثابت کرتی ہے دوسری علت اس کے خلاف کو ثابت کر رہی ہوتی ہے۔ بنابریں انسان کے بالوں کے بارے میں دونوں احتمال جاری ہیں۔ طہارت کو مدنظر رکھتے ہوئے انسانی اجزاء سے نفع حاصل کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن انسان کی اہانت کرنا اس کی حرمت کی متقاضی ہے۔ ہمیں انسان کی اکرام و تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ تو جہاں محترم اور مبیح دونوں جمع ہو جائیں وہاں محترم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تو انسانی بالوں میں حکم حرمت کا ہوا۔ حضرت عطاءؒ کے قول کو اسی پر محمول کیا جائے گا

قولہ سور الکلاب وممرھا صفحہ ۲۹/۹ کتوں کا جھوٹا اور ان کا مساجد میں سے گذرنا۔ امام بخاریؒ اس باب میں روایت نہیں لائے اگلے باب کی روایت ان کے مدعیٰ پر صریح دلالت کرنے والی ہے اس پر اکتفاء کرتے ہوئے وہ اس روایت کو اس باب میں نہیں لائے۔

قوله باب اذاشرب الکلب الخ

یہ باب درباب کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور اس کو درمیان میں لانا الگ دوسرے مسئلہ پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔ جو ایک مزید فائدہ ہے جو پہلے ذکر نہیں ہوا بایں ہمہ یہ پہلے ترجمہ پر بھی دلالت کرنے والا ہے۔

قَوْلُهٗ یَتَوَضَّاءُ وَیَتَیَمَّمُ صفحہ ۲۹/۹ گویا کہ امام بخاریؒ نہ سور کلب کی نجاست کے قائل ہیں اور نہ ہی اس کا خیال ان کو آیا ورنہ وضو اور تیمم دونوں کو جمع نہ کرتے۔ بلکہ اس سے اس کی پاکی کا فائدہ دینے میں شک پیدا کر دیا۔ جیسا کہ **مأ مشکوك** کا حکم ہے اگر دونوں کو جمع کرنا جائز ہوا تو یقیناً طہوریت ثابت ہو جائے گی۔

قَوْلُهٗ احب الی من الدنیا الخ صفحہ ۲۹/۱۲ یہ قول اور اس طرح **اول من اخذ من شعرہ** کا قول دونوں اس کی طہارت پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ مسلمان کو حکم ہے کہ وہ نجاسات سے بچے نہ یہ کہ نجاسات کا تلبس کرے یعنی ان کو استعمال میں لائے۔

قَوْلُهٗ فَجَعَلَ یَغْرِفُ لَهٗ به صفحہ ۲۹/۱۷ یعنی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب اس واقعہ کا ذکر فرمایا تو یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس کے اس فعل سے اس کا موزہ نجس ہو گیا۔ اور اسی طرح آنے والی روایت میں جو یہ ہے **فَقَتَلَ فَکُلْ الخ** لاریب کتے نے اپنے منہ سے شکار کو پکڑا ہو گا۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کہ اتنے حصے کو کاٹ کر پھینک دیا گیا ہو تو یہ تو آنحضرت ﷺ کی طرف اس کی طہارت کی دلیل ہو گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نجس ہونے کے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش نہیں آئی کہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ جس برتن میں کتا پانی پی جائے اس برتن کو دھونے کا حکم دے چکے تھے۔ اسی طرح کی چیزیں بہت سی ہیں جن کا ذکر اس جگہ نہیں ہے۔ مثلاً یہ نہیں فرمایا کہ نہ اس کے پاخانہ کو کھاؤ اور نہ ہی اس کے پیشاب کو پیؤ۔ اور اسی طرح اس کے دوسرے اجزاء بدن کا ذکر نہیں ہے جن کا کھانا جائز نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے صرف اپنے قول **فکل** کھاؤ پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ بعض روایات میں ہے **کل ما امسك علیك** یعنی جو شکار اس نے تمہارے لئے روک رکھا ہے اس کو کھا سکتے ہو۔ پس کھانے کا حکم تو سارے حیوان پر واقع ہے پھر تو شکاری جانور کے سارے اجزاء کھانے کا حکم ہوا۔ پس اس اشکال سے بچنے کیلئے جو جواب تمہارا وہی جواب ہماری طرف سے اس اشکال کا ہے جو خلاصی کی صورت آپ نکال لیں گے وہی خلاصی کی صورت ہمارے لئے ہے۔ جاننا چاہیئے کہ سور کلب کے بارے میں جمہور علماء اسکی نجاست کے قائل ہیں کہ کتے کا جھوٹا نجس اور ناپاک ہے امام مالکؒ اس کی طہارت کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ بھی اسی طرف مائل ہیں۔

فلایکونوا یرشوّن شیئا من ذٰلك صفحہ ۲۹/۱۹ امام بخاریؒ کے استدلال کا دارومدار اس پر ہے کہ کتوں کا مسجد نبوی میں آنے کا یہ فعل عام ہے جو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ کتوں کے مسجد آنے جانے سے کبھی مسجد ناپاک نہیں ہوتی۔ خواہ وہ گیلے بدن سے مسجد میں داخل ہوں یا خشک پاؤں سے وجہ یہ ہے کہ جب کتوں کی عادت ہے کہ وہ مسجد داخل ہوتے رہتے ہیں تو بارش

اور کیچڑ کے بعد ان کو داخل ہونے سے کوئی روکنے والا نہیں۔ پس اگر کتے ناپاک ہوتے تو مسجد بھی ناپاک ہوتی۔ اور یہ ثابت نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کو مسجدوں کے پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

پہلا جواب یہ ہے **ذکوٰۃ الارض یبسھا** کہ جب زمین خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے پس پانی چھڑکنے کی کوئی ضرورت نہیں اور صحابہ کرامؓ سے اس کا ثابت نہ ہونا ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب جو بالکل حق ہے وہ یہ ہے کہ کتے کا جھوٹا نجس ہے نہ اس کا پسینہ ناپاک ہے اور نہ ہی اس کے بدن کے چمڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہے۔ پس اگر اس کا چمڑا کسی تر چیز کو لگ گیا تو وہ چیز نجس نہیں ہوگی۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ کسی کتے کا اس طرح منہ بند کر دیا جائے کہ اس سے کوئی چیز باہر نہ نکلے پھر کتے کو کنویں میں اس طرح ڈال دیا جائے کہ اس کا منہ پانی سے باہر رہے تو کتے کے کنویں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی بنا پر کتے کے مسجد میں داخل ہونے سے مسجد ناپاک نہیں ہوگی۔ اگرچہ کتا گیلا کیوں نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ احناف کا مذہب اصح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے۔ تو اس کا چمڑا ہمارے نزدیک طاہر اور پاک ہوگا۔ خواہ کتے کے پاؤں تر ہوں یا خشک اس کے داخلہ سے مسجد ناپاک نہ ہوگی۔ البتہ شوافع کے نزدیک کتا نجس العین ہے تو اس کا چمڑا بھی نجس ہوگا پھر وہ حدیث کو خشک پاؤں پر محمول کریں گے۔

باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین صفحہ ۲۹

اگلی اور پچھلی طرف کے علاوہ جس جگہ سے بھی نجاست نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس پر جس قدر دلائل پیش کئے گئے ہیں ان سے امام بخاریؒ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ قبل اور دبر کے علاوہ کسی اور جگہ سے نکلنے والی چیز ناقض وضو نہیں۔ ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہے کہ اِذَا جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ کہ جس میں صرف پاخانہ کا ذکر ہے۔ ان کا استدلال اس سے اس لئے صحیح نہیں کہ کسی خاص چیز کے حکم کا ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں ان سے حکم کی نفی ہے یہ تو ظاہر ہے۔ اور جو لوگ ان دو راستوں کے علاوہ نکلنے والی چیز کو بھی ناقض سمجھتے ہیں پھر بھی وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ طہارت ان سے زائل نہیں ہوتی تو جس سے وہ اپنے مدعی کو ثابت کرتے ہیں اس میں اس کے خلاف کا احتمال ہے۔ کہ ممکن ہے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہو۔ تو جب احتمال آ گیا دلیل باطل ہو گئی۔ نماز میں ہنس دینا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس سے ہم بھی متفق ہیں۔ البتہ احنافؒ کے نزدیک نماز میں زور سے ہنسنا اس سے وضو نہیں رہتا نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ رہ گیا موزے اتارنے سے وضو کا ٹوٹ جانا ہم بھی اس کے قائل نہیں ہمارے نزدیک موزے اتارنے سے دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ فرمانا کہ حدث کے بغیر وضو نہیں ٹوٹتا یہ دونوں کے مذہب کے موافق ہے۔ بحث تو اس میں ہے کہ حدث کیا چیز ہے۔ اگر حدث سے وہی مراد ہے جس کی تفسیر حضرت ابوہریرہؓ نے پھسکی اور پاد سے کی ہے پھر تو ان پر لازم آئے گا کہ پیشاب نکلنے سے پاخانہ نکلنے سے منی نکلنے سے اور مذی کے آنے سے بے ہوشی طاری ہونے سے

جنون یعنی پاگل ہو جانے سے یا انزال کے بغیر محض ذکر کے داخل کرنے سے وضو نہ ٹوٹے۔ حالانکہ اس کے آپ لوگ بھی قائل نہیں ہیں اور **قوله فنزفه الدم فركع وسجد** کہ خون نکل آیا پھر بھی رکوع اور سجدہ کرتے رہے۔ تو اس سے دونوں فریق پر اشکال ہے کہ اس میں کپڑوں کے نجس ہونے کے باوجود نماز پڑھتے رہے۔ نیز !اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم دیا ہو راوی نے اس کا ذکر چھوڑ دیا ہو۔ اور امام بخاریؒ کا یہ استدلال کہ مسلمان برابر اپنے زخمی ہونے کی حالت میں نماز پڑھتے رہے۔ یہ حکم یا تو نہ بہنے والے خون کے بارے میں ہے یا وہ لوگ معذور تھے۔ معذور خون بہنے کی حالت میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ جیسے مستحاضہ پڑھتی ہے۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ خون میں وضو نہیں ہے ممکن ہے نہ بہنے والے خون کے بارے میں ہو۔ اس طرح جب پھوڑے کو نچوڑنے سے خون نکل آئے تو وہ خود نکلنے والا نہیں بلکہ نکالا گیا ہے اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہی حکم اس تھوک کے بارے میں ہے جب کہ خون مغلوب ہو تھوک غالب ہو تو اس سے طہارت زائل نہیں ہوتی۔ اور حضرت حسن بصریؒ اور ان کے ساتھیوں کا یہ کہنا کہ صرف پچھنے لگانے کی جگہ کو دھونا لازم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھنے لگانے سے غسل واجب نہیں البتہ جس جگہ خون لگ گیا ہے اس جگہ کے دھونے پر اکتفا کرے۔ رہ گیا وضو کرنا اس بارے میں نہ نفی ہے اور نہ ہی اس کا اثبات کا حکم دیا گیا ہے۔ باقی جو روایات مؤلفؒ لائے ہیں ان سے دلیل پکڑنے کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسری چیزں کا ان میں ذکر نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ بغیر ان چیزوں کے اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں کیونکہ محل بیان میں سکوت اختیار کرنا بیان ہی کا حکم رکھتا ہے۔ آپ کو اس کا جواب معلوم ہے کہ مفہوم مخالف ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کا ذکر نہ ہو اس کا حکم نفی ہے۔ کوکب دری میں قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ وضو واجب ہونے کے اسباب میں تین قول ہیں۔ پہلا قول احناف اور امام احمدؒ اور سفیان ثوریؒ کا ہے۔ کہ بدن سے نجاست کا نکلنا وضو کا سبب ہے۔ اس لئے جو نجس چیز مخرج معتاد اور غیر معتاد سے نکلے گی اس سے وضو کرنا واجب ہوگا۔ خون نکسیر اور قے وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو دونوں راستوں سے عادۃً خارج ہوتی ہے یا نکالی جائے تو اس سے وضو واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مخرج معتاد سے جو چیز نکلے وہ ناقض وضو ہے اور کچھ نہیں۔ شراح حضرات امام بخاریؒ کا مسلک امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ امام شافعیؒ تو مس ذکر اور مس مرأۃ کو بھی ناقض وضو کہتے ہیں۔ اور امام بخاریؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان حضرات کے مسلک پر احنافؒ کی طرف سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی ناف میں نیزہ مارا جس سے پیشاب اور پاخانہ نکل آیا تو تمہارے نزدیک بھی وضو نہیں رہتا۔ معلوم ہوا مخرج معتاد و غیر معتاد برابر ہیں۔

قوله ولم يقل غندر ويحيى عن شعبة الوضوء صفحہ ۱۱/۳۰ اس عبارت کے معنی میں شراحؒ کا اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ آپؐ نے لفظ الوضوء نہیں فرمایا صرف لفظ علیك پر اکتفا کیا۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں و علیك لفظ بھی نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک جملہ بن جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے لفظ الوضوء کی نفی کر کے لفظ علیك کی بھی نفی کر دی جو کچھ بھی ہو جناب نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ جن الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل کی نفی فرما دی۔ معنی ہوئے لیس علیك غسل۔

قوله باب الرجل یوضی صاحبه صفحہ ۳۰

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حدیث باب یا دوسری روایات سے جو عبادات میں دوسرے سے مدد لینے کی ممانعت وارد ہے وہ تحریم کے لئے نہیں۔ بلکہ عند الضرورت مدد لی جاسکتی ہے۔ یعنی ایک آدمی دوسرے کو وضوء کراسکتا ہے۔

باب قراۃ القران بعد الحدث وغیرہ صفحہ ۳۰

وغیرہ سے سلام اور ذکر اذکار مراد ہیں جن کے لئے وضو کا پہلے ہونا ضروری نہیں ہے اگرچہ افضل ہے۔ حمام وغیرہ میں اکثر بے وضو لوگ داخل ہوتے ہیں تو باب سے بتلادیا کہ طہارۃ والا اور بے وضو داخل ہو سکتے ہیں۔ اس مسئلہ کی خصوصیت سے ضرورت اس لئے پیش آئی کہ منصور اور ابراھیم حمام میں قراۃ قرآن کو جائز کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ قراۃ کے لئے طہارت شرط نہیں ہے۔ اس طرح خطوط وغیرہ جو ذکر اللہ اور آیت قرآنیہ مثلاً بسم اللہ وغیرہ سے خالی نہیں ہوتے۔ جب ان کی کتابت بغیر وضو کے جائز ہے تو ان کا پڑھنا بھی جائز ہوگا اسی طرح حمام والوں پر سلام کرنا جائز ہوگا۔ حالانکہ وہ ذکر ہے جس کا تقاضا ہے کہ ذکر بے وضو جائز ہے۔ اس لئے کہ جب سلام کرنے والا ان پر سلام کرے گا تو لازماً وہ لوگ اس کو سلام کا جواب دیں گے اور وہ بے وضو ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ بے وضو ذکر اللہ تعالیٰ جائز ہے۔ کیونکہ سلام بھی تو ذکر ہے۔ اسی طرح روایت سے بھی استدلال ہے۔ کیونکہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد وضو سے پہلے آپؐ نے ان آیات کو پڑھا۔ اگرچہ انبیاؑ علیہم السلام کی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی مگر رات کے وقت گھر والوں سے دل لگی بھی ہوتی ہے جس سے مذی نکل سکتی ہے پیشاب اور پاخانہ وغیرہ بھی نکلتے ہیں۔ دوسرے حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ کے فعل کی نقل اتاری تو وہ طہارت پر نہیں تھے۔ یہ کام انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں کیا جس سے ان کے فعل کی آپؐ کی طرف سے تقریر بھی ہوگئی۔ تو اس فعل کو بھی دلیل بنایا جاسکتا ہے۔

باب من لم یتوضأ الامن الغشی المثقل

امام بخاریؒ اس باب سے ان لوگوں کا رد کر رہے ہیں جن کے نزدیک مطلق غشی ناقض وضو ہے۔ روایت اس معنی پر ظاہر ہے کیونکہ حضرت اسماءؓ پر غشی طاری ہوئی لیکن انہوں نے وضو نہیں کیا۔ اس لئے ثقیل بے ہوشی وہ ہے جس سے اپنے حال کی بالکل خبر نہ رہے حضرت اسماءؓ تو آسمان کی طرف اشارہ کر رہی ہیں اور گرمی کی شدت سے اپنے اوپر پانی بھی ڈال رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر غشی ناقض وضو نہیں۔ البتہ جس غشی کے بعد اپنے حال کا بالکل علم نہ رہے وہ ناقض ہے۔ اس طرح جنون اور نشہ آجانا بھی ناقض ہے۔

باب مسح الرأس کله صفحہ ۳۱

فَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ (الآیة) میں آیت کریمہ تو مطلق ہے۔ اس سے سر کے بعض حصہ میں فرضیت ثابت کرنا اور

دوسرے حصہ میں فرضیت کا نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے۔ تو آیت مجملہ ہوئی آنحضرت ﷺ کے فعل سارے سر پر مسح کرنے نے اجمال کو دور کر دیا۔ لہذا سارے سر کا مسح واجب (فرض) ثابت ہوا۔ اس طرح امام بخاریؒ نے آیت اور حدیث سے سارے سر کے مسح کی فرضیت ثابت کر دی۔ جواب واضح ہے کہ آپؐ سے بعض حصہ سر کا مسح کرنا بھی ثابت ہے۔ پیشانی پر مسح کر کے آپؐ نے سارے سر پر مسح کرنے کی فرضیت کو ساقط کر دیا۔ باقی آپ کا سارے سر کا مسح کرنا وہ سنت کے طور پر ہے۔ جس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ مسح کل رأس کی سنیۃ ثابت ہونے سے ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اگر آپؐ نے ناصیہ ومادون الکل کا کبھی مسح نہ کیا ہوتا تو پھر نقصان تھا۔ جب وہ ثابت ہے تو فرضیت ساقط ہوئی کل رأس کے مسح کی سنیت ثابت ہوئی جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ مسح رأس میں مشہور یہ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک سارے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک سر کے بعض حصہ کا فرض ہے جس قدر بھی ہو۔ احنافؒ کے نزدیک مقدار ناصیہ فرض ہے۔ ویسے جمیع رأس کا مسح باتفاق العلماء مستحب ہے۔

باب استعمال فضل وضوء الناس صفحہ ۳۱

ماء مستعمل امام بخاریؒ کے نزدیک طاہر ہے۔ روایت سے احنافؒ کا رد کرنا ہے۔ جو ماء مستعمل کو طاہر مانتے ہیں طہور تسلیم نہیں کرتے۔ امام بخاریؒ کے استدلال کا دارومدار طاہر اور طہور کے درمیان فرق نہ کرنے پر ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے۔ احنافؒ کے نزدیک ماء مستعمل طاہر ہے۔ غیر طہور یعنی دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ اس پانی کو عبادت کیلئے استعمال کیا گیا ہو۔ اگر ٹھنڈک حاصل کرنے یا نظافت کے لئے استعمال ہو تو وہ اپنی طہارت پر باقی رہے گا۔ روایت ابو جحیفہؓ سے ماء مستعمل کی طہارت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے۔ لیکن وہ مطہر نہیں ہے۔ اگر فضل وضوء سے وہ پانی مراد ہو جو برتن میں بچ جاتا ہے تو اس کے طاہر اور طہور ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ دوسری روایت ابو موسیٰؓ میں اس پانی سے کوئی عبادت ادا نہیں کی گئی بلکہ وہ تو تبرک کے لئے ہے۔ جس سے پانی کی صفت طہوریت کا زائل ہونا لازم نہیں آتا۔ ہماری بحث تو اسی میں ہے۔ گویا کہ ان حضرات نے دھونا برائے عبادت اور بغیر عبادت میں فرق نہیں کیا۔ حالانکہ یہ فرق تو ملحوظ ہے۔ چوتھی روایت سے جو پینے کا جواز معلوم ہوتا ہے وہ بھی مسلم ہے کہ اسے عبادت کے لئے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ علاج مرض کے لئے استعمال کیا ہے۔ جس کی طہارت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہمارا نزاع اس پانی کی طہوریت کے بارے میں ہے جس سے کوئی عبادت ادا کرنا مقصود ہو۔ اور روایات سے جو کچھ ان حضرات نے ثابت کیا ہے وہ اس سے عام ہے۔ جس سے ہم پر الزام عائد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان کے لئے مفید ہوگا۔ تیسری حدیث کا ذکر قطب گنگوہیؒ نے اس لئے نہیں کیا کہ اس کا جواب حضرت ابو جحیفہؓ کی روایت میں آچکا ہے۔ حدیث سائبؓ میں صرف مستملی نے باب بلا ترجمہ ذکر کیا ہے۔ باقی حضرات نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اگر باب کا لفظ نہ ہو جیسے اکثر کی روایت ہے پھر تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر لفظ باب موجود ہو تو اس سے مؤلفؒ فضل الوضوء کی دو قسمیں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جن کا ذکر اول باب استعمال الفضل میں آیا ہے ایک باقی رہنے والا ابر تن میں

اور دوسرا ماء مستعمل ہے۔ اس کے بعد مؤلفؒ نے مضمضہ اور استنشاق من غرفہ واحدۃ کا ذکر کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاریؒ ماء مستعمل (استعمال) کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں اس لئے اس جگہ اس کا ذکر کیا۔

قوله وتوضاء عمرؓ صفحہ ۹/۳۲ جاننا چاہئیے کہ مؤلفؒ نے دو ترجمے قائم کئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وضوء الرجل مع اهله دوسرا الوضوء بفضل المرأة یہی دوسرا ترجمہ مقصود بالذکر ہے۔ اس لئے کہ نص حدیث سے یہی ثابت ہے۔ اور دوسرا ترجمہ دلیل کے طور پر ہے اور بمنزلہ شرح حدیث کے ہے کہ عورتوں سے خاص کر گھر کی عورتیں مراد ہیں۔ اس لئے ترجمہ میں مع امرأته کے الفاظ لائے۔ حضرت عمرؓ کا اثر ترجمہ پر اس طرح دلالت کرتا ہے کہ عام لوگوں کی عادت ہے کہ جب پانی آگ پر گرم ہو رہا ہو تو انگلی ڈال کر اس کی حرارت کی مقدار معلوم کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے یہ نہیں پوچھا آیا کسی نے اس گرم پانی میں ہاتھ ڈالا ہے یا نہیں ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ اس القاء اور عدم القاء سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ آیا یہ ہاتھ قربت اور عبادت کے لئے ڈالا گیا ہے یا کسی اور ضرورت کے لئے ڈالا گیا ہے۔ تو جب گرم پانی کے استعمال کا جواز ثابت ہوا تو ماء مستعمل کے استعمال کا جواز ثابت ہوا اور ماء مستعمل کے جواز سے گرم پانی کے استعمال کا جواز ثابت ہو یہ ایک واقعہ ہوا۔ دوسرا النصرانیہ کے گھر سے وضو کرنے کا دوسرا مسئلہ اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے نصرانیہ عورت سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا اس نے اس پانی کو استعمال کیا ہے یا نہیں کیا۔ یا کیا اس نصرانیہ نے اس پانی میں ہاتھ ڈالا یا نہیں ڈالا معلوم ہوا کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو اس سے حضرت عمرؓ کے اس دوسرے اثر سے ترجمہ کا دوسرا جزء الوضوء بفضل المرأة ثابت ہوا۔ کیونکہ اس میں کوئی تفصیل نہیں۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ وہ کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور اس نے حیض سے غسل کیا ہو تاکہ اس سے وطی حلال ہو سکے پس اس سے پانی بچ رہا ہو۔ اور اس بات کی دلیل بھی ہے کہ مسلمان عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ وہ نصرانیہ سے تو بری نہیں ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر تفصیل کے اہل کتاب کے پانی کا استعمال کرنا جائز ہے۔

باب الغسل والوضوء في المخضب والقدح والخشب والحجارة الخ صفحہ ۳۲

ٹب اور پیالے۔ لکڑی اور پتھر یا جو ٹب اور پیالہ لکڑی اور پتھر سے بنے ہوئے ہیں ان میں سے غسل کرنا اور وضو کرنا جائز ہے۔ اس صورت میں والخشب والحجارة میں واؤ خطف تفسیر کے لئے ہوگا اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ سارے برتن زمین کی پیداوار ہیں پاک اور صاف ہیں غسل اور وضو دونوں جائز ہیں بشرطیکہ ان میں نجاست نہ ہو۔ البتہ پیتل کے برتن جو ہمارے زمانہ میں ہندوؤں کے لئے خاص تھے اور ان کی علامت ہیں۔ اس لئے ان کا استعمال مشابہت کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ کلمہ فی اس پر دال ہے کہ برتن اس متوضی وغیرہ کے فعل کے لئے ظروف ہوں گے۔ خواہ وہ غاسل ان میں بیٹھ کر غسل اور وضو کرے۔ جیسے آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے کیا۔ اپنی مرض کے زمانہ میں ایسا کیا۔ یا غسل اور وضوء تو باہر ہو لیکن غسالہ کے قطرے اس میں پڑتے ہوں۔ تو یہ بھی ان میں سے ایک قسم کی

وضوہے۔ کیونکہ جب آپ کسی حوض سے اس طرح وضو کریں کہ غسالہ کے قطرے اس میں گرتے ہوں۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے حوض میں وضو کیا۔ لیکن ٹپ اور پیالے سے وضو کرنا تب ہوگا جب کہ آپ اس سے پانی لیں اور بدن کے کسی عضو کو اس سے اس طرح دھوئیں کہ دوبارہ پانی برتن میں نہ جائے کیونکہ کلمہ مِن میں ابتداء کے معنی ملحوظ ہیں بنابریں اگلا ترجمہ جس میں ہے باب الوضوء من التور اس پر یہ اشکال نہ ہوگا کہ جب ان برتنوں کی طہارت معلوم ہوگئی تو پھر تکرار ترجمہ کی کیا ضرورت تھی۔ تو دونوں ترجموں میں فرق ظاہر ہوگیا کہ پہلے ان برتنوں کا بیان تھا جن میں غسالہ کے قطرے گرتے تھے۔ تور یعنی چھاگل اور ٹھلیہ وہ برتن جس میں استعمال شدہ پانی واپس نہیں جاتا۔ اس لئے ترجمہ میں تکرار نہیں رہے گا۔ لیکن اس میں خوب غور فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ روایات کے بعض الفاظ اس مقصد پر دلالت نہیں کرتے۔ کلمہ من لابتدائیہ دوسرے باب میں ہے پہلے ترجمہ میں نہیں ہے وہاں فی مخضب ہے۔ اور اس تقریر سے یہ دوسرا اشکال بھی رفع ہو جائے گا۔ کہ حضرت انسؓ کی حدیث کو دونوں باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ پہلے باب میں تو اس اعتبار سے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں ڈالا تھا اور دوسرے باب میں اس حیثیت سے ذکر ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے اس برتن سے وضو کیا۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ کی حدیث دونوں باب میں اس لئے دوبارہ لائی گئی کہ اس باب میں حدیث ابو موسیٰؓ میں وضو بالکل نہیں بلکہ پانی کا استعمال اعضاءِ وضوء پر ہے۔ لیکن وضو کرنے کی نیت سے نہیں ہے تبرک کے لئے ہے۔

قوله كان عمي يكثر من الوضوء صفحہ ۳۳/۴ مقصد یہ ہے کہ ان کے چچا ہر نماز کے لئے الگ وضو کرتے تھے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بغیر فصل نماز کے وہ وضوء پر وضوء کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر حدث کے بعد وضوء بنا لیتے تھے۔ کیونکہ ہمیشہ باوضو رہنا پسند کرتے تھے۔

قوله سأل عمرؓ عن ذلك صفحہ ۳۳ حضرت عمرؓ کا سوال کرنا شاید اس لئے ہو کہ ان کو حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے قول پر اعتماد نہ ہو یا اس لئے کہ اس سے مزید اطمینان حاصل ہو جائے۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ خبر واحد کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ سے فرمایا جب حضرت سعدؓ نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات روایت کریں تو پھر کسی دوسرے سے اس کے متعلق مت پوچھو۔ دوسرے خود حضرت ابن عمرؓ سے مسح علی الخفین کی روایات مرفوعہ مروی ہیں تو ممکن ہے پہلے ان کو علم نہ ہو بعد میں علم ہو گیا ہو تو روایت کرنے لگے۔

قوله ادخلتهما طاهرتين الخ صفحہ ۳۳/۲۶ اس سے معلوم ہوا کہ جواز مسح کے لئے موزے پہنتے وقت حدث سے پاک ہونا ضروری ہے۔ پہنتے وقت جواز مسح کے لئے کمال طہارت شرط نہیں ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے ایک اختلافی جزئیہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ خوارج اور شیعہ تو بالکل مسح علی الخفین کا انکار کرتے ہیں لیکن اہل سنت والجماعۃ اس پر متفق ہیں کہ جب موزے کامل طہارت پر پہنے جائیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے پھر ائمہ اربعہ میں ایک جزئیہ میں اختلاف ہو گیا۔ جس کی طرف شیخ گنگوہیؒ نے

اشارہ کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے وضوء کی ترتیب میں عکس کرتے ہوئے پاؤں پہلے دھولئے۔ موزے پہن کر پھر وضوء مکمل کیا۔ آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے لئے مسح موزوں پر کرنا جائز نہیں ہے۔ علماء حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ مسح جائز ہے۔ ترتیب وضوء میں واجب نہیں ہے۔

قولہ فمضمض ومضمضنا صفحہ ۳۴/۱۱ کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ باب درباب کا اضافہ وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی مزید فائدہ ہو چونکہ روایت ایک مستقل مسئلہ پر مشتمل تھی۔ اس لئے باب درباب لائے۔ تو اب یہ اشکال نہیں ہوگا۔ اس باب میں حدیث میمونہؓ کو کیوں لائے جس میں بکری کے کندھے کے گوشت کا ذکر ہے۔ تو یہ ترجمہ کے مناسب نہ ہوئی۔ لیکن کہا جائے گا کہ اس باب سے ستو کھانے سے وضو نہیں کرنا۔ البتہ اس سے کلی کرنا مستحب ہے۔ تو فائد جدیدہ یہ ہوا کہ ستو اور اسی طرح آگ کی پکی ہوئی چیز سے صرف کلی کرنا ہی کافی ہے۔ وضو کی ضرورت نہیں ہے۔

باب الوضوء من النوم صفحہ ۳۴/۱۴

امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے دو مسئلے بیان کئے ہیں پہلا یہ ہے کہ نیند سے وضوء ہے اور دوسرا یہ کہ اونگھ سے وضو نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ نیند میں غفلت کی وجہ سے ہوا کے خارج ہونے کی اطلاع نہیں ہوتی کیونکہ اونگھ میں معلوم نہیں رہتا کہ اس کے اندر سے کیا خارج ہوا ہے۔ تو جب سو جائے بطریق اولیٰ معلوم نہیں ہوگا کہ سرین سے کیا نکلا اس لئے نیند میں اونگھ سے زیادہ غفلت ہوتی ہے۔ امام اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک نیند ہر حال میں ناقض ہے۔ امام اوزاعیؒ کا مسلک اس سے بالکل برعکس ہے۔ کہ نیند کسی حال میں ناقض وضو نہیں۔ تیسرا مسلک آئمہ اربعہ کا یہ ہے کہ نوم کثیر ناقض ہے۔ قلیل ناقض نہیں ہے پھر قلیل وکثیر کی تفسیر ہر ایک کے نزدیک الگ ہے۔ بہر حال باب کی دونوں روایتیں اس معنی پر واضح ہیں۔

باب الوضوء من غیر حدث صفحہ ۳۴/۱۸

بغیر بے وضو ہونے کے وضو کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ باب کی دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت ترجمہ کے دونوں جز پر دلالت کر رہی ہے۔ اور دوسری روایت محض دوسرے جزء پر دال ہے۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے عدم وجوب پر اجماع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بَاب اِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهٖ اَتَيْتُهٗ بِمَاءٍ صفحہ ۳۵/۶

بظاہر حدیث ترجمہ کے مطابق نہیں کیونکہ ترجمہ غسل البول کے بارے میں ہے حدیث سے غسل براز معلوم ہوتا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے جواب دیا کہ قضاء حاجت کے لئے پانی لے جائے گا تو اس سے قُبل و دُبر دونوں کو دھوئے گا یہ نہیں کہ صرف ایک کو دھوئے

تو اس سے بول کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ تو اس عموم سے امام بخاریؒ نے ثبوت غسل من البول پر استدلال کیا۔ اگرچہ اس کے دھونے کیلئے تھوڑا سا پانی لینا پڑے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ نے مطلق کو علی اطلاقہ نہیں رہنے دیا بلکہ اسے مقید پر محمول کر دیا حالانکہ یہ نہ ان کا مسلک ہے اور نہ ہی اس کتاب میں ان کی یہ عادت ہے کہ لا یستتر من البول بول مطلق کو خاص کر بول الناس پر محمول کیا ہے۔

ولنا روایات کثیرۃ اس سے شیخ گنگوہیؒ نے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ کیا۔ امام مالکؒ وغیرہم جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کو نجس کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہؒ کا مسلک ہے تنزھو امن البول کہ پیشاب سے بچو ہر ایک کا پیشاب نجس ہے حالانکہ استنزھو ا من البول کا حکم خاص طور بکریوں کے پیشاب کے بارے میں تھا۔

قولہ باب صفحہ ۳۵/۷

اس باب کی غرض بیان کرنے میں کئی اقوال ہیں ۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ پہلے باب میں بول انسان کے ساتھ مقید کیا تھا اس لفظ باب بلا ترجمہ کے اضافہ سے مطلق بول کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہر بول کو شامل ہو گا۔ پھر یہ وہم نہ کیا جائے کہ حکم نہی تو اپنے پیشاب کے ساتھ خاص تھا۔ تو اسکے غیر کو کیسے شامل ہو گا۔ خواہ وہ انسان ہی کیوں نہ ہو۔ اس ئے ایسے مواقع پر حکم کسی شخص کے ساتھ مختص نہیں ہوتا۔ بلکہ حکم عام ہوتا ہے۔ چنانچہ استنزھو ا کا حکم بھی عام ہے۔ (۲) شیخ المشائخؒ کی رائے ہے کہ اس جگہ لفظ باب کا اضافہ صحیح نہیں ہے۔ شیخ الہندؒ کی رائے ہے کہ تنبیہ کرنا ہے کہ پیشاب عذاب قبر کا باعث بنتا ہے۔ حافظؒ کی رائے ہے کہ جب پیشاب اپنے محل سے دوسری جگہ پھیل جائے تو اس کا دھونا واجب ہے اس پر تنبیہ کرنا ہے۔ علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ اختلاف مسئلہ پر تنبیہ کرنا ہے کرمانیؒ کی رائے ہے کہ وجوب غسل البول پر تنبیہ کرنا ہے۔ اور مولانا زکریا کاندھلویؒ کے نزدیک وجوب الاستنجاء پر تنبیہ کرنا ہے امام بخاریؒ نے اپنے قول ولم یذکر سوی بول الناس سے اس نہی مخصوص کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب تَرْكَ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ الْأَعْرَابِيَّ الخ صفحہ ۳۵/۱۲

پیشاب کے بارے میں سخت احکام نازل ہوئے تھے۔ جن کا تقاضا تھا کہ جو کام دیہاتی نے کیا کہ مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا ایسے شخص پر سخت تشدد کیا جاتا۔ امام بخاریؒ نے اس کے لئے الگ باب منعقد کر کے اشارہ کیا کہ دیہاتی کو پیشاب کرنے سے روکنے پر بہت سے مفاسد کا سامنا کرنا پڑتا جو اس سے اکثر اور اشد تھے۔ مثلاً اگر اسے روکا جاتا تو ممکن ہے وہ ساری مسجد کو ناپاک کر دیتا۔ اور اس کے اپنے کپڑے بھی ناپاک ہوتے۔ یا اس کے مرض میں اضافہ کا باعث بنتا جو پیشاب روک دینے سے پیدا ہوتا پھر دوسرا باب صب الماء امام بخاریؒ لائے ہیں۔ اس کے بارے میں قطب گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اور حاشیہ ابو داؤد میں لکھا ہے کہ پانی کا ڈول اس پیشاب پر اس لئے ڈالا گیا ایک تو اس وجہ سے کہ بدبو کا ازالہ ہو۔ دوسرے اگرچہ زمین خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے پھر بھی لوگوں کے دفع وسواوس کے لئے پانی کا ڈول بہایا گیا۔ تیسرے جب پانی اس مقام پر بہا دیا گیا تو نجاست اس جگہ سے زائل ہو گئی۔ اب وہ جگہ نماز پڑھنے اور تیمم کرنے کے

لائق ہو گئی۔ خشک ہونے سے محض نماز پڑھنے کے قابل ہوتی تیمم کے قابل نہ ہوتی۔ اور زمین کا جو پانی جمع ہوا ممکن ہے وہ مسجد سے باہر ہو جس کا نجس باقی رہنا کوئی مضر نہیں۔ یا اگر وہ ماء جاری کی حد تک پہنچ جائے تو پھر اس جگہ کی طہارت بھی بعید نہیں ہے۔

باب البول قائمًا وقاعِداً

امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو جزء بیان کئے لیکن ان میں سے ایک مسئلہ کے اثبات کے لئے حدیث لائے ہیں دوسرے کے لئے نہیں۔ دراصل امام بخاریؒ مسلک امام احمدؒ کی طرف مائل ہیں کیونکہ بول قائماً میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام احمدؒ اسے مطلقاً مباح فرماتے ہیں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر چھینٹے اڑ کر بدن اور کپڑوں پر نہیں پڑتے پھر تو کوئی حرج نہیں ورنہ بول قائماً مکروہ ہے۔ عامۃ العلماء فرماتے ہیں کہ بول قائماً مکروہ ہے۔ کراہت بھی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ الالعذر مگر عذر کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں۔ اور بول قاعداً یا تو قیاس سے ثابت ہے یا اس کی دلیل اس لئے ذکر نہیں کی کہ وہ متفق علیہ ہے۔

باب غسل الدم صفحہ ۶/۳۶

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ اگرچہ خون نکلنے سے نقض وضوء میں ائمہ کا اختلاف ہے لیکن وہ اس کی نجاست پر متفق ہیں۔ باب کی پہلی روایت سے کپڑے سے خون دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور دوسری روایت سے اگر بدن کو خون لگا جائے تو بدن کو دھونا واجب ہے۔ ممکن ہے ترجمہ کی غرض ان لوگوں کے قول کو ترجیح دینا ہے۔ جو خون کے قلیل و کثیر کا فرق نہیں کرتے بلکہ مطلقاً خون سے دھونے کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خون کے بارے میں جو نضح کے الفاظ وارد ہیں ان کی شرح کرنا مقصود ہو کہ نضح سے غسل مراد ہے۔ جیسے بول صبیان میں علماء احنافؒ نضح سے غسل مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ پہلے حدیث نضح کو لائے بعد ازاں حدیث غسل کو لائے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے ترجمہ سے بتلانا ہو کہ خون کے لئے غسل ضروری ہے رگڑنا کافی نہیں۔ جیسے منی میں رگڑ دینے پر بھی اکتفا کیا جاتا ہے۔ بنابریں دونوں باب متصل لائے ہیں تاکہ دونوں کے حکموں کے درمیان فرق ہو جائے۔

باب غسل المنی وفركه وما يصيب من المرأة صفحہ ۱۲/۲۶

اصل مسئلہ کے بارے میں قطب گنگوہیؒ کوکب دری میں طویل بحث کر چکے ہیں کہ احنافؒ کے نزدیک منی نجس ہے۔ اس کا قلیل معاف ہے۔ اور خشک منی کو رگڑنا کافی ہوگا۔ تر منی کے لئے غسل ضروری ہے۔ امام مالکؒ منی کو نجس کہتے ہیں لیکن تر اور خشک منی دونوں کے لئے غسل ضروری ہے۔ فرک جائز نہیں امام احمدؒ سے تین روایات ہیں ان میں سے ایک میں ہے کہ منی طاہر ہے۔ دوسری نجس کی ہے خون کی طرح قلیل معاف ہے۔ تیسری یہ ہے کہ قلیل بھی معاف نہیں البتہ رگڑنا دونوں کے لئے کافی ہوگا۔ خواہ تر ہو یا خشک ہو امام شافعیؒ سے بھی تین روایات ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ منی طاہر ہے دوسری یہ ہے کہ مرد کی منی طاہر ہے عورت کی نہیں۔ تیسری روایت

یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے۔ ترجمہ کے تین اجزاء ہیں۔ ترجمہ کا پہلا جزء کہ منی کو دھونا واجب ہے وہ دونوں روایات کے الفاظ سے ثابت ہے۔ تیسرا اجزء کہ عورت کی طرف سے مرد کو جو کچھ لگ جائے وہ جنابت کے لفظ سے ثابت ہے۔ کیونکہ جنابت مطلق ہے۔ جنابۃ رجل اور مراۃ دونوں کو شامل ہے۔ ترجمہ کا دوسرا اجزء فرک وہ قیاس سے ثابت ہے۔ کیونکہ جب نماز اس کپڑے میں جائز ہے جس میں منی کا کچھ اثر باقی ہو تو اس کپڑے میں بھی جائز ہوگی جس سے منی کو رگڑ دیا گیا ہو اور اسے دھویا نہ گیا ہو۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں نجاست کو تھوڑا کرنے کا مقصود حاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ منی کے معاملہ میں اکثر لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا بالکل ازالہ واجب نہیں کیا گیا بلکہ نجس ہونے کے باوجود اس کا تھوڑا حصہ معاف کر دیا گیا ہے۔ اس تقریر سے ترجمہ کے تینوں اجزاء میں سے کوئی جزء بھی فوت نہ ہوگا۔ باقی شراح حضرات اثبات ترجمہ میں پریشان ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے دوسرے جزء کو قیاس سے ثابت کر کے بہت اچھا کارنامہ انجام دیا۔ نیز ! امام بخاریؒ نے اس باب میں منی کی روایات ذکر کی ہیں۔ اور آنے والے باب میں اکسال کی روایات لائے ہیں جس میں منی نہیں ہوتی۔ اس میں صرف فرج کی رطوبت ہوتی ہے۔ جس کا حکم کتاب الغسل کی آخری حدیث عثمان میں بیان کیا ہے۔ اس صورت میں مؤلفؒ پر تکرار ترجمہ کا اشکال بھی وارد نہیں ہوگا۔

قوله وان بقع الماء فی ثوبه الخ بقع الماء سے مراد اس جگہ بقیہ منی ہے کیونکہ اس سے خشک منی کے رگڑ دینے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ اور اس پر بعد کا ترجمہ باب اذاغسل الجنابة او غیرها فلم یذهب اثره کی ضمیر منی کی طرف راجع ہے۔ بقع جمع بقعة کی ہے جس میں دو معنی کا احتمال ہے۔ ایک تو اس پانی کی تری جس سے کپڑا دھویا گیا ہے۔ دوسرے اثر جنابۃ جس کو پانی سے دھویا گیا ہے۔ اس صورت میں ضمیر اثر الجنابة کی طرف راجع ہوگی۔ اثر الماء کی طرف راجع نہیں ہوگی۔ کیونکہ دوسری روایت میں ہے کانت تغسل المنی سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے۔

باب ابوال الابل صفحہ ۳۶/۲۴

امام بخاریؒ کی تبویب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا میلان اونٹوں کے پیشاب کی طہارت کی طرف ہے جو امام مالکؒ کے مسلک کے تو موافق ہے لیکن احنافؒ اور شوافعؒ اور جمہور علماء کے خلاف ہے۔ نیز ! امام بخاریؒ نے لفظ الدواب کے اضافہ سے اہل ظاہر کے مذہب کی موافقت کی ہے۔ جو تمام حیوانات کے پیشاب کو اونٹوں کے پیشاب پر قیاس کر کے ان کی طہارت کا حکم لگاتے ہیں۔ اس لئے وصلی ابو موسی کہہ کر تمام حیوانات کے گوبر اور ان کے پیشاب کی طرف اشارہ کیا ہے احنافؒ اور شوافعؒ سب حیوانات کے گوبر کو نجس کہتے ہیں امام مالکؒ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے گوبر ان کے پیشاب پر قیاس کرتے ہوئے طہارت کا قول کرتے ہیں۔

قوله والسرقین الی جُنبِه صفحہ ۳۶/۲۵ دار البرید میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ امیر کوفہ کے گندگی کے قریب نماز پڑھنے سے امام بخاریؒ نے جانوروں کے گوبر اور پیشاب کے پاک ہونے پر اس طرح استدلال کیا کہ اگر یہ جگہ ناپاک ہوتی تو حضرت ابو موسیٰؓ

نماز نہ پڑھتے۔ امام بخاریؒ کے اس استدلال پر یہ اشکال تھا۔ اثر ابو موسیٰؓ سے گوبر کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے پیشاب کی پاکی کیسے ثابت ہوگی شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دیتے ہیں اور امام بخاریؒ کے استدلال کو پختہ کر رہے ہیں کہ ناممکن ہے کہ ایسی جگہ پر پیشاب نہ ہو۔ کیونکہ جانور جب پیشاب کرتا ہے تو اس کے چھینٹے اس جگہ اور اس کے کناروں میں پھیل جاتے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ اس کا کچھ حصہ حضرت ابو موسیٰؓ کے قدموں کے نیچے ہوگا لہذا پیشاب اور گوبر دونوں کا پاک ہونا ثابت ہوا۔ جواب یہ ہے کہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے۔ ان کا نماز پڑھنا اور کسی چیز پر نہیں تھا جائز ہے۔ کہ انہوں نے کسی پاک چیز پر نماز پڑھی ہو اس سے اھمنا وثم کا برابر ہونا صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ گوبر کی نجاستہ پر سب کا اتفاق ہے۔ تو یقیناً اس جگہ کوئی کپڑا بچھا کر نماز پڑھی ہوگی۔ لیکن یہ سبقت قلم ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کے نزدیک حیوانات کا گوبر اور پیشاب دونوں پاک ہیں۔ دراصل اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے ایسی جگہ نماز پڑھی جس کے قریب گندگی تھی۔ جس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا کہ آپ دروازے کے پاس نماز پڑھ لیتے اس جگہ نہ پڑھتے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے قصہ عرنیین کو اس لئے پیش نہیں کیا کہ وہ کوکب۔ ی میں اس پر بحث کر چکے ہیں۔

قوله فی مرابض الغنم صفحہ ۵/۳۷ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے مخالفین کا مدعی اس وقت ثابت ہوتا جب آپؐ نے بغیر حائل کے اس جگہ نماز پڑھی ہوتی۔ ممکن ہے جائے نماز بچھا کر نماز پڑھی ہو نیز! ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ زمین گندگی کے بعد سوکھ جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اور عقل بھی اس کو قبول نہیں کرتی کہ جناب نبی اکرم ﷺ جیسا لطیف مزاج انسان ایسی جگہ نماز پڑھے جو جانوروں کے پیشاب سے تربتر ہو۔ نیز ! آپ لوگ جو چھینٹوں کے پھیل جانے کا استدلال کرتے ہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ زمین کی بنسبت چھینٹے جلدی خشک ہو جاتے ہیں۔ پہلی روایت یعنی اثر ابو موسیٰؓ میں بھی یہی جواب چل سکتا ہے۔

قوله مایقع عن النجا سات فی السمن الماء صفحہ ۵/۳۷ امام بخاریؒ کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مسلک بھی امام مالکؒ کے مسلک پر ہے۔ کہ اگر پانی میں نجاست گر پڑے اس وقت تک پانی نجس نہیں ہوگا جب تک اس کی تین اوصاف میں سے کسی ایک میں تبدیلی نہ آئے۔ وہ رنگ بو اور ذائقہ ہیں۔ خواہ پانی تھوڑا ہو یا بہت ہو۔ اس بارے میں امام بخاریؒ ایک اثر لائے ہیں اور حدیث بیان کی ہے۔ یہ مسئلہ مشہور اختلافی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس کی تفصیل کو کب دری میں بیان کر دی ہے۔ ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نجاستہ غالب ہے تو پانی نجس ہوگا ورنہ نہیں۔ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ جب تک تین اوصاف میں سے کسی وصف میں تغیر نہ ہو پانی وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ قلتین کا اعتبار کرتے ہیں قلتین سے کم نجس ہوگا زیادہ نجس نہ ہوگا۔ پھر قلتین کی مقدار میں اختلاف ہے۔ احنافؒ کا اصلی مسلک رائے المبتلی به کا اعتبار ہے۔ وہ در دہ اس کی ایک صورت ہے۔ امام زہریؒ کا کلام امام مالکؒ کے مسلک پر ظاہر الدلالت ہے۔ حضرت حمادؒ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے استاد ہیں ان کا ارشاد ہے کہ لا بأس بریش المیتة الخ تو ان کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ کسی پرندے کا پر یا مردہ جانور کی ہڈی جب پانی میں گر جائے تو جب تک پانی میں تغیر نہ آئے پانی نجس نہیں ہوگا اور اسی طرح امام زہریؒ نے ہاتھی دانت کے بارے میں فرمایا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ محض کسی نجاست کا پانی سے مل جانا یہ نجاست کا

موجب نہیں جب تک اس کا غلبہ نہ ہو۔

امام بخاریؒ کے استدلات کا خلاصہ یہ ہے کہ گھی اور پانی کا ایک حکم ہے ۔ اگر گھی میں چوہا گر کر مر جائے تو گھی نجس نہیں ہو گا کیونکہ گھی کی کسی وصف میں تغیر نہیں آیا۔ مردہ پرندے کا پر جو نجس ہے بقول حمادؒ اس کے گرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا کیونکہ تغیر نہیں آیا ہاتھی دانت کی ہڈی نجس ہے جب تیل اس سے مل گیا تو وہ نجس ہوتا لیکن علماء اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ نجاستہ کا دارومدار تین اوصاف میں سے کسی ایک کے تغیر پر موقوف ہے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ امام زہریؒ کا پہلا کلام ماکثیر میں ہے۔ مطلقاً ماء کے بارے میں نہیں اس طرح حضرت حمادؒ کے کلام میں جو مردار کے پر کا ذکر ہے جب پر کے اوپر کی نجاست خشک ہو جائے تو وہ نجس نہیں۔ اس لئے کہ وہ ہڈی ہے۔ اسی طرح ہاتھی کا دانت ایک ہڈی ہے۔ ہڈی پاک ہے۔ اور یہی بال کا حکم ہے۔ تو اسی طرح امام زہریؒ کا تیسرا کلام اس سے بھی دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ نیز !ان حضرات کے کلام کا اس لئے اعتبار نہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مخالف ہے۔ اور روایات جو امام بخاریؒ باب کے تحت لائے ہیں ان کی مؤلفؒ کے مقصد پر دلالت ظاہر ہے۔ کیونکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ گھی نجس اس لئے نہیں ہوا کہ اس میں چوہے کے گرنے سے کسی وصف میں تغیر نہیں آیا۔ اسی طرح امت کا کستوری کے پاک ہونے پر اتفاق ہے۔ حالانکہ وہ دراصل خون ہے۔ تو معلوم ہوا کہ طہارت سے نجاست کی طرف تغیر یا نجاست سے طہارت کی طرف تغیر تغیر ذات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اوصاف کے تغیر سے حکم متغیر ہوتا ہے۔ تو جب تک کسی وصف میں نجاست کے گرنے سے تغیر نہیں آئے گا طہارت سے نجاست کی طرف حکم متغیر نہیں ہوگا۔ ان سب کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ پانی کی نجاست کا حکم دیتے ہیں۔ اگرچہ اوصاف میں سے کسی میں تغیر نہ آئے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں تغیر صرف ان اوصاف میں منحصر نہیں ہے جن کا آپ لوگوں نے ذکر کیا بلکہ تغیر کبھی ایسی چیز کی وجہ سے بھی آجاتا ہے جن کا ادراک حواس خمسہ نہیں کرسکتے۔ بلکہ شارع علیہ السلام کے بتلانے سے اس کا علم ہوا پھر اس تحدید شارع میں دونوں مذاہب مختلف ہیں۔ شوافعؒ کے نزدیک قلتین کے بعد تغیر آتا ہے۔ احنافؒ کے نزدیک رائے منبلی به سے اس کی تعیین ہوتی ہے۔ بہر حال اس سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ پانی تھوڑا ہو یا بہت اس میں نجاست کے وقوع سے مطلق تغیر مراد نہیں بلکہ اس کی تحدید ہے۔ کہ پانی وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوگا۔ ماء قلیل نجس ہو جائے گا۔

باب اذاالقی علی ظهر المصلی قذر اوجیفة لم تفسد علیه صلوته صفحہ ۱۷/۳۷

جب نمازی کی پیٹھ پر کوئی گندگی یا مردار ڈال دیا جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ حدیث باب کی دلالت ترجمہ پر غیر واضح ہے اس لئے کہ شاید آپؐ نے نماز لوٹائی ہو۔ اس مقام پر اس لئے نہیں لوٹائی کہ وہاں شیاطین سرکش قریش کا اجتماع تھا۔ رہے آثار کہ ابن عمرؓ نے اپنے کپڑے پر خون دیکھا اور برابر نماز پڑھتے رہے ممکن ہے کہ وہ خون قدر درہم سے کم ہو تو استدلال تام نہ ہوا اور اسی طرح ابن المنیب اور شعبیؒ کے آثار ہیں کہ وہ خون اور جنابت کے علم ہو جانے کے بعد بھی نماز پڑھتے رہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ

اتنی مقدار ہو جو قابل معافی ہے تب بھی استدلال تام نہ ہوا۔ کیونکہ علماء احنافؒ کے نزدیک جو شخص نماز میں کسی نجاست پر مطلع ہو اور وہ مقدار درہم سے کم ہے تو اس کی نماز جائز ہے۔ البتہ حالت نماز میں تیمم والے نے پانی دیکھ لیا تو ہمارے اور ان دونوں حضرات کے درمیان اتفاق ہے کہ تیمم کی صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز میں معلوم ہوا کہ استقبال قبلہ نہیں ہوا تو نماز ہی میں صحیح سمت کی طرف پھر گھوم جانا چاہئیے۔ یہی احنافؒ اور شوافعؒ کا قول ہے۔ یاد رہے کہ امام بخاریؒ کے اس طرز سے یہ واضح ہوتا ہے کہ منی ان کے نزدیک نجس ہے۔ ورنہ اس باب میں لانا صحیح نہ ہوتا۔ قطب گنگوہیؒ نے جو آثار کی توجیہات بیان فرمائی ہیں مسلک حنفیہؒ کے مطابق ہیں۔ اور امام بخاریؒ کا استدلال تب مکمل ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ مقدار معاف نہ ہو۔ اور دوران صلوٰۃ ان کا علم ہو جائے۔

قوله بسلا جزور بني فلان صفحہ ۲۶/۳۷ جناب نبی اکرم ﷺ نماز میں تھے کہ اشقی القوم نے وہ جھلی جس میں بچہ ہوتا ہے۔ خون پیشاب اور گوبر سمیت آپؐ کی پیٹھ پر رکھ دیا جس کا آپؐ کو علم نہ ہو سکا کہ کوئی پاک چیز رکھی ہے یا نجس ہے۔ ممکن ہے وہ چیزیں رکھتے وقت سوکھ چکی ہوں۔ رہ گئی اوجھر کی نجاست۔ سجدے کی حالت میں آپؐ کی پیٹھ پر رکھی ہوئی چیز کا علم نہ ہو سکا۔ وہ جھلی جس میں بچہ ہوتا ہے وہ ایک قسم کا پٹھہ ہے جو فی ذاتہ نجس ہے۔ محض اس کی طرف نظر کرتے ہوئے تو آپؐ کی نماز فاسد نہیں ہو سکتی۔ باقی اشیاء کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپؐ نے نماز جاری رکھی۔ علم ہو جانے کے بعد نماز کا اعادہ کر لیا ہو روای نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نماز کو لوٹانے کی تصریح پائی نہیں جاتی۔

قوله وانا انظر لا اغني شيئا صفحہ ۲۷/۳۷ حضرت ابن مسعودؓ قبیلہ ہذیل میں سے تھے جو قریش کا حلیف تھا باقی اشقیا قریش میں سے تھے۔ نہ تو میں اکیلے ان کا مقابلہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اپنی قوم کے ساتھ مل کر ان سے مقاتلہ کر سکتا تھا۔ ہاں حضرت فاطمہؓ قریش میں سے تھیں جن کو وہ کچھ زک نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اگر انہیں کوئی گزند پہنچتی تو دونوں گروہوں میں لڑائی چھڑ جاتی۔

قوله اذا دعا عليهم صفحہ ۲/۳۸ قریش کو علم تھا کہ جناب محمد ﷺ کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ بالخصوص مکہ معظمہ میں وكانوا يرون سے یہ بتلانا ہے کہ ان کا مقصود حصر کو ایک شق میں بند کرنا نہیں تھا۔ بلکہ ان کا اعتقاد تھا کہ آنحضرت ﷺ کی دعا بھی مقبول ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں جو دعا مانگی جائے وہ بھی مقبول ہوتی ہے۔

قوله دلك بها وجهه صفحہ ۷/۳۸ تھوک کو صحابی نے اپنے چہرہ پر مل لیا جس سے معلوم ہوا کہ تھوک پاک ہے کیونکہ نجس کا استعمال ناجائز ہوتا ہے اور ما تنخم سے دوسری حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا معاملہ حدیبیہ میں پیش آیا۔ اس سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ اگر تھوک اور رینٹ پانی میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوگا اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

باب لا يجوز الوضوء بالنبيذ ولا بالمسكر صفحہ ۷/۳۸

امام بخاریؒ نبیذ کو مسکر کے مقابلہ میں لائے ہیں۔ جس سے واضح کرنا ہے کہ نبیذ سے وہ نوع مراد ہے جو نشے کی حد تک نہ پہنچی ہو نبیذ جو حد سکر کو پہنچ جائے اس سے بالاتفاق وضو جائز نہیں ہے۔ تیسرا قسم کھجور یا کشمش کو پانی میں ڈالا جائے اس میں نہ مٹھاس آجائے اور نہ ہی رقت دور ہو یعنی پتلا پن باقی ہو اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔ اختلاف دوسرے قسم میں ہے جس میں مٹھاس تو آجائے لیکن اس کا پتلا پن زائل نہ ہو۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اس سے وضو کو جائز فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ ماء مطلق نہیں رہا۔ امام اعظمؒ صاحب آیت سے اس کی تخصیص اس لئے کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی لیلتہ الجن والی روایت اس بارے میں آچکی ہے۔ تو اس خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص نہیں ہوگی۔ بلکہ آیت میں ماء طھور اواقعہ ہوا۔ اس حدیث نے اس کی تفسیر کر دی۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اس مسئلہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جو نبیذ حد سکر کو پہنچ جائے اس سے بالاتفاق وضو کرنا ناجائز ہے۔ دوسری قسم کے جواز میں ائمہ ثلاثہ احنافؒ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایک چوتھی قسم ہے جس میں خود احنافؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ احنافؒ کے خلاف کوئی روایت نہیں لائے تابعین کے آثار ذکر فرمائے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ ابو العالیہؒ وغیرہ تابعین ہیں۔ جن کا اتباع امام اعظمؒ پر لازم نہیں ہے کیونکہ وہ بھی تو ان کی طرح تابعی ہیں هم رجال ونحن رجال ترجمہ وہ بھی آدمی ہیں ہم بھی آدمی ہیں۔

حدیث باب ترجمہ کے ایک جزء پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ کہ مسکر سے وضو کرنا حرام ہے۔ رہ گیا نبیذ اس سے وضو کرنا اگر حد سکر تک پہنچ گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے وضو کرنا ناجائز ہے۔ اگر حد سکر تک نہیں پہنچا تو اس میں ایک قسم کا خفاء ہے یہی وجہ ہے کہ شراحؒ کو مطابقہ حدیث بالترجمہ میں اشکال پیش آیا کہ حدیث جو ثابت ہے وہ یہ کہ مسکر کا پینا حلال نہیں اور نہ ہی اس سے وضو جائز ہے۔ اور جو نبیذ مسکر نہیں وہ باقی رہ گیا۔ شاید امام بخاریؒ کی اس جگہ مسکر لفظ لانے سے اور باب میں اس روایت کے لانے سے جو مسکر کا حکم بیان کرنے والی ہے۔ نبیذ کے دو معنی میں سے ایک کی تعیین کرنا ہو پھر تو احنافؒ کے موافق ہے۔ کہ جس نبیذ میں نشہ آجائے وہ جوش مارنے لگے اور جھاگ پھینکے اس سے وضوٗ کرنا حرام ہے۔ اور جو ایسا نہیں اس سے وضوٗ جائز ہے۔ تو امام بخاریؒ احنافؒ کے موافق ہو گئے۔

باب غسل المرأة اباها الدم صفحہ ۱۱/۳۸

عورت کا اپنے باپ سے خون کو دھونا۔ بظاہر اس ترجمہ کے انعقاد سے امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اگر مس مرأۃ یعنی عورت کو ہاتھ لگانا ناقض وضو ہوتا تو نہ حضرت فاطمہؓ اپنے باپ کو ہاتھ لگاتیں اور نہ آپؐ اسے ہاتھ لگاتے۔ معلوم ہوا کہ دونوں جائز ہیں اور اس حدیث فاطمہؓ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مس مرأۃ ناقض ہے تو اس چھونے سے مس مرأۃ کی حرمت لازم نہیں آتی اور نہ ہی اس کی کراہتہ لازم آتی ہے اور ممکن ہے اس باب سے امام شافعیؒ پر تعریض کرنا ہو جو فرماتے ہیں کہ مس مرأۃ سے طہارت چلی جاتی ہے وہ اس طرح کہ حضرت فاطمہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا زخم دھویا اور یہ ثابت نہیں ہے کہ آپؐ نے دوبارہ وضو کیا ہو۔ نیز! اگر مس مرأۃ ناقض ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ کو ان کے مس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے ایسے بہت سے لوگ موجود تھے جن کے مس کرنے سے وہ انتقاض وضوء لازم نہیں آتا جو عورت کے مس کرنے سے لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمیشہ

وضو کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے جو محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ شوافع ؒ پر ہمارا الزام ہے۔ ورنہ ہمارے احناف ؒ کے نزدیک تو خون بہنے سے آنحضرت ﷺ کی طہارت زائل ہوگئی۔ اور حضرت ابو العالیہ ؒ کے اثر کو بھی انہیں دو وجہوں پر حمل کیا جاسکتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ابو العالیہ ؒ کی روایت میں اِمْسَحُوْا کا امر ہے جو صیغہ عموم کے ساتھ ہے کسی کی تخصیص نہیں۔ تو یہ امر عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے اگر مس مرأۃ ناقض ہوتا یا ممنوع ہوتا تو آپ عورتوں کو روک دیتے معلوم ہوا کہ مس مرأۃ ناقض وضوء نہیں ہے۔ اسی طرح مس ذکر بھی ناقض نہیں بنابریں امام بخاری ؒ نے ان کا ترجمہ نہیں باندھا اس اثر کی باب سے مناسبت ظاہر ہے کہ ازالۂ نجاست دوسرے کے ہاتھ سے جائز ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

کِتَابُ الْغُسْلِ

آیت کریمہ میں فَاطَّهَّرُوْا کا صیغہ مبالغہ کا ہے جس کا مصداق غسل ہی ہو سکتا ہے۔

قولہ دخلت انا اخو عائشۃ ؓ الخ صفحہ ۳۹/۱۲ شاید ابو سلمہ ان دنوں چھوٹے ہوں اس لئے حضرت عائشہ ؓ کے پاس حاضر ہوئے یا ان کے رضاعی بھائی ہیں تب بھی داخل ہونا جائز ہوا۔ **بیننا و بینھا حجاب** حجاب سے بالکل ساتر مراد نہیں ہے۔ ورنہ ان کی موجودگی میں غسل کرنا کیسے ثابت ہوگا۔ بلکہ حجاب سے نگ کی مقدار کو چھپانے والا حصہ مراد ہے۔ گویا کہ انہوں نے حضرت عائشہ ؓ کا وہ حصہ دیکھا جس کو محرم دیکھ سکتا ہے۔ جیسے سر وغیرہ بدن کا وہ اوپر کا حصہ جس کو محرم دیکھ سکتا ہے۔ اور بدن کا نچلا حصہ جس کی طرف محرم کو بھی دیکھنا ناجائز ہے وہ حصہ انہوں نے چھپار کھا تھا حضرت عائشہ ؓ کا یہ فعل دلیل ہے کہ تعلیم فعلی مستحب ہے۔ ان حضرات کا سوال کیفیت اور کمیت سے تھا کیفیت تو پانی بہانے سے بتلائی اور ایک صاع پانی پر اکتفاء کر کے کمیت بتلائی۔

قولہ الصحیح مارواہ ابو نعیم صفحہ ۳۹/۱۱ مقصد یہ ہے کہ ابن عباس ؓ کی ایسے امور میں اکثر روایات ان کی

حضرت میمونہؓ سے ہوا کرتی ہیں۔ بعض نے اس مقام پر حضرت عائشہؓ کے نام کا اضافہ کیا ہے جو صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ بہت سے صحابہ کرام اور حضرت میمونہؓ کے علاوہ باقی ازواج مطہرات سے بھی روایت کرتے ہیں۔ شاید یہ روایت حضرت میمونہؓ کے علاوہ کسی اور بی بی سے مروی ہو۔ بہر حال اس صورت میں حدیث مسانید میمونہؓ سے ہوگی۔ اور پہلی صورت میں مسانید ابن عباسؓ میں سے ہے۔

قولہ یعرض بالحسن صفحہ ۲۱/۳۹ یہ مقولہ ابو جعفر کا ہے۔ اور یعرض کا فاعل جابرؓ ہے۔ ابو جعفر سے امام باقر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب مراد ہے۔ اور حسن سے حسن بن محمد بن الحنیفہ مراد ہے۔ بہر حال حسن بن محمدؒ دونوں مسئلوں میں حضرت جابرؓ سے جھگڑا کرنے والے ہیں۔

باب من بدء بالحلاب والطیب قبل الغسل صفحہ ۲۶/۳۹

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ غسل سے پہلے خوشبو کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ جناب نبی اکرم ﷺ سے غسل سے پہلے خوشبو کا استعمال ثابت ہے۔ یہ اس لئے کرتے تھے تاکہ خوشبو کا اثر سارے جسم کے اطراف میں پھیل جائے۔ ترجمہ کا حاصل یہ ہوا۔ **ان ھذا باب یذکر فیہ جواز الابتداء بالحلاب من غیر ان یتقدمہ طیب** گویا کہ خوشبو سے غسل کی ابتداء کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ جب روایت میں ابتداء بالحلاب کا ذکر آگیا تو اس سے معلوم ہوا کہ خوشبو کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ ابتداء غسل میں خوشبو کا استعمال کرنا واجب نہیں ہے۔ اگرچہ اس روایت کے علاوہ دوسری روایت میں وارد ہونے کی وجہ سے ابتداء بالطیب جائز ہے خوب غور کرو یہ مسئلہ معرکۃ الآراء ہے۔ مشائخ اور شراح امام بخاریؒ کی مراد بیان کرنے میں بڑی مشکل میں ہیں۔ بعض حضرات نے حلاب دودھ دوہنے والا برتن کی بجائے ایک قسم کی خوشبو مراد لی ہے۔ اور بعض نے اور معنی مراد لئے ہیں۔ فیض الباری میں ہے کہ حلاب سے دودھ والا برتن مراد ہے۔ جس میں دودھ کی چکناہٹ باقی رہ گئی ہو۔ تو امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر برتن میں دودھ کی بو اور رنگ رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح خوشبو کا اثر بعد از غسل رہ جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

باب المضمضۃ والاستنشاق صفحہ ۱/۴۰

کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا دونوں حدیث سے ثابت ہیں۔ بعض ان کے وجوب کے قائل ہیں جیسے احنافؒ اور بعض اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں جیسے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ وضو اور غسل دونوں میں سنت کہتے ہیں۔ احنافؒ وضو میں سنت اور غسل میں واجب کہتے ہیں۔

باب المسح بالتراب صفحہ ۶/۴۰

علماء احنافؒ کے نزدیک مخرج کی طہارت اور ہاتھ کی طہارت کے بارے میں اختلاف ہے۔ جب کہ جرم نجاسۃ زائل ہو جانے کے بعد

ہاتھ میں کچھ بدبو رہ جائے تو بعض نے کہا ہاتھ پاک ہے۔ اور بعض نے کہا جب تک نجاست کا اثر زائل نہ ہو ہاتھ ناپاک رہے گا۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ زمین پر ہاتھ کا ملنا تطہیر کیلئے نہیں بلکہ تنظیف کے لئے ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اسی طرح اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں۔ **هذ االدلك للمبالغة فی التنظيف**

باب هل يدخل الجنب يَدَهٗ فی الاناء قبل ان يغسلها صفحہ ۴۰/۸

کیا جنبی آدمی ہاتھ کو دھونے سے پہلے اسے برتن میں ڈال سکتا ہے۔ امام بخاریؒ کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے۔ اگرچہ اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ ان کو دھولے۔ روایات اور آثار دونوں امور کے جواز پر دلالت کرتے ہیں جس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے۔ اس سے غرض ماء مستعمل کی طہارت اور طہوریت کو ثابت کرنا ہے۔ لیکن اس سے پہلے معلوم ہو جائے ماء مستعمل اس وقت بنتا ہے جب پانی کسی عبادت کے لئے استعمال کیا جائے۔ یا حدث کے ازالہ کے لئے استعمال ہو۔ جمہور کے نزدیک ابھی اس کا تحقق نہیں ہوا اور امام بخاریؒ کے استدلال کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ اس پانی کے درمیان فرق نہیں کرتے جو ازالۂ حدث کے لئے استعمال ہوا ہو یا اس کے بغیر کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہو۔ اور نہ ہی طاہر اور طہور کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ دراصل امام بخاریؒ ہاتھ کو دھونے سے پہلے برتن میں داخل کرنے کے جواز کو بیان کر کے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جن کے نزدیک ہاتھ داخل کرنے سے باقی پانی نجس ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں جو تَخْتَلِفُ اَيْدِيْنَا کے الفاظ ہیں اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ہم ہاتھوں کو پہلے دھوتے تھے یا نہیں دھوتے تھے۔ اسی طرح ابوالولید کی تیسری اور چوتھی روایت جس میں ہے کہ ہم ایک ہی برتن سے غسل جنابۃ کرتے تھے۔ اس میں بھی ہاتھوں کو پہلے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ان کے درمیان جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے ہاتھ کو پہلے دھونا مستحب ہے۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں ادنیٰ غور و فکر سے مخالفت کے دلائل کے جوابات حاصل ہو جاتے ہیں۔ مؤلفؒ کے استدلال میں غور کرنے سے بھی جواب مل جاتا ہے کہ دونوں امر جائز ہیں۔

باب من افرغ بيمينه علی شماله صفحہ ۴۰/۱۸

اس ترجمہ سے امام بخاریؒ اس مشہور بات کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ غسل سے پہلے استنجاء کرتے وقت دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا یہ عورتوں کا شیوہ ہے۔ روایت باب اگرچہ اس کے جواز پر دال ہے کہ جب شرمگاہ کو دھونے کا ارادہ کرے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔ تو یہاں مطلق مقید کے ضمن میں ثابت ہوا۔ بہر حال اگرچہ شرمگاہ دھونے کا ارادہ نہ بھی ہو پھر بھی اس سے اس فعل کا جواز واضح ہوا تو مقید سے مطلق کو ثابت کیا گیا۔ دراصل امام بخاریؒ نے ایک باریک مسئلہ پر تنبیہ فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ غسل فرج میں دو حکم ہیں ایک پانی ڈالنے کا دوسرا اعضاء کو دھونے کا اور یہ معلوم ہے کہ افعال شریفہ دائیں ہاتھ کے ساتھ شروع کئے جاتے ہیں تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی کہ پانی کا ڈالنا اعضاء کو ملنے سے اشرف ہے۔ لہذا **اصب الماء** دائیں ہاتھ کا وظیفہ ہوگا۔ اور **دلك الاعضاء** بائیں کا فریضہ ہوا

نیز! ترجمہ سے صب الماء بالیمین علی الیسری کی ترجیح پر تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا افضل ہے

باب تفریق الغسل والوضوء صفحہ ۲۳/۴۰

بعض حضرات جیسے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وضوء اور غسل میں تسلسل مستحب ہے۔ امام احمدؒ اس کے وجوب کے قائل ہیں ان میں تفریق نہ ہونی چاہیئے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تفریق جائز ہے۔ تسلسل ضروری نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے ان حضرات پر رد کیا جو موالات اور تسلسل کی فرضیت کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کے فعل سے ثابت کیا کہ ارکان غسل میں باہمی تفریق جائز ہے۔

قوله ثم تنحی من مقامه صفحہ ۲۶/۴۰ شاید کوئی مٹی و کیچڑ لگ گیا ہو اس کے ازالہ کے لئے دوسری مرتبہ پانی طلب کیا یا اور کوئی امور انجام دیئے۔ حالانکہ تھوڑی سی تفریق وجوب موالاۃ کے منافی نہیں ہے۔ پس اگر موالاۃ واجب ہوتی تو اس مکان سے الگ ہونے سے پہلے اپنے دونوں پاؤں کو دھو لیتے۔ پھر اگر چاہتے تو کیچڑ وغیرہ کے دور کرنے کے لےء دوسری مرتبہ انہیں دھو لیتے۔ اگر چاہتے تو گارے کو دور کرنے کے لئے پاؤں کو کسی چیز کے ساتھ مل دینے پر کفایت کرتے۔ بہر حال تم تنحی میں لفظ ثم بھی تراخی پر دال ہے۔ اور یہ لفظ وضوء اور غسل دونوں میں موجود ہے۔ لہذا دو اجزاء ترجمہ ثابت ہوئے۔ تو جب وضوء میں تفریق کا جواز ثابت ہوا تو غسل میں بطریق اولیٰ ثابت ہو گا۔

قوله کا فی انظر الی وبیض صفحہ ۱۱/۴۰ پہلی روایت میں اسکی تصریح نہیں تھی۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ اسلئے زائد کئے تاکہ بیان ہو جائے کہ خوشبو خشبو والی تھی۔

قوله کنت أغتسلُ انا الخ صفحہ ۱۳/۴۱ حضرت عائشہؓ اس قول سے ظاہر کرنا چاہتی ہیں کہ وہ اس قصہ کو خوب جانتی ہیں کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس موجود تھیں۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ایک اختلافی مشہور مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک غسل جنابت اور غسل حیض دونوں برابر ہیں۔ بخلاف امام احمدؒ کے ان کے نزدیک غسل حیض میں مینڈھیوں کا کھولنا واجب ہے غسل جنابۃ میں واجب نہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حنفیہؒ پر رد کرنا ہو۔ کہ وہ غسل کے وقت مرد کے لئے بال کھولنا ضروری قرار دیتے ہیں عورتوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ حالانکہ ابو داؤد کی روایت احنافؒ کیلئے نص صریح ہے۔

باب اذا ذکر فی المسجد انه جنب صفحہ ۴۵/۴۱

یعنی جب کسی کو مسجد میں داخل ہونے کے بعد یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو آیا اسے تیمم کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ تو شاید امام بخاریؒ کی مراد

اس ترجمہ سے یہ ثابت کرنا ہو کہ اگرچہ مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم کر لینا مستحب ہے جیسا کہ احنافؒ کے ہاں مشہور ہے لیکن واجب نہیں ہے کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم نہیں کیا اگر اس ترجمہ سے احنافؒ پر رد کرنا مقصود ہو جو اسے مستحب کہتے ہیں تو یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حدیث سے جناب نبی اکرم ﷺ اور حضرت علیؓ کے لئے تو جنبی حالت میں مسجد سے نکلنا گذرنا اور داخل ہونا ایک حدیث سے جائز ثابت ہوتا ہے۔ ترمذی میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **لا یحل لاحد ان یطرق ھذا المسجد جنبا غیری وغیرك** ترجمہ۔ یعنی میرے اور تیرے سوا اور کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں اس مسجد کو راستہ بنائے۔ تو جو لوگ ان حضرات کے مرتبہ کے نہیں ان کو ان دو پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

باب من اغتسل عریانا وحدہ صفحہ ۱/۴۲

جو شخص اکیلے ہو کر ننگا نہائے ۔اس ترجمہ سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ اکیلے آدمی کے لئے بھی پردہ کرنا عند الغسل افضل ہے جب کہ اس پر دلیل دال ہے۔ کہ ان اللّٰہَ حَیٌّ سِتِّیْرٌ اللہ تعالیٰ حیاء دار اور پردہ پوش یا پردہ پسند ہیں۔ اور تستر یعنی پردہ اس وقت افضل ہے جب کہ کسی کے جھانکنے کا خطرہ ہو۔ اگر اس سے بے خوفی ہو جیسا کہ غسل خانہ میں تو پھر پردہ نہ کرنا جائز ہے تو یہ حکم اس حکم کے خلاف نہیں ہوگا جو ہمارے علماء کے درمیان مشہور ہے۔ ہمارے مشائخ میں اختلاف ہے کہ آیا جناب نبی اکرم ﷺ نے چادر باندھ کر غسل کیا ہے یا نہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ آنحضرت ﷺ بغیر ساتر کے غسل نہیں کرتے تھے۔

قولہ ثوبی یا حجر صفحہ ۵/۴۲ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر نے حیوانات کے کام شروع کر دیئے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا۔ اور بنی اسرائیل کی ایک مجلس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ایسی زندگی رکھ دی ہے جو حیوانات اور جمادات سے بڑھ کر ہے تو اس کو خطاب کرنا پکارنا صحیح ہوا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی مار کے نشانات اس کے جسم میں پڑ گئے۔

ومن ھذہ صفحہ ۱۲/۴۲ شاید ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہانا شروع نہ کیا۔ اور اپنے کپڑے پورے طور پر نہ اتارے ہوں۔ یا غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہن لئے اس لئے گفتگو شروع کر دی۔

قولہ یحتجم الجنب ویقلم الخ صفحہ ۲۲/۴۲ یعنی آدمی پچھنے لگوا سکتا ہے اور ناخن کاٹ سکتا ہے۔ اس باب سے امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جنبی آدمی پر جلدی غسل کرنا واجب نہیں ہے۔ حضرت عطاءؒ کے قول کے مطابق ان امور میں اس کا مشغول ہونا جائز ہے۔ جب غسل میں تاخیر کرنا جائز ہوا تو بازار وغیرہ کی طرف جانا بھی جائز ہوا۔ کیونکہ پھر بازار وغیرہ حکم میں برابر ہیں۔ اس لئے کہ ایک کے جواز ثابت کرنے سے دوسرے کا جواز ثابت ہو جائے گا۔ یا یوں کہا جائے کہ جب مطلق ثابت ہے تو اس کا جواز جس فرد میں چاہے ثابت ہو جائے گا۔ تو جواز بازار و غیر بازار ثابت ہوا۔

باب اذاالتقی الختانان صفحہ ۴۳/۵

اس پر اجماع ائمہ ہے کہ محض دو شرمگاہوں کا ملنا وجوب غسل کے لئے کافی نہیں بلکہ ایک کا دوسرے میں داخل کرنا ضروری ہے۔ تو التقاء ختانین ایلاج سے کنایہ ہوا۔ یہ مسئلہ صحابہ کرامؓ میں مشہور رہا ہے۔ ابتداء میں کچھ لوگ اس کے قائل تھے کہ جب تک منی کا انزال نہ ہو غسل واجب نہیں۔ الماء من الماء لیکن بعد میں امت کا اجماع ہو گیا کہ محض ایلاج سے ہی غسل واجب ہو جائے گا۔ انزال کبھی مخفی رہتا ہے۔ لیکن مشکل معاملہ امام بخاریؒ کا ہے۔ جو اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ ایلاج سے غسل کرنا مستحب ہے۔ دراصل امام بخاریؒ نے ترجمہ تو التقاء ختانین کا باندھا اور جو حدیث اس کے تحت لائے ہیں اس سے ایجاب غسل معلوم ہوتا ہے۔ حدیث اکسال کو اس جگہ ذکر نہیں کیا کہ جو شخص انزال سے پہلے آلۂ تناسل کو نکال لے۔ اور جب حدیث اکسال کا ذکر کیا تو اس پر ترجمہ باندھا کہ شرمگاہ کی رطوبت کو دھونا ضروری ہے۔ اور امام بخاریؒ کا الغسل احوط کہنا دونوں احادیث کے تعارض کی وجہ سے ہے۔ یعنی دین میں احتیاط برتنا ضروری ہے۔ تو یہی امام بخاریؒ کی شان کے لائق ہے تاکہ اجماع کی مخالفت لازم نہ آئے۔ تو قولہ احوط کے معنی یہ ہوں گے اس صورت میں غسل واجب کرنا احتیاط کی وجہ سے ہے جیسے نیند میں احتیاطاً وضوء واجب ہے۔

وقولہ هذا اجود واوكد صفحہ ۴۳/۷ هذا کا اشارہ وجوب کی طرف ہے اور دوسرا حکم الماء من الماء کا منسوخ ہے جو معمول بہ نہیں رہا۔ کیونکہ ائمہ حدیث کے نزدیک افعل التفضیل کا صیغہ اثر تو کید اور تشدید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ماخذ اشتقاق کی دوسرے پر زیادتی مراد نہیں ہوتی۔ پس الآخر اور مفضل علیہ بہتر اور زیادہ مؤکد نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اکسال کی صورت میں وضوء کی روایت نقل کرتے ہیں کہ اس میں یہ صراحۃ نہیں کہ ان حضرات کا مذہب یہی ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہ ان کی پہلی روایت ہو۔ اور بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا ہو۔ اور اس طرح کے احکام بہت ہیں۔ اس لئے راوی حضرات بسا اوقات احکام منسوخہ کو روایت کر دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عدم ایجاب غسل ان کا مذہب ہو۔ جب ان کو نسخ کا حکم پہنچا تو انہوں نے اپنے مذہب سے رجوع کر لیا اور اسے چھوڑ دیا تو ذلك الآخر موصوف صفت مل کر مبتدا ہوا انما بيناه اس کی خبر ہوگی یہ نہیں ذلك مبتداء اور باقی اس کی خبر ہو۔

كِتَابُ الْحَيْضِ

امام بخاریؒ نے کثرت ابواب کی وجہ سے کتاب الحیض کا ترجمہ قائم کیا اور کتاب میں استحاضہ اور نفاس کو تبعاً ذکر کیا۔

وقال بعضهم ارسل صفحہ ۴۳/۱۷ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی ابتدا حضرت حواء سے ہوئی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی عورتوں پر بطور عذاب کے بھیجا امام بخاریؒ کا یہ قول کہ قول النبی اکثر یعنی نبی اکرم ﷺ کا قول بنات آدم اور بنات اسرائیل کو شامل ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کو جمع کرنے کی ایک یہ صورت بھی ممکن ہے کہ مطلق حیض کی ابتدا تو حضرت حوا اور ان کے بعد آنے والی عورتوں سے ہوئی ہو۔ لیکن اس کی کثرت بنو اسرائیل سے ہوئی ہو۔ جیسا کہ لفظ ارسل اس پر دلالت کرتا ہے۔

قوله هذا امر كتبه الله على بنات آدم صفحہ ۴۳/۲۰ امام بخاریؒ اس روایت کو اس لئے لائے ہیں کہ بنات آدم کا کلمہ ثابت کرنا ہے بس اور کوئی مقصد نہیں۔ جس سے بتلانا ہے کہ حیض کا وجود کسی زمانہ کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ کہ ایک زمانہ میں ہو اور دوسرے میں نہ ہو جب سے بنات آدم کا وجود ہے حیض کا وجود بھی ہے۔ ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ احرام کے وقت حائضہ کو بھی نظافت کیلئے غسل کرنے کا حکم ہے۔

قوله باب غسل الحائض رأس زوجها صفحہ ۴۳/۲

ترجمہ۔ حیض والی عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے۔

امام بخاریؒ اس ترجمہ کو اس وہم کے دفع کرنے کے لئے لائے ہیں کہ اس نجاست حکمیہ کی وجہ سے حائضہ سے مصاحبۃ اور مخالطۃ حرام نہیں۔ جیسے کہ یہود کا گمان تھا۔ اور وہ ایسے کرتے تھے کہ حائضہ کو الگ ایک کوٹھڑی میں بند کر دیتے تھے اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب حرام تھا۔ اسلام میں حائضہ سے جماع کرنا حرام باقی سب جائز ہے۔ مصاحبۃ کی نسبۃ جائز ہے۔ آپ کا ارشاد لَيْسَتْ حَيْضَتُكِ فِي يَدِكِ کہ تیرے ہاتھ میں حیض نہیں ہے۔ آپ مجھے مسجد سے چٹائی اٹھا کر دے سکتی ہیں۔ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ یہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا۔

باب قرأة الرجل في حجر امرأته صفحہ ۴۳/۲۷

ترجمہ۔ آدمی اپنی حائضہ بیوی کی گود میں قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔

حضرت ابو دائلؒ اپنے خادم کو قرآن مجید کا نسخہ دے کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجتے تھے جس کو وہ غلاف سے پکڑ لیتی تھیں اس اثر سے ترجمہ کی تائید ظاہر ہے۔ کہ جب حائضہ نقش قرآن کی مقارنت کر سکتی ہے تو الفاظ قرآن کی نزدیکی اس کے لئے جائز ہوگی گویا کہ نقش اور الفاظ دونوں قابل احترام ہیں۔ جب ابو دائلؒ کے اثر سے حائضہ کے لئے نقش قرآن کی نزدیکی ثابت ہوئی تو حائضہ کی جھولی میں قرآن کا پڑھنا بھی جائز ثابت ہوا۔ اگرچہ اس میں حائضہ کو الفاظ قرآن کے ساتھ ایک قسم کی نزدیکی ثابت ہے۔ صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ

اس باب سے حائضہ کا قرآن اٹھانا جائز ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ حائض تھیں۔ ان کے کپڑے بمنزلہ علاقہ کے ہو گئے۔ اور شارع علیہ السلام بمنزلہ مصحف کے ہوئے۔ قرآن آپؐ کے سینہ میں تھا اور آپؐ اس کے حامل تھے۔ تو حضرت عائشہؓ بھی اس طرح قرآن کی حامل ہو گئیں۔ ایک اختلافی مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

باب من سمي النفاس حيضا صفحہ ۴۴/۲

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے۔ کہ حیض اور نفاس دونوں خون ہیں جو بچہ دانی سے نکلتے ہیں۔ تو اس اشتراک مطلق کی وجہ سے نفاس کا اطلاق حیض پر اور حیض کا نفاس پر جائز ہو گا۔ اس باب سے غرض اسی صفت میں اشتراک کو بتلانا ہے۔ یہ اطلاق دونوں کے جمیع احکام میں اشتراک کو مقتضی نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے احکام مختصہ ہیں البتہ احکام میں دونوں شریک ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے اطلاق مجازی میں بھی اشتراک ہے۔ کہ ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق مجازاً جائز ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قولہ حیضاً سمی کا مفعول اوّل ہو۔ والنفاس مفعول ثانی ہو۔ تو اس صورت میں روایت کی مطابقت ترجمہ کے ساتھ ظاہر ہے۔ تو پھر اس باب کی غرض اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ اشتراک اسمی کی وجہ سے کہیں احکام میں اشتراک نہ سمجھ لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ روایات میں جو نفاس کا اطلاق حیض پر آیا ہے وہ محض اشتراک اسمی ہے۔ کہ دونوں خون ہیں۔ جو بچہ دانی سے نکلتے ہیں۔ ایک ولادت بچہ کے بعد اور دوسرا ہر ماہ میں کچھ مدت کے لئے خارج ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ سب احکام میں متحد ہوں۔ ابن عابدین نے نفاس کا حیض سے سات چیزوں میں افتراق بیان کیا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اس میں کچھ خفاء ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس قول سے اس طرف اشارہ کیا کہ جب احکام میں اشتراک نہیں ہے تو اتحاد اسمی کا کیا فائدہ ہوا شیخ کاندھلویؒ کے نزدیک امام بخاریؒ نے اس سے دونوں کے احکام کے اتحاد پر استدلال کیا ہے۔ کہ جب اشتراک اسمی ہے تو اشتراک احکام بھی ہو گا۔

باب تقضي الحائض المناسك كُلَّها ترجمہ۔ حائضہ سب عبادات ادا کر سکتی ہے

اس مقصد پر روایت باب کی دلالت ظاہر ہے۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے آثار سے بھی اس ترجمہ کو ثابت کیا ہے۔ ان آثار سے قرأۃ قرآن اور ذکر کا جواز ثابت کیا ہے۔ جب ذکر جائز ہے تو سب احکام حج بجالانے جائز ہوں گے۔ کیونکہ ان سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان میں ذکر ہے۔ جب ذکر اور قرأۃ قرآن حائض کے لئے جائز ہوا تو باقی احکام حج کا بجالانا بھی جائز ہو گا۔ البتہ طواف زیارت اس کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ وہ مسجد حرام میں ہوتا ہے۔ اور عورت حائضہ کا داخلہ مسجد میں ممنوع ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ طواف حول البیت ایسے ہے جیسے نماز کا حکم ہے۔ جب نماز جائز نہیں ہے تو حائضہ کے لئے طواف بھی ممنوع ہو گا۔ یہ سب تقریر اس وقت ہے جب مؤلفؒ امام بخاریؒ کا ان آثار کے ذکر کرنے سے مقصد ترجمہ کو ثابت کرنا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان آثار کا اس مقام پر لانا اس مناسبت سے ہو کہ جب حائضہ کے روزے نماز اور حج کا ذکر ہوا تو اب بعض دوسرے احکام بھی ذکر کر دیئے۔ بہر حال دونوں تقاریر کی بنا پر

احناف" پر تھوڑا اور شوافع" پر زیادہ اعتراض ہو گا۔ کہ ابن عباس" جنبی کو قرأۃ قرآن کی اجازت دیتے ہیں۔ احناف" اس کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ رخصت مَادُوْنَ الآیۃ یعنی آیت سے کم کی قرأۃ پر محمول ہو۔ البتہ شوافع" جنبی کو کثیر اور قلیل قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے ان سے خلاف رہے گا۔ احناف" کے ساتھ خلاف نہیں رہے گا۔ روایت سے استدلال اس طرح ہوا کہ جب آنحضرت نبی اکرم ﷺ ہر وقت ذکر الٰہی کرتے تھے تو جنابت کی حالت میں بھی ذکر کرتے ہوں گے۔ کیونکہ جنابت بھی آپ کا ایک حال ہے۔ تو جنبی اور حائضہ کا حکم مختلف نہ ہو گا۔ تو حائضہ کو بھی ذکر اور اداء مناسک کی اجازت ہو گی۔ نیز ! امام بخاریؒ نے آپؐ کے خط سے استدلال اس طرح کیا کہ آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے ہرقل کی طرف اپنا والا نامہ لکھتے ہوئے آیت قرآنی تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ الخ لکھی ۔ حالانکہ آپؐ کو علم تھا کہ وہ مشرک ہے۔ اور مشرکین جنابت سے غسل نہیں کرتے یہ استدلال قوی نہیں۔ اسلئے کہ اصل انسان میں طہارت ہے اور کسی عارض کا ان عوارض میں سے پیش آجانا جو انسان کو اس کی اصل جبلت سے نکالنے والے ہوں۔ اس عارض کے طاری ہو جانے کے احتمال سے رسالۃ کے اہم امر تبلیغ کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور آیت کریمہ آپؐ کی عبادت سے مقصودی معنی پر زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔ نیز ! آیت کریمہ میں اعجاز بلاغت اور دلوں کے اندر اثر کرنا ایسے فوائد ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ احناف" کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ کافر کا وضو اور اس کا غسل کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ کوئی کافر ایسا نہیں جس نے کبھی غسل نہ کیا ہو بلکہ ان کے نزدیک تو ہر دن صبح کو غسل کرنا معروف و مشہور ہے۔

باب الاستحاضۃ صفحہ ۴۴/۲۷

یعنی اس کا کیا حکم ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس ترجمہ سے جو مصنف" کی غرض ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے کہ روایات میں مختلف احکام وارد ہوئے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ نے تو ہر حکم پر ایک مستقل ترجمہ قائم کیا ہے۔ بہر حال جمہور ائمہ کے نزدیک حیض کے ختم ہونے پر ایک مرتبہ غسل کرنا واجب ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہو۔ اور روایت جو باب میں لائے ہیں اس سے فریقین کے دلائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

باب غسل دم الحیض

اس باب کی غرض اور جو کتاب الوضوء میں گذرا ہے قطب گنگوہیؒ نے ان میں فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ چونکہ منی اور حیض میں ابتلاء عام ہے۔ منی میں تخفیف کا حکم تھا کہ غسل اور فرک دونوں جائز تھے۔ شاید حیض میں بھی یہی حال ہو تو مؤلف" حیض کو منی پر قیاس کرنے کے واہمہ کو دفع کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں سہولت نہیں دی گئی۔ کیونکہ منی میں تخفیف کا حکم خلاف قیاس تھا۔ لہذا اس کی تعدی نہیں ہو گی۔ بلکہ حیض کے خون کو دھونا ہی پڑے گا۔

باب اعتکاف المستحاضۃ صفحہ ۴۵/۴

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ استحاضہ کی حالت میں عورت کسی چیز سے نہیں رُک سکتی جن سے حالت حیض میں بچتی تھی۔ مثلاً حالت حیض میں مسجد میں اعتکاف نہیں بیٹھ سکتی استحاضہ کی حالت میں بیٹھ سکتی ہے۔ البتہ مساجد وغیرہ کو اپنے خون سے ناپاک کرنے میں احتیاط برتے یہ مسئلہ متفق علیہا ہے کسی کا اختلاف نہیں۔ امام بخاریؒ کو اس باب کے منعقد کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ بظاہر احکام مسجد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اعتکاف مستحاضہ حرام ہوگا۔ لیکن روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحاضہ کا مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے۔

قوله من كست اظفار صفحہ ۱۴/۴۵ مولانا گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ **قوله من كست اظفار** دراصل **من كست واظفار** عطف کے ساتھ تھا کیونکہ یہ دونوں خوشبو کی قسمیں ہے۔ لیکن کست کی اظفار کی طرف اضافت قلت میں تشبیہ دینے کیلئے ہے۔ ای من کست مثل اظفار کست الکٹ ہے اور اظفار رنگ ہے۔ نیز ! اظفار ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اور رنگ ہندوستان میں ایک مشہور خوشبو ہے جو ناخن کی طرح ہوتی ہے۔ عموماً دلہن کے کپڑے اس سے مہکائے جاتے ہیں۔ اسے کٹ ہندی میں بولتے ہیں فارسی میں کوشتہ اور یونانی میں قرسطوس کہتے ہیں بہر حال عبارت میں حرف عطف محذوف ہے۔ اور یہ محاورت میں جاری ساری ہے۔ اس سے مراد قسط اظفار ہے۔ الحاصل یہ دونوں خوشبو ہوں یا کوئی اور خوشبو ان کے علاوہ ہو عدت گذارنے والی عورت کے لئے اس خوشبو کا استعمال جائز ہے۔ تاکہ رائحہ کریہہ کا ازالہ ہو حالانکہ عدت گذارنے والی کو خوشبو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن روایت باب کی ترجمہ پر دلالت واضح ہے کہ جب معتدہ عورت کو اس خوشبو کے استعمال کی اجازت ہے تو غیر معتدہ کو تو بطریق اولیٰ اجازت ہوگی۔ تاکہ خون کی بدبو کو اس سے دفع کرے۔ کیونکہ بعد میں اس نے نماز ادا کرنی ہے۔

قَوْلُه تَتَبعي بها اثر الدم صفحہ ۱۸/۴۵ یہ خوشبو لگانا اس وقت سود مند ہوگا جب اس جگہ سے خون زائل کر دیا جائے تو ضرورت کی بنا پر اس جگہ کا رگڑنا ملنا ثابت ہوا۔ کیونکہ خون بغیر خوشبو ملنے کے زائل نہیں ہوتا۔ یہ مطلب اس وقت ہو سکتا ہے اگر ترجمہ کے لفظ نفس سے مقام مخصوص مراد لیا جائے جو خون کی جگہ ہے۔ اگر نفس سے مراد عورت کی ذات اور اس کا باقی بدن ہے تو پھر **دلك** اور رگڑنے کو محض قیاس سے ہی ثابت کیا جائے گا۔ اس لئے کہ جب خون والی عورت کو اس اہتمام کے ساتھ مقام مخصوص سے میل کچیل دور کرنے کا حکم ہے اور غسل کے بعد خوشبو استعمال کرنے کا اور خوب ملنے کا حکم بھی ہے تو بدن کے باقی حصہ کے لئے بھی اس کا حکم ثابت ہوگا کیونکہ اس مدت میں وہ بھی میلا کچیلا ہو چکا ہے پھر اس نے مسلمان عورتوں سے ملنا ہے اور رب تبارک وتعالیٰ کے دربار میں نمازوں اور دعاؤں میں حاضر ہونا ہے اور فرشتوں سے بھی ملاقات ہوگی۔ پس بہتر ہوگا کہ اس کو سارے بدن کے صاف ستھرے کرنے کا حکم دیا جائے۔ اور سب میل کچیل دور کی جائے۔ اور یہ سب کچھ **دلك** یعنی بدن کو خوب ملنے سے حاصل ہوگا۔ صرف پانی بہانے سے کام نہیں چلے گا۔ مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بدن کو خوب ملنا **قوله تطهری** اور **قوله تتبعی** سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں صیغے مبالغے کے ہیں تو جیسے طہارت میں مبالغہ باطن بدن کے اندر تھا اس طرح ظاہر بدن میں بھی مبالغہ کرنا ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں

الدلك کا لفظ بڑھا کر اس طرف اشارہ کیا کہ غسل کرنے میں دلك کے مناسب مراد ہے خوشبو مراد نہیں۔ کیونکہ اس کو تو پہلے ترجمہ سے ثابت کر چکے ہیں۔

باب غُسل المحیض صفحہ ۴۵/۱۸

اگر غسل بضم الغین ہے اور محیض مصدر ہے تو اضافۃ اختصاص کے لئے ہوگی معنی ظاہر ہیں۔ اگر غسل بفتح الغین ہو اور محیض اسم مکان ہو تو حدیث ترجمہ کے مطابق ہوگی لیکن تکرار لازم آئے گا۔ کیونکہ باب غسل دم الحیض گذر چکا ہے۔ اس کا جواب قطب گنگوہیؒ کے یہاں یہ ہے کہ پہلے باب میں کپڑے کے دھونے کا حکم تھا جس کو خون لگ جائے۔ اور اس جگہ بدن کے دھونے کا حکم ہے جیسا کہ ان دونوں روایات سے واضح ہوتا ہے جو اس باب میں لائی گئی ہیں۔ تو اس وقت جونسی روایت بھی ہو تکرار لازم نہیں آئے گا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے پہلے باب غسل الجنابة کو بیان کیا اور اس باب میں حیض سے غسل کرنے کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس بیان فرق کی وجہ سے دونوں ابواب میں تکرار نہیں رہے گا۔

باب امتشاط المرأة عند غسلها من الحیض صفحہ ۴۵

ترجمہ۔ حیض سے غسل کرتے وقت کنگھا استعمال کر سکتی ہے۔

یہاں اشکال یہ ہے کہ حدیث باب میں کہیں حیض سے غسل کرتے وقت کنگھا کرنے کا حکم نہیں ہے تو حدیث باب سے حکم ثابت کرنا قیاس سے ہوگا۔ وہ اس طرح کہ حضرت عائشہؓ کو احرام کے وقت غسل کرنے اور اس کے بعد کنگھا کرنے کا حکم ہے۔ غسل عند الاحرام سنت ہے۔ اور غسل حیض فرض ہے۔ جب غسل احرام میں کنگھا کرنا سنت ثابت ہوا تو غسل حیض میں بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ اس سے مقصود نظافت ہے۔ تو حیض جو نجاست غلیظہ ہے اس کے اثر کو زائل کرتے وقت اس امتشاط کا ہونا اہم ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جب نفل میں مسنون ہے تو فرض میں بطریق اولیٰ ہوگا۔ حضرت عائشہؓ اس غسل میں حائضہ تھیں۔ تو جب ان کو اس غسل احرام میں کنگھا کرنے کا حکم ہوا تو غسل حیض میں افضل ہوگا۔ کیونکہ اس میں خوشبو اور طہارت زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ وہ نماز کے لئے ہے۔ اور یہ غسل افعال حج کے لئے ہے۔ بلکہ ایک امر زائد ہے جس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ غسل احرام تو اس سے پہلے تھا۔ ذوالحلیفہ میں اب تو وہ احرام باندھنے والی نہیں رہی تھیں کیونکہ وہ عمرہ چھوڑ چکی تھیں۔ ارفضی عمر تك کا حکم ہوا تھا۔

بَابُ قَوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعَزَّ وَجَلَّ مُخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ صفحہ ۴۶/۱

اس ترجمہ سے مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ مخلّقه کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے ایک تو وہ بچہ جس کی پیدائش پوری اور مکمل ہو چکی ہو تو اس اعتبار سے غیر مخلقه وہ ہوگا جس میں کچھ نقص ہو۔ اور دوسرے وہ جس نے ابھی کوئی صورت اختیار نہ کی ہو۔ اور ولد کا ابھی

تھوڑا سا حصہ پیدا ہوا ہو۔ مثلاً ہاتھ یا پاؤں تو اس صورت میں غیر مخلقه کا معنی یہ ہو گا کہ ابھی تک اس سے کچھ بھی پیدا نہ ہوا ہو۔ پس اس مقام پر اگر مخلقه کے پہلے معنی مراد ہیں۔ تو اس باب کے اندر اس کے لانے کی غرض یہ ہو گی کہ مخلقه اور غیر مخلقه احکام میں دونوں برابر ہیں۔ مثلاً عدت ختم ہونے میں اور نفاس وغیرہ کے حکم میں۔ اگر مراد دوسرے معنی ہیں تو پھر اس باب کے لانے کا فائدہ یہ ہے کہ مخلقه اور غیر مخلقه حکم میں برابر نہیں ہیں۔ بلکہ مخلقه کا حکم ان احکام مذکورہ میں ولد کا حکم ہے۔ غیر مخلقه میں یہ حکم نہیں ہو گا۔ حتی کہ غیر مخلقه کے اس معنی کے اعتبار سے جو خون اس کے بعد آئے گا وہ نفاس نہیں بلکہ حیض ہو گا۔ اس حیثیت سے اس تفسیر کا کتاب الحیض میں لانا صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ علماء احناف کے نزدیک حاملہ کو حیض نہیں آتا اس لئے کہ حمل پورا ہو جاتا ہے۔ اور بچہ دانی اس میں مصروف ہو جاتی ہے جو خون وغیرہ اس سے ٹپکے گا وہ غذا کا فضلہ ہے۔ تو حیض کا خون نہ ہوا جو رحم سے نکلتا ہے۔

بَابُ اِقْبَالَ الْحَیْضِ وَاِدْبَارِہٖ الخ صفحہ ۴۶/۹

حیض کے آنے اور جانے کے کچھ علامات ہیں۔ جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور حیض کے آنے کا حکم جانے کے حکم کے خلاف ہے۔ پہلے میں نماز و روزہ وغیرہ چھوڑنا پڑے گا اور دوسرے میں اس کے خلاف کرنا پڑے گا۔ بشرطیکہ یہ سب خون کا آنا حیض کے ایام میں ہو اور حیض کے جانے میں اختلاف ہے۔ بعض تو خشک ہو جانے کو علامت قرار دیتے ہیں بعض نے کہا سفید خالص پانی نکلے۔ امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ وہ خون کے رنگوں کا اعتبار نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے اثر کو لائے ہیں۔

حتی ترین القصّة البیضاء اس سے غرض حضرت عائشہؓ کی یہ ہے کہ طہر اس وقت تک متحقق نہیں ہو گا جب تک خاص سفید پانی نہ دیکھیں۔

قوله و کانت اختی مَعَهٗ الخ صفحہ ۴۶/۲۵ یہ سب آنے والی عورت کے گفتگو کے الفاظ میں سے ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ قالت المرأة و کانت اختی معه

قوله اذا حَاضَتْ فِیْ شَهْرٍ ثلاث حیض صفحہ ۴۷/۲ اس کا دارومدار اس پر ہے کہ اس کے قائل کے نزدیک اقل مدۃ حیض و اکثر مدت متحقق نہیں ہے۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض دو مسئلے بتلانا ہے۔ ایک تو یہ کہ مدت حیض میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ اس جزء کو اس دعویٰ سے ثابت کیا کہ ایک مہینہ میں عورت کو تین حیض آسکتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حیض کے بارے میں عورتوں کی بات کو سچ مانا جائے گا۔ روایت باب سے پہلا جز ترجمہ اس طرح ثابت ہوا۔ آیت کریمہ مطلق ہے اس میں کسی مقدار کا ذکر نہیں ہے۔ تو اپنی طرف سے دنوں کی قید نہ لگائی جائے۔ جب کہ حیض کے بارے میں بغیر تعیین ایام کے عورتوں کی رائے کا اعتبار ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک جب روایت ثابت ہو گئی کہ اقل حیض تین دن ہے اور اکثر حیض دس دن ہے۔ تو اقبال اور ادبار شرعاً متعین ہو گئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ہے لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ الآیة تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب اس آیت کی رُو سے کتمان یعنی چھپانا

حرام ہے تو ان کی بات کو جھوٹ پر محمول کرنا ایک مسلمان کی گفتگو کو جھوٹ پر محمول کرنا ہوا جو جائز نہیں ہے۔

ایذکر عن علیؓ وشریح صفحہ ۴۷/۴ حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ کے مکالمہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقل الطہر متعین نہیں ہو سکا تو فیصلہ کیسے ہوگا۔ اور حضرت عطاءؒ کا یہ قول کہ اس کے حیض وہی ہیں جو اس کی عادت تھی۔ ان اقوال سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ ان کے اطلاق اور کسی مدت کے قید نہ ہونے سے ثابت کر رہے ہیں کہ ایام حیض متعین نہیں ہیں۔ اور جو کچھ عورت کہے اس کی بات مان لی جائے گی۔ خواہ وہ ایک مہینہ میں تین حیض کا قول کرے۔

وقول عطاء الحیض یو م الی خمسة عشر الخ صفحہ ۴۷/۵ اس سے مصنفؒ اپنا دعویٰ ثابت کر رہے ہیں کہ جب طہر کی اقل مدت متعین نہیں ہے تو ایک مہینہ میں تین حیض کا گذرنا کیسے ناممکن ہوگا۔ اس طرح اگر پانچ دن طہر ہو تو ایک ماہ میں پانچ حیض ممکن ہیں۔

قوله ومعنی قول ابن سیرین الخ دراصل لفظ قرء کے معنی احنافؒ کے نزدیک حیض کے ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ اس سے طہر مراد لیتے ہیں۔ اب اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور ایک مہینہ کے اندر تین حیض گذر جانے کا دعویٰ کرتی ہے تو امام احمدؒ کے نزدیک اس عورت کی تصدیق کی جائے گی۔ جب کہ اس پر گواہ قائم ہوں۔ اس طرح امام مالکؒ کے نزدیک تیس دن اور چار لحظات میں اس کی بات مانی جائے گی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بتیس ۳۲ دن اور دو لحظہ میں اس کا قول قابل قبول ہوگا۔ اور احنافؒ کے نزدیک ساٹھ ۶۰ دن سے کم میں اس کی بات مقبول نہیں ہوگی۔ اس بناء پر امام بخاریؒ کا ترجمہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے مسلک کے موافق ہوگا۔ لیکن احنافؒ اور شوافعؒ کے مذہب کے موافق نہ ہوگا۔ اور ابن سیرینؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے سوالوں کے بارے میں ان عورتوں کو ہمارے پاس آنے کی ضرورت نہیں ان کی اپنی بات معتبر ہوگی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔ تو اس سے بھی مؤلفؒ کے دعویٰ کی دلیل ثابت ہوئی کہ جب عورتیں اپنے حالات کو بہتر جاننے والی ہیں تو اپنے حالات کے متعلق جو کچھ وہ دعویٰ کریں اس کی تصدیق کی جائے گی۔ پس اگر کوئی عورت خبر دیتی ہے کہ ایک مہینہ میں اس کے تین حیض گذر چکے ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

باب الصفرة والکدرة صفحہ ۴۷/۱۲

وقوله فی غیر ایا م الحیض اس لفظ کی زیادتی سے امام بخاریؒ روایات میں تطبیق دینا چاہتے ہیں جن میں تعارض ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جلدی نہ کرو جب تک سفید پانی نظر نہ آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زردی مٹیالا رنگ حیض کا ہے۔ اور امّ عطیہؓ کی روایت سے صفرت اور کدرت یعنی زردی اور مٹیالا خون حیض میں سے نہیں ہے تو امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تنبیہ کر دی کہ صفرت اور کدرت کا حیض ہونا ایام حیض کے ساتھ مختص ہے اگر ایام حیض کے نہ ہوں تو وہ کوئی چیز نہیں ہے تو امام بخاریؒ نے دونوں احادیث کے جمع کی طرف اشارہ فرمایا کہ صفرت کدرت کا حیض نہ ہونا تب ہے جب کہ حیض کے ایام نہ ہوں۔ اور ایام حیض میں انہیں حیض کا خون شمار کیا جائیگا۔

باب عرق الاستحاضة صفحہ ۱۰/۴۷

یعنی اس باب میں یہ بیان کرنا ہے کہ استحاضہ کا خون رگ کا خون ہے بچہ دانی کا نہیں ہے کیونکہ یہ احدالسبیلین یعنی قعر الرحم اورفم الرحم میں سے کسی سے نکلنے والا نہیں اس لئے دونوں خون کا حکم ایک نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اصل اور ذات میں ان کے بہت دوری ہے۔ لہذا آثار اور ثمرات میں اختلاف کا باعث ہوگا۔ بات یہ ہے کہ حیض اس خون کا نام ہے جو عورت کی بچہ دانی کی گہرائی سے نکلتا ہے۔ اور استحاضہ وہ خون ہے جو رحم کے منہ کے پاس ایک رگ سے خارج ہوتا ہے۔ توجب یہ دونوں مختلف خون ہوئے تو ان کے احکام میں بھی اختلاف ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تصریح فرمادی۔ انما ذلك عرق ليست بالحيضة واحدالسبیلین میں سبیل سے مراد پیشاب جاری ہونے کی جگہ ہے فرج مراد نہیں ہے۔ قعر رحم سے حیض کا خون اور فم رحم سے استحاضہ کا خون جاری ہوتا ہے۔

قوله لاتنفر الخ صفحہ ۱۸/۴۷ حضرت ابن عمرؓ فتویٰ دیتے تھے کہ چونکہ طواف صدر یا طواف وداع واجب ہے اس لئے اسے نہیں چھوڑا جائے گا۔ حائضہ عورت اس کے لئے انتظار کرے لیکن جب انہیں آنحضرت ﷺ کی طرف سے نص پہنچ گئی تو انہوں نے اپنے قیاس کو چھوڑ دیا اور نص کی طرف رجوع کیا۔ یا بھول گئے تھے اب انہیں یاد آگیا۔

باب اذارأت المستحاضة الطهر صفحہ ۱۹/۴۷

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ الخ اس ترجمہ کی مراد میں اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی مراد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ جب مستحاضہ طہر دیکھے یعنی اس کا خون منقطع ہوجائے تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ اس کا طہر ایک گھڑی کا ہو۔ اس کی دلیل اثر ابن عباسؓ ہے جس کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔ کہ ابن عباسؓ کے نزدیک طہر کی اقل مدت ایک گھڑی ہے اور جمہور علماء کے نزدیک طہر کی اقل مدت پندرہ دن ہے۔ دوسرا مسئلہ امام بخاریؒ نے مسئلہ استظہار میں مالکیہ کا رد کیا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ حیض میں نہ عادت کا اعتبار ہے نہ تمیز لون کا اعتبار ہے۔ اگر عورت متمیزہ نہ ہو تو زمانہ عادت کے بعد تین دن انتظار کرے بشرطیکہ پندرہ دن سے تجاوز نہ کرے اس کے بعد وہ مستحاضہ ہوگی۔ ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی استظهار کا قائل نہیں ہے۔ تیسرا مسئلہ ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو مستحاضہ سے وطی کرنے کو منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس پر ان کا قول يَأْتِيهَا زَوْجُهَا کہ اس کا خاوند مستحاضہ سے وطی کرسکتا ہے۔ اثر ابن عباسؓ اور قوله والصّلوٰة اعظم سے استدلال کیا کہ جب نماز جائز ہے تو وطی بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ سب توجیہات سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ مستحاضہ جب پاک ہو مطلب یہ ہے کہ جب اس کی جو مدت حیض ہے ختم ہوجائے تو اس کے بعد وہ اور کسی شے کا انتظار نہ کرے۔ بلکہ دن اور رات کی جس گھڑی میں بھی فارغ ہو تو غسل کرے اور نماز پڑھے یا یہ مطلب ہے کہ اگر دن کی ایک گھڑی بھی باقی ہو تو مدت گذرنے کے بعد اور کسی چیز کا انتظار نہ کرے۔ اگر اس سے وہ مطلب لیا جائے کہ جس گھڑی بھی پاک ہو اسی وقت نماز پڑھے اس سے انقطاع دم مراد نہیں کیونکہ وہ تو مستحاضہ ہے۔ بلکہ انقطاع حیض مراد ہے کیونکہ یہ ابن عباسؓ کی شان سے

بعید ہے کہ وہ ایام حیض میں خون کے بند ہونے پر اگرچہ وہ ایک گھڑی بھی ہو۔ نماز پڑھنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ اور یہ اس سے زیادہ بعید ہے کہ ایام حیض کے علاوہ ایام استحاضہ میں نماز پڑھنے کے حکم کا ارادہ کر رہے ہوں۔ کیونکہ استحاضہ کی حالت میں نماز طہر پر موقوف ہے اور نہ ہی خون کے بند ہونے پر موقوف ہے۔ کیونکہ روایات اس پر ظاہراً دلالت کر رہی ہیں کہ استحاضہ اسے نہ نماز سے روکتا ہے اور نہ ہی روزہ رکھنے سے روکتا ہے۔ تو ترجمہ میں مستحاضہ سے حائضہ مراد ہو گی یا وہ عورت مراد ہے جو استقرار عادت کے بعد اب اس کا خون بند ہونے میں نہیں آتا۔ تو جب اس کی عادت کی مدت گذر جائے اور اس کے ایام طہر آجائیں تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ اس کا طہر معتاد ایک گھڑی کا بھی ہو۔ پس وہ اسی گھڑی غسل کر کے نماز پڑھے تو حضرت ابن عباسؓ سے ایسی عورت کے متعلق سوال ہو گا جس کا انہوں نے یہ جواب دیا۔

قوله والصّلٰوة اعظم یعنی جب نماز اس عظمت کے باوجود استحاضہ کی حالت میں جائز ہے تو خاوند کا بیوی مستحاضہ سے وطی کرنا اس سے آسان ہے۔

فاغسلي عَنْكِ الدم صفحہ ۴۷/۲۲ شیخ گنگوہیؒ نے اس جملہ سے استدلال کیا ہے کہ ترجمہ میں طہر سے مراد اور ابن عباسؓ کے اثر میں طہر سے مراد انقضاء الحیض ہے انقطاع دم نہیں ہے کیونکہ مدت حیض ختم ہو جانے کے بعد خواہ وہ عادت سے ہو یا تمیز سے ختم ہو جمیع فقہاء کے نزدیک یہی ادبار حیض ہے۔ کہ حیض چلا گیا حالانکہ خون ابھی موجود ہے۔

بَابُ الصَّلٰوة عَلَى النفساء صفحہ ۴۷/۲۳

امام بخاریؒ نے اس باب میں دو مسئلے بیان کیے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ کہ نفاس والی عورت اگرچہ اس کا حکم شہداء کا ہے لیکن شہید قتال نہیں ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے بلکہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے اس کی نماز جنازہ پڑھاتے وقت امام کہاں کھڑا ہو تو پہلے مسئلہ کے بارے میں شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ متوہم کا یہ واہمہ دفع کرنا ہے کہ اگر نفساء موت کی وجہ سے نجس نہ ہوتی تو شارع علیہ السلام اسے حکم نہ دیتے کہ نہ وہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے اور نہ ہی وہ مسجد میں داخل ہو۔ اور میت پر نماز پڑھنے کی شرط یہ ہے کہ وہ طاہر ہو تو نفاس والی عورت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی۔ حالانکہ نماز پڑھنا حدیث باب سے ثابت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ قول غلط ہے کہ ابن آدم موت سے نجس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نفاس والی نے تو موت کو بھی جمع کیا اور اس نجس خون کو بھی اٹھالیا ہے جو اس کے ساتھ لازم ہے لیکن بایں ہمہ یہ اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ تو جس سے خون نہیں بہہ رہا ہو وہ بطریق اولیٰ طاہر ہے۔ اور ترجمہ کا دوسرا جز یہ ہے کہ حائضہ نفساء وغیرہا کے جنازہ میں امام کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ چارپائی کے درمیان میں کھڑا ہو تاکہ پردہ حاصل ہو۔ چونکہ اس زمانہ میں جنازہ پر نعش پردہ نہیں بنایا جاتا تھا۔ اس لئے عورت کے تستر کے لئے اس کی سرین کے پاس کھڑا ہونے کا حکم تھا۔ اب نعوش بن چکے ہیں لہذا اب جیسے مردوں کے لئے سینے کے وسط میں امام کھڑا ہوتا ہے عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے اس لئے عورتیں بھی مردوں کی جوڑ ہیں

پس عارض کے اٹھ جانے کے بعد ان کے لئے بھی مردوں والا حکم ہوگا۔ البتہ یہ اشکال باقی رہے گا۔ کہ اس مسئلہ کا محل کتاب الجنائز ہے کتاب الحیض سے اس کو کیا مناسبت ہوگی۔ تو کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ اس سے تنبیہ کرنا چاہتے کہ نفساء وغیرھا میں کوئی فرق نہیں ہے کتاب الجنائز میں وہ بر محل ہے۔

وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ صفحہ ۷ ۴/۲۶ اس ترجمہ کی مناسبت یہ ہے کہ حائضہ او نفسا دونوں پاک ہیں۔ جیسے نفسا پر نماز جنازہ ہے ایسے حائضہ کے قریب بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ کہ حائضہ کا قرب نماز کے جواز سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا کپڑا اس بی بی کو لگتا تھا جب کہ آپؐ سجدہ میں جاتے تھے حالانکہ وہ حائضہ ہوتی تھیں۔ تو یہ مسئلہ پہلے باب کی نظیر کے طور پر ہوگا۔ اس لئے اس باب کو بلاترجمہ لائے۔ لیکن ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلا کیونکہ پہلے نفساء میں قرب سے اس پر نماز جنازہ پڑھنا مراد ہے بخلاف ثانی کے اس سے محض سامنے لیٹنا مراد ہے جو مقصود نہیں۔ دوسرا ان کے لئے پہلا باب نفسا کے ذکر کے لئے منعقد ہوا ہے۔ اور دوسرے میں حائض کا ذکر ہے۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں نمازی کے آگے لیٹنے والی مقصود ہے کیونکہ اس پر نماز جنازہ قصداً پڑھنی ہے بخلاف ثانی کے کہ وہ اتفاقی طور پر امام کے آگے سوئی ہوئی ہے۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ دوسرے باب میں نماز حقیقۃً مراد ہے اور پہلے باب میں میت پر محض دعا کرنا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اس باب کو پہلے باب سے الگ کر دیا اور باب بلاترجمہ لائے جو فصل کی طرح ہے۔

كِتَابُ التَّيَمُّمِ صفحہ ۷ ۴/۲۷

قوله الآية بعض نسخوں میں لفظ آیت کے بعد تمام آیت ذکر کی گئی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو جمع کرنا اچھا نہیں ہے۔ دراصل بخاری کے دو نسخے ہیں بعض نسخے میں آیت بتمامها مذکور ہے اور بعض میں صرف لفظ آیت پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ آیت کے ذکر سے مبدء تیمم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب اذا لم يجد ماءً ولا ترابًا صفحہ ۸ ۴/۱۱

جس کو نہ پانی ملے اور نہ مٹی ملے جسے فاقد الطہرین کہتے ہیں امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ وہ بالکل نماز نہ پڑھے اور نہ اس پر قضاء ہے جیسے حائضہ کا حکم ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں ادا ء بلا وضو واجب ہے۔ قضا واجب نہیں۔ امام شافعیؒ کے چار قول ہیں۔ امام اعظمؒ کا مسلک وجوب القضا ءاور ادا ء واجب نہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان امام احمدؒ کے مسلک کی طرف ہے کہ بغیر وضو کے نماز پڑھے تیمم نہ کرے اور نہ قضا واجب ہے۔ روایت سے استدلال ظاہر ہے کیونکہ جب انہیں مٹی کا حکم معلوم نہیں تو مٹی ان کے بارے میں عدم کے حکم میں ہے۔ اس سے مصنفؒ پر جو اشکال ہوتا تھا کہ ترجمہ میں تو مٹی اور پانی دونوں کا ذکر کیا تھا روایت میں پانی کا بیان ہے تو اس کا جواب یہ ہے ہوا کہ جب ان کو مٹی کا حکم معلوم نہیں تو گویا مٹی ان کے حق میں نایاب ہے احنافؒ کی طرف سے جواب کا دارومدار اس پر ہے۔ جب کہ وہ قضاء کو واجب کہتے ہیں اور ادا ء کو نہیں کہ نماز کے قضا نہ کرنے کا ثبوت مل جائے۔ اور وہ ثابت نہیں اور عدم ثبوت ثبوت عدم کے برابر نہیں ہوتا۔ کہ جو چیز ثابت نہیں وہ ہے ہی نہیں۔ نیز! ابھی تک ان کو تیمم کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا یہ نہیں کہ انہیں حکم تو تھا لیکن انہیں حکم کا علم نہ ہو سکا کیونکہ حکم تو تبلیغ کے بعد واجب العمل ہوتا ہے ابھی تک حکم پہنچا نہیں تو عمل کیسے واجب ہوگا۔ اور حدیث میں ہے لَا صلوٰۃ الّا بطھور جس سے معلوم ہوا کہ جب طہارت نہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے احنافؒ نے پانی اور مٹی دونوں کی عدم موجودگی میں عدم جواز صلوٰۃ کو اختیار کیا اور اس کی صورت آجکل تو یہ ہے کہ ہوائی سفر میں اگر دونوں پانی اور مٹی نایاب ہوں تو نماز قضا پڑھے اور شوافعؒ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ ادا ء بھی واجب اور قضا بھی واجب ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان پر کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور قضا اس لئے واجب ہے کہ اصل الطھورین مل گیا۔

باب التیمّم فی الحضر صفحہ ۴۸/۱۵

آیت تیمم سفر کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ تو اس ترجمہ سے اشارہ ہوا کہ سفر کی قید اتفاقی ہے۔ حضر میں بھی تیمم جائز ہے۔ جبکہ مریض کو پانی نہ ملے یا اس کے استعمال سے مرض کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک تیمم کی اجازت تو ہے لیکن وجوب قضاء اور عدم قضاء میں ان کا اختلاف ہے۔ لیکن نماز میں تیمم کا حکم قیاس سے ثابت کیا ہے۔ کہ جب ان صورتوں میں تیمم حضر کے اندر جائز ہے جو فوت ہونے کے خطرہ پر موقوف نہیں ہیں تو نماز بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ کیونکہ وہ اہم ہے۔ مگر وہ فوت کے خطرہ پر موقوف ہے اس لئے ردّ سلام کے لئے حدیث تیمم ثابت ہے جو بغیر طہارت کے بھی جائز ہے۔ تو جب نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اس کے لئے تیمم بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

باب ھل ینفخ فی یدیه صفحہ ۴۸/۱۹

چونکہ تیمم وضو کا خلیفہ ہے۔ اور جیسے وضو میں ہر وہ عضو جیسے دھویا جاتا ہے اس کو پورا دھویا جائے تو یہاں پر بھی وہم ہوتا تھا۔ کہ شاید عضو ممسوح پر مٹی کو پورے عضو پر استعمال کیا جائے تو اس واہمہ کا دفعیہ اس طرح کیا کہ اگرچہ استیعاب مشروط ہے مگر مٹی کا استیعاب

سارے عضو پر مشروط نہیں ہے اور روایت اس معنی پر واضح الدلالۃ ہے۔ کیونکہ مٹی کا بھی استیعاب مقصود ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک نہ مارتے۔ کیونکہ اس سے مٹی کم ہوتی ہے۔ اور اس صورت میں مٹی کا کم کرنا خلاف مقصود ہے۔ اور لفظ ھَلْ تردّد کے لئے نہیں بلکہ احتمال اور اختلاف مذاہب کے لئے ہے۔ کیونکہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تیمم صرف ایک ضرب ہے جو چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے لئے کافی ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ احنافؒ اور شوافعؒ فرماتے ہیں کہ اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایک ضربہ فرض اور دوسری سنت ہے۔ اور پہلی ضربہ چہرے کے لئے اور دوسری دونوں ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک ہے۔

وقال النضر انا شعبة الخ صفحہ ۲۵/۴۸ اس سند میں اس کی تصریح ہے کہ حکم کا روای سے سماع ثابت ہے۔

وقال الحکم وسمعته الخ صفحہ ۲۶/۴۸ اس سے بتلانا ہے کہ جس طرح حکم نے اس روایت کو خود روای سے لیا ہے اس طرح ان کے استاد سے بھی اسے سنا ہے۔ پھر مؤلف کا مقصود ان کثیر اسانید کو لانے سے یہ ہے کہ حضرت عمارؓ کی روایت جو کثیر الاضطراب ہے جس کا مشاہدہ کتب حدیث بالخصوص ابو داؤد میں کیا جاسکتا ہے اور اس التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين کی وجہ سے مرجوح ہوا اور روایت ضربة للوجه والكفين کی روایت کثرۃ طرق کی وجہ سے راجح ہے۔ حالانکہ ائمہ صحیح نے باوجود اضطراب کے عمارؓ کی حدیث پر اتفاق کر لیا ہے۔

باب الصعید الطیب طهور المسلم صفحہ ۵/۴۹

اس ترجمہ سے مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ پانی کی عدم موجودگی میں پاک مٹی کا حکم پانی کا ہے تو پانی سے وضو کی طرح اس سے بھی فرائض اور نوافل سب ادا کئے جاسکتے ہیں۔ جب تک بے وضو نہ ہو۔ امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کا احنافؒ سے اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ احناف کی موافقت میں ہیں اور حدیث باب میں ترجمہ عليك بالصعيد فانه يكفيك سے ہے۔ کیونکہ کفایت کے لفظ سے متبادر یہی معلوم ہوتا ہے کہ پاک مٹی کا حکم پانی کی طرح ہے ورنہ کفایۃ ناقصہ ہوگی۔ نیز اثر حسن بصریؒ سے بھی احنافؒ کی موافقت ثابت ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر عبادت کے لئے الگ الگ تیمم کرنا پڑے گا۔

قوله على السبخة صفحہ ۶/۴۹ سبخہ شور زمین کو کہتے ہیں۔ اس سے ترجمہ میں وہ زمین مراد ہے جس میں کچھ شور ہو بالکل شور زمین نہ ہو جس سے کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ طیب کے معنی طاہر کے ہیں۔ اور سبخہ طاہرہ ہے۔ اس لئے اس سے تیمم کرنا جائز ہوگا۔ اسحاق بن راہویہ مخالفت کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ حدیث میں دار الهجرت مدینہ کو سبخہ ذات نخیل کہا گیا ہے۔ اور مدینہ کا نام آپؐ نے طیبہ رکھا ہے۔ لہذا سبخہ طیبہ میں داخل ہوگا۔ جس سے تیمم کرنا جائز ہوگا بالکل شور کی نفی اس لئے کردی تاکہ مذہب احنافؒ کے خلاف نہ ہو۔ صراح میں ہے سبخہ شورہ گندھک لیکن محیط اعظم میں ہے کہ گندھک اور چیز ہے جسے عربی میں کبریت کہا جاتا ہے۔ کلام شیخ سے یہ معنی واضح ہوئے کہ شورہ فوراً آگ سے جل جاتا ہے اور بالکل شور زمین

آگ سے نہیں جلتی۔

امسِ ھٰذا لساعة صفحہ ۱۵/۴۹ تواس سے ایک دن رات کی مسافت ثابت ہوئی۔

ونفرنا خلوفًا یہ عورت کا پانی لینے کے لئے جانے کا عذر بیان کرنا ہے۔ کہ ہمارے مرد سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ خالف بمعنے سافو کے ہے۔اور ہم عورتیں باقی رہ گئی ہیں جن کو پانی وغیرہ ضروریات کا انتظام خود کرنا پڑتا ہے۔

فَاسْتَنزِلُو ھا صفحہ ۶/۴۹ اس کو نیچے اتارلو تا کہ محل برکت سے دور ہو جائے کیونکہ وہ مشترکہ تھی۔اس کے پانی میں تصرف اس لئے کیا گیا کہ وہ حربیہ تھی۔یا آنحضرت ﷺ نے کلی وغیرہ کرنے سے اس میں تصرف کر کے اسے پورا کر دیا۔یا ممکن ہے آپؐ نے اس پر کچھ پڑھا ہو۔جس سے پانی بڑھ گیا۔یا آپؐ کی تھوک مبارک پانی کے ساتھ ملاقی ہوئی تو اس کی برکت سے پانی میں اضافہ ہوا۔

قالت باصبعیھا الوُسطیٰ الخ صفحہ ۲۳/۴۹ یعنی دونوں انگلیوں کو ملا کر پہلے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا بعد ازاں زمین کی طرف ۔

ان ھؤلا ء القوم صفحہ ۲۴/۴۹ حرف ان بالکسر والفتح یعنی زبر زیر دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔بہر حال دونوں صورتوں میں کلمہ ما موصولہ ہوگا۔پہلی صورت میں کلمہ ان مع جملہ کے قائم مقام خبر کے ہوگا۔اور دوسری صورت فتح میں بتاویل مفرد ہوگا مفعول بنے گا۔

اذالم یجد الماء لا یصلی صفحہ ۱/۵۰ اور یہ اختلاف جنبی کے بارے میں تھا جیسا کہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں یعنی ابن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جنبی کے لئے تیمم جائز نہیں ہے۔اور یہ حضرات آیت کریمہ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ سے لمس بالید مراد لیتے ہیں کہ جس نے عورت کو شہوت سے ہاتھ لگا لیا تو اس کا وضو نہیں رہے گا۔ آیت کے جواب سے حضرت ابن مسعودؓ کا خاموش رہنا جیسا کہ بعد میں اس کی تصریح ہے وہ اس پر دال ہے کہ ان کے نزدیک مس سے مراد جماع ہے۔ورنہ اگر لمس بالید مراد ہوتا تو وہ آیت کی تفسیر کرتے وقت خاموش نہ رہتے بلکہ فرمادیتے کہ اس سے جماع مراد نہیں بلکہ ہاتھ لگانا مراد ہے۔

قولہ وزاد یعلی عن الاعمش صفحہ ۱۴/۵۰ اور زیادہ اس میں باعتبار معنی کے ہے۔اس لئے کہ مؤلفؒ اس کے ثابت کرنے کے در پے ہیں کہ تیمم کی ایک ہی ضربۃ ہے۔اور پہلی روایت اس کو ثابت نہیں کرتی جس طرح دوسری روایت جو اس کے بعد ہے ثابت کرتی ہے۔کیونکہ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ ضربہ ایک ہے۔ پہلی روایت میں ایسا نہیں ہے۔کیونکہ اس کی تنوین وحدت کے فائدہ دینے میں نص نہیں ہے۔ نیز !اس میں زیادۃ لفظیہ بھی ہے۔وہ لفظ انا و انت ہے۔اور ترجمۃ الباب میں جو ضربة واحدة ہے ممکن ہے اس سے مسحة واحدة مراد ہو جو لفظ واحدۃ سے ظاہر ہے۔پھر تیمم ضربتین رہے گا۔

کِتَابُ الصَّلٰوۃِ صفحہ ۱۶/۵۰

نماز واقعہ معراج میں فرض ہوئی۔ معراج اور اسراء کو امام بخاریؒ نے ایک باب میں ذکر کر کے اس کو ترجیح دی ہے۔ ورنہ اس میں اختلاف مشہور ہے۔ بعض اسے خواب کہتے ہیں لیکن در حقیقت جمہور کے نزدیک بیداری میں ستائیس ربیع الثانی ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی۔ امام زہریؒ کے نزدیک پانچ سال بعثت کے بعد ہوا ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت خدیجہؓ نے نماز کی فرضیت کے بعد آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور ان کی وفات ہجرت سے تین یا پانچ سال پہلے ہے۔ اور اس باب میں فرضیۃ صلوٰۃ کے تین وقت کی تعیین بتلائی گئی اور اس میں دیگر شرائط صلوٰۃ کا ذکر بھی ہوا۔

قولہ لستم بنیۃ صفحہ ۲۷/۵۰ کہ آدم کے بیٹوں کی صورتیں دکھائی گئیں یا خود اشخاص دکھائے گئے۔ شاید یہ وہ ہوں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ثمّ مررت بموسٰی الخ صفحہ ۴/۵۱ حضرت انسؓ جیسے بیان فرما چکے ہیں ان کے قول کے مطابق لفظ ثم ترتیب ذکری کے لئے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت انسؓ نے اس واقعہ کو حضرت ابوذرؓ کے علاوہ اور کسی سے بھی سنا ہو۔

قولہ فاذا فیھا حبائل اللؤلؤ صفحہ ۱۴/۵۱ بعض حضرات نے اس میں تصحیف قرار دیتے ہوئے جنا بذ پڑھا ہے جس کے معنی خیمہ کے ہیں۔ کہ موتیوں کے خیمے ہوں گے لیکن شیخ گنگوہیؒ کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں۔ حبائل جمع حبالہ کی جس طرح اس کے معنی خوشے کے آتے ہیں اس طرح ہار کو بھی کہتے ہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے موتیوں کے ہار تیار رکھے ہیں جن کو وہ پہنیں گے۔

قولہ وزید فی الحضر اس سے شیخ گنگوہیؒ نے ایک مشہور اعتراض کا جواب دیا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ یہ حدیث دو وجہ سے آیت قرآنیہ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا کے خلاف ہے اسلئے کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ سفر میں قصر کی گئی ہے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نہیں بلکہ حضر میں زیادتی ہوئی ہے۔ دوسرے یہ حضرت عائشہؓ کے فعل کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان سے مروی ہے کہ وہ قصر نہیں بلکہ سفر میں بھی پوری نماز پڑھتی تھیں۔ تو قطب گنگوہیؒ نے ایک توجیہ یہ بتلائی کہ صلوٰۃ سفر کو قصر باعتبار انجام کے کہا ہے۔

کہ پوری نماز میں کمی کی گئی۔ تو اس اعتبار سے باقی نماز اپنے حال پر مقصورہ یعنی کمی شدہ رہی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فاقرت صلوۃ السفر یعنی باعتبار انجام کے تخفیف رہی۔ یہ نہیں کہ اسی طرح بر قرار ہی جیسا کہ فرض ہوئی تھی۔

بَابُ وُجُوبُ الصَّلٰوۃُ صفحہ ۱۶/۵۱

ترجمہ کی غرض مالکیہؒ پر رد کرنا ہے کہ ان کے نزدیک خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ الآیۃ سے تستر یعنی بدن کو چھپانا سنت ہے جس کے چھوڑنے سے نماز باطل نہیں ہو گی۔ دوسرے جان بوجھ کر کرنے والا اور بھول کر کرنے والے میں بھی فرق کرتے ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ سے تستر کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی کہ جس سے کم از کم بدن چھپ جائے اس پر اکتفاء کیا جاسکتا ہے اس آخری جزٔ کی کچھ تفصیلات ہیں اور اس کے کئی شعبے ہیں۔ جن کے اکثر پر امام بخاریؒ نے تنبیہ کی ہے۔ اور ان اقسام کے تمام ابواب اس پہلے باب کی تفصیل ہیں۔ لہذا تکرار تراجم کا اعتبار لازم نہیں آئے گا۔ گویا کہ خذو زینتکم سے مطلق بدن چھپانا مراد ہوا اگرچہ وہ کسی چھوٹے لباس سے بھی ہو۔ تجمل اور عرفی زینت مراد نہیں۔ بنابریں ومن صلی ملتحفا یہ آیت کی تفسیر ہو گی۔ اسی کی طرف امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اشارہ کیا ہے کہ آپؐ نے حکم دیا کہ لا یطوف بالبیت عریا ن کہ کوئی ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ چونکہ آیت میں محض بدن ڈھانکنا مراد ہے اور طواف بیت اللہ نماز کا حکم رکھتا ہے اس لئے ترجمہ کے اس جزٔ کو الگ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب

قولہ لتلبسھا صاحبتُھَا صفحہ ۲۰/۵۱ کہ اگر کسی کے پاس پردہ کا کپڑا نہ ہو تو اس کی ساتھی عورت اسے اپنی لمبی چادر میں لے لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی۔ خواہ وہ کپڑا عاریت کا یا کسی اور طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو جب یہ حکم نماز عید کے لئے ہے تو فرض نماز کے لئے بطریق اولیٰ یہ حکم ثابت ہو گا۔

وقولہ احمق مثلك صفحہ ۲۳/۵۱ ترجمہ کی غرض ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس کو ثابت کرنا ہے اور احمق سے جاہل مراد ہے جو واجبات سنن اور مستحبات میں امتیاز نہیں کرتا۔ اس سخت لفظ کو استعمال کرنے کی غرض یہ ہے کہ علماء پر انکار نہیں کرنا چاہیے کبھی وہ بیان جواز کے لئے بھی ایک کام کر لیتے ہیں جس پر لوگ عیب گیری کرتے ہیں۔ ان روایات اور آثار کے لانے سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ ہر قسم کے کپڑے میں نماز جائز ہے۔ اگر چادر چھوٹی ہے تو اس کو لنگی کی طرح باندھ لے۔ اگر لمبی چادر نہیں تو اس کو کندھے پر ڈال کر گدی کے پاس گرہ باندھ دی جائے جب کہ یہ ممکن ہو۔ اگر اس سے بڑی لمبی چادر ہے تو اسے لحاف کی طرح اوڑھ لے تاکہ زیادہ تاکید کی رعایت ہو جائے۔

یصلی فی ثوب صفحہ ۲۵/۵۱ جناب نبی اکرم ﷺ سے جو ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ اسے لحاف کی طرح لپیٹے ہوئے تھے۔ اگرچہ التحاف سے کم میں بھی نمام جائز ہے لیکن افضل التحاف ہے۔

ذهبت الی رسول الله ﷺ صفحہ ۶/۵۲ آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں تھے وہ کسی کو امان دینا چاہتی تھیں جسے حضرت علی المرتضیٰؓ امان نہیں دے رہے تھے تو یہ اپنے گھر میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے امان لے آئیں یا وہ اپنی کسی ضرورت کے لئے اپنے گھر کی کسی کوٹھڑی کی طرف گئیں۔

اولکل لکم ثوبان صفحہ ۱۰/۵۲ اس سے اشارہ ہے کہ یہ سوال بے محل ہے۔ کیونکہ جب جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایک ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہیں نہیں روکا تو یہ آپؐ کی طرف سے تقریر ہوگئی۔ پھر اس کے بعد اس کے متعلق سوال کرنا بے معنی ہے مطلب یہ ہوا کہ سوالات نہیں کرنے چاہئیں۔ اس تنگی کے وقت کو یاد کرو کیا تم میں سے ہر ایک کیلئے دو کپڑے ہوا کرتے تھے۔

قوله فليجعل عَلٰى عاتقيه الخ صفحہ ۹/۵۲ اپنے کندھوں پر کپڑے کو ڈالنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ کپڑا میں وسعت ہو ورنہ اس کی لنگی باندھ لے۔

قوله هذا الاشتمال صفحہ ۱۶/۵۲ اشتمال یہ ہے کہ کپڑے کو بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ ہاتھ بھی اس سے نہ نکال سکے ابو داؤد میں حضرت جابرؓ کے واقعہ کی تفصیل بیان ہوئی ہے کہ میری ایک چادر تھی جس کو میں اپنے دونوں کندھوں پر مخالفانہ باندھنا چاہتا تھا لیکن وہ پوری نہیں تھی۔ میں نے اس کے کناروں کو ٹیڑھا کر کے اس کو اس طرح جھکا لیا کہ وہ گر نہ پڑے۔ یہ سارا واقعہ آنحضرت ﷺ دیکھ رہے تھے مجھے علم نہیں تھا میں نماز سے فارغ ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر کپڑا وسیع ہے پھر تو کندھوں پر ڈالو۔ تنگ ہو تو اسے کمر پر باندھ لو اگر یہ اشتمال کا اور تو اقص والا واقعہ ابو داؤد والا ایک ہیں پھر تو کوئی اعتراض نہیں۔ البتہ اگر یہ دو واقعے ہیں تو پھر اشکال ہے کہ ممانعت کے بعد حضرت جابرؓ نے اس کا کیوں ارتکاب کیا۔ جواب یہ ہے کہ دوسری مرتبہ ان کا گمان یہ تھا کہ اگرچہ کپڑے میں التحاف کی گنجائش نہیں ہے کم از کم اتنا کرلو کہ اس کی توڑ مروڑ سے سینہ اور پیٹ تو چھپ جائے۔ اسی گمان کی بنا پر انہوں نے اس سے لنگی نہیں باندھی اور ٹیڑھا توڑ مروڑ کر کے سینہ اور پیٹ چھپا لیا۔ اگر یہ معلوم ہو کہ کپڑا فراخ ہے تو پھر ادب یہ ہے کہ اس سے التحاف کیا جائے یہی قصہ پر دال ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّة صفحہ ۱۹/۵۲

کفار اور مشرکوں کے علاقہ کے کپڑوں میں بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارضی ہے جب تک دلیل نہ ہو اصل کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر نجاست کا علم ہو جائے تو پھر انہیں دھو لینا چاہیے۔ جیسے آجکل امریکہ، برطانیہ سے ہمارے ملک میں لنڈے کے کپڑے آتے ہیں جن میں شراب وغیرہ کے پڑنے کا احتمال ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ تو انہیں دھونے کے بعد استعمال کیا جائے۔

وما صبغ بالبول یعنی جن کپڑوں کو پیشاب کے ساتھ رنگا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رنگ میں پیشاب ڈال کر

عادت یہ ہے کہ یہ لوگ دھولینے کے بعد اسے پہنتے ہیں اسلئے نجاسۃ کا وہم نہ کیا جائے جب تک اس کا نشان ظاہر نہ ہو۔ یا جب تک کہ ان کے دھونے کا یقین نہ ہو جائے۔ جب کہ نجاست کے ڈالنے کا پہلے سے یقین ہو پھر وہ نہ دھوئیں تو استعمال نہ کیا جائے۔

باب کراھیة التعری فی الصلوة وغیرھا صفحہ ۲۳/۵۲

نماز اور غیر نماز میں ننگا ہونا ناپسندیدہ ہے۔ آخری جملہ سے باب سے مطابقت ہوگئی ورنہ نماز کے لئے کپڑا کا ہونا ضروری ہے اس کا بیان ہو چکا ہے۔ تو جب غیر نماز میں روایت سے کراہیۃ ثابت ہوگئی تو نماز میں یہ حکم بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

باب الصلوة فی القمیص والسراویل والتبان والقباء وغیرھا صفحہ ۲۶/۵۲

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جس کپڑے سے ننگ ڈھکا جاسکے۔ اس میں نماز جائز ہے۔ خواہ وہ قمیص ہو یا سلوار ہو یا کچھا (جانگیہ) ہو یا اچکن ہو۔ تنہا جانگیہ میں اگرچہ نماز کے اندر تستر نہیں ہو سکتا لیکن دوسرا کپڑا ملا کر بدن چھپایا جا سکتا ہے۔ پس اسی طرح وہ کپڑا جس کے ساتھ دوسرے کپڑے کو ملانے سے ستر ہو جائے اس سے نماز جائز ہے یہ جواز کا حکم ہے۔ مستحب یہ ہے جس کو جس قدر گنجائش ہو وہ لباس میں وسعت اختیار کرے۔ جس پر اِذَاوَسَّعَ اللهُ فَاوْسَعُوْا دلالت کرتا ہے۔

قولہ ولایلبس القمیص الخ شاید اس روایت کو اس جگہ لانے کی وجہ یہ ہو کہ اس قسم کے کپڑوں سے جس کو روکا گیا ہے کہ وہ سلے ہوئے نہ پہنے وہ مُحْرِم یعنی احرام باندھنے والا ہے۔ تو غیر محرم کے لئے ان کا پہننا جائز ہوگا۔ کیونکہ اس محرم کو بھی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ زعفران اور گیرو کا رنگا ہوا کپڑا بھی محرم کے لئے ناجائز ہے لیکن اس کا ثبوت دوسری نص سے ہے۔ یا یوں کہا جائے گا کہ رنگدار کپڑے عورتوں کے لئے کافی ہیں ان سے وہ نماز ادا کر سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث کا اس مقام پر لانا اس وجہ سے ہو کہ وہ کپڑے جن میں نماز ادا کرنا جائز ہے ان کے استثناء کے بعد اب باقی دو کپڑے چادر اور لنگی رہ گئے۔

باب مایستر من العورة صفحہ ۷/۵۳

ننگ کتنا چھپانا ضروری ہے ننگ کی حد میں اختلاف ہے۔ اہل ظواہر کے نزدیک تو قُبل اور دبر کے علاوہ مرد کے لئے اور کوئی ننگ نہیں۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ننگ ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ گھٹنا بھی ننگ میں شامل ہے۔ یستر کا صیغہ معروف اور مجہول دونوں طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔ پہلی صورت میں مفعول محذوف ہوگا یا کلمہ من زائد ہوگا۔

قولہ احییت ان یرانی الجھال صفحہ ۱۸/۵۳ پہلے ایک روایت میں احمق مثلك کے الفاظ گزرے ہیں اس جگہ جہال مثلکم کے الفاظ ہیں۔ اپنی گفتگو میں یہ الفاظ کا فرق اس لئے ہے کہ یا تو روایات بالمعنی ہیں ہر راوی نے اپنی سمجھ کے مطابق کہہ دیا

یا بعض روایات میں اختصار سے کام لیا گیا۔ اور دوسری میں اس کی تفصیل آگئی۔ یا واقعات میں تعدد ہے کہ کئی واقعات ہیں۔ اگرچہ نماز میں کپڑا پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ مگر تعلیم کی وجہ سے کراہت نہ رہے گی۔ وجہ اس تعلیم کی یہ ہے کہ عوام سنن اور آداب کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو واجب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس لئے کبھی کبھی تعلیم کے لئے سنن اور مستحبات کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ زبانی کلامی کہہ دینا اتنا کارگر نہیں ہوتا جس قدر فعل اوقع فی النفس ہوتا ہے۔

باب مایذکر فی الفخذ صفحہ ۱۹/۵۳

ران ننگ ہے یا نہیں۔ ائمہ کا اس بارے میں اختلاف گذر چکا۔ امام بخاریؒ نے اپنے مسلک کی تائید میں کہ ران ننگ نہیں ہے حضرت انسؓ کی حدیث باب بیان کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ران کھلی رہ گئی تھی۔ شیخ گنگوہیؒ **قولہ حسر النبی ﷺ** صفحہ ۲۰/۵۳ سے جواب دے رہے ہیں کہ ران کے کھل جانے کی نسبت جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف مجازاً ہے۔ کیونکہ یہ کھل جانا جانور کے دوڑنے کی وجہ سے تھا۔ آپؐ نے قصداً ایسا نہیں کیا بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ جس پر حضرت انسؓ کے گھٹنے کا آپ کی ران کو چھونا دلالت کرتا ہے چنانچہ مسلم کی روایت ہے میں حَسَرَ کی بجائے اِنْحَسَرَ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ دوسرا استدلال حضرت امام بخاریؒ نے حضرت عثمانؓ کے واقعہ سے کیا ہے کہ جب وہ داخل ہوئے تو آپؐ نے اپنی ننگی پنڈلی یا ننگے گھٹنے کو ڈھانپ لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ڈھانپنا ننگا ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ فرج گھٹنے اور پنڈلی یہ سب پہلے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ پنڈلی یا گھٹنے سے کپڑا کھسک گیا تو اس کو آپؐ نے ٹھیک کر لیا جب گھٹنے یا پنڈلی کا ڈھانپنا ثابت ہو گیا تو ران جو فرج کے زیادہ قریب ہے اس کا ڈھانپنا بطریق اولی ہوگا۔ تیسرا استدلال امام بخاریؒ کا حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت سے ہے جس میں **فخذہ علی فخذی** کہ آپ کی ران میری ران پر تھی۔ لیکن یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ فخذ کا لفظ جب بولا جائے اس کے ساتھ کپڑا نہ ہو۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ کہ دونوں کے **فخذ مستور** اور چھپے ہوئے تھے۔ امام بخاریؒ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ کپڑا کا ہونا یہ امر زائد کا ثابت کرنا ہے جو محتاج دلیل ہے۔ شیخ گنگوہیؒ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بجا ہے اصل ضابطہ یہی ہے لیکن ہمیں یہ بتلایا جائے کہ کیا وہ ران جس پر کپڑا ہو کیا اس کے لئے فخذ کے سوا کوئی اور لفظ بولا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں تو یہ معلوم ہے کہ ران ہو یا دن کا کوئی اور عضو ہو ستر چھپانے سے پہلے جو بھی ان کے نام تھے ستر کے بعد ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ نیز ! اگر ہم یہ کہیں کہ ران ننگ نہیں ہے تو پھر حضرت جرہد کی قولی حدیث جس میں ہے کہ **الفخذ عورۃ** کہ ران ننگ ہے مہمل رہ جاتی ہے جس کا مہمل ہونا جائز نہیں۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات **فخذہ علی فخذی** میں تو بلا حائل کے قائل ہیں اور حدیث عائشہؓ میں جب کہ نماز میں آپؐ ان کی چٹکی کاٹتے تھے تو وہاں یہ حضرات کہتے ہیں کہ پاؤں پر کوئی کپڑا پڑا ہوگا۔ حالانکہ پاؤں عموماً کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

ببین تفاوت الخ

قولہ من کان عندہٗ شیٔ فلیجیٔ بہ صفحہ ۸/۵۴ جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ لے آئے بظاہر یہ ترجمہ بعید معلوم ہوتا ہے

کیونکہ ولیمہ ہمیشہ شوہر کے مال سے ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات کے ولیمہ جات میں اور کسی سے کچھ نہیں لیا تو بی بی صفیہؓ کے ولیمہ میں آپؐ صحابہ کرامؓ سے کیسے طلب کر رہے ہیں کہ جو کچھ جس کے پاس ہو وہ لے آئے۔ حالانکہ ابھی آپؐ خیبر سے واپس لوٹے تھے اور وہاں سے آپ کو بہت کچھ مال حاصل ہوا۔ پس یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپؐ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ عام شراحؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اپنا مال پیش کرنا بطور تبرع و احسان کے تھا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ کا ایک عجیب جواب ہے جو کسی شارحؒ کو نہیں سوجھا۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کا ان کا خالص مال نہیں لیا۔ بلکہ مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے جو کھانے پینے کی چیزیں جن کے وہ ضرورت مند تھے ان میں بانٹ دی تھیں ان کو لوٹوایا۔ اور تقسیم غنیمت سے پہلے جو کچھ امام کسی کو عطا کرے اس میں سے جو کچھ بچ رہے اس کو واپس لانے کا حکم دے سکتا ہے۔ جب کہ وہ حد سے بڑھ جائے۔ پھر آپؐ نے جو کچھ بھی صحابہ کرامؓ سے واپس کرایا اس کا واپس کرنا ان پر واجب نہ تھا۔ اور یہی تو احنافؒ کی دلیل ہے کہ امام و حاکم کی تقسیم غنیمت سے پہلے اور قبضہ کرانے سے پہلے مجاہدین کا ملک ثابت نہیں ہوتا۔ اگرچہ امام اور حاکم اموال غنیمت ان کو دے بھی دے۔ کیونکہ اگر ملک ان کا ثابت ہوتا تو امام عطیہ کرنے کے بعد ان سے کیسے واپس لے سکتا ہے۔ حالانکہ خمس کی وجہ سے امام خود اس سے مستغنی ہے۔ جب ان کا ملک ثابت ہو جائے تو معلوم ہوا کہ یہ ولیمہ آپؐ کے اس خالص حق میں سے تھا جو غنیمت کے خمس میں سے آپؐ کے لئے تھا۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے اہل کوفہ پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں مال غنیمت کو دارالحرب میں تقسیم نہ کیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ ملک غلبہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اور غلبہ اس وقت تک مکمل نہیں جب تک اسے دارالاسلام میں محفوظ نہ کر لیا جائے۔ لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ امام کے اختیار اور اجتہاد پر موقوف ہے۔ جب مال مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو غلبہ حاصل ہو گیا۔

<u>متلفعاتٍ بمروطهنّ</u> صفحہ ۱۲/۴۵ عورتیں اپنی گرم چادروں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ امام بخاریؒ اس سے ترجمہ یوں ثابت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان عورتوں سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا کہ ان کی چادروں کے نیچے کوئی اور کپڑا ہے یا نہیں۔ تو آپ کی تقریر ہو گئی۔ کہ جب کپڑا ننگے بدن کو چھپالے تو اس کپڑے پر نماز میں کفایت کرنا جائز ہے۔ تو ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض سلف کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے۔ بعض نے چار کپڑے بعض نے تین کپڑے ضروری قرار دیئے ہیں جمہور علماء فرماتے ہیں کہ عورت ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھ سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ ایک کپڑا جس سے بدن اور سر کو چھپالیا جائے۔ اس سے عورت نماز ادا کر سکتی ہے۔

باب اذا صلی فی ثوبٍ لهٗ اعلام ترجمہ۔ جب کہ کوئی ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس میں نقش و نگار ہوں

صفحہ ۱۲/۵۴

لاس ترجمہ سے مقصد یہ ہے کہ اگرچہ اس صورت میں دل کو مشغول رکھنا خلاف اولیٰ ہے لیکن نماز جائز ہے۔ اس لئے شیخ المشائخؒ

فرماتے ہیں کہ اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔ اور یہ دونوں جزُ حدیث سے ثابت ہیں کہ آپؐ نے نماز جاری رکھی بعد ازاں کراہت کا اظہار فرمادیا۔

باب ان صلی فی ثوب مصلب صفحہ ۱۶/۵۴

قولہ لاتزال تصاویرھا صفحہ ۱۹/۵۴ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کپڑا میں صلیب کا نشان بنا ہوا ہو یا اس کا نقش ہو یا کپڑا تصاویر اور فوٹو والا ہو تو چونکہ صلیب اور تصاویر کی پوجا کی جاتی ہے۔ لہٰذا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ حدیث باب اگرچہ تمام ترجمہ کو ثابت نہیں کرتی لیکن تأمل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ساتر ہونے کی وجہ سے نماز جائز ہے۔ فاسد نہیں ہوگی کراہت ضرور ہے اس طرح آنے والی روایت کہ جس میں ریشم کے ٹکڑے استعمال کئے گئے لیکن آپؐ نے ان کو اتار پھینکا۔ جس سے واضح ہے کہ ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا لائق نہیں ہے۔ یعنی ایک قسم کی کراہتہ ہے پھر بھی نماز جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔

قولہ فنزعہ نزعا شدیدا الخ صفحہ ۲۱/۵۴ معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا نزول دوران نماز ہوا تبھی تو آپؐ نے کپڑے اتارنے کی جلدی کی تاکہ نماز اس سے محفوظ رہے۔ آپؐ نے جلدی سلام پھیر دیا۔ جس سے واضح ہوا کہ نماز جائز ہے۔ جواز کے ساتھ حرمت جمع ہوگئی جیسا کہ حنفیہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ حرام ایک دوسری حیثیت سے جو حرام نہیں ایک نعمت کا سبب بن گیا۔ اعادہ صلوٰۃ آپؐ نے اسلئے نہ کیا کہ یہ واقعہ ریشم کی حرمت سے پہلے کا تھا۔ الحاصل امام بخاریؒ کے ان ابواب مختلفہ کے لانے کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ ان امور سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ البتہ کراہت اور استحباب دو الگ امور ہیں۔ آپؐ نے یہ محض اس لئے کیا تاکہ بیان جواز حاصل ہو جائے سرخ کپڑے کے اندر بھی یہی تاویل جاری ہوگی۔ کہ سرخ کپڑے کے استعمال میں جواز تو ہے لیکن کراہت بھی ہے۔ اسی بنا پر اگر عصفر اور زعفران کا رنگا ہوا کپڑا ہو تو وہ بھی اس لئے نقصان دہ نہیں ہے کہ اس سے نفس جواز نماز ثابت کرنا ہے کہ فریضہ کی ادائیگی تو ہو جائے گی لیکن کراہت تحریمی ساتھ رہے گی۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر ان مکروہات کا استعمال تعلیم دینے کے لئے ہو تو کراہت بھی ساقط ہو جائیگی چنانچہ کوکب دری اور فتاویٰ رشیدیہ میں صراحت ہے کہ فتویٰ تو جواز کا ہے۔ **والتقویٰ فی الاحتیاط** جیسے **صلوٰۃ فی ثوب واحد** اور **صلوٰۃ علی المنبر** کے بارے میں ہے۔ اور یہ حضرت بریرہؓ کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے فرمایا **اشترطی واعتقی** کہ شرط مان لو خرید کر پھر آزاد کر دو۔

قولہ علی ظھر المسجد بصلوٰۃ الامام صفحہ ۱/۵۵ یعنی مقتدی مسجد کی چھت پر اور امام مسجد کے اندر ہو تو یہ نماز جائز ہے۔ البتہ احنافؒ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ مقتدی امام سے آگے نہ بڑھے۔ اور امام مسجد کے اندر اکیلا نہ ہو اور یہ دونوں مسئلے ظاہر ہیں

قولہ وقام رسول اللہ ﷺ صفحہ ۴/۵۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کا قوم سے اونچا کھڑا ہونا جائز ہے بشرطیکہ وہ بلندی مقدار مخصوص سے زائد نہ ہو۔ اب اس کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انسان کے قد کے برابر اونچائی ہو

بعض کے نزدیک ایک ذراع یعنی ہاتھ کے برابر ہو۔ اصح یہ ہے کہ ایک ذراع سے کم میں کراہت نہیں ہے۔ اگر اونچائی ایک ہاتھ سے اوپر ہو تو مکروہ ہے۔ اگر یہ اونچے حصہ پر کھڑا ہو تا خواہ منبر پر ہو یا اور کسی چیز پر ہو تو تعلیم و تبلیغ کے عارض کی وجہ سے یہ کراہۃ بھی رفع ہو جائے گی اگر امام مقتدیوں سے انسان کے قد کی مقدار اوپر ہو یا نیچے ہو تو اقتدا فاسد ہو جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب سے مشابہت ہو جاتی ہے۔ تھوڑی سی بلندی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز! حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ عمل قلیل کے ساتھ نماز جائز ہے جیسے دو قدم یا اس سے زائد کے ساتھ تھوڑا سا آگے پیچھے چلنا ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

فصلّی بھم جالِسًا صفحہ ۵۵/۱۴ مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام قوم سے ایک انسان کے قد سے اوپر کھڑا ہو جب کہ اس کے ساتھ کچھ لوگ اور بھی ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ایسے اس جگہ بھی ایسا ہی تھا کہ قوم کا ایک گروہ آپؐ کے ہمراہ بالا خانہ پر تھا اور دوسرے لوگ نیچے مسجد میں تھے۔ شیخ گنگوہیؒ کی اس توجیہ کی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے عَنْ جابرؓ قَالَ اِشتکی رسول اللهِ ﷺ فَصَلَّیْنَا وَرَاءَه وَھُوَ قَاعِداً وَاَبُوْ بکرؓ یسمع النّاس تکبیر اا(الحدیث) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو ہم نے آپؐ کے پیچھے نماز ادا کی جبکہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور ابو بکرؓ آپؐ کی تکبیر لوگوں کو سناتے تھے۔ اگر طائفہ قلیلہ ہوتا تو تکبیر سنانے کی ضرورت ہی نہیں تھی معلوم ہوتا ہے کہ طائفہ کثیرہ آپؐ کے پیچھے تھا۔ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض چھت پر نماز پڑھنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ اور بیٹھ کر نماز آپؐ نے تین جگہ پر پڑھی ہے۔ ایک تو ۵ھ میں جب کہ آپؐ گھوڑے سے گر پڑے۔ دوسرے مرض وصال میں۔ تیسرے غزوۂ احد میں جب کہ آپؐ زخمی ہو گئے تھے۔ تو آپؐ نے ظہر کی نماز بیٹھ کر پڑھائی جب کہ مسلمان بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ نیز! امام بخاریؒ کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے سے گرنے کا واقعہ اور واقعہ ایلاء ایک ہی وقت میں ہوئے۔ حالانکہ گھوڑے سے گرنے کا واقعہ ۵ھ کا ہے۔ اور ایلاء کا واقعہ ۹ھ کا ہے۔ اس جگہ امام بخاریؒ سے تسامح ہو گیا۔ جیسا کہ ظاہر الفاظ حدیث انسؓ سے معلوم ہوتا ہے۔

قولہ مالم تشق علی اصحابك صفحہ ۵۵/۲۰ مسئلہ یہ کہ نماز میں قیام فرض ہے۔ کشتی میں سوار ہونے والا اگر قیام پر قادر ہے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ ورنہ بیٹھ کر نماز ادا کرے یہی صاحبین کا مسلک ہے۔ آجکل ریل گاڑی کا بھی یہی حکم ہے حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ کشتی اور ریل گاڑی میں بیٹھ کر ہی نماز ادا کرے خواہ قیام گراں ہو یا نہ ہو کیونکہ سبب کو مسبب کے قائم مقام کیا جاتا ہے جیسے سفر میں مشقت ہو یا نہ ہو قصر صلوٰۃ کا حکم ہے۔ کیونکہ احکام عامہ ہوتے ہیں خواہ پہلے ان کی بناعلت پر ہو۔ حضرت حسن بصریؒ کے کلام کا محمل بھی یہی امام اعظمؒ کا مذہب ہے۔ چنانچہ شیخ گنگوہیؒ حضرت حسن بصریؒ کے اثر کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ راکب سفینہ پر کھڑا ہونا گراں نہ ہو۔ چونکہ عادت یہ ہے کہ جو خود اپنے اوپر گراں ہو وہ دوسرے پر بھی گراں ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا مالم تشق علی اصحابك کہ جب تک تمھارے ساتھیوں پر گراں نہ ہو جب رفقاء پر گراں ہے تو عادت یہ ہے کہ اس کے اپنے اوپر بھی گراں ہو گا تو یہ حکم عادت پر مبنی ہوا اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر سے معلوم ہوا کہ حکم کا مدار عدم استطاعۃ پر نہیں بلکہ رفقاء کی رعایت پر جواز کا حکم دیا ہے۔

قوله بَابُ الصَّلٰوة علی الخمرة الخ

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ ترب وجھك کہ اپنے چہرہ کو خاک آلودہ کرو۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر نماز پڑھی جائے۔ کشتی۔ چٹائی۔ اور قالین پر نماز جائز نہ ہو۔ امام بخاریؒ نے ان ابواب کو ذکر کر کے بتلادیا کہ کشتی اور زمین کے اوپر چٹائی اور قالین بچھا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ خمرہ وہ چھوٹی چٹائی جو کھجور کے خوشے کے پتوں سے بنائی جائے۔ تو چھوٹے مصلی کو خمرہ کہتے ہیں بڑے کو حصیر کہتے ہیں اس باب سے ثابت کرنا ہے کہ اگر نمازی کا کچھ حصہ زمین پر اور کچھ چٹائی اور قالین پر ہو تو اس کی نماز جائز ہے تو صلوٰۃ فی السفینہ اور صلوٰۃ علی الخمرہ دو مسئلے محتاج بیان تھے۔ اس لئے ان کو بیان کر دیا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے علاوہ دوسری اشیاء پر نماز جائز ہے۔

بَابُ الصَّلٰوة علی الِفراشِ صفحہ ۲۶/۵۵

بعض حضرات نے کہا کہ یہ ترجمہ مہمل بے فائدہ ہے یا لغو ہے حالانکہ اثر اور افعال صحابہ کرامؓ سے اس باب میں ثابت کیا ہے کہ بستر پر نماز جائز ہے۔ خواہ سب کا سب بستر پر ہو۔ یا بعض بستر پر نہ ہو۔ جیسے کپڑے پر سجدہ جائز ہے ایسے پاک بستر پر بھی جائز ہے۔ خواہ اس کے ساتھ بیوی سوئی ہوئی ہو یا نہ ہو۔ اون پر نماز پڑھنا سوائے شیعہ کے باقی سب مسلمانوں کے نزدیک جائز ہے۔ تو اون اور بالوں کے قالین پر نماز پڑھنا جائز ثابت ہوا۔

باب السجود علی الثوب صفحہ ۶/۵۶

کپڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے جب کہ سخت دھوپ ہو۔ پہلے تعلیق سے اس پہلے کو ثابت کیا تھا۔ اب سند ذکر کر کے اسے بیان کیا لہذا تکرار نہ ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے شوافع کا رد کرنا ہو۔ کو جو ثوب منفصل یعنی الگ کپڑے پر نماز کو جائز کہتے ہیں اور جو کپڑا انسان کے بدن کے متصل ہے اس پر نماز جائز ہے۔ حدیث باب سے ثابت ہوا کہ پگڑی کے پلے پر سجدہ کر کے دھوپ سے بچتے تھے۔

قَوْلُهٗ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ صفحہ ۲۱/۵۶ کہا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ کو جب کہیں کتابت یا جمع کرنے میں لکھتے لکھتے کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو وقفے کے بعد جو لکھنا شروع کرتے ہیں تو اس کی بسملہ سے ابتدا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مؤلفؒ ایک ہی کتاب میں ابواب کے درمیان بسملہ لکھ دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ مؤلفؒ نے باب فضل استقبال القبلة میں یہ قول ذکر کیا ہے۔ يَسْتَقْبِل بِاطْرافِ رِجْلَيْهِ یعنی اپنے پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ کی طرف متوجہ کرے تو یہ قولہ بے محل نہیں۔ بلکہ استقبال قبلہ میں مبالغہ کیلئے بیان کیا ہے۔

قوله واكلوا ذَبِيْحَتَنَا صفحہ ۲۵/۵۶ یہ قید ان کفار کو خارج کرنے کیلئے لگائی گئی جو مسلمان کا ذبیحہ کھانا پسند نہیں کرتے ورنہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ دونوں مذہب والے مسلمان کا ذبیحہ کھاتے تھے تو یہ ان سے احتراز نہ ہوگا۔ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ پر

اقتصار ہے اور رسالۃ بھی اس کے ضمن میں مراد ہے۔ دوسرے اقرار توحید کے بعد ان افعال ثلثۃ کا ذکر کرنا اس لئے ہے کہ واجبات دین میں سے اعظم ہیں۔ اور پہلے دن کی ملاقات سے اس کی نماز اور کھانے پینے کا علم ہو جاتا ہے۔ روزہ کا علم تو سال میں ایک مرتبہ ہوگا اور حج تو کہیں مہینوں اور سالوں کے بعد معلوم ہوگا اور کبھی تو بالکل واجب نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اور بعض مسلمانوں کا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ تو بعض روایات میں ہے ذبح مثل ذبیحتنا اس سے پہلے فریق پر اور اکل ذبیحتنا سے دوسرے فریق پر رد ہوا۔

بَاب قِبْلَةُ اهل المدينة وَاهل الشام صفحہ ۵۷/۴

یعنی مدینہ اور شام والوں کا قبلہ کہاں ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے پھر قوله المشرق اگر قوله قبلۃ پر معطوف ہے تو باب کے تحت داخل ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ مشرق و مغرب پر قبلہ دارومدار نہیں ہے۔ بلکہ قبلہ بیت اللہ ہے جس سمت پر بھی واقع ہو بہر صورت مغرب کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ مشرق و مغرب اس حکم میں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے۔ ایک کا ذکر دوسرے کے ذکر سے بے پرواہ کرنے والا ہے۔ اور بسا اوقات معطوف کو اس لئے حذف کر دیتے ہیں کہ معطوف علیہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ترجمہ سے مؤلف نے نہی کو عام اور شرقوا و غربوا کو اہل مدینہ اور اہل شام کے ساتھ خاص کر کے ابو عوانہ کے مذہب کا رد کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ قبلہ کی طرف استقبال اور استدبار اہل مدینہ اور ان کی سمت والوں کے لئے ہے۔ دوسرے لوگوں کے لئے استقبال و استدبار جائز ہے۔ مؤلف نے ان کا رد کرتے ہوئے نہی کو عام رکھا۔

بَابُ قَوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى صفحہ ۵۷/۱۰

اس باب سے قبلہ کے حکم کو پکا کیا گیا۔ چنانچہ جب یہ آیت وارد ہوئی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے وقت استقبال قبلہ کے فرض کو نہیں چھوڑا۔ نیز ! ترجمہ منعقد کرنے میں اس پر دلالت ہے کہ آیت مقام ابراہیم کے استقبال کو واجب نہیں کرتی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپؐ بیت اللہ کے سامنے نماز نہ پڑھتے اس لئے اس صورت میں مقام ابراہیم آپؐ کے پیچھے ہو جاتا ہے۔ پس امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ میں امر ایجاب کے لئے نہیں بلکہ یہ امر سنۃ اور استحباب کا ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ کے ترجمہ پر دو اعتراض تھے۔ ایک تو یہ کہ آیت استقبال مقام ابراہیم کے امر کو متقاضی ہے۔ لیکن اس پر روایات دلالت نہیں کرتیں۔ قطب گنگوہیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ایک تو یہ کہ اس آیت سے استقبال الی الکعبہ کے امر کی تاکید کی ہے کہ اس امر کے باوجود آپؐ نے استقبال الی الکعبہ نہیں چھوڑا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو امر آیت ترجمہ میں ہے وہ ندب اور استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے۔ نیز ! اگر استقبال مقام واجب ہوتا تو آپؐ خانہ کعبہ کے اندر نماز نہ پڑھتے معلوم ہوا کہ تمام جہات کعبہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے۔

قوله حرف القوم صفحہ ۵۷/۲۶ حدیث باب سے ترجمہ واضح ہوا کہ مسجد حرم میں کسی خاص ایک جگہ پر نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جس جگہ بھی نمازی ہو اسے کعبہ کی طرف منہ کرنا چاہیئے کیونکہ جہاں نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے وہاں قوم نے

نہیں پڑھی بلکہ تحویل قبلہ کے وقت آپؐ اس طرح پھر گئے کہ مرد مقتدی بھی اس طرح پھر گئے کہ وہ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اور عورتیں اس طرح پھریں کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ تو کسی مکام کی تخصیص نہ رہی جیسا کہ اهل القبلتین نے کیا اس طرح آپؐ نے سجدہ سہو میں کیا۔ سفر و حضر میں یہی حکم ہے۔

قوله فثنّی رِجْلَیْهِ صفحہ ۸۵/۴ یعنی اپنے دونوں پاؤں موڑ لئے اور استقبال قبلہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ کسی حال میں استقبال کعبہ کو ترک نہیں کیا۔ ثنی رجلیه محل استدلال ہے۔

ثم اَتَمَّ مَابقي صفحہ ۵۸/۴ یعنی جو کچھ رہ گیا تھا بعد ازاں اسے پورا کیا معلوم ہو کہ جو استقبال قبلہ بھول جائے وہ معاف ہے اور یہ عمل کثیر نسخ کلام سے پہلے کا ہے۔ جب کلام منسوخ ہوا تو جو کچھ اس کے ضمن میں تھا وہ بھی منسوخ ہوا۔ یعنی وہ قبلہ کی دوسری طرف کو پھرنا ہے۔ کیونکہ فرائض نماز اور اس کے مفسدات میں ذکر اور نسیان دونوں برابر ہیں۔ یعنی پہلے جو نسیا ناً فھو عفو گذرا ہے وہ امام بخاریؒ کے استدلال کے مطابق ہے۔ ورنہ مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر کے مطابق جس شخص نے سہواً تیسری رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اور اپنے سینہ کو کعبہ کی طرف سے ہٹا لیا تو احنافؒ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو گی اور اس حدیث کو منسوخ ماننا پڑے گا جیسا کہ اس کے بعد نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوا۔ امام بخاریؒ نے پہلے ترجمہ میں مختلف احادیث بیان کیں جن سے استقبال قبلہ کی ضرورت بیان ہوئی ہے۔ اور دوسرے ترجمہ سے بتایا گیا کہ اگر نسیاناً کوئی استقبال ترک کر دے تو اس کے اعادہ کرنے میں اختلاف ہے۔ احنافؒ کے نزدیک اعادہ ہے اور شوافعؒ کے نزدیک نہیں۔ البتہ اگر قبلہ کو تلاش کرنے میں غلطی ہو جائے اور وقت نہ رہے تو اعادہ لازم نہیں ہے۔

قَوْلُهٗ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰى صفحہ ۵۸/۱۰ آیت سے استدلال اس طرح ہوا کہ فرض استقبال کو کسی صورت میں نہیں چھوڑا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اس پر اس طرح عمل کیا کہ اس پر عمل کرنے سے استقبال قبلہ فوت نہیں ہوا۔ آیت میں مصلی فرمایا گیا قبلہ نہیں فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ مقام کو مصلی بنانے کی صورت میں قبلہ کی طرف توجہ ضروری ہے۔

باب حَكِّ البزاق صفحہ ۵۸/۱۷

کھنگار کو مسجد میں کھرچنا اگرچہ طبعاً مکروہ ہے اس سے وہم ہوتا تھا کہ ایسا کرنا جائز نہ ہو۔ لیکن امام بخاریؒ نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو جناب نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کراہت کیسی۔ اس باب سے لے کر آگے پچپن ۵۵ ابواب تک کا تعلق احکام مسجد سے ہے حدیث باب سے ثابت کیا کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ یا لکڑی کے ذریعہ کھنگار یا سنک کو دور کیا ہے تو مسجد کو اس سے پاک رکھنا ثابت ہوا۔

قوله ان دَلَكْتَ عَلٰى قَذْرٍ رَطْبٍ صفحہ ۵۸/۲۶ حضرت ابن عباسؓ کا اثر نقل کر کے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ سنک

اور کھنگار کی کراہت کی وجہ صرف گندگی نہیں ہے کہ وہ فضلہ ہے ناک یا سینہ کا بلکہ احترام قبلہ مقصود ہے۔ جس میں خشک اور تر کا فرق نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ ابن عباسؓ نے جوتے میں اس کا فرق کیا ہے۔ کہ خشک گندگی کو تو رگڑنے سے پاک کیا جائے گا اور تر گندگی کے ازالہ کے لئے دھونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ رطب تو چھیلنے سے اور پھیلے گا اس کا ازالہ نہیں ہوگا۔

قوله ولكن عن يساره صفحہ ۵۹/۷ یہاں سے امام بخاریؒ نے پانچ تراجم ایسے قائم کئے ہیں جن میں باہمی قرب کی وجہ سے باب سے مناسبت واضح نہیں ہوتی۔

۱/ پہلا باب ان میں سے **باب لا يبصق عن يمينه في الصلوة** ہے

اس سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ آیا دائیں نہ تھوکنا نماز کے ساتھ مختص ہے یا عام ہے۔ خارج صلوٰۃ بھی دائیں جانب نہ تھوکنا چاہیے۔ امام بخاریؒ کا میلان پہلے قول کی طرف ہے۔ امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے جن روایات میں مطلق حکم ہے اس کو وہ اپنی عادت کے مطابق مقید پر محمول کر رہے ہیں۔ جمہور ائمہ کے نزدیک ممانعت کا حکم عام ہے۔ داخل صلوٰۃ ہو یا خارج صلوٰۃ مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں منع کا حکم عام ہے۔

۲/ دوسرا ترجمہ **باب ليبصق عن يساره اوتحت قدمه اليسرى**

پہلا ترجمہ مقید بالصلوٰۃ تھا اور حدیث مطلق تھی۔ تو یہ ترجمہ اس کا برعکس ہے کہ ترجمہ مطلق ہے اور حدیث مقید ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بائیں طرف تھوکنے کی اجازت تب ہے جب کہ نہ تو مسجد میں ہو اور نہ ہی اس کے بائیں طرف کوئی دوسرا آدمی ہو۔ اور بائیں قدم کے نیچے تھوکنا تب جائز ہے جب کہ مسجد میں ہو یا اس کے بائیں جانب اور کوئی موجود ہو۔

۳/ **باب كفارة البزاق** میں البزاق فی المسجد خطيئة والی حدیث ذکر کر کے اس کی برائی اور غلطی کی طرف اشارہ کیا جس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ

۴/ چوتھا باب ہے **دفن النخامة في المسجد** جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سنک اور کھنگار کو مسجد کی مٹی یا اس کی کنکریوں اور ریت میں دفن کر دے۔

۵/ پانچواں باب **اذا بدره البزاق الخ** کہ جب بزاق تنگ کرے تو گندگی کی وجہ سے بغیر ضرورت کے کپڑے میں نہ تھوکے۔

قوله وذكر القبلة صفحہ ۵۹/۲۲ یعنی یہ وہ باب ہے جس میں قبلہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کس سمت کو ہونا چاہیے واللہ اعلم

امام بخاریؒ نے یہاں دوترجمے قائم کئے ہیں۔ پہلا عظة الامام ہے اور دوسرا ذکر القبلہ ہے۔ مقصود اصلی پہلا ترجمہ ہے کہ امام کو مقتدیوں کے احوال کا لحاظ کرنا چاہئیے کوئی کوتاہی ہو تو متنبہ کرے۔ اور دوسرے جز ٔ کو اس سے ثابت کیا کہ میرا قبلہ ایک جہت میں نہیں میں تو پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

قوله باب هل يقال مسجد بني فلا ن

چونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور اس کی عبادت کی جگہ ہے جس سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید غیر اللہ کی طرف اس کی نسبت کرنا شرک ہو یا کم از کم مکروہ تو ضرور ہوگا اور بے ادبی بھی ہے۔ تو روایت لاکر امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ غیر اللہ کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے مسجد بنی زریق کہا گیا۔

باب القسمة وتعليق القنو صفحہ ۱/۶۰

جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ان هذه المساجد لا يصلح فيها شئ من امو ر الناس کہ ان مساجد میں لوگوں کے کام نہیں ہونے چاہئیں۔ دوسری روایت میں ہے ان المساجد لم تبن لهذا کہ مساجد ان کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ بظاہر اس سے ہر قسم کے معاملہ کی ممانعت معلوم ہوتی تھی۔ تو یہ باب منعقد کر کے مؤلفؒ نے واضح کر دیا کہ ان معاملات سے وہ معاملات مراد ہیں جو غیر ضروری ہیں ضروری معاملات تو مسجد میں ہونے چاہئیں۔ امام بخاریؒ تقسیم کی روایت تو لائے ہیں لیکن تعلیق القنو مسجد کے دروازہ پر کھجور کے خوشے لٹکانے کی روایت نہیں لائے۔ تو کہا جائے گا کہ اس حکم کو قیاس سے ثابت کیا کہ جب مال غنیمت محتاجوں میں تقسیم کرنے کیلئے رکھنا جائز ہے تو اصحاب صفہ یا دیگر محتاجوں کے لئے خوشے کا لٹکانا بھی جائز ہوگا۔ علت میں شرکت ہے۔ یا یہ کہ اس میں بھی کھجور کو مساکین میں تقسیم کرنا ہوتا ہے لہذا وہ بھی جائز ہوگا۔ کوکب دری میں قطب گنگوہیؒ نے اس سے مساجد میں پنکھے لٹکانے کا حکم ثابت کیا ہے۔

قوله ولم يلتفت اليه صفحہ ۴/۶۰ حدیث باب سے ثابت ہوا کہ اہم کام سے ابتدا کرنا افضل ہے۔ اور یہ کہ دنیاوی اموال کی طرف بالکل توجہ نہ کی جائے۔ اور اہم کام نماز ہے جس سے آپؐ نے ابتدا ٔفرمائی بعد ازاں مال تقسیم فرمایا۔

قوله فاني فَادَيْتُ نفسي صفحہ ۵/۶۰ بظاہر الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ تاوانوں کی وجہ سے حضرت عباسؓ فقیر ہو گئے تھے اسلئے زکوۃ کا مصرف قرار پائے۔ حالانکہ واقعہ بدر کے بعد تو وہ بہت مالدار ہو گئے تھے۔ تو فادیت نفسی سے اپنا افلاس اور غربت وناداری کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان مصائب کا بیان کرنا ہے جنہوں نے ان کے کثیر مال کو تباہ کر دیا جس کی بنا پر آج وہ امداد کے طالب ہوئے۔ غزوۂ بدر میں انہوں نے اپنی طرف سے اور اپنے بھائی عقیل کی طرف سے فدیہ ادا کیا تھا۔ تو آپؐ نے ان کو بغیر مکیال ومیزان یعنی بغیر ناپ تول کے مال دیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکے۔ اس سے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مصارف زکوۃ میں سے آٹھ قسموں میں سے کسی ایک پر اقتصار اور بندش کرلی جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو دوسروں کے برابر نہیں دیا بلکہ بغیر وزن کے زائد دیا

قوله فارفعه انت قال الخ صفحہ ۶۰/۷ حضرت ابن عباسؓ جب خود مال کو نہ اٹھا سکے تو اپنے لئے جناب نبی اکرم ﷺ سے مدد کرنے کی اپیل کی۔ آپؐ نے نہ خود اٹھوایا اور نہ دوسرے کو حکم دیا۔ یہ اس لئے کیا تاکہ مال کی مقدار ان کے پاس کم رہے ضرورت کے مطابق لیں حرص نہ کریں۔ دوسرے یہ بتلانا تھا کہ کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھایا کرتا خود ہمت کرو۔

قوله قلت نعم صفحه ۶۰/۱۲ امام بخاریؒ کے ترجمہ پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ حضرت انسؓ کی حدیث باب میں تو دعوت طعام کا ذکر نہیں ہے پھر ترجمہ کیسے ثابت ہوگا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کا **نعم ارسلنی لطعام** یہ **دعوت للطعام** میں داخل ہے۔ اس لئے کہ دلالت النص سے ثابت ہوا کہ جب مسجد میں طعام کا لینا جائز ہے تو اس کی طرف دعوت بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ تو **فی المسجد** کا تعلق جب طعام سے ہوگا تو مناسبت ظاہر ہے۔ کیونکہ طعام مسجد میں موجود ہے۔ **دعی** کے ساتھ متعلق کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو باب منعقد کرنے کی وجہ وہی ہے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے کہ امور ضروریہ مسجد میں ناجائز ہیں۔

قوله باب القضاء واللعان صفحہ ۶۰/۱۳

امام بخاریؒ کی غرض اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ مسجد میں فیصلے کرنا اور لعان کرنا جائز ہے کہ نہیں۔ فرمایا جائز ہے بنابریں کتاب الاحکام میں یہ ترجمہ دوبارہ لارہے ہیں۔

باب من قضی ولعن فی المسجد

لفظ **بین الرجال والنساء** کو بعض حضرات نے زائد قرار دیا ہے۔ حالانکہ **بین الرجال والنساء** کا تعلق قضاء سے ہے لعان سے نہیں ہے۔ البتہ لفظ لعان اجنبی درمیان میں لایا گیا سو ایسا کرنا جائز ہے۔

قوله ان اصلی بقومی صفحہ ۶۰/۲۱ چونکہ امام کو دوسرے لوگوں کی بنسبت زیادہ اہتمام کرنا پڑتا ہے اسلئے اسے مسجد میں ضرور حاضر ہونا چاہئیے۔ اس کا ذکر کر کے انہوں نے چاہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس کے لئے ایک ایسی جگہ مقرر کردیں جس میں وہ ان بارش وغیرہ کے دنوں میں نماز پڑھا کریں۔ اور وہ مقتدیوں سے کہہ دیں گے کہ وہ ان دنوں اس کا انتظار نہ کریں۔ نیز ! حدیث کے الفاظ سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس مقام پر نماز پڑھی جہاں کا صحابی نے حکم دیا۔ اپنی مرضی سے آپؐ نے کوئی جگہ مقرر نہیں کی۔

قوله فلم یجلس صفحہ ۶۰/۲۵ اس سے واضح ہوا کہ پہلے مقصود کو جلدی پورا کرنا چاہئیے بعد ازاں دوسرے کاموں میں مشغول ہو کیونکہ وہ مقصود کے توابع میں سے ہے۔

قوله ذلك لنا فق صفحہ ۶۱ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس شخص کے ظاہر حال اور علامتوں سے مشاہدہ ہو تو اس پر نفاق کا

حکم لگانا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کے اس قول پر سختی نہیں فرمائی۔ البتہ چونکہ آپ کو اس کے مؤمن ہونے کا علم تھا اس لئے ان کے گمان کے خلاف انہیں منافق کہنے سے روک دیا گیا۔ بنابریں حدیث سے واضح ہوا کہ ایسے مواقع پر کلام میں تاویل کی جائے اور بھلائی کا گمان کرنا چاہیئے۔ اور جہاں تک ممکن ہو ایسے شخص کے کلام کو کسی صحیح محمل پر حمل کیا جائے۔ یا بشریت کے تقاضا کے مطابق اس کا ادنیٰ مرتبہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ نفاق کا حکم لگانا سخت حکم ہے۔ البتہ فسق اور گناہ پر حمل کرنا آسان ہے۔ انہیں ظاہری علامات کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حاطب بن ابی بلتعہؓ پر نفاق کا حکم لگایا تھا۔

قولہ فصدقہ صفحہ ۶۱/۵ سوال یہ ہے کہ جب محمود عادل تھے تو امام زہریؒ نے دسرے سے کیوں پوچھا جنہوں نے ان کی تصدیق کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مزید اطمینان کے لئے سوال کیا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ سوال اس لئے کیا کہ حضرت محمود سن رسیدہ بزرگوں میں سے نہیں تھے۔ ممکن ہے بچپن میں انہوں نے حدیث سنی ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ محمود بمشکل پانچ سال کے تھے۔ اور حضرت عتبانؓ کی وفات خلافت معاویہ کے دور ۴۰ھ میں ہوئی ہے۔

باب هل ينبش قبور المشركين ويتخذ مكانها مساجد صفحہ ۶۱/۸

مشرکوں کی قبور کو توڑ پھوڑ کر ان کی جگہ مساجد بنانا جائز ہے اس کی دلیل جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول ہے کہ لعن الله اليهود الخ یہود لعنتی اس لئے بنے کہ انہوں نے بت پرستوں کی مشابہت کا ارتکاب کیا تو ان کی قبروں کو ہموار کر دیا جائے۔ تاکہ مشابہت کی صورت ختم ہو کر وہاں پر نماز پڑھنا جائز ہو سکے۔ اب یہ زمین کا ہموار کرنا دو طرح سے ممکن تھا۔ یا تو قبر توڑ پھوڑ دی جائے یا اس جگہ سے میت کی ہڈیاں تک نکال دی جائیں۔ یا قبر کو برابر کر دیا جائے تاکہ دیکھنے والے کو نظر نہ آئے جس سے مشابہت کا خطرہ پیدا ہو تو جب معاملہ اس طرح ہے تو مشرکین کی قبور کو تو بالکل اکھیڑ دیا جائے کیونکہ وہ محل غضب الٰہی ہیں۔ ان کو تو مساجد باقی رکھنا کسی طرح مناسب نہیں ہے مسلمانوں کی قبور کو نہ اکھیڑا جائے۔ کیونکہ اُن کی ہڈیوں کا مسلمانوں کے قدموں کے نیچے ہونا کوئی نقصان کی بات نہیں ہے اور کراہت کی وجہ بت پرستوں سے مشابہت تھی سو وہ یہاں منتفی ہے۔ پس روایت سے استدلال تو کافر اور مؤمن دونوں کو شامل ہوا کہ قبور پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور قبور کی توڑ پھوڑ وہ کفار کے لئے خاص ہوئی جو روایت کا خلاصہ ہے اس مقام پر زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ترجمہ اور اس کا ثابت کرنا مشکلات تراجم میں سے ہے۔ تو دلیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے مکانات پر جہاں قبور ہوں نماز پڑھنا جائز تو ہے لیکن کراہۃ تحریمی ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ البتہ حکم دیا کہ قبر سے بچا جائے۔ معلوم ہوا کہ جب قبر کی طرف سجدہ نہ ہو تو مقبرہ کی طرف نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ قبور خواہ مشرکین کی ہوں یا مسلمانوں کی ان پر مساجد بنانا اس وقت جائز ہے جب کہ قبور کو زمین کے ساتھ برابر کر دیا جائے۔ کہ قبور کا نام و نشان نہ رہے۔ یا انہیں اکھاڑ پھینکا جائے پھر مشرکین کی ہڈیاں کسی جگہ پھینک دی جائیں۔ اور مسلمانوں کی ہڈیاں کسی مکان میں دفن کر دی جائیں۔ بہر حال ان کی تعظیم کرنی چاہیئے

کہتے ہیں کہ میزاب رحمت کے نیچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیا علیہم السلام کی قبور ہیں۔ لفظ **هل** یا تو بمعنے قد کے ہے یا اس سے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ ہے کہ امام اوزاعیؒ قبور کی جگہ مساجد بنانے کے قائل نہیں ہیں اور ترجمہ میں **مایکرہ** کا عطف لفظ قول النبی ﷺ پر ہے۔ جو ترجمہ سابقہ کی دلیل ہے کہ نبش کے بعد مسجد بنانا جائز ہے۔ لیکن ایسی **مساجد فی المقابر** میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قوله اولٰئك شرار خلق الله صفحہ ۶۱/ ۱۳ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں اور اس مکان میں جس میں تصویریں ہوں نماز فاسد تو نہیں ہوتی لیکن کراہۃ ضرور ہے اور برا کام ہے جس سے بچنا چاہیئے۔ چونکہ تصویر کشی گناہ ہے۔ لوگ ان کی پوجاپاٹ بھی کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو شرار خلق اللہ کہا گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے کافروں والا کام کیا۔ بلکہ غیر اللہ کی عبادت کفر ہے بنابریں شیخ گنگوہیؒ نے اس کے لئے **اسأۃ** کا لفظ اختیار کیا ہے کراہت کا لفظ نہیں لائے۔

قوله اَرْبعًا وعشرين لَيْلَةً صفحہ ۶۱/ ۱۵ قبا میں چوبیس راتیں قیام کرنے کے باوجود آپؐ نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا معلوم ہوا کہ بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا جمعہ آپؐ نے بنوسالم میں ادا کیا ہے جیسا کہ فریقین کے نزدیک مسلم ہے حالانکہ جمعہ مکہ مکرمہ میں واجب ہو چکا تھا۔ پس اگر جمعہ بستیوں میں جائز ہوتا تو آپؐ اسے کبھی نہ چھوڑتے۔

باب الصلوة فی مواضِع الاُبل صفحہ ۶۱/ ۲۵

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ پر نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیاطین میں سے ہیں۔ بنابریں اہل ظواہر مبارک ابل یا معاطن ابل میں نماز کے فساد کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ نے مبارک اور معاطن کی بجائے عام لفظ مواضع ترجمہ میں لائے۔ اس سے ظاہریہ پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان مواضع میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اونٹوں کی ذات میں کوئی خرابی نہیں۔ بلکہ کراہۃ کی وجہ دل کی تشویش ہے اور فکر کی پریشانی ہے۔ اس لئے کہ سدھائے ہوئے اونٹوں میں ایک قسم کا اطمینان اور تسلی ہوتی ہے کہ اونٹوں کو بٹھا دینے کے بعد وہ کھڑے نہیں ہوتے اور نہ ہی بٹھا دینے کے بعد وہ وحشی بن کر بھاگتے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ ایک اونٹ ہو تو پریشانی اور بھاگ جانے کا خدشہ ہوتا ہے بہت ہوں تو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بات تو اطمینان اور تسلی کی ہے۔ اس میں ایک ہو یا زیادہ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بنابریں حضرت امام بخاریؒ کا حضرت ابن عمرؓ کے اس فعل سے استدلال کرنا صحیح ہوا کہ وہ اپنی اونٹ کی سواری کو بٹھا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ اطمینان کے وقت مبارک ابل میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ خود اونٹوں سے اطمینان کے وقت نماز جائز ہے۔

مبارك الابل اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ اصطبل اور معاطن خاص ہے کہ جہاں پانی کیلئے اونٹ بٹھائے جائیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نہی معاطن ابل کے ساتھ خاص ہے۔ ورنہ دوسرے مواضع ابل میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

باب من صَلّٰی وقد امه تنور اونار اوشئ ممّا یعبد الخ صفحہ ۶۱/ ۲۷

ترجمہ۔ جس شخص نے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ اسکے آگے تنور ہے یا آگ ہے یا ایسی چیز ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔

توجب نمازی کی نیت محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہو توان سب صورتوں میں نماز جائز ہے۔ لیکن چونکہ اس میں بتوں کی پرستش سے مشابہت ہے اس لئے کراہت سے خالی نہیں ہوگی۔ البتہ فریضہ صلوٰۃ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ معبودات باطلہ کا قبلہ کی طرف ہونا کوئی نقصان دہ نہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے صلوٰۃ کسوف میں قبلہ کی طرف آگ کو دیکھا جس سے آپؐ کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا امام بخاریؒ نے اس روایت سے ایک لطیف طریقہ پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے اس استدلال سے ظاہر کر دیا کہ وجہ شبہ مخفی غیر مدرك بالعقل تھی جس کا تقاضا تھا کہ کراہت بھی نہ ہوتی کیونکہ آنحضرت ﷺ کو جو آگ نماز میں دکھلائی گئی وہ آگ معبود نہیں تھی وہ تو نار جہنم تھی جو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ تھی۔ اور یہ فقہاء کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی نمازی کے آگے آگ ہو یا تصویر ہو یا قبر ہو اگر اس کے آگے پردہ کر لیا جائے تو پھر بتوں کی پرستش سے مشابہت نہیں رہتی۔ اس طرح یہ آگ جو لوگوں کی آنکھوں سے غائب تھی جس کو آپؐ نے اپنے آگے نماز میں دیکھا تو یہ بھی مشابہت کا سبب نہیں بنے گی کیونکہ وہ پردہ میں ہے۔ اس سے ترجمہ کے اندر جو تنور کا ذکر ہے اس کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ آگ تنور کے اندر پردہ میں ہے۔ لہذا کراہت کی علت اس سے بھی اٹھ جائے گی۔ اسی طرح آگ۔ قبور اور تصاویر کا حکم ہے کہ علت کے رفع ہو جانے کی وجہ سے نماز میں کراہت بھی نہیں رہے گی۔ جب کہ یہ اشیاء آنکھوں سے اوجھل ہوں۔ بنابریں آنحضرت ﷺ کا نماز کے اندر آگ کو دیکھنا اس سے بھی آپ کی نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ حقیقی آگ کی تصویر تھی جس کو دیوار میں دکھایا گیا۔ بعض حضرات نے آپؐ کی نماز میں کراہت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ یہ رؤیۃ اضطراری تھی اختیاری نہیں تھی۔ یہ جواب اس لئے بعید ہے کہ اگرچہ آگ آپؐ کے اختیار میں نہیں تھی لیکن اس کا دیکھنا تو آپؐ کے اختیار میں تھا۔ پس اگر کراہۃ ہوتی وہ بھی تحریمہ تو آنحضرت ﷺ ضرور اس نماز کو توڑ دیتے۔ خوب غور کرو دقیق مقام ہے۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ صفحہ ۶۲/ ۵

جہاں زمین دھنس جائے یا کوئی عذاب کی جگہ ہو وہاں پر اگرچہ نماز پڑھنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ایسے عذاب کے مقامات پر نہ ٹھہرنے کا حکم ہے۔ جب نماز پڑھنی شروع کر دی تو ایسے امکنہ عذاب پر ٹھہرنا ہو گیا۔ حالانکہ یہ عبرت کے مقامات ہیں جہاں سے ہمیں جلدی گزر جانے کا حکم ہے بلکہ روتے ہوئے گزر جانا چاہیئے نہ کہ ایسے مقامات کو وطن بنایا جائے۔ نماز کے لئے تو طمانیت چاہیئے۔ لہذا نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ ترجمہ میں والعذاب کی قید تعمیم بعد تخصیص ہے۔ یعنی بتلانا ہے کہ کراہت صلوٰۃ کوئی خسف کے لئے خاص نہیں بلکہ عام عذاب کی جگہ پر نماز نہ پڑھے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الْبِیعة صفحہ ۶۲/ ۹

بیعہ معبد نصاریٰ اور کنیسہ معبد یہود ہے۔ لیکن ایک دوسرے پر اطلاق کی وجہ سے روایت میں کنیسہ وارد ہے۔ ترجمہ میں بیعہ کا لفظ لائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ شاید امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہو کو معابد غیر مسلم میں نماز بلا کراہۃ جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو مثلاً اس میں شرک نہ ہو تا ہو تصویریں نہ ہوں اور نہ ہی قبور وغیرھا ہوں جن کی طرف سجدہ کیا جاتا ہو۔ اگر امور مذکورہ میں سے کوئی چیز ان معابد میں موجود ہو تو جواز صلوٰۃ مع الکراہۃ اس لئے ہو گا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا ترجمہ کہ تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔ اس باب میں جس قدر روایات اور آثار ذکر کئے گئے ہیں وہ اس معنی پر واضح دلالت کرنے والے ہیں کیونکہ ان معابد میں تصویروں کا ہونا اور ان کا رکھنا یہ موجب لعنت ہے۔ پھر یہ لعنت کا سبب ان لوگوں کے لئے بن جائے گا جو ان مقامات پر عبادت میں ان کے شریک ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ لعنت تصویر بنانے والوں پر ان مسلمان عبادت گذاروں سے زیادہ پڑے گی۔

قَوْلُهٗ وَاَسْلَمَتْ صفحہ ۶۳/ ۳ وہ لڑکی خادمہ جس پر چمڑے کا ہار چرانے کا شبہ کیا گیا اس کی تلاشی لی گئی اسے بہت بے عزت کیا گیا۔ حالانکہ چمڑے کا یہ ہار کوئی اتنا قیمتی نہیں تھا جس کے گم ہونے پر اس بے چاری سے اتنا بُرا سلوک ہوا۔ یہ بد سلوکی ان لوگوں سے اور ان کے دین سے نفرت کا باعث بنی۔ اگرچہ وہ پہلے سے ان کے نزدیک بڑی باعزت اور قابل احترام تھی۔ چیل جو ہار اٹھا کر لے گئی تھی اس کے واپس پھینک جانے کے بعد اس کو قبیلے والوں سے بالکل نفرت ہو گئی۔ چنانچہ ان کو اور ان کے دین کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے مسجد نبوی کے اندر خیمہ بنوایا جہاں وہ رہائش پذیر ہوئی اور حضرت عائشہؓ سے اپنے اس واقعہ کا ذکر کرتی تھی

الا قالت ویوم وشاح صفحہ ۶۳/ ۴ یہ شعر بطور تحدیث نعمت کے وہ پڑھا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بہت انعام کیا کہ اسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ اس لئے وہ بار بار اس شعر کو پڑھتی تھی۔ وہ ہار ایک دلہن کا تھا جو غسل خانہ میں داخل ہوئی اسے اتار کر رکھا چیل نے اسے گوشت کا ٹکڑا سمجھ کر اچک لیا اور لڑکی کی دعا کی بدولت اسے لوگوں کے سامنے پھینک گئی۔

قَوْلُهٗ وَكَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ الخ صفحہ ۶۳/ ۷ اصحاب صفہ فقراءِ طلبہ کا ایک گروہ تھا جن کی تعداد ستر سے چار سو ۴۰۰ تک جو گھٹتے بڑھتے تھے۔ ان کا نہ اہل تھا نہ مال نہ کوئی حویلی تھی نہ کوئی گھر تھا۔ ان کا قیام اور نیند کھانا پینا سب مسجد نبوی میں ایک چبوترہ کے اندر ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ان کے لئے مسجد سے باہر الگ ایک مکان بنوایا تھا۔

قَوْلُهٗ اَيْنَ ابن عَمِّكَ صفحہ ۶۳/ ۱۱ بسا اوقات محاورات میں ابن عم کا اطلاق ایک دادے کی اولاد پر بھی ہوتا ہے اس طرح پوتے اور اولادِ کی اولاد پر بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی تھے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ابن عم نہیں تھے

تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا۔ کہ یہاں حزف مضاف ہے۔ اِیُ ابنِ عَمِّ اَبِیْكِ یہ قرابت قریبی مہربان ہونے کے لئے جتلائی گئی۔

قولہ قم اَبَا تُرَابِ صفحہ ۶۳/۱۴ حضرت علیؓ کے لئے اگرچہ جائز نہ تھا کہ وہ بغیر اپنے گھر کے مسجد نبوی میں قیلولہ کرنے گئے تھے جس پر آپؐ نے فرمایا اے ابو تراب یہاں سے اٹھو اور گھر جا کر آرام کرو۔ معلوم ہوا کہ فقیر مسافر کے علاوہ کے لئے بھی مسجد میں سونا جائز ہے۔ اگر جائز نہ ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ حضرت علیؓ کے عزم مسجد پر انکار کر دیتے۔ بہر حال حضرت جبرین بن مطعم کی روایت ہے لَاتَمْنَعُوْ القائلة فِی الْمَسْجِدِ مُقِیْمًا وَلَاضَیْفًا الحدیث ترجمہ۔ کسی شہری اور مہمان کو مسجد میں سونے سے نہ روکو۔ تو غیر فقراً کے لئے مسجد میں سونا ثابت ہوا۔

قَوْلُہٗ فَیَجْمَعَه بِیَدِہٖ صفحہ ۶۳/۱۷ اصحاب صفہ پر ایسی چھوٹی کملی ہوتی تھی جو پنڈلیوں تک پہنچتی اور بعض کو ٹخنوں تک چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ اپنے چلنے کے وقت رکوع اور سجدہ میں اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تاکہ کہیں ان کا ننگ ظاہر نہ ہو جائے۔

قَوْلُہٗ قَبْلَ اَنْ یَجْلِس صفحہ ۶۳/۲۲ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محض بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرے وہ جو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت سے تھوڑا سا بیٹھ جانے کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تاکہ اسے اعتکاف کا ثواب بھی حاصل ہو جائے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اعتکاف کا صحیح ہونا کوئی بیٹھنے پر موقوف نہیں ہے۔ وہ تو مسجد میں داخل ہوتے اگر کوئی اعتکاف کی نیت کر لے تو وہ معتکف ہو جائے گا۔ دوسرے روایت میں تصریح ہے کہ بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کرے۔ تحیۃ المسجد کو خوامخواہ مؤخر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو اگر کوئی ادائے صلوٰۃ سے عمداً پہلے بیٹھ گیا تو تحیۃ المسجد کا وقت فوت ہو گیا احنافؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک جلوس سے تحیۃ المسجد کا وقت فوت نہیں ہوتا۔

باب بنیان المسجد صفحہ ۶۴/۱

اس ترجمہ کے تحت جو آثار امام بخاریؒ لائے ہیں اور وہ روایت جو بظاہر ترجمہ کے مخالف ہے۔ ان دونوں کو جمع کرنے سے اشارہ کیا کہ مسجدوں کا نقش و نگار ان کو چونے اور سیمنٹ سے پختہ کرنا اس وقت مکروہ ہے جب یہ فخر اور ریا کے لئے ہو۔ اور نمازیوں کے شغل کا سبب بنے۔ اور ان کے دلوں کے توجہ کا مرکز بنے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔ یہی سیدنا عثمانؓ کے مسجد نبوی میں تغیر کرنے کا جواب ہے۔ کہ انہوں نے کھجور کی لکڑیوں کی بجائے ساگوان کی لکڑی استعمال کی۔ اور کچی اینٹو کی بجائے پتھر رکھے۔ جس پر صحابہ کرامؓ نے ان پر اعتراض کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے سب کچھ اپنے مال سے بنایا ہے بیت المال کا پیسہ خرچ نہیں کیا۔ جس پر صحابہ کرامؓ نے سکوت کیا۔ گویا کہ جواز صحابہ کرامؓ کے سکوتی اجماع سے ثابت ہوا۔

قولہ باب التعاون فی بناء المسجد

مسجد کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے دو امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ مساجد کے بنانے میں تعاون کرنا جائز ہے۔ دوسرے تعاون کے عدم جواز کے وہم کو دفع کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کے لئے بونجار سے مفت زمین حاصل نہ کی بلکہ اس کی قیمت ادا فرمائی۔ ترجمہ میں آیت کو ذکر کرنے سے اشارہ کیا کہ مشرکین کی تعمیر مسجد قبول نہیں جب کہ وہ اشراک کی صفت پر ہو۔ یعنی اس میں ان کے معبودان باطلہ کی تعظیم مقصود ہو یا فخر ریا اور شہرت مقصود ہو۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے بھی جس نے ایسا کیا اس کی تعمیر بھی غیر مقبول ہو گی۔ جبکہ وہ اس سے شہرت اور فخر حاصل کرنا چاہتا ہو۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ تعمیر کرانے والا مشرک کیوں نہ ہو۔ اور اس کی دلیل جناب نبی اکرم ﷺ اور امت کے مسلمانوں کا حرم مکہ میں نماز پڑھنا ہے۔ حالانکہ وہ مشرکین کا بنا کردہ ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی۔ خوب غور کرو۔ وباللہ التوفیق

قولہ یدعونہ الی النار صفحہ ۱۲/۶۴ حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد تھا کہ تقتلہ الفئة الباغیة یدعونہ الی النار او کما قال ترجمہ۔ کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا جو انہیں جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے۔ اس حدیث سے حضرت علیؓ کے حامیوں نے اپنی حقانیت پر استدلال کیا حضرت امیر معاویہؓ کے لوگ تاویل کرتے تھے کہ ہم باغی نہیں بلکہ ہم تو حضرت عثمانؓ کے خون کے طالب ہیں۔ تو باغیہ بغاوت سے نہ ہوا بلکہ بغی سے ہوا جس کے معنی طلب کرنے کے ہیں۔ حضرت قطب گنگوہیؒ جواب دے رہے ہیں کہ واقعی یہ فعل قتل امیر معاویہؓ کے لوگوں کے بارے میں عتاب کا باعث بنا لیکن چونکہ اجتہادی غلطی تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں نے قتل عمارؓ کا ارتکاب کیا جو عقوبت اور نار کا سبب تھا۔ البتہ یہ گناہ خطا اجتہادی کی وجہ سے رفع ہو جائے گا۔ جس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے کہ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ کہ اساریٰ بدر کے فدیہ لینے میں آنحضرت ﷺ اور دیگر صحابہ کرام سے سوائے حضرت عمرؓ کے اجتہادی غلطی ہوئی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے درگذر فرمادیا ورنہ آپ کا ارشاد ہے کہ نزول عذاب کے وقت سوائے حضرت عمرؓ کے اور کوئی نہ بچتا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اور توجیہات بھی کی ہیں جن میں سے چوتھی توجیہ یہی ہے۔ نیز! اقل المرتبتین کو اعلیٰ مرتبہ کے اعتبار سے عذاب اور نار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ایک معنی ضائع ہونے کے بھی ہیں۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ اصحاب معاویہؓ حضرت عمارؓ کو امام عادل کی مخالفت کی دعوت دیتے تھے۔ جو ان کے اپنے کو ضائع کرنے کے برابر تھا۔

قولہ انکم اکثرتم صفحہ ۲۰/۶۴ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کی بنا میں تبدیلی کی تو عوام صحابہ کرام نے ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ بعض حضرات نے سمجھا کہ آنحضرت ﷺ نے مساجد کی زیب وزینت سے منع کیا ہے۔ یہ نہی عام تھی جس کی انہوں نے مخالفت کی ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات اگرچہ یہ سمجھتے تھے کہ نہی فخر وشہرت اور مقابلہ بازی سے مقید ہے۔ تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے فعل کو فخر ومباہات پر محمول کیا تیسرے گروہ کا اعتراض محض اس وجہ سے تھا کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی عمارت میں تبدیلی کر دی۔ اور پہلے کے قدیم اصحابؓ اسی کو پسند کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی بنیاد تعمیر باقی رہ جاتی۔ یہ نہیں کہ وہ اسے ناجائز

سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی نہیں کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے فعل کو مباہات اور شہرت پر محمول کیا ہو۔ اور چوتھے گروہ نے اس لئے اعتراض کیا کہ وہ اس ملمع سازی کو زہد اور میانہ روی کے خلاف سمجھتے تھے جس کو اختیار کرنے کا ہر ضروری کام میں حکم ہے۔ حضرت عثمانؓ کی نقل کردہ یہ روایت ان سب اعتراضات کا جواب ہے۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی بنا مسجد کی ترغیب کے حکم کی تعمیل میں ایسا کیا ہے۔ اس روایت کو بہت سے کبار صحابہؓ نے نقل کیا ہے۔ اور مثلہ فی الجنۃ کہ جس نے دنیا میں مسجد بنائی تو جنت میں اس کی طرح اس کا محل بنایا جائے گا یہ مماثلت جو حدیث میں مذکور ہے وہ مساوات میں نہیں ہے بلکہ وہ ایسے ہے جیسے دنیا میں اور آخرت کے قیراط میں نسبت ہے۔ تو ایسے جنت کے محلات اور آخرت کے مکانات جو اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو عطا فرمائیں گے وہ دنیا کے مکانات اور محلات کی بہ نسبت اعلیٰ اور ارفع ہوں گے۔ ان کی کیفیت اور کمیت کو اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والے ہیں۔

باب المرور فی المسجد صفحہ ۶۴/ ۲۳

ترجمہ کی غرض میں اختلاف ہے۔ قطب گنگوہیؒ ترجمہ کی غرض بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شاید اس سے مراد یہ ثابت کرنا ہو کہ مسجد میں سے گزرنا اس وقت جائز ہے جب کہ اس سے کوئی مفسدہ لازم نہ آتا ہو۔ مثلاً نمازیوں کو نقصان پہنچائے یا مسجد کے آلودہ ہونے کا خطرہ ہو۔ جب کہ لوگ وہاں سے گزرنے کی عادت بنالیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ غرض ترجمہ امام شافعیؒ کے مسلک کو ثابت کرنا ہو کہ جنابت والے ناپاک آدمی کے لئے مسجد سے گزر جانا جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ لفظ رجل مطلق ہے جو جنبی اور غیر جنبی دونوں کو شامل ہے اور قرآن مجید کی آیت وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ سے بھی استدلال ہے۔ جواب یہ ہے اس جگہ قید اس لئے نہیں لگائی کہ وہ معلوم ہے کہ جنبی مسجد سے نہ گذرے جیسے لہسن کھانے سے بدبو والا اور جس کا خون بہتا ہو۔ یہ ان کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد کے خون سے آلودہ ہونے کا خطرہ ہے۔ حالانکہ لفظ مطلق تو ان دونوں کو بھی شامل ہے۔ حق مسئلہ یہ ہے کہ کسی چیز کے جواز اور عدم جواز کا فتویٰ اس کی ذات پر نظر کرنے پر مبنی ہوتا ہے۔ جو عوارض اس حکم کو بدل دیں ان کی طرف نہیں دیکھا جاتا جیسے بہت سے مباحات جو کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں یہ ایک ضابطہ ہے کیونکہ سب ممنوعات کو ایک نص میں ذکر نہیں کیا جاتا۔

قَوْلُهٗ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِیَّ ﷺ صفحہ ۶۴/ ۲۷ حضرت حسانؓ مسجد میں شعر پڑھنے پر حضرت ابوہریرہؓ کو اس لئے گواہ بنا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں مسجد میں شعر پڑھنے سے روک دیا تھا۔ تو حضرت ابوہریرہؓ نے تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں! جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسانؓ کو مسجد نبوی میں اشعار پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ترجمہ اللہ کے رسول کی طرف سے کفار کی ہجو کا جواب دو اے اللہ! روح القدس سے ان کی تائید فرمادے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حق وہی ہے جو حضرت عمرؓ فرماتے تھے کیونکہ حضرت حسانؓ ایسے اشعار پڑھتے تھے جن کا مسجد میں پڑھنا جائز نہیں تھا۔ مثلاً وہ عورتوں کے حسن و جمال کی تعریفیں اور فخر و مباہات کی باتیں جن کی اب ضرورت

نہیں رہی۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے وقت کفار کی ہجو و مذمت کے جواب میں ضرورت تھی وہ اب نہیں رہی۔ بلکہ اس زمانہ میں شعر کے ذریعہ جواب دینا تلوار سے زیادہ اثر کرتا تھا اس لئے اسے مستحب گردانا گیا۔ حق پر ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ اس لئے خاموش ہو گئے کہ حدیث نبوی کا ادب ملحوظ تھا اور وہ اپنے آپ کو بچانا چاہتے تھے کہ کہیں صورۃً ان کا روایت سے مقابلہ نہ ہو جائے۔ اگرچہ درحقیقت یہ مقابلہ نہیں تھا۔ کیونکہ ہر زمان اور مکان میں ہر قسم کے شعر کی اجازت نصوص کی مراد کے خلاف ہے۔ چنانچہ ترمذی اور ابو داؤد میں روایت موجود ہے۔ جس میں مساجد کے اندر اشعار پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ بہر حال قطب گنگوہیؒ نے دونوں بزرگوں حضرت عمرؓ اور حضرت حسانؓ کے مرتبوں کا لحاظ کرتے ہوئے عجیب محاکمہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ بَابُ اَصْحَابِ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ صفحہ ۱/۶۵

پہلے گذر چکا ہے مسجد میں ننگا نیزہ لے کر نہ گذرنا چاہئے کہیں نیزہ اور تیر کا پھل کسی مسلمان کی تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔ اس باب سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر جہاد کے لئے نیزہ بازی کی جائے تو جائز ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے مباحات جن میں عبادت کی نیت ہو ان کو مساجد میں لانے سے کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ یہ عام لوگوں کی عادت نہ بن جائے۔ اور نہ ہی اس سے نمازیوں کو کوئی نقصان پہنچے اور نہ ہی اس سے کوئی اور خرابی پیدا ہو۔

قوله زاد ابراهيم ابن المنذر الخ يَلْعَبُوْنَ بِحِرابهم اس حرابھم کی زیادتی سے پہلی حدیث کا اس باب میں لانا صحیح ہو گیا

قوله فَاَتٰي قبره فصلي عليها صفحہ ۲۳/۶۵ خادم مسجد کے فعل کی فضیلت پر تنبیہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے باب منعقد کیا ہے کہ اس خادمہ کی خدمت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو اس قدر فکر ہوئی کہ اس کی قبر پر جا کر دعا مانگی۔ یا دوبارہ نماز جنازہ پڑھی تو مسجد میں جھاڑو دینے کو کوئی معمولی کام نہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ موجب اجر و ثواب ہے تبھی تو آپؐ نے اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ دوبارہ پڑھی

باب تحريم تجارة الخمر في المسجد صفحہ ۲۳/۶۵

شراب اور خنزیر اگرچہ اکبر الفواحش ہیں لیکن ان گندی و حرام چیزوں کا ذکر مسجد میں اگر کسی غرض صحیح کے لئے ہو تو جائز ہے جیسے ان کی حرمت یا ان کی تجارت وغیرہ حرام ہے ان مسئلوں کا بیان کرنا مساجد میں جائز ہے۔ ان کے نام لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

باب الخدام للمسجد صفحہ ۲۶/۶۵

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ مسجد کے متولی وغیرہ کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ مسجد کے لئے ایک ایسا خادم مقرر کرے جو مسجد کی دیکھ بھال کرے اور صفائی وغیرہ کا خیال رکھے۔ خواہ وہ مسجد کی ضروریات مسجد کے مال سے پوری کرے۔ جب کہ اس کی ضرورت ہو۔ یا اپنے مال سے کرے۔ یا یہ کرایہ اور اجرت پر حاصل کرے۔ یا یہ کہ کوئی حسبتہ للہ مسجد کی خدمت کرے۔ یہ سب صورتیں جائز ہیں۔

البتہ جب کسی کو تنخواہ پر مقرر کیا جائے تو اس عبادت کا ثواب تنخواہ دینے والے کو ملے گا اسے حاصل نہیں ہوگا بل ینتقل ثوابہ الی المستاجر جب کہ وہ عبادت مستحب ہو تو اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ فرض عین یا فرض کفایہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ البتہ متاخرین نے ان پر بھی اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ حتیٰ کہ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ فساد میں ہر دین کے کام کرنے والے کو تنخواہ لینا ضروری ہے تاکہ وہ پابندی سے کام کرے بغیر تنخواہ پابندی نہیں ہو سکتی۔

بَابُ الِاغْتِسَالِ اِذَا اَسْلَمَ صفحہ ۶۶/۷

یہ ترجمہ دو فائدوں کی غرض سے قائم ہوا ہے۔ مؤلفؒ کو ربط الاسیر ایضا کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسلئے کہ قیدی اور مدیون کو مسجد میں باندھنے کا حکم پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ باب درباب ہے جب کوئی مشرک اسلام لانا چاہے تو اسے پہلے غسل کر کے مسجد میں داخل ہونا چاہیئے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے اکثر اہل علم اسے استحباب پر محمول کرتے ہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک مشرک کو اسلام لانے کے لئے غسل کرنا واجب ہے۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ پہلے ترجمہ کا اعادہ کر کے اسی پر تنبیہ کی ہے اور ایضاً کے کلمہ سے اس پر تنبیہ کی ہے کہ یہ حکم اگرچہ حدیث سابق سے ثابت تھا لیکن قصہ عفریت پر قیاس کر کے اسے ثابت کیا گیا ہے ایسے الفاظ ذکر کئے جس سے صراحۃً قیدی کو مسجد میں باندھ دینے کا جواز دلیل سے ثابت کرتا ہے کہ حدیث عفریت کے بعد اس کی مطابقت ربط الاسیر سے ظاہر ہے۔ اور غریم کا حکم اسیر پر قیاس کرتے ہوئے ثابت کیا۔ الاغتسال للاسلام کا بظاہر ابواب مسجد سے کوئی ربط نہیں لیکن مشرک کا اسلام لانے کے لئے مسجد میں داخل ہونا اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ اس بنا پر اسے ابواب مساجد میں ذکر کر دیا

فاذا سعد یغذو دما صفحہ ۶۶/۱۶ حضرت سعد بن معاذؓ کو خندق کی لڑائی میں رگ کے اندر تیر لگا جس سے خون بہنے لگا۔ آپؐ نے اس خیال سے کہ ان کی عیادت کرنے میں آسانی ہو مسجد نبوی میں ان کے لئے خیمہ لگوا دیا۔ اس پر اشکال تھا کہ جب خون بہہ رہا ہے تو آپؐ نے مسجد میں خیمہ لگانے کی اجازت کیوں دی کیونکہ خون تو نجس ہے۔ قطب گنگوہیؒ جواب دے رہے ہیں کہ جب خیمہ لگایا گیا تو اس وقت خون نہیں بہہ رہا تھا ورنہ مسجد کے خون آلودہ ہونے کی بنا پر آپؐ خیمہ زن ہونے کی اجازت نہ دیتے۔ دراصل ان کا خون کبھی جاری ہو جاتا تھا اور کبھی بند ہو جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسجد جس کا اس جگہ ذکر ہے اس سے نہ تو مسجد نبوی مراد ہے اور نہ ہی کوئی اصطلاحی مسجد مراد ہے بلکہ اس سے وہ جگہ مراد ہے جو خندق کھودتے وقت نماز ادا کرنے کے لئے بنائی گئی تھی کیونکہ مسجد نبوی تو چھ میل کے فاصلہ پر تھی آپؐ قریب سے کیسے بیمار پرسی کر سکتے تھے۔ اصحاب سیر نے اسے مسجد کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ امام بخاریؒ کا اس حدیث سعدؓ کو ابواب المساجد میں ذکر کرنا پہلے جواب کی تائید کرتا ہے۔ چونکہ امام بخاریؒ ہر احتمال سے استدلال کرنے کے عادی ہیں ممکن ہے احکام مساجد میں توسیع بیان کرنے کے لئے ایسا کیا۔ تو یہ ان کے اصول تراجم میں داخل ہے۔ فلا اشکال الخ تفصیل قصہ سعدؓ کتاب المغازی میں آئے گی۔

بَابُ اِدْخَالِ الْبَعِیْرِ فِی الْمَسْجِدِ صفحہ ۱۶/۶۶

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی ضرورت کی بنا پر جانور کو مسجد میں داخل کرنا ہو تو یہ جائز ہے۔ نہی اس لئے تھی کہ مسجد بول براز سے ملوث نہ ہو۔ یا جانور سدھایا ہوا ہو اور اس کے پیشاب کرنے اور گوبر کرنے کا خدشہ نہ ہو تو پھر اسے مسجد میں داخل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

باب قطب گنگوہیؒ نے باب بلاترجمہ لانے کی غرض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی باب درباب کی مناسبت پہلے باب سے مخفی ہوتی ہے۔ الجواب سے اس کی طرف اشارہ کیا لیکن ذکر کرنے کا اتفاق نہ ہو سکا۔ حضرت مولانا محمد یحیی کاندھلویؒ نے اس جواب کا خلاصہ درس میں بیان فرمایا۔ کہ ہر دو صحابی کے عصا کے سر اونٹ کے سر کے مشابہ تھے۔ اس مناسبت سے اس واقعہ کو ادخال البعیر میں لائے اور اسے ابواب المساجد میں امام بخاریؒ نے اس لئے ذکر کیا کہ وہ دونوں صحابی حضرت عباد بن بشرؓ اور اسید بن حضیرؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ دیر تک مسجد میں ٹھہرے رہے۔ تو آنحضرت ﷺ کی برکت اور مسجد کی فضیلت اور اس میں زیادہ دیر تک رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی لاٹھیوں میں روشنی پیدا کر دی جو بجلی کا کام دیتی تھی۔ الحاصل اس باب کو سابق باب سے مناسبت کے بارے میں اکابر کے دس گیارہ اقوال ہیں جن کو لامع کے حاشیہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

باب الخوخة والممر فی المسجد صفحہ ۲۴/۶۶

الممر مصدر میمی نہیں تاکہ تکرار ترجمہ لازم آئے بلکہ یہ عطف تفسیری ہے کہ خوخہ سے وہ چھوٹی کھڑکی مراد ہے جو مسجد میں گذرنے کے لئے بنائی جائے۔ اور کچھ بڑی کھڑکیاں ہوتی ہیں جنہیں طاق کہا جاتا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ جب کوئی مانع مثل جنابت وغیرہ کے نہ ہو تو مسجد سے گذرنا جائز ہے۔ اس کے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ جب خوخات والوں کو اپنے خوخات بند کرنے کا حکم ہوا تو شاید مسجد سے گذرنا بھی منسوخ ہو اس کے جواز کو ثابت کیا۔ ورنہ حضرت ابوبکرؓ کی تخصیص کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی افراد امت میں سے ایک فرد ہیں جیسے گذرنا ان کے لئے جائز ہے دوسروں کے لئے بھی جائز ہوگا۔ البتہ ان کے خصوصی ذکر سے بتانا ہے کہ وہ امامت صغریٰ کے زیادہ حقدار ہیں۔ تاکہ اس سے ان کے لئے امامت کبریٰ کے لئے زیادہ شرف اور عزت ظاہر ہو۔ کہ جس طرح مسجد میں امامت کے لئے جانے کے لئے محض ان کو اجازت دی گئی باقی لوگ روک دیئے گئے اس طرح خلافت بھی ان کے لئے خاص ہے دوسرا اس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بہر حال اس سے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت واضح طور پر ظاہر ہوئی۔

ولکن خلة الاسلام صفحہ ۱۰/۶۷ خلاصہ یہ ہے کہ دلی دوستی اسلام پر مبنی ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا اسلام اعلیٰ مرتبہ کا ہے تو جو خلة اس پر مبنی ہوگی وہ بھی خلة کے اعلیٰ مراتب میں سے ہوگی۔ ورنہ عام خلة تو تمام مسلمانوں کو حاصل ہے۔ اور خلت یہ ہے کہ

دوسروں سے بالکل انقطاع ہو صرف ایک ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو۔ حضرت ابو بکرؓ اس درجہ کے مستحق ہیں۔ لیکن ایک مانع کی وجہ سے وہ میرے خلیل نہیں بن سکتے وہ مانع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خلیل بنا چکا ہوں لو کنت متخذا خَلِيْلاً غَيْرَ اللهِ لاتخذت ابابکر خَلِيْلاً۔

باب الابواب والغلق صفحہ ۶۷/۱۱

مسجدوں کے دروازے رکھنا اور ان کو تالے لگانا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللهِ سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید مسجدوں کے دروازوں کو تالے لگا کر بند کرنا مکروہ ہو۔ جس کا نتیجہ مسجد کی وضع کو توڑنے کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ مسجد ایک مشترک حق ہے۔ کوئی ایک شخص اس کا مالک نہیں بن سکتا کہ وہ مسجد کو تالا لگا کر بند کردے۔ اور دوسرے کو آنے سے روک دے۔ تو امام بخاریؒ نے اس توہم کا دفعیہ کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ایسا کرنا کسی فائدے کے پیش نظر جائز ہے مثلاً مسجد کے سامان کی حفاظت کرنا ہے یا اس کے اثاثہ کو محفوظ کرنا ہے روایت اور اثر کی دلالت اس مقصد پر ظاہر ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی یہ مسجد طائف میں تھی جب کہ وہ طائف میں منتقل ہوئے تو وہاں مسجد بنوائی جو عجیب وغریب تھی جس کو مقفل رکھا جاتا تھا۔

قولہ ترفعا ن اصواتکم صفحہ ۶۷/۶۴ شاید ان دونوں حضرات نے رخصت کی حد سے زیادہ اپنی آواز کو بلند کیا ہوگا جس پر حضرت عمرؓ نے ان کو اوجعتکما کی دھمکی دی۔ یا ان لوگوں نے کسی امر خیر کے علاوہ کسی اور معاملہ میں آواز کو بلند کیا ہوگا جس کا مسجد میں کرنا درست نہ ہوگا۔ بہر حال امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ مسجد کے اندر مطلقاً کسی طرح رفع صوت کی اجازت نہیں دیتے۔ خواہ علم کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ ائمہ ثلاثہ غرض دینی اور نفع دنیوی میں فرق کرتے ہیں تو ممانعت اس صورت میں ہوگی جبکہ اس میں کوئی منفعت دینی نہ ہو ورنہ حضرت کعبؓ کی روایت کے مطابق جواز ثابت ہوگا

قولہ فارتفعت اصواتھما صفحہ ۶۷/۲۷ ان حضرات کی بلند آوازی اس حد تک نہیں پہنچی ہوگی جس پر انکار کیا جائے نیز اس رفع صوت میں تو اپنے حق کو زندہ کرنا تھا جو منفعت پر مبنی ہوا لہذا جائز ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے دو مختلف روایتیں لا کر اشارہ کیا کہ ہر رفع صوت ممنوع نہیں ہے۔ اور نہ ہی رفع صوت کی رخصت دی گئی ہے۔ اگر اشکال ہو کہ رفع صوت حد ممنوع تک پہنچ گئی تھی جبھی تو آنحضرت ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرت کعبؓ کو آدھی رقم چھوڑنے کا حکم دیا۔ جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ان کی آواز کو سن لینا مسجد کے چھوٹے اور حجرہ کے قریب ہونے کی وجہ سے تھا اب اشکال نہ رہا۔

قولہ باب الحلق فی المسجد صفحہ ۶۸

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بندی سے منع فرمایا اور بعض سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے تو جہاں حلقہ بندی سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ حلقہ بندی ہوگی جو نماز کے معاملہ میں خلل انداز ہو یا نماز ادا کرنے سے رکاوٹ بنے

اگر یہ اجتماع کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ خطبہ سننا ہے یا وعظ و نصیحت سننا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ ان حضرات کا ارد گرد بیٹھنا وعظ اور علم کے لئے تھا۔ تو اجتماع حلقہ بندی کی صورت میں ممکن ہے۔ صف بندی کی صورت میں اس لئے ممکن نہیں کیونکہ حلقہ بندی کی صورت میں پوری توجہ ہوتی ہے اور واعظ کی طرف پورا دھیان ہوتا ہے جو وعظ میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں واعظ سے قرب ہوتا ہے۔ بخلاف صف بندی کے اس میں بعض کو واعظ کا قرب حاصل ہوگا بعض کو نہیں ہوگا۔ تیسری روایت میں تو اس کی صراحۃ بھی آگئی ہے جو پہلی دو روایتوں میں اس کا قرینہ ہوگا کہ ان حضرات صحابہ کرام ؓ کا آپؐ کے گرد جمع ہونا خطبہ سننے کے لئے تھا۔ کیونکہ پہلی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ منبر پر تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ خطبہ دے رہے تھے تو صحابہ کرامؓ کا اجتماع خطبہ سننے کی غرض سے ہوا۔ واللہ اعلم

بَابُ الِاسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ صفحہ ۱۸/۶۸

حدیث میں مسجد کے اندر چت لیٹنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اور روایت باب سے اس کا جواز ثابت ہے۔ تو نہی اس صورت میں ہوگی جب کہ ننگ کے کھل جانے کا اندیشہ ہو اگر کشف عورت کا خطرہ نہ ہو تو پھر مسجد میں چت لیٹنا جائز ہوگا۔ تو امام بخاریؒ حدیث باب جواز ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں نہی منسوخ ہوگی۔ شیخ گنگوہیؒ نے اسے پاؤں دراز کرنے پر محمول کیا ہے۔

باب المسجد يكون في الطريق

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ راستہ کی طرح مسجد بنانا بھی عوام کا حق ہے۔ ہر شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے ملک میں بعض حصہ کو مسجد بنائے بشرطیکہ عوامی مفاد کو نقصان نہ پہنچے اس طرح ہر ایک کو یہ بھی حق ہے کہ اگر نقصان نہ ہو تو پھر بھی راستہ میں مسجد بنانے سے روک سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب راستہ تنگ نہ ہو تو عوام کو حق حاصل ہے کہ راستہ میں کوئی نئی چیز پیدا کریں بشرطیکہ عوام کو نقصان نہ پہنچے۔ خواہ وہ احداث خاص کر اپنے فائدہ کیلئے یا اس سے عوام کو فائدہ پہنچتا ہو۔ جیسے سایہ بنالینا یا چوپال بنالینا تو جس طرح ہر ایک کو راستہ میں کسی ایجاد کا حق ہے۔ اس طرح اشتراک کی وجہ سے ہر ایک کو منع کرنے کا بھی حق ہے۔ بہر صورت جواز اس سے مقید ہے کہ کسی ہمسایہ اور گزرنے والے کو نقصان نہ پہنچے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ فِي مسجد السوق صفحہ ۱/۶۹

مسجد سوق سے وہ جگہ مراد ہے جس کو کسی شخص نے اللہ کی رضا کے لئے اس لئے وقف کر دیا کہ وہاں نماز ادا کی جائے۔ اس کیلئے مسجد کا حکم نہیں ہے کیونکہ مسجد کا حکم ثابت کرنے کیلئے کچھ شرائط ہیں جو فقہ میں مشہور ہیں کہ اذن عام ہو۔ مسجد بند نہ ہو۔ حدیث باب مسجد سے اصطلاحی مسجد مراد نہیں اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں صلوتہ فی سوقہ کے الفاظ ہیں اگر اس سے مسجد اصطلاحی مراد ہوتی تو صلوٰۃ مسجد کا ثواب کم کیوں ہوتا۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو اس لئے ذکر کیا کہ بظاہر بازار شور و شغب کی جگہ ہے۔ اس میں خرید و فروخت ہوتی ہے

جھوٹی سچی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ وہم ہوتا تھا کہ شاید ایسے مقامات بازاری میں نماز جائز ہو۔ اس باب سے بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کے جواز کو ثابت کر دیا کہ جب بازار میں نماز ادا کرنا جائز ہے تو بازار کی مسجد میں نماز ادا کرنا بھی جائز ہو گا۔ اس لئے علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ میں مسجد سے مسجد اصطلاحی مراد ہے۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ مسجد سے جماعت فی السوق مراد نہیں۔ بلکہ اگر دکان میں کوئی شخص اکیلے نماز پڑھ لے تو اس کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے مسجد کے علاوہ گھر یا بازار میں یا کسی اور جگہ جماعت سے نماز ادا کر لی تو کیا اسے مسجد کی جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ ثواب نہیں ملے گا۔ ؎ اگر در خانہ صد محراب داری نماز آں بہ کہ در مسجد گذاری (از مرتب)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پچیس ۲۵ گنا یا ستائیس ۲۷ گنا کا ثواب جماعت پر مرتب ہے۔ تو اس میں مسجد اور غیر مسجد برابر ہوں گے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کئی گنا ثواب بظاہر مسجد کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ لہذا مسجد کا ثواب زیادہ ہو گا بہر حال ہر دو حضرات کے نزدیک ثواب ایک کے لئے ہے دوسرے کے لئے نہیں۔ لیکن دونوں اقوال پر مسجد کا ثواب معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا ہے۔ اور دوسرے حضرات کے نزدیک اگر مسجد کا ثواب معلوم ہے تو پھر جماعت کا ثواب معلوم نہیں ہو گا کہ وہ کیا ہے۔ حدیث باب میں جو ثواب کی تعیین ہے ظاہر یہی ہے کہ اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو اسے مسجد کے لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ سوائے ان تین مساجد یعنی مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس کے باقی سب مساجد برابر ہیں۔ کہ وہ ایسی عبادت گاہیں ہیں جن کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ جماعت تو اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ ثواب تو جمع ہونے والوں کے اختلاف پر مبنی ہے تعداد زیادہ ہے تو ثواب زیادہ ہو گا۔ تعداد کم ہے تو ثواب کم ہو گا۔ اسی طرح کیفیت میں بھی اختلاف کی وجہ سے ثواب مختلف ہو گا۔ اب اس میں صحیح فیصلہ کن بات یہ ہے کہ حدیث باب میں جو ثواب مذکور ہے وہ جماعت پر مرتب ہے۔ البتہ جب کوئی شخص جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرے گا تو اس کا ثواب یقیناً زیادہ ہو گا جو نماز گھر میں ادا کی جائے۔ اگرچہ فضیلت کیفیت کے اعتبار سے ہو گی کمیت کے اعتبار سے فضیلت نہ ہو گی۔ حاصل یہ نکلا کہ جو نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے وہ مسجد میں اکیلے نماز پڑھنے سے افضل ہے اور گھر میں اکیلے نماز پڑھنے سے گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے۔ اور ہر دو جماعتوں کو پچیس یا ستائیس کی فضیلت حاصل ہو گی۔ خواہ وہ نماز مسجد میں ادا کی جائے یا گھر میں اور بازار میں ادا کی جائے۔ کیونکہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا ثواب میں اضافہ کے علاوہ شعار اسلام کا اظہار ہے۔ جس کا گھر اور بازار میں نماز باجماعت ادا کرنے سے اظہار نہیں ہوتا۔ مسجد میں تکثیر جماعت بھی ہو گی۔ لیکن یہ فضیلت اس وقت ہے جب کہ سنن اور آداب کے ساتھ نماز کو مکمل کیا جائے گا اگر ہمارے زمانہ کے اماموں کے طرز عمل کے مطابق استکمال سنن و آداب نہ ہوتا ہو تو گھر میں جماعت کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

قولہ مادام فی مجلسہ صفحہ ۶۹/۷ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ساری مسجد ہے خاص کردہ جگہ مراد نہیں جہاں پر رکوع و سجود کیا ہے بلکہ مسجد کے جس حصہ میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرے تو اسے نماز کا ثواب ملے گا۔ اس طرح دونوں احادیث میں تخالف نہیں رہیگا۔

باب تشبيك الاصابع صفحہ ۶۹/ ۸

نماز میں انگلیوں کے چٹخارے نکالنا اگرچہ حرام نہیں بلکہ محض ادب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح اس نماز میں توجہ نہیں رہے گی جس کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ حالانکہ جب سے وہ گھر سے نماز کی نیت سے نکلا ہے وہ نماز میں رہتا ہے۔ اس لئے چٹخارے نکالنے سے نماز سے روگردانی ہو جائے گی۔ اور روایات میں اسے عمل شیطان کہا گیا ہے۔ نماز کے علاوہ چٹخارے نکالنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اگر تشبیك کسی غرض صحیح کے لئے ہے تو جائز ہے۔ عبث ہو تو ناجائز ہے۔ آپؐ نے مؤمن کی مثال میں تشبیك اصابع کیا ہے جس سے مؤمن کو ایک دوسرے کا اس طرح مددگار ہونا چاہئیے جیسے آپس میں یہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ تشبیك سے انگلیوں کو ملانا۔ اور فرقعہ کے معنی چٹخارے نکالنا ہے۔ ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔

فقومه لي واقد صفحہ ۶۹/ ۱۰ واقد جو عاصم کے بھائی ہیں۔ عاصم بن محمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے اپنے باپ سے سنی تھی لیکن اچھی طرح اسے ضبط نہ کر سکا۔ تو میں نے اسے اپنے بھائی واقد سے ضبط کیا جنہوں نے اپنے باپ سے اسے روایت کیا جو میرے بھی باپ ہیں اور میرے استاد و شیخ بھی ہیں۔

قوله بهذا صفحہ ۶۹/ ۱۳ امام بخاریؒ کا مقصد اس تعلیق سے صحابی کی تعیین کرنا ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ہیں پہلی روایت میں واقد راوی نے اسے شک سے بیان کیا تھا۔ ھذا سے اشارہ ان گڈمڈ لوگوں کی طرف ہے کہ اب وہ اس طرح ہو گئے ہیں سنجیدہ کوئی نہیں رہا۔

باب المساجد التى على طرق المدينة صفحہ ۶۹/ ۲۶

آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو جن جن مقامات پر آپؐ نے آتے جاتے پڑاؤ کیا۔ اس باب میں ان مواضع کا ذکر ہے۔ تاکہ ان مواقع پر نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر برکت حاصل کی جائے۔ اس طرح ان کی ابواب مساجد سے مناسبت ظاہر ہے۔ پھر حضرت سالم اور نافعؒ کی عبارتوں میں اختلاف ہے غالباً ان کا مقصد ایک ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ان مکانات میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا جس سے سننے والے پر مقصود رل مل گیا اسلئے بیان کی ضرورت پیش آئی۔ اس باب میں جن مقامات کا ذکر ہے وہ سات مواضع ہیں۔ غالباً بعض مقامات حضرت ابن عمرؓ پر اس لئے پوشیدہ رہے کہ وہ ان میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نہیں تھے۔ ورنہ حرمین شریفین کے درمیان منزلیں سات سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یا جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے سفر میں جس میں ابن عمرؓ آپؐ کے ہمراہ تھے سات ہی مقام پر پڑاؤ کیا۔ ان میں سے پہلی منزل کو اپنے اس قول سے بیان کیا **كان ينزل بذى الحليفة** حاصل یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف آتے جاتے جہاں پڑاؤ کیا وہ جگہ ایک ہی ہے یعنی وادی عقیق یا اس کے قریب ہے وہاں پر دو مسجدیں ہیں جن میں سے ایک کے اندر آپؐ نے جاتے ہوئے نماز پڑھی ہے اور دوسری میں واپسی پر نماز ادا کی وہ دونوں مسجدیں اس وادی کے کنارہ پر بالکل آمنے سامنے ہیں

اور راستہ وادی کے اندر جارہا ہے۔ان دو مسجدوں میں سے پہلی مسجد تو واضح ہے جس کو اپنے قول تحت سمرۃ سے بیان کیا۔ پھر یہ بھی تنبیہ کردی کہ وہ مسجد جواب ذی الحلیفہ میں بنائی گئی ہے وہ بعینہ اسی جگہ پر ہے اس کا معاملہ تو واضح ہو گیا۔ لیکن دوسری مسجد کے بیان میں خفا تھا اس کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں بطحا شرقی سے ظاہر ہونے کے بعد پڑاؤ کیا جاتا ہے شاید وادی کے کنارے پر دو کنکریلی جگہیں ہوں ایک شرقی اور غربی۔ پھر چونکہ اس جگہ دو اور مسجدیں بھی ہیں تو ان کو ممتاز کرنے کے لئے شروع کیا۔ تاکہ سامع پر یہ تینوں مسجدیں رَل مل نہ جائیں۔ بنا بریں فرمایا کہ اس مقام پر دو اور مسجدیں ہیں جن میں سے ایک تو اس جگہ ہے جس کے پاس پتھر ہیں اور دوسری ٹیلوں کے اوپر ہے اور مسجد مقصود جس میں جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی وہ زمین کی گہرائی میں ہے لیکن سیلابوں کی وجہ سے اب وہ جگہ ہموار ہو گئی ہے۔ جس میں کچھ مٹی پڑی ہوئی ہے اور کچھ کنکریاں ہیں۔ بطحاء سے اس جگہ یہی مراد ہے۔ یہاں تک دو مسجدوں کا بیان مکمل ہوا۔اب اس تیسری مسجد کا بیان شروع ہوتا ہے جو شرف روحاء میں ہے۔ روحاء ایک جگہ کا نام ہے جس کے دو حصے ہیں ایک اوپر کا اور دوسرا نیچے کا۔ جیسے کہ عموماً شہروں کے اندر نشیب و فراز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ تو شرف روحاء کے الفاظ سے بیان کر دیا کہ اس کے دو ٹکڑوں میں سے اوپر کے حصہ میں ہے۔ اور اوپر کے حصہ میں یہاں دو مسجدیں ہیں ایک چھوٹی اور دوسری بڑی۔ پس چھوٹی مسجد وہ ہے جس کو لوگوں نے مسجد النبی ﷺ قرار دیا ہے۔ ان کا گمان ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں پر جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ دوسری مسجد اس شہر کے لوگوں کی ہے۔ جس میں وہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس چھوٹی مسجد کے قریب ہے وہ چھوٹی مسجد نہیں ہے۔ تو اس مقام کی تعیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تم چھوٹی مسجد میں کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف رُخ کرو جہاں نمازی کھڑا ہوتا ہے تو یہی دائیں جانب وہ موضع مقصود ہے۔ پس اگر تم اس جگہ نماز پڑھنا چاہو جہاں آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے پڑھی تھی تو تم چھوٹی مسجد کو اپنی بائی جانب رکھو اور تم خود دائیں جانب کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ارادہ کیا مسجد صغیر کے مقام کی نشاندہی کریں جس کے بغیر مسجد میں التباس ہو جائے یا زمانہ کے تغیرات کی وجہ سے اس جگہ کے نشانات مٹ جائیں تو فرمایا کہ جب تم مکہ معظمہ جا رہے ہو تو وہ مسجد صغیر تمہارے دائیں جانب ہو گی۔ اور وہ بڑی مسجد سے کوئی پتھر پھینکنے کی دوری پر ہو گی۔ پھر اس کی مزید وضاحت کے لئے اور اس مکان کی تعیین کے طور پر فرمایا کہ وہ پہاڑ جو روحاء کے موڑ پر ہے یہاں تک پہنچے تھے۔ کہ بقیہ حدیث کی شرح اس طرح نہ ہو سکی جس طرح شروع میں وضاحت ہوئی۔ اوراق ضائع ہو گئے جس کا سخت افسوس ہے۔

باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلّی والسترة صفحہ ۱۷۱/۷۱

نمازی اور سترہ کے درمیان کس قدر فاصلہ ہونا چاہئے۔ ظاہر یہ ہے کہ مصلی فاعل کے وزن پر ہے اور وہ فاصلہ جو نمازی اور سترہ کے درمیان ہو اس سے وہ فاصلہ مراد ہے جو نمازی کے سجدہ کرنے کی جگہ سے دیوار تک ہے۔ عقلی طور پر مصلی جائے نماز پر بھی محمول کرنا ممکن ہے۔ لیکن روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ تو مصلی سے تمام وہ جگہ مراد ہو گی جو نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اس کی سجدہ کرنے کی جگہ تک ہے۔ تو دونوں صورتوں میں مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ دیوار اور پیشانی رکھنے کی جگہ تک زمین کی کتنی مقدار ہونی چاہئے

وہ ممر الشاۃ ہے یعنی بکری کے گذرنے کی جگہ ممکن ہے۔اس سے مراد یہ ہوا کہ اتنی جگہ جس سے بکری تنگی اور دقت کے ساتھ گذر سکے ۔اور اگلی روایت میں ہے کہ بکری وہاں سے آسانی اور فراخی کے ساتھ نہ گزر سکے یا ممکن ہے یہ مراد ہو کہ اس جگہ سے کمزور اور چھوٹی بکری کا گزر جانا ممکن ہو۔لیکن بڑی اور موٹی بکری کا گزرنا وہاں سے ممکن نہ ہو۔توکلام مثبت نے جو کچھ ثابت کیا تھا لاتکاد الخ کی نفی نے اس کے غیر کو ثابت کیا۔اگر سب کو ان کے گمان کے مطابق اندازے پر محمول کیا جائے یا اسے محض تقریب قرار دیا جائے تو جواب دینے کی بجائے یہ معاملہ نہایت آسان ہوگا۔امام بخاریؒ نے مصلی بکسر اللام کو ترجمہ میں ذکر کر کے اختلاف بین العلماء کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شیخ المشائخ فرماتے ہیں کہ قدم سے لیکر پیشانی کی جگہ تک اتنی مقدار ہو کہ لوگوں پر راستہ تنگ نہ ہو اور موضع سجود اور دیوار کے درمیان ممر الشاۃ قریباً تین ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔اور ممر الشاۃ صرف نصف ذراع کا فاصلہ ہے۔البتہ بعض نے بالشت برابر قرار دیا ہے۔ لیکن عادۃً سجدے کے لئے اتنی جگہ ناکافی ہے۔امام مالکؒ کے نزدیک کوئی حد نہیں۔جس قدر جگہ پر رکوع و سجود آسانی سے ہو سکے وہ کافی ہے باقی ائمہ نے اسے تین ذراع یعنی تین ہاتھ پر محمول کیا ہے۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ اِلَی الْحَرْبَۃِ صفحہ ۷۱/۲۰

نیزے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔دراصل ان چیزوں کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنا ممنوع ہے۔جن سے بت پرستوں سے مشابہت لازم آتی ہو۔اس کا تقاضا تھا کہ چھوٹا نیزہ ہو یا بڑا یا اور کوئی ہتھیار ہو ان کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھنی چاہیئے کیونکہ بعض فرقے اس کی تعظیم کرتے ہیں جیسے ہمارے ملک میں سکھ کرپان کی تعظیم کرتے ہیں اور مصری لوگ ہتھیاروں کی پوجا کرتے تھے۔توان کا رد کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے باب باندھا کہ نہی کا اثر ان لوگوں کے عقائد پر ہوگا جو قابل بیان گروہ ہو اور ہتھیاروں کی عظمت کی شہرت ہو۔جو جاہل لوگ تھوڑی تعداد میں ہوں ان کی پرواہ نہیں کی جاتی۔اس پر امام بخاریؒ نے کئی ابواب ذکر کئے ہیں جن کے افراد چھوٹے بڑے میں فرق بیان کیا ہے۔بنابریں اگر آج کوئی گائے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس میں اتنی کراہۃ نہیں ہوگی جس قدر آگ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں کراہۃ ہے اس لئے کہ آگ کی عبادت کی شہرت گائے کی عبادت کی شہرت سے زیادہ ہے۔اور آگ کے پرستاروں میں گائے کے پرستاروں کی بنسبت آگ کی تعظیم زیادہ ہے۔اور اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ سترہ کی مقدار بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی لمبائی کتنی ہو۔ غنزہ چھوٹا نیزہ اور حربہ بڑا نیزہ ترجمہ میں دونوں کا ذکر کر کے اشارہ کیا کہ سترہ کے طول و عرض میں کوئی حدبندی نہیں ہے۔

قولہ ومعنا عکازۃ صفحہ ۷۱/۲۶ پوری حدیث کو ذکر نہیں کیا۔جس میں ہے کہ آپؐ جب نماز پڑھتے تھے تو اس لاٹھی کو جس کے سر پر نوک ہوتی تھی زمین میں گاڑ دیتے پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ تو اس اعتبار سے ترجمہ اور روایت میں مطابقت ہو جائے گی۔ تو ترجمہ حدیث کے لئے شارحہ ہوا۔

باب السترة بمكة وغيرها صفحہ ۱/۷۲

طواف کرنے کی جگہ اور مسجد حرام میں نمازی کے لئے سترہ ضروری نہیں ہے۔ اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید حرم میں مطلقاً سترہ کا حکم نہ ہو۔ اسی وہم کا دفعیہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اس باب سے اشارہ کیا کہ سترہ حل اور حرم مکہ اور دوسرے شہروں میں برابر ہونا چاہئیے لیکن مسجد حرام میں اس کی تاکید اسلئے ساقط ہو گئی کہ اگر حرم میں بھی سترہ کا حکم دیا جائے جیسے غیر حرم میں حکم ہے تو پھر اس سے طواف کرنے والوں پر تنگی ہو گی اور ان کے لئے حرج کا باعث ہو گا۔ اس لئے سترہ کا تاکیدی حکم ساقط ہو گیا۔

باب الصّلوٰة الى الاسطوانة صفحہ ۳/۷۲

ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کی ممانعت پر وہم ہوتا تھا کہ شاید ستون کے درمیان ذاتی طور پر نماز پڑھنا ممنوع ہو تو باب کے انعقاد سے بتلا دیا کہ اسطوانة کے درمیان نماز پڑھنا اس کی ذات میں خرابی کی وجہ سے نہیں بلکہ ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس طرح صفوں میں ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی وجہ نہ ہو تو ان کے درمیان نماز پڑھنا جائز ہے۔

صفوں کے نہ ٹوٹنے کی وجہ سے نماز کے جائز ہونے کو **باب الصلوة بين السوارى فى غير جماعة** صفحہ ۱۰/۷۲ سے ثابت کیا اور آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو اور صفیں بھی نہ ٹوٹیں ان دونوں کو جناب نبی اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے سے ثابت کیا آپؐ نے کعبہ مکرمہ میں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔ جب کہ نہی کی دو علتوں میں سے کوئی علت موجود نہیں تھی۔ چونکہ مسجد نبوی کے ستون آمنے سامنے نہیں تھے اس لئے صف بندی ان کے درمیان سیدھی نہیں ہو سکتی تھی۔ جس کی بنا پر آپؐ نے بين السوارى یعنی مسجد نبوی کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع فرمادیا۔ جس مسجد کے ستون آمنے سامنے ہوں جن کی وجہ سے صفوں میں کوئی خلل نہ پڑتا ہو ان کے درمیان نماز جائز ہو گی۔ کوکب دری میں شیخ گنگوہیؒ نے ممانعت کی چوتھی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ستونوں کے درمیان کی جگہ آپؐ نے جنوں کے لئے مختص فرمائی تھی۔ یا یہ کہ وہ جوتوں کے رکھنے کی جگہ ہے۔ بالعموم وہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے۔ نیز ! کعبہ کے ستون چھ تھے۔ جن میں سے تین تو آپؐ کے پیچھے رہے دو ستونوں کے درمیان آپؐ نے نماز پڑھی۔ ایک کو دائیں جانب رکھا اور ایک کو بائیں جانب تیسرا ستون بھی دائیں جانب تھا دور ہونے کی وجہ سے اس کا اعتبار نہیں۔ جو ستون متصل اور قریب تھے ان کا اعتبار کیا گیا۔ اس طرح ایک عمود دائیں جانب ہوا دوسرا بائیں جانب ہو گیا۔ تیسرے کا ذکر نہ ہوا۔

وقوله وليس علي احدنا باس الخ صفحہ ۲۰/۷۲ اگر چہ کانہ کعبہ میں جس جگہ چاہے نماز پڑھنا جائز ہے مگر جناب رسول اللہ ﷺ کی موافقت کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے کوشش کی گئی۔ ویسے حضرت ابن عمرؓ امور عادیہ میں بھی آنحضرت ﷺ کی موافقت کے ساعی رہتے تھے۔

قوله اذا هبّتّ الركاب صفحہ ۲۳/۷۲ بعض شراح نے هبّتّ کے معنی حاجت اور تحرکت کے لئے ہیں جو اس جگہ

مراد لینے غلط ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں جب کہ اونٹوں میں ہیجان ہو نماز ہی درست نہیں ہے۔ پھر کجاوے کے آگے رکھنے سے تشویش کیسے رفع ہوگی جو لونٹوں کے ہیجان سے پیدا ہوئی۔ بلکہ سائل نے حضرت نافعؒ سے پوچھا کہ جب اونٹ چراگاہ کو چرنے کے لئے چلے جاتے تو حضرت ابن عمرؓ اس وقت نماز کیسے پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ پالان کو آگے رکھ کر نماز ادا کر لیتے تھے۔ بعض روایات میں بعیر کے اور بعض میں شجر کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ تو اونٹ کو سامنے بٹھا کر اور درخت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے روایت میں صرف راحلہ کا ذکر ہے۔ امام بخاریؒ نے باقی اس پر قیاس کر لیا ہے۔

قوله اعتدلتمونا بالكلب والحمار صفحہ ۷۲/۲۵ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فساد صلوۃ کے بارے میں آپ لوگوں نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ حالانکہ کتے اور گدھے میں جو قباحت ہے وہ عورت میں نہیں ہے۔ کتے کا جھوٹا اور اس کا پسینہ نجس ہے۔ جو لوگ اسے نجس العین کہتے ہیں۔ اور گدھے کی خرابی یہ ہے کہ وہ لات مارتا ہے۔ اور ایسی مزاحمت کرتا ہے جس سے نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے عورت میں یہ بات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ دل اس کی طرف راغب ہوگا تو اس کے سامنے آجانے سے نماز میں خلل نہیں پڑے گا خصوصا جب انسان کو اس سے بے پرواہی ہو تو ذہنی خرابی بھی پیدا نہیں ہوتی آنحضرت ﷺ کے سامنے حضرت عائشہؓ سوئی رہتی تھیں آپؐ چٹکی بھی کاٹتے تھے لیکن بے رغبتی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی تھی۔ تو تینوں کو نماز کے فاسد کرنے میں برابر قرار دینا غلطی ہوگی اگرچہ آنحضرت ﷺ نے تینوں کو ایک ہی لفظ میں ذکر کیا ہے لیکن آپ کا مقصد تینوں میں برابری ثابت کرنا نہیں تھا۔ بلکہ کتے اور گدھے میں تو خلل نماز کا ارادہ تھا عورت میں قطع صلوۃ مراد نہیں تھا۔ ہاں اگر ان حضرات کا ارادہ اس قول سے روایت اور حدیث کے بیان کے طور پر ہوتا تو پھر حضرت عائشہؓ بھی ان پر اعتراض نہ کرتیں۔ ان کا اعتراض اس فتوے پر تھا جو انہوں نے دیا اور نصوص کی مراد کو نہ سمجھ سکے باایں ہمہ ان تینوں چیزوں کے آگے گذرنے سے نماز بھی فاسد نہیں ہوتی۔ تو ان کا قطع صلوٰۃ کا حکم دینا یہ بھی حضرت عائشہؓ کے نزدیک ان کی دوسری غلطی تھی۔ اور یہ جو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نماز کی حالت میں آپؐ کے سامنے ہوتی تھی اس کا مقصد یہ ہے کہ میں اٹھ کر سیدھی آپؐ کے سامنے بیٹھ جاتی تھی۔ اور چارپائی کے اگلے دو پائیوں کی طرف اس لئے کھسک جاتی تھی کیونکہ پچھلے دو پائیوں کی طرف سے نکلنے میں آپؐ کے سامنے سے گذرنا پڑتا جب کہ آپؐ نماز پڑھنے والے تھے اور بغیر ضرورت کے ایسے کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ اور سریر سے مراد تخت ہے اور چارپائی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ترجمہ کے مناسب یہی ہے کہ چارپائی کی طرف آپؐ نے نماز پڑھی ہے۔

ورد ابن عمرؓ في التشهد صفحہ ۷۲/۲۷ یعنی حضرت ابن عمرؓ نے تشہد کی حالت میں گذرنے والے کو دفع کیا جو نماز کا آخری حصہ ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ اوّل تحریمہ سے لے کر آخر سلام تک گذرنے والے کی مدافعت جائز ہے۔

وقوله و في الكعبة صفحہ ۷۲/۲۷ یعنی حضرت ابن عمرؓ تشہد کی حالت میں کعبہ کے اندر بھی گذر والے کو روکتے تھے حالانکہ مزاحمت کی وجہ سے کعبہ میں نمازی کے آگے گذر جانا جائز ہے۔ تو حضرت ابن عمرؓ کا یہ فعل یا تو افضل کو طلب کرنے کے لئے تھا

کہ جب جگہ میں وسعت تھی گذرنے والا سامنے سے گذر جانے میں مجبور نہیں تھا اس لئے اس سے دفع کیا۔ اور یا یہ بھی ممکن ہے گذرنے والے نے آپ سے مزاحمت کی ہو۔ تو اس مقابلہ کی وجہ سے انہوں نے اسے سامنے سے دفع کیا ہو۔

باب الصلوۃ خلف النائم صفحہ ۷۳/۱۸

خلف کے معنی عام مراد ہیں مشہور معنی نہیں لئے گئے۔ اس لئے حدیث باب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سوئے ہوئے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ خلف سے اقتدا مراد نہیں ہے۔ بہر حال جواز کو ثابت کیا گیا۔

باب التطوع خلف المرأۃ

اس ترجمہ کی غرض یا تو احناف کے مسئلہ محاذاۃ پر رد کرنا ہے کہ کوئی عورت اگر مرد کے ساتھ تحریمہ اور اداء میں شریک ہو جائے اور امام اس عورت کی امامت کی نیت بھی کرلے تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جب کہ امام نے اس کی امامت کی نیت نہیں کی پہلی صورت میں مرد نے اپنا مقام چھوڑ دیا۔ دوسری صورت میں عورت نے اَخِّرُوْهُنَّ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ یعنی ان کو پیچھے رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب مرد اپنی نماز پڑھ رہا ہے اگر اس کے پہلو یا عورت کے پیچھے نماز پڑھنے سے مرد کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ خلل اس وقت ہے جب کہ تحریمہ اور ادا میں اشتراک ہو۔ اور ممکن ہے امام بخاریؒ کی غرض امام شافعیؒ کے مسلک کو ثابت کرنا ہو کہ اگر کوئی نماز کسی عورت کے پہلو میں یا اس کے پیچھے نماز ادا کرلے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے رہے جب کہ حضرت عائشہؓ آپؐ کے آگے لیٹے ہوئی تھیں بہر حال جو کچھ بھی مراد ہو امام بخاریؒ کے استدلال کا دارومدار اس پر ہے کہ عورت خواہ مرد کی نماز میں شریک ہو یا نہ ہو بہر صورت نماز آدمی کی فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دلیل تام نہیں۔ اسلئے کہ حضرت عائشہؓ تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تھیں۔ نہ تحریمہ میں نہ ادا میں۔ احناف کا مسئلہ محاذات یہ ہے کہ عورت مرد کی نماز میں شریک ہو۔

ثم ان قوله غمزني حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے میری چٹکی کاٹی۔ یہ حدیث باب احناف کی حجت ہے۔ کہ مس مرأۃ کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں جاتا۔ ورنہ اس لمس سے آپ کی وضو جاتی رہتی آپ نماز نہ پڑھتے اس پر قطب گنگوہیؒ نے دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے باب کشف الفخذ میں ذکر ہوا کہ شوافع فرماتے ہیں کہ فخذ یعنی ران ننگ نہیں ہے۔ احناف نے جواب دیا کہ مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح لفظ کے مدلول سے امر زائد کو ثابت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اب یہاں لفظ غمزني مطلق ہے۔ اس کو حائل کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں۔ دوسرے حائل کی موجودگی میں چٹکی نہیں کاٹی جا سکتی۔ تیسرے اصل یہ ہے کہ کسی زائد چیز کو ثابت نہ کیا جائے آپ لوگوں نے حائل امر زائد کو کیسے ثابت کر لیا پس یا تو تسلیم کرو کہ فخذ عورت ہے اور عادت یہ ہے کہ ران چھپی ہوئی رہتی ہے یا تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں جاتا دونہ خرط قتا دان دونوں میں سے

ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔ **فافهم والله تعالى اعلم**

قوله فانسل من عند رجليه صفحہ ۷۳ / ۲۷ کہ میں جناب کے دونوں پاؤں کے پاس سے آہستہ سے کھسک گئی یہ قول حضرت عائشہؓ کے پہلے قول کے منافی نہیں ہے کہ میں چارپائی کے اگلے دو پاؤں سے نکل گئی۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاؤں کے پاس سے نکل جانا چارپائی کے اگلے دونوں پاؤں سے نکل جانے کو مستلزم ہے۔ اس لئے کہ کلمہ مِنَ ابتدائیہ ہے۔ کھسکنے کی ابتداء آنحضرت ﷺ کے پاؤں سے ہوئی۔ اور اس کی انتہاء چارپائی کے پاؤں تک پہنچی۔ اس صورت میں **من عند رجليه** کی ضمیر اگر سریر کی طرف راجع ہو تو پھر بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں دونوں روایتوں میں کوئی خلاف نہیں ہوگا۔

باب اِذَا حمل جاريةً صغيرةً صفحہ ۷۴ / ۴

جب کوئی شخص نماز کی حالت میں کسی بچہ کو اٹھالے تو یہ جائز ہے۔ اس سے امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ **مس مراۃ** سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ وہ چھوٹی بچی ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بڑی عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو کے ٹوٹ جانے کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جب بچی کو اٹھالینا نماز میں خلل انداز نہیں تو عورت کے آگے سے گذرنا کیسے قاطع صلوٰۃ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت بی بی امامہ کو نماز میں اٹھا کر اس کے جواز کو بیان کر دیا۔ اب بھی ایسا کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ امام مالکؒ اسے اب منسوخ مانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت امامہؓ آنحضرت ﷺ سے بہت مانوس تھیں آپؐ سجدہ میں جاتے تو پیٹھ پر یا کندھے پر بیٹھ جاتیں۔ گر جانے کے خطرہ سے آپؐ اسے سنبھال لیتے تھے۔ جدا کرنے کی صورت میں وہ روتی تھیں۔ اس لئے آپؐ نے **اهون البليتين** کو اختیار کیا۔ اور یہ سب کچھ نماز نافلہ میں ہوا۔ اگر فرض نماز ہو تو عمل کثیر کی وجہ سے اسے منسوخ ماننا پڑے گا۔

قوله وثبت النبي ﷺ صفحہ ۷۴ / ۲۱ آنحضرت ﷺ نماز میں بدستور مشغول رہے۔ اس خوف سے کہ کہیں آپؐ کے کھڑے ہونے سے پیٹھ والی چیز گر نہ پڑے۔ اور آپ کو اس کا حال معلوم نہیں تھا کہ کیا چیز میری پیٹھ پر رکھ دی گئی ہے۔ اور شاید اس سے اور خرابی پیدا ہو جائے۔ کہ کہیں کپڑے گندگی سے آلودہ نہ ہو جائیں۔ اگر وہ نجس اور ناپاک چیز ہوتی اور یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر اس میں کوئی پتھر وغیرہ ہوئے تو ممکن ہے اس سے کوئی چوٹ لگ جائے یا کوئی زخم آجائے اس طرح کے اور احتمالات بھی ہو سکتے ہیں۔ اصل جواب یہ ہے کہ آپ کو اپنی پیٹھ کی چیز کا علم نہیں تھا۔ امام بخاریؒ دوبارہ اس حدیث کو یہ بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ پیٹھ کی چیز کو ہٹانا ہر جہت ممکنہ سے ہوگا جب وہ جائز ہے حالانکہ یہ سخت ہے جو قاطع صلوٰۃ نہیں ہے۔ تو عورت کے آگے سے گذر جانا نماز کے لئے کیسے قاطع ہوگا۔ ان ابواب سے مؤلفؒ کا مقصد اسی کو ثابت کرنا ہے۔

قوله حتى اَلْقَتْه عنه صفحہ ۷۴ / ۲۳ اس حدیث سے امام بخاریؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گندگی اور ناپاکی کا نمازی کے پاس ہونا نماز میں خلل انداز نہیں ہے اس صورت میں ترجمہ میں تکرار لازم نہیں آئے گا۔ **مس مراۃ** جن حضرات کے نزدیک ناقض وضو ہے

وہ یہاں بھی وہی تاویل کرتے ہیں جو غمزنی یعنی چٹکی کاٹنے میں کرتے تھے۔ کہ ممکن ہے درمیان میں کوئی چیز حائل ہو۔ ایسے قصہ فاطمۃ الزہراءؓ میں بھی یہی احتمال پیدا کرتے ہیں کہ درمیان میں کوئی حائل ہو لیکن یہ امر زائد کو ثابت کرنا ہے۔ اور مطلق لفظ کو مقید کرنا ہے اور فعل کے عموم کو خاص کرنا ہے جو اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ علماء اہل حدیث خصوصاً مؤلف امام بخاریؒ اقوال کی طرح افعال اور وقائع میں بھی عموم کو ثابت کرتے ہیں۔ اس کے نظائر گذر چکے ہیں۔

ثم ان المنطلق حضرت فاطمہؓ کے پاس جانے والا شاید حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہو۔ جو وہاں موجود تھے۔ جیسا کہ گذر چکا اور ممکن ہے کوئی اور صحابی ہو جنہوں نے قریش سے مقابلہ نہیں کیا۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بنی ہاشم کی ایک عورت تھیں اگر قریش ان کو کوئی گزند پہنچاتے تو یہ سب بنو ہاشم کے لئے عار کا باعث تھی جس کا بدلہ لینے کے لئے سب بنو ہاشم کھڑے ہو جاتے۔ البتہ جناب نبی اکرم ﷺ پر یہ مخفی نہیں تھا کہ وہ آپ کو گزند پہنچائیں گے۔ لیکن چونکہ آپؐ کسی مشرک سے مدد لینا نہیں چاہتے تھے اس لئے آپؐ نے ان سے بدلہ نہیں لیا۔ نیز ! اکثر بنو ہاشم کو آنحضرت ﷺ سے دعوت اسلام کی وجہ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ اس لئے وہ خود بدلہ لینے کے لئے نہیں کھڑے ہوئے۔ البتہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو تکلیف پہنچانا ان کے تکلیف پہنچانے کے برابر تھا اس لئے کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ مَوَاقِيتُ الصَّلٰوةِ وَفَضْلِهَا صفحہ ۷۵ / ۱

امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق ہر کتاب کے اوّل میں ہر حکم کی ابتداء کیسے ہوئی اس کو نصاً اور اشارۃً بیان کرتے ہیں۔ تو حسب معمول اس مقام پر بھی مبدأ الصلوٰۃ کو بیان کیا۔ اور پھر اس کی فضیلت کو بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ نماز کے اوقات کی تعلیم دینے کے لئے دو دن میں دس مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اس سے بڑی اہمیت نماز کی اور کیا ہو گی۔

قولہ ان جبرائیل علیہ السلام نزل فصلی صفحہ ۷۵ / ۶ امام مالکؒ نے اپنے مؤطا میں نمازوں اور ان کے اوقات کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس جگہ مختصر لائے ہیں دراصل امام مالکؒ نے نہیں امام ابو داؤدؒ نے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ امام مالکؒ کا ذکر کرنا سبقت قلمی ہو گی۔

قولہ اذا ان جبرائیل اقام صفحہ ۷۵/۸ ترجمہ کیا جبرائیلؑ آگے کھڑے ہوئے۔ گویا کہ انہوں نے مفضول کی امامت فاضل کو بعید سمجھا اس لئے سوال کیا۔

قولہ ولقد حَدَّثَنِيْ عائشةؓ صفحہ ۷۵/۹ تمام نمازوں کے ذکر کے بعد عصر کی نماز کو الگ ذکر کرنا اس کی عظمت شان کی وجہ سے ہے جس سے اشارہ کرنا ہے کہ عصر کی نماز کو اس کے مستحب وقت سے پیچھے نہیں کرنا چاہئیے یہی حضرت عروہؒ کا مقصد تھا جبکہ انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت مغیرہؓ کو عصر کی نماز مؤخر کرنے پر یہ حدیث عائشہؓ سنائی۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ الخ صفحہ ۷۵/۱۰

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز چھوڑنے کا ذکر لفظ اشراک سے کیا ہے فرماتے ہیں اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَاتَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ تو نماز کا چھوڑنا شرک کرنا ہوا یا مشرکین کا فعل ہوا۔ اور روایت کی دلالت بھی اسی معنی پر واضح ہے۔ کیونکہ نماز کو ایمان کا جزء قرار دیا گیا ہے۔ اور جزء کے انتفاء سے الکل من حیث الکل منتفی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ نماز ایمان کامل کا جزء ہے مطلق ایمان کا جزء نہیں ہے۔ لہذا ترک صلوٰۃ سے کمال کی نفی ہوگی۔ او آیت کریمہ میں اشراک کا لفظ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکوں والے فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ یا یہ شرک دون شرک کے قبیلہ میں سے ہے جیسے کفر دون کفر اور ظلم دون ظلم ہے۔ الحاصل ترجمہ کی غرض ان آیات اور روایات کی مراد بیان کرنا ہوا جن میں تارک صلوٰۃ کو کافر یا مشرک کہا گیا ہے۔ دوسرے باب کی کتاب سے مناسبت ثابت کرنا ہے۔ کہ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ نماز کے اوقات۔ آداب۔ مستحبات۔ فرائض۔ سنن سب کی محافظت کی جائے تیسری حدیث کے ترجمہ سے مناسبت ثابت کرنا ہے کہ نماز ایمان کا جزء ہے تو حدیث نے قرآن کے معنی بیان کر دیئے اور نماز کو چھوڑ دینا مشرکوں کا کام ہے۔ یہ نہیں کہ نماز چھوڑنے سے مشرک بن جاتا ہے۔

قولہ انّك عليه او عليها لجرئ صفحہ ۷۵/۱۹ حضرت عمرؓ نے جب حضرت حذیفہؓ سے فتنہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے اس بارے میں جو کچھ فرمایا وہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ تو ان کی مدح کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ واقعی تمہیں آپؐ سے بات کرنے کی بڑی جرأت اور جسارت ہے۔ تو یہ ان کے علم اور تدریس پر حرص کی مدح کرنا ہے۔ کہ فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے میں تم بڑے جری ہو۔ یا اس سے حفظ اور یاد رکھنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم کس قدر اچھے خلق والے اور کس قدر مناسبت والے ہو۔ اہل۔ ولد۔ مال وغیرہ کے فتنہ کا کفارہ نماز اور دیگر عبادات ہوں گے۔ بایں معنی کہ مؤمن جو ان امور میں مبتلا ہو کر گناہ حاصل کرتا ہے اس گناہ کا کفارہ عبادت ہوں گے۔ رہ گئے حقوق العباد ان کا کفارہ عبادات نہیں ہو سکتے۔ نہ ہی اس مقام پر ان کا کوئی ذکر ہے۔ پھر عبادات کا گناہوں کے لئے کفارہ ہونا اس میں اختلاف ہے کہ صغائر کا کفارہ یا کبائر کا۔ اکثر علماء انہیں صغیرہ گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی سے بعید نہیں ہے اگر وہ کبائر کو بھی معاف کر دے۔

قولہ ان بینك وبینھا صفحہ ۷۵/۲۱ یعنی اس بڑے فتنہ کے آگے ایک بند دروازہ ہے جس سے مراد حضرت عمرؓ کی ذات اور آپ کی زندگی ہے اس صورت میں مستور آپ کا دین ہو گا یا آپ کی روح ہو گی اگر دونوں مراد ہوں تو بھی کوئی ڈر نہیں ہے۔ کیونکہ مقصد واضح ہے کہ وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہیں ان کے بعد جو فتنے شروع ہوئے اور مسلمانوں میں تلوار چلی وہ آج تک بند ہونے میں نہیں آتی۔

قولہ فذالك مثل الصّلٰوۃ الخمس صفحہ ۷۶/۸ پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔ جبکہ ان کو اپنے اوقات میں ادا کیا جائے۔ ترجمہ میں نماز با جماعت کی قید نہیں ہے۔ لہذا حدیث باب سے ترجمہ اپنے دونوں جزء کے ساتھ ثابت ہو جائے گا۔ کہ خواہ نماز جماعت سے ادا ہو یا بغیر جماعت کے۔ بہر حال اوقات میں ادا ہونے والی پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ بنیں گی۔

قولہ لَآ اَعْرِف شیئًا صفحہ ۷۶/۱۳ حضرت انسؓ کا منشا یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے امور میں سے سوائے نماز کے اور مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ سو اسے بھی ضائع کر دیا گیا ہے کہ وقت پر اسے ادا نہیں کیا جاتا اس لئے رو رہا ہوں۔ یا معنی حدیث یہ ہیں کہ اگرچہ حج۔ روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ بھی باقی ہیں مگر نماز اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں ہے کہ اسے دیر سے پڑھا جاتا ہے۔ حجاج کو دیکھ کر آپ نے یہ فرمایا تھا جب کہ وہ دمشق تشریف لائے۔

باب الابراد بالظھر فی شدّۃ الحر صفحہ ۷۶/۲۲

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض امام شافعیؒ پر رد کرنا ہے جو فرماتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو ہر زمانہ میں مطلقاً جلدی ادا کرنا مستحب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ تعجیل افضل ہے تاخیر عارض کی وجہ سے ہے۔ جبکہ لوگ جماعت میں نوبت بنوبت آتے ہوں۔ بہر حال پہلے مسئلہ کے رد کے لئے یہ باب منعقد کیا اور تاخیر کے لئے جو لوگ قیود بیان کرتے ہیں اس کے لئے الگ باب باندھا **والتعجیل فی السفر** ہے کیونکہ لوگ سفر میں جمع ہوتے ہیں انتیاب کی ضرورت نہیں پڑتی آنحضرت ﷺ نے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم اس لئے دیا کہ سخت گرمی فیح جہنم میں سے ہے جس میں کوئی تخصیص نہیں۔ خواہ اکیلا پڑھ رہا ہے یا جماعت سے پڑھ رہا ہے۔ مسجد میں ہے یا غیر مسجد میں لہذا ابراد کی احادیث دیگر احادیث کے لئے ناسخہ ہوں گی۔ کیونکہ یہ آپ کا آخر حکم ہے جس کی تائید حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ہم ظہر کی نماز فوراً زوال کے بعد پڑھ لیتے تھے۔ تو آپؐ نے ہمیں نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرنے کا حکم دیا۔

قَوْلُہٗ اکل بَعْضِیْ بَعْضًا صفحہ ۷۷/۳ آگ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی شدت کی شکایت کی تو اکل بعضی بعضا گرمی کی سختی سے کنایہ ہوا کہ میرا بُرا حال ہو جاتا ہے حقیقی کھانا مراد نہیں ہے۔ اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو بھی بعید نہیں ہے۔

قَوْلُہٗ یَتَفَیَّوءَ صفحہ ۷۷/۱۰ یہ آیت کا لفظ ہے جس کی تفسیر روایت میں فئی کے لفظ سے وارد ہونے کی مناسبت سی کی ہے تاکہ دونوں کے معنی معلوم ہو جائیں یتفیوء ای یتمثل جھکنا کے معنی ہیں۔

باب وقت الظهر عند الزوال صفحہ ۱۱/۷۷

امام بخاریؒ نے ظہر کا اوّل وقت اور عصر کا آخر وقت بیان کیا ہے۔ لیکن عصر کا اوّل وقت اور ظہر کا آخر وقت بیان نہیں کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ مؤلف کے نزدیک مثل اور مثلین کی روایات اس کی شرط کے مطابق ثابت نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے محدثین اور امام شافعیؒ کے مسلک کو رد کرنا مقصود ہو۔ جو فرماتے ہیں کہ ظہر اور عصر کو ایک دوسرے کے وقت میں جمع کرنا جائز ہے۔ گویا کہ ان کا وقت مشترک ہے۔ امام بخاریؒ نے پہلے تو یہ دلیل بیان کی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَّوْقُوْتاً جب ہر نماز کے لئے وقت مقرر ہے تو پھر دو نمازوں کو ایک دوسرے کے وقت میں جمع کرنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ تو وقت میں اشتراک ہو گیا۔ پھر زوال سے لیکر مغرب تک جیسے وہ ظہر کا وقت ہے ایسے عصر کا بھی ہے پس توقیت کہاں رہی۔ جن روایات سے جمع معلوم ہوتی ہے وہاں جمع صوری مراد ہے اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے دو گروہوں کا رد کیا ہے ایک تو وہ جو زوال سے قبل ظہر کی نماز ادا کرنا جائز کہتے ہیں۔ دوسرے اس گروہ پر جو کہتے ہیں کہ ظہر کا وقت زوال سے صرف ایک شراک کے برابر ہے۔

قَوْلُہٗ من ابی صفحہ ۱۵/۷۷ حضرت حذافہؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے باپ کے بارے میں اس لئے دریافت کیا کہ لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے تھے کہ وہ حضرت حذافہؓ کے بیٹے نہیں ہیں۔ یہ سوال ان کے لئے مفید تھا۔ ان کا گمان تھا کہ آنحضرت ﷺ نے جواب میں غیر اب کا ذکر کیا تو بھی انہیں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ لوگ تو ویسے ہی ان کو غیر اب کی طرف منسوب کرتے تھے اگر آپؐ نے ان کے اصلی باپ کا ذکر فرما دیا تو لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قوله واحدنا يذهب الى العوالي صفحہ ۱۷/۷۸ اس سے وقت کی کوئی تعیین نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ معلوم ہے کہ عادۃً چلنے والے کوئی تیز رفتار ہوتے ہیں کوئی سست روی سے کام لیتے ہیں۔ پھر عوالی بھی کچھ قریب ہیں کچھ بعید ہیں تو حدیث میں ابہام رہا۔

قوله والشمس لم تخرج من حجرتها صفحہ ۲۷/۷۷ یہ حدیث بھی پہلی روایت کی طرح مبہم ہے۔ کیونکہ اس سے نہ تو دیوار کی لمبائی کا علم ہو سکا اور نہ ہی حجرہ کی لمبائی اور چوڑائی کا علم ہوا۔ نیز سورج کی دھوپ کا حجرہ سے نکلنا یہ اس وقت بھی صادق آسکتا ہے جب کہ سورج ایک ہاتھ کے برابر باقی ہو یا انگلی کی مقدار کے برابر باقی ہو یا ان دونوں سے زیادہ ہو ابہام کی صورت میں وقت کی تعیین نہ ہو سکی تو استدلال تام نہ ہوا۔

قوله بعض العوالي من المدينة صفحہ ۱۸/۷۸ بعض عوالی چار میل کے فاصلہ پر تھے۔ جس سے عصر کی تعجیل ثابت کرنا ہے لیکن یہ تب ہو گا کہ یہ حضرات اس کو ثابت کر دیں کہ روایت میں جو عوالی مذکور ہیں اس سے وہی مراد ہیں جو چار میل کے فاصلہ پر ہیں اس سے کم والے مراد نہیں اس کے بغیر دلیل تام نہیں۔ کیونکہ اگر اقرب عوالی مراد لیا جائے تو وہ دو میل کے فاصلہ پر ہے پھر تعجیل ثابت نہ ہو سکے گی۔

قولہ بکروا بالصلوۃ العصر صفحہ ۷۸/۲۲ عصر کی نماز کو جلدی ادا کرو۔ امام بخاریؒ روایت باب سے اس طرح استدلال کر رہے ہیں کہ جب نماز کا چھوڑنا گناہ کا باعث ہے تو جتنی جلدی نماز ادا کی جائے گی وہ نماز کو فوت اور ترک کرنے سے زیادہ بعید ہو جائے گی خلاف تاخیر کے کہ نماز میں تاخیر کرنے سے نماز کو فوات کا نشانہ بنانا پڑے گا۔ فوات میں اختیار کو دخل نہیں ہوتا ترک میں اختیار ہے اس لئے دو باب باندھے اور حبط عمل کا حکم تشدیداً اور تغلیظاً ہے۔ کیونکہ اعمال شرک سے حبط اور باطل ہوتے ہیں۔ جیسے لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن میں ہے۔

قَوْلُهٗ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ الخ صفحہ ۷۹/۲ مقصد باب تعجیل عصر اور فجر کو ثابت کرنا ہے وہ اس طرح کہ آسمان کو چڑھنے والے فرشتے اترنے والے فرشتوں کے بعد اوپر کو چڑھتے ہیں۔ تو جب یہ دونوں عصر اور فجر کی نمازوں کے اوقات میں جمع ہوتے ہوں گے تو بہتر یہ ہے کہ ان نمازوں کو ان اوقات مستحبہ کے اوائل میں ادا کیا جائے تاکہ فرشتوں کے دونوں گروہ تمہارے لئے گواہی دینے والے بن جائیں۔ اگر ان میں تاخیر کی گئی تو ان دونوں گروہوں سے صرف ایک باقی رہ جانے والے کی شہادت حاصل ہو گی۔ دونوں کی شہادت حاصل نہ ہو سکے گی۔ لیکن احنافؒ اسی حدیث سے نماز عصر کی تاخیر پر استدلال کرتے ہیں۔ ثم یعرج الذین باتوا فیکم یعنی جن فرشتوں نے تمہارے اندر رات گزاری ہے وہ نماز سے فراغت کے بعد اوپر کو چڑھتے ہیں۔ تو تاخیر کی صورت میں ملائکۃ اللیل اور ملائکۃ النہار کا اجتماع ہو گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں کا اجتماع اس وقت ہوتا ہو جب کہ اہل محلہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں بنابریں حدیث سے اشارہ ہو گا کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پابندی کی جائے اس کو فوت نہ ہونے دیا جائے تاکہ فرشتوں کی شہادت سے کوئی محروم نہ رہے۔ عام شراحؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ صفحہ ۷۹/۴

جس شخص نے عصر کی ایک رکعت پالی اس نے عصر کو پالیا امام بخاریؒ نے ترجمہ میں رکعت کا ذکر کیا ہے اور روایت میں سجدہ کا لفظ ہے۔ یا تو ترجمہ سے حدیث کی تفسیر کر دی یا یہ کہ سجدہ سے مراد رکعت ہے۔ یا اس سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس کو پوری رکعت مل گئی اس نے نماز کو پالیا اس سے کم والا مدرک صلوۃ نہیں ہو گا۔ احنافؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک رکوع میں مل جانے والا مدرک رکعت ہوتا ہے۔ شوافعؒ کے دو قول ہیں امام بخاریؒ نے ترجمہ میں رکعت کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا یہ قید احترازی نہیں ہے۔ نیز! دوسری روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس امت کے جس فرد نے غروب شمس تک جو نیک کام کر لیا اسے پورا ثواب ملے گا کیونکہ اجارہ غروب شمس کے وقت کو شامل ہے۔ پس جو شخص غروب سے تھوڑا سا پہلے بھی کوئی کام کر لے گا بشرطیکہ اس کا نام کام کرنے والوں میں شمار کرنا ممکن ہو تو وہ بھی ان عاملین میں داخل ہو گا۔ کیونکہ اجرت پر کام کرنے والوں کی خصوصاً شرفاء کی عادت ہے کہ وہ کام کرنے والوں کی جانچ پڑتال کام سے فراغت کے بعد کرتے ہیں پس جو بھی اس وقت وہاں موجود ہو گا اگرچہ وہ دوسروں سے بہت دیر کے بعد

آیا ہو مگر اس کو بھی پورے عمل کی اجرت ملے گی۔ اس طرح جس شخص نے غروب شمس کے قریب کچھ حصہ نماز کا پالیا تو اسے بھی ثواب ملے گا۔ اور ثواب کا مستحق وہی ہو گا جو تمام نماز کو پالینے والا ہے۔ تو بعض پر کل کا ثواب حاصل ہو گا جو محض فضل الٰہی ہے۔ حدیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عصر کا وقت غروب شمس تک ہے۔

باب ذکر العشاء والعتمة صفحہ ۸۰/۳

نماز عشاء کو عتمہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ نہی تنزیہ ہے۔ کیونکہ اخبار اور آثار میں دونوں لفظوں کا اطلاق ایک دوسرے پر جاء ز ہے۔ البتہ لفظ عشاکا اطلاق تو مغرب اور عشادونوں پر ہوتا ہے۔ لیکن عتمہ کا اطلاق محض عشاپر ہوتا ہے اس کے علاوہ پر نہیں ہے۔

باب النوم قبل العشاء لمن غلب صفحہ ۸۰/۲۷

عشاکی نماز سے پہلے سونا اس شخص کیلئے مکروہ ہے جس پر نیند کا غلبہ نہ ہو جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لئے عشاسے پہلے سونا جائز ہے۔ اور غیرہ مغلوب کے لئے بھی اس وقت کراہت ہے جب کہ سو جانے سے جماعت کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہو۔ ورنہ اس کے لئے بھی کراہت نہیں ہے۔ اس طرح امام بخاری نے دونوں ترجموں سے نہی اور رخصت کی روایات کو جمع کر دیا۔ بعض حضرات نے رخصت کو صرف رمضان کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یا کوئی جگانے والا ہو پھر بھی کراہت نہیں ہے۔

قوله نام النساء والصبيان صفحہ ۸۱/۲ اس سے مراد وہ عورتیں اور بچے ہیں جو مسجد میں موجود تھے یا عام معنی مراد ہیں تو پھر حاضرین اور غائبین سب کو شامل ہو گا۔ بہر صورت ترجمہ کے مطابق ہے کہ عشاسے پہلے نیند کرنا ثابت ہے۔ تو نہی تنزیہی ہو گی۔

قوله ثم ضمها حضرت عطاءؒ وہ کیفیت بیان کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نہا کر گھر سے باہر تشریف لائے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کے کنارے سر کے ایک جانب رکھے ہوئے تھے۔ پھر ان کو ملا کر سر کے اوپر اس طرح گذار رہے تھے کہ آپؐ کے انگوٹھے نے کان کو جا کر چھو لیا مقصد یہ ہے کہ سر کے بالوں کو نہ تو نچوڑا اور نہ ہی سختی سے ان کو پکڑا بلکہ اس طرح انگلیاں بالوں پر رکھ دیں اور انہیں نیچے کے حصہ سے ملالیا تو کذلک سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے ہاتھ نے بالوں کی ہیئت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔

باب وقت العشاء الى نصف الليل صفحہ ۸۱/۱۴

ترجمہ۔ عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔ اس سے وقت مستحب مراد ہے۔ بعض روایات میں نصف اور بعض میں ثلث اللیل کے الفاظ ہیں۔ تو وہ اندازہ لگانے میں اختلاف کی وجہ سے ہے اور معاملہ کو قریب کر کے دکھلاتا ہے۔ یا یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ ثلث لیل میں شروع کرنے کا ارادہ فرمایا اور نصف لیل تک جا کر فراغت ہوئی۔

باب فضل صلوۃ الفجر والحدیث صفحہ ۸۱/۱۷

یہ ترجمہ بھی ان چند معرکۃ الآراء تراجم میں سے ہے جو مشکل ہیں اس باب میں لفظ حدیث مشکل ہے۔ جس کی کوئی وجہ وجیہ ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ لفظ الحدیث کی مناسبت واضح نہیں ہوتی۔ اور بعض نسخوں میں یہ لفظ وارد نہیں ہے بہر حال اشکال اس صورت میں ہے جہاں یہ لفظ الحدیث وارد ہے۔ خیر جاری میں ہے کہ امام بخاریؒ نے بیان کرنا چاہا کہ فجر کی نماز کی فضیلت حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی فضیلت ومنقبت بیان کرنا ہے جو اس باب میں وارد ہوئی ہے وہ قیامت کے دن رؤیت باری تعالیٰ کی بشارت ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ لفظ الحدیث کا عطف فضل پر ہے اور اس سے مراد کلام الناس ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ آیا نماز فجر کے بعد کلام کرنا کیسا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ سے معلوم ہوا کہ چونکہ یہ وقت تسبیح وتہلیل کا ہے لہذا کلام الناس مکرہ ہوگا اور فیض الباری میں ہے کہ امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق کسی فائدہ پر تنبیہ کرنے کے لئے وہ ترجمہ میں کسی لفظ کا اضافہ کر دیتے ہیں اگرچہ وہ ترجمہ سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔ یہاں الحدیث بعد العشاء پر تنبیہ کرنا ہے کہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ اگرچہ صرف صلوٰۃ فجر کا ہے۔

قولہ من صلي البر دین صفحہ ۸۱/۲۳ بردین سے فجر اور عصر کی نماز مراد ہے جو ٹھنڈے وقت میں پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے فجر کا ارادہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن عصر کا مراد لینا اس پر مبنی ہے کہ عصر کے وقت سے ٹھنڈک کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ ان دو نمازوں کی خصوصیت یہ ہے کہ عصر کا وقت کاروبار میں مصروف ہونے کا ہے۔ اور فجر کا وقت نیند اور غفلت کا ہے۔ جس نے ان دو نمازوں کی نگرانی کی دوسری نمازوں کی بھی حفاظت کرے گا جس سے وہ جنت کا مستحق بنے گا۔

قولہ قدر خمسین صفحہ ۸۱/۲۷ امام بخاریؒ حدیث باب سے یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ صبح کی نماز کا اوّل وقت تو طلوع فجر ہے کہ سحور سے فراغت کے بعد نماز فجر میں داخل ہونے کے درمیان پچاس آیات قرآنی پڑھنے کی مقدار کا فاصلہ ہوتا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ غلس یعنی اندھیرے میں نماز فجر کی ابتدا فرمایا کرتے تھے اور باب میں وقت بیان سے یہی مراد ہے یا باب میں مراد نماز فجر کے شرعی وقت اور اس ذمت سے عام وقت مراد ہے۔ جس میں جناب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز اوّل وقت میں ادا کرنے کی جلدی فرماتے تھے۔ البتہ سحور کا لفظ قرینہ ہے کہ یہ محض رمضان شریف میں ہوتا تھا۔ ورنہ فجر میں اسفار مستحب ہے۔

قولہ لا یعرفھن احد من الغلس صفحہ ۸۲/۷ کہ اندھیرے کی وجہ سے ان نمازی عورتوں کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس معرفت سے ہیئۃ اور شکل کی پہچان مراد ہے۔ کیونکہ چہرے چھپے ہوئے ہوتے تھے۔ ہیئۃ کا علم اس لئے نہیں ہو سکتا تھا کہ مسجد میں تاریکی ہوتی تھی یا دوری کہ وجہ سے پہچان نہیں ہو سکتی تھی۔ ورنہ نزدیکی آدمی پر ہیئۃ اور شکل مخفی نہیں رہتی۔ بالخصوص جب کہ پو پھٹ چکی ہو

اس کے بعد تو ہیئت کی پہچان ہو جاتی ہے۔ الحاصل آنحضرت ﷺ اول وقت میں نماز میں داخل ہوتے اور ابھی اندھیر لباقی ہو تا کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

باب لا تتحری صلوة صفحہ ۸۲/۲۴

اوقات منہیہ میں نماز پڑھنے میں ائمہ رحمهم الله کا اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش کرنا اور اس کا وقوع دونوں مکروہ ہیں۔ حدیث باب امام اعظمؒ کا متدل ہے۔ کہ جب تک سورج کا طلوع نہ ہو بعد الفجر نفل پڑھنا مکرہ ہے۔ اور عصر کے بعد غروب شمس تک نفل مکروہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان اوقات میں فریضہ اور وہ نافلہ پڑھی جاسکتی ہے جس کا کوئی سبب ہو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں فریضہ اور نافلہ کوئی نماز ادا نہیں کی جاسکتی بعض حضرات مکہ میں جائز اور دیگر مقامات میں ناجائز کہتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کے نزدیک نوافل ادا کرنا حرام ہے فرائض حرام نہیں امام احمدؒ بھی ان کی موافقت کرتے ہیں البتہ طواف کی دو رکعتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ اہل ظواہر کا مسلک ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد کرنا مکروہ ہے۔ تو نہی تحری کے ساتھ مختص ہوئی۔ اور بعض ظاہریہ مطلقاً اباحت کے قائل ہیں تو جو لوگ تحری صلوٰة کو حرام کہتے ہیں مطلق وقوع صلوٰة فی هذین الوقتین کی حرمت کے قائل نہیں ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان کی دلیل کو اس باب میں بیان کیا ہے۔ اور قبل ازیں ان لوگوں کی دلیل پر تنبیہ فرمائی تھی جو تحری اور وقوع کے عموم کی نہی کے قائل ہیں لا تحروا معنے لا تقصدوا کے ہے۔ امام بخاریؒ نے دونوں ترجموں میں سے ایک کے اندر تحری کا ذکر کیا ہے دوسرے میں نہیں کیا۔ شاید جمہور کے مسلک کی طرف اشارہ کرنا ہو کہ صبح میں نہی مطلق ہے اور عصر میں ظاہریہ کا مسلک راجح قرار دیا ہو کہ وہاں عصر میں نہی تحری کے ساتھ مقید ہے۔ غالباً اس دقیقہ میں مسلک احنافؒ کے نظریہ کو اختیار کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد تو نوافل نہ پڑھنے میں وہ شدت اختیار کرتے ہیں اور بعد العصر عصر یومه کو مباح کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

باب من لم یکرہ الصلوة الابعد العصر والفجر صفحہ ۸۳/۴

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عصر اور فجر کے بعد نوافل مکروہ ہیں لیکن استواء شمس کے وقت نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے علماء احناف اس وقت نہ نفل نماز کی اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی فرض نماز کی۔ شوافعؒ اور امام ابو یوسفؒ خاص کر جمعہ کی نماز کو مستثنیٰ کرتے ہیں اور مکحول مسافر کو مستثنیٰ کرتے ہیں شاید ان حضرات کو استواء شمس کے وقت نہی کی روایت نہ پہنچی ہو حالانکہ نہی کی روایت عام ہے اور راجح ہے

قوله شغلني ناس صفحہ ۸۳/۹ قطب گنگوہیؒ نے چھ طویل بحثوں کو مختصر الفاظ میں اشارۃً بیان فرمایا ہے۔ ۱۔ اوقات منہیہ میں قضاء نماز ادا کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ سنن اور نوافل کو قضاً کرنا واجب نہیں ہے۔ غیر السنن سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ان کو قضاء کرنا واجب نہیں تو کسی کو حق نہیں ہے کہ انہیں قضاء کرے خصوصاً اوقات مکروہ میں تو بالکل قضاء نہ کرے۔ اوقات منہیہ پانچ ہیں طلوع۔ غروب۔ استواء۔ بعد العصر اور بعد الفجر اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ "لاسیما المکروهته" سے بیان فرمایا سنن وغیرہ کا اوقات مکروہ میں

قضاء کرنا جائز ہے۔ اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ عصر کے بعد آنحضرت ﷺ سے روایت میں جو دو رکعتیں پڑھنا ثابت ہے وہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے اس پر قیاس نہ کیا جائے۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ بعض آثار صحابہ کرامؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عصر کے بعد نوافل پڑھے ہیں۔ اس کا جواب من صلی من الصحابۃ سے دیا ہے۔ چھٹا حدیث باب سے جو دو رکعتیں پڑھنا ثابت ہیں حضرت عائشہؓ اس کا اثبات کر رہی ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ اس کی موافقت کرتی ہیں اور بعض اس کی نفی کرتی ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے ان دونوں کے جمع کی طرف اپنے قول فانما صلی الخ سے اشارہ کیا ہے۔ پہلی بحث کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک فوت شدہ فرائض کو اوقات نہی وغیرہ میں قضاء کرنا جائز ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک فوت شدہ فرائض کو اوقات نہی وغیرہ میں قضا کرنا جائز ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک طلوع اور غرب اور استواٗ کے وقت کوئی نماز خواہ نافلہ ہو یا مکتوبہ ادا اور قضا نہیں کی جاسکتیں۔ البتہ غروب کے وقت اس دن کی عصر پڑھی جاسکتی ہے۔ بقیہ اوقات منہیہ میں فرائض کی قضاء جائز ہے نوافل کی نہیں۔ دوسری بحث کی تفصیل یہ ہے کہ نوافل اور تطوعات کی قضا بالاجماع واجب نہیں ہے۔ قضاء وتر میں اختلاف اس لئے ہے کہ احناف کے نزدیک وتر واجب ہیں قضا بھی واجب ہے۔ چونکہ دیگر حضرات کے نزدیک وتر تطوع اور نفل ہے اس لئے ان کے نزدیک قضاء وتر واجب نہیں ہے۔ تیسری بحث یہ ہے کہ احنافؒ کا مسلک ہے کہ فرض واجب اور سنت کی قضاء علی الترتیب فرض واجب اور سنت ہے۔ اور تمام عمر قضاء کا وقت ہے۔ سوائے ان تین اوقات کے جن میں نماز ادا کرنا ممنوع ہے۔ البتہ سنۃ الفجر کی قضا فرض کے تابع ہے بعد الزوال وہ بھی نہیں۔ چوتھا بحث یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعات کے قضاء کرنے پر جناب نبی اکرم ﷺ کی مواظبت ہے۔ حالانکہ آپؐ نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو یہ آپ کی خصوصیت ہوگی۔ جس پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے بوجہ نہی کے یہ ایسے ہوگا جیسے آپؐ نے وصال صوم سے منع فرمایا۔ لیکن خود وصال کرتے تھے۔ پانچویں بحث یہ ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ عصر کے بعد نوافل پڑھتے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ نہی کے بعد جو آنحضرت ﷺ نفل پڑھتے تھے۔ انہوں نے آپؐ کے اس فعل کو تشریع پر محمول کیا حالانکہ امر تشریعی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ ایسے نمازیوں پر نکیر کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ چھٹا بحث یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا بعض روایات سے اثبات ہے۔ اور بعض سے نفی معلوم ہوتی ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ان دو رکعتوں کی قضاء کی ابتداء آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی باری کے دن سے کی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ ان کو انہیں کے گھر میں پڑھتے رہے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو اس کا علم نہ ہوسکا اس توجیہ کی تائید حضرت عائشہؓ کی حدیث باب کے آخر الفاظ سے ہوتی ہے۔ الا صلی رکعتین لیکن طحاوی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سل ام سلمۃ فانھا صاحب الواقعۃ ..

قولہ مخافۃ ان یثقل علی امتہ صفحہ ۱۱/۸۳ آنحضرت ﷺ رکعتین بعد العصر کو مسجد میں اس خوف سے نہیں پڑھتے تھے کہ امت پر گراں نہ ہوں کیونکہ اگر آپؐ انہیں علانیہ پڑھتے تو سنت نبوی بن جاتی۔ اس لئے آپ کو ان کے پکا اور مؤکد ہو جانے کا خوف تھا یہ حضرت عائشہؓ کا گمان ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کا ان دو رکعتوں کو گھر میں پڑھنا اس لئے تھا تا کہ امت سے انہیں چھپا کر پڑھیں

کہیں وہ بھی ان کو پڑھنے نہ لگ جائیں۔ اور آپؐ امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

قولہ لایدعهما سرًّا وعلانیةً صفحہ ۱۵/۸۳ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دو رکعتیں ایسی ہیں جن کو آپؐ نے چھپ کر اور ظاہراً کبھی نہیں چھوڑا۔ دو رکعتیں صبح کی نماز سے پہلے اور دو رکعتیں عصر کے بعد۔ لیکن یہ اس لئے مشکل ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی اور اس طرح ازواج مطہرات میں سے سوائے حضرت ام سلمہؓ کے کوئی بھی عصر کے بعد دو رکعتوں کو روایت نہیں کرتا وہ بھی محض ایک مرتبہ۔ پس اگر آپؐ علانیہ انہیں پڑھتے تو کسی پر پوشیدہ نہ رہتیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سراً وعلانیہ حضرت عائشہؓ کے اعتبار سے ہے مطلقاً نہیں ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں وقتوں میں نماز نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور جب حضرت ام سلمہؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپؐ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کو پڑھنے کا عذر بیان کر دیا کہ ظہر کی بعد کی دو رکعت کسی مصروفیت کی وجہ سے فوت ہو گئی تھیں ان کو عصر کے بعد قضا کیا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہؓ کی سمجھ داری اور دانش مندی کی وجہ سے یہ گمان ہوا ہو گا کہ حضرت عائشہؓ پر یہ عذر مخفی نہیں ہو گا کہ آنحضرت ﷺ امت کو باوجود ممانعت کرنے کے عصر کے بعد دو رکعت کیوں پڑھتے تھے یا تو یہ آپؐ کی خصوصیت ہے یا انہوں نے سمجھ لیا کہ امت پر ان کا پڑھنا گراں ہو گا پھر یہ بات ان حضرت عائشہؓ پر پوشیدہ رہی۔

قولہ بَكِّرُوْا بالصّلٰوة صفحہ ۱۹/۸۳ کہ نماز کو جلدی ادا کرو جب کہ بادل ہوں۔ اگر نماز سے نماز عصر مراد ہو تو پھر حدیث کا ترجمہ سے مطابق ہونا بطور ایک قیاس کے ہے اور عموم علۃ کی وجہ سے حکم کا عام ہونا ہے۔ اگر نماز سے مطلق نماز مراد ہے تو پھر مطابقت بالکل واضح ہے۔ لیکن مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْر سے ہر نماز کو جلدی سے ادا کرنے پر دلیل قائم کرنا قیاس کا محتاج ہو گا کہ عموم علۃ سے حکم میں عموم ثابت کیا گیا۔ نیز! تمام نمازوں کا وقت کامل ہے سوائے عصر اور عشاء کے۔ کہ ان دونوں کا آخری وقت مکروہ اور ناقص ہے۔ تو ان دونوں نمازوں میں آخر وقت تک تاخیر کرنا نماز کو خواہ مخواہ کراہۃ میں داخل کرنا ہے۔ بنابریں ہمارے علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ دن یعنی غیم بادل کے دن عین والی یعنی عصر اور عشاء کی نماز کو جلدی ادا کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ کراہیۃ میں داخل نہ ہوں۔ عشاء کے آخری وقت کو ناقص اسلئے کہا گیا کہ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک عشاء کا وقت جواز صرف نصف اللیل تک ہے مستحب ثلث لیل ہے۔ اس کے بعد نصف لیل وقت مباح ہے کراہۃ تقلیل جماعت کی وجہ سے ہے کراہۃ تحریمی ہے۔ لیکن اظہر یہ ہے کہ کراہۃ تنزیہی ہے واللہ اعلم بالصواب

باب الاذان بعد ذهاب الوقت الخ صفحہ ۹/۸۳

وقت چلے جانے کے بعد قضاء نماز اور فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینا جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اگر اکیلا ہو تو اس کے لئے بہتر اپنے فعل کو چھپانا ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو ظاہر کرنا ایک قباحت ہے۔ بلکہ دیدہ دلیری ہے۔ پس اس کیلئے اذان دینا مستحب نہیں ہے۔ بلکہ اس پر تو ایسی جگہ نماز قضاء کرنی چاہیئے جہاں پر کسی کو اطلاع نہ ہو سکے۔ امام بخاریؒ نے مسئلہ اختلافی میں خلاف معمول صراحۃً حکم اسلئے بتلا دیا کہ اس حکم کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے جو قوی دلیل ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے

حضرت امام مالکؒ کے نزدیک فائتہ نماز کے لئے اذان نہ کہی جائے البتہ پہلی فائتہ کی اذان کے بعد دیگر تمام فوائت کے لئے اقامت کہی جائے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے لئے اذان اور اقامت ہونی چاہئیے۔ کیونکہ جو چیز ادا کیلئے مسنون ہے وہی قضاء کیلئے مسنون ہے

قولہ ان اللہ قبض ارواحکم صفحہ ۲۴/۸۳ جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے صلوٰۃ فجر قضا ہو گئی تو آپؐ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ نیند کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اور یہ نیند صاحب حق کی طرف سے وارد ہے۔ نہ تمہاری اس میں کوتاہی ہے اور نہ ہی تم پر اس کا کوئی گناہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو روکے رکھا۔ تم لوگ دنیاوی معاملہ میں مشغول نہیں تھے۔

قَوْلُهُ فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيْدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ الخ صفحہ ۲/۸۴ جب کوئی شخص کسی نماز کو بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آئے تو اس نماز کو قضا پڑھے۔ صرف وہی ایک نماز قضا کرے اس جیسی دوسری نماز نہ پڑھے۔ اس سے امام بخاریؒ نے روایت کے بعض ان الفاظ پر رد کیا ہے۔ ابو داؤ میں ہے من فاته صلوٰة فان علیه قضا ؤ ها ومثلها یعنی جس شخص کی کوئی نماز چوک جائے تو اس پر اس نماز کی قضا بھی ہے اور اس جیسی اور نماز بھی واجب ہے۔ اس سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ اس پر صرف ایک نماز واجب ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے احناف پر رد کیا ہے۔ جو قضا فوائت میں وجوب ترتب کے قائل ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ اس جگہ وجوب قضا یاد آجانے کے فوری بعد ہے۔ اور یاد آجانے کا تقاضا ہے کہ نسیان پہلے ہو۔ اور احنافؒ کے نزدیک نسیان سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور حدیث میں کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے وجوب ترتیب ثابت کرنے والوں پر الزام عائد ہو۔ بلکہ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری بعد میں لائے ہیں۔ کہ خندق کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ سے کئی نمازیں فوت ہو گئیں اور وہ کئی مرتبہ فوت ہوئیں۔ اگر ترتیب واجب نہ ہوتی تو کسی مرتبہ تو آپؐ اس ترتیب کو چھوڑ دیتے۔ بلکہ آپؐ نے ترتیب کا برابر لحاظ فرمایا ہے۔ ترتیب کا وجوب احنافؒ کے نزدیک اس حدیث سے ہے صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي اُصَلِّي الحدیث تم لوگ ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔ نیز ! احنافؒ کے نزدیک پانچ نمازوں سے زیادہ کے بعد بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

قَوْلُهُ بَابُ السَّمَرِ مَعَ الْأَهْلِ وَالضَّيْفِ صفحہ ۲۴/۸۴

امام بخاریؒ نے اس باب میں حدیث بعد العشاء کی کراہت والی روایت لا کر اشارہ کیا کہ عشا کے بعد قصہ گوئی مکروہ ہے۔ دیگر کلام خیر وعظ ذکر گھر والوں اور مہمان سے بات کرنا سمر میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ پہلے ایک باب میں سمر فی الفقه و الخير سے استثنا کیا اب السمر مع الاهل والضيف سے استثنا کر دیا تو عشا کے بعد ہر کلام کرنا مکروہ نہ رہا مکروہ وہ ہے جو فجر کی نماز فوت ہو جانے کا سبب بنے۔

قولہ فھو انا صفحہ ۲۷/۸۴ حضرت نبی اکرم ﷺ کے مہمانوں کے قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے مہمانوں کا قصہ تبعاً اور استطراداً بیان کر دیا۔ فھو انا یہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا کلام ہے جس کی عبارت یوں ہے فھو میں ھو ضمیر شان ہے۔ انا مبتدا اور اس کی خبر محذوف ہے۔ ای انا فی الدار یا انا قائل ۔

قولہ ان ابابکر تعشی صفحہ ۸۵/۱ حدیث باب سے واضح ہوا کہ عشاء کے بعد کھانا کھانا جائز ہے۔اور میزبان پر واجب نہیں ہے کہ وہ مہمانوں کے ہمراہ ضرورؒ کھانا کھائے۔بلکہ یہ اسکی رائے پر ہے۔چاہے ان کے ساتھ کھائے چاہے اکیلا کھائے جیسا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے قصہ میں خیاط نے مہمانوں کو کھلایا خود عمل میں مصروف رہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ چنانچہ **قولہ فقال واللہ لااطعمہ** صفحہ ۸۵/۴ یہ اسی قصہ ابی بکرؓ سے متعلق ہے۔جس کو مؤلف نے اختصاراً حذف کر دیا ہے۔

قولہ انما کان ذلك من الشیطان صفحہ ۸۵/۶ اس میں تنبیہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا قسم کھالینا کہ میں ان کے ساتھ کبھی نہیں کھاؤں گا یہ شیطانی عمل تھا اس میں بھلائی نہیں تھی۔اور مہمانوں نے بھی قسم کھالی تھی کہ وہ میزبان کے بغیر نہیں کھائیں گے۔ ان حضرات کی اس گفتگو پر امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے جب ان کا قصہ سنا تو کوئی نکیر نہیں کیا۔ حالانکہ یہ تو سمر مخاطبہ ملاطفۃ اور معاتبہ پر مشتمل ہے۔اس لئے اس کا جواز معلوم ہوا۔

قولہ وکان بیننا وَبَیْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فمضی الْأَجَلُ صفحہ ۸۵/۷ ایک قوم سے کچھ مدت تک معاہدہ تھا۔جب وہ مدت ختم ہو گئی تو آپؐ کے پاس وہ لوگ تجدید عہد کے لئے آئے جن کے بارہ گروہوں پر نمائندے مقرر کئے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن سے قتال کرنے کا وقت آیا تو آپؐ نے ان کے قتال کے لئے بارہ آدمی بھیجے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کچھ لوگ تھے ان سب نے اس بڑے طباخ سے کھانا کھایا جو سب کو پورا ہو گیا۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے بھی اس بابرکت کھانا کو تناول فرمایا۔ حالانکہ حضرت ابو بکرؓ کی نیت فقراءً کو کھلانے کی تھی۔ جو برکت اس کے اندر پیدا ہوئی وہ بھی فقراءً کے لئے ہو گی۔ پھر اس طعام کا جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف بھیجنا تحدیث نعمت کے طور پر ہو گا۔اور جو احسان اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا تھا حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے اصحاب اور احباب کو شریک کرنا پسند کیا۔اس لئے آپؐ کے پاس بھیجا یہ حضرت ابو بکرؓ کی کرامت تھی جس کی اوّل برکت ان کے گھر میں ظاہر ہوئی۔اور آخری برکت آنحضرت ﷺ کے پاس ظاہر ہوئی کہ وہ سارے لشکر کو پورا ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہوا ۔ حضرت ابی بکرؓ کی کرامت ہوئی۔ اولیاؔ اللہ کی کرامت کے اہل سنت والجماعت قائل ہیں۔

كِتَابُ الْأَذَانُ صفحہ ۸۵/۹

قَوْلُہٗ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الایۃ جب آیت کریمہ سے اذان ثابت ہوئی تو اس سے اس کی ابتداء بھی

ثابت ہو گئی۔ اگر چہ آیت میں صراحۃً ابتدا کا ذکر نہیں ہے۔ یہی حال دوسری آیت کا ہے۔ نیز ! آیت میں محض اذان کا ذکر ہے۔ ابتدا کا ذکر نہیں۔ لیکن صرف اذان کا ذکر آیت اور ترجمہ میں مناسبت کے لئے کافی ہے۔ آیت کے اندر ابتدا کی بدایت کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

قولہ ذکر والنار والناقوس ذکر والیہود والنصارٰی صفحہ ۱۲/۸۵ یہاں اختصار ہے کیونکہ آگ مجوس کیلئے ہے جن کا روایت میں ذکر نہیں۔ اور بوق یعنی سینگ بجانا یہودیوں کے لئے تھا جن کا ذکر نہیں۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ نے اس کا ذکر کیا تھا۔

قولہ قم فنادبا لصلوٰۃ الخ صفحہ ۱۶/۸۵ اٹھو اور نماز کے لئے اعلان کرو۔ اگر نداء سے مراد اصطلاحی اذان ہے۔ تو روایت کے درمیان میں اختصار ہے۔ اس لئے کہ مشہور اذان حضرت عمرؓ کے قول پر مرتب نہیں ہوئی۔ پس درمیانی قصہ کا ذکر نہیں ہوا۔ اگر نداء سے مراد نماز ہے جو ان کے اس قول میں ہے کہ الصلوٰۃ جامعۃ تو پھر قصہ کا آخری حصہ محذوف ہے۔ وہ فرشتہ کا اذان دینا ہے تو اذان کی وہ صفت ذکر نہیں کی گئی۔ کوکب دری میں شیخ گنگوہیؒ نے اس دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے اور پہلے کی نفی کی ہے تو ناد بالصلوٰۃ سے مشہور اذان نہیں بلکہ الصلوٰۃ جامعۃ کا کلمہ مراد ہوگا۔ کیونکہ مشہور اذان تو حضرت عبداللہ بن زید ابن عبدربہ کے خواب سے مشروع ہوئی ہے۔ تو ترجمہ کا محل اس حدیث سے حذف کر دیا گیا۔ اس طرح حدیث میں اختصار ہوا۔

قولہ ان یوتر الاقامۃ صفحہ ۲۷/۸۵ لفظ ایتار سے وہم ہوتا تھا کہ شاید لفظ اللہ اکبر بھی اقامت میں ایک مرتبہ کہا جاتا ہو شیخ گنگوہیؒ نے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر دونوں کا مجموعہ ایک کلمہ ہے۔ اس لئے کہ چاروں ائمہ میں سے کوئی بھی ان کو ایک بار لانے کا قائل نہیں ہے۔ تو یہ مجمع علیہا ہوا۔ باقی اقامت میں حنفیہؒ ایتار کے قائل نہیں ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اس کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک اقامت کے دس الفاظ ہیں۔ وہ قد قامت الصلوٰۃ کو بھی ایک مرتبہ کہنے کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک گیارہ الفاظ ہیں۔ وہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کو دو مرتبہ کہنے کا قول کرتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کو ایک کلمہ قرار دیا جائے۔ اور یوتر الاقامۃ کے معنی احنافؒ کے نزدیک یہ ہیں کہ ایک سانس میں قدقامت الصلوٰۃ دو مرتبہ کہا جائے۔

قولہ اذاناً سَمْحًا صفحہ ۲۷/۸۵ اس اثر کی زیادتی سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ روایت اور ترجمہ میں جو رفع اذان کا حکم ہے اس سے وہ آواز مراد ہے جس میں ایسی سختی نہ ہو۔ یعنی آواز انتہائی بلند نہ کی جائے جو اذان دینے کے لئے کوفت کا باعث ہو۔ بلکہ بغیر کوفت اور مشقت کے رفع صوت ہو۔ جس میں گانا نہ ہو کیونکہ گانے کو ناپسند کیا گیا ہے۔

قولہ فقولوا مثل ما یقولو المؤذن صفحہ ۱۰/۸۶ یعنی اس طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔ یہ حکم تغلیب کے طور پر ہے ورنہ حیلتین یعنی حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح میں ایسے جواب نہیں دینا چاہیے ورنہ مزاح بن جائے گا۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہے۔

قوله الی قوله صفحہ ۸۶/ ۱۳ یعنی کلمہ شہادت تک تو مؤذن کے قول کی طرح کہے اس کے بعد نہیں کیونکہ بعد ازاں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کہنا ہے۔

فاقرع بینهم صفحہ ۸۶/ ۱۸ علماء احناف کے نزدیک کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے قرعہ اندازی منسوخ ہے۔ البتہ دل کی تسلی اور اپنے آپ سے ظلم کی تہمت کو دور کرنے کے لئے اب بھی جائز ہے۔

باب الکلام فی الاذان صفحہ ۸۶/ ۲۱

اذان کے درمیان کوئی دوسرا کلام کرنا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ البتہ امام احمدؒ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ جو لَا بَأْسَ بِهٖ فرمارہے ہیں۔ اس سے اباحت مراد نہیں بلکہ اس کی منشاء یہ ہے کہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ لیکن اذان کے اعادہ نہ کرے۔ کیونکہ اس سے اذان باطل نہیں ہوتی۔ جب تک مقصود اعلام میں خلل انداز نہ ہو۔ یعنی دوران اذان ایسا کلام نہ کرے جو اسے اذان کی افادیت سے نکال دے۔ اور روایت میں جو ہے کہ ایسا اس ذات نے کیا جو ہم سے بہتر ہے تو جب جناب نبی اکرم ﷺ نے خود کیا اور اس کا حکم دیا تو یہ دلیل ہے کہ دوران اذان کلام کرنا جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ کے ارشاد کے کلام ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ یاد رہے کہ حدیث ابن عمرؓ اس بارے میں صریح ہے کہ عذر کی وجہ سے صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ اذان سے فراغت کے بعد کہا جاتا تھا تو حضرت ابن عباسؓ کے قول کے ایسے معنی لئے جائیں جس سے مخالفت نہ ہو۔ بلکہ محض مماثلہ اور اتحاد ثابت کرنا ہو۔ ورنہ حیعلتین کے عوض ان الفاظ کو داخل کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

قوله باب اذان الاعمی اذا کان له من یخبره صفحہ ۸۶/ ۲۵

نابینا کا اذان دینا درست ہے۔ جب کہ کوئی ثقہ آدمی اس کو وقت کی خبر دے۔ مقصد یہ ہے کہ وقت کے اطلاع دینے میں کوئی خلل نہیں پڑتا تو نابینا کے اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن ام مکتومؓ نابینا صحابیؓ اس وقت اذان فجر کہتے تھے جب انہیں کہا جاتا کہ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ پس امام نوویؒ نے جو حنفیہؒ کی طرف سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک نابینا کی اذان صحیح نہیں ہے یہ غلط ہوا۔ البتہ امام صاحبؒ کراہتہ کے ضرور قائل ہیں اس لئے کہ نابینا وقت کا مشاہدہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔ البتہ جب کسی ثقہ نے اطلاع دے دی تو نابینا بینا کی طرح ہو گیا۔

قوله کان اذا اعتکف المؤذن للصبح صفحہ ۸۷/ ۲ جب مؤذن صبح ہونے کے لئے کھڑے ہوئے انتظار کرتا اور جب صبح ظاہر ہو جاتی تو آپؐ ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس سے واضح ہے کہ اذان فجر کے بعد ہوتی تھی۔ کیونکہ جب ثابت ہوا کہ صبح کا انتظار کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ صبح کے بعد اذان کہتے تھے۔ اگر رات کے وقت اذان ہوتی تو انتظار کرنے کا کیا فائدہ یہ ظاہر ہے۔

اور بعض روایات میں وارد ہے کہ جب مؤذن چپ ہو جاتا جب کہ صبح ظاہر ہوتی۔ تو اس میں واؤ حالیہ ہے عاطفہ نہیں۔ معنی یہ ہوئے کہ صبح اس سے پہلے ظاہر ہو چکی ہوتی تھی۔

قولہ بین النداء والاقامة اذان اور اقامۃ میں کتنا فصل ہوتا تھا۔ ترجمہ پر دلالت ایک دوسرے مقدمہ پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نماز اور سحری کھانے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے کے مقدار کا فاصلہ ہوتا تھا۔ اور سحور آخر وقت میں ہوتا تھا۔ اس صورت میں اذان صبح ہو جانے کے بعد ہو گی۔ اس لئے کہ اگر اذان رات کے وقت ہوتی تو دو رکعت سنۃ فجر ان دونوں کے درمیان واقع نہ ہو گی۔ کیونکہ بعد فجر جب پڑھی جاتی تھیں تو آپؐ اذان کے بعد انہیں پڑھتے تھے۔ تو اس سے لازم آیا کہ اذان بعد الفجر ہوتی تھی۔ دراصل مؤلفؒ نے اپنی عادت کے مطابق حدیث کے بعض طرق سے استدلال کیا ہے۔ جس میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن خاموش ہو جاتا تو آپؐ اٹھ کر دو رکعت صبح کی نماز سے پہلے فجر کے خوب ظاہر ہونے کے بعد پڑھتے تھے۔

باب الاذان قبل الفجر صفحہ ۸۷/۵

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اذان نماز کے لئے نہیں تھی ورنہ اس پر اکتفا کیا جاتا اور ابن ام مکتومؓ دوبارہ اذان نہ دیتے بلکہ وہ تو تہجد والوں کو سحور کی اطلاع دینے کے لئے ہوتی تھی۔ سحور اور تہجد کے لئے علماء احنافؒ کے نزدیک یہ اذان سنت نہیں رہی۔ اس لئے کہ خلفاء راشدین کے دور میں اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ سنت نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نے کسی عارض کی وجہ سے یہ اذان دلوائی تھی۔ جس کی طرف آپؐ نے خود رہنمائی فرمائی کہ اذان بلال رات کے وقت اس لئے ہوتی تھی تاکہ قائم اللیل سحور کے لئے آجائے اور سونے والا بیدار ہو جائے۔ یاد رہے کہ فجر کے علاوہ اور کسی نماز کے لئے وقت سے پہلے اذان جائز نہیں۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ ائمہ ثلاثہ فجر میں تقدیم کے اذان قبل الفجر کے قائل ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ او امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے اذان نہ کہی جائے۔

قولہ بین کل اذانین صلوۃ لمن شاء صفحہ ۸۷/۱۴ ہر اذان او اقامت کے درمیان نماز ہے جو پڑھنا چاہے۔ آنحضرت ﷺ سے خود نماز مغرب کی دو اذانوں کے درمیان نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ البتہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے جس کی آپؐ نے تقریر فرمائی منع نہیں فرمایا شاید آنحضرت ﷺ نے اسلئے نہیں پڑھی تاکہ سنت نہ بن جائے۔ اور فریضہ نماز ادا کرنے میں خلل انداز نہ ہو اور چونکہ آنحضرت نے صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھتے دیکھ کر منع نہیں فرمایا تو یہ سنت قولی اور تقریری ہوئی جس کے ہم بھی قائل ہیں۔ قطب گنگوہیؒ کے اس قول سے ان کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر دو رکعت جلدی جلدی پڑھ لی جائیں تو اچھا ہے بشرطیکہ مغرب ادا کرنے میں تاخیر نہ ہو۔ اکثر حضرات نے مکرہ اسلئے کہا کہ مغرب کی دو رکعت پڑھنے میں تقدم و تاخر ہو گا جس سے مغرب کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائیگی ورنہ تکبیر تحریمہ تو ضرور فوت ہو جائے گی بہر صورت مامور بہ کا ترک کرنا لازم آئے گا اور مغرب کے وقت میں قلت ہوتی ہے تو خلاف اولیٰ کا ارتکاب ہو گا۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان فصل ضرور ہونا چاہیئے اگرچہ وہ تھوڑا سا بھی کیوں نہ ہو

دیکھئے مغرب کا وقت بہت تنگ ہوتا ہے اور اس میں جلدی کرنے کا حکم ہے۔ جب اس میں فصل ثابت ہے تو دوسرے اوقات میں بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

باب من قال لیؤذن فی السفر مؤذن واحد الخ صفحہ ۲۱/۸۷

باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ سفر میں صرف ایک مؤذن اذان کہے۔ وجہ یہ ہے کہ دوبارہ اذان کی ضرورت اسلئے پڑتی ہے کہ لوگ شہروں کے اطراف میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ سفر میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایک اذان ہی کافی ہے اس ترجمہ کے منعقد کرنے کی غرض یہ ہے کہ اذان کے اندر کئی مؤذنوں کے جمع ہونے کی نفی کرنا ہے۔ جیسے کہ حرمین میں کئی مؤذن ایک اذان دیتے ہیں یہ بدعت بنوامیہ نے ایجاد کی تھی۔ سفر کی قید اتفاقی ہے ورنہ حضر میں بھی ایک اذان کافی ہے۔

قولہ ذکر اشیاء احفظها اولا احفظها صفحہ ۵/۸۸ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں چند باتیں بتلائیں جنہیں میں یاد رکھتا ہوں یا یاد نہیں رکھتا ہوں۔ راویوں میں سے کسی ایک کو شک ہے کہ ان کے استاد نے روایت کرتے وقت ان کو دو کلمات میں سے کون سا کلمہ فرمایا۔

قولہ ویذکر عن بلالؓ انه جعل اِصْبَعَیْهِ الخ صفحہ ۱۲/۸۸ اس اثر بلالؓ کی ترجمہ سے مناسبت یہ ہے کہ کان میں انگلی داخل کرنا آواز کے بلند کرنے میں مددگار ہے۔ جیسے اذان میں اِدھر اُدھر منہ پھیرنا آواز پہنچانے میں مددگار ہے۔ کہ دائیں اور بائیں والے لوگوں تک اذان کی آواز پہنچ جائے۔ بعد از امام بخاریؒ نے اذان کی مناسبت سے اس کے چند احکام بالتبع ذکر فرمادیئے۔ چونکہ اذام ارکان صلوٰۃ میں سے نہیں ہے اس لئے جو شرائط نماز کے لئے ہیں وہ اذان کے لئے نہیں۔ مثلاً اذان میں طہارت شرط نہیں وضو اور بغیر وضو اذان کہی جاسکتی ہے۔ استقبال قبلہ بھی شرط نہیں ہے خشوع بھی شرط نہیں۔ اس لئے التفات یعنی اِدھر اُدھر منہ پھیرنا اور کانوں میں انگلیاں ڈالنا ممنوع نہیں ہے۔ نماز میں ممنوع ہیں۔ چونکہ ان احکام میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے امام بخاریؒ نے کلمہ ھل سے بیان کیا۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بغیر وضو کے اذان پڑھ دی تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ وضو حق اور سنت ہے۔ جس کے معنی اولیٰ اور معمول بہ ہے۔ تاکہ ان کا قول حضرت ابراہیمؒ کے قول کے خلاف نہ ہو۔ یہ ترجمہ حدیث کے الفاظ **اتتبع فاه ههنا وههنا بالاذان** سے ثابت ہے۔ کہ میں حضرت بلالؓ کو دیکھتا تھا کہ وہ اپنا منہ اذان دیتے وقت ادھر ادھر پھیرتے تھے۔ تو حضرت ابو جحیفہؓ نے اسی طرح پھیرا۔ جس پر لفظ اتتبع دلالت کرتا ہے۔ ابواب اذان ختم ہو رہے ہیں۔ اس لئے مؤلفؒ نے بطور تکملہ کے اذان کے متفرق احکام ذکر کردیئے بعد از اں احکام جماعت ذکر ہو رہے ہیں۔ اذان کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رُو ہو کر باوضو اذان کہے۔ اور حیعلتین کے وقت اپنے چہرہ کو دائیں اور بائیں پھیرے۔ اور اس التفات کے وقت اس کے قدم قبلہ سے نہ پھریں۔

باب هل یخرج من المسجد الخ صفحہ ۸۹

اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کی ممانعت وارد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے نہ نکلے۔ البتہ ضرورت کے وقت نکلنا جائز ہے۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے پس بے وضو۔ جنبی۔ یا کسی دوسری مسجد کے امام کے لئے اذان کے بعد مسجد سے نکل جانا جائز ہوگا۔

باب اذا قال الامام مکانکم صفحہ ۸۹/ ۴

یعنی جب امام کسی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے اور نمازیوں سے کہہ دے کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ تو جب ان لوگوں کو امام کے قول یا کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ وہ واپس آجائے گا تو ان کو امام کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اگر چلے جانے کے بعد اس کے حال کا علم نہ ہو سکے کہ واپسی آئے گا یا نہیں تو پھر کسی اور کو امام بنا کر نماز ادا کریں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ کھڑے کھڑے امام کا انتظار کریں یا بیٹھ جائیں۔ جب کہ امام نے کسی کو خلیفہ نہ بنایا ہو۔ امام بخاریؒ کی ترجمہ سے غرض یہ ہے کہ جب امام نے کوئی خلیفہ نہیں بنایا تو لوگ کھڑے کھڑے امام کا انتظار کریں۔ احنافؒ کے نزدیک خالی کھڑے رہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

باب وجوب صلوۃ الجماعۃ صفحہ ۸۹/ ۱۴

نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا امام اوزاعیؒ وغیرہ کے نزدیک فرض عین ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے۔ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ اور ابن رشد کے نزدیک مندوب ہے۔ قدوری میں سنت مؤکدہ کہا گیا ہے۔ اور ہدایہ میں جماعت کو واجب کہا ہے۔ تو سنت سے مراد بھی یہی ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔ تو عبارت کا فرق ہوا ورنہ معنی ایک ہیں۔ اور حضرت حسنؒ کا یہ قول اگر مجھے میری ماں شفقت کے طور پر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے منع کرے تو میں اس کی اطاعت نہیں کروں گا۔ اگر جماعت واجب نہ ہوتی تو اس کے ترک کرنے میں وہ ماں کی نافرمانی کیوں کرتے۔ معلوم ہوا کہ جماعت واجب ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

قولہ فاذن واقام صفحہ ۸۹/ ۲ راستہ کی مسجد جس کا کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہو اس میں دوبارہ نماز با جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے۔ جس مسجد کا امام اور مؤذن مقرر ہو وہاں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ کیونکہ صلوٰۃ خوف میں آپؐ نے تکرار جماعت کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ ہی آنحضرت ﷺ سے جماعت ثانیہ ثابت ہے۔ اور نہ ہی صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت ہے۔ ائمہ اربعہؒ میں یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ احنافؒ کے نزدیک کراہت ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

قولہ ذلک اذا توضّاء صفحہ ۸۹/ ۲۶ یہ ثواب کے بڑھنے کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور انعام

جتلانا ہے۔ کہ جب ان امور پر جو مقاصد نہیں اللہ تعالیٰ ثواب عطا کرتا ہے جو عبادت مقصودہ ہے۔ یعنی اس پر کیسے ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ تو قربت مقصود ہے اس پر کئی گنا ثواب ملے گا۔ البتہ نمازی کا چلنا اور نماز کی طرف آنا یہ مضاعفۃ کا باعث تو ہے لیکن مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر جو مسجد میں مقیم ہے جس نے مسجد کو گھر بنالیا ہے اور کبھی اس سے نہیں نکلتا تو اس کو اس مضاعفۃ میں سے کوئی ثواب نہ ملے خوب سمجھ لو یہ غریب ہے۔ تو ذلك انه اس مضاعفۃ کا بیان نہ ہوا بلکہ تنبیہ ہوئی۔ کہ جو اللہ تعالیٰ غیر مقصودی امور پر ثواب دیتے ہیں وہ عبادت مقصودہ پر ضرور ثواب دیں گے۔ بلکہ رفع درجات فرمائیں گے۔

بَابُ فضل صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعة الخ صفحہ ۹۰/۴

فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ اگرچہ دیگر نمازوں میں بھی باجماعت نماز کو فضیلت حاصل ہے لیکن فجر کی نماز میں مشقت زیادہ ہے۔ نیند چھوڑ کر آنا تاریکی میں چلنا فرشتوں کا اس نماز میں حاضر ہونا۔ یہ ایسے امور ہیں جو فضیلت کا باعث ہیں۔ نیز! روایات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بسا اوقات فضیلت اور زیادتی ثواب کا مدار عارضی امور پر ہوتا ہے۔ اور ان اسباب پر ہوتا ہے جو خارجی ہیں۔ تو فجر کی فضیلت اس لئے زیادہ ہو جائے گی کہ اس میں ایسے امور اور اسباب موجود ہیں جو زیادہ فضیلت کا باعث ہیں۔ دراصل روایات کی مطابقت ترجمہ سے مخفی تھی۔ اس لئے مشائخ ” نے اس کی کئی توجیہات کی ہیں۔ شیخ المشائخ ” فرماتے ہیں کہ یہ باب درباب ہے ربط کی کوئی حاجت نہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ پہلے مواقیت الصلوۃ کے ترجمہ سے اخص ہے اور ابن الرشد نے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا سے مزید استدلال کیا ہے۔

قوله والله ماعرف من امة محمد ﷺ صفحہ ۹۰/۸ حضرت انسؓ نے دمشق میں حجاج کو ظہر کی نماز میں تاخیر کرنے پر افسوس کا اظہار کیا۔ حضرت ابو الدرداءؓ دمشق میں رہتے تھے مدینہ میں طاعات اور عبادات میں تبدیلی دیکھ کر افسوس کرنے لگے کہ میں جناب محمد ﷺ کے زمانہ کی کوئی چیز نہیں دیکھ رہا سوائے اس کے کہ اکٹھے نماز پڑھتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے اشارہ ہے کہ طاعات اور عبادات میں سے روزہ زکوٰۃ وغیرہ میں بہت تبدیلی آگئی ہے۔ ایک نماز باقی رہ گئی تھی اس کی بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی صرف ظاہری صورت رہ گئی ہے اس میں بھی تبدیلی رونما ہونے لگی ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے آخری زمانہ میں فرمارہے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ وہ نماز جس کو ہر دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے اور اس کا حکم ہر ایک کو شامل ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا دولت مند ہو یا فقیر ہو۔ صبح ہو یا شام ہو ہر دو اطراف میں پڑھی جاتی ہے۔ اس میں بھی تبدیلی آگئی۔ بخلاف دوسری عبادات بدنیہ اور مالیہ کے کہ وہ نماز کی بنسبت قلیل الوقوع ہیں۔ کیونکہ روزہ سال میں صرف ایک مہینہ ہے۔ زکوٰۃ بھی سال میں صرف ایک مرتبہ ہے جو دولت مندوں کے ساتھ مختص ہے۔ غریب زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتا۔ یہی حج کا حال ہے کہ وہ بھی زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو ہر ایک پر نہیں ہے۔ بایں ہمہ اس کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں جو اسے مزید قلت میں داخل کر دیتے ہیں۔ ان سب میں سے نماز اکثر بھی ہے

اور اشہر بھی ہے۔ دوسری عبادات نماز کے علاوہ دیکھنے والے کے سامنے نہیں ہوتیں۔ اس لئے کہ روزہ تو بالکل مخفی ہے جس کی کوئی حالت ایسی نہیں جو روزے پر دلالت کرے۔ اس طرح زکوۃ بھی دل کا فعل اور اس کا عزم ہے۔ اگرچہ دوسرے کو دینا یہ اس کے آثار میں سے ہے لیکن یہ بھی اس کے ساتھ مختص نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح زکوۃ میں دوسرے کو دینا ہوتا ہے صدقات نافلہ۔ ہبہ۔ امانت۔ عاریۃ اور رہن وغیرہ میں بھی دوسرے کو دینا ہے۔ تو زکوۃ کی خصوصیت نہ ہوئی۔ حج ایک سفر ہے جو احرام باندھنے کے بعد ہی دوسرے سفر سے ممتاز ہوتا ہے تو اس کا ظہور بھی زمانہ حج میں اور مکان حج کے ساتھ مختص ہوا۔ عموم وشمول نہیں ہے۔ البتہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اپنے عموم اور اہل اسلام کے افراد کو شامل ہونے کی وجہ سے کسی زمان اور مکان کے ساتھ مختص نہیں۔ اس طرح اس کا ظہور ان حالات مخصوصہ سے بھی ہوتا ہے جو عادات اور طبائع جبلیہ کے مخالف ہیں اور یہ کسی فرد کے ساتھ مختص بھی نہیں۔ پس اس تقریر کی بنا پر حضرت ابو الدرداءؓ کے اس قول **ما اعرف من امر امته محمد** ﷺ **الخ** کا مطلب یہ ہوگا کہ امت محمدیہ کی طاعات وعبادات میں سے مشہور اور معروف نماز تھی جس کو ان لوگوں نے ضائع کر دیا۔ تو دوسری عبادات کو زیادہ ضائع کرنے والے ہوں گے۔ اور ان کے قول **مغضباً** کا مطلب یہ ہے کہ بہت غم افسوس اور حسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ اس سے اگر حقیقی غضب مراد ہو تو یہ لوگ جو اس کے ضائع کرنے والے ہیں ان پر غضب ناک ہوئے۔ اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ توجیہ مدینہ والوں کی علوشان کے اعتبار سے ہے۔ کہ نماز جیسی عبادت میں تبدیلی کردی دیگر عبادات کا کیا حال ہوگا یہ حال خیر القرون کا ہے بعد کے ادوار میں جو تبدیلی آئی اس کا تو کچھ نہ پوچھو۔ الحاصل ترجمہ مخصوص تھا فجر کی نماز کے بارے میں حدیث سے عام صلوٰۃ کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ پس امام بخاریؒ کی اس کتاب میں یہ عادت ہے کہ کبھی وہ جزء ترجمہ کو کل روایات سے ثابت کیا کرتے ہیں۔

قوله ان يعرو المدينة صفحہ ۱۸/۹۰ صرف مدینہ کو خالی کر دینے پر نہی کا مدار نہیں۔ بلکہ نقل مکانی سے منع فرمانا دونوں امر پر مبنی ہے۔ ایک تو مدینہ کا خالی کرنا مکروہ ہے۔ دوسرے اگر وہ لوگ مسجد کے قریب منتقل ہو گئے تو ان کو پیدل چل کر جو قدم قدم پر ثواب ملتا تھا اس میں کمی آجائے گی۔ کہتے ہیں کہ **نَكْتُبُ مَاقَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ** انہیں بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ ابن ماجہ میں سند قوی کے ساتھ مروی ہے۔

قوله ثم ليؤمكما اكبر كما الخ صفحہ ۲۴/۹۰ کہ تم میں سے بڑا امامت کرائے۔ اس میں مجاز ہے ورنہ امام تو ان دو میں سے ایک کا ہوگا ان دونوں کے مجموعہ کا نہیں ہوگا۔ جو ضمیر تثنیہ کا مدلول ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مالک بن الحویرث کے ساتھ ایک جماعت آئی تھی لیکن یہ دوسرا واقعہ ہے۔

قوله من غدا الى المسجد صفحہ ۹/۹۱ شاید اس صبح اور شام کو مسجد کی طرف جانے سے فریضہ نماز ادا کرنے کے لئے جانا ہو ورنہ نفل نماز تو گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ نیز امام بخاریؒ نے حدیث کے لفظ غدا کی بجائے خرج کا لفظ ترجمہ میں رکھا ہے۔ اس سے

اشارہ ہے کہ حدیث میں غدا کے لفظ سے صبح کو چلنے کے معنی مراد نہیں بلکہ عام خروج کے معنی مراد ہیں۔

قولہ باب اذا اُقیمت الصّلوٰۃ فلاصلوۃ الاالمکتوبۃ الخ صفحہ ۱۰/۹۱

جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو فرض نماز کے سوااور کوئی نماز جائز نہیں۔اس باب سے احنافؒ پر رد کرنا ہے جواس کے قائل ہیں کہ تکبیر ہو جانے کے بعد اگر سنت فجر ادا کرلی جائے تو حدیث بالا کا خلاف نہیں ہوگا۔قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ مکتوبہ کے مکان پر سوائے مکتوبہ کے اور کچھ نہ پڑھا جائے۔البتہ صفوف سے الگ کسی جگہ سنت فجر ادا کرنا جائز ہے۔وجہ یہ ہے کہ سنت فجر کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ حتی کہ وَلَوْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلَ یعنی اگر تمہیں گھوڑے بھی روند ڈالیں تب بھی سنت فجر کو نہ چھوڑو۔ادھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی بھی تاکید ہے۔ حتی کہ بہت سے علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں اب طریق عمل یہ ہے کہ اگر جماعت کے فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو تو مکان جماعت سے الگ دوسری جگہ سنت فجر پڑھ لی جائے تا کہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں۔اور دونوں شرافتوں اور عظمتوں کو حاصل کر لیا جائے۔جب کہ بیہقی کی روایت میں رکعتی الفجر کا استثنا موجود ہے۔ الاالمکتوبہ کے بعد ہے۔ الارکعتی الفجر اور اس کو علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں نقل کیا ہے دراصل یہ مسئلہ اختلافی ہے۔امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تو مطلقاً اجازت نہیں دیتے۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خارج مسجد ان دو رکعت سنۃ فجر کو پڑھ لیا جائے۔جب کہ یقین ہو کہ امام کو پہلی رکعت میں پالے گا۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ اگر دوسری رکعت کے التحیات تک نماز کو پالینے کا یقین ہو تو صفوف سے الگ سنۃ فجر ادا کرلے۔

باب حدالمریض ان یشهد الجماعة الخ صفحہ ۱۶/۹۱

مریض کو کس حد تک جماعت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔چونکہ مرض اور ضعف وکمزوری کا تقاضا یہ ہے کہ مریض مسجد میں حاضر نہ ہو۔خطرہ ہے کہ اس کی بیماری میں اضافہ نہ ہو جائے۔دوسرے مسجد کے بھی آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو اس احتمال کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مریض کے لئے مسجد میں جماعت کے لئے حاضر ہونا جائز ہے۔جب تک کسی خرابی اور آلودگی کا خدشہ نہ ہو۔ محض احتمال اور وہم کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدالمریض سے مسجد میں اس کی حاضری واجب ہو۔ کیونکہ فقہاء میں سے کوئی بھی وجوب حضور کا قائل نہیں ہے۔جب کہ اس کے لئے پاؤں پر چلنا ممکن نہ رہا ہو۔ حتی کہ اسے دوسروں کی مدد لینی پڑے۔وجہ یہ ہے کہ اگر حضور مسجد مستحب یا واجب ہوتا تو آنحضرت ﷺ اپنی بیماری کے ایام میں مسجد کی حاضری کو ترک نہ کرتے۔حالانکہ آنحضرت ﷺ ایام مرض میں بہت سی نمازوں میں شریک نہیں ہوئے۔البتہ سترہ نمازیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتداء میں ادا فرمائی ہیں۔بہر حال ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ حتی الامکان جماعت میں حاضر ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔چنانچہ شیخ المشائخؒ بھی حدالمریض کی بجائے جدالمریض فرماتے ہیں کہ مریض کو کوشش کرنی چاہیے۔

قولہ ابو بکر یصلی بصلوٰۃ الخ صفحہ ۹۱/ ۲۴ یعنی حضرت ابو بکرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھتے تھے مقصد یہ ہے

کہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کے امام نہیں تھے امام تو خود جناب نبی اکرم ﷺ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کی تکبیرات ان کو سناتے تھے اور آپؐ کے افعال کی ترجمانی کرتے تھے۔ چنانچہ امام بخاریؒ اس کی تصریح فرمائیں گے۔ تو اس سے یہ لازم نہ آیا کہ لوگ مقتدی کو امام بنا رہے تھے۔ اور امام شافعیؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ آپؐ نے اپنی مرض میں مسجد کے اندر صرف ایک مرتبہ نماز پڑھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرض الموت میں آپؐ نے مسجد نبوی میں دو نمازیں پڑھی ہیں۔ ایک میں آپؐ امام تھے اور دوسری میں مقتدی تھے۔

قَوْلُهٗ اِسْتَأْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ یُمَرَّضَ فِیْ بَیْتِیْ فَاَذِنَّ لَهٗ الخ صفحہ ۹۱/۲۶ یعنی جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ وہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں بیماری کے ایام گذاریں تو سب نے آپ کو اجازت دے دی۔ یہ روایت ترجمہ کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہؓ کے گھر میں منتقل ہونے کا ذکر ہے۔ مسجد کی طرف جانے کا ذکر نہیں ہے۔ اگر روایت کو اختصار پر محمول کیا جائے تو پھر خروج الی المسجد کا قصہ اس لئے ذکر نہیں ہوا کہ اس سے روایت کے بعض طرق کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب کہ خرج بین رجلین سے خروج من بیت عائشہؓ الی المسجد مراد ہو۔ خروج الی بیت عائشہؓ مراد نہ ہو۔ تو پھر روایت کے درمیان میں اختصار ہو گیا۔ اور جو مقصود تھا یعنی اپنی بیماری میں مسجد کی طرف جانا اس پر اکتفا کیا گیا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ احسن اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جو کچھ ذکر ہوا وہ خروج الی بیت عائشہؓ ہے خروج الی المسجد نہیں ہے اس لئے کہ آپؐ پہلے حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ جہاں سے بیت عائشہؓ میں منتقل ہوئے اور جو حکم مقصود ہے خروج الی المسجد وہ قیاس یا دلالت علی النص سے ثابت ہے۔ وہ اس طرح جو مریض خود چلنے پر قادر نہیں جب تک دوسرا اس کی مدد نہ کرے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتا ہے کسی دنیاوی مقصد کیلئے ایسا نہ کرے۔ اگر اس ضرورت کا انجام مقاصد اخرویہ ہوں تو بہتر ہے کہ وہ مسجد میں آنے کی کوشش کرے۔ اگرچہ دوسرے کی اعانت بھی حاصل کرنی پڑے۔ اس صورت میں روایت کے اندر درمیان یا آخر میں اختصار ماننے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

باب الرخصة في المطر والعِلّةِ ان يصلي في رحله صفحہ ۹۲/۳

بارش یا کسی اور عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ باب کی پہلی روایت ابن عمرؓ کی ترجمہ پر دلالت واضح ہے۔ البتہ دوسری روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرا سیلاب اور اندھاپن تینوں مل کر رخصت کا فائدہ دیتے ہیں لیکن روایات میں غور و خوض سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں سے رخصت عدم حضور کے لئے مستقل علۃ ہے۔ علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے اعذار ترک جماعت عشرون قد ادوعتها فی عقد نظم کالدرر یعنی بیس اعذار بیان فرمائے ہیں جن میں سے یہ تین مستقل اعذار شمار کئے ہیں۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالکؓ کے قول کے یہ معنی ہوں کہ یا رسول اللہ! تاریکی اور سیلاب کا جماعت میں حاضر نہ ہونے کا سبب تو آپؐ جانتے ہی ہیں۔ میں نابینا بھی ہوں یہ بھی حضور جماعت سے عذر ہے۔ جب کہ دو سبب اور بھی موجود ہیں جو میرے لئے رخصت کا باعث ہیں

باب هل یصلی الامام بمن حضر الخ صفحہ ۹۲/۹

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر صاحب اعذار رخصت کے باوجود مسجد میں حاضر ہو جائیں تو امام عزیمت پر عمل کرنے والے حاضرین کو جمعہ کا خطبہ بھی سنائے۔ اور نماز بھی پڑھائے۔ اس طرح صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ کہ گھروں میں نماز پڑھو۔ یہ حکم وجوب کے لئے نہیں بلکہ ندب کے لئے ہوگا۔ بلکہ اباحت کے لئے ہوگا۔ پس پہلی روایت ابن عباسؓ کی ترجمہ پر دلالت اس معنی کر کے ہے کہ صلوا فی الرحال کی نداء پر بعض لوگوں نے رخصت پر عمل کیا وہ نہ آئے۔ اور بعض دوسروں نے رخصت پر عمل نہ کیا۔ بلکہ عزیمت پر عمل کرتے ہوئے بارش کے باوجود حاضر ہو گئے۔ تو اب امام کا ان کو نماز پڑھانا صلوۃ بمن حضر ہو گیا۔ اور دوسری روایت ابو سعید خدریؓ بایں معنی کر کے ترجمہ پر دال ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہو گئے تو یہ حضور بعض ہو گیا۔ حالانکہ ان کو یہ بھی علم تھا کہ ان کو نماز میں حاضر نہ ہونے کی رخصت ہے۔ پس بعض نماز میں حاضر نہیں ہوں گے۔ جب رخصت ہے تو حاضر ہونا عزیمت کیسے ہو گیا تو فرماتے ہیں کہ قولہ لا نہا عزمۃ کا مطلب یہ ہے کہ حیعلہ یعنی حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہا گیا تو اس پر عمل کرنا واجب تھا مجھے پسند نہ آیا کہ میں تمہیں پکاروں اور تم اجابت نہ کرتے ہوئے حاضر نہ ہو۔ تو میں نے صلو فی رحالکم ایک ایسا جملہ کہہ دیا جس نے تمہیں وجوب سے ندب کی طرف نکال دیا۔ تو صلوا فی الرحال نے یہ فائدہ بتلا دیا کہ حی علی الصلوۃ میں امر اپنے وجوب پر نہیں رہا۔ البتہ یہ تقریر اس صورت میں ہے جب کہ صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ کا جملہ حیَّ علی الصلوۃ اور حیَّ علی الفلاح کے بعد ہو تو اب لما بلغ الی قولہ کے معنی یہ ہوئے کہ جب حیعلتین سے فارغ ہو جائے تو پھر صلو فی الرحال کہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب حیعلتین کا ارادہ کرے اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ چکے تو پہلے صَلُّوْا فِیْ رِحَالِكُمْ کہے۔ اور حیعلتین کو چھوڑ دے۔ اور یہ بھی ممکن ہے او ثمکم۔ سے مراد یہ ہو کہ تم مؤذن کی ندا الصلوۃ والفلاح پر شاید تم میں سے کوئی راستہ کی مشقتیں اور کلفتیں برداشت کرتے ہوئے آئے کہ کپڑے بھیگ جائیں۔ گارے اور مٹی سے آلودہ ہو جائے جس سے کوئی خرابی اور حرج واقع ہو۔ تو یہ ضرر جماعت کے ثواب سے حاصل کرنے سے زیادہ ہو گا جس سے گناہ گار ہو گا لہذا بہتر ہے گھروں میں نماز پڑھو۔

قَوْلُهٗ مَارَاَیْتُهٗ صَلّٰی صفحہ ۹۲/۱۹ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اسی دن ہی ضحیٰ کی نماز پڑھتے دیکھا حضرت انسؓ سے نفی اور اثبات دونوں قسم کی روایات مروی ہیں تو جمع بین الحدیثین کی صورت یہ ہو گی کہ شاید پہلی نماز ضحیٰ ہو جو آنحضرت ﷺ نے حضرت انسؓ کی آنکھوں کے سامنے پڑھی ہو۔ تو مطلب یہ ہوا کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو اس صورت میں اثبات کی روایت جو حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ اس کے منافی نہ ہوئی۔ یا مطلب یہ ہے کہ میں نے لوگوں کے سامنے یا لوگوں کے ہمراہ نماز صرف اسی دن پڑھتے دیکھا۔ ورنہ یہ نماز آپؐ اپنے کسی گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ جس کو حضرت انسؓ نہ دیکھ سکے ترجمہ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ صلوۃ الضحی فی الحضر یہ حضرت عتبانؓ کا واقعہ ہے۔ اور یہ دوسرا واقعہ رجل ضخم کا ہے۔ جو عذر کی وجہ سے جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔

قوله باب اذا حضر الطعام صفحہ ۱۹/۹۲

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے نماز پڑھ لی جائے۔ اور بعض میں ہے کہ کھانے کے بعد پڑھے۔ تو قطب گنگوہیؒ دونوں روایتوں کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روایت میں جو قلب فارغ کا جملہ ہے اس نے روایات مختلفہ کو جمع کر دیا کہ اگر دل میں کھانا کھانے کا تقاضا ہے تو کھانا پہلے کھالے ورنہ نماز کو مؤخر نہ کرے۔ پس جس روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ نے کھانے کو نماز پر مقدم کر دیا وہ اسی پر محمول ہے کہ جب کھانے کے تقاضا کا غلبہ ہو۔ لامع میں قصہ عمر وغیرھا کے الفاظ ہیں جو سبقت قلم کا ثمرہ ہے۔ ورنہ روایات میں حضرت ابن عمرؓ اور دیگر حضرات کا قصہ مروی ہے۔ البتہ اگر وقت میں تنگی ہو تو کھانے کو بہر حال مؤخر کرے۔

قوله باب من صلّى بالنّاس وهو لايريد الخ صفحہ ۷/۹۱

جو شخص لوگوں کو تعلیم کے لئے نماز پڑھاتا ہے اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید اس کی اپنی نماز جائز نہ ہو۔ کیونکہ یہ نماز لوجہ اللہ نہیں بلکہ تعلیم کے لئے ہے۔ تو اس وہم کا دفعیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ارادہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تعلیم بھی لوجہ اللہ ہے۔ کوئی دنیاوی غرض اس سے متعلق نہیں ہے۔

قول مثل شيخنا هذا شیخ سے مراد حضرت عمرو بن سلمہؓ ہیں۔ جو پہلی رکعت سے اٹھتے وقت جلسہ استراحۃ کرتے تھے کیونکہ سن رسیدہ اور بوڑھے ہو گئے تھے۔ جلسہ استراحۃ کے امام شافعیؒ کے علاوہ ائمہ اربعہ میں سے اور کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ ابن تیمیہؒ نے نقل کیا ہے کہ جلسہ استراحۃ کے ترک کرنے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔

قوله وكان الشيخ يجلس صفحہ ۱۱/۹۳ کا مطلب یہ ہوا کہ سن رسیدہ اور کمزور ہو جانے کی وجہ سے شیخ عمرو بن سلمہؓ جلسہ استراحۃ کرتے تھے۔ کہ پہلی رکعت سے اور تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

قوله فانّ كنّ صَوَاحِبَ يوسف صفحہ ۱۶/۹۳ جب آنحضرت ﷺ نے مرض وفات میں فرمایا کہ مروا ابابکر فليصل بالناس کہ حضرت ابوبکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا وہ رقيق القلب ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر رونے کی حالت میں لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے۔ اس سے میرا منشا یہ تھا کہ کہیں ان کے مصلی پر کھڑے ہونے سے لوگ بد فالی نہ پکڑیں۔ تو صواحب یوسف سے تشبیہ اس میں ہوئی کہ دل میں کچھ چھپار کھا ہے اور ظاہر کچھ اور کر رہی ہیں یا وجہ شبہ یہ ہے کہ حق سے پھسلانے میں تم یوسف علیہ السلام والی عورتوں کی طرح ہو جو زلیخا کے ساتھ پھسلانے میں شامل ہو گئی تھیں۔ قطع مولا تک کہہ دیا۔

قوله فنكص عَلٰى عَقِبَيْهِ صفحہ ۲۷/۹۳ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک جناب نبی اکرم ﷺ

نمودار ہوئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اس گمان کی بنا پر ایڑیوں پر پھر گئے کہ شاید آنحضرت ﷺ میں طاقت آگئی ہے۔ جس کی وجہ سے قوم کی امامت کرنا آپؐ کے لئے ممکن ہو گیا ہے۔

قوله مانظر نا مَنظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا الخ صفحہ ۹۴/۴ حضرات صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے اس سے عجیب منظر نہیں دیکھا۔ یہ حضرات آنحضرت ﷺ کے حجرہ مبارک کو تاڑ رہے تھے جب پردہ اٹھتا محسوس کیا تو اپنے چہروں سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ صرف چہرہ کو ادھر ادھر پھرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جب تک چہرہ قبلہ سے نہ پھر جائے یا قبلہ پیٹھ کی طرف چلا جائے۔ کیونکہ التفات یسیر سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ جب سینہ قبلہ سے پھر جائے تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ آنکھ پھیرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ چہرہ پھیرنا مکروہ ہے۔

قوله تأخر الاول اولم يتاخر جازت صلوته صفحہ ۹۴/۱۷ مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں امام راتب کی بجائے اس کا نائب پڑھ رہا ہو۔ پس امام راتب کے آجانے پر اسے پیچھے ہٹ جانا چاہیے تاکہ امام راتب نماز کو پورا کرے۔ اگر نہ ہٹے تب بھی نماز جائز ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ پیچھے ہٹ کر جواز کا ثبوت تو حضرت ابو بکرؓ کے فعل سے ہے۔ کہ آنحضرت کے آجانے پر پیچھے ہٹ گئے۔ اور پیچھے نہ ہٹنے کا جواز جناب نبی اکرم ﷺ کے قول سے ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا اپنی جگہ ٹکے رہو۔ یہ مطلب امام بخاریؒ کی رائے کے مطابق ہے لیکن علماء احنافؒ کے نزدیک یہ مقصد ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا پیچھے ہٹنا اس وجہ سے تھا کہ وہ قرأۃ سے رُک گئے تھے بلا ضرورت امام کے لئے پیچھے ہٹنا جائز نہیں۔ دوسرے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں کون آگے کھڑا ہو سکتا ہے آج کیسے جواز ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کا قرأت سے رُک جانا جناب نبی اکرم ﷺ کے صحت یاب ہونے کی خوشی کی وجہ سے تھا۔

قوله اُلتُفِتَ اليه صفحہ ۹۴/۲۶ مجہول کا صیغہ ہے اگرچہ معروف بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں فاعل الامام ہوگا

قوله باب اذا استووا في القرأة صفحہ ۹۴/۲۷

اس میں اشارہ ہے کہ جب علم اور قرأۃ میں برابر ہوں تو روایت کے مطابق بڑی عمر والے کو امام بنانا چاہیے۔ اگر علم و قرأۃ میں برابری نہ ہو تو پھر اکبر سنا یعنی بڑی عمر والے کو آگے بڑھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ پھر تو قرأۃ اور علم والا امام ہوگا۔ اس مطلب پر گویا کہ ترجمہ حدیث کے لئے شارح ہو گیا۔ کیونکہ حدیث ابن مسعودؓ میں ہے يؤم القوم اقرء هم لِكِتَابِ اللّٰه الخ یہ اہل الظواہر کا مسلک ہے ورنہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک احقهم بالامامة اعلمهم ہے۔ کہ امامت کا حقدار زیادہ علم والا ہے اور اقرء اس زمانہ میں اعلم ہوا کرتا تھا۔

قوله باب اذا زار الامام قوما صفحہ ۹۵/۴

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وليؤمهم رجل منهم ترجمہ۔ جو شخص کچھ لوگوں سے ملنے جائے

تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔ بلکہ ان میں سے کوئی آدمی ان کا امام بنے۔ تو امام بخاریؒ اس ترجمہ سے بتلا رہے ہیں کہ نہی مطلق نہیں ہے۔ بلکہ عدم اذن سے مقید ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے۔ اجازت مل جانے پر نماز پڑھا سکتا ہے۔ امام بخاریؒ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام اعظم ہو تو اس کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔ امام خاص کی بجائے یہی امام ہوگا۔

قَوْلُهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یا تو امامت کے بارے میں ہے یا جانور کے اگلے حصہ پر بیٹھنے کے لئے ہے۔ اس دونوں امر کا لحاظ کیا گیا ہے۔

باب انما جعل الامام لِيُؤْتَمَّ بِهٖ صفحہ ۹۵/۷

امام اس لئے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس باب کے تحت امام بخاریؒ حضرت نبی اکرم ﷺ کی مرض کی حالت میں نماز پڑھنے کا ذکر لائے ہیں۔ جس سے اشارہ کرتا ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کوئی فرض چھوڑ دے تو اس میں امام کی متابعت واجب نہیں ہے۔ دیکھئے جناب نبی اکرم ﷺ نے عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی قوم نے کھڑے ہو کر پڑھی بیٹھے نہیں۔ اس بارے میں دیگر آثار بھی ذکر کئے ہیں مثلاً کوئی شخص بھیڑ کی وجہ سے سجدہ نہیں کر سکا تو وہ امام کی متابعت نہ کرے کیونکہ اس کی متابعت میں فرض کا چھوڑنا لازم آتا ہے۔ جس طرح فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ایسے سجدہ کا چھوڑنا بھی روا نہیں ہے۔ کیونکہ سجدہ فرض ہے۔ امام بخاریؒ منسوخ روایت کو بعد میں لائے اور ناسخ کو پہلے لائے۔ اگر اس کا عکس کر لیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ اس سے اشارہ ہے کہ قوم کے لئے قیام فرض تھا اس لئے فرض کو چھوڑ دینے میں صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی متابعت نہیں کی۔ اور نہ ہی آپؐ نے ان کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر میں ہے کہ لا تبادروا ائمتکم بالرکوع ولا بالسجود سر اٹھالے تو پھر سر کو اتنی دیر رکھے رہے جس قدر اٹھایا تھا۔ پھر امام کی پیروی کرے۔ یہ انما جعل الامام لیؤتم به پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے۔ طحاوی میں ہے کہ مقتدی پر ارکان فعلیہ میں امام کی متابعت واجب ہے۔ تو اثر ابن مسعودؓ کی تاکید متابعت کے لئے لائے ہیں۔ جب تک امام کسی واجب کا ترک نہ کرے اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو بھیڑ بھاڑ یا اور کسی وجہ سے سجدہ کرنے کی قدرت نہیں ہوئی تو وہ انتظار کرے۔ یہاں تک جب امام سلام پھیر دے تو سلام پھیرنے میں اس کی متابعت نہ کرے۔ کیونکہ اس سے فرض متروک ہو گیا ہے۔ اس لئے جب اسے کوئی جگہ سجدہ کرنے کی ملے تو پہلے دوسری رکعت کے لئے دو سجدے کرے پھر پہلی رکعت کا اعادہ کرے۔ کیونکہ جو کچھ وہ ادا کر چکا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے فرض سجدہ ادا نہیں ہوا۔ اور حضرت امام اعظمؒ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ اگر اسے امام کی پیٹھ پر سجدہ کرنے کا موقع ملے تو بھی اسے سجدہ کرنا چاہیئے اگر کسی صورت بھی سجدہ کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہوئی تو جب بھی اسے قدرت حاصل ہو سجدہ ضرور کرے احنافؒ کے نزدیک ترتیب فرض نہیں ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ آخری رکعت کے دو سجدوں پر قضا رکعت کو مقدم نہ کرے۔ بلکہ امام کے سلام کے بعد قضاء کرے تا کہ امام کی متابعت رہے۔

فیمن نسی سجدۃ یہ کلام حسنؒ کا ضرع ثانی ہے اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ محض اس مناسبت سے اس کا ذکر دیا

کہ فرض کاادا کرنا ضروری ہے۔ کوئی فرض ہو اس کا کوئی حصہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔ جیسے کوئی شخص سجدہ کرنا بھول گیا حتیٰ کہ کھڑا ہو گیا تو اسے واپس آکر سجدہ کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ فرض ہے۔ مولانا مکیؒ کی دوسری تقریر میں ہے کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو سجدوں میں سے ایک کو بھول گیا یہاں تک کہ امام بھی کھڑا ہو گیا اور یہ ناسی بھی کھڑا ہو گیا پھر اسے سجدہ یاد آیا تو واپس لوٹ کر سجدہ کرے تاکہ امام کی متابعت پوری ہو جائے پھر کھڑا ہو جائے۔ اس تقریر پر ترجمہ سے موافقت ثابت ہو جائے گی۔

قولہ فاجلساہ صفحہ ۲۰/۹۵ جب آنحضرت ﷺ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھادیا گیا تو آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا فرمائی۔ جس پر حضرت ابو بکرؓ قرأۃ سے رُک گئے۔ تو انہوں نے آپ کو خلیفہ بنایا۔ **فاقتدی** اس لئے کہا گیا کہ غیر مقتدی کو خلیفہ بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ نیابۃ میں مساوات شرط ہے۔

قولہ سَمَّتْ لك الرجل صفحہ ۲۳/۹۵ حضرت عائشہؓ نے دوسرے آدمی کا نام شاید اس لئے نہ لیا ہو کہ ان کے نزدیک معین نہیں تھا۔ اس لئے کہ دوسری جانب تین حضرات ہوتے تھے۔ حضرت بریرہؓ۔ حضرت اسامہؓ۔ اور حضرت علیؓ یا یہ کہ حضرت علیؓ نے جو آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا حضرت عائشہؓ کو اس کا علم نہ ہو سکا اور بڑی بات یہ ہے کہ اگر دلوں کی کدورت کی وجہ سے نام نہ لیا ہو تو یہ بھی کوئی بعید امر نہیں ہے۔ اگرچہ ایسا اقدام نہیں کرنا چاہیئے لیکن چونکہ صحابہ کرامؓ معصوم نہیں ہیں۔ اگر بشری تقاضا کے مطابق ایک دوسرے پر ناراضگی یا مہربانی کسی وجہ سے ہو جائے تو نہ یہ محال ہے اور نہ ہی اس پر کوئی گرفت ہے آخر حضرت علیؓ نے بھی افک کے موقع پر کہہ دیا تھا کہ **لن یضیق اللہ علیك والنساء سواھا کثیر** کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر ہرگز تنگی نہیں کرے گا حضرت عائشہؓ کے سوا اور عورتیں بہت سی ہیں یہ بھی ایک رنجش کی بات تھی۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے نام سے متعین کردیا یا تو اسلئے کہ انہیں کو اس کی اطلاع تھی۔ یا علیؓ باقی دو حضرات سے لمبے فاصلے پر تھے۔ یا ان کی فضیلت کی وجہ سے تعیین کردی۔ علاوہ ازیں کسی شخص کا ذکر کردینا کم درجہ والے کی نفی نہیں کردیتا کیونکہ ہمارے نزدیک مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جو ہدایت کے ستارے ہیں ان سے ایسے اقوال اور افعال سرزد کرائے گئے تاکہ دین کی تکمیل ہو۔ جو امور شان نبوت کے خلاف تھے وہ صحابہ کرامؓ سے کرائے گئے۔ امت کی تعلیم کے لئے ایسا ہوا۔ اور جو امور نبوت کے خلاف نہیں جیسے نسیان سہو نوم وغیرہ وہ نبی کی فعلی تعلیم میں داخل ہیں۔

باب متی یسجد من خلف الامام صفحہ ۷/۹۶

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ مقتدی کے افعال امام کے افعال کے بعد متصل ہوں جن میں فصل نہ ہو۔ البتہ اگر امام سن رسیدہ ہو اس کے قویٰ کمزور ہوں حرکت وانتقال دیر سے ہوتا ہو تو ابتداءً میں تاخیر اس قدر ہو کہ انتہا میں بعدیۃ متصلہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر امام کے کسی فعل میں شروع ہو جانے کے بعد مقتدی نے فعل کو لانا شروع کیا تو امام کی فراغت سے پہلے ان کی فراغت ہو جائے گی۔ جب کہ امام کی حرکات دیر سے ہوں اور مقتدی جلدی کرنے لگیں تو حضرت انسؓ کی حدیث سے دعویٰ کے

اوّل حصہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اذسجد فاسجدوا کہ جب امام سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ جس سے معلوم ہوا کہ تعاقب تو ہو لیکن فصل نہ ہو اور وہ روایت جو باب میں ذکر کی گئی ہے وہ اس پر دال ہے کہ امام اور مقتدی کے فعل شروع کرنے میں فصل ہونا چاہئے تو ان دونوں حدیثوں کے مجموعہ پر نظر رکھنے سے مقصود ثابت ہو جائے گا۔ تو دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی تفسیر کے درجہ میں ہوئیں۔ مطلب یہ ہوا کہ سجدہ میں امام کے زمین تک پہنچنے سے پہلے مقتدی زمین تک نہ پہنچیں بلکہ اس کے بعد پہنچیں۔

قوله من المصحف صفحہ ۱۵/۹۶ نماز کے اندر قرآن مجید کھول کر قرأۃ احناف ؒ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ ایک تو غیر نمازی سے تعلم ہے۔ دوسرے اوراق الٹ پلٹ کرنے سے عمل کثیر ہوگا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ صاحبین مصحف سے دیکھ کر پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہؒ صرف نوافل میں جواز کے قائل ہیں۔ حضرت عمرؓ نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے فعل سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ تو محرم کو مبیح پر بھی ترجیح ہوگی۔

قوله والغلام الذی لم یحتلم صفحہ ۱۶/۹۶ یعنی جو لڑکا نابالغ ہو اس کی امامت جائز ہے۔ عند البخاریؒ یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ فرض نماز پڑھنا لڑکے کے پیچھے صحیح نہیں البتہ نفل کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے روایات ہیں۔ امام احمدؒ اور امام ملکؒ نفل میں جواز کے قائل ہیں۔ جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کا استدلال آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ہے کہ یؤمهم اقرأهم لكتاب الله الخ اور اقرء میں بالغ نابالغ سب داخل ہیں۔ لیکن احنافؒ کی جانب سے یہ جواب ہے کہ اگر اس عموم کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر تو کافر۔ مجنون او عورت کی امامت بھی جائز ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ حالانکہ عموم میں تو وہ بھی شامل ہیں تو جس طرح اقرأیہ کے عموم سے ان تینوں کو خاص کیا جاتا ہے۔ اس طرح نابالغ لڑکا بھی اس عموم سے خارج ہوگا۔ تخصیص کی وجہ وہ نصوص ہیں جن میں آتا ہے کہ نابالغ لڑکا مکلف نہیں ہے۔ رفع القلم عن ثلث ان میں صبی بھی داخل ہے۔ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے

قوله لم تحتلم سے غالباً مراھق لڑکا مراد ہوگا۔ بہر حال نابالغ بچے پر جب نماز واجب نہیں تو وہ مقتدیوں کی نماز کا کیسے ضامن ہوگا البتہ نماز مردوں پر واجب ہے۔ ابتداء جیسے فرض اور شروع کرنے کے بعد واجب ہے جیسے نفل۔

قوله مرضعًا بقياء صفحہ ۱۸/۹۶ یہ بعض راویوں کی طرف سے عصبة کی تفسیر ہے۔

قوله وَاِنِ اسْتُعْمِلَ حَبْشِيٌّ صفحہ ۲۰/۹۶ اس روایت سے ترجمہ اس طرح ثابت ہوا کہ جب عبد حبشی کی امارت جائز ہے تو امیر نماز میں بھی مقتدا ہوگا۔ لہذا امامۃ العبد ثابت ہوئی۔ نیز ! روایت کے بعض طرق میں عبد حبشی کے الفاظ وارد ہیں۔ تو جب عبد حبشی چھوٹے سر والے کی اطاعت کا حکم ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بھی داخل ہے۔ لہذا اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔

باب اذالم یتم الامام واتم من خلفه صفحہ ۲۱/۹۶

ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک امام کی اقتداء محض متابعت ہے۔ صحت وفساد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کی ضامن ہے۔ الامام ضامن آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ترجمہ یہ ہے کہ جب امام نماز پوری نہ کرے اور لوگ اس کے پیچھے ہیں وہ نماز پوری کر لیں تو یہ جائز ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ تمام کے لفظ سے اشارہ ہے کہ یہ حکم نماز کے زائد امور میں ہے۔ جیسے نماز کے سنن اور مستحبات امام ادا نہ کرے مقتدی کر لیں۔ لیکن ارکان نماز اور اس کے شرائط ان میں اگر امام کی طرف سے خلل واقع ہو تو مقتدی کی نماز میں ضرور خلل واقع ہوگا۔ شاید امام بخاریؒ بھی وہی مسلک اختیار کر رہے ہیں جو شوافعؒ کا ہے۔ کہ امام کی نماز کا فساد مقتدیوں کی نماز کے فساد کو مستلزم نہیں ہے۔ اس صورت میں لفظ تمام اپنے عموم پر رہے گا ارکان اور شرائط کے علاوہ سنن اور مستحبات سے مقید نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

قولہ خلف المخنث صفحہ ۹۷/۱ ہجڑے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مخنث اگر وہ مرد ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرتا ہے تو مرد ہونے کی وجہ سے اس کی امامت جائز ہے۔ اگر وہ خلقی طور پر عورتوں کے مشابہ ہے تو عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ عورتوں کی امامت تو نماز کو فاسد کرنے والی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے قول لکم عام سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ خواہ کسبی ہو یا خلقی ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ ضرورت مستثنیٰ ہے جب کہ مخنث شوکت وسلطنت والا ہو تو جماعت کے نظام کو خراب نہیں کیا جائے گا۔

قولہ ولو لحبشی صفحہ ۹۷/۲ اگرچہ یہ طاعت اور حکومت حبشی کے لئے ہو۔ کیونکہ حبشی امام تب بنے گا جب وہ جبری غلبہ حاصل کر لے اور ظلم کرے یا اس کو کوئی اور امامت کے لئے مقرر کرے۔ بہر حال ہر حبشی کی اطاعت کرنے کا ہمیں حکم ہے۔ منجملہ اس کے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی ہے۔ تو ترجمہ سے معلوم ہوا کہ فاسقوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ مفتون اور مبتدع سے یہی مراد ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا راجح مذہب ہے۔ البتہ اعتقادی فاسق کو امام نہ بنایا جائے۔

باب یقوم عن یمین الامام بحذائہ سواء الخ صفحہ ۹۷/۲

قولہ سواء یہ قولہ بحذائہ کی تاکید ہے۔ تاکہ مجاز کا وہم نہ ہو یہاں دو مسئلے ہیں پہلا یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو۔ خواہ وہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو تو اسے امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے البتہ حضرت سعید بن میتب سے مروی ہے کہ اسے امام کے بائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے۔ لیکن اکثر ائمہ کا قول دائیں جانب کا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دائیں جانب امام کے برابر کھڑا ہو یا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں بتلا دیا کہ امام کے برابر کھڑا ہونا چاہئے۔ برابر سر کی نہیں قدم کی مراد ہے۔ سواء بمعنے مساوی کے ہے کہ امام سے آگے پیچھے نہ ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو۔ امام نخعیؒ سے منقول ہے کہ وہ مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی واحد کو امام کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہونا چاہیئے یہی عوام کا معمول ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں محاذات کا تقاضا ہے کہ دونوں کے مقام میں مساوات ہو۔ اور روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کیا۔ اور اس سے ثابت ہوا وہ ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے تھوڑا سا پیچھے تھے۔ یہ امر زائد کا ثابت کرنا ہے۔ لفظ عن یمینہ میں اصل محاذاۃ ہے۔ جس کو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے۔ صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ ایک مقتدی تھوڑا سا امام کے پیچھے ہو بالکل اس کے برابر نہ کھڑا ہو کتب فقہ میں صاحبین کا نہیں صرف امام محمدؒ کا یہی مسلک منقول ہے۔

باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود صفحہ ۲۱/۹۷

نماز کے اندر قیام میں تو امام کو تخفیف کرنی چاہیئے۔ البتہ رکوع اور سجود کو پورا کرے ان میں تخفیف نہ ہو۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے دو متعارض حدیثوں کو جمع کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ کا نماز میں قیام رکوع اور سجود برابر ہوتے تھے۔ دوسری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نماز میں تخفیف کرنے والے تھے۔ تو جمع کا حاصل یہ ہے کہ قیام میں تخفیف ہوتی تھی۔ کہ قراۃ میں سنت کے مطابق اختصار کرتے تھے۔ اور رکوع اور سجود کو پورا ادا کرتے تھے۔ اور جمع کی یہ صورت بھی ممکن ہے کہ اطالت کے مراتب میں سے اقل مرتبہ کو لیتے تھے کہ واجبات پورے کے پورے ادا کرتے اور اوپر کے مراتب کے اعتبار سے تخفیف ہوتی تھی۔ امام بخاریؒ نے حضرت معاذؓ کی حدیث سے خاص کر تخفیف قیام کو ثابت کیا ہے۔ جیسے اس جگہ قیام میں قراۃ کو بیان کیا۔ اور حدیث ابن مسعودؓ میں فَلْيَتَجَوَّزْ اختصار کرے۔ اس سے تخفیف قیام کی تفسیر کر دی۔ واتمام الرکوع میں واؤ بمعنے مع کے ہے۔ تو اس باب میں فَلْيَتَجَوَّزْ سے تخفیف قیام مراد ہوا۔ اب یہ روایت ان روایات کے منافی نہیں ہوگی جن میں اتمام رکوع و سجود کی تاکید کی گئی ہے صل فانك لم تصل جس نے تعدیل ارکان نہیں کی تھی اس کو فرمایا نماز پھر پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز پوری نہیں پڑھی۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو دوسری توجیہ کی ہے وہ احادیث کے مختلف الفاظ کو جمع کرنے کی صورت میں ہے۔ ترجمہ کو ثابت کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ آگے ایک باب الایجاز والاکمال کا آرہا ہے۔ جو اس توجیہ کے مناسب ہے کہ ایجاز تو اکمال کے اقل مراتب کے اعتبار سے ہے اور اکمال یہ ہے کہ سب آداب کی رعایت کی جائے۔ تو اس توجیہ پر ترجمہ مکرر نہیں ہوگا۔

قولہ فلیتجوز اس باب میں ان الفاظ کو لانے سے اشارہ کر دیا کہ تجوز اگرچہ عام ہے لیکن اس جگہ اس سے تخفیف قیام مراد ہے۔ اور صل انك لم تصل اس کا تعلق قیام سے نہیں بلکہ تخفیف رکوع اور سجود سے ہے جس کو اتمام کے لفظ سے پورا کرنے کا حکم ہوا چنانچہ امام بخاریؒ اسے ابواب الرکوع میں لارہے ہیں۔ یاد رہے کہ اس جگہ دو قصے ہیں ایک حضرت معاذ بن جبلؓ کا ہے جنہوں نے مسجد بنی سلیم میں عشاء کی نماز پڑھائی تھی۔ دوسرا قصہ حضرت ابی بن کعبؓ کا ہے جنہوں نے صبح کی نماز مسجد قباء میں پڑھائی تھی۔

باب اذا صلي لنفسه فليطول ماشاء صفحہ ۹۷/ ۲۷

پہلے باب میں تطویل سے ممانعت تھی۔ شاید کسی کو وہم ہو کہ تطویل مطلقاً مکروہ ہے خواہ اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ ہو۔ تو دفع وہم کرتے ہوئے اس کے بعد اس حدیث کو لائے ہیں۔ کہ جب اکیلے نماز پڑھے تو جس قدر تطویل چاہے کر سکتا ہے۔

قوله ان اطو ل بها اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کسی ضرورت کیلئے تطویل کے جواز کو ثابت کرنا ہو یعنی کسی آنے والے کی وجہ سے رکوع کو لمبا کر دے جس کو ائمہ اربعہ مکروہ کہتے ہیں۔ امام شعبیؒ اور امام احمدؒ جواز کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

قوله ان اطو ل فيها الخ صفحہ ۹۸/ ۱۵ سے وہ تطویل مراد ہے جو قوم پر گراں نہ ہو۔ تو اس میں اختصار غایت کا اختصار ہوگا جو آپؐ کے ارادہ سے بالکل مختصر ہو۔ جب کہ آپؐ اس تخفیف کا ارادہ نہ کر رہے ہوں۔ تو بچے کے رونے کی آواز سن کر بہت ہی زیادہ اختصار کرتے ہوں گے۔ نماز میں کسی کے لئے انتظار کرنے کو حضرت امام ابو حنیفہؒ شرک قرار دیتے ہیں۔

قوله ثم يأتي قومه فيصلي بهم صفحہ ۹۸/ ۵ چونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اس لئے امام بخاریؒ نے اذا صلی ثم ام قوما کی جزذکر نہیں کی۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت معاذؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ فرض پڑھ کر پھر اپنی قوم کو فرض پڑھاتے تھے۔ یہ حدیث جواز والوں کا مستدل ہے۔ احنافؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ حدیث معاذؓ اس وقت کا واقعہ ہے جب فرض کو دو مرتبہ ادا کرنا جائز تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے ان کے فعل کو سنا تو انہیں منع کر دیا۔ فرمایا یا تو قوم پر تخفیف کرو یا میرے ساتھ نماز پڑھو معلوم ہوا جمع جائز نہیں ہے۔ شیخ گنگوہیؒ ہے اس کی زیادہ بحث اس لئے نہیں کی کہ کوکب دری میں اس کو مفصلاً بیان کر چکے ہیں۔

با ب من اسمع النا س تكبير الامام صفحہ ۹۸/ ۲۵

جو شخص لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے۔ روایت باب سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ اس وقت امام نہیں تھے کہ مقتدی کی امامت کا الزام عائد نہ ہو۔ وہ تو محض آنحضرت ﷺ کی تکبیر کی آواز لوگوں کو سناتے تھے لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی

قوله فاشار اليه ان صل صفحہ ۹۹/ ۳ حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت ﷺ کا حکم ہوا کہ آپ نماز پڑھتے رہو۔ اور اپنی جگہ پر ثابت رہو۔ چونکہ آپ قراۃ سے رُک گئے تھے۔ تو اپنے فعل میں مجبور و معذور تھے ورنہ آپ جناب نبی اکرم ﷺ کے حکم بجا آوری کی بجائے حکم عدولی کیسے کر سکتے تھے تو یہ ان کا پیچھے ہٹنا قراۃ سے رُک جانے کی وجہ سے ہوا جیسا کہ **با ب من دخل ليؤم الناس فجاء الامام الاول الخ** میں گذر چکا ہے۔

باب الرجل یأتم الامام ویأتم الناس بالمأموم صفحہ ۹۹/ ۴

کوئی شخص کسی امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس مقتدی کی اقتدا کریں۔ ہمارے نزدیک یہ اقتدا افعال میں ہے۔ ورنہ در حقیقت اقتدا امام کی ہوگی۔ دراصل امامت ابی بکرؓ میں تین احتمال ہیں۔ پہلا یہ کہ سب لوگوں کے امام در حقیقت جناب نبی اکرم ﷺ ہوں۔ اور حضرت ابوبکرؓ محض مبلغ اور آپؐ کی تکبیر کی آواز سنانے والے ہوں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ صرف ابوبکرؓ کے امام ہوں۔ ابوبکرؓ بقیہ لوگوں کے امام ہوں۔ اور تیسرا احتمال جس کو امام احمدؒ نے اختیار کیا ہے کہ امام حضرت ابوبکرؓ ہوں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اس تیسرے احتمال کو بالکل نہیں لیا۔ پہلے دو احتمال ذکر کئے ہیں۔ پہلا احتمال قول جمہور ہے۔ دوسرا احتمال امام شعبیؒ کا قول ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے کلام میں اجمال ہے جو مخل ہے کہ مقتدی کی اقتداء افعال میں تھی ورنہ حقیقت امام کی اقتدا تھی اور کسی کی نہیں۔

قولہ ائتموابی ولیأتم بکم الخ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تم میری اقتدا کرو بعد والے تمہاری اقتدا کریں گے۔ یہ مطلق ہے جو عام ہے۔ کہ اہل عصر پہلے لوگوں کی اقتدا کریں۔ یعنی خلف سلف کا اتباع کریں اس کو بھی شامل ہے۔ اور اس کو بھی شامل ہے کہ جب امام نظر نہ آئے تو پچھلی صفوں والے پہلی صفوں والوں کی اقتدا کریں۔ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں کیونکہ دوسری صف والے اپنے سے پہلے لوگوں کو دیکھتے ہوں گے جب کہ امام کے حال سے واقف نہ ہوں۔ عام محدثین نے اسے مسئلہ صفوف پر محمول کیا ہے تعلیم و تبلیغ مراد نہیں لی۔ شیخ گنگوہیؒ نے حدیث کو دونوں معنی پر حمل کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے۔

قولہ عن یسار ابی بکرؓ صفحہ ۹۹/ ۱۳ کہ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے بائیں جانب تھے۔ یہ جملہ بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ امام تھے۔ کیونکہ جب مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں جانب ہوا کرتا ہے نہ کہ بائیں جانب۔ اس باب سے ایک مسئلہ اختلافی کی طرف اشارہ ہے کہ قائم جالس امام کی اقتدا کر سکتا ہے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جالس قائمین کی امامت نہیں کرا سکتا۔ اور امام احمدؒ واسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مقتدی قیام پر قادر ہو پھر بھی وہ بیٹھے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جمہور کا استدلال آپؐ کے آخری فعل سے ہے کہ مرض وفات میں آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔

باب ھل یأخذ الامام صفحہ ۹۹/ ۱۵

امام کو جب شک گذرے تو کیا وہ لوگوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے کوئی حکم اسلئے نہیں بیان کیا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ ھل کا لفظ بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کیلئے لائے ہیں۔ احنافؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر امام کو یقین ہو تو لوگوں کے قول کا اعتبار نہ کرے اگر شک ہو تو لوگوں کے قول پر لوٹ آئے۔ امام مالکؒ کے مسلک میں تفصیل ہے۔ حضرت ذوالیدینؓ کا واقعہ احنافؒ کا مستدل ہے

قولہ لم یسمع الناس من البکاء صفحہ ۲۶/۹۹ حضرت ابو بکرؓ رقیق القلب رونے کے وجہ سے لوگوں کو قرأت نہیں سنا سکیں گے۔ یہ محل ترجمہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو علم تھا کہ حضرت ابو بکرؓ جب میرے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کردیں گے پھر بھی آپؐ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کہ وہ میری جگہ پر کھڑے ہوں۔ معلوم ہوا کہ نماز میں رونے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ورنہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کو روک دیتے۔ احنافؒ کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر رونا ذکر جنت وغیرہ کی وجہ سے ہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اگر کسی درد مالی وبدنی یا مصیبت کی وجہ سے ہے نماز باطل ہوگی۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رونا آہیں بھرنا خواہ دو حرف سے بھی ہو تو وہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ خواہ ذکر آخرت کی وجہ سے ہو یا کسی دنیاوی امر کی وجہ سے رونا ہو۔

باب تسویة الصفوف عند الاقامة وبعدها صفحہ ۳/۱۰۰

تکبیر کے وقت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا چاہیے۔ کیونکہ آنحضر ﷺ کا ارشاد ہے **سووا صفوفکم** یہ حکم عام ہے اور مطلق ہے جو نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہے اور نہ ہی کسی وقت کے ساتھ خاص ہے۔ نیز ! آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تمہیں دیکھتا ہوں اس کا تقاضا ہے صفوں کو برابر کرنے کا اہتمام کیا جائے جب کہ امام کی نگاہ مقتدیوں پر پڑتی ہو۔ اور آنحضرت کا ارشاد ہے **تسویة الصفوف من تمام الصلوٰۃ** صفوں کو برابر کرنا نماز کو مکمل کرنا ہے۔ جس سے اس کی سنیت کی طرف اشارہ ہوا۔ یہی امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ اس کے ترک پر جو وعید فرمائی گئی وہ تشدید اور تغلیظ کے لئے ہے۔

باب الزق المنکب بالمنکب صفحہ ۲۱/۱۰۰

صف کی برابری میں کندھے کو کندھے سے ملایا جائے۔ اور قدم سے قدم ملے ٹخنے ملانے کا حکم نہیں۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اشارہ کیا کہ حقیقی الصاق تو ہو نہیں سکتا لہذا اقرب اور محاذاۃ میں مبالغہ کرنا چاہیے تاکہ خلل بند ہو جائیں۔

باب اذا قام الرجل عن یسار الامام صفحہ ۲۳/۱۰۰

جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب آکر کھڑا ہو تو امام اسے دائیں طرف پھیر دے۔ تو اس سے دونوں کی نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ جمہور کا یہی مسلک ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ بہر حال امام اور مقتدی ہر دو کو اپنا مقام اختیار کرنا چاہیے اس لئے اگلے باب میں فرمایا کہ عورت کا مقام سب سے آخر میں ہے۔ وہ اکیلی ہو تو صف کا حکم ہے۔

باب المرأۃ وحدها تکون صفاً صفحہ ۲۷/۱۰۰

اس سے مقصد یہ ہے کہ جیسے لڑکا اکیلا صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جب کہ اس کے ساتھ اور کوئی نہ ہو۔ عورت کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ خواہ اس کے ساتھ کوئی اور عورت ہو یا نہ ہو۔ اس کا مقام خلف الرجال ہے۔

باب میمنة المسجد والامام صفحہ ۱۰۱/۲

بظاہر وہم ہوتا تھا کہ شاید مسجد کی دائیں جانب امام کی بائیں جانب ہوگی۔ اس کا دفعیہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نہیں جو امام کا میمنہ ہے وہی مسجد کا میمنہ ہے۔ کیونکہ مساجد کعبہ کی طرف بنی ہوئی ہیں۔ تو امام کی طرح ان کا رُخ بھی قبلہ کی طرف ہوگا۔ تو دونوں کے میمنہ میں اتحاد ہوا۔

قولہ وان کان بَیْنَھُمَا طَرِیْقٌ اَوْجِدَارٌ الخ صفحہ ۱۰۱/۶ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان اختلاف مکان ہو تو احنافؒ کے نزدیک یہ اقتدأ سے مانع ہے دیگر ائمہ کے نزدیک اختلاف مکان کے باوجود اقتدأ جائز ہے۔ مکان ایک ہو کوئی دیوار وغیرہ حائل ہے احنافؒ کے نزدیک اقتدأ جائز ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک مانع ہے۔ امام بخاریؒ کی باب بندی سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مانع نہیں ہیں نہ مکان و دیوار وغیرہ۔ احنافؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر راستہ شارع عام نہیں ہے تو صحت اقتدأ کے لئے مانع نہیں۔ اسی طرح جب مکان ایک ہے تو دیوار اقتدأ سے مانع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس مکان میں بہت سے گھر ہوں تو بھی کوئی نقصان نہیں ان گھروں میں اقتدأ صحیح ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان چھوٹی نہر یا راستہ یا قریبی کشتیاں حائل ہوں تب بھی اقتدأ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر راستہ میں صفیں متصلہ ہیں تو اقتدأ جائز ہے۔ ورنہ نماز جائز نہ ہوگی. ابو مجلزؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان راستہ یا دیوار حائل ہو تو جب امام کی تکبیر سنتا ہے اس کی اقتدأ جائز ہے۔ تو اگر اس طریق کو غیر شارع سے مقید کیا جائے اور دیوار اسی مکان کی ہو تو پھر یہ اثر بھی احناف کے موافق ہو جائے گا مخالف نہیں ہوگا۔ اس طرح دوسرے آثار بھی مذہب حنفیہؒ کے موافق ہو جائیں گے مخالفت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اگرچہ ظاہری الفاظ سے مخالفت معلوم ہوتی ہے جبکہ عام معنی لئے جائیں۔ اگر تخصیص کرلی جائے تو پھر کوئی مخالفت نہیں

باب صَلٰوۃُ الَّیْل صفحہ ۱۰۱/۹

بظاہر اس باب کی سابق باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ بنابریں شیخ المشائخ نے فرمایا کہ یہ باب در باب کے قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ صلوۃ التہجد کا مستقل ذکر آرہا ہے تو ممکن ہے اس جگہ ایک زائد فائدہ کیلئے اس باب کو لایا گیا ہو۔ وہ یہ ہے کہ نماز تہجد جماعت کے ساتھ جائز ہے۔ خواہ گھر میں ہو یا مسجد میں ہو۔ تو مسلک احنافؒ کے خلاف نوافل کو جماعت سے ادا کرنے کا جواز ثابت کیا۔ کہ آنحضرت ﷺ نے حجرہ میں نماز تراویح پڑھی۔ حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی صحابہ کرامؓ نے اس حائل کے باوجود آپؐ کی اقتدأ میں تراویح کی نماز کو پڑھا۔

ابھی تک تراویح کی تاکید ثابت نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں حضرت عمرؓ کے دور میں سنت کفایہ ہونے پر اجماع صحابہ ہوگیا۔ اور بیس رکعات تراویح ان تین ایام میں ادا کی گئی۔ سائب بن زید کی یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔

قوله سَمِعْتُ ابا النضر عن بسر عن زید عن النبیﷺ صفحہ ۱۰۱/۱۷ پہلی روایت میں روایت معنعنہ تھی اس طریق میں بتلا دیا کہ موسیٰ بن عقبہ کا ابو النضر سے سماع ثابت ہے۔ امام بخاریؒ نے سماع کی تصریح کر کے اس طریق کی تقویت کر دی۔ بعض طرق میں ابو النضر کا واسطہ ذکر نہیں ہے۔

باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصّلوٰة صفحہ ۱۰۱/۱۸

تکبیر سے مراد تکبیرۃ الافتتاح ہے تو افتتاح اس کو لازم ہوگا۔ معنی یہ ہوئے باب افتتاح صلوۃ کسی چیز ہو خواہ تکبیر سے ہو۔ یہاں چند ابحاث ہیں۔ پہلی بحث یہ ہے کہ بظاہر کلام میں امام بخاریؒ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو ترجمے بیان کر رہے ہیں۔ الایجاب والافتتاح اور بظاہر ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ تکبیرۃ الافتتاح واجب ہے اسلئے شراح نے ان کے کلام کی کئی توجیہات کی ہیں۔ قطب گنگوہیؒ نے فرمایا کہ تکبیر سے تکبیرا لافتتاح مراد ہے۔ اور الافتتاح عطف تفسیر ہے۔ بعض نے واؤ کو عاطفہ قرار دیا ہے۔ اور بعض نے واؤ بمعنے مع کے لیا ہے۔ اور بعض نے اسے لام کے معنی میں لیا ہے جو بعید ہے۔ اور بعض نے با جارہ کے معنی میں لیا ہے بہر حال امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ کر رہے ہیں کہ تکبیرۃ الافتتاح نماز کی شرط مقدم ہے۔ اس لئے ایجاب تکبیر سے شروع کیا اور پھر دوسرے درجہ پر افتتاح الصلوۃ کو لائے ہیں۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہاں ایجاب بمعنے وجوب کے ہے۔ امام بخاریؒ ایجاب کا لفظ لا کر اس کی تاکید بیان کر رہے ہیں کہ اس کا وجوب منصوص ہے۔ مستنبط نہیں ہے۔ تیسری بحث مضاف الیہ سے ہے۔ کہ تکبیر جمہور ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ پھر کوئی اسے رکن کہتا ہے کوئی شرط قرار دیتا ہے۔ بعض اسے سنت کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ ایجاب کا لفظ لا کر مسلک جمہور کی تائید فرما رہے ہیں مخالفین کا رد کرنا ہے۔ چوتھی بحث لفظ تکبیر میں ہے۔ کہ احنافؒ کے نزدیک ہر تعظیم الٰہی کے لفظ سے افتتاح ہو سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک لفظ تکبیر ضروری ہے۔ التکبیر سے حنفیہؒ پر رد کرنا ہے۔ پانچویں بحث روایات کو ترجمہ سے مطابق کرنا ہے۔ بہتر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے تکبیر سے تکبیرۃ الاحرام مراد لی ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس لئے اس کو افتتاح پر مقدم کیا گیا۔

قوله باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی مع الافتتاح سَوَاءً صفحہ ۱۰۲/۱

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ رفع یدین کو نہ تکبیر سے پہلے کرنا چاہئیے اور نہ تکبیر کے بعد بلکہ دونوں متصل ہوں جس کو روایت سے اس طرح ثابت کیا ہے کہ روایت میں رفع افتتاح کا ظرف ہے یا اس کی جزاء ہے۔ بہر صورت دونوں میں اتصال ثابت ہوا دراصل امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو اختلافی مسئلوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترجمہ کے جزء اوّل کی طرف قوله رفع الیدین سے کیا ہے۔

اس کی مشروعیت مجمع علیہ ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے۔ ابن حزم اسے فرض کہتے ہیں۔ مالکیہ اسے مستحب کہتے ہیں بلکہ ابن العربی نے پانچ اقوال نقل کیے ہیں۔ دوسرا مسئلہ وہ ہے جس کی طرف قطب گنگوہیؒ نے اشارہ فرمایا کہ رفع یدین تکبیر کے مقارن ہو یہ بھی اختلافی مسئلہ ہے۔ شوافعؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک مقارنۃ ہے۔ احناف کے نزدیک راجح یہ ہے کہ رفع یدین مقدم ہونا چاہیئے اور حنابلہؒ بھی مقارنۃ کے قائل ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے رفع الیدین کی بحث کو کب دری میں بڑے بسط کے ساتھ بیان کی ہے۔ اجمالاً یہاں ذکر کیا ہے۔

باب الخشوع فی الصّلوٰۃِ الخ صفحہ ۱۰۲/ ۲۳

روایت میں جو خشوعکم کا لفظ ہے شاید اس سے مراد سجود ہو۔ اور اسی پہلی روایت کی وجہ سے ترجمہ ثابت ہوا۔ کہ لفظ خشوع سے سجدہ مراد لیا گیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خشوع اپنے حقیقی معنی پر ہو۔ تو دوسری روایت میں سجود کا لفظ ہے اس سے خشوع مراد ہو کیونکہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اس لئے کہ سجدہ کے معنی ہیں پیشانی کو زمین پر رکھنا۔ جس میں عاجزی اور نیاز مندی کے درجات کا لحاظ ہوتا ہے۔ خشوع اگر فعل قلب ہے تو خشیت ہے اگر فعل جوارح ہے تو سکون کے معنی ہیں۔ نیز! نماز کے اندر خشوع مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ نماز کے اعادہ کا حکم فرماتے۔

قولہ باب ما یقرء بعد التکبیر صفحہ ۱۰۲/ ۲۷

اس باب میں امام بخاریؒ دو روایات لائے ہیں ایک سے بتلایا کہ جہراً یعنی بلند آواز سے فاتحہ کو شروع کیا جائے۔ اور دوسری روایت جو آہستہ پڑھی جائے وہ دعا ہے جس کی تعیین نہیں۔ بلکہ اختیار ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ قرأۃ سے افتتاح کرے۔

قولہ فقام فاطال القیام صفحہ ۱۰۳/ ۷ یہ محل ترجمہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے فعل سے قیام کو لمبا کرنا ثابت ہوا پس جائز ہے کہ اس لمبے قیام میں قرأۃ یا دعا پڑھے اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ باب کے انعقاد سے یہ بیان کرنا ہے کہ افتتاح کے بعد کیا پڑھا جائے۔ بظاہر یہ ہے کہ اس قیام میں قراۃ الدعاء اور قراۃ القرآن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ افتتاح کے بعد قرأۃ قرآن سے پہلے دعا کا پڑھنا ہے تو اس طرح باب مایقول بعد التکبیر کہنا صحیح ہوا البتہ درمیان میں لفظ باب کو الگ اسلئے لائے کہ بعد الافتتاح جو کچھ پڑھا جائے اس پر پہلی دو روایتیں صراحۃً دلالت کرنے والی ہیں۔ اور باب کے بعد حکم مقام کے قرینہ سے ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال تینوں روایات سے واضح ہو گیا کہ تکبیر کے بعد کیا پڑھا جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ قرأۃ سے پہلے محض ثناء کے ذکر کے بیان کرنے کے لئے باب منعقد کیا گیا ہے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا۔

مایقرء بعد التکبیر اس کے بعد تین روایات ذکر فرمائیں۔ پہلی روایت فاتحہ کے بارے میں ہے اور دوسری دعا کے بارے میں لیکن چونکہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور دعا کا پڑھنا سنت ہے اسلئے پہلی روایت کو دوسری سے پہلے لے آئے کہ واجب سنت سے مقدم ہوتا ہے

اور تیسری روایت ضم سورۃ کے بارے میں ہے۔ یعنی فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھی جائے اور ضم سورۃ حتمی طور پر فاتحہ کے بعد ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان لفظ باب سے فاصلہ کر کے اس بات پر تنبیہ کر دی کہ سورہ فاتحہ کے بعد پڑھا جائے۔ اس طرح تینوں مایقرء بعد التکبیر میں داخل ہو گئیں۔ چنانچہ صاحب تیسیر نے باب العمل فی الصلوۃ کا ترجمہ صلوۃ کسوف کی حدیث پر قائم کیا ہے۔

قولہ قلت ای رب وانا معھم صفحہ ۱۰۳/۱۱ یعنی میں نے کہا اے میرے رب! کیا آپ ان کو عذاب میں مبتلا کریں گے حالانکہ میں ان کے ساتھ ہوں اور آپ کا وعدہ ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ الایۃ کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا۔ جبکہ آپ ان میں موجود ہوں گے اور آپ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ سورۃ انفال کی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ تو کلام میں ھمزہ استفہام کے بعد تعذبھم مقدر ہوگا۔ جس کی طرف شیخ گنگوہیؒ نے اشارہ فرمایا ہے۔

قَوْلُهٗ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا صفحہ ۱۰۳/۲۱ کہ میں نے اس جنت میں سے انگور کا ایک خوشہ لینا چاہا۔ مناولت کے معنی ہاتھ سے پکڑنے کے ہیں۔ اس جگہ پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ میں نے اس خوشہ کو اس کی جگہ سے الگ کر لیا تاکہ لوگوں کو دکھاؤں اور انہیں کھلاؤں گویا کہ آپؐ نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا یعنی اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اس کو اٹھا کر چھوڑ دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تناولت سے پکڑنے کا ارادہ اور قصد کرنا ہو۔ اس کلام سے شیخ گنگوہیؒ نے قولہ تناولت اور قولہ اخذت کو جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ پہلے تو تناولت سے اخذ کا اثبات کیا بعد ازاں لو اخذت سے اس کی نفی کر دی۔ اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے اپنے لئے تو اسے پکڑ لیا۔ کاش تمھارے لئے اس کو پکڑ لیتا یہ تیسری توجیہ ہوئی کہ میں نے اس کو تمہارے لئے نہیں لیا کہ وہ جنت کا طعام ہے۔ جسے دنیا میں اس لئے نہیں رکھا جا سکتا کہ طعام جنت کو فنا نہیں بلکہ بقاء ہے۔ اور دنیا دار الفناء ہے۔

باب رفع البصر الی السّماء فی الصّلوٰۃ صفحہ ۱۰۳/۲۴

نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا۔ امام بخاریؒ نے دونوں باب ذکر کئے ہیں رفع البصر الی الامام۔ ورفع البصر الی السماء پہلے باب میں ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے آگے دیکھے۔ سجدہ کی جگہ دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ خشوع کا تقاضا ہے کہ اپنے سجدہ کی جگہ پر دیکھے۔ دوسرا مسئلہ آسمان کی طرف دیکھنا ہے جس کی کراہۃ پر اجماع ہے شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی طرف دیکھنا جائز ہے تو آسمان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ایک اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ کیونکہ غالباً امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا اصلاح صلوۃ کے لئے ہوتا ہے۔ آسمان کی طرف نظر اٹھانا بغیر ضرورت ہے۔ بایں ہمہ دونوں میں امر و نہی وارد ہوئے۔ کیونکہ اگر آسمان کی طرف نظر اٹھانا مفید ہوتا تو جائز ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے تحویل قبلہ کے وقت وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف دیکھا۔ اسی طرح اگر امام کی طرف دیکھنا کسی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ

اس کے کپڑے اور پگڑی کو دیکھنا ہے تو امام کی طرف دیکھنا بھی ناجائز ہوا۔ اور کبھی کسی عارض کی وجہ سے امام کی طرف دیکھنا واجب ہوتا ہے جیسے کہ بہرے نے کسی کی اقتدا کی تو اسے امام کی طرف دیکھنا ہے جب کہ اس کے ساتھ اور کوئی نہ ہو۔ تاکہ اس کے حال کی اسے پوری بصیرت حاصل ہو جس سے اقوال اور افعال میں اس کی اقتدا کرے گا تو اسی طرح دونوں میں امر و نہی جمع ہو گئے۔ اصلاح کی صورت میں جائز ورنہ ناجائز ہے۔

باب الالتفات فی الصلوٰۃ صفحہ ۱۰۴/۲

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا یہ بھی مقید ہے اور تقریباً پہلے مسئلہ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ التفات میں اگر کوئی اصلاح مضمر ہے تو جائز ہے ورنہ اختلاس شیطان ہے جس سے اجر و ثواب میں کمی ہو جائے گی۔ مؤلف نے اگرچہ حتمی حکم کوئی نہیں بیان کیا لیکن باب کی روایت سے کراہت معلوم ہوتی ہے۔ جمہورؒ نے کراہت تنزیہی پر اجماع کیا ہے۔ دراصل التفات تین قسم ہے۔ محض دیکھنا یہ سب کے نزدیک جائز ہے دوسرا چہرہ پھیرنا یہ مکروہ ہے۔ البتہ سب حضرات ضرورت کے وقت اس کی اجازت دیتے ہیں۔ تیسرا التفات یہ ہے کہ سینہ پھر جائے یہ شوافعؒ اور احنافؒ کے نزدیک مفسد صلوۃ ہے۔ مالکیہؒ کے نزدیک دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے۔

باب وجوب القرأة للامام والمأموم فی الصلوٰۃ الخ

امام اور مقتدی دونوں کے لئے نمازوں میں قرآن کا پڑھنا واجب ہے۔ درحقیقت یہ باب آنے والے ابواب کے لئے بطور کتاب کے ہے۔ باقی ابواب اس کی شرح اور تفصیل ہیں اور باب در باب ہیں۔ امام بخاریؒ نے تمام نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے قرأۃ کرنا واجب قرار دیا ہے خواہ وہ جہری نماز ہو یا سری ہو۔ مؤلفؒ نے ترجمہ میں وجوب قرأۃ کو مطلق رکھا ہے اپنی صحیح میں انہوں نے خاص کر فاتحۃ الکتاب کا باب قائم نہیں کیا۔ اور نہ ہی مقتدی کے بارے میں کوئی ایک حرف بولا ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے فاقرؤا ما تیسر الخ کے عموم سے اپنے مدعا پر استدلال کیا ہے کہ اس میں نہ تو کسی نماز کی قید ہے اور نہ ہی کسی نمازی کی۔ پھر حضرت امام حسنؒ اور امام زفرؒ تو فرماتے ہیں کہ فرائض کی ایک رکعت میں قرأۃ کرنا واجب ہے۔ احنافؒ کے نزدیک دو رکعت میں۔ امام مالکؒ کے نزدیک تین رکعات میں اور شوافعؒ کے نزدیک چاروں رکعات میں قرأۃ واجب ہے۔ مؤلف اسی کو ثابت کرنے کے درپے ہیں حالانکہ یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام نمازوں کی رکعات میں قرأت کرتے تھے جس طرح اذان اور اقامت وغیرہ پر آپ کا دوام تھا جو سنن میں سے ہیں۔ تو شوافعؒ پر لازم ہے کہ قرأت کا رکن ہونا ثابت کریں۔ جس کے نہ ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

قولہ فارسل معہ رجلاً الخ صفحہ ۱۰۴/۱۹ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں جو خلافت فاروقی میں

کوفہ کے گورنر تھے۔ کوفہ والوں نے دربار فاروقی میں ان کی شکایات لکھیں۔ ایک شکایت یہ بھی تھی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ پہلے تو حضرت عمرؓ نے خود ان سے دریافت کیا۔ جن کے جواب پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا آپ کے متعلق یہی گمان تھا کہ آپ نماز میں اور دیگر امور میں کوتاہی نہیں کرتے ہوں گے تاہم حضرت محمد بن مسلمہؓ اور دو اور حضرات کو تحقیقات کے لئے بھیجا اور خود حضرت سعدؓ کو بھی ان کے ہمراہ روانہ کیا۔ تاکہ لوگوں کی شکایات خود اپنے کانوں سے سنیں۔ یہ وفد کوفہ پہنچا۔ ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا سب نے ان کی تحسین کی۔ صرف ایک مسجد بنو عبس میں ایک شخص اسامہ نے اپنی ناموری کے لئے تین الزام لگائے۔ ایک تو یہ کہ جہاد میں خود نہیں جاتے۔ مال کی تقسیم مساویانہ نہیں کرتے۔ اور فیصلہ میں عدل نہیں کرتے۔ حضرت سعدؓ نے اس کے لئے بد دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اطل عمرہ اس کی عمر دراز کر دے۔ اطل فقرہ اس کی تنگ دستی لمبی کر دے اور اسے فتنہ میں مبتلا کر دے۔ یہ اس کے الزامات کا فطری جواب تھا۔ حضرت سعدؓ مستجاب الدعوات تھے۔ یہ شخص اس قدر بوڑھا ہو گیا کہ اس کے ابرو سفید ہو کر آنکھوں پر آگئے اور راہ چلتی لڑکیوں کے چٹکی کاٹتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے حضرت سعدؓ کی بد دعا لگ گئی۔

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو حضرت سعدؓ کے حال پر اطمینان تھا۔ انکوائری کے لئے وفد تحقیق حال کے لئے نہیں بلکہ دیگر فوائد کے لئے بھیجا۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ تھا کہ یہ تفتیشی معاملہ حضرت سعدؓ کے سپرد کر دیا۔ حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ تاکہ اگر ان پر دعویٰ ثابت ہو جائے تو ان کو سزا دی جائے۔ تاکہ دوسرے حکام کو تنبیہ ہو جائے۔ خواہ وہ چھوٹے افسر ہوں یا بڑے۔ کہ جب حضرت عمرؓ نے ایسے صحابی کو معاف نہیں کیا تو ہمارا کیا حال ہو گا۔ ہمیں سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس لئے ہمیں انہیں شکایت کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ چغل خوروں کو نصیحت ہو جائے کہ خواہ وہ ان کی یا کسی دوسرے عامل کی شکایت کریں تو سوچ سمجھ لیں کہ ہمارا کیا انجام ہو گا۔ تاکہ پھر وہ کسی عامل اور حاکم کی شکایت کرنے کی جرأت نہ کریں۔ البتہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوں تو پھر حضرت عمرؓ تک پہنچانے کی جرأت کریں۔ تیسرا فائدہ یہ تھا کہ اس انکوائری اور تحقیق حال سے حضرت عمرؓ نے اپنے سے تہمت دور کرنے کے لئے ایسا کیا کہ کوئی مخالف یا موافق یہ نہ کہنے پائے کہ حضرت عمرؓ نے بھائی بندی اور حضرت سعدؓ سے الفت کی وجہ سے ان کی رعایت کی کہ ان کا احتساب نہیں کیا۔ اس طرح کی اور بدگمانیاں بھی ہو سکتی تھیں۔

قولہ قام ریاءً وسمعۃً صفحہ ۱۰۴/۲۳ سمعہ وہ ریاء جس کا حاسۃ سمع سے تعلق ہو یعنی شہرت۔ اور ریاء وہ ہے جس کا تعلق حاسہ بصر سے ہو جسے دکھاوا کہتے ہیں۔ یعنی وہ اسامہ اس لئے کھڑا ہوا تاکہ لوگ جان لیں یہ شخص حق کے ظاہر کرنے میں بڑا دلیر ہے۔ کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ حضرت سعدؓ جیسے امیر کے خلاف شکایت کرنے سے نہیں رُکا۔ حالانکہ وہ صحابی عشرہ مبشرہ میں سے تھے ان سے بھی اسے حیاء دامن گیر نہیں ہوئی۔ تو جس نے ایسی شخصیت کو نہیں چھوڑا تو یہ حق ظاہر کرنے میں بڑا حریص ہے۔

باب القرأۃ فی الظھر صفحہ ۱۰۵/۵

اس باب اور اگلے باب سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ظہر اور عصر میں قرأۃ ہے لیکن وہ سراً ہے جہراً نہیں ہے۔ البتہ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے ان سری نمازوں میں قرأۃ سنادیا کرتے تھے۔ چونکہ مصنفؒ کو سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ اسلئے انہوں نے ترجمہ قرأۃ کو مطلق رکھا۔ اس سے تنبیہ کردی کہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کا پڑھنا مراد ہے۔ حضرت قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بخاری کے جس نسخہ میں **صلوۃ العشی** ہے اس کے مطابق تو روایت کا ترجمہ پر دلالت کرنا ظاہر ہے۔ اور جس نسخہ میں **صلوۃ العشاء** وارد ہے یعنی عشاء کی دو نمازیں مغرب اور عشاء اور پھر ظہر اور عصر میں قرأۃ کا ثبوت قیاس ہوگا۔ اس طرح کہ جب قرآن کا پڑھنا عصر میں ثابت ہے۔ تو ظہر میں بھی ثابت ہوگا۔ کیونکہ دونوں میں فرق کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اور وہ جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأۃ قرآن کے قائل نہیں ہیں یہ قول ضعیف ہے یا اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ ان سے اثبات اور نفی کی دونوں مختلف روایتیں مروی ہیں ۔ نیز! حضرت سعدؓ نے اپنے کلام میں پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا **صلوۃ فجو صلوتی العشی و صلوتی العشا** لیکن روایوں نے ان سے روایت ٹکڑے ٹکڑے کر کے نقل کی۔ ان کا پورا کلام ذکر نہیں کیا کیونکہ ان سے شکایت بھی مطلق نماز کے بارے میں ہے۔ اور ان کا جواب بھی مطلق نماز کے بارے میں ہے تخصیص کسی نماز کی نہیں ہے۔

قوله ویسمعنا الایة اَحْیَانًا الخ صفحہ ۱۰۵ / ۱۰ کہ آپؐ ہمیں کبھی ایک آیت سنادیا کرتے تھے۔ اس روایت ذکر کرنے سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ قرأۃ کے ثبوت پر صرف داڑھی مبارک کا ہلنا دلیل نہیں ہے بلکہ وہ بطور تائید کے ہے۔ اس پر علم کا دارومدار نہیں ہے کیونکہ اضطراب لحیہ ممکن ہے دعاء کے لئے ہو یا دوسرے اذکار کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ پس جب آپؐ نے کبھی کبھار آیت سنادی تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ظہر میں قرأت قرآن کرتے تھے۔

قوله لاخر مَاسَمِعْتُ صفحہ ۱۰۵ / ۲۰ یعنی مسجد میں جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز میں میں نے آخری مرتبہ آپؐ کو سورۃ مرسلات پڑھتے سنا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد کبھی اس سورۃ کو نہیں پڑھا۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ سے بھی منقول ہے کہ آپؐ نے اسے مسجد میں مغرب کی نماز میں پڑھا ہے۔ تو حضرت ام الفضلؓ کی روایت گھر کے بارے میں ہوگی۔ اور حضرت عائشہؓ کی مسجد کے بارے میں۔ اسی طرح دونوں روایات جمع ہو جائیں گی۔

قوله مالك تقرءُ فِي المغرب بقصارِ الخ صفحہ ۱۰۵ / ۲۲ حضرت زید بن ثابتؓ صحابی رسولؐ نے مروان بن الحکم عامل مدینہ سے پوچھا کہ تم ہمیشہ نماز مغرب میں قصارِ مفصل پڑھتے ہو لمبی سورۃ کیوں نہیں پڑھتے۔ کبھی کبھی طوال مفصل میں سے بھی کوئی سورۃ پڑھ لیتے تو بیان جواز ہو جاتا تاکہ عوام کو یہ گمان نہ رہتا کہ مغرب میں قرأۃ کو لمبا کرنا حرام ہے۔ اور سب سے لمبی سورۃ اعراف ہے جس کی آیات اور کلمات سورۂ انعام سے بھی زیادہ ہیں۔

قوله فقلت لهٗ الخ صفحہ ۱۰۵ / ۲۵ حضرت ابو ہریرہؓ نے عشا کی نماز میں سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور اس میں

سجدۂ تلاوت بھی ادا کیا۔ تو ابو رافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے اس سجدہ کرنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز میں اس سورۃ کے اندر سجدہ کرتے دیکھا۔ اس سوال کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اہل مدینہ میں مشہور تھا کہ مفصلات میں سجدۂ تلاوت نہیں ہے۔ ان کے اس دعویٰ پر اشکال ہوتا ہے کہ یہ سجدہ تو آپؐ نے مکہ میں کیا ہے مدینہ میں نہیں کیا شاید منسوخ ہو۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس سجدہ کو روایت کر رہے ہیں۔ اور وہ آنحضرت ﷺ کے آخری ایام میں مدینہ تشریف لائے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ممکن ہے انہوں نے بالواسطہ کسی سے سن کر روایت کر دی ہو۔ یہ جواب بھی اس لئے صحیح نہیں کہ وہ خود اس روایت میں فرما رہے ہیں کہ سجدت خلف ابی القاسم ﷺ کہ میں نے خود آنحضرت ابو القاسم ﷺ کے پیچھے سورۂ انشقاق کا سجدہ کیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اس سورۃ میں سجدۂ تلاوت ہے۔ عشاء میں جہر بھی ثابت ہوا۔

قوله وان لم تزد علي اُمّ القراٰن اَجزأت صفحہ ۱۰۶/۱۵ یعنی اگر تم سورۃ فاتحہ سے اور زیادہ کچھ بھی نہ پڑھتے تو وہ کافی ہو جاتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز میں محض ام القرآن پڑھ لو تو وہ کافی ہو جائے گی۔ اگر اس سے زیادہ پڑھو تو بہتر ہے قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ خاص کر سورۃ فاتحہ کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ وہ اس کی قراۃ کی فرضیۃ کے قائل ہیں بلکہ ان کی مراد سورۃ فاتحہ مثلاً یا اور کوئی دوسری سورۃ ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر قرآن کا کچھ حصہ پڑھا گیا تو قراءۃ کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ اور جب فاتحہ کے ساتھ اور سورۃ بھی جمع کر دی تو یہ اس سے بہتر ہو گا۔ اس لئے کہ اس صورۃ میں فریضۂ قراۃ بھی ادا ہو گیا اور دو واجب بھی اکٹھے ادا ہو گئے وہ سورۃ فاتحہ اور کسی دوسری سورۃ کا جمع کرنا ہے۔ ہم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام کو مذہب احنافؒ کے مطابق بیان کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق نہیں بیان کیا جو قراۃ فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں۔ اس بنا پر کہ خود حضرت ابو ہریرہؓ ان کے مذہب کے خلاف روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَسُوْرَۃٍ مَّعَھَا ترجمہ کوئی نماز سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ دوسری روایت ہے کہ سورۃ فاتحۃ الکتاب اور ما زاد کے بغیر نہیں ہوتی۔ تو جب ان سے یہ روایت مروی ہے تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک فاتحہ اور دوسری سورۃ برابر ہے۔ فاتحہ کو کوئی ترجیح نہیں ہے کہ اس کا پڑھنا فرض ہو تو جب ان کا مذہب یہ معلوم ہو گیا تو ان کے کلام کو اپنے مذہب کے موافق بنانا یہ ایسا کلام ہوا جس پر اس کا کہنے والا راضی نہیں ہے۔ اور مسلک احنافؒ کے مطابق ان کا فاتحہ کو ذکر کرنا بطور مثال کے ہے۔ اس سے حصر کرنا مقصود نہیں ہے۔ اور وہ جو انہوں نے فرمایا کہ فاتحہ کا پڑھنا کافی ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فریضۂ قراۃ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تخصیص فرضیت سے کافی ہونے کیلئے نہیں بلکہ بتلانا یہ ہے کہ فاتحہ پر اکتفا کرنے سے محض ایک واجب کا ترک کرنا ہو گا۔ وہ ضم سورۃ ہے۔ اور بازاد پر اکتفا کرنے سے دو واجب کا ترک کرنا ہو گا۔ وہ سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کا ضم کرنا ہے جو احنافؒ کے نزدیک واجب ہے۔

قوله فلما سمعو ا القراٰن استمعوا لهٗ صفحہ ۱۰۶/۲۲ یعنی جب جنات نے قرآن مجید سنا تو کان لگا کر سننے لگے یہ محل ترجمہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں جہراً قرآن کو پڑھا تبھی تو جنات نے کان لگا کر سنا۔ تو جهر القراۃ فی الفجر ثابت ہوا

پھر جنات نے اپنے قیاس اور اندازے سے یہ معلوم کرلیا کہ جو چیز ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی وہ یہی قرآن ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کا عجیب اثر دیکھا کہ اس سے دل متاثر ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے اس جگہ انوار اور برکات کا مشاہدہ کیا۔ فرشتوں کی صفیں وغیرہ دیکھیں جو شیاطین اور جنوں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ انسانوں کو یہ انوار وغیرہ بہت تھوڑے دکھائی دیتے ہیں۔ سورۂ اعراف میں ہے اِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ...

قوله وانما اُوحی الیه قول الجنّ صفحہ ۱۰۶/۲۴ یعنی آنحضرت ﷺ کی طرف جنوں کی بات وحی کی گئی آپ کی ملاقات جنوں سے اور آپ کا ان کو تبلیغ کرنا اور ان کو ہدایت کرنا اس واقعہ میں ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ دیگر اوقات میں ثابت ہے۔ چنانچہ صاحب آکام المرجان فی احکام الانس والجان نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ملاقات جنات سے چھ مرتبہ ثابت ہے۔ جس میں آپؐ نے ان کو دعوت و تبلیغ فرمائی۔

باب الجمع بین السورتین فی رکعةٍ والقرأة بالخواتیم صفحہ ۱۰۶/۲۶

اس ترجمہ سے مؤلف نے پانچ مسائل بیان فرمائے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک رکعۃ میں دو سورتوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ صرف سورتوں کا آخر پڑھا جائے۔ تیسرا مسئلہ یہ کہ ترتیب عثمانی کے خلاف ایک سورۃ کو دوسری سے پہلے پڑھا جائے چوتھا یہ ہے کہ سورتوں کے اوائل پڑھے جائیں۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ایک سورۃ کو دو رکعات میں تقسیم کردیا جائے۔ چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی سورہ کو دونوں رکعات میں دوبارہ پڑھا جائے۔ یہ آخری دو مسئلے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں ذکر نہیں فرمائے ہیں۔ شاید مؤلفؒ کے نزدیک مکروہ ہوں۔ البتہ پہلے چار مسائل کے جواز پر تنبیہ فرمائی کہ کل ذٰلك كتاب الله کہ ان میں سے سب کتاب ہے جس طرح چاہو پڑھا جاسکتا ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی اس ترجمہ سے غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن مجید کو جس طرح پڑھا جائے فریضۂ قرأۃ ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ مطلق ہے جو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ البتہ استحباب اور سنیۃ الگ چیز ہے۔ جن کا ثبوت بعض روایات سے ہوتا ہے اور بعض سے نہیں ہوتا۔ ترجمہ کے چار اجزاً ہیں۔ تین کے لئے تو احادیث اور آثا رذکر ہوئے ان میں سے دوسرا اجزء قرأۃ بالخواتیم کے لئے کوئی اثر ذکر نہیں کیا۔ شاید پہلے اجزأ کے ساتھ اسے بھی لاحق کردیا ہو۔ بلکہ کل ذلك كتاب الله سے استدلال ممکن ہے۔ یاد رہے کہ ترتیب عثمانی کے استحباب پر اجماع ہے وجوب پر نہیں۔ لہٰذا اس کی مخالفت میں کراہۃ تنزیہی ہوگی جو جواز کے خلاف نہیں ہے۔

قوله مما یقرء به صفحہ ۱۰۷/۵ حاشیہ میں اس کو صلوۃ سے حال بنایا گیا ہے لیکن اگر اس کو سورۃ سے حال بنایا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ پہلی صورت میں جرا کے مقدر کرنے کی ضرورت ہے دوسری صورت میں نہیں ہے اور قوله افتتح کلما افتتح کا جواب ہے

قولہ هذًّا كهذّا لشعر الخ صفحہ ۱۰۷/ ۱۳ یعنی شعر کی طرح جلدی پڑھنا۔ دوسرے معنی بال کی طرح کاٹنا۔ شعر کو جلدی اس وقت پڑھتے ہیں جب کہ کسی شے کی نظیر بیان کرنا ہوتا۔ یا کوئی محاورہ بیان کرتے۔ یا کوئی قصہ ذکر کرنا مقصود ہوتا تو اس سے جلدی فارغ ہونے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ ادنیٰ اشارہ سے مقصود حاصل ہو جاتا تھا۔ البتہ جب شعر سے گانا مقصود ہوتا تو اس وقت جلدی نہیں کرتے تھے۔ اس جگہ تشبیہ سے مقصود دونوں استعمالوں میں سے پہلی استعمال ہے۔ اس تقریر سے قطب گنگوہیؒ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جو ظاہر حدیث پر وارد ہوتا تھا۔ کہ اشعار کو جلدی نہیں پڑھا جاتا بلکہ دیر سے اور گا گا کر پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی دو استعمال بیان فرمائیں۔ ایک صورت میں جلدی اور دوسری صورت میں دیر سے پڑھے جاتے ہیں۔

قولہ فذكر عشرين سورةً منه صفحہ ۱۰۷/ ۱۴ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کی ترتیب دوسرے مصاحف کی ترتیب کے خلاف ہے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ نے دو مسئلے ثابت کئے ہیں پہلا یہ کہ دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پچھلی سورۃ کو پہلی سورۃ پر یا پہلی سورۃ کو پچھلی سورۃ سے پہلے پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ مصحف ابن مسعودؓ کی سورتیں مصاحف جمہور کے آگے پیچھے واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ تالیف ابن مسعودؓ کے مطابق اواخر مفصلات میں سے حم الدخان اور عم یتساء لون ہے۔

باب يقرء في الاخريين بفاتحة الكتاب صفحہ ۱۰۷/ ۱۴

شاید امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے قرأۃ فاتحۃ الکتاب کی فرضیۃ ثابت کرنا ہو۔ جو حدیث باب سے ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ سنیت ضرور ثابت ہوتی ہے۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ اقرء في الاولیین وسبّح في الاخريين کہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو دوسری دو میں سبحان اللہ پڑھو تو زیادہ سے زیادہ قرأۃ فاتحہ کا سنت ہونا ثابت ہوگا فرضیۃ نہیں۔

باب جهر الامام بالتأمين صفحہ ۱۰۷/ ۲۶

امام بلند آواز سے آمین کہے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک امام کے لئے آمین کو بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔ احنافؒ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں اسے آہستہ آواز سے پڑھیں یہی امام شافعیؒ کا جدید قول ہے اور یہی امام مالکؒ کا مسلک ہے امام بخاریؒ اگر اس باب سے جہری کی سنیت ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کا ارادہ ہو کہ یہی حق ہے تو باب کے اندر جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ان کا مقصد یہ ہو کہ جس طرح آمین کا آہستہ کہنا جائز ہے اسی طرح اس کا بلند آواز سے کہنا بھی جائز ہے۔ تو جو کچھ اس جگہ ذکر ہوا اس سے یہ ثابت ہے۔ لیکن آہستہ کہنا سنت ہے۔ اس کو دوسرے محدثین نے ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ لفظ قولوا آمین میں قول جہر اور سر دونوں کو شامل ہے۔ حضرت عطاءؒ کے اثر میں ہے آمین دعاء کہ آمین دعا ہے۔ تو جیسے دوسری دعاؤں منقولہ اور غیر منقولہ میں جہر اور سر دونوں جائز ہیں اس میں بھی جہر اور سر دونوں جائز ہوں گے۔ نیز ! سری اور جہری نمازوں میں جہاں جہاں دعائیں آئی ہیں

ان دعاؤں میں آواز کو بلند کرنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے کوئی نماز فاسد بھی نہیں ہوتی۔ تو ہمارا کہنا یہ ہے کہ تمہاری دلیل کے مطابق آمین اور دعا کے حکم میں فرق نہیں ہونا چاہئیے دونوں کا حکم ایک ہو۔ دوسرا اثر حضرت ابن الزبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر کیا ہے کہ ان کے آمین کہنے سے مسجد گونج اٹھتی تھی اس سے بھی آمین کا جہر لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ گونج اور آوازوں کا پھیلاؤ اور اس کا ایک سمت سے دوسرے سمت تک حرکت کرنا یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہوتے ہیں۔ خواہ آمین بالجھر ہو یا بالسر ہو۔ پس جہر کی تعیین نہ ہو سکی تیسرا استدلال حضرت ابو ہریرہؓ کے اثر سے ہے کہ وہ امام سے فرماتے تھے میری آمین فوت نہ کرنا اس سے امام بخاریؒ کا مدعی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس اثر سے ظاہر یہ ہے کہ آمین کہنے میں جلدی نہ کرنا کہیں مقتدیوں کی موافقت فوت نہ ہو جائے۔ تو جس طرح یہ موافقت جہر میں جلدی کرنے سے فوت ہوتی ہے۔ اسی طرح آہستہ پڑھنے میں بھی موافقت فوت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ امام جلد آمین سے فارغ ہونے میں جلدی کا ارادہ کرے گا تو مقتدی اس کے آمین کہتے وقت اس سے لاحق نہیں ہو سکیں گے۔ اگر وہ دیر کرے گا جلدی سے کام نہیں لے گا تو سب مقتدی اس کے ساتھ ہوں گے۔ بلکہ اس اثر سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام آمین آہستہ کہتا تھا۔ ورنہ جہر کے وقت تو اس قول کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اس کا آمین کہنا تو سب کو سنائی دے گا اور سب کو معلوم ہو جائے گا۔ تو جب امام آمین کہے گا مقتدی بھی اسی وقت کہہ لے گا مطابقت کے فوت ہونے کی نوبت بھی نہیں آئے گی کیونکہ مقتدی کسی قرأۃ وغیرہ میں تو مشغول ہے نہیں کہ جس سے مطابقت میں خلل واقع ہو بلکہ وہ تو فارغ ہے امام کی طرف کان لگائے ہوئے ہے پس جب امام کی آمین سنے گا وہ بھی آمین کہنا شروع کر دے گا البتہ جب امام آہستہ آمین کہہ رہا ہے اس صورت میں مقتدی کے لئے آمین کے فوت ہونے کا خطرہ ہے۔ جب کہ امام کو اس کو جلدی ادا کرنا چاہئیے اور دیر نہ کرے۔ اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ نے امام کو حکم دیا کہ جلدی نہ کرنا۔ چوتھا استدلال حضرت ابن عمرؓ کے معمول سے ہے۔ کہ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ آمین کو نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ آمین کہنے کی ترغیب دیتے تھے اور اس بارے میں وہ ایک حدیث بھی بیان کرتے تھے جس کو میں نے ان سے سنا ہے۔ اس اثر میں بھی جہر آمین کی نص نہیں ہے۔ بلکہ جہر اور سر دونوں کا احتمال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر ابن عمرؓ آمین آہستہ کہتے تو حضرت نافع اس کو کیسے سن لیتے تو یہ محض وہم پر مبنی ہے اس لئے کہ بہت سی تسبیحات ثنا اور تشہد وغیرھا صحابہ کرامؓ کو معلوم تھے۔ حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان میں جہر نہیں کیا۔ ایسے ہی حضرت نافع نے آمین کہنے کو معلوم کر لیا۔ اگرچہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جہر نہ کیا ہو۔ بلکہ بعضھم کا قول واضح دلیل ہے کہ وہ نماز سے باہر ان کو اسی کی تعلیم دیتے تھے۔ نیز! یہ بھی ہے کہ جو شخص امام کے بالکل قریب کھڑا ہو وہ امام کی آہستہ آواز بھی سن سکتا ہے بشرطیکہ اخفا کا ادنیٰ درجہ نہ ہو بلکہ اس کا درمیانہ درجہ اختیار کیا ہو اور جب اخفا کا اعلیٰ مرتبہ اختیار کرے جو جہر کے ادنیٰ درجہ میں داخل ہو جائے تو بے شک اس کو دوسرے صف والے بھی سن سکتے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس درجہ کا آمین کہنے میں اخفا کرتے ہوں جس کو حضرت نافع اور ان کے ساتھیوں نے سن لیا اور معلوم کر لیا۔ یہ تسلیمی جواب علی سبیل الفرض ہے۔ ورنہ یہ اثر اس پر دال نہیں ہے کہ انہوں نے نماز میں آمین کہتے سنا ہو اور فقہا حنفیہؒ کی تصریح ہے کہ دعاء جہر اور مخافتة کے درمیان ہونی چاہئیے۔ کیونکہ جہر یہ ہے کہ سب سنیں اور مخافتة یہ ہے کہ خود اور اس کے ساتھی

سن لیں۔ شاید اسی وجہ سے راویوں کے الفاظ میں اختلاف ہو گیا۔ اس لئے کہ جب آنحضرت ﷺ نے آہستہ آواز میں آمین پڑھی جو جہر کے ادنیٰ درجہ میں داخل ہونے والی تھی اس کو راوی نے جہر سے تعبیر کر دیا۔ کیونکہ سری نماز میں جو قرأۃ تھی یہ آواز آمین کی اس سے بلند تھی اور جس نے دیکھا کہ جہری نماز میں قرأۃ کی آواز سے آمین کی آواز پست تھی اس نے اسے اخفا سے تعبیر کر دیا۔ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ آمین اتنی اونچی آواز سے کہتے تھے کہ پہلی صف والوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی سن لیتے تھے۔ پہلے تو یہ ثابت نہیں ہے اگر ثابت بھی ہو جائے تو ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے اس لئے کہ ابھی امام بخاریؒ ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی سری نماز مثلاً ظہر میں ایک آیت سنا دیتے تھے۔ جیسے آیت کے سنا دینے سے اس کی سنیت ثابت نہیں ہوتی۔ ایسے کبھی کبھار آمین کو بلند آواز سے کہہ دینے سے اس کی سنیت ثابت نہیں ہوگی۔ نیز! مولفؒ باب کے تحت جو روایت لائے ہیں اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس کو دلیل بنانا نہایت عجیب ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث تو جہر پر نہ دلالت کے طور دال ہے۔ اور نہ ہی اس کی طرف کوئی اشارہ ہے۔ شاید ان کا استدلال حدیث سے اس طرح ہو کہ حدیث میں قولوا کا حکم دیا گیا ہے جو مطلق ہے۔ اس سے ظاہر جہر مراد ہوگا۔ لیکن یہ استدلال بھی صحیح نہیں اس لئے کہ بہت اذکار مثلاً افتتاحی دعائیں۔ رکوع۔ سجود کی تسبیحات اور آخر صلوٰۃ کی دعائیں وہ سب کان یقول ھکذا کے الفاظ سے مروی ہیں۔ اور کہیں قل کذا کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ ان دعاؤں کو جہراً پڑھنے کا نماز میں کوئی بھی قائل نہیں ہے نہ ہی جہر مراد ہے۔ اور نہ ہی وہ ثابت ہے۔ البتہ قولوا کے عموم سے اگر استدلال کیا جائے کہ وہ جہر اور اخفاء دونوں کو شامل ہے تو اسے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا۔ بایں ہمہ یہ عموم مولفؒ کے مدعی کو ثابت نہیں کرتا یعنی جہر کا ثابت کرنا مدفوع ہے۔ اس لئے کہ مطلق واقعی بسا اوقات دوسری نصوص سے جو قیود پر دلالت کرتی ہیں ان سے اسے مقید کیا جاتا ہے۔ مگر اس جگہ تو دوسری نصوص بھی نہیں ہیں جو تقیید پر دال ہوں۔ نیز اس قدر آمین کہنے کا اہتمام اور اس کے تاکیدی کلمات کا تقاضہ یہ ہے کہ امام تو بہر صورت جہر نہ کرے۔ کیونکہ اگر امام جہر کرنے والا ہوتا تو موافقۃ کے فوت ہو جانے کا گمان بھی پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ روایت کے بعض طرق میں ہے جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس لئے کہ امام بھی آمین کہتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے آمین کہنے کو نہیں سن پائے گا۔ ورنہ فاتحہ کے ختم ہونے پر حکم کا دارومدار نہ ہوتا۔ اگر آمین سنی جارہی ہوتی تو کسی دوسری علامت کے ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ اس طرح ابن شہابؒ کا قول کہ جناب رسول اللہ ﷺ آمین کہتے تھے۔ یہ بھی مراد کو ثابت کرنے والا نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس میں جہر کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ اور لفظ قولہ جہر کے لئے نہیں بولا جاتا۔ بلکہ وہ جہر اور سر دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے اس کی ضد سر و اخفا ثابت ہے۔ کیونکہ اگر مقتدی امام کی آمین سنتا ہوتا تو اسے تنبیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جیسے اذا کبر الامام فکبروا میں یہ نہیں آیا کہ فان الامام یکبر الخ۔

باب جهر الماءموم صفحہ ۱۰۸/۱

کہ مقتدی آمین کو جہراً کہے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو امام کے جہراً آمین کہنے میں ہے۔ دلائل گذر چکے ہیں جب امام کیلئے

جبر ثابت نہیں تو مقتدی کے لئے جہر کیسے ثابت ہوگا۔

باب اتمام التکبیر فی الرکوع الخ صفحہ ۱۰۸/۱۲

فی الرکوع یہ ظرف یا تو اتمام سے متعلق ہے یا تکبیر کے۔ جو صورت بھی ہو اس باب کی غرض یہ ہے کہ تکبیر کو اس قدر کھینچا جائے جو رکوع میں جا کر پوری ہو اس میں حذف نہ کیا جائے بلکہ جیسے مد شد اور دیگر حروف کو اپنے مخارج سے ادا کیا جاتا ہے اس طرح اللہ اکبر کو ادا کیا جائے۔ کہ قیام سے انتقال کرنے کے بعد رکوع تک اکبر کی را ختم ہو۔ اور روایات باب میں ہے **یکبر کلما رفع و کلما خفض ووضع** یعنی جب بھی اوپر نیچے جاتے ہوئے انتقال فرماتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔ تو رفع کی حقیقت یہ ہوگی کہ قیام کی حالت میں بالکل سیدھا کھڑا ہو اور جلسہ اور قعدہ میں بالکل سیدھا بیٹھے۔ جیسا کہ وضع کی حقیقت یہ ہوگی کہ حالت سجود میں سیدھا سجدہ کرنے والا ہو اور رکوع میں ٹھیک رکوع کرنے والا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ تکبیر تب مکمل ہوگی جب کہ اطمینان سے رکوع کرنے والا ہو۔ معلوم ہوا کہ رکوع میں شروع ہونے سے پہلے تکبیر کہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں انتقالات کی تکبیرات کہا جاتا ہے کیونکہ یہ تکبیرات ان انتقالات کے وقت ہوتی ہیں پس جب تکبیر شروع ہونا انتقال میں شروع ہونے کے متصل ہوا اس سے بعد میں نہیں ہے تو لازمی ہے کہ ان کو ایسے لائے جیسے حروف کی تصحیح کی جاتی ہے۔ اور مد وشد کو لایا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو رکوع میں سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے ہی تکبیر ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ تکبیر اس وقت ہو جب کہ اس پر رفع اور وضع کا کلمہ صادق آئے خوب سمجھ لو۔ چنانچہ در مختار میں ہے **یکبر مع الانحطاط للرکوع** یعنی رکوع کے لئے گرتے وقت تکبیر کہے۔ شامی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ تکبیر کی ابتدا نیچے گرتے وقت ہو۔ اور اس کی انتہاء پیٹھ کے سیدھے ہونے تک ہو۔

باب اتمام التکبیر فی السُّجُوْد صفحہ ۱۰۸/۱۸

سجدہ میں جا کر ہی تکبیر پوری ہو۔ اس کی بحث بھی رکوع کی طرح ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں باب رکوع اور سجود میں اتمام سے مراد محض تکبیر کو لانا ہو۔ کیونکہ تکبیر کا لانا اس کو تمام کرنا ہے۔ جیسا کہ اس کا چھوڑنا کوتاہی کرنا ہے۔ اس صورت میں تکلفات کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ لیکن پہلی توجیہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ دوسری توجیہ کے بارے میں مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ان تکبیرات انتقال کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ پس جب اتمام سے ایتان مراد لیا جائے تو احادیث باب کی تراجم سے مناسبت واضح ہو جائے گی۔

قَوْلُهٗ مَاصَلَّيْتَ صفحہ ۱۰۹/۱۰ یعنی تم نے پوری نماز نہیں پڑھی۔ یہ مسلک احنافؒ کے موافق ہے۔ شوافعؒ اسے ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس شخص تعدیل ارکان نہ کرنے والے کو اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ البتہ وجوبی طور پر اعادہ اس وقت لازم ہوگا جب کہ طمانیت اور اتمام کا کوئی مرتبہ ادا نہ کیا ہو۔ اس تقریر سے قطب گنگوہیؒ نے دونوں احادیث کو جمع کر دیا۔

یعنی اعادہ اس وقت لازم ہے جب کسی رکن صلوٰۃ کو اطمینان سے ادا نہ کرے۔ پس مَاصَلَّيْتَ ای صلوٰۃ کاملۃً کے معنی میں ہوگا۔ شوافعؒ اور امام احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے۔

قوله في اصحابه صفحہ ۱۰۹/۱۱ اس عبادت کا مقصد یہ ہے کہ ابو حمیدؓ نے بھی اسے ذکر کیا اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا۔

قوله ثم هَصَرَ ظَهْرَهٗ صفحہ ۱۰۹/۱۱ پھر اپنی کمر کو جھکایا جو کمر کے سیدھا کرنے کو مستلزم ہے۔ اسی وجہ سے اسے اس مقام پر ذکر کیا۔

باب حد اتمام الركوع صفحہ ۱۰۹/۱۱

اس سے مراد استحباب اور سنت کی حد کو بیان کرنا ہے۔ ورنہ واجب اور فرض تو اس کے بغیر بھی ادا ہو جاتے ہیں۔ جن کا روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔

باب مايقول الامام ومن خلفه

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ تسمیع یعنی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور تحمید یعنی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ امام اور مقتدی دونوں ان کو جمع کریں۔ لیکن اکثر احادیث سے تقسیم معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے احنافؒ کا مشہور مذہب تقسیم کرنا ہے۔ کہ امام تسمیع کرے اور مقتدی تحمید پر اکتفا کرے البتہ منفرد دونوں کو جمع کرے۔ ائمہ ثلاثہؒ کا مسلک بھی امام اور مقتدی دونوں کیلئے جمع کرنا ہے

قَوْلُهٗ حتي تقول قد نَسِيَ صفحہ ۱۱۰/۱۱ قومہ اور جلسہ کو لمبا کرنا بیان جواز کیلئے تھا یا جہاں مقتدیوں کی خواہش تطویل کی ہو کہ ان پر تطویل گراں نہیں ہوتی وہاں جائز ہے۔ ورنہ عام طور پر جناب نبی اکرم ﷺ تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

قوله وكان ابن عمرؓ يضع يَدَيْهِ قبل ركبتيه الخ کہ ابن عمرؓ گھٹنے رکھنے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتے تھے حالانکہ یہ اونٹ کی بیٹھک ہے جس سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ تو احنافؒ کی طرف سے اس اثر کی توجیہ کی جاتی ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابن عمرؓ اس قدر بھاری ہو گئے کہ وہ گھٹنوں کے بل بڑی مشکل سے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ اس لئے انہیں ہاتھوں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ یہ اثر مالکیہؒ کے مستدلات میں سے ہے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں اس لئے توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ اور ایک وجہ یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وجع مفاصل جوڑوں کے درد کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ یہود نے ان پر جادو کر دیا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو گئے تھے۔ اس اثر کو امام بخاریؒ نے اس باب میں اس لئے ذکر کر دیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول اور ابن عمرؓ کا فعل دونوں کا تعلق سجدہ کی کیفیت سے ہے۔ بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول اور فعل دونوں کیفیت سجدہ کو بیان کرتے ہیں۔

قولہ انما قال سفیا ن من فرس صفحہ ۱۱۰/۲ یعنی کلمہ عن کو من سے تبدیل کر دیا۔اس سے علی بن عبد اللہ کی محافظ حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

قولہ کذا جاء بہ معمر الخ صفحہ ۱۱۱/۳ یہ سفیان ابن عینیہ کا مقولہ ہے اور معمر بھی امام زہریؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت سفیان جب روایۃ ذکر کر چکے تو علی بن عبد اللہ سے اس کی توثیق چاہی۔کہ کیا تیرے استاذ معمرؒ نے بھی تجھے ایسے ہی روایت بیان کی۔تو علی بن عبد اللہ نے کہا ہاں ایسے ہی روایت کیا۔تو سفیانؒ نے کہا معمرؒ نے اپنے استاذ زہریؒ سے صحیح یاد رکھا سفیان نے اپنی طرف سے کہا کہ استاذ زہریؒ نے اسی طرح فرمایا۔اب دونوں کے کلام میں مناسبت ثابت کرنے کے لئے شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں حضرت سفیانؒ کی تاکید اور توثیق طلب کرنے سے وہم ہوتا تھا کہ شاید توثیق طلب کرنے کا مقصد ان کے کلام کو لغو قرار دینا ہو تو حضرت سفیانؒ نے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے توثیق اس لئے کرائی کہ بسا اوقات روایت کرنے میں غلطی واقع ہو جاتی ہے چنانچہ ابن جریج نے لفظ شق کے اندر وہم کیا اور اسے ساق سے بدل دیا۔تو مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں میں نے بھی ایسا نہ کر دیا ہو۔

قولہ حفظت من شقہ الخ کا مطلب یہ ہوگا کہ ابن جریج اور ہم امام زہریؒ کے پاس تھے۔زہریؒ نے ہمیں فجحش شقہ الایمن کے لفظ روایت کئے۔پس جب ہم ان کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلے تو ابن جریج نے لفظ ساق روایت کیا۔شق کے لفظ کو بھول گئے تو یہ ان کی طرف سے وہم ہوا۔حالانکہ میں بھی امام زہریؒ کے پاس تھا یا ابن جریج کے پاس تھا جب کہ انہوں نے شقہ الایمن کے لفظ سے روایت بیان کی تھی۔خوب سمجھ لو واللہ اعلم وعلمہ احکم ۔

قولہ فَیَأْتِیْھُمُ اللّٰہُ الخ صفحہ ۱۱۱/۱۱ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمیۃ صورۃ اور حدوث سے منزہ اور پاک ہیں۔ان کا آنا اور صورت بدلنا کیسے صحیح ہے۔جواب یہ ہے کہ آنا بمعنے رؤیۃ کے ہے۔یا مضاف محذوف ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آئے گا۔یہ اتیان اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ہے۔ کمایلیق بشانہ ۔اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ صورۃ بمعنے صفۃ کے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفت پر تجلی فرمائیں گے جن کو وہ پہنچانتے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ ہوگی۔یہ بھی بعید نہیں بہر حال حدیث متشابہات میں سے ہے۔کوئی نہ کوئی اس کی توجیہ کرنی پڑے گی۔

قولہ فاکو ن اوّل من یجو ز باُمّتِہ صفحہ ۱۱۱/۱۳ یعنی میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر پل صراط عبور کر کے جنت میں داخل ہوں گا۔باقی رسول تو اس حساب سے پہلے جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے تو یہ اولیت کی نسبت دوسری امتوں کے اعتبار سے ہوگی۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اپنے رسول کے تابع ہو کر جائے گی جیسے بادشاہوں کے ساتھ ان کے خدام و حشم جایا کرتے ہیں۔اس طرح انبیاء علیہم السلام پر امت کی فضیلت لازم نہیں آئے گی تو اب امت کا اعتبار نہ ہوا خاتم المرسلین کی ذات کی فضیلت ثابت ہوئی ۔

قولہ ولا تیکلم یوٗ مئذ اَحَدٌ الّاَ الرّسل الخ صفحہ ۱۱۱/ ۱۴ رسولوں کے سوااس دن اور کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔اور رسل بھی سوائے کلمہ اللهم سلم سلم کے اور کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔باقی مخلوقات بالکل خاموش ہو گی۔البتہ انبیاؑ علیہم السلام کی مؤمنین کے لئے جب کہ وہ پل صراط سے گذر رہے ہوں گے دعا ہو گی۔ رب سلم سلم کہ وہ مؤمنین کیلئے سلامتی کی دعا کر رہے ہوں گے

قولہ ویعرفونھم باٰثار السجو د صفحہ ۱۱۱ کہ فرشتے ان سجدوں کے نشانات سے مؤمنین کو پہچان لیں گے۔کیونکہ جہنم کی آگ پر حرام ہے کہ وہ سجد کی جگہ کو کھا جائے۔یہی محل ترجمہ ہے۔آثار سجود میں اختلاف ہے۔بعض نے سجدے کے ساتوں اعضاء مراد لئے ہیں اور بعض نے خاص کر پیشانی مراد لی ہے۔معلوم ہوا کہ مؤمنین کا عذاب کفار کے عذاب سے مختلف ہو گا۔کفار کا عذاب جمیع اعضاء پر ہو گا گناہ گار مؤمنین کے اعضاء سجدہ محفوظ ہوں گے۔

قولہ فیقدمہ اِلٰی با ب الجنّۃِ صفحہ ۱۱۱/ ۲۷ یہاں روایت مختصر ہے مفصل روایات میں شجرات کا ذکر ہے بہر صورت اس شخص کا جنت میں داخلہ بتدریج ہو گا۔

قولہ اشقی خلقك صفحہ ۱۱۱/ ۲۷ خلق سے مراد مؤمنین جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔ورنہ جنمیوں کے حالات سے وہ ناواقف نہیں تھا۔مقصد یہ ہے کہ جنت سے باہر رہ کر ہمیشہ اس طرح رہنا یہ بدبخت کا کام ہو سکتا ہے۔

قولہ قال ابو سعید الخُدریؓ صفحہ ۱۱۲/ ۴ جب حضرت ابو ہریرہؓ یہ حدیث بیان کر رہے تھے تو حضرت ابو سعید خدریؓ وہاں موجود تھے۔جنہوں نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا فرماتے تھے **ذلك لك وعشرۃ امثالہ** کہ اس سے دس گنا تیرے لئے ہے۔

باب السجو د علی سبعۃ اعظم صفحہ ۱۱۲/ ۱۱

یعنی سجدہ سات ہڈیوں پر ہونا چاہیئے۔وہ سات اعضاء دو ہاتھ دو پاؤں اور دو گھٹنے اور ایک پیشانی ہے۔ان میں ناک کو شمار نہیں کیا گیا حالانکہ احنافؒ کے نزدیک محض پیشانی پر اکتفا جائز نہیں جب تک ناک کو بھی زمین پر نہ رکھے تو شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ پیشانی کا زمین پر رکھنا وہ ناک کو زمین پر رکھ دینے کو مستلزم ہے۔کیونکہ اگر ناک کو زمین پر نہ رکھے تو نماز میں نقصان لازم آتا ہے۔اس لئے ناک نہ رکھنے کی صورت میں پیشانی کے رکھنے میں بھی نقصان رہتا ہے۔جب کہ پیشانی صحیح وسالم ہو زخمی نہ ہو۔امام احمدؒ کے نزدیک پیشانی اور ناک دونوں کو زمین پر رکھنا حالت سجدہ میں واجب ہے۔بلکہ ائمہ ثلاثہؒ کا یہی مذہب ہے۔جمہور ائمہ کے نزدیک پیشانی پر اکتفا کرنا جائز ہے۔حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔البتہ ناک پر اکتفا کر لینا جبھہ کے بغیر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔اور کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

قوله مَنْ اعتكف من النبيّ ﷺ فليرجع الخ صفحہ ۱۱۲/ ۲۵ جو شخص جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اعتکاف بیٹھا وہ واپس آجائے۔ پس یرجع یا تو فعل متعدی ہے تو اس کا مفعول وہ سامان ہو گا جو انہوں نے اس گمان سے اپنے گھروں کو بھیج دیا تھا۔ کہ اس دن کی شام کو ہمیں حتمی طور پر مسجد سے نکلنا ہے۔ پس ان کا رات گذارنا اور شام کا کھانا ہی گھروں میں ہو گا اور کچھ نہیں اب کسی سامان کی مسجد میں باقی رکھنے کی ضرورت نہیں۔ یا یرجع فعل لازم ہے۔ جس کے معنی واپس آنے کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ جن لوگو نے اس دن کی شام کو مسجد سے نکلنے کا قصد کر لیا تھا وہ واپس آجائیں۔ لیکن پہلے معنی اولیٰ اور افضل ہیں۔ اگر چہ عام شراحؒ نے دوسرے معنی مراد لئے ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کی تحقیق کے مطابق یہ اعتکاف رمضان شریف کے درمیانی عشرے کے اندر تھا۔ بعد میں آپؐ نے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لئے اعتکاف فرمایا اور اسی پر دوام رہا۔

قوله حتى رأيت اثر الطين الخ صفحہ ۱۱۲/ ۲۷ یہ لیلۃ القدر کی نشانی تھی کہ اکیس ۲۱/ رمضان کی صبح کو بارش ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک تیئیس ۲۳/ رمضان کی صبح کا واقعہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ بارش کا برسنا محض اسی مہینے کے اندر علامت تھی ہمیشہ کے لئے علامت نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی اس کو دلیل بنایا جائے اس روایت کو اس باب میں لانے سے امام بخاریؒ کا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ حالت سجدہ میں ناک کو نہ بچایا جائے۔ اگر چہ مٹی اور گارے پر ناک کو رگڑنا پڑے۔ تو اس باب سے تاکید ہو گئی کہ سجدہ ناک پر بھی ہونا چاہئے۔ اب رہا محض ناک پر اکتفا کرنا اس میں علما کا اختلاف ہے۔ جو جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ حدیث باب ہے۔

بَابُ لَا يَكُفُّ شَعْرًا الخ صفحہ ۱۱۳/ ۴

امام بخاریؒ نے یہ تین ابواب باب عقد الثياب۔ کف شعر اور کف ثوب منعقد کئے ہیں جن کی بظاہر باب السجود سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ شیخ گنگوہیؒ نے احادیث کو جمع کرتے ہوئے فرمایا کہ کپڑوں کو گرہ لگانے اور انہیں سمیٹنے کا حکم تب ہے جب کہ ننگ کے کھل جانے کا خدشہ ہو۔ ستر عورت فرض ہے جو مستحبات اور مکروہات سے اہم ہوتا ہے۔ اور جب ننگ کے کھلنے کا خطرہ نہ ہو تو نہ بالوں کو روکے اور نہ کپڑوں کو سمیٹے۔ کیونکہ اس صورت میں خشوع میں فرق آئے گا۔ اور نماز کی حالت میں غیر کی طرف توجہ کرنا ہو گا۔ اور ہاتھوں کے ساتھ کپڑے اور بالوں کو روکنے سے سجدہ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ اس لئے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو تاکہ سر کے بال بھی سجدہ کریں۔ اس ترجمہ کو احکام سجود میں اس لئے داخل کر دیا کہ سجدہ کیلئے نقل حرکت کرنا عقد ثیاب کی صورت میں آسان ہو جائے گا اور سجدہ کرنے کی حالت میں کشف عورت زیادہ قریب ہے۔ گویا اتمام سجود کے لئے کپڑوں کا سنبھالنا ضروری ہے۔ بے پرواہی نہ برتی جائے پھر کف شعر اور کف ثوب نہ کرے۔ بلکہ سر کے بالوں کو کھلا رکھے تاکہ وہ بھی سجدہ کریں۔ اور کپڑوں کو ہاتھوں سے روکنے میں سجدہ میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ دوسرے سر پر بالوں کا جھوڑا شیطان کے بیٹھنے کی جگہ فرمایا گیا ہے۔ ایک باریک فرق کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ لایکلف شعرا کو مطلق رکھا۔ کہ نماز سے پہلے ہو یا نماز کی حالت میں ہو بالوں کو نہ روکے اور لا یکف ثوبه کو فی الصلوة کے ساتھ

مقید کیا کہ حالت نماز میں کپڑوں کو سمیٹ کرنہ رکھے۔ جو متکبرین کی ہیئت کے مشابہ ہے۔ خارج صلوٰۃ کراہۃ نہیں ہے۔

قوله کان یفعل شیئاً لم ارهم یفعلون صفحہ ۱۱۳/ ۱۴ حضرت ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؒ ایک کام کرتے تھے۔ میں نے لوگوں کو دیکھاوہ نہیں کرتے۔ وہ یہ کہ وہ جلسہ استراحۃ کے لئے تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے عام لوگ نہیں بیٹھتے۔ اس میں علماء احنافؒ کے لئے ظاہر دلیل ہے کہ جلسہ استراحۃ عذر کے لئے تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ اور تابعین برابر اس پر عمل جاری رکھتے۔ چنانچہ حنفیہؒ اور جمہور ائمہ کا یہ مسلک ہے کہ سجدہ سے اٹھنے کے بعد قدموں پر کھڑا ہو جائے استراحۃ کے لئے نہ بیٹھے امام احمدؒ اور امام شافعیؒ جلسہ استراحۃ کے قائل ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے تو جلسہ استراحۃ کے ترک پر صحابہ کرام کا اجماع نقل کیا ہے۔

قوله حتي يقول القائل قد نَسِيَ صفحہ ۱۱۳/ ۲۲ رکوع اور سجدہ کو اتنادراز کرنا کہ کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ آپ بھول گئے یا بھلوا دیئے گئے۔ یہ یا تو بیان جواز کے لئے تھا یا اس وقت کا حکم ہے کہ ساری جماعت اس طوالت کا شوق رکھتی ہو۔ یا نوافل میں طوالت کی اجازت ہے۔ فرائض میں تخفیف کرنا بہتر ہے۔ البتہ امام احمدؒ سے طوالت کا مستحب ہونا منقول ہے۔

قوله اذا رفع رأسه في السجدة الثانية صفحہ ۱۱۴/ ۴ یعنی شیخ جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لے کر پھر کھڑے ہوتے تھے۔ یہاں سے اعتماد کی کیفیت کو بیان کرنا ہے کیونکہ بظاہر حدیث ترجمہ سے مناسبت نہیں رکھتی ترجمہ کیفیت اعتماد کا ہے۔ اور حدیث سے اعتماد ثابت نہیں ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اذا رفع رأسه سے اعتماد کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اور بیٹھ جانے کے بعد زمین پر سہارا اپنے جسم کے کسی حصہ کا نہ لے۔ پس اس طرح حدیث ترجمہ کے موافق ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سجدہ سے اٹھتے وقت زمین کا سہارا لینا مستحب ہے احنافؒ کے نزدیک مستحب نہیں ہے۔

باب سنّة الجلوس في التّشهّد صفحہ ۱۱۴/ ۱۱

التحیات میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک مطلق افتراش ہے۔ دونوں التحیات میں امام مالکؒ کے نزدیک مطلق تورک ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ دونوں کو جمع کرتے ہیں۔ البتہ شوافعؒ کے نزدیک پہلے جلسہ میں افتراش ہے۔ اور جلسہ اخیر میں تورک ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک سب جلسات میں افتراش ہے۔ البتہ جہاں دو تشہد ہیں وہاں دوسرے تشہد میں تورک ہے۔ لیکن احنافؒ کے نزدیک عورت کے ہر تشہد میں تورک سنۃ ہے۔ یعنی پاؤں نکال کر بیٹھے۔ تو مرد کیلئے دونوں جگہ افتراش ہوا کہ بایاں پاؤں بچھا دے اور دائیں کو کھڑا رکھے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہؒ کے نزدیک عورت کیلئے بھی مرد کی طرح بیٹھنا مستحب اور مختار ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ سہو کاتب ہے اسلئے خود علامہ عینیؒ کا کلام آرہا ہے جلوس المرأة فهو التورك عندنا وقال النودی جلوس المرأة كجلوس الرجل

یعنی احنافؒ کے نزدیک عورت کے لئے تورک ہے۔ اور نوویؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا بیٹھنا مرد کے بیٹھنے کی طرح ہے۔ بنابریں قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ عینیؒ کا قول اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ جلسه الرجل سے وہ بیٹھک مراد لی جائے جو اصحاب التورک کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مرد کے لئے بیٹھنا اس طرح ہے جیسے ہمارے نزدیک عورت کے لئے بیٹھنا ہے۔ یعنی تورک کرے۔ حالانکہ احنافؒ کے نزدیک کسی حالت میں مرد کے لئے تورک نہیں ہے۔

قوله وقعد علي مقعدته صفحہ ۱۱۴ر ۲۲ یعنی سرین پر اس طرح بیٹھے کہ سرین زمین پر ہو۔ اور اپنے بائیں پاؤں پر نہ بیٹھے اس طرح کا بیٹھنا ہمارے نزدیک موٹاپے کے عذر پر محمول ہے۔ اور صاحب عذر کو جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھنے کی اجازت ہے۔ اور تورک کی بھی کئی صورتیں ہیں ممکن ہے یہ صورت ان میں سے ایک ہو۔

قوله باب التشهد في الاولي صفحہ ۱۱۵ر ۳

تشہد پر امام بخاریؒ نے تین باب باندھے ہیں۔ پہلا باب من لم یر التشهد الاول واجبًا اس باب سے مقصود یہ ہے کہ تشہد نماز کا رکن نہیں ہے۔ جس کے فوت ہونے سے نماز فوت ہو جائے۔ اس کو لَمْ يَجْلِسْ سے ثابت کیا ہے جو پہلے باب کی حدیث میں ہے کہ اس کے بعد آپؐ نے سجدہ سہو کیا ہے جلوس کی طرف واپس نہیں لوٹے۔ البتہ امام احمدؒ کے نزدیک تشہد اولیٰ واجب بمعنے فرض کے ہے۔ جس کے چھوڑ دینے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ امام مالکؒ کے نزدیک سنۃ مؤکدہ ہے۔ جس کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہے۔ کیونکہ سنن مؤکدہ کے ترک پر ان کے نزدیک سجدہ سہو ہے۔ تشہد ثانی امام احمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں کے نزدیک رکن ہے عمداً اور سہواً دونوں صورتوں میں اس کے ترک کرنے پر نماز باطل ہو گی۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک پہلا تشہد اگر کسی عارض کی وجہ سے ترک ہو جائے تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے ہو جائے گی۔ احنافؒ کے نزدیک پہلا اور دوسرا دونوں تشہد واجب ہیں۔ تو پہلا ترجمہ من لم یر الخ ائمہ اربعہ کے موافق ہو گا۔ کیونکہ کوئی بھی ان میں سے پہلے تشہد کو فرض اور رکن نہیں کہتا۔ اب یہ رہ گیا کہ جب رکن نہیں ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔ اس کو دوسرے ترجمہ التشهد في الاولي سے بیان کیا ہے۔ پہلے باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کا ایک مرتبہ ہوتا ہے اس میں تکرار نہیں ہوتا اگرچہ سہو میں تکرار ہو خواہ دو واجب ترک ہو جائیں۔ کیونکہ جب تشہد واجب تھا اور قعدہ اولیٰ بھی واجب تھا ان دونوں کے ترک پر سجدہ سہو دو کئے ہیں چار نہیں کئے۔ تو معلوم ہوا کہ سہو کے تکرار سے سجدہ سہو مکرر نہیں ہو گا۔ اگر امام بخاریؒ السجود لا یتکرر بتکرار لسهو کا باب منعقد کر لیتے تو تکرار باب کا اعتراض نہ ہوتا۔ شیخ گنگوہیؒ نے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلا باب تو عدم فرضیۃ بتلانے کے لئے تھا اور دوسرا باب اس کا حکم بتانے کے لئے ہے۔ کہ جب کوئی نمازی اسے ترک کر دے تو اس کا کیا حکم ہے۔ حکم یہ ہے کہ اس کے ترک پر سجدہ سہو واجب ہے۔ اور تیسرا باب التشهد في الاخرة اس کا بھی کوئی حکم بیان نہیں کیا چونکہ اس کا حکم پہلے تشہد کے خلاف تھا جمہور کے مذہب کے مطابق اس لئے اسے تیسرے ترجمہ سے بیان کیا۔ حکم اس کا ذکر نہیں کیا۔ کہ ان کے نزدیک

اس کا حکم بھی پہلے تشہد کی طرح ہے۔اور الفاظ تشہد کا ذکر تجدید اور تکمیل فائدہ کیلئے ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک حدیث باب کی وجہ سے سہو میں تکرار نہیں ہے۔ جس پر وعلیہ جلوس کے الفاظ دال ہیں کہ آپؐ نے تشہد اوّل کو بھی چھوڑا اور جلوس کو بھی چھوڑا لیکن ان کیلئے ایک مرتبہ ہی سہو کے دو سجدے کئے۔ البتہ امام اوزاعیؒ کا مذہب ہے کہ سہو کے تکرار سے سجدہ میں بھی تکرار ہوگا۔ وہ چار سجدے کے قائل ہیں۔ التشھد فی الاخرۃ کے ترجمہ میں جو حدیث امام بخاریؒ لائے ہیں اس سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ روایت میں جو کچھ مذکور ہے وہ اولیٰ اور اور آخرۃ سے مقید نہیں ہے۔ تو ان میں سے کسی ایک کی تعیین نہ کی جائے۔ بلکہ جو جلسہ بھی آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے وہ طویل ہے جس میں کلمات تشہد بھی ہیں۔ دعا بھی ہے سلام بھی ہے۔ دعا ہمیشہ آخر صلوٰۃ میں ہوتی ہے۔ اس اعتبار کے مطابق حدیث ترجمہ کے مطابق ہو جائے گی اپنے بعض طرق کے اعتبار سے۔ کیونکہ بعد کے ایک باب میں اس التحیات کے بعد آرہا ہے ثم تیتخیر من الدعاء اعجبه الیه فید عوا عدم مطابقت کا اعتراض نہیں رہے گا۔ یعنی جو دعا پسندیدہ ہو اس کو اختیار کر کے دعا مانگے۔

باب الدعاء قبل السلام صفحہ ۱۱۵/ ۱۰

اس مقام پر بھی حدیث باب ترجمہ پر دال نہیں ہے۔ پس شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ قبل السلام سے دعا کی طرف اشارہ ہے کیونکہ دعا قعدہ اخیرہ میں ہوا کرتی ہے۔ روایت کے اندر کسی قعدہ کی تعیین نہیں بلکہ وہ مطلق ہے۔ لیکن لفظ قبل السلام کی وجہ سے اس کو مقید کیا جائے گا۔

قولہ وھما واحد صفحہ ۱۱۵/ ۱۴ یعنی مَسِیح اور مِسِّیح دونوں سِکّیت کی طرح ہیں۔ نام کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے مراد ایک سے عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرے سے مسیح الدجال مراد ہے۔ نیز ! امام بخاریؒ نے الصلوۃ علی النبی ﷺ کا الگ باب نہیں باندھا ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے جمہور کا مسلک اختیار کیا ہے جو صلوٰۃ علی النبی ﷺ کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔ البتہ اسے سنن صلوٰۃ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

باب من لم یمسح جَبْهَتَهُ صفحہ ۱۱۵/ ۲۵

یعنی اگر نماز میں پیشانی پر مٹی لگ جائے تو اسے نہ پونچھا جائے۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مسح جبھہ اور عدم مسح دونوں جائز ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے امام بخاریؒ کا مقصد عدم جواز کو بایں معنی ثابت کرنا ہو کہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دینا اولیٰ اور افضل ہے۔ اب پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ باب من لم یر المسح سنته جو لوگ پونچھنے کو سنت نہیں سمجھتے اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ اسے مکروہ نہیں سمجھتے۔ اور روایت سے دونوں مقصد پر استدلال ممکن ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اپنے حال پر چھوڑ دینا اس لئے مختار ہے کہ پیشانی پر مٹی تھوڑی ہوگی جس کا ازالہ نماز کے بعد کیا جاسکتا ہے۔ سجود علی الانف کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ یَرُدَّ السَّلَامَ عَلَی الْاِمَامِ اذاکتفی بِتَسْلِیمِ الصَّلٰوۃَ صفحہ ۱۱۶/۱

ترجمہ۔ جو شخص امام پر سلام کرنے کا ارادہ نہ کرے محض نمازوالے سلام پر اکتفا کرے۔

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو تیسرے سلام کے قائل ہیں ایک دائیں دوسرا بائیں تیسرا خاص امام کے لئے ہو۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب ان مقتدیوں کے بارے میں ہے جو دو سلاموں کے درمیان تیسرا سلام امام کے لئے ارادہ نہیں کرتے۔ وہ محض نمازوالے دو سلاموں پر کفایت کرتے ہیں۔ امام کو خصوصاً اس لئے ذکر کیا کہ جو امام کو چھوڑ جاتا ہے وہ دوسروں کو زیادہ چھوڑنے والا ہوگا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اپنے سلام پھیرنے میں کسی پر سلام کرنے کی نیت نہیں کرتا۔ محض لفظ پر اکتفا کرتا ہے نہ اس کی مراد کو سمجھتا ہے اور نہ ہی کسی شخص کو متعین کرتا ہے جس پر وہ سلام کر رہا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ پس امام بخاریؒ روایت کے مطلق ہونے اور اس میں سلام کو کسی نیت وغیرہ سے مقید نہ کرنے سے ثابت کر رہے ہیں کہ ایسے شخص کی نماز جائز ہے۔ فاسد نہیں ہوگی آیا اس شخص نے کسی سنت یا مستحب کو چھوڑا یا دوسرا معاملہ ہے اس سے اس جگہ کوئی تعرض نہیں ہے۔ واللہ اعلم

قولہ واکتفی بتسلیم الصّلٰوۃ اس صورت میں مطلب شاید یہ ہوگا کہ اس نے اپنے اس سلام سے محض نماز سے نکلنے کی نیت کی ہے اس کا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ واللہ اعلم امام مالکؒ کے نزدیک تیسرا سلام امام کے لئے خاص طور پر ہونا چاہئیے۔ جمہور ائمہ اس کے خلاف ہیں۔ مولانا محمد حسن مکیؒ نے ایک اور معنی نقل کئے ہیں جو کسی شارح نے ذکر نہیں کئے وہ یہ ہیں کہ جب امام السلام علیکم کہے تو مقتدی امام کے لئے وعلیکم السلام کہے۔ اور **قولہ بتسلیم الصلوۃ** کے معنی یہ ہوں گے کہ اب امام کی نیت نہ کرے۔ بلکہ اپنے آپ کو نماز سے فارغ ہونے کی نیت کرے۔ قطب گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ تھا کہ السلام علیکم میں امام اور غیر امام جن وانس ملک سب کی نیت کرے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ اور نماز سے نکلنے کی نیت کرنا اگرچہ واجب نہیں ہے مستحب ضرور ہے۔ آپ کا ارشاد ہے **تحلیلھا التسلیم** کہ سلام کرنے سے نماز سے حلال ہوگا۔

قَوْلُہٗ وَکُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِکَ اِذَا سَمِعْتُہٗ الخ صفحہ ۱۱۶/۱۷ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جب صحابہ کرام فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے تو ذکر الٰہی اونچی آواز سے کرتے۔ تو جب یہ ذکر میں سن لیتا تو مجھے اس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ اب نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ اس مقام پر چند ابحاث ہیں۔ پہلی بحث یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے **باب الذکر بعد الصلٰوۃ** اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ فرائض اور سنن رواتب کے درمیان کوئی ورد وظیفہ کرنا مکروہ ہے۔ اور جو روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کو سنن رواتب کے ادا کرنے کے بعد پر محمول کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اشارہ کیا کہ نماز فرض ادا کرنے کے بعد ذکر کرنا جائز ہے۔ حدیث ابن عباسؓ اس پر دال ہے۔ دوسرے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ مطلق ذکر مراد ہے بالخصوص تکبیر مراد نہیں۔ باب کی دوسری روایت میں اگرچہ تکبیر کا لفظ موجود ہے مگر وہ بطور تمثیل کے ہے

مراد مطلق ذکر ہے ترجمہ اس پر دال ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے حدیث الباب کو دو وجہ سے بیان کیا ہے۔ ایک میں ذکر کا لفظ ہے دوسری میں تکبیر کا لفظ ہے۔ جس سے اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ایک ہے۔ اور تکبیر کا لفظ بطور تمثیل کے ہے۔ مراد اس سے مطلق ذکر ہے۔ تیسری بحث یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کے لئے ذکر بالجہر جائز نہیں ہے۔ البتہ تعلیم کے لئے ہو تو جائز ہے۔ بعض سلفؒ نے فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ چوتھی بحث یہ ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عموماً جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ بعض حضرات نے جواب دیا کہ وہ بچپن کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتے تھے شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اپنی بعض مصروفیات کی وجہ سے ان کو مسجد میں حاضر ہونے کا اتفاق نہیں ہوتا تھا اور نہ ہمیشہ کیلئے مسجد میں حاضر نہ ہونا بعید ہے۔ خواہ وہ قریب البلوغ ہوں یا اس سے کم عمر ہوں۔ کیونکہ اس زمانہ میں سات سال کے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ دس سال کے بچے نماز نہ پڑھتے تو ان کی پٹائی کی جاتی تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بچے ہونے کی وجہ سے پچھلی صفوں میں ہوتے تھے سلام ان کو سنائی نہیں دیتا تھا۔ البتہ جب تکبیر اللہ اکبر اونچی آواز سے کہی جاتی تو سن لیتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ایام تشریق کا واقعہ ہو۔ جب کہ تکبیرات تشریق بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے ہیں تو حجۃ الوداع میں ان کی عمر چودہ سال ہوگی۔

قَوْلُهٗ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ الخ صفحہ ۱۱۶/ ۲۷ احتمال یہ ہے کہ تینتیس ۳۳ سال کا مجموعہ تمامی کے لئے ہو۔ اس طرح ہر کلمہ کو گیارہ مرتبہ کہنا ہوگا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو قول میں جمع کرو کہ ان سب کو اکٹھے شروع کرو اور اکٹھے ہی ختم کرو۔ اس طرح ننانوے ہو جائیں گے۔ اور آخر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر اسے سو ۱۰۰ بنالو۔ چونکہ روایت میں جو کچھ ذکر ہے وہ مطلق ہے۔ لہٰذا تینوں کو الگ الگ اور جمع کرنے کی گنجائش ہے۔ لیکن چونکہ عام تعامل افراد کا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو تینتیس ۳۳ مرتبہ الگ الگ کہا جاتا ہے اس لئے یہی مختار ہوگا۔ اور حدیث کے الفاظ کے یہی موافق ہے۔ کیونکہ جہاں ان تسبیحات کو تفریق سے بیان کیا ہے۔ وہاں الفاظ ہیں مَنْ سَبَّحَ اللّٰه ثلاثًا وَّثَلٰثِيْنَ الخ بنا بریں ظاہر حدیث کے مطابق ہر کلمہ کو تینتیس ۳۳ مرتبہ مستقل طور پر کہا جائے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ ان روایات میں جو عدد وارد ہوا ہے آیا ثواب ان کے ساتھ مختص ہے یا زیادتی پر بھی ثواب حاصل ہوگا۔ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ زیادتی مکروہ ہے۔ بلکہ اس کو بے ادبی شمار کیا گیا ہے۔ تیسری بحث فقیر صابر کی غنی شاکر پر فضیلت ہے۔ مختار یہ ہے کہ فقر جو صبر کے ساتھ ہو وہ غنی سے افضل ہے۔ اور ذکر اللہ انفاق فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ افضل الاعمال ہے۔

قوله قال المحسن جد غنى الخ صفحہ ۱۱۷/ ۴ وقف کی حالت میں اگر جد کی دال ساکن ہے تو غنی مبتدأ محذوف کی خبر ہوگی معنی یہ ہوں گے کہ جد سے مراد غنی ہے۔ اگر جد پر تنوین ہو تو مبتدا اور غنی خبر ہے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ

ادنیٰ ملابستہ کی وجہ سے دال کی مدلول کی طرف اضافتہ ہو۔ یعنی جد غنی یعنی وہ بخت جس کے معنی غنی کے ہیں۔ جد کے معنی عظمت غنا بخت کے آتے ہیں۔

بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ صفحہ ۱۱۷/۴

ترجمہ۔ امام جب نماز سے فارغ ہونے کا سلام پھیرے تو اسے لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا چاہیئے۔

ترجمہ کی غرض اگر جواز ثابت کرنا ہے پھر کوئی حرج نہیں۔ اگر اس پر ہیشگی یا اس کا سنت ہونا ثابت کرنا ہے تو اگرچہ وہ صحیح ہے لیکن اس جگہ مقصود نہیں ہے۔ یہ مسلسل چار تراجم ہیں۔ جن کا تعلق صرف ایک مسئلہ سے ہے۔ وہ مسئلہ نماز کے بعد بیٹھنے کا ہے۔ اس سے پہلے ترجمہ سے اس کے جواز کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ دائیں اور بائیں بیٹھنے کا ثبوت بھی ہے۔ دوسرا ترجمہ مکث الامام فی مصلاہ الخ ہے اس سے اشارہ کرنا کہ استقبال الی الناس واجب نہیں ہے۔ اگر اپنی جگہ پر بیٹھا رہے تو جائز ہے۔ خواہ اس کے بعد دعا مانگے۔ یا نماز سنت پڑھے تیسرا باب من صلی فذکر حاجتہ ہے کہ امام کا اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا بھی واجب نہیں۔ اگر اسے بنی کوئی ضرورت یاد آجائے تو فوری طور پر ضرورت بھی پورکر سکتا ہے۔ اور چوتھا باب الانفتال اور الانصراف ہے یہ بھی جلوس بعد الصلوۃ پر محمول ہے۔ خواہ دائیں طرف منہ کر کے بیٹھے یا بائیں طرف رُخ کرے۔ اور انصراف کے لفظ سے اشارہ کیا ہے کہ انفتال اور انصراف سے مراد انحراف ہے یعنی پھر کر بیٹھنا۔

باب مکث الامام فی مصلاہ بعد الصلوۃ صفحہ ۱۱۷/۱۴

اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ فرض کی جگہ پر اگر نفل پڑھے جائیں تو جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس بارے میں جو نہی وارد ہے وہ نہی تنزیہ اور ادب کے لئے ہے۔ بایں ہمہ اگر کوئی شخص اسی جگہ سنن اور نوافل پڑھے تو اس کی نماز جائز اور صحیح ہوگی۔ روایت کی اس مدعی پر دلالت واضح ہے۔ لا یتطوع الامام فی مکانہ کے متعلق امام بخاریؒ نے فرمادیا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک عورتیں اپنے گھروں کو نہ چلی جاتیں آنحضرت ﷺ اسی جگہ بیٹھے رہتے۔

قولہ من صلی بالناس فذکر حاجتہ فتخطاھم صفحہ ۱۱۷/۲۴ جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے پھر اسے کوئی اپنی ضرورت یاد آجائے تو وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جاسکتا ہے۔ یہ تیسرا باب ہے کہ امام کسی ضرورت کی بنا پر مسجد سے جلدی خارج ہوسکتا ہے۔ خواہ اسے تخطی رقاب یعنی لوگوں کی گردنیں پھلانگنی پڑیں۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے مکث فی مصلاہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور تخطی رقاب مطلق نہیں بلکہ لوگوں کی رضامندی کے ساتھ مقید ہے۔ چنانچہ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک تو امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے یہ ثابت کیا کہ تخطی رقاب کی نہی جمعہ اور غیر جمعہ میں برابر ہے۔ دوسری نہی تب ہے جب کہ اس کے بغیر چارہ ہو اور ضرورت بھی نہ ہو۔ اگر کوئی ضرورت ہے اور تخطی رقاب کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر ممانعت نہیں ہے۔

قوله ما یرٰی ان حقا علیه ان لاینصرف الخ صفحہ ۱۱۸/۴ یہ چوتھا باب ہے جس سے **انصراف عن الیمین والشمال** ثابت کیا ہے۔ **حقا علیه** نکرہ مخصصہ ان کا اسم ہے۔اور **ان لا ینصرف الخ** اس کی خبر ہے۔باقی اقوال اعراب میں تکلف ہے۔

قوله خضرات من بقول صفحہ ۱۱۸/۱۴ کلمہ من بیانیہ تبعیضیہ ہو سکتا ہے۔بنابریں **خضرات بقول** سے اخص ہو گی۔کیونکہ **خضرات** وہ ترکاری ہے جس میں سبزی ہو۔تو اب اضافۃ صحیح ہو گی۔حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ تمام بقول میں زکوۃ ہے۔سوائے سرکنڈے گھاس اور سوختنی لکڑی کے۔تو اس سے معلوم ہوا کہ لفظ **بقول** اخضر اور غیر اخضر سب کو شامل ہے۔ **صفوة الصلوة** کے آخر میں بطور **مسائل شتی** کے مؤلفؒ نے ان ابواب کو ذکر کیا ہے۔

قوله فلا ادری هو من قول الزهری الخ صفحہ ۱۱۸/۱۶ مقصد یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ اسناد مذکور کے ساتھ مجملہ حدیث کے ہو گا۔یعنی حضرت جابرؓ کا قول ہو گا یا یہ اس سند کے ساتھ نہیں ہے۔تو پھر نہ حضرت جابرؓ کا قول ہو گا اور نہ ہی وہ اس حدیث میں داخل ہو گا۔بلکہ امام زہریؒ کے کلام میں سے ہو گا۔اگرچہ امام زہریؒ تک صحابہؓ اور تابعینؒ کے واسطہ سے پہنچا ہو گا۔بہر حال اس مقام پر یہ اس کے کلام میں سے ہے حدیث کا ٹکڑا نہیں ہے۔گویا کہ امام زہریؒ نے اسے جناب رسول اللہ ﷺ سے مرسلاً نقل کیا ہے بنابریں امام بخاریؒ کو تردد ہو گا کہ یہ حدیث موصول ہے یا مرسل ہے۔

باب وضوء الصبیان صفحہ ۱۱۸/۱۹

یعنی بچوں کا وضو کرنا ثابت ہے اور سنت ہے۔اگرچہ بچوں پر وضو واجب نہیں ہے۔جس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ **قُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ الخ** کہ میں نیند سے اٹھا اور آپ کی طرح وضو بنائی۔واجب اس لئے نہیں کہ اس کے ترک پر عتاب وہ عتاب نہیں ہے۔البتہ چہ اگر وضوء کر کے نماز پڑھے گا تو اس کو ثواب حاصل ہو گا۔امام بخاریؒ نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔اس طرح یہ قول بھی دلیل ہے کہ **متی یجب علیهم الغسل والطهور** کہ بچوں پر غسل اور وضو کب واجب ہوتا ہے۔اس کی دلیل **وقوله علی کل محتلم** ہے یعنی ہر بالغ پر غسل اور وضو واجب ہے۔اور **قوله حضور هم الجماعة وَالْعِيدَيْنِ وَالْجَنَائِزُ** یعنی بچوں کا جماعت عیدین اور جنائز میں حاضر ہونا کب واجب ہو گا۔اس عبارت سے امام بخاریؒ نے اس وہم کا دفعیہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اپنی مساجد کو بچوں اور پاگلوں سے الگ رکھو جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بچوں کا مساجد میں اور عیدگاہ جنازہ گاہ وغیرہ میں داخل ہونا ناجائز ہو گا۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب بچوں کے پیشاب اور پاخانہ سے بے خوفی ہو تو ان کے مسجد میں حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی دلیل باب کی پہلی۔چوتھی پانچویں اور چھٹی روایت ہے۔جن میں ادنیٰ تفکر سے جواز واضح ہو جاتا ہے۔مؤلفؒ نے اس باب میں سات احادیث ذکر فرمائی ہیں۔جن کی مطابقت اجزاء ترجمہ سے غور و فکر سے ثابت ہوتی ہے۔

قولہ وصفوفهم یعنی بچوں کی صفیں کیسے ہوں۔ اس کی دلیل قولہ صَفَفْتُ عَلَيْهِ انا واليتيم کہ میں نے اور یتیم نے صف باندھی۔ حنفیہؒ کے نزدیک پہلے مردوں کی صف ہو۔ بعد ازاں بچوں کی۔ سب سے آخر میں عورتوں کی صف ہو۔ شیخ گنگوہیؒ نے کیف صفوفهم کہہ کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آیا بچوں کی صف مستقل ہو یا مردوں کی صف میں داخل ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر دو آدمیوں کے درمیان ایک بچہ کھڑا ہو تا کہ ان سے نماز سیکھ سکے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں۔

قولہ لو لا مکانی منه صفحہ ۱۱۹ر۱۶ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میرا مرتبہ نہ ہوتا تو میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے نماز عید میں حاضر نہ ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عموماً بچے مساجد و عیدین میں حاضر نہیں ہوتے تھے کبھی کبھار حاضری ہوتی تھی جب کہ بچہ متمیز ہو نماز وغیرہ کی تمیز رکھتا ہو۔

بَابُ خُرُوْجِ النِّسَآءِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ صفحہ ۱۱۹ر۱۸

ترجمہ عورتوں کا رات اور اندھیرے میں مساجد کی طرف جانا۔

باب سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مساجد کی طرف جانا تب جائز ہے جبکہ فتنہ کا خدشہ نہ ہو۔ بنا بریں لیل اور غلس کی قید لگائی جو عدم فتنہ کا سبب بنتے ہیں پس رات اور اندھیرا فتنے کا سبب بنے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہے۔ تو عورتوں کا رات اور اندھیرے میں جانا بھی ممنوع ہوگا۔ امام بخاریؒ اس باب میں چھ احادیث لائے ہیں۔ بعض زمان سے مطلق ہیں۔ بعض میں لیل اور غلس کی قید ہے۔ تو مطلق کو ترجمہ میں مقید پر محمول کیا جائے گا۔ اس لئے فقہاء نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

قولہ ولا يصلى يو مئذ الا بالمدينة صفحہ ۱۱۹ر۲۱ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی یہ حصر اضافی ہے اطراف مدینہ اور اس کے نواحی علاقہ کے اعتبار سے ہے ورنہ ان دنوں مکہ اور حبشہ میں بھی نماز عشاء پڑھی جاتی تھی تو حصر اضافی ہوا حقیقی نہ ہوا۔ تو غیر کم سے غیر المسلمین مراد ہوگا۔

قولہ اذا استأذنكم نساء كم بالليل الى المسجد صفحہ ۱۱۹ر۲۳ اس میں بھی اشارہ ہے کہ عورتوں کا مساجد کی طرف جانا اس کی اجازت مشروط ہے کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو۔ اگر دن یا رات کسی وقت فتنہ کا خدشہ ہو جیسے ہمارے زمانہ میں مشاہدہ ہے تو پھر کسی صورت اجازت نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عورت مرد کے گھر سے بغیر اجازت باہر نہ نکلے استأذن کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

باب صلوة النساء خلف الرّجال صفحہ ۱۲۰ر۶

اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ عورتوں کا مقام مردوں کے مقام کے پیچھے ہے اور روایت کی دلالت ترجمہ پر لفظ قبل ان یدر کھن سے ہے۔ کیونہ عورتوں کا پھرنا مردوں کے پالینے سے پہلے اسی صورت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ عورتیں مردوں کے پیچھے ہوں۔ کیونکہ اگر وہ عورتیں آگے ہوں یا درمیان میں ہوں تو ان کو پالینے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو ان میں موجود ہیں۔ امام بخاریؒ اس باب میں دو احادیث لائے ہیں۔ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے ام سلیم خلفنا یہ صریح دلیل ہے۔

باب سرعة انصراف النّساء وقلة مقامهنّ فی المسجد صفحہ ۱۲۰/ ۱۲

امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے خیر صفوف النساء آخرها وشرها اولها کہ عورتوں کی بہتر صف آخری ہے۔ اور بدترین پہلی صف ہے جو مردوں سے ملحق ہے۔ اس سے بھی اشارہ ہے کہ فتنہ کے وقت عورتوں کو مسجد جانے سے روک دینا چاہیئے کیونکہ جو عورت آخری صف میں ہوگی وہ جلدی نکلنے والی ہوگی۔ فتنہ سے بچ جائے گی۔ یاد رہے کہ حج اور عمرہ اس حکم سے مستثنٰی ہیں حرمین میں جانے کی اجازت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْجُمُعَةِ

با ب فرض الجمعة

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ الخ اس پر تو اتفاق ہے کہ اسلام سے پہلے اس دن کا نام عروبہ تھا۔ جمعہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ امام بخاریؒ نے جمعہ کی فرضیت کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت کیا ہے۔ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ الآیة۔ وقت فرضیت کیا ہے اکثر حضرات اس پر ہیں کہ اس کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ بعض نے مکہ معظمہ بھی کہا ہے۔ بہر حال پہلا جمعہ آپؐ نے مدینہ منورہ میں بنی سالم کے اندر ادا کیا ہے۔ فَاسْعَوْا سعی کے مشہور معنی تو دوڑنے کے ہیں لیکن اس جگہ سعی سے مراد چلنا

اور عمل کرنا ہے۔ اور ذکر سے مراد نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ دونوں ہیں۔ یا صرف خطبہ مراد ہے۔ تو نماز کا ثبوت دلا لۃ النص سے ہو گا کیونکہ وہ تواھم العبادات ہے۔ دوڑ کر نماز کی طرف جانا ممنوع ہے اس لئے سعی کے معنی ذھاب کے کیے ہیں تا کہ دوڑ کا وہم نہ ہو۔

قولہ نحن الاخرون الخ صفحہ ۱۲۰/ ۲۰ یعنی ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں ہیں۔ اور قیامت کے دن جنت میں داخلہ کے اعتبار سے سابقون ہوں گے۔ اور پہلے لوگوں کو یہ جزئی فضیلت ہوئی کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ لفظ بید ممعنے علی کے ہے یا مع کے معنی میں ہے۔ غیر کے معنی میں لینا بہتر شمار کیا گیا ہے۔

قولہ یو مھم الذی فرض علیھم صفحہ ۱۲۰/ ۲۱ پس کہا جاتا ہے کہ جمعہ ہفتہ اتوار تین دنوں میں سے ایک کی تعیین ان کے سپرد کی گئی تھی۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ سات دنوں میں سے کسی ایک کی تعیین ان کے سپرد ہوئی۔ یہود نے ہفتہ کے دن کو اور نصاریٰ نے اتوار کے دن کو مقرر کیا۔ مسلمانوں کے حصہ میں جمعہ کا دن آیا۔ جس کی تعظیم ان پر فرض کی گئی۔

باب فضل الغسل یو م الجمعة صفحہ ۱۲۰/ ۲۳

مقصد یہ ہے کہ اس باب میں ذکر کیا گیا کہ جمعہ کے دن کا غسل کرنا افضل ہے۔

اما قولہ ھل علی الصبی الخ کہ بچے پر جمعہ کے دن کا حاضر ہونا۔ اس پر قولہ کل محتلم دال ہے کہ اس پر جمعہ کی حاضری واجب نہیں اور نہ ہی غسل واجب ہے۔ ویسے اہل ظواہر کے نزدیک جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں پر غسل یوم الجمعہ نہیں ہے۔ کہ اس کا وجوب جن کے نزدیک ہے وہ ان پر ہے جن پر جمعہ کی حاضری واجب ہے۔ عورتوں پر نماز جمعہ کی حاضری واجب نہیں تو غسل بھی ان پر واجب نہیں ہو گا۔ تو مسئلہ اختلافی ہوا کہ جو لوگ غسل یو م الجمعہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک جمعہ کے دن اوّل حصہ میں نہا لینا چاہیئے۔ اور جو لوگ صلوٰۃ جمعہ کے لئے غسل کا قول کرتے ہیں ان کے نزدیک بچوں اور عورتوں پر غسل واجب نہیں ہو گا۔ اس طرح غسل تین ہو گئے۔ ساتویں دن کا غسل یوم جمعہ کا غسل اور صلوٰۃ جمعہ کے لئے غسل کرنا۔

قولہ اما الاستنا ن والطیب واللہ اعلم الخ صفحہ ۱۲۱/ ۵ امام بخاریؒ فرمارہے ہیں کہ خبر مقدم یعنی لفظ واجب دلالت کرتا ہے کہ تینوں کا وجوب ہو۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ اور خوشبو لگانا۔ لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے غسل کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ اور باقی کو ایک خبر میں شریک نہیں فرمایا۔ بلکہ خوشبو لگانے کو وجدان سے معلق کیا کہ اگر مل جائے تو خوشبو استعمال کرے۔ یہ دونوں امر دال ہیں کہ ان دونوں کو خبر وہ نہیں ہے جو غسل کی ہے بلکہ ان کی خبر کچھ اور ہے تو عبارت یوں بنے گی کہ مسواک کرنا۔ اگر خوشبو مل جائے تو اس کا استعمال کرنا افضل ہے۔ بنابریں ان کا وجوب ثابت نہیں ہو گا۔ علامہ قرطبیؒ نے اس سے ثابت کیا ہے کہ جب یہ دونوں واجب نہیں

اس پر سب کا اتفاق ہے تو غسل بھی واجب نہیں ہو گا۔ کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہو گی الغسل واجب والاستنان والطیب كذلك جب بالاتفاق یہ دونوں واجب نہیں تو غسل یوم الجمعه بھی واجب نہیں ہو گا۔ البتہ امام مالکؒ وجوب غسل کے قائل ہیں۔ اکثر فقہاء قائل نہیں ہیں۔

قوله ولم يُسمّ ابو بكر هكذا امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ محمد بن المنكدر کی کنیت اگرچہ ابو بکر ہے وہ اپنے نام سے مشہور ہیں کنیت سے نہیں۔ البتہ ان کے بھائی ابو بکر حدیث باب کے راوی ہیں وہ کنیت سے مشہور ہیں نام سے نہیں پس ان دونوں بھائیوں کی کنیت ابو بکر ہوئی۔ راوی حدیث باب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ ابو بکر ثانی کا نام محمد ہے۔ ان کی دوسری کنیت ابو عبد اللہ ہے اور یہ محمد صحاح ستہ کے رواۃ میں مشہور ہیں۔

قوله غسل الجنابة صفحہ ۱۲۱/۹ یعنی غسلاً كغسل الجنابة لیکن یہ تشبیہ کیفیت میں ہے حکم میں نہیں ہے۔ یہی اکثر علماء کا قول ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس سے اشارہ ہے کہ جمعہ کے دن جماع کرے تاکہ فارغ ہو کر نماز کے لئے جائے اس طرح عورت بھی غسل کرے گی۔

قوله فلبستها يوم الجمعة صفحہ ۱۲۱/۲۷ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس حلہ کو آپؐ جمعہ کے دن پہنا کریں۔ آپؐ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ کے قول کی تقریر و تائید ہو گئی۔ البتہ اس کے ریشمی ہونے پر آپؐ نے انکار فرمایا۔ بہر حال معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہننا اس کی خصوصیت میں کوئی حرج نہیں۔ پھر بعض روایات میں حلہ کا لفظ وارد ہے۔ اور بعض میں جُبّہ کا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ جبہ تھا جو چغہ سارے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس پر حلہ کا اطلاق مجازاً ہے۔ کیونکہ جبہ حلہ کا کام بھی دیتا ہے۔ اس لئے کہ جبہ ٹخنوں تک ہوتا ہے۔ یا آدھی پنڈلیوں تک ہوتا ہے۔ تو وہ حلہ سے بھی کفایت کرے گا۔ حلہ تو چادر اور لنگی پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس سے بدن بھی چھپتا ہے گرمی اور سردی بھی دور ہوتی ہے۔ زیب و زینت بھی حلہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے حلہ کے ریشمی ہونے کی بنا پر انکار کیا ورنہ حضرت عمرؓ کے قول سے اشارہ ہے کہ جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہننا ان کا معمول تھا۔ اور جمعہ کے دن زیب و زینت کے اصل پر آپؐ نے انکار نہیں فرمایا۔ اور وفود کے لئے پہننا اس سے مجمعوں میں اچھا کپڑا پہننے کا جواز معلوم ہوا۔ اگر اور کوئی مانع نہ ہو۔ تو یہ ریاء نہیں ہو گا۔

قوله يشوص فاه بالسواك صفحہ ۱۲۲/۶ آنحضرت ﷺ جب رات کو تہجد کیلئے اٹھتے تو پہلے منہ مبارک پر مسواک کرتے تھے معلوم ہوا کہ غفلت اور سستی کو دور کرنے کیلئے رطوبات کو زائل کرنا نفع دینے والا ہے۔ تو بہتر ہے کہ اسے جمعہ کے وضوء میں لایا جائے کیونکہ یہ تو اہم اجتماع ہے۔ اسحاق بن راہویہؒ کے سوا باقی سب حضرات کے نزدیک مسواک کرنا سنن وضوء میں سے ہے امام بخاریؒ نے حدیث باب سے ثابت کیا کہ اتنے اہتمام کے باوجود جب مسواک کرنا تہجد کے لئے واجب نہیں تو جمعہ کے لئے بھی واجب نہ ہو گا۔

بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

ترجمہ۔ دوسرے کے مسواک کو استعمال کرنا کیسا ہے۔

صفحہ ۱۲۲/ ۸

حدیث باب سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ مسواک کرنا نہ چھوڑا جائے حتی کہ اگر دوسرے کے مسواک کو بھی استعمال کرنا پڑے تو مسواک کرے۔ بشرطیکہ دوسرے کی اجازت ہو۔ اگرچہ وہ اجازت دلالۃً ہو صراحۃً نہ ہو۔ حضرت عائشہؓ خود مسواک چبا کر دیتی تھیں اور حضرت عبدالرحمٰنؓ سے مانگ کر آنحضرت ﷺ سے استعمال کرائی۔

با ب الجمعة فی القرٰی والمدن

ترجمہ۔ بستیوں اور شہروں میں جمعہ ادا کرنا کیسا ہے

صفحہ ۱۲۲/ ۱۴

امام بخاریؒ نے اختلاف کی وجہ سے کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اور باب میں ایسی احادیث لائے ہیں جو فریقین میں سے ہر ایک کا مستدل بن سکتی ہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک ہر بستی اور آبادی میں جمعہ جائز نہیں۔ قیام جمعہ کے لئے کچھ شرائط ہیں جو مطولات میں درج ہیں۔ احنافؒ کے نزدیک مصر جامع شرط ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے اردگرد دیہات والوں اور اہل عوالی کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ نماز جمعہ تو مکہ معظمہ میں فرض ہو چکی تھی۔ معلوم ہوا کہ اہل بوادی پر جمعہ واجب نہیں اگر وہ جمعہ قائم کریں گے تو ان کیلئے کافی نہیں ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کا استدلال قریہ جواثی کے اندر جمعہ کے قیام سے تب صحیح ہو سکتا ہے جبکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ جواثی کا قلعہ بستی نہیں تھا بلکہ وہ تو شہر تھا۔ جس میں کثرت سے تجار آتے جاتے تھے۔ اور احنافؒ کے مدعی پر حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث بھی دال ہے کان الناس یتنابون الجمعة الخ اگر جمعہ ہر مسلمان پر واجب تھا تو پھر نوبت بنوبت آنے کے کیا معنی ہوں گے تیسری دلیل احنافؒ کی یہ ہے کہ یہ بھی ثابت ہے کہ سب کے سب مسلمان شہری۔ دیہاتی اپنی اپنی جگہ پر جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔ یہ دلیل ہے کہ جمعہ سب پر واجب نہیں تھا۔ ورنہ قبائل عرب مدینہ کے جوانب میں جمعہ قائم کرتے۔ اور نہ ہی آپؐ نے ان کو قیام جمعہ کا حکم دیا۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے طلبہ کی سہولت کے لئے بتلادیا کہ قریہ کبیرہ جس کو ہماری زبان میں قصبہ کہا جاتا ہے اس میں پانچ ہزار کی آبادی ہو مسلمان۔ کافر۔ عورتیں۔ اور بچے سب شامل ہیں لیکن یہ قریہ جامعہ کی تعریف نہیں ہے۔ دراصل شیخؒ نے اس کو عرف پر چھوڑا ہے جس کو لوگ شہر کہیں وہاں جمعہ جائز ہے۔

قولہ ورزیق عامل الخ صفحہ ۱۲۲/ ۱۹ یعنی جب رزیق ایلة کے امیر تھے تو وہ وادی القری میں سکونت پذیر ہوئے جہاں وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ اور اس میں ان کے ہمراہ سوڈانیوں وغیرہ کی ایک جماعت ہوتی تھی۔ تو انہوں نے امام زہریؒ سے وادی القری میں جمعہ قائم کرنے کے بارے میں دریافت کیا جنہوں نے انہیں جمعہ قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اس سے بھی

یہ لازم نہیں آتا کہ وادی القریٰ بستی تھی یا میدان تھا یا جنگل ویرانہ تھا۔ بلکہ اس کے برعکس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سوڈانیوں وغیرہ کی جماعت تھی۔ اور جماعت کی سکونت گھروں اور حویلیوں میں ہوتی ہے۔ یہ شہر ہوا نہ کہ بستی اگر بستی ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے تو شاید یہ ایلۃ کے مضافات میں سے ہو۔ عمال ایلہ کے اس میں کھیتی باڑی کرنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر فنأ مصر نہ ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو پھر یہ امام زہریؒ کا اجتہاد ہے جس کا امام ابو حنیفہؒ کو تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ روایت الا کلکم راع اس روایت میں جمعہ کے وجوب اور عدم وجوب سے کوئی بحث نہیں جب تک وجوب ثابت نہ ہو اس کی رعایت کیسے لازم ہو گی۔ امام زہریؒ تابعی ہیں تابعی کا قول تابعی پر کیسے حجۃ ہو سکتا ہے۔

قوله من جاء منكم الجمعة فليغتسل الخ صفحہ ۱۲۲/ ۲۷ تم میں سے جو شخص بھی جمعہ کے لئے آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔ امام بخاریؒ نے ان احادیث پر لفظ استفہام سے ترجمہ قائم کیا ہے جو اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک احادیث کی ترجمہ پر دلالت ظاہر ہے۔ اور قوله واجب على كل محتلم پر ان کی دلیل ہے۔ لیکن جو لوگ مثلاً احنافؒ مفہوم مخالف کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک یہ آثار عدم وجوب پر دال ہیں۔ کیونکہ جب غسل کا امر کل کو شامل نہیں تو اب مضاف الیہ محتلم رہ گیا۔ تو عدم نص کی وجہ سے وجوب ثابت نہیں ہو گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نص عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

هل على من لا يشهد الجمعه غسل من النساء والصبيان وغيرهم ۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں اس باب سے غرض امام بخاریؒ کی یہ ثابت کرنا ہے کہ غسل صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہے یوم الجمعہ کے لئے نہیں ہے۔ عورتوں اور بچوں پر غسل واجب نہیں۔ اگرچہ وہ جمعہ میں حاضر ہوں کیونکہ بچے امر کے مخاطب نہیں۔ عورتیں الگ جمعہ قائم کر سکتی ہیں البتہ رائحہ کریہہ کو زائل کرنا ان کے لئے باقی رہ جائے گا۔ اس کے لئے یہ لوگ غسل کر سکتے ہیں۔ نماز جمعہ کا غسل ان پر واجب نہیں ہے۔

قوله في كل سبعة ايام يوما صفحہ ۱۲۳/ ۵ اس حدیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ یوماً سے مراد یوم الجمعہ ہے۔ کیونکہ وہی یوم عبادت ہے ہر دن مراد نہیں۔ تو غسل فی یوم الجمعہ ثابت ہوا کہ وہ ہر بالغ مسلمان پر ہے۔

قوله يمنعه قول رسول الله ﷺ صفحہ ۱۲۳/ ۱۱ حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہؓ مسجد نبوی میں صبح اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے جایا کرتی تھیں۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم کیوں جاتی ہو۔ حالانکہ حضرت عمرؓ اس کو پسند نہیں کرتے اور حسب معاہدہ انہیں روکتے بھی نہیں تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے مجھے منع نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ادب حدیث کی وجہ سے نہی کا اقدام نہیں کرتے تھے۔ ورنہ جناب نبی اکرم ﷺ کے اشارات سے انہیں روکنے کا جواز تھا۔ شاید نہی کے موجب فتنہ کا انہیں خطرہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے ان کو نہ روکا۔ جب حضرت زبیرؓ کے نکاح میں آئیں شہادت عمرؓ کے بعد۔ تو حضرت زبیرؓ نے ان کی سرین پر اندھیرے میں ہاتھ مارا تو وہ مسجد میں

جانے سے یہ کہہ کررک گئیں کہ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ کہ اب وہ لوگ نہیں رہے اب فتنہ کا دور آ گیا۔

قولہ فلاتقل حی علی الصلوۃ الخ صفحہ ۱۲۳/ ۱۳ حضرت ابن عباسؓ نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے فرمایا حی علی الصلوۃ سے پہلے الصلوۃ فی البیوت کو پہلے کہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حی علی الصلوۃ بالکل نہ کہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ جمعہ واجب ہے لیکن کیچڑ اور پھسلن کے اندر لوگوں کا نکلنا میں پسند نہیں کرتا۔ یہی آنحضرت ﷺ کا عمل تھا۔

باب من این توتی الجمعة وعلی من تجب لقول اللّٰہ تعالٰی

یعنی اللہ تعالیٰ کے قول اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ سے جمعہ واجب ہے۔ اور اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کس پر واجب ہے اور اس کی کیا حد ہے۔ تو من این اور علی من تجب میں جار مجرور دونوں کا تعلق اتیان اور وجوب سے ہوگا۔ حضرت عطاءؒ کے اثر میں فی قریتہ جامعۃ کا لفظ اس پر دال ہے ہر بستی میں جمعہ نہیں ہے۔ قریہ کبیرہ میں ہے جس کی آبادی پانچ ہزار افراد پر مشتمل ہو حضرت انسؓ اپنے محل میں زاویہ مقام میں رہتے تھے جو بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بصرہ کے مضافات میں سے تھا۔ کہ کبھی وہ بصرہ میں آکر جمعہ ادا کرتے اور کبھی بصرہ میں نہیں آتے تھے بلکہ اسی جگہ رہائش میں جمعہ قائم کرتے تھے یہ ان کیلئے اس وجہ سے جائز تھا کہ زاویہ فنا بصرہ میں شمار ہوتا تھا۔ اگر ان کے محل کا فنا بصرہ میں شمار نہ کیا جائے تو پھر عبادت کا مطلب یہ ہے کہ کبھی حضرت انسؓ بصرہ میں آکر جمعہ ادا کرتے اور کبھی بصرہ میں حاضر نہ ہوتے بلکہ جہاں ان کی رہائش تھی وہاں اپنے محل میں ظہر کی نماز ادا کرتے تھے کیونکہ جمعہ ان پر واجب نہیں تھا۔ دیہات میں رہنے کی وجہ سے۔ البتہ جب وہ جمعہ میں حضر ہو جاتے تو پھر ظہر کی نماز سے جمعہ انہیں کفایت کرتا تھا۔ شیخ گنگوہیؒ کے دونوں احتمال ترجمہ کے موافق ہیں۔ امام بخاریؒ کی تبویب پہلے احتمال کے موافق ہے۔ کہ جمعہ ادا کرنے کی حد کیا ہے۔ وہ شہر ہے دیہات نہیں۔ اور لا یجمع کے الفاظ اس پر دال ہیں جو حنفیہؒ کے مطابق ہے۔

قولہ کنا نُبَکِّر للجمعة صفحہ ۱۲۴/ ۱ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ جلدی ادا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تصریح کر دی ہے کہ جمعہ کا وقت سورج کے زوال کے بعد ہے۔ امام احمدؒ زوال سے قبل بھی جمعہ کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن جمہور ائمہ بعد زوال شمس کے قائل ہیں تو اس تصریح کے بعد اب تبکیر کے معنی صبح سویرے کرنے کے نہیں بلکہ اسراع اور جلدی کرنے کے معنی ہوں گے۔ سیر فی البکرۃ کے معنی نہیں ہیں۔ قیلولہ اگرچہ دوپہر کے وقت سونے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس جگہ اس کی قضایا اس کا قائم مقام مراد ہے۔ کیونکہ قیلولہ کی حقیقت اگرچہ یہی ہے دوپہر کے وقت سویا جائے لیکن اگر کوئی شخص اس سے تھوڑا پہلے یا تھوڑا بعد سو جائے تو اس کے لئے کوئی الگ نام نہیں ہے۔ بلکہ اس پر بھی تشبیہ کے طور پر قیلولہ کے لفظ کا اطلاق ہوگا۔ نیز! کنا نبکر بالجمعة میں تصریح نہیں ہے کہ وہ لوگ جمعہ بھی بکرہ یعنی صبح سویر پڑھتے تھے۔ کیونکہ صحابہ کرام سے یہ مذکور نہیں کہ وہ اس گھڑی صبح سویرے حاضر ہوتے ہوں۔ تو جب وہ اس گھڑی میں حاضر ہی نہیں تو نماز کیسے ادا ہوگی۔ حاصل یہ ہوا کہ جمعہ کے

اوّل وقت میں نماز پڑھ کر پھر قیلولہ کرتے تھے۔ ورنہ عادت معروفہ یہ تھی کہ قیلولہ کر کے ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔ اسی نکتہ کی وجہ سے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں حضرت انسؓ کے اثر کے اندر تبکیر سے تعبیر کیا۔

باب اِذَااشتدّ الحرّ یو م الجمعه صفحہ ۱۲۴/۱

اس باب سے امام بخاریؒ نے صراحةً بتلادیا کہ سخت گرمی میں نماز جمعہ نماز ظہر کے خلاف نہیں ہے۔ جیسے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ ایسے سخت گرمی میں جمعہ کو بھی ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے۔ یہی امام اعظمؒ کا مختار مسلک ہے۔ اگرچہ امام بخاریؒ نے یقین سے اس کا کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اور یعنی الجمعه کا لفظ ممکن ہے تابعی کا قول ہو یا حضرت انسؓ سے منقول ہو۔ مگر بہر حال احادیث صحیحہ سے یہی معلوم ہوتا ہے اذا اشتد الحر ابر د تو ظہر اور جمعہ کا حکم ابرا د ایک جیسا ہوا۔ لیکن فقہا فرماتے ہیں لوگ سست ہو جائیں گے اسلئے جمعہ کو مؤخر نہ کیا جائے۔ ظہر کی اور بات ہے اس میں اتنا اجتماع نہیں ہوتا۔ تو ابرا د بیان جواز کے لئے ہوگا۔

قوله ثم قال لِاَنَسٍؓ کیف کا ن صفحہ ۱۲۴/۴ حضرت انسؓ نے پہلے تو امیر جمعہ کو روایت سے جواب دیا پھر جمعہ اور ظہر کا ذکر کر کے بتلایا کہ دونوں کا وقت ایک ہے تاخیر جمعہ سے جمعہ فوت نہیں ہوگا۔ امیر الجمعہ حکم بن ابی عقیل ثقفی تھا جو حجاج بن یوسف کا نائب تھا۔ یہ لوگ خطبہ لمبا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جمعہ اور ظہر کا وقت نکل جانے کے قریب ہو جاتا۔

قوله وقال ابن عباسؓ یحرم البیع صفحہ ۱۲۴/۶ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کی طرف جانے کا جب وقت آجائے تو اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جائے گی۔ اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ تمام کاروبار حرام ہو جائے گا۔ بظاہر ان دونوں اقوال میں فرق معلوم ہوتا ہے شاید صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کا مدعی ایک ہے۔ مؤلفؒ نے ہر ایک کی طرف وہی منسوب کر دیا جو ان کی طرف سے منقول ہوا۔ اگرچہ دونوں مذہب در حقیقت متفق ہیں۔ یہ حکم مسلک احنافؒ کے موافق ہے۔ ورنہ ائمہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم بیع کے ساتھ خاص ہے یا دوسروں کو بھی شامل ہے۔

قوله من اِغبَرّت قدما ه صفحہ ۱۲۴/۹ یعنی جس کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی طرف پیدل چلنا مستحب ہے۔ کیونکہ پاؤں کا غبار آلودہ ہونا اس کے بغیر متصور نہیں ہے۔ دراصل مصنفؒ کی باب ہذا سے تین وجوہ کا احتمال ہے۔ پہلا یہ کہ ترجمہ میں مشی یعنی پیدل چلنا جو سوار ہونے کی ضد ہے وہ مراد ہے کماقاله الشیخ دوسری وجہ یہ ہے کہ مشی دوڑنے کے مقابل ہوا۔ تیسرا یہ کہ مشی رکوب اور عدو یعنی سواری اور دوڑ دونوں کے مقابل ہو۔

قوله فاذا اقیمت الصلوة فلا تأتوها وانتم تسعون صفحہ ۱۲۴/۱۲ یعنی جب نماز کیلئے تکبیر کہی جائے تو نماز کیلئے

دوڑ کرنہ آؤ بلکہ اطمنان کے ساتھ چل کر آؤ۔ اس حدیث سے واضح ہے کہ پیدل چلنا مستحب ہے۔ پس جب آیت میں سعی سے مراد مشی ہے تو روایت آیت کے مخالف نہ ہوگی۔ اور جو کچھ تم پالو اسے تو پڑھ لو۔ اور جو حصہ نماز کا رہ جائے اسے پورا کرو۔ فاتموا کے لفظ میں رکعت اور رکعت سے کم کی تفصیل نہیں ہے۔ تو اس سے شیخین کے مذہب کی تائید ہوئی۔ کہ نماز جمعہ کا جس قدر حصہ بھی کسی نمازی کو ملے اسی پر جمعہ کی بنا کرے ظہر کی بنا نہ کرے۔ اگرچہ اسے صرف التحیات ہی مل جائے۔ وجہ یہ ہے کہ حدیث میں مافات جو کچھ اس کے تمام کرنے کا حکم ہے صورت مذکورہ میں اس سے جمعہ فوت ہوا ہے ظہر فوت نہیں ہوئی کہ اس پر ظہر کی بنا کرتا۔ جمعہ فوت ہوا ہے تو جمعہ ہی پڑھنا کرے گا۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک رکعت کو حاصل نہ کرے جمعہ نہیں ظہر کی چار رکعت پڑھے شیخین کا مستدل روایت باب ہے۔

قولہ لا تقوموا حتی ترونی الخ صفحہ ۱۲۴/ ۱۵ یعنی جب تک مجھے نہ دیکھ لو نماز کے لئے کھڑے نہ رہو۔ یہ حکم مطلق ہے۔ جمعہ اور غیر جمعہ دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے جمعہ وغیرہ سے مقید نہ کیا جائے گا۔

وائتوا وعلیکم السکینة یعنی نماز کی طرف اس حالت میں آؤ کہ سکینہ اور وقار برقرار رہے۔ واضح ہوا کہ پیدل چل کر آنا افضل ہے۔ امام بخاریؒ نے علیکم السکینة سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی طرف دوڑ کر آنا چاہیئے۔ جو وقار اور طمانیت کے خلاف ہے۔

قولہ فلما کان عثمانؓ وکثر الناس الخ صفحہ ۱۲۴/ ۲۳ یعنی عہد نبوی اور شیخینؓ کے دور میں جمعہ کے دن اونچی آواز اور بلند مقام پر کھڑا ہو کر اذان دینا یہ اس وقت ہوتا تھا جب کہ امام منبر پر آکر بیٹھ جاتا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں لوگوں کی کثرت ہوگئی تو انہوں نے تیسری اذان کا اضافہ کیا۔ جس کو زوراً مقام پر کہا جاتا تھا۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ اگرچہ عہد صدیقی اور فاروقی میں بھی بہت تھے مگر آنحضرت ﷺ کی قریبی صحبت کی برکت کی وجہ سے انہوں نے دورِ ابوبکرؓ میں اور حضرت عمرؓ کے دبدبہ کی وجہ سے ان کے زمانہ میں لوگ جمعہ کی حاضری میں سستی نہیں کرتے تھے۔ اس لئے تیسری اذان کی ضرورت نہیں تھی۔ چونکہ حضرت عثمانؓ حیادار تھے۔ لوگوں کو ان کے زمانہ میں ایسے کاموں کے کرنے کی جرأت ہوئی جن کی عہد فاروقی میں ان کو جرأت نہیں ہوسکتی تھی ان کی نرم خوئی کی بدولت ان کے دور میں وہ کام آسانی سے ہونے لگے جن کو دور فاروقی میں کرنا آسان نہیں تھا۔ بلکہ امور دین میں کمزوری پیدا ہوگئی بنابریں تیسری اذان کا اضافہ ہوا۔ نیز! چونکہ پہلی اذان آنحضرت ﷺ کے عہد میں اور شیخینؓ کے دور میں حاضرین اور غائبین سب کی اطلاع کے لئے ہوتی تھی۔ اس لئے اس اذان میں آواز کو بلند کرنے کی ضرورت لاحق تھی۔ جو اذان میں زیادتی کے بعد وہ ضرورت اس سے باقی نہ رہی۔ اب ہمارے زمانہ میں دوسری اذن میں اس قدر آواز کو بلند کرنا کافی ہے جس سے حاضرین کو اطلاع ہو جائے۔ غائبین کو اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ اذان اوّل سے ان کو پہلے اطلاع ہو چکی ہے۔ پس اس موقعہ پر مؤذن کو کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو کر اذان دینے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ اور بعض علماء کا گمان ہے کہ آج بھی دوسری اذان میں سنت طریقہ یہ ہے کہ جس طرح وہ آنحضرتؐ کے

دور میں ہوتی تھی آج بھی اسی طرح ہو۔ رفع صوت بھی ہو اور مکان مرتفع پر کہی جائے۔ لیکن جب یہ معلوم ہو چکا کہ اذان اوّل اس اذن کے قائم مقام ہے اسی کے لئے رفع صوت اور مکان مرتفع ہوگا۔ دوسری اذان کے لئے نہیں۔ بعض علماء سے مولانا خلیل احمد ابنیٹوی شارح ابوداؤد مراد ہیں۔ جن کا ایک رسالہ تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان اردو میں طبع شدہ ہے۔

باب المؤذ ن الواحد یوم الجمعه صفحہ ۲۴/۱۲۴

یعنی جمعہ کے دن ایک مؤذن ہی کافی ہے بہت کی ضرورت نہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت علماءؒ نے مؤذنین کی تعداد کو اچھا سمجھا ہے۔ بنو امیہ نے اپنے دور میں مؤذن مقرر کئے تھے کیونکہ حضرت عثمانؓ کے دور میں چار مؤذن تھے۔ تاکہ دور دور کے مکانات تک اذان کی آواز پہنچ جائے۔

باب یجیب الامام علی المنبر اذا سمع النداء الخ صفحہ ۲۷/۱۲۴

یعنی جب امام اذان کی آواز سنے تو منبر پر بیٹھے بیٹھے اذان کا جواب دے۔ مقصد یہ ہے کہ **اذا خروج الاما م فلا صلوة ولا کلام** الخ کہ جب امام منبر پر آکر بیٹھ جائے تو اس کے بعد نہ کوئی نماز پڑھے اور نہ ہی کوئی گفتگو کرے۔ لیکن یہ نہی کا حکم مقتدیوں اور سامعین کیلئے ہے امام کے لئے نہیں ہے۔ پس وہ اذان کا جواب دے سکتا ہے۔ کیونکہ کلام کرنا اس کے لئے حرام نہیں۔ آخر اس نے خطبہ دینا ہے۔ جس میں قوم سے خطاب ہوگا۔ تو اس کا کلام بھی حرام نہ ہوا۔ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے قبل الخطبہ دنیاوی کلام کو مکروہ کہا ہے تسبیح و تھلیل مکروہ نہیں ہے۔

. **قوله کان جذع یقوم** صفحہ ۱۸/۱۲۵ جناب نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک خشک تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ منبر بن جانے کے بعد جب آپؐ اس پر کھڑے ہوئے تو اس استن حنانہ نے قریب الولادۃ اونٹنی کی طرح رونا شروع کر دیا آپؐ اترے اُسے تسلی دی اور جنت کا درخت ہونے کی بشارت دی۔

ع مسندت بودم تواز من تاختی مسند خود را تو منبر ساختی

میں آپؐ کی مسند تھا منبر پر رونق افروز ہو کر آپؐ نے مجھے چھوڑ دیا۔ فراق نبوی پر رو رہا ہوں۔ بانیٔ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ احیأ موتی کا معجزہ بھی برحق ہے۔ لیکن بے جان خشک تنے کا رونا یہ حق الیقین کا درجہ ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کا حیرتناک معجزہ ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا اس قصہ کو باب الخطبه علی المنبر میں لانا اشارہ ہے کہ منبر سنت ہے واجب نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا کھجور کے تنے کو چھوڑ دینا اگرچہ یہ ترک نسخ نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا ناجائز ہو جائے۔ بلکہ اس کو ترک کرنا اس وجہ سے تھا کہ منبر پر بیٹھ کر وعظ و تبلیغ کرنا آسان تھا اور خطبہ کیلئے اس پر کھڑا ہونا زیادہ سود مند تھا اور منسوخ نہ ہونے کی

دلیل آنحضرت ﷺ کا عیدین وغیرہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا ہے۔ اگر چہ وہ جذع کے علاوہ کسی اور چیز پر ہو۔ لفظ نزل دال ہے کہ خطبہ منبر پر تھا۔

قولہ مثل اصوات العشار صفحہ ۱۲۵/۱۹ عشار جمع عشراء کی وہ حاملہ اونٹنی جس کے حمل پر دس ماہ گذر چکے ہوں جس کا وضع حمل قریب ہو۔ ولادت کے قریب اس کے رونے کی بلبلانے کی آواز نکلتی ہے۔

باب استقبال الناس الامام اذا خطب صفحہ ۱۲۵/۲۴

ترجمہ۔ امام جب خطبہ دے رہا ہو تو لوگ امام کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ سنیں۔

یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ جلسنا حولہ کے الفاظ اس پر دال ہیں لیکن یہ استقبال اس وقت ہے جب کہ صفوں کی برابری میں خلل اندازنہ ہو۔ بایں صورت کہ لوگ تسویہ صفوف کے عادی ہو چکے ہوں اس میں زیادہ وقت لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ یا خطبہ کے بعد نماز نہ ہو۔ لیکن اگر لوگوں کو صفیں سیدھا کرنے کی عادت نہ ہو اس کے لئے تکلیف اور مزید اہتمام کرنا پڑے تو لوگوں کے لئے امام کی طرف منہ کر کے بیٹھنا واجب نہیں ہے۔ البتہ جب خطبہ کے بعد نماز نہ ہو جیسے عیدین میں تو امام کی طرف منہ کر کے خطبہ سننا مستحب ہے۔ جبکہ امام کے دائیں بائیں بیٹھا ہو۔ تو عین امام کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں۔ اس سمت منہ کر کے بیٹھے۔

قولہ انکم تفتنون صفحہ ۱۲۶/۷ کہ تم فتنہ قبور میں اس طرح مبتلا ہو گے جو مثل یا قریب فتنہ مسیح دجال کے ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ فتنہ تم پر واقع ہوگا۔ اس طرح امتحان سے مراد محنت و مشقت میں ڈالنا ہے۔ اس طرح ابتلاء سے مراد مصیبت کا بھیجنا ہے۔ ان سے مراد آزمائش نہیں ہے۔ کیونکہ عالم آخرت آزمائش اور امتحان کا مقام نہیں ہے۔ بلکہ سوال اور حجت پورے کرنے کے بعد عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ گویا کہ عمل عذاب کا اظہار ہوگا۔

قولہ فَاَوْعَیْتُہٗ غیر انہا الخ صفحہ ۱۲۶/۱۳ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ نے مجھے حدیث بیان کی وہ مجھے محفوظ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منافق پر سختی اور غلاظت ہوگی۔ لیکن اس کے بالکل وہ الفاظ مجھے یاد نہیں رہے مضمون یاد ہے۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث باب کو نو ۹ مقامات پر ذکر کیا ہے۔ پانچ ۵ میں مفصل اور چار ۴ میں مختصر جو ترجمۃ الباب سے مختص ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کا مقصد یہ ہے کہ روای کو کافر کے قسم و قسم کے سخت عذاب کا مفہوم یاد ہے۔ بعینہ الفاظ یاد نہیں رہے۔

قولہ واکل اقواماً اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الخ صفحہ ۱۲۶/۱۷ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں کچھ لوگوں کو مال اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں لالچ اور گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اور بعض لوگوں کو اس وجہ سے نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنی اور خیر کو رکھا ہے انہیں اسکے سپرد کر دیتا ہوں کہ جزع و فزع نہیں کریں گے ان میں سے حضرت عمرو بن تغلب ہیں۔

قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام کے لئے جائز ہے کسی اجنبی آدمی کو عطیہ وغیرہ میں ترجیح دے دے اور اس سے افضل کو چھوڑ دے۔ کیونکہ اس پر اعتماد ہے اجنبی پر اعتماد نہیں کہ وہ ناراض ہو جائے گا۔ اور یہ کہ اگر اس کو چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہے وہ دین سے منحرف ہو جائے۔ غنی دل والا اور جبلی بھلائی والا صبر کر لیتا ہے اور سوال نہیں کرتا۔

قوله احب الیّ صفحہ ۱۲۶/۱۷ کہ وہ شخص جس کو میں نے چھوڑ دیا عطیہ نہیں دیا وہ مجھے محبوب ہوتا ہے۔ یہ کلمہ اس بات کا قرینہ ہے کہ اس شخص کے دین پر آپ کو اعتماد ہے۔ یہ اس کے لئے بڑی فضیلت اور عظمت ہے۔ کہ اللہ کے نبی اس کے ایمان نہیں بلکہ کمال ایمان کی گواہی دے رہے ہیں۔ بنا بریں حضرت عمرو بن تغلبؓ نے فرمایا حمر النعم سے یہ کلمہ نبوی میرے لئے بہتر ہے۔ کیوں نہ ہو والاخرة خیر و ابقی۔

قوله فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ الخ صفحہ ۱۲۶/۲۲ تین رات تک آپؐ نے نماز تراویح پڑھی۔ آخری رات کی صبح کو نماز فجر کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تراویح کے فرض ہو جانے کا خوف تھا اسلئے چوتھی رات نہیں آیا۔ ممکن ہے بعض حضرات سے اسی رات کو ہی کچھ فرمادیا ہو۔ لیکن کلام طویل فجر کی نماز کے بعد کیا۔ راوی فرماتے ہیں یہ دونوں کلام میں نے آپؐ سے سنے۔ اب یہ حدیث روایت کے منافی نہیں ہوگی۔ جس میں وارد ہے کہ جب وہ لوگ اکٹھے ہوئے تو یہ بات آپؐ نے اسی رات ان سے فرمادی تھی۔

قوله تابعه العدنی عن سفیا ن فی اما بعد الخ صفحہ ۱۲۶/۲۷ حضرت سفیانؒ حضرت ہشام اور ان کے باپ عروہ دونوں کے شاگرد ہیں۔ یہ روایت باب سفیان کی ہشام سے ہے۔ ان کے باپ عروہ سے نہیں ہے۔ تو عدنی ابو الیمان کا متابع ہوا۔ کیونکہ عدنی نے سفیا ن سے هشام عن عروه اور ابو الیما ن نے عن شعیب عن الزهری عن عروه روایت کی ہے۔

قوله اذ قام رجل فقال صفحہ ۱۲۷/۱۶ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ آدمی اٹھ کر کہنے لگا یارسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گیا اللہ تعالیٰ سے بارش طلب فرمایئے۔ تو آپؐ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا مانگی۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ کلام کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ ذکر کے سننے میں خلل انداز نہیں ہے۔ کیونکہ جب امام خود مخاطب ہے تو وہ خطبہ چھوڑ دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اس شخص پر کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کوئی نامناسب بات کہے تو اس پر انکار کرنا بھی جائز ہے۔ جب کہ وہ خطبہ دے رہا ہو۔ تو یہ بھی ایک قسم کا کلام ہوا۔ تو جب امام کے ساتھ کسی ضرورت کی وجہ سے کلام کرنا جائز ہو جیسے اس بارش کیلئے دعا مانگی گئی۔ تو بہتر ہے کہ امام کو معروف کا حکم دیا جائے اور منکر سے اسے روکا جائے۔ اگرچہ وہ خطبہ کے درمیان ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوران خطبہ مقتدی کے علاوہ کوئی اور منکر کا ارتکاب کرنے والا ہو تو اس کو روکنا جائز نہیں ہے۔ اس پر جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول شاہد ہے کہ جب تم نے اپنے ساتھی سے دوران خطبہ یہ کہہ دیا کہ چپ رہو تو تم نے لغو کا ارتکاب کیا۔ جب امام خود خطاب کر رہا ہے تو ممانعت کی کی علۃ ختم ہو گئی کیونکہ مقتدی اس وقت خاموش ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے مروانؓ پر اعتراض کیا تھا جب کہ وہ عید کی نماز سے پہلے خطبہ دے رہا تھا۔ اور خود حضرت عمرؓ پر حضرت سلمانؓ نے اعتراض کیا جو سیرۃ عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے۔ نیز !اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوران خطبہ دو رکعت تحیۃ المسجد جائز نہیں ہے جب تک امام خاموش نہ ہو جائے۔ اجازت کی نص کا یہی محل ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف جو واجب ہے وہ حرام ہے ۔ تو نفل تحیۃ المسجد اس وقت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ اس کے جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور اِذْخَرَجَ الْاِمَامَ فَلَا صَلٰوۃَ وَلَا کَلَامَ بھی احنافؒ کا مستدل ہے۔ امام مالکؒ بھی احنافؒ کے ساتھ ہیں۔ شوافعؒ اور حنابلہؒ حضرت سلیکؓ کی روایت کی وجہ سے صلوۃ تحیۃ المسجد کے قائل ہیں۔ لیکن ینصت اذا تکلم الامام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد خروج الامام انصات واجب ہے۔ کیونکہ بسا اوقات کلام طویل ہو جاتا ہے جو استماع ذکر میں مخل بن جاتا ہے۔ تو جب نماز جائز ہے تو کلام بھی جائز ہو گا۔ اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ کان ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ یَمْنَعُوْنَ مِنَ الصَّلٰوۃِ عِنْدَ الْخُطْبَۃِ کہ خطبہ کے وقت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

الحمدللہ تحیۃ المسجد کی بحث ختم ہوئی اور آج بتاریخ ۱۰ جمادی الاولی ۱۴۱۲ھ بروز سوموار ضمیمہ اختتام پذیر ہوا۔

محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

ملتان

پارہ نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ

باب مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ وَفَضْلِهَا وَقَوْلِهِ تَعَالٰى اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا وَّقَّتَهٗ عَلَيْهِمْ

ترجمہ۔ نماز کے اوقات اوران کی فضیلت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نماز مؤمنوں پر ایک وقتی فریضہ ہے موقوتا بمعنے موقتا مقرر شدہ۔ان پر مقرر کر دیا گیا۔

حدیث(۴۹۱)حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ ابْنَ شُعْبَةَ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا وَّهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَاهٰذَا يَا مُغِيْرَةُ اَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک دن نماز کو وقت سے مؤخر کر دیا تو حضرت عروۃ بن الزبیرؓ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو بتلایا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جب کہ وہ عراق کے حاکم تھے۔ایک دن نماز کو وقت سے مؤخر کر دیا تو حضرت ابو مسعود انصاریؓ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے مغیرہ یہ کیا تھا کیا تمہیں علم نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نماز کے اوقات بتانے کے لئے اترے انہوں نے نماز پڑھی پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی

ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ قَالَ بِھٰذَا اُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَۃَ اِعْلَمْ مَاتُحَدِّثُ بِہٖ اَوَاِنَّ جِبْرِیْلَ ھُوَاَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَقْتَ الصَّلٰوۃِ قَالَ عُرْوَۃُ کَذٰلِکَ کَانَ بَشِیْرُ بْنُ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ عُرْوَۃُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِیْ عَائِشَۃُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِیْ حُجْرَتِھَا قَبْلَ اَنْ تَظْھَرَ .....

پھر حضرت جبرائیلؑ نے دوسری نماز پڑھی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے پڑھی۔ پھر انہوں نے تیسری پڑھی تو آپؐ نے پڑھی انہوں نے چوتھی پڑھی تو آپؐ نے پڑھی۔ انہوں نے پانچویں پڑھی تو آپؐ نے بھی پڑھی۔ پھر فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے حضرت عمرؒ خلیفہ نے عروہؒ سے فرمایا دیکھو کیا بیان کر رہے ہو۔ کیا جبرائیلؑ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے نماز کے اوقات قائم کئے تو حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ حضرت بشیر بن ابی مسعودؓ اپنے آپ سے اس طرح حدیث بیان کرتے تھے۔ نیز! حضرت عروہؒ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے میری خالہ حضرت عائشہؓ نے بھی بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز ایسے حال میں پڑھتے تھے کہ بلند ہونے سے پہلے ابھی دھوپ ان کے حجرہ میں ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے تاخیر صلوٰۃ کی اور اس کو تنبیہ کرنے کیلئے یہ روایت پیش کی گئی۔ لیکن اس سے تاخیر ثابت نہیں ہوتی تو استدلال کیسے صحیح ہوگا۔ پہلا جواب یہ ہے کہ استدلال مجموعہ احادیث ما فی الباب سے ہے صرف اس حدیث سے نہیں۔ خواہ جبرائیل علیہ السلام کی حدیث سے۔ خواہ حضرت عائشہؓ والی حدیث سے تاخیر ثابت ہو جائے۔ جو والشمس فی حجرتھا سے معلوم ہوتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ استدلال دونوں حدیثوں سے ہے۔ اول حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اوقات کی تعیین میں باری تعالیٰ نے بہت احتیاط فرمائی ہے۔ صرف زبانی نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر اوّل اور آخر وقت کی تعلیم دلوائی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ اب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو تنبیہ کی گئی کہ تم احتیاط نہیں کرتے۔ حالانکہ تعیین وقت کے لئے جبرائیل علیہ السلام کو اتارا اور مسلسل دو دن تک اوّل اور آخر وقت کو بتلایا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس نسخے کے مطابق جتنے ابواب ذکر فرمائے ہیں ان سب سے فضل صلوٰۃ ثابت ہوتا ہے اور مواقیت کا ثبوت یونہی معنوی طور پر ہے۔ اور فضلھا کی ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع ہے اور مواقیت کی طرف بھی۔ فضیلت اس طرح سے ثابت ہوگی کہ یہ مواقیت اتنے اہم ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کے واسطے دس مرتبہ تشریف لائے۔ اگر ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع کریں تو پھر فضیلت اس طرح ثابت ہوگی کہ نماز ایسی اہم چیز ہے کہ اس کا وقت بیان کرنے کے لئے جبرائیل علیہ السلام دس مرتبہ تشریف لائے۔

پھر نماز کا کیا پوچھنا۔ خلاصہ یہ کہ امام بخاریؒ نے اس کتاب کے اندر مواقیت اور اس کے متعلقات بیان فرمائے ہیں۔ اور نماز کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ مثلاً اوقات اور ان کا فضل ان کی ابتدا انتہا اوقات کراہت وغیرہ ۔ مگر اس صورت میں **فضلها** کی ضمیر صلوٰۃ کی طرف متعین ہوگی۔ کیونکہ ہر باب کے اندر **فضل المواقیت** کو بیان نہیں کیا گیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض کیا ہے۔ سوایک تو یہ کہ اس سے اوقات کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے اس سے امام بخاریؒ نے مواقیت کی ابتدا کی طرف اشارہ فرمایا دیا اب یہاں ایک بات اور سنو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ صوفیاؒ کرام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیان فرمائی ہے۔ اور اس کے اندر مختلف رسائل تصنیف کئے ہیں جو اب نہیں ملتے۔ حضرت اقدس اور حکیم الامت مولانا تھانویؒ کا ایک رسالہ **المصالح العقلیه فی احکام الشرعیه** ملتا ہے یہاں کچھ مصالح بیان کئے جاتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی اس رسالہ میں موجود ہوں مثلاً نماز فجر سے لے کر ظہر تک کوئی نماز نہیں آتی۔ اور پھر عشا تک دمادم نمازیں آتی ہیں۔ مشائخ سلوک نے اس ترتیب کی متعدد وجوہ و حکم بیان فرمائی ہیں جن میں سے دو کو میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ اول یہ کہ ان اوقات کے اندر یہ خاص ترتیب رکھ کر دو باتوں کی طرف تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک شکر کے ادا کرنے پر۔ دوسرے عمر کے ڈھلنے پر متنبہ کیا ہے۔ **صلوٰۃ فجر** چونکہ سونے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ اور **نوم اخوت الموت** ہے۔ تو سونے کے بعد بیدار ہونے پر اس کو فرض فرما کر اشارہ فرمادیا کہ جس طرح سورج غروب ہو کر طلوع ہوا ہے اسی طرح تمہاری زندگی کا آفتاب غروب ہو کر دوبارہ طلوع ہوا ہے۔ لہذا تم کو چاہیئے کہ اس کے شکرانے میں اللہ کی عبادت کرو۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جب طلوع شمس طلوع حیات کی طرف اشارہ ہے تو طلوع شمس کے بعد نماز پڑھی جائے۔ مگر اہتماماً اور وقت کراہۃ سے بچنے کے لئے طلوع سے پہلے مقدم فرمادی۔ اب چونکہ گویا دوبارہ پیدائش ہوئی ہے اور قاعدہ ہے کہ ولادت کے بعد کچھ ایام صباءؑ اور شباب کے گذرتے ہیں۔ تو نصف دن صبا اور شباب کا ہو گیا۔ اور سورج ڈھلنے کے بعد جیسے دن کے شباب کو زوال آجاتا ہے اور طفولیت اور شباب کے ایام ختم ہو جاتے ہیں تو یہ اشارہ ہے کہ عمر ڈھلنے والی ہے لہذا تیاری کرو۔ تو اب اس کی تیاری کے لئے دمادم یکے بعد دیگرے نمازیں فرض فرمادیں ۔ عصر قرب موت پر تنبیہ ہے جو بڑھاپا ہے۔ اور مغرب کے وقت سورج غروب ہو جاتا ہے یہ موت کے **استحضار** کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے سورج غروب ہو گیا تمہارا آفتاب حیات بھی عنقریب غروب ہو جائے گا۔ اور عشاء کی نماز دوسری تنبیہ ہے کہ تیاری کرلو کوئی بھی یاد نہیں کرتا۔ دو چار دن زیادہ سے ذکر اور تذکرہ رہتا ہے اس کے بعد سب بھول جاتے ہیں۔ اور جب تک اس کے اثرات رہتے ہیں اس وقت تک تذکرہ رہتا ہے۔ جیسے شفق عشاء تک باقی رہتی ہے۔ اور سورج کے اثرات اس کے بقا تک باقی رہتے ہیں۔ تو زوال کے بعد سے دو نمازیں تو تنبیہ ہیں کہ کچھ کرلو۔ اور دو نتیجہ ہیں کہ یہ انجام ہونے والا ہے۔ یہ بھی اچھی توجیہ ہے۔ دوسری اس سے بھی اچھی ہے اور لطیف ہے۔ لطیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بہت سے مسائل واضح ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ارشاد ربانی ہے۔ **وما خلقت الجن والانس الالیعبدون وما ارید منهم من رزق وما ارید ان یطعمون ان الله هوا الرزاق ذو القوة المتین** اور فرماتے ہیں **وما من دابة فی الارض الاعلی الله رزقها** اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ کے اندر انسان کی تخلیق کی غرض بتلائی کہ انسان صرف

اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مالک کی عبادت کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی کا غلام ہو تو اس غلام کو ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت سے غافل ہو۔ تو جب جناب باری تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے تو اب ان کو اختیار نہیں کہ کسی آن بھی وہ ذکر اللہ سے غافل ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ کہ ہم کو پیدا فرمایا ہے اور ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ مجملہ ان کے انسان کا سانس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ اگر وہ روک لیں تو ہزاروں اطبا اور معالجین بھی ایک طرف ہو کر سانس جاری نہیں کرا سکتے۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس میں امیر و غریب صغیر و کبیر سب ہی شریک ہیں۔ اسی طرح ناک کان آنکھ ہاتھ پاؤں عطا فرمائے ہیں اس میں سب شریک ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت عامہ ہے۔ اور کوئی ایسی شئ نہیں جو ان نعمتوں کا مقابلہ کرے۔ تو اگر کسی کے اندر ذرا بھی بوئے انسانیت ہو اور کچھ شرافت ہو تو ان انعامات و اکرامات کے بعد ایک آن بھی مالک کی عبادت سے غافل نہ رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے بلکہ اکرم الکرما ہے اس کا مطالبہ نہیں فرمایا۔ اور اس کا مکلف نہیں فرمایا کہ ہمہ وقت مشغول رہو۔ بلکہ ہمارے ضعف کا لحاظ رکھتے ہوئے اور ہماری ضرورتوں اور مشاغل پر نظر کریمانہ رکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ نصف وقت میرا ہے۔ اور نصف تمہاری ضرورتوں کو پورا ہونے کیلئے ہے اور پھر اس نصفا نصفی پر بھی کریمانہ شان کا لحاظ رکھا اور ایسا نہیں فرمایا کہ احدالملوین (دن رات) کو اپنے لئے خاص فرمالیتے۔ اور احد الملوین بندوں کو عطا فرمادیتے بلکہ ہر ایک ملوین کا نصف حصہ اپنے لئے رکھا۔ اور نصف بندوں کے لئے۔ کیونکہ بندوں کی بہت سی ضروریات ایسی ہیں جو دن میں پوری ہوتی ہیں اور بہت سی ایسی ہیں جو رات میں پوری ہوتی ہیں۔ اب یہاں اصول کا ایک مسئلہ ہاتھ آگیا کہ اصل عبادات کے اندر تو یہ ہے کہ سارا وقت محیط ہو۔ اور یہی عزیمت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ اس نے رخصت دے دی اور سارے وقت کے احاطہ کو ہم پر فرض قرار نہیں دیا۔ بلکہ ان اوقات خمسہ کے اندر چند معدود رکعات فرض فرمادیں اور باقی وقت لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیا۔ اور چونکہ قاعدہ ہے کہ اگر اعمالنامہ میں ابتدا اور انتہا میں عبادت آجائے تو درمیان میں جو لغزشیں بھی معرض وجود میں آتی ہیں ان کو حق تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔ یہی ایک وجہ مجملہ اور وجوہ کے رسول اللہ ﷺ کی حدیث نھی النبی ﷺ عن النوم قبلها والحدیث بعدها میں ہے کہ عشا کی نماز کے بارے میں ہے کہ عشا کے بعد بات چیت کا نہ ہونا تاکہ عبادت صحیفہ کے اخیر میں ہو اور اسی واسطے فرماتے ہیں کہ دعا کے اوّل و آخر حمدو ثنا باعث قبولیت دعا ہے۔ اسی واسطے یہ بھی ہے کہ اولاً بچہ لاالہ الا اللہ کہے اور پھر اخیر میں لاالہ الا اللہ کہے اور مرجائے تو درمیان کی ساری لغزشیں ستر مغفرت میں آجائیں گی۔ اسی واسطے ظہر کی نماز میں تعجیل ہے۔ اور عصر کے اندر تاخیر اولیٰ ہے تاکہ صحیفہ کی ابتداء اور انتہا عبادت پر ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مغرب کی نماز میں تعجیل اور عشا کی نماز میں تاخیر اولیٰ ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رخصت دے دی ہے۔ لیکن سعداء یہ چاہتے ہیں کہ سارے اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف ہوں۔ لہذا اس کی صورت یہ فرمائی کہ ظہر کے مقابلہ میں چاشت۔ عصر کے مقابلہ میں اشراق رکھ دی۔ یہی وجہ ہے کہ اشراق کا وقت اولیٰ عصر کا وقت ہے اور چاشت کا وقت اولیٰ ظہر کا اولیٰ ہے۔ اور یہی محمل ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت کا جو شمائل کے اندر ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ اس کے علاوہ بھی نماز پڑھا کرتے تھے تو فرمایا ہاں۔ ایک اس وقت پڑھتے تھے جب سورج مشرق میں اتنی اونچائی پر ہوتا تھا

جتنا کہ ظہر کے وقت مغرب میں ہوتا ہے۔اور ایک اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج مشرق میں اتنا اونچا ہوتا تھا جتنا کہ مغرب میں بوقت عصر ہوتا ہے۔اور مغرب اور عشاء کے مقابل میں تہجد بارہ رکعات رکھ دیں۔ کہ ثلث رات تک عشا مستحب ہے۔اور اخیر ثلث شب سے تہجد کا وقت اولیٰ ہے۔ نیز نزول باری تعالیٰ کا وقت ہے۔

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا مو قوتا امام بخاریؒ نے اس آیت کو استدلالاً یا استبرا کا ذکر فرمایا ہے۔ وهو با لعراق کیونکہ حضرت مغیرہؓ عراق میں امیر تھے۔ فقال عمر لعروة اعلم یہ لفظ تین طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ ایک على صيغة المتكلم من المجرد دوسرے على صيغة الامر من المجرد۔ اور تیسرے على صيغة الامر من الاعلام اس صورت ثالثہ میں اس کے معنی اسند کے ہیں۔ سند بیان کرو۔ اور صیغہ امر یہاں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس جملہ ان جبرا ئيل هواقام رسول الله ﷺ کی وجہ سے اعلم امر کا صیغہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ حضرت عروہؒ نے اس کے بعد سند بیان فرمائی۔ كا ن يصلي العصر والشمس في حجرتها۔ اس روایت سے ایک اور مسئلہ معلوم ہوتا ہے وہ عصر کو جلدی پڑھنے کا ہے۔ اس کے اندر تو اختلاف نہیں مگر اختلاف اس میں ہے کہ وہ کون سا وقت ہے۔ اور کب ہوتا ہے۔ شافعیہ کے نزدیک ایک مثل پر ہے۔ احناف کے نزدیک دو مثل پر۔ دونوں اماموں کا مستدل یہ روایت ہے۔ امام طحاویؒ نے دو مثل پر استدلال کیا ہے۔ اور یہ استدلال صحن کے چوڑے ہونے اور دیوار کے چھوٹے ہونے پر موقوف ہے۔ اور شوافع کا استدلال دیوار کے لانبے ہونے اور صحن کے چھوٹے ہونے پر ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے حجرہ شریف کی دیوار لمبی نہیں تھی۔ بلکہ اتنی چھوٹی تھی کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ میں چھت کو ہاتھ لگا لیا کرتا تھا۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد ہے۔ اور حکمت کے بارے میں بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز زندگی کی ابتدا ہے۔ اور ظہر کی نماز موت کا وارنٹ ہے تاکہ اس سے فکر پیدا ہو۔ اور عصر کی نماز پھانسی کا حکم ہے کہ بس اب موت قریب ہے۔ اور مغرب کی نماز پھانسی ہے کہ اب ختم ہو گیا۔ اور عشاء تک اس کا اثر رہا۔ کہ وہ سولی پر رہا۔ اس کے بعد وہاں سے پھینک دیا۔ ان تنبیہات واغراض کے لئے مواقیت شروع ہوئے۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا (سورۂ روم) میں یہ فرمانا خدا کی طرف رجوع ہو اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو ٹھیک کرتے رہو اور مشرک نہ بنو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اقامة صلوٰة تب متحقق ہوگی جبکہ اوقات میں ہو۔ ولا تكونوا من المشركين اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز وقت پر ادا نہ کی جائے تو وہ مشرکین میں سے ہو جائے گا۔ اور اسکی تفسیر میں بھی اقامت کا لفظ لایا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ پابندی نہ کرنے پر شرک کا خوف ہے۔

حدیث(۴۹۳)حَدَّثَنَاقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِالْقَيْسِ عَلَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا اِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ وَلَسْنَانَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّافِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَاْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوْا اِلَيْهِ مَنْ وَّرَآءَ نَا فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَيَّ خُمُسَ مَاغَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالنَّقِيْرِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وفد عبدالقیس جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ہمارا یہ قبیلہ ربیعہ میں سے ہے۔ ہم آپؐ تک سوائے شہر حرام کے اور دنوں میں نہیں پہنچ سکتے۔ پس ہمیں ایسی بات کا حکم فرمایئے جو ہم آپ لیں اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی طرف دعوت دیں۔ فرمایا کہ تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے روکتا ہوں۔ ایمان باللہ پھر اس کی تفسیر فرمائی کلمہ طیبہ کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ دینا اور یہ کہ غنیمت کے مال میں سے خمس مجھے ادا کرو۔ اور دبّاء۔ حنتم مقیر اور نقیر ان شراب کے مرتبانوں سے منع کرتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت پر کلام گذر چکا ہے۔ سلف کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے۔ اور یہی امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا گیا ہے۔ ان حضرات نے آیت کریمہ سے اسی طرح استدلال کیا ہے۔ کہ ولا تکونوا من المشرکین کو اقیموا الصلوۃ پر مرتب کیا گیا ہے۔ یعنی اقامت صلوٰۃ کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو۔ یعنی نماز ترک کر کے مشرک نہ ہو۔ مگر یہ استدلال ان پر چل سکتا ہے جو مفہوم مخالف کے قائل ہیں۔ جو اس کے قائل نہیں ان کے لئے یہ استدلال کوئی نفع نہیں دیتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس کو فضائل صلوٰۃ سے جوڑا جائے۔ اسی لئے میں نے گذشتہ باب میں کہا تھا کہ حاشیہ کا نسخہ میرے نزدیک زیادہ اولیٰ ہے۔ اگر دوسرا نسخہ لیا جائے تو اقیمو الصلوٰۃ میں اقامت کی تفسیر اداء الصلوٰۃ بارکانھا وشرائطھا ومستحباتھا ادا بھا کے ساتھ کی جائے۔ اس تفسیر کی بنا پر وقت خود بخود اس کے اندر داخل ہو گیا۔ لہٰذا اب جہاں اقامت کا لفظ آئے گا وہاں مواقیت خود نکل آئے گا۔ اسی طرح البیعۃ علی اقام الصلوۃ کے زیادہ مناسب ہے پہلی روایت کو فضل مواقیت اور فضل صلوٰۃ دونوں سے تعلق ہے۔ فضل صلوۃ تو ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے آکر تعلیم دی۔ اور ایسے مواقیت کا فضل بھی معلوم ہو گیا کہ اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام دس مرتبہ آئے۔ ثم صلی فصلی رسول اللہ ﷺ اس سے احنافؒ نے اس بات پر استدلال کیا کہ فوائت میں ترتیب ہے۔ ورنہ خمس مرات فرماتے۔ اس مسئلہ میں شوافع ہمارے خلاف ہیں۔ اب یہاں پر ایک اشکال ہے کہ فصلی میں فاً تعقیب کے لئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ کے نماز پڑھنے کے بعد حضور ﷺ نے نماز پڑھی حالانکہ ایسا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تعقیب کل صلوٰۃ کے اعتبار سے نہیں بلکہ اجزاء صلوۃ کے اعتبار سے ہے۔ یعنی آپؐ نماز کا ہر ہر جزو جبرائیلؑ کے کرنے کے بعد ادا فرماتے تھے جیسا کہ روایات مفصلہ سے معلوم ہوتا ہے اس حدیث سے شوافعؒ نے استدلال کیا ہے کہ **اقتداء المفترض خلف المتنفل** جائز ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ مفترض تھے اور حضرت جبرائیلؑ مکلف نہ ہونے کی وجہ سے متنفل تھے۔ ہماری طرف سے اس کے متعدد جوابات ہیں۔ اوّل یہ کہ خود نبی اکرم ﷺ یہاں متنفل تھے۔ کیونکہ آپؐ پر اجمالاً نماز کی فرضیت ہوئی تھی۔ یعنی اس کے اعتقاد کی فرضیت تھی۔ اور اب عمل کی تعلیم دی گئی تاکہ عملاً بھی فرض ہو جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب جبرائیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا تو اب یہ نماز خود ان پر فرض ہو گئی تھی۔ تو یہ گویا یہ **اقتدأ المفترض با لمفترض** تھی۔ تیسرا جواب میرا یہ ہے کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں **اقتدأ المتنفل با لمفترض** ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ بھی ابھی اس عمل کے مامور نہیں ابھی آپ کو سکھایا جا رہا ہے۔ اور حضرت جبرائیلؑ مامور ہیں۔ **فقال عمر لعروة اعلم لصیغة المتکلم وبصیغة الامر من العلم والاعلام** تینوں طرح پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ میں جانتا ہوں۔ لیکن اس صورت میں آگے **وان جبرا ئیل** کا فرمانا صحیح نہ ہوگا۔ دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا کہ تو جان لے کہ ذرا غور و فکر کرے۔ بھلا حضور اکرم ﷺ بھی کہیں ماموم اور مقتدی بن سکتے ہیں۔ وہ تو سید الرسل ہیں۔ تیسری صورت میں ترجمہ ہوگا کہ **اسند** یعنی اس کی سند بیان کرو۔

باب البَیْعَةِ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز کی پابندی کرنے پر بیعت لینا یا بیعت کرنا

حدیث (۴۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدُاللّٰهِ قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّ ﷺ علی اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوةِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر تین چیزوں کیلئے بیعت کر لی نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ کا ادا کرنا اور ہر مسلمان کے لئے خیر اخواہی کرنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بیعت لینا بھی دال ہے کہ **اقامت صلوٰۃ** زیادہ مہتم بالشان ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے نماز پر بیعت لی ہے۔ اس سے نماز کی اہمیت اور اس کا **تاکد** معلوم ہو گیا۔ اور اس سے **فضل صلوٰۃ** کا علم بھی ہو گیا۔ لیکن **مواقیت الصلوٰۃ** سے کیا تعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ **اقامت صلوٰۃ** کے معنی میں اوقات کی رعایت ضروری ہے۔ اس سے اوقات کی مناسبت بھی معلوم ہو گئی۔ اس روایت میں نبی اکرم ﷺ نے **نصح لکل مسلم** پر بیعت لی ہے۔ اس کو دیکھ کر صوفیا کرام نے کہا کہ بیعت میں چند کلمات ہونے چاہئیں۔ اور بعض کلمات مرید کے حال کے مطابق ہونے چاہئیں جیسے رافضیوں کو بیعت کرتے وقت **فضیلت شیخین** کا اقرار کرانا۔

باب الصَّلٰوۃُ کَفَّارَۃٌ

ترجمہ۔ نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

حدیث(۴۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ قُلْتُ اَنَا كَمَا قَالَهُ قَالَ اِنَّكَ عَلَيْهِ اَوْعَلَيْهَا لَجَرِيٌّ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ وَالنَّهْيُ قَالَ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ وَلٰكِنَّ الْفِتْنَةَ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَّااَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُّغْلَقًا قَالَ اَيُكْسَرُاَمْ يُفْتَحُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ اِذًا لَّا يُغْلَقُ اَبَدًا قُلْنَا اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا اَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ اِنِّيْ حَدَّثْتُهُ بِحَدِيْثٍ لَّيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ فَهِبْنَا اَنْ نَّسْئَلَ حُذَيْفَةَ فَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَالَهُ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ ....

ترجمہ۔ حضرت شقیقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کون فتنے کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ کا قول یاد رکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں یاد رکھتا ہوں جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا تو قول رسول پر یا مقالہ پر کہا تھا کہ جرأت مند ہے تو میں نے کہا کہ آدمی کا فتنہ گھر والوں میں مال میں اولاد میں اور ہمسائے میں ہوتا ہے۔ جس کا کفارہ نماز۔ روزہ۔ صدقہ۔ امر اور نہی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں یہ نہیں جانتا لیکن وہ فتنہ مراد ہے جو سمندر کی طرح موجیں مارے گا۔ انہوں نے فرمایا یا امیر المؤمنین آپ کو اس کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ پوچھا کہ وہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب کبھی بند نہیں ہوگا ہم نے آپس میں کہا کیا حضرت عمر اس دروازے کو جانتے ہیں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہاں ایسے جانتے ہیں کہ جیسے کل آنے والے سے پہلے رات ہوتی ہے۔ میں نے ان کو ایک حدیث بیان کی جو مغالطہ نہیں ہے۔ پس ہم تو حضرت حذیفہؓ سے پوچھنے سے خوفزدہ ہوگئے۔ پھر ہم نے مسروق کو حکم دیا کہ تم جا کر پوچھو تو انہوں نے فرمایا وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ انك عليه او عليها لجرئ یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ سے کہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ دوسرے لوگ تو آنجناب رسول اکرم ﷺ سے بھلائی اور خیر کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور میں شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس لئے کہ جلب منفعه سے دفع مضرت ضروری ہے۔ اس لئے کہ پرہیز دوا سے بہتر ہے۔ اور یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے ان کو داد کے طور پر فرمائے کہ واقعی تم اس قابل ہو کہ تم کو یاد ہوگا۔ کیونکہ تم تنہائی اور مجلس میں آپؐ سے اس قسم کے سوالات کیا کرتے تھے۔ انك عليه اى قول

رسول اللہ اوعلیھا ای مقالة الرسول فی الفتنة ہر ایک کے لئے ایک فتنہ خصوصی ہوتا ہے۔اور دوسرا فتنہ عامہ ہوتا ہے۔جب حضرت عمرؓ نے اولاً فتنہ کے متعلق سوال کیا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فتنہ خصوصی سمجھا اس لئے ا ھلہ ومالہ وولدہ وجارہ سے جواب دیا۔اور اسی خصوصی فتنہ میں نماز کا وقت پر نہ ادا کرنا بھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں فتنہ عامہ کے متعلق سوال کرتا ہوں فرمایا کہ تمہارے اور اس فتنہ عامہ کے درمیان ایک دروازہ بند شدہ ہے۔جب تک وہ دروازہ توڑا نہ جائے گا فتنہ واقع نہیں ہوگا۔اور یہ بھی بتلا دیا کہ وہ تمہارے زمانہ میں نہ ہوگا۔اور جب وہ ٹوٹ گیا تو ہرگز بند نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر دروازہ کھل جاتا تو فوراً بند کر دیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی ذات دروازہ ہے۔جب تک موجود رہے فتنہ عامہ نہ ہوا۔جب حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا گیا تو پھر دروازہ ٹوٹ گیا۔اور بہت سے شدائد اور وقائع پیش آئے جس پر تاریخ شاہد ہے۔بہر حال جو روایت کفارہ میں ہے اس میں وقت کی تعیین بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ وقت پر نماز ادا کرنا کفارہ سیأت ہے جیسے اقم الصلوة طرفی النھا ر وزلفا من اللیل ان الحسنا ت یذھبن السیئات ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس باب کا تعلق بھی فضائل کے ساتھ بالکل واضح ہے۔اور مواقیت کے ساتھ اس کو اس طرح ملحق کیا جاسکتا ہے کہ اس کو مواقیت میں ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ وہ نمازیں کفارہ بنیں گی جو اپنے اوقات کے اندر ادا کی جائیں۔اگر بلا وجہ وقت میں ادا نہ کی گئی تو بجائے کفارہ کے اور گناہ ہوگا۔انك علیہ او علیھا بحری یہ او شک راوی ہے۔اگر علیہ فرمایا ہو تو نقل قول رسول اللہ ﷺ کی طرف ضمیر راجع ہوگی۔اگر علیھا ہے تو شراح مقالہ کی طرف راجع کرتے ہیں مگر میرے نزدیک ضمیر فتنہ کی طرف راجع کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ حضرت حذیفہؓ صاحب سرّ رسول اللہ ﷺ تھے۔اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو منافقین کے نام بتلا رکھے تھے یہی وجہ تھی کہ جب کسی کا انتقال ہوتا تو حضرت عمرؓ پہلے اس کی تحقیق فرماتے کہ حضرت حذیفہؓ نے بھی ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں۔اگر وہ پڑھتے تو یہ بھی پڑھتے۔ والا فلا اس خیال سے کہ کہیں منافق نہ ہو۔ ان بینك وبینھا لبا با مغلقا اگلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی سمجھ گئے کہ باب کا مقصد کیا ہے اس لئے پوچھا تھا کہ ایکسر ام یفتح کھولنے کا مطلب طبعی موت اور توڑنے کا مطلب قتل ہے۔ فھبنا ان نسئل حذیفة کہ یہ شفیق کہتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہؓ سے یہ پوچھنے سے ڈرے کہ باب کون تھا۔بات یہی ہے کہ پہلے زمانہ میں تو علماء اور اساتذہ سے ان کے تلامذہ اس درجہ ڈرتے تھے کہ بادشاہوں کو حسد ہوتا تھا۔ حضرت زین العابدینؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ ہشام بن عبدالملکؒ حج کرنے کے لئے آیا تو لوگوں نے اس کو حجر اسود تک پہنچنے کے لئے جگہ تک نہ دی۔ لیکن جب امام زین العابدینؒ آگے بڑھے تو سارا مجمع ایک طرف ہو گیا انہوں نے اطمینان سے طواف کیا اور حجر اسود کی تقبیل فرمائی کسی آدمی نے ہشام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں تو اس نے جاننے پہچاننے کے باوجود انکار کر دیا۔ مشہور شاعر فرزدق کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فی البدیہہ ایک طویل قصیدہ امام زین العابدینؒ کی شان میں پڑھا جس میں اس نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ ہیں جن کو عرب کے سنگریز بھی جانتے ہیں۔ان کو عرب بھی جانتے ہیں اور عجم بھی۔ بہر حال بعض تلامذہ کو کسی وجہ سے کوئی خصوصیت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ استاذ کے بالکل منہ لگے ہوتے ہیں۔ وہ آگے بڑھ کر سوال کر لیتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک حضرت مسروق تھے۔انہوں نے آگے بڑھ کر سوال کیا

فانزل الله اقم الصلوة اس سے نماز کی فضیلت معلوم ہوئی کہ کفارہ سیأت بنادی گئی۔ شراح کے نزدیک اس باب کا تعلق مواقیت سے یہ ہے کہ وہی نماز کفارہ ہوگی جو اپنے وقت میں ادا کی جائے اس پر ایک اشکال ہے کہ اگلے صفحہ پر آرہا ہے باب الصلوة الخمس کفارة للخطایا۔ اس میں بھی یہی بات بتلائی گئی ہے لہذا یہ باب مکرر ہو گیا شراح اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آنے والے باب میں صلوٰۃ الخمس کی قید ہے اور یہ باب مطلق ہے اس سے دونوں میں فرق ہو گیا۔ اس پر اشکال ہوا کہ باقی نمازیں صلوۃ خمسہ کے علاوہ تو موقت بوقت نہیں ہیں۔ لہذا ایسی صورت میں ان کے کفارہ ہونے کو مواقیت سے کیا تعلق ہے۔ اس کی توجیہ یہ کی گئی کہ اوقات خمسہ مکروہہ کے اندر تو نوافل نہیں پڑھے جاتے۔ لہذا جو شخص ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں نوافل ادا کرے گا اس کے لئے وہ نوافل کفارہ بنیں گی۔ اور دوسرے باب سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ خواہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے یا بغیر جماعت کے تو گویا آئندہ آنے والا باب صرف جماعت یا غیر جماعت کی قید بتلانے کے لئے ہے۔ اب اس کے اندر اذا صلاھن موقت کی قید اتفاقی و جعا لگادی گئی۔

حدیث (۴۹۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اَنَّ رَجُلاً اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاَخْبَرَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيْ هٰذَا قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے بوسہ لے لیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نماز کو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصہ میں ادا کرو بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ صرف میرے لئے ہے آپؐ نے فرمایا میری ساری امت کے لئے ہے۔

باب فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا

ترجمہ۔ اپنے وقت پر نماز ادا کرنے کی فضیلت

حدیث (۴۹۷) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ وَاَشَارَ اِلٰى دَارِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوِاسْتَزَدْتُهٗ لَزَادَنِيْ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو عمر اشیبانی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس گھر والے نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے فرمایا نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا پھر کون سا فرمایا ماں باپ سے بہتر سلوک کرنا۔ پھر پوچھا کون سا فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بہر حال آپ نے ان کو بیان کیا اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپؐ زیادہ بتاتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میرے نزدیک یہ ترجمہ شارحہ ہے۔ چونکہ حدیث میں الصلوة علی وقتها کوذکر فرمایا تھا اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے شرح فرمادی کہ علی لام کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ علی سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ وقت سے پہلے پڑھے۔ کیونکہ علی استعلاً کے لئے ہے۔ اور مستعلی مستعلیٰ کے اوپر ہوا کرتا ہے۔ ولو استزدته لزادنی یعنی میں اگر اور اشیا کے متعلق سوال کرتا تو نبی اکرم ﷺ اور زیادہ بتلاتے حدیث باب میں احب الی اللہ اسم تفضیل کے ساتھ ہے۔ اور یہ بہت سے اعمال کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے اور شراح اس کی تاویل من احب الاعمال سے کرتے ہیں۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس قسم کی افضلیت کبھی تو حال کی مناسبت سے اور کبھی وقت کی مناسبت سے اور کبھی سائل کی حیثیت کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہے۔ بس اب اشکال نہیں ہوگا۔

باب الصَّلٰوةُ الْخَمْسُ كُفَّارَةٌ لِلْخَطَايَا اِذَا صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ۔ پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ ان کو اپنے وقت پر پڑھے جماعت میں یا غیر جماعت میں ادا کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ خطایا کی تفسیر عام طور پر صغائر سے ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نماز صغائر کے لئے کفارہ ہے۔ کبائر کے لئے نہیں۔ ادھر آپ صلوٰۃ کو نہر سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جب کوئی شخص دن میں پانچ دفعہ غسل کرے تو میل نہ رہے گی۔ اور تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے کہ جو بڑا میل جم جائے تو ملنے کی وجہ سے پہلے وہی زائل ہوتا ہے۔ چھوٹا میل دیر سے دور ہوتا ہے۔ تو چاہئیے تھا کہ اولاً بڑے گناہ زائل ہوتے بعد ازاں صغائر۔ تو یہاں تشبیہ تام نہ ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خطایا کی تفسیر صغائر سے کرنا مسلّم نہیں ہے۔ نیز! جیسے اس جگہ بڑی میل چلی جاتی ہے اور تھوڑی سی رہ جاتی ہے۔ ایسے کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ مگر صغائر بالکل معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کبائر کی وجہ سے اثر باطن روح میں ہوتا ہے۔ اور صغائر کا اثر ظاہر روح میں ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں موجود ہے کہ ایک گناہ کرنے سے ایک نقطہ دل پر پڑ جاتا ہے جو توبہ سے زائل ہو جاتا ہے۔ تو جس طرح پانی ظاہر کو دھوتا ہے اس سے باطن نہیں دھلتا ایسے صغائر تو محو ہو جاتے ہیں کبائر محو نہیں ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تکرار باب کا جواب شراح فرماتے ہیں کہ باب سابق میں الصلوة مطلق ہے اور یہاں مقید بالخمس ہے۔ یعنی پہلا باب عام اور دوسرا خاص ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہاں اصل چیز جماعت اور غیر جماعت کو بیان کرنا ہے تو گویا باب سابق سے نفس صلوٰۃ کا کفارہ ہونا اور اس باب سے جماعت اور غیر جماعت دونوں کے اندر اس کا کفارہ ہونا معلوم ہو گیا۔ بمحو اللہ به الخطايا احادیث میں جہاں بھی محو خطایا کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر کے ساتھ مقید کرتے ہیں اس حدیث کے متعلق بھی ان کی یہی رائے ہے

اور شراح اس کی یہ تشریح کرتے ہیں یہاں محو خطایا کو غسل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور غسل سے بدن کا ظاہری حصہ صاف ہوتا ہے اور صغائر بھی ظاہر سے متعلق ہوتے ہیں بخلاف کبائر کے وہ قلب سے جالگتا ہے۔ اور یہی محمل ہے اس روایت کا جس میں گناہ کے کرنے سے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑجاتا ہے۔ اگر بندہ توبہ نہ کرے تو وہ نقطہ آہستہ آہستہ قلب کو گھیر لیتا ہے۔ اور جب کبائر کا تعلق دل سے ہے تو توبہ کی ضرورت ہوگی۔ اور توبہ کہتے ہیں ندامت بالقلب کو لہذا کبائر کا معاف ہونا رونے دھونے سے ہوگا۔ بخلاف صغائر کے کیونکہ وہ ظاہر سے متعلق ہوتا ہے لہذا وضو وغیرہ ہی کافی ہو جائے گا۔

حدیث (۴۹۸) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَرَءَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَاتَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِیْ مِنْ دَرَنِهٖ قَالُوْا لَايُبْقِیْ مِنْ دَرَنِهٖ شَيْئًا قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ يَمْحُوا اللّٰهُ بِهَا الْخَطَايَا الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ بتلاؤ اگر کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو تم کیا کہتے ہو کہ یہ اس کے بدن پر کچھ میل رہنے دے گی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یہ غسل اس کی میل کا کچھ حصہ بھی باقی نہیں رہنے دے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بس یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹادیتے ہیں۔

اس حدیث کی دونوں تشریح اوپر بیان ہوگئی ہیں اس لئے ان کو ترجمہ کے بعد لکھا جائے۔

باب فِیْ تَضْيِيْعِ الصَّلٰوةِ عَنْ وَقْتِهَا

ترجمہ۔ نماز کو اپنے وقت سے ضائع کرنا

حدیث (۴۹۹) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِّمَّا كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ قِيْلَ الصَّلٰوةُ قَالَ اَلَيْسَ صَنَعْتُمْ مَّا صَنَعْتُمْ فِيْهَا الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جو چیز جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھی اس کو آج میں نہیں پہچانتا کہا گیا نماز فرمایا کہ تم نے اس میں وہ کارگذاری نہیں کی جو تم کر رہے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اوقات کی پابندی نہ کرنا اس کو تضییع الصلوۃ عن وقتها سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث میں الیس صنعتم ما صنعتم اور دوسری حدیث میں ہے کہ انسؓ دمشق میں رو رہے تھے۔ تو پوچھا گیا فرمایا کہ لا اعرف یعنی آپؐ سے جو چیزیں حاصل کی ہیں ان تمام کو بدل دیا اور وہ چیز مجھے نظر نہیں آتی۔ صرف نماز باقی رہی اور اب اس میں بھی هذه الصلوة قد ضيعت یہ نماز بھی ضائع کردی گئی۔ یعنی نماز کی پابندی میں بے قاعدگی شروع ہوگئی۔ اور دوسرے نسخہ میں ہے قد ضيعتم ما ضيعتم یعنی تم نے کیا کیا چیزیں ضائع کردیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب میں وقت کاذکر بھی آگیا۔اور فضیلت کی طرف اشارہ بھی ہوگیا۔ اور ترجمہ سے مصنفؒ نے اشارہ کیا ہے۔آیت کریمہ فخلف من بعد هم خلف اضاعو الصلوة واتبعوا الشهوات الخ کہ انبیاؑ کے بعدان کی ناخلف اولاد آئی جنہوں نے نماز کوضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔اور یہ بتادیا کہ اضاعت صلوة اس آیت کی وعید میں داخل ہے۔

حدیث(۵۰۰)حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ الخ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ الخ ...

ترجمہ۔امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں دمشق کے اندر پہنچا وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ جو چیزیں میں نے حضور انور ﷺ کے زمانے میں پائی تھیں وہ آج نہیں پہچان رہا مگر ان میں سے ایک نماز تھی وہ بھی ضائع کی جارہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔یہاں تو حضرت انسؓ سے یہ مروی ہے۔اور صفحہ ۱۰۰ پر حضرت انسؓ سے منقول ہے ماانکرت شيئا الاانكم لايقيمون الصفوف کہ تم صفیں سیدھی نہیں کرتے۔تو دونوں میں تعارض ہو گیا۔کیونکہ اس باب کی روایت کا تقاضا ہے کہ انہوں نے سب کچھ ضائع کر دیا۔اور صفحہ ۱۰۰ کی روایت کا تقاضا ہے کہ سب کچھ ٹھیک تھا۔صرف صفوں کے اندر خرابی تھی۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس باب کی روایت میں جس میں مطلقاً ساری اشیاء کی اضاعت کا ذکر ہے یہ دمشق کا واقعہ ہے۔جیسے کہ روایات میں تصریح ہے۔اور جہاں صرف صفوں کے اندر کوتاہی کا ذکر ہے وہ مدینہ کا واقعہ ہے۔اور صورت یہ ہوئی تھی کہ حضرت انسؓ اس نیت سے دمشق تشریف لے گئے تھے کہ وہاں جاکر ولید بن عبدالملک کے پاس حجاج کی شکایت کریں۔اور وہاں جاکر دیکھا کہ ان لوگوں نے جس طرح اور چیزوں کو ضائع کر رکھا تھا اپنے وقت پر ادا نہیں کرتے تھے یہ منظر دیکھ کر حضرت انسؓ رونے بیٹھ گئے اور یہ فرمایا۔اور جب وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ اتنی مدت کے بعد آئے ہیں ہمارے اندر کوئی تغیر تو نہیں پایا۔انہوں نے ارشاد فرمایا کہ باقی تو سب ٹھیک ہے صرف اتنی بات ہے کہ صفوں کے اندر سیدھا پن نہیں ہوتا یہ کوتاہی ہوتی ہے۔

قال ابو بكر بن خلف الخ اس کو جلی قلم سے لکھنا چاہئے تھا اور لفظ حدثنا باریک۔اس لئے کہ روایت کی ابتدا قال سے ہے حدثنا سے نہیں ہے۔اور جن نسخوں میں اس کے خلاف ہے وہ غلط ہے اور وہم ہے۔بہر حال امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق اب یہاں سے اضداد کو ذکر فرماتے ہیں کہ نماز کو بے وقت پڑھنے سے کیا کیا وعیدیں آئی ہیں۔گویا باب سے اس آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے فخلف من بعدهم خلف الخ اس آیت میں اضاعت سے کیا مراد ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اخراج الصلوة عن وقتها مراد ہے اور بعض نے اخراج عن الوقت المستحب اور بعض نے اخراج عن كل الوقت مراد لیا ہے۔امام بخاریؒ کے نزدیک اخراج

عن کل الوقت ہی ہے جس کی تائید روایت سے ہوتی ہے۔

باب اَلْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ ترجمہ۔ کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

حدیث (۵۰۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلَا يَتْفِلَنَّ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز شروع کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اسلئے اسے دائیں طرف نہیں تھوکنا چاہیئے۔ لیکن اپنے قدم کے نیچے تھوکے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مناجات کا تقاضا ہے کہ جو مخاطب ہے اس کو متوجہ کیا جائے۔ اور اس طرح بھی کہ ہر طرح کا ادب کیا جانا چاہیئے۔ اس لئے نہ آگے تھوکا جائے نہ دائیں طرف۔ یہاں رحمت ایزدی کو مناجات سے تشبیہ دی گئی ہے تو سوال ہوتا ہے کہ جب یمین میں مناجات نہیں تو پھر منع کیوں ہے۔ جواب یہ ہے کہ جانب یمین فرشتہ ہے۔ اور وہ مصلی کے نیک اعمال لکھتا ہے۔ تو اس کی بے ادبی نہ کرنی چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ ترجمۃ الباب اور حدیث نہایت اہم ہے۔ غور سے سنو! اللہ تعالیٰ کی دو شانیں ہیں۔ ایک شان مالکیت دوسری شان محبوبیت۔ اب کوئی شخص بادشاہ تک رسائی حاصل کرے اور اس سے بات کرنے کا موقع مل جائے۔ اور بات شروع ہو جائے اور وہ پھر ادھر اُدھر دیکھنے لگے تو بادشاہ اس کو نکال دے گا۔ بلکہ مطرود اور مردود کر دے گا۔ پس یہی حال وہاں کا ہے۔ اسی طرح کوئی ہزار عرق ریزیوں کے بعد محبوب تک پہنچے اور محبوب بات کرنے کو تیار ہو جائے اور پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے تو محبوب کیا کرے گا اس کے منہ پر تھوک کر دوسری طرف متوجہ ہو جائے گا۔ یہی حال حضرت باری کا بھی ہے۔ بلکہ اُس سے اعلیٰ ارفع اور اولیٰ کیونکہ وہ تو احب المحبوبین ہیں اور ملك الملوك ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھنا چاہیئے۔ ان المصلی ینا جی ربه سے نماز کی فضیلت معلوم ہوئی اور مواقیت سے مناسبت یہ ہے کہ جب نماز سے مناجات باری حاصل ہوتی ہے تو اس کو اوقات کے اندر ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اگر کسی سرکاری عہدہ دار سے ملنا ہوتا ہے تو پہلے سے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔ اور جب وقت قریب ہوتا ہے تو پھر نظر ہر وقت گھڑی پر رہتی ہے۔ تو احکم الحاکمین اور ملك الملوك کے دربار میں حاضری اور ان سے مناجات کے لئے کتنا اہتمام کرنا چاہیئے ظاہر ہے۔ فلایتفلن عن یمینه صفحہ ۵۸ صفحہ ۵۹ پر یہ روایت گذر چکی ہے اور وہاں دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے۔ اور اس روایت میں فرمایا کہ ان المصلی ینا جی ربه ۔ شراح فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ایک چیز کی متعدد علتیں ہو سکتی ہیں۔ اور میرے نزدیک یہ روایت مختصر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور مناجات کرنا

نھی عن البزاق الی الیمین کا سبب نہیں ہے بلکہ اس کا سبب فرشتہ کا ہونا ہے۔اور نھی عن البزاق الی القدام کا سبب مناجات ہے اور دلیل اس کی صفحہ ۵۹ کی وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے۔

حدیث (۵۰۲) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطُ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ کَالْکَلْبِ وَاِذَا بَزَقَ فَلَا یَبْزُقَنَّ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِهٖ فَاِنَّهٗ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ وَقَالَ سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا یَتْفُلُ قُدَّامَهٗ اَوْبَیْنَ یَدَیْهِ وَلٰکِنْ عَنْ یَّسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ وَقَالَ شُعْبَةُ لَا یَبْزُقُ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَّسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ وَقَالَ حُمَیْدٌ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ لَا یَبْزُقُ فِی الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَّسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سجدہ ٹھیک کرو اور اپنے بازؤوں کو اس طرح نہ پھیلاؤ جس طرح کتا پھیلاتا ہے۔اور جب کوئی تھوکے تو اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ اپنے دائیں تھوکے کیونکہ وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔قتادہ سے روایت ہے کہ لا یتفل قدامه او بین یدیه الخ اور شعبہ فرماتے ہیں لا یبزق بین یدیه ولا عن یمینه اور حمید حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں لا یبزق فی القبلة ولا عن یمینه الخ۔

باب الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِی شِدَّةِ الْحَرِّ

ترجمہ۔ سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا چاہیئے۔

حدیث (۵۰۳) حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ بْنُ سُلَیْمَانَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّهُمَا حَدَّثَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں حضرات جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی شدید ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ سخت گرمی جہنم کے جوش میں سے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کا امام بخاریؒ پر اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ظہر کا وقت ذکر کرنے سے پہلے اس کے اوصاف کو کیوں شروع فرمادیا۔حالانکہ اوصاف موصوف کے تابع ہوتے ہیں۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جب ابراد کا حکم دے دیا تو زوال تو اس میں خود بخود آگیا۔اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ شدة اهتمام ابراد بالظهر کی وجہ سے اس کو مقدم فرمادیا۔مگر میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ باب سابق میں معلوم ہو چکا کہ نماز کے اندر اللہ تعالیٰ سے مناجات ہوتی ہے۔رب العزت سے بات چیت ہوتی ہے۔اس مومن کو

معراج ہوتی ہے۔ توامام بخاریؒ نے اس باب کوباب سابق کے لئے بطور تکملہ کے ذکر فرمایا ہے کہ جب نماز مناجات مع الرب ہے تو وہ ابراد کے وقت صحیح ہوگی۔ شدت گرمی میں صحیح نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ گرمی میں آدمی کی طبیعت حاضر نہیں رہتی۔ لہذا ابراد کے وقت پڑھے تاکہ حضور قلب اچھی طرح ہوسکے۔ اس لئے بھی کہ شدت حر مظہر جلال ہے اور مناجات مظہر جمال ہے جلال کے وقت مناجات نہیں ہوسکتی (مرتب) اب رہا یہ سوال کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ ظہر کے اندر تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے جو مختلف اقوال ہیں ان پر رد کرنا ہے۔ چنانچہ حنفیہؒ کہتے ہیں کہ موسم گرما میں تاخیر کرنا اولیٰ ہے۔ اور موسم سرما میں تعجیل۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ علۃ تاخیر گرمی کا ہونا ہے۔ لہذا اگر گرمی کے موسم کہیں گرمی نہ ہورہی ہو جیسے شملہ یا منصوری پر کوئی رہنے والا ہو تو تاخیر نہ کرے۔ حضرت امام بخاریؒ ان دونوں پر ردّ فرماتے ہیں کہ موسم اور مکان کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ وجہ ابراد شدۃ حر ہے۔ جب شدۃ نہ ہو خواہ کسی وقت ہو جائے اور کسی بھی مکان میں ہو جائے تو ابراد اولیٰ ہوگا۔ اور شوافعؒ فرماتے ہیں کہ جس کا مکان مسجد کے قریب ہو یا جو شخص مسجد سے دور ہو مگر سائے میں ہو کر آسکتا ہے تو اس کے لئے ابراد نہیں۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ جماعت میں تاخیر اور منفرداً تعجیل اولیٰ ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس پر بھی ردّ فرمایا ہے کہ انفراد اور جماعت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ بلکہ سبب شدت حر ہے۔ تو میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تمام اختلاف کی طرف اشارہ کر کے اس مسئلہ میں اپنی رائے ظاہر کر دی۔

فان شدة الحر من فيح جهنم عنقریب اسی باب میں روایت کے اندر شدت حر کے فیح جہنم سے ہونے کی وجہ آرہی ہے۔ واشتكت النار الى ربها یہ وجہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب آگ کے اندر شدت پیدا ہو جاتی ہے تو شدت کی وجہ سے خود ہی کٹ کٹ کر گرنے لگتی ہے جیسے لوہا جبکہ بہت گرم ہو جائے تو کٹ کٹ کر گرتا ہے۔ اور جب یہ گرمی فیح جهنم سے ہے تو اگر کسی وجہ سے حرارت معلوم نہ ہو تب بھی ابراد اور تاخیر ہی اولیٰ ہوگی۔ جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔ اب یہاں پر دو اشکال ہیں۔ اوّل تو یہ کہ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ حرارت و برودت قرب شمس اور بعد شمس پر ہے۔ لہذا اگر حرارت کا سبب فیح جهنم ہے تو سائے کی جگہ اور دھوپ کی جگہ سب برابر ہونی چاہئے۔ کیونکہ جہنم کا سانس تو ہر گوشہ میں برابر پہنچتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شی کسی شی کا اثر قبول کرتی ہے تو شی متاثر شی مؤثر سے اپنی صلاحیت اور قابلیت کے بقدر اس کا اثر قبول کرے گی۔ جیسے پکی اینٹ اور لوہا دونوں کو دھوپ میں رکھ دیا جائے تو لوہا جلدی گرم ہو جائے گا۔ اور بہت شدید گرم ہو جائے گا۔ اور پکی اینٹ دیر میں جاکر گرم ہوگی۔ اور وجہ اس کی یہی ہے کہ لوہے کے اندر حرارت قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ ہے۔ اینٹ کے مقابلہ میں۔ اسی طرح فیح جهنم کا اثر پہنچتا ہے۔ سورج چونکہ سراپا آگ ہے لہذا جہاں جہاں اس کی شعاعیں پڑیں گی عذاب کا اثر ہوگا۔ وہیں حرارت زیادہ ہوگی۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر شدت حر فیح جهنم سے ہے اور جہنم عذاب الٰہی ہے تو جو اس کا اثر ہوگا وہ عذاب کا اثر ہوگا اور عذاب کے وقت عبادت اولیٰ ہے۔ جیسا کہ کسوف کے وقت عبادت اولیٰ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ صلوٰۃ رب العزت کے ساتھ مناجات ہے اور مناجات اور انابت کے درمیان شدید گرمی مخل ہوتی ہے اس لئے تاخیر کرنی چاہئے۔ اس لئے علماء نے کہا ہے کہ مسجد کے اندر اوّل وقت پہنچے۔

حدیث(٥٠٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِیِّ ﷺ الظُّهْرَ فَقَالَ اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْءَ التُّلُوْلِ الحدیث.....

ترجمہ۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے مؤذن نے ظہر کے وقت اذن پڑھی تو آپؐ نے فرمایا ٹھنڈا کرو ٹھنڈا کرو۔ یا فرمایا انتظار کرو انتظار کرو۔ اور فرمایا کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے پس جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز میں تاخیر کرو یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔

حدیث(٥٠٥) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِیْنِیُّ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّهَا فَقَالَتْ یَارَبِّ اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٌ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٌ فِی الصَّیْفِ وَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ کیونکہ سخت گر جہنم کے جوش میں سے ہے۔ اور آگ جہنم نے اپنے رب کی طرف شکایت کی کہ اے میرے رب میرا کچھ حصہ کاٹ کاٹ کر دوسرے حصہ کو کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس سردی کے موسم میں اور دوسرا سانس گرمی کے موسم میں۔ پس یہ سخت گرمی جو تم محسوس کرتے ہو یہ اس کی گرمی میں سے ہے۔ اور سخت ٹھنڈک طبقہ زمہریر سے ہے۔

حدیث(٥٠٦) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ تَابَعَهٗ سُفْیَانُ وَیَحْیٰی وَاَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ ۔ الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اس لئے کہ سخت حرارت جہنم کے جوش میں سے ہے۔ سفیان یحیی ابو عوانہ اعمش سے اس کی متابعت کی ہے تشرح اوپر گذر چکی ہے

باب الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِی السَّفَرِ

ترجمہ۔ باب سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

حدیث(٥٠٧) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے تو مؤذن نے

فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ اَبْرِدْ حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ تَتَفَيَّؤُ تَتَمَيَّلُ. الحديث.....

ظہر کی نماز کے لئے اذان کہنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ٹھنڈک میں پڑھو۔ پھر اس نے اذان کہنے کا ارادہ کیا تو پھر بھی آپؐ نے فرمایا کہ ٹھنڈک میں پڑھو۔ یہاں تک ہم نے ریت کے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔ جس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ تو جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈک میں پڑھو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں تتفیأ کے معنی میلان کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب امام بخاریؒ نے ابراد بالظھر فی الحر کی مناسبت سے متعاذ کر فرمادیا جیسا کہ ابراد بالظھر کو تکملہ للباب السابق فرمایا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے اور ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے احنافؒ پر رد کرنا ہو۔ اس مسئلہ میں کہ احناف فیء التلو ل والی روایت کو مثلین کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ دلیل تم نے کہاں سے منالی۔ یہ تو سفر کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ سفر کے اندر جمع تاخیر جائز ہے۔ لہذا وہاں تاخیر کے اندر فیء التلول تک تاخیر ہو گئی یتفیأ یتمیل چونکہ حدیث میں فیءَ کا لفظ آگیا ہے اس لئے اس کی مناسبت سے قرآن پاک کے لفظ یتفیأ کی تفسیر فرمادی۔ باقی ظہر کو پہلے اس لئے بیان فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو ظہر کی نماز پڑھائی تھی۔ یہاں امام بخاریؒ نے پہلے ابراد کو بیان فرمایا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ یہاں سے حضرت جابرؓ کی حدیث جو کہ ابوداؤد شریف میں ہے۔ کان رسول الله ﷺ یصلی بعد الزوال اس کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے امام بخاریؒ نے فی السفر کی قید بڑھا کر بتلادیا کہ اصل مدار ابراد کا شدۃ حر پر ہے۔ باوجودیکہ وہاں سب لوگ جمع رہتے ہیں۔ اور تعجیل میں کوئی دقت بھی نہیں مگر پھر بھی رخصت دے دی گئی۔

بَاب وَقْتُ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ بِالْهَاجِرَةِ

ترجمہ۔ ظہر کی نماز کا وقت زوال شمس سے ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۰۸) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ فِيْهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر سے اس وقت باہر تشریف لائے جبکہ سورج ڈھل گیا تھا۔ آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر فرمایا اور اس میں بڑے بڑے امور

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْئَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْئَلْ فَلَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ مَادُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فَاَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَاَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ ....

بیان فرمائے۔ پھر فرمایا جو شخص کسی چیز کے متعلق پوچھنا چاہے وہ پوچھ لے کیونکہ جس چیز کے متعلق تم سوال کرو گے جب تک میں اس مقام پر ہوں تمہیں ضرور بتلاؤں گا۔ لوگوں نے کثرت سے رونا شروع کیا اور آپؐ کثرت سے سلو نی فرماتے رہے پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پوچھا حضرت میرا باپ کون ہے آپؐ نے فرمایا حذافہ تمہارا باپ ہے۔ پھر اکثر حضور ﷺ سلو نی فرماتے رہے۔ تو حضرت عمرؓ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ تب آپؐ خاموش ہوئے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ابھی اس دیوار کے کنارے میں مجھے جنت اور دوزخ دکھلائی گئی۔ پس میں نے اس طرح خیر اور شر کو اکٹھے نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آپؐ جب صلوٰۃ ظہر سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ منافقین کی ایک جماعت عناداً سوال کرنے کیلئے آئی ہوئی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا سلو نی فقام عبداللہ الخ یہ سلونی فرمانا یا تو حقیقت پر مبنی ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ تم پوچھتے جاؤ میں بتاتا جاؤں گا۔ یا یہ کہ تم سوال کرو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کر کے بتاؤں گا۔ بہر حال یہ الفاظ غضب پر دال تھے۔ فاکثر النا س فی البکاء اس سے آپؐ کا غصہ معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ حضرت عبداللہ کی رنگت اور تھی ان کے باپ حذافہ کی رنگت اور تھی۔ لوگ شک وشبہ کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایسی حالت میں آپؐ سے سوال کیا۔ کہ آپؐ نے اس کا جواب دیا کہ تمہارا باپ حذافہ ہے جس سے لوگوں کا شک مٹ گیا۔ آپؐ برابر سلونی فرماتے رہے۔ یہاں تک حضرت عمرؓ نے چند کلمات کہہ کر آپ کا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ عرضت علی الجنة والنار اگر اشکال ہو کہ اتنی بڑی جنت اور جنہم ایک دیوار کے کونے میں کیسے دکھائی گئی۔ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے کہ وہ چھوٹی چیز کو بڑی اور بڑی کو چھوٹی کر دکھائیں۔ عرضها كعرض السماء باعتبار اصل کے ہے۔ اور عرضت میں اس کا عکس ہے۔ دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس جگہ معانی مجازی مراد ہیں کہ جنت اور نار کی تصویر دکھائی گئی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آپؐ کے درمیان اور جنت و جنہم کے درمیان کے حجابات کو اٹھا دیا گیا۔ تو پھر بھی حقیقت پر محمول ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں سے اوقات کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ اصحاب المواقیت جب اوقات کا ذکر کرتے ہیں تو ظہر سے شروع کرتے ہیں فجر سے شروع نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّل نماز جو جبرائیل علیہ السلام نے

جناب نبی اکرمؐ کو پڑھائی وہ ظہر تھی۔ کیونکہ رات کو تو آپؐ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور صبح کو تشریف آوری کے بعد آرام فرمارہے تھے۔ اسی وجہ سے اس کو الصلوۃ الاولی کہتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اوّلاً تبلیغ اجمالی ہوئی پھر ظہر کی نماز سے تفصیلی تبلیغ شروع ہوئی۔ اس میں ائمہ کا اتفاق ہے کہ ظہر کے وقت کی ابتدا زوال کے بعد سے ہوتی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نہ ائمہ اربعہ کا اور نہ اصحاب ظواہر کا۔ ہاں بعض سلف کا تھوڑا سا اختلاف رہا ہے۔ وہ یہ کہ معاً بعد الزوال ظہر کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ بلکہ زوال کے بعد فيء الزوال بقدر تسمہ کے بڑھ جائے وہ وقت ہوگا۔ ان حضرات کا استدلال ابوداؤدی کی روایت اذا زالت الشمس بقدر الشراك ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ ظہر کا وقت اخیر کیا ہے۔ ہمارے امام صاحبؒ کا مشہور قول ہے کہ ظہر کا آخر وقت مثلین تک رہتا ہے۔ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اس کا آخیر وقت مثل واحد تک رہتا ہے۔ تو ابتدا عصر عندالامام مثلین کے بعد اور عندالصاحبین وعندالثلاثہ بعدالمثل ہوگا۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ بعض مالکیہ کے نزدیک ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعات کے بقدر وقت مشترک ہے۔ جس میں ظہر اور عصر دونوں وقت کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ حضرات یہ بتلاتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کی امامت کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے پہلے دن عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ ہر شی کا سایہ اس کے ایک مثل ہوگیا اور دوسرے دن اسی وقت میں ظہر کی نماز ادا کی۔ تو وقت مشترک نکل آیا۔ اور اس کے بالمقابل بعض شافعیہ اور داؤد ظاہری کی رائے ہے کہ ظہر اور عصر کے مابین بقدر چار رکعات وقت مہمل ہے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ تین اختلاف ہو گئے۔ ایک انتہائے ظہر مثل پر ہے یا مثلین پر۔ دوسرے یہ کہ وقت مشترک ہے یا نہیں۔ تیسرے یہ وقت مہمل ہے یا نہیں۔ پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ وقت عصر کب ختم ہوتا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ مثلین پر جاکر ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعض شافعیہؒ اور موالک کے نزدیک اصفرار تک ختم ہو جاتا ہے۔ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ وقت عصر غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ اور ابتدا وقت مغرب میں کوئی اختلاف نہیں کہ غروب شمس کے بعد شروع ہو جاتا ہے البتہ اختتام کے اندر اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کی جانب سے مشہور یہ ہے کہ مغرب کا وقت بس اتنا ہے کہ اطمینان سے وضو کر کے تین رکعات فرض مطمئن ہو کر پڑھ لے۔ لیکن جماہیر علماء کی رائے یہ ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک باقی رہتا ہے۔ البتہ حقیقت شفق میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق وہ حمرت ہے جو سورج کے غروب ہونے کے بعد آسمان کے کنارے پر باقی رہے۔ جب وہ غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق سے مراد یہاں وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد آتی ہے۔ اور اس کے ختم ہونے پر سیاہی آتی ہے۔ تو امام صاحبؒ کے نزدیک مغرب کا وقت اس سفیدی کے غروب تک باقی رہتا ہے۔ اور عشاء کے وقت کے اختتام میں بعض سلف سے منقول ہے کہ ثلث لیل تک ختم ہو جاتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ عصر کا وقت الی المثلین رہتا ہے اور بعض شوافعؒ کی رائے ہے کہ نصف لیل تک رہتا ہے اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ طلوع صبح صادق تک رہتا ہے۔ اور طلوع الفجر اول وقت فجر ہے۔ اور اس کا آخری وقت طلوع شمس ہے۔ اور بعض کے نزدیک اسفار (روشنی) ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ کے اندر عندالزوال کا لفظ بڑھا کر ان لوگوں پر رد فرمادیا جو یہ کہتے ہیں ظہر کا وقت اس وقت شروع ہوگا جبکہ فيء الزوال بقدر الشراك ہو جائے۔

یا بعض سلف کے قول پر رڈ فرمادیا جو زوال سے قبل ظہر کے جواز کے قائل ہیں۔ **صلے بالهاجره ای شدة الحر وهو وقت الزوال مادمت فی مقامی هذا** ۔اس سے علم غیب پر استدلال نہیں ہو سکتا۔اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے خود فرمادیا۔**مادمت فی مقامی هذا** کہ جب تک میں اس جگہ رہوں گا۔ تو بہت ممکن ہے کہ اس خاص وقت میں اللہ تعالیٰ نے کشف فرمادیا ہو۔ **عرضت علی الجنت والنار** یہ وجہ ہے آپؐ کے فرمانے کی کہ جو کچھ تم پوچھو گے خبر دوں گا۔ **فلم ار کالخیر والشر** یعنی ایک طرف جنت تھی جو خیر ہی خیر ہے۔اور دوسری طرف جہنم ہے جو شر ہی شر ہے ۔

حدیث(۵۰۹) **حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی الصُّبْحَ وَاَحَدُنَا یَعْرِفُ جَلِیْسَهٗ وَیَقْرَأُ فِیْهَا مَابَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَةِ وَیُصَلِّی الظُّهْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرُ وَاَحَدُنَا یَذْهَبُ اِلٰی اَقْصَی الْمَدِیْنَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَیَّةٌ وَنَسِیْتُ مَاقَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَلَایُبَالِیْ بِتَاخِیْرِ الْعِشَاءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ ثُمَّ قَالَ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِیْتُهٗ مَرَّةً فَقَالَ اَوْثُلُثِ اللَّیْلِ . الحدیث .....**

ترجمہ۔ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جس میں ہم میں سے ایک آدمی اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ جبکہ ساٹھ سے سو آیات تک اس میں قراۃ کر لیتا تھا۔ اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا۔اور عصر اس وقت پڑھتے جب کہ ہمارا ایک آدمی مدینہ کے دور مقام میں جاکر واپس آجاتا تھا۔ ابھی تک سورج زندہ ہوتا تھا۔ یعنی اس کی تمازت باقی ہوتی تھی۔اور مغرب کے بارے میں میں بھول گیا۔ کہ انہوں نے کیا فرمایا تھا اور عشاء رات کے تیسرے حصہ تک مؤخر کرنے میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ پھر نصف لیل تک فرمایا یعنی آدھی رات تک۔ شعبہ فرماتے کہ پھر ایک مرتبہ میں ابو المنهال کو ملا تو انہوں نے اوثلث الیل فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ **یذهب الی اقصی المدینة** اس سے بعض حضرات نے وقت عصر کے ایک مثل ہونے پر استدلال کیا ہے۔ مگر ایسے **حملات** سے استدلال نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ تو **سرعة مشی** پر موقوف ہے یعنی جلدی چلنے پر۔ میرے والد صاحب بستی نظام الدین سے مدرسہ حسین بخش دہلی آدھ گھنٹہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جبکہ اس کی مسافت ساڑھے تین میل ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ نے **عند الزوال** کی قید لگا کر ظہر کی ابتدا بیان کی ہے۔اور ابو داؤدی کی روایت مکہ مکرمہ پر محمول ہے کیونکہ وہ اس اقلیم کے اندر واقع ہے جو خط استواء کے تحت میں نہیں ہے۔بلکہ کچھ ہٹی ہوئی ہے۔ اتنی کہ ہر چیز کا سایہ اصلی **ایك شراک** کے بقدر ہوتا ہے۔ گویا عین زوال ہی ان لوگوں کے ہاں اس وقت ہے جبکہ **بقدر شراك** زوال ہو جائے۔

حدیث(۵۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ. الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم ظہر کے وقت آپؐ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کیلئے ہم اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

باب تَاخِيْرِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ

ترجمہ۔ ظہر کی نماز کو عصر تک پیچھے کرنا

حدیث(۵۱۱) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَّثَمَانِيًا اَلظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَقَالَ اَيُّوْبُ لَعَلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ مَّطِيْرَةٍ قَالَ عَسٰى . الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں سات اور آٹھ رکعات ظہر عصر اور مغرب عشاء ادا فرمائی۔ ایوب راوی فرماتے ہیں کہ شاید یہ بارش والی رات کا واقعہ ہے۔ ایوب نے لعل کی بجائے عسی کہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس جگہ جمع صوری مراد ہے۔ تاکہ جمع کرنا امت پر آسان ہو تنگی نہ آئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ مثل اور مثلین کا جھگڑا امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں ہے اس لئے اس کو ذکر نہیں فرمایا البتہ یہ بتلا دیا کہ ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اسکے ساتھ امام بخاریؒ نے تاخیر الظهر الی العصر کا جملہ بڑھا کر ان لوگوں پر رد فرمادیا ہے جو ما بین الظهر و العصر وقت مشترک یا وقت مہمل مانتے ہیں۔ مشترک ماننے والوں پر اس طرح رد ہو گیا کہ ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے۔ یہ نہیں کہ ظہر اور عصر کے درمیان اشتراک ہے۔ اور قائلین با لوقت المهمل پر اس طرح رد ہوا کہ جب منتہائے وقت ظہر عصر تک ہے تو بیچ میں وقت مہمل کہاں ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ ترجمہ شارحہ ہو کیونکہ روایت الباب میں صلی بالمدينة سبعا وثمانيا سبعاً سے مراد مغرب اور عشاءؔ ہے اور ثمانیاً سے ظہر اور عصر ہے تو چونکہ ظاہر حدیث کے لفظ سے شبہ ہو سکتا تھا کہ مثلاً ظہر عصر وقت عصر میں پڑھ لی۔ یا اس کا برعکس۔ اسی طرح مغرب اور عشاءؔ مغرب کے وقت پڑھ لی ہو۔ یا علی العکس۔ تو تنبیہ فرمادی کہ یہ صورت نہیں۔ بلکہ ظہر کو عصر تک مؤخر فرمادیا۔ پھر عصر پڑھی تو جمع صوری ہوئی۔ امام بخاریؒ نے مثل اور مثلین کے مسئلہ کو چھیڑا ہی نہیں کیونکہ ان کے نزدیک مثل کی طرح مثلین والوں کا قول بھی پختہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ جہاں تک دلائل کا تعلق ہے وہاں مثلین راجح ہے۔ اور اس پر بہت سے دلائل مل جائیں گے۔ مثلاً ایک یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں پوری مملکت میں ہر شخص کے لئے یہ اعلان کر دیا تھا کہ صل الظهر اذا كان ظلك مثلك کہ ظہر کی نماز اس وقت ادا کرو جبکہ تمہارا سایہ

ایک مثل تک ہو۔ وصلی العصر اذاکان ظلك مثليك اور عصر اس وقت ادا کرو جبکہ تمہارا سایہ دو مثل تک پہنچے۔ اس سے صراحۃً صاف معلوم ہو گیا کہ جب سایہ مثلین ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو۔ یعنی عصر کا وقت اب شروع ہوا ہے۔ اور ظہر کا وقت اب ختم ہوا ہے اور یہ اعلان صحابہؓ کی موجودگی میں ہوا کسی نے نکیر نہیں کی۔ گویا کہ اجماع سکوتی ہو گیا۔ تو اگر مثلین تک وقت ظہر نہ ہو تا تو گویا حضرت عمرؓ نے سب کو قضا نمازیں پڑھوائیں۔ صلی بالمدینة سبعا وثمانیاً حضور اکرم ﷺ نے یہ جمع مدینہ کے اندر فرمایا ہے۔ حنابلہ اور بعض علماء نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ جمع بارش کی وجہ سے تھا لیکن جمہور کے نزدیک جمع مطر کوئی چیز نہیں۔ اب یہ کہ پھر یہ جمع کیوں ہوئی۔ تو امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ بھائی یہاں جمع حقیقی نہیں تھی۔ بلکہ ظہر کو مؤخر کر کے اور عصر کو مقدم کر کے نماز پڑھی گئی تھی۔ تو گویا اس جگہ جمع صوری مراد ہے۔ اب حنفیہؒ یہ کہتے ہیں کہ جب یہاں جمع صوری مراد ہے کہ اگر ہم سفر کے اندر جمع صوری مراد لیں تو کیا تعذر ہے۔ امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب کے اندر دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی حدیث ایسی ذکر نہیں کی جو کسی نہ کسی کا معمول بہا نہ ہو سوائے دو حدیثوں کے جن پر کسی کا عمل نہیں۔ ایک تو یہی حدیث باب ہے دوسری وہ حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص چوتھی مرتبہ شراب پی لے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں پر بھی حنفیہؒ کا عمل ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں نے اس سے جمع صوری مراد لی ہے۔ اور دوسری حدیث سے سیاسۃً قتل کرنا مراد لیا ہے۔ لہذا اب یہ دونوں حدیثیں ہماری معمول بہا ہو گئیں۔

بابُ وَقْتِ الْعَصْرِ

ترجمہ۔ عصر کی نماز کا وقت کون سا ہے

حدیث (۵۱۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ اَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ دھوپ ابھی ان کے حجرہ سے نہیں نکلی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ جملہ احناف کی دلیل ہے یا غیر احناف کی امام طحاویؒ نے اس کو تاخیر عصر کے مسئلہ پر احناف کی دلیل قرار دیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دونوں کا احتمال ہے۔ اس لئے کہ اگر حجرہ کی دیوار چھوٹی اور صحن چوڑا ہو تو یہ تاخیر کی دلیل بن جائے گی۔ اگر دیواریں لمبی ہوں اور صحن چھوٹا ہو تو تعجیل کی دلیل بن جائے گی۔ کیونکہ پہلی صورت میں دھوپ دیر تک باقی رہے گی۔ اور دوسری صورت میں دھوپ جلدی چلی جائے گی۔ مگر حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ میں حضرت ام سلمہؓ کے گھر جایا کرتا تھا اور ہاتھ اٹھاتا تو وہ چھت سے جالگتا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دیواریں قد آدم تھیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صحن بالکل ذرا سا تو ہو گا نہیں۔ اس میں غسل کی جگہ بھی ہو گی۔ گرمی میں لیٹنے کی اور کھانا پکانے کی جگہ بھی ہو گی۔

حدیث (۵۱۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْئُ مِنْ حُجْرَتِهَا . . . . .

رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ دھوپ انکے حجرہ میں تھی یعنی سایہ ان کے حجرہ سے ظاہر نہیں ہوا تھا۔

حدیث (۵۱۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ وَلَمْ يَظْهَرِ الْفَيْئُ بَعْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ وَقَالَ مَالِكٌ وَّيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّشُعَيْبٌ وَّابْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز اس حال میں ادا فرماتے تھے کہ دھوپ ابھی میرے حجرہ میں ظاہر ہوتی تھی۔ اور سایہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اور امام مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ دھوپ سورج ظاہر ہونے سے پہلے پہلے پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ والشمس قبل ان تظهر اس جملہ۔ اور جملہ والشمس طالعة فی حجرتی کے اندر کوئی تضاد نہیں۔ اس لئے کہ طلوع کے لئے عدم ظہور لازم ہے۔ جب تک حجرے کے اندر دھوپ رہے گی دیواروں پر نہ جائے گی۔ امام بخاریؒ کا مقصد بھی اس جملہ کو ذکر فرما کر اختلاف الفاظ کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ کسی تعارض کی طرف ۔

حدیث (۵۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَاُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ . الحديث . . . . .

ترجمہ۔ حضرت سیار بن سلامہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا باپ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کے پاس پہنچے تو میرے باپ نے ان سے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرضی نماز کیسے پڑھتے تھے فرمایا ظہر کی وہ نماز جسے تم لوگ اولیٰ کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا۔ اور عصر پڑھ کر ہمارا ایک آدمی مدینہ کی انتہائی آخر میں اپنے گھر واپس آجاتا تھا۔ اور سورج ابھی زندہ یعنی روشن ہوتا تھا۔ مغرب کے بارے میں میں بھول گیا کہ انہوں نے کیا فرمایا۔ اور عشا کی وہ نماز جسے تم لوگ عتمہ کہتے ہو اس میں آپؐ تاخیر کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس نماز سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور فجر کی نماز پڑھ کر ہر شخص اس وقت واپس ہوتا تھا جبکہ آدمی اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ حالانکہ ساٹھ سے سو آیات پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یکرہ النوم قبلھا الخ تاکہ فجر اور تہجد فوت نہ ہو جائے۔ یا یہ باتیں کرنا اہل جاہلیہ کی عادتوں میں سے ہے یا اس لئے کہ صحیفہ اعمال کا خاتمہ عبادت پر ہو۔ کان یتنفل من صلوۃ الغداۃ الخ حضور اکرم ﷺ اس وجہ سے اندھیرے میں صبح کی نماز ادا فرماتے تھے کیونکہ انصار کھیتی پیشہ تھے۔ اور زراعت پیشہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں کہ سویرے سویرے اپنے باغات میں پہنچ جایا کریں۔ اس طرح انصار یہ بھی چاہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز بھی پڑھا کریں۔ اسلئے حضور اکرم ﷺ ان کی رعایت میں نماز کو مقدم فرماتے تھے۔ اور غلس میں پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح عصر کی نماز تقدیم کے ساتھ ادا کرتے تھے تاکہ اہل عوالی نوبت نوبت مدنیہ میں آتے تھے۔ وہ سویرے سے اپنے گھروں کو پہنچ جایا کریں اور عشاء تاخیر سے ادا فرماتے تھے اسلئے کہ اہل زراعت دیر میں آتے تھے۔

حدیث (۵۱۶) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُسْلَمَۃَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ کُنَّا نُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ یَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰی بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَیَجِدُھُمْ یُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے اس کے بعد جب کوئی انسان بنو عمرو بن عوف میں جاتا تو وہ ابھی عصر پڑھ رہے ہوتے تھے۔

حدیث (۵۱۷) حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَۃَ یَقُوْلُ صَلَّیْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ الظُّھْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ فَوَجَدْنَاہُ یُصَلِّی الْعَصْرَ فَقُلْتُ یَا عَمِّ مَا ھٰذِہِ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ صَلَّیْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَھٰذِہٖ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ الَّتِیْ کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَہٗ .....

ترجمہ۔ حضرت ابوبکر بن عثمانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم نے حضرت خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی فراغت کے بعد وہاں سے نکل کر ہم لوگ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس پہنچے تو ہم نے انہیں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ تو میں نے کہا اے چچا جان! یہ کون سی نماز ہے جو ابھی آپ نے پڑھی ہے۔ فرمایا یہ عصر کی نماز ہے۔ اور یہی نماز ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پڑھا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وجدناہ یصلی العصر حضرت انس بن مالکؓ نے حضور اکرم ﷺ کا اتباع فرمایا۔ حنفیہؒ کہتے ہیں کہ یہ تقدیم عوارض کی وجہ سے تھی۔ جیسا کہ ابھی گذرا اور جب یہ عوارض نہیں رہے تو تقدیم بھی نہ رہی۔ اس سلسلہ میں احنافؒ نے بہت سے دلائل پیش فرمائے ہیں۔ صاحب ہدایہ فنی تلول والی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور علامہ عینیؒ نے دوسری روایت سے استدلال کیا ہے۔ اور میرا استدلال حضرت عمرؓ کے قول سے ہے کہ انہوں نے اپنے عمال کو لکھا تھا صلی العصر اذا کان ظلک مثلیک تو اگر ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے تو گویا کہ حضرت عمرؓ نے سارے ہی لوگوں کو اپنے زمانہ خلافت میں قضا نماز پڑھوائی۔

حالانکہ یہ بمحضر الصحابہ ہوا ہے۔اور کسی سے اس پر نکیر منقول نہیں ہے۔باوجودیکہ صحابہ کرام ایک چادر پر حضرت عمرؓ نے اسمعوا واطیعوا کے جواب میں انہیں یہ کہہ سکتے ہیں لا نسمع ولا نطیع ۔نہ ہم سنیں گے اور نہ کہنا مانیں گے۔تو نماز جیسی مہتم بالشان فریضہ کے بارے میں یہ حضرات انکار نہ کریں یہ تو بہت عجیب ہے اور بعید بات ہے۔تدعونها العتمہ۔چونکہ عشا کا اطلاق مغرب وعشا دونوں پر ہوتا ہے۔تو مغرب کے ابہام کو دفع کرنے کے لئے یہ جملہ بڑھا دیا کہ عشا سے مراد مغرب نہیں۔بلکہ وہ عشا مراد ہے جس کو تم عتمہ کہتے ہو۔ الحدیث بعدها میں وعظ ونصیحت درس تدریس بیوی وغیرہ سے بات کرنا یہ سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یفعل من صلوة الغداة صبح کی نماز بہت اندھیرے میں پڑھتے تھے۔اس کے اندر شوافع اور احناف کا اختلاف ہے۔ان کے نزدیک غلس کے اندر اور ہمارے نزدیک اسفار میں۔اولیٰ ہے شوافع کا مستدل یہ غلس والی روایات ہیں۔اور احناف کا مستدل اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر والی روایت ہے جس میں اسفار میں نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یخرج الانسان ابی بنی عمر وبن عوف دارقطنی نے اس پر تنقید کی ہے اور اس کو منتقدات بخاری سے شمار کیا ہے کیونکہ بنو عمر وبن عوف غلط ہے۔ایسی ہی جس روایت میں قبا کا لفظ آیا ہے۔وہ بھی غلط ہے۔اصل لفظ العوالی ہے۔

حدیث(۵۱۸)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا اِلٰى قُبَاءٍ فَيَاتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ .....

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ ہم سے جانے والا قبا کی طرف جاتا تھا تو ابھی سورج اونچا ہوتا تھا۔

حدیث(۵۱۹)حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ (الخ) حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِيْ فَيَاتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَّبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْ نَحْوِهٖ . الحديث ......

ترجمہ۔حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے انس بن مالکؓ نے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ عصر ایسے وقت میں ادا کرتے تھے کہ سورج اونچا اور روشن ہوتا تھا۔ جانے والا عوالی مدینہ کی طرف جاتا تو وہ ان کے پاس ایسے وقت پہنچتا جبکہ سورج اونچا ہوتا تھا۔اور بعض عوالی مدینہ منورہ سے چار میل یا اس کے برابر ہوتے تھے۔

بَاب اِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ

ترجمہ۔اس شخص کے گناہ کا بیان جس سے عصر کی نماز چوک جائے۔

حدیث (۵۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ الَّذِیْ تَفُوْتُہٗ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَقَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ یَتِرَکُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ قَتَلْتَ لَہٗ قَتِیْلاً وَاَخَذْتَ مَالَہٗ ۔ الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص سے عصر کی نماز فوت ہو جائے پس گویا کہ اس کا اہل اور مال ہلاک ہو گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں یترکم وترت الرجل اس وقت بولتے ہیں جب تو کسی کا آدمی قتل کردے اور اس کا مال بھی لوٹ لے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ من یترکم چونکہ حدیث پاک میں وتر اھله وماله آیا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے سورۃ محمد کی آیت شریفہ لن یترکم اعمالکم کی طرف اشارہ فرمادیا کہ وہ بھی اسی معنی میں ہے حدیث وتر اھله وماله اس لئے فرمایا گیا عموماً نماز عصر ان دونوں چیزوں کی وجہ سے قضا ہوتی ہے۔ فوت ہونے کے معنی ہیں بلا عمد کے چھوٹ جانا۔ اور ترک کے معنی قصد اور عمداً چھوڑنا لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے۔ کہ جب فوت بلا عمد کے ہوا تو اس پر اثم کیوں ہے اس کا جواب میرے ذہن میں یہ ہے کہ اثم کا لفظ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے وتر اھله وماله کی وعید جو آئی ہے تو یہ تشبیہ دراصل اخروی نقصان کے اندر ہے۔ اگرچہ ظاہراً دنیاوی نقصان معلوم ہوتا ہے۔

باب اِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

ترجمہ۔ جس شخص نے عمداً عصر کی نماز نہ پڑھی اس کے گناہ کا بیان۔

حدیث (۵۲۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الخ عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ قَالَ کُنَّا مَعَ بُرَیْدَۃَ فِیْ غَزْوَۃٍ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ غَیْمٍ فَقَالَ بَکِّرُوْا بِصَلٰوۃِ الْعَصْرِ فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو الملیح فرماتے ہیں کہ ایک لڑائی میں ہم حضرت بریدہؓ کے ہمراہ تھے ایسے دن میں جو بادل والا تھا تو آپ نے فرمایا کہ عصر کی نماز میں جلدی کرو۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے عصر کی نماز جان بوجھ کر چھوڑی تو اس کے عمل باطل ہو جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ ترجمہ زائد ہے۔ اسلئے کہ فوات ہر قسم کے فوات کو شامل ہے۔ چاہے وہ فوات عن الجماعة ہو یا فوات عن الوقت المستحب ہو۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ترجمتین سے ایک لطیف شی کی طرف اشارہ فرمادیا۔ وہ یہ کہ باب اول کی روایت میں وُتر اھله وماله آیا ہے۔ اور اس باب کی روایت میں فقد حبط عمله آیا ہے۔ حبط اعمال مال ودولت اور اہل وعیال کے چھن جانے سے بہت اشد ہے۔ تو چونکہ دونوں وعیدیں شدید ہیں اور ان میں ایک بہت اشد تھی۔

اور اس کے مقابلہ میں دوسری اھون ہے تو دونوں کے لئے مستقل ترجمہ منعقد فرمادیا۔ نیز ! چونکہ اہل وعیال اور مال کے چھن جانے کی وعید اھون تھی اس کے لئے الفوات کا ترجمہ باندھا۔ جس کے اندر عدم اختیار کے معنی غالب ہیں اور حبط عمل کی وعید اہم تھی اس پر ترک ترجمہ باندھا جس کے اندر قصد کے معنی پائے جاتے ہیں۔ تو گویا ارشاد فرمادیا کہ مال واہل کے چھن جانے کی خبر تو اس وقت ہے جبکہ بلا قصد ہو جائے اور اگر قصد سے ہو تو پھر حبط عمل تک پہنچ جانے کا خوف ہے۔ اب اس کے بعد سنو ! کہ اس میں اختلاف ہے کہ فوت سے کیا مراد ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں قيل الفوات عن الوقت المستحب. وقيل عن الجماعة . وقيل عن الوقت كاملا ناسياً ۔

باب فضل صلوة العصر

ترجمہ۔ عصر کی نماز کی فضیلت

حدیث (۵۲۲) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَاتُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَءَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ اِفْعَلُوْا لَاتَفُوْتَنَّكُمْ ......

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپؐ نے ایک رات چاند کی طرف نظر اٹھائی پھر فرمایا کہ عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ جس کے دیکھنے میں کوئی بھیڑ بھاڑ نہیں کرتے۔ البتہ اگر تم کر سکتے ہو تو سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھنے پر مغلوب نہ ہو جاؤ بلکہ ضرور کرو۔ پھر اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو۔ اسماعیل نے افعلوا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ کہیں یہ نماز تم سے چھوٹ نہ جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح یہ اشکال کرتے ہیں کہ روایت اور آیت کے اندر عصر اور فجر دونوں کا ذکر ہے۔ پھر عصر کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کا مطلب ہے باب فضل صلوة العصر على سائر الصلوت الا الفجر اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سرابیل تقیکم الحر ای والبرد کے قبیلہ سے ہے۔ یہاں پر بھی والفجر محذوف ہے۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو حضرات کو اشکال کیوں پیش آرہا ہے۔ کیونکہ فضل فجر کا باب مستقل آرہا ہے۔ اور یہی روایت وہاں بھی ذکر فرمائی ہے۔ اور یہاں پر صرف صلوٰۃ العصر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کیونکہ یہاں پر ابو اب العصر چل رہے ہیں۔ اور آگے جب ابو اب الفجر آئیں گے تو فجر کا فضل بتلائیں گے انکم سترون ربکم اہل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رؤیت جنت میں ہونا مرحق ہے۔

چونکہ اشکال ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں ساری مخلوق اس کو کیسے دیکھے گی۔ تو بتلادیا کما ترون القمر یعنی جس طرح قمر کی رؤیت عام ہے اس کی بھی عام ہوگی۔ فسبح بحمد ربك اس آیت شریفہ سے حناف استدلال فرماتے ہیں کہ فجر میں اسفار ہونا چاہیئے اس لئے کہ ان کا قاعدہ ہے کہ وہ ایسی روایت لیتے ہیں جو اوفق با لقرآن ہو۔ چونکہ قبل طلوع الشمس فرمایا ہے۔ اس لئے اس کا مطلب یہی ہے کہ اسفار میں ہو کیونکہ محاورات میں جب یوں کہتے ہیں کہ مجھے سورج طلوع ہونے سے پہلے ملنا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اندھیرے میں ملنا۔

حدیث(۵۲۳)حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلٰئِکَۃٌ بِالَّیْلِ وَمَلٰئِکَۃٌ بِالنَّھَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْأَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ. الحدیث......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے نوبت بنوبت تمہارے درمیان آتے ہیں۔ اور صبح اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں پھر وہ فرشتے جنہوں نے تمہارے پاس رات گذاری وہ اوپر کو چڑھ جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان بندوں کو خوب جاننے والا ہے کہ تم میرے بندوں کو کیسے چھوڑ کر آئے تو وہ فرشتے کہتے ہیں کہ جب ہم ان کو چھوڑ کر آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ان کے پاس پہنچے تو بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یتعاقبون الخ یہ کون سے ملائکہ ہیں۔ ملائکہ حفظہ ہیں یا ملائکہ کاتبین۔ اس میں دونوں قول ہیں جمہور کے نزدیک ان ملائکہ سے کاتبین مراد ہیں جو اعمال نامے پر مقرر ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے خاص جماعت فرشتوں کی مراد ہے جو محض جماعت کی نماز میں شرکت کرنے کے لئے نازل ہوتے ہیں۔ وھو اعلم بھم اللہ تعالیٰ اس لئے دریافت فرماتے ہیں کہ آخرت کا معاملہ دنیاوی معاملات کی طرح ہے۔ شاید خفیہ پولیس والے فرشتے سب کچھ وہاں وہی ہوں گے جو دنیاوی عدالتوں میں ہوتے ہیں۔ اور صوفیا نے اس سے تصوف کا ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جب حجامت بنوائے تو وضو کرلے تاکہ بال وغیرہ طہارت کی حالت میں جدا ہوں۔

باب مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ

ترجمہ۔ غروب سے پہلے جس شخص نے عصر کی ایک رکعت پالی اس کا کیا حکم ہے

حدیث(۵۲۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک عصر کی نماز کا ایک سجدہ سورج غروب ہونے سے پہلے پالے تو وہ اپنی نماز کو پورا کرے۔ اسی طرح جب صبح کی نماز کا ایک سجدہ سورج طلوع ہونے سے پہلے پالے تو اپنی نماز کو پورا کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہاں ادراك صلوۃ وعدم ادراك کی بحث نہیں۔بلکہ باب المواقیت ہے اس میں اختلاف ہے کہ آیا عصر کا وقت غروب تک ہے یا نہیں۔امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ بعد الاصفرار قبل الغروب عصر کا وقت باقی رہتا ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔اس بارے میں تین روایات لائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کا وقت غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔جیسے فجر کا وقت طلوع شمس تک ہے۔بعض شوافع بعد الاصفرار کے وقت عصر کے قائل نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ سنو! حدیث کے الفاظ یہ ہیں من ادرك ركعة من العصر الخ باجماع امت یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے۔اس لئے رواۃ نے فلیضعف الیها اور فلیتمها جیسے الفاظ کو روایت بالمعنی کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔اب حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ آپ حضرات نے جو معنی لئے ہیں وہ احادیث نہی کے خلاف ہیں۔لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو قضاء پڑھے تو ایک رکعت پر اکتفانہ کرے جس پر وہ قادر تھا۔بلکہ اس میں دوسری رکعت ملالے اور پوری نماز پڑھے۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ باب الامامة کے متعلق ہے یعنی اگر کوئی امام کے ساتھ شریک ہو اور رکعت چھوٹ گئی ہو تو اس کو پوری پڑھ لے۔اور یہ سمجھ کر کہ حضور اقدس ﷺ نے بعد العصر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔اور امام کے ساتھ پڑھنے کے بعد بعد العصر ہو گیا ایک رکعت پر اکتفانہ کرے کیونکہ یہ بعد العصر نہیں ہوا۔اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک رکعت امام کے ساتھ مل گئی تو ساری مل گئی۔لہذا اپنی نماز پوری کرے۔حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ ادراک وقت پر محمول ہے۔یعنی اگر حائض طاہر ہوئی۔یا صبی بالغ ہوا۔اور بعد الطهارة وبعد البلوغ ایک ہی رکعت کا وقت ملا تو یہ سمجھ کر نماز چھوڑ نہ دے کہ مجھے تو صرف ایک رکعت کا وقت ملا نماز ادا نہ کرے یہ غلط ہے۔میری اس تقریر پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔لیکن اگر یہ تقریر اس طرح کی جائے کہ اس حدیث کا تقاضا تو جواز کا ہے۔احادیث نہی منع کو چاہتی ہیں۔لہذا اب ہم قیاس سے ترجیح دیں گے اور قاعدہ یہ ہے کہ محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے تو احادیث نہی کو ترجیح ہو گی۔تو اس پر اشکال ہوتا ہے کہ تم نے بھی عصر یومہ کو خاص کیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ جب روایات میں تعارض ہو تو قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور قیاس عصر کے

جواز کا مقتضی ہے۔ اس لئے کہ وہ ناقص وقت ہونے کی وجہ سے ناقص ہی واجب ہوئی۔ لہذا وقت ناقص میں ادا ہو جائے گی۔ اور فجر نماز کامل واجب ہوئی اور اب وقت ناقص ہے۔ تو کامل ناقص وقت میں کیسے ادا ہو گی۔

حدیث (۵۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَاءُ كُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ اُوْتِيَ اَهْلَ التَّوْرٰتِ التَّوْرٰتَهَ فَعَمِلُوْا حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ اُوْتِيَ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ الْاِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ اُوْتِيْنَا الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْنَا اِلٰى غُرُوْبُ الشَّمْسِ فَاُعْطِيْنَا قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَقَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ اَىْ رَبَّنَا اَعْطَيْتَ هٰؤُلَاءِ قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ وَاَعْطَيْتَنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا وَّنَحْنُ كُنَّا اَكْثَرَ عَمَلًا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ اَجْرِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ قَالُوْا لَا قَالَ وَهُوَ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ الحديث .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تمہاری نسبت پہلی امتوں کے مقابل میں ایسے ہے جیسے نماز عصر سے غروب شمس کے درمیان کا وقفہ ہے۔ تورات والوں کو تورات دی گئی تو انہوں نے نصف النہار تک اس پر عمل کیا پھر وہ تھک گئے تو ان کو ایک ایک قیراط اجرت دی گئی۔ پھر انجیل والوں کو انجیل ملی تو انہوں نے نماز عصر تک عمل کیا۔ پھر تھک گئے۔ ان کو بھی ایک ایک قراط اجرت میں دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن مجید ملا ہم نے غروب شمس تک عمل کیا ہمیں دو دو قیراط ملے۔ تو دونوں کتاب والوں نے اعتراض کیا۔ کہ اے ہمارے رب آپ نے ان قرآن والوں کو دو دو قیراط اجرت دی اور ہمیں ایک ایک قراط ملا حالانکہ ہمارا عمل ان سے اکثر ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہاری اجرت میں سے کوئی کمی کی ہے انہوں نے کہا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں زیادہ دے دوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ انما بقائو کم الخ اس میں بقاء تو مجموعہ کے اعتبار سے ہے مگر اجر و ثواب فرد فرد کے اعتبار سے ہے چنانچہ قیراطا قیراطا کا مکرر لانا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور اہل کتاب اور امت محمدیہ کے عمل کا جو وقت بیان کیا گیا ہے اس سے اعمار مراد ہیں۔ کہ امت محمدیہ میں اکثریت کی عمر ۶۲ / ۶۳ سال ہو گی۔ بخلاف اہل کتاب کے کہ ان کی اعمار اکثریت کے اعتبار سے طویل تھیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ مثلین سے غروب شمس تک اور انتصاف النہار سے لے کر مثلین تک ان میں سے کون سا وقت زیادہ ہے۔ مثلین کے بعد تو یقیناً وقت تھوڑا رہے گا۔ مگر جمہور ائمہ پر اشکال ہے کہ مثل تک تو وقت کی اکثریت معلوم نہیں ہوتی۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ زوال کے بعد مثل تک تقریباً تین گھنٹہ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور یہاں نصف النہار فرمایا گیا ہے۔ اور ادھر وقت العصر بھی

نہیں فرمایا گیا بلکہ صلوۃ العصر فرمایا گیا ہے۔ تو اس وقت بھی صلوۃ العصر سے غروب الشمس تک کا وقت یقیناً تھوڑا ہو گا۔ لیکن امام اعظمؒ کے قول کے مطابق یہ تکلف نہیں کرنا پڑتا کیونکہ ان کے یہاں عصر کا وقت مثلین کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اور غروب شمس تک دونوں کے مقابل میں یقیناً وقت قلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نحن اکثر عملا یہ دلیل ہے کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنی چاہئیے ورنہ اکثر عملاً نہ ہو گا۔

حدیث(۵۲۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبِ الخ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَاْجَرَ قَوْمًا يَّعْمَلُوْنَ لَهٗ عَمَلًا اِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوْا اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَاحَاجَةَ لَنَا اِلٰى اَجْرِكَ فَاسْتَاْجَرَ اٰخَرِيْنَ فَقَالَ اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُّ فَعَمِلُوْا حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَاْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ ۔ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں یہود اور نصاریٰ کا حال ایسا ہے جیسے کہ کسی شخص نے کچھ لوگوں کو ایک کام کیلئے رات تک اجرت پر اجیر رکھا۔ وہ دوپہر تک کام کرتے رہے پھر کہنے لگے اب تو ہمیں تیری اجرت کی ضرورت نہیں ہے اس نے کچھ اور لوگ اجرت پر رکھے کہ تم لوگ دن کے باقی حصہ میں کام مکمل کر دو تو تمہیں وہی اجرت ملے گی جو میں نے مقرر کی ہے۔ انہوں نے کچھ وقت تک کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو کہنے لگے بس ہمارا تو وہی عمل آپ کے لئے ہے جو ہم کر چکے۔ پھر اس نے کچھ اور لوگ مزدوری پر لئے۔ انہوں نے دن کے باقی حصہ میں عمل کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو انہوں نے دونوں گروہوں کی اجرت کو سمیٹ لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فقالوا لاحاجة لنا الى اجرك الخ علماء کی رائے ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ روایت سابقہ کے اندر عجز وا آیا ہے۔ اور اس روایت میں فقالوا لاحاجة لنا الى اجرك کہہ دیا۔ مشائخ نے دونوں کے درمیان جمع اس طرح کر دیا کہ اول میں ان کے صلحا کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور دوسرے میں ان کے برے لوگوں کا ذکر ہے۔

باب وَقْتِ الْمَغْرِبِ وَقَالَ عَطَاءٌ يَّجْمَعُ الْمَرِيْضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ! ...

ترجمہ۔ مغرب کی نماز کا وقت۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ مریض آدمی مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر سکتا ہے۔

حدیث(۵۲۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الخ

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ

قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ ابْنَ خُدَيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّى الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهٗ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ . الحديث .....

کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا کرتے تھے جب ہم میں سے کوئی نماز سے فارغ ہو کر واپس آتا تو وہ تیروں کے پڑنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عطاؒ کے قول میں وقت مغرب کا کہیں ذکر نہیں تو پھر اسے یہاں ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ تو کہا جائے گا کہ وقت مغرب میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کا قول جدید اور امام مالکؒ کے قول کے یہاں وقت میں تنگی ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک وقت مغرب شفق تک رہتا ہے۔ مصنفؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ روایت ایسی لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع صوری بین المغرب والعشاء جائز ہے۔ اگر مغرب کا وقت مضیق ہوتا تو پھر یہ جمع صوری نہ ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام شافعیؒ کے مشہور قول پر مغرب کا وقت اتنا ہے کہ تین رکعات یا پانچ رکعات یعنی تین فرض اور دو سنتیں پڑھ سکے۔ اور جمہور کے نزدیک مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے اور غروب شفق کے بعد معاً عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے حضرت امام بخاریؒ اس باب سے امام شافعیؒ کے مشہور قول پر رد فرما رہے ہیں۔ کہ جناب حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے مغرب اور عشا کو جمع فرمایا اگر مغرب کا وقت صرف تین رکعات یا پانچ رکعات کے مقدار ہوتا تو جمع کیسے ہو جاتا۔ اس لئے کہ جمع صوری وقت موسع میں ہو سکتا ہے۔ شفق کا جھگڑا کہ وہ حمرۃ ہے یا بیاض حضرت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہ تھا جیسے مثل اور مثلین اس لئے اس سے تعرض نہیں فرمایا کنا نصلی المغرب مغرب کے بعد نبل زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ تک نظر آ سکتے ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے گھروں کو آتے تھے پھر مواقع نبل دیکھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حضرات بڑے سریع الیسر تھے۔ اب عصر کی نماز میں خود سمجھ لو کہ۔ اگر وہ حضرات اپنے گھروں کو سورج زرد ہونے سے پہلے پہنچ جاتے ہوں تو کیا بعید ہے۔ رہ گئی حضرت انسؓ کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ کنا نصلی العصر ثم یخرج الانسان الی بنی عمر و بن عوف الخ تو یہ ہم پر وارد نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ یہ لوگ پندرہ منٹ بعد پڑھتے ہوں اور حضور اقدس ﷺ کو ان کے اس طرح پڑھنے کا علم نہ ہوا ہو۔ اس لئے آپؐ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

حدیث (۵۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَبْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَاَلْنَا جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّى الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَّالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ جب حجاج ثقفی آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے اوقات نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ سخت گرمی کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج خوب صاف اور خالص ہوتا تھا اس میں

اَحْيَانًا اِذَا رَاٰهُمُ اجْتَمَعُوْا عَجَّلَ وَاِذَا رَاٰهُمْ اَبْطَأُوْ اَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا اَوْكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ . الحديث .....

اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں تھا۔ اور مغرب اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور عشا کو کبھی دیر سے اور کبھی جلدی پڑھتے تھے جب دیکھتے تھے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی کرتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے دیر کر دی ہے تو نماز پیچھے کر دیتے اور صبح کی نماز کو صحابہ کرامؓ یا جناب نبی اکرم ﷺ خوب اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قدم الحجاج چونکہ امراءبنو امیہ نماز تاخیر سے پڑھا کرتے تھے اس لئے جب حجاج آیا تو انہوں نے حضرت جابرؓ سے صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ کے متعلق سوال کیا تاکہ اس امیر کو نصیحت ہو۔ والمغرب اذا وجبت اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں کہ مغرب کا وقت غروب شمس کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے۔ والعشاء احیانا واحیانا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کبھی نماز عشاء جلدی سے پڑھتے اور کبھی دیر سے ادا فرماتے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات انصار زراعت پیشہ تھے اور مہاجرین تجارت پیشہ۔ مگر وہ انصار کے مقابل میں کم تھے۔ اور میں نے پہلے بھی بتلایا ہے کہ بہت سی احادیث کا مطلب مشائخ کو دیکھ کر سمجھ میں آتا ہے۔ وہ اس بنا پر کہ مشائخ کے خدام چاہتے ہیں کہ اپنے شیخ اور حضرت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اور اس کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ایک بوڑھے میاں ہر جمعہ کو ستر میل اپنے گھر سے گنگوہ اس لئے آتے جاتے تھے تاکہ حضرت گنگوہیؒ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ سکیں۔ تو پھر یہ صحابہ کرامؓ کیوں نہ چاہتے ہوں گے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہر نماز ادا کریں۔ اور ان زراعت پیشہ لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ بہت سویرے اپنے کھیتوں میں چلے جاتے ہیں۔ تو حضرات انصار کھیتی کے لئے سویرے جایا کرتے تھے۔ ان کی خواہش آپؐ کے پیچھے نماز ادا کرنے کی بھی ہوا کرتی تھی۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ ان کی خاطر فجر کی نماز غلس اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔ تو یہ ایک عارض کی وجہ سے ہوا۔ اور اصل حکم یعنی فضیلت اسفار ان کی ہم کو ترغیب دی فرمایا اذا اسفرتم فھو اعظم لاجر کم یعنی جب تم اسفار کرو گے تو یہ تمہارے اجر کی عظمت کا باعث ہوگا۔ اگر عشاء میں جلدی جمع ہو جاتے تو جلدی نماز پڑھا دیتے۔ اور جب دیر سے جمع ہوتے تو دیر سے پڑھاتے خلاف صبح کے وقت کے کہ اس میں سب جمع ہو جاتے تھے۔ اس لئے غلس میں پڑھا دیا کرتے۔ والصبح اذا کانوا او کان النبی الخ اس جملہ کے اندر دو لفظ ہیں۔ کانوا اور کان ان میں اوّل کی خبر تو مفقود ہے۔ اور ثانی کی خبر یصلیھا فی غلس ہے۔ اب اس میں اختلاف ہو گیا۔ شراح فرماتے ہیں کہ اوّل کی خبر کہاں ہے۔ اور اصل عبارت کیا ہے۔ انہی امور کی وجہ سے شراح کے نزدیک بڑا معرکۃ الاراء رہا ہے۔ اگرچہ مشہور شراح علامہ عینیؒ حافظ کرمانیؒ وغیر نے تو اسے بہت سہل کر دیا کہ یہ او شک راوی ہے۔ کہ آیا استاذ نے والصبح کانوا یصلونھا بغلس کہا تھا۔ یا والصبح کان النبی ﷺ یصلیھا بغلس کہا تھا۔ دراصل ان دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور حضور اکرم ﷺ صبح کی نماز ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ تو جب حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تو صحابہ کرامؓ نے بھی پڑھی اور جب صحابہؓ نے

پڑھی تو حضور اکرم ﷺ نے بھی پڑھی۔ اور اگر لفظ کانوا ہو تو یصلیھا سے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کان النبی ﷺ کی وجہ سے فرمادیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو کانوا یصلونھا لکھتے۔ اور قدماء شراح فرماتے ہیں کہ او تنویع کے لئے ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ والصبح کانوا مجتمعین او لم یکونوا مجتمعین یعنی صحابہ کرام جمع ہوتے یا نہ ہوتے۔ کان النبی ﷺ یصلیھا بغلس کہ جناب نبی اکرم ﷺ اسے اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ تو گویا عشاء کی نماز میں انتظار ہوتا تھا۔ صبح کی نماز میں انتظار نہیں فرماتے تھے۔ چاہے صحابہ جمع ہوں یا نہ ہوں بس غلس میں ہی پڑھ لیا کرتے۔ اور ابن المنیر شارح بخاریؒ بھی اسی کے قریب قریب کہتے ہیں کہ تقدیر عبارت یوں ہے۔ کانوا مجتمعین او کان النبی ﷺ وحدہ یصلیھا بغلس حاصل تو وہی ہے جو ابن بطال کے کلام کا ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ ابن بطال نے ساری تقدیری عبارت ایک ہی جگہ نکالی۔ ابن المنیر نے دو جگہ تقدیر مانی۔ ابن التینؒ فرماتے ہیں کہ کان تامہ ہے۔ بعد یصلیھا بغلس مستقل جملہ ہے۔ اس کا مطلب بھی وہی ہوا کہ فجر کی نماز میں انتظار نہیں فرمایا کرتے تھے۔

حدیث (۵۲۹) حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ اِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ . الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج پردے میں چھپ جاتا تھا۔

حدیث (۵۳۰) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا جَمِيْعًا وَّثَمَانِيًا جَمِيْعًا . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سات رکعتیں اور آٹھ رکعات اکٹھی پڑھا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سبعاً جمیعاً وثمانیۃ جمیعاً تاخیر الظہر کے اندر روایت گذر چکی ہے وہاں اس روایت کو ظہر کی حیثیت سے ذکر فرمایا تھا۔ اور یہاں مغرب کے لحاظ سے ذکر فرمادیا۔ کیونکہ جمع بین المغرب والعشاء اسی وقت ممکن ہے جبکہ مغرب کا وقت الی العشاء ممتد (دراز) ہو۔

باب مَنْ كَرِهَ اَنْ يُّقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو مغرب کو عشاء کہنا مکروہ سمجھتا ہے۔

حدیث (۵۳۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ المزنیؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دیہاتی لوگ تمہاری مغرب کی

الْاَعْرَابُ عَلٰی اسْمِ صَلٰوتِکُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ وَیَقُوْلُ الْاَعْرَابُ هِیَ الْعِشَاءُ . الحدیث ..

نماز کے نام پر غالب نہ آجائیں۔ کیونکہ دیہاتی اسے عشاء کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آنحضرت ﷺ نے اگرچہ عشاء کا اطلاق نماز مغرب پر کیا ہے مگر وہ قلیل ہے۔ چنانچہ فرمایا العشاء هی العشاء الخ تو کراہت تحریمی نہیں بلکہ کراہت تنزیہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے لا یغلبنکم الاعراب یعنی دیہات کے لوگ تم پر غلبہ نہ پاجائیں جیسے وہ مغرب کو عشاءٔ کہتے ہیں حالانکہ وہ مغرب ہے۔ تم بھی عشاء کہنے لگو۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں اس کا نام مغرب آیا ہے۔ نیز احکام کے اندر اشتباہ لازم آئے گا اسی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے لا یغلبنکم الاعراب علی اسم صلوتکم العشاء یقولون العتمه الاوهی العشاء جیسے اعراب اور اہل بادیہ عشاء کو عتمه کہتے ہیں۔ تم ان کو دیکھ کر عتمه نہ کہو۔ بلکہ وہ تو عشاء ہے۔ اور قرآن وحدیث میں اس کا نام عشاءٔ رکھا گیا ہے۔

بَابُ ذِکْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ

وَمَنْ رَاٰهُ وَاسِعًا وَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ وَقَالَ لَوْ یَعْلَمُوْنَ مَافِی الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ وَالْاِخْتِیَارُ اَنْ یَّقُوْلَ الْعِشَاءَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِیَّ ﷺ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فَاَعْتَمَ بِهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ اَعْتَمَ النَّبِیُّ ﷺ بِالْعِشَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ اَعْتَمَ النَّبِیُّ ﷺ بِالْعَتَمَةِ وَقَالَ جَابِرٌ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی الْعِشَاءَ وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ وَقَالَ اَنَسٌ اَخَّرَ النَّبِیُّ ﷺ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ

ترجمہ۔ جس میں عشاء او عتمه کا ذکر ہے

اور ان لوگوں کے بارے میں جو اسے وسیع سمجھتے ہیں کہ عشاء اور عتمه دونوں لفظ کہے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ منافقین پر تو نمازوں میں سے زیادہ گراں عشاء اور فجر کی نماز ہے اور فرمایا کہ کاش ان کو اس ثواب کا علم ہو تا جو عتمه اور فجر میں ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مذکور ہے کہ نماز عشاء کے وقت ہم جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں نوبت بنوبت آتے تھے اور حضور اکرم ﷺ اس میں تاخیر فرماتے تھے کہ اسکو خوب اندھیرے میں ادا کرتے اور حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اختیار ہے عتمه کی بجائے عشاء کہو کیونکہ قرآن مجید میں بعد صلوٰة العشاء کے الفاظ مراد ہوئے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز کو دیر سے پڑھا۔

وَاَبُوْ اَیُّوْبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ......

اور بعض لوگ حضرت عائشہؓ سے یوں نقل کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عتمہ کو دیر سے پڑھا۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء کو مؤخر کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عشا اخریٰ کو مؤخر فرمایا۔ اور ابن عمرؓ و ابو ایوبؓ نے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُاللّٰہِ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْلَۃً صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ وَھِیَ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ النَّاسَ الْعَتَمَۃَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَقْبَلَ عَلَیْنَا فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ مِّنْھَا لَایَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ وہ نماز جس کو لوگ عتمہ پکارتے ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد ہمارے سامنے تشریف لائے فرمایا مجھے آج کی رات تم دکھائے گئے ہو۔ آج روئے زمین پر جو لوگ موجود ہیں سو سال کے اختتام پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بعض اہل ظاہر نے کہا کہ عشاء پر عتمہ کا اطلاق کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کراہت تحریمی نہیں بلکہ کراہت تنزیہی ہے۔ کیونکہ بعض مرتبہ آپؐ نے خود عشا پر عتمہ کا اطلاق کیا ہے۔ چنانچہ روایات سے یہ ثابت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک ترجمہ کا پہلا جزو تو صحیح ہے۔ اس لئے کہ اس پر تو باب باندھ دیا لیکن دوسرا جزو حجت نہ تھا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ عشا کو عتمہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے باب ذکر العشاء والعتمہ ذکر فرمادیا۔ اور ساتھ ہی من راٰہ واسعا فرمادیا۔ یعنی عشاء کو عتمہ کہنا دو وجہ سے صحیح ہے۔ اوّل یہ کہ مغرب پر عشاء کا اطلاق کرنے میں التباس ہے اور عشا پر عتمہ کا اطلاق کرنے میں کوئی اطلاق نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مغرب کے بارے میں تو کوئی ایسی روایت نہیں جس سے اس پر عشا کا اطلاق جائز معلوم ہوتا ہو۔ بخلاف عشا کے کہ کثرت سے روایات میں عشا پر عتمہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ قرآن پاک من بعد صلوۃ العشاء مذکور ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ عشا کہے لیکن اگر عتمہ کہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ یہ مشترک کلام ان دونوں بابوں پر ہو چکا حضرت امام بخاریؒ نے باب ثانی کے اندر بہت سے آثار نقل فرمائے ہیں جن میں بعض سے عتمہ اور بعض سے عشا کا اطلاق معلوم ہوتا ہے اور امام بخاریؒ کا مقصود ان آثار کے نقل کرنے سے یہ بتلانا ہے کہ اطلاق عتمہ علی العشأ جائز ہے

کوئی حرج نہیں۔ فان راس مائة سنة اس پر کلام اپنی جگہ پر آئے گا۔ البتہ اس باب پر ایک اعتراض ہے۔ وہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ امام بخاریؒ جب ترجمہ کے اندر باب من کرہ الخ کہیں تو اس سے بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ مصنف کی رائے نہیں ہے۔ لوگوں کا مذہب ہے تو اس باب من کرہ الخ سے معلوم ہوا کہ کراہتہ خود مصنفؒ کے نزدیک نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے نزدیک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنفؒ نے یہ لفظ بڑھا کر تھوڑی سی گنجائش کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مخالفت مطلق نہیں۔ بلکہ لا یغلبنکم سے خود سمجھ آرہا ہے کہ مبالغہ کی ممانعت ہے۔ لہذا کبھی کبھی استعمال کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا۔

ترجمہ۔ جب لوگ جمع ہو جائیں یا پیچھے رہ جائیں تو عشاء کا وقت کیا ہے۔

حدیث (۵۳۳) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ ....

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز سخت گرمی میں پڑھتے تھے۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ ابھی سورج خوب روشن ہوتا اس میں تغیر نہیں آتا تھا۔ اور مغرب جبکہ سورج ڈوب جاتا۔ اور عشاء میں جب لوگ بہت ہوتے تھے تو جلدی کرتے اگر تھوڑے ہوتے تو دیر کرتے اور صبح کو اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وقت العشاء الخ امام بخاریؒ اپنے ابواب ترتیب وار ذکر فرمارہے ہیں۔ چنانچہ یہاں پر مغرب کے بعد عشاء کی نماز کے متعلق فرمارہے ہیں۔ عشاء کی نماز میں کوئی تحدید نہیں کی۔ بلکہ جب لوگ جمع ہو جائیں اس وقت پڑھادی جائے۔ شراح حدیث نے اس باب کی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اگر عشاء کی نماز جلدی پڑھی جائے تو عشاء۔ اور اگر دیر سے پڑھی جائے تو اس کو عتمہ کہتے ہیں۔ مصنفؒ نے ان کے قول پر رد فرمایا ہے۔ خواہ مؤخر یا معجل ہو۔ بہر صورت اس کو عشاء کہیں گے۔ میرے نزدیک اس باب کی غرض ایک دوسری ہے وہ یہ کہ اس باب سے مصنفؒ نے عشاء اور فجر کے درمیان حضور اکرم ﷺ کے معمول میں فرق بتادیا کہ صبح کے اندر حضور ﷺ غلس میں پڑھ لیتے تھے۔ مگر عشاء کے اندر وقت متعین نہیں تھا کبھی جلدی اور کبھی دیر سے پڑھتے تھے۔

باب فضل العشاء

ترجمہ۔ عشاء کی فضیلت کے بیان میں

حدیث (۵۳۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَفْشُوا الْاِسْلَامُ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ ......

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت عائشہؓ نے خبر دی وہ فرماتی ہیں ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے عشا کی نماز میں دیر کر دی۔ اور اسلام کے پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تو آپؐ اس وقت تک باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ تب حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ اور مسجد والوں سے فرمایا کہ روئے زمین میں سوائے تمہارے اس نماز کا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ بعض اشیاء میں فضیلت ذاتی ہوتی ہے۔ اور بعض میں عارضی اور بعض میں دونوں حیثیت سے۔ ویسے تو ہر فرضی نماز میں فضیلت ہے۔ مگر عشا اور فجر میں فضیلت عارضی ہے۔ عشا کے وقت خصوصاً کام کاج کرنے والوں کو تکان کی وجہ سے عشا کی نماز کا پڑھنا مشقت کا باعث ہوتا ہے اور فجر میں نیند کو چھوڑ کر آنا۔ اس لئے ان میں عارضی فضیلت بھی آگئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے باب کے اندر جو روایت ذکر فرمائی ہے اس سے عشاء کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار عشاء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لہذا باب کے اندر ایک مضاف مقدر ہے۔ باب فضل صلوۃ انتظار صلوۃ العشاء علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی کوئی بات ہوئی بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ مصنفؒ کا ترجمہ ثابت ہو جائے لہذا التقدیر عبارت یوں ہوگی باب فضل صلوۃ العشاء التی تشرع لها الانتظار یعنی عشاء ایسی افضل نماز ہے کہ اس کے واسطے انتظار کرنا مشروع ہے خلاف اور نمازوں کے۔ کہ ان کے اندر انتظار نہیں ہوتا۔ دونوں شراح کے کہنے کا مطلب ایک ہی ہے مگر میری رائے ان دونوں سے الگ ہے جس کو میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ فقال ما ینتظرها الخ یہ حضور ﷺ نے تسلی کے واسطے فرمایا کہ تم ایسے لوگ ہو سوائے تمہارے اور کوئی انتظار نہیں کرتا۔

حدیث (۵۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِی الَّذِيْنَ قَدِمُوا مَعِیَ فِی السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِیْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِیُّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِیَّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے وہ ساتھی جو کشتی میں میرے ساتھ آئے تھے ہم بقیع بطحان میں اترے ہوئے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ مدینہ میں تھے۔ اور ان میں سے ایک جماعت کے لوگ

عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ اَنَا وَاَصْحَابِيْ وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِيْ بَعْضِ اَمْرِهٖ فَاَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ اَبْشِرُوْا اِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ لَايَدْرِيْ اَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا فَرِحٰى بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ..

نبی اکرم ﷺ کے پاس ہر رات عشاً کی نماز کے وقت نوبت بنوبت آتے تھے۔ پس ہمیں اور میرے ساتھیوں کو نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے کا اس وقت اتفاق ہوا جبکہ آپ کو بعض امور میں مشغولیت تھی۔ پس آپؐ نے نماز کو مؤخر کیا یہاں تک کہ نصف رات ہو گئی۔ پھر جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور ان کو نماز پڑھائی۔ پس جب آپؐ نے نماز پوری کر لی تو آپؐ نے حاضرین سے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ۔ خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تم پر یہ ہے کہ لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو تمہارے سوا اس گھڑی نماز پڑھ رہا ہو یا فرمایا کہ اس گھڑی تمہارے سوا کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی نامعلوم ان دو کلموں میں سے کون سا کلمہ فرمایا۔ تو حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جوبات ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اس سے خوش ہو کر واپس آئے۔

<u>فَكُنْتُ مَعِيْ فِي السَّفِيْنَةِ</u> اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات اصحاب الهجرتین تھے۔ حبشہ کی طرف سے ہجرت کی جب مدینہ منورہ میں آئے تو سفینہ کے اندر بیٹھ کر آئے۔ لیس احد من الناس الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلوات خمس میں سے چار تو امم سابقہ کے اندر بھی پڑھی گئی ہیں۔ فجر حضرت آدمؑ پر۔ اور ظہر حضرت عزیرؑ پر۔ اور عصر حضرت یونسؑ پر۔ اور مغرب کی نماز حضرت داؤدؑ پر فرض تھی۔ انبیاء علیهم السلام پر اختلافات ہیں۔ اور عشاء کے متعلق مشہور ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبها الصلوة والتسلیمات پر فرض ہوئی۔ چونکہ امت محمدیہ افضل الامم ہے۔ لہٰذا اس کی چیزیں بھی افضل ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ صوم محرم چونکہ سابقہ امم کا روزہ ہے۔ اس لئے اس سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ لہٰذا صلوة العشاء کی فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور یہ جو کچھ میں نے کہا یہ حضرت شاہ صاحب کے کلام سے بھی مستفاد ہے۔ فضل العشاء کا باب معرکة الآراء ہے۔ اس باب سے امام بخاریؒ نے دو روایتیں ذکر فرمائی ہیں۔ چونکہ واقعہ ایک ہے اس لئے شراح نے دونوں روایتوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ اور پہلی روایت کے اندر ما ینتظر ها احد من الارض اور دوسری روایت میں ماصلی هذه الساعة احد غیر کم دونوں کا مآل اور مطلب ایک ہی نکلا ہے۔ یعنی تم لوگوں نے ہی اس وقت نماز پڑھی ہے تمہارے علاوہ کسی نے نماز نہیں پڑھی کیونکہ اسلام کا اس وقت تک افشا نہیں ہوا تھا۔ میرے نزدیک یہ دونوں روایتیں الگ الگ ہیں۔ اور ہر ایک کا مفہوم الگ الگ ہے۔ اوّل روایت کے اندر ہے کہ ما ینتظر ها اس کا مطلب ہے کہ تم نے جواب تک انتظار کیا ہے اس کا ثواب تم کو ملے گا۔ کیونکہ اس وقت کسی نے بھی اس نماز کا انتظار نہیں کیا۔ اور دوسری حدیث کے اندر

ماصلی هذه الساعة یعنی یہ تمہاری نماز ہے۔ کسی اور نے ایسے وقت نماز نہیں پڑھی۔ اب اس معنی کے اعتبار سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عشاء کی نماز امت محمدیہ کی خصوصیت میں سے ہے۔ اس سے پہلے کسی امت پر یہ نماز نہیں تھی۔ لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ جب یہ ہماری نماز ہے تو اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس کو جلدی پڑھیں نہ کہ تاخیر سے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عشاکی نماز کے اندر تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ صحیفہ کے اندر وہ اخیر میں آئے گی۔ تو گویا صحیفہ کا زیادہ تر حصہ نماز سے پُر ہوگا۔

باب مَایُکْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ عشاء سے پہلے نیند کرنا مکروہ ہے

حدیث (۵۳۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَکْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَآءِ وَالْحَدِیْثَ بَعْدَهَا .....

ترجمہ۔ حضرت ابو برزہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ عشا سے پہلے نیند کرنے کو اور اس کے بعد بات کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

باب اَلنَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ لِمَنْ غُلِبَ

ترجمہ۔ جو شخص مغلوب ہو اس کے لئے عشاء سے پہلے نیند کرنا جائز ہے۔

حدیث (۵۳۷) حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ بْنُ سُلَیْمَانَ الخ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْعِشَآءِ حَتّٰی نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلٰوةَ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْیَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا یَنْتَظِرُهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَحَدٌ غَیْرُکُمْ قَالَ وَلَا یُصَلّٰی یَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِیْنَةِ قَالَ وَکَانُوْا یُصَلُّوْنَ فِیْمَا بَیْنَ اَنْ یَّغِیْبَ الشَّفَقُ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ الْاَوَّلِ. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں دیر کی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو پکار کر فرمایا کہ حضرت نماز۔ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں تو آپؐ باہر تشریف لائے۔ فرمایا اس وقت روئے زمین پر سوائے تمہارے کوئی بھی انتظار نہیں کر رہا۔ اور اس وقت مدینہ کے سوا کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے درمیان سے لے کر رات کے پہلے تیسرے حصہ تک پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ باب مایکرہ من النوم سے قبل العشاء نوم کی ممانعت معلوم ہوتی تھی مگر اس دوسرے باب سے مصنفؒ نے بتلا دیا کہ یہ ممانعت ہر ایک کے لئے نہیں۔ اگر کوئی شخص مغلوب النوم ہو اور اسے صلوٰۃ کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو تو قبل العشاء سو سکتا ہے۔ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نوم قبل العشاء کے اندر روایات دونوں طرح کی وارد ہیں۔ نہی کی بھی اور وہ روایات بھی جن سے نوم قبل العشاء کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ روایات نہی خوف فوات پر محمول ہیں۔ اور جن روایات سے جواز معلوم ہوتا ہے ان کو حضرت امام بخاریؒ جس بین الروایات فرماتے ہیں کہ یہ اس حالت پر محمول ہیں۔ جب کہ نیند کا غلبہ ہو جائے اور یہ صورت ہو جائے کہ بجائے دعا کے بددعا نکلے۔ اور لعلہ یستغفر فیسب نفسہ کی حالت تک پہنچ جائے۔ ما ینتظر ھا احد من اھل الارض غیر کم اس کا مطلب شراح یہ بتلاتے ہیں۔ اور سارے لوگ عشاء پڑھ کر سو گئے اب صرف تم ہی انتظار کرتے ہو۔ اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمہارے ساتھ خاص ہے اور اہل ارض دوسری امم جن پر یہ فرض نہیں وہ اس کا انتظار نہیں کرتے۔ قال لا تصلی یومئذ الا بالمدینۃ یہ راوی کی اپنی رائے ہے اپنے فہم کے مطابق۔

حدیث (۵۳۸) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ شُغِلَ عَنْھَا لَیْلَۃً فَاَخَّرَ ھَا حَتّٰی رَقَدْنَا فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَیْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَیْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ الْاَرْضِ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ غَیْرُکُمْ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ لَایُبَالِیْ اَقَدَّمَھَا اَوْاَخَّرَھَا اِذَا کَانَ لَایَخْشٰی اَنْ یَّغْلِبَہُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِھَا وَقَدْ کَانَ یَرْقُدُ قَبْلَھَا قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ قُلْتُ لِعَطَآءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْلَۃً بِالْعِشَاءِ حَتّٰی رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَیْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَیْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ فَقَالَ الصَّلٰوۃَ قَالَ عَطَآءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَخَرَجَ نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ الْاٰنَ یَقْطُرُ رَاْسُہٗ مَآءً وَّاضِعًا یَدَہٗ عَلٰی رَاْسِہٖ فَقَالَ لَوْلَآ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ اَنْ یُّصَلُّوْھَا ھٰکَذَا

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہمیں حدیث بیان کی۔ کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کو مشغولیت کی وجہ سے مؤخر کر دیا یہاںتک ہم سو گئے اور بیدار ہوئے پھر سو گئے اور بیدار ہوئے بعد ازاں جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے فرمایا روئے زمین پر کوئی شخص تمہارے علاوہ اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔ چنانچہ ابن عمرؓ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو اس وقت سے آگے کریں یا پیچھے کریں جب ان کو نیند کے غلبہ کا خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ اس عشاء سے پہلے سو چکے ہوتے تھے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سناوہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کر دی یہاں تک کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے پھر سو گئے اور بیدار ہوئے تو حضرت عمر بن الخطابؓ کھڑے ہو کر فرمانے لگے نماز یا رسول اللہ۔ عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے

فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى رَأْسِهٖ يَدَهٗ كَمَا أَنْبَأَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِي عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهٖ عَلٰى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتّٰى مَسَّتْ إِبْهَامُهٗ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ إِلَّا كَذٰلِكَ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوْا هٰكَذَا . الحديث .....

گویا میں ابھی ان کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آپؐ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر مجھے اپنی امت پر شاق گذرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے تاکیداً پوچھا آپ بتائیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر کیسے رکھا تھا جس طرح حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو بتلایا آپ ہمیں بتلائیں تو حضرت عطاؒ نے میرے سمجھانے کے لئے اپنی انگلیوں میں کچھ کشادگی کر دی۔ پھر اپنی انگلیوں کے کناروں کو اپنے سر کی ایک طرف رکھا پھر ان انگلیوں کو ملا کر اس طرح سر پر سے گذارا یہاں تک کہ آپؐ کے انگوٹھے نے کان کے اس جانب کو جا کر چھوا جو حصہ چہرہ کے متصل ہے کن پٹی اور داڑھی کی طرف۔ نہ اس کو نچوڑتے تھے نہ پکڑتے تھے مگر اس طرح پانی کو جھاڑتے تھے اور فرمایا کہ اگر مجھے امت پر گراں گذرنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیتا. ان یصلوا ھکذا یعنی تاخیر کر کے۔ تاکہ اخیر اعمالنامہ میں عبادت لکھی جائے فاستثبت عطاء یعنی تحقیق اور تاکید کے لئے میں نے ان سے سوال کیا۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَقَالَ أَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَحِبُّ تَأْخِيْرَهَا۔

ترجمہ۔ عشاء کی نماز کے وقت کے بارے میں کہ وہ آدھی رات تک ہے۔ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز میں دیر کرنے کو پسند کرتے تھے۔

حدیث (۵۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ ۔الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلّٰى ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا أَمَا إِنَّكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيٰى ابْنُ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے عشاء کی نماز میں آدھی رات تک دیر کر دی پھر نماز پڑھ کر فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو چکے خبردار تم ابھی نماز میں ہو جب تک اس نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں گویا اس رات آپ کی انگوٹھی کی چمک کو میں ابھی دیکھ رہا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز کا وقت صبح صادق تک ہے۔ بعض لوگ نصف لیل تک کہتے ہیں مصنفؒ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عشا کا وقت نصف لیل تک ہے۔ لیکن یہ بات روایت سے ثابت نہیں ہوتی۔ شراح کی عمدہ توجیہ یہ ہے کہ نصف لیل تک وقت مستحب بتلانا ہے اس کے بعد یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ آیا نصف لیل کے بعد عشاء کا وقت باقی رہتا ہے یا نہیں بلکہ مصنفؒ بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وقت عشاء کے متعلق بعض فرماتے ہیں ثلث لیل تک بعض کے نزدیک نصف لیل تک اور جمہور علماء آخر لیل صبح صادق تک وقت عشا کے قائل ہیں۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ کا میلان اس طرف ہے کہ وقت عشاء نصف لیل تک ہے۔ تو مشاہیر علماءؒ کے مسلک سے الگ ہو جائیں گے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ انہوں نے اس باب میں عشاء کا وقت مستحب ذکر فرمایا ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان کی یہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ان ابواب میں اوائل اور اواخر اوقات بتا رہے ہیں۔

باب فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْحَدِيْثِ

ترجمہ۔ فجر کی نماز کی فضیلت اور اس بارے میں جو حدیث مشہور ہے

حدیث (۵۴۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ اِذْ نَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ اَمَا اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ اَوْ لَا تُضَاهُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ زَادَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا . . . .

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپؐ نے اچانک چودھویں کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خبردار عنقریب تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ ایک دوسرے پر بھیڑ بھڑکا نہ کرو گے۔ یا باری تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی شک وشبہ نہیں کرو گے۔ پس اگر تم کر سکتے ہو تو کرلو کہ تم سورج طلوع کرنے سے پہلے کی نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ۔ پھر آیت کریمہ پڑھی کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے۔ ابن شہاب نے زیادہ کیا کہ جریرؓ نے فرمایا حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عنقریب اپنے رب کو ظاہر ظہور دیکھو گے کوئی اشتباہ نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں نے یہ بیان کیا ہے کہ مشہور ہے کہ امام بخاریؒ کی کمائی ان کے ابواب کے اندر ہے اس کے اندر

انہوں نے اسرار۔ نکات ودیعت کر رکھے ہیں۔ اوّل تو ان کے ابواب کا ثابت کرنا مشکل ہے۔ پھر بعض تراجم ایسے معرکۃ الآراء ہیں کہ اب تک امام بخاریؒ کی کوئی غرض متعین نہ ہو سکی۔ انہی میں ترجمہ الحلاب ۔ انہی میں قبلہ اهل المشرق والشام ہے۔ انہی ابواب میں سے ایک یہ باب ہے۔ اور یہی وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ باب فضل الفجر کا باب آگے آرہا ہے۔ لہذا یہاں باب فضل العصر علی سائر الصلوۃ سوی الفجر کہنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے کہ حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کو سرابیل تقیکم الحر کے قبیل سے ماننے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ اب یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ امام بخاریؒ نے اس سے فضل الفجر ثابت فرمایا مگر آگے جو انہوں نے والحدیث بڑھا دیا یہ مشکل بن گیا پتہ نہیں چلتا کہ اس سے امام بخاریؒ کی کیا غرض ہے بعض علماء نے تو کہہ دیا کہ سہو کاتب ہے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ تقدیری عبارت یہ ہو گی .باب فضل الفجر و باب الحدیث المشھور الوارد فی ذالك علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس طرح ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مگر اس طرح سے ترجمہ واضح نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ تو ہر باب میں کہا جا سکتا ہے۔ اور بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ اس باب میں جو روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے وہ اہم ہے۔ کیونکہ اس میں رؤیت باری تعالیٰ کا ذکر ہے. وھو اھم الاشیاء ہے تو گویا فضیلت فجر کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اس حدیث کی فضیلت بھی ثابت فرمادی۔ تو عبارت یوں ہو گی۔ فضل صلوۃ الفجر وفضل الحدیث الوارد فی ھذالباب یہ توجیہ یقیناً علامہ عینیؒ کی توجیہ سے اولیٰ اور اوجہ ہے۔ اور یہ میرے والد صاحب کی توجیہ ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اگر حدیث سے مراد حدیث اصطلاحی نہ ہو بلکہ حدیث لغوی بات کرنا کے معنی میں ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ چونکہ ابھی روایت گذری ہے۔ والحدیث بعدھا تو اس سے بالکل کراہۃ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس لفظ کو بڑھا کر اس کے جواز بعد العشاء کی طرف اشارہ فرمادیا۔ ظاہر ہے انکم سترون ربکم یہ بات جو ہوئی ہے وہ بعد العشاء ہوئی ہے اس لئے کہ ضوء قمر نصف لیل کے بعد ہی جا کر پھیلتی ہے۔ اور اس کی روشنی عام ہوتی ہے۔ لیکن تصریح نہیں ملی حضرت اقدس گنگوہیؒ کے ایک شاگرد حضرت مولانا محمد حسن مکی ہیں انہوں نے حضرت کی تقریر سے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ حدیث سے مراد کلام الناس ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ فجر کے بعد بات کرنا مکروہ ہے۔ بقولہ فسبح بحمد ربك الآیہ کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ وقت تسبیح کا ہے بات چیت کرنے کا وقت نہیں ہے۔

حدیث(۵۴۱) حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یہ دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں یعنی فجر اور عصر۔ دوسری سند سے مثلہ کہا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب وقت الفجر میں جس قدر روایات ذکر کی گئی ہیں ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ فجر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے۔ اور کب ختم ہوتا ہے۔ بلکہ روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے فلاں وقت میں نماز پڑھی۔ تو اس کی توجیہ

یہ کی جاتی ہے کہ مصنفؒ نے یہاں وقت فجر کو نہیں بتلانا بلکہ یہ بتلانا ہے کہ صلوٰۃ فجر کس وقت پڑھی جاتی تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ فجر کی نماز غلس میں پڑھتے تھے۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں کہ اسفار (روشنی) میں پڑھنا افضل ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ قولی روایت ہے **اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر** فجر کی نماز اسفار (روشنی) میں پڑھو اس لئے کہ یہ اجر کو عظیم کا باعث ہے۔ اور روایات فعلیہ سے جو غلس میں پڑھنا ثابت ہے تو کہا جائے گا کہ وہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ سحور کے بعد چونکہ سب لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے آپؐ نے غلس میں پڑھ لی۔ یا وہ توجیہ جو امام محمدؒ بیان فرماتے ہیں کہ غلس میں شروع کی اور قرأۃ طویلہ تھی جس کی وجہ سے نماز اسفار میں ختم ہوئی۔ یا تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عورتیں مساجد میں آیا کرتی تھیں۔ اس لئے آپؐ نے غلس میں نماز پڑھائی۔ امام صاحبؒ اب بھی اس کے قائل ہیں کہ اگر عورتیں جمع ہو جائیں تو پھر غلس میں پڑھی جائے۔ والا فلا اور چوتھی توجیہ وہ ہے جو مولانا زکریاؒ نے فرمائی کہ زراعت پیشہ حضرات کی رعایت کر کے غلس میں پڑھی تا کہ وہ کھیتوں کو جا سکیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ **من صلی البردین الخ** بردین سے مراد نماز عصر اور فجر مراد ہے۔ **فی الروایة الاخری** اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ **ملائكة الليل والنهار** کے اجتماع کا وقت ہوتا ہے لہذا یہ افضل الاوقات ہوا۔ اور بعض حضرات نے ابوداؤد کی روایت کی وجہ سے جس کے اندر یہ ہے کہ جو شخص ان دونوں پر قناعت کرے وہ اس کیلئے کافی ہے۔ یہ ترجمہ باندھا ہے۔ **باب من اكتفى بالبردين** لیکن صحیح یہ ہے کہ کفایت نہ ہوگی۔ بلکہ یہ کسی خاص شخص کے بارے میں ہے جیسا کہ امام احمدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اسے خاص شخص پر حمل فرمایا۔

بَاب وَقْتِ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر کی نماز کے وقت کے بارے میں

حدیث (۵۴۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ الخ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ أَوْ سِتِّيْنَ يَعْنِيْ آيَةً. الحديث.....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے انہیں بیان کیا کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سحور کرتے تھے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے پوچھا ان دونوں میں کتنا وقفہ ہوتا تھا۔ فرمایا پچاس یا ساٹھ آیات کی پڑھنے کی مقدار کے برابر ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ اوّل وقت فجر بتلا رہے ہیں۔

حدیث (۵۴۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور زید بن ثابتؓ نے اکٹھے سحور کھائی

تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى قُلْنَا لِاَنَسٍؓ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً ...

جب سحور سے فارغ ہوئے تو جناب نبی اکرم ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز ادا فرمائی۔ ہم نے حضرت انسؓ سے کہا کہ سحور سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا فرمایا جس قدر آدمی پچاس آیات کی قرأت کرتا ہے

حدیث (۵۴۴) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ الخ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَّقُوْلُ كُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِيْ اَهْلِيْ ثُمَّ يَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِيْ اَنْ اُدْرِكَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں سحور کھاتا تھا پھر مجھے جلدی ہوتی تھی کہ فجر کی نماز جاکر جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ادا کروں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کنت اتسحر فی اھلی الخ یہ حضرات ایسا کرتے تھے کہ اپنے گھر سے سحری کھاکر حضور اقدس ﷺ کے پاس آتے تاکہ وہاں ایک دو لقمے کھاکر برکت حاصل کرلیں۔ جیساکہ دوسری روایت میں ہے۔ یہاں ادراك صلوة الفجر مع رسول الله کو ذکر فرمایا ہے۔ اپنے گھر سے اس لئے کھاکر چلتے تھے تاکہ آپؐ پر بار نہ ہو۔ اس باب میں امام بخاریؒ نے اول الاوقات کا ذکر فرمایا ہے جیساکہ اور ابواب کے اندر اول الاوقات و آخر الاوقات کو ذکر فرماتے آئے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اول الاوقات کے اندر نماز پڑھنا رمضان شریف کے ساتھ خاص تھا۔

حدیث (۵۴۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلٰوةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مومن عورتیں فجر کی نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوتی تھیں جبکہ وہ اپنی گرم چادروں کے اندر لپٹی ہوئی ہوتی تھیں جب نماز پوری کرلیتیں تو اپنے گھروں کو اس حال میں واپس لوٹتی تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

بَابُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً

ترجمہ۔ جس نے فجر کی ایک رکعت پائی اس کا کیا حکم ہے

حدیث (۵۴۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورج

مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ . الحديث ....

طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے صبح کو حاصل کر لیا اور جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے عصر کو حاصل کر لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جیسے اور اوقات کے اندر ان کے اواخر کو بیان فرمایا اسی طرح آخر وقت فجر کو بیان فرمادیا۔

باب مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً

ترجمہ۔ جس نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس کا حکم

حدیث (۵۴۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے اس نماز کے حکم کو پالیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ کثرت سے روایات کے اندر آیا ہے من ادرك ركعة من العصر فقد ادرك العصر . ومن ادرك ركعة من الفجر فقد ادرك الفجر ۔ اس سے بظاہر اس حکم اختصاص فجر اور عصر کے ساتھ معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ حکم کوئی دونوں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے۔ بلکہ اور نمازوں کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ اگر کوئی اور نمازوں کے اوقات سے صرف بقدر ایک رکعت پالے تو پوری نماز فرض ہوگی۔ اور علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ باب اول سے ادراك وقت اور اس باب سے ادراك صلوٰۃ مقصود ہے۔ اور جہاں فجر اور عصر کا بیان ہے وہاں تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بعد طلوع و غروب تک نماز کا پڑھنا ممنوع ہے تو کسی کو وہم نہ ہو کہ ممنوع وقت کے اندر شاید وجوب نہ ہوگا۔ اس حدیث کا لفظ من ادرك ركعة من الصلوة ہے لیکن ترجمہ میں اسے تبدیل کر کے من ادرك من الصلوة ركعة کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کا ذہن تیز ہونے کی بنا پر فوراً ایک حدیث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ تو ترجمہ والے لفظ بیہقی کی حدیث کے تھے۔ تو اس طرح تبدیلی کر کے بتلادیا کہ دونوں روایتوں کے مطلب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

باب الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

ترجمہ۔ فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں جبتک سورج خوب اونچا نہ ہو جائے۔

حدیث (۵۴۸) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَّرْضِيُّوْنَ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تُشْرِقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ ......

میرے پاس سے پسندیدہ حضرات نے گواہی دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ میرے نزدیک حضرت عمرؓ ہیں۔ فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صبح کے بعد نماز سے منع فرمایا جب تک کہ سورج روشن نہ ہو جائے۔ اور عصر کے بعد منع فرمایا جب تک کہ غروب نہ ہو جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس ترجمہ میں کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی کسی نماز کی تخصیص کی ہے۔ مگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد الفجر ہر قسم کی نماز پڑھنے سے ممانعت بیان کی ہے۔ پہلی روایت بطور وضاحت دلالت کرتی ہے۔ مگر دوسری روایت میں لا تحروا الخ کے الفاظ ہیں۔ ان سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی قصد کرے یا نہ کرے مگر اسے بہتر نہ جانے تو اس کے لئے اجازت ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت ممانعت ہے اس سے پہلے اور بعد میں ممانعت نہیں ہے۔ حالانکہ پہلی روایت علے الاطلاق دلالت کرتی ہے۔ تیسری اور چوتھی روایت بھی تخصیص پر دلالت کرتی ہے۔ اور پانچویں روایت میں اطلاق ہے۔ اور ترجمہ بھی مطلق تھا۔ مگر روایات مختلف ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ بعد الفجر صلوٰۃ ذات سبب ہو یا نہ ہو تحری ہو یا نہ ہو سب ممنوع ہیں۔ اور یہی امام صاحبؒ کا مسلک ہے۔ اور امام شافعیؒ صلوٰۃ ذات سبب کو جائز کہتے ہیں۔ مگر مصنفؒ مفہوم مخالف نہیں لیتے۔ اور منهی عنها کے بعض افراد کا ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ پہلی روایت سے اطلاق منطوق ہے اور اجازت عند الغروب بطور مفہوم مخالف کے ہے۔ اور عند التعارض منطوق کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا مصنفؒ بھی اسی منطوق کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ان چیزوں کو بطور ذکر بعض افراد کے لایا گیا۔ یا زیادتی قباحت کے لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ ممانعت علے الا طلاق ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں سے امام بخاریؒ نے اوقات مکروہہ کے ابواب ذکر فرمائے ہیں۔ اور تین چار ابواب مسلسل ذکر کئے ہیں اور ان کا ذکر صرف اوقات منہیہ کے بیان کے واسطے کیا ہے۔ اور اوقات منہیہ میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے نهی رسول اللہ ﷺ عن الصلوة عند طلوع الشمس الخ اور دوسری روایات میں تحری صلوة کی ممانعت ہے۔ تو پہلی روایت اطلاق کے درجہ میں ہے۔ خواہ قصد ہو یا نہ ہو۔ اور تحری کا مطلب یہ ہے کہ بالقصد انہی اوقات میں پڑھے۔ اور تیسری روایت ہے نهی رسول اللہ ﷺ عن الصلوة بعد الفجر حتی تطلع الشمس الخ ان اختلافِ روایات کی وجہ سے چند اختلاف ہو گئے۔

حدیث (۵۴۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ أَخْبَرَنِیْ أَبِیْ قَالَ أَخْبَرَنِیْ ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت

لَاتَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَاغُرُوْبَهَا قَالَ وَحَدَّثَنِى ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَاطَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوْا لِصَّلٰوةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَاِذَاغَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيْبَ .....

نماز پڑھنے کا قصد نہ کرو اور ابن عمرؓ نے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو نماز کو مؤخر کرو یہاں تک کہ سورج چڑھ آئے۔ اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کرو جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔

حدیث (۵۵۰) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلٰوتَيْنِ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَالْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّآءِ وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِىْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ يُّفْضِىْ بِفَرْجِهٖ اِلَى السَّمَآءِ وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ . الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ دو قسم کے لباس سے منع فرمایا۔ اور دو نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر کے بعد نماز سے منع فرمایا جب تک سورج نکل نہ آئے۔ اور عصر کے بعد منع فرمایا جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور اشتمال صما اور احتباء ایک کپڑے میں ہو۔ اس سے منع فرمایا جس سے اس کا ننگ اوپر کی طرف ظاہر ہو۔ اور منابذہ اور ملامسة سے بھی منع فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ائمہ ثلاثہ نہیں بلکہ دو اماموں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بلکہ دو اماموں کا لفظ میں نے جان بوجھ کر کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالکؒ ارتفاع الشمس میں جواز صلوٰۃ کے قائل ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ اوقات خمسہ کے اندر فرائض مطلقاً جائز ہیں۔ ادا ہوں یا قضا۔ اور نوافل مطلقاً ناجائز۔ لہٰذا یہ نہی کی روایات ان حضرات کے نزدیک نوافل پر محمول ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ تھوڑا سا اختلاف کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نوافل ذات الاسباب فرائض کی طرح ہیں اور ان کے حکم میں ہیں۔ اس بنا پر اگر کوئی اوقات منہیہ میں مسجد میں جائے تو تحیة المسجد پڑھ سکتا ہے۔ میں نے امام مالک کو خارج کیا تھا کیونکہ وہ ارتفاع کے وقت جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ وہ عمل اہل مدینہ کو لیتے ہیں۔ جیسے امام ابو حنیفہؒ اوفق بالقرآن کو لیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ بھی تھوڑا سا امام مالکؒ کے ساتھ ہیں۔ وہ یہ کہ ان کے نزدیک یوم الجمعہ مستثنٰی ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اوقات نہی دو طرح کے ہیں۔ ایک تو اوقات ثلاثہ یعنی وقت طلوع۔ وقت ارتفاع اور وقت غروب۔ ان اوقات ثلاثہ میں مطلقاً کسی قسم کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں قباحت ہے۔ اور دوسرے بعدالفجر حتی الطلوع وبعد العصر حتی الغروب ان دونوں وقتوں میں نوافل کی ممانعت ہے۔ فرائض جائز ہیں۔ کیونکہ نفس وقت میں کوئی خرابی نہیں۔ اب اس کے بعد ائمہ اربعہ اور ظاہریہ میں اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ ائمہ اربعہ آپس کے اختلافات کے ساتھ فرماتے ہیں کہ

نهی عن التحری کی روایات روایت مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ اور تحری کی تخصیص محض بیان قبح کے لئے فرمادی ہے۔ اور ظاہر یہ کے نزدیک روایت مطلقہ نهی عن التحری کی روایات کی طرف راجع ہیں اگر یہ اختلافات تمہارے ذہن میں رہیں گے تو پھر تم کو بخاری شریف کے تراجم میں مزا آئے گا۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جس کو جتنا زیادہ اختلاف روایات اور اختلاف ائمہ پر عبور ہو گا اس کو اتنا ہی زیادہ بخاری کے تراجم میں لطف آئے گا۔ اور ان کی باریکیاں ان پر منکشف ہوں گی۔

یہاں امام بخاریؒ نے اپنے ترجمہ سے دو باتوں کی طرف اشارہ فرمادیا اوّل یہ کہ نہی کی روایات اطلاق پر باقی ہیں۔ تحری کے ساتھ خاص نہیں۔ کیونکہ ترجمہ مطلق رکھا ہے۔ تحری کا اس میں کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اور دوسرے یہ کہ حتی ترتفع الشمس سے اشارہ فرمادیا کہ بعض روایات میں جو حتی تطلع الشمس آیا ہے۔ وہاں طلوع سے مراد ارتفاع الشمس ہے۔ حتی تشرق الشمس گویا مصنفؒ نے شرح فرمادی کہ شروق سے مراد ارتفاع ہے۔

حدثنی ناس بهذا اس کو ذکر فرما کر اختلاف الفاظ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ کیونکہ پہلی روایت میں رجال مرضیون اور اس روایت میں ناس کا لفظ آیا ہے۔ نیز! اختلافِ سند کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ نهی عن بيعتين یہ دونو بیوع بیع منابذه اور بیع ملامسته ہیں یہ زمانہ جاہلیت کی خاص بیوع ہیں۔ منابذہ تو یہ ہے کہ کنکری پھینک کر بیع کرتے تھے اور ملامستہ خاص طور سے چھو دیتے تھے۔ جس سے بیع تام ہو جاتی۔ اس کی تفصیل بیوع جاهلیته میں آئے گی و عن بستین ایک اشتمال صماء اور دوسرا احتباء ہے۔ اشتمال صماء تو یہ ہے کہ ایک کپڑے کو اس طرح سے لپیٹے کہ اس میں سے ہاتھ وغیرہ نہ نکل سکیں۔ خوب لپیٹ لے اور احتباء یہ ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھ جائے۔ ملامستہ او منابذہ کو بناذ اور لماس بھی کہتے ہیں۔

بَابُ لَا تُتَحَرَّى الصَّلٰوةُ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

ترجمہ۔ سورج ڈوبنے سے پہلے نماز کا قصد نہ کیا جائے۔

حدیث (۵۵۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کوئی بھی طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

حدیث (۵۵۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج چڑھ آئے۔ اور

وَلَاصَلٰوۃَ بَعْدَالْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ. الحدیث

عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

حدیث (۵۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانٍ الخ عَنْ مُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَمَارَاَیْنَاہُ یُصَلِّیْہَا وَلَقَدْ نَہٰی عَنْہُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَالْعَصْرِ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ تم نمازیں پڑھتے ہو۔ ہم جناب رسول اللہ کے ساتھ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی آپ کو وہ دو نمازیں پڑھتے نہیں دیکھابلکہ آپؐ نے ان سے منع فرمایاہے یعنی عصر کے بعد دو رکعت پڑھنا ہے۔

حدیث (۵۵٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صَلٰوتَیْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ. الحدیث ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دو نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ کرے۔ اور عصر کے بعد جب تک سورج ڈوب نہ جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ترجمہ تو یہ تھا مگر یہ ترجمہ محض ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ بقیہ روایات سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ تو روایات کو ترجمۃ الباب سے مطابقت نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ مصنفؒ کا مقصد صرف تحری سے ممانعت نہیں ہے بلکہ علی الاطلاق ممانعت کرنا ہے۔ خواہ تحری ہویا نہ ہو۔ صلوٰۃ ذات السبب ہویا نہ ہو۔ تو یہ ممانعت علی الاطلاق ہوئی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تحری ہی کو بتلانا ہے۔ کہ جب تم نماز پڑھو گے تو تحری کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی فعل نماز کو ایسے وقت میں مت ادا کرو۔ کیونکہ فعل اختیاری قصد سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے جب بھی نماز پڑھو گے اس وقت تحری پائی جائے گی۔ اسی بنا پر روایات تحری اور علی الاطلاق اس افادہ کی وجہ سے سب کو یہاں جمع کردیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ باب اوّل کا جز ہے۔ اور بمنزلہ فصل کے ہے۔ جس کو ایک افادہ کی خاطر لایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ قصداً ایسے وقت میں نماز پڑھنا شدید الممانعۃ ہے اور یہ طریقہ مصنفؒ نے بہت سے مواقع پر اختیار کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں پر شراح نے کوئی تعرض نہیں فرمایا جہاں مطلقاً ممانعت صلوٰۃ بعدالفجر وارد ہے۔ وہیں بعدالعصر کی بھی ممانعت ہے۔ اور جہاں نہی عن التحری وارد ہے وہاں بھی دونوں کے اندر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جہاں نہی مطلق ہے وہاں سیاق ایک ہے۔ اور جہاں نہی عن التحری ہے وہاں بھی دونوں کا سیاق ایک ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے فجر کے اندر تو مطلق باب باندھا تحری کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور غروب کے اندر تحری کو ذکر فرمایا۔ اشکال کی وضاحت یوں ہے بعض روایات میں جو ارتفاع شمس و غروب شمس کا ذکر ہے اس کا تعلق فجر و عصر دونوں سے ہے۔ ایسے ہی جن روایات میں تحری سے ممانعت ہے وہ ممانعت بھی

فجر وعصر دونوں کو شامل ہے۔ تو جب دونوں جگہ یعنی فجر اور عصر کو دونوں فعل شامل ہیں تو پھر امام بخاریؒ نے **صلوٰۃ فجر** کا باب باندھ کر اس میں تو طلوع کا صیغہ استعمال کیا۔ اور **صلوٰۃ عصر** کا جو باب باندھا اس میں تحری کا صیغہ لائے۔ حالانکہ احادیث کے مضمون کا تقاضا ہے کہ سب ایک ہیں۔ لہذا جیسے یہ باب قائم کیا کہ **صلوٰۃ بعدالفجر حتی ترتفع** تو ایسے عصر میں بھی باب باندھتے۔ **باب الصلوۃ بعد العصر حتی تغرب** یا پھر جیسے یہ باب قائم فرمایا کہ **باب لاتتحری الصلوۃ قبل غروب الشمس** ایسے ہی فجر میں **باب** قائم فرماتے۔ کہ **باب لا تتحری الصلوۃ قبل طلوع الشمس** غرض کہ مصنفؒ نے یہ جدت کیوں اختیار کی۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ تفنن عبارت ہے۔ اور میرے والد صاحب تحریر میں فرماتے ہیں کہ باب اوّل سے تو جمہور کے مذہب کی طرف اشارہ ہے فرمایا ہے۔ اور اس باب سے ظاہریہ کے مذہب کی طرف۔ گویا کہ دونوں بابوں سے الگ الگ اختلاف علماء کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور میری ذاتی رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ مجتہد ہیں اور روایات تحری کی بھی اور مطلقہ بھی دونوں طرح کی وارد ہوئی ہیں۔ اور سیاق برابر ہے۔ مگر فجر میں کوئی روایت معارض موجود نہیں کہ جس سے **صلوٰۃ بعد الفجر** کا جواز بھی معلوم ہوتا ہو۔ بخلاف **بعد العصر** کے کہ اس میں نہی کے خلاف ایسی روایات موجود ہیں جس سے جواز **صلوٰۃ بعد العصر** معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایات ہیں کہ حضور اکرم ﷺ **بعد العصر** دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ تو وہاں معارض نہ ہونے کی وجہ سے اطلاق کو اختیار فرمایا۔ اور یہاں معارض ہونے کی وجہ سے تحری کو اختیار فرمایا۔ اور یہ حضرت امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ اور اس میں کوئی بُعد نہیں کیونکہ وہ مجتہد ہیں۔ اور حضرت امام بخاریؒ نے اس باب میں تحری کی روایات اور روایات مطلقہ ذکر فرما کر اشارہ فرمایا کہ روایات روایات مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ جیسا کہ باب سابق میں اس کے برعکس فرمایا ہے۔ کہ تحری کی روایات روایات مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ یہاں ایک مفید اور کار آمد بات سنو! مؤطا امام مالکؒ کے اندر **نہی عن الصلوۃ وقت الاستواء** کی روایت موجود ہے مگر پھر بھی امام مالکؒ جو از **صلوٰۃ وقت الاستواء** کے قائل ہیں۔ اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جہاں کسی امام کا قول کسی روایت کے خلاف ہو تو یوں کہتے ہیں کہ ممکن ہے ان کو وہ روایت نہ پہنچی ہو۔ یہ کہہ دینا مطلقاً صحیح نہیں۔ دیکھو یہاں روایت امام مالکؒ کو پہنچی ہے لیکن پھر بھی اس کو چھوڑ دیا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام کسی وجہ ترجیح کی بنا پر کسی روایت کے خلاف دوسری کو ترجیح دیتا ہے۔ مثلاً ائمہ کے نزدیک وجوہ ترجیح مختلف ہیں۔ انہی میں امام مالکؒ کے یہاں عمل اہل مدینہ وجوہِ ترجیح میں سے ہے۔ چونکہ اہل مدینہ کا عمل اس وقت صلوٰۃ پڑھنے کا تھا اس لئے امام مالکؒ نے اس کو ترجیح دی اور جیسے کہ احنافؒ کے ہاں وجوہ ترجیح میں اوفق بالقرآن اور راوی کا افقہ ہونا ہے۔ اور شوافعؒ کے یہاں سند کا قوی ہونا۔ یا **نقاہت رواۃ** ہے۔

بَاب مَنْ لَّمْ يَكْرَهِ الصَّلٰوةَ اِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ رَوَاهُ عُمَرُؓ وَابْنُ عُمَرَؓ وَاَبُوْ سَعِيْدٍؓ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَؓ۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو نماز کو مکروہ نہیں سمجھتا مگر صرف بعد العصر و الفجر مکروہ سمجھتا ہے اس کو حضرت عمرؓ وابن عمرؓ وابو سعیدؓ اور ابو ہریرؓ نے روایت کیا ہے۔

حدیث (۵۵۵) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُصَلِّیْ کَمَا رَاَیْتُ اَصْحَابِیْ یُصَلُّوْنَ لَا اَنْھٰی اَحَدًا یُصَلِّیْ بِلَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ مَّاشَاءَ غَیْرَ اَنْ لَّا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَھَا . الحدیث .

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسے ہی نماز پڑھوں گا جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ میں کسی کو دن اور رات میں کسی وقت بھی نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ جو چاہے پڑھے علاوہ اس کے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت قصد نہ کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مسلک بھی امام مالکؒ کے مسلک جیسا ہے۔ کہ وہ استوائ کے وقت نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن جمہور اجازت نہیں دیتے۔ یا مصنفؒ جمہور کی موافقت کرتے ہیں اور شدۃ ممانعت کے لئے ان روایات کو لائے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ وابن عمرؓ کا مقصد اگر اجازت صلوٰۃ عندالاستوا ہے تو پھر روایات نہی سے ان کو مرجوح قرار دیا جائے گا۔ یا استوائ کی اباحت بطور مفہوم مخالف کی سمجھی جاتی ہے۔ اور نہی صراحۃً ہے۔ لہذا منطوق کو مفہوم پر ترجیح دی جائے گی۔ دوسرے حضرت ابن عمرؓ اس روایت کو آپؐ کی طرف مرفوع نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا اپنا فتویٰ اور اپنا قول ہے۔ روایات نہی کی یا تو انہیں اطلاع نہیں ہوئی۔ یا ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے اس کو اس وقت تک لے آؤ۔ بہر حال عندالاستوائ کی اجازت معلوم نہیں ہوتی۔ شیخ زکریاؒ کی تشریح صفحہ سابقہ پر گذر چکی ہے۔

باب مَا یُصَلّٰی بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِھَا ۔

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ عصر کے بعد قضا نمازیں اور نفل رواتب پڑھی جا سکتی ہیں۔

وَقَالَ کُرَیْبٌ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّکْعَتَیْنِ وَقَالَ شَغَلَنِیْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَیْسِ عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الظُّھْرِ ...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے وفد عبد القیس نے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے روک دیا تھا ان کو پڑھ رہا ہوں۔

حدیث (۵۵۶) حَدَّثَنَا اَبُو نُعَیْمٍ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَؓ قَالَتْ وَالَّذِیْ ذَھَبَ بِهٖ مَا تَرَکَھُمَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ وَمَا لَقِیَ اللّٰهَ حَتّٰی ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوةِ وَکَانَ یُصَلِّیْ کَثِیْرًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ قَاعِدًا تَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جو حضور ﷺ کو لے گیا۔ آپؐ نے ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس وقت ملاقی نہیں ہوئے جب تک کہ نماز سے

بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهِمَا وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ اَنْ يُّثَقِّلَ عَلٰى اُمَّتِهٖ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ . الحديث .....

بوجھل نہیں ہوئے۔(یعنی جب نماز پڑھنا مشکل ہو گیا تو پھر دنیا میں رہنا پسند نہ کیا) اور جناب نبی اکرم ﷺ اکثر نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے یعنی یہ بعد العصر کی دو رکعتیں آپ نبی اکرم ﷺ ان کو پڑھتے تھے لیکن مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں امت پر بوجھ نہ ہو جائے۔ اور امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

حدیث (۵۵۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَتْ عَائِشَةُ ؓ ابْنَ اُخْتِي مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا اے میرے بھانجے! جناب نبی اکرم ﷺ ان دو رکعتوں کو بعد العصر کبھی میرے پاس آکر نہیں چھوڑا۔

حدیث (۵۵۸) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ دو رکعات جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو کبھی نہیں چھوڑا نہ پوشیدہ ہو کر اور نہ ہی کھلم کھلا وہ صبح سے پہلے دو رکعات ہیں اور دو رکعت عصر کے بعد ہیں۔

حدیث (۵۵۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ قَالَ رَاَيْتُ الْاَسْوَدَ وَمَسْرُوْقًا شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَاْتِيْنِيْ فِيْ يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اسود اور مسروق ؒ دونوں کو حضرت عائشہ ؓ پر گواہی دیتے دیکھا کہ وہ فرماتی تھیں کہ جس دن بھی عصر کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لاتے تھے تو دو رکعت ضرور پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابھی میں نے بیان کیا تھا کہ اوقات منہیہ پانچ ہیں۔ ان کے درمیان ائمہ ثلاثہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اور حنفیہؒ کے یہاں تفریق ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے باب سے اشارہ فرمادیا کہ نہی نوافل پر محمول ہے۔ اور فوات جائز ہیں۔ مگر امام بخاریؒ نے ونحوھا بڑھادیا۔ جس کی وجہ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس کے قائل ہیں۔ شوافعؒ تو ونحوھا کا مطلب یہ قرار دیتے ہیں کہ اس سے ذوات الاسباب۔ وتحیۃ المسجد۔ صلوٰۃ الکسوف۔ سجدہ تلاوت وغیرھا مراد ہے۔ کیونکہ وہ ان کے یہاں ان اوقات میں پڑھی جائیں گی۔ اور حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ جب ذوات الاسباب نوافل ہیں تو وہ فوات کی مثل کیسے ہو سکتی ہیں۔ اس لئے

ونحوھا سے وہ نمازیں مراد ہیں جو فوائت کے مثل ہیں۔ جیسے صلوٰۃ جنازہ ۔ سجدہ تلاوت وغیرہ شنلنی فاس یہ ابتداء ہوئی ۔لم یکن رسول اللہ ﷺ یدعھما سرا ولا علانیہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھر میں یعنی اہل خانہ سے حضور اکرم ﷺ اخفاء نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ ابھی حضرت عائشہؓ کی روایت گذری ہے۔ لایصلیھافی المسجد یہ انتہا ہوئی۔ کہ پھر مداومت فرمانے لگے۔عن ام سلمۃؓ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بعد العصر نماز پڑھی مگر صرف ایک مرتبہ پڑھی ہے۔ جبکہ آپؐ کے پاس وفد عبدالقیس آیا۔ اور اس کی وجہ سے ظہر کے بعد والی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی اکثر روایات میں یہ ملے گا کہ حضور انور ﷺ نے اکثر نماز عصر کے بعد نوافل پڑھی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ بلکہ ام سلمہؓ کے یہاں ایک ہی مرتبہ بطور قضا کے پڑھی ہوگی۔ مگر چونکہ آپؐ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی کام کو شروع فرماتے تو اس کو پابندی سے فرمایا کرتے تھے تو گویا اس کے بعد آپؐ نے ہمیشہ رکعتیں بعد العصر پڑھی ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ نماز صرف حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ ابو داؤد شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس میں صراحت کے ساتھ بتلایا گیا کہ حضور اقدس ﷺ نماز عصر کے بعد رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور ہم لوگوں کو منع فرمایا کرتے تھے۔ اب آگے روایت میں جو اس نماز کے متعلق آرہا ہے کہ ما ترکھما اس سے مراد حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ترک فسخ ہے یعنی آپؐ نے بالکلیہ نہیں چھوڑا۔ وہ پانچ وقت جن میں نماز پڑھنا جائز نہیں یہ ہیں بعد الفجر نصف النہار۔ بعدالعصر وغروب ۔

بَاب التَّكْبِيرِ بِالصَّلٰوةِ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ

ترجمہ۔ بادل والے دن نماز پڑھنے میں جلدی کرنی چاہئے

حدیث (۵۶۰) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الخ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلٰوةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهٗ . الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو الملیح فرماتے ہیں کہ ہم لوگ بادل والے دن حضرت بریدہؓ کے ہمراہ تھے تو انہوں نے فرمایا کہ نماز میں جلدی کرو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص عصر کی نماز کو چھوڑ دیگا تو اسکے عمل ضبط اور باطل ہو جائیں گے

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ترجمہ مطلق ہے۔ حضرت بریدہؓ بھی اسے ذکر کرتے ہیں کہ مگر دلیل میں ایک خاص چیز ہے من ترك العصر تو حضرت بریدہؓ کے قول کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان کے ساتھ ایک فوجی جماعت تھی جن کو بادل چھا جانے کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں بکروا بھذہ الصلوۃ مگر یہ توجیہ مصنفؒ کے کلام میں نہیں چل سکتی۔ تو کہا جائے گا اگرچہ من ترك العصر سے خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس سے عموم مراد ہے۔ اس لئے حبط عملہ کا حمل بقیہ صلوٰت پر بھی کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابر کے زمانہ میں نماز کو جلدی پڑھنا چاہئے تاکہ کہیں وقت نہ نکل جائے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ

امام بخاریؒ نے تکبیر کا باب باندھا ہے۔ اور روایت کے اندر حضرت بریدہؓ کا قول ہے جو موقوف ہے۔ تو موقوف سے استدلال ہوا۔ حالانکہ مصنفؒ کا معمول استدلال بالمرفوع ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد من ترك العصر عصر کے ساتھ خاص ہے۔ عموم ثابت نہیں ہوتا جو ترجمہ میں ہے۔ ان دونوں اشکال کا ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کا استدلال بکروا بالصلوۃ سے ہے جو کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشار سے ماخوذ ہے۔ اس لئے وہ ایسا ہی ہوگیا۔ جیسے امام بخاریؒ مسئلہ مستنبط فرمالیتے ہیں۔ تو جب ائمہ استنباط فرماسکتے ہیں تو صحابہ کا استنباط بھی ہوگا۔ لہذا استدلال مرفوع سے ہوا گو بالواسطہ ہے چونکہ حضرت بریدہؓ نے عصر کی کوئی تخصیص نہیں کی بلکہ مطلقاً بکروا بالصلوۃ فرمایا لہذا تعمیم صحیح ہے عصر کے ساتھ اختصاص نہ رہا۔

باب الْاَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

ترجمہ۔ وقت چلے جانے کے بعد اذان کہنا

حدیث (۵۶۱) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ لَیْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهٗ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ فَغَلَبَتْهُ عَیْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ یَا بِلَالُ اَیْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا اُلْقِیَتْ عَلَیَّ نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِیْنَ شَآءَ وَرَدَّهَا عَلَیْكُمْ حِیْنَ شَآءَ یَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْیَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰی ....

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ چل رہے تھے۔ کہ کچھ لوگوں نے کہا یارسول اللہ ہمیں کچھ دیر کے لئے آپ آرام کرنے دیتے آپؐ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ کہیں نماز سے نہ سوجاؤ حضرت بلالؓ نے فرمایا میں تمہیں بیدار کروں گا لوگ لیٹ گئے حضرت بلالؓ نے اپنی پیٹھ سواری کے پالان کے ساتھ لگادی۔ توان کی دونو آنکھیں اس پر غالب آگئیں۔ یعنی نیند کا غلبہ ہو گیا وہ بھی سو گئے جب جناب نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کا کنارہ نکل چکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے بلال وہ تمہارا کہنا کہاں گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسی نیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی۔ آپؐ نے فرمایا چلو خیر! اللہ تعالی نے جس وقت چاہا تمہاری روحوں کو روکے رکھا اور جب چاہا ان کو تم پر واپس لوٹا دیا۔ اٹھ بلال لوگوں کو نماز کی اطلاع کرو۔ چنانچہ آپؐ نے وضو فرمایا جب اچھی طرح سورج چڑھ آیا اور سفید ہوگیا تو آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں بعد ذھاب الوقت سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ فائتہ کیلئے اذان اس وقت کہی جائے جبکہ قضا القضا (یعنی وقت ختم ہونے کے بعد) وقت کے بعد ہی ہو۔ یہ نہیں کہ دس سال بعد قضا کرے تو اذان کہے

اور یہی علماء کا مذہب ہے۔ اب اس کے بعد ائمہ میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اگر جماعت کی نماز فوہو جائے اور جماعت سے قضا کرنا چاہے تو کیا اس کے لئے اذان ہو گی۔ حنفیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک ہو گی۔ مالکیہؒ کے یہاں اذن نہیں ہو گی۔ اور شوافعؒ کے ہاں دونوں قول ہیں۔ اس لئے ناقلین مذہب ان کو کبھی ہمارے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور کبھی مالکیہؒ کے ساتھ۔ مالکیہؒ کہتے ہیں کہ اس میں تجھیل (جاہل بنانا) ہو گی۔ اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ بے وقت اذان کیسی ہے۔ اور جمہور کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کے فعل سے استدلال ہے۔ **لو عرست بنا الخ** لیلۃ التعریس کا واقعہ ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ لیلۃ التعریس ایک مرتبہ ہوئی۔ محققین کی رائے ہے کہ دو مرتبہ ہوئی۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہوئی۔ **قال بلال انا اوقظکم الخ** صوفیاء فرماتے ہیں یا بلال کی انا کہو۔ پیارو! انانیت سے کہو۔ اور اپنے دلوں سے اس کو بالکل نکال دو۔ اللہ تعالیٰ اصل مقصود ہیں۔ اگر ذلت برداشت کرنے میں ان کی رضا ہے تو یہی عزت ہے۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم اناء و تمکین　　　　وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزیز رہو۔ گو مخلوق کتنا ہی حقیر سمجھے۔ ایسا نہ ہو کہ انانیت کی وجہ سے ان کے یہاں سے رد کر دیا جائے **فاذن بالناس بالصلوۃ** یہ جمہور کا استدلال ہے۔ **فلما ارتفعت الشمس وابیاضت الخ** حنفیہ فرماتے ہیں کہ نفس وقت میں کراہت تھی اس لئے بیاض شمس کا انتظار فرمایا۔

بَاب مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

ترجمہ۔ وقت چلے جانے کے بعد لوگوں کو جماعت کی نماز پڑھانا۔

حدیث (۵۶۲) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الخ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ؓ جَآءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاكِدْتُ اُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاللّٰهِ مَاصَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا اِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ خندق کی لڑائی میں سورج غروب ہونے کے بعد تشریف لائے تو کفار قریش کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی وہ نماز نہیں پڑھی۔ بطحان وادی کی طرف ہم اٹھے آپؐ نے نماز کے لئے وضو بنایا اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو بنایا پس سورج غروب ہونے کے بعد آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر جماعت کی نماز فوت ہو گئی تو جماعت سے پڑھے یا فرادیٰ۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک جماعت سے پڑھے

اور بعض سلف کا اس میں اختلاف رہا ہے۔ وہ فرادیٰ کے قائل تھے اس کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اور اذان کے اندر اختلاف گذر ہی چکا ہے۔
فصلی العصر بعد ما غربت الشمس یہاں یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ بخاریؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم الخندق میں صرف عصر کی نماز قضا ہوئی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ **شغل عن اربع صلوات** ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ اور عشاء۔ عشاء اس طور پر کہ اپنے وقت معہور کے بعد پڑھی گئیں۔ بعض نے بخاریؒ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور بعض موجھین توجیہ فرماتے ہیں کہ دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں یوم خندق ایک ہی دن نہیں۔ ممکن ہے کسی دن صرف عصر کی نماز فوت ہوئی ہو۔ اور کسی دوسرے دن چار نمازیں فوت ہوئی ہوں۔ عصر والی روایت امام بخاریؒ کی شرط کی مطابق تھی اس کو ذکر کر دیا۔ غزوہ خندق کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ صلوٰۃ الخوف کی آیت سے پہلے ہوا یا بعد میں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آیت خوف پہلے نازل ہوئی اور غزوہ خندق بعد کا واقعہ ہے تو ان کے نزدیک کثرت ازدحام کی وجہ سے اب بھی قضا جائز ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ صلوٰۃ خوف کا نزول غزوہ کے بعد ہوا ہے ان لوگوں کے نزدیک اب یہ قضا جائز نہیں۔

باب مَنْ نَّسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَ وَلَا یُعِیْدُ اِلَّاتِلْکَ الصَّلٰوۃَ وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃً عِشْرِیْنَ سَنَةً لَمْ یُعِدْ اِلَّاتِلْکَ الصَّلٰوۃَ الْوَاحِدَۃَ ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو نماز پڑھنی بھول گیا تو جب یاد آئے تو اُسے پڑھے اور صرف اسی نماز کو لوٹائے۔ اور ابراہیم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک نماز کو بیس سال تک چھوڑے رکھا تو صرف اسی ایک نماز کا اعادہ کرے۔

حدیث(۵۶۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَّسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَ لَا کَفَّارَۃَ لَھَا اِلَّا ذٰلِكَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ قَالَ مُوْسٰی قَالَ ھَمَّامٌ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ بَعْدُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آئے تو اسے ضرور پڑھے۔ اس کے سوا اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ **لایعید الّاتلک الصلوۃ** اس باب سے مقصد امام بخاریؒ کا یا تو احناف اور مالکیہ پر رد کرنا ہے کہ اگر صاحب ترتیب نے **فائتہ** کی قضا سے پہلے **وقتیہ** پڑھ لی تو اسے **صلوٰۃ فائتہ** اور اس **وقتیہ** دونوں کو لوٹانا پڑے گا اگر بھول کر **وقتیہ** کو پڑھ لیا ہے یا **فوائت ستہ** یعنی چھ کی تعداد سے متجاوز ہو گئی ہیں تو بھی اعادہ نہیں ہے۔ مگر مصنفؒ اس کی تردید کرتے ہیں۔ یا مقصد یہ ہے کہ

جیسے ابو داؤد میں ہے اعاد من الغد مثلھا یعنی اگلے روز اسی وقت قضا کرے۔ مصنفؒ اس پر بھی رد فرما رہے ہیں کہ تم اس فوت کا مطلب غلط سمجھے ہو۔ بلکہ دوسرے روز اسے اپنے وقت پر پڑھو یہ نہیں کہ چوبیس گھنٹے کا ان میں وقفہ ہو اور احناف اور مالکیہ کی طرف سے جواب یہ دیا جاتا ہے کہ لا کفارۃ لھا الا ذالك اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نسیان کی وجہ سے جو نماز فوت ہو گئی اس کا کفارہ وہی ہے مگر صاحب ترتیب کے لئے ہم دوسری روایات سے اس حکم کو ثابت کرتے ہیں اس روایت سے ہمارے مسلک پر حجۃ قائم نہیں کی جاسکتی بلکہ غیر صاحب ترتیب کے لئے ہم بھی اس کو کفارہ کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمہ الباب میں لایعید الاتلك الصلوۃ کا مطلب یہ ہے کہ سنن کی روایت میں ومن الغد للوقت وارد ہوا ہے۔ اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جب یاد آئے اس وقت پڑھے۔ اور پھر جب دوسرے دن اس کا وقت آئے تو پھر پڑھے لہذا امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمادیا کہ صرف اسی نماز کا اعادہ ہو گا۔ یہ نہیں کل پھر اس کو پڑھے گا اور علماً موجھین کے نزدیک دونو کے معنی صحیح ہیں۔ اور اصل تو من الغد للوقت ہے لیکن بعض رواۃ نے روایت بالمعنی کے طور پر ایسا نقل کر دیا جس سے مقضیہ (قضا شدہ) کا تکرار اور اعادہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے۔ اور من الغد للوقت اس لئے فرمادیا کہ حدیث کے مشہور الفاظ یہ ہیں کہ من قام عن صلوٰۃ اونسیھا فلیصلھا اذاذکر ھا فان ذلك وقتھا یعنی جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آجائے تو اسی وقت اسے پڑھے کیونکہ یہی اس کا وقت ہے۔ اس سے بظاہر ابہام ہوتا ہے کہ اب صلوٰۃ مقضیہ کا وقت بدل گیا۔ اور وقت التذکر اسی وقت کا بن گیا۔ تو اس وہم کا دفعیہ من الغد للوقت کہہ کر فرمادیا۔ اقم الصلوۃ لذکری الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز قائم کرو میرے یاد دلانے کے وقت۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو مگر یہاں اوّل مطلب ہی مراد ہے۔ قال موسی قال ھمام سمعتہ الخ مطلب یہ ہے کہ روایات دو طرح کی ہیں۔ ایک میں لذکری اور دوسری للذکریٰ مگر کسی کی روآیت میں کون سا جملہ ہے یہ متعین نہیں۔ اس لئے ہر ایک پر نسخہ کی علامت بنی ہوئی ہے۔ من الغدبعد الوقت مثلاً فجر کی نماز قضا ہو گئی اور طلوع شمس کے بعد اس کو نماز یاد آئی۔ فان ذلك وقتھا اس کا یہ مطلب نہیں کہ کل کو بھی طلوع شمس ہی اس فجر کا وقت ہے۔ بلکہ من الغد بعد الوقت یعنی اپنے وقت پر پڑھے۔

باب قَضَاءِ الصَّلٰوةِ الْاُوْلٰى فَالْاُوْلٰى

ترجمہ۔ باب نمازوں کی قضا ترتیب کے ساتھ ہو پہلے پہلی پھر دوسری اس طرح۔

حدیث (٥٦٤) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ فَقَالَ مَا كِدْتُ اُصَلِّى الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں حضرت عمرؓ کفار قریش کو گالیاں دینے لگے اور فرمایا کہ نہیں قریب تھا کہ میں عصر کی نماز پڑھوں یہاں تک کہ سورج

قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ فَصَلَّى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ .....

غروب ہو گیا۔ روای فرماتے ہیں کہ ہم بطحان وادی میں اترے سورج غروب ہونے کے بعد عصر پڑھی اور پھر مغرب کی نماز ادا کی۔ تو اس سے ترتیب معلوم ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر متعدد نمازیں قضا ہو جائیں۔ تو امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً ترتیب نہیں ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً ترتیب ہے۔ اگر دس برس بعد یاد آجائے کہ میری فلاں نماز قضا ہو گئی تھی۔ تو ساری نمازیں قضا کرنی ہوں گی۔ اور امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پانچ تک ترتیب واجب ہے۔ اس سے بڑھ جائے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ اور حنفیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک نسیان سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک ساقط نہیں ہوتی۔ بہر حال امام بخاریؒ نے باب منعقد فرما کر اپنی طرف سے فیصلہ فرما دیا کہ میں شافعیہ کے ساتھ نہیں ہوں۔ بلکہ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے ساتھ ہوں۔ اور جو روایت باب کے اندر ہے اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ پانچ سے کم تھیں لہذا ترتیب سے ادا فرمائیں۔

بَاب مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ السَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمِيعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هٰهُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمِيعِ۔

ترجمہ۔ عشاء کی نماز کے بعد قصہ گوئی مکروہ ہے سامر سمر سے ہے جس کی جمع سمار ہے۔ اس جگہ سامر جمع کے معنی میں ہے۔

حدیث (۵۶۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ اَبُو الْمِنْهَالِ انْطَلَقْتُ مَعَ اَبِيْ اِلَى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ وَهِيَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى اَهْلِهٖ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْعِشَاءَ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو المنہالؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کی خدمت میں پہنچا میرے باپ نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں بتلائیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرضی نماز کیسے پڑھتے تھے فرمایا نماز ہجیر جس کو تم لوگ پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا اور عصر اس وقت پڑھتے تھے کہ جب ہمارا ایک آدمی عوالی مدینہ میں اپنے گھر پہنچتا تو ابھی سورج خوب روشن ہوتا۔ مغرب کے بارے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ میں بھول گیا۔ اور آپؐ عشاء کی نماز میں تاخیر کو پسند کرتے تھے۔ اور عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اور فجر کی

وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ اَحَدُنَا جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ. الحديث.

نماز سے فارغ ہو کر اس وقت واپس ہوتے تھے ہم میں سے ایک اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ حالانکہ آپؐ نے ساٹھ سے سو تک آیات قرآنی پڑھ لی ہوتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث شریف میں ہے نهى النبى ﷺ عن النوم قبل العشاء الحديث بعدها اس پر امام بخاریؒ نے السمر کا ترجمہ باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ مطلق بات کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ سمر قصہ گوئی سے ممانعت ہے۔ چونکہ سمر کا لفظ حدیث میں آیا تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ سامر اس سے مشتق اور اس کی جمع اسمار ہے۔ اور چونکہ امام بخاریؒ حافظ قرآن ہیں کوئی لفظ قرآن کا آجائے تو ان کا ذہن فوراً آیت قرآنی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو حضرت امام بخاریؒ کا ذہن سامرا تهجرون کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں سامرا جمع ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ سامر یہاں قرآن میں جمع کے معنی میں ہے۔

بَاب السَّمَرِ فِى الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ۔

ترجمہ۔ عشاء کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا جائز ہے۔

حدیث (۵۶۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الخ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ وَرَاثَ عَلَيْنَا حَتّٰى قَرُبْنَا مِنْ وَّقْتِ قِيَامِهٖ فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيْرَانُنَا هٰؤُلَاءِ ثُمَّ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَظَرْنَا النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهٗ فَجَاءَ فَصَلّٰى لَنَا ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا وَاِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِىْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ قَالَ الْحَسَنُ وَاِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَالُوْنَ فِىْ خَيْرٍ مَّا انْتَظَرُوا الْخَيْرَ الحديث

ترجمہ۔ حضرت قرہ بن خالد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حسن کا انتظار کرتے انہوں نے بہت دیر لگائی یہانتک کہ ان کے مسجد سے اٹھنے کے وقت کے قریب پہنچ گئے بہر حال وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمیں ہمارے ان ہمسایوں نے دعوت دی تھی اسلئے دیر ہوگئی۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے تھے کہ ہم نے بھی ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس کو آدھی رات تک پہنچادیا۔ پس تشریف لائے ہمیں نماز پڑھائی اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا (هذا موضع ترجمه) کہ خبردار لوگ تو نماز پڑھ کر سوگئے اور تم برابر نماز میں رہے۔ جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک خیر میں رہتے ہیں جب تک خیر کا انتظار کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق سے استثناء ہے کہ سمر فی الفقه والخير جائز ہے۔

حدیث (۵۶۷) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ صَلوٰۃَ الْعِشَاءِ فِیْ آخِرِ حَیَاتِہٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ اَرَأَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ فَاِنَّ رَأْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ لَّایَبْقٰی مَنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فَوَھِلَ النَّاسُ فِیْ مَقَالَۃِ النَّبِیِّ ﷺ اِلٰی مَایَتَحَدَّثُوْنَ فِیْ ھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ عَنْ مِّائَۃِ سَنَۃٍ وَّاِنَّمَاقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَایَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِالْاَرْضِ یُرِیْدُ بِذٰلِکَ اَنَّھَا تَخْرِمُ ذٰلِکَ الْقَرْنَ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا مجھے بتلاؤ یہ تمہاری آج کی رات ہے اس کو یاد رکھو لیکن آج جو روئے زمین پر لوگ ہیں صدی کے اختتام پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ حضور اقدس ﷺ کے مقالہ کی وجہ سے لوگ خوف کھانے لگے یہاں تک کہ سو سال کے متعلق کئی کئی باتیں کرنے لگے (آپ کا مقصد نہ سمجھے) جناب نبی اکرم ﷺ نے جو لا یبقی ممن ھو الیوم الخ فرمایا تھا اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ صدی ختم ہو جائے گی ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ محدثین اس ارشاد کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ اگر سو سال بعد کوئی صحبت نبوی کا دعوٰی کرے تو وہ کذاب ہے۔ ہاں حیات خضر کے بارے میں بات رہ جاتی ہے۔ جو لوگ ان کی حیات کے قائل ہیں وہ اس کی مختلف توجیہات کرتے ہیں۔ مثلاً وہ اس وقت پانی پر تھے۔ زمین پر نہ تھے۔ زمین کی نفی ہے۔ بحر کی نہیں۔ وھل الناس خوف اس وجہ سے ہوا کہ وہ حضرات یہ سمجھے کہ اب سے سو سال بعد قیامت آجائے گی۔

باب السَّمَرِ مَعَ الْاَھْلِ وَالضَّیْفِ

ترجمہ۔ گھر والوں اور مہمانوں کے ساتھ رات کو باتیں کرنا یہ بھی جائز ہے۔

حدیث (۵۶۸) حَدَّثَنَااَبُوالنُّعْمَانِ الخ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّۃِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْھَبْ بِثَالِثٍ وَّاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْسَادِسٌ وَّاِنَّ اَبَابَکْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَۃٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِیُّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحاب صفہ میں سے تیسرے کو لے جائے جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچواں یا چھٹا اپنے ساتھ لے جائے۔ حضرت ابو بکرؓ تین آدمی لے آئے

بعشرة قال فهو انا وابی وامی ولاادری هل قال وامرأتی وخادم بین بیتنا وبیت ابی بکر وان ابابکر تعشی عند النبی ﷺ ثم لبث حیث صلیت العشاء ثم رجع فلبث حتی تعشی النبی ﷺ فجاء بعد مامضی من اللیل ماشاء الله قالت له امرأته ماحبسك عن اضیافك او قالت ضیفك قال اوما عشیتهم قالت ابوا حتی تجیء قد عرضوا فابوا قال فذهبت انافاختبات فقال یاغنثر فجدع وسب وقال کلوا لاهنیئا لکم فقال والله لااطعمه ابداوایم الله ماکنا ناخذ من لقمة الاربا من اسفلها اکثر منها قال شبعوا وصارت اکثر مماکانت قبل ذلك فنظر الیها ابوبکر فاذاهی کما هی اواکثر فقال لامرأته یااخت بنی فراس ماهذا قالت لاوقرة عینی لهی الان اکثر منها قبل ذلك بثلاث مرارا فاکل منها ابوبکر وقال انما کان ذلك من الشیطا ن یعنی یمینه ثم اکل منها لقمة ثم حملها الی النبی ﷺ فاصبحت عنده وکان بینناوبین قوم عقد فمضی الاجل ففرقنااثنی عشر رجلا مع رجل منهم اناس والله اعلم کم مع کل رجل فاکلوا منهااجمعون اوکما قال . الحدیث ....

اور جناب نبی اکرم ﷺ دس آدمیوں کو لے چلے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ میرا باپ میری ماں اور پوری طرح نہیں جانتا کہ کیا انہوں نے یہ فرمایا کہ میری بیوی اور ایک نوکر تھا۔ ہمارے اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں یہی لوگ ہوتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی عادت یہ تھی کہ شام کا کھانا حضور اقدس ﷺ کے پاس کھاتے۔ پھر اس وقت تک ٹھہرے رہتے یہانتک کہ عشاء کی نماز پڑھی جاتی۔ پھر وہ واپس لوٹتے تھے۔ بہر حال اس دن بھی وہ ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ شام کا کھانا آپؐ کے ساتھ کھایا پھر رات کے کافی حصہ گذرنے کے بعد گھر تشریف لائے۔ ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ اپنے مہمانوں سے آپ کو کس چیز نے روکا۔ فرمایا کیا ابھی تک انہوں نے کھانا نہیں کھایا بیوی نے کہا کہ وہ انکار کرتے رہے جب تک آپ نہ آجائیں۔ کئی مرتبہ ان کے کھانا پیش کیا گیا۔ مگر وہ انکار ہی کرتے رہے حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں تو چھپ گیا وہ فرماتے رہے او کمینے او جاہل خدا تیری ناک کاٹے اور گالی دیتے رہے اور مہمانوں سے فرمایا کھاؤ خدا تمہیں مبارک نہ کرے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں تو کبھی اس کھانے کو نہیں کھاؤں گا اور خدا کی قسم جب بھی کوئی لقمہ لیتے تھے مگر وہ نیچے سے اکثر ہو کر بڑھ جاتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ سب نے سیر ہو کر پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور جتنا اس سے پہلے تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا حضرت ابوبکرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ وہ تو اسی طرح ہے یا اس سے بھی زیادہ ہے پھر بیوی سے پوچھا اے بنو فراس کی بہن یہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم وہ اب پہلے سے زیادہ ہے۔ یہ تین مرتبہ کہا۔ بہر حال

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اس کو کھایا اور فرمایا یہ میرا قسم کھانا شیطان کی طرف سے تھا پھر اس سے لقمہ کھایا اور بقیہ کو اٹھا کر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئے پھر وہ حضور اقدس ﷺ کے پاس صبح تک رہا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا۔ جب اس کی مدت ختم ہو گئی تو ہم بارہ بارہ آدمیوں کی ٹولی میں بٹ گئے اور ان میں سے ہر آدمی کے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے بہر حال ان سب کے سب نے کھانا کھایا۔ او کما قال..

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت میں تقدم و تأخر واقع ہوا ہے۔ یہ روایت مختصر ہے۔ مطوّل روایت جلد ثانی کتاب الضیافة میں آتی ہے کہ جب وفود آپؐ کے پاس آتے تھے۔ چونکہ ایک آدمی ان کی ضیافت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تھا اس لئے آپؐ صحابہ کرامؓ پر تقسیم کر دیتے تھے۔ اسی کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاں تین چار مہمان دیئے گئے۔ جس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا وقال انما کان ذلك من الشیطان یعنی بیمینه یہ مقدم ہے۔ اور ثم اکل منها یہ مؤخر ہے۔ ثم حملها الی النبی ﷺ یہ اس سے بھی مؤخر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بھی از قبیل استثناء ہے کہ بیوی اور مہمان کے ساتھ بعد العشا بات چیت کرنا جائز ہے اس لئے کہ عام طور پر بیوی سے بعد العشاء ہی بات چیت کا موقعہ ملتا ہے۔ اور اس کا بھی حق ہے وان لزوجك علیك حقا بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور مہمان کے لئے کوئی وقت متعین نہیں۔ جب چاہے آجائے عشا کے بعد اگر آئے گا تو اس کی مہمان نوازی کرنی ہوگی۔ اس سے کھانے پینے کے متعلق پوچھے گا۔ ان اصحاب الصفه الخ اصحاب صفہ طلبہ تھے۔ علم سیکھتے تھے اور انہی کو مدارس کا ماٰخذ قرار دیا جاتا ہے۔ پیارو! تم ان کے قائم مقام ہو تو ان جیسے بن جاؤ۔ وان اربع فخامس او سادس یا تو او شک کے لئے ہے۔ یا تنویع کے لئے ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر طعام زائد ہو تو سادس کو لے جائے۔ ورنہ خامس کو۔ فانطلق النبی ﷺ بعشر اس لئے حضور تو حضور ہیں۔ اور اس کے ساتھ آپؐ ﷺ کی برکت بھی ہے۔ فهو انا وابی وامی الخ اس میں اختلاف ہے کہ خادم کا عطف کس پر ہے۔ علامہ کرمانیؒ کی رائے ہے کہ احتمال تو دونوں ہیں کہ امی پر ہو۔ مگر ثانی یعنی امرأتی پر عطف ہونا لفظاً اقرب ہے اور حاشیہ میں جو یہ لکھا ہے کہ احتمال ہے کہ امرأتی پر عطف ہو یا امی پر اور ثانی اقرب ہے۔ لفظاً۔ اور اس کو کرمانی کا قول دیا ہے یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ امی پر عطف ہونا یہ لفظاً اقرب نہیں لہٰذا کاتب کو سہو ہو گیا۔ اور علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ امی پر عطف ہے۔ اور فرق دونوں کے اندر یہ ہے کہ اگر امرأتی پر عطف ہو جیسا کہ کرمانی کی رائے ہے تو خادم بھی لا ادری کے اندر داخل ہوگا۔ اور مشکوک ہو جائے گا۔ اگر امی پر عطف ہو جیسا کہ عینیؒ کی رائے ہے تو اس صورت میں وہ متعین ہوگا۔ اور شک صرف امرأتی میں ہوگا۔ اور یہی میری رائے ہے۔ وان ابابکر تعشی الخ اس سے میرے والد صاحب مرحوم نے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ میزبان کو مہمان کے ساتھ کھانا ضروری نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ استنباط بہت دقیق ہے۔ اور اس مسئلہ پر

امام بخاریؒ کتاب الاطعمة میں مستقل ترجمہ منعقد فرمائیں گے۔ فاختبأت میں اس لئے چھپ گیا کہ حضرت ابو بکرؓ میرے اوپر برسیں گے کہ تو نے ان مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا۔ یا غنثر اے ناک کٹے۔ کلوا لاھنیئا یعنی تم نے کیا کیا۔ ابو بکرؓ جب تک نہ آئیں گے نہیں کھائیں گے۔ فقال واللہ لا اطعمہ اس روایت میں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ بخاری کی اکثر جگہوں میں یہ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت صدیق اکبرؓ مہمانوں کو گھر لے گئے تو گھر والوں سے کہہ دیا کہ ان کو کھانا کھلا دینا اور خود حضور اقدسؐ کے پاس تشریف لے گئے۔ گھر والوں نے مہمانوں کی تواضع کی۔ انہوں نے کہہ دیا کہ جب تک صدیق اکبرؓ نہیں آئیں گے اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے تو معلوم فرمایا کہ کھانا کھایا یا نہیں۔ کہا گیا کہ نہیں بلایا اور پوچھا کہ مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا بیٹے نے کہہ دیا کہ انہوں نے کھایا ہی نہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیوں نہیں کھایا انہوں نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے ہم نہیں کھائیں گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم کھالی۔ واللہ لا اکل ان مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک تم نہیں کھاؤ گے۔ صدیق اکبرؓ نے قسم توڑ دی۔ اور فرمایا انما کان ذلك من الشیطان اور پھر کھانا کھالیا ایم اللہ ماکنا ناخذ اللقمة یہاں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ اولاً اکل ہوا پھر اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یا اخت بنی فراس حضرت ابو بکرؓ کی بیوی قبیلہ بنی فراس کی تھیں یہ اسی طرف اشارہ ہے۔ الاان اکثر منھا قبل ذلك۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ نے باوجود اپنے حق پر ہونے کے پھر اپنے آپ کو پست کیا۔ اور خود ہی قسم توڑ دی اس کی جزاللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ اس طعام کے اندر یہ برکت ہوئی کہ کھاتے جاتے تھے اور نیچے سے بڑھتا جاتا تھا خود بھی کھایا مہمانوں کو بھی کھلایا۔ اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور وہاں بھی بارہ عریفوں (نمائندوں) اور ان کی جماعت نے اس سے سیر ہو کر کھایا اور یہ کوئی عجب نہیں جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ایک پیالہ دودھ سو سے زیادہ کو کافی ہو گیا۔ جیسا کہ اصحاب صفہ کے واقعہ میں گذرا۔ عقد بمعنے معاہدہ ففرقنا اثنی عشر رجلا یعنی ہم نے بارہ آدمی الگ کئے مع کل رجل منھم اناس ان بارہ میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک جماعت تھی اور حاشیہ کا نسخہ ہے فعرفنا جس کے معنی عریف اور چوہدری بنانے کے ہیں اور دونوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ بارہ جماعتیں کر دیں جن کے ایک ایک سردار تھے۔ اور اناس جمع ہے کم از کم ہر ایک کے ساتھ تین تین ہوں گے تو مجموعہ ۳۶ ہو گیا۔ یہ تو علی سبیل التنزل ہے ورنہ اللہ جانے کتنے تھے۔ کما فی الروایة اس سے اندازہ کر لو کہ کتنے لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کا کھانا کھایا۔ اب یہاں پر میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ اور شراح رضوان اللہ علیھم میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا شراح کے قول کے مطابق ایک قوم کفار سے معاہدہ تھا وہ مدت ختم ہو گئی جو مقرر ہوئی تھی۔ کفار خدمت اقدس میں مزید میعاد بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوئے تھے ان میں بارہ سردار تھے اور ان کے ساتھ ان کے اتباع تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میعاد ختم ہو گئی تھی۔ لہذا حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب چھانٹے اور ان کی سرکردگی میں لشکر بھیجا تاکہ وہ کفار سے جا کر جنگ کریں تو شراح کے فرمانے پر وہ بارہ اور ان کے اتباع کفار میں سے تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم کے فرمان پر سب کے سب مسلمان تھے لفظ حدیث دونوں کو مشتمل ہے اور مجھ کو باوجود تلاش کے یہ واقعہ کہیں نہیں ملا

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیوی سے پوچھا تھا کہ پہلے زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اب زیادہ ہے۔ اس کے بعد وہ کھانا صبح کو حضور اقدس ﷺ کے پاس لے گئے۔ اس روایت میں حضرت ابوبکرؓ کے قسم کھانے کے بعد ایک لقمہ کھانے کا ذکر بعد میں ہے۔ اور اپنی بیوی سے زیادتی طعام کا ذکر پہلے ہے۔ یہ تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ یہاں پر حافظ ابن حجرؒ نے براعة اختتام کے متعلق سکوت فرمایا ہے۔ لیکن میرا مطلب یعنی موت کی طرف اشارہ کرنا فمضی الرجل سے صاف ظاہر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْأَذَانِ

باب بَدْءِ الْأَذَانِ ترجمہ۔ آذان کی ابتدا کیسے ہوئی

اور پھر دو آیات بیان فرمائیں۔ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ. وَقَوْلِهِ تَعَالَىٰ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ.

حدیث (۵۶۹) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوتِرَ الْإِقَامَةَ..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اوقات نماز کی اطلاع کے لئے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا پھر ان کو یہود اور نصاریٰ یاد آگئے کہ یہ دونوں تو ان کی خصوصیات میں سے ہیں۔ پھر حضرت بلال کو حکم ہوا کہ اذان کو دوہرا کرو اور اقامة کو اکہرا رہنے دو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ان دونوں آیات کی بدء الاذان سے کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اگر قولہ کو مجرور پڑھا جائے تو پھر مناسبت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر قولہ مرفوع ہوا۔ اور فیہ قولہ کے معنی میں ہو تو پھر مطابقت ضروری ہے۔ تو چونکہ یہ دونوں آیات مدنی ہیں اور اذان کی مشروعیت بھی مدینہ میں ہوئی۔ اور باب بدء الاذان میں کسی بدایت کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اس لئے خواہ وہ بدایۃ مکانی ہو یا زمانی یا کوئی اور ہو تو مناسبت ہو جائے گی۔ یا آیات کو تبرک کے لئے لایا گیا ہے۔ باب کی پہلی روایت مختصر ہے۔ فامر بلال میں فا بمعنے ثم کے ہے یا اس سے پہلے بہت سے جملے محذوف ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ امام بخاریؒ احکام صلوٰۃ بیان کر رہے ہیں اس لئے اس کے متعلقات و شرائط بیان فرما کر اذان کا ذکر فرماتے ہیں۔ اذان جماعت کے واسطے ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں جماعت کا بھی ذکر کر دیا۔ اور امام بخاریؒ کی یہ بھی عادت شریفہ ہے کہ وہ ابتدا الحکم کی طرف ان آثار و آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو باب میں مذکور ہوں۔ تو بہت ممکن ہے کہ یہاں امام بخاریؒ نے جو دو آیات ذکر فرمائی ہیں ان سے استبراک و تیمن کے ساتھ ساتھ بدا الحکم کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہو۔ اس طور پر کہ یہ دونوں آیات مدنی ہیں تو حضرت امام بخاریؒ نے آیات ذکر فرما کر بتلا دیا کہ بدا لاذان مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کیفیت بدا لاذان بیان کرنی ہو اور وہ وہ ہے جیسا کہ روایت میں ہے۔ اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ آیت کریمہ اذا نو دی للصلوۃ من یوم الجمعۃ خاص ہے اس لئے کہ آذان جمعہ سے متعلق ہے۔ اور باب عام ہے تو ترجمہ کیونکر ثابت ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے آیت کے بارے میں منقول ہے کہ مشروعیت اذان اس سے ہوئی۔ لہذا امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی تعمیم کی بنا پر استدلال فرمایا۔ اب اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ جب ابواب میں ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں تو آیات دو کیوں ذکر فرمائیں۔ اس کا جواب بعض نے یہ دیا کہ ندا کا صلہ کبھی لام آتا ہے اور کبھی الی اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے ذکر فرما دیا مگر یہ کچھ نہیں۔ اصل میں بعض کی رائے ہے جیسا کہ ابھی گذرا کہ اذان کی مشروعیت اذانو دی للصلوۃ والی آیت سے ہوئی ہے۔ اس لئے اس کو ذکر فرمایا مگر وہ آیت چونکہ جمعہ کے متعلق ہے اس لئے تعمیم ثابت کرنے کیلئے دوسری آیت ذکر فرما دی۔ اور اس میں مختلف اقوال ہیں کہ اذان کی مشروعیت کس سے ہوئی۔ اول یہ ہے کہ آیت واذن فی الناس بالحج سے لی گئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لیلۃ الاسرا میں اذان سنی۔ اس سے لی گئی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قول عمر سے لی گئی۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اذانو دی للصلوۃ من یوم الجمعۃ سے مشروعیت ہوئی۔ پانچواں قول یہ ہے کہ رویا عبداللہ بن زید بن عبدربہ سے مشروعیت ہوئی وھو المشھور ذکروا النار والناقوس یہاں یہ روایت مجمل ہے۔ اور سنن کی روایت واقعہ کی تفصیل ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ نماز میں تین تغیر واقع ہوئے اور روزے کے اندر بھی تین تغیر واقع ہوئے۔ نماز کے تغیرات ثلاثہ میں سے ایک یہ ذکر کیا ہے کہ لوگ مسجد میں آتے تھے اور نماز پڑھ کر چلے جاتے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ ایک ساتھ نماز پڑھا کریں اسلئے کہ اجتماع میں بہت فوائد ہیں تو صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے عرض کیا کہ آگ جلادی جائے لوگ اس کو دیکھ کر جمع ہو جایا کریں گے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس میں تشبیہ بالمجوس ہے۔ کسی نے دف بجانے کا مشورہ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں تشبہ بالنصاریٰ ہے۔ کسی نے کہا کہ اونچی جگہ پر ایک جھنڈا لہرا دیا کرے تا کہ لوگ نماز کے وقت پر مطلع ہو جایا کریں ۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی انکار فرمادیا۔ فرمایا یہ بھی کافی نہ ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے تو وہ جھنڈا کیسے دیکھیں گے۔ جب تبلیغ کا ابتدائی دور تھا تو کچھ لوگوں نے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس مرحوم سے عرض کیا کہ تبلیغی جماعت کے لئے کوئی جھنڈا ہونا چاہئے جیسا کہ مجاہدین کے پاس ہوتا ہے۔ چچا جان نے فرمایا ذکریا کے مشورہ پر موقوف رکھو۔ جب میں نظام الدین حاضر ہوا تو میرے سامنے مسئلہ پیش ہوا۔ میں نے ایک دم انکار کر دیا۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے جھنڈے کے متعلق گفتگو ہوئی تھی تو آپؐ نے رد فرمادیا تھا۔ لہٰذا اب جو جماعت نماز کی طرف بلانے کو نکلی ہے اس کے لئے جھنڈا نہ ہونا چاہئے۔ غور سے سنو! حضور اکرم ﷺ نے باوجود شدت ضرورت کے تشبہ بالکفار سے احتراز فرمایا ہے۔ میرے پیارے بچو ! تم کو کفار کے تشبہ سے بچنا چاہئے۔ فذکروا الیھود والنصاریٰ روایت میں اختصار ہے۔ اس لئے کہ نار یہود کا طریقہ نہیں بلکہ مجوس کا شعار ہے۔ جیسا کہ روایت مفصلہ میں ہے تو گویا بطور تمثیل کے راوی نے بیان کر دیا۔ فامر بلال الخ یہاں بھی اختصار ہے اس لئے کہ معاً اسی مجلس میں حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ حکم تو حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خواب کے بعد ہوا اور وہ اس مشورہ سے متاخر ہے اب یہاں ایک سوال ہے کہ اگر خواب دیکھا ہے تو عبداللہ بن زیدؓ نے جن کی طرف سے ایک ہی روایت اذان کی ہے۔ اور بڑے بڑے صحابہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے نہیں دیکھا۔ اور اگر حضرت عمرؓ نے دیکھا بھی تھا تو اس کو بھول گئے تھے۔ پھر حضرت عبداللہؓ کے کہنے کے بعد یاد آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا الخ چونکہ جب حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے مجلس میں یہ بات سنی تو ان کو اس کا فکر ہوا اور اتنا فکر ہوا کہ سب کچھ چھوڑ کر مسجد میں جا پڑے کہ جب تک کوئی صورت نہ بن جائے مسجد سے نہ نکلوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ مجاہدہ کے بدلہ میں اپنا راستہ دکھلاتے ہیں تو ان کو خواب میں اذان دکھلا دی۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اتنا اہتمام نہیں ہوا۔ اس لئے وہ نہیں دیکھ سکے اب رہا یہ سوال کہ خواب تو حضرت عبداللہؓ نے دیکھا اور آپ حضور انور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم کیوں فرمایا باوجودیکہ حضرت عبداللہؓ نے عرض بھی کیا کہ خواب میں نے دیکھا ہے لہٰذا میں ہی اذان دوں گا۔ مگر آپؐ نے فرمایا کہ بلال صیّت ہیں یعنی اونچی آواز والے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اذان میں اللہ کی عظمت کا اعلان واعلام ہے اور چونکہ مکہ معظمہ میں کفار کے ہاتھوں سخت تکلیف میں ہونے کے باوجود اللہ کی احدیت کا نعرہ بلند کیا اور اعلان کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت بلالؓ کو اس کے ساتھ نوازا۔ کہ جب بلالؓ نے زمانہ کفر میں اعلان احدیت کیا تو اب اسلام کے عروج کے زمانہ میں بھی وہی اعلان کریں گے۔ میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ انصار سے یہ بھی منقول ہے کہ عبداللہ بن زید بیمار تھے اس لئے حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا امر فرمایا۔

حدیث (۵۷۰) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ کَانَ یَقُوْلُ کَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِیْنَ

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان جب مدینہ منورہ میں آئے تو

قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادَىٰ لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ ....

ایک اجتماع کیا جس میں نماز کے لئے وقت مقرر کرنے لگے کیونکہ اس کے لئے ندا نہیں دی جاتی تھی تو ایک دن اس بارے میں گفتگو کی بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے گھڑیال کی طرح گھڑیال ہونا چاہئے۔ اور بعض نے کہا کہ یہود کے ناد کی طرح ایک نال ہونا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کسی آدمی کو کیوں نہیں بھیج دیتے جو نماز کا اعلان کردے حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال اٹھو اور نماز کا اعلان کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ افلا تبعثون رجلا یہ روایت یا تو مجمل ہے۔ یا مؤول ہے۔ اس لئے کہ اذان کی مشروعیت حضرت عمرؓ کے کہنے سے نہیں ہوئی۔ لہذا یا تو یہ کہا جائے کہ یہ روایت مجمل ہے اور اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ سب کچھ حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خواب کے بعد کیا۔ یا مؤول ہے کہ اذان سے اذان متعارف مراد نہیں۔ بلکہ اذان لغوی اعلام بالصلوۃ مراد ہے۔ یعنی کوئی نماز کے وقت الصلوۃ الصلوۃ کہہ دیا کرے۔

باب الْاَذَانِ مَثْنٰى مَثْنٰى

ترجمہ۔ اذان دو دو مرتبہ کہی جائے

حدیث (۵۷۱) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ اِلَّا الْاِقَامَةَ . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ کو دو دوبار دوہرا یا کریں اور اقامہ کے الفاظ ایک ایک بار مگر قد قامت الصلوۃ کو دوبار کہا جائے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مثنیٰ مثنیٰ اثنین سے معدول ہے۔ تو اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب مثنیٰ اثنین اثنین سے معدول ہوا تو تکرار تو ایک مرتبہ مثنیٰ کہنے سے حاصل ہو گیا۔ اب دو مرتبہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ دو مرتبہ کہنے سے تو چار مرتبہ ہو جائیگا۔ بعض تو کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں ایک ہی مرتبہ ہے۔ اور راجح یہ ہے کہ الفاظ روایت کے اتباع میں فرمادیا۔ کیونکہ ترجمہ کے جو الفاظ ہیں وہ مسند طیالسی کے الفاظ ہیں۔ اور بعض نے جواب دیا کہ یہ تکرار انواع کے اعتبار سے ہے یعنی ہر وقت کی اذان میں تکرار ہوگا اور مثنیٰ مثنیٰ ہو گی۔ ترجمۃ الباب سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو ترجیع کے قائل ہیں۔ کیونکہ ترجیع میں شہادتین چار مرتبہ ہو جائیں گی۔ حنفیہؒ اور حنابلہؒ ترجیع کے قائل نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترجمہ شارحہ ہو۔ اس لئے کہ روایت میں ان یشفع الاذان اور شفع کے معنی ہیں ضم کے۔ تو ممکن ہے کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ مطلق ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ میں ملا کر کہتا چلا جائے۔ چاہے ایک وقت میں کتنے کہہ ڈالے۔ تو امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ

مراد یہ ہے دو دو کلمے کہے۔ تثنیہ مراد ہے۔ وان یوتر الاقامۃ الخ اس میں اشکال ہے کہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ متحد ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ میں تو پوری اقامت مراد ہے۔ اور مستثنیٰ میں صرف قد قامت الصلوٰۃ مراد ہے۔ شراح فرماتے ہیں کہ ایتار جو اقامت میں ہوتا ہے اذان کے اندر نہیں ہوتا اس فرق کے لئے باب قائم فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے شافعیہ اور مالکیہ پر رد ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں ترجیع ہے۔ احناف اور حنابلہ کے ہاں ترجیع نہیں اس کی تائید مقصود ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ ملك منزل من السماء کی اذان میں ترجیع نہیں اور حضرت بلال مؤذن مسجد نبوی کی اذان میں ترجیع نہیں تھی۔ البتہ حضرت ابو محذورہ کی روایت میں ترجیع ہے۔ اور اس سے ان دونوں حضرات نے استدلال کیا ہے۔ اور یہ کہا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے۔ لہذا اوّل تمام اذانوں کے لئے ابو محذورہ کی حدیث ناسخ ہوگی امام احمدؒ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ فتح مکہ کے بعد جب حضور ﷺ واپس مدینہ تشریف لائے اور ۹ھ، ۱۰ھ اور ۱۱ھ کے اندر جو اذانیں حضرت بلالؓ نے دی ہیں ان میں ترجیع نہیں ہے۔ لہذا یہ اذان بلال۔ اذان ابو محذورہ کے لئے ناسخ ہوگی۔

حدیث (۵۷۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ ذَكَرُوْا اَنْ يُّعْلِمُوْا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَیْءٍ يَّعْرِفُوْنَهٗ فَذَكَرُوْا اَنْ يُّوْرُوْا نَارًا اَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب لوگ بہت ہو گئے تو انہوں نے تذکرہ کیا کہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دی جائے جس کو لوگ پہچانتے ہوں۔ تو ذکر ہوا کہ آگ جلائی جائے یا گھڑیال بجائیں پھر حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دوبار اور اقامت کے ایک ایک بار کہے جائیں۔

باب الْاِقَامَةُ وَاحِدَةٌ اِلَّا قَوْلَهٗ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔

ترجمہ۔ اقامت ایک ایک کلمہ ہے مگر قد قامت الصلوۃ کہ اسے دو مرتبہ کہا جائے۔

حدیث (۵۷۳) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ فَذَكَرْتُهٗ لِاَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دوبار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار مگر ایوب نے فرمایا مگر قدقامت الصلوۃ کو دو مرتبہ کہا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مؤلفؒ نے مثنیٰ مثنیٰ سے شفع کی تفسیر فرمادی۔ اور اسی طرح یہاں ان یوتر الاقامۃ میں ایتار کی تفسیر فرمادی کہ ایک ایک بار ہے۔ اسلئے کہ بظاہر لفظ ایتار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتار ہونا چاہئے خواہ ایک بار یا اس سے زائد اب جس طرح

اذان میں اختلاف ہے اس طرح تکبیر میں اختلاف ہے۔ایک حنفیہ اور غیر حنفیہ میں دوسرے غیر حنفیہ میں حنفیہ اور غیر حنفیہ میں یہ اختلاف ہے کہ احناف فرماتے ہیں کہ الفاظ اقامت شنی شنی ہیں جیسا کہ اذان میں ہے۔اور غیر حنفیہ فرماتے ہیں کہ اقامت یعنی تکبیر میں افراد ہوگا اب پھر غیر احناف میں اختلاف قد قامت الصلوۃ میں ہے امام مالکؒ اس کے افراد کے قائل ہیں۔اور حنابلہ اور شافعیہ اس کے تثنیہ کے قائل ہیں۔مالکیہ کہتے ہیں کہ الاالا قامۃ کالفظ مدرج ہے۔جیسا کہ ایوب کی روایت میں ہے۔اصل حدیث میں نہیں ہے اور شوافع اور حنابلہ اصل حدیث میں قرار دیتے ہیں۔حنفیہ ملك نازل من السماء کی اذان سے استدلال کرتے ہیں۔کیونکہ وہ شنی شنی تھی۔امام بخاریؒ نے حنابلہ اور شافعیہ کے قول کو ترجیح دی ان یو تر الا قامۃ علماء نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں اور میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ جملہ قضیہ مہملہ ہے۔جو قوت میں جزئیہ کے ہوتا ہے۔تو مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے صلوۃ خاصہ میں یہ حکم دیا اور وہ صلوۃ صبح ہے اور مطلب یہ ہے کہ فجر کی اذان ابن ام مکتومؓ کی اذان سے ملا کر کہا کریں۔اور اقامۃ ایک آدمی کہے یہ نہیں کہ ایک کے بعد دوسرا کہے فقال الا الاقامہ مالکیہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔

باب فَضْلِ التَّاذِيْنِ

ترجمہ۔اذان کہنے کی فضیلت کا بیان ہے

حدیث (۵۷۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاذِيْنَ فَاِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰى اِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى . الحديث..

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ دے کر پاد مارتا ہوا بھاگتا ہے۔تاکہ اذان کہنے کو نہ سنے۔جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو واپس آتا ہے۔یہاں تک کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جاتی ہے پھر پیٹھ دیکر بھاگتا ہے جب تکبیر ختم ہوتی ہے تو پھر آتا ہے۔تاکہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان وسوسے ڈالے۔چنانچہ کہتا ہے کہ اس کو یاد کرو اس کو یاد کرو جن کو وہ یاد نہیں رکھتا تھا۔یہاں تک کہ آدمی اس حال میں ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تاذین اذان کہنے کو کہتے ہیں۔اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ روایت سے اذان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔اذان کہنے کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔بعض حضرات جواب دیتے ہیں کہ جب اذان کی فضیلت ثابت ہو گئی تو اذان کہنے کی فضیلت بھی ثابت ہو گئی۔میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق ترجمہ سے ان روایات کی طرف اشارہ فرمایا جو ان کی شرط کے موافق نہیں۔اور ان سے اذان کہنے والوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔جیسے المؤذنون اطول اعناقا یوم القیامۃ کہ اذان دینے والے

قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ له ضراط ضراط کے معنی گوز مارنا۔ شیطان یہ فعل کیوں کرتا ہے؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ یہ کام اس لئے کرتا ہے کہ آذان کی آواز اس کے کانوں میں نہ آسکے۔ کیونکہ قاعدہ ہے جب قریب میں شور ہو رہا ہو تو دور کی بات سنائی نہیں دیتی۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ شیطان اپنے اس نازیبا فعل سے اذان کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ جیسا کہ دور از تہذیب کمینوں کا طریقہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو تمسخر سوجھتا ہے تو ایک اٹھ کر دوسرے کے منہ میں ٹھائیں سے گوز مارتا ہے۔ اور بعض علما فرماتے ہیں کہ گوز نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ اذان کی وجہ سے اس پر بوجھ پڑتا ہے۔ کیونکہ اذان کا ہنٹر اس پر لگتا ہے جیسا کہ تانگہ والا گھوڑے کو چابک مارے تو وہ گوز مارنے لگے۔ حتی اذاقضی التثویب اقبل الخ۔ چونکہ تکبیر میں اذان کے الفاظ ہوتے ہیں اس لئے وہ اس وقت بھی بھاگ جاتا ہے۔ لیکن جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے۔ حتی یخطربین المرء ونفسه الخ یہاں اشکال یہ ہے کہ اس روایت سے اذان کا نماز کے مقابلہ میں افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطان اذان سے تو بھاگ جاتا ہے لیکن نماز کے وقت آجاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اشیاء کے کچھ خواص ہوتے ہیں جو اس سے افضل کے اندر نہیں ہوتے۔ مگر ان میں نہ ہونے سے اس مفضول کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے سنا دست آور ہے۔ مگر خمیرہ مروارید میں یہ بات نہیں تو اس سے سنا کا خمیرہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح اذان میں یہ خصوصیت ہونے سے نماز پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ میری طرف سے اذان کہنے کی فضیلت کے بارے میں یہ رائے ہے کہ آنے والا باب درباب ہے۔ اور اس کے اندر اذان کہنے کی فضیلت بتلائی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر رفع الصوت بالاذان کی فضیلت بتلائی گئی ہے۔ اور رفع صوت ہی اذان کہنا ہے۔ یہاں ایک بات اور سنو! روحانی اشیاء کے خاص خاص اثرات ہوتے ہیں۔ لہذا کسی خاص اثر سے تفضیل نہیں دی جاتی۔ اذان کا خاص اثر یہ ہے کہ اس میں خاص اعلام واعلان ہوتا ہے۔ اور نماز میں اخفاء ہے۔ اسی وجہ سے شیطان اذان کی آواز سن کر بھاگ جاتا ہے۔ مگر نماز کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔

بَاب رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَآءِ

ترجمہ۔ اذان کے لئے آواز کو اونچا کرنا

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا وَّاِلَّا فَاعْتَزِلْنَا ....

ترجمہ۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ آذان بلا نغمہ والی اذان کہو ورنہ ہم سے الگ ہو جاؤ۔

حدیث(۵۷۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَهٗ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ اَوْبَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَاِنَّهٗ لَايَسْمَعُ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عبد الرحمٰن مازنی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ آپ بکریوں اور دیہات کو پسند کرتے ہیں جب آپ دیہات میں نماز کے لئے اذان کہیں تو اذان کی اپنی آواز کو

مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَیْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. الحدیث ....

اونچا کریں کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہا جو کوئی جن یا انسان یا اور کوئی چیز جو بھی سنے گا وہ اس کے لئے قیامت کے دن گواہی دیگا ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اثر حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مطلب اگر یہ ہے کہ اذانا سمحا ای سهلا بلانغمة وتطریب ہو تو ترجمۃ الباب سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ تو کہا جائے گا کہ نغمات کی وجہ سے آواز بلند نہیں ہوتی۔ اس لئے سماحۃ کے اختیار کرنے کا حکم دیا۔ تو اسی سے رفع الصوت معلوم ہوا۔ اور روایت سے رفع الصوت ظاہر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اذان کی غرض اعلام ہے۔ مگر چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شہادت رسول اور شعائر اسلام کا اعلان ہے۔ اسلئے صرف قدر ضرورت پر اکتفا نہیں کیا جائے گا بلکہ رفع صوت مطلوب ہے اس لئے کہ ہر رطب و یابس شہادت دے گی اذانا سمحا. سمح کے معنی ہیں سادگی اور متانت کے کہ متانت اور سنجیدگی سے اذان کہو۔ شراح فرماتے ہیں کہ اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ ترجمۃ الباب سے رفع الصوت معلوم ہو۔ اب بہت ممکن تھا کہ کوئی یہ سمجھ لے کہ مقصود رفع صوت ہے۔ خواہ جس طرح بھی ہو گلا پھاڑ کر ہو۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اس کو ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ رفع صوت تو مطلوب ہے۔ مگر اس میں غلو نہ کرے اس لئے کہ اذان کی آواز جتنی بلند ہو سکے کرنی چاہیئے۔ تا کہ جتنے زیادہ شاہد (گواہ) قیامت میں بن سکیں اچھا ہی ہے۔ اس کے بعد جو اثر نقل کیا ہے حافظؒ کی رائے ہے کہ ترجمۃ الباب کی قید ہے۔ رفع الصوت بالنداء بلاتطریب حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اس طرح مناسبت پیدا کی ہے۔ کیونکہ تطریب صوت میں رفع الصوت ناممکن ہے۔

باب مَا یُحْقَنُ بِالْاَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ

ترجمہ۔ کہ اذان کی بدولت خون محفوظ ہوتے ہیں

حدیث (۵۷۶) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ کَانَ اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَّمْ یَکُنْ یُّغْزِیْ بِنَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَیَنْظُرُ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا کَفَّ عَنْهُمْ وَاِنْ لَّمْ یَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَیْهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا اِلٰی خَیْبَرَ فَانْتَهَیْنَا اِلَیْهِمْ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ یَسْمَعْ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب ﷺ ہمارے ساتھ جب بھی کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو اس وقت تک ان پر غارت گری نہیں کرتے تھے جب تک صبح نہ ہو اور انتظار فرماتے اگر اذان سن لیتے تو ان سے رُک جاتے اگر اذان نہ سنتے تو پھر ان پر غارت گری کرتے چنانچہ ہم لوگ خیبر کی لڑائی کے لئے نکلے تو ہم رات کو

اَذَانًا وَرَكِبْتُ خَلْفَ اَبِىْ طَلْحَةَ وَاِنَّ قَدَمِىْ لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ فَخَرَجُوْا اِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيْهِمْ فَلَمَّا رَاَوُا النَّبِىَّ ﷺ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ قَالَ فَلَمَّا رَاٰهُمْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۔ الحديث..

ان کے ہاں پہنچے اور جب صبح ہوئی اور آپؐ نے اذان نہ سنی تو آپؐ بھی سوار ہوئے۔ میں حضرت ابو طلحہؓ کے پیچھے سوار ہوا میرا قدم جناب نبی اکرم ﷺ کے قدم کو چھوتا تھا۔ تو خیبر کے لوگ اپنی زنبیلیں اور پھاوڑے لے کر ہماری طرف نکلے۔ جب انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو بول پڑے محمدؐ ہے خدا کی قسم محمدؐ ہے اور اس کا لشکر ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو دو مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا فرمایا کہ خیبر ویران واجاڑ ہو گیا کیونکہ آیت کا ترجمہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ممکن ہے حکم بیان کرنا مقصود ہو۔ اور ممکن ہے کہ فضیلت بیان کرنی ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اس وقت تک کفار کی کسی آبادی پر حملہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ صبح نہ ہو جائے۔ اگر صبح ہونے کے بعد اذان کی آواز آجاتی تو حملہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر نہ سنتے تو حملہ فرمادیتے یہ فضیلت بھی ہو گئی۔ اسلئے کہ محض اذان کی وجہ سے حملہ سے محفوظ رہے اور حکم یہ ہوا کہ جب کہیں اذان سن لے تو وہاں حملہ کرنا جائز نہیں معلوم نہیں کہ کتنے مسلمان قتل ہو جائیں۔ واللہ محمد والخمیس خمیس اس لشکر کو کہتے ہیں جو پانچ اجزاء پر مشتمل ہو۔ میمنہ۔ میسرہ مقدمہ۔ موٴخرہ قلب۔ دائیں بائیں۔ آگے پیچھے۔ اور درمیان میں۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الْمُنَادِىْ

ترجمہ۔ جب اذان دینے والے کی آواز سنے تو کیا کہے

حديث (۵۷۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اذان سنو تو جس طرح موذن کہتا ہے تم بھی اسی طرح کہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ جب اختلاف روایات قوی ہوں یا ائمہ کا اختلاف قوی ہو تو ترجمہ میں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ یہاں چونکہ دو روایتیں ہیں ایک اذا سمعتم النداء جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعینہ الفاظ اذان دہرائے اور دوسری روایت میں حیعلہ کے بدلے حوقلہ ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے کوئی حکم نہیں لگایا۔ اب علما کا پھر اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ فقولوا مثل مایقول المؤذن مجمل ہے اور دوسری روایت مفصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مفصل مجمل پر قاضی ہوا کرتی ہے

لہذا مجمل کو مفصل کی طرف راجع کیا جائے گا۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ دونوں وارد ہیں لہذا اختیار ہے۔ بعض علماء حنابلہ سے منقول ہے کہ دونوں کو جمع کرے۔

حدیث (۵۷۸) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الخ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ بِمِثْلِهِ إِلَى قَوْلِهِ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت عیسیٰ بن طلحہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے ایک دن سنا وہ فرماتے تھے مؤذن کی طرح کہے۔ صرف اشهد ان محمد رسول اللّٰہ تک۔

حدیث (۵۷۹) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِيْ بَعْضُ اِخْوَانِنَا اَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُوْلُ. الحدیث

ترجمہ۔ یحیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بعض بھائیوں نے بیان کیا کہ جب مؤذن حی علی الصلوة کہے تو سامع لا حول ولا قوة الابا لله کہے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے تمہارے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح کہتے سنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ الی قوله واشهد ان محمد رسول اللّٰہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہیں تک جواب میں اکتفا فرمایا بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں تک بعینہ الفاظ اذان دہرائے اور اس کی دلیل روایت آئندہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہاں امام بخاریؒ تو سع بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے جو چاہے کہہ دے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا مذہب یہی تھا کہ صرف شہادتین تک اذان کا جواب دے۔

بَاب الدُّعَاءِ عِنْدَ النِّدَآءِ

ترجمہ۔ اذان کے وقت دعا مانگنا

حدیث (۵۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دعا مانگی اے اللہ جو اس مکمل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپؐ کو اس مقام محمود پر مبعوث فرما جس کا آپؐ سے وعدہ فرمایا ہے۔ تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت نازل ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح نے مصنفؒ کی غرض سے کوئی تعرض نہیں کیا۔اور انشاء اللہ میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے کہ نہیں۔ ہمارے یہاں اس میں دونوں قول ہیں۔ ظاہر یہ کے نزدیک واجب ہے۔ الامر للوجوب کی وجہ سے اور ہمارے ہاں وجوب کا ایک قول ہے یہ بہت سخت ہے۔اور دوسرا قول سنیّت کا ہے۔ یہی آسان ہے اور حضرت امام طحاویؒ نے اس روایت سے عدم وجوب جواب اذان پر استدلال فرمایا ہے۔جب اذان کے ساتھ یہ دعا پڑھے گا تو جواب کیسے دے گا۔ تو بہت ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہو کہ جواب واجب نہیں۔ حلت له شفاعتی۔حلت کے معنی حلال ہونے کے نہیں۔بلکہ نازل ہونے کے معنی ہیں۔روایت کے اندر دعا میں ایک لفظ آیا ہے وسیلہ بعض نے کہا ہے اس سے مقام محمود مراد ہے۔ مگر وہ تو دعا کے اندر مستقل آرہا ہے۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عطف تفسیری ہے۔اور بعض کا کہنا ہے کہ وسیلہ سے ایک خاص مرتبہ مراد ہے جس کے متعلق جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وارجو ان اکون انا الخ کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اس مرتبہ کا مستحق میں ہی ہوں گا۔ یہ بات تو واضح ہے کہ آپ ﷺ نے یہ تواضع کی وجہ سے فرمادیا۔کیونکہ یہ مرتبہ تو آپؐ کو یقیناً ملے گا۔

باب الْاِسْتِهَامِ فِی الْاَذَانِ

وَيُذْكَرُ اَنَّ قَوْمًا اِخْتَلَفُوْا فِی الْاَذَانِ فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ۔

ترجمہ۔اذان کہنے میں قرعہ اندازی کرنا اور کچھ لوگوں نے اذان کہنے میں اختلاف کیا تو حضرت سعدؓ نے انکے درمیان قرعہ اندازی فرمائی

حدیث (۵۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ فِی التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اگر لوگ اس ثواب کو جانتے جو اذان کہنے اور صف اول میں کھڑے ہونے کے اندر ہے اور پھر ان کو علاوہ قرعہ اندازی کے کوئی چارہ نہ ہوتا تو قرعہ اندازی کرتے اگر اس ثواب کا ان کو علم ہو جاتا جو سخت گرمی میں نماز پڑھنے کا ہے تو بھی اس کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔اور اگر اس ثواب کا علم ہو جاتا جو عشاء اور صبح کی نماز میں ہے تو اگر گھٹنے کے بل چل کر آنا پڑتا تو ضرور چل کر آتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میرے نزدیک مصنفؒ کی غرض اذان کی فضیلت بھی بیان کرنا ہے اور استہام کے معنی بھی اس لئے کہ استہام جس طرح قرعہ اندازی کے معنی میں آتا ہے۔ایسے ہی تیر اندازی کے معنی میں آتا ہے۔ تو یہاں پر قرعہ اندازی کے معنی ہیں اور

باب کی غرض یہ ہے کہ اذانِ جوق پر رد فرمایا ہے۔ یعنی ایک مسجد میں صرف ایک ہی اذان ہونی چاہیئے بغیر ضرورت شدیدہ کے ایک سے زائد اذان نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اگر متعدد اذانیں جائز ہوتیں تو پھر استہام کی نوبت کیوں آتی۔ لیکن اگر کسی جگہ ضرورت ہو۔ مثلاً جامع مسجد یا بڑی مساجد تو وہاں جائز ہے اور بعض شراح نے اس باب کی ایک غرض یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ احنافؒ کے نزدیک قرعہ اندازی منسوخ ہے تو اس باب کے ذریعہ احنافؒ پر رد کرنا مقصود ہے۔ مگر ہم لوگوں پر رد نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم قرعہ کے حجتہ تامہ ہونے کا انکار کرتے ہیں مطلق استہام کے منکر نہیں ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہاں یہ غرض بیان کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ آئندہ چل کر ایک باب آئے گا باب القرعة فی المشکلات وہاں یہ غرض ہو سکتی ہے۔ یہاں چونکہ اذان اور نماز کا بیان ہے۔ لہٰذا وہ غرض اس کے مناسب نہیں مافی التھجیر اگر اشکال ہو کہ اس سے تو تھجیر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ شریعت نے ابراد کا حکم دیا ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد میں جانے کے لئے تھجیر کی فضیلت بیان کی گئی ہے تاکہ سویرے جا کر بیٹھا جائے۔ اور ابراد کا تعلق نماز سے ہے۔ اور یہ حکم نماز کے لئے ہے۔ نیز اس میں فضیلت جزئیہ ہے اور ابراد کے اندر حکم عام ہے۔

بَاب الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ

ترجمہ۔ اذان کے دوران کلام کرنا

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ لَابَأْسَ أَنْ يَّضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ .

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صرد اذان کے درمیان کلام کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان اگر کوئی ہنس پڑے تو کوئی حرج نہیں۔

حدیث (۵۸۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَزْغٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُّنَادِيَ الصَّلٰوةَ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک کیچڑ کے دن ہمیں خطبہ دیا جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ تک پہنچا تو انہوں نے حکم دیا کہ اعلان کردے ہر شخص نماز اپنے اپنے گھر میں پڑھے۔ تو لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ کام اس ذات نے کیا تھا جو ہم سب سے بہتر تھے اور یہی عزیمت ہے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ترجمہ میں امام بخاریؒ نے دو اثر ذکر کئے ہیں۔ ان میں سے پہلے اثر میں کلام کا تذکرہ ہے۔ اور دوسرے میں ضحک کا ذکر ہے۔ مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ اذان کا حکم صلوٰۃ جیسا نہیں ہے۔ اور اس میں کلام اور ضحک جائز ہیں۔ لیکن روایت میں مؤذن سے نہ کلام کا صدور ہوا ہے نہ ضحک کا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے دوران کلام کرنے سے اذان کے کلمات کا نسق چلا جاتا ہے۔

چونکہ حیعلتین کے درمیان الصلوۃ فی الرحال کہا گیا ہے۔ جس سے نسق زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے بتلانا یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جس سے نسق زائل ہو جائے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حنابلہ کے نزدیک کلام فی الاذان جائز ہے۔ اور غیر حنابلہ کے نزدیک اگر فصل یسیر ہو تو مکروہ ہے اگر فصل طویل ہو جائے تو مفسد ہے۔ حنابلہ نے روایت باب سے استدلال فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے الصلوۃ فی الرحال کا امر فرمایا۔ جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس میں روایات مختلفہ ہیں۔ کہ یہ کب کہا؟ ابوداؤد کی روایت سے اذان کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ اور بخاری شریف میں صفحہ ۸۸ پر آنے والا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اذان کا حکم دیا ثم یقول علی اثرہ الاصلوا فی الرحال۔ اگر ہو بھی سہی تو یہ اذان کے درمیان حضرت ابن عباسؓ کا فعل ذاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے تو صرف الصلوۃ فی الرحال ثابت ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان حنابلہ کی طرف ہے۔ لا باس ان یضحك الخ علامہ عینیؒ نے اعتراض فرمایا کہ باب تو کلام فی الاذان کا ہے اور اثر ضحک کا لہذا اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ میرے نزدیک یہ اعتراض درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو اثبات بالاولی ہے اس لئے جب ضحک جائز ہے تو کلام بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ رزغ کے معنی کیچڑ کے ہیں۔

باب اَذَانِ الْاَعْمٰی اِذَا کَانَ لَهٗ مَنْ یُّخْبِرُهٗ۔

ترجمہ۔ جب نابینا کو کوئی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان جائز ہے۔

حدیث (۵۸۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ وَکَانَ رَجُلًا اَعْمٰی لَا یُنَادِیْ حَتّٰی یُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت بلال رات کو اذان کہتے ہیں۔ پس تم کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک حضرت ابن ام مکتوم اذان کہیں کیونکہ وہ نابینا آدمی تھے۔ جب ان سے کہا جاتا صبح ہو گئی تو تب وہ اذان کہتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں نقل کر رکھا ہے کہ حنفیہ اور ظاہریہ کے ہاں اذان اعمیٰ درست نہیں یہ نقل حنفیہ سے غلط ہے۔ ممکن ہے کہ ظاہریہ سے صحیح ہو۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ اگر اعمیٰ حاذق ہو اور وقت کی اس کو اطلاع ہو جاتی ہو یا وہ خود تو حاذق نہیں لیکن اس کو کوئی بتلا دیتا ہو تو جائز ہے۔ غرضیکہ امام بخاریؒ کا مقصد مصنف ابن ابی شیبہ کی ان روایات پر رد کرنا ہے جس میں اذان اعمیٰ کے عدم جواز کو بیان کیا گیا ہے۔

بَاب الْاَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ
ترجمہ۔ فجر کے بعد اذان کہنا

حدیث(۵۸۴)حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ حَفْصَۃُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا اعْتَکَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوۃُ ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حفصہؓ نے مجھے خبر دی کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مؤذن صبح کیلئے کھڑا ہو جاتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو دو ہلکی سی رکعات اقامت تکبیر صلوٰۃ سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث(۵۸۵)حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ بَیْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَۃِ مِنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز کی اذان اور اقامۃ کے درمیان دو ہلکی سی رکعات پڑھتے تھے۔

حدیث(۵۸۶)حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُنَادِیْ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ . الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے بے شک حضرت بلالؓ رات کو اذان کہتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اذان کہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب کے تحت مصنفؒ نے تین روایات ذکر کی ہیں جن سے بظاہر ترجمۃ الباب سے کوئی مطابقت معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ پہلی روایت میں دو شرطیں ذکر کی گئیں۔ اعتکف بمعنے ٹھہرنا اور بدا الصبح کہ جب مؤذن ساکت ہو تا تھا تو آپؐ دو رکعت پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا رکوع بالاذان ہوتا تھا۔ اور رکوع قبل الفجر جائز نہیں۔ تو اس طرح اذان بھی قبل الفجر جائز نہ ہوگی۔ یہ مطابقت مالکیہ کی ایک جماعت کے نزدیک ہے۔ دوسری روایت یہ دلالت کرتی ہے کہ آپ کی نماز رکعتیں اذان اور اقامۃ کے درمیان ہوتی تھیں۔ تو بعد طلوع الفجر اذان ہوگی۔ اگر مصنفؒ کا مقصد یہ قرار دیا جائے کہ بعد الفجر اذان کہی جائے۔ اس سے قبل اذان جائز ہے یا نہیں اس سے کوئی بحث نہیں۔ تو اب روایات ترجمۃ الباب کے مطابق ہوں گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن بطال نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ترجمہ شان بخاریؒ کے مطابق نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

یہ کتاب حدیث کی ہے۔ اگر کہیں سید ھا باب باندھ دیا تو کیا حرج ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اذان بعد الفجر کا باب منعقد فرمایا ہے تو پھر اذان بعد الزوال اور بعد المغرب بھی منعقد کرنا چاہئے۔ ایک دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس باب کے بعد باب الاذان قبل الفجر آرہا ہے۔ ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ اوّلاً قبل الفجر اور پھر بعد الفجر کا باب باندھتے۔ اس اعتراض میں اور شراح نے بھی موافقت کی ہے۔ مگر میرے نزدیک دونوں اعتراض ساقط ہیں۔ کیونکہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اذان فجر جو صحیح اور معتبر ہے وہ تو وہ ہے جو بعد الفجر ہے۔ اور قبل الفجر والی اذان صلوٰۃ کے لئے نہیں۔ بلکہ لیرجع قائمکم ینبه نائمکم کہ قائم اللیل کو لوٹائے اور سونے والے کو بیدار کرے اور چونکہ اذان بعد الفجر اصل تھی اسلئے اس کو مقدم فرمایا اور قبل الفجر کو بالتبع ذکر فرمادیا۔ اعتکف المؤذن الصبح جب کہ انتظار میں مؤذن رکا رہا تو اذان لامحالہ بعد صبح ہوگی۔ وھو المرام۔

بَاب اَلْاَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر سے پہلے اذان کہنا کیسا ہے

حدیث (۵۸۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَوْاَحَدًا مِنْكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سُحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ اَوْيُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ وَلَيْسَ اَنْ يَّقُوْلَ الْفَجْرُ اَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ وَرَفَعَهَا اِلٰى فَوْقٍ وَّطَاْطَاَ اِلٰى اَسْفَلَ حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ اِحْدٰهُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰى ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کو اس کے سحور سے حضرت بلالؓ کی اذان نہ روکے۔ کیونکہ وہ تو رات کو اذان کہتے ہیں تاکہ کھڑے ہوئے کو واپس کریں اور سونے والے کو بیدار کریں۔ اور فجر اور صبح کا لفظ نہیں کہتے تھے۔ بلکہ اپنی انگلیوں سے اس طرح اشارہ کرتے تھے کہ ان کو اوپر کی طرف اٹھا کر پھر نیچے کی طرف لے آتے۔ یہاں تک اس طرح فرماتے اور زہیر اپنی دونوں انگشت شہادت ایک دوسرے پر رکھ کر ان کو دائیں بائیں کھینچتے تھے۔

حدیث (۵۸۸) حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُّؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ . الحديث...

ترجمہ۔ دونوں سندوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت بلالؓ رات کے وقت اذان کہتے ہیں۔ تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ حضرت ابن ام مکتومؓ اذان کہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جب اصل اذان کو ذکر فرمایا تو اس کو بھی تبعاً ذکر فرمادیا۔ اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ صبح کی اذان ہے اور حنفیہؒ کے نزدیک یہ صبح کی اذان نہیں۔ بلکہ تذکیر کے لئے ہے۔ جیساکہ حدیث میں ہے لیرجع قائمکم الخ جو اذان قبل الفجر کے قائل ہیں۔ ان میں اختلاف ہے کہ دوبارہ بعد طلوع الفجر ضروری ہے یا نہیں۔ بعض شافعیہؒ کہتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے۔ اور جمہور ضروری کہتے ہیں۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ جب نماز کیلئے ایک اذان ہو گئی تو دوسری کی کیا ضرورت ہے۔ بعض حنفیہ نے اخو صدا والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا یا اخا صداء اذن و من اذن فهو یقیم۔ یہ روایت ابو داؤد میں ہے اور اس میں دوسری اذان کا ذکر نہیں ہے ولیس ان یقول الفجر فجر دو ہیں ایک کاذب ایک صادق۔ کاذب تو مستطیل ہوتی ہے اور صادق عریض۔ حافظ ابن حجرؒ چونکہ شافعی المذہب ہیں اور شوافع کے یہاں قبل الفجر بھی اذان جائز ہے۔ اس لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں اسی وجہ سے وہ دونوں قسم کے باب لائے ہیں۔ لیکن میں بتلا چکا ہوں یہاں تقدیم و تاخیر اس وجہ سے کی ہے کہ یہاں اذان قبل الفجر جائز نہیں حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اذان قبل الفجر تذکیر اور تنبیہ کے لئے ہوا کرتی تھی۔ ورنہ اس کی تقدیم و تاخیر کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔

بَاب كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يَّنْتَظِرُ الْإِقَامَةَ

ترجمہ۔ اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے اور اقامت کی انتظار کون کرے۔

حدیث (۵۸۹) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلِ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلَاثًا لِّمَنْ شَاءَ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل المزنیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دونوں اذانوں کے درمیان نماز ہے ہر اس شخص کے لئے جو چاہے۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں معلوم ہو چکا ہے کہ کبھی امام صاحب اپنے ترجمہ سے کسی روایت پر رد فرماتے ہیں اور کبھی تائید کرتے ہیں۔ تائید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ روایت شرط کے مطابق نہیں مگر مضمون صحیح ہوتا ہے۔ اس کو اپنی کسی روایت سے مؤید کرتے ہیں۔ یہاں بھی ایک روایت ترمذی میں ہے۔ اجعل اذانك واقامتك قدر ما یفرغ الاکل من اکله والشارب من شربه والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته مضمون تو امام کی شرط کی مطابق تھا مگر الفاظ شرط پر نہ تھے۔ لہذا امام نے اپنی روایت بین کل اذانین صلوۃ سے تائید فرمادی۔ اس لئے کہ جب اذان و اقامت کے درمیان نماز کا وقت ہوگا تو اس وقت میں کھانا بھی کھایا جا سکتا ہے اور پانی بھی پیا جا سکتا ہے۔ اور استنجا سے بھی پاک ہو سکتا ہے۔ لہذا وقت نکل آیا۔

حدیث (۵۹۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ اِذَا اَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ شَيْءٌ وَّقَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَاَبُوْدَاؤُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا اِلَّا قَلِيْلٌ . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن جب اذان کہتا تھا تو اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے کچھ لوگ کھڑے ہو کر ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے آتے تو وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اذان اور تکبیر کے درمیان کچھ زیادہ فصل نہیں ہوتا تھا۔ شعبہ فرماتے ہیں ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا فصل ہوتا تھا۔

تشریح شیخ زکریاؒ۔ یبتدون السواری الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کثرت سے مغرب سے قبل نوافل پڑھتے تھے۔ شافعیہ کے نزدیک اسی وجہ سے دو رکعت قبل المغرب اولیٰ ہے۔ اور حنفیہؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اوّل پر محمول ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے کسی کو یہ نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی پڑھا کرتے تھے۔ صحابی سے تابعی نے پوچھا کہ اب کیوں نہیں پڑھتے تو فرمایا مشغولیت کی وجہ سے۔ اگر مستحب ہوتی تو صحابہ کرامؓ کیوں چھوڑتے۔

بَاب مَنِ انْتَظَرَ الْاِقَامَةَ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اقامت کا انتظار کرتا ہے

حدیث (۵۹۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ اَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا جب مؤذن فجر کی نماز کی پہلی اذان سے خاموش ہوتا تو آپؐ فوراً اٹھ کر دو ہلکی سی رکعات فجر کی نماز سے پہلے فجر خوب ظاہر ہو جانے کے بعد پڑھتے تھے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کے لئے آتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایات میں بکثرت تکبیر و تہجیر (جلدی کرنا) کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اقامت کا انتظار کرتا ہے اور اوّل وقت میں نماز کے لئے نہ جائے تو جائز ہے۔ حافظؒ کی رائے یہ ہے کہ تکبیر و تہجیر

مقتدیوں کے لئے ہے۔امام اقامت کے وقت نکلے فان الامام ینتظر ولا ینتظر امام انتظار کیا جاتا وہ انتظار نہیں کرتا۔اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی کا مکان مسجد کے قریب ہو اور وہ وضو کر کے اپنے گھر بیٹھا اقامت کا انتظار کرتا ہے تو اس کو تکبیر کا ثواب ملے گا۔ثم اضطجع علی شقه الایمن اس کا حکم مستقل باب میں آرہا ہے۔اس میں آٹھ مذاہب ہیں۔حتی یأتیه المؤذن للاقامة جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام کے لئے تکبیر کا حکم نہیں۔وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ امام تھے۔اور جو علماء کہتے ہیں کہ اگر گھر مسجد کے متصل ہو تو ثواب ملتا ہے۔ان کا کہنا یہ ہے کہ آپ کا گھر متصل تھا۔اور جن لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ اوّل وقت میں ناجائز ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اوّل وقت میں تشریف نہیں لے گئے۔

بَاب بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ لِّمَنْ شَاءَ۔

ترجمہ۔ ہر دو اذانوں کے درمیان ہر اس شخص کے لئے نماز ہے جو چاہے۔

حدیث (۵۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الخ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ تیسری دفعہ فرمایا کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو نماز پڑھنا چاہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ بعض روایات میں ممن شاء کا لفظ نہیں آتا اس سے بظاہر ایہام وجوب ہوتا تھا اس لئے ممن شاء بڑھا کر اس کو دفع فرما دیا۔اور بتلا دیا ان دونوں رکعتوں کا پڑھنا واجب نہیں۔

بَاب مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَّاحِدٌ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ سفر میں ایک مؤذن اذان کہہ سکتا ہے

حدیث (۵۹۳) حَدَّثَنَا مُعَلَّى ابْنُ اَسَدٍ الخ

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِي فَاَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّكَانَ رَحِيْمًا رَّفِيْقًا فَلَمَّا رَاٰى شَوْقَنَا اِلٰى اَهَالِيْنَا قَالَ ارْجِعُوْا فَكُوْنُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَصَلُّوْا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم بیس رات تک آپؐ کے پاس مقیم رہے حضورؐ مہربان اور نرم دل تھے جب ہمارا گھر والوں کی طرف شوق کا اندازہ فرمایا تو حکم دیا کہ تم واپس جا کر اپنے گھر والوں میں رہو انہیں دین کی تعلیم دو اور نماز پڑھو جب نماز کا وقت آجائے

فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ . الحديث

تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے اور جو تم سے عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے حضرت ابن عمرؓ پر رد کرنا ہے اس لئے کہ ان کا مذہب تھا کہ سفر میں دو اذانیں ہوں۔ بعض نے کہا کہ اذانین فی السفر پر رد کرنا ہے کیونکہ شہروں میں تو دو اذانوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ مساجد اتنی دور ہوں کہ ایک جانب کے مؤذن کی آواز دوسری جانب نہ پہنچ سکتی ہو۔ البتہ سفر میں اس کی حاجت نہیں۔ میرے والد صاحب مرحوم یہی فرماتے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ مؤذن سے مکبر مراد ہے تو معنی ہوا کہ صرف ایک ہی تکبیر پر اکتفا کیا جائے۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ چونکہ حضرت مالک بن الحویرثؓ کی روایت میں فاذنا ثم اقیمالم لیومکما اکبر کما وارد ہوا ہے۔ جس سے دو آدمیوں کی اذان ثابت ہے تو مصنف نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ مشروع صرف ایک اذان ہے۔

بابُ الْاَذَانِ لِلْمُسَافِرِ اِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً وَالْاِقَامَةِ وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ وَّقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلٰوةُ فِى الرِّحَالِ فِى اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِالْمَطِيْرَةِ۔

ترجمہ۔ باب جب مسافروں کی جماعت ہو تو وہ اذان اور اقامۃ کہیں اسی طرح عرفات اور مزدلفہ میں بھی۔ اور مؤذن ٹھنڈک والی اور بارش والی رات میں الصلوۃ فی الرحال کہے۔ (اپنے گھروں میں نماز پڑھو)۔

حدیث(۵۹۴) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ الخ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ ﷺ فِىْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ...

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے مؤذن نے اذان کہنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ذرا ٹھنڈک میں کہو پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے ٹھنڈک میں کہنے کا حکم دیا۔ پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو پھر بھی یہی فرمایا کہ ٹھنڈک میں کہو یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا تب نماز پڑھی گئی آپؐ نے فرمایا سخت گرمی جہنم کے ابال میں سے ہے۔

حدیث(۵۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتٰى رَجُلَانِ النَّبِيَّ ﷺ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَاَذِّنَا ثُمَّ اَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُ كُمَا..

دو آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سفر کا ارادہ رکھتے تھے آپؐ نے ان سے فرمایا جب سفر کیلئے چل پڑو تو اذان کہو اور تکبیر کہو پھر تم سے بڑی عمر والا امامت کرے۔

حدیث(۵۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ ثَنَا مَالِكٌ قَالَ اَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِيْمًا رَّفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا اَهْلَنَا اَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَاَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ ارْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَذَكَرَ اَشْيَاءَ اَحْفَظُهَا اَوْلَا اَحْفَظُهَا وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ الحديث

ترجمہ۔ حضرت مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نوجوان قریب قریب ہم سن تھے۔ ہم آپؐ کے پاس بیس دن رات مقیم رہے جناب رسول اللہ ﷺ بڑے مہربان اور نرم دل تھے جب آپؐ نے اندازہ کیا ہم لوگ گھر والوں کی خواہش یا شوق رکھتے ہیں اور تو ہم سے ہمارے پیچھے رہنے والے اہل وعیال کے متعلق دریافت فرمایا ہم نے آپ کو مطلع کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ ان میں ٹھہرو اور انہیں دین کی تعلیم دو۔ اور انہیں احکام بتلاؤ کچھ مجھے یاد رہے اور کچھ یاد نہیں رکھ سکا اور آپؐ نے فرمایا تم نماز ایسے پڑھنا جیسے مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔ پس نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے۔ اور بڑی عمر والا امامت کرے۔

<u>تشریح از شیخ زکریاؒ</u>۔ اس باب کی غرض کیا ہے شراح کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ اذان اجتماع کے لئے ہوتی ہے لہذا اگر جماعت ہو تو اذان کہی جائے۔ اگر کوئی ایک آدمی ہو اور وہ نماز پڑھے تو اس کو اذان کہنے کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ بعید ہے۔ اسلئے کہ ابھی امام بخاریؒ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت نقل کر آئے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے اپنے شاگرد سے فرمایا انی اراك تحب الغنم والبادية وہاں شاگرد اکیلے ومنفرد تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم بالکل اس کے خلاف فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ گو اذان کی مشروعیت اجتماع کے لئے ہے مگر چونکہ اذان کی مصالح بے شمار ہیں اور اس کے فوائد ہزار ہا ہزار ہیں۔ لہذا اگرچہ جماعت نہیں پھر بھی اذان کہے۔ اور میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ جماعت میں اگر امیر ہو تو اذان کہی جائے ورنہ نہیں۔ تو امام بخاریؒ اس پر رد فرما رہے ہیں کہ اذان ایک مستقل چیز ہے وہ امیر پر موقوف نہیں ہے۔ اور میرے اس قول کی وجہ امام بخاریؒ کا یہ جملہ ہے وكذالك بعرفة وجمع وذكر اشياء احفظها الخ ذکر کا فاعل مالک بن الحویرثؓ ہے۔ اور یہ مقولہ

ابو قلابہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد نے بہت سی چیزیں ذکر فرمائیں جن میں سے کچھ میں یاد رکھتا ہوں۔ اور کچھ یاد نہیں رکھتا۔ اس امر کے اندر اختلاف ہے کہ یہ کیا ہے۔ بعض شراح کی رائے ہے کہ شک راوی ہے۔ اگر شک راوی ہے تو اس صورت میں یہ مقولہ ابو قلابہ کے شاگرد کا ہوگا۔ کہ شاگرد کو شک ہو گیا کہ استاد نے کیا الفاظ فرمائے۔ تو یہاں ابو قلابہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ مجھے استاد ابو قلابہ نے فرمایا ذکر اشیا یعنی مالک بن الحویرثؓ نے مجھ سے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں۔ مگر اس کے بعد میرے استاد ابو قلابہ نے احفظھا فرمایا یا لا احفظھا فرمایا اس میں ان کو شک ہو گیا۔ مگر حافظ ابن حجرؒ اس پر رد فرماتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ او تنویع کے لئے ہے۔ علامہ عینیؒ نے یہاں تو حافظؒ پر رد فرمادیا مگر جب گیارہویں پارہ میں یہی مقولہ آیا تو وہاں اسی کو اختیار کر لیا۔ اور تنویع کا مطلب یہ ہے کہ کچھ باتیں یاد رہیں اور کچھ بھول گیا۔

حدیث (۵۹۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ نَافِعٌ اَذَّنَ ابْنُ عُمَرَؓ فِیْ لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ وَاَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَأْمُرُ مُؤَذِّنًا یُؤَذِّنُ ثُمَّ یَقُوْلُ عَلٰی اَثَرِهٖ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ فِی اللَّیْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِ الْمَطِیْرَةِ فِی السَّفَرِ. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ضجنان مقام پر حضرت ابن عمرؓ نے اذان کہی پھر فرمایا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ہمیں بتلایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ اذان کہنے کے بعد الا صلوا فی الرحال سفر کی حالت میں ٹھنڈ والی یا بارش والی رات میں یہ الفاظ کہے فی الرحال کہ خبردار گھروں میں نماز پڑھو۔

حدیث (۵۹۸) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الخ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالْاَبْطَحِ فَجَآءَهٗ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتّٰی رَکَزَهَا بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْاَبْطَحِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

ترجمہ۔ حضرت وہب بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام ابطح میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ کے پاس حضرت بلالؓ آکر نماز کی اطلاع دینے لگے۔ پھر حضرت بلالؓ چھوٹا نیزہ لے کر نکلے۔ اور وہ مقام ابطح میں جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے لاکر گاڑ دیا۔ اور پھر نماز کی تکبیر کہی۔

باب هَلْ یَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَهَلْ یَلْتَفِتُ فِی الْاَذَانِ وَیُذْکَرُ عَنْ بِلَالٍؓ اَنَّهٗ جَعَلَ اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَؓ لَا یَجْعَلُ اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ لَا بَاْسَ اَنْ یُؤَذِّنَ

ترجمہ۔ کیا مؤذن اپنے منہ کو اِدھر اُدھر پھیر سکتا ہے۔ کیا اذان کے اندر اِدھر اُدھر جھانک سکتا ہے حضرت بلالؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں کر لیتے تھے۔ اور ابن عمرؓ ایسا نہیں کرتے تھے اور ابراھیم نخعیؒ فرماتے تھے کہ بغیر وضو اذان کہنے میں

عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ ۔۔۔

کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ وضو ثابت ہے۔ اور سنت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے۔

حدیث(۵۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ رَاٰی بِلَالًا یُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاہُ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا بِالْاَذَانِ. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت وھب بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ کو اذان کہتے دیکھا۔ میں بھی ان کی اتباع میں اذان کے اندر اپنے منہ کو اِدھر اُدھر پھیرتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس کے تحت بہت سے آثار ذکر کردیئے جن کی ترجمۃ الباب سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے مصنفؒ کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ تتبع فاہ (منہ کا پھیرنا) جائز ہے۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ جو صلوٰۃ کے لئے شروط ہیں وہ اذان کے لئے شرط نہیں۔ هل یلتفت فی الاذان هی سے عدم استقبال قبلہ کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے طہارت بھی اذان کے لئے شرط نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں پر شراح نے دو ترکیبیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ المؤذن فاعل ہو۔ اور فاہ مفعول ہو۔ اور دوسرے یہ کہ المؤذن مفعول اور فاہ یتتبع کا فاعل ہو۔ مگر دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی ہوگا۔ وہ یہ کہ مؤذن اذان میں اپنے منہ کو اِدھر اُدھر پھیرے۔ بہر حال شراح قاطبۃً اور مشائخ واساتذہ مجتمعہ یہ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حیعلتین (حی علی الصلوۃ) کے وقت تحویل وجہ جائز ہے یا نہیں۔ جمہور کے نزدیک تحویل کرے گا۔ اور مالکیہؒ کے یہاں ضروری نہیں۔ چاہے کرے چاہے ترک کردے۔ اور جو آثار ذکر کئے گئے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ تحویل میں کوئی حرج نہیں۔ میرے نزدیک یہاں پر ابوا ب الاذان ختم ہو رہے ہیں۔ اور آئندہ ابواب الجماعتہ شروع ہو رہے ہیں۔ لہذا جیسے مصنفین کتاب کے آخر میں ایک باب مسائل شتی کا ذکر فرماتے ہیں۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے یہ باب بطور مسائل شتی کے ذکر فرمایا ہے۔ اور ان آثار مذکورہ فی الباب سے مصنفؒ کی غرض صرف تحویل وجہ نہیں بلکہ مختلف مسائل ہیں. ویذکر عن بلا ل الخ شراح فرماتے ہیں کہ جب اذان کے وقت کان میں انگلی داخل کرنے نہ کرنے میں کوئی فرق نہیں کہ حضرت بلالؓ داخل کرتے تھے اور حضرت عمرؓ داخل نہیں کرتے تھے۔ تو اسی طرح تحویل میں بھی ہے خواہ کرے یا نہ کرے۔ اور میرے نزدیک ایک دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ کہ اذان کہتے ہوئے کیا انگلیاں کانوں میں داخل کرے یا نہ کرے۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ نہ کرے اس لئے کہ انہوں نے حضرت بلالؓ کا اثر بصیغہ تمریض نقل کیا ہے۔ جس سے اثبات معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کا اثر بصیغہ جزم نقل کیا ہے جس سے نفی ہوتی ہے۔ وقال ابرا ھیم الخ شراح فرماتے ہیں کہ اذان وضو کے ساتھ اور بغیر وضو دونوں طرح جائز ہے تو اذان اور نماز میں فرق ہو گیا۔ نماز میں تو ممنوع ہے اور اذان میں نہیں۔

اور میرے نزدیک ایک دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ کہ آیا اذان بلا وضو کہے یا با وضو۔ نیز شراح نے اس باب کی غرض میں لکھا ہے کہ چونکہ مالکیہ کے نزدیک التفات نہیں کرے گا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ان کی تردید میں یہ باب منعقد فرمایا ہے۔ مگر وسوقی جو فقہ مالکیہ میں ایک مستند کتاب ہے۔ اس کے اندر انہوں نے اپنا مذہب لکھا ہے کہ سب برابر ہے جیسے چاہے کرے۔ جمہور کے نزدیک التفات اولیٰ ہے۔ اور اگر منارہ پر ہے اور وہ تنگ ہے تو منہ کو دونوں جانب نکالے۔ مالکیہ کے نزدیک منہ نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح کانوں کے اندر انگلیاں دینا جمہور کے نزدیک ہے مالکیہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی مسئلہ میں مالکیہ کی طرف ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ نے لفظ ھل لاکر ان مسائل کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔

باب قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوۃُ وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوۃَ وَلْيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَصَحُّ۔

ترجمہ۔ کیا آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم سے نماز فوت ہو گئی ابن سیرین اس کو مکروہ فرماتے ہیں بلکہ لم ندرك کہنا چاہیئے کہ ہم نماز کو نہیں پاسکے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یہ زیادہ صحیح ہے اس میں من فاتته صلوة واقع ہوا ہے

حدیث (۶۰۰) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّىْ مَعَ النَّبِىِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ مَا شَاْنُكُمْ قَالُوْا اسْتَعْجَلْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِذَا اَتَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا ۔ الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اندریں حالت کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپؐ نے کچھ آدمیوں کی آوازیں سنیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ تمہارا کیا حال تھا۔ کہنے لگے کہ ہم نماز میں جلدی پہنچنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرو۔ جب نماز کیلئے آنا ہو تو سکون واطمینان کو لازم پکڑو۔ جو کچھ پالو اس کو تو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آپؐ نے بعض بعض الفاظ کا اطلاق کرنا جائز نہیں فرمایا جیسے نسیت القرآن اس کے مطابق ابن سیرین فاتت الصلوة کہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر مصنفؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں کہ روایت میں فاتكم کے الفاظ موجود ہیں۔

باب وَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ

ترجمہ۔ جو کچھ حاصل کر لو اس کو پڑھو اور جو

فَاَتِمُّوْا قَالَهُ اَبُوْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ۔۔

اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کرو اس کو حضرت ابو قتادہؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے

حدیث (۶۰۱) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ وَالْوَقَارَ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا ۔ الحديث ....

ترجمہ۔ دوسروں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم تکبیر سنو تو نماز کی طرف چل پڑو سکون اور وقار کو ملحوظ رکھو اور جلدی نہ چلو پس نماز کا جو حصہ مل جائے اسے تو پڑھو اور جو رہ جائے اس کو پورا کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چونکہ ابھی روایت میں یہ لفظ آ گیا تھا اور مسئلہ وسیع الاختلاف ہے اسلئے اس کا مستقل باب باندھ دیا اول یہ سنو! یہ حدیث دو طرح سے نقل کی گئی ہے ایک ما اور کتم فصلوا اور دوسرے ما ادر کتم فصلوا وما فاتکم فاقضوا تو ما ادر کتم فصلوا تو دونوں میں مشترک ہے مگر آخری جملہ میں اختلاف ہو گیا۔ کیونکہ ایک میں ما فاتکم فاتموا اور دوسرے میں فاقضوا اول کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز آخر کی رہ جائے اس کو تام کر لو اور ثانی کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز پہلی رہ گئی اس کو پورا کر لو اسی اختلاف روایۃ کی بنا پر ائمہ میں باہم اختلاف ہو گیا۔ حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ فاتموا والی روایت راجح ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ فاقضوا والی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں اور حضرت امام مالکؒ دونوں روایتوں میں جمع فرماتے ہیں کہ فاتموا باعتبار افعال کے اور فاقضوا باعتبار اقوال کے ہے جو حضرات فاتموا کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ روایات کثیرہ میں وارد ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ روایات صرف فاتموا و فاقضوا میں منحصر نہیں ہیں۔ یہاں اگر تعارض ہو گیا تو دوسری روایت میں فلیقض وارد ہے۔ لہذا اس کی وجہ سے فاقضوا والی روایت راجح ہو گی۔ اس میں اختلاف یوں ہو گا کہ ایک آدمی امام کے ساتھ رکعت رابعہ میں شریک ہوا۔ جو حضرات فاتموا کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ رکعت مع الامام اس کی پہلی نماز ہو گی اور باقی جو منفرد اپڑھے گا وہ اس کی آخری نماز ہو گی اس لئے کہ اتمام کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سے کوئی چیز ناقص ہے جس کو وہ پورا کرے۔ اب اس کی صورت کیا ہو گی۔ وہ حضرات فرماتے ہیں چونکہ یہ رکعت مع الامام اس کی ابتدائی نماز ہو گی اس کے پورا کرنے کے بعد جلوس کرے گا تشہد پڑھے گا۔ پھر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھے گا۔ اور آخر میں بیٹھے گا۔ اور جو حضرات فاقضوا کو راجح قرار دیتے ہیں جیسے امام صاحبؒ اور امام یوسفؒ تو ان حضرات کے نزدیک اس نے جو ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی ہے وہ اس کی اخیر نماز ہو گی اور اس کی تین ابتدائی رکعات

فوت ہو گئی ہیں۔لہذا امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو قضا کرے گا اور جب وہ قضا کرنے والا ہو گا تو وہ امام کے ساتھ سلام کے بعد جب اٹھے گا تو ثناء اور تعوذ پڑھے گا۔فاتحہ اور ضم صورت بھی کرے گا۔نیز امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ اولیٰ کرے گا۔اور پھر تیسری پڑھ کر قعدہ اخیر کرے گا۔حضرت امام مالکؒ نے دونوں روایتوں میں جمع کر دیا کہ اتمام تو افعال میں ہو گا۔لہذا امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے اٹھے گا تو اس کو پوری کر کے بیٹھے گا۔کیونکہ امام کے ساتھ والی پہلی تھی۔اور یہ دوسری ہے اور اقوال کے اندر قضاء ہے۔لہذا قراۃ بھی کرے گا اور ضم صورت بھی۔حضرت امام محمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں جو امام مالکؒ نے فرمایا صرف تھوڑا سا فرق ہے۔جو اوجز المسالك میں مذکور ہے کہ اقوال میں صرف قرآۃ ہے یا ثنا وغیرہ بھی ہے۔اب فتویٰ انہی کے قول پر ہے۔اور میری رائے ہے کہ اختلاف لفظی ہے۔اس لئے کہ جو حضرات اتمام کے قائل ہیں وہ بھی فرماتے ہیں قرآۃ کرے گا اس رکعت میں جو امام کے سلام کے بعد شروع کرنے والا ہوا ہے اور بعض سلف کے نزدیک اتمام حقیقی ہے بالکل قرآت نہ کرے گا۔اور بعض سلف سے منقول ہے کہ قراۃ فاتحہ اور ضم سورۃ سب ہی کچھ کرے گا۔امام والی رکعت میں اس لئے کہ یہ اس کی اوّل نماز ہے۔اب یہاں ایک دوسرا مسئلہ ہے جو کتا ب الجمعه سے متعلق ہے۔وہ یہ ہے کہ یہ روایت خواہ فاقضو ا کے لفظ کے ساتھ ہو یا اتموا کے لفظ کے ساتھ ہو۔حنفیہ کی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں آیا اور امام کو دیکھا کہ اس نے دوسری رکعت کا رکوع بھی کر لیا اور وہ پھر بھی امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو وہ جمعہ ہی پورا کرے گا۔اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ظہر پوری کرے گا۔دار قطنی کی روایت میں ادرك ركعت من الجمعة فقد ادرك جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی اس نے جمعہ پالیا سے استدلال کرتے ہیں۔احنافؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے مافاتكم فاتمو ا تو ما فات کے اتمام یا قضا کا امر فرمایا ہے۔اور ما فا ت جمعہ ہے۔لہذا جمعہ قضا کرے گا۔

باب مَتٰی يَقُوْمُ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْاِمَامَ عِنْدَ الْاِقَامَةِ۔

ترجمہ۔ تکبیر کے وقت جب لوگ امام کو دیکھیں تو کس وقت کھڑے ہو جائیں۔

حدیث(۶۰۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمُ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو اس وقت نہ کھڑے ہو جب تک تم مجھے نہ دیکھ لو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت میں دو جملے ہیں ایک جملہ نہیں ہے۔تاکہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئے کہ اذا ظرف ہے تو کس کا ہے۔اور اگر شرط ہے تو اس کی جزا کیا ہے۔بلکہ اولاً امام بخاریؒ نے ایک سوال قائم کیا کہ متی يقوم النا س اور پھر خود ہی اس کا جواب دے دیا کہ اذا راوا الاما م اس میں اختلاف ہے کہ مقتدی کس وقت کھڑے ہوں

حنفیہؒ کے نزدیک جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے۔ اور شافعیہؒ کے نزدیک تکبیر شروع ہونے پر اور اسی پر آجکل عمل ہے۔ اور اسی کی طرف امام بخاریؒ کا میلان ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک جب مکبر قدقامت الصلوٰۃ کہنے لگے۔

باب لَایَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ مُسْتَعْجِلًا وَلْیَقُمْ اِلَیْھَا بِالسَّکِیْنَۃِ وَالْوَقَارِ۔

ترجمہ۔ نماز کے لئے جلدی کھڑا نہ ہو۔ بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو۔

حدیث(۶۰۳)حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَاتَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃَ تَابَعَہٗ عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَکِ۔ الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہونا چاہئے جب تک کہ مجھے نہ دیکھ لو تم پر سکون واطمینان لازم ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت شریفہ یہ ہے کہ ایک روایت ذکر فرماتے ہیں اس سے کوئی مسئلہ ثابت کرتے ہیں تو پھر اس سے جتنے مسائل ثابت ہوتے ہیں ان کو منعقد کر کے ثابت کرتے رہتے ہیں۔ یہاں پر میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ چونکہ قرآن پاک میں فاسعوا الی ذکر اللہ کا حکم آیا ہے جس سے بظاہر سعی یعنی دوڑنے کا امر عند الاذان معلوم ہوتا ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ سعی یہاں دوڑنے کے معنی میں نہیں۔ بلکہ شدۃ اہتمام کے معنی میں ہے۔

باب ھَلْ یَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِلِعِلَّۃٍ

ترجمہ۔ کیا اذان کے بعد کسی وجہ سے مسجد سے نکل سکتا ہے

حدیث (۶۰۴) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ الخ عن ابی ہریرۃؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَرَجَ وَقَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ حَتّٰی اِذَا قَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ اَنْتَظَرْنَا اَنْ یُّکَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ عَلٰی مَکَانِکُمْ فَمَکَثْنَا عَلٰی ھَیْئَتِنَا حَتّٰی خَرَجَ اِلَیْنَا یَنْطُفُ رَاْسُہٗ مَاءً وَقَدِ اغْتَسَلَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ تکبیر کہی جاچکی تھی۔ اور صفیں برابر ہو چکی تھیں۔ یہاں تک کہ آپؐ مصلّٰی پر آکر کھڑے ہو گئے۔ ہم انتظار میں تھے کہ ابھی اللہ اکبر کہیں گے کہ اس مقام سے ہٹتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے اسی مقام پر ٹھہرے رہو۔ ہم اپنی حالت پر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپؐ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپؐ غسل کر چکے تھے۔ اور آپ کا سر مبارک ابھی تک پانی ٹپکا رہا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل کر جانے لگا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اما هذا فقد عصى ابا القاسم ﷺ کہ اس شخص نے جناب رسول اللہ ابو القاسم کی نافرمانی کی ہے۔اس سے بظاہر ایہام ہوتا ہے خواہ بضرورت نکلنے یا بلا ضرورت بہر حال وہ عاصی ہو جائے گا تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر کسی ضرورت سے نکلے تو جائز ہے لیکن جس روایت سے استدلال فرمایا ہے۔اس کے اندر احتمال ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص یا حاجت خاصہ پر محمول ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ روایت اس سے مقدم ہو یا مؤخر ہو لہذا ترجمہ میں لفظ هل ذکر فرمایا ہے۔وقد اقيمت الصلوة یہ روایت مشکلات میں شمار کی گئی ہے۔ اشکال ابو اب الامامة میں نے یہاں پر تنبیہ کردی تاکہ یاد رہے۔اسلئے کہ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جو روایت ان کے مذہب کے موافق ہو اس کو تو وہ اس کی اصل جگہ پر ذکر کرتے ہیں۔اگر ان کے مذہب کے موافق نہ ہو تو اس کو کسی اور جگہ ذکر فرماتے ہیں یہاں مسئلہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھنا شروع فرمادی تھی پھر اس کے بعد نکلے یا شروع نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ شروع کرنے سے پہلے ہی نکل گئے تھے۔بعض روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز شروع کردی تھی اور بعض روایات میں ہے کہ شروع نہیں فرمائی تھی۔جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے نماز شروع فرمادی تھی وہ فرماتے ہیں کہ اگر امام بھول کر بلا وضو نماز پڑھادے اور پھر اس کو یاد آئے تو مقتدیوں کی نماز ہوگئی اور امام کی نماز نہیں ہوئی لہذا میں تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ابھی نماز شروع نہیں فرمائی تھی۔ پھر یہ سنو ! بعض روایات میں تو یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اور تکبیر تحریمہ کہی اور پھر انصراف فرمایا۔اور لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔دوسری روایت میں ہے انتظر نا ان یکبر انصرف شراحؒ نے ان دونوں کو ایک ہی واقعہ پر حمل کیا ہے۔کہ تکبیر کے بعد پھر تشریف لے گئے۔اور حنفیہؒ نے بھی یہی کہا ہے۔لیکن انہوں نے فکبر والی روایت کو انتظرنا ان یکبر پر محمول کیا ہے۔مگر میرے نزدیک یہ دونوں روایتیں دو واقعوں پر محمول ہیں۔ انتظرناان یکبر تو حالت جنابت پر محمول ہے۔کہ حضور اکرم ﷺ کو غسل کی حاجت تھی۔ مسجد میں تشریف لائے اور ابھی تکبیر نہیں فرمائی تھی کہ یاد آ گیا۔اور قبل ان تکبیر فی الصلوة من الصلوة والی روایت حدث پر محمول ہے۔یہاں درمیان صلوۃ میں ایسا ہوا کہ حضور اقدس ﷺ پر نوم کا غلبہ ہو سکتا ہے تو کیا حدث لاحق نہیں ہو سکتا۔ہو سکتا ہے۔اور یہ چیز شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔اس سے تکمیل تعلیم فعلی ہوتی ہے۔اور میری دلیل یہ ہے کہ یہ کبر والی روایت حدث پر محمول ہے کہ حضرت امام محمدؒ نے اسی باب الحدث فی الصلوة کا باب باندھا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ نے امام محمدؒ پر اعتراضات کئے ہیں۔ جن کو میرے حضرتؒ نے بھی نقل کیا ہے۔اور جوابات بھی دیئے ہیں۔لیکن میرے نزدیک کوئی اشکال ہی نہیں۔کیونکہ جب حضور ﷺ پر نیند کا غلبہ ہو سکتا ہے۔تو لحوق حدث میں کیا اشکال ہے۔جبکہ شان نبوت کے منافی بھی نہیں ہے اس پر مفصل بحث اوجز میں مل جائے گی۔

بَاب اِذَا قَالَ الْاِمَامُ مَكَانَكُمْ حَتّٰى يُرْجِعَ انْتَظَرُوْهُ۔

ترجمہ۔جب امام کہے تو تم اپنی جگہ پر رہو یہاں تک کہ میں واپس آؤں تو ان کو امام کا انتظار کرنا چاہیئے۔

حدیث (۶۰۵) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَسَوَّی النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ عَلٰی مَکَانِکُمْ فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَاْسُهٗ یَقْطُرُ مَاءً فَصَلّٰی بِهِمْ۔۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تکبیر کہی جاچکی تھی لوگوں نے صفوں کو ٹھیک کر لیا تھا حضور رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو جنابت کی حالت میں آگے بڑھے۔ پھر فرمایا اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ واپس تشریف لائے تو غسل فرماچکے تھے۔ پھر اس حال میں تشریف لائے کہ سر مبارک پانی کے قطرے ٹپکا تا تھا۔ پھر آپؐ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر نماز سے پہلے ہو تو کوئی خلجان نہیں امام کا انتظار کیا جائے اگر نماز میں یہ بات پیش آجائے تو استخلاف ضروری ہے۔ تو مسئلہ یہ ہوا کہ اگر امام کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو انتظار کرنا چاہیئے اور اس کا انتظار اولیٰ اور بہتر ہے۔ مگر اس سے وہ امام مراد ہے جو تنخواہ نہ لے۔ امام بخاریؒ نے جو روایت اس باب کے اندر ذکر فرمائی ہے اس کا ذکر دوسری کتب کے اندر بھی ہے مگر دونوں میں فرق اتنا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ سے قبل حضور اکرم ﷺ واپس لوٹ گئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فکبر یعنی حضور اقدس ﷺ نے تکبیر شروع فرمادی تھی اس کے بعد واپس لوٹے اس روایت سے امام شافعیؒ نے استدلال فرمایا ہے۔ اس مسئلہ پر کہ اگر مقتدی امام سے پہلے تکبیر کہہ دے اور پھر امام کہے اور دونوں کے اخیر میں ایک دوسرے سے مشارکت ہو جائے تو کافی ہے ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ وہاں تو حضور ﷺ نے دوبارہ تکبیر کہی پہلی تکبیر کافی نہ ہوئی۔ اس لئے اس روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ اب یہاں حدیث میں ایک مسئلہ ہے کہ تکبیر کے بعد اگر کسی ضرورت کی وجہ سے امام باہر جائے تو شافعیہ ؒ کے نزدیک مقتدی کھڑے ہو کر اس کا انتظار کریں گے۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں انتظار نہ ہوگا۔ بعض شراح نے کھینچ تان کر ترجمہ کی غرض یہ بیان کی ہے لیکن یہ محض تکلف ہی تکلف ہے۔

باب قَوْلِ الرَّجُلِ مَاصَلَّیْنَا

ترجمہ۔ کیا آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

حدیث (۶۰۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ اَنَا جَابِرُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ جَاءَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا کِدْتُّ اَنْ اُصَلِّیَ حَتّٰی کَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا اَفْطَرَ الصَّائِمُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَاصَلَّیْتُهَا فَنَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس خندق کی لڑائی میں حضرت عمر بن الخطاب آکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ۔ اللہ کی قسم میں نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا اور یہ اس کے بعد تھا جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے

اِلٰی بُطْحَانَ وَاَنَا مَعَهٗ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّی الْعَصْرَ بَعْدَ مَاغَرُبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ الحدیث

فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی نماز نہیں پڑھی پس نیچے اترے بطحان پہنچے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ پس آپؐ نے وضو کیا سورج غروب ہونے کے بعد آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مغرب کی نماز کو ادا فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جیسے ابن سیرین فاتتنا الصلوۃ کی کراہت کے قائل ہیں۔ ایسے امام نخعیؒ ما صلینا کہنے کی کراہت کے قائل ہیں۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی بے اعتنائی ہے بلکہ رعونت ہے حضرت امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں کہ ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے اصول تراجم میں لکھا ہے کہ بسا اوقات تراجم قلیل الجداوی ہوتے ہیں یعنی ان کا فائدہ کم ہوتا ہے۔ مگر فی الواقع وہ ایک معنی کو لئے ہوتے ہیں۔ اور عزیز الفائدہ ہوتے ہیں۔ اس کی مثال حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی باب سے دی ہے کہ بظاہر یہ کوئی بات نہیں ہوئی۔ مگر اس کا باطن یہ ہے کہ یہ نخعیؒ پر رد ہے۔ جو اس کی کراہت کے قائل ہیں اور میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ بخاریؒ کے پڑھنے پڑھانے میں اسی کو لطف آئے گا جو اختلاف آثار پر مطلع ہو ثم صلی یعنی العصر الخ میں یہ بتلا چکا ہوں کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ صرف عصر کی نماز فوت ہوئی اور ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چار نمازیں فوت ہوئیں اس میں محدثین اور موجہین کے اقوال نقل کر چکا ہوں یہاں پر روایت میں واللہ ما کدت ان اصلی آیا ہے اس سے اس باب پر استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ جملہ مفہوم اور قال کے اعتبار سے ما صلینا کے معنی میں ہے ایسے ہی آگے چل کر روایت میں ہے ماصلیتھا اس سے بھی میرے نزدیک ایک باب ثابت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرے عمانے اس کا انکار فرمادیا۔ کیونکہ یہ قول الرجل نہیں ہے۔ بلکہ قول الرسول ہے۔ مگر چونکہ حضور ﷺ کے قول سے اس کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ لہذا قول الرجل ماصلینا حضور اکرم ﷺ کے قول کی وجہ سے جائز ہے۔

باب الْاِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْاِقَامَةِ۔

ترجمہ۔ تکبیر کے بعد امام کو ضرورت پیش آجائے تو کیا کیا جائے۔

حدیث(۶۰۷) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُنَاجِيْ رَجُلًا فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ . الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تکبیر کہی جا چکی تھی کہ نبی اکرم ﷺ مسجد کے ایک کونے میں کسی آدمی سے سرگوشی کرنے لگے پس نماز کے لئے کھڑے نہ ہو سکے یہاں تک کہ قوم سو گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ ہے کہ تکبیر کے بعد امام کو نماز شروع کرنا لازم نہیں۔ اگر کسی ضرورت سے دیر ہو جائے

تو جائز ہے۔ اگرچہ فقہانے بیان فرمایا کہ اگر زیادہ تاخیر ہو جائے تو تکبیر کا اعادہ ہوگا۔ بنا جی رجلا کسی اہم بات پر گفتگو ہو رہی تھی۔

باب الْكَلَامِ اِذَا اُقِيمَتِ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ تکبیر کہی جاچکے تو کلام کرنا کیسا ہے

حدیث (۶۰۸) حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ الخ

قَالَ سَاَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَاتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَحَبَسَهٗ بَعْدَ مَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ . الحديث ....

ترجمہ۔ حمید فرماتے کہ میں نے حضرت ثابت البنانی سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا جو تکبیر کہے جانے کے بعد کلام کرتا ہے۔ تو انہوں نے مجھے حضرت انس بن مالکؓ سے حدیث بیان کی کہ تکبیر ہو چکی تھی کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش آیا۔ اور آپ کو تکبیر کہے جانے کے بعد روک لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قد قامت الصلوة کے بعد بعض علمانے کلام کو مکروہ کہا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کا جواز ثابت فرمایا اس باب کی غرض یہی ہے جو پہلے باب کی تھی۔ البتہ یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں خطبہ سے استثنا کرنا مقصود ہو کہ خطبہ کے درمیان کلام جائز نہیں۔

باب وُجُوْبِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ مَّنَعَتْهُ اُمُّهٗ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَّمْ يُطِعْهَا۔

ترجمہ۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نمازی کو اس کی ماں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے روکے تو اس کا کہنا نہ مانے حالانکہ والدین کی اطاعت فرض ہے۔

حدیث (۶۰۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا اَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میرا پکا ارادہ ہوا کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں تاکہ وہ اکٹھی ہوں پھر نماز کی اذان کہنے کیلئے کسی کو حکم دوں اور کسی آدمی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر ان نہ آنے والے لوگوں کے پاس جاؤں اور ان پر ان کے گھروں کو جلادوں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میرے جان ہے۔ کہ ان میں سے کسی ایک کو

پتہ چل جائے کہ وہاں مسجد میں کوئی موٹی تازی گوشت والی ہڈی ملے گی یا اچھے اچھے بکری کے کھر ملیں گے تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ جہاں اختلاف ائمہ یا اختلاف روایات زیادہ وسیع ہوتا ہے وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔بلکہ ترجمہ مجمل ذکر کر دیتے ہیں۔مگر جہاں کوئی مذہب یا ایک روایت دلائل سے واضح ہو جائے تو اس پر حکم لگا دیتے ہیں یہ اس کی مثال ہے۔یہاں جماعت میں پانچ مذاہب ہیں۔اول بعض ظاہریہ کے نزدیک جماعت شرط صحت صلوٰۃ ہے۔اگر ترک کر دی گئی تو نماز ہی نہ ہوگی۔اور حنابلہ کے یہاں راجح یہ ہے کہ واجب ہے ترک کرنے سے ترک واجب کا گناہ ہوگا نماز ہو جائے گی یہ دوسرا قول ہے۔اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب میں ایک قول یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے یہ تیسرا قول ہے۔اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔یہ قول رابع ہے۔اور علماء کے نزدیک مستحب ہے یہ قول خامس ہے۔اب امام بخاریؒ کا رجحان ظاہریہ کی طرف ہو یا حنابلہؒ کے قول راجح کی طرف ہو دونوں محتمل ہیں۔قال الحسن الخ اس سے استدلال یوں ہے کہ اطاعت والدین واجب ہے اور ترک واجب جب ہی ہوگا جبکہ اس کے مثل یا اس سے قوی موجود ہو۔ ہم عرق سمین کا ترجمہ چکنی ہڈی اور مرماتین بمعنے بکری کا کھر یا دو تیر بہر حال کسی حقیر چیز کے ملنے کی امید ہو تب بھی عشاء میں کام کاج نیند آرام چھوڑ کر ضرور حاضر ہوں گے۔مگر صحابہ کرامؓ کے ترجیحات میں سے تو نہیں ہو سکتا وہ تو قربانیاں دینے والے لوگ تھے۔ البتہ منافقین کے بارے میں ہو سکتا ہے کہ وہ سرے سے نماز ہی کے تارک ہوتے ہیں۔

باب فَضْلُ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ وَكَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ اِلٰى مَسْجِدٍ اٰخَرَ وَجَآءَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اِلٰى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيْهِ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ وَصَلّٰى جَمَاعَةً ۔

ترجمہ۔ جماعت کی نماز کی فضیلت۔ حضرت اسودؒ سے جب جماعت فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد کی طرف چلے جاتے۔ اور حضرت انس بن مالکؓ جب کسی ایسی مسجد میں پہنچتے جہاں نماز پڑھی جا چکی ہوتی تو وہ اذان کہتے تکبیر پڑھتے اور جماعت سے نماز ادا کرتے تھے۔

حدیث (۶۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض شراح فرماتے ہیں کہ مذاہب خمسہ دوبابوں میں آگئے۔ اس لئے دونوں بابوں سے امام بخاریؒ نے مذاہب خمسہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک یہ غرض نہیں ہے بلکہ جیسے امام بخاریؒ نے زکوٰۃ کے فضائل بیان فرمائے ہیں اسی طرح یہاں بھی جماعت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ قد صلی فیه بعض علماء نے اس روایت کی بنا پر کہا ہے کہ تکرار جماعت مسجد میں جائز ہے۔ مسئلہ وسیع ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حنفیہ قائل نہیں۔ بلکہ احناف بھی فرماتے ہیں کہ اگر امام صاحب کسی مسجد کا نہ ہو تو جائز ہے۔ اور کیا معلوم کہ وہ مسجد ایسی ہی رہی ہو کہ اس میں کوئی بھی امام نہ ہو۔ صلوٰۃ الجماعة۔

حدیث (۶۱۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَةً. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے پچیس درجہ فوقیت رکھتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ دونوں روایتوں میں اعداد میں اختلاف ہوگیا۔ اس کے بہت سے جوابات اوجز میں منقول ہیں ان میں سے ایک جواب جو قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے اور ہر ایسی جگہ چل جاتا ہے جہاں کسی روایت سے کچھ کم ثواب معلوم ہوتا ہو اور دوسری روایت سے ثواب زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی غایت تضرع وغیرہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رأفت ورحمت امت محمدیہ ﷺ پر بہت زیادہ ہے۔ اور روز افزوں ہے۔ لہذا کم مقدار ابتدا پر محمول ہوتی ہوگی اور زیادہ انتہا پر۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کوئی چیز دے کر لے لے۔ امام ترمذیؒ نے پچیس والی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ بہت سے صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔ اور ستائیس والی حضرت ابن عمرؓ کے منفردات اور غرائب میں سے ہے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ سری اور جہری میں فرق ہے۔ سری میں پچیس اور جہری میں ستائیس۔ اور چوتھا جواب یہ ہے کہ ہر نماز میں پچیس اور صبح وعصر میں ستائیس۔ اور پانچواں جواب یہ ہے کہ قلت وکثرت کے اختلاف پر یہ اختلاف مبنی ہے۔ اگر قلیل ہے تو پچیس درجہ اور کثیر ہے تو ستائیس درجہ۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ چونکہ ابن عمرؓ کی روایت میں زیادتی ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوتی ہے۔ لہذا ابن عمرؓ کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ عام روایات میں تفضل بسبع وعشرین درجہ اور بخمس وعشرین درجہ ہے مگر ایک روایت میں تضعف بخمس و عشرین ضعفا ہے ضعفا اور مضاعف یہ ہے کہ ایک کو دو دو کو چار چار کو آٹھ اور پچیس بار تک تضعیف کرتے چلے جاؤ۔ اس صورت میں پچیس والی ستائیس والی پھر کروڑوں درجہ بڑھ جائے گی۔ فضائل نماز میں اس کی تفصیل دیکھ لینا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جماعت نہ واجب نہ سنت بلکہ محض ایک فضیلت کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ اس کے اندر جماعت کو پچیس گنا موجب ثواب قرار دیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نفس فضیلت اس کے اندر بھی ہے جو بغیر جماعت کے ہو۔

حدیث (۶۱۲) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الخ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَؓ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَسُوْقِهٖ خَمْسَةً وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَّذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ یَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا یَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ . الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو صالح فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے سناوہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کی جماعت کی نماز اس کی گھر اور بازار کی نماز سے پچیس گنا بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ جب اس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا مسجد کی طرف نکلا سوائے نماز کے اور کسی چیز نے اس کو نہیں نکالا پھر جو قدم اٹھائے گا اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ اس کے مٹادیا جائے گا۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو ہمیشہ فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے اے اللہ اس پر فضل فرما اور اس پر رحم کر اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کی انتظار کرتا ہے تو وہ ہمیشہ نماز میں رہتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ دوسری روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اسلئے یہاں تضعیف کے معنی تزید و تفضل کے ہیں۔ مگر اس کے لغوی معنی دوچند ہونے کے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر پچیس تک ہر عدد کو دوچند کردیں تو اسی طرح پچیس تک کرتے چلے جائیں تو بائیس کروڑ کے قریب تک ایک نماز کی مقدار ہوگی۔ (فائدہ) جس حدیث میں خمس و عشرین کے بعد ضعفا کا لفظ آیا ہے اس کا اگر حساب لیا جائے تو کل تعداد تین کروڑ ۳۵ لاکھ ۵۴ ہزار چار سو ۳۲ ہوتی ہے۔

باب فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِیْ جَمَاعَةٍ

ترجمہ۔ فجر کی نماز جماعت میں پڑھنے کی فضیلت کیا ہے

حدیث (۶۱۳) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ اَبَاهُرَیْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِیْعِ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءً وَّتَجْتَمِعُ مَلٰئِكَةُ اللَّیْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ثُمَّ یَقُوْلُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہیں کہ مجمع کی نماز میں تم میں سے اکیلے کی نماز پر ۲۵ حصے فضیلت رکھتی ہے۔ اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو فجر کا پڑھنا

اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا قَالَ شُعَيْبٌ وَّحَدَّثَنِىْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً ...

حاضر کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جماعت والی نماز ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث (۶۱۴) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَىَّ اَبُوالدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَااَغْضَبَكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَااَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا ....

ترجمہ۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداءؓ سے سناوہ فرماتی تھیں کہ میرے خاوند حضرت ابو درداء میرے پاس غضب ناک حالت میں تشریف لائے میں نے کہا کہ کس چیز نے آپ کو غضب ناک کیا فرمایا کہ میں تو آج جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کے معمولات میں سے کوئی چیز نہیں دیکھ رہا خبر دار وہ حضرات تو مل کر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۶۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِى الصَّلٰوةِ اَبْعَدُهُمْ فَاَبْعَدُهُمْ مَمْشًى وَالَّذِىْ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ ثُمَّ يَنَامُ. الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نماز کے بارے میں لوگوں میں سے بڑے ثواب والا وہ ہو گا جو بعید سے بعید راستے والا ہو۔ اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرتا ہے وہ اس شخص سے بڑے ثواب والا ہو گا جو نماز پڑھ کے سو گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ پہلی روایت تو ترجمہ کے مطابق ہے۔ لیکن دوسری روایت سے صلوۃ فجر کی خصوصیت معلوم نہیں ہوتی اور ایسے تیسری روایت سے بھی خصوصیت صلوۃ فجر ثابت نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آخری روایت میں جو اعظم اجرا فرمایا گیا ہے کہ مشقت کے ساتھ آنا یہ اعظم اجر ہے اور صبح کی نماز میں مشقت پائی جاتی ہے۔ کہ اس وقت کی نیند بہت پیاری ہوتی ہے تو یہ بھی اعظم اجرا ہو گی۔ مگر دوسری روایت میں یہ توجیہ نہیں چل سکتی۔ تو عمدہ توجیہ یہ ہے کہ ابھی تک باب ختم نہیں ہوا۔ درمیان میں ضمنی طور پر صلوۃ فجر کی فضیلت بیان کر دی گئی۔ پھر پہلے باب کی طرف عود فرمایا۔ اور اس کے مطابق دو روایات پیش کی ہیں۔ اور مصنفؒ نے اسود بن یزید کے اثر سے ثابت کر دیا کہ صلوۃ ثانیہ جائز نہیں ورنہ وہ اس قدر اہتمام نہ کرتے کہ دوسری مسجد تلاش نہ کرتے اور حضرت انسؓ کے اثر کی بھی ایسی توجیہ کرنی چاہئے کہ جس میں انتظام صلوۃ میں خلل نہ آئے وہ یہی کہ امام راتب نہ ہو تو تکرار جماعت جائز ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ترجمہ کی غرض صلوۃ الفجر فی الجماعت کی فضیلت بیان کرنی ہے لہذا روایت ایسی ہونی چاہئے جس سے مقصود حاصل ہو۔ مگر یہ مقصد صرف پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے وہ ان قرآن الفجر کا ن مشھودا والی روایت ہے اور وہ بھی جماعت کے ساتھ شراح روایات مذکورہ فی الباب کو کھینچ تان کر سب سے صلوۃ الفجر کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اور سب کا خلاصہ تقریباً یہ ہے کہ چونکہ صلوۃ فجر میں مشقت زیادہ ہے۔اور قاعدہ ہے الثوبۃعلی قدر المؤنتہ لہذا فضیلت ثابت ہو جائے گی۔اور پھر جماعت میں بدرجہ اولیٰ۔اور میرے نزدیک باب درباب ہے۔اصل تو یہاں فضل صلوۃالجماعۃ ہے۔مگر چونکہ اس باب کی بعض روایات سے ایک نئی بات ثابت ہوتی تھی۔اس لئے بطور فائدہ جدیدہ کے اس پر مستقل باب باندھ دیا۔اب ساری روایتوں کو باب سے جوڑنے کی ضرورت نہیں رہی۔لیکن باب فی الباب کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی روایت ہو جس سے وہ باب ثابت ہوتا ہو۔تو یہاں پر وہ پہلی روایت ہے جس سے فضل صلوۃ الفجر فی الجماعۃ ثابت ہوتا ہے اس طور پر کہ تفضل صلوۃ الجمیع الخ سے تو جماعت کی فضیلت ثابت ہوگئی۔اور تجمع ملائکۃ اللیل الخ سے فضیلت صلوۃ الفجر ثابت ہوگئی۔جب الگ الگ دونوں کی فضیلت ثابت ہوگئی تو دونوں کو ملا دیا جائے گا۔تو وہ فضل صلوۃ الفجر فی الجماعۃ بھی ثابت ہو جائے گی۔اور باقی دو روایتوں سے باب سابق ثابت ہو رہا ہے وہ اس سے متعلق ہیں۔

بَاب فَضْلِ التَّهْجِيرِ اِلَى الظُّهْرِ

ترجمہ۔ظہر کیلئے سخت گرمی میں جانے کی فضیلت کا بیان

حديث(٦١٦) حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ وَّجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَاَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَلَهُ ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَافِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَايَجِدُوْا اِلَّااَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ وَلَوْيَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا . الحديث

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دریں اثنا ایک آدمی راستے میں چل رہا تھا کہ اس کو راستے پر کانٹے والی ٹہنی ملی جس کو اس نے پیچھے ہٹا دیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کی قدردانی کرتے ہوئے بخش دیا پھر فرمایا شہید پانچ قسم کے ہیں۔طاعون اور پیٹ کی بیماری یعنی اسہال سے مر جانے والا۔اور پانی میں ڈوب کر مر جانے والا اور دیوار کے نیچے دب کر مر جانے والا اور پانچواں وہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد کرتا ہوا مارا جائے۔اگر لوگوں کو اس ثواب کا علم ہو جائے جو اذان کہنے میں اور جماعت کی پہلی صف میں کھڑے ہونے میں ہے اور اس کو حاصل کرنے کی صورت قرعہ اندازی ہو تو وہ ضرور قرعہ اندازی کر کے اسے حاصل کریں گے۔

اور اگر اس ثواب کو بھی جانتے ہوتے جو سخت گرمی میں نماز پڑھنے کا ہے تو اس میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے۔ اس طرح اگر عشاء اور صبح کی نماز میں حاضر ہونے کے ثواب کا علم ہوتا تو ان دونوں نمازوں کے لئے گھٹنوں کے بل چل کر آتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ لویعلم الناس فی النداء اگر شبہ ہو کہ فضیلت اذان وغیرہ تو معلوم ہو چکی پھر استھموا کہنے کا کیا مطلب ہے۔ تو کہا جائے گا لو یعلم الناس ای علما تفضیلیا او علمایقینا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یا تو غرض باب یہ ہے کہ ماسبق میں ابردوا بالصلوۃ سے ابراد کا حکم بصیغہ امر دیا گیا۔ اور امر مطلق وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ جس سے ایہام ہوا کہ ابراد واجب ہے اگر اس کے خلاف کرے تو ترک واجب سمجھا جائے گا اس کو دفع فرمادیا یا یہ غرض ہے کہ تھجیر کے معنی ہیں دوپہر میں جانا۔ اور ابراد کا حکم صلوۃ سے متعلق ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ نماز کے اندر تو ابراد ہی کرے وہی اولیٰ ہے۔ والامر امرالتی وردت لیکن اگر کوئی شخص مسجد میں دھوپ میں جائے اور وہاں جا کر اللہ اللہ کرتا ہے اور نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو چونکہ اجر علی قلدر المشقت ہے لہذا اس کو یہ فضیلت الگ حاصل ہو گئی۔

الشھداء خمسة میں بتلا چکا ہوں کہ حصر مقصود نہیں بلکہ یہ تو بطور مثال کے ہے۔ والغریق وصاحب الھدم یہاں پر اشکال ہے باوجود اس کے ہدم اور غرق اسباب شہادت ہیں پھر بھی ان سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اللھم انی اعوذبک من الغرق والھدم وغیرہ۔ اس کا جواب دیا جا چکا ہے کہ ثمرہ کے اعتبار سے تو یہ چیزیں شہادت ہیں لیکن چونکہ اس میں اچانک سخت تکلیف ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ شدت تکلیف کے وقت میں کوئی کلمہ خلاف نکل جائے۔ اور قاعدہ ہے کہ العبرة للخواتیم۔ تو کیا پتہ کہ خاتمہ بالخیر نہ ہو سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس سے استعاذہ کیا گیا۔

بَابُ اِحْتِسَابِ الْاٰثَارِ

ترجمہ۔ نشان قدم پر ثواب کا ملنا

حدیث (٦١٧) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَابَنِي سَلَمَةَ اَلَا تَحْتَسِبُوْا اٰثَارَكُمْ وَزَادَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِيْ سَلَمَةَ اَرَادُوْا اَنْ يَّتَحَوَّلُوْا عَنْ مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوْا قَرِيْبًا مِّنَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَكَرِهَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يُّعْرُوا الْمَدِيْنَةَ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی سلمہ کیا تم قدموں کے نشانات سے ثواب کی نیت نہیں کرتے۔ ابن ابی مریم نے دوسری سند کے ذریعہ یہ وجہ زائد بیان فرمائی کہ بنو سلمہ نے اپنے گھروں سے منتقل ہو کر جناب نبی اکرم ﷺ کے قریب رہنے کا ارادہ کیا تو آپ نے مدینہ کو خالی کرنا ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم نشان اقدام سے ثواب کی نیت کیوں نہیں کرتے۔

فَقَالَ اَلَاتَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُ الْمَشْيِ فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ . الحديث ...

حضرت مجاہد اس کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آثار کے معنی خطوات کے ہیں۔ یعنی چلتے وقت زمین میں اپنے پاؤں کے نشانات چھوڑے جائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ احتساب کے معنی ثواب کی نیت کرنا۔ آثار سے مراد آثار اقدام ہیں۔ شراح نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا کہ مصنفؒ کی اس سے کیا غرض ہے۔ میرے نزدیک ایک لطیف شئی کی طرف اشارہ کر دیا وہ یہ کہ باب سابق میں تھجیر کی فضیلت ثابت فرمائی تھی۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب دھوپ کے وقت کوئی گرمی میں چلتا ہو مگر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہے۔ اور اس سے پہلے گذر چکا ہے علیکم السکینۃ والوقار لہذا دونوں میں کوئی جوڑ نہیں کھاتا۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ گو گرمی میں دھوپ میں چلنے سے تکلیف ہوتی ہے لیکن لمبے لمبے قدم نہ اٹھائے۔ کیونکہ یہ آثار بھی اللہ تعالی کے یہاں باعث اجو ر ومثوبہ ہیں۔ تو پھر اگر تھوڑی سی مشقت سے یہ اجور (اجر کی جمع) حاصل ہوں تو ان کو نہ چھوڑے۔ بلکہ سکون وو قار کے ساتھ چلے کیونکہ آثار کا ثواب ملتا ہے لہذا سکینہ اور وقار پر تنبیہ فرمائی

قال مجاهد چونکہ سورہ یسین میں آثارھم کا لفظ آیا ہے۔ اور آثار اقدام سے امام کا ذہن مبارک اس کی طرف منتقل ہوا لہذا اس کی بھی تفسیر فرمادی۔

باب فَضْلِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت کے بیان میں۔

حدیث (۶۱۸) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذَ شُعَلًا مِّنْ نَّارٍ فَاُحَرِّقَ عَلٰى مَنْ لَّا يَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ بَعْدُ (الحديث)....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز کے علاوہ کوئی نماز گراں نہیں۔ اگر ان کو اس ثواب کا علم ہو تا جو ان دونوں میں ہے تو ان نمازوں کے لئے گھٹنوں کے بل چل کر آتے۔ اور میرا تو پختہ ارادہ ہوا تھا کہ میں مؤذن کو تکبیر کہنے کا حکم دوں پھر کسی آدمی کو لوگوں کی امامت کیلئے امر کروں اور خود آگ کے شعلے لے کر ان لوگوں کو جلادوں جو ابھی تک نماز کے لئے نہیں نکلے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ صفحہ نمبر ۸۰ پر فضل صلوۃ العشاء گذرا ہے۔ اور وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ شراح کے نزدیک

اس سے فضیلت عشا ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مضاف مقدر ہے۔ اور علامہ عینیؒ دوسرے طریقہ سے توجیہ کرتے ہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ فضل ہی مراد ہے۔ اس سے فضیلت عشاء ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ عشا امت محمدیہ علیٰ صاحبها الصلوة والتحیة کے ساتھ خاص ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو اس میں کوئی تکرار نہیں۔ اس لئے کہ وہاں تو فضل صلوة العشاءؑ مطلقاً ثابت کرنا ہے۔ اور یہاں فضل صلوٰة العشاءؑ فی الجماعة مقصود ہے۔

باب اثْنَانِ فَمَافَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

ترجمہ۔ دو اور اس سے اوپر جماعت ہے

حدیث (۶۱۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَاحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاَذِّنَا وَ اَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُ كُمَا.....

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت نماز کا وقت آجائے تو اذان کہو اور تکبیر کہو بعد ازاں تم میں سے بڑی عمر والا امامت کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مصنفؒ نے ابن ماجہ کی اس روایت کو ترجمہ میں رکھا جو اس کی شرط کے مطابق نہیں۔ بلاو□ اسے اپنی کتاب میں نہیں لائے۔ آپؐ نے اکیلے سفر کرنے کو منع فرمایا۔ اور کم از کم تین آدمیوں کو سفر کرنے کی اجازت دی۔ تو بعض حضرات نے کہا الاثنان فوقهما جماعة سے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ کیونکہ وہ زمانہ خوف و خطر کا تھا۔ جب اطمینان اور امن قائم ہو گیا تو آپؐ نے دو آدمیوں کو سفر کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم سفر کیلئے خاص نہیں۔ بلکہ سفر ہو۔ نماز ہو یا کوئی اور صورت ہو دو اور اس کے مافوق کو جماعت شمار کیا جائے گا۔ جیسے روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی عادت شریفہ معلوم ہو چکی ہے جو روایت ان کی شرط کے مطابق نہ ہو اس پر تو ردؔ فرماتے ہیں اور جو روایت شرط کے موافق باعتبار الفاظ کے نہ ہو مگر اس کے معنی درست ہوں تو حضرت اماصاحب اس کی اپنی روایت سے تائید فرماتے ہیں۔ اب یہاں چونکہ ابن ماجہ کی روایت الاثنا ن فما فوقهما جماعت وارد ہے۔ اور وہ امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہیں۔ اور وہ شرط کے موافق کیا ہوتی ابن ماجہ کی ہے۔ اور ابو داؤد اور نسائی کی شرط کے مطابق ہو جائے تو بھی بسا غنیمت ہے۔ مگر چونکہ اس کا مضمون امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح ہے اس لئے اس کی طرف اپنے ترجمہ میں اشارہ کر دیا۔ اور اپنی روایت سے استنباطاً ثابت فرمادیا۔ مقصد یہ بتلانا ہے کہ جماعت کا اطلاق اگرچہ تین پر ہوتا ہے مگر نماز میں دو پر بھی جماعت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر دو آدمی جماعت کریں تو کافی ہے۔ اور دو آدمی کی جماعت سے بھی پوری جماعت کا ثواب ملے گا۔

بابُ مَنْ جَلَسَ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

ترجمہ۔ جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے اور مساجد کی فضیلت۔

حدیث (۶۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ الْمَلَائِکَةُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَّادَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ مَالَمْ یُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ لَایَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَّاکَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ لَایَمْنَعُهٗ اَنْ یَّنْقَلِبَ اِلٰی اَهْلِهٖ اِلَّاالصَّلٰوةُ. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے تم میں سے ہر اس کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر ہے اور جب تک کہ بے وضو نہ ہو۔ دعا یہ ہے کہ اللہ ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما۔ اور ہر ایک تمہارا اس وقت نماز میں رہتا ہے جب تک کہ نماز نے اس کو روک رکھا ہے۔ اور اپنے گھر واپس آنے کے لئے نماز کے سوا اسے کوئی چیز نہیں روکتی۔

حدیث (۶۲۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّهٗ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَفِیْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّافِی اللّٰہِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اِخْفَآءً حَتّٰی لَاتَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سات آدمی ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا۔ جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک امام عدل کرنے والا دوسرا نوجوان جس کا اٹھان اپنے رب کی عبادت میں ہوا ہے۔ اور تیسرا وہ آدمی جس کا دل مساجد میں اٹکا ہوا ہے۔ یعنی ہر وقت مسجد کا دھیان رہتا ہے۔ چوتھے وہ دو مسلمان ہیں جو اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں اور پانچواں وہ شخص جس کو مرتبے اور حسن والی عورت خود بلائے اور وہ کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور چھٹا وہ شخص ہے جس نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو سکا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اور خوف سے اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔

حدیث (۶۲۲) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ سُئِلَ اَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَاتِمًا فَقَالَ نَعَمْ اَخَّرَ لَیْلَةً صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَاصَلّٰی فَقَالَ صَلَّی النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِیْ صَلٰوۃٍ مُنْذُ اَنْتَظَرْتُمُوْهَا قَالَ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ خَاتَمِهٖ . الحدیث ....

نے انگوٹھی بنوائی تھی۔ انہوں نے فرمایاہاں!ایک رات آپؐ نے آدھی رات عشاء کی نماز کو مؤخر فرمایا۔ نماز پڑھنے کے بعد اپنے چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے اور تم لوگ ہمیشہ نماز میں رہے۔ جب سے اس کا انتظار کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں گویا میں آپؐ کی انگوٹھی کی چمک کو ابھی دیکھ رہا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ پہلی اور تیسری روایت کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے۔ مگر دوسری روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے بآسانی ترجمہ ثابت ہو جائے۔ البتہ رجل قلبه معلق فی المساجد ایسا لفظ ہے جس کے ظاہری معنی تو مراد نہیں۔ البتہ مجازی معنی انتظار صلوٰۃ مراد ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ کرامت کا مستحق ہو گا۔ اس سے مناسبت باب سے ثابت ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ مؤلف کی غرض یہ ہے کہ اگر مقتدیوں کو کچھ دیر ہو جائے۔ تو ڈانٹ ڈپٹ (تضجیر) نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ سکون و وقار کے ساتھ بیٹھا رہے تاکہ جماعت بڑھ جائے۔ کیونکہ جماعت کثیرہ میں ثواب زیادہ ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ اور اس کے ساتھ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس بات پر تنبیہ کرنی ہو کہ جو ثواب روایت میں وارد ہوا ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز کا انتظار کرتا ہو سبعة یظلهم الله الخ جیسا کہ الشهدا خمسة میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ حصر عدد کے لئے نہیں ہوتا۔ ایسے یہاں بھی عدد حصر کے لئے نہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی ایسے لوگ ہیں جن کو سایہ ربانی نصیب ہو گا اوجز میں نوّے آدمیوں کے متعلق یہ مرتبہ نقل کیا گیا ہے ان میں سے سب سے اهون یہ ہے کہ مغرب کے بعد کی دو نفلیں نہ چھوڑے۔ ظاہر یہ ہے کہ سنت کے بعد کی دو رکعتیں مراد ہیں۔ اجتمعا علیه وتفرقا علیه یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دونوں یکجا ہو جاتے ہیں تو اس کا مبنی حب فی الله ہوتا ہے۔ اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو اس کا معنی بھی یہی ہوتا ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ ان کا تعلق اور جوڑ ایک دوسرے سے محض حب فی الله کی بنا پر ہوتا ہے اگر ایک دوسرے سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کا معنی بھی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ یا تفرقا اور اجتمعا سے مجلس کا اجتماع اور افتراق قلبی مراد ہے۔ طلبته امرأة الخ ایک تو یہ ہے کہ ایسی ویسی عورت حرامکاری کے لئے دعوت دے اس کی طرف تو طبعاً رغبت نہ ہو گی لیکن اگر کوئی روپیہ پیسہ والی اور حسن و جمال والی عورت بلائے اور پھر وہ اپنے آپ کو محض خوف الٰہی کی وجہ سے اس سے بچائے تو یہ فضیلت اس کیلئے ہے۔ حتی لاتعلم شماله الخ مسلم شریف میں اس کا عکس ہے یعنی حتی لا تعلم یمینه ماتنفق شماله واقع ہوا ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ مسلم شریف کی روایت میں قلب واقع ہو گیا۔ اور میرے مشائخ کی رائے یہ ہے کہ اس کو مقلوب کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ دونوں صحیح ہیں اور مطلب یہ ہے کہ بے شمار خرچ کرتا ہے۔ اِدھر سے بھی اور

اُدھر سے بھی۔ اور کثرت کی بنا پر نہ داہنے کو بائیں کی اور نہ بائیں کو داہنے کی خبر ہوتی ہے۔ اور مراد اس سے کثرت انفاق ہے۔

باب فَضلِ مَنْ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَّاحَ

ترجمہ۔ اس شخص کی فضیلت جو مسجد کی طرف جاتا ہے اور واپس آتا ہے۔

حدیث (۶۲۳) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْرَاحَ اَعَدَّاللّٰہُ لَہٗ نُزُلَہٗ مِنَ الْجَنَّةِ کُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ . الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص صبح یا شام مسجد کو گیا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے مہمانی تیار کریگا۔ جبکہ صبح و شام کو وہ چلے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ عرف میں غدا کا لفظ طلوع شمس کے بعد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے اس سے اشراق کی نماز مراد لی۔ اور بعض نے کہا کہ غدوۃ کا اطلاق بعد الصبح الصادق کے چلنے پر بھی ہوتا ہے۔ اور راح کے معنی شام کو چلنے کے ہیں اور بعض نے کہا کہ راح کا اطلاق بعد الزوال پر بھی ہوتا ہے۔ اور بعض نے اس کے معنی لوٹنے کے لئے ہیں۔ چونکہ یہ باعث ہے پھر غدو میں لوٹنے کا اس لئے اسے بھی باعث مکرمۃ شمار کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں من غدا الی المسجد اوراح لیکن امام بخاریؒ نے غدا کو خرج سے کیوں بدل دیا۔ شراح فرماتے ہیں کہ از قبیل تفنن ہے۔ غدو صبح کے جانے کو کہتے ہیں۔ اور رواح شام کے جانے کو۔ اور چونکہ رات کو بھی جانا ہوتا ہے۔ اسلئے غدا کو خرج سے بدل کر تعمیم کر دی۔ تاکہ رات اور دن کے جانے کو شامل ہو جائے۔ یہاں ایک مشکل بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ ان سب سے آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ کہ غدو لغۃً صبح کے وقت کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اور مطلقاً کسی کام کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اذغدوت من اھلك الخ تو حضرت امام بخاریؒ نے یہاں غدا سے عام معنی مراد لئے ہیں۔ اس لئے اس کو خوج سے تعبیر کر دیا۔ اور رواح کے معنی جس طرح شام کو چلنے کے آتے ہیں اسی طرح لوٹنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے غدا کو خوج سے بدل کر تعمیم کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ ہر وقت کے خروج کو عام ہے۔ اور راح کے معنی متعین کر دیئے کہ رجوع کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ خرج اپنے عموم کے اعتبار سے شام کے نکلنے کو بھی شامل ہو گیا۔ لہٰذا اب راح کے معنی رجع کے ہوں گے۔ تو اب مطلب باب کا یہ ہوا کہ مسجد میں آنے اور جانے دونوں کا ثواب ملتا ہے۔ چونکہ بظاہر ایہام ہوتا تھا کہ مسجد کے جانے کا ثواب ہو کیونکہ عبادت کیلئے جا رہا ہے مگر نکلنے اور لوٹنے کا ثواب نہ ہو۔ تو اس پر تنبیہ فرمادی کہ اس پر بھی ثواب ہوگا۔ چونکہ امام بخاریؒ کا قاعدہ ہے کہ

وہ ترجمہ سے روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک امام بخاریؒ نے تصرف کر کے مسلم اور ابوداؤد کی روایت کی طرف اشارہ فرمادیا۔ جس میں یہ ہے کہ عن ابی بن کعبؓ قال کان رجل لا اعلم احد ابین الناس ممن یصلی القبلة من اهل المدینة ابعد منزلا من المسجد من ذلك الرجل وكان لاتخطئه صلوة فى المسجد فقلت لو اشتريت حمارا تركبه فى الرمضاء والظلمة فقال ما احب انه منزلى الى جنب المسجد فساله عن ذلك رسول الله ﷺ فقال اردت یارسول الله ان یکتب لی اقبالی الی المسجد ورجوعی الی اهلی اذارجعت فقال اعطاك الله ذلك كله تو اس روایت میں ہے کہ وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میرے لئے مسجد میں آنا اور جانا دونوں لکھے جائیں۔ اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مسجد کو جانا اور آنا دونوں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح کتاب الجهاد کی روایت میں غدوۃ کروحۃ وارد ہے۔ (صبح کو جانا شام کے آنے کی طرح ہے)۔

باب اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَاصَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ

ترجمہ۔ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے پھر فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں۔

حدیث (۶۲۴) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَالِكٍؓ ابْنِ بُحَیْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِرَجُلٍ بِسَنَدٍ آخر اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ رَاٰی رَجُلاً وَقَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاثَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ءَالصُّبْحَ اَرْبَعًا الخ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا گذر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا۔ اور دوسری سند میں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جبکہ نماز کے لئے تکبیر کہی جاچکی تھی وہ فجر کی دو سنتیں پڑھ رہا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو لوگوں نے اس شخص کا گھیراؤ کر لیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا۔ کہ کیا فجر کی نماز چار رکعت ہو گئی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ ترجمہ بعینہ روایت ہے جس کو امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے غالباً مصنفؒ اس وجہ سے اس روایت قویہ کو نہیں لائے کہ اس کی سند میں ایک راوی عمرو بن دینار ہیں جس کے رفع اور وقف میں اختلاف ہے۔ شاید اس جھگڑا کی وجہ سے مصنفؒ اس کو نہیں لائے۔ ورنہ روایت نہایت قویہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو تو خارج مسجد میں سنة الفجر پڑھ سکتا ہے یعنی اگر ایک رکعت پالینے کا یقین ہو تو سنۃ الفجر کو نہ چھوڑنا چاہئے۔ اور باقی حضرات اس کی اجازت نہیں دیتے اور اس روایت کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اذااقیمت الصلوة الخ اپنے عموم پر نہیں۔ کہ جب جہاں جماعت کھڑی ہو جائے تو اور کسی جگہ نماز جائز نہ ہو۔ بلکہ اس میں تخصیص ہے کہ اذااقیمت الصلوة فلاصلوة ای فی هذه المسجد الاالمکتوبة۔ شوافعؒ اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر کوئی فریضہ قضا کر رہا ہو تو اسے پورا کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں تخصیصات

جاری ہیں۔ چونکہ سنۃ الفجر کے تعاہد پر بکثر روایات دلالت کرتی ہیں اس لئے حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مکتوبہ کا تحفظ بھی رہے۔ اور سنۃ الفجر بھی ادا ہو جائیں۔ البتہ امام مالکؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ مسجد سے باہر مکان پر ان کو پڑھ سکتا ہے مسجد کے اندر نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ صبح کی سنتوں کے علاوہ ساری سنتوں میں اتفاق ہے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت کوئی اور نماز پڑھنا خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ اگر پڑھ رہا ہو تو جلدی سے پوری کرلے یا دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ مگر سنت فجر میں اختلاف ہے کہ اگر فرض ہو رہے ہوں تو اس وقت سنتیں پڑھیں یا نہ پڑھیں کیا کریں۔ ظاہر یہ فرماتے ہیں کہ جب نماز شروع ہو گی اسی وقت ساری سنتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور اگر اب تک شروع نہیں کی تو اب شروع نہ کرے اور اگر شروع کر دی تھیں تو فوراً ٹوٹ گئی۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک شروع کرنا جائز ہے۔ اور اگر پڑھ رہا ہو اور پھر نماز شروع ہو گئی تو جلدی سے پوری کرلے۔ اور احنافؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک سنۃ فجر اور سنتوں سے الگ ہے۔ اور مبنیٰ اس کا وہ روایات ہیں جن سے اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً لاتدعوها ولو طردتکم الخیل کہ ان سنتوں کو نہ چھوڑو ! اگرچہ تمہیں گھوڑے بھی روند ڈالیں۔ اور ان ہی روایات کی بنا پر بعض وجوب کے قائل ہیں۔ خود احناف کے یہاں حسن کی روایت وجوب کی ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک وتر جو سنت ہیں ان سے زیادہ مؤکد ہے۔ لہٰذا اس کو پڑھ لینا چاہئے۔ اب اختلاف اس میں ہے کہ کس طرح پڑھے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت پڑھے جبکہ کسی رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو اور مسجد سے باہر پڑھے یہ دو شرطیں ہیں۔ اور احنافؒ کے نزدیک ایک رکعت کے ملنے کی امید ہو تو صفوف سے علیحدہ ہو کر پڑھ لے۔ امام بخاریؒ کی رائے شوافعؒ اور حنابلہؒ کے موافق ہے۔ اور الصبح اربعا سے استدلال ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس صحابی پر نکیر فرمائی تو معلوم ہوا کہ نہ پڑھے۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ان صحابی نے سنتیں صف میں کھڑے ہو کر پڑھیں تھیں اور یہ صورت اربعا کو ظاہر کر رہی تھی۔ ورنہ اگر کسی نے ایک جگہ دو رکعت سنۃ پڑھ لیں اور پھر دوسری جگہ بدل کر دو رکعت فرض پڑھ لیں تو اس کو اربعا نہیں کہا جا سکتا۔ اب امام بخاریؒ پر ایک اشکال ہے کہ انہوں نے ترجمہ عام باندھا ہے۔ اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة اور روایت خاص ذکر فرمائی جو فجر کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ترجمہ الصلوة پر الف لام عہد خارجی کیلئے ہے۔ اور اس سے مراد خاص نماز یعنی نماز فجر مراد ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ احکام کلیہ تو جزئیات سے ثابت ہوتے ہیں لہٰذا ایک جزئی سے استنباط فرمایا۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ بقیہ تو اجماعی ہیں اور یہی صرف اختلافی ہے۔ اس لئے اسی کو خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اور چوتھا جواب علامہ عینیؒ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ روایت میں جو علۃ بیان کی گئی ہے اسی کی بنا پر وہ دوسری نمازوں پر بھی صادق آسکتی ہے چنانچہ اگر ظہر کی نماز کھڑی ہونے کے وقت اگر کوئی سنتیں پڑھے یا عصر و مغرب اور عشاء کے وقت ایسا کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا حدیث عام ہے اگرچہ ذکر صرف فجر کی نماز کا ہے۔ اور باب بھی عام ہے۔ عن عبدالله بن مالك ابن بحينة یہاں پر بحینہ سے پہلے ابن کا الف لکھا بھی جائے گا اور پڑھا بھی جائے گا کیونکہ بحینہ مالک کی ماں یا باپ نہیں بلکہ یہ مالک کی بیوی اور عبداللہ کی ماں ہے۔ تو یہ عبداللہ کی صفت ہوئی۔ یقال له مالك ابن بحينه یہ وہم ہے عن حفص بن عبدالله ابن بحينه اس کو تنبیہ کے واسطے ذکر فرمایا ہے۔ کہ مالك ابن بحينه وہم ہے۔

بابُ حَدِّ الْمَرِيضِ اَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

ترجمہ۔ مریض کس حد تک جماعت میں حاضر ہو سکتا ہے۔

حدیث(٦٢٥) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ (الخ) قَالَ الْاَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاُذِّنَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَّجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَاَعَادَ فَاَعَادُوْا لَهٗ فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ الْاَرْضَ مِنَ الْوَجَعِ فَاَرَادَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ مَّكَانَكَ ثُمَّ اُتِيَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقِيْلَ لِلْاَعْمَشِ فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ بِصَلٰوتِهٖ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ بِرَاْسِهٖ نَعَمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بَعْضَهٗ وَزَادَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّيْ قَائِمًا ......

ترجمہ۔ حضرت اسود فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس نماز پر ہمیشگی اور اس کی عظمت شان کا ذکر کر رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب جناب نبی اکرم ﷺ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی تو نماز کا وقت آ گیا اور اذان کہی گئی آپؐ نے حکم دیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپؐ سے کہا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نرم دل آدمی ہیں جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے آپؐ نے اپنی بات کو دہرایا۔ ان لوگوں نے بھی آپؐ کے لئے وہی بات دہرائی۔ آپؐ نے جب تیسری بار بات کو دہرایا تو فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو (جنہوں نے ناحق بات پر اصرار کیا) جاؤ ابو بکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے جناب نبی اکرم ﷺ کو اپنے آپ میں کچھ تخفیف محسوس ہوئی تو آپؐ اس حال میں نکلے کہ آپ کو دو آدمیوں کے درمیان چلایا جاتا تھا گویا کہ میں ابھی آپؐ کے دونوں پاؤں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ زمین پر اس مرض یا درد کی وجہ سے خط کھینچ رہے تھے۔ یعنی زمین سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ تو آپؐ کو صدیق اکبرؓ کے پہلو میں لا کر بٹھا دیا گیا۔ حضرت سلیمان الاعمش محدث سے پوچھا گیا کیا جناب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھاتے تھے۔ اور ابو بکر صدیقؓ ان کی نماز کی

پیروی کرتے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر صدیق کی اقتدا کرتے تھے۔ تو حضرت اعمش نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! ابو معاویہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر کے بائیں جانب بیٹھے تھے۔ اور حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ یہ تو متفق علیھا مسئلہ ہے کہ جماعت خواہ فرض عین ہو یا فرض کفایہ یا واجب کفایہ بہر حال مریض پر شہود جماعت فرض اور واجب نہیں۔ قریباً پندرہ سولہ آدمی ہیں جن پر جماعت کی حاضری واجب نہیں۔ یہاں پر مصنف استحباب شہود جماعت کو بتلانا چاہتے ہیں اگر مریض کچھ خفہ پالیتا ہے کہ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں حاضر ہو سکتا ہے تو وہ اس کی کوشش کرے یہ حد بتائی گئی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حد بالحاء المھملہ اور جد بالجیم دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے اگر جیم ہو تو مطلب یہ ہے کہ مریض کی کوشش یہ ہونی چاہئیے کہ وہ جماعت میں حاضر ہو جب تک کہ اس کے امکان میں ہو۔ کہ جماعت کی نماز نہ چھوڑے اگر حا حطی سے ہو جیسا کہ ہمارے نسخہ میں ہے پھر یا تو انتہاء کے اعتبار سے ہوگی یا ابتدا کے اعتبار سے۔ شراح جیسے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اس حد تک آنا چاہئیے اور اس کے بعد نہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اس حد تک تو ضرور جانا چاہئیے۔ اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے ہیں۔ اگر حالات اس سے بھی آگے ہو جائیں تو بھی جانا جائز ہے۔ دونوں میں فرق ہو گیا۔ وہ یہ کہ شراح کے نزدیک اس کے بعد نہ جانا چاہئیے۔ اور میرے نزدیک اس حد کے بعد ہو تو بھی جانا جائز ہے۔ الاسیف رقیق القلب فقال انکن صواحب یوسف جب حضور اکرم ﷺ نے مروا ابابکر فلیصل بالناس فرمایا تو حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے کہو کہ حضرت عمر کو حکم کریں۔ کیونکہ ابو بکر رقیق القلب ہیں۔ چنانچہ حضرت حفصہ نے یہ درخواست پیش کر دی۔ اور دونوں اصرار کرتی رہیں۔ اس پر جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا انکن صواحب یوسف الخ اس کا مشہور مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح وہ ایک غلط کام پر اصرار کر رہی تھیں اسی طرح تم کرتی ہو۔ یا تشبیہ کثرت سے اصرار کرنے پر ہے اور میرے اکابر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے صواحب یوسف زبان سے تو یہ کہتی تھیں کہ زلیخا کی مطاوعت کرلو مگر اپنے ناز وانداز سے یہ بتلا رہی تھیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ اسی طرح تم زبان سے تو کچھ کہتی ہو اور دل میں کچھ اور رکھتی ہو۔ اور دل میں وہ چیز تھی جو صحاح کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اس واسطے کہہ رہی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا آخری دن ہے اور اگر ابو بکر مصلی پر جا کر کھڑے ہو جائیں گے تو لوگ تشاؤم یعنی نحوست سمجھیں گے۔ اور حضرت حفصہ سے جیسا کہ غیر صحاح کی روایت میں منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں اسلئے کہہ رہی تھی کہ جس کو آج امامت مل جائے گی کل اس کو خلافت مل جائے گی۔ اس لئے کہ امامت صغریٰ امامت کبریٰ کا مقدمہ ہے۔ فخرج ابو بکر یصلی حضرت ابو بکر نے پنجشنبہ کی عشا سے دوشنبہ کی صبح تک سترہ نمازیں پڑھائیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کو افاقہ ہوتا تو باقتدا ابی بکر نماز پڑھ لیتے۔ اور کبھی خود امامت فرماتے جلس علی یسار ابی بکر اس پر کلام ابواب الصفوف میں آئے گا۔

حدیث(۶۲۶) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى الخ قَالَتْ عَائِشَةُؓ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجَعُهٗ اسْتَأْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْاَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَاقَالَتْ عَائِشَةُؓ فَقَالَ لِيْ وَهَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُؓ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍؓ .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے اجازت چاہی کہ آپؐ اپنی بیماری کے ایام میرے گھر میں گذاریں۔ سب بیویوں نے اجازت دے دی جنابؐ دو آدمیوں کے درمیان زمین پر خط کھینچتے ہوئے تشریف لائے۔ اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان چلتے تھے۔ عبیداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس بات کا تذکرہ کیا جو حضرت عائشہؓ نے کہی تھی تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا۔ جس کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا تھا۔ میں نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔ ھو علی بن ابی طالب میں پہلے بتلاچکا ہوں کہ نام نہ لینے کی وجہ غصہ و غضب نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اس جانب میں متعین نہیں تھے۔ اس روایت میں حضور اکرم ﷺ کی تکلیف کا ذکر ہے۔ اور یہ کہا کہ آپؐ حضرت میمونہؓ کے گھر سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لائے تو اس قصہ کو نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ باب میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔ تو اس کو باب سے کیسے مناسبت ہو گی۔ بعض نے کہا کہ جب آپؐ حضرت میمونہؓ کے گھر سے حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو درمیان میں نماز پڑھ کر پھر تشریف لے گئے تھے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگرچہ اس حدیث کو نماز باجماعت سے کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ اس روایت سے قبل یہادی بین رجلین وارد ہوا ہے تو اس حدیث سے ان دونوں کی تعیین کر دی۔ کہ ایک جانب تو حضرت عباسؓ معین تھے اور دوسری جانب کبھی حضرت علیؓ کبھی اسامہ بن زیدؓ اور کبھی حضرت فضل بن عباسؓ ہوتے تھے۔ اس حدیث کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اس میں ان دو آدمیوں کی تفصیل آگئی جن کا گذشتہ حدیث میں مجملاً ذکر تھا۔

باب الرُّخْصَةُ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ رَحْلِهٖ۔

ترجمہ۔ بارش اور کسی دوسری مجبوری کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت کے بارے میں۔

حدیث(۶۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِيْ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيْحٍ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ٹھنڈک والی رات میں نماز کی اذان کہی۔ پھر فرمایا گھروں میں نماز پڑھو

ثُمَّ قَالَ اَلَاصَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَاصَلُّوْا فِی الرِّحَالِ . الحديث ....

پھر اس کی دلیل بیان فرمائی کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ جب کوئی رات ٹھنڈک اور بارش والی ہوتی تو مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ وہ اعلان کر دے کہ خبردار! گھروں میں نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ شہود جماعت کے اعذار جو بائیس تیئس کے قریب ہیں جن کو فقہاؒ نے بیان فرمایا ہے ان کی وجہ سے جمعہ اور مسجد میں حاضر نہ ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عتبان بن مالکؓ کا واقعہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر بارش اس قدر ہو کہ تبتل به النعال یعنی جوتے تر ہو جائیں تو بھی صلو ا فی الرحال کا حکم ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے کہ اگر اس کی وجہ سے جماعت ترک کر دی جائے تو جائز ہے

حديث (۶۲۸) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (الخ) عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍؓ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهٗ وَهُوَ اَعْمٰى وَاَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ وَاَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْ بَيْتِیْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى فَجَآءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ فَاَشَارَ اِلٰى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع الانصاریؓ سے مروی ہے کہ حضرت عتبان بن مالکؓ جو اپنی قوم کی امامت کرتے تھے لیکن وہ نابینا تھے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ سخت تاریکی اور سیلاب کا پانی ہوتا ہے۔ میں نابینا آدمی ہوں آپؐ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اس کو جائے نماز بنالوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آپ کس جگہ میرے نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے گھر کے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی۔

باب هَلْ يُصَلِّى الْاِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِی الْمَطَرِ

ترجمہ۔ جو لوگ حاضر ہوں کیا امام ان کو نماز پڑھا سکتا ہے اور کیا جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے سکتا ہے۔

حديث (۶۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ الخ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ يَوْمٍ ذِیْ رَدْغٍ فَاَمَرَ الْمُؤَذِّنُ لَمَّا بَلَغَ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ قُلْ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ ایک کیچڑ والے دن میں حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور مؤذن کو حکم دیا کہ جب وہ حی علی الصلوۃ تک پہنچے تو کہے

الصَّلٰوۃُ فِی الرِّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ کَاَنَّھُمْ اَنْکَرُوْا فَقَالَ کَاَنَّکُمْ اَنْکَرْتُمْ ھٰذَا اِنَّ ھٰذَا فَعَلَہٗ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ یَعْنِی النَّبِیَّ ﷺ اِنَّھَا عَزْمَۃٌ وَاِنِّیْ کَرِھْتُ اَنْ اُحْرِجَکُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ نَحْوَہٗ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ کَرِھْتُ اَنْ اُؤَثِّمَکُمْ فَتَجِیْئُوْنَ تَدُوْسُوْنَ الطِّیْنَ اِلٰی رُکَبِکُمْ .....

الصلوۃ فی الرحال یعنی گھروں میں نماز پڑھو۔ تو لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ گویا کہ انہوں نے اس کو اوپرا سمجھا تو ابن عباسؓ نے فرمایا گویا تم تو اس کو اوپرا سمجھ رہے ہو حالانکہ اس فعل کو وہ ذات کر چکی ہے جو میرے سے بہتر تھی۔ یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ واقعی جمعہ واجب ہے اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم کو گھروں سے نکالوں۔ اور حماد کی دوسری سند کے ساتھ یوں ہے کہ میں تمہیں گناہ میں مبتلا کروں (کہ تم تنگ دلی کے ساتھ مسجد میں آؤ) کہ تم گھٹنوں تک کیچڑ کو روندتے ہوئے مسجد میں حاضر ہو۔

حدیث (۶۳۰) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَۃٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰی سَالَ السَّقْفُ وَکَانَ مِنْ جَرِیْدِ النَّخْلِ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَسْجُدُ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ حَتّٰی رَاَیْتُ اَثَرَ الطِّیْنِ فِیْ جَبْھَتِہٖ. الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک بادل کی ٹکڑی آئی اس نے بارش برسائی۔ یہاں تک کہ چھتیں بہہ پڑیں۔ کیونکہ وہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھیں جب نماز کے لئے تکبیر کہی گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ یہاں تک کہ آپ کی پیشانی میں اس کیچڑ کے نشان بھی میں نے دیکھے۔

حدیث (۶۳۱) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ الصَّلٰوۃَ مَعَکَ وَکَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِیِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاہُ اِلٰی مَنْزِلِہٖ فَبَسَطَ لَہٗ حَصِیْرًا وَّنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِیْرِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اٰلِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسٍ اَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی الضُّحٰی قَالَ مَارَاَیْتُہٗ صَلَّاھَا اِلَّا یَوْمَئِذٍ . الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ انصار کے ایک آدمی نے کہا وہ موٹے آدمی تھے کہ میں آپؐ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا۔ اور حضور انور ﷺ کو اپنے گھر بلایا۔ چنانچہ آپؐ کے لئے ایک چٹائی بچھائی جس کے ایک کنارے کو دھو دیا تھا یا نرم کرنے کے لئے چھینٹے دیئے تھے۔ تو آپؐ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی آل جارود کے ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا آپؐ اشراق کی نماز

پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس دن کے علاوہ میں نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ الاصلوفی الرحال سے بظاہر وجوب معلوم ہوتا تھا۔ تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ امر وجوب کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ شارع علیہ السلام کی طرف سے رخصت ہے یہ مطلب نہیں کہ بارش اور دیگر اعذار کی وجہ سے جماعت ہی نہ ہونی چاہئے بلکہ الاصلوا فی الرحال کا حکم بطور ترخص کے ہے۔ خطبنا ابن عباسؓ الخ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان سے پہلے خطبہ پڑھا گیا۔ حالانکہ خطبہ تو بعد الاذان ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خطبنا ای اراد الخطبة یا جلس للخطبة تو انہوں نے مؤذن کو امر کیا کہ اذان میں الاصلوا فی الرحال کہہ دو کرهت ان اخرجکم یا اولمکم اس پر شبہ ہوتا ہے کہ جب کیچڑ وغیرہ میں چل کر آئے تو مشقت کی وجہ سے ثواب زیادہ ہوگا تو پھر اس میں گناہ کے کیا معنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر الاصلوا فی الرحال نہ کہا جائے۔ تو تم پر اجابت مؤذن واجب بالفعل ہوگی۔ اگر تم نے اجابت نہ کی تو عند اللہ ماخوذ ہوں گے اور اپنے نفوس میں بھی اس کا احساس کرو گے۔ اس لئے میں نے اس کا اعلان کرادیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حاصل یہ ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے جس کی وجہ سے جماعت کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ یہ عذر متفق علیہ ہے۔ اب چونکہ الاصلوفی الرحال فرمایا تھا۔ اور صلوا امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے جس سے ایہام ہوتا ہے کہ بارش کے وقت رحال میں نماز پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے باب هل يصلي الامام بمن حضر باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ یہ امر ایجابی نہیں اگر مسجد میں امام حاضر لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھادے تو جائز ہے۔ قال سألت ابا سعيد الخدري روایت مختصر ہے۔ لیلۃ القدر کی روایت میں اس طرح ہے هل سمعت رسول الله ﷺ يذكر ليلة القدر قال نعم الخ حضرت ابو سلمہؓ نے سوال کیا تھا کہ ليلة القدر کے بارے میں اختلاف بہت ہے اس لئے سوال فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا یہ بارش اکیسویں شب کو ہوئی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے فوكف المسجد الخ حضرت امام بخاریؒ اس کو ابواب السجود میں بھی ذکر کریں گے۔ اس لئے کہ اس میں جبہ (پیشانی) اور انبہ (ناک کے نرم حصہ) پر مٹی لگے ہونے کا ذکر ہے۔ كان رجلا ضخما یہ وہی عتبان بن مالکؓ ہیں ان کی روایت سے ترجمة الباب کیسے ثابت ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عتبانؓ اپنی مسجد کے امام تھے جب وہ بارش کی وجہ سے مسجد میں نہیں جاتے تھے تو اور لوگ پڑھتے رہے ہوں گے۔ لہذا یہ صلوة بمن حضر ہوگیا۔ یہ محتمل ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ طرف حصیر پر انہوں نے پانی چھڑکا۔ یہ تو بارش ہوگئی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ یہ صلوة بمن حضر ہوگئی۔ یہ خیر امام بخاریؒ کے ترجمہ کے لائق ہے اسلئے امام بخاریؒ اس قسم کے باریک استدلال فرماتے ہیں۔

باب اِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ

ترجمہ۔ جب تکبیر کہی جائے اور کھانا حاضر ہو تو ابن عمرؓ کھانے سے ابتدا کرتے تھے۔ اور حضرت ابو داؤد

وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ اِقْبَالُهٗ عَلٰی حَاجَتِهٖ حَتّٰی یُقْبِلُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ۔

فرماتے ہیں کہ آدمی کی سمجھ داری کی بات یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کرے تاکہ جب نماز کو آئے تو اس کا دل شواغل دنیا سے فارغ ہو۔

حدیث (۶۳۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَاءِ . . . .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جب شام کا کھانا رکھا جائے اور ادھر نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو پہلے کھانے کو شروع کرو۔

حدیث (۶۳۳) حَدَّثَنَا یَحْیَی ابْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُ وْا بِهٖ قَبْلَ اَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِکُمْ . . الحدیث . .

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شام کا کھانا پہلے آجائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے اس کو شروع کرو۔ اور اپنے شام کے کھانے سے جلدی نہ کرو کہ نماز پڑھنے لگو۔

حدیث (۶۳۴) حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِکُمْ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَاءِ وَلَا یَعْجَلْ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهُ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَؓ یُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا یَاْتِیْهَا حَتّٰی یَفْرُغَ وَاِنَّهٗ لَیَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ وَقَالَ زُهَیْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ عَلَی الطَّعَامِ فَلَا یَعْجَلْ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ وَاِنْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کھانا رکھا جائے اور تکبیر نماز کی کہی جاچکی ہو تو کھانے سے ابتدا کرو اور جلدی نہ کی جائے یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہو جائے۔ چنانچہ ابن عمرؓ کیلئے کھانا رکھا جاتا تھا اور ادھر نماز کھڑی ہو جاتی تھی تو جب تک کھانے سے فارغ نہ ہوتے تو نماز کو نہیں آتے تھے۔ حتی کہ وہ امام کی قراۃ کو سن رہے ہوتے تھے۔ اور زہیر کی سند سے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جب تم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہو تو جلدی نہ کرے یہاں تک کہ کھانے سے اپنی ضرورت پوری کرلے۔ اگرچہ نماز قائم ہو جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس ترجمۃ الباب کے انعقاد سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ عشاء کی تخصیص نہیں۔ بلکہ مطلقا طعام

مراد ہے۔ کہ جب طعام حاضر ہو جائے تو اسے کھالینا چاہیئے خواہ وہ عشا کا وقت ہو یا غدوہ (صبح کا) وقت ہو۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ نے اس سے بھی عموم مراد لیا کہ خواہ کوئی حاجت ہو اس کو پورا کر کے فارغ البال ہو کر نماز میں کھڑا ہو۔ زہد کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر اس چیز پر نماز کو مقدم کیا جائے جو شاق ہو۔ مگر فقہ اس کی اجازت نہیں دیتی بلکہ اس کا مقتضی ہے کہ مشاغل دنیویہ سے فارغ ہو کر نماز میں کھڑا ہونا چاہیئے۔ چونکہ مغرب کی نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ بدؤ ابه قبل ان تصلوا صلوة المغرب فرمایا گیا۔ یعنی مغرب کی نماز کے پڑھنے سے بھی پہلے کھانا کھالینا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث میں اذا وضع العشاء واقیمت الصلوة فابدؤا بالعشاء کے الفاظ وارد ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو کھانے سے مؤخر کرنا جائز ہے اور بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کھانے کے واسطے نماز کو مؤخر کیا جائے نیز اشرح السنة کی روایت میں ہے جیسا کہ مشکوٰۃ میں بھی منقول ہے کہ آنجناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لاتؤخروا لصلوة لطعام ولا لغیرہ تو ان عقلی اور نقلی دلیلوں کا تقاضا ہے کہ نماز کو مؤخر نہ کرے۔ اب دونوں میں تعارض ہو گیا جس کی بنا پر علماء کرام کو توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مذکور فی الباب فساد طعام پر محمول ہے مطلب یہ ہے کہ کھانے کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے یہ توجیہ دراصل امام غزالیؒ کی ہے مگر چونکہ وہ شافعی المذہب ہیں اس لئے امام شافعیؒ کی طرف نسبت کر دی۔ اور مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ قلت طعام پر محمول ہے کہ کھانا تھوڑا ہو اور کھانے والے زیادہ ہوں اور یہ ڈر ہو کہ اگر نماز پڑھنے چلا گیا تو سارا کھانا نمٹادیں گے۔ تو اس وقت پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ حنفیہؒ حنابلہؒ فرماتے ہیں کہ اجازت اس وقت ہے جبکہ انشغال قلب کا اندیشہ ہو۔ یعنی اگر نہ کھائے گا تو اس کا خیال کھانے کی طرف لگا رہے گا۔ اگر ایسی صورت ہو تو اولاً کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ اسی طرف امام بخاریؒ کا میلان ہے۔ کیونکہ حضرت ابو الدرداءؓ کا انہوں نے مقولہ نقل کیا ہے جس میں حتی یقبل علی صلوته وقلبه فارغاً تاکہ فارغ البال ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو۔ امام بخاریؒ کا مسلک آثار مذکورہ فی الباب سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت امام طحاویؒ نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں فرماتے ہیں کہ صائم کے ساتھ خاص ہے۔ اور صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ خاص یعنی مغرب کی نماز مراد ہے۔ قبل ان تصلوا المغرب یہ جملہ امام طحاویؒ کی تائید کرتا ہے۔ اور جہاں عشاء کا لفظ آتا ہے وہاں اس سے مراد مغرب ہے۔ کیونکہ عشا کا اطلاق مغرب پر بھی ہوتا ہے۔ وذهب مدنی یہ دفع ایہام کے لئے فرمادیا۔

بابِ اِذَا دُعِیَ الْاِمَامُ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَبِیَدِہٖ مَا یَاْکُلُ۔

ترجمہ۔ امام کو جب نماز کے لئے بلایا اور اس کے ہاتھ وہ چیز ہو جس کو کھا رہا تھا۔

حدیث (۶۳۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ

ترجمہ۔ عمرو بن امیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب

اَنَّ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّةَ اَنَّ اَبَاہُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَاْکُلُ ذِرَاعًا یَحْتَزُّ مِنْھَا فَدُعِیَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّکِّیْنَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ. الحدیث

رسول اللہ ﷺ کو بازو کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاتے ہوئے دیکھا آپ کو نماز کی کی طرف بلایا گیا تو آپؐ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ چھری پھینک دی نماز پڑھی وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ باب پہلے باب کے بالکل مخالف ہے۔ تو مصنفؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہ جو طعام کو مقدم کرنے کی اجازت دی گئی وہ تمہارے قلب کے اعتبار سے ہے۔ اگر نماز میں بے اطمینانی ہو تو پھر حاجت کو پورا کرلو۔ اگر اس قدر کھانا کھالیا کہ جس سے اطمینان حاصل ہو گیا۔ تو پھر اسے چھوڑ کر نماز کو مقدم کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپؐ پہلے کھانا کھا چکے تھے جس سے اطمینان حاصل ہو چکا تھا۔ روایت مطولہ میں یہ موجود ہے اسلئے اب آپؐ طعام کو چھوڑ کر نماز میں کھڑے ہو گئے۔ البتہ جن چیزوں سے **انشغال القلب فی الصلوۃ** نہیں رہتا اس کی اجازت ہے۔ ہر حاجت خواہ اس سے **انشغال قلب** ہو یا نہ ہو۔ اس کو پورا کرنے کی اجازت نہیں۔ اگلا باب اسی پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی اس باب سے کیا غرض ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ **الامام** کی قید احترازی نہیں چونکہ حضور اکرم ﷺ امام تھے۔ اس لئے ترجمہ میں امام کا لفظ ذکر فرمادیا۔ اور غرض امام بخاریؒ کی یہ ہے کہ **فابدئوا بالعشاء** کا حکم اس وقت ہے جبکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ اور اگر کچھ کھالیا ہو تو پھر نماز پہلے پڑھے اور بعد میں کھائے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ نے **الامام** کا لفظ ذکر فرمادیا تو وہ قید ہی ہو گا۔ اور غرض یہ ہے کہ یہ امر عام لوگوں کے لئے ہے۔ اور امام کے لئے یہ ہے کہ وہ اوّلاً نماز پڑھائے اسی لئے حضور ﷺ نے اس وقت کھانا چھوڑ دیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عوام کے مشغول بالطعام رہنے سے لوگوں کا کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ان کو نماز پڑھادے گا۔ لیکن اگر امام خود ہی مشغول ہو گا تو لوگ اس کی وجہ سے مشغول ہوں گے۔ اور اس کی انتظار میں ٹھہریں گے **الانتظار اشد من الموت**۔

بَاب مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ اَھْلِهٖ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَخَرَجَ۔

ترجمہ۔ کوئی شخص اپنے گھر کی کسی ضرورت میں ہو۔ تکبیر نماز کہی جائے تو وہ نکل آئے۔

حدیث (۶۳۶) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَاکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْنَعُ فِیْ بَیْتِهٖ قَالَتْ کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مِھْنَةِ اَھْلِهٖ تَعْنِیْ خِدْمَةَ اَھْلِهٖ

ترجمہ۔ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ جناب اپنے گھر کی خدمت میں رہتے تھے

فَاِذَاحَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ ۔ الحدیث

جب نماز کا وقت حاضر ہو جاتا تو نماز کے لئے چلے جاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ دوسرا استثناء ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ صرف کھانے کی اجازت ہے۔ دنیا کے سارے دھندھوں کا یہ حکم نہیں ہے۔ ان سب سے فارغ ہو کر پھر نماز پڑھے۔ کیونکہ دنیا کے دھندے تو رات دن چلتے ہی رہتے ہیں اگر سب کو کھانے کے حکم میں کر دیا جائے تو لازم آئے گا کہ پھر نماز ہی نہ پڑھے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ حاجۃ اہل سے جماع مراد ہے کہ جماع کو مرجوع اور جماعت کو راجح قرار دیا جائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر نماز کے وقت جماع کرے تو اس سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ والدین کی نافرمان ہو گی۔ اور پہلے معنی کی تفصیل شمائل میں ہے کہ ماکان الا بشرا من البشر یفلی ثوبہ یحلب شاتہ ویخدم نفسہ ویخیط ثوبہ ویخصف نعلہ ویرقع دلوۃ یعنی آپؐ اپنے کپڑے سے جوئیں نکالتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ نکالتے تھے۔ اپنا کام خود کرتے تھے۔ اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے۔ اور اپنے ڈول کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔ بنابریں ائمہ کرام اپنے کام کو خود انجام دیتے تھے۔ اور یہی صالحین کا معمول رہا ہے۔ کذافی العینی والکرمانی۔

بَاب مَنْ صَلّٰی بِالنَّاسِ وَھُوَ لَا یُرِیْدُ اِلَّا اَنْ یُّعَلِّمَھُمْ صَلٰوۃَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَسُنَّتَہٗ ۔

ترجمہ۔ جو شخص لوگوں کو اس ارادہ سے نماز پڑھاتا ہے کہ وہ ان کو جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز سکھائے اور آپؐ کا طریقہ بتائے۔

حدیث (۶۳۷) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ جَاءَنَا مَالِکُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ فِیْ مَسْجِدِ نَاھٰذَا فَقَالَ اِنِّیْ لَاُصَلِّیْ بِکُمْ وَمَآاُرِیْدُ الصَّلٰوۃَ اُصَلِّیْ کَیْفَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقُلْتُ لِاَبِیْ قِلَابَۃَ کَیْفَ کَانَ یُصَلِّیْ قَالَ مِثْلَ شَیْخِنَا ھٰذَا وَکَانَ الشَّیْخُ یَجْلِسُ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ قَبْلَ اَنْ یَّنْھَضَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی... الحدیث.....

ترجمہ۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ صحابی رسول ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں گا لیکن میرا اپنا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں ہے۔ میں تو دیکھانا چاہتا ہوں کہ میں نے آنحضرت نبی اکرم ﷺ کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہؓ سے پوچھا کہ وہ کیسے نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہمارے اس شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح اور وہ شیخ جلسہ استراحۃ اس طرح کرتے تھے کہ دوسری رکعت کی طرف اٹھنے سے پہلے جب پہلی رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو بیٹھ جایا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم صلوٰۃ کا ارادہ تو کرتا ہے مگر صلوٰۃ کا ارادہ نہیں کرتا۔

روایت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے ماارید الصلوۃ اصلی کہ میں نماز پڑھنا نہیں چاہتا لیکن اگر شبہ ہو کہ جب نماز کی نیت نہیں ہے تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے۔ انما الاعمال بالنیات فرمان نبویؐ ہے۔ اور نیت فعل ارادی کا نام ہے فعل لسانی کا نام نہیں ہے۔ ہمارے احنافؒ نے تو الفاظ نیت کو بدعت تک کہا ہے۔ مگر قول فیصل یہ ہے کہ نیۃ باللسان مستحسن ہے تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ وہ فرما رہے ہیں کہ میں امام بن کر تمہیں نماز پڑھاتا ہوں نماز کی نیت نہیں ہے۔ تو معنی ہوں گے من صلی بالناس وصار اماما لھم لایرید بہ الاتعلیم الصلوۃ محض نفس صلوۃ کا ارادہ نہیں تعلیم کا بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث پاک میں آتا ہے انا اغنی الشرکاء عن الشرک یہ حدیث قدسی ہے جس کو آپؐ اللہ تعالیٰ سے نقل فرما رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اخلاص سے عبادت نہ کرے بلکہ دکھلاوے کیلئے کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس سے بالکل بے نیاز ہوں مجھ سے اس کے ثواب کی توقع نہ رکھے جس کے دکھلانے کے لئے کیا ہے اس سے ثواب طلب کرے اسی طرح حدیث پاک ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں سب سے پہلے تین آدمی ڈالے جائیں گے۔ ایک عالم ریاکار۔ دوسرے مجاہد مرائی تیسرے سخی مرائی۔ تو اس سے بظاہر ایہام ہوتا تھا کہ اگر کوئی تعلیم کے واسطے نماز پڑھے تو وہ ان وعیدوں میں داخل ہو جائے گا۔ تو حضرت امام بخاریؒ اس کو مستثنی فرماتے ہیں کہ اگر تعلیم دینے کے لئے نماز پڑھے تو یہ اس کے اندر داخل نہیں۔ اس لئے کہ مدار نیت پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات آپؐ کا ارشاد ہے یہاں پر چونکہ اس کی غرض تعلیم ہے لہذا اس کے اندر داخل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دکھلاوا تو دین ہے اسی واسطے صوفیا فرماتے ہیں کہ ریاءُ الشیخ خیر من اخلاص المریدین یعنی شیخ کا دکھلاوا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ متبوع ہیں۔ لوگ جیسا ان کو دیکھیں گے ویسا ہی کریں گے۔ وکان شیخنا یجلس الخ شافعیہؒ نے اس حدیث سے جلسہ استراحۃ پر استدلال کیا ہے۔ اور جو جلسہ استراحۃ کے مسنون ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ جواباً کہتے ہیں کہ جب شاگرد نے پوچھا کہ کیسے پڑھتے تھے تو کہا کہ ایسے ہی پڑھتے تھے جیسے لوگ پڑھتے ہیں۔ مگر رکعت ثانی سے پہلے بیٹھ کر پھر اٹھتے تھے۔ تو خود ہی معلوم ہو گیا کہ جمہور صحابہ کا عمل اس کے خلاف تھا۔ صرف حضرت مالک بن الحویرثؓ جلسہ استراحت کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آخر میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس لئے جلسہ استراحۃ کر کے پھر اٹھتے تھے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے انی قد بدنت میں بھاری ہو گیا ہوں۔

بَاب اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

ترجمہ۔ علم اور فضیلت والے لوگ امامت کے حقدار ہیں۔

حدیث (۶۳۸) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ مَرِضَ النَّبِیُّ ﷺ فَاشْتَدَّ مَرَضُهٗ

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے یہاں تک کہ آپ کی بیماری

فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَاقَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِىْ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فِىْ حَيٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ .....

شدت پکڑ گئی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیق کو حکم سناؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ وہ نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑا ہوگا تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکے گا آپؐ نے فرمایا کہ تم ابو بکر کو میرا حکم پہنچادو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے حضرت عائشہؓ کو پھر وہی پہلا کلمہ لوٹایا کہ ابو بکرؓ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ تو ان کے پاس حضرت رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچا تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

حدیث (۶۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِىْ مَرَضِهٖ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ يُّصَلِّىْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اِذَاقَامَ فِىْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِىْ لَهٗ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اِذَاقَامَ فِىْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَهْ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَاكُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا .. الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا کہ ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قراۃ نہیں سنا سکیں گے۔ آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بی بی حفصہؓ سے کہا کہ تو جا کر حضور انور ﷺ سے کہہ دے کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو آواز نہیں سنا سکیں گے آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تم تو البتہ یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو حضرت ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جس پر حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مجھے تو تیری طرف سے کوئی بھلائی نہیں پہنچی۔

حدیث (۶۴۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَخْبَرَنِىْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِىُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے عقائد اور افعال میں پیروکار تھے۔ آپؐ کی

وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ اَنَّ اَبَابَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ فِيْ وَجعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلٰوةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا اَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ وَاَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهٖ ﷺ . الحديث.

خدمت کرتے رہے۔ اور آپ کی صحبت میں رہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس بیماری میں لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں جس بیمار میں آپ کی وفات ہوئی۔ حتی کہ جب پیر کا دن آیا اور صحابہ کرام نماز میں صفیں باندھے کھڑے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا۔ وہ کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کا چہرا ایسا دمک رہا تھا جیسے قرآن مجید کا ورق۔ پھر آپؐ مسکراتے ہوئے ہنس پڑے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھنے کی خوشی کی وجہ سے ہمارا خیال ہوا کہ کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ نماز سے ہی نکل جائیں۔ اور ابو بکر صدیقؓ بھی اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ آئے۔ تاکہ صف میں آکر مل جائیں اور ان کا گمان تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز کیلئے تشریف لانے والے ہیں۔ پھر آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ لٹکا دیا۔ اور اسی دن جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو گئی۔

حدیث (٦٤١) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ ﷺ ثَلٰثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَذَهَبَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَّجْهِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمَاَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَقَدَّمَ وَاَرْخَى النَّبِيُّ ﷺ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ.. الحديث.....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ تین دن جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف نہ لائے ایک دن نماز کے لئے تکبیر کہی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے پردے کو پکڑا اور اسے اٹھا دیا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور ہمارے سامنے ظاہر ہوا تو جب سے چہرہ ظاہر ہوا تو ہم نے آپؐ کے چہرۂ انور سے زیادہ عجیب کوئی منظر نہ دیکھا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت ابو بکرؓ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھیں اور آپؐ نے پردہ لٹکا دیا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کے دیکھنے کی کسی کو قدرت نہ ہوئی یہاں تک کہ آپؐ انتقال فرما گئے۔

حدیث (٦٤٢) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَجْعُہٗ قِيْلَ لَہٗ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ مُرُوْٓا اَبَابَکْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَۃُ اِنَّ اَبَابَکْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَرَأَ غَلَبَہُ الْبُکَاءُ قَالَ مُرُوْہُ فَلْيُصَلِّ فَعَاوَدَتْہُ فَقَالَ مُرُوْہُ فَلْيُصَلِّ اِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ تَابَعَہُ الزُّبَيْدِیُّ الخ ....

حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض نے شدت اختیار کی تو آپؐ سے نماز کے بارے میں کہا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا وہ نرم دل آدمی ہے۔ جب قرأت شروع کرے گا تو اس پر رونا غالب آجائے گا۔ آپؐ نے فرمایا اس تک حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائے تو حضرت عائشہؓ نے پھر اپنی بات دہرائی آپؐ نے فرمایا انہیں تک حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مصنفؒ کا مسلک وہی ہے جو جمہور کا ہے کہ احق بالامامة اعلمهم بالسنة ہے امام احمدؒ امام ابو یوسفؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اقرأ کو احق بالامامة کہتے ہیں۔ مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا جیسے اذاصلی قاعدا فصلوا قعودا منسوخ ہو گیا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اقتد ا القائم خلف القاعد تو جائز ہی نہیں۔ البتہ امام احمدؒ امام اسحاق اور جمہور فرماتے ہیں کہ قادر علی القیام خلف القاعد قائما یعنی کھڑے ہو کر پڑھ سکنے والا بیٹھے ہوئے کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ قاعدا نہ پڑھے۔ اس کو آگے خود مصنفؒ ذکر کریں گے کہ آپ کا ارشاد اذاصلی جالسا فصلوا جلوسا یہ مرض قدیم میں تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے جالسا نماز پڑھی اور لوگ کھڑے تھے۔ آپؐ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ تو آپؐ کے آخری فعل کو لیا جائے گا کہ صلوة القائم خلف القاعد قیاما ہی ہو گی۔ تو یہ اذاصلی قاعدا فصلوا قعودا کے لئے ناسخ ہو گا۔ ایسے مرو ابا بکر فلیصل بالناس کا ارشاد یؤم القوم اقرأهم کیلئے ناسخ ہو گا۔ یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ اس زمانہ میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم بالسنة بھی ہوتا تھا۔ لیکن مصنفؒ اس کو اختیار نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ حضرت ابی بن کعبؓ جو اقرأ تھے وہ اعلم بالسنة بھی تھے۔ حالانکہ وہ اعلم نہیں ہیں۔ اعلمنا ابو بکر کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو قرآن مجید کے حفظ کی ترغیب دی۔ اور اسی قرأة قرآن پر نکاح کر دیتے تھے۔ غرضیکہ اس وقت قرآن مجید کا یاد کرنا اہم تھا۔ اس لئے آپؐ نے ترغیباً (رغبت دلانے کے لئے) یہ فرمایا تھا۔ مگر جب مدا ولة ہو گئی تو پھر یہ حکم نہ رہا۔ جیسے مؤلفة القلوب کیلئے ایک زمانہ خاص تک غنیمت صدقات کے مال کا حکم تھا۔ ایسے غسل یوم الجمعه کے وجوب کا حکم بھی ایک زمانہ خاص تک تھا جیسے وہ منتھی ہو گئے ایسے یہ قرأة والا حکم بھی منتھی ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسئلہ یہ ہے کہ احق بالامامة ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اعلم بالسنة ہے۔ پھر اقرأ ہے۔ اور امام احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقرأ ہے۔ پھر اعلم ہے۔ کوئی ایسا اختلاف نہیں۔ ما کنت لاصیب منك خیرا اس سے یو م الغسل (شہد والا) کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہاں بھی حضرت عائشہؓ نے پٹی پڑھائی تھی اور ڈانٹ پڑ گئی۔ حتی اذا کا ن یو م الاثنین

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائی ہیں۔ اس میں میری رائے یہ ہے کہ ایک نماز میں حضور اکرم ﷺ درمیان میں تشریف لائے کانه ورقه مصحف قاعدہ یہ ہے کہ جب مقربین بارگاہ ربانی قریب الموت ہوتے ہیں تو ان پر انوار کی کثرت ہو جاتی ہے کما شاهدنا ذلك في المشائخ (جیسا کہ ہم نے اپنے بزرگوں میں اس کا مشاہدہ کیا) پھر نبی اکرم ﷺ کا کیا پوچھنا آپؐ چونکہ رخصت ہونے والے تھے اس لئے انوار کی کثرت ہوئی اس کی روشنی محسوس ہوئی۔ اس پر صحابہ کرامؓ سمجھے کہ آپ کو صحت ہو گئی۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نماز کے بعد گھر چلے گئے حالانکہ وہ سنبھالا تھا۔ جیسے مریض جب مرنے کو ہوتا ہے تو مرنے سے پہلے اچھا خاصہ معلوم ہونے لگتا ہے اب تشبیہ یا تو انوار میں ہے یا صفائی کاغذ میں ہے۔ یہی وہ آخری نماز ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو نماز پڑھتے دیکھا اور یہی وہ آخری نظر ہے آپؐ نے جو اپنی امت پر ڈالی۔ اور دیکھا کہ لاڈلا ابو بکرؓ کام سنبھالے ہوئے ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی سنبھال لے گا۔ اور اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت ابی بن کعب کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ اقرؤھم ہیں اور اس خطاب میں تمام صحابہؓ حتی کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی داخل ہیں۔ تو جب حضرت ابو بکرؓ سے بھی زیادہ قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت ابو بکرؓ کو امام بنایا گیا تو یہ دلیل ہے کہ اعلم مقدم ہوتا ہے۔

بَاب مَنْ قَامَ اِلٰى جَنْبِ الْاِمَامِ لِعِلَّةٍ

ترجمہ۔ کسی سبب کوئی شخص امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۴۳) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبَابَكْرٍؓ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهٖ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ فَاِذَا اَبُوْبَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْ بَكْرٍ اسْتَاْخَرَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ كَمَا اَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِذَاءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍؓ. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض سے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اندر خفت محسوس کی تو باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو دیکھ لیا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور انور ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے آپ تھے ویسے رہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے مقابل ان کے پہلو میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھتے تھے۔ اور لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نماز کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس وقت مقتدی بہت ہوں تو بالا جماع امام مقدم ہوگا۔ اور اگر مقتدی ایک ہو تو وہ امام کی داہنی طرف کھڑا ہوگا۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں لیکن اگر باوجود کثرت مقتدین کے کسی ضرورت کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو جائے تو جائز ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے کیا۔ اسی جواز کو بیان کرنے کے لئے یہ باب منعقد کیا گیا ہے۔

باب مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْلَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ فِيْهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔۔۔

ترجمہ۔ ایک شخص نے امامت شروع کر دی پھر اصلی (معین) امام آن پہنچا اب پہلا شخص پیچھے سرک گیا (مقتدیوں میں آن ملا) یا نہیں سرکا ہر حال میں اس کی نماز جائز ہوگی۔ اس باب میں حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی۔

حدیث (٦٤٤) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَهَبَ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو وابْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَاُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَايَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَاللّٰهَ عَلٰى مَااَمَرَهٗ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَااَبَابَكْرٍ مَامَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْاَمَرْتُكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَاكَانَ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے نماز عصر کا وقت ہو گیا تو مؤذن حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں تو میں تکبیر کہہ دوں انہوں نے فرمایا ہاں۔ پس ابو بکر صدیقؓ نے نماز شروع کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ لوگ نماز میں تھے صفوں سے بچتے بچاتے پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے تالیا پیٹنی شروع کر دیں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی نماز میں اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے پس جب لوگوں نے بہت دیر تک تالی بجائی تب ابو بکرؓ اِدھر متوجہ ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو لیکن ابو بکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بیان کی اس بات کی وجہ سے جس کا حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا پھر پیچھے ہٹ گئے اور صف میں برابر کھڑے ہو گئے اور جناب رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی جب پڑھ کر فارغ ہوئے تو ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا کہ جبکہ میں نے آپ کو حکم دیا تھا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَالِیْ رَاَیْتُکُمْ اَکْثَرْتُمُ التَّصْفِیْقَ مَنْ نَابَهٗ شَیْئٌ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلْیُسَبِّحْ فَاِنَّهٗ اِذَا سَبَّحَ اُلْتُفِتَ اِلَیْهِ وَاِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَآءِ . الحدیث...

تو آپ کو ٹھہرے رہنے سے کس چیز نے روکا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے کثرت سے تالیاں کیوں بجائیں۔ جس کو نماز میں کوئی امر پیش آجائے تو وہ تسبیح سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی تالی بجانا تو عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ فجاء الامام الاول فتاخر الاول اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ المعرفة اذا اعیدت تراد بها عین الاولی یعنی اسم معرفہ کو جب دوبارہ لایا جائے تو اس سے بعینہ پہلا مراد ہوتا ہے اگر یہی قاعدہ کلیہ ہے تو پھر ترجمہ کی عبارت کے معنی صحیح نہیں ہوتے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اکثریہ ہے۔ یہاں پر امام الاول سے امام راتب مراد ہے۔ اور تاخر الاول سے امام نائب یعنی امام عارضی مراد ہے۔ اس پر پھر اشکال ہے کہ اگر عارضی امام متاخر ہو جائے تو پھر نماز میں تداخل لازم آئے گا۔ اگر متاخر نہ ہو تو پھر اجتماع اصل اور عارضی کا ہوگا۔ حالانکہ آب آمد تیمم رفت مشہور ہے۔ تو اس کے بارے میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ نماز کا حکم تیمم جیسا نہیں ہے بلکہ اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ چنانچہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ مامنعك ان تثبت اذامرتك اگر شبہ ہو کہ مکہ معظمہ میں دو آدمی مشہور تاجر تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور امیہ بن خلف۔ حضرت صدیق اکبرؓ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور اسلام کی اشاعت میں بہت کچھ مال و دولت صرف کیا۔ اور بہت سے غلام اور باندیوں کو خرید کر آزاد کیا۔ غزوۂ تبوک میں ساری جائیداد چندہ میں دے دی۔ اتنی فضیلت کے مالک آپ کا حکم نہیں مانتے۔ چونکہ آپ کا یہ ارشاد صدیق اکبرؓ کی دل جمعی کے لئے تھا۔ اس کو حکم وجوبی نہیں سمجھا۔ جب آپ تشریف لائے تو صدیق اکبرؓ شکریہ ادا کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی محسوس نہیں فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام راتب کہیں چلا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے پھر وہ امام آجائے تو جمہور فرماتے ہیں کہ امام راتب اس امام کی اقتدا کرے اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایسی صورت ہوئی تو امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا۔ یا تو وہ امام کی اقتداء کرے یا آگے بڑھ جائے اور یہ عارضی امام ہٹ جائے۔ یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے۔ استدلال حضرت ابو بکرؓ کی روایت سے ہے کہ حضور اقدس ﷺ بنو عمرو بن عوف میں ۵ھ یا ۶ھ میں صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے اور بلالؓ سے کہہ گئے۔ کہ اگر نماز کا وقت ہو جائے تو ابو بکرؓ سے کہہ دینا کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نماز کے متعلق فرما گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ گئے۔ نماز شروع ہو گئی۔ ابھی ہو رہی تھی کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لے آئے صحابہؓ نے دیکھ کر تالیاں بجانی شروع کر دیں حضرت ابو بکرؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہیں فرمایا کرتے تھے جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ متوجہ ہوئے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ پیچھے ہٹنا چاہا

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا امکث مکانك (اپنی جگہ ٹھہرے رہو) مگر ابو بکر صدیقؓ سے نہ رہا گیا پیچھے ہٹ گئے۔ حضور آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ تو اب اس سے استدلال یوں ہے کہ آپؐ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ٹھہرے رہنے کا امر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو اقتدا جائز ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نہیں ٹھہرے بلکہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر نبی اکرم ﷺ آگے بڑھ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو آگے بڑھ جانے کا اختیار ہے۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ابو بکر صدیقؓ رقیق القلب تھے اور پڑھا نہیں سکتے تھے بلکہ حصر ہو گیا تھا۔ جیسا کہ ابو بکرؓ کے ارشاد ماکان لابن ابی قحافه الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے نماز پڑھائی اب یہاں اشکال ہے کہ حضرت ابو بکرؓ تو پیچھے ہٹ گئے تھے۔ لیکن حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ پیچھے نہیں ہٹے تھے۔ جبکہ حضور اکرم ﷺ کو کسی وجہ سے فجر کے وقت دیر ہو گئی تھی تو لوگوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو آگے بڑھا دیا تھا بعد میں نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عبد الرحمٰنؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا تو حضور ﷺ نے کھڑے رہنے کو فرمایا اس پر حضرت عبد الرحمٰنؓ کھڑے رہے۔ اور حضور ﷺ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ کے واقعہ میں ایک رکعت ہو چکی تھی۔ تو خوف تھا کہ آگے پیچھے ہونے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو نماز ہی چلی جائے گی۔ اس لئے کہ آخری وقت میں نماز شروع ہوئی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو حصر یعنی رکاوٹ ہو گئی تھی اسلئے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور حصر ہو جانا کوئی قادح نہیں جو جتنا اونچا ہوتا ہے وہ اتنا ہی بڑوں کا قدر شناس ہوتا ہے۔ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

جتنی ابو بکرؓ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی عظمت ہو گی۔ وہ ظاہر ہے حضرت عبد الرحمٰنؓ کے دل میں اتنی نہیں ہو گی۔ بلکہ حضرت ابو بکرؓ کے آس پاس تو حضرت عمرؓ بھی نہیں تھے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جانب ادب کی رعایت کی۔ اور حضرت عبد الرحمٰنؓ نے جانب امتثال امر کی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ جانب ادب اولیٰ ہے یا امتثال امر۔ جو ثانی کو افضل کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ امر کے اندر امر کا نص موجود ہے اور ادب کے اندر وہ اپنے زعم کے مطابق ایک کام کر رہا ہے۔ نیز! آمر کے امر کو نہ ماننا یہ اس کے امر کی اہانت ہے۔ اور جو حضرات ادب کے ملحوظ رکھنے کو افضل قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کچھ بھی ہو بس تم یہ دیکھ لو کہ ادب کس نے کیا اور کس نے امتثال امر کیا۔ اور پھر خود ہی فیصلہ کر لو ادب کرنے والے تو ابو بکر صدیقؓ ہیں اور تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کون ہیں۔ اور امتثال امر کرنے والے حضرت عبد الرحمٰنؓ ہیں۔ اب دونوں کے افعال کا موازنہ کر لو۔

انما التصفیق للنساء یہ مسئلہ مستقلاً آگے آ رہا ہے۔ جمہور تفریق فرماتے ہیں کہ عورت تصفیق (تالی جائے) کرے۔ اور مرد تسبیح پڑھے۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دونوں تسبیح پڑھیں۔ مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ انما التصفیق للنساء علامت کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ مگر چونکہ سنن کی روایات میں فلیسبح الرجال ولیصفیق للنساء آیا ہے اس لئے ائمہ ثلاثہ تفریق کے قائل ہیں باب کی اس حدیث سے احنافؒ کے ایک اصول کی تائید ہو رہی ہے کہ اگر امام قرأت سے عاجز ہو جائے تو دوسرے شخص کو امام بنا دیا جائے جیسا کہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ من نابه شیء فی صلوة اس میں تسبیح کا امر ہے اور من نابه عام ہے عورت اور مرد دونوں کیلئے

اسی بناء پر مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ مرد و عورت دونوں کو سبحان اللہ کہنا چاہئیے۔ جمہور کے نزدیک مرد کیلئے تسبیح اور عورت کے لئے تالی بجانا ہے۔ اور استدلال دوسری روایت سے ہے التسبح للرجال والتصفیق للنساء حضرات مالکیہؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا تعلق نماز سے نہیں۔ بلکہ مطلق ایک عادت بیان فرمائی ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اس جملہ کے بعد اتنی عبارت اور ہے فلیسبح الرجال الخ یہ دلیل ہے کہ آپؐ نے یہ مسئلہ نماز ہی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔

بَاب اِذَا اسْتَوَوْا فِی الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ۔

ترجمہ۔ جب قراۃ میں سب برابر ہوں ان میں سے بڑی عمر والا امامت کرائے

حدیث (٦٤٥) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِّنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّكَانَ النَّبِيُّ ﷺ رَحِيْمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوْهُمْ مُرُوْهُمْ فَلْيُصَلُّوْا بِصَلٰوةِ كَذَا فِيْ حِيْنَ كَذَا وَصَلٰوةِ كَذَا فِيْ حِيْنَ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ ہم چند نوجوان جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے قریباً بیس راتیں آپؐ کے ہاں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔ آپؐ بڑے مہربان تھے۔ فرمایا اگر تم اپنے شہروں کو واپس لوٹو انہیں دین کی تعلیم دو۔ ان کو حکم دو کہ فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کرو اور فلاں نماز فلاں وقت میں۔ پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم سے ایک تمہارے لئے اذان کہے اور تم میں سے بڑی عمر والا امامت کرائے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ جب قراۃ میں برابر ہوں تو اکبر سنا امامت کرے مگر روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ تو کہا جائے گا کہ یہ چند نوجوان جو بیس دن تک آپؐ کے پاس رہے ہیں۔ ظاہر ہے جو تعلیم اس عرصہ میں حاصل کی ہوگی اس میں یہ سب برابر ہوں گے اسلئے اب اکبر سنا احق بالا مامۃ ہوگا۔ تو اس سے وہ تعارض بھی رفع ہو جائے گا کہ پہلے تو فرمایا تھا فلیؤم اقرأکم اور یہاں فرما رہے ہیں فلیؤم اکبرکم تو یہ ارشاد بعد استواء ھم فی القراۃ کے ہے۔

بَاب اِذَا زَارَ الْاِمَامُ قَوْمًا فَاَمَّهُمْ

ترجمہ۔ جب کسی قوم کے ملنے کیلئے جائے اور اس کی امامت کرے

حدیث (٦٤٦) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ الخ

قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت عتبان بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے

اسْتَاذَنَ النَّبِیُّ ﷺ فَاذِنْتُ لَهٗ فَقَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ مِنْ بَیْتِکَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ اُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا. الحدیث..

اجازت دے دی۔ تو آتے ہی آپؐ نے فرمایا کہ آپ اپنے گھر کے کون سے حصہ میں نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ میں نے اس مکان کی طرف اشارہ کر دیا جس کو میں پسند کرتا تھا۔ تو حضور انور ﷺ کھڑے ہوئے ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی نماز کے آخر میں آپؐ نے سلام پھیرا ہم نے بھی سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب سے مصنفؒ ایک شبہ کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ ترمذی شریف میں ہے لایؤم الرجل فی سلطانه ولایجلس فی تکرمته الاباذنه اس میں مختلف اقوال ہیں کہ باذنه کا تعلق دونوں سے ہے یا ایک سے ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ باذنه کا تعلق دونوں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت عتبان بن مالکؓ کے واقعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ امام زائر باذن الامام امامت کرا سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سنن کی روایت میں ہے من زار قوما فلایؤمهم ولیؤمهم رجل منهم اور دوسری روایت میں ہے لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانه الخ ان روایات کا تقاضا ہے کہ اگر امام کہیں جائے تو وہ نماز پڑھائے کیونکہ حکم عام ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نہی عام لوگوں کے واسطے ہے۔ اور امام کو چونکہ ولایت عامہ حاصل ہے اس لئے وہ پڑھا سکتا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تو حضرت عتبانؓ نے خود ہی بلایا تھا۔ پھر اجازت وغیرہ کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ حضرت عتبانؓ نے حضور اقدس ﷺ سے نماز پڑھنے کی درخواست کی تھی۔ امامت کرنے کو نہیں کہا تھا۔ کسی کے پیچھے پڑھ لیتے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے پڑھائی۔ مگر اشکال وہی ہے۔ یہ حضرت امام بخاریؒ کے استدلال کے موافق جواب ہو جائے گا۔ مگر جب انہوں نے بلایا تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ حضور ﷺ وہاں جا کر کسی کی اقتدا کریں گے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات سے امیر المؤمنین امام اعظم کا استثنا کرنا مقصود ہے کہ اس کو اجازت ہے کہ وہ ہر شخص کی جگہ پر نماز پڑھائے کیونکہ ان کو ولایت عظمیٰ حاصل ہے۔ اس بنا پر امام کی قید احترازی ہوگی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام کی قید اتفاقی ہے۔ اور امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ان روایات میں جو نہی وارد ہے وہ وجوبی نہیں۔ بلکہ اگر کوئی پڑھا دے تو بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔

بَاب اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ وَصَلَّ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ وَّقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْاِمَامِ یَعُوْدُ فَیَمْکُثُ بِقَدْرِ

ترجمہ۔ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے حضور اکرم ﷺ نے اپنی اس مرض میں بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی جس مرض میں آپؐ کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی

مَارَفَعَ ثُمَّ یَتْبَعُ الْاِمَامُ وَقَالَ الْحَسَنُ فِیْمَنْ یَرْکَعُ مَعَ الْاِمَامِ رَکْعَتَیْنِ وَلَایَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ یَسْجُدُ لِلرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ یَقْضِی الرَّکْعَةَ الْاُوْلٰى بِسُجُوْدِهَا وَفِیْمَنْ نَسِیَ سَجْدَةً حَتّٰى قَامَ یَسْجُدُ ۔۔۔

امام سے پہلے اٹھ گیا۔ تو اتنی اٹھنے کی مقدار رُک جائے پھر امام کی پیروی کرے۔ حضرت حسن بصریؒ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں لیکن وہ سجدہ پر قادر نہیں ہو سکا تو دوسری رکعت کیلئے دو سجود کرے پھر پہلی رکعت کو اسکے سجدے کے ساتھ قضا کرے اور اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سجدہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرے۔

حدیث (٦٤٧) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ (الخ)

دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ اَلَا تُحَدِّثِیْنِیْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِیُّ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِیْ مَاءً فِی الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِیَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَاهُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِیْ مَاءً فِی الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِیَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَاهُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِیْ مَاءً فِی الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِیَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَاهُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ عُکُوْفٌ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُوْنَ النَّبِیَّ ﷺ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ

ترجمہ۔ حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی کہ کیا آپ جناب نبی اکرم ﷺ کی بیماری کے متعلق بیان نہیں فرمائیں گی انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضور اقدس ﷺ جب بیمار ہوئے تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا نہیں یارسول اللہ ﷺ وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا ٹب میں میرے لئے پانی رکھو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نے ایسا کیا آپؐ نے غسل فرمایا۔ آپؐ اٹھنے لگے تو آپؐ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے عرض کیا نہیں وہ تو آپؐ کا یارسول اللہ انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا ٹب میں میرے لئے پانی رکھو فرماتی ہیں ہم نے ایسا کیا۔ آپؐ نے غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بیہوشی طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا تو پھر پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے کہا نہیں یارسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا ٹب میں میرے لئے پانی رکھو آپ اٹھ کر بیٹھے غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے

الْاٰخِرَةِ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ ﷺ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ بِاَنْ یُّصَلِّیَ
بِالنَّاسِ فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ
یَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَّ کَانَ رَجُلًا
رَّقِیْقًا یَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ
بِذٰلِكَ فَصَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ تِلْكَ الْاَیَّامَ ثُمَّ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ
وَجَدَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا
الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّھْرِ وَاَبُوْ بَکْرٍ یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ
فَلَمَّا رَاٰہُ اَبُوْ بَکْرٍ ذَھَبَ لِیَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰی اِلَیْهِ النَّبِیُّ
ﷺ بِاَنْ لَّا یَتَاَخَّرَ فَقَالَ اَجْلِسَانِیْ اِلٰی جَنْبِهٖ فَاَجْلَسَاہُ
اِلٰی جَنْبِ اَبُوْ بَکْرٍ قَالَ فَجَعَلَ اَبُوْ بَکْرٍ یُّصَلِّیْ وَھُوَ
یَاْتَمُّ بِصَلٰوةِ النَّبِیِّ ﷺ وَالنَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِیْ بَکْرٍ
وَّالنَّبِیُّ ﷺ قَاعِدٌ قَالَ عُبَیْدُاللّٰہِ فَدَخَلْتُ عَلٰی
عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَیْكَ
مَا حَدَّثَتْنِیْ عَائِشَةُ عَنْ مَّرَضِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ ھَاتِ
فَعَرَضْتُ عَلَیْهِ حَدِیْثَھَا فَمَا اَنْکَرَ مِنْهُ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّهٗ
قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِیْ کَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ
قُلْتُ لَا قَالَ ھُوَ عَلِیٌّ . الحدیث .....

ہم نے کہا یا رسول اللہ وہ آپؐ کے انتظار میں ہیں۔ اور لوگ مسجد
میں بیٹھے جناب نبی اکرم ﷺ کا عشاء کی نماز کے لئے انتظار
کر رہے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف قاصد بھیجا
کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں پس قاصد حضرت بلالؓ نے پہنچ
کر حضور اکرم ﷺ کا پیغام دیا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔
حضرت ابو بکرؓ نرم دل آدمی تھے۔ حضرت عمرؓ سے کہنے لگے کہ
تم نماز پڑھاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپؐ اس کے زیادہ حقدار ہیں
تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان دنوں کی نماز پڑھائی۔ پھر حضور
ﷺ کو اپنے اندر کچھ تخفیف محسوس ہوئی تو دو آدمیوں کے
سہارے باہر تشریف لائے۔ ان دو میں سے ایک حضرت عباسؓ
تھے۔ یہ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ لوگوں
کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا
تو پیچھے ہٹنے لگے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے
نہ ہٹیں حضور انور ﷺ نے فرمایا تم دونوں مجھے ان کے پہلو میں
بٹھلا دو۔ چنانچہ آپؐ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھلا دیا گیا
حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے لگے تو وہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء
کرتے تھے۔ اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اقتدا کرتے تھے۔
اور جناب نبی اکرم ﷺ بیٹھنے والے تھے۔ عبید اللہ فرماتے ہیں
میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا۔ تو میں نے کہا
کیا آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض کے بارے میں مجھے بیان کی ہے تو انہوں نے فرمایا لاؤ بیان
کرو۔ میں نے ان کی ساری حدیث پیش کر دی۔ انہوں نے اور تو کسی چیز کا انکار نہ کیا سوائے اس کے پوچھا کیا انہوں نے اس آدمی کا نام بھی لیا
جو حضرت عباسؓ کے ساتھ تھے میں نے کہا نہیں فرمایا وہ حضرت علیؓ تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اقتدا کیلئے ضروری ہے کہ فعل امام پہلے ہو اور فعل مقتدی بعد میں ہو۔ اور جو فعل امام کرے وہی مقتدی کرے۔

اور ایک صورت یہ ہے کہ مقتدیوں کا فعل مقدم ہو اور امام کا فعل مؤخر ہو۔اور تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں کا فعل مشترک ہو۔اور چوتھی صورت یہ ہے کہ امام کا فعل کچھ ہو اور مقتدیوں کا کچھ اور ہو۔ان میں سے کون سی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ تقدم تو ناجائز ہے۔البتہ اشتراک فی الفعل اور تاخر جائز ہے۔اور مماثلۃ فی الفعل جہاں وارد ہوئی ہے اس کو لیا جائے گا۔الافلا(ورنہ نہیں)مصنفؒ کا مقصد یہی ہے۔بعض شوافع تقدم کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ اگر مقتدی امام کے آگے کھڑا ہو جائے تو بھی اقتدأ جائز ہے.قال الحسن فیمن یرکع مع الامام امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مع الامام رکعتوں کی ادا کرنے کی نیت کی مگر ازدحام کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکا اور ثانی رکعت کے لئے دو سجدے کر لئے تو رکعت اولیٰ کے سجدہ کو پھر قضا کرے گا۔اور یہ سجدہ بعد فراغ الامام ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ تاخیر اقتدأ کے مخالف نہیں جیسے اشتراک فعل اقتدأ میں پایا جاتا ہے۔ایسے تاخر فی الفعل بھی جائز ہے۔دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص رکعت اولیٰ کا سجدہ بھول گیا تو وہ یاد آنے پر کھڑا ہو کے سجدہ ادا کر سکتا ہے۔تاخر سے فوت ہونا لازم نہیں آتا اگر آخر رکعت میں یاد کرے تو تین سجدوں سے نماز مکمل ہو جائے گی۔اگر قبل از سلام یہ سجدہ یاد آیا تو پھر بھی ایک سجدہ کرے اگر بعد انقضأ صلوۃ (نماز ختم ہونے کے بعد) سجدہ یاد آیا تو پھر نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔تو باوجودیکہ اما کی مخالفت پائی جاتی ہے مگر متابعت امام ضروری ہے۔چنانچہ آخر میں مصنفؒ نے جو روایت پیش کی ہے اور اس میں حمیدی کا قول نقل کر کے کہا کہ اگرچہ مقتدی کا فعل امام کے مخالف ہے مگر اس کی متابعت ضروری ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔روایت مذکورہ فی الباب بطریق متعددہ کثرت سے منقول ہے۔اسی بنا پر جمہور نے اسے معمول بھا قرار دیا ہے۔حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے سارے اجزاء معمول بھا ہیں۔مگر اذا صلی جلوسا فصلوا جلوسا یہ مستثنیٰ ہے اس لئے کہ یہ جحش ساق (پنڈلی کے زخمی ہونے) والا واقعہ ہے جو ۵ھ میں پیش آیا۔اور حضور انور ﷺ نے مرض الوفات ۱۱ھ میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔اور صحابہ کرامؓ نے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔مسئلہ مختلف فیہ ہے۔جمہور کے نزدیک اگر امام کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر پڑھے تو مقتدین کھڑے ہو کر پڑھیں گے۔مگر امام احمدؒ کے نزدیک بشروط بیٹھ کر پڑھیں گے۔امام احمدؒ نے اسی روایت سے استدلال کیا جس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ یہ منسوخ ہے۔ثم یقضی الرکعة الاولی بسجودھا چونکہ سجدہ کے ترک ہو جانے کی وجہ سے وہ رکعت نہیں ہوئی تھی۔قولہ لصلوۃ العشاء الاخرہ یہ پنجشنبہ کی شام کا واقعہ ہے۔صلی رسول اللہ ﷺ یہ جحش ساق والا واقعہ ہے امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے حنابلہ پر رد اور ائمہ ثلاثہ اور جمہور کی تائید کرنا ہے۔قال الحسن فیمن نسی سجدة الخ حضرت حسن بصریؒ نے من نسی سجدة کے متعلق جو مسئلہ ذکر کیا ہے وہ متفق علیہ ہے۔اس میں امامت کا ذکر نہیں۔اس لئے تبعاً یہاں لایا گیا ہے یعنی اس کا ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق نہیں۔ھکذا قال علامہ انور شاہؒ اور میرے نزدیک اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ کوئی شخص امام کی اقتدا کر رہا تھا اور قیام کی حالت میں سو گیا جب وہ جاگا تو امام سجدہ کر کے دوسری رکعت میں پہنچ چکا تھا تو اس مقتدی پر لازم ہے کہ وہ سجدہ کر کے امام کے ساتھ مل جائے۔اس لئے سجدہ رکن صلوۃ ہے۔لہذا اس کے ترک سے نماز ہی نہیں ہو گی۔

اس صورت میں امامت کے مسئلہ سے کچھ مناسبت ہو جائے گی۔

حدیث (۶۴۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ

عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّھَا قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْ بَیْتِہٖ وَھُوَ شَاکٍ فَصَلّٰی جَالِسًا وَّصَلّٰی وَرَآءَہٗ قَوْمٌ قِیَامًا فَاَشَارَ اِلَیْھِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی حالت میں اپنے گھر میں نماز پڑھی تو بیٹھ کر پڑھی اور قوم نے آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی آپؐ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ جب فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور جب سمع اللہ الخ کہے تو تم **ربنا لک الحمد** کہو اور جب بیٹھ کے نماز پڑھے تو تم سب کے سب بیٹھ کر پڑھو۔

حدیث (۶۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ رَکِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْہُ فَجُحِشَ شِقُّہُ الْاَیْمَنُ فَصَلّٰی صَلٰوۃً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَھُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّیْنَا وَرَآءَہٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا صَلّٰی قَائِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا وَّاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ الْحُمَیْدِیُّ قَوْلُہٗ وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا ھُوَ فِیْ مَرَضِہِ الْقَدِیْمِ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ النَّبِیُّ ﷺ جَالِسًا وَّالنَّاسُ خَلْفَہٗ قِیَامٌ لَمْ یَاْمُرْھُمْ بِالْقُعُوْدِ وَاِنَّمَا یُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِیِّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر پڑے اور آپ کا داہنا پہلو چھلا گیا جس سے آپ کو خراشیں آئیں تو آپؐ نے نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھ کر پڑھی۔ تو ہم نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب رکوع سے اٹھے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے تم **ربنا لک الحمد** اور جب وہ بیٹھ کے نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر پڑھو۔ **قال ابو عبداللہ** امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حمیدی نے کہا کہ آپ کا قول **اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا** یہ مرض قدیم میں تھا جبکہ آپؐ گھوڑے سے گر پڑے تھے اس کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپؐ کے پیچھے

کھڑے ہوئے تھے۔ جن کو آپؐ نے بیٹھنے کا حکم نہ دیا تو جناب نبی اکرم ﷺ کے افعال میں سے آخری فعل کو لیا جائے گا۔

باب مَتٰی یَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ وَقَالَ اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا۔

ترجمہ۔ امام کے پیچھے کھڑا ہونے والا شخص سجدہ کب کرے حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

حدیث (۶۵۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ حَدَّثَنِی الْبَرَاءُ وَهُوَ غَیْرُ کَذُوْبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ یَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰی یَقَعَ النَّبِیُّ ﷺ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزید نے فرمایا کہ مجھے حضرت براءؓ نے جو جھوٹے نہیں ہیں۔ حدیث بیان کی کہ جب نبی اکرم ﷺ سمع الله لمن حمده کہتے تھے تو ہم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں جھکاتا تھا۔ جب تک جناب نبی اکرم ﷺ سجدہ میں نہ چلے جاتے پھر ہم آپؐ کے بعد سجدہ ریز ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ ترجمہ شارحہ ہے۔ روایت میں ہے اذا رکع فارکعوا واذاسجد فاسجدو اور حرف فاتعقیب کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اور تعقیب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک شئ دوسری شئ کے بعد ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقتدی امام کے رکوع سے فراغ کے بعد رکوع کریں اور سجود سے فراغ کے بعد سجود کریں لہذا حضرت امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع فرمایا کہ نہیں بلکہ امام کے ساتھ کرے گا اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ پہلے امام رکن شروع کرے پھر اس کے بعد مقتدی کرے اس سے تقدیم نہ کرے۔

حدثنی البرأ وھو غیر کذوب الخ میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ اس میں اختلاف ہے کہ استاذ کا پڑھنا افضل ہے یا شاگرد کا پڑھنا افضل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ استاذ کا پڑھنا افضل ہے وہ کہتے ہیں کہ جب استاذ پڑھے گا تو ساری باتیں ٹھیک ٹھیک پڑھے گا۔ اب سنو! اس میں اختلاف ہے کہ یہ مقولہ کس کا ہے۔ اور ھو کا مصداق کون ہے۔ محققین علماً حافظ ابن حجرؒ وغیرھم کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت براءؓ کے شاگرد کا مقولہ ہے۔ اور ھو کی ضمیر حضرت براء کی طرف راجع ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ حضرت براء کے تلمیذ کا مقولہ ہے اور ھو کی ضمیر حضرت براأ کے تلمیذ کی طرف راجع ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت براءؓ صحابہ میں موثق ہیں۔ ان کی توثیق کی ضرورت نہیں۔ فان الصحابة کلهم عدول اگر ان کی توثیق ہوگی تو اس قانون کا خلاف ہوگا فریق اوّل حافظ ابن حجرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ قواعد نحویہ کے موافق یہی ہے کہ ھو کی ضمیر حضرت براء کی طرف راجع ہو۔ باقی رہا یہ کہ حضرات صحابہ خود موثق وعدول ہیں ان کی توثیق کی ضرورت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطور توثیق کے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا۔ حدثنی رسول اللہ ﷺ وھو الصادق المصدوق تو جیسے ابن مسعودؓ کا قول توثیق کیلئے نہیں

اس طرح یہاں بھی توثیق مراد نہیں بلکہ تاکید اور کلام میں قوت پیدا کرنے کے لئے فرمایا اور یہی میری رائے ہے اب سوال یہ ہے کہ کذوب یہ صیغہ مبالغہ ہے توجب مبالغہ کی نفی کردی تواصل ماخذ باقی رہا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کذوب تو نہیں ہیں مگر کبھی کبھی صدور کذب ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جیسے نفی مبالغہ کے لئے ہوتا ہے اس طرح مبالغہ فی النفی کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے وماانابظلام للعبیداللہ تعالیٰ کاارشاد ہے تواس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلام تو نہیں ہاں نعوذباللہ ظالم ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ظلم اللہ تعالیٰ سے صادر ہو ہی نہیں سکتا۔ متی یسجد الخ حضرت گنگوہیؒ کاارشاد ہے کہ لفظ متی سے اس لئے ایہام پیدا کیا ہے کہ سجدہ میں لوگوں کے ایہام مختلف ہوا کرتے ہیں۔ امام کے بھی احوال مختلف ہوتے ہیں اور مقتدی کے بھی کبھی امام ضعیف الحرکۃ ہوتا ہے اور کبھی سریع الحرکۃ مقتدی بھی دونوں قسم کے ہوتے ہیں لہٰذا امام سریع الحرکۃ کے حکم کو توترجمۃ الباب میں قال انسؓ سے ذکر فرمادیا اور بطیء الحرکۃ امام کے حکم کو حدیث سے ثابت کیا ہے۔

بَاب اِثْمِ مَنْ رَّفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ

ترجمہ۔ جس نے رکوع اور سجدہ میں امام سے پہلے سر اٹھایا اس کو کتنا گناہ ہوگا۔

حدیث (۶۵۱) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَمَا يَخْشٰی اَحَدُكُمْ اَوْلَا يَخْشٰی اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک جبکہ وہ امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر نہ بنادے۔ یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت نہ بنادے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ نے لفظ اثم سے تنبیہ فرمادی کہ وعید باعتبار اثم کے ہے اور ممکن ہے کہ اختلاف کی طرف اشارہ فرمادیا ہو۔ حنابلہؒ کا ایک قول اور ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی امام سے پہلے رکوع اور سجدہ سے سر اٹھائے گا تو اس کی نماز باطل ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ فعل مکروہ ضرور ہے مگر تاہم نماز ہو جائے گی۔ او یجعل اللہ صورتہ صورۃ حمار یہ اوشک کیلئے ہے۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہو گیا کہ شک وشبہ کوئی نہیں ہوا۔ اوریحول اللہ رأسہ رأس حمار اور یجعل اللہ صورتہ حمار میں کوئی تعارض نہیں بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اسلئے کہ جب صورت بدل جائے گی تو سر بھی بدل جائے گا۔ اور جب سر بدل جائے گا تو صورت بھی بدل جائے گی۔ اب یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا مجاز پر دونوں قول ہیں جو لوگ مجاز پر محمول کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بلادت اور حمق سے کنایہ ہے کیونکہ حمار حمق کے ساتھ مشہور ہے۔ اور جو حقیقت مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حقیقت کے ماننے میں کوئی استحالہ نہیں

اللہ تعالیٰ قادر ہے اب ان پر اشکال ہوگا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر مسخ واقع ہو۔ حالانکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ مسخ سے محفوظ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایات میں مسخ کی نفی کی گئی ہے اس سے مسخ عمومی مراد ہے۔ عموم کی نفی سے فرد خاص کی نفی لازم نہیں آتی۔

باب اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰی وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْاَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِيْ لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يَؤُمُّهُمْ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ ۔۔۔۔۔

ترجمہ۔ نوکر اور آزاد شدہ غلام کی امامت کیسی ہے حضرت عائشہؓ کی امامت ان کے غلام ذکوان کیا کرتے تھے۔ اور قرآن مجید سے دیکھ کر قرأت کرتے تھے اس طرح ولد الزنا کی۔ دیہاتی اور اس لڑکے کی امامت جو ابھی بالغ نہیں ہوا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان کی امامت اقرأهم لكتاب الله کر سکتا ہے اور غلام کو بغیر ضرورت کے جماعت سے نہیں روکا جائے گا۔

حدیث (۶۵۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے مہاجرون اوّلون کی ایک خاص جماعت قبا کے ایک مقام پر تشریف لائے تو حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ ان کی امامت کراتے تھے کیونکہ وہ ان سب میں زیادہ قرآن جاننے والے تھے۔

حدیث (۶۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ ۔۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ بات سنو اور کہنا مانو اگر چہ ایسا حبشی تم پر امیر بنایا جائے جس کا سر انگور کے کالے دانے کی طرح ہو۔ تشبیہ حقارت میں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ عبد وہ ہے جو ابھی تک آزاد نہ ہوا ہو۔ مولیٰ وہ ہے جو آزاد شدہ ہو ان کی امامت کے بارے میں ہمارے فقہاء فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ کیونکہ عموماً خدمت مولیٰ کی وجہ سے ان میں جہالت ہوتی ہے۔ اگر کوئی عبد اور مولیٰ عالم ہو تو کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اور مصحف سے پڑھنا اس کو احنافؒ مکروہ فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر فعل کثیر نہ ہو تو جائز ہے ولد البغی ولد الزنا

وغیرہ کے بارے میں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی نفرت کی وجہ سے ان کی امامت مکروہ ہے۔امام مالکؒ زیادہ تشدد کرتے ہیں کہ اگر ولد البغی عالم اور متقی ہو تب اس کی امامت جائز ہے۔ورنہ نہیں اور نہ بالغ بچے کی امامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے۔امام مالکؒ فرائض میں تو اجازت نہیں دیتے۔البتہ نوافل میں اجازت دیتے ہیں۔مشائخ بخارا احناف میں سے اسی طرف ہیں مگر جمہور احناف فرائض اور نوافل دونوں میں اجازت نہیں دیتے کیونکہ نفل صبی لازم نہیں ہے اور نفل بالغ بعد الشروع لازم ہے۔یؤ مهم اقراء هم لكتاب الله اگرچہ یہ عام ہے ولد بغی اور غلام کو۔مگر جمہور اس کو عموم پر نہیں رکھتے۔ولد بغی اور غلام نابالغ کی امامت کو مکروہ کہتے ہیں البتہ اگر عبد تعلیم یافتہ ہو تو اجازت ہے استعمل حبشی۔یہاں اگرچہ عبد کا لفظ نہیں ہے۔مگر دوسری روایات میں استعمل عبد حبشی ہے زبیبة کش مش کو کہتے ہیں۔تشبیہ کم عقل ہونے میں ہے اور بعض نے کہا کہ کالے ہونے میں تشبیہ ہے۔یہاں استعمل عبد حبشی فرمایا گیا ہے۔امامت صلوۃ اس سے معلوم نہیں ہوتی۔البتہ ولایتہ بلد معلوم ہوتی ہے۔تو کہا جائے گا کہ جو شخص والی بلد ہوتا ہے امامت صغری کا بھی اسے اختیار ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ سلف میں امامت عبد کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔حضرت امام مالکؒ سے بدون مجبوری کراہت منقول ہے۔اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب باندھا۔اور وہ آثار و روایات ذکر کیں جن سے جواز معلوم ہوتا ہے۔مسئلہ امامت العبد یہ تو مقصود ہے۔اب ایک دوسرا مسئلہ بھی بیچ میں آگیا وہ یہ ہے کہ كانت عائشةؓ يؤمها عبدها ذكوان من المصحف الخ اسی جملہ میں من المصحف کا کیا مطلب ہے۔بعض علماء نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے رکھ کر اور اس میں سے دیکھ کر پڑھتے تھے۔جیسے نصاری انجیل سامنے رکھ لیتے ہیں۔اور اس میں دیکھ کر پڑھتے ہیں اگر اس کا مطلب یہ ہو تو مسئلہ اختلافی ہو جائے گا۔حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔صاحبین امام شافعی اور امام احمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔اور مالکیہؒ کے یہاں تراویح میں گنجائش ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ نوافل میں گنجائش ہے۔اس وقت یہ اثر احنافؒ کے خلاف ہو جائے گا۔احناف فرماتے ہیں کہ من المصحف کا وہ مطلب نہیں جو آپ بیان کرتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا بعض حصہ نماز میں پڑھا کرتے تھے۔پوری سورۃ نہیں پڑھتے تھے۔اور مطلب یہ ہے کہ نمازوں میں پوری سورت کا پڑھنا طوال اوساط اور قصار میں سے علی التفصیل اولیٰ ہے۔مگر یہ ذکوان قاری تھے۔اس کی رعایت نہیں کرتے تھے بلکہ کہیں سے پڑھ دیتے تھے۔جیسا کہ فی زماننا قرا کرتے ہیں کہ سورۃ کاملہ نہیں پڑھتے بلکہ کہیں سے بیچ میں سے کہیں ابتدا اور انتہا میں سے پڑھ دیتے ہیں من تبعیضیہ ہے۔یہ توجیہ علامہ شمس الائمہ سرخسیؒ کی ہے۔جو مبسوط میں ہے اور یہی راجح ہے۔اگر مان لیا جائے کہ وہ قرآن دیکھ کر پڑھتے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کھلا ہوا ہوتا تھا اور آیت آیت دیکھ کر پڑھتے چلے جاتے تھے۔بلکہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے رکھا ہوا ہوتا تھا اور پڑھتے چلے جاتے اور جب کہیں شبہ ہوتا تو نماز سے فارغ ہو کر قرآن میں دیکھ لیا کرتے تھے۔جیسا کہ آجکل تراویح میں ہوتا ہے کہ جب کوئی سامع نہ ہو تو دیکھ کر اس طرح سناتے ہیں اور جب کہیں اٹک جاتے ہیں تو فراغت کے بعد کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔ایک جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایسا کیا ہے۔مگر حضرت عمرؓ نے

اس کو منع فرمایا ہے اور ان کی نہی احرا بالقبول ہے (لائق قبول نہیں) ان کے اعلم ہونے کی وجہ سے اور قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ولد البغی والاعرابی کیونکہ عام طور پر ولد الزنا اور اعرابی میں جہل غالب ہوتا ہے۔ نیز لوگ نفرت کرتے ہیں اس لئے ان کی امامت مکروہ ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک مطلق مکروہ ہے۔ الغلام الذی لم یحتلم امام شافعیؒ کے نزدیک غیر محتلم لڑکے کی اقتداً مطلقاً جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک فرائض میں تو نہیں نوافل میں جائز ہے۔ یؤمھم اقرأھم لکتاب اللہ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے احق بالامامۃ اقرأ کو قرار دیا ہے۔ اور مسجد میں عبد۔ ولد البغی (ولد الزنا) اور اعرابی سبھی آتے ہیں اسلئے یہ حکم سب کی طرف متوجہ ہوگا جو اقرأ ہوگا وہ احق ہوگا۔ اور اس میں کوئی قید ہے کہ عبد یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس کا امامت کرنا بھی جائز ہوگا۔ لایمنع العبد من الجماعۃ بغیر علۃ یہ دلیل کا تتمہ ہے۔ وان استولی حبشی چونکہ جو امیر ہوتا ہے وہی نماز بھی پڑھاتا ہے تو جب عبد حبشی امیر ہو سکتا ہے تو نماز بھی پڑھائے گا۔ لہٰذا امامت العبد ثابت ہو گئی۔ کان رائسہ زبیبۃ یہ بد صورتی سے کنایہ ہے۔

بابٌ اِذَا لَمْ یُتِمَّ الْاِمَامُ وَاَتَمَّ مَنْ خَلْفَہٗ۔

ترجمہ۔ جب امام نماز پوری نہ کر سکے تو جو شخص اس کے پیچھے ہے وہ پوری کرے۔

حدیث (۶۵۴) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَھْلٍ (الخ) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یُصَلُّوْنَ لَکُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَکُمْ وَاِنْ اَخْطَأُوْا فَلَکُمْ وَعَلَیْھِمْ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر ٹھیک ٹھیک پڑھائیں۔ شرائط اور سنن کا لحاظ رکھیں تو تمہیں ثواب ملے گا۔ اگر وہ ٹھیک ٹھیک شرائط اور سنن کا لحاظ نہ کریں تو تمہارے لئے ثواب اور ان کے اوپر عذاب ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام نے نماز تمام نہیں کی یعنی کوئی ایسی حرکت کی جو مخل بالصلوۃ ہے تو ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام اور مقتدی کی نماز ایک نہیں ہوتی اس لئے امام کی نماز تو فاسد ہو جائے گی مقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جبکہ ان کے شرائط اور سنن پورے ہوں۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام اور مقتدی کی نماز ایک ہوتی ہے اس لئے فساد صلوٰۃ مقتدی لازم آئے گا۔ اگر مقتدی کو اس کا علم نہیں ہوا تو قضا اس پر لازم نہیں۔ احناف میں سے بھی ایک جماعت کا قول ائمہ ثلاثہ کے قول کے مطابق ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل حدیث باب ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ اس روایت کے بعض طرق میں ہے کیف تصنع یا ابا ذرؓ اذا تکون علیکم الامرا من بعدی۔ الحدیث...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام نے جب نماز میں کوتاہی کی اور مقتدی کو علم نہیں ہو سکا تو شوافعؒ کے نزدیک مطلقاً نماز جائز ہے

امام اعظمؒ کے نزدیک مطلقاً نماز صحیح نہیں ہو گی۔ مالکیہؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک اگر امام نے بھول چوک کر بلاوضو نماز پڑھائی تو صحیح ہو جائے گی احنافؒ کا استدلال الامام ضامن والی حدیث ہے۔ اور جو صحت کے قائل ہیں وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عواقب کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں ہے یمیتون الصلوة عن اوقاتها۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ شرائط اور ارکان پر محمول نہیں۔ بلکہ خشوع وخضوع میں تقصیر پر محمول ہے۔ خلاصہ یہ کہ حنفیہؒ کے نزدیک امام کی نماز کے فساد سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اگر مقتدیوں کو امام کی نماز کے فاسد ہونے کا علم نماز میں ہو گیا تو ان کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ امام بخاریؒ کا رجحان ائمہ ثلاثہؒ کی طرف ہے۔ اور استدلال حدیث باب سے ہے وان خطأفلکم وعلیهم۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان امراء کی نماز کے فساد سے مقتدیوں پر اثر نہیں پڑتا۔ احنافؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر تو کسی کے نزدیک نہیں ہے۔ کیونکہ اگر امام نے رکوع چھوڑ دیا اور سیدھا سجدہ میں چلا گیا۔ اور مقتدیوں نے اپنے رکوع کو پورا کر لیا تو پھر بھی کسی کے نزدیک کسی کی بھی نماز نہ ہو گی۔ تو یہاں امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو گئی ہے۔ لہٰذا ہم کہیں گے یہ حدیث سنن پر محمول ہے فرائض پر نہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تاخیر اوقات پر محمول ہے کہ یعنی حضور انور ﷺ فرماتے ہیں کہ اخیر زمانے میں امراً کا حال یہ ہو گا کہ وہ تاخیر سے نماز پڑھیں گے۔ لہٰذا تم اپنی نماز پڑھ لیا کرو۔

بَاب اِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَالْمُبْتَدِعِ

ترجمہ۔ فتنہ انگیز اور بدعتی کی امامت کیسی ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عُفَّانَؓ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَاتَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَايَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُ وْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَ تَهُمْ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَانَرٰى اَنْ يُصَلّٰى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَابُدَّ مِنْهَا ....

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لو بدعت کا وبال اس کے ذمہ ہے۔ اور حضرت عبیداللہؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ وہ نظر بند تھے۔ فرمایا آپ امام عامہ ہیں اور آپ پر وہ مصیبت اتری جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے جس میں ہمیں حرج معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا عمل ہے جب وہ اچھا عمل کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھائی میں شامل ہو جاؤ اور جب وہ برا کریں تو ان کی برائی سے بچتے رہو۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہم مخنث (ہیجڑے) کے پیچھے نماز پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے۔ ہاں کوئی ضرورت شدیدہ جس سے کوئی چارہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

حدیث (۶۵۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانٍ (الخ)
اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاَبِیْ ذَرٍّ اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبْشِیٍّ کَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِیْبَةٌ ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ امیر کا حکم سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ اگرچہ وہ عبد حبشی ہو جس کا سر کش مش کی طرح کالا ہو یا کش مش کی طرح چھوٹا ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ مفتون میں باغی بھی داخل ہے۔ اور مبتدع کی کئی قسمیں ہیں۔ اس باب سے مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ مفتون اور مبتدع کے پیچھے نماز جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ محصور تھے تو باغی امام کے پیچھے نماز پڑھی گئی۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مفتون کے پیچھے اس وقت نماز جائز ہے جبکہ فتنہ کا خوف ہو۔ اگر فتنہ کا خوف نہیں تو پھر غیر مفتون کے پیچھے نماز ادا کی جائے گی۔ اور مبتدع کے بارے میں مصنفؒ کے نزدیک تفصیل ہے۔ اگر بدعت بکرہ (مجبوری) نہیں تو اگر بغیر فتنہ کے دوسری جگہ نماز پڑھنا ممکن ہو تو کراہت کا ارتکاب نہ کرے۔ مخنث بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو خلقة لین اور تکسیر مثل النساء (زہ کی عادت یعنی عورتوں جیسے ناز وادائیں) رکھتے ہیں۔ اور ایک ایسے بناوٹی مخنث ہوتے ہیں۔ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ باب امامة العبد میں آسکتا تھا۔ مگر چونکہ مالکیہؒ بہت شدت کرتے ہیں حتیٰ کہ امام مالکؒ ساری نمازیں اپنے گھر پڑھا کرتے تھے۔ صرف جمعہ کی نماز مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ اور آخر میں آکر اس کو بھی مسجد میں ادا کرنا چھوڑ دیا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کہ بعض لوگ اپنا عذر بھی نہیں بتلا سکتے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے مستقل باب باندھ دیا۔ اور جمہور کی تائید فرمائی۔ جمہور فرماتے ہیں کہ ابوداؤد میں ہے صلوا خلف کل بر وفاجر آیا ہے۔ یصلی النا امام فتنة بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ امام فتنہ سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ بلکہ اس سے مراد کنانہ بن بشر ہے جو باغیوں کا سرغنہ تھا اس کا مسجد پر تسلط تھا وہی نماز پڑھاتا تھا۔ لانری ان یصلی خلف المخنث الامن ضرورة مخنث دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ اسم فاعل اور اسم مفعول کے وزن پر اسم فاعل ہونے کی صورت میں اس کا ترجمہ ہیجڑے کے ساتھ کریں گے۔ اور اسم مفعول کی صورت میں اس کا ترجمہ لوطی ہوگا جو لواطت کرتا ہو۔ تو فرماتے ہیں کہ ایسے قبیح کام کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنی بضرورت جائز ہے۔ اور اگر خنثیٰ مشکل ہو تو اس کی امامت جائز نہیں ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ مفتون غلط ہے۔ فاتن صحیح ہے۔ اس لئے کہ مفتون کے معنی ہیں فتنے میں پڑا ہوا۔ مفتون کے بعد مبتدع کو خاص طور پر ذکر فرمایا ہے اسلئے کہ اس میں ائمہ کے درمیان خصوصی اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ فتان اور مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ قال لنا محمد بن یوسف قاعدہ یہ ہے کہ جب اس طرح کے الفاظ آئیں تو یہ مذاکرہ کہلاتا ہے یعنی یہ حدیث امام بخاریؒ نے شاگرد بن کر نہیں لی۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ یہ قاعدہ اکثریہ ہے۔ مخنث یعنی جو عورتوں جیسی حرکات کرتا ہو کبھی یہ فطرۃً ہوتا ہے اس صورت میں کوئی ملامت نہیں۔ اور جو جان بوجھ کر اس طرح کرے تو وہ قابل عذاب گناہ اور ملامت ہے۔

باب يَقُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ الْاِمَامِ بِحَذَآئِهٖ سَوَآءً اِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

ترجمہ۔ امام اور مقتدی دو ہی آدمی ہوں تو مقتدی امام کے داھنی جانب کھڑا ہو بلکل اس کے برابر مقابل۔

حدیث (٦٥٦) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَؓ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآءَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ قَالَ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے گھر رات بسر کی جناب رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ چکے تو گھر تشریف لائے۔ اور چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے۔ بعد ازاں کھڑے ہو گئے۔ تو میں بھی ان کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے اپنی داھنی طرف کھڑا کیا پھر پانچ رکعات پڑھیں۔ اس کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھی پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے خراٹے کی آواز سنی پھر آپؐ صبح کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمہور کے نزدیک اگر صرف دو آدمی نماز پڑھنے والے ہوں تو مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور اس سے آگے نہ بڑھے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تھوڑا سا پیچھے کھڑا ہو۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض لفظ سواء سے شافعیہؒ پر رد کرنا ہے

باب اِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْاِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْاِمَامُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمَا۔

ترجمہ۔ جب ایک آدمی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو پس امام اسے پھیر کر دائیں جانب کھڑا دے تو دونوں کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

حدیث (٦٥٧) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ اَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ ..الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت میمونہؓ کے پاس سو گیا اور جناب نبی اکرم اس رات ان کے پاس تھے آپؐ نے وضو کیا اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ تو میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے پکڑا اور اپنی دائیں جانب کر دیا۔ تیرہ رکعات نماز پڑھی پھر سو گئے یہانتک کہ پھونک مارنے لگے اور آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب سوتے تھے تو پھونک مارتے تھے پھر مؤذن آیا آپؐ تشریف لے گئے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں اس کے متعلق صفحہ ۱۰۰ پر باب اذاقام الرجل عن یسار الامام آنے والا ہے وہاں کلام کرونگا لم تفسد صلوتھما اس جملہ سے حنابلہ پر رد کرنا ہے کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی اگر بائیں جانب کھڑا ہوگا تو اس کی نماز نہیں ہوئی لہذا اس کا تحریمہ بھی باطل ہوگیا۔ تو اب اگر امام اس کو دوسری جانب پھیر دے تب بھی اس کی نماز درست نہ ہونی چاہیئے حالانکہ بیان فرمایا گیا ہے کہ صحیح ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔

بَاب اِذَا لَمْ یَنْوِ الْاِمَامُ اَنْ یَؤُمَّ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَاَمَّھُمْ۔

ترجمہ۔ جب امام امامت کی نیت نہیں کرتا پھر قوم کے آجانے پر ان کی امامت کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۵۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَۃَ فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ فَقُمْتُ اُصَلِّیْ مَعَہٗ فَقُمْتُ عَنْ یَّسَارِہٖ فَاَخَذَ بِرَاْسِیْ وَاَقَامَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ.. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس رات بسر کی جناب نبی اکرم ﷺ رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ لیکن بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپؐ نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی داھنی جانب کھڑا کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اما احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کو امامت کی نیت کرنی چاہیئے۔ مگر وہ بھی بعض صورتوں میں یعنی صلوٰۃ نافلہ میں اجازت ہے۔ فرائض میں نہیں۔ اور بعض صورتوں میں وہ ضروری قرار نہیں دیتے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ مردوں کی نماز تو ہو جائے گی خواہ امام نیت کرے یا نہ کرے۔ البتہ وہ عورت جو محاذاۃ میں آگئی ہے اس کی نماز بغیر نیت امام کے نہیں ہوگی۔ اور جو مرد اس کے قریب ہیں ان میں سے مرد متصل کی نماز فاسد ہوگی۔ امام احمدؒ اور امام اعظمؒ بعض صورتوں میں نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نیت کو ضروری نہیں کہتے۔ چنانچہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے امامت کی نیت نہیں کی تھی اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس کی اقتدا کرلی تو جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک فرائض میں صحیح نہیں۔ البتہ نوافل میں صحیح ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک عورت کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری ہے اگر نہیں کرے گا تو عورت کی نماز نہ ہوگی۔ یہ تین مذہب ہوگئے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ نماز نفل تھی۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ من حیث الصلوۃ کوئی فرق نہیں اور عورت کے لئے احنافؒ کہتے ہیں کہ چونکہ محاذۃ المراۃ مفسد ہے اس لئے اس کی نیت شرط ہوگی۔ امام بخاریؒ کے یہاں کوئی شرط نہیں ہے۔ تو گویا جمہور کی تائید کرتے ہیں۔

بابِ اِذا طَوَّلَ الْاِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ وَصَلّٰى۔

ترجمہ۔ جب ایک امام قرأت لمبی کردے اور کسی مقتدی کو ضروری کام ہو تو وہ صف سے نکل کر الگ نماز پڑھ لے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۵۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ (الخ) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهٗ. ح. سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهٗ فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَانَ مُعَاذٌ يَنَالُ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلٰثَ مِرَارٍ اَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَّاَمَرَهٗ بِسُوْرَتَيْنِ مِنْ اَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو وَّلَا اَحْفَظُهُمَا .. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس آکر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے دوسری سند کے ساتھ یوں ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس آکر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے عشا کی نماز پڑھی اور اس میں سورۃ بقرہ کی قرأت کی ایک آدمی جماعت سے پھر گیا تو حضرت معاذؓ اس پر تعن و تشنیع کرنے لگے۔ یہ خبر جناب نبی اکرم ﷺ کو پہنچی آپؐ نے فرمایا وہ فتنہ انگیز ہے۔ فتنہ انگیز ہے یا تین مرتبہ فاتن فرمایا اور اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا عمرو راوی کہتے ہیں کہ وہ دو سورتیں میں یاد نہیں رکھ سکا۔

<u>تشریح از شیخ مدنیؒ</u>۔ اس روایت باب سے معلوم ہوا کہ اگر طوالۃ قراۃ سے حرج واقع ہوتا ہو۔ اور کوئی شخص جماعت چھوڑ کے چلا جائے تو اس کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ایسے شخص پر ملامت نہیں فرمائی بلکہ الٹا امام کو تنبیہ کی۔

<u>تشریح از شیخ زکریاؒ</u>۔ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اب وہ اقتداٗ نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر اقتداٗ چھوڑ دی تو جہاں سے چھوڑی ہے وہاں سے بنا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی نماز فاسد ہو گئی دوبارہ نماز پڑھے۔ یہ جمہور فرماتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جہاں سے امام کی اقتداٗ چھوڑی ہے وہیں سے بنا کر سکتا ہے۔ فخرج چونکہ شوافع کے نزدیک بنا صحیح ہے اس لئے شراح شوافعؒ خوج کا مطلب خروج عن الاقتداٗ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور شراح غیر شوافع کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وہ اس کا مطلب خروج عن الصلوۃ قرار دیتے ہیں کہ امام نے اتنا طویل کر دیا کہ کوئی بے چارہ قادر ہی نہیں ہے اور اس نے امام کی نماز چھوڑ کر پھر شروع کی فانصرف یہ بظاہر جمہور کی تائید ہے کہ فخروج کے معنی خروج عن الصلوۃ کے ہیں۔ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی توجیہ فرماتے ہیں

فانصرف عن الاقتداء . قال عمر ولا احفظهما یعنی مجھے یاد نہیں رہا کہ ان سورتوں کا نام کیا لیا تھا۔

بَاب تَخْفِیْفِ الْاِمَامِ فِی الْقِیَامِ وَاِتْمَامِ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ۔

ترجمہ۔ امام کا قیام میں کمی کرنا۔ لیکن رکوع اور سجود کو پورا ادا کرنا۔

حدیث (۶۶۰) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ وَاللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَ تَأَخَّرُ عَنْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَارَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِیْ مَوْعِظَۃٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْہُ یَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَاَیُّکُمْ مَاصَلّٰی بِالنَّاسِ فَلْیَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِیْھِمُ الضَّعِیْفَ وَالْکَبِیْرَ وَذَاالْحَاجَۃِ . الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ آدمی نے عرض کی اللہ کی قسم یارسول اللہ ﷺ میں صبح کی نماز سے فلاں شخص کی طوالت کرنے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہوں پس میں نے وعظ کرنے میں کبھی آپؐ کو اتنا غضب ناک نہیں دیکھا جس قدر اس دن دیکھا۔ پھر فرمایا تم میں سے بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں۔ پس جو شخص بھی تم میں سے جب بھی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے۔ کیونکہ اس میں کمزور اور بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ روایات میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز میں تخفیف فرماتے تھے۔ اسلئے امام بخاریؒ نے ان احادیث کی شرح فرمادی کہ اس سے تخفیف فی الارکان مراد نہیں ہے بلکہ تخفیف فی القیام و القراۃ مراد ہے۔ اور تخفیف کا حکم قراۃ میں ہے رکوع اور سجود میں نہیں ہے. لاتاخر الخ یہاں بعض شراح نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا نام لیا ہے مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ فجر کی نماز حضرت معاذؓ نے نہیں پڑھائی۔ بلکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے پڑھائی تھی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے۔ اور حضرت معاذؓ عشاء کی نماز پڑھاتے تھے اور یہ ہو نہیں ہوسکتا کہ حضور اکرم ﷺ ایک بات سے منع فرمائیں اور پھر یہ حضرات دوبارہ کریں یہ محال ہے لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ترمذی کی بعض روایات میں ہے لمایطول بنا معاذفی المغرب لہذا دو نمازیں تو ہو گئیں۔ اور عود من الصحابی الی مانھی عنہ (صحابی کو جس سے روکا گیا ہے اسی طرف لوٹتا ہوا) پایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محدثانہ قاعدہ پر بخاری کی روایت راجح ہے اور مغرب کی نماز کے متعلق کسی کو وہم ہوگیا۔ یا یہ کہ وہاں مغرب بول کر عشاء مراد لیا گیا ہے قد یطلق المغرب علی العشاء۔ یا جواب یہ ہے کہ اوّلاً مغرب کا واقعہ پیش آیا۔ مگر چونکہ حضور اکرم ﷺ عشاء میں بہت تاخیر فرماتے تھے تو حضرت معاذؓ نے اس سے سمجھ لیا کہ اطالت (لمبا کرنا) مقصود ہے۔ اس لئے اطالت فرمائی۔ مگر جواب اوّل صحیح ہے۔

بَاب اِذَاصَلّٰی لِنَفْسِہٖ فَلْیُطَوِّلْ مَاشَاءَ۔

ترجمہ۔ جب اپنے لئے یعنی منفرداً نماز پڑھے تو جس قدر اطالت چاہے کر سکتا ہے۔

حدیث (۶۶۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْکَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَاشَآءَ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ کیونکہ ان میں کمزور۔ بیمار اور بڑی عمر والے ہوتے ہیں۔ اور جب خود اکیلا پڑھے تو جس قدر چاہے طوالت کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اذاصلی لنفسہ اس سے تنبیہ ہے کہ تخفیف کا حکم امام کیلئے ہے ورنہ مفرد کو اختیار ہے کہ جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ ماشاء کے دو مطلب ہیں۔ اوّل یہ کہ قرأت کو جتنا بھی چاہے طویل کرے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو چاہے طویل کرے۔ خواہ قرأت کو یا رکوع یا سجود کو۔ تو مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے گا۔ آگے مستقل ایک باب آرہا ہے۔ پہلی صورت میں ماشاء ای بقدر ماشاء چاہے پورا وقت پڑھتا رہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ ما مفعول ہو اور مطلب یہ ہے کہ اجزاء میں سے جس کو چاہے طویل کر دے۔

بَابُ مَنْ شَکَا اِمَامَهٗ اِذَا طَوَّلَ وَقَالَ اَبُوْ اُسَیْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا یَا بُنَیَّ

ترجمہ۔ جب امام لمبی قرأت کرے تو کوئی شخص امام کی شکایت کر دے اس کا کیا حکم ہے۔ اور حضرت ابو اسید نے فرمایا اے بیٹے! تو نے تو قیام اور قرأت ہمارے لئے لمبی کر دی۔

حدیث (۶۶۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِی الْفَجْرِ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فُلَانٌ فِیْهَا فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا رَاَیْتُهٗ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَةٍ کَانَ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ یَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَمَنْ اَمَّ مِنْکُمُ النَّاسَ فَلْیَتَجَوَّزْ فَاِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِیْفَ وَالْکَبِیْرَ وَذَا الْحَاجَةِ (الحدیث)....

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ میں فجر کی نماز سے اسلئے رہ جاتا ہوں کہ فلاں شخص نماز میں طوالت کرتا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ بہت سخت ناراض ہوئے کہ ایسی ناراضگی وعظ کہنے میں میں نے اس سے زیادہ کبھی نہیں دیکھی پھر فرمایا اے لوگو! بعض لوگ تم میں سے نفرت دلانے والے ہیں پس جو شخص تم میں سے لوگوں کی امامت کرے تو اسے اختصار کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور بھی ہوتے ہیں بوڑھے آدمی اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

حدیث (۶۶۳) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَیْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّیْلُ فَوَافَقَ مُعَاذًا یُّصَلِّیْ فَبَرَکَ نَاضِحَیْهِ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی آبپاشی والی دو اونٹنیاں لے کر آیا جبکہ رات کافی سیاہ ہو چکی تھی۔ اتفاقاً حضرت معاذؓ نماز پڑھا رہے تھے اس نے

وَاَقْبَلَ اِلٰی مُعَاذٍ فَقَرَأَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ اَوِالنِّسَآءِ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَبَلَغَهٗ اَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَشَکَا اِلَیْهِ مُعَاذًا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَامُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اَوْقَالَ اَفَاتِنٌ اَنْتَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَوْلَا صَلَّیْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی فَاِنَّهٗ یُصَلِّیْ وَرَاءَکَ الْکَبِیْرُ وَالضَّعِیْفُ وَذُوالْحَاجَةِ اَحْسَبُ هٰذَافِی الْحَدِیْثِ (الخ)....

اپنی اونٹیاں بٹھائیں اور حضرت معاذؓ کی طرف آئے انہوں نے سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھ دی وہ آدمی چلا گیا۔ اسے خبر پہنچی کہ حضرت معاذؓ اس پر طعن و تشنیع کر رہے ہیں وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت معاذؓ کی شکایت کر دی تو آپؐ نے فرمایا اے معاذ کیا آپ فتنہ انگیز ہیں یعنی متنفر کرنے والے ہیں یا فاتن امت تین مرتبہ فرمایا تو نے سبح اسم ربك والشمس وضحها اور واللیل اذا یغشی کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھائی۔ کیونکہ آپ کے پیچھے بڑی عمر کے اور کمزور اور ضرورت مند نماز پڑھتے ہیں۔ مجھے گمان ہے کہ آخری جملہ بھی حدیث میں سے ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا واستعینوا بالصبر والصلوة فانها لکبیرة الاعلی الخاشعین تو اگر کوئی طوالت صلوة کی شکایت کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز اس پر ثقیل ہے۔ تو مصنفؒ بتلاتے ہیں کہ شکایت نہ کرنی چاہئے اگر کوئی شکایت طوالت کی کرتا ہے۔ تو وہ منافقین میں سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ آیت میں نفس صلوة کے ثقل کو فرمایا گیا ہے۔ اور یہاں طوالت صلوة کی شکایت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر کوئی شخص امام کی شکایت کر دے تو یہ اس کی اہانت نہیں ہے۔ اور یہ شکایت گناہ بھی نہیں ہے۔ چونکہ امام محترم ہوتا ہے۔ تو وہم ہو سکتا تھا کہ اس کی شکایت کرنا بے ادبی ہو اس لئے امام بخاریؒ نے رفع ایہام فرمادیا۔ مما یطیل بنا فلان یہاں بین السطور فلاں کی شرح میں قسطلانی سے نقل کر کے لکھا ہے۔ معاذ او ابی بن کعب مگر یہ غلط ہے۔ اصل یہ ہے کہ جہاں اطالت صلوة کا ذکر ہے اور وہ مجمل ہو تو وہاں دونوں کا احتمال ہے۔ لیکن جہاں تفصیل ہو تو عشاء اور بعض روایات صحاح میں مغرب کا ذکر ہے تو حضرت معاذ مراد ہیں۔ اور جہاں صلوة الغداة ہے وہاں ابی بن کعب مراد ہیں۔ فشکا الیه معاذ چونکہ حضرت معاذؓ غایت اعتقاد و محبت میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے تھے۔ اور پڑھا بھی کرتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ عامةً ثلث لیل تک تو دیر فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی نصف رات بھی ہو جایا کرتی تھی اس کے بعد جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے اسی کے ساتھ ساتھ یہ کہ سورۂ بقرہ پڑھا کرتے تھے۔ تو اس رجل سے نہ رہا گیا تو اس نے نماز توڑ کر اپنی نماز الگ پڑھ لی اور پھر نبی اکرم ﷺ سے اس کی شکایت بھی کر دی۔ احسب هذا الخ امام شعبہ کا مقولہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ یہ تفصیل سورت حدیث مرفوع میں ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ یہ موقوف ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے تو سورۂ کذا و سورۂ کذا ثابت ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد آخر کا جملہ ہے۔

فانه یصلی وراءك الكبير الخ میری رائے یہ ہے کہ اس جملہ کو بیان کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ اس جملہ سے قبل جو سورتوں کی تعیین آئی ہے اس کی طرف اشارہ ہے چونکہ روایات میں اختلاف ہے۔ بعض میں سورت کی تعیین ہے اور بعض میں ابہام ہے۔ اور سورة كذا وسورة كذا واقع ہوا ہے۔ تو اس لئے راوی نے تنبیہ کر دی کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ تعیین حدیث ہی میں ہے۔

بَابُ الْإِيجَازِ فِي الصَّلٰوةِ وَإِكْمَالِهَا

ترجمہ۔ نماز میں اختصار کرنا اور اسے مکمل بھی کرنا

حدیث (٦٦٤) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الخ) عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوجِزُ الصَّلٰوةَ وَيُكْمِلُهَا . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز کو مختصر کرتے۔ اور اسے مکمل بھی کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اختصار اکمال کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ سے یوخر الصلوة ویکملون منقول ہے۔

بَابُ مَنْ أَخَفَّ الصَّلٰوةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ

ترجمہ۔ بچے کے رونے کے وقت جو نماز میں تخفیف کر دے۔

حدیث (٦٦٥) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى (الخ) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلٰوةِ أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلٰوتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمِّهِ الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس میں طوالت کروں تو میں چھوٹے بچے کی رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز میں اختصار کر دیتا ہوں مجھے ناپسند ہوتا ہے کہ میں اس کی ماں پر گرانی پیدا کر دوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں پر شبہ ہوتا ہے کہ اگر امام نے لوگوں کی وجہ سے نماز میں طوالت یا خفت کی تو یہ شرك فی العبادت ہو گیا۔ اس لئے تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر آنے والے کی آہٹ سن کر امام نے رکوع طویل کر دیا تو یہ اس کے لئے مکروہ ہے۔ تو امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر رعایت الناس کا لحاظ کرتے ہوئے نماز میں خفت کی جائے تو اس سے نماز میں شرک لازم نہیں آتا۔ کیونکہ آپؐ سے مراعات ثابت ہیں۔ اور فقہا جو آنے کی والے کی آہٹ پر امام کو طویل رکوع کی اجازت نہیں دیتے اس کے بارے میں صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ اگر آنے والے کو پہچانتا ہے یعنی کسی خاص آدمی کی وجہ سے طوالت فی الرکوع کر دی تو یہ مکروہ ہے۔ اگر امام آنے والے کو پہچانتا نہیں تو پھر اجازت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح بخاری فرماتے ہیں کہ کہ اب تک امام بخاریؒ نے تخفیف صلوۃ کو نقل فرمایا ہے وہ رعایت للمقتدین تھا۔ اب یہ باب منعقد کر کے تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر غیر مقتدین کی رعایت سے نماز کو مختصر کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ بچوں کی رعایت فرما کر نماز مختصر کر دیا کرتے تھے۔ مگر میرے نزدیک اس باب کی یہ غرض نہیں جو شراح فرماتے ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان بچوں کی ماؤں کی رعایت سے اختصار فرمایا کرتے تھے جیسا کہ روایات میں مخافة ان تفتن امه یہ مقتدی کی رعایت ہوئی نہ کہ غیر مقتدی کی۔ تاہم اس سے علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ غیر مقتدی کی رعایت سے نماز کو مختصر کیا جا سکتا ہے۔ تو اگر کوئی نماز میں شریک ہونا چاہے اور امام کو معلوم ہو جائے تو اطالت (لمبا کرنا) بھی جائز ہوگی کیونکہ اس میں مقتدی کی رعایت ہوئی اور میری رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ ان کی شان کے موافق بھی ہے۔ تو یہ ترجمہ کی دوسری غرض ہوئی یعنی آنے والے کیلئے نماز میں تطویل کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ مختلف فیھا رہا ہے بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض علماء شرک کا خوف بتاتے ہیں۔ خود احنافؒ کے یہاں جواز و عدم جواز میں دونوں قول ہیں۔ اور مخافة فی الشرك بھی منقول ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر امام کو اطلاع ہو گئی کہ فلاں آ رہا ہے اور اس نے اس کی رعایت کرتے ہوئے نماز طویل کر دی تو یہ ناجائز ہے اگر یہ خبر نہیں کہ کون آ رہا ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ اعانت علی ادراك الصلوة ہے۔ جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں کہ اس میں آنے والے کی رعایت تو کی جائے اور یہ بیچارے جو ابتداً سے موجود ہیں ان کی رعایت کیوں نہ کی جائے۔ بلکہ طوالت نہ کر کے ان کی رعایت ہو جائے گی۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ چونکہ احادیث میں حضور اقدس ﷺ کی نماز کے متعلق قریباً من السواء وارد ہوا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز میں اعتدال ہو۔ اوّل اور آخر مساوی ہوں۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اعتدال تو اصل ہے۔ لیکن اگر نماز شروع ہونے کے بعد کوئی عارض پیش آ جائے مثلاً بارش ہونے لگے تو تخفیف کر دے یا بچہ کے رونے کی آواز آ جائے تو تخفیف کر دے۔ اسی طرح آجکل اگر اسٹیشن پر نماز ہوتی ہو اور سیٹی بج جائے تو تخفیف کی جائے گی۔

حدیث (٦٦٦) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ (الخ) سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ مَاصَلَّيْتُ وَرَآءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَاِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهُ الحديث....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو جناب نبی اکرم ﷺ سے زیادہ نماز کو مختصر اور تمام کرنے والا ہو چنانچہ اگر آپؐ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو تخفیف کر دیتے۔ اس خوف سے کہ کہیں اس کی ماں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے کہ نماز سے غفلت برتنے لگے۔

حدیث (٦٦٧) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ (الخ)

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب

اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ حَدَّثَهٗ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنِّیْ لَاَدْخُلُ فِی الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِیْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ .....

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو لمبا کروں پھر بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ بچے کے رونے سے اس کی ماں سخت غم میں ہوگی۔

حدیث (۶۶۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنِّیْ لَاَدْخُلُ فِی الصَّلٰوةِ فَاُرِیْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نماز میں داخل ہوں پس میرا اراد ہوتا ہے کہ اسے طول دوں پس بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اختصار کر دیتا ہوں اس وجہ سے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں سخت غمگین ہوگی۔

باب اِذَا صَلّٰى ثُمَّ اَمَّ قَوْمًا

ترجمہ۔ جب نماز پڑھ چکے تو پھر قوم کی امامت کرائے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۶۹) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ یَاْتِیْ قَوْمَهٗ فَیُصَلِّیْ بِهِمْ . الحدیث ..

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر پھر اپنی قوم کے پاس آکر ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت سے اقتدأ المفترض خلف المتنفل پر استدلال کیا جاتا ہے۔ مگر یہ استدلال تام نہیں ہے اس لئے کہ جائز ہے کہ حضرت معاذؓ قوم کو فرض پڑھاتے ہوں اور آپؐ کے پیچھے نفل پڑھتے ہوں۔ یا اس وقت کا واقعہ ہو جبکہ فرائض کو مکرر پڑھا جاتا تھا۔ یا ممکن ہے کہ آپؐ کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔ اور بھی وجوہ ہیں جن کی وجہ سے استدلال تام نہیں ہوتا۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اقتدأ مفترض خلف المتنفل جائز ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور اس کا مبنی حدیث الامام ضامن ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ضعیف قوی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ مالکیہؒ اور حنابلہؒ کے یہاں دونوں قول ہیں۔ بخاری شریف کی روایت سے تو کچھ ثابت نہیں ہوتا اس لئے اس کے اندر تو صرف اتنا ہے کہ حضرت معاذؓ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ پڑھتے اور پھر اپنی قوم کو پڑھاتے تھے۔ اب یہ بھی احتمال ہے کہ بہ نیت نفل پڑھتے رہے ہوں گے۔ جب احتمال ہو گیا تو اس قصہ سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بہ نیت نفل پڑھتے رہے ہوں گے ایسا نہیں کہ ان کی نماز کو خراب کریں۔ ہاں جھگڑا وہاں ہے جہاں یہ ہے کہ هذه فريضة وتلك نافلة مگروہ بھی

احناف کے موافق ہے۔ اس لئے کہ **هذه** کا اشارہ قریب کے لئے ہوتا ہے۔ اور **تلك** بعید کے لئے مستعمل ہے۔ امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جبکہ ایک فرض نماز دو مرتبہ پڑھی جاسکتی تھی۔

باب مَنْ اَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ

ترجمہ۔ جو شخص لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے اسکا کیا حکم ہے

حدیث (٦٧٠) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَتَاهُ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قُلْتُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَّجُلٌ اَسِيْفٌ اِنْ يَّقُمْ مَقَامَكَ يَبْكِ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَائَةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَقُلْتُ مِثْلَهٗ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَصَلّٰى وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الْاَرْضَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ صَلِّ فَتَاَخَّرَ اَبُوْبَكْرٍ وَّقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى جَنْبِهٖ وَاَبُوْبَكْرٍ يُّسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيْرَ (الخ)......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے وہ بیماری جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ نے آکر آپؐ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے عرض کی کہ حضرت ابوبکرؓ نرم دل آدمی ہیں جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کر دیں گے اور قرأۃ پر قادر نہ ہوں گے آپؐ نے فرمایا پھر بھی ابوبکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے اسی طرح عرض کیا۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تم تو یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ جاؤ ابوبکر صدیقؓ کو حکم سناؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھانا شروع کی تو نبی اکرم ﷺ دو آدمیوں کے سہارے باہر تشریف لائے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ کے دونوں پاؤں زمین پر خط بناتے تھے جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے حضور اکرم ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ آئے اور جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو آپ کی تکبیر سناتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت میں مرض الوصال کا قصہ ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کی یہ حاضری شنبہ کے دن ظہر کی نماز میں ہوئی تھی۔ اور ترمذی وغیرہ میں جو سترہ نمازیں آئی ہیں میرے نزدیک یہ ان سے مستثنیٰ ہے اور سترہ کا لفظ اغلبی ہے امام کے اعتبار سے اور امام بخاریؒ کا رجحان جمہور کے قول کی طرف ہے کہ اگر امام بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی کھڑے ہو کر پڑھیں۔ اور امام بخاریؒ حمیدی کا قول پہلے نقل کر چکے ہیں۔ حنابلہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ **اذا صلی الامام الراتب جالسا فالمقتدون ایضا** وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس نماز میں مقتدی تھے۔ ورنہ سترہ کا عدد پورا نہیں ہوتا۔ حنابلہ **انما جعل الامام لیوتم** کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جب امام راتب

معذور ہو جائے اور بیٹھ کر پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھیں گے۔ اور اس قصہ کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ ہی امام تھے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ آپ کے یہاں یعنی حنابلہ کے یہاں امام کے یسار پر کھڑا ہونا مفسد صلوۃ ہے اور یہاں حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے یسار پر تھے۔ اس کی توجیہ میں وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذر تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس امامت میں تین احتمال ہیں اول یہ کہ حضور انور ﷺ امام تھے اور حضرت ابو بکرؓ مبلغ تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابو بکرؓ حضور اقدس ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور قوم حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا کر رہی تھی۔ لہذا دو امام ہو گئے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ امام حضرت ابو بکرؓ تھے اور حضور اقدس ﷺ عذر کی وجہ سے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تیسرا احتمال تو بہت بعید ہے اس لئے اس کو امام بخاریؒ نے ذکر نہیں فرمایا بقیہ دو احتمال قریبی تھے اس لئے ان پر باب باندھ دیئے۔ پہلا باب جمہور کے مطابق ہے۔ اور دوسرا امام شعبیؒ کے مطابق۔ اس مقام پر تمام شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے خلاف اپنے استاد شعبیؒ کی رائے کے موافق ہیں۔ امام بخاریؒ کا مذہب اگلے باب الرجل یاتم بالامام الخ میں آرہا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب امام بخاریؒ من قال کذاء کہیں تو وہ ان کا مذہب نہیں ہوتا۔ اور دوسرا ترجمہ حزم سے باندھا ہے لہذا دوسرے باب سے ان کا مذہب ظاہر ہے۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ یہ اصول کلی نہیں ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ائْتَمُّوا بِيْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَّنْ بَعْدَكُمْ

ترجمہ۔ اگر ایک آدمی امام کی اقتدا کرے اور لوگ مقتدی کی اقتدا کریں۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ تم میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد آنے والے تمہاری اقتدا کریں۔

حدیث (۶۷۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَّجُلٌ اَسِيْفٌ وَّاِنَّهٗ مَتٰى مَا يَقُوْمُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَّجُلٌ اَسِيْفٌ وَّاِنَّهٗ مَتٰى مَا يَقُوْمُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچادو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ حضرت ابو بکرؓ بہت جلدی رونے والا اور غم والا ہے جب آپؐ کی جگہ پر کھڑا ہوگا تو لوگوں کو نہیں سنا سکے گا پس اگر آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیتے تو بہتر تھا آپؐ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے میں نے بی بی حفصہؓ سے کہا کہ آپؐ کہیں کہ ابو بکرؓ غمزدہ آدمی ہے جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو

فَقَالَ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ يَخُطَّانِ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمَأَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَآءَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ قَآئِمًا وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ قَاعِدًا يَقْتَدِيْ اَبُوْبَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ ... الحدیث

نہیں سنا سکیں گے۔ پس اگر آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیتے تو بہتر تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم تو یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو۔ حضرت ابوبکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جب ابوبکرؓ نماز میں داخل ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اندر تخفیف محسوس فرمائی۔ تو کھڑے ہوئے اور دو آدمیوں کے سہارے چل پڑے۔ اس طرح کہ آپؐ کے دونوں پاؤں زمین پر خط بناتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ مسجد میں داخل ہوئے۔ پس جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی کھسکھساہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹیں۔ بہر حال نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکرؓ کی بائیں جانب آکر بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور جناب رسول اکرم ﷺ بیٹھ کر پڑھتے تھے گویا کہ ابوبکر صدیقؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتدا کرتے تھے۔ اور لوگ ابوبکرؓ کی اقتدا کرنے والے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جیسے پہلے باب سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آتا ایسے اگر اگلی صفوف کو مقتدیٰ بہ قرار دیا جائے اور ان کے فعل کی اقتدا کی جائے تو جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام شعبیؒ نے حدیث باب سے ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ وہ یہ کہ صف اوّل مقتدی ہوتی ہے امام کی اور امام ہوتی ہے صف ثانی کی اسی طرح صف ثانی صف ثالث کی امام ہوتی ہے هلم جرا (اسی طرح آگے چلے جاؤ) اور ان کا استدلال ائتموا بی ولیاتم بکم من بعدکم سے ہے۔ حضرت امام بخاریؒ بھی اس مسئلہ میں امام شعبیؒ کے ساتھ ہیں مگر جمہور کے نزدیک امام ہی سب کا امام ہوتا ہے۔ اب ثمرۂ اختلاف اس صورت میں نکلے گا کہ ایک آدمی نماز میں رکوع کے اندر آکر شریک ہوا۔ امام نے سر اٹھالیا مگر مقتدیوں نے ابھی سر نہیں اٹھایا اور یہ آنے والا ان کے پیچھے کھڑا ہوا تو ان حضرات کے نزدیک اس آنے والے کو رکوع مل گیا۔ کیونکہ وہ صف اوّل کا مقتدی ہے۔ اور ابھی تک وہ رکوع ہی میں ہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے امام کو رکوع میں پالیا اور جمہور کے نزدیک اس کو رکوع نہیں ملا کیونکہ وہ امام کی اقتدا کر رہا ہے نہ کہ ان مقتدیوں کی۔ اور ائتموا بی کا یہ مطلب نہیں کہ تم میری اقتدا کرو۔ اور تمہارے پیچھے جو مقتدی ہیں وہ تمہاری اقتدا کریں گے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ خوب غور سے میرے افعال کو دیکھو اور ان کا اتباع کرو۔ کیونکہ میرے بعد اور امتی تمہاری اقتدا کریں گے۔ اور جیسا تم کرو گے ویسا وہ کریں گے۔ میں تو رہوں گا نہیں کہ مجھ سے پوچھیں یا مجھ کو دیکھیں۔

بابُ هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ اِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ۔

ترجمہ۔ جب امام شک کو گزرے تو کیا امام لوگوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے۔

حدیث (۶۷۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (الخ) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهٗ ذُوالْيَدَيْنِ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَصَدَقَ ذُوالْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْاَطْوَلَ ..... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز پڑھ کر پھر گئے تو حضرت ذوالیدینؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ کیا نماز میں کمی کی گئی ہے یا آپؐ بھول گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے لوگوں نے کہا ہاں! تو حضور رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر دو آخری رکعتیں ادا فرمائیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں چلے گئے وہ سجدہ اس پہلے سجدے جیسا تھا یا اس سے لمبا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حضرت امام اعظمؒ امام کو لقمہ لینے کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت شافعیؒ اجازت نہیں دیتے۔ روایت احناف کے مسلک کی تائید کرتی ہے کہ آپؐ نے لوگوں کے نعم کہنے پر اعتماد کیا۔

حدیث (۶۷۳) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ (الخ) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ فَقِيْلَ قَدْ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں تو کہا گیا کہ آپؐ نے تو دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ پس آپؐ نے دو رکعتیں اور پڑھیں پھر سلام پھیرا اور دو سجدے سہو کے ادا فرمائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر امام کو شک ہو گیا اور پیچھے سے مقتدیوں نے لقمہ دیا تو حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ امام انکے قول پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کو خود یقین نہ ہو جائے اور ابو داؤد کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے لم يسجد حتی ايقنه الله یعنی اس وقت تک سجدہ سہو نہ کرے جب تک اللہ تعالیٰ اسے یقین نہ کرا دیں۔ احنافؒ کے نزدیک اگر امام کو پورے ہونے کا یقین ہو تو لقمہ جائز نہیں۔ اور مقتدیوں میں سے جن کو یقین ہو کہ امام کو شک ہوا وہ پھر سے پڑھیں اور جن کو شک نہیں ہوا ان پر اعادہ نہیں حنابلہؒ کا مذہب یہ ہے کہ یاخذ بقول عدلین کہ دو عادل آدمیوں کے قول پر اعتماد کرے۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک اگر امام شک میں ہو تو عدلین کا قول لے گا۔ اور اگر شک نہ ہو تو نہ لے۔ امام بخاریؒ نے باب کے اندر ھل بڑھا کر اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب اِذَابَکَی الْاِمَامُ فِی الصَّلٰوۃِ

ترجمہ۔ جب امام نماز میں رونے لگے تو اس کا کیا حکم ہے

وَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِیْجَ عُمَرَ وَاَنَافِیْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ یَقْرَأُ اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کی رونے کی آواز سنی جبکہ میں صفوں کے آخر میں تھا فرمار ہے تھے میں اپنی پریشانی اور غم واندوہ کی شکایت اللہ کی طرف کرتا ہوں۔

حدیث (٦٧٤) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ (الخ) عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فِیْ مَرَضِہٖ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَۃُ قُلْتُ لَہٗ اِنَّ اَبَابَکْرٍ اِذَاقَامَ فِیْ مَقَامِكَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُکَاءِ فَمُرْعُمَرَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ فَقُلْتُ لِحَفْصَۃَ قُوْلِیْ لَہٗ اِنَّ اَبَابَکْرٍ اِذَاقَامَ فِیْ مَقَامِكَ لَمْ یُسْمِعُ النَّاسَ مِنَ الْبُکَاءِ فَمُرْعُمَرَ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَۃُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَہْ اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَۃُ لِعَائِشَۃَ مَاکُنْتُ لِاُصِیْبَ مِنْكِ خَیْرًا الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا ابو بکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو نہیں سنا سکیں گے آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپؐ نے پھر بھی فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ آپ حضور اقدسؐ سے کہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم تو یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو۔ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مجھے تو تمہاری طرف سے کبھی بھلائی نہیں پہنچی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اگر بکاء بالصوت لوجہ اللہ ہو تو یہ مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ اگر زخم یا بیماری کی وجہ سے بکاء بالصوت ہے تو مفسد صلوۃ ہوگی۔ اگر بلاصوت ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر نماز میں صوت کے ساتھ رو پڑے تو عند الشافعیہ نماز فاسد ہو گئی۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر دنیا کے لئے صوت کے ساتھ رویا ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں۔ اگر بلا آواز کے روتا ہے تو بالاتفاق نماز صحیح ہے کوئی فساد لازم نہیں آئے گا۔ اگر آواز کے ساتھ روتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا دنیاوی اور جسمانی مصائب کی وجہ سے روتا ہے یا دین کی وجہ سے۔ اگر اوّل صورت ہے تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اللہ کی یاد میں جنت اور دوزخ کے ذکر سے روتا ہے۔ تو اس میں اختلاف ہے امام شافعیؒ کے نزدیک مفسد صلوۃ ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب سے جمہور کی تائید فرما کر شوافعؒ پر رد فرمار ہے۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا۔

ترجمہ۔ تکبیر کہنے کے وقت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا کیسا ہے۔

حديث (٦٧٥) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ (الخ) قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ .. الحديث......

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں مخالفت پیدا کر دے گا۔

حديث (٦٧٦) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الخ) عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَقِيمُوا الصُّفُوفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِي . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صفوں کو ٹھیک ٹھاک کرو اسلئے کہ اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تسویة الصفوف مامور بہ ہے تکبیر کے درمیان میں اور تکبیر کے بعد بھی کرنا چاہئے امام بخاریؒ نے "اس پر تنبیہ اس لئے فرمادی کہ ابھی ایک باب گذرا ہے متی یقوم الناس اذا رأو الامام عندالاقامة وہاں میں ائمہ کا اختلاف بیان کر چکا ہوں۔ کہ کس کے نزدیک کب کھڑا ہونا چاہئے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تکبیر کے بعد فوراً بعد نماز کھڑی ہو جانی چاہئے۔ حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر صفوف میں کچھ کمی رہ گئی تو اس کو تکبیر کے بعد درست کر لے۔ اولیخالفن اللہ فی وجوھکم یہ مسخ سے کنایہ ہے۔ کہ تمہارے انسانی چہرے حیوانات کے چہروں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں باہمی مخالفت ڈال دیں گے۔ کہ ایک دوسرے کی کبھی موافقت نہیں کریں گے۔ ہمیشہ مخالف ہی رہیں گے۔ یہ زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دیں گے۔ او لیخالفن فی قلوبکم تو اب چہروں کی مخالفت کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک کا چہرہ

دوسرے سے بغض اور عدم موافقت کی وجہ سے بھرا ہوا ہوگا۔ بہر حال امام کو ہر وقت اقامت سے پہلے اور اس کے بعد اور اس کے دوران تسویۃ الصفوف کا اہتمام کرنا چاہئیے اس ترجمہ کی اقرب غرض یہ ہے کہ تسویہ صفوف مقتدیوں کا فریضہ ہے۔ کمایظھر من الحدیث اس طرح امام کا بھی ادب یہ ہے کہ وہ تسویۃ الصفوف کا اہتمام کرے اور شراح کے نزدیک عندالاقامۃ و بعدھا سے تعمیم مقصود ہے لیکن حدیث سے بعد ھا ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت گنگوہیؒ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں عموم حدیث سے استدلال کیا گیا ہے اور میرے نزدیک بکل الاحتمال استدلال ہے۔ لیکن میرے نزدیک بعدھا سے مقصود یہ ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیھا ہے۔ کہ امام تکبیر کب کہے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب قد قامت الصلوۃ کہا جائے۔ اور بعض علماء کے نزدیک جب اقامت کہنے والا اقامت سے فارغ ہو تو فوراً تکبیر کہے۔ ان دونوں قولوں کا تقاضا یہ ہے کہ امام کو تکبیر کہنے میں تاخیر نہ کرنی چاہیئے۔ ان اقوال کی بنا پر امام بخاریؒ اب یہ فرمارہے ہیں کہ تعجیل کی بنسبت تسویۃ الصفوف ضروری ہے۔

باب اِقْبَالِ الْاِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ۔

ترجمہ۔ صفوں کو برابر کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف سے متوجہ ہونا کیسا ہے

حدیث (۶۷۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ الخ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّیْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ.. الحدیث.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کہی جاچکی تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ انور کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ اور خوب ملاؤ کیونکہ مین تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق کا تکملہ ہے کہ تسویۃ صفوف امامت تکبیر کے بعد ہو تو امام کو مناسب ہے کہ وہ منہ پھیر کر دیکھ لے کہ صفیں درست ہوئیں یا نہیں تو یہ امام کا ادب ہوا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ غرض بیان جواز ہے۔

باب الصَّفِّ الْاَوَّلِ

ترجمہ۔ پہلی صف کا بیان

حدیث (۶۷۸) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ الشُّهَدَاءُ الْغَرِقُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْهَدِمُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی التَّهْجِيْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ شہید یہ لوگ ہیں۔ پانی میں ڈوب کر مر جانے والا۔ اسہال لگ جانے سے مرنے والا۔ طاعون کی بیماری سے مر جانے والا۔ اور دیوار کے نیچے دب کر مر جانے والا پھر فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو اس ثواب کا

لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْحَبْوًا وَّلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوْا ....

علم ہو جائے جو مسجد میں سخت گرمی کے وقت جانے میں ہے تو اس کی طرف ایک دوسرے کا مقابلہ کریں اور دوڑ لگائیں۔ اگر اس ثواب کا علم ہو جائے جو عشاء اور صبح کی نماز پڑھنے میں ہے تو اگر گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے تو آئیں گے اور اگر پہلی صف کے اندر کھڑے ہونے کے ثواب کا علم ہو جائے تو قرعہ اندازی کرنے لگیں

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے صفِ اوّل کی فضیلت بیان کرنی ہے اگر ایسا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ مگر اس صورت میں بخاری کا ترجمہ نہیں رہے گا۔ بلکہ اور اصحاب کتب حدیث کا ترجمہ ہو جائے گا۔ حافظ ابن حجرؒ نے ایک دوسری جگہ توجیہ فرمائی ہے جو یہاں چل سکتی ہے کہ آخر حدیث کی کتاب ہے اس لئے بعض ابواب ایسے ہی سیدھے سادے آگئے مگر میرے نزدیک جب امام بخاریؒ کا ترجمہ ٹھہرا تو پھر اس میں کوئی باریکی ہونی چاہئیے۔ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں پر شراحؒ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ کہ یہاں ترجمہ سیدھا سادہ ہے۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ صف اوّل کے مصداق میں اختلاف ہو رہا ہے کہ کیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صف اوّل کے مصداق وہ لوگ ہیں جو مسجد کے اندر پہلے آجائیں انہیں میں حافظ ابن عبداللہ بھی ہیں تو حضرت امام بخاریؒ اس باب سے صف اوّل کا مصداق مقرر فرما رہے ہیں اور جمہور کی تائید کرتے ہیں اور ابن عبداللہ پر ردّ کر رہے ہیں۔ ابن عبداللہ پر ردّ فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر خصوصیت کے ساتھ ردّ ہے۔ کیونکہ ابن عبدالبر تو امام بخاریؒ سے متاخر ہیں۔ بلکہ یہ قول انہی سے ظاہر ہوا۔ اس لئے اس کی طرف نسبت فرمادی۔ اور استدلال یوں ہے کہ فرماتے ہیں لو یعلمون مافی الصف المقدم الخ تو اگر صف اوّل کا مصداق وہ لوگ ہوتے جو مسجد میں پہلے آویں تو اس میں قرعہ اندازی کے کیا معنی۔ جو چاہتا اپنے گھر سے مسجد میں سویرے آجاتا۔ ابن عبدالبر نے جو قول نقل کیا ہے کہ صف اوّل کا مصداق وہ لوگ ہیں جو مسجد میں سویرے آجائیں خواہ انہیں صف اوّل میں جگہ ملے یا نہ ملے کیونکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ سویرے آکر بیٹھتے ہیں۔ مگر کسی بڑے کے لحاظ ملاحظہ میں وہ پیچھے ہو کر دوسرے کو آگے جگہ دیتے ہیں تو اس شخص کو جو پیچھے ہٹ گیا صف اوّل کا ثواب ملے گا۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ معنی معتبر نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے جمہور کی تائید فرمائی۔ اور دوسرے قول کو ردّ فرمایا۔ اور اس شخص کے متعلق جمہور فرماتے ہیں کہ اس کو سویرے آنے کا ثواب ملے گا صف اوّل کا ثواب نہیں ملے گا۔ اور جمہور کی دلیل آنحضرت ﷺ کا لاستھموا ہے۔ کیونکہ اگر صف اوّل کا مصداق امام کے پیچھے والی صف نہ ہو بلکہ سویرے آنے والا ہو خواہ وہ کسی صف میں ہو تو پھر قرعہ اندازی اور استھام کی کیا ضرورت ہے۔ اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے ایثار بالقرب جائز ہے یا نہیں۔ یعنی اپنی کسی نیکی کے کام کو دوسروں پر ایثار کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً کوئی شخص صف اوّل میں بیٹھا ہوا ہے کوئی استاذ یا بڑا آدمی آجائے تو خود پیچھے ہٹ جائے اور ان کو جگہ دے دے بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ دوسرے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کو آگے اس وجہ سے جگہ دیتا ہے کہ وہ دنیادار ہے رئیس ہے اور بہت پیسے والا ہے تو جائز نہیں ہے۔ اگر دین دار ہونے کی وجہ سے دیتا ہے

کہ ہمیشہ پابندی سے نماز پڑھتا ہے۔ صف اوّل کا اہتمام کرتا ہے لیکن کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہو گئی تو ایسی صورت میں صف اوّل کے اندر جگہ دینی چاہئے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس ایثار کا ثواب صف اوّل کے ثواب سے کہیں زیادہ بڑھ جائے۔

باب اِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ صف کو سیدھا کرنا یہ بھی نماز کو پورا کرنے میں سے ہے

حدیث (٦٧٩) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ فَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ وَاَقِیْمُوا الصَّفَّ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ ۔ الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ پس اس پر اختلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔ جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر نماز پڑھو اور نماز میں صف کو سیدھا کرو کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کی خوبیوں میں سے ہے۔

حدیث (٦٨٠) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ ۔ الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا صفوں کو برابر کرو کیونکہ صفوں کا برابر کرنا نماز کو قائم کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ نے بڑا اچھا ترجمہ باندھا۔ چونکہ روایات دو طرح کی وارد ہیں۔ ایک میں ہے اقامۃ الصف من حسن الصلوۃ جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اقامۃ الصف کو نفس صلوۃ میں کوئی دخل نہیں صرف اس کے ذریعہ سے حسن پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسری راویت میں ہے تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اقامۃ الصفوف منتفی ہو جائے گی۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اقامۃ الصف من تمام الصلوۃ کا باب باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ نہ تو یہ بالکل ماہیت صلوۃ میں داخل ہے کہ اس کے انتفاء سے انتفاء صلوۃ ہو جائے اور نہ ہی اس کو نماز سے بالکلیہ الگ رکھا جائے بلکہ یہ متممات صلوۃ اور اس کے مکملات میں سے ہے اور روایت میں من تمام الصلوۃ نہیں ہے۔

باب اِثْمِ مَنْ لَّمْ یُتِمَّ الصُّفُوْفَ

ترجمہ۔ جو شخص صفوں کو پورا نہ کرے اس کے گناہ کا بیان۔

حدیث (۶۸۱) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّهٗ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَقِيْلَ لَهٗ مَا اَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمَ عَهِدْتَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا اَنْكَرْتُ شَيْئًا اِلَّا اَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ۔ الحديث.....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جب مدینہ تشریف لائے تو ان سے کہا کہ آپ نے جب سے جناب رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے اس وقت سے ہمارے اندر کیا تبدیلی پائی انہوں نے فرمایا اور تو کوئی تبدیلی نہیں البتہ یہ کہ تم صفوں کو سیدھا نہیں کرتے

باب اِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ۔ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهٗ بِكَعْبِ صَاحِبِهٖ۔

ترجمہ۔ صف کے اندر کندھے کو کندھے سے اور قدم کو قدم کے ساتھ صف میں ملانا۔ حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ ٹخنے کو ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں الزاق حقیقۃ مراد نہیں۔ کیونکہ کندھے سے کندھا نہیں ملتا۔ اور نہ ہی ٹخنے سے ٹخنہ ملتا ہے۔ بلکہ مجازی معنی اتصال صف مراد ہیں۔ غیر مقلد حقیقی معنی لیتے ہیں کہ قدم سے قدم ملا کر پاؤں پھیلا دیتے ہیں۔

حدیث (۶۸۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ۔ الحديث..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب ﷺ نے فرمایا صفوں کو سیدھا کرو کیونکہ میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تمہیں دیکھتا ہوں۔ اور ہم سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندے اور اپنے قدم کو اپنے ساتھی کے قدم سے ملاتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب ثم لم یتم الصفوف میں امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کی روایت ذکر فرمائی ہے اس میں یہ ہے کہ جب وہ مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کہ ہم میں کوئی منکر چیز آپؐ نے دیکھی۔ تو انہوں نے فرمایا انکرت شیئا الا الخ چونکہ منکرات کے بہت سے مراتب ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ ان کا اثم کی وجہ سے تھا۔ اور اس روایت کے متعلق میں ماسبق میں کلام کر چکا ہوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف صفوف کے اندر تغیر پیدا ہوا تھا۔ اور روایت متقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری چیزیں بدل گئی تھیں۔ میں اس تعارض کا جواب پہلے بھی دے چکا ہوں کہ یہ مدینہ کا واقعہ ہے جب وہ شام سے تشریف لائے اور وہ شام کا واقعہ ہے۔ اب ترجمہ کی غرض کیا ہے۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ شارحہ ہے۔ امام بخاریؒ نے بتادیا کہ حضرت انسؓ کا انکار

ترکِ واجب پر تھا۔ اور یہ اس لئے بتادیا کہ انکار کبھی ترک السنۃ پر بھی ہوتا ہے۔ اور اکثر شراح فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اہتمام صفوف سنت ہے یا واجب ہے ! تو امام بخاریؒ نے باب منعقد فرماکر وجوب کو ثابت فرمادیا۔ **باب الزاق المنکب الخ** چونکہ تسویۃ الصفوف کاذکر فرمارہے تھے اسلئے بطور تکملہ کے یہ بیان فرمادیا کہ تسویہ اس طرح ہوگا۔ ہمارے زمانے کے اہل حدیث ٹخنوں سے ٹخنے ملانے پر بہت زور دیتے ہیں حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد محاذات ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے منکب اور قدم دونوں کے الزاق کوذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمادیا۔ اس لئے کہ قدم کے ساتھ قدم کا الزاق حقیقی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو بھی جائے تو الزاق المناکب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ سارے لوگ ایک ہی قد کے نہیں ہوتے۔ کسی کا قد بڑا ہوتا ہے اور کسی کا چھوٹا۔ اور پھر الزاق منکب ذکر فرمایا۔ اس سے پتہ چلا کہ حقیقی مراد نہیں۔ تو مجازی مراد ہوگا۔ اور الزاق مجازی محاذات سے حاصل ہوتا ہے۔ فثبت ماقلت واللہ اعلم غرضیکہ یہاں پر الزاق سے غایۃ محاذاۃ مراد ہے۔ اور دلیل اس پر یہ ہے کہ ایک روایت میں آداب میں سے یہ بتلایا گیا ہے کہ مصلی اپنے دائیں جانب جوتے نہ رکھے کیونکہ اس طرف ملک یمین ہے۔ اور بائیں جانب بھی نہ رکھے کیونکہ اس کے پاس جو دوسرا شخص جماعت میں کھڑا ہے اس کا وہ یمین ہے۔ لہٰذا اس کو چاہئے کہ اپنے قدمین کے درمیان میں جوتوں کو رکھ لے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کے دائیں اور بائیں جانب کچھ نہ کچھ جگہ ضرور ہے جس کے اندر جوتا رکھ سکے۔ ورنہ حضور اکرم ﷺ کیوں منع فرماتے۔

بَاب اِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْاِمَامِ حَوَّلَهُ الْاِمَامُ خَلْفَهُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ ۔

ترجمہ۔ جب مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اُسے اپنی پچھلی طرف سے پھیر کر دائیں طرف کھڑا کر دے تو اس کی نماز تمام ہو جائے گی۔

حدیث (۶۸۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِرَاْسِيْ مِنْ وَّرَآئِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى وَرَقَدَ فَجَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ يُصَلِّيْ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی تو میں آپؐ کے بائیں جانب کھڑا ہوا حضور اقدس ﷺ نے میرے پیچھے سے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر دیا پھر نماز پڑھی اور سو گئے۔ پس مؤذن آیا آپؐ کھڑے ہوئے نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہی وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے باب اذاقام الرجل عن یسار الامام پر پہنچ کر یہ کہا تھا کہ میں اس باب پر کلام آگے کروں گا بظاہر دونوں ترجموں میں تکرار ہو گیا۔ اس لئے کہ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ یہاں خلفہ بڑھادیا اور وہاں نہیں ہے۔ یہاں تمت صلوتہ فرمایا اور وہاں لم تفسد صلوتھما فرمایا۔ شراح فرماتے ہیں کہ رفع تکرار کے لئے اتنا ہی کافی ہے

کہ وہاں دو کی نماز کا ذکر ہے اور یہاں ایک نماز کا۔ وہاں خلفہ نہیں ہے اور یہاں ہے۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اس سے رفع تکرار نہیں ہوتا کیونکہ لم تفسد اور تمت دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ فرق صرف لفظی ہے۔ اور صلوتھا کے اندر صلوۃ خود داخل ہے لہذا میری رائے یہ ہے کہ یہاں دو مسئلے ہیں۔ دونوں پر امام بخاریؒ نے الگ الگ تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر مقتدی اپنے مؤقف کو مثلاً اس کو داہنے جانب کھڑا ہونا چاہیئے اور وہ بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز صحیح ہو جائے گی۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور حنابلہؒ کے نزدیک فاسد ہو جائے گی۔ حضرت امام بخاریؒ نے باب سابق سے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک تقدم مقتدی علی الامام مفسد صلوۃ ہے۔ امام بخاریؒ نے اس مسئلہ کو یہاں بیان فرمایا کہ پیچھے سے کھینچ کر لائے۔ اگر مقتدی کو آگے سے لائے گا تو فاسد ہو جائے گی۔ اور باب سابق سے امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمادی۔ اور حنابلہ پر رد فرمایا اس طرح کہ وہ اپنے غیر مؤقف میں کھڑا ہوا پھر بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوئی۔

بَاب الْمَرْأَةُ وَحْدَهَا تَكُونُ صَفًّا

ترجمہ۔ عورت اکیلی صف ہے

حدیث (٦٨٤) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَاُمِّيْ خَلْفَنَا اُمُّ سُلَيْمٍ .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں اور یتیم اپنے گھر میں جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور میری والدہ ام سلیمؓ ہمارے پیچھے ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض سلف کی رائے ہے کہ جب کوئی لڑکا یا مرد اگر اکیلا ہو اور دوسرا امام ہو تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہوگا۔ اسی طرح اگر صرف عورت ہو تو وہ بھی دائیں طرف کھڑی ہوگی۔ حضرت امام بخاریؒ اس پر ردّ فرمارہے ہیں کہ وہ الگ کھڑی ہوگی۔ کیونکہ وہ خود مستقل صف ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلیمؓ حضرت انسؓ کے ساتھ کھڑی نہیں ہوئیں بلکہ پیچھے کھڑی ہوئیں۔

بَاب مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْاِمَامِ

ترجمہ۔ مسجد اور امام کی دائیں جانب کا بیان

حدیث (٦٨٥) حَدَّثَنَا مُوْسٰى (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً اُصَلِّيْ عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ ﷺ فَاَخَذَ بِيَدِيْ اَوْ بِعَضُدِيْ حَتّٰى اَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَقَالَ بِيَدِهٖ مِنْ وَّرَاۗءِيْ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں جناب نبی اکرم ﷺ کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے ہاتھ یا بازو کو پکڑ کر مجھے اپنی داھنی جانب کھڑا کر دیا۔ اور میرے پیچھے سے ہی اپنے ہاتھ سے مجھے پکڑا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ میمنة الامام تو روایت سے ثابت ہوتا ہے مگر میمنة المسجد کا ثبوت نہیں ملتا۔ دوسرے مسجد میں نماز ہی نہیں پڑھے گی۔ تو کہا جائے گا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مصلی کے استقبال کا اعتبار کیا جائے گا جیسے کہ آپؐ کے میمنہ کے اعتبار کرنے میں استقبال کا اعتبار کیا گیا۔ ایسے مسجد کے میمنہ میں بھی استقبال کا لحاظ کیا جائے گا عوام الناس میں مشہور ہے کہ مسجد کا چہرہ ادھر ہوتا ہے جہاں دروازہ ہوتا ہے۔ مگر مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جیسے میمنہ ومیسرہ استقبال قبلہ کی حیثیت سے ہے تو مسجد کا میمنہ بھی استقبال قبلہ کی حیثیت سے ہوگا۔ دروازہ کی حیثیت سے نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کے سارے جواب ہی ٹیڑھے ہوتے ہیں جن میں سے کچھ گذر بھی چکے مثلاً با ب الحلاب والطیب ۔ با ب قبله اهل المشرق والشام ۔ اس کے علاوہ اور بھی ابو ا ب اس نوع کے آگے آئیں گے جن میں شراح کے اقوال نقل کرتا رہوں گا۔ اور اپنی رائے بھی بیان کرتا رہوں گا۔ اس باب کے متعلق شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض میمنة الامام ومیمنة المسجد کی فضیلت بیان کرنا ہے یہ ہم نے مان لیا تو پھر میمنة الامام ومیمنة المسجد دو کیوں ذکر فرمائے جبکہ میمنة الامام ہی میمنة المسجد ہوتا ہے۔ اور اس کے برعکس صرف ایک کو ذکر فرماتے بعض شراح مثلاً حافظ ابن حجرؒ نے اس سے بڑھ کر ایک اور بات فرمائی۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ ترجمہ میں بعض ان روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہ ہو۔ چونکہ حضرت براءؓ کی روایت ہے کہ ہم داھنی طرف بیٹھتے تھے تاکہ نبی اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوں۔ اسلئے کہ نبی اکرم ﷺ داھنی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے۔ اس جواب کو بھی ہم مان لیتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ تو میمنة الامام ہوگیا۔ پھر میمنة المسجد کیونکر ذکر فرمایا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ شریف کی روایت پر رد فرماتے ہیں اس لئے کہ اس میں ہے من عمر میسرة المسجد فله کفلان من الاجر جس شخص نے مسجد کی بائیں جانب کو آباد کیا اس کے لئے دو حصے ثواب کے ہوں گے یہ توجیہ میرے نزدیک پہلی دو توجیہوں سے بہتر ہے۔ امام بخاریؒ نے میمنة الامام تو ذکر فرمایا کیونکہ روایت میں تھا مگر مسجد کا ذکر نہیں تھا۔ اسلئے مسجد کا لفظ ذکر فرما کر اس روایت پر رد فرمادیا۔ میری رائے یہ ہے کہ بظاہر میمنة الامام اور میمنة المسجد میں تخالف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ میمنة الامام تو ظاہر ہے کہ اس کی داھنی طرف ہوگا۔ اور مسجد کا چہرہ امام کی طرف ہوتا ہے۔ لہذا اس کا میمنہ امام کا میسرہ ہوگا کیونکہ ہمیشہ مواجهه کا میمنہ دوسرے کا میسرہ ہوتا ہے اس لئے امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع فرمادیا۔ کہ جو امام کا میمنہ ہے وہی مسجد کا میمنہ ہے دونوں ایک ہی ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔

باب اِذَا کَانَ بَیْنَ الْاِمَامِ وَبَیْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ اَوْسُتْرَةٌ

ترجمہ۔ جب امام اور قوم کے درمیان دیوار حائل ہو یا سترہ ہو۔

وَقَالَ الْحَسَنُ لَابَأْسَ اَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ وَّقَالَ اَبُوْمِجْلَزٍ يَّاْتَمُّ بِالْاِمَامِ وَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَاطَرِيْقٌ اَوْجِدَارٌ اِذَاسَمِعَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ ....

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ تیرے اور امام کے درمیان نہر حائل ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ابو مجلز فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کی اقتدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ ان دونوں کے درمیان راستہ یا دیوار حائل ہو۔ جبکہ وہ امام کی تکبیر کو سن لیتا ہے۔

حدیث (۶۸۶) حَدَّثَنَامُحَمَّدُبْنُ سَلَامٍ (الخ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ فَرَاَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ اُنَاسٌ يُّصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهٗ اُنَاسٌ يُّصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ صَنَعُوْاذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ اَوْثَلٰثًا حَتّٰى اِذَاكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّااَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رات کو اپنے حجرے میں نماز پڑھتے تھے۔ حجرے کی دیوار چھوٹی تھی۔ جس سے لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی ذات کو دیکھ سکتے تھے۔ تو لوگ کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ والی نماز پڑھتے تھے۔ صبح کو اس کی باتیں کرنے لگتے۔ پھر دوسری رات آپؐ نے قیام فرمایا۔ تو بھی لوگ جناب رسول اللہ کے ساتھ کھڑے ہوئے کہ آپؐ کی نماز پڑھتے تھے۔ یہ کام انہوں نے دو یا تین راتیں کیا یہاں تک حضور انور ﷺ اس کے بعد بیٹھ گئے نماز کیلئے نہیں نکلے صبح کو لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہیں یہ رات کی نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ جبکہ بین المصلی والامام کوئی چیز حائل ہو۔ تو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خواہ کتنا بھی حائل ہو وہ مانع الاقتدا نہیں ہے۔ بلکہ علم بالامام ہونا چاہیے۔ مگر اگر مکان بدل جائے تو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مثلاً نہر یا سڑک حائل ہے۔ تو پھر اقتدا جائز نہ ہوگی مگر شراح نے اس کی تفصیل کی ہے۔ کہ اگر سڑک اور نہر سے ٹرک یا گاڑی نہیں گذر سکتی پھر تو کوئی ممانعت نہیں۔ اگر وہ گذر جاتی ہے تو پھر ممانعت ہوگی۔ مصنفؒ امام مالکؒ کا مذہب اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا استدلال يصلى من الليل فى حجرته سے ہے لیکن احناف فرماتے ہیں کہ یہ حجرہ ٹاٹ کا بنایا ہوا تھا۔ جو چھوٹی سی دیوار کے پیچھے تھا۔ جس سے انتقالات امام کا پتہ چلتا تھا۔ جب مکان نہ بدلا تو اس سے استدلال تام نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہاں امام بخاریؒ نے مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک امور میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حائل ہو یا اختلاف مکان ہو کوئی شئے مانع اقتدا نہیں۔ اور ائمہ اربعہ میں باہم اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک

اگر امام کا حال معلوم ہو تا ہے تو حائل مانع نہیں ہے۔ اور اختلاف مکان مانع ہے۔ اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اختلاف مکان مانع نہیں ہے۔ اور حائل مانع ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک چونکہ ان اشیا میں سے کوئی شئی مانع عن الاقتدا نہیں ہے۔ اس لئے سب پر رد فرماتے ہیں یصلی من اللیل فی حجرته امام بخاریؒ نے اس سے استدلال فرمایا ہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ حجرہ سے مراد بوریہ کا حجرہ ہے جس کو حضور اقدس ﷺ نے اعتکاف کے لئے بنالیا تھا۔ اور اس سے انتقالات امام معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ ان خشیت ان تکتب علیکم صلوة اللیل جیسے نصاریٰ نے رہبانیت اختیار کرلی۔ اور پھر وہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کردی۔ اسی طرح یہاں ڈر ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ رغبت دیکھ کر فرض نہ فرمادیں پھر مشقت میں پڑجائیں گے۔ اگر نباہ نہ ہوسکے تو مورد عتاب الٰہی ہوں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی غایت شفقت ہے کہ خشیة افترا ض علی الامة (امت پر فرض ہوجانے کے خوف سے) کی بنا پر نبی اکرم ﷺ نہیں نکلے۔ امام بخاریؒ نے ابو مجلز کا قول نقل کرکے خاص طور پر شوافعؒ پر رد فرمایا ہے کیونکہ ابو مجلز کا کہنا یہ ہے کہ اگر امام اور قوم کے درمیان دیوار وغیرہ کوئی حائل ہو تو اس کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ قال الحسن لاباس ان نصلی اس سے حنفیہ پر ردّ فرمایا کہ اختلاف مقام سے مثلاً امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر وغیرہ حائل ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

باب صَلٰوة اللَّيْلِ

ترجمہ۔ رات کی نماز کا بیان

حدیث (۶۸۷) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ لَهٗ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهٗ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهٗ بِاللَّيْلِ فَثَابَ اِلَيْهِ نَاسٌ فَصَفُّوْا وَرَآءَهٗ. الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ایک چٹائی تھی جس کو دن میں بچھا لیتے تھے۔ اور رات کو اس کا حجرہ بنا لیتے تھے۔ تو لوگ آپؐ کی طرف کود پڑے کہ انہوں نے آپؐ کے پیچھے صف بنالی۔

حدیث (۶۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ (الخ) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ فِیْ رَمَضَانَ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِیَ فَصَلّٰى بِصَلٰوتِهٖ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِیْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِیْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِیْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک حجرہ رمضان شریف میں بنالیا میرا گمان ہے کہ وہ چٹائی کا تھا آپؐ نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی لوگوں نے بھی آپؐ کے اصحاب میں سے آپؐ جیسی نماز پڑھی جب آپؐ کو علم ہوگیا تو آپؐ بیٹھ گئے پھر ان کی طرف تشریف لائے فرمایا کہ میں نے تمہارا وہ کام پہچان لیا جو تم نے کیا اے لوگو یہ نماز تم گھروں میں پڑھو کیونکہ افضل نماز آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ہے۔ مگر فرض نماز مسجد میں پڑھی جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں اشکال ہے کہ یہ ابواب صلوٰۃ اللیل کے نہیں ہیں۔ ان کے لئے تو مستقل کتاب لائے ہیں۔ پھر اس جگہ اسے کیوں لایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنفؒ نے اہتمام شان کے لئے افراداذ کر کیا۔ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مستقل باب نہیں۔ بلکہ باب سابق کا تتمہ ہے اور کالفصل ہے۔ جو کہ افادہ زائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ رات کے وقت جب اقتدا کی جائے اور دیوار حائل ہو چونکہ اس حالت میں اختفاء زیادہ ہوتا ہے۔ تو مصنفؒ کا مقصد صلوۃ اللیل کو بیان کرنا نہ ہوا۔ بلکہ اس اختفاء کے باوجود اقتدا کی اجازت ثابت کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کا یہاں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہاں پر یہ باب نہیں ہے۔ اور اس کا حذف ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی موقع نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ روایت میں جو صلو ۃ اللیل آیا ہے وہ کسی کاتب سے مکرر ہو گیا۔ کسی نے یہ سمجھ کر کہ باب کا لفظ ساقط ہو گیا یہاں پر باب بڑھا دیا۔ اور سطر کی ابتدا میں واقع ہوا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ التھجد فی الجماعۃ بیان کرنا ہے۔ یہ توجیہ پہلی دو توجیہوں سے بہتر ہے مگر اشکال یہ ہے کہ صلوۃ تہجد کے ابواب تو مستقل آرہے ہیں یہاں اس کا موقعہ نہیں۔ یہاں ایک توجیہ ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے رد کر دیا۔ لیکن میرے نزدیک یہاں وہی توجیہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ جب کسی چیز کے اثبات پر آتے ہیں تو اس کو مختلف طور سے ثابت فرماتے ہیں۔ اس باب سے بھی مسئلہ سابقہ ثابت فرمایا ہے۔ اس طور پر کہ جب تاریکی شب جو ایک حائل ہے وہ مانع عن الا قتداء نہیں تو اسی طرح اور حائل بھی مانع نہ ہوں گے آخر حائل میں مانع کیا ہے۔ دونوں برابر ہیں۔ جیسے امام اس میں مخفی ہوتا ہے ایسے اس میں بھی مخفی ہوتا ہے۔

بَاب اِیْجَابُ التَّکْبِیْرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ۔

ترجمہ۔ تکبیر کو واجب قرار دینا۔ اور نماز کس طرح شروع کی جائے۔

حدیث (۶۸۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكِ الْاَنْصَارِیُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَیْمَنُ وَقَالَ اَنَسٌ فَصَلّٰی لَنَا یَوْمَئِذٍ صَلٰوۃً مِّنَ الصَّلَوٰتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّیْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰی قَآئِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا وَّاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپؐ کے دائیں پہلو پر خراشیں آئیں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان دنوں آپؐ نے نمازوں میں سے جو نماز پڑھائی وہ بیٹھ کر پڑھائی۔ پس ہم نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ پھر آپؐ نے جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی

وَاِذَارَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَاسَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَاقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْارَبَّنَاوَلَکَ الْحَمْدُ الحدیث

کھڑے ہو کر پڑھو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ سمع اللہ الخ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔

حدیث (۶۹۰) حَدَّثَنَاقُتَیْبَۃُبْنُ سَعِیْدٍالخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّہٗ قَالَ خَرَّرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰی لَنَاقَاعِدًا فَصَلَّیْنَامَعَہٗ قُعُوْدًا ثُمَّ اَنْصَرَفَ فَقَالَ اِنَّمَاالْاِمَامُ اَوْاِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَارَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْاوَاِذَاقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ وَاِذَاسَجَدَ فَاسْجُدُوْا.. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپ کو خراشیں آئیں۔ آپؐ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی تو ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ بیٹھ کر نماز ادا کی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ جب تسمیع کہے تو تم تحمید کہو۔ اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

حدیث (۶۹۱) حَدَّثَنَااَبُوْ الْیَمَانِ (الخ) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَاکَبَّرَفَکَبِّرُوْا وَاِذَارَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْارَبَّنَاوَلَکَ الْحَمْدُ وَاِذَاسَجَدَفَاسْجُدُوْا وَاِذَاصَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ. . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب تسمیع کہے تو تم تحمید کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افتتاح کا عطف ایجاب پر ہے یا تکبیر پر ہے۔ دونوں صورتوں میں معنی صحیح نہیں ہوتے۔ دوسرے روایت سے یہ دونوں چیزیں ثابت نہیں ہوتیں۔ تو شراح جواب دیتے ہیں کہ یہاں واؤ بمعنے مع کے ہے اور مصنفؒ یہاں سے دو جماعتوں پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک اس کی قائل ہے کہ بغیر ذکر اللہ کے نماز میں داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن جمہور ذکر اللہ کو نیت کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔ اور دوسرا ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو عادۃً تکبیر کو ضروری نہیں سمجھتے البتہ مطلقاً ذکر اللہ کو ضروری کہتے ہیں چنانچہ امام اعظمؒ اس کے قائل ہیں۔ لیکن روایت میں لفظ تکبیر نہیں ہے اگرچہ پہلی روایت میں نہیں ہے لیکن دوسری راویت میں ہے

اذا کبر فکبروا صیغہ امر ہے جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ شرط کو ذکر کیا گیا ہے اس لئے تکبیر امام کے ساتھ ہی کہنی پڑے گی۔ اور مقتدی کی تکبیر سے پہلے امام کی تکبیر کا وقت کہا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ افتتاح صلوۃ اسی تکبیر سے ہوا۔ چونکہ یہ تینوں روایات ایک ہی صحابی کی مسندات میں سے ہیں اور ایک ہی واقعہ ہے۔ لہذا تکبیر کا اعتبار تینوں میں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر واؤ عاطفہ ہو تو یہاں سے دو مسئلے بیان کر دیئے گئے۔ ایک مسئلہ تکبیر تحریمہ کا اور دوسرا مسئلہ بطور تنبیہ افتتاح صلوۃ کا۔ اور حاصل یہ ہے کہ یہاں تک مقدمات متعلقات اور شرائط بیان فرمائے اور اب یہاں افتتاح صلوۃ کی ابتداء ہے۔ جیسے فقہاء کرام باب صفة الصلوة بیان کرتے ہیں۔ اور یہ اقرب توجیہ ہے۔ اس لئے کہ ایجاب تکبیر الگ ہو جائے گا۔ اور افتتاح صلوۃ الگ مضمون۔ اور اس لئے کہ امام بخاریؒ اس میں امام ابو حنیفہؒ کی طرف جھک جائیں گے۔ چونکہ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ صلوٰۃ سے خارج ہے۔ اور یہاں بھی امام بخاریؒ اوّلاً ایجاب تکبیر اور اس کے بعد افتتاح صلوٰۃ بیان فرماتے ہیں۔ اگر تکبیر داخل صلوٰۃ ہوتی تو تکبیر کے ساتھ ہی افتتاح ہو جاتا۔ وقال تعالیٰ فذکر اسم ربه فصلی اور یہ بھی احتمال ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہو۔ پھر اس صورت میں مسئلہ ایک ہی رہ جائے گا۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ تکبیر تحریمہ میں افتتاح صلوٰۃ کا باب ہے۔ اور تکبیر تحریمہ بالاتفاق بین الائمہ الاربعہ فرض ہے۔ صرف اختلاف شرطیت اور رکنیت کا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک شرط ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکن ہے۔ اور بعض سلف مثلاً امام اوزاعیؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ سنت ہے۔ اس صورت میں اس باب سے امام اوزاعیؒ پر رد ہوگا۔ یہاں اشکال اور ہے۔ وہ یہ ہے کہ ترجمہ میں ایجاب ذکر فرمایا اور حدیث کے کسی لفظ سے ایجاب ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے اذا کبر فکبروا امام کی اتباع فی التکبیر کا حکم ہے خواہ وہ تکبیر واجب ہو یا غیر واجب بعض علماء نے جواب دیا کہ مقتدی پر وجوب تو امر فکبروا سے ہو گیا۔ رہ گیا امام کا معاملہ تو اس طور پر ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ امام ہوتے تھے اور وہ اپنے فعل سے بیان واجب فرماتے تھے۔ کیونکہ بیان واجب واجب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر واجب ہے لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اگر اذا کبر فکبروا سے تکبیر مقتدی پر واجب ہے تو پھر فقولوا ربنالك الحمد سے تحمید بھی واجب ہونی چاہئے۔ اس کا جواب ہے کہ ممکن ہے امام بخاریؒ اس کے قائل ہوں جیسا کہ بعض ظاہریہ کا مذہب ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ترجمہ شارحہ ہے۔ چونکہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ تکبیر فرض ہے یا سنت۔ تو امام بخاریؒ نے فرضیت کو ترجیح دی۔ فجحش شقة الایمن اس کے متعلق کلام گذر چکا ہے یہ واقعہ ۵ھ مدینہ میں پیش آیا۔ تکبیر کا مصداق کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر وہ لفظ جو عظمت باری پر دلالت کرے۔ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کا مصداق صرف اللہ اکبر ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ اکبر اور الاکبر میں کوئی فرق نہیں اس لئے اللہ اکبر کے ساتھ اللہ الاکبر بھی کہہ سکتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان دونوں کے ساتھ اللہ کبیر بھی کہہ سکتا ہے۔ اذا کبر فکبروا اشکال یہ ہے کہ اذا شرطیہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو۔ اگر وہ نہ کہے تو تم بھی نہ کہو حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اذا یہاں صرف وقت کے معنی میں ہے۔ کہ اس سے محض وقت مراد ہے کہ کس وقت کہے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَآءً

ترجمہ۔ تکبیر اولیٰ میں افتتاح کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا

حدیث (۶۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ اَيْضًا وَّقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو دونوں کندھوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے اور اسی طرح دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ جبکہ سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد فرماتے تھے سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ رفع یدین کی بحث ہے جس کو معرکۃ الآراء مسائل میں سمجھا جاتا ہے۔ مگر میری طبیعت اس میں لگتی نہیں۔ اس لئے کہ تم جو اپنے اساتذہ کے یہاں سنتے آرہے ہو وہی بحثیں بار بار کیا کریں۔ طبیعت تو تراجم بخاری میں لگتی ہے۔ نیز اس میں دو تین دن خرچ کرو اور پھر حاصل بھی کچھ نہیں ہوتا۔ دراصل وجہ یہ ہے کہ میں نے جب ۱۳۴۰ھ میں مشکوٰۃ شریف پڑھائی تو میں نے مسائل مختلف فيها تلاش کئے۔ اس میں مجھے صرف چار رکعات میں دو سو سے زائد اختلاف ملے۔ اور وہ سارے اس سلسلہ میں تھے کہ فلاں چیز فلاں امام کے یہاں اولیٰ ہے۔ اور فلاں کے یہاں نہیں۔ اور یہ چیز ان کے یہاں مستحب ہے اور ان کے یہاں مستحب نہیں۔ اور ایک چیز ایک کے یہاں سنت ہے اور دوسرے کے یہاں مسنون نہیں ان ہی میں رفع یدین ہے آمین بالجهر ہے۔ فاتحه خلف الامام ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان ہی چند کی کیا خصوصیت ہے اور باقی کے متعلق کلام کیوں نہیں کرتے کیا وجہ ہے کہ یہی چند مسائل معرکۃ الآراء بن گئے سنو! اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ نااہلوں کے ہاتھ آگیا۔ علامات قیامت کی احادیث میں ایک حدیث ہے اذا وسد الامر الى غير اهله فانتظر الساعة ۔جب معاملہ نالائق لوگوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اور ہمارے اکابرین میں سے بعض نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ ہر وہ شئی جو کسی نااہل کی نگرانی میں آجائے بس اس کی قیامت آگئی اسی طرح یہاں بھی اور یہی حال مسلم لیگ اور کانگریس کا ہے اتنا اختلاف ایک دوسرے میں کہ تکفیر تفسیق تذلیل سب کچھ کر گذرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ کام نااہل لوگوں کے ہاتھ آگیا۔ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے مسئلہ ہونے کی حیثیت سے ہے۔ اور مسائل کی حیثیت بھی یہی ہے۔ اور جہاں تک اختلاف ائمہ کا تعلق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت ہے۔ ان ائمہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اصول مستنبط کئے ہیں اور استنباط میں اختلاف ہوتا ہی ہے۔ جو روایت اصول کے مخالف ملے اس کا جواب دے دیا اور تاویل کر دی اور اصل یہ ہے کہ ائمہ کے درمیان ہونے والا جھگڑا جھگڑا ہی نہیں ہوتا

اس کو لوگ جھگڑا سمجھتے ہیں۔ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے میں یہی بیان کروں گا اور خلاصہ اس کا صرف یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مختلف روایات وارد ہیں۔ جن کو ائمہ نے اپنے اپنے اصول کے مطابق بعض کو بعض پر ترجیح دی۔ اور وہ اصول بھی مسلم اور روایت کی صحت بھی مسلم ان میں کوئی جھگڑا اور اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف ترجیح میں ہے۔ مثلاً یہی رفع یدین ہے اس میں بہت سے مسائل مختلف فیھا ہیں اصول کے ماتحت ہو کر۔ چنانچہ اس کے حکم کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ ابتداً میں واجب ہے اس کے بر خلاف بعض مالکیہ سے بدعت نقل کیا گیا ہے۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ سنت ہے۔ نیز ! ایک اختلاف اس میں یہ ہے کہ رفع یدین کہاں کہاں ہوگا۔ یہی معرکۃ الآراء ہے۔ نیز یہ کہ رفع یدین کب کرے۔ کب کرے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھائے یا بعد میں یا پہلے اس میں علماء کے تینوں قول ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مقارنت ہے اور یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے۔ اور طرفین یعنی امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اوّلاً رفع کرے پھر تکبیر کہے۔ اور اس اختلاف کی وجہ اختلاف مناط ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مناط اعلام (بہرے کو بتلانا) اصم ہے۔ اسلئے مقارنت ہونی چاہیئے تاکہ بہرے کو اطلاع ہو جائے۔ اور طرفین کے نزدیک مناط یہ ہے کہ رفع نفی کے لئے ہے۔ اور تکبیر اثبات کے لئے ہے۔ اور لا الٰہ الا اللہ میں نفی اثبات پر مقدم ہے۔ تو یہاں بھی ایسا ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک اوّلاً تکبیر ہوگی پھر رفع۔ یہ تین قول ہوگئے۔ نیز ! یہ کہاں تک رفع کرے۔ احنافؒ کے نزدیک اذنین تک ہوگا۔ اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک منکبین تک ہوگا۔ مالکیہؒ کا ایک قول منکبین کا ہے۔ اور امام احمدؒ سے تخییر منقول ہے۔ اور امام شافعیؒ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ اس طرح اٹھائے کہ کفین منقبین کے مقابل میں اور ابھامین شحمتین کے مقابل اور انگلیاں فروع اذنین کے مقابل ہوں اس صورت میں کوئی اختلاف ہی نہیں رہا۔ اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ پہلا رفع یعنی تکبیر تحریمہ والا منکبین تک اور اس کے علاوہ اس سے کم ہوں گے۔ ثدیین (پستان) تک۔ یہ چار اختلاف ہوگئے۔ نیز پانچواں یہ کہ مرد اور عورت کے رفع میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ ہاں فرق ہے۔ عورت اپنے ہاتھوں کو مردوں کے مقابلہ میں کم اٹھائے گی۔ لانہ استر لھا یہ اس کیلئے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔ مرد تو اذنین تک اور عورت ثدیین یعنی پستان تک۔ لوگوں نے لکھ دیا کہ حنفیہ تفریق کرنے میں منفرد ہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ حنابلہؒ کی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ عورت مرد سے کم اٹھائے گی۔ دوسری یہ کہ بالکل نہیں اٹھائے گی۔ چھٹا اختلاف یہ ہے کہ گرمی وسردی میں کوئی فرق کیا جائے گا یا نہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک یہ بتلایا جاتا ہے کہ گرمی میں سردی سے زیادہ اٹھائے۔ اس لئے کہ گرمی میں ہاتھ وغیرہ کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور سردی میں کپڑوں کی وجہ سے ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں جیسا کہ وائل بن حجر کی روایت میں تصریح ہے جو ابو داؤد میں مروی ہے۔ ساتواں یہ کہ رفع کی کیا صورت ہوگی۔ یعنی ہاتھوں کو کیسے رکھے۔ بطون کف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے یا بطون کفین خدین کی طرف ہوں۔ اس میں حنفیہؒ کے دونوں قول ہیں۔ آٹھواں یہ کہ انگلیاں کیسے رکھے۔ حنابلہ کے نزدیک غایۃ الضم ملی ہوئی۔ اور شافعیہؒ کے نزدیک غایۃ التفریق یعنی کھلی ہوئی۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک مخفی رکھے اور حنفیہؒ کے نزدیک علی حالھا چھوڑ دے اور مسحنون مالکی کے نزدیک ظھر کف تو زمین کی طرف اور بطون آسمان کی طرف رکھے

یہاں تک آٹھ اختلاف ہو گئے اب اس میں اختلاف ہے کہ اس رفع کی حکمت کیا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ اس کی حکمت اعلام الاصم بہرے کو اطلاع دینا ہے۔ اور بعض نے اس کی حکمت یہ بتائی کہ سارے اعضاء مستقبل قبلہ ہو جائیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی حکمت استعظام مادخل فیہ ہے۔ علامہ شیرازی۔ شافعی میزان کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میزان کبریٰ علامہ شعرانی کی تصنیف تالیف ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔ ائمہ میں باہم در حقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رفع یدین کی حکمت طرح دینا ہے۔ چونکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ بہت بڑے بزرگ تھے جہاں ایک مرتبہ طرح دینا فرمادیا پھر وہ لوٹ کر آتی ہی نہ تھی۔ بلکہ استغراق ہو جاتا تھا۔ لہذا انہوں نے ایک ہی بار رفع کا قول اختیار فرمایا۔ اور حضرت امام شافعیؒ امام اعظمؒ سے متاخر ہیں۔ ان کے زمانہ میں دنیا کا غلبہ کہیں زیادہ ہو گیا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ ایک مرتبہ میں نہیں جاتی تو شروع کرتے ہوئے بھی اور رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع کا حکم فرمادیا۔ اور اوجز المسالک میں اس کی دس وجوہ لکھی ہیں۔ اگر تمہارا جی چاہے تو وہاں دیکھ لینا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ محل رفع میں اختلاف ہے۔ کہ کہاں کہاں کرے اسی طرح ان مواقع میں بھی اختلاف ہے۔ اب سنو! حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے کہ کہیں بھی نہ اٹھائے۔ مگر ان کا مشہور قول حنفیہ کی طرح ہے۔ یعنی رفع یدین سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کہیں نہیں۔ اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کے علاوہ دو جگہ اور رفع ہے۔ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے۔ مگر پھر ان میں باہم اختلاف ہو گیا کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے جو رفع یدین ہو گا وہ انتقال کا وظیفہ ہے یا قومہ کا۔ شوافع کے نزدیک انتقال کا وظیفہ ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک قومہ کا وظیفہ ہے۔ اور اسی اختلاف کا یعنی ایک اور اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ شوافعؒ کے نزدیک چونکہ رفع یدین عندا لرفع من الرکوع وظیفہ انتقال ہے لہذا اٹھنے کے ساتھ کرے۔ اور حنابلہ کے نزدیک چونکہ قومہ کا وظیفہ ہے لہذا وہ کھڑے ہونے کے بعد کرے چونکہ امام ابو داؤد حنبلی ہیں اسلئے انہوں نے روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کان اکثر مایقول ابو سفیان بعد ما یرفع اس میں یہ بھی اختلاف ہے کہ دو رکعت سے اٹھتے ہوئے رفع یدین ہے یا نہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ لیکن متاخرین شافعیہ وحنابلہ جیسے کہ بیہقی ابن المنذر وغیرہ اور امام بخاریؒ بھی اس کے انتقال کے قائل ہیں۔ جیسا کہ باب باندھیں گے۔ یہ حضرات شوافع جو رکعتین سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کے قائل ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے امام شافعیؒ سے منقول ہے اذاصح الحدیث فھو مذھبی میں کہتا ہوں کہ یہ صرف امام شافعیؒ سے نہیں بلکہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔ تو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب ہمارے امام کا مقولہ اذاصح الحدیث الخ ہے تو ہمیں یہاں پر حدیث صحیح مل گئی۔ لہذا وہی ان کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ توضیح ہے کہ امام کا مقولہ اذ اصح الحدیث فھو مذھبی ہے۔ لیکن یہ تو اسی وقت کہا جائے گا کہ رفع الیدین عندا لرفع من الرکعتین امام شافعیؒ کا مذہب ہو۔ جبکہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ روایت امام شافعیؒ کو نہیں پہنچی اور تم کو پہنچ گئی۔ لیکن جب امام شافعیؒ کو روایت پہنچ گئی اور انہوں نے اسے رد کر دیا تو پھر تم کون ہوتے ہو کہ امام نے جس چیز کو قبول نہیں کیا تو تم اس کو اس کے سر تھوپ رہے ہو۔ اذاصح الحدیث یہ صرف ائمہ اربعہ کا نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ مگر یوں ہی کہہ دینا کہ چونکہ امام کا مقولہ ہے لہذا یہ امام کا مذہب ہو گا۔ مدعی سست گواہ چست کے مترادف ہے۔ جیسے امام مالکؒ کے نزدیک

صرف عند تکبیر ۃ الاحرا م ہے تواگر مالکیہؒ یوں کہنے لگیں کہ چونکہ حدیث میں اس کے علاوہ بھی رفع یدین مذکور ہے اس لئے بھی امام مالکؒ کا مذہب ہے حالانکہ مؤطا امام مالکؒ میں حضرت ابن عمرؓ کی رفع یدین والی روایت مذکور ہے۔ اور پھر بھی امام مالک اس پر عمل نہیں فرماتے۔ جیسے کہ مدونہ میں وغیرہ میں ان کا مذہب منقول ہے جو مالکیہ کی بہت معتبر کتاب ہے۔ معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے ایک روایت پاکر کسی علت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا اور وہ علت ہے۔ عمل اہل مدینہ کا اسی کے خلاف ہونا یہیں سے ایک بات اور معلوم ہوئی۔ کہ حدیث صحیح ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ وہ معمول بہا بھی ہو۔ یہ حدیث صحیح ہے پھر بھی حضرت امام مالکؒ نے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ معمول بہا ہونے کے لئے صرف صحت ہی کافی نہیں۔ بلکہ واقع کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً بخاری شریف میں نبی اکرم ﷺ کے قیام قبا کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک میں مدت قیام چودہ دن ہے دوسری روایت میں چوبیس دن ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک واقعہ کے مطابق ہوگی۔ حالانکہ دونوں بخاری کی روایتیں ہیں۔ اور دونوں صحیح ہیں۔ اب سنو! رفع یدین بہت سی روایات سے ثابت ہے۔ اور ہر خفض رفع میں ثابت ہے۔ اس کے بعد بالاتفاق بین الائمۃ الاربعہ فسخ ہوا اب جھگڑا اس میں صرف یہ ہے کہ کتنا منسوخ ہے اور کتنا باقی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں سالم عن ابن عمرؓ کی روایت کو نہیں لیتا۔ اس لئے کہ سالم اور ابو حمید ساعدی کی روایت میں فی کل خفض ورفع میں رفع یدین ثابت ہے اور بخاری کی روایت میں لایفعل ذالك فی السجود ہے۔ تو اگر سالم کی روایت لے لوں گا تو تعارض بین النفی والاثبات لازم آئے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جہاں تعارض بین النفی والاثبات ہو تو وہاں اثبات کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا فی رفع وخفض والی روایت کو ترجیح ہو جائیگی۔ اب جبکہ امام احمدؒ یوں فرماتے ہیں کہ میں سالم کی روایت کو نہیں لیتا۔ تو اگر حنابلہ یہ کہیں کہ ہمارے امام کا یہ فرمان اذا اصح الحدیث فھو مذھبی اور سالم کی حدیث صحیح ہے لہٰذا امام احمدؒ کا یہی مذہب ہو تو یہ ان کی بات کبھی درست نہ ہوگی۔ اب احنافؒ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ ابو حمید الساعدی کی روایت میں اضطراب ہے تین جگہ اور تین سے کم اور فی کل حفض ورفع رفع یدین نقل کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ اس کو نہی لیتے۔ چونکہ بہت سی روایات میں فی کل خفض ورفع ثابت ہے۔ اور روایت ابن عمر لایفعل ذالك فی السجو د وارد ہے۔ تو شافعیہ اور حنابلہ حدیث ابن عمرؓ عند البخاری کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ اسند اور اقویٰ ہے۔ اور ان کے اصول میں سے اوثق کی روایت کو ترجیح دینا ہے۔ اور امام مالکؒ کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ اوفق بعمل اھل المدینہ کو لیتے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ اہل مدینہ رفع یدین نہیں کرتے اس لئے فرمادیا لم یثبت مدونہ میں ہے وقال ابن القاسم کان رفع الیدین ضعیفا اید فی تکبیر الاحرا م (رفع یدین کی روایت ضعیف ہے اس لئے اسے تکبیر احرام پکا کیا گیا۔ اور ان سب سے اونچے حنفیہ ہیں۔ اور یہ میں اس وجہ سے نہیں کہتا کہ میں خود حنفی ہوں بلکہ واقعہ اور حقیقت یہی ہے۔ کیونکہ ان کے اصو ل مطردہ میں سے یہ ہے کہ جب دو روایتوں میں تعارض ہو جائے ایک تواصح اور اسند ہو اور دوسری صحیح ہو مگر اس سے کم درجہ کی تو اصح کو ترجیح دے کر اس سے کم درجہ والی کو مرجوع قرار دے کر چھوڑتے نہیں۔ کیونکہ وہ بھی تو صحیح ہے۔ قابل احتجاج ہے اس لئے اگر خارج سے کوئی قرینہ کسی ایک کی ترجیح کا مل جائے تو جس کے موافق قرینہ ملے اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر یہ اس وقت کرتے ہیں جبکہ دونوں میں توفیق اور تطبیق ممکن نہ ہو ورنہ تطبیق دیتے ہیں

اسی طرح احناف ؒ کے اصول مطردہ میں سے یہ بھی ہے کہ اگر دو روایت میں تعارض ہو جائے اور ان میں سے ایک اوفق بالقرآن ہے تو اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے کثرت سے روایات بالمعنی نقل کی جاتی ہیں۔ اور روایت بالمعنی میں تغیر کا احتمال ہے۔ اور الفاظ قرآنیہ قطعی ہیں ان میں تغیر کا احتمال نہیں لہذا جو روایت الفاظ قرآن کے زیادہ موافق ہو گی اس کو لیں گے۔ اسی قاعدہ مطردہ پر سب روایات صلوٰۃ کو ایک مسطر پر ناپ لیا۔ اور وہ ہے قوموا للہ قانتین اے ساکنین اب جہاں ان روایات صلوٰۃ میں اختلاف ہو فیمابین الحرکت والسکون تو وہ سکون کو لیں گے۔ لانہ اوفق بالفاظ القرآن اب ہم کہتے ہیں کہ رفعات ثلاثہ کے غیر میں تو ہمیں کلام نہیں اس لئے کہ سب نے بالاتفاق اس کے ماسوا کو چھوڑ دیا اب رفعات ثلاثہ رہ گئیں۔ اس میں دو روایتیں وارد ہیں۔ ایک حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں رفع عند تکبیرۃ الاحرام وعندالرکوع وعند الرفع منہ تینوں کا ذکر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی راویت رفع عندتکبیرۃ الاحرام کے علاوہ کی نفی ہے۔ لہذا ابن مسعودؓ کی روایت لے لیں گے۔ کیونکہ یہ اوفق بالفاظ القرآن ہے۔ اسی طرح آمین بالجہر والسر ہے۔ چونکہ بالسر اوفق بالقرآن ہے اس لئے احناف ؒ نے اس کو اختیار کیا۔

دوسرا کلیہ یہ ہے کہ بالاتفاق نماز حرکت سے سکون کی طرف چلی ہے۔ مثلاً پہلے کلام فی الصلوٰۃ جائز تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔ جیساکہ ابوداؤد میں ہے کہ احیلت الصلوۃ ثلثۃ احوال اور اس میں کلام کرنا بھی مذکور ہے۔ لہذا پہلے حرکت تھی اس کے بعد سکون ہوا۔ لہذا سکون کو لیا جائے گا۔ اور یہی مطلب ان بعض احناف کا ہے جن کی عبارت فی الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ سکون موخر ہے اس لئے حرکت منسوخ ہے۔ لہذا رفع یدین منسوخ ہے۔ اور غیر رفع معمول بہ ہو گا۔ یعنی ان کی مراد نسخ حقیقی نہیں بلکہ مثل نسخ کے ہے۔ اس مسلمہ بات کی بنا پر کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے۔ نہ کہ نسخ حقیقی۔ اس لئے کہ نسخ حقیقی کے لئے کوئی تصریح ہو پھر نسخ کا قول ہو سکتا ہے۔ لہذا جب ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کی روایات میں تعارض ہو گیا تو ابن مسعودؓ کی روایت مذکورہ بالا قواعد کی بنا پر راجح ہو گی۔ روایتیں دونوں صحیح ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ روایت مضطرب اور موقوف ہے۔ ضعیف ہے۔ لیکن یہ اعتراض لغو ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت محدثین کے قواعد کے موافق صحیح ہے۔ ہاں اگر کوئی لم یعد کو صحیح نہ کہے کہ یہ لفظ کسی اور روایت میں نہیں ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ابن عمرؓ کی روایت پر عامل ہے۔ اب لم یعد کا لفظ اس کے موافق نہیں پڑتا تو اس کو غلط کہتے ہیں اب اس کے بعد میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں صرف لفظ لم یعد ہے یہ صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ مثلاً ابن مسعودؓ کو نسخ تطبیق معلوم نہ تھی۔ یہ ساری حماقت کی باتیں ہیں۔ اگر وہ ایسا کہتے ہیں تو پھر ہم بھی (گو ہمارا طریق طعن و تشنیع نہیں ہے بلکہ ہم ان کے ظلم برداشت کرتے ہیں) جیساکہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں کہیں گے کہ جیسے تم ابن مسعودؓ کی روایت کو موقوف کہتے ہو ہم بھی ابن عمرؓ کی روایت کو موقوف کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کے دو شاگرد ہیں ایک سالم دوسرے نافع۔ سالم تو مرفوع نقل کرتے ہیں۔ نافع موقوف نقل کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد نے نافع کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ ان محدثین کا ظلم سنو! جیساکہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں۔ چار روایات ایسی ہیں کہ ان کو حضرت سالم تو مرفوع نقل کرتے۔

اور حضرت نافع ان کو موقوف نقل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دونوں ساری روایتوں میں رفعاً ووقفاً متفق ہیں۔ تو نافع کو مقدم کرتے ہیں اور رفع یدین میں سالم کو مقدم کرتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ جیسے اور مسائل میں نافع کی موقوفات کو ترجیح ہے اسی طرح یہاں بھی ان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ اور اوجز پ ۲۱۴ میں دو روایتوں کے متعلق بعض محدثین سے منقول ہے کہ نافع کی روایت موقوفہ کو ترجیح دی ہے۔ لیکن ابن عبدالبر کی رائے ہے کہ چاروں میں سالم کا قول مقدم ہے۔ اب ایک بات اور سنو! امام ابو داؤد کی طرف سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے لم یعد پر اعتراض کیا ہے کہ اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمرؓ کی روایت میں رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین منقول بھی ہے اور نہیں بھی ہے۔ لہذا تم بھی اس کا انکار کرو۔ ابن عمرؓ کی روایت مضطرب ہے کوئی رکوع میں جاتے وقت رفع نقل کرتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ اسی طرح اس میں اختلاف ہے۔ یہ رفع انتقال کے ساتھ ساتھ ہے۔ یا کھڑے ہونے کے بعد قومہ میں۔ حضرت امام مالکؒ اس روایت کے مؤطا میں راوی ہیں۔ اور پھر مدونہ میں لم یثبت فرماتے ہیں۔ اب اگر اتنا متفق علیہ امام ایک حدیث کو نقل کر کے لم یثبت کہہ دے تو کیا یہ اس امام کا انکار نہیں ہے اگر نسائی اور ابو داؤد حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو لم یثبت کہہ دیں تو وہ معتبر ہو تو حضرت امام مالکؒ کا لم یثبت فرما دینا بدرجہ اولیٰ معتبر ہوگا۔

ایک اعتراض یہاں اور ہے کہ ابن مسعودؓ کو نسخ تطبیق کا پتہ ہی نہ چل سکا۔ اس کا جواب اللہ معاف کرے یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو وضو کرنی نہیں آتی تھی۔ وضو کرتے ہوئے آنکھوں میں پانی ڈالتے تھے۔ اور ابو داؤد میں ہے حضرت ابن عمرؓ خود وضو فرماتے ہیں۔ اذا سمعنا الاذان توضانا فخرجنا اب تم خود ہی بتلاؤ کہ تکبیر سن کر وضو کرتے تھے اور پھر پیچھے کھڑے ہوتے۔ اسلئے کہ اصحاب صفہ جو دو سو کے قریب تھے پہلے ہی سے مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ تو کیا وہ رفع یدین دیکھنے کے لئے آگے چلے جایا کرتے تھے۔ خدا معاف کرے یہ سب لغو اور فضول باتیں ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ جیسا کہنا ویسا سننا ورنہ میرے والد صاحب نے ابو داؤد کی حدیث کی توجیہ کی ہے کہ توضانا اذا سمعنا کی جزاء نہیں ہے۔ بلکہ اس کی جزا خرجنا ہے اور توضأنا بتقدیر قد حال ہے۔ سمعنا کی ضمیر سے تقدیر عبارت یوں ہے اذا سمعنا الاقامۃ وقد توضانا خرجنا لیکن اس توجیہ کے بعد بھی حنفیہؒ بطور الزام کہہ سکتے ہیں کہ جب ابن عمرؓ اقامت کے بعد مسجد میں جاتے تھے تو وہ پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ پھر رفع یدین کہاں سے دیکھ لیا۔ حضرت ابن عمرؓ قنوت فی الصبح کے قائل نہیں۔ حضرات شافعیہ قائل ہیں۔ اور اعتذار یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بچے ہونے کی وجہ سے دور کھڑے ہوتے تھے۔ اور قنوت نہیں سن پاتے تھے۔ تو کیا وہ رفع یدین دیکھنے کیلئے آگے جاتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت آگے ہوتی تھی۔ آخر کیسے دیکھتے تھے۔ احناف یہ بھی فرماتے ہیں کہ عدم رفع کی ترجیح کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ رفع یدین کے ناقلین یا تو وہ صحابہ ہیں جو احداث اور نو عمر تھے۔ یا وہ صحابہ ہیں جو ایک دو بار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آخر یہ بڑے بڑے صحابہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کہاں چلے گئے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہاں تھے۔ باوجود اتنے کثیر الروایۃ ہونے کے انہوں نے اس کو کیوں ذکر نہیں کیا۔ ابو حمید ساعدیؓ نے جب یہ کہا کہ انا اعلمکم بصلوۃ رسول اللہ تو ان دس صحابہؓ جن کے سامنے کہا تھا جواب میں کہا ما کنت اقدمنا صحبۃ ولا الزمنا کہ آپ نہ تو ہم میں سے قدیم الصحبت ہیں اور نہ ہی

آپؐ کے لازم ملازم ہیں پھر آخر کیابات ہے صاحب بدائع تو یہ فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ سے عدم رفع نقل ہے۔ حنفیہؒ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں بہت دنوں تک ابن عمرؓ کے ساتھ رہا۔ اور ان کو میں نے سوائے تکبیرۃ الاحرام کے اور کہیں رفع کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آخر حضرت ابن عمرؓ کی روایت اور وہ اپنی مروی کے خلاف کرتے ہیں یہ کیابات ہے سنو! حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ روایات فعلیہ میں تو تعارض ہو گیا۔ اور روایت قولی ترک رفع پر سالم عن المعارضہ ہے۔ لہٰذا وہ مقدم ہو گی۔ اور وہ روایت حضرت جابر بن سمرہؓ سے مسلم میں مروی ہے۔ مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ یعنی مجھے کیا ہو گیا کہ تمہیں اس طرح ہاتھ اٹھانے والا دیکھ رہا ہوں۔ گویا کہ وہ شوخ گھوڑوں کی دمیں ہیں نماز میں سکون سے رہا کرو۔ اس پر امام بخاریؒ نے اعتراض فرمایا کہ بعض جاہل بے وقوف ناواقف اس سے ترک رفع پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سلام کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرامؓ سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ان پر نکیر فرمائی۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے بذل میں جواب دیا ہے کہ اعتراض کرنے والوں نے غور نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جابر بن سمرہؓ کی دو روایتیں ہیں۔ اور دونوں الگ الگ ہیں۔ دونوں میں الگ الگ قصہ مذکور ہے اس لئے کہ دونوں کا سیاق مختلف ہے کہ رفع یدین کے متعلق تو روایت میں ہے خرج علینا رسول اللہ ﷺ ونحن رافعوا ایدینا فقال مالی اراکم الحدیث۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور ہم ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے تب آپؐ نے مالی اراکم فرمایا۔ اور سلام والی روایت میں ہے کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ ﷺ الخ قال ما بال احدھم الخ سیاق کے اختلاف سے معلوم ہو گیا کہ دونوں میں الگ الگ قصہ مذکور ہے۔ اس لئے ایک دوسری روایت سے خلط کرنا درست نہیں ہے۔ اس کے بعد تم یہ سنو! کہ رفع یدین کے قائلین کہتے ہیں کہ ۸۰ صحابہ کرام سے رفع یدین مروی ہے۔ اور تواتر تک پہنچاتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ ان روایات کو پہلے لاویں۔ اگر کسی صحابی کے متعلق منقول ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے تو اس سے تمہارا رفع کیسے ثابت ہو گیا۔ ہم تو خود کہتے ہیں کہ وہ رفع یدین کرتے تھے مگر وہ احناف پر حجت نہیں آتا۔ آنکہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ رفع سے مراد رفعات ثلاثہ ہیں اور یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے علاوہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تین مرتبہ سے زائد کا قائل تو وہ بھی نہیں ہے اور اگر تین سے کم ہو تو وہ ان کی حجت نہیں۔ اس کا جواب وہ لوگ دیں گے ہم دیکھ لیں گے اس کے بعد مصنفؒ نے ایک باب اور منعقد فرمایا ہے باب الی این یرفع یدیه اس پر کلام کیا جا چکا ہے۔

بَاب رَفْعِ الْيَدَيْنِ اِذَا كَبَّرَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ۔

ترجمہ۔ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا جبکہ تکبیر کہے جب رکوع کیلئے جائے اور جب رکوع سے سر اٹھائے۔

حدیث (۶۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے

اِذَاقَامَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ حِیْنَ یُکَبِّرُ لِلرُّکُوْعِ وَیَفْعَلُ ذٰلِکَ اِذَارَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَلَایَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ ....

تو دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔ اور اسی طرح کرتے تھے جبکہ رکوع کے لئے تکبیر کہتے۔ اور اس طرح کرتے جب سر رکوع سے اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور ایسے سجدہ میں نہیں کرتے تھے۔

حدیث (۶۹۴) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِیُّ (الخ) اَنَّہٗ رَاٰی مَالِکَ ابْنَ الْحُوَیْرِثِ اِذَا صَلّٰی کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ رَفَعَ یَدَیْہِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَ یَدَیْہِ وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ صَنَعَ ھٰکَذَا ...

ترجمہ۔ حضرت اسحاق بن شاہین واسطی فرماتے ہیں کہ میں نے مالک بن حویرثؓ کو دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع کرنے لگتے تو بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور بیان کرتے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

باب اِلٰی اَیْنَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ وَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدٍ فِیْ اَصْحَابِہٖ رَفَعَ النَّبِیُّ ﷺ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ۔

ترجمہ۔ کہاں تک دونوں ہاتھ اٹھائے حضرت ابو حمید نے اپنے اصحاب میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھاتے تھے۔

حدیث (۶۹۵) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ (الخ) اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّکْبِیْرَ فِی الصَّلٰوۃِ فَرَفَعَ یَدَیْہِ حِیْنَ یُکَبِّرُ حَتّٰی یَجْعَلَھُمَا حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ وَاِذَا کَبَّرَ لِلرُّکُوْعِ فَعَلَ مِثْلَہٗ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَعَلَ مِثْلَہٗ وَقَالَ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَلَایَفْعَلُ ذٰلِکَ حِیْنَ یَسْجُدُ وَلَا حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے تکبیر کہہ کر نماز میں شروع ہوئے تو تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے دونوں کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہی تو بھی اسی طرح کیا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو بھی اسی طرح کیا۔ اور بعد ازاں ربنالک الحمد کہا اور جب سجدہ کیا تو ایسا نہیں کیا اور نہ ہی جبکہ سجدہ سے سر اٹھایا۔

باب رَفْعِ الْیَدَیْنِ اِذَاقَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ جب دو رکعتوں سے کھڑا ہو تو رفع یدین ہے کہ نہیں۔

حدیث(۶۹۶)حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ الخ.
اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَؓ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کیلئے جاتے تو بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب دو رکعتیں ادا کر کے کھڑے ہوتے تو بھی رفع یدین کرتے تھے اور اس حدیث کو جناب نبی اکرم ﷺ تک رفع کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ راویت امام بخاریؒ نقل کر رہے ہیں۔ گویا کہ صحیح حدیث ہے۔ جس پر انہوں نے کوئی جرح بھی نہیں کی۔ لیکن امام شافعیؒ لدی القیام من الرکعتین یعنی رکعتین سے اٹھتے وقت رفع یدین کو نہیں مانتے۔ جس پر امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام شافعیؒ کا مقولہ ہے اذاصح الحدیث فھو مذھبی۔ جب صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ لہٰذا وہ اس رفع یدین کے قائل ہوں گے۔ مگر امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اکثر شوافع اس رفع کے قائل نہیں ہیں۔ تو تین چار مقامات پر رفع یدین ترک میں احناف اور شوافع متفق ہیں۔ پھر جب لدی الرکوع وبعد الرکوع بھی ترک ثابت ہے۔ تو پھر امام شافعیؒ اس کو کیوں نہیں مانتے حیرت کی بات ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خاص طور سے اس پر ترجمہ اس لئے باندھا کہ ائمہ اربعہؒ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ سوائے متاخرین شوافع اور حنابلہ کے۔ حافظ ابن حجرؒ نے سب پر رد فرمایا ہے۔ مگر سارے محدثین کی رائے ہے کہ رفع کرے۔ اور یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے رفع ذلک ابن عمرؓ یہاں سے یہ بتلایا کہ جیسے ابن عمرؓ سے یہ موقوفاً مروی ہے۔ اسی طرح مرفوعاً بھی نقل کیا گیا ہے۔

باب وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ۔ نماز میں دائیں کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا ہے۔

حدیث(۶۹۷)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ
عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِيْ. الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نمازی نماز میں اپنے ہاتھ کو اپنے بائیں بازو پر رکھے۔ ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں یہی جانتا ہوں کہ وہ اس کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے اسماعیل نے یمنیٰ کہا ہے یمنی نہیں کہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں نے بتایا تھا کہ اختلاف ائمہ ثلاثہ کئے تو صرف چار رکعات میں جو اختلافات تھے وہ دو سو سے زائد تھے۔ اور اکثر ان میں اولویت واستحباب کے اختلافات ہیں۔ اسی میں ایک وضع الیمنی علی الیسری ہے۔ اس میں تین اختلاف ہیں اول یہ کہ وضع ہے یا نہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وضع الیمنی علی الیسری سنت ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک نوافل میں جائز ہے۔ اور فرائض میں ناجائز ہے۔ اور دوسرا قول مالکیہ کے یہاں یہ ہے کہ فرائض میں جائز ہے اور جب فرائض میں جائز ہے تو نوافل میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اصل تو ارسال ہے لیکن اگر کوئی وضع کرے تو جائز ہے اب یہاں بھی وہی ترجیح والی بات آگئی چونکہ وضع وارسال دونوں طرح کی روایات ہیں۔ مالکیہ نے اپنے اصول کے مطابق ارسال کو اصل قرار دیا۔ اور باقی روایات کو مؤوّل یابیان جواز پر محمول کیا۔ اور ائمہ ثلاثہ نے اپنے اصول پر وضع کی روایات کو راجح قرار دیا۔ اس لئے کہ وضع کی روایات مصرح ہیں اور روایات ارسال مجمل ہیں۔ لہذا وضع کی روایات راجح ہوں گی۔ مالکیہؒ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے نهی رسول الله ﷺ عن الاعتماد فی الصلوة کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سہارا لینے سے منع فرمایا ہے۔ اور نوافل میں ضرورۃً اجازت دی ہے۔ اور وضع بھی ایک قسم کا اعتماد ہے۔ اور ٹیک لگانا ہے۔ بلکہ باقاعدہ سواری ہے۔ امام بخاریؒ عید میں باقاعدہ سواری ثابت کریں گے اور ممنوع ہے۔ لیکن نوافل میں قیام طویل ہوتا ہے اسلئے ڈر ہے کہ کہیں انگلیوں میں خون نہ اتر آئے۔ لہذا اس عارض کی وجہ سے اجازت ہے کہ نوافل میں باندھ لے۔ اور وضع والی روایات باقی حالات میں بیان جواز پر محمول ہیں یا مؤوّل ہیں۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے من السنة ان یضع الرجل علی یده الیمنی علی الیسری فی الصلوة کہ سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحابی کا استنباط ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو کبھی کرتے ہوئے دیکھا اور کہہ دیا جیسے حضرت ابن عباسؓ سجدہ سے اٹھتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے بیٹھ لے اور پھر اٹھے اور پھر انہوں نے من السنة فرما دیا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ارسال کی جتنی روایات ہیں سب مجمل ہیں۔ اور وضع کی مفصل وہ ان پر قاضی ہوں گی۔ اور ہم حضرت ابن عباسؓ کے ومن السنة کہنے کو استنباط اس لئے قرار دیتے ہیں کہ دوسری روایت میں آگیا کان ینهض علی صدور قدمیه آپ اپنے قدموں کے صدورؒ پر اٹھتے تھے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ جس روایت سے تم نے رفع یدین ثابت کیا یعنی ابو حمید ساعدی کی روایت ہم اسی سے ارسال ثابت کرتے ہیں۔ اس میں ہے حتی استقر کل عظم موضعه اور ہر ہڈی اسی وقت اپنی جگہ ہو سکتی ہے جبکہ ارسال ہو۔ شافعیہ نے جب یہ دیکھا تو جمع بین الروایات فرمایا کہ جب ہاتھوں کو اٹھائے تو ارسال کرے پھر اس کے بعد ہاتھ باندھے۔ احنافؒ اور حنابلہؒ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے نصاً یہ ثابت نہیں پہلے ارسال کرے پھر وضع کرے لہذا معاً تکبیر کے ساتھ وضع کرے گا۔ اب پھر حنفیہ میں اختلاف ہو گیا۔ کہ یہ وضع وظیفہ قرأت ہے یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کا وظیفہ ہے حضرت امام محمدؒ سے مروی ہے کہ وظیفه القراۃ ہے۔ لہذا جب وظیفہ قرأۃ ٹھہرا تو جب قرأۃ شروع کرے اس وقت ہاتھ باندھے۔ یعنی ثناء اور تعوذ میں چھوڑے رکھے۔ اس کے بعد پھر اختلاف ہے کہ جب وظیفه القراۃ دوسرے قول پر نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ قیل وظیفه الذکر وقیل وظیفه القیام اور ہمارے یہاں راجح یہ ہے کہ وظیفه الذکر ہے اسی لئے تکبیرات عیدین میں تکبیر اوّل کے بعد تو وضع کرتے ہیں کیونکہ

اس کے بعد ذکر مسنون ہے۔ اور اس کے بعد کی تکبیرات میں وضع نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں ہے۔ اور اس تکبیر کے بعد وضع ہے اس کے بعد قرأت شروع ہو جاتی ہے۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ موضع وضع کیا ہے۔ احناف کے نزدیک تحت السرۃ ناف کے نیچے۔ اور شافعیہ کے نزدیک تحت الصدر فوق السرۃ یعنی سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں قول ہیں۔ ہمارے موافق بھی اور شافعیہ کے موافق بھی۔ اور تیسرا قول جو امام احمدؒ سے منصوص ہے وہ تخییر ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ نماز میں بارگاہ خداوندی میں حضوری ہوتی ہے۔ اور جتنی بڑی بارگاہ ہوتی ہے اس کا ویسا ہی ادب ہونا چاہیئے۔ اور غایت ادب یہ ہے کہ منتہائے نظر پر ہاتھ بندھے ہوں۔ یہ نہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ جیسے بزرگوں اور بادشاہوں کے یہاں قاعدہ ہے کہ خدام بالکل نیچے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔

قتل کر ڈالو یا جرم الفت بخش دو لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

شافعیہ فرماتے ہیں کہ عالی بارگاہ میں حاضری ہے۔ اور جتنی بڑی بارگاہ ہوتی ہے اتنا ہی بڑا نذرانہ ہونا چاہیئے۔ اور دل سے بڑھ کر بارگاہ خداوندی کے لائق اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہی محل ایمان ہے۔ محل انوار ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور اس پر اپنی جان نثار کرتا ہے اور زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا تو ہاتھ دل پر رکھ کر اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حَاوَلْنَ تفدیتی خفن مراقباً ووضعن ایدیهن فوق ترائباً

ان محبوباؤں نے مجھ پر فدا ہونے کا ارادہ کیا۔ یعنی فدیناك کہنا چاہا تو تاڑ رکھنے والے سے ڈر گئیں تو اپنے سینے کی ہڈیوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔

یہ وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر کتب شوافع میں اس بات کی تصریح ہے۔ سینہ کے نیچے مائل الی القلب ہاتھوں کو باندھے۔ فوق الصدر کسی کا قول نہیں ہے آجکل کے اہل حدیث اس کے قائل ہیں ہاں ایک ضعیف قول امام احمدؒ کا نقل کیا جاتا ہے۔ تیسرا اختلاف یہ ہے کہ کیونکر ہاتھ کو رکھے۔ حنفیہ کے نزدیک وضع الکف علی الکف کہ ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے۔ مگر ہمارے یہاں مستحب طریقہ ہاتھ باندھنے کا یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے۔ اور انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑے۔ باقی تین انگلیوں کو مسبحہ وسطی اور بنصر کو ساعد کلائی پر رکھے۔ تاکہ جمع بین الروایات ہو جائے۔ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ ساعد یسریٰ کو دائیں ہاتھ سے پکڑے۔

بابُ الْخُشُوعِ فِی الصَّلٰوۃِ ترجمہ۔ نماز کے اندر خشوع ہونا چاہیئے

خشوع غایت سکون اور غایۃ نظامن کا نام ہے۔ یوں کہتے ہیں کہ خشوع تو جوارح سے ہوتا ہے اور خضوع قلب سے ہوتا ہے۔ بہر حال خشوع کامل یہ ہے کہ قلب وجوارح دونوں سے توجہ ہو۔ اور کوئی ایک طرف ملتفت نہ ہو۔ کیونکہ ظاہر خشوع ہوتا ہے

مگر قلب متوجہ نہیں ہوتا۔ اور بسا اوقات اس کا مطلب عکس ہوتا ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حج کو گیا کہ ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ استار کعبہ سے چمٹا ہوا رو رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مگر اس کا قلب بالکل غافل تھا اور منیٰ میں ایک شخص کو کپڑے فروخت کرتے ہوئے دیکھا مگر اس کا قلب ایک دم کے لئے بھی غافل نہ تھا۔ حضرت امام بخاریؒ نے لفظ خشوع اس لئے اختیار فرمایا کہ خشوع فعل جوارح کا نام ہے۔ اور وہ اختیاری ہے۔ اور خضوع فعل قلب ہے اور وہ غیر اختیاری ہے لہٰذا اختیار پر باب باندھا کہ وہ اپنا فعل ہے اور مقدمہ ہے خضوع کا اب امام بخاریؒ کی غرض کیا ہے۔

حدیث (۶۹۸) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (الخ) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا وَاللّٰهُ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَرَاكُمْ وَرَآءَ ظَهْرِيْ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہی سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ اسی جگہ ہے یعنی میری توجہ صرف قبلہ کی طرف ہے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں رہتا۔ اور میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

حدیث (۶۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِيْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِيْ اِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ . الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تم رکوع اور سجود ٹھیک ٹھیک اور پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ اور کبھی فرمایا اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔ جبکہ تم رکوع کرتے اور سجدہ کرتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اشکال یہ ہوتا ہے کہ هل ترون قبلتي ههنا آپؐ کا ارشاد ہے جو استفہام انکاری ہے۔ حالانکہ قبلہ تو وہی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہاں پر غفلت کی نفی کرنا ہے کہ تمہاری نقل و حرکت کو دیکھتا ہوں مستقبل الیہ اگرچہ قبلہ ہے تم سمجھتے ہو کہ اس کی طرف توجہ کرنے سے میں تمہاری حرکات و سکنات نہیں دیکھ سکتا یہ غلط ہے۔ چنانچہ بعد میں فرمایا واللہ مایخفی علی رکوعکم الخ ....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء کی رائے امام بخاریؒ کے انعقاد باب کی غرض کے متعلق یہ ہے کہ خشوع سے مراد سجود ہے اسلئے حدیث میں خشوع کا مقابلہ رکوع سے کیا گیا ہے۔ مگر میرے نزدیک بالکل غلط ہے۔ اسلئے کہ سجود تو ابھی بہت دور ہے ابھی تو قرأت بھی شروع نہیں ہوئی۔ ابھی سے سجود کہاں آ گیا ہے۔ لہٰذا امام بخاریؒ کے ترجمہ میں خشوع سے سجود مراد نہیں ہو سکتا۔ گو حدیث میں تقابل رکوع کی وجہ سے مراد ہو مگر امام بخاریؒ کے ترجمہ کے لحاظ سے یہاں وہ بھی نہیں ہے اور میری رائے ہے کہ بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے

رفع یدین والے باب سے تو قائلین رفع کے مذہب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور اس سے مذہب حنفیہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے۔ اور خشوع سکون اطراف کا نام ہے۔ من بعدی بمعنے وراء ظهری . . .

بَاب مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

ترجمہ۔ تکبیر کے بعد کیا پڑھے

حدیث (۷۰۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ (الخ) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ الحمد لله رب العالمین سے نماز کو شروع کرتے تھے۔

حدیث (۷۰۱) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ (الخ) حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ اِسْكَاتَةً قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَاتَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْبَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَابَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ . الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قرأت کے درمیان خوب چپ رہتے تھے۔ اور میرا گمان ہے کہ کچھ دیر چپ رہتے تھے۔ میں نے عرض کی میرا باپ اور میری ماں آپؐ پر قربان ہوں یا رسول اللہ یہ تکبیر اور قرأۃ کے درمیان چپ رہتے ہیں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا میں یہ دعا کہتا ہوں کہ اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان ایسی دوری کر دے جیسے مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ اور مجھے گناہوں سے ایسے پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک وصاف ہوتا ہے۔ اور میرے گناہوں کو پانی۔ برف اور اولے سے دھودے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام مالکؒ تکبیر کے بعد نہ بسم الله کے قائل ہیں نہ تعوذ کے اور نہ ہی سبحانك اللّٰهم کے۔ اگر کوئی پڑھ لے تو جائز کہتے ہیں امام شافعیؒ اور امام اعظمؒ دعاء افتتاح تعوذ بسم الله کی سنیت کے قائل ہیں۔ پھر دعاء افتتاح میں اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ سبحانك اللّٰهم الخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ توجیہ یعنی انی وجهت وجهی الخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک امام مالکؒ کا مسلک معلوم ہوتا ہے۔ اور باب کی پہلی روایت ان کا مستدل ہے کا نو تفتحون الصلٰوة الخ میں اس کی یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ لا یفتتحون القراۃ لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں حقیقی معنی مراد لیتا ہوں مجازی نہیں لیتا۔ پھر جمہور کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ابھی تو تم افتتاح الصلوة بالتكبير کہہ چکے ہو۔ پھر اس کا انکار کیسے کرنے لگے۔ تو جواب دیا جاتا ہے کہ تکبیر تو

جزء خارج صلوۃ ہے۔ جزء داخل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک جماعت تکبیر کو شرط کہتی ہے۔ شطر نہیں کہتی۔ لیکن مصنفؒ نے جیسے یہ روایت ذکر کی ایسے باب کے اندر دوسری روایت بھی ذکر کر دی۔ جس میں ہے لیسکت بین التکبیر والقرأۃ اسکاتۃً اس کو مصنفؒ جواز پر محمول کرتے ہیں۔ اور آپؐ کے پہلے فعل کو دوام پر محمول کرتے ہیں۔ یا اسے فرائض پر۔ اور دوسری روایت کو نوافل پر محمول کرتے ہیں۔ بہر حال مصنفؒ امام مالکؒ کے ساتھ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں سے معلوم ہو چکا ہے کہ جہاں روایات میں قوی اختلافات ہوں وہاں امام بخاریؒ کوئی حکم نہیں لگایا کرتے۔ یہاں بھی اختلافات روایات صحیحہ کی بنا پر کوئی حکم نہیں لگایا روایتیں دونوں طرح کی ذکر فرمائی ہیں حضرت انسؓ کی روایت ذکر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ پڑھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بھی ذکر فرمائی جو دلالت ہے کہ حضور اکرم ﷺ پڑھتے تھے۔ بہر حال یہاں بھی بہت اختلاف ہے۔ اوّل اختلاف یہ ہے کہ تکبیر کے بعد کچھ پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ کے نزدیک سوائے الحمدللہ کے کچھ نہ پڑھے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ پڑھے اور اس میں ایک دوسرا اختلاف جو اسی پر مبنی ہے یہ ہو گیا کہ تعوذ پڑھے یا نہ پڑھے۔ جمہور کے نزدیک پڑھے اور امام مالکؒ کے نزدیک اسی اصل کے موافق کے معاً تکبیر کے بعد الحمد سے شروع کرے کچھ نہ پڑھے۔ اب جبکہ جمہور کے نزدیک پڑھے گا تو اس کے الفاظ کیا ہوں گے۔ صاحب ہدایہ کی رائے ہے کہ قرآن مجید میں چونکہ فاستعذباللہ استعاذہ وارد ہوا ہے۔ لہٰذا اتباعاً للقرآن استعاذہ پڑھے گا۔ اور ہمارا دوسرا قول یہ ہے کہ اعوذباللہ پڑھے۔ حنابلہؒ کے یہاں دونوں روایتیں ہیں۔ صاحب ہدایہ جیسا بھی اور اعوذباللہ والی بھی۔ پھر اسی میں اختلاف ہے کہ تعوذ ثناءٔ کے تابع ہے یا قرأۃ کے تابع ہے۔ دونوں قول میں ثمرۂ اختلاف مثلاً عیدین ہیں۔ نکلے گا ان لوگوں کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ قرأۃ کے تابع ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات زوائد کے بعد پڑھے اور جو ثناؔ کے تابع ہونے کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات سے قبل پڑھے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ پہلی رکعت میں یا ہر رکعت میں۔ اور پھر جب تعوذ پڑھے گا تو کہاں پڑھے گا۔ جمہور کے نزدیک قرأۃ سے پہلے اور بعض ظاہریہ کے نزدیک قرأۃ کے بعد اور اذاقرأۃ القرآن فاستعذباللہ سے استدلال ہے کہ استعاذہ کو معقب بفاء التعقیب کیا ہے۔ نیز قرأۃ قرآن سے جو فخر پیدا ہوا تو اس سے استعاذہ کرے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ ہمیں روایات سے معلوم ہو گیا کہ قرأۃ سے پہلے ہونا چاہیے۔ اسی طرح یہ بھی اختلاف ہے کہ بسملہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہؒ کے نزدیک نہ پڑھے۔ جمہور میں پھر اس میں اختلاف ہے کہ جھراً پڑھے۔ یا سراً امام شافعیؒ کے نزدیک جھراً پڑھے۔ اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک سراً پڑھے۔ پھر اس کی حقیقت کیا ہے۔ جزء فاتحہ ہے یا نہیں۔ احناف کے نزدیک جزء نہیں ہے۔ شوافع کے نزدیک جزء ہے۔ اور حنابلہ کے نزیک دونوں قول ہیں۔ ایک قول ہمارے ساتھ کا ہے اور دوسرا شوافع کے موافق ہے مگر باوجود اس جزئیت کے قول کے پھر بھی بہر حال سراً پڑھے گا۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ سورۃ کے ساتھ پڑھے یا نہ پڑھے اسی طرح ثناء پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ نزدیک بالکل نہ پڑھے یہ لوگ حضرت انسؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نماز و قرأۃ کی ابتداء الحمدللہ رب العالمین سے فرماتے تھے معلوم ہوا اس سے پہلے کچھ نہ پڑھتے تھے جمہور فرماتے ہیں کہ

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت اس پر دلیل ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضور انور ﷺ سے پوچھا تھا اسکا تلك بین التكبیر والقرأة اب کیا پڑھے حنفیہ کے نزدیک ثناء یعنی سبحا نك اللهم الخ پڑھے۔ یہی حنابلہ کا مسلک ہے۔ ابن قیم نے زادالمعاد کے اندر اس دعا کے لئے دس وجوہ ترجیح بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ اس کو منبر پر بمحضر من الصحابہ لوگوں کو یاد کرایا کرتے تھے۔ اور شافعیہ کے یہاں دعا توجیہ انی وجهت وجهی الخ اور امام ابو یوسف سے جمع منقول ہے۔ پھر اس میں جو انااول المسلمین ہے ایسے ہی پڑھے یا ان من المسلمین پڑھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انا اوّل المسلمین کذب ہے اور مفسد صلوة ہے۔ ہماری کتابوں میں بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ انا اول المسلمین لان رسولی اول المسلمین ہر جگہ حضرت انسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں اور جمہور جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ثنا تعوذ اور تسمیہ سراً ہوتا ہے اس لئے اس کو سنتے نہیں تھے۔ بلکہ الحمدلله سے سنتے تھے۔ لہذا اسی کو نقل کیا۔ اللهم اغسل خطایا ی الخ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ جب کپڑا میلا ہوتا ہے تو وہ گرم پانی سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔ اور یہاں ثلج اور برد سے دھونے کی دعا فرمارہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا اس مادی میل کے ازالہ کے لئے نہیں بلکہ غیر مادی میل کے ازالہ کے لئے ہے جو جنہم کا سبب ہے۔ لہذا جس قسم کا دنس ہے اسی قسم کا پانی بھی اس کے لئے چاہیئے۔

باب

حدیث (۷۰۲) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی مَرْیَمَ الخ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِی بَکْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی صَلٰوةَ الْکُسُوْفِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّی الْجَنَّةُ حَتّٰی لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَیْهَا لَجِئْتُکُمْ بِقِطَافٍ مِّنْ قِطَافِهَا وَدَنَتْ مِنِّی النَّارُ حَتّٰی قُلْتُ اَیْ رَبِّ اَوَ

ترجمہ۔ حضرت اسما بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف سورج گرہن کی نماز پڑھائی۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو قیام کو لمبا فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لمبا کردیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو قیام کو لمبا کیا۔ پھر رکوع کیا تو رکوع کو لمبا کردیا پھر سر اٹھایا اور سجدہ میں گئے۔ تو سجود کو لمبا کردیا۔ پھر سر کو اٹھایا پھر سجدہ کیا۔ اور اس کو بھی لمبا کیا۔ پھر کھڑے ہو کر قیام فرمایا تو قیام کو لمبا کیا۔ پھر رکوع کیا اور رکوع کو لمبا کیا پھر سر اٹھایا اور قیام کو لمبا کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لمبا کردیا۔ پھر سر اٹھا کر سجدہ کیا اور سجدہ کو لمبا کیا۔ پھر سر اٹھا کے سجدہ کیا تو سجدہ کو لمبا کیا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا کہ جنت میرے اتنی قریب ہو گئی کہ اگر میں جرأت کرتا تو اس کے خوشوں میں سے ایک خوشہ تمہارے لئے لے آتا۔ اور جنہم بھی میرے قریب ہوئی حتیٰ کہ میں نے کہا اے میرے رب

اَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَاشَأْنُ هٰذِهٖ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا لَّا اَطْعَمَتْهَا وَلَا اَرْسَلَتْهَا تَاكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ خَشِيْشِ الْاَرْضِ اَوْ خَشَاشًا .....

کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ اچانک دیکھتا کیا ہوں کہ عورت ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ فرمایا ایک بلی اس کو خراشیں ڈال رہی ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا یہ حال کیوں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو روک رکھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بھوکی مرگئی ہے نہ اس کو کھلاتی تھی اور نہ ہی اس کو چھوڑتی تھی کہ زمین کے گھاس پھوس میں سے کھاتی۔ خشیش فرمایا خشاش فرمایا مطلب ایک ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت کو بعض کتابوں میں بغیر باب کے ذکر کیا ہے۔ اور بعض باب تو لائے مگر ترجمہ ذکر نہیں کیا۔ جس کی وجہ غالبا یہ ہے کہ تشحیذ الاذھان ہے۔ یا کالفصل من الباب السابق کے ہے۔ مگر جب کتابوں میں بغیر باب کے ذکر کیا گیا ہے اس صورت میں زیادہ اشکال ہوتا ہے۔ کہ اس میں باالقراۃ بعدالتکبیر کا کہیں سے ثبوت نہیں ہوتا۔ اس کے کئی جوابات ہیں۔
ا۔ آپؐ نے اثنائے صلوۃ میں دعا کی۔ ای رب اذاً انا معھم ای انت معذبھم وانا معھم تو جب دعا معلوم ہوئی تو اگر کوئی ابتدائے صلوٰۃ میں دعا کرے تو جائز ہے۔ اور بعض نے کہا قیام کا طویل کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ نے دعا افتتاح پڑھی ہے۔ مگر یہ دونوں توجیہیں نہیں چلتیں۔ کیونکہ اطالت قیام تو اس کے بعد بھی ہے۔ اور رکوع میں بھی اطالت ہے۔ اور ایسے اثنائے صلوٰۃ میں دعا کرنے پر استدلال کرنا یہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ کیونکہ خصوصیت کوئی معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ اگر تم باب منعقد کر لیتے تو پھر کوئی تکلف نہ ہوتا۔ تو بعض نے کہا کہ یہاں سے صلوٰۃ میں اطالت رکوع کے جواز کو ثابت کرنا ہے۔ باب یہی تھا مصنفؒ نے ہماری آزمائش کے لئے اسے ذکر نہیں کیا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ جب آپؐ کو یقین ہے کہ میری موجودگی میں عذاب نازل نہیں ہوگا پھر آپؐ ای رب اذاانامعھم کیوں فرماتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احکام ایسے نازل ہوتے ہیں کہ ان میں شرائط مخفی ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر عموم اور اطلاق معلوم ہوتا ہے تو ایسے یہاں بھی آپؐ کو عدم ایتان عذاب کی قطعیت میں شبہ تھا۔ جیسے لا یکلف اللہ نفسا الخ کے بعد فرماتے ہیں ربنا ولاتحملنا مالا طاقۃ لنا بہ کہا جاتا ہے۔ تو آپؐ کو شبہ ہوا کہ ممکن ہے کہ وعدہ مقید بشروط ہو ہم اس کو مطلق سمجھ بیٹھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ کوئی وعدہ کرلیں تو ان کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دنیا میں تو قبول کی گئی مگر حضرت آدمؑ کو قیامت کے دن ڈر ہوگا اور شفاعت کبریٰ سے انکار کردیں گے۔ ایسے باقی انبیاءؑ بھی انکار کریں گے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر باری تعالیٰ کوئی وعدہ فرمالیں تو اس کی وجہ سے وہ مجبور نہیں ہوتے۔ جب دنیا میں معمولی بادشاہ اپنے عہود اور مواثیق پر اپنی اتنی قدرت بتلاتے ہیں تو کیا باری تعالیٰ اپنے وعدہ کے توڑنے پر قادر نہیں ہیں۔ یقیناً قادر ہیں۔ اس لئے آپؐ کو خداوندی جلال کے مقابلہ میں التجا کرنی پڑے گی۔ کیونکہ نزدیکاں را بیش بود حیرانی ان اللہ لا یخلف المیعاد کا فرمان ہے۔ تو ادھر ان اللہ علی کل شیٔ قدیر بھی موجود ہے۔

(اسی کو امکان کذب سے تعبیر کیا جاتا ہے)

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بلاترجمہ ہے اس قسم کا باب باب سابق سے فی الجملہ لاحق اور فی الجملہ دور ہوتا ہے۔ روایت اس میں کسوف کی ذکر فرمائی ہے اور وجہ مناسبت میں اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ فاطال القیام سے مایقرء بعدالتکبیر ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اطالت قیام دعا ہی کی وجہ سے تو ہوئی۔ مگر چونکہ یہ لفظ نص فی الدعاء نہیں تھا اس لئے باب بلاترجمہ سے فصل کر دیا۔ مگر ثابت کرنا اسی دعا کو ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نماز ساری محل دعا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ آیت رحمت پر دعا اور آیت عذاب پر پناہ چاہتے تھے۔ اور اس میں دعا رب اذاأنا معهم فرمایا اور یہ بھی دعا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے رب وانا معهم کہہ کر دعا فرمائی۔ یعنی ابھی تک میں موجود ہوں تو یہ عذاب کیسا! لہذا عذاب اٹھا لیجئے لہذا دعا ثابت ہو گئی۔ اور بعض مشائخ علماء کی رائے ہے کہ باب سابق میں دو طرح کی روایات ذکر فرمائی ہیں ایک روایت میں قرأت سے قبل کچھ پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری سے نہیں۔ تو یہ باب ذکر فرما کر اشارہ فرمادیا اس روایت کے مضمون کے موافق جس سے ثناءٔ وغیرہ کا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ بعد التکبیر میں انحصار نہیں ہے۔ بلکہ وسط میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ باب ما یقرأ بعد التکبیر میں ایک روایت حضرت انسؓ کی ذکر کی ہے کہ الحمد لله سے شروع کرے اور دوسری روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے دعا والی۔ یہاں باب باندھ کر ختم سورہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ چونکہ تکبیر کے بعد یہ بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کے زمان کے تاخیر کی طرف الگ باب باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ ضم الحمد اور دعا مؤخر ہے۔ اور امام بخاریؒ نے باب سابق سے دعا کا اثبات کیا ہے توجیہ اور ثنا والی روایات تو ان کی شرط کے مطابق ہی نہیں ہیں۔ ای رب اذاً انامعهم حضور اقدس ﷺ نے وانا معهم کہہ کر اس وعدہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وماكان الله معذبهم وهم يستغفرون اوانت فيهم میں فرمایا تھا کہ ابھی تو میں انہی میں ہوں اور آپ یہ وعدہ فرما چکے ہیں کہ تمہارے ہوتے ہوئے میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔ آخر یہ کیا ہے یہ دعا بھی ہوئی سوائے دعا اوّل کے۔ اور وسط میں ہوئی خشاش کیڑے مکوڑے۔ ضم سورت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے باب منعقد کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابو اب القرأة تو مستقل آگے آرہے ہیں۔ بلکہ اس باب کی غرض یہ ہے کہ بعد التکبیر قبل القرأة تین دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ ایک ثناءٔ دوسرے تعوذ تیسرے تسمیہ تو ان دونوں بابوں سے ان تین اشیا کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ نیز اوّل باب سے یہ ثابت کیا کہ شروع قرأة کے اندر دعا وغیرہ پڑھنی چاہیئے۔ اور دوسرا باب لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ اگر درمیان قرأة کے بھی دعا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ وسعت ہے۔ اللهم باعد بيني وبين خطاياى مشہور قول ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ پڑھنا تعلیم امت کیلئے تھا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خطاؤں اور ہماری خطاؤں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن ام مکتوم والے واقعہ میں ڈانٹ پڑ گئی۔ اور عبس وتولى نازل ہوئی اسی طرح اسا ريه بدر کے بارے میں ڈانٹ پڑی۔ اس قسم کی چیزیں عصمت کے خلاف نہیں ہیں۔ لہذا ان کو ظاہر پر محمول کر کے حضور ﷺ کی خطاؤں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

بَاب رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ ؓ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلٰوةِ الْكُسُوفِ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ۔

ترجمہ ۔ نماز میں امام کی طرف نظر اٹھانا
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صلوٰۃ کسوف میں فرمایا کہ جہنم کو میں نے دیکھا کہ اس کے شعلے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں جبکہ تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا۔

حدیث (۷۰۳) حَدَّثَنَا مُوْسٰی (الخ) عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ. الحديث.

ترجمہ۔ حضرت ابو معمرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأۃ کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہم نے پوچھا آپ لوگ یہ کیسے پہچانتے تھے۔ فرمایا آپ کی داڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

حدیث (۷۰۴) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوْبٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامُوْا قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت براءؓ نے جو جھوٹے نہیں ہیں ہمیں حدیث بیان کی کہ یہ لوگ جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو آپؐ رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ لوگ اس وقت تک قیام میں رہتے تھے۔ جب تک کہ آپ کو دیکھتے تھے کہ آپؐ سجدہ کر رہے ہیں۔

حدیث (۷۰۵) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلّٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ تَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَابَقِيَتِ الدُّنْيَا . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں سورج بے نور ہوا تو حضور ﷺ نے نماز پڑھی صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑتے دیکھا پھر ہم نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے ایک خوشہ لینے لگا۔ اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی اس وقت تک تم اس سے کھاتے رہتے۔

حدیث (۷۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ الْاٰنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلَاثًا . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ابھی جبکہ تمہیں نماز پڑھا رہا تھا جنت اور دوزخ کو دیکھا جن کی اس دیوار کے قبلہ میں تصویریں بنا دی گئی تھیں۔ پس میں نے آج کے دن جیسا کوئی دن نہیں دیکھا۔ جس میں خیر اور شر دونوں جمع ہوں یہ تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حین رأیتمونی تا خوت الخ اس اثر میں تو رؤیۃ مقتدیوں کی مذکور ہے۔ مگر آخری روایت سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ آپؐ نے جب دیوار میں جنت ونار کو دیکھا تو یہ دیوار آپ کا مرئی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھنے سے جب فسا د فی الصلوۃ لازم نہیں آتا تو امام بھی صفوف کی بنسبت اسی طرح ہوتا ہے تو اس کی طرف دیکھنا بھی مفسد صلوۃ نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ امام اور جدار قبلہ کی طرف رفع بصر جائز ہے۔ اور آسمان کی طرف جائز نہیں جیسا کہ اگلے باب میں آرہا ہے تو پہلے باب سے جواز اور دوسرے سے کراہت ثابت فرمائی۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ نے پہلے باب سے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ مقتدی کی نظر کہاں ہو۔ جمہور کے نزدیک موضع سجود پر لا نہ غایۃ الخشوع اور مالکیہؒ کے نزدیک امام کی طرف ہونی چاہئے اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کے انتقالات کا علم ہوتا رہے گا۔ رأیت جھنم اس سے استدلال فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے جہنم کو متمثل فی الجدار دیکھا۔ دیکھنا ثابت ہوگیا۔ حین رأیتمونی بعض نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب انہوں نے امام کو دیکھا تو نظر الی الامام ثابت ہوگیا۔ بم کنتم تعرفون قرأته صحابہؓ میں سے بعض جیسے ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ سریہ میں قرأت نہیں ہے اور اکثر فرماتے تھے کہ قرأت ہے۔ اس لئے اس کے متعلق سوال ہوا کرتا تھا کہ قرأۃ ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت خباب ابن الارتؓ سے بھی پوچھا گیا۔ تو جواب دیا کہ ہاں قرأت کرتے تھے۔ اس پر سائل نے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلتا تھا تو فرمایا کہ باظطراب لحیته داڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔ مگر یہ دلیل تام نہیں ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ دعا کی وجہ سے ہو مگر حضرت ابو قتادہؓ کی روایت سے معلوم ہوگیا کہ قرأت کی وجہ سے اضطراب لحیۃ ہوتا تھا۔ کیونکہ ان کی روایت میں ہے ویسمعنا احیانا یعنی تعلیماً کبھی کبھی ہم کو سنایا کرتے تھے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ آمین میں بھی رفع صوت تعلیماً احیاناً تھا۔ اور یہاں جو غرض ہے یعنی رفع الی الامام وہ اس طرح ثابت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی طرف نظر اٹھائی جب ہی تو اضطراب لحیہ کو دیکھا۔

بَاب رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ۔ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا

حدیث(۷۰۷) حَدَّثَنَا عَلِي بْنِ عَبْدُاللّٰهِ الخ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسَ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَابَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْلَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ . . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ نے ان کو حدیث سنائی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ اور اس بارے میں آپ کا فرمان سخت ہو گیا یہانتک کہ فرمایا کہ لوگ اس کام سے رک جائیں۔ رونہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔

بَاب الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز میں ادھر ادھر جھانکنا کنکھنیوں سے دیکھنا

حدیث (۷۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا یہ چھین لینا ہے۔ جس کو شیطان بندے کی نماز سے چھینتا ہے۔

حدیث(۷۰۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَهَا اَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِيْ اَعْلَامُ هٰذِهِ اذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ وَأْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَةٍ ..الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک منقش چادر میں نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے اس کے نقش و نگار نے مشغول رکھا۔ فرمایا اس کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور میرے پاس انجا بیہ چادر لے آؤ جس میں نقش و نگار نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ التفات فی الصلوۃ کی دو صورتیں ہیں۔ قبلہ کی طرف چہرہ رہے۔ مگر آنکھوں کے کنارے سے ادھر ادھر دیکھا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے چہرہ پھر جائے۔ پہلی صورت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور دوسری صورت ممنوع ہے۔ آپؐ نے اعلام یعنی نقش و نگار کو کنکھنیو ں سے دیکھا۔ اس کو جمہور مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ اور اہل ظواہر حرام کہتے ہیں۔

وہ ترمذی کی روایت کو مستدل بناتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خلاصہ یہ ہے کہ التفات فی حدذاتہ تو مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو تو باب ثانی سے استثناء فرمالیا۔ التفات کی مختلف قسمیں ہیں ایک التفات قلبی ہوتا ہے کہ قلب دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔ اس التفات کے ساتھ نماز درست ہو جائے گی۔ لیکن یہ اعراض من حضور اللہ شمار ہوگا۔ اور اکمال صلوۃ کے منافی ہوگا۔ دوسرے یہ کہ گوشۂ چشم سے دیکھے یہ اوّل سے اخف ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ گردن پھرا کر دیکھے۔ یہ اختلاس شیطان ہے۔ اور اس میں اوّل سے زیادہ کراہت ہے۔ اور چوتھے یہ کہ سینہ پھیر کر دیکھے۔ یہ مفسد صلوۃ ہے۔ لفوات الاستقبال کیونکہ استقبال قبلہ نہیں رہا اور اصل بات یہ ہے کہ کسی طرف التفات نہ ہو نہ قلب سے نہ جوارح سے۔ بلکہ استقبال کامل الی اللہ ہو۔ باب کی روایت میں وارد ہے شغلنی اعلام ھذہ حضور اقدس ﷺ سے اس قسم کے جتنے افعال منقول ہیں وہ ہمارے لئے خلاف اولیٰ ہیں۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کے لئے اس میں ثواب ہے۔ کیونکہ اس طرح سے حضور انور ﷺ نے تعلیم فعلی کی ہے۔ اور بلغ ماانزل الیك کی تکمیل ہے۔ جیسے مؤطا میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ انی لاانسی ولکن انسی میں بھولتا نہیں ہوں بھلوا دیا جاتا ہوں۔ اور جن افعال کا صدور شان نبوت کے منافی تھا ان کا صدور صحابہ کرامؓ سے کرلیا گیا جیسے زنا وغیرہ ان امور کے لئے صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو تکوینی طور پر پیش کیا۔ لہٰذا ہمیں ان صحابہؓ کے متعلق ذرا سا شبہ کرنا بالکل غیر مناسب اور حکماً ناجائز ہے۔

بَاب هَلْ يَلْتَفِتُ لِاَمْرٍ يَنْزِلُ بِهٖ اَوْيَرٰى شَيْئًا اَوْبُصَاقًا فِى الْقِبْلَةِ ۔ وَقَالَ سَهْلٌ اِلْتَفَتَ اَبُوْ بَكْرٍؓ فَرَاَى النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم ۔

ترجمہ۔ کیا کسی ایسے معاملہ کے لئے جو اچانک پیش آجائے یا کسی چیز کو دیکھے یا کھنگار قبلہ کی طرف دیکھے تو کیا ان امور کے لئے ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ ادھر متوجہ ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔

حديث (۷۱۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُخَامَةً فِىْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّىْ بَيْنَ يَدَىِ النَّاسِ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ فِى الصَّلٰوةِ فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَلَايَتَنَخَّمَنَّ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کھنگار کو مسجد کے قبلہ کی طرف دیکھا جبکہ آپ لوگوں کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے تو آپ نے اسے چھیل کر زائل فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز کے اندر

اَحَدُ قِبَلَ وَجْهِهٖ فِی الصَّلٰوۃِ الحدیث.... ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے چہرہ کی طرف ہوتے ہیں

پس تم میں سے کوئی بھی نماز کے اندر اپنے سامنے کی طرف نہ تھوکے۔

حدیث (۷۱۱) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ قَالَ بَیْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ لَمْ یَفْجَأْھُمْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَشَفَ سِتْرَ حُجْرَۃِ عَآئِشَۃَؓ فَنَظَرَ اِلَیْھِمْ وَھُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ یَضْحَکُ وَنَکَصَ اَبُوْبَکْرٍؓ عَلٰی عَقِبَیْهِ لِیَصِلَ لَهُ الصَّفَّ فَظَنَّ اَنَّهٗ یُرِیْدُ الْخُرُوْجَ وَھَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ یَّفْتَتِنُوْا فِیْ صَلٰوتِھِمْ فَاَشَارَ اِلَیْھِمْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَکُمْ وَاَرْخَی السِّتْرَ وَتُوُفِّیَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِکَ الْیَوْمِ . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ مسلمان فجر کی نماز میں تھے کہ اچانک جناب رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ کھولا تو مسلمانوں کو صفیں باندھے ہوئے دیکھا مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔ حضرت ابوبکرؓ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہوئے تاکہ آپؐ کی وجہ سے صف میں مل جائیں۔ ان کا گمان یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لانے کا ارادہ فرمارہے ہیں اور مسلمانوں نے قصد کرلیا کہ اپنی نماز میں فتنہ میں مبتلا ہوجائیں کہ کہیں نماز نہ توڑدیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی نماز پوری کرو پردہ لٹکایا اور واپس چلے گئے اور اس دن کے آخری حصہ میں آپؐ کی وفات ہوگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون..

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام بخاریؒ نے جمع کی صورت بیان کی ہے۔ کہ اگر کسی امر عارض کی وجہ سے التفات ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اور بغیر ضرورت کے التفات کرنا جو مخل فی التوجہ ہو یہ ممنوع ہے۔ یہ تطبیق کی صورت اچھی ہے مگر پہلی روایت پر اشکال ہے۔ کہ فحتھا کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں چھیلا گیا۔ اور یہ فعل ممنوع فی الصلوۃ ہے۔ تو بعض نے کہا کہ یہ فعل قلیل تھا۔ مگر کہا جائے گا کہ جہاں آپؐ کھڑے ہوئے تھے وہاں تو چھیل نہیں سکتے ضرور دو چار قدم آگے بڑھے ہوں گے لکڑی وغیرہ لے کر پھر چھیلا ہوگا تو اس سارے عمل سے فعل کثیر کا نہ ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ تو دوسری توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے کہ فحتھا وقال میں تنازع فعلین واقع ہوا ہے۔ انصراف کے وقت آپؐ نے کچھ چھیلا پھر اس کے بعد فرمایا۔ اب کوئی اشکال نہ ہوگا۔

باب وُجُوْبِ الْقِرَآءَۃِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ فِی الصَّلٰوۃِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا یُجْھَرُ فِیْھَا وَمَا یُخَافَتُ ۔

ترجمہ۔ قرأۃ امام اور مقتدی کیلئے سب نمازوں میں واجب ہے خواہ حضر ہو یا سفر ہو خواہ جہری نماز ہو یا سری یعنی جہرا قرأت کی جاتی ہے یا آہستہ پڑھی جاتی ہے۔

حدیث (۷۱۲) حَدَّثَنَا مُوْسٰی الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمَرَةَ قَالَ شَکٰی اَھْلُ الْکُوْفَةِ سَعْدًا اِلٰی عُمَرَ فَعَزَلَهٗ وَاسْتَعْمَلَ عَلَیْهِمْ عَمَّارًا فَشَکَوْا حَتّٰی ذَکَرُوْا اَنَّهٗ لَایُحْسِنُ یُصَلِّیْ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ فَقَالَ یَا اَبَا اِسْحٰقَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّکَ لَاتُحْسِنُ تُصَلِّیْ قَالَ اَمَّا اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا اَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّیْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فَاَرْکُدُ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَاُخِفُّ فِی الْاُخْرَیَیْنِ قَالَ ذٰلِکَ الظَّنُّ بِکَ یَا اَبَا اِسْحٰقَ فَاَرْسَلَ مَعَهٗ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا اِلَی الْکُوْفَةِ یَسْاَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْکُوْفَةِ وَلَمْ یَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ وَیُثْنُوْنَ عَلَیْهِ مَعْرُوْفًا حَتّٰی دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِیْ عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ یُقَالُ لَهٗ اُسَامَةُ ابْنُ قَتَادَةَ یُکْنٰی اَبَا سَعْدَةَ فَقَالَ اَمَّا اِذْ نَشَدْتَنَا فَاِنَّ سَعْدًا کَانَ لَایَسِیْرُ بِالسَّرِیَّةِ وَلَایَقْسِمُ بِالسَّوِیَّةِ وَلَایَعْدِلُ فِی الْقَضِیَّةِ قَالَ سَعْدٌ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ عَبْدُکَ هٰذَا کَاذِبًا قَامَ رِیَاءً وَّسُمْعَةً فَاَطِلْ عُمُرَهٗ وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَکَانَ بَعْدُ اِذَا سُئِلَ یَقُوْلُ شَیْخٌ کَبِیْرٌ مَّفْتُوْنٌ اَصَابَتْنِیْ دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِکِ فَاَنَا رَاَیْتُهٗ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰی عَیْنَیْهِ مِنَ الْکِبَرِ وَاِنَّهٗ لَیَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِیْ فِی الطُّرُقِ یَغْمِزُهُنَّ ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرةؓ فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں نے حضرت سعدؓ کی شکایت حضرت عمرؓ سے کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت عمارؓ کو گورنر بنایا کوفہ والوں نے جہاں اور شکایات کیں ان میں ایک یہ شکایت بھی ذکر کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمرؓ نے قاصد بھیج کر انہیں بلوایا۔ پوچھا اے ابو اسحاق یہ حضرت سعد کی کنیت ہے کہ یہ کوفے والے کہتے ہیں کہ آپ ان کو نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں تو ان کو جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھاتا رہا ہوں۔ جس میں میں نے کسی قسم کی کمی نہیں کی۔ چنانچہ میں ان کو عشاء کی نماز اس طرح پڑھاتا تھا کہ پہلی دو رکعتوں میں طوالت کرتا تھا اور آخری دو میں تخفیف کرتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو اسحاقؓ میرا بھی آپؓ کے متعلق یہی گمان تھا۔ پھر ان کے ساتھ ایک یا بہت سے آدمی کوفہ کی طرف بھیجے جو کوفہ والوں سے حضرت سعدؓ کے متعلق سوال کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کوئی مسجد نہ چھوڑی جس کے سکان سے ان کے متعلق سوال نہ کیا ہو۔ سب لوگوں نے آپ کے متعلق نیکی کے ساتھ تعریف کی یہاں تک کہ قبیلہ بنو عبس کی مسجد میں پہنچے تو ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا نام اسامۃ بن قتادہ تھا جس کی کنیت ابو سعدۃ تھی تو اس نے کہا جب آپ نے ہم سے قسم دے کر پوچھا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ حضرت سعدؓ جہاد میں نہیں چلتے۔ غنیمت کا مال برابر تقسیم نہیں کرتے۔ اور قضا اور فیصلہ میں عدالت انصاف نہیں کرتے۔ جس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں بھی اس کیلئے تین بد دعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے

محض دکھاوے اور شہرت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی فرما۔ اس کے فقر کو بھی لمبا کر دے اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنا دے۔ چنانچہ اس کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا تھا کہ میں بوڑھا اثر انٹ او، فتنوں میں مبتلا شخص ہوں جس کو حضرت سعدؓ کی بد دعا لگ گئی ہے۔ عبد الملک راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ابرو دونوں آنکھوں پر آپڑے تھے اور راستوں میں بچیوں لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا کہ ان کی چٹکیا کاٹتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ وجوب القرأة کا ایک طویل باب ہے اگر میں یوں کہوں کہ یہ بمنزلہ کتاب کے ہے تو صحیح ہوگا۔ اسلئے کہ قرأة میں کئی مسائل مختلف فیھا ہیں۔ لہذا میرے خیال میں ایک کلی باب بمنزلہ کتاب کے باندھ دیا۔ مسئلہ قرأة میں بائیس اختلافات ہیں۔ ان اختلافات کی وجہ سے ایک کلی باب باندھا۔ فی الصلوات کلھا سے امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ پر رد فرمایا ہے۔ اس لئے کہ وہ جھری میں تو قرأة کے قائل ہیں۔ سری میں نہیں بلکہ جب ان سے کہا گیا تو کہنے لگے خاموش رہو منہ نوچ لوں گا۔ کیا حضور ﷺ ہم سے چھپادیں گے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں پر ساری نمازوں میں قرأة واجب ہوئی۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں یہ امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ ماموم پر تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی قرأة واجب نہیں۔ سوائے امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول میں وجوب فاتحہ کے قائل ہیں۔ اور راس قول کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں تصریح ہے کہ اگر امام جلدی سے رکوع میں چلا گیا اگر مقتدی قرأت فاتحہ میں مشغول ہوتا ہے تو فوات رکوع کا اندیشہ ہے یا مقتدی کو کوئی عذر پیش آجائے مثلاً اتنا معذور ہے کہ سجدہ سے اٹھ کر امام کے ساتھ قیام میں شریک ہونا چاہ رہا تھا۔ اتنے میں امام نے رکوع کر دیا تو شافعیہ باوجود وجوب کے قول کے فرماتے ہیں کہ قرأة چھوڑ کر رکوع میں چلا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے کسی قول میں واجب نہیں۔ اب کیا ہے۔ احنافؒ کے یہاں خلاف اولیٰ ہے اور مالکیہ کے یہاں سری میں اولیٰ ہے۔ حنابلہ بھی یہی کہتے ہیں۔ مگر یوں کہتے ہیں کہ اگر جھری میں اتنا دور ہو کہ امام کی آواز نہ آتی ہو تو پڑھنا اولیٰ ہے۔ فی الحضر والسفر الخ۔ ابواب الرکوع تک سارے ابواب ہیں۔ اس باب کی مثالیں اور توضیحات ہیں۔ لہذا اب یہ اشکال نہ ہوگا کہ جھر فی المغرب کا باب کیوں باندھا لا صلوٰة الا بفاتحة الکتاب سے استدلال کیا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً تو روایت مضطرب ہے کما فی ابی داؤد اور اگر مان لیں تو یہ ہم پر وارد نہیں۔ اس لئے کہ دوسری جگہ ارشاد نبویؐ ہے کہ من کان له امام فقرأة الامام قرأة له کہ جس شخص کا امام ہو امام کی قرأة اس کی قرأة ہوگی۔ لہذا وہ قاری فاتحہ رہا۔ اس روایت کے بعض اسناد میں ومازاد بھی ہے اور مازاد کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ شکی اھل الکوفة سعدا یہ سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ان کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ کسی کو ان سے عناد ہوا اس نے دار الخلافہ میں حضرت عمرؓ کے یہاں جمیع اہل کوفہ کی طرف سے شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ کے یہاں خبر پہنچی۔ انہوں نے فوراً حضرت سعدؓ کو معزولی کا حکم بھیج دیا۔ اور ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو عامل بنا کر بھیج دیا۔ اور حضرت سعدؓ کو طلب کر لیا۔ فقال یا ابا اسحاق یہ حضرت سعدؓ کی کنیت ہے۔ ماأخرم ای ما انقص میں کمی نہیں کرتا۔ فارکد ای فاطول لمبا کرتا ہوں۔ قال ذالك الظن حضرت عمرؓ نے جب ان سے پوچھا کہ یہ اہل کوفہ تمہاری شکایت

کر رہے ہیں کہ تم اچھی طرح سے نماز نہیں پڑھتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تو ان کو حضور اکرم ﷺ کی نماز پڑھاتا ہوں یعنی جیسے حضور انور ﷺ پڑھایا کرتے تھے۔ اس پر کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اولین میں قرأۃ طویل کرتا ہوں۔ اور اخیرین میں اختصار کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا ذاك الظن بك یعنی تمہارے ساتھ یہی گمان رکھتا ہوں کہ تم ایسا ہی کرتے ہو گے۔ اور بات یہی ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ فاتح عراق اور اجل صحابہؓ اور حضور انور ﷺ کے ماموں ہیں یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے منہ پر تعریف کی۔ حالانکہ منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت وارد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعدؓ ناراض ہو گئے ہوں گے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے اس وہم کو دفع فرمانے کے لئے ایسا فرمایا فارسل منه رجلا او رجالا اب تحقیق واقعہ کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے ساتھ آدمی بھیجے کہ جاکر معلوم کریں کہ آخر بات کیا ہے۔ وہاں جاکر انہوں نے حضرت سعدؓ کے متعلق پوچھا اور کوئی مسجد نہیں چھوڑی جہاں انہوں نے تحقیق نہ کی ہو۔ اس لئے کہ حضرت سعدؓ امیر تھے۔ جمعہ کے دن لوگ جمع ہوتے ہی ہیں۔ ان کو حال معلوم ہوتا ہے۔ اور پہلے ایک ہی جگہ جمعہ ہوا کرتا تھا۔ اس زمانہ کی طرح نہیں جہاں چاہے جمعہ قائم کر دیا وہ لوگ حضرت سعدؓ کی تعریف کرتے تھے تحقیق کرتے کرتے مسجد بنو عبس میں پہنچے۔ وہاں بھی دریافت کیا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور ان سے کہا کہ جب تم قسم دلا کر پوچھتے ہو تو پھر سنو! اللہ کے نام کی عظمت کی وجہ سے کہتا ہوں کہ ان سعد لایسیر بالسرية کہ حضرت سعدؓ خود جہاد کو نہیں جاتے اور اپنی جان بچاتے ہیں ڈرتے ہیں۔ لا يقسم بالسوية اور برابر تقسیم نہیں کرتے۔ اپنوں کو ترجیح دیتے ہیں ولا يعدل فی القضية اور حق بات میں انصاف نہیں کرتے۔ قال سعد اما والله لادعون بثلث حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر تین الزام لگائے ہیں۔ اور میں ان کے مقابل میں تین بددعائیں کرتا ہوں۔ اور پھر تین بددعائیں دیں۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہو۔ محض ریا اور سنانے کے لئے کھڑا ہوا ہے کہ میں نے تو حق بات حضرت سعدؓ کے مقابل میں بھی کہہ دی تو اس کی عمر طویل کر دے۔ اور اس کا فقر بڑھا دے۔ اور اس کو فتنوں سے دوچار کر دے۔ حضرت سعدؓ صحابہ میں مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ حضرت سعدؓ کی بددعا قبول ہوئی۔ اور اس شخص کی سخت بڑھاپے کی وجہ سے پلکیں جھک گئیں تھیں۔ فقر کی وجہ سے مانگتا پھرتا تھا۔ اور راستہ میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔ اور پھر ذلیل ہوا کرتا تھا۔ یہ تعریض بالفتن ہو گیا۔ چونکہ حضرت سعدؓ نے اپنی بددعا کو ایک شرط کے ساتھ معلق کیا تھا کہ اگر یہ قائل کاذب ہو تو ایسا فرما اور دعا قبول ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ شخص کاذب تھا اور اس نے غلط الزام لگایا تھا اس کے بعد جب اس کا یہ حال ہو گیا تو جب لوگ دریافت کرتے تو کہتا تھا کہ حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی۔

چو! یہ بات یاد رکھو کہ اہل اللہ کے قلوب کو اپنی طرف سے مکدر نہ ہونے دو۔ ان کی طبیعت کو تمہاری طرف سے کوئی ملال نہ ہونے پائے۔ ورنہ اس کا اثر ایک نہ ایک دن ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ میرے والد صاحب مرحوم کا جب انتقال ہو گیا تو بہت سے لوگ تعزیت کو آئے۔ ان میں ایک صاحب ایسے بھی آئے جن کو کشف قبور ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے مجھے میرے والد صاحب مرحوم کی طرف سے بہت سے پیغاماتِ پہنچائے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس سے کہہ دو کہ بزرگوں کا دل اپنی طرف سے بُرا نہ ہونے دے اس لئے کہ دنیا میں

ان کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ میں نے کئی سال بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ سے پوچھا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ بزرگوں کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ آخر اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ ناحق کو ترجیح دیں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ ناحق کو کبھی ترجیح نہیں دیتے۔ ہوتا وہی ہے جو حق ہوتا ہے خواہ کتنا ہی بڑا بزرگ ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ اہل اللہ کو جو کبھی تکدر ہو جاتا ہے اس کا اثر ہو کر رہتا ہے۔ چاہے جب کبھی ہو۔ ان کے قلب کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کا کسی نہ کسی دن اثر ظاہر ہوتا ہے۔

ہیچ قومے راخدا رسوانہ کرد تادلے صاحبدلے نیامد بدرد

الحاصل جس شخص نے مسجد میں کھڑے ہو کر حضرت سعدؓ کی شکایت کی تھی اس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا۔ اور کنیت ابو سعدۃ تھی اس نے تین شکایتیں کیں جس کے بدلہ میں حضرت سعدؓ نے اس کو بھی تین بددعائیں دیں۔ اول اس نے شکایت کی کہ خود جہاد میں نہیں جاتے گویا موت کے خوف سے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس کے بدلہ میں انہوں نے بددعا دی کہ اطل عمرہ یعنی اس کی شکایت کا ماحصل یہ ہے کہ میں طویل عمر چاہتا ہوں۔ اور موت کے خوف سے نہیں نکلتا اے اللہ مجھے تو طویل عمر کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس کو ضرور عطا فرمادے دوسری شکایت یہ تھی کہ برابری سے تقسیم نہیں کرتے جس کا ماحصل یہ ہے کہ فقرہ کا مجھے خوف ہے اس لئے میں تھوڑا تھوڑا بے انصافی سے دیتا ہوں۔ اس پر آپ نے بدعا کی اطل فقرہ کہ مجھے تو طول فقر نہیں چاہئیے۔ البتہ اس کو ضرور عطا فرمادے۔ تیسری شکایت تھی کہ معاملات کے اندر بے انصافی کرتے ہیں۔ گویا فتنہ پھیلاتا ہوں اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اللہ اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔ چنانچہ یہ سب بدعائیں اسے لگیں۔

حدیث (۷۱۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سورۃ فاتحۃ الکتاب نہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی تو اس سے فرضیت قرأۃ ثابت ہو گیا۔

حدیث (۷۱۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَمَا صَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِيْ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک اور شخص بھی داخل ہوا۔ اس نے نماز پڑھ کر جناب نبی اکرم ﷺ پر سلام کیا آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا تم جاکر پھر نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اس نے جاکر ایسے ہی نماز پڑھی جیسے وہ پہلے پڑھ چکا تھا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا آپؐ نے فرمایا واپس جاکر نماز پڑھو کیونکہ تم نے

بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَيْرَهٗ فَعَلِّمْنِيْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَءْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَّافْعَلْ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا ......

نماز ہی نہیں پڑھی بہر حال یہ تین مرتبہ واقعہ پیش آیا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے کہ میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا آپؐ مجھے سکھلائیں تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے تکبیر تحریمہ کہو۔ پھر قرآن مجید میں سے جو تجھے آسان ہو اس کو پڑھو پھر رکوع کرو یہاں تک رکوع کی حالت میں تمہیں اطمینان ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدے میں اطمینان حاصل ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اسی طرح اپنی سب نماز میں کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر شوافعؒ کے نزدیک قراۃ فاتحۃ الکتاب نماز کے اندر فرض ہے۔ یہی مالکیہؒ کا مذہب ہے۔ اور حنابلہ کی روایت ہے اور دوسری روایت احنافؒ کے موافق ہے کہ مطلق قراۃ فرض ہے خاص طور سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ ہماری دلیل حدیث المسیء ہے۔ جس کے اندر فاقرء ما تیسرك من القرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلق قراۃ فرض ہے۔ البتہ اس حدیث کی بنا پر فاتحہ کی قراۃ وجوب کے درجہ میں ہوگی۔ حدیث المسیء کے متعلق ایک لطیفہ سنو۔ وہ یہ کہ یہ روایت تنقیدا ت دارقطنی میں سے ہے۔ مگر سب ائمہ نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا۔ چنانچہ علامہ شعرانی کے بھائی مولانا فضل اللہ مرحوم نے اس حدیث سے ۷۷۹ ۴ مسائل مستنبط فرمائے ہیں ایک اہم بات سنو! قرأت فاتحہ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ واجب صرف علماء احناف کے یہاں ہے۔ کسی اور امام کے یہاں نہیں ہے یہ بات صحیح نہیں۔ کیونکہ نفس واجب تو سب کے یہاں ہے۔ البتہ اس کا نام واجب احناف ہی کے یہاں ہے۔ دوسرے ائمہ اس واجب کو دوسرے اسماء سے تعبیر کرتے ہیں جیسے احناف کے نزدیک نماز مستحب سنت واجب اور فرض سے مرکب ہے اس طرح حنابلہ کے نزدیک مستحب سنت فرض غیر قطعی اور فرض قطعی سے مرکب ہے۔ شوافع کے یہاں آداب سنت ابعاد اور فرض یہ نماز کے اصل اجزا شمار کئے جاتے ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک بھی نماز مندوب سنت مؤکدہ اور فرض مرکب ہے۔ تو گویا تمام ائمہ کے نزدیک نماز کے چار اجزاء ہوئے۔ اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ احناف کے نزدیک واجب اور حنابلہ کے یہاں فرض غیر قطعی۔ شوافع کے یہاں ابعاد اور امام مالک کے نزدیک سنت مؤکدہ کے چھوڑنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ لہذا شیٔ ایک ہی ہوئی البتہ تعبیر میں فرق ہو گیا کہ احنافؒ نے اسے واجب سے تعبیر کر دیا۔ شوافع نے ابعاد سے۔

بَاب الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

ترجمہ۔ ظہر کی نماز میں قرأت ہے

حدیث(۷۱۵)حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانُ (الخ)
عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَعْدٌ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الْعَشِيِّ لَا اَخْرِمُ عَنْهَا كُنْتُ اَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ .....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں تو ان کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاتا تھا۔ شام کی دو نمازیں کہ جن میں کمی نہیں کرتا تھا۔ وہ اس طرح کہ پہلی دو رکعتوں میں سکون کرتا تھا اور آخری دو میں کم پڑھتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا بھی آپ کے متعلق یہی گمان تھا۔

حدیث(۷۱۶)حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ (الخ) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلٰى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَّكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلٰى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَ يُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحتہ الکتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے اور دوسری میں قصر کرتے تھے اور کبھی کبھی ایک آیت سنا دیتے تھے اور عصر کی نماز میں فاتحتہ الکتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے۔ اور صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کرتے اور دوسری میں کمی کرتے تھے۔

حدیث(۷۱۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ (الخ) عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ سَاَلْنَا خَبَّابًا اَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِاَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ. الحديث .

ترجمہ ۔ حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ ہم نے خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قراۃ کرتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہم نے پوچھا آپ کس چیز سے یہ پہچانتے تھے فرمایا آپؐ کے داڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یسمع الایۃ احیاناً صلوٰۃ میں اسماع آیتہ پر ہمارے فقہاء سجدہ سہو کہتے ہیں۔ تو بعض نے کہا کہ آپؐ عمداً جہراً نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ قراۃ تو سراً ہوتی تھی۔ البتہ کبھی کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ تعلیماً۔ مگر دوسرا جواب اچھا ہے کہ آپؐ تعلیم امت کے لئے کہ اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے۔ اسماع آیتہ یعنی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں تو آپ کی خصوصیت ہوئی ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں باب وجوب القرأة علی الامام والمأموم میں بتلا چکا ہوں کہ اصل تو یہ باب ہے اور اس کے بعد ابواب الرکوع تک جتنے ابواب آرہے ہیں سب اس کی تفصیل اور تمثیل ہیں۔لہذا اب ہر جگہ اس بات کی تلاش کی ضرورت نہ ہوگی کہ امام بخاریؒ کی یہاں کیا غرض ہے۔گو کہیں فائدہ جدیدہ بھی حاصل ہو جائے۔جیسے یہاں ایک فائدہ جدیدہ یہ حاصل ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سری صلوٰت میں قرأت واجب نہیں۔توان پر اس باب سے رد ہو گیا کہ ظہر کے اندر قرأت ہے کنت اصلی بھم یہ وہی حضرت سعدؓ کی روایت ہے۔اوران کی روایت میں صلوتی العشاء صلوتی العشی دوطرح کے الفاظ وارد ہیں۔اگر صلوتی العشاء ہو تو مغرب اور عشاء مراد ہوگی۔ صلوتی العشی ہے تو صلوتین سے ظہر اور عصر مراد ہوگی۔اوراس میں لامحالہ ایک صحیح ہے اور ایک وہم ہے۔لہذا معلوم ہو گیا کہ بخاری میں ہونا اس کو مستلزم نہیں۔کہ موافق واقعہ بھی ہو۔اب یہاں متن میں صلوتی العشاء جو ہے وہ نہیں ہو سکتا۔اس لئے امام بخاریؒ کا ترجمہ ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ جو حاشیہ کا نسخہ ہے یعنی احدیٰ صلوتی العشی یہ ہونا چاہئے۔ یطول فی الاولی الخ یہ مسئلہ آگے آرہا ہے۔

باضطراب لحیة میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ محض اس سے اس بات پر استدلال تام نہیں ہوتا۔کہ حضور اکرم ﷺ قرأت فرماتے تھے۔یہ تو ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور اقدس ﷺ کچھ پڑھتے تھے۔اس لئے کہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ یوں ہی منہ کو نہیں ہلاتے تھے۔لیکن کیا پڑھتے تھے اس پر کوئی دلیل نہیں۔ممکن ہے دعا پڑھتے رہے ہوں۔لہذا اس کے ساتھ ایک اور بات لگانی پڑے گی جو دوسری حدیث میں آرہی ہے۔ کان یسمعنا الایة۔احیانا اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ قرأت فرمایا کرتے تھے اور اس طرح آیۃ تعلیماً ہوا کرتا تھا۔اس طرح ہم کہتے ہیں کبھی آمین بھی تعلیماً زور سے ہو جایا کرتی تھی۔ یطول فی الرکعة الا ولیٰ اس کے متعلق مستقل باب آرہا ہے۔اس کے اندر اختلاف ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں گی یا کچھ فرق ہوگا۔امام احمدؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر نماز کی پہلی رکعت دوسری سے طویل ہوگی۔امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف صبح کی نماز کے اندر پہلی رکعت دوسری رکعت سے طویل ہوگی۔امام شافعیؒ کے نزدیک کسی نماز کے اندر بھی یہ حکم نہیں بلکہ سب برابر ہیں۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِی الْعَصْرِ

ترجمہ۔عصر کی نماز میں قرأت ہے

حدیث (۷۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوسُفَ (الخ)

قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ اَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ بِاَیِّ شَیْءٍ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قِرَاءَتَهٗ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْیَتِهٖ ...

ترجمہ ۔ابو معمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب بن الارتؓ سے کہا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا آپ لوگ آپؐ کی قراۃ کو کس چیز سے معلوم کرتے تھے فرمایا آپؐ کی داڑھی کے حرکت کرنے کی وجہ سے۔

حدیث (۷۱۹) حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ (الخ) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَّيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا ..الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب اور ایک ایک سورۃ پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنادیا کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کی غرض پہلے معلوم ہو چکی ہے۔

باب القرأة فی المغرب

ترجمہ۔ نماز مغرب میں قرأت ہے

حدیث (۷۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَابُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِيْ بِقِرَاءَتِكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ اِنَّهَا لَاٰخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ . الحديث

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کہ ان کی والدہ حضرت ام الفضل نے ان کو والمرسلات عرفاً پڑھتے سنا تو فرمایا کہ تو نے اس سورت کو پڑھ کر مجھے یہ سورت یاد دلا دی کیونکہ یہی وہ آخری صورت ہے جس کو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ وہ اسے مغرب کی نماز میں پڑھتے تھے

حدیث (۷۲۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ (الخ) عَنْ مَّرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَّالَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ وَّقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ بِطُوْلَى الطُّوْلَيَيْنِ ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت مراوان ابن الحکمؒ فرماتے ہیں اور مجھے کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ آپؐ مغرب کی نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے۔ حالانکہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دو لمبی لمبی سورتوں میں لمبی سورت پڑھتے سنا ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح نے امام بخاریؒ پر اشکال کیا ہے کہ مغرب کی نماز میں تو قرأت ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں پھر باب کیوں باندھا۔ بعض علماء نے جواب دیا کہ نوعیت قرأت بیان کرنے کے لئے باب باندھا ہے کہ ظہر اور عصر کی نوعیت اور ہے۔ اور مغرب عشاء کی اور ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے یہ ابواب ابواب الرکوع تک باب وجوب القرأۃ علی الامام والمأموم کی تفاصیل ہیں۔ اگر انہوں نے یہاں یہ جواب دے دیا کہ نوعیت قرأت بیان کرنی ہے۔ تو پھر جھر بالمغرب وجھر بالعشا میں کیا کہیں گے۔ لانھا لاخر ماسمعت من رسول اللہ ﷺ یقرأھا فی المغرب یعنی یہ سورۃ والمرسلات عرفا آخری سورت ہے

جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں پڑھتے ہوئے سنا۔ مگر اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ آخری نماز ہو کہ اس کے بعد پھر آپؐ نے کوئی نماز نہ پڑھی ہو۔ کیونکہ ممکن ہے بہت پہلے سنی ہو اور پھر دوبارہ سننے کا موقع نہ ملا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اس روایت کے بعض طرق میں اخیر میں ماصلی لنا بعد بھی آیا ہے۔ کہ ہمیں بعد میں آپؐ نے نماز نہیں پڑھائی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی آخری نماز ہو۔ لہذا اب دو اشکال ہو گئے۔ اوّل تو یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری نماز مغرب میں گویا سورۂ والمرسلات عرفا پڑھی گئی۔ حالانکہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ محقق علماء کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری نماز فجر ہے جو دوشنبہ کے دن پڑھی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں تو آخری نماز جو حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی وہ جمعرات کی شام کو مغرب کی نماز ہے۔ اور اس کے بعد عشاء سے لے کر دوشنبہ کی صبح تک سترہ نمازیں حضرت ابو بکرؓ نے پڑھائیں۔ جس میں یھادی بین رجلین ہے۔ وہ دلیل ہے تو ممکن ہے کہ مغرب سے مراد آخیر مغرب ہو جو حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی۔ مگر پھر مجھ پر اشکال یہ ہے کہ میری تحقیق کے موافق شنبہ کے دن کی ظہر کی نماز حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی۔ کما قلت سابقاً تو پھر ماصلی لنا بعد درست نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اپنے اعتبار سے فرمایا۔ ظہر کی نماز میں وہ حاضر نہیں ہوئیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جہراً نہیں پڑھائیں۔ اور تیسرا جواب جس کی طرف حافظ ابن حجرؒ مائل ہیں۔ وہ یہ ہے کہ آخری نماز نبی اکرم ﷺ نے اپنے حجرہ میں مغرب کی نماز پڑھائی وہ مراد ہے۔ اس میں حضرت ام الفضل حاضر تھیں۔ اب دوسرا اشکال یہ ہے کہ جمہور کے قول کے خلاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ استحباب قصار فی المغرب کے قائل ہیں۔ امام ابو داؤدؒ نے سمعت النبی ﷺ یقرأ یطولی الطولیین نقل فرما کر عروہ کے اثر سے اس کے نسخ پر استدلال کیا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ کیا ضروری ہے کہ پوری پڑھتے تھے کچھ حصہ پڑھتے ہوں۔ علماء کرام نے قرآن پاک کی سورتوں کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے۔ کہ اوّل سبع طول اس کے اندر سورۂ اعراف تک سورۂ بقرہ سے لے کر چھ سورتیں ہوتی ہیں۔ ساتویں سورت کے اندر اختلاف ہے کہ وہ کون سی سورت ہے۔ بعض نے سورۃ فاتحہ کو بتلایا ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ چھوٹی سی سورت ہے لیکن ام القرآن ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سورۂ انفال اور براءت ملا کر سات سورتیں ہوتی ہیں اس کے بعد گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد بیس سورتیں مثانی کہلاتی ہیں۔ پھر آخیر قرآن تک تمام سورتیں مفصلات کہلاتی ہیں اب یہ کہ اس کی ابتداً کہاں سے ہے۔ اس کے اندر اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ انا فتحنا سے فرماتے ہیں۔ اور احناف ؒ کے نزدیک سورۂ حجرات سے اس کی ابتداء ہے۔ پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں۔ طوال مفصل۔ اوساط مفصل۔ اور قصار مفصل۔ شوافع کے نزدیک طوال مفصل۔ سورۂ انا فتحنا لك الخ سے لے کر سورۂ عبس تک ہے۔ اور ہمارے نزدک سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک ہے۔ اور اوساط مفصل کی انتہا شوافع کے نزدیک والضحی تک ہے۔ اور ہمارے نزدیک اذا زلزلت الارض تک ہے۔ پھر اخیر تک قصار مفصل ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صبح کی نماز کے اندر طوال مفصل کا پڑھنا اولیٰ اور مستحب ہے اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور بقیہ کے اندر اوساط مفصل پڑھے

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

ترجمہ۔ مغرب کی نماز میں بلند آواز سے پڑھنا

حدیث (۷۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۂ الطور پڑھتے سنا ہے۔

باب الجهر في العشاء

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں بھی بلند آواز سے پڑھنا ہے

حدیث (۷۲۳) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ الْعَتَمَةَ فَقَرَءَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهٗ قَالَ سَجَدْتُّ خَلْفَ اَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ

ترجمہ۔ حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ پڑھی تو انہوں نے اذا السماء انشقت پڑھا۔ اور اس میں سجدہ کیا۔ جب میں نے ان سے سجدہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابو القاسم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے پیچھے نماز میں سجدہ تلاوت کیا ہے۔ پس میں تو اب ہمیشہ اس سورۃ میں سجدہ کرتا رہوں گا۔ یہانتک حضور اقدس ﷺ سے جا کر ملوں گا۔

حدیث (۷۲۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ (الخ) عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَآءِ فِيْ اِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براءؓ سے سنا کہ جناب نبی اکرم ﷺ سفر میں تھے تو عشاء کی دو رکعتوں میں سے ایک کے اندر والتین والزیتون پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ مالکیہ کے نزدیک اس سورۃ کا پڑھنا جس میں سجدہ تلاوت ہو فرائض کے اندر مکروہ ہے اسلئے کہ عام لوگوں کو اشتباہ ہوگا۔ اس لئے خاص طور پر اس کے اثبات کے لئے باب باندھا۔

باب الْقِرَآءَةِ فِي الْعِشَآءِ بِالسَّجْدَةِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا

حدیث (۷۲۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ

ترجمہ۔ ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمراہ عشاء کی نماز پڑھی۔ انہوں نے اذا السماء انشقت

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَاهٰذِہٖ قَالَ سَجَدْتُّ فِيْهَا خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ فِيْهَا حَتّٰی اَلْقَاهُ.. الحدیث....

پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ میں نے پوچھا یہ کیسا سجدہ ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب ابو القاسم ﷺ کے پیچھے اس میں سجدہ کیا ہے۔ پس اب تو ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہونگا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ سے جاکر ملوں۔

باب الْقِرَآءَةِ فِی الْعِشَآءِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں قرأت ہے

حدیث (۷۲۶) حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰی الخ اَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقْرَأُ فِی الْعِشَآءِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ اَوْ قِرَآءَةً.. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عدی بن ثابتؓ نے حضرت براء بن عازبؓ سے سناوہ فرماتے تھے۔ کہ انہوں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو عشاء کی نماز میں والتین والزیتون پڑھتے ہوئے سنا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میں نے آنجناب ﷺ سے اچھی قرأت والا نہیں سنا۔

باب يُطَوِّلُ فِی الْاُوْلَيَيْنِ وَيَحْذِفُ فِی الْاُخْرَيَيْنِ۔

ترجمہ۔ آپؐ پہلی دو رکعتوں میں طوالت کرتے تھے اور آخری میں طوالت ترک کر دیتے تھے۔

حدیث (۷۲۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَوْكَ فِی كُلِّ شَیْءٍ حَتَّی الصَّلٰوةِ قَالَ اَمَّا اَنَا، فَاَمُدُّ فِی الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِی الْاُخْرَيَيْنِ وَلَا اٰلُوْ مَا اقْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ صَدَقْتَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ اَوْ ظَنِّیْ بِكَ .....

ترجمہ۔ ابو عون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرةؓ سے سناوہ فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ کوفہ والوں نے ہر معاملہ میں آپ کے متعلق شکایت کی ہے۔ حتیٰ کہ نماز کے بارے میں بھی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو پہلی دو رکعتوں میں درازی کرتا ہوں اور دو آخری میں طوالت کو ترک کرتا ہوں۔ اور جب سے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتدا کی ہے کبھی اس میں کوتاہی نہیں کی۔ حضرت عمر نے فرمایا آپ نے سچ فرمایا یہی گمان آپ کے ساتھ تھا یا میرا گمان آپ کے ساتھ یہی تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ اولیین اس لئے طویل ہوں گی کہ اس میں ضم سورة ہے اور اخیرین میں ضم سورة نہیں ہے۔

باب الْقِرَأَةِ فِی الْفَجْرِ وَ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالطُّوْرِ

ترجمہ۔ فجر کی نماز میں قرأت ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز میں سورۂ طور پڑھی۔

حدیث (۷۲۸) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِیْ عَلٰی اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُصَلِّی الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ اِلٰی اَقْصَی الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِیْ بِتَاخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَيُصَلِّی الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهُ وَكَانَ يَقْرَأُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ اَوْ اِحْدٰهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَی الْمِائَةِ ....

ترجمہ۔ حضرت سیار بن سلامہؓ فرماتے ہی کہ میں اور میرا باپ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے ان سے نماز کے اوقات کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ جب سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔ اور عصر کی نماز کو اس وقت پڑھتے تھے جبکہ ایک آدمی مدینہ کے انتہائی مقام تک واپس پہنچ جاتا تھا۔ جبکہ سورج ابھی تغیر پذیر نہیں ہوا تھا۔ اور مغرب میں جو کچھ آپ نے فرمایا میں اسے بھول گیا۔ البتہ تیسرے حصہ رات تک عشاء کی نماز مؤخر کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ اس سے پہلے سونا اور بعد میں باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے کہ آدمی فراغت صلوٰۃ کے بعد اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ دراں حالانکہ آپؐ دو رکعتوں میں یا ایک میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قالت ام سلمة الخ یہ کتاب الحج کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور پہلے پوری روایت گذر چکی ہے میری رائے میں یہ ۱۴ر ذوالحجہ کی صبح کی نماز کا واقعہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ جب حج سے فارغ ہو گئے تو رات ہی میں مکہ میں طواف وداع کرنے آئے۔ ۱۴ر ذوالحجہ کی صبح کو کعبہ کے پاس صبح کی نماز پڑھی۔ اور اس میں سورۃ والطور پڑھی۔ پھر طواف وداع کیا اور فراغت کے بعد مدینہ منورہ رخصت ہوئے۔

حدیث (۷۲۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ فِیْ كُلِّ صَلٰوةٍ يُقْرَاُ فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَسْمَعْنَا كُمْ وَمَا اَخْفٰی عَنَّا اَخْفَيْنَا

ترجمہ۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرأت کی جاتی ہے جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سنا دیا یعنی جہر کیا ہم نے بھی وہ تمہیں سنا دیا اور جہاں مخفی پڑھا

عَنكُمْ وَإِنْ لَمْ يَزِدْ عَلٰى أُمِّ الْقُرْاٰنِ اَجْزَأَتْ وَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ ..الحديث..

ہم نے بھی تم سے مخفی رکھا۔ اگر نماز میں صرف ام القرآن سورۃ فاتحہ پر اکتفا کریں تو وہ کافی ہے۔ اور زیادہ کریں یعنی اور سورت ملائیں تو بہتر ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ پہلے باب سے معلوم ہوتی ہے توبعض نے کہا کہ یہ سہو کاتبین میں سے ہے کہ روایت پہلے باب کی تھی جس کو دوسرے باب میں ذکر کیا گیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ قراء النبی ﷺ الخ ما اخفی منا اخفینا عنکم کے تقابل کی وجہ سے قراۃ جھر کے معنی ہوں گے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ مستقل باب نہیں ہے بلکہ کالفصل للباب السابق ہے۔ پہلی روایت سے قراۃ صلوٰۃ فجر جھرا کو بیان کر دیا پھر باب اوّل کی طرف عود فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یقول فی کل صلوٰۃ یقرء یہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت ابن عباسؓ پر رد کرنے کے لئے فرمایا۔

باب الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَاءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ ..

ترجمہ۔ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں لوگوں کے پیچھے طواف کر رہی تھی اور جناب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ اور اس میں سورہ طور کی قرأت فرما رہے تھے۔

حدیث (۷۳۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ طَائِفَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَّقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ اِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا مَالَكُمْ قَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ اِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ایک گروہ کے ساتھ بازار عکاظ کا قصد کر کے چل پڑے جبکہ شیاطین اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی۔ اور شہاب ثاقب ان پر چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ تو شیطان اپنی قوم کے پاس واپس آئے۔ قوم نے ان سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ واپس آگئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے اور آسمانی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے۔ اور ہم پر آگ کے شعلے برسائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہو نہ ہو کوئی نیا واقعہ پیش آگیا ہے۔ جاؤ اور زمین کے مشرق اور

الَّذِیْ حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَانْصَرَفَ اُولٰئِكَ الَّذِیْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِیْنَ اِلٰی سُوْقِ عُكَاظٍ وَّهُوَ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اسْتَمَعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِیْ حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ حِیْنَ رَجَعُوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ قَالُوْا یَاقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّهٖ ﷺ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَاِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ قَوْلُ الْجِنِّ الحدیث

مغربی کناروں میں پھیل جاؤ۔ اور دیکھو کہ کیا چیز حائل ہو گئی ہے چنانچہ یہ لوگ تھامہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جہاں نبی اکرم ﷺ مقام نخلہ پر عکاظ کے بازار کی طرف جانے کی غرض سے ٹھہرے ہوئے تھے اور اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب انہوں نے قرآن مجید سنا تو کان لگا کر سننے لگے۔ کہنے لگے اللہ کی قسم یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے۔ پس وہیں سے وہ لوگ اپنی قوم کے پاس واپس لوٹ کر بیان کرنے لگے کہ اے ہماری قوم ہم نے تو ایسا عجیب قرآن سنا ہے جو رشد کی راہ دکھاتا ہے۔ پس ہم تو ایمان لے آئے اب ہم کبھی بھی اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر قل اوحی الی نازل فرمائی۔ یعنی جنوں کا قول آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے۔

حدیث (۷۳۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْمَا اُمِرَ وَسَکَتَ فِیْمَا اُمِرَ وَمَا کَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا وَّلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ... الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جس جس مقام پر پڑھنے کا حکم ہوا وہاں آپ نے پڑھا اور جہاں چپ کرنے کا حکم ہوا وہاں چپ رہے۔ آپ کے رب بھولنے والے نہیں ہیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریا ؒ۔ طفت وراء الناس یہ وہی طواف الوداع والا واقعہ ہے۔ عامدین الی السوق عکاظ حضور اقدس ﷺ جب پیدا ہوئے تو جنات کا آسمان پر آنا جانا بند کر دیا گیا۔ اگر کوئی جاتا بھی تو اسے شہاب آگ کا شعلہ مارتے (میزائل) تو دو چار جنات یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ اور یہ سوچا کہ آسمان پر تو جانے سے رہے اب اطراف عالم میں پھر کر معلوم کرنا چاہیئے کہ ایسی نئی بات پیش آگئی جس سے ہمارا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا۔ وہ اسی تلاش میں پھرتے تھے کہ اچانک ایک دن حضور اقدس ﷺ سوق عکاظ کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں جاتے ہوئے آپ نے بطن نخلہ میں جو مکہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں کھجوروں کے باغات تھے نماز فجر پڑھی۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ جنات جو تحقیق کے لئے نکلے تھے آپہنچے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا تو کہا بس یہی چیز ہے جس کی وجہ سے ہمارا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ کی دل چیرنے والی قرأت تھی۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ کا کلام تھا وہیں مسلمان ہو گئے۔

اور یہی سب سے پہلا گروہ جنات کا ہے جو مسلمان ہوا۔ پھر یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اور وہاں پہنچ کر انہوں نے کہا انا سمعنا قرانا عجبا الخ جب یہ قصہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن پاک میں اس طرح بیان فرمایا قل اوحی الی الخ یہاں ایک چیستاں یعنی پہیلی یہ ہے کہ وہ حدیث بتلاؤ جس کو محدثین نے اپنے اساتذہ سے سنا۔ اور انہوں نے اپنے اساتذہ سے یہاں تک کہ وہ حدیث صحابہ کرامؓ سے سنی گئی۔ اور پھر صحابہ نے حضور اکرم ﷺ سے سنی۔ اور حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے سنی وہ یہی حدیث ہے۔

باب الْجَمْعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ

وَالْقِرَاءَةِ بِالْخَوَاتِيمِ وَبِسُورَةٍ قَبْلَ سُورَةٍ وَبِأَوَّلِ سُورَةٍ وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُؤْمِنُونَ فِي الصُّبْحِ حَتّٰى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسٰى وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسٰى أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى بِمِائَةٍ وَعِشْرِينَ آيَةً مِّنَ الْبَقَرِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَقَرَأَ الْأَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُولٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوسُفَ أَوْ يُونُسَ وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ عُمَرَ الصُّبْحَ بِهِمَا وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ بِأَرْبَعِينَ آيَةً مِّنَ الْأَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ وَقَالَ قَتَادَةُ فِيمَنْ يَقْرَأُ بِسُورَةٍ وَّاحِدَةٍ فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ يُرَدِّدُ سُورَةً وَّاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَّكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ مِمَّا يُقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا

ترجمہ۔ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا۔ سورتوں کے صرف آخری حصوں کو پڑھنا اور ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے پہلے پڑھنا۔ اور سورہ کا صرف اوّل حصہ پڑھنا اور حضرت عبداللہ بن سائب سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز میں سورۂ المؤمنون پڑھنی شروع کی جب موسیٰؑ اور ہارونؑ یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپؐ کو کھانسی آ گئی تو آپؐ رکوع میں چلے گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھیں۔ اور دوسری رکعت میں مثانی کی ایک سورۃ پڑھی اور احنف بن قیس نے پہلی رکعت میں سورہ کہف پڑھی اور دوسری رکعت میں مفصلات کی ایک سورۃ پڑھی۔ اور حضرت قتادہؓ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو ایک سورہ کو دو رکعتوں میں یا ایک ہی سورۃ کو دو رکعتوں میں لوٹاتا ہے۔ تو فرمایا سب کتاب اللہ ہے ہر طرح پڑھنا جائز ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کلثوم بن ھدم انصار کا ایک آدمی تھا۔ جو قبا کی مسجد میں امامت کراتا تھا جب بھی وہ اس سورت کے شروع کرنے کا ارادہ کرتا جو نماز میں پڑھی جاتی ہے تو وہ اس کا افتتاح قل ھو اللہ احد سے کرتا۔ جب اس سے فارغ ہو جاتا پھر کوئی دوسری سورۃ اس کے ساتھ

ثُمَّ يَقْرَأُ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰى مَعَهَا وَ كَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ اَصْحَابُهُ وَقَالُوْا اِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَاتَرٰى اَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِاُخْرٰى فَاِمَّاتَقْرَأُ بِهَاوَاِمَّا اَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأُ بِاُخْرٰى فَقَالَ مَااَنَا بِتَارِكِهَا اِنْ اَحْبَبْتُمْ اَنْ اَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَاِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّهُ مِنْ اَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوْا اَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّااَتَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ اَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَافُلَانُ مَايَمْنَعُكَ اَنْ تَفْعَلَ مَايَاْمُرُكَ بِهٖ اَصْحَابُكَ وَمَايَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُوْمِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّهَا قَالَ حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ ..

پڑھتا تھا اور وہ ہر رکعت میں ایسا کرتا تھا۔ اس کے مقتدیوں نے ان سے بات کی کہ آپ اس سورت کو شروع کرتے ہو پھر ہم سمجھتے ہیں کہ شاید آپ کو وہ کافی نہیں ہوتی کہ آپ دوسری سورت شروع کر دیتے ہیں۔ پس یا تو اسی قل ھو الخ کو پڑھو یا اسے چھوڑ دو اور کوئی دوسری سورت پڑھو۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں تو اس سورت کو نہیں چھوڑ سکتا البتہ اگر تمہیں پسند ہو تو میں اسی طرح تمہاری امامت کروں گا۔ اور اگر تمہیں ناپسند ہو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا سورت نہیں چھوڑتا۔ اہل قبا ان کو اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے ان کو چھوڑ کر دوسرے کی امامت کو پسند نہ کیا۔ اتفاق سے جب جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہ سارا واقعہ آپؐ کو سنایا چنانچہ آپؐ نے اس امام سے فرمایا کہ اے فلاں! اپنے مقتدیوں کی بات ماننے سے تمہیں کس چیز نے روکا اور کیا وجہ ہے کہ آپ نے ہر رکعت میں اس سورت کے پڑھنے کا التزام کیا ہے۔ اس نے جوابا کہا کہ حضرت والا توحید کی وجہ سے مجھے اس سورت اخلاص سے محبت ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا سورۃ کا پسند کرنا تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔

حدیث (۷۳۳) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِيْ رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّالشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ۔ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تو آج کی رات ایک رکعۃ میں سارے مفصلات پڑھ لئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھنا ہوا میں ان ہم مثل سورتوں کو جانتا ہوں جنہیں جناب نبی اکرم ﷺ ملاتے تھے۔ تو ان میں سے مفصلات کی بیس سورتیں ذکر فرمائیں کہ ان میں سے دو سورتیں ہر رکعت میں پڑھا کرتے تھے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں مصنفؒ نے چار تراجم ذکر فرمائے ہیں جمہور علماء اگرچہ ان میں سے سب کے جواز کے قائل ہیں

مگر ترتیب مصحف عثمانی کے خلاف پڑھنے کو مکروہ تحریمی سمجھتے ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت ان کا مستدل ہے۔ امام بخاریؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اور اس روایت باب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب مصحف عثمانی باجماع صحابہ واجب ہوئی ہے۔ اب جو اس کے بعد خلاف ترتیب کرے گا تو اس سے خرق اجماع لازم آئے گا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ترتیب پر اجماع نہیں ہوا تھا۔ اس لئے وہ اس طرح خلاف ترتیب پڑھتے تھے۔ صحت صلوٰۃ میں تو کوئی کلام نہیں البتہ کراہت ضرور ہے اس کے علاوہ جو دیگر تین تراجم ذکر فرمائے ہیں جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ البتہ قرأۃ باالخواتیم میں کراہت کے قائل ہیں۔ کیونکہ ہر سورت کی حقیقت مستقلہ ہے۔ اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تو مضمون قطع ہو جائے گا۔ البتہ بعض حضرات بلا کراہت جائز کہتے ہیں۔ اگر چہ اولویت اس میں ہے کہ تمام سورت پڑھی جائے۔ کیونکہ ربط بین الآیات بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے بعض نے رکوع سے پڑھنا جائز کہا ہے کیونکہ اس میں قطع مضمون نہیں ہوتی۔ لیکن اوّلاً تو رکوعات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آنجناب ﷺ سے رکوعات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آنجناب ﷺ سے رکوعات کی تعیین منقول نہیں۔ اس لئے ربط بین الآیات کی اچھی صورت نہیں بنے گی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور علامہ مہاوندیؒ نے اپنی کتب میں اس کا اہتمام کیا ہے۔ مگر ان میں بھی کماحقہ اہتمام نہیں کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے یہاں ابواب القرأۃ کی مختلف فروع اور جزئیات کو جمع فرمادیا اسلئے کہ حضرت الامام کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسروں کے یہاں اختلاف ہے۔ قرأۃ باالخواتیم یعنی سورتوں کی آخری آیات کو پڑھنا مثلاً ایک رکعت میں سورۂ جمعہ کا آخری رکوع اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون کا آخری رکوع پڑھے۔ یہ ائمہ کے یہاں جائز تو ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ اسلئے کہ اولیٰ تو طوال الی القصار علی التفصیل ہے۔ سورۃ قبل سورۃ مثلاً پہلی رکعت میں قل ھو اللہ احد الخ اور دوسری رکعت میں تبت یدا ابی لھب الخ پڑھے ائمہ کے یہاں یہ مکروہ ہے۔ اور امام بخاریؒ نے جو استدلال کیا ہے وہ ترتیب عثمانی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ چونکہ ترتیب عثمانی پر اجماع ہو گیا اس لئے اس کے خلاف مکروہ ہے۔ وباوّل سورۃ یہاں بھی وہی ہے۔ حتی اذا جاء ذکر موسی وھارون الخ یہ سورۂ مؤمنون کے آخر میں ہے۔ حبك ایاھا الخ لیکن اس سے اس کا استحباب یا جواز کہاں لازم آیا۔ ھذا کھذ الشعر ھذا کے معنی منقطع کرنے کے ہیں۔ اس جملہ کا مطلب شراح کے نزدیک یہ ہے کہ شعر کی طرح سے جلدی جلدی پڑھ ڈالا اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اشعار تو خوب الحان سے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کا جواب ان لوگوں نے یہ دیا کہ عرب میں جلدی جلدی اشعار پڑھتے تھے۔ لیکن میرے نزدیک اگر اس کا یہ مطلب ہوتا تو اچھا تھا کہ شعر یعنی بال کاٹنے کی طرح سے جلدی جلدی کچ کچ کر ڈالا۔ مگر مجھ کو کہیں سے اس کی تائید نہیں ملی۔

بَاب يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

ترجمہ۔ آخری دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب پڑھے۔

حدیث(۷۳۳) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلُ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَةَ وَیُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی مَالَا یُطِیْلُ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ وَهٰکَذَا فِی الْعَصْرِ وَهٰکَذَا فِی الصُّبْحِ . الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں ام الکتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ اور آخری دو رکعتوں میں صرف ام الکتاب پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنادیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں اتنا طول کرتے تھے جو دوسری رکعت میں نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح کی نماز میں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ تقریباً اجماعی مسئلہ ہے اور تقریباً کا مطلب یہ ہے کہ امام شافعیؒ کی ایک روایت میں ضم سورۃ بھی ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے یہاں نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے امام شافعیؒ پر رد فرمادیا ہے۔

باب مَنْ خَافَتِ الْقِرَاءَةَ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

ترجمہ۔ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کو آہستہ پست آواز میں پڑھے۔

حدیث(۷۳۴) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ اَیْنَ عَلِمْتُ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْیَتِهٖ . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کرتے تھے فرمایا ہاں۔ ہم نے پھر پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہو جاتا تھا۔ فرمایا آپؐ کی داڑھی مبارک کے ہلنے کی وجہ سے۔

باب اِذَا اَسْمَعَ الْاِمَامُ الْاٰیَةَ

ترجمہ۔ جب امام سری نماز میں کوئی آیت سنائے تو اسے نماز میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

حدیث(۷۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقْرَأُ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَّعَهَا فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَةَ اَحْیَانًا وَکَانَ یُطِیْلُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُوْلٰی۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں ام الکتاب اور اس کے ساتھ دوسری سورۃ بھی پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنادیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں طول ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی جب سری نماز میں امام کوئی آیت جھراً سنادے تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ اور اسی طرح اگر آیت کی بجائے دو آیات سنادیں تب بھی فاسد نہ ہو گی۔

باب يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى

ترجمہ۔ پہلی رکعت میں قرأت کو لمبا کرے تو کوئی حرج نہیں

حدیث (۷۳۶) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ (الخ) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے اور دوسری میں قصر کرتے تھے۔ یعنی طوالت نہیں ہوتی تھی بلکہ چھوٹی سورت پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح صبح کی نماز میں بھی کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام احمدؒ اور امام محمدؒ کا یہی مذہب ہے البتہ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کی جائے تاکہ لوگ جماعت کو حاصل کر سکیں بقیہ نمازوں میں نہیں۔ امام شافعیؒ سے مختلف روایات ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ ہر نماز کی پہلی رکعت میں طوالت ہو۔ دوسری روایت جو ان کا صحیح مذہب ہے کہ پہلی دونوں رکعتوں میں مساوات کی جائے۔ امام بخاریؒ کی انعقاد باب سے یہی غرض معلوم ہوتی ہے کہ اطالت ہر رکعت میں ہونی چاہئے۔ جمہور فرماتے ہیں یہ اطالت جو روایات سے ثابت ہے شاً تعوذ اور تسمیہ کی وجہ سے ہے۔ ورنہ سب میں مساوات ہو۔

باب جَهْرِ الْاِمَامِ بِالتَّاْمِيْنِ

ترجمہ۔ امام کو آمین بلند آواز سے کہنا ہے

وَقَالَ عَطَاءٌ اٰمِيْنَ دُعَاءٌ اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَآءَهٗ حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً وَكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يُنَادِي الْاِمَامَ لَا تُفَوِّتْنِيْ بِاٰمِيْنَ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهٗ وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ ذٰلِكَ خَبَرًا .....

ترجمہ۔ حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ آمین دعا ہے (جس میں امام اور مقتدی دونوں شریک ہوں گے) حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے پیچھے جتنے لوگ ہوتے تھے سب آمین کہتے تھے یہاں تک کہ مسجد میں اس کی وجہ سے ایک شور ہوتا تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ امام کو پکار کر فرمایا کرتے تھے کہ میری آمین فوت نہ کرادینا۔ اور حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اس آمین کو نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ اس پر لوگوں کو ترغیب دیتے تھے۔ آمادہ کرتے تھے اور اس بارے میں میں نے ان سے ایک خبر مرفوع بھی سنی ہے۔

حدیث (۷۳۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اٰمِیْنَ . الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہتا ہے تو تم بھی آمین کہو۔ کیوں کہ جن کی تامین فرشتوں کی تامین کے موافق ہو گئی اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور ابن شہاب زہریؒ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی آمین کہتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو ابن حضرمی والی نے صفوف کو درست کرنے کے لئے مقرر کیا تھا جس کی وجہ سے ان کو آمین کہنے کا موقعہ کم ملتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے امام سے کہہ دیا کہ مجھے آمین کہنے سے محروم نہ رکھنا۔ ان آثار سے امام بخاریؒ زور لگا کر جھر بالتامین کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ بات مشکل چیز ہے۔ کیونکہ صراحۃً کہیں جھر کا لفظ نہیں۔ اور اتنی مخافتۃ کے ہم بھی قائل ہیں کہ جن سے مل کر گونج یا شور سنائی دے۔ کما ھو المشاھد۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ مسئلہ بھی ان معرکۃ الآرء مسائل میں سے ہے جن کے متعلق میں نے کہا تھا کہ جہلاء نے حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ ورنہ جتنا بڑھایا گیا اتنی ان مسائل کی اہمیت نہیں۔ روایات جھر وسر دونوں طرح کی وارد ہیں ائمہ نے اپنے اپنے اصول کے مطابق ایک کو اصل قرار دیا۔ اور دوسری کو عارض پر محمول کیا۔ شوافع اور حنابلہ میں سے یہ ہے کہ وہ اصح کو مقدم کرتے ہیں۔ اس طرح اس روایت کو جس میں وسائل کم ہوں۔ تو جب روایت ان کے اصول کے موافق ہو گی اسے ترجیح دیں گے۔ مالکیہؒ کے اصول میں یہ ہے کہ اصل عمل اہل مدینہ ہے کہ وہی مھبط وحی ہے۔ اور پھر امام مالکؒ اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کچھ زیادہ بعد نہیں ہے۔ اور احنافؒ کے اصول میں سے ایک اصول یہ ہے کہ وہ روایات متعارضہ میں اوفق بالقرآن کو لیتے ہیں۔ اس لئے کہ روایات میں روایت بالمعنی کا احتمال ہے۔ بخلاف قرآن پاک کے کہ وہ کلام الٰہی ہے۔ اسلئے نماز کے بارے میں قوموا للہ قانتین کے تحت احناف فرماتے ہیں کہ نماز سے سکون کی طرف رجوع ہوا ہے۔ اس طرح یہاں بھی احنافؒ فرماتے ہیں کہ لجہ۔ جھر یا ارتجاج والی روایات یا تو منسوخ ہیں کہ جہر وغیرہ ابتداً پر محمول ہے۔ اور سر والی روایات آخری زمانہ کی ہیں۔ تو جہر منسوخ ہو گا۔ یا یوں تاویل کی جائے گی کہ اصل تو آمین میں سر ہے۔ البتہ کبھی کبھی تعلیماً للامۃ جہر فرمایا کرتے تھے۔ تو لجہ والی روایت رد نہ ہوئی۔ اس طرح ارتجاج والی روایت میں حتی یسمعھا من یلیہ من الصف الاول اس قدر مخافتۃ کا احناف بھی انکار نہیں کرتے۔ بلکہ اسرار اور اخفاء اس لئے بھی مناسب ہے کہ وہ بھی تضرع کی ایک قسم ہے۔ ادعو ربکم تضرعا وخفیۃ الغرض یہاں تامین میں بھی مختلف مسائل مختلف فیہ ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ اس کا حکم کیا ہے اکثر ظاہریہ کی رائے ہے کہ واجب ہے اور اس کے بر خلاف فرقہ امامیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بدعت ہے اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور ابن حزم ظاہری سے منقول ہے کہ امام کے لئے تو مستحب ہے اور مقتدیوں کے لئے فرض ہے۔ جنہوں نے مطلق وجوب کا قول اختیار کیا ہے وہ حضرات امنوا کے امر سے استدلال کرتے ہیں۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ خطاب تو مقتدیوں کو ہے۔ لہذا ان پر تو آمین واجب ہوگی اور امام کے متعلق اذاقال الامام آمین فرمایا ہے۔ لہذا اس پر مستحب ہے۔ اور ائمہ اربعہ میں سے حنابلہ کے نزدیک مسنون ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں سنت ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ آمین کون کہے گا۔ حضرت امام مالکؒ سے مشہور یہ ہے کہ صرف مقتدی کہے کیونکہ حدیث میں امام اور مقتدی ہر دو کا وظیفہ الگ الگ مقرر کیا گیا ہے۔ اذاقال الامام ولا الضالین یہ امام کا وظیفہ۔ اور فامنوا یہ مقتدی کا وظیفہ ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں اذاقال الامام امین فامنوا والی حدیث بھی ہے۔ مگر انہوں نے حدیث اوّل کو ترجیح دی ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں کہیں۔ قولہ اذاامن الامام فامنوا۔

تیسرا اختلاف یہ ہے کہ جہراً کہے یا سراً۔ احناف کے یہاں سراً اور حنابلہ کے یہاں جہراً ہے۔ امام شافعیؒ کا قول قدیم تو حنابلہ کے موافق ہے۔ اور قول جدید حنفیہؒ کے۔ مالکیہ کے یہاں بھی دونوں روایات ہیں تو اصل اختلاف حنفیہ اور حنابلہ میں ہے۔ اب یہاں ایک بات سنو! وہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں تو قاعدہ ہے کہ اگر امام سے دو قول مروی ہوں تو جو آخری ہوگا وہ لیا جائے گا۔ اور وہی راجح ہوگا اور شوافعؒ کے یہاں جدید و قدیم دونوں برابر ہیں۔ اور ان میں سے اصحاب الترجیح جس کو ترجیح دیں گے وہی راجح ہوگا۔ یہاں پر آکر شوافع میں بہت اختلاف ہو گیا۔ کبھی تو وہ کہتے ہیں کہ ماموم کے لئے دو قول ہیں۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ دو قول تو امام کے لئے ہیں۔ اور ماموم تو بالاتفاق تأمین بالسر کرے گا۔ لامع میں مضمون دیکھ لیا جائے۔ لاتفتنی با مین چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ فاتحہ پڑھتے تھے اسلئے اگر امام جلدی جلدی کہتے تو یہ رہ جاتے۔ اور امام کے ساتھ آمین نہ کہہ سکتے اس لئے یہ فرمایا سمعت منه فی ذلك خبرا خیر اور خبر بالیا والباد دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اگر اوّل ہو تو مطلب یہ ہے کہ اس کی فضیلت سنی۔ اگر ثانی ہو تو مطلب یہ ہے کہ حدیث مرفوع ہے۔

بَاب فَضْلِ التَّأْمِيْن — ترجمہ۔ آمین کہنے کی فضیلت

حدیث (۷۳۸) عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ (الخ)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَاقَالَ اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ فِى السَّمَآءِ اٰمِيْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آسمان میں کہتے ہیں۔ پس ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو کہنے والے کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تمہیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے یہ بات ہے کہ جو روایت ان کی شرط کے مطابق نہ ہو وہ بسا اوقات اس پر رد فرماتے ہیں۔ جبکہ وہ ان کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ اور بسا اوقات جبکہ اسی کا مضمون صحیح ہو تو ترجمہ سے اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہاں ابو داؤد وغیرہ میں ایک روایت ہے جس میں ہے کہ آمین طابع ہے یعنی آمین جہر ہے۔ اس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ فرما کر تائید فرمادی۔

بَاب جَهْرِ الْمَأْمُوْمِ بِالتَّامِيْنِ

ترجمہ۔ مقتدی بھی آمین جہراً کہے

حدیث (۷۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ . . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیهم ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو۔ کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مذہب تو معلوم ہو چکا کہ ہمارے یہاں سرّ ہے اور حنابلہ کے یہاں جہر ہے۔ اور شافعیہ کے یہاں اختلاف ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں راجح سرّ ہے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ روایت میں کہیں بھی جهر مأموم کا ذکر نہیں ہے۔ بعض علماء نے جواب دیا ہے اور یہ اسہل ہے کہ ترجمہ شارحہ ہے اور شارحہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ بتلاتے ہیں کہ روایت میں جو آمین مقتدی کا امر وارد ہوا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ جہر کے ساتھ کہے۔ ہم کہتے ہیں امام بخاریؒ کا ترجمہ ثابت ہو گیا۔ سر آنکھوں پر مگر ہم تو ان کی تفسیر کو نہیں مانتے وہ ہم پر حجت نہیں۔ دوسرا جواب بعض علماء نے یہ دیا کہ جب قول کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے زور سے ہی بولنا مراد ہوا کرتا ہے۔ اگر آہستہ بولنے کے متعلق کہا جائے تو اس کو سرّ سے مقید کرتے ہیں۔ اور حدیث میں فقولوا آمین وارد ہے لہذا ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مگر یہ ضابطہ مسلم نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولو ا ربنا لك الحمد تو زور سے تحمید کرنا چاہئیے۔ ولم يقل به الخصم اسی طرح حدیث پاک میں ہے اذا رکع قال سبحان ربی العظیم واذاسجد قال سبحان ربی الاعلی لہذا تسبیحات کو بھی زور سے کہنا چاہئیے۔ اس کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔

ونعیم المجمر بہت سے رواۃ کے اوصاف میں وارد ہے کہ یہ حضرات مسجد میں دھونی دینے کا کام کرتے تھے۔

بَاب اِذَا رَکَعَ دُوْنَ الصَّفِّ

ترجمہ۔ صف میں پہنچنے سے پہلے جب رکوع کرے

حدیث (۷۴۰) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّہٗ انْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ .....

ترجمہ۔ حضرت ابی بکرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ تک اس وقت پہنچے جبکہ آپؐ رکوع میں تھے۔ تو انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ جب اس کا ذکر جناب نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری حرص علی الخیر بڑھائے۔ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حنابلہ کے نزدیک ترک موقوف سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی۔ لہذا اگر کوئی وضو کر کے چلا اور امام رکوع میں چلا گیا اب اسے یہ خوف ہوا کہ اگر میں صف میں جا کر ملوں گا تو میری رکعت چلی جائے گی بس اس نے وہیں پیچھے صف سے الگ ہو کر رکوع کر لیا اور بدون توالی حرکات کے آہستہ آہستہ پھر صف سے جا ملا تو عند الثلاثہ اس کی نماز ہو گئی۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہو گا۔ اور حنابلہ کے نزدیک نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اس نے اپنا موقف چھوڑ دیا جمہور کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو بکرہؓ سے زادك الله حرصاً ولا تعد فرما کر اس فعل سے منع فرمایا ہے۔ مگر اعادۂ صلوٰۃ کا امر نہیں فرمایا۔ حنابلہؒ کہتے ہیں کہ آخر حضور اقدس ﷺ نے اس فعل کے کرنے سے منع فرما دیا۔ لہذا اب اگر کرے گا تو کافی نہ ہو گا۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ یہ لفظ لاتعد جس طرح مجرد سے ضبط کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں اعادہ سے لا تعد ضبط کیا گیا ہے۔ لہذا حضور اقدس ﷺ نے اعادہ سے منع فرمایا ہے معلوم ہوا کہ نماز ہو گئی اعادہ واجب نہیں۔ مگر روایت مشہورہ مجرد سے ہے۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید کی ہے۔

بَابُ اِتْمَامِ التَّکْبِیْرِ فِی الرُّکُوْعِ ۔

ترجمہ۔ رکوع میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کو رکوع میں جا کر پورا کرنا چاہیئے۔

قَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَفِیْہِ مَالِکُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ ....

ترجمہ۔ یعنی یہ بات حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے۔ اور اس بارے میں مالک بن الحویرثؓ کی رلویت بھی ہے۔

حدیث (۷۴۱) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِیُّ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ صَلّٰی مَعَ عَلِیٍّؓ بِالْبَصْرَۃِ فَقَالَ ذَکَّرَنَا ھٰذَا الرَّجُلُ صَلٰوۃً کُنَّا

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ انہوں نے بصرہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو فرمانے لگے کہ اس آدمی نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی

نُصَلِّيْهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ . الحديث ....

جو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے تو انہوں نے ذکر کیا کہ جب وہ اٹھتے تھے یا نیچے جاتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔

حديث (۷۴۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ (الخ) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّىْ بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّىْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب وہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو جب بھی نیچے اوپر جاتے تو تکبیر کہتے تھے اور جب فارغ ہو جاتے تو فرماتے کہ میں تم سب میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے زیادہ مشابہ ہوں یعنی میری نماز آپؐ کی نماز کی طرح ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اتمام التکبیر فی الرکوع کے ایک معنی یہ ہیں کہ تکبیر کو اس طرح دراز کیا جائے کہ رکوع میں آ کر ختم ہو۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں تمام نماز میں تکبیر کو لانا حتی کہ اس کے فرد رکوع میں بھی تکبیر کو لایا جائے یعنی ہر رفع و خفض کے وقت تکبیر کہی جائے۔ بظاہر یہی دوسرے معنی مصنفؒ کی مراد ہے۔ عمران بن حصینؓ کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اور اتمام التکبیر فی السجود کے بھی یہی معنی ہیں۔ ای اتمام الصلوۃ بالتکبیر فی السجود۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابو داؤد میں ہے کان النبی ﷺ لایتم التکبیر یعنی جب سجدہ میں جائے اور رکوع سے اٹھے تو حضرت امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمایا اور یہ اقرب ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت عثمانؓ حیا کی وجہ سے جھوری الصوت نہ تھے اور حضرت علیؓ جھوری الصوت تھے۔ اور زمانہ فرقہ پرستی کا ہو گیا تھا۔ علوی تو حضرت علیؓ کی ہر ایک بات میں اقتدا کرتے تھے اور عثمانی حضرات حضرت عثمانؓ کی اقتدا کرتے۔ ان دونوں حضرات کی آوازوں میں جہر اور عدم جہر طبعی تھا مگر ان پارٹی بازوں نے پارٹی بنالی۔ تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جو اموی عمال و امراء تھے وہ حضرت عثمانؓ کی اقتدا میں یا تو بالکل آہستہ کہتے یا کہتے ہی نہ تھے۔ تو چونکہ اس سنت میں اس کا وہم تھا اس لئے محدثین نے یہ ابواب اتمام الرکوع وفی السجود کے باندھے تا کہ کہیں تکبیرات بالکل نہ چھوٹ جائیں۔

بَاب اِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِى السُّجُوْدِ

ترجمہ۔ سجود میں تکبیر کو پورا کرنا!

حديث (۷۴۳) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ (الخ) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ اِذَا سَجَدَ كَبَّرَ

ترجمہ۔ حضرت مطرف بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عمران بن حصینؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے تھے۔

وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِي هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ ﷺ ..الحديث...

اور جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتیں ادا کر کے اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے۔ جب نماز پوری کر لی تو حضرت عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کی نماز مجھے یاد دلا دی۔ یا ہمیں جناب محمد ﷺ والی نماز پڑھائی۔

حدیث (۷۴۴) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ (الخ) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَّإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلٰوةَ النَّبِيِّ ﷺ لَا أُمَّ لَكَ...

ترجمہ۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام ابراہیمؑ کے پاس ایک آدمی (ابوہریرہؓ) کو دیکھا کہ وہ ہر خفض و رفع کے وقت تکبیر کہتے تھے اور جب کھڑے ہوتے یا نیچے جاتے جس کی اطلاع میں نے ابن عباسؓ کو دی تو انہوں نے فرمایا تیری ماں نہ ہو کیا وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کی ایک غرض تو وہ ہے جو پہلے بیان کی گئی۔ اور دوسری غرض اس باب کی خاص یہ ہے کہ تکبیر صلوٰۃ پورے انتقال کے ساتھ ہو مطلب یہ ہے کہ انتقالات صلوٰۃ کی ابتداء سے ان کی انتہا تک تکبیر حاوی ہونی چاہیئے تو چونکہ رکوع میں تو خیر کچھ نہیں۔ سجود میں عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ سجدہ میں پہنچنے سے پہلے ہی تکبیر ختم کر دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی آگے بڑھا تو رکوع کی حد تک پہنچتے پہنچتے ختم کر دیتا ہے۔ اور کوئی اس سے آگے جاتا ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ تکبیر پورے انتقال کو حاوی ہونی چاہیئے۔

باب التكبير اذا قام من السجود

ترجمہ۔ جب سجدہ سے کھڑا ہونے لگے تو بھی تکبیر کہے

حدیث (۷۴۵) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ (الخ) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ ..الحديث

ترجمہ۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک شیخ حضرت ابوہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں بائیس مرتبہ تکبیرات کہیں۔ تو میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ شیخ کوئی بے وقوف ہے۔ انہوں نے فرمایا تجھے تیری ماں گم کرے یہی تو ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔

حدیث (۷۴۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ)

ترجمہ۔ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے حضرت

اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَاقَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِىْ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِى الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَلَكَ الْحَمْدُ الحديث .....

ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے تھے کھڑے ہوتے وقت پھر جب وہ رکوع کیلئے جاتے تو تکبیر کہتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ جبکہ رکوع سے اپنی پیٹھ کو اٹھاتے پھر کھڑے کھڑے ربنا لک الحمد فرماتے پھر جب نیچے جھکتے تو تکبیر کہتے اور جب اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ نماز کو پورا کرتے۔ اور التحیات پر بیٹھنے کے بعد دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے تھے۔ عبداللہ نے فرمایا وللک الحمد۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ بنو امیہ نے تکبیرات کہنا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے ضعف کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ اور مکبرین اطلاع کر دیتے تھے۔ اور انہوں نے مقصورہ بنا رکھا تھا جس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ کی وجہ سے بنو امیہ نے سمجھا کہ حضرت عثمانؓ نے تکبیرات کو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے بھی چھوڑ دیا۔ کیونکہ الناس علی دین ملوکھم ہوا ہی کرتا ہے۔ عام لوگوں نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ تو ابن عباسؓ کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یا تو نفس تکبیرات کا اثبات مقصود ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ پورے انتقال کو تکبیر حاوی ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ باب یکبر اذانھض من السجدتین آرہا ہے۔ تو کہنا یہ ہے کہ یہاں من السجود آیا ہے۔ اور وہاں من السجدتین ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ نہوض سجدتین سے ہوگا۔ ایک سجدہ سے ہوگا نہیں۔ لہذا دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس پر کلام آئندہ ہوگا۔

بَاب وَضْعِ الْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِى الرُّكُوْعِ ۔

ترجمہ۔ رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِىْ اَصْحَابِهٖ اَمْكَنَ النَّبِىُّ ﷺ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ...

ترجمہ۔ ابو حمید نے اپنے شاگردوں میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر لگاتے تھے۔

حدیث (۷۵۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ سَمِعْتُ مُصْعَبَ ابْنُ سَعْدٍ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِىْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّىَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَىَّ فَنَهَانِىْ اَبِىْ وَقَالَ كُنَّانَفْعَلُهٗ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَّضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ . الحديث..

ترجمہ۔ حضرت مصعب بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کے پہلو میں اس طرح نماز پڑھی کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کی انگلیاں جمع کر کے اپنی دونوں رانوں کے درمیان رکھ دیا تو میرے باپ نے مجھے منع کر دیا۔ فرمایا ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے۔ پھر ہمیں اس سے روک دیا گیا۔ اور ہمیں حکم ہوا کہ ہم ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ تصریح کے ساتھ روایات میں نسخ تطبیق اور وضع الاکف علی الرکب کا امر وارد ہوا ہے اسلئے نہ ائمہ اربعہ میں اس کے بارے میں اختلاف ہے اور نہ ہی ظاہر یہ کا کوئی اختلاف ہے۔ مسئلہ مجمع علیہ ہے۔ البتہ سلف صالحین میں سے بعض صحابہ جیسے حضرت ابن مسعودؓ اور بعض تابعین کا اختلاف تھا کہ یہ حضرات تطبیق کے قائل تھے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ تشبیک کر کے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ضم کر کے ان کو رکوع کی حالت میں دونوں رانوں کے درمیان رکھ لے لیکن نسخ صریح کی وجہ سے جماہیر امت اس کے قائل نہیں ہیں۔

باب۔ اِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ

ترجمہ۔ جبکہ نمازی رکوع پورا نہ کرے

حدیث (۷۵۱) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ قَالَ رَاٰى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَّا يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَقَالَ مَا صَلَّيْتَ وَلَوْمُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِىْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ الحديث...

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ نے کسی نمازی کو دیکھا کہ وہ رکوع اور سجود پورا نہیں کر رہا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اگر تو اس حال میں مر گیا تو اس فطرت ملت پر نہیں مرے گا جس ملت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کیلئے مقرر فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عدم اتمام رکوع و سجود یہ ہے کہ اعتدال نہ کرے۔ رکوع کی حقیقت جھکنا ہے۔ اور سجود کی حقیقت پیشانی کو زمین پر رکھنا ہے۔ اب اگر کوئی اتنے ہی پر اکتفا کرے اور کچھ وقفہ نہ کرے۔ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کی نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ اعتدال فی الارکان فرض ہے۔ اور یہی حضرت امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے۔ اور حنفیہؒ کے یہاں دو قول ہیں۔ اوّل یہ کہ اعتدال واجب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ وجوب کے قول پر اگر کسی نے ترک کر دیا تو ترک واجب کی وجہ سے اعادہ واجب ہوگا۔ بنابر قول سنیت تارک سنت ہوگا۔ اور اعادہ مسنون ہوگا۔ اب شراح حنفیہ یوں کہتے ہیں کہ چونکہ اختلاف وسیع تھا اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا

جیسا کہ ان کی عادت ہے۔اور شراح شوافع فرماتے ہیں چونکہ روایت سے مقصود واضح تھا اس لئے کوئی حکم نہیں لگایا۔اس کا جواب یہ ہے کہ جب امام کے اصول میں یہ بات تسلیم کرلی گئی ہے تواب پھر روایت کے ظہور کا کیا مطلب ہے۔اگر یہی ہے توامام بخاریؒ کو کہیں بھی حکم نہیں لگانا چاہئیے تھا۔بس روایت سے واضح ہو جاتا۔ ماصلیت یوں کہتے ہیں کہ صحابی نے کہا تونے نماز نہیں پڑھی۔اور صحابی کا قول غیر مدرك بالرأی حکم میں مرفوع کے ہوا کرتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اتنا ہی دیکھا اور لو مت مت علی غیر الفطرة الخ کو نہیں دیکھا فطرت سے مراد سنت ہے۔جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح ہے۔اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ تارک سنت ہوگا۔اگر وہ اسی حالت میں مرگیا تو تارک سنت ہو کر مرے گا۔

بَاب اِذَالَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعَ

ترجمہ۔رکوع میں پیٹھ کو سیدھا رکھنا

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ اَصْحَابِهٖ رَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ ....

ترجمہ۔اور ابو حمید نے اپنے شاگردوں میں یہ کہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے رکوع کرتے ہوئے اپنی پیٹھ کو توڑا۔

بَاب حَدِّ اِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيْهِ وَالْاِطْمَانِيْنَةِ

ترجمہ۔رکوع کو مکمل کرنے کی حد اس میں اعتدال کرنا اور اطمینان کرنا ہے۔

حدیث (۷۵۲) حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ (الخ) عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُوْدُهٗ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ .الحديث...

ترجمہ۔حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا رکوع کرنا سجدہ کرنا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور اسی طرح جب رکوع سے سر اٹھا کر قومہ فرماتے تھے تو قریب قریب سب برابر ہوتے تھے۔سوائے قیام اور قعود کے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق کا تکملہ ہے۔اس باب سے طریقہ اعتدال بتلایا ہے وہ یہ کہ سر کو اتنا جھکایا جائے کہ پیٹھ کے برابر ہو جائے۔ باب حد اتمام الرکوع سے اعتدال کی مقدار بتاتے ہیں کہ مقدار اتمام کیا ہونی چاہئیے۔اور اس میں حضرت براءؓ کی راویت ذکر فرمائی جو مشہور ہے بخاریؒ شریف میں کئی جگہ آئے گی۔ قریباً من السواء اس کے تین مطلب ہیں۔اول یہ کہ قریب سے قریب تام مراد ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ اگر رکوع ایک منٹ کا تو سجود بھی ایک منٹ کا۔اگر سجود ایک منٹ کا تو مابین السجدتین جلسہ اور قومہ بھی ایک منٹ کا۔سوائے قیام وقعود کے۔اس میں برابری نہیں ہو سکتی۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرب سے تناسب مراد ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ رکوع۔ سجود۔ قومہ۔ جلسہ سب مناسب ہوتے۔ یہ نہیں کہ ایک چیز ایک گھنٹہ کی اور دوسری چیز ایک منٹ کی۔

اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ مساوات سے مساوات النظیر مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت کا رکوع دوسری رکعت کے رکوع کے برابر اور ایک رکعت کا سجدہ دوسری رکعت کے سجدہ کے برابر۔علی ھذا القیاس اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ قیام وقعود میں مساوات نہیں ہو سکتی کیونکہ اوّل دو قیاموں میں فاتحہ اور ضم سورت دونوں ہوتا ہے۔ اور ثانیتین میں صرف فاتحہ۔اسی طرح اوّل قعدہ میں صرف تشہد اور ثانی میں درود اور دعائیں وغیرہ بھی ساتھ ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں صرف اتنا ہی ہے۔اور ابو داؤد میں مسدد اور ابن بشار کی روایت میں بہت گڑبڑ ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ترجمہ حد اتمام الرکوع اور روایات میں ایک دوسرے کی مساوات مذکور ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعتدال بھی ہو۔ایک سیکنڈ میں مساوات ہو جائے۔ دونوں ذرا ذرا سی دیر کے بعد ہوں۔ علامہ سندھیؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ بعض امور کا حکم خارج ہوتا ہے۔ یہاں بھی ہمیں خارج سے مقدار معلوم ہو گئی ان روایات سے جن کے اندر تسبیحات رکوع و سجود کا ذکر ہے۔اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ آخر یہ بھی تو ایک حد ہے کہ ایک دوسرے کے مساوی ہوتے تھے۔

باب اَمْرِ النَّبِیِّ ﷺ الَّذِیْ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهٗ بِالْاِعَادَةِ

ترجمہ۔جس شخص نے رکوع کو پورا نہیں کیا تھا جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا

حدیث (۷۵۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَرَدَّ عَلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلّٰی ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَیْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَیَسَّرَ مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک اور آدمی مسجد میں داخل ہوا۔اور اس نے نماز پڑھی۔ آیا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے سلام کا جواب دیا فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی چنانچہ پھر اس نے اسی طرح نماز پڑھی۔ آیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کو تحفہ سلام پیش کیا آپؐ نے فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو۔ تم نے تو نماز نہیں پڑھی بہر حال ایسا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ پس اس شخص نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ حق دے کر بھیجا ہے میں اُس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ پس آپؐ مجھے نماز کا طریقہ سکھلائیں۔ آپؐ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو

جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا ..الحديث ..

تکبیر کہو۔ پھر جو کچھ آسانی سے قرآن کا حصہ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو پھر رکوع کرو یہانتک کہ اطمینان سے رکوع کرنے والے ہو جاؤ

پھر رکوع سے سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اعتدال سے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدریز ہو جاؤ پھر سر اٹھاکر پھر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کرنے والے ہو جاؤ۔ پھر اسی طرح اپنی ساری نماز میں کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ ترجمہ شارحہ ہے۔اور حدیث جو ذکر فرمائی ہے وہ فقہاءاور محدثین کے یہاں حدیث المسیئ فی الصلوۃ کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے تنبیہ اس لئے کر دی کہ کہیں تمہاری نظر پڑے کہ فی حدیث المسیئ کذا اور تم اس کو نہ سمجھ سکو۔ حالانکہ اس سے فقہاء نے کثرت سے مسائل پر استدلال کیا ہے۔اور چونکہ حضور اقدس ﷺ نے ارجع فصل فانك لم تصل فرمایا اور اس کی وجہ حدیث میں ذکر نہیں کی گئی۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اس کی وجہ ذکر فرمادی۔ کہ رکوع و سجود پوری طرح نہیں ادا کیا تھا اس لئے اعادہ کا امر فرمایا۔ ثم اقرأ ماتیسر من القران حضور اقدس ﷺ نے تیسر کے پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ دونوں مقام تعلیم پر حضور ﷺ اسے ضرور تعلیم دیتے۔اور فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

بَاب الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوْعِ

ترجمہ۔ رکوع میں دعا مانگنا

حدیث (۷۵۴) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ . الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ ہمارے رب تو پاک ہے۔ اور ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ میری مغفرت فرمادے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ امام مالکؒ کے نزدیک دعا فی الرکوع مکروہ ہے لہذا یہ باب ان پر رد کرنے کے لئے باندھ دیا امام بخاریؒ اور جمہور ائمہ کے نزدیک دعاء فی الرکوع جائز ہے مگر خلاف اولیٰ۔ کیونکہ اولیٰ یہ ہے کہ تسبیحات رکوع پڑھے۔ اللھم اغفرلی . حضور اقدس ﷺ فسبح بحمد ربك وَاسْتَغْفِرہ کے بعد کثرت سے اللّٰھم اغفرلی پڑھتے تھے۔اور یہ آیت شریفہ آخیر زمانہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ حضور اقدس ﷺ کی ابتدائی نعی تھی۔ یعنی موت کی خبر ہے اور یہیں سے میں نے استنباط کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا نائبین کی طرف رجوع ہو تو سمجھو کہ اب وقت قریب ہے۔ اسلئے کہ فتح مکہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کی طرف رجوع عام ہو گیا تھا۔

باب مَایَقُوْلُ الْاِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهٗ اِذَارَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ ۔

ترجمہ۔ جب امام اور اس کے مقتدی رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا پڑھیں۔

حدیث (۷۵۵) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اِذَاقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَارَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ يُكَبِّرُ وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سمع الله لمن حمده کہتے تھے تو اللهم ربنا لك الحمد فرمایا کرتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ جب رکوع کرتے اور جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دونوں سجدوں سے فارغ ہونے لگتے تو اللہ اکبر کہتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک امام فقط سمع الله لمن حمده کہے لقوله عليه السلام اذاقال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد ہر ایک کا وظیفہ الگ الگ بنا دیا گیا ہے۔ بقیہ ائمہ فرماتے ہیں کہ امام تسبیح تسمیع اور تحمید دونوں کو جمع کرے گا۔ اس لئے کہ جب دوسروں کو ترغیب دیتا ہے تو خود کو بھی ضرور کرنا چاہئے۔ مالکیہ اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں امام کی تحمید ماموم کی تحمید سے مؤخر ہو جائے گی۔ حالانکہ جعل الامام ليؤتم به تو یہاں قلب موضوع لازم آئے گا۔ اور مقتدی بالاتفاق جمع نہ کرے۔ مگر حضرت امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق تسمیع کرے گا۔ اور منفرد بالاتفاق جمع کرے گا۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ما يقول الامام روروایت سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر ما يقول من خلفه یہ جز ثانی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انما جعل الامام ليؤ تم به حدیث میں وارد ہے۔ لہٰذا امام کی اتباع کرے گا مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ پھر تو تسمیع بھی کرے گا۔ بلکہ اس کا جواب یہ ہے کہ اگلا باب باب در باب ہے۔ مگر چونکہ روایت سے ایک نئی بات یعنی فضل اللهم ربنا لك الحمد معلوم ہوتا تھا اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے باب باندھ دیا۔ اور اس روایت میں فقولو ربنا لك الحمد وارد ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ مقتدی تسمیع نہیں کرے گا۔ اللّٰهُمَّ ربنا لك الحمد کی فضیلت فانه من وافق قوله قول الملا ئكه سے ثابت ہو گئی۔

باب فَضْلِ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَاوَلَكَ الْحَمْدُ

ترجمہ۔ اللهم ربنا ولك الحمد کی فضیلت کیا ہے

حدیث (۷۵۶) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَاقَالَ الْاِمَامُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام سمع الله لمن حمده کہے

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ...

تو تم اللهم ربنا ولك الحمد کہو اس لئے کہ جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پچھلے سارے گناہ بخشے جائیں گے۔

باب

حدیث (۷۵۷) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ لَاُقَرِّبَنَّ صَلٰوةَ النَّبِیِّ ﷺ فَكَانَ اَبُوْهُرَیْرَةَؓ یَقْنُتُ فِی الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعِشَاءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَایَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَیَدْعُوْا لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَلْعَنُ الْكُفَّارَ. الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ میں تمہیں ایسی نماز پڑھاؤں گا جو جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے مشابہ اور قریب ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نماز ظہر کی۔ نماز عشاء اور نماز فجر کی آخری رکعت میں بعد سمع الله الخ کہنے کے دعا قنوت پڑھتے تھے۔ جس میں مؤمنین کے بارے میں دعا اور کفار کے لئے لعنت ہوتی تھی۔

حدیث (۷۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ (الخ) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِی الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ فجر اور مغرب کی نماز میں ہوتی تھی۔

حدیث (۷۵۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُسْلَمَةَ الخ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِیِّ قَالَ كُنَّا یَوْمًا نُصَلِّیْ وَرَآءَ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ رَجُلٌ وَّرَآءَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَكًا فِیْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ اَنَا قَالَ رَاَیْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِیْنَ مَلَكًا یَّبْتَدِرُوْنَهَا اَیُّهُمْ یَكْتُبُهَا اَوَّلُ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت رفاعہ بن رافع زرقیؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ایک آدمی نے کہا ربناولك الحمد الخ جب آپؐ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا یہ بولنے والا کون تھا۔ اس شخص نے کہا کہ میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے کچھ زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف لپک رہے ہیں کہ ان میں سے کون ان کو پہلے لکھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ باب بمنزلہ فصل کے ہے۔ پہلے باب میں اذکار بیان کئے گئے تھے چونکہ رکوع کے بعد دعا قنوت بھی

بھی مشروع تھی ویسے الفاظ حمد میں زیادتی تھی اس لئے اس کو الگ ذکر کر دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قومہ میں یہ الفاظ بھی مشروع ہیں مگر مقتدی کے لئے امام سے مختلف ہونا پڑے گا۔ کیونکہ متنفل اور منفرد کے لئے تو جائز ہے۔ مگر فرائض اور جماعت میں صرف امام ہی قنوت پڑھے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بلاترجمہ ہے۔ حاشیہ کا نسخہ دعاء القنوت ہے اور اس کو بعض شراح نے ترجیح دی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ قنوت کی صرف ایک روایت ہے اور باقی روایتوں میں قنوت کا ذکر نہیں اور پھر امام بخاریؒ قنوت کو ابو اب الوتر میں ذکر کریں گے۔ یہیں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ امام بخاریؒ قنو ت فی الفجر کے قائل نہیں۔ کیونکہ ابوا ب الوتر میں تو قنوت کا ذکر کیا ہے مگر ابو اب الفجر میں ذکر نہیں فرمایا۔ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک رجو ع الی الاصل ہے یعنی مایقول الامام والمأموم اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ فضیلت اللھم ربنا لك الحمد ہی مقصود ہے۔ مگر چونکہ روایت سے نصاًثابت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے باب باندھ دیا اور میری رائے یہ ہے کہ اذکار دو قسم کے وارد ہیں۔ معمو ل بھا اور غیر معمول بھا۔ معمو ل بھا وہ اذکار ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے کثرت سے منقول ہیں اور غیر معمو ل بھا وہ ہیں جو کسی عارض کی وجہ سے فرمایا ہو۔ اب جو معمو ل بھا ہیں ان کو اوّلاً ذکر فرمایا۔ اور جو معمو ل بھا نہیں ہیں ان کو اس باب سے ذکر فرمادیا۔ مثلاً قنو ت وارد ہے مگر معمو ل بھا نہیں ہے۔ ایسے متکلم کا واقعہ۔

بَابُ الطُّمَانِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ۔

ترجمہ۔ جب رکوع سے سر اٹھائے تو اطمینان کرنا چاہئے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ رَّفَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدُ كُلُّ فَقَارٍ مَّكَانَه ..

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو سیدھا کھڑے رہتے یہاں تک ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجاتا۔

حدیث (۷۶۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُوْ دُهٗ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْ عِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا رکوع آپؐ کا سجدہ اور جب آپؐ رکوع سے سر اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان قریب قریب برابر ہوتے تھے۔

حدیث (۷۶۱) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِيْنَا كَيْفَ كَانَ

ترجمہ۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ ہمیں دکھاتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے

صَلٰوةُ النَّبِيِّ ﷺ وَذَاكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلٰوةٍ فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْصَتَ هُنَيَّةً قَالَ فَصَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ شَيْخِنَا هٰذَا أَبِي يَزِيْدَ وَكَانَ أَبُوْ زَيْدٍ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْاٰخِرَةِ اسْتَوٰى قَاعِدًا ثُمَّ نَهَضَ (الحديث)۔۔۔۔۔

اور یہ کام ۔۔ کے وقت میں نہیں ہوتا تھا چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور اچھی طرح ٹک کر قیام کیا پھر رکوع تو وہ بھی اسی طرح ٹک کر کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس شیخ ابو یزید کی طرح نماز پڑھائی۔ اور ابو یزید جب آخری سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ پھر کھڑے ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب قومہ کے اعتدال کے بیان میں ہے۔

حدیث (۷۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ (الخ) قَالَ أَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ يُصَلِّيْ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ۔ الحديث ۔۔۔۔

ترجمہ۔ حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کی صفت بیان کیا کرتے تھے چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کی نماز پڑھتے تھے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم آپس میں کہتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قال حتی نقول قد نسی اتنا طویل قیام حنابلہ کے یہاں مستحب ہے۔ اور شوافع کے یہاں مفسد صلوٰۃ ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں جائز ہے۔ کبھی کبھی حضور اقدس ﷺ کو جب کوئی خاص تجلی ہوتی تو ایسا ہوا کرتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ قد نسی کہتے تھے۔ ورنہ اگر عادت شریفہ ہوتی تو پھر قد نسی کہنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ کیونکہ وہ تو روز کی عادت ہوئی۔ بہر حال اس باب میں قومہ میں اطمینان کو ثابت فرمایا۔

باب يَهْوِيْ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ يَسْجُدُ

ترجمہ۔ جب سجدہ کیا جائے تو نیچے جھکتے ہوئے تکبیر کہے

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔۔۔

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ گھٹنوں سے پہلے زمین پر ہاتھ رکھتے تھے۔

حدیث (۷۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَؓ كَانَ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَغَيْرِهَا فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ اور ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت ابو ہریرہؓ ہر نماز میں خواہ وہ فرض ہو یا غیر فرض رمضان ہو یا غیر رمضان تکبیر کہتے تھے۔ چنانچہ جب کھڑے ہوتے

ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْکَعُ ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ یَقُوْلُ رَبَّنَاوَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ اَنْ یَّسْجُدَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ حِیْنَ یَهْوِیْ سَاجِدًا ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِی الْاِثْنَتَیْنِ وَیَفْعَلُ ذٰلِكَ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ یَقُوْلُ حِیْنَ یَنْصَرِفُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنِّیْ لَاَقْرَبُکُمْ شَبَهًا بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنْ کَانَتْ هٰذِهٖ لَصَلٰوتَهٗ حَتّٰی فَارَقَ الدُّنْیَاقَالَاوَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَؓ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَهٗ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ یَدْعُوْا لِرِجَالٍ فَیُسَمِّیْهِمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَیَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَیَّاشَ ابْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَیْهِمْ سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ وَاَهْلُ الْمَشْرِقِ یَوْمَئِذٍ مِّنْ مُّضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ (الحدیث)....

تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے پھر سمع الله لمن حمده کہتے پھر ربنا ولك الحمد کہتے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے پھر جب سجدہ کرنے کیلئے نیچے کو جھکتے تو الله اکبر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ میں جاتے تو تکبیر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر جب دو رکعتوں میں بیٹھ کر اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اور اس طرح ہر رکعت میں کرتے۔ یہاں تک کہ نماز میں سے فارغ ہو جاتے پھر جب نماز سے فارغ ہو کر پھرتے تو فرماتے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک میں تم میں سے سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے قریب المشابہت ہوں۔ بیشک یہی ان کی نماز ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ دنیا سے جدا ہو گئے پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھا کر سمع الله لمن حمده . ربنا ولك الحمد کہہ چکتے تو کچھ آدمیوں کیلئے دعا کرتے تھے پس ان کے نام بھی ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے اے اللہ ولید بن ولیدؓ۔ سلمہ بن ہشامؓ۔ عیاش بن ربیعہؓ اور کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ اور اپنی پکڑ قبیلہ مضر پر سخت کردے۔ اور ان پر ایسی قحط سالی مسلط فرما جیسے قحط سالی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔ اور ان دنوں اهل المشرق قبیلہ مضر میں سے آپؐ کے مخالفین تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اشکال یہ ہے کہ روایت میں یکبر حین یھوی ساجداً ہے لیکن امام بخاریؒ نے ترجمہ میں اس کا برعکس کر دیا۔ اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہاں سجدہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے تکبیر اور ھوی کے لزوم کی طرف اشارہ فرمایا۔ جیسا کہ فقہا فرماتے ہیں کہ تکبیر ھوی کے ساتھ ہو۔ اور ھوی تکبیر کے ساتھ ہو۔ یعنی جب سجدہ کے لئے جائے تو تکبیر کہتے ہوئے۔ اس مقارنت تکبیر للھوی پر تنبیہ کرنے کے لئے عکس کر دیا۔ وکان ابن عمر یضع یدیه الخ اشکال یہ ہے کہ

حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب نہیں۔اس کا بعض شراح نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جز ترجمہ ہے: مگر یہ غلط ہے۔اس لئے کہ اگر جز ہے تو روایت سے ثابت ہونا چاہیے۔ حالانکہ ثابت نہیں ہوتا۔ بعض شراح نے دوسرا جواب دیا ہے کہ کبھی لفظ ترجمہ خاص ہوا کرتا ہے اور اس سے مراد عام ہوتا ہے۔ تو یہاں ترجمہ کے لفظ تو خاص ہیں مگر غرض عام ہے۔ یعنی بیا ن کیفة السجو د۔اور وہ عام قول و فعل دونوں کو شامل ہے۔ ابن عمرؓ کے اثر سے کیفیت ثابت ہو گئی۔ یا یہ کہ اصل تو کیفیت قولی کو ذکر کرنا تھا۔ مگر کیفیت فعلی کو تبعاً ذکر کر دیا۔ اب یہاں مسئلہ سنو! ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اوّلاً گھٹنے پھر ہاتھ پھر سر رکھے اور امام مالکؒ کے نزدیک اوّلاً ہاتھ پھر گھٹنے پھر سر رکھے۔ اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کے اثر سے استدلال فرمایا ہے۔ اور جمہور کی دلیل وائل بن حجر کی روایت ہے اس میں وضع رکبتیه قبل یدیه وارد ہوا ہے۔ اور وہ مرفوع ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا اثر موقوف ہے تو مرفوع کو موقوف پر ترجیح ہو گی۔ اللهم انج الولید بن الولیدؓ الخ یہاں پر دو مسئلے ہیں۔ ایک قنوت کا وہ تو باب القنوت میں آئے گا۔ اور دوسری بحث اللهم اجعلها سنین الخ یہ کتاب الاستسقاء میں آئے گی۔

حدیث (۷٦٤) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ وَّرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا وَّقَعَدْنَا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا كَذَا جَآءَ بِهٖ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَقَدْ حَفِظَ كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَنَا عِنْدَهٗ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْأَيْمَنُ .. الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے۔ تو آپ کا دایاں پہلو چھیلا گیا ہم آپؐ کی عیادت بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے نماز کا وقت ہو گیا۔ تو آپؐ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور ہم بھی بیٹھ گئے اور سفیان کہتے تھے کہ ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب آپؐ نے نماز پوری کر لی تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ جب سمع الله الخ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ کیا معمر نے اسی طرح بیان کیا میں نے کہا ہاں! سفیان نے کہا اسی طرح یاد رکھا۔ زہری فرماتے ہیں کہ ولك الحمد اور مجھے من شقه الایمن یاد ہے جب ہم زہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے کہا میں زہری کے پاس تھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ کی دائیں پنڈلی چھیلی گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کذاجاء به معمر ان دو سطروں میں امام بخاریؒ نے تین چیزیں الگ الگ ذکر فرمائی ہیں اوّل یہ کہ کذاجاء به معمر

یہ سفیان کا مقولہ انہوں نے اپنے شاگرد علی ابن المدینی سے یوں پوچھا کہ جیسے میں نے بیان کیا اسی طرح معمر نے بھی بیان کیا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے جواب میں نعم کہا۔ سفیان نے ابن المدینی سے معمر کا لفظ اس لئے معلوم کیا کہ وہ جس طرح سفیان کے شاگرد ہیں ویسے معمر کے بھی شاگرد ہیں۔ قال لقد حفظ اس کو صحیح یاد ہے یہ گویا سفیان نے معمر کی توثیق اور تائید کی دوسری بات کذاقال الزهری ولك الحمد الخ. ابن عیینہ نے بطور تنبیہ کے فرمایا کہ میرے استاد امام زہریؒ نے یوں ہی فرمایا تھا۔ اور بعض لوگ ربنا لك الحمد اور بعض اللهم ربنا لك الحمد نقل کر دیتے ہیں۔ یعنی بلا واؤ کے نقل کرتے ہیں۔ اور الهم کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور تیسری بات حفظت من شقه الايمن سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے شقه الايمن ہی ضبط کیا ہے۔ اور جب ہم اپنے استاد کے پاس سے نکل کر آئے تو میرا ساتھی ابن جریج بجائے من شقه الايمن کے ساقه الايمن نقل کرنے لگا۔ وانا عنده یہ ضمیر یا تو زہری کی طرف راجع ہے تب تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں زہری کے قریب تھا۔ اور ابن جریج کے پیچھے تھا۔ اور میں نے شقه الايمن سنا تو انہوں نے ساقه الايمن کیسے سن لیا۔ یا ضمیر ابن جریج کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں ابن جریج کے ساتھ رہا۔ ان سے جدا نہیں ہوا اور یہ احتمال کہ شاید ابن جریج نے بعد میں زہری سے پوچھ لیا ہو ختم ہو گیا۔ اور انا عنده کے قائل سفیان ہیں۔

بَاب فَضْلِ السُّجُوْدِ — ترجمہ۔ سجدہ کرنے کی فضیلت بیان کرنی ہے

حدیث (۷۶۵) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ (الخ) اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُمَا اَنَّ النَّاسَ قَالُوا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهٗ سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِى الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهٗ كَذٰلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْاُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَاْتِيَنَا رَبُّنَا فَاِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ خبر دیتے ہیں کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھ سکیں گے آپؐ نے فرمایا کہ کیا چودھویں کے چاند جبکہ اس کے آگے بادل نہ ہو اس کے دیکھنے میں بھی تمہیں شک ہو سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں پھر آپؐ نے فرمایا جب سورج کے آگے کوئی بادل نہ ہو اس کے دیکھنے میں بھی کوئی شک وشبہ ہو سکتا ہے انہوں نے کہا نہیں فرمایا تم اسی طرح اپنے رب کو دیکھ سکو گے۔ چنانچہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اسی کے پیچھے لگ جائے تو سورج کے پرستار اس کے پیچھے لگیں گے چاند کے پرستار اس کے پیچھے بتوں کے پجاری ان کے پیچھے باقی یہ امت رہ جائیگی جس میں منافقین بھی ہوں گے تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ

عَزَّوَجَلَّ فَيَقُوْلُ اَنَارَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ رَبُّنَا
فَيَدْعُوْهُمْ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرِ اَنَى جَهَنَّمَ
فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِهٖ وَلَايَتَكَلَّمُ
يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ اِلَّاالرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ
سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِيْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ
هَلْ رَاَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوْانَعَمْ قَالَ فَاِنَّهَا مِثْلُ
شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَاَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ قَدْرَعِظَمِهَا اِلَّااللّٰهُ
تَخْطَفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ
وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ حَتّٰى اِذَااَرَادَاللّٰهُ رَحْمَةَ
مَنْ اَرَادَ مِنْ اَهْلِ النَّارِاَمَرَ اللّٰهُ الْمَلٰٓئِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا
مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ
السُّجُوْدِوَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِاَنْ تَاْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ
فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِفَكُلُّ اِبْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُهُ النَّارُ اِلَّا
اَثَرَالسُّجُوْدِفَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا
فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَّآءُ الْحَيٰوةِفَيَنْبُتُوْنَ كَمَاتَنْبُتُ الْحِبَّةُ
فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَآءِ بَيْنَ الْعِبَادِ
وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ
دُخُوْلًا اَلْجَنَّةَ مُقْبِلًابِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ
اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ فَقَدْقَشَبَنِيْ رِيْحُهَا
وَاَحْرَقَنِيْ ذَكَآءُ هَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ فُعِلَ
ذٰلِكَ بِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَذٰلِكَ فَيَقُوْلُ وَعِزَّتِكَ

اپنی شان کے مطابق تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے میں
تمہارارب ہوں۔امت مسلمہ کو لوگ کہیں گے کہ ہم تو اس
وقت تک اس مکان پر رہیں گے یہاں تک ہمارارب ہمارے پاس
آئے گا جب وہ آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے چنانچہ ان کا رب
اسی صورت میں آئے گا جس سے وہ پہچان لیں گے ۔اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے میں تمہارارب ہوں وہ پہچان کر کہیں گے کہ واقعی
تو ہمارارب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس بلائے گا۔ جبکہ
پل صراط جہنم کے درمیان پھیلائی جائے گی۔پس رسولوں میں
سے میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر اس پل سے
عبور کرے گا۔اور اس دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کرنے
کی اجازت نہ ہوگی اور رسولوں کا کلام اس دن اللھم سلم سلم
ہوگا۔اے اللہ ! بچالے بچالے اور جہنم میں سنڈر کے درخت
کے کانٹوں کی طرح سلاخیں ہوں گی۔آپؐ نے پوچھا کیا سنڈر
کے درخت کے کانٹوں کو تم لوگوں نے دیکھا ہے انہوں نے
بتلایا کہ ہاں۔آپؐ نے فرمایا سلاخیں سنڈر کے کانٹوں کی طرح
ہوں گی۔ مگر ان کی عظمت کی مقدار کہ وہ کتنی بڑے ہوں گے
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس وہ لوگوں کو ان کے اعمال
کے مطابق اچک لیں گے۔پس بعض ان میں سے اپنے عمل کی
وجہ سے ہلاک ہوں گے۔اور بعض ان میں سے وہ ہوں گے جو
ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے جیسے گوشت کا قیمہ ہوتا ہے
پھر وہ نجات پائیں گے۔ یہاں تک جب اللہ تعالیٰ اپنے جہنمی
مؤمنوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو فرشتوں کو حکم
دیں گے کہ ہر اس شخص کو جہنم سے نکال دو جو اللہ تعالیٰ کی
عبادت کرتا تھا۔پس وہ فرشتے ان کو نکالیں گے اور سجدے کے

فَيُعْطِي اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَايَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ رَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَارَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّاتَسْاَلَ غَيْرَالَّذِيْ كُنْتَ سَاَلْتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ لَااَكُوْنُ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ فَمَاعَسَيْتَ اِنْ اُعْطِيْتَ ذٰلِكَ اَنْ لَّاتَسْاَلَ غَيْرَهُ فَيَقُوْلُ لَاوَعِزَّتِكَ لَااَسْاَلُكَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِيْ رَبَّهُ مَاشَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهُ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَابَلَغَ بَابَهَافَرَاٰى زَهْرَتَهَا وَمَافِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِفَيَسْكُتُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَدْخِلْنِيْ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيْحَكَ يَاابْنَ اٰدَمَ مَااَغْدَرَكَ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّاتَسْئَلَ غَيْرَالَّذِيْ اُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ لَاتَجْعَلْنِيْ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَضْحَكُ اللّٰهُ مِنْهُ ثُمَّ يَاْذَنُ لَهُ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اِذَاانْقَطَعَ اُمْنِيَّتُهُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ زِدْمِنْ كَذَاوَكَذَا اَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ حَتّٰى اِذَاانْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ

نشانات سے ان کو پہچانیں گے (ترجمۃ الباب ثابت ہوا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشانات کو کھا جائے۔ چنانچہ وہ جہنم سے نکالے جائیں گے۔ ابن آدم کے بدن کے ہر حصہ کو کھا جائے گی۔ مگر سجدہ کی جگہ کو نہیں کھائیگی چنانچہ جب لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے تو جھلسے ہوئے ہوں گے۔ تو ان پر آب حیات پلٹا جائے گا۔ تو ان کے بدن ایسے جلدی اگیں گے جیسے سیلاب کی اٹھائی مٹی میں دانہ جلدی اگتا ہے الغرض جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائیں گے یعنی جب آپ کا حکم پورا ہو جائیگا جبکہ جنت اور جہنم کے درمیان صرف ایک آدمی بچ جائے گا جو جہنمیوں میں آخری آدمی جنت میں داخل ہونے والا ہوگا۔ جس کا رخ جہنم کی طرف ہوگا۔ کہے گا اے میرے رب میرے چہرے کو اس جہنم سے پھیر دے کیونکہ اس جہنم کی بدبو نے مجھے مسموم کر دیا ہے اور اس کی تیز شعلہ زنی نے مجھے جلا دیا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے دیکھو اگر تمھارا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے تو پھر اور کسی چیز کا سوال تو نہ کروگے۔ کہے گا نہیں تیری عزت و جلال کی قسم! چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان باندھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو جہنم سے پھیر دیں گے پھر جب وہ جنت کے پاس پہنچ کر اس کی رونق کو دیکھے گا تو کچھ عرصہ تک تو چپ سادھ لے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر کہے گا اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ تو اس کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا تو کہے گا اے میرے رب کیا میں ہی تیری ساری مخلوق میں سے زیادہ بدبخت ہوں کہ تیری جنت سے محروم رہوں۔

قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ اَحْفَظْهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا قَوْلَهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ .الحديث

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے دیکھو اگر تمہارا یہ مطالبہ پورا ہو جائے تو پھر اور کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔ وہ کہے گا نہیں تیری عزت کی قسم ایسا نہیں ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ کو عہد و پیمان دے کر اقرار کرے گا

کہ وہ اور کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان باندھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے دروازے تک آگے بڑھا دیں گے دروازے پر پہنچ جانے کے بعد جب جنت کی رونق اور اس میں جو تروتازگی اور خوش کن چیزیں دیکھے گا۔ تو کچھ عرصہ چپ رہنے کے بعد پھر کہے گا اے میرے رب مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم تجھ پر افسوس ہے تو کسقدر بد عہد ہے۔ کیا تو نے عہد و پیمان باندھ کر یہ نہیں کہا تھا کہ میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ تو کہے گا کہ اے میرے رب مجھے اپنی ساری مخلوق میں سے بدبخت نہ بنا کہ جنت کی نعمتوں سے محروم رہوں اللہ تعالیٰ اس کی اس بات سے ہنس پڑیں گے پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں گے اور فرمائیں گے جو چاہو اس کی تمنا اور آرزو کرو وہ آرزوئیں کرے گا یہاں تک کہ اس کی امیدیں ختم ہو جائیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جا اس سے بھی زیادہ تیرے لئے ہے۔ الغرض اس طرح اس کا رب آکر اس کو آرزوئیں یاد دلائے گا۔ یہاں تک کہ جب اس کی آرزوئیں انتہا کو پہنچ جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جا تیرے لئے یہ اور اس کے ساتھ اس جیسی نعمتیں اور بھی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے لئے یہ اور اس جیسی دس گنا نعمتیں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا مجھے تو یاد نہیں ہے میں نے لك ذلك ومثله معه یاد رکھا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ میں نے آپؐ سے ذلك وعشرة امثاله سنا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ فيأتيهم الله بعض شراح نے کہا اس کا معنی ہے فيأتيهم ملك الله باذن الله لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ ملک معصوم ہوتا ہے وہ دعویٰ خداوندی کیسے کر سکتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ دعویٰ الوهیت اختبار وامتحان کیلئے بحكم الله ہے لہذا معصیت نہ ہو گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس ملک کا انا ربکم کہنا حکایةً اور ادعاءً ہے۔ یعنی اس کا قول نہیں بلکہ حکایت ہے۔ اور حاکی کو حکایت میں عاصی نہیں کہا جاتا۔ یہ توجیہات اس وقت تھیں جب کہ مضاف محذوف ہو۔ اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ باری تعالیٰ غیر صورت و صفات سے کیسے ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ مضاف مقدر نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ باری تعالیٰ کی صفات میں تغیر نہیں ہوتا مگر اختبار و امتحان کے لئے بعض صفات کا اظہار کیا اور بعض کا اظہار نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اشتباہ پیدا ہو گیا۔ اس لئے مضاف مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ فاكون اوّل من يجوز الخ اس پر اشکال یہ کہ اس سے تو امت محمدیہ کی بقیہ رسل پر فضیلت لازم ہے آتی ہے تو جواب دیا جائے گا کا بامة میں باء بمعنے واؤ کے ہے۔ کہ رسل میں سے آپؐ سب سے پہلے جنت میں جائیں گے اور امتوں میں سے آپ کی امت سب سے پہلے جائے گی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپ کی امت تبعاً داخل ہو گی۔ جیسے آقا کے ساتھ خدام

یاغلام چلے جاتے ہیں۔ تو امت کی شرافت رسل پر لازم نہ آئے گی۔ ویعرفونهم باثار السجود یہ محل ترجمہ ہے۔ قبشني اي هلكني وسمني .. ذكاء بمعنى لپیٹ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اجزاء صلوٰۃ میں سے صرف سجود کے فضل کا باب باندھا ہے دیگر اجزاء مثلاً رکوع قیام قرأت. جلسه بين السجدتين کے فضل کا باب نہیں باندھا۔ اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ سجدہ خارج صلوٰۃ بھی مشروع ہے۔ سجدہ تلاوت تو بالاتفاق اور سجدہ شکر بالاختلاف بخلاف رکوع و قیام کے لہذا سجدہ کو ایک مزیتہ وفضیلت اوروں پر حاصل ہے لہذا باب فضل السجود باندھا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تم یہ جان چکے ہو کہ امام بخاریؒ ان روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جو ان کی شرط کے موافق نہ ہوں تو اس کی تردید کرتے ہیں یا تائید یہاں امام بخاریؒ نے ابوداؤد کی ایک روایت کی طرف اشارہ کر کے اس کی تائید فرمائی ہے۔ وہ روایت ہے کہ اقرب مايكون العبد من ربه وهو ساجد فاجتهدوا في الدعاء فمن ان يستجاب لكم یعنی بندہ رب کے قریب تب ہوتا ہے جب وہ سجدہ ریز ہو۔ لہذا دعاء میں کوشش کرو اس لئے کہ ایسی حالت میں تمہاری دعاء قبول کی جائے گی۔ اور یہی وہ روایت ہے جو عوام کی اس بات کا ماخذ ہے کہ سجدہ میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ اب یہاں ایک اشکال ہے کہ باب کا تقاضا یہ ہے کہ سجدہ افضل الاجزاء ہے۔ حالانکہ ایک دوسری روایت میں طویل قیام کو افضل الاجزاء کہا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی شئ میں کوئی خاص اثر ہونے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ وہ شئ اس شئ سے جس کے اندر وہ اثر نہیں ہے افضل ہو۔ جیسے اذان سے شیطان بھاگتا ہے اور نماز میں آجاتا ہے۔ تو اس سے نماز کے مقابلہ میں اذان کا افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں بھی سجدہ کی طول قیام پر فضیلت لازم نہیں آئی۔ اگر سجدہ میں ایک خصوصیت ہے تو اس سے لازم نہیں کہ جس میں یہ خصوصیت نہ ہو وہ اس سے مرجوع اور مفضول ہو۔

هل نرى ربنا الخ اهلسنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل جنت کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا صحابہ کرامؓ کو جب معلوم ہوا کہ جناب باری تعالیٰ کو دیکھیں گے تو انہیں تعجب ہوا کہ جب اتنے سارے لوگ ہوں گے تو ایک مجمع کثیر اور ایک بڑا جم غفیر اس کو کیسے دیکھ سکے گا۔ لہذا انہوں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے استعجاباً سوال کیا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے بطور مثال کے فرمایا کہ هل تمارون في القمر الخ کہ کیا تم اس وقت شک وشبہ کا اظہار کرتے ہو جب چودھویں کی رات بادل وغیرہ نہ ہوں تو کیا اس کے دیکھنے میں جنگ وجدال۔ بھیڑ بھڑ کا کوئی چیز ہوتی ہے۔ بلکہ سب برابر دیکھتے ہیں۔ اسی طرح وہاں بھی دیکھو گے۔ چاند کو ليلة البدر میں سب ہی دیکھتے ہیں۔ گو جس وقت اولاً طلوع ہو اس وقت سب نہ دیکھیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد سب ہی دیکھتے ہیں تو جب چاند کو سب دیکھتے ہیں حالانکہ اس کی اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے وہ خالق یہ مخلوق تو اللہ تعالیٰ بدرجہ اولیٰ دیکھے جائیں گے۔

يحشر الناس يوم القيامة چونکہ آخرت کا ذکر ہو رہا تھا اس لئے حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ ساتھ آخرت کا ایک منظر بھی بیان فرمادیا کہ محشر میں کیا ہوگا۔ وتبقى هذه الامة فيها منافقون یعنی کفار جتنے ہیں وہ سب کے سب اپنے معبودان باطلہ کے پیچھے پیچھے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ بلا حساب وکتاب۔ اس کے بعد یہ امت اور منافقین رہ جائیں گے۔ حساب وکتاب کے لئے منافقین اس لئے

رہ جائیں گے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا میں مسلمان کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید ظاہر کرتے تھے فیاتیھم اللہ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک تجلی میں ظاہر ہوں گے اور چونکہ ہر جگہ امتحان ہی امتحان ہے ایک منزل یہ بھی امتحان کی ہے۔ اس لئے امتحاناً فرمائیں گے انا ربکم میں تمہارا رب ہوں جب لوگ یہ سنیں گے تو کہیں گے لا یعنی ہرگز نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ لوگ یہ سنیں گے تو کہیں گے معاذاللہ ان تکون ربنا اللہ کی پناہ کہ تو ہمارا رب ہو ہم تو یہیں رہیں گے اور جب ہمارے رب آئیں گے تو ان کو ہم خود پہچان لیں گے۔ فیاتیھم اللہ الخ ۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسری تجلی میں ظاہر ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مختلف شئون اور مختلف تجلیات ہیں۔ مثلاً تجلی نوری۔ تجلی ظلماتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کل یوم ھو فی شأن اور پھر ارشاد فرمائیں گے انا ربکم میں تمہارا رب ہوں۔ اس مرتبہ مخلوق پہچان لے گی۔ اور کہیں گے انت ربنا تو ہمارا رب ہے۔ پہلی بار انکار کریں گے۔ اور دوسری بار پہچان لیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّلاً جو تجلی ہوگی وہ غیر مانوس ہوگی اور ثانیاً جو تجلی ہوگی وہ عہد الست کی تجلی ہوگی اس لئے پہچان لیں گے کیونکہ وہ مانوس ہوگی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ تو محال ہے کہ اللہ تعالیٰ تشریف لائیں اور کوئی نہ پہچانے۔ بلکہ فیاتیھم اللہ کا مطلب یہ ہے کہ فیأتیھم رسول من اللہ اور انا ربکم کا مطلب یہ ہے کہ انا رسول ربکم اور اقامۃ المضاف الیہ مقام المضاف بحذف المضاف کے قبیل سے ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ فرشتہ ہی کا کلام ہے مگر یہ نقل ہے کلام باری کی جو فرشتہ لے کر آیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انا ربکم میں ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ چونکہ مقام امتحان ہے اسلئے اس طرح کا خطاب ہوگا۔ فاکون اوّل من یجوز الخ یہ نحن الاوّلون السابقون کے قبیل سے ہے۔ مگر یہاں اشکال یہ ہے کہ اس سے دیگر انبیا علیہم السلام پر اس امت کے آحاد کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ تو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ پل صراط سے پہلے گذر جائیں گے اور دوسرے انبیا علیہم السلام اس کے بعد گذریں گے۔ اس اشکال کے دو جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ ارشاد امم کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام تو اپنی اپنی منازل پر پہنچ گئے ہوں گے اس کے بعد پھر لوٹ کر آئیں گے اور اپنی اپنی امت کو لے جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ اپنی امت کو لینے کے لئے آئیں گے اس کے بعد دوسرے انبیا علیہم السلام آئیں گے۔ اور اپنی امم کو لے کر جائیں گے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ آپؐ کی امت کے گذرنے سے امت کی فضیلت دیگر انبیا علیہم السلام پر لازم نہیں آتی۔ اسلئے کہ یہ گذرنا خدام کی طرح گذرنا ہوگا۔ جیسے وزیر اعظم اور گورنر وغیرہ کہیں جا رہے ہوں تو سب سے پہلے وزیر اعظم مع اپنے خدام کے اور پھر گورنر اپنے خدام کے ساتھ گذرے گا۔ تو یہاں وزیر اعظم کا گورنر سے افضل ہونا لازم آتا ہے۔ مگر ان خدام کی کہیں برتری لازم نہیں آتی۔ اور چونکہ یہ دن اللہ تعالیٰ کے انتہائی غضب کا ہوگا جیسے حدیث میں وارد ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ایسے غضب ناک ہوں گے کہ اس جیسا غضب نہ کبھی پہلے ہوگا نہ بعد میں او کما قال چونکہ انبیا علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نہایت عظمت کرنے والے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جو جتنا بڑے کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس پر غضب کے وقت ہیبت ہوتی طاری ہوتی ہے۔ اس لئے انبیا علیہم السلام رب سلم سلم کہہ رہے ہوں گے ۔

کلالیب آنکڑوں کو کہتے ہیں السعدان سینڈر کا درخت جسے باغات کی حفاظت کے لئے ان کی باڑ کے کنارے لگا دیا جاتا ہے۔

تخطف الناس باعمالهم وہ آنکڑے کنارے کنارے چل رہے ہو گے۔ اور اس بات پر مامور ہوں گے کہ جو ان میں گناہ گار ہو ان کو خراش لگائے۔ اب بعض تو ایسے ہوں گے جو کٹ کٹ کر جہنم میں جاپڑیں گے اور بعض پر خراش آئے گی اور بعض بچ بچ کر پار ہو جائیں گے ویعرفونهم باثار السجود روایت کے ذکر کرنے سے یہ مقصد ہے۔ اور اس سے سجود کی فضیلت اس طرح ثابت ہوئی کہ سارے اعضاء تو کوئلہ ہو جائیں گے صرف اعضاء سجود باقی رہ جائیں گے۔ یہ سجدہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ قدامتحشوا یعنی جھلس گئے ہوں گے۔ کماتنبت الحبة فی حمیل السبل جیسے رو کے کنارے دانہ اگتا ہے۔ یبقی رجال ایک شخص ایمان کی وجہ سے جہنم سے نکال لیا جائے گا مگر ان اعمال کی وجہ سے نکالنے کے بعد فوراً جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ قبشنی کہ مجھے اس کی لو نے جھلس دیا۔ یبقی رجل یا تو ایک شخص ہو گا یا ایک جماعت ہو گی۔ جماعت مراد لینے میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔ قال ابو سعیدؓ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ میں فضائل اعمال میں ایک قاعدہ بیان کر چکا ہوں کہ اقل کو ابتدا پر اور اکثر کو خیر پر حمل کرتے ہیں۔ لہٰذا ابو ہریرہؓ کی روایت لك ذلك ومثله معه والی مقدم ہے۔ اور حضرت ابو سعیدؓ کی روایت لك ذلك وعشرة امثاله مؤخر ہو گی۔ اس طرح دونوں روایتیں موافق ہو نگی۔ تعارض رجع ہوا۔

بابٌ يُّبْدِیْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِیْ فِی السُّجُوْدِ۔

ترجمہ۔ سجدہ میں اپنے بازو کو ظاہر کرے اور دور رکھے

حدیث (۷۶۶) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ. الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی کرتے تھے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ یہ صفت سجود ہے اس لئے اس کے تکملہ کے طور پر اس کی ہیئت بیان کی کہ دوری ہونی چاہئے

بابٌ يَّسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَهُ اَبُوْ حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ..

ترجمہ۔ یعنی سجدہ میں اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے ابو حمید نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب پہلے گذر چکا ہے۔ وہاں مبالغہ کے طور پر ذکر کیا تھا اور یہاں سے ہیئت صلوٰۃ کا ایک جز بیان کیا ہے۔ کہ اصابع رجلین کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے۔

بَاب اِذَا لَمْ يُتِمَّ سُجُوْدَهٗ

ترجمہ۔ جب نمازی اپنے سجدہ کو پورا نہ کرے

حدیث (۷۶۷) حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ) عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا لَّا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو نہ رکوع پورا کرتا تھا اور نہ ہی سجدہ کو پورا ادا کرتا تھا۔ جب اس نے نماز پوری کرلی تو حضرت حذیفہؓ نے ان سے فرمایا کہ تونے نماز نہیں پڑھی۔ اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اس حالت میں مر گیا تو غیر سنت محمدؐ پر مرے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عدم اتمام سجود میں اختلاف ہے۔ جو لوگ طمانیت کو فرض کہتے ہیں ان کے نزدیک نماز نہیں ہوتی اور جو واجب کہتے ہیں ان کے نزدیک واجب الاعادہ ہے۔ اور سب حضرات علی غیر الفطرہ۔ یا غیر سنة محمدؐ سے استدلال کرتے ہیں۔ چونکہ اس باب میں اختلاف وسیع تھا اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا۔

بَاب السُّجُوْدِ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ

ترجمہ۔ سات ہڈیوں پر سجدہ ہوتا ہے

حدیث (۷۶۸) حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْضَاءٍ وَّلَا يَكُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ کہ نہ بالوں کو روکے اور نہ کپڑے کو۔ وہ سات اعضاء یہ ہیں۔ پیشانی دو ہاتھ۔ دو گھٹنے۔ اور دو پاؤں۔

حدیث (۷۶۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّلَا نَكُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا.....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نہ ہم بالوں کو روکیں اور نہ کپڑے کو۔

حدیث (۷۷۰) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍؓ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّىْ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ ہمیں براء بن عازب نے جو جھوٹے نہیں ہیں حدیث بیان کی کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپؐ سمع اللہ لمن حمدہ

لَمْ یَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰی یَضَعَ النَّبِیُّ ﷺ جَبْهَتَهٗ عَلَی الْاَرْضِ (الحدیث)....

کہتے تو ہم میں سے کوئی ایک بھی اس وقت تک پیٹھ نہیں جھکاتا تھا جب تک نبی اکرم ﷺ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ لیتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سبعة اعظم سے مراد دونوں پیر۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے اور پیشانی ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اعضاء سبعہ پر سجدہ کرنا فرض ہے اور یہی حضرات حنابلہ کا ایک قول ہے۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے اس لئے کہ سجدہ کی حقیقت وضع الجبهة علی الارض ہے۔ اب احنافؒ پر اشکال یہ ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ اگر کوئی دونوں قدم سجدہ میں اٹھالے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر فرض نہیں تو فاسد کیوں کہتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر فساد کا ایک امر عارض کی وجہ سے آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ استہزاء ہے۔ لہذا مفسد ہو گیا۔ وهو غیر کذوب علماء اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ صحابی کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محتاج تزکیہ نہیں ہیں بلکہ نیچے کے راوی کے متعلق ہے مگر میری رائے یہ ہے کہ اس میں کیا اشکال ہے کہ صحابی کے متعلق ہو مگر اس سے تزکیہ مقصود نہ ہو بلکہ مزید تقویت روایت اور اس کی تائید مقصود ہو۔

باب السُّجُوْدِ عَلَی الْاَنْفِ

ترجمہ۔ ناک پر سجدہ کرنا

حدیث (۷۷۱) حَدَّثَنَا مُعَلّٰی بْنُ اَسَدٍ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَی الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِیَدِهٖ عَلٰی اَنْفِهٖ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَیْنِ وَلَا نَکْفِتَ الثِّیَابَ وَالشَّعَرَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور اپنے دونوں ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی ناک پر دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور یہ کہ ہم کپڑے اور بالوں کو جمع نہ کریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے تو کوئی حکم لگایا نہیں لہذا اب اس کی غرض کیا ہے بعض نے کہا کہ اس باب کی غرض اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ ناک کا حکم بھی زمین پر رکھنے میں پیشانی جیسا ہے۔ یہ امام اوزاعیؒ کا مسلک ہے۔ لیکن میرے نزدیک مصنفؒ کی غرض یہ ہے کہ سجدہ میں صرف ناک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے کہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے۔ البتہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں انف پر اکتفا جائز نہیں۔ امام اعظمؒ کا استدلال باب کی اسی حدیث سے ہے جس میں ہے اشار بیده علی انفه تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انف جبهہ پیشانی میں داخل ہے۔ امام بخاریؒ کا خود اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنا ہمارے مسلک کی واضح دلیل ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ ہر ایک کی حقیقت مختلف ہے۔ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ لیکن امام صاحب کا مسلک حدیث سے ثابت ہے۔

باب السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ فِي الطِّيْنِ

ترجمہ۔ مٹی اور کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا

حدیث (۷۷۲) حَدَّثَنَا مُوْسَى (الخ) عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰى اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَا اِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ قَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِيْ مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهٗ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهٗ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيْبًا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ فَلْيَرْجِعْ فَاِنِّيْ اُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَاِنِّيْ نُسِّيْتُهَا وَاِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِيْ وِتْرٍ وَاِنِّيْ رَاَيْتُ كَاَنِّيْ اَسْجُدُ فِيْ طِيْنٍ وَّمَاءٍ وَّكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيْدَ النَّخْلِ وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَاُمْطِرْنَا فَصَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ عَلٰى جَبْهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَرْنَبَتِهٖ تَصْدِيْقَ رُؤْيَاهُ الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی طرف چلا میں نے جاکر عرض کیا آپ ہمیں کھجور کے باغ کی طرف نہیں لے چلتے کہ وہاں باتیں کریں چنانچہ وہ باہر تشریف لائے تو میں نے کہا کہ آپ مجھے ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے لیلۃ القدر کے بارے میں سنی ہو۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان شریف کی پہلی دہائی میں اعتکاف بیٹھے۔ ہم بھی آپؐ کے ہمراہ اعتکاف بیٹھے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ جو چیز آپؐ تلاش کرتے ہیں وہ آپؐ کے آگے ہے۔ پھر آپؐ درمیانی دہائی اعتکاف بیٹھے ہم بھی آپؐ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے تو جبرائیلؑ آپؐ کے پاس تشریف لائے فرمایا جس چیز کے آپؐ متلاشی ہیں وہ آگے ہے۔ تو آپؐ رمضان شریف کی بیس تاریخ کی صبح کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اعتکاف بیٹھ چکا ہے وہ واپس آئے کیونکہ مجھے لیلۃ القدر خواب میں دکھلائی گئی۔ اور پھر مجھے وہ بھلوا دی گئی اور وہ تو آخری دھائی کی طاق راتوں میں ہے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ گویا میں کیچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اور حضور اکرم ﷺ کی مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور ہمیں اس وقت آسمان پر کوئی بادل وغیرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ پس ایک ٹکڑا بادل کا آیا پس ہم پر بارش برسائی گئی۔ پس ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی حتی کہ میں نے کیچڑ اور پانی کا نشان جناب رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اور آپؐ کے ناک کے بانسے پر دیکھا۔ یہ آپؐ کے خواب کی تصدیق و تعبیر تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث شریف میں مثلہ سے ممانعت آئی ہے اس لئے کہ اس میں تغییر خلق اللہ ہے جس پر نہی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے وشم اور وشر سے منع فرمایا۔ کیچڑ میں سجدہ کرنے سے چہرہ میں ایک قسم کی تبدیلی آجاتی ہے جس سے

مسئلہ کا وہم ہوتا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ سجود فی الطین ۔ مسئلہ کے افراد میں سے نہیں ہے یہ جائز ہے۔

چوتھا پارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ ـ

ترجمہ ۔ باب نماز پڑھتے وقت کپڑوں کو گرہ دینا ۔ اور جب ننگ کھل جانے کا خطرہ ہو تو نمازی اپنے کپڑے سمیٹ لے۔

حدیث (۷۷۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ (الخ) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَاقِدُوْ أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا .....

ترجمہ ۔ حضرت سھل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایسی حالت میں نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنی لنگیوں کو اپنی گردنوں پر باندھنے والے ہوتے تھے چنانچہ عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ تم اسوقت تک اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں تا کہ کہیں ان کی نگاہیں مردوں کے ننگ پر نہ پڑ جائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ میں پہلے صفحہ ۵۶ پر ذکر کر چکا ہوں کہ یہ باب اور اس طرح لا یکف ثوبہ فی الصلوۃ ان کا ذکر ابوب السجود میں مناسب نہیں۔ اسی طرح بازؤں کا ظاہر کرنا اور دوری رکھنا۔ اور اس طرح ثم السجود وغیرہ کا ابو اب الثیاب میں ذکر کرنا بر محل نہیں ہے۔ چنانچہ شراح نے قاطبۃً کہہ دیا کہ ایسا کاتبین کی غلطی سے ہوا ہے۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ نے جان بوجھ کر ان ابواب کو ابواب السجود میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ ساجد کو جب ابداء ضبع اور تجافی کا حکم ہوا۔ تو اس میں کشف عورت کا

خوف تھا۔ تو امام بخاریؒ نے یہ ابواب منعقد کر کے تنبیہ فرمادی کہ اگر ابداء اور تجافی کی صورت میں کشف عورت کا خوف ہو تو کپڑے کو گرہ لگادے۔ باندھ لے سمیٹ لے غرضیکہ کشف عورت کے خوف کے پیش نظر ابداء اور تجافی واجب نہیں ہے۔

باب لَّا يَكُفُّ شَعَرًا

ترجمہ۔ نمازی بال نہ روکے

حدیث (۷۷۴) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّلَا يَكُفَّ شَعَرَهٗ وَلَا ثَوْبَهٗ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اپنے بال نہ روکیں اور نہ ہی کپڑا روکیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بال بھی سجدہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ دونوں ہاتھ سجدہ کرتے ہیں اس لئے کف ثیاب وکف شعر کی ممانعت کی گئی۔ پھر یہ کہ یہ نہی نماز کے ساتھ خاص ہے یا نہی عام ہے۔ علامہ داؤدی کے نزدیک کف ثیاب وشعر کی ممانعت نماز کے ساتھ مقید ہے۔ لہذا اگر نماز سے قبل کف ثیاب وشعر کرلے تو کوئی ممانعت نہیں۔ اور جمہور کے نزدیک اس حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ لہذا نماز سے قبل بھی کف ثیاب وشعر نہ کرنا چاہئیے۔

باب لَا يَكُفُّ ثَوْبَهٗ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز کے اندر کپڑے کو بھی گرنے سے نہ روکے

حدیث (۷۷۵) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ لَّا اَكُفُّ شَعَرًا وَّلَا ثَوْبًا ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور یہ کہ نہ بالوں کو روکوں اور نہ کپڑے کو۔

باب التَّسْبِيْحِ وَالدُّعَاءِ فِي السُّجُوْدِ

ترجمہ۔ سجدہ میں سبحان اللہ کہنا اور دعا کرنا

حدیث (۷۷۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ۔ الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اکثر اپنے رکوع اور سجدہ میں سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی یعنی تسبیح اور دعا دونوں کرتے تھے اور قرآن مجید سے استدلال کرتے تھے۔ فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث میں وارد ہے اماالركوع فعظموا فيه الرب واماالسجود فاجتهدوا فى الدعاء

امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تسبیح اور دعا کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ رکوع اور سجود دونوں میں دونوں کہہ سکتا ہے۔

بَاب الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

ترجمہ۔ دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا

حدیث (۷۷۷) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ (الخ) عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّ مَالِكَ ابْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَذٰلِكَ فِيْ غَيْرِ حِيْنِ صَلٰوةٍ فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَامَ هُنَيَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ هُنَيَّةً فَصَلّٰى صَلٰوةَ عَمْرِو ابْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ اَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهٗ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى اَهَالِيْكُمْ صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتلاؤں۔ اور یہ کسی نماز کے وقت میں نہیں تھا چنانچہ کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا پھر تکبیر کہی بعد ازاں سر اٹھایا تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھایا پھر سجدہ میں چلے گئے۔ پھر تھوڑی دیر سر اٹھایا۔ اور ہمارے اس شیخ نے عمرو بن سلمہ کی نماز کی طرح نماز پڑھی ایوب راوی کہتے ہیں وہ شیخ چند ایسی باتیں کرتے تھے جو ہم نے صحابہ کرامؓ کو کرتے نہیں دیکھا چنانچہ وہ تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھا کرتے تھے بہر حال ہم جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ عرصہ آپؐ کے پاس رہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت کے اندر ادا کرو۔ اور فلاں نماز فلاں وقت کے اندر ادا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ہر ایک اذان دے سکتا ہے البتہ امامت تم میں سے بڑی عمر کا کرائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ فصلے صلوۃ عمرو بن سلمۃ الخ حضرت ایوب سختیانی کبار تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جلسہ استراحۃ کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ تابعین اور صحابہ کرامؓ عام طور پر جلسہ استراحۃ نہیں کرتے تھے۔ اور جو محل امام اعظم بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے ضعف کی وجہ سے جلسہ استراحۃ فرمایا۔ وہی عامہ تابعین اور صحابہ بیان کرتے ہیں۔ یہ احناف کی دلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مکث بین السجدتین سے جلسہ مراد ہے۔ حنابلہ اس کی اطالت (لمبا کرنا) کے استحباب کے قائل ہیں شوافعؒ فرماتے ہیں کہ اگر اطالۃ بائنہ ہوئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ یہ جلسہ مستحب ہے

کان یقعد فی الثالثه والرابعه یہ بعض رواۃ کو شک ہے۔ اس قعود سے مراد جلسہ استراحۃ ہے جو تیسری رکعت کے بعد اور چوتھی رکعت سے پہلے ہوتا ہے۔ تو ثالثه سے مراد آخر ھا اور رابعها سے مراد اولہا ہوگا۔

حدیث (۷۷۸) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ اِنِّیْ لَا اٰلُوْا اَنْ اُصَلِّیَ بِکُمْ کَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ بِنَا قَالَ ثَابِتٌ کَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ یَصْنَعُ شَیْئًا لَّمْ اَرَکُمْ تَصْنَعُوْنَهٗ کَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَامَ حَتّٰی یَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِیَ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ حَتّٰی یَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِیَ . الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں کوتاہی نہیں کروں گا کہ میں تمہیں وہ نماز پڑھاؤں جو نماز میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو ہمیں پڑھاتے دیکھا۔ ثابتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ایسے کام کرتے تھے جو میں تم کو کرتے نہیں دیکھتا۔ وہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو یہاں تک کھڑے رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ بھلا دیئے گئے اور سجدتین کے درمیان بھی بیٹھتے کہ کہنے والا کہتا بھول گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس روایت میں حضرت انسؓ کا یہ فعل نقل کیا گیا کہ جب وہ رفع رأس من السجده کرتے تو جلسہ کو اتنا طویل فرماتے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ سجدہ کرنا بھول گئے اس سے حنابلہ نے طول مکث پر استدلال کر لیا لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ آگے جو لفظ نسی آیا ہے یہ دلیل ہے کہ یہ طول معروف نہیں تھا۔ ورنہ لوگ کیوں سمجھتے کہ ان کو نسیان ہو گیا۔

بَابٌ لَا یَفْتَرِشُ ذِرَاعَیْهِ فِی السُّجُوْدِ۔

ترجمہ۔ سجدہ کی حالت میں اپنے دونوں بازوؤں کو فرش نہ بنائے بچھائے نہیں۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدٍ سَجَدَ النَّبِیُّ ﷺ وَوَضَعَ یَدَیْهِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.....

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سجدہ کیا ہاتھوں کو ایسی حالت میں رکھا کہ نہ تو اس کو بچھانے والے تھے اور نہ ہی ان کو قبض کرنے والے تھے۔

حدیث (۷۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ انْبِسَاطَ الْکَلْبِ..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سجدہ کی حالت میں اعتدال کرو۔ کہ تم سے کوئی ایک اپنے بازو کو ایسا نہ پھیلائے جیسے کتا پھیلاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ افترا ش طریق مسنون کے خلاف ہے اور ممکن ہے کہ اس باب میں جو حدیث وارد ہوئی ہے اس کی شرح کرنا مقصود ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے وضع یدیه کے معنی ہیں وضع کفیه کہ ہتھیلیاں رکھیں تو تنبیہ فرمائی کہ یدین سے مراد ذراعین ہیں۔

بَاب مَنِ اسْتَوٰى قَاعِدًا فِي وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ نَهَضَ۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو اپنی نماز کی طاق رکعتوں میں سیدھا ہو کے بیٹھے اور پھر اٹھے یعنی جلسہ استراحۃ کرے

حدیث (۷۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الخ

عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَؒ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ فَاِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا جب اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تھے تو اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک سیدھے ہو کر نہیں بیٹھ جاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے جلسہ استراحۃ کو ثابت فرما رہے ہیں۔ شوافع کے نزدیک جلسہ استراحۃ مسنون ہے جمہور کے نزدیک خلاف اولی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے علی صدور قدمیه سجدہ سے اٹھنا کثرت سے ثابت ہے شوافع کا استدلال حدیث الباب سے ہے نیز شوافعؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا آخری فعل ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو آخری عمر میں ضعف ہو گیا تھا۔ اور بدن میں بھاری پن پیدا ہو گیا تھا اس لئے آپؐ جلسہ استراحۃ فرماتے تھے۔ خود امام بخاریؒ نے باب کے اندر من استوفی کے لفظ سے اس طرح اشارہ کر دیا کہ ان کی رائے اس کے موافق نہیں ہے۔ اور حالت کبر پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ لا تبادرونی فانی قد بدنت میرے سے جلدی نہ کیا کرو کیونکہ میں بھاری ہو گیا ہوں۔

بَاب كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْاَرْضِ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ۔

ترجمہ۔ جب رکعت سے اٹھے تو زمین پر کیسے سہارا لے

حدیث (۷۸۱) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ (الخ)

عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلّٰى بِنَا فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّيْ لَاُصَلِّيْ بِكُمْ

ترجمہ۔ حضرت ابی قلابہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی اور فرمایا تمہیں ضرور نماز پڑھاؤں گا۔ میرا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں۔ میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ میں نے

وَمَا اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ لٰكِنِّى اُرِيْدُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّى قَالَ اَيُّوْبُ فَقُلْتُ لِاَبِى قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَالَ مِثْلَ صَلٰوةِ شَيْخِنَا هٰذَا يَعْنِى عَمْرَو بْنَ سَلَمَةَ قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ. الحديث

جناب رسول اللہ ﷺ کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ میں نے ابو قلابہؒ سے پوچھا کہ وہ نماز کیسے تھی۔ فرمایا کہ ہمارے اس شیخ عمرو بن سلمہ کی نماز کی طرح تھی۔ ایوب فرماتے ہیں کہ وہ شیخ تکبیر پوری کرتے اور جب اپنا سر دوسرے سجدہ سے اٹھاتے تو بیٹھ جاتے۔ اور زمین پر سہارا لے کر پھر کھڑے ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے تیس باب لفظ کیف سے باندھے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ مگر روایت میں کہیں کیفیت کا ذکر نہیں ہے۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ جلس واعتمد على الارض ثم قام سے کیفیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ صورت یہ ہوتی تھی کہ اولا قعود فرماتے تھے۔ پھر اعتماد علے الارض ہوتا تھا۔ پھر قیام ہوتا تھا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ مقصود اثبات کیفیت نہیں ہے۔ بلکہ یہاں کیف۔ استفہامیہ ہے اور سوال کے لئے ہے۔ چونکہ یہاں اختلاف ہے۔ لہذا کیف سے باب باندھ دیا۔ شوافع اس کے قائل ہیں اور کیفیت میں اختلاف کرتے ہیں قال بعضهم يعتمد باسطا كفيه قيل قابضا معتمدا على كفيه بعض نے کہا کہ ہتھیلیاں پھیلا کر سہارا لے۔ بعض نے کہا ہتھیلیاں بند کر کے سہارا لے جیسے آٹا گوندھنے والا کرتا ہے۔

بَابُ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ ؓ يُكَبِّرُ فِىْ نَهْضَتِهٖ۔

ترجمہ۔ سجدتین سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہے اور ابن الزبیرؓ اپنی اٹھتی حالت میں تکبیر کہتے تھے۔

حدیث (۷۸۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ ...

ترجمہ۔ حضرت سعید بن الحارث فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعیدؓ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پس بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ اسی طرح جب سجدہ کرتے۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے۔ اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے۔ اور فرمایا میں نے اسی طرح جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔

حدیث (۷۸۳) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَعِمْرَانُ ابْنُ الْحُصَيْنِ

ترجمہ۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصینؓ نے ایک نماز حضرت علی بن ابی طالب کے پیچھے

صلوٰۃً خلف علیّ بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ فکان اذا سجد کبّر و اذا رفع کبّر و اذا نھض من الرکعتین کبّر فلمّا سلّم اخذ عمران بیدی فقال لقد صلّی بنا ھذا صلوٰۃ محمد ﷺ او قال لقد ذکّرنی ھذا صلوٰۃ محمد ﷺ ..الحدیث...

پڑھی جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضرت عمرانؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس نے ہمیں محمد ﷺ والی نماز پڑھائی ہے۔ یا جناب محمد ﷺ کی نماز یاد دلادی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے پہلے صفحہ ۱۰۸ پر ایک باب گزرا ہے باب اذا قام من السجود وہاں میں نے یہ کہا تھا کہ دونوں میں بظاہر لفظی فرق ہے ورنہ معنی ایک ہیں لہذا تکرار ہو گیا۔ اور اس میں کلام باب یکبر وھو ینھض من السجد تین میں آئے گا تو اب سنو! کہ وہاں تو غرض اثبات تکبیر وقت النھوض من السجود بیان کرنی تھی روایۃ ابی داوٗد۔ اور یہاں دو رکعت کے بعد تکبیر ہوتی ہے اس کا مقام بیان کرنا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ تکبیر کب ہو گی۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ حدیث پاک میں الصلوٰۃ مثنی مثنی وارد ہے۔ لہذا ہر شفعہ مستقل صلوٰۃ ہو گی تو جیسے ابتداء میں تکبیر تحریمہ ہوتی ہے اسی طرح یہاں بھی تکبیر تحریمہ ہو گی اور یہ تکبیر تکبیر قیام ہے اور جمہور کے نزدیک یہ تکبیر تکبیر انتقال ہے۔ لہذا اٹھنے کے ساتھ ساتھ ہو گی۔ امام بخاری یکبر و ینھض فرما کر جمہور کی تائید کرتے ہیں اور مالکیہ پر رد فرماتے ہیں۔

باب سُنّۃ الجلوس فی التشھّد

وکانت امّ الدّرداء تجلس فی صلوٰتھا جلسۃ الرّجل وکانت فقیھۃ۔

ترجمہ۔ التحیات میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے حضرت ام الدرداءؓ اپنی نماز میں مردوں کی بیٹھک کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ سمجھدار تھیں۔

حدیث (۷۸۴) حدّثنا عبداللّٰہ بن مسلمۃ عن عبداللّٰہ بن عبد اللّٰہ انّہ اخبرہ انّہ کان یری عبداللّٰہ بن عمر یتربّع فی الصّلوٰۃ اذا جلس ففعلتہ وانا یومئذ حدیث السّنّ فنھانی عبداللّٰہ بن عمرؓ وقال انّما سنّۃ الصّلوٰۃ ان تنصب رجلک الیمنٰی وتثنی الیسرٰی فقلت انّک تفعل ذٰلک فقال انّ رجلای لاتحملانی۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ جب وہ بیٹھتے ہیں تو چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں۔ چونکہ میں ان دنوں نوجوان نو عمر تھا میں نے بھی ایسا کیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے منع کر دیا۔ فرمایا نماز کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرو اور بائیں پاؤں کو موڑ کر اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا آپ تو ایسا کرتے ہیں جس سے مجھے روکا۔ فرمایا میرے پاؤں مجھے نہیں اٹھا سکتے۔

حدیث (۷۸۵) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَنَّهُ کَانَ جَالِسًا مَّعَ نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَذَکَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیُّ اَنَا کُنْتُ اَحْفَظُکُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَاَیْتُهُ اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْهِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ وَاِذَا رَکَعَ اَمْکَنَ یَدَیْهِ مِنْ رُکْبَتَیْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ اسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَّکَانَهُ وَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْهِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا وَّاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَیْهِ الْقِبْلَةَ فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ جَلَسَ عَلٰی رِجْلِهِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْاُخْرٰی وَقَعَدَ عَلٰی مَقْعَدَتِهٖ. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمر بن عطاؒ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید ساعدیؓ نے کہا کہ میں تم سے سب سے زیادہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کو یاد رکھنے والا ہوں چنانچہ میں نے آپؐ کو دیکھا جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر لے جاتے۔ اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنے پکڑ لیتے پھر اپنی پیٹھ جھکاتے۔ جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجاتا اور جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح رکھتے کہ نہ تو ان کو بچھانے والے ہوتے اور نہ ہی پیڈ کرنے والے۔ اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کے کناروں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ جاتے۔ اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لیتے۔ اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے۔ اور دوسرے کو کھڑا کر دیتے۔ اور پھر اپنی مقعد پر بیٹھ جاتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ احناف کے یہاں مشہور یہ ہے کہ مرد کے لئے تشہد میں افتراش مسنون ہے۔ عورت کیلئے تورک ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سب کے لئے افتراش ہے۔ چنانچہ حضرت ام الدرداءؓ افتراش کرتی تھیں۔ اور وہ فقیہ تھیں۔ لہذا ان کا فعل حجت ہوگا۔ مگر شوافعؒ پر جو کہ هم رجال ونحن الرجال کہتے ہیں اس اثر سے استدلال نہیں کر سکتے دوسرے یہ کہ یہ حکم مدرک بالقیاس ہے کیونکہ عموماً رجال اور نسا کے احکام مشترک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ام الدرداءؓ نے سمجھا کہ جیسے مردوں کے لئے افتراش ہے ایسے عورتوں کے لئے بھی افتراش ہوگا۔ تو یہ قیاسی چیز ہوئی۔ مگر احنافؒ کا مستدل مصنف ابن شیبہ کی راویات ہیں۔ جن میں ہے کہ عورت کیلئے تورک ہے کیونکہ اس میں تستر (پردہ کرنا) ہوتا ہے۔ البتہ احنافؒ کی ایک جماعت عورت کیلئے بھی افتراش کی قائل ہے۔ لیکن تورک اور افتراش میں یہ اختلاف جواز میں نہیں۔ اولویۃ اور عدم اولویۃ میں ہے جائز دونوں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تشہد میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے۔اس میں دو طرح کی روایات ہیں۔ایک ابن عمرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سنة الصلوة الخ ۔اور دوسری ابو حمید ساعدیؓ کی ہے۔وہ فرماتے ہیں رایت النبی ﷺ جلس متورکا ۔اوّل قولی حدیث ہے اس لئے کہ صحابی کا قول ہے۔اور صحابی کا من السنة کہنا حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔لہذا حدیث مرفوع ہوئی۔اور ابو حمید ساعدیؓ والی روایت فعلی ہے۔احنافؒ فرماتے ہیں کہ جب ابن عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو متربعاً (چارزانوں) بیٹھے دیکھا تو انہیں روکا اور مسنون طریقہ بتلایا۔اور اپنے چارزانوں بیٹھنے کی وجہ ظاہر فرمائی۔تو معلوم ہوا کہ چارزانوں عذر کی وجہ سے بیٹھتے تھے۔اس طرح ہم کہتے ہیں کہ قعود متورکا بھی عذر کی وجہ سے تھا۔اور جو تورک مالکیہؒ نے اختیار فرمایا ہے وہ کسی اور مرجح کے پیش نظر ترجیح دی گئی ہوگی ورنہ بظاہر تو عمل اہل مدینہ نہیں ہے۔کیونکہ حضرت ابن عمرؓ مدنی ہیں۔وہ خود ہی ارشاد فرمارہے ہیں سنة الصلوة هكذا تو اصل اختلاف فیما بین الاحناف والموالك ہے۔کہ احناف تو قعود علی الرجل الیسری کے قائل ہیں اور مالکیہ تورک کے قائل ہیں۔حضرات شافعیہؒ اور حنابلہ جمع بین الروایات فرماتے ہیں۔کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت تشہد اوّل پر محمول ہے۔اور حضرت ابو حمید ساعدیؓ والی روایت تشہد اخیر پر محمول ہے۔لیکن ایک فرق ہو گیا وہ یہ ہے کہ دونوں میں اختلاف ہو گیا کہ تورك فی الاخیرہ کی علت کیا ہے؟ حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تشہد اوّل اور ثانی میں فرق کرنا ہے۔ لکی لا تشبه علی الناظر اور حضرات شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ تورک کی علت تخفیف ہے چونکہ تشہد اوّل قصیر ہوتا ہے اسلئے اس میں تو ضرورت نہیں اور تشہد ثانی طویل ہوتا ہے۔اس لئے شریعت مطہرہ نے تخفیف فرمائی کہ متورکا بیٹھ جایا کرے۔اب چونکہ علت میں اختلاف ہو گیا۔امام احمدؒ کے یہاں تفریق ہے اور شافعیہ کے یہاں طول القعود ہے لہذا امام احمدؒ کے یہاں جن نمازوں میں دو تشہد ہیں وہاں تو تورک ہوگا۔کیونکہ تفریق کی ضرورت اسی میں ہے جیسے صلوٰۃ الظهر والعصر والعشاء اور جہاں دو تشہد نہ ہوں جیسے صلوٰۃ فجر اور صلوٰۃ جمعہ وہاں تورک نہ ہوگا۔حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ علت طول قعود ہے اس لئے ہمیشہ قعدہ اخیر میں تورک ہوگا۔کیونکہ اسی میں طول ہوتا ہے۔حضرت امام بخاریؒ نے دونوں طرح کی روایات ذکر فرمادیں اور کوئی حکم نہیں لگایا کیونکہ مسئلہ میں اختلاف قوی ہے اور روایات دونوں ایک سی قوی ہیں۔ فاذارفع رأسه استوى الخ بعض اہل حدیث کا طریق یہ تھا کہ جب وہ رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تو ہاتھوں کو اسی طرح اٹھائے ہوئے سجدہ میں چلے جاتے۔اور یوں کہتے کہ رفع الیدین وقت الرفع من الرکوع تو ثابت ہے۔اور ہاتھوں کا ارسال بعد الرفع حدیث میں کہیں نہیں ہے۔اس لئے چاہئیے لیکن میں اس جملہ سے ارسال ید بعد الرفع پر اس طرح استدلال کرتا ہوں کہ حتی یعود کل فقار مکانه اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ ارسال ید کیا جائے۔

باب مَنْ لَمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْأَوَّلَ وَاجِبًا لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ۔

ترجمہ۔اس شخص کے بارے میں جو پہلے تشہد کو واجب نہیں سمجھتا کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ دو رکعتوں پر کھڑے ہو گئے واپس نہیں آئے۔

حدیث (۷۸۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ بُحَيْنَةَ قَالَ وَهُوَ مِنْ اَزْدِ شُنُوْءَةَ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَّكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهٗ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ .الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ جو قبیلہ ازدشنوأة سے تھے اور بنو عبد مناف کے حلیف تھے اور اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو ظہر کی نماز پڑھائی تو پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں۔ پس آپؐ کھڑے ہو گئے تو لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب آپؐ نے نماز پوری کر لی اور لوگ سلام پھیرنے کے انتظار میں تھے کہ آپؐ نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی۔ پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ہر دو تشہد کا کیا حکم ہے۔ احنافؒ کے نزدیک قرأة التشهد فى القعدتين (دو بیٹھکیں) واجب ہے اور مالکیہؒ کے یہاں سنت ہے اور شافعیہؒ کے یہاں اوّل قعدہ میں سنت ہے۔ اور ثانی میں واجب ہے۔ اور اس وجوب سے ہمارا وجوب مراد نہیں بلکہ فرض کے معنے میں ہے اور حنابلہ کے یہاں اوّل میں واجب اور ثانی میں رکن ہے۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں من لم یر التشهد الا ول واجبا اور واجب سے ان کی مراد وہی فرض تو نہیں لیکن واجب ضرور ہے کیونکہ اگرچہ آپؐ واپس نہیں آئے لیکن سجدہ سہو سے اس کی تلافی کر دی۔

باب التَّشَهُّدِ فِى الْاُوْلٰى

ترجمہ۔ پہلے قعدہ میں تشہد کیسا ہے

حدیث (۷۸۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الظُّهْرَ فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا كَانَ فِيْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بجینہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ آپؐ کھڑے ہو گئے حالانکہ آپؐ پر بیٹھنا تھا۔ جب آخر نماز میں ہوئے تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اتنا تو باب سابق سے معلوم ہو گیا کہ تشہد قعدہ اولیٰ واجب نہیں ہے۔ یہ واجب نہ ہونا عام ہے اس بات کو کہ مستحب بھی نہ ہو۔ بلکہ مشروع ہی نہ ہو۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ واجب و فرض تو نہیں ہے البتہ لازم ہے۔ کیونکہ اگر لازم نہ ہوتا تو سجدہ سہو کیوں فرماتے۔ احناف بھی یہی کہتے ہیں۔

باب التَّشَهُّدِ فِی الْاٰخِرَةِ

ترجمہ۔ آخری قعدہ کا تشہد کیسا ہے

حدیث (۷۸۸) حَدَّثَنَا اَبُو نُعَیْمٍ (الخ) قَالَ عَبْدُاللّٰہِ کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰی جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ السَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ وَّفُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلِ التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ فَاِنَّکُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ کُلَّ عَبْدٍ لِلّٰہِ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے سلام علے جبرائیل ومیکائیل السلام علے فلان وفلان جناب رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ سلام تو اللہ کا نام ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو تشہد کے یہ کلمات کہے۔ التحیات الخ تمام قولی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اے اللہ کے نبی آپؐ پر سلامتی رحمت اور برکت نازل ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ جب تم نے یہ کلمات کہہ دیئے جو اللہ کا نیک بندہ آسمان یا زمین میں ہوگا۔ اس تک یہ دعائیہ کلمات پہنچیں گے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت مختصر ہے جس کی وجہ سے معنی سمجھنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ التحیات میں السلام علی اللہ والسلام علے جبرا ئیل وغیرہ کہا کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ سلام تحیہ ہے حالانکہ یہ دعا تھی اس لئے آپؐ نے فرمایا ان اللہ ھو السلام اس پر سلامتی بھیجنے کے کیا معنی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ تشہد اول اور ثانی میں جمہور کے نزدیک فرق ہے۔ اس لئے تنبیہ کے لئے دو باب مستقل باندھ دیئے۔ مصنفؒ نے جو تشہد اور التحیات ذکر فرمائی ہے۔ یہ تشہد ابن مسعود کہلاتی ہے۔ احنافؒ کے نزدیک یہی اولیٰ ہے۔ حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ مالکیہؒ کے نزدیک ابن عمرؓ کا تشہد اور شافعیہ کے نزدیک ابن عباسؓ کا تشہد اولیٰ ہے۔

باب الدُّعَآءِ قَبْلَ السَّلَامِ

ترجمہ۔ سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں

حدیث (۷۸۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ (الخ) عَنْ عَائِشَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ جناب

زَوجِ النَّبِیِّ ﷺ اَخبَرَتهُ اَنَّ رَسُولَ اللہِ ﷺ کَانَ یَدعُو فِی الصَّلٰوۃِ اللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِن عَذَابِ القَبرِ وَاَعُوذُبِکَ مِن فِتنَۃِ المَسِیحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوذُبِکَ مِن فِتنَۃِ المَحیَا وَفِتنَۃِ المَمَاتِ اللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ المَاثَمِ وَالمَغرَمِ فَقَالَ لَہٗ قَائِلٌ مَّا اَکثَرَ مَاتَستَعِیذُ مِنَ المَغرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَاغَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَاِذَاوَعَدَ اَخلَفَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بنُ یُوسُفَ سَمِعتُ خَلَفَ بنُ عَامِرٍ یَّقُولُ فِی المَسِیحِ وَالمِسِّیحِ لَیسَ بَینَھُمَافَرقٌ وَّھُمَاوَاحِدٌ اَحَدُھُمَا عِیسٰی عَلَیہِ السَّلَامُ وَالاٰخَرُالدَّجَّالُ وَعَنِ الزُّھرِیِّ قَالَ اَخبَرَنِی عُروَۃُ بنُ الزُّبَیرِاَنَّ عَائِشَۃَ قَالَت سَمِعتُ رَسُولَ اللہِ ﷺ یَستَعِیذُ فِی صَلٰوتِہٖ مِن فِتنَۃِ الدَّجَّالِ .الحدیث..

رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللہ کے ساتھ میں پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے۔ اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں گناہ اور قرضے کے بواعث سے۔ کسی کہنے والے نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپؐ اکثر قرضہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ خلف بن عامر نے مسیح کے بارے میں فرمایا کہ دونوں میحوں کے درمیان کوئی فرق نہیں دونوں ایک ہیں ایک عیسیٰ علیہ السلام دوسرا دجال اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا کہ وہ اپنی نماز میں فتنۂ دجال سے پناہ مانگتے تھے۔

حدیث (۷۹۰) حَدَّثَنَاقُتَیبَۃُ بنُ سَعِیدٍ (الخ) عَن اَبِی بَکرِ الصِّدِّیقِ اَنَّہٗ قَالَ لِرَسُولِ اللہِ ﷺ عَلِّمنِی دُعَآءً اَدعُوا بِہٖ فِی صَلٰوتِی قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمتُ نَفسِی ظُلمًا کَثِیرًا وَلَایَغفِرُالذُّنُوبَ اِلَّااَنتَ فَاغفِرلِی مَغفِرَۃً مِن عِندِکَ وَارحَمنِی اِنَّکَ اَنتَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ.. الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی مجھے ایسی دعا سکھلائیں جو میں نماز میں مانگا کروں فرمایا کہو اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت سے ظلم کئے ہیں اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا اپنے پاس سے میری بخشش فرما۔ اور مجھ پر رحم فرما اس لئے کہ آپ ہی تو بخشنے والے اور نہایت مہربان ہیں

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کی غرض میں اختلاف ہے۔ بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض محل دعا کو بیان کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو دعائیں حضور اقدس ﷺ سے منقول ہیں ان کو آپؐ قبل السلام پڑھتے تھے اور بعض دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ شروع صلوٰۃ سے لے کر قبل السلام تک سب محل دعا ہے۔ وعد اخلف اگر ایفاء کے ارادہ سے

وعدہ کرے اور پھر وہ کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کر سکے تو یہ وعدہ خلافی نہیں کہلائے گی بلکہ وعدہ خلافی یہ ہے کہ ایفا کا ارادہ ہی نہ ہو۔ **سمعت خلف بن عامر یقول فی المسیح** مسیح کا اطلاق دجال اور حضرت عیسیٰؑ دونوں پر ہوتا ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں کوئی لفظی فرق ہے یا نہیں۔ ابو داؤد کی رائے ہے کہ دجال کو مسیح **بکسر المیم و تشدید السین** کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو مسیح **بفتح المیم و کسر السین** کہتے ہیں امام بخاریؒ نے خلف بن عامر سے نقل کر کے بتلادیا کہ دونوں ایک دوسرے پر بولے جاتے ہیں کوئی فرق نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس لئے بولا جاتا ہے کہ وہ مریضوں کو مسح کرتے تھے۔ جس سے وہ اچھے ہو جاتے تھے اور دجال کو اسلئے کہتے ہیں کہ وہ **ممسوح العین** تھا (جس کی ایک آنکھ مسخ ہو گئی) **مغفرة من عندك ای من غیر استحقاق** سنی جاتی **لااستحق المغفرة مع العصیان لجنابك** یعنی بغیر استحقاق کے تیری بخشش چاہتا ہوں۔ مستحق اسلئے نہیں ہوں کہ آپ کی معصیت کر کے پھر مغفرت کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔ **انی ظلمت نفسی** یہ دعا حضور اکرم ﷺ نے خاص طور سے حضرت صدیق اکبرؓ کو بتلائی اس لئے اکثر علما اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ **انی ظلمت نفسی** یہاں اشکال ہے کہ ظلم کے معنی تو **تصرف فی ملك الغیر** کے ہیں۔ تو اپنے نفس پر ظلم کیسے ہوگا۔ کہا جائے گا کہ انسان اپنے آپ کا مالک ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ بنابریں خودکشی پر مؤاخذہ کیا جائے گا۔ تو جب اعمال سیئہ کی وجہ سے اسی کو جہنم میں پیش کیا جائے گا تو یہ اسی نفس پر ظلم ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ معنی **وضع الشیٔ فی غیر محله** کے ہیں۔ تو اب مقصد یہ ہے کہ اپنے نفس کو نجات دلائے اور اسے غیر محل میں استعمال نہ کرے۔ **فاغفرلی مغفرة من عندك** تحصیل حاصل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ **مغفرت من عندك** کے معنی ہیں **مغفرت یلیق بشانك** اور دوسرا جواب یہ ہے کہ **مغفرت بلا استحقاق منی** کے معنی ہیں۔

بَاب مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

ترجمہ۔ التحیات کے بعد جو مرضی آئے دعاء اختیار کرے لیکن یہ واجب نہیں ہے

حدیث (۷۹۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا اِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلٰوةِ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَّ فُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُوْلُوا السَّلَامَ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُوْلُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز میں ہوتے تھے تو ہم کہتے تھے **السلام علی اللہ من عبادہ السلام علی فلان و فلان** تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **السلام علی اللہ** نہ کہا کرو اللہ تعالیٰ تو خود ہی سلام ہے بلکہ یوں کہو **التحیات الخ** جب تم یہ کلمات کہو گے تو اللہ کا جو نیک بندہ آسمان یا آسمان اور

وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمْ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ اَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لْيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَهٗ اِلَيْهِ فَيَدْعُوْا . الحديث

زمین کے درمیان ہے اس کو یہ دعا پہنچے گی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر دعاؤں میں سے جو دعا اس کو پسندیدہ ہو اسے اختیار کر کے دعا مانگے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث میں وارد ہے کہ تم میں سے کوئی التحیات پڑھے تو چار چیزوں سے ضرور پناہ پکڑے اس لئے بعض حنابلہ بعد الصلوۃ تعوذ من اربع کے وجوب کے قائل ہیں امام بخاریؒ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تعوذ من اربع واجب نہیں ہے بلکہ جو دعا چاہے اختیار کرے واجب کوئی چیز نہیں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ امام بخاریؒ نے صلوۃ علی النبی کا کوئی ترجمہ منعقد نہیں فرمایا۔ حالانکہ روایات کثرت سے اس پر دال ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے خود کتاب الدعوات میں نماز کا درود ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے علماء نے استنباط فرمایا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک درود شریف نماز میں فرض نہیں ذراصل مسئلہ اختلافیہ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے اور بقیہ حضرات کے نزدیک سنت ہے۔ شافعیہؒ کہتے ہیں کہ صلوا علیه وسلموا تسلیما کا حکم صلوۃ ہی میں ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر جمہور کے نزدیک عمر میں ایک مرتبہ درود شریف آیت کے حکم کی وجہ سے فرض ہے۔ پھر اس کے بعد حنفیہ میں اختلاف ہے۔ کرخیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک مجلس میں واجب ہے اور پھر مستحب۔ اور امام طحاویؒ کی رائے ہے کہ جب بھی ذکر شریف آئے درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ ان وعیدوں کی وجہ سے جو تارک درود پر وارد ہیں۔

باب مَنْ لَّمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهٗ وَاَنْفَهٗ حَتّٰى صَلّٰى ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ رَاَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ لَّا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلٰوةِ ....

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو جب تک نماز نہ پڑھ لے اپنی پیشانی اور ناک کو نہ پونچھے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حمیدی کو دیکھا وہ اس حدیث سے حجت قائم کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی کو نہ پونچھے۔

حدیث (۷۹۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَسْجُدُ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ حَتّٰی رَاَیْتُ اَثَرَ الطِّیْنِ فِیْ جَبْهَتِهٖ . الحدیث....

جناب رسول اللہ ﷺ کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے لگاگارے کا نشان آپ کی پیشانی میں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ آثار عبادت کو باقی رکھنا جمہور اسے پسند فرماتے ہیں اور ان کو زائل کرنا خلاف اولیٰ قرار دیتے ہیں کیونکہ باری تعالیٰ اس اثر کو پسند فرماتے ہیں جو نماز کی وجہ سے گٹھا وغیرہ پڑ جاتا ہے۔ سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود اور آپؐ نے بھی کبھی اثر عبادت کو زائل نہیں کیا۔ چنانچہ روایت باب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اثر عبادت کو زائل نہیں کیا۔ حمیدی نے بھی اسی سے استدلال کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ میں بتلا چکا ہوں کہ چونکہ چہرہ وغیرہ پر مٹی لگ جانا بظاہر مُثلہ ہے تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر پیشانی پر مٹی لگ جائے تو یہ مُثلہ نہیں ہے۔ اور اس کو اگر بعد الصلوۃ زائل نہ کرے تو یہ ریا اور نمود نہیں ہے۔

بابُ التَّسْلِیْمِ ترجمہ۔ سلام پھیرنا

حدیث (۷۹۳) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ (الخ) اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِیْنَ یَقْضِیْ تَسْلِیْمَهٗ وَمَكَثَ یَسِیْرًا قَبْلَ اَنْ یَّقُوْمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاُرٰی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اَنَّ مُكْثَهٗ لِكَیْ تَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ اَنْ یُّدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ . الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تھے جب آپؐ سلام پورا کر لیتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں۔ اور آپؐ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑا سا رُک جاتے تھے۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں آپؐ کا یہ رُکنا اور ٹھہرنا اس لئے ہوتا تھا تاکہ عورتیں جلدی گذر جائیں پہلے اس کے قوم میں سے فارغ ہو کر پھرنے والا آدمی انہیں نہ پاسکے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ جمہور مقتدی کے لئے دو سلام کہتے ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو تین سلام کرنے چاہئیں قبل الوجہ امام کے جواب دینے کے لئے ہو۔ چنانچہ فسلمنا حین سلم سے مصنف اسی کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر درمیان میں سلام کہا جائے تب تو سلمنا حین سلم ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ احناف کے نزدیک تسلیم واجب ہے بقیہ ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ ان کی دلیل حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔ تحلیلها التسلیم کہ نماز کو حلال کرنے والا سلام پھیرنا ہے۔ امام بخاریؒ نے اختلاف ائمہ اور اختلاف روایات کی وجہ سے

کوئی حکم نہیں لگایا۔ ہمارا مستدل حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ تشہد کے متعلق آپ نے ان سے فرمایا تھا۔ اذا قلت هذا فقد تمت صلوتك ان شئت فقم وان شئت فاقعد یعنی جب یہ لفظ سلام آپؐ کہہ دیں تو تیری نماز تمام ہو گئی اب چاہے تو آپ کھڑے ہو جائیں اور چاہے تو بیٹھ جائیں۔ پھر اختلاف ہے کہ دونوں فرض ہیں یا ایک فرض ہے جمہور کے نزدیک ایک سلام فرض اور دوسرا سنت ہے۔ لیکن بعض سے نقل کیا گیا ہے کہ دوسرا بھی فرض ہے۔ دوسو مختلف فیه مسائل میں سے ایک مسئلہ سلام بھی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس پر ترجمہ باندھ کر تین مختلف فيه مسائل پر تنبیہ فرمادی۔ پہلا یہ کہ سلام عند الاحناف واجب ہے اور بقیہ کے نزدیک فرض ہے۔ دوسرا اختلاف یہ بتلایا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقتدی کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا ضروری ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک بعد میں پھیرنا ہے۔ تیسرا مسئلہ تقدم الی الا مام فی السلام کا ہے جو جمہور کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔ (امام سے پہلے سلام پھیرنا)۔

باب يُسَلِّمُ حِيْنَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ۔

ترجمہ۔ مقتدی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسے پسند فرماتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو پیچھے والے لوگ بھی اس وقت سلام پھیریں۔

حدیث (۷۹۴) حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی (الخ) عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ ...الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عتبان بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ جب آپؐ سلام پھیرتے تو ہم بھی سلام پھیرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مالکیہؒ کے نزدیک امام کے ساتھ مقارنت فی السلام جائز نہیں ہے۔ بلکہ مفسد ہے۔ متابعت ضروری اور واجب ہے۔ غیر مالکیہ کے نزدیک اگر مقارنت کرے تو جائز ہے اور نماز ہو جائے گی۔ امام بخاریؒ نے مالکیہ کا رد کیا ہے۔

باب مَنْ لَّمْ يُرَدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ وَاكْتَفٰى بِتَسْلِيْمِ الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو امام کو سلام کا جواب نہیں دیتا صرف نماز کے سلام پر اکتفا کرتا۔

حدیث (۷۹۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (الخ) أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ فِيْ دَارِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع نے کہا ان کو رسول اللہ ﷺ کے آنے کا بھی ہوش ہے اور اس کلی کرنے کا جو آپؐ نے اس ڈول سے پانی لے کر جو ان کی حویلی کے کنویں میں سے

عُتْمَانَ بْنَ مَالِكِ الْاَنْصَارِيَّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِي سَالِمٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ اِنِّي اَنْكَرْتُ بَصَرِي وَاِنَّ السُّيُوْلَ تَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي فَلَوَدِدْتُ اَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا اَتَّخِذُهُ مَسْجِدًا فَقَالَ اَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَبُوْ بَكْرٍ مَّعَهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَاذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَاَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي اَحَبَّ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ الحدیث

لیا گیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عتبان بن مالک انصاریؓ جو بنو سالم قبیلہ کے ایک آدمی سے بھی ایسا ہی سنا۔ وہ فرماتے ہیں میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی کہ میری آنکھوں میں ضعف ہے۔ اور یہ سیلابوں کا پانی میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ پس میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؐ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اسے مسجد بنالوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر اللہ نے چاہا تو ایسا کروں گا چنانچہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دھوپ چڑھ چکی تھی آپؐ اور حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ میرے سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اجازت دے دی۔ پس ابھی آپؐ بیٹھے نہیں تھے کہ فرمایا کہ آپؐ گھر کے کون سے حصہ میں میرا نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ تو انہوں نے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ نماز پڑھوانا پسند کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کھڑے ہوئے ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی اس وقت سلام پھیرا جبکہ آپؐ نے سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابوداؤد شریف میں ہے۔ امر نا ان نرد السلام علی الامام کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم امام کو بھی سلام کا جواب دیں۔ اس حدیث کی بنا پر مالکیہ کا مذہب مقتدیوں کے بارے میں یہ ہے کہ وہ تین سلام کریں۔ ایک دائیں دوسرا بائیں اور تیسرے امام کو قبل الوجہ۔ اور امام ایک سلام کرے یا دو سلام کرے علی اختلاف الروایات۔ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک صرف دو سلام ہیں۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے مالکیہ اور ان کے متدل کی تردید فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تسلیم علی الامام کی ضرورت نہیں۔ جمہور ابوداؤد کی روایت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ امام پر سلام کی نیت کرے جیسے کہ حفظہ ملائکہ پر سلام کی نیت کرے گا۔ فسلمنا حین سلم اس سے امام بخاریؒ نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اگر مقتدی تین سلام کرے گا تو حین سلم نہیں ہوگا بلکہ بعد ماسلم ہوگا۔

بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز کے بعد ذکر کرنا کیسا ہے

حدیث(۷۹۶) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ (الخ) اَنِ بْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهُ . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جب لوگ فرض نماز کے ادا کرنے سے فارغ ہوتے تھے تو ذکر الٰہی کے ساتھ آواز کو بلند کرتے۔ یہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ جب میں یہ ذکر سنتا تھا تو میں پہچان لیتا کہ اب لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

حدیث(۷۹۷) حَدَّثَنَا عَلِيٌّ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّكْبِيْرِ قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَقَالَ اَبُوْ مَعْبَدٍ اَصْدَقَ مَوَالِيْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهٗ نَافِذٌ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر سے ہی جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے ختم ہونے کو پہچانتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ ابو معبد حضرت ابن عباسؓ کے غلاموں میں سے سب سے سچے غلام تھے جن کا نام نافذ تھا۔

حدیث(۷۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْاَمْوَالِ بِالدَّرَجٰتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ اَمْوَالٍ يَحُجُّوْنَ بِهَا وَيَعْتَمِرُوْنَ وَيُجَاهِدُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِمَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ اَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ اَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ اَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ اِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهٗ تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ خَلْفَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فقراً صحابہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے کہ مال کثیر کے مالک لوگ تو اپنے اموال کی بدولت بلند مقامات اور ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کر گئے جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں لیکن ان کو مال کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو گئی کہ وہ اس مال سے حج کرتے ہیں۔ جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز نہ بیان کروں جن پر قائم رہنے کی وجہ سے تم ان پر سبقت کرنے والوں کو پالو گے اور تمہیں تمہارے بعد کوئی بھی نہیں پا سکے گا۔ اور جن لوگوں کے درمیان تم رہتے ہو ان سب سے تم بہتر ہو جاؤ گے۔ مگر وہ شخص جو اس جیسا عمل کرے گا وہ تو تمہارے برابر ہو جائیگا

وَنُكَبِّرُ اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلُّهُنَّ ثَلَاثٌ وَّثَلٰثُوْنَ .. الحديث ..

تم سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اور اللہ اکبر ۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ کہا کرو۔ پھر ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ ۳۳ مرتبہ تسبیح کہیں اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہیں اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہیں تو میں نے ابو صالح شاگرد ابو ہریرہؓ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سبحان اللہ والحمدللہ واللہ اکبر ان سب میں سب کے سب ۳۳ مرتبہ ہوں ۔

حدیث (۷۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ (الخ) عَنْ وَّرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ اَمْلٰى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ ابْنُ شُعْبَةَ فِيْ كِتَابٍ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت وراد حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے میر منشی سے مروی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جو خط حضرت امیر معاویہؓ کو لکھا اس میں مجھ سے املا کرائی کہ نبی اکرم ﷺ ہر فرض کے بعد یہ ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ وحدہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لئے حمد و ثنا ہے وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے اللہ جسے جو کچھ تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جس سے تو کوئی چیز روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی بخت والے کو اس کا بخت تیری پکڑ سے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صلوات خمس کے بعد رفع الصوت بالذکر بدعت ہے۔ مگر ابن عباسؓ کی روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ صغیر السن تھے حضورؐ کی نماز کا اختتام اس سے پہچانتے تھے۔ ابن حزم ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں انقضاء صلوۃ سلام سے معلوم کرتی تھیں۔ اور قرآن مجید میں ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ کا ارشاد بھی ہے۔ تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات آپؐ نے تعلیم امت کے لئے اس کا اظہار کیا ہے دوام ثابت نہیں ہے ورنہ عموماً آپؐ ذکر و اذکار خفیہ کرتے تھے۔ اور تیسری روایت میں جو ادرکتم من سبقکم الخ ہے اس سے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تینوں کے اندر سبقیہ اور بعدیہ زمانا ہے۔ کیونکہ امم سابقہ میں عمریں بہت لمبی ہوا کرتی تھیں۔ جس میں وہ بہت سی ریاضات کر لیتے تھے مگر ہماری عمریں چھوٹی ہیں یقینی بات ہے۔ عبادت و ریاضت تھوڑی ہو گی تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے تسبیحات پڑھ لیں تو من سبقکم کو پالو گے۔ یعنی ان کا ثواب تمہیں ملے گا۔ اور ایسے ہی جو لوگ تمہارے زمانے میں موجود ہیں ان سے بھی سبقت لے جاؤ گے۔

مگر بعض محققین فرماتے ہیں کہ سبقیت سے سبقیت مرتبی مراد ہے۔ کہ جو اپنے اموال کی وجہ سے مراتب حاصل کر گئے تم ان کو پالو گے۔ چنانچہ یہ شکایت کرنے والے حضرات اسی کو کہہ رہے ہیں ولھم فضل من اموال الخ تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے تسبیحات پڑھیں تو ان متمولین سے بھی سبقت لے جاؤ گے۔ اور جو تم جیسے ہیں وہ بھی تم کو نہیں پا سکیں گے البتہ جو بھی ان تسبیحات کو پڑھے گا خواہ وہ امیر ہو یا فقیر ان سب کو یہ مراتب حاصل ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ممکن ہے درجہ جواز بتایا ہو اور ممکن ہے کہ سنیت اور استحباب بتایا ہو اگر میں یہ کہوں کہ حنفیہؒ پر ردّ فرمایا ہے تو صحیح ہو گا۔ اس لئے کہ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ جن نمازوں کے بعد سنن ہیں ان کے بعد متصلاً اور دعا نہ پڑھے۔ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ اللھم انت السلام الخ کے علاوہ کچھ نہ پڑھے۔ کنت اعرف انقضاء الخ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ اور علماء مالکیہؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ جہاد کے ساتھ خاص ہے۔ تاکہ جو لوگ ادھر ادھر ہوں وہ تکبیر کی آواز سے انقضاء صلوۃ کو جان لیں۔ اور نمازیں پڑھ لیں۔ تاکہ ھیبت فی قلوب الکفار ہو۔ اور حضرت امام بخاریؒ کی رائے ہے کہ یہ احتراز نہیں ہے۔ بلکہ مطلق ذکر مراد ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے بہت سے اذکار مروی ہیں۔ اس لئے جو ذکر بھی اذکار صلوۃ میں سے ہو وہ جائز ہے۔ اور میرے نزدیک یہ ایام تشریق بمنی پر محمول ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ روایت مختصر ہے۔ اور یہ اس روایت کا ٹکڑا ہے جس میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں منیٰ میں آیا دیکھا کہ نماز ہو رہی تھی۔ فارسلت الاتان ترتع الخ اسی میں یہ بھی ہے۔ یہ نماز سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے کان ابو معبد اصدق موالی ابن عباسؓ یہ ابو معبد کے لئے توثیق ہے۔ فاختلفنا بیننا یہ ابو صالح کے شاگرد کا مقولہ ہے۔ یہ حضور اقدسؐ یا کسی صحابیؓ کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ابو صالح کے شاگرد فرماتے ہیں کہ ابو صالح نے تسبحون وتحمدون وتکبرون ثلثا وثلثین کہا۔ اب اس کے بعد ان کے شاگردوں میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوّلا ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ پھر ۳۳ مرتبہ الحمد للہ۔ پھر ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ اور بعض شاگرد یہ کہتے تھے۔ کہ یہ نہیں بلکہ سبحان اللہ۔ الحمد للہ اور اللہ اکبر کا مجموعہ ۳۳ مرتبہ ہو گا۔ یعنی ہر ایک گیارہ مرتبہ۔ اس کے بعد شاگردوں نے ابو صالح سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا تقول سبحان اللہ الخ یعنی انہوں نے فریق اوّل کی موافقت کی۔ لاینفع ذالجد منك الجد یہ جملہ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ ایک یہ کہ ذالجد لاینفع کا مفعول ہو۔ اور دوسرے یہ کہ لاینفع الك ہو۔ اور ذاالجد منك الجد الك ہو۔ اگر مفعول ہو تو پھر جد کے چند معانی ہیں۔ اور ہر ایک صحیح ہے۔ ایک غنا۔ دوسرے شرف۔ تیسرے کوشش۔ چوتھے دادا (جد) لیکن کوشش کے معنیٰ اگر ہوں تو اکثر مکسور الجیم ہوتا ہے۔ اگر غنا کے معنیٰ ہوں تو مطلب یہ ہے کہ نہیں نفع دیتا ہے غنی والے کو غنی بدون تیری مہربانی کے اگر شرف کے معنیٰ ہوں تو مطلب یہ ہو گا کہ کوشش والے کو بدون تیری مہربانی کے کوشش نافع نہ ہو گی اگر جد کا معنیٰ دادا سے کریں تو مطلب یہ ہے کہ نسب والے کو نسب بدون تیری رحمت کے نافع نہ ہو گی۔ اگر جملہ الگ ہو تو لا ینفع ما قبل سے متعلق ہو گا۔ اور ذاالجد منادیٰ حرف ندا محذوف کا ہو گا۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے غنی وبزرگی والے تیری ہی طرف سے غنی وبزرگی ہے۔ وقال الحسن جد غنی

یعنی تبارک وتعالیٰ جدک میں جو جد کا لفظ آیا ہے اس کی تفسیر امام بخاریؒ اس جملہ غنی سے فرمادی ہے۔ الغرض بعض علماء کے نزدیک باب کی غرض یہ بتلانا ہے کہ اگر نماز فرائض اور اس کے سنن کے درمیان فصل ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر چہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ فرضوں کے بعد فوراً نماز سنن کے اندر ہمیں مشغول ہو جانا چاہیے۔ دعائیں وغیرہ بعد میں مانگے زیادہ اچھا یہ ہے کہ ہر کلمہ کو ۳۳ بار گن لیں تو حدیث پر عمل ہو جائے گا۔ تو گویا انگلیاں قیامت میں گویا ہوں گی تو حرکت کی گواہی دیں گی۔

باب يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ۔

ترجمہ۔ جب امام سلام پھیرے تو لوگوں کے سامنے ہو کر بیٹھے۔

حدیث (۸۰۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الخ) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلٰوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ ...

ترجمہ۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب بھی کوئی نماز پڑھ لیتے تو چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوتے۔

حدیث (۸۰۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (الخ) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى أَثَرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ .. الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام پر ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اس بارش کے نشان پر جو رات کو ہوئی تھی جب حضور اکرم ﷺ نماز سے پھرے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا تم جانتے ہو تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا ہے انہوں کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ تو میرے اوپر ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ کافر ہوئے۔ جنہوں نے کہا ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا ہم پر فلاں فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرے سے کفر کرنے والے اور ستارے پر ایمان لانے والے ہوئے۔

حدیث(۸۰۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ (الخ)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ اَخَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلٰوةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَلَمَّا صَلّٰى اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا وَرَقَدُوْا وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کو آدھی رات تک مؤخر کیا پھر باہر تشریف لائے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو چہرۂ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگ تو نماز پڑھ کر سو چکے اور تم ہمیشہ نماز میں رہے جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور اقدس ﷺ کا دائیں طرف پھرنا اور اسی طرح بائیں طرف اور اسی طرح متوجھاً الی الناس ہو کر بیٹھنا۔ تینوں طرح کی روایات سے ثابت ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ تینوں حالتیں جلوس پر محمول ہیں یا اور کچھ ہے۔ میرے مشائخ کی رائے ہے کہ یہ تینوں جلوس پر محمول ہیں اور مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کبھی دائیں طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور کبھی بائیں طرف اور کبھی بالکل لوگوں کی طرف متوجہ رہتے۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ دائیں اور بائیں طرف والی روایت انصراف الی البیت پر محمول ہے اور متوجھا الی الناس والی صرف جلوس پر محمول ہے چونکہ یہ اختلاف ہے اس لئے محدثین انصراف اور استقبال کا مستقل باب باندھتے ہیں۔ اور میرے نزدیک مشائخ کا قول اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ انصراف عن المکان تو اس طرف ہوگا جدھر ضرورت ہو۔ کوئی دائیں یا بائیں طرف کی خصوصیت نہیں۔ بنابریں اس کے بعد ایک باب اگلے صفحے کے شروع میں ہے۔ باب الانفتال والانصراف بعض مشائخ کی رائے ہے کہ اول باب سے مقصود یہ ہے کہ امام کو مقتدیوں کی طرف رُخ کر کے بیٹھنا چاہیے۔ گویا امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور دوسرے باب سے مراد امام کا نماز سے فارغ ہو کر اٹھ کر جانا ثابت کرنا ہے۔

بَاب مَكْثِ الْاِمَامِ فِيْ مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

ترجمہ۔ سلام پھیرنے کے بعد امام اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے۔

حدیث(۸۰۳) وَقَالَ لَنَا اٰدَمُ (الخ) عَنْ نَافِعٍ

قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ الْفَرِيْضَةَ وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْاِمَامُ فِيْ مَكَانِهٖ وَلَمْ يَصِحَّ... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی مکان میں نفل نماز پڑھتے تھے جس میں فرض نماز ادا کی۔ اور قاسم بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے اس حدیث کا مرفوع ہونا ذکر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ امام اسی جگہ نفل ادا نہ کرے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

حدیث(۸۰۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ (الخ) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا سَلَّمَ یَمْکُثُ فِیْ مَکَانِهٖ یَسِیْرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لِکَیْ یَنْفُذَ مَنْ یَّنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ یَزِیْدَ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِیْعَةَ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ کَتَبَ اِلَیْهِ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِیَّةُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ وَکَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا قَالَتْ کَانَ یُسَلِّمُ فَیَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَیَدْخُلْنَ بُیُوْتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّنْصَرِفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سلام پھیر لیتے تھے تو تھوڑی سی دیر اسی مکان پر رُکے رہتے ابن شہاب فرماتے ہیں گمان یہ ہے کہ واللّٰہ اعلم۔ تاکہ وہ عورتیں جو نماز سے فارغ ہو کر پھریں تو وہ نکل جائیں۔ ہند بنت الحارث فراسیہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں جو حضرت ام سلمہؓ کی سہیلیوں میں تھیں وہ فرماتی ہیں حضور اقدس ﷺ سلام پھیرتے تو عورتیں چلی جاتیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے سے پہلے پہلے وہ اپنے گھروں میں داخل ہو جاتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں ابو داؤد کی روایت لا یتطوع الامام فی مکانہ پر ردّ کرنا مقصود ہے۔ جیساکہ امام بخاری نے لم یصح کہہ کر خود تصریح فرمادی۔ اگر امام بخاریؒ تصریح نہ فرماتے تو ہم کہتے کہ امام بخاریؒ کی غرض ابو رمثہ کی روایت پر ردّ کرنا ہے۔ جس کے اندر یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کان رسول اللہ ﷺ ینفتل کانفتال ابی رمثہ اس سے بظاہر ایہام ہوتا ہے کہ انفتال واجب ہے تو امام بخاریؒ نے اس کی تردید فرمادی۔ اور تیسری غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گذشتہ ترجمہ میں جو استقبال الامام مذکور ہے وہ ضروری نہیں۔ عن امرأۃ عن قریش چونکہ ہند کی صفت میں اختلاف ہو گیا کہ یہ قریشیہ ہیں یا فراسیہ اور احتمال تھا کہ کوئی یہ سمجھے کہ اصل فراسیہ تھا تصحیف ہو کر قریشیہ ہو گیا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں قسم کی روایات ذکر فرما کر تنبیہ کردی کہ دونوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔ اس لئے کہ بنو فراس قریش ہی کا ایک قبیلہ ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ تطوع فی مکانہ پر ردّ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ ممانعت اس لئے ہے کہ بعد میں کوئی شبہ نہ کرے کہ ابھی نماز ہو رہی ہے اس لئے منع فرمادیا۔ اور یہ ممانعت مکث کے منافی نہیں ہے۔

باب مَنْ صَلّٰی بِالنَّاسِ فَذَکَرَ حَاجَتَهٗ فَتَخَطَّاهُمْ۔

ترجمہ۔ جب امام لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو اسے کوئی ضرورت یاد آجائے تو وہ لوگوں کو پھلانگ کر جاسکتا ہے۔

حدیث(۸۰۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ الخ عَنْ عُقْبَةَ

ترجمہ۔ حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں عصر کی نماز

قَالَ صَلَّیْتُ وَرَآءَ النَّبِیِّ ﷺ بِالْمَدِیْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ اِلٰی بَعْضِ حُجَرِ نِسَآئِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ اِلَیْهِمْ فَرَاٰی اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ ذَکَرْتُ شَیْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَکَرِهْتُ اَنْ یَّحْبِسَنِیْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ الحدیث

میں نے جناب نبی اکرم کے پیچھے ادا کی جب آپؐ نے سلام پھیرا تو جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اپنی بعض بیویوں کے حجرے کی طرف چلے گئے۔ لوگ آپؐ کے جلدی کرنے کی وجہ سے گھبرا گئے۔ بہر حال آپؐ تشریف لائے۔ اور سمجھ گئے کہ ان لوگوں کو میری جلدی کی وجہ سے تعجب ہوا ہوگا فرمایا مجھے سونے کا ایک ٹکڑا جو ہمارے پاس تھا یاد آ گیا۔ تو میں نے مکروہ سمجھا کہ کہیں مجھے روک نہ دے۔ اس لئے اس کے تقسیم ہو جانے کا حکم دے آیا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ باب سابق سے مکث امام ثابت ہوا تھا اس لئے باب بطور استثناء کے ذکر فرمادیا کہ مکث لازم نہیں ہے۔ اگر کسی حاجت کی وجہ سے فوراً اٹھ جائے تو جائز ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہو سکتی ہے کہ ضرورت کے درجہ میں تخطی رقاب کی جائے تو جائز ہے۔ لیکن اوّل توجیہ مقام کے زیادہ مناسب ہے۔

بَاب الْاِنْفِتَالِ وَالْاِنْصِرَافِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشِّمَالِ۔

ترجمہ۔ نماز سے پھر کر دائیں یا بائیں جانب چلنا کیسا ہے۔

وَکَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ یَنْفَتِلُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ یَّسَارِهٖ وَیَعِیْبُ عَلٰی مَنْ یَّتَوَخّٰی اَوْمَنْ تَعَمَّدَ الْاِنْفِتَالَ عَنْ یَّمِیْنِهٖ .....

ترجمہ۔ نماز سے پھرنا اور پھر دائیں اور بائیں جانب پھر جانا۔ حضرت انس بن مالکؓ دائیں اور بائیں ہر طرف سے پھرتے تھے۔ اور جو ایک طرف کا قصد کرتا یا جو صرف دائیں جانب پھرنے کو لازمی قرار دیتا اس پر عیب لگاتے تھے۔

حدیث (۸۰۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ (الخ) عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ لَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ لِلشَّیْطَانِ شَیْئًا مِّنْ صَلٰوتِهٖ یَرٰی اَنَّ حَقًّا عَلَیْهِ اَنْ لَّا یَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ یَّمِیْنِهٖ لَقَدْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ کَثِیْرًا یَّنْصَرِفُ عَنْ یَّسَارِهٖ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ رکھے۔ یہی سمجھتا ہوں کہ اس پر لازم ہے کہ وہ دائیں طرف سے ہی پھرے گا۔ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو بہت مرتبہ دیکھا کہ آپؐ بائیں طرف سے بھی پھرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آپؐ سے دونوں فعل ثابت ہیں۔ یمیناً بھی انصراف ہوتا تھا اور یساراً بھی۔ مگر ان میں سے ایک پر التزام کرنا اس پر شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے فقہاء نے ایک قاعدہ کلیہ استنباط کیا کہ التزام مالایلزم بدعت ہے۔ احیاناً اگر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں عادت نہ بنانی چاہئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کے متعلق جو اختلاف علماء کے درمیان تھا اس کو میں بیان کر چکا ہوں۔ انفتال اور انصراف کے دو لفظ لا کر امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ ان دونوں کے معنی میں کوئی فرق نہیں۔ اگرچہ تکلفاً فرق ہو سکتا ہے۔

باب مَاجَآءَ فِی الثُّوْمِ النِّیْ وَالْبَصَلِ وَالْکُرَّاثِ ۔وَقَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ مَنْ اَکَلَ الثُّوْمَ اَوِالْبَصَلَ مِنَ الْجُوْعِ اَوْغَیْرِہٖ فَلَایَقْرِبَنَّ مَسْجِدَنَا۔

ترجمہ۔ باب جو کچھ کچے لہسن۔ پیاز۔ گندنے کے بارے میں آیا ہے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد کہ جو شخص پیاز لہسن بھوک یا غیر بھوک کی وجہ سے کھا کر آئے تو وہ ہماری مسجد کے بالکل قریب نہ بھٹکے۔

حدیث (۸۰۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ) سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ یُرِیْدُ الثُّوْمَ فَلَایَغْشَانَا فِیْ مَسْجِدِنَا قُلْتُ مَایَعْنِیْ بِہٖ قَالَ مَااُرَاہُ یَعْنِیْ اِلَّانِیْئَہٗ وَقَالَ مُخَلَّدُ بْنُ یَزِیْدَ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اِلَّانَتْنَہٗ۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اس درخت ان کی مراد لہسن ہے کھائے تو وہ ہماری مسجد میں نہ گھسے۔ میں نے کہا اس سے کیا مراد ہے۔ انہوں نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ ان کی مراد کچا لہسن ہے۔ اور ابن جریج فرماتے ہیں کہ ان کی مراد اس کی بدبو ہے۔

حدیث (۸۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ فِیْ غَزْوَۃِ خَیْبَرَ مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ یَعْنِی الثُّوْمَ فَلَایَقْرَبَنَّ مَسْجِدَ نَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر میں فرمایا جس شخص نے اس درخت یعنی لہسن سے کچھ کھا لیا تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

حدیث (۸۰۹) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ (الخ) اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ زَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْفَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص لہسن اور پیاز کھالے وہ ہم سے الگ رہے یا یہ کہ ہماری مسجد سے الگ تھلگ رہے۔

وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اُتِيَ بِقِدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَلَهَا رِيْحًا فَسَاَلَ فَاُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ قَرِّبُوْهَا اِلٰى بَعْضِ اَصْحَابِهٖ كَانَ مَعَهٗ فَلَمَّا رَاٰهُ كَرِهَ اَكْلَهَا فَقَالَ كُلْ فَاِنِّيْ اُنَاجِيْ مَنْ لَّا تُنَاجِيْ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ اُتِيَ بِبَدْرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِيْ طَبَقًا فِيْهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَاَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ فَلَا اَدْرِيْ هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ اَوْفِي الْحَدِيْثِ...

اور اپنے گھر میں بیٹھ جائے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ہنڈیا لائی گئی جس میں یہ کچھ سبزیاں ترکاری تھی۔ جس کی وجہ سے بدبو آپؐ کو محسوس ہوئی آپؐ نے دریافت فرمایا توجو کچھ اس کے اندر سبزیاں یا ترکاری تھی اس کی آپؐ کو اطلاع دی گئی۔ آپؐ نے فرمایا ان کو میرے ان بعض ساتھیوں کے قریب کردو جو آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب آپؐ نے محسوس کیا کہ وہ ان کے کھانے کو ناپسند کر رہے ہیں فرمایا تم کھاؤ میں تو ایسی ذات سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے ابن وھب نے طباق مراد لیا جس میں سبزیاں تھیں۔ اور لیث نے ہنڈیا کا ذکر نہیں کیا۔ پس مجھے معلوم نہیں کہ وہ امام زہری کا قول ہے یا حدیث کے الفاظ میں سے ہے۔

حدیث (۸۱۰) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ (الخ) قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ؓ مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ فِي الثُّوْمِ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا...

ترجمہ۔ حضرت عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انس بن مالک ؓ سے سوال کیا کہ آپ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس لہسن کے بارے میں کیا سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ آپؐ کا ارشاد ہے جو شخص اس درخت سے کھا کر آئے تو نہ وہ ہمارے قریب آئے اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اشکال یہ ہے کہ یہ باب تو ابواب المساجد میں ہونا چاہئیے۔ یہاں اس کو کیوں ذکر کیا گیا۔ شراح فرماتے ہیں کہ یہ بطور ابواب متفرقہ کے ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے ساتھ یہ ہے کہ امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ ان لہسن پیاز وغیرہ کے استعمال کی کراہت مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ مجامع سے متعلق ہے۔ تاکہ لوگوں کو ایذا رسانی نہ ہو۔ کراث ایک بدبو دار سبزی کا نام ہے جسے گندنا کہتے ہیں۔ الانیئۃ یہ روایت اور اسی طرح دوسری روایت میں نتن ہے دونوں کا حاصل ایک ہے۔ اس لئے کہ نتن کچے ہی میں ہوتا ہے۔ اناجی من لاتناجی حضور اقدس ﷺ نے یہ اس لئے فرمادیا کہ آپؐ نے خود نوش نہیں فرمایا۔ اور دوسروں کو فرمادیا کہ تم کھاؤ۔ تو اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا آپؐ نے اس کی وجہ بتادی۔

باب وُضُوْءِ الصِّبْيَانِ وَمَتٰى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُوْرُ وَحُضُوْرِهِمُ

ترجمہ۔ بچوں کا وضو کرنا۔ ان پر غسل اور وضو کب واجب ہوتا ہے اور ان کا جماعت کے اندر اور عیدین

اَلْجَمَاعَةَ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ وَصُفُوْفِهِمْ

اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہے اور ان کی صفیں کس طرح ہوں۔

حدیث (۸۱۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی (الخ) قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ مَّرَّ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ عَلٰی قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَاَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَیْهِ فَقُلْتُ یَااَبَاعَمْرٍو وَمَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ..الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس کا گذر بمراہی نبی اکرم ﷺ ایک ایسی قبر پر ہوا جو الگ تھلگ تھی۔ پھر حضور ﷺ نے ان کی امامت کرائی اور انہوں نے اس پر صفیں باندھیں۔ میں نے کہا ! ابو عمر آپ کو کس بیان کیا کہا کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا۔

حدیث (۸۱۲) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ (الخ) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَلْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن غسل کرنا (نہانا) ہر احتلام والے پر واجب ہے۔

حدیث (۸۱۳) حَدَّثَنَا عَلِیٌّ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ لَیْلَةً فَنَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَلَمَّا کَانَ فِیْ بَعْضِ اللَّیْلِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَوَضَّامِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِیْفًا یُخَفِّفُهٗ عَمْرٌو وَّیُقَلِّلُهٗ جِدًّا ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ فَقُمْتُ فَتَوَضَّاْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّاَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَحَوَّلَنِیْ فَجَعَلَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِهٖ ثُمَّ صَلّٰی مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ فَاَتَاهُ الْمُنَادِیْ یُؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ مَعَهٗ اِلَی الصَّلٰوةِ فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاْ قُلْنَا لِعَمْرٍو اِنَّ نَاسًا یَقُوْلُوْنَ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَنَامُ عَیْنُهٗ وَلَایَنَامُ قَلْبُهٗ قَالَ عَمْرٌو وَسَمِعْتُ عُبَیْدَبْنَ عُمَیْرٍ یَّقُوْلُ اِنَّ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس بسر کی۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے بھی انہیں کے گھر قیام فرمایا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک پرانے مشکیزے لٹکے ہوئے سے ہلکا سا وضو فرمایا حضرت عمروؒ راوی اس کو بہت ہلکا اور بہت ہی قلیل بیان کرتے تھے۔ پھر آپؐ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں بھی اٹھا آپؐ جیسا ہلکا سا وضو کیا پھر میں آ کر آپؐ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے پچھلی طرف سے پھیر کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا پھر جس قدر اللہ نے چاہا آپؐ نے نماز پڑھی۔ پھر لیٹ گئے اور یہاں تک سوئے کہ پھونک مارنے لگے۔ موذن آپ کے پاس آیا اس نے آکر آپؐ کو نماز کی اطلاع دی پس حضور انور ﷺ اس کے ہمراہ نماز کیلئے کھڑے ہو گئے نماز پڑھی وضو نہیں فرمایا

رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ . . . .

ہم نے حضرت عمروؓ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھ سوتی ہے دل جاگتا ہے۔ عمروؓ نے فرمایا میں نے اپنے استاد عبید بن عمیرؒ سے سناوہ فرماتے تھے انبیاء علیھم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے تائید کے لئے قرآنی آیت پڑھی کہ بیٹا میں خواب میں دیکھ رہاہوں کہ میں تجھے ذبح کررہاہوں بتاؤ تمہاری کیارائے ہے۔

حدیث (۸۱۴) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ بِكُمْ فَقُمْتُ اِلٰی حَصِيْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَالُبِسَ فَنَضَحْتُهٗ بِمَآءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْيَتِيْمُ مَعِیَ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَآئِنَا فَصَلّٰی بِنَا رَكْعَتَيْنِ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ان کی دادی ملیکہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایک کھانے کے لئے بلایا جوانہوں نے آپؐ کے لئے تیار کیا تھا۔ جب حضور انور ﷺ کھانا کھا چکے تو فرمایا اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں تو میں اپنی ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو بہت دیر پڑے رہنے کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی میں نے اس کو پانی کا چھینٹا دیا۔ چنانچہ حضور انور ﷺ اس پر کھڑے ہوئے۔ یتیم میرا بھائی میرے ساتھ تھا۔ اور بڑھیا میری دادی ہمارے پیچھے تھی۔

حدیث (۸۱۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰی حِمَارٍ اَتَانٍ وَّاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّیْ بِالنَّاسِ بِمِنًی اِلٰی غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِی الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَیَّ اَحَدٌ . . . الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی گدھیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں احتلام کے قریب پہنچ چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ کے مقام پر بغیر کسی دیوار کے سامنے کئے لوگوں کو نماز پڑھارہے تھے میں ایک صف کے آگے گذر گیا گدھیا سے اترا اور اسے چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور میں خود صف اوّل میں شامل ہوگیا۔ اس ساری کاروائی پر مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

حدیث (۸۱۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ (الخ) اَنَّ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کی نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ نے دیر کر دی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو پکار کر کہا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ باہر تشریف لے گئے

فِي الْعِشَاءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي غَيْرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ. (الحدیث)

اور فرمایا کہ روئے زمین پر سوائے تمہارے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو نماز پڑھ رہا ہو۔ اور ان دنوں سوائے اہل مدینہ کے اور کوئی یہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔

حدیث (۸۱۷) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ وَقَالَ لَهُ رَجُلٌ شَهِدْتَ الْخُرُوْجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِيْ مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِيْ مِنْ صِغَرِهٖ أَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَهْوِيْ بِيَدِهَا إِلٰى حَلْقِهَا تُلْقِيْ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ أَتٰى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ. الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے سنا جبکہ ان سے کسی آدمی نے پوچھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کبھی نکلنے کا آپؐ کے ساتھ حاضری کا اتفاق ہوا ہے اگر میرا اقرب اور مقام حضور اکرم ﷺ سے اتنا نہ ہوتا تو میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپؐ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا۔ چنانچہ آپؐ اس مینار کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن الصلت کی حویلی کے پاس ہے۔ خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے ان کو نصیحت فرمائی اور ان کو وعظ و تذکیر فرمائی۔ اور ان کو صدقہ خیرات کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عورتیں اپنے ہاتھوں کو جھکا کر اپنی بالیوں یا انگوٹھیوں کی طرف لے جاتی تھیں اور اس کو حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی تھی۔ پھر جناب حضور انور ﷺ اور حضرت بلالؓ اپنے گھر تشریف لے آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ چونکہ روایات میں وارد ہے رفع القلم عن الصبی حتی احتلم وعن المجنون حتی افاق وعن النائم حتی استیقظ کہ بچہ جب تک بالغ نہ ہو اس سے حکم کا قلم اٹھالیا گیا۔ اسی طرح مجنون سے جب تک اس کو افاقہ نہ ہو جائے اور سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو اس لئے شبہ ہوتا تھا کہ اگر صبی۔ قبل الاحتلام اسلام لائے یا نماز پڑھے یا اور کوئی عبادت کرے تو اس کی وہ عبادت قابل اعتناء ہو گی یا نہ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صبی ممیز کے لئے تمام احکام کا اعتبار ہو گا۔ مگر کفر اور الحاد کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ غیر ممیز مثل مجنون کے ہے۔ امام بخاریؒ اسی مسئلہ کو یہاں بیان فرما رہے ہیں کہ صبی کے لئے فرائض و نوافل میں دو شانیں ہیں۔ اس عبادت کا معتبر ہونا اور دوسرا ثواب کا ہونا اور ان کے شرائط کا مطالبہ کرنا۔ ان سب کا اعتبار ہو گا اگر وہ ان کو ترک کر دے تو اس پر عتاب نہ ہو گا۔ یا امام بخاری کا مقصد انعقاد باب سے یہ ہے کہ زمانہ سعادت میں یہ چیزیں جاری کرائی گئیں۔ اس لئے یہ واجب ہیں مگر ترک پر عتاب نہ ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایجاباً واستحباباً کوئی حکم نہیں لگایا۔ للایھا م یعنی اگر واجب فرماتے تو شبہ ہوتا کہ بلا وضو نماز پڑھ سکتے ہیں اس لئے ترجمہ مجمل رکھ دیا۔ اور یہ بتلا دیا کہ وضو الصبیان فی نفسہ مشروع ہے اس پر وضو واجب نہیں۔ لیکن اگر نماز پڑھے گا تو وضو واجب ہو گا۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ بچہ کب بالغ ہوتا ہے احتلام تو سبب مجمع علیہ ہے (یعنی سب کا اتفاق ہے) اور انبات شعر عانہ یعنی (شرمگاہ کے بال اُگنا) اس میں اختلاف ہے۔ حنابلہ کے نزدیک یہ علامت بلوغ ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک کافر کے حق میں علامت ہے مسلم کے حق میں نہیں ہے۔ اور کافر کے حق میں معتبر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کفار کا قتل عام ہو تو چونکہ بچوں کا قتل جائز نہیں اس لئے بالغ و نابالغ میں اگر تمیز نہ ہو سکے تو زیر ناف کے بالوں پر مدار ہو گا۔ اور تفریق بین الکافر والمسلم کی وجہ میں یہ سمجھا ہوں کہ کافر تو جھوٹ بول سکتا ہے اور مسلم جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس لئے مسلم کے حق میں معتبر نہیں اور کافر کے حق میں معتبر ہے تیسری چیز عمر ہے جمہور پندرہ سال کہتے ہیں۔ حنفیہ کے ہاں اٹھارہ سال لڑکے کے حق میں اور سترہ سال لڑکی کے حق میں معتبر ہے۔ وصفوفھم احنافؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک بچوں کی صف پیچھے ہو گی اور شافعیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک بڑوں کے بیچ بیچ میں دو کے درمیان ایک کھڑا ہو اس لئے کہ وہ شرارت کرتے ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ انہیں تنبیہ کر دے۔ نیز ! حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں بچوں کی صف علیحدہ ہوا کرتی تھی۔

علی قبر منبوذ یہ اصل مسئلہ تو کتاب الجنائز کا ہے میں وہاں کلام کروں گا کہ صلوٰۃ علی القبر جائز ہے یا نہیں یہاں تو اس روایت سے صرف یہ مقصود ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ابن عباسؓ نے نماز پڑھی اور وہ بچے تھے۔ الغسل یو م الجمعہ واجب اس سے متی یجب علیھم الغسل ثابت ہو گیا۔ بت لیلۃ یہ روایت متعدد بار گذر چکی ہے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ ابن عباسؓ باوجود بچہ ہونے کے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ وضو کر کے نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ ان ناسا یقولون چونکہ روایت میں ابھی گذرا کہ حضور اقدس ﷺ سو کر اٹھے اور بغیر وضو کئے نماز پڑھائی اس لئے راوی نے اس کی وجہ بتائی کہ آپؐ کا قلب مبارک بیدار رہتا تھا۔ اگرچہ آنکھیں سوتی تھیں۔ تو آپؐ کو بیداری قلب کی وجہ سے حدث وغیرہ کا پتہ چلتا رہتا تھا۔ ان رؤی الانبیاء وحی یہ تائید کیلئے بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ اور وحی کا حفظ اسی وقت ہو سکتا تھا جبکہ قلب بیدار ہو۔ ان جدتہ ملیکۃ یہ روایت بھی گذر چکی ہے یہاں مقصد یہ ہے کہ یتیم نماز میں شریک ہوا اور صف میں کھڑا ہوا۔ ودخلت فی الصف یہ مقصود باذکر الروایت ہے کہ نابالغ ہونے کے باوجود صف میں داخل ہو گئے۔ نام النساء والصبیان اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا کہ مسجد میں بچے جاتے تھے اس لئے کہ حضرت عمرؓ کو علم غیب نہیں تھا کہ گھروں کے بچوں کے متعلق فرماتے۔ قدمو الحدیث مزاراً ولم یکن احد یومئذ یعنی یہ حدیث کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اہل مدینہ کے علاوہ سب لوگ نماز عشاء پڑھ کر سو چکے ہیں۔ اس وقت تو صرف اہل مدینہ پڑھتے ہیں اور ایک مطلب یہ ہے کہ چونکہ عشاء اس امت کے خصائص میں سے ہے اسلئے اہل مدینہ یعنی مسلمین کے علاوہ کوئی نہیں پڑھتا۔ الغرض یہاں ترجمہ کے کئی اجزاء ہیں۔ پہلا جز وضو الصبیان ہے۔ شراح کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا

نہ وجوب نہ استحباب کا کیونکہ بچے مکلف نہیں ہوا کرتے۔ اگر وجوب کا حکم لگاتے تو غلط ہوتا۔ اگر استحباب کا لفظ لاتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ بغیر وضو کے بھی نماز جائز ہے اور یہ بھی غلط ہے۔ لیکن بعض متاخرین نے کہا ہے کہ یہاں صحت کا لفظ لا سکتے ہیں۔ علامہ سندھیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہاں لفظ وجوب لایا جا سکتا ہے لیکن اس سے مراد وہ وجوب ہے جیسے کہ سو تتطوع پر وضو کرنا واجب ہے۔ دوسرا اجزء متی یجب علیھم الغسل والطھور اس میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بلوغ کے بعد واجب ہوگا۔ اور امام احمدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ دس برس کے بعد واجب ہو جائے گا۔ اور اس روایت سے استدلال کیا مروا صبیانکم بالصلوۃ. بچوں کو جب سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں مارو۔ اور تیسرا اجزء ہے حضورھم الجماعة والعیدین والجنائز ان باتوں کو اس لئے ذکر کیا کہ ابن ماجہ کی روایت ہے جبنوا مساجد کم الخ کا مقتضی یہ تھا کہ بچوں کو مطلقا مسجد میں نہ لایا جائے لیکن علماء کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے مراد وہ بچے ہیں جو بہت چھوٹے ہوں۔ اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔ امام بخاریؒ کے نزدیک چونکہ روایت ضعیف تھی اس لئے اس پر رد کر دیا۔

بَاب خُرُوْجِ النِّسَآءِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ۔

ترجمہ۔ رات کے وقت اور اندھیرے میں عورتوں کا مساجد کی طرف نکلنا۔

حدیث (۸۱۸) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْعَتَمَةِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ غَيْرُكُمْ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کی نماز میں آپؐ نے دیر کر دی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ پکار اٹھے کہ عورتیں اور بچے سو گئے تو جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس نماز کا زمین والوں میں سے سوائے تمہارے اور کوئی انتظار نہیں کر رہا۔ اور ان دنوں سوائے مدینہ کے کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ اور عشاء کی نماز وہ حضرات شفق کے غائب ہونے کے درمیان سے لے کر رات کی پہلی تہائی تک پڑھتے تھے۔

حدیث (۸۱۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اسْتَاْذَنَكُمْ نِسَآءُكُمْ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاْذَنُوْا لَهُنَّ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم سے تمہاری عورتیں رات کے وقت مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو اجازت دے دو۔

حدیث (۸۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ النِّسَاءَ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُنَّ اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَاِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ الرِّجَالُ الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ عورتیں جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب فرض نماز سے سلام پھیرتی تھیں تو اٹھ کھڑی ہوتی تھیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اور مردوں میں سے جو لوگ نماز پڑھتے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا وہ ٹکے رہتے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو مرد بھی کھڑے ہوتے۔

حدیث (۸۲۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُصَلِّی الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ . الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ البتہ صبح کی نماز پڑھتے تو عورتیں اپنی گرم چادروں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتی تھیں۔ تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

حدیث (۸۲۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ . الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک البتہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز میں طوالت کروں پھر کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز میں تخفیف کر لیتا ہوں اس چیز کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کہ کہیں اس کی ماں کو مشقت میں مبتلا نہ کردوں۔

حدیث (۸۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ اَوَمُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر جناب رسول اللہ ﷺ ان حالات کو پالیتے جو عورتوں نے نئے پیدا کر دیئے ہیں تو البتہ آپؐ ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ میں نے عمرہ سے کہا کیا وہ عورتیں روک دی گئی تھیں فرمایا ہاں!۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام بخاریؒ نے باب خروج النساء کے تحت چند روایات ذکر کی ہیں جن سے خروج النساء الی المساجد کا

ثبوت ہوتا ہے۔ اخیر کی روایت عائشہ صدیقہؓ والی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔ غالباً امام بخاریؒ کا مسلک وہی ہے جو جمہور کا ہے۔ اگر فتنہ وفساد کا خطرہ نہ ہو اور تعلیم و تبلیغ کی ضرورت ہو تب تو ان کا نکلنا جائز ہے۔ اگر فتنہ وفساد کا خطرہ ہو تو پھر فساد زمانہ کی وجہ سے ممانعت ہے جیسا کہ فی زماننا (یعنی ہمارے زمانے میں)۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے عورتیں رات کے وقت مساجد میں جاسکتی ہیں۔ جیسا کہ احنافؒ کا مسلک ہے۔ اور مطلق روایات کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ کہ اگر فتنہ کا خوف ہو تو ممانعت ہے۔ والا فلا یعنی ورنہ نہیں۔

باب صَلٰوةِ النِّسَآءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

ترجمہ۔ عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو۔

حدیث (۸۲۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزْعَةَ (الخ) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهُ وَيَمْكُثُ هُوَ فِيْ مَقَامِهِ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَقُوْمَ قَالَ نَرٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَيْ تَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مِنَ الرِّجَالِ ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتیں جبکہ آنحضرت ﷺ اپنا سلام پھیرنا پورا کر لیتے اور خود حضور اقدس ﷺ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر رُکے رہتے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم یہ سمجھے ہیں واللہ اعلم کہ یہ رُکنا اس لئے تھا تاکہ عورتیں مردوں کے پالینے سے پہلے پہلے واپس چلی جائیں۔

حدیث (۸۲۵) حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ (الخ) عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ فَقُمْتُ وَيَتِيْمٌ خَلْفَهُ وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا الحديث...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے میری والدہ حضرت ام سلیمؓ کے گھر نماز پڑھی میں اور یتیم آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور حضرت ام سلیمؓ ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عورتوں کی صفیں ہمیشہ مردوں کے پیچھے ہونی چاہئیں۔

باب سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَآءِ مِنَ الصُّبْحِ وَقِلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ۔ صبح کی نماز سے عورتوں کا جلدی چلا جانا اور مسجد میں ان کا تھوڑا قیام کرنا۔

حدیث (۸۲۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ عَائِشَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ لَايُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ اَوْلَايَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا . الحديث ...

ﷺ کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ مومن عورتیں جب واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے نہیں پہچانی جاتی تھیں یا اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو نہیں پہچان سکتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جب یہ بات ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کی وجہ سے بیٹھتے تھے تو پھر عورتوں کو جلدی سے لوٹ جانا چاہیئے

بَاب اِسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوْجِ اِلَى الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ۔ مسجد کی طرف جانے کے لئے عورت کا اپنے شوہر سے اجازت مانگنا۔

حدیث (۸۲۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ اَحَدِكُمْ فَلَايَمْنَعْهَا . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کی بیوی اس سے اجازت مانگے تو وہ شوہر اسے نہ روکے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بغیر اجازت خاوند کے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ اگر مرد اجازت دے تب جا سکتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مرد روکنا چاہے تو روک سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کیلئے مسجد میں جانے کے واسطے عورت کو اپنے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے یہ سوچنا کافی نہ ہوگا کہ نماز تو حق اللہ ہے اس میں شوہر سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْجُمُعَةِ

باب فَرْضِ الْجُمُعَةِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ـ فَاسْعَوْا فَامْضُوْا......

ترجمہ۔ جمعہ فرض ہے۔ بوجہ قول اللہ تعالیٰ جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ فاسعوا کا امضوا یعنی دوڑنا مراد نہیں صرف چل پڑنا مراد ہے۔

حدیث (۸۲۸) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ (الخ) اَنَّ سَمِعَ اَبَاهُرَیْرَةَؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بَیْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هٰذَا یَوْمُهُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَیْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِیْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ فَالنَّاسُ لَنَا فِیْهِ تَبَعٌ اَلْیَهُوْدُ غَدًا وَّالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن ہر معاملہ میں سب سے پہلے ہوں گے مگر یہ کہ ان لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ پھر یہ دن جو ان پر فرض کیا گیا اس میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی اب لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے کل یعنی ہفتہ کا دن لیا۔ اور نصاریٰ نے پرسوں یعنی یک شنبہ کا دن اختیار کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام بخاریؒ آیت کریمہ اذانو دی للصلوۃ الخ سے فرضیت جمعہ پر اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اذان خود فرض ہے اور وہ فرائض کیلئے ہوا کرتی ہے۔ نوافل کے لئے اذان نہیں ہوا کرتی۔ دوسرے فاسعوا الی ذکر اللہ فرمایا گیا۔

یہ امر کا صیغہ ہے۔ مگر ذلکم خیرلکم سے اشکال ہوتا ہے کہ نفس خیر یت عدم سعی میں پائی جاتی ہے۔ تو اس سے وجوب سعی کیسے ثابت ہوگا۔ تو کہا جائے کہ لفظ خیر اس جگہ اپنے تفضیلی معنی میں نہیں ہے۔ اور روایت کی تائید سے اس کی فرضیت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ ابو داؤد کی روایت سے ثابت ہے کہ ترک جمعہ پر عتاب وعذاب ہے اور ذکر اللہ سے باتفاق المفسرین خطبہ مراد ہے۔ الذی فرض علیھم فرض بمعنے قدّر کے ہے۔ اور تقدیرات مستحبات اور سنن وغیرہ کے لئے بھی ہوا کرتی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فرض علیھم متردداً اسلئے انہوں نے اس کو اختیار نہ کیا۔ تو اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ انہوں نے فرض شدہ چیز کو چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمعہ بضم المیم وسکونہا دونوں طرح سے لغت میں ضبط کیا گیا ہے۔ لیکن ضم میم اشہر ہے۔ اور یہی قرآن پاک کی لغت ہے اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسلامی نام ہے یا جاہلی مطلب یہ ہے کہ یہ نام زمانہ جاہلیت میں بھی تھا یا اسلام میں ہی رکھا گیا اور پہلے اس کا کوئی اور نام تھا۔ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جاہلی نام ہے چونکہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ اجتماع ھبوط من الجنۃ کے بعد اس دن ہوا تھا۔ اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفار قریش کے بعض اکابر اس دن کسی جگہ جمع ہوتے تھے اس لئے اس کو جمعہ کہنے لگے اور بعض علما کہتے ہیں کہ اسلامی نام ہے۔ اور اس کا جاہلی نام یوم العروبہ ہے جو لوگ جاہلی کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تعدد اسما میں کیا حرج ہے لقول اللہ تعالیٰ اذا نودی للصلوۃ الخ حضرت امام بخاریؒ نے اس باب سے فرضیت جمعہ بیان فرمائی ہے۔ اور اپنی عادت کے مطابق آیت کریمہ استبرا کاً یعنی برکت حاصل کرنے کیلئے اور استدلال کے طور پر اول میں ذکر فرمائی ہے۔ مگر استدلال یہاں زیادہ واضح ہے اس لئے کہ لقول اللہ فرمایا ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ وجوب کس چیز سے نکلتا ہے۔ بعض علما کی رائے ہے کہ فاسعوا الخ سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہاں پر سعی کا امر ہے اور بعض کی رائے ہے کہ و ذروالبیع سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ایک امر مباح کو منع فرمادیا۔ تو اس سے پتہ چلا کہ واجب ہے اور چونکہ فاسعوا میں سعی کا امر فرمایا ہے اور حدیث میں سعی الی الصلوۃ کی ممانعت ہے۔ اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے رفع اشکال کے لئے اس کی شرح فرمادی فاسعوا فامضوا کے معنی میں ہے یعنی گو سعی لغت میں دوڑنے کے اور تیز چلنے کے معنی میں آتی ہے۔ لیکن یہاں مضی الی الصلوۃ مراد ہے۔ امام بخاریؒ خود اس پر باب باندھیں گے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ کی فرضیت کہاں ہوئی مکہ میں یا مدینہ میں۔ حنفیہؒ کے نزدیک مکہ میں ہوئی۔ مگر شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے اقامت جمعہ نہیں فرمایا۔ اور قبا میں گاؤں ہونے کی وجہ سے جمعہ قائم نہیں فرمایا اور بنو سالم چونکہ مدینہ کے ملحقات میں تھا اس لئے وہاں جمعہ قائم فرمایا۔ شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ مالکیہ اور حنابلہ گول مول ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے آیت مبارکہ فاسعوا الی ذکر اللہ الخ ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ حنفیہؒ جواب دیتے ہیں کہ کیا معلوم راستہ میں فرضیت ہوئی ہو اور آیت کریمہ راستہ ہی میں نازل کی گئی ہو حتی کہ بنو سالم میں جناب نبی اکرم ﷺ نے جمعہ ادا فرمالیا اور اسعد بن زرارہ والی روایت حنفیہ کی دلیل ہے کہ چالیس آدمی شرط ہیں۔ لیکن فرضیت کو نہیں مانتے۔ نحن الاخرون السابقون یوم القیامۃ الخ میں اسی پر کئی مرتبہ کلام کر چکا ہوں السابقون یوم القیامۃ کا مطلب یہ ہے کہ گو ہم زمانہ کے اعتبار سے

متاخر ہیں لیکن یہ ہمارا تاخر زمانی ہمارے تقدم رتبی کو مانع نہیں ہوگا۔ ثم هذا یومهم الذی فرض علیهم یہ جمعہ کی فرضیت امت محمدیہ علی صاحبها الصلوة والسلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی طرح تعظیم یوم السبت یہود کیلئے حکم الٰہی ہے۔ شریعت موسوی کا ایک خاص حکم ہے اس طرح یوم الاحد شریعت عیسوی کا ایک خاص دن ہے۔ اور عیسائیوں کے یہاں مبارک دن ہے۔ لہٰذا اشکال یہ ہے کہ فاختلفوا کا کیا مطلب کیونکہ بظاہر تو اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اختیار دیا گیا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اختلاف کیا کہ یہود نے یوم السبت اور نصاریٰ نے یوم الاحد کو اختیار کر لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض احکام ابتلائی اور آزمائشی ہوا کرتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ اختیار دے کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں۔ شب معراج حضور اکرم ﷺ کے سامنے مختلف پیالے پیش کئے گئے حضور اقدس ﷺ نے دودھ کا پیالہ منتخب فرمالیا۔ اس پر اشارہ ہوا کہ اگر شراب کا پیالہ لے لیتے تو غوت امتك آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور دودھ پینے پر اصبت الفطرة فرمایا۔ کہ تو چونکہ جمعہ کی روایات دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتداً اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہ ہوا ہو بلکہ ہمارے اسلاف نے اس کو چھانٹا پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمادیا کیونکہ بہت سے احکام شوق کی وجہ سے فرض ہو جاتے ہیں کما دل علیه حدیث التراویح۔ چنانچہ اس میں یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لائے تو صحابہ کرامؓ کے سوال کرنے پر فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ کہیں یہ تراویح تم پر فرض نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ شوق کی وجہ سے فرض ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جی بہت سی چیزوں کو چاہتا تھا مگر اس خوف سے نہیں کرتے تھے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ ہر جمعہ کو اسعد بن زرارہؓ کے لئے دعا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ ابا جان یہ اسعد بن زرارہ کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا اول من جمع بنا یعنی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہمیں جمع کیا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ اپنی قوم کی تعلیم کے لئے تشریف لائے وہ ان کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس میں انہوں نے یہ کہا کہ اگر ایک خاص دن مقرر کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ چنانچہ جمعہ کا دن مقرر کر لیا۔ اس میں سب لوگ جمع ہو جاتے اور وہ لوگوں کو تعلیم دیتے۔ اور پھر فراغت کے بعد دو رکعت شکرانہ پڑھا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے رغبت دیکھ کر فرض فرمادیا۔ اس روایت سے امام ابو داؤدؒ نے جمعه فی القریٰ ثابت فرمایا ہے کہ بستیوں میں بھی جمعہ فرض ہے۔ اور استدلال اوّل من جمع بنا فی حرة بنی بیاضة سے فرمایا ہے۔ اس کا جواب اپنی جگہ پر آئے گا۔ تو جس طرح ہمارے اسلاف کے اختیار کرنے سے فرض ہو گیا اسی طرح ابتداً قوم موسیٰؑ پر تعظیم یوم السبت وتعظیم یوم الاحد فرض نہ تھی۔ مگر انہوں نے اس کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار کی وجہ سے ان پر فرض فرمادیا۔ فالناس لنا فیه تبع اوّلاً جمعہ آتا ہے پھر شنبہ اس کے بعد یک شنبہ آتا ہے۔

باب فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُودُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَوْ عَلَى النِّسَاءِ

ترجمہ۔ اس باب میں جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ کیا بچے یا عورتوں پر جمعہ کے دن حاضری ضروری ہے یا نہیں۔

حدیث (۸۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ (الخ)
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا جَاءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ.....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بھی جمعہ کے لئے آئے تو اسے غسل ضرور کرنا چاہئیے۔

حدیث (۸۳۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ
عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ بَیْنَا ھُوَ قَائِمٌ فِی الْخُطْبَۃِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِذَا جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَنَادَاہُ عُمَرُ اَیَّۃُ سَاعَۃٍ ھٰذِہٖ قَالَ اِنِّیْ شُغِلْتُ فَلَمْ اَنْقَلِبْ اِلَی اَھْلِیْ حَتّٰی سَمِعْتُ التَّاْذِیْنَ فَلَمْ اَزِدْ اَنْ تَوَضَّاْتُ قَالَ وَالْوُضُوْءَ اَیْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَاْمُرُ بِالْغُسْلِ.....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ اس اثنا میں کہ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے مہاجرین اولین میں ایک آدمی اچانک آگیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو پکار کر فرمایا کہ کیا یہی گھڑی آنے کی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں کسی کام میں مشغول ہو گیا اپنے گھر واپس نہیں جا سکا یہاں تک کہ اذان کی آواز سن لی۔ پس وضو کرنے پر کوئی چیز زیادہ نہیں کی کہ حاضر ہو گیا فرمایا وضو بھی ضروری ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم دیتے تھے۔

حدیث (۸۳۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ (الخ)
عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ غُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن نہانا ہر بالغ مسلمان پر واجب ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ غسل یوم الجمعہ کو واجب کہتے ہیں جیسا کہ صیغہ امر اس پر دلالت کرتا ہے مگر جمہور اس کے استحباب کے قائل ہیں۔ پہلی دو روایات سے فضل غسل یوم الجمعہ ثابت ہوا۔ اور دوسرا ترجمہ تیسری روایت سے ثابت کیا کہ غسل یوم الجمعہ ہر بالغ پر واجب ہے تو اس سے غیر محتلم نکل جائے گا اور سب صیغے مذکر کے ہیں۔ نساء اس حکم سے نکل جائیں گی۔ بعض حضرات غسل یوم الجمعہ کے وجوب کو منسوخ مانتے ہیں کیونکہ لوگ عوالی مدینہ سے آتے تھے محنت کش ہونے کی وجہ سے سخت گرمی میں ان کے اون والے کپڑے ہوا کرتے تھے۔ اس وقت غسل ضروری تھا مگر بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ تو یہ حکم منتھی بانتھاءِ علت ہوا۔ اور ایک روایت میں وارد ہے کہ من غسل یوم الجمعہ فاحسن تو یہ روایت روایات وجوب کے لئے ناسخ ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا۔ مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا اس لئے کہ

امام بخاریؒ نے فضل کا حکم لگایا ہے۔ اور مذاہب علماء اس میں یہ ہیں کہ بعض ظاہر یہ وجوب کے قائل ہیں۔ بکثرۃ الاوامر بالغسل فی یو م الجمعہ کہ جمعہ کے دن غسل کے بارے میں بہت سی روایات آئی ہیں۔ اور متاخرین حضرات حنابلہؒ کے یہاں قول راجح اور مفتی بہ یہ ہے کہ مزدور پیشہ اور سخت کام کرنے والوں کے لئے تو فرض ہے۔ اور جو لوگ کچھ کام وکاج نہیں کرتے ان کا استدلال حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہے جس میں وہ غسل کی علت بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں لوگ کام کاج کرتے تھے۔ اور پھر وہ اسی حالت میں جمعہ کے لئے آتے تھے تو ان کے کپڑوں سے بدبو آتی تھی۔ جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لو اغسلتم کاش تم غسل کر لیتے اور اب یہ بات نہیں ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے نزدیک سنت ہے۔ اذدخل رجل یہ حضرت عثمان بن عفانؓ تھے. من المهاجرين الاولين اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ جس کا ذکر آیت کریمہ السابقون الاولون من المهاجرين میں ہے۔ اور اس کے بارے میں علماء کا اختلاف یہ ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں مہاجرین اوّلین وہ اصحاب ہیں جو اصحاب الهجرتين ہیں اور بعض کے نزدیک وہ حضرات ہیں جو اصحاب القبلتين ہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ مہاجرین اوّلین سے اصحاب بدر مراد ہیں۔ اور بعض اصحاب الشجرہ کو کہتے ہیں اور حضرت عثمانؓ صاحب الهجرتين ومن المصلين الى القبلتين ومن اصحاب الشجرة ہیں فناداه عمر اية ساعة هذه جو لوگ وجوب کے قائل ہیں وہ حضرت عمرؓ کے زجر سے استدلال کرتے ہیں۔ اور منکرین وجوب اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ تو حضرت عمرؓ تھے جو زجر پر اکتفا کر لیا۔ اگر مار بھی دیتے تو کوئی عجب نہیں تھا۔ اگر واجب ہوتا تو صرف زجر پر اکتفانہ فرماتے۔ بلکہ امر فرماتے کہ غسل کر کے آئیں۔ بچہ پر غسل ہونے نہ ہونے کے اندر صراحۃ نص نہیں ہے۔ اس لئے لفظ هل بڑھا دیا۔ لیکن روایت میں کل محتلم کی قید یہ بات بتلا رہی ہے کہ بچہ پر غسل واجب نہیں۔ نیز آگے روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دے دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے آنا واجب نہیں۔ اور نہ ہی ان پر غسل ہے۔ اب اس میں ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ آیا غسل یوم الجمعہ کے لئے ہے یا صلوۃ جمعہ کے لئے دونوں قول ہیں۔ اب میری رائے سنو! کہ روایات کے تتبع اور تلاش سے پتہ چلتا ہے کہ کل تین غسل کا ذکر آتا ہے۔ ایک لكل الاسبوع ہر ہفتہ کا غسل۔ دوسرے غسل یو م الجمعہ۔ تیسرے غسل لصلوة الجمعہ۔ اوّل کا تعلق نظافت سے ہے اور اس کا تعلق جمعہ سے کچھ نہیں۔ دوسرے غسل کو نماز سے کوئی تعلق نہیں۔ اور تیسرا غسل وہ ہے جو نماز کے لئے ہو۔ لہٰذا کوئی شخص نماز سے قبل غسل کر لے جمعہ کے دن کی اور اسبوع کی نیت کرے تو اسے تینوں غسلوں کا ثواب ملے گا۔

باب الطِّيبِ لِلْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے لئے خوشبو لگانا

حدیث (۸۳۲) حَدَّثَنَا عَلِیٌّ (الخ) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْغُسْلُ

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ پر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن کا

يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَّاَنْ يَّسْتَنَّ وَاَنْ يَّمَسَّ طِيْبًا اِنْ وَّجَدَ قَالَ عَمْرٌو وَاَمَّا الْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهٗ وَاجِبٌ وَاَمَّا الْاِسْتِنَانُ وَالطِّيْبُ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاجِبٌ هُوَ اَمْ لَا وَلٰكِنْ هٰكَذَا فِى الْحَدِيْثِ . الخ

غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ اور یہ کہ مسواک کرنا اور یہ کہ اگر موجود ہو تو خوشبو لگائے۔ حضرت عمرو بن سلیم انصاریؒ نے فرمایا لیکن غسل اس کی تو میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ واجب ہے رہ گیا مسواک کرنا اور خوشبو لگانا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ آیا یہ واجب ہیں یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خوشبو کے بارے میں ائمہ اربعہ اور اصحاب ظواہر میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ دور صحابہ میں اختلاف تھا۔ بعض حضرات وجوب کے قائل تھے اور بعض قائل نہیں اس واسطے روایات میں بعض حکم لگاتے ہیں اور بعض لاادری کہہ دیتے ہیں البتہ اب ائمہ اربعہ اور اصحاب ظواہر کے یہاں خوشبو لگانا اولیٰ ہے۔ قال ابو عبداللہ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سند حدیث میں جو ابو بکر وارد ہے وہ محمد بن المنکدر کے بھائی ہیں اور ان کا کوئی نام ذکر نہیں کیا گیا اور ان سے متعدد راویوں نے روایت کی ہے جن میں سے بعض کا نام بخاری میں مذکور ہے یعنی وہ معروف آدمی ہیں۔ وکان محمد بن المنکدر الخ یعنی تم کو التباس نہ ہو جائے کہ محمد بن المنکدر کی کنیت ابو بکر بھی ہے اور ابو عبداللہ بھی ہے۔

باب فَضْلِ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کی فضیلت کیا ہے

حدیث (۸۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَّمَنْ رَاحَ فِى السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِى السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ رَّاحَ فِى السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دُجَاجَةً وَّمَنْ رَّاحَ فِى السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ . . الحديث . . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن جنابت والے غسل کی طرح غسل کیا پھر جمعہ کے لئے چل پڑا تو گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی دی۔ اور جو دوسری گھڑی میں چلا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی دی۔ اور جو تیسری گھڑی میں آگیا گویا کہ اس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی دی اور جو چوتھی گھڑی میں چل کر آیا گویا اس نے مرغی کی قربانی دی۔ اور جو پانچویں گھڑی میں چل آیا گویا اس نے انڈے کی قربانی دی۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے حاضر ہو کر خطبہ کا ذکر سنتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یا تو صلوۃ جمعہ کی فضیلت بیان کرنی ہے یا ذهاب الصلوة الجمعه کہ جمعہ کی نماز کیلئے چلنا اس کی فضیلت

بیان کرنی ہے۔ من اغتسل غسل الجنابة غسل الجنابۃ یا تومنصوب نزع الخافض ہے اور مطلب یہ ہے کہ غسل الجنابة یعنی غسل جنابت کی طرح خوب استیعاب سے غسل کرے۔ اور مالکیہؒ کے یہاں تو دلك یعنی بدن کا ملنا بھی فرض ہے حتی کہ اگر ایک قطرہ کے برابر بھی جگہ چھوڑ دی گئی تو کسی کے یہاں بھی غسل نہیں ہوگا۔ اگر دلك چھوڑ دیا تو مالکیہ کے یہاں غسل نہ ہوگا۔ لہٰذا حاصل یہ ہوا کہ خوب استیعاب اور دلك کے ساتھ غسل کرے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ مفعول مطلق ہو۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ غسل جنابت کرے یعنی پہلے اپنی بیوی سے ہمبستری کرے پھر غسل کرے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا غلط تو ہے نہیں اور میری بھی یہی رائے ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن اجتماع کا دن ہوتا ہے اس میں بازاروں میں سے ہو کر جانا ہوتا ہے تو ممکن ہے کسی عورت پر نگاہ پڑ جائے اور بد نظری ہو۔ بخلاف اس کے کہ جب غسل جنابت کئے ہوئے ہوگا اور جماع سے فارغ ہوگا تو پھر طبیعت آسودہ ہوگی۔ اس وقت طبیعت نہ چاہے گی۔ اور بد نظری سے محفوظ رہے گا۔ اب یہاں ایک فقہی مسئلہ مختلف فيه ہے وہ یہ کہ غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی ہوگا یا نہیں۔ جمہور کے یہاں کافی ہو جائے گا۔ کیونکہ مقصود ازالۂ ریاح ہے۔ اور مالکیہؒ کے یہاں اگر غسل جنابت کے ساتھ غسل جمعہ کی نیت بھی کرلے تو کافی ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ فاذا خرج الامام یعنی جب خطبہ کے لئے امام منبر پر آجائے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جمعہ کو جانے والے لوگ امام کے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے پہلے پانچ قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔ اب پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ساعات خمسه، مذکورہ فی الحدیث کب سے شروع ہوں گی۔ جمہور کے نزدیک صبح کی نماز کے بعد سے لے کر امام کے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہونے تک جتنا وقت ہوگا اس کو پانچ حصوں پر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر مثلاً صبح کی نماز سے لے کر نہوض امام تک پانچ گھنٹے ہوں، تو ایک ایک گھنٹہ ہو جائے گا۔ فالذاهب فی الاولیٰ کالمهدی بدنة حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ساعات سے مراد یہ ہو جو آپ فرماتے ہیں تو کوئی بھی بدنہ (اونٹ کا ثواب) حاصل نہ کر سکے گا۔ اس لئے کہ ہم نے نہیں سنا کہ صحابہ کرامؓ صبح سے ہی مسجد میں جا کر بیٹھ جاتے ہوں اور پھر حضور اکرم ﷺ کی ترغیب کے باوجود چھوڑ دیتے ہوں۔ اور حضرت عثمانؓ کی حدیث سے ابھی معلوم ہو گیا کہ وہ اذان کے وقت تک مشغول رہے جب خطبہ شروع ہو گیا اس وقت وہ تشریف لائے۔ تو مہاجرین اولین کا یہ حال تھا تو پھر اوروں کا کیا پوچھنا؟ اس لئے کہا جائے گا کہ یہ ساعات بعد الزوال شروع ہوں گی اور زوال سے شروع ہو کر نہوض الامام للخطبہ تک جتنا وقت ہوگا اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا اگر ایک گھنٹہ ہو تو بارہ بارہ منٹ کی ساعات ہو جائیں گی۔ جمہور فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں زوال کے ہوتے ہی خطبہ کی اذان شروع ہو جایا کرتی تھی۔ اور حضور اکرم ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اس وقت اذان اول تو تھی ہی نہیں۔ یہ تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں زیادہ کی گئی۔ پھر ساعات کہاں ملیں گی۔ لہٰذا ساری ترغیب بے کار ہو جائے گی۔ اور یہ کہنا کہ صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ عدم ذکر عدم مستلزم نہیں اور یہاں جمہور اور مالکیوں کے خلاف بہت کچھ اشکال ہے۔ اوجز کے اندر اس کے موافق روایات تلاش کر کے لکھی گئی ہیں وہاں دیکھ لو اجمال یہ ہے کہ ذهاب الی الجمعه کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض میں من غدا الی الجمعه ہے اور غدوة کے معنی صبح کو

جانے کے ہیں۔اور بعض میں من راح ہے اور رواح کے معنی زوال کے بعد جاتے کے ہیں۔ اور بعض میں من کبر ہے۔اور تکبیر اور غدوہ ایک ہی ہیں فرق یہ ہے کہ تکبیر میں کچھ مبالغہ ہے اور بعض میں المھجر کا لفظ ہے۔ یعنی دوپہر کی دھوپ میں جانے والا۔ میرے نزدیک مھجر والی روایت راجح ہے کیونکہ تھجیر کے معنی ہیں دھوپ میں جانا اور اس کے مراد لینے میں سب روایات میں جمع ہو جاتا ہے کیونکہ تکبیر اور غدوۃ کی روایات مجازاً قرب کی وجہ سے تھجیر والی روایات پر محمول ہو جائیں گی۔اس طرح راح والی روایت بھی اس پر محمول ہو جائے گی۔اب نہ مالکیہ کا اشکال رہتا ہے نہ ہی جمہور کا۔

باب

حدیث (۸۳۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ بَیْنَمَا هُوَ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ اِلَّا سَمِعْتُ النِّدَآءَ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعُوْا النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا رَاحَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْجُمُعَةِ فَلْیَغْتَسِلْ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ دریں اثنا کہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز سے کیوں رُکتے ہو۔اس آدمی نے کہا کہ حضرت بس اتنی دیر ہوئی کہ میں نے اذان سنی وضو کیا اور حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول نہیں سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی طرف چلے تو غسل ضرور کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب کو امام بخاریؒ بلاترجمہ لائے ہیں شاید مقصد یہ ہو کہ ابھی روایات سے وجوب غسل معلوم ہوتا تھا۔ مصنفؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وجوب شرعی نہیں ہے ورنہ حضرت عثمانؓ غسل یوم الجمعہ کو ترک نہ کرتے اور ایسے ہی حضرت فاروق اعظمؓ ان کو نہ چھوڑتے۔ اس سے امام شافعیؒ اور جمہور ائمہ غسل یوم الجمعہ کے استحباب کے قائل ہیں اور ساعات کا شمار امام مالکؒ بعدالزوال کرتے ہیں۔اور جمہور فرماتے ہیں کہ طلوع شمس سے لے کر خروج الامام الی الخطبہ تک ہے اور پھر یہ ساعات ہوتی ہیں روایت باب میں پانچ ساعات ذکر کی گئی ہیں۔ مگر دوسری روایات میں چھٹی ساعۃ کا ذکر بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بلاترجمہ ہے۔ حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ مالکیہؒ پر ردّ کرنا مقصود ہے۔اور میری رائے یہ ہے کہ مالکیہ کی تائید ہے۔ حافظؒ نے حضرت عمرؓ کے انکار سے استدلال کیا ہے۔اور طریق استدلال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ پر اعتراض کیا کہ دیر سے کیوں آئے۔ اور وہ زوال کے بعد اذان ہوتے ہی آئے تھے۔ تو جب اس وقت سے ساعات شروع ہوتی ہیں تو پھر اعتراض کیوں کیا۔اور میرا استدلال راح کے لفظ سے ہے۔ کہ باوجود انکار کے حضرت عمرؓ نے رواح کا لفظ استعمال کیا۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقصود جمعہ کی فضیلت ثابت کرنا ہو جو امر بالاغتسال سے کرتے ہیں۔

باب الدُّھْنِ لِلْجُمُعَۃِ

ترجمہ۔ جمعہ کے لئے تیل لگانا

حدیث (۸۳۵) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَایَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَتَطَھَّرُ مَااسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ وَیَدَّھِنُ مِنْ دُھْنِہٖ اَوْ یَمَسَّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَایُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یَنْصِتُ اِذَاتَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّاغُفِرَلَہٗ مَابَیْنَہٗ وَمَابَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی. الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے۔ اور جہاں تک ممکن ہو خوب طہارت کرے اور اپنا تیل استعمال کرے۔ اور گھر کی خوشبو لگائے۔ مسجد کے نکلنے اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھا ہے اس قدر نماز پڑھے۔ پھر چپ ہو کر بیٹھ رہے جبکہ امام خطبہ کے لئے بول رہا ہے۔ تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ تیل خوشبو ہی کے قبیلہ سے ہے۔

حدیث (۸۳۶) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ قُلْتُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍؓ ذَکَرُوْا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اغْتَسِلُوْا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاغْسِلُوْا رُؤُسَکُمْ وَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا جُنُبًا وَاَصِیْبُوْا مِنَ الطِّیْبِ قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍؓ اَمَّاالْغُسْلُ فَنَعَمْ وَاَمَّاالطِّیْبُ فَلَا اَدْرِیْ. الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو بھی دھو ڈالو اگرچہ تم جنبی نہ بھی ہو اور خوشبو لگاؤ۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لیکن غسل تو ہے ہی۔ البتہ خوشبو کے متعلق میں نہیں جانتا۔

حدیث (۸۳۷) حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّہٗ ذَکَرَقَوْلَ النَّبِیِّ ﷺ فِی الْغُسْلِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقُلْتُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍؓ اَیَمَسُّ طِیْبًا اَوْدُھْنًا اِنْ کَانَ عِنْدَاَھْلِہٖ فَقَالَ لَااَعْلَمُہٗ. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جناب نبی اکرم ﷺ کا قول غسل یوم الجمعۃ کے بارے میں ذکر کیا گیا تو میں نے ابن عباسؓ سے عرض کی کہ کیا خوشبو دار تیل اگر اس کے گھر والوں کے ہاں موجود ہو تو کیا لگا سکتا ہے انہوں نے کہا میں اس بارے میں علم نہیں رکھتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اماالطیب فلاادری اس میں اشکال یہ ہے کہ ابن ماجہ میں ابن عباسؓ کی روایت مین طیب کا ذکر ہے

اب یا تو یہ کہا جائے کہ تعارض کی صورت میں بخاری کی روایت راجح ہو گی۔ اور یا یہ کہا جائے کہ ممکن ہے پہلے یاد نہ رہا ہو اور پھر یاد آگیا ہو۔ لہذا ممکن ہے بخاری کی روایت مقدم ہو۔ اور ابن ماجہ میں جو مذکور ہے وہ بعد کا واقعہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابن ماجہ والی روایت از قبیل مراسیل صحابہ ہو۔ یعنی پہلے معلوم نہ تھا نفی کر دی پھر ابو سعید خدریؓ وغیرہ کو سن کر روایت فرمادی۔ اور دھن جمہور کے نزدیک مستحب ہے حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک واجب ہے۔

باب يَلْبَسُ اَحْسَنَ مَايَجِدُ

ترجمہ۔ اچھے کپڑے جو میسر ہوں وہ جمعہ کے دن پہنے

حدیث (۸۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَاٰى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِاشْتَرَيْتَ هٰذِهٖ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوُفُدِ اِذَاقَدِمُوْا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْهَا حُلَلٌ فَاَعْطٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَوْتَنِيْهَا وَقَدْ قُلْتَ فِىْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَاقُلْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّىْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَخًا لَهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا۔ الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مسجد نبویؐ کے دروازے پر ایک قیمتی جوڑا سرخ رنگ کا دیکھا تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر آپ اس جوڑے کو خرید لیتے تو اچھا ہوتا۔ تاکہ آپؐ اس کو جمعہ کے دن پہنتے۔ یا اس وفد کیلئے جو آپؐ کے پاس آتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ان جوڑوں میں کچھ جوڑے آئے۔ تو آپؐ نے ان میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو دے دیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ کیا آپؐ مجھے یہ پہناتے ہیں حالانکہ عطار د تاجر کے جوڑے کے بارے میں آپؐ مجھے وہ بات فرما چکے ہیں جو آپؐ نے مجھے فرمائی کہ یہ آخرت والوں کا لباس نہیں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ پوشاک میں نے تم کو اس لئے نہیں دی کہ آپ اسے خود پہنیں تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے وہ جوڑا اپنے اس مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت سے ترجمۃ الباب ثابت نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا حلة سیراء وہ پوشاک ہے جس میں دھاریاں پڑی ہوئی ہوں۔ جس سے وہ خوبصورت لگتا ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے جو اس کے خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور فرمایا کہ آپؐ اسے یوم الجمعہ میں پہنا کریں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یوم الجمعہ میں احسن ثیاب کا پہننا راجح تھا اور آپؐ نے بھی اس پر کوئی نکیر نہیں کیا باقی چونکہ ریشمی تھا اسلئے آپؐ نے اسے نہیں خریدا۔ صفحہ ۱۳۰ پر باب العیدین میں ایک باب باب ماجاء فی العیدین والتجمل فیهما

آرہاہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے جو روایت یہاں ذکر فرمائی ہے وہی وہاں بھی ذکر فرمائی ہے اور الفاظ ترجمہ میں فرق فرمادیا۔ میرے نزدیک احسن مایجد سے تو امام بخاریؒ نے ابو اب الجمعه میں ذکر فرماکر یہ اشارہ کردیا کہ جمعہ میں نئے کپڑے خریدنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو موجود ہیں ان میں سے جو اچھا ہو ان کو پہن لے۔ اور عیدین میں اگر نئے کپڑے خرید لے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ اور حضور اقدس ﷺ کا انکار تجمل پر نہیں تھا۔ بلکہ ریشمی ہونے کی وجہ سے تھا۔ لہٰذا معلوم ہوگیا کہ تجمل جائز ہے۔ اور انکار امر عارض کی وجہ سے ہے۔

بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا

وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَنُّ ....

ترجمہ۔ اور حضرت ابو سعیدؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ مسواک کرتے تھے۔

حدیث (۸۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ اَوْلَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى النَّاسِ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا۔ یا فرمایا لوگوں پر مشقت نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حدیث (۸۴۰) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ حَدَّثَنَا اَنَسٌؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ .. الحديث....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے مسواک کے بارے میں تم سے بہت مبالغہ کیا ہے۔

حدیث (۸۴۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ (الخ) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ . الحديث. ...

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کو اٹھتے تھے تو اپنے منہ کو مسواک ملتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا بعض ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے اور جمہور کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور بعض ظاہریہ مثلاً اسحاق بن راہویہ کے نزدیک اگر مسواک عمداً چھوڑدی تو جمعہ ہی صحیح نہیں ہوگا اور میرے نزدیک حضرت امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی طرف مائل ہیں۔ اس لئے روایات عامہ ذکر فرمائیں۔ خاص طور سے جو مسواك في الجمعه میں وارد ہیں ان کو ذکر نہیں فرمایا۔ اذا قام من الليل يشوص فاه اس روایت پر اشکال ہے کہ یہ ترجمہ کے مطابق نہیں کیونکہ اس کا تعلق تہجد سے ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ تاکید مسواک پر استدلال فرماتے ہیں کہ جب نفل کے لئے مسواک کرتے تھے تو فرض کے لئے بطریق اولی چاہیئے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت کو ذکر فرما کر یہ بتلادیا کہ حضور اقدس ﷺ نے بھی رات کو مسواک کی ہے۔ لہذا جمعہ کے دن کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اس صورت میں ظاہر یہ پر رد ہوگا۔

بَاب مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهٖ

ترجمہ۔ جو شخص دوسرے کی مسواک استعمال کرے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۸۴۲) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّمَعَهٗ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهٖ فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهٗ اَعْطِنِيْ هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ فَاَعْطَانِيْهِ فَقَصَمْتُهٗ ثُمَّ مَضَغْتُهٗ فَاَعْطَيْتُهٗ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَنَّ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى صَدْرِيْ. الحديث.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے پاس ایک مسواک تھی جس سے وہ مسواک کر رہے تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے اسکی طرف غور سے دیکھا تو میں نے کہا اے عبدالرحمٰن یہ مسواک مجھے دے دو۔ چنانچہ وہ مسواک انہوں نے مجھے دے دی میں نے اسے توڑا پھر چبایا اور پھر جناب رسول اللہ ﷺ کو دے دی۔ جس سے آپؐ نے اس حالت میں مسواک کیا کہ آپؐ میرے سینے کا سہارا لینے والے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک ایک مؤکد چیز ہے۔ لہذا اگر کسی سے مانگ کرلے تو جائز ہے۔ حالانکہ سوال ذلت ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کا ریق یعنی تھوک اس کے حق میں طاہر اور دوسرے کے حق میں نجس ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ غرض ہوتی تو ابواب الطھارت میں جہاں سور (جھوٹا) کا ذکر آیا تھا وہاں یہ باب ذکر فرماتے۔ روایت مرض الوفات کے زمانہ کی ہے۔

بَاب مَا يُقْرَأُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کیا پڑھا جائے۔

حدیث (۸۴۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ (الخ) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل اور ھل اتی

يَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ .. علی الانسان الخ پڑھا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شوافعؒ نے تو افراط کیا کہ وہ ان دو سورتوں کے علاوہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں اور کچھ نہیں پڑھتے اور احنافؒ نے یہ تفریط کی کہ انہوں نے عام طور پر اس کو چھوڑ ہی دیا۔

باب الْجُمُعَةِ فِى الْقُرٰى وَالْمُدُنِ

ترجمہ۔ بستیوں اور شہروں میں جمعہ جائز ہے

حديث (٨٤٤) حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِىْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِىْ مَسْجِدِ عَبْدِالْقَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ . الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ کے بعد جو پہلا پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے جواثی چھاؤنی قبیلہ عبدالقیس کی مسجد میں تھا۔

حديث (٨٤٥) حَدَّثَنِىْ بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ ابْنُ حَكِيْمٍ اِلٰى ابْنِ شِهَابٍ وَّاَنَا مَعَهٗ يَوْمَئِذٍ بِوَادِ الْقُرٰى هَلْ تَرٰى اَنْ اُجَمِّعَ وَرُزَيْقٌ عَلٰى اَرْضٍ يَّعْمَلُهَا وَفِيْهَا جَمَاعَةٌ مِّنَ السُّوْدَانِ وَغَيْرِهِمْ وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلٰى اَيْلَةَ فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَنَا اَسْمَعُ يَاْمُرُهٗ اَنْ يُّجَمِّعَ يُخْبِرُهٗ اَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهٗ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِىْ اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِىْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے۔ اور لیث نے یہ زیادتی کی کہ یونس نے کہا رزیق بن حکیم نے ابن شہاب زہری کو لکھا۔ اور میں ان دنوں وادی القریٰ میں ابن شہاب کے ساتھ تھا۔ اگر میں جمعہ قائم کروں تو آپ کی کیا رائے ہے۔ اور رزیق ایسی زمین پر حاکم تھا جہاں وہ زراعت بھی کرتا تھا۔ اور ان میں سوڈانیوں اور دوسرے لوگوں کارکنوں کی ایک جماعت رہتی تھی۔ رزیق ان دنوں ایلہ کا امیر تھا لیکن عمل زراعت ہر جگہ تھا۔ تو ابن شہاب نے ان کو لکھا جبکہ میں سن رہا تھا کہ وہ ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ وہ اس کو خبر سناتے تھے کہ حضرت سالم نے انہیں حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے۔ تم میں سے ہر ایک نگران ہے۔ اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا

وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ قَالَ وَحَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ..الحديث....

امام بھی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہو گا اور آدمی (مرد) اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا نوکر اپنے سردار کے مال کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا۔اور میرا گمان یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا آدمی اپنے باپ کے مال کا بھی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا۔اور ہر ایک تم سے نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اختلاف اس میں ہے کہ آیا نماز جمعہ مثل صلوٰت خمسہ کے ہے۔یا اس میں کوئی خصوصیت ہے جمہور اس کی خصوصیت مخصوصہ کو مانتے ہیں۔ غیر مقلد اور بعض اہل ظواہر سے صلوٰت خمسہ کا حکم دیتے ہیں کہ خواہ کوئی صحرا ہو یا بنیا ن (آبادی) چھوٹا قریہ ہو یا بڑا سب جگہ جمعہ جائز ہے مگر ارباب مذاہب اربعہ اس میں خصوصیت مانتے ہیں کہ جمعہ اس صورت میں جائز ہے کہ جہاں کے لوگ منتقل ہونے والے نہیں ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ خیا م متصلہ (یعنی جو خیمے متصل ہو کر بستی بن جائے) اس میں بھی جمعہ جائز ہے۔ البتہ امام مالکؒ مطلقاً خیام میں جمعہ جائز نہیں کہتے۔ اگر اھل ابینة ذات عمود (ستون والے) نہ ہوں تو اس میں امام مالک وہی سوق (بازار) اور مسجد کی شرط لگاتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ان شروط کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ چالیس احرار ہوں۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مصر اور فنا مصر میں جمعہ واجب ہے۔ فنا ٔ مصر یعنی وہ آبادی جو شہر کی ضروریات و مصالح کے لئے بنائی جائے جہاز والوں پر جبال اور قفا ٔ (چٹیل میدان) میں جمعہ نہیں ہے۔ تو ارباب مذاہب اربعہ میں سے کسی نے بھی علی الاطلاق جمعہ واجب نہ کہا بلکہ ان حضرات نے قیود لگائی ہیں۔ قریہ کا لفظ عام ہے۔ لیکن اس روایت سے یہ معلوم نہیں ہو تا جو اثی قریہ ہے یا مدینہ یا حصن (قلعہ) ہے۔ امام ابو داوٗد نے صفحہ ۱۵۳ میں اسکو مفصل بیان کیا ہے۔ قرية من البحرين اور قريه من قرىٰ عبدالقيس سے جمعه في القرىٰ پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ دوسری روایت سے معلوم ہو تا ہے کہ وہ چالیس آدمی تھے تو قریہ میں جمعہ جائز ہوا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ آیا لفظ قریہ کا اطلاق جواثی پر باعتبار اس کے معنی کے ہے یا نہیں۔ ہمیں تفصح سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں قریہ اور ام القریٰ کا اطلاق مکہ معظمہ پر آیا ہے۔ اور ایسے انطاکیہ اور طائف پر بھی قریہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ تو محض لفظ قریہ کہنے سے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ ضد مدینہ ہے۔ اگر ضد مدینہ مان بھی لیا جائے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس جمعہ کا قیام آپؐ کے امر سے کیا گیا یا انہوں نے خود اپنی رائے سے قائم کیا۔ محض اس سے کہ یہ فعل آپؐ کے عہد میں ہوا۔ اس سے استدلال تام نہیں ہو سکتا۔ ثالثاً یہ کہ جواثی ایک حصن اور قلعہ ہے جو بہت بڑا شہر ہے اور اس میں بہت تاجر رہتے تھے۔ اور اس میں کثرت سے امتعه (سامان) پائے جاتے تھے۔ چنانچہ ابو عبد اللہ بکری کہتے ہیں

جواثی حصن بالبحرین کہ جواثی بحرین میں ایک قلعہ ہے۔ اورامو ألقیس کا شعراس کی تائید کرتا ہے۔ رضاکان جواثی... جس سے پتہ چلتا ہے کہ جواثی ایک تجارتی مرکز تھا۔ رابعاً یہ ہے کہ یہی جواثی کا جمعہ احنافؒ کی دلیل ہے۔ کیونکہ مسجد نبویؐ کے بعد اولاً جمعہ بحرین میں قائم کیا گیا مگر عوالی مدینہ (قریٰ مدینہ) میں جمعہ قائم نہیں کیا گیا۔ وفد عبدالقیس ۹ھ میں آتا ہے۔ آپؐ نے ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ دوسرے روایات میں آتا ہے کہ اہل عوالی مسجد نبوی میں نوبت بنوبت آتے تھے اور بعض عوالی تو نو نو میل کے فاصلہ پر تھے۔ اگر قریہ میں جمعہ جائز ہوتا تو ان کو زحمت گوارا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

امام بخاریؒ نے دوسرا استدلال حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے کیا ہے کہ ہر حاکم سے اپنی رعایا کے مفاد کے متعلق سوال ہوگا۔ یہاں تک تو ہم بھی متفق ہیں کہ ہر ایک کے لئے مایصلح کی حفاظت ضروری ہے وہ جمعہ کو بھی اس میں شمار کرتے ہیں۔ اور ابن شہاب کے استدلال کو حجت بناتے ہیں کہ۔ وادی القریٰ مدائن صالح کو کہتے ہیں کہ یہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی جہاں بستی تھی وہ ایک سو تیں گاؤں پر مشتمل تھی۔ جسے وادی القریٰ کہتے تھے۔ ایلہ کا شہر فلسطین میں سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یا مرہ ان یجمع اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جمعہ فی القریٰ جائز ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ امام زہریؒ کا فتویٰ حضرت امام اعظمؒ پر حجت نہیں۔ ھم رجال ونحن رجال دوسرے ان کا استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر اہل خیام میں اگرچہ مایصلح کی حفاظت ہے تو یہی چیز چالیس سے کم آبادی میں بھی ہے۔ اگر دو گھر ہوں تب بھی مایصلح کی حفاظت مطلوب ہے۔ تو تمہارے قاعدے کے مطابق یہاں بھی جمعہ جائز ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تو امام بخاریؒ کا فتویٰ حضرت امام اعظمؒ پر کیسے حجۃ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ امام اوزاعیؒ کے مناظرے میں حضرت امام اعظمؒ نے امام زہریؒ کو ساکت کر دیا تھا۔ جبکہ اس نے کہا تھا کہ تم اہل کوفہ کو کیا ہو گیا کہ تم رفع یدین کو نہیں مانتے۔ اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ حماد افقہ من الزھریؒ بہر حال تابعی کا قول تابعی پر حجۃ نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ان کا اجتہاد نہ شوافعؒ کے ہاں معتبر ہے اور نہ ہی ہمارے ہاں معتبر ہے۔ تو پھر امام زہریؒ کا قول امام صاحبؒ پر حجۃ نہ ہوا۔ بایں ہمہ یہ امام صاحبؒ کے مسلک کے مخالف نہیں۔ اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی حاکم اور والی نے حکم دیا اور وہ وہاں جمعہ پڑھاتا ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ان کا یہ حکم واجب التعمیل ہے تاکہ نزاع پیدا نہ ہو۔ حضرت امام اعظمؒ کا استدلال مشہور یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند عبدالرزاق میں نہایت صحیح سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے منقول ہے لاجمعه ولاتشریق الافی مصر جامع اور امام نوویؒ دار قطنی کے واسطہ سے صحیح نقل کرتے ہیں۔ اگرچہ حجاج کے واسطہ پر ضعف کا اتفاق نقل کیا گیا ہے۔ اور مرفوعاً بھی ان سے روایت ہے اور آیت کریمہ میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ وذروا البیع اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ایسی آبادی کے لئے ہے جہاں سوق اور کاروبار پایا جاتا ہو اسلئے امام مالکؒ نے قیود لگا دیں کہ کل قریة فیها سوق او جامع امام اعظمؒ بھی اس قید کو اختیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا مگر جمعہ ادا کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ آپؐ چودہ دن قبا میں قیام پذیر رہے مگر جمعہ کی نماز نہ پڑھی اور نہ پڑھائی بلکہ جس روز صبح کے وقت وہاں سے روانہ ہوتے ہیں تو بنو سالم کے محلّہ میں جمعہ پڑھا ہے قباء مدینہ کے قریٰ میں سے ایک قریہ ہے جو مدینہ سے تین میل کے

فاصلہ پر ہے اگر قریہ میں جمعہ جائز ہوتا تو قباء میں ضرور پڑھتے۔ نہیں پڑھا معلوم ہوا کہ جائز نہیں۔ اور دار قطنی میں ابن عباسؓ کی روایت ہے اور ابن اسحاقؒ نے اس کو سیرت میں ذکر کیا ہے کہ جمعہ مکہ میں فرض ہو چکا تھا لیکن کفار کے غلبہ کی وجہ سے ادا نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قریہ گاؤں کی چھوٹی آبادی کو کہتے ہیں۔ اور مدن شہر اور بڑی آبادی کو کہا جاتا ہے۔ اب میں یہاں جامع اور مختصر بات کہوں گا غور سے سنو! حضرت نبی اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو جس دن پہنچے وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے سب سے پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں بنو سالم میں پڑھا۔ اس پر محدثین اور مؤرخین کا اتفاق ہے۔ اور قباء میں چودہ یا چوبیس دن قیام فرمایا۔ اور تحقیق گزر چکی مگر ان ایام میں وہاں جمعہ نہیں پڑھا۔ اور سب سے پہلے مسجد نبوی کے بعد جمعہ پڑھا گیا وہ جوالی میں جو قریۃ من قری البحرین ہے۔ اور اتنی مدت میں کتنے گاؤں مسلمان ہو گئے۔ مگر کہیں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ اب چونکہ باوجود بہت سارے گاؤں مسلمان ہو جانے کے پھر بھی قبا اور ان گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ اس لئے اب یہ اجماعی مسئلہ ہو گیا۔ کہ ہر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں۔ البتہ اس زمانے کے غیر مقلد جو جی میں آتا ہے وہ کر گذرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ کہ جمعہ ایک تمدن کو چاہتا ہے۔ کیونکہ باوجود متعدد گاؤں مسلمان ہونے کے سوائے جوالی کے اور کہیں جمعہ نہیں پڑھایا گیا اب جو لوگ جمعہ فی القریٰ کے قائل ہیں وہ قریۃ من قری البحرین سے استدلال کرتے ہیں کہ جوالی کو قریہ فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ قریہ سے استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں مکہ اور طائف پر قریہ کا اطلاق ہوا ہے۔ لو لا نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم۔ چونکہ آٹھ برس تک سوائے مدینہ کے اور کہیں جمعہ نہیں ہوا اس لئے اتفاق ہے کہ ہر گاؤں میں تو جمعہ ناجائز ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قریہ صغیرہ میں ناجائز ہے البتہ قریہ کبیرہ کی تحدید میں اختلاف ہو گیا کیونکہ حضور اقدس ﷺ سے کوئی تحدید منقول نہیں۔ صرف یہ ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں ہوتا رہا۔ اور پھر ۸ھ میں جوالی کے اندر ہوا۔ چونکہ امام اعظمؒ کے یہاں ایسے مواقع پر مدار عرف پر ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے تو عرف پر رکھا۔ چونکہ ہر زمانے کا عرف بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے تعریفات فقہا میں اختلاف ہو گیا۔ ایک زمانے میں یہ تھا کہ وہ گاؤں بڑا ہے جہاں کوئی حاکم یا قاضی ہو۔ لہذا انہوں نے قریہ کبیرہ کی پہچان یہ بتائی کہ جہاں کوئی حاکم یا قاضی ہو۔ اور حضرت گنگوہیؒ نے اپنے زمانہ میں قریہ کبیرہ کی تعریف کی جہاں ڈاکخانہ پولیس چوکی ہو اور اخیر میں پانچ ہزار کی آبادی کو معیار بنایا۔ اور مالکیہؒ کے یہاں بیوت متصلہ اور اسواق متصلہ ہوں۔ ہاں شوافعؒ اور حنابلہ کی شرائط آسان ہیں جو ان کی کتب میں مذکور ہیں۔ اب یہ جو مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دیہات میں جمعہ ناجائز ہے یہ صرف امام صاحبؒ کا مذہب نہیں بلکہ میرے خیال میں تو امام مالکؒ کا مذہب ان سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور آج کل جو یہ گر رکھا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز ہے لہذا جواز کا فتویٰ دے دیتے ہیں اور پھر وہ جمعہ پڑھتے ہیں۔ ادھر یہ گر رکھا ہے کہ احنافؒ کے قول پر متعدد جگہ جمعہ پڑھتے ہیں یہ کسی قول پر صحیح نہیں۔ ہاں شوافعؒ کے نزدیک اول جمعہ صحیح ہو جائے گا۔ یہ تلفیق ہے۔ تلفیق حرام ہے۔ اور تلفیق کا مطلب یہ ہے کہ ایک قول ان کا لے لیا اور ایک قول دوسرے کا جیسے کوئی امام شافعیؒ کا قول اس میں اختیار کرے کہ خون سے وضو نہیں ٹوٹتا اور حنفیہ کا قول

اس میں لے لے کہ مس ذکر ناقض وضو نہیں۔ اور اس نے مس ذکر بھی کیا اور خون بھی نکلا۔ تو کسی کے نزدیک بھی وضو صحیح نہیں ہوگا لہذا التعلیق سے چھپا ہوگا۔ وانا معہ ای مع الزھری۔ اور بعض سے تسامح ہو گیا۔ کہ انھوں نے ضمیر رزیق کی طرف راجع کی۔ فکتب ابن شھاب الیع شراح کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ رزیق ایلہ کے حاکم تھے اور وہ ایک جگہ اپنے نوکروں کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے تھے انھوں نے زہری کی طرف خط لکھا کہ کیا میں یہاں جمعہ پڑھ لیا کروں۔ ابن شہاب نے اجازت دے دی۔ اور کلکم راع و مسئول عن رعیتہ سے استدلال فرمایا۔ میرے نزدیک شراح کا یہ مطلب قرار دینا غلط ہے۔ امام زہریؒ نے جو جواب دیا اور جو استدلال فرمایا وہ صحیح ہے۔ اور میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ رزیق ایلہ کے حاکم تھے۔ اور وہ زادیہ میں رہتے تھے اور کھیتی کرتے تھے۔ زادیہ ایک گاؤں ہے۔ تو انھوں نے امام زہریؒ کو یہ لکھا کہ میں ایلہ کا حاکم ہوں کیا میرے ذمہ جمعہ کے دن ایلہ میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ امام زہریؒ نے ان کو لکھا کہ ہاں تمہارے ذمہ ضروری ہے۔ کیونکہ تم ایلہ کے حاکم ہو۔ اور وہاں لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ تو اگر کوئی بات پیش آگئی تو کیا ہوگا۔ تم سے سوال ہوگا اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ الاکلکم راع الیع میرے اور شراح کے بیان کرنے میں فرق یہ ہے کہ انھوں نے یجمع کا مطلب یہ لیا کہ جمعہ پڑھیں اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ میں حاضر ہوں۔ اور میری دلیل یہ ہے کہ آگے ایک باب آرہا ہے۔ باب من این یوتی الجمعہ اس میں حضرت انسؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ کان انسؓ فی قصرہ احیاناً یجمع اور یہاں پر جو معنی میں نے زہری کے قول کے بتائے ہیں وہی متعین ہیں یعنی حضرت انسؓ کبھی جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی حاضر نہیں ہوتے تھے اور شراح نے بھی یہاں اس کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اگر اس کے معنی جمعہ پڑھنے کے ہوں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ کبھی پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ یہ غلط ہے کیونکہ اگر جمعہ ہوتا تھا تو اس کے نہ پڑھنے کا کیا مطلب اس لئے وہی معنی متعین ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو معنی یہاں مراد لیتے ہیں وہی معنی زہری کے قول میں بھی متعین اور مراد ہیں۔ الحاصل جمعہ فی القریٰ کو عوام کالانعام اور نیم مولویوں نے بہت اچھال رکھا ہے۔ ہمارے یہاں ایک مثل ہے۔ نیم مولوی خطرہ ایمان اور نیم حکیم خطرہ جان۔ متقدمین اور متاخرین سب اس پر متفق ہیں کہ جمعہ صرف پورے شہر یا قصبہ میں ایک جگہ ہونا چاہئے مگر اعذار کی وجہ سے متعدد جگہوں میں جواز کا فتویٰ امام محمدؒ سے منقول ہے

باب۔ هَلْ عَلَى مَنْ لَا يَشْهَدُ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ۔

ترجمہ۔ کیا عورتوں بچوں وغیرہم میں سے جو جمعہ میں حاضر نہیں ہوتا اس پر غسل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس پر جمعہ واجب ہے غسل اس پر ہے۔

حدیث (۸۴۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الیع أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا جو شخص تم میں سے جمعہ کو آئے

يَقُولُ مَنْ جَآءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ . . .

تو وہ غسل کرے۔

حديث (۸۴۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔

حديث (۸۴۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَاْسَهُ وَجَسَدَهُ رَوَاهُ اَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ اَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا . . . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے آگے جانے والے ہوں گے۔ مگر یہ کہ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان کے بعد ملی پس یہ وہ دن ہے جس میں ان لوگوں کا اختلاف ہو گیا۔ شنبہ یہود کا اور ایک شنبہ نصاری کا پھر خاموش رہنے کے بعد فرمایا ہر مسلمان پر حق واجب ہے کہ وہ سات دنوں میں ایک دن ضرور غسل کرے جس میں اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن ضرور غسل کرے۔

حديث (۸۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ائْذَنُوْا لِلنِّسَآءِ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ . . الحديث . . . .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مساجد کی طرف آنے کی اجازت دے دو۔

حديث (۸۵۰) حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَتِ امْرَاَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَآءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِيْنَ وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ اَنَّ عُمَرَؓ يَكْرَهُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی تھی جو مسجد نبویؐ میں صبح اور عشاء کی نماز میں حاضر ہوا کرتی تھی اس سے کہا گیا کہ تو کیوں نکلی ہے جبکہ تجھے علم ہے کہ حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کرتے ہیں اور غیرت کھاتے ہیں

ذٰلِكَ وَيَغَارُ قَالَتْ فَمَايَمْنَعُهٗ اَنْ يَّنْهَانِيْ قَالَ يَمْنَعُهٗ قَوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَاللّٰهِ (الحدیث).

کہنے لگیں کہ پھر وہ خود کیوں نہیں روک دیتے۔ کس چیز نے منع کیا ہے انہوں نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ کے اس قول نے اس کو روک رکھا ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکا کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت کو ترجمۃ الباب سے مطابقت من حیث المفھوم ہے کہ غسل ان پر واجب ہے۔ جن پر جمعہ واجب نہیں ان پر غسل بھی واجب نہیں۔ لاتمنعوا امآء الله الخ حضرت عمرؓ کی بیوی مغرب' عشاء' اور فجر میں جایا کرتی تھیں اور پہلی روایت میں من اللیل کی قید ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عورتوں کا مساجد میں آنا جائز ہے۔ تو جب وہ جمعہ کے لئے مساجد میں نہیں آسکتیں تو ان پر غسل بھی واجب نہ ہوگا۔ کانت امرأة لعمرؓ الخ یہ ان کی پھوپھی کی بیٹی تھیں حضرت عمرؓ ان کا مسجد میں جانا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ اس نے نکاح کے وقت شرط لگادی تھی کہ تم مجھے مسجد جانے سے نہیں روکو گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ روک نہیں سکتے تھے۔ اور وہ لاتمنعوا اماء الله عن مساجد الله پر عمل کرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک حیلہ کر کے اُن کو رُک جانے پر مجبور کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت شریفہ یہ ہے کہ جہاں روایات میں اختلاف ہو یا ائمہ میں اختلاف ہو تو وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ بلکہ ھل بڑھا کر اس سے اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ غسل یوم الجمعہ کے بارے میں دو طرح کی روایات ہیں۔ ایک یہ کہ غسل یوم الجمعہ واجب علی کل محتلم اس کا تقاضا ہے کہ ہر بالغ پر غسل یوم الجمعہ واجب ہے خواہ وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ من اتی الجمعہ فلیغتسل اس کا تقاضا ہے کہ غسل جمعہ صرف مصلی کے لئے ہے خواہ کوئی ہو۔ چونکہ ان دونوں روایتوں کے عموم میں تعارض ہو گیا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ فرمادیا۔ اور ان ہی اختلاف روایات کی بنا پر اس میں اختلاف ہو گیا کہ یہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے یا یوم الجمعہ کے لئے۔ جمہور کی رائے ہے کہ یہ صلوٰۃ جمعہ کا غسل ہے۔ اور یہی حنفیہ کا راجح قول ہے۔ اور استدلال اسی روایت من اتی الجمعہ فلیغتسل سے ہے۔ اور اسی طرح اس روایت سے ہے جس میں ہے کہ لوگ مزدور پیشہ تھے۔ اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اور کام کرتے تھے۔ اور جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آتے تو بدبو پھیلا کرتی تھی۔ اس وقت سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لو انکم تطھرتم لیؤمکم ھذا کاش تم اس دن کے لئے خوب طہارت حاصل کرتے۔ اس طرح من جاء بکم الجمعہ سے استدلال کیا جاتا ہے اس تقدیر پر کہ الجمعہ منصوب ہے۔ اسی طرح اذاراح احدکم الی الجمعہ فلیغتسل سے استدلال ہے۔ اور جو حضرات اس کو یوم الجمعہ کا غسل مانتے ہیں۔ ان حضرات کا استدلال غسل یوم الجمعہ واجب علی کل محتلم اذاجاء احدکم الجمعۃ برفع الجمعۃ سے ہے اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جیسے اور ایام متبرکہ مثلاً عیدین یا امکنہ مبارکہ مثلاً مکہ میں داخلہ کے وقت غسل ہے

اسی طرح یہاں جمعہ کی وجہ سے غسل ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ تین قسم کی روایات ہیں ایک من اتی الجمعه فليغتسل اس سے غسل لصلوۃ الجمعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری روایت وہ ہے جس سے غسل لیوم الجمعه ثابت ہوتا ہے۔ اور تیسری وہ روایت ہے جس میں ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرنا معلوم ہوتا ہے۔ تو اب میرے نزدیک تین قسم کے الگ الگ مستقل غسل ہو گئے۔ ایک غسل نماز جمعہ کے لئے۔ دوسرا جمعہ کے دن کا۔ اور تیسرا ہفتہ میں ایک بار اور یہ غسل نظافة کا غسل ہے۔ اور کسی ایک میں تدافع نہیں بلکہ ہر ایک مستقل ہے۔ غسل نظافت کی احادیث پاک میں بہت سی نظائر ہیں مثلاً حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو پراگندہ بال والا دیکھا تو فرمایا ان کی اصلاح کر لینا اور غسل کر لینا۔ او کما قال اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں غسل کر کے شامۃ کی طرح آؤ۔ حتی تکونوا کالکم شامة من الناس اور غسل لیوم الجمعه تو ظاہر ہے۔ اور اسی طرح غسل لصلوۃ الجمعه ہے۔ اس لئے کہ امکنه وازمنه مقدسه کے لئے غسل وارد ہے۔ تو اگر جمعہ بھی اسی قبیل سے ہو تو کیا بات ہے۔ البتہ اگر کوئی کسی وجہ سے جمعہ کے دن غسل نہ کر سکے تو کم از کم ہفتہ میں ایک بار تو ضرور غسل کر لینا چاہیئے۔ اور اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز سے پہلے نماز جمعہ۔ یوم جمعہ۔ وغسل السبوع سب کی نیت کر لے تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ حضرت امام بخاریؒ کا رجحان جمہور کے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ کہ غسل لصلوۃ الجمعه ہے۔ ائذنوا النساء بالليل الى المساجد معلوم ہوا ان پر غسل واجب نہیں۔ کیونکہ جمعہ تو دن کو ہوتا ہے۔ اور عورتوں کو رات میں جانے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ تو پھر جمعہ میں کیسے حاضر ہو سکتی ہیں۔ لم تخرجين الخ حضرت عمرؓ کی اہلیہ محترمہ صبح اور عشاء کی نماز مسجد میں حاضر ہو کر پڑھا کرتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ کو ان کا اور دیگر مستورات کا حرم میں جانا بہت گراں گذرتا تھا مگر منع نہیں کرتے تھے۔ کراہت تو فساد زمانہ کی وجہ سے تھی اور خاموشی ادباً لرسول اللہ ﷺ تھی۔ اور بات یہ ہے کہ حضرات حضور اقدس ﷺ کے جاں نثار تھے اور ان پر حد درجہ ادب کا غلبہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ باوجود اجازت کے بھی محض غلبہ ادب کی وجہ سے نماز میں پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور صرف حضرت عمرؓ ہی عورتوں کے جانے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ دوسرے صحابہؓ بھی اس کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لو ادرك رسول الله ﷺ ماحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل حضرت زبیرؓ بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کی بیوی حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد حضرت زبیرؓ کے نکاح میں آئیں تو حسب معمول مسجد میں جاتی رہیں۔ حضرت زبیرؓ کو بڑا ناگوار گذرا۔ ایک دن جب وہ جانے لگیں تو حضرت زبیرؓ جلدی سے آگے بڑھ گئے۔ اور ان سے راستہ میں مل کر اس کے سرین پر تھپڑ مارا اور چل دیئے۔ چونکہ اندھیرا تھا اس لئے وہ حضرت زبیرؓ کو نہ پہچان سکیں۔ یہ صحابیہ وہیں سے لوٹیں۔ اور اگلے دن سے مسجد میں جانا بند کر دیا حضرت زبیرؓ نے دریافت کیا کہ اب تم نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جاتیں۔ کہنے لگیں اب زمانہ نہیں رہا تو کہنا یہ ہے کہ جب خیر القرون میں حضرات صحابہؓ عورتوں کی اس آمدورفت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ تو اب اس دور فتن وفساد میں تو ہرگز نہ جانا چاہیئے۔

بابُ الرُّخصَةِ اِنْ لَّمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِی الْمَطَرِ۔

ترجمہ۔ اگر بارش کی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کی رخصت ہے۔

حدیث (۸۵۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ لِمُؤَذِّنِهٖ فِیْ يَوْمٍ مَّطِيْرٍ اِذَا قُلْتَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ قُلْ صَلُّوْا فِیْ بُيُوْتِكُمْ فَكَاَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا فَقَالَ فَعَلَهٗ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ اِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَّاِنِّیْ كَرِهْتُ اَنْ اُخْرِجَكُمْ فَتَمْشُوْنَ فِی الطِّيْنِ وَالدَّحْضِ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک بارش والے دن اپنے مؤذن سے فرمایا کہ جب تم اشهد ان محمد رسول الله کہو تو حی علی الصلوة مت کہو بلکہ کہو اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ گویا کہ لوگوں نے اس کو ناپسند کیا تو فرمایا کہ یہ کام اس ذات کا تھا جو مجھ سے بہتر تھی بے شک جمعہ واجب حتمی ہے مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہیں نکالوں اور تم کیچڑ اور پھسلن میں چل رہے ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے جن کی بنا پر جمعہ کی نماز اور نماز باجماعت ترک کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ بارش میں نکلنے سے کسی نقصان کا خوف ہو۔ بل صلوة فی بیو تکم اس پر کلام کر چکا ہوں کہ اس جملہ کو اذان کے درمیان کہے یا بعد الفراغ من الاذان۔ باب کی یہ روایت امام بخاریؒ باب الکلام فی الاذان میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

باب ۔ مِنْ اَيْنَ تُؤْتَی الْجُمُعَةُ وَعَلٰی مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَالَ عَطَآءٌ اِذَا كُنْتَ فِیْ قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ اَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَآءَ اَوْلَمْ تَسْمَعْهُ وَكَانَ اَنَسٌؓ فِیْ قَصْرِهٖ اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰی فَرْسَخَيْنِ۔

ترجمہ۔ کہاں سے جمعہ کو آیا جائے اور کس شخص پر جمعہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله اور عطاء فرماتے ہیں کہ جب تو کسی بڑے گاؤں میں ہو اور جمعہ کے دن کی نماز کی اذان ہو جائے تو تم پر واجب ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو خواہ اذان سنو یا نہ سنو اور حضرت انسؓ اپنے محل میں تھے کبھی جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی نہیں حاضر ہوتے تھے۔ اور وہ قصر زاویہ میں تھا جو چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

حدیث (۸۵۲) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الخ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ زوج النبی ﷺ

عَنْ عَائِشَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا . الحديث ....

فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے اپنے گھروں اور عوالی مدینہ سے باری باری جمعہ کے لئے آتے تھے۔ وہ گرد و غبار میں آتے تو غبار انہیں لگ جاتا اور پسینہ بھی۔ پس ان سے پسینہ نکلتا تو ان میں سے ایک انسان جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپؐ میرے پاس تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا کاش تم اس دن کے لئے پاک و صاف ہو جاتے تو کیا اچھا ہوتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یہ تو متفق علیہ مسئلہ ہے کہ شہر کے بسنے والے لوگوں پر جمعہ واجب ہے۔ ندا سنے یا نہ سنے مگر دیہاتیوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے ایک فرسخ یعنی تین میل کہا۔ بعض نے ایک میل۔ اور بعض نے تین فرسخ۔ اور بعض نے کہا من اواہ اللیل ۔ یعنی جمعہ پڑھ کر شام کو گھر واپس آسکیں۔ پھر ہمارے فقہاء کے یہاں بھی اختلاف ہے۔ مگر جمہور یہی کہتے ہیں کہ جمعہ ان لوگوں پر واجب ہے جن کو اذان جمعہ سننا ممکن ہے۔ وہ آبادی جو شہر سے باہر ہو بساتین اور مزارات ان کے درمیان حائل ہوں تو ان پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ چونکہ امر بالسعی سماع ندا پر مرتب ہے اس لئے اس کو علۃ قرار دیا گیا۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو دو فرسخ چھ میل کے ہوں گے۔ یجمع کے معنی بعض حضرات نے یصلی الجمعہ کے لئے ہیں۔ مگر پھر لا یجمع سے اس پر اشکال ہوگا کہ احیانا ان کا زاویہ میں جمعہ نہ پڑھنا یہ خلاف سنت ہوا۔ اور دوسرے ترجمۃ الباب کے بھی مخالف ہوگا۔ ورنہ مصنفؒ اسے جمعة فی القری کے اندر ذکر کرتے اس لئے یجمع بمعنے یاتی للجمعة کے ہوگا۔ کہ کبھی جمعہ کے لئے آتے اور کبھی نہیں آتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام ترمذیؒ نے باب باندھا ہے۔ من کم توتی الجمعة یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ ہر ہر گاؤں میں باتفاق العلماء جمعہ جائز نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک قسم کی مدنیت (شہر کا ہونا) شرط ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے اس پر تواتر معنوی نقل کیا ہے اور اس وجہ سے ہر ہر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ ۱ ھ سے لے کر ۸ ھ تک کسی گاؤں میں جمعہ نہیں ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس جگہ کے آس پاس کے لوگوں پر کہاں تک جمعہ فرض ہے۔ ایک روایت میں ہے الجمعه علی من سمع النداء لیکن اس کا مصداق اہل شہر نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شہر میں رہنے والا ہو اور کسی عارض کی وجہ سے وہ اذان نہ سن سکے تو اس پر جمعہ واجب ہی نہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نواحی مصر میں جہاں تک اذان کی آواز جا سکتی ہو ان پر جمعہ فرض ہے۔ خواہ وہ اذان سنیں یا نہ سنیں۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ الجمعة علی من سمع النداء یہ مسافر کے بارے میں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر شہر میں آجائے اور وہاں جمعہ ہوتا ہے تو اس پر حضور فی الجمعه فرض ہے۔

دوسری روایت میں الجمعه علی من آواه اللیل آتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنی دور کے لوگوں پر فرض ہے جو نماز جمعہ پڑھ کر اپنے گھر پہنچ جائیں۔اور ایک قول یہ ہے کہ جو تین فرسخ پر ہو اس پر واجب ہے۔اور یہ بھی حنفیہ کے یہاں ایک قول ہے۔اور حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ فنائے مصر والے مصر کے حکم میں ہیں۔امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا صرف سر دروایات پر اکتفا فرمالیا۔قال عطاء اذا کنت فیٔ قریه جامعة چونکہ اذا نودی للصلوة ا لآیة اسی طرح حدیث پاک الجمعه علی من سمع النداء یہ ابہام ہوتا تھا کہ جمعہ میں حاضر ہونا صرف اس پر ضروری ہے جو بالفعل اذان سنے اس لئے حضرت امام بخاریؒ عطاءؒ کا قول نقل کر کے اس شبہ کو دفع فرمادیا کہ جہاں جمعہ ہوتا ہو تو وہاں کے لوگوں پر حضور فی الجمعه واجب ہے۔خواہ اذان سنیں یا نہ سنیں۔اسی کے ساتھ ساتھ حضرت عطاءؒ کے مقولہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قریٰ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک قریٰ جامعہ دوسرے غیر جامعہ اور عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ عطاءؒ سے قریہ جامعہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ قریہ جامعہ کس کو کہتے ہیں توانہوں نے جواب دیا التی لها امیر وقاض جہاں حاکم اور قاضی ہو اور یہی حنفیہ کا ایک قول ہے۔مگر چونکہ اس کا مدار عرف پر ہے۔اس لئے تعریفیں بدلتی رہتی ہیں۔حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ یہ تھا کہ جہاں پولیس کی چوکی اور ڈاکخانہ ہو وہاں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔یہ فتویٰ اس زمانے کا ہے جبکہ بڑی بڑی جگھوں پر ڈاکخانے اور چوکیاں ہوتی تھیں اور اب تو یہ کہنا کہ ہر جگہ ڈاکخانہ اور چوکی ہوتی ہے حضرتؒ کے اس فتویٰ میں کوئی حد ودوغیرہ مروی نہیں۔ وکان انسؓ فی قصره احیانا۔حضرت انسؓ کا بصرہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک قصر تھا جہاں ان کی زمین تھی۔اور وہ کبھی کبھی جمعہ کیلئے بصرہ چلے جاتے تھے یہ وہی اثر ہے جس سے میں نے استدلال کیا تھا۔کہ رُزیق نے جمعہ میں حاضر ہونے کے متعلق سوال کیا تھا۔نہ کہ جمعہ پڑھنے کے متعلق اور زہریؒ نے جواب دیا کہ ضرور حاضر ہوا کرو کیونکہ تم وہاں کے حاکم ہو ۔اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته ینتابون الجمعة الخ اس سے معلوم ہوا کہ اہل عوالی پر جمعہ فرض نہیں۔ورنہ انتیاب کے کیا معنیٰ ؟ ہمیشہ آنا ضروری ہوتا۔یہ انتیاب تعلم کی غرض سے ہوتا تھا۔جیسے حضرت عمرؓ اور انصاری صحابی میں انتیاب ہوتا تھا۔اور یہ کہنا کہ ممکن ہے یہ لوگ اپنے گھر جمعہ پڑھ لیتے ہوں۔ صحیح نہیں اس لئے کہ جواثی کی روایت میں گذر چکا کہ مسجد نبویؐ کے علاوہ کسی جگہ سوائے جواثی کے جمعہ قائم نہیں کیا گیا۔

اب ایک مسئلہ سنو! اصل یہ ہے کہ جمعہ صرف پورے شہر یا قصبہ میں ایک جگہ ہونا چاہئیے۔مگر اعذار کی وجہ سے مختلف جگھوں میں جواز کا فتویٰ امام محمدؒ سے منقول ہے۔شامی نے بھی نقل کیا ہے۔اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر بغداد جیسا کوئی شہر ہو تو اس میں متعدد جگہ جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ اجتماع کیلئے ہوتا ہے تو ایک ہی جگہ ہونا چاہئیے۔نوافل گھر میں۔صلوٰۃ مفروضہ مساجد اجتماعات میں اور جمعہ جامع مسجد میں ہونا چاہئیے۔

باب وَقْتِ الْجُمُعَةِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَذَالِكَ يُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ۔

ترجمہ۔جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ کا وقت شروع ہے حضرت عمرؓ۔ علیؓ۔ نعمان بن بشیر۔اور عمرو بن حریث سے اسی طرح ذکر کیا جاتا ہے۔

حدیث (۸۵۳) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (الخ) قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ اَنْفُسِهِمْ وَكَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِیْ هَیْئَتِهِمْ فَقِیْلَ لَهُمْ لَوِاغْتَسَلْتُمْ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں لوگ محنت کش تھے جب وہ لوگ جمعہ کیلئے روانہ ہوتے تو اسی محنت مزدوری کی شکل میں جاتے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا

حدیث (۸۵٤) حَدَّثَنَا سُرَیْجُ بْنُ نُعْمَانَ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یُصَلِّی الْجُمُعَةَ حِیْنَ تَمِیْلُ الشَّمْسُ .. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ جب سورج ڈھل جاتا تھا تب جمعہ کی نماز کی پڑھتے تھے۔

حدیث (۸۵۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ کُنَّا نُبَکِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِیْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ .. الحدیث ..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بعض اہل ظواہر اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ وقت جمعہ زوال سے پہلے ہے۔ اور مشہور روایت یہ ہے کہ وقت جمعہ زوال کے بعد ہے۔ اگر زوال سے پہلے پڑھ لے تو جمعہ جائز ہو جائے گا۔ اسی بنا پر ہمارے ملک کے غیر مقلد دہلی میں دس بجے جمعہ پڑھ کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ زکوۃ ادا کرنے میں بھی حیلے کرتے ہیں۔ کہ زیورات گیارہ مہینے عورت کو ہبہ کر دیتے ہیں۔ پھر وہ مرد کو ہبہ کر دیتی ہے نہ سال پورا ہوا نہ زکوۃ واجب ہوئی۔ تو ان کے ہاں احکام شرعیہ حیلہ کی نذر ہو گئے۔ اور اعتراض حنفیہ پر کرتے ہیں۔ تیسری روایت میں کنا نبکر بالجمعة میں تبکیر بمعنے تعجیل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ باکورہ میں یعنی صبح صبح ہی پڑھ لیتے تھے۔ اور قیلولہ کو مؤخر کر دیتے تھے۔

تشریح شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت تم کو معلوم ہی ہے کہ جہاں کوئی قوی اختلاف ہو وہاں حکم نہیں لگاتے اور جہاں اختلاف ہو مگر دلیل قوی ہو تو بنائے الحکم کر دیتے ہیں۔ جیسے باب وجوب الجماعة میں کیا ہے۔ یہاں پر حنابلہؒ کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے ان پر رد فرمادیا۔ حنابلہؒ کا استدلال وماکنا نقیل ولانتغدی الابعد الجمعه یعنی ہم قیلولہ اور صبح کا کھانا جمعہ کے بعد کھاتے تھے۔ غدا صبح کے کھانے کو اور قیلولہ نوم وقت الزوال کو کہتے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ جمعہ پہلے ہی پڑھ لیتے تھے۔ ورنہ غدا اور قیلولہ جمعہ کے بعد کیسے ہوتا۔ جمہور جو زوال کے بعد جمعہ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تم نماز کو کیوں آگے بڑھا دیتے ہو۔ قیلولہ اور غدا کو اپنے وقت سے کیوں نہیں بڑھا دیتے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم بعد الزوال جمعہ سے

فارغ ہو کر کھانا کھاتے تھے۔ اور پھر قیلولہ کرتے تھے۔ اس پر ان لوگوں نے اشکال کر دیا کہ تغدی اور تقیل صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ غدا لغت میں صبح کے کھانے کو اور قیلولہ وقت الزوال کی نیند کو کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک شئی کو دوسری شئی کی جگہ لیا جاتا ہے تو اس شئی ثانی پر اوّل کے نام کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ سحری کھا رہے تھے ایک صحابی گذرے حضور اکرم ﷺ نے فرمایاھلم الی الغداء المبارك تو طعام وقت السحر پر حضور اکرم ﷺ نے غدا کا اطلاق فرمادیا۔ کیونکہ سحری کو غدا کی جگہ کھایا جاتا ہے ایسے ہی یہاں پر بھی غداء اور قیلولہ کا اطلاق اسلئے کیا گیا کہ وہ کھانا اور سونا غدا اور قیلولہ کی جگہ ہوتا ہے۔ وکانوا اذاراحوا الی الجمعة امام بخاریؒ کا استدلال رواح کے لفظ سے ہے۔ اسلئے رواح سیر بعد الزوال کو کہتے ہیں۔ کنا نبکر بالجمعة اگر تبکیر سے مراد سویرے پڑھنا ہو تو یہ حنابلہ کی تائید ہوگی۔ اگر سویرے جانے کے معنی میں ہو تو پھر جمہور کی تائید ہوگی۔

بَاب اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن جب گرمی سخت ہو جائے تو کیا حکم ہے

حدیث (۸۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ بَرَّدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِی الْجُمُعَةَ وَقَالَ يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ وَقَالَ بِالصَّلٰوةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ صَلّٰى بِنَا اَمِيْرُ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَالَ لِاَنَسٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُصَلِّی الظُّهْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو خلدہ خالد بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ جب ٹھنڈک سخت ہو جائے تو نماز کو جلدی پڑھو اور جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو یعنی جمعہ کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو یعنی جمعہ کی نماز کو۔ اور یونس کی سند میں یہ ہے کہ صلوٰۃ کا ذکر ہے جمعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور بشر بن ثابت کی سند میں ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جمعہ کے امیر نے نماز پڑھائی پھر حضرت انسؓ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ ظہر کی نماز کیسے پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس پر تو اتفاق ہے کہ اشتداد حر کے وقت ابراد فی الظهر اولیٰ ہے۔ لقوله عليه وسلم اذا اشتد الحر فابردوا بالظهر۔ جب گرمی سخت ہو جائے تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ میں ابراد ہے یا نہیں اس لئے انہوں نے ابراد کی روایات ذکر فرمائی ہیں۔ اور یہی ہمارے یہاں راجح قول ہے جس کی طرف امام بخاریؒ کا میلان ہے کہ جمعہ میں بھی ابراد ہے۔ اس لئے میں نے بارہا یہ کہا ہے کہ جو شخص مذاہب علماء سے خوب واقف ہوگا پھر وہ بخاریؒ کے تراجم دیکھے تو اس کو احناف کی موافقت امام بخاریؒ سے زیادہ ملے گی۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ ابراد نہ کرنا چاہئے۔ علامہ عینیؒ نے ہمارا مسلک جمہور کے موافق نقل کیا ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہاں سے نقل کر دیا۔ ہمارے یہاں تو راجح یہ ہے کہ ابراد ہونا چاہئے یعنی الجمعة قیل هو مدرج الراوی

اور بعض نے کہا کہ روایات میں یہ لفظ نہیں ہے۔ راوی نے درج کر دیا ہے۔

بابُ الْمَشْیِ اِلَی الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کی نماز کے لئے پیدل جانا

وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ قَالَ السَّعْیُ الْعَمَلُ وَالذَّھَابُ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ یَحْرُمُ الْبَیْعُ حِیْنَئِذٍ وَّقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ کُلُّھَا وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَھُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَیْہِ اَنْ یَّشْھَدَ ....

ترجمہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاسعوا الی ذکر اللہ اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں۔ سعی کا معنی عمل اور جانا ہے۔ سعی لھا سعیھا میں عمل کے معنی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس اذان کے وقت بیع حرام ہو جائے گی۔ اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ بیع کی کوئی خصوصیت۔ نہیں سب کام حرام ہو جائیں گے اور امام زہریؒ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن جب مؤذن اذان کہے تو مسافر کیلئے جمعہ میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

حدیث (۸۵۷) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ (الخ) حَدَّثَنَا عَبَایَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ اَدْرَکَنِیْ اَبُوْ عَبْسٍ وَّاَنَا اَذْھَبُ اِلَی الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبایۃ بن رفاعہؒ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے لئے جارہا تھا کہ مجھے پیچھے سے حضرت ابو عبسؓ آکر ملے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس شخص کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم پر حرام کر دیں گے۔

حدیث (۸۵۸) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَؓ بسند آخر قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْھَا تَسْعَوْنَ وَاْتُوْھَا تَمْشُوْنَ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةُ فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو دوڑتے ہوئے نماز کو نہ آؤ بلکہ آرام سے چل کر آؤ اور سکون اور وقار تم پر لازم ہے پس نماز کا جو کچھ حصہ مل جائے اسے پڑھو۔ اور جو چوک جائے اس کو پورا کرو۔

حدیث (۸۵۹) حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ (الخ) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْمُوْا

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک

حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةَ .... مجھے دیکھ نہ لو کھڑے مت ہوا کرو تم پر سکون اور اطمینا لازم ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ سعی کے معنی عمل کے ہیں دوڑنے کے معنی مراد نہیں۔یحرم البیع، وہ بیع جومانع عن الجمعہ ہو وہ حرام ہے۔البتہ احناف اس بیع کو جائز کہتے ہیں جو نماز جمعہ کے لئے مانع نہ ہو مثلاً کشتی جامع مسجد کی طرف جارہی ہو اس میں بیٹھے بیٹھے بیع کرنا جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے مشی بالاقدام الی الجمعہ کی فضیلت بیان کرنا ہے۔اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے دو چیزیں ثابت فرمائی ہیں۔ایک تو مشی بالاقدام کی فضیلت اور دوسرے سعی کے معنی کی تعیین۔اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے فاسعوا الی ذکر اللہ اور حدیث پاک میں ہے لا تاتوھا وانتم تسعون تو یہاں دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ قرآن پاک سے امر بالسعی معلوم ہوتا ہے اور حدیث سے نہی معلوم ہوتی ہے۔اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں میں جمع فرمادیا کہ فاسعوا الی ذکر اللہ لفظ سعی دوڑنے کے معنی میں نہیں ہے۔تاکہ حدیث میں لا تاتوھا وانتم تسعون سے تعارض ہو جائے۔بلکہ اس کے معنی مشی الی الصلوۃ کے ہیں۔ ولا یخالف النھی عن السعی فی الصلوۃ. واللہ اعلم ....

یحرم البیع حینئذ اس کا تعلق وذروا البیع سے ہے۔اس میں امام بخاریؒ نے دو قول نقل کئے ہیں۔ایک ابن عباسؓ سے کہ یہ حکم صرف بیع کے ساتھ خاص ہے۔اور دوسرا عطاءؒ سے کہ اس میں بیع کی کوئی خصوصیت نہیں۔بلکہ سارے اعمال اسی حکم میں ہیں یہی امام ابو حنیفہؒ اور جمہور کا مسلک ہے۔ اذا اذن المؤذن حنابلہ کے یہاں اذان ثانی مراد ہے۔یہی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے اور حنفیہ کے یہاں اذان اوّل مراد ہے۔ادرکنی ابو عبس بخاری کی روایت میں تو یہ ہے کہ یہ قصہ عبایہ اور ابو عبس کے درمیان پیش آیا اور نسائی میں یہ ہے کہ عبایہ اور ان کے شاگرد یزید بن ابی مریم کے درمیان پیش آیا۔اب تعارض کی صورت میں بخاری کی روایت کو بخاری میں ہونے کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔اور حافظؒ نے جمع کیا کہ ممکن ہے دونوں کو پیش آیا ہو۔

باب لَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ۔

ترجمہ۔جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان جدائی اور تفریق نہ کرے۔

حدیث(۸۶۰)حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ

ترجمہ۔حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور جہاں تک ہو سکا صفائی ستھرائی کی پھر تیل لگایا اپنی خوشبو

ثُمَّ ادَّهَنَ اَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلَّى مَاكُتِبَ لَهُ ثُمَّ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ اَنْصَتَ غُفِرَلَهُ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى ..الحدیث.

استعمال کی پھر جمعہ کے لئے چل پڑا اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق اور جدائی بھی نہیں ڈالی جو کچھ مقدر تھا وہ نماز پڑھی جب امام خطبہ کے لئے نکلا تو یہ چپکے بیٹھا رہا۔ تو اس کے اور دوسرے جمعہ کے درمیان جس قدر گناہ ہیں سب بخش دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ تفریق بین اثنین کے معنی یہ ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان آکر بیٹھ جانا۔ دوسرے معنی ہیں دو آدمیوں کے درمیان فساد ڈال دینا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کا مشہور مطلب یہ ہے کہ جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان نہ بیٹھے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نہی عن التخطی علی رقاب الناس ہے کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے۔ اس لئے کہ یہ تفریق بین رؤوس الناس ہے لیکن مشہور پہلے معنی ہیں۔ شیخ کے معنی کا بھی احتمال ہے۔

باب لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ اَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن اپنے بھائی کو کھڑا نہ کرے کہ پھر اس کی جگہ پر خود بیٹھ جائے۔

حدیث (۸۶۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ (الخ) سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ اَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ اَلْجُمُعَةَ قَالَ الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا . الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو اس کے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھائے اور پھر خود وہاں بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا کیا جمعہ کے متعلق ہے فرمایا جمعہ اور غیر جمعہ دونوں برابر ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بھی مثل سابق آداب میں سے ہے۔ زبان سے کہہ کر نہ اٹھائے۔ اور میرے نزدیک اپنی وجاہت ظاہری سے بھی نہ اٹھائے۔

باب الاَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن اذان کہنا

حدیث (۸۶۲) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنِ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيدَؓ

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن

قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِيْنَةِ......

پہلی پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر آ کر بیٹھتا تھا حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسا رہا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ایسا رہا۔ جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا اور لوگ بھی بہت ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے ایک تیسری اذان بڑھا دی جو زوراً کے مقام پر کہی جاتی تھی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ زوراً مدینہ منورہ کے اندر بازار میں ایک جگہ کا نام ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ہمیشہ زیادتی انتہا میں نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے اذان ثالث کی زیادتی خطبہ کی اذان سے پہلے کی گئی۔ اس کو غیر مقلد بدعت عثمانی کہتے ہیں۔ جیسے بیس تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اصل اذان حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں خطبہ کے وقت ہوتی تھی۔ اور بعد میں حضرت عثمانؓ نے کثرت اشتغال الناس کی وجہ سے دوسری اذان بمحضر من الصحابہ جاری فرمائی۔ اس کو اس باب سے ثابت فرمادیا اور اس اذان کو اذان اوّل اور اذان ثالث دونوں کہا جاتا ہے۔ اذان اوّل تو اس لئے کہ اوّلاً ہوتی ہے اور ثالث اس لئے کہ اس کو اذانین کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بڑھایا گیا۔ علی الزوراً مسجد نبوی کے ساتھ ایک اونچی جگہ تھی۔

بَاب الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ترجمہ۔ جمعہ کے دن کیلئے ایک ہی مؤذن چاہئے

حدیث (۸۶۳) حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّ الَّذِيْ زَادَ التَّأْذِيْنَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ ﷺ مُؤَذِّنٌ غَيْرُ وَاحِدٍ وَكَانَ التَّأْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَعْنِيْ عَلَى الْمِنْبَرِ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ بے شک وہ شخص جس نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا اضافہ کیا وہ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ جبکہ اہل مدینہ کثیر ہو گئے اور جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے ایک کے سوا اور کوئی مؤذن نہیں تھا۔ اور اذان جمعہ کے دن اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر آ کر بیٹھتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مؤذن غیر واحد پر اشکال ہوتا ہے کہ آپ کے مؤذن تو حضرت بلالؓ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ جیسے حضرات تھے۔ پھر ایک کا اثبات کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کی اذان مستقل طور پر ایک آدمی دینے والا ہوتا تھا اور کئی مؤذنوں کا اذان دینا اصل نے کہا بنو امیہ نے ایجاد کیا تھا۔ مگر بخاری میں آتا ہے کہ خلیفہ راشد نے مقرر فرمایا تھا۔ جبکہ اس کی ضرورت محسوس کی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علما کی رائے یہ ہے کہ احادیث میں یہ آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان زائد فرمائی۔ اس سے بعض مغاربہ نے یہ سمجھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں دو اذانیں ہوا کرتی تھیں اور پھر حضرت عثمانؓ نے تیسری کا اضافہ فرمایا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے ان پر رد فرمادیا کہ مغاربہ کا یہ خیال غلط ہے کہ تین اذانیں ہوا کرتی تھیں۔ بلکہ وہی دو اذانیں ہوتی تھیں جواب بھی ہوتی ہیں۔ تیسری تو تکبیر ہے جس پر مجازاً اذان کا اطلاق کر دیا گیا۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے اذان جوق پر ردّ فرمایا ہے۔

باب يُجِيبُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ۔

ترجمہ۔ جب امام اذان سنے تو منبر پر ہی اس کا جواب دیتا رہے۔

حدیث (٨٦٤) حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ (الخ) قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّأْذِينَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى هٰذَا الْمَجْلِسِ حِينَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُولُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَّقَالَتِي. الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے سنا جبکہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور مؤذن اذان کہہ رہا تھا۔ جب اس نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حضرت معاویہؓ نے بھی کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب اس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں اور جب اس نے کہا اشہد ان محمد رسول اللہ تو آپ نے فرمایا میں بھی گواہی دیتا ہوں جب مؤذن اذان ختم کر چکا تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا اے لوگو! میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا اسی مجلس میں جبکہ مؤذن نے اذان کہی تو جس طرح تم نے میرا مقولہ سنا میں نے بھی ایسا ہی سنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو نہ کوئی نماز ہے اور نہ کوئی کلام۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ خروج الامام مانع صلوٰۃ ہے۔ اور کلام الامام مانع کلام ہے اور یہی تقریباً بقیہ ائمہ کا مذہب ہے۔ لہذا ان حضرات کے قول پر اذان خطبہ کا جواب امام اور مقتدی دونو کو دینا چاہیئے۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک چونکہ خروج الامام مانع کلام ہے اس لئے جواب نہ دینا چاہیئے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ یجیب الامام کا باندھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو جواب دینا چاہیئے مقتدی کو نہیں۔ ہمارے یہاں مفتی بہ قول امام صاحبؒ کا ہے اس لئے فقہاءؒ فرماتے ہیں کہ دل سے جواب دے۔

مگر حضرت گنگوہیؒ نے لامع میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام کو کلام کرنے کا حق ہے۔ اور دوسروں کو نہیں۔ یہاں بھی کہا ہے اور تحیة المسجد کے مسئلہ میں سلیك غطفانی کے قصہ میں بھی۔ مگر مجھے اپنی کتابوں میں کہیں نہیں ملا۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ چونکہ حضرت گنگوہیؒ فقہ کے اندر امام ہیں حتی کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فقہ میں حضرت گنگوہیؒ کا مرتبہ شامی سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے ان کا قول حجت ہے۔ اسی کو دیکھ کر میں نے کہا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک امام جواب دے سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے قول کی طرف مائل ہوں اور امام کی قید روایت کے پیش نظر لگادی ہو۔ مگر قید لگانا کھٹکتا ہے۔ وانا یہیں آیا ہے۔ جو اب اذان کے بارے میں صرف انا نہیں آیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے واناأشهد اور اس صورت میں قولوا مثل مایقول المؤذن کے موافق ہو جائے گا۔ ابن حبانؒ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف انا پر جواب میں اقتصاد کرنا جائز ہے۔ مگر یہ جمہور کا مذہب نہیں ہے۔ لیکن ابن حبانؒ ائمہ معتبرین میں سے ہیں۔ اور ان کی صحیح معتبر ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ معتبر ہے اس لئے ممکن ہے ان کا مذہب ہو۔

بَاب الْجُلُوْسُ عَلَى الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّأْذِيْنِ

ترجمہ۔ اذان کہنے کے وقت امام کا منبر پر بیٹھنا۔

حدیث (۸۶۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ) أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ التَّأْذِيْنَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَرَ بِهِ عُثْمَانُ حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ التَّأْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ الحديث

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ خبر دیتے ہیں کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا حضرت عثمانؓ نے اس وقت حکم دیا تھا جبکہ مسجد والے بہت ہو گئے۔ اور جمعہ کے دن اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے بعض کو فیہ پر رد کرنا ہے کیونکہ ان کا مذہب ہے کہ امام منبر پر جا کر کھڑا رہے اور جب اذان خطبہ ہو جائے تو پھر فوراً خطبہ شروع کرے۔ اگر امام بخاریؒ کی غرض اس سے احناف ہیں تو یہ نقل غلط ہے۔ بلکہ ہمارے یہاں تو جلوس مستحب ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ جلوس لاستماع الاذان ہے یا للاستراحت ہے۔ دونو قول ہمارے یہاں بھی ہیں۔ جو للاستراحت کہتے ہیں۔ ان کے یہاں جمعہ وعیدین میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں میں بیٹھے۔ اور جو لوگ لاستماع اذان کہتے ہیں کہ ان کے یہاں جمعہ میں بیٹھے عیدین میں نہ بیٹھے۔ یہی میرے اکابر کا بھی عمل رہا ہے۔

بَاب التَّأْذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ خطبہ کے وقت اذان کہنا

حدیث (۸۶۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ (الخ) قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَكَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَآءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن اذان پہلے پہلے اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایسا ہی رہا۔ جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا دور آیا اور لوگ بہت ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم دیا۔ پس وہ اذان زوراء مقام پر کہی جاتی تھی پھر عمل اسی پر قائم رہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ صفحہ ۸۷ پر ایک باب گذرا ہے باب کم بین الاذان والاقامۃ وہاں میں نے بیان کیا تھا کہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اذان اور اقامۃ میں وقفہ کیا کرو کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے اور حاجت والا اپنی حاجت پوری کر لے۔ اور وہاں میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاریؒ نے اس کی تائید فرمائی ہے۔ یہاں میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ اذان عندالخطبہ کو اس سے مستثنیٰ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اذان خطبہ اور خطبہ میں فصل نہیں کرنا چاہیے

باب الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ اَنَسٌ خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ

ترجمہ۔ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا

حدیث (۸۶۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ (الخ) قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ رِجَالًا اَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدِنِ السَّاعِدِيَّ وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُهٗ فَسَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ اَوَّلَ يَوْمٍ وُّضِعَ وَاَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى فُلَانَةَ امْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ فَنَسِيْتُهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو حازم بن دینارؒ نے حدیث بیان کی کہ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کے پاس آئے جن کو منبر رسولؐ کے بارے میں شک تھا کہ وہ کس لکڑی کا بنا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے حضرت سہلؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے خوب پہچان ہے کہ وہ کس سے بنا تھا۔ اور میں نے اس کو پہلے دن بھی دیکھا جبکہ اسے رکھا گیا اور جس پہلے دن جناب رسول اللہ ﷺ اس کے اوپر بیٹھے واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے انصار کی ایک عورت کی طرف

مُرِیْ غُلَامَكَ النَّجَّارَ اَنْ يَّعْمَلَ لِیْ اَعْوَادًا اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ اِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَاَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَاَرْسَلَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هٰهُنَا ثُمَّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰی عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰی فَسَجَدَ فِیْ اَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَاْتَمُّوْا بِیْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلٰوتِیْ. الحدیث

پیغام بھیجا جس کا نام حضرت سہلؓ نے لیا تھا مجھے بھول گیا۔ حکم دیا کہ اپنے بڑھئی غلام کو حکم دو کہ وہ میرے لئے لکڑیوں کا ایک منبر بنادے تاکہ جب میں لوگوں سے کلام کروں تو اس پر بیٹھ کر کروں۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا وہ غابۃ جنگل کے جھاڑ کے درخت سے بنا کر لے آیا۔ اس کی مالکہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ تو آپؐ نے حکم دیا کہ اس منبر کو اس جگہ رکھ دیا جائے۔ چنانچہ وہ اس جگہ رکھ دیا گیا۔ پھر میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے اس پر نماز پڑھنی شروع کی۔ تکبیر بھی اسی پر کہی اور رکوع بھی اسی پر کیا۔ پھر الٹے پاؤں نیچے اتر آئے اور منبر کی جڑ میں زمین پر سجدہ کیا۔ پھر واپس منبر پر آگئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں پر متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے لوگو یہ سب کچھ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز کو سیکھ لو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ منبر پر خطبہ دینا اولیٰ اور مستحب ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ خطبہ علی المنبر امیر المؤمنین کا حق ہے۔ اسلئے امام بخاریؒ نے اس پر ردّ فرمادیا۔ لیکن اگر ایسا ہے تو روایت سے ردّ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ روایت میں منبر پر خطبہ دینے والے رسول اللہ ﷺ ہیں جو سب کے آقا اور امیر ہیں۔ ہاں عموم لفظ ترجمہ سے استدلال ہو جائیگا۔ اور منبر بنانے والے کے متعلق ہم کہہ چکے ہیں کہ اس کی وضع ۷ھ اور ۸ھ کے دو قول ہیں۔ اور بنانے والے کا نام میمون ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاریؒ جواز بتانا چاہتے ہوں تخطی رقاب سے اسی لئے تو منع کیا گیا ہے کہ اس میں ایذاء مسلم اور اس کی تحقیر ہے اور منبر پر چڑھنے میں بظاہر حاضرین کی تحقیر ہے۔ اس لئے اس کا جواز ثابت فرمادیا کہ یہ تو حدیث سے ثابت ہے اور تعلیم کے باب میں داخل ہے اور تعلیم کی سہولت کی وجہ سے ارتفاع میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ایک غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابواب الاستسقاء میں آرہا ہے کہ وہاں منبر نہ ہونا چاہیے۔ تو یہاں بتادیا کہ جمعہ کا یہ حکم نہیں ہے۔

غلامك النجار اور ایک روایت میں ہے کہ خود عورت نے درخواست کی تو جمع بین الروایتین کی یہ صورت ہو گی کہ اولاً عورت نے درخواست پیش کی جب دیر ہو گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے تقاضا کے لئے فرمایا قد سماها سهل نسبت تلمیذ سے ہوا۔ اس عورت کا نام عائشہ انصاریہ ہے اور بعض نے مینا نقل کیا ہے۔

حدیث (۸۶۸) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ (الخ) اَنَّهٗ

ترجمہ۔ ابن انسؓ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت فرماتے تھے

سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ کَانَ جِذْعٌ یَقُوْمُ عَلَیْہِ النَّبِیُّ ﷺ فَلَمَّا وُضِعَ لَہُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَاءِ حَتّٰی نَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَیْہِ الخ .....

کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس کا سہارا لے کر جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر وعظ فرماتے تھے۔ جب آپؐ کے لئے منبر رکھا گیا تو ہم نے کھجور کے تنا کی ایسی آوازیں سنیں جیسے گابھن اونٹنی قریب الولادت آوازیں کرتی ہے۔ جناب حضور اکرم ﷺ بالآخر منبر سے اترے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا جس سے اسے سکون حاصل ہوا۔

حدیث (۸۶۹) حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَخْطُبُ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ جَآءَ اِلَی الْجُمُعَۃِ فَلْیَغْتَسِلْ۔ الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا جبکہ آپؐ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ جو شخص جمعہ کے لئے آئے وہ ضرور غسل کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ العشار اس سے دس ماہ کی وہ گابھن اونٹنی مراد ہے جو درد زہ کی وجہ سے چیختی ہو۔

باب الْخُطْبَۃِ قَآئِمًا وَقَالَ اَنَسٌؓ بَیْنَا النَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ قَآئِمًا۔

ترجمہ۔ کھڑے ہو کر خطبہ دینا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

حدیث (۸۷۰) حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ قَآئِمًا ثُمَّ یَقْعُدُ ثُمَّ یَقُوْمُ کَمَا تَفْعَلُوْنَ الْاٰنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو جاتے جیسا کہ اب تم لوگ کرتے ہو۔

باب اسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْاِمَامَ اِذَا خَطَبَ وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَؓ وَاَنَسٌؓ الْاِمَامَ۔

ترجمہ۔ جب امام خطبہ دے تو لوگوں کو امام کے سامنے بیٹھ کر متوجہ ہونا چاہئیے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت انسؓ امام کے سامنے بیٹھ کر متوجہ ہوتے تھے

حدیث (۸۷۱) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فُضَالَۃَ (الخ) اَنَّہٗ سَمِعَ

ترجمہ۔ حضرت عطاء بن یسارؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے سنا

اَبَاسَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ ..الحديث...

کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خطبہ قائما عند الاحناف سنت ہے۔اور امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہے۔ور امام شافعیؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک قیام شرط ہے۔لہٰذا اگر جالسا خطبہ دیا تو نماز جمعہ نہ ہوگی۔دوسرے باب کے متعلق فرمایا کہ میں ان تین جگہ کلام کروں گا۔ایک یہاں دوسرے عیدین اور تیسرے استسقاء میں امام بخاریؒ نے تینوں مقامات پر یہی باب باندھا ہے۔بس الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا۔جس کے متعلق شراح نے کوئی کلام نہیں کیا۔یہاں شراح یہ فرماتے ہیں کہ استقبال الناس الامام ایک امر مستحب ہے۔لہٰذا استحباب کو بیان کر رہے ہیں اور میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ مالکیہؒ کے یہاں خطبہ میں امام کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا واجب ہے۔اور امام اعظمؒ سے بھی منقول ہے کہ وہ خطبہ کے وقت امام کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔متاخرین احنافؒ نے جمہور کے موافق خطبہ کے وقت استقبال امام قبلہ کی اصطفاف (صف بندی) کے لئے اجازت دی ہے۔امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ہماری مسجد میں تو صف بندی کے ساتھ ساتھ ہی استقبال بھی ہو جاتا ہے۔اس لئے میرے نزدیک اس مسئلہ کا تعلق مسجد مدینہ سے ہے۔کیونکہ وہاں محراب و منبر دونوں فاصلہ پر ہیں۔درمیان میں چند صفیں ہیں۔تو وہاں استقبال امام کی ضرورت ہے۔اگرچہ امام اس کے پیچھے ہے کیونکہ اعراض کرنا بظاہر امام سے تعاون ہے۔میرے حضرت جب مدینہ میں تھے تو اس پر عمل کرتے تھے۔

باب مَنْ قَالَ فِى الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ اَمَّا بَعْدُ رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ---

ترجمہ۔باب اس شخص کے بارے میں جو حمد و ثنا کے بعد اما بعد کہے حضرت عکرمہؓ نے ابن عباسؓ سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے ایسا ہی روایت کیا ہے

حدیث (۸۷۲) قَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ (الخ) عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍؓ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَؓ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ قُلْتُ مَاشَانُ النَّاسِ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اِلَى السَّمَآءِ فَقُلْتُ اٰيَةٌ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اَىْ نَعَمْ قَالَتْ فَاَطَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جِدًّا حَتّٰى تَجَلَّانِىَ الْغَشْىُ وَاِلٰى جَنْبِىْ قِرْبَةٌ فِيْهَا مَآءٌ فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ

ترجمہ۔حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ پر داخل ہوئی جب کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا لوگوں کا یہ کیا حال ہے تو حضرت عائشہؓ نے اپنے سر کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا میں نے کہا اللہ کی قدرت کی نشانی ہے انہوں نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اتنی بڑی طوالت کی کہ مجھ پر گرمی کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوگئی۔میرے پہلو میں ایک مشکیزہ تھا

أُصُبُّ مِنْهَا عَلٰی رَأْسِی فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْكَفَأْتُ اِلَيْهِنَّ لِاُسَكِّتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَؓ مَا قَالَ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَیْءٍ لَّمْ اَكُنْ اُرِيْتُهٗ اِلَّا وَقَدْ رَاَيْتُهٗ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا حَتّٰی الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاِنَّهٗ قَدْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ يُؤْتٰی اَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوْ قَالَ الْمُوْقِنُ شَكَّ هِشَامٌ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ مُحَمَّدٌ جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰی فَاٰمَنَّا وَاَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا فَيُقَالُ لَهٗ نَمْ صَالِحًا قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا بِهٖ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ شَكَّ هِشَامٌ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُ قَالَ هِشَامٌ فَلَقَدْ قَالَتْ لِیْ فَاطِمَةُ فَاَوْعَيْتُهٗ غَيْرَ اَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلَّظُ عَلَيْهِ ... الحديث...

جس میں پانی تھا اس کو میں نے کھولا اور اس سے اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نماز سے اس وقت پھرے جب سورج کھل چکا تھا آپؐ نے لوگوں خطبہ دیا اللہ کی حمد بیان کی ان الفاظ کے ساتھ جن کا وہ اہل ہے پھر فرمایا امابعد حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ انصار کی کچھ عورتوں نے شور کرنا شروع کیا میں تو ان کی طرف جھکی کہ ان کو چپ کراتی تھی میں آپ کا کلام نہ سن سکی تو حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے کیا فرمایا۔ انہوں نے کہا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو میں نے نہ دیکھا ہو مگر وہ میں نے اس مقام پر دیکھ لی حتی کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ اور میری طرف یہ وحی کی گئی کہ تمہارا قبروں میں ایسا امتحان لیا جائے گا مثل مسیح دجال کے فتنہ کے یا اس کے قریب قریب۔ چنانچہ تم میں سے ایک کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس ذات کے متعلق تمہارا کیا علم ہے۔ لیکن مومن یا موقن ھشام کو شک ہے تو وہ کہے گا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں وہ محمد ﷺ ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لائے ہم ان پر ایمان لے آئے ان کی دعوت قبول کی ان کی پیروی کی اور ہم نے آپؐ کی تصدیق کی۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ ٹھیک ٹھاک سو جاؤ ہم جانتے تھے کہ تو مومن تھا۔ لیکن منافق یا شک کرنے والا ھشام کو شک ہوا اس سے کہا جائے گا کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا تھا۔ وہ کہے گا میں نہیں جانتا لوگوں سے ایک بات سنتا تھا تو میں بھی ویسے کہہ دیتا تھا ہشام کہتے ہیں کہ مجھے حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ میں نے اس کو خوب محفوظ کر لیا۔ ماسوائے اس کے جو سختی اس کافر پر کی جائے گی اس کو انہوں نے تو ذکر کیا مجھے یاد نہ رہا۔

حدیث (۸۷۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ (الخ) حَدَّثَنَا

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن تغلبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ

عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِیَ بِمَالٍ اَوْ بِشَیْءٍ فَقَسَمَهٗ فَاَعْطٰی رِجَالًا وَّتَرَکَ رِجَالًا فَبَلَغَهٗ اَنَّ الَّذِیْنَ تَرَکَ عَتَبُوْا فَحَمِدَاللّٰهَ ثُمَّ اَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّابَعْدُ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ اُعْطِی الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِیْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الَّذِیْ اُعْطِیْ وَلٰکِنْ اُعْطِیْ اَقْوَامًا لِمَااَرٰی فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِّنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَاَکِلُ اَقْوَامًااِلٰی مَاجَعَلَ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنٰی وَالْخَیْرِ فِیْهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَوَاللّٰهِ مَااُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِکَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ.. الحدیث

کے پاس کچھ مال یا سامان آیا آپؐ نے اس کو تقسیم فرمایا کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو چھوڑ دیا۔ پس حضور انور ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ جن کو آپؐ نے چھوڑ دیا وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپؐ نے اللہ کی حمد اور ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا اما بعد پس اللہ کی قسم میں کسی آدمی کو دیتا ہوں اور کسی کو چھوڑ دیتا ہوں حالانکہ جس کو میں نے چھوڑ دیا وہ میرے نزدیک اس شخص سے زیادہ پسندیدہ تھا بنسبت اس کے جس کو میں نے دیا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں کچھ لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے صبری دیکھتا ہوں اور کچھ لوگوں کو میں ان چیزوں کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنا اور بھلائی رکھ دی ہے ان میں عمرو بن تغلبؓ بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم حضور اکرم ﷺ کے اس کلمہ کے بدلے جو میرے بارے میں فرمایا مجھے سرخ چوپائے یا سرخ اونٹ پسند نہیں ہیں۔ (سرخ اونٹ عمدہ مال تھا)۔

حدیث (۸۷۴) حَدَّثَنَایَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ الخ اَنَّ عَائِشَةَؓ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ لَیْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّیْلِ فَصَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْافَاجْتَمَعَ اَکْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْافَکَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّیْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهٖ فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ حَتّٰی خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَلَمَّاقَضَی الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّابَعْدُ فَاِنَّهٗ لَمْ یَخْفَ عَلَیَّ مَکَانُکُمْ لٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک رات آدھی رات کے وقت گھر سے نکلے تو مسجد میں آکر نماز پڑھی کچھ آدمیوں نے آپؐ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے تو دوسری رات ان سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا تو تیسری رات مسجد والے بہت ہو گئے چنانچہ حضور تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی پھر جب چوتھی رات ہوئی تو لوگ اس قدر بڑھ گئے کہ مسجد میں گنجائش نہ رہی مگر حضور انور ﷺ تشریف نہ لائے حتی کہ صبح کی نماز میں تشریف آوری ہوئی۔ نماز فجر سے فراغت کے بعد آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا تَابَعَهُ يُوْنُسُ ..الحديث..

کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا امابعد بیشک تمہارا اجتماع مجھ پر مخفی نہیں رہا۔ لیکن میں اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ تو پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ گے۔

حديث (۸۷۵) حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ (الخ) عَنْ اَبِىْ حُمَيْدِ نِ السَّاعِدِيِّ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَتَشَهَّدَ وَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ الخ ...

ترجمہ۔ حضرت ساعدیؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک شام نماز کے بعد کھڑے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اللہ کی حمد وثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا امابعد ابو معاویہ نے متابعت کی الخ۔

حديث (۸۷۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ الْيَمَانِ (الخ) عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَمِعْتُهُ حِيْنَ تَشَهَّدَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ .. الحديث....

ترجمہ۔ حضرت مسعود بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے جب آپؐ نے کلمہ تشہد پڑھا تو میں نے آپؐ سے سنا فرماتے تھے اما بعد زبیدی نے اس کی متابعت کی۔

حديث (۸۷۷) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبَانَ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِنْبَرَ وَكَانَ اٰخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلٰى مَنْكِبَيْهِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِلَيَّ فَثَابُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْاَنْصَارِ يَقِلُّوْنَ وَيَكْثُرُ النَّاسُ فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ فَاسْتَطَاعَ اَنْ يَضُرَّ فِيْهِ اَحَدًا اَوْ يَنْفَعَ فِيْهِ اَحَدًا فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ ..الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور یہ حضورؐ کی آخری مجلس تھی جس میں آپؐ بیٹھے اپنے دو کندھوں پر ایک لمبی چادر لپیٹی ہوئی تھی اور اپنے سر کو ایک میلی سی سیاہ پٹی سے باندھا ہوا تھا پس اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میری طرف آجاؤ تو لوگ حضور اقدس ﷺ کی طرف اکٹھے ہو گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا امابعد پس یہ انصار کا قبیلہ تو تھوڑے ہوں گے اور ویسے اسلام میں لوگ بہت آجائیں گے پس امت محمد ﷺ سے جو کچھ بھی کسی چیز کا والی بنا کہ کسی کو اس سے نقصان یا کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو اس نیکی کرنے والی کی نیکی قبول کر لینی چاہیے۔ اور برائی کرنے والے سے در گذر کرنا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ باب امام بخاریؒ نے عیدین۔ استسقا اور کسوف وغیرہ میں باندھا ہے مگر اس کی اہمیت سمجھ میں نہیں آئی

یوں کہتے ہیں کہ یہ فصل الخطاب ہے۔ مگر یہ بھی کوئی اہمیت کی بات نہیں بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے دعاؤں کے اندر اللهم انی احمدك حمدا لا نهاية له وغیرہ جیسے الفاظ آئے ہیں اور اما بعد انتہا کو چاہتا ہے لہذا امام بخاریؒ نے اس کے جواز کی طرف اشارہ فرمادیا۔ غیر انها ذکرت ما یغلظ علیه یعنی الفاظ تو مجھے یاد نہیں رہے البتہ مضمون یاد ہے۔ احب ان لی کلمة رسول الله اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے جو کلمہ تعریض ارشاد فرمایا اس کے مقابلہ میں لاکھوں اونٹ قربان۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب میں نے یہ سن لیا کہ بعض لوگوں کے قلوب میں جزع فزع ہے۔ تو بھائی میں ہزاروں اونٹ قربان کردوں بہتر ہے اس سے کہ میں اس کلمہ کا مصداق بن جاؤں۔ تابعه یونس حاصل یہ ہے کہ لفظ اما بعد میں موافقت کی ہے۔ گو الفاظ روایت میں کمی بیشی ہو۔ و کان آخر مجلس جلسه میرے نزدیک یہ شنبہ کے دن ظہر کی نماز میں دیا جانے والا خطبہ ہے۔

ان هذا الحی من الانصار یقلون اس لئے کہ مؤمنین تو بڑھتے رہیں گے کیونکہ لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور انصار تو صرف انہیں انصاریوں کی اولاد ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ انصار کی اولاد ہوگی لیکن غیر مسلم کثرت سے اسلام لائیں گے کہ مسلمانوں اور انصار میں وہ نسبت نہ رہے گی جو اب ہے۔ چنانچہ آجکل ۸۰ کروڑ مسلمان ہیں اور انصار شاید چند لاکھ سے بھی زائد نہ ہوں۔ اتنی تعداد کے باوجود مسلمان کتنے ذلیل ہیں۔

بَاب الْقَعْدَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

ترجمہ۔ جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا ہے۔

حدیث (۸۷۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دو خطبے دیتے تھے اور ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمہور کے نزدیک قعدہ بین الخطبہ مستقل مسنون ہے۔ اور بعض کے نزدیک واجب ہے کہ بعض شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ مقصود خطبتین ہیں لہذا اگر کھڑے کھڑے توقف کر لیا اور پھر دوسرا خطبہ شروع کر دیا تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ خطبہ کی حقیقت میں اختلاف ہے حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی حقیقت مطلق ذکر ہے۔ صاحبین کے نزدیک ذکر طویل ہونا چاہئیے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خطبہ پانچ اجزاء سے مرکب ہے۔ حمد دعا صلوٰۃ تلاوت اور تذکیر۔

بَاب الْاِسْتِمَاعِ اِلَى الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ خطبہ کو کان لگا کر سننا

حدیث (۸۷۹) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَاکَانَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَآئِکَةُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ کَمَثَلِ الَّذِیْ یُهْدِیْ بُدْنَةً ثُمَّ کَالَّذِیْ یُهْدِیْ بَقَرَةً ثُمَّ کَبْشًا ثُمَّ دُجَاجَةً ثُمَّ بَیْضَةً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَیَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ. الحدیث

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں پہلے پہل آنے والے کو اور بعد میں آنے والے کو لکھتے رہتے ہیں۔ پس وہ شخص جو زوال کے بعد دھوپ میں آنے والا ہے اس کا حال اس شخص کی طرح ہے جس نے اونٹ کی قربانی دی پھر اس شخص کی طرح جو گائے ذبح کرتا ہے۔ پھر مینڈھا قربانی کرنے والا۔ پھر مرغی بعد ازاں انڈا قربان کرنے والے کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور کان لگا کر ذکر الٰہی کو سنتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا ؒ ۔ استماع اس لئے واجب ہے کہ قرآن مجید میں ہے اذاقرء القران فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خوب کان لگا کر سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

باب اِذَارَاَی الْاِمَامُ رَجُلًا جَآءَ وَهُوَ یَخْطُبُ اَمَرَهٗ اَنْ یُّصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ جب امام کسی آدمی کو آتا دیکھے اور وہ خطبہ دے رہا ہو تو اسے حکم دے وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے

حدیث (۸۸۰) حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ (الخ)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَّالنَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ اَصَلَّیْتَ یَافُلَانُ فَقَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْکَعْ. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اس وقت آیا جبکہ جمعہ کے دن جناب نبی اکرم ﷺ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ تو آپؐ نے پوچھا کہ تم نے نماز تحیۃ المسجد پڑھی ہے اس نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا کھڑے ہو کر رکوع کرو

تشریح از شیخ مدنی ؒ ۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مسلک ہے کہ اگرچہ امام خطبہ بھی دے رہا ہو تو بھی تحیة المسجد کو ادا کرے۔ یہ حضرات وجوب کے قائل نہیں۔ البتہ اہل ظواہر وجوب کے قائل ہیں۔ شوافع روایت باب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دوسری روایت میں ہے اذاخرج الامام فلاصلوة ولا کلام نہی وارد ہوئی ہے۔ اور قم فارکع کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک دوسری حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خطبہ کے دوران اگر کسی نے اذاقلت لصاحبك یوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت کہہ دیا تو اس نے لغو کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ وہ امر بالمعروف کر رہا ہے۔ جب امر بالمعروف سے ممانعت ہے تو تحیة المسجد کیسے جائز ہو گی۔ تو فصل رکعتین کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان رکعتین سے

کیامراد ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے کوئی نماز فوت ہو گئی ہو۔ اور وہ صاحب ترتیب ہو۔ تو آپؐ نے اسے فرمایا کہ پہلے فائتہ کو قضا کر لو۔ پھر آکر شریک ہو جاؤ۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بہت بسط سے اس پر بحث کی ہے۔ مگر ابن ماجہ صفحہ ۷۹ پر ہے کہ سُلیک غطفانی خطبہ کی حالت میں آئے تو آپؐ نے آتے ہی اس سے پوچھا کہ کیا تو نے وہ پہلی رکعتیں پڑھیں ہیں۔ اصلیت رکعتین قبل ان تجیئ ترجمہ آنے سے پہلے تو نے دو رکعتیں پڑھ لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نے کوئی اور نماز مراد ہے جو کہ انہوں نے ادا کرنی تھی۔ ورنہ تحیۃ المسجد تو دخول مسجد سے ہوا کرتی ہے۔ پہلے تو نہیں ہوتی۔ دوسرا تسلیمی جواب یہ ہے کہ مانا یہ تحیۃ المسجد تھی مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا آپؐ خطبہ پڑھ رہے تھے یا خطبہ شروع کرنے والے تھے۔ یخطب میں امکان ہے کہ آپؐ خطبہ شروع کرنے والے ہوں اس وقت آپؐ نے امر فرمایا ہے چنانچہ مسلم شریف میں صفحہ ۲۸۷ ج ۱ پر ہے جاء سلیك ورسول الله ﷺ قاعدا علی المنبر تو معلوم ہوا کہ سلیک اس وقت آئے جب آپؐ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور بیٹھ کر خطبہ نہیں پڑھا جاتا۔ کیونکہ یہ آپ کی عادت مبارکہ نہیں تھی۔ تو یخطب میں تاویل کرنی پڑے گی۔ ای یرید الخطبة لیکن شوافع" اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ احناف بھی تو کہتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو لا صلوة ولا کلام۔ مگر کہا جائے گا یہ مسلک امام اعظمؒ کا ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔ اس وقت نہ نماز پڑھے نہ کلام کرے اور بین الخطبتین کا قعود مراد ہو تو اس میں صاحبین بھی اجازت دیتے ہیں۔ دوسرے نسائی صفحہ ۱۵۸ پر ہے۔ اور باب بھی الحث علی الصدقةفقال له رسول الله ﷺصلیت قال لا قال فصل رکعتین وحث النبی ﷺ علی الصدقة تو اگر امام اثناء خطبہ میں خطبہ چھوڑ دے اور کسی دیگر اہم امر کی طرف متوجہ ہو تو اس اثنا میں کوئی نماز پڑھ لے تو کون سی ممانعت ہے۔ چنانچہ آپؐ نے لوگوں کو ترغیب دی اور ہر طرف سے کچھ نہ کچھ جمع ہو گیا آخر اس میں بھی تو ضرور کوئی وقت صرف ہوا ہوگا۔ اس کا ہم انکار نہیں کرتے کہ امام کسی اہم امر کے لئے نماز پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہیں۔ جیسا کہ آپؐ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی اور دو کپڑے دیئے تو کسی خاص مصلحت کی بنا پر ہوا۔ اس کو قاعدہ کلیہ نہیں بنایا جاسکتا۔ تو اس روایت سے استدلال تام نہ ہوا۔ البتہ مسلم اور ابو داوٗد میں جو ایک قوی روایت ہے اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اذاجاء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب فلیرکع رکعتین ویتجوز فیهما۔ کہ جب تم میں سے کوئی ایک جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہے تو دو رکعت پڑھے اور ان میں اختصار کرے۔ نیز! پہلی دو روایت کی مؤید بہت سی روایات موجود ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے غسل جمعہ کے متعلق فرمایا مگر صلوٰة تحیة المسجد کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اور ایسے آپؐ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک دیہاتی آکر کہتا ہے هلکت الاموال وانقطعت السبل (مال مویشی تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے) مگر آپؐ نے اس سے تحیۃ المسجد کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اسی طرح ایک شخص تخطی رقاب کرتے ہوئے آرہا تھا آپؐ نے اسے فرمایا اجلس فانك آذیت الناس. الحدیث کہ بیٹھ جاؤ تو نے لوگوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ الغرض ان روایات سے معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد ضروری نہیں ہے۔ البتہ قوی روایت جس کو تمام صحاح میں نقل کیا گیا ہے بخاری میں بھی موجود ہے دارقطنی نے امام بخاریؒ پر سو ۱۰۰ اعتراضات کئے ہیں جن کا ذکر مقدمہ فتح البار میں موجود ہے۔ ان میں سے چار روایات متن کی بھی ہیں

ان میں سے یہ قوی روایت بھی ہے۔ کہ یہ روایت فعلی تھی۔ راوی نے اس کو قولی بنالیا۔ جیسے حضرت عمار بن یاسرؓ کی تیمم کی راویت فعلی کو قولی بنایا گیا۔ اور ایسے استثناء فی الیمین کی فعلی روایت کو قولی بنایا گیا۔ اور روایت بالمعنی میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ قولی کو فعلی اور فعلی کو قولی بنالیا کرتے ہیں۔ تو دار قطنی نے بھی امام بخاریؒ پر مؤاخذہ کیا۔ اور غالباً مصنفؒ نے اس روایت کو اس باب میں اس لئے ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ شراح لکھتے ہیں کہ جس روایت میں اختلاف ہوتا ہے امام بخاریؒ اپنی عادت کے موافق اس کو اس باب میں ذکر نہیں کرتے۔ البتہ مصنفؒ نے اسے صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ میں جاکر ذکر کیا ہے۔ تو یہ راوی کا تصرف ہوا کہ اس نے اسے قولی بنالیا۔ مسلم میں تو اذاخرج الامام فلیصل رکعتین کے الفاظ ہیں یخطب کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور ابو داؤد میں صفحہ ۱۵۹ پر ہے اذاجاء احدکم یوم الجمعۃ کے الفاظ ہیں جن کی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ کو امام نوویؒ پر بہت غصہ آیا ہے۔ حالانکہ مسلم کی دوسری روایت میں ہے اذاجاء احدکم وخرج الامام فلیصل رکعتین ہے تو اس کے ہم بھی قائل ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو جلدی سے رکعتین پڑھ لو۔ جیسا کہ یتجوز فیھما کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں اختصار کریں۔ یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ روایت کو قولی تسلیم کیا جائے۔ تو ہم ارادہ فعل کی تاویل کریں گے۔ یاخرج الامام کی تاویل ہو گی۔ مصنف ابن شیبہ میں ہے ناھشیم عن محمد بن قیس ان النبی ﷺ حیث امرہ ان یصلی رکعتین امسک عن الخطبۃ حتی فرغ من رکعتیہ ثم عاد الی الخطبۃ۔ دار قطنی نے بھی منداً اور مرسلاً اسے نقل کیا ہے۔ تو یہ مرسل صورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابو اب المساجد میں اس پر کلام گذر چکا اور میں بتلا چکا ہوں کہ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک یہ سلیک کے ساتھ خاص ہے اور حنابلہ اور شوافع کے یہاں کوئی خصوصیت نہیں حنابلہ اوقات مکروہہ میں تو احناف کے ساتھ ہیں۔ مگر اعراض کی وجہ سے یہاں رکعتین کے قائل ہیں۔ حنابلہؒ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ امام حکم کر دے اور اگر حکم نہ کرے تو خود پڑھ لے۔ حنیفہ اس کا جواب دیتے کہ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے حضرت عثمانؓ تشریف لے آئے اور انہوں نے دو رکعتیں نہیں پڑھیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو غسل کے متعلق فرمایا رکعتین کا حکم نہیں دیا۔

بَاب مَنْ جَآءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جب وہ آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو دو ہلکی رکعتیں پڑھے

حدیث (۸۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ (الخ) عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ اَصَلَّيْتَ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن داخل ہوا جبکہ نبی اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے آپؐ نے پوچھا کیا تو نے نماز پڑھی اس نے بتلایا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اٹھو اور دو رکعتیں پڑھ لو۔

بَاب رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ خطبہ میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا

حدیث (۸۸۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْكُرَاعُ هَلَكَ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّسْقِيَنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.. الحدیث.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جمعہ کے دن جناب نبی اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ گھوڑے اور بکریاں ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائے۔ چنانچہ آپؐ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی غرض اس کے جواز کو بتلانا ہے۔ اور جواز کے بتلانے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بنو امیہ کا کوئی امیر خطبہ دے رہا تھا اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر تقریر کر رہا تھا۔ کہ ایک صحابی نے دیکھا تو فرمایا قبح الله هاتين اليدين ما رايت رسول الله ﷺ شاهراً يديه (میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا) پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو صرف انگلی اٹھاتے ہوئے دیکھا تو امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک رد کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں شاهراً يديه ہے جو متکبرین کا طریقہ ہے۔ بخلاف بخاری کی روایت کے کہ اس میں مدیدین للدعاء ہے نیز! نفس رفع یدین پر صحابی نے نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ ہاتھ جھاڑنے پر نکیر فرمائی تھی۔ شاهراً يديه اس پر دال ہے۔

بَاب الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

ترجمہ۔ خطبہ میں بارش مانگنا۔

حدیث (۸۸۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ (الخ) عَنْ اَنَسٍؓ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَانَرٰى فِي السَّمَآءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَاوَضَعَهَا حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے پس دریں اثناء کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی اٹھ کھڑا ہوا جس نے کہا یا رسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گئے۔ اہل و عیال بھوکے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا فرمایئے پس آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ جبکہ ہمیں آسمان میں کوئی ٹکڑا بادل کا نظر نہیں آرہا تھا پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری

عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَیْتَ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِهٖ فَمُطِرْنَا یَوْمَنَا ذٰلِکَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدَ الْغَدِ وَالَّذِیْ یَلِیْهِ حَتّٰی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی فَقَامَ ذٰلِکَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْقَالَ غَیْرُهٗ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَافَرَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَاعَلَیْنَا فَمَایُشِیْرُ بِیَدِهٖ اِلٰی نَاحِیَةٍ مِنَ السَّحَابِ اِلَّاانْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِیْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِیْ قَنَاةُ شَهْرًا وَّلَمْ یَجِیْءُ اَحَدٌ مِنْ نَّاحِیَةٍ اِلَّاحَدَّثَ بِالْجَوْدِ . الحدیث....

جان ہے۔ ابھی آپؐ نے ہاتھ نہیں رکھے تھے یہاں تک بادل پہاڑوں کی مانند امنڈ آئے۔ پھر آپؐ منبر سے نہیں ترے تھے کہ میں نے بارش کو دیکھا کہ اس کے قطرے آپ کی داڑھی مبارک پر گر رہے تھے۔ ہم پر اس دن بھی سارادن بارش ہوئی دوسرے دن تیسرے دن پھر اس کے متصل دن حتی کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی۔ تو وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا اٹھا تو اس نے کہا یارسول اللہ مکان گر گئے۔ مال واسباب پانی میں ڈوب گیا پس اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا مانگیے کہ بارش رُک جائے۔ پس آپؐ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔ پس آپؐ نے فرمایا اے اللہ ہمارے اردگرد بارش ہو۔ ہم پر نہ ہو۔ پس اپنے ہاتھ سے بادل کی جس ٹکڑی کی طرف بھی اشارہ کرتے تھے وہ کھل جاتی تھی۔ اور مدینہ گول حوض کی طرح ہو گیا۔ اور وادی قناۃ مہینہ بھر چلتی رہی اور اردگرد کے اطراف سے جو شخص بھی آیا اس نے کثیر بارش کی بات بیان کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کا مستقل ذکر آگے آرہا ہے۔ چونکہ استسقاء کی تین صورتیں ہیں۔ ایک نماز کے بعد دعا کی جائے یہ اجماعاً جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جمعہ کے خطبہ میں دعا کی جائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ باقاعدہ جنگل میں جاکر نماز پڑھ کر دعا مانگی جائے ان سب صورتوں میں سے دوسری صورت کو یہاں بیان کر رہے ہیں۔

باب الْاِنْصَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ وَاِذَاقَالَ لِصَاحِبِهٖ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یُنْصِتُ اِذَاتَکَلَّمَ الْاِمَامُ

ترجمہ۔ جب امام جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا ہو تو چپ رہنا چاہیئے اور جب کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے چپ رہ تو اس نے لغو کیا حضرت سلمانؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ چپ کراتے تھے جب امام بول رہا ہو۔

حدیث (۸۸۳) حَدَّثَنَایَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ (الخ) اَنَّ اَبَاهُرَیْرَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَاقُلْتَ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جمعہ کے دن تو نے اپنے

لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ ..الحديث..

ساتھ والے سے اتنا کہہ دیا کہ چپ رہ جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو تو نے لغو کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اذاقرأى القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون الاية بانفاق مفسرین یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ ایک استماع کا دُوسرے انصات کا۔ استماع کان لگانے کو کہتے ہیں اور انصات خاموش رہنے کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بسااوقات استماع تو ہوتا ہے مگر مستمع درمیان استماع کچھ بول دیتا ہے۔ گو اس کا کان متکلم کی طرف لگا ہوا ہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بولتا نہیں خاموش رہتا ہے۔ مگر استماع نہیں ہوتا کان نہیں لگاتا تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کا حکم فرمایا ہے۔ یہ دونوں الگ الگ حکم ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے دونوں پر الگ الگ باب باندھے ہیں۔ مگر امام بخاریؒ نے یہ کیا کہ استماع کا باب باندھ کر متصلاً انصات کا باب نہیں باندھا۔ حالانکہ دونوں قرآن پاک میں ایک دوسرے سے مقرون ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ شراح حضرات نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّلاً استماع کا باب باندھ کر حضرت امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ استماع قریب کے لئے ہے۔ اور انصات کو اس سے دور ذکر کر کے بتلادیا کہ انصات بعید کے لئے ہے اور خاص طور سے باب اسلئے باندھا کہ کوئی یہ اشکال نہ کرے کہ جب ایک شخص دور ہے اور اس تک خطبہ کی آواز نہیں پہنچ رہی تو پھر اس کو خاموش رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ ضرورت تو اس کو ہے جو قریب ہو تاکہ استماع کامل ہو۔ تو اس کو بھی تنبیہ کردی کہ وہ بھی خاموش رہے۔ اب اس کے بعد سنو! کہ انصات شافعیہؒ کے یہاں مستحب ہے۔ اور یہ ان کا راجح مذہب ہے۔ اور ان کا دوسرا قول جمہور کا مذہب یہ ہے کہ واجب ہے خواہ امام کی آواز آرہی ہو یا نہ آرہی ہو۔ والامام يخطب یہ جملہ بڑھا کر امام بخاریؒ نے ایک اور مسئلہ خلافیہ کی طرف اشارہ فرمادیا وہ یہ ہے کہ انصات کب واجب ہے۔ امام کے کلام کے وقت واجب ہوتا ہے یا خروج امام سے واجب ہوتا ہے۔ اور کلام امام قاطع کلام ہے یعنی جس وقت امام خطبہ دینے کے لئے نکلے اس وقت نماز شروع نہ کرے۔ لیکن بات کر سکتا ہے۔ کیونکہ امام نے اب تک خطبہ شروع نہیں کیا۔ لیکن جب وہ شروع کردے تو پھر فوراً خاموش ہو جائے۔ صلوٰۃ و کلام میں مابہ الفرق یہ ہے کہ صلوٰۃ ایک طویل کلام ہے۔ بخلاف کلام کے کہ وہ ایک آن میں قطع ہو سکتا ہے۔ لہذا نماز تو خروج کے بعد فوراً منع ہے۔ لیکن کلام شروع فی الخطبہ کے بعد منع ہے۔ امام بخاریؒ نے الانصات کو والامام يخطب کے ساتھ مقید فرما کر جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ واذا قال لصاحبه انصت لقد لغا کیونکہ اس نے خود نص قرآنی وانصتوا کا خلاف کیا ہے۔

باب السَّاعَةِ الَّتِيْ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ باب اس گھڑی کے بارے میں جو جمعہ کے دن میں ہوتی ہے۔

حدیث (۸۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ذَکَرَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَ فِیْہِ سَاعَۃٌ لَا یُوَافِقُھَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَّھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ یَسْأَلُ اللّٰہَ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ یُقَلِّلُھَا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پس فرمایا اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس مسلمان بندے کو اس گھڑی سے موافقت ہوگئی وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے جو چیز بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ وہ مطلوب اسے ضرور عطا فرمائیں گے۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے کہ وہ گھڑی لحظہ خفیفہ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمعہ میں بڑی بابرکت اور بڑی ہی قیمتی ایک ساعت ہے مگر نہایت مختصر ہے۔ چنانچہ خود حدیث پاک میں ارشاد **بیدہ یقللھا** سے اس کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں بندہ جو بھی دعا کرے وہ قبول ہوتی ہے۔ **لیلۃ القدر** تو ساری رات ہوتی ہے۔ اور یہ تھوڑی سی دیر کی ہے اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ضرورت کی چیزیں ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی دشوار ہے۔ مثلاً ہوا۔ پانی مٹی آگ وغیرہ ان کو تو بالکل عام کر رکھا ہے۔ اور جو ضرورت کی چیزیں نہ ہوں اس کو کمیاب فرما دیتے ہیں۔ جیسے کیمیا کی جلدی سے اس کے بنانے میں کامیابی نہیں ہوتی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے **لیلۃ القدر** کو چھپا رکھا ہے۔ اسی طرح ساعۃ جمعہ کو بھی چھپالیا۔ اور چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علماء کے بیالیس قول ہیں کہ وہ مبارک ساعۃ کون سی ہے۔ اور ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ پچاس تک اقوال ہیں ان میں سے گیارہ مشہور ہیں جو اوجز میں منقول ہیں۔ ان گیارہ میں سے دو قول زیادہ مشہور ہیں۔ ایک شافعیہ کا دوسرا حنفیہ کا اور جمہور کا۔ تو شافعیہ فرماتے ہیں کہ وہ ساعۃ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام **صلوٰۃ جمعہ** تک ہے۔ حنفیہ اور جمہور یہ فرماتے ہیں کہ وہ ساعۃ عصر کے بعد سے لیکر غروب شمس تک ہے۔ ان ہی دونوں قول میں بہت سے اقوال آجاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہی دونوں وقتوں میں خاص خاص اجزاء کی بعض علماء نے تعیین کی ہے۔ مثلاً ایک قول زوال سے بالکل متصل کا ہے۔ دوسرا قول دونوں خطبوں کے درمیان کا ہے۔ تیسرا قول خطبہ شروع ہونے کے بعد سے امام کے اللہ اکبر کہنے تک ہے۔ چوتھا قول نماز شروع ہونے کے بعد سے سلام پھیرنے تک کا ہے۔ یہ علماء شوافع کے اقوال ہیں۔ اسی طرح دوسرے ہیں عصر کے بالکل متصل عصر سے لے کر اصفرار تک اصفرار سے لے کر غروب تک۔ اور عین غروب کے وقت **وھو قائم یصلی الخ** اسی جملہ کی وجہ سے شوافع اس ساعۃ کو جمعہ کے اوقات صلوٰۃ میں کہتے ہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک وہ ساعت بعد عصر ہے اسلئے اشکال یہ ہے کہ بعد عصر تو کوئی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ اشکال ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا **من جلس ینتظر الصلوۃ فھو فی الصلوۃ** یعنی جو نماز کا انتظار کرتا ہے وہ بھی نماز میں ہے۔

باب اِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْاِمَامِ

ترجمہ۔ جب لوگ جمعہ کی نماز میں امام سے

فِیْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَاةُ الْاِمَامِ وَمَنْ بَقِیَ جَائِزَةٌ۔

بھاگ جائیں تو امام اور دوسرے باقی رہنے والے لوگوں کی نماز جائز ہو گی۔

حدیث (۸۸۵) حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ عَمْرٍو الخ

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ اَقْبَلَتْ عِیْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا اِلَیْهَا حَتّٰی مَا بَقِیَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَاِ انْفَضُّوْا اِلَیْهَا وَتَرَکُوْکَ قَائِمًا .....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ دریں اثناء ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ گندم اٹھائے ہوئے ایک قافلہ آ گیا اکثر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے ماسوا کوئی باقی نہ رہا۔ جس پر یہ آیت اتری کہ جب وہ تجارت اور کوئی شغل کی بات دیکھتے ہیں تو اس کی طرف منتشر ہو جاتے ہیں اور آپؐ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ من بقی کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ بھاگ جانے والوں میں سے واپس کوئی نہیں آیا۔ تو اس سے ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہو گا جو جمعہ کی نماز کے وجوب کے لئے کم از کم چالیس آدمیوں کی شرط ضروری کہتے ہیں۔ علماء احنافؒ کے نزدیک امام کے نماز میں شروع ہو جانے کے بعد بالفرض سب کے سب بھاگ جائیں تب بھی امام کی نماز صحیح ہو گی۔ البتہ قبل از شروع امام کے سوا دو آدمی کی جماعت ضروری ہے۔ ابواب صلوۃ الخوف رجالا ورکبانا صفحہ ۲۸/۲۳ مقصد یہ ہے کہ جب جنگ کا خوف شدت اختیار کرلے کہ جیسی نماز شروع کی تھی ویسے ادا نہیں کر سکتے یا جیسے آیت کریمہ میں صلوۃ خوف کی صورت مذکور ہے۔ تو پھر بغیر جماعت کے اکیلے نماز پڑھیں خواہ سوار ہوں یا پیدل ہوں۔ رکوع اور سجود اشارے سے ادا کریں اور قتال کی حالت میں نماز ادا نہ کریں بلکہ اسے مؤخر کر کے قضا کریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ اقامت جمعہ کے لئے ہر امام کے نزدیک کچھ نہ کچھ شرائط ہیں۔ منجملہ ان شرائط کے ایک شرط یہ ہے کہ کتنے آدمی ہونے چاہئیں کہ جمعہ قائم ہو۔ سب سے اہون ہمارا مذہب ہے۔ یعنی تین آدمی کافی ہیں۔ لیکن وہ امام کے علاوہ ہوں۔ اور صاحبین کے نزدیک مع الامام تین آدمی کافی ہیں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک علاوہ امام کے بارہ آدمی ہوں گے اور امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے نزدیک امام کے ساتھ چالیس آدمی ہونا ضروری ہیں اور ان حضرات کا استدلال ابو داؤد شریف کی اس روایت سے ہے۔ ان کعب بن مالکؓ ما سمع الله الخ یوم الجمعة الا ترحم لا سعد بن زرارة فقلت لا بی من هو قال هو الذی اقام بنا الجمعة الخ قلت کم کنتم یو مئذ قال اربعین تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ اربعین کے لفظ سے استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح امام ابو داؤد

جمعہ فی القرای پر اس سے استدلال کرتے ہیں لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ ہجرت سے پہلے فرض ہوا تو اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر اس کو تسلیم کرلیں تو پھر جمعہ فی القرای ثابت نہ ہوگا کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبا میں جمعہ نہیں پڑھا۔ اب یہاں ایک مسئلہ ہے کہ اگر نماز شروع کرتے وقت توبقدر شرط آدمی موجود تھے لیکن پھر کسی عارض کی وجہ سے کم ہوگئے اور چلے گئے تو ایسی صورت میں کیا ہوگا؟ صاحبین فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جمعہ شروع ہوگیا تو پھر اب کم ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی میلان امام بخاریؒ کا معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت سے قبل چلے گئے تو جمعہ باطل ہوگیا۔ اب چاہے نوافل کے طور پر پڑھے اور چاہے نیت توڑ کر ظہر کی نماز ادا کرلے۔ اگر ایک رکعت ہو جانے کے بعد گئے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت ہو جانے کے بعد گئے ہیں تو نفل پوری کرلے۔ اور اگر ایک رکعت سے پہلے گئے ہیں تو انقلب ظهرا یعنی اسی پر امام بناء ظہر کرلے۔ شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ ابتداء خطبہ سے لیکر امام کے سلام پھیرنے تک اس عدد کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک عدد بھی کم ہو جائے تو جمعہ باطل ہوگیا۔ مابقی الا اثنا عشر رجلا سے مالکیہ استدلال کرتے ہیں۔

باب الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلِهَا

ترجمہ۔ جمعہ کے بعد اور جمعہ سے پہلے کتنی نماز ہے

حدیث (۸۸۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعات پڑھتے تھے اور اس کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ گھر واپس آجاتے پھر دو رکعت پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ سنن بعدیہ پر علماء کا اتفاق ہے۔ اگرچہ اعداد میں اختلاف ہے کہ وہ دو ہیں یا چار یا چھ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ دو ہیں۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ چار رکعات ہیں۔ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چھ رکعات ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ چار رکعات پہلے اور دو رکعات بعد میں پڑھے اور امام مالکؒ کے یہاں سنن رواتب ہیں ہی نہیں۔ البتہ سنت فجر کو وہ وتر سے ملا کر فرماتے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ سنن قبلیہ کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زوال ہوتے ہی اذان خطبہ شروع ہو جایا کرتی تھی۔ اور خطبہ کے بعد نماز شروع ہو جاتی تھی۔ تو سنتیں پڑھا ہی نہیں کرتے تھے۔ لیکن ابن قیمؒ کا یہ فرمان مالکیہؒ کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ساعات کا شروع زوال سے ہوتا ہے۔ اور جب زوال کے ساتھ ہی اذان ہوتی تھی تو وہ ساعات خمسہ کس طرح ملیں گی۔ امام بخاریؒ نے جو باب باندھا ہے اس کے متعلق شراح فرماتے ہیں کہ یہ قیاس سے ثابت کر دیا کہ جمعہ ظہر کی جگہ

پڑھا جاتا ہے اور ظہر میں سنن قبلیہ اور بعدیہ ہیں۔ تو جمعہ میں جیسے سنن بعدیہ ہیں۔ اسی طرح قبلیہ بھی ہوں گی۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ ترجمہ میں بسا اوقات وہ ایسی روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو ان کی شرط کے موافق نہ ہوں مگر مضمون صحیح ہو گو الفاظ شرط کے موافق نہ ہوں۔ ابو داوٗد شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جمعہ سے پہلے طویل سنتیں پڑھا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا فرمایا کرتے تھے۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ بخاری کے اصول میں یہ ہے کہ جب ترجمہ میں متعدد چیزیں ذکر کریں اور روایت کسی ایک کی ذکر کریں اور دوسرے جز کی ذکر نہ کریں تو اس بات کی دلیل ہوا کرتا ہے کہ جس کی روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے وہ ان کے نزدیک ثابت نہیں۔ لہذا امام بخاریؒ نے یہاں اس اصل کے مطابق سنن قبلیہ کا انکار کیا ہے۔ ترتیب کا تقاضا یہ ہے کہ باب الصلوة قبل الجمعة وبعدها کہنا چاہئے تھا۔ علامہ ابن قیم اور بعض علماء ظاہریہ کے نزدیک جمعہ سے قبل سنن ونوافل ثابت نہیں ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس کے عدم ثبوت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بعد الجمعة وقبلها کہا ہے۔

بَاب قَوْلَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا (سورۂ جمعہ میں) یہ فرمانا جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو (اپنے کام کاج کے لئے) زمین میں پھیل پڑو اور اللہ کا فضل (روزی رزق یا علم) ڈھونڈو۔

حدیث (۸۸۷) حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ الخ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَتْ فِينَا امْرَاَةٌ تَجْعَلُ عَلٰى اَرْبِعَاءٍ فِي مَزْرَعَةٍ لَّهَا سِلْقًا فَكَانَتْ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ اُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِّنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُوْنُ اُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ اِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ.. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں ہمارے اندر ایک عورت تھی جس نے ایک چھوٹی نہر پر اپنی کھیتی میں چقندر بوئے تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تو چقندر کے چند پودے کھینچ کر ہنڈیا میں ڈال لیتی تھی اور اس کے اوپر وہ جو کی ایک مٹھی ڈال دیتی تھی جو اس نے پیس رکھے تھے۔ پس اس کے چقندر گوشت والی ہڈی کا کام دیتے تھے۔ اور ہم جب نماز جمعہ سے واپس ہوتے تھے اس عورت پر سلام کرتے وہ یہ کھانا ہمارے قریب کرتی۔ جس کو ہم چاٹتے تھے اور جمعہ کے دن اس طعام کی ہم تمنا کیا کرتے تھے۔

حدیث (۸۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ بِهٰذَا وَقَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ ...الحديث.

ترجمہ۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت سہل بن سعدؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ ہم لوگ قیلولہ اور صبح کا کھانا جمعہ کے بعد ہی کھاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس آیت کا بظاہر تقاضا یہ ہے کہ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد انتشار ضروری ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ امر ایجابی نہیں ہے بلکہ اباحت کے لئے ہے۔ بعض علماء اہل ظواہر نے وابتغوا من فضل الله کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد بیع وشراء واجب ہے۔ امام بخاریؒ اس ترجمہ سے اور آئندہ والے ترجمہ سے اس قول پر ردّ فرماتے ہیں کہ ان روایات میں کہیں یہ مروی نہیں کہ ان لوگوں نے نماز کے بعد بیع وشراء کی ہو بلکہ صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے معمولات نقل کئے ہیں۔

بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

حدیث (۸۸۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ (الخ) سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كُنَّا نُبَكِّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيْلُ ..الحديث..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن جلدی جمعہ پڑھتے تھے۔ پھر آکر قیلولہ کرتے تھے۔

حدیث (۸۹۰) حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُوْنُ الْقَائِلَةُ. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر ہمارا قیلولہ ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے یہ باب ثم تكون القائلة کے لئے ذکر فرمایا ہے ورنہ مضمون تو باب سابق میں آچکا اس سے امام بخاریؒ نے براعة الاختتام کی طرف اشارہ فرمادیا اور موت یاد دلادی۔ کیونکہ مشہور ہے النوم اخو الموت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ صَلٰوۃِ الْخَوْفِ

وَقَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اِلٰی قَوْلِہٖ عَذَابًا مُّھِیْنًا.....

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نسا میں) فرمایا اور جب تم مسافر ہو تو تم پر گناہ نہیں اگر نماز کو کم کر دو اخیر آیت عذابا مھینا تک۔

حدیث (۸۹۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ عَنِ الزُّھْرِیِّ سَاَلْتُہٗ ھَلْ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ یَعْنِیْ صَلٰوۃَ الْخَوْفِ فَقَالَ اَخْبَرَنَا سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَیْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَھُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّیْ لَنَا فَقَامَتْ طَآئِفَۃٌ مَّعَہٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَۃٌ عَلَی الْعَدُوِّ فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِمَنْ مَّعَہٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ سے پوچھا گیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صلوٰۃ خوف پڑھی ہے تو انہوں نے فرمایا ہمیں حضرت سالم نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لئے نکلے۔ جب ہمارا دشمن سے آمنا سامنا ہوا اور ہم نے ان کے لئے صفیں باندھیں تو حضور اقدس ﷺ ہمیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک دستہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ دوسرا دستہ دشمن کے سامنے آیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر یہ لوگ اس دستے کی جگہ چلے گئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی پس وہ لوگ آئے تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیر دیا اور ان میں سے ہر ایک دستہ کھڑا ہو کر اپنے لئے رکوع اور دو سجدے کرے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ نحوا من قول مجاھد صفحہ ۱۲۹/۴ غرض یہ ہے کہ دونوں کا قول واحد ہے۔ پھر اس کو اذا اختلطو اقیاما سے بیان کیا ہے۔ یعنی جب کفار مسلمانوں کے ساتھ قتال میں گڈمڈ ہو جائیں تو کھڑے کھڑے مسلمان نماز پڑھیں اور رکوع سجود کے لئے اشارہ کریں۔ لیکن احنافؒ کے نزدیک قتال کی حالت میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے مستدل احنافؒ کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ خندق میں چار نمازیں قضا فرمائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ فقہاء اور محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد عیدین کا ذکر کرتے ہیں۔اس لئے کہ یہ بھی عید ہے اور وہ بھی عید ہے اس میں بھی تجمل ہوتا ہے اور اس میں بھی تجمل ہوتا ہے مگر امام بخاریؒ نے جمہور کے خلاف جمعہ کے بعد صلوۃ خوف کو ذکر فرمادیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ بھی فرض ہے صلوۃ خوف بھی فرض ہے اور عیدین کی نماز سنت ہے اور جمعہ بدل ہے ظہر کا اور صلوۃ خوف بدل ہے صلوۃ الطمانیت والسکون کا اس لئے دونو کو مقرون فرمادیا۔اور چونکہ جمعہ میں اختصار کم ہے۔کہ بجائے چار رکعات کے دو رکعت ہیں بخلاف صلوۃ خوف کے اس میں رکعات زیادہ ہیں۔جبکہ مقیم ہو۔اسلئے جمعہ کو مقدم فرمادیا۔صلوۃ الخوف کے متعلق اوجز میں آٹھ ابحاث ذکر کی گئی ہیں۔مثلا یہ کہ مشروع ہے یا نہیں۔غزوہ خندق سے پہلے شروع ہوئی یا بعد میں وغیرہ وغیرہ نبی اکرم ﷺ سے چوبیس مرتبہ صلوۃ الخوف پڑھنا ثابت ہے اور روایات میں اس کے سولہ طریقے ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے بخاری میں تو ایک یا دو ہی طریقے مذکور ہیں لیکن زیادہ تر یہ طرق ابوداؤد میں مذکور ہیں۔ابوداؤد سے گیارہ صورتیں صاف ظاہر ہیں۔اور کچھ نسائی اور طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتی ہیں۔حضور اکرم ﷺ سے چار مقامات پر صلوۃ خوف پڑھنی ثابت ہے۔ذی قرو۔عسفان۔نجد اور غزوہ طائف میں اور ایک ایک جگہ میں آپؐ نے متعدد مرتبہ پڑھیں جن کی تعداد چوبیس ہو جاتی ہے۔لیکن ان کی کیفیات سولہ طرق سے مروی ہیں جن میں سے صرف ایک بالاتفاق ناجائز ہے اور ایک صورت مختلف فیہ ہے باقی سب صورتیں معمول بہا ہیں جو بالاتفاق جائز ہیں وہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں فرضت صلوۃ الحضر اربعا علی لسان محمد ﷺ و صلوۃ السفر رکعتین وصلوۃ الخوف رکعۃ یعنی صلوۃ خوف ایک رکعت ہے پس اس روایت کا تقاضا ہے کہ اختصار دراختصار ہو گیا۔اور مختلف فیہ صورت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طائفہ کو دو رکعت پڑھادی۔اور پھر دوسرے طائفہ کو دو رکعات پڑھادی۔یہ صورت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے۔کیونکہ وہ جواز اقتدا المفترض بالمتنفل کے قائل ہیں۔اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔کیونکہ اس میں اقتدا المفترض بالمتنفل لازم آتی ہے۔اب رہ گئیں بائیس صورتیں یہ سب بالاتفاق جائز ہیں۔مگر باوجود اس اتفاق کے اولویۃ میں اختلاف ہے۔احنافؒ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔ایک بات اور سنو! کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کے ہم معنی ہے۔بس فرق یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت مجمل ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی مفصل ہے۔ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک طائفہ کو ایک رکعت پڑھادی اور دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے رہا۔جب پہلا طائفہ ایک رکعت سے فارغ ہو گیا تو وہ دشمن کے مقابل میں چلا گیا۔اور دوسرا طائفہ آیا اس کو بھی ایک رکعت پڑھا کر نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیر دیا۔ اور پھر بقیہ لوگوں نے اپنی نمازیں پوری کیں۔اب یہ کس طرح پوری کیں اس کی کوئی تفصیل ابن عمرؓ کی روایت میں نہیں ملتی البتہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ جب دوسرے طائفہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت پڑھادی تو وہ دشمن کے مقابل میں چلے گئے۔اور طائفہ اولی نے آکر اپنی نماز پوری کی۔اب یہ لوگ اپنی نماز پوری کر کے دشمن کے مقابل چلے گئے۔اور دوسرے طائفہ نے آکر اپنی نماز پوری کرلی۔بس ان دونوں روایتوں میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے۔احنافؒ دونوں روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔دیگر علماء نے ابن عمرؓ

اور ابن مسعودؓ کی روایت کو دو شکل شمار کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک دونوں ایک ہی ہیں۔ امام مالکؒ نے قاسم بن محمد کی روایت کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے یہاں تفصیل ہے۔ اگر دشمن قبلہ کی جانب میں ہو تو عسفان والی روایت کو اختیار کرتے ہیں اگر غیر قبلہ میں ہو تو یزید بن رومان کی روایت کو لیتے ہیں۔ امام احمدؒ نے یزید بن رومان کی روایت کو اختیار کیا ہے۔ قاسم اور یزید کی روایت میں فرق یہ ہے کہ یزید کی روایت سے انتظار الامام ثابت ہوتا ہے۔ اور قاسم کی روایت میں یہ ہے کہ فراغ کے بعد سلام پھیر دیا اور انتظار نہیں کیا۔ ایک اختلاف اس مسئلہ میں یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف اب بھی باقی ہے یا نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک اب مشروع نہیں ہے۔ صرف حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص تھی۔ اس لئے کہ آپؐ کے ساتھ خاص تھی۔ اس لئے کہ آپؐ کے ساتھ ہر شخص نماز پڑھنے کی تمنا کرتا تھا۔ اب یہ بات نہیں رہی۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک اب بھی مشروع ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ سے پڑھنا ثابت ہے۔ مختلف روایات میں اس نماز کا ذکر آیا ہے۔ امام ابو داؤد نے بہت تفصیل سے اس کو ذکر فرمایا ہے۔ اذا ضربتم فی الارض شراح فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت صلوٰۃ الخوف میں نازل ہوئی۔ یا صلوٰۃ السفر میں احناف کے یہاں صلوٰۃ السفر میں ہے۔ اور شافعیہ کے یہاں صلوٰۃ الخوف میں۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید کی ہے۔ اور تعجب ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے تراجم میں بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ حالانکہ شوافعؒ نے قصر فی السفر کے عدم وجوب پر لیس علیکم جناح سے ہی استدلال کیا ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ دونوں کے یہاں دونوں قول ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں ابن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے۔ جو احنافؒ کا مستدل ہے۔ اگر میں کہوں کہ امام بخاریؒ احناف کے ساتھ ہیں اس لئے کہ انہوں نے اور کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی تو میرا یہ کہنا صحیح ہوگا۔

باب صَلٰوةِ الْخَوْفِ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ۔

ترجمہ۔ صلوٰۃ خواہ پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح پڑھی جا سکتی ہے۔ راجل کے معنی قائم کے ہیں۔

حدیث (۸۹۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيٰى (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِّنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوا قِيَامًا وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيُصَلُّوا قِيَامًا وَّرُكْبَانًا. الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے رجالا کی تفسیر کے بارے میں حضرت مجاہد کی طرح منقول ہے کہ جب ان کی کھڑے کھڑے مٹھ بھیڑ ہو جائے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے مزید نقل فرمایا کہ اگر وہ دشمن اس سے زیادہ ہوں تو پھر مسلمان کھڑے کھڑے اور سوار ہو کر جس طرح ممکن ہو نماز ادا کریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ جب شدت خوف ہو جائے تو اس وقت سواری پر یا اقدام پر جس طرح ہو سکے پڑھنا جائز ہے۔ اور میرے نزدیک یہ غرض نہیں بلکہ یہ باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب میں آرہا ہے۔

لہذا میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہاں پر آیت کریمہ کی تفسیر کرنی ہے۔ کیونکہ راجل قائم علی اقدامه کے معنی میں آتا ہے۔ اور سائر اور ماشی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیساکہ آیت کریمہ واذن فی الناس بالحج ان یأتوك رجالا میں رجال سے مشاۃ مراد ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہاں ماش کے معنی میں نہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہاں قائم علی اقدامه کے ہیں۔

عن ابن عمر نحوا من قوله مجاهد اشکال یہ ہے کہ یہاں اس کے برعکس ہونا چاہئے تھا۔ یعنی عن مجاهد نحوا من قول ابن عمرؓ کیونکہ مجاہدؒ تابعی ہیں اور ابن عمرؓ صحابی ہیں۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول مجمل تھا۔ اور مجاہد کا مفصل۔ اور مجمل مفصل کی طرف محمول ہوتا ہے۔ اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ اذااختلطو قیاما اس قیاما کے بارے میں حافظؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ تحریف ہے صحیح اذا اختلطو قائما ہے۔ مگر میرے نزدیک محروف ماننے کی ضرورت نہیں بلکہ قیاما میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کا ترجمہ اس وقت صحیح ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے قیاما کا ترجمہ باندھا ہے۔

باب يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلٰوةِ الْخَوْفِ۔

ترجمہ۔ صلوٰۃ خوف میں ایک دوسرے کی حفاظت اور نگرانی کرتے تھے۔

حدیث(۸۹۳) حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الخ/ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوا مَعَهُ وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوا مَعَهُ ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوا وَحَرَسُوا اِخْوَانَهُمْ وَاَتَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلٰوةٍ وَّلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ پس آپؐ نے تکبیر کہی تو انہوں نے بھی آپؐ کے ساتھ تکبیر کہی۔ آپؐ نے رکوع کیا تو لوگوں میں سے کچھ آدمیوں نے رکوع کیا پھر آپؐ نے سجدہ کیا تو ان لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کیا پھر جناب رسول اللہ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ لوگ کھڑے ہو گئے جنہوں نے سجدہ کرلیا تھا اور وہ اپنے بھائیوں کی حفاظت کرنے لگے اور دوسرا طائفہ آیا تو انہوں نے رکوع کیا اور حضور انور ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا۔ اور یہ لوگ سارے کے سارے نماز میں تھے۔ لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کرتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فلم نصل الابد ارتفاع النهار صفحہ ۱۲۹/ ۱۴ اسی کو امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت انسؓ متفق ہوئے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور حضرات بھی ان دونوں کے ہمراہ ہیں۔ اور ان حضرات نے

جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر ایسا کیا کیونکہ یہ فعل غیر مدرك بالعقل ہے۔ صلوٰۃ شرجیل بن السمط صفحہ ۱۲۹/ ۸ احدیث (۸۹۳)
باب صلوۃ الطالب المطلوب الخ ان حضرات نے جانوروں کی پیٹھ پر نماز ادا کی تھی اور جنہوں نے اتر کر نماز ادا کی تھی ان پر ان حضرات نے نکیر کیا۔ مگر ان کا حصہ پورا ذکر نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالب تھے یا مطلوب تھے۔ پھر بنو قریظہ کی طرف جانے والے حضرات کے واقعہ سے بھی استدلال تام نہیں۔ کیونکہ وہ اس پر موقوف ہے جبکہ ثابت ہو جائے کہ ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں نماز ادا کی۔ وہ ثابت نہیں ہے۔ البتہ اتنا ثابت ہے کہ ان حضرات نے راستہ میں نماز ادا کی ظاہر یہ ہے کہ سواری سے اتر کر نماز ادا کی ہوگی۔ کیونکہ اگر ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھی ہوتی تو رکوع سجود کے لئے اشارہ کرتے۔ جب ان کے معترضین ان پر مطلع ہوئے تھے تو انہوں نے کہا ہماری طرف سے اس کو روایت نہ کرنا۔ اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں پڑھی تو ممکن ہے کہ ان کو نماز کے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انہیں اعادہ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیا گیا تو ہم کہتے ہیں کہ اس طرح اشارہ سے نماز پڑھنے سے ان کا وقتی فریضہ ساقط ہو گیا۔ کیونکہ نص کے سمجھنے میں ان سے غلطی ہو گئی۔ تو اپنے اجتہاد میں خطا کار ثابت ہوں گے۔ تو ان کی نماز اپنی رائے کے مطابق ادا ہو گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ ایک صورت صلوۃ الخوف کی ابن عمرؓ کی روایت میں گذری ہے۔ ایک اور صورت ذکر فرما رہے ہیں۔ اور بطور تفنن کے باب ذکر فرما دیا۔ تفنن کا مطلب یہ ہے کہ مقصد تو روایت نقل کرنا ہے۔ لیکن بطور تنبیہ کے باب منعقد فرما دیا اور میری رائے یہ ہے کہ نماز التفات کو اختلاس شیطان قرار دیا گیا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے صلوۃ الخوف میں التفات کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ تو امام بخاریؒ صلوۃ الخوف میں التفات کو اس سے مستثنیٰ قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے اندر التفات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس وقت تو دشمن سے اور چوکنا اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں وہ نماز میں مشغول دیکھ کر حملہ نہ کر دیں۔

باب الصَّلٰوةِ عِندَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُوْنِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ۔

ترجمہ۔ قلعوں کی لڑائی ہونے اور دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت نماز کیسے پڑھی جائے۔

وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ اِنْ کَانَ تَهَيَّاَ الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ صَلَّوْا اِيْمَآءً وَكُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْاِيْمَآءِ اَخَّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ اَوْ يَاْمَنُوْا فَيُصَلُّوْا رَكْعَتَيْنِ

ترجمہ۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر قلعہ کا فتح ہونا ممکن ہو اور مجاہدین نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو سکیں تو ہر ایک مجاہد الگ الگ اشارے سے نماز پڑھے اگر اشارے پر بھی قادر نہ ہوں تو نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ لڑائی کا فیصلہ ہو جائے۔

فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا صَلَّوْا رَكْعَةً وَّسَجْدَتَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا فَلَا يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ وَيُؤَخِّرُوْنَهَا حَتّٰى يَأْمَنُوْا وَبِهٖ قَالَ مَكْحُوْلٌ وَّقَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ حَضَرْتُ مُنَاهَضَةَ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ اَبِيْ مُوْسٰى فَفُتِحَ لَنَا قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ وَّمَا تَسُرُّنِيْ بِتِلْكَ الصَّلٰوةِ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا ..

اور مجاہدین محفوظ ہو جائیں تو پھر دو رکعات نماز پڑھیں۔ اگر قدرت نہ ہو تو ایک رکوع اور دو سجدے کریں اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو محض اللہ اکبر کہنا ان کو کافی نہ ہوگا۔ اور نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ امن قائم ہو جائے۔ یہی مکحول تابعی کا قول ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے کہ تستر قلعہ کی فریقین کی باہمی لڑائی فجر روشن ہونے کے وقت شروع ہوئی اور لڑائی کا زور بڑا سخت ہو گیا۔ ہم نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو سکے تو ہم نے دن چڑھنے کے بعد نماز ادا کی۔ ہم نے وہ نماز حضرت ابو موسیٰ کے ہمراہ ادا کی پس وہ قلعہ فتح ہو گیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس نماز کے مقابلہ میں مجھے دنیا اور اس کے اندر جتنی چیزیں ہیں خوش نہ کر سکیں۔

حدیث (۸۹۳) حَدَّثَنَا يَحْيٰى الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ جَآءَ عُمَرُؓ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَّيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَغِيْبَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاَنَا وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ قَالَ فَنَزَلَ اِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا ..الحديث....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خندق کی لڑائی کے دن تشریف لائے اور کفار قریش کو گالیاں دینے لگے اور فرماتے تھے یا رسول اللہ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب آگیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی بہر حال جناب رسول اللہ ﷺ بطحان وادی میں اترے وضو فرمایا اور سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایک صلوۃ المسابقۃ کہلاتی ہیں۔ یعنی جس وقت جانبین سے تلواریں چل رہی ہوں اس وقت نماز کیسے پڑھی جائے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ مسابقۃ کے وقت نماز مؤخر کر دی جائے گی۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ چلتے پھرتے کروفر کے ساتھ جس طرح ممکن ہو فرادیٰ فرادیٰ نماز ہو سکتی ہے۔ یہ اسی بحث کے تحت داخل ہے کہ صلوۃ خوف غزوۂ احزاب سے پہلے مشروع ہوئی یا بعد میں۔ جو لوگ پہلے مشروع ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک نماز کو مؤخر کیا جائے گا کیونکہ غزوۂ احزاب میں نمازیں قضا ہوئیں اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بعد میں مشروع ہوئی ان کے نزدیک وقت پر پڑھی جائے گی۔ کیونکہ وہ ایسے ہی وقت کیلئے مشروع ہے

اور دوسری صلوۃ الطالب والمطلوب کہلاتی ہے۔ یہاں اس باب میں صلوۃ المسابقۃ کو بیان فرمایا ہے۔ اور دوسرے باب میں صلوۃ الطالب والمطلوب کو۔ صلوا ایماءً یہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ فان لم یقدروا فلا یجزئھم التکبیر اس سے بعض تابعین پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ اشارہ بھی نہ کر سکے تو ایک بار تکبیر کہہ دے یہ کافی ہے۔ ومایسرنی بتلک الصلوۃ الدنیا ومافیھا اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میری جو نماز فوت ہوگئی اگر اس کے بدلہ میں مجھے دنیا ومافیھا مل جائے تو اس سے مجھے خوشی نہ ہوگی۔ اس صورت میں تلک کا اشارہ صلوۃ فائتہ کی طرف ہوگا۔ دوسرا مطلب یہ ہے یہ نماز جو ہم نے پڑھی گو وقت پر نہیں پڑھی تھی مگر اس کے مقابلہ میں دنیا ومافیھا کی میرے نزدیک کوئی قدر نہیں اور مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ ہم نے اپنے لئے قضا نہیں کی بلکہ اللہ کے لئے کی ہے۔ اس صورت میں تلک کا اشارہ صلوۃ مقضیہ کی طرف ہوگا۔

باب صَلٰوۃِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوْبِ رَاکِبًا وَّاِیْمَاءً

ترجمہ۔ حملہ کرنے والا اور جس پر حملہ کیا جائے وہ سواری پر اور اشارے سے نماز پڑھے۔

وَقَالَ الْوَلِیْدُ ذَکَرْتُ الْاَوْزَاعِیَّ صَلٰوۃَ شُرَحْبِیْلِ بْنِ السِّمْطِ وَاَصْحَابِہٖ عَلٰی ظَھْرِ الدَّابَّۃِ فَقَالَ کَذَالِکَ الْاَمْرُ عِنْدَنَا اِذَا تُخُوِّفَ الْفَوْتُ وَاحْتَجَّ الْوَلِیْدُ بِقَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ لَایُصَلِّیَنَّ اَحَدُ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ ....

ترجمہ۔ ولید فرماتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے حضرت شرجیل بن السمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز جانور کی پیٹھ پر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا جب نماز کے قضا ہو جانے کا خوف ہو تو اس کا حکم ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے۔ اور حضرت ولیدؒ جناب نبی اکرم ﷺ کے اس قول سے دلیل پکڑتے تھے جو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کوئی بھی عصر کی نماز بنو قریظہ کے سوا کہیں نہ پڑھے۔

حدیث (۸۹۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَایُصَلِّیَنَّ اَحَدُ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ فَاَدْرَکَ بَعْضُھُمُ الْعَصْرُ فِی الطَّرِیْقِ وَقَالَ بَعْضُھُمْ لَانُصَلِّیْ حَتّٰی نَاْتِیَھَا وَقَالَ بَلْ نُصَلِّیْ لَمْ یُرِدْ مِنَّا ذٰلِکَ فَذُکِرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَلَمْ یُعَنِّفْ اَحَدًا مِّنْھُمْ . الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا جبکہ آپ غزوۂ احزاب سے واپس لوٹے۔ کہ کوئی بھی عصر کی نماز بنو قریظہ کے سوا نہ پڑھے بعض کو عصر کی نماز نے راستہ میں پالیا تو بعض نے کہا ہم تو جب تک بنو قریظہ میں نہیں پہنچیں گے عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ ہم تو پڑھیں گے حضور اقدس ﷺ نے ہم سے یہ نہیں چاہا تھا جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے کسی پر ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ طالب حملہ کرنے والا۔اور مطلوب جس پر حملہ کیا جائے۔ان سب میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ صلوۃ المطلوب صرف راکبا جائز ہے۔یا یہ کہئے کہ صلوۃ المطلوب راکبا تو بالاتفاق جائز ہے اس کے علاوہ احنافؒ کے نزدیک کوئی صورت جائز نہیں۔اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک صلوۃ المطلوب ہر طرح جائز ہے۔اور صلوۃ الطالب راکبا وماشیا دونوں طرح جائز ہیں لیکن ایک شرط کے ساتھ۔وہ یہ کہ اگر نماز پڑھنے میں مشغول ہوگا تو دشمن فوت ہو جائے گا۔یا الٹ کر حملہ کردے گا اور امام مالکؒ کے نزدیک صلوۃ المطلوب راکبا وماشیا دونوں طرح سے جائز ہے۔صلوۃ الطالب میں مختلف اقوال ہیں۔جن کی تفصیل اوجز المسالك میں دیکھ لی جائے۔علی ظهر الدابة حافظؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تتبع اور تلاش کے باوجود یہ نہیں ملا کہ شرجیل بن اسمطؒ طالب تھے یا مطلوب۔بعض نے ان کو طالب میں ذکر کیا ہے اور بعض نے مطلوب میں۔اگر پورا قصہ ہوتا تو ہم بھی رائے قائم کرتے۔اگر مطلوب تھے تب تو احناف کیخلاف نہیں اگر طالب تھے تو احناف کے خلاف ہے۔لا یصلین احد العصر الخ اور مسلم شریف کی روایت میں لا یصلین احد الظهر ہے۔حافظؒ نے بجائے اس کے کہ بخاریؒ کی روایت کو اصول کے موافق راجح کہتے مسلم کی روایت کو راجح بتلایا۔اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جمع ممکن ہے۔اس طرح کے جو ظہر کے وقت جانے والے تھے ان کو تو مسلم شریف کی روایت کے مطابق کہا جائے اور جو ظہر میں نہیں گئے ان کے مطابق بخاری شریف کی روایت ہے بل نصلی لم یرید منا ذلك حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہوں نے اتر کر نماز پڑھی یا سواری پر پڑھ لی۔چونکہ یہ روایت حافظ ابن حجرؒ کے مذہب کے موافق ہے کیونکہ یہ لوگ طالب تھے اور دشمن کے فوت کا اندیشہ نہ تھا۔اور دشمن کے حملہ کا خوف تھا اس لئے حافظؒ نے کہہ دیا کہ تصریح نہیں ملی کہ راکبا پڑھی یا اتر کر۔ورنہ چپکے سے چل دیتے مگر میں بھی سمجھ جاتا ہوں فلم یعنف (ڈانٹا نہیں) اس لئے کہ ہر ایک نے اجتہاد کیا۔واحتج الولید الخ حضور اقدس ﷺ نے جب غزوہ احزاب سے فارغ ہو کر اپنے ہتھیار اتار دیئے اور لوگوں نے غسل وغیرہ شروع کر دیا۔تو حضرت جرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے آپؐ نے فرمایا کہ کیا ارادہ ہے۔انہوں نے عرض کیا بنو قریظه کا ارادہ ہے۔یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔مدینہ میں اس نے مسلمانوں سے بدعہدی کی تھی۔اور منافقانہ طریقہ سے دشمن کی مدد کی تھی۔اس پر حضور پاک ﷺ بھی تیار ہو گئے اور اسی وقت اعلان فرمایا لا یصلین احد العصر الخ اور مسلم شریف میں بجائے عصر کے ظہر وارد ہے۔میرے والد صاحبؒ کی توجیہ یہ ہے کہ آپؐ نے صلوۃ فرمایا تھا۔جن لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی انہوں نے صلوۃ عصر کی نماز مراد لی اور جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی انہوں نے اس سے ظہر مراد لی۔بہر حال اس اعلان کے بعد صحابہ میں اس جملہ کے مطلب میں اختلاف ہو گیا۔بعض نے کہا حضور اقدس ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ نماز اسی جگہ پڑھی جائے۔اور بعض نے کہا اعلان کا مقصود تو یہ ہے کہ لوگ جلدی اس طرف چلیں۔لہذا اگر راستہ میں نماز پڑھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔چنانچہ بعض لوگوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی۔اور اس سے استدلال کیا گیا کہ طالب کے لئے راکبا نماز جائز ہے۔حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس سے رکوب کے ساتھ نماز پڑھنے پر استدلال نہیں ہے۔کیونکہ رکوب کی تصریح نہیں ملی ممکن ہے کہ راستہ میں اتر کر پڑھ لی ہو۔

باب التَّبْكِيْرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ وَالصَّلٰوةِ عِنْدَ الْاِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

ترجمہ۔ صبح کی نماز میں جلدی کرنا اور اسے تاریکی میں پڑھنا اور لوٹ مار اور لڑائی کے وقت نماز کیسے پڑھی جائے

حدیث (۸۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَخَرَجُوْا يَسْعَوْنَ فِى السِّكَكِ وَيَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ قَالَ الْخَمِيْسُ الْجَيْشُ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِىَّ فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِىِّ وَصَارَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ لِثَابِتٍ يَّا اَبَا مُحَمَّدٍ اَنْتَ سَاَلْتَ اَنَسًا مَّآ اَمْهَرَ فَقَالَ اَمْهَرَهَا نَفْسَهَا قَالَ فَتَبَسَّمَ .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز بہت تاریکی میں پڑھی پھر سوار ہوئے اور اللہ اکبر فرمایا خیبر خراب ہو گیا۔ بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ گھروں سے نکل کر گلی کوچوں میں دوڑتے تھے اور کہتے تھے محمدؐ اس کا لشکر آ گیا بہر حال جناب رسول اللہ ﷺ ان پر غالب آگئے لڑاکا لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور عورتوں بچوں کو قیدی بنانے کا۔ حضرت بی بی صفیہؓ حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ اور بالآخر جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے ہو گئیں۔ پھر آپؐ نے اس سے نکاح کر لیا اور اس کی آزادی اس کا حق مہر مقرر فرمایا۔ عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا کہ اے ابو محمد آپ نے حضرت انسؓ سے پوچھا تھا کہ آپؐ نے بی بی صفیہؓ کا کیا مہر باندھا تھا۔ فرمایا ان کی ذات ان کا مہر تھا تو وہ مسکرا دیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علما کی رائے ہے کہ امام کی غرض یہ ہے کہ جہاد میں تکبیر بعد الصلوۃ کہنی چاہیئے اس صورت میں بتاخیر الباء الموحدہ من الکاف ہوگا۔ یعنی تکبیر اللہ اکبر کہنا اور مقصود جہاد میں مصالح کی وجہ سے تکبیر کا جواز بیان کرنا ہے۔ اور کتاب الجہاد میں جو روایت آرہی ہے کہ حضور اقدس ﷺ رفع الصوت کو جہاد میں پسند نہیں کرتے تھے وہ اس وقت ہے جبکہ رفع الصوت بلا مصلحت ہو۔ اور بعض نے تبکیر پڑھا ہے۔ یعنی سویرے نماز پڑھے۔ اور غلس عطف تفسیری ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میدان جنگ میں اطمینان کے ساتھ تاخیر سے نماز پڑھے۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر اطمینان ہی حاصل نہ ہو تو اول وقت میں پڑھ لے وھو الراجح عندی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْعِيدَيْنِ

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيهِمَا۔

ترجمہ۔ عیدین کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اور عیدین میں خوبصورتی اختیار کرنا۔

حدیث(۸۹۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهِ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَلْبَثَ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهٰذِهِ الْجُبَّةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَبِيعُهَا وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ ..الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے گاڑھے ابریشم کا جبہ لیا جو بازار میں بک رہا تھا۔ وہ اس کو لے کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کیا اور فرمایا یا رسول اللہ اس کو خرید لیجئے تاکہ آپؐ اُن سے عید اور وفود کے لئے خوبصورتی حاصل کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ تو ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ اتنا عرصہ ٹھہرے رہے جس قدر اللہ تعالیٰ نے ٹھہرایا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف ابریشم کا ایک جبہ بھیجا جس کو حضرت عمرؓ لے کر حضور اقدس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ آپؐ نے تو فرمایا تھا کہ یہ ان لوگوں کا لباس ہے۔ پھر آپؐ نے اسے میرے پاس بھیج دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو بیچ کر اپنے کام میں لاؤ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عید کہنے کی وجہ تم پڑھ ہی چکے ہو چونکہ عوائد اور نعمائے الٰھیہ کی کثرت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو عید کہتے ہیں۔ اور بعض نے اسے تفا ؤلاً عید کہا ہے۔ ۲ ھ میں اس کی مشروعیت ہوئی۔ عیدین کی نماز ہمارے یہاں واجب ہے۔ اور شوافعؒ اور مالکیہ کے نزدیک سنت ہے اور حنابلہؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور عیدین کا ذکر کتاب الجمعہ کے بعد کر دینا واضح ہے باب ماجاء فی العیدین الخ میں اس کے متعلق باب یلبس احسن مایجد میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ نے سیاق ترجمہ بدل کر اشارہ فرمادیا کہ جمعہ میں نئے کپڑے ہونا ضروری نہیں صرف صاف ہونا کافی ہے لیکن اگر عیدین میں نئے بنالے تو کوئی حرج نہیں۔

بَاب الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ

ترجمہ۔ عید کے دن برچھا اور ڈھال کا رکھنا کیسا ہے

حدیث (۸۹۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ دَخَلَ عَلَى النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَ انُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَاِمَّا سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاِمَّا قَالَ تَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَاَقَامَنِيْ وَرَاءَهُ خَدِّيْ عَلٰى خَدِّهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ دُوْنَكُمْ يَا بَنِيْ اَرْفِدَةَ حَتّٰى اِذَا مَلِلْتُ قَالَ لِيْ حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِيْ ..الحدیث . .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے کہ میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں۔ جناب رسول اکرم ﷺ چہرہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے تو مجھے ڈانٹا کہ شیطان کے باجے اور گانے جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان کو چھوڑ دو کچھ نہ کہو جب حضور اقدس ﷺ ہم سے بے پرواہ ہوئے تو میں نے لڑکیوں کی چٹکی کاٹی وہ جلدی جلدی نکل گئیں چونکہ وہ عید کا دن تھا۔ سوڈانی غلام ڈھال اور برچھے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ پس یا تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی یا حضور انور ﷺ نے خود فرمایا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے عرض کی ہاں! چنانچہ آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا کہ میرا رخسارہ حضور انور ﷺ کے رخسارہ پر تھا۔ اور آپؐ فرمارہے تھے کہ اے بنی ارفدہ اپنا کام جاری رکھو یہاں تک کہ جب میں اکتا گئی تو آپؐ نے مجھے فرمایا بس تجھے کافی ہے میں نے کہا ہاں! تو آپؐ نے فرمایا اب چلو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حراب حربہ کی جمع ہے اس کے معنی برچھی کے ہیں اور درق درقہ کی جمع ہے اس کے معنی ڈھال کے ہیں۔ صفحہ ۱۳۲ پر مایکرہ من حمل السلاح آرہا ہے۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ جواز غیر حالت خوف کے وقت ہے اور کراہت حالت

خوف میں ہے اور میرے نزدیک یہ غرض نہیں۔ میں اپنی غرض آگے بیان کرونگا۔ فاضطجع علی الفراش الخ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو اس کا جواز اور دوسرے اس کی عدم اولویۃ کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے چہر مبارک پھیر رکھا تھا۔ غرض مایکرہ من حمل السلاح میں آرہی ہے۔

باب سُنَّةُ الْعِيْدَيْنِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ ترجمہ۔ اسلام والوں کے لئے عیدین کا طریقہ

حدیث (۸۹۸) حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَانَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا .الحدیث ..

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو خطبہ پڑھتے ہوئے سنا۔ کہ فرماتے تھے پہلی وہ چیز جس کی ہم اس دن عید کے ابتداء کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں اس کے بعد واپس آکر قربانی کریں جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا۔

حدیث (۸۹۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعِنْدِیْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْاَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَبِمَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ فِیْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَذٰلِكَ فِیْ يَوْمِ عِيْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا اَبَابَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا ..الحدیث. ..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس میرے باپ ابو بکر صدیقؓ اس وقت تشریف لائے کہ انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں وہ اشعار گارہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے بارے میں انصار نے ایک دوسرے کے بارے میں کہے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ لڑکیاں کوئی خاص گانے والیاں نہیں تھیں۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا شیطان کے باجے جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔ اور واقعہ عیدین کے دن کا ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر! ہر قوم کیلئے عید ہوتی ہے جس دن وہ خوشیاں مناتے ہیں یہ ہمارا عید کا دن ہے تو ان کو خوشیاں منانے دو

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ من جواری الانصار تغنیان الخ صفحہ ۱۳۰ / ۱۷ یہ الفاظ اس لئے بڑھائے گئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والی نہیں تھیں اور اس سے اس طرف بھی اشارہ کرنا ہے کہ بڑے لوگوں کی عورتوں اور بچیوں کے لئے گانا اس وقت جائز ہے جبکہ اس میں مفسدہ نہ ہو۔ مثلاً محارم کی طرف نظر کرنا۔ یا حرام شہوت۔ یا عبادات کا فوت ہونا۔ یا آلات محرمہ میں سے کسی کو استعمال میں لایا جائے۔ جیسے سارنگی۔ طبلہ۔ وغیرہ یا ایسے مضامین کا ذکر اشعار میں کیا جائے جو شرعاً جائز نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ گانے کی حرمت لغیرہ ہے لنفسہ نہیں ہے۔ فقہاء نے جو گانے بجانے سے منع کیا ہے وہ فتنہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کیا ہے۔ ورنہ فی نفسہ غناء جائز اور امر مباح ہے۔

هذا عیدنا صفحہ ۱۳۰ر۱۹ مؤلفؒ نے اس حدیث کو اس باب میں لاکر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ عید کے دن تمام مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ مباح مثلاً کھیل۔ شغل اور دل لگی کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یا تو سنت سے مراد مسنون ہے یعنی اہل اسلام کیلئے عیدین میں مسنون طریقہ کیا ہے۔ یا سنت کے معنی طریقہ کے ہیں۔ یعنی عیدین میں اہل اسلام کا طریقہ بیان کرنا ہے۔ اگر معنی اوّل مراد لئے جائیں تو روایت اولیٰ موافق ترجمہ ہو گی لیکن دوسری روایت باب کے موافق نہ ہو گی اور اگر معنی ثانی مراد لیں تو روایت ثانیہ باب کے موافق ہے لیکن اولیٰ نہیں لہذا کسی صورت میں دونوں راولیات باب سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ اگر معنی ثانی یعنی مصدری معنی مراد ہوں تو باب کی غرض سے ترمذی شریف کی اس راویت کی تائید مقصود ہو گی جس میں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے دیکھا کہ کفار کے سال بھر میں دو دن عید کے ہیں ایک یوم نیروز اور مہر جان۔ تو حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لئے عید الفطر اور عید الاضحیٰ مقرر فرمائے۔ روایت ثانیہ تو بالکل ظاہر ہے اس کے معنی موافق ہے۔ روایت اولیٰ اور ثانیہ میں جوڑ اس طرح ہو گا کہ عید وہی معتبر ہے جس میں نماز بھی ہو۔ اگر معنی اوّل مراد ہوں تو ثانیہ کی تاویل یہ ہے کہ سرور بھی عید کے طریقوں میں سے ہے۔ اور ایک طریقہ جمع کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنت کے دونوں معنی مراد ہوں عموم مشترک یا عموم مجاز کے طور پر۔

یوم بعاث یہ انصار کی ایک لڑائی ہے۔ جو ایک سو بیس برس تک شعلہ زن رہی۔ اس لڑائی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک قبیلہ کے کسی آدمی نے دوسرے قبیلہ کے کسی آدمی کی اونٹنی کا دودھ بلا اجازت نکال لیا تھا۔ دوسرے نے اس دودھ دینے والی اونٹنی کا تھن کاٹ لیا اس طرح ایک دوسرے سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اور بھائی قاعدہ یہ ہے کہ خدا شرے برانگیز دراں خیرے نہاں باشد۔ اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں بڑے بڑے سردار سب ختم ہو گئے قتل کر دیئے گئے۔ اور جب ان کو نبی آخر الزمان کی بعثت کا علم ہوا اور حضور اقدس ﷺ مبعوث ہو گئے تو انصار کا قبیلہ جلدی جلدی مسلمان ہونے لگا اور دوسری بات انصار کی کثرت اسلام کی یہ ہوئی کہ یہود و انصار میں اسلام سے پہلے کشاکشی تھی۔ یہود کہا کرتے تھے کہ ہم نبی آخر الزمان کے ساتھ ہو کر تمہاری گوش مالی کرینگے۔ لیکن جب انصار کو حضور اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر ہوئی تو جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔

فقال ابو بکر مزامیر الشیطان یہاں اشکال یہ ہے کہ اگر یہ سماع جائز تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے نکیر کیوں کی۔ اگر ناجائز تھا تو پھر حضور اقدس ﷺ نے کیوں گانے دیا۔ اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے منع کرنے کے باوجود بھی باقی رکھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ گانا بجانا تھا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان اشعار میں جنگی کارنامے تھے۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے

یہ سوچ کر کہ لوگ اس کو غلط بات کا ذریعہ بنالیں گے اور اس سے استدلال کریں گے۔ لہذا منع فرمادیا۔ بعض لوگوں نے اس سے قوالی کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ اس کے اندر بھی ناچ گانا نہیں ہوتا لیکن یہ کسی بھی طرح درست نہیں۔ کیونکہ یہاں گانا بچیوں کے ساتھ تھا اور بچوں کے آپس کے کھیل میں تسامح ہوتا ہے۔ نیز! جب محرم اور مبیح میں تعارض ہو جائے تو محرم روایات کو ترجیح ہوتی ہے۔ نیز! دوسری بعض روایات میں ان دونوں گانے والی بچیوں کے متعلق تصریح ہے کہ لیست بمغنیتین کہ درحقیت وہ گانے والیاں نہیں تھیں۔

باب الْاَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ

ترجمہ۔ نکلنے سے پہلے عید فطر کے دن کھانا چاہیئے

حدیث (۹۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَغْدُوْا يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ وَّقَالَ مُرَجّٰى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن اس وقت تک صبح سویرے نہیں جاتے تھے جب تک کہ چند کھجوریں نہ کھالیں۔ دوسری سند میں ہے کہ وہ کھجور جن کو کھاتے تھے وہ طاق ہوتی تھی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ باب الاکل یوم النحر صفحہ ۱۳۰/ ۲۳ قربانی کے دن کھانے پینے میں زیادتی میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلا کھانا جو اس کے پیٹ میں پہنچے وہ اس کی قربانی کا گوشت ہونا چاہیئے۔ حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ہوئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بردہؓ کے کھانے اور کھلانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ قربانی کے جانور کو نماز ادا کرنے سے پہلے ذبح کرنے پر اعتراض کیا۔ اگر کھانے میں کوئی کراہت ہوتی تو آپؐ اس پر بھی ضرور رد فرماتے۔ جب کہ آپؐ نے اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ آپؐ کے سامنے اس نے صبح کو کھالینا اور ہمسایوں کو کھلانے کا ذکر فرمایا اور اس فاقہ کا ذکر کیا جس نے ان کو جلدی جانور ذبح کرنے پر آمادہ کیا۔ تو آپ کی طرف سے تقریر ہوگئی کہ نماز سے پہلے کسی چیز کا کھالینا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ البتہ قربانی وغیرہ کی تقدیم نہ کرے۔ اور جو قربانی کرنا چاہتا ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ نماز ادا کرنے سے پہلے کچھ نہ کھائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ مسئلہ ائمہ کرام میں متفق علیہا ہے کہ عید الفطر کے روز نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھجوریں کھانی مسنون ہیں۔ اور یہ بھی مسنون ہے کہ وہ طاق ہوں یعنی ایک تین یا پانچ وغیرہا۔

باب الْاَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ

ترجمہ۔ قربانی کے دن کب کھانا چاہیئے

حدیث (۹۰۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ يُّشْتَهٰى فِيْهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ مِنْ جِيْرَانِهٖ فَكَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَدَّقَهٗ قَالَ وَعِنْدِیْ جَذَعَةٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شَاتَیْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ فَلَا اَدْرِیْ اَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ اَمْ لَا...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نماز عید سے پہلے ذبح کر لیا پس وہ اس کا اعادہ کرے۔ ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا حضرت یہ دن تو وہ ہے جس میں گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور کچھ ہمسائیوں کا ذکر بھی کیا۔ تو گویا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی اس آدمی نے کہا حضرت میرے پاس بکری کا بچہ سال سے کم کا ہے جو میرے نزدیک دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کو ذبح کرنے کی رخصت دے دی۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ یہ رخصت اس کے ماسوا دوسروں کو بھی پہنچی یا کہ نہ پہنچی۔

حدیث (۹۰۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِیُّ ﷺ يَوْمَ الْاَضْحٰى بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا نُسُكَ لَهٗ فَقَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَآءِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنِّیْ نَسَكْتُ شَاتِیْ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّاَحْبَبْتُ اَنْ تَكُوْنَ شَاتِیْ اَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِیْ بَيْتِیْ فَذَبَحْتُ شَاتِیْ وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ اَنْ اٰتِیَ الصَّلٰوةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَّنَا جَذَعَةً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شَاتَيْنِ اَفَتَجْزِیْ عَنِّیْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِیْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ.....

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن بعد نماز کے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی ہماری قربانی جیسی قربانی دی۔ پس ٹھیک نسک (قربانی) کو پہنچ گیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو وہ نماز سے پہلے ہے۔ وہ کوئی قربانی نہیں ہے تو حضرت ابو بردہ بن نیارؓ جو حضرت براءؓ کے ماموں تھے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ میں نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے اور میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ دن کھانے پینے کا ہے اور میں نے پسند کیا کہ میری بکری پہلی بکری ہو جو میرے گھر میں ذبح کی جائے۔ چنانچہ میں نے اپنی بکری ذبح کر دی اور نماز میں آنے سے پہلے میں نے صبح کا کھانا کھا لیا فرمایا یہ تیری بکری گوشت کی بکری ہے تو اس نے کہا یا رسول اللہ ہمارے پاس ہمارا ایک بزغالہ ہے جو ایک سال سے کم عمر کا ہے جو میرے نزدیک دو بکریوں سے زیادہ محبوب ہے کیا وہ میری طرف سے کافی ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں لیکن تیرے بعد کسی کو کفایت نہیں کرے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فانه قبل الصلوة الخ صفحه ۱۳۱/۱ یہاں لازم کو ملزوم کی جگہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ قربانی کا وقت نماز ادا کرنے کے بعد ہے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کرلی تو وہ قربانی قبل از وقت واقع ہوگی۔ کیونکہ اس کا وقت نماز کے بعد ہے۔ تو یہ قربانی غیر معتبر ہوگی۔ کیونکہ یہ قبل از نماز واقع ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے باب سابق با ب الاکل یوم الفطر میں جو روایت ذکر فرمائی ہے وہ جمہور کے موافق ہے۔ اور یہ با ب الاکل یوم النحر ہے۔ اور اس میں فقہاء قاطبۃ کا یہ مذہب ہے کہ عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے۔ بلکہ نماز پڑھ کر اپنی قربانی میں سے کھائے۔ اس میں امام بخاریؒ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیارؓ نے عید کی نماز سے قبل ذبح کی اور کھایا اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی اس کے بدلہ انہوں نے دوسری قربانی دی۔ اب امام بخاریؒ کی اس سے غرض کیا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جمہور کے خلاف یہ فرمارہے ہیں کہ نماز عید سے پہلے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس ابو بردہؓ کی روایت سے ان کا استدلال اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کھانے پر کچھ نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ قربانی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی۔ اور بعض علماً فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ ہیں اور استدلال یوم یشتھی فیه اللحم سے ہے اور طریق استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس دن گوشت کی خواہش ہوتی ہے اور گوشت عید کے دن قربانی ہی کا ہوتا ہے اور قربانی بعد الصلوة ہوتی ہے اور حضرت ابو بردہ بن نیارؓ نے جو ذبح فرمایا تھا وہ محض عدم علم کی وجہ سے ہوا تھا فلا ادری ابلغت الرخصه یہ کس راوی کا مقولہ ہے حضرت انسؓ یا ابن سیرین کا نہیں ہے اور یہ تردد انہی راوی کو ہے ورنہ روایت میں تصریح ہے کہ یہ حکم انہی صحابی کے ساتھ خاص ہے لن تجزی عن احد بعدك یہ وہ تصریح آ گئی۔

بابُ الْخُرُوْجِ اِلَى الْمُصَلّٰى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ

ترجمہ۔ بغیر منبر کے عیدگاہ کی طرف جانا۔

حدیث (۹۰۳) حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَى الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوۃُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِھِمْ فَیَعِظُھُمْ وَیُوْصِیْھِمْ وَیَاْمُرُھُمْ فَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ اَوْ یَاْمُرَ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِهٖ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَلَمْ یَزَلِ النَّاسُ

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عیدگاہ کی طرف نکلتے تھے پس پہلی چیز جس سے ابتداء کرتے وہ نماز تھی۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اسی طرح اپنی صفوں پر بیٹھے ہوتے پس حضور ﷺ ان کو نصیحت کرتے وصیت فرماتے اور ان کو حکم دیتے اگر کسی فوجی دستہ کو الگ کر کے کہیں بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کر لیتے یا کسی چیز کا حکم کرنا ہوتا تو اس کا حکم دیتے پھر چلے جاتے۔

عَلٰی ذٰلِكَ حَتّٰی خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِیْرُ الْمَدِیْنَةِ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا اَتَیْنَا الْمُصَلّٰی اِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِیْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَاِذَا مَرْوَانُ یُرِیْدُ اَنْ یَّرْتَقِیَهُ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِیْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهٗ غَیَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ یَا اَبَا سَعِیْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا اَعْلَمُ خَیْرٌ مِّمَّا لَا اَعْلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ یَكُوْنُوْا یَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ.. الحدیث..

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں معاملہ اسی طرح رہا۔ یہاں تک میں مروان امیر مدینہ کے ہمراہ عید قربان یا عید فطر میں نکلا پس ہم عیدگاہ تک پہنچے تو دیکھتا کیا ہوں کہ کثیر بن الصلت نے ایک منبر بنا رکھا ہے چنانچہ مروان نماز پڑھنے سے پہلے اس منبر پر چڑھنا چاہتے تھے۔ میں نے اس کو کپڑے سے کھینچا اس نے مجھے کھینچا پس منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا میں نے اس سے کہا کہ اللہ کی قسم تم لوگوں نے تبدیلی کر دی۔ اس نے کہا اے ابو سعید جو آپ جانتے ہیں وہ حکم چلا گیا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم جو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ کہنے لگا کہ لوگ نماز کے بعد ہمارے لئے نہیں بیٹھتے تھے اسلئے میں نے اس خطبہ کو نماز سے پہلے کر لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض ابو داؤد کی اس روایت پر ردّ کرنا ہے جس میں یہ ہے کہ مروان نے حکم دیا کہ منبر عیدگاہ میں لے جا کر نصب کیا جائے۔ تو امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ حضور اقدس ﷺ عیدگاہ میں بغیر منبر کے تشریف لے گئے۔ **فیقوم مقابل الناس** اس سے امام بخاریؒ نے منبر کے نہ ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر منبر ہوتا تو قیام مقابل الناس نہ ہوتا۔ بلکہ اوپر قیام ہوتا۔ **فان کان یرید ان یقطع بعثا** اس لئے کہ لوگ مجتمع ہوتے تھے۔ لہذا حضور انور ﷺ وہیں فوجی دستہ تشکیل فرماتے تھے۔ **حتی خرجت مع مروان** بنو امیہ کے زمانے میں مروان نے عیدین میں دو تغیر کئے ایک تو یہ کہ عیدگاہ میں منبر لے گیا۔ دوسرے یہ کہ عید کا خطبہ بعد میں ہوتا تھا اس کو نماز سے پہلے کر دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے اتباع اور اہل بیت کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اور مسلمان اس کو سننا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے وہ چپکے چپکے وہاں سے اٹھ کر چل دیا کرتے تھے۔ اور اس کا خطبہ نہیں سنتے تھے۔ مروان نے جب دیکھا کہ جن کو سنانا اصل ہے وہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو اس نے خطبہ کو نماز سے مقدم کر دیا کہ اب تو مجبور ہو کر نماز کے انتظار میں رُکے رہیں گے۔ اور ان کی لغویات سنیں گے۔ **فقد ذهب ماتعلم** یعنی اب وہ زمانہ نہیں رہا اب مصلحت یہی ہے کہ **قبل الصلوۃ** خطبہ دیا جائے۔

بَابُ الْمَشْیِ وَالرُّكُوْبِ اِلَی الْعِیْدِ بِغَیْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ۔

ترجمہ۔ عید کی طرف پیدل اور سوار ہو کر جانا جائز ہے۔ عید بغیر اذان اور اقامت کے ہو گی۔

حدیث(۹۰۴) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ.. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ قربانی اور فطر میں پہلے نماز پڑھتے تھے نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔

حدیث(۹۰۵) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَرْسَلَ اِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِيْ اَوَّلِ مَا بُوْيِعَ لَهٗ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَاِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَاَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّاُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهٗ تُلْقِيْ فِيْهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَتَرٰى حَقًّا عَلَى الْاِمَامِ الْاٰنَ اَنْ يَّاْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِيْنَ يَفْرُغُ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا يَفْعَلُوْا (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن باہر تشریف لائے تو خطبہ سے پہلے نماز سے ابتدا فرمائی۔ نیز حضرت عطاءؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف پہلے پہل جب ان کی بیعت کی گئی تو پیغام بھیجا کہ عید الفطر کے دن نماز کے لئے اذان نہیں کہی جاتی تھی۔ اور خطبہ بھی نماز کے بعد ہوتا تھا۔ نیز پھر حضرت عطاؒ دونوں حضرات یعنی حضرت ابن عباسؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں دنوں میں اذان نہیں ہوتی تھی۔ اور صرف حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے تو نماز سے ابتدا کی اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو نیچے اتر کر عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ اور ان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ جبکہ حضرت بلالؓ کے ہاتھ پر سہارا لیا ہوا تھا اور حضرت بلالؓ اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کا مال ڈالتی تھیں تو راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاؒ سے کہا کہ کیا اب بھی امام کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ عورتوں کے پاس آکر انہیں نصیحت کریں جبکہ نماز سے فارغ ہو جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ ان کی ذمہ داری تو ہے لیکن ان کو کیا ہو گیا کہ اب وہ ایسا نہیں کرتے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ارسل الی ابن الزبیر الخ صفحہ ۱۳۱/۱۵ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابن الزبیر صغیر سن تھے۔ تو حضرت ابن عباسؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ عدم علم کی وجہ سے کہیں سنت کی مخالفت نہ کر دیں۔ اس لئے ان کو اس حدیث کی اطلاع کر دی۔ باب من حمل السلاح الخ صفحہ ۱۳۲/۳۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ہے کہ المشی علی الاقدام فی العیدین افضل ہے۔ اس پر رد کرنا ہے۔ اور رد اس طرح فرمادیا کہ حدیث میں ہے خرج یوم الفطر اور خروج عام ہے۔ را کبا ہو یا ماشیا اور یہ اقرب ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں ہے کہ جب ترجمہ میں چند چیزیں ذکر فرمائیں اور کسی ایک کی روایت ذکر نہ فرمائیں تو وہ امام بخاریؒ کے نزدیک ثابت نہیں۔ یہاں امام بخاریؒ نے رکوب کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی جو رکوب پر صراحۃً دلالت کرے۔ لہذا گویا وہ امام بخاریؒ کے نزدیک ثابت ہی نہیں۔ اس صورت میں ترمذی کی روایت کی تائید ہوگی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے رکوب پر یتو کا علی ید بلال سے استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ ہاتھ پر ٹیک لگانا سواری ہے بچے ایک کھیل کھیلا کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو بچے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور تیسرا بچہ اپنی ٹانگ ان دونوں کے ہاتھ پر رکھتا ہے۔ اور دونوں کے مونڈھے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر سب بچے چلتے ہیں اور اس کو باری دینا کہتے ہیں۔ تو کیا عجب ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک فطری چیز سے استدلال فرمایا ہو۔

والصلوۃ قبل الخطبۃ بغیر اذان واقامۃ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ عیدین میں اذان اور اقامۃ نہیں ہے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے زمانے میں اختلاف تھا۔ اور وہ اپنے زمانہ میں اذان دلوایا کرتے تھے۔ تو ابن عباسؓ نے ان پر رد فرمادیا۔ پھر بعد میں یہ دستور ختم ہو گیا۔ اور عیدین میں اذان اور اقامۃ اس لئے نہیں ہوتی کہ یہ دونوں فرائض کے ساتھ خاص ہیں۔ اور عیدین فرائض نہیں ہیں۔ البتہ ایک اختلاف یہ ہے کہ عیدین کے دن الصلوۃ جامعہ کا اعلان کر سکتے ہیں یا نہیں۔ شافعیہ " کے نزدیک اعلان اولیٰ ہے۔ اور شرح ترمذی میں عراقی نے وجوب نقل کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس کے جواز پر اتفاق نقل کر دیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ حنابلہؒ اس کو خلاف سنت لکھتے ہیں کہ موفق نے مغنی میں اس طرح نقل کیا ہے۔ قاضی نے مالکیہ میں سے اس کو جائز لکھا ہے۔ مگر مالکیہؒ کے یہاں مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ اور بعض خلاف اولیٰ لکھتے ہیں۔ اور مجھے اپنی کتابوں میں اس مسئلے میں کوئی تصریح نہیں ملی۔ جو جائز کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ بغیر اذان والاقامت میں داخل نہیں۔ جو منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اپنے اطلاق کی وجہ سے اس کو بھی شامل ہے۔

بَاب اَلْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيْدِ

ترجمہ۔ عید کے بعد خطبہ ہونا چاہئیے

حدیث (۹۰۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں عید میں حاضر ہوا

قَالَ شَهِدْتُّ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍؓ وَّعُمَرَؓ وَعُثْمَانَؓ فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ۔ الحديث...

جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سب کے سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے

حديث(۹۰۷) حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَاَبُوْبَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةَ.....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ خطبہ سے پہلے عیدین یعنی دونوں عیدوں کی نماز پڑھتے تھے۔

حديث(۹۰۸) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ تُلْقِي الْمَرْاَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عید فطر کی نماز دو رکعت پڑھی۔ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔ پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے جبکہ حضرت بلالؓ آپؐ کے ہمراہ تھے تو عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پس انہوں نے مال ڈالنا شروع کیا حتیٰ کہ عورتیں اپنی بالیاں اور ہار بھی ڈالتی تھیں۔

حديث(۹۰۹) حَدَّثَنَا اٰدَمُ (الخ) عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَّحَرَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍؓ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَبَحْتُ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهٗ وَلَنْ تُوْفِيَ اَوْ تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ .الحديث

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اس عید کے دن میں ہم سب سے پہلے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر واپس آکر قربانی کرتے ہیں جس نے ایسا کیا وہ ہمارے طریقے کو پہنچا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو یہ ایک گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے پہلے کیا۔ قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔ تو انصار کے ایک آدمی جس کو ابو بردہ بن نیار کہا جاتا ہے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں تو ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس ایک سال سے کم عمر کا بزغالہ ہے جو سال والے سے بہتر ہے۔ فرمایا اس کو اس کی جگہ ذبح کر دو مگر یہ آپ کے بعد کسی کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ باب خاص طور سے اس لئے باندھا کہ بنو امیہ اپنے زمانہ میں نماز عید سے پہلے جمعہ کی طرح خطبہ دیا کرتے تھے۔ تو اس خوف سے کہ کہیں یہ طریقہ نہ بن جائے محدثین خاص طور سے اس پر رد کرنے کیلئے باب باندھتے ہیں۔ تلقی المرأة فرصها وسخابها یہ راویت عورتوں کے لئے زیورات بنانے کی دلیل ہے۔ یوم العید کے خطبہ کی روایات میں بہت سے زیوروں کا ذکر ملے گا۔

بَاب مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوا أَنْ يَحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ الْعِيدِ إِلَّا أَنْ يَخَافُوا عَدُوًّا ۔

ترجمہ۔ عید کے دن اور حرم پاک میں ہتھیاروں کا اٹھانا مکروہ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عید کے دن مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے سے روک دیا گیا۔ مگر ہاں اگر انہیں کسی دشمن کا خطرہ ہو تو پھر اجازت ہے۔

حدیث (۹۱۰) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى (الخ)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي أَخْمَصِ قَدَمِهِ فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَاءَ يَعُودُهُ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَنْتَ أَصَبْتَنِي قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ فِي الْحَرَمِ .. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ہمراہ تھا جس دن نیزے کی بھال ان کے تلوے میں چبھی جس کی وجہ سے ان کا پاؤں رکاب میں چمٹ گیا تو میں نیچے اترا اور اس کو کھینچا۔ یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا۔ حجاج بن یوسف کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آپ کی بیمار پرسی کے لئے آیا تو حجاج نے کہا کہ کاش مجھے اس شخص کا علم ہو جاتا جس نے آپ کو یہ تکلیف پہنچائی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تم ہی نے یہ تکلیف مجھے پہنچائی ہے اس نے کہا یہ کیسے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ آپ نے ہی اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن میں ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے اور تو ہی نے حرم کے اندر ہتھیاروں کو داخل کیا حالانکہ حرم پاک میں ہتھیار داخل نہیں کئے جاتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ روایت سے امام بخاریؒ نے ثابت کیا ہے کہ چونکہ عید کا دن ازدحام کا دن ہے۔ ایسی حالت میں ہتھیار لے کر چلنا مکروہ ہوگا۔ ایسے ازدحام جہاں بھی ہوں گے وہاں ہتھیار لے کر چلنا مکروہ ہوگا۔

وذٰلك حين التسبيح صفحہ ۱۳۲ر۱۰ ممکن ہے یہ مقولہ عبداللہ بن بسر کا ہو۔ معنی یہ ہوں گے کہ یہ وقت جس میں وہ آج

داخل ہوئے۔ عید گاہ سے واپس آنے کے بعد یہ ہمارے گھروں میں نوافل پڑھنے کا وقت ہوتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس شخص کا کلام ہو جس نے عبداللہ بن بسر سے نقل کیا اور ان سے تحمل روایت کیا ہے۔ تو اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ یہ بات انہوں نے اس وقت کہی جبکہ تمہاری نفلی نماز کا وقت تھا جس کو تم ضحیٰ کے وقت پڑھتے تھے۔ لیکن پہلے معنی بہتر ہیں۔

حدیث (۹۱۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوْبُ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَاَنَا عِنْدَهٗ قَالَ كَيْفَ هُوَ قَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ اَصَابَكَ قَالَ اَصَابَنِيْ مَنْ اَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِيْ يَوْمٍ لَّا يَحِلُّ فِيْهِ حَمْلُهٗ يَعْنِي الْحَجَّاجَ۔ الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں کہ حجاج حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ میں بھی ان کے پاس تھا اس حجاج نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں فرمایا ٹھیک ہوں۔ کہا کہ یہ تکلیف آپ کو کس نے پہنچائی۔ فرمایا مجھے یہ تکلیف اس نے پہنچائی جس نے اس دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا۔ جس دن ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے۔ یعنی حجاج نے سب کچھ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایک ورق پہلے ایک باب گذرا ہے باب الحراق والدرق یوم العيد وہاں میں نے یہ کہا تھا کہ اگلے باب پر کلام کروں گا یعنی اس باب میں گذشتہ ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے عید کے دن اہل سوڈان کو ہتھیاروں سے کھیلنے کی اجازت دی اور اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حرم اور عیدوں میں ہتھیار لے جانا مکروہ ہے ان دونوں میں تعارض ہو گیا۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ پہلی حالت امن پر محمول ہے۔ اور یہ باب حالت خوف پر محمول ہے یعنی جبکہ بدامنی وغیرہ کا اندیشہ ہو۔ لیکن میرے نزدیک یہ غرض نہیں ہے۔ بلکہ باب سابق کی کہ عید کے دن اظہار سرور کے طور پر مسجد سے باہر کھیلنا مندوب ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اجازت دی ہے اور اس باب کی غرض یہ ہے کہ عید کی نماز کو جاتے ہوئے یا حرم میں مجمع کے وقت ہتھیار لے جانا بلا ضرورت مکروہ ہے اب دونوں میں فرق ہو گیا۔ وہاں تو یوم العيد کا ذکر تھا اور یہاں ذهاب الى المصلى وفى الحرم کا ذکر ہے اور شراح نے امن وخوف سے فرق کیا ہے

کنت مع ابن عمرؓ واقعہ یہ ہوا کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو شہید کر دیا۔ مسلمانوں میں بڑا غم وغصہ پھیلا۔ عبدالملک بڑا سمجھ دار تھا اس نے سوچا کہ یہ مسلمان حضرت ابن زبیرؓ کے قتل پر جب اتنا بگڑے ہیں تو اگر ان کے امر دینی میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو یہ بالکل پھر جائیں گے۔ لہذا اس نے حجاج کو لکھا کہ ایام حج میں حضرت ابن عمرؓ سے پوچھ کر ارکان حج ادا کرے کیونکہ اگر حج میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو پھر یہ سارا مجمع پھر جائے گا اور قابو میں نہیں آئے گا کیونکہ مسلمانوں کو شعائر اسلام میں گڑبڑ اور مداخلت کرنے سے جتنا غصہ آتا ہے اور کسی چیز سے نہیں آتا۔ حجاج اس کا حکم کیسے ٹالتا امیر کا حکم تھا مگر اس کو غصہ بہت آیا اس نے ایک آدمی کو کہا کہ اپنا ایک نیزہ زہر میں بجھا کر رکھ۔ اور جب ابن عمرؓ گذریں تو ان کے مار دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابن عمرؓ کے بدن میں زہر سرایت کر گیا اسی میں ان کا انتقال ہوا۔ حجاج بھی دکھاوے کے طور پر ان کی عیادت کرنے آیا اور کہا کہ ایسا کس نے کیا اگر مجھ کو اس کا نام معلوم ہو جائے تو میں اس کی

خبر لوں حضرت ابن عمرؓ نے کچھ توریہ سے کام لے کر فرمایا کہ تو نے ہی تو کیا ہے۔ کہنے لگا میں نے کیسے کیا اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حملت السلاح الخ یعنی تو نے اس دن میں ہتھیار لانے کی اجازت دی۔ حالانکہ اس دن ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے۔ اور تو نے حرم میں ہتھیار داخل کئے۔ حالانکہ حرم میں ہتھیار نہیں داخل کئے جاتے۔ یہی جزء امام بخاریؒ کا مقصود ہے اور اسی سے امام بخاریؒ کا استدلال ہے۔ حجاج بڑا ظالم تھا۔ یوں کہتے ہیں کہ جیسے خیرات میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر ظالم دیکھا جائے تو ہمارا ایک حجاج کافی ہے۔ اس کا مقولہ ابو داؤد میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر امیر کسی کو کہے اس دروازے سے نہ جاؤ اور وہ اس کے خلاف کرے تو مجھ کو اس کی گردن اڑا دینی جائز ہے۔

بَاب التَّكْبِيرِ لِلْعِيدِ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ اِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں کہ ہم اس گھڑی میں نماز عید سے فارغ ہوتے تھے اور یہی نفلی نماز کا وقت ہے۔

حدیث (۹۱۲) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ نُصَلِّيَ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ فَقَامَ خَالِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍؓ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اُصَلِّيَ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ فَقَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا اَوْ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا کہ پہلے پہل جس کام کو ہم اپنے اس دن میں شروع کریں گے وہ نماز ہے پھر ہم واپس آکر ذبح کریں گے۔ پس جس نے یہ کیا وہ ٹھیک ہمارے طریقہ کو پہنچا اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا تو وہ ایک گوشت ہے جس کو اس نے جلدی جلدی اپنے گھر والوں کے لئے بنایا ہے۔ وہ قربانی میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ تو میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیارؓ اٹھ کر کہنے لگے کہ میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا۔ اور میرے پاس ایک بزغالہ ہے جو ایک سال کے بچے سے بہتر ہے۔ تو فرمایا کہ اس جذعہ کو اس کی جگہ ذبح کر لو اور جذعہ اور کسی کی طرف سے تمہارے بعد کفایت نہیں کرے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ ومن ذبح قبل ان یصلی الخ صفحہ ۱۳۲/۱۲ اس حدیث سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا

کہ نماز عید سے پہلے ذبح کرنا ممنوع ہے۔ اور نماز سے ابتدا کرنا مامور ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر قربانی کے ذبح کرنے میں مشغول ہو گیا تو نماز میں تاخیر ہو جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ تکبیر یعنی جلدی نماز ادا کرنا مستحب ہے۔ لیکن معلوم رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو ان میں سے عید نماز پڑھنے والے ہیں۔ اور جو نہیں پڑھتے جیسے بستی والے ان کے لئے جائز ہے کہ وہ شہر والوں کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کرلیں۔ کیونکہ اہل القریٰ بستی والوں پر نماز عید واجب نہیں ہے۔ اگر واجب ہوتی پھر تو قربانی میں مشغول ہونے کی وجہ نماز کی تاخیر کا امکان تھا۔ جب نماز ہی واجب نہیں تو قربانی کرنے میں کیوں دیر کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قربانی کو نماز پر مقدم کرنے سے ممانعت کا تقاضا یہ ہے کہ نماز کا وجود ہو۔ جب نماز ہی نہیں تو مقدم کیسے ہوگا۔ اس لئے دیہاتیوں کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہیں قربانی کریں خواہ شہریوں کے نماز ادا کرنے سے پہلے کریں یا بعد میں کریں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تکبیر للعید کا مطلب یہ ہے کہ عیدین کی نماز اوّل وقت میں پڑھنی مستحب ہے۔ مگر عید الفطر ذرا پہلے ہوگی۔ ان کنا فرغنا فی ھذہ الساعۃ تاخیر کرنے پر نکیر فرمائی کہ اب پڑھنے جا رہے ہو۔ ہم تو حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اس وقت فارغ ہو جاتے تھے۔

بَاب فَضْلِ الْعَمَلِ فِیْ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ

ترجمہ۔ ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ اَیَّامُ الْعَشْرِ وَالْاَیَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ ھُرَیْرَۃَؓ یَخْرُجَانِ اِلَی السُّوْقِ فِی الْاَیَّامِ الْعَشْرِ یُکَبِّرَانِ وَیُکَبِّرُ النَّاسُ بِتَکْبِیْرِھِمَا وَکَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ خَلْفَ النَّافِلَۃِ..

ترجمہ۔ ابن عباسؓ نے اذکروا اللہ فی ایا م معلومات کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ ذوالحجہ کے دس دن ہیں اور واذکروا اللہ فی ایا م معدودات میں ایام تشریق مراد ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ذوالحجہ کے ان دس دنوں میں بازار میں چلے جاتے تکبیریں کہتے۔ لوگ بھی ان کی تکبیر کی وجہ سے تکبیریں کہتے تھے اور محمد بن علی الباقرؒ نفلی نماز کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ تکبیرات تشریق کے بعد از فرض وبعد از نفل کی فضیلت کا انکار نہیں ہے۔ انکار اگر ہے تو وہ وجوب تکبیر کا ہے۔ تو تکبیر کہنا اس شخص پر واجب ہے جس نے فرض نماز کو جماعت مسنونہ کے ساتھ ادا کیا ہو۔

حدیث (۹۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَۃَ الخ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِیْ اَیَّامٍ اَفْضَلَ مِنْھَا فِیْ ھٰذِہٖ قَالُوْا وَلَا الْجِھَادُ قَالَ وَلَا الْجِھَادُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ذی الحجہ کے اس پہلے عشرہ میں کوئی عمل ان تکبیرات سے افضل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا جہاد بھی نہیں

اِلّاَ رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ۔ فرمایا جہاد بھی نہیں مگر ہاں وہ شخص جو جہاد میں اس حال میں نکلا کہ اپنی ذات اور مال دونوں کو ہلاک کر دیتا ہے کوئی چیز واپس لے کر نہیں آتا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ وكان النساء يكبرن صفحہ ۱۳۲/۲۲ کہ عورتیں بھی تکبیرات تشریق پڑھتی تھیں مگر وہ آہستہ پڑھتی تھیں۔ بلند آواز سے نہیں کیونکہ ان کی آواز بھی عورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایام تشریق گیارہ۔ بارہ۔ تیرہ تاریخیں ہیں۔ اور ایام نحر دس۔ گیارہ۔ بارہ ہیں تو گویا دو تاریخیں مشترک ہیں۔ گیارہ اور بارہ کی۔ اور دو غیر مشترک ہیں۔ یعنی دس اور تیرہ۔ دسویں تاریخ تو یوم النحر کی ہے۔ یوم التشريق نہیں۔ اور تیرہ یوم التشريق کی ہے۔ یوم النحر کی نہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ایام تشریق کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ وقال ابن عباسؓ واذكروا الله في ايام معلومات یہاں پر اذکروا لله میں یہ تسامح ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں ليذكروا الله الاية ہے۔ ایسا کیوں ہوا کہ بجائے لیذکروا کے اذکروا فرمادیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سارے رواۃ حفاظ نہیں ہوتے۔ بعض اوقات حافظ کو بھی سہو ہو جاتا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ کسی حافظ سے سہو ہوا ہو۔ یا غیر حافظ سے غلطی ہو گئی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مقصود آیت کی طرف اشارہ ہے۔ تلاوت مقصود نہیں۔

یہاں مقصود بالذات ایام معدودات ہیں۔ کیونکہ اس کی تفسیر ایام تشریق ہے۔ اس پر اشکال ہے کہ پھر ایام معلومات کو کیوں ذکر فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ ذکر کا امر وارد ہے۔ تو ممکن ہے کہ کسی کو وہم ہو کہ دونوں ایک ہیں۔ اسلئے اس وہم کو دفع کرنے کے لئے تقابل کے طور پر دونوں کی تفسیر فرمادی۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یوم النحر ایام تشریق میں سے ہے۔ لہذا ایام معلومات ایک دن کے اعتبار سے ایام تشریق میں داخل ہو گئے۔ اس لئے اس کو یہاں ذکر فرمادیا۔ ورنہ ایام معلومات کا ذکر کرنا مناسب نہ تھا کیونکہ باب سے ایام تشریق کی فضیلت بیان کرنی ہے نہ کہ ایام النحر کی۔ يخرجان الى السوق یہاں اشکال یہ ہے کہ ایام النحر کی تکبیر کو کیوں ذکر فرمایا۔ ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ ایام عشر کا ذکر آ گیا تھا اس لئے ان کی تکبیرات کا ذکر فرمادیا۔ اور دوسرا جواب وہی میرے والا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یوم النحر۔ یوم التشريق ہے لہذا اس ایک دن کے لحاظ سے یہ ایام تشریق کی تکبیر میں داخل ہو گیا۔ وكبر محمد بن على خلف النافلة یہ بعض شافعیہ اور مالکیہ کا بھی مذہب ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صرف فرائض کے بعد تکبیرات ہیں۔ ماالعمل فى ايام الخ ۔ هذه کی تفسیر ابو داؤد میں ایام العشر یعنی عشرہ ذوالحجہ کے ساتھ واقع ہے امام بخاریؒ کے ترجمہ کی خاطر بہت سے شراح نے هذه کی تفسیر ایام تشریق سے کی ہے۔ مگر محققین اس کا انکار کرتے ہیں۔ تفسیر وہی ہے جو حدیث میں آگئی اب امام بخاریؒ کا ترجمہ کسی اور طرح ثابت ہوگا۔ میرے نزدیک اس کے ثبوت کا طریقہ یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک جو یوم عشر ایام تشریق میں سے ہے اس لئے ایک دن کے اعتبار سے ترجمہ ثابت ہو گیا۔ اور حافظؒ کے نزدیک مقايسة سے ثابت ہے یعنی جب ایام عشر میں

یہ فضیلت ہے تو ایام تشریق میں بھی ہوگی۔

بَابُ التَّکْبِیْرُ اَیَّامَ مِنًی وَاِذَا غَدَا اِلَی الْعَرَفَةَ۔

ترجمہ۔ ایام منیٰ میں تکبیر کہنا۔ اسی طرح جب عرفات کی طرف صبح سویرے جائے تو تکبیر کہے

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یُکَبِّرُ فِیْ قُبَّتِہٖ بِمِنٰی فَیَسْمَعُہٗ اَھْلُ الْمَسْجِدِ فَیُکَبِّرُوْنَ وَیُکَبِّرُ اَھْلُ الْاَسْوَاقِ حَتّٰی تَرْتَجَّ مِنًی تَکْبِیْرًا وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یُکَبِّرُ بِمِنًی تِلْکَ الْاَیَّامَ وَخَلْفَ الصَّلٰوۃِ وَعَلٰی فِرَاشِہٖ وَفِیْ فُسْطَاطِہٖ وَمَجْلِسِہٖ وَمَمْشَاہُ وَتِلْکَ الْاَیَّامَ جَمِیْعًا وَکَانَتْ مَیْمُوْنَۃُ تُکَبِّرُ یَوْمَ النَّحْرِ وَکَانَ النِّسَآءُ یُکَبِّرْنَ خَلْفَ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ لَیَالِیَ التَّشْرِیْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِی الْمَسْجِدِ ...

ترجمہ۔ اور حضرت عمرؓ منیٰ کے اندر اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تھے جس کو مسجد والے سنتے تھے۔ تو وہ بھی تکبیر کہتے اور بازاروں والے بھی تکبیر کہتے یہاں تک کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتی اور حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں ان ایام کے اندر تکبیر کہتے تھے اسی طرح سب نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اپنے بڑے خیمہ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ اور چلنے کی جگہ اور ان سب ایام میں تکبیر کہتے تھے۔ اور ام المؤمنین حضرت میمونہؓ یوم النحر میں تکبیر کہتی تھیں۔ اور دوسری عورتیں بھی ابان ابن عثمان اور عمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ کے پیچھے تشریق کی راتوں میں مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیر کہا کرتی تھیں۔

حدیث (۹۱۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ (الخ) قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ وَنَحْنُ غَادِیَانِ مِنْ مِنًی اِلٰی عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِیَۃِ کَیْفَ کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ کَانَ یُلَبِّی الْمُلَبِّیْ لَا یُنْکَرُ عَلَیْہِ وَیُکَبِّرُ الْمُکَبِّرُ فَلَا یُنْکَرُ عَلَیْہِ ...

ترجمہ۔ حضرت محمد بن ابی بکر ثقفی فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے تلبیہ کے متعلق سوال کیا جبکہ ہم دونو صبح سویرے منیٰ سے عرفات کی طرف جا رہے تھے کہ آپ لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ کیسے کرتے تھے فرمایا تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا تھا تو اس پر کوئی نکیر نہیں کرتا تھا اس طرح تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا تو اس پر بھی نکیر نہیں ہوتا تھا۔

حدیث (۹۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (الخ) عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ قَالَتْ کُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نَّخْرُجَ یَوْمَ الْعِیْدِ حَتّٰی نُخْرِجَ الْبِکْرَ مِنْ خِدْرِھَا حَتّٰی نُخْرِجَ الْحُیَّضَ

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا ہم عید کے دن گھروں سے نکالی جائیں حتی کہ ہم باکرہ عورتوں کو ان کے پردے سے نکالتی تھیں۔ اور حتی کہ حیض والی

فَیَکُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَیُکَبِّرْنَ بِتَکْبِیْرِ ھِمْ وَیَدْعُوْنَ بِدُعَآئِھِمْ یَرْجُوْنَ بَرَکَۃَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَطُھْرَتَہٗ الحدیث

عورتوں کو بھی نکالتی تھیں ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگتیں۔ اس دن کی برکت اور اس کی طہارت کی امید رکھتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ تکبیرات تشریق کہلاتی ہیں اس میں ابتداء اور انتہاء کے اعتبار سے بارہ قول ہیں۔ جو اوجز المسالک میں مفصل مذکور ہیں۔ راجح قول علماء کا یہ ہے کہ عرفہ کی صبح سے لے کر آخر ایام تشریق کی عصر تک یہ تکبیرات رہتی ہیں۔ اما صاحبؒ کے نزدیک یوم النحر کی عصر تک اس کا وقت ہے۔ لیکن فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

باب الصَّلٰوۃُ اِلَی الْحَرْبَۃِ یَوْمَ الْعِیْدِ

ترجمہ۔ عید کے دن برچھی کی طرف نماز پڑھنا

حدیث (۹۱۶) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ تُرْکَزُ لَہٗ الْحَرْبَۃُ قُدَّامَہٗ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ یُصَلِّیْ ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے آپؐ کے آگے عید الفطر اور عید النحر میں برچھا گاڑ دیا جاتا تھا۔ پھر آپؐ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابواب السترہ میں صلوۃ الی الحربۃ اور صلوۃ الی العنزۃ کا باب گذر چکا ہے وہاں میں تخصیص کی وجہ بیان کر چکا ہوں کہ میرے والد صاحب کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بعض اقوام ہتھیار کی عبادت کرتی ہیں۔ اسلئے خاص طور سے ذکر فرمایا جو غرض وہاں تھی وہ یہاں بھی ہوگی۔ مزید برآں یہ کہ چونکہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں کوئی عید گاہ تو ہوتی نہیں تھی بلکہ میدان میں نماز پڑھتے تھے۔ تو عنزہ اور حربہ وغیرہ ساتھ لے جاتے تھے۔ تاکہ اس کا سترہ بنالیں۔ اگر کہیں عید گاہ نہ بنی ہو تو ایسا ہی کرنا چاہئیے کہ کوئی چیز ساتھ لے جائے تاکہ اس کو سترہ بنالے۔ حضرت گنگوہیؒ کے زمانے میں گنگوہ میں عید گاہ نہیں تھی۔ صرف ایک منبر بنا ہوا تھا اب کا حال معلوم نہیں۔

باب حَمْلِ الْعَنَزَۃِ اَوِ الْحَرْبَۃِ بَیْنَ یَدَیِ الْاِمَامِ یَوْمَ الْعِیْدِ۔

ترجمہ۔ عید کے دن چھوٹا یا بڑا نیزہ امام کے آگے آگے اٹھانا۔

حدیث (۷) : ر یعنی عید کے دن امام کے آگے آگے نیزہ اٹھا کر چلنا جائز ہے۔ پہلے گذرا تھا کہ ازدحام کے موقعہ پر ہتھیار لے کر نہیں چلنا چاہئیے۔ اب باب سے گویا کہ استثنا کر دیا۔ کہ امام کے آگے نیزہ لے کر چلنا اس لئے جائز ہے کہ علۃ نہی نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ نہی کا بہت خوف ہلاکت تھا۔ جب امام کے آگے اکیلا جا رہا ہے جس سے کسی کو اس کے ہتھیار سے تکلیف نہیں پہنچتی تو معلوم ہوا

حمل السلاح اس صورت میں جائز ہے توامام بخاریؒ نے علت جواز پر تنبیہ فرمادی کہ جواز کی وجہ حصول امن ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ حامل سلاح جب امام کے آگے ہے تو قوم کے بھی آگے ہوگا۔ کیونکہ قوم توامام کے پیچھے ہے۔ تو یہ قوم سے آگے ہوا۔ بنابریں جواز کی وجہ ثابت ہوگئی۔

حدیث(۹۱۷)حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ(الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَغْدُوْا اِلَی الْمُصَلّٰی وَالْعَنَزَۃُ بَیْنَ یَدَیْہِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰی بَیْنَ یَدَیْہِ فَیُصَلِّیْ اِلَیْھَا ... الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ صبح سویرے عیدگاہ کی طرف جاتے تھے۔ اور نیزہ آپؐ کے آگے آگے اٹھایا جاتا تھا۔ جس کو آپؐ کے سامنے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا جس کی طرف منہ کر کے آپؐ نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بدعات آجکل جاری ہیں۔ بالکل بے اصل نہیں ہیں کسی نہ کسی درجہ میں اس کی اصل ہوتی ہے۔ جیسے تیجہ چالیسواں وغیرہ لیکن یہ بات غور سے سنو! تم جاکر یہ مت نقل کرنا کہ میں نے تیجہ کو جائز قرار دے دیا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں اس کو غور سے سنو! حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اسمعوا منی اسمعونی ایسا نہ ہو کہ کوئی بات جاکر میری طرف سے نقل کرو جس کو میں نے نہ کہا ہو۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے مجھ سے یہ کہا کہ مولانا امیر احمد صاحب نے رؤیت باری کو دنیا میں ان آنکھوں سے ہونا ممکن بتلایا ہے اور انہوں نے مجھ سے نقل کیا ہے۔ جب یہ بات میں نے سنی تو تردید کردی کہ بالکل غلط ہے نہ میں ایسی بات کہہ سکتا ہوں اور نہ مولانا امیر احمد صاحب۔ اور اس کی کاپی لے کر یہ مضمون اسی وقت کاٹ دیا۔ کیونکہ یہاں تو خود حضور اقدس ﷺ کی رؤیت میں اختلاف ہے۔ کہ آپؐ نے اللہ کو دیکھا یا نہیں۔ پھر احاد بشر کا کیا کہنا۔ بہرحال رؤیت باری اس دنیا میں ان آنکھوں سے ممکن نہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ بدعات بے اصل نہیں بلکہ کسی نہ کسی درجہ میں ان کی اصل ہے۔ مثلاً تیجہ ہے اس کی اصل یہ تھی کہ مرنے کے تیسرے دن کچھ اہل قرابت جمع ہو کر قرآن پاک پڑھتے تھے اور اس کا ثواب مرنے والے کو بخشتے تھے۔ لیکن اب یہ ہوگیا کہ خاص اس دن میں خصوصیت سمجھنے لگے۔ اور اس کو واجب سمجھ لیا۔ اور غیر واجب کو واجب سمجھ لیا۔ یہ بدعت اور حرام ہے۔ مالیس من امرنا هذا فهو رد کے تحت داخل ہوگیا۔ اسی طرح عرس ہے۔ اس کی اصل فی نفسہ جائز ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں مگر اس میں قیود بڑھا کر اس کو حرام تک پہنچادیا۔ اس کے فی نفسہ اصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شیخ بقید حیات رہتا ہے اس کے مریدین آتے جاتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں مگر جب شیخ کا انتقال ہوجاتا ہے تو پھر یہ پتہ نہیں رہتا کہ کون کہاں ہے۔ کوئی کہیں ہوتا ہے اور کوئی کہیں۔ ان کا جمع کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہی نہیں رہا جس کی وجہ سے اجتماع ہوتا ہے۔ تو پہلے لوگوں نے یہ کیا کہ ایک دن مقرر کرلیا تاکہ اس مقررہ دن میں ایک دوسرے سے ملیں استفادہ اور استشارہ کرلیں۔ اور یہ شیخ کی موت کے دن سے اور اچھا دن اسی وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ یہ دن نقش الحجر کی طرح رہتا ہے کیونکہ یہ بڑا جان کا صدمہ ہوتا ہے تو اس دن کو مقرر کردیا تاکہ اس میں سب اکٹھے ہوجائیں

اور کسی کوبلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ خلاف اس کے کوئی اور دن مقرر کرتے تو اس میں سب کو بلانا پڑتا اشتہار دینا ہوتا وقت مقرر کرنا پڑتا تو اصل مقصد اس اجتماع کا یہ تھا کہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کرلیں۔ اور اس حد تک کوئی قباحت نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بعد میں کیا کیا ہوا کہ نوبت حرام تک جا پہنچی۔ شیخ کی روح کو حاضر و ناظر سمجھا جانے لگا۔ اس اجتماع کو فرض کہنے لگے جو سب کچھ حرام ہے۔ تم خود ہی سوچو کہ اگر شیخ کی روح صالح ہے تو اعلیٰ علیین کو چھوڑ کر یہاں کیوں آنے لگی۔ اور اگر ایسی ویسی یعنی بری حالت میں ہے تو نا معلوم کہاں کہاں پھرتی ہوگی یہاں کیوں آنے لگی۔ اب غرض باب کی طرف آؤ تو حضور اقدس ﷺ کے زمانۂ حیات میں یہ طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کہیں عید وغیرہ میں تشریف لے جاتے تو کوئی خادم حربہ وغیرہ ان مصالح کی وجہ سے لیتا جو میں ابھی بتا چکا۔ اور چونکہ وہ آپؐ کے ساتھ جاتا تھا۔ تو اب امیر المؤمنین کے ساتھ باقاعدہ چوب دار آگے آگے برچھا لے کر چلنے لگا۔ اسی واسطے یہاں دوسری حدیث میں فمن ثم اتخذ ھا الامراء آیا ہے۔ اور میری یہ ساری تقریر اسی پر ہے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ برچھے کی اصل تو کچھ اور تھی اور اس کو کچھ کا کچھ بنادیا۔

باب خُرُوجِ النِّسَآءِ وَالْحُيَّضِ اِلَى الْمُصَلّٰى۔

ترجمہ۔ عورتوں اور حیض والی عورتوں کا عید گاہ کو نکلنا۔

حدیث (۹۱۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبْدِالْوَھَّابِ الخ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُّخْرِجَ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَعَنْ اَیُّوْبَ عَنْ حَفْصَۃَ بِنَحْوِہٖ وَزَادَ فِیْ حَدِیْثِ حَفْصَۃَ قَالَ اَوْقَالَتِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَیَعْتَزِلْنَ الْحُیَّضُ الْمُصَلّٰی۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم نوجوان نوخیز پردہ والیوں کو بھی عید کے لئے نکالیں۔ حضرت حفصہؓ کی حدیث میں ہے کہ نوجوان نوخیز اور پردہ والیوں کو نکالیں اور حیض والی عید گاہ سے الگ تھلگ رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حائض نماز نہیں پڑھتیں اس طرح عورتیں دن کے وقت مسجد مین نہیں جاتیں تو پھر عید گاہ میں کیسے جائیں۔ امام بخاریؒ نے باب باندھ کر بتا دیا کہ چونکہ اس میں فوائد ہیں اظہار شوکت المسلمین ہے اس لئے جانا چاہیے۔

باب خُرُوجِ الصِّبْیَانِ اِلَى الْمُصَلّٰى

ترجمہ۔ بچوں کا عید گاہ کی طرف نکلنا۔

حدیث (۹۱۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ (الخ) سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ یَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰی فَصَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ اَتَی النِّسَآءَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرف چلا تو حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا

فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ...

پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن ماجہ کی روایت میں جنبوا صبیا نکم مساجدکم اپنے بچوں کو مسجدوں سے دور رکھو آیا ہے اس سے عیدگاہ کو مستثنیٰ کر رہے ہیں۔

باب اِسْتِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسَ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ۔ وَقَالَ اَبُوْ سَعِيدٍ قَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مُقَابِلَ النَّاسِ...

ترجمہ۔ عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف متوجہ ہونا اور حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔

حدیث (۹۲۰) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ اَضْحٰى اِلَى الْبَقِيْعِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نَبْدَاَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ذَبَحْتُ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَا تَفِيْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ قربانی کے دن بقیع کی طرف تشریف لے گئے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا کہ پہلا پہل حکم شرعی جو ہمارے اس دن کے اندر ہے وہ یہ ہے کہ ہم نماز سے ابتدا کریں پھر واپس آکر قربانی کریں۔ پس جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کے موافق ہوا اور جس نے اس سے پہلے ذبح کیا پس یہ ایک چیز ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی بنائی ہے۔ یہ قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔ تو ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ میں تو ذبح کر چکا ہوں۔ اور میرے پاس ایک بزغالہ ہے جو سال کے بکرے سے بہتر ہے۔ فرمایا اس کو ذبح کرو لیکن تمہارے بعد کسی کیلئے کافی نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ اس باب کی غرض اور باب یستقبل الامام القوم واستقبال الناس اس باب کی غرض اور جو باب ابو اب الجمعه میں صفحہ ۱۲۵ کے آخر میں گذرا ہے سب کی اغراض ایک ہی ہیں۔ صرف تفنن کے لئے الفاظ بدل کر یہاں ذکر فرمادیا۔ اور وہاں میں کلام کر چکا ہوں کہ شراح کی غرض کیا ہے۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ ابوا ب الاستسقاء صفحہ ۱۴۰ پر ایک باب آرہا ہے باب استقبال القبله علی الخطبه تو حضرت امام بخاریؒ خطبہ عید کو خطبہ استسقاء سے الگ کر رہے ہیں۔

اور الگ کرنا اس وجہ سے ہے کہ دونوں میں مشابہت زیادہ ہے۔ وہ بھی میدان میں ہوتا ہے اور یہ بھی میدان میں ہوتا ہے۔ قام النبی ﷺ مقابل الناس جب مقابل الناس کھڑے ہوئے تو استقبال الامام الناس ہو گیا۔

بَاب الْعَلَمِ بِالْمُصَلّٰی

ترجمہ۔ عید گاہ کے اندر کوئی علامت مقرر کر دینا

حدیث (۹۲۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قِيْلَ لَهٗ اَشَهِدْتَّ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِيْ مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُّهٗ حَتّٰى اَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَيْتُهُنَّ يَهْوِيْنَ بِاَيْدِيْهِنَّ يَقْذِفْنَهٗ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰى بَيْتِهٖ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ عید کی نماز میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں! اگر میرا مرتبہ حضور ﷺ کے یہاں نہ ہوتا تو بچپن کی وجہ سے میں عید میں حاضر نہ ہوتا۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ اس علامت کے پاس تشریف لائے جو حضرت کثیر بن الصلت کی حویلی کے پاس تھی۔ نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ تھے آپ نے عورتوں کو وعظ فرمایا نصیحت کی۔ اور ان کو صدقہ کا حکم دیا تو میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ جھکا کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں۔ پھر وہ حضور ﷺ اور حضرت بلالؓ اپنے گھر کو چلے گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ راوی فرماتے ہیں کہ اگر عید گاہ میں مسجد نہ ہو اور کسی قسم کی علامت وہاں مقرر کر دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر اشکال یہ ہے کہ جس روایت سے استدلال ہے اس میں علَم کا ذکر ہے۔ وہ علَم حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں کہاں تھا۔ جو اس کے ذریعہ استدلال کیا جا رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ظاہر لفظ روایت سے استدلال فرمایا۔ اس تحقیق میں نہیں گئے کہ زمانہ نبویؐ میں تھا یا نہیں۔ ولو لا مکانی من الصغر ماشھدتہ اس کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ میری قربت نہ ہوتی تو میں اپنے چھوٹے پن کی وجہ سے وہاں حاضر نہ ہو سکتا۔ مگر یہاں پر یہ مطلب مراد لینا غلط ہے۔ اور جس نے یہ مطلب بیان کیا اس نے غلطی کھائی۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر میں صغیر السن نہ ہوتا تو عورتوں کے مجمع میں نہ جا سکتا۔ اس صورت میں حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عورتوں کے مجمع میں جانے اور ان کے دیکھنے کی علت بیان فرما رہے ہیں۔ میں اپنے صغیر السن ہونے کی وجہ سے وہاں گیا تھا۔ اگر یہ جملہ فرأیتھن یھوین بایدیھن کے بعد ہوتا تو یہ اشتباہ نہ رہتا۔

بَاب مَوْعِظَةِ الْاِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيْدِ

ترجمہ۔ امام کا عید کے دن عورتوں کو پند و نصیحت کرنا

حدیث (۹۲۲) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ قَامَ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰی فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَاَتَی النِّسَآءَ فَذَکَّرَهُنَّ وَهُوَ یَتَوَکَّأُ عَلٰی یَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهٗ تُلْقِیْ فِیْهِ النِّسَآءُ الصَّدَقَةَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ زَکٰوةَ یَوْمِ الْفِطْرِ قَالَ لَا وَلٰکِنْ صَدَقَةً یَتَصَدَّقْنَ حِیْنَئِذٍ تُلْقِیْ فَتَخَهَا وَیُلْقِیْنَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ اَتُرٰی حَقًّا عَلَی الْاِمَامِ ذٰلِكَ وَیُذَکِّرُهُنَّ قَالَ اِنَّهٗ لَحَقٌّ عَلَیْهِمْ وَمَالَهُمْ لَا یَفْعَلُوْنَهٗ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ وَاَخْبَرَنِی الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ شَهِدْتُّ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍؓ وَعُمَرَؓ وَعُثْمَانَؓ یُصَلُّوْنَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ یُخْطَبُ بَعْدُ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ حِیْنَ یُجْلِسُ بِیَدِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ یَشُقُّهُمْ حَتّٰی جَآءَ النِّسَآءَ مَعَهٗ بِلَالٌ فَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ الْاٰیَةَ ثُمَّ قَالَ حِیْنَ فَرَغَ مِنْهَا اَنْتُنَّ عَلٰی ذٰلِكَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ لَمْ یُجِبْهُ غَیْرُهَا نَعَمْ لَا یَدْرِیْ حَسَنٌ مَّنْ هِیَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهٗ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَکُنَّ فِدَآءٌ اَبِیْ وَاُمِّیْ فَیُلْقِیْنَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِیْمَ فِیْ ثَوْبِ بِلَالٍ قَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ الْفَتَخُ الْخَوَاتِیْمُ الْعِظَامُ کَانَتْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ..الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ عیدالفطر کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھنے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو پہل نماز سے کی۔ پھر خطبہ پڑھا جب فارغ ہوئے تو نیچے اترے۔ اور عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ ان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ جبکہ آپؐ حضرت بلالؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ اور حضرت بلال اپنا کپڑے پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کا مال ڈالتی تھیں۔ میں نے حضرت عطاء تابعی سے پوچھا کہ کیا یہ صدقۃ الفطر تھا فرمایا نہیں یہ ویسے ہی صدقہ نفلی تھا۔ جو اس وقت عورتیں کر رہی تھیں۔ وہ اپنی بڑی بڑی انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔ اور بھی جو کچھ تھا وہ ڈالتی جاتی تھیں۔ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کیا آپ ابھی امام پر حق سمجھتے ہیں کہ وہ عورتوں کے پاس آ کر ان کو وعظ کرے۔ فرمایا یہ ان کے ذمہ تو ہے۔ مگر خدا معلوم وہ کیوں نہیں کرتے اور دوسری سند کے ساتھ طاؤس بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عیدالفطر کے دن جناب نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ حاضر ہوا۔ وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ پھر اس کے بعد خطبہ پڑھتے تھے چنانچہ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے گویا کہ میں ابھی آپؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ آپؐ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے۔ پھر جناب رسول اکرم ﷺ لوگوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس تشریف لائے حضرت بلالؓ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ تو یاایھا النبی الخ والی آیت تلاوت فرمائی جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے پوچھا کہ کیا تم بھی اس عہد پر قائم ہو تو ان میں سے صرف ایک عورت نے کہا

جس کے علاوہ اور کسی نے آپؐ کو جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا ہاں! یارسول اللہ ﷺ حسن کہتے ہیں معلوم نہیں کہ وہ کون عورت تھی۔ پس انہوں نے صدقہ کیا۔ حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلایا اور کہا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں لاؤ۔ چنانچہ عورتیں حضرت بلالؓ کے کپڑے میں بڑی اور چھوٹی انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔ عبدالرزاق راوی فرماتے ہیں کہ فتخ بڑی بڑی انگوٹھیاں زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھیں۔ جنہیں عورتیں ہاتھوں اور پاؤں میں ڈالتی تھیں۔ پازیب ہوں گی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حین یجلس بیده صفحہ ۱۳۳ / ۲۴ آنحضرت ﷺ لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے بٹھارہے تھے۔ تاکہ وہ عورتوں کے چلے جانے سے پہلے جانانہ شروع کردیں۔ اس صورت میں مردوں کا عورتوں پر گذر ہوگا۔ اور ان کا عورتوں سے خلط ملط ہونا لازم آئے گا جو فتنہ کا باعث ہے۔ یجبه غیرها نعم صفحہ ۱۳۳ / ۲۶ نعم یہی ایک عورت کہہ رہی تھی باقی عورتیں خاموش تھیں۔ تو ان کا سکوت سب کی طرف سے اقرار اور تصدیق ہوگئی۔ کہ جو کچھ اس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ عورت اسماء بنت یزید تھی جو خطیبة النساء کے لقب سے مشہور تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ عورتیں دور رہتی ہیں اسلئے اگر عورتیں امام کا خطبہ نہ سنیں تو امام عورتوں کے سامنے دوسرا خطبہ دے۔ مگر میری رائے اس کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ نے خطبہ نہیں فرمایا ہے بلکہ موعظتہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ امام کو چاہیئے کہ عید کے دن مردوں سے فارغ ہو کر عورتوں کو نصیحت کرے۔ یجلس تجلیس سے ہے۔ جس کے معنی بٹھانے کے ہیں۔ امراة واحدة کانت طولة (ایک عورت لمبی قدوالی تھی)۔

بَاب إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيدِ

ترجمہ۔ عید میں جب کسی عورت کے لمبی چادر نہ ہو تو۔

حدیث (۹۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الخ) عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَأَتَيْتُهَا فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ قَالَتْ فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعَلَى إِحْدَانَا

ترجمہ۔ حضرت حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ ہم اپنی چھوکریوں کو عید کے دن نکلنے سے منع کرتی تھیں تو ایک عورت آکر قصر بنی خلف میں مقیم ہوئی تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے حدیث بیان کی کہ ان کا بہنوئی جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بارہ جنگوں میں لڑائی کیلئے نکلا اس کی بہن چھ غزوات میں اس کے ہمراہ رہی فرماتی تھیں ہم مریضوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ اور زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی تھیں تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کہ اگر کسی عورت کے پاس

بَاسُ اِذَالَمْ یَکُنْ لَّهَاجِلْبَابٌ اَلَّاتَخْرُجَ فَقَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَامِنْ جِلْبَابِهَا فَلْیَشْهَدْ نَ الْخَیْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِیَّةَ اَتَیْتُهَا فَسَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ فِیْ کَذَا وَکَذَا فَقَالَتْ نَعَمْ بِاَبِیْ وَقَلَّمَاذَکَرَتِ النَّبِیَّ ﷺ اِلَّاقَالَتْ بِاَبِیْ قَالَ لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ اَوْقَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ شَكَّ اَیُّوْبُ وَالْحُیَّضُ فَتَعْتَزِلُ الْحُیَّضُ الْمُصَلّٰی وَلْیَشْهَدْنَ الْخَیْرَوَدَعْوَةَالْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَاآلْحُیَّضُ قَالَتْ نَعَمْ اَلَیْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ وَّتَشْهَدُ کَذَاوَتَشْهَدُ کَذَا ..الحدیث

لمبی چادر نہ ہو تو اگر وہ عید کیلئے نہ نکلے تو کوئی حرج تو نہیں آپؐ نے فرمایا اس کی ساتھی اپنی چادر سے اس کو پہنا دے۔ پس امور خیر میں اور مؤمنین کی دعا میں ضرور حاضر ہوں حفصہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ام عطیہؓ تشریف لائیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس مسئلہ کے بارے میں کچھ سنا ہے اس نے کہا ہاں! میرا باپ آپؐ پر قربان ہو۔ اور جب وہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتی تھیں تو بابی ضرور کہا کرتی تھیں تو آپؐ نے فرمایا کہ نوجوان پردے والیاں یا نوجوان اور پردہ والیاں ایوب کو شک ہے ضرور نکلیں بلکہ حیض والی بھی لیکن حیض والی عید گاہ سے الگ تھلگ رہیں بہر حال امور خیر اور مؤمنین کی دعاؤں میں ضرور حاضر ہوں۔ حفصہؓ کہتی ہیں میں نے ان سے کہا کہ حیض والی بھی۔ انہوں نے فرمایا ہاں حیض والی بھی کیا حیض والی عرفات میں اور فلاں فلاں مقام پر حاضر نہیں ہوتیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قالت کنّا نقوم علی المرضی الخ صفحہ ۱۳۴/۳ یہ اس عورت کی بہن کا مقولہ ہے جو قصر بنی خلف میں فروکش تھی۔ اس عورت کا مقولہ نہیں ہے الیس الحائض تشهد الخ صفحہ ۱۳۴/۷ عید گاہ میں حائضہ عورتوں کی حاضری کو عجیب سمجھا جارہا تھا تو اس عورت ام عطیہ نے کہا کیا عورتیں عرفات میں مزدلفہ میں منیٰ میں رمی جمرات کیلئے حاضر نہیں ہوتیں۔ مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کو ذکر کرنے سے روکا جاسکتا ہے اور نہ ہی متبرک مقامات میں داخل ہونے سے روکا جاسکتا ہے۔ تو اگر وہ عید گاہ میں جمع ہوگئیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہاں پہنچ کر اللہ کا ذکر کریں گی۔ وعظ ونصیحت سنیں گی۔ البتہ ان حائضہ کو دخول مسجد اور نماز سے ممانعت ہے۔ عید گاہ مسجد نہیں ہے اور ان میں حاضر ہونے پر نماز لازم نہیں ہے۔ لہذا اجماعت مسلمین اور پند ونصیحت کے مواقع میں ان کو حاضر ہونے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی اہتمام کرے اگر اپنے پاس جلباب نہ ہو تو اپنی ساتھی سے مانگے اور وہ اس کو اڑھا دے۔ لتلبسها صاحبتها اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ عاریت پر دیدے۔ دوسرے یہ کہ اجرت پر دیدے۔

۱۸ باب اِعْتِزَالِ الْحُیَّضِ الْمُصَلّٰی

ترجمہ۔ حائضہ عورتوں کا عید گاہ سے الگ رہنا ہے

حدیث (۹۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى (الخ)
قَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ اُمِرْنَا اَنْ نَّخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ اَوِ الْعَوَاتِقِ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں تو ہم حیض والی نوجوان عورتیں اور پردے والیوں کو نکالا کرتی تھیں ۔ ابن عون فرماتے ہیں یاعواتق ذوات الخدور فرمایا۔لیکن یہ حیض والی عورتیں مسلمانوں کی جماعت اوران کی دعاؤں میں حاضر ہوتی تھیں۔اور ان کی عیدگاہ سے دور رہتی تھیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ ویعتزلن مصلّاھم کہ وہ عورتیں حائضہ عیدگاہ سے الگ رہیں۔جولوگ عیدگاہ کو مسجد قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک ان کا عیدگاہ میں داخل ہونا حرام ہوگا۔جولوگ عیدگاہ کو مسجد قرار نہیں دیتے وہ لوگ ان کو عیدگاہ سے الگ رہنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک توان کی حاضری سے صفوں میں خلل پڑے گا دوسرے حائضات کا طاہرات سے ان کی نماز میں اختلاط لازم آئے گا ۔اس لئے ان کوالگ رکھا جائے۔جمہوراسے کراہۃ تنزیہہ پر محمول کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔حائضہ عورتوں کو عیدگاہ میں نہ جانا چاہیے۔یا تواس وجہ سے کہ عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہے اور حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے یا اس وجہ سے کہ وہ نماز تو پڑھتی نہیں پھر صفوف میں انقطاع کیوں پیدا کریں۔یہی جمہور علماء کی رائے ہے۔

بَاب النَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلّٰى

ترجمہ۔ عیدگاہ میں قربانی کے دن اونٹ کاذبح کرنا یاعام قربانی کے جانوروں کاذبح کرنا۔

حدیث (۹۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ (الخ)
عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْحَرُ اَوْيَذْبَحُ بِالْمُصَلّٰى ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عیدگاہ ہی میں اونٹ ذبح کرتے تھے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ نحر اونٹ کا ہوتا ہے اور ذبح دوسرے جانوروں کا اور باب کی غرض یہ ہے کہ نحر الاہل وذبح غیر الاہل عیدگاہ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد کرنا چاہیے جمہور فقہا کا یہی مذہب ہے اور اس کی اولیت کے قائل ہیں اور اس کی بہت سی مصالح ہیں۔ایک تو شعائر اسلام کا اظہار ہے۔دوسرے اس میں نفع فقراء ہے۔اس طور پر کہ جب عیدگاہ میں قربانی ہوگی تو ظاہر ہے کہ کوئی سارا گوشت تو لے جانہیں سکتا لہذا جو بچے گا وہ فقراء کا ہوگا۔اور پھر راستہ میں مانگنے والے مانگ لیں گے۔اور اگر گھر میں ذبح کرے گا تو

پہلے ہی سے کواڑ اور زنجیر لگادے گا۔ مگر فی زمانہ خاص ہندوستان میں بعض مجبوریوں کی بنا پر گھر میں ذبح کرنے کو ترجیح ہے۔ اب یہاں امام بخاریؒ پر اشکال کیا جاسکتا ہے کہ باب میں نحر اور ذبح دونوں کا ذکر ہے۔ اور روایت میں ینحر اویذبح شک کے ساتھ ہے پھر ترجمہ کیسے ثابت ہوا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ او شک کے لئے نہیں تنویع کے لئے ہے۔ یعنی اگر اونٹ ہوتا نحر فرماتے اگر غیر اونٹ ہوتا تو ذبح فرماتے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ صفحہ ۸۸۸ پر یہی روایت کتاب الاضاحی میں آرہی ہے۔ وہاں او کی جائے واؤ ہے لہذا وہ دلیل ہے اس بات کی کہ او بمعنے واؤ ہے۔

باب كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدِ وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَّهُوَ يَخْطُبُ۔

ترجمہ۔ عید کے خطبہ میں امام اور لوگوں کا کلام کرنا۔ اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق پوچھا جائے جبکہ وہ خطبہ پڑھ رہا ہو۔

حدیث (۹۲۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَّسَكَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَامَ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَعَرَفْتُ اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ فَتَعَجَّلْتُ وَاَكَلْتُ وَاَطْعَمْتُ اَهْلِيْ وَجِيْرَانِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ قَالَ فَاِنَّ عِنْدِيْ عَنَاقًا جَذَعَةً لَّهِيَ خَيْرٌ مِّنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَهَلْ تَجْزِيْ عَنِّيْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ ..الحديث..

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری قربانی جیسی قربانی دی تو ہماری قربانی کو پہنچ گیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ گوشت کی بکری ہے۔ حضرت ابو بردہ بن نیارؓ اٹھے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میں نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے قربانی کرلی اور میں یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اسلئے میں نے جلدی کی خود کھایا گھر والوں اور ہمسائیوں کو کھلایا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو گوشت کی بکری ہے قربانی نہیں ہے۔ میں نے عرض کی میرے پاس ایک بزغالہ ہے جو دو بکریوں کے گوشت سے بہتر ہے پس کیا وہ مجھے کافی ہوگا فرمایا ہاں! لیکن آپ کے بعد کسی کیلئے کفایت نہیں کرے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ عرفت اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ فتعجّلت الخ یعنی ظاہر نص سے میں یہ سمجھا کہ آج عید کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور اس میں عموم ہے کسی خاص وقت کی تخصیص نہیں اسلئے میں نے جلدی قربانی ذبح کر کے خود بھی کھایا اور

اور ہمسائیوں کو بھی کھلایا۔ نص فاذا وجبت فکلوھا ہے۔ (نص یہ ہے کہ جب جانور ذبح ہو کر گر پڑے تو اسے کھاؤ)۔

حدیث (۹۲۷) حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ فَاَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ اَنْ يُّعِيْدَ ذِبْحَهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِيْرَانٌ لِّيْ اِمَّا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَاِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقْرٌ وَّاِنِّيْ ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَعِنْدِيْ عَنَاقٌ لِّيْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهٗ فِيْهَا ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر حکم دیا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ اس کو لوٹائے تو انصار کا ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ میرے ہمسائے ہیں یا تو کہا کہ ان کو بھوک تھی یا کہا کہ ان کو احتیاج لاحق تھی اس لئے میں نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا۔ اور میرے پاس ایک بزغالہ ہے جو دو بکریوں کے گوشت سے بہتر ہے تو آپؐ نے اس میں اس کو رخصت دے دی۔

حدیث (۹۲۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِسْمِ اللّٰهِ .... الحديث

ترجمہ۔ حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ قربانی کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر ذبح فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جو ذبح کرے اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ امام صرف امر بالمعروف اور نهی عن المنکر خطبہ میں کر سکتا ہے۔ اور امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ امام جس سے چاہے جو چاہے بات کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی امام سے بات کرے تو کر سکتا ہے۔ اور یہی حضرت گنگوہیؒ نے اپنی مختلف تقریرات میں ہمارا مذہب نقل کیا ہے۔ مگر مجھ کو باوجود تحقیق و تفتیش کے کہیں کوئی روایت نہیں ملی البتہ حضرت گنگوہیؒ کو حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ علامہ شامیؒ سے افقہ بتلاتے تھے۔ اور خود حضرت علامہ شامیؒ کو معاصر فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ان کی بات ہم پر حجت نہیں۔

بَاب مَنْ خَالَفَ الطَّرِيْقَ اِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيْدِ

ترجمہ۔ جبکہ عید کے دن واپس لوٹے تو راستہ بدل لے۔

حدیث (۹۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (الخ) عَنْ جَابِرٍ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ ...الحديث...

عید کا دن ہو تا تھا تو راستہ بدل لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ لیکن حضرت جابرؓ کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بیس سے زیادہ مصالح مخالفة الطريق في يوم العيد کی بیان فرمائی ہیں۔ من جملہ ان کے اظہار شوکت المسلمین اور دونوں طرف کے لوگوں سے ملاقات اور دونوں راستوں کا شہادت دینا بھی ہے۔
تابعه يونس الخ یہاں اس عبارت میں گڑبڑ ہے۔ اور صحیح حاشیہ کا نسخہ ہے۔ متن کے نسخہ میں متابعة ہی نہیں بنتی۔ اصل عبارت یوں ہو گی۔ تابعه يونس بن محمد عن فليح وقال محمد بن الصلت عن فليح عن سعيد عن ابي هريرةؓ وحديث جابر اصح اب حديث جابر اصح کہنا صحیح ہوا۔ اس لئے کہ اس کا متابع موجود ہے۔ اور ابو ہریرہؓ کی روایت کا کوئی متابع نہیں۔

باب إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ جب کسی سے عید کی نماز فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھے۔

وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ هَذَا عِيدُنَا يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ مَوْلَاهُ ابْنَ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيهِ وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ يُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ .. الحديث...

ترجمہ۔ اور اسی طرح عورتیں اور وہ لوگ جو گھروں اور بستیوں میں رہتے ہیں وہ بھی دو رکعت پڑھیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اے اہل اسلام یہ ہمارا عید کا دن ہے اور انس بن مالکؓ زاویہ میں اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیتے تھے وہ ان کے گھر والوں ان کے بیٹوں سب کو جمع کرتا اور شہر والوں کی نماز کی طرح نماز پڑھتے تھے۔ اور ان جیسی تکبیر کہتے تھے اور حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ دیہاتی لوگ عید میں جمع ہوتے اور جیسے امام کرتا ہے یہ بھی اس کی طرح دو رکعت پڑھتے اور عطاؒ فرماتے ہیں کہ جب عید کی نماز فوت ہو جائے تو دو رکعت پڑھے

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اذا فاتته العيد يصلى ركعتين صفحہ ۱۳۴/۲۵ یعنی جب کسی سے عید نماز فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھ لے۔ احنافؒ کے نزدیک یہ قضاء نہیں ہے بلکہ بطور استحباب اور نفل کے دو رکعت پڑھ لے۔ باقی حضرت انس بن مالکؓ نے جو زاویہ مقام میں اپنے اہل عیال اور بیٹوں کو جمع کر کے شہریوں کی طرح عید کی نماز پڑھی اور ان کی طرح تکبیرات تشریق بھی کہیں

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فنا بصرہ میں رہتے تھے۔ زاویہ بصرہ کے نواح ہی میں واقع تھا۔ جو لوگ شہر کے متعدد مقامات پر عید کی نماز پڑھنے کو جائز کہتے ہیں حضرت انسؓ کا اثر ان کی حجت و دلیل ہے اور عطا تابعی کا قول کہ جس سے نماز عید فوت ہو جائے وہ دو رکعت پڑھ لے یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے جو احنافؒ پر حجت نہیں ہو سکتا۔ اور عکرمہ کا قول کہ دیہات والے عید کے دن جمع ہو کر امام کی طرح دو رکعت پڑھیں یہ بھی تابعی کا اجتہاد ہے۔ جس کا تسلیم کرنا واجب نہیں ہے۔

حدیث (۹۳۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ)
عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ .....الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ ان کے پاس اس وقت تشریف لائے جبکہ دو لڑکیاں ایام منیٰ میں ان کے پاس دف بجا رہی تھیں۔ اور دف کو پیٹتی تھیں اور جناب نبی اکرم ﷺ اپنے کپڑے ڈھانپے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو ڈانٹا حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹا کے فرمایا اے ابو بکرؓ ان بچیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں اور یہ منیٰ کے دن ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ مجھے چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ وہ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو اے بنی ارفدہ۔ امنًا امن سے مشتق ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فانها ايام عيد ا تلك الايّام ايام منى صفحہ ۱۳۵ / ۴ اس روایت کے عموم سے استدلال کرنا کہ عید سب کے لئے ہے۔ عورت۔ مرد۔ شہری۔ دیہاتی تو نماز بھی سب کے لئے ہو گی۔ اس میں کسی قوم کی تخصیص نہیں ہے۔ تو یہ احتجاج بھی واجب التسلیم نہیں ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں لا جمعة ولا تشريق الافى مصر جامع یہ صحابی کا قول ہے۔ تابعی کا قول صحابی کے قول کا معارضہ نہیں کر سکتا۔

من الامن صفحہ ۱۳۵ / ۵ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے بنو ارفدہ ان کو امن کی حالت میں چھوڑ دو تو یہ امنًا امن سے ہے امان سے ماخوذ نہیں ہے جس کا کفار پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں عید کی خوشیاں سب کو شامل ہو جائیں گی۔ خواہ وہ کافر اور مشرک کیوں نہ ہوں بلکہ یہ امن سے ماخوذ ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو حبشیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی تھی اس کا ازالہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ ان کو امن کی حالت میں چھوڑ دو۔ جو کچھ کر رہے ہیں کرنے دو ڈراؤ دھمکاؤ نہیں۔ اے بنو ارفدہ امن کے ساتھ کھیلتے رہو

اور ممکن ہے اس لفظ سے ترجمۃ الباب کی طرف اشارہ ہو کہ جو سرور بنی ارفدہ کو شامل ہے جو حبشی غلام ہیں تو پھر یہ حکم آزاد مسلمان عورتوں اور بچوں سب کو شامل ہوگا۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں پر دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ بعض کی نماز عید فوت ہو جائے اور جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک صلوۃ العید مردوں۔ عورتوں۔ آزاد۔ غلام سب کے حق میں ہے۔ لہذا جو لوگ کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں وہ دوسرے دن پڑھیں اور عورتیں اپنے گھروں میں دو رکعت پڑھیں۔ مرد جہرا تکبیر پڑھیں اور عورتیں سراً۔ یہی امام بخاریؒ کا میلان معلوم ہوتا ہے۔ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ نماز عید کے لئے نماز جمعہ کی طرح مخصوص شرائط ہیں۔ اگر کوئی رہ جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک دو رکعت عید کی طرح تکبیرات کے ساتھ پڑھے اور امام احمدؒ کے نزدیک دو یا چار رکعات پڑھے۔ اور امام صاحبؒ کے یہاں چار رکعت مثل ظہر کے پڑھے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سب ہی کی نماز فوت ہو جائے اور پہلے دن نہ ہو سکے اس مسئلہ سے امام بخاریؒ نے تعرض نہیں کیا ہے۔ اس سے امام ابو داؤدؒ نے تعرض کیا ہے اور ترجمہ قائم کیا ہے۔ باب اذالم یخرج الامام للعید من یومه یخرج من الغد کہ اگر امام پہلے دن کسی وجہ سے عید کے لئے نہ نکل سکے تو دوسرے دن نکلے۔ حنابلہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگلے دن قضا کی جائے گی اس کے بعد نہیں۔ دلیل حدیث ابو داؤد کی ہے جو ابھی ذکر کی گئی۔ اور بقر عید کی نماز بارہ تاریخ تک ہے۔ اس لئے کہ یہ صلوۃ الاضحیٰ کہلاتی ہے اور اضحیٰ یعنی قربانی بارہ تک ہوتی ہے۔ تو نماز بھی بارہ تک ہوگی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر بعد الزوال قبل المغرب ثبوت ہوا تو قضا نہیں ہے اور اگر اگلے دن کی رات میں بعد المغرب الی الصبح ثبوت ہوا تو دوسرے دن قضا کی جائے گی اسلئے اگر بعد الزوال قبل المغرب ثبوت ہوا تو چاند کل کا ہے۔ اور نوافل کی قضا نہیں۔ اور اگلے دن کی رات میں بعد الغروب ثبوت ہوا ہے تو اس دن کا چاند ہوگا۔ اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھی جائے گی۔

بَابُ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْعِيْدِ وَبَعْدَهَا

وَقَالَ اَبُوْ يَعْلٰى سَمِعْتُ سَعِيْدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ كَرِهَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ الْعِيْدِ

ترجمہ۔ عید سے پہلے اور عید کے بعد نماز پڑھنا کیسا ہے ابو الیعلی کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے سنا وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ عید سے پہلے نماز کو مکروہ کہتے تھے۔

حدیث (۹۳۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهُ بِلَالٌ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن باہر تشریف لائے دو رکعت نماز عید پڑھی۔ لیکن اس سے پہلے اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ بھی تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ عیدگاہ کے اندر عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر عید کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ نہیں۔ حدیث سے جو ممانعت قبل اور بعد معلوم ہوتی ہے وہ عیدگاہ کے اندر ہے۔ دوسرے مقام پر بعد ادائیگی صلوۃ عید کراہت نہیں ہے۔ یہی احنافؒ کا مسلک ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عید کے دن حنابلہؒ کے یہاں قبل الصلوۃ نوافل مطلقاً مکروہ ہیں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک گھر پر جائز ہے۔ اور عیدگاہ میں مکروہ ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف امام کے لئے مکروہ ہے۔ اور مقتدی جہاں کہیں بھی ہو پڑھ سکتا ہے۔ اور حنفیہؒ کے یہاں عیدگاہ میں قبل الصلوۃ اور بعد الصلوۃ مطلقاً مکروہ ہے اور گھر پر صلوۃ عید سے پہلے تو مکروہ ہے اور بعد میں پڑھ سکتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ الْوِتْرِ

بَاب مَاجَاءَ فِی الْوِتْرِ

ترجمہ۔ وتر کے بارے میں جو کچھ وارد ہے

حدیث (۹۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ (الخ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنْ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی فَاِذَا خَشِیَ اَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلّٰی رَکْعَۃً وَّاحِدَۃً تُوْتِرُ لَہٗ مَاقَدْ صَلّٰی وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ کَانَ یُسَلِّمُ بَیْنَ الرَّکْعَۃِ وَالرَّکْعَتَیْنِ فِی الْوِتْرِ حَتّٰی یَاْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِہٖ .... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کسی کو صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت نماز پڑھ کر جو کچھ نماز پڑھ چکا ہے اسے وتر بنا لے حضرت نافع فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ وتر کی ایک اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے۔ حتی کہ اپنی بعض ضرورت کا بھی حکم فرماتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ صلی رکعة واحدة الخ صفحہ ۱۳۵/۱۱ اس حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ یہ ایک رکعة ماصلی کو وتر بنادے گی۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں یہ ایک رکعت جو پہلی دو رکعت کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ تو اس طرح تین رکعت وتر کی نماز بن جائے گی لیکن حق بات یہ ہے کہ وتر دراصل ایک رکعت تھے جو بعد میں نھی رسول الله ﷺ عن البتیراء ان یصلی الرجل بواحدة لوتر بھا کہ آپؐ نے ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث سے وتر رکعة واحدہ منسوخ ہو گیا لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ جمیع روایات وحدت کو تین رکعات بنایا جائے۔ صحیح صورت یہی ہے کہ وتر ایک رکعت منسوخ ہیں۔ اور حدیث بتیراء ناسخ ہے۔ اس پر حمل کرنے سے پھر کسی تکلیف کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہٰذا اسے مان لینا چاہیئے۔ ایتا ر بوا حداوّلاً تھا جو بعد میں نھی عن البتیراء کی حدیث سے منسوخ ہوا۔ ان عبدالله بن عمرؓ کان یسلم بین الرکعة والرکعتین صفحہ ۱۳۵/۱۳ کہ ابن عمرؓ وتر تین رکعت تو پڑھتے تھے لیکن دو رکعت کے بعد سلام پھیر لیتے۔ بعد ازاں ایک رکعت اور پڑھتے۔ گویا ثلث رکعات بتسلمتین دو سلاموں کے ساتھ تین رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی کا اجتہاد ہے جو نص صریح کے مقابلہ میں قبول نہیں ہوگا۔ وہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ان النبی ﷺ لا یسلم فی رکعتی الوتر (الحدیث) کہ وتر کی دو رکعات میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور حدیث ابن عمرؓ پر حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے ان کے باپ عمرؓ افقہ تھے۔ کان ینھض فی الثالثة بالتکبیر کہ وتر کی تیسری رکعت کیلئے تکبیر کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو دفن کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی اور لوگوں نے بھی تین رکعات وتر پڑھے۔

حدیث (۹۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَؓ وَهِيَ خَالَتُهٗ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَهْلُهٗ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ حَتّٰى انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَاَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَهٗ وَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِيْ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس بسر کی میں تو سرہانے کے چوڑان میں لیٹ گیا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے گھر والے اس کی لمبائی میں لیٹ گئے پس حضور انور ﷺ سو گئے یہاں تک کہ جب آدھی رات ہو گئی یا اس کے قریب ہوا تو حضور اقدس ﷺ نیند کو اپنے چہرہ سے پونچھتے ہوئے بیدار ہوئے۔ پھر آل عمران کی دس آیات پڑھیں پھر ایک پرانا مشکیزہ جو لٹکا ہوا تھا اس کی طرف تشریف لے گئے وضو فرمایا اور اچھی طرح وضو فرمایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپؐ نے کیا تھا اور میں

يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ..الحديث ...

آپؐ کے پہلو میں جا کر کھڑا ہو گیا تو آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو پکڑ کر مروڑا پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت اور ادا فرمائیں۔ پھر وتر پڑھے اور اس وقت تک لیٹے رہے جبکہ مؤذن نے آ کر آپؐ کو اطلاع دی آپؐ کھڑے ہوئے دو رکعت پڑھی پھر باہر آ کر صبح کی نماز پڑھی۔

حدیث (۹۳۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ/ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوْتِرُ لَكَ مَاصَلَّيْتَ قَالَ الْقَاسِمُ وَرَاَيْنَا اُنَاسًا مُّنْذُ اَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَّاِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ وَّاَرْجُوْا اَنْ لَّايَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ بَاْسٌ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو رکعت ہے۔ اور جب تو نماز سے پھرنے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت پڑھ لے۔ جس سے ماصلت کو وتر بنالے قاسم فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم بالغ ہوئے کہ وہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اور بے شک ہر ایک میں وسعت ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ راينا اناسا منذ ادركنا يوترون بثلاث الخ ابن عمرؓ کے بیٹے قاسم فرماتے ہیں کہ جب سے ہم لوگ بالغ ہوئے ہیں ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ وتر کی تین ہی رکعات ادا کرتے ہیں۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ یہ نص صریح ہے کہ عمل اس پر جاری وساری تھا۔ جس کو ہم احناف نے اختیار کیا ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اجمع المسلمون على ان الوتر ثلثه لايسلم الافى اخرهن کہ تمام مسلمانوں نے اجماع کر لیا کہ وتر تین رکعات ہیں۔ آخری رکعت میں سلام پھیرا جائے۔

حدیث (۹۳۵) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ/ اَنَّ عَائِشَةَؓ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهٗ تَعْنِيْ بِاللَّيْلِ فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَايَقْرَأُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوةِ الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اور یہی آپؐ کی رات کی نماز ہوتی تھی۔ پس آپؐ اس کا ایک سجدہ اتنی دیر میں کرتے تھے جس قدر تم سے کوئی پچاس آیات پڑھ لے سر اٹھانے سے پہلے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھتے تھے پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مؤذن آپؐ کو نماز کی اطلاع آ کر دیتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وتر میں سترہ مسئلے مختلف فیہ ہیں جو بخاری میں آتے رہیں گے میں بیان کرتا ہوں گا۔ سب سے اوّل مسئلہ حکم الوتر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور بقیہ ائمہ کے یہاں سنت ہے امام بخاریؒ نے ابو اب الوتر کو ابو اب التطوع اور ابو اب التہجد سب سے الگ باندھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ نماز اور نوافل کی طرح نہیں ہے بلکہ الگ نماز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام بخاریؒ باب الوتر علی الدابة منعقد نہ فرماتے تو میں یہ کہہ دیتا کہ امام بخاریؒ وجوب وتر کے قائل ہیں۔ احنافؒ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ امام بخاریؒ قول بالوجوب کے ساتھ جواز علی الدابة فی السفر کے قائل ہوں۔ باب ماجاء فی الوتر امام بخاریؒ نے حکم الوتر کا کوئی باب نہیں باندھا البتہ عدد وتر کا باندھا ہے۔ وتر احنافؒ کے یہاں تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ اور مالکیہ کے یہاں ایک رکعت مستقل ہے۔ مگر اس سے پہلے شفع ضروری ہے ورنہ کراہت ہوگی۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک وتر دو قسم ہیں۔ ایک مفصول دوسرا موصول مفصول تو یہی کہ ایک رکعت پڑھے یا پہلے سے نوافل پڑھ رہا تھا اخیر میں ایک رکعت بالاستقلال پڑھ لے۔ اور موصول کی تفصیل میں مختلف اقوال ہیں۔

شافعیہ کے یہاں ادنی الکمال تین رکعات پھر پانچ۔ سات۔ نو۔ گیارہ رکعات ہیں۔ اب ان شفعات میں یا تو ہر شفعہ پر سلام پھیرے یا پڑھتا رہے۔ اور اخیر میں سلام پھیرے۔ اور حنابلہ کے یہاں اگر پانچ ہیں تو آخیر میں بیٹھے۔ اور سات اور نو میں دوبار بیٹھے۔ اور آخیر میں سلام پھیرے۔ اور تین اور گیارہ میں ہر شفعہ پر سلام پھیرے۔ حتی یأمر بحاجته اس سے مالکیہؒ نے استدلال کیا ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ ان کا اپنا فعل ہے جب حسن بصریؒ سے ان کا فعل نقل کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کان ابوہ لایسلم و کان افقه کہ ان کے باپ سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور وہ زیادہ فقیہ تھے۔ ورأینا انا سا الخ یہ تو ان کی جماعت کا طور و طریقہ تھا۔ اور آگے قاسم کی رائے ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کرلو۔ ابن ابی شیبہؒ نے حسن بصریؒ سے اجماع نقل کیا ہے اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلث لایسلم الافی آخرھن۔ کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں۔ اور سلام ان کے آخر میں ہی ہونا چاہئے۔ فیسجد السجدة الخ یہ سجدہ یا تو صلوتیہ ہوتا تھا مگر بعض خاص اوقات میں مخصوص تجلیات کی بنا پر اطالۃ ہو جاتی تھی۔ یا سجدہ صلوتیہ نہ تھا۔ اس صورت میں سجدہ شکر و مناجات کے قائلین اس سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہ جو سجدہ مناجات کے قائل نہیں وہ اس کی تقدیر پر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ سجدہ تلاوت ہوتا تھا۔ اور سجدہ تلاوت میں جتنی دیر چاہے دعائیں پڑھتا رہے۔ اگر تم میں سے کوئی اس اختلاف کی جزئیات دیکھنا چاہے تو اوجز کی کتاب الوتر میں دیکھ لے۔

باذنی یفتلها کان مروڑنا یا تو تنبیہ کے لئے تھا یا نیند سے بیدار کرنے کے لئے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم یہ قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں جو افقہ زمانہ تھے یہ کہتے ہیں کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے صحابہ کو تین وتر پڑھتے دیکھا یعنی اکثریت تین وتر پڑھنے والوں کی تھی۔ فیسجد السجدہ اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ سجدہ اتنا طویل ہوتا تھا کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔ اس میں نماز کے سارے سجدے داخل ہوں گے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز کے بعد کا سجدہ شکر مراد ہے۔ اس صورت میں کوئی سجدہ داخل نہ ہوگا۔

باب سَاعَاتِ الْوِتْرِ

ترجمہ۔ وتر کے اوقات

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

حدیث (۹۳۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ النُّعْمَانِ الخ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ اَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ اُطِيْلُ فِيْهِمَا الْقِرَاءَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَّيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَكَانَ الْاَذَانَ بِاُذُنَيْهِ قَالَ حَمَّادٌ اَيْ بِسُرْعَةٍ الحديث....

ترجمہ۔ انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ مجھے بتلایئے صبح کی نماز سے پہلے جو دو رکعتیں ہیں میں ان میں قرأت لمبی کر سکتا ہوں تو انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ رات کو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت اس طرح پڑھتے تھے گویا اذان ان کے کانوں میں ہے۔ حماد کہتے ہیں کہ اس سے مراد جلدی ہے کہ رکعتیں جلدی پڑھتے تھے۔

حدیث (۹۳۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ اِلَى السَّحَرِ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کے ہر حصہ میں جناب رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے ہیں۔ اور آپؐ کا وتر سحور تک پہنچتا تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قالت کل اللیل اوتر رسول الله الخ روایت میں مطلق لیل کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اور یہ بھی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سحری کے وقت وتر پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ تم طالب علم ہو نیند سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔ تو تینوں روایات سے ثابت ہوا کہ رات کی ہر گھڑی میں اسے پڑھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب حکم دیا کہ فرائض ادا کرنے کے بعد رات کی آخری نماز وتر ہو تو فرائض عشاء سے ان کو مقدم نہ کیا جائے۔ کیونکہ عشاء کے بعد سے وتر کا وقت شروع ہو کر انتہائے سحر تک پہنچتا ہے۔ اس طرح سب احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء نے بیان فرمایا ہے اوّلاً عادت شریفہ یہ تھی کہ رات کے جس حصہ میں چاہتے وتر پڑھتے مگر پھر آخیر میں آخر حصہ میں پڑھنے لگے۔ وقد اوردوا انتھی وترہ الی السحر اس سے بظاہر ابہام ہوتا تھا کہ اور اوقات منسوخ ہو گئے اسلئے ساعات الوتر کا باب باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ صرف ایک ساعۃ نہیں بلکہ ساعات اس کے اوقات ہیں۔ اوصانی النبی ﷺ کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے اسلئے ان کو وتر قبل النوم کی وصیت فرمائی۔ اور یہی معمول حضرت ابو بکر صدیقؓ کا تھا

کان الاذان باذنیه یہاں پر بعض حضرات نے اذان سے اقامت مراد لی ہے۔ یعنی اتنی عجلت فرماتے تھے کہ گویا اقامت ہو رہی ہے اور جلدی فرما رہے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اذان حقیقی مراد ہو۔ اور مطلب یہ ہے کہ عین اذان کے ساتھ شروع فرماتے تھے۔

باب ایقاظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالوتر

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا وتر کیلئے اپنے گھر والوں کو جگانا

حدیث (۹۳۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِيْ فَاَوْتَرْتُ الحدیث . . .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں چوڑان میں لیٹی ہوئی ان کے بستر پر نیند کرنے والی ہوتی تھی۔ جب آپؐ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے جگا دیتے میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ایقظنی فاوترت صفحہ ۱۳۶/۵ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ رات کو وتر ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے بیدار کرتے تو میں بھی وتر نماز ادا کرتی تھی۔ تو آپؐ کا ہمیشہ وتر پڑھنے کے لئے بیدار کرنا اور اس کے لئے تاکید احکم فرمانا جو نوافل میں نہیں ہوتا یہ وجوب کی علامت ہے۔ ابو محمد صحابیؓ کا قول آرہا ہے ان الوتر واجب اور امام بخاریؒ کا تہجد اور نوافل سے الگ وتر کا ترجمہ رکھنا بھی اس کے وجوب کی دلیل ہے۔ اور سواری پر سفر میں وتر ادا کرنا بقول ابن عباسؓ وابن عمرؓ کے وتر سفر میں ادا کرنا سنت ہو جاتا ہے۔ شاید اسی بنا پر ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بھی وتر کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر وتر واجب نہ ہوتے تو پھر وتر کیلئے کیوں جگاتے تہجد کے لئے کیوں نہ جگاتے تھے۔

باب لِيَجْعَلْ اٰخِرَ صَلٰوتِهٖ وِتْرًا

ترجمہ۔ رات کی آخری نماز وتر کو بنالے

حدیث (۹۳۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا.. الحدیث . . . .

ترجمہ۔ رات کے وقت اپنی آخری نماز وتر کو بنالو

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث پاک میں اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس میں تھوڑا سا تغیر کر کے اپنا ترجمہ بنا دیا۔ اس حدیث کی وجہ سے اسحٰق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ وتر بالکل آخر میں ہونے چاہئیں اگر کسی نے اوّلاً وتر پڑھے

اور پھر رات کو جاگ کر تہجد کی نماز پڑھ لی تو وہ وتر باطل ہو گئے دوبارہ پڑھے۔امام ابو داؤدؒ نے اس پر ردّ کرنے کے لئے نقض الوتر کا باب باندھا ہے۔اور لا وتر ان فی لیلة والی روایت ذکر فرمائی ہے۔جمہور کے نزدیک اجعلوا کا امر استحباب کے لئے ہے۔میرے والد صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے نقل فرما کر ایک اور توجیہ فرمائی وہ یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کر لیا کہ امر ایجابی ہے مگر یہاں صلوۃ سے مراد نوافل نہیں ہیں۔بلکہ فرائض اللیل ہیں۔اور وہ مغرب وعشاء ہے۔تو اب مطلب یہ ہوگا کہ وتر عشاء کے بعد پڑھو۔یعنی وتر کا ابتدائی وقت بیان فرمایا کہ عشاء سے پہلے وتر نہ ہوں گے۔لہٰذا امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہی رہے گا۔اور حدیث بالکل صاف ہو جائے گی۔نیز! یہ حدیث فقہاء کی اس مسئلہ میں دلیل بن گئی کہ اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز دھرائی جائے تو وتر بھی دہرائے جائیں گے۔

بَابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّآبَّةِ ترجمہ۔جانور پر وتر ادا کرنا

حدیث (۹٤۰) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهٗ قَالَ كُنْتُ اَسِيْرُ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيْدٌ فَلَمَّا خَشِيْتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَاَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُهٗ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ اَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ خَشِيْتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَاَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ اَلَيْسَ لَكَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَقُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ عَلَى الْبَعِيْرِ ....

ترجمہ۔حضرت سعید بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ مکہ کے راستہ میں چل رہا تھا سعید فرماتے ہیں جب مجھے صبح ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوا تو میں سواری سے اترا اور وتر پڑھ کر ان سے جا ملا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے میرے سے پوچھا تم کہاں تھے میں نے کہا صبح ہونے کا اندیشہ ہوا تو میں نے اتر کر وتر پڑھ لئے۔جس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ نہیں ہے۔میں نے کہا اللہ کی قسم کیوں نہیں۔تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔

تشریح قطب گنگوہیؒ۔ کان یوتر علی البعیر کہ آنحضرت ﷺ وتر کو اونٹ کی پیٹھ پر پڑھتے تھے۔علماء احناف کے نزدیک یہ ضرورت پر محمول ہے۔جیسے فرض نماز کو ہلاکت کے خوف سے خواہ وہ دشمن کی وجہ سے ہو یا کسی درندے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ہو الدابة پر ادا کرنا جائز ہے۔تو وتر کو بھی اسی حالت ضرر پر محمول کیا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ وہ باب ہے جس کی وجہ سے حافظؒ نے امام بخاریؒ کے عدم القول بالوجوب کا تعلل فرمایا ہے۔

کان یوتر علی البعیر یہ ابتداء پر محمول ہے اور ایجاب سے پہلے کا واقعہ ہے۔اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان اللہ امدکم بصلوة وھی الوتر یہ الف ولام عہد کا ہے۔اس سے وہی وتر مراد ہے جو پہلے پڑھی جاتی تھی۔امداد و زیادت کے درجہ میں

نہیں آئی تھی۔اس باب کے متعلق حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ احناف کے خلاف ہے۔ورنہ تمام ابواب احنافؒ کے موافق ہیں۔ہماری طرف سے اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ باب ہمارے خلاف نہیں۔بلکہ ہمارے نزدیک بھی زلہ یعنی پھسلن کی صورت میں دابہ پر وتر جائز ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ وتر کے وجوب سے قبل کا ہے۔یہ باب ان لوگوں کے لئے مؤید ہے جو وتر کو سنت کہتے ہیں کیونکہ احناف کے یہاں بغیر عذر کے دابہ پر ادا نہیں کیا جاسکتا اور بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ وتر کو واجب مانتے ہوئے اسے دابہ پر ادا کرنے کے قائل ہوں کیونکہ امام بخاری کے لئے یہ کمزوری نہیں کہ وہ جمیع جزئیات میں احناف کے ساتھ اتفاق کریں۔اور خود شوافعؒ کے یہاں ایک واجب کو دابہ پر ادا کر سکتے ہیں وہ یہ کہ اگر راکب رکوب کی حالت میں سجدہ تلاوت سنے تو وہ دابہ پر سجدہ کر سکتا ہے۔

بَابُ الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ — ترجمہ۔سفر میں وتر ادا کرنا

حدیث(۹۴۱)حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِيْ اِيْمَاءً صَلٰوةَ اللَّيْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ ..الحديث

ترجمہ۔حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جدھر وہ سواری منہ کرتی تھی خوب اشارہ کرتے تھے۔یہ رات کی نماز میں ہوتا تھا فرائض سواری پر نہیں پڑھتے تھے البتہ وتر سواری پر پڑھتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ضحاک بن مخلد وغیرہ وتر فی السفر کے قائل نہیں۔ان پر ردّ فرما رہے ہیں۔اور بقیہ ائمہ بالاتفاق قائل ہیں۔

بَابُ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَبَعْدَهٗ — ترجمہ۔دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں

حدیث(۹۴۲)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اَقَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ اَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا . الحديث...

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں پھر پوچھا گیا کہ رکوع سے پہلے فرمایا تھوڑا سا رکوع کے بعد قنوت کیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر پوچھا کیا قبل الرکوع انہوں نے فرمایا بعد الرکوع۔دراصل قنوت دو ہیں۔ایک قنوت وتر ہے دوسرا قنوت نازلہ ہے قنوت نازلہ احناف کے نزدیک بعد الرکوع ہے جب کوئی مصیبت مسلمانوں پر نازل ہو جائے۔حضرت انسؓ کی حدیث اسی قنوت نازلہ پر

دلالت کر رہی ہے۔ اسے منسوخ ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک اب بھی معمول بہا ہے جو آنحضرت ﷺ کا آخر حیات تک معمول رہا اور حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ قنوت قبل الرکوع ہے تو انہوں نے فرمایا بعد الرکوع اور قنوت وتر قبل الرکوع ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ان سے مطلق قنوت کے متعلق سوال ہوا کسی وقت کی قید نہیں تھی تو انہوں نے قبل الرکوع فرمایا وہ قنوت وتر ہے۔ جو سارا سال معمول بہ رہتا ہے۔

حدیث (۹۴۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ إِنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ دُونَ أُولَئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُوا عَلَيْهِمْ ..الحديث ....

ترجمہ۔ عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے قنوت کے بارے ہیں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک قنوت ہے۔ میں نے کہا رکوع سے پہلے یا بعد۔ فرمایا رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے آپ کی طرف سے خبر دی کہ آپ رکوع کے بعد فرماتے ہیں فرمایا اس نے جھوٹ کہا اسلئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مہینہ بھر بعد الرکوع قنوت کیا وہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ قراء کی ایک جماعت جو قریبا ستر ۷۰ کے قریب تھے۔ نجد کے مشرکین کی ایک قوم کی طرف ان کو بھیجا تھا یہ وہ لوگ نہیں تھے جن پر بددعا کی۔ بہر حال اس قوم اور جناب رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ تھا جس کو انہوں نے توڑ کر قراء کو قتل کر دیا تو مہینہ بھر قنوت میں ان پر بددعا کرتے رہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔جب سائل نے حضرت انسؓ سے قنوت مطلق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے قبل الرکوع فرمایا جب اس نے کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ نے قنوت بعد الرکوع فرمایا۔ فرمایا کذب۔ پھر قنوت نازلہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ جو ایک ماہ تک پڑھی گئی۔ اور کذب کا مطلب ہے کہ جان بوجھ کر میرے مقصد سے پھیرا جا رہا ہے۔ یا یہ کہ سائل نے ان کے کلام سے یہی سمجھا تھا۔ یہ نہیں کہ اس نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔ تو کذب کا اطلاق مشاکلة صوریہ کے طور پر ہوگا۔ حقیقی معنی میں نہیں ہوگا۔ کہ جو بات اس کے نزدیک ٹھیک تھی اس کو خلاف مراد نقل کیا گیا۔ اگرچہ اس نقل اور تعبیر میں عدم فہم اور ان کے معنی میں تدبر نہ کرنے کو دخل ہے۔ تو حضرت انسؓ کی تصریح سے معلوم ہوا قنوت فجر جو کسی عارض کی وجہ سے ہوئی تھی وہ بعد الرکوع تھی۔ اور جو قنوت دائمی ہوتی تھی وہ قنوت وتر ہے جو قبل از رکوع ہوتی تھی۔

دون اولئك صفحہ ۱۳۶/۱۸ یعنی قراً کو قتل کرنے والے وہ لوگ نہیں جن کی طرف ان کو بھیجا گیا۔ کیونکہ وہ تو معاہد تھے۔ بلکہ ان کے علاوہ دوسرے مشرکوں نے جن سے نہ معاہدہ تھا نہ ہی قراً کی جماعت ان کی طرف بھیجی گئی تھی ان لوگوں نے ان کو قتل کیا تھا وہ رعل اور ذکوان قبیلہ کے لوگ تھے۔ جن کے خلاف آپؐ نے قنوت نازلہ پڑھی۔

حدیث (۹۴۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِیُّ ﷺ شَهْرًا یَدْعُوْا عَلٰی رِعْلٍ وَ ذَکْوَانَ ..الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مہینہ بھر دعائے قنوت نازلہ میں رعل اور ذکوان پر بددعا کرتے رہے۔

حدیث (۹۴۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ الْقُنُوْتُ فِی الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ۔ الحدیث

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دعائے قنوت نازلہ فجر کی نماز میں ہوتی تھی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ کان القنوت فی المغرب والفجر صفحہ ۱۳۶/۲۰ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ فجر اور مغرب کی نماز میں پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ ظہر عصر اور عشاء میں بھی پڑھی جاتی تھی کچھ مدت کے بعد آپؐ نے بددعا کرنا چھوڑ دیا۔ تمام نمازوں میں قنوت نازلہ منسوخ ہو گئی۔ البتہ اصل قنوت نازلہ باقی ہے۔ جب بھی کبھی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہوں تو امام قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے وہ بھی صرف فجر کی نماز میں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سب نمازوں میں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک کسی نماز میں بھی قنوت نازلہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے قنوت کو ابواب الوتر میں ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ قنوت فی الوتر کے قائل ہیں۔ جیسا کہ حنفیہ وحنابلہ فرماتے ہیں نہ کہ قنوت فی الفجر کے۔ جیسا کہ شافعیہ اور مالکیہ کی رائے ہے۔ یہ اختلاف قنوت مستقل کا ہے۔ یعنی فیما بین الائمہ اس میں اختلاف ہے کہ قنوت وتر مستقل ہیں یا قنوت فجر احناف اور حنابلہ تو قنوت وتر کے مستقل ہونے کے قائل ہیں مالکیہ اور شافعیہ قنوت فجر کے اور وتر میں مالکیہ کے قول کے موافق قنوت ہے ہی نہیں ہاں ان کے یہاں کی دوسری روایت اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ نصف آخر رمضان میں قنوت ہے تو اب جبکہ صرف وتر میں نصف ماہ قنوت ہے اور فجر میں پورے سال اور پھر امام بخاریؒ نے قنوت کو ابواب الوتر میں ذکر فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ قنوت وتر کے قائل ہیں البتہ ایک حاشیہ کا نسخہ گذرا ہے مگر میں نے وہاں تنبیہ کر دی کہ سوائے ایک روایت کے اور روایات اس کی مساعدت نہیں کرتیں تو اب یہاں دو اختلاف ہو گئے۔ ایک یہ کہ وتر میں قنوت ہے یا نہیں۔ احناف اور حنابلہ کے نزدیک پورے سال ہے اور مالکیہ کے مشہور قول میں نہیں ہے۔ اور مالکیہ کا دوسرا قول اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ نصف آخر رمضان میں ہے۔ اور دوسرا اختلاف یہ ہے کہ فجر میں قنوت ہے یا نہیں۔ مالکیہ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ پورے سال ہے۔ اور حنفیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ فجر میں قنوت نہیں۔ البتہ اگر کوئی آفت اور مصیبت آجائے تو قنوت نازلہ پڑھی جائے گی۔

اور تیسرا اختلاف یہ ہے کہ قنوت قبل الرکوع چاہے فجر کا قنوت ہو یا وتر کا۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وتر و فجر سب میں قنوت بعد الرکوع ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک سب قبل الرکوع ہیں۔ اور حنفیہ کے نزدیک وتر کا قبل الرکوع ہے اور نازلہ کا بعد الرکوع اب بعض روایات میں جو قنوت قبل الرکوع ہے اور بعض میں قنوت بعد الرکوع ہے۔ یہ حنفیہ کے خلاف نہیں اور نہ ہی ہمیں کسی تاویل یا جواب دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جہاں قبل الرکوع آتا ہے وہ وتر پر محمول ہے۔ اور جہاں بعد الرکوع آتا ہے وہ نازلہ پر محمول ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو وتر میں ذکر فرما کر یہ اشارہ فرمادیا کہ مستقل قنوت وتر میں ہے۔ اور قبل الرکوع اور بعد الرکوع سے اشارہ فرمادیا کہ اگر وتر میں ہو تو قبل الرکوع اگر نازلہ میں ہو تو بعد الرکوع۔

اور چوتھا اختلاف الفاظ قنوت میں ہے۔ حنفیہ کے یہاں سورۃ الحفد والخلع افضل ہے اور شافعیہ کے یہاں اللھم اھدنی من ھدیت قنت النبی ﷺ فی الصبح حضرت انسؓ کی روایت اس مدعا میں بالکل واضح ہے کہ قنوت فجر مستقل نہیں اور اسی طرح اس مدعا کو بھی روایت انسؓ واضح کرتی ہے کہ قنوت فی النوازل بعد الرکوع ہوتا ہے۔ اور قنوت بعد الرکوع مستقل نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک ماہ صبح کی نماز میں حادثہ اور نازلہ کی بنا پر تھا۔ اور جو لوگ اس روایت میں گڑبڑ بتلاتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ اسلئے کہ جب حضرت انسؓ سے مطلقاً قنوت کے متعلق سوال ہے اور روایت میں کسی قسم کی قید نہیں ہے۔ تو اس سے مراد قنوت دائمی ہوگا۔ اور وہ وتر ہی کا ہے۔ اور قبل الرکوع ہے اسلئے کہ حضرت انسؓ نے ان لوگوں کی تکذیب کی جنہوں نے ان سے یہ نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ قنوت بعد الرکوع ہے بلکہ یہ فرمایا کہ انما قنت رسول اللہ ﷺ بعد الرکوع شھراً اور پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ صبح کی نماز میں ایک ماہ بعد الرکوع تھا۔ معلوم ہوا کہ یہاں اور کسی قنوت کے متعلق سوال ہے اور وہ سوائے وتر کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ اراہ کان بعث قوماً یہ سریہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قوم کی درخواست پر ۴ھ میں بھیجا تھا۔ یہ ستر ۷۰ قراء پر مشتمل تھا۔ اور ان کو دھوکہ سے قتل کر دیا گیا حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے بددعا کی اور ایک ماہ تک فجر کی نماز میں بعد الرکوع قنوت نازلہ پڑھی اور یہی سب سے پہلا واقعہ ہے جبکہ قنوت نازلہ پڑھا گیا۔ کان القنوت فی المغرب والفجر قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف فجر میں جائز ہے۔ اور کسی نماز میں نہیں اور یہی اور ائمہ کا مذہب ہے۔ مگر شوافع فرماتے ہیں کہ شدت نوازل کے وقت پانچوں نمازوں میں پڑھنا جائز ہے اور بعض روایات میں جہریہ نمازوں میں قنوت نازلہ کا ذکر ہے اس وجہ سے درمختار میں صلوۃ جھریہ میں لکھ دیا۔ مگر سب منسوخ ہے صرف فجر کی نماز میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ

باب الْاِسْتِسْقَاءِ وَخُرُوْجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْاِسْتِسْقَاءِ۔

ترجمہ۔ پانی طلب کرنا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا بارش طلب کرنے کے لئے باہر نکلنا۔

حدیث(۹۴۵) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ یَسْتَسْقِیْ وَحَوَّلَ رِدَاءَہٗ الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیمؒ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بارش طلب کرنے کے لئے باہر تشریف لے گئے اور اپنی چادر کو بدلا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ استسقاء کے متعلق اوجز میں سات ابحاث لکھ دی ہیں۔ ان میں سے جو بخاری میں آتی رہیں گی ان کو بیان کرتا رہوں گا۔ منجملہ ان ابحاث کے یہ بھی ہے کہ صلوۃ الاستسقاء مسنون بھی ہے یا نہیں۔ امام صاحبؒ کا مذہب جو میرے نزدیک دلائل کے اعتبار سے قوی ہے۔ گو ہمارے یہاں فتویٰ اس پر نہیں ہے۔ بلکہ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ وہ یہ ہے کہ استسقاء میں کوئی نماز مسنون نہیں بلکہ اس کی حقیقت دعا ہے۔ اور صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک استسقاء میں صلوٰۃ مسنونہ ہے۔ اب میں نے جو یہ کہا کہ امام صاحبؒ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے قوی معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کی نظر اوّل قرآن پر ہوتی ہے اور قرآن پاک میں ہے استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا تو ارسال ما کو استغفار پر مرتب فرمایا اور پھر روایات میں بکثرت جناب نبی اکرم ﷺ سے استسقاء ثابت ہے۔ جب کوئی آتا اور قلت مطر کی شکایت کرتا تو آپؐ دعا فرماتے اور بارش ہو جاتی اور نماز کے ساتھ استسقاء صرف رمضان ۶ھ میں ثابت ہے۔ تو اب ساری روایات کو اصل قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ اصل یہ ہے کہ استسقاء میں صلوٰۃ مسنونہ نہیں ہے یا اس واقعہ کو اصل قرار دیا جائے۔ لہذا امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اذاحذبه امر بادر الی الصلوٰۃ ترجمہ جب آپؐ کو کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو نماز کی طرف جلدی کرتے تھے کے قبیلہ سے ہے۔ جیسا کہ سنن کی

روایات میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ میں ایک بار اندھیرا چھا گیا۔ حضرت انسؓ سے کسی نے پوچھا کہ تم ایسے وقت میں حضور ﷺ کے زمانے میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں ذرا ہوا چلتی تھی سارے مسجد میں چلے جاتے تھے کہ قیامت آگئی۔ اس طور پر یہاں بھی حضور ﷺ نے نماز پڑھی۔ مزید براں یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے غزوہ تبوک سے واپسی پر ۹ھ میں استسقاء ثابت ہے مگر اس میں حضور اقدس ﷺ نے نماز نہیں پڑھی اور جیسا کہ قاعدہ ہے یؤخذ بالاخر تو پھر سرے سے نماز ہی نہ ہونی چاہئیے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا کہ دلائل کے اعتبار سے امام صاحبؒ کا مذہب قوی ہے۔ اور امام محمدؒ سے تو منقول ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء میں صرف ایک روایت ہے۔ غالباً ان کا مطلب یہ ہے کہ ایک روایت سے ثابت ہے یا ان کو ایک ہی روایت پہنچی۔

باب دُعَاءِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اجْعَلْهَا سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ۔

ترجمہ۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا بد دعا کرنا کہ اللہ ان کو یوسف علیہ السلام کے سالوں کی طرح قحط سالی کی سال بنادے۔

حدیث (۹۴۶) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ (الخ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ یَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَنْجِ عَیَاشَ بْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ اللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰی مُضَرَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ وَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ قَالَ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِیْهِ هٰذَا کُلُّهٗ فِی الصُّبْحِ ...الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب آخری رکعت سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو فرماتے اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ۔ سلمہ بن ہشام۔ الولید بن الولید کو نجات دے اور کمزور سمجھے جانے والے مؤمنوں کو بھی نجات دے اور اے اللہ قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت کردے۔ اور وہ گرفت قحط سالی کی صورت میں ہو جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کئی سالوں تک قحط سالی رہی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ غفار کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ اور قبیلہ اسلم اللہ تعالیٰ نے اسے سالم رکھا۔ یہ ابن الزناد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ سب صبح کی نماز میں تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے دو قصوں کو اس لئے جمع کردیا کہ ان کے استاذ نے ان دونوں کو اکٹھا ہی ذکر کیا تھا ورنہ امام بخاریؒ کی شان اس سے ارفع ہے کہ یہ مسئلہ ان پر مخفی رہا ہو۔ کیونکہ قحط سالی کی دعا آپؐ نے مکہ والوں کے لئے مکہ میں مانگی تھی اور مسلمانوں کے لئے آپؐ کی دعا مدینہ منورہ تھی۔

حدیث (۹۴۷) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ (الخ)

ترجمہ۔ حضرت مسروقؒ سے مروی ہے کہ حضرت

عَنْ مَسْرُوْقٍ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا رَاٰى مِنَ النَّاسِ اِدْبَارًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ سَبْعًا كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى اَكَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيَفَ وَيَنْظُرُ اَحَدُهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوْعِ فَاَتَاهُ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ تَاْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَاٰيَةُ الرُّوْمِ.... الحدیث...

عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ جب لوگوں سے پیٹھ پھیرنا پیچھے ہٹنا دیکھا کہ قریش اسلام سے پیٹھ پھیر رہے ہیں۔ تو فرمایا اے اللہ کہ ان کے سات سال ایسے کردیں جیسے یوسف علیہ السلام کے قحط سالی کے سات سال تھے۔ چنانچہ قریش کو قحط نے آپکڑا کہ ہر شئے اس نے کاٹ کے رکھ دی یہاں تک کہ وہ لوگ چمڑے مردہ جانور اور مردار چیزیں کھانے لگے۔ اور ان میں سے کوئی ایک جب آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتا تو بھوک کی وجہ سے اسے دھواں دکھائی دیتا تو ابو سفیان حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ آپؐ تو اللہ کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ قحط کی وجہ سے آپ کی قوم برباد ہو چکی پس اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فارتقب الخ آپؐ انتظار کریں اس دن تک جبکہ آسمان ایک واضح دھواں لائے گا جس دن کہ ہم ان کو سخت پکڑیں گے۔ تو وہ بطشہ پکڑ تو بدر کی لڑائی میں ہوئی دخان بطشہ اور لزام یعنی قتل اور قید یہ بدر میں گذر چکے اور آیت الروم واقع ہو کر رہی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضور اکرم ﷺ نے بد دعا فرمائی جو قبول ہو گئی۔ مگر سات سال پورے نہیں ہوئے۔ بلکہ جب قحط شروع ہو گیا تو ابو سفیان آیا اور آپؐ سے منت سماجت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی اور قحط دور ہو گیا۔ یہاں پر دو اشکال ہیں۔ ایک ترجمۃ الباب پر اور دوسرا حدیث پر۔ باب پر اشکال یہ ہے کہ ذکر ابو اب الاستسقاء کا ہے اور استسقاء میں دعا ہوتی ہے نہ کہ بد دعاء۔ تو امام بخاریؒ نے بد دعا کا باب کیوں باندھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کے اصول میں استدلال بالضد ہے۔ بضدھا تتبین الاشیاء ضد سے چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔ یہ باب بھی اسی قبیل سے ہے۔ اس طور پر کہ جب بد دعاء کی جا سکتی ہے حالانکہ بظاہر کچھ رحمت کی شان کے خلاف ہے تو دعا بدرجہ اولیٰ ہو سکتی ہے۔ اور بعض شراح فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ دیکھو جہاں قحط پڑا ہو تو فوراً باہر نکل کر دعا نہ کرنے لگے بلکہ مقحوطین کے حال کا جائزہ لے اگر فسق و فجور میں مبتلا ہوں تو بجائے دعا کے بد دعا کرے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے بد دعا کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَهْ بن هشام میں ابھی بیان کر چکا ہوں باب اور روایت پر اشکال ہے باب کا اشکال گذر چکا اب حدیث پر اشکال ہے

وہ یہ کہ شراح اور مشائخ " فرماتے ہیں کہ یہ دو واقعے ہیں۔ امام بخاریؒ نے دونوں کو یکجا کر دیا۔ انج سلمه بن هشام یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے اور میری تحقیق کے مطابق ۲ھ کا ہے۔ اور اللهم اجعلها سنین الخ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ امام بخاریؒ نے قبل الهجرت اور بعد الهجرت کو یکجا کر دیا لامع الدراری میں اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنے استاد سے اسی طرح سنا تھا اس لئے یک جا جمع کر دیا۔ ورنہ امام بخاریؒ کی شان سے بعید ہے کہ ان کو خبر نہ ہو کہ دونوں دو واقعے ہیں یا ایک واقعہ۔ اور میری رائے یہ ہے کہ یہ کئی قصے الگ الگ ہیں۔ ایک مکہ کا ہجرت سے قبل کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللهم اجعلها سنین یہ آپؐ نے کفار مکہ پر بد دعا کی تھی جبکہ ابو جہل وغیرہ بیٹھے تھے اور حضور اقدس ﷺ تشریف لائے۔ اور بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنے لگے تو شقی القوم عبداللہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھری گندگی سمیت حضور اقدس ﷺ کی پشت مبارک پر رکھ دی۔ یہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے۔ دوسرا واقعہ وہ ہے جو حضرت انسؓ کی روایت میں ہے۔ اور حضرت انسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایات میں دونوں الگ الگ قصے ہیں۔ ایک قصہ نہیں ہے اور شراح و مشائخ نے دونوں کو اشتراك فی الالفاظ اور دعا کی وجہ سے ایک سمجھ لیا۔ حالانکہ اشتراك فی اللفظ۔ اشتراك فی القصه کو مقتضی نہیں ہے۔ بلکہ میری رائے یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت میں خاص قبیلہ مضر کے متعلق ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں اهل المشرق یومئذ من مضر مخالفون له آیا ہے۔ اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں وفد عبد القیس کے آنے کا ذکر ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے کہا ان هذا الحی من کفار مضر بیننا وبینك الخ اور یہ وفد ۸ھ میں آیا ہے تو اگر دونوں قصے ایک ہوں تو مکہ کا واقعہ ہو تو کفار مضر کے حائل ہونے کا کیا معنی؟ بلکہ حضرت انسؓ کی روایت ۴ھ کی ہے۔ شراح فرماتے ہیں کہ مضر قریش کا قبیلہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خواص کے لئے بد دعا کرنے سے عام کے لئے بد دعا کرنا لازم نہیں آتا۔ اور تیسرا واقعہ ۶ھ کا ہے۔ جس میں صلوٰۃ الاستسقاء پڑھی گئی۔ اور چوتھا خطبہ جمعہ میں دعاء استسقاء کا واقعہ ہے وہ ۹ھ کا ہے جو غزوۂ تبوک سے واپسی پر پیش آیا۔ شراح نے پہلے دونوں کو جوڑا پھر امام بخاریؒ پر اشکال کر دیا۔

فقد مضت الدخان الخ۔ یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرما رہے ہیں کہ یہ گذر گئیں۔ ان میں آیة الروم الم غلبت الروم الخ تو متفق علیہ ہے کہ گذر چکی۔ باقی تین میں جمہور مفسرین اور حضرت ابن مسعودؓ کا اختلاف ہے۔ دخان سے مراد حقیقی دھواں نہیں بلکہ وہ ہے جو قحط کے زمانے میں قریش کو بھوک کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا۔ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ علامات قیامت میں سے ہے کہ قیامت کے قریب ایک دھواں آئے گا جو منہ سے داخل ہو کر ناک سے نکلے گا۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یوم نبطش البطشة الکبریٰ میں جو بطشه ہے اس سے مراد بدر کے روز قتل اور قید کفار ہے اور وہ بھی گذر گیا جمہور کے نزدیک یہ قیامت میں ہوگا۔ اور فسوف یکون لزاما ہے اس سے مراد قید کفار ہے وہ بھی گذر چکی اور جمہور کے نزدیک اس سے مراد کفار کو جہنم میں پکڑ کر ڈالنا ہے۔

باب سُؤَالِ النَّاسِ الْاِمَامَ الْاِسْتِسْقَاءَ اِذَا قَحَطُوْا۔

ترجمہ۔ جب لوگ قحط زدہ ہو جائیں تو امام سے بارش طلب کرنے کا سوال کریں۔

حدیث (۹۴۸) حَدَّثَنَا عَمْرُ بْنُ عَلِيٍّ (الخ) سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتٰمٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ وَرُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَسْقِيْ فَمَا يَنْزِلُ حَتّٰى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتٰمٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ طَالِبٍ.. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ابو طالب کے اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ وہ سفید رنگ کے ہیں جن کے چہرہ انور کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے۔ جو یتیموں کا ملجا و ماویٰ ہیں اور غریب بیوگان کی حفاظت گاہ ہیں۔ نیز اس سند سے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں شاعر کا قول ذکر کرتا تھا۔ اور ادھر جناب نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا تھا جس کے واسطے سے بارش طلب کی جاتی تھی۔ پس ابھی نیچے نہیں اترتے تھے کہ ہر پرنالہ پانی سے جوش مارتا تھا۔ وابیض الخ یہ ابو طالب کا قول ہے۔

حدیث (۹۴۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا قَحَطُوْا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ ...الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ جب ان پر بارش نہیں ہوتی تھی تو حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے۔ فرماتے تھے اے اللہ! ہم اپنے نبی کا واسطہ دے کر آپ سے بارش طلب کرتے تھے تو آپ ہمیں سیراب کرتے تھے۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کا واسطہ دے کر آپ سے بارش مانگتے ہیں۔ پس ہمیں سیراب کردے۔ چنانچہ ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی ادب یہ ہے کہ اگر قحط آجائے تو لوگ امام یعنی امیر سے درخواست کریں تاکہ وہ استسقاء کا انتظام کردے۔ اور لوگوں کو چاہیئے کہ وہ امام کے ساتھ ہو کر دعا کریں۔ استسقی بالعباس بعض لوگوں نے جو توسل بالمیت کے قائل نہیں اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور اقدس ﷺ کا وسیلہ نہیں لیا۔ بلکہ حضرت عباسؓ کا وسیلہ اختیار کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ توسل نہ کرنا حرمت کی دلیل نہیں ہے۔ حضرت عباسؓ سے جو توسل کیا گیا وہ ان کے بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ

حضور اکرم ﷺ کے چچا ہونے کی وجہ سے تھا۔ عم نبینا فرمایا گیا ہے پھر بھی واسطہ حضور کا ہوا۔ وابیض یستسقی الغمام الخ یہ ابو طالب کے ایک طویل قصیدہ کا شعر ہے جس میں ستر اسی اشعار ہیں۔ اس میں سے بعض حافظ ابن حجرؒ نے نقل کئے ہیں اور بعض میں نے لامع کے حاشیہ میں نقل کئے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ واقعات استسقاء تو ابو طالب کی وفات کے بعد پیش آئے پھر انہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ آپؐ کے ذریعہ سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحیرا راہب کے ذریعہ سے انہیں معلوم ہو گیا تھا اس کا ذکر انہوں نے اپنے شعر میں کر دیا۔ اور میری رائے ہے کہ مؤرخین نے دو واقعے نقل کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں آپؐ کے ذریعہ استسقاء کا واقعہ پیش آچکا ہے ایک واقعہ سہیل نے نقل کیا ہے کہ عبد المطلب کے زمانے میں قحط سالی ہوئی تو انہوں نے استسقاء کیا اس وقت حضور اقدس ﷺ نو عمر تھے اور عبد المطلب کے ساتھ تھے اور آپ کی برکات ظاہر ہوئیں اور دوسرا واقعہ ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ ابو طالب کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے ابو طالب سے آکر استسقاء کی درخواست کی۔ ابو طالب حضور اقدس ﷺ کو ساتھ لے کر گئے اور آپ کی برکت سے بارش ہوئی۔ آپؐ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر بارش کی دعا فرمائی۔ ابو طالب نے اپنے اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب تَحْوِيلِ الرِّدَآءِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ ترجمہ۔ بارش طلب کرنے میں چادر کو تبدیل کرنا

حدیث (۹۵۰) حَدَّثَنِي اِسْحَاقُ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِسْتَسْقٰى فَقَلَبَ رِدَآءَهٗ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بارش کے لئے دعا مانگی اور تفاؤل کیلئے اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔

حدیث (۹۵۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ (الخ) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَاسْتَسْقٰى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ هُوَ صَاحِبُ الْاَذَانِ وَلٰكِنَّهٗ وَهَمٌ فِيْهِ لِاَنَّ هٰذَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيُّ مَازِنُ الْاَنْصَارِ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے مروی کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید گاہ کی طرف تشریف لائے پس بارش کیلئے دعا مانگی قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنی چادر کو نیک فالی کیلئے الٹ پلٹ کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابن قتیبہ نے کہا عبداللہ بن زید اذان والے ہیں لیکن یہ وہم ہے اسلئے کہ یہ تو عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں اور مازن انصار کا قبیلہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جو لوگ سنیت صلوۃ کے قائل ہیں وہ تحویل رداء کے بھی قائل ہیں مگر اس کے محل میں اختلاف ہے کہ پہلے خطبہ میں یا دونوں کے درمیان یا دونوں کے ختم کے بعد چونکہ امام صاحب سنیۃ صلوٰۃ کے قائل نہیں اسی طرح تحویل رداء کے بھی

قائل نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے نیک فالی کے لئے ایسا کیا تھا۔ ہم تو حضور اقدس ﷺ کے مقابل میں کیا چیز ہیں۔
صاحب الاذان یعنی ابن عیینہ فرماتے تھے کہ یہ روایت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ صاحب اذان کی ہے۔ مگر یہ وہم ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن زید بن عاصم کی روایت ہے۔ اور صاحب اذان عبداللہ بن زید بن عبد ربہ کی روایت صحاح ستہ میں صرف ایک ہی ہے جو اذان کی ہے۔ شراح غیر صحاح میں ایک آدھ روایت اور بتلا رہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ سے چونکہ صرف ایک مرتبہ نماز ثابت ہے۔ لہذا اب روایات میں تحویل رداء کی کیفیت میں جو اختلاف منقول ہے اس کے اندر جمع کی ضرورت ہے۔ بعض نے یہ کیفیت نقل کی کہ یمنیٰ کو یسریٰ پر اور یسریٰ کو یمنیٰ پر کرے اور بعض نے یہ کیفیت بیان کی کہ تقلیب کرے۔ میرے والد صاحب نے دونوں کے اندر اس طرح جمع فرمایا ہے کہ چادر کے نیچے کے دائیں کونے کو بائیں مونڈھے پر کرے۔ تو تقلیب بھی متحقق ہو جائے گی اور تحویل بھی۔

بَاب اِنْتِقَامِ الرَّبِّ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهٖ بِالْقَحْطِ اِذَا انْتُهِكَ مَحَارِمُهٗ

ترجمہ۔ جب اللہ تعالیٰ کے محارم کی بے حرمتی ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے قحط کے ذریعہ بدلہ لیتے ہیں

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ جب ان کے محارم کا انتہاك (پردہ دری) کیا جاتا ہے تو وہ بلائیں مسلط فرماتے ہیں۔ من جملہ ان کے قحط ہے۔ احادیث میں خاص خاص گناہوں پر خاص خاص عذاب وارد ہیں اب یہاں اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے کوئی قصد اتشھیذ الاذھان کے لئے ذکر نہیں فرمایا۔ ابھی ابن مسعودؓ کی روایت گذری ہے اس آیت پاک میں ان المنتقمون تک سارا ضابطہ بیان فرمادیا ہے۔ بخاریؒ نے میرے نزدیک اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس الحمیدی کی روایت میں ہے لما رای من الناس ادبارا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ بارش نہ ہونے کا سبب انتقام ادبار الناس ہے۔

بَاب الْاِسْتِسْقَاءِ فِی الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

ترجمہ۔ مسجد جامع میں بارش کی دعا طلب کرنا

حدیث (۹۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَّذْكُرُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وُجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّغِيْثَنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن اس دروازے سے مسجد نبویؐ میں داخل ہوا جو دروازہ منبر کے بالکل سامنے ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ تو وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یارسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ وہ ہم پر بارش برسائے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دونو ہاتھ اٹھائے اور

فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا قَالَ اَنَسٌ فَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰی فِی السَّمَآءِ مِنْ سَحَابٍ وَّلَا قَزَعَةً وَّلَا شَیْئًا وَّلَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ سَلْعٍ مِّنْ بَیْتٍ وَّلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَآئِهٖ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَآءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا رَاَیْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِی الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ یَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهٗ قَائِمًا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ یُّمْسِكَهَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَدَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَی الْاٰكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِیْ فِی الشَّمْسِ قَالَ شَرِیْكٌ فَسَاَلْتُ اَنَسًا اَهُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ قَالَ لَا اَدْرِیْ ..الحدیث .

فرمایا اے اللہ ہم پر بارش برسا اور ہم پر بارش برسا تین مرتبہ فرمایا حضرت انسؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم ہم آسمان میں نہ تو کوئی بڑا بادل دیکھ رہے تھے اور نہ ہی کہ کوئی بادل کی ٹکڑی اور نہ ہی کچھ اور چیز اور نہ ہی ہمارے درمیان اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر اور حویلی تھی کہ جہاں بادل ہو۔ فرماتے ہیں کہ اس سلع پہاڑ کے پیچھے سے ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا جو ڈھال کی طرح تھا۔ جب وہ آسمان کے درمیان میں آیا تو پھیل گیا پھر خوب بارش ہوئی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے ہفتہ بھر سورج نہیں دیکھا۔ پھر اسی دروازے سے دوسرے جمعہ کو ایک آدمی داخل ہوا جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پس آپؐ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے چنانچہ حضور ﷺ نے دونو ہاتھ اوپر کو اٹھائے۔ ثم فرمایا کہ اے اللہ! اب بارش ہمارے ارد گرد ہو ہمارے اوپر نہ ہو اے اللہ اب یہ بارش ٹیلوں پر چھوٹے اور بڑے پہاڑوں پر وادیوں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں میں ہو پس وہ بادل چھٹ گیا اور میں دھوپ میں چلنے لگا۔ شریک راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سوال کیا یہ وہی آدمی تھا فرمایا میں نہیں جانتا

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اللهم اسقنا الخ امام بخاریؒ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ استسقاء صرف دعا ہے اور کوئی چیز نہیں۔ نماز تحویل رداء وغیرہ استسقاء میں داخل نہیں اگر یہ ضروری ہوتے تو آنحضرت ﷺ اسے کبھی ترک نہ کرتے دیکھو یہاں آپؐ نے محض دعا پر اکتفا کیا ہے نہ چادر کو بدلا اور نہ ہی کوئی نماز پڑھی نیز! باب الاستسقاءؑ کے انعقاد سے امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو مسجد کے اندر خصوصاً جامع مسجد میں بارش کے لئے دعا مانگنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسجد محل شکر اور محل دعا ہے اس میں ضروریات دنیاوی پیش نہیں کرنی چاہئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ استسقاء بھی ایک دعا ہے جو مسجد میں مانگی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث انسؓ سے ثابت ہوا یہ محض دنیا کے لئے نہیں بلکہ اس میں اخروی منافع بھی بہت سے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مطلب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے باہر جانا جو باب خروج النبی الخ سے ثابت کیا گیا ہے وہ ضروری نہیں ہے۔ میری تحقیق کے موافق یہ واقعہ ۹ھ کا ہے اور داخل ہونیوالا خارجہ بن حصن ہے۔ عتیبہ بن حصن قراری کے بھائی ہیں سبتاً بفتح السین و بکسر السین دونو طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں۔ ھلکت الاموال پہلے خشک سالی کی وجہ سے کہا تھا اور یہاں کثرت بارش کی وجہ سے۔ اکام ریت کے ٹیلے۔ لاادری یہ صحیح ابو عوانہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس میں ہے وہی آدمی تھا۔ تو یا تو بخاری کی روایت کو ترجیح دی جائے گی یا یہ کہ روایت کرنے کے بعد وہ بھول گئے۔ جب نسیان کے بعد پوچھا گیا تو کہنے لگے لا ادری

بَاب الْاِسْتِسْقَآءُ فِیْ خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَیْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ۔۔

ترجمہ۔ جمعہ کے خطبہ میں بغیر قبلہ رو ہو کے بارش مانگنا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ جو اعتراضات پہلے وارد ہوئے تھے اس جگہ بھی وارد ہوئے۔ ان کا جواب مؤلفؒ نے دیا ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں دعا مانگنا جائز ہے۔ اور ایک مزید فائدہ ذکر کر دیا کہ اس دعا استسقاء کے لئے استقبال قبلہ شرط نہیں ہے۔ اگرچہ وہ دعا ہے مگر اینما تولوا فثم وجه الله کی وجہ سے استقبال ضروری نہیں۔ جب استقبال قبلہ داخل نہیں تو استسقاء میں نماز۔ تحویل رداء وغیرہ کیسے داخل ہوں گے۔ یہی امام اعظمؒ کا مسلک ہے۔

حدیث (۹۵۳) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ کَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَآءِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ یَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلَکَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ یُغِیْثُنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَدَیْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اللّٰهُمَّ اَغِثْنَا قَالَ اَنَسٌ وَّلَا وَاللّٰهِ مَانَرٰی فِی السَّمَآءِ مِنْ سَحَابٍ وَّلَا قَزَعَةٍ وَّمَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ سَلْعٍ مِّنْ بَیْتٍ وَّلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَآئِهٖ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد کے اس دروازے سے داخل ہوا جو دار القضا کی طرف ہے جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پس حضور اقدس ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ یارسول اللہ مال ہلاک ہو گیا۔ اور راستے مسدود ہو گئے۔ تو آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ ہم پر بارش برسا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے آسمان پر کوئی بڑا یا چھوٹا ٹکڑا بادل کا نہیں دیکھتے تھے اور اسی طرح ہمارے اور سلع کے درمیان کسی گھر اور حویلی پر بھی بادل نہیں تھا خدا کا کرنا یہ کہ سلع کے پہاڑ کے

تَوَسَّطَتِ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ فَلَاوَاللّٰهِ مَارَاَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَاعَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَاَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيْكٌ فَسَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ اَهُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ فَقَالَ مَااَدْرِيْ ...

پیچھے ڈھال کی طرح ایک بادل ظاہر ہوا۔ جب وہ آسمان کے وسط میں آیا تو ادھر ادھر پھیل گیا پھر برسنے لگا پس اللہ کی قسم ہم نے ہفتہ بھر سورج نہیں دیکھا۔ پھر اسی دروازے سے دوسرے جمعہ کے دن ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پھر وہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ یارسول اللہ اب بارش کی وجہ سے مال واسباب ہلاک ہو گئے۔ اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے اس بارش کو روک دے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ اب یہ بارش ہمارے اردگرد تو ہو ہمارے اوپر نہ برسے اے اللہ اب یہ ریت کے ٹیلوں پر چھوٹے بڑے پہاڑوں پر وادیوں کے پیٹ میں اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسا۔ پس یک لخت بادل اکھڑ گئے اور ہم نکل کر دھوپ میں چلنے لگے۔ شریک راوی فرماتے ہیں کہ کیا وہی پہلا آدمی تھا انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں سے تنبیہ فرمارہے ہیں کہ جب جمعہ کے خطبہ میں دعا استسقاء ہوگی تو پھر استقبال قبلہ نہ ہوگا جیسا کہ جنگل میں استقبال قبلہ ہوتا ہے۔ دار القضاء بعض نے دار القضاء کا ترجمہ دار الامارت اور مقام فیصلہ سے کر دیا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس کو دار القضاء اسلئے کہتے ہیں کہ اس کو حضرت عمرؓ کے دَین میں فروخت کیا گیا تھا حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ یہ مکان میرے قرضے کی ادائیگی میں فروخت کر دیا جائے۔ اگر کچھ قرضہ رہ جائے تو بنو عدی سے مدد لی جائے۔ جو حضرت عمرؓ کے بطن اور خاص قبیلہ تھا۔ اگر کچھ رہ جائے تو قریش سے مدد لی جائے اس سے آگے اور کسی سے مدد نہ لی جائے۔

بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ

ترجمہ۔ منبر پر سے بارش طلب کرنا

حدیث (۹۵۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ فَقَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ یارسول للہ بارش بند ہو گئی

قُحِطَ الْمَطَرُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّسْقِيَنَا فَدَعَا نُمْطَرُ فَمَا كِدْنَا اَنْ نَّصِلَ اِلٰى مَنَازِلِنَا فَمَازِلْنَا نُمْطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ قَالَ فَقَامَ ذَالِكَ الرَّجُلُ اَوْ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّصْرِفَهٗ عَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا يُّمْطَرُوْنَ وَلَا يُمْطَرُ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ۔ الحديث ....

اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمایئے اللہ تعالیٰ ہمیں سیراب کرے۔ پس حضور ﷺ نے دعاء فرمائی اور ہم پر بارش برسنی شروع ہوئی۔ ہم بڑی مشکل سے اپنے اپنے گھروں کو پہنچے اور آئندہ جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی۔ تو وہی آدمی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمایئے کہ اس بارش کو ہم سے پھیر دے۔ تو آنجناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد ہو ہم پر نہ ہو تو بادل کو میں نے دیکھا کہ بادل کے دائیں بائیں ٹکڑے ہو گئے نہ ان پر بارش ہوتی تھی اور نہ ہی مدینہ والوں پر ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے مالکیہ پر رد فرمایا۔ مالکیہ منبر پر دعا کے ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ خلاف تضرع ہے۔ اور وہ وقت تضرع وزاری کا ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ نے رد فرمایا کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

بَاب مَنِ اكْتَفٰى بِصَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ

ترجمہ۔ استسقاء کے لئے جو شخص صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کرتا ہے

حديث (۹۵۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُسْلَمَةَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَدَعَا فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَقَامَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کہ مال ہلاک ہو گیا راستے بند ہو گئے۔ آپؐ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر بارش برستی رہی۔ پھر آکر اس نے کہا گھر گر گئے راستے بند ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے آپؐ نے کھڑے ہو کر دعا فرمائی اے اللہ اب بارش ٹیلوں پر چھوٹے پہاڑوں پر وادیوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر برسا پس مدینہ منورہ سے بادل ایسے چھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہی حنفیہؒ کہتے ہیں کہ صلوۃ استسقاء مستقل سنت ہے۔ اتفاقاً جمعہ کے بعد دعا استسقاء کرے

تو مقصود حاصل ہو جائے گا۔ لیکن شافعیہ وغیرہ سب کو کھینچ تان کر اصل صلوٰۃ الاستسقاء کو قرار دیتے ہیں اور صلوٰۃ جمعہ کے بعد استسقاء میں باب الاکتفاء قرار دیتے ہیں۔

بَابُ الدُّعَاءِ اِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ۔

ترجمہ۔ جب کثرت بارش کی وجہ سے راستے بند ہو جائیں تو دعاء کرنا جائز ہے۔

حدیث (۹۵۶) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِىْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَمُطِرُوْا مِنْ جُمُعَةٍ اِلَى جُمُعَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ عَلٰى رُؤُسِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ اِنْجِيَابَ الثَّوْبِ .الحديث...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ قحط سالی کی وجہ سے مال مویشی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ان پر بارش برستی رہی۔ پھر ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ اب کثرت بارش کی وجہ سے گھر گر گئے راستے بند ہو گئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! اب یہ بارش پہاڑ کی چوٹیوں پر ریت کے ٹیلوں پر اور وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر ہو پس مدینہ سے بادل ایسے پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی اگر کثرت بارش کی وجہ سے نقصان ہو رہا ہے تو بارش رکنے کی دعا کر سکتے ہیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے تو باہر جانا مستحب ہے مگر بارش رکنے کی دعا کے لئے باہر جانا مستحب نہیں ہے مگر بھائی صرف بیان جواز کرنا ہے۔

باب مَاقِيلَ اِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم لَمْ يُحَوِّلْ رِدَآءَهٗ فِى الْاِسْتِسْقَآءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

ترجمہ۔باب اس بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن استسقاء میں چادر کی تحویل نہیں فرمائی ہے۔

حدیث(۹۵۷)حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ الخ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَجُلًا شَكٰى اِلَى النَّبِيِّ ﷺ هَلَاكَ الْمَالِ وَجَهْدَ الْعِيَالِ فَدَعَا اللّٰهَ يَسْتَسْقِيْ وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهٗ حَوَّلَ رِدَآءَهٗ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ۔ الحدیث

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے مال کے ہلاک ہونے اور اہل وعیال کی مشقت کی شکایت کی۔ تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائی۔اور اس میں چادر کے الٹ پلٹ کرنے کا اور نہ ہی قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب منعقد فرما کر امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ احناف کے نزدیک جو تحویل رداء سنت نہیں ہے اس کی بھی اصل موجود ہے وہ یہ کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خطبہ کے اندر استسقاء کی دعا فرمائی تو تحویل رداء نہیں کی اگر یہ استسقاء کا جزو ہوتی تو آپؐ ضرور تحویل کرتے۔ تو معلوم ہوا کہ تحویل رداء ضروری نہیں۔

باب اِذَا اسْتَشْفَعُوْا اِلَى الْاِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ۔

ترجمہ۔جب کہ لوگ امام کی طرف سفارش کریں کہ ان کیلئے بارش کی دعا کرے تو امام انہیں رد نہ کرے

حدیث(۹۵۸)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّهٗ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ فَدَعَا اللّٰهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ فَجَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ اِنْجِيَابَ الثَّوْبِ الحدیث

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ قحط سالی کی وجہ سے مال مویشی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمایئے چنانچہ آپؐ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی پھر ایک آدمی جنابؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ اب کثرت بارش کی وجہ سے گھر گر گئے ہیں راستے بند ہو گئے مال مویشی تباہ ہو گئے تو آپ رسول اللہ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ! اب یہ بارش پہاڑوں کی پیٹھ پر ٹیلوں پر اور وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر برسے۔ چنانچہ مدینہ سے ایسے پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ لوگ امام سے درخواست کریں کہ وہ ان کیلئے دعا کرے وزاد اسباط عن منصور صفحہ ۱۳۹ یہ عبارت قصہ میں داخل نہیں ہے اسے طرداً للباب ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ پہلے یہ بیان کیا تھا کہ اگر قحط آجائے تو امام سے دعا استسقاء کی درخواست کریں اب اس باب سے بتلاتے ہیں کہ امام کو چاہئے کہ ان کی درخواست قبول کرے۔

بَابٌ اِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ الْقَحْطِ ۔

ترجمہ۔ جب قحط کے زمانہ میں مشرکون مسلمانوں سے درخواست کریں۔

حدیث (۹۵۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ قَالَ اَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِنَّ قُرَيْشًا اَبْطَؤُا عَنِ الْاِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتّٰى هَلَكُوْا فِيْهَا وَاَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ فَجَآءَهٗ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَاْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَقَرَأَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ الْاٰيَةَ ثُمَّ عَادُوْا اِلٰى كُفْرِهِمْ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى يَوْمَ بَدْرٍ وَّزَادَ اَسْبَاطٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسُقُوا الْغَيْثَ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَّشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَّاْسِهٖ فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ. الحديث

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قریش مکہ اسلام سے پیچھے رہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ان پر بد دعا فرمائی تو ان کو قحط سالی نے آپکڑا یہاں تک کہ وہ اس میں تباہ ہو گئے۔ مردہ جانور اور ہڈیاں تک کھاتے تھے۔ تو ابو سفیان آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ آپؐ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں یہاں آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے تو ابن مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فارتقب یوم تاتی السماء الایۃ پھر جب وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ کا قول یوم نبطش اس کا مصداق یوم بدر ہے۔ اسباط منصور سے مزید براں نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قریش کیلئے دعا کی تو بارش سے ان کو سیراب کیا گیا۔ اور یہ بارش ان پر سات دن تک مسلسل برستی رہی۔ اور لوگوں نے کثرت بارش کی شکایت کی۔ تو آپؐ نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے ارد گرد ہو اور ہمارے اوپر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آپؐ کے سر مبارک سے ہٹ گیا اور مدینہ کے لوگ مع ارد گرد والوں کے سیراب ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یعنی مسلمانوں کو ضرورت نہیں۔ اور کفار دعا کی درخواست کریں تو کیا کرے۔ امام بخاریؒ نے اس کا

کوئی جواب ذکر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ مختلف احتمالات ہیں۔ ایک یہ کہ دعا کر دے۔ جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے کر دی تھی۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر اپنی بد دعا سے یہ قحط آیا ہے تو دعا استسقاء کرے ورنہ نہیں۔ زاد اسباط یہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے اور یہ بالاتفاق مکہ کی ہے۔ اس میں اسباط نے فدعا رسول الله ﷺ بڑھا دیا۔ اس پر شراح نے اور میرے حضرت نے اعتراض کیا کہ ابن مسعودؓ کی روایت مکہ کی ہے اور کثرت مطر کا واقعہ مدینہ کا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے توجیہ فرمائی کہ ممکن ہے کہ دونوں جگہ یہ واقعہ پیش آیا ہو اور میری رائے یہ ہے کہ زاد اسباط فدعا رسول الله ﷺ یہ پہلا واقعہ ہے اور ابن مسعودؓ کی مکہ والی روایت کے متعلق ہے۔ فاطبقت علیها سبعا یہ مدینہ کا واقعہ ہے اسباط نے تبعاً و استطرادًا اس کو ذکر فرمادیا ہے۔ نیز! پہلے گزر چکا کہ لوگوں کی حالت دیکھنے کے بعد استسقاء کی دعا کرنی چاہئیے کہ وہ لوگ خدا کی رحمت کے اہل ہیں یا نہیں یہ بھی دلیل ہے کہ مشرکین کے واسطے دعا نہ کرنی چاہئیے۔

بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا۔

ترجمہ۔ جب بارش زیادہ ہو جائے تو حوالینا ولا علینا کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنی چاہئیے

حدیث (۹۶۰) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوْا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَحَطَ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّسْقِيَنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا مَرَّتَيْنِ وَاَيْمُ اللّٰهِ مَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً مِّنْ سَحَابٍ فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَّاَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ صَاحُوْا اِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسُهَا عَنَّا فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا وَتَكَشَّفَتِ الْمَدِيْنَةُ فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا وَمَا تُمْطِرُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو کچھ لوگ اٹھ کر چیخ کر کہنے لگے یا رسول اللہ بارش رک گئی درخت سرخ ہو گئے۔ اور چوپائے جانور ہلاک ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں سیراب کرے۔ آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا اے اللہ ہمیں سیراب فرما۔ اللہ کی قسم ہمیں بادل کا کوئی ٹکڑا دکھائی نہیں دیتا تھا کہ اچانک بادل اٹھا اور برسنے لگا جناب رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور نماز پڑھی پھر واپس گھر کو لوٹے یہ بارش اگلے جمعہ تک ہوتی رہی پھر جناب نبی اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپؐ سے چیخ کر کہا کہ گھر گر گئے اور راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک لے تو جناب نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو اور مدینہ کھل گیا تو وہ بادل مدینہ کے

بِالْمَدِيْنَةِ قَطْرَةٌ فَنَظَرْتُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنَّهَا لَفِيْ مِثْلِ الْاِكْلِيْلِ... الحديث...

اردگرد تو بارش برساتا تھا لیکن مدینہ میں ایک قطرہ بھی نہیں برساتا تھا۔ تو میں نے ذرا غور سے مدینہ منورہ کو دیکھا کہ وہ مدینہ تاج کی طرح کی چیز میں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ آنحضرت ﷺ کو تعجب ہوا کہ تھوڑی سی مدت کی بارش سے گھبرا گئے۔ اور اس پر بھی تعجب ہوا کہ تھوڑے سے زمانہ میں ان کی حالت بدل گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی کثرت باراں کے وقت اس کو بند کرنے کی دعا جائز ہے۔ اور یہ الفاظ و لا علینا اولیٰ ہیں۔ شراح کے نزدیک اس باب سے قبل جو باب الدعاء اذا انقطعت السبل گذرا ہے اس سے الفاظ دعا مراد ہیں۔ اور یہاں نفس دعا مراد ہے۔ اور میرے نزدیک اس باب کی غرض یہ ہے کہ دعا کا ادب بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے فرمائے الفاظ سے دعا کرنی چاہئیے۔ کیونکہ یہ نہایت جامع الفاظ ہیں اور حکمت سے مد بھی ہیں۔

بَاب الدُّعَاءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

ترجمہ۔ استسقاء میں دعا کھڑے ہو کر مانگنی چاہئیے

حدیث (۹۶۱) وَقَالَ لَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ خَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَّزَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ فَاسْتَسْقٰى فَقَامَ لَهُمْ عَلٰى رِجْلَيْهِ عَلٰى غَيْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَسْقٰى ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ وَرَاٰى عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ النَّبِيَّ ﷺ.....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزید انصاری نکلے اوان کے ہمراہ حضرت براء بن عازبؓ اور زید بن ارقم بھی تھے تو انہوں نے بارش طلب کی کہ اپنے دونوں پاؤں پر بغیر منبر کے کھڑے ہو گئے دعاء استسقاء مانگی پھر دو رکعت نفل ادا فرمائی جس میں قراۃ کو بلند آواز سے پڑھا۔ لیکن نہ اذان ہوئی اور نہ تکبیر۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ عبداللہ بن یزید نے جناب نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔

حدیث (۹۶۲) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ عَمَّهٗ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِيْ لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللّٰهَ قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ فَاُسْقُوْا.

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا جو اصحاب النبی ﷺ میں سے تھے وہ ان کو خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ لوگوں کو لے کر بارش مانگنے کیلئے نکلے۔ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور چادر کو الٹ پلٹ کیا پس لوگوں کو پانی سے سیراب کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ دعا میں تضرع مقصود ہے اس لئے آداب میں سے یہ ہے کہ یہ دعا قائماً ہو۔

بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَآءَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ استسقاء میں قرأت بلند آواز سے ہونی چاہئیے

حدیث (۹۶۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَمِّهٖ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِيْ فَتَوَجَّهَ اِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُوْ وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيْهِمَا بِالْقِرَآءَةِ ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بارش مانگنے کیلئے باہر تشریف لائے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگی چادر کو الٹ پلٹ کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قرأت کو بلند آواز سے پڑھا۔

تشریح قطب گنگوہیؒ۔ صلی رکعتین یجهر فیهما کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے دو رکعت نماز استسقاء پڑھی اور اس میں قرأت کو بلند آواز سے پڑھا۔ اما صاحبؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ اگرچہ نماز استسقاء میں داخل نہیں لیکن کوئی امام نماز پڑھے تو اسے قرأۃ اونچی آواز سے پڑھنی چاہئیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ خرج النبی ﷺ یستسقی یہ روایت اجماع کے خلاف ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء میں خطبہ نماز کے بعد ہوگا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہوگا۔ اب اس کی توجیہ یہ ہے کہ روایت میں قلب واقع ہوگا۔ یا یہ کہا جائے کہ ثم ترتیب ذکر کے لئے ہے۔

بَابُ كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ ﷺ ظَهْرَهٗ اِلَى النَّاسِ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کی طرف پیٹھ کیسے پھیری

حدیث (۹۶۴) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِيْ قَالَ فَحَوَّلَ اِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْا ثُمَّ حَوَّلَ رِدَآءَهٗ ثُمَّ صَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَآءَةِ الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا فرماتے ہیں کہ جس دن آپؐ بارش کی دعا مانگنے کے لئے باہر تشریف لائے تو میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ پھیری۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے دعا فرماتے تھے۔ اور اپنی چادر کو الٹ پلٹ کرتے تھے۔ پھر آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں آپؐ نے قرأۃ بلند آواز سے پڑھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اس حدیث سے تحویل کی بعض صورتوں کو بیان فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہ آپؐ کی تحویلہ کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ تواس حدیث کواس باب میں لا کر بتلادیا کہ آپ کا پیٹھ کو پھیرنا دعا سے پہلے ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر ترجمہ یوں ہوتا کیف حول النبی ﷺ ردائہ توامام بخاریؒ کی شان کے زیادہ لائق ہوتا۔ کیونکہ تحویل رداء کی کیفیت میں اختلاف ہے لیکن چونکہ امام بخاریؒ نے حول ظھرہ کاباب باندھا ہے۔ اسلئے ہم انشاء اللہ تعالیٰ اختلاف توپیدا ہی کردیں گے۔ اس لئے کہ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک اختلاف ہی اختلاف ہے اور علماء اس میں مختلف ہیں کہ دعا کس وقت کرے۔ یہ تو ضرور ہے کہ دعا مستقبل قبلہ ہوگی۔ مگراس کا محل اوروقت کیا ہے۔ آیا خطبتین کے درمیان ہے یا خطبہ ثانیہ کے شروع میں۔ یادرمیان یا آخر میں۔ اس صورت میں کیف متی کے معنی میں ہوگا۔ اور یہ کیف کے ساتھ ساتواں باب ہے۔ اور میرے نزدیک یہ کیفیت ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ کیفیت کے اختلاف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ تو یہاں بھی یہ اختلاف ہے کہ تحویل کس وقت ہوگی۔ امام احمدؒ کے نزدیک خطبہ کے بعد اور امام شافعیؒ کے نزدیک پہلے خطبہ کے درمیان بعض علماء کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان ہوگی۔

باب صَلٰوۃِ الْاِسْتِسْقَاءِ رَکْعَتَیْنِ

ترجمہ۔ استسقاء کی نماز دورکعت ہے

حدیث (۹۶۵) حَدَّثَنِیْ قُتَیْبَۃُ الخ عَنْ عَمِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اسْتَسْقٰی فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَقَلَّبَ رِدَآءَہٗ ...الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عبادبن تمیم کے چچا کی روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بارش طلب فرمائی تو دورکعت نماز پڑھی اوراپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مطلب یہ ہے کہ دورکعت سے زیادہ نہیں ہے اس لئے کہ زیادتی ثابت نہیں۔

باب الْاِسْتِسْقَاءِ فِی الْمُصَلّٰی

ترجمہ۔ نماز استسقاء عیدگاہ میں پڑھی جائے

حدیث (۹۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَی الْمُصَلّٰی یَسْتَسْقِیْ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَقَلَّبَ رِدَآءَہٗ قَالَ سُفْیٰنُ وَاَخْبَرَنِی الْمَسْعُوْدِیُّ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ جَعَلَ الْیَمِیْنَ عَلَی الشِّمَالِ .الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عبادبن تمیم کے چچا فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز استسقاء کے لئے عیدگاہ میں تشریف لائے۔ قبلہ رو ہوئے دورکعت نماز پڑھی چادر کو الٹا کیا ابی بکر سے مروی ہے کہ دائیں طرف کو بائیں طرف پر رکھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ غرض باب یہ ہے کہ استسقاء کی نماز اگر عیدگاہ میں پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور جس طرح مسجد جامع میں جائز ہے ایسے ہی عیدگاہ میں بھی جائز ہے۔ اور جو روایت میں واقعہ ہے یہ ۶ھ کا ہے۔ جعل الیمین علی الشمال کیفیت قلب رداء میں روایات مختلف ہیں۔ ایک تو یہی کہ جعل الیمین علی الشمال ہے اور دوسری روایت میں چادر کا اوپر سے نیچے کر دینا ہے دونوں روایات میں علماء نے جمع فرمادیا ہے۔

بَاب اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ استسقاء میں قبلہ رو ہونا چاہئیے

حدیث (۹۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى يُصَلِّيْ وَاِنَّهٗ لَمَّا دَعَا اَوْاَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھنے کیلئے عیدگاہ کی طرف تشریف لائے تو جب دعا مانگی یا دعا مانگنے کا ارادہ کیا تو قبلہ کی طرف رُخ کیا اور چادر کو بدلا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ هٰذَا مَازِنِيٌّ وَّالْاَوَّلُ كُوْفِيٌّ هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ ...

ترجمہ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن زید مازن کے قبیلہ کے ہیں۔ اور پہلا عبداللہ کوفی ہے۔ جو یزید کا بیٹا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں بتلا چکا ہوں کہ استسقاء کے خطبہ میں استقبال قبلہ ہوگا۔ قال ابو عبداللہ چونکہ باپ کے نام میں صرف یا یا عدم یا کا فرق ہے بقیہ نام متحد ہے۔ اس لئے ممکن تھا کہ کسی کو وہم ہو جائے کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ مازنی ہیں اور اوّل کوفی ہیں۔

بَاب رَفْعِ النَّاسِ اَيْدِيَهُمْ مَّعَ الْاِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ لوگ نماز استسقاء میں امام کے ساتھ ہی اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھائیں۔

حدیث (۹۶۸) وَقَالَ اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ اَعْرَابِيٌّ مِّنْ اَهْلِ الْبَدْوِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دیہاتیوں میں سے ایک دیہاتی آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے میرا کنبہ اور لوگ ہلاک ہو گئے تو آپ رسول اللہ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر

يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ يَدْعُوْا وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوْنَ قَالَ فَمَاخَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى مُطِرْنَا فَمَازِلْنَا نُمْطَرُ حَتّٰى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْاُخْرٰى فَاَتَى الرَّجُلُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيْقُ بَشِقَ اَىْ مَلَّ .بسند آخر رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.....

دعا فرمانے لگے لوگ بھی آپؐ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم ابھی مسجد سے باہر نہیں نکلے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ پھر یہ بارش ہم پر دوسرے جمعہ تک رہی۔ پس ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یارسول اللہ مسافر سفر سے عاجز آگئے۔ راستے رُک گئے (بشق بمعنے مل اکتا جانا عاجز ہونا) حضرت انسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے تو میں نے حضورؐ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کی غرض ان لوگوں پر ردّ کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ استسقا میں صرف امام ہی دعا کے لئے رفع یدین کرے۔ بقیہ حضرات ویسے ہی ہاتھ اٹھائے بغیر آمین کہیں گے۔ جمہور کے نزدیک دعا کے وقت امام اور مقتدی دونوں رفع یدین کریں گے امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ اتی رجل اعرابی من اهل البدو میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ چار واقعے ہیں۔ ایک تو مکہ مکرمہ کا۔ دوسرا ۳ھ کا۔ تیسرا ٦ھ کا جس میں نماز پڑھی۔ اور چوتھا ۹ھ کا جو غزوۂ تبوک سے واپسی پر ہوا۔ شراح کے کلام میں بعض جگہ ان میں تخلیط واقع ہو گئی ہے۔

بَاب رَفْعِ الْاِمَامِ يَدَهٗ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ امام کا استسقاء میں اپنے ہاتھ کو اٹھانا

حدیث (۹۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَايَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ وَاِنَّهٗ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ..الحديث...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دعا میں کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے سوائے استسقاء کے۔ اور اس میں اس قدر اونچے ہاتھ اٹھاتے کہ آپؐ کے بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ پہلے باب میں امام بخاریؒ رفع الناس ایدیهم مع الامام فرما چکے ہیں۔ جس سے امام کا رفع ثابت ہو گیا اب یہ باب مکرر ہو گیا۔ شراح فرماتے ہیں کہ اوّلاً استطراداً تھا اور یہ استقلالاً ہے۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہی تھا تو اوّلاً امام بخاریؒ کو اس کی شرافت کی وجہ سے استقلالاً ذکر کرنا چاہیے تھا۔ پھر استطراداً بھی ذکر فرما دیتے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ باب سابق کی غرض تو وہ ہے

جو میں بیان کر چکا اور اس باب سے کیفیت رفع ثابت کرنا ہے اور وہ اس طرح پر کہ رفع میں مبالغہ کرے حتی کہ بیاض ابطین ظاہر ہو جائیں

بَاب مَا يُقَالُ اِذَا مُطِرَتْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَصَيِّبٍ الْمَطَرِ وَقَالَ غَيْرُهُ صَابَ وَاَصَابَ يَصُوْبُ۔

ترجمہ۔ جب بارش برس رہی ہو تو کون سے کلمات کہے جائیں ابن عباسؓ صیب کی تفسیر مطر سے کرتے ہیں اور غیر ابن عباس صاب واصاب یصوب سے مشتق گردانتے ہیں

حدیث (۹۷۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَيِّباً نَافِعاً تَابَعَهُ الْقَاسِمُ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب بارش کو دیکھتے تو فرماتے اے اللہ اس کو نفع دینے والی بارش بنا دے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی بارش کے وقت یہ دعا کرنی چاہئے۔ چونکہ لفظ صیب خود حدیث پاک میں آ رہا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ کا ذہن آیت کریمہ او کصیب من السماء کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور اس کی تفسیر فرما دی کہ اس کے معنی بارش کے ہیں۔ نیز ! مطر کا لفظ آیا تھا۔ اور صیب کے معنی بھی مطر کے ہیں۔ اس لئے آیت کی طرف ذہن منتقل ہو گیا۔ وقال غیر وصاب واصاب الخ امام بخاریؒ نے تنبیہ فرما دی کہ صیب اجوف واوی ہے۔ اجوف یائی نہیں اور یا تفصیل کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ صاب یصوب سے مشتق ہے۔ اب حضرت امام بخاریؒ پر یہاں اشکال کیا گیا کہ امام نے صاب اور اصاب دونوں کا مضارع یصوب لکھا۔ ان کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اصاب کا مضارع یصوب نہیں یصیب ہے۔ مدافعین عن البخاری جواب دیتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض صرف یہ ہے کہ صاب اور اصاب دونوں ایک معنی میں ہیں۔ اصاب کا مضارع ذکر نہیں فرمایا۔ اللھم صیباً نافعاً۔ نافعاً اس وجہ سے فرمایا کہ بعض اوقات بارش ضرر و نقصان کا سبب بن جاتی ہے اس لئے مقید فرما دیا کہ نافع ہو ضار نہ ہو۔

بَاب مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتّٰى يَتَحَادَرَ عَلٰى لِحْيَتِه

ترجمہ۔ جو شخص بارش میں نہاتا ہے۔ حتی کہ بارش آپ کی داڑھی پر اترتی ہے یا پہنچتی ہے

حدیث (۹۷۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے دریں اثناء جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ

عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا اَنْ يَّسْقِيَنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَا فِی السَّمَاءِ قَزَعَةٌ قَالَ فَثَارَ سَحَابٌ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْيَتِهٖ قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِیْ يَلِيْهِ اِلَی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی فَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْرَجُلٌ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰہِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَمَا جَعَلَ يُشِيْرُ بِيَدَيْهِ اِلٰی نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتّٰی صَارَتِ الْمَدِيْنَةُ فِیْ مِثْلِ الْجَوْبَةِ حَتّٰی سَالَ الْوَادِیْ قَنَاةُ شَهْرًا قَالَ فَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ مِّنْ نَّاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ۔

دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی کھڑا ہو کے کہنے لگا یا رسولؐ اللہ! مال ہلاک ہو گیا اہل و عیال بھو کے مر گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش برسائیں چنانچہ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے حالانکہ آسمان میں کوئی ٹکڑا بادل کا نہیں تھا۔ مگر یک لخت پہاڑوں میں بادل پھیل گئے۔ ابھی جناب رسول اللہ ﷺ منبر سے نہیں اترے تھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بارش کے قطرے آپؐ کی داڑھی مبارک پر اتر رہے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں اس دن بھی سارا دن ہم پر بارش ہوتی رہی دوسرے دن۔ تیسرے دن۔ چوتھے دن حتی کہ دوسرے جمعہ تک بارش رہی۔ پھر وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ عمارتیں گر گئیں مال غرق ہو گیا پس ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمانے لگے اے اللہ! ہمارے ارد گرد ہو ہم پر بارش نہ ہو۔ پس آپؐ آسمان کے جس طرف بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے وہ کھل جاتا تھا۔ یہاں تک مدینہ چھاتے کی طرح ہو گیا اور وادی قناۃ مہینہ بھر چلتی رہی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے اطراف میں سے جو شخص بھی آتا وہ کثیر بارش کی خبر دیتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول مطردہ میں سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امام بخاریؒ بعض اوقات ترجمہ سے کسی ایسی روایت کی تائید کرتے ہیں جس کا مضمون تو صحیح ہوتا ہے مگر روایت شرط کے مطابق نہیں ہوتی۔ اور بعض اوقات تردید فرماتے ہیں۔ جبکہ مضمون بھی امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ یہاں مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی تو آپؐ نے چادر اتار دی اور بارش کو اپنے اوپر لینے لگے۔ اور فرمایا حدیث عھد بر بہ ابھی ابھی اپنے رب کی طرف سے آئی ہے۔ چونکہ یہ روایت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں تھی مگر مضمون صحیح تھا اس لئے امام نے اس کی تائید فرمائی۔ اور تائید اس طرح کر دی کہ حضور اکرم ﷺ پر بارش ہو رہی تھی مگر حضور اقدس ﷺ ہٹے نہیں۔ تمطر سے مراد قائم رہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ موسم کی سب سے پہلی بارش میں غسل کرنا چاہیے۔

باب اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ

ترجمہ۔ جب ہوائیں چلیں

حدیث (۹۷۲) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ كَانَتِ الرِّيْحُ الشَّدِيْدَةُ اِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب سخت آندھیاں چل رہی تھیں تو جناب نبی اکرم ﷺ کے چہرہ میں اس کا اثر پہچانا جاتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ کہ چونکہ ریح شدیدہ عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہے اسلئے ایسے وقت میں مشغول ہو جانا چاہیئے

باب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ نُصِرْتُ بِالصَّبَا

ترجمہ۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ پرداہوا سے میری مدد کی جاتی ہے

حدیث (۹۷۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ ..الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پرداہوا سے میری مدد کی گئی۔ اور پچھم کی ہوا سے عاد کی قوم برباد ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ وہ صباء کا استثناء فرما رہے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر خوف اس وقت طاری ہوتا تھا جبکہ دیور پچھم کی ہوا ہو۔ صبا پرداہوا کے وقت خوف طاری نہیں ہوتا تھا

باب مَا قِيْلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْاٰيَاتِ

ترجمہ۔ زلزلوں اور قدرت کی نشانیوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے۔

حدیث (۹۷۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ ..الحديث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی یہاں تک کہ دینی علم اٹھا لیا جائے گا۔ زلزلے کثرت سے ہوں گے زمانہ گھٹتا جائے گا۔ فتنے ظاہر ہوں گے۔ اور ہرج یعنی قتل بہت ہوں گے یہاں تک کہ تمہارے اندر مال کی کثرت ہوگی پس بہنے لگے گا یعنی عام ہو جائے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ہرج کے معنی قتل کے ہیں دو مرتبہ قتل قتل یا تو اسلئے کہا گیا کہ مجاز کا وہم نہ ہو یا تکرار سے کثرت کی طرف اشارہ ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ زلازل کا وقوع شدت ہوا میں اکثر ہوا کرتا ہے۔ اس لئے زلازل کو بھی اس میں ذکر فرما دیا اب ان زلازل وغیرہ میں استسقاء کی طرح نماز ہے یا نہیں۔ حنابلہؒ کے یہاں ہے اور جمہور کے نزدیک نہیں۔ البتہ چونکہ یہ علامات قیامت میں سے ہے اس لئے تضرع وزاری کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا چاہیے۔ یتقارب الزمان تقارب زمان کے کئی مطلب ہیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ برکت جاتی رہے گی۔ ایسے طور پر دن ورات گزریں گے کہ کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ رات کب آئی اور دن کب ختم ہوا۔ اور اسی معنی کے قریب بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ لذات اور شہوات میں اتنا غلو ہوگا کہ کچھ پتہ نہ چلے گا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی شئے میں انہماک ہوتا ہے تو وقت کا پتہ نہیں چلتا کب گذرا اور کتنی دیر میں گذرا۔ نہ اہل معاصی کو اور نہ ہی اہل طاعت کو پتہ چلتا ہے اور تیسرا مطلب بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ کثرت مصائب کی وجہ سے دن ورات کا پتہ نہ چلے گا۔ مگر اشکال یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ایک گھڑی کاٹنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور پہاڑ سا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کثرت مصائب کی وجہ سے اس میں تعطل پیدا ہو جائیگا اور پتہ ہی نہ ہوگا کہ کب رات آئی اور کب دن ختم ہوا۔ یا اس کے برعکس۔ نیز! ایک اور مطلب بھی بتلایا جاتا ہے کہ دن رات میں مساوات فی المقدار ہو جائے گی مگر یہ معنی یہاں مراد نہیں بلکہ یہ کتاب الرؤیا والی حدیث میں مراد لیا جائے گا کیونکہ مساوات کے وقت خواب صحیح ہوتا ہے اور اس رؤیا والی کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ قرب قیامت مراد ہے کہ قرب قیامت میں خواب سچے ہونے لگیں گے۔

حدیث (۹۷۵) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰیؒ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں ہمارے لئے برکت فرمادے۔ راوی کہتے ہیں لوگوں نے کہا نجد کے بارے میں بھی۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام اور یمن میں برکت فرمادے لوگوں نے پھر کہا ہمارے نجد کے بارے میں بھی دعا فرمائیے آپؐ نے فرمایا وہاں زلزلے ہوں گے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا لشکر نکلے گا۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ شُكْرَكُمْ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم نے اپنی روزی یہی بنالی ہے کہ تم جھٹلاتے رہو گے ابن عباسؓ رزق کی تفسیر شکر سے کرتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ تجعلون رزقکم ای حظکم وقسطکم رزق کے معنی حصہ کے ہیں۔ ابن عباسؓ نے

اس کی تفسیر شکر سے کی ہے۔ اور شکر سے مراد بارش ہے یعنی تم نے اپنا حصہ قرآن سے یہی بنالیا ہے کہ تم اسے جھٹلاتے رہو۔ یا یہ کہ اپنے رزق کا شکریہ یہی ادا کیا کہ قرآن کو جھٹلاتے رہو۔ واللہ اعلم

حدیث (۹۷۶) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ (الخ) عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ اَنَّهٗ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَةِ عَلٰی اَثَرِ سَمَآءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِیُّ ﷺ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَ کَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِكَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ ..الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالد جھنیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھائی جبکہ رات کو بارش ہونے کی وجہ سے ابھی اس کے آثار باقی تھے۔ جب حضور اقدس ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا بعض میرے بندے تو مجھ پر ایمان لانے والے بنے اور بعض کافر ہوئے جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ تو مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے بن گئے لیکن جس نے کہا کہ ہم پر تو پچھتر اور برج میں جانے کی وجہ سے بارش ہوئی تو یہ مجھ سے کفر کرنے والا اور ستارے پر ایمان لانے والا ہوا۔

باب لَا یَدْرِیْ مَتٰی یَجِیْءُ الْمَطَرُ اِلَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

وَقَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ خَمْسٌ لَّا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حدیث (۹۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مِفْتَاحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ لَّا یَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ لَا یَعْلَمُ اَحَدٌ مَا یَکُوْنُ فِیْ غَدٍ وَلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ مَّا یَکُوْنُ فِی الْاَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا غیب کی چابی پانچ ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ بچہ دانیوں میں کیا ہے۔ اور کوئی جی یہ بھی نہیں جانتا کہ

نَفْسٌ مَّاذَاتَكْسِبُ غَدًاوَّمَاتَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَمَايَدْرِىْ اَحَدٌمَّتٰى يَجِئُ الْمَطَرُ...

وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی جی یہ بھی نہیں جانتا کہ کون سی زمین میں اسے موت آئے گی۔ اور کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی بارش کے متعلق یہ یقین نہ کرنا چاہئیے کہ فلاں وقت ہو گی جیسا کہ ماہرین فلکیات کہہ دیتے ہیں یہ صرف اٹکل پچو ہے۔ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور رہے قرائن تو بسا اوقات اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بقیہ پانچ چیزیں جن کا ذکر حدیث میں ہے ان کا بھی علم یقینی صرف اللہ کو ہے۔

الحمدللّٰه على ذلك تمت كتا ب الاستسقاء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ الْكُسُوْفِ

باب الصَّلٰوةِ فِىْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ

ترجمہ۔ سورج کے بے نور ہونے کے وقت نماز پڑھنا

حديث(۹۷۸) حَدَّثَنَاعَمْرُوبْنُ عَوْنٍ(الخ) عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَؓ قَالَ كُنَّاعِنْدَالنَّبِيِّ ﷺ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجُرُّرِدَاءَهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَافَصَلّٰى بِنَارَكْعَتَيْنِ حَتّٰى انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَايَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَاِذَارَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا وَادْعُوْاحَتّٰى يُكْشَفَ مَابِكُمْ ...الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابی بکرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ سورج گرہن لگ گیا۔ تو آپؐ کھڑے ہو گئے اور چادر کو کھینچتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ہم بھی مسجد میں داخل ہوئے تو آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک سورج کھل کر روشن ہو گیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے اور جب تم اس قسم کے حوادث دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہاں تک کہ وہ مصیبت تم سے ٹل جائے۔

حدیث(۹۷۹) حدثنا شهاب بن عباد الخ
سمعت ابا مسعود یقول قال النبی ﷺ ان الشمس والقمر لا ینخسفان لموت احد من الناس ولکنھما ایتان من ایات اللہ فاذا رایتموھا فقوموا فصلوا..

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک سورج اور چاند لوگوں میں سے کسی کے مرنے کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب ان کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔

حدیث(۹۸۰) حدثنا اصبغ (الخ) عن ابن عمرؓ انہ کان یخبر عن النبی ﷺ ان الشمس والقمر لا ینخسفان لموت احد ولا لحیاتہ ولکنھما ایتان من ایات اللہ فاذا رایتموھا فصلوا.. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے خبر دیتے ہیں کہ بے شک سورج اور چاند کسی کے مرنے یا کسی کی زندگی کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں نشانیاں ہیں۔ جب ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

حدیث(۹۸۱) حدثنا عبد اللہ بن محمد الخ
عن المغیرۃ ابن شعبۃ قال کسفت الشمس علی عھد رسول اللہ ﷺ یوم مات ابراھیم فقال الناس کسفت الشمس لموت ابراھیم فقال رسول اللہ ﷺ ان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت احد ولا لحیوتہ فاذا رایتم فصلوا وادعوا اللہ۔

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس دن کہ آپؐ کے صاحبزادے ابراھیم کی وفات ہوئی تو سورج گرہن لگ گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ صاحبزادہ ابراھیم کی موت کی وجہ سے سورج بے نور ہوا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک سورج اور چاند کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے تو جب اس قسم کے حوادث دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

تنبیہ ۔ حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے افادات جلد اوّل کے تحیۃ المسجد تک ختم ہو گئے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے افادات جو تقریر بخاری اردو کے نام سے طبع ہوئے وہ کتاب الاستسقاء پر ختم ہو گئے۔ اب حضرت شیخ مدنیؒ کے فرمان پر کہ شیخ الحدیث مولانا زکریا مرحوم ومغفور کو حکم ہوا کہ آپ فقیہ امت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی تقریر جو مولانا زکریاؒ کے والد ماجد مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ نے ضبط فرمائی تھی۔ اس کو طبع کرا کر شائع کریں تاکہ حضرت گنگوہیؒ کے افادات سے مستفید ہوں چنانچہ اب آئندہ پہلے حضرت گنگوہیؒ کے افادات درج ہوں گے پھر اس پر جو حاشیہ مولانا زکریاؒ نے لامع الدراری علی الجامع البخاری کے نام سے طبع ہوا۔ اس کو تحریر کیا جائے گا۔ ھو اللہ الموفق

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لکنهما ایتان من ایات الله الخ اہل ہیئۃ جو کہتے ہیں کہ سورج گرہن چاند کے سورج اور زمین کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ آیۃ کے معنی علامت کے ہیں اور سورج وچاند دونوں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی نشانیاں ہیں اور سورج گرہن کے موقع پر ان دونوں کے نور کا سلب ہو جانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر پوری قدرت حاصل ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسئلہ کسوف میں دس ابحاث ہیں جن کی تفصیل اوجز مسالک میں بیان کی گئی یہاں اختصار اپنایا جاتا ہے پہلی بحث تو لغت میں ہے کسوف۔ خسوف۔ انکساف اور انخساف لغت کے اعتبار سے سب ہم معنی ہیں۔ البتہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کسوف شمس کے لئے اور خسوف قمر کے لئے اور بعض اوقات ایک دوسرے پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ فقہاء کے یہاں یہی مشہور ہے اور جمہور یہ فرماتے ہیں کہ کسوف اور خسوف دونوں میں بالکلیہ ان کی روشنی چلی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات کچھ حصہ روشنی کا چلا جاتا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ خسوف دونوں کے رنگ کا چلا جانا ہے۔ اور کسوف میں رنگ کی تبدیلی ہوتی ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ اہل ہیئۃ والحساب کہتے ہیں کہ کسوف شمس کی کوئی کیفیت حقیقت نہیں سورج میں کبھی تغیر نہیں آتا البتہ کبھی کبھی زمین اور سورج کے درمیان چاند حائل ہو جاتا ہے۔ سورج کا نور باقی رہتا ہے حیلولۃ ارض کی وجہ سے کسوف قمر میں روشنی بالکل باقی نہیں رہتی۔ علامہ ابن العربی نے ان کے استدلال کو اس طرح باطل کیا ہے کہ اہل ہیئۃ کے نزدیک مسلمہ ہے کہ سورج چاند سے کئی گنا جسامت میں زیادہ ہے تو پھر اصغر اکبر کے لئے کیسے حاجب ہو گا۔ علامہ عینیؒ نے بھی تفصیل سے ان کا ابطال کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تخویف کیلئے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی قدرت کا اظہار فرمادیتے ہیں۔ اہل حساب کی بات اگر حق بھی ہو تو وہ تخویف کے منافی نہیں جیسے زلزلہ ان کے نزدیک تحت الارض والجبال تغیر احوال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ان سے نہ ڈرتا ہو علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ کسوف ایک ایسا تغیر الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ سورج اور چاند میں اس امر کے لئے پیدا کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لیکن اس حکمت کا ہمیں ادراک نہیں۔

تیسری بحث یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ مشہور تھا کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی امر عظیم یا کسی کی موت وحیات کے لئے ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے اس خیال کو رد فرمادیا۔

چوتھی بحث یہ ہے کہ کسوف کا حکم کیا ہے اور اس کے کیا فوائد ہیں۔ تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات الٰہیہ ظاہر ہوتی ہیں تو نفوس انسانیہ پر ان کا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ دنیا سے کٹ کر ذکر الٰہی کی طرف مجبور ہوتے ہیں۔ یہ حالت مومن کیلئے غنیمت ہے کہ وہ دعا اور نماز میں مشغول رہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب بھی ان حوادث کو دیکھتے تو گھبرا کر دعا و نماز میں مشغول ہو جاتے تھے

پانچویں بحث یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسوف کب اور کتنی مرتبہ ہوا ملا علی قاری تو فرماتے ہیں صرف ۵ھ میں

بکسوف ہوا۔ مگر جمہور اہل السیر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ کسوف ۱۰ھ ربیع الاول کے مہینہ میں ہوا جبکہ صاحبزادہ ابراھیم کی وفات ہوئی۔ اسلئے لوگ کہنے لگے کہ ان کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا۔

چھٹی بحث یہ ہے کہ بقول اہل ہیئۃ عموماً کسوف مہینہ کی آخری تاریخ ۲۸ اور ۲۹ کو ہوتا ہے مگر اہل تاریخ کے نزدیک اس کے اوقات مختلف ہیں۔ چنانچہ صاحبزادہ ابراھیم کی وفات ۱۰ھ ربیع الاوّل کی دس کو بدھ کے دن ہوئی۔ جس دن سورج گرہن ہوا۔ اور شہادت امام حسینؓ عاشورہ محرم میں ہوئی اس دن بھی سورج بے نور ہوا۔

ساتویں بحث یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کتنی بار کسوف ہوا۔ علامہ خطابی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ آپؐ کے عہد میں دومرتبہ کسوف ہوا پہلی مرتبہ ۶ھ میں حدیبیہ کے موقعہ پر اور دوسرا ۱۰ھ میں وفات ابراھیم پر مگر ابن قیم اور علامہ بھیقی کا میلان اس طرف ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں کسوف صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے وہ ۱۰ھ جبکہ صاحبزادہ ابراھیم کی وفات ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ کتب احادیث سے کسوف شمس تو صرف ایک مرتبہ ثابت ہے۔ اور خسوف قمر حضور ﷺ کے زمانہ میں دومرتبہ ہوا ہے۔

آٹھویں بحث صلوٰۃ کسوف کی ہے اس میں بھی چند مسائل ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صلوٰۃ کسوف سنت مؤکدہ ہے مالکیہ کے نزدیک سنت غیر مؤکدہ۔ علماء احناف کے نزدیک علامہ عینیؒ فرماتے ہیں الاصح انھا سنۃ اور بعض نے وجوب کا قول بھی نقل کیا ہے۔ مگر متفق علیہ مسئلہ سنیۃ کا ہے۔ دوسرا مسئلہ وقت کا ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک تو اس کا کوئی وقت نہیں۔ کیونکہ یہ صلوٰۃ ذات سبب ہے۔ حنابلہ اور حنفیہ نے اوقات مکروہہ کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ وقتھا وقت العید۔ تیسرا مسئلہ صلوٰۃ کسوف کی کیفیت کا ہے۔ احناف کے نزدیک یہ نماز دو رکعت بر کوعین (دو رکوع کے ساتھ) ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر رکعت میں دو رکوع ہیں۔ چوتھا مسئلہ قرأۃ کے جہر اور سر کا ہے۔ احناف اور حنابلہ جہر کے قائل ہیں۔ اور دیگر ائمہ سر اکے قائل ہیں۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے بعض کہتے ہیں کہ جماعت مشروع نہیں ہے۔ چھٹا مسئلہ خطبہ کا ہے امام شافعیؒ اور اسحاق بن راہویہ نماز کے بعد خطبہ کی سنیۃ کے قائل ہیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ نماز کسوف کے بعد خطبہ نہیں ہے۔

نویں بحث خسوف قمر کے بارے میں ہے شراح احیاء میں ہے کہ خسوف قمر ۴ھ جمادی الاخری میں واقع ہوا حضور اکرم ﷺ نے اس پر لوگوں کو جمع نہیں کیا۔ اور دوسرا خسوف حسب قول سیرۃ ابن حبان ۵ھ جمادی الاخری میں ہوا۔ جس میں آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

دسویں بحث یہ ہے کہ صلوٰۃ کسوف کی طرح یا اس سے مختلف ہے امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ سوائے کسوف شمس کے آپؐ نے خسوف قمر میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔ البتہ دار قطنی نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف وخسوف میں چار رکوع اور چار سجدے کئے ہیں بہر حال احناف کے نزدیک اگر صلوٰۃ خسوف پڑھی جائے تو بغیر تکرار رکوع اور بدون الخطبہ پڑھی جائے اور جماعت مالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ احناف کے نزدیک غیر مسنون ہے۔

تنبیہ ۔ حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ صلوٰۃ الکسوف کا باندھا جس کے تحت چند ایسی روایات ذکر فرمائیں جن کے اندر تعدد رکوع کا ذکر نہیں ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ امام بخاریؒ تعدد رکوع کو نہیں لیتے ورنہ کوئی ایک روایت تو اس بارے میں ذکر فرماتے۔ چنانچہ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ صلی بنا رکعتین یہ حدیث اس پر دال ہے۔ کہ صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ نافلہ کی طرح ہے اور نسائی میں یہ زیادتی بھی ہے صلوا کما کنتم تصلون اور صلوٰۃ معلومہ نافلہ ہے۔ نیز ! ہر رکعت میں دس رکوع کی روایات بھی آئی ہیں۔ ان کو کیوں چھوڑا جاتا ہے۔ مزید تفصیل اوجز میں دیکھی جاسکتی ہے۔

قولہ اصحاب الھیئۃ ۔ گذر چکا کہ اہل ہیئۃ کے جتنے مقدمات ہیں وہ سب باطل ہیں۔ اگر تسلیم بھی کر لئے جائیں تو اگر ان کی غرض صرف یہ ہے کہ عادت اللہ یونہی جاری ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقلاً واجب ہے اس کی حسب ذاتہ تاثیر ہے تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ تعالیٰ۔ فا ن الایۃ ھی العلامۃ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ علامۃ لعذاب الناس یا قیامت کے قرب کی نشانی ہے یا سورج کے مخلوق ہونے کی نشانی ہے کہ وہ اللہ کی قدرت میں اس طرح مسخر ہے کہ اس کو اپنے نفس سے دفع کرنے کی قدرت نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی غیر پر قدرت رکھے۔

بَاب الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ

ترجمہ۔ کسوف کے وقت صدقہ خیرات بھی کرنا چاہئے

حدیث (۹۸۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس طرح نماز پڑھائی کہ کھڑے ہوئے اور قیام بہت لمبا کیا تو رکوع کو بھی لمبا کیا پھر کھڑے ہو گئے تو قیام کو اتنا لمبا کیا کہ وہ پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا اور رکوع کو اتنا لمبا کیا کہ وہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا اور سجدہ کو لمبا کیا پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر اس وقت پھرے جبکہ سورج کھل چکا تھا تو لوگوں کو خطبہ دیا اس طرح کہ پہلے اللہ کی حمد بیان کی اور پھر تعریف فرمائی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کیلئے

لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهٗ اَوْتَزْنِيَ اَمَتُهٗ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا. الحديث

بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ پھر فرمایا اے امت محمد ﷺ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں ہے کہ اس کا بندہ یا اس کی باندی زنا کرتے ہیں۔ اور اے امۃ محمدؐ اللہ کی قسم! کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کسوف سے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا علم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے محارم کی پردہ دری اور معاصی کے ارتکاب کے وقت اس کے انتقام اور ایمان کے سلب ہونے اور دیگر مصائب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مامن احد اغیر من اللہ الخ اللہ تعالیٰ کی طرف غیرت کی نسبۃ مجازاً ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زانی اور زانیہ پر نہایت غضب و غصہ کا اظہار فرماتے ہیں یا یہ استعارہ مصرحہ تبعیہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے عبد زانی اور زانیہ سے انتقام اور عذاب و عتاب کا نزول فرمائیں گے اس حالت کے ساتھ تشبیہ ہے جبکہ وہ اپنے غلام زانی کے ساتھ زجر و تعزیر کا سلوک کرتا ہے اس کلام کو ماقبل سے تعلق یہ ہے کہ جب رسالت مآب ﷺ نے اپنی امت کو کسوف سے ڈراتے ہوئے نماز دعا تکبیر اور صدقہ و خیرات کا حکم دیا۔ اب ارادہ فرما کر ان کو دیگر گناہوں سے بھی روکا جائے ان معاصی میں سے زنا کی خصوصیت یہ ہے کہ نفس کا جتنا میلان زنا کی طرف ہوتا ہے اتنا دیگر معاصی کی طرف نہیں ہوتا۔ اس معاملہ میں خلق الانسان ضعیفا چونکہ زنا اقبح معاصی میں سے ہے اور اس کا اثر نفوس کے بھڑکانے اور غلبہ غضب میں زیادہ اس کو غیرت مند کی پکڑ اور گرفت سے ڈرایا گیا۔

قال العارف الرومی ابر نیاید از پئے منع زکوۃ وزنا افتد بلا اندر جہات

ترجمہ۔ زکوٰۃ روکنے سے بارش نہیں آتی۔ اور زنا کی وجہ سے چاروں طرف سے آفات بلایا نازل ہوتی ہیں۔ (مرتب)

باب النِّدَاءِ بِالصَّلٰوةِ جَامِعَةً فِي الْكُسُوْفِ۔

ترجمہ۔ کسوف میں الصلوۃ جامعۃ کے الفاظ سے اعلان کیا جائے۔

حدیث (۹۸۳) حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نُوْدِيَ اَنِ الصَّلٰوةَ جَامِعَةً. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب سورج گرہن لگا تو اعلان کیا گیا کہ الصلوۃ جامعۃ یعنی بیشک نماز جمع کرنے والی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے صلوٰۃ عیدین کو اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسے کسوف میں نداء ہوتی ہے عیدین میں بھی ہونی چاہیئے۔ لیکن علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ عیدین میں اس حکم کا تعدیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کسوف میں ہر شخص متنبہ نہیں ہوتا۔ ہاں جب کسوف سے اندھیرا چھا جائے تو تب لوگوں کو تنبہ ہوتا ہے۔ بخلاف عیدین کے کہ ان کا دن اور ان کا وقت کسی پر پوشیدہ نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ روایات میں آچکا ہے۔ لم یکن الصلوۃ العیدین اذان ولا اقامۃ ولا شئی تو یہ لا شئی کا لفظ دوسری ہر چیز کی نفی کرتا ہے او الصلوۃ جامعۃ تو بہر حال ایک شئی ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ الصلوۃ جامعۃ میں دونوں پر نصب کے قائل ہیں۔ الصلوۃ کی نصب جامعۃ کی نصب حال پر محمول ہے۔ ای احضر والصلوۃ فی حال کونھا جامعۃ یعنی نماز میں سب لوگ حاضر ہو جاؤ جبکہ وہ جمع کرنے والی ہے اور بعض نے دونوں پر رفع پڑھا ہے۔ الصلوۃ مبتداء اور جامعہ خبر بمعنی ذات جماعۃ۔ بہر حال علماء کا اس پر اجماع ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں نہ تو اذان ہے نہ اقامت ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز ہے البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر منادی الصلوۃ جامعۃ کا نعرہ لگائے تاکہ لوگ مسجد کی طرف آجائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس میں امام شافعیؒ متفرد ہیں۔ جو حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے استدلال کرتے ہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ ابتداء اسلام پر محمول ہے۔ کیونکہ ابتداء میں صلوٰۃ کسوف کا لوگوں کو علم نہیں تھا۔ اس لئے نداء کا حکم دیا گیا چنانچہ مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے لا اذان فی یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعدما یخرج الامام ولا اقامۃ ولا ندا ولا شیئ۔ یعنی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں عید الفطر میں جب امام باہر آتا تھا نہ اس وقت اذان ہوتی اور نہ ہی امام کے باہر آنے کے بعد کوئی اقامۃ نہ کوئی نعرہ اور نہ ہی کوئی اور شیئ ہوتی تھی اوجز میں ابن قیم کا قول نقل کیا گیا ہے کان النبی ﷺ اذا انتھی الی المصلی اخذ فی الصلوۃ من غیر اذان ولا قول الصلوۃ جامعہ والسنۃ لا یفعل شیئ من ذلک۔ یعنی جب نبی اکرم ﷺ عیدگاہ پہنچتے تھے تو نماز شروع کر دیتے تھے نہ اذان ہوتی تھی اور نہ ہی الصلوۃ جامعہ کا نعرہ ہوتا تھا۔ پس سنت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز نہ کی جائے۔ چنانچہ بعض نے اسے مکروہ و خلاف اولی بلکہ بدعت تک کہا ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ خود حضرت گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اس کی مشروعیت کا قول کیا ہے۔ چنانچہ بغیر اذان ولا اقامۃ کے بعد فرماتے ہیں ھذا لیس نفیا للاعلام مطلقا بل ھذا نفی للاعلام بطریق مخصوص الخ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاید شیخ نے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہو کہ بعض احنافؒ بعد میں اس کے جواز کے قائل ہو گئے۔ (ملخصاً)۔

بَاب خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوفِ۔
وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ

ترجمہ۔ کسوف میں امام کا خطبہ دینا۔ دونوں بہنیں حضرت عائشہؓ اور اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیا۔

حدیث (۹۸۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالَ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا هُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَأَثْنٰى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ هُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلٰوةِ وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِينَةِ لَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ أَجَلْ لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ ... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں سورج بے نور ہوا تو آپؐ مسجد کی طرف تشریف لائے تو لوگوں نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ آپ نے تکبیر کہی اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبی قرأت پڑھی۔ پھر تکبیر کہہ کر ایک لمبا رکوع کیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا اور سجدہ نہ کیا بلکہ پھر ایک لمبی قرأت پڑھی جو پہلی قراۃ سے کم تھی۔ پھر تکبیر کہہ کر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولک الحمد فرمایا۔ پھر سجدہ میں چلے گئے پھر دوسری رکعت میں بھی ویسا کیا جیسا پہلی رکعت کے اندر کیا تھا تو اس طرح چار رکوع چار سجدوں کے ساتھ کئے اور حضور ﷺ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے سورج روشن ہو گیا۔ پھر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جیسے کہ وہ اس کا مستحق ہے پھر فرمایا کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ جب تم اس کو دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف جاؤ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کثیر بن عباسؓ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جس دن سورج بے نور ہوتا تو ایسے ہی حدیث بیان کرتے تھے جیسے حضرت عروہؓ تو میں نے یعنی زہریؒ نے حضرت عروہ سے کہا کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن الزبیرؓ تو جس دن مدینہ میں سورج بے نور ہوتا تھا تو صبح کی نماز کی طرح دو رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں وہ اس طرح پڑھتے تھے کیونکہ انہوں نے سنت کا خلاف کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ امام زہریؒ کی تحقیق حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر واضح دلیل ہے اسلئے کہ حضرت عروہؓ

تابعی ہیں جو کسی دوسرے سے سن کر بیان کر رہے ہیں اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ صحابی ہیں اور خود حدیث بیان کر رہے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ صلوۃ کسوف کے مسئلہ کی تحقیق کئے بغیر وہ قوم کی امامت کرتے ہوں۔ نیز! ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہے جن سے ان کے فعل پر انکار منقول نہیں ہے۔ اگر نکیر ہوتا تو جیسے ان کے چھوٹے بھائی جو سناً علماء چھوٹے ہیں ان کا انکار نقل کیا ہے تو بڑے بھائی پر نکیر کو ضرور نقل کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قول کو مان لیا اور اسے اچھا سمجھا۔ مزید براں یہ کہ حضرت عروہؓ کے انکار کا مبنیٰ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جس سے صلوۃ ابن الزبیرؓ کی مخالفت معلوم ہوتی ہے جس سے ان کو گمان ہو گیا کہ ان کا فعل سنۃ کے خلاف ہے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ صلوۃ کسوف کے وقت وہاں موجود نہیں بلکہ اپنے حجرہ میں تھیں جو نفس الامر اصل واقعہ کو نہیں جانتیں حالانکہ جو لوگ واقعہ میں موجود تھے وہ حضور اکرم ﷺ کے فعل کو معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ مسلک احنافؒ کے بالکل موافق ہے کہ ہر رکعت میں ایک رکوع تھا۔ بایں ہمہ خود حضرت عائشہؓ کی روایت مضطرب ہے کسی میں ہر رکعت کے اندر چار رکوع۔ کسی میں چھ رکوع منقول میں معلوم ہوا ان کے نزدیک کوئی امر واضح نہیں تھا۔ راویوں نے اپنی ترجیحات کے مطابق ان سے روایات نقل کر دیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ نے حضرت عائشہؓ کی روایت کی بنا پر فرمادیا کہ صلوۃ کسوف میں سنت یہ ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہوں۔ مگر علامہ عینیؒ نے جواب دیا کہ عروہؓ تابعی ہیں عبداللہ بن الزبیرؓ صحابی ہیں۔ صحابی سنت رسولؐ کو زیادہ جانتا ہے یا تابعی اس لئے خطا کی نسبت عروہ تابعی کی طرف مناسب ہے نہ کہ صحابی کی طرف جو کہ اپنے علم کے مطابق عمل کر رہے ہیں پھر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ خلیفہ ہیں ایک خلق کثیر ان کے پیچھے نماز پڑھتی ہے۔ اگر اس نے سنت کی خلاف ورزی کی تو سب صحابہ اور غیر صحابہ خاطی ہوئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایک حرف نہیں بولتا۔ نیز مثل الصبح ایسے ہے جیسے ابو داؤد کی روایت میں ہے کاحدث صلوة صليتموها تو یہ تشبیہ وحدت رکوع میں ہے تعداد رکعتین میں نہیں ہے۔ بلکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہو صلوا کصلوتی هذا بلکہ احادیث میں یا صلوٰۃ مطلقہ کا حکم ہے۔ اور صلوٰۃ الصبح سے تشبیہ وارد ہوئی ہے۔

الافي حجرتها۔ اور وہ خود بھی اس طرح اپنے حجرہ میں صلوٰۃ کسوف پڑھ رہی تھیں اور دوسری عورتیں بھی وہاں جمع ہو گئیں چنانچہ نسائی میں الفاظ ہیں عن عائشةؓ ان النبی ﷺ خرج مخرجا فخسف الشمس فخرجنا الى الحجرة فاجتمع الينا نساء واقبل رسول الله ﷺ فقام قياما طويلا.. ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے تو سورج بے نور ہو گیا تو ہم ہجرہ کی طرف نکلیں اور دوسری عورتیں بھی ہماری طرف جمع ہو گئیں۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو لمبا قیام فرمایا۔ الی اخرہ۔

وتحرى فعل النبی ﷺ چنانچہ حضرت سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ میں اور انصار کا ایک لڑکا تیر اندازی کر رہے تھے تو جب سورج دو نیزے یا تین نیزے کی مقدار تک پہنچا تو سیاہ ہو گیا۔ تو ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ چلو حضور ﷺ کا حال دیکھیں کہ وہ ایسی صورت میں کیا کرتے ہیں ابو داؤد کے الفاظ ہیں کہ فيه الصلوة بركوع واحد اور مسلم کے الفاظ ہیں قرء بسورتين وصلى ركعتين

اوراسی طرح عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کی حدیث ہے قلت لانظرن ماحدث لرسول اللہ ﷺ فی کسوف الشمس الیوم ۔ تواس میں بھی رکعتین ای رکوعین ہے۔ بہر حال یہ اہتمام کے ساتھ حضور ﷺ کے فعل کو دیکھنے والے صحابہؓ ہر رکعت میں ایک ہی رکوع نقل فرماتے ہیں۔ فھی مترددة فی روایة القصة چنانچہ ائمہ ستہ نے تو حضرت عائشہؓ سے ہر رکعت میں دو رکوع نقل کئے ہیں۔اور مسلم میں ہر رکعت میں تین رکوع۔ مسلم کے الفاظ ہیں ست رکعات اربع سجدات چھ رکوع اور چار سجدے تھے۔ تو روایت عائشہؓ مضطرب ہوئی۔ کیف یستدل بھا ....

باب هَلْ يَقُوْلُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ اَوْخَسَفَتْ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَخَسَفَ الْقَمَرُ

ترجمہ۔ کیا سورج کیلئے کسوف اور خسوف دونوں کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خسف القمر تو جب قمر کیلئے خسوف ہے تو شمس کیلئے کسوف ہوگا دونوں صحیح ہیں۔

حدیث (۹۸۵) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ (الخ) اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ قِرَآءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَأَ قِرَآءَةً طَوِيْلَةً وَّهِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَآءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهِيَ اَدْنٰى مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَالَ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ .الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ حضرت عروہؓ کو خبر دیتی ہیں کہ جس دن سورج بے نور ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھنی شروع کی کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہی پھر لمبی قرأت فرمائی پھر رکوع لمبا کیا پھر سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا پھر ایسے کھڑے ہوئے جیسے کہ وہ پہلے کھڑے ہوتے تھے پھر لمبی قرأت فرمائی جو پہلی قرأت سے قدرے کم تھی اور رکوع بھی اتنا لمبا کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا پھر لمبا سجدہ فرمایا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا پھر اس وقت سلام پھیرا جبکہ سورج روشن ہو چکا تھا تو لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر کسوف شمس اور قمر کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کسی کی موت و حیات کے لئے بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب تم ایسے حوادث دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف جاؤ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فقال فی کسوف الشمس والقمر الخ اس سے امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے کہ

پہلے تو راوی نے دونوں کے لئے کسوف کا لفظ استعمال کیا پھر لا یخسفان کے لفظ سے ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دونوں لفظوں کا اطلاق معا جائز ہے۔ اگرچہ غالب شمس کے لئے کسوف اور قمر کے لئے خسوف ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں قمر کے لئے خسوف اور روایت میں شمس کے لئے کسوف وارد ہوا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عروہؓ کی روایت میں ہے لا تقولوا کسفت الشمس ولکن قولوا خسفت تو امام بخاریؒ نے حضرت عروہؓ کی تائید میں حدیث باب ذکر فرمائی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں خسفت الشمس لیکن علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے بہت سی احادیث صحیحہ نقل کر کے بتلا دیا ہے کہ لفظ کسفت بھی بہت جگہ استعمال ہوا ہے چنانچہ مسلم کی روایات کثیرہ اس پر دال ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ کے نزدیک کوئی قول راجح نہیں تھا تو انہوں نے ھل استفہامیہ سے ترجمہ باندھا البتہ خسف القمر کو لانے سے ان کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب قمر کے لئے خسوف ہے تو شمس کے لئے کسوف ہوگا۔ چنانچہ فقہاء کے یہاں بھی یہی مشہور ہے کہ کسوف شمس کے لئے اور خسوف قمر کے لئے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ لغت کے اعتبار سے کسوف کا مدلول اور ہے اور خسوف کا اور ہے۔ کیونکہ کسوف تو تغیر الی سواد کو کہتے ہیں اور خسوف کے معنی نقصان کے ہیں۔ تغیر اور نقصان شمس و قمر دونوں میں ہوتا ہے۔ لہذا ان میں ترادف ہوگا الغرض حضرت عروہؓ کے قول سے جو قول کا اختصاص کا احتمال پیدا ہوتا تھا اس کو دفع فرمایا کہ دونوں کا استعمال دونوں میں صحیح ہے۔ پھر امام بخاریؒ نے ترجمہ میں آیت کریمہ ذکر فرمائی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس سے اشارہ فرمایا کہ قرآن مجید میں خسف القمر آیا ہے۔ تو اس کیلئے کسف نہ لایا جائے۔ مگر احادیث کثیرہ میں قمر کے لئے بھی کسف کا لفظ وارد ہوا ہے۔ لہذا حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ اوجہ اور راجح ہوگی کہ دونوں کا اطلاق دونوں کے لئے جائز ہے۔

باب قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوفِ

قَالَهُ اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کسوف کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے حضرت ابو موسیٰؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح روایت کیا ہے۔

حدیث (۹۸۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ (الخ) عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهُ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُالْوَارِثِ (الخ) يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهُ وَتَابَعَهُ مُوْسٰى (الخ)

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جو کسی کی موت کیلئے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں عبدالوارث وغیرہ نے یونس سے اس جملہ کو نقل کیا۔ البتہ موسیٰ اور اشعث نے

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهٗ وَ تَابَعَهٗ اَشْعَثُ الخ ..الحدیث.... حضرت حسن سے اس جملہ کو نقل کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ تابعه موسی یعنی روایت مذکورہ کے ذکر کرنے میں موسیٰ نے یونس کی متابعت کی ہے رہ گیا تخویف کاذکر کرنا اس میں متابعہ کے ذکر نہ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متابعہ ذکر تخویف میں ہے کیونکہ تخویف کے سوااس ترجمہ میں اور کسی سے تعرض نہیں کیا گیا توان دونوں حضرات کا روایت کو ذکر کرنا جبکہ اس مقصد کو ذکر نہ کیا جائے جس کے اثبات کے لئے مصنفؒ درپئے ہے تو کوئی فائدہ بخش نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں عدم ذکر تخویف میں متابعہ ہے تو متن کا نسخہ اس کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں تخویف کا ذکر صراحۃً موجود ہے۔ نیز! موسیٰ اور اس کے ساتھی کو اس جماعت سے الگ کر دینا جنہوں نے اس جملہ کو ذکر نہیں کیا مناسب نہیں بلکہ ان کو ایک مسلک میں پرونا اولیٰ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان سب حضرات نے تخویف کا جملہ ذکر نہیں کیا۔ صرف حماد بن زید نے ذکر کیا اس کی متابعت موسیٰ نے مبارک کے واسطے سے اور اشعث نے بغیر واسطہ کے حسن سے روایت کی ہے تو تابعہ کی ضمیر یونس کی طرف راجع کرنا بہتر ہے اور مقام کا بھی تقاضا ہے کیونکہ یونس کی روایت سے وہی روایت مراد ہے جس میں یہ جملہ تخویف مذکور ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تابعه موسیٰ چنانچہ علامہ عینیؒ نے بھی یہی کیا ہے۔تابعه یونسؒ فی روایة عن الحسن موسی عن مبارك حضرت شیخ گنگوہیؒ نے متابعات کی وضاحت میں بسط سے کلام فرمایا ہے۔وجہ یہ ہے بخاریؒ کے نسخے مختلف ہیں۔تابعه اشعث ان ہمارے نسخوں میں موسیٰ کے متابعہ کے بعد مذکور ہے اور حافظؒ نے اس کی تقدیم کو راجح قرار دیا ہے اور اس اختلاف سے متابعہ کی غرض مختلف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے بسط سے کلام کیا ہے کرمانیؒ خاموش ہے۔ قسطلانیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے کلام کا لحاظ کیا ہے مختصر یہ ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ عبدالوارث۔ شعبہ۔ خالد بن عبداللہ اور حماد بن سلمہ ان سب نے یونس سے روایت مذکورہ نقل نہیں کی جس میں جملہ تخویف کا ذکر ہے۔ البتہ یونس کی متابعت اس روایت کے بارے میں جس میں جملہ تخویف موجود ہے۔اشعث نے کی ہے اور موسیٰ نے بھی بواسطہ مبارک ان کی متابعت فرمائی تو اس متابعت سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو حضرت حسن بصریؒ کے سماع عن ابی بکرہ کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام نسائی نے اولاً حدیث یونس عن الحسن کو مفصلاً ذکر کیا جس میں جملہ تخویف موجود ہے بعد میں اشعث عن الحسن کی روایت مختصراً بیان فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ صلی رکعتین وذکر کسوف الشمس۔

باب التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِی الْكُسُوفِ۔

ترجمہ۔ کسوف کی نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگنا۔

حدیث (۹۸۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ یَهُوْدِیَّةً جَاءَتْ تَسْاَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَیُعَذَّبُ النَّاسُ فِیْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَائِذًا بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًی فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَ ظَهْرَانِی الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهٗ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِیَامًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِیَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِیْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ فَقَالَ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَّقُوْلَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ یَّتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ..... الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت آئی جو ان سے کچھ مانگتی تھی۔ جس نے حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے پناہ دے حضرت عائشہؓ نے اس کے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا لوگوں کو اپنی قبروں میں عذاب دیا جائے گا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑتے ہوئے فرمایا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن صبح کے وقت سواری پر سوار ہوئے تو سورج گرہن لگ گیا تو حضور انور ﷺ چاشت کے وقت واپس تشریف لائے تو آپ رسول اللہ ﷺ کا گذر حجرات ازواج رضی اللہ عنھن کے درمیان سے ہوا۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور لوگ بھی آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ پس آپؐ نے ایک لمبا قیام کیا اور لمبا رکوع کیا۔ پھر ایک لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر اٹھایا اور سجدہ کیا۔ پھر قیام کیا تو لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہو کر پھرے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ آپؐ نے بیان فرمایا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ پکڑیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تسئلھا وہ فقر کی وجہ سے مانگتی تھی۔ اعاذك اللہ یہ جملہ دعائیہ اس نے شکریہ کے طور پر کہا۔ فقام قیاماً طویلا دون القیام الاول بعض حضرات نے جمع بین الروایات کے طور پر یہ تاویل کی ہے کہ جب ہر دوسرا قیام اور رکوع پہلے قیام اور رکوع سے کم ہوتا تھا تو یہ اس گمان کی بنا پر ہے کہ بعض مقتدی تھکاوٹ کی وجہ سے سر اٹھا کر دیکھتے تو وہ یہ سمجھتے کہ آگے والے حضرات دوسرے قیام اور رکوع میں ہیں۔ حالانکہ وہی پہلا طویل قیام اور رکوع ہوتا تھا اسلئے کہ دو قیام اور دو رکوع کی بات پچھلی صفوں والے بچے اور

عورتیں بیان کرتی ہیں۔ اگلے صفوں والے مرد تو وہی عام صلوۃ کا ذکر کرتے ہیں اور ایسے مجامع میں ایسا عموماً ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ محمد زکریاؒ ۔ اعاذك الله قالت لها ذلك شكرا حضرت عائشہؓ سے عذاب القبر کے بارے میں روایات مختلفہ ہیں۔ کتاب الجنائز میں تو حضرت عائشہ سے امام بخاریؒ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک یہودیہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور اس نے عذاب القبر کا ذکر کیا۔ تو حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں عذاب قبر حق ہے اور کتاب الدعوات میں حضرت عائشہؓ سے امام بخاریؒ یوں روایت بیان کرتے ہیں کہ یہود مدینہ کی دو بوڑھی عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ اہل قبور اپنی قبور میں عذاب دیئے جائیں گے۔ تو حضرت عائشہؓ نے ان دونوں کی تکذیب کی حضور اکرم ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ ڈر تو گئے لیکن فرمایا کہ یہود عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ پھر چند روز کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ مسلمان قبور میں معذب ہوں گے۔ تو پھر ہمیشہ آپؐ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے تو ان دونوں روایتوں میں مخالفت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس دوسری روایت سے انکار اور پہلی روایت سے اقرار ثابت ہوتا ہے۔ تو امام نوویؒ نے تو رفع تعارض کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ دو قصے ہیں۔ پہلے قصہ میں آپؐ کو علم نہیں تھا بعد میں بذریعہ وحی آپ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے انکار کے بعد اس کا اقرار کیا۔ حضرت عائشہؓ کو چونکہ علم نہ ہو سکا تھا اسلئے انہوں نے تعجب کا اظہار کیا تو اس کے بعد حضور اکرم ﷺ اعلانیہ عذاب قبر سے تعوذ کرتے رہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان سب روایات سے یہ ثابت ہوا کہ آنجناب کو عذاب القبر کا علم مدینہ منورہ میں آخری ایام میں ہوا جیسے کسوف کا واقعہ اس پر شاہد ہے لیکن قرآن مجید کی آیت سے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ یثبت الله الذين امنوا الاية یہ کلیہ ہے اور اسی طرح النار يعرضون عليها غدوا وعشيا کہ آگ ان پر صبح شام پیش کی جائے گی۔ یہ بھی کلیہ ہے تو احادیث اور آیات میں تعارض واقع ہوا۔ جواب یہ ہے کہ پہلی آیت سے عذاب قبر کا ثبوت بطریق مفہوم مخالف کے کفار کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری آیت بطور منطوق آل فرعون کے بارے میں ہے جو عام کفار کیلئے بھی ہوگا۔ تو جس عذاب قبر کا آپؐ نے انکار کیا وہ موحدین کے بارے میں تھا۔ کفار کے بارے میں تو آپؐ کو ان آیات کی وجہ سے شک نہیں تھا۔ لیکن صلوٰۃ کسوف میں جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ عذاب قبر يقع عن من يشاء تو اس سے آپؐ کو جزم ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تعوذوا من عذاب القبر اور خود بھی تعليما للامته کثرت سے استعاذہ کرنے لگے اس طرح تعارض رفع ہو گیا۔

قام قياماً طويلا الخ تعدد رکوع کی روایات کی توجیہ کے بارے میں احنافؒ کے مختلف اقوال ہیں بعض قریب ہیں بعض بعید ہیں ان میں سے چند کو میں نے اوجز میں بیان کیا ہے۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ روایت تعدد مضطربہ میں کما مرّ. دوسری توجیہ یہ ہے کہ روایات تعدد قولی روایت کے مخالف ہیں۔ جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح ہوتی ہے۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ جب لوگوں نے رکوع معتاد سے رکوع کسوف کو طویل دیکھا تو جناب رسول اللہ ﷺ کو رکوع میں پایا تو انہوں نے بھی رکوع کر دیا۔ پھر اس طرح دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ کیا تو وہ بھی رکوع کرتے رہے۔ اور ان سب نے یہ گمان کیا کہ یہ سب کچھ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔

اسلئے اپنے گمان کے مطابق ہر ایک روایت کرتا رہا۔ اور یہ اشتباہ آخری صفوف کو ہوا۔ اور اس قسم کا مشاہدہ اعیاد کی نمازوں میں ہوتا رہتا ہے اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب سورج کی حالت معلوم کرنے کے لئے سر اٹھاتے تو بعض لوگ اسے نیا رکوع سمجھ لیتے باقی توجیہات لوجز میں دیکھ لی جائیں۔

بَاب طُوْلِ السُّجُوْدِ فِي الْكُسُوْفِ

ترجمہ۔ کسوف میں سجدہ کو لمبا کرنا

حدیث (۹۸۸) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَّهُ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نُوْدِيَ اَنَّ الصَّلٰوةَ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ مَاسَجَدْتُّ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهَا .. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب سورج بے نور ہوا تو الصلوۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے پھر کھڑے ہوئے تو دوسری رکعت میں دو رکوع کئے۔ پھر بیٹھ گئے پھر کہیں جا کر سورج کھلا اور اس میں روشنی آئی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی ایسا لمبا سجدہ نہیں کیا۔

بَاب صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ جَمَاعَةً

وَصَلّٰى لَهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ صُفَّةِ زَمْزَمَ وَجَمَّعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَصَلّٰى ابْنُ عُمَرَ۔

ترجمہ۔ کسوف کی نماز جماعت سے ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے لوگوں کو زمزم کے چبوترے میں نماز پڑھائی اور حضرت علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے بھی لوگوں کو جماعت سے نماز کسوف پڑھائی اور اس طرح عبداللہ بن عمرؓ نے بھی لوگوں کو نماز کسوف پڑھائی۔

حدیث (۹۸۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پس قیام اتنا لمبا فرمایا کہ سورۃ بقرہ کی قرأت کے مثل تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ فرمایا۔ بعد ازاں ایک طویل قیام فرمایا جو

دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَايَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوةٍ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ وَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا وَّلَوْ اَصَبْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَابَقِيَتِ الدُّنْيَا وَاُرِيْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ اَفْظَعَ وَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوْا بِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ اَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدٰهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهٗ ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَارَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.. الحديث...

پہلے قیام سے کم تھا۔ بعد ازاں رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا پس ایک لمبا قیام فرمایا۔ جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ فرمایا پھر نماز سے فارغ ہو کر اس وقت پھرے جبکہ سورج کھل چکا تھا۔ پس فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جو کسی کی موت وحیات کے واسطے بے نور نہیں ہوتے پھر جب تم اس قسم کا حادثہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپؐ کو اپنی اسی جگہ پر کسی چیز کو پکڑتے اور لیتے دیکھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپؐ پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا میں نے جنت کو دیکھا۔ اور میں اس کا ایک انگور کا خوشہ لے رہا تھا اگر میں اس کو پہنچ جاتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم اس کو کھاتے رہتے۔ اور میں نے جہنم کو دیکھا پس آج کے دن کی طرح میں نے کبھی بھی کوئی منظر قبیح نہیں دیکھا اور میں نے جہنم والی اکثر عورتیں دیکھیں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کس وجہ سے یارسول اللہؐ۔ فرمایا اپنے کفر کی وجہ سے۔ کہا گیا کیا اللہ تعالیٰ سے کفر کرتی ہیں۔ فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور اس کے احسان کی ناقدری کرتی ہیں۔ اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ زندگی بھر احسان کرتے رہو پھر وہ تم سے کوئی شکوہ دیکھے تو کہیں گی کہ میں نے تو تیرے سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں ہے۔ گویا کہ وہ احسان کا اعتراف نہیں کرتیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اگر اشکال ہو کہ لیلۃ المعراج میں بھی آپؐ نے جنت دوزخ کا مشاہدہ فرمایا پھر الیوم کی نفی عموم کی کیسے صحیح ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ وہاں مشاہدہ ایسا تھا جس میں یہ قباحت نہیں تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ الیوم سے مطلق وقت مراد ہے اسلئے لیلۃ المعراج کی رؤیۃ سے اشکال نہ ہوگا۔ البتہ یہ شبہ ضرور ہوگا کہ لیلۃ المعراج میں جنت ودوزخ کی رؤیۃ اس اجمالی رؤیۃ سے وسیع تھی وہاں قباحت کیوں نہ ظاہر ہوئی۔

تو شیخ گنگوہیؒ نے بہترین جواب دیا کہ وہاں کی رؤیۃ قباحت اور شناعت سے خالی تھی۔ جن کی تائید مسلم وغیرہ کی ان روایات سے ہوتی ہے جس میں رؤیۃ نار کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا مجھے ڈر لگا کہ کہیں مجھے اس کی لپیٹ نہ پہنچ جائے۔ اور جہنم میں بعض لوگوں کو بعض پر سوار ہوتے دیکھا۔ بہر حال کہنا پڑے گا لیلۃ المعراج والی رؤیۃ جمال تھی اور کسوف والی رؤیۃ رؤیۃ جلالی تھی جس سے گھبراہٹ لاحق ہوئی۔

بَاب صَلٰوةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوْفِ۔

ترجمہ۔ کسوف میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا۔

حدیث (۹۹۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهَا قَالَتْ اَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَاِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُّصَلُّوْنَ فَاِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَاَشَارَتْ بِيَدِهَا اِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ اٰيَةٌ فَاَشَارَتْ اَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ فَوْقَ رَاْسِي الْمَاءَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ اَرَهُ اِلَّا وَقَدْ رَاَيْتُهُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا اَدْرِيْ اَيَّتَهُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ يُؤْتٰى اَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوْ قَالَ الْمُوْقِنُ لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى فَاَجَبْنَا وَاٰمَنَّا

ترجمہ۔ حضرت اسماؓ بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنی بہن حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ کے پاس آئی۔ جبکہ سورج بے نور ہو چکا تھا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت عائشہؓ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی ہے تو میں نے پوچھا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور کہنے لگیں۔ سبحان اللہ تو میں نے کہا یہ کوئی قدرت الٰہی کی نشانی ہے انہوں نے اشارہ سے بتلایا کہ ہاں! نشانی ہے۔ حضرت اسما فرماتی ہیں میں بھی نماز میں کھڑی ہو گئی لیکن شدت گرمی کی وجہ سے مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو میں نے نہ دیکھا ہو۔ مگر میں نے اسے اس مقام پر دیکھ لیا حتیٰ کے جنت اور جہنم کو بھی دیکھا اور میری طرف وحی بھیجی گئی کہ تم لوگ قبور میں مثل یا قریب فتنہ دجال کے آزمائش میں مبتلا ہو گے مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماؓ نے مثل کا لفظ کہا یا قریب کا بہر حال ان دو میں سے ایک ضرور تھا حضرت اسما فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے ایک کو لایا جائے گا تو اس سے

وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا وَّاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ قَالَ لَا اَدْرِیْ اَيُّهُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ ..الحدیث ....

پوچھا جائے گا کہ تمہیں اس آدمی کے بارے میں کیا علم ہے مؤمن یا موقن ان میں سے ایک لفظ تھا وہ تو کہے گا یہ محمد رسول اللہؐ ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر تشریف لائے ہم نے ان کی دعوت قبول کی ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی پیروی کی تو اس سے کہا جائے گا کہ تو ٹھیک ٹھاک ہو کر سو جا ہمیں علم تھا کہ تو بے شک موقن ہو گا۔ لیکن منافق یا مرتاب۔ ان میں سے ایک لفظ کہا وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا البتہ لوگوں سے سنا وہ کچھ بات کہتے تھے تو میں بھی کہنے لگا بہر حال اس روایت سے ترجمۃ الباب ثابت ہو گیا کہ عورتوں نے مردوں کے ساتھ پچھلی صفوف میں نماز کسوف پڑھی۔ حالانکہ گزر چکا ہے کہ عورتیں حضرت عائشہؓ کی حجرہ میں جمع تھیں مع الرجال نہیں تھیں۔

باب صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ فِی الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ کسوف کی نماز مسجد میں ادا کرنا

حدیث (۹۹۱) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِیْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانَیِ الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ وَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی جو ان سے کچھ مانگتی تھی۔ تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے عذاب قبر سے پناہ دے۔ پس حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اس عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑتے ہوئے اثبات میں جواب دیا پھر ایک مرتبہ صبح سویرے آپ رسول اللہ ﷺ کسی سواری پر سوار ہوئے تو سورج بے نور ہو گیا حضور ﷺ چاشت 'اشراق کے وقت واپس آگئے۔ تو آپؐ ازواج مطہرات کے حجرات کے درمیان سے گذرے پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی لوگ بھی آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو آپؐ نے ایک لمبا قیام فرمایا پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہو کر لمبا قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے

دُوْنَ الرَّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرَّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُوْنَ السُّجُوْدِ الْاَوَّلِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، الحدیث ..

رکوع سے کم تھا۔ پھر لمبا قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا جو پہلے سجدہ سے کم تھا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ کچھ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر ان کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ مانگیں (اگرچہ صراحۃً اس روایت کے اندر مسجد کا لفظ نہیں ہے لیکن امام بخاریؒ نے جو ازواج مطہرات کے حجرات کے بعد فصلی نقل کیا ہے اس سے ترجمہ ثابت فرمایا ہے نیز! مسلم میں اس حدیث کے اندر صلی فی المسجد کی تصریح آگئی ہے) مرتب

باب مَنْ اَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِىْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ۔

ترجمہ۔ کسوف شمس کے موقعہ پر جو غلام آزاد کرنا پسند فرماتے ہیں

حدیث (۹۹۲) حَدَّثَنَا رَبِيْعُ بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِىُّ ﷺ بِالْعَتَاقَةِ فِىْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ ... الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف شمس میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

باب لَاتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرَةَؓ وَالْمُغِيْرَةُؓ وَاَبُوْمُوْسٰىؓ وَابْنُ عَبَّاسٍؓ وَّابْنُ عُمَرَؓ

ترجمہ۔ سورج کسی کی موت وحیات کیلئے بے نور نہیں ہوتا ابو بکرۃ۔ مغیرہ۔ ابو موسیٰ۔ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنھم نے روایت کی ہے۔

حدیث (۹۹۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا .. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ پس جب تم ان دونوں کو اس حال میں دیکھو تو نماز پڑھو۔

حدیث(۹۹۴)حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ

عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ کَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ فَاَطَالَ الْقِرَآءَۃَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَاَطَالَ الْقِرَاۃَ وَھِیَ دُوْنَ قِرَآءَتِہِ الْاُوْلٰی ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ وَھُوَ دُوْنَ رُکُوْعِہِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَایَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیٰوتِہٖ وَلٰکِنَّھُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ یُرِیْھِمَا عِبَادَہٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ ذٰلِکَ فَافْزَعُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ.. الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھائی تو قراۃ کو لمبا کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لمبا کیا۔ پھر اپنا سر اٹھایا پھر قراۃ کو لمبا کیا جو پہلی قراۃ سے کم تھی پھر رکوع کیا جو رکوع کو لمبا کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر اپنے سر مبارک کو اٹھایا تو دو سجدے کیئے۔ پھر کھڑے ہوئے تو دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا۔ بے شک سورج اور چاند کسی کی موت اور کسی کی حیات کے لئے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن یہ دونوں اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے پس جب تم اس حال کو دیکھو تو جلدی نماز کی طرف دوڑ کے جاؤ۔

باب الذِّکْرِ فِی الْکُسُوْفِ رَوَاہُ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

ترجمہ۔ کسوف میں ذکر الٰہی کرنا اس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے۔

حدیث(۹۹۵)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَزِعًا یَخْشٰی اَنْ تَکُوْنَ السَّاعَۃَ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی بِاَطْوَلِ قِیَامٍ وَّرُکُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ رَّاَیْتُہٗ قَطُّ یَفْعَلُہٗ وَقَالَ ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ الَّتِیْ یُرْسِلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَاتَکُوْنَ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنْ یُّخَوِّفُ اللّٰہُ بِھَا عِبَادَہٗ فَاِذَا رَاَیْتُمْ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَدُعَآئِہٖ وَاسْتِغْفَارِہٖ ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ سورج بے نور ہوا تو جناب نبی اکرم ﷺ گھبرا کر کھڑے ہو گئے فکر لاحق ہوئی کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ پھر مسجد کی طرف تشریف لائے ایسی نماز پڑھی کہ ایسا لمبا قیام رکوع اور سجود کبھی آپؐ کو کرتے نہیں دیکھا۔ اور فرمایا کہ قدرت کی نشانیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نہ کسی کی موت کے لئے اور نہ کسی کی حیات کے لئے بھیجتے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں پس جب تم اس قسم کی حالت دیکھو تو ذکر الٰہی سے دعا اور استغفار کی طرف گھبرا کر جاؤ۔

باب الدُّعَاءِ فِی الْکُسُوْفِ قَالَهٗ اَبُوْ مُوْسٰی وَعَائِشَةُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ کسوف میں دعا کرنا۔ یہ حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت عائشہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے

حدیث(۹۹۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِیْدِ الخ سَمِعْتُ الْمُغِیْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ یَقُوْلُ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ یَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِیْمُ فَقَالَ النَّاسُ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِیْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِهٖ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰی یَنْجَلِیَ

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جس دن صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی اس دن سورج گرہن لگا تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ حضرت ابراہیمؓ کی موت کی وجہ سے بے نور ہوا ہے پس جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے اور نہ ہی کسی کی حیات کی وجہ سے بے نور ہوتے ہیں پس جب تم ان آیات الٰہی کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ سورج کھل جائے حضرت ابو موسیٰؓ مغیرہ بن شعبہؓ اور ابو بکرہؓ جو اگلی صفوف میں کھڑے ہونے والے ہیں ان کی روایات میں تعدد رکوع نہیں ہے البتہ اطالۃ رکوع وقیام اور سجود ضرور ہے۔ جس کو پیچھے کھڑے ہونے والے لوگوں نے تعدد پر محمول کر دیا۔

باب قَوْلِ الْاِمَامِ فِی خُطْبَةِ الْکُسُوْفِ اَمَّا بَعْدُ وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ

ترجمہ۔ کسوف کے خطبہ میں امام کا اما بعد کہنا ابو اسامہ نے ایسا کہا ہے۔

حدیث(۹۹۷) حَدَّثَنَا هِشَامٌ الخ عَنْ اَسْمَاءَؓ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ ..

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز سے پھرے جبکہ سورج کھل چکا تھا تو آپؐ نے خطبہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے پھر فرمایا اما بعد۔

باب الصَّلٰوةِ فِیْ کُسُوْفِ الْقَمَرِ

ترجمہ۔ چاند کے بے نور ہونے پر نماز ادا کرنا

حدیث(۹۹۸) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو آپؐ نے دو رکعات نماز پڑھی۔

تشریح ۔ اس حدیث سے امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ کسوف شمس میں تو نماز ہے لیکن کرمانیؒ کی یہ توجیہ صحیح نہیں کیونکہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ الاصیلی کی روایت میں انکسف القمر ہے۔ بدل الشمس تو اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ حدیث مختصر ہے۔ مطول میں ہے اذا رأیتموھما فصلوا تو اب ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مرتب

حدیث (۹۹۹) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَخَرَجَ یَجُرُّ رِدَاءَہٗ حَتّٰی انْتَھٰی اِلَی الْمَسْجِدِ وَثَابَ اِلَیْہِ النَّاسُ فَصَلّٰی بِھِمْ رَکْعَتَیْنِ فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ وَاِنَّھُمَا لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ فَاِذَا کَانَ ذٰلِکَ فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰی یُکْشَفَ مَا بِکُمْ وَذٰلِکَ اَنَّ ابْنًا لِلنَّبِیِّ ﷺ یُقَالُ لَہٗ اِبْرَاھِیْمُ مَاتَ فَقَالَ النَّاسُ فِیْ ذٰلِکَ الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور انور ﷺ چادر کھینچتے ہوئے باہر نکلے یہاں تک کہ مسجد تک پہنچے اور لوگ بھی آپؐ کی طرف جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان لوگوں کو دو رکعات پڑھائیں پس سورج کھل گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب یہ حالت ہو تو نماز پڑھو اور اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو جب تک کہ وہ مصیبت ٹل نہ جائے یا کھل نہ جائے (اس سے مصنفؒ نے ترجمہ ثابت کیا ہے) اور یہ واقعہ تب پیش آیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کا صاحبزادہ جن کو ابراھیم کہا جاتا تھا وہ وفات پا گئے تو لوگوں نے اس میں چہ میگوئیاں کرنی شروع کیں تو تب آپؐ نے یہ اصلاح فرمائی کہ یہ باطل عقیدہ ہے۔

باب صَبِّ الْمَرْأَۃِ عَلٰی رَأْسِھَا الْمَاءَ اِذَا اَطَالَ الْاِمَامُ الْقِیَامَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی

ترجمہ۔ پہلی رکعت میں جب امام قیام لمبا کر دے تو عورت گرمی رفع کرنے کیلئے اپنے سر پر پانی پلٹ سکتی ہے

تشریح از قاسمیؒ ۔ مرتب ' امام بخاریؒ نے اس ترجمہ کے لئے حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ کی اس روایت پر اکتفا کیا جو سات ابواب پہلے مفصل ذکر ہوئی۔ جس میں اس ترجمہ کے لئے نص موجود ہے یا بعض نے یوں بھی فرمایا کہ مصنفؒ ترجمہ کے بعد حدیث بیان کرنا چاہتے تھے مگر ان کی غرض پوری نہ ہو سکی۔

باب الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی فِی الْکُسُوْفِ اَطْوَلُ

ترجمہ۔ کہ کسوف کی نماز کی پہلی رکعت لمبی ہوتی ہے۔

حدیث(۱۰۰۰) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی بِهِمْ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فِیْ سَجْدَتَیْنِ الْاُوْلٰی اَطْوَلُ. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف شمس میں ان کو نماز پڑھائی دو رکعتوں میں چار رکوع تھے جن میں پہلی رکعت لمبی سے لمبی تر تھی۔

باب الْجَهْرِ بِالْقِرَآءَةِ فِی الْکُسُوْفِ

ترجمہ۔ کسوف کی نماز میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جائے

حدیث(۱۰۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَهَرَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهٖ فَاِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَآءَتِهٖ کَبَّرَ فَرَکَعَ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّکْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ یُعَاوِدُ الْقِرَآءَةَ فِیْ صَلٰوةِ الْکُسُوْفِ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فِیْ رَکْعَتَیْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ وَغَیْرُهٗ سَمِعْتُ الزُّهْرِیَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَعَثَ مُنَادِیًا اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فِیْ رَکْعَتَیْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِّثْلَهٗ قَالَ الزُّهْرِیُّ فَقُلْتُ مَاصَنَعَ اَخُوْكَ ذَاكَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ مَاصَلّٰی اِلَّا رَکْعَتَیْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ اِذَا صَلّٰی بِالْمَدِیْنَةِ وَقَالَ اَجَلْ اِنَّهٗ اَخْطَاءَ السُّنَّةَ تَابَعَهٗ سُلَیْمَانُ بْنُ کَثِیْرٍ وَّسُفْیٰنُ ابْنُ حُسَیْنٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ فِی الْجَهْرِ. الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صلوٰۃ خسوف میں جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی قرأت کو بلند آواز سے پڑھا جب قرأت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی پھر رکوع کیا جب رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد پڑھا پھر صلوٰۃ کسوف میں قرأت کو لوٹاتے تھے جو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے تھی۔ اور امام زہریؒ نے عروہ عن عائشہؓ سے یوں روایت کیا کہ سورج جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بے نور ہوا تو منادی کو بھیجا جو الصلوٰۃ جامعۃ کہتا تھا آپ آگے بڑھے تو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کئے زہری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہؓ سے کہا کہ تیرے بھائی عبداللہ بن الزبیرؓ نے کیا کیا کہ دو رکعتیں مثل صبح کی پڑھی جبکہ انہوں نے مدینہ میں نماز پڑھائی تو انہوں نے فرمایا ہاں! بے شک وہ سنت سے چوک گئے۔ اس حدیث کی بحث باب خطبة الامام فی الکسوف میں گذر چکی ہے۔ بہر حال حدیث باب سے ترجمہ تو ثابت ہو گیا کہ صلوٰۃ کسوف میں قرأت جہراً ہونی چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب سجود القرآن

بَابُ مَا جَاءَ فِی سُجُودِ الْقُرْاٰنِ وَسُنَّتِهَا۔

ترجمہ۔ قرآن پاک کے سجدوں کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اور سجدہ کا طریقہ کیا ہے۔

حدیث (۱۰۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ ﷺ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِیهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهُ غَیْرَ شَیْخٍ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حِصًی اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ اِلٰی جَبْهَتِهٖ وَقَالَ یَكْفِیْنِیْ هٰذَا فَرَاَیْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا ... الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں آپ نے سورۂ النجم پڑھی تو آپ نے اس میں سجدہ کیا۔ اور ان لوگوں نے بھی سجدہ کیا جو آپ کے ساتھ تھے مگر ایک بوڑھے آدمی نے کنکری یا مٹی کی مٹھی لے کر اپنی پیشانی کی طرف اٹھا کر لے گیا اور کہنے لگا مجھے یہی کافی ہے۔ پس میں نے اس کو اس کے بعد دیکھا کہ وہ کافر ہو کر قتل ہوا۔ (بدر میں)

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قتل کافر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو کر مرا بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ امیہ بن خلف کفر میں اتنا سخت تھا کہ مرتے دم تک کفر میں رہا اگرچہ دوسرے کافر ایمان لائے۔ یہ تو کبھی بھی ایمان نہیں لایا۔ جیسے فتح مکہ وغیرہ مواقف میں کئی کفار مسلمان ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اکثر شراح نے اس ترجمہ کی غرض یہ بتائی ہے کہ سجدہ تلاوت سنت ہے۔ جو لوگ اس کے وجوب کے قائل ہیں ان کا رد کرنا مقصود ہے۔ یعنی احنافؒ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک امام بخاریؒ کی یہ غرض نہیں ہے

دو وجہ ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ایسی کوئی چیز اس باب میں ذکر نہیں فرمائی جو اس غرض کے مناسب ہو۔ دوسرے یہ کہ اس معنی کی طرف تو امام بخاریؒ کے نزدیک ایک باب آرہا ہے باب من رأی الله لم یوجب السجود تو اگر سنیۃ ثابت کرنا ہو تا تو پھر تکرار لازم آئے گا۔ میرے نزدیک ترجمہ کی غرض دو امر ہیں ایک تو بدایت سجدہ کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ تو حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کی بدایت سورۂ نجم سے ہوئی۔ چنانچہ اسرائیل کی روایت میں سورۂ النجم کی تفسیر میں ہے اوّل سورۃ انزلت فیها سجدہ کہ سورۂ نجم پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی۔ ان ابواب کو اس حدیث سے شروع کرنے کا راز مصنفؒ کے نزدیک یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ سورۂ اقرأ تو اوّل سورۃ نزولاً ہے جس میں آیت سجدہ بھی ہے۔ تو وہ النجم پر سابق ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ اقرأ کا اوائل سابق ہے۔ بقیہ تو بعد میں نازل ہوا جس کی دلیل ابو جہل کا واقعہ ہے جس میں اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا اور آیت سجدہ بھی اسی میں ہے۔ یا اوّلیت سے اولیت مقیدہ بشیٔ محذوف مراد ہے۔ چنانچہ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ اوّل سورۃ استعلن بها رسول الله ﷺ والنجم واوّل سورۃ تلاها علی المشرکین النجم تو تینوں روایات کو جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ ہے جس کو مشرکین پر بلند آواز سے تلاوت کیا گیا۔

دوسری غرض ترجمہ کی یہ ہے کہ یہاں سنت سے لغوی معنی طریقہ کے مراد ہیں تو اس سے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا جو سجدہ تلاوت کے ادا کرنے کے طریقے میں ائمہ کے درمیان ہے چنانچہ ابن سیرینؒ امام شافعیؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ سجدہ تلاوت خواہ صلوتیہ ہو یا غیر صلوتیہ۔ تو سجدے کے لئے تکبیر اور اس سے رفع کرنا چاہئے۔ مالکیہ صلوتیہ میں ان کے ساتھ ہیں۔ احنافؒ کا مستدل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے جس میں ہے کان رسول الله ﷺ قرء علینا القران فاذامر بالسجدۃ کبر وسجد وسجدنا معه. امام شافعیؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب سجدہ خارج صلوۃ ہو تو دو تکبیریں کہے۔ ایک تکبیر افتتاح کے لئے اور دوسری سجدہ کے لئے۔ امام احمد بن حنبلؒ سجدہ تلاوت کے لئے سلام کو واجب کہتے ہیں۔ پھر یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی علماء کے درمیان مختلف فیھا ہے۔ جس کو اوجز میں بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عدد سجدات میں اختلاف ہے۔ اوجز میں بارہ مذاہب بتائے گئے ہیں۔ احناف اور شوافعؒ تو فرماتے ہیں کہ سارے قرآن پاک میں چودہ سجدات ہیں۔ مگر پھر سورۃ ص کے سجدہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ شافعیہ اس کے قائل نہیں۔ وہ سورۂ حج کے دوسرے سجدہ کا قول کر کے اس طرح چودہ پورے کرتے ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں۔ وہ مفصلات کے تین سجدات کے قائل نہیں ہیں۔ اور امام احمدؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ پندرہ سجدات کے قائل ہیں۔ سورۂ ص کا سجدہ اور سورہ حج کے دونوں سجدوں کے قائل ہیں۔ اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔ بہر حال مشہور مذہب کے مطابق عزائم سجود چودہ ہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک پندرہ ہیں۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ ہم سورۂ حج کے دوسرے سجدہ کے بالکل قائل نہیں ہیں بلکہ اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں حدیث نہیں صرف لیک اثر مرسل وراد ہے۔

قتل کافراً کے نام میں اختلاف ہے۔ قسطلانیؒ نے امیہ بن خلف کا نام لیا ہے۔ یا ولید بن مغیرہ یا عتبہ بن ربیعہ وغیر ہم۔ مگر شیخ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تو عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں وہ متعین ہے۔ کیونکہ سورۂ النجم کی تفسیر میں انہوں نے صراحۃً فرمایا کہ هوامیه بن خلف۔ مالکیہ اس کی سنیت یا فضیلت کے قائل ہیں۔ احناف فاسجدو ا واسجدوا واقترب کے امر سے وجوب ثابت کرتے ہیں کہ۔

باب سَجْدَةِ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ

ترجمہ۔ الم تنزیل السجدہ میں سجدہ کرنا

حدیث (۱۰۰۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ۔ الٓمٓ تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ.. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور هلى اتى على الانسا ن پڑھتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگرچہ حدیث میں سجدہ کا ذکر نہیں ہے مگر مصنفؒ نے تنزیل السجدہ سورۃ کے نام سے سجدہ ثابت کیا ہے۔ یا حدیث کی شرح ترجمہ میں کر دی گئی۔ تو ترجمہ شارحہ ہوا یا قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ طبرانی کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے کہ سجدہ فی صلوة الصبح فی تنزیل السجدة بہر حال تنزیل سجدہ میں سجدہ ثابت ہوا۔

باب سَجْدَةِ صٓ

ترجمہ۔ سورہ صٓ میں سجدہ ہے

حدیث (۱۰۰۴) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صٓ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورہ صٓ کا سجدہ عزائم سجو د میں سے نہیں ہے۔ البتہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

باب سَجْدَةِ النَّجْمِ
قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ سورہ نجم میں سجدہ ہے ابن عباسؓ نے اس کو جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے

حدیث (۱۰۰۵) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم تلاوت کی تو آپؐ نے اس میں

فَمَا بَقِیَ اَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ اِلَّا سَجَدَ فَاَخَذَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ کَفًّا مِّنْ حِصًی اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰی وَجْهِهٖ وَقَالَ یَکْفِیْنِیْ هٰذَا قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَیْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ کَافِرًا..الحدیث..

سجدہ کیا قوم میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو مگر قوم میں سے ایک آدمی نے کنکری یا مٹی کی مٹھی بھر لی اور اس کو اپنے چہرہ کی طرف اٹھا کر لے گیا کہنے لگا مجھے تو یہی کفایت کرے گا۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے اس کو دیکھا کہ وہ بعد میں بدر کے اندر کافر ہو کر قتل ہوا۔

باب سُجُوْدِ الْمُسْلِمِیْنَ مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکُ نَجَسٌ لَیْسَ لَهٗ وَضُوْءٌ وَّکَانَ ابْنُ عُمَرٌ یَسْجُدُ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ...

ترجمہ۔ مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا مشرک نجس ہے اس کے وضو کا کوئی اعتبار نہیں اور حضرت ابن عمرؓ بغیر وضو کے سجدہ کرتے تھے۔

حدیث (۱۰۰۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِکُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم میں سجدہ کیا تو آپؐ کے ساتھ مسلمانوں نے مشرکوں نے جن اور انسانوں سب نے سجدہ کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے اس باب سے یہ ثابت کیا ہے کہ سجود تلاوت طہارت پر موقوف نہیں ہیں۔ کیونکہ اس میں سجود المشرکین کا ذکر ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ نہ وہ وضوء پر تھے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے ان کو سجود سے روکا۔ نیز! اس میں سجود المشرکین والمسلمین تو مذکور ہے۔ لیکن اس میں یہ مذکور نہیں کہ آیا مسلمان سبھی وضو پر تھے یا نہ تھے۔ تو دونوں امر برابر رہے کسی کو ترجیح نہ ہوئی۔ اور اسی طرح جن اور انس میں طہور کی قید نہیں ہے۔ لہذا استدلال تام نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کے ترجمہ کی غرض ظاہرا یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ سجدہ تلاوت بلا وضوء کے جواز کے قائل ہیں۔ حالانکہ اس سجدہ کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو صلوٰۃ نافلہ کے لئے فرماتے ہیں۔ سوائے امام شعبیؒ کے اس مسئلہ میں امام بخاریؒ کے کوئی بھی موافق نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا سجود مشرکین سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ان کا سجود تو عبادت کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ القاء شیطان کی وجہ سے تھا۔ وہ قصہ مشہور یہ ہے کہ تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی شیخ گنگوہیؒ نے اگرچہ یہاں اس قصہ سے تعرض نہیں کیا لیکن کوکب دری میں اس کے ابطال پر بسط سے کلام کیا ہے۔ سجدہ مشرکین کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب سورہ النجم تلاوت فرمائی تو اللہ تعالیٰ کا جلال اور کبریائی نے اطراف عالم کا احاطہ کر لیا حتی کہ عالم میں مومن۔ مشرک۔ جن وانس حتی کہ کوئی درخت ایسا نہ رہا جس نے حضور ﷺ کی قرأت پر حضور ﷺ کے ساتھ

سجدہ نہ کیا ہو۔ تو یہ آپؐ کا معجزہ ہوا۔ اور وہ قصہ موضوعہ ہے کیونکہ اکرم المرسلین خیر المخلوقات پر شیطان کیسے مسلط ہو سکتا ہے تو مشرکین کا یہ سجدہ اضطراری ہوا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کلما اضاء لهم مشوا فيه چنانچہ حجۃ البالغہ میں بھی شاہ ولی اللہؒ یہی فرماتے ہیں ظهر الحق ظهورا بينا فلم يكن لاحدا لا الخضوع والاستسلام فلما رجعوا الى طبيعتهم كفر من كفرو اسلم من اسلم قریش کے شیخ نے جو اس غاشیه الهيه کو قبول نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر مہر لگ چکی تھی اس نے مٹی کو پیشانی تک اٹھایا تو اس کو بدر میں جلدی عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ اور اس کے قریب وہ قول ہے جو علامہ عینیؒ نے نقل کیا ہے کہ عن ابی هريرةؓ ان النبی ﷺ کتبت عنده سورة النجم فلما بلغ السجدة سجدوسجدنا معه وسجدت الدواة والقلم مسند بزار اسناده صحيح .

وهما لم يقيد ابالطهور حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ صغر سنی کی وجہ سے اس واقعہ میں تو حاضر نہ تھے تو اس واقعہ کو انہوں نے آپؐ سے بالمشافہ سنا یا کسی واسطہ سے سنا۔ حافظؒ نے اس کلام سے کرمانی پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ راوی کو جن کا سجدہ کیسے معلوم ہو گیا۔ تو کہا جائے گا کہ امابا خبار الرسول او بازالة الله الحجاب یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے خبر دینے سے راوی کو علم ہو گیا یا اللہ تعالیٰ نے درمیانی حجاب زائل فرما دئے۔ سجود جمادات کے اور واقعات بھی منذری نے ذکر فرمائے ہیں۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ بعد میں اس سجدہ کا بہت اہتمام کرتے تھے۔

باب من قَرَاَءِ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ

ترجمہ۔ جس نے آیت سجدہ تلاوت کی مگر سجدہ نہ کیا

حدیث (۱۰۰۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الخ . اَنَّهُ سَاَلَ زَيْدَبْنَ ثَابِتٍ فَزَعَمَ اَنَّهُ قَرَاَعَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا ..

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ پر سورہ النجم پڑھی لیکن آپؐ نے اس میں سجدہ نہ کیا۔

حدیث (۱۰۰۸) حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِىْ اَيَاسٍ الخ عَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَاْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا ...

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ پر سورۂ النجم پڑھی آپؐ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ اس باب کی دو حدیثوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ زید بن ثابت کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ وجوب علی الفور نہیں ہے۔ ورنہ ما قبل میں ذکر کردہ احادیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپؐ نے بعد میں سورۂ النجم کے سجدہ کو بھی ترک نہیں فرمایا۔ اصول حدیث کے مطابق نافی اور مثبت میں جب تعارض ہو تو مثبت حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے۔

بَاب سَجْدَةِ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

ترجمہ۔اس میں بھی سجدہ ہے حالانکہ یہ مفصلات میں سے ہے

حدیث(۱۰۰۹)حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ قَرَأَ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَلَمْ اَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْ لَمْ اَرَ النَّبِىَّ ﷺ سَجَدَ لَمْ اَسْجُدْ

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اذالسماء انشقت پڑھی اور اس میں سجدہ کیا میں نے عرض کی کہ اب تک تو میں نے آپ کو سجدہ کرتے نہیں دیکھا۔انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو سجدہ کرتے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہ کرتا۔حدیث باب سے معلوم ہوا کہ اذالسماء انشقت میں سجدہ ہے۔اس سے مالکیہ پر ردّ فرمادیا جو مفصلات میں سجدہ کے قائل نہیں۔ (مرتب)

بَاب مَنْ سَجَدَ بِسُجُوْدِ الْقَارِئِ

ترجمہ۔جو قاری کے سجدہ کی وجہ سے سجدہ کرتا ہے

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِتَمِيْمِ بْنِ حَذْلَمٍ وَهُوَ غُلَامٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ اسْجُدْ فَاِنَّكَ اِمَامُنَا فِيْهَا..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے غلام تمیم بن حذلم سے فرمایا تو انہوں نے آپ پر آیت سجدہ تلاوت کی تو انہوں نے فرمایا سجدہ کرو اسلئے کہ تم اس بارے میں ہمارے امام ہو

حدیث(۱۰۱۰)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ الَّتِىْ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتّٰى مَا يَجِدُ اَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهٖ ..الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر وہ سورۃ تلاوت کرتے تھے جس میں سجدہ ہوتا تھا تو حضور ﷺ خود بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے حتی کہ ہم میں سے بعض کو پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اپنے سجود کو جناب نبی اکرم ﷺ کے سجود پر مرتب فرمایا جس سے اس روایت کا اس باب میں لانا صحیح ہو گیا کہ سجود قاری کی وجہ سے سامع پر بھی سجود لازم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لدلالتها على سجود السامع مع سجود القارى۔یہ مسئلہ خلافیہ ہے احناف کے نزدیک قاری اور سامع دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے مطلقاً خواہ سماع کا مقصد ہو یا نہ ہو خواہ تالی (تلاوت کرنے والا) امامت کا اہل ہو یا نہ ہو۔شافعیہؒ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے سامع کے لئے اور سنت مؤکدہ مستمع کے لئے۔کیونکہ ان کے نزدیک گویا استماع ضروری ہے۔مالکیہ کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ سامع پر سجدہ سنت ہے۔ایک شرط کہ سامع قصد کرے۔دوسرے یہ کہ قاری سجدہ کرے۔ تیسرے یہ کہ قاری سامع کے امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔اور چوتھی شرط یہ ہے کہ تلاوت سے مقصود لوگوں کو سنانا نہ ہو۔

ایک مسئلہ یہاں حائضہ کا ہے۔ جب وہ آیت سجدہ سنے تو ابن مسیّب فرماتے ہیں کہ وہ سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرے۔ احناف کے نزدیک حائضہ پر سجدہ نہیں ہے۔ جب وہ نماز کی اہل نہیں تو سجدہ کی اہل کیسے ہوگی۔ **اسجد فانك امامنافيها اى متبوعنا** مطلب یہ ہے کہ یہ سجدہ ہم پر تمہاری طرف سے واجب ہوا اس لئے آپ سجدہ کریں تاکہ ہم بھی سجدہ کریں۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر آپ سجدہ نہ کریں تو ہم بھی نہ کریں۔

بَاب اِزْدِحَامُ النَّاسِ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ السَّجْدَةَ

ترجمہ۔ جب امام آیت سجدہ تلاوت کرے لوگوں کا رش ہو، بھیڑ ہو تو کیا کرے۔

حدیث (۱۰۱۱) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰى مَايَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْهَتِهٖ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ آیت سجدہ پڑھتے تھے اور ہم آپؐ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے آپؐ سجدہ کرتے تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کرتے اتنا رش ہو جاتا کہ ہم میں سے کوئی ایک بھی اپنی پیشانی کے لئے جگہ نہ پاتا جہاں سجدہ کر سکے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں کوئی حکم نہیں بتایا شاید ترجمہ سے غرض یہ ہو کہ سجدہ تلاوت حتمی ہے کسی عذر کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اور اس کے بعد جو ترجمہ باندھا ہے اگرچہ اس کا عنوان بدلا ہوا ہے مگر مضمون ایک ہے۔ وہاں عنوان ہے **من لم يجد موضعا للسجود من ازدحام** اس باب کی غرض اس کا حکم بیان کرنا ہے۔ کہ ایسا شخص کیا کرے آیا دوسرے وقت تک مؤخر کردے یا دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ یا سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔ چونکہ ان احتمالات میں سے مصنفؒ کے نزدیک کوئی متعین نہیں تھا۔ اس لئے حکم بیان نہیں کیا۔ بلکہ اسے مبہم رکھا۔ اور روایت جو ذکر کی ہے اس سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت گنگوہیؒ نے دو ترجموں کا فرق واضح کر دیا۔ لیکن تعجب ہے کہ شراح قاطبۃً غرض ترجمہ سے ساکت ہیں۔ ترجمہ کو تکرار سے بچانے کی کوئی سعی نہ کی۔ شیخ گنگوہیؒ نے پہلے ترجمہ کی غرض یہ بتائی کہ **ان السجود حتم لايترك بعذر** اور دوسرے ترجمہ سے حکم کے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔ **لله دره ماذايفعل** یہ مسئلہ خلافیہ ہے امام احمدؒ۔ اسحاق بن راہویہؒ اور حضرت عمرؓ کا مسلک ہے کہ دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ عطاءؒ اور زہریؒ امام مالکؒ اور جمہور فرماتے ہیں کہ مؤخر کرے۔ یہ حکم سجود فریضہ میں ہے تو یہی حکم سجدہ تلاوت میں بھی ہوگا۔ امام بخاریؒ کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قدر استطاعت سجدہ کرے۔ اگرچہ دوسرے کی پیٹھ پر ہی کرنا پڑے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے کی پیٹھ اور قدم پر بھی کر سکتا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایسا نہ کرے

ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ ان کا مستدل جناب رسول اکرم ﷺ کا قول ہے مکن جبھتکم علی الارض کہ پیشانی کو زمین پر رو کو ہمارا مستدل حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے۔ کہ اذا شدالزحام فلیسجد علی ظهر اخیه یہ آپ نے محفل صحابہؓ میں جمعہ کے دن ارشاد فرمایا کسی نے اس کی مخالفت نہ کی۔ تو گویا یہ اجماع صحابہؓ ہو گیا۔

باب مَنْ رَاٰى اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُوْجِبِ السُّجُوْدَ وَقِيْلَ لِعِمْرَانِ بْنِ حُصَيْنٍ الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ اَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَاَنَّهٗ لَايُوْجِبُهٗ عَلَيْهِ وَقَالَ سَلْمَانُ مَالِهٰذَا غَدَوْنَا۔ وَقَالَ عُثْمَانُ اِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَايَسْجُدُ اِلَّااَنْ يَّكُوْنَ طَاهِرًا فَاِذَاسَجَدْتَّ وَاَنْتَ فِيْ حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَاِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَاعَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ وَكَانَ السَّائِبُ ابْنُ يَزِيْدَ لَايَسْجُدُ لِسُجُوْدِ الْقَاصِّ ۔

ترجمہ۔ باب ان لوگوں کے بارے میں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت واجب نہیں کیا حضرت عمران بن حصینؓ صحابی سے کہا گیا کہ جو آدمی سجدہ کی آیت سنتا ہے لیکن وہ اس کے لئے بیٹھا نہیں تھا یعنی سماع کا قصد نہیں تو انہوں نے فرمایا اگر وہ اس کیلئے بیٹھا ہو تا تو پھر بتلاؤ اس کا کیا حکم ہے۔ کانه سے امام بخاریؒ فرماتے ہیں گویا کہ وہ اس پر سجدہ واجب نہیں کرتے اور حضرت عثمان بن عفانؓ کا قول ہے کہ سجدہ تلاوت اس پر ہے جو قصداً کان لگا کر سنے اور امام زہریؒ نے فرمایا کہ تم سجدہ نہ کرو جب تک طاہر نہ ہو اور جب تو سجدہ حضر کے اندر کرے تو قبلہ رو ہو کر کر و اگر سوار ہو تو پھر جدھر تمہارا رخ ہو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں اور حضرت سائب بن یزید واعظ کے سجدہ کی وجہ سے سجدہ نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ نہ تلاوت کا قصد کرتا ہے اور نہ ہی سماع مقصود ہو تا ہے۔

حدیث (۱۰۱۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ رَبِيْعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُوْرَةِ النَّحْلِ حَتّٰى اِذَاجَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتّٰى اِذَاكَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا حَتّٰى اِذَاجَاءَتِ السَّجْدَةُ قَالَ يَااَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا نَمُرُّ بِالسُّجُوْدِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ اَصَابَ وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ زَادَ

ترجمہ۔ حضرت ربیعہؒ حضرت عمر بن الخطابؓ سے خبر دیتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے منبر پر سورۂ نحل پڑھی جب آیت سجدہ پڑھی تو اتر کر سجدہ کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا یہاں تک کہ جب اگلا جمعہ آیا پھر انہوں نے یہ سورۃ پڑھی۔ جب آیت سجدہ آئی تو فرمایا اے لوگو! ہم آیت سجدہ سے گذرے ہیں جس نے سجدہ کر لیا اس نے ٹھیک کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں اور خود حضرت عمرؓ نے سجدہ نہ کیا۔ حضرت نافع نے ابن عمرؓ سے یہ الفاظ زائد نقل کئے کہ

نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَفْرِضِ السُّجُوْدَ اِلَّا اَنْ نَّشَاءَ..الحدیث.... اللہ تعالیٰ نے سجدہ فرض نہیں کیا مگر اگر ہم چاہیں تو کر سکتے ہیں

تشریح از شیخ از گنگوہیؒ۔ ارأیت لو قعد لها الخ امام بخاریؒ کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سماع کے لئے بیٹھے یا نہ بیٹھے بہر حال اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ مگر یہاں تاویل کی گنجائش ہے کہ علی الفور واجب نہیں۔ سوأ قعد اولم یقعد کانه لایوجبه علیه میں کان کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مصنفؒ کو تعیین مراد میں ایک قسم کا تردد ہے۔ علی من استمعها جو اس کے قرآن کے سننے کا قصد کرے اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔ جیسا کہ باب افتعال سے اس کا ہونا اس پر دال ہے۔ لا تسجد الاان تکون طاهرا الخ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت تجھ پر واجب ہے خواہ کسی طرح سے ہو تو اس کی ادائیگی طہارت کے بغیر جائز نہیں تو اس کا یہاں لانا محض احکام سجود کے مناسبت سے ہوگا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت تم پر اس وقت تک واجب نہیں جب تک تم طاہر نہ ہو۔ اگر طاہر نہیں تو سجدہ بھی واجب نہیں۔ تو پھر اس کا اس باب سے ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ غیر متطهر پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح فان کنت راکبا بھی اس پر دال ہے کہ رکوب کی حالت میں فرض استقبال ساقط ہو جائے گا۔ جیسا کہ اوّل کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محدث سے بھی استقبال قبلہ ساقط ہو جائے گا۔ فمن سجد ای علی الفور فقد اصاب الاان نشاء ای اقیا نه علی الفور۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو ہم پر سجدہ فرض نہیں کیا البتہ ہم اگر فی الفور ادا کرنا چاہیں تو اس کا ہمیں اختیار ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کانه سے تردّد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شیخ گنگوہیؒ نے بہترین توجیہ کی اور کسی شارح نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ البتہ کرمانیؒ اور علامہ عینیؒ نے اتنا کہا ہے کہ کا نه لایو جب علیه یہ کلام امام بخاریؒ کا ہے کہ حضرت عمران بن حصین مستمع پر وجوب سجدہ کے قائل نہیں تھے۔ تو سامع پر تو بطریق اولیٰ واجب نہیں ہوگا۔ الغرض امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے ایک مسئلہ اختلافیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آیا سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں۔ چونکہ امام بخاریؒ منکرین وجوب کے موافق نہیں اس لئے باب میں من رای سے ترجمہ باندھا۔ جیسا کہ ماقبل سے ان کی عادت معلوم ہو چکی۔ حاصل یہ ہے کہ سجدہ تلاوت عند الحنفیہ واجب۔ عند الشافعیہ عند الحنابلہ سنۃ مؤکدہ وعند المالکیہ سنۃ فضیلۃ یہ دونوں قول مشہور ہیں۔ شیخ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اور جو سجدہ نہیں کرتے ان کی مذمت فرمائی ہے۔ لہٰذا جو لوگ وجوب سجدہ کے قائل ہیں ان کا قول دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔ علی من استمعها قال الکرمانی لاعلی السامع والفرق بینهما ان المسامع من کان قاصداً للسماع مصغیاً یعنی مستمع وہ ہے جو کان لگا کر بالقصد قرآن سن رہا ہو۔ السامع من اتفق سماعه من غیر القصد الیه یعنی جو بغیر قصد کے اتفاقاً قرآن سن لیتا ہے وہ سامع ہے۔ فایراده همنا لان الباب فی عدم وجوب السجدة اس معنی کے اعتبار سے اثر ترجمہ پر

دلالت نہیں کرتا اس لئے میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس کو اس لئے ذکر کر دیا کہ یہ امام زہریؒ کے اثر کا جزء ہے۔ استدلال کے لئے پیش نہیں کیا۔

لا تسجدا لا ان تلون طاهرًا۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول عدم وجوب سجدہ پر دلالت نہیں کرتا اس لئے کہ مدعی یہ ہے کہ فعل سجود کو وجود طہارت کی شرط سے معلق کیا گیا ہے تو جب شرط پائی جائے گی یعنی طہارت تو تب سجدہ واجب ہوگا۔ حالانکہ یہ مقصد نہیں ہے بلکہ موضع ترجمہ اثر کا یہ جملہ ہے ان کنت راکبا تو یہ اس کے نفل ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ امن کے زمانہ میں واجب دابہ پر ادا نہیں کیا جاتا۔ مگر سجدہ راکبا احناف کے مسلک کے خلاف نہیں۔ کیونکہ احناف کا مسلک یہ ہے جو سجدہ دابہ پر واجب ہو اس کو دابہ پر ہی ادا کیا جائے ادی کما وجبت اور جو زمین پر واجب ہو اس کو دابہ پر ادا نہ کیا جائے البتہ ائمہ ثلاثہ یہ فرماتے ہیں کہ اذا کان علی راحلة فی السفر جاذان یومی بالسجود حیث کان وجهه کصلوة النافلة فمن سجدای علی الفور علی مسلك الحنفية کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل بمحضرت الصحابة ہے جس پر کسی نے مخالفت نہیں کی تو عدم وجوب پر اجماع سکوتی ہوا۔ علامہ سندھیؒ اس اجماع کے متعلق فرماتے ہیں کہ مختلف فیہ کا انکار غیر لازم ہے خصوصاً جبکہ قائل امام ہو یا قول عمرؓ کو من سجدهم علی الفور ومن لم یسجد علی الفور پر محمول کریں گے۔ فیض الباری میں حضرت انور شاہؒ کی تقریر انیق نقل کی گئی ہے کہ سورۃ نحل میں حضرت عمرؓ کا یہ فعل حضور اکرم ﷺ کے اس فعل کی اقتداء میں تھا جو آپؐ نے سورۃ صٓ کے سجدہ میں اختیار فرمایا جبکہ آپؐ نے بھی اس کو منبر پر پڑھا تھا جیسے سورۃ صٓ بعد میں حتمی ہو گیا ایسے سجدہ نحل بھی حتمی ہوگا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ کے فعل کا اعتبار ہوا نہ کہ فعل عمرؓ کا۔ دوسری دلیل ائمہ ثلاثہ کی ابن عمرؓ کا یہ قول ہے ان الله لم یفرض علینا لیکن احناف فرماتے ہیں کہ فرضیت کے ہم بھی قائل نہیں البتہ ہم وجوب سجدہ کا قول کرتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ واجب غیر الفرض یہ اصطلاح جدید ہے جو صحابہؓ کے زمانہ میں نہیں تھی تو کہا جائے گا کہ جب اہل لغت فرض واجب اور دیگر احکام شرعیہ میں لغت کے اعتبار سے فرق کرتے ہیں تو کیا صحابہ کرامؓ کو اپنی زبان کی لغت بھی معلوم نہیں تھی۔ باقی فلا اثم علیه کا مطلب ہے لا اثم علیه فی التاخیر اس طرح لم یسجد عمرؓ اس میں یہ احتمال ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے علی الفور سجدہ نہ کیا ہو یا اشارہ ہو کہ علی الفور واجب نہیں اس کی دلیل من سجد فقد اصاب ای اصاب السنة ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ سے مواضع سجود القرآن میں سجدہ ثابت ہے قد تواترت الاخبار عن النبی ﷺ۔

بَاب مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِی الصَّلٰوةِ فَسَجَدَ بِهَا

ترجمہ۔ جو نماز میں آیت سجدہ تلاوت کرے تو اسے نماز میں ہی سجدہ کرنا چاہیئے۔

حدیث (۱۰۱۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ فِیْهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے پڑھی تو انہوں نے اس میں اذا السماء انشقت پڑھا اور سجدہ کیا۔ میں نے کہا یہ کیسا سجدہ ہے فرمایا کہ میں نے جناب ابو القاسم ﷺ کے پیچھے سجدہ کیا تھا اب میں

حَتّٰی اَلْقَاهُ ..الحدیث.... ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا یہانتک کہ آپؐ سے جا کر ملوں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس سے مالکیہ پر رد ہوا جو مفصلات کا سجدہ نہیں مانتے۔

باب مَنْ لَّمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُوْدِ مِنَ الزِّحَامِ۔

ترجمہ۔ جو شخص بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہ پائے تو کیا کرے۔

حدیث(۱۰۱۴) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنِ ابْنِ عمرؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتّٰى مَايَجِدُ اَحَدُنَا مَكَانًا لِّمَوْضِعِ جَبْهَتِهٖ ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ وہ سورت تلاوت فرماتے تھے جس میں سجدہ کی آیت ہوتی تو آپؐ بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے یہاں تک ہمیں کوئی ایسی جگہ نہیں ملتی تھی جہاں ہم اپنی پیشانی رکھ سکیں۔

اس کی مفصل بحث گذر چکی ہے اور دونوں باب کی غرض بھی الگ الگ بیان ہو چکی ہے

اَبْوَابُ تَقْصِيْرِ الصَّلٰوةِ

باب مَاجَاءَ فِي التَّقْصِيْرِ وَكَمْ يُقِيْمُ حَتّٰى يَقْصُرَ۔

ترجمہ۔ نماز میں کمی کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اور کتنے دن اقامت کرے یہانتک کہ قصر کرتا رہے

حدیث(۱۰۱۵) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ تِسْعَةَ عَشَرَ يُقَصِّرُ فَنَحْنُ اِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَّرْنَا وَاِنْ زِدْنَا اَتْمَمْنَا ..الحدیث..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ انیس دن مقیم رہے تو قصر کرتے رہے۔ ہم بھی جب انیس دن کا سفر کرتے تو قصر کرتے اس سے زائد ہوتا تو پھر اتمام کرتے تھے۔

حدیث(۱۰۱۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا يَّقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ اَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا۔ الحدیث

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کو نکلے تو آپؐ دو رکعت پڑھتے تھے یہاں تک ہم مدینہ واپس پہنچے۔ میں نے پوچھا کہ مکہ میں کتنا دار قیام رہا۔ فرمایا ہم اس میں دس دن مقیم رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قصر اقصار اور تقصیر سب کے معنی ایک ہیں۔ اور تینوں لغت صحیح ہیں۔ قصر سے مراد رباعی نماز

میں تخفیف کر کے دو رکعت کرنا ہے۔ مغرب اور صبح میں قصر نہیں ہے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اس پر تو متفق ہیں کہ سفر کو قصر کے اندر تاثیر ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ البتہ پھر پانچ مواضع پر اختلاف ہے۔ ار حکم قصر کیا ہے۔ ۲ر کتنی مسافت پر قصر ہے۔ ۳ر کون سے سفر میں قصر ہے۔ ۴ر کہاں سے قصر کی ابتداء کرے۔ پانچواں یہ ہے کہ جب مسافر کسی جگہ مقیم ہو جائے تو قصر کے لئے زمانہ کی کیا تعداد ہے شیخ گنگوہیؒ ترمذی اور ابوداؤد میں بھی تقاریر میں مفصل بحث کر چکے ہیں۔ یہاں دو بحثیں ہیں۔ ایک حکم القصر کیا ہے۔ احنافؒ کے نزدیک مسافر پر قصر فرض ہے۔ اتمام نہ کرے۔ شافعیہ کے نزدیک قصر اور اتمام دونوں فرض ہے جس کو چاہے اختیار کرے۔ جیسے واجب کفارہ میں اختیار ہے۔ امام مالکؒ کی اشہر روایت یہ ہے کہ قصر سنت ہے اور امام شافعیؒ کی اشہر روایات میں یہ ہے کہ قصر رخصت اتمام افضل ہے۔ امام احمدؒ سے مختلف روایات ہیں۔ قصر فرض ہے۔ سنت ہے۔ اور افضل ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے انی احب العافیة عن هذه المسئله دوسری بحث مبدء القصر میں ہے حضرت عائشہؓ سے تو منقول ہے کہ الصلوة اول مافرضت رکعتا ن فاقرت صلوة السفر واتمت صلوة الحضر لیکن سب اوّلہ کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز لیلۃ الاسراء میں دو رکعت فرض ہوئی۔ سوائے مغرب کے پھر ہجرت کے بعد اس میں اضافہ ہوا سوائے فجر کے پھر نزول آیت کی وجہ سے فرض رباعی سفر میں نصف ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شرح بخاری میں جو جمع بین الروایات کی صورت بیان کی گئی وہ مذہب شافعیؒ پر مبنی ہے کہ الصلوة قصر الاتمام اور آیت میں قصر سے قصر مبینہ مراد ہے۔ باب کی دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک سے انیس دن اور دوسرے سے دس دن اقامت بمکة معلوم ہوتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ انیس دن قیام فتح مکہ کے موقع پر رہا۔ اور دس دن حجۃ الوداع کے موقعہ پر۔ البتہ بعض راویات میں فتح مکہ قیام سترہ۔ بعض اٹھارہ دن۔ اور بعض پندرہ دن وارد ہوا ہے۔ علامہ بیہقی نے ان کو یوں جمع کیا ہے کہ تسعة عشر میں تو یوم دخول و خروج شامل ہے سبعة عشر میں شامل نہیں ہے اور ثمانیة عشر میں ایک دن کو شامل کیا گیا دوسرے کو نہیں کیا گیا۔ رہ گئی پندرہ کی روایت تو اس کو امام نوویؒ نے ضعیف گردانا ہے۔

باب الصَّلٰوةِ بِمِنًى

ترجمہ۔ مقام منیٰ میں نماز کیسے پڑھے۔

حدیث (۱۰۱۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ مَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ اَمَارَتِهٖ ثُمَّ اَتَمَّهَا .. الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام منی میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ دو رکعت نماز پڑھی اس طرح حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ابتدائی دور خلافت میں پھر وہ اتمام کرنے لگے۔

حدیث (۱۰۱۸) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ اٰمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ ....

ترجمہ۔ حضرت حارثہ بن وہبؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ امن والے تھے تو ہمیں مقام منیٰ میں دو رکعت پڑھائی۔

حدیث (۱۰۱۹) حَدَّثَنِيْ قُتَيْبَةُ الخ سَمِعْتُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ صَلّٰى بِنَا عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ

ترجمہ۔ حضرت عبد الرحمن بن زید فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عثمان بن عفانؓ نے منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں

بِمِنًى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فَقِيْلَ فِيْ ذٰلِكَ لِعَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَابْنِ الْخَطَّابِ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّيْ مِنْ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ ....

تو اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا پہلے تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مقام منیٰ پر دو رکعتیں پڑھیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بھی دو رکعت پڑھیں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بھی منیٰ میں دو رکعت پڑھی کاش! مجھے ان چار رکعات کے بدلے وہ دو مقبول بارگاہ رکعتیں میرے حصہ میں آئیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ آمن ماکان اس روایت سے امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو قصر کو خوف اور حرب کے ساتھ مختصر کرتے ہیں۔ یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے کہ قصر فی السفر بغیر خوف جائز ہے۔

باب كَمْ اَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ حَجَّتِهٖ

ترجمہ۔ کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے حج کے دوران مکہ میں کتنے دن قیام فرمایا۔

حدیث (۱۰۲۰) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَاَصْحَابُهٗ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّوْنَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهٗ هُدًى تَابَعَهٗ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کرامؓ ذوالحجہ کی چار کی صبح کو مکہ پہنچے تو وہ حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے پھر حضور اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کو عمرہ بنالیں مگر ہاں جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ دونوں کا تلبیہ کہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگرچہ اس حدیث میں مدت کی تصریح نہیں ہے لیکن لصبح رابعۃ موضع ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے مکہ میں حج الوداع کے موقعہ پر دس دن قیام فرمایا چوتھی ذوالحجہ کو پہنچے اور چودہ کو واپسی ہوئی۔

باب فِيْ كَمْ تُقْصَرُ الصَّلٰوةُ

ترجمہ۔ کتنی مسافت میں نماز میں قصر کیا جاتا ہے

وَسَمَّى النَّبِيُّ ﷺ السَّفَرَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِيْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَّهُوَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا....

ترجمہ۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک دن اور رات کی مسافت کا نام بھی سفر رکھا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ چار برید کے اندر نماز قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے۔ اور چار برید سولہ فرسخ کے ہیں اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور برید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ اس طرح گویا کہ مسافر کی مدت سفر اڑتالیس میل ہوئی جس پر قصر کیا جاتا ہے۔

حدیث (۱۰۲۱) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ ..الحديث....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

حدیث (۱۰۲۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلٰثًا اِلَّا مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ اس کا محرم ضرور ہو۔

حدیث (۱۰۲۳) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ مَسِیْرَةَ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ لَیْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ تَابَعَهٗ یَحْیٰی. الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر وہ عورت جو اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات کا سفر اس حال میں کرے کہ اس کے ساتھ کوئی حرمت والا آدمی نہ ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس روایت میں یوم و لیلۃ آیا ہے۔ دوسری روایت میں بریداور ایک میں یومین آیا ہے۔ اور ابن عمرؓ سے تین دن کی روایت گذر چکی ہے۔ ان اختلاف روایات کی وجہ سے مسافر اور اقل سفر کی تفسیر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ روایات اس پر متفق ہیں کہ عورت کے لئے تین دن کا سفر بغیر محرم کے حلال نہیں ہے۔ البتہ مادون الثلث میں روایات میں اختلاف ہے تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ مادون الثلث کی روایات ثلث کی روایات سے متقدم ہیں یا متاخر ہیں۔ اگر متقدم ہیں تو ثلث والی روایات ان کے لئے ناسخ ہوں گی۔ ورنہ ثلث کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر وہ متاخر ہیں تو یہ تو ممکن نہیں کہ وہ خبر ثلث کے لئے ناسخ ہو۔ البتہ حرمت زائدہ کے لئے خبر ثلث مثبت ہوگی۔ تو یہ مادون الثلث کو بھی حرام قرار دے گی۔ اور ثلث کی حرمت تو باقی ہے ہی تو حدیث ثلث بہر حال واجب الاستعمال ثابت ہوئی۔ تو خبر ثلاث دونوں حالتوں میں واجب الاستعمال ہوئی۔ اور مادون الثلث صرف تاخیر کی صورت میں واجب الاستعمال ہوئی۔ تو وہ حدیث جو دو حالتوں میں واجب الاستعمال ہو وہ اس حدیث سے اولیٰ ہے جو صرف ایک حالت میں واجب الاستعمال ہو ملخص عینیؒ۔

الحاصل امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب کو تین طرح سے ثابت کیا ہے کیونکہ سفر میں ابہام تھا پہلے تو اس کی تفسیر یوماً ولیلۃً سے کی دوسرے ابن عمرؓ وابن عباسؓ کے قول سے تفسیر فرمائی کہ سفر چار برید ہے اور ہر برید بارہ میل کا اس طرح ۴۸ میل ہوئے۔ اور تیسری تفسیر سفر مراۃ ثلاثہ ایام سے کی۔ اور ابہام ترجمہ ان تینوں صورتوں کو شامل ہے۔ بنابریں احناف ۴۸ میل تک کی مسافت کو سفر قرار دیتے ہیں۔ شوافع یوم ولیلۃ الخ۔

بَابٌ یَقْصُرُ اِذَا خَرَجَ مِنْ مَّوْضِعِهٖ

وَخَرَجَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَصَرَ وَهُوَ یَرَی الْبُیُوْتَ فَلَمَّا رَجَعَ قِیْلَ لَهٗ هٰذِهِ الْکُوْفَةُ قَالَ لَا حَتّٰی نَدْخُلَهَا۔

ترجمہ۔ مسافر جب اپنے گھر سے نکلے تو قصر کرنا شروع کردے چنانچہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے قصر فرمایا حالانکہ وہ ابھی گھروں کو دیکھ رہے تھے جب واپس آئے تو کہا گیا یہ تو کوفہ نظر آرہا ہے۔ آپ کیسے قصر فرما رہے ہیں فرمایا جب تک ہم کوفہ میں داخل نہیں ہوں گے اس سے پہلے قصر کرسکتے ہیں یہی احناف کا مسلک ہے کہ جب تک شہر میں اور اس کے فناء میں داخل نہ ہو اتمام نہ کرے۔

حدیث (۱۰۲۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّیْتُ الظُّهْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں تو جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز

بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ الحديث

چار رکعت پڑھی اور ذی الحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی

حدیث (۱۰۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ الصَّلٰوةُ اَوَّلُ مَافُرِضَتْ رَكْعَتَانِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَاُتِمَّتْ صَلٰوةُ الْحَضَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ فَمَابَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ قَالَ تَاَوَّلَتْ مَاتَاَوَّلَ عُثْمَانُ.....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پہلے پہلے جو نماز فرض ہوئی تھی وہ دو دو رکعت ہے پھر سفر کی نماز تو برقرار رہی البتہ حضر کی نماز میں اتمام کیا گیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہؓ سے پوچھا کہ حضرت عائشہؓ اتمام کیوں کرتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بھی وہی تاویل کرتی تھیں جو حضرت عثمانؓ کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لفظ سفر سے امام بخاریؒ نے ترجمہ ثابت کیا ہے۔ اقرت صلوۃ السفر اور سفر تب شروع ہوتا ہے جب مسافر گھر سے نکل کھڑا ہو۔ اب بین الائمہ اس میں اختلاف ہے کہ قصر فرض ہے یا اتمام بھی کر سکتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور بعض مالکیہ کا قول یہ ہے کہ قصر فرض ہے۔ اتمام اللہ تعالیٰ کے عطیہ کو رد کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ صلوۃ السفر رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم علیه السلام ابن عمرؓ فرماتے ہیں من ترك السنة كفر امام شافعیؒ کے نزدیک قصر اور اتمام دونوں جائز ہیں۔ ان کا استدلال حضرت عثمانؓ کی تاویل سے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مکہ میں متاہل ہو گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ دیہاتی لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ سفر اور حضر میں فرض صلوۃ دو رکعت ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے اتمام پر اشکال باقی رہے گا۔ چنانچہ امام زہریؒ نے حضرت عروہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ بھی حضرت عثمان والی تاویل کرتی تھیں اور حضرت عثمانؓ کے اتمام کا اصلی سبب یہ تھا کہ وہ قصر اس شخص کے ساتھ مختص کرتے جو ہمیشہ چلتا رہے کہیں اقامت نہ کرے۔ چنانچہ امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ جب مکہ میں آتے تو اتمام کرتے۔ ظہر عصر عشاء چار چار رکعت پڑھتے۔ جب منیٰ اور عرفات جاتے تو قصر کرتے جب حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں مقیم ہوتے تو اتمام کرتے اس روایت سے حضرت عائشہؓ کی خبر اور ان کے فعل کے درمیان جو اختلاف ہے وہ بھی رفع ہو جائے گا۔ کہ وہ بھی اس مسافر کے لئے قصر کی قائل تھیں جو ہمیشہ چلتا رہے۔ اقامت نہ کرے جہاں اقامت کی خواہ وہ کچھ دن کی کیوں نہ ہو وہاں اتمام۔ پھر سفر شروع تو

بَاب يُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ

ترجمہ۔ سفر میں مغرب کی نماز تین رکعات پڑھی جائے

حدیث (۱۰۲۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَزَادَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ قَالَ سَالِمٌ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب انہیں سفر میں جلدی جانا ہوتا تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء کی نماز میں جمع فرماتے حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ میرے باپ ابن عمرؓ کو بھی جب جلدی جانا ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے دوسری سند میں سالم فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کرتے تھے۔ پھر حضرت سالم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی حضرت صفیہ

وَاَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلٰى امْرَاَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِىْ عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ سِرْ حَتّٰى سَارَ مِيْلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ يُصَلِّىْ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ رَاَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ اِذَا اَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيْمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلٰثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيْمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

بنت ابی عبید کی مدد کے لئے جب انہیں جلدی بلایا گیا تو انہوں نے مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ میں ان سے نماز نماز کہتا رہا۔ انہوں نے فرمایا چلو میں نے پھر نماز کے بارے میں کہا تو ان کا حکم یہ تھا کہ چلو یہاں تک وہ دو یا تین میل تک چلے گئے پھر اترے نماز مغرب کی اقامت ہوئی تو اس کی انہوں نے تین رکعات پڑھی پھر سلام پھیرا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہوں گے کہ عشاء کی تکبیر ہوئی تو اس کی دو رکعات پڑھیں سلام پھیرا اور عشاء کے بعد کوئی نفل نہ پڑھی یہاں تک کہ آدھی رات کو تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث ابن عمرؓ سے ترجمۃ الباب تو بہر حال ثابت ہوا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں فرائض کے سوا کچھ نہ پڑھا۔ حتی کہ وتر کا ذکر بھی نہیں ہے۔ شاید امام بخاریؒ کا مقصد احنافؒ پر رد کرنا ہو جو وجوب وتر کے قائل ہیں مگر کہا جائے گا کہ یہ استحکام امر وتر سے قبل کا واقعہ ہے۔ اور جمع سے جمع صوری مراد ہے۔ البتہ مزدلفہ میں جمع حقیقی ہوتی ہے۔

باب صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ۔۔

ترجمہ۔ نفل نماز جانوروں پر سواری کی حالت میں اس طرح ادا کی جائے کہ جدھر جانور منہ کر لے فثم وجہ اللہ کے تحت نفل نماز اس طرف پڑھ سکتا ہے۔

حدیث (۱۰۲۷) حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ يُصَلِّىْ عَلٰى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ ..الحديث

ترجمہ۔ حضرت عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو سواری پر جدھر کا وہ رُخ کرتی تھی اس طرف آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھا۔

حدیث (۱۰۲۸) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّى التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِىْ غَيْرِ الْقِبْلَةِ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نفل نماز سوار ہو کر غیر قبلہ کی طرف پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۰۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُالْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّىْ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ نفل نماز اپنی سواری پر پڑھتے تھے اور وتر بھی اسی پر پڑھتے اور خبر دیتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس طرح کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یہی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے کہ وتر سواری پر پڑھے جا سکتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ وجوب وتر

سے قبل کا ہے۔ کمامر اور ابن عباسؓ کو جب نسخ کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے رجوع کیا پھر وتر کو سواری سے اتر کر پڑھتے تھے۔

باب الْإِيمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

ترجمہ۔ سواری پر نماز میں رکوع و سجود اشارہ سے کرنا

حدیث (۱۰۳۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ يُوْمِئُ وَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر میں سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف اس کا رُخ ہوتا تھا۔ اور اشارہ کرتے تھے اور ذکر کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

باب يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ

ترجمہ۔ فرض نماز ادا کرنے کیلئے سواری سے اتر جاتے تھے

حدیث (۱۰۳۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُوْمِئُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يُبَالِيْ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ...

ترجمہ۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو سواری پر سوار نفل نماز اس طرح پڑھتے دیکھا کہ جدھر بھی رُخ کرتے اپنے سر سے اشارہ کرتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ ایسا فرض نماز میں نہیں کرتے تھے۔ نیز ! دوسری سند کے ساتھ حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ رات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر کی حالت میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف اس کا رُخ ہوتا اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی سواری پر ایسے نفل پڑھتے تھے جدھر اس کا رُخ ہوتا تھا۔ مگر فرض نماز اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۰۳۲) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الخ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ...الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنی سواری پر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب فرض نماز ادا کرنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف رُخ فرمالیتے۔

چوتھا پارہ ختم شد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پانچواں پارہ

بَابُ صَلٰوۃِ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ

ترجمہ۔ گدھے پر سوار ہو کر نفل نماز ادا کرنا۔

حدیث نمبر ۱۰۳۲۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَاَيْتُهُ يُصَلِّيْ عَلٰى حِمَارٍ وَّوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِيْ عَنْ يَّسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَاَيْتُكَ تُصَلِّيْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ لَوْلَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ لَمْ اَفْعَلْهُ رَوَاهُ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن سیرین فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت انس بن مالکؓ شام سے واپس تشریف لائے تو ہم ان کے استقبال کے لئے نکلے۔ ہماری ان سے ملاقات عین التمر کے مقام پر ہوئی۔ میں نے ان کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا۔ جب کہ ان کا چہرہ اس جانب تھا۔ یعنی قبلہ کے بائیں طرف تو میں نے کہا کہ حضرت آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ آپ غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا اگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ایسا نہ کرتا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو الگ ذکر فرمایا۔ حالانکہ یہ ابواب ماقبل میں شامل ہے۔ محض اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ تطوع علی الدابۃ کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ دابہ طاہر الفضلات[1] ہو بلکہ حمار غیر طاہر یعنی ناپاک والے پر بھی نماز جائز ہے۔ بشرطیکہ سوار اپنی سواری کے غیر طاہر فضلات کو مس نہ کرے۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ عرق حمار کے طاہر ہونے پر تنبیہ کرنا ہے۔ کہ گدھے کا پسینہ پاک ہے۔

ص۱۔ [1] یعنی جس کا پاخانہ پیشاب پاک ہو۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلٰوةِ وَقَبْلَهَا

ترجمہ:۔ باب سفر میں فرض نماز سے پہلے یا اس کے بعد نفل نماز نہ پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۰۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رض فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت حفص بن عاصم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے آپؐ کو سفر میں نفل پڑھتے نہیں دیکھا۔ اور ارشاد ربانی ہے۔ تمہارے لئے اُس کے رسول ہی بہتر نمونہ ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰۳۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عِيْسَى ابْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا۔ کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے انہوں نے عیسیٰ بن حفص بن عاصم سے کہا مجھ سے تیرے باپ نے بیان کیا انہوں نے ابن عمرؓ سے سنا وہ کہتے تھے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ آپؐ سفر میں دو رکعت پر زائد نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کو بھی اسی طرح دیکھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ظاہراً اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد اور قبل سنن اور نوافل کا پڑھنا مؤکد نہیں ہے۔ یعنی ضروری نہیں۔ ورنہ اس کا خلاف تو ابھی ثابت ہو چکا کہ آپؐ سفر میں نافلہ پڑھتے تھے۔ اور ممکن ہے یہ مراد ہو۔ کہ سنن قبلیہ اور بعدیہ تو نہیں پڑھتے تھے۔ اگرچہ دیگر نوافل پڑھتے تھے۔ جیسے اشراق۔ تہجد وغیرہ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تطوع فی السفر کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ بہت سی روایات سے اثبات اور بعض سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ امام بخاریؒ ان روایات متعارضہ کے درمیان اس طرح تطابق فرماتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ گنگوہیؒ نے فرمایا۔ کہ اثبات کی روایات غیر رواتب پر محمول ہیں اور نفی کی روایات رواتب پر۔ خواہ وہ قبلیہ ہوں یا بعدیہ۔ البتہ اس صورت میں ترجمہ ثانیہ جس میں رکعتی الفجر کو ادا کرنے کا حکم ہے۔ اس

سے اشکال ہوگا۔ تو اس کی تاویل یہ کی جائے گی۔ کہ روایات نفی سنن رواتب پر محمول ہیں۔ لیکن رکعتین فجر اپنے تاکد کی وجہ سے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جن نسخوں میں دونوں باب کے اندر قبلہا کا لفظ نہیں ہے اس صورت میں ذکر رکعتی الفجر سے کوئی اشکال نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ منجملہ غیر دبر الصلوات ہوگا۔

الحاصل۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ کہ نوافل مطلقہ کے استحباب پر تو علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ رواتب کے استحباب میں اختلاف ہے۔ جمہور اور امام شافعیؒ ان کو بھی مستحب فرماتے ہیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ لایصلی قبلہا ولا بعدھا۔ بہرحال علماء احنافؒ کے نزدیک فی حال النزول تو فعل افضل ہے۔ البتہ حالت سیر میں ترک افضل ہے۔

بَابٌ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِيْ غَيْرِ دُبُرِ الصَّلٰوةِ وَقَبْلَهَا وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

ترجمہ:۔ باب اس شخص کے بارے میں جو نمازوں کے بعد اور ان سے قبل کے بغیر سفر میں نفل نماز پڑھتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۳۶۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ مَا اَخْبَرَنَا اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحٰى غَيْرَ اُمِّ هَانِئٍ ذَكَرَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِيْ بَيْتِهَا فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فَمَا رَاَيْتُهٗ صَلّٰى صَلٰوةً اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ رَاَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ۔

ترجمہ۔ ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا۔ کہا ہم سے شعبہ نے انہوں نے عمرو بن مرہ سے انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے انہوں نے کہا ہم سے ام ہانی کے سوا اور کسی نے بیان نہیں کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشراق (چاشت) کی نماز پڑھی۔ ام ہانیؓ نے ذکر فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر ان کے گھر میں غسل فرمایا۔ اس کے بعد آٹھ رکعات نماز اشراق پڑھی۔ میں نے آپؐ کو کبھی اس سے زیادہ ہلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ البتہ آپؐ رکوع اور سجود کو پورا ادا کرتے تھے۔ دوسری سند کے ساتھ حضرت عامر بن ربیعہؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کی

حالت میں سواری کی پیٹھ پر رات کے وقت نفل تہجد پڑھتے دیکھا۔ جدھر بھی سواری کا رخ ہوتا آپؐ اسی طرف نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ نے اثبات اور نفی کی متعارض روایات کو جمع فرما دیا۔ کہ سنن رواتب کے علاوہ اشراق اور تہجد کی نماز سفر کی حالت میں پڑھی جا سکتی ہے۔ ام ہانی کی روایت سے صلوٰۃ اشراق کا ثبوت ہوا۔ اور عامر بن ربیعہؓ کی روایت سے تہجد کا اثبات ہوا۔ اور رکعتی الفجر کو ترجمہ میں ہی مستثنیٰ کر دیا۔ اس طرح روایت متناسب ہو گئی۔

حدیث نمبر ۱۰۳۷۔ **حَدَّثَنَا** اَبُوالْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ يُوْمِئُ بِرَاْسِهٖ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهٗ۔

ترجمہ۔ ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا۔ کہا ہم کو شعیب نے خبر دی۔ انہوں نے زہریؒ سے کہا مجھ کو سالم بن عبداللہ بن عمرؓ انہوں نے اپنے باپ سے ابن عمرؓ سے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کی پیٹھ پر جدھر اس کا رخ ہوتا تھا۔ نفل نماز اس طرح پڑھتے تھے کہ رکوع و سجود کے لئے اپنے سر مبارک سے اشارہ کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن عمرؓ کی اس روایت سے غیر الارض پر سفر میں نوافل پڑھنا ثابت ہوا۔ مگر وہ غیر رواتب تھیں۔ اس طرح جمع بین الروایتین ممکن ہوئی۔

بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

ترجمہ:۔ سفر میں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کرنا۔

حدیث نمبر ۱۰۳۸۔ **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ

بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَعَنْ حُسَيْنٍ عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ فِي السَّفَرِ وَتَابَعَهُ عَلِيُّ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيٰى عَنْ حَفْصٍ عَنْ اَنَسٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا۔ کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے کہا میں نے زہری سے سنا۔ انہوں نے سالم سے انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے۔ انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء میں جمع کرتے تھے۔ جب آپؐ کو جلد چلنا منظور ہوتا اور ابراہیم بن طہمان نے حسین معلم سے روایت کیا۔ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباسؓ سے انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر عصر کی نمازیں جمع کرتے جب سفر میں چلتے ہوتے اور مغرب عشاء میں بھی جمع کرتے اور ابراہیم بن طہمان نے حسین معلم سے روایت کیا۔ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے حفص بن عبیداللہ سے انہوں نے انسؓ بن مالک سے انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کی نماز سفر میں ملا کر پڑھتے اور حسین معلم کے ساتھ اس حدیث کو علی ابن مبارک نے بھی یحییٰ سے روایت کیا انہوں نے حفص سے انہوں نے انسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سفر میں جلدی کی حالت میں مغرب اور عشاء میں جمع صوری جائز ہے۔ مگر یہ جمع تاخیر ہوگی اور ظہر اور عصر میں جمع تقدیم ہوگی۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ابواب الجمع کا ابواب التقصیر میں لانا اس وجہ سے ہے کہ وہ بھی زمان کے اعتبار سے تقصیر ہے۔

شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری کے اندر حدیث ابن عمرؓ جمع بین الصلوتین فی السفر پر کلام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں خاموش رہے ہیں۔ امام بخاریؒ کے ظاہر عنوان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمع بین المغرب والعشاء میں جمع تقدیم و تاخیر دونوں کے جواز کے قائل ہیں۔ لیکن عصر میں صرف جمع تاخیر کو جائز سمجھتے ہیں۔ جمع تقدیم کو نہیں۔

بَابُ هَلْ يُؤَذِّنُ اَوْ يُقِيْمُ اِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ

ترجمہ۔ جب مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کرے تو کیا اذان اور اقامت کہہ سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۳۹۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ وَقَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ حَتّٰى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ۔

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ۔ جب انہیں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو مؤخر کرتے ۔ یہاں تک کہ مغرب اور عشاء دونوں کو جمع کر لیتے ۔ اور صاحبزادہ سالمؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کے لئے تکبیر کہتے اور جب مغرب تین رکعت پڑھ کر فارغ ہو جاتے تو تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد عشاء کی تکبیر کہتے اور اس کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے ۔ ان دونوں فرضوں کے درمیان نفل کی کوئی رکعت نہ پڑھتے اور اس طرح عشاء کے بعد کوئی سجدہ نہ دیتے ۔ یہاں تک کہ پھر آدھی رات کے وقت تہجد کے لئے کھڑے ہوتے ۔

حدیث نمبر ۱۰۴۰ ۔ حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ الخ إِنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ

ترجمہ ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں نمازوں کو یعنی مغرب اور عشاء کے درمیان سفر کی حالت میں جمع کرتے تھے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ میرے نزدیک جمع بین الصلوٰۃ کا ذکر ابواب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر کی تکمیل کے لئے ہے ۔ اگرچہ وہ تقصیر زمان کے اعتبار سے ہے ۔ کیونکہ پہلے تقصیر عدد رکعات کے اعتبار سے بیان فرمائی ۔ اب زمان کے اعتبار سے تقصیر بیان کر کے اس کو مکمل کر دیا ۔

بَابُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ فِي الْعَصْرِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ فِيهِ

ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ ۔ سورج ڈھل جانے سے پہلے جب کوچ کرے تو ظہر کو عصر میں مؤخر کر کے پڑھے ۔ اس میں ابن عباسؓ کی روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۔

حدیث نمبر ۱۰۴۱ ۔ حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِیْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّھْرَ اِلٰی وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَجْمَعُ بَیْنَھُمَا فَاِذَا زَاغَتْ صَلَّی الظُّھْرَ ثُمَّ رَکِبَ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تھے تو ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک پیچھے کر دیتے۔ تو دونوں کو اپنے اپنے وقت صورتاً جمع فرماتے۔ اور جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر پھر سوار ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ظہر اور عصر میں جمع تاخیر تو ثابت ہوئی۔ لیکن جمع تقدیم صراحۃً کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتی۔

بَابُ اِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّی الظُّھْرَ ثُمَّ رَکِبَ

ترجمہ۔ جب زوال شمس کے بعد کوچ کرتے تو ظہر کی نماز پڑھ کے پھر سوار ہوتے۔

حدیث نمبر ۱۰۴۲۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِیْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّھْرَ اِلٰی وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَیْنَھُمَا فَاِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَحِلَ صَلَّی الظُّھْرَ ثُمَّ رَکِبَ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال شمس سے پہلے کوچ فرماتے۔ تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کر دیتے۔ پھر اتر کر دونوں نمازوں کو جمع فرماتے۔ اگر کوچ سے پہلے زوال شمس ہو جاتا تو ظہر پڑھ کر پھر سوار ہوتے۔

بَابُ صَلٰوۃِ الْقَاعِدِ

ترجمہ۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا حکم

حدیث نمبر ۱۰۴۳۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِہٖ وَھُوَ شَاکٍ فَصَلّٰی جَالِسًا وَصَلّٰی وَرَآءَہٗ قَوْمٌ قِیَامًا فَاَشَارَ اِلَیْھِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں بیماری کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اور لوگوں نے آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔ تو آپؐ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی اس وقت رکوع سے سر اٹھاؤ

حدیث نمبر۱۰۴۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍؒ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ اَوْ فَجُحِشَ شِقَّۃُ الْاَیْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَیْہِ نَعُوْدُہٗ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ نَصَلّٰی قَاعِدًا فَصَلَّیْنَا قُعُوْدًا وَقَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے۔ آپؐ کے دائیں پہلو کا چمڑا چھیلا گیا۔ ہم لوگ آپؐ کی بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو نماز کا وقت آگیا۔ تو آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہم نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔ آپؐ نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے۔ کہ اس کی پیروی کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں چلے جاؤ۔ اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی اس وقت سر اٹھاؤ۔ اور جب وہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہا کرو۔

حدیث نمبر۱۰۴۵۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍؒ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍؓ اَنَّہٗ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَنَدٌ اٰخِرُ حَدَّثَنِیْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍؓ وَکَانَ مَبْسُوْرًا قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوۃِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ اِنْ صَلّٰی قَائِمًا فَھُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰی قَاعِدًا فَلَہٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰی نَائِمًا فَلَہٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ جو بواسیر کی بیماری میں مبتلا تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر آدمی کے نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا اگر کھڑے

ہوکر پڑھے گا۔ تو یہ سب سے افضل ہے۔ اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے ثواب سے آدھا ثواب ملے گا۔ اور جو لیٹ کر پڑھے گا اس کو بیٹھ کر پڑھنے والے کے ثواب سے آدھا ثواب ملے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس باب کی روایات سے صلوٰۃ قاعد کا جواز تو ثابت ہوگیا لیکن ابواب التقصیر سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کا امام بخاریؒ کو ابواب التقصیر میں لانا مناسب نہیں تھا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات نمازی کو یہ عوارض پیش آجاتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ وہ مسافر ہو۔ اس لئے ان کا بیان مناسب ہوا۔ یا اس وجہ سے کہ دونوں سفر اور مرض اسباب تخفیف میں سے ہیں، بنابریں ابواب التقصیر میں لانا مناسب ہوگیا۔ تو صلوٰۃ القاعد المعذور کا بیان ابواب التقصیر میں تکملہ کی وجہ سے ہوا۔

بَابُ صَلٰوةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيْمَاءِ

ترجمہ:۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اشارہ کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۴۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُوْرًا وَقَالَ اَبُوْ مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ جو بواسیر والے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کی نماز کے متعلق دریافت کیا جو بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ آپ نے فرمایا جو کھڑے ہو کر پڑھتا ہے یہ تو سب سے بہتر ہے۔ جو بیٹھ کر پڑھتا ہے اسے نصف ثواب ملے گا۔ جو لیٹ کر پڑھتا ہے اس کو بیٹھنے والے کے ثواب کا آدھا ملے گا۔

تشریح از قاسمی۔ روایت سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ نائم کے سوا اور کوئی لفظ ایماء کا نہیں ہے۔ البتہ اصیلی کی روایت میں ہے۔ مَنْ صَلّٰى اِيْمَاءً فَكَذٰلِكَ۔ اس لئے اس حدیث کی بنا پر امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا جو اس کی شرط کے مناسب نہیں۔ لیکن مضمون صحیح ہے۔ ویسے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب کے بعد قال ابو عبداللہ نائمًا ای مضطجعًا تو لیٹا ہوا اشارہ سے ہی نماز پڑھ سکتا ہے

تومعنی ہوں گے۔ مَنْ صَلّٰی قَاعِدًا اَوْمَاءً بِالرکوع والسجود یہ حکم مالکیہ کے مذہب مشہور کے موافق ہے۔ کیونکہ وہ مع قدرۃ علی الرکوع والسجود قاعد کو اشارہ سے نفل نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور یہی امام بخاریؒ کا مختار مذہب معلوم ہوتا ہے۔

الحاصل حدیث کی مناسبت یا تو اس روایت کی بنا پر ہے۔ جس میں من صلّٰی بایماء فلذلک وارد ہے یا اس بنا پر ہے کہ چونکہ نائم افعال صلوٰۃ کو عمل میں لانے پر قادر نہیں۔ تو وہ ضرور اشارہ کرے گا۔ لہذا نائم بمعنی مضطجع کے ہوگا۔ جو اشارہ سے کنایہ ہے۔

بَابُ اِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلّٰى عَلٰى جَنْبٍ

وَقَالَ عَطَآءٌ اِذَا لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى اَنْ يَّتَحَوَّلَ اِلَى الْقِبْلَةِ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ

ترجمہ:۔ جب کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھے۔ اور حضرت عطار تابعی فرماتے ہیں۔ جب کسی کو قبلہ کی طرف پھیرنے کی قدرت نہ ہو۔ تو جدھر اس کا رخ ہو ادھر ہی نماز پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۰۴۷ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں۔ مجھے بواسیر کی شکایت تھی۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو۔ اگر اس کی قدرت بھی نہ ہو تو پھر پہلو پر لیٹ کر پڑھو۔

تشریح از قاسمی۔ اس حدیث کی ترجمہ سے مطابقت اس طرح ثابت ہوئی کہ جب کوئی شخص ایک فرض کی ادائیگی سے قاصر ہو تو اس سے دوسرے فرض کی طرف انتقال کرے۔ جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہے۔ کہ جب مصلّی صلوٰۃ قاعدًا سے عاجز ہو تو علی جنب پڑھے۔ اسی طرح عطار کے اثر سے ثابت ہوا کہ جب قبلہ رخ نہ کر سکے تو جدھر کو رُخ ہو نماز پڑھے۔ بہرحال کسی صورت نماز چھوڑے نہیں۔

بَابُ اِذَا صَلّٰى قَاعِدًا ثُمَّ صَحَّ اَوْ وَجَدَ خِفَّةً تَمَّمَ مَا بَقِيَ

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ شَآءَ الْمَرِيْضُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا وَّرَكْعَتَيْنِ قَائِمًا۔

ترجمہ:۔ جب کوئی نمازی بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا پھر وہ تندرست ہوگیا یا تخفیف محسوس کی تو باقی نماز

کو پورا کرے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ دو رکعت بیٹھ کر پڑھے اور دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھے تو جائز ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۴۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى أَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتّٰى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے رات کی نماز کبھی بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپؐ جب سن رسیدہ ہو گئے۔ تو بیٹھ کر قراۃ کرتے تھے۔ جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو جاتے اور قریب تیس یا چالیس آیات کے قرأت کر کے پھر رکوع کرتے۔

حدیث نمبر ۱۰۴۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ نَحْوٌ مِنْ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ فَإِذَا قَضٰى صَلٰوتَهُ نَظَرَ فَإِنْ كُنْتُ يَقْظٰى تَحَدَّثَ مَعِي وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے تو بیٹھ کر ہی قرأت کرتے۔ جب قرأت میں سے تیس یا چالیس آیات کے قریب باقی رہ جاتا تو کھڑے ہو جاتے۔ اور ان کی قرأت بھی کھڑے ہو کر کرتے۔ پھر رکوع کرتے پھر سجدہ کرتے۔ دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے تھے۔ جب اپنی نماز سے فارغ ہو جاتے دیکھ لیتے۔ اگر میں جاگ رہی ہوتی تو میرے ساتھ بات چیت کرتے۔ اگر میں سو رہی ہوتی تو لیٹ جایا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قَالَ الْحَسَنُ إِنْ شَاءَ الْمَرِيضُ۔ ترجمہ سے مناسبت ظاہر ہے اس لئے کہ قوی کی بنا ضعیف پر جائز ہے تو اس طرح مریض جب درمیان نماز تندرست ہو جائے۔ اور اپنی نماز کا اتمام اس سے افضل طریقہ سے کرے جس طریقہ سے شروع کیا تھا۔ خصوصاً جب کہ وہ عجز زائل ہو گیا۔ جو قیام کے ساقط کرنے کا باعث بنتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بظاہر اثر کی ترجمہ سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ترجمہ سے

تو معلوم ہوتا ہے کہ ما بقی کا اتمام افضل طریقہ سے کرسکتا ہے۔ اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض کو اختیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن التین نے اشکال کیا کہ جب کوئی شخص قیام پہ قادر ہو گیا تو پھر قیام کیسے ساقط ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اس اثر کے یہ معنی بیان کئے کہ کسی نے نماز کو بیٹھ کر شروع کیا۔ پھر اسے قیام پہ قدرت حاصل ہوئی۔ تو وہ اس کا اتمام قائماً کرسکتا ہے۔ یعنی اگر چاہے تو ماصلی پہ بنا کرے۔ اگر چاہے تو نئے سرے سے نماز پڑھے تو اس سے جواز بنا ثابت ہوگا جس کے جمہور قائل ہیں۔ لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ قادر علی القیام نماز کو نئے سرے سے شروع نہ کرے بلکہ بنا کرے جیسے جمہور کا مسلک ہے۔ اب شراح کے درمیان ترجمہ کی غرض میں اختلاف ہو گیا۔ ابن بطال تو فرماتے ہیں کہ ترجمہ نماز فرض کے بارے میں ہے اور حدیث نفل کے بارے میں۔ امام بخاریؒ اس سے استنباط فرماتے ہیں۔ کہ جب نفل میں بغیر کسی عذر کے قعود جائز ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قبل قیام کرتے تھے۔ تو وہ صلوۃ فرضیہ جس میں قعود جائز نہیں۔ مگر جب قیام پہ قدرت نہ رہے تو قعود کرسکتا ہے۔ تو جب فرضیہ میں علت مانعہ علی القیام بھی رفع ہو جائے تو پھر قیام بطریق اولیٰ لازم ہوگا۔ میرے نزدیک بھی راجح قول ابن بطال کا ہے۔ کہ ترجمہ فریضہ کے بارے میں ہے۔ جیسے کہ الفاظ ترجمہ اس پہ دال ہیں۔ باقی حدیث سے استدلال وہ ضابطہ اور اصول کی بنا پہ ہے۔ وہ ضابطہ یہ ہے کہ تحریمہ القعود پہ قیام کی بنا صحیح ہے۔ اس لئے کہ جب متنفل قاعد بلا عذر کا تحریمہ صحیح ہے اور اس پہ قیام کی بنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے تو مفترض قاعد للعذر کے تحریمہ پہ قیام کی بنا صحیح ہوگی۔ جب کہ عذر زائل ہو جائے۔ تو غرض ترجمہ وہی ہوگی جو ابن بطالؒ نے بیان فرمائی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ التَّهَجُّدِ

بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔

ترجمہ۔ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ رات کے وقت اٹھ کر نماز پڑھو۔ یہ آپ کے لئے زائد

ثواب کا باعث ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۵۰۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتَھَجَّدُ قَالَ اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَآءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَوْ لَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ قَالَ سُفْیٰنُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِیْمِ اَبُوْ اُمَیَّةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ قَالَ سُفْیٰنُ قَالَ سُلَیْمَانُ ابْنُ اَبِیْ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ مِنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔ تو یہ دعا کرتے۔ اے اللہ تیرے لئے حمد ہے۔ تو ہی آسمانوں، زمینوں اور جو لوگ ان کے اندر ہیں۔ ان سب کو تھامنے والا ہے آپکی ذات آسمانوں زمینوں اور جو لوگ ان میں ہیں ان سب کا نور (روشنی) ہے۔ اور تیرے لئے حمد ہے۔ آپ ہی آسمانوں، زمینوں اور جو لوگ ان کے اندر ہیں۔ ان سب کے بادشاہ ہیں۔ آپ کے لئے حمد ہے۔ آپ حق ہیں۔ آپ کا وعدہ سچا ہے۔ آپ کی ملاقات حق ہے۔ آپ کا قول حق ہے۔ جنت حق ہے۔ دوزخ حق ہے۔ سارے نبی حق ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں۔ قیامت حق ہے۔ اے اللہ میں تیرا فرمانبردار ہوا۔ میں تیرا فرمانبردار رہوا۔ میں تجھ پہ ایمان لے آیا۔ اور تیرے اوپر میرا بھروسہ ہے۔ اور تیری طرف میرا رجوع ہے۔ اور تیری طاقت اور برہان سے میں معاند سے جھگڑتا ہوں۔ اور تیری طرف میں فیصلہ لے آتا ہوں۔ پس میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دے۔ بلکہ جو میں نے چھپ چھپ کر یا ظاہر ظہور گناہ کئے ہیں وہ بھی معاف کر دے آپ ہی آگے کرنے والے ہیں آپ ہی پیچھے کرنے والے ہیں۔ آپ کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے۔ کوئی معبود تیرے سوا نہیں ہے۔ عبد الکریم ابوامیہ نے یہ الفاظ زائد نقل کئے۔ نہیں کوئی پھرنا اور نہیں

کوئی طاقت نگر وہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - ھجود نیند کو کہتے ہیں۔ اور تہجد کے معنی ہیں رات کے وقت نیند سے بیدار ہو کر نماز پڑھنا۔ گویا تہجد کے معنی تجنب عن النوم کے ہوئے۔ اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ کہ سورۃ مزمل کے نزول سے تہجد کی فرضیت ہوئی۔ اس کا نسخ کب ہوا۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اوائل سورۃ مزمل سے فرضیت اور آخر سورۃ مزمل سے نسخ ثابت ہوا۔ گویا کہ سال بھر کے قیام کے بعد ہی یہ نسخ واقع ہوا۔ اور بعض فرماتے ہیں۔ کہ فرضیت اس کی صلوات خمس کی فرضیۃ سے منسوخ ہوئی۔ جو لیلۃ الاسراء کے بعد وقوع پذیر ہوئی۔ اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ سورۃ مزمل کا آخری حصہ فاقرؤا ما تیسر الخ جو فرضیۃ تہجد کے لئے ناسخ ہے اس کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا۔ کیونکہ اس میں آخرون یقاتلون فی سبیل اللہ وارد ہے۔ اور قتال کا حکم مدینہ میں ہوا مکہ میں نہیں ہوا۔ مگر یہ استدلال اس لئے تام نہیں کہ علم ان سیکون منکم مرضیٰ الآیۃ۔ حرف سین استقبال پر دال ہے نہ کہ وقوع پر۔ پھر امام بخاریؒ کی غرض ترجمہ سے کیا ہے۔ حافظؒ تو فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ کی غرض مشروعیۃ قیام اللیل ہے۔ لیکن حکم بیان نہیں کیا۔ اس پر تو اجماع امت ہے۔ کہ تہجد امت پر فرض نہیں ہے۔ البتہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے اس مشہور اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کہ آیا نماز تہجد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی۔ جیسا کہ تہجد کے امر اور قم اللیل کے امر کا تقاضا ہے یا آپؐ کے بارے میں بھی مندوب ہے۔ جیسا کہ نافلۃ لک کا تقاضا ہے، ہر ایک کا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی اس اختلاف پر تنبیہ کرنے کے لئے آیت کو ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ قولہ عزوجل بالجر ما قبل پر عطف ہے جو ترجمہ میں داخل ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ نافلۃ لک ای عبادۃ زائدۃ لک علی الفرائض الخمس ہذا من خصائصہ لانہ سنۃ علی غیرہ۔ قسطلانیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ نافلۃ لک ای فریضۃ زائدۃ لک۔

الحاصل علامہ عینیؒ کا ارشاد ہے۔ عدم وجوب قیام اللیل ہو بالاجماع فی حق الامۃ وکذا فی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الاصح۔ چونکہ یہ مسئلہ واضح تھا۔ اس لئے شیخ گنگوہیؒ نے اپنی تقریر میں اس پر کلام نہیں کیا۔ کیونکہ غیر ایجاب پر خود امام بخاریؒ باب باندھ رہے ہیں۔

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

ترجمہ۔ رات کو اٹھنے کی فضیلت کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۱۰۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ حَيٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَرٰى رُؤْيَا فَاَقُصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا وَكُنْتُ اَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ فِي النَّوْمِ كَاَنَّ مَلَكَيْنِ اَخَذَانِيْ فَذَهَبَا بِيْ اِلَى النَّارِ فَاِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَاِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَاِذَا فِيْهَا اُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ اٰخَرُ فَقَالَ لِيْ لَمْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ وَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا۔

ترجمہ۔ حضرت سالم اپنے باپ حضرت عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جب کوئی آدمی خواب دیکھتا تھا تو وہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا۔ آپؐ تعبیر دیتے۔ میری بھی آرزو تھی کہ میں کوئی خواب دیکھتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتا۔ میں نوجوان لڑکا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں سوتا تھا۔ میں نیند میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو فرشتے آئے۔ انہوں نے مجھے پکڑا اور آگ کی طرف لے چلے۔ دیکھتا کیا ہوں۔ کہ کنویں کے منڈیر کی طرح اس کے بھی منڈیر بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کے دو کنارے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو میں پہچانتا تھا۔ تو میں اعوذ باللہ من النار پڑھنے لگا۔ (اللہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جہنم سے) ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک تیسرا فرشتہ ملا۔ جس نے مجھے کہا۔ گھبراؤ مت! پس میں نے یہ خواب اپنی بہن بی بی حفصہؓ ام المومنین کو بیان کیا۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ تو آپؐ نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ عبداللہ بہتر آدمی ہے۔ کاش یہ رات کو نماز پڑھا کرتا۔ اس کے بعد پھر حضرت عبداللہ تھوڑی ہی دیر سوتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فذهبا بی الی النار ۔ وہ فرشتے ان کو جہنم دکھلانے کے لئے لے گئے ۔ اس میں پھینکنے کے لئے نہیں ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ جیسا کہ تیسرے فرشتے کا قول لم ترع اس پہ دلالت کرتا ہے ۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو بہت سے مواقع پہ زیادتی اور نقصان کے ساتھ نقل کیا ہے ۔ بہرحال اس حدیث سے قیام اللیل کی نفیلت ثابت فرمائی کہ وہ جہنم سے نجات کا باعث ہے ۔ امام بخاریؒ اس حدیث کو اس باب میں لائے ہیں ۔ گویا کہ ان کے نزدیک اس باب میں کوئی صریح حدیث نہیں ہے ۔ اس لئے انہوں نے اسی حدیث پہ اکتفا کیا ۔ ورنہ مسلم میں حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت ہے ۔ افضل الصلوٰۃ بعد الفریضۃ صلوٰۃ اللیل ۔

بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِیْ قِیَامِ اللَّیْلِ

ترجمہ ۔ رات کے قیام میں سجدے کو لمبا کرنا ۔

حدیث نمبر ۱۰۵۲ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ عَنْ عَائِشَۃَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً کَانَتْ تِلْکَ صَلٰوتُہٗ یَسْجُدُ السَّجْدَۃَ مِنْ ذٰلِکَ قَدْرَ مَا یَقْرَأُ اَحَدُکُمْ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً قَبْلَ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَہٗ وَیَرْکَعُ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ ثُمَّ یَضْطَجِعُ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ حَتّٰی یَاْتِیَہُ الْمُنَادِیْ لِلصَّلٰوۃِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات پڑھتے تھے ۔ یہی آپ کی نماز ہوتی تھی ۔ اس میں آپؐ اتنی مقدار میں سجدہ کرتے جتنی مقدار میں تم میں سے کوئی ایک سر اٹھانے سے پہلے پچاس آیات پڑھ لے ۔ اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے ۔ پھر دائیں جانب لیٹ جاتے تھے ۔ یہاں تک کہ منادی آپؐ کے پاس نماز کے لئے آجاتا ۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بہرحال اس روایت سے ترجمۃ الباب طول السجود ثابت ہوا ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لوکان یصلی الخ شیخ فرماتے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز ابرار کی خصلت ہے اور اخیار کا طریقہ ہے ۔ ابن عمرؓ ان میں سے ہیں ۔ لہٰذا انہیں تہجد ترک نہ کرنا چاہیئے ۔ بہرحال کثرت سے آیات اور روایات اس کی فضیلت پہ دلالت کرتی ہیں ۔ قلیلا من اللیل ما یهجعون تتجافی

جنوبہم عن المضاجع ای یتنبۃ و ہومنہم . شیخ نے اس سے خواب کی طرف اشارہ فرمایا۔ کہ اس سے قیام اللیل مراد ہے۔ کیونکہ فرشتے نے ان سے فرمایا۔ لم ترع یعنی آگ ہم پر اس لئے پیش نہیں کی گئی کہ آپ اس کے مستحق ہیں۔ بلکہ اس سے آپ کو نصیحت اور یاددہانی کرائی گئی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ فرائض سے تو غافل نہیں ہیں۔ اس لئے مسجد میں سوتے ہیں۔ قیام اللیل میں کوتاہی ہے۔ اس لئے اس پر تنبیہہ کی گئی۔

بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ

ترجمہ۔ مریض کے لئے قیام لیل چھوڑ دینا جائز ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۵۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا يَقُوْلُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً اَوْ لَيْلَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپؐ نے ایک یا دو رات قیام لیل نہ فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۰۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ احْتَبَسَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِمْرَاَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔

ترجمہ۔ حضرت جندب بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کچھ عرصہ کے لئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رک گئے۔ تو قریش کی ایک عورت نے کہا کہ آپؐ پر آپؐ کے شیطان نے دیر کر دی تو سورۃ والضحیٰ اتری۔

تشریح از قاسمی۔ امراۃ من قریش اس عورت کا نام عوراء بنت حرب تھا جو ابولہب کی بیوی تھی۔ باب کی پہلی روایت سے تو ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے۔ مگر دوسری روایت سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ابن التین نے اعتراض کیا ہے کہ احتباس جبرائیل کا ذکر اس باب میں مناسب نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری روایت پہلی روایت کا تتمہ ہے جیسا کہ کتاب التفسیر اور فضائل القرآن میں آرہا ہے۔ اتحاد مخرج کی وجہ سے یہ حدیث واحد ہے۔ اگرچہ سبب اس کا مختلف ہے۔

بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا لَيْلَةً لِلصَّلٰوةِ ۔

ترجمہ:۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اللیل اور دیگر نوافل کے لئے بغیر واجب کرنے کے رغبت دلانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی اہمیت جتانے کیلئے رات کے وقت حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے گھر میں تشریف لے گئے۔

حدیث نمبر ۱۰۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ وَيَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ ۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے تو فرمایا سبحان اللہ! آج رات کیا کیا فتنے نازل ہوئے اور کس قدر خزانے اتارے گئے۔ کوئی ہے جو ان حجرات والیوں کو بیدار کر دے اور بہت سی عورتیں جو دنیا میں کپڑے پہننے والی ہیں وہ قیامت میں ننگی ہوں گی۔

حدیث نمبر ۱۰۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍؓ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْتُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۔

ترجمہ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم نماز نہیں پڑھتے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری روحیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہیں گے ہم اٹھ جائیں گے۔ جب میں نے یہ کہا تو آپؐ پلٹ گئے اور مجھے کوئی واپسی جواب نہ دیا۔ جب آپ پیٹھ پھیر کر جا رہے تھے تو میں نے آپؐ سے سنا۔ جب کہ آپؐ اپنی ران پر ہاتھ مارتے تھے۔ فرماتے تھے کہ انسان بہت جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ

يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ وَ مَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ وَاِنِّىْ لَاُسَبِّحُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عمل کو کرنا پسند کرتے ۔ مگر اس کو اس خدشہ سے چھوڑ دیتے تھے ۔ کہ کہیں لوگ اس پر عمل کرنا شروع کر دیں پھر وہ ان پر فرض کر دیا جائے ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشراق کے نفل کبھی نہیں پڑھے ۔ اور میں ان کو برابر پڑھتی ہوں ۔

حدیث نمبر ۱۰۵۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِى الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَيْتُ الَّذِىْ صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِىْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ فِىْ رَمَضَانَ۔

ترجمہ۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی ۔ تو لوگوں نے بھی آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی پھر اگلی رات پڑھی تو لوگ بہت ہو گئے ۔ پھر تیسری اور چوتھی رات میں بھی جمع ہوئے ۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہ لائے ۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا جو کچھ تم لوگ کرتے رہے ہیں اسے دیکھتا رہا ۔ لیکن مجھے آپ لوگوں کے پاس آنے سے اس چیز نے روکا کہ کہیں وہ نماز تراویح تم پر فرض نہ کر دی جائے ۔ یہ واقعہ رمضان میں پیش آیا ۔

تشریح از قاسمی ۔ من یوقظ صواحب الحجرات ۔ علامہ قسطلانی کے قول کے مطابق اس سے ازواج مطہرات مراد ہیں ۔ جن کو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل کی ترغیب دے رہے ہیں ۔ ترجمہ کا پہلا جز تو اس طرح ثابت ہوا ۔ اور ترجمہ کا دوسرا جز عدم ایجاب اس طرح ثابت ہوا کہ آپ نے یہ قیام ان پر لازم قرار نہیں دیا ۔ اور نہ ہی عتاب فرمایا ۔ کرمانی فرماتے ہیں ۔ کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز شر اور فتن سے محفوظ رکھتی ہے ۔ اور خزائن رحمت کا باعث بنتی ہے ۔

رب کاسیۃ الخ یعنی ایسے باریک کپڑے پہننے والی ہوگی جس سے بدن نظر آتا ہوگا تو قیامت میں اس کسوتا نما تعری پہ عتاب ہوگا۔ یا دنیا میں مال و دولت کے اعتبار سے غنی ہوں گی اور آخرت کے اعمال صالحہ سے خالی اور فقیر ہوں گی۔

بہر حال رب کاسیۃ الخ سے ایقاظ کا باعث بتلا دیا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ ہونے کی نسبت سے نماز اور دیگر اعمال صالحہ سے غفلت نہ برتی جائے۔ علامہ کرمانیؒ کے قول کے مطابق یہ ارشاد اگرچہ ازواج مطہرات کے بارے میں صادر ہوا ہے۔ لیکن عموم لفظ کی وجہ سے عام حکم ہے۔ رب نفس لھا سیۃ الخ کی تقدیر ہوگی۔

اَنْفُسُنَا بِیَدِ اللہِ۔ **تشریح از شیخ گنگوہیؒ**۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ التماس نیند اور غفلت کی وجہ سے جو کوتاہی سرزد ہوئی اس سے معذرت کے طور پر ہے۔ یہ نہیں کہ تقدیر کا حوالہ دے کر اپنی جان چھڑائی ہو۔ چونکہ یہ اعتذار مدلل اور مبرہن تھا۔ اس لئے اس کو جدال یعنی جھگڑے سے تعبیر فرمایا جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیام اللیل پر مجبور نہیں کیا۔ کہ ضرور پڑھنا ہے۔ یہ عدم وجوب کی دلیل ہے۔ اگر واجب ہوتا تو جیسے فرائض پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہاں بھی ہوتا تو ترجمہ کے دونوں جزء ثابت ہوئے۔ اَلَا تُصَلِّیَانِ سے تحریض اور عدم عتاب سے عدم وجوب ثابت ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ نہایت ہی لطیف ہے۔ اس لئے کہ نسائی اور طبری میں مفصل روایت ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان کو نماز کے لئے جگایا۔ جب یہ لوگ نہ اٹھے اور نہ ان کی حس و حرکت معلوم ہوئی تو آپؐ دوبارہ تشریف لائے۔ پھر ہمیں جگایا تو نیند کی وجہ سے یہ کوتاہی ہوئی۔ جس پر معذرت کی گئی۔ چنانچہ اسی روایت میں بعد میں ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

فَجَلَسْتُ وَاَنَا اَعْرِكُ عَیْنِیْ وَاَنَا اقول واللہ ما نصلی اِلَّا مَا کَتَبَ اللہُ لَنَا۔ اِنَّمَا اَنْفُسُنَا بِیَدِ اللہِ الخ لانصلی کا معنی ہے لا تستطیع ان نصلی ضرب فخذہ۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ران پر ہاتھ مارنا تعجب کے طور پر تھا کہ کس قدر جلدی جواب دے دیا آپ نے ان کے اعتذار سے موافقت نہ فرمائی۔ نیز حافظؒ نے ابن بطال عن المہلب سے نقل کیا ہے کہ امام کے لئے لائق نہیں۔ کہ وہ نوافل میں تشدد کرے۔ البتہ رغبت دلا سکتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الخ یہ حضرت عائشہؓ

اپنے علم اور رؤیت کے مطابق فرماتی ہیں۔ ورنہ حضرت ام ہانیؓ کی روایت گذر چکی ہے کہ آپ نے صلوٰۃ ضحیٰ فتح مکہ کے موقعہ پر پڑھی اور آپؐ نے حضرت ابوذرؓ اور ابو ہریرہؓ کو اس کے پڑھنے کی وصیت فرمائی۔ اگر اشکال ہو کہ اس حدیث سے ترجمہ کیسے ثابت ہوا۔ تو کہا جائے گا۔ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ صلوٰۃ ضحیٰ کو پسند فرماتے تھے۔ یہ پسند فرمانا ترغیب دینا ہے۔ اس سے ترجمہ کا جزء اول ثابت ہوا۔ اور لیدع العمل سے عدم وجوب دوسرا جزء ثابت ہوا۔ باب کی آخری روایت تراویح کے بارے میں ہے۔ آپؐ کا تین رات تک خود پڑھنا اور آپؐ کے ساتھ لوگوں کا پڑھنا اس سے ترغیب معلوم ہوگی اور پھر چوتھی رات چھوڑ دینا اور فرمانا۔ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ۔ خطرہ ہے کہ کہیں یہ تراویح تم پر فرض نہ ہو جائے

(حاشیہ: [illegible])

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ وَ قَالَتْ عَائِشَةُ حَتّٰى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ وَالْفُطُوْرُ الشُّقُوْقُ اِنْفَطَرَتْ اِنْشَقَّتْ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنی رات کو دیر تک قیام کرنا کہ پاؤں سوج جائیں۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پاؤں پھٹ جاتے تھے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فطور کا معنی پھٹنا ہے۔ جیسے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ای۔ اِنْشَقَّتْ قرآن مجید میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۵۹ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ اَوْ لَيُصَلِّيْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بے شک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہوتے تھے یا نماز پڑھتے تھے تو ان کے دونوں پاؤں یا دونوں پنڈلیاں سوج جاتی تھیں۔ پس آپؐ سے کہا جاتا کہ آپؐ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ قد غفر اللہ لک کہ اللہ نے تو آپؐ کو بخش دیا ہے۔ تو آپؐ فرماتے کیا میں اللہ کا بندہ شکر گزار نہ بنوں اور شکر سبب مغفرت ہے اور تہجد شکر ہے۔ اس لئے اس کو نہیں چھوڑوں گا۔ عینیؒ۔

بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو صبح ہونے سے پہلے سو جائے۔

حدیث نمبر ۱۰۶۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو

بْنِ الْعَاصِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ترین نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور محبوب ترین روزہ داؤد علیہ السلام کا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات تک سوتے رہتے تھے۔ ثلث رات قیام کرتے اور چھٹے حصے میں سوجاتے تھے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ینام سدسہ اسی میں ترجمہ ہے۔ کیونکہ سدس سے مراد سدس آخر ہے جو سحری کے وقت ہوتا ہے تو ترجمۃ الباب نوم عند السحر ثابت ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت شیخؒ نے جو معنی متعین فرمائے ہیں اس پر ثم کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے۔ جو اگرچہ بخاری میں نہیں ہے۔ مگر مسلم میں ہے۔ یرقد شطر اللیل ثم یقوم ثلث اللیل ثم ینام الخ تو ثم ترتیب کے لئے ہے۔ اس سے ان لوگوں پر رد ہوگیا۔ جو کہتے ہیں ینام سدسہ سے سدس لیل اول مراد ہے۔ کیونکہ واؤ تو ترتیب کے لئے ہوتی نہیں وہ مطلق جمع کے لئے ہے۔ البتہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہے تو ثم ینام سدسہ یہ قیام کے بعد ہوگا۔ اس وقت سونے میں حکمت یہ ہے۔ کہ نشاط حاصل ہو۔ تھکاوٹ دور ہو جائے۔ صبح کی نماز اور دیگر اذکار نشاط اور سکون کے ساتھ ادا ہوں۔ اور عدم ریا کے بھی اقرب ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَىُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتٰى كَانَ يَقُوْمُ قَالَتْ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ۔

ترجمہ۔ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل زیادہ پسند تھا۔ فرمایا ہمیشہ والا۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپؐ رات کو نفل کے لئے کب کھڑے ہوتے تھے۔ فرمایا جب مرغ کی آواز سنتے تو اٹھ کھڑے ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چونکہ اس حدیث سے ترجمۃ الباب صراحۃً ثابت نہیں ہوتا تھا۔

اس لئے ثبوت ترجمہ کے لئے حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں ہے۔ ما الفاہ السحر عندی الا نائما الخ اس سے ترجمہ ثابت فرمایا۔ مگر شیخ المشائخ دہلویؒ فرماتے ہیں۔ کہ مصنفؒ نے اپنی عادت کے مطابق روایت کے بعض محتملات سے ترجمہ ثابت کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ صارخ مرغ ارات کو پہلے تو آدھی رات کے وقت آواز کرتا ہے۔ دوسری مرتبہ جب ربع لیل باقی رہ جاتا ہے۔ اور تیسری مرتبہ طلوع صبح کے وقت آواز کرتا ہے۔ اس جگہ آخری معنی کا بھی احتمال ہے۔ جیسے کہ اول معنی مراد لئے جاسکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ لیل سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوجایا کرتے تھے۔ اور صاحب بذلؒ نے فرمایا کہ حجاز میں عموماً مرغ نصف لیل کے وقت آواز کرتا ہے۔ تو نصف لیل میں اٹھنا بعد ازاں ثلث لیل قیام کرنا۔ بقیہ سدس میں نیند کرنا ثابت ہوا۔ تو آپؐ کی نیند ثلث لیل والی دو سدس میں تقسیم ہوگئی۔

الحاصل صیاح دیک میں اختلاف ہوا۔ بعض فرماتے ہیں کہ وہ نصف لیل کی آواز ہے۔ بعض سحر کے وقت کی آواز کو کہتے ہیں۔ میرے نزدیک تو اس روایت میں پہلے معنی مراد ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ کا میلان دوسرے معنی کی طرف ہے۔ تو مسروق کی روایت ترجمہ پر اس طرح دلالت کرے گی۔ اذا سمع الصارخ قام ثم ینام الی السحر یعنی نصف لیل کے وقت اٹھ کر عبادت کرتے پھر سحر تک سوتے رہتے۔

حدیث نمبر ۱۰۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنِ الْاَشْعَثِ قَالَ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلّٰى۔

ترجمہ۔ حضرت اشعث فرماتے ہیں۔ کہ جب مرغ کی آواز سنتے تو اٹھ کھڑے ہوتے اور نماز پڑھتے۔

حدیث نمبر ۱۰۶۳۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا اَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِيْ اِلَّا نَائِمًا تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کو سحر میرے نزدیک اس حال میں پاتی کہ آپؐ سونے والے ہوتے تھے۔ اور آپؐ کا یہ سونا قیام لیل کے بعد ہوتا تھا۔

بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو سحور کرے اور اس وقت تک نہ سوئے جب تک صبح کی نماز نہ پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۰۶۴۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ سُحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلَّيْنَا فَقُلْنَا لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سُحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اکٹھے سحری کھاتے تھے۔ جب اپنے سحور سے فارغ ہوتے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ پھر دونوں نماز پڑھتے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ سحور سے فارغ ہونے اور نماز میں شروع ہونے کے درمیان کتنا فاصلہ ہوتا تھا۔ فرمایا اتنی مقدار جس میں کوئی شخص پچاس آیت کی قرارت کرتا ہے۔

تشریح از قاسمی۔ روایت باب سے ثابت ہوا کہ سحور کا سونا ضروری نہیں ہے۔ نماز صبح کے بعد سو سکتا ہے۔

بَابُ طُولِ الصَّلٰوةِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

ترجمہ۔ رات کے اٹھنے میں نماز کو لمبا کرنے کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۱۰۶۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا مَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس آپ اتنی دیر کھڑے رہے کہ میں نے برے امر کا ارادہ کر لیا۔ ہم نے ان سے پوچھا۔ آپ نے کس چیز کا قصد کر لیا۔ فرمایا۔ کہ میں نے قصد کر لیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دوں۔

حدیث نمبر ۱۰۶۶۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو منہ پر سواک ملتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ہمت با مر سوء۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ اگر اشکال پیدا ہو کہ نوافل میں مع القدرۃ علی القیام قعود جائز ہے۔ تو امر سوء کیسے ہوا۔ جواب یہ ہے کہ اصل میں ترک ادب اور مخالفت بزرگان امر سوء ہے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں اور ائمہ کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیئے۔ ان کی مخالفت نہ کرنی چاہیئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ حضرت حذیفہؓ کی روایت میں يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ قیام کو لمبا کرنے میں سواک معین ہے۔ لہذا اس سے ترجمہ ثابت ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بھی امام بخاریؒ کے ان ابواب مشکلہ میں سے ہے۔ جس نے شراح کو پریشان کر دیا۔ کہ حضرت حذیفہؓ کی یہ روایت ترجمۃ الباب کے مناسب نہیں۔ لہذا اس کو یہاں نہیں لانا چاہیئے تھا۔ بعض حضرات نے تو کہہ دیا کہ کاتب کی غلطی کی وجہ سے اندراج ہو گیا۔ بعض نے کہا امام بخاریؒ حدیث کی چھانٹی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن موت نے وقفہ نہ دیا۔ اور بعض نے کہا اذا قام للتهجد کی وجہ سے اس کو داخل کیا ہے۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں اذا قام لعادتہ اور دوسری حدیث سے آپ کی عادت طول قیام کی ثابت ہے۔ اور لفظ تہجد بھی شب بیداری پر دال ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ مسلم کی حضرت حذیفہؓ والی اس روایت کی طرف اشارہ فرما گئے۔ جس میں ہے۔ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فقرء سورۃ البقرۃ وآل عمران والنساء فی رکعۃ الی اخر الحدیث۔ جس سے طوالت قیام معلوم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ وہ روایت ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی۔ اس لئے اس کو داخل نہیں کیا۔ اور حدیث کا کچھ حصہ بیان کر کے بقیہ پر تنبیہ فرما دی۔ اور علامہ کرمانیؒ اس طرح توجیہ کرتے ہیں۔ کہ سواک جو قیام لیل کا تتمہ ہے۔ جب آپ اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔ تو طول قیام جو سواک سے اہم ہے اس کو کیسے چھوڑ دیں گے۔

الغرض علامہ عینیؒ نے ان سب توجیہات کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ سب تکلفات ہیں۔ ان میں کوئی فائدہ نہیں۔ پھر خود امام بخاریؒ کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ ترجمہ یوں تھا۔ طول القیام

فی صلوٰۃ اللیل. جس کو حضرت حذیفہؓ کی حدیث سے اس طرح ثابت کیا کہ اس میں قیام للتہجد اور تہجد فی اللیل طول صلوٰۃ سے اور طول صلوٰۃ طول قیام سے ہوتا ہے۔ اگرچہ رکوع وسجود بھی طویل ہوتے ہیں۔ مگر یہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں مسواک ملنا اہتمام صلوٰۃ کے لئے تھا تو جو شخص سواک کا اہتمام کرتا ہے وہ تطویل جیسے احسن امر کا اہتمام کیوں نہیں کرے گا۔ اور مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ یشوص یعنی ترجمہ ہے۔ کیونکہ شوص فم سے دماغ کھلتا ہے اور تیقظ حاصل ہوتا ہے۔ جو طول قیام میں معاون بنتا ہے۔ تو شوص فم طول قیام کے لئے ہوا۔ اس طرح ترجمہ ثابت ہوا۔ شیخ گنگوہیؒ بھی یہی فرما رہے ہیں۔ طلبًا لاطالۃ القیام۔

بَابُ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ وَكَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ۔

ترجمہ:۔ رات کی نماز کیسے ہوتی ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کیسے نماز پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۶۷۔ **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا، یا رسول اللہ رات کی نماز کیسے پڑھی جائے۔ فرمایا دو دو رکعت پڑھو۔ جب صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت ملا کر اسے وتر بنالو۔

حدیث نمبر ۱۰۶۸۔ **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِيْ بِاللَّيْلِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رات کے وقت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی (آٹھ تہجد۔ تین وتر۔ دو سنت فجر)۔

حدیث نمبر ۱۰۶۹۔ **حَدَّثَنَا** اِسْحٰقُ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَؓ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَاِحْدٰى عَشْرَةَ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے رات کے وقت جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ کبھی تو فجر کی دو رکعتوں کے علاوہ سات رکعت ہوتی تھیں۔ کبھی نو اور کبھی گیارہ

حدیث نمبر ۱۰۷۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰی الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے۔ ان میں وتر اور فجر کی دو رکعت بھی ہوتی تھیں۔

تشریح از قاسمی۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کی روایاتِ باب سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ اللیل تیرہ رکعات سے زائد نہیں ہوتی تھیں۔ اس میں وتر اور رکعتی الفجر شامل ہے۔ البتہ کبھی کبھی تنگی اور وسعت وقت یا دیگر اعذار کی وجہ سے کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ کبھی چار رکعت۔ کبھی چھ رکعت اور کبھی آٹھ رکعت تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔ بوڑھاپے کی وجہ سے بھی نماز میں تخفیف ہو جاتی تھی۔

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهِ وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَقَوْلِهِ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيْلًا نِصْفَهُ إِلٰى قَوْلِهِ سَبْحًا طَوِيْلًا وَقَوْلِهِ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِلٰى قَوْلِهِ وَاسْتَغْفِرُوا اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ وِطَاءً هُوَ اطَاةً لِلْقُرْاٰنِ أَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ لِيُوَاطِئُوْا لِيُوَافِقُوْا۔

ترجمہ باب۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو قیام کرنا اور آپؐ کا سونا۔ اور یہ کہ قیام اللیل کا وجوب آپؐ سے منسوخ کر دیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے کملی اوڑھنے والے پیغمبر رات کو اٹھیئے مگر تھوڑا سا حصہ آدھا یا ثلث الخ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ حضرت ابن عباسؓ تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ نشأ کے معنی قام کے ہیں۔ حبشی زبان میں۔ اور وِطاءً کے معنی موافقۃ للقرآن کے ہیں۔ اشد وطا ای اشد موافقۃ۔ کان۔ آنکھ اور دل کے

موافق ہے۔ دوسری جگہ قرآن میں سیواطؤا ہے۔ جس کے معنی یوافقوا آتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ حُمَيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ تَابَعَهٗ سُلَيْمَانُ وَاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ ہر مہینہ سے اتنا افطار کرتے کہ ہم سمجھتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور روزہ رکھنا شروع کرتے تو ہم سمجھتے کہ اب آپ اس مہینہ سے کچھ بھی افطار نہیں کریں گے۔ اور اگر آپؐ کو رات کے وقت نماز پڑھتا دیکھنا چاہتے تو آپ تہجد نماز میں ملتے۔ اگر سوتا دیکھنا چاہتے تو سوتے ہوئے ملتے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ گویا کہ آپؐ نہ مہینہ بھر روزے رکھتے نہ مہینہ بھر افطار کرتے۔ کچھ روزہ اور کچھ افطار ہوتا۔ اسی طرح نہ ساری رات عبادت میں مصروف رہتے۔ کہ سونے کا وقت نہ ملے اور نہ ساری رات سوتے کہ عبادت کے لئے نہ اٹھتے۔ بلکہ کچھ وقت رات عبادت میں اور کچھ نیند میں گزارتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اشد وطاً۔ بکسر الواؤ۔ امام بخاریؒ نے اسی قرأت پر آیت کی تفسیر کی ہے۔ جس کے معنی موافقت کے ہیں۔ اور ترجمہ سے یہ ظاہر ہے کہ قیام اللیل کا وجوب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت دونوں کے حق میں منسوخ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اشد وطاً بکسر الواؤ مصدر ہے۔ کہ جس کے معنی امام بخاریؒ نے موافقت کے بیان فرماتے ہیں۔ اور بفتح الواؤ کی قرأۃ بھی ہے۔ جس کے معنی ثقل کے ہیں۔ تفسیر یہ ہوگی۔ ابلغ فی القیام وابین فی القول۔ علامہ کرمانیؒ نے دونوں قرأتوں کی صورت میں یہ معنی بیان کئے ہیں۔ اشد ثباتا للقدم ورسوخا فی العبادۃ۔

ما نسخ من قیام اللیل۔ قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بعد ما نسخ کہنا یہ اسی پر دال ہے کہ نسخ وجوب قیام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت دونوں کے حق میں ہے۔

اور مسلم کی روایت سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ان اللہ افترض قیام اللیل فی اول ھذہ السورۃ ای یایھا المزمل فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولاً حتی انزل اللہ فی آخر ھذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فوضیتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یا ایھا المزمل کے اوائل سے قیام اللیل فرض کر دیا۔ چنانچہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سال بھر تک قیام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر سورت میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف نازل فرمائی۔ تو فرضیت کے بعد قیام اللیل نفل رہ گیا۔ الحدیث۔ اس سے بھی عموم معلوم ہوتا ہے۔ اور بھی دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلٰى قَافِيَةِ الرَّأْسِ اِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

ترجمہ: جب کوئی شخص رات کو نماز نہ پڑھے تو شیطان اس کی گدی پر گرہ لگا دیتا ہے جس سے وہ سست ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے۔ اور ہر گرہ لگانے پر کہتا ہے۔ سو جا ابھی لمبی رات ہے۔ پس اگر وہ جاگ اٹھا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر وضو کیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز پڑھ لی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ تو وہ صبح کو خوش حال اور اچھے جی والا ہو کر اٹھتا ہے۔ ورنہ وہ بُرے جی والا اور سُست ہو کر اٹھتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۷۳۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ الخ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّؤْيَا قَالَ اَمَّا الَّذِيْ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَاِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَيَرْفِضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت سمرۃ بن جندبؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب کے بارے میں روایت کرتے ہیں۔ کہ جس کو خواب میں دیکھا کہ اس کا سر پتھر کے ساتھ کچلا جا رہا ہے۔ تو یہ وہ شخص ہے جس نے قرآن مجید کو حفظ کیا۔ پھر اس کو چھوڑ دیتا ہے اور فرض نمازیں بھی سویا رہتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ظاہر حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان ہر سونے والے کی گدی پر گرہ لگاتا ہے۔ پس جس نے نماز پڑھ لی اس کی گرہیں کھل گئیں۔ جس نے نہ پڑھی اس کی نہ کھلیں۔

خَبِيثُ النفس۔ اگر کسی نمازی کو اس خبث نفس اور کسلان کا احساس نہ ہو۔ جو اس کی نماز کے اثر کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ اور اس پر مبنی ہے کہ اس کی نماز ابھی درجۂ قبول کو نہیں پہنچی۔ اگر وہ نماز کو تمام رعایات کے ساتھ ادا کرتا تو اس کی نماز درجات قبول کو پہنچ جاتی پس ایسا کبھی نہ ہوتا کہ اس کی نماز کا اثر ظاہر نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ظاہر حدیث سے عموم معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیخ گنگوہیؒ فرما رہے ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ نے اسے من لم يصل کے ساتھ مقید کر دیا۔ اس لئے شراح نے اعتراض کیا۔ کہ روایت ترجمۃ الباب کے مناسب نہیں ہے۔ جس کا ابن رشید نے جواب دیا کہ ترجمۃ الباب یوں ہے۔ باب بقاء عقد الشيطان الخ یعنی گرہ تو سب کو لگتی ہے۔ لیکن غیر نمازی پر باقی رہتی ہے نمازی کی کھل جاتی ہے۔ کرمانیؒ اور رازیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ میں جو صلوٰۃ منفی ہے۔ وہ صلوٰۃ عشاء ہے۔ تو تقدیر عبارت ہوگی۔ اذا لم يصل العشاء۔ اور اس کے بعد حضرت سمرۃ بن جندبؓ کی روایت کے لانے کا راز بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں ہے۔ وينام عن الصلوٰة المكتوبة اعنی العشاء۔ لیکن اس پر اشکال ہوگا۔ کہ ذکر تو صلوٰۃ اللیل کا ہو رہا تھا۔ صلوٰۃ العشاء کہاں سے آگئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے۔ من صلى العشاء في جماعة كان كمن قام نصف الليل۔ تو جب کسی شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی تو قیام اللیل اس پر صادق آگیا۔ اس لئے اس کی گرہ کھل جائے گی۔ اگرچہ علامہ عینیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کی اس توجیہ پر پھر تنقید کی ہے۔ اور حدیث کو عموم پر رکھا ہے۔ لیکن علامہ قسطلانیؒ نے بھی حافظؒ کی تائید کی ہے۔ اور صلوٰۃ منفی کو عشاء کے ساتھ مختص کیا ہے۔ اگرچہ ظاہر حدیث سے عموم معلوم ہوتا ہے۔

عقد الشيطان کے بارے میں حافظؒ کا تو کہنا ہے کہ یہ حقیقت پر محمول ہے۔ جیسے ساحرین اور تعویذ گنڈے والے مرد اور عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ اور بعض نے اس کو مجاز پر محمول کیا ہے۔ کہ فعل شیطان

بالنائم کو فعل الساحر بالمسحور سے تشبیہ دی ہے تو جیسے سحر سے مسحور کام سے رک جاتا ہے۔ ایسے نائم بھی نماز سے رک جاتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ عقد سے قلب مراد ہے۔ کہ شیطان قلب میں لیل طویل کے وسوسے ڈالتا ہے۔ اس لئے وہ نائم قیام سے رک جاتا ہے۔

خبیث النفس کسلان ہذا باعتبار اکثر المصلین۔ یعنی اکثر نمازیوں پر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں۔ کہ میرا تجربہ ہے۔ جو شخص ایک مرتبہ نماز پڑھے اور دوسری دفعہ نہ پڑھے۔ تو دونوں میں اسے واضح فرق محسوس ہوگا۔

لما تخلف عنها اثرہ۔ قرآن مجید میں اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ہے۔ اور ابن مسعودؓ کی روایت ہے۔ انہا لاتنفع الا من اطاعها یعنی نماز اس کو فائدہ دے گی۔ جو نماز کے تقاضے پورے کرے۔ ورنہ نماز منہ پر ماری جائے گی۔ تلك صلوٰۃ المنافق وغیرہ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ - اما الذی یثلغ رأسه۔ اس حدیث کو باب قیام اللیل میں اس مناسبت سے لایا گیا ہے کہ قاری قرآن اس کو تہجد اور نوافل میں پڑھتا ہے۔ تو مناسب تھا کہ جو ترک قرأۃ کرتا ہے اس کو وعید سنائی جائے۔ کہ اس حافظ قرآن نے قرأۃ کو یہاں تک ترک کر دیا کہ نوافل تو نوافل رہے۔ یہ فرض نماز میں بھی نہیں پڑھتا۔ اس لئے وہ اس وعید کا مستحق ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - حدیث اور ترجمہ میں جو مناسبت شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ یہ شراح کی سب توجیہات سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ کے تراجم میں یہ بھی عادت ہے۔ کہ وہ تراجم میں اضداد کو ذکر فرماتے ہیں۔

فیرفضہ کے معنی ہوں گے کہ وہ قرآن کو پڑھنا چھوڑ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ تہجد میں بھی نہیں پڑھتا۔ بلکہ فرائض میں بھی نہیں پڑھتا۔ تو اس طرح وعید دونوں امور پر ہوگی۔ ترکِ تہجد اور ترک مکتوبہ دونوں پر صرف تہجد پر نہیں ورنہ اس کا وجوب لازم آئے گا۔ اور جو لوگ صرف ترکِ تہجد پر وعید کو مرتب کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ترجمہ سے حدیث کی مطابقت اس طرح ہوگی۔ کہ عقد شیطان ایک غفلت اور شیطان کا اتباع ہے جو ترک تہجد سے حاصل ہوتا ہے۔

بَابٌ اِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهٖ

ترجمہ: جب کوئی شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۷۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ ذُکِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِیْلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰی اَصْبَحَ مَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ بَالَ الشَّیْطَانُ فِیْ اُذُنِہٖ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا۔ چنانچہ کہا گیا کہ وہ برابر سویا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے تو وہ نماز کے لئے بھی نہیں اٹھتا۔ آپؐ نے فرمایا شیطان اس کے کان میں پیشاب کر گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس جگہ نماز سے فرض نماز مراد ہے۔ پھر قیام اللیل میں اس روایت کا لانا اس بنا پر ہوگا کہ اس کی نیند ساری رات کو حاوی رہی۔ نہ تو اس نے تہجد پڑھی اور نہ ہی فرض نماز ادا کی۔ اور سزا بھی اسی ترک مکتوبہ پر مرتب ہے۔ ترک تہجد میں نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بال الشیطان۔ خطابی فرماتے ہیں کہ یہ تمثیل و تشبیہ ہے۔ کہ غافل کی مثال ایسے شخص کی طرح ہے۔ جس کی سمع اور حس مسخ ہو چکی ہو۔ اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو کوئی مستبعد نہیں۔ اس لئے کہ شیطان کے لئے اکل۔ شرب۔ ضراط وغیرہ ثابت ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ یہ استخفاف سے کنایہ ہے۔ بال علیہ استخفہ۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ تحکم اور انقیاد سے استعارہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ شیطان اس کے کانوں کو اباطیل سے بھر دیتا ہے تنبّہ نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اذن کا ذکر کیا گیا۔ حالانکہ نیند کے مناسب تو آنکھ ہے۔ تو کہا گیا کہ یہ ثقل نوم سے کنایہ ہے۔ جیسے ضَرَبَ عَلٰی اٰذَانِہِمْ کہ جس سے مسامع بالکل بند ہو گئے۔ انتباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ اور بول کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ وہ اسرع نفوذ ہے۔ رگوں میں سرایت کر کے سارے اعضاء میں سستی پیدا کر دیتا ہے۔

لم یصل اگرچہ عام ہے۔ مگر حدیث بول الشیطان فرض نماز کے بارے میں ہے۔ تہجد کے بارے میں نہیں ہے۔ لیکن اس طرح کی نیند فوت تہجد کو بھی مستلزم ہے۔ تو جیسے ثلغ راس۔ رفض قرآن اور نوم عن المکتوبہ پر مرتب تھا ترک تہجد پر مرتب نہیں تھا۔ مگر رفض قرآن کو عام کیا گیا باقی عقد شیطان کو ترک تہجد پر بول شیطان کو ترک فرض پر اس لئے مرتب کیا گیا کہ بول الشیطان نجس ہے۔ اس لئے وہ ترک فرض کے مناسب ہے۔

حتیٰ اصبح ای حتی دخل فی الصباح ما قام الی الصلوٰۃ ای الیٰ
صلوٰۃ الفجر۔ اور بعض نے کہا۔ الصلوٰۃ میں الف لام عہد کا ہے۔ اس سے صلوٰۃ لیل مراد ہے۔
تو اس صورت میں حدیث کی باب سے مناسبت واضح ہو جائے گی۔

بَابُ الدُّعَآءِ وَالصَّلٰوۃِ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ وَقَالَ کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ یَنَامُوْنَ۔

ترجمہ۔ رات کے آخری حصہ میں دعا کرنا۔ نماز پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وہ لوگ رات کو تھوڑا سوتے ہیں۔ یہجعون کے معنی ینامون کے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰۷۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ مَنْ یَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف اترتے ہیں۔ جب کہ رات کا آخری تیسرا حصہ باقی ہوتا ہے۔ تو فرماتے ہیں جو مجھ سے دعا مانگے۔ میں اس کی دعا قبول کروں گا۔ جو مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے۔ وہ میں اسے دے دوں گا۔ اور جو میرے سے گناہوں کی معافی مانگے میں اس کی بخشش کردوں گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ نزول سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور تجلی کا نزول مراد ہے۔ حدیث میں اگرچہ دعا کا ذکر ہے صلوٰۃ کا نہیں ہے۔ مگر عموماً دعا، واستغفار اور سوال کی اجابت اور قبولیت نماز کے بعد ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا اسی طرح دعا اور صلوٰۃ حدیث سے ثابت ہوئے۔

بَابُ مَنْ نَامَ اَوَّلَ اللَّیْلِ وَاَحْیٰی اٰخِرَہٗ وَقَالَ سَلْمَانُ لِاَبِی الدَّرْدَآءِ نَمْ فَلَمَّا کَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو رات کے اول حصہ میں سوتا ہے۔ اور آخری حصہ کو زندہ رکھتا ہے۔ یعنی اس میں نماز اور ذکر اذکار کرتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابو الدرداءؓ سے فرمایا۔ سو جاؤ جب

رات کا آخری حصہ ہوا تو فرمایا اٹھو اب عبادت کرو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت سلمانؓ نے سچ فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۰۷۶۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَهٗ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهٗ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَاِنْ كَانَتْ بِهٖ حَاجَةٌ اِغْتَسَلَ وَاِلَّا تَوَضَّاَ وَخَرَجَ۔

ترجمہ۔ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کیسے ہوتی تھی۔ فرمایا۔ کہ رات کے پہلے حصہ میں نیند فرماتے تھے۔ آخری حصہ میں اٹھ کر نماز پڑھتے۔ پھر اپنے بستر کی طرف واپس آجاتے۔ پس جب مؤذن اذان دیتا۔ تو جلدی اٹھ کھڑے ہوتے۔ اگر آپؐ کو کسی گھر والی سے حاجت ہوتی تو اس کو پورا کر کے غسل فرماتے ورنہ وضو کرتے اور پھر باہر تشریف لے جاتے۔

تشریح از قاسمی۔ ترجمہ میں جو حضرت سلمانؓ اور ابو الدرداءؓ کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ وہ طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ جس میں ہے۔ ان لربك عليك حقًا ولنفسك عليك حقًا ولِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كل ذی حق حَقَّهٗ۔ یعنی تیرے رب کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ ہر حق والے کی حق رسی کرنی چاہیئے۔ جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلمانؓ نے سچ فرمایا۔

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ

ترجمہ:۔ رمضان اور غیر رمضان میں رات کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام کرنا۔

حدیث نمبر ۱۰۷۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَؓ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلٰثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ

يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔

ترجمہ۔ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ رمضان شریف کی راتوں میں آپؐ کی نماز کیسے ہوتی تھی۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے۔ چنانچہ چار رکعت پڑھتے تو آپ ان کی خوب صورتی اور طول کے متعلق مت پوچھو۔ میں بیان نہیں کر سکتی۔ پھر چار رکعت اور پڑھتے تو ان کی خوب صورتی اور لمبائی کے متعلق مت پوچھو۔ بعد ازاں تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپؐ وتر سے سوجایا کرتے ہیں۔ فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں۔ دل نہیں سوتا۔

حدیث نمبر ۱۰۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ جَالِسًا حَتّٰى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّورَةِ ثَلٰثُونَ أَوْ أَرْبَعُونَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ لیل میں کبھی بیٹھ کر قرأت کرتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک جب آپؐ بڑی عمر کے ہو گئے تو بیٹھ کر قرأت کرنے لگے جب سورہ میں سے تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو کر انہیں پڑھتے۔ پھر رکوع کرتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ یہاں متنبہ ہونا چاہیئے۔ کہ اس روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ اللیل میں جو عادت مبارک تھی اور جس پہ آپؐ نے دوام کیا اس کو بیان فرما رہی ہیں۔ لیکن جو چیز کبھی کبھی اور نادرًا واقع ہوئی جیسے رمضان شریف کی چند راتوں کا قیام۔ اس کا یہاں نہ نفیًا ذکر ہے نہ اثباتًا اور ایسا کلام میں عمومًا ہوا ہی کرتا ہے۔ تو حضرت عائشہؓ کے اس مقالہ سے تین راتوں سے زیادہ نہ کرنے کا بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس کے بعد اگر بیس رکعات کا ذکر روایات میں آجائے اگرچہ وہ ضعیف روایات بھی کیوں نہ ہوں۔ تو وہ ان روایات صحاح کے مخالف نہ ہوگا۔ اس لئے عدم مخالفت کی وجہ سے ان کا قبول کرنا واجب ہوگا۔

فی رمضان وغیرہ اس سے صلوٰۃ معتادہ معروفہ یعنی تہجد اور صلوٰۃ اللیل کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ اس میں زیادتی نہیں کرتے تھے۔ دوسرے غیر رمضان میں تو تراویح پڑھی نہیں جاتی۔ کہ اس

سے نفی کی جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو دلیل بیان فرمائی ہے۔ وہ بالکل واضح ہے۔ چنانچہ سب محدثین صلوٰۃ اللیل کا الگ باب باندھتے ہیں اور قیام رمضان کا الگ اور علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ سب محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ قیام رمضان سے تراویح مراد ہے۔ تو یہ صلوٰۃ رمضان کے ساتھ مختص ہوگی۔ اگر یہ سارے سال کو شامل ہوتی۔ تو نہ رمضان کے ساتھ مختص ہوتی اور نہ ہی اس کی طرف نسبت ہوتی۔ اور شرح کبیر میں ہے التراویح ہو قیام رمضان۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عائشہؓ سے سائل نے صلوٰۃ لیل کی کیفیت دریافت کی۔ کمیت کا سوال نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے بھی عدد اکثری ذکر کرنے کے بعد کیفیت کو بیان فرمایا۔ لیکن چونکہ سائل نے صلوٰۃ لیل میں رمضان کا لفظ بڑھا دیا تھا۔ اس لئے حضرت عائشہؓ نے گمان کیا کہ شاید سائل کے نزدیک رمضان شریف میں صلوٰۃ لیل کی رکعات میں اضافہ ہو جاتا ہوگا۔ اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں صلوٰۃ لیل کی رکعات میں اضافہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اس توجیہ سے سب روایات متفق ہو جاتی ہیں۔ رہ گئیں رکعات تراویح بیس رکعات وہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مؤطا کی روایات سے ثابت ہے اور زیادتی مقبولہ ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں بہت سی روایات قیام رمضان عشرین رکعت کی نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اگرچہ اکثر روایات ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن وہ ایک دوسرے کی تقویت ضرور کرتی ہیں۔ نیز ائمہ اربعہؒ کا فروع میں اکثر اختلاف رہتا ہے۔ مگر وہ سب اس پر متفق ہیں کہ صلوٰۃ تراویح بیس رکعات ہے۔

فی رمضان ولا غیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ سائل کا سوال صلوٰۃ متعادہ معروفہ کے بارے میں تھا۔ کیونکہ تراویح تو رمضان کے ساتھ مختص ہے۔ اس کا سوال ایسی صلوٰۃ لیل کے بارے میں تھا جو رمضان اور غیر رمضان کو شامل ہو۔ صلوٰۃ تراویح کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ نیز ابتراویح بیس رکعت سنت خلفاء راشدین ہے اور آپؐ کا ارشاد ہے۔ علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

بَابُ فَضْلُ الطُّهُوْرِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَفَضْلِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔

ترجمہ:۔ رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت اور رات اور دن میں وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت۔

حدیث نمبر ۱۰۷۹۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْكَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِیْ سَاعَةِ لَیْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے وقت حضرت بلالؓ سے فرمایا۔ اے بلالؓ۔ مجھے اپنے اعمال میں سے ثواب کی زیادہ امید والا وہ عمل بتلاؤ جو تم نے اسلام میں کیا ہو۔ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی کھسکھساہٹ کی آواز سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا مجھے ثواب کی زیادہ امید والا میرے نزدیک جو عمل میں نے کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب بھی دن اور رات کی گھڑیوں میں میں نے وضو کیا تو اس وضو سے میں نے وہ نماز پڑھ لی۔ جو میرے مقدر میں لکھی گئی تھی۔ یعنی تحیۃ الوضو پڑھ لیتا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس روایت سے ترجمہ کی شق ثانی پر دلالت ہوتی ہے۔ مگر شق اول واضح نہیں۔ اکثر شراح یہی فرماتے ہیں۔ مگر حافظؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ شق اول پر حدیث کا وہ حصہ دلالت کرتا ہے۔ جو بعض طرق میں واقع ہوا ہے۔ ورنہ اس حدیث سے شق اول کا ثبوت نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا یُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِیْدِ فِی الْعِبَادَةِ

ترجمہ:۔ باب اس بارے میں کہ عبادت میں اپنے اوپر سختی کرنا مکروہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۸۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَیْنَ السَّارِیَتَیْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَیْنَبَ فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوْهُ لِیُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان دراز ہے۔ پوچھا یہ کیسی رسی ہے۔ کہا گیا کہ یہ حضرت زینبؓ کی رسی ہے۔ جب کھڑے ہونے سے تھک یعنی سست ہو جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہے آپ نے فرمایا۔ نہیں

اس رسّی کو کھول دو۔ تم میں سے ہر ایک کو خوشدلی کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے۔ جب کھڑے کھڑے سست ہو جائے تو بیٹھ جائے۔

حدیث نمبر ۱۰۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ فَذُكِرَ مِنْ صَلَاتِهَا فَقَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا۔

ترجمہ۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک آپؐ میرے پاس تشریف لائے۔ پوچھا۔ یہ کون عورت ہے۔ میں نے کہا۔ یہ فلاں عورت ہے۔ جو رات کو نہیں سوتی۔ پس اس کی نماز کا ذکر کیا گیا۔ یعنی وہ رات بھر نماز پڑھتی رہتی ہے۔ فرمایا رک جاؤ۔ تم لوگ وہ اعمال کرو۔ جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نہیں اکتاتا یعنی نہیں تنگ پڑتا۔ جب تک تم نہ تنگ پڑ جاؤ۔

تشریح از قاسمی۔ یعنی اللہ تعالےٰ اس عمل کا ثواب قطع نہیں کرتا جب تک تم اپنے عمل کو کثرت کی وجہ سے تنگ آکر چھوڑ نہ دو۔ خلاصہ یہ کہ اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق عمل کرو۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُومُهُ

ترجمہ:۔ جو شخص قیام لیل کرتا تھا اس کے لئے قیام لیل چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۸۲۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے عبداللہ کہ تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جاؤ۔ جو رات کو قیام کرتا تھا۔ پھر اس نے قیام اللیل چھوڑ دیا۔

باب حدیث نمبر ۱۰۸۳۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّکَ تَقُوْمُ اللَّیْلَ وَتَصُوْمُ النَّہَارَ قُلْتُ إِنِّی أَفْعَلُ ذٰلِکَ قَالَ فَإِنَّکَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ ھَجَمَتْ عَیْنُکَ وَنَفِھَتْ نَفْسُکَ وَإِنَّ لِنَفْسِکَ حَقًّا وَلِأَھْلِکَ حَقًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سے پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے کہ آپ رات بھر قیام کرتے ہیں۔ اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کی کچھ ایسا ہی ہے۔ فرمایا جب تو ایسا کرے گا تو تیری آنکھ گڑ جائے گی۔ ضعف بصر ہو جائے گا۔ اور تیرا جی بھر جائے گا یا تھک جائے گا۔ بے شک تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیرے گھر والوں کا بھی حق ہے۔ پس ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔ قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو۔

تشریح از قاسمی۔ حدیث کی ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اور نوم دونوں کا حکم دیا۔ جس کا تقاضا ہے کہ تشدد فی العبادۃ ترک کر دینا چاہیئے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی

ترجمہ:۔ اس شخص کی فضیلت کے بارے میں جو رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۸۴۔ حَدَّثَنَا صَدَقَۃُ حَدَّثَنِی عُبَادَۃُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی أَوْ دَعَا اسْتُجِیْبَ لَہٗ فَإِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلٰوتُہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص رات کو بیدار ہوا اور اس نے کلمہ تمجید پڑھا۔ پھر کہا اے اللہ مجھے بخش دے۔ یا کوئی اور دعا مانگی۔ تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ پس اگر وضو کر کے نماز پڑھ لی۔ تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۰۸۵۔ **حدثنا** یحیی بن بکیرؒ انہ سمع اباھریرۃؓ وھو یقص فی قصصہ وھو یذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخا لکم لا یقول الرفث یعنی بذلک عبد اللہ بن رواحۃ "وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ اذا انشق معروف من الفجر ساطع ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا بہ موقنات ان ما قال واقع۔ یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع۔

ترجمہ۔ حضرت ھیثم بن ابی سنان نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے سنا۔ وہ اپنے مواعظ میں سے ایک وعظ کے اندر فرما رہے تھے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے بھائی عبد اللہ بن رواحۃ نے کوئی بے ہودہ بات نہیں کہی۔ ترجمہ۔ ہمارے اندر اللہ کا رسول ہے جو اللہ کی کتاب تلاوت کرتا ہے۔ جب کہ مشہور فجر اٹھنے والی پھٹتی ہے۔ جس نے ہمیں گمراہی کے بعد ہدایت دکھلائی۔ پس ہمارے دل اس پر یقین رکھنے والے ہیں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا۔ وہ ہو کر رہنے والا ہے۔ وہ رات اس حال میں گزارتے ہیں۔ کہ آپ کے پہلو اپنے بستر سے جدا ہوتے ہیں۔ (اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔ کہ آپ قیام اللیل فرماتے ہیں) جب کہ مشرکوں کے بستر ان کی وجہ سے بوجھل ہوتے ہیں۔ تتجافی جنوبھم عن المضاجع سے کنایہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۸۶۔ **حدثنا** ابو النعمانؒ عن ابن عمرؓ قال رأیت علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان بیدی قطعۃ استبرق فکانی لا ارید مکانا من الجنۃ الا طارت الیہ ورأیت کان اثنین اتیانی ارادان یذھبا بی الی النار فتلقاھما ملک فقال لم ترع خلیا عنہ فقصت حفصۃؓ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدی رؤیای فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل عبد اللہ لو کان یصلی من اللیل وکانوا لا یزالون یقصون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرؤیا انھا فی اللیلۃ السابعۃ من العشر الاواخر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اری رؤیاکم قد تواطت فی العشر الاواخر فمن کان متحریھا

فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک خواب دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں دبیز ریشم کا ایک ٹکڑا ہے۔ میں جنت کے جس مکان کا ارادہ کرتا ہوں وہ ٹکڑا اڑ کر اس کی طرف جا پڑتا ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دو فرشتے میرے پاس آئے۔ اور وہ مجھے جہنم کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ پس ان کو ایک تیسرا فرشتہ ملا۔ مجھے کہا تم خوف نہ کھاؤ اور ان سے کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ تو حضرت حفصہؓ ام المؤمنین نے میرے دو خوابوں میں سے ایک خواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ عبداللہ بہتر آدمی ہے۔ کاش یہ رات کو نماز پڑھتا۔ پھر حضرت عبداللہؓ ہر رات نماز پڑھنے لگے۔ اور حضرات صحابہ کرام ہمیشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کے متعلق اپنا خواب بیان کرتے رہے۔ کہ وہ آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم سب کے خواب آخری عشرہ پر موافق ہیں۔ تو جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے تو وہ رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لایقول الرفث۔ اس سے حضرت ابوہریرہؓ کا مقصد یہ ہے کہ اچھا شعر خوب ہوتا ہے۔ اس حدیث سے تہجد کی فضیلت ثابت ہوئی۔ کہ راتوں کو اٹھ کر عبادت الٰہی کرنا یہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل اور احوال میں سے ہے۔

لم ترع الخ جو چیز دکھانی مقصود تھی۔ اس کے دکھانے کے بعد فرمایا کہ آپ خوف نہ کریں۔

اریٰ رؤیاکم قد تواطت الخ بظاہر اس ٹکڑا حدیث کا جوڑ باب سے معلوم نہیں ہوتا۔ یا تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اسی روایت کو اس خواب کے مکمل کرنے کے لئے لایا گیا جس کا ذکر ہوا تھا۔ یا اس کا مبنیٰ یہ ہے کہ قیام اللیل مامور بہ ہے۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا فلیتحرّھا جو ہجود کو مستلزم ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ان اخاکم الخ امام بخاریؒ نے تو اپنی تاریخ میں اسے حضرت ابوہریرہؓ کا مقولہ قرار دیا ہے۔ اور علامہ عینیؒ اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ قرار دیتے ہیں۔ البتہ علامہ قسطلانیؒ نے فرمایا۔ ان اخاکم یا تو حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے۔ یا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گویا کہ انہوں نے شک کے ساتھ بیان کیا۔ فیصلہ کوئی نہیں کیا۔

الرفث کے معنی لغو اور فحش کے ہیں۔ آپؐ کے اس کلام سے معلوم ہوا۔ حسن الشعر محمود من الکلام ہے۔

توجہاں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کی مذمت فرمائی ہے۔ وہ شعر قبیح ہے۔ حسنہ حسن و قبیحہ قبیح۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے پہلے شعر میں تو حضورؐ کے علم کی طرف اشارہ کیا۔ تیسرے میں آپؐ کے عمل کی طرف اور دوسرے میں آپؐ کی تبلیغ کی طرف اشارہ ہے۔ پس گویا آپؐ کامل مکمل ہیں۔ ان اشعار سے تعارّ کے معنی کی تعیین ہوگئی۔ کہ تعارّ بیداری اور بستر پر کروٹیں بدلنے کو کہتے ہیں۔ اور اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ تعارّ کے معنی تیقظ مع صوت کے ہیں۔ کہ بیدار ہوکر ذکر الٰہی کے لئے آواز بلند کرے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یستیقظ کی بجائے ترجمہ میں تعارّ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب سے مطابقت یجافی مفجعہ سے ہے کیونکہ بستر سے آپ کو دور کرنا یا نماز کے لئے ہوگا یا ذکر الٰہی کے لئے ہے۔ یہ قرأۃ قرآن کے لئے ہوگا۔

عجیب واقعہ ۔ حافظؒ نے دارقطنی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنی بیوی کے پہلو میں ایک رات لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک اپنی باندی کی طرف اٹھ کر چلے گئے جو حجرہ کے ایک کونے میں سوئی ہوئی تھی۔ اس سے ہمبستر ہوئے۔ ان کی بیوی گھبرا کر اٹھی۔ تو ان کو بستر پر نہ پایا تو تلاش کرتے کرتے ان کو باندی سے ہمبستر ہوتے دیکھ لیا۔ گھر گئی۔ چھری نکال کر لے آئی۔ جس سے حضرت عبداللہ گھبرا گئے۔ کہنے لگی۔ اگر میں تمہیں اس حال میں دیکھ لیتی تو میں دو کندھوں کے درمیان چھری رکھ کر تجھے چیر دیتی۔ جس پر آپ نے فرمایا تو نے مجھے کہاں دیکھا اس نے کہا باندی سے جماع کرتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھے نہیں دیکھا۔ دیکھو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی آدمی کو قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ تو اس عورت نے کہا۔ اچھا تم قرآن پڑھو۔ انہوں نے عبداللہ بن رواحہ کے اشعار پڑھے۔ جو یارسول اللہ سے شروع ہوتے ہیں۔ جس پر عورت نے کہا کہ میں اپنی آنکھ کو جھوٹا قرار دیتی ہوں۔ تم سچے ہو۔ حضرت عبداللہؓ نے جب صبح کو یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ تو آنحضرتؐ سن کر ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی داڑھیں دیکھ لیں۔

فلیتسحرها یہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ سب روایات کا مضمون واحد ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ترجمہ کان عبداللہ یصلی من اللیل سے لیا جائے گا۔ اور ان کی نماز غالبا رات کو بستر چھوڑنے اور رات کو بیدار ہونے کے بعد ہوتی تھی۔ یہی بعینہٖ ترجمہ ہے۔

بَابُ الْمُدَاوَمَةِ عَلٰی رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر کی دوسنتوں پر ہمیشگی کرنا۔

حدیث نمبر ۱۰۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا وَرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَائَيْنِ وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا أَبَدًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد رات کو اٹھ کر آٹھ رکعات پڑھیں پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھیں اور دو رکعت اذان فجر اور اقامت کے درمیان پڑھیں۔ جن کو آپؐ نے کبھی نہیں چھوڑا۔ تو سنت فجر پر مداومت ثابت ہوئی۔

بَابُ الضِّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر کی دو سنت ادا کرنے کے بعد دائیں پہلو پر لیٹ جانا۔

حدیث نمبر ۱۰۸۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو سنت سے فارغ ہو جاتے تو اپنے داہنے پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرات محدثین کا اس ضجعہ میں اختلاف ہے۔ چنانچہ چھ اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ امام شافعیؒ اسے سنت قرار دیتے ہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک مستحب ہے۔ ابن حزم کے نزدیک واجب ہے۔ اور بعض صحابہ اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔ پانچواں قول خلاف اولیٰ کا ہے۔ اور چھٹا قول یہ ہے کہ یہ مقصود بالذات نہیں۔ مقصود تو رکعتی الفجر اور فریضہ کے درمیان فصل کرنا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ جو اس کو ضجعہ الشیطان کہتے ہیں۔ شاید انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی اطلاع نہ ہو سکی ہو۔ یا یہ کہ وہ اس کے لازمی اور حتمی ہونے کا انکار فرماتے ہیں۔

بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ لَمْ يَضْطَجِعْ

ترجمہ:۔ باب اس شخص کے بارے میں جو رکعتین فجر ادا کرنے کے بعد باتیں کرتا ہے اور لیٹتا نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۸۹۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلَّى فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِيْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ حَتّٰى يُؤْذَنَ بِالصَّلٰوةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو اگر میں جاگ رہی ہوتی تو میرے سے باتیں کرتے تھے۔ ورنہ اس وقت تک لیٹے رہتے یہاں تک کہ آپؐ کو نماز کی اطلاع دی جاتی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ رکعتی الفجر کے بعد لیٹنا نہ واجب ہے اور نہ ہی سنت مؤکدہ ہے۔ البتہ ایک امر مباح ضرور ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس ترجمہ سے اشارہ ہوا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ضجعہ پر ہمیشگی نہیں کرتے تھے۔ جس سے ائمہ نے عدم وجوب ثابت کیا ہے۔ اور امر کو استحباب پر محمول کیا ہے۔ اور اس کا فائدہ یہ تبلایا جاتا ہے تاکہ اس سے صبح کی نماز کے لئے نشاط اور راحت حاصل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تہجد پڑھنے والے کے لئے مختص ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ تجلیات الٰہیہ سے منور ہونے کے بعد آپؐ عمداً بعض ازواج سے باتیں کرتے تھے۔ یا زمین پر لیٹ جاتے تھے۔ تاکہ ان تجلیات کا اثر زائل ہو جائے۔ ورنہ کون انسان ہے جو آپؐ سے بات کر سکتا یا آپؐ کے ساتھ بیٹھ سکتا۔ لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ لَا دَائِمًا

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت مختص ہے۔ کہ اس میں نہ تو کوئی قریبی فرشتہ اور نہ کوئی بھیجا ہوا نبی میری موافقت کر سکتا ہے۔ یہ ہمیشہ نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَ

اَبِيْ ذَرٍّ وَّ اَنَسٍ وَّجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ مَا اَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ اَرْضِنَا اِلَّا يُسَلِّمُوْنَ فِيْ كُلِّ

اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ۔

ترجمہ۔ باب نفل کے بارے میں جو آیا ہے کہ وہ دو دو رکعت ہیں۔ یہی ان حضرات سے منقول ہے۔ حضرت عمارؓ۔ ابوذرؓ۔ انسؓ۔ جابر بن زیدؓ۔ حضرت عکرمہؓ اور زہری۔ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری فرماتے ہیں کہ ہمارے مدینہ کی زمین کے فقہاء دن کی ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ فِيْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ وَقَالَ وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور میں استخارہ کی دعا ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورۃ ہمیں سکھاتے تھے۔ فرماتے کہ تم میں سے جب بھی کوئی کسی معاملہ کا قصد کرے تو پہلے دو رکعت نفل پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔ ترجمہ۔ اے اللہ میں تیرے علم کے مطابق تیرے سے خیر طلب کرتا ہوں۔ اور تیری قدرت کے کے ذریعہ طاقت طلب کرتا ہوں۔ اور تیرے سے تیرا فضل عظیم مانگتا ہوں۔ کیونکہ تو قادر ہے میں قدرت نہیں رکھتا۔ تو جانتا ہے میں نہیں جانتا۔ تو تمام لوگوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ میرے لئے بہتر ہے۔ میرے دین میں میری زندگی میں اور میرے انجام کار میں۔

یا فرماتے کہ میرے جلدی کے اور دیر کے معاملات ہیں۔ (جلدی سے امور دنیوی اور دیر سے امور اخروی مراد ہیں) تو ان کو میرے لئے مقدر کر لے اور میرے لئے آسان فرما دے۔ اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ معاملہ میرے لئے شر ہے میرے دین میں اور میری زندگی میں اور میرے انجام کار میں۔ یا فرماتے میرے جلدی اور دیر کے کاموں میں تو اس کو میرے سے پھیر دے۔ اور مجھے اس سے پھیر دے۔ اور میرے لئے بھلائی مقدر کر دے۔ جہاں بھی ہو۔ پھر مجھے اس سے راضی کر دے۔ اور ہذا والی جگہ پر اپنی حاجت کا نام لے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۱۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ بن ابو الانصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک مسجد میں داخل ہو تو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعت نماز تحیۃ المسجد نہ پڑھ لے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی بعد ازاں پھر کر بیٹھ گئے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔ ظہر کے بعد بھی دو رکعت اور جمعہ کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھی ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَخْطُبُ اِذَا جَآءَ اَحَدُکُمْ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ اَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْیُصَلِّ رَکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ جب کہ آپؐ خطبہ دے رہے تھے۔ کہ تم میں سے جب بھی کوئی مسجد میں آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو۔ یا امام خطبہ کے لئے نکل چکا ہو تو دو رکعت نماز پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ سَمِعْتُ مُجَاھِدًا یَقُوْلُ اُتِیَ ابْنُ عُمَرَ فِیْ مَنْزِلِہٖ فَقِیْلَ لَہٗ ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْکَعْبَۃَ قَالَ فَاَقْبَلْتُ فَاَجِدُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَاَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا فَقُلْتُ یَا بِلَالُ اَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْکَعْبَۃِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَاَیْنَ قَالَ بَیْنَ ھَاتَیْنِ الْاُسْطُوَانَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فِیْ وَجْہِ الْکَعْبَۃِ وَقَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اَوْصَانِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرَکْعَتَیِ الضُّحٰی وَقَالَ عُتْبَانُ ابْنُ مَالِکٍ غَدَا عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّھَارُ وَصَفَفْنَا وَرَآءَہٗ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمرؓ نے ان کے گھر میں لوگوں نے آکر بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں بھی آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ باہر تشریف لا چکے تھے۔ اور حضرت بلالؓ دروازے پہ آکر کھڑے ہیں تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں پڑھی ہے۔ میں نے پوچھا کہاں پڑھی فرمایا ان دو ستونوں کے درمیان پڑھی پھر باہر تشریف لاکر خانہ کعبہ کے عین سامنے دو رکعت پڑھی۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو رکعت نماز اشراق پڑھنے کی وصیت فرمائی۔ اور حضرت عتبان بن مالک فرماتے ہیں کہ جب صبح سویرے میرے پاس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ خوب دن چڑھنے کے بعد تشریف لائے تو ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی تو آپؐ نے دو

دو رکعت نماز پڑھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ التطوع مثنیٰ مثنیٰ. ہمارے نزدیک اس سے دو دو رکعت بالتسلیم مراد ہیں۔ اس طرح اس سے تشہد مراد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ خود حدیث ابو درداءؓ میں وارد ہے۔ الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ ان تشہد فی کل رکعتین اور تشہد میں السلام علیک ایھا النبیؐ الخ بھی موجود ہے۔ وجہ یہ ہے کہ نماز کا ہر دوگانہ الگ الگ نماز ہے۔ اور اس طرح یحییٰ بن سعید کے قول سے بھی یہی مراد لیا گیا ہے۔ اور روایات میں جو رکعتین کا ذکر ہے اس سے اقل صلوٰۃ مراد ہے۔ کیونکہ آپؐ نے صلوٰۃ بُتَیرا[1] سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے اقل نماز دو رکعت ہوگی اس سے زیادہ کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ سنن اور نوافل میں چار کی تصریح بھی ہے۔ جیسے ظہر کی سنن چار رکعت کا ذکر احادیث میں ہے۔

خیر لی فی دینی و معاشی الخ اس میں مجموعہ کی طرف نظر ہے۔ ہر ہر فرد کی طرف نہیں۔ پس جس میں خیریت غالب ہوگی وہ مطلوب الوجود ہے۔ اور جس میں شر کا غلبہ ہوگا وہ خلاف مقصود ہے اس طرح دنیا کی وہ خیریت جس کے وجود سے آخرت کا نقصان ہو اس کی خیریت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور دنیا کا شر جس سے آخرت کا نفع ہو اس کا شر معتد بہ نہ ہوگا۔ منزلہ سے مراد موضع نزول ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا گھر مدینہ منورہ میں تھا مکہ میں نہیں تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ ہے صلوٰۃ بُتَیرا[1] سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے احنافؒ اور مالکیہؒ دونوں کے نزدیک ایک رکعت نفل ناجائز ہے۔ البتہ شوافعؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نفل رکعات میں افضل کیا ہے۔ شوافعؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک تو دن اور رات میں دوگانہ دوگانہ افضل ہے۔ زیادتی جائز ہے۔ مالکیہؒ کے نزدیک دوگانہ متعین ہے زیادتی مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دن اور رات کی نوافل میں چار چار رکعات افضل ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک دن میں تو چار چار رکعات اور رات کو دو دو رکعات افضل ہیں۔ اس پر زیادتی مکروہ ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا۔ تو امام بخاریؒ کا ترجمہ یا تو بیان افضل کے لئے ہے۔ تو شوافعؒ کے موافق ہوگا۔ اور احنافؒ کے خلاف ہوگا۔ اور اگر اقل من الرکعتین سے منع کرنا مقصود ہے تو پھر احنافؒ کے موافق اور شوافعؒ کے خلاف ہوگا۔ اور شیخ گنگوہیؒ کا افادہ مسلک احنافؒ پر مبنی ہے۔

نیز یحییٰ بن سعید کا قول بھی دونوں احتمال رکھتا ہے۔ ایک معنی تو یہ ہیں کہ لا یُسَلِّمُونَ عَلَی الاقل من

---

[1] ایک رکعت والی نماز۔

رکعتین یا افضل کا بیان کرنا مقصود ہے۔

بکونھا اربعًا حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحیٰ اربع رکعات لایفصل بینھن اور ابوایوب کی مرفوع روایت میں ہے۔ اربعًا قبل الظھر لیس فیھن تسلیم الخ

قولہ خیر لی فی دینی ومعاشی۔ مصالح دینوی اور اخروی میں جب تعارض ہو جائے تو شیخؒ نے اس طرح دفعیہ فرمایا کہ مجموع بین المجموع کو دیکھا جائے گا۔ ہر ہر فرد کی طرف نظر نہیں ہوگی۔ یہ فرق شراح بخاریؒ میں سے اور کسی کے کلام میں نہیں دیکھا گیا۔ شیخ گنگوہیؒ نے نہایت بلیغ پیرایہ میں اس تعارض کا دفعیہ فرمایا ہے۔ اس جگہ حدیث استخارہ میں چند ابحاث ہیں۔ ایک تو یہ کہ حدیث جابر کی صحت میں امام مسلمؒ وغیرہ نے کلام کیا ہے۔ مگر امام بخاریؒ اور اس کی متابعت میں امام ترمذیؒ اس کی تصحیح فرما رہے ہیں۔ دوسرے من غیر الفریضہ کی قید سے صلوٰۃ صبح سے احتراز ہوگیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ فریضہ اور ما یتعلق بہا مراد ہو تو اب سنن رواتب سے بھی احتراز ہوگیا۔ تیسرے یہ کہ دعا ر استخارہ صلوٰۃ کے بعد ہونی چاہیئے۔ چوتھے غیر الفریضہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ استخارہ واجب نہیں۔ آخری بات یہ ہے۔ کہ ان کنت تعلم شک پر دال ہے۔ حالانکہ علم الٰہی میں کوئی شک نہیں ہوتا تو کہا جائے گا کہ علم میں تو شک نہیں ہوتا بلکہ اس کے متعلق میں شک ہے۔ کہ علم کا تعلق خیر سے ہے یا شر سے ہے۔ تو اصلی علم میں شک نہ ہوا۔

تشریح از قاسمی۔ خلاصہ یہ ہے کہ باب کی تمام احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ صلوٰۃ تطوع مثنیٰ مثنیٰ ہے۔ اس کی مشروعیۃ میں کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل ذکر ہوئی۔ روایات ہر طرح کی وارد ہوئی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے مسلک کی تائید میں ان احادیث سے استدلال کیا۔ جس کی مفصل بحث مع ادلہ عمدۃ القاری میں درج ہے۔

بَابُ الْحَدِيثِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ سنت فجر کی نماز کے بعد بات چیت کرنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً

حَدَّثَنِیْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ قُلْتُ لِسُفْیٰنَ فَاِنَّ بَعْضَهُمْ یَرْوِیْهِ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قَالَ سُفْیٰنُ هُوَ ذَاكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم فجر کی دو رکعت پڑھتے تھے۔ پھر اگر میں جاگ رہی ہوتی تو میرے ساتھ بات چیت کرتے ورنہ لیٹ جاتے تھے۔ میں نے سفیان بن عیینہ سے کہا کہ بعض لوگ رکعتی الفجر نقل کرتے ہیں۔ تو سفیانؒ نے فرمایا ہاں امر یہی ہے۔

بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمَنْ سَمَّاهَا تَطَوُّعًا

ترجمہ۔ فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا اور بعض نے ان کا نام نفل رکھا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۷۔ حَدَّثَنَا بَیَانُ بْنُ عَمْرٍو الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے پختہ طور پر کسی نفل کے اندر اس قدر سخت حفاظت نہیں فرماتے تھے جس قدر فجر کی دو سنت کی۔

تشریح از قاسمی۔ حدیث باب سے رکعتی الفجر کا تعاہد ثابت ہوا۔ اور نفل ہونا بایں معنی کہ فرائض سے زائد ہیں۔ ورنہ آپؐ نے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ اس لئے ان کو سنن رواتب میں شمار کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا یَقْرَأُ فِیْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر کی دو رکعت سنت میں کیا پڑھا جائے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَکْعَةً ثُمَّ یُصَلِّیْ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے۔ پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۹۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَفِّفُ الرَّکْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ

قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِنِّیْ لَاَقُوْلُ هَلْ قَرَاَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے پہلے جو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں اتنی تخفیف کرتے تھے کہ میں تو یہ کہتی کہ آیا آپؐ نے سورۃ فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ روایت میں اگرچہ ان سورتوں کی تصریح نہیں ہے۔ جو رکعتی الفجر میں پڑھی جاتی تھیں۔ لیکن وہ دو رکعت خفیفہ ہوتی تھیں۔ تو معلوم ہوا کہ قرأۃ بھی خفیفہ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اگرچہ مقروٗ فی رکعتی الفجر کی تعیین نہیں فرمائی لیکن روایات ایسی لائے جن سے تخفیف قرأۃ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کلمہ ھل کو لائے۔ بعض نے تو اسے استفہامیہ قرار دے کر قرأۃ طویلہ اور قصیرہ میں سے قصیرہ کی تعیین فرمائی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ بعض حضرات تو فرماتے ہیں کہ فجر کی دو سنتوں میں بالکل قرأۃ نہیں ہونی چاہیئے۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہہ فرمائی کہ قرأۃ تو ضرور ہونی چاہیئے۔ البتہ وہ خفیفہ اور قلیلہ ہو۔ گویا کہ ہو تو جلدی جلدی قرأۃ فاتحہ ہو۔ بعد قرأۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سی سورۃ بھی پڑھ لی جائے۔ پس مقروٗ کی تعیین والی روایت ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی۔ اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا۔ امام طحاویؒ نے قرأۃ رکعتی الفجر میں چار مذاہب نقل فرمائے ہیں۔

۱۔ ابن الاصم اور ابن علیہؒ تو کہتے ہیں۔ سرے سے ان میں قرأۃ نہیں ہے۔ دوسرا امام مالکؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ صرف اُمّ القرآن پڑھی جائے۔ تیسرا مسلک امام شافعیؒ کا ہے۔ کہ سورۃ فاتحہ سورۂ قصیرہ۔ بہرحال آیات میں تخفیف ہو۔ چوتھا مذہب ابراہیم اور مجاہد کا ہے کہ تطویل قرأۃ میں کوئی حرج نہیں۔ اور احناف کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھی جائے مسلم اور ابو داؤد میں ایسا ہی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بعض حضرات نے تو فرمایا ہے کہ روایات باب میں سے کوئی روایت بھی ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے اسماعیلیؒ نے فرمایا کہ ترجمہ یوں ہونا چاہیئے تھا۔ تخفیف رکعتی الفجر تو علامہ قسطلانیؒ نے جواب دیا۔ کہ مایقرء میں ما استفہامیہ ہے جس سے صفت قرأۃ کے متعلق سوال تھا۔ یا وہ طویلہ ہو یا قصیرہ تو جواب دیا جاتا ہے کہ وہ خفیفہ اور قلیلہ ہوتی تھی۔

باقی ھل قرء بام القرآن۔ چونکہ نوافل میں قرآت طویلہ ہوتی تھی۔ ان کی بنسبت جب رکعتی الفجر میں تخفیف ہوتی تو کہا گیا ان کی نسبت اس میں سوائے ام القرآن کے قرآت ہوتی نہیں بلکہ اس میں بھی شک ہے۔ کہ اسے بھی پڑھا یا نہیں پڑھا۔

بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

ترجمہ۔ فرض نماز کے بعد نفل کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَاَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَآءُ فَفِي بَيْتِهٖ وَحَدَّثَتْنِيْ اُخْتِيْ حَفْصَةُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ سَاعَةً لَّا اَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا تَابَعَهٗ اِذْنِ الخ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَآءِ فِيْ اَهْلِهٖ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھی اور بعد ظہر کے دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور بعد عشار کے دو رکعت اور جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھی۔ مغرب اور عشار آپ اپنے گھر میں پڑھتے تھے۔ اور میری بہن حضرت حفصہؓ نے مجھے بیان کیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح طلوع ہونے کے بعد دو ہلکی رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ وہ اپنے گھر میں پڑھتے تھے۔ اور بغیر اجازت اس گھڑی میں آپؐ کی خدمت میں کوئی حاضر نہیں ہوسکتا تھا۔ نافع نے فرمایا کہ بعد العشاء فی اھلہ یعنی عشار کے بعد اپنے گھر والوں میں نماز پڑھا کرتے تو صلوٰۃ نافلہ فی البیت کی افضلیت معلوم ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ساعۃ لا ادخل الخ۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف سے معذرت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دو رکعت سنت فجر خود پڑھتے نہیں دیکھا تو اپنی بہن کا واسطہ کیوں ذکر کیا فرمایا وجہ یہ ہے کہ اس گھڑی آپ مخلوق سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اس وقت آپ کے پاس کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو فرض نماز کے بعد نفل نہیں پڑھتا۔

حدیث نمبر ۱۱۰۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا قُلْتُ يَا اَبَا الشَّعْثَاءِ اَظُنُّهُ اَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ قَالَ وَاَنَا اَظُنُّهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعتیں اکٹھی اور سات رکعتیں اکٹھی پڑھی ہیں اور جس پر میں نے حضرت ابو الشعثاء سے پوچھا۔ کہ میرا گمان ہے کہ ظہر کو پیچھے کیا ہوگا اور عصر کو جلدی پڑھا ہوگا۔ اسی طرح عشاء کو جلدی اور مغرب کو دیر سے پڑھا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میرا بھی یہی گمان ہے۔

تشریح از قاسمی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ظہر اور مغرب کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے ورنہ جمیعًا کا لفظ صادق نہیں آئے گا۔ اور اسی سے ترجمہ ثابت ہوا۔

بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى فِي السَّفَرِ

ترجمہ۔ سفر میں اشراق کی نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۱۱۰۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ اَتُصَلِّي الضُّحٰى قَالَ لَا قُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَاَبُوْ بَكْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِخَالُهُ۔

ترجمہ۔ حضرت مورق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ اشراق کی نماز پڑھتے ہیں فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا حضرت عمرؓ انہوں نے فرمایا کہ وہ بھی نہیں۔ میں نے پوچھا حضرت ابوبکرؓ انہوں نے فرمایا وہ بھی نہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہوں نے فرمایا میرا خیال یہی ہے کہ آپؐ بھی نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۱۰۳۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ اَبِي لَيْلٰى يَقُوْلُ مَا حَدَّثَنَا اَحَدٌ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى غَيْرُ

أُمُّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرَ صَلٰوةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو کسی صحابی نے یہ نہیں بتلایا کہ اس نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اشراق کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ سوائے اُم ہانی کے کہ وہ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ غسل فرمایا پھر آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ اور فرماتی ہیں کہ اس سے زیادہ خفیف نماز میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ البتہ رکوع اور سجود مکمل کرتے تھے۔

تشریح از قاسمی۔ باب کی ہر دو روایات سے امام بخاریؒ نے یہ ثابت فرمایا کہ پہلے تو اشراق کی نماز ہے نہیں۔ اگر ہے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں پڑھی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اتصلی الضحیٰ قال لا۔ اس روایت سے مداومت اور ملازمت کی نفی کرنا مقصود ہے۔ یا شہرت اور اعلان کی نفی کرنا ہے۔

صلی ثمانی رکعات الخ۔ امام بخاریؒ اس باب میں مثبت اور نافیہ دونوں قسم کی روایات لائے ہیں۔ جس سے روایات کے تعارض کو دفع کرنا مقصود ہے۔ پس دفع تعارض اس طرح ہوا کہ نفی اور اثبات الگ الگ شیٔ سے متعلق ہے۔ اثبات مطلق صلوٰۃ ضحیٰ کا ہے۔ اور نفی اس کے دوام اور علیٰ وجہ الاعلان ادا کرنے کی ہے۔ اور فی السفر کے لفظ سے اس تعارض کے دفع کی تیسری توجیہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ابن عمرؓ کی روایت میں دوام فی السفر کی نفی کرنا ہے۔ اور اُم ہانیؓ کی روایت میں اس کا اثبات ہے۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ سفر میں کبھی پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ الضُّحٰى وَرَآهُ وَاسِعًا

ترجمہ۔ جو شخص صلوٰۃ ضحیٰ نہ پڑھے بلکہ اسے وسیع سمجھے۔

حدیث نمبر ۱۱۰۴۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اشراق کی نماز

پڑھتے نہیں دیکھا لیکن میں خود اسے پڑھتی ہوں۔

باب صَلوٰةِ الضُّحٰی فِی الْحَضَرِ قَالَهٗ عِتْبَانُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ نماز اشراق حضر میں پڑھی جاتی ہے۔ حضرت عتبانؓ نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۰۵۔ حدثنا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَا اَدَعُھُنَّ حَتّٰی اَمُوْتَ صَوْمِ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ وَّصَلٰوۃِ الضُّحٰی وَنَوْمٍ عَلٰی وِتْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔ کہ انشاء اللہ انہیں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔ ایک تو یہ کہ ہر مہینہ کے تین دن کے روزے (ایام بیض) دوسرے اشراق کی نماز تیسرے وتر پڑھ کر سونا۔

حدیث نمبر ۱۱۰۶۔ حدثنا عَلِیُّ ابْنُ الْجَعْدِ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَکَانَ ضَخْمًا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ الصَّلٰوۃَ مَعَكَ فَصَنَعَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاہُ اِلٰی بَیْتِہٖ وَنَضَحَ لَهٗ طَرَفَ حَصِیْرٍ بِمَآءٍ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَکْعَتَیْنِ وَقَالَ فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی فَقَالَ مَا رَاَیْتُهٗ صَلّٰی غَیْرَ ذٰلِكَ الْیَوْمِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ انصار کے ایک موٹے بدن والے آدمی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ تو اس نے آپؐ کے لئے اپنے گھر میں کھانے کی دعوت دی۔ اور چٹائی کے کنارے کو نرم کرنے کے لئے پانی کا چھینٹا دیا۔ جس پر آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ فلان بن فلان بن الجارود نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشراق کی نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے فرمایا اس دن کے علاوہ میں نے کبھی آپؐ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لم یصل الضحی علی وجہ التاکد وراہ واسعًا یعنی نماز نہ پڑھنا جائز ہے۔ یا نماز کو جائز سمجھتے ہیں۔ مگر یہ متاکد نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ صلوٰۃ ضحیٰ کے بارے میں نفیاً واثباتاً مختلف روایات وارد ہوئی ہیں امام بخاریؒ متعدد تراجم باندھ کر ان میں مطابقت پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔ ان اختلاف روایات کی وجہ سے اس نماز کے حکم کے بارے میں حضرات ائمہ کے اقوال مختلف ہوگئے ۔

ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ھدیٰ کے اندر چھ اقوال نقل کئے ہیں ۔ پہلا قول یہ ہے کہ صلوٰۃ ضحیٰ مستحب ہے ۔ پھر عدد میں اختلاف ہے ۔ دو ہیں ۔ چار ہیں ۔ آٹھ ہیں یا بارہ ہیں ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سرے سے مشروع ہی نہیں ۔ ہاں اگر کسی سبب سے پڑھی جائے تو جائز ہے ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب نہیں چوتھا قول یہ ہے کہ کبھی پڑھ لینا مستحب ہے اور کبھی چھوڑ دیا جائے دوام نہ ہو ۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اس کا پڑھنا بھی مستحب اور گھروں میں اس کی مواظبت بھی مستحب ہے ۔ چھٹا قول یہ ہے کہ یہ بدعت ہے ۔ میں نے اوجز المسالک کے اندر سب مذاہب اور ان کے دلائل ذکر کر دیئے ہیں ۔

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ صلوٰۃ ضحیٰ مستحب ہے ۔ البتہ حنابلہؒ کے نزدیک عدم مداومۃ ہے ۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک تاکد ہے ۔ اقل دو رکعت اور اکثر آٹھ رکعات ہیں ۔ شوافعؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے ۔ اور احنافؒ کے نزدیک چار رکعت مندوب ہیں ۔ جس کا مختار وقت ربع النہار ہے ۔ کیونکہ ان صوفیاء کرام کے نزدیک دو نمازیں ہیں ۔ اشراق کا وقت تو طلوع شمس سے ربع النہار تک ہے ۔ اور دوسری صلوٰۃ ضحیٰ یعنی چاشت کی نماز ہے ۔ جس کا وقت ربع نہار سے زوال تک ہے ۔

دفع تعارض کی چوتھی صورت امام بخاریؒ نے یہ فرمائی ہے کہ روایات نفی کو سفر پر محمول کیا اور اثبات کو حضر پر ۔ اگرچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں حضر کی تصریح نہیں ہے ۔ مگر نوم علی وتر کا لفظ حضر پر دال ہے ۔ اور صوم ثلثۃ ایام من کل شہر بھی حضر پر دال ہے ۔ کیونکہ جب مسافر کو فرض کے افطار کی اجازت ہے تو نفل کا لزوم کب ہوگا ۔ خلاصہ یہ کہ صلوٰۃ ضحیٰ کا معاملہ وسعت پر ہے ۔ کرے نہ کرے دونوں میں کوئی حرج نہیں ہے ۔

نفی کے الدوام جیسے حضرت عائشہؓ کی متفق علیہ روایت ہے کہ میں نے آپؐ کو صلوٰۃ ضحیٰ پڑھتے نہیں دیکھا ۔ اور مسلم میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضحیٰ کی چار رکعات پڑھتے تھے ۔ تو ایسے یہاں بھی نفی مداومت کی ہوگی ۔ اور خود حضرت عائشہؓ کا پڑھنا دلیل استحباب ہے ۔ دوسرے حضرت عائشہؓ کا نہ دیکھنا یہ عدم وقوع کی دلیل نہیں ۔ اس لئے کہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ

کے پاس نہیں ہوتے تھے بلکہ اکثر مسجد میں رہتے تھے۔ نیز ازواجِ مطہرات کے پاس رہنا تو باری کے دن ہوتا تھا۔ وہ نو یا آٹھ دنوں میں سے ایک دن تھا۔

بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

ترجمہ۔ظہر کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھی جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۰۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَكَانَتْ سَاعَةً لَا يَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا أَحَدٌ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعات یاد رکھی ہیں۔ دو ظہر سے پہلے دو ظہر کے بعد دو مغرب کے بعد گھر میں اور دو عشاء کے بعد گھر میں اور دو رکعت صبح کی نماز سے پہلے اور یہ وہ گھڑی ہے جس میں آپ کے پاس کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ مجھے میری بہن حفصہ رض ام المؤمنین نے بیان فرمایا کہ جب مؤذن اذان کہتا تھا۔ اور فجر نکل آتی تھی تو آپ دو رکعت پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۱۰۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ الخ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ لا استطیع ان اصلی معک۔ یہ حضرت عتبان بن مالک رض تھے۔ جو کبھی مسجد قوم میں اور کبھی مسجد نبوی میں نماز پڑھتے تھے۔ تو سیلاب کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے شیخ نے قصہ واحدہ قرار دیا اور منافات کا اس طرح دفعیہ فرما دیا۔

تشریح از شیخ زکریا - کانت ساعۃ لایدخل الخ ظاہر یہ ہے کہ یہ مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ اور اس کا فاعل ابن عمرؓ ہے۔ تو مقولہ نافعؒ کا ہوگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مضارع مجہول ہو۔ اور شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ احتمال یہ بھی ہے۔ کہ یہ مقولہ ابن عمرؓ کا ہو۔ جنہوں نے ہضماً لنفسہ یعنی سرنفسی کرتے ہوئے صیغہ غائب سے تعبیر کیا ہو۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ ای لا ادخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ اشکال یہ ہے کہ ابن عمرؓ تو رکعتین قبل الظہر روایت کرتے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ اربعاً قبل الظہر فرماتی ہیں تو اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ رکعتین قبل الظہر ہوں جس پر زیادتی ممنوع نہیں یا آپؐ مسجد میں دو رکعت اور گھر میں چار رکعت پڑھتے ہوں۔ ہر ایک نے جو کچھ دیکھا اُسے بیان کر دیا۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ آپؐ گھر میں بھی دو رکعت پڑھتے ہوں اور پھر مسجد میں آکر بھی دو رکعت پڑھتے ہوں۔ ابن عمرؓ نے ایک کو دیکھا۔ حضرت عائشہؓ نے دونوں کو دیکھا۔ مگر پہلے احتمال کی تائید ابو داؤد کی روایت کرتی ہے۔ کان یصلی فی بیتہ قبل الظہر اربعاً اور میرے نزدیک یہ ہے کہ سنن رواتب میں سے قبل الظہر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض دو کہتے ہیں اور بعض چار امام بخاریؒ نے ترجمہ سے مختار دو رکعت کو قرار دیا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے شوافع اور حنابلہ کے نزدیک قبل الظہر دو رکعت سنت راتبہ ہے۔ اور احنافؒ کے نزدیک چار رکعات ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ سے چار رکعات قبل الظہر منقول ہے۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

ترجمہ۔ مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کا حکم

حدیث نمبر ۱۱۰۸۔ **حَدَّثَنَا** اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ الْمُزَنِیُّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ لِمَنْ شَآءَ کَرَاھِیَۃَ اَنْ یَّتَّخِذَھَا النَّاسُ سُنَّۃً۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ المزنیؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مغرب سے پہلے نماز پڑھا کرو۔ تیسری مرتبہ میں فرمایا۔ جو شخص چاہے پڑھے۔ یہ حکم اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ کہیں لوگ اسے سنت نہ بنا لیں۔

حدیث نمبر ۱۱۰۹۔ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَزِیْدَ الخ قَالَ اَتَیْتُ عُقْبَۃَ

بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ اَلَا اُعْجِبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُهُ الْاٰنَ قَالَ الشُّغْلُ۔

ترجمہ۔ مرثد بن عبداللہ الیزنی نے فرمایا کہ میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو میں نے کہا آپ ابوتمیم پر تعجب نہیں کرتے جو مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں۔ حضرت عقبہؓ نے فرمایا کہ یہ فعل ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کرتے تھے تو میں نے کہا پھر اب آپ کو کس چیز نے روکا۔ فرمایا مشغولیت نے روکا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ تنفل قبل المغرب میں سلفؒ کے یہاں اختلاف رہا۔ اہل ظواہر اور امام احمدؒ اور اسحاقؒ اب بھی اس کو جائز کہتے ہیں۔ ان کا مستدل یہی حدیث باب ہے۔ لیکن علماء سلفؒ وخلف اس کی عدم سنیت کے قائل ہیں۔ امام نوویؒ نے حدیث باب کی وجہ سے اس کی سنیّتہ کا قول کیا ہے۔ لیکن ابن ہمامؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور حضرت عبداللہ المزنی کی روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ ابتداء اسلام پر محمول ہے۔ حتّٰی نہٰی ابراھیم النخعی عنھما وروا ہ ابوحنیفۃ عن حماد قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر لم یکونوا یصلونہا الحدیث۔ نیز حضرت عقبہ الجہنیؓ کا الشغل فرمانا بھی اباحت کی دلیل ہے۔ ورنہ صحابی ادا رسنّت سے کیسے رک سکتا ہے۔

بَابُ صَلٰوةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً

ذَكَرَهٗ اَنَسٌ وَّعَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ باب نماز نفل کو جماعت سے ادا کرنے کا حکم۔ حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۱۰۔ حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ الخ اَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّهٗ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِيْ وَجْهِهٖ مِنْ بِئْرٍ فِيْ دَارِهِمْ فَزَعَمَ مَحْمُوْدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ عِتْبَانَ ابْنَ مَالِكٍ

الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ كُنْتُ أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بَنِيْ سَالِمٍ وَّكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا
جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهٗ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ إِنِّيْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَإِنَّ الْوَادِيَ
الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ قَوْمِيْ يَسِيْلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهٗ
فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِيْ فَتُصَلِّيْ مِنْ بَيْتِيْ مَكَانًا أَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَبُوْبَكْرٍ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهٗ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ
فَأَشَرْتُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ أُحِبُّ أَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهٗ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِيْنَ
سَلَّمَ وَحَبَسْتُهٗ عَلٰى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهٗ فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ
فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ مَّا فَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ
ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَّا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَقُلْ ذَاكَ أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ فَقَالَ اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ أَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ لَا نَرٰى وُدَّهٗ وَلَا حَدِيْثَهٗ إِلَّا إِلَى
الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى
النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ
فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيْهِمْ أَبُوْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيُّ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَتِهِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا وَيَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ
بِأَرْضِ الرُّوْمِ فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُوْ أَيُّوْبَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَجَعَلْتُ لِلّٰهِ عَلَيَّ

اِنْ سَلَّمَنِیْ حَتّٰی اَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِیْ اَنْ اَسْاَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ اِنْ وَّجَدْتُّهٗ حَیًّا فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِهٖ فَقَفَلْتُ فَاَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ اَوْ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰی قَدِمْتُ الْمَدِیْنَةَ فَاَتَیْتُ بَنِیْ سَالِمٍ فَاِذَا عِتْبَانُ شَیْخٌ اَعْمٰی یُصَلِّیْ لِقَوْمِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ سَلَّمْتُ عَلَیْهِ وَاَخْبَرْتُهٗ مَنْ اَنَا ثُمَّ سَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِیْثِ فَحَدَّثَنِیْهِ كَمَا حَدَّثَنِیْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت محمودؓ بن الربیع الانصاری خبر دیتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ کا آنا اور اس کنویں میں سے جو ان کی حویلی میں تھا۔ پانی لے کر میرے چہرہ میں تھوکنا اچھی طرح یاد ہے۔ تو حضرت محمودؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عتبان بن مالکؓ انصاری سے سنا جو ان لوگوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے بدر کی لڑائی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضری دی۔ حضرت عتبانؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ جب بارشیں آتیں تو وادی میرے اور ان کے درمیان حائل ہو جاتیں تو اس وادی کو پار کر کے ان کی مسجد تک پہنچنا میرے لئے گراں ہوتا۔ پس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے آپؐ سے عرض کی۔ کہ میری آنکھوں میں ضعف آگیا ہے۔ اور یہ وادی میرے اور میری قوم کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب بارشیں ہوتی ہیں۔ تو خوب بہتی ہے۔ جس سے میرا اس کو عبور کرنا شاق ہو جاتا ہے۔ کہ آپؐ تشریف لا کر میرے گھر کے ایک مکان میں نماز پڑھیں۔ تاکہ میں اسے ہمیشہ کے لئے جائے نماز بنا لوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب میں ایسا کروں گا۔ چنانچہ ایک دن جب کہ دن چڑھ آیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ صبح کو میرے پاس تشریف لائے۔ اجازت طلب کی۔ میں نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ تو ابھی بیٹھے بھی نہیں تھے۔ کہ فرمایا آپ اپنے گھر کے کون سے حصہ میں میرا نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ جہاں میں نماز پڑھنا پسند کرتا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی۔ ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھ لی۔ تو آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر سلام پھیرا ہم نے آپؐ کے سلام پھیرنے پر سلام پھیر دیا۔ پھر میں نے آپؐ کو ثرید نما طعام کے لئے روک لیا جو آپؐ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ پس محلہ والوں کو جب اطلاع ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ تو بہت سے لوگ ان میں سے میرے گھر میں کود پڑے۔ جس سے میرے

گھر میں مردوں کی کثرت ہوگئی۔ تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا۔ مالک بن دخشن کو کیا ہوا کہ میں اس کو یہاں نہیں دیکھ رہا۔ تو ان میں سے ایک آدمی بولا کہ وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسا نہ کہو۔ کیا وہ کلمہ طیبہ اخلاص سے نہیں پڑھتا۔ فرمایا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ لیکن ہم تو اللہ کی قسم اس کی دوستی اور اس کی باتیں منافقین کے ساتھ ہی دیکھتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جہنم حرام کر دی ہے جو لوجہ اللہ کلمہ طیبہ کہتا ہے۔ حضرت محمود بن الربیع فرماتے ہیں۔ میں نے یہ حدیث کچھ لوگوں کو بتائی جن میں حضرت ابوایوب انصاریؓ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ یہ اس غزوہ قسطنطنیہ کی بات ہے۔ جس میں ان کی وفات ہوئی۔ اور روم کے ملک میں ان پر یزید بن معاویہؓ امیر مقرر تھا۔ پس حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اس قصہ کا مجھ سے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ میرا گمان نہیں ہے کہ آپؐ نے ایسے کلمات فرمائے ہوں۔ مجھے ان کا انکار گراں گزرا۔ میں نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے لازم ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس غزوہ میں سالم رکھا تو جب میں غزوہ سے واپس لوٹوں گا تو اگر میں نے حضرت عتبانؓ کو ان کی قوم میں زندہ پا لیا تو ان سے ضرور اس قصہ کے متعلق دریافت کروں گا۔ چنانچہ میں جب غزوہ سے واپس لوٹا تو میں نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور چل پڑا۔ جب مدینہ منورہ پہنچا تو قبیلہ بنو سالم میں پہنچا تو میں نے حضرت عتبان بن مالکؓ کو دیکھا کہ وہ نابینا ہو چکے ہیں اور اپنی قوم کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ پس جب انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے ان پر سلام کیا اور اپنا تعارف کرایا۔ پھر میں نے اس حدیث کے متعلق ان سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے ایسے ہی حدیث بیان کی جیسے پہلی مرتبہ بیان فرمائی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ علماء احنافؒ نوافل میں جماعت کو جائز نہیں سمجھتے۔ مگر جو حدیث سے ثابت ہیں ان میں جماعت جائز ہے۔ جیسے کسوف۔ عیدین وغیرہ اور جن نوافل میں جماعت ثابت نہیں ان کی طرف لوگوں کو بلانا اور جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ دو تین آدمی اگر قیام کریں تو رخصت ہے۔ کیونکہ ایسا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ اور ان کے بھائی یتیم اور ان کی والدہ کے ساتھ جماعت سے آپؐ نے نماز پڑھی ہے۔ اس لئے اگر نوافل بالجماعۃ کی رخصت دی جائے تو اس سے بڑے مفاسد لازم آتے ہیں۔ مگر جہاں حدیث وارد ہو چکی ہے۔ اس کی اجازت ہے۔ وجہ یہ ہے۔

کہ نص میں اس کے خلاف آچکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ کہ آدمی کی بہتر نماز اپنے گھر میں ہے۔ اگر تداعی کی گئی اور ایک معین امام پر اجتماع کیا گیا۔ اگرچہ ایک گھر میں ہی کیوں نہ ہو۔ تو افضلیت والی بات فوت ہو جائے گی۔

و صففنا وراءہ بہر حال اس سے تین یا چار سے ما فوق کا ثبوت نہیں ہوتا۔ تاکہ اس سے احتجاج کیا جائے۔

فانکرھا علی ابوایوب الخ ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کو منافقین کی دوستی اور ان سے میل جول رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ جیسے کہ نصوص اس پر شاہد ہیں۔ تو حضرت ابوایوبؓ منافقین کے علامات ظاہر ہونے کے باوجود آپؐ کا اس کے مخلصانہ ایمان کی شہادت دینا اس کو لوگوں نے بعید سمجھا۔ اگر حضرت ابوایوبؓ کو اس کا علم ہوتا تو ضرور حدیث کی تصدیق کرتے۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا حق ہونے کا علم ہو جاتا تو وہ ضرور اس کی تاویل کرتے کہ منافقین سے اس کی دوستی نفس ایمان اور تصدیق کے منافی نہیں ہے۔ البتہ فسق اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس لئے اس سے ایمان کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور جو کچھ ان لوگوں نے اس مالک بن دخشن کے بارے میں کہا۔ آپؐ نے ان کو اس پر ڈانٹ ڈپٹ نہیں فرمائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے ظاہر احوال پر حکم لگانا جائز ہے۔

ان اسأل عنھا عتبان بن مالکؓ۔ یہ اس لئے فرمایا کہ انہیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید مجھے نسیان ہو گیا ہو۔ تو کہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان نہ ہو جائے جس پر وعید آچکی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ درمختار میں ہے۔ لا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان۔ یعنی وتر اور نفل رمضان کے علاوہ جماعت کے ساتھ نہ پڑھے جائیں۔ اور اگر علیٰ سبیل التداعی ہو۔ یعنی چار آدمی ایک امام کی اقتدار کریں تو یہ مکروہ ہے۔ اگر علیٰ سبیل المواظبۃ ہو تو بدعت ہے۔ البتہ اگر اقتدار واحد بواحد او اثنین بواحد لایکرہ وثلثۃ بواحد ففیہ خلاف۔ اگر جماعت نے آکر اس کی اقتدار کر لی تو متاخرین اسے بھی مکروہ سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے فرمایا ہے کہ تنفل بالجماعۃ سے مفاسد لازم آتے ہیں۔ ان میں سے ایک مفسدہ ریا بھی ہے۔ اور حدیث زید بن ثابت کا خلاف ہے۔ ایھا الناس صلوا فی بیوتکم۔ نیز آپؐ نے اس پر غضب کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

فانکرھا علی ابو ایوب الخ انکار ابو ایوبؓ کی وجہ کرمانیؒ نے یہ ذکر فرمائی ہے۔ کہ اس حدیث سے لازم آئے گا۔ کہ عصاۃ الامۃ یعنی امت کے گناہ گار لوگ جہنم میں بالکل داخل نہ ہوں گے۔ حالانکہ یہ قرآنی آیت کے بالکل خلاف ہے۔ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ اور حدیث شفاعت کے بھی خلاف ہے۔ اور ایک وجہ انکار کی یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ ہمیں تو ظاہر پر حکم لگانا ہے۔ باطن کا ہم کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ میں اکابر صحابہ میں سے ہوں۔ اگر ایسا واقعہ ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا اور مشہور ہوتا تو میں ضرور تسلیم کرتا۔ فقط۔ اور جمع بھی ممکن ہے۔ کہ تحریم کو خلود پر محمول کیا جائے۔ تو اب کوئی تخالف نہیں رہے گا۔

بَابُ التَّطَوُّعِ فِی الْبَیْتِ

ترجمہ۔ گھر میں نفل نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۱۱۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ عَلِیُّ بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلٰوتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا تَابَعَہٗ عَبْدُ الْوَھَّابِ الخ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنے گھروں میں بھی کچھ نماز کا حصہ رکھا کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ممکن ہے۔ اس کے یہ معنی ہوں کہ قبروں کو گھر نہ بناؤ۔ کہ اپنی ضروریات کے لئے بار بار ان کی طرف آتے رہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مراد حدیث میں جو اقوال مختلفہ ہیں شیخ نے لفظ ممکن سے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے ایک اور اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ صلوٰۃ فی البیت میں صرف نوافل داخل ہیں یا فرائض بھی داخل ہیں۔ چنانچہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ من صلوتکم میں من تبعیضیہ ہے۔ جس سے نوافل مراد ہیں۔ اور ترجمہ سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ قبور محل عبادت نہیں ہیں۔ اس لئے وہاں پہ نماز مکروہ ہوگی۔ اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ صلوٰۃ فی البیوت کی طرف دعوت دی جا رہی ہے۔ کہ گھروں کو قبور نہ بناؤ۔ جیسے قبور میں مُردے نماز نہیں پڑھتے۔ تم ان کی طرح گھروں کو نماز سے خالی نہ چھوڑو۔ اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ جو شخص گھر میں نماز نہیں پڑھتا وہ اپنے آپ کو

مُردہ اور گھر کو قبر سمجھے۔ مسلم کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثل البیت الذی یذکر الله فیه البیت الذی لا یذکر الله فیه مثل الحی والمیت۔ اور بعض نے جو یہ تاویل کی ہے۔ کہ گھروں میں مُردوں کو دفن نہ کرو یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں دفن ہیں۔ اور بعض نے اسے آپ کی خصوصیت پر محمول کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ

ترجمہ۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

حدیث نمبر ۱۱۱۲۔ حَدَّثَنَا حفصُ بنُ عُمَرَ عن خزیمةَ قالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِیْدٍ اَرْبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَیْ عَشَرَةَ غَزْوَةً وَبِسَنَدٍ اٰخَرَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

ترجمہ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کجاوے نہ کسے جائیں مگر تین مسجدوں کی طرف۔ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس کی کافی بحث کوکب دری میں فرما چکے ہیں۔ دوبارہ بیان نہیں فرمایا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ شد رحال۔ سفر کرنے سے کنایہ ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ تقرب الی اللہ کے طور پر کسی جگہ کا سفر نہ کرنا چاہیئے۔ سوائے ان تین مساجد کے۔ کہ ان کی عظمت زیادہ ہے۔ رہ گئی قبور صالحین کی زیارت یا مواضع فاضلہ کا سفر۔ تو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ حرام ہے۔ لیکن امام الحرمین ودیگر شوافعؒ کے نزدیک یہ ہے کہ حرمت تو نہیں ہے۔ جواز ہے۔ اور حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ فضیلت قائمہ تو ان تین مساجد میں ہے۔ بقیہ میں نہیں ہے۔ اس لئے ان کا سفر جائز ہوگا۔ اور ایک مقصد یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا بھر کی کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر نہیں کرنا چاہیئے۔ سوائے ان تین مساجد کے۔ تو اب اولیاء صالحین کی زیارت کے لئے جانا اس

کے تحت نہیں ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۱۱۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ نوویؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ لفظ ھذا سے اشارہ مسجد نبوی کے اس حصہ کی طرف ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ بعد میں جو اضافے ہوئے ان کو یہ مضاعفت شامل نہیں ہوگی۔ لیکن امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔ کہ ھٰذا کا اشارہ دوسری مساجد کو نکالنے کے لئے ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس حصہ یا خطہ کی خصوصیت نہیں ہے۔

خیر من الف صلٰوۃ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ الا المسجد الحرام میں استثناء تین امور کا احتمال رکھتا ہے۔ کہ مسجد حرام کا درجہ مسجد نبوی سے افضل ہے یا برابر ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ مسجد مکہ مسجد مدینہ سے افضل ہے۔ امام مالکؒ اس کے برعکس فرماتے ہیں۔ اہل فقہ واثر یہ فرماتے ہیں کہ صلٰوۃ فی المسجد الحرام افضل ہے۔ اور اس پر ابن ماجہ کی روایت دال ہے۔ کہ صلٰوۃ فی مسجدی بخمسین الف صلٰوۃ و صلٰوۃ فی المسجد الحرام بمأتہ الف صلٰوۃ۔ ترجمہ۔ میری مسجد میں پچاس ہزار نماز کا ثواب ہے۔ اور مسجد حرام میں ایک لاکھ کا ثواب ہے۔ اور قاضی عیاضؒ نے شفا میں لکھا ہے۔ کہ زمین کا وہ ٹکڑا جس پر آپؐ آرام فرما ہیں۔ وہ افضل بقاع الارض ہے۔ بلکہ ابن عقیل حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ عرش کرسی سے بھی افضل ہیں۔

بَابُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ

ترجمہ۔ قبار کی مسجد کی فضیلت کے بارے میں

حدیث نمبر ۱۱۱۴۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ كَانَ لَا يُصَلِّيْ مِنَ الضُّحٰى اِلَّا فِيْ يَوْمٍ يَقْدَمُ بِمَكَّةَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى

فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَيَوْمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيْهِ كُلَّ سَبْتٍ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ فِيْهِ قَالَ وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُهُ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا قَالَ وَكَانَ يَقُوْلُ إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِيْ يَصْنَعُوْنَ وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ صَلّٰى فِيْ أَيِّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ غَيْرَ أَنْ لَا يَتَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اشراق کی نماز صرف دو دنوں میں پڑھتے تھے۔ ایک تو اس وقت جب وہ مکہ میں داخل ہوتے۔ کیونکہ وہ مکہ میں اشراق کے وقت داخل ہوا کرتے تھے۔ بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت طواف پڑھتے تھے۔ اور دوسرے دن جب وہ قبا کی مسجد میں تشریف لاتے۔ اور وہ اس میں ہفتہ کے دن آیا کرتے تھے۔ پس جب مسجد میں داخل ہوتے۔ تو بغیر نماز پڑھے وہاں سے نکلنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت نافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ وہ یہ بھی بیان کرتے تھے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبار کو سوار ہو کر اور پیدل دونوں حالتوں میں تشریف لاتے تھے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ میں ویسے کر رہا ہوں۔ جیسا کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو کرتے دیکھا۔ اور میں کسی کو نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ جس گھڑی وہ چاہے۔ رات ہو یا دن ہو۔ مگر یہ کہ طلوع اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش نہ کرو۔

تشریح از قاسمی۔ مسجد قبار مدینہ کے قریب تین میل پر واقع ہے۔ جہاں پر ہجرت کے بعد آپؐ نے سب سے پہلے پڑاؤ کیا تھا۔ یہاں پہلی مسجد بنوائی اور تین ہفتے مقیم رہے پھر مدینہ چلے گئے۔ اور بھی اس کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

بَابُ مَنْ أَتٰى مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ

ترجمہ۔ ہر ہفتہ کے دن مسجد قبار میں آتے۔

حدیث نمبر ۱۱۱۵۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَّرَاكِبًا وَّكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء تشریف لاتے تھے۔ پیدل بھی اور سوار ہو کر بھی۔ اور ابن عمرؓ بھی ایسا کرتے تھے۔

بَابُ اِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَآءٍ رَّاكِبًا وَّمَاشِيًا

ترجمہ۔ مسجد قباء کو سوار اور پیدل دونوں حالتوں میں آنے کا بیان

حدیث نمبر ۱۱۱۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَآءٍ رَّاكِبًا وَّمَاشِيًا زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ الخ فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل اور سوار دونوں حالتوں میں قباء کی مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ ابن نمیر نے زیادہ کیا کہ اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ

ترجمہ۔ قبر مبارک اور منبر نبوی کے درمیان کے حصہ کی فضیلت کا بیان

حدیث نمبر ۱۱۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ الْمَازِنِيِّؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید مازنیؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو حصّہ ہے۔ وہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۱۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصّہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اور میرا منبر میرے حوضِ کوثر کے اوپر رکھا ہے۔

تشریح از قاسمی۔ صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں کہ روضۃ من ریاض الجنۃ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ٹکڑا جنت کی طرف منتقل ہوگا۔ یا یہ کہ اس خطہ کی عبادت جنت کے باغوں تک پہنچائے گی۔ اور حوضِ کوثر سے پانی پلائے گی۔ اور بعض علماء نے اسے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ٹکڑا بعینہٖ جنت میں منتقل کیا جائے گا۔ دوسرے بقاع ارض کی طرح ہلاک وضائع نہیں ہوگا۔ اس طرح منبری علیٰ حوضی کا مطلب بھی یہ ہے کہ بعینہٖ اللہ تعالیٰ اس منبر کو حوضِ کوثر پر منتقل فرمادیں گے اور بعض نے کہا کہ اس جیسا منبر حوضِ کوثر پر ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ

ترجمہ۔ بیت المقدس کی مسجد کی فضیلت کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۱۱۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ... سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رضی اللہ عنہ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَمَسْجِدِي۔

ترجمہ۔ حضرت قزعۃ مولیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں بیان کی ہیں۔ جو مجھے بہت پسند آئیں اور انہوں نے مجھے خوش کر دیا۔ فرمایا ایک تو یہ ہے کہ عورت دو دن کا سفر بغیر خاوند اور ذومحرم کے نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ دو دنوں میں روزہ نہیں ہے۔ فطر کے دن اور قربانی کے دن اور تیسرے یہ کہ دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں ہے۔ صبح کی نماز کے بعد جب تک کہ سورج طلوع نہ کرے اور اسی طرح عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہوجائے اور چوتھی اور آخری بات یہ ہے۔ کہ کسی مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے سفر نہ کیا جائے۔ سوائے تین مساجد کے۔ مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ الْعَمَلِ فِى الصَّلٰوةِ

بَابُ اسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِى الصَّلٰوةِ اِذَا كَانَ مِنْ اَمْرِ الصَّلٰوةِ وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْتَعِيْنُ الرَّجُلُ فِى صَلٰوتِهِ مِنْ جَسَدِهِ بِمَا شَاءَ وَوَضَعَ اَبُوْ اِسْحٰقَ قَلَنْسُوَتَهٗ فِى الصَّلٰوةِ وَرَفَعَهَا وَ وَضَعَ عَلِىٌّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ كَفَّهٗ عَلٰى رُصْغِهِ الْاَيْسَرِ اِلَّا اَنْ يَحُكَّ جِلْدًا اَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا۔

ترجمہ۔ نماز میں عمل کثیر اثر انداز ہے یا نہیں۔ باب نمازی کا نماز میں اپنے ہاتھ سے مدد لینا جب کہ وہ کام امر صلوٰۃ میں سے ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آدمی اپنی نماز میں اپنے جسم کے جس حصہ سے چاہے مدد لے سکتا ہے۔ حضرت ابو اسحاقؒ اپنی ٹوپی کو نماز میں رکھتے بھی تھے اور اٹھاتے بھی تھے۔ اور حضرت علیؓ اپنی ہتھیلی کو اپنے پہنچے پر رکھے رہتے۔ مگر یہ کہ بدن کو کھجلا لیتے یا کپڑے کو ٹھیک کر لیتے۔

الا ان یحک جلدا یہ حضرت علیؓ کے اثر کا تتمہ ہے۔ ترجمہ کا تتمہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ کیونکہ مسلم میں اس کی تصریح آ گئی ہے۔ فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَّا اَنْ يَحُكَّ جِلْدًا الخ۔

حدیث نمبر ۱۱۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِىَ خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهٗ فِىْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِيْلٍ اَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِيْلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَمَسَحَ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَرَءَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّىْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍؓ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی رَأْسِیْ وَاَخَذَ بِاُذُنِی الْیُمْنٰی یَفْتِلُھَا بِیَدِہٖ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰی جَاءَہُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّی الصُّبْحَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک رات ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پاس بسر کی اور وہ ان کی خالہ لگتی تھیں۔ فرماتے ہیں کہ میں سرہانے کی چوڑائی میں لیٹ گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے گھر والے اس کی لمبائی میں لیٹ گئے پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ یہاں تک کہ جب آدھی رات بیت گئی یا اس سے تھوڑا پہلے یا اس سے تھوڑا بعد میں ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرہ مبارک سے نیند کے آثار زائل کرنے لگے۔ پھر سورۃ آلِ عمران کی آخری دسؔ آیات کو پڑھا۔ پھر ایک پرانے مشکیزے کی طرف گئے جو لٹکا ہوا تھا۔ اس سے وضوء بنائی۔ اور خوب اچھی طرح وضوء بنائی۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اٹھا اور اس طرح کیا جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کیا تھا۔ پھر چل کر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ تو آپؐ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر اسے اپنے ہاتھ سے مروڑنے لگے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر دو رکعت حتّٰی کہ بارہ رکعات پوری فرمائیں پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن آیا تو آپؐ نے اٹھ کر دو ہلکی رکعات پڑھیں پھر باہر تشریف لے جا کر صبح کی نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اُمت کا اس پر تو اجماع ہے کہ عمل کثیر مفسد صلوٰۃ ہے۔ اور عمل قلیل مفسد نہیں ہے۔ لیکن روایات میں کوئی ضابطہ کثیر وقلیل کا قاعدہ کلیہ ذکر نہیں کیا گیا اس لئے ائمہ حدیث نے بعض اعمال کے کرنے کی اور بعض نے بعض اعمال سے رکنے کی روایات نقل کی ہیں۔ بنابریں امام بخاریؒ نے اس بارے میں مختلف ابواب ذکر فرمائے ہیں۔ میرے نزدیک یہاں سے لے کر کتاب الجنائز تک سب ابواب اس معنی میں داخل ہیں۔ اور ائمہ محدثین نے اپنی بساط کے مطابق ان روایات سے منع اور اباحت کے ضوابط مستنبط کئے ہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد مرحوم

نے بذل میں ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے۔ کہ جو عمل جنس اعمال صلوٰۃ میں سے نہیں ہے۔ جب وہ تھوڑا ہو تو مفسد نہیں ہوگا۔ اور عمل کثیر مفسد ہوگا۔ پھر اس کی تفسیر میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا کثیر وہ ہے۔ جس میں دونوں ہاتھوں سے کام لیا جائے ضرورت پیش آنے پر۔ قلیل وہ ہو گا جس میں دونوں ہاتھ استعمال نہ کئے جائیں۔ اور بعض نے کہا جس عمل کے کرنے سے دور سے آدمی سمجھے یہ شخص نماز میں نہیں وہ کثیر ورنہ قلیل ہے۔ **وھو الاصح** اسی ضابطہ کی بنا پر جب کوئی نماز کی حالت میں جنگ کے اندر قتال کرے تو اس کی نماز فاسد ہے۔ کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔ اور ہر وہ عمل کثیر جو اعمال صلوٰۃ میں سے بھی نہیں اور نہ ہی اس کی اصلاح کے لئے ہو وہ مفسد صلوٰۃ ہوگا۔

بہر حال اس میں پانچ اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ دو گذر چکے۔ تیسرا قول یہ ہے۔ اگر مسلسل تین حرکات ہوں تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے۔ چوتھا یہ ہے کہ جو فاعل کا مقصود ہو۔ یعنی اس کے لئے الگ مجلس مقرر کرے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ مصلی کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ جسے وہ کثیر سمجھے۔ وہ کثیر ورنہ قلیل۔ یہ آخری قول سب کو شامل ہے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے زیادہ قریب ہے۔

تشریح از قاسمی ترجمہ میں امام بخاریؒ نے **من امر الصلوٰۃ** کہہ کر جواز کا حکم دیا مگر جو دو اثر ذکر فرمائے ان میں اور ترجمۃ الباب میں کوئی مطابقت نہیں۔ اس لئے کہ ترجمہ مقید ہے۔ اور آثار مطلق ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ اگرچہ آثار مطلقہ ہیں مگر نفس الامر میں مقیدہ ہیں۔ اس لئے کہ اگر عمل کو مطلق رکھا جائے تو پھر فعل عبث بھی نماز میں جائز ہوگا۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس لئے قید لگانی پڑے گی۔ البتہ ترجمۃ الباب کے ثبوت کے لئے جو حدیث لائے ہیں علامہ عینیؒ کے قول کے مطابق وہ اخذ باذنی **الیمنی** کے قول سے ہے۔ کیونکہ بائیں جانب سے دائیں جانب گھومانا مصلحت نماز میں سے ہے۔ تو اس طرح ترجمہ کو ثابت فرمایا۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ:۔ باب اس کلام کے بارے میں جو نماز میں ممنوع ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ

عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغُلًا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ نماز کی حالت میں ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا کرتے تھے۔ تو آپ اسی نماز میں ہی ہمیں اس کا جواب دیتے تھے۔ لیکن جب ہم لوگ نجاشی بادشاہ کے پاس سے واپس لوٹے تو ہم نے آپؐ پر سلام کیا آپؐ نے ہمیں اس کا جواب نہ دیا۔ بلکہ فرمایا کہ نماز میں ایک بڑی مشغولیت بافتہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں سلام و کلام جائز نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ۔

ترجمہ۔ سفیان کے واسطہ سے جو روایت ابن مسعودؓ سے ہے وہ بھی اسی طرح ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهٗ بِحَاجَتِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نماز کے اندر کلام کرتے تھے۔ ہمارا ایک آدمی دوسرے ساتھی سے اپنی ضرورت کے بارے میں بات کرتا تھا۔ یہاں تک کہ قوموا للہ قانتین الآیۃ نازل ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے چپ چاپ کھڑے رہا کرو۔ تو ہمیں چپ رہنے کا حکم دیا گیا۔

تشریح از قاسمی۔ خطابی فرماتے ہیں۔ کہ کلام فی الصلوٰۃ کی منسوخیت ہجرت مدینہ کے تھوڑا عرصہ بعد ہوئی۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور زید بن ارقمؓ ہر دو کی روایت اس پر متفق ہیں کہ تحریم کلام مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اور علامہ عینیؒ اور کرمانیؒ دونوں حضرات کا قول ہے کہ اس پر تو سب ائمہ متفق ہیں۔ کہ کلام فی الصلوٰۃ جان بوجھ کر اس کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے بغیر مصلحت نماز کے مفسد صلوٰۃ ہے۔ اگر کلام مصلحت نماز کے لئے ہو۔ تب بھی امام ابو حنیفہؒ اور ائمہ ثلاثہؒ سب کے نزدیک مُبطل صلوٰۃ ہے۔ امام اوزاعیؒ اور بعض مالکیہؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اور کلام ناسی بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مُبطل صلوٰۃ ہے۔ ہاں

اگر سبقت لسانی کے طور پر تھوڑا سا کلام ہو یا سہواً یا حرمت سے جاہل ہو کر کلام کرتا ہے تو مفسد نہ ہوگا بشرطیکہ وہ نمازی قریب الاسلام ہو۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلٰوةِ لِلرِّجَالِ

ترجمہ۔ مردوں کے لئے نماز میں تسبیح اور حمد کس قدر جائز ہے۔

حدیث ۱۱۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ بِلَالٌ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ حُبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَؤُمُّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتُمْ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلّٰى فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ فَقَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرُونَ مَا التَّصْفِيحُ هُوَ التَّصْفِيقُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا أَكْثَرُوا الْتَفَتَ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهُ فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو عمرو بن عوفؓ میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے اور نماز کا وقت ہوگیا۔ تو حضرت بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روک لئے گئے ہیں۔ تو کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے۔ فرمایا ہاں اگر تم چاہو۔ تو حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے تکبیر کہی۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھ کر نماز پڑھانے لگے۔ کہ اچانک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں آکر کھڑے ہوگئے۔ لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں۔ کہ کیا تمہیں علم ہے کہ یہ تصفیح کیا چیز ہے۔ تالی بجانے کو تصفیح کہتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز میں ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے کثرت سے تالی پیٹی تو متوجہ ہوئے۔ دیکھا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صف میں موجود تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھہرے رہو۔

لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بیان کی۔ پھر الٹے پاؤں پیچھے واپس لوٹے پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

تشریح از قاسمیؒ مکانک ای الزم مکانک یعنی کن الامام کما کنت رفع یدیہ وھو سنۃ عند الدعاء اور حمد اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت ان کے سپرد فرمائی جس سے ان کی قدر بلند ہوگئی۔

تقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا۔ علامہ ابن عبدالبر نے آپؐ کے علاوہ کے لئے اس کے عدم جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔ اگر اشکال ہو کہ ترجمہ میں لفظ تسبیح کا ذکر تھا۔ حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جملہ حمد اللہ پر قیاس کرنے سے ثابت ہے۔ یا بقیہ حدیث میں تسبیح کا ذکر ہے۔ التصفیق للنساء والتسبیح للرجال یہاں مختصر ہے۔

بَابُ مَنْ سَمّٰى قَوْمًا اَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى غَيْرِ مُوَاجَهَةٍ وَّهُوَ لَا يَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کسی قوم کا نام لیتا ہے یا نماز میں بغیر سامنے ہونے کے سلام کرتا ہے۔ اور مسلّم علیہ کو اس کا علم نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيْسٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ التَّحِيَّةُ فِي الصَّلٰوةِ وَنُسَمِّيْ وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَسَمِعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُوْلُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ لِّلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ نماز میں سلام کرتے تھے اور نام بھی لیتے تھے۔ اور ایک دوسرے پر سلام بھی کرتے تھے۔ جب آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنا تو فرمایا کہ التحیات ابن مسعودؓ کو پڑھا کرو۔ جب تم نے یہ کر دیا تو آسمان اور زمین میں جو بھی اللہ کا نیک بندہ ہوگا اس تک تمہارا سلام پہنچ جائے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ من سمی الخ امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے۔ کہ واقعی کلام نماز کو فاسد کرتا ہے۔ لیکن اس کا فساد اس پر موقوف ہے۔ کہ وہ لفظ کلام ہو۔ پس اگر کسی نے کسی کا نام لیا۔ یا مخاطب نہ کر کے سلام کیا۔ تو چونکہ کلام متحقق نہیں ہوا۔ لہذا نماز فاسد نہ ہوگی۔ تسمیہ تو اللّٰھم الخ الولید بن الولید میں ہے اور سلام اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ میں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ تو فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ مذکور فی الترجمہ اشیاء سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ نہ جواز کا اور نہ ہی بطلان کا۔ کیونکہ امر مشتبہ تھا۔ اس لئے کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ جواز بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ ان میں سے کوئی چیز بھی نماز کو باطل نہیں کرے گی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ان کے مستقبل کے متعلق ان کو خبر دی۔ اب علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا معین شخص کے لئے ہی نماز میں دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ ایک روایت جواز کی ہے۔ اور ایک کراہیۃ کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو دعاء شرعًا اور عادۃً جائز ہے وہ دعاء تو مانگی جا سکتی ہے۔ دوسری قسم کی دعاء ناجائز ہے۔

بَابُ التَّصْفِيْقِ لِلنِّسَآءِ

ترجمہ۔ تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۶۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَآءِ وَالتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ سبحان اللہ کہنا تو مردوں کے لئے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔ لیکن وہ بھی فقہاء کے نزدیک اس طرح ہے۔ کہ اپنے دائیں ہتھیلی کے باطن کو بائیں ہتھیلی کے ظاہر پر مارے۔

بَابُ مَنْ رَّجَعَ الْقَهْقَرٰی فِیْ صَلٰوتِهٖ اَوْتَقَدَّمَ بِاَمْرٍ يَّنْزِلُ بِهٖ

رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنی نماز میں الٹے پاؤں لوٹا یا کسی ایسے معاملہ کی وجہ سے آگے بڑھا جو اسے پیش آیا ۔ اس کو حضرت سہل بن سعدؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۷۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِهِمْ فَفَجَأَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلٰوتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں ۔ مجھے حضرت انس بن مالکؓ نے خبر دی کہ دریں اثنا کہ مسلمان پیر کے دن فجر کی نماز میں تھے ۔ جنہیں ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے ۔ کہ اچانک اس کے پاس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں تشریف لائے ۔ کہ حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ کھول دیا تھا ۔ تو صحابہ کرامؓ کو صف بندی کی حالت میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا مسکرا کر ہنس دیئے ۔ تو جناب ابوبکر صدیقؓ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے ۔ ان کا گمان یہ تھا ۔ کہ شاید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف آنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ اور مسلمانوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر خوشی کی وجہ سے اپنی نماز میں فتنہ میں پڑنے کا قصد کر لیا ۔ (کہ نماز سے نکل جائیں) تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ نماز کو پورا کرو ۔ پھر حجرہ میں داخل ہو گئے ۔ اور پردہ نیچے لٹکا لیا ۔ اور اسی دن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔

بَابُ إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ ۔ جب کہ ماں نماز کی حالت میں بیٹے کو بلائے ۔

حدیث نمبر ۱۱۲۸۔ وَقَالَ اللَّيْثُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِي صَوْمَعَتِهِ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلوٰتِي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلوٰتِي قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلوٰتِي قَالَتِ اللَّهُمَّ لَا يَمُوتُ جُرَيْجٌ حَتّٰى يَنْظُرَ فِي وُجُوهِ الْمَيَامِيسِ وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ فَقِيلَ لَهَا مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ هٰذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي قَالَ يَا بَابُوسُ مَنْ أَبُوكَ قَالَ رَاعِي الْغَنَمِ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو آواز دی۔ جب کہ وہ اپنے گرجا گھر میں مصروفِ عبادت تھا۔ تو کہنے لگی اے جریج اے جریج بولا اے اللہ میری والدہ ہے اور میری نماز ہے۔ کس کو اختیار کروں۔ پھر وہ بولی او جریج۔ جریج نے کہا یا اللہ میری والدہ ہے اور میری نماز ہے۔ پھر اس نے تیسری مرتبہ پکارا۔ انہوں نے تیسری مرتبہ بھی یہی کہا۔ کہ یا اللہ اُدھر میری والدہ ہے اِدھر نماز ہے۔ بہرحال انہوں نے نماز کو نہ چھوڑا تو ماں نے بد دعا کی۔ اے اللہ جریج پر اس وقت تک موت نہ آئے۔ جب تک یہ رنڈیوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ تو اس کے گرجا گھر کے پاس ایک بکریاں چرانے والی عورت ٹھہرا کرتی تھی۔ اس نے بچہ جنا۔ اس سے پوچھا گیا۔ کہ یہ بچہ کس سے ہے۔ کہنے لگی۔ جریج سے ہے۔ تو جریج اپنے گرجا گھر سے نیچے اترے۔ اور کہنے لگے کہاں ہے وہ عورت جو کہتی ہے کہ یہ بچہ میرا ہے۔ اور فرمایا کہ اے دودھ پیتے بچے تیرا باپ کون ہے۔ بچہ بولا کہ بکریاں چرانے والا گڈریا میرا باپ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اِذَادَعَتِ الْاُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلٰوةِ۔ امام بخاری روایت باب سے اس بات پر استدلال قائم کر رہے ہیں۔ کہ نماز میں کلام کرنا مباح ہے۔ پہلی شرائع میں بھی اور ہماری شریعت میں بھی۔ اس لئے کہ اگر جریج اپنی نماز پوری کرنے میں حق بجانب ہوتے تو اس کی ماں کی بد دعا اس کے بارے میں قبول نہ ہوتی۔ کہ وہ عورت مظلومہ تھی۔ تبھی تو اس کی دعا قبول ہوئی۔ لیکن جو سقم اس کے اندر ہے آپ اسے جانتے ہیں۔ کیونکہ جریج کی کرامت عجیبہ سے ان کا حق پر ہونا زیادہ واضح ہے۔ ینظر فی وجوہ المیامیس الخ یہ دعا اس کا بدلہ ہے۔ اس نے میرے چہرے کی طرف

نظر کرنے سے نفرت کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اذا دعت الخ چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف تھا۔ کہ آیا نماز کی حالت میں والدہ کو جواب دینا واجب ہے یا نہیں۔ اور اگر جواب دینے کے لئے کلام کرے تو اس سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس اختلاف کے باعث امام بخاریؒ نے اِذا شرطیہ کا جواب حذف کر دیا۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ شرائع من قبلها میں نماز کے اندر کلام کرنا مباح تھا۔ اور اس کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ نماز میں تخفیف کر کے اجابت والدہ کر لیتا۔ مگر ہماری شریعت میں نماز قطع کر کے ماں کو جواب دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ صاحبِ توضیح نے یہ لکھا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ کہ اگر آپؐ کسی انسان کو بلائیں تو اس پر لازم ہے کہ نماز توڑ کر آپؐ کی اجابت کرے۔ جس سے نماز بھی باطل نہ ہو گی۔ اور اجابت والدین کے بارے میں علماء فرماتے ہیں۔ فرائض میں اجابت والدین حرام ہے۔ نوافل میں جائز ہے۔ البتہ مضطر آدمی کے لئے قطع صلوٰۃ واجب ہے۔ اس اختلاف سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ خارج صلوٰۃ اجابت بطریق اولیٰ واجب ہے۔

وانت تعلم ما فیہ سے شیخ گنگوہیؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگرچہ ظاہراً ماں کی دعا کی قبولیت سے یہ معلوم ہوتا ہے وہ مظلومہ حق پر تھی۔ لیکن حضرت جریج سے کرامت عجیبہ کا صادر ہونا یہ ان کے حق پر ہونے کی واضح دلیل ہے۔ تو اب تقریر عبارت یوں ہو گی۔ یعنی جب نماز کی حالت میں کسی کو ماں بلائے تو اس پر نفل نماز کا توڑنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر نماز فرض توڑنے کی مجبوری ہو۔ تو بھی اس کا توڑنا واجب ہے۔ اذا دعت الام یجب علیہ ان ینقض صلوتہ ان کانت نفلاً و کذا ان کانت فرضاً بشرط ان یضطر فی نقضها۔ یاد رہے کہ یہ استدلال اس بات پر مبنی ہے کہ شرائع من قبلنا ہمارے لئے حجت ہیں۔ جب تک کہ ہماری شریعت میں اس کا خلاف ظاہر نہ ہو۔ اس جگہ تو قوموا لِلّٰہ قانتین کا خلاف ظاہر ہو چکا ہے۔ البتہ ایک اشکال یہ بھی ہے کہ راعیۃ مدعیہ بالزنا تو ایک تھی۔ یعنی زنا کا دعویٰ کرنے والی تو ایک تھی۔ اور ماں کی بد دعا یہ تھی۔ کہ رنڈیوں کا منہ دیکھے تو تطبیق کیسے ہوئی پس جواب یہ ہے۔ اگرچہ زنا کا دعویٰ ایک کی طرف سے تھا۔ مگر ممکن ہے نظر الی الوجوہ الکثیرۃ ہوئی ہو۔ چنانچہ طویل حدیث میں ہے کہ جب حضرت جریج کو فاجرہ زانیہ عورتوں کے گھر سے لے کر چلے تو دوسری زانیہ عورتیں اپنے گھروں سے نکلیں اور ان کو دیکھ کر ہنستی تھیں۔ بہت عورتوں کو

دیکھا ہو۔ پس یہ مسکرا دیئے۔

قالوا لم يضحك فامر بالزوانی۔ شیخؒ فرماتے ہیں کہ ماں کی دعا کی قبولیت سے معلوم ہوا کہ جریج پر نقض صلوٰۃ واجب تھا۔ اگر ماں اس کے لئے زنا کی بد دعا کرتی تو وہ بھی اس سے ضرور صادر ہوتا۔

راعیۃ کے متعلق مسلم میں ہے کہ مومسۃ یعنی رنڈی بھی تھی۔

بَابُ مَسْحِ الْحَصٰى فِى الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز کے اندر کنکریوں کو ہٹانا۔

حدیث نمبر ۱۱۲۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِىْ مُعَيْقِيْبٌ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِى الرَّجُلِ يُسَوِّى التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً۔

ترجمہ۔ حضرت معیقیبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جہاں وہ سجدہ کرتا تو مٹی کو برابر کرلیتا تھا۔ فرمایا اگر تو نے ضرور کرنا ہے تو ایک مرتبہ کر دو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ میں حصٰی کا ذکر ہے۔ اور حدیث میں تراب کا تو تطابق کیسے ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ مٹی میں عموماً کنکریاں ہوا کرتی ہیں۔ اس ظن اغلب پر بنا کر کے ترجمہ ثابت کیا۔ اور بعض نے یوں بھی فرمایا ہے۔ کہ حصٰی اور تراب دونوں کے لئے ایک حکم ہونے کی تنبیہہ فرمائی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ بعض طرق مسلم بجائے تراب کے حصٰی کا ذکر ہے۔

بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِى الصَّلٰوةِ لِلسُّجُوْدِ

ترجمہ۔ سجدہ کرنے کے لئے نماز کے اندر کپڑا پھیلانا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كُنَّا نُصَلِّىْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ شِدَّةِ الْحَرِّ فَاِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَحَدُنَا اَنْ يُّمَكِّنَ وَجْهَهٗ مِنَ الْاَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهٗ فَسَجَدَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ سخت گرمی میں ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ جب ہم میں سے کسی کو زمین پر منہ ٹکانے کی طاقت نہ ہوتی تھی۔

تو وہ کپڑا پھیلا کر اس پر سجدہ کر لیتا تھا۔

تشریح از قاسمی۔ اس حدیث سے سخت گرمی سے بچاؤ کے لئے کپڑا پھیلا کر سجدہ کرنے کا جواز ثابت فرمایا۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز میں کس قدر عمل کرنے کی اجازت ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَمُدُّ رِجْلِي فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ يُصَلِّي فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَرَفَعْتُهَا فَاِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رات کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے تھے۔ تو میں ان کے قبلہ کی طرف پاؤں دراز کر کے پڑی ہوتی تھی۔ تو جب آپؐ سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو میرے چٹکی کاٹ لیتے۔ تو میں اپنا پاؤں اٹھا لیتی تھی۔ اور جب آپؐ اٹھ کھڑے ہوتے تو پھر پاؤں دراز کر لیتی تھی۔

تشریح از قاسمی۔ غمزنی محل ترجمہ ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل قلیل سے نماز باطل نہیں ہوئی۔ اس قدر عمل نماز میں جائز ہے۔ اور ہے بھی ایک مرتبہ جس میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۳۲۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ صَلّٰى صَلٰوةً فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ لِيَقْطَعَ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اُوْثِقَهُ اِلٰى سَارِيَةٍ حَتّٰى تُصْبِحُوْا فَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمٰنَ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک شیطان نے میرے سامنے آ کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ تاکہ میری نماز قطع کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے

مجھے اس پر قدرت دے دی کہ میں نے اس کے سخت چٹکی کاٹی۔ یا میں نے اسے سخت دھکا دیا۔ اور میں نے قصد کر لیا تھا۔ کہ میں اسے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ تاکہ صبح کو تم لوگ اسے دیکھ لو۔ مگر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ قول یاد آ گیا۔ کہ اے اللہ مجھے ایسا ملک بخش دے۔ جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ پس تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام و نامراد واپس کر دیا۔

تشریح از قاسمی۔ فذعتہ الخ۔ یہ محل ترجمہ ہے۔ کہ چٹکی کاٹنے یا دھکا دینے کے عمل یسیر سے نماز میں کوئی خلل نہیں آیا۔

بَابُ إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ جب نماز کی حالت میں جانور چھوٹ جائے۔

قَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نمازی کا کپڑا چوری کر لیا جائے تو وہ چور کا پیچھا کرنے کے لئے نماز چھوڑ دے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحُرُوْرِيَّةَ فَبَيْنَا أَنَا عَلٰى جُرُفِ نَهْرٍ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ فَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهٖ بِيَدِهٖ فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهٗ وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُوْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَوَارِجِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ افْعَلْ بِهٰذَا الشَّيْخِ فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ إِنِّيْ سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّيْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ ثَمَانِيَ وَشَهِدْتُّ تَيْسِيْرَهٗ وَإِنِّيْ إِنْ كُنْتُ أَنْ أَرْجِعَ مَعَ دَابَّتِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلٰى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ازرق بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ ہم اہواز کے علاقہ میں خوارج سے لڑائی کر رہے تھے کہ دریں اثنا میں ایک نہر کے کنارے پر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے۔ درآنحالیکہ اس کے گھوڑے کی باگ اس کے ہاتھ میں ہے۔ پس گھوڑا ان سے کچھ کھینچا تانی کر رہا ہے۔ اور وہ اس کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ شعبہؒ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ تھے۔ تو خوارج میں سے ایک آدمی

انہیں کہنے لگا۔ کہ اے اللہ! اس بوڑھے شیخ کو اس طرح کر دے۔ جب شیخ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ۔ سات یا آٹھ غزوات میں حصہ لیا ہے۔ اور میں نے آپؐ کی دی ہوئی سہولتوں کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ میرا گھوڑے کے ساتھ آنا جانا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس گھوڑے کو چھوڑ دوں۔ تاکہ وہ اپنی مانوس جگہ پر چلا جائے۔ پھر میں پریشان پھروں۔

حدیث نمبر ۱۱۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ سُوْرَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ سُوْرَةً أُخْرٰى ثُمَّ رَكَعَ حَتّٰى قَضَاهَا وَسَجَدَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ فِي الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا حَتّٰى يُفْرَجَ عَنْكُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ حَتّٰى لَقَدْ رَأَيْتُ أُرِيْدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِّنَ الْجَنَّةِ حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُ فِيْهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِيْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ سورج گرہن لگا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ تو ایک لمبی سورۃ پڑھی پھر رکوع کیا تو اس کو لمبا کیا۔ پھر اس سے اپنا سر اٹھایا پھر دوسری سورۃ شروع کر دی۔ پھر رکوع اس وقت کیا۔ جب کہ اس کا سجدہ کر کے رکعت کو پورا کر لیا۔ پھر اسی طرح دوسری رکعت میں کیا۔ پھر فرمایا کہ یہ دونوں سورج اور چاند اللہ تعالٰی کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ پس جب تم اس قسم کے حالات دیکھو تو اس وقت تک نماز پڑھتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ حالت تم سے کھل جائے۔ بے شک میں نے اپنی اس جگہ پر ہر اس چیز کو دیکھ لیا جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ میں نے یہ دیکھا کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ جنت کے انگور کا ایک خوشہ لے لوں۔ جب کہ تم نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا اور میں نے جہنم کو بھی دیکھا۔ کہ اس کے شعلے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں۔ جب کہ تم نے مجھے پیچھے ہٹتے

دیکھا اور میں نے اس جہنم کے اندر عمرو بن لُحی کو بھی دیکھا۔ جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کا طریقہ رائج کیا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کے قصہ سے اپنا مدعیٰ اس طرح ثابت کیا ہے کہ جب نماز کی حالت میں جانور کا پیچھا کرنا جائز ہے۔ جب کہ اس کے چھوٹ جانے کا خطرہ ہو۔ کہ قبضہ اس پر باقی نہیں رہے گا تو اس صورت میں نماز کو چھوڑ دینا بھی جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ کو قیاس سے ثابت فرمایا۔ کہ عمل قلیل میں جب تک قبلہ رُخ رہے۔ اس سے نماز کو نہیں چھوڑا۔

شہدت تیسر سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو اس بارے میں سختی برتتے ہیں۔ کہ ایسی حالت میں جانور کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ نماز کو قطع نہ کرے۔ اس سے فقہاء نے مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کسی کو اپنے اسباب یا مال کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہو تو نماز کو قطع کر دینا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ باب کی دو حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کے اندر آگے پیچھے ہونے کے لئے تھوڑی دیر چلنے سے نماز قطع نہیں ہوتی۔ جب تک قبلہ رُخ رہے۔ البتہ فقہاء نے اس پر اجماع کیا ہے۔ کہ مشی کثیر مُبطل صلوٰۃ ہے۔ تو حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کے واقعہ کو مشیٔ قلیل پر محمول کیا جائے گا۔

الغرض امام بخاریؒ نے ترجمہ میں اذا انفلتت الدابۃ الخ فرما کر اس کی جزاء ذکر نہیں فرمائی۔ حضرت قتادہؓ کا اثر ذکر فرمایا۔ جس سے ایک روایت کے مطابق ترک صلوٰۃ معلوم ہوتا ہے اور صلوٰۃ کسوف کی روایت سے تقدم و تاخر سے استمرار صلوٰۃ کا پتہ چلتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق دونوں احتمالوں سے استدلال کیا ہے۔ کہ فقہاء کے قول کے مطابق مشی قلیل مفسد صلوٰۃ نہیں۔ البتہ مشی کثیر مفسد صلوٰۃ ہے۔ مگر روایات میں قلیل و کثیر کا بیان نہیں ہے۔

قولہ لقد رأیتہ۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اصل میں یہاں تھوڑا سا بیاض ہے لقد رأیت ہے۔ ضمیر منصوب نہیں ہے۔ تو معنی ہوں گے ابصرت ما ابصرت حال کونی ارید ان اخذ قطفا من الجنۃ اور ہندی نسخوں میں ارید کا لفظ نہیں ہے۔ پھر کوئی اشکال نہ رہے گا۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلٰوةِ وَيُذْكَرُ عَنْ

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُجُوْدِهٖ فِي كُسُوْفٍ۔

ترجمہ۔ باب ان چیزوں کے بارے میں جو نماز میں جائز ہیں۔ یعنی تھوکنا، پھونک مارنا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف میں اپنے سجدہ کی حالت میں پھونک ماری۔

حدیث نمبر ۱۱۳۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ اَحَدِكُمْ فَاِذَا كَانَ فِي صَلٰوتِهٖ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّعَنَّ ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا بَزَقَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی طرف کھنگار کو دیکھا تو مسجد والوں پر سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا بے شک اللہ تبارک وتعالےٰ تمہارے سامنے کی طرف ہیں۔ پس جب تم میں سے کوئی نماز کے اندر ہو۔ تو نہ تھوکے یا نہ کھنگارے۔ پھر نیچے اترے اور اس کو اپنے ہاتھ سے رگڑا۔ اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی ایک تھوکے تو اپنی بائیں طرف تھوکے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رض عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهٖ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے اندر ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ پس نہ اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف تھوکے۔ لیکن اپنے بائیں طرف اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفخ میں کوئی لفظ نہیں نکلا تھا۔ لفظ کا نکلنا تو مفسد ہے۔ مطلق نفخ مفسد نہیں ہے۔ پھر یہ آپؐ کا پھونک مارنا اس وقت تھا۔ جب کہ آپؐ نے جہنم کو دیکھا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ نفخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ

حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ امام احمدؒ و دیگر حضرات نے اس کو نقل کیا ہے۔ جس میں ہے۔ کہ جَعَلَ یَنْفُخُ فِی الْاَرْضِ وَیَبْکِیْ وَ هُوَ سَاجِدٌ وَهُوَ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ۔ امام بخاریؒ نے اسے کلمہ تمریض سے بیان کیا ہے۔ کیونکہ عطاء بن السائب مختلف فیہ ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ نفخ کی تفسیر اف اف بتسکین الفاء سے کی گئی ہے۔ اور اف کوئی کلام نہیں ہے۔ جب تک تین حرف نہ ہو جائیں۔ افّ بتشدید الفاء ہے۔ اسی سے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے نماز میں اف۔ آہ۔ اخ کہا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ طرفین فرماتے ہیں کہ فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ کلام الناس میں سے ہے۔ حدیث کا طرفین جواب یہ دیتے ہیں۔ کہ پہلے کلام جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

الحاصل نفخ فی الصلوٰۃ میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک طائفہ اسے مکروہ سمجھتا ہے۔ اور نافخ کو اعادہ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیتا۔ امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ نفخ فی الصلوٰۃ نماز میں مکروہ تو ہے۔ لیکن قاطع صلوٰۃ نہیں ہے۔ طرفینؒ اور امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ نفخ اگر سنا جائے تو بمنزلہ کلام کے ہے۔ جو قاطع صلوٰۃ ہوگا۔ لیکن قول اوّل اولیٰ اور ارجح ہے۔ اس لئے کہ جب بصاق فی الصلوٰۃ کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ اور نفخ میں اتنا نطق نہیں ہوتا جس قدر بصاق میں ہوتا ہے۔ یعنی تھوکنے میں آواز نکلتی ہے۔ تو جب وہ جائز ہے تو نفخ بھی جائز ہوگا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے حدیث بصاق کو اس باب میں ذکر فرمایا ہے تاکہ جواز نفخ پر استدلال کیا جائے۔ اس لئے نفخ کا عطف بصاق پر نہ کیا جائے۔ بلکہ مایجوز پر کیا جائے۔

الحاصل بصاق اور نفخ اگر اس سے بعض حروف ظاہر ہوتے ہیں۔ تو مفسد صلوٰۃ نہیں ہیں۔ البتہ ادب کے خلاف ہے۔ کہ سامنے یا دائیں طرف تھوکا جائے۔ اگر بصاق مطلقاً مفسد صلوٰۃ ہوتا تو عن یسارہ کی اجازت نہ دی جاتی۔

نفخہ صلی اللہ علیہ وسلم انما کان حین رای النار۔ یہ شیخ گنگوہیؒ کی طرف سے دوسرا جواب ہے جو مسلک احنافؒ کے مطابق ہے۔ چنانچہ درمختار میں مفسدات صلوٰۃ کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ والدعاء بما یشبہ کلامنا والبکاء بصوتٍ یحصل بہ حروف بوجع او مصیبۃ لا بذکر جنۃٍ ونار۔ یعنی نماز کو فاسد کرنے والی وہ دعا بھی ہے جو ہمارے کلام کے مشابہ ہو۔ اس طرح آواز کے ساتھ رونا جس سے حروف حاصل ہوں۔

کسی درد یا کسی مصیبت کی وجہ سے۔ لیکن اگر جنت اور دوزخ کے ذکر کی وجہ سے رونا ہو تو وہ مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ جب رونا اور آہ و زاری جنت اور جہنم کے ذکر سے ہو تو گویا یوں دعا مانگ رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ اور اگر یہ الفاظ صراحۃً بھی نماز کے اندر پائے جائیں تو ان سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ ان تینوں ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک آواز نکالنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِّنَ الرِّجَالِ فِیْ صَلٰوتِهٖ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهٗ

فِيْهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے ناواقفیت کی بنا پر اپنی نماز میں تالی بجائی تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت اس بارے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

بَابُ اِذَا قِيْلَ لِلْمُصَلِّیْ تَقَدَّمْ اَوِانْتَظِرْ فَانْتَظَرَ فَلَا بَاْسَ

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ جب نمازی سے کہا جائے کہ آگے بڑھو یا انتظار کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۳۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُوْا اُزْرِهِمْ مِّنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمْ فَقِيْلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھتے تھے۔ کہ وہ اپنی چادروں کو چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنی گردنوں میں باندھے ہوتے ہوتے تھے۔ تو عورتوں سے کہا جاتا کہ تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھاؤ۔ جب تک مرد لوگ ٹھیک ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نمازی کو نماز میں تعلیم دی جائے اور وہ اس پر عمل کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز سے پہلے تعلیم ہو۔ اور وہ اپنے اس علم کے مطابق

نماز میں عمل کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اب روایت میں اس کی تصریح نہیں ہے۔ کہ یہ تعلیم ان کو نماز شروع کر لینے کے بعد دی گئی۔ لہذا اس روایت سے استدلال صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس میں دونوں کا احتمال ہے۔ امام بخاریؒ نے شاید عموم اور اطلاق سے استدلال کیا ہو بہرحال مقام تفصیل کا متقاضی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح حدیث کو اس میں بڑا اخلجان ہوا۔ کہ حدیث سے ترجمہ کیسے ثابت ہوا۔ حالانکہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ وہ احد الاحتمالین سے حکم ثابت کیا کرتے ہیں۔ تو یہاں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب دوران صلوٰۃ ہو تو جب نسار کو لَا تَرْفَعْنَ کا حکم ہوا۔ تو وہ ضرور انتظار کریں گی اور مردوں سے آگے بڑھ کر رفع رؤس کریں گی۔ لہذا تقدم بھی ثابت ہوا۔ اور انتظار بھی ہوا۔ چنانچہ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب اگر دوران صلوٰۃ ہے تو اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔ ایک تو نمازی کو خطاب کرنے کا جواز اور دوسرا نمازی کا انتظار کرنا جو اس کی نماز کے لئے مضر نہیں ہے۔ اگر آپؐ کا یہ خطاب نماز کے شروع ہونے سے قبل کا ہے۔ تو اس حدیث سے صرف جواز انتظار ثابت ہوگا۔ تو پھر اس کا طلب کرنا اس کی طرف کان لگانا ان سب کا جواز ثابت ہوگا۔ اگرچہ علامہ عینیؒ نے فقیل للنساء کے لفظ سے استدلال کیا ہے۔ فا تعقیب کا تقاضا ہے کہ یہ خطاب نسار سے تب ہوا جب لوگ جناب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز میں تھیں۔ اس لئے محض وہ احتمال جو کسی دلیل سے پیدا نہ ہوا ہو۔ اس کی طرف توجہ نہ دی جائے گی۔ شیخ گنگوہیؒ فرما رہے ہیں کہ حدیث میں ایک کی تصریح نہیں ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بعد شروع ہونے کے تھا۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ کہ اگر کوئی نمازی اپنی نماز کے اندر کسی غیر کے امر کی تعمیل کرتا ہے۔ مثلاً کسی نے کہا آگے بڑھو تو وہ آگے بڑھ گیا۔ غرضیکہ تعلیم اور تعلم سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ البتہ تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر اپنی رائے سے آگے بڑھے تو یہ جائز ہوگا۔

بَابُ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز کے اندر کوئی نمازی کسی کو سلام کا جواب نہ دے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ اُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَجَعْنَا

سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی حالت میں سلام کیا کرتا تھا۔ تو آپؐ مجھے اس کا جواب دے دیا کرتے تھے۔ لیکن جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نے آپؐ پر سلام کیا۔ آپؐ نے مجھے اس کا جواب نہ دیا۔ بلکہ فرمایا نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ لَهُ فَانْطَلَقْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ مَا اللّٰهُ بِهٖ اَعْلَمُ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ لَعَلَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ اَنِّيْ اَبْطَاْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ اَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اِنَّمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ اَنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ وَكَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَوَجِّهًا اِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی ضرورت کے لئے بھیجا بہرحال میں چلا گیا اور اس کو پورا کر کے واپس آیا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ پر سلام کیا آپؐ نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ تو میرے دل میں کچھ غم لاحق ہوا جس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ تو میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ شاید آپؐ مجھ پر ناراض ہو گئے ہیں۔ تھوڑی سی دیر کر کے میں نے پھر سلام کیا تب بھی آپؐ نے سلام کا جواب نہ دیا تو مجھے پہلی دفعہ سے بھی زیادہ غم و غصہ لاحق ہوا۔ پھر بھی میں نے آپؐ پر سلام کیا آپؐ نے فارغ ہو کر مجھے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ مجھے سلام کا جواب دینے سے اس چیز نے روکا تھا۔ کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ دونوں احادیث باب سے ترجمہ ثابت ہوا۔ کہ نماز کے اندر نمازی کسی کو

سلام کا جواب نہ دے۔ ورنہ نماز فاسد ہو گی۔ کلام الناس کی وجہ سے۔

بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الصَّلٰوةِ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهٖ

ترجمہ۔ کسی معاملہ کے پیش آنے کی وجہ سے نماز کے اندر اپنے ہاتھوں کو اٹھانا۔

حدیث نمبر ۱۱۴۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ اُنَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ بِلَالٌ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍؓ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ اِنْ شِئْتُمْ فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ وَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ وَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ مِنَ الصَّفِّ فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْحِ قَالَ سَهْلٌ التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ قَالَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ يَاْمُرُهٗ اَنْ يُصَلِّيَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهٗ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِكُمْ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔ کہ قباء کے مقام پہ بنو عمرو بن عوف کے قبیلہ کے درمیان کوئی جھگڑا ہے۔ آپ صحابہ کرامؓ کی ایک

جماعت کے ہمراہ ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیر ہوگئی۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا۔ تو حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے۔ اور فرمایا کہ اے ابو بکرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو روک دیئے گئے ہیں اور نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پس کیا آپ لوگوں کی امامت کرا دیں گے۔ فرمایا ہاں اگر تم لوگ چاہتے ہو۔ تو حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے تکبیر پڑھی۔ تو حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے۔ اور تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دی۔ اس اثنا میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے تالی پیٹنا شروع کر دی۔ حضرت سہل راوی فرماتے ہیں کہ تصفیح کے معنی تالی بجانے کے ہیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی عادت تھی کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اِدھر اُدھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بکثرت تالی بجائی تو متوجہ ہوئے۔ دیکھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھاتے ہوئے معذرت بیان کی۔ پھر الٹے پاؤں پیچھے کو لوٹے۔ یہاں تک کہ صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔ تو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا۔ کہ جب تمہیں نماز میں کوئی معاملہ پیش آجائے تو تم تالی بجانا شروع کر دیتے ہو۔ حالانکہ تالی پیٹنے کا حکم تو عورتوں کے لئے ہے۔ سنو! تم میں سے جسے اپنی نماز میں کوئی معاملہ پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہا کرے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو بکرؓ جب میں نے آپ کو اشارہ کر دیا تھا تو پھر تجھے نماز پڑھانے سے کس چیز نے روکا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ کہ ابو قحافہؓ کے بیٹے کے لائق نہیں ہے۔ کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔

تشریح از قاسمی۔ رفع یدیہ فحمد اللہ الحمد تو اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اتنا بلند مرتبہ امامت کا تفویض ہوا۔ اور رفع یدین یہ محل ترجمہ ہے۔ جس سے امام بخاریؒ استنباط فرما رہے ہیں کہ رفع یدین اگرچہ دعا وغیرہ کے لئے غیر موضع میں ہو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ما لابی بکر اس لئے نہیں فرمایا کہ اپنے نفس کو حقیر سمجھا۔

بَابُ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوۃِ

ترجمہ۔ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے کے بارے میں

حدیث نمبر ۱۱۴۱۔ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ قَالَ نُهِیَ عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوۃِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں۔ کہ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۴۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ الخ عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ قَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّصَلِّیَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو کوکھ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ خصیر اگر خاصر سے ہے تو کوکھ کے معنی ہیں۔ اگر خصرہ سے ہے تو لاٹھی کے معنی ہیں اور خصر اختصار کے معنی میں بھی آتا ہے جو تطویل کی ضد ہے۔ امام نوویؒ کی رائے کے مطابق پہلے معنی صحیح ہیں کہ الذی یصلی وید علی الخاصرۃ۔ وجہ ممانعت یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ فعل یہود ہے یا مثل شیطان کے ہے یا یہ کہ ابلیس جنت سے اسی حالت میں نکلا تھا۔ یا یہ متکبرین کا شعار ہے یا استراحۃ لاہل النار ہے۔

بَابُ یُفْکِرُ الرَّجُلُ الشَّیْئَ فِی الصَّلٰوۃِ وَقَالَ عُمَرُ اِنِّی لَاُجَهِّزُ جَیْشِیْ وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ

ترجمہ۔ آدمی نماز میں کسی چیز کی فکر کرے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ نماز کی حالت میں اپنے لشکر کو جہاد کے لئے تیار کرتا رہتا ہوں۔

حدیث نمبر ۱۱۴۳۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ الْحَارِثِ رضؓ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِیْعًا دَخَلَ عَلٰی بَعْضِ نِسَائِهٖ ثُمَّ خَرَجَ وَرَاٰی مَا فِیْ وُجُوْهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ بِسُرْعَتِهٖ فَقَالَ ذَکَرْتُ وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ تِبْرًا عِنْدَنَا فَکَرِهْتُ اَنْ یُّمْسِیَ اَوْ یَبِیْتَ وَهُوَ عِنْدَنَا فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی تو آپؐ نے سلام پھیرا تو جلدی اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی ایک بیوی کے پاس تشریف لے آئے۔ پھر واپس آگئے۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی آنے پر جو تعجب کے آثار قوم کے چہروں پر دیکھے تو فرمایا مجھے نماز کے اندر یاد آیا کہ سونے کا ایک ٹکڑا ہمارے پاس موجود ہے تو شام تک یا رات تک اس کا اپنے پاس رہنا میں نے پسند نہ کیا۔ اس لئے اس کے تقسیم کرنے کا حکم دے کر آیا ہوں۔

حدیث نمبر ۱۱۴۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُذِّنَ بِالصَّلٰوةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ أَدْبَرَ فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُوْلُ لَهُ اذْكُرْ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِذَا فَعَلَ أَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَسَمِعَهُ أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اذان شروع ہوتی ہے۔ تو شیطان پاد مارتا ہوا پیٹھ پھیر جاتا ہے تاکہ اذان کے الفاظ نہ سن پائے۔ جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو پھر واپس آتا ہے۔ پھر جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ پس جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو پھر آتا ہے۔ اور ہمیشہ آدمی کے ساتھ رہ کر کہتا رہتا ہے۔ فلاں چیز یاد کرو جو اسے یاد نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کو ایسی نوبت پہنچے تو وہ بیٹھ کر دو سجدے سہو کے ادا کرے۔ اس کو ابو سلمہؓ نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے سنا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ النَّاسُ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ فَقَالَ لَا أَدْرِيْ فَقُلْتُ أَلَمْ

تَشَهَّدُهَا قَالَ بَلٰى قُلْتُ لٰكِنْ اَنَا اَدْرِىْ قَرَأَ سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ تو میں ایک آدمی سے ملا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ گذشتہ رات عشاء کی نماز میں آپؐ نے کون سی سورۃ پڑھی تھی۔ تو وہ کہنے لگا مجھے معلوم نہیں۔ پس میں نے کہا۔ کیا تم حاضر نہیں تھے۔ کہنے لگا کیوں نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں سورۃ پڑھی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ما کان ینبغی لابن ابی قحافۃ الخ اس سے قرأۃ سے رکنے کی علۃ پر تنبیہہ فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ فرمانا یا تو اپنے آپ کو صغیر سمجھنے کی بنا پر تھا۔ کہ امامت ایک بہت بڑا منصب ہے۔ اور فضیلت کا موقع ہے۔ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کیسے کھڑا ہو سکتا ہوں۔ یا اس وجہ سے کہ نماز کا معاملہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تبدیل ہوتا رہا۔ ان کو خوف تھا کہ کہیں اللہ تعالٰی اب اس میں زیادتی یا کمی نہ کردیں۔ اس لئے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ یا اس سے دلیل پکڑی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیر کر پہلی صف تک پہنچ گئے۔ اگر آپؐ کا ارادہ میرے آگے رکھنے کا ہوتا تو وہیں پیچھے ٹھہر جاتے۔ صفوں کو نہ چیرتے۔ اس لئے پیچھے ہٹ گئے۔

ولکنہ یتوقف علٰی اولی ما یحتملہ ان احتمالات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو حضرت صدیق اکبرؓ کے تاخر کا باعث بنے۔ کہ انہوں نے ادب کو ملحوظ رکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آگے بڑھ کر فجر کی نماز پڑھادی۔ وہ امتثال امر تھا۔ الامر فوق الادب۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فلقیت رجلا فقلت۔ حضرت ابوہریرہؓ پر تکثیر احادیث کا یہ اعتراض یا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا۔ جس کا انہوں نے جواب دیا۔ اور راجح یہی ہے۔ اگر لوگوں کا یہ اعتراض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوا۔ تو انہوں نے اپنے اس قصہ سے استدلال کیا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا۔ کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کی فکر رہتی تھی۔ کہ میں ان میں تدبر اور تیقظ رکھتا جو اور لوگ نہیں

کرتے تھے۔ اس وجہ سے میں احادیث زیادہ بیان کرتا ہوں۔ تو اس معنی کی بنا پر تلقیت کے معنی قد کنت لقیت کے ہوں گے۔ کہ آدمی سے مل کر یوں کہتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت ابوہریرہؓ پر اکثار احادیث کے اعتراض کے بارے میں کئی روایات نقل کی جاتی ہیں۔ اور اس کے اسباب بھی مختلف منقول ہیں۔ اس روایت باب میں جو سبب خود حضرت ابوہریرہؓ نے بیان فرمایا ہے۔ کہ ان کو ضبط و اتقان ایسا شدید حاصل تھا۔ جو اوروں کو نہیں تھا۔ پس اس حدیث باب سے معلوم ہوا کہ آدمی نماز میں ہونے کے باوجود غیر امر صلوٰۃ میں مشغول ہو گیا۔ حتیٰ کہ سورۃ مقروءہ کو بھول گیا۔ اس سے ترجمہ کو ثابت کر دیا۔ کہ تفکرات سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اور اثبات ترجمہ پر یوں بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہؓ افعال صلوٰۃ میں اپنی فکر کو مشغول رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو ضبط کر لیتے۔ بہرحال دونوں طرح سے ترجمہ ثابت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَرِيْضَةِ۔

ترجمہ۔ جب نمازی فرض نماز کی دو رکعتوں پر بھول کر کھڑا ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوٰتِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن بحینہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نماز کی دو رکعت پڑھائیں کھڑے ہو گئے التحیات کے لئے نہ بیٹھے۔ لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ تو آپؐ نے اپنی نماز پوری کر لی۔ اور ہم سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے کہ آپؐ نے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر کہی۔ پھر بیٹھے بیٹھے دو سجدے کئے پھر سلام پھیر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تمام شراح بخاریؒ ابواب العمل کو باب سابق پر ختم کر دیتے ہیں۔ اور ابواب السہو کو مستقل قرار دیتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے باب سابق کا ثمرہ

ابواب السہو سے بیان فرمایا۔ کہ جب تفکرات کی وجہ سے نماز میں سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کا کرنا چاہیئے اس طرح ابواب العمل کتاب الجنائز پر جاکر ختم ہوں گے۔ ورنہ کتاب الجنائز سے پہلے دو باب ہیں۔ باب اذا تکلم وھو یصلی اور باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ۔ ان کا کوئی ربط نہیں ہوگا۔ میری توجیہ پر کوئی اشکال نہیں رہتا۔

حدیث نمبر ۱۱۴۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا قَضَى صَلٰوتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعتوں پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ التحیات کے لئے نہ بیٹھے۔ جب نماز پوری کرلی۔ تو دو سجدے سہو کر کے اس کے بعد سلام پھیرا۔

بَابُ اِذَا صَلّٰى خَمْسًا

ترجمہ۔ جب چار کی بجائے پانچ رکعت پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۴۸۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيْلَ لَهٗ أَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَا ذَاكَ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھا دیں۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ کیا نماز میں اضافہ کیا گیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ تو راوی نے کہا۔ آپؐ نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھ لی ہیں۔ آپؐ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے۔ اس طرح سہو کی تلافی ہوگئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ خطابیؒ نے اس حدیث باب سے علماء احنافؒ پر اعتراض کیا ہے۔ کہ شاید یہ حدیث ان کو نہیں پہنچی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی چوتھی رکعت میں قدر التشہد نہیں بیٹھا اور پانچویں رکعت میں جاکر بیٹھا۔ تو احنافؒ فرماتے ہیں اس کی نماز فاسد ہے۔ وہ نماز کو نئے سرے سے

پڑھے۔ اگر قعدہ اخیرہ کر لیا تھا تو ظہر اس کی تمام ہوگئی۔ پانچویں رکعت نفل ہے۔ بہتر ہے کہ اس کے ساتھ چھٹی رکعت ضم کرے تاکہ صلوٰۃ بتیراء سے بچ جائے۔ پھر التحیات پر بیٹھ کر سلام پھیرے اور سجدہ سہو کا بھی کرے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ لمعات میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ ایک قسم کی ہمارے علماء پر تعریض ہے۔ اور ایک قسم کی معذرت بھی ہے۔ کہ ان کو حدیث نہیں پہنچی۔ تاکہ مخالفت سنت کا الزام عائد نہ ہو۔
شیخ دہلویؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں قعدہ اخیرہ کے ترک اور فعل کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ راجح اور اقرب یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قعدہ اخیرہ کو ترک نہیں کیا ہوگا کیونکہ وہ جواز صلوٰۃ کا رکن ہے۔ تو یہ حدیث فعل قعدہ اخیرہ کی صورت کے ساتھ مخصوص ہوگی اور سہو فی السلام ہوگا۔ رہ گیا ضم سادسہ تو وہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البتیراء کہ ایک رکعۃ نماز سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ضم سادسہ ہمارے نزدیک کوئی واجب نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اگر چھٹی رکعۃ نہ ملائے تو لاشیئ علیہ۔ صاحب بدائع اس کو ادنیٰ فرماتے ہیں۔

بعد ما سلّم پہلی دو حدیثوں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ سجدہ سہو قبل سلام ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد سلام ہے۔ جواز الامرین میں تو کوئی کلام نہیں البتہ شوافع کے نزدیک افضل قبل السلام ہے۔ احنافؒ کے نزدیک بعد از سلام افضل ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر سہو نقصان کی وجہ سے ہے تو قبل السلام ہو۔ زیادتی کی وجہ سے ہے تو بعد السلام ہو۔

بَابٌ اِذَا سَلَّمَ فِیْ رَکْعَتَیْنِ اَوْ فِیْ ثَلَاثٍ فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلٰوةِ اَوْ اَطْوَلَ۔

ترجمہ۔ جب دوسری یا تیسری رکعت پر سلام پھیر دے تو نماز کے سجدہ کی طرح یا اس سے لمبے دو سجدے کرے۔

حدیث نمبر ۱۱۴۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ اَوِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ ذُوالْیَدَیْنِ الصَّلٰوةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَقَصَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اَحَقٌّ مَا یَقُوْلُ قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى رَکْعَتَیْنِ اُخْرَاوَیْنِ ثُمَّ

سَجَدَ سِجْدَتَيْنِ قَالَ سَعْدٌ وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ پس سلام پھیر دیا۔ تو ذوالیدین نے آپؐ سے کہا۔ یا رسول اللہ کیا نماز میں کمی کر دی گئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا۔ کیا ذوالیدین جو کچھ کہتا ہے حق ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں حق ہے۔ پھر دو رکعتیں اور پڑھیں پھر دو سجدے کئے۔ سعدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عروہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے مغرب کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ پھر کلام بھی کیا پھر باقی نماز پڑھی اور دو سجدے کئے اور فرمایا کہ اس طرح جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ شاید ان کو نسخ کلام والی حدیث نہیں پہنچی ہو گی۔ اس لئے انہوں نے کلام کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کلام کا دارومدار احنافؒ کے مسلک پر ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ہر قسم کا کلام نماز کے لئے مفسد ہے۔ شیخ نے کوکب میں تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ جس شخص نے جانتے ہوئے جان بوجھ کر بغیر ارادہ اصلاح نماز کے نماز میں کلام کیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ البتہ بعض انواع کلام میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ سے مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت احنافؒ کے موافق ہے۔ کہ کلام مطلقاً مفسدِ صلوٰۃ ہے۔ شوافعؒ کلام عمد کو خواہ وہ اصلاحِ صلوٰۃ کے لئے کیوں نہ ہو مفسدِ صلوٰۃ قرار دیتے ہیں۔ قلیل کلام ناسیًا یا سبقت لسانی کے طور پر مفسدِ صلوٰۃ نہیں ہے۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک وہ کلام جو اصلاحِ صلوٰۃ کے لئے ہو مفسد نہیں ہے۔ اگرچہ عمدًا بھی ہو۔

بہرحال علامہ عینیؒ نے حدیث باب کی شرح میں لکھا ہے کہ کلام کرنا اور مسجد سے نکل جانا وغیرہ امور سب منسوخ ہو چکے ہیں۔ آج اگر کوئی شخص ان کو کرے گا تو اس کی نماز باطل ہو گی۔ اور دلیل میں انہوں نے امام طحاویؒ کی وہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ ذی الیدین کے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے بعد جب ایسا حادثہ پیش ہوا تو انہوں نے اس کے برعکس عمل کیا۔ وہ بھی صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں جس پر کسی نے نکیر نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ سب کے نزدیک کلام اور خروج وغیرہ کا نسخ ثابت ہوچکا تھا۔ تو حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو حضرت عروہ کے قول کی توجیہ بیان فرمائی ہے۔ کہ انہیں نسخ کلام فی الصلوٰۃ کا علم نہیں تھا۔ یہ مسلک احناف کے مطابق جواب دیا ہے۔ اور جو لوگ کسی قسم کے کلام کو نماز میں مباح سمجھتے ہیں۔ وہ اس کو اس مباح پر محمول کریں گے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَشَهَّدْ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَسَلَّمَ اَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدْ اَوْ قَالَ قَتَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو سجدہ سہو میں التحیات نہیں پڑھتا۔ چنانچہ حضرت انسؓ اور حسن بصریؒ سجدہ سہو کے بعد التحیات نہیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح حضرت قتادہؒ نے بھی فرمایا کہ التحیات نہ پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهٗ ذُوالْيَدَيْنِ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُوالْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر پھر کر بیٹھ گئے۔ تو حضرت ذوالیدینؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ کیا نماز میں کمی کر دی گئی یا آپؐ بھول گئے۔ آپؐ نے لوگوں سے پوچھا۔ کیا ذوالیدینؓ نے سچ کہا۔ لوگوں نے جواب دیا ہاں! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر دوسری دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر سلام پھیرا۔ تکبیر کہی۔ سجدہ سہو کیا اپنے عام سجدہ کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا پھر سر اٹھایا۔

تشریح از قاسمی۔ ثم رفع ای من السجدتین سے امام بخاریؒ نے ترجمہ ثابت کیا ہے۔ کیونکہ بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس صورت میں تشہد نہیں پڑھا۔ لیکن

علامہ عینیؒ نے ابو داؤد۔ ترمذی اور نسائی کی روایات نقل کی ہیں۔ جن میں ہے۔ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ اور کہا کہ یہی ائمہ اربعہ کا مسلک ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ فَقَالَ لَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَؓ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمۃ بن علقمہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت محمد بن سیرین سے پوچھا کہ کیا سجدہ سہو میں تشہد ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوہریرۃؓ کی حدیث میں نہیں ہے۔ اس سے مفہوم ہوا کہ غیر ابی ہریرۃؓ میں تشہد ہے۔ چنانچہ عمران بن حصینؓ کی روایت ترمذی، نسائی اور ابو داؤد نے نقل کی ہے۔

بَابُ مَنْ يُكَبِّرُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

ترجمہ۔ سجدہ سہو میں تکبیر کہے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهَا الْعَصْرُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ فَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَقَالُوا أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَرَجُلٌ يَدْعُوهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَنَسِيتَ أَمْ قُصِرَتْ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ قَالَ بَلَى قَدْ نَسِيتَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے شام کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں۔ کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی۔ دو رکعت پڑھا کر آپؐ نے سلام پھیر دیا۔ مسجد کی اگلی طرف لکڑی کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔

اور اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اس جماعت میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ جو آپ کے ساتھ کلام کرنے سے مرعوب (ہیبت زدہ) ہو گئے۔ جلد باز لوگ تو مسجد سے نکل گئے۔ جنہوں نے سمجھا کہ نماز میں کمی کر دی گئی۔ لیکن ان میں ایک آدمی تھا جس کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالیدین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ وہ بولا کہ آپؐ بھول گئے یا نماز میں کمی ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ نہ تو میں بھولا اور نہ ہی نماز میں کمی ہوئی۔ اس نے کہا کیوں نہیں آپؐ بھول گئے۔ بہر حال آپؐ نے دو رکعت اور پڑھیں۔ کہ سلام پھیرا تکبیر کہی عام عادت کے مطابق سجدہ کیا۔ یا اس سے لمبا سجدہ کیا۔ پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔

حدیث نمبر ۱۱۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ فَلَمَّا أَتَمَّ صَلٰوتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي التَّكْبِيرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن بحینہؓ اسدی جو بنی عبدالمطلب کے حلیف ہیں فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ حالانکہ ابھی آپؐ کا جلوس تشہد باقی تھا۔ جب اپنی نماز پوری کر چکے تو دو سجدے کئے ہر سجدہ میں تکبیر کہتے تھے۔ یہ سب کچھ سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھ کر تھا۔ لوگ بھی جو جلوس بھول گئے اس کی جگہ انہوں نے بھی آپؐ کے ساتھ دو سجدے کئے۔ ابن جریج نے ابن شہاب سے تکبیر میں ان کی متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سلام کے بعد سجود سہو میں یہ اختلاف ہے کہ آیا اس کے لئے تکبیرۃ احرام شرط ہے یا وہی تکبیر سجود کافی ہے۔ جمہور تو فرماتے ہیں وہ تکبیر کافی ہے۔ ظاہر احادیث کا یہی تقاضا ہے۔ البتہ امام مالکؒ نے اس میں تو اختلاف نہیں کیا کہ بعد سجود سہو سلام واجب ہے۔ لیکن اس کے لئے تکبیر احرام ضروری ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ ثم سلم ثم کبر ثم سجد۔ کیونکہ ثم تراخی کو چاہتا ہے۔ اگر یہ تکبیر للسجود ہوتی تو اس کے ساتھ ہوتی۔ مگر کہا

جائے گا۔ کہ یہ تو تصرف رواۃ ہے۔ ورنہ ایک روایت میں ہے۔ ثم سلم ثم کبر وسجد تو داؤ
مصاحبۃ کی ہے جو معیت کو چاہتی ہے۔ اس لئے علیحدہ اس کے لئے کوئی تکبیر احرام نہیں ہے۔
نیز ابن جریج سے جو الفاظ منقول ہیں وہ ہیں۔ کبر فسجد ثم کبر فسجد ثم سلم۔

بَابُ إِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلٰثًا أَوْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو نہیں جانتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔
تین یا چار تو وہ بیٹھے بیٹھے سہو کے دو سجدے کرے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۴۔ **حَدَّثَنَا** مُعَاذُ بْنُ فُضَالَةَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ أَنْ يَدْرِيَ كَمْ صَلّٰى فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلّٰى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے۔ تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ دے کر بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سن پائے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو وہ پھر آتا ہے۔ پس جب نماز کے لئے تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ دے کر بھاگتا ہے۔ جب تکبیر پوری ہو جاتی ہے پھر آکر وہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے فلاں اور فلاں کو یاد کرو۔ جو چیزیں انسان کو یاد نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ آدمی اس طرح ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ پس جب تم میں سے کوئی نہ جانے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار۔ تو وہ بیٹھ کر دو سجدے سہو کے ادا کرے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس روایت میں محل سجود کی تعیین نہیں۔ البتہ دار قطنی نے

مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کہ اِذَا سَہٰی اَحدکم فلم یدر ازاد اَوْ نقص فلیسجد سجدتین اب مراد حدیث میں اختلاف ہے۔ حضرت حسن بصری و دیگر حضرات ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب نمازی کو شک گزرے اسے معلوم نہیں کہ زیادتی کی یا نقصان کیا تو اس پر صرف دو سجدے سہو کے لازم ہیں۔ مگر ائمہ اربعہؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب کسی کو شک گزرے تو اسے یقین پر بنا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مسلم کی روایت ہے۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلَمْ یَدْرِ کَمْ صَلّٰی ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا فَیَطْرَحِ الشَّکَّ وَلْیَبْنِ عَلٰی مَا اسْتَیْقَنَ ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ۔ ترجمہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی ایک کو اپنی نماز میں شک آجائے۔ کہ اسے نہیں معلوم تین پڑھیں یا چار تو شک کو پھینک دے اور جس پر یقین ہے اس پر بنا کرے اور دوسری حدیث امام بخاریؒ نے باب التوجہ نحو القبلہ میں نقل فرمائی ہے۔ اِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلْیَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْیُتِمَّ عَلَیْہِ ثُمَّ یُسَلِّمْ ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ تو یہ قولی حدیث بھی تحری یعنی یقین حاصل کرنے پر دلالت کرتی ہے۔

بَابُ السَّھْوِ فِی الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ وِتْرِہٖ

ترجمہ۔ باب ہے کہ فرض اور نفل میں سہو ہو جائے تو سب کا ایک حکم ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنی وتر کی نماز کے بعد دو سجدے کئے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ جَاءَ الشَّیْطَانُ فَلَبَسَ عَلَیْہِ حَتّٰی لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان آکر اس پر خلط ملط کر دیتا ہے۔

یہاں تک کہ وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی جب کوئی ایسی حالت پائے تو بیٹھ کر دو سجدے کرے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ابن عباسؓ کے اثر کو امام بخاریؒ اس بات کو بتلانے کے لئے لایا ہے کہ سجود سہو فرض کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ فرض۔ سنت اور نفل سب کو شامل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اثر ترجمہ کے مطابق اس طور پر ہوگا کہ ابن عباسؓ وتر کو سنت سمجھتے تھے۔ بایں ہمہ انہوں نے اس میں سجدہ سہو ادا کیا۔ ابن سیرین۔ قتادہ اور عطاء فرماتے ہیں کہ نافلہ میں سجدہ سہو نہیں ہے۔ بہرحال جمہور ائمہ قدیماً حدیثاً فرض اور نفل میں فرق نہیں کرتے۔ اور حدیث باب میں اگرچہ صراحۃً نہیں ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے اِذَا صَلّٰی سے استدلال کیا۔ وھو اعم ان تکون فریضۃ او نافلۃ۔

بَابُ اِذَا کُلِّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَاَشَارَ بِیَدِهٖ وَاسْتَمَعَ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس سے نماز پڑھتی حالت میں بات کی جائے تو وہ ہاتھ سے اشارہ کرے اور کان لگا کر بات سنے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۶۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ ... اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَزْهَرَ اَرْسَلُوْهُ اِلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَیْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِیْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَیْنِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا اِنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّكِ تُصَلِّیْهِمَا وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ اَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهُمَا قَالَ كُرَیْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِیْ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَؓ فَخَرَجْتُ اِلَیْهِمْ فَاَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّوْنِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَةَؓ بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِیْ بِهٖ اِلٰی عَائِشَةَؓ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَؓ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهٰی عَنْهُمَا ثُمَّ رَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْهِمَا حِیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَیَّ وَعِنْدِیْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِیْ حَرَامٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَرْسَلْتُ اِلَیْهِ الْجَارِیَةَ فَقُلْتُ قُوْمِیْ بِجَنْبِهٖ قُوْلِیْ لَهٗ تَقُوْلُ

لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِيْ عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ أَبِيْ أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهُ أَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس۔ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن ازہر نے حضرت کریبؓ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب کی طرف سے ان پر سلام پڑھو۔ اور ان سے ان دو رکعتوں کے متعلق پوچھو۔ جو عصر کی نماز کے بعد ہیں۔ اور ان سے کہو کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ان کو پڑھتی ہیں۔ حالانکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں یہ پہنچا ہے کہ وہ ان سے منع کرتے تھے۔ اور ابن عباسؓ نے مزید برآں یہ بھی کہا کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ہمراہ لوگوں کو اس سے روکنے کے لئے پیٹا کرتا تھا۔ بہرحال کریبؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچا اور ان کو وہ پیغام پہنچایا جس کے لئے انہوں نے مجھے بھیجا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ حضرت ام سلمہؓ سے پوچھو۔ میں نے واپس آکر ان کو ان کی بات کی خبر دی۔ تو انہوں نے مجھے ام سلمہؓ کی طرف بھی اسی پیغام کے ساتھ واپس کیا۔ جیسے انہوں نے مجھے حضرت عائشہؓ کی طرف بھیجا تھا۔ بہرحال حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا وہ اس سے منع فرماتے تھے۔ پھر عصر پڑھنے کے بعد میں نے آپؐ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا۔ پھر آپؐ میرے پاس تشریف لائے۔ تو انصار کے قبیلہ بنی حرام کی کچھ عورتیں میرے پاس بیٹھی تھیں۔ پس میں نے آپؐ کی طرف ایک لڑکی بھیجی جس سے میں نے کہا کہ آپؐ کے پہلو میں جاکر کھڑی ہو جاؤ۔ اور آپؐ سے کہو کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ یا رسول اللہ آپؐ تو ان دو رکعتوں کے پڑھنے سے روکا کرتے تھے اور اب میں آپؐ کو پڑھتے دیکھ رہی ہوں۔ پس اگر آپؐ ہاتھ سے اشارہ کریں تو پیچھے ہٹ جانا چنانچہ لڑکی نے ایسا کیا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ وہ آپؐ سے پیچھے ہٹ گئی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا کہ اے ابو امیہ کی بیٹی تو نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ عبدالقیس قبیلہ کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے۔ انہوں

نے مجھے ان دو رکعتوں سے روک دیا جو ظہر کے بعد پڑھی جاتی ہیں پس یہ وہی دو رکعت ہیں۔ تشریح از شیخ گنگوہیؒ قومی بجنبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فراغت تک اسلئے نہ چھوڑا کہ ایک تو تحصیل علم کی طرف جلدی جلدی کرنا تھا۔ دوسرے خطرہ تھا کہ کہیں فراغت کے بعد کہیں سوال کرنا بھول نہ جائے اور میرا گمان یہ بھی ہے کہ یہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نسیاناً پڑھا تو جب انہوں نے یاد دلایا تو رک گئے۔ یہ حکم منسوخ ہو چکا تھا۔ دوران نماز مبادرت یعنی جلدی اسلئے کی گئی کہ آپؐ کو نہی یاد دلائی جائے تاکہ آپؐ اس سے رک جائیں۔ جب کہ آپؐ اس کو سہواً پڑھ رہے ہوں۔ تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے لطیف طور پر تنبیہ فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کیوں نہ کیا گیا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ کے استفسار کا یہ فائدہ ہوا کہ وہ اس کو نسیان پر محمول کر رہی تھیں یا نسخ پر یا خصوصیات پر تو تیسری بات وقوع پذیر ہوئی کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ تشریح از قاسمیؒ۔ ففعلت الجاریۃ۔ اس سے ترجمہ ثابت ہوا کہ مصلی نماز میں غیر کا کلام سن سکتا ہے اس سے نماز میں کوئی خلل نہ ہوگا اور ترجمہ کا جزء اشارہ بیدہ سے ثابت ہوا کہ اگر مصلی نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرے تو اسکی نماز باطل نہ ہوگی باقی جمہور جو اسکو آپؐ کے خصائص پر محمول کرتے ہیں اسکی دلیل وہ حدیث ہے جسمیں وارد ہے کہ قال امرت بہا۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ

(حاشیہ: اس میں امر ہے اور جمہور کی دلیل ...)

بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ۔ نماز کے اندر اشارہ کرنا۔

قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:۔ اس کو حضرت ام سلمہؓ کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ أُنَاسٍ مَّعَهُ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَآءَ بِلَالٌ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَّكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ فَقَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَأَقَامَ بِلَالٌ وَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ

حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَّا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّآ اَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآءَهٗ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِلَّا الْتَفَتَ يَآ اَبَا بَكْرٍ مَّا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَّا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں کوئی جھگڑا ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے ہمراہ ان میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؐ کو دیر لگ گئی اور ادھر نماز کا وقت ہو گیا۔ تو حضرت بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور ان سے عرض کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیر ہو گئی اور نماز کا وقت ہو گیا کیا آپ لوگوں کی امامت کرائیں گے۔ فرمایا ہاں۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت بلالؓ نے تکبیر کہی۔ حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھ کر لوگوں کے لئے تکبیر کہی۔ تو اچانک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں میں چلتے ہوئے پہلی صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے تالی پیٹنا شروع کر دی۔ حضرت ابوبکرؓ اپنی نماز میں ادھر اُدھر توجہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت کیا تو متوجہ ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ بھی فرمایا جس سے آپؐ ان کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے تھے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور پیچھے کو الٹے پاؤں لوٹے۔ یہاں تک کہ صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔ پس

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے لوگوں کو نماز پڑھائی جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تمہیں کوئی حادثہ نماز میں پیش آجائے تو تالی بجانا شروع کر دیتے ہو۔ تالی بجانا تو عورتوں کے لئے ہے۔ ہاں جب کسی کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آئے تو سبحان اللہ کہے۔ اس لئے کہ جو شخص بھی سبحان اللہ کہتا ہوا سنے گا۔ تو ضرور متوجہ ہو گا۔ اے ابو بکرؓ! تجھے کس چیز نے لوگوں کو نماز پڑھانے سے روکا۔ جب کہ میں نے آپ کو اشارہ بھی کیا۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ابن ابی قحافہؓ کو لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالے کے رسولؐ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فَاَشَارَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الخ آپؐ کا یہ اشارہ ابو بکر صدیقؓ کو اس وقت تھا جب کہ آپؐ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے نماز میں شروع ہو چکے تھے۔ اس سے ترجمہ صحیح ہو جائے گا۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اشارت ایک سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اشارہ تو آپ کا تحریمۂ صلوٰۃ سے پہلے کا ہے۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اَخَذَ النَّاسُ فِی التَّصْفِیْقِ سے ترجمہ ثابت ہو گا کہ تصفیق حرکت بالید سے ہوتی ہے۔ جیسے اشارہ بالید ہوتا ہے۔ آپ کا متوجہ ہونا غیر کے کلام کی طرف کان لگانا۔ یہ سب اشارہ کے معنی میں ہیں۔ غرضیکہ حافظؒ نے جس قدر دلائل پیش کئے ہیں۔ ان میں یہ تصریح نہیں ہے۔ کہ آپؐ نے یہ اشارہ قبل از تحریمہ کیا ہے۔ اس لئے شیخ گنگوہیؒ نے جو اختیار کیا ہے۔ شیخ محمد حسن مکیؒ نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ وکانت الاشارۃ فی الصلوٰۃ وانہ علیہ السَّلَامُ اِقْتَدٰی بِاَبِیْ بَکْرٍ وَدَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ۔

حدیث نمبر ۱۱۵۸۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ الخ عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ رض وَھِیَ تُصَلِّیْ قَائِمَۃً وَالنَّاسُ قِیَامٌ فَقُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِھَا اِلَی السَّمَاءِ فَقُلْتُ اٰیَۃٌ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِھَا اَیْ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنی بہن حضرت عائشہؓ کے پاس آئی جب کہ وہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں اور لوگ بھی کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا لوگوں کا کیا حال ہے۔ تو اس نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا کہ قدرت کی نشانی ہے۔ تو اس نے پھر بھی اپنے سر

سے اشارہ کر کے کہا۔ کہ ہاں قدرت کی نشانی ہے۔

تشریح از قاسمی۔ یہ حدیث بھی ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ جو کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ ثابت کرنا ہے۔ کہ نماز میں اشارہ ہاتھ سے ہو یا سر سے۔ بہر صورت نماز باطل نہیں ہوتی۔

حدیث نمبر ۱۱۵۹۔ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّھَا قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِہٖ وَھُوَ شَاكٍ جَالِسًا وَّصَلّٰی وَرَآءَہٗ قَوْمٌ قِیَامًا فَاَشَارَ اِلَیْھِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھی جب کہ آپؐ بیمار تھے۔ قوم نے آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ تو ان کو اشارہ کیا۔ کہ بیٹھ جاؤ۔ جب نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب کہ وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

تشریح از قاسمی۔ یہ حدیث بھی کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ جو مرض الوفات کی حدیث سے منسوخ ہے۔ اور اشار الیھم سے امام بخاریؒ نے ترجمہ ثابت کیا ہے۔ تو معلوم ہوا تصفیق اشارہ بالید و اشارہ بالرأس سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔

واللہ اعلم بالصواب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْجَنَائِزِ

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجَنَائِزِ

ترجمہ۔ جنائز کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔ اس کا بیان ہے۔

جنائز جمع ہے جنازہ کی۔ بالفتح و بالکسر بالفتح میت کو کہا جاتا ہے۔ اور جنازہ بالکسر اس نعش کو کہتے ہیں جس پر میت کو رکھا جاتا ہے۔ جنز کے معنی ستر کے ہیں۔ اہل فن کا اختلاف ہے کہ موت وجودی ہے یا عدمی۔ جو وجودی کہتے ہیں۔ وہ خلق الموت والحیوٰۃ سے استدلال کرتے ہیں جو عدمی کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ خلق بمعنی قدر کے ہے۔ پھر جو لوگ اسے وجودی کہتے ہیں ان میں پھر اختلاف ہے کہ موت جوہر ہے یا عرض ہے۔ در مختار میں ہے۔ الموت صفة وجودية خلقت ضد الحياة۔ اور بعض نے اسے صفت عدمیہ کہا ہے۔ بہرحال اوجز میں اس کی تفصیل ہے۔ پھر یہ ہے کہ نماز جنازہ مدینہ منورہ میں سن پہلی ہجری میں شروع ہوئی۔ جو شخص مکہ مکرمہ میں مرا اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اور یہ بھی کہ نماز جنازہ اس امت کے خصائص میں سے ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَنَائِزِ وَمَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کہ من کان آخر کلامہ کا عطف الجنائز پر ہے۔ جو بمنزلہ تفسیر کے ہے تو معنی ہوں گے باب ما جاء فی من کان آخر کلامہ۔ بعض نے کہا کہ من کان آخر کلامہ سے ابوداؤد کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں اس حدیث کی جزا محذوف ہے۔ دخل الجنة۔

تشریح شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ کو احادیث باب کی شرح قرار دیا ہے۔ اور احادیث باب کو من کان آخر کلامہ پر محمول کیا ہے۔ جس کا طریق یہ ہے کہ لا یشرک باللہ

کو توحید قولی سے کنایہ قرار دیا جائے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جس کی موت توحید باللسان سے مقارن ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور وہ مقارنت یہ ہے کہ اس کا آخری کلمہ کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ ہو۔ لیکن اس تاویل پر یہ لازم آئے گا جو مشرک نہ ہو۔ لیکن جاحد نبوت ہو۔ وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا سے مطلق کفر کی نفی مراد لی جائے۔ اور یہ بھی مخفی نہ رہے۔ کہ مصنفؒ کے فہم کے مطابق دخول جنۃ کو دخول ابتدائی پہ محمول کیا جائے۔ تاکہ عصاۃ مؤمنین اس سے خارج نہ ہوں۔

وَقِيلَ لِوَهْبِ ابْنِ مُنَبِّهٍ اَلَيْسَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا لَهٗ اَسْنَانٌ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَ اِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ۔

ترجمہ۔ حضرت وہب بن منبہؒ سے کہا گیا کہ کیا لا الٰہ الخ یہ جنت کی چابی نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ لیکن کوئی چابی ایسی نہیں جس کے دندانے نہ ہوں۔ پس اگر تو دندانوں والی چابی لائے گا۔ تو تیرے لئے دروازہ کھلے گا۔ ورنہ نہیں کھلے گا۔ اور اسنان سے وہ قواعد مراد ہیں۔ جن پہ اسلام کی بنیاد ہے۔

اگرچہ بغیر حساب وکتاب کے محض فضل اور عفو کے ذریعہ جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں داخل ہے۔ لیکن اعمال علامات اور دلائل ہیں۔ ہم نے تو ان کے مطابق حکم لگانا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۶۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ اٰتٍ مِنْ رَبِّيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَوْ قَالَ بَشَّرَنِيْ اَنَّهٗ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا اور اس نے مجھے خبر دی یا خوشخبری سنائی۔ کہ میری امت میں سے جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا تھا۔ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا۔ اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ آپؐ نے فرمایا۔

اگرچہ زنا اور چوری بھی کرے۔

حدیث نمبر ۱۱۶۱۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص اس حال میں مرگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اس حال میں مرگیا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرتا تھا۔ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ لایشرک باللہ شیئا سے یہی کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد ہے۔ جس کے ذریعہ ترجمہ سے مطابقۃ ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قلت انا الخ عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ کہنا مفہوم مخالف کے طور پر نہیں ہے۔ بلکہ معنی حدیث کے لازم کو بیان کرنا ہے۔ کیونکہ مشرک کا جہنم میں داخل ہونا مستلزم ہے۔ کہ مؤمن اس میں داخل نہ ہو۔ کیونکہ جنت اور نار کے سوا کوئی اور دار ہے نہیں۔ لہذا لازم آیا کہ وہ جنت میں داخل ہو۔ لیکن یہ ابھی تک واضح نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بہتر یہ ہے کہ حضرت ابوذرؓ کی روایت کو من کان آخر کلامہ پر محمول کیا جائے۔ تاکہ اشکال زائل ہو جائے۔ کیونکہ عصاۃ مؤمنین بھی جنت میں داخل ہوں گے۔ تو کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے یہ حکم انتفاء مسبب بانتفاء سبب سے سمجھا کہ جب شرک منتفی ہوگیا تو دخول نار بھی منتفی ہوگا۔ جب دخول نار منتفی ہوا تو دخول جنت لازم آگیا۔ کیونکہ ان دو کے سوا کوئی اور دار ہے نہیں۔ اور اصحاب اعراف کا استثناء عموم سے معلوم ہی ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

ترجمہ۔ جنازے کے پیچھے چلنے کا حکم بیان کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۶۲۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رض قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ

وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْاِسْتَبْرَقِ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور سات چیزوں سے روکا۔ جن سات کا حکم دیا۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۔ جنازے کے پیچھے چلنا۔ ۲۔ بیمار کی عیادت کرنا۔ ۳۔ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا۔ ۴۔ مظلوم کی مدد کرنا۔ ۵۔ قسم کا پورا کرنا۔ ۶۔ سلام کا جواب دینا۔ ۷۔ چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا۔ اور جن سات سے منع فرمایا۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۔ چاندی کے برتن استعمال کرنا۔ ۲۔ سونے کی انگوٹھی پہننا۔ ۳۔ ریشم۔ ۴۔ ابریشم۔ ۵۔ قسی بستی کے بنے ہوئے ریشم کے کپڑے۔ ۶۔ گاڑھا ریشم۔ بتاکیداور اہتمام کیلئے ریشم کی سب قسمیں ذکر کر دی گئیں۔ اور حدیث میں ساتویں چیز کو ساقط کر دیا۔ جس کا ذکر کتاب الاشربہ میں ہے۔ وہ رکوب المیاسر ہے۔ یعنی ریشمی زین پہ سوار ہونا۔

حدیث نمبر ۱۱۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ وَتَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے ہیں۔ مسلمان کے مسلمان پہ پانچ حق ہیں۔ ۱۔ سلام کا جواب دینا۔ ۲۔ بیمار پرسی کرنا۔ ۳۔ جنازہ میں حاضر ہونا۔ ۴۔ دعوت کا قبول کرنا۔ ۵۔ چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اتباع الجنائز کے معنی عام طور پہ شراح نے جنازے کے پیچھے چلنے کے کئے ہیں۔ جو احنافؒ کے نزدیک افضل ہے اور شوافعؒ کے نزدیک آگے چلنا افضل ہے۔ حنابلہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ مالکیہؒ کے تین اقوال ہیں۔ مشہور مذہب ان کا بھی یہی ہے جو احنافؒ کا ہے۔ بہرحال یہ معنی مراد لینا اس جگہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ابھی تک تو نہ میت کا غسل دیا گیا یا نہ کفن دیا گیا۔ اتباع کا حکم کیسے صحیح ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فضل

اتباع الجنائز کا باب غسل کفن اور صلوٰۃ جنازہ کے بعد آرہا ہے۔ تو پھر تکرار لازم آئے گا۔ اس لئے میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے۔ کہ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے۔ کہ میّت کی تجہیز وتکفین اور نماز کا اہتمام کرنے میں جلدی کی جائے بلکہ جلدا سے قبر تک پہنچایا جائے۔ اور اپنی عادت کے مطابق امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے ابو داؤد کی اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جس میں حضرت طلحہؓ بن البراء کی عیادت کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور فرمایا میں ان پر موت کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ جب مرجائے تو مجھے اطلاع دینا۔ اور جلدی کرنا۔ کیونکہ کسی مسلمان کی نعش کو ان کے اہل وعیال کے درمیان نہیں روکنا چاہیئے۔ اس لئے فقہار نے تجہیز وتکفین اور تدفین میں جلدی کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ تاکہ وہ تغیر وتبدل سے محفوظ ہو جائے۔ اور ابن عمرؓ کی روایت کو طبرانی نے نقل کیا ہے۔ اِذَا مَاتَ اَحَدُکُم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الیٰ قبرہ الحدیث۔ یعنی جب تم میں سے کسی ایک کی موت آجائے تو اس کو روکے نہ رکھو بلکہ جلدی اس کو قبر تک پہنچاؤ۔

بَابُ الدُّخُوْلِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ اِذَا اُدْرِجَ فِيْ اَكْفَانِهٖ

ترجمہ۔ مرنے کے بعد میّت کے پاس جانا جب کہ وہ اپنے کفنوں میں داخل کردیا گیا ہو۔

حدیث نمبر ۱۱۶۴۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ... اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى فَرَسِهٖ مِنْ مَسْكَنِهٖ بِالسُّنْحِ حَتّٰى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَّجْهِهٖ ثُمَّ اَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهٗ ثُمَّ بَكٰى فَقَالَ بِاَبِيْ اَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَاَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ فَاَبٰى فَقَالَ اجْلِسْ فَاَبٰى فَتَشَهَّدَ اَبُوْبَكْرٍ فَمَالَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوْا عُمَرَ

فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اِلَى الشَّاكِرِيْنَ وَاللهِ لَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللهَ اَنْزَلَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْبَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ فَمَا يَسْمَعُ بَشَرٌ اِلَّا يَتْلُوْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اپنی جاگیر جو سنخ کے مقام پر تھی۔ اپنے مسکن سے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ گھوڑے سے اترتے ہی مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ لوگوں سے کچھ کلام نہ کیا۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں پہنچے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا۔ آپؐ سرخ رنگ کی دھاری دار چادروں میں لپٹے ہوئے تھے۔ چادر ہٹا کر چہرہ کھولا۔ آپؓ کو جھک کر بوسہ دیا۔ رو پڑے۔ اور فرمایا اے اللہ کے نبی میرا باپ آپؐ پر قربان ہو۔ اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ پس یہ موت جو آپؐ پر لکھی تھی۔ وہ موت تو آپؐ مرلئے۔ ابوسلمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھے بتلایا کہ حضرت ابوبکرؓ حجرہ عائشہؓ سے باہر آئے۔ تو حضرت عمرؓ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ ان سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان کو چھوڑ کر منبر پر پہنچ کر کلمۂ شہادت پڑھا تو لوگ آپ کی طرف مائل ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کو انہوں نے چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اما بعد کے بعد فرمایا۔ تم میں سے جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ اور جو شخص اللہ بزرگ و برتر کی عبادت کرتا ہے۔ تو اللہ زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے رسول ہی ہیں۔ آپؐ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ شاکرینؔ تک آیت کو پڑھا۔ اللہ کی قسم گویا کہ لوگوں نے یہ جانا ہی نہیں تھا۔ کہ اللہ نے یہ آیت بھی اتاری ہے۔ حتیٰ کہ ابوبکرؓ نے اسے تلاوت کیا تو لوگوں نے انہیں سے اس کو لیا۔ پس اب تو جو انسان بھی اسے سنتا تھا وہ اسی آیت کی تلاوت کرتا تھا۔

حدیث نمبر ۱۱۶۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ اِمْرَأَةً

مِنَ الْاَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهُ اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ قُرْعَةً فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فَاَنْزَلْنَاهُ فِيْ اَبْيَاتِنَا فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِيْ اَثْوَابِهٖ دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّ اللهَ اَكْرَمَهُ فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَمَنْ يُّكْرِمُهُ اللهُ فَقَالَ اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِيْنُ وَاللهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ وَاللهِ مَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ قَالَتْ فَوَاللهِ لَا اُزَكِّيْ اَحَدًا بَعْدَهُ اَبَدًا۔

ترجمہ۔ حضرت امّ العلاءؓ جو انصار کی ایک عورت تھی جنہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ وہ خبر دیتی ہیں۔ کہ مہاجرین کو انصار میں قرعہ کے ذریعہ تقسیم کیا گیا تھا۔ ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون آئے۔ ہم نے انہیں اپنے گھروں میں ٹھکانا دیا۔ وہ بے چارے ایسے بیمار ہوئے کہ اس بیماری میں ان کی وفات ہوگئی۔ جب ان کی وفات ہوئی تو انہیں غسل دیا گیا۔ اور اپنے کپڑوں میں کفنایا گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو میں نے کہا۔ کہ اے ابو سائب تجھ پر اللہ کی رحمت ہو۔ میں تیرے لئے گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالٰے نے تجھے عزت والا بنایا۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالٰے نے لئے عزت والا بنایا ہے۔ تو میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول میرا باپ آپؐ پر قربان ہو۔ اگر یہ اکرام والا نہیں تو پھر کس کو اللہ تعالٰے اکرام و اعزاز والا بنائے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ لیکن بے شک اس پر موت واقع ہوچکی۔ اللہ کی قسم میں بھی اللہ تعالٰے سے اس کے لئے خیر کی امید کرتا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم میں اللہ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ وہ فرماتی ہیں اس کے بعد اللہ کی قسم میں نے کبھی کسی کو پاکیاز نہیں بتایا۔

حدیث نمبر ۱۱۶۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا قُتِلَ اَبِيْ جَعَلْتُ اَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ اَبْكِيْ وَيَنْهَوْنِيْ

وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِي فَجَعَلَتْ عَمَّتِي فَاطِمَةُ تَبْكِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِينَ اَوْلَا تَبْكِينَ فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِاَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوْهُ وَتَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب میرے باپ شہید ہوگئے تو میں ان کے چہرہ سے کپڑا کھول کر رونے لگا۔ لوگ مجھے روکتے تھے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہیں منع کرتے تھے۔ میری پھوپھی فاطمہؓ بھی رونے لگی۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اس کو روتے ہو اس کو مت رو۔ کیونکہ فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کر رہے ہیں۔ حتی کہ تم نے ان کے جنازے کو اٹھالیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ مَا يُفْعَلُ بِي الخ اس میں علم تفصیلی کی نفی ہے۔ جو انعامات اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے تیار رکھے ہیں۔ یا نفی ان حوادث اور مصائب کی ہے جو دنیا میں آپؐ کو پیش آئیں گے۔ خلاصہ آپؐ کے ارشاد کا یہ ہے۔ کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ مجھے علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ باقی حضرت امّ العلاء پر جو آپؐ نے انکار فرمایا وہ حکم قطعی کے بارے میں تھا اور ادب کی تعلیم تھی۔ ورنہ قرائن سے جو چیز ظاہر ہو اس پر حکم لگانا جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سورہ احقاف کی آیت کی موافقت میں ہے۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اور یہ سورہ فتح کی آیۃ لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کے نزول سے قبل کا واقعہ ہے۔ اور کئی اخبار میں صراحۃً ہے۔ انا اول من دخل الجنة وغیرھا۔ یا یہ بھی احتمال ہے کہ اثبات کو علم اجمالی پر اور نفی کو علم تفصیلی پر محمول کیا جائے۔ جیسے شیخ گنگوہیؒ نے اختیار فرمایا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اشکال ہو کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ تیرھویں اسلام لانے والے ہیں۔ صاحب ہجرتین ہیں۔ بدر میں حاضر تھے۔ اور مہاجرین میں سے پہلے شخص ہیں جو مدینہ میں فوت ہوئے۔ اور اہل بدر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ لَعَلَّ اللهَ اِطَّلَعَ عَلٰی

اَهلِ بدر فقال اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کی مغفرت فرما چکے ہیں۔ تو تعارض ہوا۔ جواباً کہا جائے گا کہ اہل بدر کے اہل جنت ہونے کی خبر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حدیث جابرؓ میں بطریق وحی آپؐ کو علم ہوا۔ حضرت اُمّ العلاءؓ پر انکار قطعی حکم لگانے کی بنا پر ہوا۔ کیونکہ وہ شہادت کے طور پر کہہ رہی تھیں۔ حالانکہ انہیں غیب کا علم نہیں تھا۔ اور نہ ہی وحی ان کے پاس آتی تھی۔ جیسے ایک بچہ کی وفات پہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا۔ ھذا عصفور من عصافیر الجنة۔ تو آپؐ نے اس پہ نکیر فرمایا تھا۔ ایسے یہاں بھی آپؐ نے نکیر فرمایا۔

بَابُ الرَّجُلِ يَنْعٰى اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهٖ

ترجمہ۔ آدمی اہل میّت کو خود جا کر موت کی خبر دے۔

حدیث نمبر ۱۱۶۷۔ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِى الْيَوْمِ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی موت کی خبر اسی دن دے دی۔ جس دن اس کی وفات ہوئی۔ آپؐ عیدگاہ کی طرف تشریف لائے۔ پس صف بندھوائی اور چار تکبیریں کہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۶۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَاِنَّ عَيْنَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ اِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھنڈے کو حضرت زیدؓ نے پکڑا پس وہ شہید ہو گیا۔ پھر حضرت جعفرؓ نے اسے پکڑا تو وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے پکڑا۔ پس وہ بھی شہید ہو گئے۔ اور اس وقت بے شک

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ پھر فرمایا بغیر مشورے کے اس کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے پکڑا تو ان کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔

تشریح از قاسمی **وکبر اربعا** اس حدیث میں تصریح ہے کہ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ اور آخری عمل بھی آپ کا یہی ہے۔ اور اس سے غائبانہ نماز جنازہ کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مانعین فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے سامنے نجاشی کا جنازہ دیکھا۔ جس پر آپؐ نے نماز جنازہ پڑھی۔ جیسے کہ زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب کا کشف آپؐ پر ہوا تھا۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے لئے ضروری ہے۔ کہ جنازہ امام کے سامنے ہو۔ چنانچہ تمام امت نے اس حدیث کو متروک العمل قرار دیا ہے۔ اور نجاشی کے جنازہ کو آپؐ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔

اخذ الرایۃ زید ۔ یہ حضرت زید بن حارثہؓ ہیں۔ جو غزوہ موتہ میں تھے جو شام کے علاقہ میں ہے۔ اور جمادی الاولیٰ ۸ھ میں واقع ہوا ہے۔ جس میں آپؐ نے ان کو امیر جیش بنایا تھا۔ تین ۳ ہزار کے قریب مسلمان تھے۔ جن کا کفار سے مقابلہ ہوا۔ یہ تین سردار شہید ہوئے۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔

بَابُ الْاِذْنِ بِالْجَنَازَةِ

ترجمہ۔ جنازہ کی اطلاع دینا۔

وَقَالَ اَبُوْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اٰذَنْتُمُوْنِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔

حدیث نمبر ۱۱۶۹۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَاتَ اِنْسَانٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُهٗ فَمَاتَ بِاللَّیْلِ فَدَفَنُوْهُ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ اَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ اَنْ تُعْلِمُوْنِیْ قَالُوْا كَانَ اللَّیْلُ فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ اَنْ نَشُقَّ عَلَیْكَ فَاَتٰی

قَبْرَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک ایسے انسان کی وفات ہوئی جس کی آپؐ بیمار پرسی کرتے تھے۔ وہ رات کو مرگیا۔ تو راتوں رات لوگوں نے اسے دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے آپؐ کو خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اطلاع دینے سے تمہیں کس چیز نے روکا۔ انہوں نے کہا رات تھی اس لئے ہم نے پسند نہ کیا۔ دوسرے سخت اندھیرا تھا۔ ہم نے آپ کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے۔ اور نماز پڑھی یا دعا مانگی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس روایت سے معلوم ہوا کہ محض اطلاع موت دینا ممنوع نہیں ہے۔ جو موت کی اطلاع زمانہ جاہلیت کے مطابق ہو اس کی ممانعت ہے۔ جو اعلام شوائب جہل و جاہلیت سے خالی ہو۔ اس میں کوئی کراہت نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے۔ لیکن میرے نزدیک پہلا ترجمہ اخبار موت سے متعلق ہے۔ اور یہ ترجمہ تیاری کی خبر دینے کے لئے ہے۔ تاکہ اس کا جنازہ پڑھا جائے۔ خصوصاً مقتدیٰ اور بڑی شخصیت کے لئے ہے۔ اس لئے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ اگر لفظ اِذْن بکسر الہمزہ تو اس کا معنی علم ہے۔ اگر اذان ہے تو اس کے معنی اعلام کے ہیں۔ اگر آذن بروزن فاعل ہے۔ تو اس کا معنی جنازے کی اطلاع دینے والا۔ تاکہ علم ہو جائے کہ جنازہ تیار ہے۔ نماز پڑھی جائے۔ تو اس بنا پر پہلے ترجمہ کا مطلب ہوگا اس شخص کو اطلاع دینا جس کو میت کا علم نہیں ہے۔ اور اس ترجمہ کا مطلب ہے کہ جنازہ تیار ہے۔ نماز کی تیاری کرو۔

تشریح از قاسمیؒ فاتی قبرہ فصلی علیہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث دلیل ہے۔ اس بات کی کہ جس شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو۔ اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے۔ اگرچہ وہ ولی نہ ہو۔ مگر یہ مسلک احنافؒ کے خلاف ہے۔ کہ اگر ولی نماز جنازہ ادا کرلے تو پھر اس کا اعادہ نہ کرنا چاہیئے۔ باقی یہ حدیث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہے۔ اس لئے کہ آپؐ نے نماز جنازہ قبر پر پڑھنے کے بعد فرمایا۔ ان هٰذه القبور مملوّة ظلمة على اهلها وان الله ينوّرها لهم بصلوٰتي عليهم کہ یہ قبور تاریکی سے

گھر جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری نماز و دعا کی برکت سے ان کو روشن فرما دیتے ہیں۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ وَقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ باب ہے اس شخص کے بارے میں جس کا ایک بچہ مرجائے تو وہ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے صبر کرے۔ کہ اللہ کی قضا پر راضی ہو اور اس کے فضل کا امید وار رہو۔

حدیث نمبر ۱۱۷۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُّسْلِمٍ يُتَوَفّٰى لَهُ ثَلَاثَةٌ لَّمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کسی مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں جو بلوغ کو نہیں پہنچے تھے تو اللہ تعالیٰ اس اولاد پر رحمت کے فضل سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

حدیث نمبر ۱۱۷۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍؓ اَنَّ النِّسَآءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ لَّنَا يَوْمًا فَوَعَظَهُنَّ فَقَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَّاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ كُنَّ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَّاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ وَقَالَ شَرِيْكٌ عَنِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِیِّ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ عورتوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزاری کہ آپؐ ہمارے لئے ایک دن وعظ کا مقرر فرمائیں۔ چنانچہ آپؐ نے ان کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا۔ جس عورت کے تین بچے مرجائیں تو وہ اس کے لئے جہنم سے پردہ بن جائیں گے۔ ایک عورت نے کہا۔ کہ حضرت دوٗ۔ آپؐ نے فرمایا دوٗ بھی حجاب بنیں گے۔ شریک کی سند سے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ جو بلوغ کو نہ پہنچے ہوں۔

حدیث نمبر ۱۱۷۲۔ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ اِلَّا

تَحِلَّةُ الْقَسَمِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین بچے مرجائیں وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر قسم پورا کرنے کے لئے کہ ان منکم الآیۃ

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ اصْبِرِیْ

ترجمہ۔ قبر کے پاس بیٹھی ہوئی کسی عورت کو مرد کا یہ کہنا کہ صبر کر! یہ جائز ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۷۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَّهِیَ تَبْكِیْ فَقَالَ اتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسی عورت کے پاس سے ہوا۔ جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔

تشریح از قاسمی اس ترجمہ سے امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ مرد عورتوں کو ایسی چیز سے خطاب کر سکتے ہیں۔ جس میں وعظ و نصیحت ہو۔ قول الرجل سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے

بَابُ غُسْلِ الْمَیِّتِ وَوُضُوْءِهٖ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ اِبْنًا لِسَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ وَّحَمَلَهٗ وَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُسْلِمُ لَا یَنْجُسُ حَیًّا وَّلَا مَیِّتًا وَّقَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَّا مَسِسْتُهٗ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لَا یَنْجُسُ۔

ترجمہ۔ باب ہے مردہ کو غسل دینا اور وضو کرانا اس پانی سے جو بیری کے پتوں سے ابلا ہوا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت سعید بن زیدؓ کے بیٹے کو حنوط کیا یعنی عطر لگایا غسل کے بعد اور ان کو اٹھایا نماز پڑھی اور وضو نہیں بنائی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ مسلمان زندگی اور موت دونوں حالتوں میں ناپاک نہیں ہوتا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا اگر مردہ نجس ہوتا

تو میں اسے کبھی ہاتھ نہ لگاتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن نجس نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۱۱۷۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حَقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ تَعْنِيْ إِزَارَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت اُمّ عطیہ انصاریہ فرماتی ہیں۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ جو تم مناسب سمجھو پانی بیری والے سے غسل دو پھر آخر میں کافور یا کافور کا کچھ ٹکڑا رکھ دو۔ جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرو۔ چنانچہ ہم فارغ ہو گئیں تو آپؐ کو ہم نے اطلاع کی۔ آپؐ نے ہمیں اپنی چادر دے دی۔ اور فرمایا کہ اسے کفن کے بالکل نیچے بدن کے ساتھ ملحق کر کے رکھ دینا۔ حقو سے مراد چادر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس روایت باب سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ میت کو غسل اس کے ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں دیا جاتا بلکہ یہ امر تعبدی ہے۔ اس کے معنی کر کے یہ آثار ظاہر الدلالۃ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ امام نوویؒ نے اجماع نقل کیا ہے۔ کہ غسل میت فرض کفایہ ہے۔ یہ امام نوویؒ سے بھول ہوئی ہے۔ حالانکہ اختلاف مشہور ہے۔ مالکیہؒ اسے سنت کہتے ہیں۔ جمہور اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ کئی امور پر مشتمل ہے۔ پہلا تو غسل میت ہے۔ آیا یہ فرض ہے۔ واجب ہے یا سنت ہے۔ ہمارے حضرات احنافؒ زندوں پر واجب قرار دیتے ہیں۔ احادیث اور اجماع امت کی وجہ سے حدیث میں ہے۔ إِذَا مَاتَ أَنْ تُغَسِّلَهُ الخ اور امت کا اس پر اجماع بھی ہے۔ بہرحال اس کی تفصیل اوجز میں ہے۔

دوسرا ترجمہ وضوءہ ہے۔ اس کے لئے کوئی حدیث اور اثر نہیں لائے۔ تو ممکن ہے غسل

سے وضوء نکال لیا ہو۔ کیونکہ وہ تو کالمعہود ہے۔ یا وضوء سے وضوء غاسل مراد ہو کہ اس کو وضوء لازم نہیں۔ اور اس کے لئے ابن عمرؓ کا اثر لاتے ہیں۔ لَمْ يَتَوَضَّأ۔ لیکن یہ اضمار قبل الذکر ہو گا۔ مگر تقدیراً عبارت ہو گی۔ غسل الحی المیت۔ کیونکہ میت خود تو غسل کر نہیں سکتا۔ اس لئے تقدیراً اس کی طرف ضمیر راجع ہو گی۔ میرے نزدیک غسل مصدر سے غاسل مفہوم ہے۔ اس کی طرف ضمیر راجع ہو گی۔ جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ میں عدل کی طرف راجع ہے۔ اور یہی امام بخاریؒ کے مزاج کے مطابق ہے۔ اس سے مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو غاسل پر غسل یا وضوء ضروری قرار دیتے ہیں۔ تو اس اختلاف کی طرف اشارہ ہو۔

ایراد الرادیۃ کا مطلب شیخ گنگوہیؒ کے نزدیک المؤمن لا ینجس کی روایت ہے۔ شیخؒ کا مقصد یہ ہے کہ جتنے آثار و روایات اس باب میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی مناسبت ترجمہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ نہ تو وہ غسل کے مطابق ہیں اور نہ وضوء کے۔ اور مسئلہ اختلافی ہے۔ کہ آیا غسل میت امر تعبدی ہے یا نظافۃ کے لئے ہے۔ امام مالکؒ اسے تعبدی فرماتے ہیں اور نظافت کا قول ابن شعبان کے علاوہ اور کوئی نہیں کرتا۔ اس لئے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان اپنے کافر باپ کو غسل نہ دے اور امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ جواز کے قائل ہیں۔ اور یہ اختلاف اسی تعبدی اور نظافۃ کی بنا پر ہے۔ چنانچہ بدائع میں ہے۔ کہ آدمی موت سے نجس نہیں ہوتا۔ اور عامہ مشائخ فرماتے ہیں کہ موت سے میت نجس ہوتا ہے۔ کیونکہ دم مسفوح سارے بدن میں سرایت کر جاتا ہے۔ اس لئے انسان کی کرامت کے طور پر غسل سے اس کی طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔ اور ابن عمرؓ کے اثر کا ترجمہ سے یہ تعلق ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مؤمن موت سے نجس نہیں ہوتا۔ اگر نجس ہوتا تو پانی اور بیری کے پتے اسے کیسے پاک کر سکتے۔ اگر نجس ہوتا تو ابن عمرؓ نہ اسے ہاتھ لگاتے نہ عطر لگاتے اور نہ ہی اسے اٹھاتے۔ تو گویا ابو داؤد کی اس روایت کی تضعیف کی طرف اشارہ فرمایا۔ جس میں ہے۔ مَنْ غَسَلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ امام ابو داؤد نے خود اس حکم کو منسوخ قرار دیا ہے۔

حنط ابن عمر ای بعد الغسل کما ھو العادۃ غرض یہ ہے کہ جس طرح سدر نظافۃ کے لئے جائز ہے۔ حالانکہ اس میں لزوجت باقی ہے اس طرح عطر لگانا بھی جائز ہے۔

وحملہ یہ ابن عمرؓ کے قصّہ کی تکمیل ہے ۔ ترجمہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔
لم یتوضاء سے عدم وجوب کی طرف اشارہ فرمایا اگرچہ غسل میت کے بعد توضی اولیٰ اور افضل ہے ۔ اور عدم نجاستہ پہ تین حضرات کے اقوال سے استدلال کیا ۔ جیسے امام بخاریؒ کی عادت ہے ۔ کہ جس مسئلہ کو بیان کریں تو اس پہ دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں ۔ ان اقوال کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّغْسَلَ وِتْرًا

ترجمہ ۔ باب اس بارے میں غسل وتر (طاق) مرتبہ دینا مستحب ہے ۔

حدیث نمبر ۱۱۷۵ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ فَقَالَ اَيُّوْبُ وَحَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُحَمَّدٍ وَّكَانَ فِيْ حَدِيْثِ حَفْصَةَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا وَّكَانَ فِيْهِ ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَّكَانَ فِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ ابْدَءُوْا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَكَانَ فِيْهِ اَنَّ اُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَمَشَطْنَاهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ ۔

ترجمہ ۔ حضرت امّ عطیہؓ فرماتی ہیں ۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ۔ اور فرمایا کہ اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زائد جتنی مرتبہ تم چاہو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو ۔ اور آخر میں کافور رکھو ۔ جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرو ۔ جب ہم فارغ ہوگئیں تو ہم نے اطلاع کی ۔ آپؐ نے اپنی چادر ہماری طرف پھینکی اور فرمایا کہ اس کو بدن کے ساتھ شعار کے طور پہ استعمال کرنا ۔ ایوب فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حفصہؓ نے بھی محمدؒ کی حدیث کی طرح حدیث بیان کی ۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ اس کو طاق مرتبہ غسل دو ۔ اور اس میں ہے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ

یا سات مرتبہ۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ دائیں طرف سے اور وضوء کی جگہوں سے ابتدا کرو۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت امّ عطیہؓ نے فرمایا کہ ہم نے کنگھا دے کر اس کے سر کے بالوں کو تین مینڈھیوں میں تقسیم کر دیا۔

بَابُ يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ

ترجمہ۔ میت کے دائیں طرف کے اعضاء سے ابتدا کی جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۷۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غُسْلِ ابْنَتِهِ اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت امّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل دیتے وقت فرمایا کہ اس کے دائیں طرف اور اس کے وضوء کی جگہوں سے ابتدا کرو۔

بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنَ الْمَيِّتِ

ترجمہ میت کے وضوء کی جگہوں سے شروع کرنا۔

حدیث نمبر ۱۱۷۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ لَمَّا غَسَّلْنَا بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا ابْدَءُوْا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت امّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا۔ جب کہ ہم غسل دے رہی تھیں۔ کہ اس کی دائیں طرف اور وضوء کی جگہوں سے ابدا کرو۔

بَابُ هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِيْ إِزَارِ الرَّجُلِ

ترجمہ۔ کیا عورت کو مرد کی چادر میں کفن دیا جا سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا

ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِىْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَنَزَعَ مِنْ حَقْوِهٖ اِزَارَهٗ وَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو آپؐ نے ہمیں فرمایا کہ اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ جو تم مناسب غسل دو۔ جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرو۔ چنانچہ جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپؐ کو اطلاع کی۔ تو آپؐ نے اپنی چادر باندھنے کی جگہ سے چادر کھینچی۔ فرمایا کہ اس کو اس کے بدن کے ساتھ پہناؤ۔

بَابُ يُجْعَلُ الْكَافُوْرُ فِي الْاٰخِرَةِ

ترجمہ۔ آخری مرتبہ کافور رکھا جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۷۹۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِىْ قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ وَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ وَعَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ بِنَحْوِهٖ وَقَالَتْ اِنَّهٗ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ وَجَعَلْنَا رَاْسَهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے ایک کی وفات ہو گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور فرمایا کہ اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ یا اس سے زائد جو تم مناسب سمجھو غسل دو۔ حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ام عطیہؓ نے فرمایا۔ کہ ہم نے اس کے سر کے بالوں کو تین مینڈھیوں میں تقسیم کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | يجعل الكافور في الاخيرة الخ امام بخاریؒ پر اعتراض

کیاجاتا ہے۔غسل اور کفن کے درمیان کافور کا ذکر غیر مناسب ہے اگرچہ شراح نے کئی جواب دیئے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک ابھی تک ابواب الکفن شروع نہیں ہوئے۔بلکہ اس کی ابتدا تو باب کیف الاشعار بالمیت سے ہوگی۔ اس لئے تمام شراح نے باب نقض شعر المرأۃ میں کہا ہے۔کہ قبل الغسل تو وہ بھی ابواب غسل میں سے ہوگا۔باقی ائمہ اربعہ کے نزدیک کافور کو غسل کے بعد استعمال کرنا متفق علیہ ہے۔اور اس کی کئی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔کہ اس کے بدن کو خشک کرنا۔ٹھنڈک پہنچانا اور بدن کے جلدی فاسد ہونے سے روکنا ہے۔

بَابُ نَقْضِ شَعْرِ الْمَرْأَةِ

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ اَنْ يُّنْقَضَ شَعْرُ الْمَرْأَةِ۔

ترجمہ۔عورت کے بالوں کو کھولنا۔ابن سیرینؒ فرماتے ہیں اگر عورت کے بالوں کو کھولا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۸۰۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ الخ قَالَتْ حَدَّثَتْنَا اُمُّ عَطِيَّةَؓ اَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ نَقَضْنَهٗ ثُمَّ غَسَلْنَهٗ ثُمَّ جَعَلْنَهٗ ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ۔

ترجمہ۔حضرت حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں۔کہ ہمیں امّ عطیہؓ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے سر کے بالوں کو کھول کر تین مینڈھیوں میں کر دیا۔پھر انہوں نے اس کو دھویا پھر تین حصّہ کر کے سینہ پہ ڈال دیئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ مردہ عورت کے بالوں کو کھولنا اور اسے مینڈھیاں بنا کر چھوڑنا جائز ہے۔اور اس کھولنے کا فائدہ یہ ہے کہ پانی بشرہ تک پہنچ جائے اور بال میل کچیل سے بھی پاک ہو جائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ نے جواز نقض کو ابن سیرینؒ کے قول لاباس بہ سے مستنبط کیا۔اور حضرت امّ عطیہؓ کی حدیث کے الفاظ **نقضنہ** سے نکالا۔حالانکہ یہ ان کا فعل ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا امر نہیں ہے۔بہر حال یہاں دو مسئلے ہیں۔ایک تو غسل کے وقت عورت مردہ کے بال کھولنا اس کو امام بخاریؒ نے اس باب میں ذکر فرمایا باقی کنگھا کرنا

اور مینڈھیاں بنانا۔ ہمارے نزدیک اس کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ تمشیط اور تضفیر اس کو اگلے باب میں ھل سے بیان کیا ہے۔ جو واضح اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ امام اوزاعیؒ اور حنفیہؒ فرماتے ہیں۔ یُرسَل شعر المرأۃ خلفہا کہ عورت کے بال اس کے پیچھے چھوڑ دیئے جائیں۔ امام بخاریؒ اور امام شافعیؒ تین مینڈھیاں بنا کر پیچھے ڈالنے کو مستحب کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ پیچھے ڈالنا زینت کے لئے ہوتا ہے۔ میت کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے دو مینڈھیاں بنا کر سینے پر قمیص پر اوپر ڈالے جائیں۔

بَابُ كَيْفَ الْإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ

ترجمہ۔ میت کو اشعار کیسے کیا جائے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اشعار سے وہ پانچویں پٹی مراد ہے۔ جس سے عورت کی رانیں اور اس کے سرین قمیص کے نیچے باندھے جائیں۔

حدیث نمبر ۱۱۸۱۔ حَدَّثَنَا احمد الخ جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ تُبَادِرُ ابْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ فَحَدَّثَتْنَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِي قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا أَلْقَى إِلَيْنَا حَقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَلَمْ تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا أَدْرِي أَيُّ بَنَاتِهِ وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ الْفُفْنَهَا فِيهِ وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤَزَّرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ام عطیہؓ جو انصار کی ایک عورت تھی۔ جو ان عورتوں میں سے تھی جنہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ وہ بصرہ میں اپنے

بیٹے سے جلدی ملنا چاہتی تھی۔ پس اس کو نہ پا سکی (یا تو وہ مرگیا یا کسی دوسری جگہ چلا گیا) بہرحال اس نے ہمیں حدیث بیان کی کہ جب ہم آپؐ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ فرمایا کہ اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زائد۔ اگر تم مناسب سمجھو تو پانی اور بیری کے پتوں سے اسے غسل دو۔ اور آخر میں کافور رکھو۔ پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرو۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب ہم غسل سے فارغ ہو گئیں تو آپؐ نے ان کی طرف اپنی چادر پھینکی۔ فرمایا اس کو شعار بنا لو۔ اس پر حضرت ام عطیہؓ نے کوئی زیادتی نہ فرمائی۔ اور میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بیٹی تھی۔ ایوب کہتے ہیں کہ اشعار یہ ہے کہ اسے چادر میں لپیٹ لیں۔ ابن سیرین عورت کے لئے اشعار کا اسی طرح حکم دیتے تھے۔ چادر نہیں بناتے تھے۔

تشریح از قاسمی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ آخر حدیث میں اشعار کی جو تفسیر کی گئی ہے وہ الفاف ہے۔ یعنی فخذین اور ورکین کو چھپایا جائے تو یہ لفافہ ہوا۔ اس سے حدیث ترجمۃ الباب سے مطابق ہو جائے گی۔ اسی معنی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے باب کیف الاشعار باندھا ہے۔ ورنہ کئی احادیث میں اشعار کا ذکر آچکا ہے۔ اس معنی پر تنبیہ کے لئے باب باندھا۔ اور اسی سے حدیث ترجمۃ الباب سے مطابق ہوگی۔ کہ اشعار کے معنی الفاف کے ہوتے۔

بَابُ هَلْ يُجْعَلُ شَعَرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ

ترجمہ۔ کیا عورت مردہ کے بال تین مینڈھیاں بنانے کی اجازت ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۲۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الخ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَؓ قَالَتْ ضَفَرْنَا شَعَرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ وَقَالَ وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بالوں کی مینڈھیاں بنائیں۔ وہ تین مینڈھیاں مراد لیتی ہیں۔ لیکن وکیع نے سفیان سے کہا۔ قرون کی بجائے ناصیتھا و قرنیھا یعنی پیشانی اور اس کے دونوں جانب ڈال دی گئیں۔ بنت النبی مغسولہ کا نام زینب زوجہ ابی العاص اور ام عطیہؓ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے۔

بَابُ يُلْقَى شَعْرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ

ترجمہ۔ عورت مردہ کے بال تین مینڈھیاں بنا کر اس کے پیچھے ڈالے جائیں۔

حدیث نمبر ۱۱۸۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ وَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کی وفات ہوئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ فرمایا اس کو بیری کے پتوں سے غسل دو۔ جب کہ وہ دتر ہو۔ یعنی تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ۔ اگر تم مناسب سمجھو۔ اور آخر میں کافور یا کچھ ٹکڑا کافور کا رکھ دو۔ پس جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرو۔ چنانچہ جب ہم فارغ ہوئیں تو آپؐ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے اپنی چادر ہماری طرف پھینکی۔ فرمایا اس کے بالوں کی تین مینڈھیاں بناؤ۔ اور ہم نے ان کو اس کے پیچھے ڈالا۔

بَابُ الثِّيَابِ الْبِيْضِ لِلْكَفَنِ

ترجمہ۔ کفن کے لئے سفید کپڑے ہونے چاہئیں۔

حدیث نمبر ۱۱۸۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سُحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ جو یمنی تھے سفید تھے۔ سحولہ بستی کے کپاس کے بُنے ہوئے تھے۔ جن میں کوئی قمیص اور پگڑی نہ تھی۔

تشریح از قاسمی یہ حدیث احنافؒ کی حجت ہے کہ مرد کے لئے کفن سنتہ تین کپڑے ہیں۔

لیکن کتب احنافؒ میں ہے کہ ازار۔ قمیص اور لفافہ۔ تو یہ حدیث عدم قمیص پر دال ہے۔ احنافؒ کا مستدل ابن ابی عدی کی روایت جو کامل میں ہے۔ کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلاثة اثواب قمیص وازار ولفافة۔ اس میں عمامہ کا ذکر نہیں ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک تین لفائف ہیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کہ حدیث عائشہؓ اصح الروایات ہے۔

بَابُ الْكَفَنِ فِيْ ثَوْبَيْنِ

ترجمہ۔ کفن کفایۃ دو کپڑے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۸۵۔ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ اِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهٖ فَوَقَصَتْهُ اَوْ قَالَ فَاَوْقَصَتْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ دریں اثنا ایک آدمی عرفات میں وقوف کئے ہوئے تھا۔ کہ اچانک اپنی اونٹنی سے نیچے گر پڑا۔ جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ تو اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو پانی اور بیری سے غسل دو۔ اور اسے دو کپڑوں میں کفناؤ۔ نہ اسے خوشبو لگاؤ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانکو۔ کیونکہ وہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔ گویا کہ اس پر اثر احرام کا باقی رہنے دو۔

تشریح از قاسمی اس ظاہر حدیث سے امام شافعیؒ اور اہل ظواہر فرماتے ہیں۔ کہ موت کے بعد بھی محرم کو حالت احرام پر رکھا جاتے۔ لیکن ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ وہی کیا جائے جو غیر محرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک عبادت تھی جو موت کے بعد ختم ہو گئی۔ باقی حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا حکم عام نہیں۔ بلکہ وہ شخص معین کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا فانہ یبعث الخ یبعث یوم القیامة ملبیاً نہیں فرمایا۔

بَابُ الحُنُوطِ لِلمَيِّتِ

ترجمہ میت کے لئے خوشبو استعمال کرنا

حدیث نمبر ۱۱۸۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَأَقْصَعَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عرفات میں وقوف کئے ہوئے تھا کہ اچانک اپنی اونٹنی سے گر پڑا۔ جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو پانی اور بیری سے غسل دو۔ اور اسے دو کپڑوں میں کفناؤ۔ نہ ہی اسے خوشبو لگاؤ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانکو۔ اس لئے اسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تلبیہ کہتا ہوا اٹھائے گا۔ وقص کے معنی تو گردن توڑنے کے ہیں۔ لیکن رقصعت یا رقعصت جلدی قتل کر دینے کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ نے بطریق مفہوم اس حدیث سے ترجمہ ثابت کیا کہ جب محرم کے لئے کسی قسم کی خوشبو کی ممانعت ہے تو غیر محرم کے لئے جواز معلوم ہوا۔

تشریح از شیخ زکریا حنوط ایک قسم کا عطر ہے۔ جو قسم وقسم کے خوشبوؤں سے مرکب ہوتا ہے۔ جو میت کے سر۔ داڑھی۔ اور باقی جسم پر رکھا جاتا ہے۔ جس میں زعفران اور ورس نہ ہو۔ البتہ عورتوں کے لئے زعفران اور ورس بھی جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ اور عطاء وغیرہ اس کی کراہت کے قائل ہیں۔ حضرت ابو حنیفہؒ اسے مستحب قرار دیتے ہیں۔ کما فی الدر المختار۔

شیخ گنگوہیؒ نے جو مطابقت ثابت کی ہے وہ واضح ہے۔ لا تحنطوہ کے بعد فرمایا فانہ یبعث ملبیا جو اس پر دال ہے۔ نہی کا سبب احرام ہے۔ جب احرام نہ ہو تو جواز ثابت ہے۔

بَابُ كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ

ترجمہ۔ احرام والے کو کیسے کفنایا جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيرُهُ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُمِسُّوهُ طِيبًا وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّدًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی کی اس کے اونٹ نے گردن توڑ دی۔ جب کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اور وہ احرام باندھے ہوا تھا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری سے غسل دو۔ اور دو کپڑوں میں اسے کفنادو۔ اور خوشبو اس کو قطعاً نہ لگاؤ۔ اور اس کا سر بھی نہ ڈھانکو۔ کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے مُلبّدًا اٹھائے گا جس کے بالوں کو خطمی سے جما دیا گیا ہو۔

حدیث نمبر ۱۱۸۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ قَالَ أَيُّوبُ فَوَقَصَتْهُ وَقَالَ عَمْرٌو فَأَقْعَصَتْهُ فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَيُّوبُ يُلَبِّي وَقَالَ عَمْرٌو مُلَبِّيًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی عرفات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ وقوف کئے ہوئے تھا۔ کہ وہ اپنی سواری سے گر گیا۔ ایوب راوی کہتا ہے کہ اس نے اس کی گردن توڑ دی۔ عمرو راوی کہتا ہے کہ اس نے اسے جلدی قتل کر دیا جس سے وہ مر گیا۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو پانی اور بیری سے غسل دو۔ دو کپڑوں میں کفنادو۔ اور کوئی خوشبو اس کے نہ لگاؤ۔ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانکو۔ کیونکہ وہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔

بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيصِ الَّذِي يُكَفُّ أَوْ لَا يُكَفُّ وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيصٍ

ترجمہ۔ مردہ کو اس قمیص میں کفنانا جس کے کنارے سلے ہوئے ہوں یا نہ سلے ہوئے ہوں۔ اور اس شخص کے بارے میں جس کو بغیر قمیص کے کفنایا جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ فَقَالَ آذِنِّي أُصَلِّ عَلَيْهِ فَآذَنَهُ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ عُمَرُ فَقَالَ أَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ أَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ قَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن اُبی منافق جب اس کی وفات ہوئی تو ان کا بیٹا حضرت عبد اللہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تشریف لائے۔ فرمایا مجھے اپنی قمیص عطا فرمائیے۔ تاکہ اس میں میں اپنے باپ کو کفناؤں۔ اور آپؐ ان کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لئے مغفرت بھی طلب کریں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اس کو دے دی۔ اور فرمایا جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں نماز جنازہ پڑھ دوں گا۔ پس اس نے آپؐ کو اطلاع کر دی۔ جب آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے آپؐ کو کھینچتے ہوئے فرمایا۔ کیا آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا۔ فرمایا مجھے دونوں کا اختیار ہے۔ فرمایا آپؐ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں۔ اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو اللہ تعالےٰ ہرگز ان کی بخشش نہیں کریں گے۔ چنانچہ آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھ دی۔ تو آیت نازل ہوئی کہ کہ آپؐ ان منافقین میں سے جب بھی کوئی مر جائے تو آپؐ کبھی ان کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی

اس کی قبر پہ جا کر دعا کریں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ شاید امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ قمیص مکفوف اور غیر مکفوف دونوں جائز ہیں۔ اور حدیث سے اس کو اس طرح ثابت کیا ہے۔ کہ حدیث میں مطلق قمیص کا ذکر ہے مقید نہیں ہے۔ تو تکفین دو فردوں میں سے جس کسی میں ہو جائے تو جائز ہے۔ یا یہ کہا جائے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص دو حال سے خالی نہیں یا مکفوف ہو گی یا نہیں، بہرحال دوسرے میں حکم قیاس سے ثابت ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میرے نزدیک امام بخاریؒ نے اَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ کا لحاظ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپؐ کا قمیص عطا کرنا خواہ اس کو عذاب سے رد کرے یا نہ رد کرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کی تالیف کے لئے قمیص عطا فرمائی۔ چنانچہ آپؐ کے حسن سلوک کو دیکھ کر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو گئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔ خواہ وہ تبرک مردہ کے لئے اثر انداز ہو یا نہ ہو۔ بہرحال متبادر امام بخاریؒ کی غرض باب سے یہ معلوم ہوتی ہے۔ تکفین فی القمیص ممنوع نہیں ہے۔ خواہ اس کے کنارے سلے ہوئے ہوں یا نہ سلے ہوں۔ ابن بطال نے یکفی اولا یکفی مراد لیا ہے۔ شراح میں سے کسی نے بھی ترجمہ کی مطابقت کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے دو توجیہ فرما کر مطابقت ثابت کر دی ہے۔ اور شاہ ولی اللہؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض ترجمہ سے یہی ہے کہ جواز التکفین بکلیہما ثابت کیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۰۔ **حَدَّثَنَا** مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ فَاَخْرَجَهٗ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِّيْقِهٖ وَاَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے پاس اس کے دفن ہونے کے بعد تشریف لائے۔ پس اس کو قبر سے نکالا اور اپنی تھوک اس کے منہ میں ڈالی۔ اور اپنی قمیص بھی پہنائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **البسه قمیصه** اس سے ترجمہ کا جزء ثالث کو ثابت فرمایا کہ کفن بغیر قمیص کے بھی جائز ہے۔ لیکن اس پر اشکال ہے کہ یہ تو روایت متقدمہ کے منافی ہے۔ اور واقع کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس کی تکفین دفن سے پہلے ہوئی ہے۔ بعد میں نہیں ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ البسه الخ کا عطف اتی پر ہے۔ نفث پر نہیں ہے۔ یا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کو ماضی کے معنی پر محمول کیا جائے۔ یعنی کان البسه اس بنا پر مؤلف کا استدلال تکفین بغیر قمیص پر صحیح نہیں ہوگا۔ البتہ اگر یوں کہا جائے کہ ان کا استدلال محض لفظ پر مبنی ہے۔ اگرچہ مقصودی معنی مراد نہیں ہیں۔ وہ بایں طور ہوگا۔ کہ راوی اس حدیث کو اسی ارادہ سے لایا کہ اس کے نزدیک کفن بغیر قمیص جائز تھا۔ یا یہ کہ امام بخاریؒ نے اس بارے میں اس باب سے مدد لی ہے۔ جو اس کے بعد وارد ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا۔ بایں ہمہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اس کو پہنائی۔ اس کی کئی وجوہ ذکر کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ان کا بیٹا حضرت عبداللہ مخلص مسلمان تھا۔ اس کے اکرام و اعزاز کے لئے ایسا کیا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ آپؐ سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا گیا آپؐ نے کبھی لا نہیں فرمایا۔ تیسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپؐ نے رئیس المنافقین کی قوم کی تالیف قلب کے لئے ایسا کیا۔ کیونکہ آپؐ کو معلوم تھا کہ میرے یہ تبرکات اس کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکتے۔ ممکن ہے۔ میرے اس سلوک سے اس کی قوم متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپؐ کے اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر ایک ہزار خزرجی مسلمان ہو گئے۔ اور اکثر حضرات یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ ابن اُبی نے بدر کی لڑائی کے موقعہ پر آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کو جو طویل القامۃ تھے۔ جس کو اور کسی کی قمیص راس نہیں آئی تھی۔ سوائے عبداللہ بن اُبی کی قمیص کے۔ لہٰذا آپؐ نے اس کا بدلا چکایا۔ بہرحال اور حکمتیں بھی بیان کی جاتی ہیں۔ جن میں کوئی منافات نہیں۔ شئ واحد کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔

قد کان البسه ۔ شیخ گنگوہیؒ کی اس توجیہ کو مولانا حسینؒ علی پنجابی کی تقریر سے لیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ البسه اخراج پر مرتب نہیں بلکہ ایک ایسے حال کا بیان ہے جو

پہلے واقع ہو چکا۔ چونکہ امام بخاریؒ نے حضرت جابرؓ کے قول سے یہی سمجھا کہ البا س اخراج پہ مرتب ہے۔ اس لئے اسی فہم کے مطابق انہوں نے باب باندھا من کفن بغیر قمیص۔

الحاصل امام بخاریؒ کا ترجمہ تو حدیث عائشہؓ سے واضح ہے۔ رہ گیا مسئلہ قمیص فی الکفن یہ اختلافی ہے۔ تکفین کے بارے میں مذاہب کی تفصیل یہ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کفن تین لفافے ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک دو چادریں۔ احنافؒ کے نزدیک دو چادریں اور ایک قمیص ہے۔ مگر وہ قمیص جو سلی ہوئی نہ ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک کفن مندوب پانچ کپڑے ہیں۔ تین لفافے۔ قمیص اور عمامہ۔

اَسْتَغْفَرَ لَهُمْ الخ شیخ المشائخ حضرت دہلویؒ نے اپنے تراجم میں یہ اشکال نقل کیا ہے۔ کہ جب لن یغفر اللہ لھم کا امر منع استغفار میں صریح ہے تو پھر آپؐ انا بین خیرتین کیسے فرما رہے ہیں۔ حالانکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر معانی قرآن کو جاننے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ میرے نزدیک اس اشکال کے حل کی بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس کو تلقی المخاطب المتکلم بغیر ما ارادہ دعا کے قبول ہونے کی امید پر آپؐ نے ایسا کیا۔

بَابُ الْكَفَنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ

ترجمہ۔ بغیر قمیص کے کفنانا۔

حدیث نمبر ۱۱۹۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ سُحُوْلٍ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سحولیہ بستی کے سوتی تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ جن میں نہ قمیص تھی اور نہ ہی پگڑی تھی۔

حدیث نمبر ۱۱۹۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَبُوْ نُعَيْمٍ لَا يَقُوْلُ ثَلَاثَةٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ سُفْيٰنَ يَقُوْلُ ثَلٰثَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ جن میں نہ قمیص تھی اور نہ ہی پگڑی تھی۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابو نعیم نے تو اپنی روایت میں ثلثہ کا ذکر نہیں۔ عبداللہ بن الولید نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے ثلثہ کا ذکر کیا ہے۔

بَابُ الْكَفَنِ بِلَا عِمَامَةٍ

ترجمہ۔ بغیر پگڑی کے کفنانے کا بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سُحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں سفید سحولیہ کے بُنے ہوئے میں کفنایا گیا۔ جن میں نہ قمیص تھی اور نہ ہی پگڑی تھی۔

بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ

وَبِهٖ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَقَتَادَةُ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ الْحُنُوْطُ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ وَقَالَ إِبْرٰهِيْمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغُسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ۔

ترجمہ۔ کفن تمام مال میں سے بنایا جائے گا۔ یہی قول حضرت عطاء اور امام زہری۔ عمرو بن دینار اور قتادہ رحمہم اللہ کا ہے۔ عمرو بن دینار فرماتے ہیں۔ خوشبو بھی جمیع مال میں سے خریدی جائے گی۔ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میت کے ترکہ میں سے سب سے پہلے کفن خریدا جائے گا۔ پھر قرضہ ادا کیا جائے گا۔ بعدازاں وصیت پر عمل کیا جائے گا۔ اور حضرت سفیانؒ فرما رہے ہیں۔ قبر کھودنے کی اجرت۔ غسل دلانے کی اجرت بھی کفن میں داخل ہے۔ جو جمیع مال سے ادا کی جائے گی۔

حدیث نمبر ۱۱۹۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ الخ عَنْ سَعْدٍ عَنْ

اَبِيْهِ قَالَ اُتِيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يَوْمًا بِطَعَامٍ فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّكَانَ خَيْرًا مِّنِّيْ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ وَّقُتِلَ حَمْزَةُ اَوْ رَجُلٌ اٰخَرُ خَيْرٌ مِّنِّيْ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ لَّقَدْ خَشِيْتُ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِيْ حَيٰوتِنَا الدُّنْيَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد اپنے باپ ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس ایک دن کھانا لایا گیا۔ تو فرمانے لگے کہ حضرت مُصعب بن عمیرؓ جو میرے سے بہتر تھے قتل کئے گئے۔ ان کے لئے اتنا کپڑا نہ ملا جس سے ان کو کفنایا جاتا۔ مگر ایک چھوٹی سی چادر تھی۔ اس طرح حمزہؓ یا کوئی دوسرا آدمی جو میرے سے بہتر تھا قتل کیا گیا۔ تو ان کے لئے بھی اتنا کپڑا نہ ملا جس سے ان کو کفنایا جاتا۔ البتہ ایک چھوٹی سی چادر تھی۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں ہماری آخرۃ کی پاکیزہ چیزیں دنیا کی زندگی میں جلدی نہ دے دی جائیں۔ پھر رونے لگے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **اجر القبر والغسل** الخ ان دو چیزوں کو اس لئے ذکر کیا گیا۔ تاکہ بتلایا جائے کہ یہ جو امام بخاریؒ نے **الکفن من جمیع المال** فرمایا ہے۔ اس کفن میں صرف کپڑا ہی شامل نہیں ہے۔ بلکہ اس سے وہ جمیع اشیاء مراد ہیں۔ جن کی کفنانے میں ضرورت ہے۔ مثلاً نہلانے والے کی اجرت ہے۔ کھودنے والے کی اجرت۔ زمین کی قیمت۔ خوشبو وغیرہ۔ سب چیزیں داخل ہیں۔

فلم یوجد لہ الخ اس سے بتلانا یہ ہے کہ ان حضرات کا جمیع ترکہ ایک چادر تھی۔ جس میں سے کچھ نہیں لیا گیا۔ نیز اجملہ ماسوا پر تکفین کو مقدم کیا گیا۔ پھر روایت اس پر بھی دلالت کرتی ہے۔ کہ کفن فرض وہ ہے جس سے ستر کی پردہ پوشی حاصل ہو۔ اگرچہ وہ ایک ایسا کپڑا ہی کیوں نہ ہو۔ جو سر سے قدم تک کفایت نہ کرتا ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | **الکفن من جمیع المال** الخ امام بخاریؒ نے یہ ترجمہ باندھ کر خلاس بن عمرو کے قول کا ردّ فرمایا۔ جو کہتے ہیں کہ کفن ثلث مال سے تیار کیا جائے۔ سعید بن مسیّبؒ اور طاؤس کا بھی یہی قول بتایا جاتا ہے۔ لیکن جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ کفن جمیع مال

سے ہو۔ سب پر مقدم کیا جائے۔ البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ زکوٰۃ اور دیگر وہ حقوق جو عین مال سے متعلق ہیں۔ ان کو کفن سے پہلے ادا کیا جائے۔ لیکن امام بخاریؒ ابراہیم نخعیؒ کا قول نقل کرکے اس کا بھی رد فرما رہے ہیں۔ کہ ابتدا کفن سے کی جائے گی۔ کیونکہ حدیث حمزہ اور مصعب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں پوچھا تھا۔ کہ کیا ان پر کوئی قرضہ ہے۔ اور سکوت شارع موضع ضرورت میں دلیل بیان ہے۔ اگر عبد جانی اور مرہون سے اعتراض کیا جائے تو کہا جائے گا وہ تو ترکہ نہیں ہیں۔ ترکہ تو وہ ہے جس کو میت تعلق حق الغیر سے صافی کر کے چھوڑ مرے۔

اجرۃ الحافر وغیرہ۔ ابن عابدین نے بحث من یجب علیہ تکفین من لا مال لہ میں ذکر کیا ہے کہ اپنی بیوی کی تجہیز و تکفین بھی واجب ہے۔ تجہیز میں کفن سنتہ۔ اجرت غسل۔ حنوط۔ حمل و دفن سب کو شمار کیا ہے۔ لیکن وہ چیزیں جو ہمارے زمانہ میں جہال نے داخل کر دی ہیں۔ تیجہ چالیسواں حفاظ اور قرار کا کھانا کھلانا۔ ان کے پڑھنے کی اجرت۔ یہ سب بدعات ہیں۔ وارث بالغین مال کے ضامن ہوں گے۔

دلالۃ علی الترجمۃ ظاھرۃ۔ کیونکہ ان کا جمیع مال یہی چادر تھی۔ جس سے ان کو کفنایا گیا۔ قرضہ اور وصیت نہیں پوچھی گئی۔

لم یوخذ من البردۃ شئی ای للورثۃ۔ بلکہ ان کو اسی ایک ہی چادر میں کفنایا گیا۔

ما یحصل بہ الستر۔ اس سے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کپڑا اتنا ہو کہ جو صرف سر کو چھپا سکتا یا صرف قدم کو چھپا سکتا ہے تو بہر حال ستر عورت ضروری ہے۔ قدم پر اذخر ڈالی گئی۔ اور سر کو اس کی شرافت کی وجہ سے ڈھانکنا افضل ہے۔ در مختار میں ہے۔ کفن الضرورۃ ما یوجد واقلہ ما یعم البدن وعند الشافعیؒ ما یستر العورۃ یعنی ضروری کفن تو وہ ہے جو مل جائے۔ قلیل اقل یہ ہے جو بدن کو چھپالے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں جو ننگ کو چھپالے۔ لیکن حضرت مصعبؓ اور حمزہؓ کی حدیث دال ہے کہ محض ستر عورت کافی نہیں ہے۔ بلکہ الواجب ثوب یستر جمیع بدنہ۔ اتنا کپڑا واجب ہے جو تمام بدن کو چھپالے۔

بَابُ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ

ترجمہ۔ جب ایک کپڑے کے سوا کچھ نہ ملے تو کیا کیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍؓ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَأْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم سے مروی ہے۔ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس کھانا لایا گیا۔ جب کہ وہ روزہ دار تھے۔ فرمایا حضرت مصعب بن عمیرؓ شہید ہوئے۔ وہ میرے سے بہتر تھے۔ ان کو ایک ایسی چادر میں کفنایا گیا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے اگر پاؤں چھپائے جاتے تو سر ظاہر ہو جاتا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت حمزہؓ شہید ہوئے جو میرے سے بہتر تھے۔ پھر ہمارے لئے دنیا خوب پھیلا دی گئی۔ یا ہمیں دنیا میں سے وہ کچھ دیا گیا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی نہ دے دیا جائے۔ پھر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔

بَابُ اِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا اِلَّا مَا يُوَارِيْ رَأْسَهٗ اَوْ قَدَمَيْهِ غُطِّيَ بِهٖ رَأْسُهٗ

ترجمہ۔ جب کہ کفن کے لئے اتنا کپڑے ملے جو سر کو یا دونوں قدموں کو چھپا لیتا ہے۔ تو اس سے سر کو چھپایا جائے (ڈھکا جائے۔)

حدیث نمبر ۱۱۹۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ حَدَّثَنَا خَبَّابٌؓ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا

عَلَى اللهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ وَأَنْ نَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ ۔

ترجمہ۔ ہمیں خبابؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ جس سے ہم صرف رضائے الٰہی چاہتے تھے۔ تو شرعاً ہمارا ثواب اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہو گیا۔ پس ہم میں سے بعض وہ ہیں جو اس حال میں مر گئے۔ کہ انہوں نے اپنے ثواب میں سے کچھ حصہ بھی نہیں کھایا۔ ان میں حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کا پھل پک چکا ہے۔ پس وہ اس کو چن رہا ہے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ احد کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ ہمیں ان کے کفن کے لئے سوائے ایک چادر کے کچھ بھی نہ ملا۔ جب اس سے ہم اس کا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں نکل جاتے تھے۔ اگر پاؤں چھپاتے تو سر نکل جاتا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا۔ کہ ہم اس کا سر ڈھک دیں۔ اور اس کے پاؤں پر کترن بوٹی ڈال دیں۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اپنے لئے کفن تیار کیا جس پر کسی نے نکیر نہ کیا۔

حدیث نمبر ۱۱۹۷۔ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ؒ عَنْ سَهْلٍ ؓ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيهَا حَاشِيَتُهَا تَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ قَالُوا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لِأَكْسُوكَهَا فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مُحْتَاجًا اِلَيْهَا فَخَرَجَ اِلَيْنَا وَاِنَّهَا اِزَارُهٗ فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اكْسُنِيْهَا مَا اَحْسَنَهَا فَقَالَ الْقَوْمُ مَا اَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا ثُمَّ سَاَلْتَهٗ وَعَلِمْتَ اَنَّهٗ لَا يَرُدُّ قَالَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ لِاَلْبَسَهٗ وَاِنَّمَا سَاَلْتُهٗ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک عورت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسی چادر لائی جس میں کنارہ بھی بنا ہوا تھا۔ یعنی اس کو قطع نہیں کیا گیا تھا۔ یا بالکل نئی چادر تھی۔ سہلؓ فرماتے ہیں۔ جانتے ہو۔ بردہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے کہا شملہ۔ یعنی لمبی چادر۔ کہا سہلؓ نے ہاں! وہ عورت کہنے لگی۔ میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے۔ میں اس کو اس لئے لائی ہوں کہ یہ آپؐ کو پہناؤں۔ آپؐ نے ایک ضرورت مند کی طرح اس کو لے لیا۔ اور اس کو لے کر باہر تشریف لائے۔ تو وہ آپؐ کی لُنگی بنی ہوئی تھی۔ فلاں نے اس کو اچھا سمجھا۔ تو کہنے لگا۔ حضرت! یہ کس قدر اچھی ہے۔ یہ تو مجھے پہنا دیجئے۔ لوگ کہنے لگے تونے یہ اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسے ضرورت مند ہو کر پہنا تھا پھر تم نے اس کو آپؐ سے مانگ لیا۔ اور تم جانتے ہو کہ آپؐ کسی کے سوال کو رد نہیں کرتے۔ اس نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے اسے اس لئے نہیں مانگا کہ میں اسے پہنوں گا۔ بلکہ میں نے تو اس لئے مانگا ہے تاکہ وہ میرا کفن بنے۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ چادر اس کا کفن بنی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ **ماسألته لألبسه** الخ لوگوں نے سائل پر یہ اعتراض کیا تھا کہ تجھے اس چادر کی ضرورت نہیں تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت تھی۔ تجھے سوال نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اس نے یہ جواب محقق دیا۔ کہ اگرچہ میں اس سے مستغنی تھا لباس بنانے میں۔ لیکن میں کفن بنانے میں اس کا محتاج تھا۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی احتیاج نہیں تھی۔ ایک تو اس لئے کہ اس عورت کے ہدیہ دینے سے پہلے بھی حضورؐ کو کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ کوئی ننگے بدن تھوڑے رہتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس طرح کے ہدایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ملتے رہتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اور

ہدیہ استعمال کرلیں گے۔ تیسرے موت کا کوئی وقت مقرر نہیں کہ کب آجائے۔ مجھے پھر کبھی ایسا اتفاق ہو یا نہ ہو۔ اور ایسی لمبی چادر جو کفن کے لئے کافی ہے خدا معلوم مستقبل قریب میں آئے یا نہ آئے۔ تو میں اس سے محروم نہ رہ جاؤں تو اس طرح سوال اور جواب میں مطابقت ہو جائے گی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کفن کو قبل از مرگ تیار رکھنا تو ثابت ہے۔ لیکن قبر تیار رکھنا یہ ثابت نہیں ہے۔ اس لئے موت سے پہلے قبر تیار رکھنے کو اچھا نہیں سمجھا گیا۔ کیونکہ لَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کسی کو کیا پتہ کہ اس نے کہاں مرنا ہے۔ بخلاف کفن کے کہ اس کو انسان اپنے ہمراہ جہاں چاہے لے جا سکتا ہے۔ البتہ اگر یہ نیت ہو کہ میرے خاندان کا جو آدمی فوت ہو اس قبر میں دفن کر دیا جائے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ظاہر حدیث سے دل میں ایک قلق پیدا ہوتا تھا کہ احتیاج اور عادت شریفہ کے علم کے باوجود سائل نے سوال کیوں کیا۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے جو جوابات دیئے ہیں اس سے وہ قلبی پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے حدیث کے کچھ اور فوائد بھی بیان فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب خلافِ ادب کوئی امر نظر آئے تو اس پر نکیر کرنا مشروع ہے۔ بشرطیکہ وہ منکر درجہ تحریم کو نہ پہنچے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تبرک باثار الصالحین جائز ہے۔ اور ضرورت سے پہلے کسی چیز کو تیار رکھنا یہ بھی جائز ہے۔ توکل کے خلاف نہیں ہے۔

بَابُ اِتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَازَةَ

ترجمہ۔ عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۸۔ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ الخ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَؓ اَنَّهَا قَالَتْ نُهِيْنَا عَنْ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا۔ لیکن اس ممانعت کی تاکید نہیں کی گئی۔ گویا کہ یہ نہی تنزیہی ہے چنانچہ

جمہور اسی کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ عورتوں کے لئے یہ لائق نہیں ہے۔

بَابُ إِحْدَادِ الْمَرْأَةِ عَلٰى غَيْرِ زَوْجِهَا

ترجمہ۔ شوہر کے علاوہ عورت کسی دوسرے پر کیسے سوگ منائے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهٖ قَالَتْ نُهِيْنَا اَنْ نُحِدَّ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا لِزَوْجٍ۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ام عطیہؓ صحابیہ کا بیٹا فوت ہو گیا۔ تو جب تیسرا دن ہوا تو اس نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی۔ اور اس کو اپنے بدن پر ملا اور فرمانے لگیں کہ ہمیں خاوند کے علاوہ کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ کا سوگ منانے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۰۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ اَبِيْ سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ اِنْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةً لَوْلَا اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

ترجمہ۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب شام کے ملک سے حضرت ابو سفیانؓ کی وفات کی خبر مدینہ میں پہنچی۔ تو اس کے تیسرے دن حضرت ام حبیبہؓ نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی اور اپنے رخسارے اور دونوں بازوؤں پر اسے ملا اور فرمانے لگیں۔ کہ اگرچہ میں اس سے مستغنی ہوں۔ یعنی مجھے زیب و زینت کی ضرورت نہ تھی۔ مگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ فرماتے تھے ہر اس عورت کے لئے

جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے۔ حلال نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ مگر اپنے خاوند پر چار مہینے اور دس دن سوگ منا سکتی ہے۔ کہ زیب و زینت کو ترک کر دے۔

حدیث نمبر ۱۲۰۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ أَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ بِهٖ ثُمَّ قَالَتْ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

ترجمہ۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ نے حضرت حمید بن نافع کو خبر دی کہ وہ حضرت ام حبیبہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں۔ جنہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ فرماتے تھے کہ ہر اس عورت کے لئے جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے۔ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ مگر شوہر پر چار ماہ اور دس دن تک سوگ منا سکتی ہے۔ پھر میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئی۔ جب کہ ان کے بھائی کی وفات ہو چکی تھی۔ تو انہوں نے خوشبو منگوا کر بدن کو لگائی۔ پھر فرمایا مجھے خوشبو کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ مگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ فرماتے تھے کہ کسی مسلمان عورت کے لئے جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ مگر شوہر پر چار ماہ اور دس دن سوگ منائے۔

تشریح از قاسمی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث باب میں مذہب ابو حنیفہؒ اور

ابوثور کی تائید ہوتی ہے۔ جو فرماتے ہیں۔ زوجیہ ذمیہ پر احداد واجب نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں امرأۃ مؤمنہ کی قید ہے۔ دوسرے بچی پر بھی احداد واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں امرأۃ کا لفظ ہے۔ جو صبیۃ کو خارج کرتا ہے۔ کیونکہ وہ تو بعد البلوغ امرأۃ کہلائے گی۔

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

ترجمہ۔ قبروں کی زیارت کے لئے جانا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۰۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسی عورت کے پاس سے ہوا جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ اس نے کہا میرے سے دور ہو جاؤ۔ کیونکہ آپؐ میرے والی مصیبت میں مبتلا نہیں ہیں۔ اور اس نے آپؐ کو پہچانا نہیں تھا۔ پس اس سے کہا گیا کہ وہ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تو معذرت کے لئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوئی جس کے پاس اس نے کوئی دربان نہ پائے۔ پس کہنے لگی کہ میں نے تو آپؐ کو پہچانا نہیں تھا۔ جس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ صبر تو وہی ہوتا ہے جو پہلے صدمہ کے وقت کیا جائے۔

تشریح از قاسمیؒ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صبر وہ محمود ہے جو اچانک مصیبت کے آنے کے وقت کیا جائے۔ مرور ایام کے ساتھ تو انسان کو صبر آہی جاتا ہے۔

؎ رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں (مرتب)

امام بخاریؒ نے اس حدیث سے ترجمہ کو اس طرح ثابت کیا ہے۔ کہ آپؐ نے اس عورت کو زیارتِ قبر سے نہیں روکا۔ البتہ اسے صبر کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا کہ زیارتِ قبور جائز ہے۔ خواہ زائر مرد ہو یا عورت ہو۔

علامہ عینیؒ نے فرمایا ہے کہ اباحت زیارت قبور پر بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں۔ اور نہی کی روایات بھی ہیں۔ اس لئے روایات نہی کو قبل از رخصت پر محمول کیا جائے گا۔ اور اس کی تائید حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ جو ابن ملیکہ نے نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ قبرستان سے واپس آرہی تھیں۔ تو ان سے کہا گیا ام المؤمنین آپ کہاں سے آرہی ہیں۔ فرمایا اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر سے آرہی ہوں۔ تو کہا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زیارتِ قبور سے منع نہیں فرمایا۔ فرمایا ہاں منع فرمایا تھا۔ مگر بعد میں زیارت کی اجازت دے دی تھی۔ مگر علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اکثر علماء فساد زمانہ کی وجہ سے عورتوں کے خروج الی الصلوات کو مکروہ سمجھتے ہیں تو خروج الی المقابر کیسے صحیح ہوگا اس لئے علامہ عینیؒ نے بسط کے ساتھ کلام کرنے کے بعد لکھا ہے کہ زیارت قبور عورتوں کے لئے مکروہ بلکہ اس زمانہ میں حرام ہے۔ خصوصاً مصر کی عورتوں کے لئے تو قطعاً اجازت نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى وَهُوَ كَقَوْلِهِ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِيْ غَيْرِ نَوْحٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ۔

ترجمہ۔ باب ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تفسیر میں کہ میت کو اس کے خاندان کے بعض رونے کی بنا پر عذاب دیا جائے گا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ جب کہ بین وغیرہ کرنا

اس کی عادت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اے ایمان والو! خود کو بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی آگ سے بچاؤ۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تم میں سے ہر ایک نگران ہے۔ ہر نگران سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ اور جب اس کی نوحہ کی عادت نہ ہو۔ تو پھر جیسے حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ کوئی جی کسی دوسرے کا بوجھ برداشت نہیں کرے گا اور قرآن مجید میں یہ بھی ہے۔ کہ اگر کوئی بوجھل جی اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گا تو اس کا بوجھ ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ اور ما یرخص الخ یہ اول ترجمہ پر عطف ہے۔ یعنی جس رونے کی اجازت ہے وہ بغیر نوحہ کے ہے اور جو کسی گناہ کا سبب بنے اس کے متعلق جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو جی بھی ظلماً قتل ہوگا اس کے خون کا وبال آدمؑ کے پہلے بیٹے قابیل پر ضرور ہوگا۔ کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ جاری کیا۔

حدیث نمبر ۱۲۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ قَالَ اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِ اِنَّ ابْنًا لِّیْ قُبِضَ فَأْتِنَا فَاَرْسَلَ یُقْرِءُ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَیْہِ تُقْسِمُ عَلَیْہِ لَیَاْتِیَنَّہَا فَقَامَ وَمَعَہٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَؓ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍؓ وَاُبَیُّ بْنُ کَعْبٍؓ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍؓ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ وَنَفْسُہٗ تَتَقَعْقَعُ قَالَ حَسِبْتُہٗ اَنَّہٗ قَالَ کَاَنَّہَا شَنٌّ فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ فَقَالَ سَعْدٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذَا قَالَ ھٰذِہٖ رَحْمَۃٌ جَعَلَہَا اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِہٖ وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَآءَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت اسامۃ بن زیدؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا قریب المرگ ہے۔ آپؐ ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔ آپؐ نے بواپسی سلام کہتے ہوئے پیغام بھیجا۔ فرماتے تھے کہ بے شک اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ جو کچھ

اس نے لیا اور جو کچھ دے دیا اور ہر ایک کے لئے اللہ کے نزدیک ایک مدت مقرر ہے۔ پس صبر کرو اور ثواب کی نیت کرو اور صاحبزادی نے واپسی قسم دے کر پیغام بھیجا کہ آپؐ ان کے پاس ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ کے ہمراہ حضرت سعد بن عبادہؓ۔ معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ اور کچھ اور مرد بھی تھے۔ چنانچہ وہ بچہ آپؐ کی طرف اس حالت میں اٹھا کر لایا گیا کہ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ میرا گمان ہے کہ اس نے یہ بھی کہا گویا کہ وہ مشکیزہ ہے۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا یا رسول اللہ۔ یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ رحمت کے آنسو ہیں جو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے انہیں پر رحمت فرماتے ہیں جو رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ قَالَ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثومؓ کے جنازے میں حاضر تھے اور فرماتے ہیں کہ حال یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج رات ہمبستری نہ کی ہو۔ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا کہ میں ہوں۔ فرمایا پس تم اتارو۔ چنانچہ وہی صاحبزادی کی قبر میں اترے۔

حدیث نمبر ۱۱۰۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَاِنِّيْ لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا اَوْ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى اَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الْاٰخَرُ فَجَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ اَلَا تَنْهٰى عَنِ الْبُكَاءِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ لِي فَرَجَعْتُ إِلٰى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي يَقُولُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عبیداللہ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی صاحبزادی مکہ میں وفات پاگئی۔ ہم جنازے میں حاضر ہونے کے لئے آئے۔ تو وہاں ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ بھی موجود تھے۔ اور میں ان دونوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ یا فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک کے ساتھ بیٹھ گیا، پھر دوسرا آیا تو وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عمرو بن عثمانؓ سے فرمایا کہ تو ان کو رونے سے کیوں نہیں روکتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی بدولت عذاب دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ بھی کچھ اس طرح کا قول کرتے تھے۔ پھر انہوں نے حدیث بیان کی۔ فرمایا کہ میں حضرت عمرؓ کے ہمراہ مکہ سے واپس لوٹا یہاں تک کہ جب ہم بیداء کے جنگل میں پہنچے اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ کیکر کے درخت کے سائے کے نیچے ایک قافلہ فروکش ہے۔ حضرت عمرؓ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ دیکھو یہ قافلے والے کون لوگ ہیں۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت صہیبؓ

صحابی رسول تھے۔ میں نے آکر خبر دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کو میرے پاس بلاؤ۔ میں حضرت صہیبؓ کے پاس واپس آیا۔ میں نے کہا۔ امیر المومنین یاد فرماتے ہیں۔ پس جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے جس زخم سے آپ کی وفات ہوئی۔ تو حضرت صہیبؓ حضرت عمرؓ کے پاس آکر رونے لگے۔ اور کہتے تھے ہائے میرے بھائی ہائے میرے ساتھی! تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا۔ کہ اے صہیبؓ تم مجھ پہ روتے ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میت کو ان کے گھر والوں کے بعض رونے کی بدولت عذاب دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو چکی۔ تو یہ واقعہ میں نے حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ پہ رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی حدیث بیان نہیں فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دے گا۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافر کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کافر پہ عذاب زیادہ کر دے گا۔ اور فرمایا تمہیں قرآن کافی ہے۔ لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ ابن عباسؓ نے اس وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا اور رلاتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! حضرت ابن عمرؓ نے اس مباحثے میں کوئی بات نہیں کہی۔

حدیث نمبر ۱۱۰۶ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ خَلِیْلٍ الخ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ لَمَّا اُصِیْبَ عُمَرُ جَعَلَ صُهَیْبٌ یَقُوْلُ وَاَخَاهُ فَقَالَ عُمَرُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو بردہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو حضرت صہیبؓ کہتے تھے ہائے میرے بھائی! تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بے شک میت کو زندہ کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۱۰۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی یَهُوْدِیَّةٍ یَبْکِیْ عَلَیْهَا اَهْلُهَا فَقَالَ

اِنَّهُمْ لَیَبْکُوْنَ عَلَیْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتی تھیں کہ حقیقت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودی عورت کے پاس سے ہوا۔ جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تو اس پر رو رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ قبر میں اس پر عذاب ہو رہا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ماھذا حضرت سعد بن عبادہؓ کا خیال یہ تھا کہ جس ذات کا مقام اللہ تعالیٰ کے یہاں اعلیٰ ہوتا ہے وہ بشری تقاضاؤں سے بہت دور ہوتے ہیں۔ لہٰذا رونا دھونا وغیرہ ان سے ممکن ہی نہیں۔ تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس خیال کی تغلیط فرمائی۔ کہ یہ حضرات بشری تقاضاؤں سے مبرا نہیں ہوتے۔ ورنہ حضرت سعدؓ کے متعلق یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بکا کو بکار ممنوع گمان کیا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ دیکھئے حضرت گنگوہیؒ نے صحابی کا کس قدر پاس ادب کیا ہے۔ ما ھذا سے تعجب کا اظہار ہے۔ آپؐ نے استعجاب دور کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آنسو اثر رحمت ہیں۔ جن پر کوئی مواخذہ نہیں۔ جزع و فزع بے صبری پر گرفت ہے۔ اس ولد میت مرحوم کے نام میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ وہ علی بن ابی العاص ہیں۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ مراهق یعنی قریب البلوغ ہو کر فتح مکہ کے موقع پر آپؐ کے ردیف بنے۔ تو ان کو صبی عرفاً تو نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے عبداللہ بن عثمان ابن رقیہ مراد لیا گیا ہے۔

ھل منکم لم یقارف اللیلۃ یہ حضرت عثمانؓ پر تعریض تھی جنہوں نے اس رات جاریہ سے جماع کیا تھا۔ کہ انہوں نے صاحبزادی کی رعایت نہ کی۔ اور نہ ہی انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس خاطر کا خیال رہا۔ لیکن اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مرض طویل تھا۔ حضرت عثمانؓ کو وقاع کی حاجت تھی۔ کوئی فعل حرام تو نہیں تھا۔ یا یہ کہ ان کو کیا پتہ تھا کہ آج صاحبزادی کی وفات ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ بظاہر حضرت عثمانؓ اور دوسرے فاعلین پر یہ تعریض معلوم ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ تعریض نہیں۔ کیونکہ بیوی یا باندی سے ہمبستر ہونا کوئی ممنوع فعل نہیں ہے۔ بلکہ آئندہ کے لئے حضرت عثمانؓ کو بتلانا ہے کہ اس فعل سے رک جائیں۔ کیونکہ بیوی کے

مرنے کے بعد زوجیت منقطع ہوجاتی ہے۔ نکاح باقی نہیں رہتا۔ زوج بھی دوسروں کی طرح اجانب میں داخل ہوگا۔ نیز! اس ارشاد سے مقصود یہ ظاہر کرنا بھی تھا۔ کہ اجنبیہ کو قبر میں اتارنا جائز ہے۔ جبکہ اتارنے والا صالح ہو۔ جیسے ابوطلحہ لم یقارف۔ لیکن اس صورت میں مقارفۃ کے معنی جماع کے نہیں ہوں گے۔ بلکہ اس کے معنی گناہ کے لئے جائیں گے۔ شاید حضرت ابوطلحہؓ اس رات نماز پڑھتے رہے ہوں یا اور کوئی نیکی کا کام کرتے رہے ہوں۔ جس سے انہیں یقین ہوگیا کہ انہوں نے کسی صغیرہ گناہ کا بھی ارتکاب نہیں کیا۔ دوسرے حضرات فی الواقع اس مرتبہ تک نہ پہنچ سکے ہوں یا ان کے گمان کے مطابق نہ کر سکے ہوں۔ اس لئے انہوں نے آگے بڑھنے کی جرآت نہیں کی۔ اور ممکن ہے اقتراف سے جماع حلال مراد ہو۔ اور مطلب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہو کہ جس نے رات جماع حلال بھی نہیں کیا وہ فرشتوں کے مشابہ ہوگیا۔ کیونکہ جماع چوپایوں کی اعلیٰ خصلت ہے۔ اس لئے کہ وقاع میں کھانے پینے کی بنسبت زیادہ بہیمیت کا اظہار ہوتا ہے۔ تو ان خصائل افعال اور احوال کے اعتبار سے آپؐ نے اعلیٰ اور افضل لوگوں کا ذکر فرمایا۔ اگرچہ یہ فضیلت دوسرے مناقب کی وجہ سے حضرت علیؓ اور دیگر حضرات کو بھی حاصل ہے۔ مگر اس جگہ اس کی تعیین اس حیثیت سے فرمائی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بل یمتنع عثمان۔ کیونکہ صاحب درمختار نے لکھا ہے۔ کہ خاوند مردہ بیوی کے غسل اور چھونے سے رک جائے۔ البتہ اس کی طرف نظر کرنے کی اجازت ہے۔ مرنے کے بعد اُسے دیکھ سکتا ہے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ائمہ ثلاثہ سب امور کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کا استدلال ہے، کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا۔ پہلے تو یہ اثر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اگر ثابت بھی ہو۔ تو بعض صحابہ نے ان پر اعتراض بھی کیا تھا۔ نیز! شرح المجمع میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو حضرت ام ایمنؓ نے غسل دیا تھا۔ پھر تو حضرت علیؓ کے غسل کو اسباب غسل کی تیاری پر محمول کیا جائے گا۔ یا اسے حضرت علیؓ کی خصوصیت پر حمل کیا جائے۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا تھا ان فاطمۃ زوجتک فی الدنیا والآخرۃ۔

مراقی الفلاح میں ہے کہ عورت شوہر مردہ کو غسل دے سکتی ہے۔ کیونکہ عدت کی وجہ سے ابھی اس کی زوجیت باقی ہے۔ البتہ مرد بیوی کو غسل نہ دے۔ کیونکہ وہ اجنبی ہوچکا۔ حضرت ابوطلحہؓ کے نزول فی القبر کی کئی حکمتیں شراح نے بیان فرمائی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں لحد کھودنا ان کا پیشہ تھا۔ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اترنے کا حکم دیا۔ اور بنت مذکورہ بھی حضرت

ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان تھی اور کوئی نہیں ہے۔ محقق بات یہی ہے۔

انبکی علی و قد قال۔ حضرت صہیبؓ کا رونا بکاء علی المیت سے نہیں تھا۔ اس لئے کہ وہ ابھی تک زندہ تھے۔ لیکن ان پر نکیر کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ جو شخص رفع صوت کے ساتھ میری زندگی میں مجھ پر رو رہا ہے۔ یہ میرے مرنے کے بعد بھی ایسا کرے گا۔ اس لئے ان کو روک دیا پھر حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ کے اقوال سے بظاہر عموم ہی معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ مطلق بکاء کی ممانعت نہیں ہے۔ تو ان باپ بیٹے کے قول کی ایسی تاویل کی جائے جو حضرت عائشہؓ کے قول مشہور کے موافق ہو۔ وہ یہ ہے کہ عموم ہی سداً للباب بھی تھی تاکہ آئندہ کسی کو جرأت نہ ہو۔ ورنہ خطرہ ہے کہ ان کی بکاء بکاء ممنوع تک پہنچ جائے۔ اس لئے سرے سے رونے کی اجازت ہی بند کر دی جائے۔ پھر حضرت عائشہؓ کے قول کی تاویل یوں کرنی پڑے گی کہ انہوں نے ان دونوں حضرات کی روایت کو نہیں سنا۔ روایت ان کو پہنچی نہیں۔ اپنے گمان سے انہوں نے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صرف یہودیہ کے بارے میں تھا۔ جیسے خود حضرت عائشہؓ ذکر فرما رہی ہیں۔ باقی حضرت ابن عباسؓ کا واللہ اضحک وابکی الخ کہنا اس بنا پر ہے کہ مدار تکلیف کسب و اختیار پر ہے۔ جو ضحک و بکاء بلا اختیار ہو اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ علامہ عینیؒ نے متعدد روایات ذکر فرمائی ہیں جن سے اباحت بکاء علی المیت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے مختلف روایات کو جمع کرنے کی سعی فرمائی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا | ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ دوسرے کے فعل سے دنیا میں بھی عذاب دیا جانا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً۔ اسی طرح برزخ میں بھی۔ آیت کریمہ جس سے حضرت عائشہؓ استدلال فرما رہی ہیں وہ صرف آخرت کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ

وَقَالَ عُمَرُ دَعْهُنَّ يَبْكِينَ عَلَى أَبِي سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ وَ النَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ۔

ترجمہ:۔ باب کہ میت پر کون سا رونا ناپسند ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ان کو چھوڑ دو۔

حضرت ابو سلیمان خالد بن ولید پر روتی رہیں جب تک نقع اور لقلقہ نہ ہو۔ نقع کے معنی سر پر مٹی ڈالنا۔ اور لقلقہ کے معنی آواز کو اونچا کر کے رونا۔

حدیث نمبر ۱۱۰۸ حَدَّثَنَا ابُوْنُعَیْمٍ الخ عَنِ الْمُغِیْرَةِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ کَذِبًا عَلَیَّ لَیْسَ کَکَذِبٍ عَلٰی اَحَدٍ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ وَسَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ نِیْحَ عَلَیْہِ یُعَذَّبُ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ۔

ترجمہ۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ مجھ پر جھوٹ بولنا کسی دوسرے پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔ پس سنو! جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیئے۔ اور میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا کہ جس شخص پر نوحہ کیا گیا۔ نوحہ والے الفاظ کہہ کر اس پر عذاب ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۱۰۹ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَیِّتُ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِہٖ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ وَقَالَ اٰدَمُ عَنْ شُعْبَةَ الْمَیِّتُ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ عَلَیْہِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے باپ عمرؓ سے اور وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ میت کو وہ الفاظ اور کلمات کہہ کر قبر میں عذاب دیا جائے گا جن الفاظ کو کہہ کر اس پر نوحہ کیا گیا۔ دوسری سند کے ساتھ آدم شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ میت کو زندہ کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

تشریح از قاسمی حضرت خالد بن ولیدؓ جن کی کنیت ابو سلیمان تھی ۲۱ھ میں حمص میں وفات پائی ان کی لاش مدینہ منورہ لائی گئی تو بنو مغیرہ کی عورتیں ان پر رونے لگیں۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے ان کے روکنے کے متعلق کہا تو حضرت عمرؓ نے ان کو نہ روکا وہ برابر روتی رہیں۔ امام بخاریؒ نے اس اثر سے جواز بکا ثابت کیا ہے۔ اور جو نوحہ ممنوع ہے وہ لقع اور لقلقہ والا ہے جس پر میت کو قبر میں عذاب ہوگا۔

باب حدیث نمبر ۱۱۱۰ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ

بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جِيئَ بِأَبِيْ يَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ حَتّٰى وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سُجِّيَ ثَوْبًا فَذَهَبْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقَالُوْا ابْنَتُ عَمْرٍو أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو قَالَ فَلِمَ تَبْكِيْ أَوْ لَا تَبْكِيْ فَمَا زَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ تُظِلُّهٗ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن المنکدرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ میرے باپ کو اُحد کی لڑائی والے دن اس حال میں لایا گیا کہ ان کا مُثلہ کیا گیا تھا (ناک، کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے تھے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کو اس حال میں رکھا گیا کہ وہ ایک کپڑے سے چھپائے گئے تھے۔ میں ان کے چہرہ سے کپڑا ہٹانے لگا تو مجھے میری قوم نے روک دیا۔ پھر میں کھولنے لگا تو مجھے قوم نے روک دیا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش کو اٹھانے کا حکم دیا تو ایک چیخ مارنے والی عورت کی آواز سنی۔ پوچھا یہ کون عورت ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ عمرو کی بیٹی یا ان کی بہن ہے۔ فرمایا۔ کیوں روتی ہے یا اس پہ نہ روتی۔ کیونکہ فرشتے اپنے پروں سے اس پہ برابر سایہ کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اٹھایا گیا۔

تشریح از قاسمیؒ | لم تبکی کے اور لا تبکی کے | میں اگرچہ صراحۃً ممانعت نہیں ہے۔ لیکن مراد انکار ہے۔ جس سے حدیث ترجمہ سے مطابق ہو جائے گی۔

بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ

ترجمہ۔ جو شخص گریبان پھاڑے وہ ہم سے نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۱۱ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ

شخص ہماری جماعت میں سے نہیں ہے جس نے رخساروں پہ تھپڑ مارے اور گریبان چاک کیا۔ اور جاہلوں کی طرح نعرے لگائے۔

بَابُ رِثَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ

ترجمہ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سعد بن خولہ پہ غم کھانا۔

حدیث نمبر ۱۲۱۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ فَقُلْتُ إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِّي أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ لَا فَقُلْتُ فَالشَّطْرُ فَقَالَ لَا ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ أَوْ كَثِيْرٌ إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ امْرَأَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِيْ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری کی وجہ سے میری عیادت فرمارہے تھے۔ جو مجھ پہ قوی ہوگئی تھی۔ تو میں نے عرض گزاری کہ حضرت میری بیماری کا تو یہ حال ہے۔ کہ وہ مجھ پہ غالب آگئی اور میں مالدار آدمی ہوں۔ میرے پیچھے ورثاء میں سے صرف ایک میری بیٹی ہے۔ کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ نہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے کہا آدھا مال۔ فرمایا نہیں۔ فرمایا تیسرا حصہ صدقہ کرو وہ بھی بڑا ہے یا بہت ہے۔ کیونکہ تمہارا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ جانا بہتر ہے۔ قلاش چھوڑنے سے کہ ہاتھ پھیلا کر لوگوں سے مانگتے پھریں۔ اور یہ بھی جان لو کہ تم جو بھی تھوڑا بہت اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے خرچ کرو گے تمہیں اس کا

کا ثواب ضرور ملے گا۔ حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ تم ڈالو گے اس کا بھی ثواب ہوگا کیونکہ اس کا تم پر حق ہے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ۔ کیا میں اپنے ساتھی مہاجرین جو آپ کے ساتھ واپس ہوں گے ان سے پیچھے رکھا جاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ آپ جو بھی نیک عمل کریں گے اللہ تعالےٰ اس کے بدلے آپ کے درجے اور رتبے زیادہ فرمائیں گے۔ پھر شاید آپ کو اتنی زندگی ملے کہ کچھ لوگ آپ سے فائدہ اٹھائیں اور کچھ لوگوں کو آپ سے نقصان پہنچے۔ اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو مکمل فرما ان کو پیچھے لوٹا کر ہجرت کے ثواب سے محروم نہ فرما۔ لیکن سعد بن خولہؓ نقصان میں پڑنے والے ہیں۔ کہ وہ مکہ میں وفات پا گئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے غم خواری کا اظہار فرما رہے تھے۔

تشریح از قاسمی ابن ماجہ کی روایت ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی یہاں امام بخاریؒ نے مرثیہ کا جواز ثابت کیا ہے۔ کہ مرثیہ ممنوعہ وہ ہے۔ جس میں میت کی مدح ہو اس کی خوبیوں کا ذکر ہو۔ جس سے غم و حزن تازہ ہو جائے۔ اس جگہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حزن کا اظہار فرمایا ہے کہ سعد بن خولہ ہجرت کے بعد پھر مکہ میں وفات پا گئے۔ جس میں کوئی مدح وغیرہ نہیں ہے۔ جس سے غم کی تجدید ہوتی ہو۔

لعلک ان تخلف الخ اس سے ان کے طول عمر کی بشارت ہے۔ چنانچہ وہ اس مرض کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ عراق فتح کیا۔ مسلمانوں نے غنیمت کے مال سے نفع حاصل کیا۔ اور مشرکین کو ان سے نقصان پہنچا۔

یرثی لہ یہ امام زہریؒ کا قول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر رحم کھاتے تھے۔ کہ بے چارے کی وفات مکہ میں ہوئی۔ جو ان کی ہجرت کی جگہ تھی۔ کاش ایسا نہ ہوتا۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ مصیبت کے وقت سر منڈوانے سے روکا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۱۳ وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوسٰى الخ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسٰى وَجِعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ۔

ترجمہ: حضرت ابوبردہ بن ابی موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوموسیٰ سخت بیمار ہوئے۔ یہاں تک کہ ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ ان کا سران کے خاندان کی ایک عورت کی جھولی میں تھا۔ جو چیخ پڑی۔ وہ اس وقت تو اس کو کوئی جواب نہ دے سکے۔ البتہ جب انہیں بیماری سے ذرا آرام ہوا تو فرمانے لگے کہ میں ہر اس شخص سے بیزار ہوں جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہوئے۔ سنو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر عورت سے بیزار ہیں جو مصیبت کے وقت چیخ و پکار کرنے والی ہو۔ جو بال منڈانے والی اور کپڑے پھاڑنے والی ہو۔

بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ

ترجمہ: جو رخساروں پر تھپڑ مارے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۱۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ شخص ہم سے نہیں ہے۔ جس نے مصیبت کے وقت رخساروں کو پیٹا گریبانوں کو پھاڑا، اور جاہلوں جیسے نعرے لگائے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ۔

ترجمہ: مصیبت کے وقت جن چیزوں سے روکا گیا ہے۔ مثلاً واویلا کہنا اور رونے کے وقت جاہلیت کے الفاظ پکارنا۔

حدیث نمبر ۱۱۱۵ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے مصیبت کے وقت رخساروں کو پیٹا۔ گریبانوں کو پھاڑا۔ اور جاہلوں جیسے کلمات کہے جو شرعاً جائز نہیں ہیں۔

بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت اس حال میں بیٹھے کہ اس کے اندر غم واندوہ معلوم ہو۔

حدیث نمبر ۱۱۱۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ وَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت زید بن حارثہؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے شہید ہو جانے کی خبر آئی تو آپؐ اس حال میں بیٹھے تھے کہ غم واندوہ آپؐ کے اندر پہچانا جاتا تھا۔ اور میں دروازہ کی دراڑ سے دیکھ رہی تھی۔ پس ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا۔ اس نے آکر حضرت جعفرؓ کے خاندان کی عورتوں کے رونے کا ذکر کیا۔ آپؐ نے اس شخص کو حکم دیا کہ ان عورتوں کو روک دو۔ وہ شخص جا کر دوسری دفعہ واپس آکر کہنے لگا۔ کہ وہ عورتیں کہنا نہیں مانتیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کو روک دو۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آکر کہنے لگا۔ کہ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم وہ عورتیں ہم پر غالب آگئیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ ان کے مونہوں میں مٹی ڈالو۔ میں نے کہا اللہ تیری ناک خاک آلودہ کرے یعنی تو نامراد ہو۔ جس کام کا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا وہ بھی نہیں کرتا اور بار بار آکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے بھی باز نہیں آتا۔

حدیث نمبر ۱۱۱۷ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِيْنَ قُتِلَ الْقُرَّآءُ فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ اَشَدَّ مِنْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ جب ستر قراء حضرات بئر معونہ میں شہید کر دیئے گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر دعاء قنوت پڑھی۔ تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا سخت غمناک کبھی نہیں دیکھا۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يُظْهِرْ حُزْنَهٗ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ اَلْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ وَقَالَ يَعْقُوْبُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت اپنے غم واندوہ کو ظاہر نہ کرے۔ چنانچہ محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ گھبراہٹ بُری بات اور بُرا گمان دونوں کو کہا جاتا ہے اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنی پریشانی اور غم کا شکوہ اللہ تعالے کے سوا کسی سے نہیں کرتا۔

حدیث نمبر ۱۱۱۸ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ اشْتَكٰى ابْنٌ لِاَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ اَبُوْطَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهٗ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ هَيَّاَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِيْ جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَآءَ اَبُوْطَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ قَالَتْ قَدْ هَدَاَتْ نَفْسُهٗ وَاَرْجُوْ اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اسْتَرَاحَ وَظَنَّ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَّهَا صَادِقَةٌ قَالَ فَبَاتَ فَلَمَّا اَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَعْلَمَتْهُ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ فَصَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّبَارِكَ لَهُمَا فِيْ لَيْلَتِهِمَا قَالَ سُفْيٰنُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاَيْتُ تِسْعَةَ

اَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ ۔

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ۔ کہ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بیٹا بیمار رہوا ۔ فرماتے ہیں کہ وہ بے چارا اس حال میں وفات پا گیا کہ ان کے والد حضرت ابو طلحہؓ کہیں باہر گئے ہوئے تھے ۔ پس جب ان کی بیوی حضرت ام سلیمؓ نے دیکھا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے ۔ تو انہوں نے خاوند کے لئے کچھ تیاری کی یا بچے کو غسل اور کفن دے کر تیار کر لیا ۔ اور اسے گھر کے ایک کنارے میں الگ رکھ دیا ۔ جب حضرت ابو طلحہؓ تشریف لائے اور لڑکے کے متعلق پوچھا کہ وہ کیسا ہے ۔ تو اس نے کہا کہ وہ ٹھیک ٹھاک ہے ۔ میں امید رکھتی ہوں کہ وہ آرام کر چکا ہے ۔ ابو طلحہؓ نے گمان کیا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ رات بسر کی اور اس سے ہمبستری کی ۔ جب صبح کو غسل کر چکے اور باہر جانے کا ارادہ کیا تو بیوی نے شوہر کو بتلایا کہ بچہ تو وفات پا چکا ہے ۔ تو ابو طلحہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی ۔ اور آپؐ کو حضرت ام سلیمؓ کا وہ سارا واقعہ کہہ سنایا جو اس کی طرف سے پیش آیا تھا ۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ شاید اللہ تعالیٰ ان دونوں کی اس رات میں ان دونوں کے لئے برکت پیدا کر دے تو سفیانؒ فرماتے ہیں ۔ چنانچہ انصار کے ایک آدمی نے بتلایا کہ ان کی اولاد میں میں نے نو بچے دیکھے جو سب کے سب حافظ قرآن ہو چکے تھے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الجزع القول السیئ الخ | امام بخاریؒ کی مراد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ مصیبت کے وقت غم کے ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ جب تک کہ کوئی برا کلمہ نہ کہے ۔ اور بدظن ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم سے ناامید نہ ہو جائے ۔ اور جو شخص غم کو پی جاتا ہے کسی پر اپنے کو ظاہر نہیں کرتا اس کے لئے فضل کثیر ہے ۔ جیسے حضرت ام سلیم کا واقعہ اس پر صریح دلالت کرنے والا ہے ۔

انہا صادقۃ الخ اس سے معلوم ہوا کہ الفاظ کے ظاہری متبادر معانی کا اعتبار ہے تعریضات کذب کے شائبہ سے خالی نہیں ہوتیں ۔ کیونکہ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنی بیوی ام سلیمؓ کو ان کے قول ھدء نفسہ کو اپنے گمان کے مطابق سچ سمجھا ۔ جس سے لازم آیا کہ درحقیقت یہ جھوٹ تھا کیونکہ محققین کے نزدیک صدق و کذب کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے ۔

تشریح از شیخ زکریا | علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ سے مطابقت مقابلہ کی صورت میں ہوگی۔ وہ اس طرح کہ جب کوئی شخص قول حسن اور ظن حسن کے ذریعہ اظہار غم چھوڑ دے تو یقیناً جزع ممنوع شرعاً وہی ہوگا جس میں بُرا قول اور بُرا گمان پایا جائے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا قول ترجمہ سے اس طرح مطابق ہوگا۔ کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے صراحۃً اس مصیبت کے غم کا کسی کے سامنے اظہار نہیں کیا بلکہ اپنا سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو جزع و فزع نہ ہوئی۔

ھدء نفسہ الخ حضرت ام سلیمؓ نے تو سکون نفس سے موت مراد لی۔ حضرت ابوطلحہؓ نے اسے سکون نفس من المرض اور بیماری کا زائل ہونا گمان کیا۔ کہ اسے تندرستی حاصل ہوگئی۔ انہا صادقۃ بالنسبۃ الیٰ فہمہ۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ حدیث سے ایک یہ فائدہ بھی معلوم ہوا کہ عند الضرورت کلام میں تعریضات جائز ہیں۔ بشرطیکہ اس سے کسی مسلمان کا حق نہ مارا جائے۔ اور حضرت ام سلیمؓ کے واقعہ میں یہ بھی ہے۔ کہ انہوں نے حضرت ابوطلحہؓ سے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ شادی ہوئی۔ ان کو حمل ہوا۔ ایک خوب صورت بچہ کو جنم دیا۔ جس سے حضرت ابوطلحہؓ سخت محبت کرتے تھے۔ وہ بیمار ہوا وفات پائی۔ اس دن ابوطلحہؓ روزہ دار تھے۔ حضرت ابوطلحہؓ کے یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بچہ پیدا ہوا۔ وہ حضرت عبداللہ بن ابی طلحہؓ تھے۔ جن کی اولاد در اولاد میں نو بچے ایسے پیدا ہوئے جو سب کے سب حافظ قرآن ہوئے۔

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی

وَقَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْعِدْلَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ۔

ترجمہ۔ پہلے صدمہ کے وقت صبر کرنا اجر کا باعث ہے۔ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ یہ دونوں

گٹھڑیاں اچھی ہیں اور درمیان والی گٹھڑی بھی بہتر ہے۔ عدلان اس گٹھڑی کو کہتے ہیں۔ جن کو وزن برابر کرنے کے لئے جانور کے دونوں طرف رکھی جاتی ہیں۔ اور علاوہ وہ گٹھڑی ہے جو ان دونوں کے درمیان رکھی جائے۔ عدلان سے مراد اس جگہ صلوات اور رحمت ہے اور علاوہ سے مراد اولٰئک ھم المھتدون ہے۔

ترجمہ۔ صبر کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کو جب بھی کوئی مصیبت پہنچے تو وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالٰی کی خاص رحمتیں اور عام رحمتیں ہیں اور یہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ اور دوسری آیت میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد پکڑو۔ بے شک یہ نماز گراں ضرور ہے۔ مگر جو اللہ تعالٰی کے سامنے جھکنے والے لوگ ہیں ان کے لئے کوئی گرانی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۱۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ سَمِعْتُ اَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ صبر وہی معتبر ہے جو اول مصیبت کے وقت کیا جائے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ۔

ترجمہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم تیری وجہ سے غمگین ہیں۔ اور ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمناک ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۰ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِاِبْرٰهِيْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْرٰهِيْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِبْرٰهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ

يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اتْبَعَهَا بِأُخْرٰى فَقَالَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرٰهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ وَ رَوَاهُ مُوْسٰى۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوسیف لوہار کے پاس حاضر ہوئے جو صاحبزادہ ابراہیم کا رضاعی باپ تھا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادہ ابراہیم کو ان سے لے کر بوسہ دیا۔ اور سونگھا۔ پھر اس کے بعد جب ہم حاضر ہوئے تو اپنی جان کی سخاوت کر رہا تھا یعنی جان کنی کی حالت تھی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ جس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا یا رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت کے آنسو ہیں۔ اتنے میں دوسرا آنسو بھی اس کے پیچھے ٹپک پڑا۔ آپؐ نے فرمایا آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمناک ہوتا ہے۔ لیکن ہم کوئی ایسی بات نہیں کہتے جس سے ہمارا رب ناراض ہو۔ اے ابراہیم! ہم بے شک تیری جدائی کے صدمہ کی وجہ سے غمگین ہیں۔ اس کو موسیٰ نے روایت کیا۔

تشریح از قاسمی حدیث باب سے ثابت ہوا کہ میت پر حزن جائز۔ آہ و بکار ناجائز ہے۔

بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ

ترجمہ۔ بیمار آدمی کے پاس رونا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۱ **حَدَّثَنَا** اَصْبَغُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰى لَهٗ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍؓ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍؓ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهٗ فِيْ غَاشِيَةِ اَهْلِهٖ فَقَالَ قَدْ قَضٰى فَقَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَ لٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ

اَهۡلِهٖ عَلَيۡهِ وَكَانَ عُمَرُ يَضۡرِبُ فِيۡهِ بِالۡعَصٰى وَيَرۡمِيۡ بِالۡحِجَارَةِ وَيَحۡثِيۡ بِالتُّرَابِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سعد بن عبادہؓ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیمار پرسی کے لئے ان کے یہاں تشریف لائے ——— جبکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے پس جب آپؐ ان کے پاس تشریف لائے تو گھر کے لوگ ان کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کیا وہ فوت ہوگیا لوگوں نے بتلایا کہ نہیں یا رسول اللہ! تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے آپؐ کو روتا دیکھ کر قوم کے لوگ بھی رو پڑے۔ جس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا سنتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیں گے۔ لیکن اس پر عذاب دیں گے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا یا یہ کہ رحم کر دیں گے۔ اور میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ اور حضرت عمرؓ ایسے رونے پر لاٹھی سے مارتے تھے۔ پتھر پھینکتے تھے اور مٹی منہ میں ڈالتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الا تسمعون الخ آپؐ نے یہ اس لئے فرمایا تاکہ اس رونے پر زیادتی کرتے ہوئے نوحہ پر جرأت نہ کریں اور نوحہ کی ممانعت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ الا تسمعون الخ اس میں آپؐ نے بعض لوگوں کے انکار پر ارشاد فرمادیا کہ دونوں حالتوں میں غمناک ہونا ممنوع نہیں۔ بکار نوحہ ممنوع ہے۔ نیز! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا میت پر تو نہیں تھا وہ تو زندہ پر تھا۔ نیز! اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیمؓ کے واقعہ کے بعد کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہمراہ تھے۔ انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ کیونکہ ان کو پہلے علم ہو چکا ہے کہ مطلق بکار پر وعید نہیں ہے۔

بَابُ مَا يُنۡهٰى عَنِ النَّوۡحِ وَالۡبُكَآءِ وَالزَّجۡرِ عَنۡ ذٰلِكَ

ترجمہ۔ جو نوحہ اور بکار ممنوع ہے اور اس پر جو ڈانٹ ڈپٹ کی جائے اس کا بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ الخ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَاَمَرَهُ اَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتٰى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ اَنَّهُ لَمْ يُطِعْنَهُ فَاَمَرَهُ الثَّانِيَةَ اَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ اَتَاهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِيْ اَوْ غَلَبْنَنَا الشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَوْشَبٍ فَزَعَمَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِيْ اَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ فَوَاللّٰهِ مَا اَنْتَ بِفَاعِلٍ وَ مَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ۔

ترجمہ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔ کہ جب حضرت زید بن حارثہ ۔ جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے قتل ہو جانے کی خبر پہنچی تو آپؐ ایسے بیٹھے تھے کہ غم واندوہ آپؐ کے چہرہ سے پہچانا جاتا تھا ۔ میں دروازے کی دراڑ سے جھانک رہی تھی ۔ پس ایک آدمی آپؐ کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ۔ جعفرؓ کے خاندان کی عورتیں رو رہی ہیں ۔ تو آپؐ نے ان کو روکنے کا حکم دیا ۔ تو یہ آدمی گیا اور پھر آکر کہنے لگا ۔ کہ وہ اس کا کہنا نہیں مانتیں ۔ آپؐ نے دوسری مرتبہ روکنے کا حکم دیا تو وہ شخص چلا گیا ۔ اور پھر آکر کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! وہ مجھ پر یا ہم پر غالب آگئیں (محمد بن حوشب کو شک ہے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ ان کے مونہوں میں مٹی ڈالو ۔ میں نے کہا اللہ تجھے ناکام و نامراد بنائے ۔ واللہ نہ تو تو وہ کام کرنے والا ہے اور نہ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقت سے نجات دیتا ہے ۔

حدیث نمبر ۱۱۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ اَنْ لَا نَنُوْحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَاَةٌ غَيْرُ خَمْسِ نِسْوَةٍ اُمِّ سُلَيْمٍ وَاُمِّ الْعَلَاءِ وَابْنَةِ

اِبْیْ سَبْرَۃَ امْرَاَۃُ مُعَاذٍ وَامْرَاَتَانِ اَوِابْنَۃُ اَبِیْ سَبْرَۃَ وَامْرَاَۃُ مُعَاذٍ وَامْرَاَۃٌ اُخْرٰی۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ بیعت کرتے وقت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم عورتوں سے یہ وعدہ لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔ ہم میں سے علاوہ پانچ عورتوں کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو اور کسی عورت نے پورا نہ کیا۔ ان پانچ میں سے ایک حضرت ام سلیمؓ ہے۔ دوسری ام العلاءؓ ہے۔ تیسری ابوسبرہ کی بیٹی ہے۔ چوتھی معاذ کی بیوی ہے اور پانچویں کوئی اور عورت ہے۔

تشریح از قاسمی پہلی روایت میں امرہ ان ینھاھن کے الفاظ سے ترجمہ ثابت ہے اور ترجمہ کا دوسرا جزء زجر تھا۔ جو فاحث فی افواھھن من التراب سے ثابت ہے اور دوسری روایت میں ان لاننوح سے ترجمہ ثابت ہو رہا ہے۔ کہ اگر نوحہ منہی عنہ نہ ہوتا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پہ بیعت نہ لیتے۔

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

ترجمہ۔ جنازہ کے لئے کھڑا ہو جانا۔

حدیث نمبر ۱۱۲۴ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا حَتّٰی تُخَلِّفَکُمْ وَزَادَ الْحُمَیْدِیُّ حَتّٰی تُخَلِّفَکُمْ اَوْ تُوْضَعَ۔

ترجمہ۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ کو دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو۔ یہاں تک کہ وہ جنازہ تمہیں پیچھے چھوڑ جائے اور حمیدی نے یہ الفاظ زیادہ کئے وہ جنازہ تمہیں پیچھے چھوڑ جائے یا اتار کر رکھ دیا جائے۔

فقوموا تعظیماً للمیت یا موت کے ہولناک منظر کی وجہ سے کھڑا ہونا چاہیئے۔ ائمہ ثلاثہؒ تو اس کو منسوخ کہتے ہیں۔ البتہ امام اوزاعیؒ اور امام احمدؒ اور اہل ظواہر اس کو غیر منسوخ مانتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ جنازہ کو دیکھ کر اس وقت تک کھڑا رہے جب تک کہ وہ گردنوں سے اتار کر رکھ نہ دیا جائے یا آگے نکل جائے۔

بَابُ مَتٰی یَقْعُدُ اِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ

ترجمہ۔ جب جنازہ کے لئے کھڑا ہو جائے تو کب بیٹھے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۵ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ جَنَازَةً فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مَاشِیًا مَّعَهَا فَلْیَقُمْ حَتّٰی یُخَلِّفَهَا اَوْ تُخَلِّفَهٗ اَوْ تُوْضَعَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُخَلِّفَهٗ۔

ترجمہ ۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی جنازہ کو دیکھے۔ تو اگر وہ اس جنازہ کے ساتھ چلنے والا نہیں ہے۔ تو اس وقت تک کھڑا رہے جب یہ اسے پیچھے چھوڑ دے۔ یا وہ اسے پیچھے چھوڑ جائے۔ یا پیچھے چھوڑنے سے پہلے ہی رکھ دیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۲۶ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا یَقْعُدُ حَتّٰی تُوْضَعَ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو۔ پس جو شخص جنازے کے ساتھ چلے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک اسے رکھ نہ دیا جائے۔ ممکن ہے اتارنے کے لئے مدد کی ضرورت پڑے۔

بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا یَقْعُدُ حَتّٰی تُوْضَعَ عَنْ مَنَاکِبِ الرِّجَالِ فَاِنْ قَعَدَ اُمِرَ بِالْقِیَامِ۔

ترجمہ۔ جو شخص جنازے کے ساتھ چلے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ مردوں کے کندھوں سے اتار کر نیچے نہ رکھا جائے۔ اگر بیٹھ جائے تو اُسے کھڑا ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۱۲۷ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کُنَّا فِیْ جَنَازَةٍ فَاَخَذَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ بِیَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ اَنْ

اَنْ تُوْضَعَ فَجَاءَ اَبُوْسَعِيْدٍ قَالَ فَاَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ صَدَقَ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید المقبری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ میں تھے حضرت ابوہریرۃؓ نے مروان حاکم مدینہ کا ہاتھ پکڑا اور یہ دونوں جنازہ کے رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے ۔ حضرت ابوسعیدؓ تشریف لائے انہوں نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ۔ اٹھ کھڑے ہو ۔ اللہ کی قسم! یہ شخص حضرت ابوہریرۃؓ جانتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا تھا ۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا۔ ابوسعیدؓ نے سچ فرمایا ۔

تشریح از قاسمی فتح الباری میں ہے۔ کہ مروان نے حضرت ابوہریرۃؓ سے کہا۔ کہ آپ نے مجھے کیوں نہیں تبلایا۔ تو حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا کہ آپ امام تھے جب آپ بیٹھ گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرۃؓ کے نزدیک قیام ضروری نہیں تھا ۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امت کا عمل بھی اسی پر چلا آرہا ہے ۔

بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو یہودی کے جنازے کیلئے بھی اٹھ کھڑا ہوا ۔

حدیث نمبر ۱۱۲۸ **حَدَّثَنَا** مُعَاذُ بْنُ فُضَالَةَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس سے ایک جنازہ گذرا۔ جس کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہوتے اور ہم لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے ۔ پس بعد ازاں ہم نے کہا یارسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا ۔ آپؐ نے فرمایا۔ بہرحال جب بھی تم کوئی جنازہ دیکھو تو اس کے لئے کھڑے ہو جایا کرو ۔

حدیث نمبر ۱۱۲۹ **حَدَّثَنَا** آدَمُ الخ قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ

قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرَّ عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا۔

ترجمہ۔ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سہل بن حنیف اور قیس بن سعدؓ دونوں قادسیہ کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے (جو کوفہ کے قریب ایک چھوٹا سا شہر ہے) تو کچھ لوگ ان کے پاس سے ایک جنازہ لے کر گزرے۔ تو یہ دونوں کھڑے ہو گئے۔ ان سے کہا گیا کہ یہ تو اہل ارض یا ایک ذمی کا جنازہ ہے۔ جس پر ان دونوں حضرات نے فرمایا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھی ایک جنازہ گذرا تھا۔ جس کے لئے آپؐ کھڑے ہو گئے تھے۔ جس پر آپؐ سے کہا گیا کہ حضرت! وہ یہودی کا جنازہ ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ کیا وہ جی نہیں ہے (عبرت تو ہر جنازہ سے حاصل ہوتی ہے (مرتب) نیز! مسلم شریف میں ہے کہ ہم تو ان فرشتوں کے لئے اٹھتے ہیں۔ جو جنازہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ تو تذکر موت اور تعظیم ملائکہ ہوئے۔

بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجَنَازَةَ دُوْنَ النِّسَاءِ

ترجمہ۔ مرد جنازے کو اٹھائیں۔ عورتیں نہ اٹھائیں۔

حدیث نمبر ۱۱۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَعِقَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے۔ جب کہ اس کو مردوں نے اپنی گردنوں پر اٹھایا ہوا ہو۔ تو اگر وہ نیک بخت ہے تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو۔ اگر بد بخت ہے تو کہتا ہے ہائے افسوس تم اس کو کہاں لے جا رہے ہو۔ اس کی آواز کو انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ترجمہ احتملہا الرجال سے ثابت ہوا۔ اسی طرح قدمونی وایش تذہبون کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ ہاں! عورتوں کے لئے جنازہ کا اٹھانا اس وقت جائز ہے جب مرد نہ ہوں یا کوئی اور ضرورت پیش آجائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اگر اشکال ہو کہ ظاہر الفاظ حدیث سے عورتوں کے لئے ممانعت معلوم نہیں ہوتی۔کیونکہ یہ تو اخبار ہے کوئی شریعت کا حکم نہیں بیان ہو رہا۔ تو کہا جائے گا مہما امکن شارع کے اخبار کو بھی تشریع پر حمل کرنا چاہیئے۔ نیز! حافظؒ نے فتح الباری میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت نقل کی ہے۔ غالبا اسی کی طرف مصنفؒ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اگرچہ وہ روایت علی غیر شرط مصنف ہے۔ مگر اس میں یہ تصریح ہے۔

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَأَى نِسْوَةً فَقَالَ أَتَحْمِلْنَهُ قُلْنَ لَا قَالَ أَتَدْفِنَّهُ قُلْنَ لَا قَالَ فَارْجِعْنَ مَأْزُوْرَاتٍ غَيْرَ مَأْجُوْرَاتٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازے میں گئے۔ تو آپؐ نے کچھ عورتوں کو دیکھا۔ تو فرمایا کہ تم اسے اٹھاؤ گی انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ کیا اسے دفن کرو گی کہا نہیں۔ تو فرمایا گناہ لے کر واپس جاؤ۔ تمہیں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جنازے کی مشایعت تو مردوں نے کرنی ہے اگر عورتیں بھی ان کے ساتھ خلط ملط ہو گئیں تو فتنہ کا خطرہ ہے اور اس طرح کی روایت ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے۔

کل شیئ الا الانسان جن بھی انہی کے حکم میں ہیں۔کیونکہ بعض روایات میں اس کی تصریح وارد ہو چکی ہے۔

بَابُ السُّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ أَنْتُمْ مُشَيِّعُوْنَ فَامْشُوْا بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيْبًا مِّنْهَا۔

ترجمہ۔ یہ باب جنازے کو جلدی لے جانے کے بارے میں ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ جنازے کو پہنچانے والے ہو وفد کی شکل میں۔ لہذا اس کے آگے بھی چلو پیچھے بھی دائیں اور بائیں ہر طرف سے غیر انس نے کہا کہ اس جنازے کے قریب قریب۔

حدیث نمبر ۱۲۳۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا وَإِنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ کو جلدی لے جاؤ۔ پس اگر وہ نیک ہے تو یہ ایک خیر ہے جسے تم آگے لے جا رہے ہو۔ اگر اس کے سوی ہے یعنی غیر صالح ہے تو یہ ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار کر رکھ رہے ہو۔ مگر یہ اسراع خفیف ہو۔ بین المشی المعتاد والخبب۔ یعنی درمیانی چال ہو۔

بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُونِي

ترجمہ۔ میت کا بولنا جب کہ وہ چارپائی پر ہو۔ کہ مجھے آگے لے چلو۔

حدیث نمبر ۱۲۳۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِأَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ لَصَعِقَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ جب جنازے کو نیچے رکھا جاتا ہے۔ جب کہ مردوں نے اسے اپنی گردنوں پر اٹھایا ہوا ہو۔ پس اگر وہ نیک ہے تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو۔ اگر وہ نیک نہیں ہے تو وہ اپنے گھر والوں سے کہتا ہے۔ کہ ہائے اس کی ہلاکت۔ اسے تم کہاں لے جا رہے ہو۔ اس کی اس آواز کو انسان کے سوا ہر ایک چیز سنتی ہے۔ اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

تشریح از شیخ زکریا امام بخاریؒ نے اس حدیث ابو سعید پر ترجمہ باندھا ہے۔ قولہ المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی اور آگے ص ۱۸۴ پر یہی حدیث ابو سعید خدریؓ امام بخاریؒ دوبارہ لائے ہیں وہاں ترجمہ باندھا ہے کلام المیت علی الجنازۃ تو اس تکرار کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ پہلا ترجمہ تو قبل ازیں ترجمہ سرعۃ بالجنازہ کے مناسب ہے۔ کہ اس کی پیشی حمل جنازہ سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور میرے نزدیک یہ باب فی باب کے قبیلہ سے ہے کہ کلام المیت علی الجنازہ سے امام بخاریؒ نے تنبیہہ فرمائی کہ کلام المیت علی الجنازہ کے باب میں جو حدیث بیان کی ہے۔ اس جگہ لفظ جنازہ سے میت مراد ہے۔ کیونکہ اس کی تائید بعد والے قول قدمونی سے ہوتی ہے۔ اور ترجمہ ثانیہ جو ص ۱۸۴ پہ ہے۔ اس میں مصنفؒ کا مقصد اثبات کلام المیت نصاً ہے۔ کیونکہ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ یہود نے آپؐ سے پوچھا تھا ھل تتکلم المیت ای الجنازۃ۔ آپؐ نے فرمایا اللہ اعلم ابھی تک آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع نہیں ہوئی تھی۔ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ میت کلام کرتا ہے جیسے یہودی نے کہا۔ یتکلم الخ

بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

ترجمہ۔ جنازہ پر امام کے پیچھے دو یا تین صفیں باندھی جائیں۔

حدیث نمبر ۱۲۴۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تو میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فی الصف الثانی او الثالث۔ راوی کے اس تردد سے معلوم ہوا کہ دونوں امر جائز ہیں۔ اس لئے کہ اگر تثلیث ضروری ہوتی یا ایک اور دو صفیں بنانا ضروری ہوتا تو راوی کو تردد نہ ہوتا۔ اتنی بات اثبات ترجمہ کے لئے کافی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا میرے نزدیک اس باب کی غرض امام بخاریؒ کے نزدیک

ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ جنازہ پر سطر واحد ہونی چاہیئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ زیادتی بھی ثابت ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ تثلیث الصفوف حتمی نہیں ہے۔ اگرچہ تین صفیں بنانا مستحب ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صلی علیہ ثلثۃ صفوف فقد اوجب۔ ترجمہ۔ جس شخص پر تین صفوں نے نماز پڑھ لی اس نے جنت واجب کر لی۔

بَابُ الصُّفُوْفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

ترجمہ۔ جنازے پر کئی صفیں باندھی جا سکتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۳۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ نَعَی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَصْحَابِهِ النَّجَاشِیَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَهٗ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی بادشاہ حبشہ کی موت کی خبر دی۔ پھر آپؐ آگے بڑھے اور صحابہ کرام نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی تو آپؐ نے چار مرتبہ تکبیر کہی۔

حدیث نمبر ۱۱۳۵ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ شَهِدَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَصَفَّهُمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعًا قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرے پڑے بچے کی قبر پر تشریف لائے یا ایک ایسی قبر پر جو دوسری قبروں سے دور تھی۔ آپؐ نے ان سے صف بندھوائی اور چار مرتبہ تکبیر کہی۔ میں نے پوچھا یہ حدیث تجھے کس نے بیان کی۔ فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمائی۔

حدیث نمبر ۱۱۳۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ اَنَّهٗ سَمِعَ

جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِّنَ الْحَبَشِ فَهَلُمُّوْا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ صُفُوْفٌ وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج کے دن حبش قوم کا ایک نیک آدمی فوت ہو چکا ہے آؤ اس آدمی کی نماز جنازہ پڑھیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگوں نے صف باندھی۔ جب کہ ہم صفوں میں تھے تو آپؐ نے نماز پڑھائی۔ ابوالزبیر حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں دوسری صف میں تھا۔

تشریح از شیخ زکریا | شیخ گنگوہیؒ نے بیاض فی الاصل کہہ کر چھوڑ دیا۔ شاید وہ تکرار ترجمہ کا جواب دینا چاہتے تھے۔ مگر بس اس کا اتفاق نہ ہو سکا۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ کا اعادہ اس لئے فرمایا کہ پہلا ترجمہ زیادتی علی الصفتین پر نص نہیں تھا۔ اس ترجمہ سے بتلا دیا کہ دو سے زائد صفیں تھیں۔ اور جمع کا صیغہ الصفوف مشعر ہے کہ تین صفوف مستحب ہیں۔ اگر اشکال ہو۔ کہ احادیث باب میں یا تو صلوٰۃ علی الغائب کا بیان ہے یا صلوٰۃ علیٰ من القبر کا بیان ہے۔ صفوف علی الجنازہ کا ثبوت نہ ہوا۔ تو جواب یہ ہے کہ جب غائبانہ جنازہ میں صف بندی ثابت ہو گئی۔ تو صلوٰۃ حاضرہ میں بطریق اولیٰ ثابت ہو گی۔ لیکن میرے نزدیک اس طرح کا استدلال امام بخاریؒ کی عظمت شان اور دقتِ نظر کے خلاف ہے۔ لہٰذا بہترین توجیہ یہ ہے کہ لفظ علی الجنازہ سے امام بخاریؒ غائبانہ نماز پڑھنے والوں پر ردّ فرما رہے ہیں۔ کیونکہ باوجود تخریج حدیث نجاشی کے امام بخاریؒ نے صلوٰۃ علی الغائب کا ترجمہ نہیں باندھا۔ بلکہ ترجمہ کے الفاظ سے اشارہ کر دیا کہ جنازہ کا حاضر ہونا ضروری ہے۔ اور یہی اکثر علماء کا مسلک ہے کہ لا یصلّٰی الا علی الحاضر۔ یہ مسئلہ خلافیہ ہے۔ امام شافعیؒ اور احمدؒ فی روایۃ صلوٰۃ علی الغائب کے قائل ہیں۔ احنافؒ اور مالکیہؒ اس کے قائل نہیں اور نجاشی کے واقعہ کو خصوصیت پر محمول کرتے ہیں اور امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسے شہر میں وفات پا جائے جہاں کسی نے اس کا جنازہ نہ پڑھا ہو تو پھر غائبانہ نماز پڑھی جا سکتی۔ جیسے

نجاشی بادشاہ حبشہ جو کفار میں رہائش پذیر تھا۔ بہرحال امام بخاریؒ کا میلان اس مسئلہ میں احنافؒ اور مالکیہؒ کی طرف معلوم ہوتا ہے۔

بَابُ صُفُوْفِ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ عَلَى الْجَنَائِزِ۔

ترجمہ۔ بچوں کا مردوں کے ساتھ جنازے پر صف بنانا۔

حدیث نمبر ۱۱۳۷ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا فَقَالُوا الْبَارِحَةَ قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِيْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيْهِمْ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی قبر سے ہوا جس میں مردہ رات کو دفن کیا گیا تھا۔ آپؐ نے پوچھا یہ کب دفن ہوا۔ لوگوں نے کہا حضرت! گذشتہ رات دفن ہوا۔ فرمایا تم لوگوں نے مجھے کیوں نہ اطلاع دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اسے رات کے اندھیرے میں دفن کیا۔ آپؐ کو جگانا ہم نے پسند نہ کیا۔ آپؐ کھڑے ہو گئے ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھ لی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا۔ پس آپؐ نے نماز پڑھائی۔

تشریح از قاسمی انا فیھم سے ترجمہ ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ چھوٹے بچے تھے۔ مردوں کے ساتھ یہ بھی نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔

بَابُ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ وَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ وَقَالَ صَلُّوْا عَلَى النَّجَاشِيِّ سَمَّاهَا صَلٰوةً لَيْسَ فِيْهَا رُكُوْعٌ وَلَا سُجُوْدٌ وَلَا يُتَكَلَّمُ فِيْهَا وَفِيْهَا تَكْبِيْرٌ وَتَسْلِيْمٌ وَكَانَ ابْنُ

عُمَرَ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا طَاهِرًا وَّلَا يُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَقَالَ الْحَسَنُ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَاَحَقُّهُمْ عَلٰى جَنَائِزِهِمْ مَّنْ رَّضُوْهُ لِفَرَائِضِهِمْ وَاِذَا اَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا يَتَيَمَّمُ وَاِذَا انْتَهٰى اِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ اَرْبَعًا وَّقَالَ اَنَسٌ التَّكْبِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّفِيْهِ صُفُوْفٌ وَّاِمَامٌ ۔

ترجمہ ۔ نماز جنازہ کا شرعی طریقہ ۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جنازہ پر نماز پڑھے ۔ اور آپؐ نے ارشاد فرمایا ۔ تم اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھو ۔ اور آپؐ نے فرمایا نجاشی پر نماز جنازہ پڑھو ۔ بہرحال آپؐ نے اس کا نام نماز رکھا ہے ۔ حالانکہ اس میں نہ رکوع ہے اور نہ سجدہ ہے ۔ اور نہ ہی اس میں کلام کیا جاتا ہے ۔ اور اس میں تکبیر افتتاح اور سلام پھیرنا ہے ۔ اور ابن عمرؓ طہارت کی حالت ہی میں نماز جنازہ پڑھتے تھے ۔ اور سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے ۔ اور ہر تکبیر کے لئے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے ۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ میں نے عام لوگوں کو اس حال میں پایا کہ ان کے جنازوں کا زیادہ حقدار وہی ہوتا تھا ۔ جن کو وہ اپنے فرائض کے لئے پسند کرتے تھے ۔ اور جب عید کے دن یا جنازے کے فوت ہونے کے وقت پانی تلاش کرتے تھے ۔ تیمم نہیں کرتے تھے ۔ اور جب وہ جنازے کے پاس اس وقت پہنچتے جب کہ لوگ نماز جنازہ پڑھ رہے ہوتے تو وہ بھی تکبیر کہہ کر ان کے ساتھ شامل ہوجاتے تھے ۔ اور ابن المسیب فرماتے ہیں کہ رات ہو دن ہو ۔ سفر ہو حضر ہو ۔ وہ چار تکبیر کہا کرتے تھے ۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک تکبیر نماز کو شروع کرنے کی تکبیر ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ بلند و برتر فرماتے ہیں کہ اگر ان منافقین میں سے کوئی مرجائے تو آپؐ کبھی ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں ۔

اور اس نماز جنازہ میں صفیں بھی ہیں اور امام بھی ہے ۔

تشریح انقاسمی | امام بخاریؒ نے سنۃ الصلوٰۃ کہہ کر اس سے نماز جنازہ کی شرائط اور ارکان مراد لئے ۔ جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع فرمایا ہے اور امام بخاریؒ کی غرض

اس ترجمہ سے یہ ہے کہ نماز جنازہ میں نماز کا اطلاق جائز ہے۔ کیونکہ یہ مشروع ہے۔ اگرچہ اس میں رکوع و سجود نہیں ہے اور دلیل یہ ہے کہ کبھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز کا لفظ بولا اور کبھی اس کا حکم دیا اور کبھی اس طرح کہ نماز کے خصائص اس میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اس میں کلام کرنا ناجائز ہے۔ اس کا افتتاح تکبیر سے اور اختتام تسلیم سے ہوتا ہے۔ اور بغیر طہارۃ کے اس کا ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس طرح وقت مکروہ میں اس کا ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ رفع یدین اس میں ہوتا ہے اور احق بالامامۃ کو ثابت کیا ہے۔ اور جب فوت صلوٰۃ کا خطرہ نہ ہو تو پانی کے تلاش کرنے کا حکم ہے اور اس میں تکبیر کے ساتھ داخل ہونا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر صلوٰۃ کا اطلاق کیا ہے۔ لا تصل علی احد الآیۃ۔ اور یہ ذات صفوف و امام ہے۔ اس طرح جو کچھ اس باب میں ہے وہ سب ترجمہ کے مطابق ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الخ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَصَلَّيْنَا فَقُلْنَا يَا أَبَا عَمْرٍو وَمَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رض۔

ترجمہ۔ حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی۔ جس نے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ایسی قبر کے پاس سے گزر کیا جو الگ تھلگ تھی دور تھی۔ پس آپؐ نے ہماری امامت کرائی۔ ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ پس آپؐ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ ہم نے پوچھا اے ابو عمرؓ! یہ حدیث تمہیں کس نے بیان کی۔ فرمایا عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ طلب الماء نماز جنازہ کے لئے پانی تلاش کرنا اس وقت ضروری ہے جب نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو۔ اگر خوف ہو تو پھر تیمم کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے حسن بصریؒ کا ایک قول تو یہ نقل کیا ہے کہ تیمم نہ کرے۔ لیکن ان کا قول یہ بھی ہے کہ قد ذھب جمع من السلف الی انہ یجزی لھا التیمم لمن خاف فواتھا۔ کہ سلف کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ جب کسی کو نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اس کے تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ اور امام طحاویؒ نے حضرت ابو الجہیم کی روایت سے فائت عید و جنازہ کے لئے تیمم کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ غرضیکہ ائمہ ثلاثہ تو اس کو منع کرتے ہیں۔

لیکن احناف نماز عید اور نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کے وقت تیمم کی اجازت دیتے ہیں۔ البتہ امام شعبیؒ یہ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ جنازہ ایک دعا ہے جس میں رکوع وسجود نہیں لہذا بغیر وضو کے بھی پڑھ سکتے ہیں تیمم نہ کرے۔ مگر ہمارا مستدل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلوٰۃً بِغَیْرِ طَھُوْرٍ۔

بَابُ فَضْلِ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

وَقَالَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ اِذَا صَلَّیْتَ فَقَدْ قَضَیْتَ الَّذِیْ عَلَیْكَ وَقَالَ حُمَیْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَی الْجَنَازَةِ اِذْنًا وَلٰكِنْ مَنْ صَلّٰی ثُمَّ رَجَعَ فَلَهٗ قِیْرَاطٌ۔

ترجمہ۔ جنازوں کے ساتھ جانے کی فضیلت کے بارے میں۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا جب تو نے کسی کی نماز جنازہ پڑھ لی تو جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کا تجھ پر حق تھا وہ تو نے ادا کر دیا۔ اور حمید بن ھلالؒ نے فرمایا کہ جنازے پہ سے اجازت دینا ہمیں معلوم نہیں۔ لیکن جس نے نماز پڑھی اور لوٹ گیا اس کو ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔

حدیث نمبر ۳۹ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ یَقُوْلُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَؓ یَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهٗ قِیْرَاطٌ فَقَالَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَلَیْنَا فَصَدَّقَتْ یَعْنِیْ عَائِشَةُؓ اَبَا هُرَیْرَةَؓ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهٗ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِیْ قَرَارِیْطَ كَثِیْرَةٍ فَرَّطْتُ ضَیَّعْتُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کو یہ حدیث بیان کی گئی کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص جنازے کے ساتھ گیا اس کو ایک قیراط کا ثواب ملے گا اور حضرت ابوہریرہؓ نے یہ ہمیں بہت مرتبہ بیان کیا۔ حضرت عائشہؓ نے بھی حضرت ابوہریرہؓ کی تصدیق کی وہ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ یہی فرماتے تھے۔ پس ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ہم نے تو بہت سے قیراط ضائع کر دیئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فرطت بمعنی ضیعت من امر اللہ

کے معنی میں ہے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ماعلمنا علی الجنازۃ اذناً اجازت دینا اور لینا واجب تو نہیں ہے لیکن مستحب ہے ۔ تاکہ ولی وارث کا دل خوش ہو جائے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | امام بخاریؒ کا مقصد ترجمۃ الباب سے مصنف عبدالرزاق کی اس روایت کا رد کرنا ہے ۔ جس میں ہے کہ جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ لے تو جب تک ولی سے اجازت نہ لے اسے واپس جانے کا حق نہیں ہے ۔ تو ترجمۃ الباب سے بتلایا کہ اتباع جنائز محض فضل و ثواب حاصل کرنے کے لئے ہے ۔ اس میں اولیاء میت کی حق ادائیگی نہیں ہے کہ جو واپسی کے لئے ان کی اجازت پر موقوف ہو ۔ اور یہی ائمہ فتویٰ کا مسلک ہے ۔ صرف امام مالکؒ کا مسلک بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اجازت لینے کو ضروری سمجھتے ہیں ۔ جمہور ائمہ ضروری قرار نہیں دیتے ۔ اس بارے کی روایات ضعیف ہیں ۔ جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ۔ البتہ شیخ گنگوہیؒ نے اولیاء کی دلجوئی کے لئے اسے مستحسن فرمایا ہے ۔

بَابُ مَنِ انْتَظَرَ حَتّٰى يُدْفَنَ

ترجمہ ۔ دفن ہونے تک جو انتظار کرے اس کا ثواب کیا ہے ۔

حدیث نمبر ۱۱۴۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّیَ عَلَیْهِ فَلَهٗ قِیْرَاطٌ وَّمَنْ شَهِدَ حَتّٰى يُدْفَنَ كَانَ لَهٗ قِیْرَاطَانِ قِیْلَ وَمَا الْقِیْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَیْنِ الْعَظِیْمَیْنِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جو شخص جنازہ میں حاضر ہوا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط کا ثواب ہے ۔ اور جو شخص دفن ہونے تک رہ گیا اس کو دو قیراط کا ثواب ملے گا ۔ کہا گیا یہ قیراطان کیا چیزیں ہیں ۔ فرمایا دو بڑے بڑے پہاڑ ہیں ۔

بَابُ صَلٰوةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ

ترجمہ بچوں کا لوگوں کے ساتھ جنازے پر نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۱۲۴۱ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا فَقَالُوا هٰذَا دُفِنَ أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس تشریف لائے لوگوں نے کہا۔ کہ اسے گزشتہ رات دفن کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ پھر آپؐ نے اس پر نماز پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے تو ترجمہ اور حدیث باب سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن دیگر شراح فرماتے ہیں۔ کہ اگر تکرار ترجمہ کا اشکال ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے ترجمہ صفوف الصبیان مع الرجال میں تو کیفیت وقوف الصبیان مع الرجال تبلائی تھی۔ کہ وہ مردوں کے ساتھ صفوں میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ان سے پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور دوسرے ترجمہ میں وہی ابن عباسؓ والی روایت لائی گئی۔ اس کا مقصد مشروعیۃ صلوٰۃ الصبیان علی الجنائز ہے۔ اگرچہ یہ مشروعیت پہلے باب سے بھی معلوم ہوتی تھی مگر وہ ضمنًا تھی۔ یہاں صراحۃً اور نصًا ہے۔ لیکن شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ پہلے ترجمہ کی غرض تو وہی ہے جو شراح بیان فرما رہے ہیں۔ کہ نماز جنازہ میں ان کو مستقل صف میں کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ میں حاضر ہونے کا اتفاق تو ان کو کبھی کبھی ہوتا ہے۔ البتہ فرائض میں ان کو مستقل صف میں کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ لیکن میرے نزدیک دوسرے ترجمہ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ حدیث سے صلوٰۃ الصبیان مع الرجال کا جواز تو ثابت ہوا مگر فرض کفایہ کے سقوط کے لئے مردوں کے بغیر محض بچوں کی نماز جنازہ کافی نہیں ہوگی۔ مسئلہ خلافیہ ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان امام احمدؒ کے مسلک کی طرف ہے۔ اس لئے صلوٰۃ الصبیان مع الرجال کا ترجمہ باندھا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں چونکہ صلوٰۃ جنازہ فرض کفایہ ہے اور صبی ادار فرض کا اہل نہیں ہے۔ لہذا فریضہ ساقط نہ ہوگا۔ تو اب دونوں ترجموں میں فرق واضح ہو گیا۔ تکرار کا اشکال نہ رہا۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ نماز جنازہ کا عیدگاہ اور مسجد میں ادا کرنے کا حکم

حدیث نمبر ۱۱۴۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَعٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبْشَةِ الْيَوْمَ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلّٰى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر سنائی۔ جس دن اس کی وفات ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ اپنے بھائی کے لئے بخشش طلب کرو۔ اور دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں ان صحابہ کی صف بندی کی اور اس کے جنازہ پہ چار مرتبہ تکبیر فرمائی۔

حدیث نمبر ۱۱۴۳۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِىُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَاَةٍ زَنَيَا فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا مِّنْ مَّوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ یہود مدینہ خیبر کے ایک زانی مرد اور ایک زانیہ عورت کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپؐ نے ان کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہیں مسجد کے پاس نماز جنازہ ادا کرنے کی جگہ کے قریب رجم کیا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ حدیث باب سے صرف صلوٰۃ بالمصلیٰ ثابت ہے صلوٰۃ بالمسجد کا احادیث میں ذکر نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ صلوٰۃ بالمسجد کو قیاس سے ثابت فرماتے ہیں۔ چونکہ مسجد بھی عیدگاہ کے پاس تھی۔ کچھ لوگ عیدگاہ میں کچھ مسجد میں ہوں گے۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ جائز نہ ہوتی تو جنازہ گاہ کو مسجد سے دور بنایا جاتا۔ معلوم ہوا صلوٰۃ جنازہ

مسجد میں بھی جائز ہے۔ لیکن یہ استدلال رکیک ہے۔ اس لئے کہ اگر کوئی ایک جہالت کی بنا پر مسجد میں نماز جنازہ کے لئے کھڑا ہو گیا۔ تو اس سے جواز صلوٰۃ فی المسجد ثابت نہیں ہو سکتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو جزء رکھے ہیں۔ احادیث باب سے ایک جزء ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا جزء جواز صلوٰۃ بالمسجد ثابت نہیں ہوتا۔ بنا بریں ائمہ فقہاء میں اختلاف ہو گیا۔ علامہ کرمانیؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک عند المسجد میں عند بمعنی فی ہے۔ اور ترجمہ عام ہے۔ خواہ اثبات ہو یا نفی تو حدیث میں جب صلوٰۃ جنازہ عند المسجد کا ذکر آ گیا۔ تو معلوم ہوا صلوٰۃ جنازہ خارج از مسجد ہو اور مسجد میں جائز ہوتا تو خارج میں متعین کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ لہذا کراہت ثابت ہوئی۔ اور جو لوگ جواز ثابت کرتے ہیں۔ کہ عیدگاہ بھی مسجد کے حکم میں ہے۔ جب عیدگاہ میں جنازہ جائز ہے تو مسجد میں بھی جائز ہو گا۔ تو باب کی دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ حکم اولیٰ تو یہی ہے۔ صلوٰۃ جنازہ خارج مسجد ہو۔ اگر کہیں جواز ثابت ہو جائے تو وہ خلاف اولیٰ ہو گا۔ جمہور ائمہ جواز کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کراہت کا قول کرتے ہیں۔ جو حضرات جواز ثابت کرتے ہیں۔ اس کا مستدل حضرت عائشہؓ کی روایت میں صلوٰۃ علی سہیل بن بیضاء ہے۔ اور کراہت والوں کا استدلال حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت سے ہے۔ من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی۔ جس نے نماز جنازہ مسجد میں ادا کی۔ اس کو ثواب سے کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ بنا بریں امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ابو ہریرۃؓ حدیث عائشہؓ کے لئے ناسخ ہے۔ یا عذر مطر اور کثرۃ المصلین یا اعتکاف کے عذر کی وجہ سے مسجد میں پڑھی گئی۔ ورنہ معمول بہا خارج المسجد پر ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَاَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهٖ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوْا صَائِحًا يَقُوْلُ اَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا

فَاَجَابَهُ اٰخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا۔

ترجمہ۔ باب ہے کہ قبروں پہ سجدہ گاہ بنانا مکروہ ہے۔ حضرت حسنؓ بن حسنؓ بن علیؓ کی وفات ہوئی تو ان کی بیوی نے اس کی قبر پہ سال بھر تک خیمہ لگائے رکھا۔ یقینی بات ہے کہ اس قبہ میں نماز بھی پڑھتی ہوگی۔ سال کے بعد انہوں نے وہ خیمہ اٹھالیا۔ تو ایک غیبی آواز دینے والے سے سنا جو کہہ رہا تھا کہ کیا جو کچھ انہوں نے گم کیا تھا اس کو پا لیا۔ دوسرے ہاتف غیبی نے جواب دیا۔ بلکہ مایوس ہوکر واپس چلے گئے۔

حدیث نمبر ۱۱۴۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المومنین جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے اپنی اس بیماری کے زمانہ میں یہ ارشاد فرمایا جس میں آپؐ کی وفات ہوگئی۔ کہ اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پہ لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھلا رکھتی۔ مگر مجھے خطرہ ہے کہ کہیں اس کو سجدہ گاہ نہ بنا لیا جائے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النُّفَسَاءِ اِذَا مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا

ترجمہ۔ جب عورت اپنے ولادت کے خون کی وجہ سے مرجائے تو نفاس والی عورت پر جنازہ کیسے پڑھا جائے۔

حدیث نمبر ۱۱۴۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نفاس کی حالت میں مرگئی تو میں نے

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کے لئے اس کے عورت کے درمیان میں کھڑے ہوئے تاکہ تستر ہو جائے۔

بَابُ اَيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْمَرْاَةِ وَالرَّجُلِ

ترجمہ باب: نماز جنازہ کے وقت کس مقام کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۱۴۶ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ الخ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت سمرة بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک ایسی عورت کے لئے نماز پڑھی جو اپنے نفاس کی حالت میں مر گئی تھی۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازہ کے لئے اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

تشریح از قاسمی احادیث باب سے معلوم ہوا کہ جو عورت زچگی کی حالت میں مر جائے اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ عورت کے تو درمیان میں کھڑا ہونا چاہیئے۔ مگر مرد کے لئے یا تو امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی یا مرد کے جنازہ کو بھی عورت کے جنازہ پر قیاس کر لیا جائے تو قیاس سے ترجمہ کو ثابت فرمایا۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَرْبَعًا

وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلّٰى بِنَا اَنَسٌ فَكَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيْلَ لَهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ۔

ترجمہ۔ نماز جنازہ میں چار مرتبہ تکبیر کہی جائے۔ حضرت حمیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ہمیں نماز جنازہ پڑھائی تو تین مرتبہ تکبیر فرمائی پھر سلام پھیر دیا۔ جب ان سے اس بارے میں کہا گیا تو آپ قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے۔ چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیرا۔

حدیث نمبر ۱۱۴۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ وَ خَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس دن حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات ہوئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی دن اس کی وفات کی خبر سنائی۔ صحابہ کرام کو لے کر آپؐ عیدگاہ تشریف لے گئے۔ ان کی صف بندی کی اور اس کی نماز جنازہ میں آپ نے چار تکبیریں کہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۴۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمۃ النجاشی بادشاہ کا جنازہ پڑھایا تو اس پہ چار تکبیر کہی۔ بہرحال احادیث باب سے نماز جنازہ کا چار تکبیر ہونا ثابت ہوا۔

بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فَرَطًا وَسَلَفًا وَّاَجْرًا۔

ترجمہ۔ جنازے پہ سورۃ فاتحہ پڑھنا کیسا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بچے کے جنازے پہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور پھر یہ دعا کرے۔ کہ اے اللہ! اس بچہ کو ہمارا نمائندہ بنا۔ اسے ہمارا آگے بھیجا ہوا بنا۔ اور اس کو ہمارے لئے باعث اجر بنا۔

حدیث نمبر ۱۱۴۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَقَالَ لِتَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پیچھے ایک جنازہ پہ نماز پڑھی۔ تو انہوں نے اس میں سورۃ فاتحہ پڑھی اور بعد ازاں فرمایا کہ یہ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ تم کو معلوم ہو جائے یہ بھی سنت نبوی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | سورۃ فاتحہ کا جنازہ کی نماز میں بطور دعا کے پڑھنا بیان جواز کیلئے

ہے۔یا یہ منسوخ ہے۔بہرحال اس سے استحباب قرأۃ فاتحہ ثابت نہیں ہوتا۔
انہا سنۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے یہ ثابت ہے۔
تشریح از شیخ زکریا امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہمارے شہر مدینہ منورہ میں معمول بہا نہیں ہے۔امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ پہلی تکبیر کے بعد اسے پڑھ سکتا ہے۔اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ہر تکبیر میں اسے پڑھا جائے۔
جو لوگ ہر تکبیر میں سورۃ فاتحہ کی قرارت کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ جنازہ بھی صلوٰۃ ہے۔اور لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب ارشاد نبوی ہے۔لہذا فاتحہ ہر تکبیر میں پڑھنی چاہیئے۔لیکن جتنے آثار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ان میں کہیں سورۃ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے،صرف ایک ابن عباسؓ کا اثر ہے۔جو ان سب کا معارض ہے۔اور احنافؒ کا مستدل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اثر ہے۔لم یوقت لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولاً ولا قراءۃً۔
اور ایک روایت میں ہے۔دعاء لاقرأۃ۔یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے لئے نہ تو کوئی قول مقرر فرمایا اور نہ ہی اس میں قرآن پڑھنے کا حکم دیا۔رہ گیا صلوٰۃ جنازہ کہنا۔وہ حقیقۃً نہیں ہے۔کیونکہ درحقیقت وہ دعاء اور استغفار للمیّت ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس میں ارکان صلوٰۃ رکوع وسجود نہیں ہے۔اور ابن عباسؓ کے اثر کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اسے علی سبیل الدعاء پڑھا ہے علی سبیل القرأۃ نہیں پڑھا۔اگر دعا کے طور پر سورۃ فاتحہ کو پڑھا جائے تو احنافؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی قرآت کا ثبوت نہیں ہے۔

اب ابن عباسؓ کا انہا سنۃ کہنا اس بناء پر ہوگا۔یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کسی خاص امر کے لئے ہے۔مثلاً بیان جواز کے لئے یا قرأۃ علی سبیل الدعاء کے لئے ہے۔ورنہ ابن عباسؓ نے کئی جگہ سنّت کا لفظ استعمال کیا ہے۔جن سے سنت نبوی مراد نہیں ہے۔اوجز میں اس کی امثلہ دیکھی جاسکتی ہیں۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

ترجمہ۔دفن ہو جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۰ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَعَ مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَاَمَّهُمْ وَصَلُّوْا خَلْفَهٗ قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ هٰذَا يَا اَبَا عَمْرٍو قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رض۔

ترجمہ۔ حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے اطلاع دی جس کا گذر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس قبر پر ہوا جو الگ تھلگ تھی۔ آپؐ نے لوگوں کی امامت کی اور لوگوں نے آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض اَنَّ اَسْوَدَ رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً كَانَ يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهٖ فَذَكَرَهٗ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذٰلِكَ الْاِنْسَانُ قَالُوْا مَاتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِيْ فَقَالُوْا اِنَّهٗ كَانَ كَذَا وَكَذَا قِصَّتَهٗ قَالَ فَحَقَرُوْا شَاْنَهٗ قَالَ فَدُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ قَالَ فَاَتٰى قَبْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک کالا سیاہ مرد یا عورت جو مسجد میں رہتا تھا۔ اور مسجد میں جھاڑو دیتا تھا۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کا علم نہ ہوسکا۔ آپؐ نے ایک دن اُسے یاد کیا۔ آپؐ نے پوچھا اس انسان کو کیا ہوا۔ صحابہؓ نے فرمایا۔ یارسول اللہ! اس کی وفات ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ انہوں نے کہا۔ حضرت اس کا قصہ تو اس طرح ہے۔ گویا کہ اس کی شان کو حقارت سے بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اس کی قبر بتلاؤ۔ چنانچہ آپؐ اس کی قبر پر تشریف لائے اور نماز پڑھی۔

تشریح از قاسمیؒ احادیث باب سے ثابت ہوا کہ دفن ہوجانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ کما مر۔

بَابُ الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ

ترجمہ میت جوتوں کی کھسکھساہٹ بلکہ کھٹکھٹاہٹ کی آواز سنتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۲ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ اَصْحَابُهٗ حَتّٰى اِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ فَاَقْعَدَاهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ فَيُقَالُ انْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ اَبْدَلَكَ اللهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا وَاَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ اُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کسی بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اور اس کی طرف پیٹھ کی جاتی ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ان کے جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ تو اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس آدمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو اس سے کہا جاتا ہے کہ وہ دیکھو یہ تمہارا جہنم کا ٹھکانا تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اس کے بدلے جنت کا ٹھکانا دے دیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ دونوں ٹھکانوں کو اکٹھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ لیکن کافر یا منافق کہتا ہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ جو کچھ لوگ کہتے تھے۔ میں بھی وہی کہتا تھا۔ تو اس سے کہا جاتا ہے۔ کہ نہ تو تو نے علم حاصل کیا اور نہ ہی کسی کی پیروی کی۔ پھر اسے لوہے کے ایک ہتھوڑے سے ایک ضرب دونوں کانوں کے درمیان ماری جاتی ہے۔ جس کو اس کے آس پاس کے لوگ سنتے ہیں۔ مگر ثقلین یعنی جن اور انسان نہیں سنتے۔

تشریح از قاسمیؒ اس صحیح حدیث سے امام بخاریؒ نے سماع موتیٰ ثابت کیا ہے۔

لا تلیت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ نہ تو نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔

بَابُ مَنْ اَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ

ترجمہ۔ جو شخص پاک زمین یا اس طرح کی اور زمین میں دفن ہونا پسند کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۲ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ اُرْسِلَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی فَلَمَّا جَاءَهٗ صَکَّهٗ فَفَقَاءَ عَیْنَهٗ فَرَجَعَ اِلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَّا یُرِیْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَیْنَهٗ فَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَهٗ یَضَعُ یَدَهٗ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِکُلِّ مَا غَطَّتْ بِهٖ یَدُهٗ بِکُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ فَالْاٰنَ فَسَاَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ یُّدْنِیَهٗ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْیَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ کُنْتُ ثَمَّ لَاَرَیْتُکُمْ قَبْرَهٗ اِلٰی جَانِبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ موت کے فرشتے کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے اس کے ایک ایسا تھپڑ مارا جس سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی تو وہ فرشتہ اپنے رب کے پاس واپس آکر کہنے لگا۔ کہ آپ نے تو مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے۔ جو موت کو چاہتا نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی آنکھ تو اس پہ لوٹا دی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ تم ان کے پاس جاکر کہو کہ وہ ایک بیل کی پیٹھ پہ اپنا ہاتھ رکھیں اس کے ہاتھ نے اس کے جس قدر بالوں کو ڈھانپ لیا۔ ہر بال کے بدلے ایک سال ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا میرے رب پھر اس کے بعد کیا ہوگا فرمایا پھر اس کے بعد موت ہوگی۔ تو فرمایا میں ابھی موت چاہتا ہوں۔ لیکن اتنی سی عرض ہے کہ ایک پتھر کے پھینکنے کی مسافت تک مجھے بیت المقدس کے قریب کر دیجئے۔ دعا قبول ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں وہاں ہوتا (معلوم ہوا حاضر ناظر نہیں ہیں۔ مرتب) تو میں تمہیں ان کی قبر دکھاتا جو راستے سے ہٹ کر ایک طرف سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | صکّہ۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عزرائیل علیہ السلام صورت بشری میں آکر موسیٰ علیہ السلام پہ حملہ آور ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدافعت کے

طور پر تھپڑ مارا۔ جس سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کا خیال یہ تھا۔ یہ شخص مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ جس کو عزرائیل علیہ السلام نے اس بات پر محمول کیا۔ کہ یہ موت نہیں چاہتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے موسیٰ علیہ السلام نے اسے پہچان لیا ہو۔ کہ یہ ملک الموت ہے۔ مگر ان پر سختی اس لئے روا رکھی کہ وہ بغیر اجازت داخل ہوئے۔ حالانکہ انبیاء سابقین کے بارے میں یہ سنت چلی آرہی تھی کہ ان سے اجازت طلب کر کے روح قبض کی جاتی تھی جب عزرائیلؑ نے ان سے اجازت طلب نہ کی تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے قاعدے کی خلاف ورزی سمجھا۔ بلکہ اسے بے ادبی سمجھ کر تادیباً تھپڑ مارا۔ بنا بریں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عزرائیل علیہ السلام مطلق روح قبض کرنے کا حکم ہوا جس کی تفصیل نہیں بتلائی گئی تھی۔ اس لئے انہوں نے اس امر کو مطلق عن القیود سمجھا۔ حالانکہ ان کو سابقہ دستور پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔ اور یہ امر مطلق مقید تھا قرینہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی انبیاء سابقین کے ساتھ نبوت میں مشارکت رکھتے تھے ان سے الگ سلوک کیسے رکھا گیا۔ صاحب مذہبین نے اس سے مسائل مستنبط کئے۔ کہ بعض کہتے ہیں۔ پہچانا تھا۔ بعض کہتے ہیں نہیں پہچانا تھا۔ اس پر جزا وسزا مرتب کی گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ حدیث بھی ان مشکل احادیث میں سے ہے۔ جس کے اندر شراح پریشان ہیں۔ اہل البدع اور جہمیہ نے سرے سے اس حدیث کا انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو پہچان کر پھر مارا ہے۔ تو اس کی توہین کی ہے اگر نہیں پہچانا تو پھر اس روایت کے کیا معنی ہیں۔ کہ کبھی کبھی ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتے تھے۔ پھر تھپڑ مارنا آنکھ پھوڑنا اس کا قصاص کیوں نہیں لیا گیا۔ چنانچہ ابن خزیمہؒ نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ حدیث صحیح ہے۔ جو دل کا اندھا ہو۔ وہی اعتراض کر سکتا ہے۔ بات یہ کہ عزرائیل علیہ السلام حضرت موسیٰؑ کی روح قبض کرنے کے لئے نہیں آئے تھے وہ تو امتحان اور ابتلاء کے لئے آئے تھے۔ جیسا کہ ابراہیم خلیل اللہ کا امتحان مقصود تھا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبح کرانا مقصود نہیں تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے نہ پہچانتے ہوئے اسے تھپڑ اس لئے مارا۔ کہ انہوں نے یہ سمجھا یہ ایک آدمی ہے جو ان کی اجازت کے بغیر ان کے گھر گھس آیا ہے۔ اس طرح کے آدمی کی آنکھ پھوڑ

دینے کا شریعت میں حکم آیا ہے۔ باقی نہ پہچاننا یہ کوئی مستبعد نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام لوط علیہ السلام۔ بی بی مریم اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مرتبہ جبرائیلؑ کو نہیں پہچانا تھا۔ جب کہ وہ ایمان۔ اسلام اور احسان کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ داؤدؑ نے بھی فرشتوں کو نہ پہچانا۔ چلو مان لیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے پہچان کر مارا تھا۔ تو پہلے تو وہ ملائکہ اور بشر میں قصاص نہیں ہوتا دوسرے یہ لطم یعنی تھپڑ مارنا بغیر تخییر کے روح قبض کرنے پر ہو یا بغیر اجازت داخلہ پر تنبیہ کرنا ہو۔ بہر حال اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتہ انسان کی شکل بن کر آسکتا ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ دوسرے اس حدیث سے ارض مقدسہ میں دفن ہونے کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔ علامہ سندھیؒ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب فرشتہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا تو وہ کسی شغل نبوی میں مشغول تھے۔ جس میں مداخلت کرنے پر ان کو غصہ آیا۔ جس پر تھپڑ رسید کیا اور جب فرشتہ نے کہا اجب ربک تو حالتِ غضب سے حالت لین کی طرف منتقل ہو چکے تھے۔ اس لئے فرمایا الآن لیکن اتنی مہلت مانگی کہ بیت المقدس کو فتح کر لوں یہ مہلت کراہیۃ موت کی وجہ سے نہیں تھی۔ باقی امام بخاریؒ نے جو ترجمہ ونحوھا کا اضافہ کیا ہے۔ اس سے وہ مواضع مراد ہیں جن کی طرف شد رحال کی اجازت ہے۔ وہ حرمین ہیں۔ اس طرح مدافن انبیاء اور قبور شہداء و اولیاء ہیں۔ جن کے جوار اور رحمۃ نازلہ کی تمنا کی جا رہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتداء ہے۔ فبھداھم اقتدہ۔ بعض حضرات نے ترجمہ کی غرض یہ بیان کی ہے۔ کہ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ناجائز ہے۔ مگر اراضی مقدسہ کی طرف جائز ہے۔ احنافؒ کے نزدیک مطلقاً انتقال کی اجازت ہے۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض ترجمہ وہم کو دفع کرنا جو حضرت سلمانؓ کی روایت سے پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان الارض لا تقدس احدا کہ زمین کسی کو پاک نہیں کر دیتی کذا فی المؤطا مالک۔ تو امام بخاریؒ نے اس وہم کا دفعیہ کیا کہ ارض مقدس میں دفن ہونے کو پسند کرنا مستحب ہے۔ اقتداء بموسیٰ علیہ السلام۔

بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ وَدُفِنَ اَبُوْبَكْرٍ لَيْلًا

ترجمہ۔ رات کے وقت میت کو دفن کرنا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رات کو دفن کئے گئے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۴ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ قَامَ هُوَ وَ اَصْحَابُهٗ وَكَانَ سَاَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوْا فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ فَصَلَّوْا عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص پہ نماز جنازہ پڑھی جو رات کے وقت دفن کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کھڑے ہوئے۔ آپؐ اس میت کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ کہ وہ کون تھا۔ کہ حضرت! وہ فلاں آدمی تھا۔ جس کو گذشتہ رات دفن کر دیا گیا۔ بہرحال آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھا۔

بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

ترجمہ۔ قبر پہ مسجد بنانا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۵ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيْسَةً رَاَتْهَا بِاَرْضِ الْحَبْشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَ اُمُّ حَبِيْبَةَ اَتَتَا اَرْضَ الْحَبْشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيْرَ فِيْهَا فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اُولٰٓئِكَ اِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ وَاُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپؐ کی بعض بیبیوں نے اس گرجا گھر کا ذکر کیا جو انہوں نے ملک حبشہ میں دیکھا تھا۔ جسے ماریہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ اور ام حبیبہؓ ملک حبشہ میں آئی تھیں۔ جنہوں

نے اس گرجا گھر کی خوب صورتی اور ان کی تصویروں کا ذکر کیا تو آپؐ نے سر اٹھا کر فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کا کوئی نیک آدمی فوت ہوتا تھا۔ تو اس کی قبر پہ مسجد بنا لیتے تھے۔ پھر یہ تصویریں اس میں بناتے تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق میں سے ہیں۔

تشریح از قاسمی علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اوائل بنی اسرائیل ان بزرگ صالحین کی تصویریں اس لئے رکھتے تھے کہ وہ ان سے مانوس ہوں اور ان جیسی عبادات اور ریاضات میں کوشاں ہوں۔ اور ان کے قبور کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ بعد کے لوگوں نے ان اغراض کو بھلا کر شیطان کے بہکانے پہ ان کی پوجا شروع کر دی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرار الخلق عند اللہ فرما کر بتلا دیا کہ قبر پہ مسجد بنانا حرام ہے بلکہ اس پہ لعنت بھی وارد ہو چکی ہے۔ یہ سب کچھ آپؐ سدًا للذریعۃ المؤدیۃ الیٰ ذٰلک کے طور پہ فرمایا۔ کہ آئندہ لوگ ایسا نہ کریں۔

بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ

ترجمہ۔ عورت کی قبر میں کون داخل ہو۔

حدیث نمبر ۱۱۵۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ اَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِيْ قَبْرِهَا قَالَ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ فُلَيْحٌ اُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لِيَقْتَرِفُوْا لِيَكْتَسِبُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپؐ کی آنکھوں کو دیکھا کہ وہ آنسو بہا رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے آج رات جماع یا گناہ نہ کیا ہو۔ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا میں حاضر ہوں آپؐ

نے فرمایا تم ان کی قبر میں اترو۔ چنانچہ وہی قبر میں اترے۔ حضرت فلیح فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں قرف کے معنی گناہ کے ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں جو لیقترفوا ہے اس کے معنی کسب کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اجنبی غیر محرم جو صالح ہو وہ قبر عورت میں داخل ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث پہلے کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

ترجمہ۔ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاۗءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِيْ دِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ شہداء احد میں سے دو آدمیوں کو آپؐ ایک کپڑے میں جمع فرماتے تھے۔ پھر پوچھتے کہ ان میں سے قرآن مجید کس کو زیادہ یاد تھا۔ ان میں سے ایک طرف اشارہ کیا جاتا۔ تو آپؐ اس کو بغلی قبر میں آگے رکھتے تھے۔ پھر فرماتے کہ میں قیامت کے دن ان کی شہادت کا گواہ ہوں گا۔ پھر آپؐ نے ان کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ ان کو غسل دیا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

حدیث نمبر ۱۱۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِيَ الْاٰنَ وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَآ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے۔ تو اُحد والوں پہ جاکر نماز پڑھی۔ جیسے میت پہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ نماز سے پھر کر منبر پہ تشریف لائے۔ فرمایا میں تمہارا آگے جاکر انتظام کرنے والا نمائندہ ہوں۔ میں تمہاری شہادت پہ گواہ ہوں گا۔ اور اللہ کی قسم! میں ابھی اپنے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی یا زمین کی چابیاں دی گئی ہیں۔ مجھے تمہارے اوپر یہ تو خطرہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہوگے۔ البتہ اگر تم پہ کسی چیز کا خطرہ ہے کہ تم لوگ اس دنیا میں خوب رغبت کرو گے۔ اور ایک دوسرے کا اس میں مقابلہ کروگے۔

تشریح از قاسمی امام بخاریؒ نے ترجمہ میں کوئی حکم بیان نہیں کیا مطلق چھوڑ دیا۔ اور باب میں دو حدیثیں لائے۔ ایک نفی صلوٰۃ علی الشہید پہ دلالت کرتی ہے اور دوسری اثبات پہ دال ہے۔ بنابریں یہ مسئلہ اختلافیہ ہوگیا۔ حضرت امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ یہ سب حضرات فرماتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی جاتے ان کا مستدل حضرت جابر والی پہلی روایت ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ۔ ثوریؒ۔ اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جاتے یہی اہلِ حجاز کا قول ہے۔ ان کی حجت حضرت عقبہ بن عامرؓ والی روایت ہے۔ اور اصولِ حدیث میں ہے کہ مثبت کو نافی پہ ترجیح ہوگی۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اہل اُحد پہ نماز پڑھی وہ تین معانی میں سے خالی نہیں ہے یا تو یہ ماتقدم کے لئے ناسخ ہے۔ دوسرے یہ کہ شہداء پہ اتنی مدت کے بعد نماز پڑھی جاتے۔ تیسرے یہ کہ شہداء پہ نماز جائز ہے۔ اور غیر شہداء کے لئے واجب ہے۔ بہر حال صلوٰۃ علی الشہادت ثابت ہوئی۔ فھو المرام۔

بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ

ترجمہ۔ دو یا تین آدمیوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۱۵۹　حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ

اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ مِنْ قَتْلٰی اُحُدٍ ۔

ترجمہ ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے مقتولین میں سے دو آدمیوں کو جمع کرتے تھے ۔

تشریح از قاسمی ثلاثۃ لفظ حدیث باب میں نہیں ہے ۔ امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق اس روایت کی طرف اشارہ فرما دیا جس میں ثلاثۃ کا ذکر تو ہے مگر وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے ۔

بَابُ مَنْ لَّمْ یَرَ غُسْلَ الشُّهَدَآءِ

ترجمہ ۔ باب اس شخص کے بارے میں ہے جو شہید کو غسل دینا جائز نہیں سمجھتا ۔

حدیث نمبر ۱۱۶۰ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ادْفِنُوْهُمْ فِیْ دِمَآئِهِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ اُحُدٍ وَّلَمْ یُغَسِّلْهُمْ ۔

ترجمہ ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن فرمایا کہ ان شہداء کو ان کے خون سمیت دفن کر دو اور ان کو غسل نہ دلوایا ۔

بَابُ مَنْ یُّقَدَّمُ فِی اللَّحْدِ

ترجمہ ۔ بغلی میں کسے آگے رکھا جائے ۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سُمِّیَ اللَّحْدَ لِاَنَّهٗ فِیْ نَاحِیَةٍ مُلْتَحَدًا مَعْدِلًا وَلَوْ کَانَ مُسْتَقِیْمًا کَانَ ضَرِیْحًا ۔

ترجمہ ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ بغلی کو لحد اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک کنارے میں ہوتی ہے ۔ قرآن مجید میں ہے وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا یعنی جائے پناہ جس کی طرف انسان اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو کر پھر کر آجائے ۔ اگر قبر بغلی والی نہ ہو بلکہ سیدھی ہو ۔

تو اسے مزرح کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۶۱ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداءِ اُحد میں سے دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں جمع کرتے تھے۔ پھر پوچھتے کہ ان میں سے کس کو قرآن مجید زیادہ یاد تھا۔ جب ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا۔ تو آپؐ اس کو بغلی میں آگے رکھتے تھے۔ اور فرماتے میں ان پر گواہ ہوں گا۔ اور ان کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ نماز جنازہ پڑھی اور نہ ہی ان کو غسل دلوایا۔

حدیث نمبر ۱۱۶۲ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رض قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِقَتْلٰى اُحُدٍ اَيُّ هٰۤؤُلَاۤءِ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى رَجُلٍ قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهٖ قَالَ جَابِرٌ رض فَكُفِّنَ اَبِيْ وَعَمِّيْ فِيْ نَمِرَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رض۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداءِ اُحد کے متعلق پوچھتے تھے۔ کہ ان میں سے کون سا شخص قرآن مجید کو زیادہ یاد کرنے والا ہے۔ جب کسی شخص کی طرف آپؐ کو اشارہ کیا جاتا تو آپؐ اسے اس کے ساتھی سے پہلے بغلی میں آگے کر لیتے تھے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ اور میرے چچا مجازی عمرو بن الجموح کو ان کی ایک ہی چادر میں کفنایا گیا۔ سلیمان بن کثیر فرماتے ہیں امام زہریؒ کا سماع حضرت جابرؓ سے نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے کسی ایسے شخص سے سنا جس نے حضرت جابرؓ سے سنا۔

تو اس طرح حدیث منقطع ہوگی۔

بَابُ الْإِذْخِرِ وَالْحَشِيْشِ فِي الْقَبْرِ

ترجمہ۔ قبر میں کترن، بوٹی اور گھاس رکھی جا سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِيْ أُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مکہ معظمہ کو حرام قرار دیا ہے۔ میرے سے پہلے بھی کسی کے لئے حلال نہیں تھا۔ اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ البتہ میرے لئے دن کی صرف ایک گھڑی کے لئے حلال کیا گیا تھا۔ پس اب نہ تو اس کی تر گھاس کو کاٹا جائے۔ اور نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے اور نہ ہی اس کے شکار کو اپنی جگہ سے بھگایا جائے اور نہ ہی اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے۔ مگر تعریف کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ مگر اذخر کو مستثنیٰ کیا جائے۔ ہمارے زرگروں اور قبور کے لئے۔ تو آپؐ نے فرمایا ہاں اذخر مستثنیٰ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ اذخر ہماری قبور اور گھروں کے لئے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان کے لوہاروں کے لئے اور ان کے گھروں کے لئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قین سے مراد کاریگر ہے۔ کیونکہ قین کا اطلاق لوہار پر بھی ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے مختلف الفاظ کے درمیان جمع کی صورت بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ بعض میں صائغہ کا لفظ ہے۔ بعض میں قین ہے اور عرب کے نزدیک ہر کاریگر پر قین کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس طرح سب روایات جمع ہو جائیں گی۔ کیونکہ اگر یہ عام معنی مراد نہ لئے جائیں، تو قین کے خاص معنی لوہار کے مستعمل ہے۔ اگر صائغ کے معنی لئے جائیں تو صائغ قین اسی طرح دیگر کاریگر سب اس میں آجائیں گے۔

امام بخاریؒ نے ترجمہ میں اذخر اور حشیش دو کا ذکر کیا ہے۔ حدیث الباب سے صرف اذخر ثابت ہے۔ تو اس کو قیاس سے ثابت فرمایا۔ کہ اذخر سے خوشبو مراد نہیں۔ بلکہ اس کا پھیلا نا مراد ہے۔ تو القار الحشیش مراد ہوگا۔ خواہ کوئی چیز بھی قبور، بیوت میں اور صائغین کے ہاں استعمال ہو، سب داخل ہے۔ البتہ اذخر کی تخصیص اس لئے ہے کہ حجاز میں اکثر یہی پائی جاتی ہے۔

بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ

ترجمہ۔ کیا کسی ضرورت کی بنا پر میّت کو قبر اور بغلی سے نکالا جا سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۶۴ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ فِيهِ مِنْ رِيقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ فَاللهُ أَعْلَمُ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيصًا وَقَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُو هَارُونَ وَكَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَانِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ أَلْبِسْ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جِلْدَكَ قَالَ سُفْيَانُ فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللهِ قَمِيصَهُ مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن اُبی کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ اپنے گڑھے میں داخل کر دیا گیا تھا آپؐ نے

اس کے نکالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اُسے نکالا گیا جسے آپ نے اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا اور اس کے منہ میں اپنی تھوک مبارک ڈالی۔ اور اپنی قمیص پہنائی۔ اس کی وجہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ البتہ اس نے آپؐ کے چچا عباسؓ کو اپنی قمیص پہنائی تھی۔ جب کہ وہ جنگی قیدی تھے۔ ابوہارون کا کہنا ہے۔ کہ آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر دو قمیصیں تھیں۔ تو عبداللہ کے بیٹے نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ! آپ میرے باپ کو اپنی وہ قمیص پہنائیں جو آپؐ کے بدن مبارک کو لگ چکی ہو۔ سفیان فرماتے ہیں لوگوں کا یہ سمجھنا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبداللہ کو قمیص پہنائی وہ اس کے اس سلوک کا بدلہ تھا۔ جو اس نے آپؐ کے چچا کے ساتھ کیا تھا۔

حدیث نمبر ۱۱۶۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ لَمَّا حَضَرَ اُحُدٌ دَعَانِیْ اَبِیْ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ مَا اُرَانِیْ اِلَّا مَقْتُوْلًا فِیْ اَوَّلِ مَنْ یُّقْتَلُ مِنْ اَصْحٰبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ لَا اَتْرُكُ بَعْدِیْ اَعَزَّ عَلَیَّ مِنْكَ غَیْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ عَلَیَّ دَیْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ خَیْرًا فَاَصْبَحْنَا فَكَانَ اَوَّلَ قَتِیْلٍ وَّدَفَنْتُ مَعَهٗ اٰخَرَ فِیْ قَبْرِهٖ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ اَنْ اَتْرُكَهٗ مَعَ اٰخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهٗ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَاِذَا هُوَ كَیَوْمٍ وَّضَعْتُهٗ هُنَیَّةً غَیْرَ اُذُنِهٖ۔

ترجمہ ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ واقعہ اُحد پیش آیا تو رات کو میرے باپ عبداللہؓ نے بلایا۔ اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لوگ شہید ہوں گے۔ ان میں سے پہلا مقتول میں ہوں گا۔ اور میرے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے علاوہ تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں چھوڑ رہا۔ میرے ذمہ قرضہ ہے اسے ادا کرنا۔ اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت قبول کرنا۔ پس جب ہم نے صبح کی میرے باپ پہلے شہید تھے۔ میں نے ان کے ساتھ ایک دوسرے شہید کو بھی ان کی قبر میں دفن کر دیا تھا۔ لیکن میرے دل کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ کہ میں اپنے باپ کو دوسرے شخص کے ساتھ چھوڑ دوں۔ اس لئے چھ ماہ کے بعد میں نے اس کو نکال لیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اسی دن کی طرح ہیں جس

دن میں نے ان کو رکھا تھا۔ سوائے تھوڑے سے اثر کے جو ان کے کان میں تھا۔ جو زمین کے ساتھ ملصق ہونے کی وجہ سے لگ گیا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | شیخ گنگوہیؒ نے ایک اشکال پر تنبیہ فرمائی ہے جو سیاق حدیث پر وارد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض نسخوں میں هُنَيَّةً غَيْرَ اذنه ہے اور بعض میں غیر کا لفظ مقدم ہے ای غیر هنیۃ فی اذنہ۔ هُنَيَّةً کے معنی اثر یسیر کے ہیں۔ جو معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔ کیونکہ ابن سعد کی روایت میں ہے۔ الا قليلا من شحمة اذنيه اور ابوداؤد میں ہے۔ الا شعرات كن من لحيته تو ان میں جمع کی صورت یہ ہوگی۔ کہ وہ بال مراد ہوں گے جو کان کے نرم حصہ کے ساتھ متصل ہوتے ہیں۔ اور طبرانی میں اس کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت جابرؓ کے والد اُحد میں شہید ہوئے۔ تو ان کا مثلہ کیا گیا۔ ان کی ناک کاٹی گئی اور کان کا کچھ حصہ کاٹا گیا تھا۔ دراصل یہی تغیر تھا۔

حدیث نمبر ۱۱۶۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ دُفِنَ مَعَ اَبِىْ رَجُلٌ فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِىْ حَتّٰى اَخْرَجْتُهٗ فَجَعَلْتُهٗ فِىْ قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میرے باپ کے ہمراہ ایک اور آدمی بھی دفن کر دیا گیا تھا۔ تو میرے جی نے اس کو اچھا نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ میں نے ان کو نکال لیا اور الگ قبر میں دفن کر دیا۔

بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِى الْقَبْرِ

ترجمہ۔ قبر میں بغلی اور شق بنانا۔

حدیث نمبر ۱۱۶۷ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِؓ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِى اللَّحْدِ فَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے مقتولین میں سے دو دو آدمیوں کو ایک قبر میں جمع کرتے تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ان میں سے قرآن مجید کو زیادہ یاد کرنے والا کون تھا۔ جب ان میں سے کسی ایک کے متعلق اشارہ کیا جاتا۔ تو آپؐ لحد میں اسے آگے کر لیتے۔ پھر فرماتے کہ میں قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گا۔ پس خون سمیت ان کے دفن کرنے کا حکم دیا اور ان کو غسل نہیں دلوایا۔

تشریح از قاسمیؒ اگر اشکال ہو کہ حدیث باب میں لحد کا بیان تو ہے۔ شق کا ذکر نہیں ہے۔ تو ترجمۃ الباب سے مطابقت کیسے ثابت ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ جب قدمہ فی اللحد سے ایک کے لحد میں رکھنے کا بیان ہوگیا۔ دوسرا یقیناً شق میں ہوگا۔ ایک کی تقدیم اور دوسرے کی تاخیر سے واقعی مشقت ہوگی۔ کیونکہ دو آدمیوں کا لحد میں سمانا مشکل ہے۔ اور ترجمہ میں لحد کو مقدم کرنا اس کی فضیلت پر دال ہے۔ بلکہ ابوداؤد کی روایت میں ہے اللحد لنا والشق لغیرنا۔ دوسرے شہداء کا اس میں دفن بھی مزید فضیلت کا باعث ہے مزید برآں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی لحد میں دفن ہیں۔ یہ تیسری فضیلت ہوئی۔

بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ

وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مَعَ أُمِّهِ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيهِ عَلَى دِينِ قَوْمِهِ وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَعْلُوا وَلَا يُعْلَى۔

ترجمہ۔ جب کوئی بچہ مسلمان ہو کر مر جائے تو کیا اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور کیا بچے پر بھی اسلام پیش کیا جائے گا۔ حضرت حسن بصریؒ۔ شریح۔ ابراہیم اور قتادہ نے فرمایا۔ کہ جب والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو بچہ مسلمان کے تابع ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ مستضعفین میں سے اپنی ماں کے ہمراہ تھے۔ اپنے باپ کے ساتھ ان کی قوم کے دین پر نہیں تھے۔ اور فرمایا کہ اسلام بلند رہتا ہے اس پر کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۱۲۶۸ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَفَضَهُ وَقَالَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهِ فَقَالَ لَهُ مَاذَا تَرٰى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنْ هُوَ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ ثُمَّ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ فِي قَطِيْفَةٍ لَهُ فِيْهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافِ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ وَقَالَ شُعَيْبٌ زَمْزَمَةٌ فَرَفَضَهُ وَقَالَ إِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ وَعُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ ـ

ترجمہ ۔ عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ اور چند آدمی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر ابن صیاد کے پاس گئے تو اس کو بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پالیا۔
اور ابن صیاد بلوغ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ بہرحال اس کو علم نہ ہو سکا یہاں تک کہ جناب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس پر مارا۔ فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول
ہوں۔ اس نے کہا کہ آپؐ ان پڑھ لوگوں کے رسول ہیں۔ پھر اس نے آپؐ سے کہا کہ آپؐ میرے
رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ آپؐ نے اسے چھوڑتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ پر اور اس کے
رسولوں پر ایمان لایا پھر آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا دِکھتا ہے۔ ابن صیاد نے کہا کہ میرے
پاس سچا اور جھوٹا آتا ہے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاملہ اس
پر رل مل گیا ہے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میں تیرے لئے کوئی چیز
چھپاتا ہوں۔ بتلاؤ وہ کیا ہے۔ کہنے لگا کہ وہ دُخ ہے۔ فرمایا دور ہو جا تو اپنے مرتبے سے آگے نہ
بڑھے گا۔ یعنی وحی مخصوص تجھ پر نہیں آئے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ
میں اس کی گردن مار دوں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہی
دجال ہے تو آپ اس پر مقرر نہیں کئے گئے۔ اس کے لئے عیسیٰؑ مقرر ہیں۔ اگر وہ نہیں ہے تو
اس کے قتل کرنے میں تجھے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ
سے یہ بھی سنا۔ فرماتے تھے پھر اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعبؓ
ان کھجوروں کی طرف چل پڑے۔ جن میں ابن صیاد رہتا تھا۔ وہ حیلے سے بغیر ابن صیاد کے
دیکھے اس سے کچھ سننا چاہتے تھے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک گرم چادر
میں لپٹے ہوئے گنگناتے ہوئے دیکھا۔ ابن صیاد کی ماں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھ لیا۔ کہ آپؐ کھجور کے تنوں سے بچ بچاؤ کر رہے ہیں۔ تو اس کی ماں نے کہا۔ او صاف!
یہ ابن صیاد کا نام ہے۔ یہ دیکھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ کُودا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتی تو وہ اپنا معاملہ کچھ واضح کرتا۔
شعیب کی روایت میں زمزمہ اور رفضہ کے الفاظ ہیں۔ اسحاق کلبی اور عقیل کی روایت
میں رمرمۃ اور معمر کی روایت میں رمزہ کے الفاظ ہیں۔ یہ الفاظ متقاربہ ہیں۔ جن کے معانی
ایک ہیں کہ اس کی ایک ایسی خفی آواز تھی جو سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

حدیث نمبر ۱۱۶۹ حدثنا سلیمان بن حرب عن انسؓ قال کان غلام یہودی یخدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمرض فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ فقعد عند راسہ فقال لہ اسلم فنظر الی ابیہ وھو عندہ فقال اطع ابا القاسم فاسلم فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول الحمد للہ الذی انقذہ من النار۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی کا لڑکا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے اور اس کے سرہانے آکر بیٹھ گئے۔ اس سے فرمایا تو مسلمان ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا۔ جس نے کہا ابو القاسم کا کہنا مانو۔ چنانچہ وہ بچہ مسلمان ہو گیا۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لا کر فرما رہے تھے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس کو جہنم سے نکال لیا۔

حدیث نمبر ۱۱۷۰ حدثنا علی بن عبد اللہ سمعت ابن عباسؓ یقول کنت انا وامی من المستضعفین انا من الولدان وامی من النساء۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ مستضعفین میں سے تھے۔ میں بچوں میں سے اور میری ماں عورتوں میں سے تھیں۔

حدیث نمبر ۱۱۷۱ حدثنا ابو الیمان کان یقول ابن شہاب یصلی علی کل مولود متوفی وان کان لبغیۃ من اجل انہ ولد علی فطرۃ الاسلام یدعی ابواہ الاسلام وابوہ خاصۃ وان کانت امہ علی غیر الاسلام اذا استھل صارخا صلی علیہ ولا یصلی علی من لا یستھل من اجل انہ سقط فان ابا ھریرۃؓ کان یحدث قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج بھیمۃ جمعاء ھل تحسون فیھا من جدعاء ثم یقول ابو ھریرۃؓ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ الآیۃ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہر وفات شدہ بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اگرچہ وہ کافرہ یا زانیہ کا بچہ کیوں نہ ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے۔ بشرطیکہ اس کے والدین دونوں یا صرف باپ مسلمان ہو اور اس کی ماں غیر اسلام پر ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ بچہ پیدائش کے وقت چیخ مار کر رویا ہو۔ تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ اگر اس نے پیدائش کے وقت چیخ نہیں ماری تو وہ نا تمام بچہ ہے۔ اس لئے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ جس طرح کہ جانور سالم الاعضاء بچہ جنتا ہے۔ کیا تم اس میں سے کوئی عضو ناک۔ کان وغیرہ کٹا ہوا دیکھتے ہو۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ یہ آیت پڑھتے ہیں۔ یہ اللہ کی تخلیق ہے جس پر اللہ تعالٰی نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۱۷۲ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی نومولود بچہ ایسا نہیں جو فطرت اسلام پر پیدا نہ ہو۔ پھر والدین اس کو یہودی بناتے ہیں۔ نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ جس طرح کہ جانور کا بچہ صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے اس کا کوئی عضو کٹا ہوا نہیں ہوتا۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ یہ آیت پڑھتے تھے۔ ترجمہ۔ اللہ تعالٰی کی فطرت ہے۔ جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی تخلیق کے اندر کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی دین مستقیم ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ رسول الامیین الخ اس جملہ سے ابن صیاد کی مراد یہ ہے کہ اہل عرب نہ تو کاہن ہیں۔ نہ نجومی ہیں اور نہ ان میں وہ علوم ہیں جن کی بنیاد حساب و کتاب پر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ امیین سے مراد مشرکین عرب ہیں جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ ابن صیاد جو یہودیوں سے تھا۔ یہود کی طرح جنابؐ کی رسالت کا اعتراف تو کیا۔ مگر یہ کہہ کر کہ آپؐ کی بعثت عرب کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں ہے۔ حالانکہ یہ جھوٹ ہے آپؐ کی رسالۃ الیٰ کافۃ الناس کی تصدیق ضروری ہے۔ اور علامہ موصوفؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ابن صیاد کی طرف کیوں گئے۔ وجہ یہ ہے کہ آپؐ کو معلوم ہوا کہ ایک یہودیہ نے ایک ایسا بچہ جنا ہے جس کی ایک آنکھ ممسوحہ ہے اور دوسری ابھری ہوئی ہے۔ چونکہ آپؐ کو دجال کی علامتیں بتائی گئی تھیں۔ اس لئے آپؐ ڈر گئے کہ کہیں یہی دجال نہ ہو۔

الحاصل امام بخاریؒ نے جو ترجمہ باندھا ہے۔ اس کا ایک جزء تو یہ ہے۔ کہ جب کوئی بچہ مسلمان ہو کر مر جائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے یا نہ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ پڑھا جائے دوسرا جزء یہ ہے کہ آیا بچے پر اسلام پیش کیا جائے یا نہ۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ ابن صیاد پر اسلام پیش کیا گیا۔ دوسری حدیث میں یہودی کے لڑکے پر اسلام پیش ہوا۔ وہ مر گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا جہنم سے بچ گیا معلوم ہوا کہ اس کا جنازہ جائز ہے شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ صبیِ مسلم کا جنازہ ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ کوئی مانع پیش نہ آجائے۔ مثلاً ابوین کافر نہ ہوں۔ یا بعد دارین نہ ہو۔ اور بچے کے والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو اس میں تین قول ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ خیر ابوین کے تابع ہے۔ دوسرا قول امام مالکؒ کا یہ ہے کہ وہ باپ کے تابع ہو گا خواہ اس کی ماں مسلمان کیوں نہ ہو تیسرا قول یہ ہے کہ وہ ماں کے تابع ہو گا خواہ اس کا باپ مسلمان ہو۔ لیکن ائمہ ثلاثہ کا مسلک مُغنی میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اولاد مشرکین کا جنازہ ناجائز ہے جب تک احد الابوین مسلمان نہ ہو۔ یا وہ مشرک ہو کر مر جائے تو بچہ مسلمان شمار ہو گا جب کہ وہ اکیلا قید ہو کر آئے۔

دوسرا جزء ایک امام بخاریؒ کے ترجمہ کا **ھل یعرض الاسلام علی الصبی** اس کا جواب یہ ہے کہ **یعرض** اسلام پیش کیا جائے گا۔ یہی امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کا مسلک ہے۔ امام شافعیؒ اس کے خلاف ہیں۔ احادیث باب سے مختار یہی معلوم ہوتا ہے کہ عرض اسلام

صحیح ہے۔

امام بخاریؒ نے حدیث کل مولود الخ ابن شہاب عن ابی ہریرۃ منقطعاً تخریج کی ہے۔ بعدازاں ابی سلمہ کے واسطہ سے مرفوعاً نقل کر دی۔ تو مرفوع حدیث پر اعتماد ہوگا اور منقطع سے مسئلہ کی تفصیل معلوم ہوگئی۔

تبعاً للدار کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ اکیلا قید ہو کر آئے تو جب تک وہ دارالاسلام میں نہیں آجاتا اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اسی طرح ملک سے بھی تبعیۃ لازم آئے گی۔ یعنی تقسیم غنیمت کے بعد جس کے حصہ میں وہ بچہ آئے گا وہ اسی کے تابع ہوگا۔

بَابُ اِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ۔ جب کوئی مشرک مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۷۳ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِؓ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَآءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِیْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ طَالِبٍ اَیْ عَمِّ قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ اٰخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ بِهٖ وَهُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ الْاٰيَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن مسیبؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتلایا کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس

تشریف لائے۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیۃ بن المغیرۃ اس کے پاس بیٹھے تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا کہ اے چچا! کلمہ طیبہ پڑھ لو تاکہ اللہ کے نزدیک تیرے لئے میں اس کلمہ کی شہادت دے سکوں۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ دونوں نے کہا کہ اے ابوطالب! کیا ملۃ عبدالمطلب سے پھر رہا ہے۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بار بار اس کو پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنا وہی مقالہ دہراتے رہے یہاں تک کہ آخری کلمہ جو ابوطالب نے ان کے سامنے بولا وہ یہی تھا کہ وہ ملۃ عبدالمطلب پر ہے۔ اور اس نے کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ تو اللہ تعالے نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ کہ نبی اور مؤمنوں کے لئے لائق نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت طلب کریں۔

تشریح از قاسمیؒ امام بخاریؒ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرک عندالموت کلمہ پڑھ لے تو اس کا اعتبار ہوگا۔ حالانکہ یہ غرغرہ کا ایمان ہے۔ فرعون کا مقبول نہیں ہوا تو اور کس کا ہوگا۔

بَابُ الْجَرِيْدِ عَلَى الْقَبْرِ

وَاَوْصٰى بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِيُّ اَنْ يُّجْعَلَ فِيْ قَبْرِهٖ جَرِيْدَانِ وَرَاٰى ابْنُ عُمَرَ فُسْطَاطًا عَلٰى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ فَاِنَّمَا يُظِلُّهٗ عَمَلُهٗ وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَّاَيْتُنِيْ وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ وَاِنَّ اَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِيْ يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ حَتّٰى يُجَاوِزَهٗ وَقَالَ عُثْمَانُ ابْنُ حَكِيْمٍ اَخَذَ بِيَدِيْ خَارِجَةُ فَاَجْلَسَنِيْ عَلٰى قَبْرٍ وَاَخْبَرَنِيْ عَنْ عَمِّهٖ يَزِيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ اِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِمَنْ اَحْدَثَ عَلَيْهِ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُوْرِ۔

ترجمہ۔ باب ہے قبر پر کھجور کی ٹہنی رکھنا کیسا ہے۔ حضرت بریدہ اسلمیؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ اس کی قبر پر دو ٹہنیاں کھجور کی رکھی جائیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ کی قبر پر خیمہ لگا دیکھا تو کہا اے غلام اس کو کھینچ ڈالو۔ کیونکہ اس کا عمل اس پر سایہ

کر رہا ہے۔ حضرت خارجہ بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں نوجوان تھے۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم میں سے جو زیادہ سخت کودنے والا ہوتا تھا وہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر سے کود کر آگے نکل جاتا تھا۔ اور عثمان بن حکیم فرماتے ہیں کہ حضرت خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور مجھے ایک قبر پر بٹھا دیا۔ اور اپنے چچا یزید بن ثابت سے خبر سنائی کہ قبر پر پیشاب پاخانہ پھرنا مکروہ ہے اور نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ قبروں پر بیٹھا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۲۷۴ حَدَّثَنَا يَحْيٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی دو قبروں کے پاس سے ہوا جن کو عذاب ہو رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ان کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑے کام میں نہیں دیا جا رہا۔ ایک تو ان میں سے پیشاب سے پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اسے دو برابر حصوں میں چیرا۔ پھر ہر ایک قبر میں ایک ایک حصہ گاڑ دیا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! آپؐ نے یہ کیوں کیا۔ فرمایا۔ شاید اللہ تعالیٰ ان دونوں سے عذاب میں تخفیف فرما دیں۔ جب تک وہ خشک نہ ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے کھجور کی ٹہنی اور دوسری اشیاء میں فرق کیا ہے۔ کہ نص آجانے کی وجہ سے جریدہ کا قبر پر رکھنا جائز ہے دوسرے کا نہیں۔ اور اس کو امام بخاریؒ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے بھی نہیں۔ فرمایا جس کی تائید صحابیؓ کے فعل سے بھی کر دی۔ ہمارے علماء احنافؒ اس جریدہ اور دیگر اشیاء، فرق نہیں کرتے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو خصوصیت

پر محمول کرتے ہیں کہ آپؐ کو بذریعہ وحی علم ہو گیا۔ کہ ان کے عذاب کی تخفیف وضع الجریدہ سے ہو گی۔ جس سے حضرت بریدہ اسلمیؓ نے یہ سمجھا کہ جب یہ ٹہنیاں تخفیف عذاب کا باعث بن گئی تو میت کے قریب ان کا ہونا بطور اولیٰ جائز ہو گا۔ اور شاید ان کا مقصد یہ ہو۔ کہ ان قبروں کے اوپر جو پتھر پھیلائے جاتے ہیں۔ مٹی کے نیچے ان ٹہنیوں کو رکھ دیا جائے۔ اس کو بعض نے فی قبرہ سے تعبیر کر دیا اور بعض نے علیٰ قبرہ سے تعبیر کیا۔

وقال خارجۃ بن زید الخ اس اثر کو اس مناسبت سے ذکر کیا گیا کہ فسطاط سے قبر کی تعظیم مقصود نہیں تھی۔ کیونکہ اس کا سایہ قبر نہیں قبر پر تو عمل کا سایہ ہے۔ پھر اس عبارت سے یہ معلوم بھی ہوتا ہے کہ ان کی قبر بہت اونچی تھی جس سے چھلانگ لگائی جاتی تھی۔ حالانکہ قبر کا اتنا اونچا ہونا تو منہی عنہ ہے۔ تو جواباً کہا جائے گا کہ ان کی قبر سیلاب گاہ ہونے کی وجہ سے اونچی بنائی گئی تھی پہلے وہ قبر ہموار زمین پر تھی۔ جس کو سیلاب نے خراب کر دیا۔ تو ایک کنارے پر اسے بنایا گیا۔ تاکہ کوئی کودنے والا اس پر سے نہ کود سکے۔ درحقیقت وہ اونچی نہیں تھی۔ بلکہ اس کنارے پر ہونے کی وجہ سے اوپر کو کودنا لازم آتا تھا۔ پھر ان بچوں کا کودنے کی عادت بنا لینا اور صحابہ کرام کا انہیں منع نہ کرنا۔ یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ قبر پر بیٹھنا اور اسے روندنا جائز ہے۔ البتہ پاخانہ اور پیشاب نہیں کرنا چاہیئے۔ جلوس کی ممانعت نہیں ہے۔ جیسا کہ متبادر اس سے معلوم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ارتفاع قبر مع انہ منہی عنہ نص احمدؒ لا یستحب رفعہ باکثر من ترابہ عن جابرؓ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنیٰ علیہ او یزاد علیہ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبر کو چونا گچ بنایا جائے یا اس پر عمارت بنائی جائے یا اس کی مٹی سے کوئی مٹی زائد ڈالی جائے۔ اور قبر عثمان کے اونچا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ جب پانی کے قبر عثمان کو بہالے جانے کا خطرہ لاحق ہوا تو اس کے پہلو میں ایک دیوار بنائی گئی تاکہ قبر پانی سے محفوظ ہو جائے۔ جب کوئی مٹی یا ریت پہاڑی جگہ سے بہ جاتی یا خود دیوار کی وجہ سے کوئی چیز بڑھ جاتی تو وہ قبر پر ڈال دیتے تھے اس لئے قبر اونچی ہو گی ورنہ بالشت بھر سے قبر کو اونچا بنانا

ممنوع ہے۔ نیز! قبر پہ بیٹھنا اسے روندنا جائز خلاف اولیٰ ہے اور حدث وغیرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

تشریح از قاسمی | اثر ابن عمرؓ اور اثر خارجہ بن زید اور اسی طرح اثر عثمان بن حکیم کو ترجمۃ الباب سے کوئی مطابقت نہیں۔ تو کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے اس بات کی طرف اشارہ فرمانا ہے۔ کہ قبر پہ جرید رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں جیسے کہ قبر پر خیمہ ہونا کوئی فائدہ نہیں دیتا بلکہ عمل صالح فائدہ دیتے ہیں اسی طرح قبر پہ بیٹھنا پیشاب کرنا اور اس پہ کودنا وغیرہ اس کے لئے کوئی ضرر رساں نہیں۔ نفع وضرر صرف اعمال کے اعتبار سے ہے۔ باقی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جرید رکھنا یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔ صحابی حضرت بریدہؓ نے خصوصیت پر محمول نہ کر کے عموم کے طور پہ وصیت فرمادی۔ ورنہ دراصل نافع اعمال ہیں۔ اسی لئے امام بخاریؒ بعدازاں اثر ابن عمرؓ لائے کہ انما یظلہ عملہ کہ ان کا عمل ان پہ سایہ کرے گا۔

بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقُعُوْدِ اَصْحَابِهٖ حَوْلَهٗ

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ الْقُبُوْرِ بُعْثِرَتْ اُثِيْرَتْ بَعْثَرْتُ حَوْضِيْ جَعَلْتُ اَسْفَلَهٗ اَعْلَاهُ الْاِيْفَاضُ الْاِسْرَاعُ وَقَرَأَ الْاَعْمَشُ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مَّنْصُوْبٍ يَّسْتَبِقُوْنَ اِلَيْهِ وَالنُّصْبُ وَاحِدٌ وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ يَّوْمُ الْخُرُوْجِ مِنَ الْقُبُوْرِ يَنْسِلُوْنَ يَخْرُجُوْنَ ۔

ترجمہ۔ باب محدث کی قبر کے پاس بیٹھ کر وعظ ونصیحت کرنا اور آپ کے شاگردوں کا اس کے اردگرد بیٹھنا۔ قرآن مجید کے بعض الفاظ کی تشریح اجداث کے معنی قبور کے ہیں بعثرت اکھیڑی جائیں گی۔ بعثرت حوضی کے معنی اس حوض کا نچلا حصہ اکھاڑ کر اوپر کر دیا۔ ایفاض جو یوفضون میں ہے۔ اس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں۔ اعمش نے الی نصب یوفضون کو پڑھا ہے۔ نصب کے معنی وہ چیز جو آگے کھڑی کی جائے۔ اس کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ بالضم واحد ہے اور بالفتح مصدر ہے۔ یوم الخروج ای من القبور کے معنی میں ہے۔ ینسلون یخرجون کے معنی میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۷۵ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ كُنَّا فِیْ جَنَازَةٍ فِیْ

بَقِیعِ الْغَرْقَدِ فَاَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَہٗ وَمَعَہٗ مِخْصَرَۃٌ فَنَکَّسَ فَجَعَلَ یَنْکُتُ بِمِخْصَرَتِہٖ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ مَا مِنْ نَفْسٍ مَّنْفُوْسَۃٍ اِلَّا کُتِبَ مَکَانُھَا مِنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَاِلَّا قَدْ کُتِبَتْ شَقِیَّۃً اَوْ سَعِیْدَۃً فَقَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ کَانَ مِنَّا مِنْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ فَسَیَصِیْرُ اِلٰی عَمَلِ اَھْلِ السَّعَادَۃِ وَمَنْ کَانَ مِنَّا مِنْ اَھْلِ الشَّقَاوَۃِ فَسَیَصِیْرُ اِلٰی عَمَلِ اَھْلِ الشَّقَاوَۃِ قَالَ اَمَّا اَھْلُ السَّعَادَۃِ فَیُیَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا اَھْلُ الشَّقَاوَۃِ فَیُیَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَۃِ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۔ الْاٰیَۃَ ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بقیع غرقد کے قبرستان میں ہم ایک جنازہ میں حاضر تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے۔ ہم لوگ بھی آپؐ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپؐ کے پاس ایک لاٹھی تھی۔ جس سے آپؐ سہارا لیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا۔ اور اپنی اس لاٹھی سے زمین کو کھرچنے لگے۔ پھر فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص یا کوئی پیدا شدہ جی ایسا نہیں مگر اس کے لئے بہشت اور دوزخ کا مکان لکھ لیا گیا ہے۔ اور اس کا نیک بخت اور بدبخت ہونا بھی لکھ دیا گیا ہے تو اس پر ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! تو پھر کیا ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں اور عمل کو چھوڑ نہ دیں۔ پس ہم میں سے جو شخص نیک بختوں میں سے ہوگا۔ پس وہ نیک بختوں کے عمل کی طرف جائے گا۔ اور جو بدبختوں میں سے ہوگا وہ بدبختوں کے عمل کی طرف جائے گا۔ آنجناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا۔ لیکن نیک بختی والوں کو نیک بختی کے عمل کی آسانی مہیا کی جاتی ہے اور بدبختی والوں کو بدبختی کے عمل کی آسانی مہیا کی جاتی ہے۔ پھر آپؐ نے اس کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | افلا نتکل الخ سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز ہمارے مقدر میں ہو چکی ہے۔ ہم نے تو مجبوراً بالآخر اس کی طرف رجوع کرنا ہے۔ پھر اس وقت عمل سکا

کیا فائدہ ہوا۔ جواب کا حاصل یہ ہے۔ کہ جب کسی کے لئے عمل مقدر ہو چکا ہے اس کو عمل کرنے کی توفیق مل کر رہے گی۔ عدم عمل کی توفیق نہ ہوگی۔ لہٰذا عمل کو نہ چھوڑا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اسلوب حکیم کے طور پر اس کو جواب دیا گیا اور ترک عمل سے روک دیا گیا۔ اور عبودیت جو عبد پر واجب ہے۔ اس کا حکم دیا گیا۔ اور امور مغیبہ میں دخل دینے پر زجر کیا گیا۔ کیونکہ طبرانی میں ہے۔ **اعملوا فکل میسر لما خلق** ۔ الحدیث۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ربّ تعالےٰ نے ہمیں عمل کا حکم دیا ہے۔ ہمارے لئے اس عمل کا امتثال ضروری ہے۔ مقادیر غیبیہ کے ہم مکلف نہیں ہیں۔ البتہ اعمال کو مشیت ایزدی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ تقدیر اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تشریح از قاسمیؒ ان آثار کے لانے سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے۔ کہ جو شخص قبر کے پاس جا کر بیٹھے تو اسے انذار و تحذیر کی باتیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ قبر اور نشر قریب آنے والے ہیں تاکہ اس کی تیاری کی جا سکے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ قَاتِلِ النَّفْسِ

ترجمہ۔ خودکشی کرنے والے کے بارے میں جو وعیدات آئی ہیں ان کا بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۷۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّۃٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ کَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَھُوَ کَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ بِحَدِیْدَۃٍ عُذِّبَ بِھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ قَالَ وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْھَالٍ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِیْنَاہُ وَمَا نَخَافُ اَنْ یَّکْذِبَ جُنْدَبٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَقَالَ اللّٰہُ بَدَرَنِیْ عَبْدِیْ بِنَفْسِہٖ حَرَّمْتُ

عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ثابت بن الضحاکؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے ملت اسلامیہ کے علاوہ جان بوجھ کر کسی دوسری ملت کی قسم کھائی۔ تو وہ ایسے ہوگا جیسے اس نے کہا۔ اور جس شخص نے چھری وغیرہ سے اپنے آپ کو قتل کر دیا تو جہنم کی آگ میں اسے اسی ہتھیار کے ساتھ ہی عذاب دیا جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۱۷۷۔ ترجمہ۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اسی مسجد میں ہم لوگوں کو حضرت جندبؓ نے حدیث سنائی۔ پس اسے نہ ہم بھولے اور نہ ہی ہمیں خوف و خطر ہے۔ کہ حضرت جندبؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں ایک آدمی کے سخت زخم آیا جس سے تنگ آ کر اس نے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ میرے بندے نے اپنی ذات کو میرے تک پہنچانے میں جلدی کی اس لئے میں نے جنت کو اس پر حرام کر دیا۔

حدیث نمبر ۱۱۷۸ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَخْنِقُ نَفْسَهُ يَخْنِقُهَا فِي النَّارِ وَ الَّذِيْ يَطْعَنُ نَفْسَهُ يَطْعَنُهَا فِي النَّارِ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنا گلہ دبا کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیا تو وہ جہنم میں اپنا گلہ دباتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا وہ جہنم میں اپنے آپ کو نیزہ مارتا رہے گا۔

تشریح از قاسمی ملت غیر اسلام سے یہودیۃ اور نصرانیۃ مراد ہے۔ فہو کما قال کا مطلب ابن بطالؒ فرماتے ہیں۔ کہ وہ کاذب ہے کافر نہیں ہے۔ وہ اس قول سے ملتِ اسلام سے نکل کر کسی دوسری ملت میں داخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ کلمہ اس نے اپنے اعتقاد سے نہیں کہا۔ اس لئے جھوٹا ہوگا۔ کرمانی اور قسطلانی سے اسے تغلیظ اور تہدید پر محمول کیا ہے۔ کہ وہ اس ماقال کے عذاب کا مستحق ہے۔ دوسری احادیث

میں خودکشی کرنے والوں کی سزا کا بیان ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَالْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِيْنَ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ باب منافقین پہ نماز جنازہ اور مشرکین کی مغفرت طلب کرنا مکروہ ہے حضرت ابن عمرؓ نے اسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

حدیث نمبر ۱۱۷۹ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ... عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلٍ دُعِيَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُصَلِّيْ عَلَى ابْنِ اُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا اُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ اِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اِنْ زِدْتُّ عَلَى السَّبْعِيْنَ يُغْفَرْ لَهٗ لَزِدْتُّ عَلَيْهَا قَالَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَتَانِ مِنْ بَرَآءَةٍ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا اِلٰى قَوْلِهٖ وَهُمْ فَاسِقُوْنَ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْاَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَّاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی وفات ہوئی تو اس کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی گئی کہ آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ جب آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں دوڑ کر آپؐ کی طرف گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ ابن اُبی کا نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ اس نے اُسی دن

اس اس طرح کہا تھا۔ میں اس کی باتیں آپؐ کو گن گن کر بتاتا رہا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ فرمایا اے عمر! پیچھے ہٹ جا۔ جب میں نے بہت اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے اختیار دیا گیا تھا۔ اسی لئے میں نے اپنا اختیار استعمال کیا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ ستر مرتبہ پر ہیر زیادتی کرنے سے اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ تو میں ستر پر ضرور زیادتی کر دوں گا پھر آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ جب فارغ ہو کر واپس ہوئے۔ تو تھوڑی دیر ٹھہرے ہوں گے کہ یہ دو آیات سورۃ براۃ کی نازل ہوئیں۔ ترجمہ۔ آپؐ ان منافقین میں سے جو بھی مرجائے کسی کی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا کریں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور بدکار ہو کر مرے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے اس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جرأت کرنے سے تعجب ہوا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے کہ ایسی جرأت مجھے کیسے ہو گئی (اشدھم فی امر اللہ کی وجہ سے ہوئی) مرتب۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ جس شخص کا کفر و شرک معلوم ہو۔ اس کے لئے دعا مغفرت کی ممانعت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بن ابی کے نفاق کا علم تھا۔ لیکن نہی صراحۃً نہیں آئی تھی۔ اس لئے آپؐ نے اس کے لئے استغفار کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ آیات نہی و استغفار خاص دیہاتی لوگوں کے لئے نازل ہوئی تھیں۔ اسی طرح آپؐ نے حضرت حذیفہؓ کو بھی سترہ منافقین کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ ورنہ عام منافقین کی مسلمانوں کے ساتھ مناکحت، وراثت، مشاورت وغیرہ سب جاری تھیں۔ عام لوگوں کو ان کی نماز جنازہ کی ادائیگی سے نہیں روکا گیا۔ ان دو آیات میں بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ممانعت کی گئی ہے۔ اس کے بعد علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جمیع امت پر یہ فرض ہے کہ نہ وہ کسی مشرک کے لئے دعا کریں اور نہ ہی استغفار کریں جب کہ ان کا شرک پر مرجانا معلوم ہو جائے۔ جیسے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا الآیۃ۔

بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

ترجمہ: میت پر لوگوں کا تعریف کرنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۰ حَدَّثَنَا آدَمُ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ قَالَ هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا ایک جنازے کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے اس کی بھلائی سے تعریف بیان کی۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وجبت۔ اور پھر جب دوسرے جنازے کے پاس سے گزر ہوا تو اس کی برائی بیان کی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجبت۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے پوچھا۔ حضرت! کیا چیز واجب ہوئی۔ فرمایا۔ جس کی لوگوں نے بھلائی بیان کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ اور جس کی برائی بیان کی اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی۔ تم لوگ اللہ کی زمین میں اس کے گواہ ہو۔

"زبانِ خلق نقارۂ خدا" کا مقولہ مشہور ہے (مرتب)

حدیث نمبر ۱۱۸۱ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ فَقُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالاسودؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ جب کہ مدینہ میں کسی

بیماری کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ پس میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس بیٹھ گیا۔ ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ جس کے جنازے والے کی خیر بیان کی گئی۔ پھر دوسرا گزرا تو اس کی بھی بھلائی بیان کی گئی۔ پھر تیسرا گزرا تو اس کی بُرائی بیان کی گئی۔ تو حضرت عمرؓ نے سب کے لئے وجبت فرمایا میں نے پوچھا کیا واجب ہوا امیر المؤمنین! انہوں نے فرمایا میں نے وہی کہا ہے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ جس مسلمان کے لئے چار آدمی بھلائی کی شہادت دے دیں۔ اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ہم نے کہا اگر تین گواہی دیں تو فرمایا کہ تین والے کو بھی جنت کا داخلہ ملے گا۔ پھر ہم نے دو کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے دو پر بھی یہی فرمایا۔ البتہ ہم نے ایک کے متعلق آپ سے سوال نہ کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | لم نسالہ عن الواحد | انہوں نے تو نہ پوچھا۔ لیکن حضرت عائشہؓ نے پوچھا تھا۔ تو جواب اسی طرح تھا۔ مگر ان کا سوال موت اولاد کے متعلق تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | چنانچہ طبرانیؒ کی روایت میں ہے۔ حضرت عائشہؓ کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ من کان لہ فرط یا موفقۃ فمن لم یکن لہ فرط من امتک فانا فرط امتی۔ امام بخاریؒ نے حدیث الباب سے استدلال کیا ہے کہ شہادت میں کم از کم دو افراد ضروری ہیں۔ اور تعدیل ایک کی بھی کافی ہے۔ باقی چار شہداء کی شہادت کثرت اور تواتر کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔ جیسے حد زنا میں چار کی شہادت معتبر سمجھی گئی ہے اور شہادت اربع بھی مطابق واقع کے ہو۔ تاکہ ان کی ثنا کا کوئی فائدہ بھی مرتب ہو۔ خلافِ واقع ثنا کیا فائدہ دے گی۔ اور شہادت بھی ثقہ اور متقی لوگوں کی معتبر ہو گی۔ فساق و کفار کی شہادت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

ترجمہ۔ عذاب قبر کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس کا بیان ہے۔

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالىٰ وَلَوْ تَرىٰ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ اَلْهُوْنُ هُوَ الْهَوَانُ وَالْهَوْنُ الرِّفْقُ وَقَوْلُهٗ سَنُعَذِّبُهُمْ

مَرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ وَقَوْلُهٗ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَّیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔

امام بخاریؒ نے ان آیات سے عذابِ قبر کو ثابت فرمایا ہے۔ عَذَابَ الْھُوْنِ سے یہی مراد ہے۔ ھُوْنِ کے معنی ذلت اور ھَوْن کے معنی نرمی کے ہیں۔ دوسری آیت میں مَرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ سے عذابِ قبر ثابت ہے اور تیسری آیت میں اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا سے ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۲ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِیْ قَبْرِهٖ اُتِیَ ثُمَّ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب مؤمن کو اپنی قبر میں اٹھا کر بٹھا دیا جائے گا۔ تو اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے۔ پھر وہ کلمہ طیبہ کی گواہی دے گا۔ اسی کو قرآن مجید کی اس آیت یُثَبِّتُ اللّٰهُ الخ میں بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ اَوْزَادَ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نَزَلَتْ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ترجمہ۔ کہ شعبہ نے یہ الفاظ زائد کئے ہیں کہ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الخ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۴ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ اَخْبَرَهٗ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَهْلِ الْقَلِیْبِ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَکُمْ رَبُّکُمْ حَقًّا فَقِیْلَ لَهٗ تَدْعُوْا اَمْوَاتًا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰکِنْ لَّا یُجِیْبُوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب بدر والوں کو جھانک کر فرمایا۔ کہ کیا جو تمہارے ربّ نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ اس کو تم نے سچ پایا۔ آپؐ سے کہا گیا کہ کیا آپ ان مُردوں کو پکارتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ الْآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ اب جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا۔ وہ سچ تھا۔ اور اللہ تعالےٰ فرما چکے ہیں کہ آپؐ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ زَادَ غُنْدُرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس گھر میں آئی اور اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کرتے ہوتے ان سے کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو قبر کے عذاب سے پناہ دے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا۔ تو آپؐ نے فرمایا ہاں! عذابِ قبر حق ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ اس کے بعد جب بھی میں نے آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھا تو قبر کے عذاب سے پناہ پکڑتے تھے۔ غندر نے یہ الفاظ زائد بیان کئے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ عذابِ قبر حق ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ

اَنَّهٗ سَمِعَ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ تَقُوْلُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا فَذَکَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِیْ یَفْتَتِنُ فِیْہَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَکَرَ ذٰلِکَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہ ابن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ حضرت اسمار بنت ابی بکر سے سُنا۔ وہ کہتی تھیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو قبر کے اس فتنہ کا ذکر فرمایا جس میں آدمی مبتلا ہوگا۔ پس جب آپؐ نے اس کا ذکر فرمایا تو مسلمان چیخیں مار مار کر رونے لگے۔

حدیث نمبر ۱۱۸۸ حَدَّثَنَا عَیَّاشُ بْنُ الْوَلِیْدِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّہٗ حَدَّثَہُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِہِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ فَیُقَالُ لَہٗ انْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِکَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ فَیَرَاھُمَا جَمِیْعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُکِرَ لَنَا اَنَّہٗ یُفْسَحُ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی حَدِیْثِ اَنَسٍ قَالَ وَالْمُنَافِقُ اَوِ الْکَافِرُ فَیُقَالُ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ مَا یَقُوْلُ النَّاسُ فَیُقَالُ لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ وَیُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَةً فَیَصِیْحُ صَیْحَةً یَّسْمَعُھَا مَنْ یَّلِیْہِ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے حدیث بیان فرمائی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پیٹھ پھیر جاتے ہیں۔ بے شک ابھی وہ ان کے جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ تو اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔ مومن تو کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور

کے رسول ہیں۔ پس اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا ٹھکانہ جہنم سے دیکھ لے۔ جس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت کا ٹھکانہ دیا ہے۔ پس وہ دونوں کو اکٹھے دیکھتا ہے۔ حضرت قتادہؒ راوی فرماتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ بھی ذکر کیا گیا کہ اس کی قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے۔ پھر قتادہؒ نے حضرت انسؓ کی حدیث کی طرف رجوع کیا۔ کہ منافق یا کافر جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں تو نہیں جانتا۔ البتہ لوگ جو کچھ کہتے تھے۔ میں بھی وہی کہا کرتا تھا۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ تو نے نہ تو خود معلومات حاصل کیں نہ کسی کی پیروی کی یا نہ تو نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ پس اس کو لوہے کے گرز سے سخت پیٹا جائے گا۔ جس سے وہ چیخ و پکار کرے گا۔ جس کی آواز کو اس کے آس پاس کے لوگ سنیں گے۔ سوائے جن وانس کے کہ وہ نہیں سن سکتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **ما انتم باسمع منھم** اس سے مراد علم ہے۔ کیونکہ سمع علم کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ وہ خوب جان رہے ہیں۔ اس تقدیر پر **لا یجیبون** کا معنی یہ ہوگا۔ کہ جب فرشتے میرا یہ کلام ان تک پہنچائیں گے تو ان کو جواب دینے کی قدرت نہیں۔ کیونکہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اور کسی طرف التفات نہیں کر سکیں گے۔

زاد غندر عذاب القبر حق یعنی جیسے عبدان نے روایت کے متن میں زیادتی بیان کی ہے۔ ایسے غندر نے بھی عذاب القبر حق کی زیادتی کو بیان کیا۔ اور بعض شراح یہ فرماتے ہیں۔ کہ اکثر روایات کے اندر حق کا لفظ ثابت نہیں بلکہ مقدر ہے۔ تو اب معنی یہ ہو جائیں گے کہ غندر نے تو عذاب القبر کے بعد حدیث میں حق کا ذکر کیا ہے۔ لیکن عبدان کی روایت میں حق کا لفظ مقدر ہے ملفوظ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | **ما انتم باسمع الخ المراد بہ العلم** نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو سلف و خلف میں چلا آرہا ہے۔ کہ آیا سماعِ موتیٰ ثابت ہے یا نہیں۔ امام بخاریؒ نے ابن عمرؓ کی روایت سے سماع موتیٰ ثابت فرمایا۔ اور حضرت عائشہؓ اس سمع سے علم مراد لیتی ہیں۔ جمہور ائمہ نے ابن عمرؓ کی روایت کو قبول کیا ہے۔ کیونکہ اس کی موافقت

اور رواۃ بھی کرتے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے استدلال انک لا تسمع الموتیٰ کا جواب دیتے ہیں کہ اس میں اسماع کی نفی ہے سمع کی نہیں ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ سنوانا چاہے وہ سن سکتا ہے۔ دوسرے حضرت عائشہؓ خود اس موقعہ پر موجود نہیں تھیں۔ لہٰذا حاضرین صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو زیادہ حفظ کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے آپؐ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔ یا رسول اللہ اتخاطب قوما جیفوا فقال ما انتم باسمع منہم۔ پس جائز ہے کہ وہ اس حال میں جانتے بھی ہوں۔ اور اپنے ان کانوں سے سنتے بھی ہوں جیسے جمہور کہتے ہیں یا ان لوگوں کے قول کے مطابق جو سوال کا مخاطب روح کو گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک آذان روح سے سنتے ہوں اور کتاب المغازی میں آرہا ہے۔ کہ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے توبیخاً ونقمۃً اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنانے کے لئے ان سب کو زندہ کردیا۔ پھر اس میں بھی اختلاف نقل کیا جاتا ہے۔ کہ آیا قبر میں سوال صرف بدن پر واقع ہوگا یا بغیر عود الی الجسد کے براہِ راست روح سے ہوگا۔ جمہور ائمہ کا قول ہے کہ روح کو جسد میں لوٹا کر پھر سوال کیا جائے گا۔ اور مغازی ابن اسحاق میں اسناد جید کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا اپنے انکار سے رجوع ثابت کیا گیا ہے۔

شیخ گنگوہیؒ نے والجواب ان المراد بہ العلم سے ایک فقہی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا تو آیا یہ یمین اس کی حیوٰۃ سے مقید ہوگی اگر مرنے کے بعد کلام کرے تو حانث ہوگا یا نہیں۔ تو درِ مختار میں ہے کلام مع المیت سے حانث نہیں ہوگا۔ کیونکہ مقصود کلام سے افہام ہے اور موت اس کے منافی ہے تو اہل قلیب بدر کے سماع سے اعتراض ہوتا تھا۔ اس کا جواب شیخ گنگوہیؒ یہ دے رہے ہیں۔ کہ لوگ سماع موتیٰ کی نفی کرتے ہیں تو وہ لوگ حدیث کے لفظ سماع کو علم پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے اپنے فتاوی عزیزیہ میں سماعِ میت وشعور و ادراک کو دلائل سے بسط کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ فانظر ان شئت التفصیل۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

ترجمہ۔ عذاب قبر سے پناہ پکڑنا۔

حدیث نمبر ۱۱۸۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَؓ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ یَھُوْدُ تُعَذَّبُ فِیْ قُبُوْرِھَا وَقَالَ النَّضْرُ الخ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ جب کہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ تو آپؐ نے ایک آواز سن کر فرمایا۔ کہ ایک یہودیہ کو اس کی قبر میں عذاب کیا جا رہا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۰ حَدَّثَنَا مُعَلّٰی الخ حَدَّثَتْنِیْ بِنْتُ خَالِدِ بْنِ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِؓ اَنَّھَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ترجمہ۔ خالد بن سعید بن العاصؓ کی بیٹی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ عذاب قبر سے پناہ پکڑتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۱ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ میں دعا مانگتے تھے۔ ترجمہ۔ اے اللہ! میں تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں۔ قبر کے عذاب سے۔ جہنم کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔

تشریح از قاسمی سَمِعَ صَوْتًا یا تو وہ ملائکۃ العذاب کی آواز تھی یا وقوع عذاب کی آواز یا معذبین کی آواز تھی۔ مصنفؒ اس سے اس عادت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ ایسے مواقع پر تعوذ کرنا چاہیئے۔

بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيْبَةِ وَالْبَوْلِ

ترجمہ۔ پیشاب اور چغل خوری یا گلہ گوئی سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعٰى بِالنَّمِيْمَةِ وَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ قَالَ ثُمَّ اَخَذَ عُوْدًا رَطْبًا فَكَسَرَهٗ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهٗ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا۔ آپؐ نے فرمایا ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور یہ کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیئے جا رہے۔ پھر فرمایا کیوں نہیں۔ لیکن ایک ان میں سے چغلخوری کرتا تھا۔ اور دوسرا اپنے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا۔ پھر آپؐ نے ایک تر لکڑی لی۔ اور اس کے دو ٹکڑے فرمائے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک قبر پر گاڑ دیا۔ پھر فرمایا جب تک یہ دونوں خشک نہ ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان سے عذاب میں تخفیف فرما دے۔

تشریح از قاسمی امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق بعض طرق کے الفاظ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ کسی میں من الغیبۃ ہے اور کسی میں من النمیمۃ ہے۔ دونوں باعث عذاب قبر ہیں۔

بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

ترجمہ۔ میت پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۳ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک مرجاتا ہے۔ تو اس کا ٹھکانا صبح و شام اس پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر جنتی ہے تو جنت والا۔ اگر جہنمی ہے تو جہنم والا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہی تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن تجھے اللہ تعالیٰ قبر سے اٹھا کر اس میں پہنچائیں گے۔

بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

ترجمہ۔ چارپائی پر میت کا کلام کرنا۔

حدیث نمبر ۱۱۹۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے۔ اور اسے مرد اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں۔ تو اگر وہ نیک آدمی ہوتا ہے۔ تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو۔ اگر بدکار ہوتا ہے تو کہتا ہے میری ہلاکت مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ اس کی اس آواز کو انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے۔ اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

تشریح از قاسمی اس باب کے تکرار کی وجہ یہاں پہلے بیان ہو چکی ہے۔ کہ اس جگہ ماقبل باب سے اس کو اس طرح مناسبت ہے۔ کہ پہلے باب میں عرض المقعد کا بیان تھا۔ اس باب سے بتلانا ہے۔ اپنا ٹھکانا وہ حمل جنازہ کے وقت سے دیکھ لیتا ہے۔ اس لئے وہ کلام کرتا ہے۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ۔ مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا بیان اس باب میں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص کے تین بچے مر جائیں جو بلوغ کو نہ پہنچے ہوں۔ تو وہ جہنم سے پردہ بنیں گے یا اسے جنت میں داخل کریں گے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۵ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوْتُ لَهٗ ثَلٰثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ لوگوں میں سے جس کسی مسلمان کے تین بچے مر جائیں جو بلوغ کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ بوجہ اپنی رحمت کی فضیلت کے جو ان پر ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۱۹۶ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍؓ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جب صاحب زادہ ابراہیمؓ کی وفات ہوئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں اس کے لئے دودھ پلانے والی ہوگی۔ جو اس کی مدت رضاعت پوری کرے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ صاحب زادے کے لئے جنت میں مرضع کا ہونا یہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ نے جو آپؐ کی خصوصیت قرار دیا ہے حالانکہ یہ آپؐ کی جمیع اولاد کے لئے ہے۔ اس لئے علامہ قسطلانیؒ نے حضرت خدیجہؓ کے صاحب زادے قاسم کی وفات پر جب حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتا اور میں اس کی رضاعت پوری کر لیتی تو میرے لئے آسان ہوتا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اس کے لئے مرضع جنت میں مدت رضاعت پوری کرے گی۔ باقی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ صاحبزادہ ابراہیمؓ کی ولادت ذی الحجہ ۸ھ میں ہوئی۔ اس کی وفات میں اختلاف ہے۔ واقدی نے ربیع الاول ۱۰ھ کے اندر وفات کا قول کیا ہے اور بھی اقوال ہیں۔

تشریح از قاسمی لم یبلغوا الحنث الخ امام بخاریؒ اس حدیث سے اس طرح استدلال فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ بچہ والدین کیلئے حجاب من النار بنا تو خود بھی محجوب من النار ہوگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اولاد مسلمین اہل جنت میں سے ہوگی۔ اس طرح قیاس سے ترجمہ ثابت ہوا۔

چھٹا پارہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ مَاقِیْلَ فِیْ اَوْلَادِ الْمُشْرِکِیْنَ

ترجمہ۔ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں

حدیث نمبر ۱۱۹۷ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ اللّٰہُ اِذْ خَلَقَھُمْ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالےٰ نے ان کو پیدا کیا ہے تو وہی بہتر جاننے والا ہے۔ کہ وہ کیا عمل کرے گا۔

حدیث نمبر ۱۱۹۸ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَؓ یَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِیِّ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔

حدیث نمبر ۱۱۹۹ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ کَمَثَلِ الْبَهِیْمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ هَلْ تَرٰی فِیْهَا جَدْعَاءَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پس ماں باپ اسے یہودی۔ نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ مانند جانور کے جو صحیح سالم بچہ جنتا ہے۔ کیا تم نے کبھی اس کا ناک، کان وغیرہ کٹا ہوا دیکھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ باب کی پہلی روایات سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اولاد مشرکین کے بارے میں توقف کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ امام اعظمؒ کا مسلک ہے۔ لیکن ان دونوں کے بعد حدیث فطرت کو لانے سے مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس استحقاق کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ جو عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ مطلق کی نفی نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اولاد مشرکین کا مسئلہ اختلافی ہے۔ سلف وخلف میں اختلاف رہا ہے۔

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ توقف کرو۔ مشیئۃ الٰہی میں جو ہوگا ویسا ہی ہو کر رہے گا۔ یہ مسلک ائمہ ثلاثہ کا ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ والدین کے تابع ہوں گے۔ اولاد المسلمین فی الجنۃ واولاد الکفار فی النار۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ برزخ میں ہوں گے۔ بین الجنۃ والنار۔

۴۔ چوتھا قول یہ ہے۔ کہ وہ اہلِ جنت کے خدام ہوں گے۔

۵۔ پانچواں قول یہ ہے کہ وہ مٹی ہو جائیں گے۔

۶۔ چھٹا قول یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہوں گے۔

۷۔ ساتواں قول ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے۔ کہ ان کا امتحان لیا جائے گا۔ فمن اطاع دخل الجنۃ ومن عصیٰ دخل النار۔ یہی قول شیخ ابوالحسن اشعریؒ کا نقل کیا گیا ہے۔

۸۔ آٹھواں قول یہ ہے کہ وہ جنت میں ہوں گے۔

۹۔ نانواں قول توقف اور دسواں امساک کا ہے۔

توقف اور امساک میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں عدم جزم بشئ لتعارض الادلہ اور دوسرے میں عدم الکلام فی المسئلہ ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے نہایت ہی اجمال سے کام لیا ہے۔ جس کی تفصیل انہوں نے شرح ابوداؤد میں بیان فرمائی ہے۔ کہ دخول جنت کبھی تو اعمال کی وجہ سے ہوگا۔ اور کبھی بغیر عمل کے۔ تو جو دخول مرتب اعلی الاعمال ہے۔ اس میں تو وہ والدین کے شریک ہوں گے۔ لیکن جو دخول مرتب علی الاعمال نہیں ہے۔ تو اس کے بارے میں دوسرے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ ذراری مشرکین سرے سے جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔ جیسے حدیث فطرت اور مَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ الآیۃ۔

باب حدیث نمبر ۱۲۰۰ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى صَلٰوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَأٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَأٰى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأٰى مِنْكُمْ أَحَدٌ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّيْ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ فَأَخَذَا بِيَدِيْ فَأَخْرَجَانِيْ إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَّرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهٖ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسٰى كَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهٗ فِيْ شِدْقِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِهٖ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ فَيَشْدَخُ بِهَا رَأْسَهٗ فَإِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهٗ فَلَا يَرْجِعُ إِلٰى هٰذَا حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَأْسُهٗ وَعَادَ رَأْسُهٗ كَمَا هُوَ فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهٗ قُلْتُ

مَنْ هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا إِلٰى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا يَخْرُجُوْنَ فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا وَفِيْهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَّعَلٰى وَسْطِ النَّهَرِ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ وَّعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَّفِيْ أَصْلِهَا شَيْخٌ وَّصِبْيَانٌ وَّإِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُّوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِيْ فِي الشَّجَرَةِ فَأَدْخَلَانِيْ دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ وَأَفْضَلَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ وَّنِسَاءٌ وَّصِبْيَانٌ ثُمَّ أَخْرَجَانِيْ مِنْهَا فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ فِيْهَا شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِيْ عَمَّا رَأَيْتُ قَالَا نَعَمْ أَمَّا الَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُّحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ فِي النَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ أٰكِلُوا الرِّبٰوا وَالشَّيْخُ الَّذِيْ فِيْ أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرٰهِيْمُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِيْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْأُوْلَى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَأَنَا جِبْرِيْلُ وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ فَارْفَعْ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَإِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا ذٰلِكَ مَنْزِلُكَ فَقُلْتُ دَعَانِيْ أَدْخُلْ مَنْزِلِيْ قَالَا إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ

قَلِوا استكملت اتيت منزلك .

ترجمہ ۔ حضرت سمرة بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی ۔ جب کسی نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف چہرہ مبارک سے متوجہ ہوتے اور پوچھتے کہ کیا تم نے آج کوئی خواب دیکھا ہے ۔ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اسے بیان کرتا ۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتے وہ بیان فرماتے ۔ پس ایک دن آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے ۔ ہم نے کہا ۔ نہیں ۔ تو آپؐ نے فرمایا ۔ میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیکھا ہے کہ وہ میرے پاس آئے اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑا ۔ اور مجھے پاک زمین کی طرف نکال کر لے گئے ۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہے اور دوسرا کھڑا ہے ۔ جس کے ہاتھ میں بقول ہمارے ساتھی شاگردوں کے موسیٰ سے یوں روایت ہے کہ اس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور (چمٹا) ہے ۔ جو اس بیٹھے ہوئے کے جبڑے میں داخل کرتا ہے ۔ پھر اس کے دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا ہے ۔ اتنے میں وہ پہلا جبڑا مل جاتا ہے ۔ پھر آکر وہ اس کے ساتھ ایسے ہی کرتا ہے ۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے ان دونوں نے کہا ۔ چلو ! ہم سب چل دیئے ۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا ۔ اور دوسرا اس کے سرہانے بڑا پتھر یا مطلق پتھر لے کر کھڑا ہوا تھا ۔ جس سے اس کا سر پھوڑتا تھا جب وہ اسے پتھر مارتا تو پتھر لڑھکتا ہوا جا پڑتا ۔ پس اسے لینے کے لئے جاتا ۔ ابھی واپس نہیں آیا ہوتا تھا ۔ کہ اس کا سر مل چکا ہوتا تھا ۔ اور اس کا سر اسی طرح ہو جاتا جس طرح کہ وہ تھا ۔ تو وہ پھر واپس آکر اسے مارتا ۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے ۔ انہوں نے کہا ۔ کہ چلو ! ہم چل دیئے ۔ اور ایسے غار تک پہنچے جو تنور کی طرح تھا کہ اس کا اوپر کا حصہ تنگ تھا اور نیچے کا کھلا ہوا وسیع تھا ۔ جس کے نیچے آگ دہک رہی تھی ۔ قریب تھا کہ وہ لوگ اوپر کو اٹھ کر نکلنے لگیں ۔ جب وہ آگ بجھ جاتی تو وہ نیچے چلے جاتے ۔ اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں ۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں ۔ بتلایا کہ آگے چلو ! ہم آگے چلے تو ہم ایسی ایک خون کی نہر تک پہنچ گئے ۔ جس میں ایک آدمی کھڑا ہے اور نہر کے درمیان ۔ مگر یزید بن ہارون اور وہب بن جریر بن حازم کہتے ہیں کہ نہر کے کنارے پہ ایک آدمی ہے جس کے سامنے پتھر پڑے ہیں ۔ وہ آدمی جو نہر کے اندر ہے جب وہ باہر نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ اس کے منہ میں پتھر مار کر اس جگہ واپس کرتا ہے ۔ جہاں وہ تھا ۔ پس اسی طرح جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتا ہے ۔

تو یہ اس کے منہ میں پتھر مار کر واپس کرتا ہے۔ جیسے وہ تھا۔ تو میں نے ان سے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا۔ چلو! ہم لوگ چل دیئے۔ تو ہم ایک ایسے سبز باغ تک پہنچ گئے کہ جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا۔ جس کے بُن میں ایک بوڑھے بیٹھے تھے اور کچھ بچے بھی تھے اور اچانک اس درخت کے قریب ایک آدمی تھا جس کے سامنے آگ تھی۔ جسے وہ دہکا رہا تھا۔ پس وہ لوگ مجھے اس درخت پر چڑھا کر لے گئے۔ اور مجھے ایک ایسی حویلی میں داخل کیا جس سے اچھی اور بہتر حویلی میں نے نہیں دیکھی تھی۔ جس میں بوڑھے آدمی بھی تھے اور نوجوان بھی تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم دونوں مجھے ساری رات گھماتے رہے۔ پس جو کچھ میں نے دیکھا اس کے متعلق مجھے کچھ بتلاؤ تو سہی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اب بتلاتے ہیں۔ چنانچہ وہ شخص جس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے۔ وہ ایک بہت جھوٹا آدمی تھا جو جھوٹی کہانیاں بیان کرتا تو لوگ اس سے لے کر چار دانگ عالم میں پہنچا دیتے۔ تو اس کے ساتھ قیامت کے دن تک یہی ہوتا رہے گا۔ اور وہ شخص جس کا سر پھوڑا جا رہا تھا۔ وہ ایک آدمی تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم سکھایا۔ لیکن وہ رات کو اس سے غافل ہو کر سوتا اور دن کو اس پر عمل نہ کرتا۔ پس اس کے ساتھ قیامت تک یہی سلوک ہوتا رہے گا۔ اور وہ لوگ جن کو آپؐ نے ایک غار میں دیکھا وہ زانی مرد اور عورتیں ہیں۔ اور جس شخص کو آپؐ نے خون کی نہر میں دیکھا وہ لوگ سود خور تھے۔ اور وہ شیخ جو درخت کے بُن میں بیٹھا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو ان کے اردگرد تھے وہ لوگوں کی اولاد ہیں اور جو آگ دہکا رہا تھا وہ مالک جہنم کا داروغہ ہے۔ اور وہ پہلی حویلی جس میں آپؐ داخل ہوئے وہ عام مومنوں کی حویلی ہے۔ اور یہ حویلی شہداء کی ہے۔ میں جبرائیلؑ ہوں یہ میکائیلؑ ہے۔ آپؐ اوپر کو سر اٹھائیں۔ میں نے جب اوپر کو اپنا سر اٹھایا تو میرے اوپر ایک بادل کی طرح تھا۔ انہوں نے بتلایا کہ یہ آپؐ کا گھر ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ تاکہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا۔ ابھی آپؐ کی عمر باقی ہے۔ جس کو آپؐ نے ابھی تک مکمل نہیں کیا جب وہ مکمل ہو جائے گی۔ تو پھر آپؐ اپنے گھر آ سکتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | سیدنا ابراہیم علیہ السلام والی روایت کو لا کر یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی وہی مختار ہے۔ جس کو ہم نے اختیار کیا۔ کہ بالآخر یہ سب بچے جنت میں داخل ہوں گے۔

قال بعض اصحابنا عن موسیٰ الخ امام بخاریؒ اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ کلوب کا لفظ انہوں نے براہِ راست استاذ سے نہیں سُنا۔ بلکہ استاذ کے حاضرین طلبہ میں سے بعض سے میں نے سوال کیا۔ تو انہوں نے بتایا بفہر او صخرۃ فہر چھوٹا اور صخرہ بڑے پتھر کو کہتے ہیں۔

علیٰ وسط النہر ممکن ہے وسط سے نہر کی لمبائی کا وسط مراد ہو چوڑائی کا وسط مراد نہ ہو تاکہ اس کا خون کے اندر کھڑا ہونا ثابت ہو۔ اس صورت میں وسط نہر اور شط نہر میں تنافی نہیں ہوگی۔ کیونکہ وسط نہر اور شط نہر دونوں پر وسط طول نہر صادق آتا ہے۔ اس وقت مقابلہ ابتدار نہر اور منتہائے نہر کا ہوگا۔ نہر کے کناروں سے بحث نہ ہوگی۔

نام عنہا باللیل الخ ظاہر یہ ہے کہ اس سے ترک عمل پر سزا دینا مراد ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نوم سے نوم عن صلوٰۃ العشاء مراد ہو۔ تو اب ترک فریضہ صلوٰۃ پر عذاب ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ترکِ عمل اور ترکِ فریضہ دونوں پر عذاب ہوگا۔

بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

ترجمہ۔ پیر کے دن کی موت۔

حدیث نمبر ۱۲۰۱ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ فِيْ كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ لَهَا فِيْ اَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالَتْ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ قَالَ اَرْجُوْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ فَنَظَرَ اِلٰى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ بِهٖ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ اغْسِلُوْا ثَوْبِيْ هٰذَا وَزِيْدُوْا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُوْنِيْ فِيْهِمَا قُلْتُ اِنَّ هٰذَا خَلَقٌ قَالَ اِنَّ الْحَيَّ اَحَقُّ بِالْجَدِيْدِ مِنَ الْمَيِّتِ اِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتّٰى اَمْسٰى مِنَ لَيْلَةِ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس حاضر ہوئی۔

انہوں نے پوچھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا فرماتی ہیں کہ سحولہ کے بنے ہوئے
ہوئے تین سفید کپڑے تھے ۔ جن میں نہ تو قمیص تھی اور نہ ہی پگڑی تھی ۔ پھر پوچھا کس دن میں جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ۔ کہا پیر کے دن پھر پوچھا یہ کون سا دن ہے ۔ کہا
کہ پیر کا دن ہے ۔ پس میں امید رکھتا ہوں ۔ موت میرے اور رات کے درمیان ہے ۔ پھر آپ
نے اپنے بدن کے اوپر کے کپڑے کو دیکھا جس میں انہوں نے بیماری گزاری تھی ۔ کہ اس میں تو زعفران
کا داغ ہے ۔ فرمایا میرے اس کپڑے کو دھولو اور اس پہ دو کپڑے اور بڑھالو ۔ پھر مجھے ان میں
کفنا دو ۔ میں نے کہا کہ یہ تو پرانے ہیں ۔ فرمایا مُردہ کی بنسبت زندہ نئے کپڑے کا زیادہ حق دار
ہے ۔ یہ نئے کپڑے تو پیپ کی نذر ہوں گے یا یہ نئے کپڑے مہلت والے یعنی باقی رہنے والے
کے لئے ہیں ۔ پس بدھ کی رات شام ہونے تک ان پہ وفات نہ آئی ۔ اور صبح ہونے سے پہلے پہلے
دفن کر دیئے گئے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ نے اس روایت سے اس بات کی طرف اشارہ
فرمایا کہ موت کی تمنا کرنا جائز ہے ۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کیا ۔ اگرچہ ان کی تمنا پوری نہ
ہوئی ۔ کیونکہ ان کی وفات بدھ کی رات کو ہوئی ۔ البتہ اتصال اور وقت کا قرب ان سے فوت نہیں
ہوا ۔ کیونکہ یوم الاثنین اور لیلۃ الثلاثہ میں نہایت غیر معتد بہ وقفہ تھا ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ موت کا وقت مقرر ہے ۔ کسی کو اس میں اختیار نہیں ہے ۔
سوائے اللہ تعالٰی کے ۔ لیکن رغبت لموافقت وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پہ تمنا
جائز ہے ۔ یوم الجمعہ اور لیلۃ الجمعہ میں مسلم کی وفات فتنۂ قبر سے حفاظت کا باعث ہے اس
کی تخریج امام ترمذیؒ نے فرمائی ہے ۔ جو متصل السند نہیں ۔ بنا بریں امام بخاریؒ نے اس کی
تخریج نہیں فرمائی ۔

تشریح از قاسمی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جمادی الآخری کی سات تاریخ کو یوم بارد
میں غسل کیا ۔ پندرہ دن بخار میں مبتلا رہے ۔ جمادی الآخری کی بائیس ۲۲ تاریخ کو ۱۳ھ میں
وفات پائی اور بعض نے مرض کا سبب زہر کو بتلایا ہے ۔

واللہ اعلم بالصواب

بَابُ مَوْتِ الْفُجَاءَةِ بَغْتَةً

ترجمہ۔ یعنی اچانک موت کا آنا۔

حدیث نمبر ۱۲۰۲ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَرْيَمَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری والدہ اچانک وفات پا گئی۔ اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ موت کے وقت کلام کرتی تو صدقہ خیرات ضرور کرتی۔ کیا اس کو ثواب ملے گا۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ ثواب ملے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ کا مقصد اس روایت سے یہ ہے کہ اچانک موت سزا ہے۔ جو جرم کی سزا ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان نہ تو کسی امر خیر کے بارے میں وصیت کر سکتا ہے اور نہ ہی گناہوں سے توبہ کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ اس روایت سے اشارہ کرتے ہیں کہ جس پر اچانک موت آجائے تو اس کی اولاد مہما امکن تدارک کرے۔ بہرحال موت فجارۃ باعثِ تاسف ضرور رہے۔ اگرچہ امام نوویؒ اُسے محبوب للمراقبین قرار دیتے ہیں۔ یعنی ہر وقت تیار رہنے والوں کے لئے محبوب ہے۔ دوسروں کے لئے مکروہ ہے۔ چنانچہ وارد ہے۔ موت الفجاءۃ راحۃ للمومن واسف علی الفاجر کہ اچانک موت مؤمن کے لئے راحت ہے اور بدکار کے لئے باعثِ افسوس ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَأَقْبَرَهُ أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ أُقْبِرُهُ إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْرًا وَّقَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ كِفَاتًا يَكُونُونَ فِيهَا أَحْيَاءً وَّيُدْفَنُونَ فِيهَا أَمْوَاتًا۔

ترجمہ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبر کے بارے میں امام بخاریؒ اقبر کے لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اقبرہ کے معنی قبر بنانے کے ہیں۔ اور مجرد اس کے

معنی دفن کرنے کے ہیں۔ کفاتا کے معنی ہیں۔ اس زمین میں تم لوگ زندہ ہو کر بسر کرو گے اور اسی زمین میں مُردوں کو دفن کرو گے۔ الم نجعل الارض کفاتا۔

حدیث نمبر ۱۲۰۳ حدثنا اسمٰعیل الخ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیتعذر فی مرضہ این انا الیوم این انا غدا استبطاء لیوم عائشۃ فلما کان یومی قبضہ اللہ بین سحری ونحری ودفن فی بیتی۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض میں عذر طلب کرتے تھے یا گراں سمجھ رہے تھے کہ آج میں کہاں ہوں گا اور کل میں کس بیوی کے ہاں ہوں گا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کی باری میں دیر محسوس کر رہے تھے۔ پس جس دن میری باری آئی تو اللہ تعالیٰ میرے پہلو اور میرے سینے کے درمیان ہی آپؐ کی روح کو قبض کر لیا اور آپؐ میرے گھر میں ہی دفن کئے گئے۔

حدیث نمبر ۱۲۰۴ حدثنا موسی بن اسمٰعیل الخ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد لولا ذلک ابرز قبرہ غیر انہ خشی او خشی ان یتخذ مسجدا وعن ھلال قال کنانی عروۃ بن الزبیر ولم یولد لی۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس سے آپؐ اٹھ نہیں سکے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا دیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میں آپؐ کی قبر کو ظاہر کر دیتی۔ مگر آپؐ کو خطرہ تھا یا خطرہ محسوس کیا گیا کہ کہیں آپؐ کی قبر کو مسجد نہ بنا لیا جائے۔ ہلال فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عروۃ الخ نے مجھے کنیت سے پکارا۔ حالانکہ میرے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ہلال کی ملاقات عروہ سے ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۰۵ حدثنا محمد الخ عن سفیان التمار انہ حدثہ انہ

رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا۔

ترجمہ۔ حضرت سفیان تمار حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کوہان کی شکل میں دیکھا۔

حدیث نمبر ۱۲۰۶ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ الخ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِيْ زَمَانِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوْا فِيْ بِنَائِهٖ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوْا وَظَنُّوْا أَنَّهُ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا وَجَدُوْا أَحَدًا يَعْلَمُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ لَا تَدْفِنِّيْ مَعَهُمْ وَادْفِنِّيْ مَعَ صَوَاحِبِيْ بِالْبَقِيْعِ لَا أُزَكّٰى بِهٖ أَبَدًا۔

ترجمہ۔ حضرت ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں دیوار ان کے اوپر گری تو وہ لوگ اس کی مرمت میں لگ گئے۔ تو اچانک ان کے سامنے ایک پاؤں ظاہر ہوا۔ جس سے لوگ گھبرا گئے۔ اور ان کا گمان تھا کہ یہ قدم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔ پس کوئی ایسا شخص انہیں نہ ملا جو اس کا علم رکھتا ہو یہاں تک کہ حضرت عروہؓ نے فرمایا۔ یہ تو حضرت عمرؓ کا قدم ہے۔ اللہ کی قسم! جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ الزبیرؓ کو وصیت فرمائی تھی۔ کہ مجھے ان حضرات کے ساتھ دفن نہ کرنا۔ مجھے میری سوکنوں کے ساتھ بقیع غرقد میں دفن کرنا۔ تاکہ اس کی وجہ سے کبھی میری پاکبازی نہ بیان کی جائے۔

حدیث نمبر ۱۲۰۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْأَوْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اذْهَبْ إِلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْ يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ قَالَتْ كُنْتُ أُرِيْدُهٗ لِنَفْسِيْ فَلَأُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهٗ مَا لَدَيْكَ قَالَ أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مَا

كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمُوا ثُمَّ قُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنُونِي وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَمَنِ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيفَةُ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا فَسَمَّى عُثْمَانَؓ وَعَلِيًّاؓ وَطَلْحَةَؓ وَالزُّبَيْرَؓ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍؓ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍؓ وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هٰذَا كُلِّهِ فَقَالَ لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي وَذٰلِكَ كَفَافٌ لَا عَلَيَّ وَلَا لِي أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ خَيْرًا أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيُعْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن میمون الاودی فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو فرما رہے ہیں کہ تم ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر میرا سلام پڑھو۔ اور پھر ان سے پوچھو کہ کیا مجھے اپنے دو ساتھیوں یعنی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے لئے تو میں اپنی ذات کا ارادہ رکھتی تھی۔ لیکن آج میں ان عمر بن الخطابؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ پس جب ابن عمرؓ واپس آئے تو باپ نے ان سے پوچھا کہ کیا خبر لائے ہو۔ انہوں نے فرمایا امیر المؤمنین ام المؤمنین نے اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ فکر اسی مدفن کی تھی۔ پس جب میری روح قبض ہو جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا سلام کرنا پھر کہنا کہ عمر بن الخطابؓ اجازت مانگتا ہے۔ اگر اجازت مل جائے تو دفن کر دینا ورنہ پھر مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ اور میں ان حضرات سے زیادہ کسی کو خلافت کے معاملہ کا حقدار نہیں سمجھتا جس جماعت سے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو کر وفات پا گئے۔ پس میرے بعد جو شخص بھی خلیفہ بنایا جائے وہی خلیفہ ہوگا۔ اور اس کی بات سننا اور اس کا کہنا ماننا۔ پھر انہوں نے نام لئے۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ اسی اثنا میں انصار کا ایک نوجوان گھس آیا۔ کہنے لگا امیر المؤمنین آپؓ کو اللہ تعالیٰ کی بشارت سے خوش ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آپ کو اسلام میں قدامت کا شرف حاصل ہے۔ جو آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ پھر آپ خلیفہ بنائے گئے۔ عدل و انصاف فرمایا۔ پھر ان سب کے بعد آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ فرمایا کاش! اے میرے بھتیجے یہ سب کچھ میرے لئے برابر سرابر ہو جائے کہ نہ میرے لئے نقصان کا باعث بنے اور نہ ہی نفع مند ہو تو غنیمت ہے۔ پھر اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اوّلین مہاجرین کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں۔ کہ ان کے حقوق کو پہچانے ان کی عزت و حرمت کی حفاظت کرے اور انصار کے بارے میں بھی اسے خیر کی وصیت کرتا ہوں۔ جنہوں نے مکان اور ایمان کو ٹھکانا دیا۔ یہ کہ ان کے نیکوکار کی نیکی کو قبول کرے۔ ان کے بدکار کو معافی دے۔ اور اسے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داریوں کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کے عہد و پیمان کو پورا کرے۔ اور پیچھے رہنے والوں کی طرف سے قتال کرے۔ اور ان کو طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہ دے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فما وجدوا احدا یعلم ذلک۔ یہ شاید اس لئے ہوا کہ مقام حرہ میں قتل عام کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اس شہر سے نقل مکانی کر چکے تھے۔ اس لئے کوئی پہچاننے والا نہیں رہا تھا۔ ورنہ جو لوگ علم رکھتے تھے۔ ان حضرات پر روضۂ اقدس کے مکینوں کی جگہیں مخفی نہیں تھیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان بھی اعلیٰ تھا۔ جس طرح آپ کی شان ارفع تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مختلف کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ولید بن عبدالملک جو ۸۶ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا ہے اور ۹۶ھ میں اس کی دمشق میں وفات ہوئی ہے۔ اس وقت مدینہ میں حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ کے علاوہ کوئی صحابی باقی نہیں رہا تھا۔ اور راجح یہ ہے کہ مدینہ میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ یہ ولید بن عبدالملک کی خلافت کا ابتدائی دور تھا۔ دیوار کا گرنا یا تو قبر نبوی کو اونچا کرنے کی وجہ سے ہوا یا مسجد نبوی میں توسیع کی غرض سے

سے حجرات نبوی کا انہدام ہوا۔ ان دنوں عمر بن عبدالعزیزؒ حاکم مدینہ تھے۔ جنہوں نے بیت عائشہؓ کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ اور اسی طرح بعد کے ملوک اضافے کرتے رہے۔ علامہ عینیؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ مغربی دیوار کے ساتھ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک ہے۔ اور آپؐ کے پاؤں کے پاس حضرت ابوبکرؓ کا سر مبارک ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ کے پیچھے حضرت عمرؓ ہیں اور بھی مختلف صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔ وفاء الوفا میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **فاذا قبضت فاحملونی الخ** حضرت عمرؓ نے دوبارہ اجازت لینے کا حکم اس لئے دیا کہ شاید میری زندگی میں حضرت عائشہؓ نے حیاؤ شرم کی وجہ سے اجازت دے دی ہو۔ لیکن موت کے بعد تو ان پر کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ اس لئے ان سے دوبارہ پوچھا جائے تاکہ ان کی رضامندی خوب اچھی طرح واضح ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اگرچہ ایفاء وعدہ ضروری و لازم ہے۔ مگر صاحبِ وعدہ کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے احتیاط اور ورع کی بنا پر دوبارہ اجازت طلب کرنے کا حکم دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اس گھر کے منافع کی مالک تھیں۔ کیونکہ وہ (معتدات) عدت گزارنے والی ازواج میں سے تھی۔ جن کو سکنی کا حق تھا۔ وراثت نہیں تھی۔ اور حضرت عمرؓ کے دفن کے بعد فرماتی تھیں۔ کہ **لم اضع ثیابی منذ دفن عمرؓ فی بیتی** یعنی جب سے حضرت عمرؓ میرے گھر میں دفن ہوئے ہیں۔ میں نے پردے کے کپڑے نہیں اتارے۔ کیونکہ پہلے تو میرا خاوند اور باپ تھا اب اجنبی آگیا۔ اب روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں چوتھی قبر حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کی جگہ باقی ہے۔

قولہ استخلفوا بعدی ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو علم تھا کہ میرے بعد خلیفہ حضرت عثمانؓ ہوں گے۔ لیکن انہوں نے چھ نفر کی کمیٹی اس لئے بنائی۔ تاکہ ان پر جانبداری کا الزام عائد نہ ہو۔ اور جن امور کا آنے والا خلیفہ مرتکب ہو۔ اس کی ذمہ داری سے یہ سبکدوش سمجھے جائیں۔ نیز! یہ صورت مسلمانوں میں اتفاق اور خلیفہ بنانے کی بہتر صورت تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ابوداؤد کی ایک طویل حدیث میں ہے۔ **کیف تجد الذی یجیئ بعدی قال اجدہ خلیفۃ صالحا غیر انہ یؤثر قرابتہ فقال عمرؓ یرحم اللہ**

عثمان ثلاثا الخ اس سے پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ کو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا علم تھا۔ بیٹے کو اس لئے خلیفہ نہ بنایا کہ میں زندگی اور موت کے بعد خلافت کے بوجھ اٹھانے کو پسند نہیں کرتا۔

لا علی ولا لی۔ یہ غلبہ خشیت کی وجہ سے فرمایا۔

تشریح از قاسمی مسنماً ای غیر مسطح ائمہ ثلاثہؒ کا یہی قول ہے۔ البتہ اکثر شوافع یہ فرماتے ہیں کہ تسنیم کی بجائے تسطیح افضل ہے۔

سمی عثمان حضرت ابو عبیدہؓ وفات پاچکے تھے۔ حضرت سعید بن زیدؓ غائب تھے کہ قرابت دار ہونے کی وجہ سے ان کو اس کمیٹی میں نامزد نہیں فرمایا۔

بَابُ مَا یُنْهٰی مِنْ سَبِّ الْاَمْوَاتِ

ترجمہ۔ مُردوں کو گالی دینے سے روکا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۰۸ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا تَابَعَہٗ عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُردوں کو گالیاں نہ نکالو۔ کیونکہ جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا ہے وہ اس کو پہنچ چکے ہیں (تم زبان گندی نہ کرو)

تشریح از شیخ گنگوہیؒ گالی وہ ممنوع ہے جو کسی دینی منفعت کو شامل نہ ہو۔ جیسے وہ شخص جس کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ خواہ مخواہ اس کے حالات کا تفحص کر کے اس کی برائیوں کو نہ پھیلایا جائے۔ اس طرح جو شخص اہلِ اصلاح اور تقوٰی میں سے ہے۔ اس کی بُرائیاں ڈھونڈھ کر اسے بدنام نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس سے اپنی آخرت کا نقصان ہے بلکہ ہلاکت کا باعث ہے ہاں البتہ ایسا شخص جس کی بُری خصلتوں سے لوگوں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہو تو اس کی شرارتیں اور بُری خصلتیں لوگوں پر واضح کرنی چاہئیں تاکہ وہ گمراہ نہ ہوں۔ یا اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کہ مطلق مساوی موتٰی کا ذکر منہی عنہ نہیں ہے۔ بنا بریں اس

کے بعد باب ذکر شرار الموتٰی باندھا ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حاصل کلام یہ ہے کہ اموات کفار اور فساق کی برائیوں کا ذکر تو جائز ہے ۔ تاکہ لوگ ان سے نفرت کر کے ان کی برائیوں سے بچیں اور جرح رواۃ مجروحین کے جواز میں بھی علماء کا اجماع ہے ۔ خواہ زندہ ہوں یا مردہ ۔ تاکہ حدیث صحیح کا علم حاصل ہو سکے ۔ اور بعض نے الاموات کے الف لام کو عہد خارجی کا قرار دیا ہے ۔ کہ مسلمان اموات کا سب ممنوع ہے ۔ آپؐ کا ارشاد ہے ۔ اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم الحدیث

بَابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتٰى

ترجمہ ۔ بُرے مُردوں کا ذکر کیسے ہو ۔

حدیث نمبر ۱۲۰۹ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ اَبُوْلَهَبٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابولہب نے صفا پہاڑی کے وعظ کے موقعہ پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا ۔ العیاذ باللہ ۔ آپؐ ہلاک ہوں ۔ ہمیں اس لئے جمع کیا تھا ۔ اس پر سورۃ تبت یدا نازل ہوئی کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے ۔ اور خود وہ بھی ہلاک ہوا ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے اس باب سے اشارہ فرمایا کہ اموات شرار مستثنٰی ہیں ۔ میرے نزدیک تمام سورۃ ہی شرار موتٰی کے ذکر پر مشتمل ہے اور تا قیام قیامت قرآن مجید میں پڑھا جائے گا ۔ تو یہ ذکر اشرار بعد الموت ہوا ۔ اس طرح حدیث کو ترجمہ سے مطابقت ہو جائے گی ۔

الحمد للہ کتاب الجنائز ختم ہوئی آگے کتاب الزکوٰۃ شروع ہو رہی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الزکوٰۃ

باب وجوب الزکوٰۃ

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْسُفْيَانَ فَذَكَرَ حَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ۔

ترجمہ۔ وجوب زکوٰۃ کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ نماز کو پابندی سے پڑھو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ابن عباسؓ نے ابوسفیان کی طویل حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل فرمایا کہ آپؐ نماز۔ زکوٰۃ۔ صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۱۰ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ اَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ فِيْ فُقَرَائِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف حاکم بناکر بھیجا فرمایا سب سے پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت کی دعوت دو۔ اگر وہ اس کے لئے آپ کا

کہنا مان لیں۔ تو پھر ان کو بتاؤ۔ کہ ہر دن اور رات میں اللہ تعالیٰ نے تم پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کے لئے آپ کی اطاعت کریں۔ تو پھر ان کو بتلاؤ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ یعنی زکوٰۃ فرض فرمائی ہے۔ جو ان کے مالدار طبقہ سے وصول کی جائے گی۔ اور ان کے محتاج غریب لوگوں پر خرچ کی جائے گی۔

حدیث نمبر ۱۲۱۱ حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ قَالَ مَا لَہٗ مَا لَہٗ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَبٌ مَّا لَہٗ تَعْبُدُ اللّٰہَ لَا تُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ اَخْشٰی اَنْ یَّکُوْنَ مُحَمَّدٌ غَیْرَ مَحْفُوْظٍ اِنَّمَا ھُوَ عَمْرٌو۔

ترجمہ۔ حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ کہ مجھے ایسا عمل بتلایئے۔ جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ کہنے لگا کیا ہے اس کے لئے کیا ہے اس کے لئے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صاحبِ حاجت ہے اس کو کیا ہو گیا۔ اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا۔ نماز کو پابندی سے ادا کر اور مال کی زکوٰۃ دے۔ اور صلہ رحمی کر۔ آخر میں سند سے بحث کرتے ہوئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ سند میں محمد بن عثمان کے بارے میں شعبہ کو وہم ہو گیا۔ اصل میں صحیح عمرو بن عثمان ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۱۲ حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَنْ عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُہٗ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ وَتُؤَدِّی الزَّکٰوۃَ الْمَفْرُوْضَۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا اَزِیْدُ عَلٰی ھٰذَا فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ مجھے ایسے عمل کا پتہ دیجئے جس پر کاربند ہونے سے میں جنت

میں داخل ہو جاؤں ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ اللہ کی عبادت کرو ۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ ۔ فرض نماز پابندی سے پڑھو ۔ فرض زکوٰۃ ادا کرو ۔ اور رمضان کے روزے رکھو ۔ وہ کہنے لگا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ۔ میں اس پر زیادتی نہیں کروں گا ۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنتی آدمی دیکھنا پسند کرتا ہو ۔ وہ اس شخص کو دیکھ لے ۔

حدیث نمبر ۱۲۱۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ زُرْعَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

ترجمہ ۔ ابو زرعہ نے بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے حدیث بیان کی ۔

حدیث نمبر ۱۲۱۴ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ یَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَیْسِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا هٰذَا الْحَیَّ مِنْ رَبِیْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَیْكَ اِلَّا فِی الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَیْءٍ نَاْخُذُهٗ عَنْكَ وَنَدْعُوْا اِلَیْهِ مَنْ وَّرَآءَنَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ وَشَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِیَدِهٖ هٰكَذَا وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّآءِ وَ الْحَنْتَمِ وَالنَّقِیْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ سُلَیْمَانُ وَاَبُو النُّعْمَانِ عَنْ حَمَّادٍ اَلْاِیْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عبد القیس قبیلہ کا وفد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا ۔ کہ یا رسول اللہ کہ ہمارا یہ قبیلہ ربیعہ سے ہے ۔ ہمارے اور آپؐ کے درمیان یہ مضر قبیلہ کے کفار حائل ہیں ۔ ہم سوائے شہر حرام کے آپ کی خدمت میں نہیں پہنچ سکتے ۔ ہمیں کوئی ایسا پروگرام بتلایئے ۔ جس کو لے کر ہم اپنے پیچھے والے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیں ۔ فرمایا میں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے تمہیں منع کرتا ہوں ۔ ایک تو الایمان باللہ اور شہادۃ ان لا الہ الا اللہ ہے ۔ اپنے ہاتھ کے ساتھ اس طرح گننے کے لئے

گرہ لگائی۔ کہ یہ ایک ہوا۔ اور نماز کی پابندی کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور غنیمت کے مال کا پانچواں حصہ ادا کرنا اور شراب کے اندر چار برتنوں سے منع کرتا ہوں۔ دبار۔ حنتم۔ نقیر اور مزفت۔ سلمان اور ابو النعمان حماد سے روایت کرتے ہیں۔ الایمان باللہ کے بعد شہادۃ ان لا الخ ہے۔ درمیان میں حرف واؤ نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۱۵ حدثنا ابو الیمان الخ ان ابا ھریرۃ قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابو بکر وکفر من کفر من العرب فقال عمر کیف تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قالھا فقد عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللہ فقال واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لو منعونی عناقا کانوا یؤدونھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعھا قال عمر فواللہ ما ھو الا ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر فعرفت انہ الحق۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی۔ اور حضرت ابو بکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور عرب کے جن لوگوں نے کفر کیا وہ کافر ہو گئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ آپ لوگوں سے کیوں قتال کرتے ہیں۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ مجھے قتال الناس کا حکم اس وقت تک ہے۔ جب لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں جب انہوں نے کلمہ پڑھ لیا تو انہوں نے اپنا مال اور جان مجھ سے محفوظ کر لی۔ مگر حق اسلام ادا کرنا ہوگا۔ اور اس کے باطن کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے۔ زکوٰۃ تو مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے بھیڑ کا وہ بچہ روک لیا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے۔ تو اس کے روکنے پر میں ان سے ضرور لڑوں گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے اس استقلال کے بعد اللہ کی قسم! میں بھی وہی سمجھنے لگا۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا تھا۔ تو میں پہچان گیا۔ کہ یہی حق ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی | ان اطاعوا لذلک فاعلمہم ظاہر یہ جملہ ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو کہتے ہیں کہ کفار احکام الدنیا میں شرائع اسلام کے مخاطب اور مکلف نہیں ہیں کیونکہ یہاں نماز کی فرضیت کو قبول ایمان پہ مرتب کیا گیا ہے۔ یعنی اگر ایمان لائیں تو اسلام کے مکلف ہیں ـــــ لیکن در حقیقت یہ جملہ ان کے لئے مفید نہیں ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ نماز کا ترتب ایمان پہ اس لئے ہو کہ نماز ایمان پہ موقوف ہے۔ ایمان کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوسکتی۔ جب وہ بدون ایمان صحیح نہیں ہوسکتی۔ تو ایمان کے قبول کرنے سے پہلے اس کی اطلاع دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اس کی تائید بعد والے جملہ سے ہوتی ہے۔ ان ھم اطاعوا لذلک فاعلمہم الخ کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب زکوٰۃ وجوب صلوٰۃ کے اعلام پہ موقوف نہیں۔ البتہ ایمان پہ ضرور موقوف ہے۔ ظاہر ترتیب کا فائدہ یہ ہے کہ الاھم فالاھم سے ابتدا کی گئی۔ بہدایۃ الاھم کے علاوہ توقیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کہ وہ لوگ وجوب زکوٰۃ کے تب مخاطب ہوں گے۔ جب وجوب صلوٰۃ کا اعتراف کریں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | زکوٰۃ کے لغوی معنی بڑھنے کے ہیں۔ مال بڑھتا ہے۔ اجر بڑھتا ہے۔ اور زکوٰۃ کا تعلق ان اموال سے ہے جن میں نماز یعنی بڑھنا پایا جاتا ہو۔ جیسے تجارت۔ زراعت اور اس کے معنی تطہیر کے بھی آتے ہیں۔ جو زکوٰۃ پر صادق ہیں کیونکہ مزکی کا نفس رذائل بخل سے پاک ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ کے شرعی معنی احناف کی فروع کے مطابق یہ ہیں۔ تملیك جزء مال عينه الشارع و هو ربع عشر نصاب حولی من مسلم فقير غير هاشمی و لا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى۔ یعنی کسی مسلمان فقیر غیر ہاشمی کو اپنے نصابی مال چالیسویں حصہ کا اس طرح مالک بنا دینا کہ اس میں اپنی کوئی منفعت نہ ہو۔ لوجہ اللہ تعالیٰ اس کو مالک بنا دیا جائے۔ نیز یا یہ زکوٰۃ انبیاء علیہم السلام پہ واجب نہیں ہوتی۔ اس پہ سب ائمہ کا اتفاق ہے کیونکہ ان سب کا مال اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ اس کی فرضیت ہجرت کے بعد وجوب صیام رمضان کے بعد ہوئی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مکہ معظمہ میں فرضیت ہوئی۔ اور تفصیلات مدینہ منورہ میں بتلائی گئیں۔ باقی رہا کہ کفار شرائع اسلام کے مخاطب ہیں یا نہیں۔ نور الانوار میں ہے۔ الكفار مخاطبون بالامر بالايمان و بالمشروع من العقوبات و المعاملات یعنی

کفار فروع کے تو مکلف نہیں ہیں۔ البتہ وہ ایمان لانے کے مکلف ہیں۔ شرعی سزائیں اور شرعی معاملات (لین دین) کے بھی مکلف ہیں۔ اس لئے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ حدود و قصاص نظام عالم برقرار رکھنے اور گناہوں سے روکنے کے لئے ہیں۔ پس مسلمانوں کی طرح وہ بھی اس کے مکلف ہوں گے۔ اس لئے کہ حدود و کفارات زاجرہ ہیں ساترہ نہیں ہیں کہ گناہوں کو زائل کرنے والے ہوں۔ معاملات یعنی بیع و شراء اسی طرح ہوگی جس طرح مسلمان آپس میں کرتے ہیں۔ البتہ خمر و خنزیر کی آپس میں بیع و شراء کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد الخمر لهم كالخل لنا والخنزير لهم كالشاة لنا۔

بہرحال آخرت میں بالاتفاق کفار سے اصول اور فروع دونوں پر مواخذہ ہوگا۔ دنیا میں عبادات کے نہ اداءً مخاطب ہیں۔ اور نہ ہی اعتقاداً مخاطب ہیں۔ سمرقندیوں کا یہی مسلک ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **کیف تقاتل الناس الخ** | مرتدین کے ساتھ قتال میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ البتہ یہ اختلاف ان مسلمانوں سے قتال کے بارے میں ہوا۔ جنہوں نے زکوٰۃ روک لی۔ کہ ہم امام کو نہیں دیتے۔ خود خرچ کریں گے۔ تو یہ لوگ اہلِ بغی کے حکم میں ہوتے۔ اس لئے ان سے قتال جائز تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | **کفر من کفر من العرب** | حضرت ابوہریرہؓ کی مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام سے مرتد ہو کر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ شرائع اسلام کا انکار کر دیا۔ اور کچھ لوگ انکار ختم نبوت کر کے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے پیروکار ہوگئے۔ وہ بھی کافر تھے۔ جن سے صدیق اکبرؓ نے قتال کر... ان کا خاتمہ کر دیا۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کرتے تھے۔ فرض نماز کا اقرار اور وجوب اداء زکوٰۃ الی الامام کا انکار کرتے تھے۔ یہ لوگ درحقیقت اہل بغی تھے۔ یہ نام اگرچہ خلافت ثلاثہ کے دور میں مشہور نہیں تھا۔ البتہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں معروف ہوا۔ اور ان لوگوں سے حضرت علیؓ نے قتال کیا۔ جو امام برحق تک زکوٰۃ نہیں پہنچ دیتے تھے۔ تو مانعین زکوٰۃ ہونے کی بناء پر رسمی طور پر ان کو بھی مرتدین عن الاسلام کے القاب سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ ممانعت زکوٰۃ دونوں میں مشترک تھی۔ ہمارے اس دور میں اگرچہ زکوٰۃ امام برحق کو ادا نہیں کی جاتی۔ مگر ہم ان کو اہل بغی اس لئے نہیں کہیں گے کہ ہمارے دور میں نہ تو نظام زکوٰۃ قائم ہے بلکہ نظام اسلام

بھی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت قطب گنگوہیؒ نے اپنی تقریر نسائی میں فرمایا ہے کہ اختلاف بین الشیخین نہ تو مرتدین کے بارے میں تھا اور نہ ہی منکرین وجوب زکوٰۃ کے بارے میں تھا۔ البتہ ایک تیسرا گروہ جو امام کو زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے بارے میں تاویلیں کرتا تھا۔ ان کے بارے میں شیخین کے درمیان اختلاف ہوا۔ جو بعد میں اتفاق پر منتج ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فعرفت انہ الحق اس لئے کہ یہ لوگ توالا بحقہ کے ذیل میں آتے تھے۔ جن سے قتال جائز تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اس کو سمجھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے نہ سمجھا کیونکہ ابوبکر صدیقؓ اعلم ھذہ الامۃ تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | یہ حضرت عمرؓ نے تقلیداً نہیں فرمایا اس لئے کہ مجتہد کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کیا کرتا۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس دلیل سے ان کا انشراح صدر ہوا۔ جو صدیق اکبرؓ نے نصاً۔ دلالۃً اور قیاساً قائم کی تھی۔ خوارج اور ابن عباسؓ کا مناظرہ اس کی مزید وضاحت کرتا ہے۔ جس کو زیلعی نے نصب الرایہ میں بیان کیا ہے۔

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِيتَاءِ الزَّكٰوةِ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔

ترجمہ۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے پر بیعت لینا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر وہ لوگ توبہ کریں اور نماز کو پابندی سے پڑھیں اور زکوٰۃ کو ادا کریں تو وہ تمہارے دین کے بھائی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۱۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین باتوں پر بیعت کی۔ نماز کو قائم کرنے پر۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے پر اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر۔

تشریح از قاسمی | آیت کریمہ حکم ترجمہ کی تاکید کے لئے ذکر کی گئی ہے۔ کیونکہ آیت کے معنی یہ ہوئے کہ کفر سے توبہ اور اخوۃ مؤمنین میں داخلہ تب ہوگا جب اقامۃ صلوٰۃ اور ایتاء الزکوٰۃ ہو۔

اس طرح بیعت اسلام بھی ان دونوں کے بغیر مکمل اور تمام نہیں ہوتی۔

بَابُ اِثْمِ مَانِعِ الزَّکٰوةِ

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ۔

ترجمہ۔ زکوٰۃ روکنے والے کے گناہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جو لوگ سونے اور چاندی کو گاڑھ کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے۔ ان سے کہا جائے گا۔ جس کو تم گاڑھ کے رکھتے تھے۔ اس کا عذاب چکھو۔

حدیث نمبر ۱۳۱۷ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ ... اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَاْتِی الْاِبِلُ عَلٰی صَاحِبِھَا عَلٰی خَیْرِ مَا کَانَتْ اِذَا ھُوَ لَمْ یُعْطِ فِیْھَا حَقَّھَا فَطَاَهٗ بِاَخْفَافِھَا وَتَاْتِی الْغَنَمُ عَلٰی صَاحِبِھَا عَلٰی خَیْرِ مَا کَانَتْ اِذَا لَمْ یُعْطِ فِیْھَا حَقَّھَا تَطَاُهٗ بِاَظْلَافِھَا وَتَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِھَا قَالَ وَمِنْ حَقِّھَا اَنْ تُحْلَبَ عَلَی الْمَاءِ قَالَ وَلَا یَاْتِیْ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِشَاةٍ یَحْمِلُھَا عَلٰی رَقَبَتِہٖ لَھَا یُعَارٌ فَیَقُوْلُ یَا مُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا قَدْ بَلَّغْتُ وَلَا یَاْتِیْ بِبَعِیْرٍ یَحْمِلُهٗ عَلٰی رَقَبَتِہٖ لَهٗ رُغَاءٌ فَیَقُوْلُ یَا مُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَیْئًا قَدْ بَلَّغْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اونٹ اپنے مالک کے پاس اپنی بہترین حالت میں آئے گا جب کہ مالک نے اس کا حق ادا نہ کیا ہوگا تو وہ اپنے سُموں سے اس کو روندے گا۔ اسی طرح بکری اپنے مالک کے پاس بہترین حالت میں آئے گی جب کہ اس نے اس کا حق ادا نہ کیا ہوگا۔ تو وہ اسے اپنے کھروں سے روندے گی اور اپنے سینگوں سے ٹکر مارے گی۔ فرمایا کہ اس کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ چشمے پر اس کا دودھ بانٹا جائے اور قیامت کے دن کوئی شخص بکری کو گردن پر اٹھائے ہوئے نہ آئے کہ وہ بکری بیں بیں کی آواز کر رہی ہو۔ اور یہ کہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کرو۔ تو

میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ میں تو تبلیغ کر چکا اور اسی طرح اونٹ کو گردن پر اٹھائے ہوئے نہ آئے کہ وہ اونٹ گڑ گڑ کی آواز کر رہا ہو۔ وہ مجھے کہے اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کرو۔ میں کہوں گا میرا تو کچھ اختیار نہیں ہے میں تو پہنچا چکا۔

حدیث نمبر ۱۲۱۸ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ بِشِدْقَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا کَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الاٰیۃ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال دے پس وہ اس کی زکات ادا نہ کرے تو وہ مال اس کا قیامت کے دن ایک گنجے اژدھا کی شکل بنا دیا جائے گا۔ جس کے دو کالے نقطے ہوں گے یا اس کے دو منہ ہوں گے۔ وہ قیامت کے دن اس کے گلے کا طوق بنے گا۔ اور مالک مال کے دونوں جبڑوں کو کاٹ رہا ہوگا۔ پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر اس کی تصدیق میں یہ آیت تلاوت فرمائی کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا مال بخیلوں کے گلے کا طوق بنے گا۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الاٰیۃ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ تاتی الابل علی صاحبھا اگر جنس ابل مراد ہے تو پھر اس کا مصداق زکوٰۃ ہے تو پھر علیٰ قدر النصاب مراد ہوگا جو ظاہر ہے۔ اگر یہ مراد نہیں تو پھر زکوٰۃ تجارت کے اونٹوں میں واجب ہے۔ اگرچہ ایک اونٹ بھی کیوں نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ نفلی صدقہ بھی کبھی واجب ہو جاتا ہے۔ جب کہ فقیر مضطر ہو۔ اور فقر نے اسے سخت بھوک میں ڈال دیا ہو۔ تو یہاں نہ نصاب شرط ہے اور نہ ہی نیت تجارۃ شرط ہے۔ کیفما اتفق اس فقیر پر خرچ کرنا ہے۔ اور حق سے مراد عام لیا جائے۔ خواہ زکوٰۃ مفروضہ یا صدقہ واجبہ۔ تو پھر کسی تکلف کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس توجیہ کی تائید من حقہا ان تحلب الخ سے ہوتی ہے۔

جو واجب نہیں۔ استحبابی امر ہے۔ اور اگر حق سے مراد عام ہے خواہ واجب ہو یا نفل تو پھر اس عبارت کے معنی ہوں گے کہ جس نے اس کا کوئی حق بھی خواہ وہ فرض ہو یا نفل ادا نہیں کیا۔ اگرچہ عذاب صرف حقوق واجبہ کے منع کرنے پر ہوگا۔ اگر حقوق کی تفسیر صرف نافلہ سے کی گئی جو اس کے بعض افراد میں سے ہے۔ تو اب نفی سب اقسام کی ہوگی۔ کہ اس نے نہ فرض حقوق ادا کئے نہ ہی نفل ادا کئے۔ بنابریں تکلف کی حاجت نہ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریا ان ادیبر الجنس ﷺ سے قطب گنگوہیؒ ان دو اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ جو ظاہر حدیث پر وارد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایک اونٹ اور بکری پر تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ پھر عذاب کیسا ہو۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حلبها علی ﷺ الماء بھی حقوق واجبہ میں سے ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ تو بعض علماء نے اس کا جواب دیا کہ یہ حکم قبل فرضیۃ زکوٰۃ تھا۔ اور دوسرا جواب یہ دیا کہ حق سے مراد قدر زائد علی الواجب ہے۔ جس کے ترک پر عذاب نہیں ہوگا بلکہ یہ حکم علی سبیل المواساۃ ہے کہ مکارم اخلاق کا تقاضا ہے کہ ابناء سبیل اور فقراء کی خبر گیری کی جائے۔ اس لئے اس جگہ اس کا ذکر استطراداً ہوا ہے۔ الغرض ﷺ قطب گنگوہیؒ نے لطیف جواب دیئے ہیں جو قابل تحسین ہیں۔

بَابُ مَا اُدِّیَ زَکٰوتُہٗ فَلَیْسَ بِکَنْزٍ

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ

ترجمہ۔ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں رہتا۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۱۹ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ الخ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اَخْبِرْنِيْ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهَا فَوَيْلٌ لَّهٗ اِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تُنَزَّلَ الزَّكٰوةُ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِّلْاَمْوَالِ۔

ترجمہ۔ حضرت خالد بن اسلم فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ باہر نکلے۔ تو ایک دیہاتی نے کہا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمائیے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ الآیۃ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ مال کو وہ شخص گاڑتا ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ پس اس کے لئے ہلاکت ہے۔ تو یہ وعید زکوٰۃ کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے کی ہے۔ جب زکوٰۃ کا حکم آگیا تو یہ بقیہ مال کے لئے طہارت کا باعث بن جائے گی۔ یہ کنز نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۲۰ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ یَزِیْدَ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدٍ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَۃٌ وَّلَا فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذُوْدٍ صَدَقَۃٌ وَلَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَۃِ اَوْسُقٍ صَدَقَۃٌ۔

ترجمہ۔ حضرت یحییٰ بن عمارہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوسعیدؓ سے سنا فرماتے تھے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اس طرح پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور نہ ہی پانچ وسق سے کم غلہ پر زکوٰۃ ہے۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور ذود کا اطلاق اونٹوں کی نو سے کم جماعت پر ہوتا ہے اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع چار سیر کا ہوتا ہے۔ یہ اوزان ہیں جو اختلافِ زمانہ کی وجہ سے ادل بدل ہوتے رہتے ہیں۔ رائج الوقت سکہ سے حساب لگایا جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۲۲۱ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ ھَاشِمٍ الخ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَھْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَۃِ فَاِذَا اَنَا بِاَبِیْ ذَرٍّ فَقُلْتُ لَہٗ مَا اَنْزَلَکَ مَنْزِلَکَ ھٰذَا قَالَ کُنْتُ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفْتُ اَنَا وَمُعَاوِیَۃُ فِی الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ مُعَاوِیَۃُ نَزَلَتْ فِیْ اَھْلِ الْکِتٰبِ فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِیْنَا وَفِیْھِمْ فَکَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ فِیْ ذٰلِکَ فَکَتَبَ اِلٰی عُثْمَانَ یَشْکُوْنِیْ فَکَتَبَ اِلَیَّ عُثْمَانُ اَنِ اقْدَمِ الْمَدِیْنَۃَ فَقَدِمْتُھَا فَکَثُرَ عَلَیَّ النَّاسُ حَتّٰی کَاَنَّھُمْ لَمْ یَرَوْنِیْ قَبْلَ ذٰلِکَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ تَنَحَّیْتَ فَکُنْتَ قَرِیْبًا فَذَاکَ الَّذِیْ اَنْزَلَنِیْ ھٰذَا الْمَنْزِلَ وَلَوْ اَمَّرُوْا

عَلَیَّ حَبْشِیًّا لَسَمِعْتُ وَ اَطَعْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں۔ کہ مقام ربزہ سے میرا گذر ہوا تو حضرت ابوذر غفاری سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اس دور مقام تک آپ کو کس نے اتارا۔ میں نے کہا کہ میں ملک شام میں تھا۔ میرا اور حضرت امیر معاویہؓ کا اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ الآیۃ میں اختلاف پڑ گیا۔ حضرت معاویہؓ فرماتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے بارے میں اتری ہے۔ میرا کہنا یہ تھا کہ ہمارے اور اہل کتاب دونوں کے بارے میں ہے۔ پس میرے اور ان کے درمیان یہی جھگڑا پیدا ہو گیا۔ انہوں نے میری شکایت خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ کو لکھی جنہوں نے مجھے لکھا کہ تم مدینہ میں آجاؤ۔ جب میں مدینہ پہنچا تو لوگ اس کثرت سے میرے اوپر جمع ہو گئے کہ گویا کہ انہوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہیں تھا۔ جس کا ذکر میں نے حضرت عثمانؓ سے کیا۔ کہ اگر آپ چاہیں تو کہیں قریب الگ چلے جائیں۔ پس یہی وہ معاملہ ہے جس نے مجھے اس مقام تک پہنچایا ہے۔ اگر وہ لوگ مجھ پر کوئی حبشی غلام بھی امیر بنا دیں تو میں اس کی بات سنوں گا اور اس کی اطاعت کروں گا۔

حدیث نمبر ۱۲۲۲ حَدَّثَنَا عَیَّاشٌ اَنَّ الْاَحْنَفَ بْنَ قَیْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی مَلَاءٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَجَآءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعْرِ وَالثِّیَابِ وَالْھَیْئَۃِ حَتّٰی قَامَ عَلَیْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرِ الْکَافِرِیْنَ بِرَضْفٍ یُّحْمٰی عَلَیْهِ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ یُوْضَعُ عَلٰی حَلَمَۃِ ثَدْیِ اَحَدِهِمْ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ نُّغْضِ کَتِفِهٖ وَیُوْضَعُ عَلٰی نُغْضِ کَتِفِهٖ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ حَلَمَۃِ ثَدْیِهٖ یَتَزَلْزَلُ ثُمَّ وَلّٰی فَجَلَسَ اِلٰی سَارِیَۃٍ وَّتَبِعْتُهٗ وَجَلَسْتُ اِلَیْهِ وَاَنَا لَا اَدْرِیْ مَنْ هُوَ فَقُلْتُ لَهٗ لَا اُرَی الْقَوْمَ اِلَّا قَدْ کَرِهُوا الَّذِیْ قُلْتَ قَالَ اِنَّهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا قَالَ لِیْ خَلِیْلِیْ قَالَ قُلْتُ وَمَنْ خَلِیْلُكَ تَعْنِیْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ تُبْصِرُ اُحُدًا قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَی الشَّمْسِ مَا بَقِیَ مِنَ النَّهَارِ وَاَنَا اُرٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرْسِلُنِیْ فِیْ حَاجَۃٍ لَّهٗ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا اُنْفِقُهٗ کُلَّهٗ

اِلَّا ثَلٰثَۃَ دَنَانِیْرَ وَاِنَّ ھٰؤُلَاءِ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا اِنَّمَا یَجْمَعُوْنَ الدُّنْیَا وَلَا وَاللّٰہِ لَا اَسْئَلُھُمْ دُنْیَا وَلَا اَسْتَفْتِیْھِمْ عَنْ دِیْنٍ حَتّٰی اَلْقَی اللّٰہَ۔

ترجمہ۔ احنف بن قیس فرماتے ہیں کہ میں قریش کی ایک جماعت کے پاس جا کر بیٹھا تو ایک ایسے بزرگ تشریف لائے۔ جن کے بال۔ کپڑے اور شکل وصورت بالکل سادہ تھی۔ ان کے پاس آکر کھڑے ہوئے پھر سلام کے بعد فرمانے لگے کہ مال جمع کرنے والوں کو ایسے گرم پتھر کی خوشخبری سناؤ جس کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر ان میں سے ایک کے پستان کے نرم حصہ پہ اسے رکھا جائے گا۔ جو اس کے کندھے کے پٹھے سے جا کر خارج ہوگا۔ پھر کندھے کے پٹھے یعنی (نرم حصہ) پہ رکھا جائے گا تو وہ اس کے پستان کے نرم حصہ سے نکلے گا جس سے پریشان ہو کر حرکت کرنے لگے گا۔ پھر وہ شخص ایک ستون کے سہارے جا کر بیٹھ گیا۔ میں ان کے پیچھے لگ گیا۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس جا کر بیٹھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ میں نے ان سے عرض کی۔ یہ قوم تو آپ کی بات کو پسند نہیں کرتے۔ فرمایا یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ میرے خلیل نے فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کا خلیل کون ہے۔ جو آپ کی مراد ہے۔ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذرؓ! اُحد پہاڑ کی طرف نگاہ کرو۔ میں نے سورج کو دیکھا تو دن باقی نہیں رہا تھا۔ میں سمجھا کہ مجھے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی ضرورت کے لئے بھیجنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں حضرت دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا اگر اُحد پہاڑ میرے لئے سونے کی شکل بنا دیا جائے۔ تو میں یہی پسند کروں گا کہ یہ سب کا سب خرچ کر دوں۔ مگر صرف تین دینار باقی رہ جائیں۔ یعنی ایک گھر والوں کے لئے۔ دوسرا غلام آزاد کرنے کے لئے اور تیسرا ادائیگی قرض کے لئے۔ اور یہ لوگ اس کی عقل نہیں رکھتے۔ دھڑا دھڑ دنیا جمع کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! نہ تو میں ان سے دنیا مانگتا ہوں۔ اور نہ ہی دین کے بارے میں ان سے مسئلہ دریافت کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ سے ملاقات کروں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ما ادی زکوٰۃ فلیس بکنز امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ جب بغیر زکوٰۃ ادا کئے مادون خمس اواق کا جمع کرنا جائز ہے تو معلوم ہوا۔ کہ ہر قسم کا سونا چاندی جمع کرنا ممنوع نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ لقول النبی الخ میں لام تحلیل کا ہے۔ اس سے امام بخاریؒ ترجمہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ مال کے کنز ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ نصاب ہو۔ دوسرے اس کی زکوٰۃ نہ نکالی جائے۔ اگر نصاب نہ ہو تو بھی کنز نہیں۔ اگر نصاب ہو کر زکوٰۃ نکال لی جائے تو بھی کنز نہ ہوگا۔ لہٰذا مستحق عذاب نہیں ہوگا۔ لہٰذا جب نصاب موجود ہو۔ زکوٰۃ نہ نکالے تو کنز ہے۔ آیت کے تحت داخل ہے اور جب نصاب پایا گیا زکوٰۃ نکال لی تو کنز نہیں اور مستحق عذاب نہیں یہی ترجمہ ہے۔ اور ترجمہ کے یہ الفاظ حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت میں وارد ہیں۔ جس کو بیہقی نے نقل کیا ہے۔ عن ابن عمرؓ کل مال ادیت زکوتہ وان کان تحت سبع ارضین فلیس بکنز وکل مالا تودی زکوتہ فھو کنز وان کان ظاھرا علی وجہ الارض۔

نزلت فی اھل الکتب حضرت امیر معاویہؓ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ یہ آیت تو اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ جو حقوق میں سے کچھ بھی ادا نہیں کرتے تھے۔ البتہ یہ حکم ان مسلمانوں کو شامل ہوگا۔ جو اہل کتاب کی صفت پر ہوں گے۔ لیکن جو حقوق مالی ادا کرتے ہیں وہ ان کے حکم میں نہیں ہیں۔ آیت کنز کے تحت داخل نہیں ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ابن بطال فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے سیاقِ آیت کو دیکھا کہ وہ احبار اور رھبان کے بارے میں ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت ابوذرؓ نے عموم آیت کو دیکھا۔ اور یہ کہ جو وجوب زکوٰۃ کا عقیدہ تو رکھتا ہے۔ مگر اس کو ادا نہیں کرتا وہ بھی اس وعید شدید کا مستحق ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ایک فائدہ اس حدیث کا یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ کفار فروع شرعیہ کے بھی مکلف ہیں۔ کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت ابوذرؓ دونوں کا اتفاق ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں ہے۔

ولو امروا علی حبشیا اہل کوفہ نے جب ربذہ سے حضرت ابوذرؓ کو بلا کر علم بغاوت بلند کرنے کی دعوت دی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت عثمانؓ مجھے مشرق سے مغرب تک بھی پھرائے تب بھی ان کی سمع اور اطاعت کروں گا۔ حضرت عثمانؓ سے بغض رکھنے والے کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوذرؓ کو جلا وطن کر دیا تھا۔ حالانکہ مصلحت کے پیش نظر وہ خود ربذہ گئے تھے اور وہیں ان کی

وفات پائی۔ چنانچہ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ کا حکم واجب الاطاعت ہوتا ہے۔ جس قسم کا حکم بھی ہو۔ یہ نزول ربذہ تو معمولی چیز ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لایعقلون شیئاً حضرت ابوذرؓ کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ نصوص ظاہری کی تاویلیں کرتے ہیں۔ کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو زکوٰۃ ادا نہ کریں۔ حالانکہ ظاہراً عموم ہے۔ لیکن یہ حضرت ابوذرؓ کا اجتہاد تھا جو جمہور صحابہؓ کے خلاف تھا۔ اسی بنا پر شام اور حجاز میں فساد برپا ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے انہیں ان کی درخواست پر ربذہ بھیجا گیا جہاں وہ قبل ازیں بھی آیا جایا کرتے تھے۔ یا یہ آیات بیان افضل کے لئے تھی۔ کہ دنیا سے بے رغبتی برتی جائے۔ اور ضروریات پوری کرنے کے لئے تھوڑی سی جمع کی جائے اور آخر میں جو ان کا جملہ ہے۔ یجمعون الدنیا اسی پر دال ہے۔ کہ وہ مطلق جمع مال کو کنز قرار دیتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اتبصر احداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا منشاء یہ تھا کہ وہ سورج کے عظیم جثہ کو دیکھیں کہ اس کا طول وعرض کتنا ہے۔ حضرت ابوذرؓ کا گمان یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دن کا باقی حصہ دکھانا چاہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک دنیا زہداً افضل ہے۔ کسب حلال اور انفاق فی سبیل اللہ سے۔ کیونکہ آپؐ فرما رہے ہیں۔ ما احب لو ان لی احداً ذھباً یہ اولویت پر محمول ہے۔

مابقی من النھار حضرات شراح فرماتے ہیں مابقی بمعنی ای شیئ لبقی منہ کے معنی میں ہے۔ گویا کہ ما استفہامیہ ہے۔ اور بعض حضرات ما کو ما موصولہ قرار دیتے ہیں۔ وانظر الی الذی بقی منہ کے معنی ہیں۔

بَابُ اِنْفَاقِ الْمَالِ فِیْ حَقِّہٖ

ترجمہ۔ مال کو اپنے حق میں خرچ کرنا

حدیث نمبر ۱۲۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاحَسَدَ اِلَّا فِیْ اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ

آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ حسد نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر دو آدمیوں پر ایک تو وہ جس کو اللہ تعالیٰ مال دے پس پھر اسے حق کے راستہ میں خرچ کی توفیق عطا فرمائے اور دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ علم و دانش عطا فرمائے۔ وہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور ان کی تعلیم دے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | اس باب سے امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ مطلق جمع مال مذموم نہیں ہے۔

بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ الخ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ صَلْدًا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْئٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيْدٌ وَالطَّلُّ النَّدٰى۔

ترجمہ۔ صدقہ میں ریا کرنا کیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے باطل (ضائع) نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو لوگوں کے دکھلاوے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان نہیں رکھتا الخ ابن عباسؓ صلداً کی تفسیر فرماتے ہیں۔ بالکل چٹیل جس پر کچھ بھی نہ رہا ہو۔ حضرت عکرمہؓ وابل کے معنی موسلا دھار بارش اور طلّ کے معنی تری کے ہیں۔

بَابٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ وَلَا يَقْبَلُ اِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ۔

تشریح از قاسمیؒ | ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ جب اذی تتبعہا اذی الخ

بعد الصدقہ مبطل صدقہ ہے تو اذی مقارن للصدقہ ہو یعنی تکلیف رسانی صدقہ کے ساتھ ہو وہ بطریق اولی مبطل ہے کیونکہ خیانت کرنے والا مال مغصوب کا صدقہ کر رہا ہے تو غاصب موذی لصاحب المال ہوا فہو اولی بالابطال۔

بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

ترجمہ۔ صدقہ پاک کمائی سے ہونا چاہیئے۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ ناشکرے گناہ گار کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا ثواب ہے۔ ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمناک ہوں گے۔

حدیث نمبر ۱۳۲۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ پاک مال کو قبول کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتے ہیں۔ پھر اس صدقہ کرنے والے کے لئے اس کو اسی طرح پالیتے ہیں۔ جس طرح تم اپنے گھوڑے کے بچے کو پالیتے ہو یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ اگرچہ صدقات کا لفظ کسب طیب اور خبیث دونوں کو شامل ہے۔ لیکن سیاق و سباق آیت میں ہے ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون

تو اس کی وجہ سے مال حلال کے ساتھ مقید رہے گا۔ اس لئے کہ آیت میں یہ بھی ہے کہ سود کو اللہ مٹا دیتا ہے تو صدقہ محوق کی جنس میں سے نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ مقبول ہوگا۔

بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ

ترجمہ۔ مردود ہونے سے پہلے صدقہ کر لو۔

حدیث نمبر ۱۲۲۵ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَإِنَّهُ يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِيْ الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت حارثہ بن وہب فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے۔ لوگو! صدقہ کر لو۔ کیونکہ تم پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ کوئی اپنا صدقہ لئے پھرتا ہوگا۔ لیکن اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس کا صدقہ قبول کر لے۔ آدمی کہے گا کہ اگر تو کل اسے میرے پاس لاتا تو شاید میں قبول کر لیتا۔ آج تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۲۶ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْ يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ تم میں مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ وہ اچھلنے لگے گا اور صاحب مال اس شخص کے بارے میں فکر مند ہوگا۔ جس کو اس کے صدقہ کو قبول کرے یہاں تک کہ وہ اس پر اپنا مال پیش کرے گا۔ جس شخص پر مال پیش کرے گا وہ کہے گا کہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۲۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ يَقُوْلُ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ

اَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعَيْلَةَ وَالْاٰخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكَ اِلَّا قَلِيْلٌ حَتّٰى تَخْرُجَ الْعِيْرُ اِلٰى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيْرٍ وَّ اَمَّا الْعَيْلَةُ فَاِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰى يَطُوْفَ اَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهٖ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لَيَقِفَنَّ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ حِجَابٌ وَّلَا تَرْجُمَانٌ يُّتَرْجِمُ لَهٗ ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهٗ اَلَمْ اُوْتِكَ مَالًا فَلَيَقُوْلَنَّ بَلٰى ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ اَلَمْ اُرْسِلْ اِلَيْكَ رَسُوْلًا فَلَيَقُوْلَنَّ بَلٰى فَيَنْظُرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ فَلْيَتَّقِيَنَّ اَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ کہ دو آدمی آپؐ کے پاس آئے ۔ ایک تو فقر و احتیاجی کا شکوہ کرتا تھا اور دوسرا رہزنی کا شاکی تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ رہزنی تو جلد ختم ہو جائے گی ۔ تم پہ بہت تھوڑا عرصہ گزرے گا ۔ ایک قافلہ مکہ سے بغیر کسی نگرانی کے روانہ ہوگا ۔ رہ گئی فقر و احتیاجی ۔ اس کے بارے میں یہ ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی ۔ جب تک کہ تم میں سے کوئی ایک صدقہ لئے پھرتا ہوگا ۔ اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا ۔ پھر وہ قیامت کے دن اپنے اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا ۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے درمیان نہ تو کوئی پردہ ہوگا ۔ اور نہ ہی کوئی ترجمان ترجمانی کرے گا ۔ پھر اللہ تعالےٰ اس سے فرماتے گا ۔ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا ۔ اغنیاء لوگ کہیں گے ۔ کیوں نہیں دیا تھا ۔ پھر اللہ تعالےٰ فرمائیں گے ۔ کیا میں نے تیرے پاس رسول و نبی نہیں بھیجا پس وہ کہے گا ۔ ہاں کیوں نہیں ۔ پس وہ اپنے دائیں طرف آگ کے سوا کچھ نہیں دیکھے گا ۔ پھر اپنی بائیں طرف بھی آگ کے سوا کچھ نہیں دیکھے گا ۔ پس تم ضرور بالضرور آگ سے بچو ۔ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا بھی خرچ کر کے بچو ۔ اگر کسی کو یہ بھی میسر نہ ہو تو وہ اچھے کلمہ کے بول کے ذریعہ اپنا بچاؤ کرے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | چونکہ مسلمانوں پہ غنا اور دولت مندی کا وقت یقیناً آنے والا تھا ۔ اس لئے آپؐ نے ان کو اموال کے فتنہ سے ڈرایا تاکہ یہ لوگ کہیں اس فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں ۔

تشریح از شیخ زکریا ظاہراً حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استغنار کا دور جس میں مال کی یہاں تک کثرت ہوگی۔ کہ مال پانی کی طرح بہنے لگے گا۔ یہ قیامت کے قریب قریب ہوگا۔ بنا بریں امام بخاریؒ اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ کتاب الفتن میں لایا ہے۔ اور حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت سے بھی اشارہ ملتا ہے۔ کہ یہ کثرت مال ان کے زمانہ میں نہیں ہوگی۔ کیونکہ ان کی وفات حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی ہے۔ جو فتوحات ملکی کا دور تھا۔ ابن التین فرماتے ہیں۔ کہ یہ دور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا۔ جب کہ ایک انار ایک کنبہ کو کافی ہوگا۔ اور روئے زمین پہ کوئی کافر باقی نہ رہے گا۔ اور علامہ بیہقیؒ نے اس کو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دورِ خلافت پہ محمول کیا ہے۔ جن کا دورِ خلافت محض تیس۳۰ ماہ کا تھا۔ جس نے لوگوں کو اس قدر غنی کر دیا تھا۔ کہ لوگ مال عظیم لے کر آتے تھے ان کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن احتمال اوّل راجح ہے۔ **ان طالت بک حیوۃ** کے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

حذرھم کے لفظ سے شیخ گنگوہیؒ نے اس مناسبت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۲۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي مُوسَىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لوگوں پہ ایک ایسا دور ضرور آنے والا ہے۔ جس میں آدمی اپنا سونے کا صدقہ زکوٰۃ لئے لئے پھرتا ہوگا۔ اسے کوئی ایسا شخص نہیں مل سکے گا۔ جو اس سے یہ زکوٰۃ قبول کرلے۔ اور ایک آدمی دیکھے گا کہ چالیس۴۰ عورتیں اس کے ہاں پناہ پکڑ رہی ہیں۔ یہ مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت کا زمانہ ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ واؤ جمع پہ دلالت نہیں کرتی کہ کثرت مال اور کثرت نسار کا ایک ہی زمانہ ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ یہ دونوں واقعے قیامت سے پہلے پہلے وقوع پذیر ہوں گے۔ اگرچہ ان کا زمانہ مختلف ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اس سے احتمال ثالث کی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ کہ کثرت مال کا دور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دور تھا۔ کیونکہ جملہ ثانیہ سے جو قلت رجال اور کثرت نساء کا پتہ چلتا ہے۔ یہ دور تو قیامت کے قریب ہو گا۔ نیز کتاب الفتن کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف فتنے مختلف اوقات میں واقع ہوں گے۔ کثرت نساء کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ قرب قیامت میں قتل و قتال بہت ہو گا۔ اہل حرب مردوں کا قتل عام ہو گا۔ عورتیں کثرت سے بچ جائیں گی۔ چالیس پچاس عورتوں کا ایک ایک منتظم ہو گا۔ غرضیکہ نظام عالم میں فساد برپا ہو گا۔ رفع علم سے دین میں خلل پڑے گا۔ شرب خمر یعنی شراب نوشی سے عقل میں فتور پیدا ہو گا۔ زنا کی کثرت سے نسب بگڑے گا۔ فتنوں کی کثرت کی وجہ سے نفس اور مال میں خلل پڑے گا۔ معاش اور معاد دونوں فسادات و فتن کی بھینٹ چڑھیں گے۔

بَابُ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ

وَالْقَلِيْلِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اِلٰى قَوْلِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ۔

حدیث نمبر ۱۲۲۹ حدثنا ابو قدامۃؒ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ فَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ فَقَالُوْا مُرَآءٍ وَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا فَنَزَلَتْ وَالَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ۔ الْاٰيَةَ۔

ترجمہ۔ آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا اور تھوڑا سا مال صدقہ کر کے بچاؤ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اپنے دل کی مضبوطی سے خرچ کرتے ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب صدقہ کی کوئی آیت نازل ہوتی تھیں تو ہم لوگ اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے اُجرت پر بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔ پس اگر کوئی شخص بہت سا مال

لاکر صدقہ کرتا تو منافق کہتے کہ یہ ریا کار ہے۔ کوئی ایک صاع چار سیر وزن کا صدقہ کرتا تو کہتے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایک صاع کا محتاج نہیں ہے۔ اس پہ یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگ نفلی صدقہ کرنے والے مومنوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ تو اپنی طاقت کے مطابق خرچ کر رہے ہیں۔ ان پر کوئی طعن نہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۳۰ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَىٰ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيبُ الْمُدَّ وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابومسعود انصاریؓ فرماتے ہیں۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیتے۔ تو ہم لوگ بازار جاکر باربرداری کرتے۔ کہیں مشکل سے ہمیں ایک سیر گندم حاصل ہوتی۔ جس کو ہم خیرات کرتے۔ آج تو بعض لوگوں کے پاس لاکھوں روپے ہیں۔ لیکن وہ خیرات نہیں کرتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الیوم سے حضرت ابومسعود انصاریؓ کا دور مراد ہے۔

مولانا زکریا کاندھلویؒ کا ارشاد ہے۔ کہ حضرت ابومسعود انصاریؓ بدری جلیل القدر صحابی ہیں۔ جن کی وفات ۴۰ھ سے قبل کی ہے۔ جو اشارہ فرما رہے ہیں۔ کہ عہد نبوی میں تو مال کی قلت تھی جس میں سخاوت کا شوق تھا بعد میں کثرت فتوحات کی وجہ سے مال میں وسعت ہوئی۔ تو بخل پیدا ہونے لگا مال کی کمی نہیں۔ دل غنی نہیں ہے۔ تو گویا صحابہ کرامؓ کے دور سے کثرت اموال شروع ہو گئی۔

حدیث نمبر ۱۲۳۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔

ترجمہ۔ جہنم کی آگ سے بچو۔ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا بھی خرچ کر سکتے ہو۔

حدیث نمبر ۱۲۳۲ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ کُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ہمراہ میرے گھر میں داخل ہوئی۔ جو کچھ مانگتی تھی۔ میرے پاس سوائے ایک کھجور کے دانے کے کچھ نہیں تھا۔ میں نے وہی اسے دے دیا۔ جس کو اس نے اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان بانٹ دیا۔ اس میں سے خود اس نے کچھ نہ کھایا۔ پھر کھڑی ہوئی اور باہر نکل گئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ تو میں نے آپؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ان بیٹیوں میں سے کچھ بھی مبتلا ہوا۔ تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ بنیں گی۔

بَاب فَضْلِ صَدَقَةِ الشَّحِيْحِ الصَّحِيْحِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِلٰی اٰخِرِهَا وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِیَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ الْاٰيَةَ۔

ترجمہ۔ باب ہے فضیلت بیان کرنے اس شخص کے صدقہ کے جو بخیل و حریص ہو۔ اور تندرستی میں صدقہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے۔ اس میں سے موت کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کرلو۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اے ایمان والو۔ اس دن کے آنے سے پہلے پہلے میرے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرلو۔ جس دن نہ خرید و فروخت ہوسکے گی۔ نہ دوستی کام آئے گی۔ اور نہ کسی کی سفارش کارگر ہوگی

حدیث نمبر ۱۳۳۳ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَؓ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰی وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ کون سا صدقہ بڑے ثواب والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا صدقہ وہی ہے جو تندرستی کی حالت میں ہو۔ بخیل و حریص ہو کہ فقر کا خطرہ ہو۔ اور غنی ہونے کی امید رکھتا ہو۔ اور خرچ کرنے میں دیر نہ کرے۔ یہاں تک کہ جب جان حلق تک پہنچے۔ پھر کہنے لگے اس قدر تو فلاں

کے لئے اس قدر فلاں کے لئے ۔ حالانکہ وہ تو فلاں کے لئے ہو چکا ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ممکن ہے بخل سے مراد بخل کے گمان کی جگہ ہو ۔ کہ ضروریات پیش آنے کی صورت میں اکثر انسان بخل سے کام لیتا ہے ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ شیحھ سے وہ بخیل مراد ہو ۔ بخل جس کی عادت ثانیہ بن چکا ہو ۔ تو اس صورت میں اس کی فضیلت جزئیہ حاصل ہو گی ۔ کیونکہ ایسے شخص پر بخل کی وجہ سے خرچ گراں ہوتا ہے ۔ ورنہ سخی تو قریب من اللہ و قریب الناس ہوتا ہے ۔ جس کی فضیلت کلیہ حدیث سے آشکارا ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | امام بخاریؒ کی غرض ترجمہ سے یہ ہے کہ شیح صحیح کے صدقہ کی فضیلت بیان کرنا ہے ۔ تحذیر اور ترغیب ترجمہ کے دو جزء نہیں ہیں ۔ کہ امام بخاریؒ کو اس میں تردد ہو ۔ بلکہ وہ تو ای الصدقۃ افضل اور فضل صدقۃ الشیح الصحیح اس کی فضیلت بیان کرنا چاہتے ہیں ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ شح کا معنی ہے بخل مع الحرص اور ابو اسحاق حربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں شح کے تین درجے بیان کئے ہیں ۔ پہلا تو یہ ہے کہ دوسرے کا مال ناحق غصب کرے ۔ دوسرا یہ کہ زکوٰۃ ادا نہ کرے اور حرام مال جمع کرے ۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ضرورت مند تندرستی کی حالت میں خرچ کرے ۔ ایسے شیح اور صحیح کا صدقہ فضیلت جزئیہ رکھتا ہے ۔ بوجہ گرانی طبع کے ۔ الشیح کو ہماری زبان میں کنجوس کہتے ہیں ۔ اور شاہ ولی اللہؒ نے المحتاج الی المال یعنی ضرورت مند سے اس کو تعبیر کیا ہے ۔

فضیلۃ جزئیہ کے لفظ سے قطب گنگوہیؒ نے ایک وہم کا دفعیہ فرمایا ہے ۔ کہ ظاہراً حدیث سے صدقۃ البخیل کی صدقہ سخی پر فضیلت معلوم ہوتی تھی ۔ حالانکہ سخی بہرحال بخیل سے افضل ہے ۔ ترمذی کی روایت ہے لجاھل سخی احب الی اللہ من عابد بخیل تو فرمایا کہ اس شخص کو فضیلت جزئیہ حاصل ہے ۔ جیسے الذی یقرأ القراٰن وھو یشتد علیہ فلہ اجران فرمایا گیا ہے ۔ یعنی جو شخص رک رک کر قرآن پڑھتا ہے ۔ اس کو دوہرا ثواب ملے گا ۔ ایک قرآۃ کا دوسرے مشقت اٹھانے کا ۔ ایسے اس کو بھی مشقت پر ثواب ملے گا

باب

حدیث نمبر ۱۲۳۴ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا اَسْرَعُ بِکَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا فَاَخَذُوْا قَصَبَۃً یَذْرَعُوْنَہَا فَکَانَتْ سَوْدَۃُ اَطْوَلَہُنَّ فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا کَانَتْ طُوْلُ یَدِہَا الصَّدَقَۃَ وَکَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَۃَ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپؐ کی کسی زوجہ محترمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم میں سے کون آپؐ سے جلدی ملنے والی ہے۔ آپؐ نے فرمایا لمبے ہاتھ والی۔ تو انہوں نے سرکنڈا لے کر ناپنا شروع کر دیا۔ تو سب سے لمبے ہاتھ والی حضرت سودہؓ تھی۔ لیکن ہمیں بعد میں معلوم ہوا۔ کہ لمبے ہاتھ سے مراد صدقہ ہے۔ اور آنحضرتؐ سے جلدی ملنے والی حضرت زینبؓ تھی۔ جن کو صدقہ کی کثرت کی وجہ سے ام المساکین کہا جاتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فعلمنا بعد روایت میں اختصار ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہمارا گمان یہ تھا کہ ید سے ظاہری معنی عضو مراد ہے۔ اس لئے ہم نے ناپنا شروع کیا۔ تو حضرت سودہؓ اطول یدا تھیں۔ جب حضرت زینبؓ کی وفات سب سے پہلے ہوئی۔ تو واضح ہوا کہ طول ید سے مراد سخاوت ہے۔ روایت کو غلط قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوسرے حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقی معنی مراد لینا اولیٰ ہے۔ اگرچہ مجاز بھی متعارف ہو۔ ورنہ ازواجِ مطہرات آپؐ کے کلام کو حقیقت پہ محمول نہ کرتیں۔ اس لئے کہ مجاز یعنی طول ید کا سخاوت کے مستعمل ہونا عرب میں مشہور تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | امام بخاریؒ نے صراحۃً حضرت زینبؓ کا نام ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ مسلم شریف میں صراحت ہے۔ کانت اطولنا یدًا زینب بنت جحش لانھا کانت تعمل وتصدق یعنی حضرت زینبؓ دستکاری کے ذریعہ مال حاصل کرتیں اور پھر اسے مساکین پہ خرچ کرتیں۔ امام بخاریؒ نے تصریحِ نام اس لئے نہیں کی کہ بعض حضرات اس سے حضرت سودہؓ مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ اہلِ سیر کا اتفاق ہے۔ کہ سب سے پہلے ازواجِ مطہرات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت سودہؓ کی ان کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں ہوئی۔ امام بخاریؒ نے مختصر حدیث نقل فرمائی ہے۔ جس سے حضرت سودہؓ کے متعلق وہم ہوا۔ ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو غلط قرار دیا ہے۔ تعجب ہے کہ امام بخاریؒ نے اس پر تنبیہ نہیں

فرمائی۔ واقدی کا قول ہے۔ هذا الحديث دخل في سورة انما هو زينب الخ

بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ وَقَوْلُهُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

ترجمہ۔ باب ہے علی الاعلان صدقہ کرنے کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جو لوگ اپنا مال دن اور رات میں خفیہ اور ظاہر طور پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے۔ ان پر نہ تو خوف طاری ہوگا اور نہ ہی وہ لوگ غمناک ہوں گے۔

بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ

ترجمہ۔ خفیہ طور پر صدقہ کرنے کے بارے میں

وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ وَقَوْلِهِ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ الآية۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک آدمی صدقہ کرتا ہے اور اس کو اس قدر چھپاتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو علم نہیں ہوتا کہ اسکا دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اگر تم اپنے صدقات ظاہر کرکے دو تو یہ بھی بہت اچھا ہے۔ اور اگر ان کو چھپا کر دو بشرطیکہ فقرا کو دو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیاں مٹا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔ اس سے خوب خبردار ہے۔

بَابُ اِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

ترجمہ۔ جب بے خبری میں کوئی شخص غنی (مالدار) پر صدقہ کردے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۳۵ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ

یَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰی سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ لَاَ تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ زَانِیَۃٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَۃَ عَلٰی زَانِیَۃٍ فَقَالَ اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی زَانِیَۃٍ لَاَ تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَۃٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰی غَنِیٍّ فَقَالَ اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ وَّعَلٰی زَانِیَۃٍ وَّعَلٰی غَنِیٍّ فَاُتِیَ فَقِیْلَ لَہٗ اَمَّا صَدَقَتُکَ عَلٰی سَارِقٍ فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِہٖ وَاَمَّا الزَّانِیَۃُ فَلَعَلَّھَا اَنْ یَّسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاھَا وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّہٗ یَعْتَبِرُ فَیُنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں ضرور صدقہ کروں گا۔ پس اس نے صدقہ نکالا اور اسے چور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح کو لوگوں میں باتیں ہونے لگیں کہ چور کو صدقہ دیا گیا۔ کہنے لگا اے اللہ تیرے لئے حمد ہے۔ اب میں ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چنانچہ صدقہ نکال کر زانیہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ تو صبح کو باتیں ہونے لگیں کہ آج رات زانیہ پر صدقہ کیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ تیرے لئے حمد ہے۔ زانیہ پر صدقہ ہو گیا۔ اب میں ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ صدقہ نکال کر مالدار غیر مستحق زکوٰۃ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ تو صبح کو چرچا ہونے لگا کہ مالدار کو صدقہ دے دیا گیا۔ کہنے لگا اے اللہ تیرے لئے حمد ہے۔ چور پر، زانیہ پر اور مالدار پر صدقہ ہو گیا۔ اسے خواب میں بتایا گیا۔ کہ چور پر تیرا صدقہ شاید وہ اس کو چوری سے روک دے۔ زانیہ پر صدقہ شاید اسے زنا سے بچالے۔ اور غنی پر صدقہ شاید وہ اس سے عبرت پکڑے۔ کہ جو کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرنے لگے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اللّٰھم لک الحمد اس نے اس لئے کہا کہ اسے گمان ہوا کہ میرا صدقہ مقبول نہیں ہوا۔ اور وہ ردّی بھی ہو گیا۔ اور اس میں تو شک ہی نہیں کہ ان لوگوں پر صدقہ کا ثواب نیکوکار پرہیزگار لوگوں پر صدقہ کے ثواب سے ضرور کم ہو گا۔ تو اس کا افسوس کرنا ثواب کے ضائع ہونے یا ثواب سے محروم ہونے پر نہیں تھا۔ بلکہ اس نقصان پر افسوس تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ لک الحمد میں لک کی تقدیم اختصاص کے لئے ہے۔ اور حمد امر جلیل پر ہوا کرتا ہے۔ تو معنی ہوتے کہ اے اللہ تیرے لئے حمد ہے۔ کہ زانیہ پر صدقہ تیرے ارادہ

سے ہوا۔ میرے ارادے کا اس میں دخل نہیں ہے اور تیرے سب ارادے جمیل ہیں۔ میرا ارادہ مستحق پر خرچ کرنے کا تھا۔ لیکن تو نے اپنی حکمت سے زانیہ پہ خرچ کرا دیا۔ یا لک الحمد تعجب کے لئے ہے۔ "ما در چہ خیالم فلک در چہ خیال" یا اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کے لئے یہ کلمہ پڑھا۔ الحمد للہ علی کل حال

بہرحال حدیث باب سے یہ معلوم ہوا۔ کہ ان لوگوں کے نزدیک صدقہ کی مقبولیت کی یہ علامت تھی۔ کہ اہلِ خیر سے صدقہ اہلِ حاجت کو پہنچے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اگر اہل صدقہ کی نیت نیک ہو تو صدقہ قبول ہے۔ اگرچہ غیر موقع پہ جا پڑے۔ اب فقہاء میں یہ اختلاف ہوا۔ کہ آیا فرض زکوٰۃ اس طرح ادا ہو جائے گی یا نہیں۔ حدیث میں کسی شق کا تعین نہیں ہے۔ نہ منع نہ قبول۔ اس لئے مصنفؒ نے ترجمہ استفہام سے قائم کیا۔ بقیہ ائمہ کرام تو صدقہ نافلہ میں جواز کے قائل ہیں۔ واجبہ اور فرضیہ میں اعادہ کرنا ہوگا۔ بخلاف امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ کے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ فریضہ ساقط ہو جائے گا۔ اعادہ واجب نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ امام بخاری نے تین تراجم باندھے۔ باب صدقۃ العلانیہ۔ صدقۃ السر و الصدق علی غنی۔ پہلے دو ابواب کے لئے کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔ تیسرے ترجمہ کیلئے حدیث ذکر فرمائی۔ میرے نزدیک تینوں تراجم اسی حدیث سے ثابت ہو رہے ہیں۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ صدقہ علی الاعلان افضل ہے یا علی الاخفار۔ تو اس پہ تو سب کا اتفاق ہے۔ کہ صدقۃ الفرض میں اعلان افضل ہے۔ اور صدقہ تطوع میں اس کا برعکس یعنی اخفار افضل ہے۔ فیصلہ کن بات یہ ہے۔ کہ خیر القرون کے لوگ سعاۃ تحصیل داروں کو زکوٰۃ دیتے تھے۔ جن میں اعلان افضل تھا۔ آج کل کے لوگ خود بخود زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اس لئے اس زمانہ میں اخفار افضل ہوگا۔ تاکہ ریاء سے بچ جائے۔

بَابُ اِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهٖ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

ترجمہ۔ بے شعوری میں جب اپنے بیٹے پہ صدقہ کر دے تو کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۳۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهٗ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبِيْ وَجَدِّيْ وَخَطَبَ عَلَيَّ فَاَنْكَحَنِيْ وَخَاصَمْتُ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبِيْ يَزِيْدُ اَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ

رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ وَاللهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ۔

ترجمہ: حضرت معن بن یزید فرماتے ہیں۔ کہ میں نے میرے باپ نے اور میرے دادے نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رشتہ کا پیغام دیا جو قبول ہوا۔ تو آپؐ نے ہی میرا نکاح پڑھایا اور آپؐ ہی کی طرف جھگڑے چکانے کے لئے مقدمہ لے جاتا تھا۔ (گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے اس قدر تعلقات تھے) ایک مرتبہ یوں ہوا کہ میرے باپ یزید نے کچھ دنانیر صدقہ کے لئے نکالے۔ تو انہیں جا کر مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیئے۔ میں وہاں پہنچا۔ دنانیر لئے اور گھر لے آیا۔ میرے باپ نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے تجھے دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ تو یہ مقدمہ میں فیصلہ کرنے کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے یزید تجھے تو اپنی نیت کے مطابق ثواب ملے گا۔ اور اے معن جو کچھ تو لے آیا وہ تیرا ہو گیا۔

تشریح از قاسمی مسئلہ بیان ہو چکا کہ نفلی صدقہ تو ادا ہو جائے گا۔ فرضی صدقہ کا عند الائمہ اعادہ ہے۔ عند الحنفی نہیں ہے۔

بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ

ترجمہ۔ صدقہ دائیں ہاتھ سے دینا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۳۲۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ وَرَجُلٌ مُعَلَّقٌ قَلْبُهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سات آدمی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک تو عدل کرنے والا حاکم ہے۔ دوسرا وہ نوجوان ہے جس کا اٹھان ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوا ہے۔ تیسرا وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں لٹکا ہوا ہے۔ یعنی مسجد میں جانے کا دھیان رہتا ہے۔ چوتھے وہ دو آدمی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہی باہمی محبت کرتے ہیں۔ اسی محبت پر ان کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور اسی محبت پر مجلس سے ان کی جدائی ہوتی ہے۔ اور پانچواں وہ آدمی ہے۔ جس کو حسب و نسب اور خوبرو عورت گناہ کی دعوت دیتی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ (یعنی اللہ کے لئے گناہ سے رک جاتا ہے) اور چھٹا وہ شخص ہے۔ جو صدقہ وخیرات اس طرح چھپا کر دیتا ہے۔ کہ اس کے بائیں ہاتھ تک کو خبر نہیں ہوتی۔ کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے۔ اور ساتواں وہ شخص ہے۔ جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے۔ تو اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں (یعنی خشیۃ الہٰی سے اس کے آنسو بلا اختیار بہہ پڑیں اور شوقِ جمال کی تڑپ دل میں موجزن ہو۔ مرتب) اور لاتعلم شمالہ شدت اخفاء سے کنایہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۳۸ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ الخ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَسَیَاْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ یَمْشِی الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْجِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْکَ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِیْ فِیْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت حارثہ بن وہب الخزاعیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ صدقہ خیرات کر لو۔ عنقریب تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ آدمی صدقہ لئے پھرتا ہوگا۔ دوسرا آدمی کہے گا اگر تو کل گذشتہ میرے پاس لے آتا تو میں یہ صدقہ تیرے سے قبول کر لیتا۔ لیکن آج تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح از قاسمی ظاہرًا یہ حدیث ترجمہ سے مطابق نہیں ہے۔ اس کے کئی جواب ہیں۔ قسطلانیؒ نے تو یہ کہا۔ کہ سابق حدیث میں بھی حامل صدقہ کا ذکر تھا۔ اس میں بھی حامل صدقہ کا ذکر ہے۔ گویا کہ وہ اس صدقہ کو چھپا رہا ہے۔ کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتا۔ تو مطلق کو مقید پر حمل کیا

جائے گا۔علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔کہ حامل صدقہ کے مناسب ہے کہ وہ صدقہ محتاج الیہ کو دے۔ اور دے بھی دائیں ہاتھ سے۔کیونکہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت ہے۔اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ زمانہ کثرت مال کا ہے۔صدقہ قبول کرنے والا کوئی ملتا نہیں۔تو وہ مال کثیر کو دونوں ہاتھوں سے اٹھائے پھرتا ہوگا یا دائیں ہاتھ سے اٹھائے گا۔کیونکہ وہ قوی ہے۔بہرحال دونوں صورتوں میں اعطاء بالیمین ثابت ہوگا۔اور یہی مقصود تھا۔واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَنْ اَمَرَ خَادِمَہٗ بِالصَّدَقَۃِ وَلَا یُنَاوِلُ بِنَفْسِہٖ

ترجمہ۔جو شخص صدقہ کرنے کا حکم اپنے نوکر کو دیتا ہے۔لیکن خود نہیں عطا کرتا۔

وَ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِیْنَ۔

ترجمہ۔حضرت ابو موسیٰ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔کہ آپؐ نے فرمایا۔ایک صدقہ کرنے والا خادم بھی ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۳۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَۃُ مِنْ طَعَامِ بَیْتِھَا غَیْرَ مُفْسِدَۃٍ کَانَ لَھَا اَجْرُھَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِھَا اَجْرُہٗ بِمَا کَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِکَ لَا یَنْقُصُ بَعْضُھُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَیْئًا۔

ترجمہ۔حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جب عورت اپنے گھر کے طعام سے خرچ کرتی ہے۔بشرطیکہ وہ اجاڑنے والی نہ ہو۔تو اس کو خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔اور شوہر کو اس کی کمائی کا ثواب ملے گا۔اور خزانچی کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ان میں سے کوئی بھی کسی کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

تشریح از قاسمیؒ اگر اشکال ہو۔کہ ترجمہ میں تو خادم کا لفظ ہے۔حدیث میں وہ نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا۔کہ خازن بھی خادم ہوتا ہے۔اور بیوی بھی گھر میں خادمہ ہے۔غیر مفسدہ کا مطلب یہ ہے۔کہ اصلاح کی نیت ہو۔گھر کو اجاڑنا مدنظر نہ ہو۔کیونکہ گھر کی اصلاح دونوں کے تعاون سے ہو سکتی ہے۔خازن کا بھی یہی حکم ہے۔کیونکہ مال اسی کے قبضہ میں ہوتا ہے۔افساد اور اسراف دونوں

کو بیچنا چاہیئے۔

باب لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ اَوْ اَهْلُهٗ اَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَالدَّيْنُ اَحَقُّ اَنْ يُّقْضٰى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ اَنْ يُّتْلِفَ اَمْوَالَ النَّاسِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرُوْفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْثِرُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَلَوْ كَانَ بِهٖ خَصَاصَةٌ كَفِعْلِ اَبِيْ بَكْرٍ حِيْنَ تَصَدَّقَ بِمَالِهٖ وَكَذٰلِكَ اٰثَرَ الْاَنْصَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ فَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يُّضَيِّعَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ قَالَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ

ترجمہ۔ صدقہ مستغنی آدمی کر سکتا ہے۔ جو خود محتاج ہو یا اس کے اہل وعیال ضرورت مند ہوں۔ یا اس پر قرضہ ہو۔ تو صدقہ سے بہتر ہے کہ پہلے قرضہ ادا کیا جائے۔ اور آزاد شدہ غلام اور بخشش و ہبہ بھی اس پر واپس کیا جائے گا۔ پس اس کو حق نہیں پہنچتا کہ صدقہ کے ذریعہ لوگوں کے اموال تلف کرے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص لوگوں سے مال لے کر تلف کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو تلف کر دے گا۔ البتہ جو شخص صبر کرنے میں مشہور ہو۔ وہ اپنی بھوک کے باوصف اپنے نفس پر دوسرے کو ترجیح دے سکتا ہے۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا تھا (غزوۂ تبوک) میں۔ اور اسی طرح انصار نے مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دی تھی۔ نیز! جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پس اس شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ صدقہ کے بہانے لوگوں کے مالی حقوق ضائع کرے۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میری توبہ کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ کہ میں اپنے مال سے الگ تھلگ ہو کر سب کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اپنے مال کا کچھ حصہ روک لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ میں نے کہا حضرت! میں نے اپنا خیبر والا حصہ روک لیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۴۰ حدثنا عَبْدَانُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ الصَّدَقَۃِ مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی وَّابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ بہترین صدقہ وہ ہے۔ جو استغنار کے طور پر ہو۔ اور جو لوگ تمہارے عیال اور کنبہ داری میں ہیں۔ صدقہ کی ابتدار انہیں سے کرو۔

حدیث نمبر ۱۲۴۱ حدثنا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَخَیْرُ الصَّدَقَۃِ مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی وَّمَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللّٰہُ۔

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور صدقہ کی ابتدار ان لوگوں سے کرو جو تمہاری کنبہ داری میں ہیں۔ اور بہترین صدقہ وہ ہے جو استغنار کی صورت میں ہو۔ اور جو شخص سوال کرنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ اس کو بچائے گا۔ اور جو غنی رہنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دے گا۔

حدیث نمبر ۱۲۴۲ حدثنا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَذَکَرَ الصَّدَقَۃَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْئَلَۃَ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی فَالْیَدُ الْعُلْیَا ھِیَ الْمُنْفِقَۃُ وَالسُّفْلٰی ھِیَ السَّائِلَۃُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کہ آپؐ منبر پر تشریف فرما تھے۔ تو آپؐ نے صدقہ کے سوال سے بچنے کا۔ سوال کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والے کا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **عن ظہر غنی** | مقصد یہ ہے کہ افضل صدقہ وہی ہے۔ جس کی طرف خود صاحب صدقہ کی نگاہ نہ ہو۔ وہ اس سے مستغنی ہو۔ خواہ یہ غنا مال کا ہو یا غنا دل کا۔ پس جو خود محتاج ہے یا اس کے اہل و عیال ضرورت مند ہیں۔ اس کا صدقہ صدقہ نہیں

ہوگا۔ اگرچہ یہ صدقہ اس کی صحت وتندرستی کے زمانہ میں بھی کیوں نہ ہو۔ تو اسی معنی پر فھو رد علیہ کو محمول کیا جائے تاکہ علماء کرام کے اقوال کی مخالفت نہ ہو۔ اور جو لوگ ردّ علیہ کو اس کے ظاہری معنی پر حمل کرتے ہیں۔ تو یہ امام بخاریؒ کی رائے ہے۔ جس کا اتباع ضروری نہیں ہے۔

ومن یستعفف یعنی اپنی ذات سے عفت کا مظاہرہ کرے۔ اور اس کو اپنی عادت بنالے۔ تاکہ انجام کار اس کو اس کے اخلاق میں شمار کیا جائے۔ جس سے وہ عفیف اور پاکدامن بن جائے گا۔ اسی طرح استغناء بھی اس کی عادت ثانیہ بن جائے۔ تاکہ آخر الامر وہ مستغنی شمار ہونے لگے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ لاصدقۃ الاعن ظہر غنی الخ خیر الصدقہ سے اشارہ ہے۔ کہ نفی کمال کے لئے ہے۔ حقیقت کی نفی نہیں ہے۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ ظہر غنی کا مطلب یہ ہے۔ کہ صدقہ اس طرح ہو کہ اس کے بعد صاحبِ صدقہ کے لئے غنی باقی رہ جائے۔ یا قوت قلب کی وجہ سے یا اتنا مال موجود ہو۔ جس سے اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا۔ ما ابقیت لاہلک گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ ابقیت لھم اللہ ورسولہ یہی قوتِ قلب کی وجہ سے توکل کا اظہار تھا۔ ہر ایک کا کام نہیں ہے۔

من یستعفف عفۃ کا معنی ہے کہ حرام سے بچے اور لوگوں سے سوال بھی نہ کرے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے غنی طلب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے غنا عطا فرمائے گا۔ اور جو عفاف یعنی ترک سوال طلب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے عفیف بنا دے گا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ عفاف سے مراد صبر ہے۔

بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا اَعْطٰی لِقَوْلِہٖ عَزَّوَجَلَّ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَایُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی۔ الْاٰیَۃَ

ترجمہ۔ جو کچھ دیا ہے اس پر احسان جتلانے والے کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر اپنے خرچ کئے کے بعد احسان جتلانا اور عار دلانا نہیں لاتے۔ الآیۃ۔

بَابُ مَنْ اَحَبَّ تَعْجِيْلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا

ترجمہ۔ جو شخص صدقہ کو اس کے دن سے پہلے ادا کرنا چاہے۔

حدیث نمبر ۱۳۴۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَاَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ خَرَجَ فَقُلْتُ اَوْ قِيْلَ لَهُ فَقَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُبَيِّتَهُ فَقَسَمْتُهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی۔ اور جلدی گھر تشریف لائے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لائے۔ میں نے کہا یا آپؐ سے پوچھا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں گھر کے اندر صدقہ کا ایک سونے کا ٹکڑا چھوڑ آیا تھا۔ مجھے پسند نہ آیا کہ میں رات اس کے ساتھ گزاروں۔ اس لئے میں اسے تقسیم کر آیا ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فی یومہا یعنی میں نے اسی دن جلدی صدقہ کر دینا چاہا کہ اس میں تاخیر نہ ہو جائے۔ اس صورت میں من زائدہ ہوگا۔ تو یومہا سے مراد یوم حاضر ہوگا۔ جیسے عامنا اور یومنا کہا جاتا ہے۔ کہ من بمعنی فی کے ہو۔ تو پھر تعجیل کے ابہام کو دور کرنا ہوگا۔ کہ اسی دن میں ادا کر دیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | قطب گنگوہیؒ نے حرف من کی عجیب توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ جن کو دیگر شراح نے بیان نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی انہوں نے ترجمہ کی غرض بیان فرمائی ہے۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا وجوب الزکوٰۃ علی الفور ہے یا علی التراخی ہے یعنی جلدی ہے یا دیر سے ہے۔ امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ وجوب علی الفور ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ تاخیر اس وقت تک جائز ہے جب تک اس کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں۔ کہ نیکی کے کام میں جلدی کرنی چاہیئے۔ موت اور آفات کا کوئی پتہ نہیں کب آجائیں۔ دوسرے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں استحباب کو بیان کیا کراہت کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ تاخیر کی کراہت حدیث سے صراحۃً

ثابت ہے اور استحباب قرآن سے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ (اپنی عادت کے مطابق) نے اخفیٰ کو اجلیٰ پر ترجیح دی ہے۔ اس باریکی کی وجہ سے استحباب تعجیل سے ترجمہ باندھا۔ نیز امام بخاریؒ اس ترجمہ کے لئے تو حدیث لائے۔ لیکن باب سابق کے لئے حدیث بیان نہیں کی۔ شاید کوئی حدیث انہیں اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی۔ یا کسی دوسری روایت کی طرف اشارہ فرمادیا۔

بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيهَا

ترجمہ۔ صدقہ دینے کے لئے آمادہ کرنا اور اس کے بارے میں سفارش کرنا۔

حدیث نمبر ۱۲۴۴ حَدَّثَنَا مسلمٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ وَبِلَالٌ مَعَهُ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن باہر تشریف لائے۔ دو رکعت نماز پڑھائی۔ ان سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔ پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ حضرت بلالؓ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ پس آپؐ نے عورتوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ پس عورتیں اپنے کنگن اور بالیاں حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

حدیث نمبر ۱۲۴۵ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ أَبِي مُوسٰىؓ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل آجاتا۔ یا آپؐ سے کسی ضرورت کے پورا کرنے کے لئے کہا جاتا تو فرماتے سفارش کر دیا کرو۔ تمہیں ثواب ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہتا ہے۔ فیصلے کر دیتا ہے۔

یعنی بہرصورت کوشش کرنے والے کو ثواب حاصل ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۳۴۶ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوكِي فَيُوكَى عَلَيْكِ۔

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ تو مال کو بند کرکے نہ رکھ۔ کہیں تم پہ بندش نہ کر دی جائے۔

وَحَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدَةَ وَقَالَ لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكَ۔

ترجمہ۔ کہ تم مال کو ذخیرہ بنا کر نہ رکھو۔ کہیں اللہ تعالیٰ تم پہ بندش نہ کر دیں۔

تشریح از قاسمیؒ پہلی حدیث باب سے وہ مظہر ہے سے ترغیب صدقہ معلوم ہوئی۔ اور المرء ہے ان یتصدق ہے حکم اور سفارش بھی معلوم ہوتی۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ ساعی کو بہرحال ثواب ملے گا۔ خواہ اس کی سفارش پہ عمل ہو یا نہ ہو۔

اشفعوا توجروا دال ہے اور حضرت اسماءؓ کی روایت سے ترجمہ اس طرح ثابت ہوا۔ آپؐ نے ایکاء بندش مال سے منع فرمایا۔ جو ذخیرہ بنانے کی صورت ہے۔ گویا کہ آپؐ نے فرمایا ذخیرہ نہ بناؤ صدقہ کرو۔ اور احصاء کا معنی بھی یہ ہے کہ ذخیرہ بنانے کے لئے کسی مال کو گن گن کر رکھا جائے اور اسے خرچ نہ کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احصاء کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں رزق کا مادہ ہی بند کر دیں یا برکت اٹھ جائے اور مال کم ہو جائے۔ یا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حساب لینے والا ہے اور اس احصاء پہ گرفت ہوگی۔

بَابُ الصَّدَقَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ

ترجمہ۔ طاقت کے مطابق صدقہ کرنا۔

حدیث نمبر ۱۳۴۷ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍؓ أَنَّهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللهُ عَلَيْكِ ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ۔

ترجمہ ۔حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا ۔تو مال کو صدقہ سے نہ روک ۔کہیں اللہ تعالیٰ تجھ پہ بندش نہ کر دے ۔ اور دیتی رہو ۔جس قدر تمہاری طاقت ہو ۔

بَابُ الصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ

ترجمہ ۔صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے ۔

حدیث نمبر ۱۲۴۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ قَالَ قُلْتُ اَنَا اَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ قَالَ اِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيٌّ فَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهِ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوْفُ قَالَ سُلَيْمَانُ قَدْ كَانَ يَقُوْلُ الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هٰذِهٖ اُرِيْدُ وَلٰكِنِّيْ اُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَاْسٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَكَ بَابٌ مُغْلَقٌ قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ اَمْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ فَاِنَّهٗ اِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ اَبَدًا قَالَ قُلْتُ اَجَلْ فَهِبْنَا اَنْ نَسْاَلَهٗ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ قَالَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ عُمَرُ قَالَ فَقُلْنَا اَفَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِيْ قَالَ نَعَمْ كَمَا اَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً وَ ذٰلِكَ اَنِّيْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ ۔

ترجمہ ۔حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ فتنہ کے بارے میں تم میں سے کوئی شخص جناب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یاد رکھتا ہے ۔ میں نے کہا ۔ہاں ۔جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔میں اسی طرح یاد رکھتا ہوں ۔فرمایا ۔ ہاں !آپؓ کی جرأت اس بارے میں قابلِ داد ہے ۔بتاؤ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے فرمایا تھا ۔میں نے کہا کہ آدمی کا فتنہ اپنے اہل وعیال اولاد اور ہمسائے کے بارے میں اس کو نماز اور

صدقہ اور نیکی مٹا دیتے ہیں۔ سلمان نے کہا۔ وہ یوں فرمایا کرتے تھے۔ کہ نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ سب اس کا کفارہ بن جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں اس کے متعلق نہیں پوچھنا چاہتا۔ لیکن میں تو اس فتنے کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ جو سمندر کی موجوں کی طرح جوش کرے گا۔ میں نے کہا امیر المؤمنین! آپ اس کے متعلق کوئی فکر نہ کریں۔ آپ کے اور اس کے درمیان تو ایک بند شدہ دروازہ ہے۔ فرمایا۔ کیا وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا۔ میں نے کہا نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ فرمایا جب توڑا جائے گا تو پھر وہ کبھی بند نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ ہاں کچھ معاملہ ایسا ہی ہے۔ پس ہم دروازے کے متعلق پوچھنے سے ڈر گئے۔ ہم نے مسروق سے کہا۔ کہ تم حضرت حذیفہؓ سے پوچھو تو انہوں نے فرمایا وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہیں۔ ہم نے پوچھا کہ کیا حضرت عمرؓ کو بھی آپ کی مراد کا علم ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں بالکل۔ جیسے آنے والے کل سے پہلے رات کا ہونا یقینی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ میں نے جو ان کی حدیث بیان کی ہے یہ کوئی پہیلی نہیں ہے۔ جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ گویا کہ آپ کا وجود باجود اس فتنہ کے لئے سد سکندری ہے۔ بند ٹوٹا تو پھر بند نہ ہوگا۔

بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ اَسْلَمَ

ترجمہ۔ جس نے شرک کی حالت میں صدقہ کیا پھر مسلمان ہو گیا۔

حدیث نمبر ۱۳۴۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ اَشْيَاءَ كُنْتُ اَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ اَوْ عَتَاقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ فَهَلْ فِيْهَا مِنْ اَجْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! بتلایئے کہ جو کچھ کام نیکی کے میں نے کفر کی حالت میں کئے ہیں۔ مثلاً صدقہ ہے غلام کو آزاد کرنا ہے۔ اور صلہ رحمی ہے۔ کیا مجھے ان کا کچھ بدلہ ثواب ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ انہیں گذشتہ نیکیوں کی بنا پر تو آپ اسلام لائے ہیں۔ اس سے بڑا اجر کیا ہوگا کہ اسلام لانے کی توفیق ہو گئی۔

تشریح از قاسمی | علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ کافر کی حالت میں کفر کی کوئی عبادت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صحت کے لئے نیت شرط ہے۔ کافر کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن اسلام لانے کے بعد اس کی نیکیوں کا لکھا جانا یہ محض اللہ تعالیٰ کا تفضل ہے یا مطلب یہ ہے کہ ان افعالِ خیر کی برکت سے اسلام کی ہدایت ہوئی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث اپنے ظاہر پہ محمول ہے۔ کہ کافر جب مسلمان ہو جائے اور اسلام پہ اس کی موت واقع ہو۔ تو حالتِ کفر کی نیکیوں کا بھی اسے ثواب حاصل ہو گا۔

بَابُ اَجْرِ الْخَادِمِ اِذَا تَصَدَّقَ بِاَمْرِ صَاحِبِهٖ غَيْرَ مُفْسِدٍ

ترجمہ۔ بغیر بگاڑ کے جب کوئی خادم اپنے مالک کے حکم سے صدقہ کرے تو وہ بھی ثواب کا مستحق ہو گا۔

حدیث نمبر ۱۲۵۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عورت اپنے خاوند کی غذا میں سے بغیر بگاڑ کے صدقہ کرے تو اس کو بھی اس کا ثواب ملے گا۔ اور خاوند کو اس کی کمائی کا ثواب ملے گا۔ اور اسی طرح خزانچی کو بھی ثواب ملے گا۔

حدیث نمبر ۱۲۵۱ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِيْنُ الَّذِیْ يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِیْ مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبٌ بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ مسلمان خزانچی جو امانت دار ہے اور نافذ کرتا ہے یا فرمایا کہ وہی کچھ دیتا ہے جس کا اسے حکم کیا گیا ہے۔ بالکل کامل پورا دینے میں اس کا دل بھی خوش ہے۔ اور دیتا اسی کو ہے جس کے لئے دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو وہ بھی ایک صدقہ کرنے والا شخص ہے۔

بَابُ اَجْرِ الْمَرْأَةِ اِذَا تَصَدَّقَتْ اَوْ اَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

ترجمہ۔ باب ہے اس عورت کے ثواب کے بارے میں جو صدقہ کرے یا اپنے خاوند کے گھر سے بغیر بگاڑ کے کھانا کھلائے۔

حدیث نمبر ۱۲۵۲ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي اِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَحَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ لَهَا اَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا اَنْفَقَتْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔ مراد ان کی یہ ہے کہ جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے صدقہ کرے اور دوسری سند سے ہے کہ آپؐ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عورت بغیر بگاڑ کے اپنے شوہر کے گھر سے کسی کو کھانا کھلائے۔ تو بیوی کو اس کا ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی اسی کے برابر ثواب ہوگا۔ اور خازن کو بھی اسی طرح ثواب ملے گا۔ مالک کے لئے اس کی کمائی کا ثواب اور عورت کے لئے اس کے خرچ کرنے کا ثواب ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۲۵۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا اَجْرُهَا وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔ کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے بغیر بگاڑ کے خرچ کرے تو اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ اور خاوند کو کمائی کا ثواب حاصل ہوگا اور خزانچی کو بھی اسی طرح ثواب ملے گا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى الْاٰيَةَ۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا۔

ترجمہ۔ باب اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ پس جس نے دیا اور بچتا رہا۔ اور نیکی کی تصدیق کی۔ ہم اس کے لئے آسانی کر دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی برتی الآیۃ۔ اے اللہ مال خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے (خواہ مال ہو یا ثواب ہو)

حدیث نمبر ۱۲۵۴ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّیَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس کی صبح میں بندگانِ خدا داخل ہوں مگر دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما۔ اور بخیل روکنے والے کے مال کو ہلاک کر دے۔ یہ بطور مشاکلہ کے فرمایا۔

بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِیْلِ

ترجمہ۔ صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال بیان کی جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۵۵ حَدَّثَنَا مُوْسٰی الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ کَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ وَحَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُنْفِقِ کَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ مِّنْ ثُدِیِّهِمَا اِلٰی تَرَاقِیْهِمَا فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا یُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ اَوْ وَفَرَتْ عَلٰی جِلْدِهٖ حَتّٰی تُخْفِیَ بَنَانَهٗ وَتَعْفُوَ اَثَرَهٗ وَاَمَّا الْبَخِیْلُ فَلَا یُرِیْدُ اَنْ یُّنْفِقَ شَیْئًا اِلَّا لَزِقَتْ کُلُّ حَلْقَةٍ مَکَانَهَا فَهُوَ یُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ تَابَعَهُ الْحَسَنُ الخ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جُبَّتَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے۔ جن کے بدن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں۔

پستانوں سے لے کر ہنسلی تک کسی ہوئی ہوں۔ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے۔ تو وہ اس کے سارے بدن کو مکمل گھیر لیتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو بھی چھپا لیتی ہے۔ اور اس کے نشان کو مٹا دیتی ہے۔ یعنی سخی آدمی کا سینہ فراخ ہو جاتا ہے۔ اور خوشدلی سے خرچ کرتا ہے۔ لیکن بخیل جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس زرہ کی ہر کڑی اپنی جگہ پر چمٹ جاتی ہے۔ وہ اسے فراخ کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ فراخ نہیں ہوتی۔ اور ایک روایت میں جبتان کی بجائے جنتان ہے۔ دونوں سے مراد زرہ ہے۔ لوہے کی قمیص مراد ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ممکن ہے ان دونوں زرہوں سے مراد مال ہو۔ کہ سخی کے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے وہ بڑھتا ہے اور فراخی حاصل کرتا ہے۔ مگر کنجوس مکھی چوس کے لئے قلیل بھی ہوتا ہے۔ اور اس پر تنگی بھی ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد خرچ کرتے وقت فراخ حوصلہ ہوتا ہے۔ اور وہ دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔ اور بخیل کی تنگی پر تنگی بڑھتی ہے۔ وہ تنگ سینہ اور تنگ دل بن جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعاء بخیل کو ایک زرہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جس کو پہلے پہل سینہ اور پستان سے پہنا جاتا ہے۔ پھر وہ دراز ہوتے ہوتے آستینوں حتیٰ کہ پور قدے تک کو چھپا لیتی ہے۔ اور بخیل کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں جب وہ زرہ پہننے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے دونوں ہاتھ زرہ کے نیچے جانے سے روکتے ہیں۔ تو وہ زرہ اس کی ہنسلی سے چمٹ جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سخی جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ عطیہ کرنے کے لئے دراز ہو جاتے ہیں۔ بخلاف بخیل کے کہ اس کا سینہ تنگ اور ہاتھ عطیہ سے کوتاہ ہو جاتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ منفق کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے اور بخیل مکشوف عورہ اور دارین میں رسوا ہوگا اور تعفوا اثرہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دے گا۔ بعض نے اور توجیہات بھی بیان فرمائی ہیں۔

بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ

اِلٰی قَوْلِہٖ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۔

ترجمہ۔ صدقہ پاک کمائی اور تجارت کے مال سے کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو۔ اور اس پیداوار سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے۔

تشریح از قاسمی | ترجمۃ الباب کا خلاصہ یہ ہے کہ صدقہ وہی معتبر ہوگا جو کسب حلال سے ہو۔ دو آیتوں پر اکتفا کیا۔ امام بخاریؒ حدیث نہیں لاتے۔ کیونکہ کوئی حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں ملی۔

بَابٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ

ترجمہ۔ ہر مسلمان پر صدقہ ضروری ہے۔ یعنی جس شخص کے پاس صدقہ کے لئے مال نہ ہو تو اسے نیک عمل کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۲۵۶ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَقَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهٖ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا لَهٗ صَدَقَةٌ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہر مسلمان کے ذمہ صدقہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی اگر کوئی یہ نہ کر سکے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے مزدوری کرے اپنے آپ کو بھی نفع پہنچائے۔ اور صدقہ بھی کرے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ اگر کوئی یہ نہ کر سکے تو آپؐ نے فرمایا کسی پریشان حال ضرورتمند کی اعانت کرے۔ صحابہ کرام نے کہا کہ اگر یہ بھی نہ کر سکے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ نیکی کرے اور برائی سے رک جائے یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

تشریح از قاسمی | علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ صدقہ مال موجود سے ہوگا اگرچہ مقدور التحصیل ہو۔

یا بغیر مال کے ہوگا اور یا یہ کوئی فعل ہوگا تو اعانت یا ترک ہوگا تو یہ امساک عن الشر ہے۔ بشرطیکہ عبادت کی نیت ہو۔

بَابُ قَدْرُكَمْ يُعْطِي مِنَ الزَّكٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَمَنْ اَعْطٰى شَاةً

ترجمہ۔ صدقہ اور زکوٰۃ کتنی مقدار میں دی جائے اور جس نے ایک بکری دی اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۵۷ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رض اَنَّهَا قَالَتْ بُعِثَ اِلٰى نُسَيْبَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَاَرْسَلَتْ اِلٰى عَائِشَةَ رض مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا اِلَّا مَا اَرْسَلَتْ بِهٖ نُسَيْبَةُ مِنْ ذٰلِكَ الشَّاةِ فَقَالَ هَاتِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہ رض فرماتی ہیں کہ حضرت نُسَیبہ رض انصاریہ کے پاس ایک بکری صدقہ کی بھیجی گئی۔ جس میں سے کچھ حصّہ انہوں نے حضرت عائشہ رض کے پاس بھیج دیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو پوچھا کہ کیا کوئی کھانے پینے کی چیز تمہارے پاس موجود ہے؟۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا اور تو کچھ نہیں البتہ حضرت نسیبہ رض کی بھیجی ہوئی بکری کے ہدیہ سے کچھ موجود ہے۔ فرمایا کہ لاؤ! وہ تو اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہی رح اس باب سے امام بخاری رح کی مراد یہ ہے۔ کہ وہ جو بعض علماء نے کہا ہے کہ ایک فقیر کو مقدارِ نصاب سے زائد صدقہ نہ دیا جائے تو وہ بیان اولیٰ ہے۔ اس سے جواز کی نفی نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریا بعض حضرات فرماتے ہیں اس باب سے امام ابو حنیفہ رح پر رد کرنا ہے۔ جو فرماتے ہیں۔ مقدار نصاب سے زائد کسی ایک فقیر کو صدقہ نہ دیا جائے۔ علامہ عینی رح فرماتے ہیں۔ یہ ردّ علی الحنفیہ پر کیسے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ایک بکری تو نصاب ہی نہیں ہے۔ البتہ غیر حنفیہ پر ردّ ہوسکتا ہے۔ جو اس بات کے قائل ہیں کہ کسی محتاج کو اتنا صدقہ نہ دیا جائے۔ جس سے اسے غنیٰ حاصل ہو جائے۔ یہ قول امام مالک رح۔ امام شافعی رح۔ امام سفیان ثوری رح وغیرھم کا ہے۔ جس کو وہ نکاح بین الاختین کے برابر گردانتے ہیں۔ اگر ردّ ہے تو ان پر ہے۔ مگر میرے نزدیک

راجح یہ ہے۔ امام بخاریؒ نہ تو حنفیہ پر رد فرما رہے ہیں نہ غیر حنفیہ پر بلکہ وہ "قدر کم یعطی" سے استفہام کو کے اس اختلاف واقع بین الائمہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ حنفیہ کثرہم اللہ کا مسلک یہ ہے جو در مختار میں ہے۔ فقیر کو نصاب یا اس سے زائد دینا مکروہ مگر اگر فقیر مدیون ہو یا صاحب عیال ہو تو اس کو دینا جائز ہے۔ ترجمہ کے دو جزء ہیں۔ مقدار عطیہ اور اعطاء شاۃ۔ جزء ثانی کو عطیہ شاۃ سے ثابت کیا۔ جزء اول میں شرعاً کوئی تحدید نہیں۔ اس لئے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں لائے۔

بَابُ زَكٰوةِ الْوَرِقِ

ترجمہ۔ چاندی کی زکوٰۃ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۵۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ اونٹوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم پر زکوٰۃ نہیں اسی طرح پانچ وسق سے کم غلہ پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور وسق ساٹھ صاع کا اور ایک صاع چار سیر کا ہوتا ہے۔

محمد بن المثنی کی سند کے ساتھ بھی حضرت ابوسعید خدریؓ کے یہی الفاظ مروی ہیں۔

بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكٰوةِ

وَقَالَ طَاوُسٌ قَالَ مُعَاذٌ لِاَهْلِ الْيَمَنِ ائْتُوْنِيْ بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيْصٍ اَوْ لَبِيْسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيْرِ وَالذُّرَةِ اَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِاَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ اَدْرُعَهُ وَاَعْتُدَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْعَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا فَجَعَلَتِ

الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ۔

ترجمہ۔ زکوٰۃ میں سامان اور اسباب بھی لیا جا سکتا ہے۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے یمن والوں سے فرمایا۔ کہ تم میرے پاس زکوٰۃ کے اسباب میں کپڑے کی چادریں اور خمیس سین کے ساتھ ہے۔ تو پانچ پانچ گز کی چادریں یا فرمایا صدقہ میں جو اور جوار کی بجائے میرے پاس لباس لے آؤ۔ اس لئے کہ تمہارے یہ آسان ہے۔ اور مدینہ میں اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ کپڑوں کے محتاج ہیں، غلہ کے نہیں۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے تو زرہیں اور اپنا تمام مال و اسباب جس کی جنگ میں ضرورت پڑتی ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں روک رکھا ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عید کے موقعہ پر فرمایا کہ صدقہ کرو۔ اگرچہ زیورات میں سے کیوں نہ ہو۔ غرضیکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ میں اسباب کو غیر اسباب سے نکالا نہیں ہے چنانچہ عورتیں اپنی بالیاں اور خوشبوئی ہار حضرت بلالؓ کی جھولی میں ڈال رہی تھیں۔

الحاصل عروض میں سے سونے چاندی کو خاص نہیں کیا۔ ہر چیز زکوٰۃ میں دی جا سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۵۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کو زکوٰۃ کا وہ پروانہ لکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا۔ فرمایا جس کا صدقہ بنت مخاض کو پہنچ جائے۔ اور وہ اس کے پاس نہ ہو۔ بلکہ اس سے اونچے درجہ کا بنت لبون موجود ہو۔ تو وہی بنت لبون اس سے قبول کر لیا جائے گا۔ اور تحصیلدار اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرے گا۔ اگر بنت مخاض شرعی طریقہ پر موجود نہیں بلکہ مادہ کی بجائے نر ابن لبون موجود ہے تو وہی اس سے قبول کر لیا جائے گا۔ لیکن اس کے ساتھ اور کوئی چیز واپس نہ کی جائے گی۔

حدیث نمبر ۱۲۶۰ حدثنا مؤمل قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَشْهَدُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَصَلّٰی قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَاٰی اَنَّهٗ لَمْ یُسْمِعِ النِّسَاءَ فَاَتَاهُنَّ وَمَعَهٗ بِلَالٌ نَاشِرٌ ثَوْبَهٗ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ اَنْ یَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُلْقِیْ وَاَشَارَ اَیُّوْبُ اِلٰی اُذُنِهٖ وَاِلٰی حَلْقِهٖ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپؐ نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھی۔ پس جب آپؐ نے یہ سمجھا۔ کہ میں عورتوں کو وعظ نہیں سنا سکا۔ تو آپؐ عورتوں کے پاس تشریف لائے۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ کپڑا پھیلانے والے تھے۔ آپؐ نے عورتوں کو نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ تو عورتیں ڈالنے لگیں۔ ایوب نے اپنے کان اور گلے کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی بالیاں اور خوشبوئی ہار ڈالے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ عرض فی الزکوٰۃ سے امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ثابت کرنا ہے کہ جس شخص پر کسی نصاب کی کوئی زکوٰۃ واجب ہو جائے۔ تو اس مقدار کی قیمت زکوٰۃ میں ادا کر سکتا ہے۔ اس جنس پہ نصاب ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ وہ جنس اس پر متعین نہیں کی جاتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ نقدین کے علاوہ دوسرا مال واسباب بھی زکوٰۃ میں لینا جائز ہے۔ اس مسئلہ میں امام بخاریؒ نے احنافؒ کی موافقت کی ہے۔ کیونکہ احنافؒ کے نزدیک نصابِ زکوٰۃ کی قیمت زکوٰۃ میں ادا کرنا جائز ہے۔ ایک روایت امام احمدؒ کی بھی یہی ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اجازت نہیں دیتے۔

احتبس کے معنی وقف فی سبیل اللہ کے ہیں۔ اور وقف میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ عامل نے یہ سمجھا کہ یہ زرہیں اور سامانِ حرب حضرت خالدؓ نے تجارت کے لئے رکھا ہے۔ اس لئے ان سے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا۔ اب وقف نہ ہونے کی صورت میں وہ انہیں میں سے زکوٰۃ دیتے تبدیلی نہ کرتے تو عروض فی الزکوٰۃ ثابت ہو گیا۔ یا جب عروض کا فی سبیل اللہ صرف کرنا جائز ہوا۔ تو یہ مصارفِ زکوٰۃ میں سے ہو جائے گا۔ اور اسی تعلیق کو امام بخاریؒ نے فی الرقاب والغارمین کی

تفسیر میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ کہ فی سبیل اللہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اعتد جمع عتد کی ہے۔ جنگی سامان مراد ہے۔ اور یہی محل ترجمہ ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ منقول کا وقف جائز ہے۔ یہی سب ائمہ کا مذہب ہے۔

بَابٌ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُهُ۔

ترجمہ۔ الگ الگ مال کو جمع نہ کیا جائے جمع شدہ کو الگ الگ نہ کیا جائے۔ یہی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس کی طرف وہ فریضہ (حکمنامہ) لکھ کر بھیجا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ الگ الگ مال کو صدقہ کے خوف سے جمع نہ کیا جائے اور جمع شدہ کو الگ الگ کیا جائے۔

تشریح از قاسمیؒ امام مالکؒ نے مؤطا میں یہ صورت تحریر فرمائی ہے۔ کہ تین آدمی ہیں۔ ہر ایک کی چالیس چالیس بکریاں ہیں۔ جن پہ الگ الگ ایک ایک بکری واجب ہے۔ محصّل کو انہوں نے جمع کر کے بتائیں۔ تاکہ تین کی بجائے صرف ایک بکری دینی پڑے۔ اس سے منع کیا گیا۔ اس طرح دو شریک ہیں۔ جن کے پاس دو سو دو ۲۰۲ بکریاں ہیں۔ جن پر تین بکریاں زکوٰۃ واجب ہے۔ انہوں نے ان جمع شدہ کو الگ الگ کر لیا۔ تاکہ صرف ایک بکری ادا کرنی پڑے۔ اس سے بھی منع کیا گیا۔ امام شافعیؒ بھی تقریباً یہی فرماتے ہیں۔ مگر ان کے نزدیک خطاب ساعی کو ہے اور امام مالکؒ کے ہاں خطاب مالک کو تھا۔ احنافؒ کے نزدیک جمع و تفریق میں املاک کا اعتبار ہے۔ امکنہ اور چراگاہ راعی محلب وغیرہ کا اعتبار نہیں ہے۔ تو لا یفرق بین مجتمع کا مطلب احناف کے نزدیک یہ ہوگا کہ ساعی ثمانین یعنی اسّی بکریوں کو دو نصاب بنا کر دو بکریاں وصول نہ کرے۔ اسی طرح

چالیس بکریاں متفرق الملک بھی - مثلاً ہر ایک کے حصہ میں بیس بیس بکریاں ہیں - جن پر کچھ بھی واجب نہیں وہ دونوں کو جمع کرکے ایک بکری وصول نہ کرے - تو اب خشیۃ الصدقۃ کا مطلب ایک تو یہ ہوگا، کہ ساعی زکوٰۃ کے قلیل ہونے کے خوف سے جمع و تفریق نہ کرے اور مالک صدقہ کے کثیر ہونے کے خوف سے جمع و تفریق نہ کرے - تو دونوں کو حکم ہوا - ہر ایک اپنی طرف سے کوئی گڑبڑ نہ کرے -

باب مَاكَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَا لَهُمَا وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهٰذَا أَرْبَعُونَ شَاةً -

ترجمہ - جب دو آدمی مال مویشی میں شریک ہوں - تو وہ آپس میں برابر برابر رجوع کریں اور طاؤسؒ اور عطاءؒ تابعین فرماتے ہیں کہ جب ہر دو شریکوں کو اپنے اپنے مال کی تعداد کا علم ہے تو ان کے مال کو اکٹھا نہ کیا جائے اور حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی - جب تک اس ایک کے پاس بھی چالیس بکریاں ہو جائیں اور دوسرے کے پاس بھی چالیس بکریاں ہوں تب ایک ایک بکری ہر ایک پر واجب ہوگی -

حدیث نمبر ۱۳۶۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ -

ترجمہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت انسؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکمنامہ لکھا جس میں تھا - کہ دو شریکوں کے درمیان جو مال مشترک ہو - وہ ایک دوسرے سے برابری کے ساتھ رجوع کریں -

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اذا علم الخلیطان الخ مقصد یہ ہے کہ جب دونوں کے حصے تقسیم شدہ اور ممتاز ہوں تو ان کے مال کو جمع کرنا ناجائز ہے - اس پر سب علماء کا اتفاق ہے - اور جب مال تقسیم شدہ نہ ہو - اور مشترک ہو تو ہمارے احنافؒ کے نزدیک زکوٰۃ تب واجب ہوگی جب ہر ایک کا حصہ نصاب کو پہنچ جائے - اگر نصاب سے کم ہے تو کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے - چنانچہ طاؤسؒ اور عطاءؒ نے جو وجوب زکوٰۃ کی صورت ذکر فرمائی ہے - یہ اس وقت ہے جب کہ

ہر ایک کا حصہ نصاب کو پہنچ جائے۔ یا کل مال نصاب کو پہنچ جائے۔ اگرچہ ہر ایک کا حصہ نصاب کامل کو نہ پہنچے۔ حصہ برابر تراجع کی صورت یہ ہے۔ کہ مثلاً دو شریکوں میں سے ایک کی سو بکریاں ہیں۔ دوسرے کی پچاس۔ ساعی تو دو لے گیا۔ اب سو والا تو دونوں کی قیمت کا ثلث واپس لے گا۔ اور پچاس والا دو ثلث واپس لے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ خلطہ کا مسئلہ مشہور اختلافی مسئلہ ہے۔ خلطہ دو قسم ہے۔ خلطہ اشتراک اور خلطہ جوار پہلے کو خلطہ الاعیان اور دوسرے کو خلطہ اوصاف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ائمہ کے درمیان اس میں یہ اختلاف ہے کہ آیا اس خلطہ کا زکوٰۃ میں کوئی دخل ہے یا نہیں حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے اندر خلطہ کا دخل ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صرف مال مویشی میں اثر ہے اور کسی میں نہیں۔ اور احنافؒ فرماتے ہیں۔ کہ خلطہ کا زکوٰۃ کے اندر کوئی دخل نہیں۔ نہ اموال میں نہ مواشی میں۔ اور امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے باب باندھ کر طاؤس اور عطاء کا اثر ذکر فرمایا۔ اذا علم الخلیطان اموالہما فلا یجمع یہ نص ہے کہ خلطہ جوار ان کے نزدیک کوئی شئی نہیں ہے۔ اور ائمہ کرام کے نزدیک خلطہ کے لئے مختلف شرائط ہیں۔ احنافؒ کے نزدیک خلطہ کا نہ تو قدر واجب میں کوئی اثر ہے اور نہ قدر نصاب میں کوئی دخل ہے۔

وھو متفق علیہ بین العلماء شیخ گنگوہیؒ نے جو صورت بیان فرمائی ہے کہ ہر ایک کا حصہ تقسیم شدہ ہو تو وجوب زکوٰۃ کے لئے بالاجماع مقدار نصاب ضروری ہے امام بخاریؒ نے جو دو اثر بیان فرمائے ہیں۔ ان میں وجوب زکوٰۃ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ البتہ شیخ کے کلام پر صحیح ہے۔

بَابُ زَکٰوۃِ الْاِبِلِ

ذَکَرَہٗ اَبُوْبَکْرٍؓ وَاَبُوْذَرٍّؓ وَاَبُوْھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ باب ہے اونٹوں کی زکوٰۃ کے بارے میں جس کو حضرت ابوبکرؓ، ابوذرؓ اور ابوہریرہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۶۳ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ اَنَّ اَعْرَابِیًّا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَیْحَكَ اِنَّ شَاْنَهَا شَدِیْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ اِبِلٍ تُؤَدِّیْ صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَآءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ یَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَیْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق پوچھا۔ کہ بھائی ہجرت کا حال بڑا سخت ہے۔ کیا تیرے پاس اونٹ ہیں۔ جن کی تو زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ اس نے کہا کہ ہیں۔ تو فرمایا۔ بس درار البحار بحر فارس اور ہند کے درمیان جزیرۃ العرب کے قریب ایک ملک ہے۔ جس کا دار الخلافہ عمانؒ ہے۔ مراد من درار البحار یعنی بعید سے بعید جگہ پر عمل کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ ہجرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپؐ نے اس کو ہجرت سے اس لئے منع فرمایا۔ کہ اس کے لئے ہجرت کرنا مشکل تھا۔ گرانی کی وجہ سے برداشت نہ ہوسکتی۔

بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَّلَیْسَتْ عِنْدَهٗ

ترجمہ۔ جس شخص پر اونٹ کی زکوٰۃ بنت مخاض تک پہنچ جائے اور وہ اس کے پاس نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔ بنت مخاض یعنی اونٹنی کا وہ مادہ بچہ جو ایک سال کا پورا ہو کر دوسرے میں داخل ہو چکا ہو۔

حدیث نمبر ۱۲۶۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍؓ كَتَبَ لَهٗ فَرِیْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَیْسَتْ عِنْدَهٗ جَذَعَةٌ وَّعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَیَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَیْنِ اِنِ اسْتَیْسَرَتَا لَهٗ اَوْ عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا وَّمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَیْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَیُعْطِیْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَیْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَیْسَتْ عِنْدَهٗ

اِلَّا بِنْتُ لَبُوْنٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّيُعْطِىْ شَاتَيْنِ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَّمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَ يُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهٗ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَّلَيْسَتْ عِنْدَهٗ وَعِنْدَهٗ بِنْتُ مَخَاضٍ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَّيُعْطِىْ مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ۔

ترجمہ ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں ۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو صدقہ کا وہ فریضہ لکھ بھیجا ۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ۔ فرمایا جس کا صدقہ جذعہ تک پہنچ جائے یعنی جو چار سال پورے کر چکا ہو ۔ اور پانچواں شروع ہو ۔ لیکن اس کے پاس جذعہ نہیں بلکہ حقہ ہے ۔ جو تین سال پورے کر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکا ہو ۔ تو اس سے حقہ قبول کر لیا جائے گا ۔ اور اس کے ساتھ دو بکریاں بھی دے گا ۔ اگر اسے میسر ہوں ۔ ورنہ بیس درہم دے گا ۔ اس طرح جس شخص کے پاس صدقہ حقہ کو پہنچ گیا ۔ لیکن اس کے پاس حقہ نہیں بلکہ اس سے فوق جذعہ ہے ۔ تو اس سے جذعہ قبول کر کے مصدق کو اسے بیس درہم یا دو بکریاں دینی پڑیں گی ۔ اور اگر کسی کے پاس صدقہ حقہ کو پہنچا مگر اس کے پاس بنت لبون ہے جو دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہے ۔ تو اس سے بنت قبول کر کے مزید دو بکریاں یا بیس درہم وصول کرے گا ۔ اس طرح اگر کسی کے پاس صدقہ بنت لبون کا ہے ۔ لیکن اس کے پاس اس سے بڑھ کر حقہ ہے ۔ تو حقہ وصول کرلے اور مصدق اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے دے ۔ اور جس کا صدقہ بنت لبون تک پہنچا جو اس کے پاس نہیں ہے ۔ لیکن اس کے پاس بنت مخاض ہے جو ایک سال پورا کر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہے تو اس سے بنت مخاض قبول کر لیا جائے گا ۔ اور اس کے ساتھ اسے مزید بیس درہم یا دو بکریاں دینی ہوں گی ۔

بَابُ زَكٰوةِ الْغَنَمِ

ترجمہ ۔ باب بکریوں کی زکوٰۃ کے بارے میں

حدیث نمبر ۱۲۶۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ

اَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِىْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِىْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ رَسُوْلَهٗ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا
فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِىْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْاِبِلِ فَمَا
دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ اِلٰى
خَمْسٍ وَّثَلٰثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ اُنْثٰى فَاِذَا بَلَغَتْ سِتَّةً وَّثَلٰثِيْنَ اِلٰى خَمْسٍ
وَّاَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اُنْثٰى فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّاَرْبَعِيْنَ اِلٰى سِتِّيْنَ
فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ فَاِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ اِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ
فَفِيْهَا جَذَعَةٌ فَاِذَا بَلَغَتْ يَعْنِىْ سِتَّةً وَّسَبْعِيْنَ اِلٰى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ فَاِذَا
بَلَغَتْ اِحْدٰى وَتِسْعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ فَاِذَا
زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِىْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَّفِىْ كُلِّ خَمْسِيْنَ
حِقَّةٌ وَّمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ اِلَّا اَرْبَعٌ مِّنَ الْاِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ
رَبُّهَا فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِّنَ الْاِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ وَّفِىْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِىْ سَآئِمَتِهَا
اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى
مِائَتَيْنِ اِلٰى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلٰثُ شِيَاهٍ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلٰثِ مِائَةٍ فَفِىْ كُلِّ
مِائَةٍ شَاةٌ فَاِذَا كَانَتْ سَآئِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِّنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَّاحِدَةً
فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ رَبُّهَا وَفِى الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ فَاِنْ لَّمْ
تَكُنْ اِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْئٌ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ رَبُّهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انہیں درج ذیل
خط لکھا۔ جب کہ انہیں بحرین کا عامل بنا کر بھیجا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد درج تھا کہ یہ
زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے۔ جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر مقرر فرمایا
ہے۔ اور یہ کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے۔ پس مسلمانوں میں سے جس شخص
سے اس کے مطابق مطالبہ کیا جائے وہ تو اسے پورا دے دے۔ اور جس شخص سے اس فریضہ سے

زیادہ کا مطالبہ ہو تو وہ نہ دے۔ فرمایا چوبیس اونٹوں اور اس سے کم میں زکوٰۃ بکریوں سے ادا کی جائے کہ ہر پانچ پر ایک بکری ہوگی۔ جب یہ اونٹ پچیس ۲۵ سے پینتیس ۳۵ تک پہنچیں۔ تو ان پر مادہ بنت مخاض جو کامل ایک سال کی ہو ادا کی جائے۔ جب چھتیس ۳۶ سے پینتالیس ۴۵ تک پہنچیں تو مادہ بنت لبون ہوگی جس پر دو سال پورے گزر چکے ہوں۔ اور جب فریضہ ابل چھیالیس ۴۶ سے ساٹھ تک پہنچے تو اس میں ایک حقّہ جو نر اونٹ کی جفتی کے قابل ہو چکا ہو۔ کہ تین سال اس پر مکمل گزر چکے ہوں۔ چوتھے میں قدم رکھا ہو۔ اور جب اکسٹھ ۶۱ سے پچھتر تک پہنچیں تو اس میں جذعہ ہوگا۔ جس پر چار سال پورے گزر چکے ہوں اور پانچویں میں قدم ہو۔ اور جب چھہتر ۷۶ سے نوّے ۹۰ تک پہنچیں تو ان پر دو بنت لبون واجب ہوں گے۔ اور جب اکانوے ۹۱ سے ایک سو بیس ۱۲۰ تک پہنچیں تو اس پر دو حقّہ واجب ہوں گے۔ جو نر اونٹ کی جفتی کے قابل ہو چکے ہوں۔ جب ایک سو بیس ۱۲۰ سے زائد ہو جائیں تو پھر ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقّہ واجب ہوگا۔ اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں۔ تو ان پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں۔ البتہ اگر مالک از خود دینا چاہے تو کوئی ممانعت نہیں۔ اور جب پانچ اونٹ ہوں تو ان پر ایک بکری ہے۔ اور سائمہ بکریاں جو سال کا اکثر حصّہ باہر چرتی ہیں۔ جب وہ چالیس ۴۰ تک پہنچ جائیں تو پھر ایک سو بیس ۱۲۰ تک صرف ایک بکری رہے گی۔ اور جب ایک سو بیس ۱۲۰ سے بڑھ کر دو سو ۲۰۰ تک پہنچ جائیں۔ تو ان پر دو بکریاں واجب ہوں گی۔ پھر جب دو سو ۲۰۰ سے تین سو ۳۰۰ تک ہو جائیں تو اس پر تین بکریاں واجب ہوں گی۔ پھر جب تین سو ۳۰۰ سے بڑھ جائیں تو ہر سو پر ایک بکری دینی ہوگی۔ اگر کسی آدمی کی بکریاں چالیس سے کم ہوں۔ تو ان پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر مالک از خود کوئی صدقہ کر دے۔ تو جائز ہے۔ اور چاندی کے اندر چالیسواں حصّہ واجب ہے۔ اگر دو سو ۲۰۰ درہم سے کم ایک سو نوّے درہم ہوں تو ان پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ ہاں جو مالک دینا چاہے دے دے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | من الغنم میں کلمہ من زائدہ ہے یا تبعیضیہ یا بیانیہ ہے۔ بہر صورت من الغنم موقع ابتدا پر واقع ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ جب اونٹ پچیس سے کم تعداد میں ہوں تو ان کی زکوٰۃ بکریوں کی جنس سے ادا کی جائے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ من الغنم مبتدا محذوف

کی خبر ہے۔ ای زکوٰتہامن الغنم فقہاء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں من وجہ تفسیر ہے اور من وجہ اجمال ہے۔ تفسیر تو اس طرح کہ چوبیس اونٹوں میں بکریوں کے سوا اور کچھ واجب نہیں اور اجمال اس طرح کہ واجب کی مقدار معلوم نہ تھی۔ اس کی تفسیر اس طرح فرمائی۔ کہ فی کل خمس شاۃ ہر پانچ میں ایک بکری ہے۔ تو یہ ابتداء نصاب کا بیان ہوا اور واجب کی مقدار بھی معلوم ہوگئی۔ اور اونٹ کی زکوٰۃ سے ابتداء اس لئے کی گئی کہ عرب کا اکثر مال ابل تھے پھر بکریاں۔ اور عام طور پر اس کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور ان کی تفصیل کا ضبط کرنا بڑا مشکل ہے۔ اور خبر کو اس لئے مقدم کیا گیا کہ غرض ان مقادیر کا بیان کرنا ہے۔ جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اور زکوٰۃ نصاب کے موجود ہونے کے بعد واجب ہوتی ہے بنابریں تقدیم خبر حسن ہوئی۔

بَابٌ لَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ اِلَّا مَا شَآءَ الْمُصَدِّقُ

ترجمہ۔ زکوٰۃ میں کوئی بوڑھا اونٹ بھی نہیں لیا جائے گا جس کے دانت ٹوٹ چکے ہوں۔ اور نہ ہی عیب دار لیا جائے گا۔ اور نہ ہی سانڈھ بکرا لیا جائے گا۔ البتہ اگر محصّل چاہیے تو بکریوں کیلئے لے سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۶۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ الَّتِي اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ اِلَّا مَا شَآءَ الْمُصَدِّقُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت انسؓ کو وہ فریضہ لکھ بھیجا جس کا اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ زکوٰۃ میں کوئی بوڑھا جانور نہ لیا جائے گا جس کے دانت ٹوٹ چکے ہوں نہ لیا جائے اور نہ ہی عیب دار جانور لیا جائے گا۔ اسی طرح نرسانڈھ بکرا بھی نہ لیا جائے گا۔ البتہ اگر مصدق چاہے تو لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ زکوٰۃ اناث کی ہو اگر زکوٰۃ ہی ذکور کی ہو تو پھر تیس لیا جائے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ما شاء المصدق کا تعلق بظاہر تیس (سانڈھ) سے معلوم ہوتا ہے تو اس صورت میں مصدق سے مراد مالک ہوگا۔ اور آخذ بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے سانڈھ کا زکوٰۃ میں لینا فقراء کے لئے نقصان دِہ ہے۔ ہاں اگر عامل اس سانڈھ کے اندر خیر سمجھے کہ صدقہ کی بکریوں کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ پھر جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ المصدق سے مراد یا تو ساعی ہے یا مالک۔ علامہ عینیؒ اسے مصدَّق بفتح الدال مراد لیتے ہیں۔ یعنی ساعی اور جمہور محدثین بکسر الدال بول کر اس سے معطی مراد لیتے ہیں۔ اور استثناء متصل اور منقطع دونوں ہو سکتے ہیں۔ انقطاع کی صورت میں صرف تیس یعنی بکرے کا حکم معلوم ہوگا۔

بَابُ اَخْذِ الْعَنَاقِ فِی الصَّدَقَةِ

ترجمہ۔ زکوٰۃ میں چار ماہ کے بزغالہ کا لینا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۶۷ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَأَیْتُ اَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ بِالْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرمایا کہ اللہ کی قسم! کہ اگر ان لوگوں نے چار ماہ کا بزغالہ جو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے روک لیا۔ تو اس روکنے پہ میں ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں بھی سمجھ گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے۔ تو میں نے پہچان لیا۔ کہ یہی حق ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اخذ العناق فی الصدقہ میں ایسی تاویل کی جائے جو مذاہب فقہاء کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً ایک آدمی کے پاس صرف چالیس بزغالہ ہیں۔

تو ان کی زکوٰۃ صرف ایک بزغالہ ہو گی۔ لیکن پھر اشکال ہے کہ وجوب زکوٰۃ کے لئے تو حولان حول شرط ہے۔ تو سال گزر جانے پر تو وہ عناق نہیں رہیں گے۔ تو جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ کی صورت ممکنۃ الوقوع یہ ہی ہو سکتی ہے۔ کہ کسی شخص کے پاس ڈیڑھ سو بکریاں تھیں۔ جنہوں نے بچے جنے۔ کچھ ماہ بعد ان میں آفت کی وجہ سے مرگ واقع ہو گئی جس نے ان سب کو ختم کر دیا۔ صرف چار ماہ کے بزغالہ بچ گئے۔ وجوب زکوٰۃ تو ابتداء سال سے ہو چکا تھا۔ اب ادائیگی زکوٰۃ انہی عنوق (بزغالہ) سے ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب امہات نصاب ہوں تو ان کے بچوں کا کوئی زکوٰۃ میں اعتبار نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر نصاب سخال یعنی بچوں سے پورا ہوتا ہے تو سال اس وقت سے شمار ہو گا۔ جب سے نصاب مکمل ہوا ہے۔ لیکن امام احمدؒ کی ایک روایت اور امام مالکؒ کا کہنا ہے کہ جب سے امہات کا نصاب مکمل ہوا ہے۔ اس وقت سے حولان حول ہو گا۔ تو جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہوا کہ صغار میں زکوٰۃ واجب نہیں البتہ امام مالکؒ کے ہاں جو کبار میں واجب ہے وہی صغار میں بھی واجب ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے **للصدقۃ فی الفصلان والعجاجیل والسخال** اور امام بخاریؒ کا ترجمہ عناق سے اسی کا متقاضی ہے۔ کہ ان کے نزدیک بھی حولان حول شرط نہیں ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس حدیث کو مبالغہ پر محمول کیا جائے گا جیسے دوسری روایت میں عقالاً وارد ہے۔ جس میں یقیناً زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ کہ **اعتد واعلیہم السخلۃ ولا تاخذھا**۔ جو صورت شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے اس پر محمول کیا جائے گا۔

بَابُ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

ترجمہ۔ زکوٰۃ میں لوگوں سے عمدہ مال چھانٹ کر نہ لیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۳۶۸ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا عَلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ

تَقْدُمُ عَلٰى قَوْمٍ اَهْلِ كِتَابٍ فَلْتَكُنْ اَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ فَاِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَاِذَا فَعَلُوْا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً تُؤْخَذُ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِذَا اَطَاعُوْا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ اَمْوَالِ النَّاسِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم اہل کتاب لوگوں کے پاس آؤ گے۔ تو سب سے پہلے تو ان کو اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دو۔ جب وہ اللہ کی توحید کو پہچان لیں۔ تو پھر ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پس جب وہ یہ کرنے لگیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے مال سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر خرچ کی جائے گی۔ پس جب وہ اس کی اطاعت پر آمادہ ہو جائیں۔ تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو۔ مگر لوگوں کے عمدہ مال سے بچتے رہو۔

بَابُ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

ترجمہ۔ پانچ اونٹوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۶۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ مِّنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَّلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ وسق سے کم کھجور پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اسی طرح چاندی کے پانچ اوقیوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

بَابُ زَكٰوةِ الْبَقَرِ

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَعْرِفَنَّ مَا جَآءَ اللّٰهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَّهَا خُوَارٌ وَّيُقَالُ جُؤَارٌ يَجْأَرُوْنَ يَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ۔

ترجمہ۔ باب گائے کی زکوٰۃ کے بارے میں ہے۔ حضرت ابو حمید فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں خوب پہچانتا ہوں اس حال کو جبکہ اللہ تعالےٰ کے پاس آدمی گائے کو لائے گا۔ جو آواز کر رہی ہوگی۔ اور خوار بھی کہا جاتا ہے۔ یجأرون کے معنی ہیں اپنی آواز کو اونچا و بلند کرتے ہیں۔ جیسے کہ گائے آواز کو بلند کرتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۷۰ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ ... عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ اِلَيْهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اَوْ وَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ اَوْ كَمَا حَلَفَ مَا مِنْ رَّجُلٍ تَكُوْنُ لَهٗ اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا اِلَّا اُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْظَمَ مَا تَكُوْنُ وَاَسْمَنَهٗ تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ عَلَيْهِ اُخْرٰهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ رَوَاهُ بُكَيْرٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی۔ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یا اس معبود کی قسم ہے۔ جس کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں ہے یا جن الفاظ سے آپ نے قسم کھائی پھر فرمایا ہر وہ شخص جس کے اونٹ ہوں یا گائے ہو یا بکری۔ جس نے ان کا حق زکوٰۃ ادا نہیں کیا۔ وہ قیامت کے دن وہ بڑی سی بڑی اور موٹی سی موٹی قیامت میں لائی جائے گی۔ جو اسے اپنے سموں سے روندے گی۔ اپنے سینگوں سے ٹکر مارے گی۔ جب کہ دوسری بڑھ جائے گی۔ تو پہلی واپس آجائے گی۔ یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔

بَابُ الزَّكٰوةِ عَلَى الْأَقَارِبِ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ أَجْرَانِ الْقَرَابَةُ وَالصَّدَقَةُ

ترجمہ۔ رشتہ داروں پر زکوٰۃ خرچ کرنا کیسا ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو دوہرا ثواب ملے گا ایک رشتہ داری کا دوسرا زکوٰۃ کا۔

حدیث نمبر ۱۳۷۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَى وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُوا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ تَابَعَهُ رَوْحٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْمٰعِيلُ عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ بِالْيَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ مدینہ کے انصار میں سے سب سے زیادہ کھجوروں کے مال کے مالک تھے۔ اور ان کے نزدیک محبوب مال بیرحار تھا جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے۔ اور اس میں سے اچھے پانی کو پیتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ جب یہ آیت اتری کہ تم اس وقت تک نیکی نہیں حاصل کر سکتے جب تک اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کر دو۔ تو حضرت ابو طلحہؓ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھ کر گئے۔ اور فرمانے لگے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ لن تنالوا البر الآیۃ فرماتے ہیں اور میرے نزدیک محبوب ترین مال بیرحاء ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ ہے۔ اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ کی میں اللہ تعالیٰ کے پاس امید رکھتا ہوں۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائیں۔ وہاں آپ اسے رکھ دیں۔ حضرت انسؓ کا قول ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ یہ مال نفع دینے والا ہے۔ جو کچھ تم نے کہا وہ میں نے سن لیا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے رشتہ داروں میں صرف کر دیں۔ حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت مالکؒ نے رایح کے ساتھ روایت ہے کہ یہ مال جانے والا مال ہے۔ یعنی جب خیر کے ساتھ جائے گا تو اولیٰ اور بہتر ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۷۲ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعَظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَصَدَّقُوا فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ أَحَدِكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذِهِ زَيْنَبُ فَقَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ فَقِيلَ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَعَمْ ائْذَنُوا لَهَا فَأُذِنَ لَهَا قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ وَكَانَ عِنْدِي حُلِيٌّ لِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ وَوَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قربانی یا فطر کی عید کے موقعہ پر عیدگاہ تشریف لائے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔ اے لوگو! صدقہ کرو۔ پھر عورتوں کے پاس سے گزر ہوا۔ تو فرمایا۔ اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو۔ کیونکہ تم مجھے جہنم میں اکثریت سے دکھائی گئی ہو۔ عورتوں نے عرض کی یہ کس وجہ سے یا رسول اللہ! فرمایا ایک تو تم لعنت بہت کرتی ہو۔ دوسرے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے عقل اور دین میں تم سے زیادہ کوئی ناقص نہیں دیکھا۔ جو پختہ کار عاقل مرد کی عقل کو لے جانے والی ہو۔ اے عورتوں کا گروہ! یہ تمہاری حالت ہے۔ وہاں سے فارغ ہو کر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینبؓ نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت مانگنے لگی۔ تو آپؐ سے کہا گیا کہ یہ زینبؓ ہے۔ فرمایا کون سی زینبؓ۔ کہا گیا کہ ابن مسعودؓ کی بیوی آپؐ نے فرمایا ہاں اسے آنے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ اجازت مل گئی۔ تو آکر کہنے لگی۔ اے اللہ کے نبی! آج آپؐ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ میرے پاس میرے اپنے زیورات ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ ان کا صدقہ کروں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ اور اس کی اولاد سب صدقہ کئے جانے والوں میں سے آپ کے صدقہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابن مسعودؓ نے سچ کہا۔ تیرا خاوند اور تیری اولاد تیرے صدقہ والے سب لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ اذھب للب الرجل لب خالص عقل کو کہتے ہیں اور حازم پختہ کار کو کہا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب پختہ کار کی عقل پر قابو پا لیتی ہیں تو غیر حازم تو بطریق اولیٰ ان کا شکار ہوگا۔ اور علامہ قسطلانیؒ نے فرمایا۔ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ عورتیں کوئی بات منوانا چاہیں ٹھیک یا غلط۔ تو مرد پر غالب آجاتی ہیں۔ منوا کر چھوڑتی ہیں آپؐ کا ارشاد ہے۔ لا خیر فی النساء ولا صبر عنھن یغلبن کریما ویغلب علیھن لئیم الحدیث۔ ترجمہ۔ عورتوں میں بھلائی بھی نہیں ان کے بغیر صبر بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ شریف آدمی پر غالب آجاتی ہیں۔ کمینہ آدمی سے دب جاتی ہیں۔

مسئلہ انہ ولدہ احق سے بعض حضرات شوافعؒ اور حنابلہؒ نے استدلال

کیا ہے ۔ کہ عورت اپنے خاوند محتاج کو خیرات دے سکتی ہے ۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اسے صدقہ نفلی پر محمول کرتے ہیں ۔ ورنہ زکوٰۃ واجبہ تو بالاتفاق اولاد کو نہیں دی جاسکتی ۔

بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

ترجمہ ۔ مسلمان کے گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں ہے ۔

حدیث نمبر ۱۳۷۲ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ مسلمان کے گھوڑے اور غلام پر زکوٰۃ نہیں ہے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ سب ائمہ کرام اس پر متفق ہیں کہ جو گھوڑے اور غلام تجارت کے لئے ہیں ۔ ان پر زکوٰۃ واجب ہے ۔ جو خدمت کے لئے ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے ۔ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ یہ حاجت سے زائد ہوں ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اوجز میں تفصیل مذاہب اور ہر ایک کے مذاہب بیان کئے گئے ہیں ۔ اہل ظواہر مطلق خیل اور غلام میں اس حدیث کی وجہ سے زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں ۔ اگرچہ خیل و غلام تجارت کے لئے بھی ہوں ۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ الخیل للتجارۃ پر زکوٰۃ اجماع سے ثابت ہے ۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کے بعد ان پر زکوٰۃ مقرر فرمائی تھی ۔ اور اہل شام کے مطالبہ پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو لکھا ۔ ان احبو فخذھا منھم اگر وہ خیل اور رقیق سے زکوٰۃ دینا پسند کرتے ہیں ۔ تو ان سے ضرور زکوٰۃ وصول کرو ۔ اور صحیحین کی روایت میں ہے ۔ الخیل ثلثۃ ھی للرجل اجر و لرجل ستر و لرجل وزر کہ ایک قسم کے گھوڑے آدمی کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہیں اور کچھ پردہ پوشی کا ذریعہ ہیں ۔ اور کچھ گناہ کا باعث ہیں ۔ بہر حال خلفاء راشدین کا عمل ثبوت کے لئے کافی ہے ۔

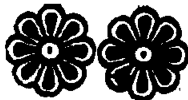

بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

ترجمہ۔ مسلمان کے غلام پہ زکوٰۃ نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۷۴ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان پہ اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ امام ابوحنیفہؒ اور زفرؒ فرماتے ہیں۔ کہ نسل بڑھانے والے گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر ذکور یا اناث الگ الگ ہوں تو اس میں دو روایتیں ہیں۔ وجوب اور عدم وجوب کی۔

بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامٰى

ترجمہ۔ یتیموں پہ صدقہ کرنا۔

حدیث نمبر ۱۲۷۵ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ يُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ اَوَ يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ مَا شَاْنُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَرَاَيْنَا اَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ وَكَاَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ اِنَّهُ لَا يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ اَكَلَتْ حَتّٰى اِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا اَعْطٰى مِنْهُ الْمِسْكِينَ

وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ اَوْكَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی آپؐ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بعد جس چیز کا مجھے تم پر خطرہ ہے۔ وہ یہ کہ دنیا کی رونق اور اس کی زیب و زینت تم پر کھول دی جائے گی۔ تو ایک آدمی کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! کیا خیر بھی شر کو لا سکتا ہے۔ یعنی یہ دنیا کی رونق عذاب کا باعث بن سکتی ہے۔ جس پر آپؐ خاموش ہو گئے۔ تو اس سائل سے کہا گیا کہ تیرا کیا حال ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا ہے۔ اور آپؐ تیرے سے کلام نہیں کرنا چاہتے۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ جب آپؐ نے اپنے آپ سے پسینہ کو پونچھا تو فرمانے لگے سائل کہاں ہے۔ گویا آپؐ اس کا شکر ادا کر رہے تھے فرمایا بے شک خیر شر کو تو نہیں لاتا۔ مگر یہ جو موسم ربیع گھاس پھونس جو اُگتے ہیں۔ بعض ان میں سے زیادہ کھانے کی وجہ سے مار ڈالتے ہیں۔ یا مرنے کے قریب کر دیتے ہیں۔ مگر وہ سبزہ خور جانور جو یہاں تک کھائے کہ اس کی کوکھیں پُر ہو جائیں پھر وہ بالکل سورج کے سامنے کھڑے ہو کر گرمی حاصل کرے پس پتلا سا لید کرے۔ پیشاب کرے۔ گویا کہ ابھار کو ختم کر دے۔ پھر چرنے لگے (تو یہ بچ جائے گا) اسی طرح یہ دنیا کا مال سرسبز اور میٹھا ہے۔ مسلمان ساتھی تو اچھا ہے۔ جو اس مال میں سے مسکین یتیم اور مسافر کو دیتا ہے۔ یا اس طرح جو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جو شخص اس مال کو ناحق لیتا ہے۔ وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے پر سیر نہیں ہوتا۔ وہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اَوَ یَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ یہ اس بات پر مبنی ہے جب کہ مال خیر ہو۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مال خیر محض تو نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کے لئے خیر ہے جو اس کو شرعی طور سے خرچ کرے اور اس کے لئے شر ہے۔ جو شرعی طور پر خرچ نہ کرے۔

الحاصل مال من وجہ خیر ہے۔ اور من وجہ شر ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے روزمرہ کے مشاہدہ کی بات بتلا کر تنبیہہ فرمادی کہ مال سبزی کی طرح خوش رنگ ہے۔ اس کی مٹھاس اس کو محسوس ہوگی جو سلیقہ سے کھائے۔ جیسے خضر آغذا کا کام دیتا ہے۔ جب کہ اس کی مقدار تحمل کے مطابق ہو۔ مال کا بھی یہی حال ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مثال کے معنی یہ ہیں کہ موسم ربیع کا سبزہ جس کو جانور میٹھا سمجھتا ہے۔ اگر کثرت سے کھائے یہاں تک کہ پیٹ پھول جائے۔ یہ لبسا اوقات ہلاکت کا موجب بن جاتا ہے۔ کثیر دولت جمع کرنے والے کا بھی یہی حال ہے۔ یہ حریص مال ہلاک ہو کر رہے گا۔ آکلۃ الخضر یہ میانہ روی والے کی مثال ہے۔ جو طلب دنیا میں قناعت کرتا ہے۔ اور حقوق مالیہ کی ادائیگی بخل سے کام نہیں لیتا۔

الحاصل مطلق مال کا جمع کرنا حرام نہیں ہے۔ لیکن استکثار اور میانہ روی سے نکل جانا یہ ضرر رساں ہے۔ جیسے کھانے پینے کی چیزیں جن کا استعمال حرام نہیں۔ لیکن ان کی کثرت بیماری بلکہ ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے۔ تشبیہہ کا حاصل یہ نکلا **معطی للمساکین** یہ آکلۃ الخضر کی طرح ہے۔ جیسے کوئی نقصان نہیں بلکہ نفع ہے اور حریص آکل بالقتل کی طرح ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے مال کو خیر محض نہیں فرمایا۔ اس کی مثال میں امام غزالیؒ نے فرمایا۔ کہ مال سانپ کی طرح ہے۔ اس میں تریاق نافع بھی ہے۔ اور زہر قاتل بھی ہے۔ عارف باللہ اس کے شر سے بچتے ہوئے تریاق کو نکال لے گا۔ جو اس کے لئے نعمت بن جائے گا۔ اور غبی بلا ر مہلک کا شکار ہو جائے گا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان لوگوں کے لئے حجت ہے جو فقر کو غنی پر ترجیح دیتے ہیں۔

بدریا گر منافع بے شمار است
اگر خواہی سلامت برکنار است

بَابُ الزَّکٰوۃِ عَلَی الزَّوْجِ وَالْاَیْتَامِ فِی الْحَجْرِ قَالَہٗ اَبُوْسَعِیْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ زکوٰۃ شوہر پر اور ان یتیموں پر خرچ کرنا جو کسی عورت کی گود پرورش میں ہوں۔ حضرت ابو سعیدؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۷۶ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِهَا فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِئُ عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حَجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ سَلِي أَنْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِئُ عَنِّي أَنْ أَتَصَدَّقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنْ هُمَا قَالَ زَيْنَبُ فَقَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت زینبؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی فرماتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ فرما رہے تھے۔ اے مستورات صدقہ کرو۔ اگرچہ اپنے زیورات سے بھی ہو۔ اور حضرت زینبؓ حضرت عبداللہ اور اپنی گود کے یتیموں پر خرچ کرتی تھیں۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہؓ سے کہا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو۔ کہ کیا جو خرچہ میں آپ پر یا اپنی گود کے یتیم بچوں پر کرتی ہوں۔ کہ اس کا ثواب مجھے ملے گا۔ انہوں نے فرمایا۔ تم خود ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرو۔ تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑی۔ دیکھتی کیا ہوں کہ آپؐ کے دروازے پر انصار کی عورت ہے۔ جس کا مدعا میرے مدعا کی طرح ہے۔ حضرت بلالؓ کا ہم پر گذر ہوا۔ ہم نے ان سے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر بتائیں کہ میں جو اپنے خاوند اور اپنی گود کے یتیم بچوں پر خرچ کروں کیا اس کا مجھے ثواب ہوگا۔ لیکن ہمارے متعلق نہ بتانا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر حضرت بلالؓ نے پوچھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا وہ کون عورتیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا زینب۔ پوچھا کون سی زینب۔ انہوں نے بتلایا کہ حضرت عبداللہؓ کی بیوی زینبؓ ہے۔

فرمایا۔ ہاں اس کے لئے تو دوہرا ثواب ہے۔ ایک قرابت کا دوسرے صدقہ کا ثواب۔

حدیث نمبر ۱۳۷۷ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ الخ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلِیْ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰی بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَةَ اِنَّمَا هُمْ بَنِیَّ فَقَالَ اَنْفِقِیْ عَلَیْهِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَیْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں۔ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا۔ کہ میں ابو سلمہ کے بیٹوں پر خرچ کروں۔ جب کہ وہ خود میرے بھی بیٹے ہیں۔ فرمایا تو ان پر خرچ کرتی رہ تجھے ان پر خرچ کئے کا ثواب ملے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فخبّر علینا بلال الخ یہ ما سبق کے منافی نہیں ہے کہ انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا۔ کیونکہ ایک کی طرف اسناد مجازی ہے۔ اور دوسرے کی طرف حقیقی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے من ورا‌ء الباب حضرت بلالؓ کے واسطہ سے پوچھا ہو۔ دوسری مرتبہ خود اندر جاکر خود آپؐ سے سوال کیا ہو۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کو مسئلہ سنایا ہو۔ تو اس میں کوئی منافات نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ دو قصے ہیں ایک واقعہ میں زیورات کے صدقہ کا سوال ہے اور دوسرے میں محض نفقہ کا سوال ہے۔ بہرحال اس پر تو اجماع ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہ دے۔ آیا بیوی خاوند کو دے سکتی ہے یا نہیں اس میں دو روایت ہیں۔ نفلی صدقہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ یُعْتِقُ مِنْ زَكٰوةِ مَالِهٖ وَیُعْطِیْ فِی الْحَجِّ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنِ اشْتَرٰی اَبَاهُ مِنَ الزَّكٰوةِ جَازَ وَیُعْطِیْ فِی الْمُجَاهِدِیْنَ وَالَّذِیْ لَمْ یَحُجَّ ثُمَّ تَلَا اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ الْاٰیَةَ فِیْ اَیِّهَا اَعْطَیْتَ اَجْزَاَتْ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیُذْكَرُ عَنْ اَبِیْ لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ صدقات گردنوں کے چھوڑنے۔ قرضہ والوں کے قرضہ

ادا کرنے اور مجاہدین فی سبیل اللہ پر خرچ کئے جائیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ اور حج کے لئے بھی امداد کرتے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص نے اپنے مال زکوٰۃ سے باپ کو خرید کر لیا تو جائز ہے۔ اور مجاہدین اور جو لوگ حج نہیں کر سکے۔ ان کو بھی زکوٰۃ دیتے تھے۔ پھر انما الصدقات الخ والی آیت تلاوت کرتے۔ فرماتے جس مد میں بھی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ جائز ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت خالدؓ نے اپنی زرہیں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے روک رکھی ہیں۔ اس لئے ان کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ حضرت ابولاس سے ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لئے ہمیں صدقہ اور زکوٰۃ کے اونٹ سواری کے طور پر عطا فرمائے۔

حدیث نمبر ۱۲۷۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةٍ فَقِيلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی وصولی کا حکم دیا۔ تو کہا گیا۔ کہ ابن جمیل اور خالد بن الولید اور عباس بن عبدالمطلب نے زکوٰۃ روک لی ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ابن جمیل نے تو اس کا بدلہ لیا ہے کہ وہ فقیر تھا۔ اللہ اور اس کے رسول نے اسے غنی کیا (یعنی اب وہ شکریہ ادا نہیں کرتا) رہ گیا حضرت خالد تو تم لوگ اس پر ظلم کرتے ہو۔ کیونکہ اس نے اپنا تمام جنگی سامان خواہ وہ زرہیں ہوں یا گھوڑے اور دیگر اسباب کو سب اللہ کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ وقف پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ لیکن حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ صدقہ مطلوبہ اس پر ثابت ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور بھی یعنی دوگنا ادا کریں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ و شیخ زکریاؒ و شیخ مولانا محمد حسن مکیؒ نے اپنی تقریر میں لکھا ہے **یعتق من زکوٰۃ مالہ** یہ **فی الرقاب** کی تفسیر ہے۔ لیکن ہمارے ہاں زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے۔ جو یہاں نہیں پائی جاتی اس لئے اس کی تاویل یہ کی جائے گی۔ کہ وہ مکاتبین کی گردنیں چھڑانے میں موالی کو زکوٰۃ دیتے تھے۔ اور **یعطی فی الحج** یہ فی سبیل اللہ کی تفسیر ہے۔ غارمین کی تفسیر بوجہ ظہور کے بیان نہیں کی گئی۔ چونکہ ابن عباسؓ کی حدیث مضطرب ہے۔ کہ اس کی اسناد علی الاعمش میں اختلاف ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس پر اعتماد نہیں کیا۔ یذکر کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ فی الرقاب کی تفسیر میں اگرچہ اختلاف ہے۔ مگر جمہور اس سے مکاتبین مراد لیتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **ان خالدا احتبس** الخ امام بخاریؒ کا مقصد اس چیز کو ثابت کرنا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت خالدؓ نے اپنا سب مال و اسباب جہاد کے لئے وقف کر دیا تھا۔ تو اس سے آلات حرب کے خرید کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا۔ یہی امام بخاریؒ کا میلان ہے۔ لیکن جمہور ائمہ جواب دیتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف منع کی نسبت کو صحیح قرار نہیں دیا۔ وہ فرض کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ جب کہ تطوع پر عمل کر رکھا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ محصلین نے سمجھا۔ کہ جنگی اسلحہ انہوں نے تجارت کے لئے رکھا ہے۔ اس لئے انہوں نے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا جب اس کا سب مال وقف ہے تجارت نہیں۔ تو پھر زکوٰۃ کیسی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ انہوں نے افراج عن ملکہ کے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لی۔ کیونکہ وہ فی سبیل اللہ مجاہدین میں خرچ ہو رہا تھا۔ تو اب دوسری مرتبہ زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **فاغناہ اللہ ورسولہ** جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اغنار کی نسبت اس لئے کی گئی ہے۔ کہ آپؐ نے اس کو اہل صدقہ میں سے اور اس طرح دیگر اموال میں سے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس سے ان کو مالدار بنا دیا۔

تشریح از شیخ زکریا | حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ اغنار کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لئے ہوئی کہ آپؐ اس کے دخول فی الاسلام کا سبب بنے۔ اور آپؐ کی وجہ سے فقر دور ہو کر غنا نصیب ہوا۔ اور اس پر تعریض تھی کہ اس نے احسان کا بدلہ منع

زکوٰۃ سے دیا۔ حافظ نے لکھا ہے کہ ابن جمیل منافق تھا بعد میں تائب ہوگیا۔ عباس بن عبد المطلب پر دوگنا صدقہ آپؐ نے اس لئے مقرر فرمایا تاکہ ان کی شان ارفع ہوجائے۔ مانعین میں نہ رہیں۔

بَابُ الْاِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْئَلَةِ

ترجمہ۔ سوال کرنے سے بچنا۔

حدیث نمبر ۱۲۷۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ اُنَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ انصار کے کچھ لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے انہیں دے دیا۔ پھر مانگا پھر دے دیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آپؐ کے پاس تھا سب ختم ہوگیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا جو کچھ مال ذخیرہ میرے پاس ہوگا۔ اس کو میں ہرگز تم سے روک کر ذخیرہ نہیں بناؤں گا۔ اور جو شخص سوال سے بچتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے محارم سے بچائے گا۔ اور جو شخص غنا ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے غنی بنادے گا اور جو شخص مشقت اٹھا کر مصائب پر صبر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے صبر کرنے کی توفیق دے گا۔

حدیث نمبر ۱۲۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ رَجُلًا فَيَسْاَلَهٗ اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے۔ کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی۔ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ البتہ تم

میں سے کوئی شخص اپنی رسّی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں جمع کر کے لاتے۔ یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ کسی آدمی کے پاس آکر مانگے وہ اسے دے یا نہ دے۔

حدیث نمبر ۱۲۸۱ حدثنا موسیٰ ... عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَاْتِيْ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهِ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت زبیر بن العوامؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص رسّی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لاتا ہے۔ پس اسے بیچتا ہے۔ جس کے طفیل اللہ تعالیٰ اس کو ذلت سے روک لیتا ہے۔ یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے۔ کہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے خواہ وہ اسے دیں یا اس سے روک لیں۔

حدیث نمبر ۱۲۸۲ حدثنا عبدان ... اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيْمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ وَمَنْ اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَّمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَءُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يَّدْعُوْا حَكِيْمًا اِلَى الْعَطَاءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَّقْبَلَهُ مِنْهُ ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى حَكِيْمٍ اَنِّيْ اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَّاْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ۔

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مال مانگا۔ آپؐ نے مجھے عطا فرما دیا۔ پھر مانگا پھر دے دیا پھر مانگا پھر دے دیا پھر فرمایا اے حکیم یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے۔ جو شخص اس کو دل کی سخاوت سے لے گا۔ اس کے لئے اس میں برکت ڈالی جائے گی۔ اور جس شخص نے اسے نفس کی حرص سے حاصل کیا۔ اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ اس شخص کی طرح ہو جائے گا کہ جو کھاتا ہے۔ اور اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ سنو! اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت حکیمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اب آپؐ کے بعد میں کسی شخص سے مال مانگ کر اس کے مال میں کمی نہیں کروں گا یہاں تک کہ دنیا سے جدا ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت حکیمؓ کو عطیہ کے لئے بلاتے تھے۔ وہ قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمرؓ ان کو بلاتے تاکہ انہیں کچھ عطا کریں۔ تو وہ اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے مسلمانوں کی جماعت۔ میں تمہیں حکیمؓ کے خلاف گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں فیء کے مال میں سے اس کا حق اسے پیش کرتا ہوں۔ مگر وہ لینے سے انکار کرتے ہیں۔ غرضیکہ حضرت حکیمؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص سے کچھ مانگ کر اس کے مال کو کم نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فیکف اللہ بہ وجہہ الخ یعنی لکڑیاں جمع کرنے میں جو عار اسے لاحق ہوگی وہ اس ذلت سے زیادہ خفیف ہے جو دین اور دنیا میں اسے سوال کرنے سے لاحق ہوگی۔

ثم قال یا حکیم الخ یہ مؤلفۃ قلوب میں سے تھے۔ جب ایمان اور حب اللہ وحب رسول دل میں راسخ ہو گئے۔ تو آپؐ نے انہیں زہد دنیا کا وعظ و نصیحت فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ کہ حدیث باب سے سوال سے بچنا معلوم ہوتا ہے۔ اگر انسان طلب رزق میں اپنے آپ کو خوار کرے اور مشقت برداشت کرے۔ یہ اس کے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ اگر شریعت کی نگاہ میں سوال کی قباحت نہ ہوتی تو عفت کی فضیلت نہ بیان کی جاتی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ احادیث باب سے سوال کرنے کی کراہیۃ

پر دلالت کرتی ہیں۔ مگر سوال تین طرح کا ہے۔ حرام۔ مکروہ اور مباح حرام تو اس شخص کے لئے ہے جو زکوٰۃ سے مستغنی ہو کر سوال کرتا ہے یا خواہ مخواہ اپنے آپ کو فقیر ظاہر کرتا ہے۔ اور مکروہ اس کے لئے ہے۔ جس کے پاس ضرورت کا مال موجود ہے۔ اور فقر کو بھی ظاہر نہ کرے۔ اور مباح اس کے لئے جو مشہور طریقے سے قریبی یا دوست سے مانگتا ہے۔ اور عند ضرورت جان بچانے کے لئے سوال کرنا واجب ہے۔ اور بغیر سوال اور حرص نفس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ باقی مدغنی میں اختلاف ہے جس کی تفصیل اوجز میں ملے گی۔

بَابٌ مَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ وَّلَا اِشْرَافِ نَفْسٍ وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔

ترجمہ۔ جس کو اللہ تعالیٰ بلا مانگے اور بغیر نفس کی انتظار کے دے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان مؤمنین کے مال میں سوال کرنے والے اور محروم المال کا حق ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۸۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ سَمِعْتُ عُمَرَؓ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ فَاَقُوْلُ اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ خُذْهُ اِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَّاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَالَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے کوئی عطیہ دیتے۔ تو میں عرض کرتا کہ حضرت یہ عطیہ کسی ایسے شخص کو دیجئے۔ جو میرے سے زیادہ اس مال کا محتاج ہو۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ جب اس مال میں سے کوئی چیز تمہارے پاس اس حال میں آئے کہ تم نہ تو اس کی تاڑ میں ہو۔ اور نہ ہی مانگنے والے ہو۔ تو اسے لے لو اور اگر اس صفت پر نہیں ہو تو پھر اپنے آپ کو اس مال کے پیچھے نہ لگاؤ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | انت غیر مشرف ولا سائل | اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مال اشراف نفس اور سوال کے بعد حاصل ہو وہ بھی مکروہ ہو گا کیونکہ معروف ومشہور کا مشروط کی طرح ہوتا ہے۔ کہ نفس انتظار کرتا رہتا ہے۔ اس لئے کراہت حاصل ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت حکیم بن حزام کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ کی قسم! آپؐ کے بعد میرا ہاتھ کسی عرب کے ہاتھ کے نیچے نہیں آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو نبھایا اور اپنا حق بھی وصول نہیں کرتے تھے۔ کہ کہیں لینے کی عادت نہ پڑ جائے۔ اور نفس حد سے آگے تجاوز کر جائے۔ اور حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ان پہ گواہ اس لئے بنایا۔ کہ کوئی ان کو متہم نہ کرے۔ کہ وہ ان کی قدر نہیں پہچانتے۔ حکیم بن حزامؓ بعثت نبوی سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔ اسلام لانے میں تاخیر ہو گئی۔ فتح مکہ کے موقع پہ مسلمان ہوئے۔ ساٹھ سال جاہلیت میں عمر گزاری اور ساٹھ سال اسلام میں گزرے۔ ۶۴-۶۵ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بَابُ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ تَکَثُّرًا

ترجمہ۔ جو شخص لوگوں سے مال کثیر کرنے کے لئے سوال کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۸۴ **حَدَّثَنَا** یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰی یَاْتِیَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَیْسَ فِیْ وَجْہِہٖ مُزْعَۃُ لَحْمٍ وَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْاُذُنِ بَیْنَا ھُمْ کَذٰلِکَ اسْتَغَاثُوْا بِاٰدَمَ ثُمَّ بِمُوْسٰی ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَزَادَ عَبْدُ اللّٰہِ فَیَشْفَعُ لِیُقْضٰی بَیْنَ الْخَلْقِ فَیَمْشِیْ حَتّٰی یَاْخُذَ حَلْقَۃَ الْبَابِ فَیَوْمَئِذٍ یَبْعَثُہُ اللّٰہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّحْمَدُہٗ اَھْلُ الْجَمْعِ کُلُّھُمْ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہے گا۔ یہاں تک کہ جب قیامت کے دن آئے گا۔ تو اس کے چہرہ میں گوشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ سورج قیامت کے دن اتنا قریب آجائے گا۔ کہ پسینہ کان کے آدھے حصّہ تک پہنچ جائے گا۔ پس وہ لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ پہلے آدمؑ بعد ازاں موسیٰ علیہ السّلام بعد ازاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب

کریں گے۔ اور عبداللہ نے یہ الفاظ زائد کئے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے۔ تاکہ مخلوقات کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چل کر جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑیں گے۔ پس اسی دن اللہ تعالیٰ آپؐ کو مقام محمود تک پہنچا دے گا۔ جہاں تمام اہلِ محشر آپ کا شکریہ ادا کریں گے۔ یہی مقام شفاعت ہو گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ان الشمس تدنو! اگرچہ یہ دو واقعے الگ الگ ہیں مگر راوی نے ان دونوں کو یکجا ذکر کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | لیس فی وجھہ الخ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ سائل ایک ذلیل ہو گا نہ تو اس کی کوئی قدر ہو گی اور نہ ہی اس کا کوئی مرتبہ ہو گا یا مراد یہ ہے۔ کہ اس کے چہرہ میں اتنا عذاب دیا جائے گا۔ کہ اس کا گوشت تک گر جائے گا۔ کیونکہ سوال کر کے اس نے چہرہ کو ذلیل کر دیا تھا۔ اور تیسرا مطلب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا چہرہ سارے کا سارا ایک ہڈی کی شکل میں ہو گا۔ اور یہی اس کے پہچانے جانے کی علامت ہو گی۔ مہلبؒ نے اسے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ جب چہرہ میں گوشت کا ٹکڑا نہیں رہے گا۔ اور سورج بہت قریب ہو گا۔ تو دھوپ کی اذیت گوشت کے نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ ہو گی۔ اس سے دونوں واقعات میں مناسبت بھی ظاہر ہو گئی۔

نصف الاذن ای من بعضھم یعنی بعض کو پسینہ کان تک اور بعض کا ٹخنے تک بعض کا گھٹنوں تک ہو گا۔ اور بعض کا نصف کان تک ہو گا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَّكَمِ الْغِنٰى وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ باب اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ لوگوں سے چمٹ چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اور غنیٰ کتنی مقدار میں حاصل ہوتا ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اتنا مال نہیں رکھتا جو اس کو غنی کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ صدقات ان فقراء کے لئے ہے۔ جو

اللہ تعالیٰ کے راستے میں روک دیئے گئے ہیں۔ جو زمین پر چل پھر کر کام کاج کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ سوال سے بچنے کی وجہ سے ناواقف حال ان کو غنی سمجھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ تک آپؐ نے پڑھا۔

حدیث نمبر ۱۲۸۵ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ الْاُكْلَةُ وَالْاُكْلَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَيْسَ لَهٗ غِنًى وَّيَسْتَحْيِيْ اَوْ لَا يَسْاَلُ النَّاسَ اِلْحَافًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسکین اور غریب وہ نہیں ہے۔ جسے ایک لقمہ یا دو لقمے واپس کر دیں۔ لیکن حقیقی مسکین وہ ہے۔ جس کے پاس اتنا مال نہ ہو۔ جو اسے سوال سے بے پرواہ کر دے۔ شرم کرے یا لوگوں سے چمٹ چمٹ کر نہ مانگے۔

حدیث نمبر ۱۲۸۶ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنِ اكْتُبْ اِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيْلَ وَقَالَ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ۔

ترجمہ۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ صحابی کی طرف خط لکھا کہ تم مجھے ایسی بات لکھ کر بھیجو جو تم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ انہوں نے لکھا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند کرتا ہے۔ فضول باتیں۔ مال کو ضائع کرنا اور بہت مانگنا۔

حدیث نمبر ۱۲۸۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ الخ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَّاَنَا جَالِسٌ فِيْهِمْ قَالَ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فِيْهِمْ لَمْ يُعْطِهٖ وَهُوَ اَعْجَبُهُمْ اِلَيَّ فَقُمْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهٗ فَقُلْتُ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ وَّاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ اَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ

قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ نَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ وَنَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فَكُبْكِبُوا قُلِبُوا مُكِبًّا أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ قُلْتَ كَبَّهُ اللهُ بِوَجْهِهِ وَكَبَبْتُهُ أَنَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ هُوَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت پر عطیہ کیا۔ جن میں میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا۔ میں نے اٹھ کر آہستہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ میں نے کہا حضرت! آپؐ فلاں شخص سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ حالانکہ میں تو اللہ کی قسم! اسے مؤمن سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا مؤمن نہیں مسلم کہو۔ راوی فرماتے ہیں۔ پس تھوڑی دیر میں خاموش رہا۔ پھر اس کا وہ حال جو مجھے معلوم تھا مجھ پر غالب آگیا تو میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپؐ فلاں شخص سے کیوں اعراض کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں تو اسے مؤمن سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ مؤمن نہ کہو مسلمان کہو۔ تین مرتبہ یہ گفتگو ہوئی۔ جس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ میں جو کسی آدمی کو دیتا ہوں۔ حالانکہ دوسرا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ وہ اس خطرہ کے پیش نظر دیتا ہوں۔ کہ کہیں وہ چہرے کے بل جہنم میں نہ گر جائے۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے میری گردن اور کندھے کے درمیان مکا مارا۔ پھر فرمایا اے سعد! متوجہ ہو جاؤ۔ بلاشک میں آدمی کو اس لئے دیتا ہوں الخ امام بخاریؒ الفاظ کی تشریح فرماتے ہیں۔ کبکبوا کے معنی

الٹے ڈالے جائیں گے۔ مکبا اوندھے منہ۔ اکب الرجل۔ اس وقت بولتے ہیں۔ جب اس کا فعل کسی دوسرے پر واقع نہ ہو۔ جب واقع ہو تو کہتے ہیں۔ کبہ اللہ لوجہہ و کببت انا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اکبّ لازم ہے۔ اور کبّ متعدی ہے۔ نیز! امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ صالح بن کیسان محدّث امام زہریؒ سے عمر میں بڑے ہیں۔ اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کا زمانہ پایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۸۸ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنِ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ لَایَجِدُ غِنًی یُغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ بِهٖ فَیُتَصَدَّقُ عَلَیْهِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْأَلُ النَّاسَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسکین وہ نہیں ہے۔ جو لوگوں کے پاس گھومتا پھرتا ہے۔ جسے ایک لقمہ یا دو لقمے ایک کھجور کا دانہ یا دو دانے واپس کر دیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت مسکین وغریب وہ ہے جو اتنا سرمایہ نہیں رکھتا جو اس کی ضروریات پوری کر دے۔ اور نہ ہی کسی کو اس کے متعلق علم ہو سکتا ہے۔ کہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ ہی خود کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۸۹ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ یَّاْخُذَ اَحَدُکُمْ حَبْلَهٗ ثُمَّ یَغْدُوَ اَحْسِبُهٗ قَالَ اِلَی الْجَبَلِ فَیَحْتَطِبُ فَیَبِیْعُ فَیَاْکُلُ وَیَتَصَدَّقُ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّسْاَلَ النَّاسَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم میں سے ایک آدمی اپنی رسی لے کر صبح کو پہاڑ کی طرف چلا جائے۔ لکڑیاں جمع کر کے بیچ دے۔ خود بھی کھائے اور صدقہ بھی کرے۔ یہ بہتر ہے اس سے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لیس له غنی یعنی اتنا مال نہیں جو اسے سوال کرنے سے بے پرواہ کر دے بلکہ سوال کرنے سے پھیر دے۔ وہ اس قدر ہے کہ اس کے اس دن

کی ضروریات پوری کر دے۔ کیونکہ جب آدمی کو اس قدر میسر ہو جائے تو وہ سوال کرنے سے مستغنی ہو جائے گا۔ یہی وہ مقدار ہے جس کو ترجمہ کا جز بنایا گیا تھا۔

خشیۃ ان یکبتہ فی النار یا تو مرتد ہو کر ہمیشہ کے لئے جہنم میں گرے گا۔ یا اگر ہمیشہ جہنم میں نہ رہے۔ مگر سوال حرام کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا۔ اس سے ترجمہ ظاہر ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ **لیس لہ غنی** امام بخاریؒ نے ترجمہ میں کم الغنی کہ غنی کی کیا مقدار ہے۔ احادیث باب میں سے کسی حدیث سے یہ مقدار ثابت نہیں ہوتی تو قطب گنگوہیؒ نے اس اشکال کا جواب دیا۔ جو بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قدر مال ہو جو اس کی ایک دن اور رات کی ضرورت پوری کر دے۔ بعض روایات میں پچاس درہم وارد ہوا ہے۔ اور بعض میں اوقیہ کا لفظ وارد ہے۔ لیکن یہ احادیث امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں تھیں۔ اس لئے ان کو بیان نہیں کیا۔ اور یہ بھی ہے **غنی یغنیہ** سے استفادہ کیا ہو۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں۔ وہ شئی جو اس کی ضرورت پوری کر دے۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ اتنی مقدار جس سے سوال کرنا حرام ہو جائے وہ قوت الیوم واللیلۃ ہے۔

لا یسئلون الناس سے مراد سوال کی حرمت ثابت کرنا ہے اور یہ بھی کہ کتنی مقدار سے سوال کرنا حرام ہو جائے گا۔

لا یستطیعون اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو زمین میں چل پھر کر کما سکتا ہے اس کے لئے سوال کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ غنی ہے۔

ولکن المسکین الخ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غنی یہ ہے کہ انسان نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو۔ جس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ آپؒ کا مستدل ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ جس میں ہے **توخذ من اغنیاءھم وترد علی فقراءھم**۔ کہ غنیوں سے زکوٰۃ لی جائے اور ان کے فقراء پر خرچ کی جائے۔ جس سے زکوٰۃ لی جائے اس کو غنی کہا گیا ہے۔ اور وہ مالک نصاب ہوتا ہے۔ اس طرح احناف کے نزدیک غنی کی تین اقسام ہوئیں۔ ایک تو ما یوجب الزکوٰۃ جو مال زکوٰۃ کو واجب کرے۔ دوسرا جو زکوٰۃ لینا حرام کر دے۔ تیسرا جو سوال کرنا حرام کر دے۔ ایجاب زکوٰۃ تو بعد حولان حول یعنی سال گزرنے کے بعد ہوگا اور زکوٰۃ لینا

محض مالک نصاب ہونے سے حرام ہو جائے گا اور تیسرا جس سے سوال حرام ہو وہ یہ کہ قوت یوم ولیلۃ کا مالک ہو۔ اور اتنا کپڑا موجود ہو۔ جس سے ننگ چھپا سکے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک بہت اختلاف ہے۔ جس سے مسئلہ خلط ملط ہو جاتا ہے۔ احنافؒ کا مسلک واضح ہے۔

بہذا یظہر الترجمۃ ظاہر ترجمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حکم مسلمانوں کے لئے ہے۔ مگر قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ فرمائی ہے۔ یکبّہٗ فی النار سے اگر خلود مراد ہے تو یہ مرتد کے لئے ہے۔ اگر دخول جہنم مراد ہے تو یہ اس مسلمان کے لئے ہے جو سوال حرام کا مرتکب ہو۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہے۔ کہ جس شخص کو آپؐ نے چھوڑ دیا تھا۔ حضرت سعدؓ کی مراجعت کے باوجود اس نے سوال نہیں کیا۔

الحاصل حدیث باب سے دو امر کی طرف اشارہ ہوا ایک تو یہ کہ عطیہ کرنے کی حکمت تبلائی اور جعیل کو محروم فرمایا۔ کیونکہ مؤلفۃ القلوب کے مرتد ہونے کا خطرہ تھا۔ جو جعیل کے محروم کرنے میں نہیں تھا۔ دوسرا حکم یہ ثابت ہوا کہ امر باطنی کے متعلق وثوق سے کوئی بات نہ کی جائے۔ البتہ ظاہر امر پر بتنا جائز ہے۔

بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

ترجمہ۔ کھجور کا اندازہ لگانا جسے ہندی میں کنترہ کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۹۰ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اخْرُصُوا وَخَرَصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ فَقَالَ لَهَا أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوكَ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ وَلَا يَقُومَنَّ أَحَدٌ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيرٌ فَلْيَعْقِلْهُ فَعَقَلْنَاهَا وَهَبَّتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلَيْ طَيِّئٍ وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ

فَلَمَّا أَتٰى وَادِي الْقُرٰى قَالَ لِلْمَرْأَةِ كَمْ جَاءَتْ حَدِيقَتُكِ قَالَتْ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهُ أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ هٰذِهِ طَابَةُ فَلَمَّا رَأٰى أُحُدًا قَالَ هٰذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ قَالُوا بَلٰى قَالَ دُورُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ دُورُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ دُورُ بَنِي سَاعِدَةَ أَوْ دُورُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ يَعْنِي خَيْرًا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيقَةٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَا يُقَالُ حَدِيقَةٌ وَقَالَ سُلَيْمَانُ ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید الساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لئے نکلے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وادی القریٰ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنے باغ کے اندر کھڑی ہے۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔ اس کے باغ کا کنترہ کرو۔ اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دس وسق کا اندازہ فرمایا (ایک وسق ساٹھ صاع کا اور ایک صاع چار سیر کا ہوتا ہے) پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا۔ کہ جو کچھ اس باغ کی پیداوار نکلے اس کو شمار کر کے حفاظت کرو۔ پس جب ہم تبوک پہنچے تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ آج رات ایک سخت آندھی چلے گی۔ کوئی شخص کھڑا نہ ہو۔ اور جس کے ساتھ اونٹ ہو۔ وہ اس کے گھٹنے باندھ دے۔ پس ہم نے ان کو باندھ لیا۔ اور سخت آندھی چلی تو ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا جسے آندھی نے قبیلہ طے کے دو پہاڑوں میں جا پھینکا اور ایلہ کے بادشاہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر ہدیہ کے طور پہ دیا۔ جس کو اس نے چادریں پہنائی ہوئی تھیں اور آپؐ نے اس کے لئے اس کا سمندری علاقہ لکھ دیا کہ تو اس کا بادشاہ ہے اور جو جزیہ مقرر تھا اس کو

برقرار رکھا۔ پھر جب وادی القریٰ واپس پہنچے تو آپؐ نے اس عورت سے پوچھا تیرا باغ کس قدر پھل لایا۔ اس نے وہی دس وسق بتلائے۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ فرماتے تھے۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جلدی مدینہ جا رہا ہوں۔ تم میں سے جو شخص جلدی میرے ساتھ جانا چاہے۔ وہ جلدی کرلے۔ پس جب مدینہ نظر آیا۔ تو آپؐ نے فرمایا یہ طابہ ہے۔ جب احد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا۔ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں انصار کے بہترین محلوں کی خبر نہ دوں۔ ہم صحابہ نے کہا۔ کیوں نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پہلے تو بنو النجار کا محلہ بہتر ہے پھر بنو عبد الاشہل کا محلہ پھر بنو ساعدہ کا محلہ یا بنو الحارث بن الخزرج کا محلہ اور انصار کے تمام محلوں میں خیر ہی خیر ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں ہر وہ باغ جس کے ارد گرد دیوار بنی ہوئی ہو۔ اس کو حدیقہ کہتے ہیں۔ اگر دیوار نہ ہو تو اسے حدیقہ نہیں کہا جاتا۔ سلیمان کی سند میں بنو الحارث بن الخزرج کے محلہ کا ذکر پہلے ہے۔ اور بنو ساعدہ کے محلہ کا ذکر بعد میں ہے۔ اور روایۃ میں ھذا جبل کی بجائے اُحد جبل یحبنا ونحبہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اس باب سے مقصد پھلوں کے اندازہ کرنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ حتیٰ کہ عشر والی زمین اور عرایا وغیرہ صدقات میں بھی جائز ہے۔ اگرچہ اندازہ سے خرید و فروخت ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں تبادلہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ابن رشد نے بدایہ میں ذکر فرمایا ہے کہ نصاب کو اندازہ سے مقرر کرنا اور اس کا اعتبار کرنا۔ جمہور علماء کے نزدیک کھجور اور انگور میں جائز ہے۔ جب کہ وہ پکنے لگیں۔ داؤد ظاہری صرف کھجور میں اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اور علماء احنافؒ فرماتے ہیں۔ کہ خرص باطل ہے۔ رب المال کے قبضہ میں جو کچھ آئے اس کا عشر ادا کرے خواہ وہ خرص سے بڑھ جائے یا کم ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ اگرچہ احادیث سے خرص بھی ثابت ہے۔ مگر وہ روایات جن سے اصول و ضوابط معلوم ہوتے ہیں۔ وہ ان کے معارض ہیں۔ مثلاً آپؐ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا۔ وہ بیع التمر فی رؤس النخل بالتمر کیلاً کو کہتے ہیں۔ کہ درختوں پر لٹکی ہوئی کھجور اور انگور کو ڈھیری والی کھجور سے تبادلہ کیا جائے۔ نیز آپ نے بیع الرطب بالتمر کو نسیئۃً منع فرمایا ہے۔ رہا خیبر والا معاملہ تو وہ زکوٰۃ کے طور پر نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک تخمینہ تھا۔ جس سے

ہر قوم کے پھلوں کو معلوم کرنا تھا۔ رہے جوب یعنی دانے ان کے خرص نہ کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ کا میلان اس کے جواز کی طرف ہے۔ حتی کہ عشر اور عرایا میں بھی جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ حدیث سے ثابت ہے۔ تاویل نہ کرنی چاہیئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قام رجل الخ یہ بیان واقع کا ہے۔ اس میں تصریح نہیں ہے۔ کہ وہ آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے تھا یا کوئی اور آدمی تھا۔ ظاہر یہی ہے کہ وہ صحابی نہیں تھا۔ اس حدیث سے مقصود آندھی کی شدت بیان کرنا ہے۔ تاکہ وہ لوگ خود بھی محفوظ ہوں اور ان کی سواریاں بھی محفوظ رہیں۔ نیز! شیخ گنگوہیؒ نے جو اشرف کی تحقیق فرمائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف لما کا تعلق اشرف سے ہے قال الخ سے نہیں ہے۔ بخیر دور الانصار ان کی خیریت قدیم الاسلام ہونے اور نصرت میں سبقت کرنے کی وجہ سے ہے۔

تشریح از قاسمیؒ | احد جبل الخ یحبنا الخ یا تو حقیقی معنی مراد ہیں کہ جیسے اللہ تعالےٰ نے کھجور کے تنے میں محبت پیدا کر دی تھی یا پتھر آپؐ کو سلام کرتے تھے۔ ایسے اُحد بھی محبت کرتا ہو یا مجازی معنی ہیں کہ اہل الجبال یعنی انصار ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔

بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَّاءِ السَّمَآءِ وَالْمَآءِ الْجَارِيْ وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا۔

ترجمہ۔ عشر ان اراضی پر ہے جن کو بارش کے پانی سے یا چالو پانی سے سیراب کیا جاتا ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ شہد کے اندر کچھ بھی واجب نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۲۹۱ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا تَفْسِيْرُ الْاَوَّلِ لِاَنَّهٗ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْاَوَّلِ يَعْنِيْ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ الْعُشْرُ

وَبَيَّنَ فِي هٰذَا وَوَقَّتَ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُوْلَةٌ وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبْتِ كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ بِلَالٌ قَدْ صَلّٰى فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ جو زمین بارش کے پانی یا چشموں کے پانی سے سیراب ہو یا سیلابی پانی سے سیراب ہو تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ ہے۔ اور جو کھینچے ہوئے پانی سے سیراب ہو تو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں یہ پہلی حدیث کی تفسیر ہے۔ کیونکہ حضرۃ کی پہلی حدیث میں تفصیل بیان نہیں ہوئی اور اس حدیث میں فیما سقت السماء میں تفصیل اور تحدید ہوگئی اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوتی ہے۔ اور مفسر حدیث مبہم کے خلاف فیصلہ کن ثابت ہوتی ہے۔ جب کہ ثقہ لوگ اس کی تفسیر کریں۔ جیسے حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ پڑھی ہے۔ تو حضرت بلالؓ کے قول کو لیا گیا اور فضل بن عباسؓ کے قول کو چھوڑ دیا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **لم یوقت وبیّن فی هٰذا** لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں کوئی ابہام نہیں جس کے نتیجہ میں ابوسعید کی روایت کو اس کی تفسیر قرار دیا جائے بلکہ دونوں روایتوں کے معنی ظاہر اور واضح ہیں۔ جو بیان کے محتاج نہیں۔ کیونکہ دونوں روایتیں دو امر کو ثابت کر رہی ہیں۔ ایک کو دوسرے پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ امام بخاریؒ کا **والزیادۃ مقبولۃ** یہ مسلم ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ جب کہ وہ اوثق کی روایت کے منافی نہ ہو۔ لیکن یہ ضابطہ امام بخاریؒ کے لئے مفید نہیں۔ اس لئے کہ زیادتی تو ابن عمرؓ کی روایت میں ہے۔ ابوسعیدؓ کی روایت میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ ما دون خمسۃ اوسق کو ابوسعیدؓ کی روایت شامل نہیں ہے۔ بلکہ مفہوم مخالف کے طریق پر عشر کی نفی ہو رہی ہے۔ البتہ ابن عمرؓ کی روایت اس کو شامل ہے۔ اور وہ عشر کا حکم ثابت کر رہی ہے۔ تو یہ معنوی زیادۃ ہے۔ تو ابن عمرؓ کی حدیث کے حکم کی

زیادتی کو قبول کیا جائے گا۔ جیسا کہ مؤلف نے قاعدہ باندھا ہے۔ اس طرح حضرت بلالؓ کی روایت سے مثال بیان کرنا بھی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس میں نہ مفسّر ہے نہ مبہم ہے اور نہ ہی کوئی ثقہ کی زیادتی ہے بلکہ اس کو تو ایک دوسرے ضابطہ کے تحت اختیار کیا گیا ہے۔ وہ ضابطہ یہ ہے کہ مثبت نافی سے اولیٰ ہے۔ اگر مصنفؒ کی مراد الزیادۃ مقبولہ کے یہ معنی ہیں، تو ابن عمرؓ کی روایت مثبت ہے جس سے فیما دون خمسۃ اوسق کا حکم ثابت ہو رہا ہے۔ ابو سعیدؓ کی روایت تو مفہوم مخالف کے طور پر نافی ہے۔ لہٰذا اس ضابطے کے مطابق اس میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت پر عمل کرنا لازم ہے۔ کہ فیما دون خمسۃ اوسق پر عشر واجب ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | اگر حضرت ابن عمرؓ کی روایت پر اشکال ہو کہ وہ تو مجمل ہے۔ جس کی تفسیر لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ سے ہو گئی۔ کہا جائے گا۔ کہ فیما سقت السماء کلمہ ما عموم کا ہے۔ جس کو عموم پر رکھا جائے تخصیص نہ کی جائے۔ اس مسئلہ مختلف فیہا کی توضیح یہ ہے۔ کہ حبوب و ثمار یعنی دانے اور پھلوں کا نصاب ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پانچ وسق ہے اور ابو سعیدؓ کی روایت میں جو صدقہ ہے اس سے عشر مراد لیتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ زکوٰۃ مراد لیتے ہیں۔ کہ ابو سعید کی روایت میں زکوٰۃ تجارت پر محمول ہے۔ اور احنافؒ نے ایک روایت خاصہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ جس کو امام طحاویؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ نے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ وفی کل عشرۃ اقناء قنو۔ ترجمہ کہ ہر دس خوشے پر ایک خوشہ صدقہ ہے۔ یوضع فی المساجد للمساکین۔ کہ اسے مسکینوں کے لئے مساجد میں رکھا جائے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے خود ترجمہ باندھا ہے۔ تعلیق القنو فی المسجد۔ مسجد کے اندر خوشہ لٹکانا۔ وکان علیہا معاذ بن جبل یعنی معاذ بن جبل ان خوشوں کے منتظم تھے۔ چنانچہ ابن العربی فرماتے ہیں کہ تمام مذاہب میں سے احناف کا مسلک دلیل کے اعتبار سے بھی قوی ہے۔ کیونکہ وہ عموم آیت اور عموم حدیث سے ثابت ہے اور مساکین کے بھی موافق ہے۔ اور شکر نعمت کے طور پر بھی افضل ہے۔ حضرات ائمہ ثلاثہؒ نے حضرت ابو سعید کی روایت کے دس جوابات دیئے ہیں۔ جن کی تفصیل اوجز میں ہے۔ ابو سعید کا سب سے اچھا جواب میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ فیما دون خمسۃ اوسق کو خود ادا

کریں۔ بیت المال میں لے جانے کی ضرورت نہیں زائد کو بیت المال میں داخل کیا جائے۔

تشریح از قاسمی لم یر عمر بن عبد العزیز فی العسل شیئاً ای من الزکوٰۃ اس ترجمہ میں شہد کا ذکر کرنا اس بات پر تنبیہ ہے۔ کہ حدیث کا تقاضا یہ ہے۔ کہ عشر فیما سقت السمآء کے ساتھ خاص ہے۔ عسل اس میں سے نہیں ہے۔ اس لئے اس پر عشر نہیں ہوگا۔ گویا کہ حنفیہؒ پر رد کرنا ہے۔ یا اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ موطا امام محمدؒ میں روایت ہے۔ اما العسل ففیہ العشر جبکہ پانچ مشکیزے ہو۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ فی قلیلہ وکثیرۃ العشر امام شافعیؒ اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں۔ لا شیئ فی العسل حالانکہ امام ترمذیؒ اور ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ فی العسل فی کل عشر ازق زق الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ کی غرض ھذا تفسیر الاول سے یہ ہے کہ حدیث ابن عمرؓ تو نصاب اور دون نصاب سب کو شامل ہے۔ اور حدیث ابو سعید لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقہ یہ قدر نصاب کے ساتھ خاص ہے۔ اور خاص اور عام جب متعارض ہوں۔ تو خاص عام میں تخصیص پیدا کر دے گا۔ قضی علیہ کا یہی مقصد ہے۔ لیکن علماء احنافؒ فرماتے ہیں۔ کہ عام کو اپنے عموم پر رہنے دیا جائے۔ اس میں تخصیص نہ کی جائے۔ اس جگہ تاریخ معلوم نہیں کہ کون مقدم ہے کون مؤخر ہے۔ اس لئے احتیاط یہی ہے کہ عام کو آخر قرار دیا جائے دوسرے یہ ہے کہ آپؐ نے صدقہ کی نفی فرمائی ہے۔ عشر کی نفی نہیں فرمائی۔ واقعی صدقات کو تو آیت زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا۔ لیکن عشر تو صدقہ ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ایک قسم کا ٹیکس ہے جو وقف زمین پر بھی عائد ہوتا ہے۔ حالانکہ وقف پر زکوٰۃ نہیں۔

بَابُ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

ترجمہ۔ پانچ وسق سے کم پر صدقہ نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۹۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

وَلَا فِیْ اَقَلَّ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْاِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَۃٌ وَلَا فِیْ اَقَلَّ مِنْ خَمْسِ اَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَۃٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم کھجور پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اِس طرح پانچ اونٹ سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ اور چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

تشریح از قاسمی یہ روایت ابی سعیدؓ اگرچہ ہمارے بخاری کے نسخوں میں بعد میں وارد ہوئی ہے۔ لیکن فربری کے نسخہ میں حدیث ابو سعید پہلے ہے۔ اس کے بعد حدیث ابن عمرؓ وارد ہے۔ اس لئے اوّل سے مراد حدیث ابن عمرؓ ہے۔ جو حدیث الباب ہے۔

بَابُ اَخْذِ صَدَقَۃِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ وَھَلْ یُتْرَكُ الصَّبِیُّ فَیَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَۃِ۔

ترجمہ۔ کھجور کا صدقہ کھجور کے کاٹنے کے وقت لیا جائے۔ کیا بچے کو چھوڑ دیا جائے کہ صدقہ کے کھجور کو چھوتا رہے۔

حدیث نمبر ۱۲۹۳ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَیَجِیْئُ ھٰذَا بِتَمْرِہٖ وَھٰذَا مِنْ تَمْرِہٖ حَتّٰی یَصِیْرَ عِنْدَہٗ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ یَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ فَاَخَذَ اَحَدُھُمَا تَمْرَۃً فَجَعَلَہٗ فِیْ فِیْہِ نَظَرَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجَھَا مِنْ فِیْہِ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ لَا یَاْكُلُوْنَ الصَّدَقَۃَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ کھجوروں کی کٹائی کے وقت آپؐ کے پاس کھجور لائی جاتی تھی۔ یہ اپنی کھجور لا رہا ہے وہ اپنی کھجور لا رہا ہے۔ یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ اس کھجور سے کھیلتے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک نے کھجور کا دانہ لیا اور اپنے منہ میں ڈال لیا۔ تو آپؐ نے ان کی طرف دیکھا اور

وہ دانہ منہ سے نکال لیا۔ فرمایا۔ تم جانتے نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان صدقہ کو نہیں کھایا کرتا۔

بَابٌ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ وَقَدْ وَجَدَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكٰوةَ مِنْ غَيْرِهِ أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلٰى أَحَدٍ وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الزَّكٰوةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ۔

ترجمہ۔ جس شخص نے اپنے پھل بیچ دیئے یا کھجور کے درخت اور زمین یا اپنی کھیتی بیچ دی۔ جب کہ اس پر عشر واجب ہو چکا تھا۔ اسی طرح زکوٰۃ واجب ہو چکی تھی۔ تو اس نے زکوٰۃ دوسرے مال سے ادا کر دی۔ یا پھلوں کو ایسے حال میں بیچ دیا کہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی تھی۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ پھلوں کو اس وقت تک نہ بیچو۔ جب تک کہ ان کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے۔ اور پکنے کے بعد جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر خرید و فروخت کی ممانعت نہیں فرمائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس پر زکوٰۃ واجب ہے اور کس پر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۹۴ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتّٰى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے دانے کی بیع سے منع فرما دیا۔ جب تک اس کی صلاحیت ظاہر نہ ہو۔ اور جب آپؐ سے صلاحیت کے متعلق پوچھا جاتا تو فرماتے کہ اس کی آفت کا خطرہ ٹل جائے۔ یعنی پکنا شروع ہو جائے مٹھاس آنے لگے کھٹاس زائل ہو جائے۔ تو اس وقت وہ بڑھے گا۔ بڑے ہونے کی وجہ سے ضائع نہیں ہوگا اس سے قبل آفت کا شکار ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۲۹۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرما دیا۔ جب تک ان کی صلاحیت ظاہر نہ ہو۔

حدیث نمبر ۱۲۹۶ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ قَالَ حَتّٰى تَحْمَارَّ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرما دیا جب تک کہ پکنے نہ لگیں یعنی سرخ ہونے لگیں۔

تشریح از قاسمیؒ | باع ثمارہ یہ تعمیم بعد تخصیص ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ کھجور کے درخت جن پہ پھل آچکا ہے۔ اور وہ زمین جس پہ کھیتی تیار ہو گئی ہے۔ ان کا بیچنا جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ نفس نخل اور ارض پہ زکوٰۃ نہیں ہے۔

فلم یحظر البیع خطر کے معنی منع کرنے کے ہیں۔ اس سے امام بخاریؒ امام شافعیؒ پر رد کر رہے ہیں۔ جن کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے۔ کیونکہ یہ بیع ما یملک و مالا یملک کی ہے۔ کہ مسکینوں کا حصہ بھی جس کا وہ مالک نہیں اسے بھی بیچ رہا ہے۔ اس لئے یہ سودا ہی فاسد ہو جائے گا۔ فلم یحظر کو فا سے اس لئے ذکر کیا کہ یہ ما قبل کی تفسیر ہے۔

حتی تذھب عاھتہ ظاہرا حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بیع مطلقاً ممنوع ہے۔ حالانکہ اگر بیع کے وقت قطع کی شرط لگا دی جائے تو بالاجماع جائز ہے۔

بَابٌ هَلْ يَشْتَرِيْ صَدَقَتَهٗ وَلَا بَاْسَ اَنْ يَّشْتَرِيَ صَدَقَةَ غَيْرِهٖ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرٰى وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهٗ۔

ترجمہ۔ کیا آدمی اپنے صدقہ کو خرید سکتا ہے۔ اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کہ کسی دوسرے کے صدقہ کو خرید کرلے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کر متصدق (صدقہ کرنے والے) کو خریدنے سے منع فرمایا ہے۔ دوسرے کو منع نہیں فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۲۹۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهٗ يُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ يَّشْتَرِيَهٗ

ثُمَّ اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ لَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِكَ فَبِذٰلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ لَا یَتْرُكُ اَنْ یَّبْتَاعَ شَیْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حدیث بیان کرتے تھے۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا پھر دیکھا کہ وہ بک رہا ہے۔ انہوں نے خرید کر لینے کا ارادہ کیا۔ مگر پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ طلب کرنے لگے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اپنے صدقہ میں عود نہ کرو۔ اسی بنا پر ابن عمرؓ کسی صدقہ شدہ چیز کو بکتا ہوا دیکھتے مگر اُسے صدقہ کر کے ہی چھوڑ دیتے۔

حدیث نمبر ۱۲۹۸ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ ... سَمِعْتُ عُمَرَؓ یَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِیْ كَانَ عِنْدَهُ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِیَهُ وَظَنَنْتُ اَنَّهُ یَبِیْعُهُ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِیْ صَدَقَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِیْ قَیْئِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جہاد فی سبیل اللہ میں ایک شخص نے سواری کے لئے گھوڑا دیا۔ پس اس نے اس کو ضائع کر دیا۔ میں نے اس کے خرید کر لینے کا ارادہ کیا۔ اور میرا گمان تھا کہ وہ سستے نرخ پہ اسے بیچ دے گا۔ اس کے بارے میں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو آپؐ نے فرمایا اس کو مت خریدو۔ اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم کے بدلے دے دے۔ اپنے صدقہ میں عود نہ کرو۔ کیونکہ اپنے صدقہ میں عود کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے اپنی قے کے اندر عود کرنے والا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | العائد فی صدقتہ اس صورت میں عود لازم ہے۔ اگرچہ بعض اجزاء کے اندر ہو۔ کیونکہ بائع جب واہب متصدق کے پاس سستے داموں بیچے گا تو جتنی مقدار قیمت کی وہ کم کرے گا۔ تو حکماً وہ حصہ رجوع کیا ہوا شمار ہو گا تو اس سے بچنا اولیٰ ہے۔

تشریح از شیخ زکریا حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ کہ متصدق کی غرض ثواب آخرت تھا۔ جب اس نے اپنے صدقہ کو سستے داموں خرید لیا۔ تو گویا اس نے آخرت سے اعراض کر کے دنیا کو اختیار کیا۔ بایں ہمہ عادت یہ ہے کہ مفت میں حاصل کرنے والا شخص غیر متصدق کے پاس سستے داموں بیچتا ہے تو متصدق کے پاس تو اور کمی کرے گا۔ تو وہ اس مقدار ساقط میں عود کرنے والا ہوا۔ امام بخاریؒ نے حدیث الباب پر دو ترجمے باندھے ہیں۔ ایک تو ھل یشتری الرجل صدقتہ اور دوسرا لا باس ان یشتری صدقۃ غیرہ میرے نزدیک ھل یشتری سے امام بخاریؒ نے ایک مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ شراء المتصدق صدقتہ حرام ہے۔ ظاہر حدیث کی وجہ سے لیکن جمہور علماء اسے کراہۃ تنزیہ پر محمول کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں قبح لغیرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مال کا وارث بن جائے یا تیسرے کی طرف منتقل ہونے کے بعد پھر اسے یہ خرید کرلے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ یہی احناف اور جمہور علماء کا مسلک ہے۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهٖ

ترجمہ۔ نبی اکرمؐ اور آپؐ کی آل اولاد پر جو صدقہ کیا جائے اس کے بارے میں جو ذکر کیا جاتا ہے اس باب میں اس کا بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۹۹ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّؓ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَخٍ كَخٍ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؓ صدقہ کے کھجوروں میں سے ایک کھجور کا دانہ لے لیا۔ اور اسے اپنے منہ میں ڈال دیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کخ کخ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح وہ اس دانے کو پھینک دے۔ پھر فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں۔ کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کخ کخ ایک کلمہ ہے۔ جب بچہ کوئی قبیح کام کرے تو اس وقت یہ کلمہ بولتے ہیں۔ جیسے ہندی میں چھی چھی بہو بہو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ کخ کخ یہ کلمہ زجر ہے۔ جس کا معنی ہے۔ رک جا رک جا۔ پھینک دے۔ ایک باب منعقد کر کے امام بخاریؒ نے اسے فارسی لفظ معرب قرار دیا ہے۔ بعض اسے عربی قرار دے کر اسماء اصوات میں سے کہتے ہیں۔

الحاصل امام بخاریؒ نے ترجمہ تو باندھا لیکن اس کا حکم بیان نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں اختلاف مشہور ہے۔ یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ صدقہ علی النبیؐ کیسا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ نفلی اور فرضی ہر قسم کا صدقہ نبی پر حرام ہے۔ چنانچہ امام احمدؒ سے مروی ہے کہ ہر قسم کا صدقۃ الفطر و زکوٰۃ الاموال نبی اور آل نبی کے لئے حرام ہے۔ اس کے علاوہ حرام نہیں ہے۔ جیسے قرض۔ ہدیہ۔ فعل معروف یہ حرام نہیں ہیں۔ ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ تحریم صدقہ یہ آپؐ کے خصائص میں سے ہے یا دیگر انبیاء کے لئے بھی یہی حکم تھا۔ ظاہر یہی ہے کہ ہر قسم کا صدقہ فرض اور نفل آپؐ پر حرام تھا۔ جس سے بچنا آپؐ کی نبوت کی علامت قرار دیا گیا۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں **یأکل الهدیة ولا یأکل الصدقة**۔

دوسرا مسئلہ آل نبی کا ہے۔ اس میں بھی دو طرح سے بحث ہے۔ ایک آل نبی پر صدقہ کا کیا حکم ہے اور دوسرا یہ کہ آل سے کون لوگ مراد ہیں۔ اکثر احنافؒ۔ شوافعؒ اور حنابلہؒ یہی فرماتے ہیں۔ کہ نفلی صدقہ تو ان کے لئے جائز ہے۔ فرضی حلال نہیں ہے بہر حال منع کے دلائل ظاہر ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے صدقات کو اوساخ الناس فرمایا ہے۔ دوسرا مسئلہ آل سے کون مراد ہیں۔ بنو ہاشم تو بالاجماع آل میں داخل ہیں۔ البتہ بنو المطلب کے بارے میں اختلاف ہے۔ راجح یہی ہے کہ آل سے بنو ہاشم مراد ہیں۔

بَابُ الصَّدَقَةِ عَلٰى مَوَالِيْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے آزاد کردہ غلاموں پر صدقہ کرنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۰۰ حدثنا سعید بن عفیرؒ عن ابن عباسؓ قال وجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم شاۃ میتۃ اعطیتہا مولاۃ لمیمونۃ من الصدقۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلا انتفعتم بجلدھا قالوا انہا میتۃ قال انما حرم اکلہا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ بکری دیکھی جو حضرت میمونہؓ کی باندی کو صدقہ کے طور پہ دی گئی تھی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ اس کے چمڑے سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا۔ حضرت! یہ مردہ ہے۔ فرمایا اس کا کھانا حرام ہے۔ چمڑے سے فائدہ حرام نہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۰۱ حدثنا آدمؒ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا ارادت ان تشتری بریرۃ للعتق واراد موالیہا ان یشترطوا ولاءھا فذکرت عائشۃؓ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتریہا فانما الولاء لمن اعتق قالت واتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلحم فقلت ھذا ما تصدق بہ علی بریرۃ فقال ھو لہا صدقۃ ولنا ھدیۃ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت بریرۃؓ کو آزاد کرنے کے لئے خرید کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت بریرۃؓ کے مالکوں نے اپنے لئے ان کے لئے ولاء کی شرط لگائی حضرت عائشہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر فرمایا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم خرید لو۔ ولاء اسی کا ہوگا۔ جو اسے آزاد کرے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت! یہ تو وہ گوشت ہے۔ جو حضرت بریرۃؓ پہ صدقہ کیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ان کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

تشریح از قاسمی | انما حرم اکلہا | اس حدیث سے بہت سے صحابہؓ اور تابعین نے استدلال کیا ہے۔ کہ مردہ جانور کا چمڑہ رنگ دینے سے پاک ہو جاتا ہے یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔

اشتریہا یہ حکم اباحت کے لئے نہیں بلکہ سرے سے شرط ہی باطل تھی۔ کیونکہ وہ

شرع کے خلاف ہے۔

بَابُ اِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ

ترجمہ۔ جب صدقہ بدل جائے

حدیث نمبر ۱۳۰۲ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا اِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهٖ اِلَيْنَا نُسَيْبَةُ مِنَ الشَّاةِ الَّتِيْ بَعَثْتَ لَهَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ اِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا۔

ترجمہ۔ حضرت اُمّ عطیہ انصاریہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ پوچھا کوئی کھانے کی چیز ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اور تو کوئی چیز نہیں ہے۔ البتہ صدقہ کی اس بکری کا گوشت موجود ہے جو آپؐ نے حضرت نسیبہ باندی کو بھیجی تھی۔ اس نے اسے ہمارے پاس بھیج دیا۔ پس آپؐ نے فرمایا وہ اپنے ٹھکانے کو پہنچ گئی۔

حدیث نمبر ۱۳۰۳ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ مُوْسٰی الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَّهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ گوشت لایا گیا جو حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا وہ اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

تشریح از قاسمی | قد بلغت محلہا کیونکہ آپؐ نے جب نسیبہ پر صدقہ کیا تو اس کا ملک ہو گیا۔ وہ اپنے ملک میں بیع شراء۔ ہبہ۔ ہدیہ وغیرہ ہر طرح کا تصرف کر سکتی ہے۔ تو تبدیل شئی ہو جائے گا کہ وہ اب صدقہ نہ رہا۔ ہدیہ ہو جائے گا۔ جو نبی اور آل نبی کے لئے حلال ہے۔

بَابُ اَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْاَغْنِيَاءِ تُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا

ترجمہ۔ غنیوں سے صدقہ لیا جائے۔ کہ جہاں کہیں کے فقیر ہوں۔ ان پر خرچ کیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۳۰۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهُ اِلَى الْيَمَنِ اِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا اَهْلَ الْكِتَابِ فَاِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ اِلَى اَنْ يَّشْهَدُوا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوا لَكَ بِذٰلِكَ فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَاِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ عنقریب ایک ایسی قوم کے پاس آئے گا جو اہل کتاب ہوں گے۔ جب تو ان کے پاس آئے تو سب سے پہلے ان کو کلمۂ شہادت کی دعوت دو۔ کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اگر اس بارے میں وہ لوگ آپ کا کہنا مان لیں۔ تو ان کو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ پس اگر وہ اس بارے میں آپؐ کی اطاعت کریں (کہنا مان لیں) تو ان کو بتلاؤ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے سرمایہ داروں سے لیا جائے اور ان کے فقراء پر خرچ کیا جائے۔ پس اگر وہ اس بارے میں آپ کا کہنا مان لیں۔ تو ان کے عمدہ مال سے بچو۔ اور مظلوم کی بد دعا سے ڈرو۔ کیونکہ اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ زکوٰۃ

اور صدقات محض اس شہر کے باشندوں پہ خرچ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ بغیر ضرورت دوسرے شہر منتقل نہ کیا جائے۔ اور اس غرض پہ حدیث باب کی دلالت ظاہر ہے۔ کیونکہ فقراء میں عموم ہے۔ تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ چنانچہ صرف فقرائھم فرمایا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے۔ کہ اہل کتاب جن کی طرف حضرت معاذؓ بھیجے گئے تھے۔ ان کے لئے محض شہر نہیں تھے۔ بلکہ وہ تو شہروں۔ ولایتوں اور بستیوں کے مکین تھے۔ تو ان کو بتلایا گیا۔ کہ صدقہ ان پہ واپس ہوگا۔ جہاں بھی وہ مقیم ہوں۔ یہ نہیں کہ محض ایک شہر کا صدقہ ان پہ واپس ہوگا۔ بایں ہمہ یہ بھی ظاہر ہے کہ اغنیاءھم وفقرائھم کی ضمیر مسلمانوں کی طرف راجع ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان اغنیاء سے وصول کر کے مسلمان فقراء پہ خرچ کیا جائے۔ اس لئے کہ غیر مسلم تو مخاطب نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ مسئلہ بین الائمہ مختلف فیہا رہا ہے کہ آیا ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور امام بخاریؒ کی غرض ترجمہ سے کیا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ علماء احنافؒ تو جواز نقل کے قائل ہیں۔ لیکن جمہور ائمہ ترک نقل کا حکم دیتے ہیں۔ بشرطیکہ اگر مستحقین نہ ہوں تو پھر دوسرے شہر منتقل کرنے کی وہ بھی اجازت دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ بھی اسی کو اختیار فرما رہے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حیث کانوا کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ زکوٰۃ کو کسی شہر سے منتقل نہ کیا جائے۔ بشرطیکہ مستحقین موجود ہوں۔ اگر کسی نے منتقل کر بھی دیا تو اکثر اہل علم جواز کا فتوٰی دیتے ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ کرمانیؒ پہ تعجب ہے کہ انہوں نے امام بخاریؒ کی یہ غرض کیسے متعین کر لی۔ حالانکہ انہوں نے تو حیث کانوا فرمایا ہے۔ جو عموم پہ دال ہے۔ بات یہ ہے کہ اصل اختلاف اس میں ہے۔ کہ فقرائھم کی ضمیر کا مرجع شوافعؒ کے نزدیک اغنیاء ہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں فقراء ہے۔ اور معنی فقراء المسلمین کے ہیں۔ یہ معنی عموم حدیث کے موافق ہوگا۔ ای اعم ان یکون من فقراء اہل تلک البلدۃ او غیرہم۔

بَابُ صَلٰوةُ الْإِمَامِ وَدُعَائِهِ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ الْاٰيَة

ترجمہ۔ امام کا صاحبِ صدقہ کے لئے دعاء کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ ان کے اموال سے صدقہ لے لو۔ تاکہ وہ انہیں پاک وصاف کر دے۔ اور آپؐ ان کے لئے دعاء کریں۔

حدیث نمبر ۱۳۰۵ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَؒ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابو اوفی فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی۔ کہ جب کوئی قوم اپنا صدقہ لے کر آپؐ کے پاس آتی تو آپؐ دعا کرتے ہوئے فرماتے۔ کہ اے اللہ! فلاں کے خاندان پر رحمت نازل فرما۔ چنانچہ جب میرا باپ اپنا صدقہ لے کر حاضر ہوا تو آپؐ نے آل ابی اوفی کے لئے رحمت کی دعاء فرمائی۔

بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْئٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ وَقَالَ الْحَسَنُ فِی الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ وَاِنَّمَا جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الرِّكَازِ الْخُمُسَ لَيْسَ فِی الَّذِیْ يُصَابُ فِی الْمَاءِ۔

ترجمہ۔ سمندر سے جو چیز نکالی جائے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ عنبر اور موتی میں خمس یعنی پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑے ہوئے خزانہ کے اندر تو خمس واجب کیا ہے۔ اور جو چیز پانی سے حاصل کی جائے اس میں خمس نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۰۶ وَقَالَ اللَّيْثُؒ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ سَاَلَ بَعْضَ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ فَخَرَجَ فِی الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ فَرَمٰی بِهَا فِی الْبَحْرِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِیْ كَانَ اَسْلَفَهٗ فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ

فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ بنو اسرائیل کے ایک آدمی نے کسی دوسرے اسرائیلی سے ہزار دینار قرضہ مانگا۔ پس اس اسرائیلی نے وہ رقم ایک مدت مقررہ تک دے دی۔ وہ مقروض ادائیگی کے لئے سمندر کی طرف آیا تو سمندر میں اسے کوئی سواری نہ ملی۔ اس نے ایک لکڑی لی۔ اس میں سوراخ کیا ہزار دینار اس میں رکھ کر سمندر میں پھینک دیا۔ وہ آدمی جس کو قرضہ دیا تھا اتفاق سے باہر نکلا تو اس نے اچانک لکڑی کو دیکھا تو اسے گھر والوں کے لئے سوختنی لکڑی کے طور پر پکڑ لیا۔ پھر لمبی حدیث ذکر فرمائی۔ جب اس کو کھولا تو اپنا مال اسے مل گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فاخذها لاهله حطبا اس سے امام بخاریؒ ترجمہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ سمندر سے لکڑی کو پکڑا۔ اور اس میں خمس کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فعل کی تردید فرمائی اور نہ ہی یہ ذکر فرمایا کہ خمس نہ نکالنا ان کی شریعت کا حکم تھا۔ لیکن صحابہ کرامؓ! تمہارے لئے سمندری چیز سے اس وقت تک نفع اٹھانا جائز نہیں جب تک خمس نہ نکال لو۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سمندر سے لی ہوئی چیز پر خمس نہیں ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ یہ فرما سکتے ہیں کہ جب اس نے لکڑی پکڑ لی۔ تو وہ خمس ادا کرنا چاہتے تھے۔ کہ جب اسے چیرا تو اس میں سے مال اور رقعہ نکلا۔ تو اس نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ کیونکہ یہ تو اس کا خالص اپنا مال تھا۔ جو مدیون کی طرف سے ہبہ تھا۔ بایں ہمہ شرائع من قبلنا ہمارے لئے تب حجت ہیں۔ جب تک ہماری شریعت سے ان کا نسخ ثابت نہ ہو۔ تو جو لوگ سمندری مال کے بھی خمس کے قائل ہیں۔ وہ رکاز کو عام قرار دیتے ہیں۔ خواہ وہ خزانہ زمین سے ملے یا سمندر سے ملے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بنا پر کہ رکاز میں خمس واجب ہے۔ تو شرائع من قبلنا کے اس حکم عدم اخراج کو منسوخ قرار دیا جائے گا۔ تو واقعہ مؤلف کا ذکر کردہ حضرت حسن بصریؒ پر حجت نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ مسئلہ فی نفسہا صحیح ہے۔ کہ جو چیز سمندر سے ملے اس پہ خمس واجب نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ کرمانیؒ نے ابن بطالؒ کا قول ذکر فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو چیز سمندر سے پکڑی جائے۔ اس پر کوئی صدقہ نہیں ہے۔ جس نے پایا اسی کا حق ہے۔ بشرطیکہ کوئی حقدار نہ آجائے۔ علامہ عینیؒ معترضین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو اس باب میں داخل کر کے یہ بتلایا ہے۔ کہ سمندری چیز کا لینا مباح ہے۔ اور اس میں خمس بھی نہیں ہے۔ تو ترجمہ مایستخرج من البحر تھا۔ حدیث سے بھی مایستخرج من البحر ثابت ہے۔ محض استخراج من البحر میں سے مطابقت ثابت ہوئی۔ باقی اشیاء سے قطع نظر کی گئی ہے۔ اور شرائع من قبلنا جب ہماری کتاب میں بلا انکار وارد ہوں تو ہمارے رسول کی شریعت بن جائے گی۔ جیسے ان النفس بالنفس الآیۃ اور انکار کی مثال علی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر الآیۃ اور علامہ عینیؒ نے مذاہب کی تفصیل بتلاتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ لا زکوٰۃ فی المستخرج من البحر کاللؤلؤ والمرجان والعنبر ونحوہ جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز ساحل سمندر پر ملے اس کا خمس دیا جائے۔ اور جو سمندر میں غوطہ لگا کر حاصل کی جائے اس پر کچھ نہیں ہے۔ البتہ امام احمدؒ سے ایک روایت ہے کہ اس میں زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ سمندر سونے کی کان ہے۔

بَابُ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

ترجمہ: خزانہ میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمُسُ وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ الْخُمُسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكٰوةُ وَإِنْ وَجَدْتَ لُقَطَةً فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا فَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِاَنَّهُ يُقَالُ اَرْكَزَ الْمَعْدِنُ اِذَا اُخْرِجَ مِنْهُ شَيْئٌ قِيْلَ لَهُ فَقَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ الشَّيْئُ وَرَبِحَ رِبْحًا كَثِيْرًا اَوْكَثُرَ ثَمَرُهُ اَرْكَزْتَ ثُمَّ نَاقَضَهُ وَقَالَ لَابَأْسَ اَنْ يَكْتُمَهُ وَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ ۔

ترجمہ ۔ رکاز میں خمس ہے ۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ محمد بن ادریسؒ فرماتے ہیں ۔ رکاز جاہلیۃ کا دفینہ ہے ۔ جس کے قلیل اور کثیر میں خمس ہے ۔ اور معدن یعنی کان رکاز دفینہ نہیں ہے ۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کان کے بارے میں فرمایا ہے ۔ اس کی زکوٰۃ معاف ہے ۔ البتہ دفینہ میں خمس ہے ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے معادن میں سے ہر دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ لی ہے ۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ دارالحرب کے دفینہ میں تو خمس ہے ۔ لیکن دارالاسلام کے دفینہ میں زکوٰۃ ہے ۔ اگر دشمن کی زمین پر کوئی گری پڑی چیز تمہیں مل جائے تو اس کا اعلان کرتے رہو ۔ اگر وہ لقطہ دشمن کا ہے تو اس میں خمس ہے ۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ معدن بھی رکاز ہے ۔ جاہلیت کے دفینہ کی طرح ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے ۔ ارکز المعدن جب کہ اس سے کوئی چیز نکالی جائے ۔ مگر اس سے کہا جائے گا ۔ کہ اس طرح تو جس شخص کو کوئی مال ھبہ کیا جائے اور اسے اس سے بہت سا نفع حاصل ہو ۔ یا اس کے پھل بہت آ جائیں تو کہتے ہیں اَرْکَزْتَ کہ تو نے خزانہ پالیا ۔ تو پھر موھوب اور پھلوں پر خمس ہونا چاہیئے ۔ حالانکہ بالاجماع اس پر عشر واجب ہے ۔ پھر انہوں نے خود ہی اس ضابطہ کو توڑ دیا ۔ کہتے ہیں ۔ کہ اگر کوئی دفینہ کو چھپالے اور اس کا خمس ادا نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے ۔

حدیث نمبر ۱۳۰۷ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابوہریرۃؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ جانور کا مارا ہوا خون ھدر اور معاف ہے ۔ کنویں میں گر کر مرجانے والے کا خون بھی ھدر اور معاف ہے ۔ اسی طرح کان میں

مرجانے والے کا خون ھدر اور معاف ہے۔ اور دفینہ کے اندر خمس ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ کی غرض اس حدیث کے لانے سے یہ ہے۔ کہ معدن اور رکاز میں فرق ہے۔ اور دونوں ایک چیز ہوتے تو کہا جاتا کہ معدن میں بھی خمس ہے۔ لیکن معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ معدن رکاز مرکوز نہیں ہے۔ بلکہ وہ گاڑنے کی جگہ مرکز ہے۔ تو معدن ظرف ہوا اور رکاز مظروف ہوا۔ اگر فیہ الخمس کہا جاتا تو مقصود فوت ہوجاتا اور معنی خراب ہوجاتے۔ کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوجاتے کہ دفینہ کھودنے میں خمس واجب ہے۔ حالانکہ اس میں خمس نہیں ہوتا۔ بلکہ جو چیز معدن سے حاصل ہوتی ہے۔ اس پر خمس واجب ہوتا ہے۔ تو یہ روایت امام بخاریؒ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ رہ گیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ربع العشر لینا معلوم اس کی کیا وجہ تھی۔ دوسرے اس میں خمس لینے کی نفی بھی نہیں ہے۔ پس یہ چالیسواں حصہ لینا اگر حولان حول یعنی سال گزرنے کے بعد ہے۔ تو یہ ہمارے لئے کوئی نقصان دہ بات نہیں ہے۔ اگر فوراً معدن سے ہی ربع العشر لیا ہے تو پھر تو تمام اہل مذاہب پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ قبل حولان حول تو کوئی بھی وجوب زکوٰۃ کا قائل نہیں ہے۔ جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہوگا۔

وقال الحسنؒ ما کان من رکاز فی ارض الحرب ففیہ الخمس

یہ اس لئے کہ وہ غنیمت کے حکم میں ہے۔ مگر احناف کے نزدیک اس کا حکم غنیمت اس وقت تک نہیں ہوگا۔ جب تک اس کا دخول دارحرب میں امان کے ساتھ نہ ہو۔ بلکہ چور بن کر یا متغلب بن کر داخل ہوا ہو۔ پس اگر کوئی شخص امان حاصل کرکے دارالحرب میں داخل ہوا ہے تو اب ان کے اموال کو لوٹنا غدر ہوگا جو مسلم کے لائق نہیں ہے اور یہی تفصیل مذہب احنافؒ کے مطابق

ان وجدت لُقَطَۃً فی ارض العدو کے اندر بھی ملحوظ رہے گی۔

وقال بعض الناس المعدن رکاز ہے اور جس نے یہ قول کیا ہے۔ ٹھیک کہا ہے۔ کیونکہ رکاز بمعنی مرکوز ہے۔ خواہ اس میں کسی کے عمل کا دخل ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ صاحب قاموس رکزہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ رکاز کی وحدت ہے۔ اور رکاز دہ ہے۔ جسے اللہ تعالےٰ معادن میں پیدا کرتے ہیں تو رکز اور ارکز ایک طرح کے ہوئے اور رکاز دفینہ

اہل جاہلیۃ کو بھی کہتے ہیں تو اس لغوی تحقیق سے یہ معلوم ہو گیا کہ رکاز کا اطلاق دونوں کو شامل ہے۔ معدن کو بھی اور دفینہ کو بھی۔ تو اس میں خمس ثابت کرنا یہ نص پر عمل کرنا ہے۔ اور مؤلف امام بخاریؒ نے جو بعض الناس کے قول کی ارکز المعدن کہہ کر توجیہ کی ہے۔ یہ ان پر افترا ہے۔ کیونکہ استدلال کا خلاصہ یہ ہوا کہ ارکز المعدن میں ہمزہ سلب کا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ معدن سے جو کچھ نکلتا ہے۔ اس پر رکاز کا اطلاق صحیح ہے۔ اس لئے کہ کان سے جو کچھ نکلے گا وہ بھی رکاز ہوگا۔ اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ تو اس اطلاق سے اس کا مدفون میں داخل ہونا صحیح ہو گیا۔ جس پر خمس واجب ہوگا۔ پھر مؤلف نے بعض الناس کے استدلال پر جو اعتراض کیا ہے۔ کہ اگر یہ اطلاق اشتراک حکم کا باعث ہے۔ تو پھر موھوب اور ثمار میں بھی وجوب خمس ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ارکزت میں ہمزہ وجدان کے لئے ہے سلب کے لئے نہیں۔ تو جو کچھ ثمار یا موھوب میں سے موجود ہے وہ رکاز بن جائے۔ حالانکہ یہ مؤلف کا اختراع ہے۔ کیونکہ محض اطلاق سے انہوں نے حکم ثابت کر دیا۔ حکم کی علت اور سبب کو نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ آیا یہ اطلاق حقیقۃً ہے یا مجازاً ہے۔ دوسرے ان حضرات کا استدلال کہ لفظ رکاز معدن کو شامل ہے وہ باعتبار حقیقت لغویہ کے ہے۔ اور ارکز الرجل مجاز ہے۔ اور دونوں کے درمیان جامع کثرت ہے۔ گویا کہ معنیٰ یہ ہے کہ ثمار اور موھوب و دیگر اشیاء رکاز کے ساتھ ایسے اگتی ہیں اور منقطع نہیں ہوتیں جیسے معدن والی چیزیں منقطع نہیں ہوتیں۔ پھر امام بخاریؒ نے مناقضہ سے بعض الناس پر اعتراض کیا ہے۔ جس کا جواب دینا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ امام اعظمؒ کا مقصد یہ ہے کہ اگر واجد رکاز کو امام کی طرف ادائے خمس میں کسی فتنہ کا خطرہ ہو۔ مثلاً یہ کہ امام اس سے سارا مال چھین لے گا یا اسے جھوٹا متصور کرے گا۔ یا اسے چوری اور خیانت کی تہمت لگائے گا۔ تو اس وقت امام کو خمس ادا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ خود فقراء پر تقسیم کر دے۔ اب مناقضہ کہاں رہا۔ مناقضہ تو تب تھا۔ جب سرے سے وجوب خمس کا انکار پایا جاتا۔ ایسا تو نہیں ہے وہ وجوب خمس کو تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ امام کے سپرد کرنے میں مصلحت سے کام لیا۔ کہ اس فتنہ کے خوف سے امام کا واسطہ ختم کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لیس للمؤمن ان یعرض نفسہ للھلاک الحدیث کہ مؤمن

کے لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے **قال بعض الناس** کہہ کر جو بعض علماء پر رد کیا ہے وہ چوبیس مقامات ہیں۔ جن میں سے پہلا موقعہ یہی ہے۔ اور علماء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ بعض الناس سے علماء احنافؒ پر رد کیا ہے۔ خصوصاً حضرت امام اعظمؒ پر طعن ہے۔ تو یہ دعویٰ اکثریت کے اعتبار سے تو صحیح ہے۔ مگر چند مواقع ایسے ہیں۔ جہاں پر اجماعی مسئلہ پر امام بخاریؒ کا اعتراض وارد ہوا ہے۔ خصوصاً یہی پہلا موقع ہے۔ جس میں امام اعظمؒ منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ کوفہ کے سفیان ثوری اور شام کے امام اوزاعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور مولانا محمد حسن مکیؒ اپنی تقریر میں لکھتے ہیں کہ بعض الناس سے امام ابو حنیفہؒ مراد ہیں۔ نام کی تصریح ادباً نہیں کی اور الناس سے تخفیف مقصود نہیں بلکہ تقویٰ اور تحذیر ملحوظ ہے۔ کیونکہ اگر بعض الفقہاء یا بعض العلماء کہتے۔ تو فقہ اور علم پر غضب اور غصہ کا اظہار ہوتا۔ وہ قبیح ہے۔

قال صاحب القاموس نہایہ میں ابن اثیر نے کہا ہے۔ المعدن والرکاز واحد اور ملک العلماء فرماتے ہیں کہ رکاز حقیقةً معدن کا نام ہے۔ کنز پر اس کا اطلاق مجازاً ہے کیونکہ رکاز رکز سے ماخوذ ہے جس کے معنی اثبات کے ہیں۔ تو جو کچھ معدن میں ہوتا ہے وہی مثبت فی الارض ہے۔ کنز تو مثبت نہیں ہوتا۔ وہ تو مجاور الارض ہوتا ہے۔

بما تنادله النص مؤطا امام محمد کی مشہور حدیث ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الرکاز الخمس قیل یا رسول اللہ ما الرکاز قال المال الذی خلقه اللہ تعالیٰ فی الارض یوم خلق السموٰت والارض فی ھٰذہ المعادن ففیھا الخمس۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ رکاز کیا چیز ہے تو آپؐ نے فرمایا وہ مال جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان زمین کے پیدا کرنے کے دن سے زمین کے اندر ان معادن میں رکھا ہے۔ اس میں خمس ہے اور بیہقیؒ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ امام نسائیؒ نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ یہ تو نص ہوگئی۔ اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں **فی السیوب الخمس قال السیوب عروق الذهب والفضة التی تحت الارض** کہ سونے چاندی کی چیزیں ہیں۔ جو زمین کے اندر ہوتی ہیں ان کو سیوب کہا جاتا ہے۔ اور بعض روایات میں کنز کے بعد رکاز کا

ذکر ہے جو عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ جو دلیل ہے کہ رکاز کنز کا مغایر ہے۔

فما فترا علیہم یعنی لبعض الناس نہ ہی اہل عرب سے منقول ہے کہ وہ ارکز المعدن کہتے ہوں بلکہ ارکز الرجل کہا کرتے ہیں۔ تو جب یہ مقولہ صحیح نہیں بلکہ افترا ہے تو الزام کیسے صحیح ہوگا۔ یہ علامہ قسطلانیؒ کی تحقیق ہے۔

ھمزۃ السلب جب ارکز کی تفسیر خروج المرکاز یا اخراج رکاز سے کی جائے گی، تو ضروری ہے کہ ہمزہ سلب کا ہوگا۔ امام بخاریؒ نے یہی تفسیر کی ہے۔

مما ذکرہ ھنا نیز افعال کا ہمزہ صیرورت کے لئے آتا ہے۔ تو ارکز الرجل کا معنی ہوگا۔ صار ذارکاز جیسے اغد البعیر ای صار ذاغدۃ تو ارکز المعدن اپنے حقیقی معنی پر ہوگا۔ موھوب۔ ربح اور ثمار پر اس کا اطلاق مجازاً کثرت کی وجہ سے ہوگا۔ تو ہمارا رکاز کو معدن میں داخل کرنا صحیح ہوا۔ لا اعتراض علیہ۔

ناقض قولہ امام طحاویؒ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو رکاز ملے تو اگر وہ خمس مساکین میں تقسیم کر دے۔ اور اگر محتاج ہو تو خود بھی خرچ کر سکتا ہے۔ کیونکہ بیت المال میں اس کے بھی حقوق ہیں۔

اخرج توسط الامام لعارض ادا زکوٰۃ کے بارے میں امام کے توسط میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام احمدؒ تو فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اموال ظاہرہ اور باطنہ دونوں کی زکوٰۃ خود تقسیم کرے۔ کیونکہ اس میں تعیین ہے۔ کہ وہ مستحقین تک پہنچ گئی۔ اگر سلطان کو دے تو جائز ہے۔ افضل یہ ہے کہ خود تقسیم کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر امام عادل ہو تو اس کے سپرد کرے۔ ورنہ خود تقسیم کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ مواشی۔ زروع اور معادن کی زکوٰۃ تو امام کے سپرد کرے۔ اور اموال باطنہ کی خود ادا کرے تو احناف منفرد نہ ہوئے دیگر ائمہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِيْنَ مَعَ الْإِمَامِ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ جو زکوٰۃ کے محصلین ہیں وہ بھی صدقات کے مستحق ہیں۔

اور صدقہ کرنے والوں کا امام کے ساتھ حساب کرنا

حدیث نمبر ۱۳۰۸ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَىٰ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَسْدِ عَلَىٰ صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَىٰ ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو اسد کے ایک آدمی کو بنی سلیم کے صدقات وصول کرنے کے لئے محصل مقرر فرمایا جسے ابن اللتبیۃ پکارا جاتا تھا۔ جب وہ آیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حساب لیا۔

بَابُ اسْتِعْمَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ

ترجمہ۔ صدقہ کے اونٹ اور ان کا دودھ مسافروں کے لئے استعمال کرنا۔

حدیث نمبر ۱۳۰۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّونَ الْحِجَارَةَ تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ عرینہ قبیلہ کے کچھ لوگوں نے مدینہ کی آب وہوا کو ناموافق پایا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جائیں۔ ان کا دودھ اور پیشاب پیئیں۔ پس انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے ایک فوجی دستہ بھیجا تو ان کو لایا گیا۔ تو آپؐ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم دیا۔ اس طرح ان کی آنکھوں میں سلائی پھیرنے کا حکم دیا اور ان کو سرخ پتھروں والی زمین میں چھوڑ دیا گیا۔ کہ وہ پتھر کو کاٹتے تھے۔

بَابُ وَسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهٖ

ترجمہ۔ امام کا اپنے ہاتھ سے صدقہ کے اونٹوں کو نشان لگانا۔

حدیث نمبر ۱۳۱۰ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ غَدَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهٗ فَوَافَيْتُهٗ فِيْ يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن ابی طلحہؓ کو لے کر صبح سویرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تاکہ آپؐ اس کی تحنیک کریں یعنی کھجور کو چبا کر تالو میں چپکائیں (جسے گھٹی کہا جاتا ہے) تو میرا آپؐ سے اس حال میں اتفاق ہوا کہ آپ کے ہاتھ میں نشان لگانے کا آلہ تھا۔ جس سے آپ صدقہ کے اونٹوں کو نشان لگا رہے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَرَاٰى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ صَدَقَةُ الْفِطْرِ فَرِيْضَةٌ۔

ترجمہ۔ باب صدقہ فطر کا فرض ہونا۔ حضرت ابوالعالیہ عطاء اور ابن سیرین صدقۃ الفطر کو فرض قرار دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۱۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو فرض فرمایا۔ ایک صاع کھجور میں سے یا ایک صاع جو میں سے ہر غلام اور آزاد مرد اور عورت چھوٹے بڑے ہر مسلمان پر اور حکم دیا کہ نماز کی طرف جانے سے پہلے اسے ادا کر دیا جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یہ لوگ جن کے اسمار امام بخاریؒ نے ذکر فرماتے ہیں وہ فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ تو ان کا مذہب بھی ہمارے مذہب کی طرح وجوب کا ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں فرض صدقۃ الفطر کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں۔ جس سے بتلانا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں۔ احنافؒ کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق مشہور و معروف ہے۔ ان تین حضرات کا نام امام بخاریؒ نے اس لئے ذکر فرمایا کیونکہ انہوں نے فرضیۃ کی تصریح کی ہے۔ اگرچہ ابن المنذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ چونکہ احنافؒ جو فرض اور وجوب میں فرق کرتے ہیں اس لئے وہ وجوب صدقۃ الفطر کے قائل ہیں فرضیۃ کے نہیں۔ علامہ عینیؒ نے صدقۃ الفطر کے بارے میں اختلاف علمار نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اس کی فرضیۃ کے قائل ہیں علمار احنافؒ وجوب کا قول کرتے ہیں اور امام مالکؒ کی ایک روایت سنت مؤکدہ کی ہے۔ اور ایک گروہ اسے فعل خیر یعنی مندوب کہتے ہیں۔ کیونکہ پہلے واجب تھا پھر وجوب منسوخ ہوگیا۔ اباحت باقی رہ گئی ہے۔ دراصل ان حضرات کے درمیان نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک فرض دو قسم ہے۔ ایک فرض قطعی جس کے منکر کی تکفیر کی جائے گی۔ دوسرا غیر قطعی جس کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ صدقۃ الفطر کا منکر کافر نہیں ہے۔ اور اس طرح اس کو بھی کافر نہیں کہا جاتا جو اس کو مستحب قرار دیتا ہے۔ اوجز المسالک میں شیخ نے آٹھ ابحاث بیان فرمائی ہیں۔ فانظر الیہ ان شئت۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

ترجمہ۔ صدقہ مسلمان غلام وغیرہ پر بھی ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۱۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ ۔۔۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو۔ ہر آزاد یا غلام پر خواہ وہ نر ہو یا مادہ جو مسلمان ہوں ان پر فرض کیا ہے۔

بَابُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ

ترجمہ۔ صدقہ فطر جو میں سے ایک صاع ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۱۳ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم جو کا ایک صاع صدقہ فطر کھلایا کرتے تھے۔

بَابُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ

ترجمہ۔ گندم سے ایک صاع صدقۃ الفطر

حدیث نمبر ۱۳۱۴ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْصَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ اَقِطٍ اَوْصَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گندم۔ جو۔ کھجور۔ پنیر اور کشمش میں سے ایک صاع یعنی چار سیر صدقۃ الفطر نکالا کرتے تھے۔

بَابُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ

ترجمہ۔ کھجور سے ایک صاع صدقۃ الفطر ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۱۵ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْصَاعًا

مِنْ شَعِيْرٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو کے زکوٰۃ الفطر کا حکم دیا۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں نے دو مدّ یعنی دو سیر گندم کو۔ چار سیر کھجور اور جَو کے برابر قرار دیا۔

بَابُ صَاعٌ مِّنْ زَبِيْبٍ

ترجمہ۔ کشمش میں سے ایک صاع ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نُعْطِيْهَا فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ فَلَمَّا جَآءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَآءُ قَالَ اُرٰى مُدًّا مِّنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فطرانہ ایک صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کشمش ادا کیا کرتے تھے۔ جب حضرت امیر معاویہؓ کا زمانہ آیا اور ادھر گندم کی بہتات ہو گئی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس گندم کا ایک مدّ یعنی ایک سیر کھجور اور جَو کے دو مدّ کے برابر ہوتے تھے۔

بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ

ترجمہ۔ عید کی نماز سے پہلے صدقہ ادا کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۱۳۱۷ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے نماز کی طرف جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

حدیث نمبر ۱۳۱۸ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ قَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ وَّكَانَ طَعَامُنَا الشَّعِيْرَ وَالزَّبِيْبَ وَالْاَقِطَ وَالتَّمْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہم لوگ فطر کے روز طعام کا ایک صاع نکالتے تھے اور ابوسعیدؓ فرماتے ہیں ہماری خوراک ان دنوں جو۔ کشمش۔ پنیر اور کھجور ہوتے تھے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكّٰى فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكّٰى فِي الْفِطْرِ۔

ترجمہ۔ فطرانہ ہر آزاد اور مملوک غلام پر واجب ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں جو مملوک غلام تجارت کے لئے ہوں۔ تجارت میں بھی ان کی زکوٰۃ دی جاتی ہے اور فطرانہ میں بھی۔

حدیث نمبر ۱۳۱۹ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ اَوْ قَالَ رَمَضَانَ عَلَى الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَعَدَلَ النَّاسُ بِهٖ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي التَّمْرَ فَاَعْوَزَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنَ التَّمْرِ فَاَعْطٰى شَعِيْرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيُعْطِي عَنْ بَنِيَّ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا وَكَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ بَنِيَّ يَعْنِي بَنِيْ نَافِعٍ قَالَ كَانُوْا يُعْطُوْنَ لِيُجْمَعَ لَا لِلْفُقَرَآءِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر یا صدقہ رمضان فرض کیا۔ ہر مرد پر اور عورت پر ہر آزاد اور ہر غلام پر ایک صاع کھجور کا یا ایک صاع جو کا اور لوگوں نے گندم کے آدھ صاع یعنی دو سیر کو ایک صاع جو کے برابر قرار دیا۔ پس ابن عمرؓ کھجور دیا کرتے تھے۔ جب مدینہ والے کھجور سے عاجز آگئے۔ یعنی کھجور نہ ملا۔ تو انہوں نے

اس کے بدلے جو ادا کیا۔ اور ابن عمرؓ ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے فطرانہ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے۔ اور ابن عمرؓ فطرانہ ان لوگوں کو دیتے تھے۔ جو اسے قبول کرتے، اور وہ یہ فطرانہ عید سے ایک دن یا دو دن پہلے ادا کیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں، کہ بنی سے مراد نافع کے بیٹے ہیں۔ ان کو اس لئے محصلین کے لئے دیا جاتا تھا تاکہ جمع کیا جائے فقراء کے لئے نہیں دیا جاتا تھا۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ

قَالَ اَبُوْعَمْرٍو وَرَاٰی عُمَرُ وَعَلِیٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَجَابِرٌ وَعَائِشَةُ وَطَاوُسٌ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ يُزَكّٰى مَالُ الْيَتِيْمِ وَقَالَ الزُّهْرِیُّ يُزَكّٰى مَالُ الْمَجْنُوْنِ۔

ترجمہ۔ صدقہ فطر ہر چھوٹے اور بڑے کے اوپر واجب ہے۔ ابوعمرو نے فرمایا۔ کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ۔ حضرت ابن عمرؓ۔ حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور طاؤس۔ عطاء اور ابن سیرین کی رائے یہ ہے۔ کہ یتیم کے مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے اور امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ پاگل کے مال سے بھی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

حدیث نمبر ۱۳۲۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر فرض فرمایا۔ ایک صاع جو سے یا ایک صاع کھجور سے وہ ہر چھوٹے اور بڑے آزاد یا غلام سب پر فرض ہے۔

تشریح از قاسمیؒ صدقہ فطر غلام پر واجب ہے۔ لیکن اس کا تحمل آقا کرے گا۔ **انتہیٰ** شادی شدہ عورت کا فطرانہ خاوند پر واجب نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہم کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ نفقہ کے

کے تابع ہے۔ اس لئے خاوند ادا کرے گا۔ مگر حدیث سے خود زوجہ پر وجوب ثابت ہوتا ہے۔
علی الحر والمملوک ــ پہلے باب میں گزر چکا ہے۔ کہ صدقۃ الفطر عبد وغیرہ پر واجب ہے۔ اس ترجمہ کی غرض یہ تھی کہ کافر عبد سے فطرانہ نہ نکالا جائے۔ اس لئے من المسلمین کی قید سے مقید کر دیا۔ اور اس ترجمہ کی غرض یہ ہے۔ کہ مسلمان ہونے کی شرط پائے جانے کے بعد کس پر اور کس کی طرف سے صدقہ واجب ہے۔ لہٰذا تکرار نہ ہوا۔
یزکی ــ یعنی تجارت میں غلاموں کی زکوٰۃ آخر سال میں ان کی قیمت کر کے ادا کی جائے۔ اور فطرانہ میں ان کے ابدان سے زکوٰۃ نکالی جائے۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ البتہ علماء احنافؒ یہ فرماتے ہیں۔ کہ عبد تجارت کی طرف سے فطرانہ لازم نہیں ہے۔ اس لئے کہ مال واحد میں دو زکوٰۃ واجب نہیں ہو سکتیں۔
فعدل الناس ــ یعنی حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی اگرچہ حضرت ابو سعیدؓ صحابی رسول اس قول کے مخالف ہیں۔ مگر جمع غفیر صحابہ حتیٰ کہ خلفاء اربعہ کا بھی یہی قول ہے کہ گندم نصف صاع ادا کی جائے۔ چنانچہ امام طحاویؒ نے اجماع نقل کیا ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں۔
کل شیئ سوی الحنطۃ ففیہ صاع وفی الحنطۃ نصف صاع۔
الذین یقبلونھا اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو امام کی طرف سے صدقات وصول کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

کِتَابُ الْمَنَاسِكِ

بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهٖ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَّمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔

مناسک سے مراد امور حج ہیں۔ ﷲ سے فرض اور وجوب حج ثابت ہوا من استطاع الناس سے بدل واقع ہے۔ اور استطاعت سے مراد زاد و راحلہ ہے۔ اور راستہ کا پُرامن ہونا ہے۔ آیت کریمہ سے وجوب حج ثابت ہوا۔

من کفر ای جحد فریضۃ الحج فان اللہ غنی عن العالمین یعنی اس کا انکار کوئی ضرر رساں نہیں۔ نہ ان کا ایمان نفع بخش ہے۔ یہ بھی وجوب حج کی تاکید کے لئے ہے۔ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ لم یحج کی جگہ من کفر رکھا گیا۔ اس سے ایک تو وجوب کی تاکید ہوئی۔ دوسرے تارک کے لئے وعید ہوئی۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا او نصرانیا۔ ترجمہ۔ جو شخص حج کرکے نہ مرا وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے۔ اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۲۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کَانَ الْفَضْلُ رَدِیْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْهَا وَتَنْظُرُ اِلَیْهِ وَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَی الشِّقِّ الْاٰخَرِ

فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ۔

ترجمہ ۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت فضل بن عباسؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے۔ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی حضرت فضل اس کو دیکھنے لگے۔ اور وہ حضرت فضل کو دیکھنے لگی ۔تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ اور عورت کہنے لگی یا رسول اللہ۔ اللہ تعالےٰ کا جو فریضہ اپنے بندوں پر حج کے بارے میں ہے ۔ اس نے میرے باپ کو اس حالت میں پالیا۔کہ وہ بہت بوڑھا ہے ۔جو سواری پہ بیٹھنے کے قابل نہیں ہے ۔کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں ۔آپؐ نے فرمایا۔ہاں کر سکتی ہو۔ اور یہ واقعہ حجۃ الوداع میں پیش آیا ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ **وجوب الحج وفضلہ** آیت کریمہ کا وجوب پہ دلالت کرنا تو ظاہر ہے ۔ اور آیت کریمہ فضیلت حج پر بھی دلالت کرتی ہے ۔کیونکہ ترکِ حج کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ اور روایت باب کا وجوب پہ دلالت کرنا خثعمیہؓ کے قول کی وجہ سے ہے ۔کہ اس نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرمایا ۔کہ فریضۃ اللہ علیٰ عبادہ اور فضیلت اس طرح ثابت ہوئی کہ اس حج میں نیابت طلب کی گئی ۔ اس طرح ترجمہ کا ہر ہر جزء آیت اور روایت سے ثابت ہو گیا ۔ اگرچہ ہر ہر جزء کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اثبات المجموع بالمجموع ضروری ہوتا ہے ۔ اور حج کی فضیلت اس سے بھی ثابت ہوتی ہے ۔کہ حج کے تارک کو معذور نہیں سمجھا گیا ۔بلکہ عندالعجز وہ اپنا نائب مقرر کر کے حج بدل کرائے ۔جو احناف کا مسلک ہے ۔امام شافعیؒ اور اسحاق حج بدل کی اجازت نہیں دیتے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ **مناسک** نسک کی جمع ہے ۔جس کے معنی عبادت کے ہیں ۔ اس جگہ امورِ حج مراد ہیں ۔ اور امام بخاریؒ نے کتاب الحج کی بجائے کتاب المناسک اس لئے فرمایا تاکہ احکام حج اور عمرہ دونوں کو شامل ہو جائے ۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ عام طور پہ فقہاء اور محدثین کتاب الزکوٰۃ کے بعد کتاب الصوم ذکر فرمایا کرتے ہیں ۔ امام بخاریؒ نے کتاب الحج کو کیوں بیان

فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال کچھ تو بدنیہ محضہ ہیں کچھ مالیہ محضہ اور بعض بدنیہ مالیہ ہیں، چونکہ حج مرکب عبادت ہے۔ من البدن والمال۔ اس لئے ترتیب میں پہلے صلوٰۃ بعدازاں زکوٰۃ اور بعدازاں حج کو ذکر فرمایا۔ دوسرے حدیث عمرؓ بنی الاسلام علی خمس میں صیام کو آخر میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ صوم تروک میں سے ہے۔ اور تروک اگرچہ عمل ہے۔ لیکن عملِ نفس ہے۔ عمل جسد نہیں ہے۔ اس لئے اسے مؤخر کیا گیا۔ حافظؒ نے بھی فتح الباری میں مناسبت لطیفہ بیان فرمائی ہے۔ اور میں نے بھی اوجز کے اندر دس ابحاث لطیفہ طویلہ بیان کئے ہیں۔ حج کے لغوی معنی بیان کئے گئے۔ پھر اس کی شرعی تعریف۔ ائمہ اربعہ کے مذاہب۔ سبب وجوب وغیرہا تفصیل سے مذکور ہیں۔

والتہا علی الفضل میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی دلیل فضیلت ثابت کرنے میں یہ ہے۔ کہ حج اللہ کے لئے ہے اس لئے خبر کو مقدم کیا گیا۔ اور حج کو نفس کریمہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کہ آیت اور حدیث دراصل وجوب حج کا فائدہ دیتے ہیں۔ اور فضیلت تبعاً ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وجوب مستلزم فضیلہ ہوتا ہے۔ اس لئے مصنفؒ نے ترجمہ میں وجوب کے بعد فضیلت کو ذکر کیا ہے۔ اور بعض نے وجوب حج کو اتموا الحج والعمرۃ الخ سے ثابت کیا ہے۔ لیکن پہلی دلیل زیادہ ظاہر ہے۔

اثبات المجموع بالمجموع یہ ضابطہ کلیہ ہے۔ جس کا شیخؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حج میں غیر نائب بن سکتا ہے۔

باب قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ فِجَاجًا الطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ترجمہ۔ کہ یہ لوگ آپ کے پاس پیدل چل کر آئیں گے۔ اور لاغر اونٹنیوں پر سوار ہو کر بعید راستے سے آئیں گے۔ تاکہ اپنے منافع کو حاضر ہوں۔ فج کے معنی وسیع راستے کے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۲۲ **حَدَّثَنَا** اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهٗ بِذِي الْحُلَيْفَةِ

ثُمَّ يُهِلُّ حِيْنَ تَسْتَوِىْ قَائِمَةً ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ذی الحلیفہ میں اپنی سواری پر سوار ہوئے پھر جب وہ آپؐ کو لے کر برابر سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپؐ نے احرام باندھا۔

حدیث نمبر ۱۳۲۳ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّؓ اَنَّ اِهْلَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِى الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ رَوَاهُ اَنَسٌ وَّابْنُ عَبَّاسٍؓ يَعْنِىْ حَدِيْثَ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُوْسٰىؒ ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام باندھنا ذی الحلیفہ سے تھا۔ جب کہ آپؐ کی اونٹنی آپؐ لے کر سیدھی ہوئی۔ اس ابراہیم بن موسیٰ کی روایت کو انسؓ اور ابن عباسؓ نے بھی روایت کیا ہے۔

تشریح از قاسمی آیت کا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ لوگ حج پر جانے کے لئے سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرماکر حکم دیا کہ حج پیدل بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور سواریوں کو کمزور کر کے دور دراز سے سفر کیا جائے۔ تو رکوب کی اجازت دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مصنفؒ نے اسی آیت کو ترجمہ میں رکھا ہے۔ تاکہ تنبیہ ہو۔ کہ وجوب حج کے اندر راحلہ کو شرط قرار دینا جواز حج کے منافی نہیں ہے۔

فجاجا کا لفظ سورۃ نوح کے اندر وارد ہوا ہے۔ بتا دیا کہ وہ فج کی جمع ہے جس کے معنی طریق واسع کے ہیں۔

بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ

ترجمہ۔ سواری پر حج کرنا۔

حدیث نمبر ۱۳۲۴ حَدَّثَنَا قَالَ اَبَانُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا اَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْمَرَهَا

مِنَ التَّنْعِيْمِ وَحَمَلَهَا عَلٰى قَتَبٍ وَّ قَالَ عُمَرُ شُدُّوْا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ فَإِنَّهٗ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ۔

حدیث نمبر ۱۳۲۵ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَجَّ أَنَسٌ عَلٰى رَحْلٍ وَّ كَانَتْ زَامِلَتَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ بے شک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو تنعیم مسجد عائشہ سے عمرہ کرایا۔ اور انہیں چھوٹی پالان پر سوار کیا۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حج میں کجاووں کو سخت باندھو۔ کیونکہ یہ حج دو جہادوں میں سے ایک جہاد ہے۔

ترجمہ۔ اور محمد بن ابی بکرؓ نے فرمایا کہ حضرت انسؓ نے پالان پر حج کیا اور وہ بخیل نہیں تھے۔ کہ ہودج استعمال نہ کیا۔ بلکہ انہوں نے حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پالان پر حج کیا اور وہ اونٹنی باربرداری والی اونٹنی تھی۔ جس پر کجاوہ نہیں تھا۔ صرف پالان تھا۔

حدیث نمبر ۱۳۲۶ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ قَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اذْهَبْ بِأُخْتِكَ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ فَأَحْقَبَهَا عَلٰى نَاقَةٍ فَاعْتَمَرَتْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ آپؐ لوگوں نے تو عمرہ کر لیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اے عبدالرحمٰن! اپنی بہن کو لے جا۔ اور تنعیم مقام سے انہیں عمرہ کرادو۔ چنانچہ انہوں نے اونٹنی پر پالان پر پچھلے حصہ پر بٹھایا۔ اس طرح حضرت عائشہؓ نے عمرہ قضا کیا۔

بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُوْرِ

ترجمہ۔ مقبول حج کی فضیلت کا بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۲۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ

اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ جِہَادٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ کہا گیا کہ پھر کون سا عمل ہے۔ فرمایا۔ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کہا گیا پھر کون سا ہے آپؐ نے فرمایا مقبول حج ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۲۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَکِؒ عَنْ عَائِشَۃَؓ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّہَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَرَی الْجِہَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاہِدُ قَالَ لٰکِنَّ اَفْضَلَ الْجِہَادِ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ام المؤمنین نے فرمایا یا رسول اللہ ہم جہاد کو تمام اعمال میں سے افضل سمجھتے ہیں۔ کیا ہم عورتیں جہاد نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ لیکن تمہارے لئے افضل جہاد حج مبرور ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۲۹ حَدَّثَنَا آدَمُؒ سَمِعْتُ اَبَا ہُرَیْرَۃَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَّلَدَتْہُ اُمُّہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ فرماتے تھے۔ جس نے اللہ کے لئے حج کیا۔ پس نہ بے ہودہ بات کی اور نہ ہی کوئی گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن کہ اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ یعنی وہ گناہوں سے معصوم ہوگا۔

تشریح از قاسمی | حج مبرور کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض فرماتے ہیں۔ کہ وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ اور ریا نہ ہو۔

رفث کے معنی فضول باتیں یا مرد کا عورت سے جماع کے متعلق باتیں کرنا۔ اور جماع کو بھی رفث کہتے ہیں۔ لم یفسق کا مطلب ہے لم یأت بسیئۃ ولا معصیۃ۔

کیوم ولدتہ امہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صغائر اور کبائر سب معاف ہوں گے۔ حتیٰ کہ حقوق العباد بھی معاف ہوں گے۔ تو جیسے دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ خصائص حج میں سے ہوگا۔ البتہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مذہب اہل السنتہ یہ ہے کہ کبائر توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔ اور نہ ہی کسی عمل سے کسی کی تکفیر کی جائے گی۔

بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيْتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ۔

ترجمہ۔ حج اور عمرہ کے جائے احرام مقررشدہ ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۳۰ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ الخ أَنَّهُ أَتٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ فِيْ مَنْزِلِهٖ وَلَهٗ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ فَسَأَلْتُهٗ مِنْ أَيْنَ يَجُوْزُ أَنْ أَعْتَمِرَ قَالَ فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ مِّنْ قَرْنٍ وَّلِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن جبیرؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ان کے پڑاؤ کی جگہ میں آئے۔ تو ان کا ایک خیمہ اور پردہ بھی تھا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ میرے لئے عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا جائز ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لئے قرن مقرر فرمایا ہے۔ اور مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے جحفہ ہے۔

تشریح از قاسمی فرضہا بمعنی قدرھا اور وجبہا کے معنی ہیں۔ اور ضمیر مواقیت کی طرف راجع ہے۔ اور یہ مواقیت ساکنان نجد۔ شام اور مدینہ کے لئے اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو وہاں سے گزریں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے توشہ لے کر چلو بہترین توشہ سوال سے بچنا ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۳۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ

كَانَ اَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَ لَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ فَاِذَا قَدِمُوْا مَكَّةَ سَاَلُوا النَّاسَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ یمن والے حج کرنے کے لئے آتے اور توشہ ساتھ نہ لاتے اور کہتے ہم تو توکل کرنے والے لوگ ہیں۔ پس جب مکہ معظمہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری کہ بہترین توشہ سوال سے بچنا ہے۔ ابن عیینہ نے عکرمہ سے اس روایت کو مرسلاً روایت کیا ہے۔

تشریح از قاسمی | اس آیت اور حدیث میں توکل کی مذمت نہیں ہے بلکہ جو کچھ وہ لوگ کرتے تھے بتایا گیا کہ وہ تاکل ہے توکل نہیں ہے۔

بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

ترجمہ۔ مکہ والوں کے لئے حج و عمرہ کے احرام باندھنے کی جگہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۳۲ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَ مَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ اَنْشَاَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ میقات مقرر فرمایا اور نجد والوں کے لئے قرن المنازل جہاں مختلف راستے آکر ملتے ہیں۔ گویا کہ وہ چوک ہے۔ اور یمن والوں کے لئے یلملم مقرر فرمایا۔ یہ مواقیت ان مقامات کے مکینوں کے لئے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے بھی ہیں جو ان کے پاس دوسرے مقامات سے آکر گزرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے جو حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں اور جو لوگ ان مواقیت کے اندر رہتے ہیں۔ یعنی غیر آفاقی تو وہ جس مقام سے سفر کا آغاز کریں۔

حتی کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔

تشریح از قاسمی ظاہر حدیث سے لازم آتا ہے جو بھی احد النسکین کے لئے مکہ کا قصد کرے وہ احرام باندھے۔ شوافعؒ کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ احنافؒ کے نزدیک آفاقی کے لئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ کی روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تجاوزوا المیقات الا باحرام۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میقات سے بغیر احرام کے آگے نہ بڑھو۔

عام الفتح میں آپؐ کا بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔ اس طرح صحابہؓ کے لئے بھی اس وقت کے لئے جائز تھا۔

حتی اھل مکۃ من مکۃ یعنی جب مکی حج کا قصد کرے تو اس کے احرام باندھنے کی جگہ مکہ ہے۔ لیکن عمرہ کے لئے حل سے احرام باندھنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کو عمرہ کے لئے تنعیم سے احرام باندھنے کا حکم ہوا تھا۔ امام بخاریؒ ظاہر حدیث کو عموم پر محمول کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ معتمر بھی مکہ سے احرام باندھے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں باب مھل اہل مکہ للحج والعمرۃ فرمایا ہے۔ تو یہ عموم لفظ کی بنا پر ترجمہ باندھا ہے۔ ورنہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے میقات تنعیم واضح ہے۔

بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَلَا يُهِلُّوا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

ترجمہ۔ اہل مدینہ کا میقات کیا ہے۔ ان کو ذی الحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۴۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ نے فرمایا

کہ مدینہ والے ذی الحلیفہ سے احرام باندھیں۔ شام والے جحفہ سے اور نجد والے قرن سے اور حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بھی مجھے پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن والے یلملم سے احرام باندھیں۔

تشریح از قاسمیؒ ظاہر حدیث سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ حدیث سے عدم تجاوز بغیر احرام لازم ہے۔ اس لئے لایھلوا قبل ذی الحلیفہ کی کراہۃ تنزیہی پر محمول کیا گیا ہے۔ افضل یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کرتے ہوئے میقات سے احرام باندھا جائے اس سے قبل نہ باندھا جائے۔ مؤلفؒ کا بھی ظاہر حدیث کی وجہ سے یہی مسلک معلوم ہوتا ہے۔ یا قبلیت سے مراد قدام من جہۃ مکہ ہو من جہۃ مدینہ مراد نہ لی جائے۔

بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّامِ

ترجمہ۔ شام والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۳۴ **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهٖ وَكَذٰلِكَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذی الحلیفہ میقات مقرر فرمایا اور شام والوں کے لئے جحفہ اور نجد والوں کے لئے قرن المنازل اور یمن والوں کے لئے یلملم پس یہ مواقیت ان مقامات والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان مقامات کے علاوہ دوسرے مقامات سے آکر ان مواقیت سے گزرتے ہیں۔ جو کہ حج اور عمرہ کا ارادہ کر کے آتے ہیں۔ پس جو لوگ ان مواقیت کے

اندر رہتے ہیں۔ ان کا میقات ان کے گھر والے ہیں۔ اس طرح قریب سے قریب والے حتیٰ کہ مکہ والے اسی مکہ سے احرام باندھیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ من اھلہ او مافی حکمہ بایں طور کہ وہ حرم سے خارج ہو۔ اگرچہ اس کا گھر حرم کے قریب کیوں نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ مسلک حنفیہؒ کے مطابق ہے۔ کیونکہ درمختار میں ہے۔ کہ جو لوگ داخل میقات کے باشندے ہیں۔ ان کا میقات حلؔ ہے۔ جو مواقیت اور حرم کے درمیان واقع ہو۔ تو وہ بھی حرم میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اپنی منزل سے احرام باندھنا واجب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان مواقیت سے احرام میں تاخیر نہ کرنی چاہیئے۔ لیکن علامہ سندھیؒ نے مسلک احنافؒ پر اشکال وارد کیا ہے کہ داخل مواقیت کو الی آخر الحل اور اہل مکہ کو الی آخر الحرم۔ تاخیر احرام کی اجازت دیتے ہیں۔ تو اس سے تفصّی[۵] کی یہ صورت ہو گی۔ کہ ائمہ اربعہ کا اس پر تو اجماع ہے کہ مکی کے لئے عمرہ کا میقات سارا حلؔ ہے۔ بخلاف ان لوگوں کے جو حضرت عائشہؓ کی روایت کی وجہ سے تنعیم سے احرام کو واجب کہتے ہیں۔ اس طرح ائمہ ثلاثہؒ کا اس پر بھی اجماع ہے کہ مکی کے لئے حج کا میقات سارا حرم ہے۔

مافی حکمہ سے قطب گنگوہیؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور علامہ سندھیؒ کے کلام سے جو تاخیر الی الحرم یہ بھی ہمارے علماء احنافؒ کے ساتھ مختص ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی تفصیل اوجز میں ملے گی۔

بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ نَجْدٍ

ترجمہ۔ نجد والوں کے لئے احرام باندھنے کی کون سی جگہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۳۵ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ الخ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مُهَلُّ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ذُوالْحُلَیْفَةِ وَمُهَلُّ اَهْلِ الشَّامِ مَهْیَعَةُ وَهِیَ الْجُحْفَةُ وَاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ زَعَمُوْا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ اَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمُ۔

---

[۵] چھٹکارا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے۔ اہل مدینہ کا میقات ذوالحلیفہ ہے۔ شام والوں کا مہیعۃ ہے جسے جحفہ کہتے ہیں۔ اور نجد والوں کا قرن ہے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ لوگ یہ کہتے ہیں۔ مگر میں نے نہیں سنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو یمن والوں کا میقات یلملم ہے۔

بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ

ترجمہ۔ جو لوگ مواقیت کے اندر رہتے ہیں ان کا میقات کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۳۶ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ حَتّٰى أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذا الحلیفہ کو میقات مقرر فرمایا۔ شام والوں کے لئے جحفہ اور یمن والوں کے لئے یلملم اور نجد والوں کے لئے قرن مقرر فرمایا۔ پس یہ مواقیت ان مقامات والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے ہیں۔ جو ان مقامات کے علاوہ دوسرے علاقوں سے ان مواقیت کے پاس سے گزریں۔ جو کہ حج اور عمرہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور جو لوگ ان مواقیت کے اندر داخل ہیں۔ وہ اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھیں۔ حتیٰ کہ اہل مکہ خود مکہ سے احرام باندھیں۔

تشریح از قاسمی میقات اہل الیمن یلملم حدیث سے یمن والوں کا میقات یلملم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مراد اس سے تھامہ ہے۔ کیونکہ نجد الیمن میقات اھلھا میقات نجد الحجاز فرمایا گیا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اہل نجد کا میقات تو قرن کو قرار دیا گیا ہے۔ تو یہاں یمن بول کر خاص کر تھامہ یعنی بعض یمن مراد لیا گیا ہے۔

بَابُ مُهَلِّ اَهْلِ الْيَمَنِ

ترجمہ۔ یمن والوں کا میقات کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۳۷ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لِاَهْلِهِنَّ وَلِكُلِّ اٰتٍ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ اَنْشَاَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ میقات مقرر فرمایا۔ اور شام والوں کے لئے جحفہ اور نجد والوں کے لئے قرن اور یمن والوں کے لئے یلملم مقرر فرمایا۔ یہ مواقیت ان مقامات والوں کے لئے ہیں اور ہر اس آنے والے کے لئے ہیں جو ان مواقیت پر آیا۔ ان مقامات کے علاوہ دوسرے علاقوں سے آیا۔ جس نے حج اور عمرہ کا ارادہ کیا۔ پس جو شخص ان کے علاوہ ہے۔ پس وہ جس جگہ سے سفر شروع کرے حتیٰ کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔

بَابُ ذَاتِ عِرْقٍ لِاَهْلِ الْعِرَاقِ

ترجمہ۔ عراق والوں کے لئے ذات عرق میقات ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۳۸ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ لَمَّا فُتِحَ هٰذَانِ الْمِصْرَانِ اَتَوْا عُمَرَ فَقَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيْقِنَا وَاِنَّا اِنْ اَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا قَالَ فَانْظُرُوْا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيْقِكُمْ فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جب یہ دو شہر فتح ہوئے۔ یعنی بصرہ اور کوفہ

جن کے درمیان اسّی فرسخ کا فاصلہ ہے۔ اور فتح سے مراد مسلمانوں کا غلبہ ہے۔ کیونکہ یہ دونوں شہر عہد فاروقی میں آباد ہوئے ہیں۔ تو وہاں کے باشندے حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگے۔ اے امیرالمؤمنین بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لئے قرن کو میقات مقرر کیا۔ وہ ہمارے راستہ سے دور پڑتا ہے۔ اور اگر ہم قرن کا قصد کریں تو ہم پر گراں ہے۔ تو آپ نے فرمایا اپنے راستہ سے اس کے مقابل وبرابر کا اندازہ کرلو۔ تو پھر آپ نے ذات عرق کو ان کے لئے میقات مقرر فرمایا۔ ذات عرق ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ مکہ اور اس کے درمیان بیالیس میل کا فاصلہ ہے۔ وہاں کی زمین بنجر ہے۔ جہاں جھاڑ کے درخت ہوتے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ علماء کا یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے۔ کہ آفاقی کے لئے ان مواقیت سے یا من منزلہ سے احرام باندھنا افضل ہے۔ امام مالکؒ اور اسحاقؒ تو اسی کو افضل فرماتے ہیں اور ان کی دلیل احادیث الابواب ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ و دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ مواقیت سے احرام باندھنا رخصت ہے۔ اور عزیمت یہ ہے کہ ان مواقیت سے پہلے احرام باندھا جائے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ۔ ابن مسعودؓ۔ ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ وغیرہم مواقیت سے قبل احرام باندھا کرتے تھے اور وہ سنت کو زیادہ جاننے والے تھے۔ اور بعض حضرات بعید والے کو اجازت دیتے ہیں۔ قریب والے کو نہیں دیتے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل ابوداؤد کی وہ روایت ہے۔ جس میں ہے۔ من اھل بحجۃ او عمرۃ من المسجد الاقصیٰ الی المسجد الحرام غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر ووجبت لہ الجنۃ یعنی جس نے حج یا عمرہ کا احرام مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک باندھا تو اس کے اگلے پچھلے سب گناہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا اور جنت اس کے لئے واجب ہوگی۔

بَابُ الصَّلٰوةِ بِذِی الْحُلَیْفَةِ

ترجمہ۔ ذی الحلیفہ میں نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۱۳۳۹ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَآءِ بِذِی الْحُلَیْفَةِ فَصَلّٰی بِهَا وَکَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ یَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحلیفہ میں جہاں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہیں وہاں اپنی اونٹنی بٹھا کر نماز پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے۔

بَابُ خُرُوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی طَرِیْقِ الشَّجَرَةِ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شجرہ کے راستے سے تشریف لے جاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳۴۰ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَخْرُجُ مِنْ طَرِیْقِ الشَّجَرَةِ وَیَدْخُلُ مِنْ طَرِیْقِ الْمُعَرَّسِ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰی مَکَّةَ یُصَلِّیْ فِیْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَاِذَا رَجَعَ صَلّٰی بِذِی الْحُلَیْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِیْ وَبَاتَ حَتّٰی یُصْبِحَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طریق شجرہ سے تشریف لے جاتے اور طریق معرّس سے داخل ہوتے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ تشریف لے جاتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے۔ اور جب واپس تشریف لاتے تو ذی الحلیفہ میں بطن وادی کے اندر نماز پڑھتے اور وہاں رات گزارتے یہاں تک کہ صبح کرتے۔ شجرہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ معرّس آخر حصہ رات میں مسافر کے آرام کے لئے اترنے کی جگہ۔ یہ مسجد ذی الحلیفہ سے نچلی طرف مدینہ کے قریب ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَقِيْقُ وَادٍ مُبَارَكٌ

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمانا کہ عقیق برکت والی وادی ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۴۱ **حَدَّثَنَا** الْحُمَيْدِيُّ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِ الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ فَقَالَ صَلِّ فِيْ هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے وادی عقیق میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے۔ آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اور فرمایا کہ آپؐ اس وادی مبارک میں نماز پڑھیں اور فرمائیں کہ یہ عمرہ حج میں داخل ہے۔ اس سے حج قران کی فضیلت ثابت ہوئی۔ کیونکہ آپؐ میقات پر ہی ان کو جمع کرنے کے مامور ہوئے۔

حدیث نمبر ۱۳۴۲ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اُرِيَ وَهُوَ فِيْ مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِيْ قِيْلَ لَهٗ اِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ وَقَدْ اَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى الْمُنَاخَ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُ اللهِ يُنِيْخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِّنْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ذی الحلیفہ میں وادی عقیق کے اندر آخری لیل میں آرام کی جگہ میں خواب دکھایا گیا۔ آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ برکت والی وادی کی چھوٹی چھوٹی کنکریوں میں ہیں (ترجمہ ثابت ہوا) صاحبزادہ سالم ہماری سواریاں اس جگہ بٹھاتے تھے جو بطن وادی کی مسجد کے نیچے ہے۔ اور یہ جگہ ان کے درمیان اور راستے کے بالکل درمیان میں واقع ہے۔

بَابُ غَسْلِ الْخَلُوْقِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ

ترجمہ۔ خلوق خوشبو کو تین مرتبہ کپڑوں سے دھو ڈالنا۔

حدیث نمبر ۱۴۴۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ اَنَّ يَعْلٰى قَالَ لِعُمَرَ اَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُوْحٰى اِلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعِرَّانَةِ وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَّهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً فَجَآءَهُ الْوَحْيُ فَاَشَارَ عُمَرُ اِلٰى يَعْلٰى فَجَآءَ يَعْلٰى وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ بِهٖ فَاَدْخَلَ رَاْسَهٗ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِطُّ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ اَيْنَ الَّذِيْ سَاَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ فَاُتِيَ بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِيْ بِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجَّتِكَ فَقُلْتُ لِعَطَاءٍ اَرَادَ الْاِنْقَآءَ حِيْنَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّغْسِلَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت یعلیٰؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ مجھے وہ حالت دکھاؤ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے۔ اور آپؐ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی۔ کہ ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اس آدمی کے بارے میں آپؐ کا کیا حکم ہے جس نے عمرہ کا احرام اس حالت میں باندھا کہ وہ خوشبو سے لبڑا ہوا ہو۔ آپؐ کچھ دیر خاموش ہو گئے۔ پھر آپؐ کے پاس وحی آئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت یعلیٰؓ کی طرف اشارہ کیا حضرت یعلیٰ آپؐ کے پاس اس حال میں آئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کے ساتھ سایہ کیا ہوا ہے۔ اس نے اپنا سر اندر داخل کر دیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ آپؐ کا چہرہ سرخ ہے۔ اور خراٹے مار رہے ہیں۔ پھر آپؐ سے یہ حالت کھل گئی۔ تو فرمایا وہ شخص کہاں ہے جس

نے عمرہ کے بارے میں سوال کیا تھا۔ پس وہ آدمی لایا گیا۔ فرمایا وہ خوشبو جو تمہیں لگی ہوئی ہے۔ اسے تین مرتبہ دھو ڈالو اور جُبّہ کو اتار دو۔ اور عمرہ میں بھی ایسے کرو۔ جیسے اپنے حج میں کرتے ہو۔ تو میں نے حضرت عطاء سے کہا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسے تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا۔ اس سے مقصود خوب صاف کرنا ہے۔ فرمایا ہاں یہی مراد ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قلت لعطاء الخ یعنی تین مرتبہ دھونے سے خوشبو کا زائل کرنا مقصود ہے یا تین کی قید بھی معتبر ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ مقصود ازالہ طیب ہے اور ممکن ہے یہ معنی مراد ہوں۔ کہ تین مرتبہ کے ذکر سے مقصود مزید انقاء ہے۔ ورنہ واجب تو ازالہ ہے خواہ وہ ایک مرتبہ سے بھی حاصل ہو جائے۔ تو جواباً فرمایا کہ ہاں انقاء اور مبالغہ مقصود ہے۔ جیسے آپ نے کہا۔ ورنہ مقصود ازالہ تھا۔

تشریح از شیخ زکریا علامہ کرمانیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ خوشبو کے اثر کو زائل کرنے کے لئے مبالغہ مقصود ہے۔ ورنہ واجب تو ازالہ ہے۔ شاید اس آدمی کے بدن یا کپڑے پر خوشبو زیادہ ہوگی۔ اس لئے مبالغہ کے ساتھ ازالہ کا حکم دیا۔ یہاں ایک اشکال ہے۔ کہ حدیث باب ترجمہ سے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے کہ حدیث باب میں یہ کہیں نہیں ہے کہ خلوق ثوب پر تھی۔ جیسا کہ ترجمہ میں ہے۔ حدیث میں تو صرف اتنا ہے کان متضمخا او اغسل الطیب الذی بک سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ طیب ثوب پر نہیں تھی۔ بلکہ بدن پر تھی۔ اور جُبّہ کا اتارنا احرام کی وجہ سے تھا۔ حافظؒ نے جواب دیا ہے کہ امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق دوسری حدیث کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جو ابو داؤد نے نقل کی ہے۔ محرمات الاحرام میں فرماتے ہیں۔ علیہ قمیص فیہ اثر صفرۃ اور خلوق عادۃً کپڑے میں لگایا کرتے ہیں۔ اس سے وہ اعتراض بھی رفع ہو گیا۔ کہ حدیث باب میں طیب خلوق کا لفظ نہیں ہے تو پھر بھی مطابقۃ ثابت نہ ہوئی۔ تو کہا جائے گا کہ خلوق بھی طیب کا قسم ہے۔

مسئلہ طیب للمحرم کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ ابن رشد فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے۔ کہ ہر قسم کی خوشبو مُحرم کے لئے حرام ہے خواہ وہ مُحرم بالحج یا بالعمرۃ ہو

البتہ قبل الاحرام اگر خوشبو لگائے اور اس کا اثر بعد الاحرام بھی باقی رہ جائے۔ تو اس کے جواز میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اس کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ باقی ائمہ جواز کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ کا رجحان بھی مسلک امام اعظمؒ کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اولاً ترجمہ غسل الخلوق ثلاث قائم کیا۔ جس میں حدیث صفوان بیان کی اور باب الطیب عند الاحرام میں حدیث عائشہؓ کو بیان فرمایا۔ جس میں ہے کانی انظر الی وبیص الطیب فی مفارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو محرم یعنی میں خوشبو کی چمک آپؐ کے چوٹی کے بالوں میں دیکھتی تھی۔ جب کہ آپؐ محرم تھے۔

بَابُ الطِّيْبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ

وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّحْرِمَ وَيَتَرَجَّلُ وَيَدَّهِنُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ وَيَتَدَاوٰى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتَ وَالسَّمْنَ وَقَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلٰى بَطْنِهٖ بِثَوْبٍ وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بِالتُّبَّانِ بَأْسًا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ تَعْنِيْ لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا

ترجمہ۔ احرام کے وقت خوشبو کا ہونا اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا کیا کپڑے پہن سکتا ہے۔ محرم کنگھا کر سکتا ہے۔ تیل لگا سکتا ہے۔ اور ابن عباسؓ کا قول ہے کہ محرم نازبوٹی کو سونگھ سکتا ہے۔ اور شیشہ آئینہ میں نظر کر سکتا ہے اور جو چیزیں کھاتا مثلاً زیتون اور گھی ان سے دوا اور علاج بھی کر سکتا ہے۔ اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں۔ کہ انگوٹھی اور ہمیانی پہن سکتا ہے۔ اور ابن عمرؓ احرام کے ساتھ طواف کرتے تھے اور ان کے پیٹ پہ کپڑا بندھا ہوتا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ لنگوٹ باندھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ لنگوٹ باندھنے والے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو ان کے کجاوہ کو کس دیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳۴۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رض يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا کہ ابن عمرؓ زیتون کا تیل لگاتے تھے۔ میں نے ابراہیم کو ان کا یہ قول ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ تم اس کے قول کو کیا کرو گے۔ مجھے حضرت اسود نے یہ حدیث بیان کی۔ کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ احرام کی حالت میں گویا کہ میں آپؐ کی چوٹی کے بالوں میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔

حدیث نمبر ۱۳۴۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کے لئے خوشبو لگاتی تھی۔ جب کہ آپؐ احرام باندھنے والے ہوتے تھے اور بیت اللہ کے طواف کرنے سے پہلے بھی حلال ہونے کے لئے خوشبو لگاتی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یشم المحرم الریحان | ہمارے نزدیک اس کا سونگھنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ خوشبو ہے۔

تعنی الذین یرحلون ھودجھا تبتان بالشت برابر کپڑا ہوتا ہے جس سے عورت غلیظہ کو چھپایا جاتا ہے۔ جسے ہندی میں لنگوٹ کہتے ہیں۔ اس کے پہننے کو ضرورت کی وجہ سے اس شخص کے لئے جائز کہا گیا جو اس کا محتاج ہو۔ کیونکہ اونٹوں پر کجاوہ کسنے کے لئے ان کو اوپر نیچے اترنا چڑھنا پڑتا ہے۔ کشفِ عورت کا خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک کسی کے لئے تبان باندھنے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ وہ محتاج کیوں نہ ہو۔ کیونکہ چادر کو اس طرح باندھا جانا ممکن ہے۔ جس سے کشف عورت نہ ہو۔

کان ابن عمر یدھن بالزیت یعنی احرام سے پہلے تیل لگانے کی اجازت ہے۔

لہ۔ نازیبا۔

جب کہ احرام کے بعد اس کا اثر باقی رہ جائے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ریحان کے بارے میں ائمہ کرام میں اختلاف ہے۔ وجہ اختلاف یہ ہے کہ جو حضرات اسے خوشبو سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک حرام ہے اور جو اسے خوشبو نہیں سمجھتے وہ جائز فرماتے ہیں۔ اصح یہ ہے کہ اس کا سونگھنا محرم کے لئے حرام ہے۔ اور فدیہ واجب ہوگا۔ لنگوٹ کے بارے میں دو مسئلے ہیں۔ قطب گنگوہیؒ نے کشفِ عورت کی وجہ سے جواز کا حکم دیا۔ اور دیگر شراح مخیط (سلا ہوا) ہونے کی وجہ سے محرم کے لئے اجازت نہیں دیتے۔ شیخؒ نے تو ضرورت کی بنا پر جواب دیا۔ اور دیگر شراح فرماتے ہیں کہ یہ محض عائشہؓ کی اپنی رائے ہے۔ ممکن ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا ہو کہ من لم یجد ازارا فلیلبس السراویل تو اس وقت جمہور کی مخالفت نہ ہوگی۔

تبقی اثرہ بعد الاحرام حضرت ابن عمرؓ کا مذہب یہ تھا۔ کہ جس خوشبو کا اثر بعد الاحرام رہ جائے وہ ممنوع ہے۔ اس لئے وہ زیتون سے تیل لگاتے تھے۔ بشرطیکہ اس میں طیب نہ ہو۔

بَابُ مَنْ اَهَلَّ مُلَبِّدًا

ترجمہ۔ جس شخص نے بالوں کو گھمن لگا کر احرام باندھا۔

حدیث نمبر ۱۳۴۶ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ الخ عَنْ اَبِیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُهِلُّ مُلَبِّدًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ آپؐ بالوں کو گھمن لگا کر احرام باندھتے تھے۔ تاکہ بال نہ بکھریں۔

بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَيْفَةِ

ترجمہ۔ مسجد ذی الحلیفہ کے پاس احرام باندھنا۔

حدیث نمبر ۱۳۴۷ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ يَقُوْلُ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِیْ مَسْجِدَ ذِی الْحُلَيْفَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے باپ حضرت عمرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مسجد ذی الحلیفہ سے احرام باندھا ہے۔

بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

ترجمہ۔ محرم کون کون سے کپڑے نہیں پہن سکتا۔

حدیث نمبر ۱۳۴۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَ لَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ اِلَّا اَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهٗ زَعْفَرَانٌ اَوْ وَرْسٌ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهٗ وَلَا يَتَرَجَّلُ وَلَا يَحُكُّ جَسَدَهٗ وَيُلْقِی الْقَمْلَ مِنْ رَاْسِهٖ وَ جَسَدِهٖ فِی الْاَرْضِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ مُحرم کون کون سے کپڑے پہن سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ قمیص نہ پہنے۔ پگڑی نہ باندھے۔ سلوار نہ پہنے اور نہ ہی چغے پہنے اور نہ موزے پہنے۔ مگر کسی شخص کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو ٹخنے سے نیچے سے کاٹ دے اور ایسے کپڑے بھی نہ پہنے جس

کو زعفران یا ورس بوٹی سے رنگا گیا ہو۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے۔ لیکن نہ تو کنگھا کرے اور نہ ہی اپنے بدن کو کھجلائے۔ البتہ جوئیں اپنے سر اور بدن سے زمین پر ڈال سکتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قال ابو عبد اللہ الخ ہمارے نزدیک جوئیں بدن سے زمین پر ڈالنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر خود بخود گر پڑیں تو کوئی حرج نہیں۔ سر کا دھونا جائز ہے اور بالوں کو اس وقت کنگھا کرنا جائز ہے۔ جب کہ کوئی بال نہ ٹوٹے۔ اس طرح بدن کو کھجلانے میں بھی کوئی حرج نہیں، جب تک کوئی بال نہ ٹوٹے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | اوجز میں اس مسئلہ کو بسط سے بیان کیا گیا ہے، مالکیہ اور احناف کے نزدیک قمل کا قتل کرنا جائز نہیں۔ امام احمدؒ سے دو روائتیں ہیں۔ امام نوویؒ نے مناسک میں لکھا ہے کہ محرم قمل[1] کو اپنے بدن اور کپڑے سے دور کر سکتا ہے۔ بلکہ محرم کے لئے اس کا قتل کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے غیر محرم کے لئے جائز ہے۔ اور ہدایہ میں ہے۔ من قتل قملۃ تصدق بما شاء لانہا متولدۃ من التفث اس سے معلوم ہوا کہ یہ جزا میل کچیل زائل کرنے کی وجہ سے ہے۔

غسل رأس کے بارے میں اس پر تو اتفاق ہے۔ غسل من الجنابۃ کر سکتا ہے۔ تبرید وغیرہ کے متعلق اختلاف ہے۔ جمہور اجازت دیتے ہیں۔ امام مالکؒ سے کراہتہ منقول ہے۔

بَابُ الرُّكُوبِ وَالْاِرْتِدَافِ فِي الْحَجِّ

ترجمہ۔ حج کے اندر سوار ہونا اور ردیف بنانا۔

حدیث نمبر ۱۳۴۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ أُسَامَةَ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت اسامہؓ عرفات سے مزدلفہ تک

[1] یعنی جوئیں

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے۔ پھر آپؐ نے حضرت فضل کو مزدلفہ سے منیٰ تک ردیف بنایا۔ پس ان دونوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک تلبیہ پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی۔

تشریح از قاسمی قمیص اور سلوار سے ہر سلا ہوا کپڑا مراد ہوگا۔ اور جو بدن کے لئے ساتر بنے۔ اس طرح عمائم سے بھی تمام ساتر راس مراد ہوں گے۔ مخیط ہوں یا غیر مخیط۔ جیسے پٹی اور خفاف سے تمام ساتر رِجل (پاؤں) مراد ہوں گے۔ خواہ وہ موزے ہوں۔ جرابیں ہوں۔ مگر یہ سب احکام مردوں کے لئے ہیں۔ عورتوں کو تمام بدن چھپانے کا حکم ہے سوائے چہرہ کے۔

حتی رمی جمرۃ العقبۃ ائمہ اربعہ کے لئے دلیل ہے کہ تلبیہ کو رمی جمرہ تک قطع نہ کرنا چاہیئے۔

بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ

مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ وَقَالَتْ لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَتَبَرْقَعْ وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ وَقَالَ جَابِرٌ لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُبَدِّلَ ثِيَابَهُ۔

ترجمہ۔ محرم جو کپڑے پہن سکتا ہے۔ چادریں۔ لنگیاں اور حضرۃ عائشہؓ نے احرام کی حالت میں عصفر سے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور فرمایا کہ ہم نقاب اور برقعہ نہیں پہنیں گی اور ایسا کپڑا بھی جو ورس اور زعفران سے رنگا ہوا ہو۔ اور حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں معصفر کو خوشبو دار نہیں سمجھتا۔ اور حضرت عائشہؓ عورت کے لئے زیورات اور کالا کپڑا اور گلابی کپڑا اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ اگر اپنے کپڑے بدل لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۵۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الخ عن

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ اِزَارَهٗ وَرِدَآءَهٗ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَرْدِيَةِ وَالْاُزُرِ اَنْ تُلْبَسَ اِلَّا الْمُزَعْفَرَةِ الَّتِيْ تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ فَاَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الْبَيْدَآءِ اَهَلَّ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ وَقَلَّدَ بُدْنَهٗ وَذٰلِكَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ فَقَدِمَ مَكَّةَ لِاَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ اَجْلِ بُدْنِهٖ لِاَنَّهٗ قَلَّدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِاَعْلٰى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُوْنِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهٖ بِهَا حَتّٰى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَاَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يَّطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُقَصِّرُوْا مِنْ رُّءُوْسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهٗ امْرَاَتُهٗ فَهِيَ لَهٗ حَلَالٌ وَّالطِّيْبُ وَالثِّيَابُ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے چلے بعد اس کے کہ آپؐ نے کنگھا کر لیا۔ تیل لگا لیا۔ لنگی پہن لی۔ چادر اوڑھ لی۔ آپؐ نے بھی اور آپؐ کے صحابہ کرام نے بھی چادر اور لنگی کے پہننے سے کسی میں سے کسی چیز کی ممانعت نہیں تھی۔ مگر زعفران کا رنگا ہوا کپڑا جس کا اثر چمڑے پر رہ جائے وہ ممنوع تھا۔ پس صبح کو ذی الحلیفہ پہنچے۔ اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ یہاں تک کہ جب بیدار کے مقام پر ٹھیک طور پر سوار ہو گئے۔ تو آپؐ نے اور آپؐ کے اصحابؓ نے احرام باندھا اور اپنی اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈالے۔ اور یہ واقعہ ذی قعدہ سے پانچ دن باقی رہنے کے وقت ہوا۔ پس مکہ معظمہ میں ذی الحجہ کی چار راتیں گزر جانے کے بعد تشریف لائے۔ بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑ لگائی۔ اور قربانی کے جانوروں کی وجہ سے حلال نہ ہوئے۔ جن کو آپؐ نے ہار پہنا رکھے تھے۔ پھر مکہ کے بالائی حصہ میں حجون کے پاس اترے۔ درآنحالیکہ آپ حج کا احرام باندھنے والے تھے۔ طواف کر چکنے کے بعد پھر کعبہ کے قریب نہیں گئے۔

یہاں تک کہ آپؐ عرفات سے واپس نہیں لوٹے ۔ اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں ۔ صفا اور مروہ پہاڑی کے درمیان دوڑ لگائیں ۔ پھر اپنے سروں کے بال چھوٹے کریں ۔ پھر حلال ہو جائیں ۔ لیکن یہ حکم اس شخص کے لئے تھا جس کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں تھا ۔ کہ اس نے اس کو ہار پہنایا ہو ۔ اور جس کے ہمراہ اس کی بیوی تھی ۔ پس وہ اس کے لئے حلال ہے ۔ خوشبو اور کپڑے حلال ہیں ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **فکلاھما قال** یہ حکم ان دونوں کے کلام سے ثابت ہے ۔ یہ نہیں کہ ہر ایک نے ان میں سے اس کی تصریح کی ہے ۔ کیونکہ ان دونوں میں آپؐ کے ہمراہ تو علی سبیل البدلیۃ صرف ایک ہی تھا ۔ تو پھر ان میں سے ہر ایک آپ کے تمام راستے کے فعل کی کیسے حکایت کر سکتا ہے ۔

لبست عائشۃ الثیاب المعصفرۃ کیونکہ وہ معصفر کو طیب نہیں سمجھتی تھیں ۔ ورنہ آپؐ اس سے کراہتہ نہ کرتے ۔ حالانکہ اس کی تیز خوشبو کی وجہ سے آپؐ نے نفرت فرمائی ۔ **المورد** یا معصفر کے جواز کی وجہ سے ایسا کیا ۔ یا مورد کو بھی ان رنگوں پر محمول کیا جن میں خوشبو نہیں ہوتی ۔ بلکہ گلابی رنگ ہو ۔ گلاب کا خوشبو دار پھول نہ ہو ۔

الا المزعفرۃ التی تردع زعفران کا رنگا ہوا کپڑا جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے ۔ عورتوں کے لئے صرف حالتِ احرام میں منع ہے ۔ اور مردوں کے لئے احرام و غیر احرام دونوں صورتوں میں ناجائز ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | معصفر کپڑا پہننے میں ائمہ کا اختلاف ہے ۔ امام ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ فرماتے ہیں وہ طیب ہے اس میں فدیہ ہے ۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ **لا بأس** بہ لانہ **لون** **لیس بطیب**[1] امام مالکؒ سے مختلف روایات ہیں ۔ **مورد** ورد[2] اجماعاً طیب ہے ۔ اس لئے مورد میں شراح کو توجیہ کی ضرورت پڑی ۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مصبوغ علی لون الورد مراد ہے ۔ شیخ گنگوہیؒ نے معصفر کی دو قسمیں بنائیں ۔ معزم اور مورد بہر حال معصفر مزعفر اور ورس مرد اور عورت محرم دونوں کے لئے ناجائز ہیں ۔ البتہ اگر ان کو دھو لیا جائے ۔ تو اس میں باقی ائمہ اباحت کہتے ہیں ۔

---

[2] بمعنی پھول ۔ یعنی وہ کپڑا جو گلابی رنگ سے رنگا گیا ہو ۔ [1] یعنی اس میں کوئی حرج نہیں ۔ کیونکہ یہ رنگ ہے خوشبو نہیں ہے ۔

امام مالکؒ خلاف کرتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ غیر محرم کے لئے مصبوغ بالزعفران کا پہننا مختلف فیہ ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حلال کو بھی بہرحال مصبوغ بالزعفران سے ردکا جائے گا۔ لیکن جمہور ائمہ ممانعت کو صرف محرم کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ حَتّٰی اَصْبَحَ

قَالَہُ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو ذی الحلیفہ میں رات گزارے یہاں تک کہ صبح کر دے۔ یہ ابن عمرؓ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۵۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ اَرْبَعًا وَّبِذِی الْحُلَیْفَةِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ بَاتَ حَتّٰی اَصْبَحَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ فَلَمَّا رَکِبَ رَاحِلَتَہٗ وَاسْتَوَتْ بِہٖ اَھَلَّ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں چار رکعت نماز پڑھی۔ اور ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ پھر وہاں رات بسر کی۔ یہاں تک ذی الحلیفہ میں صبح کر دی۔ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب وہ اونٹنی آپؐ کو لے کر سیدھی ہوئی تو آپؐ نے تلبیہ کہہ کر احرام باندھ لیا۔

حدیث نمبر ۱۴۵۲ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّھْرَ بِالْمَدِیْنَةِ اَرْبَعًا وَصَلَّی الْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ رَکْعَتَیْنِ قَالَ وَاَحْسِبُہٗ بَاتَ بِھَا حَتّٰی اَصْبَحَ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں چار رکعت نماز ظہر پڑھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ کہا کہ میرا گمان ہے۔ کہ وہاں رات بسر کی۔ یہاں تک کہ صبح کر دی۔

تشریح از قاسمی اس ترجمہ سے مراد یہ ہے کہ شہر کے قریب رات بسر کی جائے۔

تاکہ پچھلے لوگ بھی آشامل ہوں۔

اهلّ امام شافعیؒ تو یہی فرماتے ہیں۔ کہ استوار راحلہ کے بھی بعد تلبیہ کہا جائے۔
احنافؒ کے نزدیک نماز سے فراغت کے بعد تلبیہ پڑھا جائے۔ کیونکہ ابن عباسؓ کی روایت میں ہے۔ اھلّ بالحج حین فرغ من رکعتیہ ابو داؤدؒ کی روایت میں ہے کہ جب آپ رکعتین سے فارغ ہوئے حج کا تلبیہ پڑھا۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ

ترجمہ۔ تلبیہ کہتے وقت آواز کو بلند کرنا۔

حدیث نمبر ۱۳۵۳ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی۔ اور عصر کی ذی الحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ اور میں نے آپؐ کو اور صحابہ کرام کو سنا کہ وہ حج اور عمرہ دونوں کے لئے اکٹھی آواز بلند کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ جمہور کا یہی مذہب ہے کہ تلبیہ کے وقت آواز کو بلند کیا جائے۔ کما قالہ عینی۔ اور یہ حدیث دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام قارن تھے۔ اور یہ تمتع اور افراد سے افضل ہے۔ ایسے ہی عنقریب آرہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لبیک بحجۃ وعمرۃ فرماتے تھے۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ

ترجمہ۔ لبیک کہنا۔

حدیث نمبر ۱۳۵۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ

لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ یہ ہوتا تھا۔ اے اللہ میں حاضر ہوں ۔ میں حاضر ہوں ۔ تیرا کوئی شریک نہیں ۔ میں حاضر ہوں ۔ بے شک تعریف اور نعمت سب تیرے لئے ہے ۔ ملک بھی تیرا ہی ہے ۔ تیرا کوئی شریک نہیں ۔

حدیث نمبر ۱۳۵۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ إِنِّيْ لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ تَابَعَهُ أَبُوْمُعَاوِيَةَ الخ

ترجمہ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ میں خوب جانتی ہوں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کیسے کہتے تھے ۔ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ الخ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ ۔

بَابُ التَّحْمِيْدِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوْبِ عَلَى الدَّابَّةِ

ترجمہ ۔ الحمد للہ سبحان اللہ اور اللہ اکبر جانور پر سوار ہوتے وقت تلبیہ سے پہلے کہنا چاہئے ۔

حدیث نمبر ۱۳۵۶ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتّٰى أَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اسْتَوَتْ بِهٖ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَّعُمْرَةٍ وَّأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهٖ قِيَامًا وَّذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ قَالَ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ

اَیُّوْبَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ اَنَسٍؓ ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ نے فرمایا۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپؐ نے مدینہ منورہ میں ظہر کی چار رکعت اور ذی الحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی پھر وہاں رات بسر کی۔ یہاں تک کہ صبح کر دی۔ پھر سوار ہوئے یہاں تک کہ جب سواری بیداء کے میدان میں آپؐ کو لے کر سیدھی ہوئی۔ تو آپؐ نے اللہ کی حمد بیان کی۔ سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہا۔ پھر حج اور عمرہ کا تلبیہ پڑھا لوگوں نے بھی ان دونوں کے ساتھ تلبیہ کہا۔ پھر جب ہم مکہ میں پہنچے تو آپؐ نے لوگوں کو حلال ہونے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ جب یوم ترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کا دن آیا تو انہوں نے حج کا احرام باندھا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے اونٹ خود کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے ذبح کئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دو گدرے (ابیض اسود) مینڈھے ذبح فرماتے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ حدیث ایوب عن رجل عن انس ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس حدیث سے اشارہ ہے کہ یہ دعائیں ہر اس وقت اور اس حالت میں پڑھی جائیں۔ جیسے جیسے احادیث میں وارد ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ سواری پہ سوار ہونے سے پہلے دعائیں پڑھی جائیں اور پھر تلبیہ کہا جائے۔ اور یہی صورت صبح اور شام کی دعاؤں میں اختیار کی جائے۔

قال بعضہم الخ یعنی بعض رواۃ نے اس حدیث کو بابہام رجل سے روایت کیا ہے۔ پس احتمال ہے کہ وہ ابو قلابہ ہوں یا کوئی دوسرے صاحب ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ترجمہ کی غرض جو شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ واضح ہے۔ حافظ ابن حجرؒ بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ کہ تلبیہ سے پہلے ادعیہ اور ذکر اذکار کرنا مستحب ہے۔ دیگر شراح نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی حالانکہ یہ احادیث سے ثابت ہے۔ البتہ حافظؒ یہ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس سے ان لوگوں پہ رد کیا ہے۔ جو یہ فرماتے ہیں کہ تلبیہ کی بجائے تسبیح تکبیر اور تحمید پہ اکتفا کیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ان اذکار پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے بعد تلبیہ بھی کہا ہے۔
الحاصل اس مسئلہ پر تو سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ احرام بغیر تلبیہ کے نہیں ہوگا پھر اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا نیت تلبیہ کی قائم مقامی کر سکتی ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نیت بغیر تلبیہ کے کافی سمجھتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ تلبیہ حج میں ایسا ہے۔ جیسے نماز میں تکبیر الافتتاح ہے۔ البتہ ان کے نزدیک ہر وہ لفظ تلبیہ کے بجائے کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ افتتاح صلوٰۃ میں تکبیر کی بجائے تعظیم والے الفاظ کہے جا سکتے ہیں۔
ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ انسان کے لئے مستحب ہے کہ وہ احرام باندھنے کے لئے تلبیہ کہے۔
امام اعظمؒ کے نزدیک نیت تلبیہ سے کفایت نہیں کرے گی۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صحیح ہے۔
حافظؒ نے تلبیہ کے بارے میں چار مذاہب نقل کئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ اس ترجمہ سے کسی پر رد نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ وہ بتلا رہے ہیں کہ تلبیہ سے قبل ادعیہ اور اذکار کرنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ شیخ گنگوہیؒ کے افادہ سے معلوم ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ اَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ

ترجمہ۔ سواری جب سیدھی اٹھ کر کھڑی ہو جائے تو اس وقت تلبیہ کہا جائے۔

حدیث نمبر ۱۳۵۷ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تلبیہ کہا جب کہ آپؐ کی اونٹنی آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ یہ حدیث شوافعؒ کی دلیل ہے۔ احناف کا مستدل ابن عباس کی روایت ہے۔

بَابُ الْاِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

ترجمہ۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے تلبیہ کہنا۔

حدیث نمبر ۱۳۵۸ قَالَ اَبُوْمَعْمَرٍ الخ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ

بِذِی الْحُلَیْفَةِ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَاِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّي حَتّٰى يَبْلُغَ الْحَرَمَ ثُمَّ يُمْسِكُ حَتّٰى اِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهٖ حَتّٰى يُصْبِحَ فَاِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ تَابَعَهٗ اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ فِي الْغُسْلِ ۔

ترجمہ۔ حضرت نافع سے مروی ہے کہ جناب ابن عمرؓ جب صبح کی نماز ذی الحلیفہ میں پڑھتے تھے تو اپنی اونٹنی کے متعلق حکم دیتے کہ اس پر پالان کس دیا جائے۔ پھر وہ اس پر سوار ہوتے۔ پس جب وہ آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر تو پھر آپ تلبیہ کہتے رہتے۔ حتیٰ کہ حرم میں پہنچ جاتے۔ پھر تلبیہ کو روک دیتے یہاں تک کہ جب ذی طوی میں پہنچتے تو وہاں رات بسر کرتے حتیٰ کہ صبح کرتے۔ پس جب صبح کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو غسل کرتے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اسمٰعیل نے غسل میں ان کی متابعت کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۵۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ اِذَا اَرَادَ الْخُرُوْجَ اِلٰى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهٗ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَاْتِيْ مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْكَبُ فَاِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً اَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ۔

ترجمہ۔ حضرت نافع نے فرمایا کہ جناب ابن عمرؓ جب مکہ کی طرف جانے کا ارادہ کرتے تو ایسا تیل لگاتے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی۔ پھر مسجد ذی الحلیفہ میں تشریف لاتے وہاں نماز پڑھتے پھر سوار ہوتے۔ جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوتی تو احرام باندھتے فرماتے کہ میں نے اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | حتّٰی یبلغ الحرم ثم یمسک الخ یہ ابن عمرؓ کا مذہب تھا کہ وہ حرم میں داخل ہوتے ہی تلبیہ ترک کر دیتے تھے۔ ورنہ ابن عباسؓ کے متعلق سن چکے ہیں کہ وہ رمی جمرہ العقبہ کے بعد تلبیہ ترک کرتے تھے۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي

ترجمہ۔ جب وادی میں اتریں تو تلبیہ کہیں ۔

حدیث نمبر ۱۳۶۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي ۔

ترجمہ ۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں ۔ کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھے کہ لوگوں نے دجال کا ذکر چھیڑ دیا ۔ اور کہا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا ۔ کہا کہ پس ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ۔ البتہ حضرت موسیٰ کو ۔ گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وادی میں اتر رہے ہیں اور تلبیہ کہہ رہے ہیں ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قال ابن عباس لم اسمعہ الخ یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تو اس کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ اسکی صورت حال بیان کر رہے ہوں ۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صورت کو دیکھا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں کہ گویا وہ وادی میں اتر رہے ہیں اور تلبیہ کہہ رہے ہیں لیکن دجال کے حال کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول کر بیان نہیں فرمائی ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس کلام سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کشف حال کا انکار نہیں کر رہے بلکہ دجال کے کشف حال کا انکار کر رہے ہیں ۔ حافظؒ فرماتے ہیں اما موسیٰ ۔ مہلب فرماتے ہیں کہ یہ بعض رواۃ کی طرف سے وہم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں ۔ اور وہ عنقریب حج کریں گے ۔ البتہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق احادیث میں آتا ہے ۔ تو راوی پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ۔ کیونکہ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے ۔ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء ۔ لیکن اہل تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے ۔ کہ الانبیاء احیاء یرزقون عند ربھم تو اس حال میں حج کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے ۔ چنانچہ مسلم کی روایت اس پر

دلالت کرتی ہے۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ فی قبرہ قائماً یصلی۔ کہ وادی ازرق میں آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تو حج کرنے میں کیا اشکال ہے۔

بَابُ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ

أَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهِ وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُورِ وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ وَهُوَ مِنْ اِسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ۔

ترجمہ۔ حائضہ اور نفاس والی کیسے احرام باندھے۔ اہل بمعنی تلبیہ کے کلمات بولنا استہلال اور اھلال سب کے سب ظہور کے معنی میں ہیں۔ استہل المطر۔ جب کہ بارش بادل سے نکلے۔ اہل لغیر اللہ۔ جب کہ غیر اللہ کے نام پر پکارا جائے۔ اسہلال صبی کے بچے کے رونے کی آواز بلند کرنا۔ یہ امام بخاریؒ نے لغوی تحقیق فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۶۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا

مِنْ مِنًى وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجۃ الوداع میں ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے تو ہم نے صرف عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو۔ وہ تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور اس وقت تک نہ کھولے۔ جب تک دونوں حج اور عمرہ سے فارغ نہ ہو جائے۔ پس جب میں مکہ میں آئی تو حائضہ تھی۔ نہ تو میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور نہ ہی صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑ لگائی۔ جس کا میں نے آپؐ سے شکوہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ سر کے بال کھول دو۔ کنگھا کرو۔ اور حج کا احرام باندھو۔ عمرہ چھوڑ دو۔ تو میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم نے حج کے ارکان پورے کر لئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ہمراہ بھیجا تو میں نے تنعیم کے مقام سے احرام باندھ کر عمرہ قضا کیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ عمرہ تیرے اس عمرہ کی بجائے ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا۔ کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ انہوں نے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کی۔ پھر وہ حلال ہو گئے۔ پھر منٰی سے لوٹنے کے بعد انہوں نے دوسرا طواف کیا۔ اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا۔ تو انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔

تشریح از قاسمی | فانما طافوا طوافا واحدًا | یہی ائمہ ثلاثہؒ اور دیگر حضرات کا مستدل ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین ابراہیم نخعی وغیرہم کا مسلک ہے۔ کہ قارن کو دو طواف اور دو سعی کرنی چاہیئے۔ ان کا مستدل عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کی وہ روایت ہے۔ جس میں ہے۔ طاف لهما طوافين وسعى لهما سعيين و قال هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اور خلفاء ثلاثہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا بھی یہی معمول رہا۔

بَابُ مَنْ اَهَلَّ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ جس نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس طرح احرام باندھا۔

جس طرح جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا۔ یہ بات ابن عمرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی۔

حدیث نمبر ۱۳۶۲ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ جَابِرٌ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا اَنْ يُّقِيْمَ عَلٰى اِحْرَامِهٖ وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا اَنْتَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں۔ اور سراقہ کا قول نقل کیا۔ جس میں ہے کہ سراقہ کی عقبہ میں ملاقات ہوئی۔ جب کہ آپ رمی جمرہ عقبہ کر رہے تھے۔ فقال الکم خاصۃ یا رسول اللہ فقال لا بل لکل قارن یعنی افعال عمرہ افعال حج میں قارن کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر سے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ تم نے کس چیز سے احرام باندھا۔ فرمایا جس چیز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ فرمایا پس ھدی چلاؤ اور محرم ٹھہرے رہو۔ جیسا کہ تم ہو۔

حدیث نمبر ۱۳۶۳ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ لَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا۔ کہ حضرت علیؓ یمن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ تو آپ نے پوچھا۔ کس چیز سے احرام باندھا۔ فرمایا۔ جس سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی۔ تو میں حلال ہو جاتا۔

حدیث نمبر ۱۳۶۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ

بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمِي بِالْيَمَنِ فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ فَقُلْتُ أَهْلَلْتُ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ قُلْتُ لَا فَأَمَرَنِي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي فَقَدِمَ عُمَرُ فَقَالَ أَنْ تَأْخُذْ بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ قَالَ اللهُ تَعَالَى وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ وَأَنْ تَأْخُذْ لِسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اپنی قوم کی طرف یمن میں بھیجا ۔ میں جب واپس آیا ۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطحاء میں پایا ۔ آپؐ نے پوچھا تم نے کس چیز سے احرام باندھا ۔ میں نے کہا کہ میں نے ایسے احرام باندھا ۔ مانند حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے ۔ تو آپؐ نے پوچھا ۔ کیا تمہارے ساتھ قربانی کا جانور ہے ۔ میں نے کہا نہیں ۔ تو آپؐ نے مجھے حکم دیا ۔ کہ میں بیت اللہ کا طواف کروں ۔ چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا ۔ اور صفا و مروہ پہاڑی کے درمیان سعی کی ۔ پھر مجھے حکم دیا ۔ کہ حلال ہو جاؤ ۔ میں حلال ہو گیا ۔ تو میری قوم کی ایک عورت آئی ۔ جس نے مجھے کنگھا کیا ۔ اور میرے سر کو دھو دیا ۔ پھر حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے فرمایا ۔ کہ ہم تو کتاب اللہ کو لیں گے ۔ کیونکہ وہ ہمیں تمام کرنے کا حکم دیتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔ حج اور عمرہ کو تمام کرو ۔ اللہ کے لئے ۔ اور ہم سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیں گے کہ وہ حلال نہیں ہوئے ۔ جب تک ھدی کو ذبح نہیں کیا ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ **فقدم عمرؓ** ان کے قدوم سے یا تو ان کی خلافت کا زمانہ مراد ہے یا یہ کہ وہ حج کرنے کے ارادہ سے تشریف لائے ۔ حضرت عمرؓ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ حجت کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ہے ۔ اور وہ دونوں عمرے کے فسخ کرنے کی نفی کرتے ہیں ۔ اور عمرہ کو فسخ کر کے حج میں شامل کرنا ۔ اس کا جواز اور وقوع للصحابہؓ

بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ عارض کی وجہ سے تھا اور اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔ بنا بریں اس کے بعد عمل نہیں کیا جائے گا۔ حضرت ابو موسیٰ جواز فسخ کا فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان پر رد فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت عمرؓ کی ممانعت کس وجہ سے تھی۔ حج کو عمرہ کی طرف فسخ کرنا۔ جیسے کہ روایات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو شیخ گنگوہیؒ نے اختیار کیا۔ یا وہ مطلق تمتع سے منع کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب اللہ سے اتمام الحج والعمرۃ کا حکم ثابت ہے۔ جب تک حج سے فراغت نہ ہو۔ احرام نہ کھولا جائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ اس وقت تک حلال نہ ہو۔ جب تک ھدی اپنے محل تک نہ پہنچ جائے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا لولا ان معی الھدی لاحللت دال ہے کہ اگر ھدی نہ ہو تو حلال ہونا جائز ہے۔ مختار یہ ہے کہ اس متعہ سے ممانعت جو اشہر حج میں ہو اور پھر اسی سال حج بھی کرے۔ یہ نہی تنزیہہ ہے۔ جس سے حج افراد میں ترغیب دینا مقصود ہے۔ ورنہ قران کے جواز پر تو اجماع ہے بلا کراھۃ۔ البتہ افضل میں اختلاف ہے۔ میرے نزدیک توجیہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فسخ سے بھی منع فرمایا۔ اور تمتع معروف سے بھی منع فرمایا۔ پہلی نہی تو علی التحریم تھی۔ اس لئے اس پر مارتے بھی تھے۔ اور دوسری نہی علی سبیل الاختیار تھی۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰی اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ

قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَؓ اَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِی الْحِجَّةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَّا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ اِلَّا فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ اَوْ كَرْمَانَ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ حج کے چند مہینے معلوم ہیں۔ پس جو شخص ان مہینوں میں حج فرض کرلے تو نہ وہ بے ہودہ باتیں کرے اور نہ گناہ کرے اور نہ ہی حج میں جھگڑا کرے۔

آپ سے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپؐ ان سے فرما دیں۔ کہ وہ لوگوں کے لئے اور حج کے لئے اوقات ہیں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اشہر الحج شوال۔ ذی القعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ سنت یہ ہے کہ حج کا احرام اشہر حج میں ہی باندھا جائے۔ اور حضرت عثمانؓ نے خراسان اور کرمان سے احرام باندھنے کو ناپسند فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۳۶۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ قَالَتْ فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا قَالَتْ فَالْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ قَالَتْ فَأَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَكَانُوْا أَهْلَ قُوَّةٍ وَّكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْعُمْرَةِ قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ يَا هَنْتَاهُ قُلْتُ سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ وَمَا شَأْنُكِ قُلْتُ لَا أُصَلِّيْ قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِّنْ بَنَاتِ آدَمَ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ كُوْنِيْ فِيْ حَجَّتِكِ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّرْزُقَكِيْهَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِيْ حَجَّتِهِ حَتّٰى قَدِمْنَا مِنًى فَطَهُرْتُ ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِّنًى فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ حَتّٰى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ وَنَزَلْنَا مَعَهُ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ افْرُغَا ثُمَّ ائْتِيَا هٰهُنَا فَإِنِّيْ أَنْظُرُكُمَا حَتّٰى تَأْتِيَانِيْ قَالَتْ فَخَرَجْنَا حَتّٰى إِذَا فَرَغْتُ وَفَرَغَ مِنَ الطَّوَافِ ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ فَقَالَ هَلْ فَرَغْتُمْ قُلْتُ نَعَمْ فَآذَنَ بِالرَّحِيْلِ فِيْ أَصْحَابِهِ فَارْتَحَلَ النَّاسُ فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَضِيْرُ مِنْ ضَارَ يَضِيْرُ ضَيْرًا وَّيُقَالُ ضَارَ يَضُوْرُ ضَوْرًا وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ

حج کے مہینوں میں اور حج کی راتوں میں اور حج کے مکانوں میں سے نکلے تو ہم سرف کے مقام پر اترے۔ تو آپؐ اپنے اصحاب کی طرف تشریف لاکر فرمانے لگے۔ کہ تم میں سے جس کے ہمراہ ھدی ہو۔ پس اسے عمرہ بنانا پسند کرے تو ایسا کرلے۔ اور جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو۔ تو وہ اسے عمرہ نہ بنائے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ آپؐ کے اصحابؓ میں سے کچھ حضرات اسے عمرہ بنانے والے تھے اور کچھ چھوڑنے والے تھے۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب میں سے کچھ مرد قوت والے تھے۔ جن کے پاس قربانی کے جانور تھے۔ وہ عمرہ پر قادر نہ ہوسکے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ پوچھا اے بے وقوف! تجھے کس چیز نے رُلایا ہے۔ میں نے عرض کی۔ جو کچھ آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا وہ میں نے سن لیا۔ مگر میں عمرہ سے روک دی گئی۔ فرمایا۔ کیوں تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے کہا نماز نہیں پڑھ سکتی۔ فرمایا یہ تجھے کچھ نقصان نہ دے گی۔ تو بھی آدم علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ایک عورت ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان پر لکھا ہے وہی تجھ پر لکھ دیا ہے۔ پس تو اپنے حج میں لگ جا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے عمرہ کی توفیق بھی دے دے گا۔ فرماتی ہیں کہ ہم برابر حج کے افعال ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب ہم منیٰ میں پہنچے تو میں پاک ہوگئی۔ پھر منیٰ سے نکل کر بیت اللہ کا طواف زیارۃ کیا۔ پھر میں آپؐ کے ہمراہ کوچ کے دوسرے دن یعنی تیرہ ۱۳ ذی الحجہ کو وہاں سے روانہ ہوئی۔ یہاں تک کہ آپؐ وادی محصب میں اترے۔ ہم بھی آپؐ کے ہمراہ وہاں اترے تو آپؐ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو بلوایا اور حکم دیا کہ اپنی بہن کو حرم سے لے جاکر عمرہ کا احرام بندھواؤ۔ پھر عمرہ سے فارغ ہوکر اس جگہ آجاؤ۔ میں تمہارے آنے تک انتظار کرتا رہوں گا۔ فرماتی ہیں کہ ہم روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب میں فارغ ہوگئی اور آپؐ یا میں بھی طواف وداع سے فارغ ہوگئے۔ تو میں سحور کے وقت آپؐ کے پاس پہنچی۔ تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم فارغ ہوگئے۔ میں نے عرض کی۔ ہاں فارغ ہوگئے۔ تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو کوچ کرنے کا اعلان فرمادیا۔ تو لوگ چل پڑے تو آپؐ مدینہ کی طرف متوجہ ہوکر گزر رہے تھے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ضار یضیر ضار یضور اور ضر یضر۔ سب کے ایک معنی ہیں۔ نقصان اٹھانے کے۔

بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْاِقْرَانِ وَالْاِفْرَادِ بِالْحَجِّ وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ

ترجمہ:۔ حج تمتع۔ قران اور افراد اور جس کے ہمراہ ھدی نہ ہو اس کو حج فسخ کرنے کا حکم کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۶۶ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرٰى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَّحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاءُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَّأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا وَقَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ فَقَالَ عَقْرٰى حَلْقٰى أَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَّهُوَ مُنْهَبِطٌ مِّنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ہم یہی سمجھے ہوئے تھے۔ کہ یہ حج ہی ہے۔ پس جب ہم مکہ میں پہنچے تو بیت اللہ کا ہم نے طواف کیا۔ تو جن لوگوں نے سوق ھدی نہیں کیا تھا۔ ان کو آپؐ نے حکم دیا کہ وہ حلال ہو جائیں۔ تو جن لوگوں نے اور جن عورتوں نے ھدی نہیں چلائی تھی وہ حلال ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ مجھے حیض آگیا۔ جس کی وجہ سے میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی۔ جب لیلۃ الحصبۃ ہوئی۔ تو میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگ تو حج اور عمرہ کے ساتھ لوٹیں گے۔ اور میں صرف حج کے ساتھ لوٹوں گی۔ آپؐ نے پوچھا کہ تو نے ان راتوں میں طواف نہیں کیا تھا۔ جب ہم مکہ آئے تھے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم مقام کی طرف

جاؤ۔ اور عمرہ کا احرام باندھو۔ پھر فلاں فلاں جگہ تمہارے وعدہ کی جگہ ہے۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں سمجھتی ہوں کہ میں بھی تم کو روکنے والی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ عقریٰ ہلاک ہونے والی اور حلقی بال کٹی! یہاں حقیقی معنی مراد نہیں۔ تعجب کے لئے کلمات کہے۔ کہ کیا تو نے دسویں ذی الحجہ کو طواف نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ کوچ کرو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ کہ وہ مکہ کو جا رہے تھے اور میں آرہی تھی یا میں جا رہی تھی تو آپؐ آرہے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **مصعد من** مکہ کہ آپؐ طواف وداع کر کے واپس آرہے تھے۔ اور میں طواف عمرہ کرنے کے لئے جا رہی تھی یا اس کا برعکس تھا جس پر **انا مصعدۃ منہا** کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں راوی کو شک ہوا ہے۔ ورنہ حضرت عائشہؓ پچھلی روایت میں فرما چکی ہیں۔ ثم جئتہ بسحر فقال **ھل فرغتم** تو اگر حضرت عائشہؓ مکہ سے آنے والی ہوتیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جانے والے ہوتے۔ تو یہ انتظار کرنے والی ہوتی نہ کہ جناب رسالت مآبؐ۔ حالانکہ وہ خود فرما رہے ہیں۔ **انی انظر کما حتی تأتیانی** الخ

تشریح از شیخ زکریاؒ | **ھما ینفیان الفسخ** مشہور یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فسخ الحج الی العمرۃ کو منع فرمایا تھا۔ اگر حج تمتع کی بات ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور تک لوگوں کو تمتع کا فتویٰ دیتے رہے۔ جب حضرت عمرؓ نے تمتع سے منع کر دیا تو میں نے لوگوں کو فتویٰ دینا چھوڑ دیا۔ کہ حضرت عمرؓ آرہے ہیں۔ ان کی اقتدار کرو۔ کتاب اللہ سے تو اس طرح اتموا الحج والعمرۃ ای افردوا کلا بالسفر لہ۔ اور اخذ بالسنۃ اس طرح کہ یوم النحر تک احرام باقی رہنا چاہیئے۔ تمتع کی صورت میں احرام کھل جائے گا۔ اس حیثیت سے سنت کی مخالفت ہو جائے گی۔ بہرحال جمہور ائمہ فسخ الحج کو اس سال سے مختص قرار دیتے ہیں۔ اور فسخ کا حکم صحابہ کرام کو اس لئے دیا گیا تھا۔ تاکہ مشرکین کی مخالفت ہو جائے۔ کیونکہ وہ اشہر حج میں عمرہ کرنے کو افجر فجور کہتے تھے۔ اس بنا پر ان کی مخالفت کی گئی۔

والظاھر انہ شک من الراوی بہت سے شراح نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے ۔ جمع کی صورت یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے چلے جانے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طوافِ وداع کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے ۔ تو آپؐ کی ملاقات حضرت عائشہؓ سے اس حالت میں ہوئی ۔ کہ آپؐ طواف کے بعد واپس ہو رہے تھے اور وہ طوافِ عمرہ کے لئے داخل ہو رہی تھیں ۔ ابھی آپؐ وادی محصب میں اپنی منزل پہ تھے کہ حضرت عائشہؓ پہنچ گئیں ۔ لیکن میرے ذہن میں اس کا برعکس ہے ۔ کیونکہ اس قصہ میں روایات مختلف ہیں ۔ میرے اس قول کی تائید امام بخاریؒ کے اس ترجمہ سے ہوتی ہے ۔ جس میں ہے باب الادلاج من المحصب اگر دال کے سکون سے ہو تو سیر اول لیل کو کہتے ہیں ۔ اگر تشدید کے ساتھ ہو تو سیر آخر اللیل کے معنی میں آتا ہے ۔ تو حضرت عائشہؓ کا جانا اول لیل میں ہوگا ۔ اور آپؐ کا جانا آخر لیل میں ۔ راستہ میں ملاقات ہو گئی ۔ تو اس وقت انا منہبطۃ وھو مصعد الی مکۃ کہنا صحیح ہو جائے گا ۔ اور وجوہ بھی بیان کی جاتی ہیں ۔

حدیث نمبر ۱۳۶۷ حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ۔ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع کے سال روانہ ہوئے ۔ بعض ہم میں سے وہ تھے جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا ۔ اور بعض وہ تھے جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا اور بعض وہ بھی تھے ۔ جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا ہوا تھا ۔ وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوتے ۔ یہاں تک کہ یوم النحر آیا ۔ تو انہوں نے احرام کھولا ۔

حدیث نمبر ۱۳۶۸ حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَعُثْمَانُ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا رَأٰى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لِقَوْلِ اَحَدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت مروان بن الحکم نے فرمایا۔ کہ میں حضرت عثمانؓ اور علیؓ کے پاس موجود تھا۔ کہ حضرت عثمانؓ حج تمتع اور قران دونوں سے منع کرتے تھے۔ پس جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو دونوں کا احرام باندھ کر کہنے لگے۔ لبیک بعمرۃ وحجۃ اور فرمایا۔ کہ میں کسی ایک آدمی کے قول کی وجہ سے سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔

تشریح از شیخ گنگوہی | ظاہر یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی نہی تنزیہا تھی۔ ان کے نزدیک حج افراد افضل تھا۔ اس کو بتلانا چاہتے تھے۔ اور حضرت علیؓ کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں عوام اسے نہی تحریمی نہ سمجھ لیں۔ اس لئے انہوں نے دونوں کو جمع کرکے حج قران بنا لیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ کی نہی اس گمان پر ہو۔ کہ ان دونوں کو جمع کرنا اور خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع کرنا کسی عارض کی وجہ سے تھا۔ تو حضرت علیؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حاضرین لوگ تحریم قران کا عقیدہ نہ بنا لیں۔ تو اپنے فعل سے انہوں نے بتلا دیا کہ جواز اور تحریم دو مذہب ہیں۔ جو شخص چاہے حضرت عثمانؓ کا اقتدار کرے اور جو شخص چاہے میری اقتدار کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا سبب بسط کے ساتھ تو میں نے اوجز کے اندر بیان کیا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ ان کا اختلاف حج تمتع میں تھا۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت عمرؓ کی طرح تمتع اور قران کو علی وجہ التحریم منع نہیں کرتے تھے بلکہ افراد کی افضلیت کے قائل تھے۔ حضرت عمرؓ کی اس سے غرض یہ تھی۔ کہ ان حضرات نجوم الہدایۃ کا آنا جانا بیت اللہ کی طرف کثرت سے رہے۔ تاکہ لوگوں کو احکام کی تعلیم وتبلیغ ہو سکے۔ اور دوسرے لوگ ان سے علم سیکھیں اور صحابہ کرام کے ساتھ مجتمع ہوں۔ کیونکہ اس وقت حجاز مجمع الصحابہ تھا۔ اور یہی غرض حضرت عثمانؓ کے نہی متعہ کی معلوم ہوتی ہے۔ اور حضرت علیؓ کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں لوگ اس نہی کو تحریم پر محمول نہ کریں۔ اور تمتع وقران کو بالکل چھوڑ نہ دیں۔ کہ اس سے ایک سنت نبوی کا ترک لازم آئے گا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ بھی حضرت علیؓ کے فعل پر خاموش رہے۔ تو یہ اجماع ہو گیا۔

کان لعارض چنانچہ جب حضرت علیؓ نے جو عمرہ کا احرام باندھا تو حضرت عثمانؓ نے ان کو روکا نہیں بلکہ جب حضرت علیؓ نے ان سے یہ فرمایا کہ الم تسمع رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم تمتع قال بلی یعنی کیا آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمتع کرتے نہیں سنا۔ تو انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے لکنا کنا خائفین جس کی کئی توجیہات کی گئی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۶۸ حدثنا موسی بن اسمٰعیل الخ عن ابن عباسؓ قال کانوا یرون ان العمرۃ فی اشھر الحج افجر الفجور فی الارض ویجعلون المحرم صفرا ویقولون اذا برأ الدبر وعفا الاثر وانسلخ صفر حلت العمرۃ لمن اعتمر قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ صبیحۃ رابعۃ مھلین بالحج فامرھم ان یجعلوھا عمرۃ فتعاظم ذلک عندھم فقالوا یا رسول اللہ ای الحل قال حل کلہ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قریش مکہ اور دیگر اہل عرب یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا روئے زمین پر تمام گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے۔ اور وہ محرم کو صفر بنالیتے تھے۔ یعنی اس محرم کی حرمت کو مؤخر الی صفر کرلیتے تھے۔ ان کا کہنا تھا۔ کہ جب تک اونٹوں کی پیٹھ کے زخم مندمل نہ ہوجائیں۔ بلکہ ان کے نشانات تک مٹ جائیں۔ صفر کا مہینہ بھی گزر جائے۔ تو پھر عمرہ عمرہ کرنے والے کے لئے حلال ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کرام ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کو حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ تو آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ اس کو عمرہ بنالو۔ تو یہ عمرہ بنالینا ان کو عظیم معلوم ہوا۔ پوچھنے لگے یا رسول اللہ! کون سی حلت ہے۔ فرمایا ہر طرح کی کلی حلت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وانسلخ صفر الخ یعنی صفر کو ماہ محرم قصد کرکے اشہر حرم میں شامل کرلیتے۔ ورنہ ان کے نزدیک صفر میں عمرہ کرنا حرام نہیں تھا۔ کیونکہ نہ تو اشہر حرم میں اور نہ ہی اشہر حج میں سے تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ان کے اعتقاد کے مطابق صفر اشہر حرم میں سے ہوجاتا ہے۔ محرم نہیں رہتا۔ بنابریں ان کے نزدیک کبھی کبھی سال تیرہ یا چودہ ماہ کا ہوجاتا تھا یہی نسیئ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ انما النسیئ زیادۃ فی الکفر باقی انسلاخ صفر کا ذکر

اس لئے کیا گیا کہ اگر بالفرض قتال راستہ میں یا مکہ میں برپا ہو جائے تو مقاتلہ کی قدرت حاصل ہو گویا انسلخ صفر کا مطلب یہ ہوا کہ اشہر حج گزر جائیں اور ان کا اثر اور اشہر حرم گزر جائیں۔ تب عمرہ کیا جائے۔ یا صفر سے مراد محرم ہو۔ تو اب انسلخ صفر بطور بیان اور بدل کے ہوگا۔ اذا برء الدبر سے۔ کیونکہ غالب یہ ہے کہ چالیس سے پچاس والی تک کی اس مدت میں سفر حج کے اثرات ختم ہو جائیں گے۔ اور تاخیر محرم کی مصلحت یہ تھی کہ تین ماہ مسلسل حرمت والے ان پر گراں تھے۔ قتل و غارت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے انہوں نے عمرے کے مہینوں میں سے پہلا مہینہ ماہِ محرم کو قرار دیا جو دراصل ماہِ صفر ہوتا تھا۔ تو اس اعتبار سے عمرہ ان کے نزدیک اشہر حج میں نہ ہوا۔ اور صفر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ قتل و غارت ڈالنے کے لئے اس ماہ میں وہ اپنے گھروں کو مال و متاع سے خالی کر لیتے تھے۔ بلکہ اہل و عیال سے بھی خالی کر لیتے تھے۔

بیاض فی الاصل سے شیخ گنگوہیؒ نے اس تعارض پر تنبیہ فرمائی ہے۔ جو امام بخاریؒ اور امام ابو داؤدؒ کی روایتوں میں ہے جس کی طرف کسی شارح نے توجہ نہیں فرمائی۔ بخاری میں تو انسلخ صفر ہے اور ابو داؤدؒ میں دخل صفر حلت لہ العمرۃ ظاہر یہ ہے کہ بخاری کی روایت راجح ہے۔ کیونکہ مسلم کی روایت بھی اس کی متابعت کرتی ہے۔ جمع بین الروایتین کی یہ صورت ممکن ہے۔ کہ دخل صفر میں صفر حقیقی مراد لیا جائے اور انسلخ صفر میں محرم مراد لیا جائے۔ جس کو انہوں نے صفر بنا لیا تھا۔

حدیث نمبر ۱۳۶۹ حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَہٗ بِالْحِلِّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا۔ کہ جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے احرام کھولنے کا حکم دیا۔ کیونکہ انہوں نے سوق ھدی نہیں کیا تھا۔

حدیث نمبر ۱۳۷۰ حدثنا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنْ حَفْصَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَۃٍ

وَلَمْ تَحِلَّ اَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ اِنِّیْ لَبَّدْتُّ رَأْسِیْ وَقَلَّدْتُّ هَدْیِیْ فَلَاَ اُحِلُّ حَتّٰی اَنْحَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت حفصہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! لوگوں کا کیا حال ہے۔ انہوں نے تو عمرہ کا احرام کھول دیا اور آپؐ نے ابھی تک اپنے عمرہ کا احرام نہیں کھولا فرمایا۔ اس لئے کہ میں نے تو بال بکھرنے سے سر کے بالوں کو گھمن لگایا ہے اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہے۔ میں تو اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا جب تک کہ قربانی نہ کرلوں۔

تشریح از قاسمی اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ جس نے سوق ھدی کیا ہو۔ وہ جب تک قربانی نہ کرلے احرام نہ کھولے۔ یہی قول امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کا ہے۔ اور اس میں سے تلبید اور تقلید کا استحباب بھی معلوم ہوتا ہے۔ مگر تلبید کا احلال اور عدم احلال میں کوئی دخل نہیں۔ لیکن آپؐ نے بیان واقع یا تاکید امر کے لئے اس کا ذکر فرمایا۔ کہ میرا احرام تو نحر ھدی تک رہے گا۔ طول احرام کے لئے تلبید کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔ کیونکہ اس جگہ عمرہ کا ذکر ہے حج کے تین اقسام کے جواز پر تو سب علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ شوافعؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک افراد افضل ہے پھر تمتع۔ پھر قران۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ افضل قران ہے۔ پھر تمتع ازاں بعد افراد ہے۔ ترجیح کی وجہ احادیث بالا اور قرآن مجید کی آیت وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ امام احمدؒ اور دوسرے حضرات کے نزدیک افضل تمتع پھر افراد اور پھر قران ہے۔ اور وجہ ترجیح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لو استقبلت من امری ما استدبرت

حدیث نمبر ۱۴۷۲ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِیُّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِیْ نَاسٌ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَاَمَرَنِیْ فَرَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ كَاَنَّ رَجُلًا یَقُوْلُ لِیْ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ وَّعُمْرَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ فَاَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ سُنَّةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِیْ اَقِمْ عِنْدِیْ وَاَجْعَلُ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِیْ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِمَ فَقَالَ لِلرُّؤْیَا الَّتِیْ رَأَیْتَ

ترجمہ۔ حضرت ابوجمرہ نصر بن عمران الضبعی نے فرمایا کہ میں نے تمتع کا احرام باندھا تو لوگوں نے

مجھے منع کیا۔ میں نے ابن عباسؓ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے مجھے تمتع کا حکم دیا۔ تو میں نے خواب میں دیکھا۔ گویا کہ ایک آدمی مجھے کہہ رہا ہے۔ حج مبرور ہے عمرہ مقبول ہے۔ جس کی ابن عباسؓ کو میں نے خبر دی۔ انہوں نے فرمایا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ پھر مجھے فرمایا۔ کہ تم میرے پاس قیام کرو۔ میں تمہارے لئے اپنے مال کا کچھ حصہ مقرر کر دوں گا۔ شعبہ نے پوچھا۔ کس وجہ سے۔ فرمایا اس خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا۔ جس سے ابن عباسؓ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فنہانی ناس ← اس رائے کی وجہ سے جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی رائے تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں کے نام تو معلوم نہ ہو سکے۔ لیکن یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے دور کا ہے جو تمتع سے منع کرتے تھے۔ بوجہ حدیث ابوالزبیر کے جو مسلم میں ہے۔ لا یری التمتع الا للمحصر اور جمہور فرماتے ہیں لا اختصاص للمحصر۔ اس کی تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۷۲ حدثنا ابو نعیم حدثنا ابو شہاب قال قدمت متمتعا مکۃ بعمرۃ فدخلنا قبل الترویۃ بثلاثۃ ایام فقال لی اناس من اھل مکۃ تصیر الان حجتک مکیۃ فدخلت علی عطاء استفتیہ فقال حدثنی جابر بن عبد اللہ انہ حج مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم ساق البدن معہ وقد اھلوا بالحج مفردا فقال لھم احلوا من احرامکم بطواف البیت وبین الصفا والمروۃ وقصروا ثم اقیموا حلالا حتی اذا کان یوم الترویۃ فاھلوا بالحج واجعلوا التی قدمتم بھا متعۃ فقالوا کیف نجعلھا متعۃ وقد سمینا الحج فقال افعلوا ما امرتکم فلولا انی سقت الھدی لفعلت مثل الذی امرتکم ولکن لا یحل منی حرام حتی یبلغ الھدی محلہ ففعلوا قال ابو عبد اللہ ابو شہاب لیس لہ مسند الا ھذا۔

ترجمہ۔ ابو شہاب فرماتے ہیں کہ میں عمرہ سے نفع حاصل کر کے مکہ میں آیا اور آٹھویں ذی الحجہ

یوم الترویہ سے تین دن پہلے ہم پہنچے تو مکّہ والے لوگوں نے مجھے کہا کہ اب تو تمہارا حج مکّی ہوگا۔ میں نے حضرت عطاءؒ کے پاس حاضر ہو کر فتویٰ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا مجھے جابر بن عبد اللہؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کا احرام باندھا۔ جس دن کہ آپؐ اپنے ہمراہ قربانی کے اونٹ چلائے تھے۔ درآنحالیکہ یہ سب لوگ حج افراد کا احرام باندھ چکے تھے۔ تو آپؐ نے ان سب سے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف صفا و مروہ کی سعی کے بعد تم سب احرام سے حلال ہو جاؤ۔ اور بال کٹوا لو۔ حلق نہ کرو۔ کیونکہ حج سے صرف چار دن باقی رہ گئے تھے۔ تاکہ یوم الحلق میں بال لمبے لمبے ہوں۔ پھر حلال ہو۔ قیام کرو۔ یہاں تک جب یوم الترویہ آجائے۔ تو پھر حج کا احرام باندھو۔ اور اس عمرہ کے ذریعہ جو تم لا چکے ہو۔ اسے تمتع بنا لو۔ انہوں نے عرض کی حضرت! کیسے تمتع بنائیں۔ ہم عند الاحرام حج کا نام لے چکے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو میں تم کو حکم دیتا ہوں اس کو کر گزرو۔ کیونکہ اگر میں نے سوق ھدی نہ کی ہوتی تو میں بھی اسی طرح کرتا۔ جس کا تمہیں حکم دیا ہے۔ لیکن میرے لئے حرام حلال نہیں ہے۔ جب تک کہ میری ھدی اپنے محل تک نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابو شہاب کی مرفوع حدیث سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے (اور بعض فرماتے ہیں کہ مسند من عطاء ہے۔ مطلقاً مسند نہیں ہے)

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **تصیر الآن حجتک مکیۃ** ان لوگوں کا مقصد یہ تھا۔ کہ اس عمرہ کو چھوڑ دو۔ اور مکّہ سے حج کا احرام باندھو۔ جیسا کہ آپؐ نے صحابہ کرام کو حکم دیا تھا جب کہ ان کے حج کو فسخ کر کے عمرہ بنانے کا حکم دیا تھا۔ تو حضرت عطاءؒ نے حضرت جابرؓ کی روایت کے ذریعہ ان پر رَدّ کیا۔ اور ممکن ہے کہ ابو شہاب متمتع ہوں۔ جیسا کہ متمتعاً مکۃ بعمرۃ کے الفاظ دال ہیں تو ان کے لئے یہی حکم تھا۔ کہ وہ عمرہ کا احرام کھول دیں اور حج کے لئے دوسرا احرام باندھیں وہ اپنے احرام پر باقی رہنا چاہتے تھے کہ اہل مکّہ نے انہیں تاکید کی۔ کہ عمرہ والا احرام کھول دو۔ تو یہ حضرت عطاءؒ تابعی کے پاس فتویٰ پوچھنے آئے۔ تو حضرت عطاءؒ نے فرمایا۔ کہ تحلل من الاحرام تم پر واجب نہیں ہے۔ تمہیں تحلل اور عدم تحلل میں اختیار ہے۔ ان کی دلیل یہ تھی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کے بعد بھی اپنا احرام باقی رکھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ

بات ہو گی کہ آپؐ سائق ھدی تھے۔ اس لئے آپؐ کے لئے تحلل جائز نہیں تھا۔ اور جس کے ہمراہ ھدی نہ ہو۔ اس کے لئے دونوں امر جائز ہیں۔ **ولیس له مسند الا هذا ای فی باب الحج۔**

حدیث نمبر ۱۴۷۳ حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيدُ إِلَى أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُثْمَانُ دَعْنِي عَنْكَ قَالَ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعًا۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں۔ کہ عسفان کے مقام پر متعہ یعنی حج تمتع کے بارے میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کا اختلاف ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیا آپ ہم کو اس کام سے روکنا چاہتے ہیں۔ جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اچھا مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ جب حضرت علیؓ نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ **دعنی عنک** مقصد یہ ہے کہ آپ اسی پر عمل کریں۔ جہاں تک آپ کا اجتہاد پہنچا ہے اور میں اس پر عمل کروں گا جو کچھ میں جانتا اور سمجھتا ہوں ہمیں جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ **تمتعت** سے تمتع اصطلاحی مراد ہے۔ اور حدیث کے معنی واضح ہیں۔ کہ ابو شہاب نے عمرہ کا احرام باندھا۔ اس سے فراغت کے بعد حلال ہوئے۔ تو اب ان کا احرام بالحج مکی ہو گا۔ آفاقی نہیں ہو گا۔ حضرت عطاءؒ نے بھی یہی خبر دی کہ حضورؐ کے حکم سے صحابہ کرامؓ نے بھی ایسا کیا تھا۔

دعنی عنک شارح ہدایہ نے فرمایا کہ ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نے سوق ھدی نہ کیا۔ اس کے لئے تحلل لازمی ہے۔ مگر علامہ زیلعیؒ اور دیگر حضرات نے تصریح کی ہے۔ ایسا شخص مختار ہے۔ چاہے احرام باقی رکھے یا احرام کھول دے۔ اس کو شیخؒ نے بیان فرما دیا ہے۔

یسر لہ حدیث مسند کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کے نزدیک مختار یہی ہے۔ کہ باب الحج میں اس کے علاوہ کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے۔ جو عطار کے واسطہ سے ہو۔ مطلق حدیث مرفوع کی نفی نہیں ہے۔ ابو شہاب حناط کے لقب سے مشہور ہیں۔ موسیٰ بن نافع اسدی ان کا نام ہے۔ اور نسائی میں اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ نہی عثمان عن التمتع فلبّیٰ علی واصحابه بالعمرة فلم ینههم عثمان الحدیث۔ اگر اشکال ہو۔ کہ تنازع تو تمتع میں تھا۔ حضرت علیؓ نے قران کا احرام کیسے باندھا۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ قارن بھی تمتع کرتا ہے۔ دوبارہ اسے سفر نہیں کرنا پڑتا۔

بَابُ مَنْ لَبّٰى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ

ترجمہ: جس نے حج کے ساتھ تلبیہ کہا اور اسی کا نام لیا۔

حدیث نمبر ۱۳۷۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ آئے تو ہم لبیک بالحج سے تلبیہ کہتے تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسے عمرہ بنانے کا حکم دیا۔ تشریح لبیک بالحج سے ترجمہ ثابت ہوا۔

بَابُ التَّمَتُّعِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمتع کرنا۔

حدیث نمبر ۱۳۷۵ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهٖ مَا شَاءَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانے میں ہم لوگ تمتع کرتے تھے۔ اور قرآن مجید اتر رہا تھا۔ اب اپنی رائے سے جو شخص چاہے کہے۔

تشریح از قاسمی | رجل سے مراد حضرت عمرؓ ہیں نہ کہ حضرت عثمانؓ۔ کیونکہ پہلے وہی شخص ہیں جنہوں نے تمتع سے روکا۔

باب قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَقَالَ اَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یہ تمتع ان لوگوں کے لئے ہے۔ جن کے اہل و عیال مسجد حرام میں حاضر نہ ہوں۔ ابو کامل فضیل بن حسین بصری نے کہا۔

حدیث نمبر ۱۳۷۶ حدثنا ابو معشر الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ اَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاَهْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا اِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً اِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَتَيْنَا النِّسَآءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ثُمَّ اَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ اَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ فَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلٰى اَمْصَارِكُمْ اَلشَّاةُ تُجْزِئُ فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِي عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّ اللهَ اَنْزَلَهٗ فِي كِتَابِهٖ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَاحَهٗ لِلنَّاسِ غَيْرَ اَهْلِ مَكَّةَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِيْ ذَكَرَ اللهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهٖ شَوَّالٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هٰذِهِ الْاَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ اَوْ صَوْمٌ وَّالرَّفَثُ الْجِمَاعُ وَالْفُسُوْقُ الْمَعَاصِيْ وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے متعہ حج کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مہاجرین

انصار اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا۔ پس جب ہم مکہ میں آئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم لوگ حج کے احرام کو عمرہ بنالو۔ مگر وہ شخص جس نے سوقِ ھدی کیا ہو۔ تو ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ اپنی بیویوں سے ہم بستر ہوئے۔ اور ہم نے اپنے کپڑے بھی پہن لئے۔ اور جس نے قربانی کے جانور کو ہار ڈالا تھا۔ وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوا۔ جب تک اس کی ھدی اپنے محل تک نہ پہنچ گئی۔ پھر ترویہ آٹھویں ذی الحجہ کی شام کو آپؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگ حج کا احرام باندھیں۔ پس جب ہم ان اعمالِ حج سے فارغ ہوگئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا۔ مروہ کے درمیان سعی کی۔ پس ہمارا حج تمام ہوگیا۔ اور ہم پر دم شکر لازم ہوگیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ جو کچھ ھدی میسر ہو قربان کرے۔ اگر کسی کو جانور قربانی کا نہیں ملتا تو وہ تین روزے حج کے ایام میں رکھے۔ اور سات روزے جب اپنے اپنے شہروں کو لوٹیں۔ اس وقت رکھیں۔ ایک بکری کافی ہوگی۔ کیونکہ ایک سال میں دو عبادتیں یعنی حج اور عمرہ کو جمع کیا۔ پس یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اتارا۔ اور اس کے نبی نے اسے چالو کیا۔ اور اس تمتع کو لوگوں کے لئے سوائے اہل مکہ کے مباح قرار دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یہ تمتع ان لوگوں کے لئے ہے۔ جن کے اہل وعیال مسجد حرام میں حاضر نہیں ہیں۔ اور اشہر حج جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا۔ شوال۔ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں۔ پس جو شخص ان مہینوں میں تمتع کرے۔ تو اس پر ایک جانور کا خون ہے یا روزے ہیں۔ رفث کے معنی جماع کے۔ فسوق گناہ اور جدال کے معنی جھگڑے کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | وسبعۃ اذا رجعتم ای الی امصارکم۔ یہ حکم کی تعمیم کے لئے بیان فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہ روزہ بغیر وطن کے جائز نہیں۔ وہاں بھی رکھ سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | جو کچھ شیخؒ نے فرمایا۔ یہ احناف کے مسلک کے مطابق ہے۔ اور امام شافعیؒ کا مشہور قول بھی یہی ہے۔ البتہ امام مالکؒ رجوع الی وطن کی شرط لگاتے ہیں۔

تشریح از قاسمی | عشیۃ الترویہ سے آٹھویں ذی الحجہ کی ظہر کے بعد کا وقت مراد ہے۔

فرغنا من المناسک۔ ای وقوف بعرفہ مبیت بمزدلفہ اور رمی جمار اور حلق۔

فصیام ثلثة ایام فی الحج فی الاشتغال بہ بعد الاحرام وقبل التحلل ولا یجوز تقدیمہا علی الاحرام بالحج کیونکہ یہ روزہ عبادت بدنیہ ہے۔ اس کو وقت سے مقدم نہ کیا جائے۔ اور مستحب ہے۔ کہ یوم عرفہ سے قبل رکھے جائیں۔ کیونکہ حاجی کے لئے یوم عرفہ میں افطار مستحب ہے۔ **ولا یجوز یوم النحر وایام التشریق عند الاکثر** البتہ امام مالکؒ ایام تشریق میں صوم کی اجازت دیتے ہیں۔

رجعتم سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فراغ من الافعال مراد ہے۔ اور دیگر ائمہ رجوع الی اہلہ مراد لیتے ہیں۔ **ذلک** کا اشارہ عند الائمہ وجوب الہدی والصیام ہے۔ حاضری المسجد الحرام سے اہل حرم مراد ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک **ذلک** کا اشارہ تمتع کی طرف ہے۔ جو اہل مکہ کے لئے عند الاحناف مکروہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تمتع اور قران پہ دم جبر ہے۔ اور وہ دونوں آفاقی کے حق میں مستحب ہے۔ اس لئے اسے دم شکر ادا کرنا لازم ہوگا۔

بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ

ترجمہ:۔ مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۷۷ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رض اِذَا دَخَلَ اَدْنَى الْحَرَمِ اَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَبِيْتُ بِذِيْ طُوًى ثُمَّ يُصَلِّيْ بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت نافع نے فرمایا کہ ابن عمرؓ جب حرم کے قریب پہنچتے تو تلبیہ کہنے سے رک جاتے۔ پھر ذی طوی میں رات گزارتے۔ وہیں صبح کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے اور حدیث بیان کرتے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی کرتے تھے۔

تشریح از قاسمی | یہی ابن عمرؓ کا مذہب تھا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں جب عرفات کی طرف متوجہ ہو تو تلبیہ ترک کر دے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے

نزدیک رمی جمرہ عقبہ کے وقت تلبیہ ترک کرے۔ ان کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ جو ص۲۰۹ پر گزر چکی ہے۔

بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا وَّلَيْلًا

ترجمہ۔ مکہ معظمہ میں دن اور رات کے وقت داخل ہونا۔

حدیث نمبر ۱۳۷۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طُوًى حَتّٰى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَفْعَلُهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات بسر کی۔ یہاں تک کہ صبح کر دی۔ پھر مکہ میں داخل ہوئے اور ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے۔

تشریح از قاسمی | دخول مکۃ نہارًا تو ظاہر ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ثم دخل مکۃ میں ثم تراخی کے لئے جو نہار اور لیل دونوں کو شامل ہے۔ یا دخول لیلاً عمرہ جعرانہ سے ثابت ہے۔ جس کو ترجمہ میں ذکر کر دیا۔ دخول نہار کی حدیث ان کی شرط کے مطابق تھی اور دخول لیل کی شرط کے مطابق نہیں تھی۔ اس لئے اس نے سکوت کیا۔ ترجمہ میں ذکر کر دیا۔

بَابُ مِنْ اَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ

ترجمہ۔ مکہ معظمہ میں کس مقام سے داخل ہوئے۔

حدیث نمبر ۱۳۷۹ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں اوپر والی گھاٹی جو بطحاء کے اندر ہے۔ وہاں سے داخل ہوتے تھے اور نچلی گھاٹی جو مکہ کے اسفل میں باب شبیکہ کے پاس ہے۔ وہاں سے خارج ہوتے۔ ثنیہ علیا کو کدا با لفتح بھی کہتے ہیں۔ اور

ثنیہ سفلیٰ کو کُدیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

بَابُ مِنْ اَیْنَ یَخْرُجُ مِنْ مَکَّۃَ

ترجمہ۔ مکہ معظمہ کے کس مقام سے باہر تشریف لاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳۸۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّۃَ مِنْ کَدَاءٍ مِنَ الثَّنِیَّۃِ الْعُلْیَا الَّتِیْ بِالْبَطْحَاءِ وَ خَرَجَ مِنَ الثَّنِیَّۃِ السُّفْلٰی۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں کدار کے مقام جو اوپر والی گھاٹی میں جو بطحار کے اندر ہے داخل ہوتے اور نچلی گھاٹی سے باہر آتے۔

حدیث نمبر ۱۳۸۱ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰی مَکَّۃَ دَخَلَھَا مِنْ اَعْلَاھَا وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِھَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تو اس کے اوپر والے حصہ سے داخل ہوئے اور نچلے سے باہر تشریف لائے۔

حدیث نمبر ۱۳۸۲ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ کَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ کُدًی مِنْ اَعْلٰی مَکَّۃَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کدار سے داخل ہوئے اور کُدیٰ سے نکلے اور کدار اعلیٰ مکہ میں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | من اعلیٰ مکۃ یہ بدل یا تفسیر کدار بالمد سے ہے۔ کُدیٰ بالقصر سے نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ مفسَّر اور مفسِّر میں فصل بالاجنبی لازم آئے گا۔ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ایسا ہوا کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | عموماً شراح حضرات ابواسامہ راوی کے وہم پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ نے راوی کو وہم سے بچانے کے لئے یہ تاویل فرمائی۔ ورنہ کرمانیؒ اور قسطلانیؒ نے احادیث سابقہ کی بنا پر اسے وہم راوی قرار دیا۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ دخول اور

خروج عام الفتح میں دونوں کدا یعنی اعلیٰ مکہ سے ہوئے۔ لیکن حج میں خروج اسفلہا سے ہوا۔ یہ توجیہ اس وقت ہے۔ جبکہ اسے کدا بالفتح پڑھا جائے۔ اوّل اور ثانی دونوں جگہ اگر ثانی بالضم ہو۔ تو پھر من اعلیٰ مکہ دخل کے متعلق ہوگا۔ اور خرج من کدی حال مقدر ہوگا۔ تو اس وقت تخصیص بغیر عام الفتح کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسی ثانی توجیہ کو قطب گنگوہیؒ نے اختیار فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۸۳ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ کَدَآءٍ مِّنْ اَعْلٰی مَکَّةَ قَالَ ھِشَامٌ وَّکَانَ عُرْوَةُ یَدْخُلُ عَلٰی کِلْتَیْھِمَا مِنْ کَدَآءٍ وَّکُدًی وَّاَکْثَرُ مَا یَدْخُلُ مِنْ کُدًی وَّکَانَتْ اَقْرَبَھُمَا اِلٰی مَنْزِلِہٖ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر کدا سے داخل ہوئے۔ جو مکہ کا اعلیٰ حصہ ہے۔ ہشام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عروہؓ دونوں کدا اور کدی سے داخل ہوتے تھے۔ اور اکثر ان کا داخلہ کدی سے ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ ان کے گھر کے قریب ہوتا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ | کانت اقربہما الیٰ منزلہ یہ حضرت عروہؓ کی طرف سے معذرت ہے۔ کہ حدیث تو من کدا بالفتح والی روایت کی اور عمل اس کے خلاف کیا۔ مقصد یہ ہے کہ داخلہ من اعلیٰ مکہ حتمی اور لازمی نہیں ہے۔ آسانی کے لئے کبھی کدا سے اور کبھی کدی سے داخل ہوتے۔

حدیث نمبر ۱۳۸۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْوَھَّابِ عَنْ عُرْوَةَؓ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ کَدَآءٍ مِّنْ اَعْلٰی مَکَّةَ وَکَانَ عُرْوَةُ اَکْثَرَ مَا یَدْخُلُ مِنْ کُدًی وَّکَانَ اَقْرَبَھُمَا اِلٰی مَنْزِلِہٖ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ نے فرمایا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال کدا اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے۔ اور حضرت عروہ بن الزبیرؓ اکثر کدی سے داخل ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ ان کے گھر کے قریب پڑتا تھا۔

حدیث نمبر ۱۳۸۵ حَدَّثَنَا مُوْسٰی حَدَّثَنَا عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ دَخَلَ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ کَدَآءٍ وَکَانَ عُرْوَۃُ یَدْخُلُ مِنْ کُدًی اَقْرَبِہَا اِلٰی مَنْزِلِہٖ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ کَدَآءٍ وَکُدًی مَوْضِعَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت ہشام اپنے باپ عروہ ابن الزبیرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کدار سے داخل ہوئے اور حضرت عروہؓ دونوں سے داخل ہوتے تھے۔ اکثر ان کا داخلہ کدی سے ہوتا۔ جو ان کے گھر کے قریب تھا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ کدار اور کدی دونوں جگہ کے نام ہیں۔

بَابُ فَضْلِ مَکَّۃَ وَبُنْیَانِہَا

وَقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی وَعَہِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ کَفَرَ فَاُمَتِّعُہٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّہٗٓ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

ترجمہ۔ مکہ اور اس کی بنا کی فضیلت۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اور جب کہ ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لوٹنے بار بار آنے کی جگہ اور امن بنایا۔ اے لوگو! مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔ اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ سے وعدہ لیا کہ وہ دونوں میرے گھر کو پاک رکھیں۔ طواف کرنے والوں اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے۔ اور یاد کرو۔ جب کہ ابراہیمؑ نے دعا مانگی اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا۔ اور یہاں کہ ان باشندوں کو پھلوں کا رزق دے۔ جو ان میں سے اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان لے آئیں۔ فرمایا جو کفر کرے گا اس

کو بھی تھوڑے عرصہ کے لئے نفع اٹھانے دوں گا۔ پھر اسے جہنم کے عذاب کی طرف مجبور کروں گا۔ اور وہ بہت بُری لوٹنے پھرنے کی جگہ ہے۔ اور یاد کرو! جب کہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو اٹھا کر دعا کر رہے تھے۔ اے ہمارے رب اس ہماری خدمت کو قبول فرما۔ اس لئے کہ آپ ہی خوب سننے والے جاننے والے ہیں اور ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت اپنی فرمانبردار بنا اور ہمیں اپنے حج کے احکام بتلا۔ ہماری طرف توجہ فرما۔ بے شک آپ ہی توبہ قبول کرنے والے اور نہایت مہربان ہیں۔ چونکہ بنائے کعبہ بنائے مکّہ کا سبب بنا اس لئے ان چار آیات کریمہ میں بنار کعبہ کا ذکر ہے۔ جس سے مکّہ اور کعبہ دونوں کی فضیلت واضح ہوگئی۔ اور کعبہ امن ہے قتل وغارت سے اور امن ہے جذام برص اور جنون سے اور بعض نے کہا۔ کہ امن ہے جابرہ کی چیرہ دستیوں سے۔ جیسے اصحاب فیل سے محفوظ رکھا گیا۔

مقام ابراھیم سے جمیع حرم یا مکّہ یا بیت اللہ مراد ہے۔ لیکن اصح یہ ہے کہ وہ پتھر مراد ہے۔ جس میں ابراہیمؑ کے قدموں کے نشانات ہیں۔ جہاں یہ طواف کے بعد دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ فَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ أَرِنِي إِزَارِي فَشَدَّهُ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے فرمایا کہ جب خانہ کعبہ کی بنا بعثت سے پانچ سال پہلے شروع ہوئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباسؓ پتھر اٹھا رہے تھے۔ تو حضرت عباسؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ اپنی چادر گردن پر ڈال لو تاکہ پتھر اٹھانے میں تقویت ہو۔ چنانچہ جب آپؐ نے ایسا کیا تو زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جس سے آپؐ کی دونوں آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ میری چادر مجھے دکھاؤ۔ پس آپؐ نے اس کو اپنے اوپر باندھ لیا۔

حدیث نمبر ۱۴۸۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرٰهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرٰهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ إِسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ الَّذِيْنَ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرٰهِيْمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتی کہ تیری قوم قریش نے جب کعبہ کو بنانا شروع کیا۔ تو انہوں نے ابراہیمؑ کی بنیادوں سے کمی کر دی۔ تو میں نے کہا۔ یارسول اللہ! کیا آپؐ اس کو ابراہیمی بنیادوں پہ واپس نہیں لوٹاتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر تیری قوم کا زمانہ کفر کے قریب نہ ہوتا تو میں ایسا ضرور کرتا۔ اور حضرت عبداللہ اسی اسناد سے فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ نے اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ میں نہیں سمجھتی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں رکن جو حطیم کے ساتھ متصل ہیں۔ ان کے ہاتھ لگانے کو چھوڑا ہو۔ مگر یہ کہ بیت اللہ ابراہیمی بنیادوں پہ مکمل نہیں ہوا۔ اس حدیث میں دلیل ہے کہ آپؐ نے ایسر الضررین کو اختیار فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ذهب النبی صلی اللہ علیہ وسلم العباس ممکن ہے اس سے مکہ کی فضیلت بھی نکلتی ہو۔ کیوں کہ آپؐ نے اس کے پتھر اپنے کندھوں پر اٹھائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اوجز میں تفصیل کے ساتھ خانہ کعبہ دس مرتبہ تعمیر کو ذکر کیا گیا ہے۔ جو اس شعر میں منظوم ہے۔

بنی بیت رب العرش عشر فخذ هم ملائکة الله الکرام وآدم فشیث فابراهیم ثم عمالق
قصی قریش قبل هذین جرهم وعبد الاله بن الزبیر بنی کذا بناه حجاج وهذا متمم

اور حدیث باب میں جس بنا کا ذکر ہے وہ آٹھویں بنا ہے۔ جس کو قریش نے بنایا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس ۳۵ سال تھی۔

حدیث نمبر ۱۳۸۸ حدثنا مسدد الخ عن عائشۃؓ قالت سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجدار من البیت ھو قال نعم قلت فما لھم لم یدخلوہ فی البیت قال ان قومک قصرت بھم النفقۃ قلت فما شان بابہ مرتفعا قال فعل ذلک قومک لیدخلوا من شاءوا ویمنعوا من شاءوا ولو لا ان قومک حدیث عھدھم بالجاھلیۃ فاخاف ان تنکر قلوبھم ان ادخل الجدر فی البیت وان الصق بابہ بالارض۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا حطیم کی دیوار بیت اللہ میں سے ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے عرض کی کہ انہوں نے اس کو بیت اللہ میں کیوں شامل نہ کیا۔ فرمایا کہ تیری قوم کا خرچہ کم ہو گیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ بیت اللہ کا دروازہ کیوں اونچا رکھا گیا۔ فرمایا۔ تیری قوم نے اس لئے کیا۔ تاکہ جس کو وہ چاہیں داخل ہونے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں۔ اگر تیری قوم کفر سے قریب زمانے والی نہ ہوتی۔ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ ان کے دل انکار کریں گے تو میں حطیم کی دیوار کو بیت اللہ میں شامل کر لیتا اور اس کے دروازے کو زمین کے ساتھ ملا دیتا۔

حدیث نمبر ۱۳۸۹ حدثنا عبید بن اسمٰعیل الخ عن عائشۃؓ قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو لا حداثۃ قومک بالکفر لنقضت البیت ثم لبنیتہ علی اساس ابراھیم فان قریشا استقصرت بناءہ وجعلت لہ خلفا قال ابو معاویۃ حدثنا ھشام خلفا یعنی بابا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سے فرمایا۔ کہ اگر تیری قوم کفر کے قریب نہ ہوتی۔ تو بیت اللہ کو توڑ دیتا اور اسے ابراہیمی بنیاد پر تعمیر کرتا۔ کیونکہ قریش نے اس کی عمارت کو چھوٹا کر دیا۔ اور میں اس کے لئے خلف بناتا۔

ہشام فرماتے ہیں کہ خلف کے معنی دروازے کے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۴۹۰ حَدَّثَنَا بَیَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا یَا عَائِشَةُ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ لَاَمَرْتُ بِالْبَیْتِ فَهُدِمَ فَاَدْخَلْتُ فِیْهِ مَا اُخْرِجَ مِنْهُ وَاَلْزَقْتُهُ بِالْاَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَیْنِ بَابًا شَرْقِیًّا وَّبَابًا غَرْبِیًّا فَبَلَغْتُ بِهٖ اَسَاسَ اِبْرٰهِیْمَ فَذٰلِكَ الَّذِیْ حَمَلَ ابْنَ الزُّبَیْرِ عَلٰی هَدْمِهٖ قَالَ یَزِیْدُ وَشَهِدْتُّ ابْنَ الزُّبَیْرِ حِیْنَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ وَاَدْخَلَ فِیْهِ مِنَ الْحِجْرِ وَقَدْ رَأَیْتُ اَسَاسَ اِبْرَاهِیْمَ حِجَارَةً كَاَسْنِمَةِ الْاِبِلِ قَالَ جَرِیْرٌ فَقُلْتُ لَهُ اَیْنَ مَوْضِعُهُ قَالَ اُرِیْكَهُ الْاٰنَ فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ فَاَشَارَ اِلٰی مَكَانٍ فَقَالَ هٰهُنَا قَالَ جَرِیْرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے عائشہؓ! اگر تیری قوم جاہلیۃ یعنی کفر کے زمانہ کے قریب نہ ہوتی۔ تو میں بیت اللہ کے گرانے کا حکم دیتا اور جو حصہ اس کا نکال دیا گیا ہے۔ اسے اس میں پھر شامل کرتا۔ اور اس کو زمین کے ساتھ ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بنا لیتا ایک دروازہ شرقی دوسرا غربی۔ پھر اس سے میں ابراہیمی بنیاد تک پہنچ جاتا۔ پس اسی حدیث نے ابن الزبیرؓ کو بیت اللہ کو گرانے پہ آمادہ کیا۔ یزید فرماتے ہیں کہ میں ابن الزبیرؓ کے بیت اللہ کے گرانے اور اس کے تعمیر کرنے کے وقت حاضر تھا۔ جب کہ حطیم کو انہوں نے بیت اللہ میں شامل کر لیا۔ اور میں نے ابراہیمی بنیاد کے پتھروں کو دیکھا جو اونٹوں کی کوہان کی طرح تھے۔ جریر نے کہا۔ کہ میں نے کہا کہ وہ جگہ کہاں ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ جگہ میں تمہیں ابھی دکھاتا ہوں۔ تو میں ان کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا۔ تو انہوں نے اسی مکان کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا وہ یہاں ہے۔ جریر فرماتے ہیں کہ میں نے حطیم کا چھ گز یا اس کے برابر کا تخمینہ لگایا۔

بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ

وَقَوْلِهٖ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَقَوْلِهٖ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰٓى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ حرم پاک کی فضیلت۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے تو حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر کے ربّ کی عبادت کروں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے محترم و معظم بنایا ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ہر چیز ہے۔ اور مجھے اس کا بھی حکم ہوا ہے۔ کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ کیا ہم نے ان کو حرم امن والے میں اقتدار نہیں دیا۔ جس کی طرف ہر قسم کے پھل کھچے چلے آتے ہیں۔ یہ ہماری طرف سے رزق ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تشریح از قاسمی حرم مکی جس نے چاروں جانب سے مکّہ کا احاطہ کر رکھا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی شرافت اور کرامت کے لئے حرم بنایا ہے۔ اس میں بہت سی وہ چیزیں حرام ہیں جو دوسری جگہ نہیں ہیں۔ مدینہ کے راستہ سے تین میل عراق کے راستے سے سات میل اور جعرانہ سے نو میل اور جدّہ سے دس میل کے فاصلہ تک اس کی حدود ہیں جنہیں مواقیت کہا جاتا ہے۔ اور یہ تحدید اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعہ سے کرائی۔

حدیث نمبر ۱۳۹۱ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا یُعْضَدُ شَوْكُهٗ وَلَا یُنَفَّرُ صَیْدُهٗ وَلَا یَلْتَقِطُ لُقْطَتَهٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن ارشاد فرمایا۔ کہ اس شہر مکّہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ پس اس کا کانٹا تک نہ کاٹا جائے۔ درخت تو بطریق اولیٰ نہ کاٹے جائیں اور اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے۔ اور نہ ہی اس میں گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے۔ ہاں وہ شخص اٹھائے جو اس کی تعریف کرے۔

تشریح از قاسمی | احناف اور مالکیہ کے نزدیک لقطہ حرم اور غیر حرم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر ایک کی تعریف کی جائے۔ بعض فرماتے ہیں کہ تعریف سے مراد دوام ہے۔ نہ اسے اٹھایا جائے اور نہ صدقہ کیا جائے۔ بخلاف سائر البقاع قالہ الشافعیؒ۔

بَابُ تَوْرِيثِ دُورِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا

وَاَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَآءٌ خَاصَّةً لِقَوْلِهِ تَعَالٰى إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَنِ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ. قَالَ اَبُوعَبْدِ اللّٰهِ الْبَادِي الطَّارِئُ مَعْكُوفًا مَحْبُوسًا۔

ترجمہ۔ مکہ معظمہ کے مکانات کی وراثت ان کا بیچنا اور خرید کرنا اور یہ کہ خاص کر مسجد حرام میں سب لوگ برابر ہیں۔ بوجہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے۔ کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے اور اس مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ جس کو ہم نے سب لوگوں کے لئے برابر بنایا ہے۔ خواہ اس میں قیام کرنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے مسافر۔ اور جو شخص اس میں ظلم کے ساتھ کجی کا ارادہ کرے گا۔ ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ البادی باہر سے آنے والا مسافر اور معکوف کے معنی بند ہونے والے کے ہیں۔ الھدی معکوفاً کے اندر معکوف کو عاکف کی مناسبت سے ذکر فرما دیا۔

حدیث نمبر ۱۳۹۲ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ الخ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ اَوْ دُوْرٍ وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ اَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ شَيْئًا لِاَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ فَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوا يَتَأَوَّلُونَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَ

جَاهَدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ الاٰیَة۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! آپ مکہ معظمہ میں اپنی کون سی حویلی میں اتریں گے۔ فرمایا کہ کیا عقیل نے کوئی محلہ یا حویلی چھوڑی ہے۔ عقیل ابوطالب کے وارث ہوئے تھے۔ وہ بھی اور طالب بھی۔ لیکن حضرت جعفرؓ اور علیؓ اس کی کسی چیز کے وارث نہ ہوئے۔ کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ اور عقیل اور طالب دونوں کافر تھے۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوا کرتا۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑتے تھے۔ کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی۔ اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا۔ اور جن لوگوں نے ٹھکانا دیا اور ان کی مدد کی۔ یہی لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ خاصۃً یعنی یہ مساوات صرف مسجد حرام میں ہے۔ حرم کے دیگر مقامات میں نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ مکہ کے مکانات کی وراثت میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے۔ کہ مکہ کے مکانات میں اور ان کی حویلیوں میں کوئی وراثت نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی مالک بن سکتا ہے۔ البتہ بناء و تعمیر کے اعتبار سے نسبت کی جا سکتی ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد تملیک اور تملک کو ثابت کرنا ہے۔ بظاہر ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے۔ کہ مساوات کی صورت صرف مسجد حرام میں ہے اور کسی مکان میں نہیں ہے۔ تو مکہ کی اراضی میں سے مسجد حرام کے علاوہ باقی سب میں ملک اور تصرف جائز ہے۔ ایک تو ملک کی وجہ سے دوسرے روایت بھی اس پہ دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ دارک میں اضافۃ ملک کی دلیل ہے۔ اور اس طرح راوی کا یہ کہنا ورث اباطالب یہ بھی دلالت کرتا ہے۔ کہ ان میں وراثت چالو ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ مسجد حرام کے حقوق میں مساوات سے غیر مسجد حرام کے حقوق میں مساوات کی نفی نہیں ہوتی۔ بایں ہمہ حکم کی علّت مشترک ہے۔ وہ یہ کہ حجاج پر تنگی نہ ہو۔ رہا ورث کا لفظ روایت میں دارک کی اضافۃ بناء و تعمیر کے اعتبار سے ہے۔ یا سبقت قبضہ کی وجہ سے۔ جیسے کوئی شخص مسجد میں اپنی جگہ پہ کپڑا رکھ جائے یا وادیٔ منیٰ میں خیمہ گاڑ لے تو وہ دوسروں سے زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ اس کا قبضہ پہلے ہو چکا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اس جگہ کا مالک بن گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام طحاویؒ نے مجاہد سے نقل کیا ہے۔ کہ مکہ مباح لایحل بیع رباعہا

ولا اجارة بیوتہا۔ ابن عمرؓ بھی فرماتے ہیں۔ لا یحل بیع بیوت مکة ولا اجارتہا۔ ترجمہ۔ مکہ معظمہ کے مکانات کا بیچنا اور ان کو کرایہ پر دینا حلال نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ کوئی شخص مکہ کی حویلیوں کو دروازے نہ لگائے۔ کیونکہ ان کے میدانوں میں حجاج کرام قیام کریں گے۔ یہ مسلک سفیان ثوریؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ جمہور ائمہ جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ علامہ جصاصؒ نے فرمایا کہ مسجد حرام سے کل حرام مراد ہے۔ جیساکہ قرآنی آیات اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

سواء ن العاکف فیہ والباد میں سکونت اور قیام میں مساوات مراد ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اجرۃ الارض کو تو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص عمارت تعمیر کرے تو وہ اس کا کرایہ لے سکتا ہے۔ اس لئے ورث اور اضافۃ اسی بنار کے اعتبار سے ہے۔ اور اضافۃ ادنی ملابستہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جس کی کئی مثالیں ہیں۔ جیسے بیت العنکبوت یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم الخ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کی روایت سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کفار مکہ اموال مسلمین پر غلبہ حاصل کر چکے تھے۔ اور جمہور کا یہی قول ہے کہ کفار استیلار کی وجہ سے مالک بن جاتے ہیں۔

لسبقوا بیدہ پر ابن قیمؒ نے فرمایا کہ یہ ایسے منافع میں سے ہے جو پہلے قبضہ کرلے یا جسکو حاجۃ ہو۔ وہ مختص کر سکتا ہے۔ لیکن جب وہ بے نیاز ہو جائے۔ تو اس کا معاوضہ نہیں لے سکتا۔ جیسے چوپالوں اور وسیع راستوں پر بیٹھنے پر کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا۔ جس کی نظیر خراجی زمین کی بیع کا جواز ہے۔ کہ وہ خراجی ہی مشتری کی طرف منتقل ہوتی ہے۔

بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ نُسِبَتِ الدُّوْرُ اِلٰى عَقِيْلٍ وَّتُوْرَثُ الدُّوْرُ وَتُبَاعُ وَتُشْتَرٰى

ترجمہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ میں اترنا۔ امام بخاریؒ نے فرمایا۔ حویلیوں کی نسبت عقیل کی طرف کی گئی اور ان مکانات کی وراثت بھی جاری ہوتی ہے۔ ان کو بیچا اور خریدا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۹۲ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَادَ قُدُوْمَ مَكَّةَ مَنْزِلُنَا غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ فرمایا۔ جب کہ آپؐ نے مکہ معظمہ میں تشریف لانے کا ارادہ فرمایا۔ کہ کل انشاء اللہ ہماری منزل خیف بنی کنانہ میں ہوگی۔ جہاں مشرکین مکہ نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

حدیث نمبر ۱۴۹۷ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِي بِذَلِكَ الْمُحَصَّبَ وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوا إِلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَشْبَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کی دوسری صبح کو فرمایا۔ جب کہ آپؐ منٰی میں تھے۔ کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں اترنے والے ہیں جہاں انہوں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔ یعنی وادی محصب میں۔ اور یہ اس لئے کہ قریش اور کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب یا بنو مطلب کے خلاف اس بات پر آپس میں قسمیں لی تھیں۔ کہ اس وقت تک ہم نہ ان سے نکاح وشادی کریں گے اور نہ ہی خرید و فروخت کریں گے۔ جب تک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد نہ کریں۔ اور ایک سند میں بغیر شک کے بنو ہاشم اور بنو المطلب مروی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ بنو المطلب زیادہ مناسب ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ نسبت الدور الی عقیل اور اضافۃ دلیل ملک ہے۔ مگر اس کا جواب گزر چکا۔

بنو المطلب اشبہ اس لئے ہے کہ عبدالمطلب ہاشم کا بیٹا ہے۔ تو بنو ہاشم ہی بنو عبدالمطلب ہو گئے۔ ان کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تو بنو عبدالمطلب کا عطف بنو ہاشم پر کسی زیادتی کے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا۔ البتہ جب لفظ بنو المطلب ہو تو یہ مفید زیادتی ہے۔ اس لئے کہ مطلب ہاشم کا بھائی تھا۔ تو بنو المطلب بنو ہاشم کے علاوہ دوسرے لوگ مراد ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں۔ کہ بنو المطلب اشبہ بالصواب ہے۔ اس لئے عبد المطلب ہاشم کا بیٹا ہے۔ البتہ مطلب ہاشم کا بھائی ہے۔ اور وہ دونوں عبد مناف کے بیٹے ہیں۔ تو مقصود یہ ہوا۔ کہ ان کفار نے بنو عبد مناف کے خلاف تحالف کیا تھا۔ لیکن وہ بھی عبد مناف کے دو بیٹے مطلب اور ہاشم کی اولاد کے خلاف نہ کہ عبد شمس اور نوفل کے خلاف تحالف کیا۔ اور اس کی تائید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ کہ بنو المطلب بنو ہاشم شیئ واحد۔ الغرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور شکر الٰہی کے خیف بنی کنانہ میں قیام فرمایا۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اِلٰى قَوْلِهٖ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ یاد کرو۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس چیز سے بچانا۔ کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ اس لئے کہ اے میرے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ امام بخاریؒ نے اس باب کے تحت حدیث ذکر نہیں فرمائی یا تو کوئی حدیث ان کے شرط کے مطابق نہیں ملی۔ یا اولاً تراجم قائم کئے۔ پھر جیسے جیسے حدیث ملتی گئی۔ اس کو باب کے ساتھ لاحق کر دیا۔ شاید الحاق حدیث کا وقت نہ ملا ہو۔ یہی حال اس قسم کے دوسرے ابواب کا ہے (کرمانی)

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ بیت الحرام کو لوگوں کے لئے قوام بنایا اور شہر حرام کو۔ یعنی جب تک یہ باقی ہے۔ دین و دنیا قائم ہیں۔ اس لئے ذو السویقین کی روایت لاتے ہیں۔ جو آخر زمان میں ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۳۹۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ خانہ کعبہ کو حبشہ کا ایک چھوٹی پنڈلیوں والا آدمی ویران و تباہ کرے گا۔ یعنی خرابی دنیا قرب قیامت میں ہوگی۔ اس سے قبل کعبہ امن کی جگہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۹۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الْكَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللّٰهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ رمضان کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ اور یہ عاشوراء وہ دن تھا۔ جس میں خانہ کعبہ کو پردہ ڈالا جاتا تھا۔ جب رمضان فرض ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص عاشوراء کا روزہ رکھنا چاہے رکھ لے اور جو چھوڑنا چاہے وہ اسے چھوڑ دے۔

تستر فیہ الکعبۃ یہ موضع ترجمہ ہے کہ کعبہ کی تعظیم و تکریم یوم عاشوراء میں کی جاتی تھی۔

حدیث نمبر ۱۳۹۷ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوجِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تَابَعَهُ أَبَانُ الخ عَنْ شُعْبَةَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج و ماجوج کے بعد بھی بیت اللہ کا حج بھی کیا جائے گا۔ اور عمرہ بھی ہوتا رہے گا۔ شعبہ سے منقول ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ بیت اللہ کا حج نہیں ہوگا۔ پہلا اکثر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الاول اکثر ای اقوی اسناداً کیونکہ اس کے رواۃ کثیر ہیں بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دونوں روایات میں منافات

نہیں۔ اس لئے کہ اثبات کا صدق ایک مرتبہ کے وجود سے بھی ہو سکتا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ یاجوج وماجوج کے خروج کے بعد بیت اللہ کا حج ہو۔ پھر قیام قیامت تک حج نہ ہو سکے۔ امام بخاریؒ کو اس لئے اشکال پیش آگیا۔ کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ یاجوج وماجوج کے بعد ہمیشہ کے لئے نفخ صور تک حج نہیں ہوگا۔ اس لئے دونوں حدیثوں میں تعارض پیدا کر دیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے تعارض بین الحدیثین اس طرح ثابت کیا۔ کہ پہلی حدیث سے مفہوم ثابت ہوتا ہے۔ کہ قیامت کی علامتوں کے بعد بیت اللہ کا حج ہوتا رہے گا۔ اور دوسری حدیث شعبہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے بعد حج نہیں ہوگا۔ حالانکہ دونوں کے مقتضیٰ پر عمل صحیح اور ظاہر ہے۔ کیونکہ یاجوج وماجوج کے بعد ایک مرتبہ حج ہوگا۔ پھر قرب قیامت تک متروک ہو جائے گا۔

والاول اکثر کا مطلب تیمی کے قول کے مطابق یہ ہے۔ کہ قیام قیامت تک حج بیت اللہ ہوتا رہے گا۔ بہت سے شراح نے یہی توجیہ کی ہے۔ کہ بقاء الحج الیٰ قیام الساعۃ اکثر واضح فلا یعارضہ الثانی لیکن ہمارے نزدیک معارضہ ہے نہیں کیونکہ خروج یاجوج ماجوج کے بعد ہبوب ریح طیبہ تک حج باقی رہے گا۔ پھر متروک ہو جائے گا۔ تو اب حدیث اول ثانی کے موافق ہو جائے گی۔ اختلاف اس میں ہے کہ آیا ہدم کعبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا۔ یا عند قیام الساعۃ ہوگا۔ جب کہ کوئی مومن نہیں رہے گا۔ تو پھر حج کون کرے گا۔

تشریح از قاسمیؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے آیت کریمہ کو ترجمہ بنایا۔ جس سے چند امور کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ پہلا تو یہ کہ لوگوں کے دینی اور دنیوی امور کعبہ مشرفہ کی بدولت قائم رہیں گے۔ جس پر قیاماً للناس کے الفاظ دال ہیں۔ پھر جب ہدم کعبہ ہوگا۔ تو سب نظام بگڑ جائے گا۔ اس پر حدیث ابو ہریرہؓ نے دلالت کی۔ دوسرے تعظیم و توقیر کعبہ کی طرف اشارہ کیا۔ جس پر حدیث عائشہؓ دلالت کرتی ہے۔

تستر فیہ الکعبۃ اور تیسری بات یہ بتلائی۔ کہ کعبہ کی زیارت کرنے والے یاجوج ماجوج

کے خروج کے بعد تک بھی رہیں گے ۔ حالانکہ وہ فتن کا دور ہوگا ۔ اس پر حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت لائے ہیں ۔

لیحجن البیت سے مکان البیت مراد ہے ۔

بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ

ترجمہ ۔ کعبہ کو پوشاک پہنانا ۔

حدیث نمبر ۱۳۹۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ قُلْتُ إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا قَالَ هُمَا الْمَرْآنِ أَقْتَدِي بِهِمَا ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابو وائلؓ نے فرمایا کہ میں شیبہ کے ساتھ خانہ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا تو اس نے کہا ۔ اس جگہ حضرت عمرؓ بھی بیٹھے تھے ۔ اور فرمایا تھا ۔ کہ میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے ۔ کہ اس جگہ میں جو کچھ زرد اور سفید ہے ۔ یعنی سونا اور چاندی ہے ان سب کو تقسیم کر دوں ۔ تو میں نے کہا کہ آپ کے پہلے دو ساتھیوں نے تو ایسا نہیں کیا ۔ فرمایا وہ دونوں ایسے مرد ہیں ۔ کہ میں ان کی اقتدار کروں گا ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لا ادع فیہا صفراء الخ اس میں ترجمہ ہے ۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوا ۔ کہ خانہ کعبہ میں مال و دولت موجود تھا ۔ جس کو عند الضرورت خرچ کیا جاتا تھا ۔ اور اس کی ضروریات میں سے خانہ کعبہ کو غلاف پہنانا بھی ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ کرمانیؒ تو فرماتے ہیں کہ لوگ سونا ، چاندی ہدیہ کے طور پر صندوق میں ڈالتے تھے ۔ جس کو دربان آپس میں بانٹ لیتے تھے ۔ حضرت عمرؓ نے ان کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا ۔ تو حدیث کو ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہوگی ۔ کہ کعبہ ہمیشہ معظم و محترم رہا ہے ۔ کہ اس کی طرف ہدایا بھیجے جاتے ۔ جن سے مقصد تعظیم کعبہ تھی ۔ کسوۃ بھی تعظیم میں سے ہے ۔ لیکن میری رائے یہ ہے ۔ کہ ممکن ہے ۔

حضرت عمرؓ کے جلوس کے وقت خانہ کعبہ کسوۃ فاخرہ سے مزین ہو۔ جس کی تقسیم کا آپ نے ارادہ فرمایا تو شیبہ کے کہنے پر رک گئے۔ جس سے کسوۃ کا جواز ثابت ہوا۔ مگر حدیث باب میں کسوۃ کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن ابن بطال نے ترجمہ کو ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے۔ کہ ہر زمانہ میں بادشاہان وقت قیمتی سے قیمتی غلاف جو سونے کی تاروں سے بُنے ہوتے تھے بھیجتے تھے۔ جیسے کہ اموال بھیجتے تھے۔ تو امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے سونے اور چاندی کے تقسیم کرنے کو ٹھیک سمجھا تو غلاف وغیرہ سے جو کچھ بچ جائے اس کا تقسیم کرنا بطریق اولیٰ صحیح ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ ہر سال غلافِ کعبہ کو اتار کر حجاج پر تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ شاید امام بخاریؒ اس کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہوں۔ بعض حضرات نے اور وجوہ بھی ذکر فرمائی ہیں۔ بہرحال امام بخاریؒ کی غرض ترجمہ مشروعیۃ کسوۃ ہے۔ اور بعض وجوہ کے اعتبار سے کسوۃ کعبہ میں تصرف کرنا بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنی چادروں سے کعبہ کا غلاف بنایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمرؓ اور اسی طرح حضرت عثمانؓ اور بعد کے خلفاء سے بھی کسوۃ کعبہ ثابت ہے۔ بلکہ حضرت عمرؓ تو بیت المال سے غلاف تیار کر کے پہناتے تھے۔ اور پرانا ہونے پر علماء فرماتے ہیں۔ کہ خلیفہ اور حاکم وقت کے لئے جائز ہے اسے بیچ کر مصالح بیت میں خرچ کرے یا کسی مسکین مسلمان کو دے دے یا فقراء پر تقسیم کر دے۔

بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ

ترجمہ۔ کعبہ کا گرانا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رض قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ تو اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۳۹۹ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي بِهٖ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ گویا کہ میں ابھی اس کالے ٹھنگڑے قدموں والے کو دیکھ رہا ہوں جو خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجائے گا۔ یعنی اس کا ایک ایک پتھر اکھاڑ پھینکے گا۔

حدیث نمبر ۱۴۰۰ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ خانہ کعبہ کو حبشہ کا ایک چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا ویران و تباہ کرے گا۔

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

ترجمہ۔ حجر اسود کے بارے میں جو کچھ ذکر ہوا ہے اس کے بیان میں

حدیث نمبر ۱۴۰۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ حجر اسود کے پاس تشریف لائے۔ پس اسے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا۔ کہ میں خوب جانتا ہوں۔ کہ تو ایک پتھر ہے۔ نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

تشریح از قاسمی حجر اسود بیت اللہ کے شرقی دروازے کے قریب رکن کعبہ میں واقع ہے۔ جس پر اب چاندی کا خول چڑھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ ہے۔ کہ تو بھی دوسرے پتھروں کی طرح ایک پتھر ہے۔ تجھے کوئی قدرت حاصل نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اگر اقتدا مقصود نہ ہوتی تو بوسہ نہ دیتے۔ بوسہ دینا سنت ہے۔

بَابُ اِغْلَاقِ الْبَيْتِ وَيُصَلِّى فِى اَىِّ نَوَاحِى الْبَيْتِ شَآءَ

ترجمہ۔ بیت اللہ کا دروازہ بند کرنا اور بیت اللہ کے جس جانب چاہے نماز پڑھے جائز ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۰۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّبِلَالٌ وَّ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَاَغْلَقُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَلَمَّا فَتَحُوْا كُنْتُ اَوَّلَ مَنْ وَّلَجَ فَلَقِيْتُ بِلَالًا فَسَاَلْتُهٗ هَلْ صَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے۔ پس ان پر انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ جب انہوں نے کھولا تو میں پہلا شخص تھا جو داخل ہوا۔ میری ملاقات حضرت بلالؓ سے ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہ کیا خانہ کعبہ کے اندر آپؐ نے نماز پڑھی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں ان دو یمنی ستونوں کے درمیان پڑھی ہے۔

تشریح از قاسمی علامہ عینیؒ نے فرمایا فاغلقوا علیہم سے ترجمہ ثابت ہوا۔ لیکن ترجمہ کا دوسرا جزء یصلی فی ای نواحی البیت تو تخییر پر دلالت کرتا ہے اور حدیث بین العمودین الیمانیین سے تعیین معلوم ہوتی ہے۔ تو جواباً کہا جائے گا۔ کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اس جگہ قصداً نہیں تھی۔ اتفاقاً واقع ہوئی تو یہ تخییر کے منافی نہیں۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قصداً تھا تو تحتم اور لزوم کے درجہ میں نہیں تھا۔ بلکہ اس جگہ بوجہ مزید فضیلت کے اختیار کیا گیا تب بھی تعیین ثابت نہ ہوئی۔

بَابُ الصَّلٰوةِ فِى الْكَعْبَةِ

ترجمہ۔ خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۱۴۰۳ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشٰى قِبَلَ الْوَجْهِ حِيْنَ يَدْخُلُ وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ

يَمْشِيْ حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلٰثَةِ اَذْرُعٍ فَيُصَلِّيْ يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ اَخْبَرَهٗ بِلَالٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدٍ بَأْسٌ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ اَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَآءَ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب وہ بیت اللہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے جب داخل ہوتے تو اپنے منہ سامنے چلے جاتے۔ اور دروازے کو اپنی پیٹھ کی طرف کرتے چلتے رہتے۔ یہاں تک کہ آپ کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو آپ کے سامنے ہوتی چھ گز کے قریب فاصلہ رہ جاتا پس وہاں نماز پڑھتے۔ مقصد آپ کا اس مکان کو تلاش کرنا ہوتا جس کی حضرت بلالؓ نے خبر دی تھی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی تھی۔ اب کسی پر کوئی حرج نہیں وہ بیت اللہ کے جس جانب چاہے نماز پڑھے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَحُجُّ كَثِيْرًا وَّلَا يَدْخُلُ ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت مرتبہ حج کرتے تھے۔ لیکن بیت اللہ کے اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۰۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهٗ مَنْ يَّسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ قَالَ لَا ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اس طرح کیا۔ کہ بیت اللہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نماز طواف پڑھی اور آپؐ کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جو لوگوں سے آپؐ کو پردہ کر رہے تھے۔ (تاکہ آپؐ کو اذی نہ پہنچے) تو ایک آدمی نے ان سے پوچھا۔ کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تھے انہوں نے فرمایا نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یہ واقعہ عمرۃ القضاء کا ہے۔ اس لئے آپؐ نے اس میں بیت اللہ

کے اندر نماز نہیں پڑھی۔ کیونکہ آپؐ کو بیت اللہ کے اندر کی تصویروں کو مٹانے کی قدرت نہیں حاصل ہوئی تھی اور ان کی موجودگی میں داخلہ جائز نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن مبارک مقامات پر کفر اور شرک کی کوئی حرکت ہوتی ہو وہاں جھانکنا بھی نہیں چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ ۷ھ کا واقعہ ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے بیت اللہ کا داخلہ ان تصاویر و اصنام کی وجہ سے ترک کر دیا اور مشرکین تغیر کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اگلے سال ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشیاء قبیحہ کو زائل کیا پھر داخل ہوئے۔ نیز! حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے حدیث باب پر جو ترجمہ باندھا ہے۔ **من لم یدخل الکعبۃ** اس سے ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ بیت اللہ کے اندر داخل ہونا مناسکِ حج میں سے ہے۔ اور مصنفؒ نے فعل ابن عمرؓ سے احتجاج کیا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دخول کعبہ کی روایت کرنے میں مشہور ہیں۔ تو اگر دخول کعبہ مناسک حج میں سے ہوتا۔ تو وہ کبھی ترک نہ کرتے۔ کیونکہ وہ تو کثیر الاتباع تھے۔ حتی کہ طبعی امور میں بھی اتباع نبوی کرتے تھے۔ پھر روایات میں اختلاف ہے کہ آپؐ کا دخول کعبہ ایک مرتبہ ہے یا دو مرتبہ۔ راجح یہی ہے۔ کہ فتح مکہ کے دن بھی داخلہ ہوا۔ اور حجۃ الوداع میں بھی دخول کعبہ واقع ہوا ہے۔ البتہ اس موقعہ پر کسی راوی نے نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔ ائمہ اربعہ نے دخول بیت کو مندوبات میں شمار کیا ہے۔ اور اس پر اجرت لینا حرام قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کعبہ کے اطراف میں تکبیر کہے۔

حدیث نمبر ۱۴۰۵ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ فَأَخْرَجُوا صُورَةَ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَمَا وَاللّٰهِ قَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ تشریف لائے۔ تو بیت اللہ کے اندر داخل ہونے سے انکار فرما دیا۔ جب کہ اس کے اندر ان کے معبودان باطل رکھے ہوئے تھے پس آپؐ نے ان کے متعلق حکم دیا تو وہ نکال دیئے گئے۔ جب حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی مورتیوں کو نکالا تو ان کے دونوں ہاتھوں میں تقسیم والے تیر تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالٰی انہیں لعنت کرے۔ اللہ کی قسم وہ خوب جانتے تھے۔ کہ ان دونوں حضرات نے کبھی ان تیروں کے ساتھ تقسیم طلب نہیں کی۔ پس آپ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے۔ اس کے سب کناروں میں تکبیر کہی۔ اور اس میں نماز نہیں پڑھی۔

تشریح از قاسمی امام بخاریؒ ابن عباسؓ کی روایت سے تکبیر فی البیت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس سے پہلے حضرت بلالؓ کی روایت سے صلوٰۃ فی البیت ثابت کر چکے ہیں۔ حالانکہ ابن عباسؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیت اللہ میں نہیں گئے۔ حضرت بلالؓ ہمراہ تھے وہ صلوٰۃ کا اثبات کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ نفی کی نسبت کبھی حضرت اسامہ بن زیدؓ کی طرف کرتے ہیں کبھی فضل بن عباسؓ کی طرف۔ حالانکہ فضل بن عباسؓ بھی آپؐ کے ہمراہ بیت اللہ میں نہیں گئے۔ دوسرے اصول حدیث کے مطابق بلالؓ مثبت ہیں۔ جن کی روایت کو نافی کی روایت پر ترجیح ہوگی۔ بزیادۃ علمہ۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ

ترجمہ۔ رَمَل کی ابتدا کیسے ہوگی۔ رَمَل کے معنی پہلوانوں کی طرح چلنا۔

حدیث نمبر ۱۵۰۶ **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهٗ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَاَنْ يَّمْشُوْا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ تو مشرکین مکہ نے کہنا شروع کیا کہ تمہارے پاس ایسا وفد آیا ہے۔ جس کو

یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین طوافوں میں تو پہلوانوں کی طرح چلنے کا حکم دیا۔ اور دو رکنوں کے درمیان عام حالت میں چلنے کا حکم دیا۔ (رکنین سے رکنین یمانی مراد ہیں۔ جب کہ مشرکین ان کو نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ وہ قیقعان کے پاس تھے قاسمی) اور سب طواف کی باریوں میں رَمَل کرنے کا حکم اس لئے نہ دیا۔ کہ ان پر رفق اور شفقت کرنا مقصود تھا۔

تشریح از قاسمی ائمہ اربعہ فرماتے ہیں۔ رَمَل تین باری میں اب بھی سنت ہے۔ ایک جماعت کا کہنا ہے۔ کہ اب علۃ زائل ہو گئی۔ اس لئے اب رمل سنت نہیں رہا۔ اختیار ہے جو چاہے کرے جو چاہے نہ کرے۔

بَابُ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ اَوَّلَ مَا يَطُوْفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

ترجمہ۔ جب پہلے پہل مکہ معظمہ میں طواف کے لئے آئے تو حجر اسود کو ہاتھ لگائے اور تین باری میں رمل کرے۔

حدیث نمبر ۱۴۰۷ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ الخ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ اِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْاَسْوَدَ اَوَّلَ مَا يَطُوْفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ مِّنَ السَّبْعِ۔

ترجمہ۔ حضرت سالم اپنے باپ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جب کہ آپؐ مکہ میں تشریف لائے۔ پہلے پہلے طواف میں جب کہ رکن اسود کو ہاتھ لگاتے تو طواف کی سات باریوں میں سے تین باریوں کے اندر رمل کرتے تھے۔ خبب دوڑ کی ایک قسم ہے۔ جس سے مراد رَمَل ہے۔ ای سرعۃ فی المشی۔

بَابُ الرَّمَلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

ترجمہ۔ حج اور عمرہ دونوں میں رَمَل کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۰۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَشْوَاطٍ وَّمَشٰى اَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ تَابَعَهُ اللَّيْثُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ میں تین بار طواف میں تیز چلتے تھے۔ دوڑتے تھے۔ اور باقی چار میں عام طور پر چلتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۰۹ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ وَمَالَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَايَنَا بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے رکن حجر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اللہ کی قسم! خبردار میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک بے جان پتھر ہے۔ نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے ہاتھ لگاتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہاتھ نہ لگاتا۔ پھر اس کو ہاتھ لگایا۔ پھر فرمایا ہمیں رمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے مشرکین کو دکھانا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا ہے۔ پھر فرمایا۔ یہ وہ کام ہے۔ جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پس ہم پسند نہیں کرتے کہ اس کو چھوڑ دیں۔

حدیث نمبر ۱۴۱۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِيْ شِدَّةٍ وَّ رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَمْشِيْ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ قَالَ إِنَّمَا كَانَ يَمْشِيْ لِيَكُوْنَ أَيْسَرَ لِإِسْتِلَامِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ بھیڑ بھاڑ اور نرمی کی حالت میں ان دونوں رکنوں کو ہاتھ لگانا میں نے کبھی نہیں چھوڑا۔ جب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استلام کرتے دیکھا ہے۔ عبید اللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت نافعؒ سے پوچھا کہ کیا ابن عمرؓ رکنین کے درمیان چلتے تھے۔ اور دوسروں میں رمل کرتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ چلتے اس لئے تھے۔ کہ رکن اسود کو ہاتھ لگانا آسان ہو جائے۔

بَابُ اِسْتِلَامِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ

ترجمہ۔ لاٹھی کے ساتھ رکن کا استلام کرنا۔

حدیث نمبر ۱۴۱۱ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ طَافَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰی بَعِیْرِهٖ یَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِیُّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور رکن اسود کو لاٹھی سے استلام کیا۔

تشریح از قاسمیؒ مقصد یہ ہے کہ رکن کی طرف لاٹھی سے اشارہ کرتے تھے اور مسلم میں ہے۔ یُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ اور لاٹھی کو چومتے تھے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ یَسْتَلِمْ اِلَّا الرُّكْنَیْنِ الْیَمَانِیَیْنِ

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الخ عَنْ اَبِی الشَّعْثَآءِ اَنَّهٗ قَالَ وَمَنْ یَّتَّقِیْ شَیْئًا مِّنَ الْبَیْتِ وَكَانَ مُعَاوِیَةُ یَسْتَلِمُ الْاَرْكَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ لَا نَسْتَلِمُ هٰذَیْنِ الرُّكْنَیْنِ فَقَالَ لَهٗ لَیْسَ شَیْءٌ مِّنَ الْبَیْتِ بِمَهْجُوْرٍ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَیْرِ یَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو صرف رکنین یمانین کا استلام کرتے تھے۔ ابو الشعثاء فرماتے تھے۔ کہ بیت اللہ کی کسی چیز سے کون بچتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہؓ سب ارکان اربعہ کا استلام کرتے تھے۔ پس حضرت ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا کہ ہم تو صرف ان دو رکنین یمانین کا استلام کرتے ہیں۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے فرمایا کہ بیت اللہ کی کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی۔ اور ابن الزبیرؓ بھی سب ارکان کا استلام کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۱۲ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِؓ قَالَ لَمْ اَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُ مِنَ الْبَیْتِ اِلَّا الرُّكْنَیْنِ الْیَمَانِیَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کے صرف رکنین یمانیین کا استلام کرتے دیکھا۔

بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ

ترجمہ۔ حجر اسود کو بوسہ دینا۔

حدیث نمبر ۱۴۱۳ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ عَنْ اَبِيْهِ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ لَوْلَا اَنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَاقَبَّلْتُكَ۔

ترجمہ۔ حضرت اسلم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو حجر اسود کا بوسہ دیتے ہوئے دیکھا اور وہ فرمارہے تھے۔ کہ اگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

تشریح از قاسمی علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ بھی رکنین یمانیین کے استلام کی سنیت کے قائل ہیں۔ اور دیگر حضرات جو سب ارکان کے استلام کے قائل ہیں۔ وہ ان کو جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم بیت اللہ کو چھوڑ نہیں رہے۔ بلکہ ہم تو اس کا طواف کرتے ہیں۔ البتہ استلام میں ترکاً و فعلاً ہم سنت کا اتباع کرتے ہیں۔ اور ہم رکنین یمانیین کا استلام اس لئے کرتے ہیں کہ وہ قواعد ابراہیمیہ پر قائم ہیں۔

ماقبلتک۔ لیکن چونکہ متابعۃ نبی مقصود ہے۔ اگرچہ ہمیں اس کی حکمت معلوم نہ ہو۔ البتہ اس میں اس کی تعظیم و تبریک ضرور ہے۔ اور حدیث مرفوع میں وارد ہے۔ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا۔ کہ اس کی زبان ہوگی۔ جس شخص نے توحید کا اقرار کرتے ہوئے اس کا استلام کیا ہوگا۔ اس کے لئے گواہی دے گا۔

حدیث نمبر ۱۴۱۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَؓ عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ قَالَ اَرَأَيْتَ اِنْ زُوْحِمْتُ اَرَأَيْتَ اِنْ غُلِبْتُ قَالَ اجْعَلْ اَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ فِي كِتَابِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ كُوفِيٌّ وَالزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ بَصْرِيٌّ۔

ترجمہ۔ حضرت زبیر بن عربی نے فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے استلام حجر کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ حجر اسود کو ہاتھ بھی لگاتے تھے اور بوسہ بھی دیتے تھے۔ تو اس نے کہا مجھے بتلاؤ۔ اگر بھیڑ بھاڑ میں پھنس جاؤں۔ خبر دیجئے اگر مغلوب ہو جاؤں۔ یعنی ازدحام اور غلبہ کے وقت کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ ارأیت کو یمن ہی میں رکھو۔ یعنی اگر میں یمن میں ہوں تو کیا کروں۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ استلام کرتے تھے اور بوسہ دیتے تھے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ زبیر بن عدی تو کوفی ہیں۔ لیکن زبیر بن عربی بصری ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ مقصد یہ ہے۔ کہ رائے کو چھوڑو۔ اور اتباع سنت کرو۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ حدیث کا معارضہ کر رہے ہیں۔ اس لئے دوبارہ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید کے لئے لائے۔ تو معلوم ہوا کہ ازدحام ترک استلام کے لئے عذر نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ رکن کے استلام پر مزاحمت کرتے حتی کہ زخمی ہو جاتے۔ البتہ ابن عباسؓ مزاحمت کو مکروہ سمجھتے تھے۔ فرماتے لا توذی لا توذی لوگوں کو ایذا نہ دو۔

بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ

ترجمہ۔ جب رکن پر پہنچے تو اشارہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۵۱۴ حَدَّثَنَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب رکن کے پاس تشریف لائے تو کسی شیٔ سے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ارأیت بالیمن اس لئے فرمایا۔ کہ آپ نے سائل کے قول کو ہاتھ لگانے سے اعتذار پر محمول کیا۔

قال الفربری سے بتلانا ہے کہ انہوں نے امام بخاریؒ سے مشافہۃً نہیں سنا۔ بالیمن

اس لئے فرمایا کہ وہ آدمی یمنی تھا۔

بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكْنِ.

ترجمہ۔ رکن کے استلام کے وقت تکبیر کہنا۔

حدیث نمبر ۱۴۱۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب رکن تک پہنچتے تو جو چیز آپؐ کے پاس ہوتی اس سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔

تشریح از قاسمی افضل یہ ہے کہ پیدل طواف کیا جائے۔ البتہ سواری پر عذر کی وجہ سے طواف کیا جاسکتا ہے۔ اگر بغیر عذر کے ہو تو بلا کراہۃ جائز ہے۔ لیکن خلافِ اولیٰ ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ اگر بلا عذر ہے تو دم واجب ہوگا۔ اور جب تک مکہ معظمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے قالہ ابوحنیفہؒ

بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا.

ترجمہ۔ باب ہے اس شخص کے بارے میں جس نے گھر لوٹنے سے پہلے جب وہ مکہ میں آیا۔ تو بیت اللہ کا طواف کرے پھر دو رکعت نماز طواف پڑھے پھر صفا پہاڑی کی طرف جائے۔

حدیث نمبر ۱۴۱۷ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ الخ قَالَ ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ مِثْلَهُ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ فَأَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ

يَفْعَلُوْنَهُ وَقَدْ اَخْبَرَتْ اُمِّيْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِيَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا۔

ترجمہ۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے فرمایا۔ کہ میں نے حضرت عروہؓ سے ذکر کیا (کہ مکہ کی طرف آنے والے کو کیا کرنا چاہیئے۔ امام بخاریؒ نے سوال و جواب کو حذف کر دیا۔ صرف مرفوع حدیث ذکر کر دی) حضرت عروہؓ نے فرمایا۔ کہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے مجھے بتلایا۔ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ تشریف لائے تو سب سے پہلا کام جس کو آپؐ نے شروع کیا وہ تھا کہ وضو کیا۔ پھر طواف کیا۔ یہ عمرہ نہیں تھا کہ سعی کرتے۔ یہ طواف قدوم تھا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اسی طرح حج کیا۔ پھر میں نے ابوالزبیر کی مصاحبت میں حج کیا۔ تو پہلی چیز جس سے ابتدا کی۔ وہ طواف تھا۔ پھر مہاجرین اور انصار کو بھی میں نے اسی طرح کرتے دیکھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میری والدہ اسماءؓ نے مجھے بتلایا کہ انہوں نے اور ان کی بہن عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ نے اور فلاں فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ جب رکن حجر اسود کا استلام کیا۔ تو حلال ہو گئے۔ یعنی احرام کھول دیا۔

لیکن یہاں عبارت محذوف ہے۔ کہ جب حجر اسود کا استلام کیا اور طواف کو مکمل کیا اور سعی کر کے حلق کرا لیا۔ پھر احرام کھولا۔ یہ ظاہر ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ کہ محض استلام حجر سے حلال نہیں ہو جاتا۔ رہ گیا وضو للطواف تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ وضو شرط نہیں ہے۔ اگر کسی نے بغیر وضو کے طواف کر لیا۔ تو طواف صحیح ہو جائے گا۔ البتہ اگر طوافِ قدوم ہے تو صدقہ دینا ہوگا۔ اگر طوافِ زیارت بغیر وضو کے کیا ہے تو اس پہ بکری واجب ہوگی۔ ائمہ ثلاثہؒ وضو کو طواف کے لئے شرط قرار دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۴۱۸ حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعٰى ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَّمَشٰى اَرْبَعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج اور عمرہ کے لئے آئے تو پہلے پہل اس طرح طواف کرتے کہ تین باری میں تو رمل کرتے اور چار باری میں آہستہ چلتے۔ پھر دو رکعت صلوٰۃ طواف پڑھتے۔ پھر صفا اور مروہ پہاڑی کے درمیان سعی کرتے۔

حدیث نمبر ۱۴۱۹ حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَيَمْشِي أَرْبَعَةً وَأَنَّهُ كَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کا پہلا پہلا طواف کرتے تھے۔ تو تین باری میں رمل کرتے تھے (تیزی سے چلتے تھے) اور چار باری میں آہستہ چلتے تھے۔ اور سیلاب کی گذرگاہ کے پیٹ میں دوڑ لگاتے جب کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے۔

بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

ترجمہ۔ عورتوں کا مردوں کے ہمراہ طواف کرنا۔

وَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ إِذَا مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ بَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ قَالَ إِيْ لَعَمْرِي لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطْهُنَّ الرِّجَالُ قَالَ لَمْ يَكُنْ يُخَالِطْهُنَّ كَانَتْ عَائِشَةُ تَطُوفُ حَجْرَةً مِنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ انْطَلِقِي نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتِ انْطَلِقِي عَنْكِ وَأَبَتْ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ وَلٰكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حِينَ يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيرٍ قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا قَالَ هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَهَا غِشَاءٌ وَمَا بَيْنَنَا غَيْرُ ذٰلِكَ وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا.

ترجمہ۔ عطاء نے خبر دی۔ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے روکا۔ عطاء نے کہا کہ آپ ان عورتوں کو کیسے روک سکتے ہیں۔ حالانکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ نے مردوں کے ساتھ مل کر طواف کیا ہے۔ میں نے کہا کہ حجاب کے بعد یا اس سے پہلے۔ کہا۔ ہاں۔ میری زندگی کی قسم! میں نے اس کو حجاب کے بعد پایا۔ تو میں نے کہا تو پھر مردان سے کیسے اختلاط کرتے تھے۔ فرمایا مردان سے خلط ملط نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ مردوں سے الگ تھلگ ہو کر طواف کرتی تھیں۔ مردان سے خلط ملط نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک عورت (دقرہ) نے ان سے کہا۔

کہ اے ام المؤمنین چلیں استلام کریں یعنی ہاتھ لگائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ چلی جا۔ اپنا سر لے۔ اور انکار کر دیا۔ بلکہ عورتیں رات کے وقت اوپری شکل میں نکلتی تھیں۔ اور مردوں کے ہمراہ طواف کرتی تھیں لیکن جب وہ بیت اللہ میں داخل ہوتیں کھڑی رہ جاتیں۔ جب تک کہ وہ داخل نہ ہوں اور مرد نکال لیے جائیں۔ عطاءؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ میں بھی اور عبید بن عمیر بھی جبکہ وہ ثبیر پہاڑ میں مقیم تھیں۔ تو میں نے کہا۔ ان کا پردہ کیا ہوتا تھا۔ فرمایا وہ ایک ترکی خیمہ میں ہوتی تھیں۔ جس کے آگے پردہ لٹکا ہوتا تھا۔ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور میں نے ان کے اوپر ایک گلابی رنگ کی قمیص دیکھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ جب حضرت عائشہؓ کو معلوم ہو گیا کہ حجر اسود کو ہاتھ لگانا مردوں سے خلط ملط ہونے کے بغیر ممکن نہیں ہے تو انہوں نے انکار کر دیا۔

یخرجن متنکرات یہ عطاء کا کلام ہے ترکیب نحوی کے اعتبار سے اس کا ما قبل سے تعلق نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عورتیں رات کے وقت اوپری شکل میں مردوں کے ساتھ طواف کر سکتی ہیں۔ ہاں بیت اللہ میں ان کے ہمراہ داخل نہ ہوں۔ ہمارے زمانے میں تو اس کی بالکل ممانعت ہونی چاہیے۔ کیونکہ یہ تو فتنہ و فساد کا دور ہے۔

درعا موردا یہ ان کی گلابی قمیص یا تو طواف کی حالت میں دیکھی یا دوسرے مقامات پر دیکھی۔ اور گلابی لباس اگر معصفر سے ہے تو گزر چکا کہ ان کے نزدیک جائز ہے۔ کیونکہ یہ خوشبو نہیں۔ اگر کسی اور رنگ سے ہے تو جب تک خوشبو نہ ہو کوئی حرج نہیں۔ ابن ہشام سے مراد ابراہیم بن ہشام جو ہشام بن عبد الملک کی طرف سے امیر الحاج تھا۔

حدیث نمبر ۱۴۲۰ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَشْتَکِیْ فَقَالَ طُوْفِیْ مِنْ وَّرَآءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاکِبَۃٌ فَطُفْتُ مِنْ وَّرَآءِ النَّاسِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَئِذٍ یُصَلِّیْ اِلٰی جَنْبِ الْبَیْتِ وَ ھُوَ یَقْرَءُ وَالطُّوْرِ وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ کہ میں بیمار ہوں۔ طواف کیسے کروں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو لوگوں

کے پیچھے رہ کر سوار ہو کر طواف کرلے۔ چنانچہ میں نے لوگوں سے پیچھے رہ کر طواف کیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور والطور وکتٰب مسطور الخ کی قرأت کر رہے تھے۔

بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ ۔

ترجمہ۔ طواف کی حالت میں کلام کرنا۔

حدیث نمبر ۱۴۲۱ حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِاِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهٗ اِلٰى اِنْسَانٍ بِسَيْرٍ اَوْ بِخَيْطٍ اَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ قُدْ بِيَدِهٖ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ ایسے انسان کے ساتھ گزر ہوا۔ جب کہ اس نے اپنا ہاتھ دوسرے انسان کی طرف چمڑے کے تسمے یا تاگے یا اس قسم کی کسی اور چیز سے باندھ رکھا تھا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس کو کاٹ دیا۔ پھر فرمایا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے کھینچ کر چلو۔

تشریح از قاسمی | قد بیدہ یہ محل ترجمہ ہے۔ کہ آپؐ نے طواف کی حالت میں کلام فرمایا۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقوّد نابینا تھا۔ یا کسی اور وجہ سے باندھا ہوا تھا۔

بَابُ اِذَا رَاٰى سَيْرًا اَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهٗ

ترجمہ۔ طواف کی حالت میں جب کہ کوئی تسمہ دیکھے اور کوئی چیز جو طواف میں مکروہ ہو تو اسے کاٹ دیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۴۲۲ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ اَوْ غَيْرِهٖ فَقَطَعَهٗ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

آدمی کو دیکھا جو بیت اللہ کا طواف باگ یا کسی اور چیز کو پکڑ کر کر رہا تھا۔ تو آپؐ نے اس باگ یا تسمے رومال کو کاٹ دیا۔ غیرہ سے رومال مراد ہے۔

بَابُ لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ

ترجمہ۔ بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا نہ کرے۔ اور نہ کوئی مشرک حج کرسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۲۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَؓ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے خبر دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو یہ پیغام دے کر بھیجا۔ اس حج میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امیر بنایا تھا۔ حجۃ الوداع سے پہلے ایک ایسی جماعت میں جو قربانی کے دن لوگوں کے اندر جاکر یہ اعلان کرے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے گا۔

تشریح از قاسمیؒ | عرب کے لوگ ننگے طواف کرتے تھے۔ ہاں اگر ان کو حمس کپڑے دے دیتے تو مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو۔ تب وہ ان کے لباس میں طواف کرتے۔ اس سے ائمہ ثلاثہؒ نے یہ مسئلہ ثابت کیا کہ طواف میں ستر عورت شرط ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ننگے طواف کرلیا۔ تو دم سے جبر نقصان ہو جائے گا۔

بَابُ إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيمَنْ يَطُوفُ فَتُقَامُ الصَّلٰوةُ أَوْ يُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ فَيَبْنِي وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍؓ۔

ترجمہ۔ باب جب طواف میں رک جائے تو طواف منقطع کرے یا نہ۔ حضرت عطا اس شخص کے

کے بارے میں فرماتے ہیں جو طواف کر رہا تھا کہ نماز کے لئے تکبیر کہی گئی۔ یا جب نماز سے سلام پھیر رہا تھا۔ تو اس مکان سے ہٹا دیا گیا۔ تو اس جگہ واپس آجائے یعنی اس جگہ واپس آئے جہاں اس کی نماز قطع ہوئی۔ اور اس پر بنا کرے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ سے ذکر کیا جاتا ہے۔

تشریح از قاسمی جمہور ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ جس جگہ سے طواف میں انقطاع ہوا ہے۔ اسی پر بنا کرے۔ نئے سرے سے طواف شروع نہ کرے۔ یہی حکم نماز کا ہے۔ البتہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ استیناف کرے۔ امام مالکؒ فرض نماز کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ قالہ قسطلانی۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ کے اثبات کے لئے کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ یا تو ان کی شرط کے مطابق حدیث پائی نہیں گئی یا علامہ عینیؒ کے قول کے مطابق امام بخاریؒ نے یہ التزام نہیں کیا۔ کہ ہر ترجمہ کو حدیث سے ثابت کریں گے۔ بلکہ ترجمہ کے بعد کسی صحابی یا تابعی کا اثر ذکر کر دیا۔ تو یہی کافی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔

بَابُ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَصَلّٰى لِسُبُوْعِهٖ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يُصَلِّيْ لِكُلِّ سُبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اُمَيَّةَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ اِنَّ عَطَاءً يَقُوْلُ تُجْزِئُهُ الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ فَقَالَ السُّنَّةُ اَفْضَلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبُوْعًا قَطُّ اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا۔ اور ساتویں مرتبہ پر دو رکعت نماز طواف پڑھی۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بھی ہر ساتویں بار پر دو رکعت نماز طواف پڑھتے تھے۔ اسمٰعیل بن امیہ نے کہا کہ میں نے امام زہریؒ سے کہا کہ حضرت عطار تابعی فرماتے ہیں۔ کہ فرض نماز دو رکعت طواف سے کفایت کر جائے گی تو امام زہریؒ نے فرمایا کہ سنت افضل ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی طواف کیا تو دو رکعت نماز طواف ضرور پڑھی ہے۔

تشریح از قاسمی شوافعؒ اور حنابلہؒ کا یہی مسلک ہے۔ رکعتی الطواف سنتہ موکدہ ہیں۔

احناف اور مالکیہ انہیں واجب کہتے ہیں۔ لیکن ترک پر دم واجب نہیں ہوگا۔ اس کے وجوب پر دلیل ایک تو قرآنی آیت ہے۔ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرٰهِيمَ مُصَلًّى۔ اور دوسرا مواظبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۲۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا ثُمَّ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ قَالَ وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهُ حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو سے مروی ہے۔ کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ کیا عمرہ میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے پہلے آدمی اپنی بیوی سے ہمبستری کر سکتا ہے۔ توانہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ اور فرمایا کہ تمہارے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں۔ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ توانہوں نے بھی فرمایا۔ جب تک صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرتے اپنی عورت کے قریب نہ جاتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لا یقرب امرأتہ الخ حضرت ابن عمرؓ کے قول لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سے بھی یہی مراد ہے۔ انہوں نے اصل آیت و روایت ذکر کر دی مسئلہ کو صراحۃً ذکر نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بین الصفا والمروۃ سعی کو طواف یا تو مجازاً کہا گیا ہے یا حقیقۃ لغویہ کے طور پر اطلاق ہے۔ غرض یہ ہے کہ سعی سے پہلے عورت سے ہمبستری نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کرنی چاہیئے۔ باقی رہ گئی یہ بات کہ حدیث کو ترجمہ سے کیسے مطابقت ہوئی۔ جس کا ترجمہ تو امام بخاری نے باندھا۔

حافظؒ فرماتے ہیں۔ مقصود ترجمہ یہ ہے۔ کہ قران بین الاسابیع خلاف اولیٰ ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔ یہی قول اکثر شوافعؒ اور امام ابویوسفؒ کا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ مکروہ کہتے ہیں۔ اور جمہور ائمہ بلاکراہتہ اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ مسور بن مخرمہؓ کی روایت ہے۔ کہ جب کوئی شخص صبح اور عصر کی نماز کے بعد طواف کرے۔ اور سورج طلوع ہوجائے یا غروب ہو جائے۔ تو ہر اسبوع کے لئے دو رکعت پڑھے۔ اگر دو اسبوع جمع کرلئے اور ان کے درمیان رکعتی الطواف نہ پڑھی تو یہ جائز نہیں ہے۔ امام شافعیؒ اسے جائز فرماتے ہیں۔ ہمارے احناف کی دلیل یہ ہے۔ کہ طواف اور صلوٰۃ دو الگ الگ عبادتیں ہیں۔ پہلے کو تمام کرنے سے پہلے دوسرے کے افعال میں شروع ہوجانا جائز نہیں۔ اور یہ اختلاف غیر وقت کراہتہ میں ہے۔ اور اوقات مکروہ میں تو بالاجماع جمع مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ نماز کو وقت مباح تک مؤخر کرے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتّٰى يَخْرُجَ إِلٰى عَرَفَةَ وَيَرْجِعُ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ۔

ترجمہ۔ جو شخص طواف قدوم کے بعد نہ تو کعبہ کے پاس گیا اور نہ طواف کیا بلکہ سیدھا عرفات چلا گیا اور واپس آیا اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۲۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ سَبْعًا وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتّٰى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو سات مرتبہ طواف کیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔ اس طواف قدوم کے بعد پھر خانہ کعبہ کے قریب نہیں گئے۔ یہاں تک کہ عرفات سے واپس آئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لم يقرب الكعبة امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے۔ کہ اگرچہ طواف کرنا موجب اجر ہے اور عمل حسن ہے۔ لیکن تکرار طواف واجب نہیں ہے۔ کیونکہ آپؐ نے امت پر شفقت کرتے ہوئے ایسا نہیں فرمایا۔ ویسے جب بھی موقع ملے۔ طواف کر سکتا ہے۔

ثواب ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا میرے نزدیک امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے امام مالکؒ کے مسلک کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ قبل الوقوف حاجی کو طواف سے روکا گیا ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ طواف نفلی کا ترک آپؐ نے اس لئے کیا۔ کہ کہیں وجوب کا گمان نہ کیا جائے۔ کیونکہ آپؐ امت پر تخفیف کے خواہاں تھے۔ ورنہ طواف نفلی کی فضیلت سب ائمہ کے نزدیک مسلّم ہے۔ حتیٰ کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ صلوٰۃ نافلہ سے طواف کرنا افضل ہے۔ خصوصًا دور دراز سے آنے والوں کے لئے تو بہتر ہے۔ یہ کلام اس صورت میں ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفرد مانا جائے۔ احنافؒ کے نزدیک تو قارن تھے۔ جس کے لئے دو طواف اور دو سعی ضروری ہیں۔ جس پر فریقین کے دلائل موجود ہیں۔

بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ وَصَلّٰى عُمَرُ خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ۔

ترجمہ۔ جس شخص نے مسجد حرام سے باہر نماز پڑھی۔ چنانچہ عمرؓ نے حرم پاک سے باہر جا کر رکعتی الطواف پڑھی۔

حدیث نمبر ۱۴۲۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِسَنَدٍ اٰخَرَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ وَأَرَادَ الْخُرُوْجَ وَلَمْ تَكُنْ أُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَأَرَادَتِ الْخُرُوْجَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ لِلصُّبْحِ فَطُوْفِيْ عَلٰى بَعِيْرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ وَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور دوسری سند سے یوں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کہ آپؐ مکہ معظمہ میں تھے اور خروج کا ارادہ فرمایا۔ اور حضرت ام سلمہؓ نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا۔ اور خروج کا ارادہ فرما رہی تھیں۔ تو

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ جب کہ صبح کی نماز کے لئے اقامۃ ہوگئی تھی۔ کہ تم اپنے اونٹ پر طواف کرو۔ جب کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اور انہوں نے اس وقت تک نماز نہ پڑھی جب تک کہ وہ خروج کے لئے تیار نہ ہوگئیں۔

تشریح از قاسمی | اس ترجمہ اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ رکعتی الطواف کے لئے کوئی خاص مقام مقرر نہیں ہے۔ بلکہ طائف جس جگہ چاہے رکعتی الطواف پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ خلف المقام پڑھنا افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس باب کے بعد من صلّی رکعتی الطواف خلف المقام کا باب ذکر فرمایا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے اثر میں جو بیان ہوا۔ اس میں ہے۔ بیہقی نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے ذی طوی میں جاکر رکعتی الطواف پڑھی۔ کیونکہ انہوں نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا تھا۔ اور وہ صبح کے بعد مطلقاً نفل نماز جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جب تک طلوع شمس نہ ہو جائے۔

قالہ قسطلانی۔ حتّٰی خرجت ای من المسجد او من مکۃ ثم صلت تو اس حدیث باب سے بھی معلوم ہوا کہ رکعتی الطواف خارج المسجد جائز ہے۔ اگر مسجد حرام کے اندر ادا کرنا لازم اور شرط ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو برقرار نہ رکھتے۔ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص سے صلوٰۃ طواف رہ جائے تو وہ اس کو حل اور حرم دونوں میں قضا کرسکتا ہے۔ جمہور کا یہی قول ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حرم سے نکل کر اپنے وطن پہنچ گیا۔ اور صلوٰۃ طواف نہ پڑھی۔ تو اس پر دم واجب ہوگا۔

بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْإِمَامِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے مقام ابراہیم کے پیچھے رکعتی الطواف ادا کی۔

حدیث نمبر ۱۵۲۷ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ يَقُولُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے۔ سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے ادا فرمائیں۔ پھر صفا کی طرف تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ تمہارے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہے۔

بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ وَطَافَ عُمَرُؓ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى۔

ترجمہ۔ صبح اور عصر کی نماز کے بعد طواف کرنا۔ حضرت ابن عمرؓ جب تک سورج طلوع نہ کرتا۔ رکعتی الطواف پڑھتے رہے اور حضرت عمرؓ صبح کی نماز کے بعد طواف کرتے تو سوار ہو جاتے۔ یہاں تک کہ رکعتی الطواف ذی طوی میں جا کر پڑھتے۔

حدیث نمبر ۱۴۲۸ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ نَاسًا طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثُمَّ قَعَدُوْا اِلَى الْمُذَكِّرِ حَتّٰى اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ فَقَالَتْ عَائِشَةُؓ قَعَدُوْا حَتّٰى اِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِيْ يُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلٰوةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لوگ صبح کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ پھر واعظ اور مذکر کے پاس جا کر بیٹھ جاتے۔ حتیٰ کہ جب سورج طلوع کرتا تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ وہ لوگ بیٹھے رہتے۔ یہاں تک کہ جب وہ گھڑی گزر جاتی جس میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ تو وہ اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۲۹ حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ وہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۳۰ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ

يَطُوفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَؓ حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا إِلَّا صَلَّاهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالعزیز کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو دیکھا کہ وہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور خبر دیتے تھے۔ کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں حدیث بیان کی۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے گھر میں داخل ہوئے تو ان دو رکعتوں کو ضرور پڑھا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ | باب الطواف الخ معنی میں ہے۔ ھٰذا باب فی بیان حکم الطواف بعد صلوٰۃ الصبح و بعد صلوٰۃ العصر اگر یہ عبارت مقدر نہ مانی جائے تو پھر باب اور احادیث باب میں مطابقت ثابت نہیں ہوگی۔ باقی امام بخاریؒ نے مطلق رکھا اور حکم کو بیان نہیں فرمایا۔ کیونکہ اس بارے میں آثار مختلفہ ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ امیر الحاج تھے۔ جو قیفم کے راستہ ذی طوی میں قیام پذیر ہوتے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔ یہ حضرت عمرؓ ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کی موجودگی میں نماز کو مؤخر کیا۔ جب تک کہ اس کا وقت داخل نہ ہوگیا۔ اور کسی صحابی نے ان پہ نکیر نہ کیا۔ لہٰذا کسی کو لائق نہیں کہ جب وہ صبح کی نماز کے بعد طواف کرے تو اس وقت نماز نہ پڑھے الا من عذر۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قعدوا حتی کانت الساعۃ الخ وہ لوگ تو خیال کرتے تھے۔ کہ ارتفاع شمس کے ساتھ وقت حد کراہتہ سے نکل جائے گا۔ لیکن حضرت عائشہؓ گمان کرتی تھیں۔ کہ ابھی کراہت کا وقت باقی ہے۔ اس لئے اس وقت میں تحریمہ باندھنے کو مکروہ سمجھتی تھیں۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے ایسے ہی روایت کی ہے۔ نہی عن الصلوٰۃ عند طلوع الشمس الخ

تشریح از قاسمیؒ | یہ حدیث امام ابو حنیفہؒ کی دلیل ہے۔ لیکن اس پہ اشکال ہے۔ کہ حدیث کو ترجمہ سے کیسے مطابقت ہوئی۔ کیونکہ حدیث میں رکعتی الطواف کا ذکر نہیں ہے۔ مطلق صلوٰۃ کا بیان ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کو صلوٰۃ فرمایا ہے۔ جو اس نماز کو مستلزم ہے جو اس کے بعد ہوتی ہے۔

لم یدخل بیتہا الا صلاھما یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ جس کو

ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ہر اس شخص کو درے مارتے تھے جو بعد العصر نماز نفل پڑھتا تھا۔

بَابُ الْمَرِيْضِ يَطُوْفُ رَاكِبًا

ترجمہ۔ مریض سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۳۱ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا اَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ يَدِهٖ وَكَبَّرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب رکن کے پاس تشریف لاتے تو جو چیز آپ کے ہاتھ میں ہوتی اس سے اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔

حدیث نمبر ۱۴۳۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَآءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ میں بیمار ہوں (طواف کیسے کروں) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرو۔ پس میں نے طواف کیا۔ جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھا رہے تھے اور سورۂ طور کی قرأت کر رہے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ شوافع کے نزدیک بغیر عذر کے بھی راکبًا طواف کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ البتہ خلاف اولیٰ ہے۔ احنافؒ کے نزدیک پیدل چل کر طواف کرنا واجب ہے۔ الا من عذر۔ چنانچہ امام بخاریؒ بھی اس ترجمہ سے یہی ثابت کرتے ہیں۔ جیسے حضرت ام سلمہؓ کا طواف بیماری اور عذر کی وجہ سے تھا۔ اسی طرح جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف علی الراحلہ بھی بیماری کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں ابن عباس سے مروی ہے۔ قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یشتکی فطاف علی راحلتہ۔ کہ آپؐ جب مکہ میں تشریف لائے تو بیمار تھے۔ اس لئے اونٹنی پہ طواف کیا۔

بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ

ترجمہ۔ حاجیوں کو پانی پلانا۔

حدیث نمبر ۱۴۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ اَجْلِ سِقَايَتِهٖ فَاَذِنَ لَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ کہ بوجہ حاجیوں کو پانی پلانے کے انہیں مکہ معظمہ میں منیٰ کی راتیں گزارنے کی اجازت دی جائے۔ پس آپؐ نے ان کو اس کے لئے اجازت دے دی۔

حدیث نمبر ۱۴۲۴ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ شَاهِيْنَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰى فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ اذْهَبْ اِلٰى اُمِّكَ فَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِيْ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ اَتٰى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَقَالَ اعْمَلُوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰى عَمَلٍ صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتّٰى اَضَعَ الْحَبْلَ عَلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ عَاتِقَهٗ وَاَشَارَ اِلٰى عَاتِقِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سقایہ کی طرف تشریف لائے۔ اور پینے کے لئے پانی طلب کیا۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ اے فضل! اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ صاف پانی لے آؤ جو اس کے پاس موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے یہی پلاؤ۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ! لوگ اس میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اسی سے پلاؤ۔ چنانچہ آپؐ نے اسی سے پانی پیا۔ پھر زمزم کے پاس تشریف لائے۔ کچھ لوگ پانی پی رہے تھے۔ اور کچھ پانی پلانے کا عمل کر رہے تھے۔ فرمایا یہ عمل کرتے رہو۔

تم نہایت نیک عمل پہ ہو۔ فرمایا اگر مجھے خطرہ نہ ہوتا۔ کہ تم لوگ مغلوب ہو جاؤ گے تو میں خود اترتا اور ڈول کی رسّی کو اپنے کاندھے پہ رکھتا۔ کاندھے کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح از قاسمی امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ اس حدیث باب سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک تو یہ کہ ایام تشریق میں منیٰ میں راتیں بسر کرنی چاہئیں۔ امام ابو حنیفہؒ اسے سنت کہتے ہیں۔ دیگر ائمہ واجب فرماتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ اہل سقایہ مبیت بمنیٰ چھوڑنے کی اجازت ہے وہ مکہ جاکر لوگوں کو زمزم کا پانی پلائیں۔ اور حوضوں میں بھی جمع کریں۔

اسقنی الخ آپؐ نے تواضعاً یہ فرمایا کہ دراصل ہر چیز میں طہارت اور نظافت ہے۔ جب تک تحقیق نہ ہو جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ناولہ العباس الدلو۔ کہ کہ حضرت عباسؓ نے ڈول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔

لولا ان تغلبوا الخ یعنی لوگ سنت سمجھ کر میری اقتدار کریں گے۔ یہاں تک کہ تکاثر کی وجہ سے تم پریشان ہو گے۔ لنزلت ای عن راحلتی۔

زمزم مسجد حرام مراد ہے۔ زمزم اس کو کثرت ماء کی وجہ سے کہتے ہیں۔ زمزم اور کعبہ کے درمیان قریبًا چالیس گز کا فاصلہ ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ زَمْزَمَ

ترجمہ۔ ماء زمزم کے بارے میں جو فضیلت ہے اس کا بیان اس باب میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۲۴ حَدَّثَنَا قَالَ عَبْدَانُ الخ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ اَبُوْذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَقَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو ذر غفاریؓ نے حدیث بیان کرتے تھے۔

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں مکہ میں تھا تو میری چھت کھولی گئی۔ جبرائیلؑ اترے میرا سینہ چاک کیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا تھال لایا گیا جو دانشمندی اور یقین سے بھرا ہوا تھا۔ جس کو میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر اس کو جوڑ دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمان دنیا پر چڑھا کر لے گیا۔ پس جبرائیلؑ نے آسمان دنیا کے داروغہ سے فرمایا دروازہ کھولو۔ اس نے پوچھا یہ کون ہیں۔ فرمایا جبرائیلؑ ہوں۔

مسلک ذھب قسطلانیؒ تو فرماتے ہیں کہ یہ فعل حرمت اوانی ذہب کی تحریم سے پہلے کا ہے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ملائکہ ہمارے حکم کے مکلف نہیں ہیں۔ دوسرے وہ امر ربی سے کر رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۴۳۵ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ حَدَّثَهٗ قَالَ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ اِلَّا عَلٰى بَعِيْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے حدیث بیان کی۔ فرمایا۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا۔ تو آپؐ نے اسے کھڑے ہو کر پیا۔ حضرت عکرمہ قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ اس دن اونٹ پر ہی سوار تھے

تشریح از شیخ گنگوہیؒ شرب وھو قائم فیہ الترجمہ زمزم کی فضیلت ثابت ہوئی کہ اگر کوئی دوسرا پانی کھڑے ہو کر پیا جائے۔ تو وہ نقصان دہ ثابت ہو گا۔ لیکن زمزم کا پانی نقصان نہیں دے گا۔ کیونکہ اس میں ضرر نہیں۔ اس لئے کھڑے ہو کر پینے سے وہ بچ گیا۔ اور حضرت عکرمہ کی توجیہ تفضیل ماء زمزم پر مبنی نہیں ہے۔ حالانکہ دونوں پانیوں میں فرق ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے ماء زمزم کی فضیلت بیان کرنا ہے۔ نیز شرب قائما کو بھی ثابت کرنا ہے۔ مسلم۔ ابن ماجہ میں اس بارے میں روایات وارد ہوئی ہیں۔ امام بخاریؒ کو کوئی صریح حدیث علی شرط نہیں ملی۔ دار قطنی میں ہے۔ دعاء شرب ماء زمزم کے وقت اللّٰھم انی اسئلک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء۔ اور یہ حدیث اس پر بھی دال ہے۔ کہ ماء زمزم افضل المیاہ ہے۔ جس سے آپؐ کا سینہ مبارک دھویا گیا۔ حتیٰ کہ ماء کوثر سے بھی افضل ہے۔ نیز اشرب الماء قائما کے بارے میں احادیث کثیرہ

لہ۔ یعنی سونے کے برتنوں میں پانی پینا حرام ہے۔

وارد ہیں۔ اسی لئے علماء نے اسے کراہتہ تنزیہی پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ بعض احادیث سے جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت عکرمہ کی توجیہ صحیح نہیں۔ اسی لئے کہ بعض روایات میں صراحۃً واقع ہے کہ شرب من زمزم وھو قائم۔

بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ

ترجمہ۔ قارن کا طواف کرنا۔

حدیث نمبر ۱۴۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا اَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ حجۃ الوداع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے تو ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا جس شخص کے ہمراہ قربانی کا جانور ہو۔ وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے۔ پھر وہ اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک دونوں سے حلال نہ ہو۔ پس میں مکہ میں اس حالت میں حاضر ہوئی جب کہ میں حائضہ تھی۔ پس جب ہم نے اپنا حج پورا کر لیا۔ تو مجھے حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہمراہ تنعیم کی طرف بھیجا۔ تو میں نے عمرہ کیا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ یہ عمرہ تمہارے اس عمرہ کی جگہ ہے۔ پس ان لوگوں نے جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا طواف کیا پھر حلال ہو گئے۔ پھر منیٰ سے واپس ہونے کے بعد ایک دوسرا طواف کیا۔ لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا۔ تو انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔

حدیث نمبر ۱۴۳۶ حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اٰمَنُ اَنْ يَّكُوْنَ الْعَامَ

بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ فَيَصُدُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ فَلَوْ أَقَمْتَ فَقَالَ قَدْ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَإِنْ يُحَلْ بَيْنِي وَ
بَيْنَهُ أَفْعَلْ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ثُمَّ قَالَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ
أَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِي حَجًّا قَالَ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا۔

ترجمہ۔ حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ کے پاس
اُس وقت تشریف لائے جب کہ ان کی سواری حویلی کے اندر تھی۔ تو ان کے بیٹے نے کہا کہ مجھے خطرہ
ہے۔ کہ امسال لوگوں کے درمیان لڑائی ہوگی۔ جو آپ کو بیت اللہ سے روک دیں گے۔ پس اگر
آپ یہاں قیام پذیر ہو جائیں تو بہتر ہوگا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عمرہ کے لئے روانہ ہوئے تو کفار قریش آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوں گے۔
پس اگر میرے اور اس کے درمیان ایسے رکاوٹ پیدا کی گئی تو میں ویسے ہی کروں گا جیسے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ کیونکہ تمہارے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔ پھر فرمایا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ
حج بھی واجب کر لیا ہے۔ پھر وہ مکہ میں پہنچے اور دونوں کے لئے ایک ہی طواف کیا۔

حدیث نمبر ۱۴۲۷ حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ
أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ
قِتَالٌ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ إِذَنْ أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ
أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا
شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِي وَ
أَهْدَى هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ فَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحِلَّ
مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ
وَحَلَقَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ

كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ۔ حضرت نافع سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس سال حج کرنے کا ارادہ کیا۔ جس سال حجاج ابن الزبیر پر حملہ کے لئے اتر چکا تھا۔ تو ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ ان لوگوں کے درمیان لڑائی ہونے والی ہے۔ اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ کو روک نہ دیں۔ فرمایا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ اس وقت میں وہی کچھ کروں گا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اور بے شک میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں عمرہ واجب کر چکا ہوں۔ پھر وہ روانہ ہوئے۔ جب ظاہر بیداء میں پہنچے۔ فرمایا حج اور عمرہ کا تو ایک ہی حال ہے۔ تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا۔ اور ھدی بھی چلاؤں گا۔ جس کو میں نے قدید میں خرید کیا تھا۔ اور اس پر انہوں نے کچھ زیادتی نہ کی۔ تو قربانی دی نہ ہر اس چیز کو حلال کیا جو ان پر حرام ہو گئی تھی۔ اور نہ ہی سر منڈوایا اور نہ ہی بال کاٹے۔ یہاں تک کہ جب قربانی کا دن آیا تو جانور ذبح کیا اور سر منڈوایا۔ اور یہی سمجھے کہ انہوں نے حج اور عمرہ کا طواف اسی پہلے طواف سے پورا کر لیا۔ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

تشریح از قاسمی حج اور عمرہ کے لئے طواف واحد امام شافعیؒ کے نزدیک ہے۔ لیکن علماء احناف کے نزدیک قارن کے لئے دو طواف اور دو سعی ہیں۔ جیسا کہ امام نسائیؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کی۔ طاف لهما طوافين وسعى سعيين اور طوافاً واحداً کا مطلب یہ ہے۔ کہ وقوف بعرفہ کے بعد صرف ایک طواف کیا۔ متعدد نہیں کئے۔ باقی حجاج اور ابن الزبیرؓ کی قتال کا قصہ مشہور ہے۔

بَابُ الطَّوَافِ عَلٰى وُضُوْءٍ

ترجمہ۔ وضو کے ساتھ طواف کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۴۳۸ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى الخ اَنَّهٗ سَاَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِؓ فَقَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُؓ اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ

بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ ثُمَّ حَجَّ اَبُوْ بَكْرٍؓ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ فَرَاَيْتُهٗ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ ثُمَّ رَاَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةٌ ثُمَّ اٰخِرُ مَنْ رَاَيْتُ فَعَلَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً وَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْاَلُوْنَهٗ وَلَا اَحَدٌ مِمَّنْ مَضٰى مَا كَانُوْا يَبْدَءُوْنَ بِشَيْءٍ حَتّٰى يَضَعُوْنَ اَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يَحِلُّوْنَ وَقَدْ رَاَيْتُ اُمِّيْ وَخَالَتِيْ حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْدَاٰنِ بِشَيْءٍ اَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوْفَانِ بِهٖ ثُمَّ اِنَّهُمَا لَا تَحِلَّانِ وَقَدْ اَخْبَرَتْنِيْ اُمِّيْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِيَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں ۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا کیا ۔ تو مجھے حضرت عائشہؓ نے خبر دی ۔ کہ پہلی چیز جس کو آپؐ نے شروع کیا ۔ جب کہ آپؐ مکہ میں تشریف لائے تو وضو فرمایا ۔ پھر بیت اللہ کا طواف کیا پھر عمرہ نہیں تھا حضرت ابوبکرؓ نے حج ادا کیا ۔ تو پہلی چیز جس سے انہوں نے ابتدا کی وہ طواف بیت اللہ تھا ۔ عمرہ نہیں تھا ۔ پھر عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا ۔ پھر حضرت عثمانؓ نے حج ادا کیا تو پہلی چیز جس سے ابتدار کی وہ طواف بیت اللہ تھا ۔ اس کے بعد عمرہ نہیں تھا ۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی ایسا کیا ۔ پھر میں نے ابوالزبیر بن العوام کے ہمراہ حج کیا ۔ تو پہلی چیز جس سے ابتدا کی وہ طواف بیت اللہ تھا جس کے بعد عمرہ نہیں تھا پھر مہاجرینؓ اور انصار کو دیکھا وہ بھی اسی طرح کرتے تھے ۔ کہ عمرہ نہیں ہوتا تھا ۔ پھر آخری شخص جس کو میں نے یہی کرتے دیکھا وہ ابن عمرؓ ہیں ۔ کہ انہوں نے بھی حج توڑ کر عمرہ نہیں بنایا ۔ یہ ابن عمرؓ ان کے پاس موجود ہیں ۔ پس اس سے کیوں نہیں پوچھتے ۔ بہر حال گزرے ہوئے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو بیت اللہ میں قدم رکھیں اور طواف بیت اللہ سے ابتدا

نہ کریں۔ پھر وہ حلال نہیں ہوتے تھے۔ پھر حضرت عروہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی ماں کو اور خالہ عائشہؓ کو دیکھا جب وہ مکہ میں آتی تھیں۔ تو پہلی چیز جس سے وہ ابتدا کرتے تھے۔ یہی تھی کہ وہ طواف بالبیت کرتیں۔ پھر وہ احرام نہیں کھولتی تھیں۔ اور مجھے میری والدہ اسماءؓ نے خبر دی کہ انہوں نے اور ان کی بہن نے اور زبیرؓ نے اور فلاں و فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پس جب رکن یمانی کو ہاتھ لگا لیا تو حلال ہو گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اھلت ھی واختھا الخ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ جس شخص نے حج کا احرام باندھا۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ عمرہ کے ساتھ اسے فسخ کرے۔ البتہ جو شخص عمرہ کا احرام باندھے وہ افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول دے۔ چنانچہ اس کی والدہ اور دیگر حضرات نے جب عمرہ کا احرام باندھا تو حجر اسود کے استلام یعنی طواف اور سعی کے بعد انہوں نے احرام کھول دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ابن بطال فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ معتمر جب طواف کر لے۔ تو سعی بین الصفا والمروۃ سے قبل احرام کھول سکتا ہے۔ تو امام بخاریؒ یہ واضح کر رہے ہیں۔ کہ حضرت عروہ کا یہ قول فلما مسحوا الرکن حلوا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب استلام حجر اسود ہو جائے تو طواف اور سعی کے بعد احرام کھولنا چاہیئے۔ کیونکہ ابن عمرؓ کی حدیث جو بعد میں آ رہی ہے۔ وہ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں۔ فلما مسحوا الرکن میں تاویل کرنی ضروری ہے۔ کیونکہ محض استلام حجر اسود سے بالاجماع تحلل ثابت نہیں ہوتا۔ تو تقدیر عبارت ہو گی۔ فلما مسحوا الرکن و اتموا طوافھم و سعیھم و خلعوا حلوا۔ بہرحال اس جگہ امام بخاریؒ نے سوال و جواب حذف کر دیا۔ صرف حدیث مرفوع ذکر کر دی۔ اور طواف بالوضوء کا ترجمہ ثابت کر دیا۔ سوال و جواب کو مسلم نے ذکر کیا ہے۔ کہ ایک عراقی نے حضرت عروہؒ سے پوچھا تھا۔ کہ جو شخص حج کا احرام باندھے پس جب وہ طواف کر لے تو کیا احرام کھول سکتا ہے یا نہیں۔ تو حضرت عروہ سے بحث و مباحثہ ہوا۔ تو حضرت عروہؒ نے فرمایا نہیں کھول سکتا۔ پھر ان حضرات کے حالات ذکر کئے۔ اور اس عراقی کا استدلال حضرت ابن عباسؓ کے قول سے تھا۔ کیونکہ ان کا مسلک تھا جس شخص

نے سوق ھدی نہ کی ہو۔ اور حج کا احرام باندھا ہو۔ تو طواف قدوم کر لینے کے بعد وہ احرام کھول سکتا ہے، اور جو حج پر برقرار رہنا چاہے تو وہ بیت اللہ کے اس وقت تک قریب نہ جائے۔ جب تک کہ عرفات سے واپس نہ آجائے۔ لیکن ابن عباسؓ کے اس مسلک کی جمہور نے مخالفت کی ہے۔ صرف اسحٰق بن راہویہؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ باقی حضرت عائشہؓ حجۃ الوداع میں تو وہ حائضہ تھیں۔ اس لئے ان کے اس طواف سے کسی دوسرے حج والا طواف مراد ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ نے بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے حج کئے ہیں۔ اور بعض حضرات نے اس حدیث سے حج افراد کی فضیلت ثابت کی ہے۔ لیکن احادیث کثیرہ سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا قارن ہونا ثابت ہے۔ اور جس عبادت میں مشقت زیادہ ہو۔ وہ افضل ہوا کرتی ہے۔ تو احرام کا طویل ہونا باعث مشقت ہے۔ جو موجب اجر و جزا ہے۔

بَابُ وُجُوبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ

ترجمہ۔ صفا و مروہ پر جانا واجب ہے۔ اور اسے شعائر اللہ میں شمار کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۳۹ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ قَالَ عُرْوَةُ سَأَلْتُ عَائِشَةَؓ فَقُلْتُ لَهَا أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ تَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَوَاللهِ مَا عَلَى أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لَا يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ بِئْسَمَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي إِنَّ هٰذِهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا وَلٰكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ يَتَحَرَّجُ أَنْ يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا أَسْلَمُوا سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ الْآيَةَ قَالَتْ عَائِشَةُؓ وَقَدْ سَنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمُ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ اَنَّ النَّاسَ اِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِى الْقُرْاٰنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نَطُوْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ اَنْ نَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الْاٰيَةَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَسْمَعُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِى الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِى الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطَّوَّفُوْا فِى الْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا اَنْ يَّطَّوَّفُوْا بِهِمَا فِى الْاِسْلَامِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ اللّٰهَ اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں بتلایئے۔ کہ بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ پس جو شخص حج کرے یا عمرہ ان دونوں کے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پس اللہ کی قسم! کسی شخص پر گناہ نہیں ہے۔ کہ وہ صفا اور مروہ پہاڑی کا طواف نہ کرے۔ آپؓ نے فرمایا۔ اے بھانجے تونے جو کچھ کہا وہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ تم نے معنی لئے ہیں اگر یہی مراد ہوتے تو عبارت یوں ہوتی۔ لاجناح علیہ ان لا یطوف بھما لیکن یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو اسلام لانے سے پہلے مشلل مقام کے پاس جو مناۃ طاغیہ ہے اس کی پوجا کرتے تھے۔ پس جو شخص احرام باندھتا تھا تو وہ صفا اور مروہ پہاڑی کے ساتھ طواف کرنے کو گناہ سمجھتا تھا۔ جب اسلام لے آئے تو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ یا رسول اللہ۔ ہم تو صفا اور مروہ کے طواف کو گناہ سمجھتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان طواف کرنے کو مسنون قرار دیا۔ پس کسی کے لئے لائق نہیں ہے۔ کہ وہ ان کے درمیان طواف کو

چھوڑ دے پھر میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو اس کی خبر دی۔ تو اس نے کہا۔ یہ کلام عائشہؓ بھی ایک علم کی بات ہے۔ میں نے اس کو نہیں سنا تھا۔ یا یہ علم ہے جس کو تو نے سنا۔ لیکن میں نے اہل علم کے بہت سے لوگوں سے سنا ہے۔ جو ذکر کرتے تھے۔ کہ لوگ وہ نہیں جن کا حضرت عائشہؓ سے ذکر فرمایا۔ کہ وہ منات سے احرام باندھتے تھے۔ بلکہ سب کے سب صفا اور مروہ کا طواف کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے طواف بیت اللہ کا ذکر فرمایا اور صفا مروہ کا ذکر قرآن مجید میں نہ آیا۔ تو ان لوگوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہم تو صفا اور مروہ کا طواف کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صرف طواف بیت اللہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور صفا و مروہ کا ذکر نہیں ہے۔ تو کیا ہم پر گناہ ہوگا اگر ہم صفا و مروہ کا طواف کریں تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ الآیۃ۔ کہ صفا و مروہ تو شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ آیت دونوں گروہوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو لوگ جاہلیت میں صفا و مروہ کے طواف کو گناہ سمجھتے تھے۔ اور ان لوگوں کے بارے میں جو پہلے طواف کرتے تھے۔ پھر اسلام میں آکر ان کے طواف کو گناہ سمجھنے لگے۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے طواف بیت اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اور طواف صفا و مروہ کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کے بعد ان کے طواف کا ذکر فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لو کانت کما اولتہا علیہ لکان اس سے مراد یہ ہے۔ کہ لاجناح فی الطواف ولاجناح فی عدم الطواف۔ یہ دونوں نفی تاکد اور اثبات اباحۃ کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔ الا بقرینۃ۔ مگر اگر کوئی قرینہ اس کے خلاف پر دلالت کرے تو اور بات ہے۔ تو جب پہلے گزر چکا ہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ۔ تو اس سے وجوب سعی ثابت ہو گیا۔ پس اگر اس کے بعد لاجناح علیہ ان لا یطوف بینہما ہوتا تو اس وجوب کی نفی ہو جاتی جس کا پہلے اثبات ہو چکا۔ پس یہ وارد نہیں ہوا بلکہ فلا جناح ان یطوف وارد ہوا ہے۔ تو اب اباحۃ کے معنی مراد لینے تو ممکن نہیں۔ کیونکہ پہلی آیت سے اس کا وجوب ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ اب اس کا استعمال اس معنی میں نہیں بلکہ اس معنی میں استعمال ہے جس کو حضرت عائشہؓ نے ذکر فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انصار مناۃ سے احرام باندھ کر صفا و مروہ کا طواف نہیں کرتے تھے۔ اور دوسرے اہل عرب جو ان کا طواف کرتے تھے۔ اب جب اسلام آیا تو دونوں فریق نے اس

رسم جاہلیہ اور عادت مشرکین کو گناہ سمجھا تو ان سے کہا گیا کہ ان کے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وجوب و اباحۃ سے بحث نہیں ہے۔ وجوب تو پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ باقی حضرت عائشہؓ اور ابوبکرؓ کے کلام میں فرق ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ اس کا نزول ایک مخصوص گروہ انصار کے بارے میں فرماتی ہیں۔ ابوبکرؓ اس سے عموم مراد لیتے ہیں یا حضرت عائشہؓ نے دونوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا۔ کہ جب ایک کے ذکر سے مقصود حاصل ہو گیا تو دوسرے کا ذکر بھی ہو گیا۔ احاطہ کی ضرورت نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ کبھی فعل واجب ہوتا ہے اور معتقد اس کے ایقاع کو ممنوع سمجھتا ہے۔ جیسے کسی شخص کو ظہر کی نماز قضا کرنی تھی۔ اور اس کا گمان یہ تھا کہ مغرب کے بعد قضا نہیں پڑھی جا سکتی تو اسے کہا جائے لا جناح علیک ان صلیت۔ جواب صحیح ہے۔ اس لئے ظہر کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ

ترجمہ۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس کا بیان۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ سعی دار بنی عباد سے بنو ابی حسین کی گلیوں تک ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۷۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ يُزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلا طواف کرتے تھے تو پہلی تین باری میں تیز چلتے تھے اور باقی چار میں آرام سے چلتے تھے اور جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے پانی کی گذرگاہ کے پیٹ میں دوڑ لگاتے۔ عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ جب حضرت عبداللہ رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو آرام سے چلتے تھے۔ فرمایا نہیں۔

مگر اس صورت میں جب ان پر رکن کے لئے بھیڑ کی جاتی کیونکہ وہ حجر اسود کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک کہ اسے ہاتھ نہ لگالیتے۔

حدیث نمبر ۱۶۴۱ حدثنا علی بن عبد اللہؒ قال سألنا ابن عمرؓ عن رجل طاف بالبیت فی عمرۃ ولم یطف بین الصفا والمروۃ أیاتی امرأتہ فقال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فطاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین وطاف بین الصفا والمروۃ سبعا وقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ وسألنا جابر ابن عبد اللہ فقال لا یقربنہا حتی یطوف بین الصفا والمروۃ۔

ترجمہ۔ ہم نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے اپنے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو کیا۔ لیکن صفا ومروہ کے درمیان سعی نہ کی۔ کیا وہ اپنی بیوی سے ہمبستر ہو سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے۔ سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز طواف ادا کی۔ اور صفا مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی۔ تمہارے لئے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے۔ اور ہم نے اس بارے میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اس وقت تک بیوی سے ہمبستر نہ ہو جب تک کہ صفا مروہ کے درمیان سعی نہ کرلے۔

حدیث نمبر ۱۶۴۲ حدثنا المکی بن ابراہیمؒ قال سمعت ابن عمرؓ قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ فطاف بالبیت ثم صلی رکعتین ثم سعی بین الصفا والمروۃ ثم تلا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

ترجمہ۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عمرؓ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے۔ بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر صفا ومروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ لقد کان لکم الآیۃ۔

حدیث نمبر ۱۶۴۳ حدثنا احمد بن محمدؒ فقلت لانس بن مالکؓ

اَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ السَّعْىَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ نَعَمْ لِاَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔

ترجمہ۔ عاصمؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا۔ کہ کیا آپ لوگ صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان سعی کو مکروہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! کیونکہ یہ جاہلیۃ کی علامتوں میں سے تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے لاجناح علیہ ان یطوف بہما نازل فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۴۴۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّمَا سَعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِىَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهٗ زَادَ الْحُمَيْدِيُّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ اور صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان طواف کیا۔ تاکہ مشرکین کو اپنی قوت د طاقت دکھلائیں۔

تشریح از قاسمی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کی تینوں احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ عمرہ طواف بالبیت الصلوٰۃ برکعتین خلف المقام اور السعی بین الصفا والمروۃ کا نام ہے۔ اگر ان میں سے کوئی قدم کم ہوگیا تو سعی تمام نہیں ہوگی۔ اگر سوار ہو تو اس کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ اس کے جانور کے پاؤں پہاڑی پہ ضرور پہنچیں۔ اگر صفا و مروہ پہاڑوں پر چڑھ جائے تو یہ سعی اکمل ہوگی۔ لیکن یہ اوپر چڑھنا نہ تو فرض ہے نہ واجب ہے۔ بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ کچھ سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ لائق یہی ہے کہ ان سیڑھیوں سے اوپر چڑھ جائے۔ ورنہ سعی مکمل نہیں ہوگی۔

بَابُ تَقْضِى الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَاِذَا سَعٰى عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

ترجمہ۔ حائضہ عورت حج کے تمام افعال پورے کرے۔ مگر بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

اور اس صورت میں سعی بین الصفا والمروہ بغیر وضو کے ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۴۴۵ حدثنا عبدُ اللہِ بنُ یُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ اَنَّہَا قَالَتْ قَدِمْتُ مَکَّۃَ وَاَنَا حَائِضٌ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ وَلَا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ قَالَتْ فَشَکَوْتُ ذٰلِکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ افْعَلِیْ کَمَا یَفْعَلُ الْحَاجُّ غَیْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِیْ بِالْبَیْتِ حَتّٰی تَطْہُرِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں جب مکہ معظمہ پہنچی تو میں حائضہ تھی۔ میں نے نہ بیت اللہ کا طواف کیا اور نہ ہی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ فرماتی ہیں۔ کہ اس کا شکوہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ باقی تمام کام اسی طرح کرو۔ جس طرح حاجی کرتا ہے۔ لیکن بیت اللہ کا طواف اس وقت تک نہ کرو جب تک پاک نہ ہو جاؤ۔

حدیث نمبر ۱۴۴۶ حدثنا محمدُ بنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللہِؓ قَالَ اَہَلَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہُوَ وَاَصْحَابُہٗ بِالْحَجِّ وَلَیْسَ مَعَ اَحَدٍ مِّنْہُمْ ہَدْیٌ غَیْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَۃَ وَقَدِمَ عَلِیٌّ مِّنَ الْیَمَنِ وَمَعَہٗ ہَدْیٌ فَقَالَ اَہْلَلْتُ بِمَا اَہَلَّ بِہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّجْعَلُوْہَا عُمْرَۃً وَّیَطُوْفُوْا ثُمَّ یُقَصِّرُوْا وَیَحِلُّوْا اِلَّا مَنْ کَانَ مَعَہُ الْہَدْیُ فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ اِلٰی مِنًی وَّذَکَرُ اَحَدِنَا یَقْطُرُ مَنِیًّا فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَہْدَیْتُ وَلَوْلَا اَنَّ مَعِیَ الْہَدْیَ لَاَحْلَلْتُ وَحَاضَتْ عَائِشَۃُ فَنَسَکَتِ الْمَنَاسِکَ کُلَّہَا غَیْرَ اَنَّہَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَیْتِ فَلَمَّا طَہُرَتْ طَافَتْ بِالْبَیْتِ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللہِ تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّۃٍ وَّعُمْرَۃٍ وَّاَنْطَلِقُ بِحَجٍّ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍؓ اَنْ یَّخْرُجَ مَعَہَا اِلَی التَّنْعِیْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا سوائے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہؓ کے کسی کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں تھا۔ البتہ حضرت علیؓ یمن سے تشریف لائے تو ان کے ہمراہ ھدی کا جانور تھا۔

تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس چیز کے ساتھ احرام باندھا جس کے ساتھ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اس حج کو فسخ کر کے عمرہ بنالیں۔ بیت اللہ کا طواف کریں۔ پھر تھوڑے بال کتروالیں اور حلال ہو جائیں۔ مگر جس کے ساتھ ھدی ہے وہ حلال نہ ہو صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم منیٰ کو جا رہے تھے کہ ہمارے آلہ تناسل منی کے قطرے بہا رہے تھے۔ جس کی خبر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی جس پر آپؐ نے فرمایا۔ اگر مجھے اس چیز کی پہلے خبر ہو جاتی جس کی بعد میں ہوئی تو میں ھدی نہ چلاتا۔ اور اگر میرے ساتھ ھدی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا۔ اور حضرت عائشہؓ حائضہ تھیں۔ انہوں نے باقی تو حج کے سب افعال ادا کئے۔ مگر بیت اللہ کا طواف نہ کیا۔ جب پاک ہو گئیں تو بیت اللہ کا طواف کیا کہنے لگیں یا رسول اللہ! آپؐ لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے چلیں گے اور میں صرف حج کر کے چلوں گی۔ تو آپؐ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنی بہن کے ہمراہ مقام تنعیم تک جائیں۔ تو انہوں نے حج کے بعد عمرہ کیا۔

حدیث نمبر ۱۴۷ حدثنا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا اَنْ يَخْرُجْنَ فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِيْ خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ اَنَّ اُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَّكَانَتْ اُخْتِيْ مَعَهٗ فِيْ سِتِّ غَزَوَاتٍ قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمٰى وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى فَسَاَلَتْ اُخْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ هَلْ عَلٰى اِحْدَانَا بَاْسٌ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَّا تَخْرُجَ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ سَاَلْتُهَا اَوْ قَالَتْ سَاَلْنَاهَا قَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا اِلَّا قَالَتْ بِيَبَا فَقُلْتُ اَسَمِعْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ نَعَمْ بِيَبَا فَقَالَتْ لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ اَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ

وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى فَقُلْتُ الْحَائِضُ فَقَالَتْ اَوَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا۔

ترجمہ۔ حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نوجوان عورتوں کو باہر نکلنے سے روکتی تھیں۔ کہ ایک عورت آئی جس نے قصر بنی خلف میں قیام کیا۔ تو اس نے حدیث بیان کی کہ ان کی بہن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے نکاح میں تھی۔ جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ لڑائیوں میں شمولیت کی تھی۔ اور میری بہن ان کے ہمراہ چھ غزوات میں اس کے ساتھ رہی۔ وہ کہتی تھی ہم زخمی لوگوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اور بیمار کی تیمارداری کرتی تھیں۔ تو میری بہن نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ کیا ہم پہ کوئی گناہ ہے۔ کہ اگر اس کے پاس لمبی چادر نہ ہو تو وہ باہر نہ نکلے۔ فرمایا اس کی سہیلی اسے اپنی چادر پہنا دے۔ اور اسے ضرور امور خیر اور دعوت مؤمنین میں حاضر ہونا چاہیئے۔ پس جب ام عطیہؓ تشریف لائیں تو میں نے ان سے پوچھا۔ یا ہم سب نے ان سے دریافت کیا۔ کہتی ہیں کہ ان کی عادت تھی کہ جب بھی وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو بیبا سے ذکر کرتی ہیں۔ یعنی میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تو نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کہتے سنا تھا۔ اس نے کہا ہاں! میرا باپ قربان ہو۔ فرماتی تھیں۔ کہ نوجوان عورتیں اور پردہ دار بھی باہر نکلیں یا نوجوان پردہ دار عورتیں بھی نکلیں اور حیض والی بھی امور خیر اور دعوت وعظ مسلمانوں میں حاضر ہوں۔ البتہ حیض والی عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں۔ پس میں نے کہا حائضہ بھی۔ انہوں نے فرمایا کیا حائضہ عورت عرفات میں حاضر نہیں ہوتی۔ اور فلاں فلاں جگہ پہ حاضر نہیں ہوتی۔ یشھدن عرفہ میں ترجمۃ الباب سے مطابقت ہو گئی۔

بَابُ الْاِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مِنًى وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّي الْحَجَّ فَقَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يُلَبِّي يَوْمَ التَّرْوِيَةِ اِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْلَلْنَا حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ

وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ۔

ترجمہ۔ مکہ والے اور مسافر حاجی کو جب وہ منیٰ کی طرف جانے لگیں تو بطحا وغیرہا سے احرام باندھیں اور حضرت عطاء سے مکہ کے رہنے والے کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ حج کے لئے تلبیہ پڑھے۔ فرمایا کہ ابن عمرؓ جب ظہر کی نماز ادا کر لیتے اور ان کی سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ تلبیہ پڑھتے تھے۔ اور حضرت جابرؓ سے یوں مروی ہے کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ میں آئے تو یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ تک ہم نے احرام کھولے رکھا۔ اور ہم نے جب مکہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کر لیا تو حج کا تلبیہ کہنا شروع کر دیا۔ اور ابو الزبیر حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم نے بطحاء سے احرام باندھا۔ اور عبید بن جریج نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا۔ کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں۔ کہ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں۔ لوگ تو جب ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں۔ اور آپ جب تک یوم ترویہ نہ ہو احرام نہیں باندھتے۔ انہوں نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے نہیں دیکھا۔ جب تک کہ آپؐ کی اونٹنی آپؐ کو لے کر کھڑی نہیں ہو جاتی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ تنطلقون بحجۃ وعمرۃ وانطلق بحج الخ اس روایت میں تصریح ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ مفردہ تھیں قارنہ نہیں تھیں۔ انہوں نے جو بعد میں عمرہ کیا۔ وہ عمرۃ القضاء تھا جو چھوڑنے کی وجہ سے لازم ہوا اگر وہ قارنہ ہوتیں تو اپنے حج کے تلبیہ میں عمرہ کا الحاق بھی کرتیں جیسے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود دونوں حج اور عمرہ کو جمع کر کے تلبیہ کہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ایسا نہیں کیا۔ حاصل یہ ہے کہ انہوں نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر جب عمرہ چھوڑ دیا تو حج کا احرام باندھا۔ کیونکہ روایات میں تصریح ہے کہ عمرہ چھوڑنے کے بعد انہوں نے کنگھا کیا۔ حالانکہ احرام میں کنگھا نہیں کیا جاتا۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کونی فی حجک عسی اللہ ان یرزقکہا اگر وہ احرام میں ہوتیں۔ اور حج کے ساتھ قارنہ ہوتیں تو عسیٰ کے کیا معنی ہوں گے۔ کیونکہ عسیٰ تو متوقع الوجود کے لئے آتا ہے یہاں

حج تو موجود ہے لیکن عمرہ نہیں ہے۔ تبھی سعی کا لفظ استعمال ہوا اور کچھ بعید نہیں کہ احرام باندھنے کا حکم کے تکمیل پکھ زمانہ کے بعد وقوع پذیر ہوئی ہو۔ کیونکہ امر فور کو تقاضا نہیں کرتا۔ لیکن یہ ساری تقریر اس صورت میں جب کہ ہیہ نہ تقضیا کی ضمیر حجۃ کی طرف راجع ہو اگر عمرہ کی طرف راجع ہو جیسا کہ سیاق کا تقاضا ہے۔ پھر تو کسی طرح ان کی دلیل قائم نہیں رہ سکتی۔ تو حضرت عائشہؓ کی روایت شوافعؒ کا مستدل نہ بن سکی۔ نیز! بایں ہمہ انہوں نے حج اور عمرہ کے لئے ایک ہی طواف کیا ہے۔ کیونکہ وہ قارنہ نہیں تھیں۔ اس لئے ان کے عمرہ کا احرام اوّل حیض کی وجہ سے ختم ہو چکا اور وہ عمرہ جو تنعیم سے کیا وہ متروکہ عمرہ کی قضا کے لئے تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دم یعنی جانور کا خون بہایا وہ دم جبر تھا۔ دم قران نہیں تھا۔ وہ لوگ ان دلائل پر بحث کر سکتے ہیں۔ لیکن روایات میں غور کرنے سے جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت عائشہؓ کے قصہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا وہ متمتعہ تھیں یا مفردہ۔ اگر متمتعہ ہوں تو کیا انہوں نے عمرہ چھوڑ کر حج افراد کی طرف انتقال کیا۔ اور عمرہ پر حج داخل کر کے قارنہ بن گئیں۔ ائمہ ثلاثہ انہیں قارنہ قرار دیتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ انہیں مفردہ فرماتے ہیں۔ اس کی تفصیل اوجز میں ملے گی۔ دراصل یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے۔ احناف کے نزدیک افعال عمرہ مستقلاً ادا کئے جائیں اور افعال حج بھی مستقل طور پر ادا ہوں۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ان میں تداخل ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ احرام حج کے ساتھ احرام عمرہ کو بھی باقی رکھتے ہیں۔ حالانکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ دعی عمرتک فرمایا تھا۔ کہ عمرہ چھوڑ دو۔ امتشطی وانقضی راسک (کنگھا کر اور سر کھول دے) فرمایا۔ حالانکہ احرام میں دونوں امر جائز نہیں ہیں۔ اور قضا عمرہ کے بعد آپؐ نے فرمایا ھذہ عمرتک مکان عمرتک اور چوتھی وجہ حضرت عائشہؓ کا فرمانا اعتمرتم ولم اعتمر اور تنطلقون بحجۃ وعمرۃ وانطلق بحج ہے۔ کہ تم نے عمرہ کر لیا۔ میں نے نہ کیا۔ تم حج اور عمرہ دونوں کا ثواب لے کر چلے۔ میں صرف حج کا ثواب لے کر چلوں۔ یہ واضح دلائل ہیں کہ ان سے عمرہ چھوٹ چکا تھا۔

بَابُ اَیْنَ یُصَلِّی الظُّهْرَ فِیْ یَوْمِ التَّرْوِیَةِ

ترجمہ۔ ترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۴۴۸ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قُلْتُ اَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ عَقَلْتَهٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیْنَ صَلَّی الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ قَالَ بِمِنًی قُلْتُ فَاَیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ یَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْاَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا یَفْعَلُ اُمَرَاءُكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا۔ کہ مجھے وہ چیز بتلاؤ جو تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی ہو۔ آپؐ نے آٹھویں ذی الحجہ کو ظہر اور عصر کی نماز کہاں پڑھی۔ فرمایا منیٰ میں پڑھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ کوچ کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی۔ فرمایا ابطح میں۔ مگر تم ایسا ہی کرو جیسا کہ تمہارے حکام کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۴۴۹ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَالَ خَرَجْتُ اِلٰی مِنًی یَوْمَ التَّرْوِیَةِ فَلَقِیْتُ اَنَسًا ذَاهِبًا عَلٰی حِمَارٍ فَقُلْتُ اَیْنَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْیَوْمَ الظُّهْرَ قَالَ انْظُرْ حَیْثُ یُصَلِّیْ اُمَرَاءُكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالعزیز فرماتے ہیں۔ کہ میں ترویہ کے دن منیٰ کی طرف جا رہا تھا۔ کہ میری حضرت انسؓ سے ملاقات ہوگئی جو گدھے پر سوار جا رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی۔ فرمایا دیکھ جہاں تیرے حکام پڑھتے ہیں۔ تو بھی وہاں پڑھ لے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ حضرت انسؓ نے جگہ نہ بتلائی۔ صرف اتنا کہہ دیا۔ کہ جہاں حکام پڑھتے ہوں تم بھی وہاں پڑھو۔ اس حدیث میں ان کو موضع صلوٰۃ نہ بتلایا۔ پہلی روایت میں بتلا دیا۔ تاکہ اولیٰ اور افضل کو تلاش کیا جائے۔ پھر امراء کی مخالفت سے روکا۔ کیونکہ سائل کے حال کا اندازہ کر لیا۔ کہ یہ ایسا شخص ہے کہ مخالفت امراء کی پرواہ کئے بغیر

موضع صلوٰۃ کو لازم پکڑے گا۔ کیونکہ عوام سنن اور مستحبات کو فرائض اور واجبات کی طرح سمجھتے ہیں اور ان کے مفاسد کی پرواہ نہیں کرتے۔ تو اجر سے جرم بڑھ جاتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا، کہ امور مستحبہ بلکہ مسنونہ کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ جب کہ اس سے دین یا دنیا میں مفاسد پیدا ہوتے ہوں۔ اس لئے کہ یہ دنیاوی فتنے دینی امور میں نقص پیدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ فرائض اور واجبات بھی چھوڑ بیٹھتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ سنت یہ ہے۔ کہ امام یوم الترویہ میں پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھ لے۔ اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ اگر کوئی شخص نویں کی رات منیٰ میں نہ رہے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ کتاب العلم میں بھی شیخ قدس سرہ نے ذکر فرمایا تھا کہ جب فتنہ کا خطرہ ہو تو بعض مستحبات وسنن کو ترک کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے۔

ان السعید لمن جنب الفتن ثلاثا۔ نیک بخت وہی ہے جو فتنوں سے بچ گیا۔

چھٹا پارہ ختم ہوا۔ ساتواں شروع ہے۔ الحمد للہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساتواں پارہ

بَابُ الصَّلٰوۃِ بِمِنًی

ترجمہ۔ منیٰ میں نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۱۴۵۰ حَدَّثَنِی اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ اَبِيْهِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى الرَّكْعَتَيْنِ وَاَبُوْبَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں دو رکعت پڑھائی۔

حدیث نمبر ۱۴۵۱ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّؓ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَاٰمَنُهٗ بِمِنًى الرَّكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت حارثہ بن وھب خزاعیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی۔ حالانکہ ہم کبھی اتنے کثیر نہیں تھے اور نہ امن والے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۵۲ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ اَبِيْ بَكْرٍؓ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَؓ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ فَيَالَيْتَ حَظِّيْ مِنْ اَرْبَعٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دو رکعت نماز پڑھی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بھی دو رکعت پڑھی۔ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی دو رکعت

پڑھی۔ پھر تمہارے ساتھ طریقے مختلف ہوگئے۔ کاش مجھے ان چار رکعات کے بدلے وہ دو مقبول رکعتیں نصیب ہوتیں۔

تشریح از شیخ گنگوہی | اس باب سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ مسافر جب تک پندرہ دن اقامت کی نیت نہ کرے تو وہ قصر کرے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ مسافر کے لئے قصر اور اتمام دونوں جائز قرار دیتے تھے۔ اس صورت میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا اعتراض صحیح ہو گا۔ لیکن بعض احنافؒ جو یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ حضرت عثمانؓ مکہ میں متاہل ہو گئے تھے یا حضرت عائشہؓ ام المؤمنین ہونے کی وجہ سے اتمام کرتی تھیں۔ تو اس صورت میں حضرت عبد اللہؓ کا رد مناسب نہیں رہتا۔ اس لئے کہ وہ رد تو تب تمام ہوسکتا ہے۔ جب کہ وہ حضرات اتمام کے وجوب کا قول کرتے ہوں۔ ہاں! اب اشکال حضرت عبد اللہؓ پہ ہوگا کہ جب ان کے نزدیک قصر واجب تھا اور وہ اس کو حق سمجھتے تھے۔ تو پھر حضرت عثمانؓ کی اقتداء میں اتمام کیوں کرتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ان کے پیچھے اتمام اس بنا پر کرتے تھے کہ بقیہ دو رکعت نفل ہو جائے گی۔ کیونکہ فرض پر نفل کی بنا جائز ہے۔ اور ترک اتمام میں فساد کا خطرہ تھا۔ اس لئے اتمام کر لیتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ فرمائی ہے وہ ظاہر ہے۔ نیز! مختلف فیہا مسئلہ میں متابعت امام کو واجبات میں شمار کیا گیا ہے۔ اور عند الضرورۃ مذہب غیر پر عمل جائز ہو جاتا ہے۔ جیسے زوجہ مفقود کے بارے میں مسلک امام مالکؒ پر عمل کرنا حیلہ ناجزہ میں ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابو داؤد کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت عبد اللہؓ سے پوچھا گیا۔ عبت علی عثمان ثم صلیت اربعاً فقال الخلاف شر۔ ترجمہ۔ کہ حضرت عثمانؓ پر عیب لگاتے ہو اور پھر ان کے پیچھے چار رکعت پڑھتے ہو۔ فرمایا خلاف کرنا شر کا دروازہ کھولنا ہے۔ اب مقیم کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہ وہ منیٰ میں قصر کرے یا اتمام کرے اور پھر قصر سفر کی وجہ سے یا نسک حج میں شمار کرکے علماء امت فرماتے ہیں۔ کہ اتفاقاً حاجی مکہ سے آنے والا منیٰ مکہ اور باقی مشاہد میں قصر کرے۔ سفر کی حالت میں باقی مکی کے بارے میں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مکہ میں اتمام کرے اور منیٰ میں قصر کرے۔ اکثر ائمہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ قصر نہ کریں۔ کیونکہ

بقول امام طحاوی حج موجب قصر نہیں ہے ۔ اس لئے قصر کا تعلق سفر سے ہے کسی خاص مقام سے نہیں ہے ۔ مزید تفصیل اوجز میں ہے ۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

ترجمہ ۔ عرفہ کے دن روزہ رکھنا ۔

حدیث نمبر ۱۴۵۲ **حدثنا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ام الفضلؓ فرماتی ہیں کہ لوگوں کو عرفہ کے دن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ دار ہونے میں شک گذرا تو میں نے پینے کا پانی آپؐ کے پاس بھیجا جسے آپؐ نے پی لیا ۔ معلوم ہوا کہ روزہ نہیں تھا ۔

تشریح از قاسمی صوم یوم عرفہ کا امام بخاریؒ نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا ۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے ۔ اکثر شوافعؒ اس کی کراہت کے قائل ہیں ۔ جمہور علماء اس دن کے افطار کے استحباب کے قائل ہیں ۔ لیکن یہ فطر حاجی کے بارے میں ہے ۔ تاکہ وہ مناسک حج کے ادا کرنے میں کمزور نہ ہو جائے ۔ لیکن غیر حاجی کے لئے اس دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے ۔ بلکہ مسلم میں ہے کہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا ۔ بہر حال یہ روزہ نفلی ہوگا ۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ إِذَا غَدَا مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ

ترجمہ ۔ جب صبح سویرے منیٰ سے عرفات کی طرف جلے تو تلبیہ اور تکبیر پڑھتا جائے ۔

حدیث نمبر ۱۴۵۳ **حدثنا** عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ التِّنِّيسِيُّ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ ۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن ابی بکر ثقفی نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا جب کہ وہ دونوں صبح کو منٰی سے عرفات کی طرف جا رہے تھے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس دن تم لوگ کیا کرتے تھے۔ فرمایا ہم میں سے تلبیہ کہنے والا تلبیہ کرتا اس پر کوئی نکیر نہیں کیا جاتا تھا، جو تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا تو اس پر بھی کوئی نکیر نہیں کرتا تھا۔ یعنی اس وقت تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے باقی اذکار اور ادعیہ ہیں۔ بہر حال حاجی کے لئے سنت نہیں ہے۔

بَابُ التَّهْجِيْرِ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ

ترجمہ۔ عرفہ کے دن نمرہ سے وقوف کے لئے جلدی جانا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۵۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ لَّا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَؓ فِي الْحَجِّ فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَؓ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُعَصْفَرَةٌ فَقَالَ مَالَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ الرَّوَاحَ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ قَالَ هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْظِرْنِيْ حَتّٰى أُفِيْضَ عَلٰى رَأْسِيْ ثُمَّ أَخْرُجُ فَنَزَلَ حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ أَبِيْ فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ صَدَقَ۔

ترجمہ۔ صاحبزادہ سالمؒ فرماتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان خلیفہ نے حجاج بن یوسف کی طرف لکھا، کہ وہ حج کے معاملہ میں ابن عمرؓ کی مخالفت نہ کریں۔ تو ابن عمرؓ اس وقت تشریف لائے کہ میں ان کے ساتھ تھا جب کہ سورج ڈھل چکا تھا۔ تو انہوں نے حجاج کے خیمہ کے پردوں کے پاس اونچی آواز دی۔ اور ان کے اوپر زرد رنگ کی ایک لمبی چادر تھی۔ تو حجاج نے کہا کہ اے ابو عبد الرحمٰن آپ کو کیا ہو گیا۔ فرمایا کہ عرفات کی طرف کوچ کرنا ہے۔ اگر تیرا ارادہ سنت پر عمل کرنے کا ہو۔ تو کیا یہی اس کا وقت ہے۔ فرمایا ہاں یہی وقت ہے۔ کہنے لگا۔ مجھے اتنی مہلت دیں کہ میں سر پر پانی بہالوں۔ پھر حاضر ہوتا ہوں۔ تو ابن عمرؓ سواری سے اتر کر اس کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک حجاج آگیا۔ سالمؒ فرماتے ہیں کہ میرے

اور میرے باپ کے درمیان چلنے لگا۔ تو میں نے کہا اگر سنت پر عمل کرنے کا ارادہ ہو تو خطبہ کو مختصر کریں۔ اور وقوف میں جلدی کریں۔ تو وہ حضرت عبد اللہؓ کی طرف دیکھنے لگا۔ کہ کیا یہ سچ کہتا ہے یا نہیں۔ جب حضرت عبد اللہؓ نے یہ دیکھا۔ تو فرمایا کہ سالمؒ نے سچ کہا۔ عجل الوقوف سے عجل الصلوٰۃ مراد ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ التہجیر بالرواح سے مراد زوال کے بعد تاخیر نہ کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شراح سب کے سب خاموش ہیں۔ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ اس سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ وقوف بعرفۃ کا وقت کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے مذہب جمہور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ اس کا مبدء زوال کے بعد سے ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک فجر سے فجر تک ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک لیلۃ النحر من الغروب الی الفجر ہے۔ تیسرا قول امامین امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ کہ زوال عرفہ سے فجر النحر تک ہے۔ اور قریباً اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ قالہ ابن حجر۔

بَابُ الْوُقُوْفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

ترجمہ۔ عرفات میں جانور پر وقوف کرنا۔

حدیث نمبر ۱۴۵۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيْرِهِ فَشَرِبَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفہ کے دن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے بارے میں اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے۔ کہ آپ روزہ دار ہیں اور بعض کہتے تھے کہ روزہ دار نہیں ہیں۔ تو میں نے آپ کی طرف ایک دودھ کا پیالہ بھیجا۔ جب کہ آپ اونٹ پر سوار وقوف کرنے والے تھے۔ تو آپ نے اسے نوش فرمالیا۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِعَرَفَةَ

حدیث نمبر ۱۴۵۶ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ ابْنَ يُوسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ إِنَّهُمْ كَانُوا يَجْمَعُونَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ وَهَلْ تَتَّبِعُونَ فِي ذٰلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ۔

ترجمہ۔ باب عرفات میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب امام کے ساتھ نماز چوک جاتی تھی۔ تو وہ دو نمازوں کو جمع کر لیتے تھے۔ اور دوسری سند سے ابن شہاب زہری سے مروی ہے۔ کہ مجھے حضرت سالمؒ نے خبر دی۔ کہ جس سال حجاج بن یوسف نے حضرت ابن الزبیر پر حملہ کیا۔ تو اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا۔ کہ ہم عرفہ کے دن موقف میں کیسے کریں۔ سالمؒ نے فرمایا کہ اگر آپ سنّت پر عمل کرنا چاہتے ہیں کہ عرفہ کے دن نماز کو جلدی زوال کے بعد پڑھو۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ سالمؒ نے سچ کہا۔ حضرات صحابہ کرام سنّت سمجھ کر ظہر اور عصر کی دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔ تو میں نے سالمؒ سے پوچھا۔ کہ یہ کام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ تو سالمؒ نے فرمایا کہ تم اس فعل میں سنّت ہی کی تو پیروی کرتے ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کَانَ ابْنُ عُمَرَ الخ یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔ ورنہ ہمارے نزدیک تو چند شرائط کے ساتھ جمع جائز ہے۔ جو اپنی جگہ ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت ہے۔ اور امام ہے۔ کیونکہ یہ جمع خلاف قیاس نص سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا تو اس کو مورد نص پر بند کرنا چاہیئے۔ غیر کی طرف تعدیہ جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منفرد وغیرہ کے لئے جمع بین الصلوتین جائز نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا جمع بین الظہرین بعرفۃ میں بین الائمہ اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ تو فرماتے ہیں۔ کہ منفرد بھی امام کی طرح جمع کرے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ۔ نخعیؒ اور ثوریؒ فرماتے ہیں کہ امام کے ساتھ جمع کرے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک جمع بین الصلوٰتین کے لئے احرام بالحج شرط ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک احرام۔ امام اکبر اور جماعت شرط ہے۔ یہی قول امام زفرؒ کا ہے۔ لیکن وہ صرف عصر میں یہ شروط عائد کرتے ہیں باقی میں نہیں۔

هل تتبعون فی ذلک الا سنته یعنی یہ جو سنت کا لفظ روایت میں آیا ہے۔ اس سے سنت نبوی ہی مراد ہے۔ کیونکہ اسی کا اتباع کیا جاتا ہے۔ سنۃ الخلفاء الراشدین پر بھی اگرچہ اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن عند الاطلاق و عدم تقییدالیٰ غیرہ اولیٰ یہی ہے۔ کہ اس سے سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب صحابی یہ کہہ دے کہ یہ سنت ہے۔ تو اس سے سنت رسول ہی مراد ہوگی۔ کیونکہ یا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہوگا یا فعل ہوگا۔ جس کا صحابی نے مشاہدہ کیا ہوگا۔ امام بخاریؒ اور مسلم کا بھی یہی طریقہ ہے۔ جو جمہور بیان کر رہے ہیں۔

بَابُ قَصْرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

ترجمہ۔ عرفات میں خطبہ کو مختصر کیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۴۵۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ اِلَى الْحَجَّاجِ اَنْ يَّاْتَمَّ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ فِي الْحَجِّ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ جَآءَ ابْنُ عُمَرَؓ وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ اَوْ زَالَتْ فَصَاحَ عِنْدَ فُسْطَاطِهٖ اَيْنَ هٰذَا فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَؓ الرَّوَاحَ فَقَالَ الْاٰنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَنْظِرْنِيْ اُفِيْضُ عَلَيَّ مَآءً فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَؓ حَتّٰى خَرَجَ فَسَارَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَبِيْ فَقُلْتُ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ اَنْ تُصِيْبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَؓ صَدَقَ۔

ترجمہ۔ حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج ثقفی کو لکھا کہ حج کے افعال میں تم ابن عمرؓ کی اقتداء کرنا۔ پس جب عرفہ کا دن آیا تو حضرت ابن عمرؓ تشریف لائے اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ جب کہ سورج ڈھل چکا تھا۔ تو حجاج کے خیمہ کے پاس آکر آواز دی۔ کہ یہ کہاں ہے یعنی حجاج۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آگیا۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ عرفات کی طرف چلو۔ حجاج بولا ابھی چلیں۔ فرمایا ہاں! تو اس نے کہا۔ مجھے اتنی مہلت دو۔ کہ میں اپنے اوپر پانی بہا لوں۔ چنانچہ ابن عمرؓ سواری سے اتر کر اس کا انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ وہ آگیا اور میرے اور میرے باپ کے درمیان چلنے لگا۔ میں نے کہا کہ آپ آج کے دن کی سنّت تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ تو خطبہ کو مختصر کرو۔ اور وقوف کرنے میں جلدی کرو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔

بَابُ التَّعْجِيْلِ اِلَى الْمَوْقِفِ

قَالَ اَبُوْعَبْدِاللهِ يُزَادُ فِىْ هٰذَا الْبَابِ هَمْ هٰذَا الْحَدِيْث حَدِيْث مَالِك عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَلٰكِنِّىْ اُرِيْدُ اَنْ اُدْخِلَ فِيْهِ غَيْرَ مُعَادٍ۔ موقف کی طرف جلدی کرنی ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ ہَمْ فارسی لفظ ہے۔ کہ اس باب میں یہ حدیث بھی بڑھائی جاتی ہے۔ حدیث مالک عن ابن شہاب۔ لیکن اس میں ایسی حدیث داخل کرنا چاہتا ہوں۔ جو مکرر نہ ہو۔

بَابُ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ

ترجمہ۔ عرفات میں ٹھہرنا۔

حدیث نمبر ۱۴۵۸ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ عَبْدِاللهِ الخ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِّىْ فَذَهَبْتُ اَطْلُبُهٗ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ هٰذَا وَاللهِ مِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَاْنُهٗ هٰهُنَا۔

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں۔ میرا اونٹ گم ہوگیا تھا۔ میں عرفہ کے دن اسے تلاش کرنے کے لئے گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں وقوف کئے ہوئے ہیں۔ تو میں نے کہا۔ اللہ کی قسم یہ تو حمس میں سے ہیں۔ یہاں ان کے کھڑے ہونے کا کیا مطلب ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۵۹ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ اَبِی الْمَغْرَاءِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً اِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ عَلَى النَّاسِ يُعْطِى الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا وَتُعْطِي الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا فَمَنْ لَّمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا وَكَانَ يُفِيضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَيُفِيضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِى اَبِى عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ قَالَ كَانُوا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوا اِلَى عَرَفَاتٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیۃ میں لوگ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے۔ لیکن حمس نہیں حمس قریش کو اور ان کی اولاد کو کہتے تھے۔ حمس لوگوں پر ثواب سمجھ کر احسان کرتے تھے۔ کہ مرد مرد کو کپڑا دیتا تھا۔ جس میں وہ طواف کرتا۔ عورت عورت کو کپڑے دیتی۔ جسے پہن کر وہ طواف کرتی۔ پس جس شخص کو حمس کپڑا نہ دیتے وہ ننگے ہو کر طواف کرتا تھا (مردوں کو اور عورتیں رات کو) باقی تمام لوگ تو عرفات سے ہو کر واپس ہوتے تھے۔ لیکن حمس مزدلفہ میں ٹھہر کر واپس ہوتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے مجھے خبر دی۔ کہ یہ اگلی آیت ان حمس کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ تم بھی وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مزدلفہ سے واپس لوٹتے تھے۔ اب ان کو عرفات جانے کا حکم دیا گیا۔

تشریح از قاسمی | حمس احمس کی جمع ہے۔ جو حماسہ بمعنی شجاعۃ سے مشتق ہے۔ چونکہ قریش اپنے دین کے بارے میں متشدد تھے۔ اس لئے انہیں حمس کہا جاتا تھا۔ اور مزدلفہ کو جمع اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ یہاں پر حضرت آدم علیہ السلام کی اماں حوا علیہا السلام سے ملاقات ہوئی۔

اور ازدلف کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ یا اس لئے کہ یہاں جمع بین الصلوتین ہوتا ہے۔ یا یہاں پر لوگ وقوف کر کے تقرب الی اللہ حاصل کرتے ہیں۔ دفعوا یعنی ان کو ذھاب الی العرفات کا حکم دیا گیا۔

بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ

ترجمہ۔ یعنی جب عرفات سے واپس چلیں تو کیسے چلنا چاہیئے۔ رفتار کیسی ہو۔

حدیث نمبر ۱۴۶۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ فَجْوَةٌ مُتَّسَعٌ وَالْجَمِيْعُ فَجَوَاتٌ وَفِجَاءٌ وَكَذَالِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ مَنَاصٌ لَيْسَ حِيْنَ فِرَارٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ جب میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ حضرت اسامہؓ سے پوچھا گیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات سے واپس ہوتے تو کس رفتار سے چلتے تھے۔ فرمایا کہ درمیانی رفتار سے چلتے تھے۔ اور جب مقام وسیع اور کھلا آجاتا تو خوب تیز دوڑاتے تھے۔ ہشام فرماتے ہیں۔ کہ نص عنق سے اوپر کی رفتار کا نام ہے۔ امام بخاریؒ الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فجوہ کے معنی فراخ جگہ کے ہیں۔ جس کی جمع فجوات اور فجار آتی ہے۔ اور اس طرح رکوۃ کی جمع رکار ہے۔ بعض نے مناص اور نص کا مادہ ایک قرار دیا ہے۔ حالانکہ نص مضاعف ثلاثی ہے اور مناص اجوف ہے اور قرآن مجید میں لات حین مناص وارد ہوا ہے۔ لات کے معنی لیس کے ہیں اور مناص کے معنی فرار کے ہیں۔ تو دفع توہم کے لئے یہ تشریح فرمائی۔

بَابُ النُّزُوْلِ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

ترجمہ۔ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان قضاء حاجۃ کے لئے اترنا۔

حدیث نمبر ۱۴۶۱ **حدثنا** مُسَدَّدٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُصَلِّي فَقَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس لوٹے۔ تو ایک گھاٹی کی طرف اتر کر چلے گئے۔ جہاں قضا حاجت کی۔ پھر وضو فرمایا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپؐ نماز پڑھتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ نماز تو آگے ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۴۶۲ **حدثنا** مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ فَيَنْتَقِضُ وَيَتَوَضَّأُ وَلَا يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔ سوائے اس کے کہ جس گھاٹی سے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے وہاں داخل ہو کر استنجا کرتے اور وضو کرتے اور نماز نہ پڑھتے۔ یہاں تک کہ مزدلفہ میں جا کر نماز پڑھتے۔

حدیث نمبر ۱۴۶۳ **حدثنا** قُتَيْبَةُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ رَدِفْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا بَلَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُونَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوءَ تَوَضَّأَ وُضُوءً خَفِيفًا فَقُلْتُ الصَّلٰوةُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ جَمْعٍ وبسند آخر عَنِ الْفَضْلِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى بَلَغَ الْجَمْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں عرفات سے جناب رسول اللہؐ کے پیچھے سواری

پر بیٹھا جب بائیں طرف کی اس گھاٹی کے پاس پہنچے جو مزدلفہ کے قریب ہے تو اونٹنی کو بٹھا دیا۔ پیشاب سے فارغ ہوئے پھر تشریف لائے تو میں نے پانی ڈالا اور آپؐ نے ہلکا سا وضو کیا۔ پھر نماز کے متعلق میں نے عرض کیا تو فرمایا۔ کہ نماز آگے ہوگی۔ پس آپؐ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے مزدلفہ پہنچ کر نماز ادا کی۔ پھر مزدلفہ کی صبح کو حضرت فضلؓ آپؐ کے ردیف بنے۔ دوسری سند سے حضرت فضلؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر تلبیہ کہتے رہے۔ یہاں تک کہ جمرہ تک پہنچ گئے۔

تشریح از قاسمیؒ | علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہی ہے۔ کہ رمی جمرہ کے بعد تلبیہ ختم کرنا چاہیئے۔

بَابُ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّكِيْنَةِ عِنْدَ الْإِفَاضَةِ وَاِشَارَتِهٖ اِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ۔

ترجمہ۔ عرفات سے واپسی کے وقت آپؐ کا لوگوں کو سکون و وقار کا حکم دینا اور اپنے چابک سے ان کی طرف اشارہ کرنا۔

حدیث نمبر ۱۴۶۴ **حَدَّثَنَا** سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلْاِبِلِ فَاَشَارَ بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ وَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ اَوْضَعُوْا اَسْرَعُوْا خِلَالَكُمْ مِنَ التَّخَلُّلِ بَيْنَكُمْ وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عرفات کے دن واپس لوٹے تو آپؐ نے اپنے پیچھے سخت ڈانٹ کی اور اونٹوں کو مارنے کی آواز سنی۔ تو آپؐ نے اپنے چابک کے ذریعہ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ لوگو! سکون اور اطمینان اختیار کرو۔ نیکی بہت تیز چلانے میں نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ولا وضعوا خلالکم اس کی تفسیر طرد اللباب فرماتے ہیں۔ اوضعوا بمعنی اسرعوا جلدی کرو اور خلال تخلل سے ہے۔

جس کے معنی درمیان کے ہیں۔ فجرنا خلالھما بمعنی بینھما کے ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | من التخلل بینکم کا کلمہ بطور اجمال کے خلالکم کے معنی کا بیان ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کا تعلق تخلل سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق اوضعوا سے ہے۔ خلال کا ماخذ تخلل بتلایا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | امام بخاریؒ کی عادت معروفہ ہے۔ کہ جب حدیث کے اندر کوئی غریب لفظ آجائے اور اس کی مثل قرآن مجید میں ہو۔ تو ان کا ذہن ثاقب قرآن مجید کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ اب یہاں حدیث میں ایضاع کا لفظ آیا۔ تو ان کا ذہن سورۃ برارۃ کی اس آیت کی طرف منتقل ہوگیا۔ جس میں ہے۔ وَاَخْرِجُوا مِنْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ میں خلالکم کی تفسیر بینکم سے فرمادی۔ اور من التخلل مفسر اور مفسر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اس خلال کی مناسبت سے سورۃ کہف کی آیت کی طرف اشارہ کردیا۔ وفجرنا خلالھما نھرا تو خلالھما کی تفسیر بینھما سے کردی۔ جس سے تکثیر فائدہ مقصود ہے۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

ترجمہ۔ مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا۔

حدیث نمبر ۱۴۶۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ فَنَزَلَ الشِّعْبَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهٗ فِيْ مَنْزِلِهٖ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت اسامۃ بن زیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس لوٹے تو ایک گھاٹی میں اتر گئے۔ جہاں پیشاب سے فارغ ہوکر وضو فرمایا۔ مگر یہ

کامل وضو نہیں تھا۔ تو میں نے عرض کی کہ حضرت! نماز۔ آپؐ نے فرمایا۔ نماز آگے پڑھیں گے چنانچہ جب مزدلفہ تشریف لائے تو پورا کامل وضو فرمایا پھر تکبیر کہی گئی۔ تو آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ پس ہر انسان نے اپنی سواری اپنی جگہ پر بٹھائی۔ پھر عشار کی تکبیر کہی گئی تو آپؐ نے عشار کی نماز پڑھا دی ان دونوں نمازوں کے درمیان اور کچھ نہیں پڑھا۔

تشریح از قاسمیؒ | لم یسبغ کے معنی میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ ایک معنی تو یہ ہیں کہ بعض اعضار کے دھونے پر اکتفا فرمایا تو یہ وضو لغوی ہوگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ بعض عدد پر اکتفا کیا۔ تو اب وضو شرعی ہوگا۔ اگرچہ احتمال ذو معنی کا ہے۔ لیکن چونکہ دوسری حدیث میں آچکا ہے۔ توضأ وضوءًا خفیفًا اس لئے شرعی معنی مراد ہوں گے۔ عدد میں تخفیف ہوگی اور ممکن ہے دوسری مرتبہ حدث کی وجہ سے وضو فرمایا ہو۔

بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ

ترجمہ۔ مغرب اور عشار کو جمع کر کے پڑھے لیکن ان کے درمیان نفل نماز نہ پڑھے

حدیث نمبر ۱۴۶۶ حَدَّثَنَا آدَمُ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلٰى أَثَرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشار کی نماز کو مزدلفہ میں جمع فرمایا۔ ہر ایک کے لئے الگ الگ تکبیر کہی گئی۔ اور نہ تو ان دونوں نمازوں کے درمیان اور نہ ہی ہر نماز کے بعد کوئی نفل پڑھے گئے۔

حدیث نمبر ۱۴۶۷ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر مزدلفہ کے مقام میں مغرب اور عشار کی نماز کو جمع کر کے پڑھا۔

تشریح از قاسمی | اناخ کل انسان بعیرہ الخ تاکہ ان کو کھڑا کرنے میں تشویش لاحق نہ ہو۔ اور کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ تھوڑا سا عمل بین الصلوتین قاطع نہیں ہے۔ اور مزدلفہ میں جمع سے جمع حقیقی مراد ہے۔ جس کے احنافؒ بھی قائل ہیں۔

بَابُ مَنْ اَذَّنَ وَاَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔

ترجمہ۔ جو شخص ہر نماز کے لئے الگ اذان اور الگ تکبیر کہے اس کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۱۴۶۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ يَقُوْلُ حَجَّ عَبْدُ اللهِؓ فَاَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِيْنَ الْاَذَانِ بِالْعَتَمَةِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَ رَجُلًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَصَلّٰى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهٖ فَتَعَشّٰى ثُمَّ اَمَرَ اُرٰى فَاَذَّنَ وَاَقَامَ قَالَ عَمْرٌو وَلَا اَعْلَمُ الشَّكَّ اِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللهِ هُمَا صَلٰوتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَاْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حج پر تشریف لے گئے۔ تو ہم لوگ ان کے پاس مزدلفہ میں اس وقت پہنچے جب کہ عشار کی اذان کا وقت ہو چکا تھا۔ یا اس کے قریب تھا۔ آپ نے ایک آدمی کو حکم دیا۔ اس نے اذان پڑھی اور تکبیر کہی بعد ازاں انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ اور اس کے بعد دو رکعت نماز سنت پڑھی۔ پھر شام کا کھانا منگوایا۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد آپ نے ایک آدمی کو حکم دیا میرا خیال ہے کہ اس نے اذان پڑھی اور تکبیر کہی۔ عمرو فرماتے ہیں کہ میرا یقین ہے کہ یہ شک زھیر سے واقع ہوا ہے۔ بعد ازاں اس نے عشار کی نماز کی دو رکعت پڑھیں۔ پس جب فجر نمودار ہوئی۔ تو فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس گھڑی اس مقام پر اس دن ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔

کہ یہ دو نمازیں ہیں۔ جو اپنے وقت سے پھیر دی گئی ہیں۔ ایک مغرب کی نماز کے بعد اس کے کہ لوگ مزدلفہ میں پہنچ جائیں۔ اور دوسری فجر کی نماز ہے۔ جو پو پھٹنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کے بارے میں علماء کے چھ اقوال ہیں۔ (۱) اقامت تو ہر ایک کے لئے ہو۔ اذان صرف ایک نماز کے لئے پڑھی جائے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ صرف پہلی نماز کے لئے صرف ایک مرتبہ تکبیر کہی اور اذان بالکل نہ ہو۔ تیسرا قول یہ ہے۔ کہ پہلی کے لئے اذان پھر ہر ایک کے لئے تکبیر کہی جائے۔ شوافع اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے۔ چوتھا قول یہ ہے۔ کہ اذان اور اقامت صرف پہلی کے لئے ہو۔ یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے اذان اور اقامت ہو۔ یہ قول امام مالکؒ کا ہے۔ چھٹا قول یہ ہے۔ کہ نہ اذان پڑھے اور نہ اقامت کہی جائے۔ اور اس اختلاف کی بنیاد آثار اور اخبار کا اختلاف ہے۔ ملتقط من العینی۔

بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ بِلَيْلٍ فَيَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُوْنَ وَيُقَدِّمُ اِذَا غَابَ الْقَمَرُ

ترجمہ۔ باب ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں جو رات کے وقت اپنے اہل وعیال کے کمزور لوگوں کو آگے بھیج دے۔ تاکہ وہ مزدلفہ میں جاکر وقوف کریں اور دعا مانگیں۔ جب چاند ڈوبنے لگے۔ تو اس وقت آگے بھیج دے۔

حدیث نمبر ۱۴۶۹ **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَقِفَ الْاِمَامُ وَقَبْلَ اَنْ يَدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ مِنًى لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَقُوْلُ اَرْخَصَ فِيْ اُولٰٓئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت سالم فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے اہل وعیال کے کمزور لوگوں کو پہلے بھیجتے تھے۔ پس وہ مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس رات کے وقت وقوف کرتے۔ پھر جس قدر ان کو

توفیق ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ پھر امام کے وقوف کرنے اور اس کے واپس لوٹنے سے پہلے وہ لوٹ جاتے۔ پس بعض ان میں سے منیٰ میں فجر کی نماز کے وقت پہنچ جاتا اور بعض اس کے بعد پہنچتے۔ پس جس وقت وہ پہنچتے تو جمرہ عقبہ کی رمی کرتے یعنی کنکریاں مارتے اور ابن عمرؓ فرماتے۔ کہ ان لوگوں کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت عطا فرمائی۔

حدیث نمبر ۱۴۷۰ حدثنا سلیمان بن حرب الخ عن ابن عباسؓ قال بعثنی النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جمع بلیل۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت مزدلفہ سے بھیج دیا۔

حدیث نمبر ۱۴۷۱ حدثنا علی الخ انہ سمع ابن عباسؓ انا ممن قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المزدلفۃ فی ضعفۃ اھلہ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات اپنے اہل وعیال کے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیا تھا۔

حدیث نمبر ۱۴۷۲ حدثنا مسدد الخ عن اسماءؓ انھا نزلت لیلۃ جمع عند المزدلفۃ فقامت تصلی فصلت ساعۃ ثم قالت یا بنی ھل غاب القمر قلت لا فصلت ساعۃ ثم قالت ھل غاب القمر قلت نعم قالت فارتحلوا فارتحلنا و مضینا حتی رمت الجمرۃ ثم رجعت فصلت الصبح فی منزلھا فقلت لھا یا ھنتاہ ما اُرانا الا قد غلسنا قالت یا بنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن للظعن۔

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ سے مروی ہے۔ کہ وہ جمع والی رات مزدلفہ کے پاس اتریں۔ پس کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ کچھ دیر پڑھتی رہیں۔ پھر پوچھا اے میرے پیارے بیٹے کیا چاند ڈوب گیا۔ میں نے کہا نہیں۔ پس کچھ دیر نماز پڑھتی رہیں۔ پھر پوچھا اے بیٹے کیا چاند غروب ہو گیا۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ تو فرمایا کوچ کرو۔ پس ہم نے کوچ کیا۔ پس ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جمرہ کی رمی کی۔ پھر واپس لوٹیں اور صبح نماز اپنے ٹھکانے پر آکر ادا کی۔ جس پر میں نے ان سے کہا کہ اے بی بی! میں تو سمجھتا

ہوں کہ ہم نے بہت ہی اندھیرے میں نماز پڑھی۔ فرمایا اے بیٹے! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اجازت دی ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۷۳ حدثنا محمد بن کثیر الخ عن عائشة قالت استأذنت سودة النبي صلى الله عليه وسلم ليلة جمع وكانت ثقيلة ثبطة فأذن لها۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہؓ نے مزدلفہ کی رات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ کیونکہ وہ بھاری بھرکم آہستہ چلنے والی عورت تھی۔ تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔

حدیث نمبر ۱۴۷۴ حدثنا ابو نعيم الخ عن عائشة قالت نزلنا المزدلفة فاستأذنت النبي صلى الله عليه وسلم سودة أن تدفع قبل حطمة الناس و كانت امرأة بطيئة فأذن لها فدفعت قبل حطمة الناس وأقمنا حتى أصبحنا نحن ثم دفعنا بدفعه فلأن أكون استأذنت رسول الله صلى الله عليه وسلم كما استأذنت سودة أحب إلي من مفروح به۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ مزدلفہ میں اترے تو حضرت سودہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے پہلے چلے جانے کی اجازت مانگی۔ چونکہ وہ عورت آہستہ آہستہ چلنے والی تھی اس لئے آپؐ نے اسے اجازت دے دی۔ تو وہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے پہلے چلی گئیں۔ اور ہم لوگ مقیم رہے یہاں تک کہ ہم لوگوں نے صبح کر دی۔ پھر ہم آپؐ کے واپس ہونے کے ساتھ ہی واپس ہوئے۔ جیسے حضرت سودہؓ نے اجازت مانگ لی تھی میرا اجازت مانگ لینا آپؐ کے ساتھ خوش رہنے سے میرے نزدیک پسندیدہ تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ عند المشعر الحرام۔

تشریح از شیخ زکریاؒ فیقفون ای للتبرك لا للوقوف الواجب الذی یکون بعد الفجر الخ یعنی ان کا ٹھہرنا تبرک کے لئے تھا۔ ورنہ وہ وقوف جو واجب ہے۔ وہ تو فجر کے بعد ہوتا ہے۔ اور مزدلفہ سب کا سب موقف ہے۔ البتہ مشعر الحرام جو امام کا موقف ہے۔ اس کا وقوف کرنا مستحب ہے۔ باقی ضعیف لوگوں سے مزدلفہ میں رات گزارنا ساقط ہے۔ اسی طرح

وقوف واجب بھی ان سے ساقط ہے۔ لیکن وقوف جوف اللیل میں عند المشعر الحرام وہ محض تبرک کے لئے ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو لیلۃ النحر میں مزدلفہ کے اندر وقوف کرنا اور دوسرا وقوف عند صلوٰۃ الفجر ہے۔ بسا اوقات مذاہب نقل کرتے وقت ان میں التباس ہو جاتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ظاہریہ کے نزدیک وقوف رکن ہے۔ چنانچہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ جس نے صبح کی نماز امام کے ساتھ مزدلفہ میں پائی اس کا حج باطل ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ کے نزدیک مبیت یعنی مابعد نصف اول تک رات گزارنا امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک واجب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک کجاوے اتارنے کی دیر تک رات کے کسی وقت میں نزول واجب ہے۔ احنافؒ کے نزدیک مبیت سنت مؤکدہ ہے۔ اور وقوف بعد الفجر حنفیہؒ کے نزدیک واجب ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک سنت ہے۔ ابن ماجشون اور ابن العربی کے نزدیک فرض ہے۔ البتہ کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دینا سب کے نزدیک جائز ہے۔ جس نے مبیت ترک کر دیا۔ امام نوویؒ کے نزدیک دم جبر واجب ہوگا۔ عذر کی وجہ سے تو کوئی چیز لازم نہیں۔ ضعیفہ کے لئے اجازت ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک وقوف الی الفجر سنت مؤکدہ ہے۔ لہٰذا کوئی چیز ترک پر واجب نہ ہوگی۔ احنافؒ کے نزدیک ترک پر دم جبر لازم ہوگا۔ اگر عذر کی وجہ سے ہو تو کوئی چیز واجب نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہی **ھل غاب القمر الخ** چاند غروب ہونے کا اس لئے پوچھتی تھیں کہ ان راتوں میں چاند کا غروب سحری کے وقت ہوتا ہے۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ کہ حضرت اسماءؓ طلوع فجر کا انتظار کر رہی تھیں۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ شاید انہوں نے پو پھٹتے ہی رمی جمرہ کر لی ہو اسی لئے حضرت عبد اللہؓ فرما رہے ہیں کہ ہم نے غلس یعنی اندھیرے میں سب کچھ کر لیا۔ اور ان کی یہ رمی عند صلوٰۃ الفجر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کی بنا پر تھی۔ ورنہ رمی تو بعد الفجر افضل ہے۔

فلان اکون استاذنت الخ شاید اس سے حضرت عائشہؓ کی مراد یہ ہے۔ کہ وہ لوگوں سے پہلے جانے کو جائز نہیں سمجھتی تھیں۔ حضرت سودہؓ کی رخصت کو خصوصیت پر محمول کرتی تھیں۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان کے کلام کی توجیہ یہ کی جائے کہ وہ دفع قبل الناس کو جائز سمجھتی تھیں لیکن چونکہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ادا کرتی تھیں۔ ان پر قائم رہنے کو

پسند کرتی تھیں۔ کیونکہ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ثابت ہوگی جس میں تغیر و تبدل کرنا ناگوار تھا۔ اگرچہ فی نفسہٖ دفع قبل الناس جائز تھا۔

بَابُ مَنْ يُصَلِّى الْفَجْرَ بِجَمْعٍ۔

ترجمہ۔ مزدلفہ میں فجر کی نماز کس وقت پڑھی جائے۔

حدیث نمبر ۱۴۷۵ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلٰوةً بِغَيْرِ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بغیر وقت معتاد کے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ مگر صرف دو نمازوں کو ایک تو آپؐ نے مغرب اور عشاء دونوں کو جمع کر کے پڑھا دوسرے فجر کی نماز اپنے وقت معتاد سے پہلے پڑھی۔

حدیث نمبر ۱۴۷۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ الخ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلٰوةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ قَائِلٌ يَقُولُ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ يَقُولُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِي هٰذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ حَتّٰى يُقِيمُوا وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ وَقَفَ حَتّٰى أَسْفَرَ ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَؓ فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہؓ کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ پھر ہم مزدلفہ پہنچے تو انہوں نے دو نمازیں اکٹھی پڑھیں۔ کہ ہر نماز کے لئے الگ الگ اذان اور اقامۃ ہوتی تھی۔ در آنحالیکہ کھانا شام کا ان کے درمیان ہوتا تھا۔ پھر فجر کی نماز پو پھٹتے پڑھی۔

کہنے والا کہتا تھا۔ کہ پو پھٹ گئی۔ اور بعض کہتے تھے کہ پو نہیں پھٹی۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ دونوں نمازیں اس مقام میں اپنے وقت سے پھیر دی گئیں۔ یعنی ایک تو مغرب اور عشاء کہ لوگ مزدلفہ میں اس وقت پہنچتے ہیں۔ جب کہ خوب اندھیرا ہو چکا ہوتا ہے اور دوسری فجر کی نماز جو اس گھڑی پڑھی جاتی ہے۔ پھر خوب روشنی ہونے تک وقوف فرماتے۔ فرمایا اگر امیر المؤمنین ابھی روانہ ہوتے تو سنت پر عمل پیرا ہوتے۔ پس میں نہیں جانتا کہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول جلدی کرنے والا تھا یا حضرت عثمانؓ کا کوچ کرنا جلدی تھا۔ پس برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ قربانی کے دن جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمع بین الظہر والعصر اور جمع بین المغرب والعشاء حج کے علاوہ جو روایات میں وارد ہوا ہے وہ جمع صوری پر محمول ہے۔ اس سے جمع حقیقی مراد نہیں۔ ورنہ حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول صحیح نہیں ہو سکتا۔ نیز حضرت ابن مسعودؓ نے صلوٰۃ العشی یعنی ظہر اور عصر کی نمازوں کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ وہ بھی فحولتان عن وقتہما یعنی وہ دونوں بھی اپنے وقت سے پھیر دی گئی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کی تبدیلی دن کے وقت لوگوں کے اجتماع کے وقت تھی۔ جو کسی پر مخفی نہیں رہ سکتی بخلاف عشاء کے کہ یہ وقت تاریکی اور سیاہی کا وقت ہے۔ اور لوگ تتر بتر ہیں۔ اور کچھ ان میں سے مزدلفہ پہنچنے والے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حدیث بالا احنافؒ کا مستدل ہے۔ کہ سفر کی احادیث میں جمع صوری مراد ہے اور یہاں جمع حقیقی شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ ذکر فرمائی ہے وہ بہت وزنی ہے۔ دیگر شراح تو فرماتے ہیں کہ حدیث متروک الظاہر ہے۔

بَابُ مَتٰی یُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ

ترجمہ۔ مزدلفہ سے کب واپسی کی جائے۔

حدیث نمبر ۱۴۷۷ حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ يَقُولُ شَهِدْتُ عُمَرَ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ إِنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا لَا يُفِيضُونَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُولُونَ أَشْرِقْ ثَبِيرُ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَالَفَهُمْ ثُمَّ اَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر وقوف فرمایا۔ فرمانے لگے کہ مشرکین اس وقت تک واپس نہیں ہٹتے تھے۔ جب تک سورج طلوع نہ ہو جاتا۔ اور کہتے کہ اے ثبیر کو خوب روشن کر لیا۔ یعنی تجھ پر دھوپ پڑے۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت فرمائی۔ کہ سورج نکلنے سے پہلے ہی منٰی کی طرف کوچ فرما لیا۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحْرِ حِيْنَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ وَالْاِرْتِدَافِ فِي السَّيْرِ۔

ترجمہ۔ قربانی کی صبح کے وقت تلبیہ پڑھنا اور تکبیر کہنا جب کہ جمرہ عقبہ کی رمی کرے اور چلنے میں کسی کو ردیف بنانا۔

حدیث نمبر ۱۴۷۸ **حَدَّثَنَا** ابُوعَاصِمِ الضَّحَّاكُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْدَفَ الْفَضْلَ فَاَخْبَرَ الْفَضْلُ اَنَّهُ لَمْ يَزَلْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضلؓ کو اپنا ردیف بنایا۔ پس حضرت فضلؓ نے خبر دی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برابر تلبیہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی۔

حدیث نمبر ۱۴۷۹ **حَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ اُسَامَةَ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ اِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ اَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ اِلٰى مِنٰى قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَا لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت اسامہؓ عرفات سے مزدلفہ تک آپؐ کے ردیف تھے۔ پھر مزدلفہ سے منٰی تک حضرت فضل بن عباسؓ ردیف بنے دونوں فرماتے ہیں کہ آپ جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔

تشریح از قاسمی علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں کہیں بھی تکبیر کا ذکر نہیں ہے۔ تو ترجمہ کا ایک جزء ثابت ہوا دوسرا نہ ہوا۔ تو جواب یہ ہے کہ تلبیہ کے اندر جو ذکر مذکور ہے وہ مراد ہے۔ یا امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے۔ کہ دوران تلبیہ تکبیر مسنون نہیں ہے اور صحیح جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ جب وہ کوئی ترجمہ ذو اجزاء

ذکر کرتے ہیں اور حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی اس لئے اس کو ذکر نہیں کرتے یا تشحیذ اذہان کرتے ہیں۔

بَاب فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ إِلَى قَوْلِهِ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

حدیث نمبر ۱۴۸۰ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ التَّمَتُّعِ فَأَمَرَنِي بِهَا وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ فَقَالَ فِيهَا جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ قَالَ وَكَانَ نَاسًا كَرِهُوهَا فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ إِنْسَانًا يُنَادِي حَجٌّ مَبْرُورٌ وَمُتْعَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو جمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے حج تمتع کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے اس کے کرنے کا حکم دیا۔ پھر ھدی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا اس میں اونٹ یا گائے یا بکری دی جاسکتی ہے اور دم میں شراکت بھی ہوسکتی ہے۔ ابو جمرہ فرماتے ہیں کہ گویا لوگ حج تمتع کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ بس میں سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ انسان اونچی آواز سے پکار رہا ہے۔ حج مقبول ہے اور حج تمتع بھی قبول ہے۔ میں نے ابن عباسؓ کے پاس آکر اس کو بیان کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ اکبر یہی سنت ابو القاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

زھیر اور وھب بن جریر اور غندر جو شعبہ سے روایت کرتے ہیں اس میں عمرہ متقبلۃ اور حج مبرور کے الفاظ ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قولہ المتعۃ یعنی ایک سفر میں دو عبادتوں کو حج اور عمرہ کو ادا کرنا کیسا ہے۔ اور ھدی سے مراد دم تمتع و قران ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | شیخ گنگوہیؒ نے متعہ کے معنے بیان کرکے تنبیہ فرمادی۔ کہ اس سے متعۃ الحج مراد ہے۔ متعۃ النکاح مراد نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ اس پر تنبیہ ہو کہ متعہ عام ہے تمتع اور قران دونوں عبادتیں ایک ہی سفر میں سرانجام پاتی ہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب کے ذکر کرنے سے ھدی کا بیان کرنا ہے کہ وہ اونٹ، گائے اور بکری ہیں۔ اور ان میں شراکت بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ جزور اور بقرہ سات آدمیوں سے کفایت کرجاتے ہیں۔ آیت کریمہ میں اگرچہ ہدی تمتع کا ذکر ہے۔ لیکن وہ ہدی تمتع اور قران دونوں کو شامل ہے اگرچہ آیت تمتع کے بارے میں وارد ہوئی لیکن قران بھی اس کی مثل ہے۔ اس لئے کہ اس میں بھی سفر واحد میں دو نسک ادا کئے جاتے ہیں۔ پھر تمتع بھی دو معنی کو شامل ہے۔ ایک احلال و تمتع الی النساء دوسرے جمع العمرۃ الی الحج فی اشھر الحج۔ یعنی ایک تو احرام کھول کر بیوی سے متمتع ہونا اور دوسرے حج کے مہینوں میں عمرہ کو حج کے ساتھ جمع کرنا۔

بَابُ رُكُوبِ الْبُدْنِ

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا اِلٰى قَوْلِهٖ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ قَالَ مُجَاهِدٌ سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبُدْنِهَا وَالْقَانِعُ السَّائِلُ وَالْمُعْتَرُّ الَّذِيْ يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ اَوْ فَقِيْرٍ وَشَعَآئِرُ اسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا وَالْعَتِيْقُ عِتْقُهٗ مِنَ الْجَبَابِرَةِ وَيُقَالُ وَجَبَتْ سَقَطَتْ اِلَى الْاَرْضِ وَمِنْهُ وَجَبَتِ الشَّمْسُ۔

ترجمہ۔ قربانی کے جانوروں پر سوار ہونا کیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ میں سے بنایا ہے۔ تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے۔ پس ان کو کھڑا کرکے اللہ کا نام لے کر ذبح کرو۔ جب وہ پہلو کے بل گر پڑیں تو پھر کھاؤ اور کھلاؤ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ بُدن کو اس کے جسم کی ضخامت کی وجہ سے بُدن کہتے ہیں۔ قانع کے معنی سائل کے ہیں اور معتر اس شخص کو کہتے ہیں جو مانگنے کے درپے تو ہے لیکن سوال نہیں کرتا۔ خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔ شعائر اللہ ان جانوروں کو عظیم سمجھنا اور اچھا سمجھنا ہے۔ عتیق جس کو بڑے بڑے متکبر بادشاہوں کی دست برد سے آزاد رکھا گیا۔ وجبت بمعنی زمین پر گر پڑنا اسی کو وجبت الشمس کہتے ہیں جب سورج ڈوب جائے۔

حدیث نمبر ۱۴۸۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّالِثَةِ اَوْ فِي الثَّانِيَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کو ہانک رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا یہ قربانی کا جانور ہے آپؐ نے فرمایا سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا قربانی کا جانور ہے فرمایا سوار ہو جا تیرے لئے افسوس ہے یہ دوسری مرتبہ میں فرمایا یا تیسری مرتبہ میں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یعتر بالبدن ای یعترضها یعنی بدن کو پیش تو کرتا ہے مگر مانگتا

نہیں ہے۔ شعائر اللہ بدن کو اپنی طرف منسوب کرنے سے مقصد باری تعالیٰ کا اس کی عظمت اور حسن کو بیان کرنا ہے۔ اور لازم ہے کہ ضخیم جانور کو ذبح کیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | قانع اور معتر کے معانی میں سلف کے مختلف اقوال ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ قانع کے معنی فقیر کے ہیں۔ اور معتر کے معنی دائرد گھومنے پھرنے والا۔ شعائر اللہ سے شیخ گنگوہیؒ نے استنباط کیا ہے وہ بہت اچھا ہے کہ جب یہ بدن شعائر اللہ میں سے ہیں تو عظیم مستحسن اور مستسمن یعنی موٹے تازے خوبصورت اور بڑے بڑے جانور ہونے چاہئیں۔ **عتیق** امام بخاریؒ نے قسطلانیؒ اور عینیؒ کا اتباع کرتے ہوئے کہا کہ اس سے اشارہ ہے **ولیطوفوا بالبیت العتیق** کی طرف۔ حالانکہ مسئلہ ھدی کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس کے قریب **محلھا الی البیت العتیق** جو ھدی کے مناسب ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے رکوب البدن کا حکم صراحۃً ذکر نہیں فرمایا۔ کیونکہ یہ مسئلہ مختلف فیھا بین الائمہ ہے۔ ظاہر آیت پر عمل کرتے ہوئے اہل ظواہر فرماتے ہیں کہ رکوب البدن واجب ہے۔ دوسرا مسلک حنابلہ کا ہے جو مطلق جواز کے قائل ہیں۔ تیسرا مسلک شوافع کا ہے کہ عند الحاجۃ والضرورۃ جائز ہے۔ چوتھا مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے جو اضطرار کی حالت میں رکوب کی اجازت دیتے ہیں۔ پانچواں مذہب مطلق منع کا ہے جس کو امام صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کا مسلک اباحۃ عند الاضطرار ہے۔ جو لوگ مطلقاً جواز ثابت کرتے ہیں ان کا استدلال **لکم فیھا خیر** سے ہے۔ جس میں رکوب سوار ہونا۔ حلب دودھ دوہنا شامل ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۸۲ حدثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا ثَلَاثًا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اونٹ ہانکتے ہوئے دیکھا فرمایا سوار ہو جاؤ اس نے کہا یہ قربانی کا جانور ہے۔ فرمایا سوار ہو جاؤ۔ اس نے پھر کہا یہ قربانی کا جانور ہے۔ فرمایا سوار ہو جاؤ یہ لفظ تین مرتبہ فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ویلک اس لئے فرمایا کہ وہ محتاج تھا تھکا ماندہ تھا۔ سوار نہیں ہو رہا تھا اور ویل یہ کلمہ ہے جو زبان پر جاری ہو جاتا ہے اس سے اس کے وضعی معنی مراد نہیں ہیں۔

بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهٗ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو قربانی کے جانور کو اپنے ہمراہ لے جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۸۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ وَاَهْدٰى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ اَهْدٰى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ اَهْدٰى فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِشَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ اَهْدٰى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَطَافَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ اَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلٰثَةَ اَطْوَافٍ وَّمَشٰى اَرْبَعًا فَرَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهٗ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَاَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهٗ وَنَحَرَ هَدْيَهٗ يَوْمَ النَّحْرِ وَاَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَهْدٰى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ وَعَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَؓ اَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَمَتُّعِهٖ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الَّذِيْ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عمرہ کو حج کے ساتھ ملاکر نفع حاصل کیا۔ اور قربانی بھی دی۔ چنانچہ قربانی کے جانور کو ذی الحلیفہ سے اپنے ہمراہ لے چلے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا اس طرح سے کی کہ عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا۔ تو لوگوں نے بھی عمرہ کو حج کے ساتھ ملاکر نفع حاصل کیا۔ لوگوں میں سے بعض ایسے تھے۔

جنہوں نے ھدی چلائی تھی۔ اور بعض نے نہیں چلائی تھی۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ تشریف لائے تو لوگوں سے فرمایا۔ جس شخص نے تم میں سے ھدی چلائی ہو۔ پس وہ اس وقت تک حرام شدہ چیزوں سے حلال نہ ہو۔ جب تک کہ حج نہ کرلے۔ اور جس نے ھدی نہیں چلائی۔ وہ بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ اور تھوڑے سے بال کٹا کر حلال ہو جائے۔ پھر حج کا احرام باندھے۔ پس جو ھدی نہ پائے وہ حج کے ایام میں تین روزے رکھے اور سات اس وقت رکھے جب اپنے اہل وعیال میں واپس آئے۔ پس جب آپؐ مکہ میں پہنچے تو طواف کیا اور رکن یمانی کو پہلے پہل ہاتھ لگایا پھر تین بار جلدی چل کر رمل کیا اور چار باری میں آرام سے چلے۔ پھر جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت طواف ادا کی۔ پھر سلام پھیر کر فارغ ہو کر صفا پہاڑی پر تشریف لائے صفا اور مروہ کی سات مرتبہ سعی فرمائی۔ پھر اس وقت تک ہر حرام شدہ چیز کو حلال نہ کیا جب تک اپنا حج پورا نہ کرلیا۔ اور دسویں کے دن اپنی قربانی کو ذبح کیا۔ پھر واپس آکر بیت اللہ کا طوافِ زیارت کیا۔ پس ہر حرام شدہ کو حلال کرلیا۔ اور لوگوں میں سے جنہوں نے قربانی کے جانور کو چلایا تھا انہوں نے بھی ایسا کیا۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اور حضرت عروہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کی خبر دی کہ لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ اسی طرح تمتع کیا جیسا کہ حضرت سالم نے ابن عمر سے اور انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی تھی۔

تشریح از قاسمی تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپؐ نے اول الامر عمرہ کا احرام باندھا بعد ازاں حج کا احرام باندھا۔ کیونکہ یہ تو دوسری احادیث کے مخالف ہے۔ بلکہ معنی یہ ہے کہ آپؐ نے پہلے حج مفرد کا احرام باندھا بعد ازاں عمرہ کا احرام باندھ کر قارن بن گئے۔ اور قارن بھی لغت کے اعتبار سے متمتع ہوتا ہے۔ لغت اور معنی دونوں اعتبار سے کیونکہ میقات۔ احرام اور افعال میں اتحاد ہے یہ تاویل احادیث کو جمع کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ لیکن لفظ اہل بالعمرۃ ثم اہل بالحج کو تلبیہ فی اثناء الاحرام پر محمول کیا جائے گا۔ اور بدء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد یہ ہے۔ کہ جب تمتع کا حکم دیا تو اس طرح ابتدا فرمائی۔

بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْىَ مِنَ الطَّرِيقِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے راستہ میں قربانی کا جانور خریدا کیا۔

حدیث نمبر ۱۴۸۴ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ لِاَبِيْهِ اَقِمْ فَاِنِّىْ لَا اٰمَنُهَا اَنْ سَتُصَدُّ عَنِ الْبَيْتِ قَالَ اِذًا اَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَاَنَا اُشْهِدُكُمْ اَنِّىْ قَدْ اَوْجَبْتُ عَلٰى نَفْسِى الْعُمْرَةَ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَقَالَ مَا شَاْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اِلَّا وَاحِدٌ ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْىَ مِنْ قُدَيْدٍ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا فَلَمْ يَحِلَّ حَتّٰى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے کہا۔ کہ میں بے خوف نہیں ہوں کہ کہیں آپ کو بیت اللہ سے روک نہ دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا اس وقت وہ کچھ کروں گا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ لقد کان لکم الخ پس میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کردیا ہے۔ پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب بیداء میں پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہہ کر احرام باندھا اور فرمایا حج اور عمرہ کا ایک ہی حال ہے پھر قدید کے مقام سے ھدی کو خرید کیا پھر مکہ معظمہ میں پہنچ کر دونوں کے لئے ایک طواف کیا۔ پس اس وقت تک حلال نہ ہوئے جب تک کہ دونوں سے ہی حلال نہ ہوئے۔

بَابُ مَنْ اَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ اَحْرَمَ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ اِذَا اَهْدٰى مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَلَّدَهٗ وَاَشْعَرَهٗ بِذِى الْحُلَيْفَةِ يَطْعَنُ فِىْ شِقِّ سَنَامِهِ الْاَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو ذی الحلیفہ میں ھدی کا اشعار کرے اور قلادہ ڈالے پھر احرام باندھے۔ حضرت نافعؓ نے فرمایا۔ حضرت ابن عمرؓ جب مدینہ سے ھدی چلاتے تھے تو قلادہ اور اشعار ذی الحلیفہ میں کرتے تھے۔ اشعار کی صورت یہ ہوتی کہ چھری کے ساتھ اونٹ کی کوہان کے دائیں طرف چیرا دیتے اور بیٹھے ہوئے اونٹ کو قبلہ کی طرف متوجہ کرلیتے۔

حدیث نمبر ۱۴۸۵ **حدثنا** احمد بن محمد الخ عن المسور بن مخرمة ومروان قالا خرج النبي صلى الله عليه وسلم من المدينة في بضع عشرة مائة من اصحابه حتى اذا كانوا بذي الحليفة قلد النبي صلى الله عليه وسلم الهدى واشعر واحرم بالعمرة۔

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان دونوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ والے زمانہ میں ایک ہزار سے اوپر اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب آپ ذی الحلیفہ میں پہنچے تو اپنے ھدی کے جانوروں کو ہار بھی ڈالا اور زخمی کر کے خون بھی ملا گیا۔ اور عمرہ کا احرام باندھا۔

حدیث نمبر ۱۴۸۶ **حدثنا** ابو نعیم الخ عن عائشة قالت فتلت قلائد بدن النبي صلى الله عليه وسلم بيدي ثم قلدها واشعرها واهداها فما حرم عليه شيئ كان احل له۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے لئے ہاروں کو اپنے ہاتھوں سے بٹا پھر آپؐ نے ان کو ہار ڈالے اور ان کے کوہان کو زخمی کیا ان کو ھدی بنایا اور ابھی تک ان چیزوں میں سے کوئی چیز آپؐ پر حرام نہ ہوئی جو آپؐ کے لئے حلال تھی۔ مطلب یہ ہے کہ احرام کے محظورات سے اجتناب نہ فرمایا۔

تشریح از قاسمی اشعار کا معنی اعلام ہے۔ شرعی معنی یہ ہیں کہ اونٹ کی کوہان کا ایک حصہ زخمی کر کے خون کو ملایا جائے۔ یہ فعل سنت ہے۔ لیکن ابن حزم نے محلی میں نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اشعار کو اس لئے مکروہ سمجھتے ہیں کہ وہ مثلہ ہے۔ حالانکہ یہ ایک طاعت ہے۔ اگر مثلہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کا ارتکاب کیوں کرتے۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام اعظمؒ کیسے مکروہ کہہ سکتے ہیں۔ امام طحاویؒ نے جواب دیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اصل اشعار کو مکروہ قرار نہیں دیا البتہ لوگوں نے بالخصوص حجازیوں نے جو اس میں زیادتی کی۔ جس کے زخم سے جانور کی ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو جاتا تھا اس اشعار کو امام صاحبؒ نے مکروہ فرمایا ہے تو سدًا للباب کراہت کا قول کیا۔ ورنہ اگر اس طریقہ سے اشعار کیا جائے۔ جس سے چمڑا قطع ہو گوشت نہ کاٹا جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ماحرم علیہ شیئ الخ فقہا کا مسلک یہ ہے کہ صرف ھدی کی بعثت سے محرم نہیں بن جاتا۔ جب محرم نہیں تو محظورات احرام سے اجتناب نہ کیا جائے گا۔

بَابُ فَتْلِ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَالْبَقَرِ

ترجمہ۔ اونٹوں اور گائیوں کے لئے قلائد کو بٹنا۔

حدیث نمبر ۱۴۸۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أُحِلُّ حَتّٰى أُحِلَّ مِنَ الْحَجِّ۔

ترجمہ۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ تو حلال ہو گئے اور آپ ابھی تک حلال نہیں ہوئے۔ فرمایا میں نے اپنے سر کو بال جمانے کے لئے کھمن لگا دیا ہے۔ اور اپنی ھدی کو قلادہ ڈال دیا ہے۔ اور میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا۔ جب تک کہ حج سے حلال نہ ہو جاؤں۔

تشریح از قاسمی تلبید کے معنی ہیں بالوں کو کھمن کے ذریعہ جما دینا کیوں کہ سفر طویل میں بکھر جایا کرتے ہیں۔

قلدت ھدی اس ترجمہ سے ترجمہ ثابت کیا ہے۔ کیونکہ ھدی کا لفظ ابل بقر کو شامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قسم کے جانوروں کو ھدی بنایا تھا۔

حدیث نمبر ۱۴۸۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ھدی بھیجا کرتے تھے۔ اور میں ہی آپؐ کی ھدی کے قلائد بٹا کرتی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اس چیز سے نہیں بچتے تھے جس سے محرم بچا کرتا ہے۔

تشریح از قاسمی کیوں کہ صرف ھدی چلانے سے انسان محرم نہیں بن جاتا جب تک کہ نیت احرام کی اور تلبیہ نہ ہو۔

بَابُ اِشْعَارِ الْبُدْنِ

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهُ وَاَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ۔

ترجمہ۔ اونٹوں کا اشعار کرنا حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ھدی کو قلادہ ڈالا اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

حدیث نمبر ۱۴۸۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا اَوْ قَلَّدْتُهَا ثُمَّ بَعَثَ بِهَا اِلَى الْبَيْتِ وَاَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ھدی کے ہار اپنے ہاتھ سے بٹے پھر ان کا اشعار کیا اور قلادہ ڈالا یا میں نے خود ان کو قلادہ ڈالا پھر جناب نے ان کو بیت اللہ کی طرف بھیج دیا۔ اور مدینہ میں مقیم رہے۔ اور آپ پر کوئی چیز حرام نہ ہوئی جو آپ کے لئے حلال تھی۔

بَابُ مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے ہاتھ سے قلائد ڈالے۔

حدیث نمبر ۱۴۹۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ زِيَادَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ كَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ اَهْدٰى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتّٰى يُنْحَرَ هَدْيُهُ قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ اَبِيْ فَلَمْ يَحْرُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ اَحَلَّهُ اللّٰهُ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرہ خبر دیتی ہیں کہ زیاد ابن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ جو شخص ھدی بھیج دے تو اس پر وہ سب چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ جو حاجی پر حرام ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی ھدی ذبح کر دی جائے۔ عمرہ فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہے جیسا ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں خود اپنے ہاتھوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ھدی کے ہاروں کو بٹ کر دیتی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے قربانی کے جانوروں کو ہاتھ ڈالتے تھے۔ پھر آپؐ نے ان کو میرے باپ کے ہمراہ بھیج دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی چیز حرام نہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے حلال کی تھی۔ یہاں تک کہ ھدی ذبح کر دی گئی۔

تشریح از قاسمی | **مع ابی** اے ابی بکر الصدیق یہ ۹ھ ہجری کا واقعہ ہے جب کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپؐ نے امیر الحاج بنا کر بھیجا اور ان کے ہمراہ اپنے ھدی بھی روانہ فرمائے۔

حتی نحر الھدی اے نحر ابوبکرا و نحر مجہول بھی پڑھا گیا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حتی نحر غایۃ لم یحرم کی نہیں بلکہ یحرم کی ہے۔ یعنی وہ حرمت جو نحر تک ختم ہونے والی ہے۔

بَابُ تَقْلِيْدِ الْغَنَمِ

ترجمہ۔ بکری کو قلادہ ڈالنا۔

حدیث نمبر ۱۴۹۱ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً غَنَمًا وَبِسَنَدٍ آخَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ وَيُقِيْمُ فِيْ اَهْلِهٖ حَلَالًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بکری کو ھدی بنایا اور دوسری سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قلائد کو بٹتی تھی۔ پس آپؐ بکری کو ہار ڈالتے تھے اور اپنے اہل وعیال میں حلال ہو کر رہتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۹۲ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعَثُ بِهَا ثُمَّ يَمْكُثُ حَلَالًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکریوں کے قلائد بٹا کرتی تھی۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو روانہ فرما دیتے اور خود حلال رہ کر ٹھہر جاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۹۳ حدثنا ابو نعیم الخ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت فتلت لھدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعنی القلائد قبل ان یحرم۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ احرام باندھنے سے پہلے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ھدی کے لئے قلائد بٹا کرتی تھی۔

تشریح از قاسمی ان احادیث باب سے ثابت ہوا کہ غنم کو قلادہ ڈالنا بھی جائز ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ان غنم کو قلادہ نہ ڈالا جائے۔ کیونکہ تقلید سے وہ کمزور ہو جائیں گے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک حج کیا ہے اور اس میں ھدی غنم کی ثابت نہیں ہے۔ اور اسود کی حدیث جو بخاری میں تقلید غنم کے متعلق ہے۔ حضرت عائشہؓ کے خاندان کے دوسرے افراد اس کو نقل نہیں کرتے۔ چنانچہ مبسوط میں ہے کہ اثر شاذ ہے۔ علامہ عینیؒ نے حضرت عائشہؓ کی باب کی آخری روایت پر اشکال کیا ہے کہ اس میں غنم کا ذکر نہیں ہے تو ترجمۃ الباب سے مطابقت کیسے ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ ھدی کا لفظ غنم کو بھی شامل ہے۔ نیز! یہ حدیث بھی پہلی دو حدیثوں کی طرح تقلید غنم پر دلالت کرتی ہے۔

باب القلائد من العھن

ترجمہ:۔ رنگی ہوئی روئی کے ہار بنانا۔

حدیث نمبر ۱۴۹۴ حدثنا عمرو بن علی الخ عن ام المؤمنین عائشۃؓ قالت فتلت قلائدھا من عھن کان عندی۔

ترجمہ۔ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان ھدایا کے قلائد میں اس دھنی ہوئی رنگین روئی سے بٹتی تھی جو میرے پاس ہوتی تھی۔

تشریح از قاسمی عن عھن عھن دھنی ہوئی رنگین روئی کو کہتے ہیں تاکہ علامت واضح رہے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو اون اور ریشم سے قلادہ کو مکروہ سمجھتے ہیں صرف نبات الارض سے قلائد کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ قول امام مالکؒ اور ربیعہؒ کا ہے۔ اس حدیث باب سے امام بخاریؒ

نے جواز ثابت کر دیا۔

بَابُ تَقْلِيدِ النَّعْلِ

ترجمہ۔ جوتے کے ٹکڑے کا ہار بنانا۔

حدیث نمبر ۱۴۹۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلاً يَسُوقُ بُدْنَةً قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا يُسَايِرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّعْلُ فِي عُنُقِهَا تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو قربانی کے اونٹ کو ہانک رہا تھا فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا یہ قربانی کا جانور ہے آپؐ نے فرمایا۔ سوار ہو جاؤ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو بدنہ پر سوار دیکھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اور جوتا کا ٹکڑا بدنہ کے گلے میں تھا۔ محمد بن بشار نے اس کی متابعت کی ہے۔

تشریح از قاسمی تقلید النعل کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ تقلید میں دونوں نعل ہونے چاہئیں۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ تقلید میں صرف نعل ہی متعین نہیں بلکہ ہر چیز نشانی کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ اس میں حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اہل عرب نعل کو سواری شمار کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ صاحب نعل کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اس کی اور اس راستے کی گندگی کو اٹھا لیتی ہے۔ تو جس شخص نے نعل کا قلادہ بنایا سمجھ لو کہ وہ اس کی سواری نہ رہی اب یہ اللہ تعالیٰ کے لئے نذر ہو گئی۔ اس لحاظ سے نعلان کو مستحب کہا جاتا ہے۔

بَابُ الْجِلَالِ لِلْبُدْنِ

ترجمہ:۔ اونٹوں کے لئے جھل ڈالنا۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ إِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا مَخَافَةَ أَنْ يُفْسِدَهَا الدَّمُ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جھل کا کوھان والا حصہ کو چیر لیتے تھے اور جب اونٹ کو ذبح کرتے جو جھل کو کھینچ لیتے اس خوف سے کہ کہیں خون اس جھل کو خراب نہ کردے پھر اس جھل کا صدقہ کر دیتے۔

حدیث نمبر ۱۴۹۶ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَبِجُلُودِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ان اونٹوں کے جھل کا اور ان کے چمڑوں کا صدقہ کر دوں جو ذبح کر دیئے گئے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الا موضع السنام جُھل کے کوہان کا حصہ اس لئے چیر دیا جاتا تھا۔ تاکہ اونٹ کی پیٹھ پر جُھل کے ٹک جانے میں مدد ثابت ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ موضع سنام کے چیرنے کا فائدہ شراح بخاری یہ بیان فرماتے ہیں تاکہ اشعار ظاہر ہو جائے اس کا ماتحت چھپا نہ رہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو فائدہ بیان کیا ہے وہ بھی صحیح ہے تو دونوں فائدے حاصل ہوئے۔ مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ ابن عمرؓ اپنے بدنہ کے جھل کو چیرا نہیں کرتے تھے تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث مختصر ہے۔ اصل حدیث میں استثناء ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اختلاف احوال پر محمول ہے۔ کپڑا قیمتی ہو تو نہ پھاڑا جائے معمولی ہے تو پھاڑ دیا جائے یہی امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ تفصیل اوجز میں ہے۔

بَابُ مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيقِ وَقَلَّدَهَا

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جس نے راستہ سے ھدی کو خرید کیا اور اسے قلادہ ڈالا۔

حدیث نمبر ۱۴۹۷ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ الْحَجَّ عَامَ حَجَّةِ الْحَرُورِيَّةِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَنَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ إِذَنْ أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَوْجَبْتُ عُمْرَةً حَتَّى كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي جَمَعْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَةٍ وَأَهْدَى هَدْيًا مُقَلَّدًا اشْتَرَاهُ حَتَّى قَدِمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ

وَبِالصَّفَا وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَوْمَ النَّحْرِ فَحَلَقَ وَنَحَرَ وَرَأٰى اَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے حروریہ والے حج کے سال ابن الزبیرؓ کی خلافت کے دور میں حج کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان سے کہا گیا کہ لوگوں میں جنگ ہونے والی ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں آپ کو بیت اللہ سے نہ روک دیں۔ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔ اس وقت میں ایسا کروں گا جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ جب وہ بیداء کے کھلے میدان میں پہنچے تو فرمانے لگے کہ حج اور عمرہ کا ایک ہی حال ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے حج کو عمرے کے ساتھ اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ قلادہ ڈالی ہوئی ھدی کو روانہ کر دیا جس کو انہوں نے خرید کر لیا تھا جب مکہ معظمہ پہنچے تو بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا۔ اور اس پر کسی چیز کا اضافہ نہ کیا اور جو چیز ان پر حرام ہو چکی تھی۔ یوم النحر تک اسے حلال نہیں کیا چنانچہ سر منڈوایا قربانی کو ذبح کیا اور سمجھے کہ طواف اوّل کے ذریعہ میں حج اور عمرہ کے طواف کو پورا کر چکا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں نے اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَآئِهِ مِنْ غَيْرِ اَمْرِهِنَّ

ترجمہ۔ آدمی کا گائے کو اپنی بیویوں کی طرف ان کے حکم کے بغیر ذبح کرنا۔

حدیث نمبر ۱۴۹۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرٰى اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ اِذَا طَافَ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَنْ يَحِلَّ قَالَتْ فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهِ قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ فَقَالَ اَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ذی قعدہ کے ابھی پانچ دن باقی تھے۔ ہم جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ حج کے سوا ہماری اور کوئی نیت نہیں تھی۔ پس جب ہم لوگ مکہ معظمہ کے قریب پہنچے۔ تو ان لوگوں کو جن کے ہمراہ ھدی نہیں تھی۔ حکم دیا کہ جب وہ طواف کریں۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سے فارغ ہو جائیں تو وہ حلال ہو جائیں یعنی احرام کھول دیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت آیا۔ تو میں بولی کہ یہ کیسا گوشت ہے۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی ذبح کی ہے۔ یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسمؒ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت عائشہؓ نے واقع کے مطابق حدیث بیان کی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ | نحر رسول اللہ ﷺ الخ اشکال یہ ہے کہ حدیث اور ترجمہ میں مطابقت نہیں۔ اس لئے کہ ترجمہ میں ذبح کا لفظ ہے اور حدیث میں نحر ہے۔ جواب یہ ہے کہ ذبح کے لفظ سے اشارہ ہے کہ حدیث کے بعض طرق میں نحر کی بجائے ذبح کا لفظ ہے۔ چنانچہ سات ابواب کے بعد یہ حدیث بلفظ ذبح آ رہی ہے۔ نیز علماء کے نزدیک نحر البقر جائز ہے اگرچہ مستحب ذبح ہے۔

ان تذبحوا بقرۃ اس پر شاہد ہے۔ حضرت عائشہؓ کے استفہام ما ھذا سے مؤلف نے استدلال کیا ہے کہ ذبح بغیر اذنھن تھی۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ قربانی بغیر الاذن جائز نہیں۔ تو جواباً کہا جاتا ہے کہ حضرات ازواج مطہراتؓ سے آپ نے اجازت لے لی تھی۔ لیکن جب گوشت آیا تو ان کا استفہام اس وجہ سے تھا کہ آیا یہ وہی گوشت ہے یا کوئی اور ہے۔ لیکن امام بخاریؒ اس تاویل پہ راضی نہیں ہیں۔ وہ فرما رہے ہیں کہ اصل عدم استیذان ہے۔ لہذا بغیر امرھن کہنا صحیح ہوگا۔

بَابُ النَّحْرِ فِيْ مَنْحَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى

ترجمہ۔ منیٰ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذبح کرنے کی جگہ میں ذبح کرنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۹۹ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ مَنْحَرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ منحر میں ذبح کیا کرتے تھے۔ عبیداللہ فرماتے ہیں کہ منحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۰۰ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ كَانَ يَبْعَثُ

بِهَدْيِهِ مِنْ جَمْعٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ حَتَّى يُدْخَلَ بِهِ مَنْحَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِيهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوكُ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ رات کے آخری حصہ میں مزدلفہ سے اپنی ھدی کو بھیج دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اسے حجاج کے ہمراہ منحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دیا جاتا تھا۔ ان حجاج میں آزاد اور غلام لوگ ہوتے تھے۔

تشریح از قاسمی منحر وہ جگہ جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی ذبح کرتے تھے وہ مقام جمرہ اولیٰ کے پاس مسجد خیف کے نزدیک ہے۔ ویسے منیٰ کل کا منحر لیکن ابن عمرؓ چونکہ شدید الاتباع للسنۃ تھے اس لئے منحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاش کرتے تھے۔

فیھم الحر والمملوک سے اس طرف اشارہ ہے کہ بعث الھدی مع الاحرار شرط نہیں ہے۔ احرار اور عبید سب کے ہمراہ بھیجا جاسکتا ہے۔

بَابُ مَنْ نَحَرَ بِيَدِهِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرے۔

حدیث نمبر ۱۵۰۱ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ الخ عَنْ أَنَسٍ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ مُخْتَصَرًا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ نے ایک طویل حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے کرکے ذبح فرمائے اور مدینہ منورہ میں دو مینڈھے سفید سیاہ یعنی گدڑے بڑے بڑے سینگوں والے ذبح فرمائے۔ مختصراً ذکر کی ضمیر سے حال ہے۔ اس حدیث کو مختصر ذکر کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ مختصر یعنی اس جگہ تو مختصر حدیث بیان ہوئی مفصل آگے آرہی ہے۔ اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں جن کی طرف شراح نے توجہ نہیں فرمائی کہ اختصار بمعنی انتصار کے ہو کہ وہ مینڈھے خصی تھے جیسے دوسری حدیث میں موجوئین کا لفظ وارد ہوا ہے۔

بَابُ نَحْرِ الْإِبِلِ مُقَيَّدَةً

ترجمہ۔ بندھے ہوئے اونٹوں کو ذبح کرنا۔

حدیث نمبر ۱۵۰۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رض أَتَى عَلٰى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا قَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ زیاد بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس تشریف لائے جو اپنے قربانی کے اونٹ بٹھا کر ذبح کر رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اسے اٹھا کر کھڑا کر کے بندھے ہوئے کو ذبح کرنا سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

تشریح از قاسمی اونٹ کو کھڑا کر کے ذبح کرنا امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مسلک ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ بیٹھے بیٹھے اور کھڑے کھڑے دونوں صورتوں میں ذبح کرنا جائز ہے۔ البتہ گائے اور بکری کو لٹا کر ذبح کرنا مستحب ہے۔

بَابُ نَحْرِ الْبُدْنِ قَائِمَةً

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رض سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رض صَوَافَّ قِيَامًا

ترجمہ۔ قربانی کے اونٹوں کو کھڑے کر کے ذبح کرنا۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہی سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور ابن عباسؓ صواف کے معنی قیاماً سے کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۰۳ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ الخ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَبَاتَ بِهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ فَلَمَّا أَتَى عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبَّى بِهِمَا جَمِيعًا فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَحِلُّوا وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحّٰى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے اندر ظہر کی نماز چار رکعت ادا کی۔ اور ذی الحلیفہ میں عصر کی دو رکعت ادا کی۔ پس ذی الحلیفہ میں رات بسر کی۔ پس جب صبح کی تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھنے لگے۔ جب بیداء کے میدان پر چڑھے تو دونوں کا اکٹھا تلبیہ پڑھا۔ پس جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو ان کو حکم دیا کہ وہ حلال ہو جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے سات اونٹوں کو کھڑے کھڑے کر کے ذبح کیا۔ اور مدینہ منورہ میں قربانی کے موقع پر دو مینڈھے گدرے بڑے بڑے سینگ والے ذبح کئے۔

حدیث نمبر ۱۵۰۴ حدثنا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَعَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ بَاتَ حَتّٰى اَصْبَحَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ حَتّٰى اِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَآءَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں چار رکعت ادا کی۔ اور عصر کی نماز ذی الحلیفہ میں دو رکعت ادا کی۔ اور ایوب راوی ایک آدمی کے واسطہ سے حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ ذی الحلیفہ میں رات بسر کی یہاں تک کہ جب صبح کی تو صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ حتیٰ کہ جب اونٹنی آپؐ کو لے کر بیداء کے میدان میں سیدھی ہوئی۔ تو آپؐ نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | نحر البدن قائمۃ | اس باب کو پہلے باب کے ساتھ ملا کر یہ فائدہ دیا کہ واجب یعنی ادب یہ ہے کہ اونٹوں کو کھڑا کر کے پاؤں باندھ کر ذبح کیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ہدایہ میں ہے کہ ضحایا اور ہدایا میں بدن میں نحر قیاماً افضل ہے۔ اور بقر اور غنم میں لٹا کر ذبح کرنا افضل ہے۔

ونحر بیدہ سبعۃ بدن الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بھی بہت زیادہ اونٹ ذبح کئے۔ چونکہ سات کو باقی پر مقدم کر کے ذبح کیا اس لئے ان کا ذکر کیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے کتنے اونٹ ذبح کئے۔ اس میں روایات مختلفہ ہیں۔ اس باب کی حدیث سے سات بُدنہ ثابت ہوتے ہیں۔ اور راجح معروف یہ ہے کہ آپؐ نے اپنے دست مبارک سے تریسٹھ ۶۳ اونٹ ذبح کئے ہر ایک نے

اپنے اپنے مشاہدہ کی خبر دی۔ اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل اوجز میں ہے۔

بَابُ لَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

ترجمہ۔ قصاب کو ھدی میں سے کوئی چیز نہ دی جائے۔

حدیث نمبر ۱۵۰۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ فَأَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُومَهَا ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَسَمْتُ جِلَالَهَا وَجُلُودَهَا قَالَ سُفْيَانُ الخ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُومَ عَلَى الْبُدْنِ وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔ کہ میں اونٹوں کی نگرانی کروں جن کو ھدی کے لئے روکا ہوا تھا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں ان کا گوشت تقسیم کروں پھر حکم دیا کہ میں نہ ان کے جھل اور چمڑے بھی تقسیم کردوں۔ دوسری سند سے ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے آپؐ نے حکم دیا کہ میں ان کے ذبح ہونے کے وقت موجود ہوں۔ اور ان میں سے کوئی چیز ان کے ذبح کرنے کی اجرت نہ دوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قولہ فی جزارتھا مراد یہ ہے کہ ان کو قربانی کے جانوروں میں سے کچھ بھی اجرت میں نہ دیا جائے۔ گویا کہ منہا کا لفظ محذوف ہے۔ کیونکہ یہی معنی ظاہر ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے تنبیہ فرمادی۔ کہ اونٹ ذبح کرنے والے قصاب کو ھدی میں بطور اجرت کچھ نہ دیا جائے۔ اگر جُزارت بضم الجیم ہے تو اس کا معنی سواقط یعنی قربانی کے جانور کے وہ حصے جو معمولی سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً سر۔ پائے وغیرہ اجرت میں نہ دیئے جائیں۔ کیوں کہ اجرت میں بیع کے معنی پائے جاتے ہیں اور ھدایا۔ ضحایا میں معاوضہ نہیں ہوا کرتا البتہ اگر اجرت کاملہ اپنی جیب سے ادا کرے پھر قصاب فقیر کا کچھ حصہ دے دیں تو کوئی حرج نہیں۔ اگر بطور صدقہ۔ ھدیہ یا زیادتی علی الحق کے دے دے تو قیاساً جائز ہے۔ لیکن ظاہراً شرع سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ یہ معاوضہ سے ملتبس نہ ہو جائے۔ اس لئے سب ائمہ اس پہ متفق ہیں کہ گوشت تک بھی نہ دیا جائے۔ بلکہ سب چیز صدقہ کر دی جائے۔ حسن بصریؒ اجازت دیتے ہیں۔

بَابُ یَتَصَدَّقُ بِجُلُوْدِ الْهَدْیِ

ترجمہ۔ قربانی کا چمڑا بھی صدقہ کر دے۔

حدیث نمبر ۱۵۰۶ حدثنا مُسَدَّدٌ الخ اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَلِیًّا اَخْبَرَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَہٗ اَنْ یَّقُوْمَ عَلٰی بُدْنِہٖ وَاَنْ یُّقَسِّمَ بُدْنَہٗ کُلَّہَا لُحُوْمَہَا وَجُلُوْدَہَا وَجِلَالَہَا وَلَا یُعْطِیَ فِیْ جِزَارَتِہَا شَیْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ ذبح کے وقت ان کے اونٹوں کی نگرانی کریں پھر ان کے اونٹوں کی ہر چیز تقسیم کر دیں ان کا گوشت ان کا چمڑا اور ان کے جھل تقسیم کر دیں اور ان کے اجزا میں کوئی چیز اجرت میں نہ دیں۔ یہ امر استحبابی تھا۔

بَابُ یَتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ

ترجمہ۔ بدنہ کے جھل بھی صدقہ کر دے۔

حدیث نمبر ۱۵۰۷ حدثنا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ اَنَّ عَلِیًّا حَدَّثَہٗ قَالَ اَهْدَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بُدْنَةٍ فَاَمَرَنِیْ بِلُحُوْمِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ بِجُلُوْدِهَا فَقَسَمْتُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ ہدی کے طور پر بھیجے۔ پس مجھے حکم دیا کہ میں ان کے گوشت کو تقسیم کر دوں پھر ان کے جھل کے متعلق حکم دیا تو میں نے ان کو تقسیم کر دیا۔ پھر ان کے چمڑے کے متعلق حکم دیا تو میں نے ان کو تقسیم کر دیا۔

بَاب وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ اِلٰی قَوْلِهٖ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَمَا یَاْکُلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا یُتَصَدَّقُ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ لَا یُؤْکَلُ مِنْ جَزَآءِ الصَّیْدِ وَالنَّذْرِ وَیُؤْکَلُ مِمَّا سِوٰی ذٰلِكَ وَقَالَ عَطَآءٌ یَاْکُلُ وَیُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ۔

ترجمہ۔ آیت کریمہ میں ہے کہ یاد کرو جب کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی جگہ ٹھکانا دیا۔ کہ آپ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں۔ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک وصاف کریں۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کریں۔ آپ کے پاس پیدل چل کر آئیں گے اور دبلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر بھی آئیں گے۔ الی قولہ۔ اس کے لئے اس کے رب کے پاس ایک بہتر ذخیرہ ہے۔ اور کون سا بدنہ کا گوشت کھا سکتا ہے۔ عبید اللہ حضرت نافعؒ کے واسطہ سے حضرت ابن عمرؓ سے خبر دیتے ہیں۔ کہ شکار کا کفارہ اور نذر کا گوشت تو نہ کھایا جائے اس کے ماسوا سب کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ حج تمتع سے خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے کو بھی کھلا سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۰۸ حدثنا مُسَدَّدٌ الخ سمع جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلٰثِ مِنًى فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَاَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَقَالَ حَتّٰى جِئْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَا۔

ترجمہ۔ حضرت عطاء نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ ہم منیٰ میں اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ پھر آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رخصت دے دی کہ کھاؤ اور توشہ بناؤ۔ چنانچہ ہم نے کھایا بھی اور توشہ بھی بنایا۔ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ کیا انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہاں تک کہ ہم مدینہ میں لے آئے۔ فرمایا نہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۰۹ حدثنا خَالِدُ بْنُ مُخْلَدٍ الخ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَلَا نُرٰى اِلَّا الْحَجَّ حَتّٰى اِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهٗ هَدْيٌ اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يَحِلُّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا فَقِيْلَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهٖ قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ذی القعدہ

سے ابھی پانچ دن باقی تھے روانہ ہوئے۔ ہم حج کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم مکہ معظمہ کے قریب پہنچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حکم دیا جن کے ہمراہ ھدی نہیں تھے۔ جب وہ بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوں تو حلال ہو جائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کے روز ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے پوچھا یہ کیسا گوشت ہے۔ کہا گیا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے ذبح کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ویطعم من المتعہ اس نقل کا فائدہ یہ ہے۔ کہ ابن عمرؓ اور عطار کے اقوال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یعنی معنی کے اعتبار سے ابن عمرؓ اور عطار کے قول میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے۔ حنابلہؒ کے نزدیک ھدایا کا گوشت نہ کھایا جائے۔ دم تمتع۔ قران اور تطوع کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔ یہی احنافؒ کا مسلک ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر قسم کا گوشت کھانا درست ہے۔ سوائے کفارہ شکار۔ فدیۃ الاذی اور نذر کے۔ اور شوافعؒ کے نزدیک دم اور واجبہ کے کسی کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ حتیٰ کہ دم تمتع۔ قران البتہ دم تطوع سے کھانا جائز ہے۔ بشرطیکہ کچھ گوشت ضرور صدقہ کر دیا جائے۔

بَابُ الذَّبْحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

ترجمہ۔ سر منڈوانے سے پہلے ذبح کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۵۰۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ اَنْ يَّذْبَحَ وَنَحْوِهٖ فَقَالَ لَا حَرَجَ لَا حَرَجَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا۔ جو ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیتا ہے۔ اور اس طرح کے دوسرے کام ترتیب کے خلاف کرتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کوئی تنگی نہیں ہے کوئی تنگی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۱۰ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ

اَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ لَا حَرَجَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ میں نے رمی جمار سے پہلے طواف زیارت کر لیا۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ کہا میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لئے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ کہا کہ رمی سے پہلے میں نے ذبح کر لیا فرمایا کوئی حرج نہیں۔ چند سندیں مذکور ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۱۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا اَمْسَيْتُ فَقَالَ لَا حَرَجَ قَالَ لَا حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ قَالَ لَا حَرَجَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو کہا کہ میں نے شام کرنے کے بعد حلق کر لیا۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ پس فرمایا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا۔ آپؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۱۲ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ اَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِاِهْلَالٍ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحْسَنْتَ اِنْطَلِقْ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَتَيْتُ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَاءِ بَنِيْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَاْسِيْ ثُمَّ اَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ فَكُنْتُ اُفْتِيْ بِهِ النَّاسَ حَتّٰی خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَكَرْتُهُ لَهُ فَقَالَ اِنْ تَاْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ يَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ وَاِنْ تَاْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰی بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطحاء میں تھے تو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ تم حج کی نیت سے آئے ہو میں نے کہا ہاں! آپؐ نے پوچھا کہ کیا کہہ کر تم نے احرام باندھا تھا۔ میں نے عرض کی لبیک ساتھ اس احرام کے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ فرمایا تو نے اچھا کیا اب چلو اور بیت اللہ کا طواف کرو۔ اور صفا و مروۃ کے درمیان سعی کرو۔

پھر میں بنو قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت کے پاس آیا جس نے میرے سر سے جوئیں نکالیں۔ یعنی حلال ہو گیا۔ پھر میں نے حج کا احرام باندھا۔ پس میں حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور تک یہی فتویٰ دیتا رہا۔ انہوں نے انکار کیا۔ تو میں نے اپنا یہ واقعہ ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم کتاب اللہ کو لیں گے جو اتموا الحج والعمرۃ کے ذریعہ حج و عمرہ دونوں کے تمام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیں گے۔

کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک حلال نہ ہوئے جب تک آپؐ کی ھدی اپنے مقام تک نہ پہنچ گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہی افتی بہ الناس یعنی حج کو فسخ کر کے عمرہ کے جواز کا فتویٰ دیتا رہا۔ یعنی تمتع کے جواز کا فتویٰ دیتا رہا۔

تشریح از قاسمی حتی بلغ الھدی محلہ۔ یہ حدیث دال ہے کہ ذبح ھدی کو حلق پر مقدم کرنا چاہیے۔ اگر مؤخر کرے گا تو رخصت ہوگی۔

بَابُ مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَحَلَقَ

ترجمہ۔ جس شخص نے احرام باندھتے وقت سر کے بالوں کو گوند سے جما لیا۔ سر منڈوایا۔

حدیث نمبر ۱۵۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أُحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا یا رسول اللہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ کہ وہ تو عمرہ سے حلال ہو گئے۔ اور آپؐ اپنے عمرہ سے حلال نہیں ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے سر کے بالوں کو گوند سے جما لیا ہے۔ اور ھدی کو قلادہ ڈالا ہے۔ پس میں جب تک قربانی نہ کر لوں حلال نہیں ہو سکتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ شاید امام بخاریؒ نے اس روایت کو اس باب میں اس لئے ذکر کیا ہے۔ کہ اس حل کا لفظ عام وارد ہے۔ جو قصر اور حلق دونوں کو شامل ہے۔ اگرچہ حلق افضل ہے مگر جائز دونوں ہیں۔ اور وہ جو بعض حضرات نے فرمایا ہے۔ کہ جس شخص نے سر کا تلبید کر لیا۔ اس کے لئے حلق کرنا ضروری ہے۔ اپنے دعویٰ پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ تو اسی بنا پر اب اس باب کے معنی یہ ہوں گے کہ

من لبد رأسه عند الاحرام تو اس میں ملبّد اور محلق کا ذکر پایا گیا ہے۔ اس کے لئے تقصیر یعنی بال کٹوانا بھی جائز ہے۔ البتہ جب حلق کرے تو افضل ہے۔ لیکن یہ قول بعید ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حدیث کو ترجمۃ الباب سے کیسے مناسبت ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں حلق کا تعین نہیں ہے البتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اپنے حج میں حلق کیا تھا۔ اور یہ بات حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں صراحۃً وارد ہے۔ جو اگلے باب میں آرہی ہے۔ لیکن بہتر توجیہ یہ ہے کہ حدیث کا ترجمہ کے کسی جزء سے مطابق ہو جانا کافی ہے۔ ہر ہر جزء سے مطابقت لازم نہیں ہے۔ مگر اس سے بھی بہتر توجیہ یہ ہے کہ ابن عمرؓ والی روایت آنے والی سے صراحۃً ثابت ہے۔ یہ بھی مؤلف کے اصول کے مطابق ہے اور قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان کی ہے کہ حلّ کا لفظ عام ہے۔ جو حلق اور قصر دونوں کو شامل ہے۔ یہ توجیہ مسلک حنفیہ کے قریب ہے کہ وہ حل میں حلق کو متعین نہیں کرتے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں جس شخص نے تلبید کر لی تو حلق واجب ہے امام احمدؒ کے نزدیک دونوں میں اختیار ہے۔ امام شافعیؒ کا مسلک بھی احنافؒ کے موافق ہے۔

بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيْرِ عِنْدَ الْاِحْلَالِ

ترجمہ۔ حلال ہوتے وقت بال منڈوانا اور بال کٹوانا دونوں جائز ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۱۴ حَدَّثَنَا قَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يَقُوْلُ حَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں حلق کیا۔

حدیث نمبر ۱۵۱۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنَا نَافِعٌ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ انہوں نے کہا۔ والمقصرین یا رسول اللہ آپ نے پھر بھی فرمایا۔ کہ اے اللہ! محلقین پر رحم فرما۔ کہا لوگوں نے والمقصرین۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! محلقین پر رحم فرمانا۔ صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ والمقصرین۔ آپؐ نے فرمایا مقصرین پر بھی رحم ہو۔ نافع فرماتے ہیں کہ اے اللہ محلقین پر رحم فرما یہ بات آپؐ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمائی۔ حضرت لیثؒ سے حضرت نافع کے واسطہ سے فرمایا۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ محلقین پر رحم فرمائیں۔ اور عبیداللہ نے فرمایا کہ مجھے نافعؒ نے حدیث بیان کی۔ کہ چوتھی مرتبہ آپؐ نے والمقصرین فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۵۱۶ حدثنا عَیَّاشُ بْنُ الْوَلِیْدِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِیْنَ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِیْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِیْنَ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! محلقین پر مغفرت فرما۔ صحابہ کرام نے عرض کیا والمقصرین آپؐ نے فرمایا کہ اللہ محلقین کو بخش دے۔ قالوا والمقصرین تین مرتبہ یہ لفظ کہے۔ آپؐ نے فرمایا والمقصرین پر مغفرت فرما۔

حدیث نمبر ۱۵۱۷ حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ حَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ سے ایک گروہ نے سر منڈوایا اور بعض نے بال کٹوائے۔

حدیث نمبر ۱۵۱۸ حدثنا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنْ مُعَاوِیَةَؓ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ۔

ترجمہ۔ حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کترن کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کاٹے۔

تشریح از قاسمی علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ والمقصرین میں عطف تلقینی ہے۔ جیسے من ذریتی میں ہے۔ بہرحال اس حدیث سے حلق کی فضیلت معلوم ہوئی۔ وجہ یہ ہے کہ ابلغ فی العبادۃ وادل علی صدق النیۃ

کیونکہ مقصر کچھ بال سر پر چھوڑ دیتا ہے۔ جو انسان کے لئے زینت ہیں۔ اور حاجی کو ترک زینت کا حکم ہے۔ پھر جمہور ائمہ کے نزدیک حلق اور قصر ارکان حج میں سے ہیں۔ احناف کے نزدیک واجب ہیں۔ پھر دوسرا اختلاف یہ ہے کہ قصر میں کیا مقدار ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک حلق اور قصر میں ثلث شعرات کافی ہیں۔ احنافؒ کے نزدیک ربع الراس ضروری ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک اکثر حصہ اور مالکیہؒ کے نزدیک سارے سر کا حلق اور قصر لازم ہے۔ اور تلبید کی صورت میں جمہور کے نزدیک حلق ضروری ہے۔ احنافؒ کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ حلق مستحب ہے اور افضل ہے قصر جائز ہے۔

قصرت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قصر حجۃ الوداع میں تو ہو نہیں سکتا کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس میں آپؐ نے حلق کرایا۔ عمرۃ القضاء میں حضرت امیر معاویہؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے۔ تو یہ قصر عمرہ جعرانہ پر محمول ہوگا۔

بَابُ تَقْصِيرِ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ

ترجمہ۔ عمرہ کے بعد متمتع کا بالوں کو کٹوانا۔

حدیث نمبر ۱۵۱۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحِلُّوا وَيَحْلِقُوا أَوْ يُقَصِّرُوا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ تشریف لائے تو اپنے اصحاب کو حکم دیا۔ کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں۔ پھر حلال ہو جائیں حلق کریں یا قصر کریں دونوں میں اختیار ہے۔

بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

ترجمہ۔ دسویں کے دن طواف زیارت کرنا۔

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَؓ وَابْنِ عَبَّاسٍؓ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ يَزُوْرُ الْبَيْتَ أَيَّامَ مِنًى. وَقَالَ لَنَا أَبُوْنُعَيْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَاحِدًا ثُمَّ يَقِيْلُ ثُمَّ يَأْتِيْ مِنًى يَعْنِيْ يَوْمَ النَّحْرِ وَرَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طوافِ زیارۃ کو رات تک مؤخر کیا۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی زیارت منیٰ کے دنوں میں کیا کرتے تھے۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک ہی طواف کیا کرتے تھے۔ پھر قیلولہ کرتے اور بعض ازاں دسویں کے دن منیٰ میں تشریف لائے۔

حدیث نمبر ۱۵۲۰ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ فَأَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا مَا يُرِيْدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا حَائِضٌ قَالَ حَابِسَتُنَا هِيَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ اخْرُجُوْا وَبِسَنَدٍ آخَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج ادا کیا۔ اور دسویں کے دن ہم نے طواف افاضہ کیا۔ حضرت صفیہؓ حائضہ ہوگئیں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہ ارادہ کیا جو مرد اپنی بیوی سے چاہتا ہے (یعنی جماع) تو میں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو حائضہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہیں وہ ہمیں روکنے والی تو نہیں ہے۔ انہوں نے کہا یہ یا رسول اللہ وہ دسویں کے دن طواف افاضہ کر چکی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اب چلو۔ اور دوسری سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے یہ مروی ہے کہ حضرت صفیہؓ نے بھی دسویں کے دن طواف افاضہ کر لیا تھا۔ تو طوافِ وداع ترک ہو گیا۔

بَابُ إِذَا رَمَى بَعْدَ مَا أَمْسَى أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو شام کے بعد کنکریاں مارتا ہے یا ذبح کرنے سے پہلے بھول کر یا جہالت میں حلق کرا لیتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۲۱ حدثنا موسی بن اسمعیل عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیل لہ فی الذبح والحلق والرمی والتقدیم والتاخیر فقال لاحرج۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح۔ حلق۔ رمی کے آگے پیچھے کرنے کے بارے میں کہا گیا تو آپؐ نے فرمایا کوئی تنگی حرج نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۲۲ حدثنا علی بن عبداللہ عن ابن عباسؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئل یوم النحر بمنی فیقول لاحرج فسالہ رجل فقال حلقت قبل ان اذبح قال اذبح ولاحرج وقال رمیت بعد ما امسیت فقال لاحرج۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کے دن منیٰ میں پوچھا جاتا تھا۔ تو آپؐ لاحرج فرماتے تھے۔ پس ایک آدمی نے سوال کیا کہ میں نے ذبح کرنے سے پہلے حلق کرا لیا۔ آپؐ نے فرمایا ذبح کرو کوئی حرج نہیں۔ کہ میں شام کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی کی تو آپؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

تشریح از قاسمی لاحرج کا مطلب یہ ہے کہ نہ کوئی گناہ ہے اور نہ کوئی فدیہ لازم ہے۔ ائمہ ثلاثہ کا یہی مسلک ہے۔ کہ کسی فعل حج کو آگے پیچھے کرنے سے کوئی گناہ اور کوئی فدیہ نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر دم واجب ہے۔ اگر قارن ہے تو دو دم واجب ہوں گے۔ امام زفرؒ کے نزدیک قارن پر تین دم ہیں۔ ایک دم قران۔ اور دو دم تقدیم کے۔ صاحبینؒ بھی فرماتے ہیں۔ کہ ان پر کوئی چیز بھی واجب نہیں۔ ان کا مستدل حدیث باب سے ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ ابن شیبہ کی روایت ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ من قدم شیئًا من حجہ او اخر فلیھرق لذلک دما یعنی جس شخص نے حج کے کسی فعل کو آگے پیچھے کر لیا تو اسے اس کے بدلے خون بہانا چاہیے۔ اور حدیث باب میں لاحرج کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس سے گناہ کی نفی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ احکام شرعیہ حج سے ناواقف تھے۔ اس لئے ان کو احکام حج سیکھنے کا حکم فرمایا۔ اور نفی اثم سے نفی فدیہ نہیں ہو جاتی کیونکہ یہی ابن عباسؓ دم کی روایت نقل کرتے ہیں۔

بَابُ الْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

ترجمہ۔ جمرہ کی رمی کے وقت جانور پہ سوار ہو کر فتویٰ دینا۔

حدیث نمبر ۱۵۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَجَعَلُوْا يَسْأَلُوْنَهُ فَقَالَ رَجُلٌ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں وقوف کیا۔ تو آپؐ سے لوگ سوال کرنے لگے۔ کسی نے کہا مجھے پتہ نہیں تھا۔ کہ میں نے ذبح کرنے سے پہلے حلق کرالیا۔ فرمایا ذبح کرو کوئی حرج نہیں ہے۔ دوسرا آیا کہنے لگا مجھے علم نہیں تھا۔ میں نے رمی جمرہ سے پہلے قربانی ذبح کردی۔ فرمایا رمی کرو کوئی حرج نہیں۔ غرضیکہ آپؐ سے اس دن کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھا۔ مگر آپؐ نے یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۲۴ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الخ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ وَأَشْبَاهَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ حاضر تھے جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دسویں کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ تو ایک آدمی آپؐ کی طرف اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا میرا گمان تو یہ تھا کہ یہ کام فلاں کام سے پہلے ہے۔ دوسرا اٹھ کر کہنے لگا کہ میرا گمان بھی یہ تھا۔ کہ فلاں کام فلاں کام سے پہلے ہے۔ میں نے قربانی کرنے سے پہلے حلق کرالیا۔ رمی جمار سے پہلے قربانی کردی۔

اور اس قسم کے اور افعال بھی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کرو کوئی حرج نہیں۔ آپؐ نے ان سب کاموں کے متعلق فرمایا۔ غرضیکہ اس دن نے کسی فعل کے متعلق نہیں پوچھا۔ مگر اس پر آپؐ نے فرمایا کرو کوئی حرج نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۲۵ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ پھر باقی حدیث کو ذکر کیا۔

تشریح از قاسمی لہن کلہن۔ لام کا تعلق قال سے ہے۔ یعنی آپؐ نے افعل و لا حرج ان سب افعال کے متعلق فرمایا ہے۔ اور حدیث کو ترجمہ سے مطابقت یخطب علی راحلتہ سے ہے۔ جس کو امام بخاریؒ کتاب العلم میں بیان کر چکا ہے۔

بَابُ الْخُطْبَةِ اَيَّامَ مِنًى۔

ترجمہ۔ منیٰ کے دنوں میں خطبہ دینا۔

حدیث نمبر ۱۵۲۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالُوْا يَوْمٌ حَرَامٌ قَالَ فَاَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قَالُوْا شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فَاَعَادَهَا مِرَارًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهَا لَوَصِيَّتُهٗ اِلٰى اُمَّتِهٖ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن لوگوں کو خطبہ دیا۔ پس فرمایا اے لوگو! یہ کون سا دن ہے۔ انہوں نے کہا۔ یوم حرام ہے۔ پھر

پوچھا۔ کون سا شہر ہے۔ کہنے لگے بلد حرام ہے۔ پوچھا کون سا مہینہ ہے۔ کہنے لگے شہر حرام ہے۔ فرمایا۔ پس تمہارے خون۔ تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پہ اسی طرح حرام ہیں۔ جس طرح تمہارے اس دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت ہے۔ اس کو کئی بار دہرایا۔ پھر سر اٹھا کے فرمایا اے اللہ! میں پہنچا چکا۔ اے اللہ اب تک تحقیق میں پہنچا چکا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ یہ کلمات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی امت کے لئے وصیت ہیں پس حاضر غائب کو پہنچا دے۔ پس میرے بعد کفر کی طرف لوٹ کر نہ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

حدیث نمبر ۱۵۲۷ حدثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ عرفات کے میدان میں خطبہ دے رہے تھے۔

حدیث نمبر ۱۵۲۸ حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَؓ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ فَقَالَ اَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ نے فرمایا۔ کہ ذی الحجہ کی دسویں کے دن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو۔ کہ یہ کون سا دن ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپؐ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ آپؐ اس کا کوئی اور نام تجویز فرمائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا

کہ کیا یہ یوم النحر نہیں۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپؐ خاموش رہے ہمیں گمان ہوا کہ آپؐ اس کا کوئی دوسرا نام تجویز کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا۔ یہ کون سا شہر ہے ہم نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ پس آپؐ خاموش رہے۔ ہم سمجھے آپؐ کوئی اس کا دوسرا نام تجویز کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بلد حرام نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا پس تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں ہے۔ اس دن تک جب کہ تم اپنے رب سے ملوگے۔ خبردار کیا میں پہنچا چکا ہم نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا۔ پس حاضر غائب کو پہنچا دے۔ کیونکہ بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں۔ خبردار میرے بعد کفر کی طرف مت لوٹنا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

حدیث نمبر ۱۵۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰیؒ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِنًی اَتَدْرُوْنَ اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ فَقَالَ فَاِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ حَرَامٌ اَفَتَدْرُوْنَ اَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ اَفَتَدْرُوْنَ اَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ شَھْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَآءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا وَقَالَ ھِشَامٌؒ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ وَقَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ النَّحْرِ بَیْنَ الْجَمَرَاتِ فِی الْحَجَّۃِ الَّتِیْ حَجَّ بِھٰذَا وَقَالَ ھٰذَا یَوْمُ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ فَطَفِقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اشْھَدْ وَوَدَّعَ النَّاسَ فَقَالُوْا ھٰذِہٖ حَجَّۃُ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا۔ کہ کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ حرمت والا دن ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ فرمایا یہ حرمت والا شہر ہے۔ پھر پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے۔ کہنے لگے۔

اللہ اور اس کا رسول خوب جاننے والا ہے۔ فرمایا۔ یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ فرمایا۔ بے شک اللہ تعالےٰ نے تم پر تمہارے خون تمہارے اموال اور تمہاری عزت وآبرو اس دن کی حرمت اس مہینہ کی حرمت اور اس شہر کی حرمت کی طرح حرام فرمائی ہے۔ ہشام کے واسطہ سے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یوم النحر میں آپؐ جمرات کے درمیان ٹھہرے اس حج میں جس کا آپؐ نے ارادہ فرمایا۔ فرمایا یہ حج اکبر ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ اور لوگوں سے الوداع کہی۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ یہ حجۃ الوداع ہے

تشریح از قاسمیؒ خطبہ ایام منیٰ امام بخاریؒ اس باب کے انعقاد سے ان لوگوں پر رد کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں یوم النحر میں حج کے اندر کوئی خطبہ نہیں ہے۔ اور اس حدیث میں عام وصایا میں سے ہے۔ شعار حج میں سے نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے ارادہ فرمایا کہ بیان کریں کہ راوی نے ان وصایا کا نام خطبہ رکھا ہے۔ جیسے عرفات کے کلمات کو خطبہ کا نام دیا گیا ہے۔ اور اس کی مشروعیت پر سب کا اتفاق ہے۔ تو اس میں بھی اختلاف نہ کرنا چاہیئے۔

کحرمۃ یومکم ھذا میں تشبیہ حرمت کے بارے میں ہے۔ کیونکہ وہ لوگ ان ایام میں ان اشیاء کی حفاظت کرتے تھے۔ اور ان کا ٹھیس لگانا پسند نہیں کرتے تھے۔

کفاراً علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے۔ کہ کفار کی طرح نہ ہو جاؤ۔ یا ایک دوسرے کی تکفیر نہ کرو۔ جس سے قتال برپا ہو۔ اور طیبیؒ فرماتے ہیں کہ تمہارے اعمال کفار کے افعال جیسے نہ ہوں۔ جو ایک دوسرے کی گردنیں مارتے ہیں۔ تم بھی مسلمانوں کی گردنیں نہ اڑاؤ۔ اور بعض نے کفرانِ نعمت مراد لیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ کفر کے قریب نہ پہنچ جاؤ۔

بَابُ هَلْ يَبِيتُ أَصْحٰبُ السِّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى

ترجمہ۔ کیا پانی پلانے والے اور دوسرے لوگ منیٰ کی راتوں میں مکہ معظمہ میں رات بسر کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۳۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ اِلٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ أَنَّ الْعَبَّاسَؓ اِسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهٖ فَأَذِنَ

لَهٗ تَابَعَهٗ اَبُوْ اُسَامَةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت عباسؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی۔ تاکہ وہ منیٰ کی راتوں میں پانی پلانے کی وجہ سے مکہ معظمہ میں رات بسر کریں۔ آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ ابو اسامہ نے متابعت کی۔

تشریح از قاسمی بین الجمرات سے آپؐ کے وقوف کی جگہ کی تعیین ہوگئی۔ جیسے پہلی روایت سے زمان کی تعیین ہوئی۔ اور ابن عباسؓ وابی بکرہ کی روایات سے یوم اور وقت کی تعیین ہوئی۔ ابوداؤد اور نسائی میں ہے یخطب الناس منی حین ارتفع الضحی۔ حج اکبر سے مراد حج اور عمرہ ہے۔ کیونکہ عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔ اور یہ وہ حج جس میں سب لوگ مجتمع ہوتے وہ اہل کتاب کی اعیاد کے موافق ہے۔ باقی حج اکبر کے بارے میں پانچ اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ اس سے یوم النحر مراد ہے۔ کیونکہ اس دن مناسک حج کی تکمیل ہوتی ہے۔ دوسرا قول ہے کہ اس سے یوم عرفہ مراد ہے۔ کیونکہ اس دن آپؐ نے عرفات میں خطبہ دیا۔ اور تیسرا قول ہے کہ اس سے ایام حج مراد ہیں۔ چوتھا قول ہے کہ اکبر سے مراد حج قران ہے۔ اصغر افراد ہے۔ پانچواں قول ہے۔ حج ابی بکر صدیق مراد ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں یوم الحج الاکبر الخ حج وداع اس لئے کہا گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہوگیا۔ کہ اس سال کے بعد پھر اتفاق نہیں ہوگا۔ اور یہ آخری اجتماع ثابت ہوگا۔

غیرھم سے مراد صاحب اعذار ہیں۔ امام بخاریؒ اس باب سے اہل سقایۃ کی خصوصیت ثابت فرمارہے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں اسی کا ذکر ہے اور احتمال ہے کہ صاحب اعذر کے بھی اجازت ثابت کرنا چاہتے ہوں

بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ

وَقَالَ جَابِرٌ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَّرَمٰى بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ۔

ترجمہ۔ جمرات پر کنکریاں مارنا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر میں رمی کی۔ پھر قربانی کی اور اس کے بعد رمی زوال کے بعد ہوئی۔

حدیث نمبر ۱۵۳۱ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مَتٰى اَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ إِذَا رَمٰى إِمَامُكَ فَارْمِهِ فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ قَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں جمرات پہ رمی کب کروں۔ فرمایا جب تمہارا امام رمی کرے، تم بھی رمی کرو۔ میں نے پھر سوال دہرایا۔ فرمایا ہم وقت کا انتظار کرتے تھے۔ جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ رمینا ای فی الایام التی بعد یوم النحر یوم نحر میں نہیں۔ جیسا کہ صحیح روایات میں گزر چکا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یوم النحر تو بالاجماع رمی کا وقت ہے۔ ہدایہ و نہایہ۔ البتہ یوم النحر کے بعد جو ایام ہیں۔ ان میں ائمہ کا اتفاق ہے۔ اس رمی کا وقت بعد زوال شمس ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ یوم ثالث میں مخالفت کرتے ہیں۔ کہ اس دن قبل الزوال رمی جائز ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایام تشریق میں کسی نے قبل زوال رمی کر لی تو اسے اعادہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ کا یہی مسلک ہے۔

بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ

ترجمہ۔ جمرات کو وادی کے درمیان کھڑے ہو کر کنکریاں ماری جائیں۔

حدیث نمبر ۱۵۳۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ قَالَ رَمٰى عَبْدُ اللهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ نَاسًا يَرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا فَقَالَ وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے وادی کے اندر کھڑے ہو کر کنکریاں ماریں۔ تو میں نے کہا۔ اے ابو عبدالرحمٰن لوگ تو وادی کے اوپر کھڑے ہو کر مارتے ہیں۔ فرمایا کہ قسم ہے اس اللہ کے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہی مقام ہے اس ہستی کا جس پہ سورۃ بقرہ نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ سورہ کی اضافت بقرہ کی طرف صحیح ہے۔ جیسا کہ صنیع ابن مسعودؓ سے معلوم ہوتا ہے۔ وہی ہمارے مقتدر اور کامل رہبر ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا | شیخ گنگوہیؒ نے ایک مشہور اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔
کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کہنا جائز ہے یا نہیں۔ حجاج بن یوسف اس کی اجازت نہیں دیتے
بلکہ وہ کہتے ہیں۔ سورۃ التی تذکر فیہا البقرہ کہا جائے۔ لیکن حضرت ابراہیم نخعیؒ اور ابن مسعودؓ کے قول
سے ان پر رد کیا۔ کہ سورہ کی اضافت بقرہ کی طرف جائز ہے۔ اور امام بخاریؒ نے بھی کتاب فضائل القرآن
میں کئی تراجم منعقد کر کے جواز ثابت کیا ہے۔ من لم یر باسا ان یقال سورۃ کذا و کذا الخ
اور حضرت انسؓ والی روایت جس سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے ضعیف ہے۔ اگر ثابت بھی ہو جائے۔
تو اولیٰ اور افضل پر محمول کیا جائے گا جواز بہرحال ثابت ہے۔

بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ ذَكَرَهُ ابْنُ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ جمرات پر سات کنکریاں ماری جائیں۔ ابن عمرؓ نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۲۳ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ أَنَّهُ انْتَهٰى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِيْنِهِ وَرَمٰى بِسَبْعٍ وَقَالَ هٰكَذَا رَمَى الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ جمرہ کبریٰ تک پہنچے تو بیت اللہ کو دائیں طرف اور منیٰ کو اپنی بائیں طرف رکھا
اور سات کنکریاں ماریں۔ فرمایا جس ذات پر سورۃ بقرہ اتری تھی اس نے بھی اسی طرح رمی کی تھی۔

بَابُ مَنْ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو جمرۃ العقبہ کی رمی کرے اور بیت اللہ کو بائیں جانب رکھے۔

حدیث نمبر ۱۵۲۴ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ فَرَآهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِيْنِهِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد الرحمن بن یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کے ہمراہ حج کیا
تو ان کو دیکھا کہ وہ بڑے جمرہ کو سات کنکریوں کے ساتھ رمی کر رہے تھے۔ انہوں نے بیت اللہ کو بائیں

طرف اور منیٰ کو دائیں طرف رکھا۔ پھر فرمایا یہی مقام ہے اس ذات کا جس پر سورۃ بقرہ نازل ہوئی۔

تشریح از قاسمیؒ اذا رمی کے املک اس امام سے وہ امیر مراد ہے جو حج پر مقرر تھا۔ جن کی مخالفت سے ابن عمرؓ کو خطرہ لاحق ہوا۔ کہ کہیں وہ ضرر رساں نہ ہو۔ لیکن جب سائل نے دوبارہ سوال کیا تو اب کتمان حق کی گنجائش نہ رہی۔ اس لئے جو کچھ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کرتے تھے وہ بتلادیا۔

من بطن الوادی کے افضل یہی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں۔ جہاں سے رمی کر دے۔ کافی ہے۔

بَابُ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ حاجی ہر کنکری کے ساتھ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے یہ بات ابن عمرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی۔

حدیث نمبر ۱۵۳۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ السُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا آلُ عِمْرَانَ وَالسُّورَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍؓ حِينَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ حَتّٰى إِذَا حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا فَرَمٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ مِنْ هٰهُنَا وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حجاج سے منبر پر کہتے ہوئے سنا۔ کہ وہ سورہ اور وہ سورۃ جس میں آل عمران کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ سورہ جس میں عورتوں کا ذکر ہے۔ یعنی سورہ کی اضافت ان کی طرف نہیں کرتی۔ تو میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن یزید نے حدیث بیان کی۔ کہ وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ تھے۔ جب انہوں نے جمرہ عقبہ کی رمی کی تو وادی کے پیٹ میں چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب درخت کے مقابل ہوئے تو اس

درخت کی چوڑائی میں کھڑے ہو گئے۔ پھر سات کنکریاں پھینکیں۔ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی جگہ کھڑے ہوئے تھے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔

تشریح از قاسمی سورہ بقرہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حج اور عمرہ کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں جمرہ کبریٰ حدود منیٰ سے باہر مکہ معظمہ کے قریب ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں پر آپؐ نے انصار مدینہ سے ہجرت کے لئے بیعت لی تھی۔ جمرہ اجتماع کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہاں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے یا اس وجہ سے کہ جمار چھوٹی کنکریوں کو کہتے ہیں۔ تو تسمیۃ الشئی بلازمہ کے طور پر ہو گیا۔

بَابُ مَنْ رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ یَقِفْ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ باب ہے اس شخص کے بارے میں جو جمرہ عقبہ کی رمی کرے اور ٹھہرے نہیں۔ یہ بات ابن عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے۔

بَابُ اِذَا رَمَی الْجَمْرَتَیْنِ یَقُوْمُ وَیُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

ترجمہ۔ جب باقی دو جمروں کی رمی کرے تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو۔ تو پہاڑی سے اتر کر نرم زمین میں کھڑا ہو۔

حدیث نمبر ۱۵۳۶ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ یَرْمِی الْجَمْرَةَ الدُّنْیَا بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُکَبِّرُ عَلٰی اِثْرِ کُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ یَتَقَدَّمُ حَتّٰی یُسْهِلَ فَیَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَیَقُوْمُ طَوِیْلًا وَّیَدْعُوْ وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ ثُمَّ یَرْمِی الْوُسْطٰی ثُمَّ یَاْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَیُسْهِلُ وَیَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَیَقُوْمُ طَوِیْلًا وَّیَدْعُوْا وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ ثُمَّ یَرْمِیْ جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ وَلَا یَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْلُ هٰکَذَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے قریبی جمرہ کی رمی کی۔ پھر کافی دیر کھڑے رہے۔

دعا مانگتے رہے اور دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھاتے تھے۔ پھر درمیانے جمرہ کی رمی فرمائی۔ پھر بائیں طرف ہٹ کر نرم زمین میں آگئے۔ اور قبلہ رو ہو کر دعا مانگتے تھے اور دونوں ہاتھ اونچے کرتے تھے اور کافی دیر کھڑے رہتے۔ بعد ازاں وادی کے پیٹ میں کھڑے ہو کر آخری جمرہ کی رمی کرتے تھے اور اس کے پاس ٹھہرتے نہیں تھے۔ پھر فارغ ہو کر پھر جاتے۔ اور فرماتے میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اذا رمی الجمرتین الخ اس سے مؤلفؒ کی غرض یہ ہے۔ کہ رمی جمرتین کے بعد آپ قبلہ رو ہو کر دعا مانگتے تھے۔ تو اس صورت میں ماقبل کی حدیث کی مخالفت نہیں ہو گی۔ کہ آپؐ رمی کے وقت کعبہ کو بائیں جانب رکھتے تھے۔ یہ رمی جمرتین کے بعد کا حال ذکر فرمارہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ لا یقف اگرچہ امام بخاریؒ نے عدم وقوف کا باب باندھا ہے۔ لیکن روایت نہیں لائے۔ اس لئے کہ اگلی دوسرے باب والی حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ آپؐ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد وقوف نہیں کرتے تھے۔ اس پر سب ائمہ کا اجماع ہے۔ قولہ رمی الجمرتین اس سے جمرہ اولیٰ اور وسطیٰ مراد ہے۔ جس کی دعا کے لئے آپ وقوف فرمایا کرتے تھے اور وہ بھی طویل ہوتا تھا۔ اور ابن مسعود کی روایت کے مطابق اس کی مقدار سورہ بقرہ کی قرآت کے برابر ہوتی تھی۔ اور رفع یدین بھی کرتے تھے۔ تو اب لا یقف عندھا کا مطلب یہ ہوگا کہ جمری کبری کی رمی کے بعد دعا نہیں مانگا کرتے تھے۔ عند اکثر العلماءً البتہ امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ کہ مساکین کو کھانا کھلائے یا خون کسی جانور کا بہلائے۔ اور بعض مشائخ کے نزدیک اقل المراتب پارے کے تین حصے یا بیس آیات پڑھی جائیں۔ ترک وقوف اور ترک دعا خلاف سنۃ ضرور ہے۔ لیکن اس کے ترک پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ جمرہ اولیٰ کو جمرۃ الدنیا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مسجد خیف کے قریب ہے۔ اور رفع یدین عند الرمی میں بھی کسی کا اختلاف نہیں۔ کیونکہ سنت سے ثابت ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطٰى

ترجمہ۔ جمرہ اولیٰ اور ثانیہ کی رمی کے وقت رفع یدین کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۳۷ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رض

كَانَ يَرْمِيْ الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلٰى اِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا فَيَدْعُوْا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِيْ الْجَمْرَةَ الْوُسْطٰى كَذٰلِكَ فَيَاْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلاً فَيَدْعُوْ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِيْ الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا وَيَقُوْلُ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمرہ اولیٰ کو سات کنکریاں مارتے تھے۔ اور ہر کنکری کے پھینکنے کے بعد اللہ اکبر کہتے تھے۔ پھر آگے بڑھ کر نرم زمین میں آجاتے تھے۔ پس قبلہ رو ہو کر ایک طویل قیام کرتے تھے۔ پھر دعا کرتے اور رفع یدین کرتے تھے۔ پھر جمرہ وسطیٰ کا اسی طرح رمی کرتے تھے پس بائیں طرف مڑتے ہوئے نرم زمین میں آجاتے تھے۔ قبلہ رو ہو کر لمبا قیام کرتے تھے۔ پھر دعا کرتے تھے۔ اور رفع یدین کرتے تھے۔ پھر جمرہ کبریٰ کی رمی وادی کے پیٹ میں کھڑے ہو کر کی۔ اور اس کے پاس کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

ترجمہ۔ جمرتین کے پاس دعا مانگنا۔

حدیث نمبر ۱۵۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِيْ تَلِيْ مَسْجِدَ مِنًى يَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰى بِحَصَاةٍ ثُمَّ تَقَدَّمَ اَمَامَهَا فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُوْا وَكَانَ يُطِيْلُ الْوُقُوْفَ ثُمَّ يَاْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمٰى بِحَصَاةٍ ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْيَسَارِ مِمَّا يَلِي الْوَادِيْ فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُوْا ثُمَّ يَاْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِيْ عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا قَالَ الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ۔

ترجمہ۔ امام زہریؒ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جمرہ کی رمی کرتے تھے جو مسجد منیٰ کے متصل ہے۔ تو اس پر سات کنکریاں پھینکتے تھے۔ جب کوئی کنکری پھینکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر اس سے آگے بڑھتے اور قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اونچے کر کے دعا مانگتے اور یہاں وقوف کافی لمبا کرتے۔ پھر دوسرے جمرہ کے پاس تشریف لاتے۔ اس پر بھی سات کنکریاں پھینکتے۔ ہر کنکری پھینکتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر بائیں جانب جو وادی کے متصل ہے۔ یہاں آکر قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اونچے کر کے دعا مانگتے۔ پھر اس جمرہ کے پاس تشریف لے آتے جو عقبہ کے پاس ہے۔ اس پر بھی سات کنکریاں پھینکتے۔ اور ہر کنکری پھینکتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر وہاں سے فارغ ہو کر مڑ جاتے اور اس کے پاس وقوف نہیں کرتے تھے۔ امام زہریؒ نے حدیث مرفوع کی سند بیان کی اور یہ بھی کہا۔ ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

امام زہریؒ نے اسی طرح اپنی حدیث کو مرفوع متصل بنا دیا۔ اگرچہ علامہ کرمانیؒ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

بَابُ الطِّيْبِ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ وَالْحَلْقِ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ۔

ترجمہ۔ جمرات کی رمی کے بعد خوشبو لگانا اور طواف زیارت سے پہلے سر منڈوانا۔

حدیث نمبر ۱۵۳۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ وَكَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ حِيْنَ اَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ حِيْنَ اَحَلَّ قَبْلَ اَنْ يَّطُوْفَ وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن قاسم جو اپنے زمانہ کے افضل ترین آدمی تھے۔ انہوں نے اپنے باپ سے سنا جو اپنے زمانہ کے افضل ترین آدمی تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سنا۔ وہ فرماتی تھیں۔ کہ میں اپنے ان دونوں ہاتھوں سے خوشبو لگاتی جب کہ آپ احرام باندھ رہے تھے۔ اور آپؐ کے حلال ہونے کے وقت بھی۔ جب کہ آپؐ حلال ہوئے طواف کرنے سے پہلے اور انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

تشریح از قاسمی | لحلہ حین احل | کے معنی یہ نہیں کہ جب حلال ہونے کا ارادہ کرتے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ جب حلال ہو جاتے تب خوشبو استعمال کرتے ورنہ احرام کی حالت میں تو طیب جائز نہیں ہے۔

گویا احرام کے برعکس ہوگیا۔ ائمہ اربعہ یہی فرماتے ہیں۔ کہ رمی جمرہ کے بعد حلق کرلے تو سب چیز حلال ہوجاتی ہے۔ جو محرم پر پہلے حرام تھیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ خوشبو کا حکم لباس کا ہے۔ جب جیسے لباس پہننا جائز بھی ہے۔ جماع جائز نہیں البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ طیب کا حکم جماع کا حکم ہے۔ جس وقت جماع جائز ہوگا۔ اس کے بعد طواف الزیارۃ اس وقت بھی جائز والا فلا۔ حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے۔ طیبت۔ الخ

بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ

ترجمہ۔ آخری طواف کرنا۔

حدیث نمبر ۱۵۴۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہونا چاہیے۔ یعنی طواف وداع ہو۔ مگر یہ کہ حائضہ سے اس کی تخفیف کی گئی ہے۔

یعنی اس پر طوافِ وداع واجب نہیں ہے۔ احنافؒ کے نزدیک یہ طواف وداع واجب ہے۔ جس کے ترک پر دم لازم آئے گا۔ امام مالکؒ اور داؤد ظاہری اسے سنت کہتے ہیں۔ جس کے ترک پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ آفاقی پر واجب ہے۔ مکی اور میقاتی پر بھی واجب نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۴۱ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الخ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ تَابَعَهُ اللَّيْثُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نماز ادا کی۔ پھر وادی محصب میں کچھ دیر سو گئے۔ پھر بیت اللہ کی طرف سوار ہوئے۔ پس اس کا طواف کیا۔ اس کی لیث نے متابعت کی ہے۔ وادی محصب ایک وسیع مکان کا نام ہے۔ جو منیٰ اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ دو پہاڑوں سے لے کر مقابر پھیلی ہوئی ہے۔

بَابُ اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ بَعْدَ مَا اَفَاضَتْ

ترجمہ۔ عورت جب طواف زیارۃ کے بعد حائضہ ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۵۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ صَفِیَّةَ بِنْتَ حُیَیٍّ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحَابِسَتُنَا ھِیَ قَالُوْا اِنَّھَا قَدْ اَفَاضَتْ قَالَ فَلَا اِذًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صفیہ بنت حُیَیٍّ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائضہ ہو گئیں۔ جس کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا آپؐ نے فرمایا کیا وہ ہمیں روکنے والی ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ طوافِ زیارت تو کر چکی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ پس اس وقت نہیں رک سکتے۔

حدیث نمبر ۱۵۴۳ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ عِکْرِمَةَ اَنَّ اَھْلَ الْمَدِیْنَةِ سَاَلُوْا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ امْرَاَۃٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَھُمْ تَنْفِرُ قَالُوْا لَا نَاْخُذُ بِقَوْلِکَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَیْدٍ قَالَ اِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِیْنَةَ فَسَلُوْا فَقَدِمُوا الْمَدِیْنَةَ فَسَاَلُوْا فَکَانَ فِیْمَنْ سَاَلُوْا اُمُّ سُلَیْمٍ فَذَکَرَتْ حَدِیْثَ صَفِیَّةَ رَوَاہُ خَالِدٌ قَتَادَۃَ عَنْ عِکْرِمَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت عکرمہؒ سے مروی ہے کہ مدینہ والوں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس عورت کے بارے میں فتویٰ پوچھا جس کو زیارت کے بعد حیض آگیا ہو۔ انہوں نے ان سے فرمایا کہ وہ واپس جاسکتی ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تیرے قول پر عمل کریں اور حضرت زیدؓ کے قول کو چھوڑ دیں۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ جب تم لوگ مدینہ پہنچو تو یہ مسئلہ ان سے پوچھو۔ چنانچہ جب وہ لوگ مدینہ میں آئے۔ تو لوگوں سے مسئلہ پوچھا۔ جن لوگوں سے مسئلہ پوچھا تھا ان میں سے حضرت ام سلیمؓ بھی تھیں جنہوں نے حضرت بی بی صفیہؓ کا ذکر فرمایا۔ جس کو خالد اور قتادہ نے حضرت عکرمہ سے بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۴۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ اَنْ تَنْفِرَ اِذَا اَفَاضَتْ قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ اِنَّھَا لَا تَنْفِرُ

ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ بَعْدُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حائضہ جب طواف زیادہ کرلے تو اس کو کوچ کرنے کی رخصت دی گئی۔ فرمایا کہ میں نے ابن عمرؓ کے متعلق سنا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کوچ نہ کرے پھر بعد میں سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں کو اجازت کوچ دے دی تھی۔

حدیث نمبر ۱۵۴۵ حدثنا ابو النعمان الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرٰى اِلَّا الْحَجَّ فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ مِنْ نِّسَائِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ الْهَدْيُ فَحَاضَتْ هِيَ فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ لَيْلَةُ النَّفْرِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّ اَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِيْ قَالَ مَا كُنْتِ تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا قُلْتُ لَا قَالَ فَاخْرُجِيْ مَعَ اَخِيْكِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهِلِّيْ بِعُمْرَةٍ وَّمَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ وَّحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرٰى حَلْقٰى اِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا اَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَلَا بَاْسَ انْفِرِيْ فَلَقِيْتُهٗ مُصْعِدًا عَلٰى اَهْلِ مَكَّةَ وَاَنَا مُنْهَبِطَةٌ اَوْ اَنَا مُصْعِدَةٌ وَّهُوَ مُنْهَبِطٌ وَقَالَ مُسَدَّدٌ قُلْتُ لَا تَابَعَهٗ جَرِيْرٌ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ہماری نیت صرف حج کرنے کی تھی۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ پہنچے تو آپؐ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ آپؐ بھی حلال نہ ہوئے۔ کیونکہ آپؐ کے ہمراہ ھدی تھی۔ پس ان لوگوں نے بھی طواف کیا۔ جو آپؐ کے ہمراہ تھے۔ آپ کی عورتوں میں سے اور اصحاب کرام میں سے۔ اور ان میں سے وہ لوگ حلال ہو گئے۔ جن کے ہمراہ ھدی نہیں تھی۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں۔ پس ہم نے اپنے حج کے افعال و اقوال ادا کئے۔ پس جب حصبہ کی رات یعنی کوچ کرنے کی رات آئی۔ تو حضرت عائشہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ! میرے سوا آپؐ کے

اصحاب سب کے سب حج اور عمرہ ادا کرکے چلے گئے۔ آپؐ نے پوچھا۔ جب ہم لوگ مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ کیا تونے بیت اللہ کا طواف کرلیا تھا۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا پس اپنے بھائی کے ہمراہ تنعیم میقات کی طرف جاؤ۔ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھو۔ تمہارے وعدہ کی جگہ فلاں فلاں مکان ہے یعنی فلاں مقام فراغت کے بعد پہنچ جانا۔ میں تو حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ہمراہ تنعیم چلی گئی۔ میں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ لیکن حضرت صفیہ بنت حیی حائضہ ہوگئیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اسے بانجھ کرے اور یہ سرمنڈی تو کیا ہمیں روکنے والی ہوگی۔ کیا تونے دسویں کے دن بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا کیوں نہیں تو آپؐ نے فرمایا اب کوچ کرو۔ پس حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میری واپسی پر آپؐ سے اس حالت میں ملاقات ہوئی۔ آپؐ اہل مکہ کی چڑھائی پر چڑھ رہے تھے۔ اور میں اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی تو آپؐ اتر رہے تھے۔ مسدد فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں نے تمتع نہیں کیا صرف حج ہوا ہے۔ جریہ نے اس لفظ لا میں مسدد کی متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امر الناس سے طواف وداع کا وجوب ثابت ہوا کیونکہ الامر للوجوب۔ بالبیت ان یکون طواف الوداع آخر العھد بہ اور ترجمہ اسی سے ثابت ہے کہ آخری بار بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ طوافِ وداع کے پانچ نام ہیں۔ طوافِ صدر[1]۔ صدر کے معنے رجوع کے ہیں۔ طوافِ وداع[2]۔ کیونکہ بیت اللہ سے جدائی ہورہی ہے۔ طوافِ افاضہ[3]۔ افاضہ کے معنی لوٹنے کے ہیں۔ منیٰ سے لوٹ کر بیت اللہ کی طرف آنا پڑتا ہے۔ وطواف آخر[4] عہد اور طواف واجب۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ جو شخص مکہ میں اقامت کا ارادہ کرے۔ اس پر طوافِ وداع نہیں ہے۔ کیونکہ یہ طواف مفارق کے لئے ہے للازم کے لئے نہیں ہے۔ اور جو شخص مکہ سے جارہا ہے۔ اس کو طواف بیت اللہ ضرور کرکے جانا چاہیئے۔ جس کے ترک سے دم لازم آئے گا۔ البتہ حائضہ سے تخفیف کی گئی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فدع قولک زید ھو اکبر منک سناً۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت ابن عباسؓ نے اگرچہ حبر الامۃ بحر الامۃ اور احد العبادلۃ ہیں۔ مگر حضرت زید بن ثابتؓ سے سن میں چھوٹے تھے۔ کیونکہ یہ حجۃ الوداع میں قریب البلوغ تھے اور

حضرت زید غزوہ احد میں شامل ہو چکے ہیں۔ اور کاتب وحی اور جامع القرآن ہیں۔ خود حضرت زید بن ثابتؓ جب سوار ہونے لگے تو ابن عباسؓ نے ان کی رکاب پکڑی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اے ابن عم رسول اللہ آپ ہٹ جائیں۔ فرمایا نہیں۔ ہم علماء اور کبراء امت کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قلت بلیٰ ← کبھی کلمہ بلیٰ بمعنی لا کے مستعمل ہوتا ہے۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ابو النعمان کی روایت میں تو قلت بلیٰ ہے۔ لیکن امام بخاریؒ نے آخر حدیث میں قال مسدد لا کہہ کر اختلافِ روایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر تابعہ جریر کہہ کر قول لا کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ اگر ابو النعمان کی روایت میں لفظ لا ہوتا تو پھر قال مسدد کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ تو اگر لفظ بلیٰ صحیح ہے تو جیسے شیخ گنگوہیؒ نے اسے نفی پر محمول کیا ہے یا اسے وہم ابو النعمان پر محمول کیا جائے یا نسیان عائشہؓ پر محمول کیا جائے۔ بہر حال عام فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ حائضہ پر طوافِ وداع واجب نہیں ہے۔ حضرت زید بن ثابت وجوب کے قائل تھے۔ بعد ازاں اس سے رجوع کر لیا۔ حضرت صفیہؓ کی روایت سے جمہور کا مستدل ہے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو مقام ابطح میں کوچ کے دن عصر کی نماز پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۵۴۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الخ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد العزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ مجھے وہ بات بتلاؤ جو تمہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوئی ہو۔ کہ آپؐ نے آٹھویں ذی الحجہ ترویہ کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی۔ فرمایا منیٰ میں پڑھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ کوچ کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی۔ فرمایا ابطح میں پڑھی۔ لیکن تم ایسے ہی کرو۔ جیسے تمہارے حکام کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۴۷ حدثنا عبد المتعال بن طالب الخ ان قتادة حدثه ان انس بن مالك حدثه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه صلى الظهر والعصر والمغرب والعشاء ورقد رقدة بالمحصب ثم ركب الى البيت فطاف به۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز وادی محصب یعنی ابطح میں پڑھی۔ اور تھوڑی سی نیند فرمائی پھر سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف تشریف لائے اور اس کا طواف کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ محصب ابطح۔ بطحاء ذی طوی اور خیف بنی کنانہ سے یہاں پر ایک ہی معنی مراد ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مسئلہ تحصیب یعنی وادی محصب میں ٹھہرنا سنت ہے یا نہیں۔ اس میں سلف کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اس کے استحباب کے قائل ہیں۔ اقتداء بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض حضرات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس کی سنیّت کے قائل نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو حضرات اسی سنیّت کی نفی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ مناسک حج میں سے نہیں۔ اس لئے اس کے ترک پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔ اور جو اس کی سنیت کے قائل ہیں۔ جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہ وہ بھی کہتے ہیں۔ کہ حج سے تو اس کا تعلق نہیں ہے البتہ یہ الگ سنت ہے۔

محصب۔ ذی طوی۔ ابطح اور خیف بنی کنانہ شیئ واحد ہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے نزول بذی طوی کے باب میں وہی روایات ذکر فرمائی ہیں جو باب المحصب میں بیان ہوئی ہیں۔ باقی اس ترجمہ سے مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ ان مقامات پر رات گزارنا راجع من مکہ کے لئے مشروع ہے۔

باب المحصب

ترجمہ۔ محصب وادی کے بارے میں

حدیث نمبر ۱۵۴۸ حدثنا ابو نعيم الخ عن عائشة رضي الله عنها قالت

اِنَّمَا كَانَ مَنْزِلٌ يَنْزِلُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَكُوْنَ اَسْمَحَ لِخُرُوْجِهٖ يَعْنِيْ بِالْاَبْطَحِ۔

ترجمہ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔کہ محصب ایک پڑاؤ تھا۔جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اترے تھے تاکہ آپؐ کے لئے وہاں سے ابطح روانگی آسان ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۵۴۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ اِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وادی محصب میں ٹھہرنا کوئی سنت نہیں ہے۔بلکہ وہ ایک پڑاؤ تھا جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے تھے۔

تشریح از قاسمی حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما تحصیب کی سنیت کے قائل نہیں ہیں۔وہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد آرام کرنے کے لئے اترے تھے۔اور وہاں عصرین اور مغربین ادا فرمائی تھیں۔اور چودھویں کی رات وہاں پر بسر فرمائی تھی۔لیکن احنافؒ فرماتے ہیں۔جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نزول ثابت ہے۔اور خلفاء راشدین کا بھی اس پر عمل رہا ہے۔تو مستحب تو ضرور ہوا۔لیکن یہ مناسک حج سے متعلق نہیں ہے۔

بَابُ النُّزُوْلِ بِذِيْ طُوًى قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَالنُّزُوْلِ بِالْبَطْحَآءِ الَّتِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ اِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ۔

ترجمہ۔باب مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں اترنا۔مکہ سے واپسی پر اس بطحاء میں اترنا جو ذی الحلیفہ میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۵۰ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ كَانَ يَبِيْتُ بِذِيْ طُوًى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِيْ بِاَعْلٰى مَكَّةَ وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ اِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَاْتِي الرُّكْنَ الْاَسْوَدَ فَيَبْدَاُ بِهٖ ثُمَّ يَطُوْفُ سَبْعًا ثَلٰثًا سَعْيًا وَّاَرْبَعًا مَشْيًا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيُصَلِّيْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ اَنْ يَرْجِعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَيَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ اِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اَنَاخَ بِالْبَطْحَآءِ

الَّتِیْ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ الَّتِیْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنِیْخُ بِھَا ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ دو گھاٹیوں کے درمیان ذی طوی میں رات بسر کرتے تھے۔ پھر اس گھاٹی سے جو مکہ کے اوپر والے اعلیٰ حصہ میں ہے اس سے اندر داخل ہوتے تھے۔ اور جب بھی آپ مکہ معظمہ میں حج کی نیت سے یا عمرہ کے لئے تشریف لاتے تو اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے کے پاس ہی بٹھلاتے تھے۔ پھر داخل ہو کر رکن اسود کے پاس پہنچتے تو وہاں سے طواف کی ابتدا کرتے۔ سات مرتبہ طواف کے چکر ہوتے تین میں دوڑ ہوتی تھی اور چار جگہ آرام سے چل کر لگائے جاتے۔ پھر فارغ ہو کر پھرتے اور دو رکعت نماز طواف ادا کرتے۔ اور اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹنے سے پہلے چل کر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے۔ اور جب حج اور عمرہ سے لوٹتے تو وہ بطحاء جو ذی الحلیفہ میں ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی بٹھایا کرتے تھے۔ وہاں پر اپنی اونٹنی بٹھاتے۔

حدیث نمبر ۱۵۵۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْوَھَّابِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ نَزَلَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ کَانَ یُصَلِّیْ بِھَا یَعْنِی الْمُحَصَّبَ الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ اَحْسِبُہٗ قَالَ وَالْمَغْرِبَ قَالَ خَالِدٌ لَآ اَشُکُّ فِی الْعِشَآءِ وَیَھْجَعُ ھَجْعَۃً وَّیَذْکُرُ ذٰلِکَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نزول فرماتے اور حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ بھی اور ابن عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ وادی محصب میں ظہر اور عصر کی نماز ادا کرتے تھے اور میرا گمان ہے کہ مغرب کا قول بھی کیا۔ خالد فرماتے ہیں عشاء کی نماز کے بارے میں مجھے کوئی شک نہیں ہے اور تھوڑی دیر سو جاتے۔ اور اس کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طوی میں نزول فرمایا کرتے اور وہ بطحاء جو ذی الحلیفہ میں اسی میں نزول فرماتے تھے۔ متبادر اس بطحاء سے وادی محصب معلوم ہوتا تھا۔ لیکن امام بخاریؒ کا مقصد اس بطحاء کا نزول سنت ثابت کرنا ہے جو ذی الحلیفہ مدینہ کے قریب ہے جس کو آپ نے بطحاء کو اسم موصول کی زیادتی سے بیان کیا کہ اس بطحاء سے مراد ذی الحلیفہ قریب مدینہ کا مراد ہے وہاں بھی نزول سنت ہے۔

دیکھیے ہجتہ الخ اور یہ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں اس جگہ یعنی محصب میں اترے۔ اور وہاں چار نمازیں پڑھیں۔ اور وہ نیند کی کیونکہ یہاں ہی آپ کا ٹھکانا تھا چنانچہ ابن عمرؓ کا بھی یہی معمول تھا۔ کہ جب مکہ میں آتے تو وادی محصب میں ضرور ٹھہرتے اور کئی نمازیں پڑھتے پھر تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے یا کچھ دیر کے لئے لیٹ جاتے۔ سنت پر عمل کرنے کے لئے۔ اس کے بعد مکہ میں اپنے ٹھکانا پر تشریف لاتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | التی بذی الحلیفہ یہ بطحار کی صفت ہے۔ اس سے اس بطحار کی نفی کرنا ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان ہے۔ اور وہ بطحار جو ذی الحلیفہ میں ہے وہ اہلِ مدینہ کے نزدیک لتعرس کے نام سے مشہور ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ نزول میں اتباع صرف محصب سے مختص نہیں بلکہ اور منازل بھی ہیں

بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِی طُوًی إِذَا رَجَعَ مِنْ مَّكَّةَ

حدیث نمبر ۱۵۵۲ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو مکہ سے واپسی پہ ذی طوی میں اترتے تھے۔

ترجمہ۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب وہ مکہ معظمہ آتے تو ذی طوی میں رات بسر کرتے یہاں تک کہ جب صبح کرتے تو مکہ میں داخل ہوتے۔ اور جب واپس کوچ کرتے تو ذی طوی سے گذرتے وہاں رات بسر کرتے اور یہاں تک کہ صبح کرتے اور ذکر کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی کرتے تھے۔

بَابُ التِّجَارَةِ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ۔ موسم حج میں تجارت کرنا اور جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کرنا۔

حدیث نمبر ۱۵۵۳ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ الخ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظُ مُتَجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوا ذٰلِكَ حَتّٰى نَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ذو المجاز اور عکاظ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کی تجارت گاہیں تھیں پس جب اسلام آیا ۔ گویا کہ مسلمانوں نے ان مقامات میں تجارت کرنا مکروہ جانا تو یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ یہ ہے ۔ کہ تم پہ گناہ نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو ۔ یعنی حج کے دنوں میں ۔

تشریح از شیخ گنگوہی | کانھم کرھوا ذلک الخ یا تو اس وجہ سے مکروہ سمجھا کہ یہ ایک چیز تھی جس کو لوگ زمانۂ جاہلیت میں کرتے تھے ۔ تو اس کو جاہلیت کی رسم سمجھ کر اسلام میں اسے گناہ سمجھنے لگے ۔ یا دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان حضرات نے یہ گمان کیا ۔ کہ اخلاص عمل اس وقت حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ مقصد شوائب غیر خالی ہو یعنی غیر کی ملاوٹ نہ ہو ۔ تو ان کو رخصت دی گئی ۔ بایں ہمہ جس شخص کی نیت اور عمل خالص ہو گا کہ وہ ان دونوں کو خالصاً اللہ تعالیٰ کے لئے کرے گا وہ اس شخص سے افضل ہے جس کی نیت اور عمل میں ملاوٹ ہو

تشریح از شیخ زکریا | شیخ گنگوہیؒ نے جو دو وجوہ بیان فرمائی ہیں وہ واضح ہیں ۔ پہلی وجہ ترجمہ کی جزء ثانی کے مطابق ہے اور دوسری وجہ ترجمہ کے جزء اول سے مناسب ہے ۔ بہرحال روایت وجہ ثانی پر دلالت کرتی ہیں ۔ ذو المجاز بفتح المیم ہے عکاظ بضم العین وتخفیف الکاف ۔ اور تیسرا بازار مجنہ ہے جس کا ذکر نہیں ہوا ۔ کیونکہ وہ موسم حج میں نہیں لگتا تھا ۔ یہ بازار اسلام میں قائم رہے ۔ یہاں تک سوق عکاظ ذرر خوارج میں ۱۲۹ھ میں متروک ہو گیا باقی بعد میں ختم ہوئے ۔

بَابُ الْإِدِّلَاجِ مِنَ الْمُحَصَّبِ

ترجمہ : ۔ وادی محصب سے رات کے آخری حصہ میں چلنا ۔ ادلاج اگر تشدید دال سے ہو تو اس کے معنے آخر لیل میں چلنے کے ہیں ۔ اور اگر بسکون الدال ہو ۔ تو اس کے معنے اول لیل میں چلنے کے ہیں ۔ یہاں پہلے معنے مراد ہیں ۔

حدیث نمبر ۱۵۵۴ حدثنا عثمان بن حفص عن عائشۃؓ قالت حاضت صفیۃ لیلۃ النفر فقالت ما ارانی الا حابستکم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عقری حلقی اطافت یوم النحر قیل نعم قال فانفری قال ابو عبد اللہ وزادنی محمد عن عائشۃؓ قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نذکر الا الحج فلما قدمنا امرنا ان نحل فلما کانت لیلۃ النفر حاضت صفیۃ بنت حیی فقال النبی حلقی عقری ما اراھا الا حابستکم ثم قال کنت طفت یوم النحر قالت نعم قال فانفری قلت یا رسول اللہ انی لم اکن حللت قال فاعتمری من التنعیم فخرج معھا اخوھا فلقیناہ مدلجا فقال موعدک مکان کذا وکذا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہؓ کوچ والی رات حائضہ ہوگئیں تو کہنے لگی کہ میں سمجھتی ہوں کہ میں تمہیں کوچ کرنے سے روکنے والی ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقری حلقی کیا اس نے دسویں کے دن طواف کیا تھا کہا گیا کہ ہاں فرمایا کوچ کرو۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ محمد نے دوسری سند سے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ فرماتی ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ہم تو حج کے سوا اور کوئی ذکر نہیں کرتے تھے۔ جب مکہ آئے تو آپؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم حلال ہو جائیں۔ اور جب کوچ کی رات ہوئی تو بی بی صفیہ بنت حیؓ حائضہ ہوگئیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حلقی عقری شاید یہ ہمیں روک دینے والی ہو جائے۔ پھر پوچھا کہ کیا تو نے دسویں کے دن طواف کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ کوچ کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں حلال نہیں ہوئی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھو۔ تو ان کے ہمراہ ان کے بھائی تشریف لے گئے۔ پس ہماری ملاقات آپؐ سے ایسی حالت میں ہوئی جب رات کے آخری وقت میں چلنے والے تھے۔ فرمایا۔ تمہارے وعدہ کا مقام فلاں فلاں مکان ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ حللت الخ اس عبارت سے مقصد یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جب مکہ تشریف لائی تھیں تو انہوں نے عمرہ نہیں کیا تھا۔ تو یہاں لازم کو ملزوم کی جگہ رکھا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ شراح کی توجیہ سے زیادہ دقیع ہے۔ کیونکہ وہ حضرات فرماتے ہیں لم اکن حللت ای لم اکن تمتعت کیونکہ وہ متمتع نہیں تھی بلکہ قارنہ تھیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اعمری اس پر کیسے مرتب ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ الْعُمْرَةِ

بَابُ الْعُمْرَةِ وُجُوْبُ الْعُمْرَةِ وَفَضْلُهَا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْسَ اَحَدٌ اِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَّعُمْرَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّهَا لَقَرِيْنَتُهَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔

ترجمہ۔ عمرہ واجب ہے اور اس کی فضیلت کا بیان ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص ایسا نہیں مگر اس پر حج اور عمرہ واجب ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ کتاب اللہ میں حج کے ساتھ ساتھ مذکور ہے۔ جیسے اتموا الحج والعمرة لله۔ ترجمہ۔ حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔

حدیث نمبر ۱۵۵۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان والے گناہوں کے لئے کفارہ ہے۔ اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ نے وجوب عمرہ پر آیت سے استدلال کیا ہے۔ جو تام نہیں۔ اس لئے کہ آیت وجوب اتمام پر دلالت کرتی ہے۔ نفس وجوب عمرہ پر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد واجب ہو جائے گا۔ جیسے نفل شروع کرنے کے بعد اس کا اتمام واجب ہو جاتا ہے۔ اس سے ابتدأً وجوب ثابت نہیں ہو جاتا۔ اور ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کا قول جو نص قطعی کے خلاف ہے۔ اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ قران فی النظم قران فی الحکم پر دلالت

نہیں کرتا۔ اور شاید ابن عباسؓ نے اقتران فی النظم سے مشارکت فی الوجوب مراد نہ لی ہو بلکہ ان کی مراد یہ ہو کہ جیسے حج اور عمرہ دونوں نظم میں مقترن ہیں ایسے حکم میں بھی مقترن ہوں۔ محض اس اقتران کی وجہ سے نہیں بلکہ نص یا اجتہاد یا کسی اور وجہ سے حکم نکالا ہو۔ اور اس کا جواب ہو چکا ہے کہ نص کے مقابلہ میں اجتہاد قابلِ التفات نہیں ہوتا۔ رہا ابن عمرؓ کا قول لیس احد الا علیہ حجۃ وعمرۃ اپنے عموم کے اعتبار سے تو ہر غنی اور فقیر کو شامل ہے۔ حالانکہ حج اس شخص پر فرض ہے جو مالدار ہو اور راستے کی طاقت بھی رکھتا ہو۔ تو عموم باقی نہ رہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | لغت میں عمرہ کے معنے زیارۃ کے ہیں۔ اور چونکہ عمرہ میں مودّت اور دوستی کی تعمیر ہوتی ہے اس لئے اسے عمرہ کہا جاتا ہے۔ یا عمارت ضد خراب کی ہے۔ جیسے انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن الآیۃ۔ اور اصطلاح شریعت میں درمختار کے مطابق العمرۃ احرام، طواف وسعی وحلق وقصر واحرام تو شرط ہے۔ طواف رکن اعظم ہے باقی واجبات ہیں۔ اس کے حکم میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ امام احمدؒ ثوریؒ اور اوزاعیؒ اس کے وجوب کے قائل ہیں امام مالکؒ اور ایک جماعت اسے سنت کہتی ہے امام ابو حنیفہؒ اسے نفل کہتے ہیں۔ لیکن مشہور یہ ہے۔ احناف عمرہ کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ اور قاضی خان میں اسے واجب کہا گیا ہے۔ مانعین وجوب کی دلیل یہ ہے کہ اتموا الحج والعمرۃ سے اتمام افعال مراد ہے۔ کیونکہ بعد ازاں آیت میں ہے۔ ان احصرتم ای منعتم من اتمامھما اس لئے علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ حج اور عمرہ دونوں شروع کرنے سے لازم ہو جاتے ہیں۔ خواہ کوئی وجوب کا قائل ہو یا سنیت کا قائل ہو۔ چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اتموا الحج والعمرۃ للہ ای ان تحرم من دویرۃ اھلک اور شعبی کی قرأت میں ہے اتموا الحج والعمرۃ للہ برفع العمرۃ جس سے معلوم ہوا کہ عمرہ واجب نہیں ہے۔ چنانچہ ان دونوں حضرات ابن عمرؓ وابن عباسؓ کی مخالفت کرتے ہوئے عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ھی تطوع اور حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا اواجبۃ ھی قال لا وان تعتمر وھو افضل اور حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ فرماتے ہیں الحج جہاد والعمرۃ تطوع۔

وقد علمت ان ایقران فی النظم الخ صاحب نور الانوار فرماتے ہیں ان القران فی النظم یوجب القران فی الحکم یہ امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ ہمارے نزدیک شرکت واجب نہیں جبکہ

عطف الجملہ علی الجملہ ہو۔

بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو حج سے پہلے عمرہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۵۵۶ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَأْسَ قَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ۔

ترجمہ۔ عکرمہ بن خالدؒ نے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ ادا کیا۔

حدیث نمبر ۱۵۵۷ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ قَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلَهُ۔

ترجمہ۔ عکرمہ بن خالدؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عمرؓ سے اس طرح پوچھا اور انہوں نے اس طرح جواب دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ عمرہ کو حج پر مقدم کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ ادب اور ارشاد ہے لیکن افضل یہ ہے پہلے حج کرے پھر عمرہ ادا ہو۔ کیونکہ تقدیم عمرہ سے حج کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ایک تو بعد مسافت کی وجہ سے دوسرے کثرت مشاغل انسان کو دوسری دفعہ آنے سے روک دیتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے پہلے حج کرلے نیز! حج فرض ہے۔ وہ اولیٰ بالتقدیم ہے کہ جس کی طرف جلدی کرنی چاہیئے۔ عمرہ تو سنت ہے۔ شاید سنت عمرہ پر عمل کرنے سے فرض فوت نہ ہو جائے۔ لیکن جواز میں کسی کو کلام نہیں عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کو حج پر مقدم کیا ہے۔ مگر آپؐ کے فعل سے استدلال اس وقت تام ہوگا جب کہ حج عمرہ سے پہلے فرض ہو چکا ہو۔ لیکن جن لوگوں کے نزدیک حج کی فرضیت سن ۹ نو ہجری میں ہے۔ ان کے قول پر آپؐ کے فعل سے احتجاج ممکن نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب حج فرض ہی نہیں ہوا۔ تو حج اور عمرہ عدم وجوب میں برابر ہوگئے۔ پس ایک کی تقدیم دوسرے پر مضر نہیں ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | علامہ خطابیؒ نے نقل کیا ہے۔ کہ جواز العمرۃ قبل الحج پر علماء میں کوئی اختلاف نہیں۔

بَابُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے ادا کئے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۵۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَاِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رض وَاِذَا نَاسٌ يُصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ صَلٰوتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعًا اِحْدٰهُنَّ فِيْ رَجَبٍ فَكَرِهْنَا اَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ رض اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ يَا اُمَّاهُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ مَا يَقُوْلُ قَالَ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمُرَاتٍ اِحْدٰهُنَّ فِيْ رَجَبٍ قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً اِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهٗ وَمَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبٍ قَطُّ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ میں اور عروہ بن الزبیر مسجد میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہیں۔ اور لوگ مسجد نبوی میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے۔ تو ہم نے ان کی نماز کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا یہ بدعت ہے۔ پھر ان سے پوچھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے ہیں۔ فرمایا چار عمرے۔ جن میں سے ایک رجب میں تھا پس ہم نے ان کی بات کو رد کرنا مناسب نہ سمجھا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ہم نے حجرہ میں سے حضرت عائشہؓ کے مسواک کرنے کی آواز سنی۔ تو حضرت عروہ نے کہا کہ اے میری ماں اے مومنوں کی ماں! کیا آپؓ نے ابو عبدالرحمٰن کی بات نہیں سنی۔ فرمایا وہ کیا کہتا ہے۔ کہا وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ ان میں سے ایک رجب میں تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے۔ واقعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو

بھی عمرہ کیا اس میں یہ حاضر تھے۔ لیکن آپؐ نے کوئی عمرہ رجب میں نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۱۵۵۸ حدثنا ابو عاصم الخ عن عروۃ بن الزبیر قال سألت عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت ما اعتمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رجب۔

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عمرہ فی رجب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۱۵۵۹ حدثنا حسان بن حسان الخ عن قتادۃ سألت انسا رضی اللہ عنہ کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع عمرۃ الحدیبیۃ فی ذی القعدۃ حیث صدہ المشرکون وعمرۃ من العام المقبل فی ذی القعدۃ حیث صالحھم وعمرۃ الجعرانۃ اذ قسم غنیمۃ اراہ حنین قلت کم حج قال واحد۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے فرمایا چار عمرے کئے۔ عمرہ حدیبیہ ذی قعدہ میں جبکہ مشرکوں نے آپؐ کو روک دیا تھا۔ اور دوسرا عمرہ قضا دوسرے سال ذی قعدہ میں جب کہ مشرکین نے اس پر آپؐ سے صلح کی تھی اور تیسرا عمرہ جعرانہ کا ہے۔ جہاں آپؐ نے حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمایا ہے۔ میں نے کہا حج کتنے کئے فرمایا ایک حج جس کے ساتھ چوتھا عمرہ تھا۔

حدیث نمبر ۱۵۶۰ حدثنا ابو الولید الخ عن قتادۃ سألت انسا فقال اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث ردوہ ومن القابل عمرۃ الحدیبیۃ وعمرۃ فی ذی القعدۃ وعمرۃ مع حجتہ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمرہ تو وہ ہوگیا جب کہ کفار نے آپؐ کو واپس لوٹایا تھا اور آنے والے سال عمرہ حدیبیہ اور تیسرا عمرہ ذی القعدہ میں جعرانہ سے اور چوتھا عمرہ حج کے ساتھ تھا۔

حدیث نمبر ۱۵۶۱ حدثنا ھدبۃ بن خالد الخ قال اعتمر اربع فی ذی القعدۃ الا التی اعتمر مع حجتہ عمرتہ من الحدیبیۃ ومن العام

الْمُقْبِلِ وَمِنَ الْجِعِرَّانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهٖ۔

ترجمہ۔ ھمام نے حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاروں عمرے ذی قعدہ میں کئے ماسوا اس عمرے کے جو حج کے ساتھ تھا ایک عمرہ حدیبیہ سے تھا۔ دوسرا عمرہ قضا جو آئندہ سال میں ہوا اور تیسرا جعرانہ سے جہاں پر آپؐ نے حنین کے غنائم تقسیم فرمائے اور ایک عمرہ حج کے ساتھ تھا۔

حدیث نمبر ۱۵۶۲ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الخ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا وَّعَطَآءً وَّمُجَاهِدًا فَقَالُوْا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ وَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍؓ يَقُوْلُ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابواسحاقؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت مسروق، عطار اور مجاہد سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرے کئے۔ فرمایا کہ میں نے حضرت براء بن عازبؓ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے دو عمرے ذی قعدہ میں ادا کئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ

استسان عائشہؓ الخ استسان کا معنی ہے مسواک کا دانتوں پر سے گذارنا۔ اس کا سماع یا تو عاعا کی آواز سے تھا یا دانتوں کی کھسکھاہٹ کی وجہ سے تھا۔

الا التی اعتمر مع حجتہ اگرچہ اس عمرہ کی ابتدا ذی قعدہ میں ہوئی تھی مگر اس کا اختتام ذی الحجہ میں ہوا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ

فی رجب قط یہ ان کے نسیان کی طرف اشارہ ہے افقمت بہذی الحجہ۔ کیونکہ آپؐ کا مدینہ سے روانہ ہونا ذی قعدہ کی آخری تاریخوں میں تھا اور مکہ میں داخلہ چار ذی الحجہ کو تھا اس لئے شیخ گنگوہیؒ خاتمہ کی نسبت ذی الحجہ کی طرف فرمائی۔

بَابُ عُمْرَةٍ فِیْ رَمَضَانَ

ترجمہ۔ رمضان میں عمرہ کرنا۔

حدیث نمبر ۵۶۳ حدثنا مسدد الخ سمعت ابن عباس یخبرنا یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لامرأة من الانصار سماها ابن عباس فنسیت اسمها ما منعک ان تحجین معنا قالت کان لنا ناضح فرکبه ابو فلان وابنه لزوجها وابنها وترک ناضحا ننضح علیه قال فاذا کان رمضان اعتمری فیه فان عمرة فی رمضان حجة او نحوا مما قال ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے فرمایا جس کا نام ابن عباسؓ نے لیا تھا مگر میں اس کا نام بھول گیا کہ تجھے ہمارے ساتھ حج کرنے سے کس چیز نے روکا ۔ کہنے لگی ہمارے پاس ایک آب کش اونٹ تھا ۔ میرا خاوند اور میرا بیٹا اس پر سوار ہوئے ۔ اور ایک دوسرا آب کش چھوڑ گئے جس پر ہم آب کشی کرتے تھے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آئے ۔ تو اس میں عمرہ کر لینا ۔ کیونکہ رمضان شریف میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے ۔ یا اس قسم کے اور الفاظ فرمائے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ جو روایت لاتے ہیں وہ اس باب میں اصح الروایات ہے ۔ اور امام ابوداودؒ نے جو اس عورت کا قصہ بیان کیا ہے تو اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا جو مؤلف نے بیان کیا ہے ۔ یا اس میں خطاء واقع ہوئی ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے ۔ عمرہ فی رمضان حج کے قائم مقام ہے ۔ مگر یہ معنی صحیح نہیں بلکہ تشبیہ ثواب واجر میں ہے ۔ اسی پر اجماع امت ہے ۔ حافظؒ فرماتے ہیں ۔ کہ آپؐ سے عمرہ اشہر حج میں ثابت ہے ۔ رمضان کے عمرہ کی فضیلت حدیث باب سے معلوم ہوتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ غیر نبی کے لئے تو عمرہ رمضان افضل ہے ۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی افضل تھا جو آپؐ سے ادا ہوا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معقلؓ کو حکم دیا کہ رمضان میں عمرہ کرو ۔ کیونکہ مقام اور زمان کی وجہ سے اس میں فضیلت ہے مگر خود کثرت مشاغل کی وجہ سے عمل نہ کر سکے ۔ نسائی اور طبرانی میں قصہ ام معقل کا ہے ۔ زینب جس کے خاوند کا نام ابو معقل الہیثم اور بیٹا معقل ہوگا ۔ لیکن ام معقل انصاریہ نہیں امام بخاری کی روایت میں انصاریہ کا ذکر ہے اس لئے ابن حبان کے نزدیک یہ واقعہ ام سلیم کا ہے جس کا خاوند ابوطلحہ اور ان کا بیٹا تو حج پر گئے ۔ اور

انہیں پیچھے چھوڑ گئے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ان کا بیٹا انسؓ ہوگا۔ کیونکہ ابو طلحہ کوئی بڑا بیٹا نہیں تھا جو ان کے ساتھ حج پہ گیا ہو۔ اور بعض نے اس عورت کا نام ام سنان لکھا ہے۔ جیسا کہ خود مصنفؒ نے باب حج النساء میں ان کا نام صراحۃ ام سنان ذکر کیا ہے۔ لیکن راجح یہ ہے کہ وہ ام معقل ہے۔ اور بعض نے ام سنان اور ام معقل کو ایک قرار دیا ہے۔ تو اس بنا پر مؤلف کا کہنا صحیح ہوگا۔ یرجع الی ما رواہ المؤلف اور نسبت الخطاء اضطراب روایات کی وجہ سے ہے اور میرے نزدیک یہ متعدد واقعات ہیں۔

بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا

ترجمہ۔ حصبہ وغیرہ کی رات میں عمرہ کرنا۔

حدیث نمبر ۱۵۶۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ فَقَالَ لَنَا مَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلَوْلَا اَنِّيْ اَهْدَيْتُ لَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ قَالَتْ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَكُنْتُ مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَاَظَلَّنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْفُضِيْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ اَرْسَلَ مَعِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے کہ ہم ذی القعدہ کو پورا کرنے والے اور ذی الحجہ کا استقبال کرنے والے تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا۔ کہ جو شخص تم میں سے چاہے حج کا احرام باندھے اور جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔ اگر میں نے ھدی نہ چلائی ہوتی۔ تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ پس کچھ لوگ تو ہم میں سے وہ تھے جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور کچھ نے حج کا احرام باندھا۔ میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ یوم عرفہ مجھ پر ایسے حال میں آیا کہ میں حائضہ تھی۔ جس کی شکایت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا کہ تم عمرہ چھوڑ دو۔ اور

سر کو کھول دو۔ کنگھا کرو۔ اور حج کا احرام باندھ لو۔ لیکن جب لیلۃ الحصبۃ ہوئی۔ تو آپؐ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبد الرحمٰن کو تنعیم کی طرف بھیجا جہاں میں نے اپنے اس عمرہ کی بجائے عمرہ کا احرام باندھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ نے یہ باب اس لئے باندھا ہے۔ کہ پانچ دن ہیں جن میں عمرہ نہیں کیا جا سکتا۔ یوم عرفہ۔ یوم النحر اور تین دن ایام تشریق کے۔ ان کے ماسوا عمرہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ پھر ایام حج میں پچھلی راتوں کا اعتبار ہے۔ پہلی راتوں کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ لیلۃ العرفہ وہ رات ہے جو یوم عرفہ کے بعد آتی ہے نہ کہ وہ رات جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ اسی طرح لیلۃ النحر بھی وہ ہوگی جو یوم النحر گزر جانے کے بعد آئے گی نہ کہ گزر جانے والی رات مراد ہوگی تو یہاں وہم ہوتا تھا کہ شاید ایام تشریق کے تین دن گزر جانے کے بعد جو رات آئے گی وہ بھی ممانعت میں داخل ہوگی۔ کیونکہ حسب قاعدہ یہ تیرھویں کی رات ہے۔ اگرچہ حقیقت میں یہ چودھویں کی رات ہے۔ تو مصنفؒ نے لیلۃ الحصبۃ کی تصریح کر کے اس وہم کو دفع کر دیا۔ حاصل یہ ہے کہ قاعدہ متعارفہ کی مخالفت افعال حج کی وجہ سے تھی۔ جب وہ ختم ہو گئے اور پورے ادا کئے گئے تو اب اس قاعدہ متعارفہ کا اعتبار ہوگا۔ اس رات عمرہ کرنے کی اجازت ہے۔ جیسے حضرت عائشہؓ کا عمل اس پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں کہ لیلۃ الحصبۃ سے مراد وادی محصب میں رات بسر کرنے والی رات مراد ہے۔ چنانچہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کا مسئلہ فقہی یہ ہے کہ حاجی ایام تشریق تک افعال حج مکمل کرنے کے بعد عمرہ کر سکتا ہے۔ احنافؒ کے نزدیک سارا سال عمرہ کرنا جائز ہے سوائے ان پانچ ایام حج کے جن میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کسی وقت بھی عمرہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک اشہر الحج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے۔ لیالی ایام کے تابع ہیں الا یوم عرفہ۔ یوم النحر و ایام تشریق رفقاً بالناس۔ ویسے ہر رات آنے والے دن کے تابع ہے۔ چنانچہ تراویح رمضان کی پہلی رات پڑھی جاتی ہے۔ شوال کی رات میں نہیں پڑھی جاتی۔ اس پر سلف خلف سب کا اجماع ہے۔

بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيمِ

ترجمہ۔ تنعیم سے عمرہ کرنا۔

حدیث نمبر ۱۵۶۵ حدثنا علی بن عبد اللہ الخ ان عبد الرحمن بن ابی بکرؓ اخبرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یردف عائشۃؓ ویعمرھا من التنعیم قال سفیان مرۃ سمعت عمرًا وکم سمعتہ من عمرو۔

ترجمہ۔ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ کو ردیف بناؤ اور انہیں تنعیم سے عمرہ کراؤ۔ سفیان کبھی کہتے ہیں۔ میں نے عمرو سے سنا اور بہت دفعہ یہ کہا کہ میں نے اس کو عمرو سے سنا۔

حدیث نمبر ۱۵۶۶ حدثنا محمد بن المثنیٰ الخ حدثنی جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھل واصحابہ بالحج ولیس مع احد منھم ھدی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وطلحۃ وکان علیؓ قدم من الیمن ومعہ الھدی فقال اھللت بما اھل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذن لاصحابہ ان یجعلوھا عمرۃ یطوفوا بالبیت ثم یقصروا ویحلوا الا من معہ الھدی فقالوا ننطلق الی منی وذکر احدنا یقطر فبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اھدیت ولولا ان معی الھدی لاحللت وان عائشۃؓ حاضت فنسکت المناسک کلھا غیر انھا لم تطف بالبیت قال فلما طھرت وطافت قالت یا رسول اللہ اتنطلقون بعمرۃ وحجۃ وانطلق بالحج فامر عبد الرحمن بن ابی بکر ان یخرج معھا الی التنعیم فاعتمرت بعد الحج فی ذی الحجۃ وان سراقۃ ابن مالک بن جعشم لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو بالعقبۃ وھو یرمیھا فقال الکم ھذہ خاصۃ یا رسول اللہ قال لا بل للابد۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا۔ حال یہ ہے کہ ان میں سے کسی نے سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ رضؓ کے کسی کے پاس ھدی نہیں تھی۔ اور حضرت علیؓ یمن سے تشریف لائے تھے۔ ان کے ساتھ ھدی تھی۔ تو انہوں نے کہا تھا کہ میں نے اسی شرط کے ساتھ احرام باندھا جس سے

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے اور یہ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اس حج کو عمرہ بنالو۔ طواف کریں اور قصر یعنی بال کٹوا کر حلال ہو جائیں مگر جس کے ساتھ ھدی ہے وہ حلال نہ ہو۔ صحابہ کرام نے کہا ہم تو منٰی کی طرف جا رہے تھے کہ ہم سے ہر ایک کا آلۂ تناسل قطرے بہا رہا تھا۔ اس کی خبر جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اگر مجھے اپنے معاملہ کا پہلے علم ہو جاتا جو بعد میں ہوا ہے۔ تو میں ھدی نہ چلاتا۔ اور اگر میرے ساتھ ھدی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا۔ اور یہ کہ حضرت عائشہؓ حائضہ ہو گئیں۔ پس انہوں نے حج کے تمام افعال ادا کئے۔ سوائے اس کے کہ طواف نہ کیا۔ فرماتے ہیں کہ جب وہ حیض سے پاک ہو گئیں اور طواف سے فارغ ہو گئیں تو فرمانے لگیں یا رسول اللہ! آپؐ لوگ تو حج اور عمرہ ساتھ لے کر چلو گے۔ اور میں صرف حج کے ساتھ چلوں گی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ ان کے ہمراہ تنعیم روانہ ہو جائیں۔ تو میں نے حج کے بعد ذی الحجہ کے مہینہ میں عمرہؐ ادا کیا۔ اور یہ کہ سراقہ بن مالک بن جعشم عقبہ کے پاس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقی ہوئے جب کہ آپؐ جمرہ عقبہ پر رمی کر رہے تھے کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! کیا یہ عمل آپؐ لوگوں کے ساتھ خاص ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ ہر کوئی کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الکم خاصہ ھذہ الخ یعنی یہ عمرہ اشہر الحج میں آپؐ کے ساتھ خاص ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ البتہ فسخ الحج الی العمرۃ یہ ان کے لئے خاص تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ الکم ھذہ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ ھٰذہٖ کا اشارہ ہذہ افعلۃ یعنی جعل الحج عمرۃ یا اشہر الحج میں عمرہ کرنا ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک اس کے معنی کہ عمرہ کا اشہر حج میں کرنا ہے۔ اور دوسرے معنی جوازِ قِران کے ہیں۔ تو تقدیر کلام ہو گی دخلت افعال العمرۃ فی افعال الحج الی یوم القیامہ چنانچہ ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ فسخ اس سال ان لوگوں کے ساتھ خاص تھا۔

بَابُ الْاِعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ

ترجمہ۔ بغیر ھدی کے بعد حج کے عمرہ کرنا۔

حدیث نمبر ۱۵۶۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى اَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ وَلَوْلَا اَنِّيْ اَهْدَيْتُ لَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَمِنْهُمْ مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنْهُمْ مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَكُنْتُ مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحِضْتُ قَبْلَ اَنْ اَدْخُلَ مَكَّةَ فَاَدْرَكَنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ اَرْسَلَ مَعِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَرْدَفَهَا فَاَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا فَقَضَى اللّٰهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَّلَا صَدَقَةٌ وَّلَا صَوْمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب کہ ہم ذی قعدہ کو مکمل کرنے والے اور ھلال ذی الحجہ کو شروع کرنے والے تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چاہے عمرہ کا احرام باندھے جو حج کا احرام باندھنا پسند کرے وہ اس کا احرام باندھے۔ میں نے اگر ھدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ پس بعض لوگوں نے تو عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ پس میں مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے پہلے حائضہ ہوگئی۔ اور مجھے یوم عرفہ نے اس حال میں آلیا کہ میں حائضہ تھی۔ جس کا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا شکوہ لیا۔ تو آپؐ نے فرمایا عمرہ چھوڑ دو۔ اپنے سر کے بال کھول دو۔ اور کنگھا کرو۔ اور حج کا احرام باندھ لو۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا۔ جب وادی محصب والی رات ہوئی تو آپؐ نے حضرت عبد الرحمٰنؓ کو تنعیم کی طرف میرے ساتھ بھیجا۔ جنہوں نے مجھے اپنے پیچھے اونٹنی پہ بٹھالیا۔ اور میں نے اس فوت شدہ عمرہ کی بجائے عمرہ کا

احرام باندھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا حج اور عمرہ پورا کر دیا۔ اور اس قضا میں کوئی چیز واجب نہ ہوئی نہ کوئی قربانی نہ کوئی صدقہ اور نہ ہی کوئی روزہ رکھنا پڑا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الاعتمار بعد الحج اس باب سے امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر حج اور عمرہ دونوں ایک سفر میں جمع ہو جائیں جس میں عمرہ حج سے متاخر ہو تو اس سے وہ شخص متمتع نہیں ہو جائے گا جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اوپر نہ ھدی لازم آئی اور نہ ہی روزہ رکھنا پڑا۔ کیونکہ یہ نہ حج تمتع تھا نہ ہی قران تھا جن میں دم شکر ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور ان دونوں میں جنایت بھی نہیں تھی۔ جس سے دم جبر دینا پڑتا۔ باقی پہلے عمرہ کو چھوڑ دینا جس کو وہ لے کر آئی تھی۔ آیا اس چھوڑنے کی وجہ سے دم ان پر لازم ہوا یا نہیں۔ روایت میں اس کے متعلق نفیاً اور اثباتاً کوئی بحث نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ الاعتمار الخ امام بخاریؒ ان حضرات کے اقوال کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو اشھر الحج شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ کامل کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے اور جو لوگ اسے مطلق رکھتے ہیں۔ کہ تمتع نام ہے احرام عمرہ فی اشھر الحج تو وہ من تمتع بالعمرۃ الی الحج عمرہ فی اشھر الحج قبل الحج مراد لیتے ہیں۔ یعنی جو شخص اشھر الحج میں بعد الحج عمرہ کرے اس پر ھدی لازم ہے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ کا عمرہ بعد انقضاء الحج تھا۔ حدیث باب کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کوئی ھدی نہیں ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے جو جواب دیا ہے کہ حدیث نفیاً و اثباتاً وجوب ھدی سے خاموش ہے۔ کیونکہ لم یکن فی ذلک ھدی یہ حضرت عائشہؓ کا کلام نہیں ہے بلکہ مدرج راوی ھشام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رفض عمرہ کی وجہ سے جو دم مجھ پر واجب ہوا تھا اس کی ادائیگی کا میں نے کوئی تکلف نہیں کیا۔ کیونکہ ہماری طرف سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گائے ذبح کر چکے تھے۔ تو ھشام اپنے علم کے مطابق نفی کر رہے ہیں اس سے نفس الامر کی نفی نہیں ہو جاتی۔ ورنہ امام بخاریؒ کا باب باندھنا بے فائدہ ہو جائے گا اس لئے شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے وہ تکلفات سے خالی ہے۔

بَابُ اَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلٰی قَدْرِ النَّصَبِ

ترجمہ۔ عمرہ کا ثواب تھکاوٹ اور تعب کے مطابق ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۵۶۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا يَا رَسُولَ اللّٰہِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَاَصْدُرُ بِنُسُكٍ فَقِيلَ لَهَا انْتَظِرِي فَاِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِي اِلَى التَّنْعِيمِ فَاَهِلِّي ثُمَّ ائْتِينَا بِمَكَانِ كَذَا وَلٰكِنَّهَا عَلٰى قَدْرِ نَفَقَتِكِ اَوْ نَصَبِكِ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! لوگ تو دو عبادتیں (حج اور عمرہ) کر کے واپس لوٹیں اور میں ایک عبادت کے ساتھ واپس ہوں۔ آپ سے کہا گیا تم انتظار کرو پس جب پاک ہو جاؤ تو تنعیم میقات کی طرف جاکر احرام باندھو پھر عمرہ سے فارغ ہو کر فلاں مقام پہ ہمارے پاس آجاؤ۔ لیکن عمرہ کا ثواب تمہارے خرچے اور مشقت کے مطابق ہوگا۔

تشریح از قاسمی | او تنویع کے لئے ہے یا شک کے لئے۔ مطلب یہ ہے کہ طاعات میں مال خرچ کرنا فضیلت کا باعث ہے۔ اور نفس کی خواہشات کا قلع قمع کر کے مشقت حاصل کرتا ہے لیکن یہ اکثری قاعدہ ہے۔ کبھی بعض عوارض کی وجہ سے اخف عبادت زیادہ ثواب کا موجب ہوتی ہے۔ جیسے لیلۃ القدر کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ مگر وہ زمان کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ اس طرح مسجد حرام کی عبادت لاکھوں کا ثواب رکھتی ہے وہ مکان کی برکت سے ہے۔ نیز النفقہ اور مشقت بھی وہ معتبر ہے جس کی شریعت مذمت نہ کرے۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عمرہ قریب ترین میقات سے ہوگا۔ وہ اجر میں کمی کا سبب ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ کیا جو ابعد المواقیت ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جعرانہ سے عمرہ کرنا اتفاقی امر تھا۔ جب کہ آپؐ طائف سے واپس ہو رہے تھے اور حضرت عائشہؓ کو اقرب مواضع تنعیم سے حکم دیا۔ وہ اقرب بھی تھا اور اسہل بھی۔

بَابُ الْمُعْتَمِرِ اِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ

ترجمہ۔ عمرہ کرنے والا جب عمرہ کا طواف کرے پھر چلا جائے تو کیا یہ طواف اسے طوافِ وداع سے کفایت کرے گا۔

حدیث نمبر ۵۶۹ حدثنا ابو نعیم الخ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت خرجنا مھلین بالحج فی اشھر الحج وحرم الحج فنزلنا سرف فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ من لم یکن معہ ھدی فاحب ان یجعلھا عمرۃ فلیفعل ومن کان معہ ھدی فلا وکان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجال من اصحابہ ذوی قوۃ الھدی فلم تکن لھم عمرۃ فدخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابکی فقال ما یبکیک قلت سمعتک تقول لاصحابک ما قلت فمنعت العمرۃ قال وما شانک قلت لا اصلی قال فلا یضرک انت من بنات ادم کتب علیک ما کتب علیھن فکونی فی حجتک عسی اللہ ان یرزقکھا قالت فکنت حتی نفرنا من منی فنزلنا المحصب فدعا عبد الرحمٰن فقال اخرج باختک الحرم فلتھل بعمرۃ ثم افرغا من طوافکما انتظرکما ھھنا فاتینا فی جوف اللیل فقال فرغتما قلت نعم فنادی بالرحیل فی اصحابہ فارتحل الناس ومن طاف بالبیت قبل صلوۃ الصبح ثم خرج موجھا الی المدینۃ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ حج اور حج کی حرمتوں کے مہینوں میں حج کا احرام باندھے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب سرف کے مقام پر پڑاؤ کیا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا جس کے ساتھ ھدی کا جانور نہ ہو۔ اگر اسے عمرہ بنالینا پسند کرے تو کرلے اور جس کے ساتھ ھدی ہے وہ نہ کرے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب میں سے جو مرد قوت اور دولت والے تھے اس کے ساتھ ھدی تھی تو ان کے لئے عمرہ نہ ہوا۔ پس آپؐ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی پوچھا کیوں رو رہی ہو۔ میں نے عرض کی آپؐ اپنے اصحاب سے جو کچھ فرمارہے تھے وہ میں نے سن لیا۔ لیکن میں عمرہ سے روک دی گئی۔ پوچھا تمہیں کیا ہوگیا۔ میں نے کہا کہ میں نماز کی اہل نہیں رہی۔ فرمایا تجھے کوئی نقصان نہیں آخر تو بھی تو آدم کی بیٹیوں میں سے ہے۔ تیرے مقدر میں بھی وہی چیز لکھی گئی جو ان کے مقدر میں لکھی گئی۔ پس اپنے حج میں رہ۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے عمرہ کی توفیق نصیب کرے۔ وہ فرماتی ہیں۔

کہ بس میں اسی طرح رہی یہاں تک کہ جب ہم منیٰ سے چل پڑے اور وادی محصب میں پڑاؤ کیا۔ تو آپؐ نے حضرت عبد الرحمٰن کو بلوایا اور انہیں حکم دیا۔ کہ اپنی بہن کو حرم کی طرف لے جاؤ اور انہیں عمرہ کا احرام بندھواؤ۔ پھر جب اپنے طواف سے فارغ ہو جاؤ۔ تو واپس آؤ۔ ہم تمہارا اس جگہ انتظار کریں گے۔ پس ہم آدھی رات کے وقت واپس آئے تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم فارغ ہو گئے۔ میں نے کہا ہاں! تو آپؐ نے اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کیا۔ تو لوگوں نے کوچ کیا اور ان لوگوں نے بھی کوچ کیا جنہوں نے صبح کی نماز سے پہلے طواف بیت اللہ کیا تھا۔ پھر آپؐ مدینہ کی طرف رخ کر کے روانہ ہو گئے۔

تشریح از قاسمی سرف مکہ کے قریب ایک مقام ہے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دخول مکہ کے بعد ہوا۔ تو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے گا۔ **لا اصلی** حیض سے کنایہ ہے جو الطف کنایات میں سے ہے۔

فمہل بعمرۃ الخ اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔ کہ طوافِ عمرہ طوافِ وداع سے کفایت کرتا ہے۔

بَابٌ يَفْعَلُ فِي الْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ فِي الْحَجِّ

ترجمہ۔ عمرے میں بھی وہی کچھ کرے جو حج میں کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۷۰ **حَدَّثَنَا** أَبُو نُعَيْمٍ الخ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ أَثَرُ الْخَلُوقِ أَوْ قَالَ صُفْرَةٌ فَقَالَ كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ وَوَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَقَالَ عُمَرُ تَعَالَ أَيَسُرُّكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ الْوَحْيَ قُلْتُ نَعَمْ فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيطٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ كَغَطِيطِ الْبَكْرِ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ اخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوقِ عَنْكَ وَأَنْقِ الصُّفْرَةَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت صفوانؒ اپنے باپ یعلی بن امیہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جعرانہ کے مقام میں آپؐ کے

پاس ایک آدمی آیا جس کے بدن پر جُبہ تھا جس پر خلوق خوشبو کا نشان تھا یا کہا کہ اس کی زردی تھی۔ کہنے لگا حضرت! آپؐ مجھے عمرہ ادا کرنے میں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی نازل فرمائی اس طرح کہ آپؐ کپڑے سے چھپا دیئے گئے۔ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی نزول کی کیفیت کو دیکھوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ کیا اگر تجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت کو دیکھنا پسند ہے۔ میں نے کہا ہاں! چنانچہ انہوں نے کپڑے کا کنارہ اٹھایا۔ تو میں نے آپؐ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ سے خرلاٹے کی آواز آرہی تھی یا جس طرح نوجوان اونٹ کے بلبلانے کی آواز ہوتی ہے۔ پس آپؐ سے یہ کیفیت زائل ہوئی۔ تو آپؐ نے فرمایا عمرہ کے متعلق سوال کرنے والا آدمی کہاں ہے۔ تم اپنے سے جُبہ اتار دو۔ خوشبو کا نشان اپنے سے دھو ڈالو۔ اور زردی کو پاک کر دو یا دور کر دو۔ اور اپنے عمرہ میں ویسے کرو جیسے حج میں کرتے ہو۔

تشریح از قاسمی یعنی محرماتِ حج سے اجتناب کرو اور افعال حج ادا کرو۔ علاوہ وقوف کے اور رمی کے جو اس میں نہیں ہیں۔ کیونکہ عمرہ کے ارکان صرف چار ہیں۔ احرام۔ طواف۔ سعی۔ حلق یا تقصیر اس جواب سے معلوم ہوا کہ سائل حج کے احکام سے قبل ازیں واقف تھا۔ ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ حج کے لئے خلوق استعمال کرتے تھے۔ البتہ حج میں خوشبو سے اجتناب کرتے تھے۔ لیکن یہ سہولتیں عمرہ میں ان کو حاصل تھیں جن سے آپؐ نے روک دیا۔

حدیث نمبر ۱۵۷۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَلَا أُرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا زَادَ سُفْيٰنُ وَاَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ مَا اَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهٗ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ جب کہ میں ابھی نوعمر نوجوان تھا کہ مجھے اللہ تعالےٰ کے اس قول کا مطلب سمجھایئے۔ ان الصفا والمروۃ الخ۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ جو صفا و مروہ کا طواف نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اگر ایسا ہوتا جیسے تم کہتے ہو تو پھر تو یوں ہونا چاہیئے تھا۔ فلا جناح علیہ ان لا یطوف بہما۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو مناۃ بت کے پاس سے احرام باندھتے تھے۔ اور مناۃ قدید مقام کے سامنے تھا۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اور اب وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ تو جب اسلام آیا تو انہوں نے اس کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ سفیان اور ابو معاویہ نے ہشام سے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کسی شخص کا حج اور عمرہ پورا قرار نہیں دیتے جس نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کی ہو۔

بَابُ مَتٰى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَّيَطُوْفُوْا ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا۔

ترجمہ۔ عمرہ کرنے والا کب حلال ہوگا۔ حضرت عطاء جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا۔ کہ اسے عمرہ بنالیں اور طواف کریں۔ پس بال کٹوا کر حلال ہو جائیں۔

حدیث نمبر ۱۵۷۲ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْفٰیؓ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَرْنَا مَعَهٗ فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَهٗ وَاَتَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَاَتَيْنَاهَا مَعَهٗ وَكُنَّا نَسْتُرُهٗ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ

اَنْ یَّرْمِیَهٗ اَحَدٌ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبٌ لِّیْ اَکَانَ دَخَلَ الْکَعْبَةَ قَالَ لَا قَالَ حَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِیْجَةَ قَالَ بَشِّرُوْا خَدِیْجَةَ بِبَیْتٍ مِّنَ الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِیْهِ وَلَا نَصَبَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن اوفیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا۔ جب آپؐ مکہ میں داخل ہوئے۔ تو آپؐ نے بھی طواف کیا ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ طواف کیا۔ جناب صفا ومروہ کے پاس تشریف لائے تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ حاضر ہوتے۔ اور ہم اہل مکہ سے آپؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ کہ کہیں کوئی مشرک آپؐ کو تیر نہ مار دے۔ تو ہمارے ایک ساتھی نے ان سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تھے انہوں نے کہا نہیں کہا۔ اچھا حضرت خدیجہؓ کے متعلق آپؐ نے جو کچھ فرمایا وہ تو بیان کرو۔ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہؓ کو جنت میں ایک چھوٹا محل موتیوں والے کی خوشخبری سناؤ جس میں نہ شور وغل ہو گا اور نہ ہی مشقت ہو گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ تستره ای لحفظ من اهل مکة۔ اور یہ عمرۃ القضاء کا واقعہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت عبداللہ بن اوفیؓ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے تحت الشجرہ آپؐ سے بیعت کی تھی۔ اور جو دوسرے سال تک زندہ رہا۔ وہ اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرۃ القضاء میں حاضر تھا۔

حدیث نمبر ۱۵۷۳ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَؓ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَیْتِ فِیْ عُمْرَةٍ وَّلَمْ یَطُفْ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ یَأْتِیْ امْرَأَتَهٗ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ سَبْعًا وَّصَلّٰی خَلْفَ الْمَقَامِ رَکْعَتَیْنِ وَطَافَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا وَّقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ قَالَ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ فَقَالَ لَا یَقْرَبَنَّهَا حَتّٰی یَطُوْفَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمرؓ سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا۔

جس نے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو کیا لیکن صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کی۔ اپنی بیوی سے ہم بستر ہو سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے۔ سات مرتبہ بیت اللہ طواف کیا۔ اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز طواف ادا کی۔ اور سات مرتبہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ تمہارے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔ پھر ہم نے جابر بن عبداللہ رضی سے سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا اس وقت تک بیوی کے قریب نہ جائے جب تک صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرلے۔

تشریح از قاسمی | لا صخب ولا نصب کی نفی اس لئے کی گئی کہ دنیا میں کوئی اہل وعیال والا گھر ایسا نہیں جس میں شور و شغب نہ ہو۔ اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جس کے بنانے میں مشقت اور تھکاوٹ نہ ہو لیکن اہل جنت کے محلات ایسے ہوں گے جو دنیاوی آفات سے منزہ ہوں گے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے با کسے کارے نباشد

بہرحال حدیث بالا میں سے ایک فائدہ یہ معلوم ہوا۔ کہ عمرہ میں طواف اور سعی بین الصفا والمروہ ضروری ہے۔ نیز! اس حدیث سے حضرت خدیجہ رض کی فضیلت معلوم ہوئی۔ دوسری حدیث میں سوال وجواب کی مطابقت بایں طور ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک عمرہ سے فارغ نہیں ہوئے جب تک سعی بین الصفا والمروہ نہ کرلی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب المتابعۃ ہیں۔ اس لئے کوئی شخص محض طواف سے حلال نہیں ہو سکتا۔ جب تک سعی نہ کرلے۔ نیز! قربان امرۃ سے مراد جماع اور اس کے مقدمات ہیں محض قربان نہیں۔

حدیث نمبر ۱۵۷۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُنِيخٌ فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْسَنْتَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ حَتَّى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ فَقَالَ إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ وَإِنْ أَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں بطحا میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کہ آپؐ اپنی اونٹنی کو بٹھانے والے تھے۔ تو آپؐ نے پوچھا کیا آپ حج کے ارادہ سے آئے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں! پھر آپؐ نے پوچھا۔ کس نیت سے آپ نے احرام باندھا ہے۔ میں نے کہا لبیک ساتھ اس احرام کے جو احرام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ آپ نے اچھا کیا۔ آپ بیت اللہ کا طواف کریں۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں۔ پھر احرام کھول دیں۔ پس میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر میں قبیلہ قیس کی ایک عورت کے پاس آیا۔ جس نے میرے سر سے جوئیں نکالیں۔ بعد ازاں میں نے حج کا احرام باندھا۔ پس میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے خلافت کے دور تک یہی فتویٰ دیتا رہا۔ کہ حج تمتع کیا جائے۔ پس فرمایا کہ اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں۔ پس وہ ہمیں ان کے تمام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر عمل کریں تو آپؐ اس وقت تک حلال نہیں ہوتے جب تک ان کی قربانی کا جانور اپنے مقام تک نہ پہنچ گیا۔

حدیث نمبر ۱۵۰۵ **حَدَّثَنَا اَحْمَدُ** الخ كَانَ يَسْمَعُ اَسْمَاءَ تَقُوْلُ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحُجُوْنِ صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هٰهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا قَلِيْلَةٌ اَزْوَادُنَا فَاعْتَمَرْتُ اَنَا وَاُخْتِيْ عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا ثُمَّ اَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ مولیٰ اسماء بنت ابی بکرؓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت اسماء سے سنتے تھے جو فرماتی تھیں۔ جب میرا گذر حجون کے پاس سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر رحمت نازل فرمائی۔ تو ہم نے بھی آپ کے ہمراہ وہاں پڑاؤ کیا۔ اور ہم ان دنوں ہلکے پھلکے تھے کہ ہماری سواریاں بھی تھوڑی تھیں۔ اور ہمارے توشے بھی تھوڑے تھے۔ تو میں نے میری بہن عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ اور فلاں فلاں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پس جب میں نے بیت اللہ کا طواف کر کے ہاتھ لگا لیا۔ تو ہم حلال ہو گئے۔ پھر ہم نے شام کے وقت حج کا احرام باندھا۔

تشریح از شیخ گنگوہی | فاعتمرت الخ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت زبیرؓ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں ھدی تھی۔ اور حضرت عائشہؓ نے تو حیض کی وجہ سے اپنا عمرہ قضا کیا تھا۔ وہ طواف کرنے سے حلال نہیں ہوئی تھیں۔ تو حضرت اسماءؓ کا ان کو اپنی جماعت میں داخل کرنا صحیح نہ ہوگا۔ کہ جب ہم نے بیت اللہ کا

استلام کرلیا تو ہم حلال ہو گئے۔ تو اس جمع متکلم میں تاویل کرنی پڑے گی۔ تو یا تو کہا جائے گا ضمیر متکلم میں حضرت زبیرؓ اور عائشہؓ کے علاوہ دیگر حضرات شامل ہوں گے۔ اور یہ مستبعد نہیں کیونکہ لبسا اوقات متکلم ایک قوم کا ذکر کرتا ہے۔ پھر جو قصہ بیان کیا جاتا ہے تو اس میں جمیع قوم مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض افراد مراد ہوتے ہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ اعتمرت انا واختی عائشہ الخ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ نہیں کسی اور حج کا قصہ ہے۔ جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد واقع ہوا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ نے بہت حج کئے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ روایت باب الطواف علی الوضوء میں گذر چکی ہے وہاں اشکال اور اس کا جواب بھی دیا جا چکا ہے۔ لیکن سیاق وسباق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ لہذا جو حضرت عائشہؓ کے بارے میں جواب دیا جائے گا وہی حضرت زبیرؓ کے بارے میں ہوگا۔ کہ یہ ضمیر متکلم ان لوگوں کو شامل نہیں۔ لیکن علامہ نوویؒ کے اس جواب پر علامہ قسطلانیؒ نے جواب دیا ہے۔ کہ حضرت زبیرؓ کا احرام باندھنا اور حلال ہونا۔ یہ غیر حجۃ الوداع میں تھا۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ

ترجمہ۔ جب کوئی شخص حج یا عمرہ یا جنگ سے واپس آئے تو کون سے کلمات دعائیہ کہے۔

حدیث نمبر ۱۶۷۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلٰثَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے واپس لوٹتے تو زمین کے ہر اونچے مقام پر تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے۔ پھر تیسرا کلمہ پڑھتے۔ اور آئبون الخ لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے رب کو سجدہ کرنے والے

تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی نصرت فرمائی۔ اور اکیلے اللہ تعالیٰ نے تمام لشکروں کو شکست دی۔

بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِيْنَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

ترجمہ۔ آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا اور تین حاجیوں کا ایک جانور پر سوار ہونا۔

حدیث نمبر ۱۶۷۷ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَتْهُ اُغَيْلِمَةُ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاٰخَرَ خَلْفَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ تو بنو عبدالمطلب کے بچوں نے آپ کا استقبال کیا۔ تو ایک بچے کو تو آپؐ نے اپنے آگے بٹھالیا۔ اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ الحاج مفعول مقدم ہے اور القادمین مع معطوف الثلاثۃ علی الدابۃ۔ یہ مصدر کا فاعل ہے۔ تو اس صورت میں معنی ہوں گے کہ تین آدمیوں نے حاجیوں کا استقبال کیا۔ اور اغیلمہ کا لفظ تین پر بلا تکلف دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جمع تصغیر ہے۔ جس کے مصداق کم از کم تو تین ہوتا ہے۔ اور ممکن ہے معنی یہ ہوں۔ دو آدمیوں نے حاجی کا استقبال کیا اور اور تین آدمیوں کے ایک دابہ پر سوار ہونے کے بارے میں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ استقبال الحاج الخ کے معنی میں علماء کرام کی آراء مختلف ہیں۔ دو معنی شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائے ہیں۔ میرے نزدیک معنی یہ ہے استقبال الناس الحاج القادمین من مکۃ۔ یعنی لوگوں کا مکہ سے آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا۔

تشریح از قاسمی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کے دو جزء ہیں۔ رکوب الثلثۃ علی الدابۃ۔ جزء ثانی تو واضح ہے۔ البتہ جزء اوّل پر عموم اللفظ دلالت کرتا ہے۔

بَابُ الْقُدُوْمِ بِالْغَدَاةِ

ترجمہ۔ مکہ معظمہ میں صبح کے وقت آنا۔

حدیث نمبر ۱۵۷۸ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ يُصَلِّىْ فِىْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَاِذَا رَجَعَ صَلّٰى بِذِى الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِىْ وَبَاتَ حَتّٰى يُصْبِحَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوتے تھے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے۔ اور جب واپس تشریف لاتے تو ذی الحلیفہ میں بطن وادی کے اندر نماز پڑھتے اور وہاں رات بسر کرتے یہاں تک کہ صبح کرتے۔

بَابُ الدُّخُوْلِ بِالْعَشِيِّ

ترجمہ۔ شام کے وقت داخل ہونا۔

حدیث نمبر ۱۵۷۹ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ كَانَ لَا يَدْخُلُ اِلَّا غُدْوَةً اَوْ عَشِيَّةً۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے پاس رات کے وقت تشریف نہیں لاتے تھے۔ آپؐ صبح کے وقت یا شام کے وقت ہی داخل ہوتے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ دن کے دونوں طرفوں میں آنا جائز ہے۔ صبح کو بھی اور شام کو بھی۔

بَابُ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ۔

ترجمہ۔ جب مدینہ پہنچتے۔ تو رات کے وقت گھر والوں کے ہاں نہیں آتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۵۸۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَطْرُقَ اَهْلَهٗ لَيْلًا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت

والوں کے پاس آنے سے منع فرمایا

بَابُ مَنْ اَسْرَعَ نَاقَتَهٗ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو جب مدینہ پہنچے تو اپنی اونٹنی کو تیز چلائے۔

حدیث نمبر ۱۵۸۱ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَاَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِيْنَةِ اَوْضَعَ نَاقَتَهٗ وَاِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے تھے۔ تو جب مدینہ کے اونچی اونچی عمارتیں نظر آتیں اور اگر درجات المدینہ ہو تو معنی ہوں گے مدینہ کے اونچے درخت نظر آتے تو اپنی اونٹنی کو تیز دوڑاتے۔ اگر کوئی اور جانور ہوتا تو اسے خوب حرکت دیتے۔

حدیث نمبر ۱۵۸۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ جُدُرَاتِ تَابَعَهُ الْحَارِثُ عَنْ حُمَيْدٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا۔

ترجمہ۔ یعنی حضرت انسؓ نے جدرات فرمایا۔ جس کے معنی دیواروں کے ہیں اور حارث نے حرکہا من حبہا زائد کیا ہے کہ دابۃ کو مدینہ کی محبت کی وجہ سے خوب حرکت دیتے تھے۔ اور یہی اشبہ ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا

ترجمہ۔ کہ گھروں کو ان کے دروازوں سے آؤ۔

حدیث نمبر ۱۵۸۳ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا كَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا حَجُّوْا فَجَاءُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ وَلٰكِنْ مِّنْ ظُهُوْرِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهٖ فَكَاَنَّهٗ عُيِّرَ بِذٰلِكَ فَنَزَلَتْ وَلَيْسَ

اَلْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ جب ہم حج کے لئے نکلتے اور پھر کسی ضرورت کی وجہ سے گھروں کو آنا ہوتا تو گھروں کے دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ان کی پیٹھ سے داخل ہوتے۔ پس انصار کا ایک آدمی آکر دروازے کے سامنے سے داخل ہوا تو اسے عار دلائی گئی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ نیکی یہ نہیں ہے کہ گھروں میں ان کی پیٹھ سے داخل ہو۔ لیکن نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور گھروں میں اس کے دروازوں سے داخل ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ درجات المدینۃ اونچی عمارتیں۔ جب گھر ایک منزل والا ہو تو وہ دور سے نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر وہ بیوت کئی منزلوں والے ہوں تو دور سے نظر آتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ حدیث فضل مدینہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس پر بھی کہ وطن سے محبت کرنا مشروع ہے۔ بلکہ روایات کے سیاق سے مدینہ منورہ طیبہ طاہرہ کی محبت پر دال ہے۔

بَابُ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ

ترجمہ۔ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۸۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ یَمْنَعُ اَحَدَكُمْ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَنَوْمَهٗ فَاِذَا قَضٰی نَهْمَتَهٗ فَلْیُعَجِّلْ اِلٰی اَهْلِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے۔ جو ہر مسافر کا کھانا۔ پینا اور نیند کو روک دیتا ہے۔ پس جب بھی اپنی ضرورت کو پورا کر لے۔ تو جلدی اپنے گھر والوں کے پاس واپس آجائے۔ اور منع سے منع حقیقی مراد نہیں بلکہ منع کمال مراد ہے۔

بَابُ الْمُسَافِرِ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ وَتَعَجَّلَ اِلٰى اَهْلِهٖ

ترجمہ۔ جب مسافر کو چلنا دشوار ہو جائے تو جلدی گھر واپس آجائے۔

حدیث نمبر ۱۵۸۵ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ الخ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَبَلَغَهٗ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِیْ عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ فَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ کے راستہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ہمراہ تھا۔ کہ آپ کو اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کے سخت درد کی خبر پہنچی۔ تو انہوں نے جلدی چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ شفق کے غروب کے بعد کا وقت ہو گیا۔ اترے اور مغرب وعشاء کی نماز اکٹھے پڑھی۔ پھر فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپؐ کو جلدی جانا ہوتا۔ تو مغرب کو مؤخر کر کے دونوں کو جمع فرماتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس ترجمہ سے مقصد یہ ہے کہ تیز رفتاری سے جو منع کیا گیا ہے۔ وہ اس صورت میں ہے جب کہ اس کی طرف مجبور نہ ہو۔ اور جانور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ لیکن اگر ضرورت ہو۔ اور جانور میں بھی طاقت ہو۔ تو پھر تیز رفتاری جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث باب نے اس کو ثابت کر دیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس ترجمہ کے مختلف نسخے ہیں۔ بعض نسخوں میں وتعجل الخ میں حرف واؤ موجود ہے اور بعض میں موجود نہیں۔ عدم کی صورت تعجل اذا شرطیہ کی جزا ہو گا۔ اور جب حرف واؤ موجود ہو۔ تو پھر جزا محذوف ماننی پڑے گی۔ اذا جد بہ السیر ماذا یصنع وتعجل اس سوال کا جواب ہو گا۔ بعض شراح نے اس ترجمہ کی غرض جمع بین الصلوتین کا جواز بتلایا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو غرض بتلائی ہے وہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ پہلے ایک باب میں آپؐ کا ارشاد وارد ہو چکا ہے۔ ایہا الناس علیکم بالسکینۃ فان البر لیس بالایضاع کہ سکون واطمینان سے چلو۔ تیز رفتاری نیکی نہیں ہے۔

تو شیخ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت پر محمول ہے جب کہ مجبوری نہ ہو۔ اگر اسراع کی ضرورت ہو۔ جیسے حضرت ابن عمرؓ کو پیش آئی کہ جنہوں نے تین دنوں کا سفر صرف ایک رات اور دن میں طے کیا۔ جیسا کہ ابو داؤد کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔ تو اس صورت میں اسراع فی السیر ضروری ہو جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ وَقَالَ عَطَاءٌ الْاِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَّحْبِسُهٗ۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَصُوْرًا لَا يَاْتِي النِّسَاءَ۔

ترجمہ۔ باب جو عمرہ سے روک دیئے گئے۔ آدمی کے بارے میں اور شکار کرنے والے کی سزا کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو ھدی تمہیں میسر ہو۔ وہ ذبح کرو اور جب تک ھدی اپنے ٹھکانے تک نہ پہنچ جائے اس وقت تک سر نہ منڈواؤ۔ حضرت عطار فرماتے ہیں۔ کہ احصار ہر اس چیز سے ہوگا جو رکاوٹ پیدا کر دے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو یحیٰؑ کے بارے میں آیا ہے۔ حصوراً انبیا تو اس میں حصور کے معنی ہیں جو عورتوں سے ہم بستری کرنے سے رک جانے والا ہو۔

بَابُ اِذَا اُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ

ترجمہ۔ جب عمرہ کرنے والے روک دیئے جائیں۔

حدیث نمبر ۱۵۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ حِيْنَ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ قَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب فتنہ ابن زبیرؓ کے زمانہ میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ فرمایا اگر تم بیت اللہ سے روک دیئے گئے۔ تو ہم ایسے کریں گے جیسا کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا تھا۔ پس انہوں نے اس وجہ سے عمرہ کا احرام باندھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے سال کا عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

حدیث نمبر ۱۵۸۷ حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَاهُ اَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا لَا يَضُرُّكَ اَنْ لَّا تَحُجَّ الْعَامَ وَاِنَّا نَخَافُ اَنْ يُّحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيَهٗ وَحَلَقَ رَاْسَهٗ وَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْطَلِقُ فَاِنْ خُلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَاِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا شَانُهُمَا وَاحِدٌ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ حَجَّةً مَّعَ عُمْرَتِيْ فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتّٰى حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ وَاَهْدٰى وَكَانَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَطُوْفَ طَوَافًا وَّاحِدًا يَوْمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ۔

ترجمہ۔ عبیداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ دونوں خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ان راتوں میں گفتگو کی۔ جب کہ حجاج بن یوسف کا لشکر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے پہنچ چکا تھا۔ تو ان دونوں نے فرمایا کہ اگر اس سال آپ حج نہ کریں تو کیا نقصان کی بات ہے۔ ہمیں خطرہ ہے۔ کہ کہیں آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ نہ ہو جائے۔ فرمایا ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے تو کفار قریش ان کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی ذبح کر دی۔ اور اپنا سر مبارک منڈوالیا۔ اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں عمرہ اپنے اوپر واجب کر چکا ہوں۔ اگر اللہ تعالٰی نے چاہا۔ تو میں ضرور جاؤں گا اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہوئی تو میں بیت اللہ کا طواف کروں گا۔ اگر کوئی رکاوٹ آگئی تو وہی عمل کروں گا جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا جب کہ میں آپؐ کے ہمراہ تھا۔ کہ آپ نے

ذی الحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ پھر تھوڑی دیر چل کر فرمانے لگے کہ حکم تو دونوں کا ایک ہے (جواز تحلل) تو میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرے کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا۔ پس اس وقت تک ان دونوں سے حلال نہ ہوئے یہاں تک کہ یوم النحر آ گیا۔ اور قربانی کی۔ اور فرماتے تھے کہ وہ اس وقت حلال نہیں ہوں گے جب تک مکہ میں داخلے کے دن ایک ہی طواف نہ کر لیں۔

حدیث نمبر ۱۵۸۸ حدثنا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهُ لَوْ أَقَمْتَ بِهٰذَا۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بعض بیٹوں نے ان سے کہا کہ کاش آپ اس جگہ مقیم رہتے تو اچھا ہوتا۔

حدیث نمبر ۱۵۸۹ حدثنا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَدْ أُحْصِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ وَجَامَعَ نِسَاءَهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ حَتّٰى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ سے روک دئے گئے تو آپؐ نے سر منڈوا دیا۔ اپنی بیویوں سے ہم بستر ہوئے۔ اور اپنی قربانی کو ذبح کیا یہاں تک کہ آئندہ سال عمرہ قضا کیا۔

تشریح از قاسمی احصار کے معنے لغت میں منع کے ہیں۔ اور شریعت میں اس کے معنے ہیں۔

منع عن رکن اذا احصر بعدو او مرض او موت محرم او ھلاک نفقۃ ھل لہ التحلل یعنی جب کسی شخص کو ادائیگی رکن حج و عمرہ سے روک دیا جائے۔ اور یہ رکاوٹ دشمن کے ذریعے سے ہو یا مرض کی وجہ سے یا محرم کے انتقال کی وجہ سے یا خرچہ ختم ہو جانے کی وجہ سے پیش آئے تو اس کے لئے احرام کھول دینا حلال ہے۔ مفرد جو دم یا قیمت بھیجے اگر یہ نہیں تو اس وقت تک محرم رہے گا جب تک ان دو میں سے کوئی نہ کوئی مل جائے۔ اور طواف سے حلال ہوگا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حصر کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہ احصار کس چیز سے واقع ہوگا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ امام ثوریؒ عطاءؒ اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں جو چیز بھی رکاوٹ بنے اس سے حصر ہو جائے گا۔ خواہ مرض ہو یا دشمن ہو یا خرچہ ختم ہو جائے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک حصر صرف دشمن سے واقع ہوگا۔ لایکون بالمرض۔

بَابُ الْإِحْصَارِ فِي الْحَجِّ

ترجمہ۔ حج میں رکاوٹ کا پیدا ہو جانا۔

حدیث نمبر ۱۵۹۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَالِمٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رض يَقُولُ أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِي أَوْ يَصُومُ إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا۔

ترجمہ۔ حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ کیا تمہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں۔ کہ اگر تم میں سے کوئی شخص حج سے روک دیا جائے۔ تو وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے۔ پھر ہر چیز سے حلال ہو جائے۔ یہاں تک آنے والے سال حج کرے۔ پھر قربانی کرے یا اگر قربانی کا جانور نہ ملے تو روزہ رکھے۔

بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

ترجمہ۔ رک جانے کی صورت میں سر منڈوانے سے پہلے قربانی ذبح کرنے کے بارے میں

حدیث نمبر ۱۵۹۱ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ الخ عَنِ الْمِسْوَرِ رض أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت مسورؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوانے سے پہلے قربانی کو ذبح کیا۔ اور اسی کا اپنے اصحاب کو حکم دیا۔

حدیث نمبر ۱۵۹۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الخ حَدَّثَ نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ وَسَالِمًا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رض فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَمِرِينَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ اور سالم نے اپنے باپ حضرت ابن عمرؓ

سے مکہ نہ جانے کے بارے میں بات چیت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ تو کفار قریش بیت اللہ سے آڑے آگئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ ذبح کیا اور اپنے سر کو منڈوایا۔

تشریح از قاسمی | نحر قبل الحلق اگر اشکال ہو کہ قرآن مجید میں ہے لا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ کا تقاضا ہے کہ حلق کو نحر فی محلہ سے مقدم نہ کیا جائے۔ تو جواب یہ ہے محصر کے لئے محل الھدی وہ جگہ ہے جہاں وہ محصر ہوا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں حصر کے وقت ھدی کو ذبح کیا۔ حرم کے اندر اسے نہیں پہنچایا گیا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ دم احصار حرم تک موقوف رہے گا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے۔ یوم النحر پر موقوف نہیں ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک زمان اور مکان دونوں تک موقوف رہے گا۔ یہ اختلاف محصر بالحج کے بارے میں ہے۔ اور محصر بالعمرۃ کا دم زمان پر بالاتفاق موقوف نہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ھدی سے حلال نہیں ہو سکے گا بلکہ نحر کے بعد حلق ضروری ہے۔ کیونکہ اگرچہ محصر ادا نسک سے عاجز ہے لیکن حلق سے عاجز نہیں ہے۔ طرفینؒ فرماتے ہیں۔ کہ محصر صرف ذبح سے حلال ہو جائے گا۔ کیونکہ نص میں کوئی قید نہیں ہے۔ اور حدیبیہ کا اکثر حصہ حرم میں داخل ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصِرِ بَدَلٌ

حدیث نمبر ۱۶۹۳ وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ شِبْلٍ عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اِنَّمَا الْبَدَلُ عَلَى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِالتَّلَذُّذِ فَاَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عُذْرٌ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَاِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ وَاِنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهُ اِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّبْعَثَ وَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّبْعَثَ بِهِ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ وَقَالَ مَالِكٌ وَّغَيْرُهُ يَنْحَرُ هَدْيَهُ وَيَحْلِقُ فِي اَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ نَحَرُوْا وَحَلَقُوْا وَحَلُّوْا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ الطَّوَافِ وَقَبْلَ اَنْ يَّصِلَ الْهَدْيُ اِلَى الْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يُذْكَرْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَحَدًا اَنْ يَّقْضُوْا

شَيْئًا وَلَا يَعُودُ وَالْحُدَيْبِيَةُ خَارِجٌ مِّنَ الْحَرَمِ ۔

ترجمہ ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو قائل ہے کہ محصر پر بدل نہیں ہے نہ حج نہ عمرہ ۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بدل اس شخص کے ذمہ ہے ۔ جس نے اپنے حج کو تلذذ یعنی جماع سے نقصان پہنچایا ہو ۔ لیکن جس کو کسی عذر وغیرہ نے روک دیا ہو ۔ پس وہ حلال ہو سکتا ہے اور واپس نہ آئے ۔ اور اگر اس کے ہمراہ ھدی ہو ۔ اور وہ محصر ہو گیا ہو تو وہ قربانی کو ذبح کر دے ۔ اگر اسے حرم میں بھیجنے کی طاقت نہیں رکھتا ۔ اگر ھدی کو حرم تک بھیجنے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا ۔ جب تک ھدی اپنے محل تک نہ پہنچ جائے ۔ امام مالکؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جس جگہ چاہے ھدی کو ذبح کرے اور حلق کرالے اور اس کے ذمہ قضاء بھی نہیں ہے ۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ نے حدیبیہ میں ھدی کو ذبح کیا ۔ سر منڈوانے اور طواف کرنے سے پہلے حلال ہو گئے اور ھدی بھی ابھی تک بیت اللہ تک نہیں پہنچ پائی تھی ۔ پھر یہ بھی ذکر نہیں ہوا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو کسی چیز کے قضاء کرنے کا حکم دیا ہو ۔ اور نہ ہی وہ خود اس کے لئے لوٹ کے آئے ۔

حدیث نمبر ۱۵۹۴ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ حِيْنَ خَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ اِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ ثُمَّ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ نَظَرَ فِيْ اَمْرِهٖ فَقَالَ مَا اَمْرُهُمَا اِلَّا وَاحِدٌ فَالْتَفَتَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَمْرُهُمَا اِلَّا وَاحِدٌ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا وَّرَاٰى اَنَّ ذٰلِكَ مُجْزِيًا عَنْهُ وَاَهْدٰى ۔

ترجمہ ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ جناب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جب وہ فتنہ کے زمانہ میں عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے ۔ کہ اگر میں بیت اللہ سے روک دیا گیا ۔ ہم اس طرح کریں گے جس طرح جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے کیا تھا ۔ پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا ۔ اس وجہ سے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ والے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا ۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو فرمانے لگے کہ حج اور عمرہ دونوں کا حکم ایک ہے ۔ اس لئے

اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ان دونوں حج اور عمرہ کا حکم ایک ہی تو ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے حج کو عمرہ کے ہمراہ اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ پھر ان دونوں کے لئے ایک طواف ہو گیا اور سمجھے کہ یہی ایک طواف اس سے کافی ہو جائے گا اور پھر قربانی ذبح کی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **لیس علی المحصر بدل** اور احناف جو محصر پر بدل کو واجب قرار دیتے ہیں وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے اگلے سال عمرہ کو قضا کیا۔ اگر قضا واجب نہ ہوتی تو آپؐ فعل نہ کرتے اور نہ ہی اس کا نام قضا رکھتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | علامہ عینیؒ نے بنایہ میں کہا ہے کہ محصر بالحج کو حج اور عمرہ دونوں قضا کرنے ہوں گے۔ اگر محصر من العمرۃ ہے تو صرف عمرہ کی قضا واجب ہو گی اور کچھ نہیں۔ یہی مسلک ائمہ ثلاثہ ہے کہ قضا واجب ہے۔ جس کی دلیل اتموا الحج والعمرۃ للہ الخ جس سے حج کے تمام کرنے کا ایجاب معلوم ہ... ح فرض اور نفل کی کوئی تفریق نہیں۔ حضرت عائشہؓ کا تنعیم سے عمرہ قضا کرنا بھی ... دلیل ہے۔ یہی امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ ایسے شخص ... واجب ہے قضا واجب نہیں ہے۔ عمرہ قضا خیبر کی لڑائی کے چھ ماہ بعد ذی قعدہ ۷ھ میں ہوا ہے۔

خارج من الحرم امام طحاویؒ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ میں آپ کا خیمہ حل میں تھا اور مصلی حرم میں تھا۔ تو کچھ حصہ حدیبیہ کا حل میں اور اکثر حرم میں داخل ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالیٰ

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِنْ رَاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ وَهُوَ مُخَيَّرٌ فَاَمَّا الصَّوْمُ فَثَلٰثَةُ اَيَّامٍ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو۔ تو اس کے ذمہ فدیہ ہے۔ روزہ رکھے یا صدقہ دے یا جانور ذبح کرے۔ یعنی ان تینوں میں اسے اختیار ہے۔ لیکن روزہ تین دن کا ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۵۹۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَعَلَّکَ اٰذَاکَ ھَوَامُّکَ قَالَ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْلِقْ رَاْسَکَ وَصُمْ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّۃَ مَسَاکِیْنَ اَوْ نُسُکْ بِشَاۃٍ ۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرۃؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہوں گی۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنا سر منڈوا لو پھر تین دن کے روزے رکھو گے۔ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا بکری ذبح کرو۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَوْ صَدَقَۃٌ وَھِیَ اِطْعَامُ سِتَّۃِ مَسَاکِیْنَ

ترجمہ۔ اللہ تعالٰی کے قول وصدقہ کا مطلب ہے چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

حدیث نمبر ۱۵۹۶ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ اَنَّ کَعْبَ بْنَ عُجْرَۃَ حَدَّثَہٗ قَالَ وَقَفَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَیْبِیَۃِ وَرَاْسِیْ یَتَھَافَتُ قَمْلًا فَقَالَ یُؤْذِیْکَ ھَوَامُّکَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَاْسَکَ اَوْ قَالَ اَحْلِقْ قَالَ فِیَّ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضًا اَوْ بِہٖ اَذًی مِّنْ رَّاْسِہٖ اِلٰی اٰخِرِھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صُمْ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَیْنَ سِتَّۃٍ اَوْ انْسُکْ بِمَا تَیَسَّرَ ۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرۃؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آکر کھڑے ہوئے۔ جب کہ میرا سر جوئیں گرا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ جوئیں آپ کو تکلیف دے رہی ہوں گی۔ میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا اپنا سر منڈوا لو یا صرف منڈوا لو۔ فرمایا اور یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی۔ کہ جو شخص تم سے بیمار ہو۔ اور اس کے سر میں کوئی تکلیف دہ چیز ہو۔ آخر آیت تک تو آپؐ نے فرمایا تین روزے رکھو یا ایک فرق چھ مسکینوں میں بانٹ دو۔ جو قربانی مل جائے۔ اسے ذبح کر دو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع چار سیر کا ہوتا ہے۔ گویا فرق بارہ سیر کا ہوا۔ ہمارے احنافؒ کے ہاں صاعِ ھشام کا اعتبار ہے جو چوبیس رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل آدھ سیر کا اس طرح وہی بارہ سیر ہو گئے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صاع مدینہ کا اعتبار ہے جو سولہ رطل کا ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مسلم کی روایت ابن ابی لیلیٰ سے ہے کہ اطعم ثلاثۃ اٰصع من تمر علی ستۃ مساکین تو جب روایت سے ثابت ہوا کہ فرق تین صاع کا ہے۔ جو اس کا تقاضا ہے کہ صاع پانچ رطل اور ثلث رطل کا ہو۔ بخلاف دوسرے حضرات کے ان کے نزدیک صاع آٹھ رطل کا ہے۔ بہر حال مسئلہ خلافیہ مشہور ہے۔ سب ائمہ کے نزدیک صاع چار مُد کا ہوتا ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ مُد کی مقدار میں اختلاف ہو گیا۔ امام مالکؒ کے نزدیک مُد ایک رطل اور ثلث کا ہوتا ہے اور یہی امام شافعیؒ امام احمدؒ اور حنفیہؒ میں سے امام ابو یوسفؒ کا ہے۔ اور طرفین یعنی امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک مُد دو رطل کا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے رطل آدھ سیر کا ہو گا۔ اور مُد ایک سیر کا۔ اہل عراق کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور صاع ہشام بڑا ہوتا تھا۔ اسماعیل بن ولید جو ہشام بن عبدالملک کا ماموں تھا اس نے اس کا رواج دیا تھا جب کہ وہ مدینہ کا والی تھا۔ فی عہد عبدالملک بن مروان۔ علامہ عینیؒ نے حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ اطعام چھ مساکین میں تقسیم ہو اس سے کم وبیش میں نہیں۔ یہی جمہور ائمہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ ایک مسکین پر خرچ کرنے کو بھی جائز فرماتے ہیں۔ اور اطعام میں ہر مسکین کو نصف صاع ہر چیز کا دیا جا سکتا ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نصف صاع صرف گندم کا ادا کر سکتا ہے۔ باقی تمر شعیر وغیرہ کا صاع ہر مسکین کو ادا کرنا ہو گا۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک ہر چیز کا نصف صاع ہے وہ گندم اور دوسری چیزوں میں فرق نہیں کرتے۔ امام صاحبؒ فرق کرتے ہیں۔ وہ مسلم کی روایت کعب بن عجرہ سے استدلال پکڑتے ہیں۔ جس میں نصف صاع طعاماً جس سے قمح یعنی گندم مراد ہے۔ باقی اوجز میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

بَابُ الْاِطْعَامُ فِی الْفِدْیَۃِ نِصْفُ صَاعٍ

ترجمہ۔ فدیہ یعنی کفارہ ادا کرنے میں نصف صاع گندم کا دینا ہو گا۔

حدیث نمبر ۱۵۹۷ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَسَاَلْتُہٗ عَنِ الْفِدْیَۃِ فَقَالَ نَزَلَتْ فِیَّ خَاصَّۃً وَّھِیَ لَکُمْ عَامَّۃً حُمِلْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْقُمَّلُ یَتَنَاثَرُ عَلٰی وَجْھِیْ فَقَالَ مَا کُنْتُ اُرٰی الْوَجَعَ بَلَغَ بِکَ مَا اَرٰی تَجِدُ شَاۃً فَقُلْتُ لَا فَقَالَ فَصُمْ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّۃَ مَسَاکِیْنَ لِکُلِّ مِسْکِیْنٍ نِصْفَ صَاعٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ معقلؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کعب بن عجرہؓ کے پاس جاکر بیٹھا۔ تو میں نے ان سے فدیہ یعنی کفارہ کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا میرے بارے میں خاص کر یہ آیت کریمہ اتری۔ اور عام طور پر تمہارے لئے۔ مجھے اٹھاکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جایا گیا۔ جب کہ جوئیں میرے چہرہ پر گر رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے سر کے درد نے آپ کو مشقت میں ڈال رکھا ہے۔ کیا تمہارے پاس بکری ہے۔ میں نے کہا نہیں فرمایا پس تم تین دن کے روزے رکھو۔ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ ہر مسکین کو نصف صاع دیا جائے۔

تشریح از قاسمی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ راوی کو شک ہے کہ آپؐ نے وجع کا لفظ فرمایا یا جھد کا۔ بہرحال وجع کے معنی درد اور جھد کے معنی مشقت کے ہیں۔ فقلت لا ای لا اجد شاۃ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ عادم ھدی روزہ رکھ سکتا ہے۔ بلکہ مریض کو تینوں میں سے ایک کا اختیار ہے۔ البتہ افضل ھدی ہے۔ امام بخاریؒ نصف صاع کی روایت نقل کرکے تنبیہ فرمارہے ہیں۔ کہ نصف صاع قمح یعنی گندم مراد ہے۔ جیساکہ حدیث مسلم میں آچکا ہے۔ نصف صاع من طعام۔ اگرچہ طبرانیؒ کی روایت سے نصف صاع من تمر معلوم ہوتا ہے۔ مگر راوی کا تصرف ہے۔ صحیح اور محفوظ یہی ہے۔ نصف صاع من طعام۔ الحدیث۔

بَابُ النُّسُکُ شَاۃٌ

ترجمہ۔ نسک سے مراد بکری ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۹۸ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰہُ اَنَّہٗ یَسْقُطُ عَلٰی وَجْھِہٖ فَقَالَ اَیُؤْذِیْکَ ھَوَامُّکَ قَالَ نَعَمْ

فَأَمَرَهُ أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّوْنَ بِهَا وَهُمْ عَلٰى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوْا مَكَّةَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ أَوْ يُهْدِيَ شَاةً أَوْ يَصُوْمَ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ الخ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلٰى وَجْهِهٖ مِثْلَهٗ۔

ترجمہ ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حال میں دیکھا۔ جب کہ وہ جوئیں ان کے چہرہ پر گر رہے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں۔ میں نے کہا ہاں! تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سر منڈانے کا حکم دیا۔ جب کہ وہ حدیبیہ میں تھے۔ اور آپؐ نے ان کے لئے واضح نہ کیا۔ کہ وہ اس حلق سے حلال ہو جائیں گے۔ درآنحالیکہ یہ لوگ مکہ میں داخل ہونے کی امید رکھتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فدیہ یعنی کفارہ کا حکم نازل فرمایا۔ تو آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ وہ چھ مسکینوں کو ایک فرق یعنی تین صاع کی مقدار کھانا کھلائے یا بکری ذبح کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔ اور دوسری سند سے حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حال میں دیکھا جب کہ جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں۔ اس طرح روایت کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ انهم یحلون بها الخ اس سے مراد یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حلق کی اجازت دے دی۔ جب کہ وہ دخول مکہ کے منتظر تھے۔ وہ اپنے احرام کو کچھ مدت تک لے جانا چاہتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہیں تھا۔ کہ مشرکین مکہ ان کو دخول مکہ سے روک دیں گے۔ اگر علم ہوتا تو آپؐ حلق کی اجازت نہ دیتے کیونکہ عارض احصار کی وجہ سے تحلل تو قریب تھا۔ **الحاصل** ان کو حلق کا حکم دینا بسبب عذر کے تھا۔ تحلل بالحصر کے قصد سے نہیں تھا۔

فانزل اللہ الخ البتہ اللہ تعالےٰ کو ضرور علم تھا کہ عارض حصر کی وجہ سے تحلل واقع ہوگا۔ اس کے باوجود آیت فدیہ اس لئے نازل فرمائی تاکہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے آسانی ہو جائے۔

تشریح از شیخ زکریا لم تبین لہم یہ زیادتی راوی نے اس لئے ذکر فرمائی تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ حلق عذر اذی کی وجہ سے ہوا۔ تحلل کے سبب نہیں ہوا چنانچہ فقہاء نے اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ جس عورت کو اپنے حیض کا وقت معلوم ہو یا مریض کو اپنی بیماری کا وقت معلوم ہے۔ وہ اگر اول تعالیٰ روزہ افطار کر دیں۔ پھر یہ عوارض منکشف ہوں تو ان پر روزے کی قضا واجب ہو گی۔ جیسے حضرت کعب بن عجرہؓ پر کفارہ واجب کیا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بعد میں تحلل ہونے والا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا رَفَثَ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب فلا رفث۔

حدیث نمبر ۱۵۹۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اس بیت اللہ کا حج کرنے کے ارادے سے آئے تو نہ جماع کی باتیں کرے اور نہ کوئی گناہ کرے۔ تو وہ ایسے واپس ہوگا جیسے اس کی ماں نے اس کو جنا ہے۔

تشریح از قاسمی قرآن مجید میں فلا رفث کا لفظ ہے اور حدیث میں لم یرفث وارد ہے۔ اس رفث کے معنی میں مختلف اقوال ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ رفث بول کر اس سے جماع مراد لیا جاتا ہے۔ جمہور کا یہی قول ہے۔ اور کبھی اس سے فحش گوئی مراد لی جاتی ہے۔ اور کبھی اس سے ذکر جماع مراد لیتے ہیں اور اور بعض نے کہا کہ ذکر الجماع مع النساء پر اطلاق ہوتا ہے مطلق نہیں۔ ان اقوال مختلفہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے فلا رفث کی تفسیر نہیں فرمائی۔ تاکہ حسب موقعہ معنی مراد لئے جائیں۔

تشریح از شیخ گنگوہی رجع کما ولدتہ امہ۔ ظاہر ہے کہ اس سے صغیرہ گناہ مراد ہوں گے۔ اگر صغیرہ وکبیرہ دونوں مراد لئے جائیں۔ تو یہ بھی ممکن ہے کیونکہ موقف حج میں جو آپؐ نے دعائیں مانگی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تیسری دعا پر وہ بھی معاف کر دیئے گئے البتہ حقوق العباد ساقط نہیں

لہ یعنی دن کے پہلے حصے میں

ہوں گے ۔ جب تک صاحب حقوق ساقط نہ کر دیں ۔ ہاں اگر توبہ صادقہ پائی جائے تو اللہ تعالیٰ صاحب حقوق کو راضی کرکے حقوق العباد ساقط فرما سکتے ہیں ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حج گناہوں کا کفارہ ہے ۔ اس مسئلہ میں بحث بہت طویل ہے ۔ قطب گنگوہیؒ نے اجمالی طور پر اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے ۔ اور کوکب دری میں بھی اسے بیان فرمایا ہے قاضی عیاض وغیرہ حضرات کا قول نقل کیا ہے ۔ کہ اس پر تو سب حضرات کا اجماع ہے ۔ کہ کبائر گناہ کا کفارہ توبہ ہے ۔ اور روایات واردہ کو صغائر سے مختص کرتے ہیں ۔ البتہ بعض اعمال ایسے بھی ہیں جن سے کبائر کے محو ہونے کا امکان ہے جیسے حج وغیرہ ۔ چنانچہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں اہلسنت کا اجماع ہے ۔ کہ کبائر کا کفارہ توبہ ہے ۔ لیکن دین ساقط نہیں ہوگا ۔ خواہ وہ دین اللہ تعالیٰ کا حق کیوں نہ ہو ۔ جیسے دین صلوٰۃ ۔ دین زکوٰۃ ۔ الحاصل شیخ گنگوہیؒ نے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طاعات اور عبادات قائمین بالطاعات کے اعتبار سے مختلف ہیں ۔ بعض کی عبادت سبب کفارہ ہیں بعض کی نہیں کیونکہ بہت سے سونے والے ایسے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ مقام ہے اور بہت سے آدھی رات سے عبادت کرنے والے ہیں ۔ جن کو سوائے بیداری کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ تو اسی بنا پر کما ولدتہ امہ کے معنی لئے جائیں گے ۔ اس کی طرف شیخ مرحوم نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صغائر اور کبائر کا معاف ہونا بھی ممکن ہے ۔

بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

ترجمہ ۔ کہ حج میں گناہ اور جھگڑا کسی سے نہ کرے ۔

حدیث نمبر ۱۶۰۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بیت اللہ کی زیارت کے لئے نکلے تو وہ نہ بے ہودہ باتیں کرے اور نہ گناہ کے کام کرے تو وہ ایسے واپس لوٹے گا اس دن کی طرح جس دن اسے ماں نے جنا ۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ الآیہ

ترجمہ۔ احرام کی حالت میں شکار کو قتل نہ کرو۔ اور تم میں سے جس نے جان بوجھ کر شکار کو قتل کر دیا۔ تو اس کا کفارہ اس جیسا چوپایہ ادا کرنا ہے۔ جس کا فیصلہ تم میں سے دو عدل والے آدمی کریں۔ ھدی بنا کر کعبہ تک پہنچاؤ۔ یا کفارہ ہے۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر روزہ رکھنا ہے۔ عزیز ذو انتقام اور تمہارے لئے سمندری شکار حلال ہے۔ اور اس کا طعام بھی تمہارے نفع کے لئے ہے۔ الیہ تحشرون الخ

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | احل لکم صید البحر۔ صید اس شکار کو کہتے ہیں جسے کسی آلہ سے سمندر سے لیا جائے۔ طعام وہ ہے جو بغیر کسی جال اور کلنٹے کے کسی کے ہاتھ آئے۔ کہ خود سمندر اس کی طرف پھینک دے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | صید اور طعام کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو تفسیر بیان فرمائی ہے وہ مسلک حنفیہؒ کے مطابق ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی ذبائح میں اس طرح تفسیر فرمائی ہے۔ کہ صید وہ ہے جسے شکار کیا جائے اور طعام وہ ہے جسے سمندر پھینکے یہ تفسیر شیخ گنگوہیؒ کی تفسیر کے موافق ہے۔ باقی تفصیل اوجز میں دیکھئے۔

بَابُ اِذَا اَصَادَ الْحَلَالُ فَاَهْدٰى لِلْمُحْرِمِ اَكَلَهٗ وَلَمْ يَرَ

ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَّ اَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَاْسًا وَّهُوَ غَيْرُ الصَّيْدِ نَحْوُ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْبَقَرِ وَالدَّجَاجِ وَالْخَيْلِ يُقَالُ عَدْلُ ذٰلِكَ مِثْلُ فَاِذَا كُسِرَتْ عِدْلٌ فَهُوَ زِنَةُ ذٰلِكَ قِيَامًا قِوَامًا يَعْدِلُوْنَ يَجْعَلُوْنَ عَدْلًا۔

ترجمہ۔ جب کوئی غیر محرم شکار کر کے محرم کو بطور ھدیہ کے دے۔ تو محرم اسے کھا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اگر محرم ذبح کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ شرط یہ ہے کہ شکار نہ ہو۔ جیسے اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ مرغی اور گھوڑے کا ذبح کرنا جائز ہے۔ آگے عَدل بالفتح اور عِدل بالکسر میں فرق بیان کرتے ہیں کہ عدل کے معنی تو مساوات کے ہیں۔ لیکن جب عین پہ کسرہ پڑھو تو عدل کے معنی گٹھڑی کے ہیں۔ اور جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما بمعنی قواما کے ہے۔

یعنی اس کعبہ سے دین و دنیا کے امور کا قیام ہے۔ اور سورۃ انعام میں ثم الذین کفروا بربهم یعدلون یعنی یجعلون له عدلا ای مثلا تعالی اللہ عنہ۔

حدیث نمبر ۱۰۷۱ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فُضَالَةَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ انْطَلَقَ اَبِیْ عَامَ الْحُدَیْبِیَّةِ فَاَحْرَمَ اَصْحَابُهٗ وَلَمْ یُحْرِمْ وَحُدِّثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَدُوًّا یَغْزُوْهُ فَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَمَا اَنَا مَعَ اَصْحَابِهٖ تَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَیْهِ فَطَعَنْتُهٗ فَاَثْبَتُّهٗ وَاسْتَعَنْتُ بِهِمْ فَاَبَوْا اَنْ یُّعِیْنُوْنِیْ فَاَكَلْنَا مِنْ لَّحْمِهٖ وَخَشِیْنَا اَنْ نُّقْتَطَعَ فَطَلَبْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْفَعُ فَرَسِیْ شَاْوًا وَّاَسِیْرُ شَاْوًا فَلَقِیْتُ رَجُلًا مِّنْ بَنِیْ غِفَارٍ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ قُلْتُ اَیْنَ تَرَكْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهٗ بِتَعْهِنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْیَا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَهْلَكَ یَقْرَءُوْنَ عَلَیْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ قَدْ خَشُوْا اَنْ یُّقْتَطَعُوْا دُوْنَكَ فَانْتَظِرْهُمْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ فَاضِلَةٌ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوْا وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میرا باپ حدیبیہ والے سال روانہ ہوا ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھا لیکن انہوں نے نہ باندھا۔ درآنحالیکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ دشمن آپؐ سے جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے۔ میں بھی آپؐ کے اصحاب کے ہمراہ چل رہا تھا۔ کہ وہ ایک دوسرے کو ہنسا رہے تھے۔ پس اچانک میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گورخر ہے۔ جس پر میں نے حملہ کر دیا۔ اور اس کے ایسا نیزہ مارا کہ اسے ٹھہرنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے اُن سے مدد طلب کی۔ تو انہوں نے میری مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ پس ہم نے حمار وحشی کا گوشت کھایا۔ اور ہمیں خطرہ لاحق ہوا۔ کہ ہم کہیں آپؐ سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ تو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنا شروع کیا۔ کچھ دیر تو میں اپنے گھوڑے کو تیز دوڑاتا تھا اور کچھ دیر آہستہ چلاتا تھا۔ تو آدھی رات کے وقت قبیلہ بنی غفار کا ایک آدمی مجھے ملا۔ جس سے میں نے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں چھوڑ آئے ہو۔ اس نے کہا چشمہ تعھن پر چھوڑ آیا ہوں۔ اور آپؐ کا ارادہ سقیا مقام

پر قیلولہ کرنے کا تھا۔ چنانچہ میں نے آپؐ کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ کے صحابہ آپؐ پر سلام پڑھتے ہیں۔ آپؐ کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ ان کو خطرہ ہے کہ کہیں آپؐ سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ پس آپؐ ان کا انتظار فرمائیں۔ میں نے یہ بھی کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حمار وحشی کا شکار کیا ہے۔ اور میرے پاس اس کا بچا ہوا موجود ہے۔ تو آپؐ نے قوم سے فرمایا۔ کھاؤ۔ حالانکہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وھو غیر الصید یعنی مذبوح شکار نہیں تھا اگر شکار ہوتا تو محرم کو اس کے ذبح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ فھو زنۃ ذلک یعنی عِدل بکسر العین کہ معنی وزن میں دوسری چیز کے مساوی ہونا۔ پس اس سے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جو یہاں پہ مذکور نہیں ہے۔ یعنی بوجھ کے دو پلڑوں میں سے ایک جس کو عِدلین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فاحرم اصحابہ وھو غیر محرم ظاہر یہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسی ضرورت کے لئے میقات کے اندر بھیجا تھا۔ تو جب وہ میقات میں سے گذرے تو ان کا مقصد دخولِ مکہ نہیں تھا۔ بلکہ کام سے فارغ ہو کر واپس مدینہ جانا چاہتے تھے۔ لیکن جب کام سے فارغ ہو گئے۔ تو پھر دخولِ مکہ کا قصد کر لیا۔ تو اس کا حکم اس شخص کا ہوگا جو داخل میقات ہو۔ تو وہ حل سے جہاں سے چاہیں احرام باندھ سکتے ہیں۔

خشینا ان تقتطع کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہو جائیں کہ قلیل ہونے کی وجہ سے دشمن ہمیں قتل کر دے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں سے جو کثیر تھے ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ واسیر شأواً یعنی بسیر معتاد عادت کے مطابق چلنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضرت ابو قتادہؓ آپؐ کے ساتھ روانہ نہیں ہوئے تھے بلکہ اہل مدینہ نے ان کو اطلاع دینے کے لئے بھیجا تھا۔ کہ کچھ قبائل عرب مدینہ لوٹ مار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو روحاء مقام تک پہنچنے سے پہلے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو آپؐ نے دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے ساحل البحر کی طرف بھیجا۔ چنانچہ قاحۃ کے مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقی ہوئے۔ تو حضور انور صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غیر محرم کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ وہ عسفان واپس پہنچے۔ اس طرح سب روایات جمع ہو جائیں گی۔

اور یہ حدیبیہ کے سال کا واقعہ ہے۔ یہی مشہور ہے۔

تشریح از قاسمی | جزاء مثل ما قتل من النعم الخ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام محمد بن الحسن فرماتے ہیں اگر صید مقتول کا مثل موجود ہو جیسے شتر مرغ کا مثل ابل ہے۔ نیز ائمہ ثلاثہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ تعیین ھدی۔ اطعام اور صیام میں اختیار حکمین عدلین کو ہے۔ مثل میں مثل معتبر ہے ورنہ جو قیمت وہ مقرر کر دیں وہی دینی پڑے گی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ بہر صورت قیمت واجب ہے۔ اگرچہ اس کی مثل بھی موجود ہو۔ تو پھر اس قیمت سے ھدی خرید کرے۔ یا کھانا کھلائے یا قیمت کا صدقہ کرے۔ شیخینؒ فرماتے ہیں کہ قاتل کو اختیار ہے جس چیز کا تعین کرے۔ کیونکہ وجوب اسی پہ ہے۔ تو تعیین کا اختیار بھی اسی کو ہو گا۔ جیسا کہ یمین میں اسی کو اختیار ہے۔ تعھن ایک چشمہ ہے جو سقیا سے تین میل کے فاصلہ پہ ہے۔ اور سقیا مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بڑی بستی ہے۔

بَابُ إِذَا رَأَى الْمُحْرِمُونَ صَيْدًا فَضَحِكُوا فَفَطِنَ الْحَلَالُ

ترجمہ۔ محرم شکار کو دیکھ کر ہنس پڑیں اور غیر محرم سمجھ جائے کہ شکار ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۰۲ **حَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ رض أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ فَأُنْبِئْنَا بِعَدُوٍّ بِغَيْقَةَ فَتَوَجَّهْنَا نَحْوَهُمْ فَبَصُرَ أَصْحَابِي بِحِمَارِ وَحْشٍ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضٍ فَنَظَرْتُ فَرَأَيْتُهُ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ الْفَرَسَ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ فَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ عَلَيْهِ شَأْوًا فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ أَيْنَ تَرَكْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَرَكْتُهُ بِتَعْهَنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَلَحِقْتُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَصْحَابَكَ أَرْسَلُوا يَقْرَءُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ وَبَرَكَاتِهِ وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يَقْتَطِعَهُمُ الْعَدُوُّ دُونَكَ فَانْظُرْهُمْ

فَفَعَلَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا اصَّدْنَا حِمَارَ وَحْشٍ وَّإِنَّ عِنْدَنَا فَاضِلَةً فَقَالَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهٖ كُلُوْا وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ ابن ابی قتادہؓ سے مروی ہے کہ ان کے باپ نے حدیث بیان کی۔ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ والے سال چلے۔ آپؐ کے اصحابؓ نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہ باندھا۔ کیونکہ ہمیں غیقۃ میں دشمن کے حملہ کی خبر دی گئی۔ تو ہم ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ میرے ساتھیوں نے حمار وحشی کو دیکھا تو ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ تو میں نے بھی نظر کر کے اسے دیکھ لیا۔ پس میں نے گھوڑے سے اس پر حملہ کر دیا۔ میں نے اس کو ایک ایسا نیزہ مارا جس سے میں نے اسے اسی جگہ ٹھہرا لیا۔ پس میں نے ان سے مدد طلب کی لیکن ان حضرات نے میری مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ پس اس میں سے ہم نے کھایا۔ پھر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا۔ ہمیں خطرہ تھا کہ دشمن کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ اس لئے میں اپنے گھوڑے کو تھوڑی دیر دوڑاتا تھا اور کچھ دیر اس پر آہستہ چلتا تھا۔ مجھے آدھی رات کے وقت بنی غفار کا ایک آدمی ملا۔ میں نے اس سے پوچھا تو نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں چھوڑا۔ اس نے کہا کہ تعھن میں چھوڑا جب کہ آپؐ سقیا مقام میں قیلولہ کرنے والے ہیں۔ پس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ میں آپؐ تک پہنچ گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ کے اصحاب نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ آپؐ پر سلام پڑھتے ہیں اور آپؐ کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اور ان کو خطرہ تھا کہ کہیں ہم دشمن کی وجہ سے آپؐ سے جدا نہ ہو جائیں۔ اس لئے آپؐ ان کا انتظار فرمائیں چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! بے شک ہم نے حمار وحشی کا شکار کیا۔ اور ہمارے پاس اس کا کچھ بچا ہوا موجود ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ کھاؤ۔ حالانکہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے۔

تشریح از قاسمی | ان نقتطع یعنی کہیں دشمن ہمیں آپؐ سے جدا نہ کر دے۔ کیونکہ آپؐ ہم سے پہلے چلے گئے تھے۔

بَابُ لَا يُعِينُ الْمُحْرِمُ الْحَلَالَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ

ترجمہ۔ محرم شکار کے قتل کرنے میں غیر محرم کی مدد نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۶۰۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعَ اَبَا قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَاحَةِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى ثَلٰثٍ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَاحَةِ وَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ فَرَاَيْتُ اَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا فَنَظَرْتُ فَاِذَا حِمَارُ وَحْشٍ يَعْنِي وَقَعَ سَوْطُهُ فَقَالُوْا لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ اِنَّا مُحْرِمُوْنَ فَتَنَاوَلْتُهُ فَاَخَذْتُهُ ثُمَّ اَتَيْتُ الْحِمَارَ مِنْ وَّرَاءِ اَكَمَةٍ فَعَقَرْتُهُ فَاَتَيْتُ بِهٖ اَصْحَابِي فَقَالَ بَعْضُهُمْ كُلُوْا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَاْكُلُوْا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَمَامَنَا فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ كُلُوْهُ حَلَالٌ قَالَ لَنَا عَمْرٌو اِذْهَبُوْا اِلٰى صَالِحٍ فَسَلُوْهُ عَنْ هٰذَا وَغَيْرِهٖ وَقَدِمَ عَلَيْنَا هٰهُنَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قاحۃ میں تھے جو مدینہ سے تین مراحل پر ہے۔ دوسری سند سے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مقام قاحۃ میں تھے۔ بعض ہم میں سے احرام والے تھے اور بعض احرام والے نہیں تھے۔ پس میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو کوئی چیز دکھا رہے ہیں پس میں نے بھی دیکھا کہ وہ حمار وحشی ہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ان کا چابک گر پڑا تو انہوں نے کہا۔ کہ ہم تو اس پر تیری کسی طرح سے امداد نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم تو احرام والے ہیں۔ تو میں نے خود پکڑ کر اسے لے لیا۔ پس میں ایک ریت کے ٹیلہ سے پیچھے سے میں حمار وحشی کے پاس آیا۔ پس میں نے اسے قتل کر دیا۔ اور اسے میں اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا۔ تو بعض نے کہا کہ تم اسے مت کھاؤ۔ تو میں اس کو لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ جب کہ آپ ہمارے آگے کسی مقام پر تھے۔ تو میں نے آپ سے فتویٰ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ حلال ہے۔ عمرو نے ہمیں کہا کہ تم صالح کے پاس جاؤ اور ان سے اس کے متعلق پوچھو اور ان کے علاوہ بھی پوچھو وہ اس جگہ

ہمارے پاس آئے ہوئے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یعنی دقع سوطہ لفظ یعنی بعض رواۃ نے زیادہ کیا ہے۔ کیونکہ ان کے استاذ نے بعینہ یہ لفظ ذکر نہیں کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس سے اشارہ کرنا ہے کہ استاذ کے کلام کے معنی تو وہی ہیں جو میں نے ذکر کر دیئے البتہ خصوصی لفظ یاد نہیں رہا۔ قال لنا عمرو یعنی استاذ عمرو جس دن یہ حدیث بیان کر رہے تھے وہ مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے۔ شاگردوں کو حکم دیا۔ کہ وہ حضرت استاذ صالح سے اس حدیث اور دیگر امور ان سے سن لیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | لا نعیننک علیہ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو اس کا علم تھا کہ محرم شکار کرنے میں کسی قسم کی امداد نہیں کر سکتا۔

قال لنا عمروؒ اس سے مقصد ان کا یہ ہے کہ ان کے ضبط کی تائید ہو جائے۔ کہ صالح بن کیسان سے ان کا سماع ہے۔ صالح بن کیسان مدنی تھے۔ جو مکہ میں تشریف لائے تھے۔ تو عمرو بن دینارؒ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ خود میرے استاذ سے سن لیں۔

تشریح از قاسمی | مسند ابو عوانہ میں ہے فتناولتہ بشیٔ فاخذتہ یعنی چابک کو پہلے کسی چیز سے لے کر اس کو پکڑ لیا۔ تو اب وہ اعتراض رفع ہو گیا کہ تناولتہ کے بعد اخذتہ کی کیا ضرورت تھی۔

بَابُ لَا يُشِيرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلَالُ

ترجمہ۔ کوئی احرام والا شکار کی طرف اشارہ نہ کرے تاکہ حلال اسے شکار کر لے۔

حدیث نمبر ۱۶۰۴ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجُوا مَعَهُ فَصَرَفَ طَائِفَةً مِنْهُمْ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتّٰى نَلْتَقِيَ فَأَخَذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ فَلَمَّا انْصَرَفُوا أَحْرَمُوا كُلُّهُمْ إِلَّا أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيرُونَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمُرِ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا وَقَالُوا أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِ الْأَتَانِ فَلَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا أَحْرَمْنَا وَقَدْ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ

فَرَاَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا اَبُوْقَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا اَتَانًا فَنَزَلْنَا فَاَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهَا ثُمَّ قُلْنَا اَنَاْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَّنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا قَالَ مِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا اَوْ اَشَارَ اِلَيْهَا قَالُوْا لَا قَالَ فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوقتادہ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کی نیت سے روانہ ہوئے تو صحابہ کرام بھی آپؐ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ تو جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان میں ایک گروہ کو پھیر دیا۔ جن میں حضرت ابوقتادہ بھی تھے۔ جن سے آپؐ نے فرمایا کہ وہ سمندر کے کنارہ کنارہ پکڑیں یہاں تک کہ ہم سے آکر ملیں۔ چنانچہ انہوں نے سمندر کا کنارہ اختیار کیا۔ تو جب یہ لوگ لشکر سے پھر گئے۔ تو باقی سب نے احرام باندھا صرف ابوقتادہ نے نہ باندھا۔ پس اس اثنا میں کہ وہ چل رہے تھے۔ کہ انہوں نے کئی حمار وحشی دیکھے۔ تو ابوقتادہ نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک مادہ حمار وحشی کو قتل کر دیا چنانچہ وہ سواریوں سے اترے اور اس کے گوشت کو کھالیا۔ وہ پھر کہنے لگے ہم تو محرم ہیں۔ کیا ہم شکار کا گوشت کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ بچا کھچا گوشت اپنے ساتھ اٹھالیا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ بے شک ہم نے تو احرام باندھ رکھا تھا لیکن ابوقتادہ نے نہیں باندھا تھا ہم نے حمار وحشیوں کی ایک ٹولی دیکھی جس پر ابوقتادہ نے حملہ کر دیا۔ جن میں سے ایک مادہ حمار وحشی کو قتل کر دیا۔ پس ہم اترے اور اس کا گوشت کھالیا۔ پھر ہم کہنے لگے کہ کیا ہم محرم ہو کر اس شکار کا گوشت کھا سکتے ہیں۔ اور ہم اس کے گوشت کا کچھ حصہ اٹھا کر لائے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ یا اس کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے کہا نہیں جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم اس حمار وحشی کا بچا ہوا گوشت کھا سکتے ہو۔

تشریح از قاسمی | خرج حاجًا یہ لفظ غلط ہے۔ کیونکہ حج الوداع میں تو آپ کے ساتھ جمع کثیر تھی۔ اور وہ ساحل سمندر کے راستہ کو نہیں گیا۔ بلکہ شاہراہ عام پر چلتے رہے بلکہ یہ ایک عمرہ کا واقعہ ہے۔ تو حاجًا بمعنی قاصدًا کے ہوگا۔ عمرہ میں بھی قصد بیت اللہ پایا جاتا ہے۔

بَابُ اِذَا اَهْدٰى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَّحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

ترجمہ۔ جب کوئی محرم کو حمار وحشی زندہ ہدیہ کے طور پر دے تو اسے قبول نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۶۰۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَۃَ اللَّیْثِیِّ اَنَّہٗ اَھْدٰی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِیًّا وَھُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّہٗ عَلَیْہِ فَلَمَّا رَاٰی مَا فِیْ وَجْھِہٖ قَالَ اِنَّا لَمْ نَرُدَّہٗ عَلَیْکَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت صعب بن جثامہ لیثی سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کہ آپؐ ابواء یا ودان کے مقام میں تھے تو ایک حمار وحشی پیش کیا۔ تو آپ نے اسے واپس کر دیا جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کے آثار ان کے چہرے میں دیکھے تو فرمایا ہم نے اسے آپؐ پر اس لئے واپس کیا کہ ہم احرام والے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | حمارًا وحشیاً حیًا اس سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ حدیث میں جو حمارًا وحشیًا وارد ہے اس سے زندہ حمار مراد ہے مگر بعض روایات میں یہ الفاظ وارد ہیں ارسلہ الیہ بعد ذبحہ اگرچہ حدیث باب تو تاویل کی محتاج نہیں۔ البتہ جن روایات میں یہ الفاظ وارد ہیں تو ان کی تاویل کی جائے گی

تشریح از شیخ زکریاؒ | بلکہ بعض روایات میں لحم حمار وحش کے الفاظ ہیں۔ تو ان کو تعدد واقعات پر محمول کیا جائے گا۔ بعض حضرات نے وجوہ ترجیح بیان فرمائی ہیں اور بعض نے جمع بین الروایات کی صورت بیان کی ہے جن کی تفصیل اوجز المسالک میں ملے گی۔ امام بخاریؒ نے جو حمارًا وحشیًا حیًا ذکر کیا ہے اس سے جمع بین الروایات کی صورت بیان کی ہے۔ اس لئے آنجناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ابوقتادہ سے قبول فرمایا تھا وہ مذبوح تھا جس کو رد کیا وہ زندہ تھا۔

بَابُ مَا یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

ترجمہ۔ محرم کون کون سے جانور مار سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۰۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَیْسَ عَلَی الْمُحْرِمِ فِیْ قَتْلِھِنَّ جُنَاحٌ بِسَنَدٍ اٰخَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِسَنَدٍ اٰخَرَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ قَالَتْ حَفْصَۃُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَاحَرَجَ

عَلٰی مَنْ قَتَلَهُنَّ اَلْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ وَالْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ۔

ترجمہ۔ کئی سندوں کے واسطہ سے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے بی بی حفصہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ وہ فرماتی تھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ جانور ہیں جن کے قتل کرنے پر کوئی تنگی نہیں ہے۔ کوا۔ گدھ۔ چوہا۔ بچھو اور باؤلا کتا۔

حدیث نمبر ۱۶۰۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ يَقْتُلُهُنَّ فِي الْحَرَمِ اَلْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ جانور ہیں جو سب کے سب موذی ہیں۔ جن کو حرم میں قتل کیا جا سکتا ہے۔ کوا۔ گدھ۔ بچھو۔ چوہا اور باؤلا کتا۔

حدیث نمبر ۱۶۰۸ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ بِمِنًى اِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَاِنَّهُ لَيَتْلُوْهَا وَاِنَّهُ لَيَتْلُوْهَا وَاِنِّيْ لَاَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ وَاِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا اِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوْهَا فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّمَا اَرَدْنَا بِهٰذَا اَنَّ مِنًى مِّنَ الْحَرَمِ وَاَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَاْسًا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منیٰ کے ایک خیمہ میں تھے۔ کہ اچانک آپؐ پر سورۃ والمرسلات الخ اتری۔ اور ابھی آپؐ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں آپؐ کے منہ مبارک سے اُسے حاصل کر رہا تھا اور ابھی آپ اس سورۃ کے ساتھ رطب اللسان یعنی آپؐ کا منہ اس سے تر تھا کہ اچانک ایک سانپ ہم پر کودا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اس کو قتل کر دو۔ پس ہم نے اس پر حملہ کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کی کہ وہ بھاگ کر چلا گیا۔ جس پر آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ سانپ تمہارے شر سے بچ گیا۔ جیسا کہ تم اس کے شر سے بچ گئے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا اس حدیث سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ منیٰ حرم میں سے ہے۔ اور صحابہ کرامؓ سانپ کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶۰۹ حدثنا اسمعیل عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للوزغ فویسق ولم اسمعہ امر بقتلہ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کرلا کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ موذی ہے۔ لیکن میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا اس کے قتل کرنے کا حکم دیا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ انما اردنا بھذا ان منیٰ من الحرم امام بخاریؒ کی اس سے غرض یہ ہے کہ خمس فواسق میں حصر نہیں ہے اور موذی جانور کا قتل کرنا بھی جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ نے جو فائدہ بیان کیا ہے وہ واضح ہے۔ ہاں باقی مطابقۃ الحدیث بالترجمہ ہے۔ کیونکہ حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے معلوم ہو۔ کہ محرم کو قتل کرنے کی اجازت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ لیلۃ عرفہ کا ہے۔ جس میں حالت احرام کی واضح ہے جیسے منیٰ کے لفظ سے حرم کے اندر ہونا واضح ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد بھی ہو گیا جو کہتے ہیں کہ قتلِ حیہ کا واقعہ طواف افاضہ کے بعد پیش آیا۔

تشریح از قاسمی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے حرم اور احرام میں خمس دواب کا قتل کرنا جائز ثابت ہوا۔ جمہور کے نزدیک ان کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر موذی جانور کا قتل کرنا جائز ہے جیسے شیر۔ بھیڑیا وغیرہ کلب عقور میں داخل ہیں۔ امام مالکؒ تخصیص کے قائل ہیں۔ لہذا وہ کرلا کے قتل کرنے کی محرم کو اجازت نہیں دیتے اگر کوئی قتل کر دے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ چنانچہ درمختار میں ہے جمیع ھوام الارض کا یہی حکم ہے کیونکہ نہ تو وہ شکاری جانور ہیں اور نہ ہی بدن سے پیدا شدہ اسی طرح حملہ آور درندہ کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے حملہ کا دفاع قتل سے کیا جائے۔ اگر دفاع قتل کے بغیر ممکن ہو پھر قتل کر دے تو اس کا کفارہ لازم ہو گا۔

فویسق فاسق کی تصغیر ہے اس سے ترجمہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس کے قتل کرنے کی اجازت ہے۔ مگر حضرت عائشہؓ نے اس کو آپ سے نہیں سنا کہ آپؐ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا ہو البتہ دوسری روایت میں اس کے قتل کرنے کی تصریح ہے۔ ابن عبدالبر نے اس کے قتل پر اتفاق نقل کیا ہے۔

بَابُ لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ

ترجمہ - حرم کے درخت کو نہ کاٹا جائے - حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حرم کا کانٹا بھی نہ کاٹا جائے -

حدیث نمبر ۱۶۱۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَّهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَدِ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ أَنَّهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَّلَا يَعْضُدُ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَّا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ خَرْبَةٌ بَلِيَّةٌ -

ترجمہ - حضرت ابو شریح عدوی سے مروی ہے کہ انہوں نے عمرو بن سعید عامل مدینہ سے کہا جب کہ وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا اے امیر اگر مجھے اجازت ہو تو میں آپ کو ایک پیغام بیان کروں جو فتح مکہ کی دوسری صبح کو آپؐ اس کو لے کر کھڑے ہوئے - جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا میرے دل نے اسے محفوظ کیا اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پیغام کو بول رہے تھے میری آنکھوں نے آپؐ کو دیکھا - کہ آپ نے اللہ کی حمد اور آپ کی ثنا بیان کی - پھر فرمایا کہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے لوگوں میں سے کسی نے اسے حرام قرار نہیں دیا - پس کسی آدمی کے لئے حلال نہیں ہوا - جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ اس میں خون بہائے اور نہ ہی اس میں کوئی درخت کاٹے -

اگر کوئی شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال سے رخصت حاصل کرنا چاہیئے۔ تو اس سے کہہ دو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اجازت دی جس نے تمہیں نہیں دی۔ اور آپؐ کو بھی اللہ تعالیٰ نے صرف دن کی ایک گھڑی میں اجازت دی۔ پھر اس کی حرمت آج بھی اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح حرمت کل تھی۔ پس چاہیئے کہ حاضر اسے غائب تک پہنچائے۔ تو حضرت ابو شریحؓ سے پوچھا گیا۔ کہ عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا۔ فرمایا کہ اس نے کہا اس مسئلہ کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ اے ابو شریح حرم کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ ہی اس شخص کو جو خون بہا کر بھاگ کر آیا ہو۔ یا جو تخریب کاری کر کے بھاگ کر آیا ہو۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ خربۃ کے معنی مصیبت اور تخریب کاری کے ہیں۔ اس کے آخر میں ہے کہ ابو شریح نے فرمایا میں حاضر تھا تو موجود نہیں تھا۔ اور حضورؐ نے اپنا یہ حکم پہنچانے کا ہمیں حکم دیا جو میں نے پہنچا دیا۔ پس انہوں نے اس کی موافقت نہ کرتے ہوئے اس کو اعلیٰ صوت (اونچی آواز) سے رد کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت ابن زبیرؓ نہ عاصی تھے بلکہ وہ تو خلیفہ تھے۔ اور نہ ہی کسی کا خون بہا کر آئے تھے اور نہ ہی تخریب کاری تھی۔ یہ عمرو بن سعید کی چالا کی تھی تاکہ یزید بن معاویہ راضی ہو جائے۔

بَابُ لَایُنَفَّرُ صَیْدُ الْحَرَمِ

ترجمہ۔ کسی حرم کے شکار کو بھڑکا کر بھگایا نہ جائے۔

حدیث نمبر ۱۶۱۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی … عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ مَکَّۃَ فَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَ لَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِیْ وَ اِنَّمَا اُحِلَّتْ لِیْ سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ لَا یُخْتَلٰی خَلَاھَا وَلَا یُعْضَدُ شَجَرُھَا وَلَا یُنَفَّرُ صَیْدُھَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُھَا اِلَّا لِمُعَرِّفٍ وَّقَالَ الْعَبَّاسُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا الْاِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ قَالَ ھَلْ تَدْرِیْ مَا لَا یُنَفَّرُ صَیْدُھَا ھُوَ اَنْ تُنَحِّیَہٗ مِنَ الظِّلِّ یَنْزِلُ مَکَانَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرام قرار دیا ہے۔ نہ تو میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کے لئے اسے حلال قرار دیا گیا تھا۔ اب تو اس کی سبز گھاس کاٹی جائے۔

اور نہ ہی اس کا کوئی درخت کاٹا جائے ۔ اور نہ ہی اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ ہی اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے ۔ مگر اس کی تعریف کرنے والا اٹھا سکتا ہے ۔ جس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا یا رسول اللہ کترن بوٹی (اذخر) کو مستثنیٰ فرما دیجئے اس لئے کہ وہ ہمارے زرگروں کے لئے اور ہماری قبوروں میں استعمال ہوتی ہے ۔ آپؐ نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے ۔ حضرت عکرمہ نے فرمایا جانتے ہو کہ لاینفر صیدھا کے کیا معنی ہیں وہ یہ کہ تو کسی شکاری جانور کو سائے سے جدا کرے اور خود اس کی جگہ بیٹھ جائے ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لاینفر صیدھا اس سے مقصود کو صرف الگ کرنے میں بند کرنا نہیں ہے بلکہ تنفیر عام ہے جو تنحیہ الگ کرنے کو بھی شامل ہے تو اس سے ما فوق کو بھی شامل ہو گی ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت عکرمہ کا مقصد یہ ہے کہ اس کے تلف کرنے اور ہر قسم کی تکلیف دینے سے روکا گیا ہے ۔ تو یہاں ادنیٰ سے اعلیٰ تک تنبیہ کرنا مقصود ہے ۔ لیکن حضرت عطاءؒ اور مجاہدؒ نے حضرت عکرمہ کی مخالفت کی ۔ وہ فرماتے ہیں ۔ کہ اس کے بھگا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ جب تک کہ قتل تک نوبت نہ پہنچے ۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے ایک شیخ اہل مکہ سے نقل کیا ہے کہ ایک کبوتر ان کے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا جس نے عمرؓ کے ہاتھ پر بیٹ کر دی ۔ تو عمرؓ نے ہاتھ سے ایسا اشارہ کیا ۔ وہ اڑ کر کسی گھر میں گھس گیا ۔ سانپ نے اس کو کھا لیا تو عمرؓ نے ایک بکری بطور کفارہ کے ادا کی ۔ ایسا واقعہ حضرت عثمانؓ سے بھی منقول ہے ۔

تشریح از قاسمی لایختلی خلاھا خلا سبز گھاس کو کہتے ہیں ۔ اختلاء کے معنی گھاس کاٹنے کے ہیں ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے خشک گھاس کا کاٹنا جائز ہو گا ۔ لیکن بعض طرق میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے ولایختش حشیشھا کہ اس کی خشک گھاس بھی نہ کاٹی جائے ۔ لیکن ہدایہ میں ہے ۔ قطع حشیش الحرم اور اس کے درخت کا کاٹنا بھی ممنوع ہے کیونکہ وہ مملوک نہیں اور نہ ہی ممانیۃ الناس میں سے ہو تو اس پر قیمت کا ادا کرنا لازم ہو گا ۔ البتہ خشک گھاس پر کچھ نہیں ہے لقطہ مکہ میں اختلاف ہے ۔ بعض حضرات یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مکہ کے لقطہ کا حکم بھی باقی شہروں کے لقطہ کی طرح ہے ۔ لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں ۔ لاتحل البتۃ یعنی ابدا پانے والے کے لئے صرف اعلان کرنا ہے ۔

بَابُ لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

ترجمہ۔ مکہ معظمہ میں لڑائی دنگا کرنا حلال نہیں ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ شُرَيْحٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا

ترجمہ۔ ابو شریحؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ میں خون نہ بہائے۔

حدیث نمبر ۱۶۱۲ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا فَاِنَّ هٰذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا قَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهٗ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ قَالَ قَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن مکہ فتح کرلیا۔ تو فرمایا اب مکہ سے ہجرت فرض نہیں رہی۔ لیکن ہجرت کا ثواب یا تو جہاد میں ہے یا اس کی نیت میں ہے۔ پس جب تمہیں امام کسی جہاد کے لئے چلنے کا بلاوا دے تو جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو جاؤ۔ پس یہ ایک شہر ہے جسے اللہ تعالےٰ نے حرام قرار دیا ہے جس دن سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ وہ اللہ تعالےٰ کی حرمت کی وجہ سے قیامت کے دن تک حرام ہے۔ اور میرے سے پہلے کسی کے لئے اس میں جنگ کرنا حلال نہیں تھا۔ اور میرے لئے صرف ان کی ایک گھڑی کے لئے حلال ہوا۔ اب وہ اللہ کی حرمت سے قیامت کے دن تک حرام ہے۔ پس اس کا کانٹا تک نہ کاٹا جائے۔ اور اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے اور نہ ہی اس کی کسی گری پڑی چیز کو اٹھائے مگر ہاں جو شخص تعریف کے لئے اٹھائے تو جائز ہے۔ اور اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا یا رسول اللہ مگر اذخر کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ کیونکہ وہ ہمارے لوہاروں کے لئے اور اپنے گھروں کی چھتوں کے لئے ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مگر اذخر یعنی کترن بوٹی کی اجازت ہے۔

تشریح از قاسمی لا ھجرۃ مکہ جب سے اسلام بنا ہے اس وقت سے ہجرت مکہ دار الاسلام سے فرض نہیں رہی۔ لیکن ہجرت من دار الحرب الی دار الاسلام باقی ہے الی یوم القیامۃ الخ لکن لکم جہاد ونیۃ الخیر میں ہجرت کا ثواب موجود ہے۔

بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ وَكَوَى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَيَتَدَاوَى مَالَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ

ترجمہ۔ محرم کے لئے پچھنے لگوانا کیسا ہے۔ ابن عمرؓ نے اپنے بیٹے کو احرام کی حالت میں داغ لگایا۔ اور ایسی چیز کے ساتھ علاج کر سکتا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔ ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہے کہ حجامۃ اور کئی عند الضرورۃ جائز ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۱۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُولُ احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے۔

حدیث نمبر ۱۶۱۴ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَؓ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن بحینہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں لحی جمل کے مقام پر اپنے سر کے درمیانی حصہ پر پچھنے لگوائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وسط راس میں پچھنے تو لگوائے لیکن آپؐ نے بال منڈانے کی وجہ سے کفارہ ادا فرمایا۔ پھر فدیہ بھی پورا ادا کیا جائے گا۔ اگرچہ تمام سر کا حلق نہ کرایا ہو۔ کیونکہ یہ عضو مقصود کی حجامت متصور ہو گی۔ تو نفع حاصل کرنا مکمل ہو گیا۔ اگرچہ محلوق عضو کامل نہیں ہے۔ بنا بریں ارتفاق کی وجہ فدیہ کامل واجب ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حجامت وسط راس اور ظہر قدم پر ثابت ہے جس کو تعدد واقعات پر محمول کیا جائے گا۔ اور ممکن ہے پہلا واقعہ حجۃ الوداع کا ہو اور دوسرا کسی عمرہ

کا ہو۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ اگر حجامت بغیر بال کاٹنے کے ہو۔ تو بغیر فدیہ کے جائز ہے۔ اگر قطع شعر کی ضرورت پڑے تو بال کاٹ سکتا ہے مگر کفارہ دینا ہوگا۔ یہی ائمہ ثلاثہؒ کا قول ہے۔ البتہ صاحبین فرماتے ہیں کسی چیز کا صدقہ کردے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ موضع محاجم کا حلق کرنے سے امام صاحبؒ کے نزدیک دم لازم آئے گا اور صاحبین کے نزدیک صدقہ دینا ہوگا۔ یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ حجامت کے لئے حلق راس کرے اگر کسی اور وجہ سے ہو تو بالاتفاق صدقہ واجب ہے۔ البتہ اگر قدر ربع رقبہ ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ اسی کی طرف شیخ گنگوہیؒ نے اشارہ فرمایا ہے۔ **ان الغدیۃ فی ذلک تکمل** فریقین کے دلائل اوجز میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

لحی جمل مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ کے قریب ہے۔

بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ

ترجمہ۔ احرام والے کا شادی کرنا۔

حدیث نمبر ۱۶۱۵ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيرَةِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔

تشریح از قاسمی ابراہیمؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہم حضرات نے اس حدیث سے استدلال قائم کیا۔ کہ محرم کے لئے نکاح کرنا جائز ہے۔ لیکن جب تک حلال نہ ہو اس سے ہم بستری نہ کرے۔ ائمہ ثلاثہؒ نکاح کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر نکاح کر لیا تو باطل ہوگا۔ ان کا استدلال مسلم کی روایت سے ہے۔ جس میں ہے لاینکح المحرم ولا ینکح غیرہ ولا یخطب کہ محرم نہ تو خود نکاح کر سکتا ہے نہ کسی دوسرے کا نکاح کرا سکتا ہے اور نہ اس کے خطبہ کیا جا سکتا ہے جس کی تفصیل عینی میں ہے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الطِّيبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ وَقَالَتْ عَائِشَةُؓ لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ اَوْ زَعْفَرَانٍ

ترجمہ۔ احرام والے مرد اور عورت کے لئے کون سی خوشبو منع ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ احرام والی عورت

ایسا کپڑا نہ پہنے جو ورس اور زعفران سے رنگا ہوا ہو۔ ورس زرد رنگ خوشبودار اور زعفران سرخ رنگ خوشبودار۔

حدیث نمبر ۱۶۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَا تَاْمُرُنَا اَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّیَابِ فِی الْاِحْرَامِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقَمِیْصَ وَلَا السَّرَاوِیْلَاتِ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْبَرَانِسَ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ اَحَدٌ لَیْسَتْ لَہٗ نَعْلَانِ فَلْیَلْبَسِ الْخُفَّیْنِ وَلْیَقْطَعْ اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا شَیْئًا مَسَّہٗ زَعْفَرَانٌ وَلَا الْوَرْسُ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْاَۃُ الْمُحْرِمَۃُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَیْنِ تَابَعَہٗ مُوْسَی بْنُ عُقْبَۃَ فِی النِّقَابِ وَالْقُفَّازَیْنِ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ وَلَا وَرْسٌ وَکَانَ یَقُوْلُ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمُحْرِمَۃُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَیْنِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ لَا تَنْتَقِبُ الْمُحْرِمَۃُ وَتَابَعَہٗ لَیْثُ بْنُ اَبِیْ سُلَیْمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ یا رسول اللہ آپؐ ہمیں احرام میں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا قمیص نہ پہنو۔ اس طرح سلواریں نہ پہنو۔ اور پگڑیاں نہ باندھو۔ اور نہ ہی چغے پہنو۔ مگر جس شخص کے دونوں جوتے نہ ہوں۔ تو وہ موزے پہنے اور ان کا نچلا حصہ ٹخنوں تک کاٹ دے۔ اور ایسا کوئی کپڑا نہ پہنو جس کو زعفران اور ورس سے رنگا گیا ہو۔ اور احرام والی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔ موسیٰ بن عقبہ نے نقاب قفازین میں عبداللہ کی متابعت کی ہے اور عبیداللہ نے صرف لا ورس کہا ہے اور کہتے تھے احرام والی نقاب نہ اوڑھے اور نہ دستانے پہنے۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ لا تنتقب المحرمۃ اور لیث نے ان کی متابعت کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۱۷ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُہٗ فَقَتَلَتْہُ فَاُتِیَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوْہُ وَکَفِّنُوْہُ وَلَا تُغَطُّوْا رَاْسَہٗ وَلَا تُقَرِّبُوْہُ طِیْبًا فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یُہِلُّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک احرام والے شخص کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی۔ جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اس کو نہلاؤ اور کفناؤ۔ لیکن اس کے سر کو نہ ڈھانکو۔ اور نہ ہی خوشبو اس کے قریب لے جاؤ۔ کیونکہ وہ تلبیہ کہتے ہوئے احرام باندھے ہوئے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

تشریح از قاسمی شوافعؒ اور حنابلہؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ میت اپنے احرام میں باقی رہتا ہے۔ اس لئے سِلا ہوا کپڑا اسے نہ پہنایا جائے۔ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپا جائے اور نہ ہی اسے خوشبو لگائی جائے لیکن احنافؒ اور مالکیہؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس کی موت سے احرام ختم ہو گیا اور اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو زندہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ تھا جس میں عموم نہیں ہے کیونکہ اس کی علت بیان ہوئی۔ یبعث یوم القیامۃ ملبیاً اور اس کا وجود دوسرے میں نہیں پایا جاتا اگر اس کو احرام پر باقی مانا جائے تو بقیہ مناسکِ حج بھی اس کے پورے کئے جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

ترجمہ۔ احرام کے لئے غسل کرنا کیسا ہے۔

وَقَالَ بْنُ عَبَّاسٍؓ يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ وَلَمْ يَرَى ابْنُ عُمَرَؓ وَعَائِشَةُؓ بِالْحَكِّ بَأْسًا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے۔ ابن عمرؓ اور عائشہؓ کھجلانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶۱۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ وَّالْمِسْوَرِ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْاَبْوَاءِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍؓ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهٗ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهٗ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهٗ فَاَرْسَلَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ اِلٰى اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ فَوَجَدْتُهٗ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ اَسْئَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَوَضَعَ اَبُوْ اَيُّوْبَ يَدَهٗ عَلَى الثَّوْبِ فَطَاْطَاَهٗ حَتّٰى بَدَا لِيْ رَاْسُهٗ ثُمَّ قَالَ لِاِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اُصْبُبْ فَصَبَّ عَلٰى رَاْسِهٖ ثُمَّ حَرَّكَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن حنین سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس اور مسور بن مخرمہ نے ابواء کے مقام

پر اختلاف کیا۔ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ محرم اپنے سر کو دھو سکتا ہے۔ اور حضرت مسورؓ فرماتے کہ محرم اپنے سر کو نہ دھوئے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھے حضرت ابوایوبؓ انصاری کے پاس بھیجا جس کو قرنین کے درمیان غسل کرتے ہوئے پایا جو کپڑے سے پردہ بنائے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے پوچھا یہ کون ہے میں نے کہا کہ عبداللہ بن حنین ہوں مجھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں سر کو کیسے دھوتے تھے۔ تو حضرت ابوایوبؓ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا اور اسے نیچے کیا۔ یہاں تک کہ آپ کا سر میرے لئے ظاہر ہو گیا۔ تو آپؓ نے اس آدمی سے فرمایا۔ جو آپ پر پانی بلیٹ رہا تھا کہ پانی پلٹو۔ اس نے آپ کے سر پر پانی ڈالا تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو ملا۔ دونوں ہاتھ آگے بھی لے گئے اور پیچھے بھی لائے۔ پس فرمایا کہ میں نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ حرک رأسه بیدیه یعنی سر کو اس طرح ملا کہ بال نہ ٹوٹنے پائیں من هذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک ننگے نہیں ہوئے تھے ورنہ کلام نہ کرتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ نے تعری کے وقت کلام نہ کرنے کو ترجیح دی ہے جس کا احتمال حدیث میں ہے۔ اکثر شراح کا میلان اس طرف ہے کہ ایسی حالتِ تعری میں کلام کرنا جائز ہے لیکن میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضرت ابوایوبؓ مستتر تھے جس پر قال لانسان اصبب تو ایسی صورت میں نہ کلام ممنوع نہ رد سلام ممنوع ہے۔ اور وہ کپڑا جس کو انہوں نے نیچے کیا تھا وہ چادر نہیں تھی بلکہ وہ کپڑا تھا جس سے پردہ کر رکھا تھا وہ ستر کے لئے نہیں تھا کیونکہ وہ ننگے نہیں تھے۔ بلکہ وہ کپڑا دھوپ، ہوا اور غبار سے بچنے کے لئے تھا۔

حرک رأسه بیدیه قرطبیؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ غسل میں دلک یعنی ملنا ضروری ہے۔ کیونکہ غسل اس کے بغیر تام نہیں ہوتا تو محرم کے لئے اس کا ترک کر دینا ضروری ہے کہ کہیں بال نہ اکھڑ جائیں۔ البتہ داڑھی کے بالوں کا خلال مستحب ہے۔ درحقیقت علماء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ۔ شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ دلک یعنی ملنے میں کوئی حرج نہیں۔ جمہور کا یہی مسلک ہے البتہ امام مالکؒ اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ ابن رشد فرماتے ہیں کہ جنبی کے لئے غسل راس بالاتفاق جائز ہے۔ البتہ غیر جنابۃ میں اختلاف ہے۔ اگرچہ فعل ابوایوبؓ میں صراحت نہیں ہے۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا سوال غسل بلا احتلام کے

متعلق تھا۔

بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

ترجمہ۔ جب محرم کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۱۹ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الخ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ مَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ لِلْمُحْرِمِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو عرفات میں خطبہ دے رہے تھے۔ جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے اور جس کو لنگی نہ ملے وہ احرام کے لئے سلوار پہن لے۔

حدیث نمبر ۱۶۲۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِؓ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ وَإِنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے۔ فرمایا کہ قمیص نہ پہنے اور نہ ہی پگڑیاں باندھے اور نہ ہی سلواریں پہنے اور نہ ہی لمبی ٹوپیاں پہنے اور نہ ایسا کپڑا پہنے جو زعفران اور ورس سے رنگا ہوا ہو۔ اگر جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے۔ البتہ ان کو کاٹ لے یہاں تک کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ۔

ترجمہ۔ جب لنگی نہ ملے تو سلوار پہنے۔

حدیث نمبر ۱۶۲۱ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ وَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں ہمیں خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ جس شخص کو لنگی نہ ملے وہ سلوار پہن لے اور جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہنے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ سلوار پہننے کی اجازت اس صورت میں ہے جب کہ ازار حاصل کرنے کی پوری کوشش کرلے خواہ وہ خریدنے کے ذریعہ اور اس کے پاس اس کی قیمت موجود ہو۔ یا اس کے پاس دو سلواروں میں ایک سلوار اتنی وسیع ہو کہ اس کی سلائی ادھیڑ کر لنگی بنایا جاسکتا ہو۔ ان صورتوں میں لنگی پہنے سلوار نہ پہنے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ نے جو فائدہ بیان کیا ہے وہ واضح ہے مگر اس کی کچھ ابحاث داوجز میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ عدم وجدان سے مراد یہ ہے کہ اس کے حاصل کرنے پر قدرت نہ ہو۔ یا تو اس کے کم ہونے کی وجہ سے یا اس کی قیمت کے نہ ہونے کی وجہ سے یا قیمت کی گرانی کی وجہ سے تو اس کو خرید کرنا لازم نہیں۔ اگر کوئی ھبہ کرے تو قبول کرنا بھی واجب نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کعبین سے کیا مراد ہے جمہور کے نزدیک وضو کا کعب مراد ہے۔ احنافؒ کے نزدیک وہ جوڑ مراد ہے جو وسط قدم میں ہوتا ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے قطع خفین سے پہلے جوتے پہن لئے تو اگر ایک دن کامل گذر گیا تو احنافؒ کے نزدیک دم واجب ہے۔ اگر ایک دن سے کم ہے تو صدقہ کرنا چاہیئے۔ باقی حضرات کے نزدیک کوئی فدیہ واجب نہیں ہے۔ تو لبس خفین کی اجازت مشروط بالقطع ہوگی۔ البتہ موضع القطع میں اختلاف ہے۔

بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدَى وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ

ترجمہ۔ محرم کا ہتھیار پہننا۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ جب محرم کو دشمن کا خطرہ ہو۔ تو وہ ہتھیار لگا سکتا ہے۔ اور فدیہ بھی ادا کرے۔ لیکن فدیہ کے بارے میں ان کی متابعت نہیں کی گئی۔

حدیث نمبر ۱۶۲۲ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى

قَاضَاهُمْ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا لیکن اہل مکہ نے ان کا مکہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ پھر ان سے آپؐ نے اس بات پر صلح کر لی کہ مکہ میں جب وہ داخل ہوں گے تو ان کے ہتھیار نیام میں ہوں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لبس السلاح الخ ان ہتھیاروں سے مراد تلوار۔ زرہ اور خود ہے۔ اور وجوب فدیہ میں تو کوئی کلام نہیں ہے۔ اس لئے کہ زرہ سلے ہوئے کپڑے کے حکم میں ہے اور خود پہننے سے سر کا ڈھانپنا ہو گا اور یہ دونوں محظورات احرام میں سے ہیں۔ جن پر فدیہ لازم ہے۔ اس صورت میں حضرت عکرمہ کا قول جمہور کے قول کے مخالف نہیں ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں امام مالکؒ اور شافعیؒ محرم کو ہتھیار اٹھانے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور حضرت حسن بصریؒ اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔

قولہ لم یتابع فی الفدیۃ یہ امام بخاریؒ کا کلام ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وجوب فدیہ کا کوئی بھی قائل نہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ عند الضرورت تلوار لگانے کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کا استدلال حضرت براءؓ کی روایت سے ہے جو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر پیش آئی کہ یہ لوگ مکہ میں ہتھیار نیاموں میں رکھ کر داخل ہوں گے۔ جس سے عند الحاجۃ اباحۃ حمل السلاح ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں ایک باب باندھا ہے۔ باب المحرم یحمل السلاح جس کے ذیل حضرت براءؓ کی روایت کو لائے ہیں۔ جنہیں امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے عطار احنافؒ تقلد سیف کی اباحۃ کا قول کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سلاح وہ ہے جس سے لڑائی لڑی جائے۔ تو اس میں زرہ داخل نہیں ہو گی کیونکہ وہ تو پہنی جاتی ہے اس سے قتال نہیں کیا جاتا۔

بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا وَ إِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ لِلْحَطَّابِينَ وَغَيْرِهِمْ۔

ترجمہ۔ مکہ اور حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا۔ حضرت ابن عمرؓ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ آپؐ نے جو احرام باندھنے کا حکم دیا ہے۔ وہ اس شخص کے لئے ہے جو حج اور عمرہ کے ارادہ سے داخل ہو۔

لکڑی جمع کرنے والوں اوراس طرح کے دوسروں لوگوں کے لئے احرام ذکر نہیں کیا گیا۔

حدیث نمبر ۱۶۲۳ حدثنا مسلمؒ عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقت لاھل المدینۃ ذاالحلیفۃ ولاھل نجد قرن المنازل ولاھل الیمن یلملم ھن لھن ولکل ات اتی علیھن من غیرھم ممن اراد الحج والعمرۃ فمن کان دون ذلک فمن حیث انشا حتی اھل مکۃ من مکۃ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذی الحلیفہ کو میقات مقرر فرمایا۔ اور نجد والوں کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم وہ مواقیت ان مقامات والوں کے لئے اور ہر اس آنے والے کے لئے ہے دوسرے مقامات میں سے ان کے پاس آئے یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو حج اور عمرہ کا ارادہ کریں اور جو لوگ ان مقامات کے اندر ہیں یعنی حل میں ہیں۔ وہ یہاں سے سفر شروع کریں حتی کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

حدیث نمبر ۱۶۲۴ حدثنا عبد اللہ بن یوسفؒ عن انس بن مالکؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل عام الفتح وعلی راسہ المغفر فلما نزعہ جاء رجل فقال ان ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ فقال اقتلوہ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپؐ کے سر مبارک پر خود تھا۔ جب آپؐ نے اس کو اتارا تو ایک آدمی آکر آپؐ سے کہنے لگا۔ کہ بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے۔ پس آپؐ نے فرمایا اسے قتل کردو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ جو لوگ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں ان کا استدلال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے ہے کہ فتح مکہ کے دن آپؐ کے سر پر خود تھا۔ لیکن اس وقت تو مکہ حرم نہیں بنا تھا جس کی تصریح آپؐ نے اپنے خطبہ میں فرمائی۔ تو احتجاج تام نہ ہوا۔ ہمارا مستدل وہ روایت ہے لاتجاوزا الوقت بغیر احرام مؤلفؒ کا فعل ابن عمرؓ سے استدلال بھی نافع نہیں۔ کیونکہ وہ ایک واقعہ جو عموم کا مقتضی نہیں ہے۔ ممکن ہے ابن عمرؓ کسی ضرورت کی وجہ سے مواقیت کے اندر تشریف لے گئے ہوں۔ فراغت کے بعد دخول مکہ کا ارادہ ہو گیا تو جو لوگ داخل مواقیت ہیں وہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مامور بہ وہ لوگ ہیں جو مواقیت سے گذریں۔ یہاں تجاوز پایا نہیں گیا۔

اس لئے حل اصلی پہ باقی رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حطابین یعنی لکڑیاں جمع کر کے بیچنے والوں کے لئے احرام لازم نہیں ہے۔ کیونکہ داخل مواقیت ہیں۔ ان پہ احرام لازم کرنا مشقت میں ڈالنا ہے۔ مدینہ اور طائف سے کوئی لکڑیاں نہیں لاتا کہ مجاوزۃ لازم آئے۔ مولف کا امرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ احرام کو حج اور عمرہ میں بند کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ ابن عباسؓ کی روایت جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اس میں کلمہ حصر کے ساتھ فرمایا گیا لاتجاوزوا الوقت الا باحرام اس میں نسکین یعنی حج اور عمرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے اس لئے اس کو مطلق رکھا جائیگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ دخول مکہ تین طرح پر ہے۔ پہلا تو یہ کہ حج اور عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہو۔ اس صورت میں بالاتفاق بغیر احرام کے داخلہ ناجائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نسک کی ادائیگی کی نیت سے داخلہ نہ ہو۔ جیسے حطابین وغیرہ اصحاب فواکہ یعنی پھل فروٹ لانے والے لوگ ان کے لئے بغیر احرام کے داخلہ کی اجازت ہے۔ بار بار آنے کی وجہ سے احرام کا التزام باعث مشقت ہے۔ تیسری صورت یہ ہے۔ کہ کسی ضرورت کے لئے مکہ میں داخل ہو۔ لیکن اس ضرورت کے لئے کرات ومرات یعنی بار بار نہیں آنا پڑتا تو اس صورت میں بھی احرام ضروری ہے کیونکہ اس میں کوئی مشقت نہیں۔ پھر داخل حرم کے لئے احرام باندھنے کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعیؒ مطلقاً عدم وجوب کے قائل ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ سے وجوب منقول ہے البتہ حنابلہ سے ذوی الحاجات المتکررہ کے لئے استثناء ہے۔ احناف داخل میقات کو بھی مستثنیٰ کر دانتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے کہ آفاقی جب مواقیت پہ پہنچے تو خواہ حج وعمرہ کا قصد ہو یا نہ ہو۔ احرام واجب ہے۔ اور داخل میقات بھی بغیر احرام کے آجا سکتا ہے۔ اور جس کا قصد دخول مکہ نہ ہو ویسے مواقیت سے گذرے تو اس کے لئے احرام نہیں ہے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں تشریف لے گئے ذی الحلیفہ سے گذرنے پہ احرام نہیں باندھا۔

فعل ابن عمر غیر ملجم للخصم کیونکہ موطا امام مالکؒ میں ہے۔ ان عبد اللہ بن عمرؓ اقبل من مکۃ حتی اذا کان بقدید جاءہ خبر من المدینۃ فرجع فدخل مکۃ بغیر احرام۔ غالباً یہ واقعہ حرہ کی طرف اشارہ ہے۔ احنافؒ پہ الزام نہیں آسکتا کیونکہ قدید مکہ اور میقات کے درمیان واقع ہے۔ تو داخل میقات پہ احرام واجب نہیں ہے چنانچہ موطا امام محمدؒ میں اثر ابن عمرؓ نقل کرنے کے بعد کہا گیا ہے۔ بہذا ناخذ من کان فی المواقیت اودونہا الی مکۃ ولیس بینہ وبین مکۃ وقت من المواقیت فلا بأس ان یدخل مکۃ بغیر احرام وھو قول ابی حنیفہؒ تو اثر ابن عمر احنافؒ کا مستدل ہوا کہ ان کے خلاف دلیل ہے۔

ولم یذکر للحطابین وغیرهم ای لم یذکر الاھلال للحطابین اس سے امام بخاریؒ نے اپنے مسلک کی طرف اشارہ کیا کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو وہ مکہ معظمہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے تو اس پہ کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ احنافؒ کے نزدیک چونکہ یہ لوگ داخل المیقات ہیں اس لئے احرام کی پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ ابو عمرؒ فرماتے ہیں کہ لا اعلم خلافا بین فقہاء الامصار فی الحطابین ومن یدمن الاختلاف الی مکۃ ویکثرہ فی الیوم واللیلۃ انہم لا یؤمران بذلک یعنی لکڑیاں چننے والے اور جو ہمیشہ مکہ میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یا دن رات ان کا کثرت سے آنا جانا ہو ان کو احرام کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا تجاوزوا الوقت الا باحرام وہ آفاقی کے لئے ہے۔

من اراد الحج والعمرۃ اس سے بھی ترجمہ سے مطابقت ہو گئی۔ الملم یلملم اور یرمرم یہ سب اہل یمن کے میقات ہیں۔ مکہ سے دو مرحلہ پہ پہاڑ کا نام ہے۔ ابن خطل کا قتل اس لئے ہوا۔ کہ وہ مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا۔ اور اس کی دو گانے والی باندیاں تھیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھیں۔ اور ایک مسلمان خادم کو بھی اس نے قتل کر دیا تھا۔ اس کو زبیر بن العوام وغیرہ نے مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان قتل کر دیا من دخلہ آمنا کے لئے فعل الرسول مخصص بنے گا۔

بَابُ اِذَا اَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ

وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا تَطَيَّبَ اَوْ لَبِسَ جَاهِلًا اَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ جس شخص نے جہالت میں احرام باندھا حالانکہ اس کے بدن پر قمیص تھی۔ اور عطاءؒ فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص نے خوشبو لگائی یا کپڑا پہن لیا۔ جہالت کی وجہ سے یا بھول جانے کی وجہ سے تو اس پہ کفارہ نہیں ہے۔ یہی امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نسیان کی صورت میں فدیہ واجب ہو گا۔ جیسے نماز میں نسیانا کھا پی لے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۲۵ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَاہُ رَجُلٌ عَلَیْہِ جُبَّۃٌ وَبِہٖ اَثَرُ صُفْرَۃٍ اَوْ نَحْوُہٗ کَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ لِیْ تُحِبُّ اِذَا نَزَلَ عَلَیْہِ الْوَحْیُ اَنْ تَرَاہُ فَنَزَلَ عَلَیْہِ ثُمَّ سُرِّیَ عَنْہُ فَقَالَ اصْنَعْ فِیْ عُمْرَتِکَ مَا

تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ وَعَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت یعلیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ کہ ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا جس کے بدن پر جبّہ تھا۔ اور اس پر زردی وغیرہ کے نشان بھی تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے میرے سے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے۔ کہ جب آپؐ پر وحی نازل ہو۔ تو اس حالت میں آپؐ کو دیکھے۔ بہرحال آپؐ پر وحی نازل ہوئی پھر وہ حالت کھل گئی۔ تو آپؐ نے فرمایا تم اپنے عمرہ میں بھی ایسا افعال کرو جو اپنے حج میں کرتے ہو اور ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو دانت سے کاٹا یعنی اس کے اگلے دانت نکال دیئے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قصاص کو باطل فرما دیا۔

تشریح از قاسمی ابطله ای جعله هدرًا لا دیة فیه کیونکہ اس نے حملہ آور کے حملہ کو دفع کیا ہے۔ اگر اشکال ہو کہ ترجمہ میں تو قمیص کا ذکر ہے حدیث میں جبّہ کے الفاظ ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ دوسرے جبّہ بھی قمیص ہے۔ مع شیئٍ آخر۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ بِعَرَفَةَ وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤَدَّى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ

ترجمہ۔ جو محرم عرفات میں مرجائے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بقیہ حج ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

حدیث نمبر ۱۶۲۶ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ أَوْ قَالَ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ دریں اثنا ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عرفات میں وقوف کرنے والا تھا۔ کہ وہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا۔ جس نے اس کی گردن توڑ دی۔ تو آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ اسے غسل دو۔ اور دو کپڑوں میں یا اس کے دو کپڑوں میں اسے کفناؤ۔ اور اس کے سر کو نہ ڈھانپو! اور نہ ہی اسے

کوئی مخلوط خوشبو دو۔ کیونکہ اللہ تعالٰی اسے قیامت کے دن تک تلبیہ کہتے ہوئے اٹھائے گا۔

حدیث نمبر ۱۶۲۷ حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تَمَسُّوهُ طِيبًا وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا تُحَنِّطُوهُ فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ دریں اثنا ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عرفات میں وقوف کرنے والا تھا۔ کہ وہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا۔ پس اس اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ۔ اور دو کپڑوں میں کفناؤ۔ اور اس کو خوشبو مت لگاؤ۔ اور اس کے سر کو نہ ڈھانپو اور نہ ہی اس کو ملی جلی خوشبو لگاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالٰی اسے قیامت کے دن تلبیہ کہنے والا کر کے اٹھائے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لم یأمر الخ سے امام بخاریؒ نے شاید احنافؒ کے صحیح مذہب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ جس شخص پر حج واجب ہے وہ اسی سال حج کر لے۔ اگر اس کو پورا کرنے سے پہلے مر گیا۔ تو اس کے پورا کرنے کی وصیت کر جانا اس پر واجب نہیں ہے۔ اگر اس پر حج واجب تھا لیکن اسی سال اس نے نہیں کیا۔ پھر مر گیا کہ اس کا حج تمام نہیں ہوا تھا۔ تو اپنے مال سے حج کو پورا کرنے کی وصیت کر جانا واجب ہے۔ شاید نماز روزے کو بھی اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ بھی ساقط ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص نے فجر کی نماز کا وقت پایا لیکن طلوع شمس سے پہلے مر گیا یا مسافر تھا سفر کی وجہ سے رمضان کے روزہ کا افطار کر لیا۔ پھر اس کو اتنا وقت نہیں مل سکا۔ کہ جس میں روزہ رکھ سکے۔ تو اس سے روزہ ساقط ہو جائے گا۔ نماز اور روزے دونوں کی قضاء، وصیت کرنا واجب نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بقیۃ الحج سے مراد رمی جمار۔ حلق۔ طواف افاضہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قضا کرنے کا حکم اس لئے نہیں دیا۔ کہ اس کو اتنا وقت ہی نہیں ملا۔ جس میں وہ بقیہ حج کو ادا کر سکتا۔ اس لئے وہ مخاطب ہی نہیں۔ جیسے کوئی شخص اول وقت میں نماز کو شروع کرے۔ لیکن دورانِ صلوٰۃ مر گیا۔ تو اس پر نہ قضا ہے نہ وصیت واجب ہے۔

الصحیح من مذھب الحنفیۃ شارح اللباب فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس پہ حج واجب ہو چکا۔ لیکن وہ اس کی ادا سے خود عاجز رہا۔ تو اس کی طرف سے حج بدل کرانا واجب ہے۔ جب کہ اس طرف سے تاخیر ہو گئی ہو کہ اسی وجوب والے سال حج نہیں کیا۔ اس سے اشارہ ہوا کہ وجوب ایصا راس شخص سے متعلق ہے۔ جس نے وجوب کے بعد فوری طور پہ حج نہیں کیا کیونکہ اس سے کوتاہی ہو گئی۔ اگر قبل از قدرت ادا ہلاک ہو گیا تو ایصا ریعنی وصیت کرنا واجب نہیں ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جس پہ حج لازم ہوا اور وہ قدرت ادا کرنے سے پہلے مرگیا۔ تو اس سے حج ساقط نہیں ہوگا وارث اس کے ترکہ سے حج بدل کرائے۔ اس کا حج جمیع مال سے کرایا جائے۔ اگر حج نفلی تھا۔ جس کی طاقت اسے اسی سال تھی۔ پھر عاجز ہو گیا تو قضا واجب نہ ہو گی۔ چنانچہ صاحب درمختار نے اعذار مبیحہ لابطار الصوم کے بعد لکھا ہے کہ جب اعذار زائل ہو جائیں تو قضا کرنا لازم ہے اور ان اعذار کے درمیان وفات ہو گئی۔ تو وصیت بالفدیہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ عدۃ من ایام اخروہ پا ہی نہیں سکا۔ اگر زوال عذر کے بعد مرگیا تو جس قدر مدت پائی ہے۔ اس کی وصیت واجب ہے۔

بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

ترجمہ۔ جب محرم مرجائے تو اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۶۲۸ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوهُ بِطِيبٍ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی۔ جب کہ وہ محرم تھا۔ پس بے چارا مر گیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ۔ اور اس کے دو کپڑوں میں کفناؤ۔ اور اسے خوشبو مت لگاؤ۔ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپو۔ کیونکہ وہ قیامت والے دن تلبیہ کہنے والا ہو کر اٹھایا جائے گا۔

بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْاَةِ

ترجمہ۔ میت کی طرف حج کرنا اور اس کی نذر کو پورا کرنا اور مرد عورت کی طرف سے حج کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۲۹ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّيْ عَنْهَا اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَةً اُقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ پس کہنے لگی کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر وہ حج نہ کر سکی کہ مر گئی کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو اس کی طرف سے حج کر لے۔ بتلاؤ اگر تمہاری ماں کے ذمہ قرضہ ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرنے والی ہوتی اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ حق پورا کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ترجمہ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ ایک تو حج بدل یعنی دوسرے کی طرف سے حج کرنا یہ تو روایت سے ظاہر ہے۔ اس پر باقی نذروں کو بھی قیاس کیا جائے۔ کیونکہ حج کی اس نے نذر مانی تھی۔ جب نذر حج کی قضا جائز ہے تو غیر الحج کی نذر بھی جائز ہوگی۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج بطریق اولیٰ ادا کر سکتا ہے کیونکہ مرد کا حج عورت کے حج سے افضل ہے۔ کیونکہ مرد کے حج میں عورت کے حج کی بنسبت مناسک زیادہ ہیں۔ جب عورت کا حج عورت کی طرف سے جائز ہے تو مرد کا حج تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ جواز الحج عن الغیر۔ یہ مسئلہ بہت مشہور ہے اور طویل ذیل ہے اوجز میں اس کی بہت فروع ذکر کی گئی ہیں۔ جس میں دس ابحاث بڑی مفید اور اہم ہیں۔ پہلا تو یہ ہے۔ کہ جو شخص خود حج واجب کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ دوسرے کو نائب نہیں بنا سکتا۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ حج منذور بھی حجۃ الاسلام کی طرح جواز اور منع میں ہے البتہ حج تطوع بھی کی تین قسمیں ہیں۔ دوسری بحث یہ ہے۔ کہ جو شخص استطاعۃ حج بالغیر رکھتا ہے اس پر بھی حج واجب ہے جب کہ شرائط پائے جائیں مثلاً شیخ فانی ہے۔ جس میں شرائط حج پائے جائیں۔ مگر خود حج کرنے سے عاجز ہے مانع کی وجہ سے تو

امام احمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں ۔ ایسے شخص پر حج لازم ہے ۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب خود حج ادا نہیں کرسکتا تو اس پر حج واجب ہی نہیں ہے ۔ احنافؒ کے ہاں مختلف روایات ہیں مشہور یہ ہے کہ اس پر حج لازم نہیں ۔ لیکن صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب زاد ۔ راحلہ اور نائب کی استطاعۃ ہے ۔ تو حج واجب ہے ۔ لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ معذوری کی حالت میں استطاعۃ ہوئی اگر استطاعۃ صحت کی حالت میں ہوئی پھر عذر پیش آگیا تو پھر وجوب حج پر سب کا اتفاق ہے ۔ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جس شخص نے خود حج نہیں کیا کیا وہ دوسرے کی طرف سے حج کرسکتا ہے ۔ امام احمدؒ کی روایت مشہورہ یہ ہے کہ جائز نہیں اگر کرلیا تو یہ احرام اس کے اپنے حج کا ہوگا ۔ اور امام ابوحنیفہؒ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ محجوج عنہ کی طرف سے حج واقع ہوگا ۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں ۔ حج حج کرنے والے کا ہے ۔ دوسرے کو نفقہ کا ثواب ملے گا ۔ باقی فروع اور ان کے دلائل کی تفصیل اوجز میں ملے گی ۔ من شاء فلینظر ۔

یقاس علیہ سائر النذور یہ ترجمہ کا دوسرا جزء ہے ۔ کہ میت کی طرف سے نذر کو قضاء کیا جاسکتا ہے ۔ یعنی حقوق واجبہ میت کی طرف سے ادا کئے جائیں ۔ جمیع مال سے اگرچہ وصیت نہ بھی کی ہو ۔ اگر مرض الموت میں نذر واقع ہوئی ہے ۔ تو ثلث مال سے پوری کی جائے گی ۔

حج الرجل عن المرأۃ یہ ترجمہ کا تیسرا جزء ہے ۔ جس کے جواز پر سب کا اتفاق ہے ۔ البتہ حسن بن صالح اختلاف کرتے ہیں ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ تو حج الرجل عن المرأۃ ہے اور حدیث سے حج المرأۃ عن المرأۃ ثابت ہوتا ہے ۔ تو شراح نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں ۔ کسی نے کہا ان امی نذرت سے ترجمہ ثابت ہے اور اقضوا اللہ میں بھی حکم عام ہے ۔ اور حج عن نذر المیت ہے جو رجل اور مراۃ کا دونوں کو شامل ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ امام بخاریؒ نے روایۃ شعبہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے ۔ اتی رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اختی نذرت ان تحج اور اسی میں یہ ہے فاقض اللہ فھو احق بالقضاء اس روایت کی مصنفؒ نے کتاب النذور میں خود تخریج کی ہے ۔

بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَّا یَسْتَطِیْعُ الثُّبُوْتَ عَلَی الرَّاحِلَۃِ

ترجمہ ۔ جو شخص سواری پر ٹک کر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا اس کی طرف سے حج کرنا ۔

حدیث نمبر ۱۶۲۳ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ

ح بسند آخر عن ابن عباسؓ قال جاءت امرأة من خثعم عام حجة الوداع قالت يا رسول الله إن فريضة الله على عباده في الحج ادركت ابي شيخا كبيرا لا يستطيع ان يستوي على الراحلة فهل يقضي عنه ان احج عنه قال نعم ۔

ترجمہ۔ حضرت فضل بن عباسؓ سے مروی ہے۔ ایک عورت نے کہا۔ دوسری سند سے ابن عباسؓ راوی ہیں۔ کہ ایک عورت قبیلہ خثعم کی حجۃ الوداع کے سال آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور کہنے لگی کہ اللہ تعالےٰ کا فریضہ جو اس کے بندوں پر حج کے بارے میں ہے اس نے میرے باپ کو شیخ کبیر کی حالت میں آلیا۔ جو اونٹنی پر سیدھا بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں!

باب حج المرأة عن الرجل

ترجمہ۔ عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا۔

حدیث نمبر ۱۶۳۱ حدثنا عبد الله بن مسلمة الخ عن عبد الله بن عباسؓ قال كان الفضل رديف النبي صلى الله عليه وسلم فجاءت امرأة من خثعم فجعل الفضل ينظر اليها وتنظر اليه فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الآخر فقالت ان فريضة الله ادركت ابي شيخا كبيرا لا يثبت على الراحلة افاحج عنه قال نعم وذلك في حجة الوداع ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری پر پیچھے بیٹھے تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی۔ حضرت فضل اس کی دیکھتے اور وہ آپ کی طرف دیکھتی تھی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے لگے تو اس عورت نے کہا اللہ تعالےٰ کے فریضہ حج نے میرے باپ کو شیخ فانی کی حالت میں آلیا۔ جو سواری پر ٹک کر نہیں بیٹھ سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! یہ واقعہ حجۃ الوداع میں پیش آیا۔

بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ

ترجمہ۔ بچوں کا حج کرنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۲۲ حَدَّثَنَا ابُو النُّعْمَانِ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُولُ بَعَثَنِي أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بھیجا یا مجھے آگے روانہ کر دیا۔ مجھ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب سفر کے ہمراہ رات کے وقت مزدلفہ سے روانہ فرما دیا۔

حدیث نمبر ۱۶۲۳ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الخ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ أَسِيرُ عَلَى أَتَانٍ لِي وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِنًى حَتّٰى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَآءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَنَدٍ آخَرَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ میں اس حال میں آیا کہ میں بلوغ کے قریب پہنچ چکا تھا اور میں اپنی گدھیا پر چل رہا تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے منی میں نماز پڑھا رہے تھے۔ حتیٰ کہ میں پہلی صف کے کچھ حصہ کے سامنے سے چل رہا تھا۔ پھر میں اپنی سواری سے اترا جو چرنے لگی۔ اور میں لوگوں کے ساتھ صف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور دوسری سند سے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ منی کے مقام پر حجۃ الوداع میں نماز پڑھا رہے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶۲۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُونُسَ الخ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَؓ قَالَ حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ۔

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے۔ کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرایا گیا جب کہ میں سات سال کی عمر کا تھا۔

حدیث نمبر ۱۶۲۵ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ الخ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَقُولُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ وَكَانَ قَدْ حُجَّ بِهِ فِي ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سائب بن یزیدؓ سے فرما رہے تھے۔ جب کہ حضرت سائبؓ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب سفر میں حج کرایا گیا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہی | یقول للسائب اس قول کو یہاں ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ مدعی تو ثبوت حجۃ الصبیان ہے جو تمام کلام پر موقوف نہیں ہے۔ زیادہ مناسک کے بارے میں ملا علی قاری نے شرح اللباب کے اندر لکھا ہے۔ اور عورت کا حج مرد کی طرح ہے مگر بارہ چیزوں میں مرد کے موافق نہیں کیونکہ عورت مُحرِمہ سِلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے۔ موزے اور دستانے پہن سکتی ہے۔ اور اپنا سر چھپا سکتی ہے۔ تلبیہ کے لئے اپنی آواز اونچی نہیں کر سکتی۔ طواف میں رمل نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی اضطباع کر سکتی ہے۔ میلین کے درمیان سعی نہیں کر سکتی۔ سر نہیں منڈوا سکتی اور جب حجرِ اسود کے پاس مردوں کا مجمع ہو۔ تو وہ استسلام نہیں کر سکتی۔ اس صورت میں صفا پر نہیں چڑھ سکتی۔ اور اسی طرح مقام ابراہیم پر نماز نہیں پڑھ سکتی۔ طوافِ صدر کے ترک کرنے سے اس پر دم لازم نہیں اور اسی طرح طواف زیارۃ کی تاخیر سے حیض اور نفاس کی وجہ سے دم لازم نہیں آتا۔

لم یذکرھھنا شراح بخاریؒ نے عمرؓ کا مقولہ اور سائبؓ کا جواب ذکر نہ کرنے کی کئی توجیہات کی ہیں۔ علامہ عینیؒ و قسطلانیؒ فرماتے ہیں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا سوال مُد کی مقدار کے بارے میں تھا۔ اور حضرت سائبؓ کا جواب یہ تھا کہ انا غلام اور یہی امام بخاریؒ کی غرض ہے۔ کہ حضرت سائبؓ کو بچپن میں جب کہ وہ سات سال کی عمر کے تھے حج کرایا گیا۔ باقی مُد کی مقدار کتاب الکفارات میں آئے گی۔ حج صبی کے کے بارے میں مفصل بحث اوجز میں کی گئی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جواز حج صبی میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ کیا اگر صبی محظورات کا ارتکاب کرے تو اس پر فدیہ اور دم جبر واجب ہو گا یا نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں لا یلزمہ شیئ من محظورات الاحرام صحیح مسلک یہ ہے کہ صبی کا حج تطوع ہو گا فرض سے کفایت نہیں کرے گا۔ البتہ اسے ثواب ملے گا۔ اس کے سب ائمہ قائل ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حسنات کا ثواب والدین کو ہو گا۔

بَابُ حَجِّ النِّسَآءِ

ترجمہ۔ عورتوں کے حج کے بارے میں

قَالَ اَذِنَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لِاَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اپنے اس آخری حج میں اجازت دے دی جو انہوں نے کیا تھا۔ اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمن بن عوف کو بھیجا تھا۔

حدیث نمبر ۱۶۳۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَغْزُوْا اَوْ نُجَاهِدُ مَعَكُمْ فَقَالَ لَكُنَّ اَحْسَنُ الْجِهَادِ وَاَجْمَلُهُ الْحَجُّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا اَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ اِذْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم عورتیں آپ مردوں کے ساتھ جنگ یا جہاد نہیں کر سکتیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تمہارا اچھا جہاد اور خوب صورت جہاد حج ہے۔ اور حج بھی مقبول ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا اس کے بعد میں حج کو کبھی نہیں چھوڑوں گی۔

حدیث نمبر ۱۶۳۷ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ وَّلَا یَدْخُلُ عَلَیْهَا رَجُلٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ یَّارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَخْرُجَ فِیْ جَیْشِ كَذَا وَكَذَا وَامْرَاَتِیْ تُرِیْدُ الْحَجَّ فَقَالَ اُخْرُجْ مَعَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اور نہ ہی اس کے پاس کوئی مرد آئے جب تک اس کے ساتھ محرم نہ ہو۔ ایک آدمی نے کہا۔ یا رسول اللہ! میرا ارادہ ہے کہ میں فلاں فلاں لشکر میں جہاد کے لئے نکالا جاؤں لیکن میری بیوی حج کا ارادہ رکھتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم اس کے ساتھ حج کے لئے جاؤ۔

حدیث نمبر ۱۶۳۸ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا رَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّتِهٖ قَالَ لِاُمِّ سِنَانٍ الْاَنْصَارِیَّةِ مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ قَالَتْ اَبُوْ فُلَانٍ

تَعْنِي زَوْجَهَا كَانَ لَهُ نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَى أَحَدِهِمَا وَالْآخَرُ يَسْقِي أَرْضًا لَنَا قَالَ فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِي رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج سے واپس آئے۔ توام سنان انصاریہ سے فرمایا کہ تمہیں حج کرنے سے کس چیز نے روکا کہنے لگی فلاں کے باپ نے اپنے خاوند کے متعلق کہتی تھیں کہ ہمارے دو آب کش اونٹ تھے۔ ان میں سے ایک پر تو وہ حج پر چلے گئے۔ اور دوسرا ہماری زمین کو سیراب کرتا ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ رمضان کا عمرہ حج کو کفایت کرے گا۔ یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۶۳۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍؒ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍؓ وَقَدْ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ أَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي أَنْ لَا تُسَافِرَ امْرَأَةٌ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِي وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جنگوں میں حصہ لیا تھا۔ فرماتے تھے کہ میں نے چار چیزیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں یا وہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے پس وہ مجھے بہت پسند آتی تھیں۔ ایک تو یہ ہے کہ عورت دو دن کا سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا ذی رحم محرم ہو۔ اور دو دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں روزہ نہ رکھو۔ اور دو نمازوں کے بعد نفل نماز نہ پڑھے۔ عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہو۔ فجر کی نماز کے بعد جب تک سورج طلوع نہ ہو۔ اور کجاوے نہ کسے جائیں مگر تین مساجد کی طرف مسجد حرام۔ میری مسجد۔ اور مسجد اقصیٰ باقی سب مساجد میں ثواب برابر ہے۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَةَ إِلَى الْكَعْبَةِ

ترجمہ۔ کعبہ کی طرف پیدل چل کر جانے والے کی نذر کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۶۴۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ قَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوا نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ قَالَ إِنَّ اللهَ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ أَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے درمیان چلایا جارہا تھا۔ فرمایا اس کا کیا حال ہے۔ بتایا گیا کہ اس نے نذر مانی تھی کہ پیدل حج کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے اپنے آپ کو عذاب دینے سے بے پرواہ ہے اور اس کو حکم دیا کہ وہ سوار ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۶۴۱ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ أَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُهُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ قَالَ وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالخیر حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ان کی بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ بیت اللہ کی طرف پیدل جائے گی اور مجھے حکم دیا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ دریافت کروں۔ چنانچہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا۔ فرمایا۔ چاہیئے کہ وہ پیدل چلے اور عجز کی صورت میں سوار ہو جائے۔ ابوالخیر حضرت عقبہ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لیکن کب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہونے کا حکم دیا اور ساتھ ہی فرمایا یہدی شاۃ ایک بکری فدیہ دے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص کسی عبادت کی نذر مانے جیسے مشی الی بیت اللہ تو یہ نذر منعقد ہو گی۔ نذر کو پورا کرے اگر معذور ہو جائے تو کفارہ میں دم ادا کرے۔ لیکن ننگے پاؤں چلنا کوئی عبادت نہیں اس لئے نہ نذر منعقد ہو گی نہ کفارہ دینا پڑے گا۔ اس مسئلہ میں بھی بہت سے ابحاث ہیں۔ جن کی تفصیل اوجز میں بیان کی گئی ہے۔ علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ حدیث باب اور حدیث عقبہ سے اہل ظاہر نے استدلال

کیا۔ کہ عاجز عن المشی اگر سوار ہو جائے تو اس پہ کوئی کفارہ نہیں ہے۔ دوسرے فقہاء کے اس میں چند اقوال ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب چلنے سے عاجز ہو کر سوار ہو جائے۔ تو بکری کی قربانی دے اس طرح اگر غیر عاجز ہو کر سواری کی تو کفارہ قسم بھی ادا کرنا ہو گا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ احتیاطاً ھدی ادا کرنی چاہیئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ واپس آکر دوسرا حج کرے اس پہ کوئی ھدی واجب نہیں ہے۔ امام مالکؒ ھدی اور مشی دونوں کو احتیاطاً واجب کہتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَضَائِلُ الْمَدِيْنَةِ

بَابُ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ

حدیث نمبر ۱۶۴۲ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِّنْ كَذَا اِلٰى كَذَا لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا وَلَا يُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ۔ مدینہ منورہ کے فضائل اور مدینہ کے حرم کی تعیین۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے۔ اس کا درخت نہ کاٹا جائے۔ اور نہ ہی اس میں کوئی نئی بدعت پیدا کی جائے۔ جو شخص اس میں کتاب وسنت کے مخالف کوئی بدعت کھڑی کرے گا تو اس پہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہو گی۔

حدیث نمبر ۱۶۴۳ حَدَّثَنَا اَبُو مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَاَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا بَنِيْ النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ فَقَالُوْا لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ فَاَمَرَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مسجد کے

بنانے کا حکم دیا۔ فرمایا! بنو نجار مجھے قیمتاً زمین بیچ دو۔ انہوں نے کہا اس کی قیمت ہم اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کریں گے۔ چنانچہ مشرکین کی قبروں کو اکھیڑنے کا حکم دیا۔ اور ویران جگہ کو ہموار کرنے کا اور کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا۔ پس کھجور کے تنے مسجد کے قبلہ کی جانب قطار میں رکھ دیئے گئے۔

حدیث نمبر ۱۶۴۴ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى لِسَانِيْ قَالَ وَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِيْ حَارِثَةَ فَقَالَ اَرَاكُمْ يَا بَنِيْ حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ بَلْ اَنْتُمْ فِيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے دونوں کالے پتھروں والی زمین کا درمیانی حصہ میری زبان پر حرم بنا دیا گیا ہے۔ اور فرمایا کہ آپؐ بنو حارثہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میرا گمان ہے کہ بنو حارثہ تم لوگ حرم سے نکل گئے ہو۔ پھر توجہ کر کے فرمایا نہیں۔ بلکہ تم اس حرم کے اندر ہو۔

حدیث نمبر ۱۶۴۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيْفَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ اِلٰى كَذَا مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّقَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّمَنْ تَوَلّٰى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَدْلٌ فِدَاءٌ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارے پاس سوائے کتاب اللہ کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحیفہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ صحیفہ میں یہ ہے کہ مدینہ حرم ہے عائر پہاڑ سے لے کر فلاں پہاڑ ثور تک جس نے اس میں کوئی بدعت پیدا کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دیا۔ تو اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ نہ اس کی نفل عبادت قبول ہوگی اور نہ ہی فرض عبادت قبول ہوگی۔ اور مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے جس نے کسی مسلمان سے عہد توڑا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔

اس سے نہ نفل قبول ہوگی نہ فرض۔ اور جو شخص کسی قوم کا مولا بنا یا خلیفہ بنا اپنے سرداروں کی اجازت کے بغیر تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی نہ اس کی نفل قبول ہوگی نہ فرض قبول ہوگی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ حرم المدینۃ یعنی اس کی حرمت اور عظمت ثابت ہے۔ مگر دوسری روایت اس معنے پر دال نہیں۔ ہاں البتہ اگر یہ کہا جائے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں اقامت کرنا وہاں مسجد کا بنانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ امور اس کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔

اراکم یا بنی حارثہ پہلے تو آپؐ نے اندازے سے فرما دیا لیکن جب ان کے گھروں اور ان حدود میں غور کیا جو آپؐ نے بیان نہیں فرمائیں۔ تو پھر ان کو حرم مدینہ سے خارج مقیمین نہ کیا بلکہ فرمایا کہ حرم مدینہ کے اندر ہی ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ عامۃ الشراح نے تو ان روایات سے مدینہ کی فضیلت ثابت کی ہے۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مشہور مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آیا حرم مدینہ حرم مکہ کی طرح ہے یا دونوں کا حکم مختلف ہے۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں کوئی فیصلہ کن بات اپنی عادت کے مطابق نہیں کی۔ علامہ عینیؒ نے حدیث انسؓ کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت سے ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے استدلال کیا ہے کہ مدینہ حرم ہے اس کے درخت وغیرہ نہ کاٹے جائیں اور شکار بھی نہ پکڑا جائے۔ لیکن وہ اس کے ارتکاب پر جزا بھی کوئی واجب نہیں کرتے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ۔ ثوری اور ابن المبارک فرماتے ہیں۔ لیس للمدینۃ حرم کما کان لمکۃ پس اس کا شکار کا پکڑنا اور درخت کا کاٹنا جائز ہے۔ اور حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد مدینہ کی زینت کو باقی رکھنا ہے۔ تاکہ اس سے مانوس ہوں۔ اور مہاجرین سایہ حاصل کریں۔ اور لوگوں کو مدینہ سے الفت پیدا ہو۔ چنانچہ امام مالکؒ سے جب سدر المدینہ کے قطع کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے یہی جواب دیا۔ کہ مدینہ سے لوگوں کو وحشت پیدا نہ ہو۔ امام طحاویؒ نے بھی سند صحیح سے روایت کیا ہے انہا زینۃ المدینۃ البتہ حدیث انسؓ کے ذکر کے بعد علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں حدیث باب اور ترجمہ میں مناسبت نہیں ہے۔ لیکن میرے نزدیک مناسبت واضحہ ہے۔ کیونکہ پہلی حدیث میں قطع شجرہ سے منع کیا گیا اس حدیث میں نخل کے قطع کا حکم دیا گیا۔ اس سے واضح ہوا

کہ مدینہ کی حرمت مکہ کی حرمت کی طرح نہیں ہے۔ اور احناف کا استدلال یا ابا عمیر ما فعل النغیر سے بھی ہے۔ کہ بلبل کو پالا گیا حالانکہ حرم مکہ میں کسی شکار کے پالنے کی اجازت نہیں ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

ترجمہ۔ مدینہ کی فضیلت۔ اور یہ کہ وہ لوگوں کو نکال دیتا ہے اور الناس سے شرار مراد ہیں۔

حدیث نمبر ۱۷۴۶ حدثنا عبد اللہ بن یوسف الخ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ایک بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہو گی جسے منافق یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے جو شریر لوگوں کو اس طرح نکال دے گا۔ جس طرح بھٹی لوہے کے کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی | تنفی الناس سے یہ ضروری نہیں کہ سب کے سب شریر لوگ نکل جائیں گے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ مدینہ برابر ان کو نکالتا رہے گا اگرچہ کچھ اس میں رہ بھی جائیں۔ لیکن مکمل اخراج ان کا امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ کی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے۔ لا تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارھا اور حدیث دجال سے بھی تائید ہوتی ہے۔ البتہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ ہجرت اور مدینہ کی اقامت پر وہی صبر کرتا تھا جو کامل الایمان ہو۔ لیکن مسلم کی حدیث بالا سے زمن الدجال تک کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ دونوں زمانے مراد لئے جا سکتے ہیں احادیث سے دونوں کی تائید ہوتی ہے۔ امام بخاریؒ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ مدینہ افضل البلاد ہے۔ کیونکہ وہ خبث کو دور کرتا ہے۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث مختص بالناس والزمان ہے۔ من اہل المدینۃ مردوا علی النفاق اور نفاق بلاشک خبیث ہے۔ اور اس سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاذ حضرت ابن مسعود۔ طلحہ اور علی رضی اللہ عنہم مدینہ سے نکلے ہیں حالانکہ اطیب الناس ہیں تو حدیث کا مطلب

ہوگا۔

ناس دون ناس وقت دون وقت اور بعض نسخوں میں تنقی الناس بالقاف وارد ہے کہ مدینہ شریروں کی چھانٹی کرے گا یہاں تک خیار رہ جائیں گے۔ میرے نزدیک یہی معنے مناسب ہیں۔ چنانچہ علامہ عینیؒ بھی یہی فرماتے ہیں تاکہ تکرار ترجمہ کا توہم نہ ہو آگے باب آرہا ہے۔ المدینۃ تنفی الخبث۔

بَابُ الْمَدِيْنَةُ طَابَةٌ

ترجمہ۔ مدینہ طابہ ہے۔ اچھا شہر ہے کیونکہ یثرب اگر تثریب سے ہے تو اس کے معنی سرزنش اور ملامت کے ہیں۔ اگر ثرب سے ہے تو اس کے معنے فساد کے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نام کو پسند کرتے تھے۔ قبیح سے کراہتہ کرتے تھے اس لئے آپؐ نے اس کو طابہ کہا ہے۔ تاکل القری جیسے اکل ماکول پر غالب ہوتا ہے ایسے یہ شہر بھی سب بلاد پر غالب ہوگا چنانچہ

حدیث نمبر ۱۷۴۷ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍؓ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ تَبُوْكَ حَتّٰی اَشْرَفْنَا عَلَی الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ هٰذِہٖ طَابَۃٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں۔ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تبوک سے واپس آرہے تھے کہ مدینہ سامنے آگیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ طابہ ہے۔ اور طیبتہ بھی وارد ہوا ہے۔ تبوک مدینہ سے چودہ مراحل پر ہے۔ طابہ مدینہ کے اسمار میں سے ہے۔

بَابُ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَۃِ

ترجمہ۔ مدینہ کے دو پہاڑی علاقے۔

حدیث نمبر ۱۷۴۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ لَوْ رَاَیْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِیْنَۃِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا حَرَامٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ اگر میں مدینہ منورہ میں ہرنی کو چرتے دیکھ لیتا تھا تو اس کو نہیں ڈراتا تھا۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا اس کے دونوں جانبوں شرقی اور غربی کے درمیان حرم ہے۔ اور بعض

روایات میں حرتیھا کا لفظ بھی وارد ہے۔ اور بعض میں جلیبھا بھی آیا ہے اس لئے یہ حدیث عند الاحناف مضطرب ہے۔

بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ

ترجمہ۔ جس نے مدینہ سے روگردانی کی۔

حدیث نمبر ۱۶۴۹ حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافِ يُرِيْدُ عَوَافِي السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ وَاٰخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ کہ تم مدینہ کو اچھی حالت پر چھوڑ جاؤ گے۔ اس حال میں کہ اس کا گھیراؤ پرندوں اور درندوں کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔ جو روزی تلاش کرنے والے ہوں گے۔ اور آخری وہ لوگ جو جلاوطن ہوں گے قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے ہوں گے۔ جو مدینہ کا ارادہ کریں گے۔ جو اپنی بکریوں کو آواز دے رہے ہوں گے مگر وہ بکریاں وحشی ہو کر نفرت کریں گی یا مدینہ اس قدر خالی ہو جائے گا کہ وہاں وحشی جانوروں کے سوا کوئی نہیں ہو گا جب وہ لوگ ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔

حدیث نمبر ۱۶۵۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِيْ زُهَيْرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الشَّامُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

فرماتے تھے کہ یمن فتح ہوگا۔ پس کچھ لوگ اونٹوں کو ہانک کر اپنے اہل وعیال اور جو لوگ ان کا کہنا مانیں گے ان کو اٹھا کر چلے جائیں گے۔ اگر ان کو علم ہوتا تو مدینہ ان کے لئے بہتر تھا اور شام مفتوح ہوگا۔ کچھ اونٹوں کو ہانک کر اپنے اہل وعیال اور ہم خیال لوگوں کو لے کر چلے جائیں گے۔ اگر ان کو علم ہوتا تو مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ اسی طرح عراق فتح ہوگا کچھ اونٹوں کو ہانک کر اپنے اہل وعیال اور ہم خیال لوگوں کو لے کر چلے جائیں گے۔ اگر ان کو علم ہوتا تو مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔

تشریح از قاسمی | یتر کون سے خطاب موجودین کو ہے۔ یا نسل مخاطبین کو ہے۔ اور ایک روایت یترکون کی بھی ہے۔ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ یہ واقعات پیش آچکے ہیں جب کہ خلافت مدینہ سے شام اور پھر عراق کی طرف منتقل ہوئی۔ تو دیہاتی لوگ مدینہ پر غالب آگئے۔ مدینہ خالی ہوگیا اکثر فروٹ اور پھل پرندوں اور جانوروں کی خوراک بنے۔

بَابُ الْإِيْمَانُ يَارِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ

ترجمہ۔ ایمان سمٹ کر مدینہ کی طرف آئے گا۔

حدیث نمبر ۱۶۵۱ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَارِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان مدینہ کی طرف ایسے سمٹ کر آئے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف سمٹ کر آتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی | تشبیہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ ایمان شہروں کی طرف نکلے گا۔ تو مدینہ میں ایمان بالکل نہیں رہے گا۔ حالانکہ یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مدینہ سے دوسرے شہروں میں ایمان پھیلے گا تو پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ سوائے مدینہ کے کہیں کوئی مؤمن باقی نہیں رہے گا کیونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ مدینہ تمام شہروں سے آخر میں ویران ہوگا۔ اور یہ اس لئے کہ اس میں آخر تک ایمان باقی رہے گا۔

از قاسمی اور ایک معنی اس کے یہ بھی ہیں۔ کہ مدینہ کی طرف اہل ایمان آئیں گے۔ اور جناب نبی اکرمؐ

کی محبت ان کو لے آئے گی۔ پس ایمان اس کی طرف واپس آئے گا۔ جیسے کہ پہلے پہل اس سے نکلا تھا۔ اور اسی مدینہ سے ہی ایمان پھیلے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ میں پھیل جاتا ہے۔ پھر جب اسے ڈرایا جاتا ہے تو واپس اپنے سوراخ کی طرف آتا ہے۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ كَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ

ترجمہ۔ جو شخص مدینہ والوں سے مکرو فریب کرے اس کو کتنا گناہ ہو گا۔

حدیث نمبر ۱۶۵۲ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الخ سَمِعْتُ سَعْدًا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَكِيْدُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ اِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص مدینہ والوں سے مکرو فریب کرے گا وہ ایسے پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

بَابُ اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ

ترجمہ۔ مدینہ کے قلعے جو پتھروں سے بنائے جائیں یعنی بُرج

حدیث نمبر ۱۶۵۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ سَمِعْتُ اُسَامَةَ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى اِنِّي لَاَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر سے جھانک کر فرمایا کیا تم وہ کچھ دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں فتنوں کے گرنے کی جگہیں تمہارے گھروں کے اندر ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے گرنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔ کثرت اور عموم سے کنایہ ہے۔

بَابُ لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ

ترجمہ۔ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہو گا۔

حدیث نمبر ۱۶۵۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَةَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَهَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مَلَکَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابی بکرۃؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہوگا۔ اس دن اس کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے مقرر ہوں گے۔

حدیث نمبر ۱۶۵۵ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَةِ مَلٰئِکَةٌ لَا یَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے ناکوں پر فرشتے ہوں گے۔ چنانچہ نہ تو اس میں طاعون داخل ہوگا۔ اور نہ ہی دجال کا داخلہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۶۵۶ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدِیْثًا طَوِیْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَکَانَ فِیْمَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَنْ قَالَ یَاْتِی الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْهِ اَنْ یَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِیْنَةِ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِیْ بِالْمَدِیْنَةِ فَیَخْرُجُ اِلَیْهِ یَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَیْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خَیْرِ النَّاسِ فَیَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّکَ الدَّجَّالُ الَّذِیْ حَدَّثَنَا عَنْکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَهٗ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَیْتَ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ اَحْیَیْتُهٗ هَلْ تَشُکُّوْنَ فِی الْاَمْرِ فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقْتُلُهٗ ثُمَّ یُحْیِیْهِ فَیَقُوْلُ حِیْنَ یُحْیِیْهِ وَاللّٰهِ مَا کُنْتُ قَطُّ اَشَدَّ بَصِیْرَةً مِّنِّی الْیَوْمَ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَقْتُلُهٗ فَلَا اُسَلَّطُ عَلَیْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دجال کے بارے میں ایک لمبی حدیث بیان کی۔ جو کچھ آپؐ نے فرمایا اس میں سے یہ بھی تھا۔ کہ دجال آئے گا مگر اس پر مدینہ کے ناکوں میں داخل ہونا حرام ہوگا۔ مدینہ کی بعض کلراٹھی زمین پر اترے گا۔ تو اس دن اس کی طرف تمام لوگوں میں سے ایک بہتر آدمی نکلے گا۔ وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو وہی دجال ہے۔ جس

کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی۔ دجال کہے گا مجھے بتلاؤ! اگر میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر دوں تو پھر کیا تم اس کے معاملہ میں شک کرو گے۔ پس وہ کہیں گے کہ نہیں۔ پس وہ اسے قتل کر دے گا۔ پھر اسے زندہ کرے گا۔ پس جس وقت وہ دجال اسے زندہ کرے گا تو وہ کہے گا۔ اللہ کی قسم! جتنا آج مجھے تیرے بارے میں بصیرت حاصل ہوئی ایسی سخت بصیرت کبھی حاصل نہیں ہوئی جس پہ دجال کہے گا کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ پس وہ اس پہ غلبہ حاصل نہیں کر سکے گا۔

حدیث نمبر ۱۲۵ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَكَّةَ وَ الْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ اِلَّا عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ صَآفِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِاَهْلِهَا ثَلٰثَ رَجَفَاتٍ فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَّ مُنَافِقٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کوئی شہر ایسا نہیں رہے گا جس کو عنقریب دجال روندے گا۔ مگر مکہ اور مدینہ جس کے ہر ناکے پہ فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ جو اس کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔ پھر مدینہ والوں کو زلزلہ کے تین جھٹکے ایسے آئیں گے۔ پس ہر کافر اور منافق کو اللہ تعالیٰ نکال دے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ رعب المسیح الدجال الخ جب اس کا رعب داخل نہیں ہو سکتا۔ تو خود دجال کیسے داخل ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس میں تنبیہ ہے کہ اہل مدینہ کا مسلک صحیح ہوگا اور وہ بدعات و رسومات سے سالم ہوگا۔ لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ بات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے ساتھ مختص ہے۔ لیکن فتنوں کے ظاہر ہونے کے بعد اور صحابہ کرام کے دوسرے شہروں میں پھیل جانے کے بعد یہ صورت حال نہیں رہی۔ خصوصاً دوسری صدی میں مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ اور خصوصاً ہمارے زمانہ میں تو بدعات پھوٹ پڑی ہیں۔

آخر البلاد خرابا قیامت قائم ہونے کے دن سے پہلے چالیس سال مدینہ کی ویرانی ہوگی۔ حضرت جابرؓ کی مرفوع حدیث ہے۔ کہ دین مدینہ کی طرف ایسے واپس آئے گا جیسے وہاں سے ابتدا ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ایمان صرف مدینہ ہی میں ملے گا۔ بعد ازاں فتنے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ یہاں تک کہ اہل مدینہ امام مہدیؒ

کے ہمراہ باقی رہ جائیں گے۔ بخلاف بیت المقدس کے کہ اس میں اہل الذمہ اور منافقون باقی رہیں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ایمان لائیں گے۔ پھر یمن سے ایک ٹھنڈی ہوا چل کر شام آئے گی جس سے سب اہل ایمان ہلاک ہو جائیں گے اور شرار خلق پر قیامت قائم ہوگی۔

بَابُ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

ترجمہ۔ مدینہ خبیث لوگوں کو نکال دے گا۔

حدیث نمبر ۱۶۵۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ الخ عَنْ جَابِرٍؓ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُوْمًا فَقَالَ أَقِلْنِي فَأَبَى ثَلٰثَ مِرَارٍ فَقَالَ الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا۔ جس نے اسلام پر آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پس وہ دوسرے دن وہ بخار زدہ تھا۔ پس آپؐ میری بیعت واپس کر دیں تو آپؐ نے تین مرتبہ انکار کر دیا۔ فرمایا مدینہ بھٹی کی طرح ہے۔ جو کھوٹ کو دور کر دیتی ہے اور خالص چیز کو ممتاز کر دیتی ہے

حدیث نمبر ۱۶۵۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ يَقُوْلُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَتْ فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف تشریف لے گئے۔ تو آپؐ کے صحابہ کی ایک جماعت واپس ہوئی۔ تو ایک گروہ نے کہا کہ ہم ان منافقین کو قتل کر دیں گے دوسرا گروہ کہتا تھا کہ ہم انہیں قتل نہیں کریں گے تو آیت نازل ہوئی کہ تمہیں کیا ہوگا۔ کہ منافقین کے بارے میں تمہاری دو جماعتیں ہو گئیں۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ مدینہ ان مردوں یا دجال کو ایسے نکال دے گا جیسے آگ لوہے کے کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔

باب حدیث نمبر ۱۶۶۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ تَابَعَہٗ عُثْمَانُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے دعا مانگی۔ اے اللہ! مدینہ میں وہ برکت دگنی کردے جو آپؐ نے مکہ میں رکھی ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۶۱ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ الخ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ اِلٰی جُدُرَاتِ الْمَدِیْنَۃِ اَوْضَعَ رَاحِلَتَہٗ وَاِنْ کَانَ عَلٰی دَابَّۃٍ حَرَّکَھَا مِنْ حُبِّھَا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی سفر سے واپس ہوتے تو مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی اونٹنی سواری کو تیز کرلیتے تھے اگر کسی اور جانور پر سوار ہوتے تو مدینہ کی محبت کی وجہ سے اسے حرکت دیتے تھے۔

تشریح از قاسمی اس باب کے اندر دو حدیث وارد ہوئی ہیں۔ پہلی حدیث کو ترجمہ کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جب اس میں برکت دوگنی ہوگی تو ضد میں کم ہوگی۔ اس طرح نفی الخبث سے مناسبت ہوگی۔ اور دوسری حدیث سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ سے محبت ثابت ہوتی ہے۔ جو اس کے اور اس کے باشندگان کی خوبی کو ثابت کرتی ہے۔ اور برکت سے برکت دنیا مراد ہے۔ جیسے اللّٰھم بارک لنا فی صاعنا ومدنا والی حدیث اس کا قرینہ ہے۔

بَابُ کَرَاھِیَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تُعْرَی الْمَدِیْنَۃُ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو خالی رکھنے کو ناپسند کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶۶۲ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَۃَ اَنْ یَّتَحَوَّلُوْا اِلٰی قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَکَرِہَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تُعْرَی الْمَدِیْنَۃُ وَقَالَ یَا بَنِیْ سَلِمَۃَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَکُمْ فَاَقَامُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ قبیلہ بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو خالی رکھنے پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور فرمایا اے بنوسلمہ کیا تم اپنے نشانات قدموں کا ثواب نہیں لینا چاہتے چنانچہ وہ اقامت پذیر ہو گئے۔

باب حدیث نمبر ۱۲۶۳ حدثنا مسددؒ عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ و منبری علی حوضی۔

ترجمہ۔ حضرت ابی ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر واقع ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۶۴ حدثنا عبید بن اسمٰعیلؒ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وعک ابوبکرٍ وبلال فکان ابوبکرٍ اذا اخذتہ الحمّٰی یقول۔ کل امرئٍ مصبح فی اھلہ۔ والموت ادنٰی من شراک نعلہ۔ وکان بلال اذا اقلع عنہ الحمّٰی یرفع عقیرتہ یقول۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃً ۔۔۔ بوادٍ وحولی اذخر وجلیل

وھل اردن یوماً میاہ مجنۃٍ ۔۔۔ وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

قال اللھم العن شیبۃ بن ربیعۃ وعتبۃ بن ربیعۃ وامیۃ بن خلفٍ کما اخرجونا من ارضنا الی ارض الوبآء ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد اللھم بارک لنا فی صاعنا وفی مدنا وصححھا لنا وانقل حماھا الی الجحفۃ قالت وقدمنا المدینۃ و ھی اوبأ ارض اللہ قالت فکان بطحان یجری نجلا تعنی ماءً اجناً۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کو سخت بخار ہو گیا اور حضرت ابوبکرؓ کو جب بخار پکڑتا تھا۔ تو یہ شعر پڑھتے تھے کہ ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبحک اللہ کہا جاتا ہے کہ تم صبح خوشی سے گذارو۔ حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اور حضرت بلالؓ سے جب بخار دور ہو جاتا۔ تو اونچی آواز سے یہ

اشعار پڑھتے۔ کیا مجھے معلوم ہوتا۔ کہ کیا میں کوئی رات وادی مکہ میں بسر کروں گا۔ جب کہ میرے ارد گرد اذخر اور جلیل بوٹیاں ہوں۔ اور کیا میں کسی دن مجنة مقام کے چشموں پہ وارد ہوں گا۔ کیا میرے لئے شامہ اور طفیل پہاڑ ظاہر ہوں گے۔ اے اللہ شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما کیونکہ انہوں نے ہمیں ہمارے وطن کی زمین سے نکال کر وبا کی زمین میں پہنچا دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! مدینہ کو بھی ہمارے لئے ایسا محبوب بنا دے جیسا کہ ہم مکہ سے محبت کرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت محبت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت پیدا فرما۔ اور مدینہ کو ہمارے لئے صحت مند بنا دے۔ اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہم جب مدینہ میں آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی زمینوں میں سے سب سے زیادہ وباء والا شہر تھا۔ فرماتی ہیں۔ کہ بطحان میں تھوڑا سا پانی بہتا تھا۔ جو متغیر اللون ہوتا تھا۔ جس سے بیماری پیدا ہوتی تھی۔

حدیث نمبر ۱۶۶۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں واقع کر دے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اللهم حبب الينا المدينة آپؐ نے یہ دعا اس لئے فرمائی۔ کہ جب کہ آپؐ نے ان حضرات کو دیکھا کہ وہ اپنے وطن اور اپنے گھروں کو یاد کرتے ہیں۔ اور درازی مرض کی وجہ سے زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ جیسے حضرت ابو بکرؓ اور بلالؓ کے اشعار دال ہیں کہ یہ لوگ زندگی سے مایوس تھے اور وطن کو یاد کرتے تھے۔ لیلة کی تنوین افراد پہ دلالت کرتی ہے۔ جس سے کمال مایوسی کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت عمرؓ کی دعا قبول ہوئی۔ انہیں شہادت نصیب ہوئی اور اپنے صاحبین کے ساتھ بقعہ مبارکہ میں دفن ہوئے۔ فضیلت مدینہ پہ واضح دلیل ہے۔ اجناً کے معنے متغیر کے ہیں۔ اس سے وبا کا سبب بیان کیا گیا۔ شامہ اور طفیل دونوں مکہ کے پہاڑ ہیں۔ اذخر اور جلیل بوٹیاں ہیں۔ مجنة مکہ سے چند میل کے فاصلہ پہ ایک مقام کا نام ہے۔

الحمد للہ کتاب المناسک ختم ہوئی۔ شب خمیس ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

اللهم وفقنا لما تحب وترضى ——— آمین ——— محمد عبد القادر قاسمی غفرلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

كِتَابُ الصَّوْمِ

بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ رَمَضَانَ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ۔ رمضان کے روزے کا وجوب۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔ اے ایمان والو۔ تم پر روزہ اس طرح لکھ دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلوں پر لکھا گیا تاکہ تم بچ جاؤ۔

حدیث نمبر ۱۶۶۶ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ؓ اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَآءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ مَاذَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ فَقَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ بِمَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكٰوةِ فَقَالَ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَالَ وَالَّذِيْ اَكْرَمَكَ لَا اَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلَا اَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ اَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ اِنْ صَدَقَ۔

ترجمہ۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ ؓ سے مروی ہے۔ ایک دیہاتی پراگندہ بال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے بتلایئے کہ اللہ تعالٰی نے مجھ پر نماز کتنی فرض فرمائی ہے۔ فرمایا پانچ نمازیں مگر یہ کہ تم کوئی چیز زیادہ کرو۔ پھر کہا کہ روزہ کتنا فرض کیا فرمایا رمضان کا مہینہ۔ مگر یہ کہ تم

کچھ نفل ادا کرو۔ پھر پوچھا اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کتنی فرض کی ہے تو آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کے احکام بتلائے۔ تو وہ کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو عزت دی تو میں ان فرائض الٰہیہ میں کچھ زیادتی کروں گا اور نہ ہی کمی کروں گا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کامیاب ہوگیا اگر اس نے سچ کہا یا جنت میں داخل ہوگا اگر اس نے سچ کہا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ بشرائع الاسلام یہ تقریر کا خلاصہ ہے۔ جو مذکورہ صوم اور صلوٰۃ کو شامل ہے اور غیر مذکور حج وغیرہ کو بھی راوی نے اختصار کر کے حاصل جملہ پر اکتفا کر لیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ابھی حج فرض نہ ہوا ہو۔ یا سائل کے سوال کے مطابق جواب تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ نے کتاب الصوم کی تاخیر کی کئی وجوہ ذکر کی ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے زکوٰۃ کے بعد حج کا ذکر مناسب تھا۔ کیونکہ دونوں میں مال خرچ ہوتا ہے۔ اب روزے کے لئے اخیر کے سوا کوئی مقام نہیں رہ گیا تھا۔ صوم کے معنی لغۃ امساک کے ہیں۔ اور شرع میں امساک بالنیۃ عن المفطرات حقیقۃ او حکما فی وقت مخصوص من شخص مخصوص۔ وقت مخصوص دن ہے اور شخص مخصوص مسلمان ہے جو حیض ونفاس سے پاک ہو۔ فرضیت رمضان ۲ھ میں نازل ہوئی۔ صوم شہر رمضان سے قبل صوم عاشوراء فرض تھا۔ اس واقعہ میں شرائع اسلام کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ فرائض کا پابند نجات پا جائے گا اگرچہ نوافل ادا نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۶۶۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَصُوْمُهٗ اِلَّا اَنْ يُّوَافِقَ صَوْمَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم بھی دیا پھر جب رمضان فرض ہوا تو وہ روزہ چھوڑ دیا گیا۔ حضرت عبداللہ پھر یہ روزہ نہیں رکھتے تھے البتہ اگر ان کے روزے کے موافق ہو جاتا تو رکھ لیتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶۶۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهٖ حَتّٰى فُرِضَ رَمَضَانُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ

وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ قریش زمانۂ جاہلیت میں عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا جو چاہے اس دن روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

تشریح از قاسمی علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ صوم یوم عاشوراء ہمارے زمانہ میں سنت ہے۔ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واجب تھا یا سنت۔ اس میں اختلاف ہے۔ ظاہر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب تھا پھر صوم رمضان سے منسوخ ہوا۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

ترجمہ۔ روزے کی فضیلت کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۱۷۶۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَاِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ يَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِيْ الصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔ پس روزے دار بے ہودہ باتیں نہ کرے اور نہ ہی جہالت کے کام کرے اگر کوئی آدمی اس سے لڑائی لڑے یا اسے گالی گلوچ دے تو بس دو مرتبہ اتنا کہے کہ میں روزے دار ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روزے دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ اس بندے نے کھانا چھوڑ دیا پینا چھوڑ دیا۔ اور میری وجہ سے خواہشات چھوڑ دیں۔ اس لئے روزہ میرا ہے۔ اور میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا اور نیکی کا ثواب دس گنا ہوگا۔

تشریح از قاسمی جہالت کے کام سے مراد ہنسی مزاح۔ ٹھٹھہ مخول۔ انا اجزی بہ کثرت ثواب سے کنایہ ہے۔ کیونکہ روزہ میں ریاء کا احتمال نہیں ہوتا۔ وہ فعل قلب ہے۔ اور احب العبادات الی اللہ ہے لیکن

اس روزے سے وہ روزہ مراد ہے جو گناہوں سے پاک ہو۔

بَابُ الصَّوْمُ كَفَّارَةٌ

ترجمہ۔ روزہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۷۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ مَنْ يَحْفَظُ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ قَالَ لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ ذِهِ إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ قَالَ وَإِنَّ دُونَ ذٰلِكَ بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُفْتَحُ أَوْ يُكْسَرُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ أَجْدَرُ أَنْ لَا يُغْلَقَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلْهُ أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ اللَّيْلَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کوئی ہے جو فتنہ کے بارے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد رکھتا ہو۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ ہاں میں نے آپؐ سے سنا تھا۔ کہ آدمی اپنے اہل وعیال اور اپنے ہمسایہ کے فتنہ میں ہوگا۔ جس کا کفارہ نماز۔ روزہ اور صدقہ ہوں گے۔ فرمایا کہ میں اس کے متعلق نہیں پوچھتا۔ میں تو اس فتنہ کے متعلق پوچھتا ہوں جو سمندر کی طرح موجیں مارے گا۔ فرمایا اس سے پہلے ایک بند دروازہ ہے پوچھا وہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا فرمایا توڑا جائے گا۔ فرمایا پھر یہ اس لائق ہے کہ قیامت کے دن تک بند ہو۔ ہم نے مسروق سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ کیا حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ وہ دروازہ کون ہے۔ تو انہوں نے پوچھا فرمایا کہ ہاں جیسے وہ یہ جانتے تھے کہ کل سے پہلے رات کا آنا ضروری ہے۔ یہ علم واضح ہے۔

بَابُ الرَّيَّانِ لِلصَّائِمِينَ

ترجمہ۔ روزہ داروں کے لئے باب ریان ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۶۷۱ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ۔

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے۔ جس سے قیامت کے دن روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ جب یہ لوگ سب داخل ہو جائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پس اس سے پھر کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

حدیث نمبر ۱۶۷۲ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍؓ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے جوڑا (درہم، دینار یا کپڑے) کا اللہ کے راستہ میں خرچ کیا۔ تو اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے یہ خیر و بھلائی ہے۔ پس جو شخص نماز والوں میں سے ہوگا اسے نماز کے دروازہ سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والوں میں سے ہوگا اسے جہاد کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ اور جو روزہ داروں میں سے ہوگا اسے باب ریان سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ والوں میں سے ہوگا اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا میرے ماں باپ آپؐ پہ قربان ہوں یارسول اللہ! ان سب دروازوں سے پکارے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ پس کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان سب دروازوں سے بلایا جائے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ آپ ہی ان میں سے ہوں گے۔

بَابٌ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَالَ لَا تَقَدَّمُوْا رَمَضَانَ۔

ترجمہ۔ باب کیا رمضان کہا جائے یا شہر رمضان کہا جائے۔ بعض لوگ ہر طرح وسعت کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور فرمایا رمضان سے آگے نہ بڑھو۔

حدیث نمبر ۱۶۷۳ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آجاتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۶۷۴ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَؓ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيٰطِيْنُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان داخل ہو جاتا ہے۔ تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین کو زنجیریں لگا دی جاتی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ مصنفؒ کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے شہر کے لفظ کے بغیر رمضان کہنا جائز ہے۔ من صام رمضان الا تقدموا رمضان کے الفاظ دال ہیں۔ لیکن شہر رمضان کے جواز پر کوئی دلیل نہیں لائے۔ کیونکہ اس کا جواز تو مجمع علیہ ہے۔ لیکن اس روایت کی بنا پر جس میں دخل رمضان کی بجائے شہر رمضان آیا ہے تو دونوں روایتیں تکلم بغیر اضافہ کے لئے بھی حجۃ بن گئیں اور تکلم بالاضافۃ کے لئے بھی حجۃ ہوگئی۔ جب کہ شہر اس کی طرف مضاف ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے اس باب کے انعقاد سے ایک اختلافی مشہور مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ بلا الانفراد رمضان نہ کہنا چاہیئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے

اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ ابن عدی کی روایت ضعیفہ میں ہے۔ لا تقولوا رمضان فان رمضان اسم من اسماء اللہ تعالیٰ ولکن قولوا شھر رمضان امام بخاریؒ دو حدیثیں لا کر اس کا جواز ثابت کرتے ہیں اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔ شہر رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ذکر کی جاتی ہے کہ رمضاء سخت گرمی کو کہتے ہیں تو ترمض بمعنی تحرق کے ہوگا۔ کیونکہ اس مہینہ میں لوگوں کے گناہ جل جاتے ہیں۔

بَابُ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

ترجمہ ۔ چاند کے دیکھنے کے بارے میں

حدیث نمبر ۱۶۷۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ وَقَالَ غَيْرُهُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ۔ جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو ۔ اور جب اسے دیکھو تو افطار کرو ۔ اور اگر بادل چھا جائے تو اندازہ کرو ۔ اور ایک روایت میں لہلال رمضان وارد ہوا ہے ۔

تشریح از قاسمی فتحت ابواب الجنۃ یہ فتح یا تو حقیقی ہے جس کا فائدہ ملائکہ کو اطلاع کرنا ہے ۔ کہ صائمین کے فعل کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقام ہے اور مومنین کی خوشی میں اضافہ ہو ۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ صائمین معاصی اور فواحش سے اجتناب کر کے دخول جنۃ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ اور جہنم سے دور رہنے کی سعی کرتے ہیں ۔ گویا کہ بہشت کے دروازے کھل گئے ۔ اور جہنم کے مداخل بند ہو گئے ۔

اقدروا الخ بعض نے کہا کہ اس کے معنے ہیں مہینے کی گنتی کا اندازہ کرو کہ تیس دن پورے ہو جائیں ۔ جلدی نہ کرو ۔ اور بعض نے منازل قمر کے اندازہ کرنے کا قول کیا ہے ۔

بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّنِيَّةً وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ ۔

ترجمہ ۔ جس شخص نے یقین اور ثواب حاصل کرنے اور نیت سے روزہ رکھا ۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ لوگ اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے ۔

حدیث نمبر ۱۶۷۶ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ آپؐ نے

فرمایا جس شخص نے لیلۃ القدر میں یقین اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے قیام کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جس شخص نے رمضان کا روزہ یقین اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رکھا اس کے بھی پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح از قاسمی | امام بخاریؒ یبعثون علی نیاتھم اس ٹکڑے کو اس جگہ اس لئے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو۔ اعمال میں اصل نیت ہے اور گناہوں سے علماء صغائر مراد لیتے ہیں۔ کبائر کے لئے تو یہ ضروری ہے۔

بَابُ اَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے رمضان شریف میں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۷۷۰ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ خیر کی سخاوت کرنے والے ہوتے تھے۔ اور سب سے زیادہ سخاوت آپ کی رمضان شریف میں ہوتی تھی۔ جب کہ جبرائیل علیہ السلام آپؐ سے ملاقی ہوتے۔ اور جبرائیل علیہ السلام رمضان شریف کے ختم ہونے تک ہر رات آپؐ سے ملاقی ہوتے تھے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ پس جس وقت جبرائیل علیہ السلام کی آپؐ سے ملاقات ہوتی تو آپؐ بھیجی ہوئی آندھی سے بھی زیادہ خیر کی سخاوت کرنے والے ہوتے تھے۔ الریح پر الف لام عہد کا ہوگا رحمت اور نفع پہنچانے والی ہوا مراد ہوگی۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فِي الصَّوْمِ

ترجمہ۔ جس شخص نے صوم کی حالت میں جھوٹی بات اور جھوٹ پر عمل کرنے کو نہ چھوڑا اس کا بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۷۸ حَدَّثَنَا آدَمُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی بات کو اور جھوٹے عمل کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے اور پیاسے مرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح از قاسمی قولُ الزور سے مراد جھوٹ ہے۔ تہمت اور عمل بالباطل بھی اس میں داخل ہے۔ والعمل بہ یعنی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان کے تقاضا پر عمل نہیں کرتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وکان جبرائیل یلقاہ کل لیلۃ۔ یہ ملاقات نزول وحی کے لئے نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ دراستہ قرآن کے لئے ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ دراستہ قرآن کی حکمت یہ تھی کہ یقین پختہ ہو اور کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ تجوید الفاظ قرآن اور تصحیح مخارج حروف کے لئے ہوتی تھی۔ تاکہ اس امت میں تجوید کا طریقہ جاری ہو۔ نیز اصحف ابراہیمؑ رمضان شریف کی پہلی رات نازل ہوئے تورات چھٹی رات اور انجیل تیرھویں رات اور قرآن مجید کا چوبیسویں رات کو نزول ہوا۔ آسمان دنیا تک تو جملہ واحدۃ اترا پھر بیس سال کے عرصہ میں حسب الاسباب نازل ہوتا رہا۔

بَابُ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ

ترجمہ۔ جب روزے دار کو گالی دی جائے تو کیا وہ انی صائم میں روزے دار ہوں کہہ سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۷۹ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الخ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رض يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُءٌ صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ آدم کے بیٹے کا ہر عمل اس کے لئے ہے۔ لیکن روزہ میں اللہ کے لئے ہے۔ میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ گناہوں سے ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کسی ایک کے روزے کا دن ہو۔ تو نہ بے ہودہ باتیں کرے اور نہ ہی شور و شغب مچائے۔ بلکہ اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی لڑے تو کہہ دے کہ میں روزے دار آدمی ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ روزے دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہوں گی۔ جن سے وہ خوش ہوگا۔ جب افطار کرے گا۔ تو خوش ہوتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ملاقی ہوگا تو اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **هل يقول الى قوله صائم اذا شتم الخ** یہاں اشکال ہے کہ آپؐ کا ارشاد بصیغہ امر فلیقل ہے۔ اور امام بخاریؒ کا هل يقول سے ہے۔ جو تردد پر دلالت کرتا ہے۔ حافظؒ نے اس کی وجہ یہ ذکر کی ہے۔ کہ فلیقل سے مراد یہ ہے کہ کیا صائم اس کلمہ کا اطلاق کر سکتا ہے یا اپنے دل میں کہے۔ بعض نے کہا کہ دل میں کہنا چاہیئے۔ لیکن علامہ نوویؒ فرماتے ہیں۔ **القول باللسان اقوی** تو اس تردد کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ دل میں کہے اظہار نہ کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زبان سے کہے تاکہ جاہل آدمی بے ہودہ باتوں سے رک جائے۔ تیسرا قول فرض اور نفل میں تفریق کا ہے۔ فرض میں تو زبان سے کہے اور نفل میں فی نفسہ کہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | علامہ گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس باب سے امام بخاریؒ کا مقصد دفع توہم ہے۔ کہ عبادت کا اظہار مکروہ ہے۔ ہر ممکن اخفاء کرنا چاہیئے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس عبادت کے اظہار کرنے میں۔ کوئی فائدہ ہو۔ جب تک کہ ریاء اور شہرت مقصود نہ ہو۔ اور یہاں فائدہ ظاہر ہے کہ یہ شاید سب وشتم کرنے والا جاہل مزید بدتمیزی سے باز آجائے۔ اور شرم کی وجہ سے وہ بھی اس طرح روزے دار بن جائے جس طرح یہ روزے دار ہے۔

بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلٰى نَفْسِهِ الْعُزُوْبَةَ

ترجمہ۔ جس شخص کو عدم نکاح کی وجہ سے زنا میں پڑ جانے کا خطرہ ہو وہ روزہ رکھے۔

حدیث نمبر ۱۶۸۰ حدثنا عبدان الخ عن علقمۃ قال بینا انا امشی مع عبد اللہ فقال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من استطاع الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔

ترجمہ۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ساتھ چل رہا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہے اسے ضرور شادی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ نکاح آنکھ نیچے رکھنے میں زیادہ مؤثر ہے اور شرم گاہ کی سخت حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جسے نکاح کی طاقت نہ ہو۔ وہ روزہ لازم پکڑے کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو توڑنے والا ہے۔ وجار کے اصلی معنی خصیتین کو کوٹنے کے ہیں۔ جس سے مراد شہوت کو توڑنا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ بارۃ کے معنی نکاح کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض اس وہم کو دفع کرنا ہے۔ کہ روزہ اللہ تعالےٰ کی خالص رضا کے لئے تب ہوگا۔ جب اس میں اور کوئی منفعت دینی یا دنیاوی مقصود نہ ہو۔ اگر روزہ سے کسی اور حظ کا انتظار کرے تو مخلص نہ ہوگا۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اگر کسی عبادت پر کوئی دینی غرض مرتب ہوتی ہے۔ تو اس کا قصد کرنا ضرر رساں نہیں ہے۔ کیونکہ گناہ زنا سے بچنا جو روزہ رکھنے پر مرتب ہو۔ اس سے بھی اللہ تعالےٰ کی رضاء مقصود ہوتی ہے۔ تو یہ غرض روزے کی اصلی غرض کے منافی نہ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ عزوبۃ اور عزب انڈے پن کو کہتے ہیں۔ العزب وہ شخص جس کے اہل وعیال نہ ہوں۔ عزوبۃ وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو۔ اس جگہ عزوبۃ کے معنی وہ رنڈوا پن جس سے زنا میں پڑنے کا خطرہ ہو۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا وقال صلۃ عن عمار من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جب تم پہلی رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ رکھو۔ اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزہ کھول دو۔ صلہ عمار سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے جناب نبی اکرم ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

حدیث نمبر ۱۶۸۱ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ الخ عن عبد اللہ بن عمرؓ ان

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْھِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا لَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کا ذکر کرکے فرمایا کہ اس وقت روزہ نہ رکھو۔ جب تک ہلال رمضان کو دیکھ نہ لو۔ اور اس وقت تک افطار نہ کرو۔ جب تک ہلال شوال کو نہ دیکھ لو۔ پس اگر تم پر بادل چھا جائے۔ تو اندازہ کرکے مہینہ پورا کرو۔

حدیث نمبر ۱۶۸۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّھْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَیْلَۃً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوا الْعِدَّۃَ ثَلٰثِیْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مہینہ انتیس ۲۹ راتوں کا بھی ہوتا ہے۔ پس جب تک چاند کو دیکھ نہ لو روزہ نہ رکھو۔ پس اگر بادل چھا جائے۔ تو تیس ۳۰ دن کی گنتی پوری کرو۔

حدیث نمبر ۱۶۸۳ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَخَنَسَ الْاِبْھَامَ فِی الثَّالِثَۃِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ اس طرح۔ اور اس طرح ہوتا ہے۔ اور تیسری مرتبہ انگوٹھے کو روک لیا۔

حدیث نمبر ۱۶۸۴ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَؓ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِہٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِہٖ فَاِنْ غُبِّیَ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّۃَ شَعْبَانَ ثَلٰثِیْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم یا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اگر چاند تم پر چھپ جائے تو شعبان کی گنتی تیس ۳۰ دن پوری کرو۔

حدیث نمبر ۱۶۸۵ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰلٰی مِنْ نِّسَائِہٖ شَھْرًا فَلَمَّا مَضٰی تِسْعَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ یَوْمًا غَدَا اَوْ رَاحَ

فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی۔ پس جب انتیس ۲۹ دن گزر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تشریف لائے یا شام کو تشریف لائے تو آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ نے تو مہینہ بھر داخل نہ ہونے کی قسم کھائی تھی آپؐ نے فرمایا مہینہ انتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ آلَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَائِهِ وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے پاس جانے سے قسم کھالی۔ حال یہ ہے کہ آپؐ کے پاؤں کو موچ آگئی تھی۔ تو آپؐ نے بالاخانہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ انتیس ۲۹ راتوں کے بعد آپؐ نیچے اتر آئے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے تو مہینہ بھر کا ایلاء کیا تھا۔ فرمایا مہینہ انتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ من صام یوم الشک۔ شک تبھی ہوگا جب چاند نظر نہ آئے لہذا ترجمہ سے مناسبت ہوگئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ من صام یوم الشک کے اثر سے ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی۔ کیونکہ جب صوم کو رویۃ ہلال سے معلق کیا گیا۔ تو جب آخر شعبان میں شک ہوگیا تو روزہ نہ رکھے۔ ممکن ہے آخر شعبان ہو یا رمضان میں سے ہو۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں کئی احادیث بیان فرمائی ہیں۔ جس سے صوم یوم شک کی نفی ہوتی ہے۔ اور بہت اچھی ترتیب رکھی ہے۔ پہلے صراحۃ عصیان والی روایت لائے بعد ازاں ابن عمرؓ کی روایت دو طرح سے لائے ایک میں فاقدروا کا لفظ ہے دوسری میں فاکملوا العدۃ ثلاثین ہے۔ پھر ہاتھ کے اشارہ سے مہینہ کے دن بتلائے۔ کہ کبھی انتیس ۲۹ بھی ہوتے ہیں پھر حدیث ابوہریرہؓ لائے جس میں تیس ۳۰ دن کی صراحت ہے۔ پھر ام سلمہؓ کی روایت سے انتیس ۲۹ دن ثابت کیے

یاد رکھئے کہ یوم الشک سے تیس ۳۰ شعبان کا دن مراد ہے۔ جب کہ کسی وجہ سے رات کو چاند نظر نہ آئے۔ خواہ گرد و غبار کی وجہ سے یا بادل کی وجہ سے حنابلہ کی مشہور روایت گرد و غبار والی ہے۔ غبار اور دھوئیں کا ایک حکم ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یوم الشک کا روزہ نہ رکھے۔ البتہ اگر نفل کی نیت کرے اور اس کی عادت ہو تو جائز ہے۔ لیکن یہ بھی خواص کے لئے ہے۔ عوام بعد نصف النہار تک افطار کر دیں۔

بَابُ شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ

ترجمہ۔ عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے۔

حدیث نمبر ۱۷۸۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرَا عِيدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحَجَّةِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ إِنْ نَقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُو الْحَجَّةِ وَإِنْ نَقَصَ ذُو الْحَجَّةِ تَمَّ رَمَضَانُ وَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ كَانَ إِسْحٰقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ لَا يَنْقُصَانِ فِي الْفَضِيلَةِ إِنْ كَانَ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ أَوْ ثَلٰثِينَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو مہینے کم نہیں ہوتے دونوں عید کے مہینے ہیں۔ رمضان اور ذوالحجہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ اگر رمضان کم ہو گیا تو ذی الحجہ پورا ہوگا اگر ذوالحجہ کم ہوا تو رمضان پورا ہوگا۔ حضرت اسحق بن راہویہ فرماتے ہیں۔ دونوں مہینے ثواب اور فضیلت میں کم نہ ہوں گے۔ خواہ مہینہ انتیس ۲۹ دن کا ہو یا تیس ۳۰ دن کا۔

تشریح از قاسمی یعنی ذی الحجہ کا ثواب رمضان کے ثواب سے کم نہیں ہوگا کیونکہ ان میں مناسک ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے۔ کہ یہ دونوں مہینے اگرچہ ان کا عدد حساب میں کم ہو۔ مگر ان دونوں کا حکم کمال عبادت میں ایک ہے۔ اگر کسی نے انتیس ۲۹ روزے رکھے تو اس کو ثواب کے بارے میں شک نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اگر عرفہ میں غلطی ہو جائے تو حج کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا کہ ہم نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب جانتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۶۸۸ حَدَّثَنَا آدَمُ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّیَّةٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ الشَّهْرُ هٰکَذَا وَهٰکَذَا یَعْنِیْ مَرَّةً تِسْعَةً وَّعِشْرِیْنَ وَمَرَّةً ثَلٰثِیْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ہم ایک ان پڑھ امت ہیں۔ نہ ہم لکھنا جانتے ہیں اور نہ ہی حساب جانتے ہیں۔ مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے کبھی انتیس ۲۹ دن کا اور کبھی تیس ۳۰ دن کا۔

تشریح از قاسمی انّا سے مراد عرب ہیں مطلب یہ ہے کہ امت عرب لکھنا اور حساب نہیں جانتے۔ کیونکہ اکثر اہل عرب میں کتابت نہیں تھی۔ اَلَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ الآیۃ

بَابُ لَا یَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ وَّلَا یَوْمَیْنِ

ترجمہ۔ رمضان سے ایک یا دو روزے پہلے نہ رکھے۔

حدیث نمبر ۱۶۸۹ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُکُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ رَجُلٌ کَانَ یَصُوْمُ صَوْمَهٗ فَلْیَصُمْ ذٰلِکَ الْیَوْمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایک دن یا دو دن رمضان سے پہلے روزے نہ رکھے۔ مگر وہ شخص اس دن روزہ رکھ سکتا ہے جس کو اس دن روزہ رکھنے کی عادت ہو۔

تشریح از قاسمی وجہ یہ ہے کہ آئندہ رمضان کے روزے رکھنے میں قوت اور نشاط حاصل ہو۔ اور بعض نے کہا کہ کہیں نفلی روزہ فرض روزے کے ساتھ مل کر لوگوں میں تنگ نہ پیدا کر دے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ فَالْاٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ۔

ترجمہ۔ تمہارے لئے روزے کی رات اپنی بیویوں سے جماع کی بات کرنا حلال ہے۔ وہ تمہارے

لئے لباس ہیں تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے تھے۔ پس اس نے تو تمہاری توبہ قبول کر کے تمہیں معافی دے دی۔ اب تم ان سے ہم بستری کر سکتے ہو اور اس اولاد کو طلب کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۹۰ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ أَصْحٰبُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُّفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ لَهَا أَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ أَنْطَلِقُ فَأَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَائِكُمْ فَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا وَنَزَلَتْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جب کوئی روزے دار ہوتا افطار کا وقت ہوتا اور وہ افطار سے پہلے سو جاتا تو وہ اس رات اور دوسرے دن کچھ نہیں کھاتا تھا۔ یہاں تک کہ دوسری شام ہو جاتی۔ چنانچہ حضرت قیس بن صرمہ انصاریؓ روزہ سے تھے۔ جب افطار کا وقت آیا۔ تو اپنی بیوی کے پاس آکر پوچھنے لگا کہ تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ لیکن میں جاتی ہوں۔ اور تمہارے لئے تلاش کر کے لاتی ہوں۔ وہ بے چارے سارا دن کام کرتے رہتے تھے۔ ان کی آنکھ لگ گئی۔ جب ان کی بیوی واپس آئی تو دیکھ کر کہنے لگی۔ تیرے لئے نامرادی ہو۔ پس جب دوپہر کا وقت ہوا تو اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی جس کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ الخ تو اس آیت سے وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور یہ بھی نازل ہوا۔ کہ اس وقت تک کھاتے پیتے رہو۔ جب تک سفید دھاگہ فجر کے کالے دھاگے سے جدا نہ ہو جائے۔ پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔ اس بارے میں حضرت براءؓ کی روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

تشریح از قاسمی | تختانون انفسکم ای تجامعون النساء و تاکلون و تشربون فی الوقت الذی کان حراماً علیکم یعنی تم عورتوں سے ہم بستری کرتے ہو۔ اور اس وقت میں کھاتے پیتے ہو جس وقت میں کھانا پینا جماع تم پر حرام ہے۔

اعندک طعام مرسل سدی میں ہے کہ ان کی بیوی کھجور لے کر آئی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ کھجور تو میرا پیٹ جلا دے گی کوئی اور ٹھنڈی چیز لے آؤ۔

فنزلت ھذہ الایۃ حکایت قیس اور ترجمہ میں مناسبت اس طرح ہے کہ جب جماع حلال ہو گیا تو کھانا پینا بطریق اولیٰ حلال ہوگا۔ لیکن جب ان کی حلت مفہوم سے معلوم ہوتی تھی تو بعد میں کلوا واشربوا نازل ہوئی جس نے صراحۃً حلت ثابت کر دی۔ نیز! نزلت کو دوسری دفعہ ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے بعد **من الفجر** کا لفظ نازل ہوا۔

حدیث نمبر ۱۶۹۱ حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ عَمَدْتُ اِلٰى عِقَالٍ اَسْوَدَ اِلٰى عِقَالٍ اَبْيَضَ فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِيْ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِيْنُ لِيْ فَغَدَوْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں جب آیت نازل ہوئی **حَتّٰى يَتَبَيَّنَ** الخ تو میں نے ایک کالا دھاگہ اور سفید دھاگہ لے کر ان کو اپنے سرہانے کے نیچے رکھ دیا۔ اور رات میں غور کرنے لگا لیکن میرے لئے واضح نہ ہوئی۔ صبح کو میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تاگہ سے مراد تو رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۹۲ حدثنا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ اُنْزِلَتْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ وَلَمْ يُنْزَلْ مِنَ الْفَجْرِ فَكَانَ رِجَالٌ اِذَا اَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِيْ رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْاَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْاَسْوَدَ وَلَمْ يَزَلْ يَاْكُلُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهٗ رُؤْيَتُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدُ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ اِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں۔ کلوا واشربوا الآیہ تو نازل ہوئی۔ لیکن من الفجر کا لفظ نازل نہیں ہوا تھا۔ تو لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ تاگہ باندھ لیتے اور اس وقت تک کھاتے رہتے جب دونوں تاگوں میں خوب تمیز واقع ہو جاتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد من الفجر نازل فرمایا۔ جس سے انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ ان دھاگوں سے مراد تو دن اور رات ہے۔

تشریح از قاسمی ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عدی بن حاتم نزول آیت کے وقت حاضر تھے حالانکہ صوم کی فرضیت اور اس کے احکام تو اوائل ہجرت میں ہوئے ہیں لیکن حضرت عدی بن حاتم تو ۹ھ میں مسلمان ہوئے ہیں۔ تو تطابق کیسے ہو گا۔ بعض نے جواب دیا ہے۔ کہ فرض صوم سے اس آیت کا نزول مؤخر ہے۔ لیکن یہ بہت بعید ہے۔ یا حضرت عدی کے قول کی تاویل کی جائے۔ لما انزلت ای لما تلیت علیّ عند اسلامی یا عبارت محذوف مانی جائے۔ لما انزلت الآیۃ ثم قدمت واسلمت و تعلمت الشرائع عمدت اور امام احمد نے روایت نقل کی ہے جس میں ہے۔ علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صل کذا وصم کذا فاذا غابت الشمس فکل حتی یتبین الخ فاخذت خیطین الخ تو اب مطابقت ہو جائے گی۔

رئیتھما سے منظرھما مراد ہے۔ دوسرے حدیث عدی سے متاخر ہے۔ تو ممکن ہے کہ حضرت عدی کو اس کی روایت کا علم نہ ہو سکا ہو یا اپنے فہم کے مطابق خیط کو حقیقت پر محمول کر لیا۔ اور من الفجر سے لاجل الفجر سمجھ لئے ہوں اور پھر یہ معاملہ پیش آیا ہو۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سُحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ

ترجمہ۔ تمہیں تمہاری سحور سے حضرت بلالؓ کی اذان نہ روکے۔

حدیث نمبر ۱۶۹۷ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ قَالَ الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ اَذَانِهِمَا اِلَّا اَنْ يَّرْقٰى ذَا وَيَنْزِلُ ذَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت بلالؓ رات کے وقت اذان کہا کرتے تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس وقت تک کھاتے پیتے رہو۔ جب تک کہ حضرت ابن ام مکتوم اذان نہ کہیں۔ کیونکہ وہ اس وقت تک اذان نہیں پڑھتے جب تک فجر طلوع نہ کر جاتی۔ قاسم فرماتے ہیں کہ دونوں کی اذانوں کے درمیان اتنا فرق ہوتا تھا۔ کہ ایک چڑھ رہا ہوتا تھا اور دوسرا اتر رہا ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لم یکن بینہما اذانہما الخ ایک توجیہ تو محشیؒ نے کی ہے کہ حضرت بلالؓ کے اترنے اور حضرت ابن ام مکتومؓ کے چڑھنے میں تھوڑا فاصلہ ہوتا تھا۔ حضرت بلال اذان کہہ کر دعا کے لئے بیٹھ جاتے تھے جب صبح صادق ہوتی تو تب اترتے۔ اگر زمانہ قلیل بھی مراد ہو۔ تو پھر روایت کی توجیہ یہ ہوگی۔ کہ حضرت بلالؓ کی اذان ٹھہر ٹھہر کر ہوتی تھی اور وقفے وقفے سے ہوتی تھی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ان کی اذان سنو تو کھانا پینا شروع کر دو اور اذان ختم ہوتے ہی بند کر دو۔ اللہ اکبر کے الفاظ سنتے ہی کھانا پینا بند نہ کرو۔ چونکہ وہ حضرات کھانا تھوڑا کھاتے تھے اس لئے دورانِ اذان ان کا کھا لینا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن ام مکتومؓ کی اذان ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ ملا علی قاریؒ نے یہی توجیہ کی ہے کہ حضرت بلالؓ اذان کے بعد دعا وغیرہ کرتے رہتے اور طلوعِ فجر کا انتظار کرتے رہتے۔ جب طلوع قریب ہوتا تو نیچے اتر آتے تھے

بَابُ تَعْجِيلِ السُّحُورِ

ترجمہ۔ سحری کھانے میں جلد کرنا۔

حدیث نمبر ۱۶۹۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ تَكُونُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السُّحُورَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر سحری کھا کر آتا تھا۔ پھر مجھے جلدی ہوتی تھی کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحور کو پا لوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ بعض نسخوں میں تاخیر السحور ہے۔ اگر تعجیل السحور ہو تو اس کی دلیل حضرت سہل بن سعدؓ کا عمل ہے۔ کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سحری کھالیتے تھے۔ آپؐ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ تو ایک گھڑی کی تعجیل ثابت ہوگئی تو بہت سی ساعات کی بھی ثابت ہو جائے گی کیونکہ فارق کوئی نہیں ہے۔ اور سحری کا مقصود حاصل ہے کہ دن میں عبادات پر تقویت حاصل ہو۔ تاکہ روزہ کمزور نہ کردے۔ دوسرے نسخہ تاخیر السجود پر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل حجت ہے۔ کیونکہ وہ حضرت سہل سے مؤخر تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ جمہور کی روایت میں ان ادرک کے الفاظ جس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو مواقیت الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔ علامہ عینیؒ نے اپنی شرح میں باب تاخیر السحور منعقد کیا ہے۔ اور حدیث سے ثابت کیا ہے۔ کہ سحور کا آخری وقت طلوع فجر کے قریب تک ہے۔ اس لئے ابن بطال نے کہا کہ اگر امام بخاریؒ باب تاخیر السحور کا ترجمہ باندھتے تو بہتر ہوتا۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ فرمائی ہے وہ اسی نسخے پر مبنی ہے۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے جس میں "تعجیل السحور" ہے۔ اور میرے نزدیک بھی یہ توجیہ بہتر ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ وہ حدیث کے ہر محتمل سے ترجمہ ثابت کرتے ہیں۔ اس صورت میں باب قدر کم بین السحور سے مقصد یہ ہوگا۔ کہ منتہی تاخیر بیان کرتا ہے۔ اور تعجیل السحور سے مقصد جواز تعجیل ثابت کرنا ہے۔ فعل صحابی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے اور قدر کم بین السحور سے تاخیر فضیلت آپؐ کے فعل سے ثابت فرمائی۔

بَابُ قَدْرِ كَمْ بَيْنَ السُّجُوْدِ وَصَلٰوةِ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ سحری کھانے اور نماز فجر کے درمیان کس قدر فاصلہ ہو۔

حدیث نمبر ۱۶۹۵ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسُّجُوْدِ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سحری کھاتے تھے۔ پھر آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ اذان اور سحری کے درمیان کتنا

فاصلہ ہوتا تھا۔ فرمایا مقدار پچاس آیات کی قرأت کے۔ بہر حال اس عمل سے تاخیر سحور کی فضیلت ثابت ہوئی۔

بَابُ بَرَكَةِ السُّحُورِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ وَاصَلُوا وَلَمْ يُذْكَرِ السُّحُورُ۔

ترجمہ۔ سحری کھانے کی برکت ہے مگر یہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب نے مسلسل روزے رکھے جن میں سحری کھانے کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۹۶ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَنَهَاهُمْ قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل روزے رکھنے شروع کئے تو لوگوں نے بھی وصال شروع کر دیا۔ پس ان پر وصال گراں گذرا۔ پس آپؐ نے ان کو منع کر دیا۔ انہوں نے عرض کی کہ آپؐ تو وصال کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں ہمیشہ کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اطعم واسقی لیکن یہ وصال کے منافی نہیں اس لئے کہ مفطر تو منہ سے کھانا ہے روحانی غذا مفطر نہیں ہے۔ تو اس وقت حقیقت ظاہرہ مراد ہوگی کیونکہ جنت کے پھل میوے ان اجساد سے نہیں کھائے جاتے۔ اس کا محل تو روح ہے۔ اور اس کی غذا مفطر نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس حدیث کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل فتح اور عینیؒ میں ہے۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو ظاہر معنی پر رکھا جائے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ حقیقۃً طعام و شراب لایا جاتا تھا۔ تو یہ آپؐ کی کرامت ہوگی جس میں اور کوئی صحابی شریک نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ صورت لیالی (راتیں) رمضان میں پیش آتی تھی۔ جیسا کہ روایات میں ہے انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی اور بعض کے ہاں رمضان کے دنوں میں نزول ہوتا تھا۔ جیسے کہ اظل کے الفاظ دال ہیں۔ کیونکہ ظل اس فعل پر وارد ہوتا ہے جو دن کے وقت کیا جائے۔ اکثر روایات میں اَبِیْتُ ہے۔ اور اظلّ اشتراک فی الوقت کی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔ لیکن اس قول پر انک تواصل

صحیح نہیں ہوگا۔ اس لئے دوسری توجیہ یہ ہے کہ اطعم واسقی کا مطلب یہ ہے کہ روزے رکھنے میں میری مدد کی جاتی ہے۔ جس سے کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تو طعام وشراب سے لازمی معنی قوت مراد ہوں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ آکل اور شارب والی قوت پیدا کر دیتے ہیں۔ جس سے بھوک اور پیاس محسوس بھی نہیں ہوتی۔ اور تیسرا قول علامہ نوویؒ کا ہے جو میرے نزدیک راجح ہے وہ یہ ہے کہ محبت الٰہی کھانے پینے سے پھیر لیتی ہے۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ معارف الٰہیہ کی غذا اور قرب کی نعمت غذا جسم سے غافل کر دیتی ہے۔ جس کو عشق کا تجربہ ہے وہ غذا جسمانی سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

ذکرک لعشاق خیر شراب وکل شراب دونہ کسراب۔

ترجمہ۔ عاشق کے لئے تیرا ذکر مشروب ہے۔ اس کے سوا سب مشروبات ریتے کی طرح ہیں۔

اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں۔

اجی جس کے دل میں ہو درد الفت اسے کب ہوئے خواب وخور کی فرصت
اٹھا چھاتی میں درد عشق جس کی اسے پھر نیند کس کی بھوک کس کی

اب اشکال یہ ہے کہ وصال صوم سے برکۃ السحور بغیر ایجاب کس طرح ثابت ہوا۔ کیونکہ روایت میں سحور کا ذکر ہی نہیں ہے۔ تو ابن منیرؒ نے اس کو اس طرح ثابت کیا ہے۔ کہ جب وصال سے منع فرمایا تو یہ نہی عن الوصال نہی تحریم نہیں ہے۔ بلکہ نہی ارشاد ہے۔ اور اس میں سحور کے ایجاب کا قول نہیں کیا گیا تو جب وصال میں نہی کراہتہ کے لئے ہے۔ تو اس کی ضد میں استحباب ثابت ہوگا۔ کیونکہ اگر سحور لازم ہوتا تو وصل ثابت نہ ہوتا۔ تو وصال ترک سحور کو مستلزم ہوا کہ خواہ ہم وصال کو حرام کہیں یا نہ کہیں۔ کیونکہ حکم وصال میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام احمد اور اسحٰق سحر تک وصال کی اجازت دیتے ہیں لیکن در حقیقت یہ وصال نہیں ہے۔ وصال تو یہ ہے کہ دو دنوں کے درمیان کھانے پینے سے افطار نہ کرے۔ جس کو اکثر علماء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ پھر کراہتہ تحریمی اور تنزیہی میں اختلاف ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۹۷ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھا لیا کرو۔ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

تشریح از قاسمی برکت سے مراد اجر و ثواب ہے۔ کیونکہ سحری کھا لینا روزہ میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے اور نشاط اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ سحور بالضم کی تفسیر تھی اگر بالفتح سحور ہو تو وہ طعام جس سے سحر کے وقت کھانا کھایا جائے۔

بَابُ اِذَا نَوٰی بِالنَّهَارِ صَوْمًا

وَقَالَتْ اُمُّ الدَّرْدَآءِ كَانَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ فَاِنْ قُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّيْ صَائِمٌ يَوْمِيْ هٰذَا وَفَعَلَهٗ اَبُوْ طَلْحَةَ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَحُذَيْفَةُ۔

ترجمہ باب الٰہٰذا میں جب کوئی شخص دن کے وقت روزے کی نیت کرے۔ حضرت ام الدرداءؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو الدرداءؓ پوچھتے تھے کہ کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے۔ پس اگر ہم کہتے کہ نہیں ہے تو وہ فرماتے کہ میں آج کے اس دن میں روزے دار ہوں۔ اور یہی ابو طلحہؓ ابو ہریرہؓ، ابن عباسؓ اور حضرت حذیفہؓ کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶۹۸ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِيْ فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ اَنْ مَنْ اَكَلَ فَلْيُتِمَّ اَوْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ لَّمْ يَاْكُلْ فَلَا يَاْكُلْ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن ایک آدمی کو بھیجا جو لوگوں میں اعلان کرتا تھا کہ جس شخص نے کھا لیا وہ پورا کرے یا روزہ رکھے اور جس نے نہیں کھایا وہ نہ کھائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اذا نوی بالنہار اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو روزے کے لئے رات کے وقت نیت کرنے کو فرض روزے میں ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ اس طرح ہوا کہ حدیث میں لفظ نیت مطلق ہے۔ کسی روزے فرض یا نفل کی کوئی تخصیص نہیں۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ صوم عاشورہ کو سنت تسلیم کیا جائے جیسا کہ شوافع حضرات فرماتے ہیں۔ حالانکہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ صوم عاشورہ پہلے فرض تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ تو اس

صورت میں صوم فرض میں رات کو نیت کا ضروری قرار دینا صریح نص کے خلاف ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ نیت صوم کے لئے سنت ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ شوافع حضرات انما الاعمال بالنیات کی وجہ سے اور نماز پہ قیاس کرتے ہوئے فرض اور نفل میں نیت کو رات سے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ روزہ میں نیت قبل الفجر بالاجماع ضروری ہو۔ خواہ وہ فرض ہو یا نفل ہو۔ یہ مسلک امام مالکؒ اور داؤد ظاہری کا ہے۔ باقی ائمہ نفل صوم میں دن کے وقت نیت کے جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ روزہ ایک عبادت محضہ ہے جو نیت کی محتاج ہے۔ پھر اگر فرض روزہ ہے۔ جیسے صوم رمضان ادا اور "قضاء" نذر اور کفارہ سب لیں۔ رات سے ہمارے نزدیک نیت شرط ہے۔ شوافعؒ اور مالکیہؒ اور احنافؒ کا مسلک ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صوم رمضان اور ہر متعین روزہ کو دن کے وقت نیت سے بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر رات کے کسی حصہ میں نیت پائی جائے تو وہ کافی ہے خواہ منافی صوم اس کے بعد پایا جائے یا نہ پایا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ ہر قسم کے روزے کے لئے قبل الفجر نیت ضروری ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ نفل روزہ میں تو بعد الفجر نیت کافی ہے فرض میں کافی نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ جس روزہ کا وجوب وقت معین سے متعلق ہے۔ جیسے رمضان اور نذر ایام محدودۃ اسی طرح نافلہ میں بھی بعد الفجر نیت صحیح ہے۔ ان کے علاوہ میں بعد الفجر نیت صحیح نہیں۔ جیسے قضا اور کفارہ نذر وغیرہ۔

بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا

ترجمہ۔ روزہ دار جب جنابت کی حالت میں صبح کرے۔

حدیث نمبر ۱۴۹۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ جِئْتُ اَنَا وَاَبِيْ حِيْنَ دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَبِسَنَدٍ اٰخَرَ اَخْبَرَ مَرْوَانُ اَنَّ عَائِشَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ اَهْلِهٖ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَرِّعَنَّ

بِهَا اَبَا هُرَيْرَةَ ؓ وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَرِهَ ذٰلِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا اَنْ نَجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَتْ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ هُنَالِكَ اَرْضٌ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ اِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكَ اَمْرًا وَلَوْلَا مَرْوَانُ اَقْسَمَ عَلَيَّ فِيْهِ لَمْ اَذْكُرْهُ لَكَ فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ ؓ وَاُمِّ سَلَمَةَ ؓ وَقَالَ كَذٰلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ ؓ وَهُوَ اَعْلَمُ وَقَالَ هَمَّامٌ وَّابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ؓ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِالْفِطْرِ وَالْاَوَّلُ اَسْنَدُ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں۔کہ میں اور میرا باپ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دوسری سند کے ساتھ یہ ہے کہ عبدالرحمٰن نے مروان کو خبر دی کہ حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ نے ان کو خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح اور فجر اس وقت آجاتی ہے جب کہ آپؐ اپنے گھر والوں سے جنبی ہوتے تھے پھر آپؐ غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے۔ مروان نے عبدالرحمٰن بن الحارث سے کہا۔ اللہ تعالٰی کی قسم دیتے ہوئے کہا۔ کہ تم اس قصہ سے ضرور حضرت ابوہریرہؓ کو گھبراہٹ میں ڈال دوگے کیونکہ وہ اس کے خلاف فتوٰی دیتے تھے۔ اور مروان ان دنوں مدینہ کا حاکم تھا۔ ابوبکر فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن اس واقعہ کا بیان کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔لیکن اتفاق کی بات کہ ہم ذی الحلیفہ میں جمع ہوگئے۔ جہاں حضرت ابوہریرہؓ کی جاگیر تھی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا۔کہ اگر مجھے مروان نے اللہ کی قسم نہ دی ہوتی تو میں آپ سے اس کا ذکر نہ کرتا لیکن اب میں آپ کو ایک واقعہ یاد دلاتا ہوں چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا قول ذکر فرمایا۔ پس فرمایا کہ مجھے فضل بن عباسؓ نے بھی اسی طرح کہا تھا۔حالانکہ وہ خوب جاننے والے ہیں۔ اور ھمام نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افطار کا حکم دیتے تھے لیکن پہلا قول سند کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وھو اعلم الخ مقصود یہ ہے کہ فضل ہی نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جنبی افطار کرے وہ اس قصہ کو بھی خوب جانتے ہیں اور جو انہوں نے روایت کی ہے اس کو بھی جانتے ہیں ذمہ داری ان کی ہے میری نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا اکثر صحابہ کرامؓ ایک دوسرے

سے روایت کرتے تھے لیکن اس کی تصریح نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت ابو ہریرۃؓ نے تصریح نہیں کی۔ کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے نہیں سنا۔ مگر جب ان پر اعتراض ہوا تو تب تصریح کر دی۔ اسی طرح بہت سی روایات ہیں کہ صحابہ کرامؓ ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن ان کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیتے ہیں۔ بنا بریں بہت ممکن ہے کہ باب الکلام فی الصلوٰۃ میں جو روایت حضرت ابو ہریرۃؓ نے روایت کی ہے وہ بھی اسی طرح کی ہو۔ یہاں پہ جمع بین الروایات کی صورت یہ ہو سکتی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتانا چاہتے ہوں۔ کہ جو شخص صبح صادق کے وقت بیوی سے ہم بستر ہو تو اس کا روزہ نہیں ہوگا جس سے حضرت فضل نے یہ سمجھ لیا۔ کہ مقصود بقار جنابت ہے۔ اگرچہ اس کا حصول اس سے پہلے ہو چکا ہو۔ تو اپنی سمجھ کے مطابق انہوں نے روایت کر دی۔ حالانکہ یہ ان کی مراد نہیں تھی۔ اور شاید جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے کنایہ کیا ہو۔ مقصود کی تصریح نہ کی ہو۔ جس سے فضلؓ کے فہم کی تائید ہو گئی ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ سلفؒ میں یہ مسئلہ خلافیہ رہا ہے۔ لیکن اب علمار کا اجماع ہو گیا۔ کہ جو شخص جنابت کی حالت میں صبح میں داخل ہو۔ تو اس کا روزہ جائز ہے۔ علامہ عینیؒ نے اس میں سات اقوال نقل کئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً ایسے شخص کا روزہ صحیح نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر کوئی عمداً غسل کو مؤخر کرتا ہے۔ تو اس کا روزہ صحیح نہیں ورنہ صحیح ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ فرض میں تو تاخیر ناجائز ہے۔ نفل میں جائز ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ روزہ تمام کرے اور بعد ازاں قضا بھی کرے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ فرض میں قضار مستحب ہے نفل میں نہیں۔ چھٹا قول یہ ہے کہ اس وقت روزہ باطل نہیں ہوگا۔ جب تک غسل کرنے سے پہلے سورج طلوع نہ کرے۔ ورنہ روزہ باطل ہو جائے گا۔ ساتواں قول یہ ہے کہ صوم مطلق صحیح ہے فرض ہو یا نفل ہو۔ طلوع فجر سے غسل کو عمداً مؤخر کرے یا نسیاناً کرے یا نیند کی وجہ سے کرے یہی جمہور فقہار کا قول ہے اور اسی پہ اجماع علمار ہے۔

قولہ یرددن عن الصحابہ کیونکہ مرسلات صحابہ مشہور رہیں۔

کلام فی الصلوٰۃ یعنی سہو فی الصلوٰۃ میں جو ذی الیدین کا قصہ ہے وہ بھی اسی طرح ہو۔ جمع بین الروایات کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ یہ خبر منسوخ ہے۔ حضرت عائشہؓ

کی روایت سے جس کا نسخ نہ فضل کو پہنچا نہ حضرت ابو ہریرہؓ کو۔ ہاں جب انہیں ناسخ کا علم ہو گیا تو اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ یہ توجیہ اس سے بہتر ہے کہ کسی خبر کو ترجیح دی جائے جیسے امام بخاریؒ فرما رہے ہیں کہ الاول اسند۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ام سلمہؓ حضرت عائشہؓ کی موافقت فرما رہی ہیں۔ کیونکہ اثنین کی روایت واحد کی روایت سے فوق ہوتی ہے خصوصاً جبکہ دونوں ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ جو مردوں کی بنسبت جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی حالات سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر ان کی روایت منقول اور معقول دونوں کے موافق ہے۔ کیونکہ غسل ایسی چیز ہے جو انزال سے واجب ہوتی ہے۔ روزے کے وقت ایسی کوئی چیز نہیں پائی گئی۔ جیسے روزے دار کو اگر دن کے وقت احتلام ہو جائے۔ تو غسل واجب ہوتا ہے۔ روزہ باطل نہیں ہوتا۔ تو یہ محرم کی طرح ہو گیا جس نے احرام سے پہلے خوشبو لگا لی۔ اور احرام کے وقت تک اس کا اثر باقی رہا۔ تو وہ مخل نہیں ہے۔ اور جمع کی ایک صورت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت افضلیت پر دلالت کرتی ہے کہ جنبی کے لئے افضل ہے کہ وہ طلوعِ فجر سے پہلے غسل کر لے۔ اگر مخالفت کی تو جواز میں کوئی کلام نہیں۔

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ

ترجمہ روزہ دار کا بدن کے ساتھ ملنا اس سے جماع مراد نہیں۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ روزے دار پر بیوی کی شرم گاہ حرام ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۰۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَهُمْ لِإِرْبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مَآرِبُ حَاجَةٌ وَقَالَ طَاؤُسٌ أُولِي الْإِرْبَةِ الْأَحْمَقُ لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ دیتے تھے اور بدن سے بدن ملتے تھے اور وہ تم سے زیادہ اپنی حاجت کے مالک تھے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ارب کے معنی حاجت کے ہے ۔طاؤس فرماتے ہیں کہ غیر اولی الاربۃ وہ بھولا بھالا بے وقوف مراد ہے جسے عورتوں کی طرف ضرورت نہ ہو ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | احمق سے مراد جہالت ہے ۔ جو مردوں اور عورتوں کے باہمی معاملات پر واقفیت نہ رکھتا ہو ۔ احمق سے متعارف معنی والا بے وقوف مراد نہیں ہے ۔ جو ہر چیز کو شامل ہے ۔ بلکہ خاص کر عورت اور مرد کے تعلق سے ناواقف ہو ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | روزہ دار بیوی کو بوسہ دے سکتا ہے ۔ اس میں روایات مختلف ہیں ۔ امام احمدؒ ۔ اسحاقؒ اور داؤد ظاہریؒ اور امام مالکؒ مطلقاً کراہتہ کے قائل ہیں ۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نوجوان کے لئے کراہت اور بوڑھے کے لئے اباحت کے قائل ہیں ۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک قول یہ بھی ہے کہ روزہ دار کے لئے معانقہ، مصافحہ اور مباشرت بلا ثوب اور تقبیل فاحش بالکل مکروہ ہے ۔ تقبیل فاحش کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہونٹوں کو چبائے ۔ زرقانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے جس نے بوسہ دیا اور سالم رہا اس پر کچھ بھی نہیں ہے ۔

بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

ترجمہ ۔ روزہ دار کا بوسہ دینا کیسا ہے ۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ إِنْ نَظَرَ فَأَمْنَى يُتِمَّ صَوْمَهُ

ترجمہ ۔ جابر بن زید فرماتے ہیں ۔ کہ اگر روزے دار نے شہوت سے کسی کو دیکھا اور منی آ گئی ۔ تو وہ اپنا روزہ پورا کرے ۔ اور درمختار میں ہے کہ اگر اس کے فرج کی طرف بار بار نظر کرے تب بھی روزہ فاسد نہیں ہو گا ۔

حدیث نمبر ۱۷۰۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الخ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَتْ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بیشک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں اپنی بعض بیویوں کو بوسہ دیتے تھے پھر وہ ہنس دیتی تھیں ۔

حدیث نمبر ۱۷۰۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا اَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيْلَةِ اِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ مَالَكِ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ دریں اثنا کہ میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک اونی منقش چادر کے اندر تھی۔ کہ میں حائضہ ہوگئی تو میں آہستہ سے کھسک گئی اور اپنے حیض کے کپڑے بدل لئے۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا تجھے حیض آگیا ہے۔ میں نے عرض کی ہاں! پھر پس میں آپؐ کے ہمراہ اس اونی منقش چادر میں داخل ہوگئی۔ نیز! وہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اکٹھے ایک برتن سے غسل کرتے تھے۔ اور یہ کہ روزے کی حالت میں آپؐ انہیں بوسہ دیتے تھے۔

تشریح از قاسمی ضحکت اس سے تنبیہ کر دی کہ وہ خود ہی صاحب واقعہ ہیں اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہنسی کبھی شرمندگی کی وجہ سے ہوتی تھی کہ اپنے حالات کی خبر دے رہی ہیں اور بعض نے کہا۔ اس سے اپنا مرتبہ بتانا مقصود ہے۔ جس سے آپؐ خوش ہوتی تھیں۔ نفست معنی میں حضت کے ہے۔

بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ ثَوْبًا فَاَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ وَّدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ وَّقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَاْسَ اَنْ يَّتَطَعَّمَ الْقِدْرَ اَوِ الشَّيْءَ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا كَانَ صَوْمُ اَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِيْنًا مُّتَرَجِّلًا وَّقَالَ اَنَسٌ اِنَّ لِيْ اَبْزَنَ اَتَقَحَّمُ فِيْهِ وَاَنَا صَائِمٌ وَّيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ وَّقَالَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَاكُ اَوَّلَ النَّهَارِ وَاٰخِرَهُ وَلَا يَبْلَعُ رِيْقَهُ وَقَالَ عَطَاءٌ اِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَهُ لَا اَقُوْلُ يُفْطِرُ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَاْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ قِيْلَ لَهُ طَعْمٌ قَالَ

وَالْمَآءُ لَهٗ طَعْمٌ وَّاَنْتَ تُمَضْمِضُ بِهٖ وَلَمْ يَرَ اَنَسٌ وَّالْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا۔

ترجمہ۔ روزہ دار کا غسل کرنا کیسے ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کپڑے کو تر کر کے روزے کی حالت میں اپنے اوپر ڈال لیتے تھے یا تر کپڑا ان پر ڈال دیا جاتا تھا۔ حضرت شعبیؒ روزے کی حالت میں حمام میں داخل ہوجاتے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اگر روزے دار ہنڈیا کو یا کسی اور چیز کو چکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا۔ کہ روزے دار کے لئے کلی کرنا اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی روزے دار ہو تو وہ تیل لگانے والا اور کنگھا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ میرا ایک حوض تھا۔ جس میں میں روزے کی حالت میں گھس جایا کرتا تھا۔ اور ابن عمرؓ دن کے اول اور آخری حصہ میں مسواک کرتے تھے اور ابن سیرین نے فرمایا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ اس میں تو مزہ اور ذائقہ ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا پانی میں بھی مزہ اور ذائقہ ہوتا ہے۔ حالانکہ تم اس سے کلی کرتے ہو۔ اور حضرت انسؓ حضرت حسن بصریؒ اور ابراہیمؒ روزہ دار کے لئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس باب کی غرض یہ ہے کہ روزے دار کو غسل کرنا کوئی نقصان دے گا۔ روایت کی دلالت اس پر ظاہر ہے۔ جب کہ روزہ غسل جنابت سے نہیں ٹوٹتا تو اس کے ماسوا غسل سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔ پھر جو آثار اس باب کے تحت ذکر ہوئے ہیں۔ وہ قیاس اور دلالۃ النص کے ذریعہ ترجمہ پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ تر کپڑے کا جسم پر ڈالنا حمام میں داخل ہونا۔ ہنڈیا سے کچھ چکھ لینا اور کسی چیز کا چکھ لینا۔ کلی کرنا۔ ٹھنڈک حاصل کرنا۔ تیل لگانا۔ کنگھا کرنا پانی سے بھرے ہوئے حوض کے اندر گھس جانا۔ مسواک کرنا۔ سرمہ لگانا اگرچہ یہ اشیاء باطن کی طرف اثر کرتی ہیں۔ مگر روزے دار کے لئے یہ سب جائز ہیں۔ تو غسل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ کیونکہ پانی کا معاملہ ان سب سے خفیف ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ بدن پر ٹھہرتا نہیں جیسا کہ غسل سے ظاہر ہے۔ اور امام شعبیؒ کے اثر پر جو حمام کا ذکر ہے۔ اس سے حمام ٹھنڈا مراد ہے۔ جو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

یصبح دھینا اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ اگر روزے دار تیل نہ لگانے کی وجہ سے اس کا بدن خشک رہ گیا۔ یا سرمہ وغیرہ نہ لگایا تو روزے کے آثار ظاہر ہوں گے۔ حالانکہ اس کا تو چھپانا

مقصود و مطلوب ہے۔

یستاک اٰخر النہار سے شوافع پر رد کرنا مقصود ہے جو بعد الزوال کراہتہ سواک کے قائل ہیں۔

تشریح از قاسمی نیز! ان لوگوں پر بھی رد کرنا ہے جو روزے دار کو غسل کی اجازت نہیں دیتے کہ کہیں پانی اس کے حلق تک نہ پہنچ جائے۔ رد اس طرح ہوا کہ جب کلی کرنا اور ہنڈیا کا چکھنا جائز ہے حالانکہ مفطر منہ کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ تو غسل کیوں جائز نہیں ہوگا۔ اس طرح کنگھا کرنا اور تیل لگانا تجمل کے لئے جائز ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۰۳ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے رمضان میں صبح کرتے پس غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔

حدیث نمبر ۱۷۰۴ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ سَمِعَ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَبِيْ فَذَهَبْتُ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ اَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِّنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُهٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا اَفْطَرَ يُكَفِّرُ مِثْلُ الْمُجَامِعِ قَالَ لَا اَلَا تَرَى الْاَحَادِيْثَ لَمْ يَقْضِهٖ وَاِنْ صَامَ الدَّهْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکر بن عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں اور میرا باپ اکٹھے چل کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتی ہوں۔ کہ آپ جماع بغیر احتلام کے جنابت کی حالت میں صبح کرتے۔ تو پھر روزہ رکھتے تھے پھر ہم حضرت ام سلمہؓ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی اسی طرح فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ترجمہ۔ ابوجعفر نے فرمایا میں نے امام بخاریؒ سے پوچھا کہ جب

کوئی شخص روزہ توڑ دے تو کیا جماع کرنے والے کی طرح کفارہ ادا کرے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ کیا تم حدیثوں کو نہیں دیکھتے البتہ اگر زندگی بھر روزے رکھتا رہے تب بھی اس فضیلت کو نہیں پا سکتا۔

قال ابو جعفر امام بخاریؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ فربری نے امام بخاریؒ کا وہ قول جس کی ابو جعفر نے انہیں فربر میں خبر دی تھی۔ امام بخاریؒ نے خود ان کو خبر نہیں دی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کفارہ خلافِ قیاس ثابت ہوا ہے۔ تو اسے اپنے مورد پر منحصر رہنا چاہیئے۔ اکل وشرب کی طرف تجاوز نہ کیا جائے۔ نیز! قضاء بمثل معقول ہے لہذا روزہ پر اکتفا ہو گا بس آگے نہیں۔ لیکن وہ فضیلت جو اس سے فوت ہوگئی۔ اس کا پا لینا ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ زندگی بھر روزہ رکھے۔ جیسا کہ خود روایت میں موجود ہے۔ احنافؒ کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ جماع سے کفارہ ادا کرنا۔ یہ کوئی اس کی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ کفارہ تو روزے میں جنابت کی وجہ سے واجب ہوا ہے۔ تو وہ سب مفطرات کو شامل ہو گا۔ خواہ وہ جماع ہو یا اکل وشرب ہو۔ ان میں مفطر ہونے کی وجہ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسرا جواب نقلی یہ ہے کہ دار قطنی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے رمضان میں کسی دن روزہ توڑ دیا تو کفارہ ظہار کی طرح کفارہ ادا کرے۔ پس اس حکم میں کسی مفطر کی تخصیص نہیں نہ جماع کا ذکر ہے اور نہ ہی اکل وشرب کا۔ اور ان میں سے کسی مفطر کی قید نہیں ہے۔ نیز! جس قدر مزہ اور لذت جماع میں ہوتی ہے وہ اکل وشرب میں کم نہیں ہوتی۔ مفطر ہونے میں تینوں برابر ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | قال ابو جعفر اس قول کو شراح بخاریؒ عسقلانی۔ قسطلانی۔ کرمانی اور عینیؒ نے نہ متون میں ذکر کیا ہے اور نہ ہی شروح میں ذکر کیا ہے۔ اور نہ ہی یہ باب اس قول کے لائق ہے۔ کیونکہ دو باب کے بعد امام بخاریؒ نے آگے باب باندھا ہے۔ باب اذا جامع فی رمضان الخ اور اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر جماع کے مفطر پر کفارہ نہیں ہے۔ حالانکہ اذا جامع فی رمضان الخ باب سے امام بخاریؒ کا میلان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ واجب ہے۔ چنانچہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ جس شخص نے اکل اور شرب سے روزہ توڑا اس پر کفارہ واجب ہے۔ جماع پر قیاس کیا ہے۔ جامع اور آکل اور شارب میں مہینہ کی بے حرمتی امر مشترک ہے۔ اور آثار افطار بھی ذکر فرماتے ہیں جس سے

سمجھا جاتا ہے کہ افطار بالاکل واجماع بمعنی واحد ہیں۔

اور اکثر تلک الفضیلہ کہلائے کے ساتھ قضاء بھی ائمہ اربعہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قضاء کا ذکر نہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے اور نہ حضرت عائشہؓ کی خبر میں ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ دوسرے طرق سے اس حدیث پر زیادتی ثابت ہے۔ آپؐ نے فرمایا صم یوما مکان ما اصبت

لم یقضہ وان صام الدھر کہ ادا کی کامل فضیلت قضاء سے حاصل نہیں ہوسکتی اگرچہ زندگی بھر روزہ رکھتا رہے کیونکہ قضاء ادا کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ ایک دن کے بدلے زندگی بھر روزے رکھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شوافعؒ کے نزدیک کفارہ صرف جماع سے واجب ہوگا۔ احنافؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک اکل وشرب سے بھی کفارہ واجب ہوگا۔

بَابُ الصَّآئِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْشَرِبَ نَاسِيًا

وَقَالَ عَطَآءٌ إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَآءُ فِي حَلْقِهٖ لَابَأْسَ إِنْ لَمْ يَمْلِكْ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَاشَيْئَ عَلَيْهِ وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَاشَيْئَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ جب روزے دار بھول چوک کر کھا پی لے۔ اور عطاءؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ناک صاف کیا اور پانی اس کے حلق میں چلا گیا۔ تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ وہ اس کو واپس لوٹانے پر قادر نہیں ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر مکھی روزے دار کے حلق میں داخل ہوجائے تو کوئی چیز واجب نہیں۔ حسن اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اگر بھول کر جماع کرلیا تو کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۰۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ جب کوئی روزے دار بھول کر کھا پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

ہی اسے کھلایا پلایا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لم یملک ردہ الخ یہ حکم اس پر مبنی ہے کہ خطاء اور نسیان میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ حالانکہ دونوں میں فرق ثابت ہے۔ اگر حضرت حسن بصریؒ کے قول لاشیئ علیہ سے قضاء اور کفارہ کی نفی کی جائے تو ان کے مذہب کے موافق ہوگا۔ اسی طرح مجاہد کا لاشیئ علیہ کہنے سے اگر قضاءً اور کفارہ کی نفی کرنا مقصود ہے تو یہ ان کے مذہب کے موافق ہوگا ورنہ اشعب کے نزدیک قضاءً واجب ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے ان آثار سے استدلال قائم کیا ہے کہ خطاء اور نسیان میں فرق نہیں ہے۔ حالانکہ ان میں فرق ہے۔ وہ صورت جو عند العقل حاصل ہے جس وقت چاہے اس کا ملاحظہ ممکن ہو تو یہ ذھول اور سہو ہے۔ اور اگر ملاحظہ کسب جدید کے بعد ممکن ہو تو اسے نسیان کہتے ہیں۔ خطاء اور سہو میں یہ فرق ہے کہ اور صاحب سہو تھوڑی سی تنبیہ سے متنبہ ہو جاتا ہے۔ لیکن خطاء والا متنبہ نہیں ہوتا۔ یا متنبہ ہوتا ہے تو بعد تعب اور تھکاوٹ کے بعد ہوتا ہے۔ امام اوزاعیؒ امام شافعیؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں۔ جس نے کلی کرنے اور ناک میں پانی داخل کرنے یا خارج کرنے سے پانی حلق میں چلا گیا بغیر قصد کے تو کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب پانی پیٹ تک پہنچ جائے اور روزہ یاد ہو۔ تو روزہ ٹوٹ گیا۔ جماع ناسیًا اختلاف ائمہ کے درمیان مشہور ہے۔ جب ناسیًا لصومہ جماع کیا تو امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نہ اس پر قضاء ہے اور نہ ہی کفارہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔ امام احمدؒ اور اہل ظواہر فرماتے ہیں اس پر قضاء بھی واجب ہے اور کفارہ بھی واجب ہے۔

بَابُ سِوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ وَيُرْوٰى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ وَّزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رضي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ وَقَالَ عَطَاءٌ وَقَتَادَةُ يَبْتَلِعُ رِيقَهُ ۔

ترجمہ ۔ روزے دار کے لئے تر اور خشک مسواک استعمال کرنا کیسے ہے ۔ حضرت عامر بن ربیعہ رض سے ذکر کیا جاتا ہے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اَن گنت اور بے حساب مرتبہ روزے کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا ۔ حضرت ابوہریرۃ رض جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ اگر مجھے امت پہ گراں گزرنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا ۔ اور اسی طرح حضرت جابر رض حضرت زید بن خالد رض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ روزے دار اور غیر روزے دار کی کوئی تخصیص نہیں کی ۔ اور حضرت عائشہ رض جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں ۔ کہ مسواک کرنا منہ کو پاک کرنے اور رب غفور کی رضامندی کا سبب ہے ۔ اور عطاء رح اور قتادہ رح فرماتے ہیں ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تھوک کو نگل جاتے تھے ۔

حدیث نمبر ۱۷۰۶ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ حُمْرَانَ قَالَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ رض تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلٰثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيْهِمَا إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت حمران رح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رض کو وضو کرتے دیکھا ۔ کہ آپ نے پہلے اپنے ہاتھ پر تین مرتبہ پانی ڈالا ۔ پھر کلی کی ۔ اور ناک صاف کیا ۔ پھر تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھویا ۔ پھر دائیں ہاتھ کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا ۔ پھر بائیں ہاتھ کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا ۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا ۔ پھر دائیں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا ۔ پھر بائیں کو تین مرتبہ دھویا ۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنے اس وضو کی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا جس نے

میرے اس وضو کی طرح وضو کیا۔ پھر دو رکعت نماز اسی طرح پڑھی کہ ان دونوں رکعتوں میں اپنے نفس کے ساتھ کچھ بات نہ کی تو اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ان سب روایات اور آثار سے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ روایات و آثار غیر صائم کے ساتھ مقید نہیں ہیں۔ لہذا تعمیم ہوگی۔ روزے دار کے لئے یہ امور سب جائز ہیں۔

تشریح از قاسمی لم یخص الصائم۔ بلکہ غیر روزہ دار کو بھی شامل ہے۔ اس ترجمہ سے مالکیہؒ پہ رد کرنا ہے جو تر مسواک کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ پہ بھی رد ہے۔ جو بعد الزوال صائم کے لئے مسواک کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ خلوف اطیب من ریح المسک ہے۔ وہ زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ مگر روایت میں کوئی تخصیص نہیں۔

ان یبتلع ریقہ ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہے۔ سواک رطب کے جو ٹکڑے منہ میں جمع ہوں گے۔ جب کلی کی طرح ان کو منہ سے پھینک دیا۔ تو اس کے بعد تھوک کا نگل جانا کوئی نقصان دہ نہیں ہے۔ لہذا روزے پہ کچھ اثر نہ پڑے گا۔ حدیث کو باب سے اس طرح مناسبت ہوئی۔ کہ توضار میں وضوء سے وضوء کامل مراد ہے۔ جو جامع للسنن ہو۔ ان میں سے ایک سنت مسواک بھی ہے۔ جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ وَإِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتَحِلُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيرُهُ إِنْ لَمْ يَزْدَرِدْ رِيقَهُ وَمَاذَا بَقِيَ فِي فِيهِ وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيقَ الْعِلْكِ لَا أَقُولُ إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلَكِنْ يُنْهَى عَنْهُ فَإِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهُ لَا بَأْسَ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جب وضو کرے تو اپنے نتھنے میں پانی داخل کرے۔

آپ روزے دار وغیرہ کی کوئی تفریق نہیں کی ۔ روزے دار کے لئے ناک میں دوائی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ دوائی حلق تک نہ پہنچے ۔ اور سرمہ لگا سکتا ہے ۔ حضرت عطار فرماتے ہیں کہ اگر کلی کرے پھر جو کچھ پانی منہ میں ہے ۔ اُسے گرا دے تو تھوک نگلنے میں اسے کوئی نقصان نہیں ہے ۔ اس طرح جو کچھ اس کے منہ میں باقی ہے اس کا نگل جانا بھی جائز ہے مصطگی اور لبان کو نہ نگلے ۔ اگر مصطگی کی تھوک کو نگل گیا ۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا البتہ اس سے اسے روکا جائے گا ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فلیستنشق بمنخرہ الماء یہ عموم دوسری روایات کی وجہ سے مخصوص کر دیا جائے گا ۔ کیونکہ روایت میں ہے الفطر مما دخل اس طرح ہم حضرت حسنؒ کا قول بھی صحیح تسلیم نہیں کرتے ۔ اس لئے کہ اگرچہ فی نفسہ صحیح ہے ۔ لیکن حلق تک پہنچنے اور نہ پہنچنے میں تمیز مشکل ہے ۔ اس لئے ادخال السعوط فی المنخرین وصول الی الجوف کے قائم مقام کر دیا جائے گا ۔ کیونکہ یہ ادخال سبب وصول ہے ۔ کیونکہ ایسی دوائی دماغ میں تو ٹھہر نہیں سکتی ۔ بلکہ اس کا قطرہ قطرہ پیٹ تک پہنچنا محتمل ہے ۔ تو جیسے ادخال ذکر کو انزال کے قائم مقام قرار دیا گیا کیونکہ وہ سبب ہے اور حقیقت انزال پر اطلاع مشکل ہے ۔ اور ذکر آنکھ سے غائب ہے یہاں بھی سبب کو قائم مقام بنایا جائے گا ۔ جس طرح نیند کو وضوء میں خروج کا سبب مانا گیا ہے ۔ تو جس طرح پہلے دو مسئلوں میں بقار طہارۃ اور عدم وجوب غسل کا حکم نہیں لگایا جا سکتا ۔ ایسے یہاں بھی بقار صوم کا حکم نہ لگایا جائے گا ۔ اگرچہ علم یقینی حاصل ہو جائے ۔ مقعد اور ذکر سے کوئی چیز نہیں نکلی کیونکہ احکام شرعی عام ہیں ۔ سبب قائم مقام مسبب کے ہو گا تو امام بخاریؒ نے جو روزے کے نہ ٹوٹنے کا حکم لگایا ہے ۔ اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ جب پانی نتھنے کے اوپر کے حصہ تک نہ پہنچے اور دماغ سے باہر باہر رہے ۔ تو اس وقت مذہب کے موافق ہو گا ۔

وان ازدرد ریق العلک شاید ریق سے مراد وہ چیز ہے جو سلک کے منہ میں داخل کرنے کے بعد پیدا ہو ۔ جس میں مصطگی کے اجزار کا کچھ حصہ نہ ہو ۔ تو اس سے روزہ فاسد نہ ہو گا ۔ اور اجزار مصطگی مل گئے ہیں ۔ تو پھر روزے کا عدم فساد مسلّم نہیں ہے ۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ الفطر مما دخل کہ پیٹ اور دماغ کے اندر جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ۔ بلاشک یہ مصطگی داخل الاجزار ہے ۔ تھوک اور سینک کی طرح معاف نہیں ہے اس لئے روزہ فاسد ہو جائے گا ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ امام مالکؒ اور شعبیؒ پہ رد فرمایا ہے۔ کہ تر مسواک صائم کے لئے جائز نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ حضرت عثمانؓ کی حدیث جس میں تمضمض والتنشق صفت وضوء میں بیان ہے۔ اس میں صائم اور غیر صائم کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ نیز! حضرت لقیط بن صبرۃؓ کی روایت میں ہے۔ بالغ فی الاستنشاق الا ان تکون صائماً یعنی ناک میں پانی میں داخل کرنے میں مبالغہ کرو۔ لیکن روزے کی حالت میں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے انما الافطار مما دخل ولیس مما خرج اور ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے انما الوضوء مما خرج ولیس مما دخل والفطر فی الصوم مما دخل ولیس مما خرج خود امام بخاریؒ نے باب الحجامۃ والقیئ میں اسے ذکر فرمایا ہے۔

قولہ الحسن لا بأس بالسعوط للصائم امام اوزاعیؒ اور اسحاقؒ تو فرماتے ہیں۔ کہ سعوط یعنی ناک میں دوائی ڈالنے پہ قضاء واجب ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ قضاء واجب نہیں البتہ اگر پانی حلق تک پہنچ جائے تو قضا واجب ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ سعوط سے پیٹ تک دوائی نہیں پہنچتی اور نہ ہی دماغ تک پہنچتی ہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں۔ کہ وجور۔ لدود اور سعوط سب صورتوں میں قضا واجب ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ چیزیں جوف تک پہنچنے والی ہیں باختیارہ لہذا مفطر ہوں گی۔ وجود علامت کی کسی چیز کا منہ کے اندر داخل کرنا اور لدود دوائی کا تالو سے چپکانا۔ ذب ذکر کو کہتے ہیں جو انسان کے ساتھ خاص ہے۔

لیس فیہ شیئ من اجزاء العلک الخ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ مصطگی کے چبانے سے کوئی چیز نہیں نکلتی اگر نکلے اور روزے دار اسے نگل لے تو جمہور یہی فرماتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ علک وہ لکڑی جس کو عورتیں دانتوں پہ ملتی ہیں جس سے ہونٹوں پہ لالی آجاتی ہے۔ مصطگی اور لبان بھی اس کے حکم میں ہیں۔

بَابُ اِذَا جَامَعَ فِیْ رَمَضَانَ

وَیُذْکَرُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ رَفَعَہٗ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ یَقْضِہٖ صِیَامُ الدَّھْرِ وَاِنْ صَامَہٗ

دَبِہٖ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَّ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَّ اِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَّادٌ يَقْضِيْ يَوْمًا مَّكَانَهٗ۔

ترجمہ۔ جب رمضان میں جماع کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے رمضان میں بغیر کسی عذر یا مرض کے روزہ چھوڑ دیا تو اگر ساری زندگی روزہ رکھتا رہے تو اس کی فضیلت کو پورا نہیں کر سکتا۔ یہی ابن مسعودؓ کا قول ہے۔ سعید بن مسیب شعبی ابن جبیرؒ ابراہیم اور حماد فرماتے ہیں کہ اس کی بجائے ایک دن کا روزہ قضا کرے۔

حدیث نمبر ۱۷۰۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍؒ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَؓ تَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ اِحْتَرَقَ قَالَ مَالَكَ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِكْتَلٍ يُّدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ اَيْنَ الْمُحْتَرِقُ قَالَ اَنَا قَالَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ حضرت! میں جو جل گیا۔ یعنی میں نے گناہ کر لیا۔ فرمایا تجھے کیا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ میں رمضان شریف میں بیوی سے ہمبستر ہو گیا۔ تو آپؐ کے پاس کھجور کا ایک ٹوکرا لایا گیا۔ جسے عرق کہا جاتا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ وہ جلنے والا کہاں ہے اس نے جواب دیا میں موجود ہوں۔ فرمایا جاؤ اس کو صدقہ کر دو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ ایسے مفطر پر قضاء بھی واجب نہیں کرتے جیسا کہ قولین (دونوں قولوں) کا تقابل اس پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ یہ ان دونوں حضرات کے مذاق سے بعید ہے۔ تو کہا جائے گا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی تقابل نہیں ہے۔ مؤلف نے ہر ایک کا قول بلفظہ نقل کر دیا ہے مگر مآل اور نتیجہ دونوں کا ایک ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس صورت میں ابن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ کے قول کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ فضیلت ادا ہرگز نہیں ہو سکتی اگرچہ کوئی شخص زندگی بھر روزے قضاء رکھے۔ لیکن یہ قول ایجاب قضاء کے منافی نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ یقضی یوماً مکانہ ان حضرات کے نزدیک تو صرف قضا واجب ہے۔ لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی

آنے والی روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔

بَابُ اِذَا جَامَعَ فِیْ رَمَضَانَ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَیْئٌ فَتُصُدِّقَ عَلَیْہِ فَلْیُکَفِّرْ۔

ترجمہ۔ جب کوئی شخص روزے دار رمضان میں ہمبستری کرے اور اس کے پاس کفارہ کے لئے کوئی چیز موجود نہ ہو۔ پھر اس پر صدقہ کیا جائے تو وہ کفارہ ادا کرے۔

حدیث نمبر ۱۷۰۸ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَةَؓ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلَکْتُ قَالَ مَالَکَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰی امْرَاَتِیْ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا فَقَالَ فَهَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا قَالَ لَا قَالَ فَمَکَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَا نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِیْهَا تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِکْتَلُ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ فَقَالَ اَنَا قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰی اَفْقَرَ مِنِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَوَاللّٰہِ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا یُرِیْدُ الْحَرَّتَیْنِ اَهْلُ بَیْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ فَضَحِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ اَنْیَابُہٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْهُ اَهْلَکَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک ایک آدمی آیا۔ جس نے کہا یا رسول اللہ میں تو ہلاک ہو گیا۔ فرمایا تجھے کیا ہوا۔ کہنے لگا۔ کہ روزے کی حالت میں بیوی سے ہمبستر ہو گیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی غلام ہے۔ جس کو تو کفارہ میں آزاد کر دے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا دو مہینے مسلسل روزے رکھنے کی طاقت ہے۔ کہنے لگا نہیں آپؐ نے پھر پوچھا کہ کیا تم ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلا سکتے ہو۔ اس نے کہا نہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے رہے۔ ہم اسی حال میں تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک ٹوکرا کھجور کا لایا گیا۔ عرق کے معنی زنبیل کے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا وہ سائل کہاں ہے۔ اس

نے کہا میں حاضر ہوں۔ فرمایا یہ ٹوکرا لے کر صدقہ کر دو۔ کہنے لگا کیا یا رسول اللہ کیا اپنے سے بھی کسی زیادہ محتاج پر خرچ کروں۔ اللہ کی قسم! مدینہ کی ان دو کالے پتھروں والی زمین میں میرے گھر والوں سے زیادہ کوئی گھر والا محتاج نہیں ہوگا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنس دیئے کہ آپؐ کے کے اگلے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ فرمایا جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

تشریح از قاسمی اگر اشکال پیدا ہو کہ اپنے اھل کو کھلانے سے کفارہ کیسے ادا ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ تینوں قسم کے کفارہ سے عاجز رہا۔ اور خود صدقہ کا محتاج اور مضطر تھا۔ آپؐ نے فی الحال تو اسے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی اجازت کفارہ بعد میں ادا کر دیا جائے گا۔ اس حدیث سے علماء نے ہزار سے زیادہ مسائل کا استنباط کیا ہے۔ خطابیؒ فرماتے ہیں۔ یہ حکم اس صحابی کے لئے خاص تھا یا منسوخ ہو گیا۔ اب یہ حکم باقی نہیں قضاء اور کفارہ دونوں ادا کرنے ہوں گے۔ اس حدیث سے امام شافعیؒ اور داؤد ظاہریؒ نے مسئلہ نکالا کہ جماع سے عورت اور مرد پر صرف ایک ہی کفارہ کافی ہوگا۔ کیونکہ موضع بیان جب عورت پر آپؐ نے کفارہ کا ذکر نہیں کیا۔ تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔ لیکن امام حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور ابو ثورؒ فرماتے ہیں کہ عورت پر بھی کفارہ لازم ہے۔ اگر خوشی سے اس نے جامع کا کہنا مان لیا۔ باقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے حکم کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا۔ ممکن ہے کہ وہ مجبور کر دی گئی ہو۔ مکرھہ ہو یا۔ یا روزے کو بھول گئی ہو۔ یا کسی عذر یا مرض یا سفر یا صغر سنی یا جنون یا حیض کی وجہ سے معذور ہو۔ یا دن کے وقت حیض سے پاک ہوئی ہو۔ یہ سب احتمالات موجود ہیں۔

بَابُ الْجَامِعُ فِيْ رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوْا مَحَاوِيْجَ

ترجمہ۔ کیا رمضان میں جماع کرنے والا شخص اپنے گھر والے محتاج لوگوں کو کفارہ کا کھانا کھلا سکتا ہے

حدیث نمبر ۱۷۰۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْآخِرَ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ

مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ اَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهِ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ وَهُوَ الزَّبِيْلُ قَالَ اَطْعِمْ هٰذَا عَنْكَ قَالَ عَلٰى اَحْوَجَ مِنَّا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا قَالَ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ایک رذیل آدمی رمضان شریف میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہو گیا۔ تو آپؐ نے پوچھا کیا کوئی غلام رکھتا ہے جس کو تو آزاد کردے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کیا دو ماہ مسلسل روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کیا اس قدر طاقت ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو۔ بتایا نہیں۔ تو فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا جس میں کھجور تھے۔ عرق کے معنی زبیل کے ہیں۔ فرمایا جاؤ یہ اپنی طرف سے کفارہ کے طور پر مسکینوں کو کھلاؤ۔ اس نے کہا اپنے سے بھی زیادہ محتاج پر خرچ کروں۔ حالانکہ مدینہ کی اس کالی پتھروں والی اور زمینوں کے درمیان ہمارے سے زیادہ کوئی محتاج گھر والے نہیں ہیں۔ فرمایا جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْئِ لِلصَّائِمِ

وَقَالَ لِيْ يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ ثَوْبَانَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَؓ اِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ اِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُوْلِجُ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهُ يُفْطِرُ وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ وَكَانَ بْنُ عُمَرَؓ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ وَاحْتَجَمَ اَبُوْ مُوْسٰى لَيْلًا وَيُذْكَرُ عَنْ سَعِيْدٍ وَزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَاُمِّ سَلَمَةَؓ احْتَجَمُوْا صِيَامًا وَقَالَ بُكَيْرٌ عَنْ اُمِّ عَلْقَمَةَ كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَؓ فَلَا تَنْهٰى وَيُرْوٰى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوْعًا فَقَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ وَقَالَ لِيْ عَيَّاشٌ عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهُ قِيْلَ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ روزہ دار کا پچھنے لگوانا اور قئی کرنا۔ ثوبان نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا۔ کہ جب روزہ دار قئی کرے تو روزہ چھوڑے۔ کیونکہ قے نکلتی ہے داخل نہیں ہوتی۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ روزہ چھوڑدے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ روزہ داخل ہونے والی چیزوں سے ٹوٹتا ہے۔ اور جو چیز خارج ہو وہ روزہ کو نہیں توڑتی۔ اور ابن عمرؓ نے روزہ کی حالت میں پچھنے لگوائے۔ پھر اس نے اس رویہ کو چھوڑ دیا اور رات کے وقت پچھنے لگواتے تھے۔ اور حضرت ابوموسیٰؓ بھی رات کو پچھنے لگواتے تھے۔ اور حضرت سعدؓ۔ زید بن ارقمؓ اور ام سلمہؓ روزہ کی حالت میں پچھنے لگواتے تھے۔ حضرت ام علقمہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس پچھنے لگواتے تھے۔ لیکن انہیں روکا نہیں جاتا تھا۔ اور حضرت حسنؒ بہت سے صحابہؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ کہ پچھنے لگانے والا اور جس کو پچھنے لگائے جائیں دونوں روزہ چھوڑ دیں۔ یونس حضرت حسنؒ سے اس طرح روایت کرتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں! پھر کہا کہ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰ا۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّی بْنُ اَسَدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَھُوَ صَائِمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے اور اسی طرح روزہ کی حالت میں پچھنے لگوائے۔

حدیث نمبر ۱۱ا۔ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اَكُنْتُمْ تَكْرَھُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضَّعْفِ وَزَادَ شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ لوگ روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانا مکروہ سمجھتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں مگر کمزوری کی وجہ سے اور شعبہ نے علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اذا قاء فلا یفطر الخ جس شخص پر قے کا غلبہ ہو۔ اور جو خود جان بوجھ کر قے کرے ان دونوں میں فرق اس لئے کیا جاتا ہے۔ کہ پہلی صورت میں قے کا پیٹ کے اندر واپس چلے

جانے کا خوف نہیں ہے۔ کیونکہ طبیعت نفس مدافعت کرتی ہے۔ بخلاف دوسری صورت کے جس میں خود جان بوجھ کر قے کرے اس میں طبیعت مدفوع حصہ سے تخلی کرتی ہے۔ اس لئے واپس لوٹنے کا احتمال رہتا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | جمہور علماء فرماتے ہیں۔ جس پر قے کا غلبہ ہو وہ تو افطار نہ کرے اور جو خود قے طلب کرے وہ افطار کرے۔ اور مغنی میں ہے کہ من استقاء فعلیہ القضاء ومن ذرعہ فلا شئی علیہ۔ یعنی قے طلب کرنے والے پر قضا صوم ہے۔ اور مغلوب پر کچھ نہیں ہے۔ تفصیل اوجز میں ملے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ثم قال ﷺ اللہ اعلم الخ یہ اس لئے فرمایا کہ حجامۃ سے افطار کی وجہ ان پر مخفی تھی۔ کیونکہ ضابطہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ روزہ کا افطار دخول سے ہوتا ہے خروج سے نہیں ہوتا۔ یہ الفاظ انہوں نے اس لئے فرمائے کہ کوئی دوسری دلیل ان پر منکشف ہوئی۔ جو عدم فساد پر دلالت کرتی تھی۔ اس لئے ان کو تردد ہو گیا۔ کہ کس کو ترجیح دیں اور یہ کہ ان میں سے کون ناسخ ہے اور کون منسوخ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | علامہ کرمانیؒ اور حافظ ابن حجر کی توجیہات سے اللہ اعلم کی جو توجیہ شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ زیادہ واضح ہے۔ اور حجامۃ کا مسئلہ بھی مشہور اختلافی مسئلہ ہے۔ امام احمدؒ اور اہل ظواہر کے نزدیک حاجم اور محجوم دونوں افطار کریں۔ ان کے ذمہ قضا اور کفارہ بھی ہے۔ لیکن ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ افطار نہ کرے۔ اور حدیث کو احتمال ضعف پر محمول کیا ہے۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں۔ جس روزے دار کو ضعف کا خوف ہو۔ اس کے لئے پچھنے لگوانا مکروہ ہے۔ البتہ یہاں ایک سوال ہے۔ کہ امام بخاریؒ نے خلافِ معمول دو چیزوں کو حجامہ اور قے کو کیوں جمع کر دیا۔ حالانکہ ان دونوں میں تغایر ہے۔ اور امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ جب خبر واحد دو چیزوں کو شامل ہو تو ترجمہ الگ الگ قائم کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کیونکہ دونوں اخراج میں متحد ہیں۔ جو افطار کا باعث نہیں بنتا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگرچہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں ان کا حکم بیان نہیں کیا۔ لیکن ترجمہ میں جو آثار ذکر کئے ہیں۔ ان سے عدم افطار کا پتہ چلتا ہے۔ اور میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ان دو مختلف مسئلوں کو ایک ترجمہ میں اس لئے جمع کیا ہے۔ کہ ان کی دلیل ایک ہے۔ وہ خروج ہے۔ اس سے امام بخاریؒ کی جودت طبع پر

روشنی پڑتی ہے۔

تشریح از قاسمی انما یخرج ولا یولج مطلب یہ ہے کہ روزہ ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے۔ جو داخل ہوں۔ جو خارج ہوں ان سے نہیں ٹوٹتا۔ لیکن یہ ضابطہ منی سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ خارج ہوتی ہے۔ جس سے قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔ لیکن منی کا باعث تو ایلاج ہے۔ تو ضابطہ باقی رہا۔

والاول اصح یعنی عدم الافطار اصح ہے۔ لیکن دونوں قولوں کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے۔ کہ افطار تو استقاء کی صورت میں ہے۔ اور عدم افطار غلبۂ قے کی شکل میں ہے۔ اس کی تائید حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے ہوتی ہے۔ من ذرعہ القیئ وھو صائم فلیس علیہ القضاء ومن استقاء فلیقض اور یہی ائمہ اربعہ کا مسلک ہے۔ اور حجامت کے بارے میں اہل ظواہر تو فرماتے ہیں۔ روزہ دار حاجم اور محجوم دونوں کا روزہ فاسد ہوگیا۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ باقی حدیث کا محمل حجامت نہیں بلکہ غیبت ہے۔ کہ جیسے غیبت کرنے والا روزے کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔ ایسے حاجم و محجوم ثواب سے محروم ہوں گے۔ یا علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ حاجم اور محجوم اپنے آپ کو افطار کے پیش کر رہے ہیں۔ اس لئے حاجم خون چوسنے سے خطرہ ہے کہ خون اس کے پیٹ میں چلا جائے اور محجوم پہ کمزوری کی وجہ سے روزہ توڑنے پہ مجبور ہو جائے۔ بعض نے اسے تغلیظ پہ محمول کیا ہے اور بعض نسخ کا قول کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابن عباسؓ کی روایت کو بعد میں ذکر فرمایا ہے۔ جو کہ ناسخ ہے۔

بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارِ

ترجمہ۔ سفر میں روزہ رکھنا۔ اور افطار کرنا۔

حدیث نمبر ۱۷۱۲ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَىؓ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لِي قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ الشَّمْسُ قَالَ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لِي قَالَ رَسُوْلَ اللهِ الشَّمْسُ قَالَ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لِي فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ ثُمَّ رَمٰى بِيَدِهٖ هٰهُنَا ثُمَّ

قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ تَابَعَهُ جُرَيْرٌ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی اوفیٰ نے فرمایا، ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ تو آپؐ نے ایک آدمی سے فرمایا اتر کر میرے لئے ستو بناؤ۔ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ ابھی تو سورج موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا اترو اور میرے لئے ستو بنا۔ اس نے پھر کہا یا رسول اللہ ابھی سورج موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا اترو اور ستو بناؤ۔ چنانچہ وہ شخص سواری سے اترا۔ آپ کے لئے ستو بنایا۔ جس کو آپؐ نے پی لیا۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے ادھر اشارہ فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ جب تک دیکھو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آگئی ہے۔ تو پس روزے دار روزہ کھول دے۔ جریر کی روایت میں ہے۔ کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر۔

حدیث نمبر ۱۷۱۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَائِشَةَؓ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ بِسَنَدٍ آخَرَ عَنْ عَائِشَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصُومُ فِي السَّفَرِ وَكَانَ كَثِيرَ الصِّيَامِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے کہا یا رسول اللہ! میں مسلسل روزہ رکھتا ہوں (جس میں سفر کا روزہ بھی آگیا) دوسری سند سے ہے۔ کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے عرض کیا۔ کیا میں سفر میں روزہ رکھ سکتا ہوں۔ اور وہ بہت روزہ رکھنے والے تھے۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا تمہاری مرضی! چاہو تو روزہ رکھو چاہے افطار کر لو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الشمس سے مقصد یہ ہے کہ سورج کے آثار ابھی باقی ہیں۔ اگرچہ وہ غروب ہو چکا ہے۔ اور اس نے گمان کیا کہ شاید آپؐ نے اس کی بات کو نہیں سنا اور آپؐ نے سورج اور اس کی روشنی میں غور نہیں فرمایا۔ اس لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو اسے علم ہوا۔ کہ آپؐ کو سورج غروب ہونے کا یقین ہے اور مجھے ستو بنانے کا حتمی حکم ارشاد فرما رہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | الشمس سے مرفوع اور منصوب دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ رفع

کی حالت میں معنی ہیں الشمس باقیہ نورھا اور نصب کی صورت میں انظر الشمس کے معنی ہوں گے ان کا گمان یہ تھا کہ اگرچہ قرص شمس غائب ہو چکا ہے مگر اس کی روشنی باقی ہے جو افطار سے مانع ہے۔ جس کی تائید ان علیک نہارًا اور ایک روایت میں لو امسیت کے الفاظ ہیں۔ جس کے معنی یہی ہیں کہ ابھی دن باقی ہے افطار کا وقت نہیں ہوا۔ میرے نزدیک ان مختلف روایات کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ بلکہ غروب کے قریب تھا۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا غروب ہو چکا ہے۔ اور صحابی نے سمجھا ابھی نہیں ہوا۔

بَابُ اِذَا صَامَ اَیَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

ترجمہ۔ رمضان کے کچھ دن روزے رکھ کر پھر سفر پہ چلا گیا۔

حدیث نمبر ۱۷۱۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ فِیْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰی بَلَغَ الْکُدَیْدَ اَفْطَرَ فَاَفْطَرَ النَّاسُ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ وَالْکُدَیْدُ مَاءٌ بَیْنَ عُسْفَانَ وَقُدَیْدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مکہ کی طرف تشریف لے گئے۔ تو روزہ رکھا جب کدید تک پہنچے تو آپؐ نے بھی افطار کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی افطار کیا امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کدید عسفان اور قدید کے درمیان ایک چشمہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں حکم بیان نہیں کیا۔ کہ آیا مسافر کے لئے افطار مباح ہے یا نہیں صرف حدیث باب پہ اکتفا کر دیا۔ جس سے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ جو حضرت علیؓ سے بسند ضعیف مروی ہے کہ من استھل علیہ رمضان فی الحضر ثم سافر فلیس لہ ان یفطر۔ یعنی جس شخص پہ حضر میں رمضان آجائے پھر وہ سفر کرے تو اس کے لئے افطار کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ کا یہی تقاضا ہے۔ مگر حدیث باب نے جواز ثابت کر دیا۔

بَابٌ حدیث نمبر ۱۷۱۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فِیْ یَوْمٍ حَارٍّ حَتّٰی

يَضَعُ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَىٰ رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِيْنَا صَائِمٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ رَوَاحَةَ رض۔

ترجمہ۔ حضرت ابو الدرداء رض سے مروی ہے کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گرم دن میں سفر کے اندر تھے۔ یہاں تک کہ آدمی سخت گرمی کی وجہ سے اپنا ہاتھ اپنے سر پہ رکھتا تھا اور ہمارے اندر کوئی روزے دار نہیں رہا۔ سوائے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن رواحۃ کے۔

تشریح از قاسمی | **بعض** استفادہ یہ سفر فتح مکہ کے علاوہ کوئی اور سفر ہے۔ کیونکہ حضرت ابن رواحۃ تو غزوہ موتہ میں شہید ہو چکے تھے۔ اور غزوہ بدر بھی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابو درداء رض اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کے متعلق ارشاد فرمانا جس پہ سخت گرمی کی وجہ سے سایہ کیا گیا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۱۶ **حَدَّثَنَا آدَمُ** الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوْا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رض فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ لوگوں کا ایک جمگھٹا دیکھا اور ایک آدمی کو دیکھا جس پہ سایہ کیا جا چکا تھا۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ پس کہا گیا حضرت! یہ روزے دار ہے۔ آپ نے فرمایا سفر میں روزہ کوئی نیکی نہیں ہے۔

تشریح از قاسمی | **وما فینا صائم** اگر صوم اور افطار سفر میں مباح نہ ہوتے تو حضور اکرم اور ابن رواحۃ روزہ نہ رکھتے اور صحابہ افطار نہ کرتے معلوم ہوا۔ دونوں جائز ہیں۔

لمن ظلل علیہ الخ سے ترجمہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جو شخص روزہ کی طاقت رکھتا ہے۔ تو اس کے لئے روزہ رکھنا افطار سے افضل ہے۔ اور جس پہ گراں گذرے وہ افطار کرے۔ اور

جو قبولِ رخصت سے روگردانی کرے اس کے لئے بھی روزہ افضل ہے۔ اگر مشقت محقق نہ ہو تو پھر صوم اور افطار میں اختیار ہے۔

بَابُ لَمْ يَعِبْ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْاِفْطَارِ

ترجمہ۔ صحابہ کرام روزہ رکھنے اور افطار میں ایک دوسرے پر عیب نہیں لگاتے تھے

حدیث نمبر ۱۷۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کرتے تھے۔ پس روزے دار افطار کرنے والے پر عیب نہیں لگاتا تھا اور نہ افطار کرنے والا روزے دار پر عیب لگاتا تھا۔

تشریح از قاسمی امام مالکؒ، امام شافعیؒ فرماتے ہیں جو روزے کی طاقت رکھتا ہے اس کے لئے روزہ رکھنا افضل ہے۔ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ کی وجہ سے امام احمدؒ اور اوزاعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ فطر اجب مطلق ہے اور بعض اہل الظاہر فرماتے ہیں کہ سفر میں سرے سے روزہ صحیح نہیں ہے۔ وہ ظاہر حدیث لیس من البر الصوم فی السفر پر عمل کرتے ہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس مسافر کو روزہ تکلیف دیتا ہو۔ اور سبب ورود حدیث اس کی دلیل ہے۔

بَابُ مَنْ اَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

ترجمہ۔ سفر میں روزہ افطار کرے تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں۔

حدیث نمبر ۱۷۸ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ اِلٰى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَاَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ

مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَقُولُ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ پس روزہ رکھا یہاں تک کہ جب عسفان مقام تک پہنچے تو پانی منگایا اور اس کو اپنے ہاتھ تک اونچا کیا۔ تاکہ لوگوں کو دکھلائیں۔ پھر افطار کیا۔ یہاں تک کہ وہ مکہ معظمہ میں پہنچے اور یہ رمضان شریف کا واقعہ ہے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے تھے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے۔ پس اب جو شخص چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

فافطر حتی قدم مکۃ صحابہ کرام کے لئے واضح ہو چکا تھا کہ آپؐ کا یہ افطار کرنا جواز صوم کے لئے ناسخ نہیں ہے۔ جو پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ خواہ یہ علم ان کو قرائن سے حاصل ہوا ہو۔ یا اس وجہ سے کہ انہوں نے آپؐ کو اور صحابہ کرام کو روزہ رکھتے دیکھا اس لئے علماء کرام کے نزدیک دونوں پہ عمل کرنا جائز ہے۔ صوم ہو یا افطار دونوں صحیح ہیں۔

بَابُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ

قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِؓ نَسَخَتْهَا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ اِلخ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلٰى حَدَّثَنَا أَصْحٰبُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيْقُهٗ وَرُخِّصَ لَهُمْ فِي ذٰلِكَ فَنَسَخَتْهَا وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ فَأُمِرُوْا بِالصَّوْمِ۔

ترجمہ۔ جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت ہے وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ حضرت ابن عمرؓ اور سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ نے منسوخ کر دیا۔ اور ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں اصحابؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی کہ جب رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم نازل ہوا تو اصحابؓ پہ گراں گذرا۔ پس وہ ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلاتا تھا۔ اور طاقت رکھنے کے

باوجود روزہ چھوڑ دیتا تھا۔ کیونکہ اس کی انہیں رخصت تھی جس کو ان تصوموا خیر لکم نے منسوخ کر دیا تو انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

حدیث نمبر ۱۷۱۹ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَرَأَ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فدیۃ طعام مساکین پڑھی تو فرمایا کہ یہ منسوخ ہے۔

تشریح از قاسمی اکثر احادیث اس پر متفق ہیں کہ علی الذین یطیقونہ منسوخ ہے۔ سوائے ابن عباسؓ کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت محکمہ ہے۔ شیخ کبیر کے بارے میں یہ حکم ہے۔

بَابُ مَتَىٰ يُقْضَىٰ قَضَاءُ رَمَضَانَ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِيْ صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتّٰى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ إِذَا فَرَّطَ حَتّٰى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُوْمُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ الْإِطْعَامَ إِنَّمَا قَالَ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔

ترجمہ۔ رمضان کے روزے کب قضا کئے جائیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر الگ الگ رکھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فعدۃ من ایام اخر اس میں تسلسل اور تتابع کا بیان نہیں ہے۔ اور سعید بن مسیب نے عشرہ کے روزے کے بارے میں فرمایا کہ اس کی قضا لائق نہیں ہے۔ یہاں تک کہ رمضان کے روزے کی قضا سے ابتدا کرے۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوتاہی کرے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا۔ تو دونوں کے روزے رکھے اور طعام اس پر واجب نہیں ہے۔ اور ابو ہریرہؓ سے مرسلاً اور ابن عباسؓ سے موصولاً ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ طعام سے فدیہ ادا کرے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اطعام کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس نے تو صرف فعدۃ من ایام اخر فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۲۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ

كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِيعُ اَنْ اَقْضِيَ اِلَّا فِي شَعْبَانَ قَالَ يَحْيَى الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ اَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے ذمہ رمضان کے روزے ہوتے تھے۔ لیکن میں ان کو شعبان کے علاوہ کسی مہینہ میں قضا نہیں کرسکتی تھی۔ یحییٰ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشغول ہونے کی وجہ سے قضا نہیں رکھ سکتی تھی۔

تشریح از قاسمی لم یذکر اللہ الاطعام یہ امام بخاریؒ کا کلام ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص سے رمضان کے روزے رہ گئے۔ اور بغیر عذر کے قضا نہ کرسکا۔ حتیٰ کہ دوسرا رمضان آ گیا۔ تو گناہ گار ہوگا اور قضا کے ساتھ ہر دن ایک مد بھی ادا کرنا ہوگا۔ ائمہ ثلاثہؒ کا یہی مسلک ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں تاخیر جائز ہے کفارہ واجب نہیں ہے۔

بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلٰوةَ

وَقَالَ اَبُو الزِّنَادِ اِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَاْتِيْ كَثِيْرًا عَلٰى خِلَافِ الرَّاْيِ فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بُدًّا مِنْ اِتِّبَاعِهَا مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ۔

ترجمہ۔ حائضہ روزہ بھی چھوڑ دے اور نماز بھی چھوڑ دے ابوالزناد فرماتے ہیں کہ اکثر احکام شرعیہ خلاف عقل واقع ہوتے ہیں جن کا اتباع مسلمانوں کو ضروری ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ حائضہ روزہ تو قضا کرے لیکن نماز قضا نہ کرے۔ علماء نے اس کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۷۲۱ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَؒ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ فَذٰلِكَ نُقْصَانُ دِيْنِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ پس یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

بَابُ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلٰثُوْنَ رَجُلاً يَوْمًا وَّاحِدًا اَجَازَ۔

ترجمہ۔ جو شخص مر گیا کہ اس کے ذمہ روزے تھے۔ تو حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ اگر اس کی طرف سے تیس ۳۰ آدمی ایک دن میں روزے رکھ لیں تو جائز ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں مر گیا۔ کہ اس کے ذمہ روزے تھے۔ تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَقْضِيْهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُّقْضٰى قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ وَنَحْنُ جَمِيْعًا جُلُوْسٌ حِيْنَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَا سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَاَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُخْتِيْ مَاتَتْ وَقَالَ يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَتِ امْرَاَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ وَقَالَ اَبُوْ حَرِيْزٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَتِ امْرَاَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ اُمِّيْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ میری ماں مر گئی جس کے ذمہ ایک مہینہ کے روزے رہ گئے۔ کیا میں اس کی طرف سے قضا کر سکتا ہوں۔ فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ کا قرضہ زیادہ اس کا حقدار ہے۔

کہ اسے ادا کیا جائے۔ البتہ ایک دوسری سند سے ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ایک عورت نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ میری بہن مرگئی ہے۔ اور یحییٰ کی سند سے ہے کہ ایک عورت نے آکر کہا میری ماں مرگئی جس کے ذمہ نذر کے روزے رہ گئے۔ اور ابوحریز کی سند سے ہے کہ ایک عورت نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ میری ماں مرگئی جس کے ذمہ پندرہ دن کے روزے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قال سلیمان قال الحکم وسلمۃ الخ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سلمان نے جس طرح اس حدیث کو مسلم سے سنا اس طرح حکم اور سلمہ سے بھی سنا۔ جب کہ وہ خود اس مجلس میں موجود تھے۔ مگر مسلم نے اسے سعید سے بیان کیا۔ پھر دونوں نے مجاہد سے حدیث بیان کی۔ پھر امام بخاریؒ نے روایت ابی خالد کو تعلیقاً لائے ہیں۔ جو اس پر دال ہے کہ ہر ایک نے ہر ایک سے سنا ہے۔

علیہا صوم خمسۃ عشر یوماً یا تو اسے تعدد واقعات پر محمول کیا جائے یا ایک عدد کا ذکر ما فوق کی نفی نہیں کرتا تو اس صورت میں دونوں روایات میں منافات نہ رہے گی۔

اذا اقبل اللیل من ھھنا مقصد یہ ہے کہ مشرق سے تاریکی اس قدر اونچی ہو جائے۔ کہ دیکھنے والے کے سر کے برابر آجائے۔ واللہ اعلم۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لئے فرمایا۔ کہ اس آدمی کے حال سے جو بات ظاہر ہوتی تھی اس کو دفع کیا۔ کیونکہ اس کے نزدیک سخت تاریکی ضروری تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | بعض روایات میں صوم شہر ہے بعض میں خمسۃ عشر یوماً ہے اور بعض میں شہرین متتابعین ہے۔ اور بعض میں ہے ان علیہا صوم نذر اور کسی میں سائلہ عورت ہے۔ کسی میں رجل ہے۔ بہرحال روایت میں اضطراب ہے۔ اس لئے علامہ عینیؒ نے اس میں چھ مذاہب نقل کئے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زرقانی میں ہے کہ کوئی شخص نہ کسی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ ہی نماز ادا کرسکتا ہے۔ خواہ نفل ہو یا فرض ہو۔ نہ زندہ کی طرف سے اور نہ ہی کسی مردہ کی طرف سے۔ البتہ امام احمدؒ سے ایک روایت ہے کہ وارث کے لئے مستحب ہے۔ کہ مورث کی طرف سے روزہ رکھ لے۔ داؤد ظاہریؒ نے میت کی طرف مطلق روزہ رکھنے کو جائز کہا ہے۔ خواہ وہ رمضان کا ہو۔

یا کفارہ کا۔ یا نذر کا۔ اوجز میں تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔ مولانا محمد حسن مکی نے اپنی تقریر میں لکھا ہے۔ کہ جاء رجل معہ امرأۃ اور میت دونوں کی بہن تھی۔ جس پہ ام کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ان دونوں سے عمر میں بڑی تھی۔ اور اس پر پندرہ روزے نذر کے تھے۔ پندرہ قضا کے اس طرح مجموعہ ایک ماہ ہو جاتے گا۔ اس طرح تعارض رفع ہو جاتے گا۔

من جہۃ المشرق بعض روایات میں اذا اقبل اللیل ھہنا۔ اور مسلم میں ہے اذا رأیتم اللیل قد اقبل من ھہنا اور ترمذی میں ہے۔ اذا اقبل اللیل وادبر النہار وغربت الشمس فقد افطر۔ یہ اختلاف الفاظ کیوں ہے۔ حالانکہ اقبال۔ ادبار۔ غروب میں تلازم ہے۔ تو قاضی عیاض نے اس کا جواب دیا ہے۔ کہ کبھی عین غروب کا مشاہدہ کا اتفاق نہیں ہوتا۔ اور کبھی ہو جاتا ہے اور ظلمت کے آ جانے سے غروب کا یقین ہو جاتا ہے۔ جس سے افطار حلال ہو جاتا ہے شیخ گنگوہی نے فرمایا کہ ان تین امور میں سے کوئی ایک ذریعہ مراد لیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَتٰی یَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ وَاَفْطَرَ اَبُوْسَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ حِیْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ

ترجمہ۔ روزہ دار کا افطار کب حلال ہوتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری نے اس وقت روزہ افطار کیا جب کہ سورج کا کرہ غائب ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۷۲۴ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھٰہُنَا وَاَدْبَرَ النَّہَارُ مِنْ ھٰہُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب رات ادھر سے یعنی مشرق سے آجائے۔ اور مغرب اس طرف یعنی مغرب سے دن چلا جائے۔ اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار روزہ افطار کرے۔

حدیث نمبر ۱۷۲۵ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِیُّ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰیؓ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ وَّھُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا

غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب کہ آپؐ روزہ دار تھے۔ پس جب سورج ڈوب گیا۔ تو آپؐ نے قوم کے ایک شخص سے فرمایا۔ کہ اے فلان اٹھو اور ہمارے لئے ستو پانی میں بھگو دو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! کاش آپؐ ذرا شام کر لیتے۔ آپؐ نے فرمایا اترو اور ستو بناؤ۔ اس نے پھر کہا۔ کہ کاش آپؐ شام کر لیتے۔ آپؐ نے پھر فرمایا اترو اور ہمارے لئے ستو بناؤ۔ اس نے کہا حضرت! ابھی آپؐ پر دن موجود ہے۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ فرمایا اترو اور ہمارے لئے ستو بناؤ۔ تو وہ سواری سے اترا اور ان کے لئے ستو بنا لیا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پی لیا۔ پھر فرمایا جب تم رات کو دیکھو کہ وہ اس طرف یعنی مشرق سے آچکی ہے۔ تو روزہ دار روزہ افطار کر دے۔

تشریح از قاسمی اذا اقبل اللیل الخ اس سے مراد یہ ہے کہ جب ظلمت پائی جائے۔ اس حدیث میں تین امور ذکر کئے گئے ہیں۔ اگرچہ اصل ان میں تلازم ہے۔ مگر کبھی تلازم ظاہر کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ کبھی مشرق سے رات کے آنے کا گمان کیا جاتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت رات نہیں ہوتی بلکہ سورج کی گردش سے روشنی ڈھانپ دی جاتی ہے۔ اس طرح ادبار نہار میں بھی اشتباہ ہوسکتا ہے۔ اس لئے غربت الشمس سے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ اقبال لیل ادبار نہار اور غروب شمس کا تحقق ضروری ہے۔ غرضیکہ ان میں سے کسی ایک کا تحقق ہو جائے۔ تو افطار حلال ہو جائے گا۔

بَابُ يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ عَلَيْهِ بِالْمَاءِ وَغَيْرِهِ

ترجمہ۔ جو چیز دستیاب ہو خواہ پانی ہو یا کوئی اور چیز اس سے روزہ افطار کرے۔

حدیث نمبر ۱۷۲۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے جب کہ آپؐ روزہ دار تھے۔ پس جب سورج غروب ہوگیا۔ تو آپؐ نے فرمایا اترو اور ہمارے لئے ستو بناؤ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! کاش آپؐ شام کر لیتے۔ فرمایا اترو اور ہمارے لئے ستو بھگولاؤ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ بے شک ابھی تک آپؐ پر دن موجود ہے۔ فرمایا اترو اور ہمارے لئے ستو بناؤ۔ چنانچہ وہ اترا اور ستو بنا لایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ جب تم رات کو یہاں سے دیکھو تو روزہ کو افطار کر دو۔ اور اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

تشریح از قاسمیؒ | چونکہ جدح کے معنی ستو کو پانی میں ملانے کے ہیں۔ اس لفظ سے امام بخاریؒ نے ترجمہ ثابت فرمایا۔ اور وغیرہ سے ایک دوسری روایت کی طرف اشارہ فرمایا۔ جس میں ہے۔ من وجد تمرا فلیفطر علیہ ومن لا یفطر علی الماء۔ یعنی شخص کو کھجور مل جائے تو وہ اس پر روزہ کھول دے اگر یہ نہ ملے تو پانی پر روزہ افطار کرے۔ لیکن یہ واجب نہیں ہے اور مرقاۃ میں ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب ان یفطر علی ثلاث تمرات او شیٔ لم تصبہ النار۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے۔ کہ وہ تین عدد کھجور پر روزہ افطار کریں یا کسی ایسی چیز پر جو آگ کی پکی ہوئی نہ ہو۔

تمت بالخیر

ساتواں پارہ ختم ہوا۔ الحمد للہ

آٹھواں پارہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بَابُ تَعۡجِيۡلِ الۡاِفۡطَارِ

ترجمہ۔ افطار میں جلدی کرنا۔

حدیث نمبر ۱۷۲۷ حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ يُوۡسُفَ الخ عَنۡ سَهۡلِ بۡنِ سَعۡدٍؓ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيۡرٍ مَّا تَعَجَّلُوا الۡفِطۡرَ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس وقت تک بھلائی کے ساتھ رہیں گے۔ جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

حدیث نمبر ۱۷۲۸ حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ بۡنُ يُوۡنُسَ الخ عَنِ ابۡنِ اَبِیۡ اَوۡفٰیؓ قَالَ كُنۡتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِيۡ سَفَرٍ فَصَامَ حَتّٰی اَمۡسٰی قَالَ لِرَجُلٍ اَنۡزِلۡ فَاجۡدَحۡ لِیۡ قَالَ لَوِ انۡتَظَرۡتَ حَتّٰی تُمۡسِیَ قَالَ اَنۡزِلۡ فَاجۡدَحۡ لِیۡ اِذَا رَاَيۡتَ اللَّيۡلَ قَدۡ اَقۡبَلَ مِنۡ هٰهُنَا فَقَدۡ اَفۡطَرَ الصَّآئِمُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ایک سفر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب شام ہوئی تو ایک آدمی سے فرمایا۔ سواری سے اتر کر میرے لئے ستو بھگولو! اس نے کہا کاش آپؐ کچھ انتظار کر لیتے۔ تاکہ شام ہو جاتی یعنی اندھیرا چھا جاتا۔ آپؐ نے فرمایا اترا ور میرے لئے ستو لاؤ۔ جب تو رات کو دیکھے کہ وہ اس طرف سے (مشرق) سے آچکی ہے۔ تو بس روزے دار روزہ افطار کر دے۔

تشریح از قاسمی | ما عجلوا الفطر اور ابوذرؓ کی روایت میں ہے واخروا السحور کہ سحری کا

کھانا دیر سے کھاؤ۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسرع الناس افطاراً وابطأہ سحوراً یعنی صحابہ کرامؓ تمام لوگوں سے زیادہ افطار میں جلدی کرنے والے اور سحور میں دیر کرنے والے تھے۔

بَابُ إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

ترجمہ۔ جب رمضان شریف میں روزہ افطار کر لیا پھر سورج نکل آیا۔

حدیث نمبر ۱۷۲۹ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ... عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قِيلَ لِهِشَامٍ فَأُمِرُوا بِالْقَضَاءِ قَالَ بُدٌّ مِنَ الْقَضَاءِ وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا لَا أَدْرِي أَقْضَوْا أَمْ لَا۔

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بادل کے دن روزہ افطار کر لیا۔ پھر سورج نکل آیا۔ تو ہشام سے کہا گیا۔ تو ان کو قضا کا حکم دیا گیا ہوگا۔ کہا قضاء سے تو کوئی چارہ نہیں ہے۔ معمر فرماتے ہیں۔ میں نے ہشام سے سنا۔ کہ میں نہیں جانتا کہ آیا انہوں نے قضاء کیا یا نہیں کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ بد من القضاء استفہام انکاری ہے جس میں اداۃ استفہام محذوف ہے۔ معنی یہ ہیں کہ لابد من قضاء چنانچہ ابوذر کی روایت میں لابد من قضاء شاید یہ معمر کے کلام سننے کے بعد فرمایا ہو۔

لا ادری اقضوا ام لا امام بخاریؒ نے حکم ذکر نہیں فرمایا۔ کیونکہ وجوب قضاء میں اختلاف واقع ہے۔ جمہور ایجاب قضاء کا قول کرتے ہیں۔ بلکہ باقی سب ائمہ کے نزدیک قضا واجب ہے۔ حضرت عمرؓ سے عدم قضا کی روایت ہے۔ حضرت حسن بصریؒ۔ مجاہدؒ اور احمدؒ اور اسحاقؒ بھی عدم قضا کے قائل ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مغنی میں ہے۔ ان اکل ویظن ان الفجر لم یطلع وافطر ویظن ان الشمس قد غابت ولم تغب فعلیہ القضاء وھو قول اکثر الفقہاء

منهم الائمة الاربعة ۔ لیکن حضرت عمرؓ لا تتصنی سے فرمانا ۔ ابن عبدالبر وغیرہ فرماتے ہیں ۔ کہ یہ روایت ضعیف ہے ۔ صواب روایت الاثبات ہے ۔ وجوب کفارہ امام احمدؒ کے نزدیک ہے ۔ باقی حضرات کے نزدیک قضاء ہے کفارہ نہیں ہے ۔

بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ

ترجمہ ۔ بچوں کا روزہ رکھنا ۔

وَقَالَ عُمَرُ رضؓ لِنَشْوَانَ فِيْ رَمَضَانَ وَيْلَكَ وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ فَضَرَبَهُ

ترجمہ ۔ حضرت عمر رضؓ نے ایک نشہ دار آدمی سے رمضان شریف میں فرمایا ۔ کہ تیرے لئے ہلاکت ہو ۔ ہمارے تو بچے بھی روزے دار ہیں ۔ پھر اس کے دُرّے مارے ۔ حد کے دُرّے ۔

حدیث نمبر ۱۸۳۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ قَالَتْ فَكُنَّا نَصُوْمُهُ بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کی صبح کو انصار کی بستیوں کی طرف آدمی بھیجتے تھے ۔ کہ جو شخص افطار کرنے والا ہو ۔ وہ اپنے بقیہ دن کے روزے کو پورا کرے ۔ اور جو روزے رکھنے والا ہو ۔ وہ روزہ رکھے ۔ وہ فرماتی ہیں ہم اس کے بعد روزہ رکھتے تھے ۔ اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے ۔ ان کے لئے ہم اون کی گڑیا بنا دیتے تھے ۔ جن سے وہ دل بہلاتے تھے ۔ جب ان میں سے کوئی کھانے کے لئے روپڑتا ۔ تو ہم یہ گڑیا اسے دے دیتے ۔ یہاں تک کہ وہ افطار کے وقت تک پہنچ جاتا ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ العہن کے معنی اون کے ہیں ۔

تشریح از قاسمی ضربہ ای ضربہ الحد وہ اسی کوڑے ہے ۔

صبیاننا صیام بچوں کو روزے اس لئے رکھواتے تھے تاکہ انہیں عادت پڑ جائے تاکہ بلوغ کے بعد خوشی سے روزے رکھیں ۔ کنا نصومہ ای صوم عاشوراء صبیاننا مسلم میں ہے ۔

الصغار ونذهب بهم الی المسجد کہ ہم چھوٹے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے اور انہیں اپنے ہمراہ مسجد میں لے جاتے تھے۔

لعبۃ سے معلوم ہوا کہ روزے کے لئے شغل اختیار کرنا جائز ہے۔

بَابُ الْوِصَالِ

وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحْمَةً لَهُمْ وَإِبْقَاءً عَلَيْهِمْ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ۔

ترجمہ۔ باب صوم وصال کے بارے میں اور اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ رات میں روزہ نہیں ہوتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ روزہ کو رات تک پورا کرو۔ تو غایت خارج ہوگی۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے۔ امۃ پر مہربانی اور شفقت کرنے کے لئے اور تعمق تکلیف مالایطاق کو مکروہ سمجھا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۳۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوا قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى أَوْ إِنِّي أَبِيتُ أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ مسلسل روزے نہ رکھا کرو۔ انہوں نے کہا حضرت آپؐ تو وصال کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تم میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہوں۔ مجھے تو کھلایا پلایا جاتا ہے۔ یا فرمایا کہ میں رات بسر کرتا ہوں کہ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔

تشریح از قاسمی یا تو جنت کا کھانا کھلایا جاتا ہے۔ جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا یا مجھ میں قوت عطا فرمائی جاتی ہے۔ جس سے کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی۔

حدیث نمبر ۱۸۳۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ

قَالَ اِنِّی لَسْتُ مِثْلَکُمْ اِنِّی اُطْعَمُ وَاُسْقٰی۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے روک دیا۔ فرمایا وصال نہ کیا کرو۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ تو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے تو کھلایا پلایا جاتا ہے۔

تشریح از قاسمی وصال کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ روزے کی رات کو بھی نہ کھایا جائے افطار نہ ہو۔ اور دوسرے معنے یہ ہیں۔ کہ ایک دن کے روزے کے بعد دوسرے دن بھی روزہ رکھا جائے۔ یعنی مسلسل روزے رکھنے سے آپؐ نے منع فرمایا۔

حدیث نمبر ۱۷۳۳ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاتُوَاصِلُوْا فَاَیُّکُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّوَاصِلَ فَلْیُوَاصِلْ حَتَّی السَّحَرِ قَالُوْا فَاِنَّکَ تُوَاصِلُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ یُّطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَّسْقِیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے وصال نہ کرو۔ پس اگر کوئی وصال کرنا چاہتا ہو۔ تو وہ سحری تک وصال کرلے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپؐ تو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا میں تمہارے حال پہ نہیں ہوں۔ میں تو رات اس حال میں گزارتا ہوں۔ کہ کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۳۴ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَۃً لَّھُمْ فَقَالُوْا اِنَّکَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِ لَمْ یَذْکُرْ عُثْمَانُ رَحْمَۃً لَّھُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر شفقت کرتے ہوئے صوم وصال سے منع فرمادیا۔ انہوں نے کہا حضرت! آپؐ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہارے حال پہ نہیں ہوں۔ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ عثمان نے رحمۃ لھم کا لفظ ذکر نہیں کیا۔

تشریح از قاسمی ابقاء علیھم ابوداؤد میں ہے نھی عن الحجامۃ والمواصلۃ لم یحرمھا الا ابقاء علی اصحابہ تعمق کے معنی ہیں تکلیف ما لا یکلف جس چیز کی تکلیف نہیں دی گئی اس کی تکلیف اٹھانا

بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ

رَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جو صوم وصال بہت کرے اس کو سزا ملنا حضرت انسؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۳۵ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالتَّنْكِيلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا۔ تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے کہا۔ یا رسول اللہ آپؐ بھی تو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا تم میں سے کون میری مانند ہے۔ میں تو اس حال میں رات بسر کرتا ہوں۔ کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے۔ جب انہوں نے وصال سے رکنے سے انکار کیا۔ تو پھر آپؐ نے ایک دن وصال کیا پھر کسی دوسرے دن کیا۔ پھر جب انہوں نے پہلی کے چاند کو دیکھا۔ تو فرمایا اگر یہ چاند پیچھے ہو جاتا۔ تو میں تمہارے لئے زیادہ کرتا۔ گویا کہ جب انہوں نے باز رہنے سے انکار کیا تو ان کو سزا دینا مقصود تھا۔

تشریح از قاسمی یہاں وصال کے معنی ہیں ایک دن کے روزے کو دوسرے دن کے روزے کے ساتھ ملانا بغیر کھائے پیئے کے۔ اس میں تین قول ہیں۔ تحریم۔ جواز۔ اور یہ کہ سحری تک وصال کیا جائے۔ یہ امام احمدؒ اور اسحاقؒ کا مسلک ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وصال مکروہ ہے۔ یہی امام ابوحنیفہؒ اور عامہ فقہاء کا مذہب ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۳۶ حَدَّثَنَا یَحْیٰی اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْوِصَالَ مَرَّتَیْنِ قِیْلَ اِنَّکَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِ فَاکْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِیْقُوْنَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے دومرتبہ فرمایا کہ صومِ وصال سے بچو! کہا گیا۔ کہ آپؐ تو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا میں تو رات بسر کرتا ہوں مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ ان اعمال کی حرص کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔

بَابُ الْوِصَالِ اِلَی السَّحَرِ

ترجمہ۔ سحور تک وصال کرنا۔

حدیث نمبر ۱۷۳۷ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ حَمْزَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا فَاَیُّکُمْ اَرَادَ اَنْ یُّوَاصِلَ فَلْیُوَاصِلْ حَتَّی السَّحَرِ قَالُوْا فَاِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ یُّطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَّسْقِیْنِ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ کہ وصال نہ کیا کرو۔ پس اگر کوئی وصال کرنا چاہے تو وہ سحور تک وصال کرلے۔ صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں رات بسر کرتا ہوں تو مجھے کھلانے والا کھلاتا ہے۔ اور پلانے والا پلاتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ یہ روایت ابوصالح کی روایت کے معارض ہے جس میں جمیع لیل کا وصال ممنوع ہے۔ تو کہا جائے گا کہ پہلے نہی وصال کی جمیع لیل کے لئے تھی بعد ازاں سحر تک محدود ہو گئی۔ اور بعض نے کہا کہ حدیث ابوصالح کی نہی کراہتِ تنزیہی پر محمول ہے اور حدیث ابی سعید کی نہی تحریم پر ہے۔

بَابٌ مَنْ اَقْسَمَ عَلٰی اَخِیْہِ لِیُفْطِرَ فِی التَّطَوُّعِ وَلَمْ یَرَ عَلَیْہِ قَضَاءً اِذَا کَانَ اَوْفَقَ لَہٗ ۔

ترجمہ۔ جس شخص نے اپنے دوسرے بھائی کو قسم دی کہ وہ نفلی روزہ چھوڑ دے جب کہ وہ اس کی موافقت

کرے تو قضا اس کے ذمہ نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۷۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَاشَأْنُكِ قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ قَالَ فَاِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰی تَاْكُلَ قَالَ فَاَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّیْنَا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَلِاَهْلِكَ عَلَیْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت سلمانؓ ابوالدرداءؓ سے ملنے آئے تو ام الدرداءؓ ان کی بیوی کو دیکھا کہ وہ میلی کچیلی ہے۔ زیب وزینت والے کپڑے نہیں پہنے تھے۔ پوچھا یہ تمہارا کیا حال ہے۔ کہنے لگی تیرے بھائی ابوالدرداء کو دنیا کی ضرورت نہیں ہے۔ پس تھوڑی دیر بعد حضرت ابوالدرداء تشریف لے آئے جنہوں نے ان کے لئے کھانا تیار کیا۔ فرمانے لگے کھاؤ کہا میں تو روزے دار ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا میں تو اس وقت نہیں کھاؤں گا۔ جب تک تم نہ کھاؤ گے۔ تو ابوالدرداء نے بھی کھا لیا۔ پس جب رات آگئی تو حضرت ابوالدرداء نفل کے لئے کھڑے ہونے لگے۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا سو جاؤ۔ پھر کھڑے ہونے لگے تو فرمایا سو جاؤ۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا اب اٹھو چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ پس حضرت سلمانؓ نے ان سے فرمایا کہ بے شک تیرے رب کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے گھر والوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ پس ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو۔ حضرت ابوالدرداءؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا یہ واقعہ ذکر فرمایا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت سلمانؓ نے سچ کہا۔

اذا کان او فق لہ اس کا تعلق یفطر سے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ای اذا کان الافطار اوفق لہٗ اور ایک نسخہ میں ارفق لہ اور لہ کی ضمیر مقسم علیہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی جب کہ مقسم علیہ محذور ہو جائے۔ تو اس سے مفہوم ہوگا کہ اس کے لئے جائز نہیں اگر بغیر سبب کے عمداً افطار کر لیا تو قضا واجب ہے بمسئلہ قضا تطوع کا مختلف فیہا ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک قضا نہیں ہے۔ امام احمدؒ کی ایک روایت میں قضا واجب ہے مطلقاً اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ امام مالکؒ جواز کے قائل ہیں۔ اور یعنی عذر سے قضا کو واجب نہیں کہتے اور بغیر عذر کے قضا کو ثابت کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ ابو جحیفہ کی روایت پر فرماتے ہیں کہ اس میں قضا کا ذکر نہیں ہے۔ اگر قضا واجب ہوتی تو آپؐ اس کو ضرور بیان کرتے۔ جواب یہ ہے کہ دوسرے طرق میں قضا کا حکم موجود ہے۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کو فرمایا اقضیا یوماً مکانہ کہ ایک دن کا روزہ اس کی بجائے قضا کرو۔ اسی لئے امام محمدؒ فرماتے ہیں من صام تطوعاً ثم افطر فعلیہ القضاء وھو قول ابی حنیفۃؒ والعامۃ من قبلنا۔

باب صوم شعبان

ترجمہ۔ شعبان میں روزہ رکھنا۔

حدیث نمبر ۱۷۳۹ حدثنا عبد اللہ بن یوسفؒ عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم حتی نقول لا یفطر ویفطر حتی نقول لا یصوم فما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استکمل صیام شھر الا رمضان وما رأیتہ اکثر صیاما منہ فی شعبان۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب افطار نہیں کریں گے اور افطار کرتے تو ہم کہتے کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور میں نے سوائے رمضان کے اور کسی مہینہ کے روزے کامل نہیں کئے۔ اور جس قدر اکثر روزے شعبان میں رکھتے اور کسی مہینہ میں میں نے نہیں دیکھا۔

حدیث نمبر ۱۷۴۰ حدثنا معاذ بن فضالۃؒ ان عائشۃؓ حدثتہ قالت

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ يَقُولُ خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا وَأَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُوِّمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلٰوةً دَاوَمَ عَلَيْهَا ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ آپؐ شعبان میں سارا مہینہ روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ عمل وہ اختیار کرو جس کی تمہیں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تنگ نہیں پڑتے جب تک تم نہ تنگ آجاؤ۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسندیدہ وہی نماز ہوتی تھی جس پر ہمیشگی کی جائے اگرچہ وہ تھوڑی کیوں نہ ہو۔ اور جب آپؐ کوئی نماز پڑھتے تو اس پر ہمیشگی کرتے تھے۔

تشریح از قاسمی | کلہ بمعنی اکثرہ کے ہے۔ جیسا کہ تفسیر میں ہے کلہ الا قلیلا۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِفْطَارِهِ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ رکھنے اور آپؐ کے افطار کے بارے میں جو ذکر کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۴۱ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَيَصُومُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُومُ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے رمضان کے کبھی کسی کامل مہینے کے روزے نہیں رکھے اور آپؐ روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا کہ اللہ کی قسم آپؐ افطار نہیں کریں گے اور افطار کرتے تو کہنے والا کہتا کہ اللہ کی قسم آپؐ روزہ نہیں رکھیں گے۔

حدیث نمبر ۱۷۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًاؓ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ

مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں سے اس قدر افطار کرتے کہ ہمارا گمان ہوا کہ اب آپؐ اس مہینہ سے کوئی روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور روزہ رکھنا شروع کرتے تو ہمارا گمان ہوتا کہ اب اس مہینہ سے کچھ بھی افطار نہیں کریں گے۔ اگر آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے کسی حصہ میں نماز پڑھتے دیکھنا چاہتے تھے تو دیکھ سکتے تھے اگر سویا ہوا دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے۔ اور سلیمان حمید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انسؓ سے روزے کے بارے میں پوچھا۔

حدیث نمبر ۱۸۴۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مُفْطِرًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَلَا حَرِيرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَبِيرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت حمید نے فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں کسی مہینہ آپؐ کو روزہ دار دیکھنا چاہتا تو آپؐ کو دیکھ لیتا اور نہ افطار کرنے والا دیکھنا چاہتا مگر میں آپؐ کو دیکھ لیتا اور رات کے وقت قیام کرنے والا دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا اسی طرح سونے والا دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا اور نہ ہی میں نے کبھی کسی ابریشم اور ریشم کو ہاتھ نہیں لگایا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ اور میں نے کوئی کستوری اور عنبر نہیں سونگھا۔ جس کی خوشبو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے اچھی ہو اور عمدہ ہو۔

تشریح از قاسمی | ما کنت احب الخ مقصد یہ ہے کہ آپؐ کا نفلی روزہ اور نفلی نماز مختلف ہوتے تھے کبھی مہینہ کے اوّل حصہ میں کبھی درمیان میں اور کبھی مہینہ کے آخر میں ہوتے تھے۔ صائما

مفطراً۔ قائماً۔ نائماً۔ الحاصل نہ تو مسلسل روزے رکھتے تھے اور نہ چھوڑتے تھے اور اسی طرح ساری رات عبادت میں مصروف نہیں رہتے تھے کچھ حصہ سوتے اور کچھ قیام کرتے۔

بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

ترجمہ۔ روزے کے بارے میں مہمان کا کیا حق ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۴۲ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الخ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ يَعْنِي إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَقُلْتُ وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے پھر حدیث بیان کی کہ تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری بیوی کا بھی تجھ پہ حق ہے۔ میں نے پوچھا حضرت، داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا ہے۔ فرمایا آدھی زندگی کا روزہ یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

تشریح از قاسمی زور بمعنی زائر یا رکب کی طرح زائر کی جمع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مہمان آجائے تو اس کے لئے نفلی روزہ افطار کر دینا اس کا حق ہے۔ اور زوجہ کا حق وطی ہے۔ اگر زوج مسلسل روزے رکھے اور رات کو قیام کرے تو بیوی کے حق سے کمزور ہو جائے گا۔ اور بعض روایات میں ہے ولاھلک علیک حقا تو اہل سے مراد اولاد اور قرابت دار ہوں گے۔ جن کا حق یہ ہے کہ ان سے نرمی برتے اور ان پر خرچ کرے۔

بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ

ترجمہ۔ روزہ رکھنے میں جسم کا بھی حق ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۴۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللهِ أَلَمْ أُخْبَرْ

اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ اَمْثَالِهَا فَاِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ فَشَدَّدْتُّ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ قُلْتُ وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَا كَبِرَ يٰلَيْتَنِيْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عبداللہ کیا یہ اطلاع صحیح ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو۔ اور رات کو نوافل میں قیام کرتے ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیوں نہیں یہ خبر صحیح ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ روزہ رکھو اور افطار بھی کرو۔ قیام کرو اور سو بھی جاؤ۔ کیونکہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری دونوں آنکھوں کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔ اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔ اور تجھے یہ کافی ہے کہ ہر مہینہ کے تین دن (تیرہ، چودہ، پندرہ) ایام بیض کے روزے رکھو۔ پس تجھے ہر نیکی کے بدلے دس گنا ثواب ملے گا۔ تو اس وقت یہ زندگی بھر کے روزے کا ثواب مل جائے گا۔ لیکن میں نے جسم پر سختی کی، تو مجھ پر سختی کی گئی۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت پاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ چلو۔ نبی اللہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھو اور اس پر زیادتی نہ کرو۔ میں نے پوچھا کہ نبی اللہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا ہے۔ فرمایا نصف زندگی یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار راوی کہتے ہیں کہ بعد ازاں جب حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بوڑھے ہو گئے تو فرماتے تھے کاش میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو قبول کیا ہوتا تو آج یہ حال نہ ہوتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یالیتنی | سے مقصد یہ کہ اگر میں وہ حالت جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اسے چھوڑ دیتا تو یہ عود بعد الکور ہوتا۔ یعنی نقصان بعد المزیادۃ ہوتا میں نے اس حالت پر دائماً رہنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن کبرسنی اور قوت کی کمزوری کی وجہ سے یہ امر گراں ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ صحابہ کرامؓ کو اس حالت کا چھوڑنا مشکل ہوتا تھا جس پہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے تھے۔ جیسے عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کاش میں بھی حضرت سودہؓ کی طرح شب مزدلفہ سے اجازت مانگ لیتی تو اچھا رہتا مگر اب اس حالت کو چھوڑ نہیں سکتی۔ حور کے معنی نقصان کے اور کور کے معنی زیادتی کے ہیں۔ اور حور بعد الکور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ پکڑی ہے۔ اور بھی اس کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔ فساد بعد الصلاح۔ قلت بعد الکثرۃ بھی ہے۔

ایام بیض سے وہ راتیں مراد ہیں جس میں چاند اول لیل سے آخر لیل تک رہتا ہے۔ ایام بیض کی تعیین میں نو[9] اقوال ہیں۔ امام مالکؒ تو مہینہ میں سے کسی دن کی تعیین کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ کوئی سے تین دن روزہ رکھ لے۔ دوسرا قول حسن بصریؒ کا ہے کہ ہر مہینہ کے اول تین دن مراد ہیں۔ جمہور کے قول کے مطابق تیرہ[13]۔ چودہ[14]۔ پندرہ[15] کی تاریخ مراد ہے۔

بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

ترجمہ۔ زندگی بھر کے روزے

حدیث نمبر ۱۷۴۶ **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ فَقُلْتُ لَهٗ قَدْ قُلْتُهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ قَالَ فَاِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمًا فَذٰلِكَ صِيَامُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! میں دن بھر روزہ ضرور رکھوں گا اور رات کو نوافل میں کھڑا ہوں گا۔

جب تک زندہ رہوں گا۔ میں نے آپؐ کو جواب دیا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں یہ بات میں کہہ چکا ہوں۔ فرمایا تو اس کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ پس روزہ رکھو اور افطار کرو۔ اور قیام کرو۔ اور سو جاؤ۔ اور ہر مہینہ کے تین دن روزہ رکھو۔ کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے۔ اور یہ زندگی بھر کے روزے کے برابر ہے۔ میں نے عرض کی۔ میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا ایک دن روزہ رکھو دو دن افطار کرو۔ میں نے کہا۔ میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا تو ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ اور تمام روزوں میں سے افضل روزہ ہے۔ میں نے کہا۔ میں اس سے بھی افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے۔

تشریح از قاسمی | لا افضل من ذلک ای من صیام داؤد علیہ السلام فی حق عبداللہ یا مطلقاً افضل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ روزمرہ کے روزے کا عادی ہو جائے تو روزے کی وہ مشقت جس پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔ وہ زائل ہو جائے گی۔ عبادت تو وہ ہے جو عادت کے خلاف ہو۔

بَابُ حَقِّ الْاَهْلِ فِي الصَّوْمِ

ترجمہ۔ روزہ میں اولاد اور اہل قرابۃ کا بھی حق ہے۔

رَوَاهُ اَبُوْ جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حدیث نمبر ۱۸۴۷ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رض وَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَسْرُدُ الصَّوْمَ وَاُصَلِّي اللَّيْلَ فَاِمَّا اَرْسَلَ اِلَيَّ وَاِمَّا لَقِيْتُهُ فَقَالَ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ وَلَا تُفْطِرُ وَتُصَلِّيْ فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِنَفْسِكَ وَاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا قَالَ اِنِّيْ لَاَقْوٰى لِذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ صِيَامَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى قَالَ مَنْ لِّيْ بِهٰذِهٖ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ عَطَاءٌ لَا اَدْرِيْ كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْاَبَدِ قَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے متعلق خبر پہنچی کہ مسلسل روزے رکھتا ہوں۔ اور رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہوں۔ پس یا تو آپؐ نے میرے پاس کوئی آدمی بھیجا یا میں خود آپؐ سے ملاقی ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا یہ اطلاع صحیح ہے کہ آپ روزہ رکھتے ہیں تو افطار نہیں کرتے نماز پڑھتے ہیں تو سوتے نہیں ہیں۔ پس روزہ رکھو اور افطار بھی کرو۔ قیام کرو اور سویا بھی کرو۔ کیونکہ تجھ پر تیری آنکھ کا بھی حق ہے۔ تیری ذات اور تیری بیوی بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ میں نے جواباً کہا۔ کہ اس سے زیادہ طاقتور ہوں۔ آپؐ نے فرمایا پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھو۔ پوچھا وہ کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے۔ اور جب دشمن سے مڈبھیڑ ہوتی تو بھاگا نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اے اللہ کے نبیؐ اس خصلت کا میرے لئے کون ضامن بن سکتا ہے (خصوصاً عدم فرار عن قتال الکفار) عطاء فرماتے ہیں۔ کہ میں نہیں جانتا ہمیشہ کے روزے کا ذکر کیسے فرمایا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا۔ یہ جملہ دو مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔

تشریح از قاسمی وجہ یہ ہے کہ صیام ابد مستلزم ہے۔ صوم عید۔ صوم ایام تشریق کو جو حرام ہے اس لئے اس کا روزہ نہ ہوا۔ بعض نے کہا۔ کہ ایسے شخص کو روزے کی مشقت کا احساس نہیں ہوگا۔ جس کا دوسرے کو احساس ہوتا ہے۔

رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں

اس لئے عبادت کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَّافْطَارِ يَوْمٍ

ترجمہ۔ ایک دن روزہ رکھنا اور دوسرے دن چھوڑ دینا۔

حدیث نمبر ۱۸۴۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُمْ مِنَ الشَّهْرِ

ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قَالَ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ صُمْ يَوْمًا وَّ اَفْطِرْ يَوْمًا فَقَالَ اقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِیْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ اِنِّیْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ فِیْ ثَلٰثٍ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاہدؒ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کرتے ہیں وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا ہر مہینہ کے تین دن روزہ رکھا کرو۔ انہوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ پس آپؐ برابر زیادتی کرتے رہے یہاں تک کہ فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور دوسرے دن افطار کرو۔ اور قرآن مجید کو ہر مہینہ میں ختم کیا کرو۔ انہوں نے کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ پس آپ برابر زیادتی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ فرمایا کہ تین دن کے اندر ختم قرآن مجید کیا کرو۔

حدیث نمبر ۱۸۴۹ حَدَّثَنَا آدَمُ سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّیَّ وَكَانَ شَاعِرًا وَّكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِیْ حَدِيْثِهٖ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ فَاِنِّیْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالعباس مکی جو شاعر تھے اور حدیث بیان کرنے میں جھوٹ سے متہم نہیں تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تم ہمیشہ کا روزہ رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا تمہارے ایسا کرنے پر تمہاری آنکھوں کی بینائی کمزور ہو جائے گی۔ اور تمہارا بدن تھک جائے گا۔ جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا۔ تین دن کا روزہ ہمیشہ کا روزہ ہے۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا پھر صوم داؤد علیہ السلام رکھو جو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور دوسرے دن افطار کرتے تھے۔ جب دشمن سے لڑائی ہوتی۔ تو بھاگا

نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۵۷۰ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِیُّ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْكَ عَلٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذُکِرَ لَهٗ صَوْمِیْ فَدَخَلَ عَلَیَّ فَاَلْقَیْتُ لَهٗ وِسَادَةً مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِیْفٌ فَجَلَسَ عَلَی الْاَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ فَقَالَ اَمَا یَکْفِیْكَ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خَمْسًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ سَبْعًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تِسْعًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِحْدٰی عَشَرَةَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ شَطْرُ الدَّهْرِ صُمْ یَوْمًا وَّ اَفْطِرْ یَوْمًا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ہمیں حدیث بیان کی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرے روزے کا ذکر کیا گیا۔ تو آپؐ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپؐ کے کیلئے ایک چمڑے کا تکیہ جس کا اندر کش کھجور کے پتوں کا تھا بچھا دیا۔ لیکن آپؐ زمین پر بیٹھ گئے۔ تکیہ میرے اور آپؐ کے درمیان رہا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں ہر مہینہ کے تین دن کے روزے کافی نہیں ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا پانچ، تو میں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا سات، میں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا نو، میں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا گیارہ۔ پھر آپؐ نے فرمایا جو روزہ داؤد علیہ السلام کے نصف زندگی کے روزہ سے اوپر ہو وہ روزہ ہی نہیں ہے۔ پس تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔

تشریح از قاسمی فجلس علی الارض یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکساری تھی اور اپنے ساتھی پر اپنے آپ کو ترجیح نہ دی۔

قلت یارسول اللہ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے تین۔ پانچ۔ سات۔ نو اور گیارہ دن کافی نہیں ہیں

بَابُ صِيَامِ اَيَّامِ الْبِيْضِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ وَاَرْبَعَ عَشَرَةَ وَخَمْسَ عَشَرَةَ

ترجمہ۔ ایام بیض کے روزے یعنی ہر مہینہ کی تیرہ، چودہ، اور پندرہ کا روزہ۔

حدیث نمبر ۱۷۵۱ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضـ قَالَ اَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَىِ الضُّحٰى وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روزوں کی وصیت فرمائی۔ ہر مہینہ کے تین دن کے روزے اشراق کی دو رکعتیں اور یہ کہ نیند کرنے سے پہلے میں وتر نماز پڑھ لوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس باب میں امام بخاریؒ جو روایت لائے ہیں وہ اس پر دال ہے کہ وہ مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں۔ گویا ترجمہ مراد روایت کی تفسیر ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بیض سے وہ راتیں مراد ہیں جن میں چاند اول سے آخر تک موجود رہتا ہے۔ ایام بیض کی تعیین میں نو اقوال ہیں۔ راجح جمہور کا قول ہے۔ جس کو مؤلف ترجمہ میں لایا ہے۔ اختلاف کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مہینہ کے تین دن کے روزے مستحب ہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور فرمایا تین دن ہیں۔ اور انہی کو صیام الدھر کہا جاتا ہے۔

بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

ترجمہ۔ جو شخص کسی قوم کے پاس ملنے کے لئے جائے اور ان کے پاس افطار نہ کرے

حدیث نمبر ۱۷۵۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ اَنَسٍ رضـ قَالَ دَخَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَّسَمْنٍ قَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِىْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِىْ وِعَائِهٖ فَاِنِّىْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَّاَهْلِ بَيْتِهَا فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اِنَّ لِیْ خُوَیْصَّۃً قَالَ مَاھِیَ قَالَتْ خَادِمُكَ اَنَسٌ فَمَا تَرَكَ خَیْرَ اٰخِرَۃٍ وَّلَا دُنْیَا اِلَّا دَعَالِیْ بِہٖ قَالَ اللّٰھُمَّ ارْزُقْہُ مَالًا وَّ وَلَدًا وَّ بَارِكْ لَہٗ فَاِنِّیْ لَمِنْ اَکْثَرِ الْاَنْصَارِ مَالًا وَّ حَدَّثَتْنِیْ ابْنَتِیْ اُمَیْنَۃُ اَنَّہٗ دُفِنَ لِصُلْبِیْ مَقْدَمَ حَجَّاجِ الْبَصْرَۃَ بِضْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَۃٌ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلیمؓ کے پاس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو آپؐ کے پاس کھجور اور گھی لے آئیں۔ آپؐ نے فرمایا گھی کو واپس مشکیزے میں ڈال دو۔ اور کھجور کو اس کے تھیلے میں ڈال دو۔ کیونکہ میں روزے دار ہوں۔ پھر آپؐ گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر غیر فرضی یعنی نفل نماز پڑھنے لگے۔ پھر ام سلیمؓ اور ان کے گھر والوں کو بلوایا۔ تو حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ میرے خاص بیٹے کے لئے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے پوچھا۔ وہ کون ہے۔ انہوں نے فرمایا آپؐ کے خدمت گزار حضرت انسؓ ہے۔ پس آپؐ نے آخرت اور دنیا کی کوئی بھلائی نہ چھوڑی جس کی میرے لئے دعا نہ کی ہو۔ اے اللہ! اس کو مال اور اولاد دے۔ اور اس کو برکت عطا فرما۔ پس آپؐ کی دعا کی بدولت آج میں تمام انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور میری بیٹی امینۃ نے مجھے بتلایا کہ حجاج کے بصرہ کے آنے کے موقعہ پر میری پیٹھ سے پیدا شدہ ایک سو بیس سے بھی کچھ اوپر لوگ دفن ہو چکے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ خویصۃ مقصد ام سلیمؓ کا یہ ہے کہ میری جو اولاد حضرت طلحہ سے ہے وہ تو میرے اور ان کے درمیان مشترک ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی ان کے لئے دعا فرمائیں گے۔ وہ فضیلت ان دونوں ماں باپ کے لئے ہوگی۔ لیکن حضرت انسؓ کا باپ چونکہ زندہ نہیں ہے۔ اس لئے وہ اپنی ماں کے لئے مختص ہوگا۔ حضرت طلحہؓ کے لئے نہیں۔ پس آپؐ ان کے لئے خصوصی دعا کریں۔ کیونکہ وہ آپؐ کا خدمت گزار بھی ہے۔ یہ شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ تمام شراح کی توجیہ سے الطف اور اجود ہے۔

بَابُ الصَّوْمِ اٰخِرَ الشَّھْرِ

ترجمہ۔ ہر مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا۔

حدیث نمبر ۱۸۵۳ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا أَبَا فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِي رَمَضَانَ قَالَ الرَّجُلُ لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ وَقَالَ ثَابِتٌ الخ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ أَصَحُّ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ان سے پوچھا یا اور کسی آدمی سے پوچھا اور وہ عمران سن رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابو فلاں کیا تم نے اس مہینہ کے آخر کا روزہ رکھا ہے۔ میرا گمان یہ ہے۔ کہ ان کی مراد رمضان کا آخر ہے۔ اس آدمی نے کہا نہیں یا رسول اللہ جس پر آپؐ نے فرمایا جب تو افطار کرے تو دو دن کے روزے رکھو۔ صلت نے یہ نہیں کہا۔ اظنہ یعنی رمضان چنانچہ ثابت کی سند سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ شعبان کے آخر سے ابو عبداللہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ شعبان زیادہ صحیح ہے۔

تشریح از قاسمی امام بخاریؒ نے ترجمہ میں شعبان کی قید نہیں لگائی۔ جس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ کہ یہ صرف شعبان کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ مکلف کو عادت پڑی رہے۔ اگر اشکال ہو۔ کہ شعبان سے قبل ایک دن یا دو دن کی روزے کی تو ممانعت وارد ہوئی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ رجل ہر مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کا عادی تھا تو گویا آپؐ نے معتاد کو نہی سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ واللہ اعلم

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُفْطِرَ

يَعْنِي إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَصُومَ بَعْدَهُ۔

ترجمہ۔ جمعہ کے دن روزہ رکھنا۔ جب جمعہ کے دن صبح کو روزہ دار ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ افطار کر دے۔ مقصد یہ ہے کہ جب اس سے پہلے اور اس کے بعد روزہ رکھنے کا ارادہ نہ ہو۔

حدیث نمبر ۱۸۵۴ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الخ سَأَلْتُ جَابِرًا نَهَى النَّبِيُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ نَعَمْ زَادَ غَيْرُ اَبِيْ عَاصِمٍ اَنْ يَّنْفَرِدَ بِصَوْمٍ۔

ترجمہ۔ محمد بن عباد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! ابو عاصم کے علاوہ حضرات نے یہ لفظ زیادہ کیا ہے کہ جو صرف اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا چاہتا ہو۔

حدیث نمبر ۱۷۵۵ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے مگر اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک دن رکھے۔

حدیث نمبر ۱۷۵۶ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ وَبِسَنَدٍ آخَرَ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ اَصُمْتِ اَمْسِ قَالَتْ لَا قَالَ تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِيْنَ غَدًا قَالَتْ لَا قَالَ فَاَفْطِرِيْ بِسَنَدٍ آخَرَ فَاَمَرَهَا فَاَفْطَرَتْ۔

ترجمہ۔ حضرت جویریہؓ بنت الحارث سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ان کے پاس تشریف لائے جب کہ یہ روزہ دار تھیں۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا کل گذشتہ تو نے روزہ رکھا تھا انہوں نے فرمایا نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا۔ کہ کل آئندہ روزہ رکھنے کا ارادہ ہے۔ اس نے بتلایا کہ نہیں تو آپؐ نے فرمایا ابھی افطار کرو۔ دوسری سند سے ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر انہوں نے افطار کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ صوم یوم الجمعہ میں علماء کے پانچ اقوال ہیں۔ کراہۃً مطلقاً۔ اباحۃً مطلقاً یہ قول امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ وامام محمدؒ۔ اور تیسرا قول کراہۃ افرادہ بالصوم کا ہے۔ چوتھا قول یہ کہ اس دن کی خصوصیت کی بنا پر روزہ رکھے تو مکروہ ہے۔ پانچواں قول صوم یوم الجمعہ وحدہ مکروہ تحریمی ہے۔

لیکن شیخ گنگوہیؒ کی تحقیق کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہی اور اثبات دونوں مروی ہیں تو نہی کو انفراد پر محمول کیا جائے گا۔ جب کہ اس سے پہلے اور بعد کوئی روزہ نہ رکھے۔ اور اثبات کو جواز پر محمول کیا جائے گا۔ نہی کی وجہ یہ ذکر کی جاتی ہیں۔ عوام اس کی عظمت کے پیش نظر خصوصیت پر محمول کر دیں۔ اور یہود سے مشابہت ہو جائے کہ وہ یوم عبادت میں روزہ رکھتے تھے۔ اور اس کی آٹھ وجوہ اوجز میں بیان کی گئی ہیں۔

بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْأَيَّامِ

ترجمہ۔ کیا دنوں میں سے کسی دن کی روزہ رکھنے کے لئے تخصیص کی جاسکتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۵۷ **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَلْقَمَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ لَا كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً وَّاَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ۔

ترجمہ۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنوں میں سے کسی چیز کو خاص کرتے تھے۔ فرمایا نہیں ان کا عمل ہمیشگی والا ہوتا تھا۔ تم میں سے کون ہے جو اس چیز کی طاقت رکھتا ہو جس کی آپؐ رکھتے تھے۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

ترجمہ۔ نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا

حدیث نمبر ۱۷۵۸ **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَّقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَّهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ فَشَرِبَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ام الفضلؓ بنت الحارث سے مروی ہے۔ کہ کچھ لوگوں نے عرفہ کے دن ان کے پاس جھگڑا کیا۔ بعض کہتے تھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے دار نہیں ہیں۔ تو حضرت ام الفضلؓ نے آپؐ کی

خدمت میں ایک دودھ کا پیالہ بھیجا جب کہ آپؐ اپنے اونٹ پر سوار کھڑے تھے پس آپؐ نے اس کو پی لیا۔

حدیث نمبر ۱۷۵۹ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ الخ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ رض اَنَّ النَّاسَ شَکُّوْا فِیْ صِیَامِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَرَفَۃَ فَاَرْسَلْتُ اِلَیْہِ بِحِلَابٍ وَّھُوَ وَاقِفٌ فِی الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْہُ وَالنَّاسُ یَنْظُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت میمونہؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفہ کے روزہ میں شک کیا۔ تو میں نے آپؐ کے پاس ایک دودھ کا برتن بھیج دیا جب کہ آپؐ موقف میں کھڑے ہوئے تھے۔ پس آپؐ نے اس میں سے پی لیا۔ جب کہ لوگ دیکھ رہے تھے۔

بَابُ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ

ترجمہ۔ عید الفطر کے دن روزہ رکھنے کا حکم

حدیث نمبر ۱۷۶۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ مَّوْلَی ابْنِ اَزْھَرَ قَالَ شَھِدْتُّ الْعِیْدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رض فَقَالَ ھٰذَانِ یَوْمَانِ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صِیَامِھِمَا یَوْمُ فِطْرِکُمْ مِّنْ صِیَامِکُمْ وَالْیَوْمُ الْاٰخَرُ تَاْکُلُوْنَ فِیْہِ مِنْ نُّسُکِکُمْ قَالَ اَبُوْعَبْدُ اللّٰہِ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ مَنْ قَالَ مَوْلَی ابْنِ اَزْھَرَ فَقَدْ اَصَابَ وَمَنْ قَالَ مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رض فَقَدْ اَصَابَ۔

ترجمہ۔ ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ہمراہ عید میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دو دن ہیں۔ جن میں روزہ رکھنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ایک دن تو روزے سے افطار کا دن ہے۔ اور دوسرا دن وہ ہے جس میں تم لوگ اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ابن عیینہؒ محدث نے فرمایا جو مولیٰ ابن ازھر نے کہا اس نے بھی ٹھیک کہا اور جس نے مولیٰ عبد الرحمٰن بن عوف کہا اس نے بھی ٹھیک کہا۔

حدیث نمبر ۱۷۶۱ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رض قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ الصَّمَّاءِ وَاَنْ یَّحْتَبِیَ الرَّجُلُ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَعَنْ صَلٰوۃٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کے دن اور قربانی کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ایک کپڑے کے جھل ڈالنے سے منع فرمایا۔ اور یہ کہ آدمی ایک کپڑے کے اندر احتباء کرے۔ اور صبح اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ احتباء یہ ہے کہ اپنی دونوں ٹانگوں کو پیٹ کے ساتھ لپیٹ کپڑے سے ملا دے پھر بیٹھ کر پیچھے لے جا کر باندھ دے۔ صماء ایک کپڑے سے جھل بنالے اور اس کے دونوں کناروں کو نہ اٹھائے بلکہ اسے ہاتھوں پر باندھ لے۔

بَابُ الصَّوْمِ يَوْمَ النَّحْرِ

ترجمہ۔ قربانی کے دن کا روزہ رکھنا

حدیث نمبر ۱۷۶۲ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ يُنْهَى عَنْ صِيَامَيْنِ وَبَيْعَتَيْنِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا کہ دو روزوں سے اور دو قسم کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔ فطر اور قربانی کے دن۔ چھونے اور پھینکنے سے بیع کا منعقد ہو جانے سے ملامستہ یہ ہے کہ جب میں تیرے کپڑے کو ہاتھ لگا دوں یا تو میرے کپڑے کو ہاتھ لگا دے تو بیع ہو گئی۔ منابذۃ یہ ہے کہ جب میں تیری طرف کپڑا پھینک دوں یا کوئی تاجر تیری طرف کپڑا پھینک دے تو بس بیع مکمل ہو گئی۔ یہ زمانہ جاہلیت کی بیوع میں سے ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ الْإِثْنَيْنِ فَوَافَقَ يَوْمَ عِيدٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَمَرَ اللَّهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ۔

ترجمہ۔ ایک آدمی جناب ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ایک آدمی نے منت مانی کہ وہ ایک دن یا میں گمان کرتا ہوں کہ دو دن کا روزہ رکھوں گا۔ اتفاق سے وہ دن عید کا تھا۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے منت کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس دن کے روزے سے منع کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۶۴ حدثنا حجاج بن منهال الخ سمعت ابا سعيد الخدری و کان غزا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثنتی عشرة غزوة قال سمعت اربعا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعجبنی قال لا تسافر المرأة مسيرة يومين الا ومعها زوجها او ذو محرم ولا صوم فی یومین الفطر والاضحی ولا صلوٰة بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا بعد العصر حتی تغرب ولا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد مسجد الحرام ومسجد الاقصی ومسجدی هذا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ جنگوں میں حصہ لیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے چار چیزیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں جو مجھے بہت پسند آئیں۔ فرمایا ایک تو یہ کہ کوئی عورت دو دن کی مسافت کا سفر نہ کرے مگر جب کہ اس کے ہمراہ اس کا شوہر یا کوئی ذی محرم رشتہ دار ہو۔ اور دوسرا یہ کہ دو دن یعنی فطر اور قربانی کے دن روزہ نہ رکھا جائے۔ تیسرا یہ کہ صبح کی نماز کے بعد نفل نماز اس وقت تک نہ پڑھی جائے جب تک سورج اچھی طرح نکل نہ آئے اور اسی طرح بعد عصر بھی نماز نفل نہ پڑھے جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔ چوتھا یہ ہے کہ تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں۔ ایک مسجد حرام دوسرے مسجد اقصیٰ اور تیسری میری یہ مسجد ہے۔

باب صيام ايام التشريق

وقال لی محمد ابن المثنی الخ كانت عائشة تصوم ايام منى وكان ابوها يصومها

ترجمہ۔ تشریق کے دنوں میں روزہ رکھنا۔ حضرت عائشہؓ منیٰ کے دنوں میں روزہ رکھا کرتی تھیں اور ان کا باپ بھی یہ روزے رکھتا تھا۔

حدیث نمبر ۱۷۶۵ حدثنا محمد بن بشار الخ عن عائشة وعن سالم عن ابن عمرؓ قالا لم يرخص فی ايام التشريق ان يصمن الا لمن لم يجد الهدی

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ دونوں نے فرمایا کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی رخصت

نہیں دی گئی۔ مگر وہ شخص جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو۔

حدیث نمبر ۱۷۶۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ الصِّیَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ اِلٰی یَوْمِ عَرَفَۃَ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ ھَدْیًا وَّلَمْ یَصُمْ صَامَ اَیَّامَ مِنًی عَنْ عَائِشَۃَ رض مِثْلَہٗ تَابَعَہٗ اِبْرٰھِیْمُ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا روزہ رکھنا اس شخص کے لئے ہے جس نے عمرہ کو حج کے ساتھ نفع اٹھایا تو وہ یوم عرفہ کا روزہ رکھے۔ اگر کسی کو قربانی کا جانور نہیں ملا اور نہ ہی وہ روزہ رکھ سکا ہے تو وہ منیٰ کے دنوں روزہ رکھے۔ حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ نے جواز صوم ایام تشریق پر جو آثار ذکر کئے ہیں وہ ان لوگوں پر حجت نہیں بن سکتے۔ جو اس کی ممانعت کے قائل ہیں۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے کوئی حجت شرعیہ پیش نہیں کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ صیام ایام تشریق کے بارے میں علماء کے نو مذاہب ہیں۔ جن کی تفصیل اوجز میں ملے گی۔ ان میں سے دو قول زیادہ مشہور ہیں۔ امام احمدؒ محض متمتع اور قارن کو ہی ان دنوں روزہ رکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ نفل کے لئے تو ان ایام کے روزے ناجائز ہیں۔ البتہ فرض کے لئے ان دنوں روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً ان ایام میں روزہ رکھنا جائز نہیں نہ نفلی نہ فرضی نہ متمتع کے لئے نہ قارن کے لئے۔ یہی قول امام ابوحنیفہؒ اور لیثؒ کا ہے۔ نہی کے عموم کی وجہ سے ممانعت ہے۔

بَابُ صِیَامِ یَوْمِ عَاشُوْرَآءَ

ترجمہ۔ دس محرم کو روزہ رکھنا۔

حدیث نمبر ۱۷۶۷ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ اِنْ شَآءَ صَامَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاشوراء کے دن اگر چاہے تو روزہ رکھے۔

حدیث نمبر ۱۷۶۸ حدثنا ابو الیمان الخ ان عائشۃؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بصیام یوم عاشوراء فلما فرض رمضان کان من شاء صام ومن شاء افطر۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورار کے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن جب رمضان فرض کیا گیا۔ تو جو شخص چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

حدیث نمبر ۱۷۶۹ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ الخ عن عائشۃؓ قالت کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاھلیۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما قدم المدینۃ صامہ وامر بصیامہ فلما فرض رمضان ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جاہلیت میں قریش عاشورار کے دن کا روزہ رکھتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان دنوں روزہ رکھتے تھے۔ جب مدینہ تشریف لائے تو خود بھی اس کا روزہ رکھا اور اس کے روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ لیکن جب رمضان فرض کیا گیا۔ تو یوم عاشورار کے روزہ کو چھوڑ دیا گیا۔ پس جو چاہے رکھے جو چاہے اسے چھوڑ دے۔

حدیث نمبر ۱۷۷۰ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ الخ انہ سمع معاویۃ بن ابی سفیان یوم عاشوراء عام حج علی المنبر یقول یا اھل المدینۃ این علماءکم سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھذا یوم عاشوراء ولم یکتب علیکم صیامہ وانا صائم فمن شاء فلیصم ومن شاء فلیفطر۔

ترجمہ۔ حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے حج والے سال عاشورا کے دن منبر پر فرمایا کہ اے مدینہ والو! تمہارے علمار کہاں ہیں۔ میں نے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ یہ یوم عاشورار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کا روزہ تم پر فرض نہیں کیا۔ مگر میں روزہ دار ہوں۔ پس جو شخص چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

حدیث نمبر ۱۷۷۱ حدثنا ابو معمر الخ عن ابن عباسؓ قال قدم النبی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَرَاَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا يَوْمُ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوْسٰى قَالَ فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو یہود کو دیکھا کہ وہ یوم عاشورا رکا روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا یہ وہ نیک دن ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کا اس دن روزہ رکھا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہاری بنسبت موسیٰ علیہ السلام زیادہ حقدار ہوں پس خود بھی روزہ رکھا اور اس کے روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔

حدیث نمبر ۱۷۷۲ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰىؓ قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ تَعُدُّهُ الْيَهُوْدُ عِيْدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْهُ اَنْتُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ یوم عاشورا رکو یہود عید شمار کرتے تھے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اس دن کا روزہ رکھا کرو۔

حدیث نمبر ۱۷۷۳ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهِ اِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دن کے روزے کی کوشش کرتے نہیں دیکھا۔ جس کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہوں سوائے اس دن یوم عاشورا ر کے اور اس مہینہ یعنی مہینہ رمضان کے۔

حدیث نمبر ۱۷۷۴ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِؓ قَالَ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ اَنْ اَذِّنْ فِي النَّاسِ اَنَّ مَنْ كَانَ اَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَكَلَ فَلْيَصُمْ فَاِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم کے

ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دیں۔ کہ جس نے کھا لیا ہو۔ وہ دن کا باقی حصہ روزہ رکھے۔ اور جس نے نہیں کھایا وہ روزہ رکھے کیونکہ یہ دن عاشورا کا دن ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی یہ قول یوم عرفہ کی فضیلت کے علم سے پہلے کا ہے۔ لہذا تعارض نہیں ہوگا۔ اسی طرح دوسرے ایام جن کی فضیلت کا بیان ہوا ہے۔ وہاں بھی تفضیل حقیقی مراد ہے۔ مطلق فضل مراد نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ علماء کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص افضل ایام سنت کے دن روزے رکھنے کی نذر ملنے تو ان سب ایام کو شامل ہوگا۔ اگر افضل سائر ایام کی نذر مانتا ہے تو اس سے صرف یوم عرفہ مراد ہوگا۔ کیونکہ صوم یوم عرفہ کے بارے میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں۔ جن میں ہے کہ صوم یوم عرفہ سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ سنت ماضیہ اور مستقبلہ (عجیبہ) بعض حضرات نے تکفیر سنت مستقبلہ کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ اس سال اس کی موت واقع نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ گناہوں کی معافی موت کے بعد تو نہیں ہوتی۔ چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ھذہ لبشریٰ بحیاۃ سنۃ مستقبلہ باقی ایام میں افضل یوم جمعہ بھی ہے۔ تو تطبیق اس طرح ہوگی۔ کہ افضل ایام السنتہ میں تو یوم عرفہ ہے ایام اسبوع میں جمعہ ہے۔ یعنی سال کے دنوں میں عرفہ افضل ہے۔ اور ہفتہ کے دنوں میں جمعہ افضل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بَابُ فَضۡلِ مَنۡ قَامَ رَمَضَانَ

ترجمہ: جس شخص نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا یعنی تراویح پڑھی اس کی فضیلت کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۱۷۷۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِرَمَضَانَ مَنْ قَامَهُ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ رمضان کے لئے فرماتے تھے کہ جس شخص نے اس کا قیام پختہ یقین اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کیا تو

اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث نمبر ۱۷۷۶ حدثنا عبد اللہ بن یوسف الخ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ قال ابن شہاب فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک ثم کان الامر علی ذلک فی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ وصدرا من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ وبسند آخر عن عبد الرحمن بن عبد القاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر رضی اللہ عنہ انی اری لو جمعت ھؤلاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی بن کعب ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ قارئھم قال عمر نعم البدعۃ ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے تراویح پڑھی تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ابن شہاب فرماتے ہیں۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو معاملہ اسی طرح رہا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں بھی اسی طرح رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں بھی اسی طرح رہا۔ دوسری سند کے ساتھ عبد الرحمن بن عبد القاری کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رمضان کی ایک رات میں مسجد کی طرف چلا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں کوئی تو اکیلا پڑھ رہا ہے اور ایک آدمی کے پیچھے ایک جماعت کھڑی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری سمجھ یہ آتا ہے۔ کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کر لیتا تو کتنا بہتر ہوتا۔ تو اس کا پکا ارادہ کر کے تو پھر ان سب کو ایک قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا۔ پھر ایک دوسری رات میں ان کے ساتھ گیا۔ تو لوگ ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے۔ لیکن وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو وہ اس نماز سے افضل ہے۔

جس کو تم قائم کرتے ہو۔ مقصد یہ تھا کہ یہ نماز آخر لیل میں ادا کی جاتی اور لوگ اسے اوّل لیل میں قائم کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۷۷۱ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی وَذٰلِكَ فِیْ رَمَضَانَ وَبِسَنَدٍ آخِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَیْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّیْلِ فَصَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ وَصَلّٰی رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلُّوْا مَعَهٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّیْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَصَلُّوْا بِصَلٰوتِهٖ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّیْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ حَتّٰی خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَی الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ لَمْ یَخْفَ عَلَیَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْتَرَضَ عَلَیْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ آپؐ نے نماز پڑھی اور وہ رمضان میں تھی۔ دوسری سند سے یوں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات آدھی رات کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے۔ تو آکر مسجد میں نماز پڑھی۔ تو لوگوں نے بھی آپؐ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ صبح کو لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ تو اس چرچا کی وجہ سے لوگ پہلے سے زیادہ جمع ہوگئے۔ آپؐ نے نماز پڑھی۔ اور لوگوں نے بھی آپؐ کے ہمراہ نماز ادا کی۔ پھر صبح کو چرچا ہونے لگا۔ تو تیسری رات میں لوگ مسجد میں پہلے سے زیادہ جمع ہوگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد اہل مسجد سے بھر گئی۔ لیکن آپؐ تشریف نہ لائے۔ بلکہ صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے۔ پس جب فجر کی نماز ادا کرلی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر فرمایا اما بعد۔ تمہارا عبادت میں شوق میرے سے مخفی نہیں ہے لیکن مجھے خطرہ لاحق ہوا۔ کہ کہیں یہ تراویح تم پہ فرض نہ کر دی جائے کہ اس کے نبھانے سے عاجز آجاؤ۔ پس آپؐ کی وفات ہوگئی تو معاملہ اسی طرح رہا۔

حدیث نمبر ۱۰۷۷ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ اَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهَا عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان شریف میں کیسے ہوتی تھی۔ فرمایا کہ آپؐ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ چار رکعات پڑھتے تو آپ ان کی خوبصورتی اور طوالت کے متعلق سوال نہ کریں۔ پھر دوسری چار رکعات پڑھتے۔ تو ان کی خوبصورتی اور طوالت کے متعلق نہ پوچھیں پھر تین رکعات پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپؐ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔ فرمایا اے عائشہؓ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ امام بخاریؒ کا اس روایت کو اس جگہ لانا اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ فعل رمضان شریف کے ساتھ مخصوص تھا۔ باقی ایام میں نہیں پایا جاتا تھا۔ حالانکہ روایت سے جو نماز ثابت ہوتی ہے وہ تہجد کی نماز ہے۔ جس کی امام بخاریؒ نفی کرنا چاہتے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کا یہ قول عادت مستمرہ کو بتلا رہا ہے۔ نہ کہ شاذ و نادر کو عادت مستمرہ تو تہجد کی تھی۔ تراویح تو صرف رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا | شیخ گنگوہیؒ نے فیہ اشارۃ سے واضح کر دیا کہ یہ نماز راتوں کے ساتھ خاص تھی۔ جس پر فاصبح الناس تحدثوا صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اگر یہ کوئی معتاد نماز ہوتی تو اس کا چرچا نہ کرتے اور نہ ہی کثیر تعداد میں جمع ہوتے۔ اور آپؐ کا چوتھی رات باہر تشریف نہ لانا بھی دال ہے کہ وہ تہجد نماز نہیں تھی بلکہ صلوٰۃ تراویح تھی۔ اور موطا میں تیرہ رکعات کا ذکر ہے اور بعض روایات میں رکعتی الفجر کے ساتھ پندرہ رکعات کا ذکر ہے۔ بنا بریں علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایات میں اضطراب ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اوقات متعددہ اور احوال مختلفہ پر مبنی ہے۔ گیارہ رکعت

بغیر رکعتی الفجر کے تیرہ ہے رکعتی الفجر اور پندرہ رکعات ہیں دس تہجد کی تین وتر اور دو رکعت فجر ہیں ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ جب سائل صلوٰۃ لیل کے متعلق پوچھا ۔ تو حضرت عائشہؓ نے رمضان کا لفظ زائد کر دیا ۔ جس سے سائل کو وہم ہوا کہ شاید رمضان میں صلوٰۃ لیل میں اضافہ ہوتا ہو گا تو حضرت عائشہؓ نے اپنے قول سے اس کا وہم دفع کر دیا ۔ کہ

ما یزید فی رمضان ولا غیرہ کہ رمضان اور غیر رمضان میں اس پہ زیادتی نہیں ہوتی تھی ۔ یہ عادت مستمرہ تھی کبھی کبھی کمی وبیشی ہوتی تھی ۔ جاننا چاہیئے ۔ فروع میں اختلاف کے باوجود ائمہ اربعہ کا اس پہ اتفاق ہے ۔ صلوٰۃ تراویح بیس[۲۰] رکعات ہیں ۔ امام مالکؒ سے چھتیس[۳۶] رکعات منقول ہیں ۔ لیکن سلفاً وخلفاً بیس رکعات پر اتفاق ہے ۔ اور امام طحاویؒ نے مبالغہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صلوٰۃ التراویح فی الجماعۃ واجبۃ علی الکفایۃ ۔ لیکن ابن بطال فرماتے ہیں قیام رمضان سنۃ ۔

بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ الخ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ مَا أَدْرَاكَ فَقَدْ أَعْلَمَهُ وَمَا قَالَ وَمَا يُدْرِيكَ فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْهُ ۔

ترجمہ ۔ لیلۃ القدر کی فضیلت کے بارے میں ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بے شک ہم نے اس قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے ۔ اور آپؐ کو کیا علم ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے الخ ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں بھی ما ادراک آیا ہے اس کے معنی ما اعلمہ کے ہے اور جہاں وما یدریک کہا ہے اس کے معنی لم یعلمہ کے ہیں ۔

حدیث نمبر ۱۷۷۹ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ الخ

ترجمہ ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ۔ کہ آپؐ نے فرمایا ۔ کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے یقین کے ساتھ اور ثواب کی غرض سے تو اس کے سب پچھلے

گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جس نے لیلۃ القدر میں یقین اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے بھی سب پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

بَابُ الْتَمِسُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

ترجمہ۔ لیلۃ القدر کو آخری سات دنوں میں تلاش کرو۔

حدیث نمبر ۱۸۰۷ **حدثنا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ أَنَّ رِجَالاً مِّنْ أَصْحٰبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کچھ حضرات کو لیلۃ القدر خواب میں آخری سات دنوں میں دکھائی گئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے بھی تمہارا خواب دکھایا گیا ہے۔ جو آخری سات دنوں میں دونوں خواب موافق ہوگئے۔ پس جو شخص اس کو تلاش کرنے والا ہو تو اسے سات آخری دنوں میں تلاش کرے۔

حدیث نمبر ۱۸۰۸ **حدثنا** مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الخ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍؓ وَكَانَ لِي صَدِيْقًا فَقَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَخَطَبَنَا وَقَالَ إِنِّيْ أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ وَإِنِّيْ رَأَيْتُ أَنِّيْ أَسْجُدُ فِيْ مَاءٍ وَطِيْنٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَرَجَعْنَا وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ وَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِيْ جَبْهَتِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعیدؓ سے پوچھا اور وہ میرے دوست تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان شریف کے درمیانہ عشرہ میں اعتکاف

بیٹھے۔ تو آپؐ بیسویں کی صبح کو باہر تشریف لاکر ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی۔ پس میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پس جو شخص آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اعتکاف بیٹھ چکا ہے۔ پس واپس جلئے۔ پس ہم واپس لوٹے۔ اس حال میں کہ آسمان میں ہم کو بادل کا کوئی پتلا ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ پس بادل آیا اور یہاں تک کہ بارش برسی کہ مسجد کی چھت بہہ پڑی جو کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی۔ پھر نماز کی تکبیر کہی گئی تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ حتیٰ کہ کیچڑ کا نشان آپؐ کی پیشانی مبارک میں نظر آیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس سال لیلۃ القدر ستائیسویں تاریخ کو تھی نہ کہ اکیسویں اور تیئسویں تاریخ کو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس توجیہ سے شیخ گنگوہیؒ نے ان مختلف روایات کو جمع کر دیا جو لیلۃ القدر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان شریف کے آخری عشرہ میں ہے۔ پھر یہ کہ سبع اواخر میں ہے۔ جس کو دس دن قیام کی قوت ہے اس کو دس پر ترغیب دی گئی۔ اور جس کو دس پر قدرت نہیں اسے سات کا کہا گیا۔ جس کی تائید حضرت علیؓ کی اس مرفوع حدیث سے ہوتی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ فان غلبتم فلا تغلبوا فی السبع البواقی کہ اگر تم دس سے مغلوب ہو جاؤ تو سات سے مغلوب نہ ہو۔ پھر سبع اواخر کے مصداق میں علماء کرام کے پانچ اقوال ہیں۔ بعض نے چوبیس ۲۴ تاریخ بعض نے تیئس ۲۳ اور بعض انتیس ۲۹ اور بعض ستائیس ۲۷۔ چنانچہ یہاں پر ستائیسویں ۲۷ تاریخ مراد ہے۔ اور یہ عطیہ رحمت مرحومہ کی عمریں چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہوا۔

بَابُ تَحَرِّی لَیْلَةِ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِیْهِ عُبَادَةُ

ترجمہ۔ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کے وتر میں تلاش کرنا چاہیئے اس بارے میں حضرت عبادہ سے روایت ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۷۲ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

ترجمہ - حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

حدیث نمبر ۱۷۸۳ حدثنا ابراهيم بن حمزة عن ابي سعيد الخدريؓ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسْطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ حِيْنَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً تَمْضِي وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ رَجَعَ إِلٰى مَسْكَنِهٖ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهٗ وَأَنَّهٗ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيْهِ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيْهَا فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ كُنْتُ أُجَاوِرُ هٰذِهِ الْعَشْرَ ثُمَّ قَدْ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هٰذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهٖ وَقَدْ أُرِيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا فَابْتَغُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَابْتَغُوْهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَأَمْطَرَتْ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ فَبَصُرَتْ عَيْنِي نَظَرْتُ إِلَيْهِ انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ وَوَجْهُهٗ مُمْتَلِئٌ طِيْنًا وَمَاءً۔

ترجمہ - حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ پس بیسویں کی شام ہوجاتی تھی۔ اور اکیسویں رات کی آمد ہوتی تھی۔ تو آپؐ اپنے ٹھکانے پر واپس آجاتے۔ اور وہ لوگ بھی جو آپؐ کے ہمراہ اعتکاف بیٹھتے وہ بھی واپس آجاتے۔ پھر ایک مہینہ قیام پذیر رہے۔ تو اس رات میں اعتکاف بیٹھے جس رات واپس آجاتے تھے۔ پس لوگوں میں خطبہ دیا۔ اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے چاہی اس کا ان کو حکم دیا پھر فرمایا میں یہ دس دن اعتکاف میں رہتا تھا۔ لیکن اب مجھے واضح ہوا ہے کہ میں آخری عشرہ میں اعتکاف میں رہوں۔ پس جو شخص میرے ہمراہ اعتکاف میں رہے۔ وہ اپنے اعتکاف کی جگہ میں ٹھہر جائے۔ کیونکہ مجھے یہ رات دکھلائی گئی۔ پھر بھلوا دی گئی۔ پس اس کو آخری عشرہ کے طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے اپنے آپ کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ پس اس رات بادل کڑکا خوب بارش ہوئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ کے حصہ کی مسجد ٹپک پڑی۔ وہ اکیسویں کی رات تھی۔ پس میں نے اپنی آنکھ سے

تجلی الٰہی کو دیکھا۔ صبح کی نماز سے جب فارغ ہو کر پھرے تو آپ کا چہرہ کیچڑ اور پانی سے لتھڑا ہوا تھا۔

حدیث نمبر ۱۷۸۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوا وَبِسَنَدٍ آخَرَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ تلاش کرو۔ اور دوسری سند سے ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

حدیث نمبر ۱۷۸۵ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقٰى فِي سَابِعَةٍ تَبْقٰى فِي خَامِسَةٍ تَبْقٰى تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْتَمِسُوا فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ لیلۃ القدر کو مہینہ سے نو دن باقی سات دن باقی پانچ دن باقی میں تلاش کرو۔ اور یہ بھی ہے۔ کہ چوبیس ۲۴ تاریخ کو تلاش کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | چوبیس ۲۴ دن گذر جانے کے بعد اور شام آنے کے وقت تو یہ پچیسویں ۲۵ کی رات ہوئی۔

حدیث نمبر ۱۷۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ الخ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ وَعِكْرِمَةَ قَالَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ فِي الْعَشْرِ هِيَ فِي تِسْعٍ يَمْضِينَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے۔ وہ لیلۃ القدر وہ نو دن جو گذر رہے ہیں یا سات دن جو باقی رہتے ہیں۔ مراد لیلۃ القدر ہے۔

تاسع یمضین سے انتیسویں۲۹ کی رات اور سابع یبقین سے تیئسویں۲۳ کی رات مراد ہے۔

بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِي النَّاسِ

ترجمہ۔ لوگوں کے جھگڑا کرنے کی وجہ سے لیلۃ القدر کی پہچان کو اٹھا لینا۔

حدیث نمبر ۱۸۷۰ حدثنا محمد بن المثنیٰ الخ عن عبادة بن الصامت قال خرج النبي صلى الله عليه وسلم ليخبرنا بليلة القدر فتلاحى رجلان من المسلمين فقال خرجت لأخبركم بليلة القدر فتلاحى فلان وفلان فرفعت وعسى أن يكون خيرا لكم فالتمسوها في التاسعة والسابعة والخامسة۔

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کے بارے میں خبر دینے کے لئے باہر تشریف لائے۔ پس دو مسلمان آپس میں جھگڑ پڑے جس پر آپؐ نے فرمایا، کہ میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے روانہ ہوا تھا لیکن فلاں فلاں آدمی جھگڑ پڑے تو وہ معرفت اٹھا لی گئی۔ ممکن ہے یہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ پس اس کو آخری عشرہ کی نانویں رات یا ساتویں رات یا پانچویں رات میں تلاش کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فرفعت یعنی محض اس سال میں اس کی علامت اور پہچان اٹھا لی گئی۔ تو یہ دوسرے سال کی علامت کے منافی نہ ہوگا۔ یا مطلب یہ ہے کہ وجود لیلۃ القدر پر جو پہلی علامۃ تھی وہ اٹھالی گئی پچھلی نہیں اٹھائی گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ بالکل لیلۃ القدر نہیں اٹھائی گئی البتہ اس کی معرفت اٹھالی گئی۔ جس پر قرینہ التمسوھا کا لفظ ہے جس کو رفعت کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔

عسیٰ ان یکون خیرا وجہ خیریت یہ ہے کہ اخفار کی وجہ سے کل مہینہ کے قیام کی سعی کی جائے گی یا کم از کم آخری عشرہ کی عبادت ہوتی رہے گی۔

علامت کیا ہے علمار فرماتے ہیں۔ کہ ہر چیز ساجد نظر آتی ہے۔ یا ہر مقام پر انوار برستے نظر آتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ فرشتوں کی طرف سے سلام اور خطاب سنائی دیتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ یا وہ

صبح مطر دیکھ کی ہوتی ہے۔ یعنی بارش ہوتی ہے۔ یا یہ کہ سورج میں تمازت نہیں رہتی۔

بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

ترجمہ۔ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں کیا عمل ہونا چاہیئے

حدیث نمبر ۱۷۸۸ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ جب رمضان شریف کا آخری عشرہ شروع ہوتا تھا تو تہ بند مضبوط باندھ لیتے تھے۔ ساری رات عبادت کرتے اور گھر والوں کو بھی عبادت کے لئے بیدار کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ الْاِعْتِكَافِ

بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

وَالْاِعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ الخ

ترجمہ۔ آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا اور اعتکاف سب مساجد میں برابر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ان عورتوں سے ہم بستری نہ کرو۔ جب کہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھنے والے ہو۔

حدیث نمبر ۱۷۸۹ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۷۹۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وفات دی۔ پھر آپؐ کی بیبیاں بھی اعتکاف بیٹھتی تھیں۔

حدیث نمبر ۱۹۷۱ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنْ اعْتِكَافِهِ قَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ وَقَدْ أُرِيتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبِيحَتِهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صُبْحِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے درمیانی عشرہ میں معتکف ہوتے تھے۔ پس ایک سال تو آپ اعتکاف بیٹھے یہاں تک کہ جب اکیسویں رات ہوئی جس کی صبح کو آپؐ اعتکاف سے باہر تشریف لاتے تھے۔ تو فرمانے لگے کہ جو شخص میرے ہمراہ معتکف ہو تو وہ آخری عشرہ میں معتکف ہوں۔ کیونکہ وہ لیلۃ القدر مجھے دکھلائی گئی۔ پھر مجھے بھلوا دی گئی۔ جب کہ میں نے اپنے آپؐ اس کی صبح میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ پس اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ اور اس کی وتر راتوں میں تلاش کرو۔ پس اس رات خوب بارش ہوئی۔ اور مسجد چھپر کی تھی تو وہ ٹپکنے لگی۔ تو میری دونوں آنکھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پانی اور کیچڑ کے نشان دیکھے۔ یہ اکیسویں کی صبح تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **یخرج من صبیحتہا** الخ یہاں خروج سے مراد فراغت ہے۔ اور یہی تاویل لیلۃ احدیٰ وعشرین میں ہوگی کہ اس سے اس کا قرب اور دنو مراد ہوگا۔ یہ نہیں کہ اس کا دخول

مراد ہو۔ کیونکہ پھر تو دس دن کا اعتکاف مکمل نہیں ہوگا۔ وکان للمسجد علی عرش ای من عریش جیسے انا اکتالوا علی الناس معنی من الناس کے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اعتکاف کے لغت میں معنی ٹھہرنے کے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں عمل مخصوص فی موضع مخصوص فی زمن مخصوص بشروط مخصوصۃ و ترو کی مخصوصۃ اہل علم کا اجماع ہے کہ اعتکاف سنت ہے۔ واجب نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی نذر مان کر واجب کرلے تو اور بات ہے۔ پھر امام بخاریؒ نے فی المساجد لکھا کہہ کر ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ کہ کسی مسجد کی تخصیص نہیں۔ البتہ مسجد جس میں جماعت قائم ہوتی ہو۔ اس میں اعتکاف ہو ورنہ دو میں سے ایک خرابی لازمی آئے گی۔ یا تو ترک جماعت لازم آئے گا یا بار بار نکلنا ہوگا۔ جس سے خروج متکرر ہوجائے گا۔ جو بلا ضرورت اعتکاف کے منافی ہے اور مرد کے لئے مسجد کی شرطیۃ پر علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ عورت اپنے گھر میں الگ جگہ مقرر کرکے بیٹھ سکتی ہے۔ مالکیہؒ کے نزدیک مردوں اور عورتوں کے لئے ہر مکان میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے کیونکہ یہ نفل ہے اور نوافل بیوت کے اندر افضل ہیں۔ لیکن جمہور ہر مسجد میں اعتکاف جائز کہتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے فی المساجد کلھا کہہ کر عموم مساجد کی طرف اشارہ فرمادیا۔

ان یکون خارجا فی تلك الصبیحۃ یہ توجیہ شراح کی توجیہات سے زیادہ لطیف ہے۔ کیونکہ اس صورت میں سب روایات متفق ہوجاتی ہیں۔ اگر خرج صبیحۃ عشرین فخطبنا کو صحیح مانا جائے تو آخر روایت میں من صبح احدی عشرین ہے۔ اس کے مخالف ہوجائے گا۔ اور اعتکاف شروع کرنے کے بارے میں جمہور کا مسلک یہ ہے۔ کہ اکیسویں کی رات سے شروع کرے تاکہ عشر لیالی کا عدد پورا ہوجائے۔ یہ اسی صورت میں ہے۔ جب کہ پہلی رات کو شامل کیا جائے۔ ورنہ عدد عشر بالکل تمام نہ ہوگا۔ نیز! دوسری وجہ یہ ہے کہ عشرا اخر میں اعتکاف کا مقصد لیلۃ القدر کو تلاش کرنا ہے۔ اور وہ کبھی اکیسویں ۲۱ کی رات کو بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس رات کو بھی شامل کیا جائے تاکہ حصول مقصد میں ممد ثابت ہو۔

بَابُ الْحَائِضُ تُرَجِّلُ الْمُعْتَكِفَ

ترجمہ۔ حائضہ معتکف کے کنگھا کر سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۲ احدثنا محمد بن المثنی الخ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں معتکف ہوتے تھے تو میری طرف اپنا سر جھکا لیتے تھے تو حیض کی حالت میں آپؐ کے کنگھا کر دیتی تھی۔

بَابُ الْمُعْتَكِفِ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

ترجمہ۔ معتکف بغیر ضرورت کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر ۱۹۳ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں ہوتے تھے۔ تو میری طرف اپنا سر قریب کر دیتے۔ تو میں آپؐ کے کنگھا کر دیتی تھی۔ اور جب آپؐ معتکف ہوتے تو بغیر حاجت انسانی کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔

تشریح از قاسمی | حاجت انسانی بول و براز کے لئے معتکف کا مسجد سے نکلنا تو بالاتفاق علماء جائز ہے۔ البتہ دوسری ضروریات مثل عیادت مریض۔ جنازہ۔ جمعہ کی حاضری اس میں اختلاف ہے۔ امام ثوریؒ اور ابن مبارکؒ تو جائز کہتے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے متعلق امام محمدؒ موطا میں لکھتے ہیں۔ لا یخرج الرجل اذا اعتکف الا للغائط والبول واما الطعام والشراب فیکون فی معتکفہ وھو قول ابی حنیفۃؒ

بَابُ غُسْلِ الْمُعْتَكِفِ

ترجمہ۔ معتکف کو دھونا۔

حدیث نمبر ۱۷۹۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بدن سے اپنا بدن ملاتے تھے۔ جب کہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اور مسجد سے باہر اپنا سر مبارک اعتکاف کی حالت میں نکال لیتے جس کو میں حیض کی حالت میں دھو لیتی تھی۔

بَابُ الْاِعْتِكَافِ لَيْلًا

ترجمہ۔ رات کے وقت اعتکاف بیٹھنا

حدیث نمبر ۱۷۹۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض أَنَّ عُمَرَ رض سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے کہ جناب عمر بن الخطاب رض نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا فرمایا کہ میں نے جاہلیۃ میں منت مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف بیٹھوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی منت کو پورا کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہی | ان اعتکف لیلۃ جو لوگ اعتکاف میں روزے کی نفی کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی۔ اس لئے کہ اہل عرب لیلۃ کا لفظ بول کر اس سے نہار مراد لیا کرتے ہیں۔ اور حضرت عمر رض کے قصہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں لیلۃ کی بجائے یوماً کا لفظ آیا ہے۔ تو ضروری ہے کہ اس سے رات اور دن دونوں مراد لئے جائیں تاکہ روایات میں تعارض نہ ہو۔ دوسرے زمانہ کفر کی نذر لازم نہیں ہے۔ لہذا اگر وہ روزہ سے خالی ہو تو کوئی ضرر نہیں ہے۔ کیونکہ جب اعتکاف واجب نہ ہوا۔ تو روزہ بھی شرط نہ ہوگا۔ اس لئے کہ روزہ تو اعتکاف واجب میں شرط ہے مطلق اعتکاف میں شرط نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا | اعتکاف میں صوم شرط ہے یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ امام مالک رح کے

نزدیک خواہ اعتکاف واجب ہو یا نفل سب کے لئے صوم شرط ہے۔ اور حنابلہؒ کے نزدیک مطلقاً شرط نہیں ہے۔ نہ مندوب میں اور نہ ہی نذر میں۔ اور شوافعؒ کے نزدیک مطلق اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے۔ البتہ اتباع سنت کے طور پر مسنون ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک تفصیل ہے کہ منذور واجب اعتکاف کے لئے صوم شرط ہے۔ اور مندوب کے لئے شرط نہیں ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ سنّت مؤکدہ کی اعتکاف میں شرطیۃ صوم سے متون ساکت ہیں۔ البتہ علامہ شامیؒ نے شرطیۃ کو ترجیح دی ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک اعتکاف واجب میں بھی روزہ کا شرط ہونا صحیح نہیں ہے

اللیلۃ دتریدالنھار الخ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایام جمع کا صیغہ بولا جائے تو لیالی اس میں یقیناً شامل ہوں گی۔ جیسا کہ زکریا علیہ السلام کے قصہ میں ثلثۃ ایام ثلث لیال سویا وارد ہوا ہے۔ لیکن اگر لیلۃ کا لفظ اکیلا ذکر ہو۔ تو درمختار میں ہے۔ کہ یہ نذر صحیح نہیں ہوگی۔ کیونکہ رات محل صوم نہیں ہے۔ البتہ اگر اس سے دن مراد لے تو پھر نذر صحیح ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ جب یوم کو لیل کے تابع کیا گیا تو جب متبوع یعنی لیلۃ میں نذر باطل ہوئی تو تابع میں بھی باطل ہو جائے گی۔ البتہ اگر لیل بول کر مجازاً یوم مراد لیا جائے۔ ایک تو اس لئے کہ لیلۃ مطلق زمن کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ پھر یہ مطلق مقید یعنی یوم میں مستعمل ہوا تو یوم مقصود ہوگا لہٰذا نذر صحیح ہوگی۔

فوجب الحمل علیٰ ما قلنا کیونکہ مسلم کی روایت میں بجائے لیلۃ کے یوماً کا لفظ ہے اور ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اصل حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔ ان اعتکف یوما ولیلۃ فی الجاھلیۃ الخ تو راویوں نے اسے مختصر کر دیا۔ نیز نسائی کی روایت میں ہے۔ امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعتکف ویصوم تو اب اشتراط صوم کے خلاف نہ ہوا۔

النذر سالۃ الکفر لم یکن لازماً چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں وہ نذر جو حالت کفر میں جاری ہو۔ صحیح یہ ہے کہ وہ واجب نہیں ہوتی۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا امر استحبابی ہوگا۔ تاکہ خلاف وعدہ نہ ہو۔ فقہاء اس کو ندب پر محمول کرتے ہیں۔

بَابُ اِعْتِكَافِ النِّسَآءِ

ترجمہ۔ عورتوں کا اعتکاف میں بیٹھنا۔

حدیث نمبر ۱۷۹۶ حدثنا ابو الیمان الخ عن عائشۃؓ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان فکنت اضرب لہ خباء فیصلی الصبح ثم یدخلہ فاستأذنت حفصۃ عائشۃ ان تضرب خباء فاذنت لہا فضربت خباء فلما راتہ زینب بنۃ جحش ضربت خباء اخر فلما اصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای الاخبیۃ فقال ما ھذا فاخبر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم آلبر ترون بہن فترک الاعتکاف ذلک الشھر ثم اعتکف عشرا من شوال۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ میں آپؐ کے لئے ایک اون کا خیمہ لگا دیتی تھی۔ پس آپؐ صبح کی نماز پڑھ کر اس میں داخل ہو جایا کرتے تھے۔ پس حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے خیمہ لگانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے ان کو اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے خیمہ لگا لیا۔ جب حضرت زینب بنت جحشؓ نے اس کو دیکھا تو انہوں نے دوسرا خیمہ لگا دیا۔ جب صبح کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو یہ خیمے دیکھے پوچھا یہ کیا ہے آپؐ کو اطلاع دی گئی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم ان بیبیوں کے ساتھ نیکی کا گمان کرتے ہو۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کا اعتکاف چھوڑ دیا پھر شوال کے دس دن اعتکاف میں بیٹھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فاستأذنت حفصۃ عائشۃ الخ یہ اجازت انہوں نے اس لئے طلب کی۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک عظیم المرتبہ خاتون تھیں۔ حضرت حفصہؓ نے یہ گمان کیا کہ اگر میرا یہ فعل ان کی رائے سے ہوا تو کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ دوسری صورت میں ممکن ہے کہ وہ شاید مخالفت کریں۔
آلبر تردن بھن نیکی سے کامل نیکی مراد ہے۔ ورنہ مطلق نیکی کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ کامل نیکی کی نفی ہے۔ کیونکہ ان کے اعتکاف میں ایک قسم کا تفاخر ہے اور یہ کہ وہ اپنی سوکن سے کم نہ رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبہ لگانے کی اجازت مانگی تھی۔ اس طرح آپؐ نے چار قبے دیکھے۔ تین ازواج کے اور ایک اپنا۔ مگر مشہور تین قبے ہیں۔ حضرت عائشہؓ۔ حفصہؓ اور زینبؓ کا۔

الکامل جنہ مشہور ہی ہے۔ جس کی تصریح بہت سی روایات میں آئی ہے۔ البتہ ریاکار عبادت کے ثواب سے بالکل محروم نہیں ہوگا۔ جیسے تجارت کو حج میں داخل کرنے والا حج کے ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ ایسے جہاد کرنے والا اگر غنیمت کے مال میں رغبت کرے تو جہاد کے ثواب سے محروم نہیں رہے گا۔

تشریح از قاسمی یصلی الصبح ثم یدخلہ سے امام اوزاعیؒ ثوریؒ اور لیثؒ نے استدلال کیا ہے کہ معتکف اول النہار سے اعتکاف کی ابتداء کر سکتا ہے۔ مگر ائمہ اربعہؒ کا مسلک یہ ہے کہ جب کوئی شخص عشرہ یا مہینہ بھر کے اعتکاف کی نیت کرے تو قبیل الغروب سے ابتداء کرے تاکہ یہ رات بھی عشرہ میں داخل ہو جائے۔ اور حدیث کی تاویل یہ ہے۔ کہ آپؐ اول لیل میں اعتکاف میں داخل ہوئے۔ البتہ صبح کی نماز کے بعد ہی سے اپنے آپ کو اس مکان میں ٹھہرالیا جو اعتکاف کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

ثم اعتکف عشرا من شوال ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دال ہے کہ نوافل معتادہ جب فوت ہو جائیں تو ان کی قضا کرنا مستحب ہے۔ بلکہ مالکیہؒ نے تو اس سے استدلال کیا ہے۔ کہ جو عمل شروع کر کے باطل کر دیا جائے تو اسے قضا کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فعل پر نکیر اس لئے فرمائی۔ کہ آپؐ کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ بیگمات غیر مخلص ہوں۔ بلکہ فخر ومباہات کرنا چاہتی ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسجد مجمع الناس ہے۔ اس میں دیہاتی اور منافقین بھی آتے جاتے رہتے ہیں۔ تو ان بیبیوں کو خروج ودخول میں خاصی پریشانی لاحق ہوگی۔

بَابُ الْاَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ مسجد میں خیمے لگانا۔

حدیث نمبر ۷۷۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ فَلَمَّا انْصَرَفَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ اِذَا اَخْبِيَةٌ خِبَاءُ عَائِشَةَ ؓ وَخِبَاءُ حَفْصَةَ ؓ وَخِبَاءُ زَيْنَبَ ؓ فَقَالَ آلْبِرَّ تَقُوْلُوْنَ بِهِنَّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ حَتّٰى اعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معتکف ہونے کا ارادہ کیا۔

تو اس مکان کی طرف تشریف لے گئے جہاں آپؐ اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ دیکھا وہ تو خیمے لگے ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ اور حضرت زینبؓ نے فرمایا کیا تم ان کے لئے نیکی کہو گے۔ پھر آپؐ چلے گئے اور اعتکاف نہ بیٹھے یہاں تک کہ شوال کے دس دن معتکف ہوئے۔

بَابٌ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ کیا معتکف اپنی ضروریات کے لئے مسجد کے دروازے تک جا سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۹۸ حدثنا ابو اليمان الخ اَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهُ فِي اِعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً ثُمَّ كَانَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا اِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت صفیہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتی ہیں کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی حالت میں مسجد کے اندر ہیں۔ آپؐ سے ملنے تشریف لائیں۔ پس کچھ دیر انہوں نے آپؐ کے پاس باتیں کیں۔ پھر واپس آنے کے لئے کھڑی ہوئیں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو روانہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ جب وہ مسجد کے دروازے ہیں جو حضرت ام سلمہؓ کے دروازے کے نزدیک ہی پہنچیں تو انصار کے دو آدمی وہاں سے گذرے اور انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا۔ ٹھہرو بھائی۔ یہ تو بی بی صفیہ بنت حیی ہیں۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ اور یہ بات ان پر گراں گذری۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان انسان کی اس

جگہ تک پہنچتا ہے جہاں تک خون پہنچتا ہے۔ تو مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں دلوں میں کوئی بات نہ ڈال دے۔

بَابُ الْاِعْتِكَافِ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ

ترجمہ۔ اعتکاف بیٹھنا اور بیسویں کی صبح کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکلنا۔

حدیث نمبر ۱۷۹۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قَالَ نَعَمْ اِعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وَتْرٍ فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَسْجُدَ فِي مَاءٍ وَطِينٍ وَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً قَالَ فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَسَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطِّينِ وَالْمَاءِ حَتّٰى رَأَيْتُ الطِّينَ فِي أَرْنَبَتِهِ وَجَبْهَتِهِ۔

ترجمہ۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدریؓ سے سوال کیا۔ میں نے کہا۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لیلۃ القدر کا ذکر کرتے ہوں۔ فرمایا ہاں! ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف بیٹھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم بیس کی صبح کو فارغ ہو کر باہر نکلے۔ فرمایا کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسویں تاریخ کو خطبہ دیا۔ فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا ہے۔ لیکن وہ مجھے بھلوا دی گئی۔ پس اس کو رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو کیونکہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا۔ کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پس جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اعتکاف بیٹھے تو وہ واپس ہو جائے۔ چنانچہ لوگ مسجد کی طرف لوٹ گئے۔ اور ہمیں آسمان میں کوئی پتلے بادل کا ٹکڑا دکھائی نہ دیا۔ مگر اچانک بادل آ کر برسا۔ نماز کے لئے تکبیر کہی گئی تو جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ اور پانی میں سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ میں نے کیچڑ آپؐ کی ناک کی بینی اور پیشانی میں دیکھی۔

بَابُ اِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

ترجمہ۔ مستحاضہ کا اعتکاف بیٹھنا

حدیث نمبر ۱۸۰۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِّنْ اَزْوَاجِهٖ مُسْتَحَاضَةٌ فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّشْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّيْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپؐ کی بیویوں میں سے ایک عورت اعتکاف بیٹھی جب کہ وہ مستحاضہ تھی۔ پس وہ سرخی اور زردی دیکھتی تھی۔ پس لبا اوقات ہم اس کے نیچے تھال رکھ دیتے تھے۔ اور وہ نماز پڑھتی تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس باب کے ضبط کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مستحاضہ کا اعتکاف جائز نہ ہو۔ کیونکہ مسجد کے ملوث ہونے کا احتمال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گوشت لے کر مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا گیا ہے اپنی مساجد کو بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔ دفع جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مستحاضہ کے اعتکاف فی المسجد میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ عورت پر فتنہ کا خطرہ نہ ہو۔ اور علاج معالجہ سے تلویث مسجد کا خوف نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اور ایک طویل حدیث مشہور میں ہے۔ لا یمر فیہ بلحم یعنی مسجد میں گوشت لے کر نہ گزرے۔ کیونکہ خون گرنے کا خطرہ ہے۔

تشریح از قاسمی عکرمہ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلمہؓ استحاضہ کی حالت میں معتکف ہوئی تھیں۔

بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا فِيْ اِعْتِكَافِهٖ

ترجمہ۔ اعتکاف کی حالت میں بیوی کا خاوند سے ملنے جانا

حدیث نمبر ۱۸۰۱ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ اَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ وَبِسَنَدِهٖ اٰخِرَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهٗ اَزْوَاجُهٗ فَرُحْنَ فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ لَا تَعْجَلِيْ حَتّٰى اَنْصَرِفَ مَعَكِ وَكَانَ بَيْتُهَا فِي دَارِ اُسَامَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا فَلَقِيَهٗ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَنَظَرَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَجَازَا وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَالَيَا اِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يُّلْقِيَ فِيْ اَنْفُسِكُمَا شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت علی بن حسینؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور آپؐ کی بیبیاں بھی آپؐ کے پاس تھیں۔ پس باقی تو چلی گئیں آپؐ نے حضرت صفیہؓ بنت حیی سے فرمایا کہ تم جلدی نہ کرنا۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اور ان کا گھر حضرت اسامہؓ کی حویلی میں تھا۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ باہر نکلے۔ تو انصار کے دو آدمی آپؐ سے ملاقی ہوئے۔ جنہوں نے آپؐ کی طرف دیکھ لیا۔ پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا ادھر آؤ یہ حضرت صفیہؓ بنت حیی ہے۔ دونوں کہنے لگے سبحان اللہ یا رسول اللہ آپؐ کے متعلق ایسا گمان نہیں ہو سکتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ شیطان انسان کے رگ و ریشہ میں ایسے چلتا ہے جیسے خون گھومتا ہے۔ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع فرمایا کہ شاید معتکف مرد اپنی بیوی سے نہیں مل سکتا۔ کیونکہ معتکف کو جماع اور دواعی جماع سے منع کیا گیا ہے۔ ملنے جلنے سے فی الجملہ اس کا احتمال تھا۔ تو اس کا دفعیہ کر دیا کہ حرمت جماع اور اسباب جماع سے ہے۔ ملاقات کے لوازم میں سے جماع تک پہنچنا لازم نہیں ہے۔ ہاں! اگر جماع تک پہنچنے کا غلبہ ظن ہو تو پھر ملاقات حرام ہے۔

دواعی جماع چنانچہ درمختار میں ہے کہ اگر بوس و کنار یا ہاتھ لگانے یا ران بازی سے انزال ہو جائے تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ اگر مذی نہیں آئی تو باطل نہ ہو گا۔ اگرچہ یہ سب امور حرام ہیں۔ اگر اشکال ہو۔ صوم اور حالتِ حیض میں دواعی جماع کو کیوں حرام نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ وطی حرام ہے۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ صوم اور حیض

کثیر الوقوع ہیں اگر دواعی بھی حرام قرار دیئے جائیں تو حرج واقع ہوگا۔

اذا غلب علیٰ الظن درمختار میں ہے۔ بوسہ وکنار۔ ٹٹولنا یعنی چھیڑ چھاڑ کرنا۔ اور معانقہ اور مباشرۃ فاحشہ مکروہ ہیں۔ جب کہ مفسدات کا خطرہ ہو اگر خطرہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابٌ هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهٖ

ترجمہ۔ کیا معتکف اپنی ذات سے کسی چیز کی مدافعت کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۰۲ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ اَنَّ صَفِيَّةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشٰى مَعَهَا فَاَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا اَبْصَرَهُ دَعَاهُ فَقَالَ تَعَالَ هِيَ صَفِيَّةُ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ هٰذِهٖ صَفِيَّةُ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ قُلْتُ لِسُفْيٰنَ اَتَتْهُ لَيْلًا قَالَ وَهَلْ هُوَ اِلَّا لَيْلٌ۔

ترجمہ۔ حضرت علی بن حسینؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں جب کہ آپؐ معتکف تھے۔ پس جب واپس جانے لگیں تو آپؐ بھی اس کے ہمراہ چل پڑے۔ تو انصار کے ایک آدمی نے آپؐ کو دیکھ لیا۔ جب وہ دیکھ رہا تھا تو آپؐ نے اسے بلایا۔ فرمایا آؤ۔ یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔ اور کبھی سفیان فرماتے تھے۔ کہ یہ صفیہؓ ہے۔ بے شک شیطان آدم کے بیٹے میں خون کی طرح چلتا ہے۔ میں نے سفیان سے پوچھا۔ کہ کیا وہ رات کو تشریف لائی تھیں۔ فرمایا وہ رات ہی تو تھی۔

تشریح از قاسمی | ھل یدرأ المعتکف ای بالقول والفعل حدیث باب میں دفعیہ بالقول ہے۔ وہ آپؐ کا قول ہے۔ ھی صفیۃ او ھذہ صفیۃ اور فعل سے بھی مدافعت جائز ہے۔ جب نمازی مدافعت کر سکتا ہے تو معتکف بطریق اولیٰ کرے گا۔

فابصرہ رجل پہلی روایت میں رجلان تھا۔ تو اسے تعدد واقعات پر محمول کیا جائے گا۔ یا خطاب میں ایک کو دوسرے کے تابع کیا گیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ خود امام زہریؒ کو شک ہوا ہو کبھی رجل کہا اور کبھی رجلان۔ چنانچہ سعید بن منصور نے لقیہ رجل اور رجلان ھل ھو الا لیلا ای ھل وقع الاتیان الا فی اللیل کے معنی میں ہے۔

بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنْ اِعْتِكَافِهٖ عِنْدَ الصُّبْحِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے اعتکاف سے صبح کے وقت باہر نکلے۔

حدیث نمبر ۱۸۰۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فَلَمَّا كَانَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ نَقَلْنَا مَتَاعَنَا فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ اِلٰى مُعْتَكَفِهٖ فَاِنِّیْ رَاَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ وَرَاَيْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَطِيْنٍ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى مُعْتَكَفِهٖ وَهَاجَتِ السَّمَآءُ فَمُطِرْنَا فَوَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَآءُ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيْشًا فَلَقَدْ رَاَيْتُ عَلٰى اَنْفِهٖ وَاَرْنَبَتِهٖ اَثَرَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اعتکاف بیٹھے۔ جب بیسویں کی صبح ہوئی۔ تو ہم اپنا سامان منتقل کرنے لگے۔ تو ہمارے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ فرمایا جو جو بھی اعتکاف بیٹھا ہے وہ اپنے معتکف میں واپس چلا جائے۔ اس لئے بے شک میں نے یہ رات دیکھی ہے۔ اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پس جب آپؐ اپنے معتکف کی طرف واپس لوٹے اور بادل چڑھ آیا تو ہم پر خوب بارش ہوئی۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تحقیق اس دن کے آخر میں بادل برسا اور مسجد چھپر کی تھی۔ تو میں نے آپؐ کے ناک اور ناک کے نرم حصہ پر پانی اور کیچڑ کا نشان دیکھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ الخروج تک دن کو مکمل کرنا شرط نہیں ہے۔ بلکہ ظاہر حدیث سے صبح کے وقت نکلنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ جمہور کے نزدیک لیلۃ الخروج تک دن کا پورا کرنا ضروری ہے۔ تو تاویل یہ ہے کہ صبح کے وقت خروج کی تیاری شروع کر دی اور خروج شام کو ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ نقلنا متاعنا کہا ہے۔ خرجنا نہیں کہا۔

بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِيْ شَوَّالٍ

ترجمہ۔ ماہ شوال میں اعتکاف بیٹھنا۔

حدیث نمبر ۱۸۰۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ وَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِيْ اعْتَكَفَ فِيْهِ قَالَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ فَأَذِنَ لَهَا فَضَرَبَتْ فِيْهِ قُبَّةً فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ فَضَرَبَتْ قُبَّةً وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدَاةِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ فَقَالَ مَا هٰذَا فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ فَقَالَ مَا حَمَلَهُنَّ عَلٰى هٰذَا الْبِرِّ انْزِعُوْهَا فَلَا أَرَاهَا فَنُزِعَتْ فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِيْ رَمَضَانَ حَتّٰى اعْتَكَفَ فِيْ اٰخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ پس جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس مکان میں تشریف لے آتے جہاں اعتکاف بیٹھنا ہوتا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے اعتکاف بیٹھنے کی اجازت طلب کی جو آپؐ نے دے دی۔ تو حضرت عائشہؓ نے وہاں ایک قبہ بنا لیا۔ حضرت حفصہؓ نے سنا۔ تو انہوں نے بھی ایک قبہ بنا لیا۔ یہ بات حضرت زینبؓ نے سنی تو انہوں نے ایک دوسرا قبہ بنا لیا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر آئے تو چار قبے دیکھے۔ فرمایا یہ کیا ہے آپؐ کو ان بیبیوں کے حال کی خبر دی گئی تو فرمایا اس نیکی پر ان کو کس نے آمادہ کیا۔ پس ان کو اکھیڑ دو۔ میں ان کو نہ دیکھوں۔ چنانچہ سب اکھیڑ دیئے گئے۔ اور آپؐ اس رمضان میں اعتکاف نہ بیٹھے۔ یہاں تک کہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ظاہر یہ ہے کہ العشر آخر سے بدل واقع ہو رہا ہے۔ جب کہ آخر سے یوم مراد لیا جائے۔ تاکہ ہم جنس ہو جائیں۔ اور آخر کو اس کی صفت بنانا ممکن ہو جائے اور کسی دوسرے تکلف کی حاجت نہ رہے۔ کہ اسے صرف کے وزن پر کہا جاتے۔ حالانکہ یہ روایت کے بھی مخالف ہے۔ اس لئے

اس جگہ روایت میں آخر بمد الہمزہ ہے۔ تو اب معنی یہ ہو جائیں گے۔ کہ آپؐ رمضان میں اعتکاف نہ بیٹھے۔
بلکہ اس کے بدلہ کسی دوسرے دن اعتکاف بیٹھے یا کوئی دوسرا اعتکاف بیٹھے۔
یا کسی دوسرے عشرہ میں اعتکاف بیٹھے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ عشر صفات میں سے نہ رہے۔ بلکہ وہ خود اسم بن جائے۔
اس لئے کہ اس کا غالب استعمال موصوف کے بغیر واقع ہوا ہے۔ پھر اس آخر کو العشر من شوال کے قول سے بیان
کر دیا۔ اور بعض نے اسے آخر بکسر الخار پڑھا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | اس باب کی توجیہات گزر چکی ہیں۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ کا مقصد
اس باب کے ذکر کرنے سے یہ ہے۔ کہ صرف رات کا اعتکاف صحیح ہے۔ دن کا اعتکاف نہ ہو یہ شوافعؒ اور
حنابلہؒ کے نزدیک جائز ہے۔ مالکیہؒ اور احنافؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص رات کا اعتکاف
بیٹھے اس کے خروج کا وقت بتلایا جا رہا ہے اور شیخ گنگوہیؒ نے لفظ آخر کی تحقیق کر دی۔ جو چار دن شراح
کرمانیؒ۔ حافظؒ۔ عینیؒ اور قسطلانیؒ میں سے کسی نے بیان نہیں کی۔ اور مولانا حسین علیؒ پنجابی کی تقریر کے مطابق
آخر عشر من رمضان و من شوال دونوں کا تعلق اعتکف سے ہے۔ معنی یہ ہوئے۔ کہ آپؐ کا اعتکاف شوال
کے عشرہ اول کے آخر میں تمام ہوا۔ اس طرح روایات جمع ہو جاتی ہیں۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ عَلَى الْمُعْتَكِفِ صَوْمًا

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو معتکف کے لئے روزہ کو ضروری نہیں سمجھتے۔

حدیث نمبر ۱۸۰۵ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ
اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ نَذْرَكَ فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً۔

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ میں نے زمانہ جاہلیت میں
منت مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھوں گا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان سے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو۔ چنانچہ وہ ایک رات کا اعتکاف بیٹھے۔

تشریح از قاسمی | چونکہ رات محل صوم نہیں ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ روزہ اعتکاف کے لئے
شرط نہیں باقی تحقیق گذر چکی ہے۔

بَابُ اِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ اَسْلَمَ

ترجمہ۔ جب جاہلیۃ (حالتِ کفر) میں اعتکاف کی منت ماننے اور پھر مسلمان ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۸۰۶ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ اُرَاهُ قَالَ لَيْلَةً قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے زمانۂ کفر میں نذر مانی تھی۔ کہ وہ مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھیں گے۔ میرا خیال ہے کہ آپؓ نے رات کا ذکر کیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ کہ آپ اپنی نذر کو پورا کریں۔

بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

ترجمہ۔ رمضان شریف کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا

حدیث نمبر ۱۸۰۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن جب وہ سال آیا جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو بیس دن اعتکاف کیا۔

تشریح از قاسمی | اعتکف عشرین کا ایک سبب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ آپؐ کو جب انقضاء اجل کا علم ہوا تو اعمال خیر کثرت سے کرنے لگے۔ چنانچہ دورِ قرآن بھی دو مرتبہ ہوا۔ اور بعض نے کہا چونکہ آپؐ نے ازواج مطہرات کی وجہ سے ایک سال اعتکاف چھوڑ دیا تھا اس کو بھی قضاء فرمایا۔ لیکن صحیح یہ ہے جیسا کہ نسائی اور ابوداؤد میں ہے۔ کہ آپؐ نے سفر کیا تھا جس کی وجہ سے اعتکاف فوت ہو گیا۔ اس کے بدلہ میں آپؐ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ اور حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہو گی کہ جب بیس دن مسلسل اعتکاف ہو گا تو عشرہ درمیانی متعین ہو جائے گا۔ یا مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جائے۔

بَابُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهٗ اَنْ يَّخْرُجَ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اعتکاف کا ارادہ کرے۔ مگر لیکن بعد میں معتکف سے نکلنے کی ضرورت پیش آجائے۔

حدیث نمبر ۱۸۰۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍؒ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ اَنْ يَّعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَاسْتَاْذَنَتْهُ عَائِشَةُؓ فَاَذِنَ لَهَا وَسَاَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَؓ اَنْ تَسْتَاْذِنَ فَفَعَلَتْ فَلَمَّا رَاَتْ ذٰلِكَ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ اَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى انْصَرَفَ اِلٰى بِنَائِهٖ فَبَصُرَ بِالْاَبْنِيَةِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَؓ وَزَيْنَبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبِرَّ اَرَدْنَ بِهٰذَا مَا اَنَا بِمُعْتَكِفٍ فَرَجَعَ فَلَمَّا اَفْطَرَ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِّنْ شَوَّالٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے کے ارادہ کا ذکر کیا تو حضرت عائشہؓ نے معتکف ہونے کی اجازت طلب کی۔ جوانہیں دے دی گئی ہے۔ پھر حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اپنے لئے اعتکاف کی اجازت طلب کی۔ جوانہوں نے منظور کرلی۔ پس جب حضرت زینبؓ بنت جحشؓ نے اس کو دیکھا توانہوں نے بھی ایک جگہ ٹھکانا بنانے کا حکم دیا جو ان کے لیئے بنادی گئی۔ وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے ٹھکانے کی طرف تشریف لایا کرتے تھے۔ یہاں پہنچ کر آپؐ نے کئی جگہیں بنی ہوئی دیکھیں۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ تو لوگوں نے بتلایا۔ کہ یہ ٹھکانے حضرت عائشہؓ۔ حفصہؓ اور زینبؓ نے بنائے ہیں۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ اس سے نیکی کا ارادہ رکھتی ہیں۔ میں اعتکاف بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ پس آپؐ واپس چلے گئے۔ پس جب رمضان کے روزوں کا افطار کیا تو شوال کے دس دن اعتکاف بیٹھے۔

بَابُ الْمُعْتَكِفِ يُدْخِلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ

ترجمہ۔ معتکف اپنے سر کو دھونے کے لئے گھر میں داخل کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۰۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا يُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیض کی حالت میں کنگھا کیا کرتی تھیں۔ جب کہ آپ مسجد میں معتکف ہوتے تھے اور وہ اپنے حجرے میں ہوا کرتی تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک ان کی طرف کر دیتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہی | یدخل رأسه الخ مقصد یہ ہے کہ گھر میں معتکف کا داخلہ ممنوع ہے۔ سر اور کسی اور عضو کا داخل کرنا ممنوع نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا | علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ اخراج لبعض لا یجری مجری الکل الخ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ گھر میں داخل نہیں ہوگا اگر اس نے سر داخل کر دیا تو حانث نہیں ہوگا۔ اور حضرت عائشہ رض حیض کی حالت میں مسجد سے چٹائی اٹھا کر دیتی تھیں۔ آپؐ فرماتے لیست حیضتک فی یدک امام بخاریؒ نے اس باب کو ذکر کر کے اختتام کی طرف اشارہ کیا۔ کہ براعۃ اختتام حاصل ہو۔ حافظؒ ما انا معتکف فرجع لیکن میرے نزدیک لفظ البیت سے یہ ثابت ہے کیونکہ قبر کو بھی احادیث میں بیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور معتکف کا اپنے سر کو گھر میں داخل کرنا میت کا قبر میں داخل ہونے کے مشابہ ہے۔ اور معتکف دنیا سے منقطع ہو کر بیت اللہ میں مجاور رہے جیسا کہ میت قبر سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

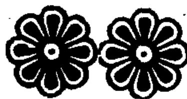

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب البیوع

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا وَقَوْلُهٗ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ ۔

ترجمہ۔ کتاب البیوع اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔ اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ مگر یہ کہ دوبدو تجارت حلال ہے۔ جس کو تم آپس میں دائر کرتے ہو۔

باب ماجاء فی قول اللہ تبارک وتعالیٰ

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ؕ وَقَوْلِهٖ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۔

ترجمہ۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کے اس قول کے بارے میں کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ تو اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالےٰ کے فضل کو طلب کرو۔ اور اللہ تعالےٰ کو بہت یاد کرو کیا عجب ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ اور جب وہ لوگ کوئی تجارتی سامان یا شغل کی بات دیکھتے ہیں۔ تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور آپؐ کو کھڑے ہوئے چھوڑ جاتے ہیں۔ فرما دیجیے جو کچھ اللہ تعالےٰ کے پاس ہے وہ اس شغل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بہترین روزی دینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اپنے مال کو باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ مگر جو تجارت تمہاری باہمی رضا مندی سے ہو تو وہ حلال ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اولھوا ممکن ہے۔ لھو سے خود وہ تجارت مراد ہو۔ جو اس حد تک

پہنچ جائے کہ جس سے واجبات کے نظام میں خلل پڑ جائے۔ جیسا کہ آیت کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے۔
کیونکہ بہت سے مباحات عوارض خارجیہ کی وجہ مکروہ نہیں۔ بلکہ حرام ہو جاتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں کہ بیوع جمع بیع کی ہے۔ اس کو جمع انواع کی کثرت کی وجہ سے لایا گیا۔ اور بیع کے معنی ہیں نقل ملك الى الغير بثمن والشراء قبوله یعنی کسی کے ملک کو دوسرے کی طرف قیمت کے ذریعہ منتقل کرنا ہے اور شراء اس کے قبول کرنے کو کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک دوسرے پر اطلاق بھی ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے بیع کے جواز پر اجماع کیا ہے اور حکمت بھی بیع کے جواز کو تقاضا کرتی ہے۔ کیونکہ انسانی ضروریات اس سے پوری ہوتی ہیں۔ اگرچہ پہلی آیت سے عام بیع کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ مگر کچھ بیوع فاسدہ بھی ہیں۔ جن کی تفصیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔ اگر بیع العین بالثمن ہو تو یہ بیع مطلق ہے۔ اگر عین بالعین ہو تو بیع مقایضہ ہے۔ اگر بیع الدین بالعین ہو تو بیع سلم ہے۔ اگر بیع الثمن بالثمن ہو تو بیع صرف ہے۔ اگر بیع بالثمن مع الزیادۃ ہو تو بیع مرابحہ ہے۔ اگر زیادۃ نہ ہو تو بیع تولیہ ہے۔ اگر بالنقصان ہو تو بیع وضیعہ ہے۔ اگر بیع تام ہو تو لازم ہے۔ اگر بالخیار ہو تو غیر لازم ہے۔ پھر بیع صحیح باطل فاسد اور مکروہ بھی اس کے اقسام ہیں۔

واذا رأوا تجارۃ الخ کتاب الجمعہ میں اس کا شان نزول ذکر ہو چکا ہے۔ بعض شراح نے فرمایا ہے کہ ترجمہ میں جو آیات ذکر کی گئی ہیں وہ اباحۃ تجارت پر دال ہیں۔ مگر آیت اخیرہ تو نہی عن التجارۃ کے زیادہ قریب ہے لیکن امام بخاریؒ کی مراد اس ترجمہ سے فابتغوا من فضل اللہ ہے۔ اور تجارت کا ذکر آٹھ ابواب کے بعد آرہا ہے۔

خیر من اللھو والتجارۃ ای من لذۃ لھوکم وفائدۃ تجارتکم میں اس لئے ہے۔ کہ نفع ماعند اللہ محقق مخلد ہے۔ اور لھو کا نفع محقق نہیں اور تجارت کا نفع مخلد نہیں۔ اس سے لھو کے تقدیم کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ کہ وہ عدم ہے۔ اور عدام ملکات پر مقدم ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸۸۱ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ اِنَّکُمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَؓ یُکْثِرُ الْحَدِیْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُوْنَ مَابَالُ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ لَا یُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ وَاِنَّ اِخْوَتِیْ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ کَانَ یَشْغَلُھُمْ صَفْقٌ

بِالْاَسْوَاقِ وَكُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ فَاَشْهَدُ اِذَا غَابُوْا وَاَحْفَظُ اِذَا نَسُوْا وَكَانَ يَشْغَلُ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ اِمْرَأً مِسْكِيْنًا مِنْ مَسَاكِيْنِ الصُّفَّةِ اَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ يُحَدِّثُهُ اَنَّهُ لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهِ ثُمَّ يَجْمَعَ اِلَيْهِ ثَوْبَهُ اِلَّا وَعٰى مَا اَقُوْلُ فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ حَتّٰى اِذَا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ تم لوگ کہتے ہو۔ کہ ابوھریرہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت حدیثیں بیان کرتا ہے ۔ اور یہ بھی کہتے ہو۔ کہ مہاجرین اور انصار تو اتنی حدیثیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہیں کرتے جس قدر حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ سنو! بے شک میرے مہاجرین بھائی تو بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے۔ اور میں قوت لایموت پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹا رہتا تھا۔ پس جب وہ غائب ہوتے میں حاضر ہوتا اور جب وہ شغل کی وجہ سے بھول جاتے تو میں یاد رکھتا۔ اور میرے انصار بھائیوں کو ان کی کھیتی باڑی کا عمل مشغول رکھتا تھا۔ اور میں صفہ کے فقراء اور غرباء میں سے ایک غریب اور فقیر آدمی تھا۔ جب وہ لوگ باتیں بھول جاتے تھے میں یاد رکھتا تھا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے بارے میں ایک بات بیان فرمائی کہ جو شخص اپنا کپڑا پھیلا دے گا یہاں تک کہ جب میں اپنی یہ گفتگو ختم کروں تو وہ اپنا کپڑا جمع کر کے سینہ سے لگالے تو جو بات میں کہوں گا وہ اسے یاد کر لے گا۔ تو میں نے ایک رنگدار چادر یہ جو میرے اوپر تھی پھیلا دی۔ جب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو ختم کی تو اس کو میں نے اپنے سینے سے لگالیا۔ پس وہ دن اور آج کا دن میں اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں سے کسی بات کو نہیں بھولا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ تو یہ کثرت حدیث ان کی کثرت ملازمت اور دوام حضورؐ کی وجہ سے تھی۔ کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مقالہ فرمایا تو صحابہ کرام میں سے کوئی موجود نہیں تھا۔ اس لئے یہ ان کی خصوصیت ہوئی۔

مانسیت من مقالۃ رسول اللہ تلک من شیئ سے ان روایات اور احادیث کی طرف اشارہ ہے۔ جو حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہیں۔ جن پر صحابہ کرامؓ میں گفتگو ہوئی۔ اور ان پر کثیر الروایۃ ہونے کا اعتراض ہوا۔ تو یہ حدیث **لم ینس بعد ذلک شیئًا** کے منافی نہ ہوگی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو تعدد عمل پر محمول کیا جائے۔ کہ کبھی مخصوص مقالہ کو یاد کرتے اور دوسری مرتبہ **جمیع ما سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم** یاد رہتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | بخاری شریف میں تو ہے کہ **لن یبسط احد منکم ثوبہ** اور مسلم میں ہے کہ **ایکم یبسط ثوبہ** یہ دونوں لفظ دلالت کرتے ہیں کہ جماعت صحابہ کی موجود تھی۔

ان الاشارۃ فی قولہ اس سے شیخ گنگوہیؒ نے روایات کو جمع کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لیکن سیاق کلام کا تقاضا ہے۔ کہ حدیث ہو یا کوئی اور واقعہ ہو۔ وہ سب ان کو یاد ہو جاتے تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی۔

تشریح از قاسمیؒ | علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ مؤلف جب عبادات سے فارغ ہوا تو معاملات کو شروع فرمایا۔ عبادات اہم ہیں۔ اس لئے ان کو مقدم کیا۔ معاملات ضروریات ہیں۔ ان کو دوسرے نمبر پر رکھا۔ نکاح کو مؤخر کیا۔ کیونکہ قضاء شہوت کھانے پینے کے بعد لاحق ہوتی ہے۔ جنایات اور مخاصمات کو ان سے مؤخر کر دیا۔ کیونکہ جب انسان شہوت بطن اور فرج سے فارغ ہو جائے تو بعد ازاں ان مخاصمات اور جنایات کا وقوع ہوتا ہے۔

الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ یعنی یہ تجارت باطل نہیں ہے۔ جب کہ بیع حاضر دست بدستی ہو۔ اس وقت کتابت کی ضرورت نہیں ہے۔

اذا رأوا تجارۃ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ اہل مدینہ سخت بھوک اور گرانی میں مبتلا تھے کہ شام سے دحیہ بن خلیفہ سامان تجارت لے کر آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ تو اکثر لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بقیع کی طرف چلے گئے۔ صرف بارہ آدمی رہ گئے جن میں ابوبکرؓ عمرؓ شامل تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم خرید و فروخت میں لگ جاتے اور میرے پاس کوئی نہ رہتا۔ تو وادی مدینہ میں آگ بہنے لگتی۔ اور لوگوں کی عادت تھی کہ جب کوئی ایسا قافلہ آجاتا تو ڈھول اور تالیاں بجانے سے اس کا استقبال کرتے۔ بس لھو سے یہی مراد ہے۔ **صفہ** مسجد نبویؐ میں ایک چبوترہ تھا۔ جس میں فقراء اور

غربار مہاجرین صحابہ طلبہ قیام پذیر ہوتے تھے۔ جن کے رئیس حضرت ابوہریرۃؓ تھے۔
بسطت نمرۃ سفید اور سیاہ رنگ کی لوکار (چادر) تھی۔ اس سے حضرت ابوہریرۃؓ کی فضیلت جزئیہ ثابت ہوتی ہے۔ ورنہ دیگر حضرات نے علم کے علاوہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کا اہم فریضہ انجام دے کر فضائل کثیرہ حاصل کئے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸۱۱ حدثنا عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ آخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ إِنِّيْ أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِيْ وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيْتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ ذٰلِكَ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعٍ قَالَ فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَأَتٰى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ قَالَ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ قَالَ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ كَمْ سُقْتَ قَالَ زِنَةَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ جب مدینہ میں آئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور حضرت سعد بن ربیعؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ تو حضرت سعد بن ربیعؓ نے فرمایا کہ میں انصار مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں اپنا نصف مال آپ کو بانٹ دیتا ہوں اور میری دو بیویوں میں سے تم جس کو پسند کرو۔ میں اس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ پس جب وہ حلال ہو جائے یعنی عدت گذر جائے تو میں اس کی آپ کے ساتھ شادی کر دوں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے ان سے فرمایا کہ مجھے آپ کی کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا یہاں کوئی ایسا بازار نہیں ہے۔ جہاں تجارتی کاروبار ہوتا ہو۔ میں نے کہا۔ سوق قینقاع موجود ہے۔ فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ صبح صبح اس کی طرف گئے۔ اور پنیر اور گھی لے آئے۔ اور انہیں بیچا۔ پھر اس طرح صبح صبح مسلسل جانے لگے۔ پس کوئی اتنا زیادہ وقت نہیں گذرا۔ کہ وہ آپؐ کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ ان کے اوپر زردی کے نشان تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا شادی کر لی انہوں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپؐ نے پوچھا کس سے۔ انہوں نے فرمایا انصار کی

ایک عورت سے ۔ پوچھا کتنا حق مہر دیا۔ فرمایا کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے ۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ دلیمہ ضرور کرو ۔ اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔

تشریح از قاسمی یہ مؤاخات کا ایسا سلسلہ قائم ہوا کہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنتے تھے ۔ یہاں تک کہ آیت اولوا الارحام والی نازل ہوئی ۔ مؤاخات قدوم مدینہ کے پانچ ماہ بعد بناء مسجد کے بعد واقع ہوئی ۔ قینقاع یہود کا ایک قبیلہ ہے ۔ جس کی طرف یہ بازار منسوب ہوا ۔ تابع الغدو یعنی برابر بازار آنے جانے لگے ۔ نواۃ پانچ درہم کا سکہ ۔ دلیمہ وہ طعام جو شادی کے وقت پکایا جاتا ہے عروس کی خوشی میں ۔ بعض نے اسے واجب کہا ہے ۔ بظاہر الامر مگر جمہور کے نزدیک مستحب ہے ۔ ولو بشاۃ میں لو اگرچہ قلت کے لئے آتا ہے مگر یہاں کثرت مراد ہے ۔ کیونکہ دلیمہ تو ستو وغیرہ پر بھی ہو جایا کرتا تھا ۔

حدیث نمبر ۱۸۱۲ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِيْنَةَ فَاٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَ سَعْدٌ ذَاغِنًى فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اُقَاسِمُكَ مَالِيْ نِصْفَيْنِ وَ اُزَوِّجُكَ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلُّوْنِيْ عَلَى السُّوْقِ فَمَا رَجَعَ حَتّٰى اسْتَفْضَلَ اَقِطًا وَّسَمْنًا فَاَتٰى بِهٖ اَهْلَ مَنْزِلِهٖ فَمَكَثْنَا يَسِيْرًا اَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ مَا سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مدینہ منورہ تشریف لائے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن الربیع انصاریؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا ۔ اور حضرت سعدؓ دولت مند آدمی تھے ۔ جنہوں نے حضرت عبدالرحمنؓ سے فرمایا کہ میں اپنا مال آپ کے لئے نصف تقسیم کر دوں گا اور شادی کرا دوں گا ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے ۔ مجھے بازار بتلا دو ۔ پس وہ اس وقت تک واپس نہ آتے جب تک کہ انہوں نے پنیر اور گھی سے بچت کر کے اپنے گھر والوں کے پاس لے آتے تھے ۔ پس ہم تھوڑا عرصہ ٹھہرے رہے یا جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا ۔ پس وہ اس حال میں تشریف لائے کہ ان کے اوپر زرد خوشبو کا نشان تھا ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ۔

یہ کیا ہے۔ فرمانے لگے یا رسول اللہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کرلی ہے۔ آپؐ نے پوچھا کس قدر حق مہر ادا کیا ہے۔ فرمایا سونے کے پانچ درہم یا اس کے وزن کے برابر۔ آپؐ نے فرمایا ولیمہ کرو۔ اگرچہ ایک ہی بکری کے ساتھ ہو۔

حدیث نمبر ۱۸۱۳ حدثنا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کَانَتْ عُکَاظُ وَمَجَنَّۃُ وَذُوالْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَلَمَّا کَانَ الْاِسْلَامُ فَکَانَّھُمْ تَأثَّمُوْا فِیْہِ وَنَزَلَتْ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ قَرَأَھَا ابْنُ عَبَّاسٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عکاظ۔ مجنۃ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے جب اسلام آیا تو گویا صحابہ کرام نے ان بازاروں میں کاروبار کرنے کو گناہ کا سبب قرار دیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ تم پر اپنے رب کے فضل طلب کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ یعنی حج کے مواقع میں۔ فی مواسم الحج کے لفظ کو حضرت ابن عباسؓ آیت کے ساتھ پڑھتے تھے۔

تشریح از قاسمی | وضر من صفرۃ رنگدار خوشبو کا ملنا۔ جو مالکیہؒ کے نزدیک جائز ہے۔ شوافعؒ اور حنفیہؒ مردوں کے لئے ناجائز کہتے ہیں۔

مہیم یہ یمنی کلمہ ہے۔ جس کے معنی ماذا کے ہیں۔ گویا اس خوشبو کے اثر کو آپؐ نے پسند نہ فرمایا۔ تاثموا ای اجتنبوا الاثم یعنی ترکوا التجارۃ فیھما احترازا عن الاثم مواسم جمع موسم کی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لوگوں کے جمع ہونے کی علامت ہے۔

قرأھا ابن عباس یعنی ابن عباسؓ قرآۃ مشہورہ کے خلاف فی مواسم الحج کے لفظ کو قرآن مجید میں پڑھتے تھے۔

بَابُ الْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ فَبَیْنَھُمَا مُشَبَّہَاتٌ

ترجمہ۔ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸۱۴ حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِیْرٍؓ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِسَنَدٍ اٰخَرَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُّشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ اَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلٰى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَكَ اَنْ يُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ وَالْمَعَاصِيْ حِمَى اللّٰهِ مَنْ يَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں۔ پس جس شخص نے ان چیزوں میں پڑنے کی جرأت کی جن کے گناہ ہونے میں شک ہے۔ تو قریب ہے کہ وہ واضح گناہ کا بھی ارتکاب کرلے گا۔ یاد رکھو گناہ اللہ کی حمیٰ ہیں اور جو شخص حمیٰ کے ارد گرد چرتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کے اندر چلا جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فمن ترک ما شبہ علیہ من الاثم شاید اس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے ایسے گناہ کو چھوڑ دیا جس کا گناہ ہونا اس پر مشتبہ تھا۔ اس صورت میں من بیانیہ ہوگا۔ کلمہ ما کا بیان ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ کلمہ من اجلیہ ہو۔ تو معنی ہوں گے کہ جس نے اس امر کو چھوڑ دیا۔ جس کا حال اس پر مشتبہ تھا۔ تو اس کا ایسے امر کو چھوڑ دینا اس خطرہ کی بنا پر ہوگا۔ کہ کہیں یہ گناہ نہ ہو۔ تاکہ اس کے ارتکاب سے حرام کا ارتکاب نہ ہو جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | کلمہ من کے بارے میں جو دو توجیہیں حضرت شیخ گنگوہیؒ نے فرمائی ہیں۔ شراح اربعہ میں سے کسی نے اس کا تعرض نہیں کیا۔ البتہ علامہ سندھیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ من الاثم میں من بیانیہ ہے کلمہ ما کا بیان ہے۔ اور احتمال ہے کہ من تعلیلیہ ہو۔ لیکن اس جگہ تعلیل مناسب نہیں ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ احکام کی تین اقسام ہیں۔ (۱) جس کے طلب پر نص ہو اور ترک پر وعید ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اس کے ترک کی نص ہو اور اس کے کرنے پر وعید ہو۔ تیسری قسم یہ ہے کہ اس کے کرنے اور ترک پر کوئی نص نہ ہو۔ پہلا حلال بین ہے۔ دوسرا حرام بین ہے یعنی ان کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی معرفت میں ہر ایک شریک ہے۔ تیسرا مشتبہ ہے جس میں خفا ہے یعنی معلوم نہیں کہ حلال ہے یا حرام ہے۔ اس سے بھی مسلمان کو بچنا چاہیئے۔ پھر علماء کے مشتبہات کی تفسیر میں چار قول ہیں۔ پہلا وہ جس کے دلائل میں تعارض ہو۔ دوسرا وہ کہ علماء کا اس میں اختلاف ہو۔ تیسرا مکروہ ہے جس کی فعل اور ترک

کی دونوں جانب واضح نہ ہو سکیں۔ چوتھا مباح ہے۔ جس کے ترک کو خلاف اولیٰ کہا جاتا ہے۔ الحلال بین کی مثال اکل الخبز ہے۔ حرام بین کی مثال شراب اور زنا وغیرہ ہے۔ اور مشتبہات جن کی حلت و حرمت واضح نہ ہو۔ جس کو عام لوگ نہیں جانتے البتہ علماء نص یا قیاس اور استصحاب سے پہچان جانتے ہیں۔ اس کے حکم کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض اسے حرام کہتے ہیں۔ بعض مکروہ اور بعض کہتے ہیں کہ کوئی حتمی حکم نہ لگایا جائے۔ لیکن مکروہ والا قول صحیح ہے اس لئے کہ جب شریعت نے اسے حرام سے نکال دیا۔ تو اب اس میں شک پڑ گیا۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ دع ما یریبک الیٰ مالا یریبک یعنی شک والی چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک چیز کو اختیار کیا جائے۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے ما سکت عنہ فھو عفو تو تیسرے درجہ کو معاف کیا گیا۔ بخاری شریف کی روایت سے اس سے اجتناب کا حکم معلوم ہوتا ہے تو دونوں روایتوں میں جمع کی صورت یہ ہے کہ بخاری کی روایت کو ورع اور تقویٰ پر محمول کیا جائے۔ اور ابو داؤد کی روایت کو جواز پر محمول کیا جائے۔ چنانچہ ابن عابدین نے بھی یہی کہا ہے۔

تشریح از قاسمی | **حمی** = وہ جاگیر جس کو امام اپنے لئے مختص کر لے اور غیر کو اس سے روکا جائے۔ معاصی بھی اللہ کی حمیٰ ہیں جن سے بچا جائے۔

بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشْتَبِهَاتِ

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ

ترجمہ۔ مشتبہات کی تفسیر کے بارے میں حسان بن ابی سنان فرماتے ہیں۔ کہ پرہیزگاری سے بہتر میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ جو چیز شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اس چیز کی طرف جاؤ جو شک میں نہ ڈالے۔

حدیث نمبر ۱۸۱۵ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ الْحَارِثِ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيمِيِّ۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارث سے مروی ہے کہ ایک کالے رنگ کی عورت آکر کہنے لگی کہ اس

نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ اور آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے فرمایا کہ تم اس کے پاس کیسے جا سکتے ہو۔ جب کہ یہ بات کہی جا چکی ہے۔ اور حضرت عقبہ کے نکاح میں ابو اھاب تمیمی کی بیٹی تھی۔

حدیث نمبر ۱۸۱۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ ابْنُ أَخِي قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ ابْنَ زَمْعَةَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی۔ کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا میرے سے ہے۔ پس اس کو پکڑ لینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب فتح مکہ کا سال ہوا۔ تو سعد بن ابی وقاصؓ نے اس کو پکڑ لیا۔ اور فرمایا کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے جس کی اس نے مجھے وصیت کی تھی۔ تو عبد بن زمعہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ پس فرمایا کہ یہ تو میرا بھائی ہے۔ اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے۔ جو اس کے بستر پہ پیدا ہوا ہے۔ (یعنی اس کی منکوحہ کا بچہ ہے) تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ یہ تیرے لئے ہے۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا بچہ نکاح والے کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ (یعنی زانی محروم ہے یا وہ سنگسار ہوگا) پھر آپؐ نے سودہ بنت زمعہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تم اس سے پردہ کرو اس لئے کہ یہ بچہ عتبہ کے مشابہ ہے۔ پس اس نے حضرت سودہ کو مرتے دم تک نہ دیکھا۔ یعنی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقی ہوئے۔

حدیث نمبر ۱۸۱۷ حَدَّثَنَا ابُو الْوَلِيْدِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّهُ وَقِيْذٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أُرْسِلُ كَلْبِيْ وَأُسَمِّيْ فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ وَلَا أَدْرِيْ أَيُّهُمَا أَخَذَ قَالَ لَا تَأْكُلْ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتمؓ سے مروی ہے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹا سا تیر جو بغیر پر کے ہو اس کے متعلق پوچھا جس پر آپؐ نے فرمایا جب وہ دھار کی طرف سے لگے تو کھا لو اور جب چوڑائی کی طرف سے لگے اور قتل کر دے تو نہ کھاؤ۔ کیونکہ وہ لکڑی سے مارے ہوئے جانور کی طرح ہے۔ پھر میں نے کہا جناب یا رسول اللہ! میں اپنا کتا چھوڑ کر اس پر بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں پھر شکار پر اس کے ہمراہ مجھے دوسرا کتا بھی نظر آتا ہے جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھا۔ اب میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس کتے نے اسے پکڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہ کھاؤ۔ اس لئے کہ تم نے تو اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے۔ دوسرے پر تو نہیں پڑھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **تفسیر المشتبہات** اس تفسیر سے مقصد امام بخاریؒ کا شبہ اور وسوسہ میں فرق بتلانا چاہتے ہیں کہ شبہ کو چھوڑ دینا مستحب ہے اور وسوسہ کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ شبہ تو وہ ہے جو کسی دلیل قوی یا ضعیف سے پیدا ہو۔ جیسے دودھ پلانے کی گواہی میں کہ کسی مخبرہ نے دودھ پلانے کی گواہی دی تو اسے تسلیم کیا جائے گا۔ کیونکہ خبر دینے والی مسلمہ ہے اور مسلمان ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے۔ لیکن چونکہ شریعت میں نصاب سے کم شہادت کا اعتبار نہیں۔ اس لئے شرعاً یہ حجۃ معتبرہ نہ ہو گی۔ اس طرح ابن ولیدہ زمعہ کے بارے میں شبہ کا عادۃ اور حسًا اعتبار کیا گیا۔ جب کہ اس کی تائید عتبہ کے دعوٰی نے بھی کر دی۔ لیکن شرعاً نہ تو زانی کے دعوٰی کا اعتبار ہو گا اور نہ ہی قیافہ معتبر ہو گا کیونکہ یہ دونوں حجۃ شرعیہ سے قاصر ہیں۔ حجۃ شرعیہ الولد للفراش وللعاھر الحجر ہے۔ تو اب اس میں محض شبہ رہ گیا۔ جس میں پرہیز کرنے میں احتیاط ہے۔ اگرچہ شرعاً واجب نہیں۔ اسی طرح کتے کے شکار میں جب حلت اور حرمت میں تعارض ہو گیا۔ تو واجب ہے کہ اس سے بچا جائے۔ چونکہ پہلی دو صورتوں میں حجۃ مخالفہ حجۃ موافقہ سے ضعیف تھی۔ اس لئے تنزہ اور احتیاط کا حکم دیا گیا۔ لیکن صید الکلب میں دونوں حجۃ برابر تھیں۔

کیونکہ دونوں کتے شکار میں شریک تھے۔ پتہ نہیں چلتا کہ قاتل کون ہے۔ اس لئے اس میں حرمت راجح ہوگی۔ بدیں وجہ کہ اصول فقہ کا ضابطہ ہے جب حلت اور حرمت میں تعارض ہو۔ تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اور وسوسہ وہ احتمال ہے جو بغیر کسی دلیل قوی یا ضعیف کے پیدا ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی نے وضو کرنے کے بعد وہم کیا کہ وہ بے وضو ہو گیا۔ جس کی تائید کسی دلیل صوت یا ریح یا احساس سے نہیں ہوئی۔ محض وسوسہ ہے تو اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ الیقین لا یزول بالشک کہ یقینی علم تردد سے زائل نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ گوشت جس کو مسلمان لوگ لے آئیں۔ جن پر وہم کیا جائے کہ شاید ذابحون نے تکبیر نہ پڑھی ہو۔ یہ محض وہم اور وسوسہ ہے۔ جس کی مسلمان سے امید نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مسلمان کا ظاہر حال اسی کا مقتضی ہے کہ وہ شریعت کے موافق چیز لائے گا۔ مخالف شرع نہیں لائے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کلوا وسموا اللہ علیہ الحدیث۔ کھاؤ اور اللہ کے نام اس پر لے لو۔ حالانکہ اگر وہ حرام ہے تو اللہ تعالیٰ کا نام لینا اسے حلال نہیں کر لیتا۔ بلکہ یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ گوشت کے حلال ہونے کا حکم ہے۔ حرام پر بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ گویا کہ حکم ہوا اس وہم کی پرواہ نہ کرو۔ کھاؤ جس طرح حلال چیز کو کھاتے ہو۔ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ قال ابن اخی ای ھو ابن اخی قد عھد الی فیہ ان اخذہ۔ کیونکہ وہ لوگ گمراہی اور ہدایت دونوں صورتوں میں ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ زنا کا بچہ بھی ان کے نزدیک نکاح کے بچہ کی طرح ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریا مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ مشتبہات کے طرق کی پہچان ہو جائے۔ اس لئے اولاً ضابطہ ذکر فرمایا بعد ازاں ایسی احادیث لائے جن سے مشتبہات کے مراتب معلوم ہوں۔ تاکہ ان سے اجتناب کیا جائے۔ دوسرے باب میں ان چیزوں کا بیان ہے جو مستحب ہیں۔ اور تیسرے باب میں مکروہات کا ذکر فرمایا۔ جس کی شرح یہ ہے کہ ہر چیز کی اصل کو دیکھا جائے کہ تحریم ہے۔ اباحۃ ہے یا مشکوک ہے۔ پہلے کی مثال شکار ہے۔ جس کا ذبح کرنے سے پہلے کھانا حرام ہے۔ جب اس میں شک پڑ جائے تو اس کی تحریم یقین کے بغیر زائل نہ ہوگی۔ اس کی طرف حضرت عدی بن حاتم کی حدیث سے اشارہ کیا۔ دوسرے کی مثال طہارت ہے۔ جب وہ حاصل ہو جائے تو یقینی حدث کے بغیر زائل نہ ہوگی۔ اس کی طرف تیسرے باب کی حدیث عبداللہ بن زید سے اشارہ کیا۔ اور تیسری

قسم وہ ہے۔ جس کا اصل متحقق ہو۔ بلکہ کراہتہ اور اباحتہ میں تردد ہو۔ تو اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔ جس کی طرف دوسرے باب کی حدیث کھجور والی سے اشارہ فرمایا۔ پہلی حدیث حدیث عقبہ رضاعت کے بارے میں ہے۔ اور محل ترجمہ کیف وقد قیل ہے۔ کہ عورت کے جدا کرنے کا حکم دیا گیا۔ محض ایک عورت کی گواہی پہ کہ اگر یہ شہادت صحیحہ ہے تو حرام کا مرتکب ہو گا۔ اس لئے فراق امرأۃ کا حکم دیا گیا اور بعض نے کہا کہ اس معاملہ میں صرف ایک عورت کی گواہی قبول کی گئی۔ دوسری حدیث حضرت عائشہؓ کی ابن ولیدۃ زمعۃ کے قصہ میں جس میں احتجبی منہ یا سودۃ فرمایا گیا۔ حالانکہ ضابطہ کے تحت اسے باپ کی جانب سے بھائی ثابت کیا گیا۔ لیکن شبہ اور قیافہ کی وجہ سے کہ ممکن ہے۔ زمعہ کا بیٹا نہ ہو۔ احتیاطاً اس سے پردہ کا حکم دیا گیا۔

بما دون النصاب یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ مرضعہ واحدہ کی شہادت کافی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس معاملہ میں دو عورتوں کی گواہی معتبر ہو گی۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ رضاعت کے معاملہ میں چار عورتوں کی گواہی معتبر ہو گی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ رضاع کے مسئلہ میں اکیلی عورتوں کی گواہی معتبر نہیں جب تک ان کے ساتھ کوئی مرد گواہی نہ دے۔ بنا بریں علیہ یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو شبہ اور ورع پہ مبنی ہو گی۔ البتہ امام احمدؒ کے نزدیک ایک عورت کی گواہی سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے گی۔

کذلک فی ابن ولیدۃ زمعۃ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ترجمہ سے اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں شبہ کی وضاحت کی گئی اور اس سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ احتجبی منہ کا حکم اسی بنا پر ہوا۔ چنانچہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ پردہ کا حکم احتیاط اور ندب کی بنا پہ ہے۔ ورنہ ظاہر شرع سے آپؐ اس کا نسب ثابت فرما چکے ہیں۔ یہی محل ترجمہ ہے۔

ولم تسم علی الآخر اس حدیث میں وجہ منع ترک تسمیہ کو قرار دیا گیا۔ اوجز میں اس کی زیادہ تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

اما الوسوسۃ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ وسوسہ وہ کھٹکا ہے جو شیطان کسی کے دل میں ڈالتا ہے۔ اور اسی طرح وسوسہ اور وسواس شیطان کو بھی کہتے ہیں۔ اس کے اصلی معنی حرکت خفیفہ کے ہیں۔ امام غزالیؒ نے ورع کے کئی اقسام بیان فرمائے ہیں۔ ایک ورع صدیقین کا ہے۔ جس میں قوۃ علی العبادۃ

کی نیت کے بغیر جن کو حاصل نہ کر سکے ان کو چھوڑنے کا نام ہے ۔ ورع متقین مشتبہات کو چھوڑ دینا جن میں شبہ ہے کہ شاید یہ حرام کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے ۔ تیسرا ورع صالحین ہے ۔ جن چیزوں میں حرام ہونے کا احتمال ہو ۔ ان کو چھوڑ دینا ۔ بشرطیکہ اس احتمال کا موقعہ ہو اگر موقعہ نہ ہو تو یہ ورع الموسوسین ہے ۔ امام بخاریؒ کی غرض یہ اسی ورع الموسوسین کو بیان کرنا ہے ۔ جیسے کوئی شخص شکار کھانے سے اس لئے رک جائے کہ ممکن ہے کسی اور انسان کا ملک ہو ۔

انہ احدث امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب الوضوء میں بدیں عنوان بیان کیا ہے ۔ لا یتوضاء من الشک حتی یستیقن تسمیہ عند الاکل تسمیہ عند الذبح کے قائم مقام نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ آپؐ نے اسلوب حکیم کے طور پر وہم اور وسوسہ سے روکا ہے ۔ کہ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ کوئی وہم نہ کرو ۔ اصل شیئ اباحۃ ہے ۔

قد عهد الی فیہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اصل قصہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیۃ میں باندیاں زنا کرتی تھیں ان کے آقا بھی اس دوران ان سے ہمبستر ہوتے تھے ۔ اگر ان کے بچہ پیدا ہو گیا ۔ تو کبھی سردار اس کا مدعی ہو جاتا اور کبھی زانی مدعی بن جاتا ۔ اگر سردار مر گیا اس نے بیٹے کے متعلق نہ دعوٰی کیا ۔ اور نہ انکار کیا ۔ اگر وارث دعوٰی کرتے تو وہ بچہ ان کے ساتھ لاحق کر دیا جاتا تھا ۔ مگر وہ میراث میں شریک نہیں ہوتا تھا ۔ البتہ اگر قسمت میراث سے قبل الحاق ہو جاتا تو پھر وارث بن جاتا تھا ۔ اگر آقا نے انکار کر دیا تب بھی نہ وہ لاحق ہوتا تھا نہ میراث لے سکتا تھا ۔ زمعہ حضرت سودۃ کے والد کی باندی اسی صفت پر تھی ۔ جب اس کا حمل ظاہر ہوا گمان یہ تھا کہ یہ عتبہ سے ہے ۔ جو کافر ہو کر مرا لیکن اس نے اپنے بھائی سعد کو وصیت کی کہ اس حمل کو لاحق کر لینا ۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے حسب وصیت اسے پکڑا تو عبد بن زمعہ نے جھگڑا کھڑا کر دیا ۔ عبد کہتا تھا میرا بھائی ہے حضرت سعد کہتے تھے کہ میرا بھتیجا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کا فیصلہ رد کرتے ہوئے عبد بن زمعہ کے لئے شرعی فیصلہ الولد للفراش سنایا ۔

تشریح از قاسمی مرضعہ کا نام غنیہ تھا ۔ کیف ای کیف تباشرھا وقد قیل علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ۔ کہ احنافؒ کے نزدیک رضاعت اس شہادت سے ثابت ہو گی جس شہادت سے مال ثابت ہوتا ہے ۔ شہادۃ رجل وامرأتین اکیلی عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے ۔ تسار قا ای

بعد ان تنازعا و تخاصما فیه ذهبا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سائقین ایک دوسرے کو ہانکنے والے۔ ھولک ای ھو اخوک قضاء من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعلمہ لا باستحقاقہ دوسرے معنی ہیں۔ وھو لک ملکا کیونکہ وہ زمعہ کی باندی کا بیٹا تھا۔ نسائی میں ہے لیس لک باخ وہ تیرا بھائی نہیں ہے۔ وللعاھر الحجر ای الخیبۃ والحرمان۔ اور بعض نے حجر سے رجم بالحجارۃ مراد لیا ہے۔ لیکن یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ ہر زانی مرجوم نہیں ہوتا۔ پھر رجم سے نفی ولد بھی لازم نہیں ہے۔ وقیذ ھو المقتول بالخشب اور بعض نے کہا ھو المقتول بغیر محدد کالحجر والعصی وغیرھما یعنی جو تیز دھار آلہ سے نہ مارا گیا ہو۔ بلکہ لکڑی یا پتھر سے مارا جائے۔

بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

ترجمہ۔ جن شبہات سے بچنا چاہیئے ان کا بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۱۸ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الخ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا بسندٍ آخر عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي۔

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک گری پڑی کھجور کے دانہ سے ہوا جس پر آپ نے فرمایا۔ اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں اسے کھا لیتا۔ دوسری سند میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میں گرنے والی کھجور کو اپنے بستر پر پاتا ہوں۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو وساوس وغیرہ کو شبہات میں سے نہیں سمجھتا۔

حدیث نمبر ۱۸۱۹ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَمِّهِ قَالَ شَكَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْئًا اَيَقْطَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ لَا حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ لَا وُضُوْءَ اِلَّا فِيْمَا وَجَدْتَ الرِّيْحَ اَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبادؒ نے اپنے چچا سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ وہ نماز میں کوئی ایسی چیز محسوس کرتے ہیں۔ جن سے وہ نماز قطع کر دیں۔ فرمایا نہیں۔ جب تک کہ آواز نہ سنے یا بدبو نہ محسوس کرے اور دوسری سند سے امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ وضو تب لازم ہوگا۔ جب کہ تو بدبو کو پائے یا آواز کو سنے۔

حدیث نمبر ۱۸۲۰ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ قَوْمًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ قَوْمًا يَاْتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِيْ اَذُكِرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَمْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا اللّٰهَ عَلَيْهِ وَكُلُوْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں۔ ہمیں علم نہیں کہ آیا انہوں نے اس پر اللہ تعالٰی کا نام بھی ذکر کیا ہے یا نہیں۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر اللہ کا نام لو اور کھا جاؤ۔

تشریح از قاسمی پہلے باب کی روایت سے معلوم ہوا کہ وساوس ان شبہات میں داخل نہیں ہیں۔ جن سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ جب تک وہ وساوس قرار نہ پکڑیں ان پر مواخذہ نہیں ہے۔

سموا اللہ علیہ وکلوہ الخ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تسمیہ عند الاکل تسمیہ عند الذبح کی جگہ نہیں لے سکتا۔ ویسے تسمیہ علی الطعام سنت ہے۔ اور مسلمان کے حال کے مناسب یہ ہے کہ وہ خلافِ شرع کام کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اس لئے اس وسوسہ پر عمل نہ کیا جائے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا

ترجمہ۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔ وہ لوگ جب کوئی تجارتی سامان دیکھتے ہیں یا کوئی شغل کی بات ہو۔ تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸۲۱ حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنِي جَابِرٌ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّامِ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ اچانک شام سے اونٹوں کا ایک قافلہ آگیا جو غلہ گندم اٹھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ نمازی ادھر متوجہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ جب وہ تجارت کو یا کسی شغل کی بات کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں۔

تشریح از قاسمی | یہ آیت کریمہ اگرچہ کتاب البیوع کے شروع میں آچکی ہے۔ لیکن مصنفؒ اس کو دوبارہ اس مقصد کے لئے لائے ہیں تاکہ اشارہ ہو جائے۔ کہ تجارت اگرچہ مکاسب حلال میں سے ہونے کی وجہ سے ممدوحہ ہے۔ لیکن اگر اسے امور اخروی پر مقدم کر دیا جائے تو قابلِ مذمت ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے مال کہاں سے کمایا۔

حدیث نمبر ۱۸۲۲ حَدَّثَنَا آدَمُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا۔ کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا۔ کہ اس نے مال کہاں سے لیا ہے آیا حلال سے آیا ہے یا حرام سے۔

تشریح از قاسمی | حلال طریقہ سے مال کا لینا اگرچہ مذموم نہیں ہے لیکن اس جگہ مذمت تسویہ بین الامرین کی ہے کہ حلال و حرام دونوں کو برابر کر دیا۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِی الْبَزِّ

وَغَيْرِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُوْنَ وَيَتَّجِرُوْنَ وَلٰكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ حَتّٰى يُؤَدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ کپڑے وغیرہ کی تجارت کے بارے میں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو کاروبار اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں ۔ کہ صحابہ کرام کی جماعت خرید و فروخت اور کاروبار کرتے تھے ۔ لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے کوئی حق انہیں پیش آجاتا تو تجارت اور خرید و فروخت ان کو ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرسکتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اسس کو اللہ تعالیٰ کی طرف ادا کریں ۔

حدیث نمبر ۱۸۲۳ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍؒ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَؓ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِسَنَدٍ آخَرَ يَقُوْلُ أَبَا الْمِنْهَالِ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَّزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَا كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو المنہال فرماتے ہیں کہ میں سونے چاندی کی تجارت کرتا تھا۔ تو میں نے حضرت زید بن ارقمؓ سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دوسری سند کے ساتھ یہ ہے ۔ کہ حضرت ابو المنہال فرماتے ہیں ۔ میں نے حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقمؓ دونوں سے سونے چاندی کی تجارت کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگ تجارت کرنے والے تھے ۔ تو ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے چاندی کی تجارت کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کا سودا نقد دست بدستی صحیح ہے ۔

تو کوئی حرج نہیں۔ اگر ادھار پر ہے تو پھر ٹھیک نہیں ہے۔

تشریح از قاسمی بزکپڑے کی گٹھڑیوں کو کہتے ہیں اور بزازہ کپڑا فروش کے پیشہ کو کہا جاتا ہے۔ اگرچہ حدیث باب میں کسی خاص مال کی تخصیص نہیں ہے۔ لیکن عموم مکاسب مباحثہ سے اس کو ثابت کیا ہے۔ اور ایک نسخہ تجارۃ البر بالمراد جو اگلے باب تجارت بحر کے زیادہ مناسب ہے۔ کہ برو بحر کی تجارت کا ثبوت ہو جائے گا۔

القوم سے صحابہ کرام کی جماعت مراد ہے۔ جو بیع وشراء کی حالت میں اذان کی آواز سن کر نماز کی طرف دوڑتے تھے۔ تاکہ اللہ کے حقوق ادا کریں۔ چنانچہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ بازار میں ہوتے تھے۔ جب اذان ہو جاتی تو دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو جاتے (مصنف عبدالرزاق)

صرف سے مراد سونے چاندی کی تجارت ہے۔ بیع الثمن بالثمن نسیئا کے معنی تاخر کے ہیں۔

بَابُ الْخُرُوْجِ لِلتِّجَارَةِ

ترجمہ۔ تجارت کے لئے باہر جانا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ پس جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی طلب کرو۔

حدیث نمبر ۸۲۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَكَانَهٗ كَانَ مَشْغُوْلًا فَرَجَعَ اَبُوْ مُوْسٰى فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ اَلَمْ اَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوْا لَهٗ قِيْلَ قَدْ رَجَعَ فَدَعَاهُ فَقَالَ كُنَّا نُؤْمَرُ بِذٰلِكَ فَقَالَ تَأْتِيْنِيْ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْبَيِّنَةِ فَانْطَلَقَ اِلَى الْمَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَسَاَلَهُمْ فَقَالُوْا لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلٰى هٰذَا اِلَّا اَصْغَرُنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ فَذَهَبَ بِاَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَقَالَ عُمَرُ اَخَفِيَ عَلَيَّ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ يَعْنِي الْخُرُوْجَ اِلٰى تِجَارَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبید بن عمیرؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ جو انہیں نہ مل سکی کیونکہ حضرت عمرؓ کسی کام میں مشغول تھے۔ جس پر حضرت ابوموسیٰؓ واپس چلے گئے۔ جس پر حضرت عمرؓ گھبرا گئے پوچھا کیا میں حضرت عبداللہ بن قیس کی آواز نہیں سن رہا تھا۔ ان کو میرے پاس آنے کی اجازت دے دو۔ کہا گیا کہ وہ تو واپس ہو چکے تو حضرت عمرؓ نے انہیں بلوایا۔ پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ اجازت نہ ملنے پر واپس چلے جانے کا ہمیں حکم دیا جاتا تھا۔ فرمایا اس پر گواہ لاؤ۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰؓ انصار کی مجلس کی طرف تشریف لے گئے۔ اور ان سے اس بارے میں پوچھا جنہوں نے بتلایا کہ اس پر ہمارے میں سے اور تو کوئی گواہی نہیں دے گا۔ البتہ ہم میں سے جو سب سے چھوٹے حضرت ابوسعید خدریؓ گواہی دیں گے۔ چنانچہ وہ انہیں کو لے گئے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معاملات وارشادات ہم پر مخفی رہ گئے۔ بازاروں کی خرید وفروخت نے ہمیں غافل کر دیا۔ صفق بمعنی تجارت کے لئے باہر جانا۔

تشریح از قاسمیؒ الا اصغرنا یعنی یہ حدیث تو اتنی مشہور ہے کہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے بھی جانتے ہیں۔ اس حدیث سے خبر الواحد کا رد کرنا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اجل صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس خطرہ کے پیش نظر گواہ طلب کئے کہ ہر معاملہ میں لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حدیث کی نسبت نہ کر دیا کریں۔ تو سداً للباب ایسا کیا۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ

وَقَالَ مَطَرٌ لَا بَأْسَ بِهِ وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا بِحَقٍّ ثُمَّ تَلَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ وَالْفُلْكُ السُّفُنُ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَآءٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمْخَرُ السُّفُنُ الرِّيْحَ وَلَا تَمْخَرُ الرِّيْحَ مِنَ السُّفُنِ اِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ۔

ترجمہ۔ سمندری تجارت کے بارے میں۔ مطر فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور قرآن مجید

ہیں جو ذکر ہوا ہے۔ وہ برحق ہے۔ پھر تلاوت کی۔ کہ تو سمندر کے اندر کشتیوں کو چیرتے ہوئے دیکھے گا۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ سے فضل طلب کرو۔ فلک کشتی کو کہتے ہیں۔ واحد اور جمع اس میں دونوں برابر ہیں اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ کشتیاں ہوا کو چیرتی ہیں۔ نہ کہ ہوا کشتیوں کو چیرتی ہے۔ البتہ بڑی بڑی کشتیاں ہوا کو چیرتی ہیں۔ لیث دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا۔ تو سمندر سفر کے لئے نکلا اور اپنی ضرورت پوری کر آیا آگے حدیث کو چلایا۔

بَابُ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا الآية

وَقَوْلُهُ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ الْقَوْمُ يَتَّجِرُونَ وَ لٰكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوقِ اللّٰهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ حَتّٰى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اذا رأوا تجارۃ الخ اسی طرح رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع الخ اور حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ لیکن جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا حق پیش آجاتا۔ تو تجارہ اور خرید و فروخت ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ اس حق کو اللہ کی طرف ادا کرتے۔

حدیث نمبر ۱۸۲۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ أَقْبَلَتْ عِيرٌ وَنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً الخ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اونٹوں کا ایک قافلہ آیا۔ جب کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمعہ کے دن نماز پڑھ رہے تھے۔ تو سوائے بارہ آدمیوں کے باقی سب لوگ چھوڑ کر چلے گئے۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | تمخر السفن من الریح کلمہ من زائدہ ہے اور الریح تمخر کا مفعول ہے۔ یا من سببیہ ہے۔ کیونکہ کشتیاں ہوا کی مدد سے ہی پانی کو چیرتی ہیں۔ پھر مصنفؒ نے اپنے مقصود جواز

تجارۃ فی البحر پر استدلال آیت کریمہ سے کیا۔ اس سے قبل سفن کو مواخر کیوں کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ بتلائی۔ چنانچہ فرمایا کہ کشتیاں بڑی بڑی تو ہوا کو چیرتی ہیں۔ لیکن ہر کشتی نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حمید میں انعامات کے ذیل میں کشتیوں کا چلنا ذکر فرمایا۔ تو کشتیاں عموماً درمیان سمندر میں چلتی ہیں۔ کیونکہ بڑی بڑی کشتیاں ساحل سمندر پہ نہیں چلا کرتیں۔ تو اس سے جواز سفر فی البحر ثابت ہوا۔ جو تجارت وغیرہ دونوں کے لئے جائز ہے۔

یہ تقریر اس صورت میں ہے جب کہ الفلک مرفوع اور الریح کو منصوب پڑھا جائے۔ اگر الریح فاعل ہو اور الفلک العظام مفعول ہو۔ تو معنی ہوں گے۔ کہ ہوائیں عموماً بڑی بڑی کشتیوں کو چیرتی ہیں یعنی بڑی کشتیاں ہواؤں کے صدمہ سے پھٹ جاتی ہیں۔ چھوٹی نہیں پھٹتیں۔ مقصد اس کلمہ کا وجہ اشتقاق بیان کرنا ہے۔ کہ آیا فلک اور ریح مخر سے فاعل ہے یا مفعول واقع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ اور کرمانیؒ نے بھی السفن کو مرفوع اور الریح کو مفعول لکھا ہے اور بعض نے الریح کو فاعل اور السفن کو مفعول قرار دیا ہے کہ ہوائیں کشتیوں کو آگے پیچھے لانے میں تصرف کرتی ہیں۔ اور ظاہر قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ فعل سفن کا ہے۔ چنانچہ مواخر کو جمع لایا گیا ہے۔ تمخر بمعنی تشق۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مطر کے اثر سے رکوب فی البحر کا جواز معلوم ہوا۔ کیونکہ آیت موضع امتنان میں ذکر کی گئی ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کو لکھا تھا۔ خلق عظیم یرکبہ خلق ضعیف دود علی عود یعنی ایک بڑی مخلوق پہ کمزور مخلوق سوار ہوتی ہے۔ جیسے لکڑی پہ کیڑا تو حضرت عمرؓ نے جواباً لکھا تھا۔ لا یرکبہ احد طول حیاتہ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ کو بحری بیڑہ بنانے کی اجازت نہ دی گئی۔ حضرت عثمانؓ نے دے دی پھر عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور تک بحری سفر جاری رہا۔ جنہوں نے حضرت عمرؓ کی طرف شفقۃ علی المسلمین کی بنا پہ منع کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اور امام بخاریؒ کی غرض جواز ثابت کرنا ہے۔ ومعاویۃ اول من رکب البحر للغزاۃ وذلک فی خلافۃ عثمانؓ بعد میں اجماع امت ہو گیا۔ کہ خلافت عثمان میں افریقہ فتح ہو گیا اور خرج فی البحر سے اشارہ ہوا کہ یہ سفر زمانہ قدیم سے متعارف ہے اور شرائع من قبلنا سے ثابت ہے۔ جس پہ کوئی نکیر نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالیٰ اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ

ترجمہ۔ اپنی پاک کمائی میں سے خرچ کرو۔

حدیث نمبر ۱۸۲۶ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْأَۃُ مِنْ طَعَامِ بَیْتِھَا غَیْرُ مُفْسِدَۃٍ کَانَ لَھَا اَجْرُھَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِھَا بِمَا کَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِکَ لَا یَنْقُصُ بَعْضُھُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَیْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب عورت اپنے گھر کے طعام سے بغیر خرابی ڈالنے کے خرچ کرے تو اس کو خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے خاوند کو اس کی کمائی کا ثواب ہوگا اور خزانچی بھی اسی کی مثل ہے۔ کوئی کسی کے ثواب میں ذرہ بھر کمی نہیں کرے گا۔

حدیث نمبر ۱۸۲۷ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ جَعْفَرٍ الخ عَنْ ھَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْأَۃُ مِنْ کَسْبِ زَوْجِھَا مِنْ غَیْرِ اَمْرِہٖ فَلَہٗ نِصْفُ اَجْرِہٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے تو اس کو خاوند کے ثواب کا آدھا ملے گا۔

تشریح از قاسمی اگر اشکال ہو۔ کہ طعام جب زوج کا ہے تو بیوی کو خرچ کرنے کا کیا اختیار ہے۔ اگر بیوی کا ہے تو زوج کا کیا دخل ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ حکم اہلِ عرب کی عادت کے مطابق وارد ہوا ہے۔ کہ وہ اپنی عورتوں کو طعام بیت سے خرچ کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ کہ وہ طعام بیت سے فقراء پر خرچ کریں اب عجم میں بھی اس کا رواج ہو گیا ہے۔ چنانچہ دلہن پہلی رات خیرات معاف کرالیتی ہے۔

فلھا نصف اجرہ مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں ثواب میں برابر ہوں گے۔ ہر ایک کو اجر کامل ملے گا۔ وھما اثنان کانھما نصفان۔

بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْبَسْطَ فِی الرِّزْقِ

ترجمہ۔ جو شخص روزی میں فراخی پسند کرتا ہو اُسے کیا کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۸۲۸ حدثنا محمد بن یعقوب الکرمانی عن انس بن مالک قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سرہ ان یبسط لہ رزقہ او ینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ جس شخص کو یہ بات خوش لگے کہ اس کی روزی میں فراخی کردی جائے یا اس کے نشان باقی رہیں تو وہ صلہ رحمی کرے یا اس کی عمر میں تاخیر ہو تو صلہ رحمی کرے۔

باب شراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنسیئۃ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھار پہ خرید کرنا۔

حدیث نمبر ۱۸۲۹ حدثنا معلی بن اسد حدثنا الاعمش قال ذکرنا عند ابراہیم الرہن فی السلم فقال حدثنی الاسود عن عائشۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتری طعاما من یہودی الی اجل ورہنہ درعا من حدید۔

ترجمہ۔ حضرت اعمش فرماتے ہیں۔ ہم نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے پاس خرید و فروخت میں گروی رکھنے کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا مجھے حضرت اسودؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی آدمی سے کچھ مدت کے لئے غلہ خرید کیا اور اس کے پاس لوہے کی زرد گروی رکھ دی۔

حدیث نمبر ۱۸۳۰ حدثنا مسلم عن انس بن مالکؓ انہ مشی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخبز شعیر واہالۃ سنخۃ ولقد رہن النبی صلی اللہ علیہ وسلم درعا لہ بالمدینۃ عند یہودی واخذ منہ شعیرا لاہلہ ولقد سمعتہ یقول ما امسی عند ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاع بر ولا صاع حب وان عندہ تسع نسوۃ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی اور باسی سالن لے کر گیا حال یہ کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذرہ مدینہ منورہ

میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھ چکے تھے اور اس سے گھر والوں کے لئے غلہ لیا تھا۔ اور حال یہ کہ میں نے آپ سے یہ بھی سنا تھا فرماتے تھے۔ کہ کبھی شام کے وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے پاس گندم کے چار سیر یا کسی قسم کے دانے کے چار سیر نہیں ہوتے تھے۔ درانحالیکہ آپؐ کے پاس نو بیویاں تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **الرھن فی السلم ای السلف** دنیدہ قرضہ کے بدلہ تھی۔ کیونکہ طعام کی قیمت آپؐ کے ذمہ قرضہ ہوگئی تھی۔

ما امسٰی عند آل محمدؐ یہ ایک خاص شام کا ذکر ہے یہ نہیں کہ ہر دن ایسا ہوتا تھا یا غالب احوال کا بیان ہے۔ تاکہ اگر اس کا خلاف ثابت ہو جائے تو یہ ضابطہ ٹوٹ نہ جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | **الرھن فی السلم** اس سے بیع سلم مراد نہیں بلکہ دین مراد ہے۔ جو طعام کے خرید کرنے کی وجہ سے آپؐ کے ذمہ ہو گیا تھا۔ اس دین کو شیخ گنگوہیؒ نے سلف سے تعبیر فرمایا ہے۔ میرے نزدیک سلم سے سلم معروف مراد ہے۔ جس سے ابراہیم نخعیؒ نے دین میں بھی جواز رھن ثابت کیا ہے۔ کیونکہ بیع سلم میں مسلم الیہ پر قرض ہوتا ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ بالاجماع ادھار پر کوئی چیز خرید کرنا جائز ہے۔ امام بخاریؒ ان لوگوں کے خیال کو دفع فرما رہے ہیں۔ جو شراء بالنسیئہ کو جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ یہ قرضہ ہے۔ میرے نزدیک یہ خیال نہیں بلکہ ابوداؤد میں نص ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ والوں سے غلہ لیا اور آپؐ کے پاس اس کی قیمت نہیں تھی۔ اس کو بیچا اور اس کے نفع کو عبدالمطلب کے خاندان کی بیوگان پر صدقہ کر دیا۔ اور فرمایا اس کے بعد جب تک میرے پاس ثمن نہیں ہوگا۔ کوئی چیز نہیں خریدوں گا۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ گویا کہ امام بخاریؒ نے حدیث ابوداؤد کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اس ترجمہ کو شراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور کتاب الاستقراض میں جو ترجمہ آرہا ہے وہاں سے جواز شراء بالدین ثابت کیا ہے۔ امام بخاریؒ اس ترجمہ میں حدیث عائشہؓ لائے ہیں۔ کیونکہ ان کی یہ روایت آخر حیات کی ہے۔ پس یہ ممکن نہیں کہ ابوداؤد کی روایت قصہ رھن کے بعد کی ہو۔ چنانچہ کتاب المغازی میں ہے۔ کہ توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودرعہ مرھونۃ اور حضرت انسؓ عند احمد سے ہے۔ ما وجد ما یفتکھا یہ ترجمہ آپؐ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپؐ کی

زرہ گروی رکھی ہوئی تھی اور حضرت انسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اتنا مال نہیں تھا کہ اس کو چھڑوا لیتے۔ اور اقضیہ نبویہ میں ہے۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اسے چھڑا لیا تھا۔ اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؐ کے وعدے پورے کئے اور حضرت علیؓ نے قرضے ادا کئے۔ اور امام شعبیؒ سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ زرہ چھڑا کر حضرت علیؓ کے سپرد کردی تھی۔

تشریح از قاسمی کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے آلات حرب کا غیر مسلم کے پاس گروی رکھنے کا جواز معلوم ہوا۔ اور اہل ذمہ کے ساتھ معاملات کا جواز بھی بیان ہوا۔ صحابہ کرام کے پاس اپنی ضرورت سے زائد غلہ نہیں ہوگا۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس کی قیمت یا گروی رکھنا چاہتے ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نہ آپؐ سے ثمن لینے کے روادار اور نہ ہی رہن رکھنے کے حق میں ہوں گے اس لئے آپؐ نے اہل ذمہ کی طرف رجوع فرمایا۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے امتؐ کو زہد فی الدنیا کی تعلیم دینے کے لئے ایسا کیا۔ ورنہ آپ کا فقر تو اختیاری تھا۔ ولقد سمعتہ، یہ کلام قتادہ کا ہے اور فاعل حضرت انسؓ ہیں۔

بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ

ترجمہ۔ آدمی کا کمانا اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

حدیث نمبر ۱۸۳۱ **حَدَّثَنَا** إِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ أَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ أَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مُؤْنَةِ أَهْلِيْ وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِيْ بَكْرٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنائے گئے۔ تو فرمایا کہ میری قوم اچھی طرح جانتی ہے۔ کہ میری کمائی میرے گھر والوں کے خرچہ سے عاجز نہیں تھی۔ بلکہ کمائی سے خرچہ پورا ہوتا تھا۔ اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مشغول ہو گیا ہوں۔ پس اب تو ابوبکر کا خاندان اس مال سے کھائے گا۔ اور وہ خود اس میں مسلمانوں کے لئے عمل کرے گا۔

تشریح از قاسمی حرفتہ اور احتراف کے معنی کسب کے ہیں۔ فسیأکل آل عربی لکم یعنی وہ خود اور وہ لوگ جن کا خرچہ ان کے ذمہ ہے وہ بیت المال میں سے کھائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ

عامل بقدر ضرورت بیت المال سے کھا سکتا ہے۔ جب کہ اس کے اوپر کوئی اور امام نہ ہو۔ ورنہ وہ امام وظیفہ مقرر کرے گا۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد سر پر کپڑے رکھ کر بازار میں تجارت کے لئے جا رہے تھے۔ کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح سے ملاقات ہوگئی جنہوں نے پوچھا یہ گٹھڑ لے کو کہاں جا رہے ہیں۔ فرمایا تجارت کے لئے کہنے لگے۔ اب آپ خلیفہ ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آئیے ہم آپ کے لئے وظیفہ مقرر کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ہر دن کے لئے آدھی بکری مقرر کر دی۔ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی نے سیرۃ صدیق میں چھ ہزار درہم دورِ خلافت کی تنخواہ لکھی ہے جو ماہانہ باون ۵۲ درہم بنتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸۳۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ وَكَانَ يَكُوْنُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ رَوَاهُ هَمَّامٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اپنے کام خود کرنے والے تھے۔ پسینہ کی وجہ سے گویا کہ ان کے لئے بدبو تھی۔ پس ان سے کہا گیا۔ کہ اگر وہ غسل کر لیتے تو بہتر ہوتا۔

حدیث نمبر ۱۸۳۳ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ الْمِقْدَامِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت مقدامؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص کبھی کوئی کھانا نہیں کھا سکتا۔ جو ان کے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے دونوں ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۸۳۴ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى الخ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ دَاوٗدَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہی کھاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۸۳۵ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّحْتَطِبَ اَحَدُکُمْ حُزْمَةً عَلٰی ظَهْرِهٖ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَّسْاَلَ اَحَدًا فَیُعْطِیَهٗ اَوْ یَمْنَعَهٗ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھڑ اپنی پیٹھ پر رکھے۔ یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے مانگے۔ پس وہ اس کو کچھ دے دے یا اس سے روک دے۔

حدیث نمبر ۱۸۳۶ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُوْسٰی الخ عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّاْخُذَ اَحَدُکُمْ اَحْبُلَهٗ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّسْاَلَ النَّاسَ قَالَ اَبُوْ نُعَیْمٍ۔

ترجمہ: حضرت زبیر بن العوامؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تمہارا اپنی رسیاں لے تو اس کے لئے اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے

نوٹ: ۔ حدیث نمبر ۱۸۳۷ سے جلد چہارم میں ملاحظہ فرمائیے۔ (ان شاء اللہ)

راقم السطور: ۔ محمد عبدالسلام قاسمی ۔ ۲۹۴ ۔ بی ۔ شاہ رکن عالم ہاؤسنگ سکیم ملتان شہر

۹۳/۲۴ بروز بدھ

باب السهولة والسماحة في الشراء والبيع ومن طلب حقاً فليطلبه في عفاف۔

ترجمہ۔ خرید و فروخت میں آسانی اور چشم پوشی سے کام لینا اور جو شخص کسی سے اپنا حق طلب کرے تو وہ پاک بازی سے طلب کرے۔ یعنی گالی گلوچ زدو کوب سے بچتا رہے۔

حديث(۱۹۳۷) حدثنا علي بن عياش الخ عن جابر بن عبداللهؓ ان رسول اللهﷺ قال رحم الله رجلا سمعاً اذا باع واذا اشترى واذا اقتضى .....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے اور خریدتے اور حق کا تقاضا کرتے وقت سہولت برتے سختی نہ کرے۔

باب من انظر موسراً

ترجمہ۔ جو شخص کسی غنی حاصل کرنے والے کو مہلت دے

حديث(۱۹۳۸) حدثنا احمد بن يونس الخ ان حذيفة حدثه قال قال النبي ﷺ تلقت الملائكة روح رجل ممن كان قبلكم قالوا اعملت من الخير شيئاً قال كنت امر فتياني ان ينظروا ويتجاوزوا عن الموسر قال قال فتجاوزعنه و قال ابو مالك عن ربعي كنت ايسر على الموسر وانظر المعسر وتابعه شعبة الخ عن ربعي انظر الموسر عن المعسر وقال نعيم بن ابي هند عن ربعي فاقبل من الموسر والتجاوز عن المعسر .....

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے ایک شخص کی روح کا فرشتوں نے استقبال کیا۔ پس انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کونسا ایسا بھلائی کا کام کیا ہے۔ تو اس نے بتلایا کہ میں نے اپنے نوجوان کارندوں کو حکم دیا تھا کہ غنی کے لئے کوشش کرنے والے کو مہلت دو اور اس سے درگذر کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بھی اس شخص سے درگذر کر جاؤ۔ دوسری سند سے ربیع بن حراش سے مروی ہے کہ میں موسر پر آسانی کرتا تھا اور تنگدست کو مہلت دیتا تھا۔ اور تیسری سند سے ربعی سے مروی ہے کہ میں موسر کو مہلت دیتا تھا اور تنگدست سے درگذر کرتا تھا۔ اور چوتھی سند سے ربعی سے مروی ہے کہ میں موسر سے قبول کرلیتا تھا اور تنگدست سے درگذر کر جاتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ في عفاف یعنی اپنے نفس کو اپنے بھائی کے بارے میں اس فعل اور قول سے روکنے والا ہو جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔

من انظر موسراً ظاہر یہ ہے کہ موسر سے مراد اس جگہ وہ شخص ہے جو اپنے قرضہ ادا کرنے پر قدرت رکھنے والا ہو۔ اور انظار کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کو اتنی مہلت دے کہ وہ اپنے گھر سے رقم لا کر دے سکے۔ اور تجاوز کا مطلب یہ ہے کہ اس کار ڈی اور کھوٹا مال قبول کرلے۔ اور انظار المعسر کا مطلب یہ ہے کہ اسے اس وقت تک ڈھیل دے دے کہ اللہ تعالیٰ اس پر کشائش کرے اور تجاوز کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیمت اسے معاف کردے اور قرضہ سے بری کردے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ عفاف عنه سے مقصد یہ ہے کہ ان چیزوں سے رک جائے جو اس کے لئے حلال نہیں یا اسے اچھا نہیں لگتا۔ اس جگہ مراد یہ ہے کہ حسن مطالبہ یہ ہے کہ جو قول وفعل میں فجور سے خال ہو۔ موسر کے معنی میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا کہ موسر وہ ہے جس کے پاس اہل وعیال کے خرچہ پورا کرنے کیلئے مال موجود ہو۔ امام احمدؒ واسحٰقؒ پچاس درہم رکھنے والے کو موسر کہتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کبھی آدمی ایک درہم سے اپنی کمائی کی وجہ سے غنی ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ہزار درہم رکھنے کے باوجود فقیر رہتا ہے۔ کیونکہ اس کے اہل وعیال کی کثرت ہے۔ اور بعض نے موسر اور معسر کو عرف پر موقوف کیا ہے۔ جو شخص دوسرے کی بنسبت تونگر شمار ہوتا ہو وہ موسر ہے۔ ورنہ معسر ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے میرے نزدیک یہ ہے کہ موسر کو بھی مہلت دینے میں اجر ملے گا۔ اس سے اس وہم کا دفعیہ کیا ہے کہ یہ قادر علی اداء الدین جب ادائیگی میں تاخیر کر رہا ہے تو مطل الغنی ظلم کے تحت ظلم میں اعانت صحیح نہیں ہے۔ اجر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن امام بخاریؒ نے حدیث باب سے اس کیلئے بھی ثواب کو ثابت کردیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ درحقیقت غنی کے تین مراتب ہیں۔ پہلا غنی تو وہ ہے جس سے وجوب زکوٰۃ متعلق ہے۔ دوسرا غنی وہ ہے جس کی موجودگی میں سوال کرنا حرام ہے۔ بعض نے اس کی مقدار پچاس درہم بتائی ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ جس کے پاس ایک دن کی غذا اور ستر عورت کے لئے کپڑا موجود ہو اس کے لئے سوال کرنا حرام ہے۔ اسی طرح وہ فقیر جو قوی ہے کسب کی قدرت رکھتا ہے۔ انظار کا مطلب ادائیگی میں مہلت دینا ہے اور تجاوز کا مطلب تقاضا میں چشم پوشی اور سہولت ہے۔ یا بالکل قرضہ معاف کر دینا ہے۔

باب من انظر معسراً

ترجمہ۔ جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دے دے

حدیث (۱۹۳۹) حدثنا هشام بن عمار الخ انه سمع اباهريرةؓ عن النبی ﷺ قال كان تاجر يداين الناس فاذارای معسراً قال لفتيانه تجاوزوا عنه لعل الله ان يتجاوز عنا فتجاوز الله عنه ...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ایک تاجر تھا جو لوگوں کو قرض دیتا تھا پس جب کوئی تنگدست دیکھتا تو اپنے نوجوان گماشتوں سے کہہ دیتا کہ اس کو قرضہ معاف کردینا۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف کردے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کردیا۔

باب اذابین البیعان ولم یکتما ونصحا ویذکرعن العداء بن خالدقال کتب لی النبی ﷺ هذا مااشتری محمد رسول الله ﷺ من العداء بن خالدٍ بیع المسلم المسلم لاداء ولاخبثة ولاغائلة وقال قتادة الغائلة الزنا والسرقة والاباق وقیل لابرهیم ان بعض النخاسین یسمی اری خراسان وسجستان فیقول جاء امس من خراسان جاء الیوم من سجستان فکرهه کراهیة شدیداً وقال عقبة بن عامرٍ لا یحل لامرئٍ یبیع سلعة یعلم ان بهاداء الااخبره ۔

ترجمہ۔جب کہ بائع اور مشتری دونوں واضح کردیں اور عیب وغیرہ نہ چھپائیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں اور حضرت العداء بن خالدؓ کی طرف سے ذکر کیا جاتا ہے کہ مجھے جناب نبی اکرم ﷺ نے یہ دستاویز لکھ دی کہ یہ وہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے العداء بن خالدؓ سے خرید کیا یہ سودا مسلمان کا مسلمان سے ہے جس میں نہ کوئی بیماری اور عیب ہے اور نہ غلام میں حرامکاری اور نہ ہی چوری ہے۔حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ غائلہ سے مراد زنا چوری اور بھاگ جانا یہ سب غلام کے عیب ہیں۔اور حضرت ابراہیم نخعیؒ سے کہا گیا کہ بعض دلال خراسان اور سجستان کے اصطبل کا کا نام لیتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ جانور کل خراسان سے آیا ہے۔اور یہ آج سجستان سے آیا ہے تو انہوں نے اس کو سخت ناپسند فرمایا اور حضرت عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنا اسباب بیچے جانتا ہے کہ اس میں عیب ہے مگر اسے ضرور خبر دار کرنا چاہیئے۔

حدیث(۱۹۴۰)حدثناسلیمان بن حرب الخ رفعه الی حکیم بن حزام قال قال رسول الله ﷺ البیعان بالخیا ر مالم یتفرقا اوقال حتی یتفرقافان صدقاوبینابورك لهما فی بیعهما وان کتما وکذبا محقت برکة بیعهما .....

ترجمہ۔جب تک جدا نہ ہوں بائع اور مشتری دونوں کو خیار حاصل ہے۔یا فرمایا حتی کہ جدا ہو جائیں۔تب خیار ختم ہوگا پس اگر انہوں نے سچ بولا اور سب عیب ونقص کھول کر بیان کردیا تو ان کے سودے میں برکت ہوگی۔اور اگر انہوں نے جھوٹ سے کام لیا اور عیب ونقص کو چھپالیا تو ان کی بیع کی برکت مٹادی جائے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔لاداء اس سے بیماری اور عیب مراد ہے۔اور خبثه سے قبیح خصلتیں مراد ہیں۔زنا چوری افتراء پردازی اور غائله سے وہ دھوکہ اور فریب مراد ہے جو بائع کی طرف سے ہو۔وقیل لابراهیم ان بعض الخناسین محشی نے اس کے ظاہر معنی جانوروں کا دلال مراد لیے ہے۔اور ممکن ہے کہ فیقول جاء امس ایسمی اری خراسان کا بیان ہو۔اور اس پر مرتب نہ ہو جیسے کہ محشی کی توجیہ سے معلوم ہوتا ہے تو اس صورت میں اری سجستان اور خراسان کی طرف مضاف ہوگا۔یسمی کا مفعول

انی نہیں ہوگا۔ تو اس کا مقصد یہ ہو آکہ گھوڑوں کو خراسان اور سجستان کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کرے۔ اور محض افتراء ہوگا یہ نہیں کہ اصطبل کا نام لے کر پھران کو اس کی طرف توریہ کے طور پر منسوب کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لاداء ولاخبثه ولا غائله ان تینوں الفاظ کی شرح میں شراح کا اختلاف ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ داء سے وہ باطنی عیب مراد ہے خواہ وہ ظاہر ہو یا نہ ہو۔ جیسے جگر کا درد کھانسی وغیرہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ لا داء سے مطلب بیماری مراد نہیں ہے۔ بلکہ مخصوص بیماری مراد ہے۔ لا خبثه سے مراد اخلاق خبیثہ ہیں۔ جیسے بھاگ جانا اور بعض نے حرام کاری مراد لی ہے۔ غائله سے فجور چوری وغیرہ مراد ہے۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ دا ء فی الخلق بالفتح اور خبث ماکان فی الخلق بالضم اور غائله سکوت البا ئع علی مایعلم من مکروہ فی البیع بائع کا مبیع کے اندر عیب سے چپ رہنا۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو معنی بیان کئے ہیں وہی ابن العربی کا مختار اور پسندیدہ ہیں۔ باقی ترمذی اور نسائی میں اس کا بر عکس ہے کہ بائع جناب نبی اکرم ﷺ اور مشتری عداء بن خالد تھے لیکن ترجیح امام بخاریؒ کی روایت کو ہوگی۔ جس میں آپؐ مشتری اور عداء بن خالد بائع ہیں۔ اور بعض نے انسے مغلوب کہا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اشتری باع کے معنی میں آتا ہے۔ اس طرح روایات میں تطبیق ہو جائے گی۔ اور بعض نے تعدد واقعہ پر محمول کیا ہے۔ تو اس وقت کوئی تعارض نہیں ہوگا۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں یہ توجیہ کی ہے کہ ممکن ہے کہ بیع مقایضہ ہو تو متعاقدین پر بائع اور مشتری کا اطلاق صحیح ہوگا۔

یسمی اری خراسان یعنی دلال ان شہروں کے اصطبلوں کا نام لے کر خریدار کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تاکہ اسے وہم ہو کہ یہ مال ابھی خراسان وغیرہ سے آیا ہے۔ تاکہ خریدنے کی طرف راغب ہو۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا دھوکہ اور فریب ہے۔ عینی میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ میں مسجد کے اردگرد ایک جگہ مقرر کر دی تھی۔ جہاں لوگ اپنے اونٹوں اور جانوروں کو گھاس کھلاتے تھے۔ اس جگہ کو اریؔ کہا جاتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مالم یتفرقا کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے کچھ حضرات اس تفرق سے تفرق بالا بدان مراد لیتے ہیں جس سے خیار مجلس کو ثابت کرنا ہے اور متبایعان کے معنی متعاقدان کے ہیں اور دوسرے حضرات تفرق سے تفرق بالا قوال مراد لیتے ہیں کہ جب دونوں نے عقد بیع کر لیا تو بیع صحیح ہو جائے گی ان کو خیار نہیں ہوگا۔ اس کی نظیر قرآن مجید میں ہے ان یتفرقا یغن الله کلامن سعته اس جگہ تفرق الزوج والزوجة بالطلاق ہے اگرچہ تفرق بالا بدان نہ ہو یہ قول ابو حنیفہؒ کا ہے فان صدق ای فی الاخبار عما یتعلق بالثمن والبیع بیننا کہ دونوں عیب وغیرہ بتادیں خواہ وہ اسباب میں ہو یا قیمت میں ہو وکتما ای کتم البائع عیب السلعة والمشتری عیب الثمن ......

باب بيع الخلط من التمر
ترجمہ۔ ملی جلی کھجور کا بیچنا

حديث(۱۹۴۱)حدثنا ابو نعيم الخ عن ابی سعيد قال كنا نرزق تمر الجمع وهوالخلط من التمر وكنا نبيع صاعين بصاع فقال النبی ﷺ لاصاعين بصاع ولا در همين بد رهم...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں رَلاملا کر کھجور کھانے کے لئے دیا جاتا تھا۔ جمع یہ خلط من التمر ہے اور دو صاع ایک صاع کے بدلے بیچتے تھے پس جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دو صاع کو ایک صاع کے بدلے اور دو درہم کو ایک درہم کے بدلے پس جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دو صاع کو ایک صاع کے بدلہ میں نہ بیچا جائے۔ اور نہ ہی دو درہم کو ایک درہم کے بدلے بیچا جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لاصاعين ای لاتبع توصاعين فعل مقدر کا مفعول ہو اور لا کا اسم اور اس کی خبر محذوف ہو گی ای لا صاعين يجوز بيعهما بصاع پھر آپؐ کا انکار بيع الصاع صاعين سے روکنا ہے۔ اصل بیع کو فاسد نہیں کہا گیا بلکہ واضح ہے کہ اس بیع میں فساد نہیں ہے۔ اور مؤلف نے مختلف کھجوروں کو جمع کر کے بیچنا اس پر باب اس لئے باندھا تاکہ اس سے وہم دفع ہو جائے جو پیدا ہو تا تھا کہ جب عیب دار صحیح مل گیا تو شاید اس کی بیع دھوکہ ہے۔ اس لئے ناجائز ہوا۔ تو ترجمہ سے ثابت کر دیا ہے خلط ملط کی بیع جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ لا تبيعو الاعين من التمر بصاع منه کے معنی میں ہے شیخ نے اشارہ فرمادیا کہ من التمر میں لفظ من خلط کا بیان ہے بیع کے متعلق نہیں ہے۔ اور لفظ جمع خلط کا بیان ہے حافظؒ کے نزدیک خلط بكسر الخا مختلف کھجوروں کا ملا جلا ڈھیر مراد ہے. المعيب مخلط بالسليم کہ شاید جید کے ردّی کے ساتھ مل جانے سے بیع ناجائز ہو جائے دفع توہم فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں متمیز ہیں اس لئے یہ عیب شمار نہ ہوگا بخلاف اس صورت کے جب وہ برتنوں میں بند ہوں عمدہ تو نظر آئے لیکن ردّی نظر نہ آئے اس کی بیع ناجائز ہے گویا کہ یہ ترجمہ اذابين البيعا ن سے مستثنی ہے۔

باب ما قيل فی اللحام والجزار
ترجمہ۔ گوشت بیچنے والے اور اونٹ ذبح کرنے والے کے بارے میں جو فرمایا گیا ہے

حديث(۱۹۴۲)حدثنا عمر بن حفص الخ عن ابی مسعود قال جاء رجل من الانصار يكنی

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں انصار کا ایک آدمی آیا جس کی کنیت ابو شعیب تھی اس نے اپنے ایک غلام قصائی

ابا شعیب فقال لغلام له قصاب اجعل لی طعام ما یکفی خمسة فانی ارید ان ادعو النبی ﷺ خامس خمسة فانی قد عرفت فی وجهه الجوع فدعاهم فجاء معهم رجل فقال النبی ﷺ ان هذا قد تبعنا فان شئت ان تاذن له فاذن له وان شئت ان یرجع رجع فقال لا بل قد اذنت له .....

(ذابح الغنم) سے کہا کہ میرے لئے کھانا تیار کرو جو پانچ آدمیوں کو کافی ہو میرا ارادہ ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کو دعوت دوں جبکہ پانچویں فرد آپؐ ہوں کیونکہ میں نے آپؐ کے چہرہ انور پر بھوک کے آثار دیکھے۔ چنانچہ اس سے ان حضرات کو دعوت دی پس ان کے ہمراہ ایک آدمی آیا جس کے متعلق جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ شخص ہمارے ساتھ چلا آیا ہے پس اگر آپ چاہیں تو ان کو اجازت دے دیں اگر آپ ان کا واپس چلا جانا پسند کریں تو یہ واپس چلا جائے گا اس نے کہا نہیں بلکہ میں اس کو اجازت دے چکا ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لحام گوشت بیچنے والے کو۔ جزار اونٹ ذبح کرنے والا۔ جب جواز اور کراہتہ کا حکم گوشت کی ایک قسم میں ثابت ہو گیا تو عموم علت کی وجہ سے باقی انواع میں بھی ثابت ہو گا۔ علت خون میں ہاتھ ڈالنا ہے۔ پس اس وجہ سے روایت کی دلالت ایک جزء قصاب پر ہو گئی ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ خامس خمسة ای احد خمسة شراح نے اس ترجمہ کی کئی توجیہات بیان کی ہیں۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ کا یہ ترجمہ بیع الخلط مع التمر کی طرح ہے گویا مصنفؒ نے اشارہ فرمایا گوشت کا ہڈیوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے جس سے اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ گوشت کی بیع جائز نہ ہو اس لئے اس میں ہڈیاں داخل ہوتی ہیں تو امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ جس طرح رڈی اور جید تمر کی بیع جائز ہے۔ اور گوشت اور ہڈیوں کی بیع بھی جائز ہے بلکہ پہلے ترجمہ سے بھی ترقی کر کے جواز بیان کیا ہے کہ رڈی کھجور تو کھجور کی جنس میں سے ہے لیکن پٹھے اور ہڈی تو لحم کی جنس میں سے نہیں ہے۔ بایں ہمہ ان دونوں کو گوشت کے ہمراہ بیچا جاتا ہے۔

شیخ گنگوہیؒ نے جو ترجمے کی غرض بیان فرمائی ہے وہ جواز بیع اللحم مع تلبسه بالدم . لحام وجزار اور قصاب کے معنی واحد ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اللحام الذی یباع اللحم والجزار الذی یجزر ای یجزر الابل اور قصاب کے معنی ذابح الغنم کے ہیں۔ در حقیقت ان تینوں کے معنی ایک ہیں جس سے حدیث اور ترجمہ کی مطابقت ثابت ہو جائے گی۔

باب مایمحق الکذب والکتمان فی البیع ۔

ترجمہ۔ خرید و فروخت کے اندر جھوٹ بولنا اور عیب کو چھپانا برکت کو مٹا دیتے ہیں۔

حدیث (۱۹۴۳) حدثنابدل بن محبر الخ عن

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے

حکیم بن حزامؓ عن النبی ﷺ قال البیعان بالخیار مالم یتفر قااوقال حتی یتفر قافان صدقا و بینا بورك لهما فی بیعهما وان کتما و کذبامحقت بر کة بیعهما ......

روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایابائع مشتری اس وقت اختیار میں ہیں جب تک دونوں جدانہ ہو جائیں یایہاں تک کہ دونوں جداہو جائیں پس اگر ان دونوں نے سچ بولااور عیب کوواضح کر دیا توان کی بیع میں برکت پیداہو گی۔ اگر انہوں نے عیب کو چھپایا اور جھوٹ بولا توان کی بیع کی برکت مٹادی جائی گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مایمحق الکذب والکتمان میں ظاہر یہ ہے کہ کلمہ ما مصدریہ ہےاور ما موصولہ ہو تو ضمیر منصوب محذوف ہو گی۔ اس لئے کہ عائد منصوب کو حذف کر نا جائز ہے۔ معنی یہ ہوں گے ما یمحق الکذب یعنی باب ان چیزوں کے بیان میں جن کو جھوٹ مٹادیتا ہے یعنی برکت۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی کذب بیع کو باطل کر دے گا۔جب کہ بائع اسباب متاع کی مدح میں جھوٹ بولے۔اور مشتری ثمن کی وصف میں جھوٹ بولے۔

باب قول الله تعالی یاایهاالذین امنوالاتاکلواالربوااضعافامضاعفة الآیۃ

ترجمہ۔اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ اے ایمان والو! سود کودوگناچوگناکر کے نہ کھاؤ۔

حدیث(١٩٤٤)حدثنا ادم ابن ابی ایاس الخ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال لیاتین علی الناس زمان لایبالی المرء بمااخذ المال امن حلال ام من حرام ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایالوگوں پر ایک ایسازمانہ آئیگا کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کیسے لیا آیا حلال سے یا حرام سے۔

لاتاکلوا الربوا اضعافاًمضاعفة الخ اس قید سے اس چیز کا جواز ثابت کرنا نہیں ہے جس میں یہ قید نہ ہو۔ گو جو اضعاف مضاعف نہ ہو وہ سود جائز ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس قید سے ان کے اس فعل کی قباحت بیان کرنا ہے۔ جس کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔ کہ وہ ایک درہم دے کر کئی درہم وصول کرتے تھے۔ جس کی قباحت واضح ہے۔ یہ **لاتکرهوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا** کی طرح ہوگا۔ کیونکہ اکراہ علی الزنا کی حرمت باندیوں کے مجبور ہونے پر نہیں بلکہ ان کے فعل کی قباحت بیان کرنی ہے اسی طرح حرمت ربوا اگرچہ اضعافا مضاعفه سے متعلق نہیں لیکن اس قید کے زیادہ کرنے سے انکے فعل قباحت بیان کی گئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ زمانۂ جاہلیت میں اس طرح کرتے تھے کہ جب قرضہ ادا کرنے کی مدت بیت جاتی اگر قرضہ ادا کر دیا توفبہا ورنہ قرض خواہ مدت بڑھا دیتا۔ اور مدیون مقدار بڑھا دیتا اسی طرح ہر سال کرتے یہاں تک کہ ایک درہم کے کئی دراہم دینے پڑتے تھے۔

لایبالی المرء حدیث کو آیت سے مناسبت اسی طرح ثابت ہوگی کہ سود خور اضعاف مضاعف کھا کر پرواہ نہیں کرتا کہ حلال کھا رہا ہے یا حرام کھا رہا ہے۔

باب اکل الربوا وشاهده وکاتبه

ترجمہ۔ سود کھانے والا اس کی گواہی دینے والا اور اس کے لکھنے والا گناہ میں سب برابر ہیں ۔

وقوله تعالى الذين ياكلون الربوا لايقومون الاكمايقوموالذى يتخبطه الشيطن من المس ذلك بانهم قالوا انماالبيع مثل الربوا الاية الى قوله اصحب النار هم فيها خالدون ....

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن ایسے کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔ یہ اس وجہ سے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ خرید وفرخت بھی تو سود کی طرح ہے۔

حديث(١٩٤٥)حدثنامحمد بن بشار الخ عن عائشةؓ قالت لمانزلت اخرالبقرةقراهن النبى ﷺ عليهم فى المسجدثم حرم التجارةفى الخمر

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سورہ بقرہ کا آخری حصہ نازل ہوا تو آپ نبی اکرم ﷺ نے ان آیات کو مسجد کے اندر صحابہ کرامؓ پر پڑھا پھر شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا

تشریح از قاسمیؒ۔ مقصد یہ ہے کہ آیات ربوا جو سورۂ بقرہ کے آخر میں ہیں وہ سود کے احکام کو بیان کرنے والی ہیں۔

حرم تجارة فى الخمر قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ تحریم الخمر سورۂ مائدہ میں ہے جو آیت ربوا سے کافی مدت پہلے نازل ہوئی ہیں ممکن ہے کہ ربوا کی حرمت شراب کی حرمت سے متاخر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو اس کی تجارت کی حرمت کی اس وقت خبر دی گئی۔ پھر دوسری مرتبہ اس وقت خبر دی گئی جب کہ آیت ربوا نازل ہوئی۔

حديث(١٩٤٦)حدثناموسى بن اسمعيل الخ عن سمرة بن جندبؓ قال قال النبى ﷺ رايت الليلة رجلين اتيانى فاخرجانى الى ارض مقدسةِ

ترجمہ۔ حضرت سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے نکال کے ارض مقدس کی طرف

فانطلقاحتی اذااتیاعلی نهرمن دم فیه رجل قائم وعلي وسط النهر رجل بین یدیه حجارة فاقبل الرجل الذی فی النهر فاذااراد الرجل ان یخرج رمی الرجل بحجرفی فیه فرده حیث کان فجعل کلما جاء لیخرج رمی فی فیه بحجرٍ فیرجع کماکان فقلت ماهذا فقال الذی رائیته فی نهرٍ اکل الربوا.....

لے گئے۔ چلتے چلتے جب ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے جس میں ایک آدمی کھڑا ہوا ہے اور نہر کے درمیان میں ایک دوسرا آدمی ہے جس کے سامنے پتھر پڑے ہیں۔ پس وہ آدمی جو نہر کے اندر تھا آیا۔ پس جب وہ نہر سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہے۔ پس وہ آدمی اس کے منہ پر پتھر مار کر اسے اس جگہ واپس کر دیتا ہے جہاں وہ تھا پس اسی طرح جب وہ نکلنے کے لئے آتا ہے تو اس کے منہ میں پتھر مار کر اسی جگہ واپس کر دیتا ہے جہاں وہ تھا تو میں نے پوچھا یہ کون تھا فرمایا کہ وہ شخص جس کو آپؐ نے نہر کے اندر دیکھا وہ سود کھانے والا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ وعلي وسط النهر بالواؤ تقدیر عبارت یوں تھی وهو علي وسط النهر اور اگر واؤ نہ ہو تو پھر علي وسط النهر قائم کے متعلق ہے کیونکہ کتاب الجنائز میں گذر چکا ہے کہ رجل بین یدیه حجارة وهو علي شط النهر لاعلي وسط النهر. باب موكل الربوا یقول الله تعالی یا ایها الذین امنوا اتقواالله وذروماب‍قی من الربوا الی ماکسبت وهم لایظلمون قال ابن عباس هذه آخر ایة نزلت علی النبی ﷺ.......

ترجمہ۔ سود کھلانے والا بوجہ ارشاد باری تعالیٰ کے ترجمہ! ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو الخ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آخری آیت ہے جو جناب نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی۔

حدیث(۱۹٤۷)حدثناابوالولید الخ عن عون ابن ابی حجیفة قال رایت ابی اشتری عبداً حجامافسالته فقال نهی النبی ﷺ من ثمن الکلب وثمن الدم ونهی عن الواشمة والمشومة اکل الربوا وموکله ولعن المصور ......

ترجمہ۔ حضرت عون ابن ابی حجیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک پچھنے لگانے والا غلام خرید کیا تو اس کے آلات حجامت توڑنے کا حکم دیا جو سب توڑ دی گئیں۔ تو میں نے اس کے متعلق ان سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کتے اور خون کے دام کھانے سے منع فرمایا اور آپؐ نے گوندنے والی اور گوندوانے والی کو بھی روکا اس طرح سود کھانے والے اور کھلانے والے کو بھی منع فرمایا اور تصویر کھینچنے والے پر لعنت فرمائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وذروا مابقی من الربوا. مؤکل الربوا چونکہ اکل الربوا کے لئے معاون ہے اس لئے آیت اس پر بھی دال ہے کہ سود کھانا اور کھلانا دونوں چھوڑ دیئے جائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شراح بخاریؒ سب کے سب ساکت ہیں شیخ گنگوہیؒ نے آیت سے استدلال اس طرح کیا ہے کہ ترك ربوا کا حکم جس طرح آخذ ربوا کو ہے اس طرح معطی ربوا کو بھی شامل ہے۔ اور امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق عموم اور کل احتمال سے استدلال فرمایا ہے۔

تشریح از قاسمی ۔ ثمن کلب میں علماء کا اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور امام اوزاعیؒ ثمن کلب کو حدیث نہی کی وجہ سے حرام قرار دیتے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ وغیر هم فرماتے ہیں کہ جن کتوں سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے نگہبانی شکار وغیرہ تو ان کی بیع جائز ہے اور ان کی قیمت کا کھانا بھی حلال ہے۔ البتہ باؤلا کتا نہ اس کی بیع جائز ہے نہ اس اثمان کا استعمال جائز ہے۔ احادیث نہی کا جواب امام طحاویؒ نے یہ دیا ہے کہ یہ حکم نہی قتل کلاب کے وقت کا ہے۔ جب کہ گھروں میں ان کے رکھنے کا حکم نہیں تھا۔ جب احادیث کثیرہ سے قتل کلاب کو منسوخ کر دیا گیا اور شکار اور حراست کی اجازت دی گئی اب بیع بھی حلال ہے اور ثمن بھی حلال ہے۔ ثمن الدم سے حجامت کی اجرت مراد ہے۔ حضرات نہی کو تنزیهہ پر محمول کرتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے خود پچھنے لگوائے اور حجام کو اجرت بھی عطا فرمائی۔ اگر اجرت حرام ہوتی تو آپؐ نہ دیتے۔ اور بہت سے علماء نے بلا کراہت جواز کا حکم دیا ہے۔ اور نہی کا جواب یہ ہے کہ اجرت لینا مناسب نہیں ہے۔

واشمہ سوئی کو چمڑے میں چبھو کر پھر اس کے نشان کو سرمہ سے بھر دیا جائے۔ پھر نقش نگار یا نام لکھا جائے یہ تغییر خلق اللہ ہے جسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے یہ جاہلوں کا کام ہے اور وہ جگہ خون کے نکلنے کی وجہ سے نجس ہو جاتی ہے۔ آکل الربوا ومؤکلہ مستقرض اور مقرض کی طرح ہے اور سب جگہ فعل محذوف ہے۔ ای نہی عن فعل الواشمہ الخ. اکل کو اس لئے مختص کیا گیا کہ وہ اعظم المقاصد ہے۔

باب یمحق الله الربو ویربی الصدقات والله لا یحب کل کفار اثیم ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کافر گناہگار کو پسند نہیں کرتا

حدیث (۱۹۴۸) حدثنا یحی بن بکیر الخ ان ابا هريرةؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ فرماتے ہیں خرید و فروخت کے وقت قسم کھانا اسباب کو تو نفع پہنچانے کا سبب بنتا ہے لیکن برکت مٹا دینے کا باعث ضرور ہے۔

تشریح از قاسمی ۔حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ہوگی کہ مال کو معصیت کے ساتھ حاصل کرنا اگرچہ ظاہرا تحصیل مال کا سبب بنتا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے برکت کو مٹانے کا باعث ہے یا مقصد یہ ہے کہ سود کے مٹانے سے برکت کا مٹانا مراد ہے۔

باب ما یکره من الحلف فی البیع

ترجمہ۔ خرید و فروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے

حديث(۱۹٤۹) حدثنا عمرو بن محمد الخ عن عبدالله بن اوفیؓ ان رجلا اقام سلعة وهو فی السوق فحلف بالله لقد اعطی بها مالم یعط لیوقع فیها رجلا من المسلمین فنزلت ان الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ثمنا قلیلا ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے بازار کے اندر اپنا اسباب لگایا اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ یہ مال تو مجھے اتنے میں پڑا ہے جتنے میں اسے نہیں پڑا تھا ۔ جس سے اس کا مقصد کسی مسلمان کی رغبت کھا کر کہنے لگا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑا مال تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔

باب ماقیل فی الصواغ

ترجمہ۔ سنارے کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا

وقال طاؤس عن ابن عباسؓ قال النبی ﷺ لایختلی خلاها وقال العباس الاالاذخر فانه لقینهم وبیوتهم قال الاالاذخر ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حرم کی سبز گھاس نہ اکھیڑی جائے۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ کترن بوٹی کیونکہ وہ تو ان کے لوہاروں کے کام آتی ہے۔ اور وہ گھروں کی چھتوں پر ڈالی جاتی ہے۔ تو آپؐ نے اذخر کو مستثنیٰ کر دیا۔

حديث(۱۹۵۰) حدثنا عبدان الخ ان علیاً قال كانت لی شارف من نصیبی من المغنم وكان النبی ﷺ اعطانی شارفاً من الخمس فلما اردت ان ابتنی بفاطمة بنت رسول الله ﷺ واعدت رجلا صوّاغاً من بنی قینقاع ان یرتحل معی فناتی باذخر اردت ان ابیعه من الصواغین واستعین به فی ولیمة عرسی .....

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک نوجوان اونٹنی تو مجھے غنیمت کے حصہ میں ملی تھی اور ایک نوجوان اونٹنی آپؐ نے مجھے خمس کے مال میں سے عطا کی فرمائی پس جب میں نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے سر میل کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار آدمی کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ میرے ہمراہ چلے تاکہ ہم اذخر لے آئیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں اس کو سناروں کے پاس بیچ کر اپنی شادی کے ولیمہ میں اس سے مدد طلب کروں گا۔

حدیث (۱۹۵۱) حدثنا اسحق بن خالد الخ عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ حرم مکۃ ولم تحل لاحد قبلی ولا لاحد بعدی وانما حلت لی ساعۃ من نہار لا یختلی خلاھا ولا یعضد شجرھا ولا ینفر صیدھا ولا یلتقط لقطتھا الا لمعرف وقال عباس بن عبدالمطلب الا الاذخر لصاغتنا ولسقف بیوتنا فقال الا الاذخر فقال عکرمۃ ھل تدری ما ینفر صیدھا ھو ان تنحیہ من الظل وتنزل مکانہ قال عبدالوھاب عن خالد لصاغتنا وقبورنا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی مکہ معظمہ کو حرم قرار دیا۔ نہ میرے سے پہلے کسی کیلئے حلال ہوا نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کیلئے حلال ہوا پس اب نہ اس کی گھاس کاٹی جائے اور نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور نہ ہی اس کے شکار کو بھگایا جائے۔ اور نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے۔ البتہ اس کی تعریف کرنے والا اسے اٹھا کر تعریف کرتا رہے۔ جس پر حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے فرمایا اذخر بوٹی تو ہمارے سناروں کے لئے اور ہمارے گھروں کی چھتوں کے کام آتی ہے آپؐ نے فرمایا اذخر اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ حضرت عکرمہؒ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ینفر صیدھا کا کیا مطلب ہے وہ یہ ہے کہ کسی جانور کو سائے کی جگہ سے الگ کر کے خود اس جگہ پڑاؤ کر لو۔ اور عبدالوہاب کی روایت میں ہے کہ اذخر ہمارے سناروں اور قبور کے کام آتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ینفر صیدھا کی تفسیر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بظاہر تنفیر نفرت دلانے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وحشی جانور عموماً دور سے انسان کو دیکھ کر وحشت کی وجہ سے نفرت کرتا ہے۔ تو یہ تنفیر تو انسان کے بس میں نہیں۔ جس پر انسان گناہگار ہو تو تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ جانور کی طبعی تنفیر مراد نہیں۔ بلکہ زیادتی انسان کی طرف سے ہو۔ کہ اس کو سایہ دار جگہ سے اٹھا کر خود پڑاؤ کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ وہ فائدہ ہے جس کی طرف شراح نے کوئی اشارہ نہیں کیا یہ شیخ گنگوہیؒ کی بالغ نظری ہے کہ اس نکتہ کو بیان فرمایا۔ امام بخاریؒ نے ان احادیث پر مختلف تراجم باندھے ہیں۔ حالانکہ یہ دستکاری کے کام ہیں تو سب ایک باب میں ہوتے لیکن امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ دستکاریاں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہوا کرتی تھیں۔ جس سے ان صنعتوں کا جواز ثابت کرنا ہے حافظؒ فرماتے ہیں کہ شاید اس حدیث کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہوں جس میں ہے اکذب الناس الصباغون والصواغون یعنی تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ جھوٹے رنگ ریز اور زرگر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اکثر وعدہ خلافی کرتے ہیں۔ اور سنار نے لوگ تو سود سے

نہیں بیچتے اس لئے کہ وہ سونے چاندی کی بنی ہوئی چیز کو اس کے وزن سے زیادہ بیچتے ہیں۔ بہر حال امام بخاریؒ نے ان روایات سے ان صنائع کے جواز کو بیان فرمایا ہے ۔

باب ذکر القین والحدّاد

ترجمہ۔ کاریگر اور لوہار کے ذکر میں

حدیث(۱۹۵۲)حدثنامحمد بن بشار الخ عن خباب ؓ قال کنت قینا فی الجاهلية و کان لی علی العاص بن وائل دین فاتیته اتقاضاه قال لااعطيك حتى تكفر بمحمد ﷺ فقلت لا اكفر حتى يميتك الله ثم تبعث قال دعنی حتی اموت وابعث فساوتی مالاوولداً فاقضیك فنزلت افرایت الذی کفر با یاتنا وقال لاوتین مالاوولداً اطلع الغيب ام اتخذ عندالرحمن عهداً .....

ترجمہ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار کا کام کرتا تھا۔ عاص بن وائل پر میرا قرضہ ہو گیا۔ میں اس سے تقاضا کرنے کیلئے آیا اس نے کہا میں اس وقت تک تمہیں تمہارا قرض ادا نہیں کروں گا جب تک تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے کفر نہیں کریگا۔ میں نے کہا میں تو آپؐ سے کفر نہیں کر سکتا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ تجھے موت دے اور پھر تو اٹھایا جائے اس نے کہا اچھا اب تم مجھے چھوڑ دو یہاں تک کہ میں مر جاؤں پھر اٹھایا جاؤں۔ عنقریب وہاں پر جب مجھے مال اور اولاد ملے گی تو تیرا قرضہ ادا کر دوں گا جس پر یہ آیت اتری کہ کیا اس شخص کو نہیں دیکھتے جس نے ہماری آیتوں سے انکار کیا۔ اور کہتا ہے کہ مجھے مال اور ولد ملے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ کنت قینا امام بخاریؒ نے ان کے ایک جاہلیت کے فعل سے استدلال کیا ہے کہ اگر وہ فعل حرام ہوتا تو مسلمان ہونے کے بعد اس عمل حرام سے واجب شدہ قرضہ کا مطالبہ نہ کرتے۔ ظاہر یہی ہے کہ حضرت خبابؓ نے اپنے جاہلیت کے عمل کی اجرت طلب کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے ظاہر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ورنہ حضرت خبابؓ تو زمانہ اسلام میں بھی لوہار کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب الاجارہ میں ایک باب باندھا ہے هل يواجر الرجل نفسه من مشرك فی ارض الحرب اس میں یہی حدیث لائے ہیں کہ حضرت خبابؓ مسلم تھے عاص بن وائل مشرک تھا مکہ اس وقت دار الحرب تھا۔ حضور انور ﷺ پر مطلع ہونے کے باجود اسے بر قرار رکھا۔ امام بخاریؒ نے اس جگہ اس حدیث پر ذکر القین و الحداد کا باب باندھا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ابن درید کا قول ہے قین اور حداد کے ایک معنی ہیں۔ لیکن عرب کے ہاں تو قین ہر کاریگر کو بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ زجاج فرماتے ہیں القين الذی يصلح الاسنة ..قین وہ ہے جو تیروں کو ٹھیک کرے۔ اور قین وحداد یعنی لوہار کو بھی کہتے ہیں۔ چونکہ ان دونوں کا حکم

ایک ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس فرق کے باوجود دونوں کو ایک باب میں ذکر کر دیا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تکلف ہے۔ دراصل بات یہ ہے قین کا لفظ معانی کثیرہ کے لئے مستعمل ہے۔ غلام پر۔ باندی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ تو یہاں عطف اس لئے لائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ قین کے معنی اس جگہ حداد کے ہیں میرے نزدیک ان ابواب کی غرض امام بخاریؒ کے نزدیک بیان جواز ہے۔ آگے ایک باب آرہا ہے جس میں ہے جليس السوء كمثل كير الحداد يحرق بيتك اوثوبك اوتجدمنه ريحاخبيثة جس سے حداد کی قباحت معلوم ہوتی ہے دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص کی انگلی میں لوہے کی انگوٹھی دیکھ کر آپؐ نے فرمایا اری علیك حلية اهل النار کہ میں تجھ پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔ اس سے قباحت کا وہم ہوتا ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے باب منعقد کر کے دفع فرمایا ہے۔

باب الخياط

ترجمہ۔ درزی کا کام کرنے والے کے بارے میں

حدیث (۱۹۵۳) حدثنا عبدالله بن يوسف الخ انه سمع انس بن مالكؓ يقول ان خياطا دعا رسول الله ﷺ لطعام صنعه قال انس بن مالكؓ فذهبت مع رسول الله ﷺ الى ذلك الطعام فقرب الى رسول الله ﷺ خبذا وجرقا فيه دباء وقديد فرايت النبى ﷺ يتبع الدباء من حوالى القصعة قال فلم ازل احب الدباء من يومئذ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس کھانے کیلئے آپؐ کے ہمراہ گیا تو اس نے آپ کی خدمت میں روٹی شوربا جس میں کدو اور سوکھا گوشت تھا میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ پیالے کے کناروں میں سے کدو کو تلاش فرمارہے تھے۔ اس دن سے میں نے بھی کدو کو پسند کرلیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث باب سے معلوم ہوا کہ اجابت دعوت مستحب ہے بعض سنت کہتے ہیں۔

باب النساج

ترجمہ۔ کپڑا بننے والا جولاہا

حدیث (۱۹۵٤) حدثنا يحيى بن بكير الخ سمعت سهل بن سعدؓ قال جاء ت امراة ببردة قالت اتدرون ماالبردة فقيل له نعم هى الشملة منسوج فى حاشيتها قالت يارسول الله نسجت هذه بيدى اكسوكها فاخذها النبى ﷺ محتاجاً

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لائی کہا جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے۔ کہا گیا کہ ہاں وہ لمبی چادر جس کے کنارے بنے ہوئے ہوں کہنے لگی یارسول اللہؐ میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں آپؐ نے ضرور تمند ہو کر اس کو قبول فرمالیا پھر اسے لنگی بنا کر پہنے ہوئے

اليها فخرج الينا وانها ازارة فقال رجل من القوم يا رسول الله ﷺ اكسينها فقال نعم فجلس النبی فی المجلس ثم رجع فطواها ثم ارسل بها اليه فقال له القوم مااحسنت سالتها اياه لقد علمت انه لا يرد سائلا فقال الرجل والله ماسالته الا لتكون كفنی يوم اموت قال سهل فكانت كفنه .....

ہمارے پاس تشریف لائے قوم میں سے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ یہ چادر تو مجھے پہنا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں چنانچہ آپؐ مجلس میں بیٹھے پھر اس چادر کو لپیٹ کر واپس تشریف لائے پھر اس شخص کے پاس اسے بھیج دیا۔ قوم نے اس شخص سے کہا کہ تو نے اس چادر کا آپؐ سے سوال کر کے اچھا نہیں کیا۔ تم جانتے ہو کہ آپؐ کسی سائل کو خالی واپس نہیں کرتے۔ تو اس نے کہا میں نے تو آپؐ سے اس لئے چادر کا سوال کیا تھا تاکہ جس دن میں مروں وہ میرا کفن بنے۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں چنانچہ وہ چادر اس کا کفن بنی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ منسوج فی حاشیتها شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ حاشیہ کسی اور چیز کا بنا ہوا نہیں تھا بلکہ خود اسی چادر میں سے ہی بنایا گیا تھا تو وہ حاشیہ اس میں ہو گیا۔ اواس کے ساتھ بھی ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ نقل کرتے ہیں کہ اس چادر میں ابھی سلوٹیں نہیں پڑی تھیں کہ کسی نے اس کو پہنا بلکہ وہ نئی چادر تھی۔ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اس چادر کا حاشیہ پھندن والا نہیں تھا اور چادروں میں یہ دونوں طریقے رائج ہیں۔ کہ کبھی چادریں پھندنے والی ہوتی ہیں کبھی حاشیہ ان میں بنا ہوا ہوتا ہے۔

باب النجار

ترجمہ۔ بڑھئی کا بیان کرنا

حديث (۱۹۵۵) حدثنا قتيبة بن سعيد الخ عن ابی حازمؒ قال اتی رجال الی سهل بن سعد يسالونه عن المنبر فقال بعث رسول الله ﷺ الی فلانة امراة قد سماها سهل ان مری غلامك النجار يعمل لی اعواداً اجلس عليهن اذا كلمت الناس فامرته يعملها من طرفاء الغابة ثم جاء بها فارسلت الی رسول الله ﷺ بها فامر بها فوضعت فجلس عليه.

ترجمہ۔ ابو حازمؒ نے فرمایا کہ کچھ آدمی حضرت سہل بن سعدؓ کے پاس آکر ان سے منبر کے متعلق پوچھنے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فلاں عورت کی طرف پیغام بھیجا جن کا نام حضرت سہل نے لیا تھا کہ اپنے بڑھئی غلام کو حکم دو کہ میرے لئے لکڑیوں کا ایک منبر بنا دو تاکہ جب میں لوگوں سے بات چیت کروں تو اس پر بیٹھ کر بات کروں۔ چنانچہ اس نے غلام کو حکم دیا جس نے غابہ جنگل کے جھاڑ کے درخت سے بنا کر اپنی آقا کے پس لے آیا اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی

خدمت میں لے آئی۔ پس آپؐ نے اسے مسجد میں رکھنے کا حکم دیا۔ جس پر آپ بیٹھ گئے۔

حدیث(۱۹۵۶)حدثنا خلاد بن یحیی الخ عن جابر بن عبداللہؓ ان امراۃ من الانصار قالت لرسول اللہ ﷺ یارسول اللہ الا اجعل لک شیئاً تقعد علیہ فان لی غلاماً نجاراً قال ان شئت قال فعملت لہ المنبر فلما کان یوم الجمعۃ قعد النبی ﷺ علی المنبر الذی صنع فصاحت النخلۃ التی کان یخطب عندھا حتی کادت ان تنشق فنزل النبی ﷺ حتی اخذھا فضمھا الیہ فجعلت تئن انین الصبی الذی یسکت حتی استقرت قال بکت علی ماکانت تسمع من الذکر .....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ انصار کی ایک عورت نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یارسول اللہ! کیا آپؐ کے لئے ایک ایسی چیز نہ بنا لاؤں جس پر آپ بیٹھ جایا کریں اس لئے کہ میرا ایک بڑھئی غلام ہے آپؐ نے فرمایا کہ تم چاہو تو بنوا سکتی ہو راوی فرماتے ہیں کہ اس عورت نے آپ کیلئے منبر بنوا لیا۔ پس جب جمعہ کا دن ہوا تو جناب نبی اکرم ﷺ اس منبر پر بیٹھ گئے جو آپؐ کے لئے بنایا گیا تھا تو کھجور کا وہ تنا جس کے پاس آپؐ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ وہ چیخنے لگا قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے منبر سے اتر کر اس کو پکڑ کر سینے سے لگایا تو وہ بچے کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے قرار آگیا

راوی فرماتے ہیں کہ اس تنے کا رونا اس ذکر کی وجہ سے تھا جو وہ آپؐ سے سنتا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ فصاحت اللہ تعالیٰ نے اس تنے میں حیات پیدا کر دی جس کی وجہ سے اس میں ایک عظیم علم آگیا۔

باب شراء الحوائج بنفسہ

ترجمہ۔ امام اور حاکم کا اپنی ضروریات کا خود خرید کرنا

وقال ابن عمرؓ اشتری النبی ﷺ جملا من عمر وقال عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ جاء مشرک بغنم فاشتری النبی ﷺ منہ شاۃ واشتری من جابر بعیراً .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے ایک اونٹ خریدا۔ اور ابن عمرؓ نے خود ہی خرید کیا۔ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے فرمایا کہ ایک مشرک کچھ بکریاں لے آیا جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید فرمائی اور آپؐ نے حضرت جابرؓ سے اونٹ خریدا۔

حدیث(۱۹۵۷)حدثنا یوسف بن عیسی الخ عن عائشۃؓ قالت اشتری رسول اللہ ﷺ من یھودی طعاما بنسیئۃ ورھنہ درعہ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار پر غلہ خرید کیا۔ اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اشتری رسول الله یہ دلیل ایک اور قاعدہ پر مبنی ہے کہ مقید اور مطلق کو اپنے اپنے محمل پر رکھا جائے۔ ایک کو دوسرے پر محمول نہ کیا جائے۔ اگرچہ معاملہ ایک ہی ہو ورنہ معلوم رہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس اشتراء کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اکثر امور حضرت بلالؓ کے سپرد ہوتے تھے البتہ بعض روایات سے بنفس نفیس آپ کا اشتراء ثابت ہے۔ اس ترجمہ کا فائدہ اس وہم کا دفع کرنا ہے کہ بنفس نفیس کام کرنا مروت کے خلاف ہیں۔ لیکن آپ علی سبیل التواضع یہ امور خود بھی انجام دیتے تھے۔

باب شراء الدواب والحمير واذا اشترى دابة او جملا وهو عليه هل يكون ذلك قبضا قبل ان ينزل وقال ابن عمرؓ قال النبي ﷺ لعمر بعنيه يعني جملا صعبا۔

ترجمہ۔ چوپایوں اور گدھوں کا خرید کرنا جب کسی جانور یا اونٹ کو خرید کرے جب کہ وہ اس پر سوار ہو تو کیا یہ اترنے سے پہلے قبضہ شمار ہوگا اور ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اس کو یعنی بے قابو اونٹ کو میرے پاس بیچ دو۔

حديث (۱۹۵۸) حدثنا محمد بن بشار الخ عن جابر بن عبداللهؓ قال كنت مع النبي ﷺ في غزاة فابطابي جملي واعيافاتي على النبي ﷺ فقال جابر فقلت نعم قال ماشانك قلت ابطا على جملي واعيا تخلفت فنزل يحجنه بمحجنه ثم قال اركب نركبت فلقدرايته اكفه عن رسول الله ﷺ قال تزوجت قلت نعم قال بكراً ام ثيباً قلت بل ثيباً قال افلاجارية تلاعبها وتلا عبك قلت ان لي اخوات فاحببت ان اتزوج امراةً تجمعهن وتمشطهن وتقوم عليهن قال اماانك قادم

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنگ میں تھا میرا اونٹ پیچھے رہ گیا اور تھک گیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا گذر میرے پاس سے ہوا پوچھا کیا جابر ہو۔ میں نے کہا ہاں! فرمایا یہ تمہارا کیا حال ہے میں نے کہا میرا اونٹ پیچھے رہ گیا اور تھک گیا۔ اس لئے میں پیچھے رہ گیا۔ پس آپؐ نے اتر کر اپنی ڈھال سے اسے چوک دی پھر فرمایا کہ سوار ہو جاؤ۔ پس میں اس پر سوار ہو گیا تو میں نے اس کو دیکھا کہ میں اسے جناب رسول اللہ ﷺ سے روک رہا ہوں آپؐ نے پوچھا کیا تو نے شادی کی ہے۔ میں نے کہا ہاں کی ہے آپؐ نے پوچھا باکرہ سے یا بیوہ سے میں نے کہا نہیں بلکہ بیوہ سے آپؐ نے فرمایا لڑکی سے شادی کیوں نہ کی تم اس سے کھیلتے وہ تمہارے سے کھیلتی۔ میں نے کہا کہ میری کچھ بہنیں تھیں

فاذاقدمت فالكيس الكيس ثم قال اتبيع جملك قلت نعم فاشتراه منى اوقية ثم قدم رسول الله ﷺ قبلى وقدمت بالغداة فجئناالى المسجد فوجدته على باب المسجد قال الان قدمت قلت نعم قال فدع جملك فادخل فصل ركعتين فدخلت فصليت فامر بلالاً ان يزن له اوقية فوزن لى بلا ل فارجح فى الميزان فانطلقت حتى وليت فقال ادع لى جابراً قلت الأن يرد على الجمل ولم يكن شئ ابغض الى منه قل خذ جملك ولك ثمنه ....

میں نے پسند کیا کہ ایسی عورت سے شادی کروں جو ان کو جمع رکھ سکے۔ان کی کنگھا پٹی کرے اوران کا انتظام کرے۔ فرمایا کیا اب آپ آنے والے ہیں۔ پس جب آپ آئیں تو احتیاط سے کام لیں کہیں جماع میں جلدی نہ کریں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا اپنے اونٹ میرے پاس بیچ دو گے۔ میں نے کہاہاں تو آپؐ نے اسے ایک اوقیہ کے بدلے خرید لیا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ میرے پاس پہلے پہنچ گئے۔ اور میں مدینہ میں صبح کو پہنچا پس ہم مسجد کی طرف آئے تو آپ کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپؐ نے پوچھا ابھی آئے ہو میں نے کہاہاں! آپؐ نے فرمایااونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جاکر دو رکعت تحیۃ المسجداداکرو چنانچہ میں نے اندر داخل ہو کر نماز پڑھی پس آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کو اوقیہ کاوزن کردو۔ چنانچہ انہوں نے میرے لئے وزن کردیا۔اور تروازو جھکا کردیا۔ پس چلنے کے لئے پیٹھ پھیری کہ آپؐ نے فرمایا جابر کو بلاؤ۔ میں نے دل میں کہا کہ اب آپؐ اونٹ واپس کردیں گے۔اور میرے نزدیک اس سے زیادہ قبیح بات نہ تھی لیکن آپؐ نے فرمایا کہ اپنا اونٹ بھی لے لواوراس کی قیمت تمہارے لئے واپس ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی ؒ ۔ لم يكن شئ ابغض الى منه الخ کیونکہ وہ اپنی عادت مبارکہ جانتے تھے کہ مبیع بھی واپس کردیں گے اس لئے حضرت جابرؓ ایک دن کے بعد مدینہ منورہ میں پہنچے۔ اور مؤلفؒ کا استدلال ہے کہ اس طرح مبیع پر قبضہ ہو گیا۔ حالانکہ وہ ابھی بائع کے ہاتھ میں تھی۔ اس لئے صحیح نہیں کہ یہ درحقیقت بیع تھی نہیں۔ آنحضرت ﷺ تو حضرت جابر کی خستہ حالی دیکھ کر اس کی امداد کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اونٹ بھی واپس کردیااوراس کی قیمت بھی واپس کردی۔ بہر حال یہ محض نام کی بیع تھی۔ حقیقۃً نہیں تھی چلو اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ وہ بیع تھی تو مبیع کو بائع کے پاس چھوڑ دینا کیسے حلال ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے ترک کی شرط نہ لگائی ہو۔ کیونکہ بائع کو تھوڑے عرصہ کے بعد صحیح بیع کا سپرد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کا اس سے استدلال کرنا کہ حضرت جابرؓ نے مدینہ تک جانے کی شرط لگائی تھی فقہاء کے قاعدہ کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو حدیث کے ہر لفظ سے حجۃ قائم کرتے ہیں اگرچہ واقعہ ایک بھی ہو یہ تو نهى النبى ﷺ عن بيع وشرط کے خلاف ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت جابرؓ رد الجمل کومبغوض سمجھتے ہیں تھے کہ انہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ

معلوم تھی کہ آپؐ صحابہ کرامؓ پر تفضّل کرتے رہتے ہیں حدیث کے اندر جو شرط کاذکر ہے وہ شرط تفضّل ہے۔ اصل شرط بیع میں نہیں ہے اس کی تائید حضرت جابرؓ کے قول سے ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایافھولك جس پر آپؐ نے فرمایا لابل بعینه جس پر ایک یہودی نے حضرت جابرؓ کا سارا واقعہ سننے کے بعد تعجب سے کہا کہ اشتری منك اسیر و رفع الیك الثمن ثم وهبه لك قلت نعم یعنی حضور اکرم ﷺ نے تم سے اونٹ خریدا پھر اس کی قیمت واپس کردی اور اونٹ بھی تجھے ہبہ کر دیا۔ میں نے کہا ہاں معاملہ ایسا ہوا ہے نیز حدیث میں ہے قدم رسو ل الله قبلی وقدمت با لغدا ة لیکن کتاب الجهاد میں ہے کہ تقدمت الناس الی المدینة بظاہر ان میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ میرے نزدیک اس کی جمع کی صورت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کا گھر عوالی مدینہ میں تھا وہ پہنچ کر دوسرے دن مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ اس طرح روایت میں تطبیق ہو جائے گی وجواب المؤلف امام بخاریؒ کا یہ کہنا کہ وهو علیه مقصد یہ ہے کہ ابھی مبیع بائع کے قبضہ میں تھی۔ مشتری نے قبضہ نہیں کیا تھا اس لئے کہ اونٹ حضرت عمرؓ کے قبضہ میں تھا حضور انور ﷺ نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ ابن عمرؓ کو ہبہ کر دیا۔ معلوم ہوا کہ بیع بغیر مشتری کے قبضہ کے بغیر بھی جائز ہے۔ ہاں وجوب ثمن کے لئے قبضہ ضروری ہے۔ امام بخاریؒ بھی اس کا انکار نہیں کرتے۔ اگر اشکال ہو کہ مبیع قبل از قبض تصرف بیع یا ہبہ وغیرہ کی صورت میں ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ حالانکہ یہاں پر تو آپؐ نے قبل از قبض ھبہ کر دیا۔ تو کہا جائے گا کہ ہمارے نزدیک بائع اوّل کی موجودگی میں اور اسی مجلس میں یہ تصرفات جائز ہیں۔ البتہ بائع اوّل اور ثالث کی بیع صحیح نہ ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ موہوب کا قبض اور مشتری ثانی کا قبضہ کافی ہے۔ خود کا قبضہ ضروری نہیں۔ اگر وهو علیه سے مراد مشتری ہے تو اس وقت تطبیق اس طرح ہوگی کہ ابن عمرؓ کا سوار ہونا اور اس کا پہلا قبضہ یہ ھبہ کے قبضہ سے کفایت کرے گا۔ اور آپؐ کی موجودگی میں ابن عمرؓ اور آپؐ کو نئے قبضہ کی ضرورت نہیں رہی۔ غالباً امام بخاریؒ کا ترجمہ اسی احتمال پر محمول ہے۔

ان جابر اشترط ظهره الی المدینة اس سے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ بشرط واحد بیع جائز ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسافت قریبہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بعیدہ ہو تو ناجائز ہے۔ شوافعؒ اور احنافؒ فرماتے ہیں کہ مسافت بعیدہ ہو یا قریبہ دونوں صورتوں میں بیع ناجائز ہے۔ اسلئے نهی رسول لله ﷺ عن بیع وشرط کا حکم عام ہے۔ باقی حدیث جابرؓ کے متعلق یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس میں کئی احتمالات ہیں ایک تو یہ ہے کہ دراصل یہ بیع تھی ہی نہیں۔ دوسرے شرط نفس عقد میں نہیں تھی بلکہ عقد سے پہلے کی شرط ہے۔ جو مؤثر نہیں ہوگی۔ تیسرے نسائی میں اخذته بكذاواعرتك ظهره الی المدینة یعنی اونٹ میں نے اتنی قیمت میں لیا اور مدینہ تک سواری کیلئے عاریت پر دیا۔ تو اب اشکال زائل ہو گیا۔ جاننا چاہیئے کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں قبض المشتری المبیع کا مسئلہ بیان فرمایا ہے جس کو تین ابواب میں لائے ہیں ایک تو اس جگہ اذا اشتری دابة او جملاوهو علیه۔ دوسرا ترجمہ ہے اذااشتری شیئاً فوهب من ساعته الخ لیکن جب ابن عمرؓ کے بعیر صعب والے قصہ سے اعتراض ہوا تو فرمایا لم ینكر البائع یعنی ھبہ مذکورہ بائع کے سکوت سے جائز ہو جائے گا۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اگر بائع مشتری کے تصرفات پر انکار نہ کرے تو یہ بیع جائز ہے البتہ انکار کی صورت میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تو قبل از قبض کسی چیز کی بیع جائز نہیں۔ احنافؒ کے نزدیک بھی مطلقاً ناجائز ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مکیل اور موزوں میں ناجائز

باقی میں جائز ہے۔امام مالکؒ فرماتے ہیں ماکول و مشروب میں ناجائز باقی میں جائز ہے۔اس اختلاف کی وجہ سے امام بخاریؒ نے اذااشتری کا جواب ذکر نہیں فرمایا کیونکہ احنافؒ اور شوافعؒ کے نزدیک جمیع اشیاء میں تخلیہ کے بعد قبض کی ضرورت نہیں۔ شوافعؒ اور حنابلہ کے نزدیک منقولات میں تخلیہ کافی نہیں مکانات اور اراضی میں کافی ہے۔ پھر امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے۔ اذااشتری متاعاً او دابة فوضعها عندالبائع اور اس میں بھی ابن عمرؓ کے اثر کو لائے ہیں۔ پھر علماء کا اس میں اختلاف ہو گیا کہ اگر مبیع قبل از قبض مشتری بائع کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو ضمان کس پر ہے۔ جو لوگ صحت بیع کے لئے قبض کو شرط قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک ضمان بائع پر ہے۔ اور جن کے نزدیک قبض شرط نہیں ان کے یہاں ضمان مشتری پر ہو گی۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کل مبیع تلف قبل قبضه من ضمان البائع الاالعقاد اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کل مبیع من ضمان البا ئع حتی یقضیه المشتری ۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ الکیس الکیس اس کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے تو فرمایا کہ اس کے معنی ولد کے ہیں مگر یہ اس لئے صحیح نہیں کہ ابھی تو حضرت جابرؓ کے بچہ ہوا نہیں تھا یا تو طلب ولد سے کنایہ ہے۔ یا یہ احتمال ہے کہ احتیاط کا حکم دیا ممکن ہے بیوی حائضہ ہو۔ دوسرے معنی جماع کے بھی آتے ہیں۔ اور عقل کو بھی کیس کہتے ہیں۔ گویا کہ طلب ولد عقل سے تعبیر فرمایا۔ کہ عقل ہی انسان کو طلب ولد پر آمادہ کرتی ہے۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں خمس اواقی بھی آیا ہے۔ اور بعض میں اوقین و درهم اور بعض میں اوقیة و ذهب ہے۔ اور بعض میں اربعه دنا نیر آیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ سب روایت بالمعنی ہے۔ علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں جمل اور بعیر کا ذکر ہے جو دواب میں سے ہے۔ لیکن روایت میں حمیر کا ذکر نہیں۔ اس کو بھی ابل کے ساتھ لاحق کر دیا کہ یہ حکم خاص نہیں رہے۔

باب الاسواق التی کانت فی الجاهلیة فتتابع بها الناس فی الاسلام ۔

ترجمہ۔ وہ بازاریں جو زمانہ جاہلیت میں تھیں اسلام میں لوگوں نے اس میں خرید و فروخت کو جاری رکھا۔

حدیث (۱۹۵۹) حدثنا علی بن عبدالله الخ عن ابن عباسؓ قال کانت عکا ظ ومجنة وذوالمجاز اسواقا فی الجاهلیة فلما کان الاسلام تاثموا من التجارة فیها فانزل الله لیس علیکم جناح فی مواسم الحج قرا ابن عباسؓ کذا ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عکاظ مجنه اور ذوالمجاز جاہلیت کے بازار تھے جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی کہ گناہ نہیں حج کے موقع پر تجارت کر سکتے ہو ابن عباسؓ مواسم الحجه کے ساتھ پڑھتے تھے۔

باب شراء الابل الهیم اوالا جرب الهائم المخالف للمقصدفی کل شئ

ترجمہ۔ بیمار یا خارشی اونٹ کا خرید کرنا۔ هائم کے معنی ہیں ہر چیز میں میانہ روی کی مخالفت کرنے والا اصل ہائم ایک ایسی بیماری ہے جس سے پیاس بڑھ جاتی ہے اور وہ کبھی پانی سے سیر نہیں ہوتا پانی چوستا رہتا ہے۔

حدیث (۱۹۶۰) حدثنا علی بن عبداللہ الخ قال عمر وکان ھھنا رجل اسمہ نواس وکانت عندہ ابل ھیم فذھب ابن عمرؓ فاشتری تلك الابل من شریك له فجاء الیه شریكه فقال بعنا تلك الابل فقال ممن بعتها قال من شیخ كذا وكذا قال ویحك ذاك واللہ بن عمر فجاء ہ فقال ان شریكی جاءك ابلاً هیماً ولم یعرفك قال فاستقها قال فلما ذھب یستاقها فقال دعها رضینا بقضاء رسول اللہ ﷺ لاعدوی سمع سفیان عمرو ....

ترجمہ۔ حضرت عمروؓ فرماتے ہیں کہ اس جگہ ایک آدمی ہے جس کا نام نواس ہے اس کے پاس ایک مریض اونٹ تھا ابن عمرؓ نے جا کر اس کے شریک سے اس اونٹ کو خرید لیا جب اس کا شریک اس کے پاس واپس آیا تو اس نے کہا کہ ہم نے تو یہ اونٹ بیچ دیئے ہیں۔ پوچھا کس کے پاس بیچے ہیں۔ فرمایا اس اس طرح کے شیخ کے پاس بیچے ہیں۔ بولے تیرے لئے ہلاکت ہو اللہ کی قسم! وہ تو ابن عمرؓ تھے۔ چنانچہ وہ ان کے پاس آکر کہنے لگے کہ میرے شریک نے آپ کو پہچانا نہیں اور یہ بیمار اونٹ آپ کو بیچ دیا۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس کو ہانک کر لے جاؤ۔ پس جب وہ ہانک کر لے جانے لگا تو ابن عمرؓ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو ہم حضور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہیں کہ چھوت چھات کوئی چیز نہیں ہے سفیان نے عمرو سے سنا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ثابت کرنا ہے کہ عیب دار چیز کی بیع جائز ہے۔ اگرچہ اس کا عیب ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ البتہ مشتری جب عیب پر مطلع ہو تو اسے اختیار ہے فسخ کرے یا جاری رکھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ھیام ایک بیماری ہے جس سے اونٹ پیاسا ہو کر پانی پیتا رہتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اور بعض نے کہا کہ خارشی اونٹ جسے خارش کی وجہ سے تارکول مل دیا گیا ہو جس کی وجہ سے وہ پیاسا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے شاربون شرب الھیم ابن عباسؓ فرماتے ہیں ابل العطاش۔ علامہ عینیؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ ایک قسم کا جنون ہے جو اونٹ کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ ایسے اونٹ کو عاشق ھائم سے تشبیہ دی جاتی ہے جو عشق کی وجہ سے حیران و پریشان رہتا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے مؤلف کا الاجرب سے عطف ڈالنا صحیح ہو جائے گا کیونکہ چھوت چھات کے دعویٰ میں دونوں شریک ہیں۔

بیع العیب حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب دار چیز کی بیع جائز ہے۔ جبکہ بائع واضح کر دے اور مشتری اس پر راضی ہو جائے۔ اگر عقد کے بعد عیب ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا یہ دھوکہ نہیں ہے۔

لاعدویٰ کے معنی تبھی صحیح ہو سکتے ہیں جب کہ ھیام کو ایک بیماری قرار دیا جائے۔ اور بعض شراح فرماتے ہیں لا عدویٰ کے معنی ظاہر ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا اس بیع پر راضی ہوں اگر چہ اس میں عیب موجود ہے اسے بائع پر واپس نہیں کروں گا۔ میرے نزدیک لا عدویٰ سے اس حدیث مشہور کی طرف اشارہ ہے لاعدویٰ ولاطیرة الحدیث. شیخ المشائخ شاہ ولی اللہؒ کی بھی یہی رائے ہے عیب کی وجہ سے ردِ بیع کا ارادہ کیا لیکن لا عدویٰ والی حدیث یاد آنے پر اپنا رد کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور استقہا سے ردِ مبیع کا ارادہ واضح ہوتا ہے۔

باب بیع السلاح فی الفتنة وغیرها وکره عمران بن حصین بیعه فی الفتنة۔

ترجمہ۔ فتنہ و فساد کا زمانہ ہو یا نہ ہو ہتھیاروں کی فروخت جائز ہے۔ البتہ عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ فتنہ کے زمانہ میں بیع مکروہ ہے۔

حدیث (۱۹۶۱) حدثنا عبداللہ بن مسلمة الخ عن ابی قتادةؓ قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ عام حنین فاعطاه یعنی درعا فبعت الدرع فابتعت به مخرفا فی بنی سلمة فانه لاول مال تاثلته فی الاسلام

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادۃؓ فرماتے ہیں کہ حنین والے سال ہم لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ تو آپؐ نے مجھے زرہ عطا فرمائی جس کو میں نے بیچ دیا۔ اور اس کے بعد قبیلہ بنو سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ پس یہ میرا پہلا مال تھا جس سے میں اسلام میں دولتمند اور سرمایہ والا بنا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ اسلحہ کی بیع اس وقت ناجائز ہے جب کہ فتنہ کا خوف ہو امن کے زمانہ میں اس کی اجازت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فتنہ سے مراد یہ ہے کہ جب مسلمانوں میں باہمی لڑائی ہو رہی ہو کیونکہ اس صورت میں مشتری کی معاونت ہے اور جب مشتبہ ہو اور باغی کا تحقق ہو جائے تو جس جانب حق ہو اس کے پاس بیچنا ممنوع نہیں ہے۔ چونکہ تعاون علی الاثم کی وجہ سے بیع سلاح کو مکروہ کہا گیا ہے۔ اس لئے ائمہ ثلاثہؒ ان انگوروں کی بیع بھی مکروہ فرماتے ہیں جن سے شراب بنتی ہے۔ بلکہ امام مالکؒ تو فسخ بیع کا حکم دیتے ہیں امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ بع حلا لك ممن شئت امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے ان کی مخالفت کی ہے ابو قتادہ کو جناب نبی اکرم ﷺ نے زرہ اسلئے دی تھی کہ انہوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا اور اس کا مال سلب کیا تھا امام بخاریؒ نے حضرت قتادہؓ کی روایت سے ترجمہ کا دوسرا اجزاء ای غیر الفتنہ میں بیع السلاح کے جواز کو ثابت کیا ہے لیکن شیخ گنگوہیؒ نے امام بخاریؒ کی غرض اس حدیث کے لانے سے

یہ بیان فرمائی ہے کہ بیع الاسلحة فی زمان الفتنه کا جواز فرمارہے ہیں جو امام بخاریؒ کی دقت نظر سے بعید نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ بعته اور زمانہ قتال بین المسلمین و المشرکین کا ہے مشتری معلوم نہیں کہ اہل فتنہ میں سے ہے یا کوئی غیر ہے تو اس اطلاق سے ثابت ہوا کہ بیع السلاح فی الفتنه بھی جائز ہے۔ تو اس عموم سے استدلال کیا۔ لیکن ان سب توجیہات پر اشکال باقی رہے گا کہ جزء ثانی یعنی غیرھا بغیر دلیل کے رہ گیا۔ لیکن اس میں کوئی ضرر نہیں جب زمانہ فتنہ میں جواز ہے تو غیر فتنہ میں تو بطریق اولیٰ جواز ثابت ہوگا۔ یا یوں کہا جائے کہ غیرھا سے فتنه الکفار مراد ہو۔ پھر مطابقت واضح ہے۔

باب فی العطار المسك

ترجمہ۔ عطر فروش کے بارے میں اور کستوری کی بیع کے بارے میں یہ باب ہے۔

حدیث(۱۹۶۲)حدثناموسی بن اسمعیل الخ عن ابی موسیؓ قال قال رسول اللهﷺ مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کمثل صاحب المسك اما تشتریه اوتجدریحه وکیر الحداد یحرق بدنك اوثوبك اوتجد منه ریحا خبیثا ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال کستوری والے اور لوہار کی بھٹی کی طرح ہے۔ کستوری والے کی طرف سے دو میں ایک ضرور ملے گا۔ یا کستوری اس سے خرید کر لوگے اور نہیں تو اس کی خوشبو ضرور حاصل ہوگی۔ لوہار کی بھٹی یا تو تیرا جسم یا تیرا کپڑا جلادے گی۔ یا تو اس سے خبیث اور گندی بدبو حاصل کرے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مسك یعنی کستوری کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر اس کے عدم جواز کا گمان ہوتا ہے۔ کیونکہ دراصل مسک دم غزال ہے یعنی ہرن کا خون ہے۔ اور ثمن دم سے ممانعت آئی ہے۔ لہذا حدیث سے اس کا جواز ثابت کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں صرف مسك کا ذکر ہے۔ عطار کا ذکر نہیں تو گویا رائحہ طیبہ کی وجہ سے اس کو بھی مسک کے ساتھ لاحق کردیا۔ اور حدیث سے بیع مسك کا جواز اور اس کی طہارت کا حکم بیان ہوا۔ کیونکہ حضور انور ﷺ نے اس کی مدح فرمائی ہے۔ اور اس کی رغبت دلائی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ اس کی کراہت کے قائل تھے۔ لیکن ان کے بعد یہ اختلاف ختم ہوگیا۔ اب جواز بیع المسك اور اس کی طہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔ باقی مسک کا خون سے پیدا ہونا ایسا ہے جیسے خون سے گوشت بنتا ہے تو تحول عین سے طہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔ نیز! صاحب مسك سے مراد بائع مسك ہے۔

باب ذکر الحجام

ترجمہ۔ پچھنے لگانے والے کا ذکر ہے

حدیث (۱۹۶۳) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن انس بن مالکؓ قال حجم ابوطیبة رسول الله ﷺ فامرله بصاع من تمروامر اهله ان یخففوا من خراجه ......

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طیبہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پچھنے لگائے تو آپؐ نے اجرت کے طور پر کھجور کا ایک صاع ادا کرنے کا حکم دیا اور اس کے مالکان کو حکم دیا کہ اس کے وظیفہ میں تخفیف کریں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ باب موکل الربوا میں گذر چکا ہے ثمن الدم مکروہ ہے تو ظاہراً اس سے حجامت کی تحریم معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس میں خون چوسنا پڑتا ہے۔ تو حدیث سے جواز معلوم ہوا۔ تو نہی کو یا تو منسوخ کہا جائے گا یا نہی تنزیہی پر محمول ہو گی خراج سے وہ وظیفہ مراد ہے جو آقا کی طرف سے غلام پر مقرر ہوتا ہے تو حدیث سے جواز حجامت اور جواز اخذ اجرت معلوم ہوا یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے۔

حدیث (۱۹۶٤) حدثنا مسدد الخ عن ابن عباسؓ قال احتجم النبی ﷺ واعطی الذی حجمه ولو کان حراماً لم یعطه ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور خود اپنے ہاتھ سے پچھنے لگانے والے کو اجرت دی۔ اگر حجامت اور اجرت حرام ہوتے تو آپؐ نہ دیتے

اجرت دینے اور پچھنے لگوانے سے ان کا جواز معلوم ہوا۔ مؤطا امام محمدؒ نے فرمایا لا بأس ان تعطی الحجام اجره علی حجامة وهو قول ابی حنیفهؒ...

باب التجارة فیما یکره لبسه للرجال والنساء۔

ترجمہ۔ جن چیزوں کو مردوں اور عورتوں کا پہننا مکروہ ہے ان کا کاروبار کیسے ہے۔

حدیث (۱۹۶۵) حدثنا ادم الخ عن عبداللہ بن عمرؓ قال ارسل النبی ﷺ الی عمر بحلة حریر اوسیراء فراها علیه فقال انی لم ارسل بها الیك لتلبسها انما یلبسها من لا خلاق له انما بعثت الیك

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک ریشم کا جوڑا یا ابریشم کا جوڑا حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا پھر اس کو پہنے ہوئے دیکھا جس پر آپؐ نے فرمایا میں نے اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اسے پہن لو بلکہ اس کو تو وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے میں نے تو

لتستمع بها یعنی تبیعها..

آپ کے پاس اس لئے بھیجا تھا تاکہ تم اس سے نفع اٹھاؤ یعنی اسے بیچ کر نفع کماؤ۔

حدیث(۱۹۶۶)حدثناعبدالله بن یوسف الخ عن عائشةؓ ام المؤمنین انها اخبرته انها اشترت نمرقة فیها تصاویر فلمارآهارسول الله ﷺقام علی الباب فلم یدخله فعرفت فی وجهه الکراهیة فقلت یارسول الله اتوب الی الله والی رسوله ﷺ ماذااذنبت فقال رسول الله ﷺ مابال هذه النمرقة قلت اشتریهالك لتقعدعلیها وتوسدها فقال رسول الله ﷺ ان اصحاب هذه الصور یوم القیامة یعذبون فیقال احیوا ماخلقتم وقال ان البیت الذی فیه الصور لاتدخل الملئکة ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین خبر دیتی ہیں کہ انہوں نے ایک تکیہ خرید کیا جس میں تصویریں تھیں۔ جب اس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے دروازے پر دیکھا تو اس میں داخل نہ ہوئے۔ پس میں نے آپؐ کے چہرہ انور میں ناپسندیدگی کے آثار بھانپ لئے تو میں نے کہا یارسول اللہ میں اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ میرے سے گناہ سرزد ہو گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تکیہ کیسا ہے میں نے کہا حضرت یہ تو میں نے آپؐ کے لئے خریدا ہے۔ تاکہ آپؐ اس پر بیٹھیں اور اس کا سہارا لیں۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان صورت والوں کو عذاب دیا جائیگا۔ پس ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو اور فرمایا وہ گھر جس کے اندر یہ تصویریں ہوں اس میں اللہ کی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مقصد اس باب کا یہ ہے کہ تجارت وہ مکروہ ہے جس سے کسی قسم کا نفع حاصل کرنا مکروہ ہو لیکن جو چیزیں عورتوں وغیرہ کیلئے مکروہ نہیں ہیں اور ان سے نفع اٹھانا ممکن ہے ان میں کوئی کراہۃ نہیں ہے۔ چنانچہ پہلی روایت اسی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ وہ کپڑا جس سے عورتوں کو نفع اٹھانا مکروہ نہیں اس کی خرید و فروخت حرام نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری روایت ہے کیونکہ تصویروں کا کپڑا جس کا پہننا اس حالت میں جائز نہیں مگر اس کپڑے کو پھاڑ کر استعمال کیا جاسکتا ہے جب کہ اس کی تصویریں سالم نہ رہیں۔ یا وہ تبدیل نہ ہو جائیں۔ اور اس کا کچھ بیان حاشیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی جب وہ چیز ان لوگوں کے لئے قابل انتفاع ہو جن کے لئے پہننا مکروہ نہیں۔ لیکن جس میں شرعی منفعت نہیں اس کی بیع بالکل جائز نہیں علماء کا راجح قول یہی ہے جس کے بارے میں دو حدیثیں ذکر کی گئیں۔ ایک تو ابن عمرؓ کی روایت ہے جس میں ہے کہ لتستمع بها یعنی اس کو بیچ کر نفع حاصل کر سکتے ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس کپڑے کا مردوں کے لئے پہننا مکروہ ہے

اس کا بچھونا جائز ہے۔ اور جو لباس عورتوں کے لئے پہننا مکروہ نہیں ہے تو اس کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے اور ترجمہ میں کراہت عامہ مراد ہے خواہ وہ تحریمہ ہو یا تنزیہہ تو اس میں رجال اور نساء دونوں داخل ہوں گے۔ تو اس سے اس اعتراض کا جواب نکل آیا کہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں۔ کیونکہ اس میں نساء کا ذکر نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے جس میں تصویروں والے تکیہ کا ذکر ہے۔ جس میں جناب نبی اکرم ﷺ نے نمرقہ میں بیع کو صحیح قرار نہیں دیا۔ اور اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ اس کے بعد آپؐ نے صورت والے کپڑے کا تکیہ بنالیا۔ جس کو مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے ممنوع قرار دیا گیا۔ اس اعتبار سے یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حدیث ابن عمرؓ ترجمہ کے بعض حصہ پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن حدیث عائشہؓ جمیع اجزاء ترجمہ پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ تصویر کی ممانعت مردوں اور عورتوں دونوں کو مستلزم ہے۔

کرہ لبسہ لبس سے استعمال کرنا ہے۔ جیسے من طول مالبس میں لبس بمعنی استعمال کے ہے۔ اور جس کا استعمال مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ممنوع ہے وہ تصویروں والا تکیہ ہے یہ فی الحاشیہ کا بیان ہے۔

باب صاحب السلعة احق بالسوم

ترجمہ۔ اسباب کا مالک سودے کی قیمت مقرر کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔

حدیث (۱۹۶۷) حدثنا موسی بن اسمعیل الخ عن انس بن مالکؓ قال قال النبی ﷺ یا بنی النجار ثامنونی ا بحائطکم وفیہ خرب ونخل .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ہو نجار تم اپنا باغ مجھے قیمتاً دے دو۔ اس باغ میں بنجر زمین بھی تھی اور کھجوریں بھی تھیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یعنی ثمن کی مقدار مقرر کرنا اسباب کے مالک کا حق ہے یہی وجہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہو نجار سے پوچھا کہ اپنے باغ کے ثمن کی مقدار بتاؤ۔ سوم کے معنی قیمت کے تعیین کے ہیں۔

باب کم یجوز الخیار

ترجمہ۔ خیار کتنے دن جائز ہے

حدیث (۱۹۶۸) حدثنا صدقۃ الخ عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال ان المتبایعین بالخیار فی بیعھما مالم یتفرقا او یکون البیع خیاراً قال نافع وکان ابن عمر اذا اشتری شیئاً یعجبہ فارق صاحبہ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا بائع اور مشتری اپنی بیع میں اختیار پر ہیں۔ جب تک کہ جدا نہ ہو جائیں یا یہ کہ بیع خیار کی ہو نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب کوئی چیز خرید کرتے جو انہیں پسند ہوتی تو اپنے ساتھی سے جلدی جدا ہو جاتے۔

حدیث(۱۹۶۹)حدثنا حفص بن عمر الخ عن حکیم بن حزام عن النبی ﷺ قال البیعتان بالخیار مالم یفترقا قال ھمام فذکرت ذلک لابی التیاح فقال کنت مع ابی الخلیل لما حدثه عبدالله بن الحارث.

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہوں دونوں کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کریں یا چالو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مالم یتفرقا ائمہ ثلاثہ تو اس سے تفرق بالابدان مراد لیتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب دونوں نے عقد کر لیا تو بیع صحیح ہو جائے گی۔ اگر چہ تفرق بالابدان نہ بھی ہو۔ مزید بحث گذر چکی ہے۔

باب اذا لم یوقت فی الخیار ھل یجوز البیع۔

ترجمہ۔ جب خیار کو مقرر نہ کریں تو کیا بیع جائز ہو گی۔

حدیث (۱۹۷۰) حدثنا ابو النعمان الخ عن ابن عمرؓ قال قال النبی ﷺ البیعان بالخیار مالم یتفرقا اویقول احدھما لصاحبه وربما قال اویکون بیع خیار .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بائع مشتری جب تک دونوں جدا نہ ہوں بائع مشتری دونوں خیار کے ساتھ ہیں وبه قال ابن عمرؓ الخ ۔

حدیث(۱۹۷۱)حدثنا اسحق الخ سمعت حکیم بن حزامؓ عن النبی ﷺ قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا فان صدقا وبینا بورك لھما فی بیعھما وان کذبا وکتما محقت برکة بیعھما ....

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بائع مشتری جب تک جدا نہ ہوں وہ اختیار کے ساتھ ہیں۔ پس اگر انہوں نے سچ کہا اور خوب واضح کر دیا تو ان کی بیع میں برکت دی جائے گی۔ اور اگر ان دونوں نے جھوٹ کہا اور عیب کو چھپایا تو ان کے بیع کی برکت مٹا دی جائیگی۔

حدیث(۱۹۷۲)حدثنا عبدالله بن یوسف الخ عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال المتبایعان کل واحد منھما بالخیار علی صاحبه مالم یتفرقا الابیع الخیار

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا متبایعان میں سے ہر ایک اپنے صاحب پر اختیار میں ہے جب تک کہ دونوں جدا نہیں ہوتے مگر بیع الخیار۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ جب روایت میں کسی مدت کا ذکر نہیں تو اسے مطلق رکھا جائے۔ کسی مدت کی تعیین جائز نہیں ہے۔ اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو خیار کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں کرتے احنافؒ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ جب مدت مجہولہ ہے متعین نہیں کی گئی یا تین دن سے زائد ہو۔ بہر حال بیع تو نافذ اور منعقد ہے اگرچہ فاسد ہوگی۔ جیسے کہ روایت اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ شئی کا وجود اس کے ارکان کے وجود سے ہوتا ہے۔ اور بیع کا رکن مبا دلة المال بالمال ثیرا جن وہ موجود ہے۔ اس لئے بطلان کا دعویٰ تو صحیح نہیں تو اس روایت سے ان لوگوں کی تائید ہوگی جو بیع کو منعقد قرار دے کر اسے فاسد کہتے ہیں۔ تو محض عدم تعیین مدت والوں کی تائید نہیں ہوگی۔ تو بہتر ہے کہ پہلے مسلک کی تائید کی جائے وہی اولیٰ ہے کیونکہ صحابیؓ نے بیع فاسد اور باطل کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔ پس ان کے کلام کو ان لوگوں کے مسلک پر محمول کیا جائے جو صحابیؓ کے مسلک کے موافق ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی بائع اور مشتری جب خیار شرط کیلئے کوئی مدت مقرر نہیں کرتے بلکہ اسے مطلق چھوڑ دیتے ہیں تو کیا یہ بیع منعقد ہوگی یا نہیں۔ شوافعؒ اور احنافؒ تو فرماتے ہیں کہ خیار شرط تین دن سے زائد نہیں ہوگا۔ دوسرے حضرات صاحبینؒ اور اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ خیار شرط کیلئے اس صورت میں کوئی مدت نہ ہوگی۔ البتہ بیع جائز ہو جائے گی شرط باطل ہوگی۔ سفیان ثوریؒ اور امام شافعیؒ اور اصحاب رائے فرماتے ہیں کہ بیع بھی باطل ہو جائے گی۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں بقدر حاجت مدت مقرر کی جائے ان کے نزدیک اجل طویل جائز نہیں ہے۔ مبیعات کپڑے وغیرہ میں ایک دن یا دو دن جاریہ وغیرہ کے اختیار میں پانچ دن اور مکانات میں مہینہ بھر کا اختیار ہوگا۔ امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خیار کی مدت صرف تین دن ہوگی اس سے اکثر جائز نہیں اور ہمیشہ کیلئے اختیار ہے تو بیع صحیح نہ ہوگی۔

وان کان فاسداً احنافؒ کے نزدیک بیوع کی چار اقسام ہیں۔ ۱/ **باطل** جو بالکل صحیح نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی وہ کسی وجہ سے ملک کا فائدہ دیتی ہے۔ جیسے کسی نے مردار دیکر عبد خرید اقبضہ کر کے اسے آزاد کر دیا تو عتق صحیح نہ ہوگا۔ ۲/ **فاسد** وہ ہے کہ وہ اصلاً تو صحیح ہو وصفاً صحیح نہ ہو قبضہ کی صورت میں ملک کا فائدہ دے گی جیسے کسی نے شراب دے کر غلام خریدا قبضہ کر کے آزاد کر دیا تو عتق نافذ ہوگا ۳/ **موقوف** وہ ہے جو اصلاً اور وصفاً دونوں طرح سے صحیح ہو۔ توقف کے طور پر ملک کا فائدہ دے گی۔ جیسے کسی کے غلام کو بغیر اس کی اجازت کے فروخت کر دیا۔ ۴/ چوتھی قسم مکروہ ہے جو اصلاً وصفاً صحیح ہے۔ لیکن کوئی مانع لگ گیا جیسے **عنداذان الجمعه** کی بیع کی جائے امام شافعیؒ فرماتے ہیں جب مانع آگیا تو نعمت ملک کو حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

ولو فاسداً یہ جواب شیخ گنگوہیؒ نے دیا ہے۔ اور کوکب دری میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت بریرہؓ کے واقعہ میں بیع کو جائز اور ولاء کی شرط کو باطل قرار دیا گیا تو یہاں پر بیع فاسد نے ملک مشتری کا فائدہ دیا جس پر عتق بریرہؓ نافذ ہوا تو اس سے فاسد اور باطل کا فرق بھی واضح ہو گیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ خیار اختیار کے معنی میں اختلاف ہے۔ خیار تین قسم ہیں۔ خیار مجلس۔ خیار شرط اور خیار عیب۔ اس جگہ خیار شرط مراد ہے۔ حدیث میں چونکہ کسی مدت کی تعیین نہیں اس لئے حاجت کے موافق مدت متعین کی جائے گی۔ لیکن ابن عمرؓ سے مرفوعاً منقول ہے۔ الخیا رثلثة ایام امام مالکؒ تقیید بثلثهة ایا م کاانکار کرتے ہیں۔

مالم یتفرقا اکثر صحابہ اور تابعین اس سے تفرق بالابدان مراد لیتے ہیں لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب عقد ہو گیا تو بیع صحیح ہو گی۔ اگرچہ تفرق بالابدان نہ پایا جائے۔ ظاہر حدیث اور ابن عمرؓ کا عمل پہلے مسلک کی تائید کرتا ہے۔ احنافؒ کے دلائل گذر چکے ہیں۔

اویکون بیع خیا ر اس کے ایک معنی تو یہ ہیں اذاتفرقا سقط الخیار ولزوم العقد الابیع الخیا ر یعنی جس بیع میں خیار شرط پایا جائے وہ مدت گذرنے کے بعد نافذ ہو گی۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ خیار ثابت ہے مگر جب عدم خیار کی شرط لگ جائے تو خیار ساقط ہو گا۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ بیع کے ایجاب وقبول کے بعد احدالمتبایعین دوسرے سے کہے اختر تو دوسرا کہتا ہے اخترت تو اس صورت میں بھی خیار ساقط ہو جائے گا۔

باب اذاخیر احدهماصاحبه بعدالبیع فقد وجب البیع۔

ترجمہ۔ جب بیع کے بعد ایک دوسرے کو اختیار دے دے تو بیع واجب ہو جائے گی۔

حدیث(۱۹۷۳)حدثناقتیبةالخ عن ابن عمرؓ عن رسول اللهﷺ انه قال اذاتبایع الرجلان فکل واحدمنهما بالخیار مالم یتفرقاو کانا جمیعاً اویخیر احدهماالاخرفتبایعا علی ذلك فقد وجب البیع وان تفرقا بعد ان تبایعا ولم یترك واحد منهما البیع فقد وجب البیع .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب دو آدمی آپس میں بیع کریں تو جب تک دونوں جدا نہ ہوں اور دونوں اکٹھے رہیں تو ان میں سے ہر ایک کو بیع کے انعقاد اور فسخ کا اختیار ہے۔ یا ان میں سے ایک نے دوسرے کو اختیار دے دیا جس پر دونوں نے بیع کر لی تو بھی بیع واجب ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اذاخیر احدهما الخ اس ترجمہ کے دو محمل ہیں ایک تو یہ کہ جب متبایعین میں سے کسی ایک کو خیار شرط حاصل ہو تو بیع واجب ہو جائے گی کیونکہ سبب پایا گیا اگرچہ حکم مؤخر ہو گا کہ یا تو خیار شرط ساقط کر دیا جائے یا مدت خیار ختم ہو جائے یہ معنی اس صورت میں ہیں جبکہ خیر احدهما سے خیار شرط مراد ہو۔ اور دوسرا محمل یہ ہے کہ متبایعین میں سے کسی ایک نے دوسرے سے

اثناء بیع میں یہ کہہ دیا کہ اختر لنفسک القبول او الرد تو اس نے بیع اور قبول کو اختیار کیا رڈ کو نہیں۔ تو بیع واجب ہو جائے گی۔ اور ملک کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ اس میں تراخی نہیں ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ خیر احدھما کو اس معنی پر حمل کیا جائے۔

وان تفرقا بعد ما تبایعا یعنی ان میں سے کسی نے بیع کو نہیں چھوڑا تو معنی یہ ہوئے کہ اذا تفرقا یعنی تفرق بالاقوال کر لیا اور کسی نے بیع کو نہیں چھوڑا کہ جب ایجاب او موجب قول سے کسی نے رجوع نہیں کیا تو بیع لازم ہوگی۔ اور کانا جمیعاً کا مطلب یہ ہوگا کہ دونوں اپنے عزم پر جمے رہے۔ اپنے مقصد سے ہٹے نہیں تو بھی بیع واجب ہو جائے گی۔

تشریح از قاسمی ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں خیار مجلس کے ثبوت کے لئے یہ واضح دلیل ہے کہ جب احد المتبایعین نے ایجاب کیا۔ دوسرے کو اختیار ہے چاہے رڈ کرے یا قبول کرے۔ لیکن جب ایجاب و قبول طرفین سے حاصل ہو گیا تو عقد تمام ہو گیا اب کوئی اختیار نہیں سوائے خیار شرط یا خیار عیب کے۔ نسائی کی روایت جو حضرت سمرہؓ سے ہے وہ اس کی دلیل ہے البیعان بالخیار مالم یتفرقا ویاخذ کل احد منھما من البیع ماھوی اس سے معلوم ہوا کہ خیار جو متبایعین کو حاصل ہے۔ وہ انعقاد بیع سے پہلے ہے۔ بعد میں نہیں تو اس صورت میں تفرق بالاقوال مراد ہوگا نہ کہ تفرق بالابدان۔

باب اذا کان البائع بالخیار هل یجوز البیع ۔

ترجمہ۔ جب بائع کے لئے اختیار ہو تو کیا بیع جائز ہوگی۔

حدیث (۱۹۷۴) حدثنا محمد بن یوسف الخ عن ابن عمرؓ عن النبی قال کل بیعین لابیع بینھما حتی یتفرقا الابیع الخیار .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بائع مشتری میں کوئی بیع نہیں ہوگی۔ جب تک دونوں جدا نہ ہوں مگر بیع الخیار کی صورت میں مکمل نہ ہوگی۔

حدیث (۱۹۷۵) حدثنا اسحق الخ عن حکیم بن حزامؓ ان النبی ﷺ قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا قال ھمام وجدت فی کتابی یختار ثلث مرار فان صدقا وبینا بورك لھما فی بیعھما وان کذبا وکتما فعسی ان یربحا ربحۃً ویمحقا برکۃ بیعھما۔

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بائع اور مشتری جبتک جدا نہ ہوں وہ اختیار سے ہیں۔ ھمام فرماتے ہیں میں نے اپنی کتاب میں یختار ثلاث مرا رپایا ہے پس اگر انہوں نے سچ بولا اور عیب وغیرہ کو خوب واضح کر دیا تو ان کی بیع میں برکت ڈال دی جائیگی اگر دونوں نے جھوٹ بولا اور عیب کو چھپایا تو قریب ہے ان کو نفع زیادہ ہو مگر ان کی بیع کی برکت مٹا دی جائیگی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ وجدت فی کتابی یعنی محفوظ تو بالخیار کا لفظ ہے لیکن کتاب میں یختار ثلث مرار پایا یعنی بلفظ اصل یہ غیر محفوظ ہے اور دیگر رواۃ کے بھی خلاف ہے۔ لہذا قبول نہیں ہوگا جب کہ خصوصا کتاب میں لکھا ہوا ہو تو وہ غیر محفوظ مقبول نہیں ہوگا۔

البائع بالخیار اس سے ان لوگوں کا رڈ کرنا مقصود ہے جو صرف مشتری کو اختیار دیتے ہیں۔ بائع کو نہیں۔ تو حدیث نے دونوں میں برابری کر دی۔

باب اذا اشتری شیئاً

ترجمہ۔ باب مشتری جب کوئی چیز خرید کرے

فوهب من ساعته قبل ان یتفرقا ولم ینکر البائع علی المشتری او اشتری عبداً فاعتقه وقال طاؤس فیمن یشتر السلعة علی الرضا ثم باعها وجبت له والربح له ......

ترجمہ۔ اور تفرق بالابدان سے پہلے اسی وقت اسے دوسرے کو ھبہ کر دے اور بائع مشتری پر کوئی اعتراض نہ کرے یا عبد خرید کر کے اسے آزاد کر دے۔ اور طاؤس اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے رضا مندی سے کچھ اسباب خرید کیا پھر اس وقت بیچ دیا تو بیع واجب ہو گی اور نفع اسی کا ہو گا۔

حدیث(۱۹۷۶)وقال الحمیدی الخ عن ابن عمرؓ قال کنا مع النبی ﷺ فی سفر فکنت علی بکر صعب لعمر فکان یغلمنی فیتقدم امام القوم فیزجره عمر ویرده فقال النبی ﷺ لعمر بعنیه قال هو لك یارسول الله قال بعنیه فباعه من رسول الله ﷺ فقال النبی ﷺ هو لك یا عبدالله بن عمرؓ تصنع به ماشئت قال ابوعبدالله وقال اللیث الخ عن عبدالله بن عمرؓ قال بعت من امیر المؤمنین عثمان مالاً بالوادی بمالٍ له بخیبر فلما تبایعنا رجعت علی عقبی حتی خرجت من بیته خشیة ان یردنی البیع وکانت السنة ان المتبایعین

ترجمہ۔ ہم سے حمیدیؒ نے کہا بسند کہ ابن عمرؓ نے فرمایا ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ پس میں حضرت عمرؓ کے ایک سرکش گھوڑے پر سوار تھا جو مجھ پر غالب تھا کہ قوم سے آگے بڑھ جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ اسے ڈانٹ کر واپس کرتے پھر وہ آگے بڑھ جاتا حضرت عمرؓ اسے ڈانٹ کر واپس کرتے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اسے میرے پاس بیچ دو انہوں نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ وہ آپؐ کے لئے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے میرے پاس بیچ دو۔ تو انہوں نے اسے آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیچ دیا۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرؓ یہ تیرے ملک ہے جو چاہو اس کے ساتھ سلوک کرو اور لیث کی سند سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ کے پاس وادی کے اندر جو میری

بالخيار حتى يتفرقا قال عبدالله فلما وجب بيعي وبيعه رأيت انى قد غبنته بانى سقته الى ارض ثمود بثلث ليال وساقني الى المدينة بثلث ليال .....

زمین تھی ان کے خیبر والے مال کے بدلے بیچ دی۔ جب ہم بیع کر چکے تو اپنی ایڑیوں پر لوٹ آیا۔ یہاں تک کہ میں ان کے گھر سے اس خوف سے نکل آیا کہ کہیں وہ میرے سے بیع واپس نہ کرلیں۔ سنت یہی ہے کہ متبایعان اس وقت تک اختیار کے ساتھ ہیں جب تک جدا نہ ہو جائیں۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا پس جب میری اور ان کی بیع واجب ہو گئی تو میں نے سمجھا کہ میں نے ان سے دھوکہ کیا ہے۔ کہ میں نے ان کو ارض ثمود کی طرف تین رات کی مسافت پر بھیج دیا۔ اورانہوں نے مجھے تین رات کی مسافت سے نجات دے کر مدینہ کے قریب کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مؤلف نے بیع کو ھبہ پر قیاس کرتے ہوئے باب باندھا کہ جیسے قبل قبض از مشتری کا ہبہ جائز ہے اس طرح بیع بھی قبل از قبض جائز ہو گی۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اسے منع کرتے ہیں۔ اس لئے آپ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے لاتبع ماليس عندك دوسرے آپؐ نے قبل از قبض طعام کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ اور ابن عباسؓ فرما چکے ہیں کہ میں ہر چیز کو اسی طرح سمجھتا ہوں۔ نیز علۃ نہی بھی ہر چیز کو شامل ہے کہ بیع میں ہلاک ہونے کا خطرہ ہے۔ البتہ یہ علۃ اراضی میں نہیں پائی جاتی اس لئے ان کی بیع قبل از قبض جائز ہو گی۔ بنا بریں حکم میں تعمیم واجب ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے صرف ھبہ کے جواز کو ثابت کرنا نہیں بلکہ مقصود بعض تصرفات جائزہ کا بیان کرنا ہے۔ قبل از قبض مثلاً عتق. ھبہ اور بیع. مطلقاً طاؤس کی رائے کے مطابق جیسے امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا اور اس کی جزئیات میں سے یہ بھی ہے کہ بائع ثمن قبض کرنے سے پہلے مبیع کو بیچ سکتا ہے جب کہ مشتری نے ابھی اس پر قبضہ نہ کیا ہو اگرچہ یہ بیع ثانی اس شرط کے ساتھ مشروط ہو کہ یہ بیع ثمن اول پر ہو گی۔ جیسا کہ باب الاقالۃ میں اس کو ذکر کیا گیا ہے اس بناء پر ابن عمرؓ کا اثر احناف کو نقصان دے گا جب کہ خیار کو استحباب پر محمول کیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ باب کی دو حدیثوں میں سے حدیث ابن عمرؓ سے خیار مجلس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جب کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے معاملہ کیا تھا کہ اقالہ کے خوف سے جلدی مجلس سے الگ ہو گئے لیکن بعیر صعب والی ابن عمرؓ کی روایت سے جب اعتراض کا خطرہ لاحق ہوا جس میں جناب نبی اکرم ﷺ سے خود نفس تمام عقد سے تصرف فرمادیا۔ تو جواب دیا کہ بقوله ولم ينكر ہبہ مذکورہ بائع کے انکار نہ کرنے سے تمام ہو گیا۔ اس کے سکوت کو قول کے قائم مقام قرار دیا گیا۔ نیز! اس خیار مجلس کے خلاف خود ابن عمرؓ کی حدیث عنقریب آ رہی ہے۔ اذااشتری متاعاً اودابةً فوضعه عندالبائع قال ابن عمرؓ ماادركت الصفقه حياً مجموعاًفهو من المبتاع ۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ ابن عمرؓ جو فرمارہے ہیں کہ اگر سودا کے تمام ہونے کے بعد مبیع ہلاک ہو جائے تو وہ مال مشتری سے ہلاک ہو گا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمرؓ بھی اقوال سے ہی بیع کو تام قرار دیتے ہیں تفرق بالابدان کو ضروری نہیں کہتے

بلکہ مبیع بائع کے ملک سے منتقل ہو کر مشتری کے ملک میں چلی جائے گی۔ اگر مبیع ہلاک ہوئی تو مال مشتری سے ہلاک ہوگی۔

قاس علی الھبة البیع یعنی باب میں حدیث ھبہ ذکر کر کے بیع کو اس پر قیاس کیا گیا ہے۔ منه ابو حنیفة " باب اذا اشتری دابة میں گذر چکا ہے کہ اس پر تو ائمہ کا اتفاق ہے کہ طعام کی بیع قبل از قبض جائز نہیں۔ البتہ طعام کے علاوہ باقی اشیاء کی قبل از قبض کے تصرفات میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام اوزاعیؒ "اسحاق" اور امام احمدؒ طعام کے علاوہ باقی اشیاء کی بیع قبل از قبض کو جائز کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ" اور ایک روایت احمد کی بھی ہے کہ قبل از قبض کسی چیز کی بیع جائز نہیں البتہ امام ابو حنیفہؒ اراضی بیع کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔ ان حضرات کا استدلال نهی البیع فی الطعام قبل قبضه سے ہے۔ اسی طرح ابو داؤد کی روایت ہے کہ ان النبی ﷺ نهی ان تبتاع اسعله حیث تبتاع حتی یحوز ھاالتجار الی احالهم۔ یعنی جس جگہ اسباب کو بیچا جاتا ہے اس جگہ ان کی بیع ممنوع ہے۔ جب تک کہ تجار ان کو اپنے اپنے ٹھکانوں تک نہ لے جائیں اس طرح اسید بن عتاب والی مکہ کو آپؐ نے فرمایا انهم من بیع مالم یقبضوه یعنی جو چیز ان کے قبضہ میں نہ ہو اس کے بیچنے سے آپ ان کو روکیں۔

وعن ذبیح مالم یضمنوه کا تعلق۔ اعتاق کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جمہور فرماتے ہیں اعتاق صحیح ہوگا۔ اور یہی اس کا قبضہ ہوگا خواہ بائع کو حبس کا حق ہو یا نہ ہو۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مشتری کے تصرفات فی المبیع فی مدة الخیار سے ملک ثابت ہو جائے گا اور خیار باطل ہو جائے گا جیسے عبد کا اعتاق اس کی کتابت اس کی بیع اور اس کا ھبہ کر دینا جاریہ سے وطی کرنا مباشرت اور چھونا یہ سب امور موجب رضا ہیں اور خیار کو باطل کر دیتے ہیں۔

اقاله امام شافعیؒ کے نزدیک فسخ بیع ہے۔ امام مالکؒ اسے بیع فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ متعاقدین کے حق میں فسخ اور غیر کے بارے میں بیع قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے الاقالة جائز فی البیع بمثل الاول۔ اگر کسی نے اکثر یا اقل کی شرط لگائی تو شرط باطل ہوگی۔ اور ثمن اول دینا پڑے گا۔ ان الاقالة فسخ فی حق المتعاقدین وبیع جدید فی حق غیرهما اگر فسخ کرنا ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ تصنع به ماشئت یہ آپ کا قول ان لوگوں کی دلیل ہے جو تفرق بالاقوال کے قائل ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے اسی وقت ابن عمرؓ کو اونٹ ھبہ کر دیا تفرق ابدان سے پہلے۔ اگر جمل آپؐ کا نہ ہوتا تو قبل الافتراق ھبہ کیسے کرتے۔ کانت السنة سے معلوم ہوا کہ تفرق بالابدان ابن عمرؓ کے زمانہ سے پہلے متروک ہو چکا تھا۔

باب مایکره من الخداع فی البیع ترجمہ۔ بیع کے اندر دھوکہ دینا مکروہ ہے

حدیث (۱۹۷۷) حدثناعبدالله بن یوسف الخ ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے

عن عبداللہ بن عمرؓ ان رجلاً ذکر النبی ﷺ انه یخدع فی البیوع فقال اذابایعت فقل لاخلابة...

جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا کہ اس کو بیوع میں دھوکہ دیا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب تم کسی سے بیع شراء کرو تو لاخلابة کہہ دیا کرو۔ خلابة کے معنی خدیعه کے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس باب سے اشارہ ہے کہ بیع کے اندر خداع مکروہ ہے۔باقی بیع فسخ نہ ہوگی۔البتہ اگر مشتری خیار کی شرط لگائے تو پھر بیع تام نہ ہوگی۔جب تک کہ مدت خیار نہ گذرے۔ لاخلابة کہ دھوکہ نہ ہو۔کیونکہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔شوافعؒ واحنافؒ فرماتے ہیں کہ غبن لازم نہیں ہے۔اس لئے مغبون کو اختیار نہیں ہوگا۔خواہ غبن قلیل ہو یا کثیر ہو۔امام مالکؒ کی بھی اصح روایت یہی ہے۔حدیث کا جواب یہ ہے کہ ایک خاص واقعہ ہے۔ابن عربیؒ کے قول کے مطابق اس کا حکم غیر کی طرف متعدی نہیں ہوگا۔

باب ماذکر فی الاسواق

ترجمہ۔بازاروں کے بارے میں جو کچھ ذکر ہوا ہے

وقال عبدالرحمن بن عوف لماقدمنا المدینة قلت هل من سوق فیه تجارة قال سوق قینقاع وقال انس قال عبدالرحمن دلونی علی السوق وقال عمر الهانی الصفق بالاسواق .....

ترجمہ۔اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا جب ہم لوگ مدینہ آئے تو میں نے پوچھا کوئی بازار ہے جس میں کاروبار ہوتا ہو تو کہا کہ قینقاع کا بازار ہے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ مجھے بازار بتلاؤ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے بازاروں کے اندر سودا کرنے نے غافل کر دیا۔

حدیث(۱۹۷۸)حدثنامحمدبن الصباح الخ حدثنی عائشةؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ یغزو جیش الکعبة فاذاکانوابیداء من الارض یخسف باولهم واخرهم قالت قلت یا رسول اللہ کیف یخسف باولهم واخرهم وفیهم اسواقهم ومن لیس منهم قال یخسف باولهم واخرهم ثم یبعثون علی نیاتهم .....

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کرے گا جب بیداء مقام کی زمین تک پہنچیں گے تو اوّل سے لے کر آخر تک سب لشکر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا سب کے سب کو کیسے دھنسایا جائے گا حالانکہ ان کے اندر تو بازاری لوگ بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی جو ان میں سے نہیں ہوں گے۔فرمایا دھنسائے تو سب کے سب جائیں گے پھر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

حدیث(۱۹۷۹)حدثناقتیبةالخ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ صلوة احدکم فی جماعة تزید علی صلوته فی سوقه وبیته بضعا وعشرین درجة وذلك بانه اذاتوضا فاحسن الوضوء ثم اتی المسجدلایریدالاالصلوةلاینهزه الاالصلوة لم یخط خطوةالارفع بها درجةً اوحطت عنه بها خطیئة والملئکة تصلی علی احدکم مادام فی مصلاه الذی یصلی اللهم صل علیه اللهم ارحمه مالم یحدث فیه مالم یؤذفیه وقال احدکم فی صلوة ماکانت الصلوة تحبسه.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنااس کے بازار اور گھر میں نماز پڑھنے سے بیس سے کئی درجہ اوپر زیادہ ثواب ملتا ہے۔اور یہ بایں طور کہ جب وہ وضو کرتا ہے اور اسے اچھی طرح بناتا ہے پھر مسجد میں آتا ہے نماز کے سوا اس کا کسی دوسری چیز کا ارادہ نہیں ہوتااور نہ ہی نماز کے سوا کسی اور چیز نے اسے اٹھایا ہو تو پھر وہ جو قدم بھی اٹھائے گا اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند ہوگا اور اسکی وجہ سے برائی مٹادی جائیگی اور فرشتے برابر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔جب تک کہ وہ اپنی اس جائے نماز پر بیٹھا رہے جس پر اس نے نماز پڑھی ہے فرشتے کہتے ہیں اے اللہ!اس پر رحمت بھیج اور اس پر رحم فرما جب تک اس میں بے وضو نہ ہو۔اور جب تک اس میں کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔اور فرمایا ہر ایک تمہارا نماز میں رہتا ہے جب تک نماز اسے روکے رکھے۔

حدیث(۱۹۸۰)حدثنادمالخ عن انس بن مالکؓ قال کان النبیﷺ فی السوق فقال رجل یااباالقاسم فالتفت الیه النبیﷺ فقال انمادعوت هذا فقال النبی ﷺ سمو باسمی ولا تکنوا بکنیتی .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بازار میں تھے ایک شخص نے یاابا القاسم کہہ کر پکارا تو آپ نبی اکرم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔وہ بولا کہ میں نے تو اس کو پکارا تھا۔جس پر آپ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام تو تم رکھ سکتے ہو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔

حدیث(۱۹۸۱)حدثنامالك بن اسمعیلالخ عن انسؓ دعارجل بالبقیع یااباالقاسم فالتفت الیه النبی ﷺ فقال لم اعنك قال سموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مقام بقیع میں کسی نے پکارا یااباالقاسم جناب نبی اکرم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے وہ بولا میری مراد آپؐ نہیں تھے۔جس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا میرے نام پر نام تو رکھ سکتے ہو میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ رکھو

حدیث (۱۹۸۲) حدثنا علی بن عبداللہ الخ عن ابی ھریرۃؓ الدوسیؓ قال خرج النبی ﷺ فی طائفۃ النھار لایکلمنی ولااکلمہ حتی اتی سوق بنی قینقاع فجلس بفناء بیت فاطمۃ فقال اثم لکع اثم لکع فحمستہ شیئاً فظننت انھا تلبسہ سخاباًاوتغسلہ فجاء یشتد حتی عانقہ وقبلہ وقال اللھم احببہ واحب من یحبہ قال سفیان الخ انہ رای نافع بن جبیر اوتربرکعۃٍ ......

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ دوسی فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دن کے ایک حصہ میں باہر تشریف لائے اس حال میں کہ نہ آپؐ میرے سے کلام فرماتے تھے اور نہ ہی میں آپؐ سے کلام کرتا تھا یہاں تک کہ آپؐ بنو قینقاع کے بازار میں پہنچے تو حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے آپؐ نے فرمایا کیا یہاں چھوٹا بچہ ہے کیا یہاں چھوٹا بچہ ہے (حضرت حسن یا حسین مراد ہیں) پس حضرت فاطمہؓ نے ان کو تھوڑی دیر کیلئے روک لیا میرا گمان ہے کہ وہ یا تو ان کو ہار پہنا رہی تھیں یا نہلا رہی تھیں پس وہ بچہ دوڑتا ہوا آیا جس سے آپؐ گلے ملے اور ان کو اور ان کو بوسہ دیا اور فرمایا اے اللہ! تو ان سے بھی محبت فرما اور جو ان ؓسے محبت کرے ان سے بھی محبت فرما۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں سند کے ساتھ کہ نافع بن جبیرؓ کو دیکھا گیا کہ وہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۹۸۳) حدثنا ابراھیم بن المنذر الخ حدثنا ابن عمرؓ انھم کانو یشترون الطعام من الرکبان علی عھد النبی ﷺ فیبعث علیھم من یمنعھم ان یبیعوہ حیث اشتروہ حتی ینقلوہ حیث یباع الطعام قال وحدثنا ابن عمرؓ قال نھی النبی ﷺ ان یباع الطعام اذا اشتراہ حتی یستوفیہ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں لوگ قافلے والوں سے غلہ خرید کرتے تھے تو جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس وہ آدمی بھیجتے تھے جو ان کو اس سے منع کرتے کہ جس جگہ انہوں نے غلہ خرید کیا اس جگہ اسے نہ بیچیں جب تک اس کو اس جگہ سے منتقل نہ کرلیں جس جگہ وہ بیچا گیا ہے نیز ابن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے طعام کو اس جگہ بیچنے سے منع فرمایا جس جگہ اسے خرید کیا ہے۔ یہاں تک کہ اسے قبض نہ کرلیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ وفیھم اسواقھم الخ حضرت عائشہؓ کی مراد یہ تھی کہ یہ لوگ تو گناہ سے بری ہیں پھر کیوں سزا ملی اس سے ترجمہ ثابت ہوا کہ اسواق کا ذکر آ گیا۔ اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بے گناہ لوگ عذاب میں شریک ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان کی جماعت کی تکثیر کی اور مداہنت کی ان کو روکا نہیں۔ پھر ان کو بدلہ ان کی نیات کے مطابق دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل سوق بھی دو قسم کے ہیں بعض کی نیت خیر کی ہوگی۔ اور بعض کی شر کی۔ جس کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔

دعارجل بالبقیع قبرستان بقیع غرقد کے قریب گھوڑوں وغیرہ کی دوڑ لگتی تھی تو اس اعتبار سے اس جگہ اس کا لانا صحیح ہو گیا اور اسی سے ترجمہ ثابت ہوا۔ قال سفیا ن قال عبیداللہ لفظ قال زائد ہے۔ یا اسے اس پر محمول کیا جائے کہ قولہ اخبرنی اس کی تفسیر ہے تو معنی ہوئے اخبرنی عبیداللہ الخ۔

تشریح از شیخ زکریا۔ الجواب انھم یشترکون فی العذاب حافظ فرماتے ہیں کی غرض یہ ہے کہ جن لوگوں کا ارادہ قتال کا نہیں تھا جو سبب عقوبۃ ہے۔ تو ان پر عذاب کیوں نازل ہو گا۔ جواب یہ ہوا کہ ان کا اجل قریب تھا اس لئے عام عذاب واقع ہوا اب بعد ازاں اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ نیز! ماذکر فی الاسواق امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ تجارۃ وغیرہ کیلئے شرفاء اور فضلاء کا بازار میں داخل ہونا جائز ہے۔ اگرچہ وہ شر البقاع ہیں۔ لیکن بعض بازار ایسے ہیں جن میں مساجد سے زیادہ ذکر ہوتا ہے مہلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو لوگ کسی قوم کی تعداد کو معصیت میں بڑھائیں گے تو عذاب ان پر بھی نازل ہو گا۔ اس سے امام مالکؒ نے استنباط کیا ہے کہ جو شخص شراب پینے والوں کے پاس بیٹھے اگرچہ وہ شراب نہ پئے لیکن وہ بھی سزا کا مستوجب ہے اس سے اہل ظلم کی مصاحبۃ ان کی مجالست اور ان کی جماع کی تکثیر سب سے بچنا چاہیئے۔ اور ترجمہ سے مناسبۃ اس طرح ہے کہ عنقریب ھدم کعبہ واقع ہو گا۔ ایک مرتبہ تو اللہ تعالیٰ قبل الوصول الی الکعبۃ انہیں ہلاک کر دیں گے۔ اور دوسری مرتبہ وہ پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ قسطلانیؒ نے تو ذکر فرمایا ہے کہ ہدم کعبہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں واقع ہو گا۔ لیکن قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جب قرآن سینوں اور مصاحف سے اٹھالیا جائے گا اس وقت ھدم کعبہ ہو گا۔ اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد واقع ہو گا۔ صحیح یہی ہے اور یہی آخری ھدم ہے۔

بالبقیع حضرت انسؓ کی روایت کو امام بخاریؒ دو طریق سے لائے ہیں۔ پہلے طریق میں ہے کان النبی ﷺ فی السوق اور دوسرے میں ہے کان بالبقیع جس سے اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ پہلی روایت میں جو سوق مذکور ہے اس سے وہ سوق مراد ہے جو بقیع میں ہے۔ جس کی تائید مسند احمدؒ کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے فاتانا بالبقیع فقال یامعشر التجار اناالبیع یحضرہ الحلف والکذب اور معجم البلدان میں ہے بقیع الخیل موضع بالمدینۃ تو اس سے بقیع غرقد مراد نہ ہوا۔ بقیع الخیل ہوا اس اعتبار سے امام بخاریؒ کا اس کو اس باب میں لانا صحیح ہو گا۔ اور شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بقیع غرقد کے پاس گھوڑوں کی منڈی تھی۔

قال سفیان اخبرنی عبیداللہ شیخ گنگوہیؒ نے لفظ قال کو زائد کہا ہے۔ کیونکہ قال سفیان مکرر ہو گیا۔ اس زیادتی سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ عبیداللہ کی ملاقات نافع بن جبیر سے ثابت ہے۔ اب عنعنہ نقصان نہیں دے گا۔ کیونکہ جب ایک مرتبہ ملاقات ثابت ہو جائے تو بالاتفاق اسے سماع پر محمول کیا جاتا ہے۔

باب کراھیۃ الصخب فی السوق ترجمہ۔ بازار میں شوروشغب کرنا مکروہ ہے

حدیث (۱۹۸۴) حدثنا محمد بن سنان الخ عن عطاء بن یسار قال لقیت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ قلت اخبرنی عن صفة رسول اللہ ﷺ فی التورٰة قال اجل واللہ انه لموصوف فی التورٰة ببعض صفته فی القراٰن یایها النبی انا ارسلنٰك شاهدا ومبشرا ونذیرا وحرزا للامیین انت عبدی ورسولی سمیتك المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب فی الاسواق ولا یدفع بالسیئة السیئة ولکن یعفو ویغفر ولن یقبضه اللہ حتی یقیم به الملة العوجاء بان یقولوا لا اله الا اللہ ویفتح بها اعین عمی واذان صم وقلوب غلف. تابعه عبدالعزیز الخ قال عبداللہ غلف کل شیئی فی غلاف سیف اغلف وقوس غلفاء ورجل اغلف اذا لم یکن مختونا .....

ترجمہ۔ حضرت عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا جناب رسول اللہ ﷺ کی تورات میں جو وصف ہے وہ اس کے متعلق مجھے بتلائیں انہوں نے کہا ہاں! آپؐ کے تورات میں وہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں جن میں سے بعض کا بیان قرآن مجید میں ہے بے شک ہم نے آپؐ کو گواہی دینے والا خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور وہ ان پڑھ لوگوں کیلئے محافظ ہوں گے آپؐ میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے جو بدخو اور سخت دل نہیں ہے اور نہ ہی بازاروں میں شور مچانے والا ہے اور وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن وہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس وقت تک انہیں دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ وہ عرب کی ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کر لیں بایں صورت کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں گے۔ اس سے اندھی آنکھیں کھل جائیں گی بہرے کان اور بند کئے ہوئے دل کھل جائیں گے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ غلف ہر وہ شیئ ہے جو کسی غلاف میں ہو پس وہ اغلف ہے۔ تلوار اغلف جو میان میں ہو۔ کمان غلفاء جو ترکش یعنی اپنے غلاف میں ہو اور اغلف آدمی وہ ہے جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قوس غلفاء یہ اس لئے کہ کمان کے لئے بھی غلاف ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے تنبیہ فرمائی کہ تلوار کا غلاف تو مشہور ہے لیکن کمان کا غلاف مشہور نہیں ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں قوس غلفاء جب کہ کمان کے لئے غلاف ہو جو اس کے لئے بنایا گیا ہو۔

باب الکیل علی البائع والمعطی

ترجمہ۔ غلہ کی بھرتی کرنا بائع اور دینے والے کے ذمہ ہے

وقول اللہ تعالی واذا کالوهم اووزنوهم یخسرون .

ترجمہ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب وہ بھرتی کر کے

يعني كالوالهم ووزنوهم كقوله يسمعونكم يسمعون لكم وقال النبي ﷺ اكتالوا حتى استوفوا ويذكر عن عثمانؓ ان النبي ﷺ قال له اذابعت فكل واذاابتعت فاكتل ......

دیتے ہیں یاوزن کرتے ہیں تو کیل ووزن میں کمی کرتے ہیں یعنی جب لوگوں کو کیل کر کے دیتے ہیں یاان کے لئے وزن کرتے ہیں جیسے یسمعونکم یعنی تمہارے لئے سنتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اور جب دوسرے سے بھرتی لیتے ہیں تو پوری لیتے ہیں اور حضرت عثمانؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تم کوئی چیز بیچو تو بھرتی کر دو اور جب خرید کرو تو بھرتی لو۔

حديث ۱۹۸۵) حدثناعبدالله بن يوسف الخ عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال من ابتاع طعاماً فلايبيعه حتى يستوفيه ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص غلہ خرید کرے تو اس وقت تک اسے نہ بیچے جبتک اس کو پوری طرح نہ لے لے یعنی قبضہ سے پہلے نہ بیچے۔

حديث (۱۹۸٦) حدثناعبدان الخ عن جابرؓ قال توفي عبدالله بن عمروؓبن حزام وعليه دين فاستعنت النبي ﷺ على غرمائه ان يضعوا من دينه فطلب النبي ﷺ اذهب فصنف تمرك اصنافاًالعجوة على حدة وعذق زيد على حدة ثم ارسل الى ففعلت ثم ارسلت الى النبي ﷺ فجلس على اعلاه اوفي وسطه ثم قال كل للقوم فكلتهم حتى اوفيتهم الذى لهم بقي تمرى كانه لم ينقص منه شيئ وقال فراس عن الشعبي حدثني جابر عن النبي ﷺ فما زال يكيل لهم حتى اداه وقال هشام عن وهب عن جابر قال النبي ﷺ جذله فاوف له .....

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزامؓ کی وفات ہوئی جب کہ قرضہ ان کے ذمہ تھا اس کے قرض خواہوں پر میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے مدد طلب کی کہ وہ اس کے قرض کو معاف کر دیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں سے اس کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم جاکر اپنے کھجوروں کی الگ الگ قسمیں بنالو۔ مثلاً عجوہ الگ ہو۔ عذق زید الگ ہو۔ پھر مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ میں نے ایسا کر کے آپؐ کو اطلاع بھجوائی تو حضور انور ﷺ تشریف لائے اور ان کے اونچے یا درمیانے ڈھیر پر بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ قوم کو بھر بھر کر دے دو چنانچہ میں نے ان کو بھر بھر کر دیا یہاں تک کہ جو کچھ ان کا حق تھا وہ سب میں نے پورا کر دیا اور میری کھجور باقی بچ رہی گویا کہ اس میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی۔ فراس کی سند میں ہے کہ وہ

برابر ان کے لئے بھرتی کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں ادا کر دیا اور حضرت نبی اکرم ﷺ سے یوں بھی روایت کرتے ہیں کہ آپ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خوشے کاٹو اور اس کو پورا دے دو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ باب الکیل علی البائع باب کی دو روایتیں ترجمہ پر دال ہیں پہلی روایت تو ظاہر ہے دوسری روایت میں آپ کا حضرت جابرؓ سے فرمانا کل للقوم اور حضرت جابر معطی تھے چونکہ ترجمہ میں کیل کا ذکر تھا اس لئے مناسب تھا کہ وہ آیت ذکر کی جائے جس میں کیل کا ذکر ہو۔ چنانچہ فرمایا اذا کالوھم او وّزنوھم اس میں دلالت ہے کہ کیل اور وزن معطی بائع کے ذمہ ہے اور آیت کے اوّل میں ہے اذااکتالوا علی الناس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیل کبھی مشتری اور قدر کی طرف سے بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ اکتالوا کا معنی لینا اور پورا کرنا ہے۔ بھرتی کر کے دینا نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض تسلیم کر لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ جب بائع ان کو کیل پورا کر کے نہ دے بلکہ ان سے زیادہ طلب کریں تو کیل کو ان کی طرف منسوب کیا گیا کیونکہ وہی اس میں تصرف کرنے والے ہیں اور زیادہ طلب کریں تو کیل کو ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ کیونکہ وہی اس میں تصرف کرنے والے ہیں۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اکتالوا حتی یستوفو ا اس جگہ اس لئے لایا گیا تاکہ اس معنی پر دلالت کرنے جس پر آیت دلالت کرتی ہے۔ کہ اکتیا ل اس معنی کے لئے مستعمل ہوتا ہے جو آدمی اپنے لئے کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ کیل اور وزن مبیعات میں بائع کے ذمہ ہے پس جس پر کیل اور وزن لازم ہے اس کی اجرت بھی اس کے ذمہ ہوگی۔ یہی مسلک ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور ابو ثورؒ کا ہے البتہ توضیح میں یہ ہے کہ کیل کی اجرت بائع کے ذمہ ہے۔ اور ثمن کا وزن اور اس کی اجرت مشتری کے ذمہ ہوگی کیونکہ مبیع پر قبضہ کرانا بائع کا فریضہ ہے اور ثمن نقد کر کے دینا مشتری کا فریضہ ہے۔

اذابعت فکل اسی ترجمہ میں کیل اور اکتیال میں فرق یہ ہے کہ کیل دوسرے کیلئے اور اکتیا ل اپنے لئے مستعمل ہوتا ہے چنانچہ امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں کلیة الطعام اذااعطیته مکیلا واکتلت علیه ای اخذت منه کیلا اسی کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا بقوله کالوالھم امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں الاکتیال الاخذ بالکیل کالاتزان الاخذ بالوزن۔

یستوفون صاویؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں یزیدون علی حقھم یہ مراد نہیں کہ محض اپنا حق پورا لیتے ہیں بلکہ زیادہ بھی لیتے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حتی ینقلوہ کیونکہ قبض شرط ہے اور نقل مکانی سے قبض حاصل ہو جائے گا۔ ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوگی کہ سوق ہر اس مکان کا نام ہے جہاں پر تبایع واقع ہو یہ حکم کسی معروف مکان کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ اس عموم کی دلیل

حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ حیث یباع الطعام یعنی جہاں غلہ بیچا جاتا ہے۔

حتی یستوفیه ای یقبضه خرید شدہ اشیاء کی قبل از قبض بیع کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ تو ہر چیز میں ناجائز قرار دیتے ہیں۔ عثمان تیمی اس کے برعکس ہر چیز میں جائز فرماتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ ہر چیز میں ناجائز البتہ اراضی میں اجازت دیتے ہیں اور اس طرح سب غیر منقولہ اشیاء میں جواز کے قائل ہیں۔ دیگر ائمہ کرام مکیلات اور موزونات میں منع کرتے ہیں۔ البتہ امام مالکؒ مکیلات اور موزونات میں غلہ کی تخصیص کر کے اس کی بیع کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

ملة عوجاء سے مراد ملت عرب ہے۔ اسے عوجاء ٹیڑھی اس لئے کہا گیا کہ ان لوگوں نے اس میں بتوں کی پرستش کو شامل کر لیا تھا جس سے ملت ابراہیمی میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

حتی یستوفیه ای یقبضه ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ اس میں طعام کی بیع سے ممانعت ہے۔ جب تک قبضہ نہ ہو قبضہ کے بعد جب بیع کرے گا تو کیل اس کے ذمہ ہو گا یہی ترجمہ ہے۔ الکیل علی البائع۔ عجوہ مدینہ کی عمدہ کھجور میں سے ہے۔ عذق زید عذق تو کھجور کے خوشے کو کہتے ہیں۔ زید ایک شخص کا نام ہے جس کی طرف کھجور کی یہ قسم منسوب تھی اور مطابقۃ لفظ کل میں ہے۔ جو کیل کا امر ہے جذیه جذوذ کا امر ہے بمعنی کھجور کی ٹہنیوں کا کاٹنا اور له کی ضمیر غریم کے لئے ہے۔

باب مایستحب من الکیل

ترجمہ۔ کیل کے اندر جو چیز مستحب ہے اس کا بیان ہے

حدیث (۱۹۸۷) حدثنا ابراهیم بن موسی الخ عن المقدامؓ بن معدی کربؓ عن النبی ﷺ قال کیلوا طعامکم یبارك لکم ......

ترجمہ۔ حضرت مقدام بن معدی کربؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اپنے غلے کو بھرتی کر لیا کرو۔ تاکہ تمہارے لئے برکت ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ آدمی اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اس کو بھی کیل کر لینا چاہئے یہ مستحب ہے اس میں راز یہ ہے کیل کرنے سے آمد و خرچ کا پتہ چلتا رہے گا۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مقدامؓ کی روایت اس غلہ پر محمول ہے جس کو خرید کیا جائے۔ تو حضور ﷺ کے حکم کی بدولت اس میں برکت حاصل ہو گی۔ اور عدم امتثال کی صورت میں برکت اٹھالی جائے گی۔

باب برکة صاع النبی ﷺ وَمُدِّهِم فیه عائشةؓ عن النبی ﷺ

ترجمہ۔ نبی اکرم ﷺ کے صاع اور مُد کی برکت اس بارے میں حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں۔

حدیث (۱۹۸۸) حدثناموسی الخ عن عبدالله بن زیدؓ عن النبی ﷺ ان ابراهیم حرم مکة ودعالها وحرمت المدینة کماحرم ابراهیم مکة ودعوت لهافی مدها وصاعهامثل مادعا ابراهیم علیه السلام لمکة ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جناب ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا۔ اور اس کے لئے دعاء برکت فرمائی میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں۔ جس طرح ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے مد یعنی سیر میں اور صاع یعنی چار سیر میں برکت دے۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔

حدیث (۱۹۸۹) حدثناعبداللہ بن مسلمة الخ عن انس بن مالکؓ ان رسول الله ﷺ قال اللهم بارك لهم فی مکیالهم وبارك لهم فی صاعهم ومُدِهم یعنی اهل المدینة .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا اے اللہ! ان کے بھرتی کرنے میں برکت پیدا فرما اور ان کے صاع اور مد میں برکت عطا فرما۔ یعنی مدینہ والوں کے لئے۔

باب مایذکر فی بیع الطعام والحکرة۔

ترجمہ۔ غلہ کے بیچنے اور اس کے روکنے کے بارے میں جو کچھ ذکر ہوا ہے اس کا بیان ہے۔

حدیث (۱۹۹۰) حدثنااسحق بن ابراهیم الخ عن ابیه عبدالله بن عمرؓ قال رایت الذین یشترون الطعام مجازفةً یضربون علی عهد رسول الله ﷺ ان یبیعوه حتی یؤده الی رحالهم .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے ان لوگوں کو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مار کھاتے ہوئے دیکھا جو اندازے سے غلہ بیچتے ہیں اور اسے بیچ دینے سے منع کیا گیا یہاں تک کہ اسے اپنے گھروں تک نہ پہنچائیں۔ یعنی قبضہ کر کے پھر بیچیں۔

حدیث (۱۹۹۱) حدثناموسی بن اسمعیل الخ عن ابن عباسؓ ان رسو ل الله ﷺ نهی ان یبیع الرجل طعاماً حتی یستوفیه قلت لابن عباسؓ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے غلہ کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ یہ کیسے ہے فرمایا یہ ہے کہ

کیف ذاك قال ذاك دراهم بدراهم والطعام مرجاء قال ابوعبدالله مرجوا مؤخرون ......

درہم بدلے درہم کے ہو۔ اور غلہ بعد میں دیا جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں مرجون اور مؤخرون لامراللّٰہ۔

حدیث (۱۹۹۲) حدثناابوالولید الخ سمعت ابن عمرؓ یقول قال النبی ﷺ من ابتاع طعاماً فلایبیعه حتی یقبضه .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غلہ خریدا وہ اسے اس وقت تک نہ بیچے جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے۔

حدیث(۱۹۹۳)حدثناعلی الخ عن مالك بن اوسٍ انه قال من عنده صرف فقال طلحة اناحتی یجیٔ خازننا من الغابة قال سفین هو الذی حفظناه من الزهری لیس فیه زیادة فقال اخبرنی مالك بن اوسٍ سمع عمربن الخطابؓ یخبر عن رسول الله ﷺ قال الذهب بالذهب رباً الاهاء وهاء والبربالبر ربا الاهاء وهاء والتمر بالتمر ربا الاهاء وهاء والشعیر بالشعیر ربا الاهاء وهاء .....

ترجمہ۔ حضرت مالک بن اوسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نقدی کس کے پاس ہے حضرت طلحہؓ نے فرمایا میرے پاس ہے یہاں تک کہ میرا خزانچی غابہ جنگل سے آجائے حضرت سفیان فرماتے ہیں امام زہریؒ سے ہمیں اسی طرح یاد ہے اس میں کوئی زیادتی نہیں ہے۔ مالک بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے سنا وہ جناب رسول اللہ ﷺ سے خبر دیتے ہیں کہ سونے کو چاندی کے بدلے بیچنا سود ہے مگر دست بدستی۔ اس طرح گندم کو گندم کے بدلے دست بدست بیچو جائز ہے ورنہ سود ہے اور کھجور کو کھجور کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے دست بدست بیچنا جائز ورنہ ادھار سود ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ من كان عنده صرف اگر من استفہامیہ ہے تو کان زائدہ ہوگا اگر من شرطیہ ہے تو جزا محذوف ہے۔ ای فلیاتنا اولیبایعنا قال سفیان هو الذی حفظناه الخ یہ روایت چونکہ طویلہ ہے گمان ہو سکتا تھا کہ شاید عمرو سے غلطی ہو گئی ہو تو اس وہم کو دفع فرمادیا کہ ہم نے جس طرح اس روایت کو عمرو سے سنا ہے اس طرح زہری سے بھی سنا ہے۔ انہوں نے بھی عمرو کی روایت سے کوئی الفاظ زائد بیان نہیں کئے۔

یؤده الی رحالهم ایواء الی الرحل سے مراد قبضہ ہے وہ جس طرح بھی متحقق ہو۔

تشریح از شیخ زکریا ۔ مؤطا امام مالکؒ میں یہ روایت مفصل موجود ہے عن مالك بن اوس بن حدثان انه التمس صرفاً بمائته دینار کہ وہ سو دینار میں سونا دینا چاہتے تھے۔ حضرت طلحہؓ نے اسے لے کر فرمایا کہ میرا خازن آجائے تو اس کی قیمت ادا کر دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ سن رہے تھے فرمایا تم اس سے اس وقت تک جدا نہ ہو جب تک اس سے رقم نقد نہ لے لو۔ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے الذهب بالورق ربا الاهاء وهاء ۔

حتی یؤدوه الی رحالهم اس سے مراد قبض کرنا ہے۔ امام مالکؒ تو جزاف اور مکیل میں فرق کرتے ہیں۔ بیع الجزاف سامنے ہے اس لئے اس میں تخلیه کافی ہے۔ البتہ مکیل اور موزون میں دوسری مرتبہ کیل کرنا ضروری ہے۔ نهی رسول الله ﷺ عن بیع الطعام حتی یجری فیه الصاعان صاع البائع وصاع المشتری اور عطا فرماتے ہیں کہ کیل اوّل بیع کے لئے کافی ہے لیکن احادیث نہی اس کی تردید کرتی ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حکرة کا معنی ہے حبس السلع عن البیع جس کے ذریعہ مہنگائی پیدا ہو فقہاء نے اس کیلئے شرطیں لگائی ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ غذائی اشیاء کا روکنا جائز نہیں ہے وہ بھی جب لوگوں کو اشد ضرورت ہو ورنہ احتکار جائز ہے مجازفة اور جزاف کے معنی ہیں بغیر کیل اور وزن کے محض اندازے سے بیچنا ۔

ذاك دراهم بدراهم اس کی صورت یہ ہے کہ جب کوئی انسان دوسرے سے دراہم کے بدلے کچھ مدت تک غلہ خرید کرے لیکن قبض کرنے سے پہلے اسی کے پاس یا غیر کے پاس درهمین دراہم کے بدلے بیچ دے تو یہ ناجائز ہے اس لئے کہ طعام تو درمیان سے غائب ہے۔ یہ بیع درهم بدرهمین ہو گئی بلکہ بیع غائب بنا جز ہو گئی جو صحیح نہیں ہے۔

من کان عنده صرف ای من عنده دراهم تاکہ وہ دنانیر کے بدلے دے کیونکہ بیع صرف میں مبادلۃ احد النقدین غابة گھنے درختوں والی جگہ یہ مقام مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ هاء وهاء کا مطلب تقابض ہے معنی ہوئے کہ بیع الذهب بالذهب ربوا فی جمیع الازمنة الاعند الحضور والتقابض یعنی سونے کی سونے سے بیع جمیع احوال میں سود ہے مگر دست بدست اور تقابض کی صورت میں سود نہیں ہے گویا کہ ہم جنس میں ادھار اور تفاضل سود شمار ہوگا۔

باب بیع الطعام قبل ان یقبض وبیع مالیس عندك

ترجمہ۔ غلہ کا قبض کرنے سے پہلے بیچ دینا اور جو چیز پاس موجود نہ ہو اس کا بیچنا

حدیث(۱۹۹٤) حدثنا علی بن عبدالله سمعت ابن عباسؓ یقول اما الذی نهی عنه النبی ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس چیز سے جناب نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا وہ غلہ ہے جس کو قبض کرنے سے

فهوالطعام ان يباع حتى يقبض قال ابن عباسؓ ولا احسب كل شيئٍ الامثله ......

پہلے بیچا جائے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں میرا گمان یہ ہے کہ ہر چیز کا یہی حکم ہے۔

حديث (۱۹۹۵) حدثنا عبدالله بن مسلمة الخ عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال من ابتاع طعاماً فلايبيعه حتى يستوفيه زاد اسماعيل من ابتاع طعاما فلا يبيعه حتى يقبضه ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص غلہ خرید کرے تو جب تک اسے پورا نہ کرلے اس کو آگے نہ بیچے۔ اسماعیل نے زائد یوں کہا کہ جس نے طعام خریدا جب تک اسے قبض نہ کرلے آگے نہ بیچے

باب من راى اذا اشترى طعاماً جزافاً ان لايبيعه حتى يؤويه الى رحله والادب فى ذلك ...

ترجمہ۔ جو شخص کسی غلہ کو اندازے سے خرید تا دیکھے کہ وہ اس کو ٹھکانے تک پہنچانے سے پہلے نہ بیچے اور اس کی تعزیر و سزا کیا ہے۔

حديث (۱۹۹۶) حدثنا يحيى بن بكير الخ ان عبدالله بن عمرؓ قال لقد رايت الناس فى عهد رسول الله ﷺ يبتاعون جزافاً يعنى الطعام يضربون ان يبيعوه حتى يؤوه الى رحالهم ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اندازے سے غلہ کو خرید کرتے ہیں تو ان کی اس بات پر پٹائی ہوتی تھی کہ انہوں نے گھر تک پہنچانے سے پہلے اسے بیچ دیا یعنی قبض سے پہلے بیچنے پر پٹائی ہوتی تھی یہ سزا تھی۔

باب اذا اشترى غلاماً اودابةً فوضعه عندالبائع اومات قبل ان يقبض وقال ابن عمرؓ ماادركت الصفقة حيا مجموعاً فهو من المبتاع ....

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کوئی سامان یا جانور خرید کرے اور اسے بائع کے پاس رہنے دے پس وہ بک گیا یا ضائع ہو گیا یا مر گیا قبضہ سے پہلے پہلے تو اس میں اختلاف ہے ابن عمرؓ فرماتے ہیں سودا اگر صحیح سالم زندہ پر ہوا تھا تو وہ مشتری کے مال سے جائیگا۔

حديث (۱۹۹۷) حدثنا فروة بن ابى المغراء عن عائشةؓ قالت لقل يوم كان ياتى على النبى ﷺ الاياتى بيت ابى بكر احدطرفى النهار فلمااُذن له

ترجمہ۔ ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا دن کے صبح و شام کے کسی حصہ میں کہ جناب رسول اللہ ابو بکر صدیقؓ کے گھر نہ آتے ہوں پس جب آپؐ کو مدینہ کی طرف

فی الخروج الی المدینة لم یرعنا الا وقد اتانا ظهراً فخبر به ابوبکرٍ فقال ماجاء نا النبی ﷺ فی هذه الساعة الا لامرٍ حدث فلما دخل علیه فقال لابی بکرٍ اخرج من عندك قال یارسول الله انما هما ابنتایَ یعنی عائشةؓ واسماء قال اشعرت انه قد اذن لی فی الخروج قال الصحبة یارسول الله قال الصحبة قال یارسول الله ان عندی ناقتین اعددتهما للخروج فخذ احدهما قال قد اخذتها بالثمن ..

ہجرت کرنے کی اجازت ملی کہ آپؐ نے ہمیں ڈرادیا کہ آپؐ ظہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس کی خبردی گئی۔ جنہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس گھڑی میں کسی حادثہ کی وجہ سے تشریف لائے ہیں پس جب آپؐ ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ جو لوگ آپ کے پاس ہیں ان کو نکال دیں گے انہوں نے فرمایا کہ یارسول اللہ یہ تو دونوں میری بیٹیاں ہیں۔ یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل چکی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا میں ہمراہی چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی آپ کی ہمراہی کا خواستگار ہوں ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا یارسول اللہ میرے پاس دو اونٹنیاں موجود ہیں جن کو میں نے ہجرت کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ان میں سے ایک کو لے لیں آپؐ نے فرمایا میں نے قیمت پر اس کو لے لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قبل از قبض بیع تام ہے۔ اگر قبل از قبض مشتری مبیع کو بیچنا چاہے تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر مبیع قبل از قبض مر جائے تو بھی مشتری کے مال سے ہلاک ہوگی۔ بائع کے مال سے نہیں پس اومات کا مطلب ہے ای هلك المبیع اور حضرت ابن عمرؓ کے اس قول ما ادرکت الصفقة الخ کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو کسی نے جس صفت پر خریدا جس پر سودا ہوا ہے تو وہ مشتری کے مال میں سے ہوگا۔ اب اگر وہ مبیع ہلاک ہو جائے تو وہ اس کے مال سے ہلاک ہوگا۔ اور اگر اس نے اس کو بیچ دیا تو ملک ہونے کی وجہ سے اس کی یہ بیع نافذ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو فائدہ ذکر فرمایا ہے اس سے امام بخاریؒ کی مراد کو بیان کرنا ہے نہ کہ مسلک حنفیہ بیان کرنا ہے۔ امام بخاریؒ نے فوضعه عندالبائع اومات البائع قبل ان یقبض المبیع لذاکا جواب محذوف ہے۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے اگر قبل از قبض مبیع ہلاک ہو جائے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بائع نے اسے تلف کیا ہے تو وہ اس کا ضامن ہوگا امام احمدؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں مال مشتری سے ہلاک ہوگا۔ البتہ امام مالکؒ فرق کرتے ہیں کہ اگر کپڑے اور غلہ ہلاک قبل از قبض ہوا ہے تو اس کی ضمان بائع پر ہے۔ لیکن حیوانات اور زمین ضائع ہو جائیں تو وہ مشتری پر ایک مصیبت ہے۔

یاد رہے کہ بخاری کے ہمارے ہندی نسخوں میں وضعه عندالبائع کے بعد لو باعه اومات ہے لیکن بعض نسخوں میں

ضاع اومات کالفظ ہے۔اور عینیؒ کے نسخہ میں نہ تو باع کالفظ ہے اور نہ ہی ضاع کالفظ ہے۔بلکہ اس میں وضعه عند البائع اومات ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بائع کے پاس ضائع ہونے ولا جانور اگر سودے کے وقت صحیح سالم اور زندہ تھا تو مشتری کے مال سے ہلاک ہوگا جس پر حضرت ابن عمرؓ کا اثر دلالت کرتا ہے۔اور مفہوم مخالف کے طور پر اگر سودے کے وقت زندہ اور سالم نہیں تھا تو پھر بائع کے مال سے ہوگا تو اس تقریر سے ترجمہ ثابت ہو جائے گا۔کیونکہ ابن عمرؓ کا قول فهو من المبتاع عام ہے کہ ہلاکت قبل از قبض یا بعد از قبض ہو پس جب ہلاکت مبیع قبل از قبض مال مشتری سے ہے تو واجب ہے کہ اس کی بیع قبل از قبض بھی صحیح ہو اسلئے کہ احنافؒ کے نزدیک بیع قبل از قبض کا صحیح ہونا اس پر مبنی تھا کہ ہلاک قبل از قبض مال بائع سے ہے۔اگر بیع کو صحیح قرار دیا جائے تو دھوکہ لازم آئے گا کہ مبیع تو ہلاک ہو چکی ہے۔ جب ہلاکت مال مبتاع میں سے ہو تو کوئی دھوکہ لازم نہیں آتا کیونکہ ابھی مبیع پر قبضہ بھی نہیں ہوا تو بیع بلا ریب صحیح ہوگی استدلال کا حاصل یہ ہے کہ اگر مشتری قبل از قبض مبیع کو بیچ دیتا ہے تو اگر سودا مبیع سالم اور زندہ پر ہوا ہے تو بیع صحیح ہوگی۔اس لئے کہ مشتری کو تصرفات کا حق حاصل ہے اور اگر مبیع سودے والی حالت پر زندہ اور سالم نہیں رہتی تو پھر بیع صحیح نہیں کیونکہ یہ ہلاکت مال بائع سے ہوئی ہے وہ مبیع میں تصرف نہیں کر سکتا تھا۔نیز ! حضرت ابن عمرؓ کا قول من المبتاع جیسے یہ مطلق ہے خواہ هلاك قبل از قبض ہو یا بعد از قبض ہو اس طرح وہ اس میں بھی مطلق ہے کہ خواہ ہلاکت قبل موت البائع ہو یا بعد الموت ہو اسی طرح مسئلہ موت پر بھی دلالت کرتا ہے۔

علامہ کرمانیؒ نے اثر ابن عمرؓ کی مطابقت بالترجمة کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔البتہ حدیث عائشہؓ سے ترجمہ کا جزء اول کا ثابت ہونا ظاہر ہے۔کیونکہ آپؐ نے اخذ بالثمن کے بعد ناقہ پر قبضہ نہیں کیا۔بلکہ اسے بائع کے پاس چھوڑ دیا۔ترجمہ کے جزء ثانی کے لئے کوئی حدیث امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں ملی۔البتہ قیاس کے ذریعہ بتلادیا کہ حکم الموت قبل از قبض بھی حکم الوضع عند البائع کی طرح ہے۔علامہ عینیؒ نے بھی ترجمہ کے دونوں جز اسی طرح ثابت کئے ہیں۔لیکن میرے نزدیک ترجمہ امام بخاریؒ کا فوضعه عند البائع تک پورا ہو جاتا ہے۔جس سے مقصد یہ ہے کہ مبیع کو بائع کے پاس چھوڑنا جائز ہے۔اور یہ معنی حضرت عائشہؓ کی حدیث سے واضح ہیں۔لیکن قوله باع اومات یہ ترجمہ کا جزء نہیں ہے۔بلکہ ایک مستقل مسئلہ کو اس ترجمہ پر متفرع کیا ہے۔کیونکہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اس سے امام بخاریؒ نے جزم کے ساتھ حکم کو بیان نہیں کیا۔البتہ اس مسئلہ میں جو ان کا مختار قول ہے اس کو اثر ابن عمرؓ سے ثابت کیا ہے حدیث سے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قد اخذتها اس جملہ سے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے مال کو ہلاک ہونے سے بچالیا۔کہ اب اگر مال ہلاک ہوگا تو مال النبی ﷺ سے ہلاک ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ نے اختلاف کی وجہ سے حتمی حکم بیان نہیں فرمایا لیکن ابن عمرؓ کے اثر سے اپنا مذہب امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ اس صورت میں هالك مال مشتری میں سے ہوگا۔

باب لا يبيع على بيع اخيه ولا يسوم على سوم اخيه حتى ياذن له اويترك ۔ ترجمہ۔کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اسی طرح اپنے بھائی مسلمان کے سودے پر جرأت کے لئے

سودانہ کرے۔ جب تک وہ اس کی اجازت نہ دے یا سودا چھوڑ جائے۔

حدیث (۱۹۹۸) حدثنا اسمعیل الخ عن عبداللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لایبیع بعضکم علی بیع اخیہ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

حدیث (۱۹۹۹) حدثنا علی بن عبداللہ الخ عن ابی ھریرۃؓ قال نھی رسول اللہ ﷺ ان یبیع حاضر لبادٍ ولاتناجشوا ولایبیع الرجل علی بیع اخیہ ولایخطب علی خطبۃ اخیہ ولاتسال المراۃ طلاق اختھا لتکفأ مافی انائھا .....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے شہری کو دیہاتی کے لئے بیع کرنے سے منع فرمایا اور دھوکہ دینے کے لئے قیمت نہ بڑھاؤ۔ اور کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اور نہ ہی کوئی اپنے بھائی مسلمان کے منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام بھیجے۔ اور نہ ہی کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق طلب کرے۔ تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اس کو اپنی طرف پلٹ لے۔ یہاں سے شیخ گنگوہیؒ کی تقریر کے اوراق ضائع ہوگئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمہ میں سوم کا ذکر ہے لیکن حدیث میں سوم کا ذکر نہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس سے امام بخاریؒ نے بعض طرق کی طرف اشارہ فرمایا۔ جس میں یہ لفظ وارد ہوا ہے۔ چنانچہ مسلم میں حضرت ابوہریرۃؓ سے ہے۔ لایستلم الرجل علی سوم اخیہ دوسرا اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں جو قید لگائی ہے وہ دونوں حدیثوں میں نہیں ہے یعنی حتی یأذن لہ ایترك تو اس کا جواب بھی حافظؒ نے یہ دیا ہے۔ کہ بعض طرق کی طرف اشارہ ہے جس میں الاان یأذن لہ کے الفاظ مسلم میں موجود ہیں۔ اور یترك الخاطب قبلہ اویأذن لہ الخاطب خود کتاب النکاح میں امام بخاریؒ نے بیان کی ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ حدیث میں چار ابحاث ہیں پہلی بحث بیع کے معنی میں ہے کہ بیع بمعنی شرا بھی آتا ہے اور بیع بمعنی سوم کے بھی ہے دوسری بحث یہ ہے کہ اخیہ میں مسلم کی قید بھی ہے جو جمہور کے نزدیک احترازی نہیں بخلاف امام اوزاعیؒ کے کہ ان کے نزدیک قید احترازی ہے تیسری بحث شروط نہی میں ہے اور چوتھی بحث یہ ہے کہ جس نے حدیث کی مخالفت کر کے عمل کر لیا تو ظاہریہ کے نزدیک عقد باطل ہو جائے گا لیکن احنافؒ اور شوافع کے نزدیک عقد باطل نہیں ہے امام مالکؒ اور احمدؒ کے دو قول ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علی بیع اخیہ کا مطلب یہ ہے کہ خیار کے زمانہ میں بائع سے کہہ دے کہ تو اپنی بیع کو فسخ کر دے میں خرید کرتا ہوں یا میں تیرے پاس اس قیمت پر یا اس سے کم پر بیچ دوں گا اسی طرح شرأ علی اشراء بھی حرام ہے مثلاً بائع سے کہے کہ بیع فسخ کر دو میں اسے زیادہ قیمت پر خرید کر لوں گا۔

ولایسوم علی سوم اخیه مطلب یہ ہے مال والااور راغب بیع پر متفق ہو چکے تھے۔ ابھی بیع منعقد نہیں ہوئی تھی کہ دوسرا کہتاہے اے صاحب متاع میں تیرے سے یہ مال اکثر پر خرید لوں گا۔ یا راغب کہے کہ میں تیرے پاس اس متاع سے بہتر سستے نرخ پر بیچ دوں گا۔ یہ استقرار ثمن کے بعد حرام ہے۔ البتہ نیلام کی صورت مستثنیٰ ہے۔ حاضر کے معنی شہری کے اور باد بدوی دیہاتی کو کہتے ہیں۔ صورت یہ ہے کہ دیہاتی آدمی غذائی اجناس بازار میں سستے نرخ پر بیچنا چاہتاہے شہری کہتاہے کہ میرے پاس چھوڑ جاؤجب نرخ گراں ہوگا تو بیچ دوں گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ غذائی اجناس کی قلت ہو۔ اگر غلہ کثیر ہے پھر حرمت میں تردد ہے کیونکہ ضرر تو زائل ہوگیا۔

لایخطب الخ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام دیاباہمی رضامندی سے حق مہر طے ہوگیا صرف عقد باقی ہے تواس صورت میں رکاوٹ پیدانہ کی جائے۔

لتکفاءَ ن جس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا جس کی پہلے بیوی موجود ہے۔ یہ دوسری کہتی ہے جب تک پہلی کو طلاق نہ دوگے میں تمہارے نکاح میں نہیں آؤں گی۔ گویا کہ وہ اکیلی خاوند کے پاس رہنا چاہتی ہے ایسانہ کرے۔

تکتفاء مافی انائها کا مطلب یہ ہے کہ سوکن اپنی سوکن کا خاوند کا حق مارنا چاہتی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

باب بیع المزایدة ترجمہ۔ نیلامی کی بیع کے بارے میں

وقال عطاء ادرکت الناس لایرون باساً ببیع المغانم فیمن یزید ....

ترجمہ۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو میں نے پایا کہ وہ ایسی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ غنیمت کے مالوں کا جو زیادہ رقم دے اس کے پاس بیچ دیا جائے۔

حدیث(۲۰۰۰)حدثنابشربن محمد الخ عن جابربن عبداللہؓ ان رجلاً اعتق غلاماًله عن دبر فاحتاج فاخذہ النبی ﷺ فقال من یشتریه منی فاشتراہ نعیم ابن عبدالله بکذاو کذا فدفعه الیه..

ترجمہ۔ حضرت جابربن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ آدمی نے اپنے مدبر غلام کوازاد کر دیا (جس نے اس کے مرنے کے بعد آزاد ہونا تھا) پس وہ محتاج ہوگیا۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے پکڑ لیا فرمایا کہ میرے سے کون اسے خرید کرتا ہے۔ تو حضرت نعیم بن عبداللہؓ نے اسے اتنے اتنے میں خرید کر لیا تو حضور ﷺ نے وہ غلام اسے دے دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ اس ترجمہ سے نهی بیع علی بیع اخیه سے استثناء ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نیلامی کی بیع

حرمت میں داخل نہیں ہے۔ حدیث مدبرؒ کے علاوہ حضرت انسؓ کی روایت جس میں ٹاٹ اور لکڑی کا پیالہ نیلام کیا گیا وہ بھی اس کی دلیل ہے دارقطنی نے ابن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے نهی رسول الله ﷺ ان يبيع احدكم على بيع احد حتى يذر مالا الغنائم والمواريث یہ عادت کے مطابق فرمایا کہ عموماً نیلامی مال غنیمت اور مال میراث میں ہوتی ہے۔ مصنفؒ بیع المدبر کی روایت لائے ہیں جس میں بیع مزایدہ کا ذکر نہیں ہے تو ابن بطالؒ نے اس کا جواب یہ دیا من يشتريه مني۔ حدیث میں ہے گویا کہ آپؐ نے زیادتی کے لئے پیش کر دیا شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے نیلامی کا جواز اس حدیث سے اقتضاء ثابت کیا ہے۔ اس طور پر کہ جب مدبر کرنے والا مفلس اور محتاج ہوگا تو مفالیس کی بیع بیع مزایدہ ہوتی ہے۔ نیز! جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے محتاج دیکھا کہ اپنے معاملات ٹھیک نہیں چلا سکتا تو حضور انور ﷺ خود اس کے متولی پر عقود صبی (بچوں کی تجارت) کی طرح ولی بن گئے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بیع مدبر میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ آقا کو مدبر کی بیع کی اجازت نہیں دیتے اور امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ۔ اور اسحاقؒ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ البتہ امام مالکؒ سے روایت ہے کہ عندالموت تو بیع جائز ہے۔ زندگی میں جائز نہیں ہے۔ مانعین کا استدلال جناب نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث سے ہے المدبر لايباع ولايوهب وهو حر من الثلث کہ مدبر کو نہ بیچا جائے نہ ھبہ کیا جائے۔ اور مالک کے ثلث مال سے آزاد ہوگا۔ حدیث باب کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ چونکہ آقا کا مال اس کے سوا کوئی اور نہیں تھا اس لئے اس کے تصرف کو رد کر دیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کی منفعت کو بیچا گیا ہو خود غلام کو نہ بیچا ہو۔ تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ یہ اس وقت کا حکم ہو جس وقت عبد مدیون کو بیچ دیا جاتا تھا جیسے روایت ہے کہ آپؐ نے ایک حر کو قرضہ کے بدلے بیچ دیا پھر وان كان ذوعسرة فنظرة الى ميسرة سے منسوخ ہو گیا۔

باب النجش ومن قال لايجوز ذلك البيع ۔

ترجمہ ۔ دھوکہ دہی کے لئے نرخ بڑھانا بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ بیع ہی ناجائز ہے

وقال ابن ابي اوفى الناجش اكل ربا خائن وهو خداع باطل لايحل . قال النبي ﷺ الخديعة فی النار ومن عمل عملاً ليس امرنا فهورد ....

ترجمہ۔ ابن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ دھوکہ دینے والا سود خور ہے خیانت کرنے والا ہے اور یہ دھوکہ باطل ہے کسی صورت حلال نہیں ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دھوکہ دہی کرنے والا جہنم میں ہوگا اور آپ کا ارشاد ہے جس نے ایسا عمل کیا جو ہماری شریعت کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔

حدیث(۲۰۰۱) حدثنا عبدالله بن مسلمة الخ عن ابن عمرؓ قال نهى النبي ﷺ عن النجش ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے دھوکہ دینے کے لئے نرخ بڑھانے والے کی بیع سے منع فرمایا ہے جس کا اپنا ارادہ بیع کا نہیں ہے وہ دوسرے کو پھانسنا چاہتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نجش کے لغت میں معنی ہیں شکار کو نفرت دلا کر اسے شکار کرنا لیکن شرع کے اندر یہ ہے کہ جو شخص خرید کا ارادہ تو نہیں رکھتا لیکن اسباب کی قیمت اس لئے بڑھاتا ہے تاکہ دوسرا اس میں پھنس جائے۔ وجہ تسمیہ اس کی یہی کہ ناجش دوسرے کی رغبت اس میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور بائع اس کی موافقت کرتا ہے۔ اس لئے دونوں گناہ میں شریک ہوں گے۔ چنانچہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں علماء کا اجماع ہے کہ الناجش عاص بفعلہ باقی اگر ایسی بیع واقع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ اہل ظواہر مالکیہؒ اور حنابلہؒ اس بیع کو فاسد کہتے ہیں۔ اور مالکیہؒ سے ثبوت خیار بھی منقول ہے۔ شوافعؒ اس کو بیع مصراۃ پر قیاس کرتے ہیں لیکن شوافعؒ اور احنافؒ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ بیع صحیح ہے بائع گناہ گار ہوگا۔ ہماری احناف کی دلیل یہ ہے کہ نہی ناجش کے لئے ہے۔ عاقد کی طرف عود نہیں آئے گی۔ اس لئے بیع میں کوئی اثر نہیں ہوگا۔ البتہ مشتری کو فسخ اور امضاء کا حق ہوگا۔ جیسے تلقی الرکبان کا حکم ہے۔ جیسے اگر بائع کہے کہ یہ مال مجھے اتنے میں پڑا مشتری نے تصدیق کرلی بعد ازاں وہ جھوٹا ثابت ہوا تو بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار ہے۔

باب بیع الغرر وحبل الحبلة

ترجمہ۔ دھوکہ کی بیع اور گابھن اونٹنی کے بچے کی پیدائش تک

حدیث (۲۰۰۲) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن عبداللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ نهى عن بيع حبل الحبلة وكان بيعًا يتبا يعه اهل الجاهلية كان الرجل يبتاع الجزور الى ان تنتج الناقة ثم تنتج التي في بطنها......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حبل الحبلہ کی بیع سے منع فرمایا وہ ایک بیع تھی جس کو اہل جاہلیہ کرتے تھے کہ آدمی اونٹ کو ایک مدت تک خرید تا تھا کہ اونٹنی بچہ جنے پھر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بچہ جنے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حبل مصدر ہے اور حبلہ جمع حابل کی ہے اور ھا اس میں مبالغہ کی ہے حبل الحبلہ کا عطف بیع الغرر پر عطف الخاص علی العام ہے اگرچہ باب میں بیع الغرر کا صراحۃً ذکر نہیں ہے لیکن مسند احمد کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے عن ابن عمرؓ نهى رسول الله ﷺ عن بيع الغرر اصل الاصول ہے جس کے تحت بہت سے مسائل آجاتے ہیں البتہ بیع الغرر سے دو امر مستثنیٰ ہیں ایک تو وہ چیز جو مبیع میں تبعاً داخل ہو اگر اس کو الگ کر دیا جائے تو بیع صحیح نہ ہو۔ اثاث الدار گھر کا سامان اور جانور جس کے تھنوں میں دودھ ہو ایسے حاملہ جانور۔ دوسرا یہ ہے کہ اس کے حقیر ہونے کی وجہ سے یا مشقت کی وجہ سے اس کی تمیز اور تعیین میں چشم پوشی کی جاتی ہے۔ جیسے روئی سے بھرا ہوا جبہ مشکیزے کے منہ سے پانی پیا جائے۔ چونکہ تمیز اور تعیین مشکل ہے اور وہ چیز حقیر ہے۔ اس لئے اسے کالمعدوم قرار دیتے ہوئے بیع کو صحیح قرار دیا جائے گا۔

حبل الحبلة کی بیع سے کیا مراد ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں فرمایا ہے اس میں دو احتمال ہیں

ایک تو یہ کہ حبل الحبلہ مبیع ہو۔ اس مدت میں بیع باطل ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ قیمت ادا کرنے کی اسے مدت قرار دیا جائے اس صورت میں بیع فاسد ہے۔ فاسد اور باطل بیع میں فرق یہ ہے کہ باطل تو سرے سے مشروع نہیں۔ باصلہ و وصفہ کبیع المعدوم غیر موجود چیز کی بیع کرنا۔ فاسد اصل کے اعتبار سے مشروع ہو۔ وصف کے اعتبار سے مشروع نہ ہو۔ جیسے بیع اس شرط پر کی جائے کہ جب اونٹنی کے بچہ کے بچہ کا بچہ جنے گا تو تب قیمت ادا کی جائے گی۔ کیونکہ یہ مدت مجہول ہے۔ اگر اجل معین ہو تو عقد صحیح ہے۔ ورنہ عقد فاسد ہے یہ تفسیر امام مالکؒ و امام شافعیؒ کی ہے۔ او حبل الحبلہ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ حاملہ اونٹنی کے بچہ کی فی الحال بیع کی جائے۔ یہ امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کی رائے ہے۔ خلاصہ یہ ہوا یا تو بیع الی اجل ہے یا بیع الجنین ہے یعنی حاملہ اونٹنی کے بچے کی بیع اور بعض نے بیع جنین الجنین یعنی بچے کے بچے کی بیع مراد لی ہے۔ اور فقہاء حنفیہ حنابلہ کے ساتھ ہیں۔ پہلی صورت میں مبیع معدوم ہے۔ دوسری صورت میں اجل مجھول ہے۔ لہذا بیع فاسد ہوگی۔ پہلی صورت میں باطل ہوگی۔

باب بیع الملامسة وقال انسؓ نهی عنه النبی ﷺ۔

ترجمہ۔ چھو لینے سے بیع کا ہو جانا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے جناب نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

حدیث (۲۰۰۲) حدثنا سعید بن عفیر الخ ان اباسعید الخدریؓ اخبره ان رسول الله ﷺ نهی عن المنابذة وهی طرح الرجل ثوبه بالبیع الی الرجل قبل ان یقلبه اوینظر الیه ونهی عن الملامسة والملامسة لمس الثوب لا ینظر الیه .

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے منابذہ سے منع فرمایا اور وہ آدمی کا اپنے کپڑے کو بیچنے کی نیت سے دوسری کی طرف الٹ پلٹ کرنے اور دیکھنے سے پہلے پھینک دے اور آپؐ نے ملامسة سے بھی منع فرمایا ملامسة یہ ہے کہ دیکھے بغیر صرف کپڑے کو ہاتھ لگا دینے سے بیع ہو جائے۔

حدیث (۲۰۰۳) حدثنا قتیبة الخ عن ابی هریرةؓ قال نهی عن لبستین ان یحتبی الرجل فی الثوب الواحد ثم یرفعه علی منکبیه وعن بیعتین اللماس والنباذ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دو طرح کے کپڑے پہننے کے طریقوں سے منع کیا گیا ہے ایک تو یہ ہے کہ ایک ہی کپڑے میں کوئی آدمی احتباء کرے پھر اس کو کندھے پر اٹھالے اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا ہاتھ لگا لینا اور پھینک دینا ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ملامسة کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک اصح صورت یہ ہے کہ لپٹا ہوا کپڑا لائے یا تاریکی میں کپڑا لائے۔ اور مشتری سے کہے یہ کپڑا میں نے تیرے پاس اتنے کے بدلے اس شرط پر بیچ دیا کہ صرف تیرا ہاتھ لگا دینا

دیکھنے کے قائم مقام ہوگا اور جب دیکھ لوگے تو تمہیں اختیار نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بغیر کسی صیغہ زائدہ کے صرف ہاتھ لگانے کو ہی بیع قرار دیا جائے تیسری صورت یہ ہے کہ لمس کو بیع کے اندر ہر قسم کے خیار کا قاطع قرار دے۔ ان سب صورتوں میں بیع باطل ہے

منابذة کے اندر بھی تین قول ہیں کہ نفس نبذ کو بیع قرار دیا جائے۔ جو تھان پھینکا جائے وہی مبیع بن جائے۔ دوسری یہ کہ بغیر صیغہ زائدہ کے محض نبذ کو بیع قرار دیا جائے۔ تیسرا یہ کہ نبذ کو قاطع للخیار کہا جائے۔ اور بعض نے طرح الثوب کو نبذ کہا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اور بعض نے کنکری پھینکنے کو نبذ کہا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ بیع الحصاة ایک الگ بیع ہے۔

ثم یرفعه علي منكبيه ۔ احتباء کے بعد جب کپڑے کا کچھ حصہ کندھے پر ڈالے گا تو کشف عورت ہوگا اس لئے اسے ممنوع کہا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ احتباء ممنوع ہے جس سے کشف عورت ہوتا ہو۔

باب بيع المنابذة وقال انس رضی اللہ عنہ نهى عنه النبى صلی اللہ علیہ وسلم ـ

ترجمہ۔ بیع المنابذة حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

حديث(٢٠٠٤)حدثنا اسمعيل الخ عن ابى هريرة ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن الملامسة والمنابذة وبسنداخر عن ابى سعيد الخدرى قال نهى النبى صلی اللہ علیہ وسلم عن لبستين وعن بيعتين الملامسة والمنابذة ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسة اور منا بذة سے منع فرمایا اور دوسری سند سے ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے کپڑے پہننے کے طریقے۔ اور دو قسم کی بیع ملامسة اور منابذة سے منع فرمایا ہے۔

باب النهى للبائع ان لايحفل الابل والبقروالغنم وكل محفلة والمصراة التى صرى لبنهاوحقن فيه وجمع فلم يحلب اياماً واصل التصرية حبس الماء يقال منه صريت الماء واذاحبسته ...

ترجمہ۔ بائع کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ وہ اونٹنی۔ گائے اور بکری اور ہر جانور کا دودھ جمع کرے۔ اور مصراة وہ جانور ہے جس کا دودھ روکا جائے اور اس میں محفوظ اور جمع کیا جائے۔ اور کئی دن تک اسے نہ دوہا (نکالا) جائے اور تصریه کے اصلی معنی ہیں پانی کو روکنا۔ اسی سے کہا جاتا ہے صریت الماء جب کہ تم نے اسے روک لیا ہو۔

حديث(٢٠٠٥)حدثنا يحيى بن بكير الخ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

قال ابوھریرۃؓ عن النبی ﷺ لاتصروا الابل والغنم فمن ابتاعھا بعد فانہ بخیر النظرین بین ان یحلبھا ان شاء امسک وان شاء ردّھا وصاع تمر ویذکر عن ابی صالح الخ وقال بعضھم عن ابن سیرین صاعاً من طعام وھو بالخیار ثلثاً وقال بعضھم عن ابن سیرین صاعاً من تمر ولم یذکر ثلثاً والتمر اکثر.

روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اونٹ اور بکری کا دودھ بند نہ کرو۔ پس جس نے تصریہ کے بعد بھی اس کو خرید لیا تو اسے دو میں سے ایک چیز کا اختیار ہے۔ بعد اس کے کہ اس نے اس سے دودھ نکال لیا۔ اگر چاہے تو اس کو روک لے۔ اگر چاہے تو مبیع ردّ کردے۔ اور کھجور کا ایک صاع بھی دے۔ اور بعض نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے ایک صاع گندم کا دے۔ اور اسے تین دن تک کا اختیار ہے۔ اور بعض نے ابن سیرین سے صاع کھجور کا نقل کیا ہے۔ اور تین دن کا اختیار ذکر نہیں کیا اور کھجور اکثر ہے۔

حدیث (۲۰۰۶) حدثنا مسدد الخ عن عبداللہ بن مسعودؓ قال من اشتری شاۃً محفلۃً فردھا فلیرد معھا صاعاً ونھی النبی ﷺ ان تلقی البیوع.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دودھ جمع شدہ بکری خرید کر کے پھر اس کو واپس کر دیا تو اس کے ساتھ ایک صاع کھجور کا بھی دے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے بیوع سے آگے جاکر ملنے سے بھی منع فرمایا ہے

حدیث (۲۰۰۷) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لاتلقوا الرکبان ولایبیع بعضکم علی بیع بعض ولاتناجشوا ولایبیع حاضر لبادٍ ولاتصروا الغنم ومن ابتاعھا فھو بخیر النظرین بعد ان یحلبھا ان رضیھا امسکھا وان سخطھا ردّھا وصاعاً من تمرٍ ....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قافلے والوں کو آگے جاکر نہ ملو۔ کوئی ایک دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ دھوکہ دینے کے لئے نرخ نہ بڑھاؤ۔ اور شہری دیہاتی کے لئے بیع نہ کرے اور بکری کا دودھ جمع نہ کرو۔ اگر اس کو دوہنے کے بعد کوئی خرید کرلے اور اسے اختیار ہے اگر پسند کرے تو روک لے اگر اس سے ناراض ہو تو ردّ کردے۔ اور ایک صاع کھجور کا بھی ساتھ دے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ان لایحفل بائع کو مبیع کے اندر دودھ جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر مالک اس جانور کے ولد کیلئے یا اپنے اہل وعیال کے لئے جمع کرے تو حرام نہیں ہے۔ بقر کا ذکر ترجمہ میں تو ہے لیکن حدیث میں نہیں ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا حکم بھی وہی ہے جو ابل اور غنم کا ہے۔ تحفیل کے معنی تجمیع یعنی دودھ جمع کرنے کے ہیں۔

وکل محفلۃٍ اس کا عطف الابل الغنم پر ہے۔ گویا کہ عطف العام علی الخاص ہے۔ اشارہ اس بات کی طرف ہے

اور ماکول اللحم کا حکم بھی ان چوپائیوں جیسا ہے کیونکہ جامع ایک ہے وہ مشتری کو دھوکہ دینا ہے۔ حنابلہ اور بعض شوافعؒ اس حکم کو پالتو چوپاؤں کے ساتھ مختص کرتے ہیں۔ غیر الماکول جیسے گدھیا اور باندی تو ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ اصح یہ ہے کہ ان کے دودھ کا عوض واپس نہ کیا جائے شوافعؒ عموم حدیث کی وجہ سے العام اور غیر العام دونوں میں اختیار ثابت کرتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اختیار ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ عادۃً ان کے دودھ کا عوض نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تصریہ عندالجمھور عیب ہے۔ ائمہ ثلاثہ حدیث مصراۃ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب تصریہ کو عیب شمار نہیں کرتے کیونکہ انسان جب بکری خرید کرلے اور اس کا دودھ تھوڑا نکلے تو یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ دوسرے حدیث مصراۃ اصول معروفہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک تو یہ حضور انور ﷺ کے ارشاد الخراج باالضمان کے معارض ہے۔ دوسرے یہ معارض ہے بیع طعام بطعام نسیئۃ اور یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ تیسرا تلف شدہ اشیاء کے اندر اصل یہ ہے کہ یا تو ان کی قیمت دی جائے۔ یا مثل اس کا دیا جائے تو صاع کا دینا نہ قیمت کا دینا ہے اور نہ ہی مثل کا دینا ہے۔ چوتھا یہ کہ بیع طعام مجھول الجزاف بالمکیال المعلوم ہے۔ اوجز میں زیادہ تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لایحفل بہت سی روایات میں کلمہ لا کو زائد قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض میں بغیر لا کے ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ لایحفل نہی کا بیان ہے۔ نیز ! جمہور کے نزدیک جب تصریہ کا علم ہو جائے تو خیار ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ دودھ دوہنے کی نوبت پیش نہ آئے حلب کی قید غلبہ کی بناپر ذکر کی گئی ہے۔ شیخؒ نے لمعات میں ذکر فرمایا ہے کہ مصراۃ میں خیار کا ثابت ہونا۔ اور تمر یا طعام کا ردّ کرنا یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے۔ اور وجوب بھی علی الغور ہے یا تین دن کے بعد ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور عراقیوں کا مسلک یہ ہے کہ خیار بھی خیار سے ثابت ہوگا۔ بدون شرط کے خیار نہیں ہے۔ اور ردّ صاع کا بھی واجب نہیں۔ کیونکہ وہ قیاس صحیح کے مخالف ہے اس لئے کہ تمر اور طعام نہ تو دودھ کی قیمت ہے اور نہ ہی اس کی مثل ہے۔ صورۃً نہ معنیً۔ صورۃً تو ظاہر ہے۔ معنیً اس لئے نہیں کہ جمیع اشیاء میں معنیٰ مثل دراھم و دنانیر ہیں۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو قیاس صحیح کا دروازہ بند ہوگا۔

تلقی البیوع تلقی کا معنی استقبال ہے۔ اور بیوع سے اصحاب مراد ہیں اور بیوع سے مبیعات مراد ہیں اور تلقی الرکبان کا مطلب یہ ہے کہ شہری بدوی کا شہر میں پہنچنے سے پہلے پہل اس کا استقبال کرے۔ اور کسادبازاری کا ذکر کر کے اس سے سستے داموں اشیاء خرید کرے۔

لا بیع الخ سے مبایعت عام مراد ہے۔ خواہ خرید ہو یا فروخت ہو۔ لیکن یہ ممانعت اس وقت ہے جب متعاقدین ثمن پر راضی ہوچکے ہوں۔ تناجش نجش سے ہے۔ دوسرے کو رغبت دلانے کے لئے نرخ بڑھا دینا اپنی خرید کرنے کی نیت نہ ہو۔

لا بیع حاضر لباد شہری دیہاتی کے لئے بیع نہ کرے کیونکہ اس سے لوگوں پر تنگی کرنا ہے۔

باب ان شاء ردّ المصراة وفی حلبها صاع من تمر۔

ترجمہ۔ اگر چاہے تو مشتری دودھ جمع کئے ہوئے جانور کو واپس کردے البتہ اس کے دودھ کے بدلہ ایک صاع تمر واجب ہے۔

حدیث(۲۰۰۸)حدثنامحمد بن عمرو الخ انه سمع اباهريرةؓ يقول قال رسول الله ﷺ من اشترى غنماً مصراةً فاحلبها فان رضيها امسكها فان سخطها ففى حلبتها صاع من تمر.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دودھ جمع کی ہوئی بکری خرید کرے۔ پس اس کا دودھ دوہنے کے بعد اگر اسے پسند کرے تو اسے روک دے اگر ناپسند کرے تو پھر اس کے دودھ کے بدلے کھجور کا ایک صاع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس جگہ ایک اور مسئلہ ہے جس کی طرف ترجمہ میں اشارہ کیا گیا ہے ظاہر یہ ہے کہ صاع من تمر مصراۃ کے مقابلہ میں ہے خواہ مصراۃ ایک ہو یا زیادہ ہوں۔ لیکن اکثر علماء ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کی طرف سے الگ الگ صاع دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ صاع تمر کا حکم قطع نزاع کے لئے ہے۔ اس میں قلیل وکثیر برابر ہیں۔ اوجز میں اس مسئلہ کی چودہ ابحاث ذکر کی گئی ہیں تفصیل وہاں ملاحظہ کی جائے۔

باب بيع العبدالزانى وقال شريح ان شاء ردّ مِنَ الزِّنَا۔

ترجمہ۔ زانی غلام کی بیع۔ اور شریحؒ نے فرمایا کہ مشتری چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے۔

حدیث(۲۰۰۹)حدثناعبدالله بن يوسف الخ عن ابى هريرةؓ انه سمعه يقول قال النبى ﷺ اذازنت الامة فتبين زناهافليجلدها.ولايثرب ثم ان زنت الثالثة فليبعهاولوبحبل من شعرٍ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کسی کی باندی زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو اس کو کوڑے لگائے اور کوئی گرفت نہ کرے اگر دوسری دفعہ زنا کا ارتکاب کرے تو اسے حد قائم کرنے کیلئے کوڑے لگائے اور لعنت ملامت سے گرفت نہ کرے اگر تیسری دفعہ زنا کا ارتکاب کرے تو اگرچہ بالوں کی رسی کے بدلہ ہی بیچنا پڑے تو اسے بیچ دے۔

حدیث(۲۰۱۰)حدثنااسمعيل الخ عن ابى هريرةؓ وزيد بن خالدؓ ان رسول الله ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور زید بن خالدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اس باندی کے متعلق پوچھا گیا

سئل عن الامة اذازنت ولم تحصن قال ان زنت فاجلدوها ثم زنت فاجلدوها ثم ان زنت فبیعوها ولوبضفیر قال ابن شهاب لاادری بعد الثالثة اوالرابعة .....

جب وہ زنا کرے اور شادی شدہ نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ زنا کا ارتکاب کرے تو اس پر حد قائم کرنے کے لئے اس پر کوڑے برساؤ۔ پھر زنا کرے تو کوڑے لگاؤ۔ پھر زنا کرے تو اس کو بیچ دو۔ اگرچہ بٹی ہوئی رسی کے بدلے بیچنا پڑے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ زنا عیب ہے جیسا کہ ولوبحبل کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ کہ اگرچہ تھوڑی قیمت پر بیچنا پڑے۔ حافظؒ نے کہا کہ اس سے جواز بیع العبدالزانی معلوم ہوا۔ لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ زنا باندی میں تو عیب ہے غلام میں نہیں ہے۔ کیونکہ باندی سے جو چیز مطلوب ہے وہ استفراش اور طلب ولد ہے زنا اس میں مخل ہے۔ اور غلام سے مقصود استخدام یعنی خدمت لینا ہے اسی طرح باندی اگر بنت زنا ہو یا زنا کی پیداوار ہو تو یہ بھی عیب ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے الزناوولد الزنا عیب فی الجاریة دون الغلام البتہ زنا اگر غلام کی عادت ہو تو وہ بھی عیب ہے جو خدمت میں مخل ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عبد اور امة دونوں میں زنا کو عیب شمار کیا گیا ہے۔ اور احنافؒ کے نزدیک صرف جاریہ میں عیب ہے غلام میں نہیں۔ وجہ مذکور ہوئی ۔ بنابریں حدیث باب احناف کے خلاف نہیں۔ کیونکہ وہ امة کے بارے میں ہے غلام کے بارے میں نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ غلام کو جاریہ پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ قیاس صحیح نہیں۔ اس لئے کہ دونوں سے مقصود الگ الگ ہے۔

ولم تحصن شاہ ولی اللہؒ نے تراجم میں ذکر فرمایا ہے کہ احصان کا ذکر اس جگہ غریب مشکل جداً میرے نزدیک سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شادی شدہ باندیوں کا قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔ فاذااحصن فان اتین بفاحشة فعلیھن نصف ماعلی المحصنات من العذاب کہ اگر شادی شدہ باندیاں زنا کا ارتکاب کریں تو ان کو حرہ محصنه کی نصف سزا دی جائے۔ غیر شادی شدہ باندیوں کا حکم جناب نبی اکرم نے ذکر فرمایا کہ وہ کوڑے مارنا ہے۔ لیکن احصان کی قید احترازی نہیں۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب باندی شادی شدہ ہو تو اس کے کوڑے نہ مارے جائیں۔ بلکہ حرہ کی طرح اسے بھی رجم کیا جائے۔ لیکن احنافؒ کے نزدیک باندی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ زنا کے ثبوت کی صورت میں خواہ وہ گواہ ہوں یا حبل یا اقرار سے ثابت ہو اس کی سزا کوڑے مارنا ہے رجم نہیں ہے۔ کیونکہ مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں فاذااحصن سے حرہ کی سزا کے نصف کا حکم بیان ہوا ہے۔ رجم کا نصف ہو نہیں سکتا۔ لہذا جاریہ محصنه اور غیر محصنه دونوں کی سزا کوڑے مارنا ہوگی۔ اس طرح دونوں دلیلوں پر عمل ہو جائے گا۔ حدیث سے غیر شادی شدہ کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ اور آیت سے قیاس کے ساتھ جلد ثابت ہوا۔ یا احصان کے معنی عفة عن الزنا مراد لئے جائیں۔ جیسے والذین یرمون المحصنات ای العفیفات پاکدامن عورتیں۔ اور خطابی نے احصان سے مراد اسلام یا تزوج لیا ہے۔ تو متزوجہ اگرچہ کافرہ ہو اس پر بھی حد قائم کی جائے گی۔ لیکن یہ حد رجم حرہ پر ہوگی باندی پر جلد ہوگی۔

کیونکہ اہلِ علم کا اجماع ہے کہ رجم محصن پر ہوگی جس سے حر مراد ہے۔ غلام اور باندی دونوں پر نصف حد پچاس کوڑے ہوں گے۔ ضفیر سے مراد بنی ہوئی یا بٹی ہوئی رسی ہے۔ تو تقلیل ثمن اس کے عیب ظاہر ہونے کی وجہ سے ہے۔ اگر اشکال ہو کہ زنا جب ان کی عادت بن چکی ہے تو جو عیب بائع کے پاس ظاہر ہوا ممکن ہے مشتری کے پاس بھی ظاہر ہو۔ تو تکرہ لاخیك ماتکرہ لنفسك جو چیز اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ دوسروں کیلئے بھی ناپسند کرو۔ تو حدیث کا خلاف لازم آیا جواب یہ ہے کہ تبدل ملك احوال ہو جایا کرتا ہے خصوصاً ایسی خصلتوں میں تو عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بہت سی فاجرہ عورتیں فحول رجال کے پاس فرمانبردار بن جاتی ہیں شرط یہ ہے مرد میں غیرت ہو تو روایت کی مخالفت اس صورت کے ساتھ مقید ہوگی۔ جب مشتری راضی نہ ہو۔ جب مشتری راضی ہے تو کوئی اشکال نہیں اس لئے تبدیل محل سے تبدیل حال ہو جاتا ہے۔ دوسرے صحبت کا طاعت اور معصیت میں اثر ہوتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالع ترا طالع کند

تشریح از قاسمیؒ۔ اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ آیا آقا کو حد قائم کرنے کا اختیار ہے۔ ائمہ ثلاثہ تو اجازت دیتے ہیں لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اقامتِ حد کا حق صرف امام اور حاکم کو حاصل ہے۔ آقا تعزیر کر سکتا ہے۔

باب البیع والشراء مع النساء

ترجمہ۔ کیا عورتوں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا جائز ہے

حدیث (۲۰۱۱) حدثنا ابو الیمان الخ قالت عائشةؓ دخل علی رسول اللہ ﷺ فذکرت له فقال رسول اللہ ﷺ اشتری واعتقی فان الولاء لمن اعتق ثم قام النبی ﷺ من العشی فاثنی علی اللہ بما هو اهله ثم قال مابال اناس یشترطون شروطا لیس فی کتاب اللہ فهو باطل وان اشترط مائة شرطٍ شرط اللہ احق واوثق ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے حضرت بریرہؓ کی خرید کا ذکر کیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم بریرہ کو خرید کر کے آزاد کر سکتی ہو۔ اور ولاء بہر صورت آزاد کرنے والے کا ہوگا پھر آپ شام کے وقت منبر پر کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ جس کا حقدار ہے ان الفاظ سے اللہ کی ثنایان کی پھر فرمایا امابعد لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ معاملات میں ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ پس جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو وہ باطل ہے۔ اگرچہ وہ سو شرطیں لگائے۔ اللہ تعالیٰ کی شرط ثابت ہے اور پکی ہے۔

حدیث (۲۰۱۲) حدثنا حسان بن ابی عباد الخ عن عبداللہ بن عمرؓ ان عائشةؓ ساومت بریرة

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کے متعلق سودا کیا۔ حضور انور ﷺ

فخرج الی الصلوة فلماجاء قالت انهم ابوا ان یبیعوهاالاان یشترطواالولاء فقال النبی ﷺ انما الولاء لمن اعتق قلت لنافعٍ حراً کان زوجها اوعبداً فقال مایدرینی ......

نماز کے لئے تشریف لے گئے۔واپس آئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ بیچنے سے انکاری ہیں۔مگر ولاء کی شرط لگاتے ہیں جس پر آنجناب ﷺ نے فرمایا ولاء اس کا حق ہوتا ہے جس نے اسے آزاد کیا۔ تو میں نے نافع سے پوچھا کہ خواہ خاوند اس کا آزاد ہو یا غلام ہو۔انہوں نے فرمایا مجھے نہیں بتلایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں حضرت بریرہؓ کی خرید کا قصہ ہے۔ مابال رجال یشترطون الخ محل ترجمہ ہے کہ یہ بیع وشراء کا معاملہ حضرت عائشہؓ کا مردوں کے ساتھ تھا۔اور ساری گفتگو حضرت عائشہؓ سے ہو رہی تھی۔علامہ عینیؒ اشتری کے لفظ سے ترجمہ ثابت کرتے ہیں۔کہ حدیث عائشہؓ میں شراء من النساء مع الرجال. اور ابن عمرؓ کی روایت میں ترجمہ ساومت کے لفظ سے ثابت ہے۔تو سودا اہل بریرۃ نے کیا تھا۔تو بیع وشراء بین الرجال والنساء ثابت ہو گئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ شروطا لیس الخ. لیس کی تذکیر یا تو جنس کے اعتبار سے ہے یا المذکور کی تاویل ہو گی۔ فی کتاب اللہ سے حکم اللہ مراد ہے۔حدیث میں یہ اشکال ہے کہ شرط تو بیع کو فاسد کر دیتی ہے۔حضرت عائشہؓ نے بائع کو دھوکہ دیا۔اور شرط مان لی۔تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو اس کی کیسے اجازت دے دی۔جواب یہ ہے کہ اسے زجر اور ڈانٹنا مقصود تھا۔کیونکہ جب آپؐ نے ان کو بتلا دیا کہ شرط باطل ہے۔تو جب انہوں نے انکار کیا تو ان کی عادت کو ختم کرنے کے لئے حضرت عائشہؓ کو آپؐ نے اجازت دے دی۔ جیسا کہ آپؐ نے حجۃ الوداع میں حج کو فسخ کر کے عمرہ کے کرنے کی عادت کو توڑا تھا تو مفسدہ یسیرہ مصلحت عظیمہ حاصل کرنے کے لئے جائز ہے۔

باب هل یبیع حاضر لباد بغیر اجر وهل یعینه اوینصحه وقال النبی ﷺ اذا استنصح احدکم اخاه فلینصح له ورخص فیه عطاء ...

ترجمہ۔ کیا شہری دیہاتی کیلئے بغیر اجازت کے بیع کر سکتا ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کیلئے خیر خواہی طلب کرے تو اسے اس سے خیر خواہی کرنی چاہئے۔حضرت عطاء نے اس کی اجازت دی ہے۔

حدیث(۲۰۱۳)حدثناعلی بن عبداللہ عن قیس سمعت جریراً بایعت رسول اللہ ﷺ علی شهادة ان لااله الاالله وان محمد رسول الله

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ایک تو یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اور محمد ﷺ

واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والسمع والطاعۃ والنصح لکل مسلمٍ ......

اللہ کے رسول۔ ہیں اور نماز کو پابندی سے پڑھنے پر۔ زکوۃ کے ادا کرنے پر اور حاکم کی بات سننے اور اس کی فرمانبرداری کرنے پر اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر۔

حدیث (۲۰۱۴) حدثنا الصلت بن محمد الخ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لاتلقوا الرکبان ولا یبیع حاضر لبادٍ قال فقلت لابن عباسؓ ماقولہ لایبیع حاضر لباد قال لایکون لہ سمساراً

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قافلے والوں کا استقبال نہ کرو۔ اور نہ ہی شہری دیہاتی کے لئے بیع کرے۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا لایبیع حاضر لباد کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ شہری دیہاتی کا دلال نہ بنے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مصنفؒ نے بیع الحاضر للبادی کو ایک خاص معنی پر محمول کیا ہے وہ بیع بالاجر ہے جو حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے ہے کہ الدین النصیحۃ کیونکہ اگر بیع بالاجرہ ہو تو بائع میں خیر خواہی نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد اجرت حاصل کرنا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ خیر خواہی تب ہوگی جب بیع الحاضر للبادی بلا اجرت ہو۔ امام بخاریؒ نے بھی اذا استنصح احدکم اخاہ فلینصحہ۔ چنانچہ ائمہ ثلاثہ بھی اس بیع کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ حضرت ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب فرماتے ہیں کہ ایسی بیع میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ درمختار میں ہے کہ بیع الحاضر للبادی قحط کے زمانہ میں مکروہ ہے ویسے امن کے دور میں جائز ہے کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ کو ھل سے کیوں شروع کیا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ استفہام کا جواب باب سے معلوم ہوتا ہے اور میرے نزدیک وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے لفظ ھل سے ایک احتمال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بیع الحاضر للبادی بالاجر کا جواز ثابت کیا ہے اس لئے کہ باب اجر السمسرۃ کے ذریعہ مصنفؒ نے قیاس کیا کہ جب دلالی کی اجرت جائز ہے تو ادھر بیع حاضر للبادی بلا اجر بھی جائز ہے۔ تو بیع الحاضر للبادی بالاجر کے جائز ہونے سے کونسی چیز مانع ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ لفظ ھل سے بالکل عدم جواز کو ثابت کرنا ہو۔ جیسے جمہور کا مسلک ہے۔ کیونکہ روایات مرفوعہ مطلق ہیں۔ اور تقیید بالاجر یہ صحابی کی تفسیر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع مطلق جائز ہے۔ الدین النصیحۃ اور بیع حاضر للبادی منسوخ ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ الدین النصیحۃ پر سب امت کا اتفاق ہے نہی پر سب کا نہیں۔ سمسار کے معنی دلال کے ہیں اصلی معنی قیم للامر اور محافظ کے ہیں۔ پھر منقولی بیع وشراء لغیرہ کے معنی میں مستعمل ہوا۔

باب من کرہ ان یبیع حاضر لباد باَجرٍ۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو بیع حاضر للباد اجرت کو مکروہ سمجھتا ہے۔

حدیث(۲۰۱۵)حدثنا عبداللہ بن صباح الخ عن عبداللہ ابن عمرؓ قال نھی رسول اللہ ﷺ ان یبیع حاضر لبادٍ وبه قال ابن عباسؓ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے شہری کی بیع وشراء دیہاتی کے لئے منع فرمایا اسی کے ابن عباسؓ قائل ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جیسے پہلی حدیث میں ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر سمسار سے کی ہے اگر چہ ابن عمرؓ کی حدیث میں باجر کی قید نہیں ہے۔ لیکن ابن عباسؓ کی تفسیر کی وجہ سے اسے مقید کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ کا ارادہ یہ ہے کہ بیع الحاضر للباد باجر تو ناجائز ہے۔ اور بلا اجر جائز ہے۔ اور دلیل ابن عباسؓ کا قول ہے۔ تو ابن عمرؓ کی حدیث کے عموم کو ابن عباسؓ کی تفسیر سے خاص کر دیا گیا۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق پہلے ایک باب میں ایک مذہب ذکر کرتے ہیں پھر دوسرے باب میں دوسرا احتمال ذکر فرماتے ہیں۔

باب لایبیع حاضر لباد بالسمسرة وکره ابن سیرین وابراهیم للبائع والمشتری وقال ابراهیم ان العرب تقول بع لی ثوبا وهی تعنی الشراء .....

ترجمہ۔ دلالی کے طور پر حاضر بادی کیلئے خرید نہ کرے ابن سیرین اور ابراہیم دلالی بائع اور مشتری دونوں کے لئے مکروہ سمجھتے ہیں۔ ابراہیمؒ نے فرمایا کہ عرب کہتے ہیں کہ بع لی ثوبا اس سے شراء مراد لیتے ہیں۔

حدیث(۲۰۱۶)حدثنا المکی بن ابراهیم الخ انه سمع ابا هریرةؓ یقول قال رسول اللہ ﷺ لایبتاع المرء علی بیع اخیه ولا تنا جشوا ولا یبیع حاضر لباد .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی بیع پر خرید نہ کرے۔ اور دھوکہ دہی کیلئے نرخ نہ بڑھاؤ۔ اور شہری دیہاتی کے لئے بیع نہ کرے۔

حدیث(۲۰۱۷)حدثنا محمد بن بسار المثنی الخ قال انس بن مالکؓ نھینا ان یبیع حاضر لبادٍ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ ہمیں روک دیا گیا ہے کہ شہری دیہاتی کے لئے بیع کرے۔

ان روایات سے یہ ثابت کرنا ہے کہ ان میں بیع شراء کے معنی میں ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح بیع الحاضر للبادی میں علماء کا اختلاف ہے اسی طرح شراء الحاضر للبادی میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بیع کی طرح شراء کو بھی مکروہ کہتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بالکل کراہۃ نہیں ہے۔ کراہۃ قحط کے زمانہ کے ساتھ مختص ہے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ

فرماتے ہیں کہ بیع بمعنی مبادلہ کے ہے خواہ مشتری ہو یا بائع تو اس اعتبار سے بیع عام ہوئی۔ اب یہاں پر ترجمہ میں مختلف نسخے ہیں کسی میں لا یشتری ہے اور کسی میں لا یبیع ہے۔ میرے نزدیک لا یشتری کے نسخہ کو ترجیح ہے۔ اس لئے لا یبیع کی صورت میں اس ترجمہ اور سابقہ میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا کیونکہ بیع بالاجر وہی بیع بالسمسرة ہے۔ اور سمسار قیم اور حافظؒ کو کہتے ہیں تو معنی ہوں گے ان یبیع له بالاجرة اور یہی باب سابق کا خلاصہ تھا۔ نیز! شراء الحاضر للبادی ائمہ کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے اس لئے اس کو مستقل باب میں لائے۔ بع لی ثوبا سے مراد شراء ہے۔ اس لفظ سے بیع و شراء میں تسویہ ثابت کرنا مقصود ہے ۔

باب النهی عن تلقی الرکبان وان بیعه مردود لان صاحبه عاصٍ اثم اذاکان به عالماً وهوخداع فی البیع والخداع لایجوز..

ترجمہ۔ اسباب والے کا استقبال کرنا ممنوع ہے۔ اور یہ بیع مردود ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے والا نافرمان گناہ گار ہے جب کہ وہ اس کو جاننے والا ہے۔ اور یہ بیع میں دھوکہ دینا ہے اور دھوکہ دینا جائز نہیں ہے ۔

حدیث(۲۰۱۷)حدثنامحمدبن بشار الخ عن ابی هریرةؓ قال نهی النبی ﷺ عن التلقی وان یبیع حاضر لبادٍ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سامان والوں کا استقبال کرنے اور شہری کی دیہاتی کے لئے بیع کرنے کو منع فرمایا ہے۔

حدیث(۲۰۱۸)حدثناعیاش بن الولید الخ قال سئلت ابن عباسؓ مامعنی قوله لایبیعن حاضر لبادٍ فقال لایکن له سمساراً ..

ترجمہ۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ لایبیع حاضر لباد کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ شہری دیہاتی کا دلال نہ بنے۔

حدیث (۲۰۱۹) حدثنامسددالخ عن عبدالله قال من اشتری محفلةً فلیرد معها صاعاً قال ونهی النبی ﷺ عن تلقی البیوع ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دودھ رکے ہوئے جانور کو خریدا تو اس کے ساتھ وہ ایک صاع گندم بھی واپس کرے اور آپؐ نے مبیعات کے استقبال سے منع فرمایا۔

حدیث(۲۰۲۰)حدثناعبداللہبن یوسف الخ عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال لایبیع بعضکم علی بیع بعض ولاتلقوالسلع حتی یهبط بهاالی السوق.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا کوئی تمہارا دوسری بیع نہ کرے۔ اور نہ ہی شہر سے نکل کر اسباب کا استقبال کرو بلکہ اس کو بازار تک پہنچنے دو

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تلقی رکبان کی دوصورتیں ہیں۔ایک تو یہ کہ غلہ خرید کرنے والے قحط کے سال شہر سے باہر جاکر غلہ خرید کریں۔اور پھر اسے شہر میں آکر زیادہ قیمت پر بیچ دیں۔دوسری صورت یہ ہے کہ دیہاتیوں کو شہر کے نرخ کا علم نہ ہو۔یہ لوگ شہر سے باہر جاکر شہر سے سستے نرخ پر لے کر اس کو مہنگے نرخ پر بیچ دیں۔حضرت امام ابوحنیفہؒ تلقی رکبان کو جائز فرماتے ہیں۔جمہور کراہتہ کا قول کرتے ہیں۔ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک محل نہی دو ہیں۔جب اھل بلد کو نقصان ہو یا بائع پر شہر کا نرخ رَل مل جائے اگر نقصان بھی ہو اور التباس بھی نہ ہو کوئی حرج نہیں ہے۔مصنفؒ نے ترجمہ کے دوسرے جز میں فرمایا کہ بیع مردود ہے۔کیونکہ نہی فساد کو مقتضی ہے۔لیکن محققین فرماتے ہیں کہ بیع صحیح ہے۔البتہ خیار ثابت ہوگا۔عاصی اور اٰثم اس لئے فرمایا کہ ایسی بیع میں دھوکہ ہوتا ہے لیکن اس سے بیع مردود نہیں ہوئی اس لئے کہ نہی نفس عقد کی طرف راجع نہیں ہے۔کیونکہ اس کے کسی رکن اور شرط میں خلل نہیں آیا۔یہ نہی تو رکبان کے ضرر کو دور کرنے کے لئے ہے۔اور ممکن ہے بیع مردود اس صورت میں ہے جب کہ بائع اس ردّ کو اختیار کرے۔تو راجع کی مخالفت نہ ہوئی۔لیکن اس پر بیع المصراۃ سے تناقص ہوگا۔کیونکہ اس میں بھی دھوکہ ہے۔بایں ہمہ اس بیع کو باطل نہیں کہا گیا

عیاش بن ولید کی روایت پر اشکال ہے۔کہ اس کی ترجمہ سے مطابقت نہیں ہے۔تو شیخ المشائخ شاہ ولی اللہؒ نے جواب دیا ہے کہ اس حدیث کو اس باب میں لانے سے امام بخاریؒ کا مقصد ایک نیا مسئلہ بیان کرنا ہے۔وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں معمر پر اختلاف ہو رہا ہے عبدالواحد معمر سے لا تلقوا الرکبان کو ذکر کرتے ہیں۔لیکن عبدالاعلی معمر سے اسے ذکر نہیں کرتے۔اور ایسا اختلاف امام بخاریؒ اپنی کتاب میں اکثر بیان کرتے رہتے ہیں۔اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی ترجمہ سے مطابقۃ اس طرح ہے کہ یہ حدیث پچھلے باب کی حدیث سے مختصر ہے۔وہ باب هل یبیع حاضر لباد ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ البیع مردود کہہ کر امام بخاریؒ نے مذہب ظاہریہ کو ترجیح دی ہے۔اسلئے جمع سلعه وہی المتاع مطابقۃ اس طرح ہے کہ تلقی السلع تلقی الرکبان کی طرح ہے۔

باب منتهی التلقی

ترجمہ۔کہ استقبال کی انتہا کہاں تک ہے

حدیث (۲۰۲۱) حدثنا موسی بن اسماعیل الخ عن عبداللہؓ قال کنا نتلقی الرکبان فنشتری منهم الطعام فنهانا النبی ﷺ ان نبیعه حتی یبلغ به سوق الطعام قال ابوعبدالله هذا فی اعلی السوق یبینه حدیث عبیدالله ....

ترجمہ۔حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ قافلے والوں سے ملتے تھے اور ان سے غلہ خرید کرتے تھے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس کے بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک ہم اسے غلہ منڈی تک پہنچائیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ منڈی بازار کے اونچے حصہ میں تھی جس کو عبداللہ کی حدیث بیان کرتی ہے

حدیث (۲۰۲۲) حدثنامسددالخ عن عبدالله الخ قال كانوايبتاعون الطعام في اعلى السوق فيبيعونه في مكانهم فنهاهم رسول الله ﷺ ان يبيعوه في مكانه حتى ينقلوه ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ غلہ بازار کے اونچے حصہ میں خرید کرتے تھے۔اور پھر اسی جگہ بیچ دیتے تھے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس جگہ پر بیچنے سے منع فرمادیا۔جب تک کہ اسے وہاں سے منتقل نہ کرلیں یعنی جب تک قبضہ نہ کرلیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ منتهی جو از تلقی شہر کی بازار کا اعلیٰ حصہ ہے۔اور جو تلقی حرام ہے وہ شہر سے باہر ہے۔اگر سوال ہو حدیث ترجمة الباب سے کیسے مطابق ہوئی۔ تو کہا جائے گا کہ چونکہ آپؐ نے خرید کی جگہ بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔لو بس تو معلوم ہوا کہ اس قسم کی تلقی ممنوع نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے یبتاعون الطعام فی اعلی السوق اس سے معلوم ہوا کہ منهی عنه تلقی خارج البلد ہے اور کوئی نہیں۔ حنابلہ کے نزدیک تلقی ممنوع شہر کے داخلہ تک ہے خواہ منڈی میں پہنچے یا نہ پہنچے۔باقی حضرات نے کچھ حدود مقرر کی ہیں۔ مصنفؒ نے بھی اپنے ترجمہ سے اشارہ کیا کہ تلقی کی ابتداء خروج من السوق ہے بازار سے نکل کر استقبال نہ کرے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ تلقی کی ابتداء بھی ہے۔اور انتہا بھی۔ابتدا تو اس کی گھر سے لے کر بازار تک ہے جو جائز ہے اور اس کی انتہا شہر سے باہر ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔وہی مکروہ ہے۔مذاہب علماء تلقی کی حد کے بارے میں قریب قریب ایک ہیں۔

باب اذااشترط شروطاً في البيع لاتحل۔

ترجمہ۔جب بیع میں ایسی شرائط لگائی جائیں جو حلال نہیں ہیں۔

حدیث(۲۰۲۳)حدثناعبداللہبن یوسف الخ عن عائشةؓ قالت جاء تني بريرةؓ فقالت كاتبت اهلي على تسع اواقٍ في كل عامٍ اوقية فاعينني فقلت ان احب اهلك ان اعدها لهم ويكون ولاؤك لي فعلت فذهبت بريرةالى اهلها فقالت لهم فابوعليها فجاء ت من عندهم ورسول الله ﷺ جالس فقالت اني قد عرضت ذلك عليهم

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے آقاؤں سے نو اوقیہ پر کتابت کرلی ہے۔ہر سال ایک اوقیہ دینا ہوگا۔پس آپ میری مدد کریں۔ میں نے کہا کہ اگر تیرے سردار اس بات کو پسند کریں کہ میں نقد رقم گن کر ان کو دے دوں اور ولاء میرے لئے ہوگا تو میں یہ کرلوں گی۔چنانچہ حضرت بریرہؓ اپنے آقاؤں کے پاس گئی ان کو ان کی بات پہنچائی لیکن وہ کہنے لگے کہ ولاء تو ہمارا ہوگا۔(ولاء مرنے کے بعد کا ترکہ) جناب نبی اکرم ﷺ

فابوا الا ان یکون الولاء لهم فسمع النبی ﷺ فاخبرت عائشةؓ النبی ﷺ فقال خذیها واشترطی لهم الولاء فانما الولاء لمن اعتق ففعلت عائشةؓ ثم قام رسول اللهﷺ فی الناس فحمدالله واثنی علیه ثم قال امابعد مابال رجال یشترطون شروطاً لیست فی کتاب الله ماکان من شرط لیس فی کتاب الله فهو باطل وان کان مائة شرط قضاء الله احق وشرط الله اوثق وانما الولاء لمن اعتق ...

اس گفتگو کو اجمالاً سن رہے تھے۔ پس حضرت عائشہؓ نے تفصیلاً یہ خبر آپؐ کو بتائی۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ باندی کو خرید کر لو اور ان کی شرط بھی مان لو۔ لیکن سن لو ولاء تو آزاد کرنے والے کا حق ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اسے خرید کر لیا۔ پھر جناب رسول اللہ خطبہ دینے کے لئے لوگوں میں کھڑے ہوئے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ پھر فرمایا اما بعد لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں یاد رکھو جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے۔ اگر چہ سو شرطیں بھی لگائیں اللہ کا فیصلہ حق ہے اور اللہ کی شرط پکی ہے۔ ولاء آزاد کرنے والے کا حق ہوتا ہے۔

حدیث(۲۰۲۴)حدثنا عبدالله بن یوسف الخ عن عائشةؓ ام المؤمنین ارادت ان تشتری جاریة فتعتقها فقال اهلها تبیعکها علی ان ولاء ها لنا فذکرت ذلک لرسول اللهﷺ فقال لایمنعک ذلک فانما الولاء لمن اعتق .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین نے ایک باندی خرید کر کے آزاد کرنے ارادہ کیا۔ تو اس کے سرداروں نے کہا کہ ہم اس کو آپ کے پاس اس شرط پر بیچنے کے لئے تیار ہیں کہ اس کا ولاء ہمارے لئے ہوگا انہوں نے اس کا جناب رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ شرط تمہیں نہ روکے ولاء اسی کا حق ہے جس نے اس کو آزاد کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ کیا ایسی شرائط سے بیع فاسد ہوگی یا نہیں۔ امام بخاریؒ اس باب میں ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی دو روایتیں لائے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ نہی کی وجہ سے بیع میں فساد لازم آئے گا۔ جس طرح ان کے نزدیک نهی عن تلقی الرکبان بیع کو رد کر دیتی ہے۔ لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اذا اشترط الخ کی جزاء لا یفسد البیع بذلک محذوف ہے لیکن میرے نزدیک لا تحل اذا شرطیہ کی جزاء ہے۔ جس کا مقصد یہ ہوگا کہ شروط بیع میں جائز نہیں ہیں۔ کیونکہ امام بخاریؒ کے طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام احمدؒ کے مسلک کے موافق ہیں۔ اس لئے کہ اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے۔ امام احمدؒ ایک شرط کے ساتھ بیع کو جائز فرماتے ہیں دو شرطوں کے ساتھ جائز نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ بیع بشرط کو منع کرتے ہیں اگر چہ ایک شرط بھی ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک شروط تین قسم ہیں۔ ایک قسم تو یہ ہے کہ شروط اور بیع دونوں باطل ہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ شرط اور بیع دونوں جائز۔ تیسری قسم یہ ہے کہ

شروط باطل اور بیع جائز ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بیع کے اندر کوئی شرط ہو تو شرط جائز نہیں باطل ہے۔ بیع جائز ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ والی روایت اس پر دال ہے۔ یہ مسلک ابن ابی لیلی اور حسن بصری اور نخعی" کا ہے۔ دوسرا مسلک یہ ہے کہ شرط اور بیع دونوں جائز ہیں جس پر حدیث جابرؓ جو بیع جمل کے بارے میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع بھی جائز اور شرط بھی جائز ہے۔ یہ مسلک حماد اور ابن شبرمہ وغیرھم کا ہے۔ اور تیسرا مسلک یہ ہے کہ دونوں ناجائز ہیں۔ بیع بھی اور شرط بھی۔ نھی عن بیع و شرط یہ مسلک امام شافعیؒ اور کوفے والوں کا ہے۔ یہاں ایک لطیفہ بھی مشہور ہے کہ عبدالوارث مکہ میں آئے اور حضرت ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلی اور ابن شبرمہ سے بیع بشرط کے متعلق پوچھا۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا دونوں باطل ہیں۔ دوسرے نے کہا بیع جائز شرط باطل۔ تیسرے نے کہا کہ دونوں جائز ہیں۔ تو آپ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ سبحان اللہ ایک ہی مسئلہ میں عراق کے تینوں فقہاء عراق کا اختلاف ہو گیا۔ اور ہر ایک نے اپنی دلیل ذکر فرمادی۔

اشترطی لھم الولاء حضرت شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں لکھا ہے کہ اگرچہ شرط سے بیع فاسد ہو جاتی ہے مگر اشترطی کہنے سے آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ یہ بیع فاسد ملک مشتری کا فائدہ دے گی۔ اور اس پر عتق عبد نافذ ہو گا۔ میرے نزدیک یہ توجیہ تمام جوابوں سے بہتر ہے۔

باب بیع التمر بالتمر

ترجمہ۔ کھجور کی بیع کھجور کے ساتھ کیسے ہو

حدیث (۲۰۲۵) حدثنا ابوالولید الخ

سمع عمرؓ عن النبی ﷺ قال البر بالبر ربا الاھاء وھاء والشعیر بالشعیر رباً الاھاء وھاء والتمر بالتمر رباً الاھاء وھاء.....

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا گندم کو گندم کے بدلے جب تک دست بدستی (نقد) نہ بیچا جائے تو سود ہے اور جو کے بدلے جو (نقد) دست بدستی بیچا جائے۔ اور کھجور بھی کھجور کے بدلے دست بدستی (نقد بیچا جائے۔ ورنہ سود ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ھاء وھاء نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی خذ اور ھات ہے جیسے یدا بید بھی آیا ہے مقابضہ فی المجلس ہو۔ اور بعض نے کہا اس کا معنی ہے خذو اعط یعنی لو اور دو لاتبیعوا الذھب بالورق الامقولا بین المتعاقدین ھاء وھاء۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اجمع المسلمون الخ مسلمانوں کا اجماع ہے ربوا چھ چیزوں میں حرام ہے سونا چاندی۔ گندم۔ جو۔ کھجور۔ نمک۔ ان کے ماسوا میں اختلاف ہے۔ اہل ظواہر تو ان چھ اشیاء میں بند کرتے ہیں لیکن جمہور ائمہؒ کے نزدیک اور اشیاء اس حکم میں داخل ہیں احنافؒ کے نزدیک وزن اور جنس میں تفاضل اور نسیہ ناجائز ہے امام شافعیؒ کے نزدیک نقدین اور جنس شرط ہے۔

باب بیع الزبیب بالزبیب والطعام بالطعام۔

ترجمہ۔ کشمش کو کشمش کے بدلے اور غلہ کو غلہ کے بدلے بیچنا۔

حدیث(۲۰۲۶)حدثنااسمعیل الخ عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ نهى عن المزابنة والمزابنة بيع التمر بالتمر وبيع الزبيب بلكرم كيلاً .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مزابنۃ سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا مزابنۃ یہ ہے کہ کھجور کو خشک کھجور سے بھرتی کر کے بیچا جائے اور کشمش کو انگور سے بھرتی کر کے بیچے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ نے اشکال وارد کیا ہے کہ حدیث میں نہ تو طعام کا ذکر ہے نہ زبیب بالزبیب کا ذکر ہے۔ اگر حدیث میں ذکر ہے تو الزبیب بالکرم ہے۔ اسماعیلؒ نے جواب دیا ہے کہ ترجمہ معنی کے اعتبار سے ثابت ہے۔ اگر ترجمہ یوں ہوتا کہ بیع التمر فی رأس الشجر بمثله من جنسه یابساً تو بہتر ہوتا۔ علامہ عینیؒ نے بھی حدیث کے ذکر کے بعد ترجمہ سے مطابقۃ من حیث المعنی ثابت کی ہے۔ اور اتنی مقدار مطابقة کے لئے کافی ہے۔ بلکہ بعض ابواب ایسے آرہے ہیں جن میں مطابقة ادنی مقدار سے ثابت ہوتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ مناسبت پائی جائے۔ البتہ کرمانیؒ فرماتے ہیں نہی الزبیب بالعنب سے بیع الزبیب بالزبیب کا جواز نکلتا ہے۔ اور اسی پر بیع الطعام بالطعام کو قیاس کیا گیا ہے۔

حدیث(۲۰۲۷)حدثناابوالنعمان الخ عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ نهى عن المزابنة قال والمزابنةان تبيع التمر بكيل ان زادفلي وان نقص فعلي قال وحدثني زيد بن ثابت ان النبي ﷺ رخص في العرايا يخرصها .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور فرمایا مزابنہ یہ ہے کہ تر کھجور کو کیل کر کے بیچے کہ اگر بڑھ گیا تو میرا اور کم ہو گیا تو میرے ذمہ ہے۔ اور زید بن ثابت نے حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عرایا کی اندازے کے ساتھ بیع کی اجازت فرمائی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ثمر سے مراد تر کھجور ہے ورنہ باقی اثمار کی بیع تمر کے ساتھ جائز ہے اس طرح کرم سے مراد تر انگور ہے عرایا کھجور کا وہ پھل جو مساکین کو دیا جائے وہ در حقیقت بیع نہیں بلکہ بخشش اور عطیہ ہے اس لئے اس کو اندازے کے ساتھ دینا جائز ہے۔

باب بيع الشعير بالشعير

ترجمہ۔ جو کی بیع جو کے ساتھ

حدیث (۲۰۲۸) حدثنا عبدالله بن یوسف الخ عن مالك بن اوسؓ اخبره انه التمس صرفاً بمائة دينارٍ فدعاني طلحة بن عبيدالله فتراوضنا حتى اصطرف مني فاخذ الذهب يقلبها في يده ثم قال حتى ياتي خازني من الغابة وعمر يسمع ذلك فقال والله لاتفارقه حتى تاخذ منه قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب رباً الاهاء وهاء والبر بالبر رباً الاهاء وهاء والشعير بالشعير رباً الاهاء وهاء والتمر بالتمر رباً الاهاء وهاء ......

ترجمہ۔ حضرت مالك بن اوسؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے سو۱۰۰ دینار سونے کے بدلے چاندی لینا چاہی تو مجھے طلحہ بن عبید اللہؓ نے بلایا تو ہم نے ادلہ بدلہ لینے میں گفتگو جاری کی یہاں تک کہ انہوں نے سونا میرے سے لیا اور اس کو اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ کرنے لگے پھر کہا کہ اس کی رقم تجھے تب ادا کرونگا جب کہ میرا خزانچی غابہ بقام سے آجائے گا حضرت عمرؓ یہ گفتگو سن رہے تھے۔ فرمایا اللہ کی قسم اس کو جدا نہ کرو یہاں تک کہ رقم کھری نہ کرلو۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سونے کا چاندی کے ساتھ تبادلہ سود ہے۔ جب تک کہ نقد دست بدستی نہ ہو اس طرح گندم کی بیع گندم کے ساتھ سود ہوگی جب تک دست بدستی نہ ہو۔ اور جو کی بیع جو کے ساتھ سود ہوگی جب تک کہ دست بدست نہ ہو۔ اور کھجور کی بیع بھی کھجور کے ساتھ سود ہے جب تک دست بدست نہ ہو۔

باب بيع الذهب بالذهب

ترجمہ ۔ سونے کی سونے کے ساتھ خرید وفروخت

حدیث (۲۰۲۹) حدثنا صدقة بن الفضل الخ قال ابوبكرةؓ قال رسول الله ﷺ لاتبيعوا الذهب بالذهب الاسواءً بسواءٍ والفضة بالفضة الاسواءً بسواءٍ وبيعوا الذهب بالفضة والفضة بالذهب كيف شئتم ......

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر سرابر اسی طرح چاندی کو بھی چاندی کے بدلے برابر سرابر بیچو البتہ سونے کو چاندی کے بدلے اور چاندی کو سونے کے بدلے جس طرح چاہو بیچو گویا کہ نقدین میں زیادتی بھی حرام ہے اور ادھار بھی حرام۔ جیسے پہلی روایات سے معلوم ہوا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ بيع الشعير بالشعير الخ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گندم اور جو الگ الگ جنس ہیں لیکن امام مالکؒ اور اوزاعیؒ وغیرہ ان کو ایک ہی نوع قرار دیتے ہیں جمہور کا مسلک ان کے خلاف ہے جن کا استدلال آنجناب ﷺ کے

اس قول سے ہے بیعوالبر بالشعیر کیف ماشئتم یداً بیدیہ حدیث صحیح اور صریح ہے کہ یہ دونوں الگ الگ نوع ہیں۔

باب بیع الفضة بالفضة ترجمہ۔ چاندی کو چاندی کے بدلہ بیچنا

حدیث(۲۰۳۰)حدثناعبیداللہ بن سعد الخ عن عبدالله بن عمرؓ ان اباسعید الخدریؓ حدثه مثل ذلك حديثاً عن رسول اللهﷺ فلقيه عبدالله بن عمرؓ فقال يااباسعيد ماهذاالذى تحدث عن رسول الله ﷺ فقال ابوسعيد فى الصرف سمعت رسول الله ﷺ يقول الذهب بالذهب مثلاًبمثل والورق بالورق مثلاً بمثل ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب ابوسعید الخدریؓ نے اس طرح ایک حدیث جناب رسول اللہ ﷺ سے بیان فرمائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان سے ملاقی ہوئے اور فرمانے لگے کہ اے ابوسعید یہ کیاحدیث ہے جو آپ جناب رسول اللہ ﷺ سے بیان فرماتے ہیں۔ جس پر حضرت ابوسعیدؓ نے نقدین کی تجارت کے بارے میں فرمایاکہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ فرماتے تھے سونے کو سونے کے بدلے برابر بیچو اوراسی طرح چاندی کو چاندی کے بدلے برابر بیچو زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ نقدین کی تجارت میں تفاضل اورنسیئہ یعنی ادھار دونوں حرام ہیں کیونکہ یہی سود ہے۔

حدیث(۲۰۳۱)حدثناعبداللہ بن یوسف الخ عن ابی سعیدالخدریؓ ان رسول الله ﷺ قال لاتبیعوالذهب بالذهب الامثلاً بمثل ولاتشفوا بعضهاعلى بعض ولاتبيعوا منها غائباً بناجزٍ ..

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ سونے کو سونے کے بدلے برابر سرابر ہی بیچو اور بعض کو بعض پر فضیلت اور زیادتی نہ کرو۔اور چاندی کو چاندی کے بدلے برابر سرابر بیچاجائے۔اور کسی کو کسی پر فضیلت نہ دو اور نہ ہی غائب کو نقد کے بدلے بیچو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدثه مثل ذلك حديثا حافظؒ فرماتے ہیں مثل ذلك سے مراد یہ ہے کہ ابوسعید خدریؓ نے حضرت عمرؓ کی حدیث کی طرح حدیث بیان کی ہے۔ میرے نزدیک حافظؒ کا قول صحیح ہے۔ کیونکہ اسماعیلی کی روایت میں صراحت ہے ان اباسعيد حدثه حديثامثل حديث عمرؓ مثلابمثل۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے عجوة والا قاعدہ کی بیع باطل ہو جائے گی کہ ایک مد عجوہ اور ایک دینار کو دو دینار کے بدلہ بیچا جائے۔ یہ مسئلہ اختلافی مشہور ہے۔امام احمدؒ نے تو اس مسئلہ کے بارے میں کئی جگہ فرمایاہے کہ یہ بیع ناجائز ہے۔امام شافعیؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ ایسی بیع تب جائز ہے کہ مفرد مرکب یعنی جس کے ساتھ غیر بھی ہو وہ اکثر ہو۔یا یہ کہ ہر ایک کے ساتھ غیر جنس موجود ہو حضرت ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ سب اس وقت جائز ہے جب کہ مفرد مرکب سے

اکثر ہو اور ہر ایک کے ساتھ غیر جنس بھی موجود ہو۔ جو لوگ اس عقد کو جائز کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب اس کو صحت پر محمول کرنا ممکن ہے تو فساد پر حمل نہ کیا جائے۔ ہمارا مستدل فضالہ بن عبید کی روایت ہے جس سے امام ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ فرماتے ہیں کہ قلادہ والی روایت سے معلوم ہوا کہ جب سونے سے زیادہ کوئی اور چیز موجود ہو تو پھر بیع جائز ہو گی۔ اب اس کی بیع نہ تو برابر سرابر جائز ہے۔ اور نہ ہی کم قیمت پر بیچا جائے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں قلادہ والی حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ لا تباع حتی تفصل ولیس الفصل بمعنی تفریق الاجزاء بلکہ تمیز تام مراد ہے۔ جس سے سود کا احتمال نہ رہے۔ نہ ربوا ہو اور نہ شبہ ربوا ہو۔ جس کی تائید حضور ﷺ کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ حتی تمیز بینھما۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اشناف کے معنی تفضیل کے ہیں۔ غائب سے مراد ادھار ہے۔ اور ماجو سے مراد حاضر اور نقد ہے جن میں تقابض فی المجلس ضروری ہے۔

باب بیع الدینار بالدینار نسیأ

ترجمہ۔ سونے کے دینار کی بیع دینار کے ساتھ ادھار کے طور پر ہو۔

حدیث (۲۰۳۲) حدثنا علی بن عبداللہ الخ انہ سمع ابا سعید الخدریؓ یقول الدینار بالدینار والدرھم بالدرھم فقلت لہ فان ابن عباسؓ لایقولہ فقال ابوسعید سالتہ فقلت سمعتہ من النبی ﷺ اووجدتہ فی کتاب اللہ قال کل ذلک لااقول وانتم اعلم برسول اللہ ﷺ منی ولکنی اخبرنی اسامۃ ان النبی ﷺ قال لاربا الافی النسیۃ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ دینار کو دینار کے بدلے اور درہم کو درہم کے بدلہ بیچا جائے۔ میںؓ نے ان سے کہا کہ ابن عباسؓ تو اس کے قائل نہیں ہیں۔ حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا میں نے خود ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ نے اسکو جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے یا آپ نے اس کو کتاب اللہ میں پایا ہے۔ انہوں نے فرمایا ان میں سے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا آپ لوگ میرے سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جاننے والے ہیں البتہ حضرت اسامہؓ نے مجھے بتلایا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سود تو صرف ادھار میں ہے (جنس بدل جائے تو جائز ہے۔) فرمایا یہ ہمارے نزدیک سونے اور چاندی کی اور گندم کی جو سے بیع متفاضلاً میں کوئی حرج نہیں ہے (اس لئے کہ جنس بدل گئی تفاضل جائز ادھار ناجائز ہو گا) یعنی دست بدست بیع ہو اور ادھار میں خیر نہیں ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کل ذلک لااقول چنانچہ مسلم میں ہے کہ لم اسمعہ من رسول اللہ ﷺ والوجدتہ فی کتاب اللہ انتم اعلم برسول اللہ ﷺ کیونکہ یہ حضرات ابن عباسؓ سے عمر میں بڑے تھے۔

بیع الورق بالذهب نسیئۃً حافظؒ فرماتے ہیں سب بیوع میں بیع یا تو بالنقد ہو گی یا بالقرض ہو گی۔ پھر دست بدست ہو گی یا مدت تک ہو گی۔ اس طرح چار قسم ہوئے تو اگر بیع النقد بمثلہ ہے تو یہ بیع المواحلة ہے۔ اگر بنقدغیرہ ہے۔ تو بیع صرف ہے جس میں مبیع اور ثمن دونوں نقدین ہوتے ہیں۔ اور بیع العرض بالنقد ہو تو نقد کو ثمن اور عرض کو عوض کہتے ہیں۔ اور بیع العوض بالعرض کو مقایضہ کہتے ہیں۔ ان جمیع بیوع میں بیوع حالی تو جائز ہے۔ البتہ ادھار کے بارے میں اگر نقد بالنقد بیع ہے تو نا جائز ہے۔ اگر عوض ہے تو جائز ہے۔ اور عرض مؤخر ہو تو بیع سلم ہے۔ اگر دونوں مؤخر ہوں تو بیع الدین بالدین ہے۔ جو حوالہ کے بغیر جائز نہیں ہے۔ اگر اشکال ہو کہ حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت کیسے ہو گی۔ کیونکہ ترجمہ میں ہے بیع الورق بالذهب اور حدیث میں اس کا برعکس ہے الذهب بالورق. تو جواب یہ ہے کہ باء ثمن پر داخل ہوتی ہے۔ جب عوضان نقدین ہوں تو ان میں کوئی تفاوت نہیں جس پر باء کو داخل کرو وہی ثمن بن جائے گی۔ البتہ غیر النقدین میں جس میں ثمنیة ہو گی وہ عوض بنے گا۔

باب بیع الورق بالذهب نسیئةً

ترجمہ۔ چاندی کی سونے کے بدلے بیع جب کہ وہ ادھار کے طور پر ہو۔

حدیث (۲۰۳۳) حدثنا حفص بن عمرؒ الخ قال سألت البراء بن عازبؓ وزید بن ارقمؓ عن الصرف فکل واحد منهما یقول هذا خیر منی فکلاهما یقول نهی رسول الله ﷺ عن بیع الذهب بالورق دیناً....

ترجمہ۔ حضرت ابو المنهالؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازبؓ اور زید بن ارقمؓ سے بیع صرف یعنی نقدین کے بارے میں پوچھا تو ان میں سے ہر ایک نے فرمایا کہ یہ میرے سے بہتر ہے۔ بہر حال دونوں نے فرمایا کہ جناب رسول الله ﷺ نے سونے کی بیع چاندی سے قرض کے طور منع فرمائی۔

باب بیع الذهب بالورق یداً بیدٍ

ترجمہ۔ سونے کی بیع چاندی سے دست بدست ہو ادھار نہ ہو۔

حدیث (۲۰۳۴) حدثنا عمران بن میسرة الخ عن ابی بکرةؓ قال نهی النبی ﷺ عن الفضة بالفضة والذهب بالذهب الاسواء بسواءٍ امرنا ان نبتاع الذهب بالفضة کیف شئنا والفضة بالذهب کیف شئنا.....

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا مگر برابر سرابر۔ اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سونے کو چاندی کے بدلے جس طرح ہم چاہیں خرید کریں اور اسی طرح چاندی کو سونے کے بدلے جس طرح چاہیں ہم بیچ دیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں یداً بید کی قید نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ نے بعض طرق حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جس میں یداً بید کی قید موجود ہے۔ چنانچہ مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ اس حدیث کے آخر میں ہے کیف شئتم ید ابید اور بیع صرف کے اندر تقابض شرط ہے۔ جس پر سب کا اتفاق ہے البتہ تفاضل من جنس واحد میں اختلاف ہے۔ گویا ترجمہ میں یداً بید حدیث کی شرح ہے۔

باب بیع المزابنة

ترجمہ۔ بیع مزابنة کے بارے میں

وهى بيع التمر بالتمر وبيع الزبيب بالكرم وبيع العرايا قال انسؓ نهى النبى ﷺ عن المزابنة والمحاقلة .....

ترجمہ۔ وہ خشک کھجور کی تر کھجور کے ساتھ بیع کا نام ہے اور کشمش کی انگور کے ساتھ بیع ہے۔ اور بیع العرایا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مزابنة اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

حديث(۲۰۳۵)حدثنايحيى بن بكيرالخ عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال لاتبيعوالثمر حتى يبدوصلاحه ولاتبيعوالثمر بالتمر قال سالم اخبرنى عبدالله عن زيد بن ثابت ان رسول الله ﷺ رخص بعد ذلك فى بيع العرية بالرطب اوبالتمر ولم يرخص فى غيره ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھل کو اس وقت تک نہ بیچو جبتک اس کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے۔ اور تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے نہ بیچو۔ سالم فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے مجھے خبر دی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد عرایا بیع کی اجازت دی۔ خواہ تر کے ساتھ یا خشک کھجور کے ساتھ۔ اس کے علاوہ اور کسی میں اجازت نہیں دی۔

حديث(۲۰۳۶)حدثناعبدالله بن يوسف الخ عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ نهى عن المزابنة والمزابنة اشتراء الثمر بالتمر كيلا وبيع الكرم بالزبيب كيلاً ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مزابنة سے منع فرمایا ہے اور مزابنة کھجور کو خشک کھجور کے بدلے بھرتی کر کے خرید کرنا ہے۔ اور انگور کو کشمش کے بدلے بھرتی کر کے بیچنا ہے۔

حديث(۲۰۳۷)حدثناعبدالله بن يوسف الخ عن ابى سعيد الخدرىؓ ان رسول الله ﷺ نهى

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مزابنة اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے

عن المزابنة والمحاقلةوالمزابنة اشتراء التمر بالتمر فی رؤس النخل .....

مزابنة کا معنی ہے تر کھجور کو جو ابھی کھجور کے خوشوں پر ہے اسکو خشک کھجور کے بدلے خرید نا ہے۔ اور محاقلہ حقل سے ہے جس کے معنی کھیتی کے ہیں۔ بیع محاقلہ یہ ہے کہ وہ گندم جو ابھی تک خوشوں میں ہے۔ اس کو صاف گندم کے بدلے بیچنا ہے ان دونوں کی ممانعت ہے۔

حدیث (۲۰۳۸) حدثنامسددالخ عن ابن عباسؓ قال نهی النبی ﷺ عن المحاقلة والمزابنة .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ دونوں سے منع فرمایا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں تماثل کی پہچان مشکل ہے۔

حدیث (۲۰۳۹) حدثناعبداللہ بن مسلمةالخ عن زید بن ثابتؓ ان رسول اللہ ﷺ ارخص لصاحب العرية ان یبیعهابخر صها .....

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عریہ والے کو اجازت دی کہ وہ کھجور کو اندازے سے بیچ سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مزابنة زبن سے مشتق ہے۔ جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں چونکہ بیع مزابنة میں تفاوت اور عوضین میں فرق زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں تدافع اور خصومت کا احتمال زیادہ ہے۔ اور ہر ایک جب اپنے حق میں نقصان محسوس کرے گا تو بیع کو دفع کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے امام شافعیؒ نے ہر اس بیع کو جس میں مبادلة المجهول بالمجهول ہو اسی کے ساتھ لاحق کیا ہے۔ اور امام مالکؒ نے جوئے کی اقسام کو بھی اس کی تفسیر میں شامل کیا ہے۔ بہر حال ابن عمرؓ نے نہی کی روایات کو بلاواسطہ نقل کیا ہے۔ اور عرایا کا استثناء حضرت زید بن ثابتؓ کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔ اور فقہا نے بیع الرطب بالیابس کی تحریم پر ان احادیث باب سے استدلال کیا ہے۔ اگرچہ عوضین کیل اور وزن میں برابر بھی ہوں کیونکہ تساوی کا علم حالت کمال میں ہوتا ہے۔ تر پھل سوکھنے کے بعد وزن و کیل میں کم ہو جاتا ہے۔ جمہور کا یہی قول ہے البتہ حضرت ابو حنیفہؒ حالت رطوبۃ میں تساوی کو کافی سمجھتے ہیں جمہور کا مستدل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے بیع الرطب بالتمر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ رطب جب سوکھ جائے۔ تو کیا کم ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی ہاں! بے شک یارسول اللہ! قال فلا اذاً کہ اگر رطب خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے۔ تو پھر بیع نہیں کرنی چاہئیے۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اس حدیث کا جواب دیا ہے۔ اینقض علۃ نہی و حرمۃ پر تنصیص ہے محض جفاف خشک ہونا علۃ نہیں ہے۔ تو آپؐ نے حدیث کو نسیہ پر محمول کیا ہے۔

چنانچہ کوکب میں اس کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ جب امام اعظمؒ بغداد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے آپ سے یہی مسئلہ پوچھا اور وہ لوگ حدیث کی مخالفت کی وجہ سے آپ سے سخت ناراض تھے۔ آپ نے فرمایا بھائی کیا رطب تمر ہے یا نہیں اگر تمر ہے تو التمر بالتمر مثلا بمثل سے بیع جائز ہوئی اگر تمر نہیں ہے تو پھر بھی حدیث کی رو سے بیع جائز ہوئی۔ اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم نیز! علامہ عینیؒ نے شرح طحاوی میں بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ امام مزنیؒ داؤدؒ اور ابو ثورؒ بیع الرطب بالتمر مثلا بمثل کے جواز کے قائل ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی نوع ہیں البتہ ادھار ان کے نزدیک ناجائز ہے اگرچہ مثلا بمثل کیوں نہ ہو۔

عرایا کی تفسیر لغۃ اور شرعا میں علماء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل لوجز میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عریہ اگر فاعلہ کے معنی میں ہے تو چونکہ مالک ان کھجوروں کو باقی کھجوروں سے مساکین کے لئے الگ کر دیتا ہے۔ یا عرایا کے معنی طلب کے ہیں شرعی طور پر یہ ہے کہ یہ بھی عرب کے عطایا خاصہ میں سے ہے جب کھجور پکنے کا وقت آئے تو مالک ان کھجوروں کو اپنے پاس روک کر ان کے بدلے اندازے سے کھجور پختہ دے دے۔ تو ھبہ کے اندر اس قسم کا تصرف جائز ہے۔ امام مالکؒ بھی اسے ھبہ قرار دیتے ہیں جس کی بیع واہب کے پاس جائز ہے۔

الحاصل اختلاف یہ ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ واہب کا بالعوض اپنے ہبہ میں رجوع کرنا ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ واہب کا اپنے ہبہ کو خرید کرنا ہے۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بیع مزابنہ سے پانچ وسق کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں تو اس کی بیع واہب اور غیر واہب سب کے پاس جائز ہوگی۔ اگرچہ شرائط جواز میں اختلاف ہو۔

رخص لهم في بيع العرايا خلاصہ یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید کی روایت میں بیع العرایا (خرص) اندازے کے ساتھ مقید ہے اور ابن عیینہ کی روایت مطلق ہے کہ خواہ اندازے سے بیچے یا کیل سے بیچے بہر حال اس کی اجازت ہے۔

باب بيع التمر على رؤس النخل بالذهب والفضة۔

ترجمہ۔ وہ کھجور جو ابھی کھجور کے خوشوں میں ہے اس کو سونے یا چاندی کے بدلے بیچنا کیسا ہے

حدیث (۲۰۴۰) حدثنا يحيى بن سليمان الخ عن جابرؓ قال نهى النبي ﷺ عن بيع التمر حتى يطيب ولا يباع شئ منه الا بالدينار والدرهم الا العرايا .....

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے پھل کی بیع سے جب تک کہ وہ اچھی طرح پک نہ جائے منع فرمایا ہے۔ ان میں سے کوئی چیز دینار و درہم کے بغیر نہ بیچی جائے۔ البتہ بیع عرایا اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ تو ہبہ ہے۔

حدیث (۲۰۴۱) حدثنا عبدالله بن عبدالوهاب الخ عن ابی هریرةؓ ان النبي ﷺ رخص في بيع العرايا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بیع عرایا میں پانچ وسق یا اس سے کم میں بیع کی اجازت

فی خمسة اوسق اودون خمسة اوسق قال نعم .

فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایاہاں!اجازت فرمائی ہے۔

حدیث(۲۰۴۲)حدثناعلی بن عبدالله الخ سمعت سهل بن ابی حثمةؓ ان رسول الله ﷺ نهی عن بیع التمر بالتمرورخص فی العریة ان تباع بخرصهایاکلهااهلهارطباوقال سفیان مرةً اخری الاانه رخص فی العریةیبیعهااهلها بخرصها یاکلونها رطباً قال هو سواء قال سفیان فقلت لیحیی وانا غلام ان اهل مکة یقولون ان النبی ﷺ رخص فی بیع العرایا فقال ومایدری اهل مکة قلت انهم یروونه عن جابر فسکت قال سفیان انما اردت ان جابراً من اهل المدینة قیل لسفین ولیس فیه نهی عن بیع الثمر حتی یبدوَ صلاحه قال لا .....

ترجمہ۔ حضرت سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیع تمر بالتمر سے منع فرمایا۔ البتہ عریة کی اجازت فرمائی کہ اسے اندازہ سے بیچا جائے۔ کہ کھجور کے مالک اس تر کھجور کو کھاتے رہیں۔ اور کبھی سفیان یوں فرماتے ہیں مگر یہ کہ آپؐ نے عریہ کی اجازت دی کہ کھجوروں کے قابض اندازے کے ساتھ اسے بیچ دیں اور خود انہیں رطب (تازہ کھجور) کی شکل میں کھاتے رہیں کہا یہ دونوں برابر ہیں اور سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے یحیی سے کہا کہ میں تو لڑکا تھا کہ مکہ والے کہتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت فرمائی تو انہوں نے کہا کہ اہل مکہ کو کیا علم ہے کیونکہ وہ تو تاجر پیشہ لوگ تھے۔ کسان تو نہیں تھے۔ تو میں نے کہا کہ وہ حضرت جابرؓ سے اس کو روایت کرتے ہیں۔ تو وہ خاموش ہو گئے۔ سفیان فرماتے ہیں میرا منشاء یہ تھا کہ حضرت جابرؓ تو اہل مدینہ سے ہیں

اور سفیان سے پوچھا گیا کہ اس میں یوں نہیں ہے کہ ثمر کی بیع اس وقت صحیح نہیں جب تک اس کی صلاحیت ظاہر نہ ہو فرمایا نہیں۔

باب تفسیر العرایا

ترجمہ۔ عرایا کی تفسیر مختلف ہے

وقال مالك العریةان یعری الرجل النخلة ثم یتاَذّیٰ بدخوله علیه فرخص له ان یشتریها منه بتمر وقال ابن ادریس العریة لاتکون الابالکیل من التمر یداً بیدٍ لایکون بالجزاف ومما یقویه قول سهل بن ابی حثمة بالاوسق الموسقه وقال

ترجمہ۔ عرایا کی تفسیر مختلف ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کو کھجور کے درخت کا عطیہ کرے پھر ان کے آنے جانے سے ان کو تکلیف ہو تو اسے رخصت دی گئی ہے کہ وہ ان کھجوروں کو خشک کھجور کے بدلے خرید کر لے اور امام محمد بن ادریس شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عرایا کی بیع

ابن اسحاق فی حدیثه عن نافع عن ابن عمرؓ کانت العرایاان یعری الرجل فی ماله النخلة والنخلتین وقال یزید عن سفیان بن حسین العرایانخل کانت توهب للمساکین فلا یستطیعون ان ینتظروا بها رخص لهم ان یبیعوها بما شاء وامن التمر ....

کیل کے ساتھ ہو گی جو دست بدست ہو۔ اندازے سے نہیں ہو گی۔ ان کی تائید حضرت سہل بن ابی حثمہؓ کے قول سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ عرایا اوسق کے ذریعہ ہو گی اور ابن اسحاق کی حدیث ابن عمرؓ یہ ہے کہ عرایا یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے مال میں سے ایک کھجور یا دو کھجور کے درخت الگ کر دے اور یزید سفیان بن حسین سے یوں کہتے ہیں کہ عرایا وہ کھجور کے درخت ہیں جو مسکینوں کو ہبہ کئے جاتے ہیں جو ان کے پکنے تک کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ان کو اجازت دی گئی کہ وہ ان کو جس طرح چاہیں کھجور خشک کے بدلے بیچ سکتے ہیں۔

حدیث (۲۰۴۳) حدثنا محمد هو ابن مقاتل الخ عن زید بن ثابتؓ ان رسول الله ﷺ رخص فی العرایا ان تباع بخرصها کیلا قال موسی بن عقبة والعرایا نخلات ومعلومات تاتیها فتشتریها

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عرایا کے بارے میں اجازت فرمائی کہ ان کو اندازے سے بھرتی کر کے بیچا جائے۔ اور موسی بن عقبہ نے فرمایا عرایا وہ چند متعین شدہ کھجوریں ہیں جن کے پاس آ کر انہیں خرید کرلے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عرایا جمع عریہ کی جس کے معنی ہیں عطیہ ثمر النخل دون الرقبة یعنی کھجور کا پھل بطور عطیہ کے دیا جائے درخت نہ ہبہ کیا جائے۔ یہ منیحہ کی طرح ہے کہ گائے بھینس بکری دودھ پینے کے لئے دی جائے اور رقبہ نہ دیا جائے۔ اس کی تفسیر اور اختلاف ائمہ بیان ہو چکا ہے۔ ابن ادریسؒ سے امام بخاریؒ نے امام شافعیؒ مراد لیا ہے۔ ایک یہ مقام ہے جہاں امام شافعیؒ کا ذکر ہوا دوسرا مقام کتاب الزکوۃ میں ہے ممایقویه الخ امام بخاریؒ کا کلام ہے ابن ادریس کا نہیں ہے۔

باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها

ترجمہ۔ صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع کرنا

وقال اللیث عن ابی الزناد کان عروة بن الزبیر یحدث عن سهل بن ابی حثمة الانصاری من بنی حارثة انه حدثه عن زید بن ثابتؓ قال کان الناس فی عهد رسول الله ﷺ یتباعون الثمار

بسند اللیث عن زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت اس طرح کرتے تھے کہ جب لوگ کھجوروں کے پھل کاٹتے اور ایک دوسرے کے تقاضے کے وقت آجاتا تو مشتری کہتا کہ اس کے پھلوں کو دمان پہنچا ہے۔ مراض پہنچا ہے۔ قشام پہنچا ہے

فاذاجد الناس وحضر تقاضيهم قال المبتاع انه اصاب الثمر الدمان اصابه مراض اصابه قشام عاهات يحتجون بها فقال رسول الله ﷺ لما كثرت عنده الخصومة في ذلك فامافلا تبتاعوا حتى يبدوَصلاح الثمر كالمشورة يشيربها لكثرة خصومتهم واخبرني خارجة بن زيد بن ثابتؓ ان زيد بن ثابتؓ لم يكن يبيع ثمار ارضه حتى يطلع الثريا فتبين الاصفر من الاحمر قال ابو عبدالله رواه علي بن بحرالخ عن سهل عن زيدٍ .....

یہ سب پھلوں کی بیماریاں ہیں جن سے وہ لوگ کی کا تقاضا کرتے ہیں۔ تو جب آنحضرت ﷺ کے پاس اس قسم کے جھگڑے کثرت سے ہونے لگے تو آپؐ نے فرمایا اب ایسی بیع شراء نہ کیا کرو۔ جب تک کہ پھلوں کے کھانے کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے۔ گویا کہ بہت جھگڑوں کی وجہ سے آپؐ نے مشورہ کے طور پر یہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ اپنی زمین کے پھلوں کی بیع اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک خوشے کی لڑیاں نہ نکل آئیں۔ پس زرد اور سرخ والے خوب واضح ہو جائیں۔

حديث(٢٠٤٤)حدثناعبدالله بن يوسف الخ عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها نهى البائع والمبتاع

ترجمہ۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی بیع سے اس وقت تک منع فرمایا جب تک ان کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے۔ آپؐ نے بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا۔

حديث (٢٠٤٥) حدثناابن مقاتل الخ عن انس بن مالكؓ ان رسول الله ﷺ نهى ان تباع ثمرة النخل حتى تزهو قال ابوعبدالله يعني حتى تحمرّ ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ کھجور کے پھل کو اس وقت تک نہ بیچا جائے یہاں تک کہ وہ سرخ ہو جائیں۔

حديث(٢٠٤٦)حدثنامسدد الخ قال سمعت جابربن عبدالله قال نهى النبي ﷺ ان تباع الثمرة حتى تشقح فقيل ماتشقح قال تحمار وتصفار ويؤكل منها......

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ پھل کو اس وقت تک نہ بیچا جائے جب تک وہ پھٹ نہ جائے۔ یعنی سرخ اور زرد نہ ہو جائے کہ اسے کھایا جاسکے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے بیع الثمار کا کوئی حتمی حکم بیان نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے ابن ابی لیلی اور ثوریؒ اس بیع کو مطلقاً باطل قرار دیتے ہیں۔ یزید بن ابی حبیب اسے مطلق جائز کہتے ہیں بشرطیکہ پھلوں کو درختوں پر باقی رکھنے کی شرط لگائی جائے۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اگر پھلوں کو فوراً قطع کرنے کی شرط ہے تو بیع باطل نہ ہوگی۔ ورنہ بیع باطل ہے۔ اور اکثر علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیع صحیح ہے۔ اگر تبقیہ یعنی پھل کو درختوں پر باقی رکھنے کی شرط نہ لگائی جائے۔ اور نہی اس پر محمول ہے کہ جب پھلوں کا سرے سے وجود ہی نہ پایا جائے۔ اور بعض حضرات نے اسے ظاہر پر محمول کیا ہے کہ یہ بیع مکروہ تنزیہی ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت جو باب کے اول حصہ میں وارد ہوئی ہے۔ وہ آخری قول پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ عینیؒ نے فرمایا ہے کہ امام نوویؒ نے اجماع نقل کیا ہے کہ بیع الثمر قبل بدو صلاحها بشرط القطع صحیح ہے۔ اور اگر شرط قطع تسلیم کرنے کے بعد قطع نہ کرے تو بیع صحیح ہے لیکن قطع ضروری ہوگا۔ اگر دونوں ابقاء پر راضی ہو گئے تو بیع جائز ہے۔ اگر بیچتے وقت تبقیہ کی شرط تھی تو بیع باطل ہے بالاجماع پھر علامہ عینیؒ نے بیع الثمار کی تین اقسام ذکر فرمائی ہیں۔ بیع النخل دون الثمرة ۔ بیع الثمرة دون النخل۔ هما معاً یعنی ثمرہ اور نخل دونوں بیچے جائیں۔ پہلی صورت میں تو صلاح ثمرہ کی قید نہیں ہے کیونکہ درخت بک رہے ہیں۔ باقی دونوں صورتوں میں بدو صلاح کی قید ہے۔ ظاہر حدیث سے واضح ہے۔ اس جگہ بیع سے بیع ثمرة النخل ہے۔ اور صرف تمر کا ذکر اس لئے کہ عرب کا عام پھل یہی تمر ہی تھا۔ باقی رہا تکرار ترجمہ کا اعتراض جس کی طرف شراح نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ اس سے گلوخلاصی کی صورت یہ ہے کہ اس جگہ اصول سے مراد اشجار ہیں اور آنے والے ترجمہ میں اصل سے مراد زمین ہے اس طرح اشکال رفع ہو جائے گا اگرچہ قسطلانیؒ نے اس جگہ اصل سے ارض مراد لینے کا انکار کیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ دمان کے معنی گوبر کے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ پھلوں میں عفونت پیدا ہو جائے اور جذاذ کے معنی ہیں کھجوروں کے پھل کاٹنا۔ قشام اور مراض پھلوں کی آفات ہیں۔ تشقح کے معنی رنگ کے بدلنے کے ہیں سرخی یا زردی کی طرف۔

باب بيع النخل قبل ان يبدو صلاحها۔

ترجمہ۔ صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے کھجور کے درخت کا بیچنا۔

حدیث (۲۰۴۷) حدثنا علي بن الهيثم الخ حدثنا انس بن مالكؓ عن النبي ﷺ انه نهى عن بيع الثمرة حتى يبدو صلاحها وعن النخل حتى يزهو قيل ومايزهو قال يحمار اويصفار قال

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے پھلوں کی بیع سے صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے منع فرمایا اور کھجور کے بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ رنگ تبدیل ہو جائے۔ چنانچہ کہا گیا کہ یزھو

ابوعبدالله کتبت اناعن معلی بن منصور الا انی لم اکتب هذالحدیث عنه .....

کیا چیز ہے۔ فرمایا کہ وہ پھل سرخ یا زرد ہو جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں عموماً احادیث معلی بن منصور سے لکھا کرتا تھا میں نے یہ حدیث ان سے نہیں لکھی البتہ سنی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عن النخل ای عن بیع ثمر النخل یعنی کھجور کے پھل کی بیع سے منع فرمایااوراس میں تکرار نہیں ہے اس لئے کہ نہی عن بیع الثمرة سے دوسرے پھل مراد ہیں۔ کھجور کا پھل مراد نہیں ہے۔ کیونکہ تزھو قرینہ ہے کہ زھور طب کے ساتھ مخصوص ہے۔

باب اذاباع الثمار قبل ان یبدو صلاحهاثم اصابته عاهةفهو من البائع

ترجمہ۔ صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچ دے پھر کوئی آفت اسے پہنچ جائے تو وہ بائع کا نقصان ہے۔

حدیث(۲۰۴۸)حدثناعبداللہبن یوسف الخ عن انسؓ ان رسول الله ﷺ نهی عن بیع الثمار حتی تزهی فقیل له وماتزهی قال حتی تحمر فقال ارایت اذامنع الله الثمرة بم یاخذ احدکم مال اخیه قال اللیث الخ عن ابن شهاب قال لو ان رجلاًابتاع ثمراًقبل ان یبدوصلاحه ثم اصابته عاهة کان مااصابه علی ربه اخبرنی سالم بن عبدالله عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال لایبتاعوا الثمرحتی یبدوصلاحها ولاتبیعوا التمر بالتمر....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا۔ جب تک وہ متغیر نہ ہو جائے۔ ان سے کہا گیا کہ تزھی کیا ہے فرمایا جب تک کہ سرخ ہو جائے۔ جس پر آنحضرت رسول اللہ نے فرمایا بتلاؤ! اگر اللہ تعالیٰ پھل روک لے تو پس کس وجہ سے اپنے بھائی کے مال کو لے گا۔ لیث کی سند سے ابن شہاب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے پھل خرید کرے پھر اس کو کوئی آفت پہنچ جائے تو جو کچھ نقصان ہوگا وہ بائع مالک کا ہوگا زہریؒ فرماتے ہیں کہ سالم نے ابن عمرؓ سے خبر دی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک کہ پھلوں کی صلاحیت ظاہر نہ ہو ان کی خرید و فروخت مت کرو۔ اور تر کھجور کو خشک کے ساتھ مت بیچو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ اس ترجمہ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع ہو جائے تو بیع صحیح ہے لیکن نقصان کی ذمہ داری بائع پر عائد ہوگی جب بیع فاسد نہیں تو صحیح ہوگی اس مسئلہ میں امام بخاریؒ نے امام زہری کا اتباع کیا ہے۔

البتہ مولانا احمد علی سہارنپوری" نے حاشیہ بخاری میں لکھا ہے کہ ارایت ان منع الله الثمرة الخ اسی میں یہی موضع ترجمہ ہے۔ کہ جب پھل کو کوئی آفت پہنچ جائے او مشتری نے قبضہ نہیں کیا تھا تو یہ نقصان بائع کی طرف سے ہوگا اگر مشتری نے قبضہ کر لیا تھا تو پھر مشتری کے مال سے نقصان ہوگا یہی جمہور۔ امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعی ؒ اور ثوری ؒ کا مسلک ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں بائع کے مال میں سے ثلث وضع کر لیا جائے گا۔ امام احمدؒ جمیع کو وضع کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ بائع سے کچھ بھی رجوع نہ کیا جائے گا۔

باب شراء الطعام الى اجل

ترجمہ۔ غلہ کو کچھ مدت تک خرید کرنا

حدیث(۲۰۴۹)حدثناعمربن حفص الخ قال ذکرنا عندابراهيم الرهن فی السلف فقال لاباس به ثم حدثناعن الاسودعن عائشةؓ ان النبی ﷺاشتری طعاماًمن یهودی الی اجل فرهنه ذرعه

ترجمہ۔ حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم نخعی" کے پاس قرضے کے اندر گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت اسودؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ مدت کے لئے غلہ خرید اور اپنی ذرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔ اس کی بحث گذر چکی ہے۔

باب اذاارادبیع تمرخیرمنه

ترجمہ۔ جب کھجور کو اچھی کھجور سے بیچنے کا ارادہ کرلے

حدیث(۲۰۵۰)حدثناقتیبة الخ عن ابی سعیدالخدریؓ وعن ابی هریرةؓان رسول الله ﷺ استعمل رجلا علی خیبرفجاء ه بتمرجنیب فقال رسول الله ﷺ اکل تمرخیبرهکذا قال لا والله یا رسول الله انا لناخذ الصاع من هذا بالصاعین والصاعین بالثلاثة فقال رسول الله ﷺ لا تفعل بعِ الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنیبا .....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر پر حاکم مقرر کیا تو عمدہ عمدہ کھجور لایا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا خیبر کے سب کھجور اس طرح کے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ اللہ کی قسم نہیں ہم اس کا ایک صاع اپنے دو صاع کے بدلے اور دو صاع تین صاع کے بدلے خرید کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو سب کھجور کو دراہم کے بدلے بیچ دو پھر دراہم کے ذریعہ عمدہ کھجور خرید کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اذاراد بیع تمر الخ یعنی کیا طریقہ اختیار کرے جس سے سود سے بچ جائے۔ وہ آدمی عامل خیبر حضرت سواد بن غزیہؓ تھے بعض نے مالک بن صعصعہ بتلایا ہے۔ جنیب کے معنی طیب جس سے ردی حصہ نکال دیا گیا ہو۔ الجمع کے معنی خلط ملط کے ہیں

یعنی وڑا۔ **لا تفعل** یعنی بعض کو بعض کے ساتھ مساوی بیچو۔ رڈی اور طیب سب جنس واحد ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس حدیث سے امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ کسی آدمی سے نقد پر غلہ بیچے اور پھر اسی سے غلہ **قبل الافتراق یا بعدہ** خرید کرے تو جائز ہے۔ امام مالکؒ ناجائز کہتے ہیں۔

باب من باع نخلا قداُبّرتَ

ترجمہ۔ جس شخص نے پیوند شدہ کھجور بیچی

اوارضا مزروعة اوباّاوباجارة قال ابوعبدالله وقال لی ابراهیم اخبرناهشام اخبرنا ابن جریج قال سمعت ابن ابی ملیکة یخبر عن نافع مولی ابن عمرؓ ان ایمانخل بیعت قد ابرت لم یذکر الثمر فالثمر للذی ابرها وکذلك العبد والحرث سمی له نافع هؤلاء الثلث .....

ترجمہ۔ یاکاشت کردہ زمین بیچی یا اجارہ پر دی اس کا قبضہ کرنا۔ حضرت نافع مولی ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس پیوند شدہ کھجور کو بیچا جائے اور اس میں پھل کا ذکر نہ ہو تو پھل اس کا ہوگا جس نے پیوند کیا ہے۔ اسی طرح عبد اور کھیتی کا حال ہے۔ نافعؒ نے ان تینوں کا نام لیا ہے۔

حدیث(۲۰۵۱)حدثناعبداللّٰہ بن یوسف الخ عن عبدالهل بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال من باع نخلا قدابرت فثمرهاللبائع الاان یشترط المبتاع .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے پیوند شدہ کھجور بیچی تو اس کا پھل بائع کا ہوگا۔ مگر یہ کہ مشتری شرط لگائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ نے فرمایا کہ **باجارة ای اخذشیئا مماذکر باجارة** تأبیر کے معنی تشقیق اور تنقیح کے ہیں۔ یعنی مادہ کھجور کے خوشہ کو چیر کر اس میں نر کھجور کے خوشہ کو رکھا جائے۔ اس پیوندکاری سے پھل زیادہ آتا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کے تین اجزا تھے حدیث الباب ان سے کیسے مطابق ہوئی۔ تو جواب یہ ہے کہ **نخل بیعت قدابرت** یہ جزاوّل کے مطابق ہے۔ **وقوله والحرث هو الزرع** یہ جزء ثانی کے مطابق ہے۔ تو کھیتی بائع کے لئے ہوگی۔ جب کہ بائع مزروعہ اراضی کو بیچے اس سے یہ بھی سمجھا گیا جب کسی نے اپنی زمین کو اجارہ پر دیا اور اس میں اس کی کھیتی ہو تو وہ پیداوار اسی بائع کی ہوگی۔ اگرچہ اجارہ فاسدہ کیوں نہ ہو یہ جزء ثالث کے مطابق ہے۔ شراح میں سے کسی نے اس پر تنبیہ نہیں فرمائی۔ اور اوجز میں اس سلسلہ میں سات ابحاث کی گئی ہیں۔ پہلی بحث تو یہ ہے کہ اگر کھجور پیوند شدہ ہے اور پھل کی شرط نہیں لگائی گئی تو پھل بائع کا ہوگا۔ اگر نخل پیوند شدہ نہیں تو پھل مشتری کا ہوگا۔ یہ قول

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ ابن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ چونکہ پھل نخل اور ارض سے متصل ہیں اس لئے دو صورتوں میں پھل مشتری کا ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں پھل بائع کا ہوگا کیونکہ یہ نماء ہے۔ اصل کے تابع نہ ہوگا۔ دوسری بحث یہ ہے کہ اگر کسی نے شرط لگادی کہ پھل میرا ہوگا تو وہ اسی کا ہوگا خواہ پیوند ہویا نہ ہو۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں اگر شرط مشتری نے بعد التابیر لگائی تو جائز ہے۔ اگر بائع نے قبل التابیر شرط لگائی تو جائز نہیں ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب میں بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اس بیع کی کراہیت تب ہے جب کہ مقصود ثمرہ صالحہ ہو۔ اگر غیر صالح پھل مقصود ہو۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں لوگ ایسے بیع کرتے ہیں تو پھر کوئی کراہیت نہیں ہے۔ لیکن مشتری کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے پھلوں کو درختوں پر چھوڑ دے۔ کیونکہ مشتری کا مقصد ان پھلوں کا کھانا نہیں بلکہ کسی اور کام میں لانا ہے۔ شیخ مرحوم کے اس افادہ کی تائید امام محمدؒ نے بھی مؤطا میں کی ہے۔

باب بيع الزرع بالطعا كيلاً

ترجمہ۔ کھڑی ہوئی کھیتی کو غلہ کے بدلے ناپ سے بیچنا

حدیث(۲۰۵۲)حدثنا قتيبة الخ عن ابن عمرؓ قال نهى رسول الله ﷺ عن المزابنة ان يبيع ثمر حائطه ان كان نخلا بتمر كيلا وان كان كرما ان يبيعه بزبيب كيلا اوكان زرعاً ان يبيعه بكيل طعام ونهى عن ذلك كله ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مزابنۃ سے منع فرمایا کہ اپنے باغ کے پھل کو اگر کھجور ہے تو کیل کے ذریعہ خشک کھجور کے بدلے بیچا جائے اگر انگور ہے تو اسے کیلاً کشمش کے ساتھ بیچا جائے۔ اگر کھیتی ہے تو اسے غلہ کے کیل سے بیچا جائے لن سب سے منع فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن بطالؒ نے فرمایا ہے کہ کھیتی کاٹنے سے پہلے اس کی غلہ کے ساتھ بیع نہ کرنے پر علماء کا اجماع ہے کیونکہ یہ بیع مجہول بمعلوم ہے۔ اور رطب کی یابس کے ساتھ تبادلہ بیع اور کاٹنے کے بیع کرنا۔ جمہور ان میں سے کسی کو جائز نہیں کہتے نہ تو متفاضلاً اور نہ ہی متماثلاً۔ امام ابو حنیفہؒ زرع رطب کی بیع جب یابس کو جائز قرار دیتے ہیں اگرچہ آپ پر مخالفت نص کا الزام عائد کیا جاتا ہے لیکن امام صاحبؒ کی دلیل گذر چکی ہے کہ اگر خشک اور تر ایک جنس ہیں تو متساویاً ان کی بیع جائز ہے اگر دو جنس ہیں تو بیعوا کیف شئتم سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تین احکام پر مشتمل ہے۔ اوّل بیع الثمر علی رؤس النخل بالتمر جسے مزابنۃ کہا جاتا ہے یہ ناجائز ہے۔ دوسرا یہ ہے انگور کی بیع کشمش کے ساتھ یہ بھی مزابنۃ ہے اور ناجائز ہے۔ اور تیسرا حکم یہ ہے کہ بیع الزرع علی الارض بکیل من طعام وھو الحنطۃ یہ محاقلہ ہے یہ بھی ناجائز ہے۔

باب بيع النخل باصله

ترجمہ۔ کھجور کے تنے کی بیع

حديث(۲۰۵۳)حدثناقتيبةبن سعيد الخ عن ابن عمرؓان النبیﷺ قال ايماامرئٍ ابر نخلا ثم باع اصلها فللذى ابر ثمرالنخل الاان يشترى له المبتاع .....

ترجمہ۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کھجور پیوند کر دیا پھر اس کے تنہ کو بیچ دیا تو جس نے پیوند کاری کی ہے کھجور کا پھل اسی کا ہوگا۔ مگر یہ کہ مشتری شرط لگادے تو پھر پھل مشتری کا ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بظاہر یہ ترجمہ مکررہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قریب ہی باب گذرا ہے بيع النخل قبل ان يبدو صلاحة ۔ شراح میں سے کسی نے اس کا تعرض نہیں کیا میرے نزدیک اس سے خلاصی کی یہ صورت ہے کہ پہلے ترجمہ کو اشجار پر محمول کیا جائے۔ اور اس ترجمہ کو زمین پر محمول کیا جائے۔ لیکن اکثر شراح اس کو بھی اشجار پر محمول کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اصل نخلہ کیا چیز ہے آیا وہ زمین ہے یا کوئی اور چیز ہے۔ میرا جواب یہ ہے کہ اصل النخله میں اضافة بيا نيه ہے یعنی الاصل هوالنخل چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں باب بيع ثمر النخل باصله اى باصل النخل علامہ عینیؒ اور ان کے موافقین پر تو اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ترجمہ اولی کو الثمار پر محمول کرتے ہیں۔ اور اس کو اشجار پر۔

باب بيع المخاضرة

ترجمہ۔ خضرة سے مشتق ہے۔ مراد یہ ہے۔ بيع الثمار والحبوب ذرى الخضرة قبل ان يبدوصلاحها یعنی کچے پھل اور دانوں کی بیع جب کہ ان میں صلاحیت ظاہر نہ ہو۔

حديث(۲۰۵٤)حدثنااسحق بن وهب الخ عن انس بن مالكؓ انه قال نهى رسول اللهﷺعن المحاقلة والمخاضرة والملامسة والمنابذة والمزابنة ..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے محاقله .مخاضره .ملامسة .منابذه اور مزابنة سے منع فرمایا۔

حديث(۲۰۵۵)حدثناقتيبة الخ عن انس ان النبیﷺ نهى عن بيع الثمرحتى تزهو فقلت لانسؓ مازهوهاقال تحمروتصفرارايت ان منع الله الثمرةبم تستحل مال اخيك ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے پھل کی بیع سے منع فرمایا جب تک اس کا رنگ بدل نہ جائے ہم نے حضرت انسؓ سے پوچھا یہ زھو کا کیا معنی ہے فرمایا کہ وہ پھل سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ دیکھو اگر اللہ تعالیٰ پھل روک دے تو اپنے بھائی کے مال کو کیسے حلال سمجھو گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مخاضرة باب مفاعلہ ہے خضرة سے ہے۔ جس سے مراد بیع الثمار والحبوب قبل ان یبدو صلاحھا یعنی پھلوں اور دانوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے بیع کرنا۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ بیع الزرع اخضر کی بیع ناجائز ہونے پر سب حضرات کا اجماع ہے۔ البتہ فصیل کو جانوروں کے لئے بیچنا جائز ہے۔ نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر سبزیوں کو زمین سے اکھیڑ اجائے اور مشتری کو ان کا علم ہو جائے تو ان کی بیع جائز ہے۔ اور بیع مخاضرہ میں سے وہ سبزیاں بھی ہیں۔ جو زمین میں غائب ہوتی ہیں۔ جیسے پیاز۔ گاجر۔ شلغم وغیرہ۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان کی بیع جائز ہے۔ البتہ دیکھنے کے بعد مشتری کو اختیار ہوگا حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں جو چیز نظر نہیں آرہی اس کی بیع ناجائز ہے۔ میں اسے بیع غرر سمجھتا ہوں لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ضرورت کے وقت تھوڑا سا غرر قابل برداشت ہوتا ہے۔ جیسے دودھ پلانے والی دایہ جس کو کرایہ پر حاصل کیا جائے نہ تو ابھی اس کا دودھ پیدا ہوا ہے۔ اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ بچہ کتنا دودھ پیئے گا۔ عادت جاری ہے کہ ایسے غرر دھوکے سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔

محاقلة حقل سے مشتق ہے جس کے معنی زرع یعنی کھیتی کے ہیں۔ بیع الطعام فی سنبله بالبر یعنی جو گندم خوشہ میں بند ہے۔ اس کی بیع کھلی گندم سے کی جائے کیونکہ اس میں مساوات کا پتہ نہیں چلتا۔ لہذا یہ بیع ناجائز ہوگی۔ اور مؤطا امام مالکؒ میں ہے المزابنة اشتراء الثمر بالثمر والمحاقلة اشتراء الزرع بالحنطة واستكراء الارض بالحنطة۔ غرضیکہ ان سب بیوع میں ممانعت کی وجہ مساوات کا عدم علم ہے۔

باب بيع الجمار واكله ترجمہ۔ کھجور کی گری کا بیچنا اور اس کا کھانا

حدیث (۲۰۵۶) حدثنا ابو الوليد الخ عن ابن عمرؓ قال كنت عند النبی ﷺ وهو ياكل جمارا فقال من الشجر شجرة كالرجل المؤمن فاردت ان اقول هي النخلة فاذا انا احدثهم قال هي النخلة .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ آپؐ کھجور کی گری کھا رہے تھے فرمایا کہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جو مؤمن آدمی کی مانند ہے پس میرا ارادہ ہوا کہ میں کہہ دوں کہ وہ کھجور ہے۔ پس چونکہ میں ان سب میں سے چھوٹا تھا اس لئے نہ بولا آپؐ نے فرمایا وہ کھجور ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمة الباب کے دو جزء تھے۔ وهو ياكل الجمار سے ایک جزء ثانی تو ثابت ہوا اور پہلے جزء کو قیاساً ثابت کیا گیا کہ جس چیز کا کھانا جائز ہے اس کا بیچنا بھی جائز ہے یا اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں لیکن اس میں بیع جمار کا ذکر ہے تو اس طرح ترجمہ کے دونوں جزء ثابت ہو گئے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں۔ بيع الجمار واكله من المباحات بلاخوف فقل ماانتفع به للاكل فبيعه جائز . ہر وہ چیز جس سے انسان کھانے کے لئے نفع اٹھائے تو اس کا بیچنا جائز ہے۔

باب من اجرٰی امر الامصار علی مایتعارفون بینهم فی البیوع والاجارة والمکیال والوزن وسنتهم علی نیاتهم ومذاهبهم المشهورة وقال شریح للغزالین سنتکم بینکم ربحاوقال عبدالوهاب عن ایوب عن محمد لا باس العشرة باحد عشر ویاخذ للنفقة ربحاً وقال النبی ﷺ لهندخذی مایکفیك وولدك بالمعروف وقال الله تعالی ومن کان فقیراًفلیاکل بالمعروف واکتری الحسن من عبدالله بن مرداسٍ حماراًفقال بکم قال بدالقین فرکبه ثم جاء مرةً اخری فقال الحمار الحمارفرکبه ولم یشارطه فبعث الیه بنصف درهمٍ

ترجمہ۔ شہروں کے معاملات اسی طرح معتبر ہوں گے جو عادت ان میں مشہور ہے۔ خواہ تجارت میں خرید و فروخت ہو یا اجارہ ہو۔ کیل ہو یا وزن ہو۔ اور ان کی عادت ان کی نیتوں اور ان کے مشہور مذاہب کے مطابق ہوں گی۔ اور حضرت شریح نے سوت فروشوں سے فرمایا کہ تمہاری عادت ہی تمہارے معاملات میں معتبر ہو گی۔ امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ اگر دس کو گیارہ کے بدلہ بیچے تو کوئی حرج نہیں۔ اس لئے خرچہ کرنے پر نفع حاصل کرے گا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ہندہ سے فرمایا کہ تو ابو سفیانؓ کے مال سے اتنا لے لے جو تجھے اور تیری اولاد کو مشہور طریقہ پر کافی ہو۔ اور اللہ تعالی فرماتے ہیں جو فقیر ہو وہ معروف طریقہ سے یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔ حضرت حسن بصری نے عبداللہ بن مرد سے ایک گدھا کرایہ پر لیا بولا کتنے پر انہوں نے فرمایا دو دانق پر چنانچہ وہ اس گدھے پر سوار ہوئے۔ پھر دوسری مرتبہ آئے اور فرمایا گدھا گدھا یعنی کرائے پر دو۔ پس اس پر سوار ہوئے اور کوئی شرط نہ لگائی پھر اس کی طرف آدھا درہم بھیج دیا۔

حدیث (۲۰۵۷) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن انس بن مالکؓ قال حجم رسول الله ﷺ ابو طیبة فامرله رسول الله ﷺ بصاع من تمر وامر اهله ان یخففوا عنه من خراجه .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو طیبہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پچھنے لگائے تو آپ رسول اللہ ﷺ نے اس کیلئے ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا۔ اور اس کے آقاؤں سے فرمایا کہ اس کے خراج سے تخفیف کر دیں۔

حدیث (۲۰۵۸) حدثنا ابو نعیم الخ عن عائشةؓ قالت هند ام معٰویة لرسول الله ﷺ ان ابا سفیان رجل شحیح فهل علی جناح ان اخذ من ماله سرا

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی والدہ ہندہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ابو سفیان ایک کنجوس آدمی ہے کیا مجھ پر گناہ تو نہیں اگر میں اس کے مال سے خفیہ طور پر لے لوں۔ آپؐ نے جواباً فرمایا کہ تو

قال خذی انت وبنوك مایکفیك بالمعروف ....

اور تیرے بیٹے دستور کے مطابق اتنا مال لے سکتے ہیں جتنا تمہیں کفایت کرے۔

حدیث(۲۰۵۹)حدثنااسحق بن نمیر الخ انه سمع عائشةؓ تقول ومن کان غنیاً فلیستعفف ومن کان فقیراً فلیاکل بالمعروف انزلت فی والی الیتیم الذی یقیم علیه ویصلح فی ماله ان کا ن فقیراً اکل منه بالمعروف .....

ترجمہ ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ من کان فقیراً الایه یہ یتیم کے اس نگران کے بارے میں اتری جو یتیم کے لئے انتظام کرتا ہے۔اور اس کے مال کی اصلاح کرتا ہے کہ اگر وہ فقیر ومحتاج ہے تو وہ دستور کے مطابق اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں سنتهم کا عطف یا یتعارفون پر ہے۔یعنی اس طریقہ پر ہوگا جوان کی عادت مشہورہ کے مطابق ہے۔حافظؒ فرماتے ہیں اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ عرف پر اعتماد کیا جائے گا۔اور ظاہر الفاظ کے تقاضا پر عمل کیا جائے گا۔یعنی کیل اور وزن کے بارے میں عرف کا اعتبار ہوگا۔اس لئے کہ بلا د مصریه میں کیل کیا جاتا ہے۔اور شام کے شہروں میں وزن کیا جاتا ہے۔تو ان شہروں میں عرف پر اعتماد ہوگا جب تک کہ شارع کی طرف سے کوئی نص نہ آجائے۔شریح حضرت عمرؓ کے دور میں قاضی تھے۔ غزالین سے کاتی ہوئی چیزوں کو بیچنے والے مراد ہیں۔ سنتکم عادتکم بینکم قاضی شریحؒ کے پاس غزالین نے ایک جھگڑا پیش کیا اور کہنے لگے کہ ہمارے درمیان ہمارا طریقہ اس طرح ہے تو انہوں نے فرمایا سنتکم بینکم بعشرة دراهم باحد عشر۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شہر کے عرف میں مشتری دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے خرید کرے تو اس طرح عرف پر بیچنے پر کوئی حرج نہیں۔ تو یہ بیع مرابحة ہوگی۔اگرچہ نفع کو بیان نہیں کیا گیا۔مگر ثمن گیارہ درہم ہوگا عرف اس کی جہالت کو رفع کردے گا۔

ویأخذ ای البائع للنفقة ای لاجل النفقه علی المبیع ربحاً یعنی بائع نے مبیع پر جو کچھ خرچ کیا ہے اس کو نفع کے اندر شامل کر سکتا ہے۔اور یہ کہے یہ چیز اتنے میں پڑی ہے اور اتنا نفع ہے۔علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جاء الحسن مرة اخری الی عبدالله الخ اس اثر کو ترجمہ میں اسلئے لائے ہیں کہ اشارہ کرنا ہے۔اجرة متقدمه پر اعتماد کرتے ہوئے اجرت دی جائے گی۔ دانق ایک درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ خذی انت وبنوك مایکفیك یہ موضع ترجمہ ہے۔ بالمعروف سے لوگوں کی عادت مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ عرف پر عمل جاری ہے اگر اشکال ہو کہ ابوسفیان تو مکہ میں تھا۔آپؐ نے یہ فیصلہ مدینہ میں کیسے دیا تو کہا جائے گا کہ یہ فتویٰ تھا فیصلہ نہیں تھا۔

باب بیع الشریك من شریکه

ترجمہ۔ایک شریک کا دوسرے کے پاس کسی چیز کا بیچنا کیسا ہے

حدیث(۲۰۶۰)حدثنامحمود الخ عن جابرؓ قال جعل النبی ﷺ الشفعة من کل مالٍ یقسم فاذاوقعت الحدود وصرفت الطرق فلاشفعة...

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے شفعہ اس مال میں جائز رکھا جو تقسیم نہ کیا گیا ہو پس جب حدیں مقرر ہو جائیں راستے پھیر دیئے جائیں تو پھر شفعہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بیع الشریک من شریکه۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں یہ ہر اس چیز میں جائز ہے جو مشترک ہو تو یہ بیع اجنبی کی بیع کی طرح صحیح ہو گی۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ ترجمہ سے مقصد یہ ہے کہ شریک کو ترغیب دینا ہے کہ وہ اگر اپنا حصہ بیچنا چاہے تو شریک کے پاس بیچے کیونکہ اگر اجنبی کے پاس بیچے گا تو شریک کو شفعہ کا حق ہو گا۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ شفعہ شفیع کے ساتھ قائم ہو گا میرے نزدیک ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ شریک کو رغبت دلانا ہے کہ وہ اگر بیچے تو شریک کے پاس بیچے۔ کیونکہ جب شریک شفعہ کے ذریعہ قہراً لے سکتا ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ وہ اسے رضامندی سے حاصل کرے تو اس کی خوشدلی کا باعث بنے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جمہور علماء کے نزدیک شفعہ زمین اور مکان کے ساتھ خاص ہے۔ البتہ عطاء فرماتے ہیں کہ شفعہ ہر چیز میں ہو سکتا ہے۔ حتی کہ کپڑے میں چالو ہو گا۔

اذاوقعت الحدود الخ اس لئے کہ شفعہ تو مشترک زمین اور مکان میں ہوتا ہے۔ جب حدود مقرر ہو گئے تو شرکت نہ رہی۔ اس لئے شفعہ نہیں ہو گا۔

باب بیع الارض والدور والعروض مشاعاً غیر مقسومٍ

ترجمہ۔ زمین۔ مکان اور اسباب مشترکہ کا بیچنا جو تقسیم نہیں کئے گئے۔

حدیث(۲۰۶۱)حدثنامحمدبن محبوب الخ عن جابر بن عبداللہؓ قال قضی النبی ﷺ بالشفعة فی کل مال لم یقسم فاذاوقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة.....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ شفعہ کا فیصلہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہر اس مال میں فرمایا جو تقسیم نہ کیا گیا ہو جب حدود مقرر ہو جائیں اور راستے پھیر دیئے جائیں تو کوئی شفعہ نہیں ہے۔

حدیث(۲۰۶۲)حدثنا مسدد الخ قال عبدالواحد

ترجمہ۔ عبدالواحد کی روایت میں فی کل مالم یقسم ہے

بهذاوقال فی کل مال لم یقسم رواه عبدالرحمن عن الزهری .....

عبدالرزاق کی روایت میں فی کل مال لم یقسم کے الفاظ ہیں جس سے ثابت کرنا ہے کہ شفعہ صرف اراضی میں چالو ہوگا ہر چیز میں نہیں ہوگا۔

باب اذااشتری شیئالغیره بغیر اذنه فرضی ۔

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کسی دوسرے کیلئے اس کی اجازت کے بغیر کوئی شئی خرید کرے جس پر وہ راضی ہو جائے اسکا حکم کیا ہے

حدیث(۲۰۶۳)حدثنا یعقوب الخ عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال خرج ثلثة یمشون فاصابهم المطرفدخلوا فی غارفی جبل فانحطت علیهم صخرة قال فقال بعضهم لبعض ادعو الله بافضل عمل عملتمو ہ فقال احدهم اللهم انی کان لی ابوان شیخان کبیران فکنت اخرج فارعی ثم اجئ فاحلب فاجئ بالحلاب فاتی به ابوی فیشربان ثم اسقی الصبیةواهلی وامراتی فاحتسبت لیلة فجئت فاذاهمانائمان قال فکرهت ان اوقظهما والصبية یتضا غون عند رجلی فلم یزل ذلك دابی ودابهما حتی طلع الفجر اللهم ان کنت تعلم انی فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا فرجة نری منها السماء قال ففرج عنهم وقال الاخراللهم ان کنت تعلم انی کنت احب امراة من بنات عمی کاشد ما یحب الرجل النساء فقالت لاتنال ذلك منها حتی تعطیها

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تین آدمی سفر میں چل رہے تھے کہ بارش نے ان کو آلیا۔ تو وہ ایک پہاڑ کی غار میں جا چھپے۔ وہاں ان پر ایک ایسی پتھر کی چٹان گر پڑی کہ جس کا ہٹانا ان کیلئے مشکل ہو گیا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ زندگی میں جو تم نے بہترین عمل کیا ہو اس کا واسطہ دے کر اللہ تعالی سے دعا کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو گئے تھے میں ان کے لئے بکریاں چرانے کے لئے جاتا تھا جب شام کو آکر دودھ نکالتا تو دودھ کا برتن سب سے پہلے والدین کے پاس لے آتا۔ پہلے میں ان دونوں کو پلاتا پھر بچوں کو گھر والوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا تھا ایک رات اتفاق سے مجھے دیر ہو جانے کی وجہ سے رکنا پڑا۔ جب میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں ماں باپ سو گئے ہیں تو میں نے ان کو جگانا پسند نہ کیا اور میرے بچے میرے پاؤں کے پاس چیختے چلاتے رہے میرا اور ان کا یہی حال رہا یہاں تک کہ فجر ہو گئی اے اللہ بے شک تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضامندی کے لئے کیا تھا۔ تو ہم سے ایک ٹکڑا اس چٹان کا ہٹادے تاکہ ہم لوگ آسمان تو دیکھ سکیں چنانچہ ایک تہائی ٹکڑا ہٹ گیا۔ دوسرے نے کہا اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ

مائة دينار فسعيت فيها حتى جمعتها فلما قعدت بين رجليها قالت اتق الله ولا تفض الخاتم الا بحقه فقمت وتركتها فان كنت تعلم انى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا فرجةً قال ففرج عنهم الثلثين وقال الاخر اللهم ان كنت تعلم انى استاجرت اجيراً بفرقٍ من ذرةٍ فاعطيته وابٰى ذلك ان ياخذ فعمدت الى ذلك الفرق فزرعته حتى اشتريت منه بقراً وراعيها ثم جاء فقال يا عبد الله اعطنى حقى فقلت انطلق الى تلك البقر وراعيها فانها لك فقال استهزئ بى قال فقلت ما استهزئ بك ولكنها لك اللهم ان كنت تعلم انى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا فكشف عنهم ...

میری چچا کی بیٹی سے ایسی سخت محبت ہو گئی جو مردوں کو عورتوں سے ہوا کرتی ہے تو اسنے کہا تجھے اپنا مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تو مجھے سو دینار ایک ہزار روپے مہیّا نہ کر دے۔ چنانچہ میں نے کوشش کر کے ان کو جمع کیا۔ اور اس کے پاس لے آیا جب ننگا ہو کر میں اس کے پاس بیٹھا تو وہ کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس شرمگاہ کو حق نکاح کے ساتھ استعمال کرو۔ یعنی پردہ بکارت حلال طریقہ سے توڑو تو میں نے اس کو چھوڑ دیا اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضامندی کے لئے کیا تھا۔ پس ایک ٹکڑا چٹان کا ہٹا دے چنانچہ دو تہائی چٹان ان سے ہٹ گئی۔ پھر تیسرے نے کہا کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور جوار کے تین صاع کے بدلے رکھا تھا جب میں نے اس کو وہ اجرت دینی چاہی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں جوار کی اس مقدار کو برابر کھیتی میں لگاتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس سے کچھ بیل اور کچھ ان کے چرواہے خرید کر لئے۔ مدت کے بعد وہ آکر مجھ سے اپنا حق مانگنے لگا کہ اے اللہ کے بندے میرا حق دے دے میں نے کہا کہ یہ بیل اور ان کے نگران وچرواہے لے جاؤ۔ اس نے کہا کہ کیا آپ میرے سے مزاح کرتے ہیں۔ میں نے کہا میں تیرے سے مزاح نہیں کرتا لیکن یہ سب تمہارا مال ہے۔ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضامندی کے لئے کیا ہے۔ لہٰذا اس چٹان کو ہم سے دور کر دے چنانچہ وہ چٹان ان سے ہٹالی گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بيع الارض والدور دور جمع دار کی ہے۔ اور عروض عرض کی جمع ہے۔ جس کے معنی اسباب کے ہیں۔ مشاعا مشترکا اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ زمین مکان وغیرہ میں شفعہ جائز ہے۔ لیکن اسباب خواہ مشترک کیوں نہ ہوں اس میں شفعہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ شفعہ خلاف قیاس ہے جس میں مشتری سے اس کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لیا جاتا ہے لیکن شریعت نے اسے مصلحت کے لئے مشروع قرار دیا ہے۔ جو شروط اربعہ کے ساتھ مشروط ہے۔ جو کتب فقہ میں مذکور ہے۔ ترجمہ میں عروض کا ذکر ہے لیکن حدیث میں نہیں ہے۔ جس سے امام بخاریؒ نے اجمالی طور پر اس میں اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اھلی سے مراد اقربا ہیں

جیسے بہن بھائی۔ جلا ب سے مراد دوہیا ہوا دودھ ہے۔ خاتم سے مراد پردہ بکارت ہے۔ حق سے مراد نکاح ہے۔

اشتریت منه بفراء حافظ اور قسطلانی نے امام بخاری کا مقصد بیع فضولی اور اس کے شراء کے جواز کو ثابت کرنا ہے حالانکہ حدیث میں شراء کا ذکر تو ہے بیع کا نہیں ہے۔ استاجرت کا لفظ موضع ترجمہ ہے۔ جس سے واضح ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کے مال میں بغیر اس کی اجازت کے تصرف کیا۔ اور طریق استدلال یہ ہے کہ شرائع من قبلنا جب تک ان پر نکیر نہ ہو وہ ہمارے لئے مشروع ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے بھی کوکب دری میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث سے بیع الفضولی کا جواز معلوم ہوا۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اس قسم کے تصرف کے ارتکاب سے منع نہیں فرمایا۔ اور شراء فضولی بھی اس سے متبادر معلوم ہوتا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ بیع الفضولی اور اس کے شراء میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ دونوں کو منع کرتے ہیں۔ امام مالکؒ دونوں صورتوں کی اجازت دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرق کرتے ہیں کہ بیع تو جائز ہے شراء جائز نہیں ہے۔ شاة اضحیه حدیث بیع اور شراء دونوں کے جواز پر دال ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اشتریت منه بقراً اس میں سے ترجمہ ثابت ہے۔ کیونکہ اجیر نے اپنا فرق بائع کے پاس رہنے دیا بائع کے پاس رکھ دینا امام بخاریؒ کے نزدیک یہی قبضہ ہے قبضہ حقیقی کی ضرورت نہیں ہے تو یہ فرق جب ملک اجیر میں داخل ہو گیا اور مستاجر نے اس سے بیل اور ان کے نگران خرید کئے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو برقرار رکھا تو معلوم ہوا کہ فضولی کا خرید کرنا جائز ہے۔

والحجة لهم كا ن كل ذلك تصر فامنه في ملكه یہ جمہور کی طرف سے حدیث کا جواب ہے۔ کہ جب قبض حقیقی متحقق نہیں تو یہ اجیر کا ملک نہ ہوا۔ بلکہ فرق کے ردی ہونے کی وجہ سے جب اجیر نے قبض نہ کیا تو مستاجر کے ملک میں رہا۔ اس لئے کہ ضمان تو تب ہوتی جب قبض صحیح ہوتا تو مستاجر نے اپنے ملک میں تصرف کیا ہے۔ خواہ اس کو اپنے لئے رکھے یا اجیر کیلئے رکھے۔ پھر اس نے اجیر کو دیتے وقت اس پر تبرع اور احسان کیا ہے۔ اور حق کی ادائیگی اچھی طرح کی ہے۔ یہ نہیں کہ تعدی فی ملك الغير کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بنایا ہے۔ یہ وضاحت حضرت شیخ محمد زکریاؒ نے فرمائی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کا قول مجمل تھا۔

باب الشراء والبيع مع المشركين واهل الحرب۔

ترجمہ۔ مشرکین اور حربی لوگوں سے خرید و فروخت کرنا۔

حديث(٢٠٦٤)حدثناابو النعمان الخ عن عبدالرحمن بن ابی بكرؓ قال كنامع النبی ﷺ ثم جاء رجل مشرك مشعان طويل بغنم يسوقها فقال النبی ﷺ بيعا ان عطية اوقال

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ایک مشرک جو پراگندہ بال اور لمبے قد والا تھا کچھ بکریاں ہانک کر لایا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ یہ بکریاں بیچنے کیلئے ہیں یا ھدیہ ہیں

ام هبة قال لابل بيع فاشترى منه شاةً ......

یاھبه ہیں۔اس نے کہا نہیں بلکہ بیچنے کے لئے ہیں۔ تو آپؐ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث باب سے ترجمہ ثابت ہوا کہ مشرک نے بیع کیا اور آپؐ نے شراء کیا تو بیع وشراء المشرکن ثابت ہوئی۔

باب شراء المملوك من الحربى وهبته وعتقه۔

ترجمہ۔ غلام کا حربی سے خرید کرنا ھبه کرنا اور آزاد کرنا۔

وقال النبى ﷺ لسلمان كاتب وكان حراً فظلموه وباعوه وسبى عمار وصهيب وبلال وقال الله تعالى والله فضل بعضكم على بعض فى الرزق فماالذين فضلوا برادّى رزقهم على ماملكت ايمانهم فهم فيه سواء افبنعمة الله يجحدون ....

ترجمہ۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے فرمایا کہ کتابت کر لو۔وہ آزاد تھے جن پر ظلم کرتے ہوئے کفار نے انہیں بیچ دیا حضرت عمارؓ صہیبؓ اور بلالؓ قیدی بنائے گئے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں فضیلت دی۔ پس تم میں سے کوئی بھی اپنی روزی اپنے مملوکوں پر واپس کرنے کیلئے تیار نہیں کہ دونوں اس میں برابر ہوں پس کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

حديث (٢٠٦٥) حدثناابواليمان الخ عن ابى هريرةؓ قال قال النبى ﷺ هاجر ابراهيم عليه السلام بسارة فدخل بها قريةً فيها ملك من المملوك او جبار من الجبابرةفقيل دخل ابراهيم بامراة هى من احسن النساء فارسل اليه ان ياابراهيم من هذه التى معك قال اختى ثم رجع اليها فقال لاتكذبى حديثى فانى اخبرتهم انك اختى والله ان على الارض مؤمن غيرى وغيرك

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بی بی سارہ کو ہمراہ لے کر ہجرت فرمائی۔ ایک آبادی میں داخل ہوئے جس میں بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔یا ظالموں میں سے ایک ظالم تھا۔جس سے کہا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ تمام عورتوں میں زیادہ خوب صورت عورت لے کر داخل ہوئے تو اس بادشاہ نے آپ کی طرف آدمی بھیج کر پوچھا کہ اے ابراہیم! یہ تیرے ساتھ کون ہے۔ فرمایا میری بہن ہے۔ پھر حضرت سارہؓ کے پاس واپس آ کر فرمانے لگے کہ تم میری بات کو نہ جھٹلانا

فارسل بها اليه فقام اليهافقامت توضأوتصلى فقالت اللهم ان كنت امنت بك وبرسولك واحصنت فرجي الاعلى زوجي فلاتسلط على الكافر فغط حتى ركظ برجله قال الاعرج قال ابوسلمة بن عبدالرحمن ان اباهريرةؓ قال قالت اللهم ان يمت يقال هي قتلته فارسل ثم قام اليها فقامت توضأ تصلى ويقول اللهم ان كنت امنت بك وبرسولك فاحصنت فرجي الاعلى زوجي فلاتسلطعلى هذاالكافر فغط حتى ركض برجله قال عبدالرحمن قال ابوسلمة قال ابوهريرةؓ فقالت اللهم ان يميت فيقال هي قتلته فارسل في الثانية اوفي الثالثة فقال والله مارسلتم الى الاشيطاناً ارجعواهاالى ابراهيم واعطوهاجر فرجعت الى ابراهيم عليه السلام فقالت اشعرت ان الله كبت الكافر واخدم وليدةً .....

میں نے ان کو بتلایا ہے کہ آپ میری بہن ہیں اللہ کی قسم! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے بی بی سارہ کو اس ظالم کے پاس بھیج دیا۔ پس وہ جب آپ کی طرف اٹھ کر دست درازی کرنے لگا تو آپ نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھ کر فرمانے لگیں کہ اے اللہ ! میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے خاوند کے سوا میں نے اپنی شرمگاہ کو روکا ہے۔ پس اس کافر کو مجھ پر غلبہ نہ دے چنانچہ وہ پکڑا گیا یہاں تک کہ ایڑیاں رگڑنے لگا دوسری سند کے ساتھ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو یہی کہا جائے گا کہ اس نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ وہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر آپ کی طرف اٹھ کر دست درازی کرنے لگا پھر وہ اٹھیں وضو کر کے نماز پڑھی اور دعا مانگی اے اللہ! میں تجھ پر اور تیرے نبی پر ایمان لائی ہوں۔ اور اپنے خاوند کے سوا میں نے اپنی شرمگاہ کو روکا ہے۔ پھر اس کافر کو مجھ پر غلبہ نہ دے۔ چنانچہ پھر وہ پکڑا گیا اور ایڑیاں رگڑنے لگا۔ دوسری سند کے ساتھ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ وہ اٹھ کر فرمانے لگیں اے اللہ! اگر یہ کافر مر گیا تو یہی کہا جائے گا کہ اسی عورت نے قتل کیا ہے

چنانچہ اسے دوسری یا تیسری مرتبہ بھی چھوڑ دیا گیا کہنے لگا خدا کی قسم! تم لوگ تو میرے پاس کسی شیطان کو لے آئے ہو۔ تو اسے حضرت ابراہیمؑ کی طرف بھیج دیا۔ اور بی بی ہاجرہ بھی خدمت کے لئے اس کو دے دی۔ تو بی بی سارہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس واپس آ کر کہنے لگیں کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو ذلیل کیا اور خدمت کے لئے ایک لڑکی بھی دے دی۔

حديث (٢٠٦٦) حدثناقتيبةالخ عن عائشةؓ انهاقالت اختصم سعدبن ابى وقاص وعبد بن زمعة في غلام فقال سعدهذايارسول اللهابن اخي

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد بن زمعہؓ ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑے حضرت سعدؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے۔ عتبہ بن

عتبۃبن ابی وقاص عھدالی انہ ابنہ انظرالی شبھہ وقال عبدبن زمعۃ ھذااخی یا رسول اللہ ولد علی فراش ابی من ولید تہ فنظر رسول اللہ ﷺ الی شبھہ فرای شبھا بینا بعتبۃ فقال ھولکٖ یاعبدبن زمعۃالولد للفراش وللعاھر الحجر واحتجبی منہ یا سودۃ بنت زمعۃ فلم ترہ سودۃ قط ....

الی وقاص نے میرے سے عہد لیا تھا کہ وہ ان کا بیٹا ہے۔ اس کی مشابہت کو دیکھ لو۔ اور عبدبن زمعہؓ سے کہا یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے جو میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ اس کی باندی سے یعنی نکاح کا بچہ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی مشابہت کو دیکھا تو وہ عتبہ کے ساتھ بالکل واضح تھی فرمایا اے عبدبن زمعہؓ یہ تیرا ہے۔ کیونکہ بچہ نکاح والے کا ہوتا ہے۔ زانی کے لئے تو پتھر ہے۔ اور اے سودہ بنت زمعہ تم اس سے پردہ کرو چنانچہ پھر کبھی بھی حضرت سودہؓ نے اسے نہ دیکھا۔

حدیث(۲۰۶۷)حدثنامحمد بن بشار الخ عن ابیہ قال عبدالرحمن بن عوفؓ لصھیب اتق اللہ والاتدع الی غیر ابیك فقال صھیب مایسرنی ان لی کذاوکذا وانی قلت ذلك ولکنی سرقت وانا صبی ......

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت صہیبؓ سے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی کی طرف منسوب نہ کرو۔ حضرت صہیبؓ نے فرمایا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میرے لئے اتنا اتنا مال ہو۔ اور یہ بات کہوں لیکن میں تو بچپن میں چرا لیا گیا تھا اسلئے مجھے تو باپ کا پتہ نہیں

حدیث(۲۰۶۸)حدثناابوالیمان الخ ان حکیم بن حزامؓ اخبرہ انہ قال یارسول اللہ ارایت اموراکنت اتحنت اوا تحنت بھا فی الجاھلیۃ من صلۃ وعتاقۃ وصدقۃ ھل لی فیھا اجر قال حکیم قال رسول اللہ ﷺ اسلمت علی ماسلف لك من خیرٍ ....

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ نے کہا یارسول اللہ! میں زمانہ جاہلیت میں کچھ عبادت کرتا تھا۔ یا جاہلیۃ میں جن کو میں عبادت سمجھ کر کرتا ہوں وہ صلہ رحمی ہے۔ غلام آزاد کرنا اور صدقہ کرنا ہے۔ کیا مجھے ان کا ثواب ملے گا۔ حکیمؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ بھلائی تم سے گذشتہ دور میں ہو چکی ہے اس کی بدولت تو تم اسلام لائے ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ان علی الارض یہ آپ کے علم کے مطابق ارشاد ہوا۔ یا ارض سے وہ ارض مراد ہے جس میں وہ اس وقت موجود تھے۔ لوط علیہ السلام کے ہمراہ نہ ہونے کی وجہ سے اس سے تعرض نہیں کیا۔ ان نافیہ ہے یعنی معنی یہ ہیں کہ جس ملک میں

ہم ہیں اس میں تیرے اور میرے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے۔ ابن جوزیؒ نے یہاں اشکال ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے زوجہ کی بجائے اخت کا توریہ کیوں فرمایا۔ حالانکہ اگر زوجہ فرمادیتے تو وہ چپ ہو جاتا۔ جب بہن کہا تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اس کا میرے سے نکاح کر دو اگر وہ کسی آسمانی مذہب پر یقین رکھتا۔ ورنہ جب وہ ظالم تھا تو زوجہ اور اخت اس کے لئے دونوں برابر ہیں۔ تو ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں جواب یہ آیا کہ بادشاہ دین مجوس پر تھا اور ان کے مذہب میں ہے کہ اگر بہن زوجہ ہو تو اس کے خاوند کا بھائی غیر سے زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ تو حضرت خلیل علیہ السلام نے ان کی شریعت کا ذکر کر کے بچنا چاہا لیکن وہ تو جبار تھا دین کی کیا پرواہ کرتا تھا۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس جبار کا دین یہ تھا کہ ذوات الازواج سے تعرض کرتا تھا کہ خاوند کو قتل کر کے زوجہ کو قبضہ میں لے لیتا تھا تو ابراہیمؑ اھون البلیتین کو اختیار فرمایا کہ قتل سے بچ گئے کہ میرے نزدیک بھی یہی توجیہ بہتر ہے اعطوھا آجر الخ اس میں ترجمہ ہے کیونکہ بی بی ہاجرہؓ کافر کی مملوکہ تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اعطوھا آجو یہ کافر کی طرف سے مسلمان کو ہبہ کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر اپنے ملک میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ حربی کا ملک بھی ہوتا ہے اور وہ اپنے ملک میں ہر قسم کے تصرف کر سکتا ہے۔ مثلاً بیع۔ ہبہ۔ عتق وغیرہ سب کر سکتا ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کا ملک کافر مالک کے پاس برقرار رکھا اور اسے کتابت کا حکم دیا۔ اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے جبار کا ھبہ قبول کر لیا۔ زمعہ کا ملک ثابت کرتے ہوئے اس کی ولیدہ (باندی) پر غلامی کے احکام جاری کئے۔ جس سے ترجمہ ثابت ہوا کہ جاہلیۃ میں باپ کے لئے باندی کا ملک ثابت ہوا۔ اور فراش پر بیٹا پیدا ہونے سے ولدیت بھی ثابت کر کے حضرت سودہ کو مشابہت بعتبہ کی وجہ سے حجاب کا حکم دیا لیکن اس کا اعتبار نہیں کیا۔ آپ نے ان میں سے کسی چیز کا انکار نہ کیا۔ بلکہ ان کے جھگڑے کو سنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مشرک کا عہد اس کا حکم اور مشرک کا اپنے ملک میں تصرف جس طرح چاہے وہ کر سکتا ہے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا الولد للفراش۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا مختصر قصہ یہ ہے کہ وہ طلب حق کے لئے باپ سے بھاگ کھڑے ہوئے دراصل یہ مجوسی تھے یکے بعد دیگرے کئی راہبوں کے پاس گئے آخری راہب نے انہیں نبی آخر الزمان کے متعلق بتایا۔ چنانچہ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک یہودی کے غلام تھے جس نے آپ کو مکاتب بنالیا۔ آپؐ نے اس کی اعانت کر کے آزاد کرایا۔ وہ دو سو پچاس سال زندہ رہے۔ ۳۶ھ کو مدائن میں آپ کی وفات ہوئی۔ کان حرا یعنی اوّل وقت آپ حر تھے لیکن بچتے بکاتے وادی القراء پہنچے سبی عمار حضرت عمار خالص عرب تھے۔ ان کے باپ یاسر مکہ میں مقیم ہوئے اور بنو مخزوم کے حلیف بنے۔ جنہوں نے اپنی باندی سمیہؓ سے ان کی شادی کر دی۔ جن سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ ممکن ہے مشرکین نے ان کے ساتھ قیدیوں جیسا سلوک کیا ہو۔ کیونکہ ان کی والدہ موالی میں سے تھیں حضرت صہیب بن سنان رومیؓ اصل میں عرب کے باشندے تھے۔ ان کے مکانات موصل کے قریب قریب تھے رومیوں نے حملہ کر کے حضرت صہیب کو قیدی بنالیا جب کہ آپ ایک چھوٹے سے لڑکے تھے۔ قبیلہ بنو کلب نے ان سے ان کو خرید کر کے

مکہ معظمہ میں لے آئے۔ تو حضرت عبداللہ بن جدعان نے ان سے خرید کر کے آزاد کر دیا۔ اور بلال بن رباح حبشی کو امیہ بن خلف سے حضرت صدیق اکبرؓ نے خرید کر کے آزاد کر دیا۔ الحاصل یہ تین حضرات کفار کے قیدی تھے۔ جنہوں نے اسلام کی وجہ سے بہت تکالیف برداشت کیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ آجرہ جن کو ہاجرہ بھی کہا جاتا ہے آپ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ تھیں۔ اتق اللہ و لا تنسب الی غیر ابیك حضرت صہیب کا دعویٰ تھا کہ وہ عربی النسل ہیں حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ تم عربی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو لیکن زبان تمہاری عجمی ہے۔ فرمایا کہ میں نمر بن قاسط کا آدمی ہوں۔ بچپن میں مجھے چرالیا گیا تھا اس لئے میری زبان عجمی ہے۔

اتحنث تحنث کے معنی تعبد کے ہیں مشرک کا صدقہ۔ عتاقہ اور صلہ رحمی کی آپؐ نے تصدیق فرمائی کیونکہ عتق تب صحیح ہو سکتا ہے جب کہ ملک ثابت ہو۔ تو مشرک حربی کا ملک اور اپنے ملک میں تصرفات کا جواز معلوم ہوا۔

باب جلود المیتة قبل ان تدبغ

ترجمہ۔ رنگے جانے سے پہلے مردود جانوروں کے چمڑوں کا حکم

حدیث (۲۰۶۹) حدثنا زھیر الخ ان عبداللہ بن عباسؓ اخبرہ ان رسول اللہ ﷺ مر بشاۃٍ میتۃٍ فقال ھلا استمتعتم باھابھا قالوا انھا میتۃ قال انما حرم اکلھا.....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک مردہ بکری کے پاس سے گذرہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کے چمڑے سے نفع کیوں حاصل نہیں کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ مردہ ہے۔ فرمایا مردہ کا کھانا حرام ہے۔ چمڑا حرام نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قبل ان تدبغ دباغت چمڑے کی مشہور رنگائی ہے جو جواز بیع کے لئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ شرط یہ ہے کہ رطوبت کا ازالہ ہو جائے۔ خواہ وہ دباغت سے ہو یا دھوپ لگنے سے ہو وغیرہ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ امام بخاریؒ کے کلام کی تاویل ہے۔ تاکہ جمہور کے مسلک کے مطابق ہو جائے۔ ورنہ امام بخاریؒ عموم کے قائل ہیں جیسے کہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جلو د المیتة ھل یصح بیعھا ام لا اور حدیث ابن عباسؓ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے جواز استمتاع سے جواز بیع کو ثابت کیا ہے۔ کیونکہ جس چیز سے نفع حاصل کیا جائے اس کا بیچنا جائز ہے ورنہ نہیں اس سے وہ اشکال رفع ہوا کہ بیع کا ذکر تو حدیث میں نہیں ہے۔ اور مردہ کے چمڑا سے انتفاع قبل از دباغت اور بعد از دباغت امام زہری کا مشہور مذہب ہے جس کو امام بخاریؒ نے اختیار کیا ہے ان کا مستدل حضور ﷺ کا ارشاد ہے انما حرم اکلھا گویا کہ کھانے کے علاوہ باقی سب تصرفات جائز ہیں۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں انما حرم اکلھا سے تخصیص الکتاب باالسنة کا جواز ثابت ہوا کیونکہ قرآن مجید میں ہے حرمت علیکم المیتة وہ جمیع اجزاء کو شامل ہے۔ اور سنت نے اکل کو خاص کر لیا ہے اس سے امام بخاریؒ نے استدلال کیا۔ لیکن دوسرے طریق سے دباغت کی قید معلوم ہوتی ہے جو جمہور کی دلیل ہے۔ البتہ امام شافعیؒ نے کلب۔ خنزیر و غیرھا کو مستثنیٰ کر دیا

کہ ان کے چمڑے رنگنے سے پاک نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ حیوانات نجس العین ہیں۔ لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ کسی چیز کا استثناء نہیں کرتے۔ اس لئے کہ آپ کا ارشاد ہے کل اھاب اذادبغ فقدطھر الحدیث ہر وہ کچا چمڑا جب وہ رنگا جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے ممانعت ثابت کی ہے وہ اھاب کے لئے ہے۔ اھا ب کچے چمڑے کو کہتے ہیں جو قبل از دباغت ہو واقعی اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں لیکن دباغت کے بعد اس کا نام قربہ وغیرہ ہے جس پر ممانعت وارد نہیں ہے۔ دراصل اس مسئلہ میں امام نوویؒ نے سات مذاہب نقل کئے ہیں۔ پہلا مذہب امام شافعیؒ کا ہے کہ تمام چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں۔ سوائے کتے اور خنزیر کے۔ امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ کوئی چمڑا پاک نہیں خواہ وہ مدبوغ کیوں نہ ہو۔ اور تیسرا مسلک امام اوزاعیؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کا ہے۔ کہ مأکول اللحم کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے۔ غیر مأکول اللحم کا نہیں۔ چوتھا مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے کہ جمیع میتات کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے سوائے خنزیر کے۔ امام مالکؒ کا مسلک ہے کہ دباغت سے چمڑوں کا ظاہر تو پاک ہو جاتا ہے لیکن باطن پاک نہیں ہوتا۔ اور اہل ظواہر کا مسلک یہ ہے کہ جمیع میتات حتی کہ کلب اور خنزیر کے چمڑے بھی دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں۔ اور ساتواں مذہب امام زہریؒ کا ہے کہ جمیع چمڑے سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے خواہ ان کو نہ بھی رنگا جائے۔ اور ان کا استعمال مائعات اور یابسات سب میں جائز ہے۔

باب قتل الخنزیر وقال جابرؓ حرم النبی ﷺ بیع الخنزیر

ترجمہ۔ خنزیر کو قتل کرنا کیسا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خنزیر کی بیع کو حرام قرار دیا۔

حدیث (۲۰۷۰) حدثنا قتیبۃ بن سعید الخ انہ سمع اباھریرۃؓ یقول قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد .

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ عنقریب تم میں ابن مریم۔ فیصل کنندہ انصاف کرنے والا ہو کر اترے گا۔ صلیب کو توڑ دے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جزیہ کو اٹھادے گا۔ اور مال اس طرح بہے گا کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ قتل الخنزیر اس باب کو ابواب البیوع میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اشارہ کرنا ہے کہ جس چیز کا قتل کرنا جائز ہے اس کی بیع جائز نہیں۔ اگرچہ بعض شوافعؒ نے خنزیر کے قتل کرنے میں تأمل کیا ہے جب کہ اس کے قتل کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ لیکن جمہور ائمہ اس کے مطلق قتل کے قائل ہیں۔ البتہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اہل ذمہ پر خنزیر مستثنٰی ہو گا کیونکہ خنزیر ان کے نزدیک مال ہے اور ہمیں ان کے اموال سے تعرض کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر اشکال ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں

تو اسے قتل کیا جائے گا اس میں تو کوئی استثناء نہیں ہے۔ کہا جائے گا کہ اس دور میں تو کوئی ذمی نہیں ہو گا سب مسلمان ہوں گے یہی وجہ ہے کہ صلیب کو توڑا جائے گا۔

باب لایذاب شحم المیتة ولا یباع ودکه رواه جابرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ۔ مردہ کی چربی نہ پگھلائی جائے اور نہ ہی گوشت کی چربی کو بیچا جائے۔ اس کو حضرت جابرؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

حدیث (۲۰۷۱) حدثنا الحمیدی الخ انه سمع ابن عباسؓ یقول بلغ عمرؓ ان فلانا باع خمرا فقال قاتل الله فلانا الم یعلم ان رسول الله ﷺ قال قاتل الله الیهود حرمت علیهم الشحوم فجملوها فباعوها .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں آدمی نے شراب بیچی ہے آپؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو مارے کیا وہ نہیں جانتا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے اللہ تعالیٰ نے ان پر چربیوں کو حرام کیا جس کو پگھلا کر انہوں نے خرید و فروخت شروع کر دی۔

حدیث (۲۰۷۲) حدثنا عبدان الخ عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال قاتل الله الیهود حرمت علیهم الشحوم فباعوها واکلوا اثمانها قال ابو عبدالله قاتلهم الله لعنهم قتل لعن الخراصون الکذابون .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت برسائے جن پر چربیاں حرام کی گئی تھیں لیکن انہوں نے ان کو بیچا اور اس کی قیمت کی رقوم کھانے لگے امام بخاریؒ فرماتے ہیں قاتلهم الله کے معنی لعنهم کے ہیں قتل بمعنی لعن الخراصون بمعنی کذابون کے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ جملوها ای اذا بوها کرمانیؒ نے اشکال پیدا کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان فعل کی حرمت پر کیسے استدلال کیا جواب یہ ہے کہ ان کے فعل پر قیاس کیا اور خطابیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ قول حضرت سمرةؓ کے بارے میں فرمایا تھا جنہوں نے خمر کا نام بدل کر اس کی خرید و فروخت کی لیکن ممکن ہے انہوں نے شراب کو سرکہ بنا کر فروخت کیا ہو اور اس کا نام بدل دیا ہو جیسا کہ یہود نے کیا تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ان پر عیب لگایا کہ یہود جیسا کام نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے حیلہ سازیاں اور وسائل جو محذورات تک پہنچائیں ان کا ابطال معلوم ہوا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا جس کی ذات حرام ہے اس کی قیمت کھانا بھی حرام ہے بعض نے کہا کہ حضرت سمرةؓ نے

اہل کتاب سے جزیہ کی قیمت کے بدلہ شراب کو لیا اور پھر انہیں کے پاس بیچ دیا اپنے گمان کے مطابق انہوں نے اسے حلال سمجھا۔ یا نچوڑ کو بچا ہو جس سے شراب بنتی ہے۔ امام بخاریؒ نے قاتل کے معنی لعن کے اس لئے اخذ کئے کہ قرآن مجید میں ہے قتل الخراصون ابن عباسؓ فرماتے ہیں قتل بمعنی لعن کے ہے اور خراصون کے معنی مجاہد نے کذابون بیان فرمائے ہیں۔

باب بيع التصاوير التي ليس فيها روح وما يكره من ذلك

ترجمہ۔ ان تصویروں کا بیچنا جن میں روح نہ ہو اور جو کچھ اس میں سے مکروہ ہے

حدیث (۲۰۷۳) حدثنا عبدالله بن عبدالوهاب الخ قال كنت عند ابن عباسؓ اذ اتاه رجل فقال يا ابا عباسؓ اني انسان انما معيشتي من صنعة يدي واني اصنع هذه التصاوير فقال ابن عباسؓ لا احدثك الا ما سمعت رسول اللهﷺ يقول سمعته يقول من صور صورة فان الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها ابدا فربا الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه فقال ويحك ان ابيت الا ان تصنع فعليك بهذا الشجر كل شيئ ليس فيه روح قال ابو عبدالله بسند عن سعيد قال سمعت النضر بن انس قال كنت عند ابن عباسؓ بهذا الحديث وبسند اخر من النضر بن انسؓ هذا الواحد .....

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی الحسنؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آپ سے آکر کہنے لگا کہ میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کی گذران دستکاری سے ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا میں تمہیں وہ حدیث سناتا ہوں جو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ جو شخص تصویر بنائے گا تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے والا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے اندر روح پھونکے۔ وہ کبھی اس میں روح پھونکنے والا نہیں ہوگا تو اس شخص نے ایک لمبی سانس لی اور اس کا چہرہ خوف کے مارے زرد ہو گیا۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تو بنانا ہی چاہتا ہے تو اس درخت کی اور ہر اس چیز کی تصویر بنا سکتے ہو جس میں روح نہیں ہے۔ نضر بن انسؓ نے بھی ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت کی ہے اور ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے انما معیشتی من صنعة یدی اور علیکم بهذا الشجر سے ان غیر ذی روح تصویروں کا جواز اور ان کی بیع کی اباحت سمجھ کر ترجمہ باندھ لیا۔ کہ غیر ذی روح کی تصویر بنانا اور ان کا بیچنا دونوں جائز ہیں

ویسے وعید سے ان کی کراہت معلوم ہوئی۔ لہذا غیر روح کی تصویر بنانا بھی مکروہ ہوگا۔

باب تحریم التجارة فی الخمر وقال جابر حرم النبی ﷺ بیع الخمر

ترجمہ۔ شراب کی تجارت کرنا حرام ہے
حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا۔

حدیث (۲۰۷۴) حدثنامسلم الخ عن عائشةؓ قالت لما نزلت ایات سورة البقرة عن اخر ھاخرج النبی ﷺ فقال حرمت التجارة فی الخمر ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سورہ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں یعنی من اول آیة الربوا الی آخر السورہ نازل ہوئیں تو آپ نبی اکرم ﷺ گھر سے باہر مسجد میں تشریف لا کر فرمانے لگے کہ شراب کی تجارت کا کاروبار کرنا حرام کیا گیا ہے۔

باب اثم من باع حراً

ترجمہ۔ جو کسی آزاد آدمی کو بیچے اس کا گناہ کیا ہے

حدیث (۲۰۷۵) حدثنابشربن مرحوم الخ عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ قال قال الله ثلثة اناخصمھم یوم القیامة رجل اعطی بی ثم قدر ورجل باع حراً فاكل ثمنه ورجل استاجر اجیراً فاستوفی منه ولم یعط اجره ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین آدمی ہیں قیامت کے دن میں خود ان سے جھگڑوں گا۔ پہلا تو وہ آدمی ہے جس نے میرا نام لے کر عہد و پیمان کیا پھر اس سے غداری کی کہ اسے پورا نہ کیا۔ دوسرا وہ ہے جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچا اور اس کی قیمت کھا گیا۔ اور تیسرا وہ آدمی ہے جس نے کسی مزدور کو اجرت پر رکھا اس سے کام تو پورا لیا لیکن اس کو اجرت نہیں دی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اعطی بی ای اعطی العهد باسمی ثم نقض العهد ولم یوف به باع حرا ای عالما متعمداً اگر ناواقف جاہل ہو کر بیچا ہے تو پھر اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ اكل ثمنه اکل کا ذکر اس لئے ہے کہ یہ اعظم المنافع ہے۔

باب امر النبی ﷺ الیھود ببیع ارضھم حین اجلاھم فیه المقبری عن ابی ھریرةؓ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب یہود مدینہ کو جلاوطن کیا تو ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی زمینیں بیچ دیں۔ اس بارے میں مقبری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے اس مقام پر پوری حدیث ذکر نہیں کی وہ تو کتاب الجہاد میں گذر چکی کہ یہ حکم آپؐ نے بنو النضیر کو دیا تھا یہاں صرف اشارہ کر دیا تاکہ تکرار حدیث لازم نہ آئے بغیر کسی فائدہ جدیدہ کے جیسا کہ امام بخاریؒ کی عادت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ بیع ارضهم صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے یہود بنی النضیر سے فرمایا تھا ان الارض لله ولرسوله فتحملوا ماشئتم کہ زمین تو اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ باقی جو کچھ تم اٹھا سکتے ہو وہ لے جاؤ تو یہاں امام بخاریؒ کے کلام کی تاویل کرنی ہوگی۔ بیع ارضهم کا مطلب یہ ہوگا کہ اب تم لوگ اس کے مالک نہیں ہو۔ اور سمجھ دار ایسے بات کہہ دیا کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث میں ہے فمن وجد منکم بماله شیأ فلیبعه اس عموم بیع المال سے امام بخاریؒ نے بیع اراضی کو بھی اخذ کیا ہے۔ اور حقیقت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو زمینوں کے بیچنے اور جلاوطن ہونے کا حکم دیا تھا جس کو منافقین کی حمایت کی وجہ سے انہوں نے کیا۔ اور منافقین کے کہنے پر جناب نبی اکرم ﷺ سے مقاتلہ کا عزم کر لیا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو لے کر ان کا محاصرہ کیا جب وہ یہود منافقین کی امداد سے مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا تو انہوں نے پھر صلح کی پیش کش کی۔ اس مرتبہ آپؐ نے ان کو بیع الارض کی اجازت نہ دی۔ کیونکہ اب وہ حربی ہو چکے تھے ان کا مال مباح ہو گیا تھا اس لئے آپؐ نے ان کو جلاوطن کر دیا اور فرمایا جو کچھ تم لوگ اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہو لے جاؤ چنانچہ وہ اپنی اراضی اور دیار کو خالی چھوڑ کر چلے گئے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاعتبروا یا اولی الابصار۔ نیز! اگر وہ حدیث ذکر کر دی جاتی تو بھی تکرار حاصل ہوتا جس کا کتاب البیوع سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ اسے نہیں لائے یہی وجہ ہے کہ بعض نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔ نیز! بنو قینقاع اور بنو قریظه اور بنی نضیر کے بعد جو بقایا یہود رہ گئے تھے یہ حکم ان کے لئے ہے۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ فتح خیبر کے بعد تشریف لائے ہیں اور یہود خیبر کو آپؐ نے ان کی اراضی پر رہ جانے کا حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے دور خلافت میں جلاوطن کر دیا۔

باب بیع العبید والحیوان نسیئة

ترجمہ۔ غلام کو غلام کے بدلے اور جانور کو جانور کے بدلے ادھار پر بیچنا کیسا ہے۔

واشتری ابن عمرؓ راحلة باربعة ابعرةٍ مضمونة علیه یوفیها صاحبها بالربذة وقال ابن عباسؓ قد یکون البعیر خیراً من البعیرین واشتری رافع بن خدیج بعیر أ ببعیرین فاعطاه احدهما

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک سواری کی اونٹنی چار اونٹوں کے بدلے خریدی جو بائع کے ذمہ تھی کہ وہ اسے ربذہ میں پہنچائے گا۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کبھی کبھی ایک اونٹ دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے اور حضرت رافع بن خدیجؓ نے

وقال اتيك بالاخر غداً رهواً انشاء الله وقال ابن المسيب لاربافي الحيوان البعير بالبعيرين والشاة بالشاتين الى اجل وقال ابن سيرين لاباس بعير ببعيرين ودرهمٍ بدرهمٍ نسيئة ....

ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے خرید ا ایک تو اسی وقت دے دیا اور دوسرے کے متعلق فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو اسے میں کل جلدی لے آؤں گا۔ اور ابن المسیبؒ نے فرمایا کہ جانوروں میں سود نہیں ہے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے۔ ایک بکری دو بکریوں کے بدلے کچھ مدت تک بیچی جاسکتی ہے۔ اور ابن سیرینؒ نے فرمایا ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے بدلے اور ایک درہم کو دوسرے درہم کے بدلے ادھار پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حديث (۲۰۷۶) حدثناسليمان بن حرب الخ عن انسؓ قال كان في السبى صفية فصارت الى دحية الكلبي ثم صارت الى النبى ﷺ .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قیدیوں میں حضرت بی بی صفیہؓ بھی تھیں وہ حضرت دحیه الكلبى کے حصہ میں آئیں بعد ازاں جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف آگئیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ راحلةً اس میں ترکیب کی کئی صورتیں ہیں۔ بعض مذہب کے موافق ہیں اور بعض مخالف ہیں جن میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ربذه مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ کے قریب ہے تین مراحل پر ہے مضمونة عليه یعنی یہ راحلہ بائع کے ذمہ رہے گی۔ جس کو وہی مشتری کے پاس ربذه میں پہنچائے گا۔

ترکیب مضمونه عليه کی ضمیر اگر ابن عمرؓ کی طرف راجع ہو تو پھر منصوب ہو کر حال ہو گا من ابعرة سے اور قوله يوفيها صفت ہو گی۔ اس صورت میں ابعره ادھار پر ہوں گے۔ راحلہ کا علم نہیں کہ ابن عمرؓ نے اس پر قبضہ کیا یا وہ بھی ادھار پر تھا۔ اور عليه کی ضمیر بائع کی طرف ہو اور مضمونة ابعره کی صفت ہو اس صورت میں سرے سے ادھار ہے ہی نہیں۔ بلکہ مبیع اور ثمن دونوں ربذه میں ہیں بہر حال بيع الحيوان بالحيوان نسيئة میں علماء کا اختلاف مشہور ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بيع الحيوان بالحيوان نقداً تو ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن جب بيع نسيئة ہے تو امام شافعیؒ ہر صورت اسے جائز فرماتے ہیں البتہ امام مالکؒ اختلاف جنس کی صورت میں جائز اور اتحاد جنس کی صورت میں ناجائز فرماتے ہیں۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ اور امام احمدؒ بيع الحيوان بالحيوان نسيئة مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔ خواہ اختلاف جنس ہو یا اتحاد جنس ہو ان کا مستدل حضرت سمرةؓ کی روایت ہے جس میں ہے نهى النبى ﷺ عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئة کہ بیع حیوان کی حیوان سے ادھار پر سے جناب نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ باقی مسئلہ کی تفصیل اوجز میں ملے گی امام بخاریؒ نے بی بی صفیہؓ کے قصہ سے اور آثار صحابہؓ سے بيع الحيوا ن بالحيوان نسيئة کے جواز پر استدلال قائم کیا ہے۔

باب بيع الرقيق

ترجمہ۔ غلام کو بیچنا

حديث (۲۰۷۷) حدثناابو اليمان الخ ان ابا سعيد الخدریؓ اخبره انه بينما هو جالس عند النبی ﷺ قال يا رسول الله انا نصيب سبيا فنحب الاثمان فكيف ترى فی العزل فقال او انكم تفعلون ذلك لا عليكم ان لا تفعلوا ذلكم فانهاليست نسمة كتب اللهان تخرج الاهی خارجة

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ خبر دیتے ہیں کہ اس اثنامیں کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کہنے لگے یارسول اللہ! ہم جنگی قیدی عورتوں سے جماع بھی کرنا چاہتے ہیں اور ان کی قیمت کو ہم بھی چاہتے ہیں کیا ہم عزل کر سکتے ہیں کہ منی کا اخراج فرج سے باہر کیا جائے تو جناب ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ یہ کام کیا کرتے ہو حالانکہ یہ کام نہ کرنا تم پر واجب بھی نہیں ہے اسلئے کہ جس جی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ وہ پیدا ہو گی تو اس نے ضرور بالضرور نکل کر رہنا ہے اور جو لوگ عزل کو جائز نہیں کہتے وہ فرماتے ہیں کہ لا نہی سے اس چیز کی نفی کرنا ہے جس کا انہوں نے سوال کیا تھا۔ عليكم ان لا تفعلوا یہ کلام الگ ہوگا جو ما قبل کی تائید کرے گا تو معنی یہ ہوں گے کہ ترک عزل میں تمہیں کوئی نقصان نہیں اس لئے کہ جس جی نے آنا ہے وہ تو آکر رہے گا خواہ تم عزل کرو یا نہ کرو۔ امام بخاریؒ نے عزل کی ممانعت سے بیع الولد کی ممانعت پر استدلال کیا کیونکہ ولد کی وجہ سے باندی ام الولد بن جائے گی جس کی بیع ناجائز ہو گی۔

باب بيع المدبر

ترجمہ۔ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہونے والے غلام کی بیع کے بارے میں۔

حديث (۲۰۷۸) حدثناابن نمير الخ عن جابرؓ قال باع النبی ﷺ المدبر .....

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مدبر کو بیچ دیا۔

حديث (۲۰۷۹) حدثنا قتيبة الخ سمع جابر بن عبداللهؓ يقول باعه رسول الله ﷺ ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ان کو جناب رسول اللہ ﷺ نے بیچ دیا۔

حديث (۲۰۸۰) حدثنا زهير بن حرب الخ ان زيد بن خالد وابا هريرةؓ اخبراه انما سمعا

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالدؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا

رسول اللہ ﷺ یسئل عن الامۃ تزنی ولم تحصن قال اجلدوھاثم ان زنت فاجلدوھاثم بیعو ھا بعد الثالثۃ اوالرابعۃ ......

کہ آپؐ سے اس باندی کے متعلق پوچھا گیا جو زنا کرتی ہے اور شادی شدہ بھی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو کوڑے لگاؤ اگر پھر زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر اسے تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ کے بعد اسے بیچ دو۔

حدیث (۲۰۸۱) حدثناعبدالعزیز بن عبداللہ الخ عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول اذازنت امۃ احدکم فتبین زناھا فلیجلد ھا الحد ولایثرب ثم ان زنت الثالثۃ فتبین زناھا فلیبعھا ولو بحبل من شعرٍ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ فرماتے تھے جب تم میں سے کسی کی باندی زنا کا ارتکاب کرے اور اس کا زنا بالکل واضح ہو جائے تو اس پر کوڑے مارنے کی حد جاری کرے۔ اور کوئی ملامت وغیرہ نہ کرے اگر تیسری مرتبہ وہ زنا کا ارتکاب کرے اور اس کا زنا بالکل واضح ہو جائے تو بالوں کی ایک رسّی کے بدلہ میں بھی اسے بیچ دے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ باع النبی ﷺ المدبر الخ اس سے مدبر کی بیع کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس سے مدبر مقید مراد ہے۔ جس کی آزادی کو کسی خاص مرض سے خاص مہینہ سے مقید کیا ہو۔ تو ایسا غلام مدبر آزاد نہیں ہوگا۔ البتہ مطلق آزاد ہو جائے گا۔ جیسے کہ دوسری احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ بیع الامۃ کو مدبر کی بیع میں اس لئے ذکر کیا گیا کہ امہ مطلقہ ہے ۔خواہ مدبرہ ہو یا غیر مدبرہ بحث گزر چکی ہے ۔

باب ھل یسافر بالجاریۃ قبل ان یستبرئھا

ترجمہ۔ کیا رحم کو خالی سمجھنے سے پہلے آقا اپنی باندی کے ساتھ سفر کر سکتا ہے۔

ولم یر الحسن باساً ان یقبلھااویباشرھا وقال ابن عمرؓ اذاوھبت الولیدۃالتی توطا اوبیعت اوعتقت فلیستبرأھارحمھا بحیضۃ ولاتستبراالعذراءُ ...

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کو بوسہ دینے اور بدن کو بدن سے ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ باندی جس سے ہمبستری ہو چکی ہے

وقال عطاء لاباس ان يصيب من جاريته الحامل مادون الفرج وقال الله تعالى الاعلى ازواجهم او ماملكت ايمانهم فانهم غير ملومين .....

جب اسے ہبہ کیا جائے یا بیچا جائے یا وہ آزاد ہو جائے تو وہ ایک حیض کے ساتھ اپنے رحم کو پاک کرے۔ اور بکارت والی کنواری لڑکی استبراء رحم نہ کرے۔ عطاءؒ فرماتے ہیں کوئی شخص اپنی حمل والی باندی سے شرمگاہ کے علاوہ ہر طرح سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی بیویوں اور باندیوں سے ہمبستری جائز ہے۔ ان پر اس بارے میں کوئی ملامت نہیں کی گئی۔

حديث (۲۰۸۲) حدثنا عبدالغفار بن داؤد الخ عن انس بن مالكؓ قال قدم النبی ﷺ خيبر فلما فتح الله عليه الحصن ذكر له جمال صفية بنت حيى بن اخطب وقد قتل زوجها وكانت عروساً فاصطفاها رسول الله ﷺ لنفسه فخرج بها حتى بلغنا سدالروحاء حلت فبنى بها ثم صنع حيساً فى نطعٍ صغيرٍ ثم قال رسول الله ﷺ اذن من حولك فكانت تلك وليمة رسول الله ﷺ على صفية ثم خرجنا الى المدينة قال فرايت رسول الله ﷺ يحوى لها وراءه بعباءةٍ ثم يجلس عند بعيره فيضع ركبته فتضع صفية رجلها على ركبته حتى تركب....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ خیبر تشریف لائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کے قلعوں پر آپؐ کو فتح عطا فرمائی تو آپؐ کے سامنے بی بی صفیہ بنت حیی بن اخطب کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا۔ ان کا شوہر قتل ہو چکا تھا۔ اور وہ خود دلہن بنی ہوئی تھیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے لئے چن لیا تو اسے لے کر خیبر سے چل کر سدالروحاء تک پہنچے وہ حلال ہو گئیں۔ تو آپؐ نے ان سے ہمبستری کی۔ پھر ایک چھوٹے سے چمڑے کے دستر خوان پر ایک حلوہ سا تیار کر کے رکھا گیا۔ پھر آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ آپ کے ارد گرد ہیں میں ان کو آنے کی اجازت دے دوں۔ پس یہی بی بی صفیہؓ پر آپؐ کی دعوت ولیمہ تھی۔ پھر ہم لوگ مدینہ کی طرف چلنے لگے تو حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے اپنے حیفہ سے اپنے پیچھے اونٹ کی کوہان پر جگہ بنائی پھر اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا رکھ دیا۔ بی بی صفیہؓ نے اپنا پاؤں آپؐ کے گھٹنا پر رکھ کر اونٹ پر سوار ہو گئیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حلت ترجمہ ہے کہ باندی سے استبراء رحم کے بعد آپؐ ہمبستر ہوئے۔

باب بيع الميتة والاصنام

ترجمہ۔ مردار اور بتوں کا بیچنا کیسا ہے

حدیث(۲۰۸۳)حدثنا قتیبة الخ عن جابر بن عبدالله انه سمع رسول اللهﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام فقيل يارسول الله ارايت شحوم الميتة فانها تطلى بها السفن ويدهن بها الجلود ويستصبح بها الناس فقال لاهو حرام ثم قال رسول اللهﷺ عند ذلك قاتل الله اليهود ان الله لما حرم شحومها جملوه ثم باعوه فاكلوا ثمنه قال كتب الى عطاء سمعت جابراً عن النبیﷺ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے فتح مکہ کے موقعہ پر سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب۔ مردار۔ خنزیر۔ اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا ہے۔ آپؐ سے کہا گیا یا رسول اللہ! آپؐ بتائیں کہ مردار کی چربی سے تو کشتیوں کو طلاء کیا جاتا ہے۔ چمڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے۔ اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا نہیں وہ تو حرام ہے۔ پھر آپ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان پر چربیوں کو حرام قرار دیا تو انہوں نے اسے پگھلا لیا پھر اس کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے لگے۔ عطاء نے یزید کے پاس لکھا کہ میں نے جابرؓ سے سنا جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کر رہے تھے

تشریح از قاسمیؒ۔ لاهو حرام ای البيع حرام كما قاله الشافعیؒ لیکن اکثر علماء میتة کے کسی قسم کے انتفاع کو حرام سمجھتے ہیں لیکن جلد مدبوغ حلال ہے۔ کہ جس کا حدیث میں استثناء کیا گیا ہے۔ امام احمدؒ اور بن ماجشون کسی قسم کے انتفاع کے قائل نہیں ہیں۔

باب ثمن الكلب

ترجمہ۔ کتے کی قیمت کا استعمال کیسا ہے

حدیث(۲۰۸۴)حدثنا عبدالله بن يوسف الخ عن ابی مسعود الانصاری ان رسول اللهﷺ نهى عن ثمن الكلب ومهر البغی وحلوان الكاهن

ترجمہ۔ کتے کی قیمت۔ زنا کی خرچی۔ اور نجومی کی مٹھائی سے جناب رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

حدیث(۲۰۸۵)حدثنا حجاج بن منهال الخ اخبرنی عون بن ابی جحيفةؓ قال رايت ابی اشترى حجاماً فسالته عن ذلك قال ان رسول اللهﷺ نهى عن ثمن الدم وثمن الكلب وكسب الامة

ترجمہ۔ حضرت عون بن ابی جحیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک پچھنے لگانے والے غلام کو خرید اور اس کے آلات کو توڑ ڈالے جانے کا حکم دیا۔ تو میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا فرمایا کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ

ولعن الواشمة والمستوشمة واكل الربوا وموكله ولعن المصور......

نے خون کی رقم۔ کتے کی قیمت۔ باندی کی زنا کی کمائی سے منع فرمایا گودنے والی اور گدوانے والی سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی اور تصویریں بنانے والے پر بھی لعنت فرمائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کسب الامة سے کسب زنا مراد ہے۔ مطلق کسب نہیں باقی اس کو مطلقاً اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ یہ کسب زنا عرب کے یہاں مشہور تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ عنقریب کتاب الاجارہ میں آرہا ہے باب کسب البغی والاماء۔ فرمایا اس سے کسب زنا مراد ہے۔ عمل مباح مراد نہیں ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ کسب الامة سے اس کے جمیع کسب مراد ہیں۔ اور یہ سد ذرائع کے طور پر فرمایا کہ اس پر یومیہ کمائی نہ مقرر کی جائے۔ تاکہ کہیں وہ کسب فرج پر مجبور نہ ہو جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب السلم

باب السلم فی کیلٍ معلومٍ

ترجمہ۔ بیع سلم معلوم ناپ میں ہوگی

حدیث (۲۰۸۶) حدثنا عمرو بن زرارة الخ عن ابن عباسؓ قال قدم رسول الله ﷺ المدينة والناس يسلمون في الثمر العام والعامين اوقال عامين اوثلثة شك اسمعيل فقال من سلف في تمرٍ فليسلف في كيلٍ معلومٍ ووزن معلومٍ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ کھجور میں سال یا دو سال یا کہا دو سال اور تین سال کے سودے کرتے تھے۔ اسمعیل کو شک ہوا جس پر آپؐ نے فرمایا جو شخص کھجور میں سوا ادا کرنا چاہے۔ تو وہ معلوم ناپ و تول میں سودا کرے۔

حدیث(۲۰۸۷)حدثنامحمد الخ عن ابن ابی نجیح بھذافی کیل معلوم ووزن معلومٍ .

ترجمہ۔ابو نجیح نے بھی اسی حدیث کو بیان کیا ہے کہ معلوم ناپ اور تول میں ہونا چاہئیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ لغت میں سلم اسم من التسلیم اور عرف فقہاء میں بیع الشئ علی ان یکون دیناً علی البائع بالشرائط المعتبرة شرعاً. اس کو بیع سلم اس لئے کہا جاتا ہے کہ رأس المال مجلس میں دیا جاتا ہے۔اور مبیع بائع کے ذمہ ادھار قرض ہے۔ سلم اور سلف دونوں کے معنی ایک ہیں۔اس بیع کی مشروعیۃ پر تو سب کا اتفاق ہے۔البتہ شرائط میں اختلاف ہے کیل معلوم اور وزن معلوم یعنی مکیلی چیز میں کیل متعین ہو اور وزنی چیز میں وزن مقرر ہو۔

باب السلم فی وزنٍ معلومٍ

ترجمہ۔ وزن معلوم میں بیع سلم ہو

حدیث(۲۰۸۸)حدثناصدقة الخ عن ابن عباسؓ قال قدم النبی ﷺ المدینة وھم یسلفون بالتمرالسنتین والثلث فقال من اسلف فی شئ ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلومٍ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے کہ لوگ پھلوں کے دو سال اور تین سال کے سودے کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا جس نے کسی چیز میں بیع سلم کرنی ہو تو وہ ناپ معلوم اور وزن معلوم اور مدت معلوم میں کرے۔

حدیث(۲۰۸۹)حدثناعلی بن عبداللہ الخ وقال فلیسلف فی کیل معلوم الی اجل معلوم ..

ترجمہ۔اس حدیث میں یہ ہے کہ ناپ معلوم میں بیع سلم مدت معلوم تک کرے۔

حدیث(۲۰۹۰)حدثنا قتیبة الخ سمعت ابن عباسؓ یقول قدم النبی ﷺ وقال فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم .....

ترجمہ۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو فرمایا کیل معلوم وزن معلوم اور اجل معلوم تک بیع سلم کرے۔

حدیث(۲۰۹۱)حدثنا ابو الولید الخ اختلف عبداللہ بن شداد بن الھادوابو بردة فی السلف فبعثونی الی ابن ابی اوفیؓ فسالته فقال اناکنانسلف

ترجمہ۔ عبداللہ بن ابی المجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن شداد اور ابو ہریرۃؓ کا بیع سلم کے بارے میں اختلاف ہوا تو انہوں نے مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کی طرف بھیجا میرے سوال کرنے پر انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جناب

علی عهد رسول اللہ ﷺ وابی بکرؓ وعمرؓ فی الحنطة والشعیر والزبیب والتمر وسالت ابن ابزی فقال مثل ذلك .....

نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ابو بکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں گندم جو اور کشمش اور کھجور میں بیع سلم کرتے تھے میں نے ابن ابزی سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بھی اسی طرح فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ الفاظ مختلف تھے اس لئے روایات میں ان کلمات کو جمع کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اجل معلوم یہ حدیث شوافعؒ پر حجت ہے جو اجل کو شرط قرار نہیں دیتے۔ حالانکہ یہ نص صریح کی مخالفت ہے۔ پھر حد اجل میں اختلاف ہو گیا۔ ابن حزم کے نزدیک ایک گھڑی اور اس سے اوپر ہے بعض احنافؒ کے نزدیک نصف یوم سے کم نہ ہو۔ اور بعض کے نزدیک تین دن سے کم نہ ہو مالکیہؒ فرماتے ہیں دو دن سے کم نہ ہو۔ لیثؒ پندرہ دن فرماتے ہیں۔ در مختار میں کم از کم مدت ایک ماہ ہے۔ اور یہی مفتی بہ قول ہے۔ نیز! حدیث میں چار چیزوں کا ذکر ہے جو سب مکیلات میں سے ہیں۔ موزوں کوئی چیز نہیں لیکن بعض طرق میں زیت کا لفظ ہے جو بالاتفاق جنس مایوزن بہ سے ہے۔ تو اس حدیث کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اس آخری حدیث کو اس باب میں لائے ہیں۔

باب السلم الی من لیس عنده اصل۔

ترجمہ۔ جس کے پاس اصل موجود نہ ہو اس کی طرف بیع سلم کرنا کیسا ہے۔

حدیث(۲۰۹۲)حدثناموسی بن اسماعیل الخ محمدبن ابی المجالدقال بعثنی عبداللہ بن شداد وابوبردةالی عبدالله بن ابی اوفیؓ فقالا سله هل کان اصحاب النبی ﷺ یسلفون فی الحنطة قال عبداللہ کنا نسلف نبیط اهل الشام فی الحنطة والشعیر والزیت فی کیل معلوم الی اجل معلوم قلت الی من کان اصله عنده قال ماکنا نسالهم عن ذلك ثم بعثنافی الی عبدالرحمن بن ابزی

ترجمہ۔ محمد بن ابو المجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن شدادؓ اور ابو ہریرہؓ نے مجھے حضرت عبداللہ بن اوفیؓ کے پاس بھیجا فرمایا ان دو حضرات سے پوچھو کہ کیا نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ گندم کے اندر بیع سلم کرتے تھے تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ ہم شام کے کاشتکاروں سے گندم جو۔ اور کشمش میں ناپ معلوم سے مدت معلوم تک بیع سلم کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ ان چیزوں کی اصل ان کے پاس ہوتی تھی۔ یعنی کھیتی اور درخت ان کے ہوتے تھے انہوں نے فرمایا ہم اس کے متعلق ان سے نہیں پوچھتے تھے۔ پھر انہوں نے

فسالته فقال کان اصحاب النبی ﷺ یسلفون علی عهد النبی ولم نسالهم الهم حرث ام لا....

مجھے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزیؓ کے پاس بھیجا توانہوں نے بھی یہی فرمایا کہ اصحاب النبی ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بیع سلف کرتے تھے۔ لیکن ان سے کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ کیا ان کی کھیتی بھی ہے یا نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اصل کا ہونا شرط نہیں ہے۔ اور بعض نے اصل سے مراد خود ان اشیاء کا وجود لیا ہے اصل نہیں۔ یہ بھی شرط نہیں ہے۔

حدیث(۲۰۹۳)حدثنااسحق الواسطی الخ عن محمد بن ابی المجالد بهذاوقال فنسلفهم فی الحنطة والشعیر ....

ترجمہ۔ فرمایا ہم لوگ ان سے گندم اور جو میں بیع سلم کرتے تھے کہ رقم ان کو دے دی اور گندم۔ جو بعد میں لئے

حدیث (۲۰۹۴) حدثناقتیبة الخ عن الشیبانی وقال فی الحنطة والشعیر والزبیب وقال عبدالله حدثنا الشیبانی ......

ترجمہ۔ ایک سند میں شیبانی نے گندم جو اور کشمش روایت کیا ہے۔ اور دوسری سند سے زیتون روایت کیا ہے جو موزونی چیز ہو۔

حدیث(۲۰۹۵)حدثناادم الخ قال سالت ابن عباسؓ عن السلم فی النخل قال نهی النبی ﷺ عن بیع النخل حتیٰ یوکل منه وحتی یوزن فقال الرجل وای شیئ یوزن قال رجل الی جانبه حتی یحرز وقال معاذ الخ نهی النبی ﷺ مثله.

ترجمہ۔ ابوالبختری طائی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کھجور میں بیع سلم کرنے کے متعلق پوچھا توانہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کھجور کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ اس سے کھایا نہ جائے اور وزن نہ کیا جائے جس پر ایک آدمی نے کہا کہ یہاں تک کہ وہ محفوظ ہو جائے معاذ کی سند سے بھی اسی طرح ہے کہ آپ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اسلم فی النخل سے مراد کھجور کا پھل ہے اس روایت سے اس پر استدلال ہے کہ بیع اور سلم وجوب تسلیم مبیع میں مشترک ہیں۔ البتہ تسلیم مبیع سلم میں تو متاخر ہے بیع میں نہیں۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ پھل جب تک پک نہ جائے وہ معدوم ہے جو مقدور التسلیم نہیں ہے لہذا بیع سلم میں مسلم فیه کا وجود لوگوں کے ہاتھوں میں ہونا ضروری ہے تاکہ

تسلیم ممکن ہو اگرچہ مسلم الیہ کے ہاتھ میں نہ ہو۔ کیونکہ عادت یہ ہے کہ یہ دانے اور پھل فصلوں سے متعلق ہیں لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہوتے مگر تھوڑے تھوڑے ہوتے حصاد اور جذاذ کے زمانہ میں بہت ہو جاتے ہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ مسلم فیه عقدسلم میں مطلق ہو۔ اور عقد میں یہ شرط ہو کہ مسلم فیه جو اس سال پیدا ہو تو صلاحیت سے پہلے پہلے اس کے سپرد کرنے پر قدرت کا نہ ہونا ظاہر ہے۔ اس تحقیق سے حضرت ابن عباسؓ کے جواب اور سائل کے سوال میں مطابقت معلوم ہو گئی۔ سائل نے سلم کے متعلق سوال کیا تھا اور ابن عباسؓ نے مطلق بیع کے متعلق فرمایا اور یہی تقریر پہلی روایت میں بھی ہو گی۔

ما یوزن کے وزن کو بعید اس لئے سمجھا کہ وزن تو کھجوروں کے گوشوں کی کٹائی کے بعد ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی ابن عباسؓ کی ہے جو پہلے بھی گذر چکی ہے جس کو تین مشائخ سے ذکر فرمایا جن کے الفاظ میں کمی و بیشی ہے۔ پہلی روایت میں ہے من اسلف فی شیئ ففی کیل معلوم۔ اور دوسری میں ہے من اسلف فی شیئ فلیسلف فی کیل معلوم الی اجل معلوم. اس میں وزن معلوم کا ذکر نہیں ہے۔ اور تیسری روایت میں اس کی تصریح ہے اور اختلاف بھی بیان فرمایا۔

بالنخل ثمرتها سب شراح نے یہی توجیہ کی ہے۔ اس سے حافظؒ نے استدلال کیا کہ نخل معین فی بستان معین میں بیع سلم کا جواز معلوم ہوا لیکن بعد بدو صلاحه یعنی پھل کے پکنے کے بعد۔ یہی مالکیہؒ کا قول ہے لیکن اکثر علماء نے بستان معین میں بیع سلم کو ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ یہ دعوکہ ہے اور اس حدیث کو اکثر حضرات نے سلم حال پر محمول کیا ہے اور اوجز میں نقل کیا ہے کہ بستان معین میں بیع سلم کے عدم جواز پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

اشتراك البيع گذر چکا ہے کہ سلم میں وہ شرائط ہیں جو بیع میں نہیں ہیں کیونکہ بیع سلم میں رأس المال مجلس کے اندر سپرد کیا جاتا ہے اور مبیع بائع کے ذمہ باقی رہتی ہے۔ بدل اس کو جلدی مل جاتا ہے۔

با یدی الناس مسلم فیه کا موجود ہونا یہ احنافؒ کے نزدیک شرط ہے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ کون المسلم فیه موجود حین الاجل عندالعقد موجود ہونا شرط نہیں ہے یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے امام ثوریؒ اور اوزاعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

حتی یوزن جاننا چاہئیے کہ وزن اکل اور خرص یہ سب ظهور صلاح یعنی پھل پکنے سے کنایہ ہیں۔ علامہ عینیؒ نے روایات کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ان احادیث سے احنافؒ ثوریؒ اور کوفیوں نے دلیل پکڑی کہ بیع سلم اس وقت تک جائز نہیں جب تک مسلم فیه لوگوں کے ہاتھوں میں موجود نہ ہو۔ عقد کے وقت سے لے کر مدت مقررہ کے آنے تک اگر مسلم فیه منقطع ہو تو بیع سلم جائز ہو گی۔

باب السلم فی النخل

ترجمہ۔ کھجور میں بیع سلم کے بارے میں

حدیث(۲۰۹۶)حدثناابو الولید الخ **سألت ابن عمرؓ عن السلم فی النحل فقال نھی عن بیع النخل حتی یصلح وعن بیع الورق نساء بناجزٍ وسألت ابن عباسؓ عن السلم فی النخل فقال نھی النبی ﷺ عن بیع النخل حتی یوکل منه اویاکل منه وحتی یوزن ......**

ترجمہ۔ حضرت ابو البختری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کھجور میں بیع سلم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کھجور کی بیع سے منع کیا گیا ہے جب تک اس میں صلاحیت نہ ہو جائے اور چاندی ادھار کی بیع نقد سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اور میں نے ابن عباسؓ سے کھجور میں بیع سلم کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ نے کھجور کی بیع سے منع فرمایا ہے جب تک اس سے کھایا نہ جائے یا جب تک خود نہ کھائے اور یہاںتک کہ وزن کیا جائے۔

حدیث(۲۰۹۷)حدثنامحمدبشارالخ قال سألت ابن عمرؓ عن السلم فی النخل فقال نھی النبی ﷺ عن بیع الثمر حتی یصلح ونھی عن الورق بالذھب نساءً بناجزٍ وسألت ابن عباسؓ فقال نھی النبی ﷺ عن بیع النخل حتی یاکل اویوکل وحتی یوزن قلت ومایوزن قال رجل عندہ یحرز .....

ترجمہ۔ ابوالبختری فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کھجور میں بیع سلم کرنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کھجور کی بیع سے منع کیا ہے جب تک کہ اسے خود نہ کھائے یا وہ کھائی نہ جائے اور یہاں تک کہ اس کا وزن نہ کیا جائے۔ یہ یوزن کیا چیز ہے ایک آدمی نے جو آپ کے پاس تھا اس نے کہا اس کا مطلب ہے کہ اسے محفوظ کر دیا جائے۔!

تشریح از قاسمیؒ۔ ان روایات کی تشریح گذر چکی ہے۔ فائدہ ان قیود کا یہ ہے کہ مالک کے تصرف سے پہلے فقراء کے حقوق کی مقدار کی پہچان ہو جائے۔

باب الکفیل فی السلم

ترجمہ۔ بیع سلم میں ضامن کیسا ہے

حدیث(۲۰۹۸)حدثنا محمدبن سلام الخ **عن عائشةؓ قالت اشتری رسول الله ﷺ طعاماً من یَھُودِیٍّ بنسیئةٍ ورھنه درعاًله من حدیدٍ .....**

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار پر غلہ خرید ا اور اس کے پاس لوہے کی ایک زرہ گروی رکھی۔

"تشریح از قاسمی"۔ اشکال یہ ہے کہ حدیث سے ترجمہ کیسے ثابت ہوا جواب یہ ہے کہ یا تو کفالت سے ضمان مراد لی جائے تو واقعی مرہون چیز قرض کی ضامن ہے یا اس کو رہن پر قیاس کیا جائے کہ دونوں وثیقہ ہیں یہی وجہ ہے کہ جس چیز کی رہن صحیح ہے اس کی ضمان صحیح ہے۔ اور اسی طرح اس کا عکس ہے۔ نیز! یہ بھی شبہ ہے کہ حدیث میں عقد سلم کا ذکر نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ سلم سے مراد سلف یعنی قرض ہے۔ خواہ وہ نقد واجب الذمہ ہو جنس ہو۔

حدیث (۲۰۹۹) حدثنا محمد بن محبوب الخ قال الاعمش تذاکرنا عند ابراھیم الرھن فی السلف فقال حدثنی الاسود عن عائشۃؓ ان النبی ﷺ اشتری من یھودی طعاماً الی اجلٍ معلومٍ وارتھن منہ درعاً من حدیدٍ ......

ترجمہ۔ حضرت اعمش" فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم نخعی" کے پاس قرض کے اندر رہن رکھنے کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت اسود" نے حضرت عائشہؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ کچھ مدت کے لئے خرید فرمایا۔ اور اس کے پاس لوہے کی ایک زرہ رہن رکھ دی۔

"تشریح از شیخ گنگوہی"۔ روایت سے استدلال قیاس پر مبنی ہے کہ جب رہن رکھنا ثمن کے لئے جائز ہے تو مثمن کیلئے بھی جائز ہوگا وہ مسلم فیہ ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ جامع وجوب فی الذمہ ہے۔ اس لئے وثیقہ کی ضرورت ہے۔

"تشریح از شیخ زکریا"۔ امام بخاریؒ نے الرہن فی السلم میں بھی وہی حضرت عائشہؓ والی روایت ذکر فرمائی ہے۔ شاید کفیل کو بھی رہن کے ساتھ لاحق کر دیا۔ کیونکہ جب اس حق میں رہن ثابت ہے تو اس میں کفیل بھی لیا جا سکتا ہے اسی طرح ابراہیم نخعی" نے استنباط کیا ہے۔ چنانچہ اعمش" فرماتے ہیں جب ہم نے ابراہیم نخعی" کے پاس رہن اور کفیل فی السلف کا مذاکرہ کیا تو انہوں نے یہی حدیث بیان فرمائی۔ اور اس حدیث سے ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ سلم میں رہن جائز نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ربوا مضمون ہے تو حضرت ابراہیم نخعی" نے اس حدیث سے اس پر رد فرمایا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے فرہان مقبوضۃ اور لفظ عام ہے سلم اور غیر سلم سب داخل ہیں۔

باب السلم الی اجل معلوم وبہ

ترجمہ۔ مقررہ مدت تک بیع سلم کرنا

وقال ابن عباسؓ وابو سعیدؓ والاسود والحسن وقال ابن عمرؓ لاباس فی الطعام الموصوف بسعر معلوم الی اجل معلوم مالم یك ذلك فی زرع لم یبدصلاحہ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو سعیدؓ حضرت اسودؒ حسن بصریؒ اسی کے قائل ہیں۔ اور ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جو غلہ معلوم ہو۔ نرخ معلوم ہو۔ مدت بھی معلوم ہو۔ اس کے قرض میں کوئی حرج نہیں جبتک کہ یہ اس کھیتی میں نہ ہو جس کی صلاحیت ظاہر نہیں ہوئی۔

حدیث(۲۱۰۰)حدثنا ابونعیم الخ عن ابن عباسؓ قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یسلفون فی الثمار السنتین والثلث فقال اسلفوا فی الثمار فی کیل معلومٍ الی اجل معلومٍ وقال عبدالله ابن الولید الخ فی کیلٍ معلومٍ ووزنٍ معلومٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں کے اندر دو دو سال اور تین تین سال کا ادھار کا سودا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا پھلوں میں ادھار کرنا ہے تو ناپ بھی معلوم ہو۔ مدت بھی معلوم ہو اور دوسری سند میں ہے کہ وزن بھی معلوم ہو۔

حدیث(۲۱۰۱)حدثنا محمد بن مقاتل الخ عن محمد بن ابی المجالدِ قال ارسلنی ابوبردةؓ وعبدالله بن شدادٍ الی عبدالرحمن بن ابزی وعبدالله بن ابی اوفیؓ فسالتهما عن السلف فقالا کنا نصیب المغانم مع رسول الله ﷺ فکان یاتینا انباط من انباط الشام فنسلفهم فی الحنطة والشعیر والزبیب الی اجل مسمی قال قلت اکان لهم زرع اولم یکن لهم زرع قالا ماکنا نسئلهم عن ذلك .....

ترجمہ۔ حضرت محمد بن ابی المجالد فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبردہ اور عبداللہ بن شداد نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اور عبداللہ بن ابی اوفیؓ کے پاس بھیجا تو میں نے ان سے بیع سلم کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غنیمتوں کا مال ملتا تھا ہمارے پاس شام کے غلہ کے تاجروں میں سے تاجر آتے تو ہم ان کے ساتھ گندم۔ جو اور زیتون میں مدت مقرر تک بیع سلم کا سودا کرتے تھے انہوں نے کہا میں نے پوچھا کہ کیا ان کی کھیتی بھی ہوتی تھی یا کھیتی نہیں ہوتی تھی۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم ان سے اس کا سوال نہیں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مالم یکن ذلك فی زرع یعنی پھلوں میں کوئی کھجور متعین نہیں ہوتی تھی۔ اور دانوں میں کوئی کھیتی مقرر نہیں ہوتی تھی۔ السنتین والثلاث یعنی اس میں کوئی نقصان نہیں خواہ سو سال تک بیع سلم ہو جائے۔ شرط یہ ہے کہ مسلم فیه مبیع منقطع نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ السلم الی اجل معلوم سے شوافعؒ پر رد کرنا ہے۔ کہ سلم حالی کو جائز کہتے ہیں مآلی کو جائز نہیں کہتے جب اساطین صحابہ اور اساطین تابعی اسے جائز کہہ رہے ہیں تو منع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ حضرات مانعین اجل معلوم کے معنی علم بالاجل کے لیتے ہیں۔

باب السلم الى ان تنتج الناقة

ترجمہ۔ اونٹنی کے بچہ جننے تک بیع سلم کا کرنا

حدیث(۲۱۰۲)حدثناموسی بن اسمعیل الخ عن عبدالله قال كانويتبايعون الجزور الى حبل الحبلة فنهى النبی ﷺ عنه فسره نافع ان تنتج الناقة مافی بطنها .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ ذبح ہونے والے اونٹ کو حبل الحبلہ تک خرید کرتے تھے جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا جس کی تفسیر حضرت نافعؒ نے یوں فرمائی کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسکو جن لے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب کے منعقد کرنے سے یہ ہے کہ اگر بیع سلم میں اجل مجہول ہو تو بیع سلم جائز نہ ہوگی۔ ابن عمرؓ کی تفسیر یہ ہے کہ بیع الجزور من موجل الى ان تلد الناقة وتلد ولدها یعنی اونٹنی کے بچے کا بچہ جنے اور بعض نے کہا کہ اس کا مطلب بیع ولد ولد الناقة یعنی اونٹنی کے بچے کے بچہ کا بیچنا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشفعة

باب الشفعة مالم يقسم فاذاوقعت الحدود فلاشفعة ۔

ترجمہ۔ جن چیزوں کو تقسیم نہیں کیا گیا شفعہ ان میں ہوگا جب حدبندی ہو جائے پھر شفعہ نہیں ہے۔

حدیث(۲۱۰۳)حدثنامسدد الخ عن جابر بن عبداللہؓ قال قضى رسول الله ﷺ بالشفعة فی كل مال لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلاشفعة ......

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے شفعہ کا فیصلہ ہر اس مال میں کیا جو تقسیم شدہ نہ ہو۔ پس جب بھی حدبندی ہوگئی اور راستے بنادیے گئے پھر شفعہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ شفعہ کے لغوی معنی ضم یعنی ملانے کے ہیں۔اور شریعت کی اصطلاح میں تملك قهرى فى العقار بعوض يثبت على الشريك القديم للحادث یعنی زمین کا زبردستی مالک بنتا ہے۔اس ثمن کے بدلے جو قدیم شریک کے لئے ثابت ہوا تھا اب نئے شریک کے لئے اسی قیمت پر ثابت ہوگا۔شفعہ خلاف اصل ثابت ہوتا ہے۔کیونکہ یہ مشتری کے ملک سے چھین کر بغیر اس کی رضامندی کے معاوضہ پر مجبور کرنا ہے۔لیکن شریعت نے بعض مصالح کی بنا پر اس کو مشروع کیا ہے۔لیکن اس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔پہلی شرط یہ ہے کہ ملک مشتری ہو جسے تقسیم نہ کیا گیا ہو۔بنا بریں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جار یعنی ہمسائے کیلئے شفعہ نہیں ہے۔البتہ امام اعظمؒ اور امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ شفعہ شرکت کی وجہ سے یاشرکت فى الطريق کی وجہ سےاور شرکت جوار کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے۔دوسری شرط یہ ہے کہ مبیع اراضی ہو۔عروض اور اسباب میں شفعہ لاگو نہیں ہوگا۔اسی طرح منقولات میں شفعہ نہ ہوگا۔تیسری شرط یہ ہے کہ مبیع کا تقسیم ممکن ہو۔اگر ممکن نہیں ان میں شفعہ نہیں ہے۔چوتھی شرط یہ ہے کہ حصہ منتقل بالعوض ہو اگر بلاعوض منتقل ہوا ہے تو اس میں شفعہ نہیں جیسے هبه.وراثت اور صدقه اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔اور منتقل بعوض بھی دو قسم ہے کہ عوض مال ہو جیسے بیع۔اس میں بلاخلاف شفعہ ہوگا۔اور عوض مال نہیں ہے۔جیسے حق مہر یا خلع کا بدلہ۔ظاہر یہ ہے کہ ان میں شفعہ نہیں ہے۔ائمہ ثلاثہ وجوب شفعہ کے قائل ہیں اور پانچویں شرط مطالبه على النور ہے۔جب کہ شفیع کو علم ہو جائے خاموشی کی صورت میں شفعہ کا حق ساقط ہو جائے گا۔

باب عرض الشفعة على صاحبها قبل البيع

ترجمہ۔ زمین فروخت کرنے سے شفیع پر شفعہ پیش کرنا۔

وقال الحكم اذااذن له قبل البيع فلاشفعة له وقال الشعبى من بيعت شفعته وهوشاهد لايغيرها فلاشفعة له ......

ترجمہ۔ حضرت حکمؒ تابعی فرماتے ہیں کہ جب شفیع نے بیع سے پہلے اجازت دے دی ہے تو اب اس کو شفعہ کا حق نہیں ہوگا۔اور امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جس کا شفعہ بیچ دیا گیا اور وہ اس مجلس میں حاضر تھا جس کو اس نے تبدیل نہیں کیا تو اب اس کا حق شفعہ ساقط ہوگیا۔

حدیث(۲۱۰۴)حدثنا المكى بن ابراهيم الخ عن عمروبن الشريد قال وقفت على سعد بن ابى وقاص فجاء المسوربن مخزمة فوضع يده

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن الشرید فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس کھڑا تھا کہ حضرت مسور بن مخرمہؓ تشریف لائے جنہوں نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں

عُلى احدى منكبي اذجاء ابورافع مولى النبي ﷺ فقال ياسعد ابتع منى بيتي في دارك فقال سعدوالله مااتبتاعها فقال المسوروالله لتبتا عنهما فقال سعدوالله لاازيدك على اربعة الافٍ منجمة اومقطعة قال ابورافعٍ لقد اعطيت بها خمسمائة دينارٍ ولولاانى سمعت النبي ﷺ الجار احق بسقبه مااعطيتكها باربعة الافٍ وانا اعطى بها خمسمائة دينارٍ فاعطاهااياه .....

میں سے ایک کندھے پر رکھ دیا کہ اچانک جناب نبی اکرم ﷺ کے ازاد کردہ غلام ابورافع ؓ تشریف لائے۔ اور فرمانے لگے اے سعد! آپ کی حویلی میں میرے جو دو گھر ہیں آپ ان کو میرے سے خرید کرلیں۔ حضرت سعدؓ نے فرمایااللہ کی قسم! میں ان کو نہیں خریدوں گا۔ حضرت مسورؓ نے فرمایااے سعدؓ! اللہ کی قسم! تجھے ان دونوں کو ضرور بالضرور خرید کرنا ہوگا۔ تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! کہ میں تو آپ کو چار ہزار درہم سے زائد بالکل نہیں دوں گا۔ خواہ وہ مضروبہ ہوں یا غیر مضروبہ ہوں حضرت ابورافع ؓ نے فرمایا کہ مجھے تو ان کے بدلہ پانچ سو دینار دیئے جارہے ہیں اگر میں نے جناب رسول اللہ سے نہ سنا ہوتا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ ہمسایہ اس حصہ کا زیادہ حقدار ہے تو میں آپ کو وہ دونوں گھر چار ہزار درہم میں کبھی نہ دیتا کیونکہ اس کے مجھے پانچ سو دینار دیئے جارہے ہیں چنانچہ وہ دونوں گھر انہوں نے حضرت سعدؓ کو دے دیئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ حضرت حکمؒ کا فتویٰ مذہب حنفیہؒ کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ شفیع کو شفعہ کے مطالبہ کا حق دیتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے بیع کی اجازت مل چکی ہو۔ ہاں البتہ اگر شفیع کی اجازت سے بیع ہوئی ہو تو پھر بیع کے بعد شفعہ کا حق نہیں رہتا۔ باقی حکم تابعی کا مذہب حنفیہ کے مخالف ہونا کوئی ضرر کی بات نہیں۔ اور اسی طرح شعبیؒ کا قول بھی کوئی اثر انداز نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دونوں تابعی ہیں۔ اور تابعی کا قول امام صاحب جیسے تابعی پر حجت نہیں ہوسکتا۔ دوسرے قول شعبیؒ کے مخالف بھی نہیں اس لئے کہ ہم استرداد کا حق نہیں دے رہے۔

ولولاانى سمعت الخ جس کی وجہ سے ابورافعؓ نے اپنے ہمسایہ پر منت اور تفضل کیا ہے۔ اور شارع نے اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ یہ نہیں کہ انہوں نے حدیث کے مقصد کو نہیں سمجھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ يخالف مذهب الحنفيه بلکہ جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام ثوریؒ۔ امام الحافظؒ اور امام احمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اگر احدالشریکین پر دوسرا شفعہ پیش کرے اور وہ اس کو نہ لے تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا امام طحاویؒ۔ امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا حق ساقط نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بعد البيع بھی تو شفعہ کے ماتحت مبیع کو لے سکتا ہے۔ کیونکہ شفعہ ابھی واجب نہیں ہوا تھا۔ وہ تو بعد البيع واجب ہوتا ہے۔ لہذا قبل البيع اور عند البيع کی

اجازت کارگر نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ جو چیز ابھی واجب نہیں ہوئی اس کے چھوڑنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ بنابریں وجوب کے وقت یہ حق ساقط نہیں ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کا یہی مسلک ہے۔ البتہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حق باذنہ ساقط ہو جائے گا۔

باذن الشفيع اس جگہ اذن سے اذن عندالبيع مراد ہے۔ یعنی سکوت عن المطالبه ہے پس جمہور کے نزدیک اسے حق استرداد نہیں ہوگا۔

منته وفضلا علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابورافعؓ نے اپنے مکان اس قیمت سے کم پر حضرت سعدؓ کو دے دیئے جو غیر انہیں دیتے تھے۔ یہ ان کے مکارم اخلاق اور احسان کی دلیل ہے۔ کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ شفیع کی بیع کی صورت میں ثمن اوّل پر مبیع کو لے سکتا ہے۔

مثل هذاالحق یعنی الشفعة للجوار یہ مسئلہ کافی اختلافی ہے۔ ائمہ ثلاثہ بلکہ جمہور الشفعةللشريك ثم الشريك فى الطريق ثم بالجوار۔ حضرت ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا حقدار تو شریک ہے۔ وہ نہ ہو پھر شریك فى الطريق ہے ان میں سے اقرب فالاقرب حقدار ہوں گے۔ پھر بعد ازاں شفعه بالجوار ہے۔ جس کے ثبوت پر بہت احادیث دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک یہ حدیث ابو رافع کی ہے جس کی تخریج امام بخاریؒ نے کئی مقامات پر کی ہے۔ اور دوسری روایت ترمذی میں حضرت سمرہؓ کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جارالدار احق بالدار جس کی تخریج امام طحاویؒ نے چھ صحیح طرق سے کی ہے۔

باب ای الجوار اقرب ترجمہ۔ کون سا ہمسایہ زیادہ قریب ہے

حديث(۲۱۰۵)حدثناحجاج الخ عن عائشةؓ قلت يا رسول الله ان لى جارين فالى ايهما اهدى قال الى اقربهما منك باباً ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا یارسول اللہ! میرے دو ہمسائے ہیں ان میں سے کس کو میں ہدیہ بھیجوں۔ فرمایا جس کا دروازہ تیرے قریب ہو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ فرماتے کہ الشفعة للشريك وقال ابوحنيفةؒ الجار وهذاالحديث حجة عليه لیکن یہ کلام بڑا عجیب ہے کیونکہ اماصاحبؒ صرف جار کو ہی شفعہ کا حقدار نہیں کہتے بلکہ شريك فى المبيع کو پھر شريك فى حق المبيع کو اور پھر ان دونوں کے بعد حق شفعہ دینے کے قائل ہیں۔ وهو حجة عليه کیسے صحیح ہوگا۔ جب کہ امام شافعیؒ نے اس عمل کو ترک کر دیا اور امام اعظمؒ اس پر عامل ہیں اور بعد ازاں حدیث جار پر بھی عامل ہیں آپ نے ایک دلیل کو لیا اور دوسری کو چھوڑ دیا۔ اور فاسدہ تاویلات کر کے امام اعظمؒ پر طعن و تشنیع کرنا شروع کر دیا۔

الجار احق لسقبه سقب کے معنی قریب کے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ وغیرھم اس سے جار کے لئے حق شفعہ ثابت کرتے ہیں

اور دوسرے حضرات اس سے شریک مراد لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ابو رافعؓ حضرت سعدؓ کے شریک تھے۔ لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ عمرو بن شعبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد ابو رافع کے جار تھے۔ نیز! امام بخاریؒ نے حدیث ابو رافع سے حق شفعہ للجوار ثابت کیا اور حدیث عائشہؓ کو باب الشفعه میں داخل کر کے اقرب باباً کو ابعد پر مقدم قرار دیا۔ تو جار ملاصق اقرب من غیرہ ہوگا تو وہی حقدار ہوگا۔

نواں پارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب فی الاجارات

استیجار الرجل الصالح

ترجمہ۔ نیک آدمی کو مزدور بنانا

وقول الله تعالىٰ ان خير من استاجرت القوى الامين والخازن الامين ومن لم يستعمل من اراده ......

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک بہترین آدمی جس کو تو اجرت پر رکھے۔ طاقتور بھی اور امانت دار بھی ہے۔ اور خزانچی امانت دار ہوتا ہے۔ اور جو شخص خود عہدہ مانگے اسے عہدہ نہ دیا جائے۔

حديث(۲۱۰۶)حدثنامحمدبن یوسف الخ عن ابى موسى الاشعرىؓ قال قال النبى ﷺ الخازن الامين الذى يؤدى مامربه طيبةً نفسه احدالمتصدقين ......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خزانچی امانتدار وہ ہے جس چیز کا اسے حکم دیا جائے وہ اس کو خوشدلی سے ادا کرے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

حدیث(۲۱۰۷)حدثنامسدد الخ عن ابی موسیؓ قال اقبلت الی النبی ﷺ ومعی رجلان من الاشعر یین قال فقلت ماعلمت انهما یطلبان العمل فقال لن اولانتسعمل علی عملنا من اراده ......

ترجمہ۔ ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے ساتھ قبیلہ اشعر کے دو آدمی تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ عہدہ طلب کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہرگز اس کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کا ارادہ کرتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ القوی الامین امین کے لفظ کی ترجمہ پر دلالت ظاہر ہے۔من لم یستعمل من اراد ہ اس معاملہ میں ادب یہ ہے کہ جہاں خیانت کا گمان ہو وہاں طالبِ عہدہ کو عامل نہ بنایا جائے۔ یا یہ شبہ ہو کہ یہ شخص کام کو نہیں نبھا سکے گا یا اچھی طرح سرانجام نہیں دے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی طالب کو عامل نہ بنایا جائے اگر یہی مراد ہو تو پھر اعمال اور اجارات کا دروازہ ہی بند ہو جائیگا اور بسا اوقات مزدوروں کا پتہ نہیں چل سکتا جب تک وہ مزدوری طلب نہ کریں یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود ہی عہدہ طلب کیا۔ جب انہوں نے سمجھا کہ وہ اس قابل ہیں کہ وہ ذمہ واری پوری کریں گے۔قال اجعلنی علی خزائن الارض اور بعض صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ سے اپنی قوم کی امانت کا سوال کیا۔اجعلنی امام قومی کہ مجھے اپنی قوم کا امام بنا دیجئے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا انت امامهم واقتدا باضعفهم تم اس قوم کے امام ہو مگر ضعیفوں کا خیال رکھنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں ان خیر الایۃ دلیل ہے اس بات کی کہ قوی اور امین اجیر بنانے کے لائق ہے اور مبالغہ پیدا کرنے کے لئے خیر کو ان کا اسم بنایا اور فعل کو لفظ ماضی کے ساتھ ذکر کیا اس بات پر دلالت کرنے کے لئے کہ یہ معاملہ مجرب اور مشہور ہے۔اس آیت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جو بنت شعیب علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے مویشیوں کو پانی پلایا تھا قوت کا اندازہ تو اس پتھر کے اٹھانے سے ہوا جس کو دس یا چالیس آدمی مشکل سے اٹھاتے تھے۔ اور امانت یہ ہے کہ مجھے پیچھے پیچھے چلنے کو کہا کہ ان کی طرف نہ دیکھ سکیں۔علامہ عینیؒ نے قرطبی سے نقل کیا ہے کہ ظاہر احدیث سے طلب الامارۃ کی تحریم معلوم ہوتی ہے۔لیکن حدیث میں ہے السائل الحریص یوکل الیها ولا یعان علیها اور خود امام بخاریؒ نے کتاب الاحکام میں ایک باب باندھا من لم یسئل الامارۃ اعانه الله علیها الخ حافظؒ فرماتے ہیں کہ جس نے امارۃ کو حرص کی بنا پر طلب کیا اس کی اعانت نہیں ہوتی۔اصل یہ ہے کہ من تواضع لله رفعه الله ورنہ یوسف علیہ السلام نے اجعلنی علی خزائن الارض اور سلیمان علیہ السلام نے فرمایا هب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی بنا بریں امام بخاریؒ نے اس کے بعد ایک باب باندھا مایکرہ من الحرص علی الامارۃ تو اس طرح روایات میں تطبیق ہو جائے گی۔البتہ امارت میں خطر عظیم ہے اسلئے اکابر ملت نے

اس سے احتراز کیا ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں طلب امارۃ واجب ہو جاتی ہے ۔ جیسے یوسف علیہ السلام جو مصالح امت کو دوسرے لوگوں کی بنسبت بہتر سمجھتے تھے اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے اس لئے مطالبہ کیا۔

باب رعی الغنم علی قراریط

ترجمہ۔ چند قراریط پر بکریوں کو چرانا اور بعض نے کہا قراریط مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے

حدیث (۲۱۰۸) حدثنا احمدبن محمد المکی الخ عن ابی ہریرۃؓ عن النبی ﷺ قال ما بعث اللہ نبیا الارعی الغنم فقال اصحابہ وانت فقال نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکۃ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ آپؐ کے اصحابؓ نے پوچھا کیا آپؐ نے بھی آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اجارۃ اجرت کا اسم ہے اجیر کی اجرت کو کہتے ہیں اور شریعت میں بیع منفعة معلومة باجر معلوم بعض نے کہا تملیك المنافع بعوض۔ مگر پہلی تفسیر بہتر ہے کہ منافع معلومہ کو اجر معلوم کے عوض بیچا جائے یہ اجارہ ہے۔

باب استیجار المشرکین عند الضرورۃ اواذالم یوجد اھل الاسلام وعامل النبی ﷺ یھود خیبر۔

ترجمہ۔ مشرک کو اجیر بنانا جب کہ اہل اسلام میں سے کوئی دستیاب نہ ہو اور جناب نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے یہود سے مزارعۃ کا معاملہ فرمایا۔

حدیث (۲۱۰۹) حدثنا ابراھیم بن موسی الخ عن عائشةؓ واستاجر النبی ﷺ وابوبکرؓ رجلا من بنی الدیل ثم من بنی عبدبن عدی ھادیاخریتا الخریت الماھر بالھدایة قدغمس یمین حلفٍ فی ال العاص بن وائل وھوعلی دین کفار قریش فامناہ فدفعاالیہ راحلتیھماصبیحة لیال ثلث فارتحلا وانطلق معھما عامربن فھیرۃ والدلیل

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ نے قبیلہ بنی دیل پھر بنی عبد بن عدی کا ایک آدمی کرایہ پر لیا جو راہ بتانے والا اور راستوں کا ماہر تھا جو آل عاص بن وائل کی حلف میں شامل ہو گیا تھا اور کفار قریش کے دین پر تھا۔ پس یہ دونوں حضرات اس سے بے خوف ہو گئے اور اپنی دو سواری کی اونٹنیاں اس کے حوالہ کر دیں اور تین راتوں کے بعد اس سے غار ثور پہنچنے کا وعدہ لیا ۔ چنانچہ وہ تین راتیں گذر جانے کے بعد صبح سواری کی اونٹنیاں ان کے پاس لے آیا

الدیلی فاخذبھم وھو طریق الساحل ...... پس یہ دونوں حضرات سوار ہو کر چل پڑے ان کے ہمراہ حضرت عامر بن فہیرہؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے غلام اور یہ دیلی رہبر بھی چل پڑے پس وہ ان سب حضرات کو ساحل سمندر کے راستے سے لے گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ وہ راہبر ان کو ایسے راستے سے لے گیا جو غیر معروف تھا تاکہ کوئی کافر آپؐ سے تعرض نہ کرے تو اس کے لئے ایک ماہر راہبر کی ضرورت تھی۔

اخرات المفازہ پوشیدہ اور تنگ راستوں کا ماہر اس کو خریت کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ خرت الابرۃ سے جس کے معنی سوراخ کرنے کے ہیں۔

قدغمس بمعنی دخل بہ آل العاص بن وائل کا حلیف تھا۔ کہتے ہیں کہ جب لوگ ایک دوسرے سے حلف لیتے تو اپنے ہاتھوں کو خون یا خلوق کے پانی میں ڈبو دیتے تھے۔ جس سے حلف کی تاکید ہو جاتی تھی۔ جاننا چاہئے کہ امام بخاریؒ نے حدیث سے مشرک کو اجیر بنانے کا جواز عندالضرورت ثابت کیا ہے کہ جب کوئی مسلمان دلیل نہ ملا تو مشرک کو رہبر بنایا گیا۔ خیبر کے لئے جب کوئی مسلمان مزارع نہ ملا تو یہود خیبر سے معاملہ کیا گیا۔ اگرچہ ان حدیثوں میں مشرک کے اجیر نہ بنانے کی تصریح نہیں ہے۔ غالباً امام بخاریؒ نے آپ کی دوسری حدیث مسلم سے انا لانستعین بمشرك کو ملا کر جمع بین الاخبار کر دیا کہ عندالضرورت جائز ہے اور اجیر مسلمان کو ترجیح دی جائے گی۔ لیکن ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ عامۃ الفقہاء نے عندالضرورت وعلاوہ ضرورت دونوں صورتوں میں استیجار مشرک کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ اجیر بنانے میں مشرک کی ذلت ہے۔ البتہ مسلمان مشرک کا اجیر نہ بنے۔ کیونکہ اس میں مسلم کی ذلت ہے۔ ترجمہ اذالم یوجد اھل الاسلام سے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مشرکین اور فساق سے استعانت جائز ہے۔ جب کہ وہ اوامر اور نواہی پر قائم ہوں۔ دلیل یہ ہے کہ غزوۂ حنین میں جناب نبی اکرم ﷺ نے صفوان سے مدد لی اور رومیوں کے متعلق خبر دی کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت کریں گے۔ اور منافق سے استعانت تو اجماعاً جائز ہے۔ اس لئے کہ آپؐ نے عبداللہ ابن ابی بن سلول سے مدد لی۔

باب اذا استاجر اجیرا لیعمل لہ بعد ثلثۃ ایام او بعد شھر او بعد سنۃ جازوھما علی شرطھما الذی اشترطاہ اذا جاء الاجل

ترجمہ۔ جب کسی اجیر کو اس طرح مقرر کرے کہ وہ تین دن کے بعد یا مہینہ کے بعد یا سال کے بعد اس کیلئے کام کرے تو یہ جائز ہے جب کہ وہ مدت آجائے جس کی دونوں نے شرط لگائی تھی۔

حدیث (۲۱۱۰) حدثنا یحیی بن بکیر الخ ان عائشۃؓ زوج النبی ﷺ قالت واستاجر

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ نے قبیلہ بنو دیل کا ایک آدمی راہبر

رسول الله ﷺ وابوبکرؓ رجلا من بنی الدیل هادیاً خریتاً وھو علی دین کفار قریشٍ فدفعا الیه راحلتیھما وواعداہ غارثورٍ بعد ثلث لیالٍ براحلتیھما صبح ثلاثٍ .....

جو راستوں کا ماہر تھا اسے اجیر بنایا۔ وہ کفار قریش کے دین پر تھا ان دونوں نے اپنی سواری کی دو اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں اور تین راتوں کے بعد غارِ ثور میں تیسرے دن کی صبح کو اونٹنیاں پہنچانے کا وعدہ لیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث سے تین دن کے بعد عمل کا ثبوت ہے۔ امام بخاریؒ نے مہینہ اور سال کو اس پر قیاس کیا یعنی اجل بعید کو اجل قریب پر قیاس کیا۔ کیونکہ ان میں کوئی افضل نہیں ہے تو حدیث مطلق اجل کے جواز پر دلیل ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ اجارہ اگرچہ زمانِ عمل سے مقدم ہو مگر اجرت تب واجب ہوگی جب کہ معقود علیه کو سر انجام دے گا اس سے امام بخاریؒ نے اس وہم کا دفعیہ کیا ہے کہ عمل شروع کرنے سے پہلے اجیر کو پابند کیا گیا۔ جیسے دیلی کو تین دن تک بعد العقد پابند رہنا پڑا۔ شاید بغیر اجرت یہ عقد ممنوع ہے تو مصنفؒ نے روایت سے بتلا دیا یہ تقدیم عقد جائز ہے۔ اور حبس بلا عوض وہ ایک وعدہ ہے۔ عمل نہیں ہے۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اجرت عمل اور حبس دونوں کے مقابل ہوگی اب کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو فائدہ بیان فرمایا ہے وہ نہایت دقیق ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اجیر عمل میں بعد ایام کے شروع ہوگا۔ یہ جواز ثابت ہے۔ جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اونٹنیوں کو عامر بن فہیرہ چراتا تھا۔ نہ کہ دلیل چراتا تھا۔ اس کو تو صرف راہ بتانے کے لئے اجیر بنایا گیا جس کا عمل تین دن کے بعد شروع ہوا۔

باب الاجیر فی الغزو

ترجمہ۔ جنگ میں اجیر مقرر کرنا

حدیث (۲۱۱۱) حدثنا یعقوب بن ابراھیم الخ عن یعلی بن امیةؓ قال غزوت مع النبی ﷺ جیش العسرة فکان من اوثق اعمالی فی نفسی فکان لی اجیر فقاتل انساناً فعض احدھما اصبع صاحبه فانتزع اصبعه فاندر ثنیته وقال افیدع

ترجمہ۔ حضرت یعلی بن امیہؓ فرماتے ہیں کہ تنگی والے لشکر میں یعنی غزوۂ تبوک میں میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد میں گیا۔ اور یہ میری شمولیت میرے دل میں میرے تمام اعمال میں سے زیادہ قابل وثوق عمل تھا۔ اس غزوہ میں میرا ایک اجیر تھا جس کی کسی دوسرے انسان سے لڑائی ہو گئی تو ان میں سے

اصبعه فی فیك تقضمها قال احسبه قال کما یقضهم الفحل وقال ابن جریح بسند بمثل هذه الصفة ان رجلاً عض یدرجلٍ فاندرثنیته فاهد رها ابوبکرؓ ......

ایک نے دوسرے کی انگلی دانت سے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی انگلی کھینچ لی۔ جس سے اس کا اگلا دانت اکھڑ کر گر پڑا تو وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آپؐ نے اس کے دانت کا قصاص ساقط کر دیا۔ اور فرمایا کہ کیا وہ اپنی انگلی تیرے منہ میں چھوڑ دیتا تاکہ تو اسے دانتوں سے کاٹ کھائے اور میرا گمان یہ ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جیسے نر اونٹ کاٹ کھاتا ہے۔ اور دوسری سند کے ساتھ اس جیسا ایک واقعہ بھی ہے ایک شخص دوسرے شخص کا ہاتھ دانت سے کاٹنے لگا جس سے اس کے اگلے دانت گر پڑے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کا قصاص ساقط کر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جیش العسرة سے غزوۂ تبوک مراد ہے جو ۹ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ موسم سخت گرم۔ باغات کے پھل پک چکے تھے۔ اور پانی و خوراک کی سخت قلت تھی۔ اور سفر دور دراز کا تھا۔

فاهدر اثنیة ای لم یثبت له قصاصاً یہی حکم دوسرے دانتوں کا بھی ہے۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے معاملہ میں کوئی بھی قصاص کا قائل نہیں ہے۔ البتہ ضمان میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ تو ضمان کو بھی ساقط کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ ضمان کے قائل ہیں۔ اور حدیث سے جو اجیر رکھنے کا اثبات ہوتا ہے وہ اجیر للخدمت تھا۔ قتال کے لئے نہیں تھا۔ کیونکہ اعلاء کلمة الله کے لئے قتال کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ دوسرا اس میں نائب نہیں بن سکتا۔

باب من استاجراجیراً فبین له الاجل ولم یبین العمل۔

ترجمہ۔ جس نے اجیر رکھا مدت تو بیان کر دی لیکن عمل بیان نہ کیا۔

لقوله تعالی انی ارید انانکحك احدی ابنتی هاتین الی قوله علی مانقول وکیل یاجر فلاناً یعطیه اجراً ومنه فی التعزیة اجرك الله ...

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا تمہارے ساتھ نکاح کر دوں الخ یا جر فلاناً کسی کو اجرت دے اسی سے تعزیت میں کہا جاتا ہے اجرك الله اللہ تعالیٰ تجھے اجر دے۔ اس عبارت سے امام بخاریؒ کا مقصد تاجر نی ثمان حجج کی تفسیر کرنا ہے۔ اگر اشکال ہو کہ اس باب کے منعقد کرنے سے امام بخاریؒ کا کیا مقصد ہے جب کہ اس باب کے لئے کوئی حدیث بھی ذکر نہیں فرمائی تو جواب یہ ہے کہ بسا اوقات امام بخاریؒ تراجم ابواب منعقد کر کے اس سے فقہی مسائل بتلانا چاہتے ہیں۔ اس جگہ اس قسم کے اجارہ کے جواز کو

ثابت کرتا ہے۔ اور دلیل میں قرآنی آیت بیان فرمائی ہے اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ شرائع من قبلنا میں لڑکی کی شادی بکریاں چرانے پر ہو جاتی تھی لیکن ہماری شریعت میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

باب اذا استاجر اجیرا علی ان یقیم حائطا یرید ان ینقض جاز

ترجمہ۔ جب کوئی اجیر اس شرط پر رکھے کہ جو دیوار گر رہی ہے اس کو سیدھا کر دے تو یہ جائز ہے۔

حدیث (۲۱۱۲) حدثنا ابراهیم بن موسی الخ حدثنی ابی بنؓ کعبؓ قال قال رسول الله ﷺ فانطلقا فوجدا جدارا یرید ان ینقض قال سعید بیده هکذا ورفع یدیه فاستقام قال یعلی حسبت ان سعیدا قال فمسحه بیده فاستقام لوشئت لاتخذت علیه اجرا قال سعید اجرا نا کله .....

ترجمہ۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ترجمہ آیت۔ وہ دونوں حضرات چل پڑے تو اس بستی میں ایک دیوار کو پایا کہ وہ گرنے کے قریب ہے تو سعید نے اپنے ہاتھ کو اس طرح کیا اور اسے اوپر کو اٹھایا جس سے وہ ٹھیک ہو گئی۔ یعلی فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ سعید نے فرمایا کہ اس نے اپنے ہاتھ سے لیپ دے کر اسے سیدھا کر دیا پھر فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے سکتے تھے۔ سعید فرماتے ہیں کہ اجرت جس کو آپ کھا لیتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ جس طرح استیجار میں تعیین اجل یعنی مدت کا مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ عمل کا بیان نہ ہو جیسے گذر چکا۔ اس طرح تعیین عمل جائز ہے اگرچہ وہ مدت واضح نہ ہو جس میں عمل سے فارغ ہونا ہے یہ دونوں قسم کے استیجار شرعاً اور عرفاً معمول بھی ہیں یعنی ان پر عمل ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ جس طرح مدت کی تعیین سے اجارہ منضبط ہوتا ہے اسی طرح تعیین عمل سے بھی منضبط ہوتا ہے۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ دوسرے قسم کا اجارہ جس میں عمل کی تعیین نہ ہو صحیح ہے یا نہیں امام بخاریؒ کا میلان جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ جس پر دلیل آیت قرآنی پیش کی ہے۔ اس سے امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عمل کی تعیین الفاظ میں ضروری اور شرط نہیں۔ بلکہ مقاصد کا اتباع کیا جائے گا الفاظ کا نہیں۔

مولانا محمد حسن مکی نے اپنی تقریر میں لکھا ہے۔ عمل اس جگہ رعی الغنم بکریاں چرانا تھا جس میں یہ بیان نہیں تھا کہ تم نے فلاں زمین میں انہیں چرانا ہے۔ یا فلاں وقت میں چرانا ہے۔ یا سو بکریوں کو چرانا یا دو سو بکریوں کو چرانا ہے۔ تو اس طرح عمل غیر معین ہوا اور اکثر علماء فرماتے ہیں کہ نکاح کا اس حق مہر پر واقع ہونا یہ موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی غیر کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں

غرر یعنی دھوکہ ظاہر ہے۔ دوسرے احدی ابنتی میں منکوحہ کی تعیین بھی نہیں ہے۔ البتہ اس کو وعدہ قرار دیا جاسکتا ہے اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کسی نے ایک سال کی خدمت پر کسی سے نکاح کیا تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں نکاح جائز ہے۔ جب کہ خدمت کا وقت معلوم ہو مثلاً اس کو ایک سال خدمت کرنی پڑے گی۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ہم بستری نہیں کی تو نکاح فسخ ہے اگر ہم بستری کر چکا ہے تو مہر مثل واجب ہو گا۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر آزاد ہے تو مہر مثل دینا ہو گا۔ اگر غلام ہے تو سال بھر کی خدمت کرنی ہو گی امام محمدؒ فرماتے ہیں سال بھر خدمت کی قیمت دینا ہو گی۔ کیونکہ یہ خدمت متقوم ہے۔ باقی تفصیل اوجز میں دیکھی جاسکتی ہے۔

باب الاجارة الی نصف النهار ترجمہ۔ دوپہر تک کے لئے اجارہ کرنا

حدیث(۲۱۱۳)حدثناسلیمان بن حرب الخ عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال مثلکم ومثل اهل الکتابین کمثل رجل استاجر اجراء فقال من یعمل لی من غدوةٍ الی نصف النهار علی قیراطٍ فعملت الیهود ثم قال من یعمل لی من نصف النهار الی صلوۃالعصر علی قیراط فعملت النصاری ثم قال من یعمل لی من العصر الی ان تغیب الشمس علی قیراطین فانتم هم فغضبت الیهود والنصاریٰ فقالوا مالنا اکثرعملاً واقل عطاء قال هل نقصتکم من حقکم قالوا لاقال فذلك فضلی اوتیه من اشاء .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تمہاری مثال اور دونوں کتاب والوں کا حال اس شخص کے حال کی طرح ہے کہ جس نے کچھ مزدور طلب کئے۔ فرمایا جو مزدور میرے لئے صبح سے لیکر دوپہر تک کام کرے گا اسے ایک قیراط ملے گا چنانچہ یہودیوں نے عمل کیا۔ پھر اس نے کہا جو میرے لئے دوپہر سے لے کر عصر کی نماز تک کام کرے تو اسے بھی ایک قیراط ملے گا۔ چنانچہ نصاریٰ نے اس پر عمل کیا۔ بعد ازاں اس نے کہا کہ جو عصر سے لے کر سورج غروب ہونے تک عمل کرے گا اسے دو قیراط ملیں گے پس تم وہی ہو جس پر یہود اور نصاریٰ ناراض ہو گئے۔ کہ ہم سے کام تو زیادہ لیا گیا لیکن عطیہ تھوڑا ملا۔ مالک نے کہا کہ میں نے تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہے انہوں نے کہا نہیں فرمایا یہ افضل ہے میں جس کو چاہوں دے دوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مالنا اکثرعملاً واقل عطاءً ظاہر یہ ہے کہ یہ اکثریت اور اقلیت باعتبار ان سخت تکالیف اور سخت اعمال کے جو پہلی امتوں میں پائے گئے بخلاف اس امت مرحومہ کے تو وہ لوگ دوسری امتوں والے اکثر عملاً ہوں گے۔ اور ہم اکثر عطاء ہوں گے۔ اگر زمان اور وقت کا اعتبار کیا جائے تو یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اگر مجموعہ امت کے زمان کا اور ان کی ملت کے باقی رہنے کا لیا جائے کہ وہ منسوخ نہیں ہوئی اس اعتبار سے امت مرحومہ امت عیسیٰ علیہ السلام کے اعتبار سے اقل زماناً نہیں رہتی کیونکہ ان کا زمانہ تو

صرف پانچ سو سال کا ہوگا۔ اور امت محمدیہ چودہ سو سال سے آگے جارہی ہے۔ اور یہ اکثریت واقلیت ہر ہر فرد کی عمر کے اعتبار سے لی جائے تو بے شک ہماری عمریں ان کی عمروں سے کم ہیں۔ لیکن پھر غضبت الیهود والنصاری صادق نہیں آسکتا۔ کیونکہ جب امت محمدیہ کے ہر ہر فرد کا اعتبار کیا گیا تو اہل کتابین کے بھی ہر ہر فرد کا اعتبار کیا جائے گا۔ تو اس صورت میں غضبوا کا صادق نہ آنا ظاہر ہے کیونکہ ان کے مؤمنین بالانبیاء السالقین کفار کے غیر ہیں۔ جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔ تو اس وقت مؤمنین کی کثرت ہوگی۔ لیکن جب کثرت باعتبار مشقت کے ہو زمان کے اعتبار سے نہ ہو۔ تو پھر مجموعہ زمان امۃ کا دونوں طرف معتبر ہوگا۔ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے طول زمانہ سے اعتراض وارد نہ ہوگا۔ بہر حال یہ مسئلہ بہت غور طلب ہے کیونکہ اس میں بڑے رموز ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تمثیل پر بہت سے اشکالات کئے گئے ہیں جن کے شراحؒ نے کئی جوابات دیئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اکثر عملا صرف یہود کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ ان کا زمانہ زیادہ ہے اس لئے اکثر عملا ہوں گے۔ یہ جواب اس لئے درست نہیں ہے۔ دونوں فریقوں کا اکثر عملا اور ان کے زمانے کا اطول ہونا ظاہر سیاق کے خلاف ہے۔ مولانا حسین پنجابی کی تقریر میں ہے کہ حنفیہؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طریقہ سے ظہر کا وقت عصر سے بڑھ سکتا ہے ورنہ نہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس قسم کے سب ابواب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اجارہ کے لئے یوم کامل ضروری نہیں دن کے حصوں میں بھی اجارہ کیا جاسکتا ہے۔ اہل الکتابین سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ اور کمثل رجل میں تقدیر عبارت یوں ہے مثلکم مع نبیکم ومثل اهل الکتابین من انبیائهم کمثل رجل الخ قیراط نصف دانق اور دانق ایک درہم کا سدس ہوتا ہے۔

باب الاجارة الى صلوٰة العصر — ترجمہ۔ عصر کی نماز کے وقت تک اجارہ کرنا

حدیث (۲۱۱۴) حدثنا اسمعیل بن ابی اویس الخ عن عبدالله بن عمر بن الخطابؓ ان رسول الله ﷺ قال انما مثلکم والیهود والنصاری کرجل استعمل عمالا فقال من یعمل لی الی نصف النهار علی قیراط قیراط فعملت الیهود علی قیراط قیراط ثم عملت النصاری علی قیراط قیراط ثم انتم الذین تعملون من صلوة العصر الی

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کچھ مزدوروں سے عمل کا تقاضا کیا تو کہا کہ کون میرے لئے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کرتا ہے۔ تو یہود نے ایک ایک قیراط پر عمل کیا۔ پھر نصاریٰ نے ایک ایک قیراط پر عمل کیا۔ بعد ازاں تم وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے لے کر غروب شمس تک دو دو قیراط پر عمل کر رہے ہو پس یہود ونصاریٰ ناراض ہوگئے کہ ہمارا عمل بہت ہے اور عطیہ

مغارب الشمس علی قیراطین قیراطین فغضبت الیهود والنصاری وقالو ا نحن اکثر عملاً واقل عطاءً قال هل ظلمتکم من حقکم شیئاً قالوا لا فقال فذلك فضلی اوتیه من اشاء ......

تھوڑا ہے تو آقا نے کہا کہ کیا میں نے تمہارے حق میں سے کسی چیز کی کمی کی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں تو آقا نے کہا کہ پس یہ میرا فضل ہے جسے میں دینا چاہوں دے دیتا ہوں۔

باب اثم من منع اجر الاجیر

ترجمہ۔ جو مزدور کی اجرت کو روکے اس کا گناہ کیا ہے

حدیث (۲۱۱۵) حدثنا یوسف بن محمد الخ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال قال الله تعالی ثلثة انا خصمهم یوم القیمة رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حراً فاکل ثمنه ورجل استاجر اجیراً فاستوفی منه ولم یعطه اجره ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین آدمی ہیں جن سے میں خود جھگڑا کرنے والا ہوں گا۔ قیامت کے دن! ایک تو وہ آدمی ہے کہ جس نے میرے نام سے عہد و پیمان کیا پھر اس سے بے وفائی کی۔ دوسرا وہ آدمی ہے جس نے ایک آزاد آدمی کو بیچا اور اس کے ثمن کی رقم کھائی۔ تیسرا وہ ہے جس نے کسی کو مزدور رکھا کام تو اس سے پورا لے لیا لیکن اس کو مزدوری نہیں دی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ظاہر یہ ہے کہ اس باب کو تینوں ابواب کے آخر میں لانا چاہیئے تھا نہ کہ درمیان میں۔ لیکن امام بخاریؒ ایک نکتہ کی خاطر اسے درمیان میں لائے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس باب سے اشارہ کرنا ہے کہ جیسے تھوڑا تھوڑا عمل ہوتا جائے ایسے اجرت بھی تھوڑی تھوڑی دی جائے۔ اگرچہ عادت یہ ہے کہ اجیر اپنی اجرت یوم کامل یا مہینہ گذرنے کے بعد تقاضا کرتا ہے لیکن اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ دن کے پورے ہونے سے پہلے مطالبہ کر سکتا ہے۔ حتی کہ کسی نے دن کے دو تہائی حصہ میں کام کیا پھر اسے چھوڑ دیا یا نہیں چھوڑا مگر اس کو اختیار ہے کہ اپنی دو تہائی اجرت کا تقاضا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ باب الاجارة الی نصف النهار سے پہلے اس باب کو نہیں لائے کیونکہ اگر ایسا کرتے تو وہم ہوتا کہ اجرت تب واجب ہوگی جب عمل سے فارغ ہوگا۔ اگرچہ آدھا دن ہو اگر اس سے کم پر مطالبہ کرے گا تو جائز نہ ہوگا۔ جب تک عمل سے فراغت نہ ہو۔ تو اس باب کو اس جگہ لا کر بتلا دیا کہ طلب اجرت میں فراغت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ واجب یہ ہے کہ عمل کے ہر جزء پر اجر کی جزء کے مطالبہ کا اختیار ہے مگر ہر گھڑی مطالبہ کرنا موجب حرج ہے اسلئے اسے ساقط کیا گیا۔

باب الاجارة من العصر الی اللیل

ترجمہ۔ عصر سے لے کر رات کے آنے تک اجارہ کرنا

حدیث(۲۱۱۶)حدثنامحمد بن العلاء الخ عن ابی موسیؓ عن النبیﷺ قال مثل المسلمین والیهود والنصاری کمثل رجل استاجرقوما یعملون له عملایوماًالی اللیل علی اجرٍ معلومٍ فعملواله الی نصف النهار فقالوا لاحاجةلنا الی اجرك الذی شرطت لناوماعملناباطل فقال لهم لاتفعلوا اکملوا بقیة عملکم وخذوا اجرکم کاملاً فابوا وترکوواستاجراجرین بعدهم فقال لهماا کملابقیة یومکماهذا ولکما الذی شرطت لهم من الاجر فعملوا حتی اذاکان حین صلوة العصر قالالك ماعلمنا باطل ولك الاجر الذی جعلت لنافیه فقال لهما اکملابقیة عملکمافان مابقی من النهار شئ یسیر فابیاواستاجر قوماً ان یعملوا له بقیة یومهم حتی غابت الشمسُ واستکملوا اجر الفریقین کلیهما فذلك مثلهم ومثل ماقبلوا من هذا النور ......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا مسلمانوں۔ یہودیوں اور نصرانیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کچھ لوگوں کو مزدور رکھا کہ وہ اس کے لئے اجرت معلومہ پر دن بھر رات تک کام کریں۔ چنانچہ انہوں نے دوپہر تک اس کا کام کیا پس کہنے لگے کہ ہمیں تیری اس اجرت کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو آپ نے ہمارے لئے مقرر کی ہے۔ اور ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ سب باطل وضائع ہے۔ آقا نے ان سے کہا کہ ایسا نہ کرو اپنا بقیہ کام پورا کرو۔ اور اپنی پوری اجرت لو تو انہوں نے انکار کیا اور چھوڑ کر چلے گئے۔ تو اس نے ان کے بعد دوسروں کو اجرت پر رکھا پس ان سے کہا کہ تم اس دن کا باقی حصہ کام مکمل کرو تمہیں وہ پوری اجرت دوں گا جو میں نے ان کے لئے مقرر کی تھی چنانچہ انہوں نے کام شروع کیا جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو کہنے لگے کہ ہم نے جو کچھ کام کیا ہے وہ باطل اور ضائع ہے اور جو اجرت تو نے اس دن میں ہمارے لئے مقرر کی تھی وہ بھی تیری ہے۔ اس نے کہا کہ بھائی اپنا کام پورا کرو۔ اب تو دن کا بہت تھوڑا حصہ رہ گیا ہے۔ لیکن انہوں نے انکار کیا تو اس نے کچھ اور لوگ بھرتی کئے کہ جو دن کے بقیہ حصہ میں کام کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے بقیہ حصہ میں یہاں تک کام کیا کہ سورج غروب ہو گیا تو انہوں نے ان دونوں گروہوں کی پوری پوری اجرت وصول کر لی۔ پس یہی مثال ان کی اور ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اس نور کو قبول نہیں کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو حنیفہؒ اوّلاً اس بات کے قائل تھے کہ جب تک تمام منفعہ اور عمل پورا نہ ہو جائے اجرت واجب نہیں ہوتی۔ کیونکہ جیسے ثمن کو مبیع پر تقسیم نہیں کیا جاتا ایسے معقود علیه بھی منقسم نہیں ہوگا۔ لیکن بعد ازاں امام صاحبؒ نے رجوع فرمایا اور ضابطہ بنایا کہ جب اجارہ علی المدة جیسے کہ اجارہ مکان زمین یا دابہ کی قطع المسافة پر ہے

تو جتنا کام کرے گا۔ اس حساب سے اجرت وصول کرے گا۔ مثلاً مکان میں ہر یوم کا مسافتہ میں ہر مرحلہ کا اس طرح ہر گھڑی کا حساب ہو گا لیکن چونکہ اس میں حرج ہے اور اگر اجارہ کپڑے سینے اور کپڑے دھونے پر ہوا ہے تو جب تک کام سے فارغ نہ ہوا اجر کا مستحق نہیں۔ اسلئے کہ ان صورتوں میں بعض عمل نفع بخش نہیں ہے۔ بلکہ نقصان دہ ہے اس لئے پورا کرنے کے بعد مستحق اجر ہو گا۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نفس عقد سے ہی اجرت کا مالک ہو جائے گا۔ کیونکہ جو منافع معدوم ہیں وہ حکماً موجود قرار پائیں گے تاکہ عقد صحیح ہو۔ اور اس کا حکم بدل بھی ثابت ہو جائے گا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ عقد منافع کے حدوث کے ساتھ ساتھ ہی ثابت ہوتا رہے گا۔ اس لئے جمیع عمل کے بعد مستحق اجر ہو گا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ الی اللیل یہ لفظ ابن عمرؓ کی حدیث کے مغایر ہے کیونکہ اس میں الی نصف النہار کی قید ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو دوسرے دین کے ظاہر ہونے سے پہلے ایمان سے عاجز رہے اور الی اللیل ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے دین اسلام کا دور پایا لیکن ایمان نہ لے آئے۔

وما عملنا باطل یہ اشارہ اس طرف ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا جس کی وجہ سے ان کے اعمال ضبط ہو گئے اور اسی طرح نصاریٰ نے محمد ﷺ کے ساتھ کفر کر کے اپنے اعمال ضبط کرا لئے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان کی مدت یہود کی مدت سے نصف تھی۔ گویا کہ انہوں نے جمیع نہار کے چوتھے حصہ پر اقتصار کیا۔

لا تفعلوا ای ابطال العمل وترك الاجر المشروط اگر اشکال ہو کہ اس حدیث سے تو مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اجرت میں سے کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ اور پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اخذ کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ آخذون یعنی لینے والے وہ لوگ تھے جو نسخ سے پہلے مر گئے اور تارکون وہ ہیں جنہوں نے اپنے نبی کے بعد دوسرے نبی کی نبوت سے کفر کیا اس طرح احادیث میں تطابق ہو جائے گا۔

باب من استاجر اجیراً فترك اجره فعمل فیه المستاجر فزاد اومن عمل فی مال غیره فاستفضل ۔

ترجمہ۔ جس نے کوئی مزدور رکھا مگر مزدور اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا۔ مستاجر نے اپنے عمل سے اس کو بڑھا دیا اور جس شخص نے غیر کے مال میں عمل کر کے اس کو بڑھا دیا۔

حدیث (۲۱۱۷) حدثنا ابوالیمان الخ ان عبداللہ بن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انطلق ثلثة رهطٍ ممن کان قبلکم حتی

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تم لوگوں سے پہلے لوگوں میں کچھ لوگ چلے یہاں تک کہ ایک غار میں

اَوَوُالمبيت الى غارٍ فدخلوه فانحدرت صخرة من الجبل فسدت عليهم الغار فقالوا انه لاينجيكم من هذه الصخرة الاان تدعوا الله بصالح اعمالكم فقال رجل منهم اللهم كان لى ابوان شيخان كبيران وكنت لااغبق قبلهما اهلاً ولامالاً فنادى فى طلب شيءٍ يوماً فلم ارح عليهما حتى ناما فحلبت لهما غبوقهما فوجدتهما نائمين وكرهت ان اغبق قبلهما اهلاً او مالاً فلبثت والقدح على يدى انتظر استيقاظهما حتى برق الفجر فاستيقاظا فشربا غبوقهما اللهم ان كنت فعلت ذلك ابتغاء وجهك ففرج عنا مانحن فيه من هذه الصخرة فانفرجت شيئاً لايستطيعون الخروج قال النبى ﷺ وقال الاخر اللهم كانت لى بنت عمٍ كانت احب الناس الى فاردتها على نفسها فامتنعت منى حتى المت بها سنة من السنين فجاء تنى فاعطيتها عشرين ومائة دينارٍ على ان تخلى بينى وبين نفسها ففعلت حتى اذا قدرت عليها قالت لااحل لك ان تفض الخاتم الابحقه فتحرجت من الوقوع عليها فانصرفت عنها وهى احب الناس الى وتركت الذهب الذى اعطيتها اللهم ان كنت فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا مانحن فيه فانفرجت

رات گذرانے کے لئے ٹھکانا پکڑا جب وہ غار میں داخل ہوئے تو پہاڑ سے ایک پتھر کی چٹان گری جس نے ان پر غار کو بند کر دیا آپس میں کہنے لگے کہ اس پتھر سے نجات تمہیں اس صورت میں مل سکتی ہے کہ اپنی زندگی کے نیک اعمال کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے ضعیف العمر تھے میں ان کو اہل وعیال اور مال و مویشی سے پہلے شام کا دودھ پلاتا تھا۔ اتفاق کی بات کہ ایک دن مجھے کسی چیز کی تلاش دور لے گئی میں جب شام کو واپس آیا تو وہ سو چکے تھے۔ پس میں نے ان کا دودھ اٹھایا تو ان کو سویا ہوا پایا اور ان سے پہلے اہل وعیال اور مال کو دودھ پلانا پسند نہ کیا پس میں ٹھہر گیا دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ پر تھا میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا حتی کہ فجر ظاہر ہو گئی۔ تو وہ حضرات بیدار ہوئے اور اپنا دودھ پیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری رضامندی کی طلب کے لئے کیا ہے تو اس پتھر کو ہم سے کھول دے۔ چنانچہ کچھ حصہ کھل گیا۔ لیکن وہ اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے دوسرا بولا کہ اے اللہ! میرے ایک چچا کی بیٹی تھی جو سب سے زیادہ مجھے محبوب تھی میں نے اس سے جماع کی خواہش کی تو وہ میرے سے رک گئی۔ یہاں تک کہ قحط کے سالوں میں سے ایک سال اسے میرے پاس لے آیا تو میں نے اسے ایک سو بیس دینار دیئے تاکہ وہ مجھے ہمبستری کا موقع دے۔ جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہوئی تو کہنے لگی کہ میں تیرے لئے حلال نہیں ہوں اس انگوٹھی یعنی پردہ بکارت کو حلال یعنی نکاح کے ساتھ توڑ سکتے ہو تو میں اس سے ہمبستر ہونے سے باز رہا۔ اور اس سے ہٹ گیا

الصخرة غيرانهم لايستطيعون الخروج منها قال النبی ﷺ وقال الثالث اللهم انی استاجرت اجرّاء فاعطیتهم اجرهم غير رجل واحدٍ ترك الذی له وذهب فثمرت اجره هتی كثرت منه الاموالِ فجاء نی بعد حين فقال ياعبدالله ادّ الی اجری فقلت له كلّ ماتری من اجرك من الابل والبقر والغنم والرقيق فقال ماعبدالله تستهزئ فقلت انی لااستهزئ بك واخذ كله فاستاقه فلم يترك منه شيئاً اللهم فان كنت فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا مانحن فيه فانفجرت الصخرت فخرجوا يمشون .....

حالانکہ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی۔ اور میں نے وہ سونا بھی چھوڑ دیا جو میں نے اس کو دیا تھا اے اللہ ! اگر میرا یہ کام تیری رضامندی کی طلبگاری کے لئے تھا تو جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں اس کو ہم سے کھول دے۔ پس وہ پتھر ان سے کھل تو گیا لیکن وہ اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں اور تیسرے نے کہا کہ اے اللہ ! میں نے کچھ مزدور اجرت پر رکھے تھے۔ جن میں سے سب کو میں نے ان کی اجرت دے دی سوائے ایک آدمی کے جو اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے اس کی اجرت کو بڑھانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس سے بہت سا مال جمع ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ میرے پاس آیا کہنے لگا اے اللہ کے بندے ! میری اجرت تو مجھے ادا کر دو۔ میں نے کہا یہ جو اونٹ۔ بیل۔ بکریاں اور غلام دیکھتے ہو یہ سب تمہاری اجرت سے ہے۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے ! میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا چنانچہ وہ سارا مال ہانک کر لے گیا۔ کچھ بھی نہ چھوڑا اے اللہ ! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا ہے تو جس مصیبت میں ہم گرفتار ہیں وہ ہم سے کھول دے چنانچہ وہ ساری چٹان کھل گئی۔ پس یہ لوگ غار سے نکل کر چل پڑے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وهی احب الناس الی یہ کلمہ دوسری مرتبہ اس لئے لایا گیا جس سے بتلانا ہے کہ میرا اس سے ہٹ جانا اس وجہ سے نہیں تھا کہ میرا دل اس کی محبت سے خالی ہو گیا تھا۔ یا اس کے اس کلمہ نے مجھے ہمبستری سے روک دیا بلکہ خالص تیری خوشنودی کے لئے میں اس سے ہٹا ورنہ اس کی محبت میرے دل میں ویسے ہی موجزن تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے احب الناس کے تکرار کی بہترین توجیہ فرمائی ہے۔ باقی مسئلہ اختلافی گذر چکا ہے کہ اگر کسی نے غیر کے مال میں تجارت اس کی اجازت کے بغیر کی ہے تو جب وہ راس المال مالک کو واپس کر دے تو نفع اسی کا ہو گا۔ وہ مال مغصوب یا ودیعت ہو۔ امام مالکؒ امام اوزاعیؒ اور ابو یوسفؒ یہی فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ راس المال اور نفع سب واپس کرنا ہو گا۔

تشریح از قاسمی"۔ اللهم کا استعمال کلام عرب میں تین طرح پر ہوتا ہے۔ ایک تو ندا کے لئے یہ تو ظاہر ہے۔ دوسرے جہاں مستثنیٰ کی ندرت کی اطلاع دینا ہو۔ جیسے اللهم اذا کان کذا۔ اور تیسرا یہ کہ سوال کے جواب میں جہاں جواب دینے والے کو یقین ہو جیسے کسی نے پوچھا ازید قائم اللهم نعم اس جگہ اللهم اسی قبیل سے ہے۔ غبوق شام کے وقت پینا۔ اہل سے مراد زوجات ہیں۔ اور مال سے مراد غلام ہے۔ اور بعض نے جانور کو بھی شامل کیا ہے۔ نأیَ بمعنی بعد لم ارح رواح سے ہے شام کو واپس آنا۔ برق الفجر ای ظهر الضیاء روشنی ظاہر ہوئی۔ فاردتها عن نفسها طلب جماع سے کنایہ ہے۔ الَمت بمعنی نزلت۔ سنة بمعنی قحط سالی عشرین ومائة کتاب البیوع میں صرف مأته کا ذکر ہے۔ عدد زائد مخالف نہیں ہوتا۔ یا عشرین بطور تبرع کے ہے۔ نقض الخاتم وطی سے کنایہ ہے۔ تحرجت حرج کے معنی تنگی اور گناہ کے ہیں۔

باب من اجر نفسه ليحمل على ظهره ثم تصدق به واجرة الحمال

ترجمہ۔ جو شخص اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھانے کیلئے اپنے کو اجرت پر پیش کرے پھر اس اجرت کو صدقہ کر دے اور باربرداری والے کی اجرت کے بارے میں۔

حدیث (۲۱۱۸) حدثنا سعید بن یحیی الخ

عن ابی مسعود الانصاری قال کان رسول الله ﷺ اذا امر بالصدقة انطلق احدنا الی السوق فیحامل فیصیب المدو ان لبعضهم لمائة الفٍ قال ماتراه الا نفسه ...

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ صدقہ کرنے کا حکم دیتے تو ایک ہمارا بازار کی طرف جا کر بوجھ اٹھاتا جس سے اسے ایک مد یعنی سیر گندم حاصل ہوتی۔ لیکن آج بعض کے پاس لاکھ روپے ہیں فرمایا وہ اپنے نفس ذات کے سوا کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ یا بعضهم سے مراد ابو مسعود کی اپنی ذات مراد ہے۔ کیونکہ اغنیاء میں سے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہی"۔ لبعضهم مأته الف اس سے مراد روایت کا دن ہے تحامل کا دن نہیں ہے۔ اور اس باب کے منعقد کرنے سے امام بخاریؒ کا مقصد ظاہرا یہ ہے کہ باربرداری میں مسلمان کی توہین نہیں ہے بلکہ بوجھ اٹھالینا سوال کرنے کی ذلت سے بہتر ہے اور جس طرح کسب چھوڑ دینا دنیا میں سوال کرنے کی ذلت کا باعث بنتا ہے۔ اس طرح صدقہ چھوڑ دینا افلاس اخروی کی ذلت کا باعث ہے۔

تشریح از شیخ زکریا"۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ طہر غنی سے ہونا چاہیئے یعنی غنی آدمی جس کی ضروریات سے رقم فارغ ہو وہ صدقہ کرے۔ جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ نہ کرے۔ امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اس وہم کا دفعیہ کیا کہ صحابہ کرامؓ کے پاس

کچھ نہیں ہوتا تھا وہ بوجھ اٹھا کر رقم حاصل کرتے اور صدقہ کرتے تھے جب کہ آنحضرت ﷺ ان کو صدقے کا حکم دیتے تھے تو وہ مزدوری کر کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ آج لاکھوں رکھنے والے صدقہ وخیرات کا خیال ہی نہیں کرتے۔

باب اجر السمسرة

ترجمہ۔ دلالی کی اجرت

ولم یر ابن سیرینؒ وعطاءؒ وابراھیمؒ والحسنؒ باجر السمسار باسا وقال ابن عباسؓ لا باس ان یقول بع ھذا الثوب فما زاد علی کذا وکذا فھولک وقال ابن سیرین اذا قال بعہ بکذا فما کان من ربح فھولک او بینی وبینک فلا باس بہ وقال النبی ﷺ المسلمون عند شروطھم ....

ترجمہ۔ حضرت ابن سیرینؒ عطاءؒ ابراہیمؒ اور حسن بصریؒ دلالی کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جو شخص کسی سے کہے کہ اس کپڑے کو بیچ دو۔ اتنی اتنی مقدار سے جو زائد ہو وہ تیرا اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے کہا اتنے اتنے میں اس کو بیچ دو پس جو نفع ہو گا وہ تیرا یا میرے اور تیرے درمیان تقسیم ہو گا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کو اپنی اپنی شرطوں کا پاس کرنا چاہئیے۔

حدیث (۲۱۱۹) حدثنا مسدد الخ عن ابن عباسؓ نھی رسول اللہ ﷺ ان تتلقی الرکبان ولا یبیع حاضر الباد قلت یا ابن عباسؓ ما قولہ لا یبیع حاضر لباد قال لا یکون لہ سمسار .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قافلے والوں سے شہر سے باہر جا کر ملنے سے منع فرمایا اور یہ کہ شہری دیہاتی کے لئے فروخت نہ کرے میں نے کہا اے ابن عباسؓ۔ لا یبیع حاضر لباد کا کیا مطلب ہے فرمایا اس کا دلال نہ بنے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ہمارے نزدیک بھی دلالی کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اگر کسی اور طرف سے فساد لازم آجائے۔ جیسے کہ اجرت مجہول ہو تو پھر دلالی جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول سے بظاہر اطلاق جواز معلوم ہوتا ہے۔ خواہ اجرت معلوم ہو یا نہ ہو۔ غالباً ان کو مضاربت میں نفع معلوم نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ وہ مضاربت جائز ہے۔ اگر ابن عباسؓ کے قول کو وعدہ پر محمول کیا جائے کہ جس قدر ثمن کی مقدار معلوم سے زائد ہو گا وہ اسے دے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن سیرین وغیرہ حضرات اس طرح کی بیع کو جائز کہتے ہیں لیکن امام نخعیؒ ابو حنیفہؒ۔ ثوریؒ اور شافعیؒ اسے مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ اجر مجہول ہے۔ ہمارا استدلال حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے جس کا اس زمانہ میں کوئی

مخالف نہیں تھا دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسرے کی طرف اس شرط پر مال رفع کرنا کہ اگر ثمن مسمی سے زیادہ پر بیچے تو اس کا اگر ثمن مسمی پر بیچے تو کوئی کسی چیز کا مستحق نہیں ہو گا یہ مضارب کی طرح ہے جس کو کوئی نفع نہ ہو۔ اگر کم ہو جائے تو بیع صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ وکیل ہے جس نے رب المال کی مخالفت کی ہے۔

المسلمون علی شرطهم دوسری جگہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو موصول نہیں کیا بلکہ اسحاق کی سند میں کچھ الفاظ زائد ہیں کہ الاشرطا احرم حلالا او احل حراما اور علامہ قسطلانیؒ نے ابن عباسؓ کے قول کے بعد کہا ہے کہ جاز اجرۃ السمسرۃ ایضاً لیکن وہ اجرت مجہول ہے۔ اس لئے جمہور اس کی اجازت نہیں دیتے۔ بلکہ اگر کسی نے اس طرح بیع کر لی تو اسے اجر مثل دیا جائے گا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ جو لوگ دلالی کی اجرت کو جہالت کی وجہ سے جائز نہیں سمجھتے ان کی رائے کے مطابق یہ داخل نہیں ہو گی کیونکہ ان سب حضرات کا اتفاق ہے کہ روایت میں شروط وہ مراد ہیں جو شرع کے مخالف نہ ہوں بلکہ بعض روایات میں استثناء موجود ہے الاشرطا احل حراما وحرم حلالا اجرت سمسار کو نص شامل نہ ہو گی۔

لا یکون له سمسارا تو ابن عباسؓ کے نزدیک یہ نہی بیع حاضر لباد کے ساتھ مختص ہو گی۔ اس صورت کے علاوہ دلالی کی اجرت مکروہ نہ ہو گی۔ جیسے ترجمہ تو ان مذاہب کا بیان ہو چکا ہے تو مفہوم مخالف کے طور بیع الحاضر للحاضر جائز ہو گی۔ لیکن جمہور اجرت معلومہ کی صورت میں اجازت دیتے ہیں۔

باب هل یوا جر الرجل نفسه من مشرك فی ارض الحرب

ترجمہ۔ کیا کوئی شخص دار الحرب میں اپنے آپ کو کسی مشرک کا اجیر بنا سکتا ہے

حدیث (۲۱۲۰) حدثنا عمر بن حفص الخ عن مسروق حدثنا خبابؓ قال کنت رجلا قیناً فعملت للعاص بن وائل فاجتمع لی عنده فاتیته اتقاضاه فقال لا واللہ لا اقضیك حتی تکفر بمحمد فقلت اما واللہ حتی تموت ثم تبعث فلا قال وانی لمیت ثم مبعوث قلت نعم قال فانه سیکون لی ثم مال وولد فاقضیك فانزل اللہ تعالی

ترجمہ۔ حضرت مسروقؒ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت خبابؓ کو حدیث بیان کی فرمایا میں ایک لوہار آدمی تھا میں نے عاص بن وائل کے لئے کچھ کام کیا تو میری کچھ رقم اسکے پاس جمع ہو گئی تو میں تقاضا کرنے کیلئے اس کے پاس آیا اس نے کہا اللہ کی قسم میں اس وقت تک تمہارا قرضہ ادا نہیں کروں گا جب تک تو جناب محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہ کرے میں نے کہا خبردار اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو مر جائے اور پھر اٹھایا جائے۔ اس نے کہا اچھا میں مرنے والا ہوں اور پھر

افرء یت الذی کفر بایتنا وقال لاوتین ما لا وولداً اٹھایا جاؤں گا میں نے کہا ہاں! اس نے کہا تو عنقریب میرے لئے وہاں مال اور اولاد ہوگی۔ تو میں تیرا قرضہ ادا کر دوں گا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری ترجمہ۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ پھر کہتا ہے کہ مجھے مال اور اولاد ملے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ رجلاً قیناً اس جگہ قیناً کا لفظ مطلق ہے جس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو اس کو جاہلیت اور اسلام دونوں پر محمول کرتے ہیں۔ اگرچہ دوسری روایت میں تصریح ہے کہ یہ عمل انہوں نے جاہلیت میں اس کے لئے کیا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے حضرت خبابؓ کی حدیث اس باب میں ذکر کر کے بتلا دیا کہ حضرت خبابؓ مسلمان تھے اور عاص بن وائل مشرک تھا۔ اور مکہ اس وقت جو دار الحرب تھا جس میں مسلمان نے اس کے لئے کام کیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ اس پر مطلع ہوئے اور اسے برقرار رکھا۔ مصنفؒ نے کوئی حکم حتمی ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ احتمال یہ ہے کہ اس کا جواز نظریہ ضرورت کے تحت ہو یا اس کا جواز قبل از اذن لقتال المشرکین ہو۔ اور بعض نے دو شرطوں کے ساتھ جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ کام مسلمانوں کیلئے بھی حلال ہو اور دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو اس عمل سے ضرر نہ پہنچے۔ لیکن ہمارا استدلال یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو ایک یہودی کا اجیر بنایا تھا جو ہر ڈول پانی کے بدلے ایک کھجور لیتے تھے۔ جس کی آنجناب ﷺ کو اطلاع ہوئی جس پر آپؐ نے نکیر نہیں کیا اسی طرح ایک انصاری کا واقعہ بھی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اماواللہ۔ اما حرف تنبیہ۔ لااکفر حتی تموت کی تقریر عبارت ہے۔

باب مایعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب

ترجمہ۔ باب ان چیزوں کے بارے میں جو سورۃ فاتحہ کے ذریعہ عرب کے قبائل پر جھاڑ پھونک کرنے سے جو کچھ دیا جائے اس کا کیا حکم ہے۔

وقال ابن عباسؓ عن النبی ﷺ احق ماا خذتم علیه اجراً کتا ب الله وقال الشعبی لایشترط المعلم الاان یعطی شیئاً فلیقبله وقال الحکم لم اسمع احداً کره اجر المعلم واعطی الحسن دراهم عشرةً ولم یرا بن سیرین

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس چیز پر تم اجرت لے سکتے ہو ان میں سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے۔ اور امام شعبیؒ فرماتے ہیں تعلیم دینے والے کے لئے شرط نہ لگائے۔ مگر جب اسے کوئی چیز دے تو اسے قبول کرتا ہے۔ اور حکمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے نہیں سنا جو معلم کی اجرت کو مکروہ سمجھتا ہو۔ چنانچہ حضرت

باجر القسام باسا وقال كان يقال السحت الرشوة في الحكم وكانوا يعطون على الخرص .....

حسن بصریؒ معلم کو دس درہم دیتے تھے اور ابن سیرینؒ اونٹ کا گوشت تقسیم کنندہ کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے

اور فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ سحت فیصلے میں رشوت لینا ہے۔ تخمینہ کرنے پر بھی رشوت دیتے تھے۔

حدیث(۲۱۲۱)حدثنا ابو النعمان الخ عن ابی سعیدؓ قال انطلق نفر من اصحاب النبی ﷺ في سفرة سافروها حتى نزلوا على حي من احياء العرب فاستضافوهم فابوا ان يضيفوهم فلدغ سيد ذلك الحي فسعوا له بكل شيئ لاينفعه شيئ فقال بعضهم لو اتيتم هؤلاء الرهط الذين نزلوا لعله ان يكون عند بعضهم شيئ فاتوهم فقالوا ياايها الرهط ان سيدنا لدغ وسعينا له بكل شيئ لا ينفعه فهل عند احد منكم من شيئ فقال بعضهم نعم والله انى لا رقى ولكن والله لقد استضفناكم فلم تضيفونا فما انا براق لكم حتى تجعلوننا جعلا فصالحوهم على قطيع من الغنم فانطلق يتفل عليه ويقرأ الحمدلله رب العلمين فكانما نشط من عقال فانطلق يمشي وما به قلبة قال فاوفوهم جعلهم الذى صالحوهم عليه فقال بعضهم اقسموا فقال الذى رقى لاتفعلوا حتى ناتى النبى ﷺ فنذكر له الذى كان فننظر ما يامر فقد موا على رسول الله ﷺ فذكروا له فقال

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کسی سفر میں چلی تو عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ نے یہاں پڑاؤ کیا ان سے مہمانی طلب کی تو انہوں نے مہمانی دینے سے انکار کر دیا۔ اس قبیلہ کا ایک سردار سانپ سے ڈسا گیا ہر چیز استعمال کرنے کی کوشش کی لیکن کسی چیز نے اسے فائدہ نہ دیا تو ان میں سے کسی نے کہا کہ بھائی یہ لوگ جنہوں نے تمہارے یہاں پڑاؤ کیا ہے ان کے پاس جاؤ شاید ان کے پاس کوئی چیز ہو جس سے ہمارے سردار کو فائدہ پہنچے چنانچہ وہ آ کر کہنے لگے کہ اے لوگو! ہمارا سردار ڈسا گیا ہے ہم نے ہر چیز استعمال کر کے دیکھی ہے جس سے اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے۔ تو بعض نے کہا کہ ہے (مسلم میں ہے کہ خود یہی ابو سعید کہنے والے تھے) اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں۔ لیکن چونکہ ہم لوگوں نے تم سے مہمانی مانگی تم نے مہمانی کرنے سے انکار کر دیا۔ بس اس وقت تک جھاڑ پھونک نہیں کروں گا جب تک ہمارے لئے کوئی اجرت مقرر نہ کرو چنانچہ بکریوں کے ایک ریوڑ پر انہوں نے صلح کر لی تو انہوں نے دم کرنا شروع کر دیا۔ جس میں تھوڑی تھوڑی تھوک بھی پھینکتے جاتے۔ اور الحمدلله رب العالمين بھی پڑھتے جاتے تھے۔ وہ ایسا تندرست ہو گیا گویا کسی رسی سے اسے کھول دیا گیا ہے پس وہ اس حال میں چل رہا تھا کہ اس کو کوئی بیماری نہیں تھی

وما يدريك انها رقية ثم قال قد اصبتم اقسموا واضربوا لى معكم سهماً فضحك رسول الله ﷺ وقال ابو عبدالله وقال شعبة حدثنا ابو بشر سمعت ابا المتوكل بهذا ......

تو اس نے کہا کہ ان کو وہ اجرت پوری دے دی جائے جس پر انہوں نے صلح کی تھی۔ تو بعض صحابہؓ نے کہا اسے تقسیم کرلو تو جس نے جھاڑا تھا اس نے کہا کہ ایسا نہ کرو جب تک کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس اس کا ذکر نہ کریں۔ پس دیکھیں آپ ﷺ کیا حکم دیتے ہیں چنانچہ یہ لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ماجرا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا یہ جھاڑ ہے۔ پھر فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا تقسیم کرو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی مقرر کرو۔ جس پر نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ان حضرات نے قرأت اور تعلیم میں خلط ملط کرتے ہوئے ان کو ایک گمان کیا اسی طرح انہوں نے قرأت برائے تلاوت اور قرأت اور دعاء میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے۔ تلاوت قرآن بطور دعاء کے جنبی حائض کے لئے اور جنازہ کے لئے جائز ہے۔ اس کے باوجود قرآنا تلاوت جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے قول کے اگر ظاہری معنی لئے جائیں تو ان کی مخالفت ہمیں کوئی نقصان نہیں دیتی۔ جب کہ ہم نے اپنے مقصود کو روایت صحیحہ سے ثابت کر دیا ہے۔ اگر ان کے کلام کو بغیر تعیین کے اجرت لینے پر محمول کیا جائے پھر تو کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ رہ گیا حکمؒ کا قول اس کا محمل بھی یہی ہے کہ بغیر تعیین کے تعلیم سے قبل کوئی چیز بطور ہدیہ کے معلم کے پاس پہنچائی جائے تو اس کے جواز میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اگر اجرت معین کر کے لینے کے جواز پر محمول کیا جائے تو ضرور امام صاحبؒ کے خلاف ہے تو اس میں خفاء ہے۔ کیونکہ پھر تو کہنا پڑے گا کہ حکمؒ کو اقوال علماء کی اطلاع نہیں یا انہوں نے جھوٹ کہا ہے۔ اس لئے اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ ان کے کلام کو مناسب حال پر محمول کیا جائے۔ تاکہ کوئی خرابی لازم نہ آئے رہ گیا حضرت حسن بصریؒ کا دینا تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بطور منت اور احسان کے تھا کوئی معین اجر نہیں تھا۔ ہاں قسام پر قیاس صحیح نہیں اسلئے کہ تعلیم تو واجب ہے تقسیم لحم تو واجب نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے جو جواز اجرت علی التعلیم پر دلائل قائم کئے ہیں حضرت شیخ گنگوہیؒ نے ان کے عمدہ جوابات دیئے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کسی عبادت پر اجرت لینے کو مکروہ سمجھتے ہیں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ امامت۔ تعلیم القرآن۔ حج وغیرہ پر اجرت کو جائز فرماتے ہیں۔ ان کا استدلال حدیث باب اور دوسری اس روایت سے ہے جس میں ہے کہ آپؐ نے ایک شخص کا نکاح بما معه من القرآن پر کر دیا۔ جب نکاح میں قرآن مہر کا قائم مقام ہو سکتا ہے تو اس کا اجارہ کیوں جائز نہیں ہے۔ علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہؓ میں ایک شخص کو قرآن مجید پڑھایا اس نے مجھے ایک کمان عطا فرمائی۔ میں نے خیال کیا کہ اسے جہاد فی سبیل اللہ میں استعمال کروں گا۔

آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملنے پر آپؐ نے فرمایا اگر جہنم کی کمان لینا چاہتے ہو تو اس کو رکھ لو۔ اس طرح اور احادیث ہیں جو تعلیم القران پر اجرت لینے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور در مختار میں ہے لاتصح الاجارة لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن وغيرها۔ کیونکہ امور دینیہ میں لوگوں سے سستی واقع ہو رہی ہے اگر اجرت ممنوع قرار پائی تو دینی تعلیم اور دینی امور کی اضاعت ہو گی۔ اس لئے آج کل جواز کا فتویٰ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ السحت الرشوة فی الحكم امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ قاضی اپنے فیصلہ پر عوض لے سکتا ہے۔ سحت وہ رشوت ہے جو خلاف حق فیصلہ پر لی جائے۔ اور جو عدل پر رقم لی جائے اس میں کراہت نہیں ہے۔ اور اجر تعلیم بھی اسی طرح ہے لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ السحت الرشوة فی الحكم کا مطلب یہ ہے کہ سحت اس کو کہتے ہیں جو کچھ قاضی اپنے فیصلہ پر لے خواہ وہ حق یا ناحق ہو یہی ان حضرات کی عبارات سے ظاہر ہے لیکن قاضی کو جو تنخواہ دی جاتی ہے وہ حبس اوقات فی حقوق المسلمین کا عوض ہے فیصلہ کا بدلہ نہیں ہے۔ لہذا تعلیم کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ حبس اوقات پر معلم تنخواہ لے سکتا ہے۔ تعلیم پر نہیں ہے تنازع اسی دوسری صورت میں ہے اور اس کو خرص پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ تعلیم واجب ہے خرص واجب نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اجرت خارص اور اجرت قسام پر اجرت تعلیم کو قیاس کیا ہے۔ کہ جب وہ جائز ہیں کہ وہ دفع تنازع کی ایک صورت ہے۔ اسی طرح تعلیم القرآن اور رقیہ بھی جنس واحد ہیں۔ تو ان میں بھی اجرت جائز ہو گی لیکن احنافؒ ان میں فرق کرتے ہیں۔ تعلیم القرآن واجب ہے۔ اور رقیہ واجب نہیں ہے۔ اس لئے کراہت ہو گی۔ البتہ لوگوں کے تھاون کی وجہ سے کراہۃ تنزیہہ ہو گی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ واضربوا لی معكم سهما اس سے بعض حضرات نے جھاڑ پھونک اور تعویذات پر اجرت لینے کو جائز ثابت کیا ہے۔ امام محمدؒ موطا میں فرماتے ہیں جو جھاڑ پھونک قرآن مجید اور ذکر اللہ سے ہو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ اور کلمات کفریہ سے رقیہ جائز نہیں۔ تو اجرت بھی ناجائز ہو گی۔

باب ضريبة العبد وتعاهد ضرائب الاماء۔

ترجمہ۔ غلام پر جو وظیفہ مقرر کیا جائے اور باندیوں کے وظیفہ کا خیال رکھنا ہے

حدیث (۲۱۲۲) حدثنا محمد بن يوسف الخ عن انس بن مالكؓ قال حجم ابو طيبة النبی ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طیبہؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ کے پچھنے لگائے تو آپؐ نے

فامرله بصاعٍ اوصاعين من طعامٍ وكلم مواليه فخفف عن غلته او ضريبته ......

اس کے لئے ایک صاع یا دو صاع غلہ گندم دینے کا حکم فرمایا اور ان کے آقاؤں سے اس کے روزینہ کے بارے میں گفتگو فرمائی چنانچہ اس کے روزینہ مقرر شدہ میں کمی کرادی گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ روایت سے ترجمہ کے دوسرے جزء کا ثابت کرنا تکلف سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ تخفیف کا حکم تو غلام کے روزینہ کے تعاہد پر دال ہے جب غلام کے بارے میں تخفیف کا لحاظ کیا گیا تو باندیوں کے وظائف میں بطریق اولیٰ لحاظ کیا جائے گا کیونکہ اس کے کسب میں حرام کا خطرہ ہے اس لئے اس کے مناسب حال روزینہ مقرر کیا جائے۔ چونکہ روایت سے دو مسئلے ثابت ہوتے تھے تخفیف کے بارے میں آقاؤں سے بات چیت کرنا۔ اور دوسرا اجر حجام کا جواز ثابت ہونا۔ ان دونوں پر تنبیہ کرنے کے لئے لفظ باب سے تنبیہ فرمائی۔ اور تیسرے باب میں جو روایت وارد ہو رہی ہے اس سے تعاہد کے مسئلہ کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرا مسئلہ حرکت کسب الامۃ جب کہ زنا کے ذریعہ باندی سے آمدنی ہو اس کی حرمت کو بھی لفظ باب سے تنبیہ فرمائی۔ خلاصۃ المرام یہ ہے کہ ان سب روایاتؔ میں تعاہد تو مشترک ہے۔ تو پہلے باب سے غلام کے روزینہ میں لحاظ کرنا ہے۔ اور تیسری روایت سے تعاہد باندیوں کا مقصود ہے کہ دیکھو ان کی کمائی حرام کی نہ ہو۔ اس میں دوسرے مسئلے بھی تھے۔ اس لئے ان کو ابواب مختلفہ سے بیان فرمادیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ باب کے دو جزء ہیں۔ جزء اول کو تو حدیث انسؓ سے ثابت فرمایا دوسرے جزء کو اس کے ساتھ لاحق کیا چونکہ اس میں فساد کا گمان تھا کہ کہیں زنا کی کمائی نہ آجائے اس لئے اسے تعاہد کے ساتھ مقید کر دیا مگر یہ اغلب ہے ورنہ عبد کی کمائی بھی سرقہ سے ہو سکتی ہے۔ لیکن شاذ و نادر ہے۔ لہذا جب عبد حجام کے بارے میں تخفیف کر دی گئی تو باندیوں کے بارے میں تخفیف کی جائے۔ تاکہ کسب بالفجور پر مجبور نہ ہو جائیں۔ تو یہ جزء ثانی دلالت التزامی کے طور پر ثابت ہوا۔

اجر الحجام کا مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اجر الحجام حلال ہے۔ حدیث باب ان کا مستدل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خون چوسنے کی وجہ سے اس میں دنائت ضرور ہے۔ لیکن حرام نہیں ہے لہذا حرمت کو تنزیہ پر محمول فرمایا ہے۔ اور بعض نسخ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ پہلے حرام تھا بعد میں اباحت ہو گئی۔ امام طحاویؒ کا میلان اسی طرف ہے۔ امام احمدؒ وغیرہ حر اور عبد میں فرق کرتے ہیں کہ حر کے لئے یہ پیشہ اپنانا مکروہ ہے اور اس کی آمدنی اپنے اوپر خرچ کرنا حرام ہے۔ البتہ غلام اور جانوروں پر اس کا خرچ کرنا جائز ہے اور عبد کے لئے مطلق جائز کہا ہے۔

باب خراج الحجام

ترجمہ۔ پچھنے لگانے والے کا روزینہ

حدیث (۲۱۲۳) حدثناموسی بن اسمعيل الخ عن ابن عباسؓ قال احتجم النبی ﷺ واعطى الحجام اجره...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اس کی اجرت عطا فرمائی۔

حدیث (۲۱۲۴) حدثنامسددالخ عن ابن عباسؓ قال احتجم النبیﷺواعطی الحجام اجره ولوعلم کراهیة لمّ یعطه .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے جناب نبی اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اجرت دی۔ اگر آپؐ اسے مکروہ جانتے تو اسے اجرت نہ دیتے۔

حدیث(۲۱۲۵)حدثنا ابونعیم الخ سمعت انساً یقول کان النبی ﷺ یحتجم ولم یکن یظلم احداً اجره .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کہ جناب نبی اکرم ﷺ پچھنے لگواتے تھے اور کسی پر اس کی اجرت میں کمی نہیں کرتے تھے۔

باب من كلم موالي العبد ان تخففوا عنه من خراجه

ترجمہ۔ غلام کے سرداروں سے بات چیت کرنا کہ وہ اس کے روزینہ میں تخفیف کردیں۔

حدیث(۲۱۲۶)حدثناادم الخ عن انس بن مالكؓقال دعاالنبیﷺغلاما حجاما فحجمه وامرله بصاع اوصاعین او مد او مدین وكلم فيه فخفف من ضريبته .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آپ نبی اکرم ﷺ نے ایک غلام کو بلوایا جس نے آپؐ کے پچھنے لگائے تو آپؐ نے اس کے لئے ایک صاع یا دو صاع یا ایک مد یا دو مد (صاع چار سیر کا اور مد ایک سیر کا ہوتا ہے) کا حکم دیا پھر اس کے بارے میں بات چیت کی چنانچہ اس کے روزینہ میں کمی کردی گئی۔

باب كسب البغي والاماء

ترجمہ۔ زنا کی کمائی اور باندیوں کی کمائی کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اس کا بیان ہے۔

وكره ابراهيم اجرالنائحة والمغنية وقول الله تعالى ولاتكرهوا فتياتكم على البغاء ان اردن تحصناً الى قوله غفوررّحيم وقال مجاهد فتياتكم امائكم ......

ترجمہ۔ اور ابراہیمؒ نے نوحہ کرنے والی اور گانے والی کی اجرت کو مکروہ کہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنی باندیوں کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاکبازی کا ارادہ کریں الخ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ فتیاتکم کے معنی باندیاں ہیں۔

حدیث(۲۱۲۷)حدثناقتيبةبن سعيد الخ عن ابی

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب

مسعود الانصاری ان رسول اللہ ﷺ نھی عن ثمن الکلب ومھر البغی وحلوا ن الکاھن .....

رسول اللہ ﷺ نے کتے کے دام۔ زنا کی خرچی۔ اور نجومی کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

حدیث (۲۱۲۸) حدثنامسلم بن ابراھیم الخ عن ابی ہریرۃؓ قال نھی النبی ﷺ عن کسب الاماء

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے باندیوں کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بین البغی والاماء عموم وخصوص من وجہ زانیہ اور باندی میں عموم وخصوص من وجہ ہے۔ کیونکہ کبھی زانیہ باندی ہوتی ہے اور کبھی حرہ ہوتی ہے مصنفؒ نے حکم کی تصریح نہیں کی۔ اس سے تنبیہ فرمائی کہ باندی کی کمائی فجور سے ممنوع ہے۔ باقی صنائع جائزہ سے ممنوع نہیں یعنی جائز طریقہ سے اس کی کمائی جائز ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کرہ ابراھیم اس اثر سے امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں نہی حرفۃ ممنوعہ پر محمول ہے۔ خواہ وہ زنا کے ذریعہ سے ہو کیونکہ ان میں معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے۔

باب عسب الفحل

ترجمہ۔ نر جانور کی جفتی پر اجرت لینا

حدیث (۲۱۲۹) حدثنامسدد الخ عن ابن عمرؓ قال نھی النبی ﷺ عن عسب الفحل.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جناب نبی اکرم ﷺ نے نر کی جفتی پر خرچی لینے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عسب سے وہ خرچی مراد ہے جو نر جانور کی جفتی پر لی جائے۔ جانور کو عاریت پر لینے سے ممانعت نہیں کیونکہ اس میں تو نسل کو ضائع کرنا ہے۔ البتہ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر کرایہ اور خرچہ لینا ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ بیع غرر ہے۔ کہ نامعلوم پانی رحم میں پہنچا ہے یا نہیں۔ جانور کو اس سے حمل ہوا یا نہیں۔ تو یہ شئ غیر معلوم کی بیع ہوئی جو ممنوع ہے۔

باب اذا استاجر ارضاً فمات احدھما۔

ترجمہ۔ جب کسی نے زمین کو اجارہ پر دیا تو ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔

وقال ابن سیرین لیس لاھلہ ان یخرجوہ الی تمام الاجل وقال الحکم والحسن وایاس بن

ترجمہ۔ تو ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ورثاء کو یہ حق نہیں ہے کہ مستاجر کو نکال دیں بلکہ مدت تمام ہونے تک وہ رہیگا

معاوية تمضى الاجارة الى اجلها وقال ابن عمرؓ اعطى النبی ﷺ خیبر بالشطر فکان ذلك على عهدالنبی ﷺ وابی بکرؓ وصدراً من خلافة عمرؓ ولم یذکر ان ابابکرؓ وعمرؓ جد والاجارة بعد ماقبض النبی ﷺ ......

حضرت حسنؒ۔ حکمؒ اور ایاس بن معاویہؒ فرماتے ہیں کہ اجارہ کو اس کی مدت تک جاری رکھا جائے گا۔ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے نصف بٹائی پر خیبر یہود کو دیا۔ یہ اجارہ عہد نبوی ﷺ میں بھی رہا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور خلافت میں اسی طرح رہا اور یہ کسی نے ذکر نہیں کیا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اجارہ کی تجدید کی ہو۔

حدیث (۲۱۳۰) حدثناموسی بن اسماعیل الخ عن نافعٍ عن عبدالله قال اعطى رسول الله ﷺ خیبر ان یعملوها ویزرعوها ولهم شطرما یخرج منها وان ابن عمرؓ حدثه ان المزرع كانت تكرى على شیئ سماه نافع احفظه وان رافع بن خدیج حدث ان النبی ﷺ نهى عن كراء المزارع وقال عبید الله عن نافع عن ابن عمرؓ حتى اجلاهم عمرؓ

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خیبر کی اراضی یہود کو دے دی تھی کہ وہ اس میں عمل کریں اور کاشت کریں ان کو پیداوار کا آدھا حصہ دیا جائے گا۔ اور ابن عمرؓ نے ان کو یہ حدیث بھی بیان کی کہ قابل کاشت زمینیں کرائے پر دی جاتی تھیں جن کا نافعؒ نے نام لیا جو مجھے یاد نہیں رہا۔ اور حضرت رافع بن خدیجؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کھیتوں کے کرائے سے منع فرمایا عبیداللہ نے کہا عن نافع عن ابن عمرؓ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لیس لاهله ان یخرجوه اگر اس سے مراد جواز ہے تو یہ نہ ثابت ہے اور نہ ہی مسلم ہے اگر اس سے عدم وجوب الاخراج مراد ہو کہ مستاجرین کو نکالنا واجب نہیں تو یہ ثابت بھی ہے اور مسلم بھی ہے۔ اور مذہب حنفیہ کے خلاف بھی نہیں ہے کیونکہ عقد جب موجر اور مستاجر کے درمیان تھا تو جب تک وہ دونوں باقی ہیں عقد بھی باقی ہے۔ جب ایک مر گیا تو ورثاء کو حق نہیں پہنچتا کہ عقد کو تبدیل کریں تو عرف کے اعتبار سے یہ عقد جدید ہو گا جیسے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کوئی مکان ماہانہ کرایہ پر لیا تو یہ عقد صرف ایک مہینہ پر واقع ہو گا لیکن جب اس نے دوسرے مہینہ کا اس مکان میں ایک دن بھی سکونت قائم رکھی تو یہ اس بات اظہار ہو گا کہ یہ مہینہ بھی عقد میں داخل ہے۔ عرف میں ایسا ہی ہے۔ اسی طرح شیخین نے یہود خیبر کو اراضی پر باقی رکھا تو اگر اس باب سے ہمارے علماء پر رد کرنا مقصود ہے تو واقعہ خیبر ان کیلئے دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ احتجاج قصہ کے مکمل ہونے پر ہے جس کو اختصاراً حذف کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں اجارہ فسخ ہوگا یا نہیں جمہور فرماتے ہیں فسخ نہیں ہوا۔ کوفیون اور لیث فرماتے ہیں کہ اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ کیونکہ موت احدھما سے منفعة کا پورا کرنا مشکل ہے کیونکہ انتفاع ملک موجر پر موقوف تھا جب وہ مر گیا تو اس کا ملک زائل ہو کر ورثاء تک پہنچا تو منافع بھی وارث کی طرف منتقل ہوں گے۔ چونکہ مستاجر نے ورثاء کے ساتھ عقد نہیں کیا اس لئے اس کو عقد جدید کرنا پڑے گا۔ اور در مختار میں ہے کہ اگر وارث کبیر بقاء عقد اجارہ پر راضی ہو جائیں اور مستاجر بھی راضی ہو جائے تو جائز ہے۔ رضا بالبقاء کو عقد جدید قرار دیا جائے گا۔ علامہ عینیؒ نے ایک دوسرا جواب دیا ہے کہ خیبر کا قضیہ نہ تو بطور مزارعة کے تھا اور نہ ہی مساقات کے طریق پر تھا۔ بلکہ بطریق خراج تھا۔ کہ صلح اور منت کے طور پر ان کو اراضی خیبر پر رکھا گیا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ اس کے بطور غنیمت کے مالک بن گئے تھے۔ اگر سب کا سب آپؐ لے لیتے تو جائز تھا۔ لیکن آپؐ نے اراضی خیبر ان کے ہاتھ میں رہنے دیں۔ تو خراج توظیف کی طرح یہ خراج مقاسمة ہوا۔ جس میں کوئی نزاع نہیں۔ نزاع جواز مزارعة اور معاملہ میں ہے۔ چنانچہ کسی سے منقول نہیں کہ آپؐ نے ان کی رقاب یا رقاب اولاد میں کوئی تصرف کیا ہو۔ اگر یہ خراج نہ ہوتا تو آپ جزیہ کے نزول کے بعد آپؐ ان سے ضرور جزیہ وصول کرتے۔ لیکن نہ آنحضرت ﷺ نے اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ نے اور نہ ہی حضرت عمرؓ نے ان سے کوئی چیز جزیہ میں وصول کی ہے۔ یہاں تک کہ وہ جلاوطن کر دیئے گئے۔

الحاصل امام بخاریؒ نے ولم یزکران ابا بکر جددالاجارة الخ سے ترجمہ ثابت کیا کہ احد المتواجرین کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا اور نہ ہی تجدید عقد کی ضرورت ہے۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں کہ جب پورا قصہ بیان ہوا کہ یہ تو خراج تھا۔ اجارہ وغیرہ نہیں تھا تو استدلال صحیح نہ ہوا۔ اور خراج مقاسمة یہ ہوتا ہے کہ امام اراضی دے کر مقرر کر دے کہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا یا ثلث یا ربع یا نصف اگر کوئی پیداوار نہ ہو تو کوئی چیز واجب نہ ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحوالات

باب فی الحوالة وھل یرجع فی الحوالة۔

ترجمہ۔باب حوالہ کے بارے میں ہے کیا حوالہ میں رجوع کر سکتا ہے۔

وقال الحسن وقتادة اذاکان یوم احال علیه ملیاً جاز وقال ابن عباسؓ یتخارج الشریکان واھل المیراث فیاخذ ھذاعیناً وھذادیناً فان توی لاحدھما لم یرجع علی صاحبه ....

ترجمہ۔ حسنؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب محال علیہ حوالہ کے دن غنی ہو تو جائز ہے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں دونوں شریک اور میراث والے ایک دوسرے کو نکال سکتے ہیں پس یہ نقد لے لے اور دوسرا ادھار لے پس ان میں سے کسی ایک کا حصہ ہلاک ہو جائے تو وہ دوسرے پر رجوع نہیں کر سکتا۔

حدیث(۲۱۳۱)حدثناعبداللہبن یوسف الخ عن ابی ھریرةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال مطل الغنی ظلم فاذااتبع احدکم علی ملی فلیتبع ...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غنی مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔اور جب تم میں سے کسی ایک کے قرضہ کو کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو وہ اس حوالہ کو قبول کرلے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قال ابن عباسؓ صورت مسئلہ یہ ہے کہ دو شریکوں کا کسی پر قرضہ تھا مدیون مرگیا۔یا اس نے انکار کر دیا۔اور قسم کھا گیا یا فلاش قرار پایا۔ پھر دونوں اس بات پر راضی ہو گئے کہ قرضہ ایک کا نقد دوسرے کا دین یا عین ہلاک ہو گیا تو تقسیم نہیں ٹوٹے گی۔اس لئے کہ جب تقسیم باہمی رضامندی سے ہوئی تو کسی شریک کو دوسرے پر رجوع کا حق نہیں رہا وہ اپنا حصہ لے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں جب مدیون مفلس قرار پائے تو خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے بہر صورت دائن کو رجوع کا حق ہے۔ بغیر افلاس کے رجوع کا حق نہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ رجوع نہیں کر سکتا۔ امام حسن بصریؒ اور شریحؒ وزفرؒ فرماتے ہیں کہ حواله کفالة کی طرح ہے۔ دائن جس پر چاہے رجوع کر سکتا ہے۔ امام بخاریؒ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے ابواب الكفالة کو كتاب الحواله میں داخل کیا ہے۔ اور جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ کسی صورت میں رجوع نہیں کر سکتا امام بخاریؒ نے حدیث سے استدلال کیا کہ جب حوالہ صحیح ہو گیا۔ بعد ازاں قبض دین مشکل ہو گیا کسی وجہ سے تو محتال محیل پر رجوع کرنے کا حقدار نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر رجوع صحیح ہے تو پھر غنی کی شرط کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور حنفیہؒ حوالہ کو ضمان قرار دیتے ہیں۔ جس کے تعذر کے وقت رجوع صحیح ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے دین اور عین کی تقسیم کو ترجمہ میں داخل کر کے حوالہ کو اس پر قیاس کیا ہے۔ اسی طرح وراثت کا بھی یہی حکم ہے۔ جس کو اہل المیراث نے بیان کیا ہے۔

فاذاتبع کا معنی ہے **اذااحيل فليحتل** جب حوالہ کیا جائے تو حوالہ کو قبول کرے۔

باب اذاحال على مليٍّ فليس له رد۔

ترجمہ۔ باب جب کوئی شخص کسی کا قرضہ کسی مالدار کے حوالہ کرے تو اسے رد نہ کرنا چاہئیے

ومن اتبع على مليٍّ فليتبع معناه اذاكان لاحدٍ عليك شيئ فاحلته على رجلٍ مليٍ فضمن ذلك منك فان افلست بعد ذلك فله ان يتبع صاحب الحوالة فيأخذمنه ....

ترجمہ۔ اور جب کسی مالدار کے حوالہ ہو تو اس کا پیچھا کرنا چاہئیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کا کسی پر کوئی حق ہو تو جب تو نے کسی مالدار آدمی کے حوالہ کر دیا پس وہ تیری طرف سے ضامن بن گیا۔ پس اگر تو اس کے بعد مفلس قرار پائے تو وہ صاحب حوالہ کا پیچھا کر کے اس سے وصول کرے۔

حدیث (۲۱۳۲) حدثنامحمدبن يوسف الخ **عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال مطل الغنی ظلم ومن اتبع على مليٍ فليتبع .....**

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جس شخص کے دین کو کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو اسے اسی کا پیچھا کرنا چاہئیے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فان افلست بعد ذلك الخ شاید مؤلفؒ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرض خواہ دائن کے لئے جائز ہے کہ جس سے چاہے وہ مطالبہ کرے۔ اگر یہ غرض نہ ہو تو پھر اتباع کو افلاس کے ساتھ معلق کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ البتہ اگر یہ معنی لئے جائیں کہ جب محیل غنی ہو تو قرض خواہ کو مطالبہ کا حق نہیں۔ اس طرح وہ مفلس قرار پائے تو بھی اس سے مطالبہ نہ کرنا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فیض الباری میں ہے کہ مصنفؒ کا اس جگہ افلست کہنا غیر محل پر ہے کیونکہ محیل کا افلاس مؤثر نہیں ہے اور نہ اس کو اس جگہ کوئی دخل ہے۔ اگر محتال علیہ کا افلاس ذکر نہیں کیا جاتا تو بہتر تھا۔ جس کی جزئیات فقہ میں ملتی ہیں۔ کیونکہ در مختار میں ہے کہ محیل قرضہ اور مطالبہ دونوں سے بری ہو جاتا ہے۔ جب کہ محتال نے حوالہ کو قبول کر لیا۔ اور محتال محیل پر رجوع نہیں کر سکتا البتہ ہلاک ہونے کی صورت میں رجوع کر سکتا ہے۔

باب ان احال دين الميت على رجلٍ جاز۔

ترجمہ۔ جب میت کا قرضہ کسی آدمی کے حوالہ کر دے تو جائز ہے۔

حديث(۲۱۳۳)حدثنا المكى بن ابراهيم الخ عن سلمة بن الاكوع قال كنا جلوساً عند النبى ﷺ اذ اتى بجنازة فقالوا صل عليها فقال هل عليه دين قالوا لا قال فهل ترك شيئاً قالوا لا فصلى عليه ثم اتى بجنازة اخرى فقالوا يارسول الله صل عليها قال هل عليه دين قيل نعم قال فهل ترك شيئاً قالوا ثلثة دنانير فصلى عليها ثم اتى بالثالثة فقالوا صل عليها قال هل ترك شيئاً قالوا لا قال فهل عليه دين قالوا ثلثة دنانير قال صلوا على صاحبكم قال ابو قتادة صل عليه يارسول الله وعلى دينه فصلى عليه ..

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا لوگوں نے کہا حضرتؐ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس کے ذمہ کوئی قرضہ ہے انہوں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کوئی جائیداد چھوڑی ہے انہوں نے کہا نہیں تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر کچھ عرصہ بعد دوسرا جنازہ لایا گیا لوگوں نے کہا یارسول اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھائیں آپؐ نے پوچھا کیا اس کے ذمہ قرضہ ہے کہا گیا ہاں ہے پوچھا کوئی جائیداد ترکہ چھوڑا ہے انہوں نے بتلایا تین دینار چھوڑے ہیں تو آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھا دی۔ پھر کچھ عرصہ بعد تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپؐ اس پر نماز جنازہ پڑھائیں آپؐ نے پوچھا اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں

پھر آپؐ نے پوچھا کہ اس کے ذمہ کوئی قرضہ ہے لوگوں نے کہا تین دینار قرضہ ہے۔ فرمایا اپنے ساتھی پر نماز جنازہ تم پڑھو میں نہیں پڑھتا حضرت ابو قتادہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اس کا قرضہ میرے ذمہ ہے پس تب آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے حوالہ کا ترجمہ باندھا اور ان احال دین المیت کے الفاظ بیان فرمائے۔ پھر حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی روایت اس میں داخل کی۔ حالانکہ وہ ضمان میں سے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ضمان اور حوالہ قریب قریب ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الکفالة

باب الکفالة فی القرض والدیون والابدان وغیرها۔

ترجمہ۔ باب قرضہ اور دیون میں ضمانت شخصی بھی لی جا سکتی ہے اور غیر شخصی بھی۔

وقال ابوالزناد عن محمد بن حمزة بن عمرو الاسلمی عن ابیه ان عمرؓ بعثه مصدقاً فوقع رجل علی جاریة امرأة فاخذ حمزة من الرجل کفیلاً حتی قدم علی عمرؓ وکان عمرؓ قد جلده مائة جلدة فصدقهم وعذره بالجهالة وقال جریر والاشعث لعبداللّٰہ بن مسعود فی المرتدین استتبهم وکفلهم وتابوا وکفلهم عشائرهم وقال حماد اذا تکفل بنفس فمات فلاشئ علیه وقال الحکم یضمن . .

ترجمہ۔ ابوالزناد ایک سند کے ذریعہ حمزہ اسلمیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے انہیں صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا وہاں ایک آدمی اپنی بیوی کی باندی سے ہمبستر ہو گیا۔ تو حضرت حمزہ نے اس آدمی سے ضامن طلب کئے جو اسے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچائیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے سو کوڑے مارے پس اس شخص نے لوگوں کے الزام کی تصدیق کی اور اپنی طرف سے جہالت کا عذر پیش کیا۔ اس لئے رجم نہ ہوا جلد پر عمل ہوا۔ اور حضرت جریر اور اشعث نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرتد ہو جانے والوں کے بارے میں فرمایا کہ انہیں

قید کرو اور ان سے ضمانت لو تو انہوں نے ارتداد سے توبہ کی اور ان کے قبائل والے ان کے کفیل بن گئے۔ اور حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص شخصی ضمانت دے کر مر جائے تو اس پر اور کوئی چیز واجب نہیں۔ حکمؒ فرماتے ہیں کہ ضامن ہوگا۔

حديث(٢١٣٤)وقال الليث بسند عن ابى هريرةؓ عن رسول الله ﷺ وانه ذكر رجلا من بني اسرائيل سال بعض بني اسرائيل انيسلفه الف دينارٍفقال ائتني بالشهداء اشهدهم فقال كفي بالله شهيداًقال فائتني بالكفيل قال كفي بالله كفيلاً قال قال صدقت فدفعها اليه الى اجل مسمىً فخرج في البحر فقضى حاجته ثم التمس مركباً يركبها يقدم عليه للاجل الذى اجله فلم يجد مركباًفاخذ خشبةً فنقرهافدخل فيهاالف دينارٍ وصحيفةً منه الى صاحبه ثم زجج موضعها ثم اتى بها الى البحر فقال اللهم انك تعلم انى كنت تسلفت فلاناً الف دينارٍ فسالنى كفيلاً فقلت كفى بالله كفيلاً فرضي بك وسالنى شهيداً فقلت كفى بالله شهيداً فرضي بك وانى جهدت ان اجدمركباًابعث اليه الذى له فلم اقدر وانى استودعكهافرمى بهافي البحر حتى ولجت فيه ثم انصرف وهوفي ذلك يلتمس مركباً يخرج الى بلده فخرج الرجل الذى كان اسلفه ينظر لعل مركباًقدجاء بمالهفاذابالخشبةالتي فيه المال

ترجمہ۔اور حضرت لیث نے ایک حدیث سند کے ذریعہ سے بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا جس نے کسی اسرائیلی سے قرضہ مانگا جو ایک ہزار دینار تھا تو اس نے کہا کہ میرے پاس گواہ لے آؤ جن کو میں گواہ بناؤں اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میرے گواہ کافی ہیں تو اس نے کہا کوئی ضامن لے آؤ۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ میرے کارساز کافی ہیں تو اس نے کہا تو نے سچ کہا تو اس نے ایک مدت مقررہ تک اسے ایک ہزار دینار سپرد کر دئے۔ چنانچہ وہ سمندری سفر پر نکلا پس اپنی ضرورت پوری کر کے واپس آیا تو ایک کشتی تلاش کرنے لگا تا کہ اس پر سوار ہو کر اپنی اس مدت تک قرض خواہ کے پاس پہنچ جائے جو اس نے اس کے ساتھ مقرر کی تھی۔ لیکن اسے کشتی نہ ملی پس اس نے ایک لکڑی لے کر اسے سوراخ کیا اور اس میں ایک ہزار دینار اور ایک رقعہ جو اسکی طرف سے اپنے قرض خواہ کی طرف تھا رکھ دیا پھر اس سوراخ کو بند کر کے اس جگہ کو برابر کر دیا پھر اس لکڑی کو لے کر سمندر کی طرف آیا اور کہنے لگا اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرضہ لیا تھا۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا میرا اللہ ضامن کافی ہے پس وہ تجھ پر راضی ہو گیا پھر اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں پس وہ آپ پر راضی ہو گیا۔ اور میں نے کوشش کی کہ مجھے کوئی کشتی مل جائے تو میں

فاخذلاهله حطباًفلمانشرهاوجدالمال والصحيفة ثم قدم الذی کان اسلفه فاتی بالف دینار فقال واللہ مازلت جاھداً فی طلب مرکبٍ لاتیك بمالك فماوجدت مرکباًقبل الذی اتیت فیه قال ھل کنت بعثت الی بشیٔ قال اخبرك انی لم اجد مرکباً قبل الذی جئت فیه قال فان اللہ قد ادّی عنك الذی بعث فی الخشبة فانصرف بالف الدینار راشداً ....

اس کی طرف وہ مال بھیج دوں جو اس کے لئے تھا پس مجھے قدرت حاصل نہ ہو سکی۔ اب میں اس لکڑی کو آپ کے پاس امانت چھوڑ تا ہوں۔ چنانچہ اس لکڑی کو سمندر میں پھینک دیا یہاں تک کہ وہ لکڑی سمندر میں گھس گئی۔ پھر یہ واپس پھر کر آ گیا اور اس حال میں وہ کشتی تلاش کرتا رہا کہ کسی طرح اس کے شہر کی طرف پہنچ جائے پس وہ آدمی جس نے اسے قرضہ دیا تھا انتظار کررہا تھا کہ کوئی کشتی آجائے اور اس کا مال لے آئے پس اچانک اس لکڑی کو دیکھا جس میں اس کا مال تھا تو اس نے اس لکڑی کو گھر والوں کے لئے سوختی لکڑی کے طور پر لے لیا پس اس کو توڑا تو اپنا مال اور وہ رقعہ پایا۔ پھر وہ شخص خود آ گیا جس کو اس نے قرض دیا تھا۔ پس وہ ایک ہزار دینار اور لے آیا اور کہنے لگا اللہ کی قسم! میں کشتی کی تلاش میں کوشاں رہا تا کہ تیرا مال لے آؤں پس مجھے اس سے پہلے کشتی نہ مل سکی جس میں اب سوار ہو کر آیا ہوں۔ تو قرض خواہ نے پوچھا کیا تو نے میری طرف کوئی چیز بھیجی تھی۔ تو اس نے کہا میں تجھے بتلاتا ہوں کہ مجھے اس کشتی سے پہلے جس میں میں آیا ہوں اس سے پہلے کوئی کشتی نہ ملی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے وہ قرضہ ادا کر دیا ہے۔ جو تو نے لکڑی کے اندر بھیجا تھا۔ پس وہ ٹھیک ٹھاک اپنے ہزار دینار واپس لے کر گیا۔

<u>تشریح از شیخ گنگوہیؒ</u>۔ وکان عمرؓ جلدہ مأته یہ تعزیر تھی۔ حضرت عمرؓ حد پر تعزیر کی زیادتی جائز سمجھتے تھے۔ اگرچہ اس کی جنس میں سے ہو۔ یہ حضرت عمرؓ کا عمل حضرت حمزہؓ کے آنے اور واقعہ بیان کرنے کے بعد ہوا حالانکہ کان کے لفظ سے اس کے خلاف کا وہم ہوتا ہے۔

<u>**فصدقھم**</u> یہاں سے اس بات کا بیان ہے حضرت عمرؓ نے رجم کیوں نہ کیا۔ صرف تعزیر پر کیوں اکتفا کیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے جب حضرت عمرؓ سے اس کا حال ذکر کیا تو حضرت عمرؓ جان گئے کہ وہ شخص جہالت یا کسی اور وجہ سے معذور ہے۔ اس لئے اس کی تعزیر پر اکتفا کیا۔

<u>**کفلھم عشائرھم**</u> یعنی ان قبائل والوں نے شخصی ضمانت دی کہ وہ لوگ ارتداد کی طرف نہیں لوٹیں گے ورنہ ارتداد پر تو ضمانت نہیں لی جا سکتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ طحاوی میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ بہر حال اس قصہ سے کفالۃ بالابدان کی مشروعیت معلوم ہوئی کیونکہ حضرت حمزہ اسلمیؓ صحابی ہیں۔ اس نے ایسا کام کیا جو حضرات صحابہؓ کی موجودگی میں ہوا۔ اور حضرت عمرؓ نے اس پر کوئی نکیر نہ کیا۔ امام طحاویؒ نے باب الرجل یزنی بجاریۃ ابنہ کے تحت ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ سو کوڑے ہمارے نزدیک تعزیر کے طور پر ہیں۔ وطی بالشبہ کی وجہ سے حد اس سے ساقط کی اور تعزیر اس لئے کہ اس نے ایک غیر حلال فعل کا ارتکاب کیا اور سو کوڑے کی تعزیر خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ باب حد البکر میں تعزیر کے مسئلہ میں اختلاف ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ دس کوڑوں سے زائد نہ لگائے جائیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کوڑوں کی سزا کسی حد کی مقدار تک نہ پہنچے۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام مناسب سمجھے تو حد سے بڑھا سکتا ہے۔

لما فعلہ عمرؓ ظاہر قصہ سے جو طحاوی میں مذکور ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہؓ کے آنے سے پہلے حضرت عمرؓ اسے کوڑے مار چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہؓ نے اس آدمی ملزم سے کفیل لیا۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا لارجمنک کہ میں تجھے سنگسار کروں گا تو ان سے کہا گیا کہ جلدہ عمر ماتہ ولم یر علیہ الرجم وعذرہ بالجاھلیۃ کہ حضرت عمرؓ نے اس کے سو کوڑے لگوائے اور رجم نہیں کیا بلکہ جہالت کی وجہ سے اسے معذور قرار دیا۔ بعض لوگوں نے جاھل عن تحریم الزنا پر بھی حد نہیں ہے کا قول کیا ہے فصدقھم میں فاء تعقب کی دلالت کرتی ہے۔ کہ یہ تصدیق کوڑے مارنے کے بعد ہوئی ہے۔

من زنی بجاریۃ امراتہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر حد کامل واجب ہے۔ امام احمدؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ حد تو نہیں ہے البتہ بیوی کے لئے تاوان دینا پڑے گا۔ جب کہ رضا و رغبت سے ہمبستری ہو۔ اور اس پر زبردستی کی گئی تو پھر باندی کی قیمت کی جائے گی اور باندی آزاد ہو جائے گی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس پر صرف سو کوڑے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تعزیر واجب ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ وہ زانی ہے یہاں کوئی شبہ نہیں اس لئے اس پر حد عائد ہو گی۔ اور ابن المنیر فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے قیاس کیا کہ جب دیون میں کفالۃ بالابدان جائز ہے تو حدود میں بطریق اولیٰ ہو گی۔ اگر اشکال ہو کہ جو چیز ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئی جیسے ارتداد وغیرہ جو حمزہؓ کے قصہ میں ہے۔ تو اس پر محض ضمانت لینے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ کفلھم عشائرھم سے مراد تعاہد اور نگرانی ہے۔ کہ قبائل لوگ ان کا خیال کریں کہ کہیں یہ لوگ پھر مرتد نہ ہو جائیں۔ اور اس آدمی کا خیال رکھیں کہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ تو یہاں کفالت کے فقہی معنی نہ ہوئے جیسے کفلھا زکریا میں تعاھد دیکھ بھال مراد ہے۔

باب قول اللہ تعالی والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم

ترجمہ۔ جو لوگ عقد الحلف کریں تو ان کو بھی ان کا حصہ دے دو۔

حدیث(۲۱۳۵)حدثنا الصلت بن محمد الخ عن ابن عباسؓ ولکل جعلنا موالی قال ورثة والذین عقدت ایمانکم قال کان المهاجرون لما قدموا المدینة یرث المهاجر الانصاری دون ذوی رحمه للاخوة التی اخی النبی ﷺ بینهم فلما نزلت ولکل جعلنا موالی نسخت ثم قال والذین عقدت ایمانکم الا النصر والرفادة والنصیحة وقد ذهب المیراث ویوصی له ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لکل جعلنا موالی ای ورثة والذین عقدت ایمانکم کے بارے میں فرمایا کہ جب مہاجرین حضرات نبی اکرم ﷺ کے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجر انصاری کا وارث ہوتا تھا اس کے رشتہ دار وارث نہیں ہوتے تھے۔ بوجہ اس بھائی چارہ کے جو جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کے درمیان قائم کیا تھا۔ پس جب لکل جعلنا موالی نازل ہوئی والذین عقدت منسوخ ہوگئی پھر فرمایا کہ ان متعاقدین کے درمیان اب صرف نصرت معاونت اور خیر خواہی رہ گئی ہے اب میراث چلی گئی۔ اور اب اسی میراث کے لئے وصیت کی جائے گی۔

حدیث(۲۱۳۶)حدثنا قتیبة الخ عن انسؓ قال قدم علینا عبدالرحمن بن عوف اخی رسول الله ﷺ بینه وبین سعد بن الربیع ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہمارے پاس تشریف لائے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سعد بن ابی الربیع کے درمیان مواخات کرائی (بھائی چارہ)۔

حدیث(۲۱۳۷)حدثنا محمد بن الصباح الخ قال قلت لانس بن مالکؓ ابلغك ان النبی ﷺ قال لاحلف فی الاسلام فقال قد حالف النبی ﷺ بین قریش والانصار فی داری .....

ترجمہ۔ حضرت عاصمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ کیا حدیث تمہیں پہنچی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے قریش اور انصار کے درمیان میری اس حویلی کے اندر حِلف کرایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ موالی نسخت اگر فعل معروف ہے تو ناسخ آیت ہوگی اور منسوخ مواخاۃ بنے گی۔ اگر فعل مجہول ہے تو منسوخ مواخاۃ اور ناسخ کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ وہ یہی آیت ہے۔ بعد ازاں بتلایا کہ اس آیت کی وجہ سے میراث چلی گئی۔ لیکن نصرت اور معاونت باقی ہے۔ پس یہ امر اگر استحبابی ہے تو فبہا اگر وجوب کے لئے ہے تو وہ نصیحت اور نصرت کے بارے میں ہے رفادہ اور وصیت بھی منسوخ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ الفاظ حدیث میں بعض رواۃ کی طرف سے بہت خلل واقع ہوا ہے۔ جس سے شراح کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اس کا حل یہ ہے کہ راوی نے دو آیات تلاوت کیں۔ لکل جعلنا موالی اور دوسری والذین عقدت ایمانکم گویا کہ ان آیات کی تفسیر بیان کرنا چاہتے ہیں پھر مسئلہ مواخات ذکر کیا۔ لیکن لکل جعلناموالی نازل ہوئی تو مواخات منسوخ ہو گئی۔ جب کہ فعل مجہول ہو۔ اگر معروف ہو تو معنی ہوں گے کہ پہلی آیت نے پہلی مواخات کو منسوخ کر دیا۔ تو ہر ایک کا وارث اس کے ترکہ کا وارث ہونے لگا پھر دوسری آیت کی تفسیر شروع کی جس میں ولاء الموالاۃ کا ذکر ہے۔ یا اسی مواخات کا ذکر ہے۔ تو فرمایا کہ یہ معاقدہ منسوخ ہے۔ مگر تین مواقع پر نہیں نصرت ۔ رفادۃ۔ اور نصیحۃ۔

قدذھب المیراث کا مطلب یہ ہوا کہ آیت بعض جزئیات میں منسوخ ہے۔ یعنی میراث میں اور بعض میں محکم ہے۔ نصیحت رفادہ اور نصرت میں میرے نزدیک بھی یہی ہے کہ کوئی آیت بالکل منسوخ نہیں۔ بلکہ بعض جزئیات میں محکم ہوتی ہے۔ کچھ نہیں تو اس جنس کا تذکرہ تو باقی رہتا ہے۔ پھر موالی کے دس معانی بیان کئے گئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ عام مشترک ہے موقع و محل کے مطابق معنی مراد لئے جائیں گے۔ اس باب کو اس جگہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اول اسلام میں حلف سے استحقاق میراث ہو تا تھا وہ بھی ایک عقد تھا جس سے مال لازم ہو تا تھا۔ اس طرح کفالۃ التزام مال بغیر عوض تطوعاً فلزم کہ کفالت بھی بغیر عوض کے مال کو لازم کرتا ہے۔ اس لئے یہ بھی لازم ہو گا۔ حدیث مواخاۃ کی مناسبت کفالۃ سے اس طرح ہو گی کہ جس طرح عقدالمواخاۃ میں وفاء واجب ہے اس طرح کفالۃ میں بھی وفا واجب ہے۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ حوالہ بھی کفالت کی طرح ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ ابواب الکفالۃ کو کتاب الحوالہ میں لائے ہیں۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ کفالت عرف میں نفوس کے اندر ہوتی ہے۔ ضمان اموال میں۔ حمالہ دیات میں اور زعامۃ بڑے بڑے اموال میں۔ زعیم لغت اہل مدینہ کی ہے۔ حمیل لغت اہل مصر کی۔ اور کفیل لغت اہل عراق کی ہے جس کا معنی ہے التزام حق ثابت فی ذمۃ الغیراواحضارمن علیہ وعین مضمونۃ اور حضرت ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں یہ حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہوا۔ دونوں آیتوں میں جمع اس طرح ہو گی کہ الوالارحام اولیاء معاقدہ سے اولیٰ ہیں۔ جب ذوی الارحام نہ رہیں تو معاقدون وارث ہوں گے۔ تو بیت المال سے وہ زیادہ حقدار ہوں گے۔ اور علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ ہے حکم باقی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ قرض اور دین میں یہ فرق ہے کہ دین تو معاملات میں جو رقم ذمہ میں رہ جائے وہ قرض عام ہے۔ کفالۃ دو قسم ہے بالابدان وبالاموال۔

باب من تکفل عن میت دیناً فلیس لہ ان یرجع وبہ قال الحسن

ترجمہ۔ جو شخص کسی میت کے قرضہ کا ضامن پڑ جائے تو اسے میت کے ترکہ سے رجوع نہیں کرنا چاہئے حضرت حسن بصریؒ اسی کے قائل ہیں۔

حدیث(۲۱۳۸)حدثنا ابو عاصم الخ عن عاصمِ الخ عن سلمة بن الاکوعؓ ان النبی ﷺ اتی بجنازة لیصلی علیها فقال هل علیه من دینٍ قالوا لا فصلی علیه ثم اتی بجنازةٍ اخری فقال هل علیه من دینٍ قالوا نعم قال صلوا علی صاحبکم قال ابو قتادة علی دینه یارسول الله فصلی علیه ..

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپؐ اس پر نماز پڑھیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس پر قرضہ ہے تو انہوں نے کہا نہیں تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔ پھر دوسرا لایا گیا تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس کے ذمہ قرضہ ہے لوگوں نے کہا ہاں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا اپنے ساتھی پر تم ہی نماز جنازہ پڑھو میں نہیں پڑھتا۔ حضرت ابو قتادہؓ نے فرمایا یارسول اللہ! اس کا قرضہ میرے ذمہ رہا تو تب آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی۔

حدیث(۲۱۳۹)حدثنا علی بن عبدالله عن جابر بن عبداللهؓ قال قال النبی ﷺ لو قدجاء مال البحرین قد اعطیتك هکذا وهکذا ثم یجیء مال البحرین حتی قبض النبی ﷺ فلما جاء مال البحرین امر ابوبکر فنادی من کان له عندالنبی ﷺ عدة اودین فلیاتنا فاتیته فقلت ان النبی ﷺ قال لی کذا وکذا فحثی لی حثیة فعدتها فاذاهی خمس مائةٍ وقال خذ مثلیها ...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر بحرین سے مال آگیا تو میں تجھے اتنا دونگا پس بحرین کا مال نہ آیا یہاں تک کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی۔ پس جب بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جس شخص کیلئے نبی اکرم ﷺ کا وعدہ ہو یا قرضہ ہو وہ ہمارے پاس آئے میں اسے دوں گا۔ تو میں نے کہا حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس قدر مال کا میرے لئے وعدہ فرمایا تھا۔ تو انہوں نے ایک چلو بھر کر مجھے دیا۔ میں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو درہم تھے آپ نے فرمایا اس سے دوگنا اور لے لو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ روایت کی ترجمہ پر دلالت ظاہر ہے۔ لیکن اس کا دارومدار اس پر ہو کہ حضرت ابو قتادہؓ کا وعدہ کفالت تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اور آنحضرت نبی اکرم ﷺ کا نماز پڑھنا حضرت ابو قتادہؓ پر اعتماد کر کے تھا۔ اور وہ صحابی ہیں۔ اور مؤمن کا وعدہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ہتھیلی میں لے لینا۔ نیز! اس جگہ مقصود دین کے معاملہ کی اہمیت پر تنبیہ کرنا ہے تاکہ اس سے تجاوز نہ ہو جب وہ وثوق حاصل ہو گیا تو پھر نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر آپؐ کو حضرت ابو قتادہؓ کے وعدہ پر اعتماد نہ ہوتا یا خلاف ورزی کا خطرہ ہوتا تو نماز نہ پڑھاتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میرے والد مرحوم نے مولانا خلیل احمد مرحوم کی طرف سے اپنی تقریر میں لکھا ہے کہ شاید

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ قرضہ جب صحیح ہوا اور کوئی اس کا ضامن بن جائے تو یہ محض وعدہ نہیں بلکہ قرضہ واجب الاداء ہوا۔ بعد ازاں اس سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ شیخ خلیلؒ نے اسے اقرار قرار دیا ہے جو لازم ہو گا۔ شیخ گنگوہیؒ بھی علی قضاء کے تحت یہی فرماتے ہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ لیس له ان یرجع یعنی کفالۃ لازمہ ثابتہ ہے اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی احتمال ہے جس قدر مال کا کفیل بناتا ہے وہ میت کے ترکہ سے وصول نہ کرے چنانچہ علماء کا اختلاف ہے۔ ابن لیلی فرماتے ہیں کہ ضمان لازم ہے خواہ میت نے کوئی مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ضمان نہیں ہے۔ اگر میت نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے تو اتنی مقدار کا ضامن ہو گا۔ اگر ترکہ اس قدر ہے کہ اس سے قرضہ پورا ہو جاتا ہے تو جمیع قرضہ کا ضامن ہو گا۔ اور ترکہ میں رجوع بھی نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی طرف سے تبرع ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میت کے ترکہ سے وصول کرنے کا اسے حق حاصل ہے کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہؒ پر حجت ہے کہ جب میت قرضہ پورا کرنے کا مال نہ چھوڑ جائے تو اس کی ضمان دینا صحیح نہیں ہے جس کے جواب میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کی امام ابو حنیفہؒ پر جسارت ہے کہ امام صاحبؒ ثبوت حدیث کی کیسے مخالفت کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اس پر عمل اس لئے ترک کر دیا کہ ان کو یہ حدیث ملی نہیں یا ان کے نزدیک اس کا نسخ ثابت ہے چنانچہ ابو ہریرہؓ کی روایت چار ابواب کے بعد آ رہی ہے۔ جو نسخ پر دلالت کرتی ہے۔ انا اولی با المؤمنین من انفسهم الآية من ترك دينا فعلی قضاء ه ومن ترك مالا فلورثته کہ جو شخص قرضہ چھوڑ کر مرا اس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے۔ اور جو مال چھوڑ کر مرا وہ وارثوں کا حق ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ عدہ او دینا فلیاتنا شاید استدلال کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اگر وعدہ کرنے والا اپنے وعدہ سے رجوع کر سکتا ہے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے وعدے پورے کرنے میں اس کے محتاج ہیں۔ کہ آیا جناب نبی اکرم ﷺ نے ان وعدوں سے رجوع کیا یا نہیں۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کی تفتیش نہیں کی تو معلوم ہوا کہ مواعید میں سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے۔ وہ شرعی احکام میں تو واجب نہیں البتہ اخلاق میں وعدہ وفائی ضروری ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وعدہ کرنے والا اپنے وعدہ سے رجوع کا حق رکھتا ہے لیکن اس کی شان کے لائق یہ ہے کہ ایفائے وعدہ کا عزم کرے۔ اور باطن میں یہ ارادہ کرے کہ پورا نہیں کروں گا تو یہ دھوکہ ہو گا۔ جو ممنوع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ امام پر واجب ہے کہ وہ بیت المال سے فقراء کے قرضے ادا کرے اسلئے کہ آپؐ کا ارشاد ہے علی قضاء ہ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرضہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے مدیون میت کو قبر میں عذاب نہ دیا جائے۔ جیسے کہ حدیث ابو قتادہؓ کے آخر میں آنجناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے۔ اور بعض روایات میں ہے عدة المؤمن كا خذاليد کہ مؤمن کا وعدہ کرنا ہاتھ پکڑنے کی مانند ہے۔ اس لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے قائم مقام کی حیثیت سے آنحضرت ﷺ کے وعدہ اور دیون کو ادا کیا۔ حدیث سے تو ثابت ہوا کہ وفاء بالوعد واجب ہے۔ اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ خبر واحد معتبر ہے۔

اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت جابرؓ سے کوئی گواہ طلب نہیں کیا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں وعدہ کو پورا کرنا واجب ہے یا مستحب ہے۔ جمہور ائمہ اسے مستحب کہتے ہیں۔ اگر ترک کر دیا تو سخت کراہت ہو گی۔ اور ایک جماعت ایفاء وعدہ کو واجب کہتی ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ وعدہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں عسی اور ابن مسعودؓ انشاء اللہ فرماتے تھے۔ چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ وفاء وعدہ وغیرها استحباباً مؤکداً ویکره اخلافه یعنی وعدہ کو پورا کرنا مستحب ہے۔ جس کی خلاف ورزی مکروہ ہے۔

باب جوار ابی بکرٍ فی عهد النبی ﷺ وعقده

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پناہ لینا اور معاہدہ کرنا

حدیث (۲۱۴۰) حدثنا یحیی بن بکیر الخ ان عائشة رضی الله عنها زوج النبی ﷺ قالت لم اعقل ابوی الا وهما یدینان الدین قال ابو عبدالله وقال ابو صالحٍ بسند الخ ولم یمض علینا یوم الا یاتینا فیه رسول الله ﷺ طرفی النهار بکرةً وعشیةً فلما ابتلی المسلمون خرج ابوبکرؓ مهاجراً قبل الحبشة حتی اذا بلغ برك الغماد لقیه ابن الدغنة وهو سید القارة فقال این ترید یا ابابکرٍ فقال ابوبکرٍ اخرجنی قومی فانا ارید ان اسیح فی الارض فاعبد ربی قال ابن الدغنة ان مثلك لایخرج لایخرج فانك تکسب المعدوم وتصل الرحمَ وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق وانا لك جار فارجع فاعبد ربك ببلادك فارتحل ابن الدغنة فرجع مع ابی بکر فطاف فی اشراف کفار قریش فقال لهم ان ابابکر

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں مجھے تو اور کچھ معلوم نہیں اتنا جانتی ہوں کہ میرے ماں باپ کسی دین پر عمل کرتے ہیں۔ اور ابو صالح کی سند ہے کہ کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گذرتا تھا کہ جس میں جناب رسول اکرم ﷺ دن کے دونوں حصوں میں صبح اور شام تشریف نہ لاتے ہوں پس جب مسلمانوں کی مشرکین کی طرف سے آزمائش شروع ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے جب برك الغماد کے مقام تک پہنچے تو قارہ قبیلے کا سردار ابن الدغنہ آپ سے مل کر کہنے لگا اے ابوبکرؓ آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ مجھے میری قوم نے نکلنے پر مجبور کر دیا میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی زمین میں چل پھر کر اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں ابن الدغنہ نے کہا کہ تیرے جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ ہی نکالا جا سکتا ہے۔ کیونکہ آپ تو مفلس آدمی کو کام پر لگاتے ہیں۔ اور صلہ رحمی کرتے ہیں لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمانوں کی خاطر داری کرتے ہیں۔ اور حق کے حادثات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ میں تجھے پناہ دینے والا ہوں آپ واپس چلیں اور اپنے شہروں میں اپنے رب کی

لایخرج مثله ولایخرج اتخرجون رجلایکسب المعدوم ویصل الرحم ویحمل الکل ویقری الضیف ویعین علی نوائب الحق فانفذت قریش جوارابن الدغنة وامنو ابا بکرؓ وقالوا لابن الدغنة مر ابا بکرؓ فلیعبد ربه فی داره فلیصل والیقرا ماشاءولایؤذینابذلك ولایستعلن به فاناقد خشینا ان یفتن ابناء ناونساء ناقال ذلك ابن الدغنة لابی بکرؓ فطفق ابو بکرؓ یعبد ربه فی داره ثم بدألابی بکرؓ فابتنی مسجدا بفناء داره وبرز فکان یصلی فیه ویقرأ القران فیتقصف علیه نساء المشرکین وابناء هم یعجبون وینظرون الیه وکان ابو بکرؓ رجلا بکاء لایملك دمعه حین یقرأ القران فافزع ذلك اشراف قریش من المشرکین فارسلواالی ابن الدغنة فقدعلیهم فقالوا له اناکنا اجرناابابکرؓ علی ان یعبد ربه فی داره وانه جاوز ذلك فابتنی مسجداً بفناء داره واعلن الصلوة والقراة وقد خشیناان یفتن ابناء ناونساء نا فاته فان احب ان یقتصر علی ان یعبد ربه فی داره فعل وان اباء الا ان یعلن ذلك فسله ان یرد الیك ذمتك فانا کرهنا ان نخفرك ولسنا معمرین لابی بکرؓ الاستعلان قالت عائشةؓ فاتی ابن الدغنة ابابکرؓ

عبادت کریں تو ابن الدغنہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو واپس لے کر چل پڑا اور قریش کے سرداروں کے پاس آنے جانے لگا ان سے کہا کہ ابو بکرؓ جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جاسکتا ہے کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو مفلسوں کے کام بناتا ہے صلہ رحمی کرتا ہے۔ لوگوں کے قرض وغیرہ کے بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمان کی خاطر داری کرتا ہے اور حق وصداقت کے حادثات میں مدد کرتا ہے۔ تو قریش نے ابن الدغنہ کے پناہ دینے کو چالو کردیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو امان دے دی۔ اور انہوں نے ابن الدغنہ سے کہا کہ ابو بکر صدیقؓ کو حکم دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے نماز بھی پڑھے اور جو کچھ اس کی مرضی ہو پڑھے اس کی وجہ سے ہمیں تکلیف نہ دے۔ اور نہ ہی یہ کام علانیہ کرے۔ کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہمارے بچوں اور عورتوں کو فتنہ میں مبتلا نہ کردے (کہ وہ بے دین ہو جائیں) ابن الدغنہ نے یہ شرائط ابو بکرؓ کے سامنے پیش کئے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے گھر میں عبادت کرنی شروع کردی اپنے گھر کے علاوہ کہیں بھی علانیہ نہ نماز پڑھتے تھے نہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے اپنی رائے کے مطابق اپنی حویلی کے صحن میں ایک چھوٹی سی مسجد بنالی اور کھلم کھلا ہو کر نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے پس مشرکین کی عورتیں اور بچے ان پر ٹوٹ پڑتے اس پر تعجب کرتے اور اسے دیکھتے رہتے اور حضرت ابو بکرؓ کثرت سے رونے والے آدمی تھے جب قرآن مجید پڑھتے تو اپنے آنسو ضبط نہ کرسکتے۔ مشرکین قریش کے سرداروں کو اس بات نے گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ تو انہوں نے ابن الدغنہ کو بلوا بھیجا وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا

فقال قدعلمت الذی عقدت لك علیه فاما ان تقتصر علی ذلك واما ان تردالی ذمتی فانی لااحب ان تسمع العرب انی اخفرت فی رجل عقدت له قال ابوبکرؓ انی ارد الیك جوارك وارضی بجوارالله ورسول الله ﷺ یومئذٍ بمکة فقال رسول الله ﷺ قداریت دار هجرتکم رأیت سبخةً ذات نخلٍ بین لابتین وهما الحرّتان فهاجر من هاجر قبل المدینة حین ذکر ذلك رسول الله ﷺ ورجع الی المدینة بعض من کان هاجر الی ارض الحبشة وتجهز ابوبکرؓ مهاجراً فقال له رسول الله ﷺ علی رسلك فانی ارجوا ان یؤذن لی قال ابوبکرؓ هل ترجوا ذلك بابی انت قال نعم فجلس ابوبکرؓ نفسه علی رسول الله ﷺ لیصحبه وعلف راحلتین کانتا عنده ورق السمر اربعة اشهرٍ ....

کہ ہم نے ابو بکر صدیقؓ کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے گا۔ لیکن اس نے ان شرائط سے تجاوز کیا ہے کہ اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی۔ اور علانیہ نماز اور قراۃ کرتا ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں مبتلا کر کے دین سے نہ پھیر دے۔ پس وہ اگر اپنے گھر پر اپنے رب کی عبادت پر اکتفا کرنا پسند کرتا ہے تو کرلے ورنہ اگر وہ یہ سب کچھ علانیہ کرنے پر بضد ہے تو اس سے کہو کہ تیری ذمہ واری واپس کر دے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تیری امان کی خلاف ورزی ہو۔ اور ہم ابو بکر صدیقؓ کے علانیہ عبادت کرنے کے اقرار کرنے والے نہیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابن الدغنہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے کہ جس چیز پر تم نے ہم سے معاہدہ کیا ہے پس اب یا تو اسی کے پابند رہو یا میری ذمہ واری واپس کر دو کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب میں میری امان کی خلاف ورزی کا چرچا ہو جو میں نے کسی شخص کے لئے معاہدہ کیا ہے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں تیری ذمہ واری تجھے واپس کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوتا ہوں جناب رسول اللہ ﷺ ان دنوں مکہ معظمہ میں تھے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خواب میں تمہارا دار الھجرت دکھلایا گیا ہے وہ کھجوروں والی شور زمین ہے جو کالے کالے پتھروں والی زمین کے درمیان ہے وہ دونوں کنارے پتھر والی زمین کے ہیں پس جس وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا ذکر فرمایا تو کچھ لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت شروع کر دی اور بعض وہ لوگ جو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے اور ابو بکر صدیقؓ بھی ہجرت کے ارادے سے تیاری کرنے لگے جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابھی ٹکے رہو جلدی نہ کرو کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ میرا باپ آپ پر قربان ہو۔ کیا آپؐ بھی اس ہجرت کی امید رکھتے ہیں آپؐ نے فرمایا ہاں! تو حضرت ابو بکرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت کیلئے اپنے آپ کو روک لیا۔ اور چار ماہ تک اپنی دو سواری کی ان اونٹنیوں کو کیکر کے پتوں کی گھاس کھلاتے رہے جو اونٹنیاں آپؐ کے پاس تھیں۔

حدیث(۲۱۴۱)حدثنایحیی بن بکیرالخ

عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ كان يؤتى بالرجل المتوفى عليه الدين فيسئال هل ترك لدينه فضلا فان حدث انه ترك لدينه وفاء صلى والا قال للمسلمين صلوا على صاحبكم فلما فتح الله عليه الفتوح قال انا اولى بالمؤمنين من انفسهم فمن توفى من المؤمنين فترك دينا فعلى قضاؤه ومن ترك مالا فلورثته .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی فوت شدہ آدمی لایا جاتا جس کے ذمہ قرضہ ہوتا تو آپؐ پوچھتے کہ کیا اس نے اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لئے کوئی فالتو مال چھوڑا ہے۔ پس اگر آپؐ کو بیان کیا جاتا کہ اس نے اپنے قرضہ کی پوری ادائیگی کے لئے کچھ چھوڑا ہے تو آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھتے ورنہ مسلمانوں سے فرماتے کہ تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھو۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر فتوحات کا دروازہ کھولا تو فرمایا میں مؤمنین سے ان کی ذاتوں سے زیادہ قریب ہوں پس جو شخص مؤمنین میں سے فوت ہو جائے پس اپنے پیچھے قرضہ چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کیلئے ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اخرجنی قومی اس جملہ میں اسناد مجازی ہے کیونکہ وہ لوگ اداء طاعات سے روکنے کا سبب بنے اور اونچی آواز سے قرآن پڑھنے اور نماز سے روکنے کا سبب بنے۔ فعلی قضاء چونکہ علی وجوب کے لئے ہے لہذا اس سے کفالت ثابت ہوئی اور ایسی ہی تاویل ابو قتادہ کی گذشتہ حدیث میں کی جائے گی تاکہ حدیث باب کے مطابق ہو جائے۔ کیونکہ اس میں ہے علی دینه تو اس سے قرضہ اپنے اوپر لے کر کفالت کا اقرار کر لیا۔ اور ظاہر ہے کہ صحابی کی شان کے لائق ہے کہ جو چیز انہوں نے تبرعا اپنے اوپر واجب کی ہے اس سے رجوع نہ کریں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اخرجنی ای تسببوانی اخراجی اسیح سیاحه کے معنی میں بغیر کسی خاص مقام پر قیام کرنے کے چلتے رہنے کو کہتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے چونکہ ارض حبشہ کا قصد کیا تھا جہاں تک رسائی بغیر سیر وسیاحت کے نہیں ہو سکتی اسلئے اسیح کہنا صحیح ہوگا۔

فابتنى مسجدا بفناء داره الخ قطب گنگوہیؒ اس جگہ ایک اشکال کا جواب دینا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ابن الدغنہ سے جو عہد ومعاہدہ کیا تھا صدیق اکبرؓ نے اسے کیوں توڑا۔ جواب یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ابن الدغنہ سے مسجد نہ بنانے کا عہد نہیں کیا تھا بلکہ اس نے کہا تھا فاعبدربك ببلادك کہ اپنے شہروں میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ قریش کا قول ابن الدغنہ کے معاہدہ سے خارج تھا۔ ابو بکرؓ پر اس کی پابندی لازم نہیں تھی۔ ابتداء میں آپ نے ابن الدغنہ کی تالیف قلب کے لئے پابندی کی تھی۔ صاحب التیسیر نے لکھا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ نے اس کا معاہدہ نہیں کیا تھا۔ اور ان کی ممانعت صلوۃ قرآن دینداری کے منافی سمجھا اس لئے اس کی پاسداری نہ کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الوکالة

وکالة الشریك الشریك فی القسمة وغیرها وقد اشرك النبی ﷺ علیا فی هدیه ثم امره بقسمتها

ترجمہ۔ کتاب الوکالۃ اور ایک شریک کا دوسرے شریک کو تقسیم وغیرہ میں وکیل بنانا۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے قربانی کے جانوروں میں وکیل بنایا تھا پھر ان کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

حدیث(۲۱۴۲)حدثنا قبیصة الخ عن علیؓ قال امرنی رسول الله ﷺ ان اتصدق بجلال البدن التی نحرت بجلودها ....

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں قربانی کے ان اونٹوں کو جو ذبح کردیئے گئے ان کے جھل اور ان کے چمڑے صدقہ کردوں۔

حدیث۲۱۴۳)حدثنا عمرو بن خالد الخ عن عقبة بن عامرؓ ان النبی ﷺ اعطاه غنماً یقسمها علی صحابته فبقی عتود فذکره للنبی ﷺ فقال ضح به انت .....

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو کچھ بکریاں عنایت فرمائیں کہ انہیں آپ کے ساتھیوں میں تقسیم کردے۔ بکری کا ایک بچہ جو ایک سال کا تھا بچ گیا۔ جس کا انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا تو فرمایا کہ تم ہی اس کو قربانی کے لئے ذبح کردو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فبقی عتود بکریوں میں مسلمان شریک تھے کیونکہ وہ بیت المال میں سے تھے تو ایک شریک کا دوسرے کو تقسیم کرنے میں وکیل بنانا جائز ہوا۔ جیسے کہ غیر قسمت میں وکالت جائز ہے۔ تو ترجمہ دو جزء کے اعتبار سے ثابت ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وکالة بفتح الواو وکسرها جس کے لغوی معنی سپرد کرنا اور حفاظت کرنے کے ہیں۔ اور شرعی معنی ہیں کسی شخص کا دوسرے کو اپنے قائم مقام بنانا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ الوکالة الحفظ فی اللغة اور اسی سے وکیل اللہ تعالیٰ کے

ناموں میں سے ایک نام ہے۔اور توکیل کے معنی کسی امر کا سپرد کرنا ہے۔ تاکہ وہ اس میں تصرف کرے۔اور وکیل اسی کو سرانجام دے گا۔

فضحی به انت حافظؒ فرماتے ہیں کہ ضحی به انت میں ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جن کا تقسیم میں حصہ تھا۔اور وہ خود بھی تقسیم کے متولی بنے اور اس کی تائید حدیث کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ قربانی کے جانوروں کو آپ نے ان کے درمیان تقسیم کر دیا تھا قسم بينهم ضحايا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کو ترجمہ سے اس طرح مطابقت ہوگی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کو تقسیم ضحایا میں وکیل بنایا۔اور وہ موهوب لهم میں شریک بھی تھے۔ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ شریک کی وکالت جائز ہے۔جیسے کہ وکیل کی شرکت جائز ہے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ تقسیم میں وکالت ثابت ہوئی غیر قسمت میں وکالت کو اس پر قیاس کیا گیا بکذا قال العینی۔

باب اذا وكل المسلم حربيا فى دار الحرب اوفى دار الاسلام جاز

ترجمہ۔ جب کوئی مسلمان کسی حربی کو دار الحرب میں یا دار الاسلام میں وکیل بنائے تو جائز ہے۔

حديث (٢١٤٤) حدثنا عبدالعزيز بن عبدالله الخ عن عبدالرحمن بن عوفؓ قال كاتبت امية بن خلف كتاباً بان يحفظني في صاغيتي بمكة واحفظه في صاغيته بالمدينة فلماذكرت الرحمن قال لااعرف الرحمن كاتبني باسمك الذي كان في الجاهلية فكاتبته عبدعمرو فلما كان في يوم بدر خرجت الى جبل لاحرزه حين نام الناس فابصره بلال فخرج حتى وقف على مجلس من الانصار فقال امية بن خلفٍ لانجوت ان نجاامية فخرج معه فريق من الانصار في اثارنا فلماخشيت ان يلحقوناخلفت لهم ابنه لاشغلهم فقتلوه ثم ابوحتى يتبعوناوكان رجلاً ثقيلاً فلما

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اور امیہ بن خلف نے ایک معاہدہ تحریر کیا کہ وہ مکہ معظمہ میں میرے خاص مال کی حفاظت کرے گا۔اور مدینہ میں میں اس کے خاص مال کی حفاظت کروں گا پس جب میں نے رحمٰن کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں رحمٰن کو نہیں پہچانتا تم اپنا وہی نام لکھو جو تمہارا جاہلیت میں تھا۔ چنانچہ میں نے اسے عبد عمرو لکھ دیا جب بدر کی لڑائی شروع ہوئی تو میں ایک پہاڑ کی طرف نکل گیا تاکہ جب لوگ سو جائیں تو میں اس کی حفاظت کروں پس اسے حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا وہ سیدھے انصار کی مجلس میں پہنچ کر کہنے لگے کہ چلو امیہ بن خلف کو پکڑو۔اگر امیہ نجات پا گیا تو میری خیر و نجات نہیں۔ چنانچہ انصار کی ایک جماعت ہمارے پیچھے پیچھے ان کے ساتھ ہو گئی۔ پس جب مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ انہوں نے ہمیں آلیا۔ تو ان کے لئے میں نے امیہ کے بیٹے کو

ادر کونا قلت له ابرك فبرك فالقيت عليه نفسی لامنعه فتخللوه بالسیوف من تحتی حتی قتلوه واصاب احدهم رجلی بسیفه و کان عبدالرحمن بن عوف يرينا ذلك الامر فی ظهرقدمه قال ابو عبدالله سمع یوسف صالحاً وابراهیم اباه ....

پیچھے چھوڑ دیا تا کہ وہ ان کو مشغول رکھ سکے۔ لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا پھر وہ ہمارے پیچھے آگئے۔ امیہ موٹا اور بھاری بھر کم آدمی تھا جب انہوں نے ہمیں آلیا تو میں نے اس سے کہا کہ تو گھٹنوں کے بل بیٹھ جا۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا میں نے اپنا بدن اس پر ڈال دیا۔ تا کہ میں اسے روک سکوں لیکن ان لوگوں نے میرے نیچے سے اس کو تلواروں کے ساتھ ڈھانپ لیا یا میرے نیچے سے ہی اپنی تلواریں اس تک پہنچادیں یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ اور ان میں سے ایک کی تلوار نے میرے پاؤں کو زخمی کر دیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنے قدم کے اوپر زخم کا نشان ہمیں دکھاتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ توکیل فی دارالحرب تو ظاہر الثبوت ہے لیکن توکیل فی دارالاسلام قیاساً ثابت ہوگی پھر یہ وہم ہوتا ہے کہ بدر کی لڑائی میں جب مشرکوں کو ہلاک کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ایک مشرک کے چھڑانے کی کوشش کیوں فرمائی حالانکہ یہ موقع ان کو ٹھکانے لگانے کا تھا۔ تو جواب یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ سمجھا کہ اس کو بھگانے میں ایک تو یہ ہے کہ وہ ورطہ موت سے بچ جائے گا۔ دوسرے فرار کی صورت میں اس کے ایمان لانے کی امید ہے۔ نیز! اس کا بھگا دینا کافروں کی شوکت توڑنے کا باعث ہوگا۔ ممکن ہے دوسرے بھی اس کو اختیار کریں۔ خصوصاً ان کے ضعفاء کو جب معلوم ہوگا کہ ہمارا سردار بھاگ گیا ہے تو دوسروں کو قرار نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی جنگ میں ثابت قدمی دکھائیں گے۔ تو اس میں ان کی جماعت کو منتشر کرنا تھا اور مسلمانوں کو ان کی ریشہ دوانیوں سے دور رکھنا تھا۔ اور پھر اسے گھٹنوں کے بل بٹھا کر اپنے آپ کو اس پر ڈالنے کی صورت میں اسے قتل سے بچانے کی کوشش کرنا اس لئے تھا کہ فرار کی صورت میں جو فائدہ مذکورہ حاصل ہوتا وہ قتل کی صورت میں نہیں ہو سکتا تھا اس لئے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اس کے قتل کی بنسبت اس کے فرار کو بہتر سمجھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قوله فی صاغتيه امیہ کا مدینہ منورہ میں نہ تو کوئی مال تھا اور نہ ہی اہل وعیال تو صاغتیہ سے مراد وہ ضرورت ہوگی جس کا امیہ محتاج ہوگا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمۃ الباب سے اس طرح مطابقت ہوگی کہ حضرت عبدالرحمٰن مسلمان دارالاسلام مدینہ میں تھے۔ اور امیہ بن خلف کافر دارالحرب میں تھا۔ جن سے معاہدہ ہوا کہ ہر ایک نے اپنے مصالح ایک دوسرے کے سپرد کر دیئے کہ ان کا لحاظ رکھا جائے یہی توکیل ہے۔ وکیل کا یہی کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے مؤکل کے مصالح کا لحاظ رکھے اگر اشکال ہو کہ محض اس معاہدہ سے جواز توکیل کیسے ثابت ہوگا تو کہا جائے گا کہ یقینی بات ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جناب نبی اکرم علیہ کی اطلاع کے بعد ہی ایسا کیا ہوگا جس پر آپؐ نے نکیر نہیں فرمائی۔ تو اس سے صحت توکیل ثابت ہوگئی اگر شبہ ہو کہ ترجمہ کے تو دو جزء تھے۔ حدیث سے

ایک جزء توکیل السلم حربیا ثابت ہوئی۔ وہ بھی دار الحرب میں۔ دوسرا جزء ثابت نہ ہوا۔ تو کہا جائے گا کہ دوسرا جزء توکیل فی دارالاسلام بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔ چنانچہ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ مسلم کا حربی مستامن کو وکیل بنانا اور حربی مستامن کا مسلمان کو وکیل بنانے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ نیز! حضرت شیخ گنگوہیؒ نے قتل امیہ کی بنسبت فرار کو جو ترجیح دی ہے اور اس کے جو فائد بتلائے ہیں ان کی طرف شراح میں سے کسی نے توجہ نہیں فرمائی۔ کہ ممکن ہے امیہ ممنون ہو کر مسلمان ہو جائے۔ یا کم از کم مشرکین کی جماعت تو قلیل ہوتی ہے۔

لانجوت جملہ دعائیہ ہے جس کے معنی ہیں اللہ کرے میں نہ بچوں۔ دوسرے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں یوم بدر میں قریش کو امان نہیں تھی۔ اس لئے حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی امان کی پرواہ نہیں کی۔ اس طرح یجیر علی المسلم ادناھم کہ ادنیٰ مسلمان بھی کافر کو پناہ دے سکتا ہے والی حدیث منسوخ ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے تھے۔ رحم الله بلالاً فجعتی باسیری ترجمہ اللہ تعالیٰ بلالؓ پر رحم کرے۔ جنہوں نے مجھے قیدی کی وجہ سے دکھ پہنچایا۔ فیض الباری میں عبد عمر کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کی تحقیق بیان کی گئی ہے کہ عبد کی اضافت جب غیر اللہ کی طرف ہو تو وہ غیر معبود من دون الله ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر معبود نہ ہو تو موھم الیه ہوگا یا نہیں۔ غیر اللہ اگر معبود ہے تو اس کی طرف اضافت حرام ہے۔ اگر موھم ہے یعنی عبادت کا وہم ہوتا ہے تو مکروہ ہے۔ ورنہ نہیں توعبدالعزیٰ حرام ہوگا۔ عبدالنبی مکروہ ہوگا۔ عبدالمطلب جائز ہوگا۔ عبدالنبی میں بھی تفصیل ہے۔ اگر مغالطہ کا خوف ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ حدیث سے وفاء عہد کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ حضرت عبدالرحمٰنؓ مکہ معظمہ میں امیہ بن خلف کے دوست تھے۔ تو جو عہد ان دونوں کے درمیان تھا حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اسے نبھایا۔

باب الوكالة فى الصرف والميزان وقدوكل عمروابن عمرفى الصرف

ترجمہ۔ سونے چاندی اور تول کے اندر وکیل بنانا چنانچہ حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ نے نقدی کے اندر وکیل بنایا۔

حدیث (٢١٤٥) حدثنا عبدالله بن يوسف الخ عن ابى سعيد الخدرىؓ وابى هريرةؓ ان رسول الله ﷺ استعمل رجلاً على خيبر فجاءهم بتمر جنيب فقال اكل تمر خيبر هكذا فقال انالنا خذ الصاع من هذا بالصاعين والصاعين بالثلة فقال لاتفعل بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنيبا

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر کا عامل بنایا تو وہ آپؐ کے پاس عمدہ کھجوریں لے آیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا سارے خیبر کے علاقہ میں کھجوریں ایسی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم دو صاع کے بدلے ایک صاع عمدہ کھجور کا لیتے ہیں۔ اس طرح تین صاع کے بدلے دو صاع عمدہ لیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اب ایسا نہ کرنا۔ بلکہ سب کو نقد دراہم سے بیچو۔ اور پھر

وقال فی المیزان مثل ذلك ....

دراہم سے عمدہ کھجور خرید کرو۔ اور اسی طرح تول کے بھی کرو۔

باب اذا ابصر الراعی او الوکیل شاة تموت اوشیأ یفسد ذبح واصلح مایخاف علیه الفساد۔

ترجمہ۔ جب چرواہا یا وکیل کسی بکری کو مرتا دیکھے یا کوئی چیز خراب ہو رہی ہے تو اس بکری کو ذبح کر دے اور جس چیز کے خراب ہونے کا خطرہ ہے اس کو ٹھیک کر دے۔

حدیث(۲۱۴۶) حدثنا اسحق بن ابراهیم الخ عن کعب بن مالك ؓ انه کانت لهم غنم ترعی بسلعٍ فابصرت جاریة لنا بشاة من غنمنا موتاً فکسرت حجراً فذبحتها به فقال لهم لاتاکلوا حتی اسال النبی ﷺ اوارسل الی النبی ﷺ من یساله وانه سال النبی ﷺ عن ذلك اوارسل فامره باکلها قال عبید الله فیعجبنی انها امة وانها ذبحت تابعه عبدة عن عبیدالله .....

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالک ؓ کی بکریاں سلع پہاڑ میں چرتی تھیں تو ہماری ایک باندی نے ہماری بکریوں میں سے ایک بکری میں موت کے آثار دیکھے پس ایک پتھر کو توڑا اور اس سے ذبح کر دیا تو لوگوں نے ان سے کہا کہ نہ کھاؤ۔ یہاں تک کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھ لوں یا آپ کی طرف ایسا آدمی بھیجا جو آپ ؐ سے پوچھ کر آئے چنانچہ اس نے آنجناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا یا آپ ؐ نے پیغام بھیجا جس میں انہوں نے کھانے کا حکم دیا عبید اللہ کہتے ہیں مجھے اس کی باندی ہونے اور اس کے ذبح کرنے نے تعجب میں ڈال دیا۔ عبدة نے عبید اللہ کی متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی ؒ۔ بیع صرف کے اندر وہم ہوتا تھا کہ اس میں شاید توکیل جائز نہ ہو اس لئے بیع صرف میں عوضین کے قبض کرنے سے پہلے تفارق ناجائز ہے۔ مؤکل اصل ہے جو عقد کے وقت موجود نہیں ہے تو بغیر قبض کے افتراق لازم آیا تو اس کا دفعیہ کیا کہ وکیل مباشر ہے لہذا سب حقوق اس کی طرف راجع ہوں گے پس وکیل کا قبضہ اصیل کا قبضہ شمار ہوگا۔ باب میں الراعی والوکیل وارد ہے روایت ایک ہے۔ ترجمہ اس طرح ثابت ہوا کہ جاریہ (باندی) راعیہ بھی ہے اور وکیله بالحفظ بھی ہے اس باب سے اس طرف اشارہ ہوا کہ وکیل امور خیر میں مؤکل کی مخالفت کر سکتا ہے۔ اگرچہ اس نے اجازت نہ دی ہو۔ کیونکہ یہ دلالۃ اجازت ہے۔

فیعجبنی انها امة مقصد یہ ہے کہ باوجود باندی ہونے کے اس نے مولیٰ کے مصالح کی رعایت کی۔ اس کا تفکر اچھا رہا۔ حالانکہ باندیاں ایسی نہیں ہوا کرتیں۔

تشریح از شیخ زکریا ؒ۔ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ سب علماء کا اتفاق ہے کہ بیع صرف کے اندر وکالۃ جائز ہے۔ حتی کہ

اس میں وکیل کا قبض معتبر ہوگا۔ مؤکل کا نہیں۔ چنانچہ آپؐ نے عامل خیبر سے فرمایا بع الجمع بالدراھم یعنی بیع ربوا سے اس کو منع فرمایا اور بیع بطریق سنۃ کا اسے حکم دیا۔ جب مکیلی اور موزونی اشیا میں وکالۃ ثابت ہوئی تو بیع صرف میں بھی ثابت ہوگی۔ پس ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ بیع الطعام یداً بید یہ بھی بیع صرف کی طرح ہے یعنی دست بدست ہونے میں برابر ہیں۔ نیز! حافظؒ نے ابن المنذر سے نقل کیا ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس حدیث باب سے ذبیحہ کے حلال یا حرام ہونے سے بحث کرنا نہیں ہے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ راعی اور وکیل سے ضمان ساقط ہو جائے گی۔ اور اوجز المسالك میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عورت کا ذبیحہ جائز ہے۔ خواہ عورت حرہ (آزاد ہو) یا باندی۔ چھوٹی ہو یا بڑی ہو پاک ہو یا ناپاک ہو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔ یہی جمہور کا مسلک ہے البتہ امام مالکؒ سے صبی اور عورت کا ذبیحہ بلاضرورت مکروہ نقل کیا گیا ہے۔ اور ابن المنذرؒ نے تو سب علماء کا جواز ذبیحہ صبی والمرأۃ پر اجماع نقل کیا ہے۔

رات مصلحه لمولیٰ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے ایک اجماعی مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی نے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کر دیا تو جائز ہے۔ البتہ داؤد ظاہری وغیرہم چور اور غاصب کے ذبیحہ کو جائز نہیں کہتے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حدیث باب ان پر حجت ہوگی۔ اور یہ فائدہ جو قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمایا ہے دیگر شراحؒ نے اس کا تعرض نہیں کیا۔

باب وكالة الشاهد والغائب جائزة وكتب عبدالله بن عمرو والى قهر مانه وهوغائب عنه ان يزكى عن اهله الصغير والكبير ....

ترجمہ۔ حاضر اور غائب دونوں کی وکالت جائز ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے منیجر کی طرف لکھا حالانکہ وہ ان سے غائب تھا۔ کہ وہ ان کے گھر والوں چھوٹے اور بڑوں سب کی طرف سے فطرانہ ادا کر دے۔

حدیث (۲۱۴۷) حدثنا ابونعیم الخ عن ابی هريرةؓ قال كان لرجل على النبی ﷺ سن من الابل فجاءه يتقاضاه فقال اعطوه فطلبوا سنه فلم يجد وله الاسناً فوقها فقال اعطوه فقال اوفيتنی اوفى الله بك قال النبی ﷺ ان خياركم احسنكم قضاء ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ذمہ ایک شخص کا معمر اونٹ تھا وہ تقاضا کرنے کے لئے آیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو اونٹ دے دو۔ پس ایسے اونٹ کو تلاش کیا گیا جو نہ ملا۔ البتہ اس سے اونچی عمر کا ملا تو آپؐ نے فرمایا یہی دے دو تو اس شخص نے کہا آپؐ نے مجھے پورا کر کے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو پورا پورا بدلہ دے جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو بہتر طریقہ پر قرضہ ادا کرنے والا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فقال اعطوہ اس میں توکیل غائب کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ کا یہ حکم صرف حاضرین پر بند نہیں تھا۔ بلکہ اگر وہ لوگ ان حاضرین کے سوا کسی اور کو عطیہ کا حکم دے دیتے تو بھی صحیح تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چنانچہ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ اعطوہ میں اگرچہ خطاب حاضرین کو ہے لیکن عرف اور قرائن کے اعتبار سے آنحضرت ﷺ کے سب وکلاء کو شامل ہے۔ خواہ موجود ہوں یا غائب ہوں۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ حاضر کے لئے وکالت تو ظاہر ہے غائب کے لئے بھی توکیل ثابت ہوگی۔ کیونکہ حاضر کی موجودگی میں جب خود فعل کو سرانجام دے سکتا ہے پھر بھی وکیل بنایا تو غائب کی حالت میں تو بطریق اولیٰ وکالت جائز ہوگی۔ اس لئے کہ وہ اس کا محتاج ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ شہر کے اندر موجود ہونے والے کی توکیل بغیر عذر کے بھی جائز ہے۔ امام ابو حنیفہؒ عذر کی وجہ سے جائز اور بغیر عذر کے ناجائز کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موجودگی کی صورت میں مخالف کا حق طلب الحضور ساقط نہیں ہو جاتا۔ اور اس حدیث سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ قرض الحیوان جائز ہے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں قرض اس چیز کا ممکن ہے جس کا مثل ہو۔ مکیلات۔ موزونات۔ یا عددیات متقاربہ جس کا مثل نہیں اس کا قرض بھی جائز نہیں۔ مگر اس کا رد کرنا مشکل ہو جائے گا۔ نہ عین رد کر سکتے ہیں نہ اس کی قیمت۔ کیونکہ متقومین کی قیمتوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ لہذا استقراض حیوان ناجائز ہوگا۔

باب الوكالة في قضاء الديون

ترجمہ۔ قرضہ ادا کرنے کے بارے میں وکیل بنانا

حدیث (۲۱۴۸) حدثنا سليمان بن حرب الخ عن ابی هريرةؓ ان رجلا اتى النبى ﷺ يتقاضاه فاغلظ فهم به اصحابه فقال رسول الله ﷺ دعوه فان لصاحب الحق مقالا ثم قال اعطوه سنا مثل سنه قالوا يارسول الله لا نجد الا امثل من سنه فقال اعطوه فان من خيركم احسنكم قضاء ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرضے کا تقاضا کرنے لگا پس اس یہودی نے اس میں سخت سست کہا صحابہ کرامؓ نے اس پر سختی کرنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو کیونکہ حقدار کو بات چیت کرنے کا حق حاصل ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کے معمر اونٹ کی طرح اونٹ دے دو انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس اونٹ سے افضل موجود ہے فرمایا وہی دے دو۔ کیونکہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو عمدہ طریقہ سے قرضہ ادا کرنے والا ہو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لصاحب الحق مقالا یعنی وہ اپنی طلب اور حجت میں سختی کرنے کا حق رکھتا ہے لیکن یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو ٹال مٹول کرنے اور معاملے کا برا ہو۔ لیکن جو شخص انصاف پسند ہو جو کچھ اس کے پاس ہو خرچ کر دیتا ہو۔ اور جب پاس نہ ہو

تو معذرت کر دیتا ہو۔ایسے شخص کے بارے میں دراز کلامی صحیح نہیں ہے۔

باب اذا وهب شيئاً لوكيلٍ اوشفيعِ قومٍ جاز۔

ترجمہ۔جو کوئی شخص کوئی چیز وکیل یا قوم کے سفارشی کو ھبہ کر دے تو جائز ہے۔

لقول النبی ﷺ لوفد هوازن حين سالوه الغنم فقال النبی ﷺ نصيبی لكم ....

ترجمہ۔کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہوازن کے وفد سے فرمایا تھا جب کہ انہوں نے غنائم کی واپسی کا سوال کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا میرا حصہ تمہارے لئے ہے۔

حديث(۲۱۴۹)حدثناسعيدبن عفيرالخ زعم عروةان مروان بن الحكم والمسور بن مخرمة اخبره ان رسول الله ﷺ قام حين جاء ه وفد هوازن مسلمين فسالوه ان يرداليهم اموالهم وسبيتهم فقالوالهم رسول الله ﷺ احب الحديث الى اصدقه فاختاروا احدى الطائفتين اما السبى واما المال وقد كنت استانيت بهم وقد كان رسول الله ﷺ انتظرهم بضع عشرة ليلة حين قفل من الطائف فلماتبين لهم ان رسول الله ﷺ غيررادالیهم الااحدى الطائفتين قالو فانانختار سبينافقام رسول الله في المسلمين فاثنى على الله بماهواهله ثم قال امابعد فان اخوانكم هؤلاء قد جاءوناتائبين وانى قدرأيت ان اردالیهم سبيتهم فمن احب منكم ان يطيب بذلك فليفعل ومن احب منكم ان يكون على حظه حتى نعطيه اياه

ترجمہ۔حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ مروان بن الحکم اور مسور بن مخرمہؓ نے ان کو خبر دی کہ جب ہوازن قبیلہ کا وفد مسلمان ہو کر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپؐ سے سوال کیا کہ آپؐ ان کی قیدی عورتیں اور بچے اور ان کا مال مویشی واپس کر دیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ بات سچی بات ہے۔پس دو میں سے ایک چیز کو اختیار کروں یا قیدی یا مال۔حال یہ کہ ہم نے تو ان کے لئے بہت دیر کی تھی۔کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دس سے اوپر کئی راتوں تک ان کا انتظار کیا تھا۔جب کہ آپؐ طائف سے واپس لوٹے تھے پس جب ان پر واضح ہو گیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ ان دو میں سے صرف ایک ہی چیز واپس کریں گے۔تو انہوں نے کہا کہ ہم قیدیوں کو چن رہے ہیں۔پس جناب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے۔اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی۔جس کے وہ اہل ہیں پھر آپؐ نے فرمایا اما بعد پس تمہارے یہ بھائی توبہ کر کے آئے ہیں۔اور میں سمجھتا ہوں کہ میں ان کی طرف ان کی قیدی عورتیں بچے واپس کر دوں پس تم میں سے جو شخص دل سے اسکو

من اول مايفئ الله عليناقليفعل فقال الناس قد طيبناذلك لرسول الله ﷺ انالاندری من اذن منكم فی ذلك ممن لم ياذن فارجعواحتی يرفعوا الينا عرفاء كم امركم فرجع الناس فكلمهم عرفاء هم ثم رجعوا الی رسول الله ﷺ فاخبروه انهم قد طيبوا واذنوا ...

پسند کرے تو وہ کر لے اور جو شخص تم میں سے چاہے کہ وہ اپنے حصہ کو بدلے۔ ہم اسے فے کے مال میں سے جو پہلے پہل مال آئے گا اس میں سے ہم اسے مال دیں گے تو وہ اس طرح کر لے لیکن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نے ان کے لئے یہ سب خوش دلی سے کر لیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں ہوگا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی پس واپس جاؤ۔ یہاں تک کہ تمہارے نمائندے تمہارا معاملہ اٹھا کر لائیں۔ چنانچہ لوگ واپس گئے ان کے نمائندوں نے ان سے گفتگو کی۔ پھر وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس آئے اور آپؐ کو خبر دی کہ ان سب لوگوں نے خوش دلی سے اس کی اجازت دی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ **وقد كنت استأنيت بهم** اس کلام میں **التفات عن الحضور الی الغيبة** ہے یا ہوازن والوں کے غائبین کو حاضرین پر غلبہ دیا گیا ہے۔

قوله نصيبي لكم اس سے معلوم ہوا کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کے قبضہ سے کفایت کرتا ہے۔ **هبه** میں مؤکل کو اصالۃً قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے لئے امام بخاریؒ نے باب منعقد کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابن منیرؒ فرماتے ہیں کہ بظاہر وہم ہوتا ہے کہ موہوبہ ان لوگوں کے لئے ہوں گی جو سفارشی بن کر آئے تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ **هبه** تمام لوگوں کے لئے ہوگا۔ خواہ وہ موجود ہوں یا غائب ہوں پس اس سے معلوم ہوا کہ الفاظ مقاصد پر وارد ہوتے ہیں صورتوں پر نہیں۔ اور یہ کہ جو غیر کے لئے ہبہ کی سفارش کرے اور شفیع مشفع سے کہے کہ یہ چیز میں نے تیرے لئے **هبه** کر دی۔ تو شفیع کو حق نہیں پہنچتا کہ ظاہر الفاظ کا اعتبار کرتے ہوئے کہے کہ یہ **هبه** تو میرے لئے ہے۔ بلکہ **هبه مشفوع له** کے لئے ہوگا۔ بلکہ **ابن المنير**ؒ نے تو یہاں تک کہا ہے جس کسی کو ایک مقرر چیز کے خرید کرنے کا حکم دیا تو اگر وکیل خرید کرنے کے بعد دعویٰ کرے کہ اس نے تو اپنے لئے نیت کی تھی تو اس کی بات قابل قبول نہ ہوگی۔ بلکہ مبیع مؤکل کے لئے ہوگی۔

قوله استانيت بهم ای انتظرت بهم حين قفل بمعنی رجع طائف سے واپسی کے بعد **جعرانه** میں آپؐ نے پڑاؤ کیا اور کئی راتوں تک وفد ہوازن کا انتظار کرتے رہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ **لقول النبی** ﷺ یہ ترجمہ کی تعلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ **هوازن** کا وفد جو نبی اکرم ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوا وہ وکیل تھے اور قیدیوں کو واپس کرنے میں سفارشی بن کر آئے تھے۔ تو آپؐ نے ان کی سفارش قبول کرتے ہوئے قیدیوں میں جو آپؐ کا حصہ تھا اس کو آپؐ نے واپس کردیا باقی کے بارے میں لوگوں سے بات کی جس کو سب نے بطیب خاطر قبول کیا۔

حین قفل من الطائف ۸ھ میں رمضان شریف کے آخری ایام میں مکہ فتح ہوا تو آپؐ پانچ شوال کو قبیلہ ہوازن پر حملہ آور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنوں پر فتح نصیب فرمائی تو حنین سے فارغ ہونے کے بعد طائف چلے گئے تو طائف کے قریب جاکر پڑاؤ کیا۔ اور تیس راتوں تک اہل طائف کا محاصرہ کیا۔ اور آئندہ سال تک کے لئے اعلان کرکے واپس ہوئے اور جعرانہ کے مقام پر اقامت پذیر ہوئے۔ اور وفد ہوازن کا انتظار فرمایا۔

ان بطیب بذلك واقدی فرماتے ہیں کہ ان میں ابوبرقان ساعدی بھی تھا۔ جس نے کہا یا رسول اللہ ان قیدیوں میں آپؐ کی مائیں یا خالائیں ہیں یا آپ کی پرورش کنندہ ہیں۔ یا دودھ پلانے والیاں ہیں اس لئے آپؐ ہم پر احسان کریں اللہ تعالیٰ آپؐ پر احسان کرے گا جس پر آپؐ نے فرمایا نصیبی لکم ۔

باب اذا وکل رجل ان یعطی شیئا ولم یبین کم یعطی فاعطی علی مایتعارفه الناس ---

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کسی کو وکیل بنائے کہ کوئی چیز دے دے اور بیان نہیں کیا کہ کتنی دے تو وہ عرف کے مطابق عطا کرے۔

حدیث (۲۱۵۰) حدثنا المکی بن ابراهیم الخ عن عطاء بن ابی رباح وغیره یزید بعضهم علی بعض ولم یبلغه کلهم رجل واحد منهم عن جابر بن عبداللہ قال کنت مع النبی ﷺ فی سفر فکنت علی جمل ثقال انما هو فی اخر القوم فمربی النبی ﷺ فقال من هذا قلت جابر بن عبداللہ قال مالك قلت انی علی جمل ثقال قال امعك قضیب قلت نعم قال اعطنیه فاعطیته فضربه فزجره فکان من ذلك المکان من اوّل القوم قال بعینه فقلت بل هولك یارسول الله قال بعنیه قد اخذته باربعة

ترجمہ۔ عطاء بن رباح کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی یہ روایت کی ہے لیکن بعض نے بعض سے زیادہ الفاظ نقل کئے بہر حال سب کے سب اس حدیث کو حضور انور ﷺ تک نہیں پہنچاتے۔ صرف ایک شخص حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتا ہے کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھا میں ایک تھکے ہوئے اونٹ پر تھا جو سب سے آخر میں تھا جناب نبی اکرم ﷺ کا میرے پاس سے گذر ہوا آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے میں نے کہا جابر بن عبداللہ ہوں فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ پیچھے چل رہے ہو۔ میں نے کہا میں ایک تھکے ہوئے کمزور اونٹ پر سوار ہوں فرمایا کوئی لکڑی تمہارے پاس ہے۔ میں نے کہا ہاں ہے آپؐ نے فرمایا وہ مجھے دے دو پس وہ میں نے آپ کو دے دی

دنانیر ولك ظهره الی المدینة فلما دنونا من المدینة اخذت ارتحل قال این ترید قلت تزوجت امراة قد خلا منها قال فهلا جاریة تلاعبها وتلاعبك قلت ان ابی توفی وترك بنات فاردت ان انكح امراة قد جربت وخلا منها قال فذلك فلما قدمنا المدینة قال یابلال اقضه وزده فعطاه اربعة دنانیر وزاده قیراطاً قال جابر لاتفارقنی زیادة رسول الله ﷺ فلم یكن القیراط یفارق جراب جابر بن عبدالله رضی الله تعالی عنه ....

پس آپؐ نے اس کو مارا اور ڈانٹا تو وہ اس مکان سے قوم سے آگے آگے چل رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس بیچ دو میں نے کہا کیوں نہ یارسول اللہ! یہ تو آپؐ کے لئے ہے۔ فرمایا بلکہ اس کو میرے پاس بیچ دو۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس کو چار دینار میں لے لیا۔ البتہ مدینہ منورہ تک تم اس پر سواری کرسکتے ہو پس جب ہم لوگ مدینہ کے قریب پہنچے تو میں جلدی چلنے لگا آپؐ نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے میں نے عرض کی کہ میں نے ایک ایسی عورت سے شادی کی ہے جس کا خاوند فوت ہو چکا ہے فرمایا کیوں نہ تو نے کسی چھوکری سے نکاح کیا کہ تو اس سے دل لگی کرتا اور وہ تیرے سے دل لگی کرتی۔ میں نے عرض کی حضرت میرا باپ فوت ہو چکا ہے۔ اور بیٹیاں چھوڑ کر گیا ہے۔ تو میں نے خیال کیا کہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو تجربہ کار ہو اور اس کا خاوند مرچکا ہو جس پر آپؐ نے فرمایا یہ ٹھیک کیا پس جب ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ ان کو رقم ادا کردو اور کچھ زیادہ بھی دے دو چنانچہ اس نے مجھے چار دینار بھی دیئے اور مزید ایک قیراط بھی دیا۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ زیادتی رسول اللہ ﷺ کی میرے سے جدا نہیں ہوگی۔ چنانچہ وہ قیراط حضرت جابر بن عبداللہؓ کی تھیلی سے جدا نہ ہوئی حتی کہ اہل شام نے یوم الحرۃ میں اسے حاصل کرلیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لم یبلغه كلهم یہاں تک کلام تمام ہوا۔ قوله اجل یہ فعل منفی کا فاعل ہے۔ جو یہاں مثبت ہوگا اور عرف اور محاورہ پر مبنی ہے۔ اس قسم کی مثالیں محاورات عرب میں شائع ذائع ہیں۔

اخذت ارتحل چنانچہ لشکر سے آگے بڑھ گئے اور جناب نبی اکرم ﷺ سے جدا ہو گئے کیونکہ پہلے تو اونٹ بطئی السیر تھا اب تیز رفتار ہو چکا تھا۔ بدیں سبب آگے بڑھ گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ وغیرہ بالجر ہے جس کے معنی ہیں عن غیر عطاء وقوله یزید بعضهم حال ہے اس طرح لم یبلغه بھی حال ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ درآنحالیکہ ان سب لوگوں نے حدیث کو آپؐ تک نہیں پہنچایا بس ان میں سے صرف ایک آدمی نے رفع کیا ہے۔ کرمانیؒ اور قسطلانیؒ نے اس ترکیب کی اور توجیہات فرمائی ہیں۔

فتقدم العسکر یہ اس بات پر مبنی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت جابرؓ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے پہنچے۔ اور حضرت جابرؓ بعد میں آئے جیساکہ کتاب البیوع میں اس کی تصریح آچکی ہے۔ جس کی بنا پر کسی دوسری توجیہ کی ضرورت نہیں ہے۔

باب وکالة الامرأة الامام فی النکاح

ترجمہ۔ عورت کے نکاح کے بارے میں امام اور حاکم وقت کو وکیل بنانا۔

حدیث (۲۱۵۱) حدثنا عبداللّٰہ بن یوسف الخ عن سهل بن سعد قال جاء ت امرأة الی رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله انی قد وهبت لك من نفسی فقال رجل زوجنیها قال قد زوجنکها بما معك من القران .....

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں ایک عورت جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی یارسول اللہ! میں نے اپنے آپ کو آپؐ کے لئے ھبہ کردیا تو ایک دوسرے آدمی نے کہا یارسول اللہ! اس کی شادی میرے ساتھ کردیں۔ آپؐ نے فرمایا قرآن مجید کا جو کچھ حصہ تیرے پاس ہے اس کے بدلے میں نے تیری شادی اس کے ساتھ کردی۔

-**تشریح از قاسمیؒ**۔ لك ظهره یہ حضور انور ﷺ کی طرف سے عاریۃً تھی بیع میں شرط نہیں تھی۔ جیساکہ نسائی میں ہے قداعرتك ظهره الی المدینة قال فذلك ای ذالك مبارك اقضه دینه من الجمل یا اونٹ کی قیمت کا قرضہ ادا کردو۔

وزاده قیراطاً اسی جملہ میں ترجمہ ہے کہ حضرت بلالؓ نے عرف کے مطابق قیراط زیادہ کردیا اگرچہ آپؐ نے زیادتی کی مقدار بیان نہیں فرمائی تھی۔

قد وهبت لك من نفسی یہ موضع ترجمہ ہے گویا کہ یہ تزویج میں وکالۃ ہے۔ اس حدیث سے جواز هبة المرأة للنبی ﷺ ثابت ہوا یہ محض آپ کی خصوصیت ہے جیساکہ قرآن مجید میں ان وهبت نفسها للنبی ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ اب کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ بغیر حق مہر ادا کئے کسی شرمگاہ میں جماع کرے۔ خواہ وہ اس کو ھبہ کیوں نہ کردیا جائے۔

بمامعك من القران امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں تعلیم قرآن پر نکاح جائز ہوگا۔ تعلم قرآن زوج پر لازم ہوگی۔ باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ مہر مثل واجب ہوگا اس لئے کہ وابتغوا باموالکم کا حکم ہے۔ اور تعلیم قرآن کوئی مال نہیں۔ اور سب حضرات کا اجماع ہے کہ سورة من القران حق مہر نہیں ہے۔ بمامعك من القران میں باسببیه اور برکت کے لئے ہوگی۔ بنابریں مہر مثل واجب ہوگا۔

باب اذا وكل رجلاً فترك الوكيل شيئاً فاجازه المؤكل فهوجائز وان اقرضه الى اجل مسمى جاز وقال عثمان بن الهيثم بسند آخر۔

ترجمہ۔باب ہے جب کسی آدمی نے کسی کو وکیل بنایا وکیل نے کسی چیز کا ذکر چھوڑ دیا پس مؤکل نے اس کو جاری کر دیا تو یہ جائز ہے۔ اور اگر اس نے مدت معلوم تک قرضہ دے دیا تو یہ بھی جائز ہے اور عثمان بن ہیثم نے دوسری سند سے اسے بیان کیا ہے۔

حدیث (۲۰۵۲) عن ابی هريرةؓ قال وكلنى رسول الله ﷺ بحفظ زكوة رمضان فاتانى اتٍ فجعل يحثوامن الطعام فاخذته وقلت والله لارفعنك الى رسول الله ﷺ قال انى محتاج وعلى عيال ولى حاجة شديدة قال فخليت عنه فاصبحت فقال النبى ﷺ يا اباهريرةؓ مافعل اسيرك البارحة قال قلت يارسول الله شكاحاجة شديدة وعيالاً فرحمته فخليت سبيله قال امانه قدكذبك وسيعود فعرفت انه سيعود لقول رسول الله انه سيعود فرصدته فجاء يحثوامن الطعام فاخذته فقلت لارفعنك الى رسول الله ﷺ قال دعنى فانى محتاج وعلى عيال لااعود فرحمته فخليت سبيله فاصبحت فقال لى رسول الله ﷺ يااباهريرةؓ مافعل اسيرك قلت يارسول الله شكاحاجةً شديدةً وعيالاً فرحمته فخليت سبيله قال امانه قد كذبك وسيعود فرصدته الثالثة فجاء يحثوامن الطعام فاخذته

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے رمضان شریف کے فطرانے کی حفاظت کیلئے مقرر فرمایا تو ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ گندم سے چلو بھرنے لگا جس کو میں نے پکڑ لیا۔ اور میں نے کہا اللہ کی قسم! میں تیرا معاملہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ضرور پہنچاؤں گا۔ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں مجھ پر عیالداری ہے اور مجھے ضرورت سخت ہے تو میں نے اس کو چھوڑ دیا تو جب میں صبح کو آیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ! وہ گذشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا میں نے کہا یارسول اللہ! اس نے ضرورت شدیدہ اور عیالداری کی شکایت کی۔ مجھے اس پر رحم آگیا۔ جس کو میں نے چھوڑ دیا آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ اس نے آپ سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا۔ میں جان گیا کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے قول سیعود کے مطابق واپس آئے گا تو میں نے اس کا انتظار کیا پس اس نے آکر غلہ اٹھانا شروع کیا پھر میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے کہا کہ اب تو میں تیرا معاملہ ضرور جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اٹھاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور مجھ پر عیالداری ہے میں نہیں آؤں گا۔ مجھے رحم آگیا اور میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ تو صبح کو جب میں آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ!

فقلت لارفعنك الى رسول الله ﷺ وهذا اخر ثلث مرّاتٍ انك تزعم لاتعود ثم تعود قال دعني اعلمك كلماتٍ ينفعك الله بها قلت ماهو قال اذااويت الى فراشك فاقرأ اية الكرسى الله لااله الاهو الحى القيوم حتى تختم الاية فانك لن يزال عليك من الله حافظ ولايقربنك شيطان حتى تصبح فخليت سبيله فاصبحت فقال لى رسول الله ﷺ مافعل اسيرك البارحة قلت يارسول الله زعم انه يعلمني كلمات ينفعني الله بها فخليت سبيله قال ماهى قلت قال لى اذااويت الى فراشك فاقرأ اية الكرسى من اوّلها حتى تختم الله لااله الاهو الحى القيوم وقال لى لن يزال عليك من الله حافظ ولايقربك شيطان حتى تصبح وكانوا احرص شيئ على الخير فقال النبى ﷺ اما انه قد صدقك وهو كذوب تعلم من تخاطب منذ ثلث ليال يااباهريرةؓ قال لاقال ذاك شيطانٌ ...

تیرے قیدی کا کیا ہوا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس نے سخت ضرورت اور عیالداری کی شکایت کی جس پر مجھے رحم آگیا تو میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا خبردار! بیشک وہ آپ کے ساتھ جھوٹ بول گیا ہے۔ اور وہ عنقریب واپس آئے گا تو میں نے تیسری مرتبہ اس کا انتظار کیا پس وہ آ کر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور میں نے کہا کہ اب تو تیرا معاملہ ضرور بالضرور جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچاؤں گا۔ اور یہ تیسری مرتبہ کا آخری دور ہے۔ تو نے کہا تھا کہ میں واپس نہیں آؤں گا۔ لیکن پھر تو واپس آگیا۔ کہنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو میں تجھے چند ایسے کلمات سکھاؤں گا جس کی بدولت اللہ تعالیٰ تجھے نفع دے گا۔ میں نے کہا وہ کیا ہے کہنے لگا جب تم بستر پر آرام کرنے کے لئے جاؤ تو آیۃ الکرسی کو پڑھو۔ ترجمہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ جاوید اور تھامنے والا ہے یہاں تک کہ آیت کو ختم کرو۔ پس اس پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر نگران و نگہبان مقرر ہو گا اور صبح ہونے تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ جس پر میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پس جب میں صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ گذشتہ شب تمہارے قیدی کا کیا ہوا

میں نے کہا یارسول اللہ اس نے بتلایا کہ میں تجھے چند ایسے کلمات سکھلاؤں گا جن کی بدولت اللہ تعالیٰ تجھے نفع دے گا۔ جس پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں۔ میں نے کہا کہ اس نے مجھ سے کہا جب تم بستر پر آرام کرنے کے لئے جاؤ تو اوّل سے لے کر آیت کے ختم تک آیۃ الکرسی الله لا اله الاهو الحى القيوم پڑھو اور اس نے میرے سے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ تجھ پر نگہبان مقرر ہو گا۔ اور صبح ہونے تک شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ اور یہ صحابہ کرامؓ بھلائی کے زیادہ حریص تھے جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خبردار! تھا وہ بہت جھوٹا لیکن یہ بات تجھ سے سچی کہی ہے۔ اے ابو ہریرہؓ کیا تمہیں علم ہے کہ تین راتوں سے آپ کس سے خطاب کر رہے ہیں انہوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ شیطان ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کو ترجمہ سے اس طرح مطابقت ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہؓ فطرانے کی حفاظت کے وکیل تھے جب انہوں نے شیطان قیدی چھوڑ دیا اور جب آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی تو آپؐ نے بھی خاموشی اختیار فرمائی تو یہ آپؐ کی طرف سے اجازت ہوگئی۔ اگر سوال ہو کہ مدت مقررہ تک قرضہ دینے کا جواز کہاں سے ثابت ہوا۔ جواب یہ ہے مہلبؒ فرماتے ہیں کہ غلہ صدقہ کا جمع تھا جب چور نے اس کو لیا اور محتاج کا عذر بیان کرنے پر اسے چھوڑ دیا گیا تو گویا کہ یہ صدقہ کا غلہ تقسیم ہونے کے وقت اسے قرضہ دیا گیا۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ فطرے کے لئے تین دن پہلے صدقہ کا غلہ جمع کرتے تھے پھر اسے تقسیم کرتے تھے۔ تو گویا تقسیم کے وقت تک یہ قرضہ دیا گیا۔

باب اذا باع الوکیل شیئاً فاسداً فبیعه مردود۔

ترجمہ۔ جب وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے طور پر بیچے تو اس کی بیع مردود ہوگی۔

حدیث (۲۱۵۳) حدثنا اسحق بن یحیی الخ سمع اباسعید الخدریؓ قال جاء بلالؓ الی النبی ﷺ بتمر برنی فقال له النبی ﷺ من این هذا قال بلالؓ کان عندنا تمر ردی فبعت منه صاعین بصاع لنطعم النبی ﷺ فقال النبی ﷺ عند ذلك اوه اوه عین الربا عین الربا لاتفعل ولکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع اخر ثم اشتره ..

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں حضرت بلالؓ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں برنی کھجور لائے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا یہ کہاں سے لائے تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ ہمارے پاس ردی کھجور تھی جس کے دو صاع کے بدلے ایک صاع خرید کیا تا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اسے تناول فرمائیں۔ تو اس وقت جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا او۔ او۔ یہ تو بالکل سود ہے۔ ایسا نہ کرو۔ لیکن جب تم اس کو خرید کرنا چاہو تو اس ردی کھجور کو دوسری بیع نقد پر بیچ دو پھر اس کے بدلے خرید کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فبیعه مردود ان حضرات کے نزدیک چونکہ بیع فاسد اور باطل میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے فاسد بول کو باطل مراد لیتے ہیں۔ اور احنافؒ کے نزدیک ان دونوں میں فرق ہے تو بیع فاسد مردود ہوگی۔ بایں معنی کہ اس کا رڈ کرنا واجب ہے اور قابل فسخ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کتاب البیوع میں بیع فاسد اور باطل کا فرق گذر چکا ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں رد بیع کی تصریح نہیں ہے۔ شاید اس سے دوسرے طریق مسلم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا هذا الربا فردّہ

ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ دومرتبہ واقع ہوا ہے۔ ایک تو قبل تحریم الربوا ہے جس میں ردّ کا حکم وارد نہیں ہوا۔ دوسرا قصہ بعد تحریم الربوا ہے۔ جس میں ردّ کرنے کا حکم وارد ہے۔ تعدد واقعہ پر سواد بن غزیہ عامل خیبر کا واقعہ دلالت کرتا ہے۔ حضرت بلالؓ کی حدیث میں ہے کہ خذ تمرك وبعه بحنطة وشعير ثم اشتربه من هذا التمر الخ کہ اپنی کھجور واپس لے کر گندم یا جو کے عوض بیچ دو۔ پھر اس کے بدلہ یہ کھجور خرید کر کے میرے پاس لے آؤ۔ حضرت بلالؓ کا قصہ مدینہ کا ہے اور دوسرا واقعہ خیبر کا ہے جس میں ردّ کرنا مشکل تھا۔ اس لئے بیع فاسد کے بیان پر تنبیہ پر اکتفا کیا۔ اور قبضہ سے ملک کو ثابت کیا۔ شاید اسی کی طرف شیخ گنگوہیؒ نے اشارہ فرمایا نحن فرقنا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ متن حدیث سے بیع کا ردّ ہونا ترجمہ کی حدیث سے کئی طرح سے ثابت ہے۔ پہلا اوہ اوہ کے لفظ سے۔ دوسرا عین الربوا۔ تیسرا لاتفعل۔ چوتھا ولکن ان اردت الخ سے کئی طرح سے بیع فساد کو بیان فرمایا۔

باب الوكالة فى الوقف ونفقته وان يطعم صديقا له ويأكل بالمعروف

ترجمہ۔ وقف کرنے پر وکیل بنانا اور وکیل کا خرچ کرنا اپنے دوست کو کھلانا اور یہ کہ وہ دستور کے مطابق کھائے

حديث (۲۱۵۴) حدثنا قتيبة بن سعيد الخ

عن عمرو قال فى صدقة عمرؓ ليس على الولى جناح ان ياكل ويؤكل صديقاً غير متاثل مالا فكان ابن عمرؓ هو يلى صدقة عمر يهدى للناس من اهل مكة كان ينزل عليهم ......

ترجمہ۔ عمروؓ نے حضرت عمرؓ کے صدقہ کے بارے میں فرمایا کہ متولی اور وکیل پر گناہ نہیں ہے کہ وہ خود بھی کھائے اپنے دوست کو بھی کھلائے۔ بشرطیکہ مال کو جمع کرنے والا نہ ہو حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرؓ کے صدقہ کے وکیل بنتے تھے کہ اہل مکہ کے جو لوگ ان کے پاس آتے تھے انہیں حضرت عمرؓ کے صدقہ سے ہدیہ دیتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ اس باب سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وکالۃ جس طرح بندوں کے خالص املاک میں چالو ہوتی ہے۔ اس طرح اوقاف میں بھی وکالۃ ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں خالص حقوق اللہ جو عبادات کے مغایر ہیں ان میں بھی دوسرے باب میں وکالت کو ثابت کیا ہے۔ قوله صدقة تنوين عظ محض ہے۔ جمیع رواۃ حدیث کے نزدیک صدقه عمر اضافت کے ساتھ ہے کہ سفیان بن عینیہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی جس نے صدقه عمر سے واقعہ بیان کیا۔

باب الوكالة فى الحدود

ترجمہ۔ حدود الٰہی میں وکیل بنانا

حدیث (۲۱۵۵) حدثنا ابوالولید الخ عن زیدبن خالد وابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال واغدیاانیس الی امرأة هذافان اعترفت فارجمها

ترجمہ۔ حضرت زیدبن خالدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ دونوں جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اے انیس! صبح سویرے اس کی عورت کی طرف جاؤ پس اگر وہ زنا کا اقرار کرلے تو اسے رجم کردو۔

حدیث (۲۱۵۶) حدثناابن سلام الخ عن عقبة بن الحارثؓ قال جیء بالنعیمان اوبن النعیمان شارباً فامررسول الله ﷺ من کان فی البیت ان یضربوا قال فکنت انافیمن ضربه فضربناه بالنعال والجرید .....

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ نعیمان یا نعیمان کے بیٹے کو جس نے شراب پی ہوئی تھی لایا گیا تو جو لوگ گھر میں موجود تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اس کی پٹائی کریں چنانچہ میں بھی ان لوگوں مین تھا جنہوں نے اس کی پٹائی کی تو ہم نے اس کو جوتوں اور کھجور کی لکڑیوں سے مارا

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وکالة فی الحدود کا مسئلہ اختلافی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حقوق اللہ تعالیٰ جیسے حدزنا اور حدسرقه اس میں وکالت جائز نہیں ہے اس لئے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ وکالة فی الحدود کو ثابت کرنے اور اس کو پورا کرنے میں حدیث انیسؓ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ حدیث غامدیہؓ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ رجم کرتے وقت امام کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے اس طرح اگر گواہوں سے رجم کا ثبوت ہو تب بھی امام کا حاضر ہونا لازم نہیں امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ امام کی حاضری مطلقاً ضروری قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح گواہوں کی حاضری بھی لازم ہے۔ بلکہ اگر رجم اقرار سے ثابت ہوا ہے تو رجم کی ابتدا امام کرے۔ اگر گواہوں سے ثابت ہے تو گواہ ابتدا کریں۔ لیکن میرے نزدیک امام احمدؒ کی طرف نسبت صحیح نہیں۔ اس لئے کہ مغنی میں ہے لا یجب ان یحضر الامام ولاالشهود وبهذاقال الشافعیؒ اور حضرت علیؓ سے مروی ہے الرجم رجمان ان کان ثبت باقرار فاوّل من یرجم الامام ثم الناس وماکان ببینة فاول من یرجم البینة ثم الناس باقی حضرت انیسؓ کو آپؐ نے حاکم بنا کر بھیجا۔ اور انہیں مسئلہ بتلادیا کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس اس کا اقرار ثابت نہیں ہوا تھا۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ آپؐ نے ان کو رجم کا حکم دیا ہو۔ البتہ یہاں حدیث میں ایک اشکال ہے کہ زنا کے معاملہ میں پردہ پوشی کا حکم ہے۔ قاضی کو تفتیش احوال کا حکم نہیں ہے بلکہ اسے تو تلقین کرنی چاہئے۔ حافظؒ اور نوویؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ انیسؓ کو بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ اگر وہ انکار کرے تو قاذف پر حد قذف کا مطالبہ کرے۔ اس تاویل کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ان کو حد زنا قائم کرنے کے لئے بھیجا حالانکہ وہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ حدزنا میں تجسس کے ذریعہ احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ تلقین المقر مستحب ہے جیسا کہ حضرت ماعز اسلمیؓ کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ تو اب اعترفت کا قول ان انکرت کے مقابل ہوگا۔ کہ اگر وہ انکار کرے تو حد قذف کے مطالبہ کا

اسے حق حاصل ہے۔ تو اس احتمال کی وجہ سے اس عبارت کو حذف کر دیا گیا۔ ای فلوانکرت وطلبت فاجیبت جیسا کہ نسائی اور ابوداؤد کی روایت سے ثابت ہے کہ مرد نے زنا کا اقرار کیا تو اسے کوڑے مارے گئے۔ عورت سے پوچھا گیا تو اس نے کہا اس نے جھوٹ بولا تو اس پر حد قذف اسی ۸۰ کوڑے بھی قائم کی گئی۔

ثم الوکالة فیھا ای فی حقوق الله التی ھی العبادات تو اس بارے میں امام بخاریؒ ترجمہ قائم کر چکے ہیں الوکالة فی البدن وتعاھدھا لیکن موفق نے اس میں تفصیل بیان کی ہے کہ جن عبادات کا تعلق مال سے ہے جیسے زکوٰۃ۔ صدقات کفارات وغیرہ تو ان کے قبض کرنے اور تقسیم کرنے میں وکیل بنانا جائز ہے۔ اسی طرح حج میں توکیل جائز ہے۔ جب کہ محجوج عنه خود حج کرنے سے عاجز ہو۔ لیکن عبادات محضه جیسے نماز۔ روزہ۔ طھا رت من الحدث ان میں توکیل جائز نہیں ہے چونکہ ان کا تعلق بدن سے ہے اس لئے غیر اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت انیسؓ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ عورت اسلمیه تھی تو قبیلہ اسلم پر امیر انہیں میں سے مقرر فرمایا تاکہ غیر کی امارت سے نفرت نہ کی جائے۔ اور ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ نعیمان بدری صحابی تھا جو نیک آدمی تھا جس پر حد جاری ہوئی۔ وہ اس کا بیٹا تھا۔

باب الوکالة فی البدن وتعاھدھا

ترجمہ۔ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے میں وکیل بنانا اور ان کی نگرانی کرنا۔

حدیث (۲۱۵۷) حدثنا اسماعیل بن عبدالله الخ عن عمرة بنت عبدالرحمن انھا اخبرته قالت عائشةؓ انا فتلت قلائد ھدی رسول الله ﷺ بیدی ثم قلدھا رسول الله ﷺ بیدیه ثم بعث بھا مع ابی فلم یحرم علی رسول الله ﷺ شیٔ احله الله له حتی نحر الھدی ......

ترجمہ۔ حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن خبر دیتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے ہار اپنے ہاتھ سے بٹے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے ہی قلادے ڈالے۔ پھر ان کو حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بھیج دیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ پر کوئی چیز حرام نہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے حلال کی تھی۔ یہاں تک کہ قربانیاں ذبح کر دی گئیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث سے وکالة بالبدن تو ثابت ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کو لے کر گئے اور تعاہد کا ثبوت شاید اس سے ثابت ہو کہ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے قلادے ڈالے۔

باب اذا قال الرجل لوكيله ضعه حيث اراك الله وقال الوكيل قد سمعت ماقلت

ترجمہ ۔ جب آدمی اپنے وکیل سے کہے اس چیز کو اس جگہ رکھو جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے اور وکیل کہے جو کچھ آپ نے کہا میں نے سن لیا۔

حديث (۲۱۵۸) حدثنا يحيى ابن يحيى انه سمع انس بن مالكؓ يقول كان ابو طلحة اكثر الانصار بالمدينة مالاوكان احب امواله اليه بيرحاء وكانت مستقبلة المسجد وكان رسول الله ﷺ يدخلها ويشرب من ماءٍ فيها طيب فلما نزلت لن تنالو البر حتي تنفقوا مما تحبون قام ابو طلحةؓ الى رسول الله ﷺ فقال يارسول الله ﷺ ان الله تعالى يقول فى كتابه لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون وان احب اموالى الى بيرحاء وانه صدقة لله ارجو برها وذخرها عندالله فضعها يارسول الله حيث شئت فقال بخ ذلك مال رائح ذلك مال رائح قد سمعت ماقلت فيها وارى ان تجعلها فى الاقربين قال افعل يارسول الله فقسمها ابو طلحةؓ فى اقاربه وبنى عمه تابعه اسماعيل عن مالك وقال روح عن مالك رابح ......

ترجمہ ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ مدینہ منورہ میں انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار تھے اور ان کا محبوب مال بیر حاء تھا۔ جو مسجد نبویؐ کے بالکل سامنے تھا اور جناب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آکر اس کا عمدہ پانی پیتے تھے۔ پس جب آیت لن تنالوا البر ترجمہ کہ تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی محبوب چیز خرچ نہ کرو اتری تو حضرت ابو طلحہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں لن تنالوا البر حتى الآية اور میرے نزدیک میرا محبوب ترین مال بیر حاء ہے۔ وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے جس کی بھلائی اور اس کے عنداللہ ذخیرہ ہونے کی امید کرتا ہوں پس یا رسول اللہ جہاں آپ کی مرضی ہو وہاں اس کو رکھیں۔ آپؐ نے فرمایا مبارک ہو یہ مال تو آنے جانے والی چیز ہے جو کچھ آپ نے اس کے بارے میں کہا اسے میں نے سن لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیں۔ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

اسماعیل نے متابعت کی۔ مالک کی سند میں رابح ہے یعنی مال نفع دینے والا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ انى ارى ان تجعلها یہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے وکیل بنانا تھا۔ اور ان کے صدقہ کو قبول کرنے کے بعد اپنا نائب بنانا تھا۔ قبولیت صدقہ ضعها يا رسول الله حيث شئت سے معلوم ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ نے ترجمہ کا شاہد انہا صدقة لله کو قرار دیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں کیا اگرچہ آپؐ نے اس کو خود خرچ نہیں کیا بلکہ خود ابو طلحہؓ کو حکم دیا کہ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیں اس سے معلوم ہوا کہ وکالۃ اس وقت تمام نہیں جب تک وکیل اسے قبول نہ کرے۔ اس لئے کہ حضرت ابو طلحہؓ نے تو فرمایا ضعها حيث اراك الله لیکن آپؐ نے اسے رد کر دیا۔ بعد ازاں آپؐ نے فرمایا اری ان تجعلها فی الاقربین۔ علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے یہی کہا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اکثر انصاری اس لئے فرمایا کہ ہر ایک انصار کے آدمی سے اکثر مالدار تھے۔ ورنہ اکثر الانصار کہنا چاہئے تھا۔ بیرحاء کی مراد میں بہت اختلاف ہے۔ اصح یہ ہے کہ یہ ایک باغ تھا۔ رابح اور ایک طریق میں رائح ہے رائح بمعنی ذاهب رابح بمعنی نافع اور رائح چالو مال۔

باب وكالة الامين فى الخزانة ونحوها

ترجمہ۔ امین (امانتدار) خزانہ وغیرہ میں وکیل ہوتا ہے

حدیث (۲۱۵۹) حدثنا محمد بن العلاء الخ عن ابی موسیٰؓ عن النبی ﷺ قال الخازن الامين الذی ينفق وربما قال الذی يعطی ما امر به كاملا موفرا طيب نفسه الى الذی امر به احد المتصدقين

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا خزانچی امانتدار ہے۔ جو خرچ کرتا ہے یا دیتا ہے اور چیز کا جسے حکم دیا ہے کامل پورا اور خوشدلی سے اس شخص کو دیتا ہے جس کے دینے کا حکم دیا گیا ہے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہوگا۔

یہ روایت مع تشریح کے گذر چکی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابواب الحرث والمزارعة وماجاء به

ترجمہ۔ ابواب کھیتی اور مزارعۃ اور جو کچھ اس بارے میں آیا ہے

باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منه قول اللّٰه تعالٰی افرئیتم ماتحرثون ء انتم تزرعونه ام نحن الزارعون لو نشاء لجعلناه حطاما۔۔۔۔

ترجمہ۔ کھیتی باڑی کی فضیلت اور درخت لگانا جب کہ اس سے کھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ۔ بتلاؤ یہ جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو ہم ان کو اگانے والے ہیں یا تم اگانے والے ہو اگر ہم چاہتے تو ان کو خشک بنا دیتے۔

حدیث (۲۱۶۰) حدثنا قتیبة بن سعید الخ عن انس بن مالكؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ ما من مسلم یغرس غرسا او یزرع زرعا فیاکل منه طیر او انسان او بهیمة الا کان له به صدقة وقال مسلم حدثنا انس عن النبی ﷺ .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان نے کوئی پھلدار درخت لگایا یا کوئی کھیتی کاشت کی۔ پس اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا کوئی جانور کھا لیتا ہے تو یہ اس کی بدولت اس کے لئے صدقہ ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ له به صدقة کیونکہ اس نے خرچ کیا ہے یہ تو اس وقت ہے جب اس کی صدقہ کی نیت نہ ہو۔ اگر صدقہ کی نیت سے کرتا ہے تو اس میں تو بہت فضل ہے۔ لیکن اس میں نظر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ مزارعۃ اراضی کی پیداوار پر معاملہ کرنا جب کہ بیج مالک کی طرف سے ہو۔ اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو اسے مخابرہ کہتے ہیں اگر دونوں مساقات سے الگ ہوں تو دونوں باطل ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے مزارعۃ سے

منع فرمایا ہے۔کما فی مسلم۔اور مخابرہ سے بھی منع فرمایاکما فی الصحیحین ۔وجہ یہ ہے کہ جب زمین کے منافع اجارہ سے حاصل ہو سکتے ہیں تو پیداوار پر معاملہ کرنا جائز نہیں۔ خلاف درختوں کے کہ ان پر اجارہ کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے مساقات کو جائز رکھا گیا خطابی وغیرہ حضرات نے مزارعۃ کو صحیح کہا ہے۔اور نہی کی اخبار کو مخصوص قطعہ کی پیداوار ایک کے لئے اور دوسری دوسرے کے لئے پر حمل کیا ہے۔در مختار میں ہے کہ لاتصح عندالامام لانها لقفنه الطحان اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے۔اور ضرورت کی وجہ سے فتویٰ بھی انہیں کے قول پر ہے لیکن ان کی آٹھ شرطیں ہیں جو اوجز میں مذکور ہیں۔جس میں ہے کہ جمہور تو اس کے جواز کے قائل ہیں۔ لیکن بعض تو اس کو صرف دراہم اور دنانیر پر جائز کہتے ہیں۔اور بعض زمین کا کرایہ ماسوا غلہ کے باقی سب چیزوں سے جواز کے قائل ہیں۔اور بعض حضرات بکل العروض والطعام وغیرہ ذلك سے مزارعۃ کے جواز کے قائل ہیں۔حافظؒ فرماتے ہیں کہ مامن مسلم کی قید سے کافر خارج ہو گیا اس لئے کہ صدقہ سے ثواب مقصود ہوتا ہے۔کافر اس کا اہل نہیں ہے۔البتہ کافر کو اس کا بدلہ دنیا میں دیا جائے گا۔یا یہ کہ آخرت میں اس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے زراعت اور درخت لگانے کی فضیلت معلوم ہوئی۔اور یہ بھی کہ زراعت افضل المکاسب ہے۔لیکن اکثر احادیث کسب بالید کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔بعض نے تجارت کو اور بعض نے صنعت کو افضل کہا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عمل بالید افضل ہے۔خواہ وہ زراعت ہی کیوں نہ ہو۔

فیه نظر سے اذالم ینوبه التصدق کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔کیونکہ یہ مشہور حدیث کے خلاف ہے۔وہ انما الاعمال باالنیات ہے لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں زارع اور غارس کا ثواب ذکر کیا گیا ہے۔کیونکہ اس سے چرند اور انسانوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

باب مایحذر من عواقب الاشتغال بالةالذرع اومجاوزة الحد الذی امربه

ترجمہ۔ باب ان چیزوں کے بارے میں کہ کھیتی کے آلات میں مشغول ہونے کے انجام سے ڈرایا گیا ہے اور جب کہ مامور کی حد سے تجاوز کر جائے۔

حدیث(۲۱۶۱)حدثنا عبدالله بن یوسف الخ عن ابی امامة الباهلی قال ورای سكة وشیئاً من الةالحرث فقال سمعت النبی ﷺ یقول لا یدخل هذابیت قوم الاادخله الذل قال محمد واسم ابی امامة صدی بن عجلان .....

ترجمہ۔ حضرت امامہ باہلیؓ نے فرمایا کہ انہوں نے ہل یا کھیتی کاشت کرنے کا کوئی آلہ دیکھا تو فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ کسی قوم کے گھر میں یہ آلات داخل نہیں ہوتے مگر اللہ تعالیٰ اس گھر میں ذلت داخل فرمادیتے ہیں۔امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ابو امامہ کا نام صدی بن عجلان تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ادخله الله الذل یہ ذلت اس شخص کے لئے ہے جو خراجی زمین کاشت کرتا ہو۔ یا یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو زراعت کے امور میں منہمک ہو کر اوامر اور نواہی شرع سے غافل ہو جائے تو اسے دین اور دنیا کی ذلت ہی حاصل ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن التینؒ فرماتے ہیں کہ یہ جناب رسول اللہ کی خبر بالمغیبات ہے۔ کیونکہ آج کل اکثر ظلم اہل حرث پر ہوتے ہیں تو اس سے امام بخاریؒ نے دونوں حدیثوں کے جمع کی طرف اشارہ فرمایا۔ پہلی حدیث سے فضیلت ثابت ہوئی اور امامہ باہلی کی روایت سے انہماک کی وجہ سے ذلت دنیا اور آخرت حاصل ہو گی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ابو امامہ کا کلام اس شخص کے بارے میں ہے جو خود زراعت کا عمل کرے۔ اور جو کارندوں سے کام لے وہ زمیندار اس کا مصداق نہیں ہو گا۔

الحاصل زراعت میں ذلت دنیا عزت آخرۃ بھی ہے کیونکہ اس پر ثواب حاصل ہو گا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب مسلمان زراعت میں مشغول ہو جائیں گے تو دشمن سے غافل ہونے کی وجہ سے ذلت کا شکار ہوں گے۔ کہ جہاد انہوں نے ترک کر دیا۔

باب اقتناء الكلب للحرث

ترجمہ۔ کھیتی کے لئے کتا پالنا

حدیث(۲۱۶۲) حدثنا معاذ بن فضالة الخ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ ماامسك كلباً فانه ينقص كل يوم من عمله قيراط الا كلب حرث اوماشية قال بن سيرين وابوصالح عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ كلب صيدٍ اوماشيةٍ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کتے کو روک رکھا ہے اس کے عمل سے ہر روز ایک قیراط کی کمی کرے گا البتہ کھیتی کا کتا یا مویشی کی نگرانی والا اور ابن سیرین نے سند سے فرمایا کہ بکریوں کی حفاظت کرنے والا کتا یا کھیتی والا یا شکار کرنے والا مستثنیٰ ہیں۔ اور ابو حازم کی روایت سے شکاری کتے اور مویشی کے کتے کا استثناء ہے۔

حدیث(۲۱۶۳) حدثنا عبدالله بن یوسف الخ انه سمع سفيان ابن ابی زهير رجلا من ازدشنوءة وكان من اصحاب النبی ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من اقتنى كلبا لا يغنى عنه زرعاً ولا ضرعاً نقص كل يوم من عمله قيراط

ترجمہ۔ حضرت سفیان ابن ابی زہیر جو قبیلہ ازدشنوأۃ کے ایک آدمی تھے جو نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے جس شخص نے کتا پالا کہ اس کی زراعت اور تھن والے جانور کے لئے ضرورت نہیں تھی تو اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط کے ثواب کی کمی ہو گی میں نے پوچھا کیا آپ نے خود اس کو

قلت انت سمعت هذامن رسول اللهﷺ قال ای ورب هذاالمسجد.....

جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا انہوں نے فرمایا ہاں مجھے اس مسجد کے رب کی قسم ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اقتناء کلب الحرث۔ امام بخاریؒ اقتناء کلب جو ممنوع تھا اس کی اباحت سے اباحۃ حرث ثابت فرمارہے ہیں کیونکہ کھیتی باڑی کی وجہ سے جب کتے کا پالنا اور رکھنا جائز ہوا تو کم از کم جواز کا درجہ اباحت تو ضرور ہوگا۔ قیراط کی مقدار عنداللہ معلوم ہے باقی بعض روایات میں قیراطان بھی آیا ہے تو یہ اختلاف دیہی اور شہری کے فرق سے ہوگا کہ قیراط شہروں کے اندر اور قیراطان کا نقصان دیہاتوں کے اندر ہوگا۔ نقص اجر کے اسباب میں اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے یا یہ کہ آنے جانے والے کو ایذا پہنچاتے ہیں یا اکثر نجاسات کھانے کی وجہ سے یا بدبو کی وجہ سے۔ بہر حال کلب حرث کلب ماشیہ اور کلب صید کی اباحت ثابت ہوئی۔ ان کے علاوہ کتے پالنا ممنوع ہوگا۔

باب استعمال البقرللحراثة

ترجمہ۔ کھیتی باڑی کے لئے بیل کو استعمال کرنا

حدیث (۲۱٦٤) حدثنامحمد بن بشار الخ عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال بينما رجل راكب علی بقرة التفت اليه فقالت لم اخلق لهذا خلقت للحراثة قال امنت به اناوابوبكر وعمر واخذالذئب شاةً فتبعها الراعی فقال الزئب من لها يوم السبع يوم لاراعی لها غيری قال امنت به اناوابوبكر وعمر قال ابوسلمة وماهما يومئذ فی القوم.....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ دریں اثنا کہ ایک آدمی بیل پر سوار تھا کہ وہ بیل اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ میں تو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ میری پیدائش تو کھیتی باڑی کے لئے ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس پر میں بھی ایمان لایا۔ ابو بکرؓ بھی اور عمرؓ بھی۔ اور ایک بھیڑیئے نے بکری کو پکڑ لیا۔ چرواہا اس کے پیچھے بھاگا اور اسے چھڑوا لیا تو بھیڑیا کہنے لگا کہ درندوں والے دن اس کا کون ضامن ہوگا جس دن میرے سوا اس کا کوئی نگران نہیں ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ ایمان لے آئے

ابو سلمہ راوی فرماتے ہیں کہ وہ دونوں حضرات اس دن قوم میں موجود نہیں تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ امام بخاریؒ اس سے سواری کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ اس کی پیدائش کھیتی باڑی کیلئے ہے لیکن رکوب بھی جائز ہے ورنہ آپؐ نکیر فرمادیتے آپؐ نے نہ رکوب کا انکار کیا اور نہ بیل کے کلام پر اعتراض کیا معلوم ہوا دونوں جائز ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث آنجناب نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی علامت ہے۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا آخرزمانہ میں لوگ صدقات وعشر وغیرہ میں ظلم کریں گے۔ زیادہ وصولی کے علاوہ مارپٹائی حبس اور ڈانٹ ڈپٹ اس کے علاوہ ہوگی جس کا مشاہدہ آج کل ہورہا ہے کہ کسان بے چارے زرخرید غلاموں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک جاگیردار مرجاتا ہے تو اس کا بیٹا مسلط ہوجاتا ہے۔

ارجنا خراجیة حدیث شریف کی توجیہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان خراجی زمین کاشت کرے گا۔ اگرچہ علامہ سرخسیؒ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ لا یکرہ للملسم اداء خراج الارض کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ۔ حسن بن علی۔ اور شریح رضی اللہ عنہم کی اراضی سوڈان میں تھیں۔ جن کا وہ خراج ادا کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ خراج الارض ذلت نہیں خراج الاعناق ذلت ہے کہ مسلمان زراعت میں مشغول ہو کر جہاد سے غافل ہوں گے۔ تو دشمن طاقتور ہو کر ان کو ذلیل وخوار کرے گا۔

اصل وصفها للحراثة درمختار میں ہے کہ جاز رکوب الثور وتحمیله یعنی سواری اور بوجھ رکھنا جائز ہے آمنت به انا ابوبکرؓ ۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آپ کا فرمان ان شیخین کے ایمان پر وثوق اور قوت یقین کا اظہار ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یوم السبع علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ لوگ مدینہ کو اچھی حالت میں چھوڑ جائیں گے۔ اور وہاں صرف درند اور پرندہی مدینہ کا احاطہ کریں گے۔ یوم السبع سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

باب اذاقال اکفنی مؤنة النخل اوغیرہ وتشرکنی فی الثمر۔

ترجمہ۔ جب کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ کھجور کا خرچہ وغیرہ تمہارے ذمہ اور مجھے اس کے پھل میں شریک کردو۔

حدیث(۲۱۶۵)حدثنا الحکم بن نافع الخ عن ابی ھریرۃؓ قال قالت الانصار للنبی ﷺ اقسم بیننا وبین اخواننا النخیل قال لافقالوا تکفونا المؤنة ونشرکتم فی التمر قالوا سمعنا واطعنا...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرات انصار نے جناب نبی اکرم ﷺ سے کہا آپؐ کھجوروں کے درختوں کو ہمارے اور ہمارے مہاجرین بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں پھر انہوں نے کہا کہ تم لوگ کھجور کے خرچہ وغیرہ کے ضامن بن جاؤ۔ ہم تمہیں پھلوں میں شریک بنالیں گے۔ انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور کہنا مان لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اکفنی مؤنة النخل ممکن ہے یہ مقولہ اراضی کے مالکین کا ہو اور تشرکنی اور نشرك یہ مقولہ محنت کش کا ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انصار نے مہاجرین کو اپنی اراضی عطیہ کے طور پر دے کر ان کو مالک بنانا چاہا مہاجرین نے فرمایا

کہ ہمیں تمہاری یہ بخشش قبول ہے لیکن اس کے خرچہ اور دیکھ بھال کے ذمہ دار تم بن جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم پر کشادگی لے آئے اور پھل میں ہمیں شریک بنالو۔ جس کو انصار نے قبول کر لیا۔ اس بنا پر عامل انصار ہوں گے پھر اس حدیث کو ابواب المزارعة میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ ان کا فعل مزارعت کے مشابہ ہوا۔ کیونکہ زمین مہاجرین کی ہوئی۔ پھر مہاجرین سے انصار کی طرف باعتبار ثلث نصف وغیرہ کے منتقل ہوئی۔ اگر یہ مقولہ انصار کا ہو تو پھر مزارعین مہاجرین ہوں گے تو اس وقت روایت کا باب میں داخل کرنا ظاہر ہے کہ زراعت مہاجرین نے کی اور انصار کو پھلوں میں شریک بنالیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض حضرات نے اسے مساقات پر محمول کیا ہے۔ لیکن وہ صحیح نہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان کی ہے وہ مناسب ہے۔ تاکہ مساقات کا اعتراض وارد نہ ہو۔ غور سے سنو! امام بخاریؒ نے تین ابواب قائم کئے ہیں۔ باب اقتناء الکلب الثانی ۔ استعمال البقر ۔ الثالث ۔ اذاقال اکفنی۔ امام بخاریؒ نے ان ابواب سے ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ کھیتی باڑی کیلئے انسان ابتداء کتے سے کرے پھر بیل استعمال کرے بعد ازاں انسان خود اس کے خرچے برداشت کرے تو اس ترجمہ کی غرض جواز مزارعة بشرکة الثمر نہ ہوگی۔ تاکہ تکرار لازم آئے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لا آپؐ نے اس لئے فرمایا کہ انصار کی اراضی ان کے ملک سے آپؐ نہیں نکالنا چاہتے تھے۔ کیونکہ فتوحات ہونے والی تھیں جس سے مہاجرین اراضی کے مالک ہو جائیں گے۔ قالوا ای قالت الانصار والمها جرون کلهم سمعنا واطعنا وامتثلنا امر النبیؐ الخ۔

باب قطع الشجر والنخل ۔وقال انسؓ امر النبی ﷺ بالنخل فقطع

ترجمہ۔ درختوں اور کھجوروں کو کاٹنا۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کھجوروں کو کاٹنے کا حکم دیا تو وہ کاٹ دی گئیں۔

حدیث(۲۱۶۶)حدثنا موسیٰ بن اسمعیل الخ عن عبداللهؓ عن النبی ﷺ انه حرق نخل بنی النضیر وقطع وهی البویرة ولها یقول حسانؓ

وهان علی سراة بنی لؤی
حریق بالبویرة مستطیر

ترجمہ۔ حضرت عبداللهؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے بنی النضیر کے کھجور کے باغوں کو جلوایا اور کٹوایا یہ بویرہ کے مقام پر تھیں جن کے بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ بنی لوی کے سرداروں پر بویرہ کے مقام پر پھیلنے والی آگ آسان ہوگئی

تشریح از قاسمیؒ ۔ بنو لؤی سے مراد آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اقارب صحابہؓ ہیں۔ بنو لؤی اور بنو النضیر میں معاہدہ تھا کہ مصیبت کے وقت ایک دوسرے سے تعاون کریں گے لیکن اس مصیبت میں بنو لؤی بنو النضیر کی کوئی مدد نہ کر سکے آج حضور اکرم ﷺ اور آپؐ کے اقارب کو بنو النضیر کے کھجوروں کے باغات جلانے اور کھجوریں کاٹنا آسان ہو گیا کہ کوئی رکاوٹ ڈالنے والا نہیں ہے۔

باب

حدیث(۲۱۶۷)حدثنامحمد بن مقاتل الخ عن حنظلة بن قيس الانصارى سمع رافع بن خديج قال كنااكثر اهل المدينة مزدرعاً كنا نكوى الارض بالناحيةمنها مسمى لسيد الارض قال فممايصاب ذلك وتسلم الارض ومما يصاب الارض ويسلم ذلك فنهيناواماالذهب والورق فلم يكم يومئذ .....

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ والوں میں سے سب سے زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے یا ہماری کھیتی زیادہ تھی۔ ہم نے مدینہ کے نواح میں کچھ زمین جو سید الارض کے نام سے مشہور تھی۔ کرایہ پر لیتے تھے پس اس کا کچھ حصہ اگر مصیبت اور آفت زدہ ہو جاتا تو دوسرا حصہ سالم رہتا اگر یہ حصہ سالم رہتا تو دوسرا حصہ آفت زدہ ہو جاتا پس اس طرح کی مزارعۃ سے ہمیں منع کیا گیا سونے اور چاندی پر تو ان دنوں مزارعۃ نہیں ہوتی تھی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ چونکہ اس طرح پر زمین کو کرایہ پر دینا دو طرفوں میں ایک سے محروم ہونا پڑتا تھا۔ جو اکل بالباطل ہے اس لئے ممانعت ہوئی۔ اگر اشکال ہو کہ اب باب قطع شجر میں اس حدیث کے داخل کرنے کی کیا وجہ ہے شاید یہ غیر محل ہو جواب یہ ہے کہ اس کی بھی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ جس نے زمین کو کچھ مدت تک کرایہ پر لیا۔ اب اس کو حق ہے کہ کھیتی باڑی کرلے یا درخت لگائے۔ لیکن جب مدت ختم ہو جائے گی تو صاحب الارض کو حق ہے کہ وہ ان کے قلع قمع کا مطالبہ کرے پس اس وجہ سے اسے باب قطع الشجر میں داخل کیا گیا۔

باب المزارعة بالشطر ونحوه

ترجمہ۔ آدھی یا اس طرح کی پیداوار پر کاشت کاری کرنا

وقال القيس بن مسلم عن ابى جعفرقال ما بالمدينةاهل بيت هجرة الايزرعون على الثلث والربع وزارع علىؓ وسعد بن مالكؓ وعمر بن

ترجمہ۔ قیس بن مسلم ابو جعفرؒ سے روایت کرتے ہیں ابو جعفر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہجرت والوں کا کوئی گھر ایسا نہیں ہوتا جو تہائی یا چوتھائی پر کاشتکاری نہ کرتا ہو حضرت علیؓ

عبدالعزیزوالقاسم وعروة وال ابی بکروال عمر وال علی وابن سیرین وقال عبدالرحمن بن یزید فی الزرع وعامل عمر الناس علی ان جاء عمر باالبذر من عندہ فله الشطر وان جاء واباالبذر فلھم کذاوقال الحسن لاباس ان تکون الارض لاحدھما فینفقان جمیعاً فماخرج فھوبینھما ورای ذلك الزھری وقال الحسن لاباس ان یجتنی القطن علی النصف وقال ابراھیم وابن سیرین وعطاء والحکم والزھری وقتادة لاباس ان یعطی الثوب بالثلث اوالربع ونحوہ قال معمر لاباس ان تکون الماشیة علی الثلث والربع الی اجل مسمیً ......

اور سعد بن مالکؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہؒ حضرت ابوبکرؓ کا خاندان حضرت عمرؓ کا خاندان اور حضرت علیؓ کا خاندان اور ابن سیرینؒ سب مزارعت کرتے تھے عبدالرحمٰن بن الاسود نے فرمایا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کا شتکاری میں شریک ہوتا تھا اور حضرت عمرؓ لوگوں کے ساتھ اس طرح معاملہ کرتے تھے کہ اگر حضرت عمرؓ اپنے پاس سے بیج لائیں تو ان کو پیداوار کا آدھا حصہ ملے گا۔ اگر بیج مزارع لے آئے تو ان کو اتنی پیداوار ملے گی۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ اگر زمین ان میں سے کسی ایک کی ہو اور خرچہ دونوں اکٹھے کریں تو جو کچھ اس سے پیداوار ہو گی وہ ان دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہو گی۔ اور امام زہریؒ کی بھی یہی رائے تھی۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اگر کپاس کی چنائی نصف پر کی جائے تو کچھ حرج نہیں۔ اور ابراہیم۔ ابن سیرین۔ عطاء۔ الحکم۔ زہری اور قتادہ رحمھم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کپڑا بننے کے لئے تہائی چوتھائی یا اس طرح کی مقدار پر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور معمرؒ نے فرمایا کہ مال مویشی کو تہائی۔ چوتھائی پر کچھ مدت کے لئے کرایہ پر دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حدیث(۲۱۶۸)حدثنا ابراھیم بن المنذر الخ ان عبداللہ بن عمرؓ اخبرہ عن النبیﷺ عامل خیبر بشطرمایخرج منھا من ثمراو زرعٍ فکان یعطی ازواجه مائةوسق ثمانون وسق تمروعشرون وسق شعیر فقسم عمر خیبر فخیرازواج النبی ﷺ ان یقطع لھن من الماء والارض اویمضی

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خیبر والوں سے آدھی پیداوار پر معاملہ کیا تھا خواہ وہ کھیتی ہو یا پھل ہو۔ اور آپؐ اپنی ازواج مطہرات کو سو ۱۰۰ وسق خرچہ دیا کرتے تھے۔ اسی ۸۰ وسق تو کھجور کے اور بیس ۲۰ وسق جو کے حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اس طرح تقسیم کر دیا کہ ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ ان کے لئے پانی اور زمین مقرر کر دیا جائے گا۔ وہ خود کاشت کریں یا ان کیلئے اس طرح پیداوار

لهن فمنهن من اختار الارض ومنهن من اختار الوسق وكانت عائشة اختارت الارض .....

چالور کھی جائے گی۔ تو بعض بیویوں نے زمین کو اختیار کر لیا اور بعض نے وسق ہی رہنے دیئے۔ حضرت عائشہؓ نے زمین کو اختیار کیا تھا۔ وہ خود کاشت کراتی تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کپاس کی چنائی نصف پر۔ اس طرح کپڑا اور زمین کا اجارہ نصف۔ ثلث۔ ربع۔ ائمہ ثلاثہ جائز نہیں قرار دیتے۔ کیونکہ یہ معنی چکی کی بوری کے معنی میں ہے۔ مگر مشائخ بلخ اور بعض دوسرے حضرات نے ضرورت کی بنا پر کپاس زراعت وغیرہ میں جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علماء کا اختلاف ہے کہ مزارعت نصف پر یا تہائی پر یا چوتھائی پر جائز ہے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین کی کثیر تعداد جن کے اسمائے گرامی امام بخاریؒ نے گنوائے ہیں اسی کے قائل ہیں۔ امام اوزاعیؒ۔ ثوریؒ اور صاحبینؒ کا یہی مسلک ہے کہ مزارعۃ ومساقات دونوں جائز ہیں۔ اور امام مالکؒ۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مزارعۃ ناجائز ہے۔ اس لئے کہ یہ تو کراء الارض بجزء منہا ہے۔ یعنی یہ تو زمین کو اس کی جزء کے بدلے کرایہ پر دینا ہے۔ البتہ مساقات یعنی باغبانی جائز ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کسی طور سے مساقات کو جائز نہیں کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اجارہ مجہولہ ہے۔ کیونکہ زمین کوئی چیز نہیں اگاتی۔ مزارعۃ کراء الارض بجزء منہا سے۔ اور مساقات بیع مزابنۃ کی نہی والی روایت سے منسوخ ہے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ حدیث باب کا جواب یہ دیتے ہیں اہل خیبر سے آپ کا معاملہ نہ بطور مزارعۃ کے تھا اور نہ ہی بطور مساقات کے تھا۔ بلکہ بطریق خراج ہے۔ یہی وجہ ہے آیۃ الجزیہ نازل ہونے کے بعد آپؐ نے ان سے الگ جزیہ وصول نہیں فرمایا اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ نے اور نہ ہی حضرت عمرؓ نے وصول فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ عہد فاروقی میں ان کو جلاوطن کر دیا گیا۔

ان یجتنی القطن کپاس چنوائی گندم کٹائی وغیرھا حصہ پر امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن ائمہ ثلاثہؒ۔ امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اسے منع فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ اجارہ بثمن مجہول ہے۔ اس طرح امام ابراہیم نخعیؒ اور ان کے ہم خیال فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے نساج کو سوت بننے کے لئے دیا اور بنے ہوئے کپڑے کا تیسرا حصہ بننے والے کا اور باقی سوتنے والے کا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ اس کی اجازت نہیں دیتے۔ اس لئے کہ یہ اجارہ مجہولہ ہے۔

لابأس ان تکری الماشیة علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے بار برداری کے لئے مدت معینہ تک جانور کرایہ پر لیا کہ اس پر غلہ وغیرہ لادا کرے گا۔ جو آمدنی ہوگی وہ تہائی یا چوتھائی پر تقسیم ہوگی۔ ان حضرات کے نزدیک جائز ہے۔ ہمارے احنافؒ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ جانور والے کے لئے اجرت مثل ہوگی۔ یعنی نفع سب جانور والے کا عامل کو اجرت مثل ملے گی اور مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں یہ صورت درج ہے کہ تکری الماشیة کا مطلب یہ ہے کہ جانور کچھ مدت کیلئے چرائی پر دیئے جائیں۔

جو بچے پیدا ہوں گے وہ اثلاثا تین حصوں میں تقسیم ہوں گے۔ یعنی اس کی نسل میں سے تہائی یا چوتھائی اجرت کے طور پر دے گا۔ اور میرے نزدیک زیادہ واضح وہ صورت ہے جو ہمارے ملک میں رائج ہے کہ کچھ مدت کے لئے جانور پرورش کے لئے دے دیتے ہیں۔ مدت ختم ہونے کے بعد مالک اور راعی کے درمیان نصف ثلث یا ربع دیا جاتا ہے۔ اور لفظ یکری کی تاویل اسی معنی کی طرف ممکن ہے اور ماشیہ کا لفظ بھی رجحان کی دلیل ہے۔

قفیز الطحان یعنی یہ تینوں مسئلے ہمارے نزدیک جائز نہیں ہیں۔ کیونکہ آٹا پینے والے کی بوری کے قبیل سے ہے۔ اس لئے کہ اس میں اجرت مجہولہ ہے۔ ان کو مضاربت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خود خلاف قیاس ہے۔ قفیز الطحان کی صورت یہ ہے کہ گندم کی چند بوریاں پینے والے کو اس طور پر دی جائیں کہ آٹے کی ایک بوری اجرت میں ملے گی۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بعض معمول کو عمل کی اجرت بنایا گیا۔ بلکہ پینے کی اجرت اسے الگ دی جائے۔ اور قفیز طحان کی صورت بعض نے یہ لکھی ہے کہ کوئی شخص بیل کو کرایہ پر حاصل کرے تاکہ اس کی گندم کی پسائی کردے۔ جس کے بدلے اس کو ایک بوری آٹے کی دی جائے گی۔ دار قطنی اور بیہقی میں ہے عن ابی سعید الخدری قال نہی رسول اللہ ﷺ عن عسب النحل وعن قفیزالطحان کہ آپ نے نر کی جفتی اور پینے والے کی بوری سے منع فرمایا۔ مشائخ بلخ تعامل کی وجہ سے ثیاب میں جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اسی طرح کپاس وزراعت وغیرہ میں بھی ضرورت کی بنا پر اجازت کا فتویٰ دیتے ہیں۔

باب اذالم یشترط السنین فی المزارعة۔

ترجمہ۔ مزارعۃ میں جب سالوں کی شرط نہ لگائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۲۱۶۹) حدثنامسدد الخ عن ابن عمرؓ قال عامل النبی ﷺ خیبر بشطر مایخرج منها من ثمراوزرعٍ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خیبر کا معاملہ پیداوار کے نصف پر کیا۔ جو کچھ پھل یا کھیتی وغیرہ ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ علماء احناف کے نزدیک ایسا معاملہ مزارعۃ کا صرف ایک سال کے لئے ہوگا لیکن جب مزارع نے دوسرے سال زمین نہ چھوڑی اور مالک نے بھی مطالبہ نہ کیا تو یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ عقد پر ابھی تک قائم ہیں۔ اسی طرح کئی سال تک یہ معاملہ چل سکتا ہے۔ حدیث کا یہ بھی محمل ہے اور جو لوگ اسے مزارعت بلکہ خراج قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک تو حکم آسان ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مزارعتِ من غیر اجل کو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ مکروہ فرماتے ہیں۔ ابو ثورؒ فرماتے ہیں کہ

اگر معین سالوں کا تذکرہ نہیں ہے تو صرف ایک سال کے لئے معاملہ ہوگا۔اس لئے جو حضرات مزارعۃ کے قائل ہیں وہ شرائط بیان کرتے ہیں ان میں سے مدت کا بیان کرنا بھی ہے لیکن حدیث خیبر کے اندر یہ بھی ہے اقر کم علی مااقرکم الله علیه یعنی ہم خیبر میں اس وقت تک قرار دیں گے جب تک اللہ تعالیٰ قرار دیں گے۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک مصلحت تھی۔نہ معاملہ مزارعت کا ہے اور نہ ہی مساقات کا ہے۔ کہ جس سے مدت یا غیر مدت پر استدلال کیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہے۔اور ہدایہ میں ہے قال ابو حنیفة المساقاة باطلة وقالا جائزة اذا ذکر مدة معلومة واذالم یبین المدة یجوز ویقع علی اول ثمر یخرج یعنی مساقات امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک باطل ہے۔صاحبینؒ اس شرط پر جائز فرماتے ہیں جب مدت معلوم ہو۔اگر مدت بیان نہ کی جائے تو عقد جائز ہے لیکن وہ پہلے نکلنے والے پھل پر واقع ہوگی۔اس لئے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہے۔جس میں عموماً فرق نہیں آتا اس لئے بیان مدت کی ضرورت نہیں۔خلاف زراعت کے کہ اس کے ابتداء اور انتہاء میں تفاوت ہوتا ہے۔اس لئے جہالت کے داخل ہونے کی وجہ سے ممانعت ہوگی۔میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ یہ اختلاف اختلاف اراضی پر موقوف ہے۔جہاں وقت زراعت میں تفاوت ہو۔جیسے کوفہ وغیرہ۔تو وہاں بیان مدت شرط ہے۔اور جہاں تھوڑا فرق ہو وہاں بیان مدت شرط نہیں ہے۔

کان خراجاً امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ خراج القاسمة ہے جو خراج توظیف یعنی مقرر شدہ خراج کی طرح جائز ہے خراج القاسمة یہ ہے کہ امام پیداوار پر کچھ مقدار مقرر کردے۔مثلاً عشر۔ثلث۔ربع اور اراضی ان کے پاس چھوڑ دی جائیں۔اگر زمین سے کوئی پیداوار نہ نکلے تو ان پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی۔اور خراج مؤظف یہ ہے کہ امام مفتوحین پر ہر جریب کے بدلے ایک صاع یا درہم مقرر کردے۔

باب

حدیث(۲۱۷۰)حدثنا علی بن عبدالله الخ

قال عمرو قلت لطاؤس لو ترکت المخابرة فانهم یزعمون ان النبی ﷺ نهی عنه قال ای عمرو انی اعطیهم واعینهم وان اعلمهم اخبرنی یعنی ابن عباسؓ ان النبی ﷺ لم ینه عنه ولکن قال ان یمنح احدکم اخاه خیر له من ان یاخذ علیه خرجاً معلوماً .....

ترجمہ۔ حضرت عمروؒ فرماتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ اگر آپ مخابرہ یعنی مزارعت کو چھوڑ دیتے تو بہتر ہوتا کیونکہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔تو طاؤسؒ نے کہا اے عمرو! میں تو ان کو عطیہ کرتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں اور یہ کہ مجھے ان میں سے زیادہ جاننے والے یعنی ابن عباسؓ نے خبر دی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے نہیں روکا۔لیکن یہ فرمایا کہ اگر ایک تمہارا اپنے بھائی کو زمین کا عطیہ دے دے تو اس کیلئے بہتر ہے اس سے کہ اس پر کچھ اجرت معلوم حاصل کرے۔

باب المزارعة مع اليهود

ترجمہ۔ یہود کے ساتھ مزارعت کرنا

حديث (۲۱۷۱) حدثنا محمد بن مقاتل الخ عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ اعطى خيبر اليهود على ان يعملوها ويذرعوها ولهم شطر ما خرج منها

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو خیبر کی اراضی اس شرط پر دے دی کہ وہ اس میں عمل کریں گے۔ کاشت کریں گے اور ان کو پیداوار کا آدھا ملے گا۔

باب مايكره من الشروط في المزارعة

ترجمہ۔ مزارعۃ میں جو شرطیں مکروہ ہیں ان کا بیان

حديث (۲۱۷۲) حدثنا صدقة بن الفضل الخ عن رافعؓ قال كنا اكثر اهل المدينة حقلاو كان احدنا يكرى ارضه فيقول هذه القطعة لى وهذه لك فربما اخرجت ذه ولم تخرج ذه فنهاهم النبى ﷺ ......

ترجمہ۔ حضرت رافعؓ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ والوں میں سب سے زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے۔ اور ہم میں سے ایک اپنی زمین کو کرایہ پر دیتا تو کہتا یہ اس ٹکڑے زمین کی پیداوار تو میرے لئے ہے اور اس ٹکڑے کی تیرے لئے۔ پس بسا اوقات یہ ٹکڑا پیداوار دیتا اور وہ نہ دیتا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

باب اذا زرع بمال قوم بغير اذنهم وكان في ذلك صلاح لهم

ترجمہ۔ جب کسی قوم کی اجازت کے بغیر ان کے مال سے زراعت کرے اور اس میں ان کی بھلائی ہو

حديث (۲۱۷۳) حدثنا ابراهيم بن المنذر الخ عن عبدالله بن عمرؓ عن النبى ﷺ قال بينما ثلثة نفر يمشون اخذهم المطر فاووا الى غار فى جبل فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبل فانطبقت عليهم فقال بعضهم لبعض انظروا اعمالاً عملتموها صالحة لله فادعوا الله بها لعله يفرجها عنكم قال احدهم اللهم انه كان لى

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا دریں اثنا تین آدمی چل رہے تھے کہ بارش نے انہیں آپکڑا تو انہوں نے پہاڑ کے اندر ایک غار میں پناہ لی۔ اتفاق سے ان کے غار کے منہ پر پہاڑ سے بڑا پتھر آگرا جو اس غار کے منہ پر پورا آ کر اسے ڈھک لیا۔ پس انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اپنے ان اعمال پر غور کرو جو تم نے خالص اللہ کے لئے کئے ہوں۔ پس اس کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ تم سے کشادگی کردے تو ایک نے کہا

والدان شيخان كبيران ولي صبية صغار كنت ارعى اليهم فاذا رحت. عليهم حلبت فبدأت بوالدى اسقيهما قبل بنى وانى استاخرت ذات يوم فلم ات حتى امسيت فوجدتهما ناما فحلبت كما كنت احلب فقمت عند رء وسهما اكره ان او قظهما واكره ان اسقى الصبية والصبية يتضاغون عند قدمى حتى طلع الفجر فان كنت تعلم انى فعلته ابتغاء وجهك فافرج لنا فرجة نرى منها السماء ففرج الله فراو السماء وقال الاخر اللهم انها كانت لى بنت عم احببتها كاشد ما يحب الرجال النساء فطلبت منها فابت حتى اتيتها بمائة دينار فبغيت حتى جمعتها فلما وقعت بين رجليها قالت يا عبدالله اتق الله ولا تفتح الخاتم الا بحقه فقمت فان كنت تعلم انى فعلته ابتغاء وجهك فافرج عنا فرجة ففرج وقال الثالث اللهم انى استاجرت اجيرا بفرق ارز فلما قضى عمله قال اعطنى حقى فعرضت عليه فرغب عنه فلم ازل ازرعه حتى جمعت منه بقرا وراعيها فجاء نى فقال اتق الله فقلت الى ذلك البقر ورعاتها فخذ فقال اتق الله ولا تستهزئ بى فقلت انى لا استهزئ بك فخذ فاخذه فان كنت تعلم انى فعلت ذلك

اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے سن رسیدہ تھے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ جن کی میں نگرانی کرتا تھا یا جن کا میں خاص لحاظ کرتا تھا۔ پس جب شام کو میں واپس آتا تو دودھ دوہتا تو ابتداً اماں باپ سے کرتا۔ کہ اپنے بیٹوں سے پہلے انہیں دودھ پلاتا تھا۔ ایک دن مجھے دیر ہو گئی۔ اور میں نہ آسکا یہاں تک کہ رات ہو گئی تو میں نے ان دونوں کو پایا کہ وہ سو گئے ہیں۔ پس میں نے معمول کے مطابق دودھ نکالا اور والدین کے سرہانے آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے ان کو جگانا پسند نہ کیا اور نہ ہی یہ پسند کیا کہ بچوں کو پلادوں حالانکہ بچے میرے قدموں پر چیخ چلا رہے تھے یہاں تک کہ فجر نکل آئی پس اگر آپکے علم میں یہ ہو کہ میں نے یہ کام محض آپ کی رضامندی کے لئے کیا ہے تو ایک سوراخ کھول دے۔ جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں اللہ تعالیٰ نے کھول دیا جس سے وہ آسمان کو دیکھنے لگے۔ دوسرے نے کہا اے اللہ! میری ایک چچا کی بیٹی تھی جس سے میں ایسی سخت محبت کرتا تھا جیسے مرد عورتوں سے کرتے ہیں میں نے اس سے جماع کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا یہاں تک کہ میں اس کے پاس ۱۰۰ سو دینار نہ لے آؤں۔ پس میں نے ان کو جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ انہیں جمع کر لیا۔ پس جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان جماع کے لئے بیٹھ گیا تو کہنے لگی اے اللہ کے بندے اس انگوٹھی کو نہ کھولو۔ مگر اس کے حق نکاح کے ساتھ کھولو۔ پس میں اٹھ کھڑا ہوا پس اگر آپ کے علم میں ہے کہ یہ کام میں نے محض آپ کی رضامندی کے لئے کیا ہے تو ہمارے لئے کشادگی کر دے چنانچہ دوسرا درہ بھی کھل گیا۔ اور تیسرے نے کہا کہ اے اللہ! میں نے ایک مزدور کرایہ پر کیا تھا

ابتغاء وجهك فافرج مابقی ففرج الله قال ابو عبدالله وقال ابن عقبة عن نافع فسعیت ....

کہ چاول یا جوار کے تین صاع اجرت دوں گا۔ پس جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوا تو کہنے لگا مجھے میرا حق ادا کر دو۔ میں نے اس کا حق پیش کیا لیکن وہ اس سے روگردانی کر گیا۔ پس میں برابر اسے کاشت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے اس سے کچھ گائیں اور ان کے چرواہے لے لئے۔ پس وہ میرے پاس آکر کہنے لگا اللہ تعالیٰ سے ڈرو! میں نے اس سے کہا کہ جاؤ یہ گائیں اور اس کے چرواہے تمہارے ہیں ان کو لے لو۔ کہنے لگا اللہ سے ڈرو میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا پس تم ان کو لے لو۔ چنانچہ وہ لے کر چلتا بنا پس اگر آپ کے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام محض آپ کی رضامندی کے لئے کیا ہے۔ جو حصہ باقی رہ گیا ہے اس کو بھی کھول دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بھی کھول دیا۔ امام بخاریؒ سند سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت نافعؒ نے بغیت کی بجائے فسعیت فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کنت ارعی علیهم علے کے ساتھ تعدیہ ہے اس میں رعایت کے معنی کی تضمین ہے یا انفاق کے یا نگہداشت کے معنی کا لحاظ کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ ارعی میں انفاق کے معنی کا لحاظ کیا گیا ہے اور اس کو علی کے ذریعہ متعدی بنادیا۔ ای انفق علیهم راعیا الغنیمات ابن المنذر فرماتے ہیں حدیث کو ترجمة الباب سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ جب مستاجر نے اس اجیر کا حق معین کر دیا اور اسے قدرت دے دی تو اس کی ذمہ داری ختم ہو گئی۔ وہ چھوڑ کر چلا گیا تو اب مستاجر نے نئے سرے سے قبضہ کر کے بطریق اصلاح اس میں تصرف کیا۔ ضائع کرنے کی نیت سے اس میں تصرف نہیں کیا تو یہ اس کا افضل عمل تھا جو قبولیت دعا کا باعث بنا اگر وہ فرق ہلاک ہو جاتا تو یہ ضامن ہوتا۔ کیونکہ اس نے تصرف کی اجازت نہیں دی تھی تو ترجمہ کا مقصود یہ ہوا کہ اس قصد سے زارع گناہ سے بچ گیا لیکن اس سے رفع ضمان لازم نہیں آتا اور یہ بھی احتمال ہے کہ قبولیت دعا اس لئے ہوئی ہو کہ اس نے اس کا حق کئی گنا بڑھا کر دیا تصرف کی وجہ سے نہیں۔ مزید بحث گذر چکی ہے۔

باب اوقاف اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ اصحاب نبی اکرم ﷺ کے اوقاف کا بیان

وارض الخراج ومزارعتهم ومعاملتهم وقال النبی ﷺ لعمر تصدق باصله لایباع ولکن ینفق ثمره فتصدق به .....

ترجمہ۔ صحابہ کرامؓ کا مزارعت کرنا اور ان کا باہمی معاملات کرنا اور جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ صدقہ کرو۔ اس کا اصل تو نہ بیچا جائے۔ البتہ اس کا پھل خرچہ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس مال کا صدقہ کیا۔

حدیث (۲۱۷۴) حدثنا صدقة الخ عن ابیه قال قال عمرؓ لولا اخر المسلمین مافتحت قریة الاقسمتها بین اھلھا کماقسم النبی ﷺ خیبر ..

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے آخری مسلمان کا خیال نہ ہوتا تو جو آبادی فتح ہوتی میں اسے ان کے مستحقوں میں تقسیم کر دیتا جس طرح جناب نبی اکرم ﷺ نے خیبر کو تقسیم فرمایا

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس روایت باب سے ترجمہ اس طرح ثابت ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ نے خیبر کو تقسیم کر دیا لیکن حضرت عمرؓ نے بلاد مفتوحہ کو تقسیم نہیں کیا تو یہ وقف کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے منافع کے لئے ان کو باقی رکھا گیا۔ تو جب تقسیم نہیں ہوتے تو یہ وقف ہے۔ ہر ایک مسلمان اس کی کاشت کر سکتا ہے۔ تو اس معنی کے اعتبار سے حضرت عمرؓ کے وقف کا لانا بھی صحیح ہو جائے گا۔ اور ارض خراج کی مزارعت بھی ثابت ہو جائے گی اسے وقف پر قیاس کیا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے عینی کے نسخہ کے مطابق باب کی توجیہ ذکر فرمائی۔ ورنہ بخاری کے متون اور شروح کسی میں بھی اصحاب النبیؐ کے الفاظ نہیں ہیں۔ بنابریں وقف عمر کو باب میں لانے کی توجیہ کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ کیونکہ وہ تو وقف صحابیؓ ہے۔ عینی کے نسخہ میں باب اوقاف اصحاب النبیؐ موجود ہے۔ تو قسطلانیؒ اس کی توجیہ کرتے ہیں باب بیان حکم اوقاف النبیؐ وبیان ارض الخراج وبیان مزارعتھم ومعاملتھم۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ اوقاف نبوی کی اس طرح کاشت کرتے تھے جس طرح یہود خیبر کے ساتھ آپؐ نے معاملہ کیا تھا۔ تصدق امر کے صیغہ سے وقف مراد ہے۔ یہ وقف صحابی کا حکم ہوا۔ اور دوسرا تصدق فعل ماضی ہے۔ وقف صحابی معلوم ہوا یہی حکم دوسرے صحابہ کرامؓ کے اوقاف کا بھی ہے۔ لیکن حافظؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کا دوسرا حصہ دوسری حدیث لولا آخر المسلمین سے ثابت ہوگا جس کی عبارت یوں ہوگی۔ لکن انظر لاخر المسلمین جس کا تقاضا ہے کہ میں ان اراضی کو تقسیم نہ کروں۔ بلکہ وقف علی المسلمین رہنے دوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے شام کی اراضی میں ایسا ہی کیا۔ اور اسی سے ارض الخراج کا ترجمہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جب شام کی اراضی وقف فرمائی تو جو اہل ذمہ تھے ان پر خراج مقرر کیا تو ان کو مزارع رکھا اور ان سے معاملہ کیا تو اس سے ترجمہ کا مقصد بھی ظاہر ہو گیا۔ اور اس کو باب المزارعة میں لانے کی توجیہ بھی معلوم ہو گئی لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خود بذاتہ وقف نہیں فرمایا بلکہ سب اوقاف صحابہ کرامؓ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جس کی تائید اس کی حکایت سے ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ کا صدقہ اوّل صدقه تصدق بہا فی الاسلام تو اس بنا پر امام بخاریؒ نے امامیہ کا رد بھی کر دیا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں لا نوات ماترکناہ صدقة یعنی جس کو آپؐ نے صدقہ کے طور پر چھوڑا ہے۔ وہ قابل میراث نہیں۔ تو اشارہ ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے اوقاف کئے حضور ﷺ کا کوئی وقف نہیں تھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اراضی مفتوحہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ محض فتح کرنے سے ہی وہ اراضی وقف ہو جائیں گی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ امام کو تقسیم کرنے اور وقف کرنے کا اختیار ہے۔ اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کو تقسیم کرنا لازم ہے۔ اگر فاتحین وقف کرنے پر راضی ہوں تو امام کو ایسا کرنا چاہیئے۔

باب من احیا ارضاً مواتاً

ترجمہ۔ جو شخص بنجر زمین کو آباد کرے

ورای ذلك علی فی ارض الخراب بالکوفة موات وقال عمر من احیا ارضاً میتة فهی له ویروی عن عمرو بن عوف عن النبی ﷺ وقال فی غیر حق مسلم ولیس لعرق ظالم فیه حق ویروی فیه عن جابر عن النبی ﷺ .....

ترجمہ۔ اور حضرت علیؓ نے کوفہ کی بنجر اراضی کے بارے میں اس کو جائز قرار دیا۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا جس شخص نے بنجر زمین آباد کی پس وہ زمین اسی کی ہوگی اور یہی حکم عمرو بن عوف نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے بشرطیکہ کسی مسلمان کے حق میں نہ ہو۔ اور نہ ہی کسی ظالم کا زمین میں کوئی حق ہے۔ اور اس بارے میں حضرت جابر سے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی۔

حدیث (۲۱۷۵) حدثنا یحیی بن بکیر الخ **عن عائشةؓ عن النبی ﷺ قال من اعمر ارضاً لیست لاحدٍ فهو احق قال عروة قضی به عمرؓ فی خلافته ......**

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے اس زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملک نہیں ہے تو وہ آباد کنندہ اس کا زیادہ حقدار ہے حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسی کا فیصلہ کیا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ جتنے آثار اس بارے میں نقل کئے گئے ہیں مسلم ہیں۔ لیکن ہم احناف اس کے جواز کو اس کے ساتھ مقید کرتے ہیں کہ اس زمین میں نہ تو عوام کا کوئی حق ہو اور نہ ہی کسی خاص کا حق ہو۔ اور آثار مذکورہ کا اس مقصد پر دلالت کرنے میں کوئی خفا نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ موات وہ زمین جس کا کوئی آدمی مالک نہ ہو اور نہ ہی کوئی شخص اس سے فائدہ حاصل کر رہا ہو۔ اور ہدایہ میں ہے الموات مالا ینفع به من الاراضی لانقطاع الماء عنه اولغلبة الماء علیه اوماا شتبه ذلك مما یمنع الزراعة سمی به ببطلان الانتفاع به یعنی موات وہ بنجر زمین ہے جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جاتا ہو۔ یا اس وجہ سے کہ اسے پانی نہیں ملتا۔ یا اس پر

پانی کا غلبہ ہے یا اس قسم کی چیزیں جنہوں نے زراعت کو ناممکن بنادیا ہو۔ موات اس کا نام اس لئے رکھا گیا کہ اس سے نفع حاصل کرنا باطل ہے اور امام طحاویؒ فرماتے ہیں الموات مالیس بملك لاحد ولاهو بمرافق البلدوكان خارج البلد سواء قرب اوبعد۔ یعنی موات وہ زمین ہے جو کسی کا ملک نہ ہو۔ اور نہ ہی وہ شہر کی ضروریات میں ہو اور شہر سے باہر ہو خواہ قریب ہو یا بعید ہو۔ جو قید احنافؒ بیان کرتے ہیں وہ بخاری میں موجود ہے۔ غير ان يكون فيها حق مسلم فهي له۔ بہر حال یہ قید تو سب کے نزدیک مسلّم ہے البتہ مسئلہ اختلافی یہ ہے کہ آیا احیاء ارض کے لئے اذن امام کی ضرورت ہے یا نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اذن امام ضروری ہے خواہ وہ شہر کے قریب ہو یا بعید ہو۔ امام مالکؒ قریب کے لئے اذن عام کی قید لگاتے ہیں بعید کیلئے نہیں۔ قرب کا مطلب یہ ہے آبادی والوں کو جس کی ضرورت ہو جیسے چراگاہ وغیرہ۔ اور امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اذن امام کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ جمہور کا استدلال حدیث باب سے ہے۔ اور ماء البحر وماء النهر اور شکار پر قیاس کرتے ہیں۔ لیکن امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کہ نہر بحر اور جنگل کسی کی تملیک نہیں ہے اور حدیث کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم ہے یا فتویٰ ہے جو کہتے ہیں کہ یہ حکم ہے تو ان کے نزدیک اذن لازمی ہے اور جو اسے فتویٰ کہتے ہیں ان کے ہاں اذن کی ضرورت نہیں ہے احنافؒ کا مستدل یہ حدیث ہے۔ ليس للمرا الاماطابت به نفس امامه یعنی کسی آدمی کے لئے لائق نہیں مگر وہ جو اس امام کے جی کو خوش لگے اور یہ بھی کہ الارضيين ابى الائمة لا الى غيرهم۔

باب

حديث (۲۱۷۶) حدثناقتيبةالخ عن ابيه ان النبیﷺ اری وهوفی معرسه من ذی الحليفة فی بطن الوادی فقيل له انك ببطحاء مباركة فقال موسى وقد اناخ بنا سالم بالمناخ الذى كان عبداللهينيخ به يتحرى معرس رسول الله ﷺوهواسفل من المسجدالذى ببطن الوادى بينه وبين الطريق وسط من ذلك .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دکھلایا گیا جب کہ آپؐ ذی الحلیفہ میں وادی کے نشیب میں آخر رات کو آرام کرنے کی جگہ میں آپؐ بطحاء مبارکہ میں ہیں۔ موسیٰ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سالم اس جگہ اپنی اونٹنی کو بٹھانے کی کوشش کرتے تھے جہاں حضرت عبداللہ ان کے باپ بٹھاتے تھے اور جو جناب نبی اکرم ﷺ کے اونٹنی کے بٹھانے کی جگہ کو تلاش کرتے تھے جہاں آپؐ نے آخری رات کو آرام فرمایا تھا وہ اس مسجد کی نچلی طرف ہے جو وادی کے نشیب میں ہے وہ مسجد اس وادی اور راستے کے وسط میں واقع ہے

حديث (۲۱۷۷) حدثنا اسحق بن ابراهيم الخ عن عمرؓ عن النبیﷺ قال الليلةاتانی ات من ربی

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ آج رات میرے رب کی طرف سے

وهو بالعقيق ان صل في هذ الوادى المبارك وقل عمرة في حجة ...

ایک آنے والا آیا جب کہ آپؐ عقیق میں تھے کہ اس وادی مبارک میں نماز پڑھو۔ اور فرمایا عمرہ حج میں داخل ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ احیاء موات کے باب کے بعد اس روایت کا لانا شاید اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ احیاء کا اعتبار اس وقت ہوگا جب اس زمین کی رفاہ عام کے لئے ضرورت نہ ہو۔ چونکہ اس وادی میں آنحضرت ﷺ اترے اور آپ کی اتباع میں دوسرے حضرات نے بھی نزول کیا۔ تو یہ ضرورت کی دلیل ہے۔ ایسی زمین کا احیاء ممکن نہیں۔ کیونکہ اس سے عامۃ المسلمین کو نقصان ہوگا۔ اور عوام صاحب استحقاق ہیں اور آپ کا ارشاد ہے فی غیر حق مسلم اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس روایت کو اس لئے لائے ہوں کہ آنجناب نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے اس جگہ نزول کرنے سے استدلال کرنا ہے کہ ایسی زمین کا آباد کرنا جائز ہے۔ تو جب ایک شخص آباد کرلے تو دوسرے کو مداخلت نہیں کرنی چاہئے جیسے کسی نے خیمہ گاڑلیا تو سبقت کی وجہ سے اس کا خیمہ نہیں اکھیڑنا چاہئے۔ تو روایت سے حکم کا ثبوت قیاساً ہوگا۔ پہلی صورت میں ثبوت حکم نصاً تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ نے حضرت ابو موسیٰؓ کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کی سفارش پر زمین جاگیر کے طور پر عنایت فرمائی۔ یہ نہیں کہ اس سے کہا تم ویسے ہی قبضہ کرلو اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ تو معلوم ہوا اذن امام ضروری ہے۔

باب۔ یہ باب بلا ترجمہ پہلے باب سے بطور فصل کے ہے۔ اور امام بخاریؒ کی غرض حدیث ابن عمرؓ اور حدیث عمرؓ سے یہ معلوم ہوئی ہے کہ بطحاء مبارکہ آنحضرت ﷺ کی معرس بنی کہ آخر رات میں آپؐ نے اس جگہ قیام فرمایا تو عامة الناس کا اس سے تعلق ہوگیا اب کوئی شخص احیاء کے ذریعہ اس کا مالک نہیں بن سکتا۔ چنانچہ ذی الحلیفہ ایسا مقام ہے جہاں لوگوں کی آمد ورفت رہتی ہے۔ دوسرے وہ میقات بھی ہیں تو اس کے آباد کرنے سے کوئی شخص مالک نہیں ہوسکے گا۔

باب اذاقال رب الارض اقرك مااقرك الله ولم يذكر اجلامعلوما فهما على تراضيهما۔

ترجمہ۔ زمین کا مالک یہ کہے کہ میں تجھے اس وقت تک ٹھہرنے دوں گا جب تک اللہ تعالیٰ تجھے ٹھہرائے گا اور کسی مدت کا ذکر نہ کرے۔ تو اس کی تعیین فریقین کی رضامندی پر ہوگی۔

حديث (۲۱۷۸) احمد بن المقدام الخ عن ابن عمرؓ قال كان رسول الله ﷺ وبسند آخر عن ابن عمرؓ ان عمربن الخطابؓ اجلى اليهود

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نے یہود اور نصاریٰ کو حجاز کی اراضی سے نکال دیا اور جناب نبی اکرم ﷺ نے جب خیبر پر غلبہ حاصل کیا تو یہود کو

والنصری من ارض الحجاز و کان رسول الله ﷺ لماظهر علی خیبر اراد اخراج الیهود منها و کانت الارض حین ظهر علیها لله ولرسوله ﷺ وللمسلمین واراد اخراج الیهود منها فسالت الیهود رسول الله ﷺ لیقرهم بها ان یکفوا عملها ولهم نصف الثمر فقال لهم رسول الله ﷺ نقرکم بها علی ذلک ماشئنا فقروا بها حتی اجلاهم عمر الی تیماء واریحاء ....

وہاں سے نکالنے کا ارادہ فرمایا اور جو علاقہ مفتوحہ ہو جاتا تھا وہ اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کی ملکیت ہو جاتا تھا۔ تو آپؐ نے حسب دستور یہود کو خیبر سے نکالنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو یہود خیبر نے آپؐ سے درخواست کی کہ ہمیں خیبر میں اس شرط پر رہنے دیا جائے کہ خیبر کی اراضی میں خرچہ اور عمل کے ضامن ہم ہوں گے اور آپؐ لوگوں کو اس کا آدھا پھل دیں گے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ہم تم لوگوں کو اس جگہ پر اس وقت تک اس شرط پر رہنے دیں گے جب تک ہماری مرضی ہوگی۔ چنانچہ وہ یہود خیبر میں رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں ان کو تیماء اور اریحا مقامات کی طرف نکال دیا۔

<u>تشریح از شیخ گنگوہیؒ</u>۔ الیهود والنصاری اکثر آیاتؑ اور احادیث میں یہود کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔ اور نصاریٰ کا کم۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہود کی کثرت تھی نصاریٰ کی قلت۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہود کا خبث باطن ان کو شقاق نفاق اور ردی اخلاق پر آمادہ کرتا تھا جس سے فساد برپا ہوتا۔ ان کی بنسبت نصاریٰ سے نقصان کم تھا۔ لتجدن اشدالناس عداوۃ للذین آمنوا الیهود والذین اشرکوا الخ امام بخاریؒ نے جو ترجمہ باندھا ہے ولم یذکر اجلا معلوماً صاحب فیض الباریؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ پر اہل خیبر کے ساتھ معاملہ کی ابھی تک وضاحت نہیں ہوئی۔ اس لئے کبھی تو اسے اجارہ پر محمول کرتے ہیں اور کبھی مزارعۃ پر۔ حالانکہ یہ دونوں تب صحیح ہو سکتے ہیں جب اراضی خیبر آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی ملکیت ہوں۔ لیکن جب یہ اراضی خود یہود کا ملک ٹھہریں تو پھر نہ اجارہ بن سکتا ہے اور نہ ہی مزارعت اس وقت صرف خراج مقاسمۃ ہی ہوگا۔ جس پر بہت تفریعات متفرع ہوں گی جس پہ مدت کو مبہم رکھنا کسی طرح ٹھیک نہیں ہو سکتا اس طرح اجارہ اور مزارعۃ کی صورت میں بھی ابہام اجل صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ منازعۃ اور جھگڑے کا باعث بنے گا خراج مقاسمۃ تو جہالت عمل کے باوجود بھی صحیح ہے۔ کیونکہ یہ امام اور رعایا کے درمیان معاملہ ہے جھگڑے کا کوئی خوف و خطرہ نہیں ہے۔ امام اس کا تدارک کر سکتا ہے۔ اگر اشکال ہو کہ روایت ابن عمرؓ وغیرہ میں مدت معلومہ پر نص نہیں تو احنافؒ اجل معلوم کی شرط کیوں لگاتے ہیں جواب یہ ہے کہ اجارہ مجہولہ کے فساد پر امت کا اجماع ہے۔ اقرکم ما اقرد الله سے فساد عقد تو لازم نہیں آتا البتہ دوسرا کوئی ایسا عقد نہیں کر سکتا اس لئے کہ وحی بند ہے احکام ثابت ہو چکے ہیں۔ اب اقرکم سے ایک سال کا اجارہ تو ثابت ہو جائے گا۔ پھر مالک کی رضامندی سے دوسرے سال کا بھی هلم جر۔ علی تراضیهما لیکن یہ تراضی وسط سال میں معتبر نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں مالک کو نقصان پہنچانا ہے لہذا سال گذرنے کے بعد دوسری تراضی کا اعتبار ہوگا۔ تیماء اور اریحا شام کے قریب دو شہر ہیں۔

باب ماكان من اصحاب النبی ﷺ يواسی بعضهم بعضاً فی الزراعة والثمرة

ترجمہ۔ باب اس بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ کے اصحابؓ کاشتکاری اور پھلوں میں بلامعاوضہ ایک دوسرے سے ہمدردی کرتے تھے۔

حدیث (۲۱۷۹) حدثنا محمد بن مقاتل الخ سمعت رافع بن خديج بن رافع عن عمه ظهير بن رافع قال ظهير لقد نهانا رسول الله ﷺ عن امر كان بنا رافقاً قلت ماقال رسول الله ﷺ فهو حق قال دعانی رسول الله ﷺ قال ماتصنعون بمحاقلكم قلت نؤاجرها على الربع وعلى الاوسق من التمر والشعير قال لاتفعلوا ازرعوها اوازرعوها اوامسكوها قال رافع سمعا وطاعة ......

ترجمہ۔ حضرت ظہیر فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک ایسے معاملہ سے منع فرمادیا جو ہمارے لئے آسان تھا میں نے کہا جو کچھ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہی حق ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے بلواکر پوچھا کہ تم اپنی کھیتی کے ساتھ کیا کرتے ہو میں نے کہا کہ ہم ان کو اجرت پر دیتے ہیں نہری پیداوار پر اور کھجور اور جو کے وسق پر۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسانہ کرو یا تو ان زمینوں کو خود کاشت کرو یا مفت کاشت کراؤ۔ یا ایسے ہی اپنے پاس روک رکھو حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اطاعت کریں گے۔

حدیث (۲۱۸۰) حدثنا عبيدالله بن موسى الخ عن جابرؓ قال كانوا يزرعونها بالثلث والربع والنصف فقال النبی ﷺ من كانت له ارض فليزرعها اوليمتعها فان لم يفعل فليمسك ارضه ....

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ اراضی کو تہائی اور آدھی پر کاشت کرتے تھے۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص زمین کا مالک ہو پس یا تو وہ خود کاشت کرے یا اسے کسی مسلمان کو عطیہ کے طور پر دے دے۔ اگر یہ نہ کر سکے تو اپنی زمین کو روکے رکھے۔

حدیث (۲۱۸۱) قال الربيع بن نافع ابوتوبة الخ عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من كانت له ارض فليزرعها اوليمنحها اخاه فان ابى فليمسك ارضه ......

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی زمین ہو تو وہ خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو عطیہ کردے اگر اس سے انکار کرے تو اپنی زمین کو روک رکھے۔

حدیث (۲۱۸۲) حدثنا قبيصة الخ عمرو قال ذكرته

ترجمہ۔ عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے مزارعۃ کا ذکر حضرت طاؤسؒ سے کیا

لطاؤس فقلا یزرع قال ابن عباسؓ ان النبی ﷺ لم ینه عنه ولکن قال ان یمنح احدکم اخاه خیرله من ان یاخذ شیئاً معلوماً .....

توانہوں نے فرمایا کہ کسی دوسرے سے مفت میں کاشت کرائیے ابن عباسؓ نے فرمایا بے شک جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا البتہ یہ فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کو عطیہ کے طور پر دے دینا بہتر ہے۔ اس سے کہ اس پر کوئی معلوم اجرت لو۔

حدیث(۲۱۸۳)حدثناسلیمان بن حرب الخ عن نافع ان ابن عمرؓ کان یکری مزارعه علی عهد النبی ﷺ وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وصدرا من امارة معاویةؓ ثم حدث عن رافع بن خدیج ان النبی ﷺ نهی عن کراء المزارع فذهب ابن عمرؓ الی رافع فذهبت معه فساله فقال نهی النبی ﷺ عن کراء المزارع فقال ابن عمرؓ قد علمت انا کنا نکری مزارعنا علی عهد رسول الله ﷺ بما علی الاربعاء وبشیء من التبن ....

ترجمہ۔ حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی قابل کاشت اراضی کو کرایہ پر دیا کرتے تھے۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں اور حضرت امیر معاویہؓ کی امارت کے ابتدائی دور میں بھی۔ پھر حضرت رافع بن خدیجؓ سے حدیث بیان کی جانے لگی۔ کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اراضی کے کرایہ (اجرت) پر دینے سے منع فرمایا تو حضرت ابن عمرؓ خود چل کر حضرت رافعؓ کے پاس گئے۔ اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا پس انہوں نے آپ سے پوچھا جس پر انہوں نے فرمایا کہ واقعی جناب نبی اکرم ﷺ نے اراضی کو اجرت پر دینے سے منع فرمایا ہے۔

توابن عمرؓ نے فرمایا کہ تمہیں علم ہے کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اپنی زمینوں کو اجرت پر دیتے تھے جو کچھ پیداوار نہروں پر ہوتی تھی اس کے بدلے اور کچھ تھوڑا بھوسہ کے بدلے۔

حدیث(۲۱۸۴)حدثنایحیی بن بکیرالخ ان عبدالله بن عمرؓ قال کنت اعلم فی عهد رسول الله ﷺ ان الارض تکری ثم خشی عبدالله ان یکون النبی ﷺ قد احدث فی ذلك شیئاً لم یکم یعلمه فترك کراء الارض .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے وہ یہ ہے زمین کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔ پھر حضرت عبداللہؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں جناب نبی اکرم ﷺ نے اس بارے میں کوئی نیا حکم نہ دے دیا ہو جس کا ان کو علم نہ ہو سکا ہو۔ اس لئے انہوں نے زمین کو کرایہ پر دینا چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فقال ابن عمرؓ قد علمت الخ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جو صورت ذکر فرمائی ہے وہ فاسدہ ہے

جائز نہیں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت رافعؓ نے بھی نہی سے عموم مراد نہیں لیا کہ مزارعت کی سب صورتوں کو شامل ہو۔ بلکہ نہی سے وہ صورت مراد ہے جس میں مفاسد ہوں اور ممکن ہے کہ حضرت رافعؓ نے اپنے فہم اور قرینہ کے مطابق نہی سے عموم مراد لیا ہو اور اسی سے ابن عمرؓ نے عموم سمجھ لیا ہو۔ کیونکہ حضرت رافعؓ نے نہی میں جو صورتیں ذکر کی ہیں ان میں سے بعض وہ مختص بالنهى ہیں لیکن ابن عمرؓ نے ان صورتوں میں فرق نہیں کیا۔ اور نہی کو عموم پر محمول کر لیا۔ یا تمام صورتوں کو انہوں نے احتیاطاً چھوڑ دیا۔ کیونکہ بعض روایات کے الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہیں۔ اگرچہ عموم مراد نہیں ہے۔ لیکن اگر امام صاحبؒ نے ابن عمرؓ کی روایت پر احتیاطاً عمل کرتے ہوئے مزارعت کو ناجائز کہا ہو تو ان پر اعتراض نہیں ہونا چاہئیے۔ ورنہ ابن عمرؓ پر اعتراض ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فان لم يفعل فليمسكه ارضه اگر اشکال ہو کہ زمین کو بغیر زراعت کے چھوڑ دینا اضاعت مال ہے جو ممنوع ہے۔ تو کہا جائے گا کہ زمین کی منفعت معطل نہیں ہوتی۔ گھاس۔ لکڑی وغیرہ سے منفعت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اگر اور کوئی فائدہ بھی نہ ہو تو اس سے زمین کی اصلاح ہو گی۔ تاکہ اگلے سال کام دے سکے۔ لیکن یہ توجیہات اس وقت ہیں جب نہی عام ہو اگر کراء کی خاص صورت پیداوار کی لی جائے جب کہ وہ غیر معلوم ہو تو پھر تعطيل الانتفاع نفع کو معطل کرنا لازم نہیں آتا۔ بلکہ نقدی پر اجارہ ہو سکتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ماكان اصحاب رسول الله ﷺ يواسى بعضهم بعضا الخ امام بخاریؒ نے ان روایات کے محمل کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس باب میں ذکر کی گئی ہیں۔ کہ بعض سے جواز مزارعت معلوم ہوتا ہے اور بعض سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ تو اشارہ فرمایا کہ جب روایات سے نهى مزارعت بالاجر معلوم ہوتی ہے وہ زہد کی تعلیم کے لئے ہے۔ اور لوگوں سے ہمدردی کی ترغیب دینا ہے۔ یہ نہی تحریم کی نہیں ہے۔

امسکوھا سے زمین کے مصالح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ کیونکہ اس طرح جانوروں کے لئے چارہ کا انتظام وافر مقدار میں ہو گا زمین میں نمو اور قوت بڑھے گی۔ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو گا کہ جب خود کاشت نہیں کرتے تو دوسرے کو زراعت کا موقع ملے گا یہ مواساۃ ہے۔ اور بغیر اجر کے مزارعت سے ایک مسلمان بھائی کو فائدہ پہنچے گا۔ اس طرح حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت ابن عمرؓ نے خلافت علیؓ کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ وقوع اختلاف کی وجہ سے انہوں نے ان سے بیعت نہیں کی تھی۔ کیونکہ ان کی رائے تھی جس شخص کی خلافت پر مسلمان متفق نہ ہوں اس کی بیعت نہ کی جائے بنابریں ابن عمرؓ نے ابن الزبیرؓ کی اور عبد الملک بن مروان کی بیعت نہیں کی تھی جب کہ ان کی خلافتوں میں اختلاف تھا بعد ازاں یزید بن معاویہؓ کی بیعت کی اور عبد اللہ بن زبیر کی وفات کے بعد عبد الملک بن مروان کی بیعت کر لی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابن عمرؓ نے دورِ خلافت علیؓ میں اپنی زمین کرایہ پر نہ دی ہو اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہ توجیہ پہلی توجیہ سے بہتر ہے۔

باب كراء الارض بالذهب والفضة وقال ابن عباس﷛ ان امثل مانتم صائغون ان تستاجر والارض البيضاء من السنة الى السنة

ترجمہ ۔ زمین کو نقد اجرت پر دینا۔ ابن عباس﷛ فرماتے ہیں کہ بہتر صورت جو تم لوگ کرنے والے ہو وہ یہ ہے کہ سفید زمین کی ایک سال سے دوسرے سال تک نقدی پر مستاجری کرو

حديث (۲۱۸۵) حدثنا عمرو بن خالد الخ عن رافع بن خديج﷛ حدثني عمامتي انهم كانوا يكرون الارض على عهد النبي ﷺ بما ينبت على الاربعاء او شئ يستثنيه صاحب الارض فنهى النبي ﷺ عن ذلك فقلت لرافع فكيف هي بالدينار والدرهم فقال رافع ليس بها باس بدينار والدرهم وكان الذي نهى عن ذلك مالو نظر فيه ذوالفهم بالحلال والحرام لم يجيزوه لمافيه من المخاطرة قال ابو عبدالله من ههنا قول الليث وكان الذي نهى عن ذلك .....

ترجمہ ۔ حضرت رافع بن خدیج﷛ سے مروی ہے کہ مجھے اپنے چچاؤں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ وہ لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زمین کو کرایہ پر اس شرط پر دیتے تھے کہ جو چھوٹی چھوٹی نہر کے پاس کی پیداوار ہوگی یا جس چیز کو زمین کا مالک مستثنیٰ کر لیتا تھا اس پر اجارہ ہوتا تھا۔ جس سے ہم کو جناب نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا۔ پس میں نے حضرت رافع﷛ سے پوچھا کہ اگر پیداوار کی بجائے دینار اور درھم یعنی نقدی پر مزارعت ہو تو وہ کیسے ہے تو حضرت رافع﷛ نے فرمایا دینار درہم کے ساتھ مزارعت میں کوئی حرج نہیں ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ لیث کا قول یہ ہے کہ جن لوگوں کو حلال و حرام سمجھنے میں ادراک ہے۔ اگر وہ لوگ غور کریں تو مزارعت کی اجازت نہ دیں کیونکہ اس میں ہلاکت کا خطرہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ كان الذي نهى عن ذلك اس سے مقصد یہ ہے کہ مزارعت وہ ممنوع ہے جس میں قمار اور جُوا ہو یہ بات اگرچہ کسی نص سے ثابت نہیں لیکن اہل فہم اپنے فہم سے اس کی حرمت کا ادراک کر سکتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ليس بها بأس سے راوی نے خود تخصیص فرمادی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی نہی عام نہیں ہے المخاطرة کے معنی شراحؒ نے اشراف على الهلاك کے کئے ہیں۔ جس کی تفسیر شیخ گنگوہیؒ نے قمار سے کی ہے۔ کیونکہ جوئے میں بھی یہی ہوتا ہے۔ غنم یا غُرم یعنی نفع یا چٹی ۔ اس لئے قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک کراء الارض کی نہی اسی پر محمول ہے کہ جس میں دھوکہ اور جہالت ہو۔ مطلقاً مزارعۃ کی ممانعت نہیں جو بالذهب والفضة ہو۔

وكان الذي یہ کس کا مقولہ ہے جب کہ قال ابو عبدالله امام بخاریؒ نے فرمادیا کہ كلام الليث میں سے ہے۔

باب

حدیث(۲۱۸۶)حدثنامحمد بن سنان الخ عن ابی ھریرةؓ ان النبی ﷺ کان یوماً یحدث وعندہ رجل من اھل البادیة ان رجلا من اھل الجنة استاذن ربہ فی الذرع فقال لہ الست فیما شئت قال بلی ولکنی احب ان ازرع قال فبذر فباد ر الطرف نباتہ واستواؤہ واستحصارہ فکان امثال الجبال فیقول اللہ دونک یاابن ادم فانہ لایشبعك شیئ فقال الاعرابی واللہ لاتجدہ الا قریشیاً اوانصاریاً فانھم اصحاب زرع وامانحن فلسنا باصحاب زرع فضحك النبی ﷺ ....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک دن باتیں کر رہے تھے کہ آپؐ کے پاس ایک دیہاتی آدمی بیٹھا تھا۔ کہ ایک جنتی آدمی اللہ تعالیٰ سے کھیتی باڑی کرنے کے لئے اجازت طلب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کیا تو من پسند چیزوں میں نہیں ہے۔ اس نے کہا کیوں نہیں لیکن میں کاشت کرنا پسند کرتا ہوں۔ فرمایا پس وہ بیج ڈالے گا پس آنکھ جھپکنے میں جلدی اس کا اگنا شروع ہوگا۔ پھر اس کا سیدھا ہونا اور کاٹنے کے قابل ہونا ہوگا۔ کہ اس کی بالیں پہاڑوں کی طرح ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے آدم کے بیٹے لے۔ اس لئے کہ کوئی چیز تیرا پیٹ نہیں بھرے گی پس دیہاتی نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہو نہ ہو وہ قریشی یا انصاری ہوگا کیونکہ یہی لوگ کھیتی باڑی والے ہیں۔ لیکن ہم لوگ تو کھیتی والے نہیں ہیں۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لاتجدہ الاقریشیاالخ یہ بات اس نے اپنے علم کے مطابق کہی۔ ورنہ اس کو معلوم نہیں کہ ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ الاقریشیا اوانصاریا اس کے کہنے کا سبب یہ ہے کہ انصار مدینہ تو اصحابِ زرع تھے ہی مہاجرین مزارعت کے طور پر ان کے ساتھ مشغول رہتے تھے۔ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس باب کے انعقاد سے اس پر تنبیہ فرمائی کہ کراء الارض سے جو نہی واقع ہے وہ تنزیہی ہے۔ نہی تحریم نہیں ہے۔ اس لئے کہ عادت یہ ہے کہ انسان اس چیز پر حرص کرتا ہے جس سے ہمیشہ کے لئے نفع حاصل کرے۔ اور اس جنتی کا زراعت پر حرص کرنا حتی کہ جنت میں بھی باقی رہا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی موت اسی پر واقع ہوئی۔ اگر وہ کراء الارض کی حرمت کا اعتقاد رکھتا تو اپنے آپ کو اس پر حرص کرنے سے روکتا یہاں تک کہ اس کے ذہن میں اتنی مقدار نہ رہتی۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ زراعت کی فضیلت پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ جنت میں بھی ہوگی کراء الارض سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

باب ماجاء فی الغرس

ترجمہ۔ باب ان فضائل کے بارے میں جو درخت لگانے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔

حدیث(۲۱۸۷)حدثنا قتیبة بن سعید الخ
عن سهل بن سعدؓ انه قال انا كنا لنفرح بيوم الجمعة كانت لنا عجوز تاخذ من اصول سلق لنا كنا نغرسه فى اربعائنا فتجعله فى قدر لها فتجعل فيه حبات من شعير لا اعلم الا انه قال ليس فيه شحم ولا ودك فاذا صلينا الجمعة زرناها فقربته الينا فكنا نفرح بيوم الجمعة من اجل ذلك وما كنا نتغدى ولا نقيل الا بعد الجمعة .....

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن خوش ہوتے تھے کہ ہماری ایک بوڑھیا تھیں جو ہمارے لئے چقندروں کی جڑیں لے کر جن کو ہم اپنی چھوٹی چھوٹی نہروں پر لگایا کرتے تھے وہ ان کو اپنی ہنڈیا میں ڈال دیتی تھی اور اس میں جو کے کچھ دانے ڈال دیتی۔ مجھے اس کا علم نہیں کہ اس نے کہا کہ اس میں نہ چربی ہوتی تھی اور نہ ہی گوشت کی چکناہٹ ہوتی تھی پس جب ہم اس سے ملنے جاتے تو اس مغلوبہ کو ہمارے قریب کر دیتیں۔ پس اس وجہ سے ہم جمعہ کے دن خوش ہوتے تھے اور ہم ناشتہ اور قیلولہ جمعہ کے بعد ہی کرتے تھے۔

حدیث(۲۱۸۸)حدثنا موسی بن اسمعیل الخ
عن ابی هريرةؓ قال يقولون ان اباهريرةؓ يكثر الحديث والله الموعد ويقولون ما للمهاجرين والانصار لا يحدثون مثل احاديثه وان اخوتى من المهاجرين كان يشغلهم الصفق بالاسواق وان اخوتى من الانصار كان يشغلهم عمل اموالهم وكنت امرأ مسكينا الزم رسول الله ﷺ على ملأ بطنى فاحضر حين يغيبون واعى حين ينسون وقال النبى ﷺ يوماً لن يبسط احدمنكم ثوبه حتى اقضى مقالتى هذه ثم يجمعه الى صدره فلا ينسى من مقالتى شيئاً ابداً فبسطت نمرة ليس

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ حدیث بہت بیان کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی خیر و شر کا وعدہ دینے والے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار کو کیا ہو گیا کہ وہ ابو ہریرہؓ کی حدیثوں کی طرح حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ حالانکہ میرے مہاجر بھائی بازاروں کے کاروبار ان کو مشغول رکھتے تھے اور میرے انصار بھائیوں کو ان کا مال و مویشی کا عمل مشغول رکھتا تھا۔ میں ایک غریب آدمی تھا جو صرف پیٹ پرائی جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹا رہتا تھا۔ پس جب وہ غائب ہوتے تھے میں حاضر ہوتا تھا اور جب وہ بھول جاتے تھے میں یاد رکھتا تھا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ جس شخص نے تم میں سے آج کے دن اپنا کپڑا پھیلایا یہاں تک کہ جب میں اپنی اس گفتگو کو ختم کروں پھر وہ اس کو اپنے سینے سے

علی ثوب غیرھا حتی قضی النبی ﷺ مقالته ثم جمعتھا الی صدری فوالذی بعثه بالحق مانسیت من مقالته تلك الی یومی ھذاواللہ لولاایتان فی کتاب اللہ ماحدثتکم شیئاً ابداًان الذین یکتمون ماانزلنا من البینت الی قوله الرحیم.........

لگالے تو میری گفتگو کی کوئی چیز کبھی اسے نہیں بھولے گی۔ پس میں نے اپنی اونی چادر جس کے سوا میرے بدن پر اور کوئی کپڑا نہیں تھا اس کا کچھ حصہ میں نے پھیلا دیا۔ حتی کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی گفتگو کو پورا کر لیا تو میں نے اس کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ پس اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آج تک آپ کی اس گفتگو سے کسی چیز کو نہیں بھولا اور اللہ کی قسم! اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تمہیں کبھی کوئی چیز بیان نہ کرتا۔ ترجمہ آیت بے شک جو لوگ ان واضح آیات وہدایت کو چھپاتے ہیں جن کو ہم نے اتارا ہے الخ. الرحیم تک۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ نتغدی اس میں اس کھانے کے لذیذ ہونے کی وجہ کی طرف اشارہ ہے کہ بھوک اور فاقہ کی وجہ سے ایسے کھانے کو لذیذ سمجھتے اور اس پر خوش ہوتے تھے۔

وعمل اموالھم یہ موضع ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اس عمل زراعت میں مشغول رہتے تھے جس سے اس کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔ اور آنجناب ﷺ کی تقریر سے اس کا جواز بھی معلوم ہوا۔

ولولاایتان یہاں سے حضرت ابوہریرہؓ تحدیث پر اپنے حرص کا عذر بیان کرتے ہیں۔ باوجودیکہ لوگ اس بارے میں ان پر اعتراض کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علی السغب والفاقه سے شیخ گنگوہیؒ نے اس وہم کا دفعیہ کیا جو ظاہر اللفظ صحابہ کرامؓ کے حرص علی الطعام پر دلالت کرتا ہے۔ تو دفع وہم کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خوشی ان کے احتیاج کی وجہ سے تھی اجاد الشیخ۔

عمل اموالھم حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس عمل سے مراد شغل بالاراضی بالزراعت والغرس ہے۔

اللہ الموعد علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ الموعد یا تو مصدر میمی ہے یا اسم زمان ہے یا اسم مکان ہے بہر صورت اس کا حمل لفظ جلالت پر صحیح نہیں ہے۔ تو عبارت کو مقدر ماننا پڑے گا۔ مصدر کی صورت میں الواعد کے معنی ہوں گے اور مصدر مبالغہ کے لئے ہوگا۔ الواعد فی فعله بالخیر والشر۔ اور اسم زمان کی صورت میں وعنداللہ الموعد یوم القیامة۔ اور اسم مکان کی صورت میں وعنداللہ الموعدیوم القیامة اور اسم مکان کی صورت میں عنداللہ موعدنی الخ بہر صورت معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ یحاسبنی ان تعمدت کذبا یعنی اگر میں جان بوجھ کر جھوٹ بولوں تو اللہ تعالیٰ میرے سے حساب لے گا اور ان لوگوں سے بھی حساب لے گا جو میرے ساتھ بدگمان رکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المساقاۃ

ترجمہ۔ پانی بیچنے پر معاملہ کرنا

باب فی الشرب وقولہ تعالی وجعلنا من الماء کل شیء حی افلایؤمنون وقولہ افرء یتم الماء الذی تشربون وانتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون لونشاءجعلنہ اجاجاً فلولاتشکرون ومن رای صدقۃ الماء وھبتہ ووصیتہ جائزۃ مقسوماً کان اوغیرمقسوم ثجاجامنصبا المزن السحاب الاجاج المتر فراتا عذباوقال عثمان قال النبی ﷺ من یشتری بئررومۃ فیکون دلوہ فیھا کدلاء المسلمین فاشتراھا عثمان رضی اللہ عنہ

ترجمہ۔ مساقات کے شرعی معنی ہیں پھلدار درختوں اور انگوروں کو کسی ایسے شخص کے سپرد کرنا جوان کی دیکھ بھال اس شرط پر کرے کہ اس کے پھلوں میں سے کوئی مقرر حصہ اسے ملے گا۔ اہل مدینہ کی لغات مختصہ ہیں۔ مثلاً مساقات کو معاملہ مزارعۃ کو مخابرہ اور اجارہ کو بیع مضاربۃ کو مقارضہ اور صلوۃ کو سجدہ کہتے ہیں۔ شرب کے معنی پانی کا حصہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ کہ ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بتلاؤ! جس پانی کو تم پیتے ہو کیا تم نے اس کو بادل سے اتارا۔ یا ہم اتارنے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنا دیں۔ پس کیوں نہیں شکر ادا کرتے اور اس شخص کے بارے میں جو پانی کا صدقہ کرے یا اس کو ہبہ کرے۔ اور اس کی وصیت بھی جائز ہے۔ خواہ وہ پانی منقسم تقسیم شدہ ہو یا نہ ہو۔ سورۂ نباء میں ہے ثجاجا اور پلٹا ہوا پانی۔ مزن کے معنی بادل کے۔ اجاج کے معنی کڑوے کے اور فرات کے معنی میٹھے پانی کے ہیں۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے بیئر رومہ خرید کر کے وقف کر دیا کہ اس کا ڈول دوسرے مسلمانوں کے ڈول کی طرح ہو۔ یا اس کا حصہ بھی دوسرے مسلمانوں کی حصہ کی طرف ہو یعنی وقف ہو تو اس کیلئے جنت ہے

تو حضرت عثمانؓ نے اسے پینتیس ۳۵ ہزار درہم پر خرید کر وقف کر دیا اور حضرت عثمانؓ کی خرید سے پہلے ہر مشکیزہ پانی کا ایک درہم میں بکتا تھا

حدیث (۲۱۸۹) حدثنا سعید بن ابی مریم الخ عن سھل بن سعدؓ قال اتی النبی ﷺ بقدح فشرب منه وعن یمینه غلام اصغر القوم والاشیاخ عن یساره فقال یا غلام اتاذن لی اعطیه الاشیاخ قال ما کنت لاوثر بفضلی منك احدا یا رسول الله فاعطاه ایاه .....

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس پانی کا پیالہ لایا گیا اور آپؐ نے اس سے پی لیا آپ کی دائیں جانب قوم کا سب سے چھوٹا بچا تھا اور آپؐ کے بائیں طرف بڑے عمر رسیدہ لوگ تھے تو آپؐ نے فرمایا اے لڑکے کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ پانی کا پیالہ ان شیوخ کو دے دوں اس لڑکے نے کہا کہ حضرت یا رسول اللہ آپ کے پس خوردہ پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے وہ اسے دے دیا۔

حدیث (۲۱۹۰) حدثنی انس بن مالكؓ انها حلبت لرسول الله ﷺ شاة داجن وھی فی دار انسؓ فاعطی رسول الله ﷺ القدح فشرب منه حتی اذانزع القدح من فیه وعلی یساره ابوبکرؓ وعن یمینه اعرابی فقال عمرؓ وخاف ان یعطیه الاعرابی اعط ابابکریارسول الله عندك فاعطاه الاعرابی الذی علی یمینه ثم قال الایمن فالایمن .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور رسول اللہ ﷺ کیلئے ایک پالتو بکری کا دودھ نکالا گیا جب کہ آپ حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں تھے اور اس کے دودھ میں اس کنویں کا پانی ملایا گیا جو حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں تھا۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ کو پیالہ دیا گیا۔ جس سے آپؐ نے پیا حتی کہ جب آپؐ نے اس پیالے کو اپنے منہ مبارک سے الگ فرمایا تو بائیں طرف حضرت ابو بکرؓ تھے اور دائیں طرف ایک دیہاتی تھا حضرت عمرؓ کو ڈر لگا کہ آپؐ دیہاتی کو نہ دے دیں فرمایا یا رسول اللہ حضرت ابو بکرؓ کو دیں جو آپؐ کے پاس بیٹھے ہیں پس جناب نبی اکرم ﷺ نے وہ اس دیہاتی کو دے دیا جو آپؐ کے دائیں جانب بیٹھا تھا فرمایا دائیں طرف کو اختیار کرو دائیں طرف کو اختیار کرو

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وجعلنامن الماء کل شیئ حی الخ غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے ہر شے پانی سے بنائی ہے کیونکہ وہ تمام چیزوں کا اصل ہے۔ اس لئے آسمانوں اور عناصر ثلاثہ کی پیدائش پانی سے ہے۔ اور حی کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہی موجود ین ہی مقصود بالذکر ہیں۔ اگر چہ یہ حکم ان کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

یاغلام اتأذن اس سے ترجمہ ثابت کرنا ہے کہ پانی کا محافظ جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ خواہ ہبہ کرے یا کنویں سے

حاصل کرے بہر حال وہ غیر سے تصرف کا زیادہ حق دار ہے۔ جیسے مشترک پانی کا ہبہ اور صدقہ جائز ہے اس طرح تقسیم شدہ کا بھی جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ جعلنامن الماء کل شیئ حی سے وہ حیوانات مراد ہیں جو پانی سے زندہ رہتے ہیں۔ اور بعض نے ماء سے نطفہ مراد لیا ہے اور بعض نے کل شیئ حیا پڑھا ہے۔ تو اس میں جمادات نباتات بھی داخل ہو جائیں گے ان کی حیوۃ سے مراد ان کی سبزی مراد ہے جو پانی سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان کی ہے وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کے موافق ہے۔ اور فیض الباری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان اللہ تعالیٰ خلق الماء اولا ثم خلق السموت والارض الخ اور ابن رزین العقیلی نے تو مرفوعاً نقل کیا ہے۔ ان الماء خلق قبل العرش کہ عرش سے پہلے پانی کو پیدا کیا گیا۔ دلالۃ علی الترجمہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ مصنف نے اس باب سے ان لوگوں پر رد کیا ہے۔ ان الماء لایملك یعنی پانی کسی کی ملک نہیں ہے ترجمہ کو مشروعیۃ قسمۃ الماء سے ثابت کیا۔ اس طرح کہ دائیں طرف والے سے ابتداء بالماء کی گئی جو تقسیم پر دال ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ پانی ملک ہو سکتا ہے۔ البتہ حضرت سہل کی حدیث میں پانی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ کتاب الاشربہ میں لبن یعنی دودھ کے پیالے کا ذکر ہے۔ تو کہا جائے گا کہ حدیث انسؓ میں اس پانی کا ذکر ہے جس میں دودھ ملا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ دودھ اور پانی میں کوئی فرق نہیں۔ تو اس سے الماء لایملك کہنے والوں کا رد ہو جائے گا۔

باب من قال ان صاحب الماء احق بالماء حتی یروی لقول النبی ﷺ لایمنع فضل الماء۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ پانی والا پانی کا اس وقت تک حق دار ہے حتی کہ سیراب ہو جائے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بچے ہوئے پانی کو نہ روکا جائے۔

حدیث (۲۱۹۱) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لایمنع فضل الماء لیمنع بہ الکلاء .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بچت پانی نہ روکا جائے تاکہ اس سے سبز گھاس نہ رک جائے۔

حدیث (۲۱۹۲) حدثنا یحیی بن بکیر الخ عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لاتمنعوا فضل الماء لتمنعوا بہ فضل الکلاء ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بچا ہوا پانی نہ روکو۔ تاکہ اس کے ذریعہ سبز گھاس روکنے کا باعث نہ بن جاؤ۔

تشریح از قاسمیؒ۔ منع فضل الماء یہ ترجمہ کی علت ہے کہ فضل ماء تب ہوگا جب کسی کی حاجت سے فارغ ہو۔ جس سے ثابت ہوا کہ عدم الفضل کے وقت وہ پانی کا زیادہ حق دار ہے۔ نیز !اجابت میں حاجت ذاتی۔ اہل وعیال۔ جانور اور کھیتی سب داخل ہیں لیکن یہ اس پانی کے بارے میں ہے جو برتن میں محفوظ نہ ہو۔ اگر برتن میں محفوظ ہے تو پھر مضطر کے علاوہ کسی پر خرچ کرنا واجب نہیں ہے۔

باب من حفر بئراً فی ملکه لم یضمن

ترجمہ۔ جس شخص نے کنواں اپنی ملکیت میں کھودا تو وہ کسی نقصان کا ذمہ وار نہیں ہے۔

حدیث(۲۱۹۲)حدثنامحمود الخ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللهﷺالمعدن جبار والبئرجبار والعجماء جبار وفی الرکاز الخمس.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کان کے اندر مر جانے والے کا خون معاف ہے کنویں میں مر جانے والے کا خون معاف ہے اسی طرح کسی جانور نے کسی کو مار دیا تو معاف ہے اور خزانہ کے اندر پانچواں حصہ ہے

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ اس باب کو یہاں پر لائے ہیں کہ جب کنویں میں گرنے والے کے خون کا ذمہ وار مالک نہیں ہے کیونکہ کنواں اس کے ملک میں ہے۔ تو بچے ہوئے پانی کا بھی مالک خاص ہوگا کیونکہ یہ پانی اس کی کوشش اور اس کے ملک میں حاصل ہوا ہے۔ پس جب اس کی حاجت سے زائد نہ ہو تو نہ غیر پر صرف کرنا ضروری ہے اور نہ ہی اس کے ملک میں کوئی مداخلت کرنے کا حق رکھتا ہے البتہ جب کوئی مضطر اور مجبور ہو تو پھر ماعون کا خرچ کرنا واجب ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ باب ذکر فرمائی ہے وہ بہتر ہے ورنہ اس باب کا محل کتاب الدیات ہے البتہ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث مطلق ہے ترجمہ مقید بالملک ہے جو مطلق کی ایک صورت ہے۔ کہ ضمان ساقط ہے کیونکہ جب غیر ملک میں کنواں کھودنے سے بطریق اولیٰ ساقط ہوگی۔ البتہ جمہور فرق کرتے ہیں کہ ملک میں ضامن نہیں غیر ملک میں ضامن ہوگا۔ اتمنعوافضل الماء میں نہی تحریم کے لئے ہے عندالمالك ولاوزاعی۔ امام شافعیؒ مستحب قرار دیتے ہیں۔ اور احنافؒ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ جانوروں کے لئے بذل الماء واجب ہے کھیتی کے لئے نہیں ذکر العینی۔

باب الخصومة فی البئر والقضاء فیها

ترجمہ۔ کنویں کے بارے میں جھگڑا کرنا اور اس کے بارے میں فیصلہ کرنا۔

حدیث(۲۱۹۳)حدثنا عبدان الخ عن عبدالله عن النبی ﷺ قال من حلف علی یمین یقطتع بها مال امرئ هو علیها فاجر لقی الله وهو علیه غضبان فانزل الله تعالی ان الذین یشترون بعهدالله وایمانهم ثمناقلیلا الآیة فجاء الاشعث فقال ماحدثکم ابوعبدالرحمن فی انزلت هذه الایة کانت لی بئر فی ارض ابن عم لی فقال شهود ك قلت مالی شهود قال فیمینه قلت یارسول الله اذا یحلف فذکر النبی ﷺ هذا الحدیث فانزل الله ذلك تصدیقا له .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس نے کوئی ایسی قسم کھائی کہ جس سے کسی مسلمان کا مال دبانا چاہتا ہو۔ حالانکہ وہ اس قسم میں بالکل جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقی ہوگا کہ وہ اس پر غضبناک ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑا مال خریدنا چاہتے ہیں الخ تو حضرت اشعث آئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ ابو عبدالرحمٰنؒ (یہ ابن مسعودؓ کی کنیت ہے) نے تمہیں حدیث بیان کی ہے۔ تو یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میرے چچازاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا حضور انور ﷺ نے میرے سے فرمایا کہ گواہ پیش کرو میں نے کہا حضرت میرے پاس گواہ نہیں ہیں آپؐ نے فرمایا پھر اس کی قسم کا اعتبار کرو میں نے کہا یارسول اللہ وہ تو اس وقت قسم اٹھالے گا۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث کو ذکر فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

باب اثم من منع ابن السبیل من الماء

ترجمہ۔ باب اس شخص کے گناہ کے بارے میں جس نے کسی مسافر راہ گزر سے پانی روکا۔

حدیث(۲۱۹٤)حدثنا موسی ابن اسمعیل الخ سمعت ابا هریرةؓ یقول قال رسول الله ﷺ ثلثة لا ینظر الله الیهم یوم القیمة ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم رجل کان له فضل ماء بالطریق فمنعه من ابن السبیل ورجل بایع اماما لا یبایعه الا لدنیا فان اعطاه منها رضی وان لم یعطه منها سخط

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان کی طرف نظر کرم کریں گے اور نہ ہی گناہوں سے ان کی پاکی کریں گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا ایک تو وہ آدمی ہے جس کے پاس راستہ میں فالتو پانی ہو وہ راہ گزر مسافر کو نہیں دیتا دوسرا وہ ہے جس نے کسی حاکم سے صرف دنیا حاصل کرنے کیلئے بیعت کی اگر وہ اس کو دنیا سے کچھ دے دیتا ہے

ورجل اقام سلعته بعدالعصر فقال واللہ الذی لااله غیره لقد اعطیت بها کذاوکذا فصد قه رجل ثم قرء هذه الاية ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمناقلیلاً .....

توراضی اگر اس کو اس دنیا سے نہیں دیتا تووہ اس سے ناراض ہے اور تیسرا وہ آدمی ہے جس نے عصر کے بعد اپنا سامان لگایا اور کہتا ہے کہ اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ مال تو مجھے اتنے اتنے میں پڑا ہے۔ پس دوسرا اس کی بات کو سچا سمجھ لیتا ہے۔ پھر اس آیت کو پڑھا۔ ان الذین یشترون الخ۔

باب سکر الانهار

ترجمہ۔ نہری پانی کے روکنے کے بارے میں

حدیث(۲۱۹۵)حدثناعبداللہ بن یوسف الخ عن عبداللہ بن الزبیرؓ انه حدثه ان رجلامن الانصار خاصم الزبیرعندالنبی ﷺ فی شراج الحرة التی یسقون بها النخل فقال الانصاری سرح الماء یمرفابی علیه فاختصماعندالنبی ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ للزبیر اسق یازبیر ثم ارسل الماء الی جارك فغضب الانصاری فقال ان کان ابن عمتك فتلون وجه رسول الله ﷺ ثم قال اسق یازبیرثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر فقال الزبیر واللہ انی لاحسب هذه الاية نزلت فی ذلك فلاوربك لایؤمنون حتی یحکموك فیماشجر بینهم وقال محمدبن العباس قال ابوعبداللہ لیس احدیذکر عن عروة عن عبدالله الاالليث فقط..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے حدیث بیان کی کہ انصار کا ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس حضرت زبیرؓ سے مقام حرہ کی ایک غول چھوٹی نہر کے بارے میں جھگڑ پڑا جس سے وہ اپنے کھجور کے باغوں کو سیراب کرتے تھے انصاری نے کہا کہ پانی کو چھوڑ دو چلتا رہے لیکن اس نے انکار کیا تو دونوں آنحضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس جھگڑتے رہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ اے زبیر! اپنی زمین کو پانی پلا کر پھر اپنے پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دو۔ انصاری ناراض ہو کر کہنے لگا کہ یہ فیصلہ آپؐ نے اس لئے کیا کہ وہ آپ کا پھوپھی زاد بھائی ہے جس پر آنجناب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے متغیر ہو گیا۔ پھر فرمایا اے زبیر! زمین کو پانی پلاؤ پھر اس وقت تک پانی روکے رکھو یہاں تک کہ دیوار تک چڑھ جائے حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں گمان کرتا ہوں کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ہے ترجمہ آیت۔ پس ایسا نہیں ہے قسم تیرے رب کی یہ لوگ اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک وہ باہمی اختلاف معاملات میں آپ کو فیصل اور حاکم نہ بنائیں۔ امام بخاریؒ سند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عروة عن عبداللہ سے سوائے لیث کے اور کوئی ذکر نہیں کرتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ سکر الانہار اس باب سے امام بخاریؒ پانی کے روکنے کے جواز کو ثابت فرمارہے ہیں اگرچہ ظاہرا اس سے کراہیۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عوام اس میں شریک ہیں اور یہ پانی اللہ تعالیٰ کے بندوں پر محض اللہ کا فضل ہے۔ تو کسی کو کسی سے رکاوٹ نہ کرنی چاہئیے۔ لیکن اس حدیث سے جواز حبس ثابت ہوا۔ البتہ یہ کلام ان نہروں کے بارے میں ہے جو کسی کی مملوک نہ ہوں اور نہ ہی لوگوں کے کھودنے سے چالو ہوئی ہوں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی دین سے چل رہی ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ان وادیوں اور نشیبی جگہ کا پانی جس میں کسی کے عمل کو دخل نہ ہو وہ مباح ہے جو سبقت کر کے لے لے وہ اس کا حق دار ہے۔ اور پانی کی باری والے لوگوں میں سے اوپر والے نیچے والوں سے مقدم ہوں گے۔ وہ باغ کی دیواروں تک پانی چڑھنے کے بعد نیچے والے کے لئے چھوڑ سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ پانی دو طرح کا ہوتا ہے جاری اور ساکن۔ اگر جاری ہو تو دو قسم ہے۔ کہ وہ نہر غیر مملوک میں ہوگا یا مملوک میں۔ نہر غیر مملوک جیسے بڑی بڑی نہریں۔ نیل اور فرات جن میں کوئی مزاحمت نہیں کرتا۔ اس میں تو ہر ایک کو حق ہے۔ جب چاہے جتنا چاہے جیسے چاہے اس سے پانی پی سکتا ہے۔ دوسرے چھوٹی نہر۔ کھال وغیرہ ان کے متعلق حکم ہے۔ اوّل نہر والے پانی استعمال کر کے نیچے والوں کے لئے چھوڑ دیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

تشریح از قاسمیؒ۔ شیخ لمعات میں فرماتے ہیں کہ اس انصاری کا یہ قول یا تو اس وجہ سے تھا کہ وہ منافق تھا جو انصار کے قبیلہ کا تھا۔ یا غصہ وغضب کی حالت میں اس سے لغزش ہوگئی۔ ای الجدر دیوار کی بنیاد تک جس کی مقدار علماء نے انسان کے ٹخنے تک مقرر فرمائی ہے۔ باقی آپ کا ارشاد اوّلاً حضرت زبیرؓ سے دستور کے مطابق اور حسن جوار کی بنا پر تھا جب خصم ناراض ہوا تو آپؐ نے فرمایا اپنا پورا حق لے لو۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس انصاری کو کوئی سزا نہیں دی گئی۔ عفو و درگذر سے کام لیا گیا۔ حرہ مدینہ میں مشہور مقام ہے۔ اور شراج کھال کو کہتے ہیں۔

باب شرب الاعلی قبل الاسفل

ترجمہ۔ نہر کے اوپر والے کیلئے نیچے والے سے پہلے پانی کی باری ہوگی۔

حدیث(۲۱۹۶) حدثنا عبدان الخ عن عروۃ قال خاصم الزبیر رجل من الانصار فقال النبی ﷺ یازبیر اسق ثم ارسل فقال الانصاری انه ابن عمتك فقال علیه السلام اسق یازبیر ثم یبلغ

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کا انصار کے ایک آدمی سے جھگڑا ہو گیا جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے زبیر اپنا باغ پلا کر پھر پانی چھوڑ دو۔ انصاری نے کہا یہ تو اس وجہ سے ہوا کہ وہ آپؐ کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا اے زبیر تم یہاں تک پانی پلاؤ کہ وہ دیوار تک پہنچ جائے

الماء الجدر ثم امسك فقال الزبير فاحسب هذه الاية نزلت في ذلك فلاوربك لايؤمنون حتى يحكموك فيماشجر بينهم ......

پھر روک لو حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ہے فلاوربك لايؤمنون الاية ۔

باب شرب الاعلى الى الكعبين

ترجمہ ۔ ٹخنوں تک اوپر والے کا پانی کا حصہ ہے

حديث (۲۱۹۷) حدثنامحمدالخ عن عروة ابن الزبيرؓ انه حدثه ان رجلامن الانصار خاصم الزبير في شراج من الحرة يسقي بها النخل فقال رسول الله ﷺ اسق يا زبير فامره بالمعروف ثم ارسل الى جارك فقال الانصارى ان كان ابن عمتك فتلون وجه رسول الله ﷺ ثم قال اسق ثم احبس حتى يرجع الماء الى الجدر واستوعى له حقه فقال الزبيرؓ والله ان هذه الاية انزلت في ذلك فلاوربك لايؤمنون حتى يحكموك فيما شجربينهم فقال لى ابن شهاب فقدرت الانصار والناس قول النبى ﷺ اسق ثم احبس حتى يرجع الى الجدر وكان ذلك الى الكعبين .....

ترجمہ ۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے ایک آدمی کا حضرت زبیرؓ کے ساتھ مقام حرۃ کے ایک کھال کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ جس سے وہ نخلستان کو پانی پلاتا تھا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے زبیر! پانی پلاؤ اس سے آپؐ نے دستور کے مطابق حکم دیا۔ پھر اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ انصاری نے کہا یہ تو اس وجہ سے ہوا کہ حضرت زبیرؓ آپؐ کا پھوپھی زاد بھائی ہے جس سے آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا پھر آپؐ نے فرمایا پانی پلاؤ۔ تم اس وقت تک روکے رکھو جب تک پانی دیوار پر چڑھ جائے اس سے آپؐ نے اسی کے حق کی حفاظت فرمائی۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ آیت کریمہ اسی بارے میں نازل ہوئی فلاوربك لايؤمنون الخ لکن شہاب زہریؒ نے فرمایا کہ انصار اور دوسرے لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان اسق ثم احبس حتى يرجع الماء الى الجدر کا اندازہ فرمایا کہ مقدار پانی کی دونوں ٹخنوں تک ہونی چاہیئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فامره بالمعروف یعنی جس میں کسی کی مصلحت ہو۔ اگرچہ مسئلہ اس کے خلاف ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امره بالمعروف یعنی پانی کے بارے میں وہ عادت جو فریقین کے درمیان مشہور ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ درمیانی راستہ اختیار کیا۔ جس میں پڑوسی کی رعایت ملحوظ تھی۔ جس پر فاستوعى الزبير حقه دلالت کرتا ہے۔ قبل ازیں آپؐ نے اپنی رائے سے دونوں کا حق بیان فرمایا تھا۔ جب بطور باہمی صلح کے تھا۔ جب انصاری راضی نہ ہوا تو آپؐ نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق عطا فرمایا

تشریح از قاسمیؒ۔ امسك کے معنی امسك الماء کے نہیں بلکہ امسك نفسك عن السقی یعنی پانی پلانے سے اپنے آپ کو روک دو۔

الی الکعبین یہ محل ترجمہ ہے۔ یعنی جب ان حضرات نے دیکھا کہ دیواروں کا طول و عرض مختلف ہوتا ہے تو جہاں قصہ واقع ہوا ہے اس پر قیاس کر کے ٹخنوں تک کی مقدار مقرر کر دی۔

باب فضل سقی الماء ترجمہ۔ پانی پلانے کی فضیلت کے بارے میں

حدیث(۲۱۹۸)حدثنا عبدالله بن یوسف الخ عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال بینا رجل یمشی فاشتد علیه العطش فنزل بئراً فشرب منها ثم خرج فاذاهو بکلب یلهث یاکل الثری من العطش فقال لقد بلغ هذا مثل الذی بلغ بی فملأ خفه ثم امسکه بفیه ثم رقی فسقی الکلب فشکر الله له فغفرله قالوا یا رسول الله وان لنا فی البهائم اجراً قال فی کل کبدٍ رطبة اجر .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس اثناء میں کہ ایک آدمی چل رہا تھا کہ اس پر پیاس سخت ہو گئی تو وہ ایک کنویں میں اترا اور اس سے پانی پیا۔ پھر جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپتے ہوئے پیاس کی وجہ سے تر مٹی کھا رہا ہے۔ دل میں کہنے لگا کہ اس کو بھی وہی تکلیف پہنچی ہے جو مجھے پہنچی تھی۔ چنانچہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے کو بھرا اور اپنے منہ میں اسے تھمایا پھر اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدردانی کرتے ہوئے اس کی بخشش فرما دی۔ تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہمیں چوپایوں کے بارے میں بھی ثواب ہوگا آپؐ نے فرمایا ہر تر جگر میں ثواب ہے۔

حدیث(۲۱۹۹)حدثنا ابن ابی مریم الخ عن اسماء بنت ابی بکرؓ ان النبی ﷺ صلی صلوة الکسوف فقال دنت منی النار حتی قلت ای رب وانا معهم فاذا امرأة حسبت انه قال تخدشها هرة قال ماشان هذه قالوا حبستها حتی ماتت جوعا ....

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف کی نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا کہ آگ میرے قریب ہوئی یہاں تک کہ میں نے کہا اے میرے رب حالانکہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ پس اچانک ایک عورت ہے میرا گمان ہے کہ یہ فرمایا کہ ایک بلی اسے نوچ رہی ہے۔ کہا کہ اس کا کیا حال ہے فرمایا کہ اس عورت نے اس بلی کو باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مر گئی۔

حدیث(۲۲۰۰)حدثنااسمعیل الخ عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال عذبت امرأة فی هرة حبستها حتی ماتت جوعافدخلت فیها النار قال فقال والله اعلم لاانت اطعمتیها ولاسقیتها حین حبستیها ولاانت ارسلتیها فاكلت من خشاش الارض ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی کہ اس نے اس کو باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی پس اس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوئی۔ اللہ نے فرمایا حالانکہ اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ نہ تو تو نے اسے کھانا کھلایا اور نہ ہی اسے پانی پلایا۔ جب کہ تو نے اسے روک رکھا تھا اور نہ ہی تو نے اسے چھوڑ دیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑوں میں سے کھالیتی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ پہلی حدیث سے ترجمہ اس طرح ثابت ہوا کہ پیاسے کتے کو پانی پلانے سے اس کی مغفرت ہوگئی کبدرطبة سے حیوۃ مراد ہے۔ کہ ہر زندہ کے جگر میں ثواب ہے۔ وانا معهم یہ جملہ تعجب کے طور پر ہے کہ وہ میرے قریب کیسے ہوگئے حالانکہ ان میں اور میرے درمیان بہت بعد ہے۔ دوسری روایت میں کہ بلی کے بھوکے اور پیاسے رکھنے کی وجہ سے عورت کو عذاب دیا گیا اگر وہ کھلاتی پلاتی توعذاب نہ ہوتا تو اس سے سقی الماء کی فضیلت ثابت ہوئی۔

باب من رای ان صاحب الحوض والقربة احق بمائه ۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو یہ سمجھتا ہے کہ حوض اور مشکیزے کا مالک اپنے پانی کا زیادہ حقدار ہے

حدیث(۲۲۰۱)حدثناقتیبة الخ عن سهل بن سعدؓ قال اتی رسول الله ﷺ بقدح فشرب وعن یمینه غلام هواحدث القوم والاشیاخ عن یساره قال یاغلام اتاذن لی ان اعطی الاشیاخ فقال ماكنت لاوثربنصیبی منك احداًیارسول الله فاعطاه ایاه ......

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس سے آپؐ نے پانی پی لیا۔ آپؐ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا جو لوگوں میں سب سے چھوٹا تھا اور بڑے بزرگ آپؐ کے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ پس آپؐ نے پوچھا اے لڑکے! کیا مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں پس خوردہ بڑوں کو دے دوں۔ تو اسے نے کہا کہ میں آپؐ کی طرف سے اپنے حصہ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ یارسول اللہ! چنانچہ آپؐ نے اسے دے دیا۔

حدیث(۲۲۰۲)حدثنامحمدبن بشار الخ سمعت اباھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لازودن رجالاعن حوضی کماتزاد الغریبۃ من الابل عن الحوض تذودان تمنعان ..

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ ضرور بالضرور میں اپنے حوض سے لوگوں کو اس طرح روکوں گا جس طرح اجنبی اونٹ حوض سے دفع کیا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے تذودان یعنی روکتے ہیں

حدیث(۲۲۰۳)حدثناعبداللہ بن محمدالخ قال ابن عباسؓ قال النبی ﷺ یرحم اللہ ام اسمعیل لو ترکت زمزم اوقال لولم تغرف من الماء لکانت عینامعینا واقبل جرھم فقالوا اتاذنین ان ننزل عندك قالت نعم ولاحق لکم فی الماء قالوانعم........

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتی یا فرمایا کہ اگر وہ پانی کا چلو بھر کر مشکیزے میں نہ ڈالتی تو وہ جاری چشمہ ہوتا اور پھر قبیلہ جرھم کے لوگ آگئے جنہوں نے ان کے پاس ٹھہرنے کی اجازت طلب کی جس پر ام اسمٰعیل نے فرمایا ہاں! ٹھہر سکتے ہو لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق نہ ہوگا۔

حدیث(۲۲۰٤)حدثناعبداللہ بن محمد الخ عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال ثلثۃ لایکلمھم اللہ یوم القیامۃ ولا ینظر الیھم رجل حلف علی سلعۃ لقد اعطی بھا اکثر مما اعطی وھو کاذب ورجل حلف علی یمین کاذبۃ بعد العصر لیقطع بھا مال رجل مسلم ورجل منع فضل ماء فیقول اللہ الیوم امنعك فضلی کما منعت فضل مالم تعمل یداك.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تین آدمی ہیں کہ قیامت کے دن نہ تو اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے گا ایک تو وہ آدمی ہے جس نے اپنے فروختگی سامان پر قسم کھائی کہ مجھے اتنے میں پڑا ہے جو خرید سے زیادہ بتلایا حالانکہ وہ جھوٹا ہے اور دوسرا وہ آدمی جس نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان آدمی کا مال مار لیا۔ تیسرا شخص وہ ہے جس نے فالتو پانی روک لیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں بھی اپنا فضل تجھ سے روکتا ہوں جس طرح تو نے فالتو پانی روکا تھا جو تیرے ہاتھوں کی کمائی نہیں تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں چار احادیث بیان فرمائی ہیں پہلی روایت سہل بن سعدؓ کی ہے جس میں پیالے کو حوض اور مشکیزے کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔ تو جس طرح پیالے والا تصرف کا حق دار ہے اسی طرح حوض اور

مشکیزے والا بھی حقدار ہے۔ دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے۔ جس میں حوض کی نسبت جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے جس سے آپؐ بھگانے اور پلانے کے حقدار ہیں۔ تو تصرف ثابت ہوا۔ تیسری حدیث ابن عباسؓ کی ہے۔ جس کی مناسبت ترجمہ سے واضح ہے کہ ام اسمعیلؑ نے فرمایا لا حق لکم فی الماء ۔ چوتھی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے جس کی مناسبت ترجمہ سے اس طرح ہے کہ جب فضل ماء کی ممانعت پر عتاب ہوگا تو معلوم ہوا کہ وہ اصل ماء کا حق دار ہے۔ نیز! لم تعمل یداك سے بطور مفہوم کے معلوم ہوا کہ اگر اس کے عمل کا دخل ہو تو وہ غیر کی بنسبت حق دار ہے۔ تو اب لم تعمل یداك کے معنی ہوں گے کہ نہ تو تو نے پانی کا منبع چالو کیا اور نہ ہی اس کو نکالا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ابن المنذرؒ نے پہلی حدیث میں مناسبت اس طرح ثابت کی ہے۔ کہ جب دائیں طرف بیٹھنے والا محض بیٹھنے سے مافی القدح یعنی پیالے کی چیز کا مستحق بن گیا تو قابض کیوں مستحق نہیں ہوگا۔ باقی رجالا سے کون مراد ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد منافقین ہیں۔ بعض نے کہا مرتدین مراد ہیں۔ اور بعض نے مبتدعین بدعتی لوگ مراد لئے ہیں۔ جنہوں نے دین میں نئی نئی رسوم کو دین بنالیا۔ اور بعض نے اہل الکبائر اور ظالم لوگ مراد لئے ہیں۔ ام اسمعیلؑ سے مراد حضرت ہاجرہ ہیں جو مصر کے بادشاہ نے بی بی سارۃ زوجہ ابراہیمؑ کو ہبہ کی تھی۔ جس سے اسمعیلؑ پیدا ہوئے۔ جچہ زچہ کو حضرت ابراہیمؑ مکہ کے چٹیل میدان میں چھوڑ گئے تھے۔ جہاں پیاس سے پریشانی کے بعد زمزم کا چشمہ نمودار ہوا جس کو بی بی ہاجرہ زمزم رک جا رک جا کہہ کر بند باندھ رہی تھیں۔ اگر ایسا نہ کرتی تو جاری چشمہ بن جاتا۔

جرھم یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا جو شام جا رہے تھے۔ کہ مکہ میں اترے اور زمزم کے پاس رہنے کی درخواست کی۔ یہ مکہ کے پہلے مکین ہیں وہ وہیں رہے بی بی ہاجرہ کی وفات ہوگئی اسمعیلؑ جوان ہو کر ان میں بیاہے گئے۔ آپ کی بیوی کا نام جداء بنت سعد عملانی تھا۔

لا حق لکم فی الماء یہ موضع الترجمہ ہے۔ خطابیؒ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا جو شخص جنگل میں کوئی پانی کا چشمہ نکالے وہ اس کا مستحق ہے۔ دوسرا اس میں کوئی شریک نہیں ہوگا۔ الا برضاہ مگر اس کی رضامندی سے۔ بعد العصر کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے غالب یہ ہے کہ عموما لوگ اس وقت قسم اٹھاتے ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ نزول وصعود ملائکہ کا وقت ہے عظمت کی وجہ سے معاصی عظیم ہو جاتے ہیں۔ یقطع ای یا خذقطعة ۔

باب لاحمی الا للہ ولرسولہ ﷺ

ترجمہ۔ حمی وہ چراگاہ جس میں مالک کے جانور چر سکتے ہیں دوسرے لوگوں کے نہیں۔ ایسی جاگیریں پہلے ہوا کرتی تھیں تو فرمایا سب چراگاہیں اللہ اور اس کے رسول کی ہیں کسی کی تخصیص نہیں ہے لیکن بعد میں مصلحت مسلمین کے لئے خلفاء راشدین نے چراگاہیں مختص فرمائی ہیں۔

حدیث(۲۲۰۵)حدثنا یحیی بن بکیر الخ عن ابن عباسؓ ان الصعب بن جثامة قال ان رسول الله ﷺ قال لاحمی الا لله ولرسوله وقال بلغنا ان النبی ﷺ حمی النقیع وان عمرؓ حمی السرف والربذة

ترجمہ۔ حضرت صعب بن جثامہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چراگاہ تو اللہ اور اس کے رسول کی ہے پھر وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر پہنچی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے نقیع کو حمی بنایا اور حضرت عمرؓ نے شرف کو اور ربذہ کو خصوصی چراگاہ بنایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لا حمی الا لله کا مقصد یہ ہے کہ گھاس عام لوگوں کا حق ہے اس لئے کسی کو روکنے کی اجازت نہیں۔ہاں عوام کے فائدہ کے لئے جائز ہے تو بیت المال کو حمی کا حق ہے غیر کو نہیں اور جن روایات میں بیت المال کے علاوہ حمی کا ثبوت ہے۔اس سے مراد اس جگہ کے درخت اور زمین مراد ہیں۔جس زمین میں اور اس کے درختوں میں غیر تصرف نہیں کر سکتا۔لیکن گھاس جب امام یا اس کا نائب بیت المال کے لئے حمی بنائے تو فقیر کو اپنے جانور اس میں چرانے کا حق حاصل ہے کیونکہ وہ بیت المال کا حق دار ہے لیکن غنی کو حق نہیں پہنچتا۔ہاں اگر مجبور ہو جائے تو اور بات ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں حمی وہ غیر مملوک چراگاہ ہے جس کو خاص جانوروں کے چرنے کے لئے مختص کیا گیا ہو۔ لاحمی الا الله الخ کا مطلب یہ ہے کہ ان چراگاہوں میں جہاد کے گھوڑے اونٹ اور زکوۃ کے جانور چرائے جاسکتے ہیں جیسے حضرت عمرؓ نے شرف اور ربذہ کو اور خود آنحضرت ﷺ نے نقیع کو مختص چراگاہ بنایا تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ پر اعتراض ہوا تو انہوں نے فرمایا بلاد الله حمیت لمال الله کہ یہ اللہ کی آبادیاں جن کو اللہ کے مال کے لئے میں نے حما بنایا ہے۔اور حضرت عثمانؓ پر اعتراض ہوا جب کہ انہوں نے حمی میں اضافہ فرمایا تو انہوں نے فرمایا کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔خود حضور انور ﷺ نے نقیع کو مختص کر لیا تھا۔ تو امام اور خلیفہ کو حق ہے کہ وہ بنجر زمینوں۔ پہاڑوں اور نشیبی جگہوں کی حمی بنالے۔

باب شرب الناس والدواب من الانهار

ترجمہ۔ لوگوں اور جانوروں کا نہروں سے پانی پینا

حدیث(۲۲۰۶)حدثنا عبدالله بن یوسف الخ عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال الخیل لرجل اجر ولرجل ستر وعلی رجل وزر فاما الذی له اجر فرجل ربطها فی سبیل الله فاطال بها فی مرج اوروضة فمااصابت فی طیلها ذلك من المرج

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑا ایک آدمی کے لئے ثواب ہے دوسرے آدمی کے لئے پردہ ہے اور ایک آدمی پر گناہ کا بوجھ ہے پس جس شخص کے لئے ثواب ہے وہ شخص ہے جس نے اسے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے باندھا جس کو لمبی رسّی کے ساتھ

او الروضة كانت له حسنات و او انه انقطع طيلها فاستنت شرفاً اوشرفين كانت اثارهما وارواثها حسنات له ولو انها مرت بنهر فشربت منه ولم يرد ان يسقى كان ذلك حسنات له فهى لذالك اجر ورجل ربطها تغنيا ثم لم ينس حق الله فى رقابها ولاظهورها فهى لذلك ستر ورجل ربطها فخراً ورياءً ونواءً لاهل الاسلام فهى على ذلك وزرو سئل رسول الله ﷺ عن الحمر فقال ماانزل على فيهاشيئ الاهذه الاية الجامعة الفاذة فمن يعمل مثقال ذرة خيرايره ومن يعمل مثقال ذرةٍ شراً يره .....

کسی وسیع چراگاہ یاباغ میں باندھا۔ پس جو کچھ اس لمبی رسّی کی وجہ سے چراگاہ یاباغ سے اسے پہنچے گا وہ اس کے لئے نیکیوں کا باعث ہے۔ اور اگر اتفاقاً اس کی وہ رسّی ٹوٹ گئی جس کی وجہ سے وہ قدم یادو قدم کودا تو اس کے نشان قدم اسکی گوبر سب کے سب اسکی نیکیوں میں شامل ہوں گے۔ اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر کے پاس سے گذرے پس اس نے اس نہر سے پانی پیا۔ حالانکہ اس نے پانی پلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا تو یہ سب اس کی نیکیاں ہیں۔ پس یہ گھوڑا تو اس کے لئے ثواب ہوا اور جس شخص نے گھوڑا غنی ظاہر کرنے اور سوال سے بچنے کے لئے باندھا پھر اللہ کا حق اس کی گردن اور پیٹھ میں نہیں بھولا یعنی زکوۃ اور عاریت پر دیتا رہا پس یہ گھوڑا اس کے لئے پردہ ہوگا۔ اور جس شخص نے اس کو لوگوں پر فخر کرنے کے لئے اور دکھاوے کے لئے اور مسلمانوں کی عداوت کے لئے باندھ رکھا ہے تو وہ اس کیلئے گناہ کا باعث ہوگا۔ اور آنحضرت ﷺ سے گدھوں کی زکوۃ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کے بارے میں کوئی مستقل حکم تو نازل نہیں ہوا۔ البتہ یہ جامع اور منفرد آیت ہے کہ جس نے ذرّہ بھر نیکی کی اسے دیکھے گا۔ اور جس نے ذرّہ بھر بھی برائی کی تو اس کی سزا بھگتے گا۔

حديث(۲۲۰۷)حدثنااسمعيل الخ عن زيدبن خالدؓ قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ فساله عن اللقطةفقال اعرف عفاصهاو وكائهاثم عرفها سنةفان جاء صاحبهاوالافشانك بهاقال فضالة الغنم قال هى لك اولاخيك اوللذئب قال فضالة الابل قال مالك ولها معها سقاؤها وحذاؤها ترد الماء وتاكل الشجر حتى يلقاهاربها .....

ترجمہ۔ حضرت زیدبن خالدؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر گری پڑی چیز کے متعلق پوچھنے لگا فرمایا اس کی تھیلی اور اس کے بندھن کی رسی کا اعلان کرو پھر اس کا سال بھر اعلان کرتے رہو اگر مالک آجائے تو فبہا اسے دے دو ورنہ پھر اس کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو یعنی اگر محتاج ہو تو اس سے فائدہ اٹھاؤ ورنہ اس کا صدقہ کر دو اس نے بھٹکی ہوئی بکری کے متعلق پوچھا فرمایا وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی نذر ہو جائے گی یعنی اگر اسے

پکڑلو تو بہتر ہے ورنہ دوسرا اسے پکڑ لے گا یا بھیڑیا کھا جائے گا۔ پھر بھٹکے ہوئے اونٹ کے متعلق پوچھا آپؐ نے فرمایا تجھے اس کے پکڑنے کی ضرورت نہیں اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ پانی کا ہے اور اس کے جوتے ہیں یعنی پنجے ہیں وہ پانی کے چشمہ پر آ کر پانی پی لے گا اور درختوں کے پتے کھاتا رہے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اسے آ ملے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ثم لم ینس حق اللہ بعض حضرات نے کہا اس سے گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب ہے اس پر استدلال کیا ہے لیکن یہ دلیل تام نہیں اس لئے کہ اس کی پیٹھ میں تو کوئی چیز واجب نہیں اگر اس امر کو استحباب پر محمول کرتے ہو تو پھر گردن اور پیٹھ دونوں کا تفضل مستحب ہو گا۔ نیز! زکوٰۃ کے علاوہ بھی پیٹھ اور گردن میں وجوب ثابت ہے۔ مثلاً جیسے پریشان حال گھوڑے کی سواری کا محتاج ہے کہ تھکاوٹ اور بعد مسافت کی وجہ سے وہ منزل تک نہیں پہنچ سکتا تو اس کی اعانت کرتے ہوئے اس کو سوار کر دیا جائے اور کبھی گھوڑے کی گردن کا بھی محتاج ہو جاتا ہے مثلاً منزل دور ہے اور مالک کے پاس گھوڑے کا واپس پہنچانا مشکل ہے یا بھوک سے مر رہا ہے اور گھوڑے کے سوا اسکے پاس اور کچھ بھی موجود نہیں ہے تو مالک فرس اس سے ہمدردی کرتے ہوئے گھوڑے کا گوشت کھلا کر اس سے ہمدردی کا ثبوت دے۔

تر د الماء میں ترجمہ ہے کہ ایسے جانوروں کو چشمہ سے پانی پینے سے نہ روکا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہؒ کی حجت ہے کہ خیل سائمہ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں اس حدیث سے امام ابو حنیفہؒ نے وجوب زکوٰۃ فی الخیل پر استدلال کیا ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ گھوڑوں پر کسی صورت میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور حدیث کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ یہ جہاد کے متعلق ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ حق سے زکوٰۃ مراد لیتے ہیں اور علی ظهور سے مراد غازی اور حاجی کو عاریت پر دینا ہے۔ اور قاضی عیاضؒ نے حق اللہ سے زکوٰۃ تجارت مراد لی ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ گدھوں کے بارے میں جب آپؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا مجھ پر اس بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ کتاب الزکوٰۃ میں اس کی بحث گذر چکی ہے۔

تر د الماء امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب کے ثابت کرنے کے لئے دو حدیث ذکر فرمائی ہیں پہلی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے جس میں گھوڑے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا انہا مرت بنهر مقصد یہ ہے کہ جانور پانی طلب کرتے ہیں اگر انکے مالک کی نیت پانی پلانے کی نہ ہو تب بھی اجر ملے گا اگر بالقصد پلائے تو بطریق اولیٰ ثواب ہو گا۔ دوسری حدیث زید بن خالد کی ہے جس میں ہے معها سقاء ها وحذائها ترد الماء او تاکل الشجر علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ جاری نہروں کا پانی کسی کے ساتھ مختص نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ ان سے پانی پینا بغیر کسی سے اجازت طلب کئے جائز ہے کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جانوروں سب کیلئے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مالک نہیں البتہ کسی نے اپنے برتن میں بھر لیا تو وہ اسکا مالک بن جائیگا اگر سوال ہو کہ ترجمہ میں تو شرب الناس والدواب تھا احادیث سے دواب کا شرب تو ثابت ہوا الناس کا نہیں ہوا۔ جواب واضح ہے کہ جب جانوروں کیلئے جواز ثابت ہے تو کثیر الاحتیاج انسان کیلئے بطریق اولیٰ جواز ثابت ہو گا۔

باب بيع الحطب والكلاء

ترجمہ۔ سوختی لکڑی اور گھاس کی فروخت کے بارے میں

حديث(۲۲۰۸)حدثنامعلى بن اسد الخ عن الزبيربن العوامؓ عن النبیﷺقال لان يأخذ احدكم احبلافياخذ حزمة من حطب فيبيع فيكف الله به وجهه خيرمن ان يسال الناس اعطى اومنع ......

ترجمہ۔ حضرت زبیر بن العوامؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک اپنی رسیاں لے کر لکڑیوں کا گٹھڑ لے کر بیچے۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کی ابرو سے ذلت کو روک دے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے دیا جائے یا روکا جائے۔

حديث(۲۲۰۹)حدثنايحيى بن بكير الخ انه سمع اباهريرةؓ يقول قال رسول الله ﷺ لان يحتطب احدكم حزمة على ظهره خيرله من ان يسال احدا فيعطيه اويمنعه ......

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ایک کا لکڑیوں کا گٹھڑا اپنی پیٹھ پر اٹھالینا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے۔ پس وہ اسے دے یا نہ دے۔

حديث(۲۲۱۰)حدثناابراهيم بن موسى الخ عن على بن ابى طالبؓ انه قال اصبت شارفاً مع رسول الله ﷺ فى مغنم يوم بدر قال واعطانى رسول الله ﷺ شارفاً اخرى فانختهما يوماً عند باب رجل من الانصار وانا اريد ان احمل عليهمااذخر لابيعه ومعى صائغ من بنى قينقاع فاستعين به على وليمة فاطمة وحمزة بن عبدالمطلب يشرب فى ذلك البيت معه قينة فقالت الاياحمزةللشرف النواء فثاراليهما حمزة بالسيف فجب اسمنتهما وبقرخواصر هما ثم

ترجمہ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں غنیمت کے طور پر جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مجھے ایک عمر رسیدہ اونٹنی دستیاب ہوئی دوسری اونٹنی جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھے عطا فرمائی میں نے ایک دن ان دونوں کو انصار کے آدمی کے گھر کے دروازے کے پاس بٹھادیا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں ان پر کترن بوٹی لاد کر لاؤں گا۔ تاکہ میں اس کو بیچوں اور میرے ہمراہ بنو قینقاع کا ایک زرگر تھا پس اس مال کے ذریعہ میں بی بی فاطمہؓ کے ولیمہ میں مدد لینا چاہتا تھا۔ اور اس گھر میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب شراب پی رہے تھے۔ جن کے ساتھ ایک گانے والی باندی تھی جس نے یہ شعر گایا اے حمزہ! یہ موٹی تازی اونٹنیاں الخ جن پر حضرت حمزہ تلوار لے کر ٹوٹ پڑے

اخذمن اکبادھما قلت لابن شھاب ومن السنام قال قد جب اسمنتھما فذھب بھاقال ابن شھاب قال علی فنظرت الی منظرٍ افظعنی فاتیت نبی اللہ ﷺ وعندہ زید بن حارثۃ فاخبرتہ الخبر فخرج ومعہ زید فانطلقت معہ فدخل علی حمزۃ فتغیظ علیہ فرفع حمزۃ بصرہ وقال ھل انتم الاعبید لابائی فرجع رسول اللہ ﷺ یقھقر حتی خرج عنھم وذلک قبل تحریم الخمر .....

اوران کی کوہانیں کاٹ لیں اوران کی کوکھوں کو چیر دیااوران کے جگر نکال کر کھانے لگے۔ میں نے ابن شہاب سے پوچھاکہ کوہان سے نکالا انہوں نے کہاکہ کوہانوں کو چیر کرلے گئے۔ابن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایاکہ میں یہ نظارہ دیکھ رہا تھا جس نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا۔ پس میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپؐ کے پاس حضرت زید بن حارثہؓ بھی تھے۔ میں نے آپ کوواقعہ کی اطلاع دی توآپؐ حضرت زید کے ہمراہ چل پڑے۔ میں بھی آپؐ کے ہمراہ روانہ ہوگیاآپؐ حضرت حمزہؓ کے پاس تشریف لائے جن پر آپؐ نے غیض وغضب کااظہار فرمایا۔ جس پر حضرت حمزہؓ نے آنکھ اٹھاکر دیکھااور کہنے لگے کہ تم لوگ تو میرے آباؤاجداد کے غلام ہو جس پر جناب رسول اللہ ﷺ الٹے پاؤں واپس لوٹے۔ یہاں تک کہ وہاں سے باہر آگئے۔ یہ واقعہ شراب کی حرمت سے پہلے کا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قلت لابن شھاب مقصد یہ ہے کہ آپ نے کوہانوں کے کاٹنے کا توذکر کیا ہے لیکن ان کے لے جانے کاذکر نہیں کیا۔بلکہ محض جگر کے لے جانے کاذکر کیا۔ تو فرمایا نہیں کوہان اور جگر دونوں کو لے گئے۔ لیکن پہلے اس کاذکر اس لئے نہیں کیاکہ فہم وفراست پر بھروسہ کرتے ہوئے ایسا کیاہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قال ای ابن جریج۔ ذھب بھا کی ضمیراسمنہ کی طرف راجع ہے۔قال علی سے علی بن ابی طالب مراد ہیں۔نہ کہ علی بن حسین۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس باب کوکتاب الشرب میں اس لئے لے آئے کہ پانی۔ گھاس اور لکڑی تینوں سے نفع حاصل کرنا ہر ایک کے لئے جائز ہے۔جب مباحات میں سے ہیں تو کوئی ان کو اپنے لئے مخصوص نہیں کرسکتا ہے۔ ہر شخص ان سے متمتع ہو سکتا ہے پس جو شخص پہلے ان کو حاصل کرے گا وہی اس کا مالک ہوگا۔

احمل علیھما اس سے ترجمہ ثابت ہوا کہ لکڑی کاٹنا۔اذخر کاٹنااوران کا بیچنا جائز ہے شرف جمع شارف او نواء بمعنی سمان یعنی موٹی تازہ۔ جب بمعنی قطع ۔اسمنہ جمع سنام بمعنی کوہان۔ بقر بمعنی شق چیرنا۔

ھل انتم الاعبید یعنی جناب نبی اکرم ﷺ کے والد حضرت عبداللہ اور ابوطالب دونوں عبدالمطلب کے غلام تھے۔

باب القطائع

ترجمہ۔ جاگیریں دینا

حدیث(۲۲۱۱)حدثناسلیمان بن حرب الخ سمعت انساً قال ارد النبی ﷺ ان یقطع من البحرین فقالت الانصار حتی تقطع لاخواننا من المهاجرین مثل الذی تقطع لنا قال سترون بعدی اثرة فاصبروحتی تلقونی ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بحرین کے علاقہ سے انصار کو جاگیر دینے کا ارادہ فرمایا تو انصار نے فرمایا کہ ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک ہمارے مہاجرین بھائیوں کیلئے جاگیریں نہ دی جائیں جیسے کہ ہمیں دی جائیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے بعد تم لوگ ترجیحات دیکھو گے تو میری ملاقات تک صبر کرنا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ سترون بعدی اثرة یعنی جس طرح آج تم اپنے مہاجرین بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دے رہے ہو پس تم اس وقت بھی اسی طرح رہنا۔ جب کہ مہاجرین اپنے آپ کو تم پر ترجیح دیں گے۔ اس طرح اوّل کلام میں مناسبت پیدا ہو جائے گی جو بادی النظر میں ظاہر نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطائع کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس سے خمس مراد ہے یا کوئی خاص زمین ہے۔ لیکن میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بحرین کی آمدنی میں سے کچھ حصہ انصار کے لئے مختص کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا فوری طور پر تو جزیہ تھا۔ اور فتوحات کے بعد اس کی پیداوار آمدنی مختص کرنی چاہیئے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ علاقے فتح ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان وعدوں کو پورا کیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اسی روایت سے معلوم ہوا کہ خلافت انصار میں نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ صبر کرنے کی تلقین اسی کو کی جاتی ہے جو مغلوب محکوم ہو۔

باب کتابة القطائع

ترجمہ۔ جاگیروں کا لکھ دینا

حدیث(۲۲۱۲)وقال اللیث عن یحیی بن سعید عن انسؓ دعاالنبی ﷺ الانصار لیقطع لهم بالبحرین فقالوا یارسول اللہ ان فعلت فاکتب لاخواننا من قریش بمثلها فلم یکن ذلك عندالنبی ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے انصار کو بلایا تا کہ بحرین کی کچھ اراضی ان کو جاگیر کے طور پر عطیہ فرمائیں۔ تو انہوں نے کہا یارسول اللہ! اگر آپؐ کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے قریشی بھائیوں کیلئے بھی ایسا ہی لکھ دیں

فقال انکم سترون بعدی اثرۃ فاصبرواحتی تلقونی ..... پس بوجہ قلت فتوحات کے آپ نبی اکرم ﷺ ایسانہ کر سکے پھر آپؐ نے فرمایا عنقریب تم دیکھو گے کہ تمہیں نظر انداز کر کے دوسروں کو تم پر ترجیح دی جارہی ہے تو لڑائی جھگڑانہ کرنا قیامت تک جب کہ میرے سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ صبر کرتے رہنا دنیاوی امور میں ترجیحات کی وجہ سے فتنہ وفساد سے بچتے رہنا۔

باب حلب الابل علی الماء

ترجمہ۔ چشموں پر جو اونٹ پانی پینے کے لئے آئیں تو ان کا دودھ دوہ کر فقراء اور مساکین میں بانٹا جائے

حدیث (۲۲۱۳) حدثنا ابراھیم بن المنذر الخ عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال من حق الابل ان تحلب علی الماء ......

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اونٹوں کے حقوق میں سے جو عند العرب مشہور تھے۔ یہ بات بھی تھی کہ چشمے پر ان کا دودھ دوہ کر تقسیم کیا جائے۔ یہ امر فرض لازم نہیں تھا مستحب تھا۔

باب الرجل یکون له ممر اوشرب فی حائط اوفی نخل۔

ترجمہ۔ باب آدمی کے لئے باغ میں جانے کے لئے گذرگاہ راستہ بھی ہوگا۔

قال النبی ﷺ من باع نخلا بعدان تؤبر فثمرتھا للبائع فللبائع الممر والسقی یرفع وکذلك رب العریة ......

ترجمہ۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے پیوندکاری کے بعد کھجور کو بیچ دیا تو اس کا پھل بائع کے لئے ہوگا اور بائع کو راستہ اور پلانے کا پانی دیا جائے گا یہاں تک وہ پھل اٹھالے اس طرح جن کو کھجور کا پھل ہبہ کیا جائے۔ تو اسے بھی باغ میں جانے کا راستہ اور سیرابی کے لئے پانی کا حق ہوگا۔

حدیث (۲۲۱۴) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن عبداللہؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من ابتاع نخلا بعدان تؤبر فثمرتھا للبائع الا ان یشترط المبتاع ومن ابتاع عبداوله مال فماله

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے سنا جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جس شخص نے پیوندکاری کے بعد کھجور خرید کرلی۔ تو اس کا پھل بائع کے لئے ہوگا۔ البتہ اگر خریدار شرط کرلے تو پھر اس کا ہوگا۔ اور جس نے غلام خریدا

للذی باعه الاان یشترط المبتاع وعن مالك عن نافع عن ابن عمرؓ عن عمرؓ فی العبد .....

جس کے پاس مال تھا تو یہ مال اس کے بائع کا ہوگا البتہ اگر مشتری شرط کرلے تو پھر اس کو ملے گا۔

حدیث(۲۲۱۵)حدثنا محمدبن یوسف الخ عن زید بن ثابت قال رخص النبی ﷺ ان تُباعَ العرایا بخرصھاتمراً ....

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ھبہ کی تر کھجور کو خشک کھجور کے اندازے کے ساتھ بیچا جاسکتا ہے۔

حدیث(۲۲۱۶)حدثناعبداللّٰہ بن محمد الخ سمع جابربن عبداللّٰہ نھی النبی ﷺ عن المخابرة والمحاقلة وعن المزابنة وبیع الثمرحتی یبدو صلاحھاوان تباع الابدینار والدرھم الاالعرایا ..

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مخابرہ۔محاقلة اور مزابنة سے منع فرمایا اور پھلوں کی بیع سے بھی منع فرمایا جب تک کہ ان کی صلاحیت ظاہر نہ ہو (پک جائیں) اور ان کی بیع دینار اور درہم کے ساتھ ہو لیکن عرایا کو جنس کے ساتھ بیچا جاسکتا ہے۔ مخابرہ عقد المزارعة ہے محاقلة بیع الزرع بالبر اور مزابنة بیع الکرم بالزبیب یابیع الرطب بالتمر کا نام ہے۔

حدیث(۲۲۱۷)حدثنایحیی بن قزعة الخ عن ابی ھریرةؓ قال رخص النبی ﷺ فی بیع العرایا بخرصھا من التمر فیمادون خمسة اوسق اوفی خمسة اوسق شك داود فی ذلك ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عرایا ھبہ کی تر کھجوروں کو خشک کھجور کے ساتھ اندازے سے بیچنے کی اجازت فرمائی۔ پانچ وسق سے کم میں یا پانچ وسق میں۔ داوود راوی کو اس میں شک ہے۔

حدیث(۲۲۱۸)حدثنازکریابن یحیی الخ ان رافع بن خدیج وسھل بن ابی حثمةؓ حدثاه ان رسول اللّٰہ ﷺ نھی عن المزابنةبیع التمربالتمر الااصحب العرایا فانه اذن لھم ......

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیج اور سہل بن ابی حثمہؓ دونوں حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مزابنۃ سے منع فرمایا۔ یعنی تر کھجور کو خشک کھجور کے ساتھ بیچنا مگر اصحاب عرایا کو اس کی اجازت دی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ فثمرتھا للبائع جب پھل بائع کا ہے تو باغ میں داخل ہونے کے لئے اسے راستہ ملنا چاہیئے اور پانی کا حصہ بھی اس طرح صاحب عرایا کو بھی باغ میں داخل ہونے سے نہیں روکا جاسکتا۔ وہ بھی راستہ اور پانی کا حقدار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب فی الاستقراض

واداء الدیون والحجر والتفلیس

ترجمہ ۔ قرضہ لینا ۔ قرضہ ادا کرنا ۔ اور عبد کو تصرفات سے روک دینا اور مفلس قرار دینا ۔

باب من اشتری بالدین ولیس عندہ ثمنہ اولیس بحضرتہ

ترجمہ ۔ جس شخص نے قرضہ پر کوئی چیز خرید کی اور اسکے پاس قیمت نہیں تھی یا ثمن شراء کے وقت موجود نہیں انکا حکم ۔

حدیث (۲۲۱۹) حدثنا محمد الخ عن جابر بن عبداللہؓ قال غزوت مع النبی ﷺ قال کیف تری بعیرك اتبیعنیه قلت نعم فبعته ایاه فلما قدم المدینة غدوت الیه بالبعیر فاعطانی ثمنه ..

ترجمہ ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد میں گیا آپؐ نے فرمایا تمہارے اونٹ کو کیا ہوا کہ تم اسے میرے پاس بیچتے ہو ۔ میں نے کہا ہاں ! تو میں نے اسے آپؐ کے پاس بیچ دیا ۔ پس جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو میں صبح کے وقت آپؐ کے پاس اونٹ لے گیا تو آپؐ نے مجھے اس کی قیمت ادا کر دی ۔

حدیث (۲۲۲۰) حدثنا معلی بن اسد الخ قال تذاکرنا عند ابراهیم الرهن فی السلم فقال حدثنی الاسود عن عائشةؓ ان النبی ﷺ اشتری طعاما من یهودی الی اجل ورهنه درعاً من حدید

ترجمہ ۔ حضرت اعمش نے فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے پاس بیع سلم میں گروی رکھنے کا تذکرہ کیا اور آپ نے مجھے فرمایا مجھے حضرت اسودؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے جو نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے کچھ مدت کے لئے ایک یہودی سے غلہ گندم خرید کیا اور اس کے پاس لوہے کی ایک زرہ گروی رکھی ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ من اشتری بالدین جو چیز کسی کے پاس موجود نہ ہو اس کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے وہم ہوتا تھا کہ جس کے پاس قیمت ادا کرنے کو نہ ہو تو اس کی بیع بھی جائز نہ ہوگی۔ تو باب کی دو روائتیں ذکر کر کے اس وہم کو دفع کیا۔ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قیمت کسی کے پاس نہ ہو بلکہ گھر میں ہو تو اس کی خرید جائز ہے۔ اور دوسری روایت سے ظاہر ہے کہ جس کے پاس قیمت نہیں ہے اور نہ ہی گھر میں ہے تو اس کی خرید بھی جائز ہے۔ ہاں! جس نے کوئی چیز خرید کر لی اور قیمت ادا نہ کرنے کا قصد ہو تو یہ منہی عنہ ہے۔ اس لئے دوسرا باب منعقد فرمایا۔

باب من اخذ اموال الناس یرید اداٴھا او اتلافھا

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارنے میں جس نے لوگوں کا مال اسلئے لیا کہ اسکو ادا کریگا یا ضائع کریگا

حدیث (۲۲۲۰) حدثنا عبدالعزیز بن عبدالله الخ عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال من اخذ اموال الناس یرید اداء ھا ادی الله عنه ومن اخذ یرید اتلافھا اتلفه الله .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص لوگوں کا مال اس نیت سے لیتا ہے کہ ان کو ادا کردوں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں گے۔ اور جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے کے لئے لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کردے گا۔ یعنی اس سے نفع نہیں حاصل کر سکے گا۔ بدنیتی کی وجہ سے اس پر قرضہ ہوگا۔ جس کے سبب قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ادی الله عنه یا تو دنیا میں ادا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کردیں گے جن سے قرضہ ادا کرنا آسان ہو جائے گا۔ یا آخرت میں ادا کرے گا۔ کہ قرض خواہ کو حور قصور دے کر راضی کردے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اتلفه الله ظاہر یہ ہے کہ یہ اتلاف دنیا میں واقع ہوگا۔ کہ اس کی معاش تنگ ہو جائے گی۔ یا اس کو جانی نقصان ہوگا۔ یہ خبر اعلام نبوت میں سے ہے اور بعض نے اتلاف سے عذاب آخرت مراد لیا ہے۔ اور حدیث میں ہے ان الله مع الدائن حتی یقضی دینه کہ اللہ تعالیٰ قرضدار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنے قرضہ کو ادا کردے۔

باب اداء الدیون

ترجمہ۔ باب قرضوں کے ادا کرنے کے بارے میں

وقال الله تعالی ان الله یامرکم ان تؤدوا الامنت

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ امانتداروں کو امانتیں ادا کرنے کا

الی اھلھا واذاحکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان الله نعما یعظکم به ان الله کان سمیعا بصیرا :....

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرو پس اللہ تعالیٰ بہترین چیز کی تمہیں نصیحت فرماتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

حدیث(۲۲۲۱)حدثنااحمد بن یونس الخ عن ابی ذر قال کنت مع النبی ﷺ فلما ابصر یعنی احداً قال ماا حب انه یحول لی ذھباً یمکث عندی منه دینارفوق ثلث الادینارا ارصده لدین ثم قال ان الااکثر ین ھم الاقلون الامن قال بالمال ھکذا وھکذا واشار ابوشھاب بین یدیه وعن یمینه وعن شماله وقلیل ماھم وقال مکانك وتقدم غیر بعید فسمعت صوتافاردت ان اتیه ثم ذکر ت قوله مکانك حتی اتیك فلما جاء قلت یارسول الله الذی سمعت اوقال الصوت الذی سمعت قال وھل سمعت قلت نعم قال اتانی جبریل علیه السلام فقال من مات من امتك لایشرك بالله شیئاً دخل الجنة قلت وان فعل کذا وکذاقال نعم .....

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا جب آپؐ نے احد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا میں نہیں چاہتا کہ اگر یہ احد پہاڑ میرے لئے سونا بن جائے کہ تین دن سے زیادہ میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی رہ جائے مگر وہ دینار جس کو میں قرضہ ادا کرنے کے لئے روک لوں۔ پھر فرمایا کہ بے شک اکثر مال والے قیامت کے دن تھوڑے عمل والے ہوں گے۔ مگر جس نے مال کو اس طرح خرچ کیا ابو شہاب نے اشارہ سے سمجھایا کہ اپنے سامنے اپنے دائیں اور اپنے بائیں لیکن ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔ اور پھر فرمایا تم اس جگہ ٹھہر جاؤ اور آپؐ تھوڑی سی دور آگے گئے تو میں نے ایک آواز سنی میرے دل میں آیا کہ میں آپؐ کے پاس پہنچوں۔ لیکن مجھے آپ کا فرمان یاد آیا کہ میرے آنے تک تم اسی جگہ رہو پس جب آپؐ واپس تشریف لائے تو میں نے پوچھا یارسول اللہ! وہ کیا آواز تھی جو میں نے سنی۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم نے وہ آواز سنی تھی۔ میں نے کہا ہاں سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے تھے۔ فرما گئے کہ آپؐ کی امت کا جو آدمی بھی اس حال میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے آپؐ نے فرمایا ہاں!۔

حدیث(۲۲۲۲)حدثنااحمد بن شبیب بن سعید الخ قال ابوھریرةؓ قال رسول الله ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو

لو كان لی مثل احد ذهبا مایسر نی ان لایمر علی ثلث وعندی منه شیئ الاشیئ ارصده لدین رواه صالح وعقیل عن الزهری ......

تو مجھے خوشی نہیں ہوگی کہ مجھ پر تین دن گذر جائیں اور ان میں سے کوئی چیز میرے پاس موجود ہو۔ مگر وہ چیز جس کو میں قرضہ کی ادائیگی کے لئے روک لوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ارصده لدین یہ موضع ترجمہ ہے کہ قرضہ کو صدقہ وغیرہ دوسرے نیک امور سے مقدم کیا گیا سمعت صوتا جو کچھ انہوں نے سناوہ جناب نبی اکرم ﷺ کی آواز تھی۔ جبرائیلؑ کی آواز انہوں نے نہیں سنی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فیه الترجمه وہ اداء الدین ہے۔ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ قرضہ کو امانت میں داخل کیا گیا کیونکہ اداء دین کا حکم بھی ثابت ہے۔ جیسے اداء امانت کا حکم ہے اور انا عرضنا الامانة علی السموت میں امانت سے مراد اوامر ونواہی ہیں۔ تو اس طرح تمام وہ چیزیں داخل ہو گئیں جن کا ذمہ داری سے تعلق ہے یا نہیں ہے۔ اکثر مفسرین آیت کا شان نزول کا عثمان بن طلحہ حجبی کو قرار دیتے ہیں۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جمیع امانات مراد ہیں۔ خواہ وہ حقوق الله سے متعلق ہوں یا حقوق العباد یا حقوق النفس سے سب اس میں داخل ہوں گے۔

قدم الدین ترجمہ سے مطابقت ثابت ہوئی کہ اداء دین کا کس قدر اہتمام کیا گیا ہے اور اس سے آپ کی دنیا سے بے رغبتی بھی واضح ہوتی ہے۔

ماسمعه صوت النبی ﷺ اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو کتاب الرقاق میں ہے کہ انی سمعته وهومقبل وهویقول وان سرق وان زنی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوذرؓ نے صوت جبرائیلؑ نہیں سنی۔

باب استقراض الابل

ترجمہ۔ اونٹ کو قرضہ پر لینا

حدیث (۲۲۲۳) حدثنا ابو الولید الخ قال سمعت اباسلمة بمنی یحدث عن ابی هریرةؓ ان رجلا تقاضی رسول الله ﷺ فاغلظ له فهم به اصحابه فقال دعوه فان لصاحب الحق مقالا واشتروا له بعیراً فاعطوه ایاه وقالوا لا نجد

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ سے میں نے منیٰ کے مقام پر سنا کہ وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک آدمی نے آپؐ سے قرضہ کا تقاضہ کیا پس اس نے اس میں سختی برتی صحابہ کرامؓ نے اس کو تکلیف پہنچانے کا قصد کیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ حق والے کو گفتگو کرنے کا حق حاصل ہے جو کچھ کہے۔ اس کیلئے اونٹ خرید کر کے دے دو۔ انہوں نے کہا

الاافضل من سنه قال اشتروه فاعطوه اياه فان خيركم احسنكم قضاءً ....

اس کی عمر سے زیادہ عمر کا ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا خرید کر کے دے دیا جائے۔ کیونکہ تم میں سے بہتر وہی ہے جو قرضہ کی ادائیگی اچھی طرح سے کرے۔

باب حسن التقاضى

ترجمہ۔ قرضہ کا تقاضا اچھی طرح کرنا چاہئیے

حديث(٢٢٢٤)حدثنامسلم الخ عن حذيفةؓ قال سمعت النبى ﷺ يقول مات رجل فقيل له قال كنت ابايع الناس فاتجوزعن الموسر واخفف عن المعسر فغفرله قال ابومسعود سمعته من النبى ﷺ ......

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے تھے ایک آدمی مر گیا تو اس سے کہا گیا کہ تو کیا کرتا رہا اس نے کہا میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا۔ مالدار سے چشم پوشی کرتا اور تنگدست سے کمی کرتا تھا تو اس کی اس وجہ سے بخشش ہوگئی۔

باب هل يعطى اكبر من سنه

ترجمہ۔ کیا قرضہ میں بڑے سن والا دے سکتا ہے

حديث(٢٢٢٥)حدثنامسدد الخ عن ابى هريرةؓ ان رجلاً اتى النبى ﷺ يتقاضاه بعيراً فقال رسول الله ﷺ اعطوه فقالوا مانجد الاسنا افضل من سنه فقال الرجل اوفيتنى اوفاك الله فقال رسول الله ﷺ اعطوه فان من خيار الناس احسنهم قضاءً ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اونٹ کا تقاضا کرنے لگا۔ آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اونٹ دے دو۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کی عمر سے بڑی عمر کا اونٹ مل رہا ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ آپؐ مجھے پورا حق ادا کریں اللہ تعالیٰ آپؐ کو پورا بدلہ دے گا۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہی اونٹ افضل اسے دے دو کیونکہ لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو قرضہ کی ادائیگی اچھی طرح کرنے والا ہو۔

باب حسن القضاء

ترجمہ۔ اچھی ادائیگی

حديث(٢٢٢٦)حدثناابونعيم الخ عن ابى هريرةؓ قال كان لرجل على النبى ﷺ سن

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی کا جناب نبی اکرم ﷺ پر ایک معمر اونٹ کا قرضہ تھا پس اس نے آکر

من الابل فجاءه يتقاضاه فقال النبی ﷺ اعطوه فطلبوا اسنته فلم يجدوا له الا سنافوقها فقال اعطوه فقال اوفيتنی وفی الله بك قال النبی ﷺ ان خيار كم احسنكم قضاءً .....

آپؐ سے اس کا تقاضا شروع کر دیا آپؐ نے فرمایا کہ وہ اونٹ اسے دے دو تو انہوں نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکا البتہ اس سے بڑی عمر کا مل گیا آپؐ نے فرمایا یہی دے دو تو اس شخص نے کہا کہ آپؐ نے مجھے پورا حق دیا ہے اللہ تعالیٰ بھی آپ کو پورا ثواب دے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو ادائیگی اچھی طرح کرنے والے ہوں۔

حديث (۲۲۲۷) حدثنا خلاد بن يحيى الخ عن جابر بن عبدالله ؓ قال اتيت النبی ﷺ وهو فی المسجد قال مسعر اراه قال ضحیً فقال صل ركعتين و كان لی عليه دين فقضانی وزادنی ...

ترجمہ ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چاشت کے وقت جب کہ آپؐ مسجد میں تھے حاضر ہوا۔ یہ قول مسعر راوی کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھو۔ میرا آپؐ پر قرضہ تھا پس آپؐ نے اسے ادا فرمادیا اور مجھے زیادہ ہی ادا فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ هل يعطی اكبر من سنه ادائیگی قرضہ کی زیادتی کے متعلق وہم تھا کہ شاید سود ہو اس وہم کو دفع کرتے ہوئے فرمایا کہ سود تب ہوتا جب شرط لگائی جاتی یا ایسا دستور ہوتا لیکن اس نے اپنی طرف سے بغیر عرف اور شرط کے دیا ہے تو یہ منت اور احسان ہوگا سود نہیں ہے۔ جیسے قرض خواہ کی کوئی ضرورت پوری کردی جائے۔ تو سود نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ایک مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حدیث میں ہے الاسنا افضل من سنه اس فضیلت میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو وصف میں عمدہ ہونا۔ دوسرا مقدار میں زیادہ ہونا جس کی طرف امام بخاریؒ نے هل استفهام کے لفظ سے اس پر تنبیہ فرمائی۔ مالکیہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر زیادہ مقدار یعنی عدد میں ہے تو ممنوع ہے اگر وصف میں ہے تو جائز ہے۔ اگر عقد میں زیادتی کی شرط ہے تو بالاتفاق حرام ہے۔

باب اذا قضی دون حقه اوحلله فهوجائز

ترجمہ۔ جب کسی کا حق اس سے کم ادا کرے یا اسے معاف کردے تو جائز ہے۔

حديث (۲۲۲۸) حدثنا عبدان الخ ان جابر بن عبدالله ؓ اخبره ان اباه قتل يوم احد شهيدا

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ ان کے والد احد کی لڑائی میں شہید ہو گئے اور ان کے ذمہ قرضہ تھا

وعليه دين فاشتدالغرماء فی حقوقهم فاتيت النبی ﷺ فسالهم ان يقبلوا تمرحائطی ويحللوا ابی فابوا فلم يعطهم النبی ﷺ حائطی وقال سنغدوا عليك فغدا علينا حين اصبح فطاف فی النخل ودعا فی ثمرها بالبركة فجددتها فقضيتهم وبقی لنا من ثمرها ....

قرض خواہ اپنے اپنے حقوق میں سخت تھے۔ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے ان سے مطالبہ کیا کہ میرے باغ کا پھل قبول کر لیں اور میرے باپ کو معاف کر دیں لیکن ان لوگوں نے انکار کیا۔ پس آپؐ نے بھی ان کو میرا باغ نہ دیا اور فرمایا کہ کل صبح سویرے ہم تمھارے پاس آئیں گے۔ چنانچہ آپؐ صبح سویرے ہمارے پاس تشریف لائے کھجوروں کے اردگرد چکر لگایا اور ان کے پھلوں میں برکت کی دعا فرمائی چنانچہ میں نے پھلوں کو کاٹا اور ان کو قرضہ ادا کر دیا۔ اور ہمارے لئے ان کے پھل بچ رہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ **اذا قضی دون حقه** یہاں بھی ربوا کا وہم تھا۔ مثلاً کسی نے دس درہم قرضہ لیا پھر قرض خواہ آٹھ لینے پر راضی ہو جاتا ہے آٹھ کے بدلے آٹھ اور ہو گئے اب دو درہم مدیون کے پاس بلا عوض رہ گئے یہی سود ہے اس کا دفعیہ کیا کہ جس طرح قرض خواہ کو سارا قرض معاف کر دینے کا حق ہے ایسے اگر دو درہم معاف کر دیئے تو اس کا بھی اس کو حق ہے یہ سود نہیں ہے یہ سقوط ہے **ان يقبلوا ثمر حائطی ويحللوا** جب بعض قرضہ معاف کر دینے کا حق ہے تو کل قرضہ بھی معاف کر سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں کے درمیان کوئی فارق نہیں۔ تو اب ترجمہ دونوں جزء کے اعتبار سے ثابت ہوا۔ **دون حقه** اور بالکل معاف کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تمام شراح نے صرف ترجمہ کے پہلے جزء کو ثابت کیا ہے دوسرے جزء کو ثابت کرنے کی کسی نے فکر نہیں کی۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے دونوں جزء سے مطابقت ثابت کر کے بہت عمدہ کام انجام دیا ہے۔

باب اذاقاص اوجازفه فی الدين تمراً بتمرٍ اوغيره ۔

ترجمہ۔ جب قرضہ میں ادلا بدلہ کرے یا اندازے سے قرضہ ادا کرے ناپ تول نہ کرے تو یہ جائز ہے کھجور کے بدلے کھجور یا کوئی اور چیز ہو۔

حديث(۲۲۲۹) حدثنا ابراهيم بن المنذر الخ عن جابر بن عبداللهؓ انه اخبره ان اباه توفی وترك عليه ثلثين وسقالرجلٍ من اليهود فاستنظره جابر فابی ان ينظره فكلم جابر رسول الله ﷺ ليشفع له

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ والد صاحب مرحوم وفات پا گئے اور ایک یہودی کا قرضہ تیس وسق چھوڑ گئے حضرت جابرؓ نے اس سے مہلت طلب کی لیکن اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت جابر بن عبداللہؓ نے

الیه فجاء رسول الله ﷺ وکلم الیهودی لیاخذ ثمرنخله بالذی له فابی فدخل رسول الله ﷺ النخل فمشی فیهاثم قال لجابر جد له فاوف له الذی له فجده بعدمارجع رسول الله ﷺ فاوفاه ثلثین وسقاً وفضلت له سبعة عشروسقاً فجاء جابر رسول الله ﷺ لیخبره بالذی کان فوجده یصلی العصر فلماانصرف اخبره بالفضل فقال اخبر ذلك ابن الخطاب فذهب جابر الی عمر فاخبره فقال له عمر لقد علمت حین مشی فیها رسول الله ﷺ لیبارکن فیها ......

حضور رسول اللہ ﷺ سے سفارش کرنے کے لئے بات چیت کی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے یہودی سے بات چیت کی کہ وہ اپنے قرضہ کے بدلے ان کی کھجوروں کا پھل لے لے۔ لیکن یہودی نے انکار کر دیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے۔ پس اس میں ٹہلنے لگے پھر حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ ان کو کاٹ کر اس کو پورا پورا قرضہ ادا کر دو۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ کی واپسی کے بعد کھجوروں کو کاٹا اور اسے تیس وسق پورے کر دئے بلکہ سترہ ۱۷ وسق بچ بھی گئے۔ پس حضرت جابرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اس واقعہ کی آپ کو اطلاع دیں۔ اتفاق سے آپؐ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے تو حضرت جابرؓ نے اس زیادتی کی آپ کو اطلاع دی۔ تو آپؐ نے فرمایا حضرت عمر بن الخطابؓ کو بھی اس کی اطلاع کرو۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے جاکر حضرت عمرؓ کو اطلاع کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اس وقت ہی علم ہو گیا تھا جب آنحضرت ﷺ باغ میں چل رہے تھے کہ ضرور بالضرور اس میں برکت ہو گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ تمر بتمروغیرہ اگر قرض خواہ زیادتی دے تو بغیر شرط کے ہو۔ اگر کمی کر دے تو یہ اس کی طرف سے اسقاط ہو گا۔ پھر یہ ادائیگی جنس کی جنس سے ہو۔ یا بغیر جنس کے دونوں جائز ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ دیگر معاوضات میں جو چیز جائز نہیں وہ ادائیگی قرضہ میں جائز ہے۔ دیکھئے رطب کی بیع تمر کے ساتھ جائز نہیں۔ سوائے عرایا کے لیکن اس جگہ آنحضرت ﷺ نے اسے جائز قرار دیا۔

اخبر ذلك ابن الخطاب حضرت عمرؓ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہودی پر بڑا غصہ تھا کہ آنحضرت ﷺ سفارش کیلئے اس کے پاس چل کر گئے لیکن وہ اپنا کچھ حق ساقط کرنے پر راضی نہ ہوا۔ اور حضرت عمرؓ کفار پر سخت تھے تو آپ آنحضرت ﷺ نے ان کو خبر بھجوائی تاکہ ان کا کچھ غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اور مناسب یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کی سب روایات کا محمل یہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ ان کے باغ کی طرف دو مرتبہ تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ کھجوریں کاٹنے سے پہلے اور دوسری مرتبہ قرضہ پورا ادا کرنے کے بعد۔

حضرت عمرؓ کو خصوصی طور پر خبر دینے کا اس لئے حکم فرمایا کہ یا تو وہ اس معاملہ میں دخیل تھے یا وہی اوّل قصہ میں حاضر تھے۔ بلکہ بعض روایات میں صراحۃً ہے۔ فاذرسول الله ﷺ فقال انطلق بنا حتی اطوف بنخلك پس اچانک جناب رسول اللہ ﷺ اور عمرؓ موجود تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہمیں لے چلو تاکہ ہم تیرے باغ کا چکر لگائیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں ہمراہ تھے۔ اور روایت کے آخر میں ہے فانطلق فاخبر ابابکرؓ وعمرؓ یعنی جاؤ ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں کو اطلاع کر دو۔

ممایبنغی الخ حافظؒ نے ایک اور طریقہ سے روایات کو جمع کیا ہے کہ جس تمر کی ناپ جناب رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ہوئی اس میں تو کوئی کمی نہیں آئی۔ اور جو ناپ آپؐ کے چلے جانے کے بعد ہوئی اس میں کمی آگئی اور بعض ڈھیریاں جن سے قرض خواہوں کو پورا قرضہ دیا گیا وہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں تھا۔ اور جس میں کمی آگئی وہ آپ کی عدم موجودگی میں ہوا۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ قرضے مختلف نوع کے تھے۔ اور کھجوریں حضرت جابرؓ کی بھی مختلف تھیں۔ جن کو حضور انور ﷺ کے فرمان کے مطابق الگ الگ کر کے قرض خواہ کے قرضے اسی نوع سے ادا کئے گئے وہ تو پورے ہو گئے جن پر آنحضرت ﷺ بیٹھے تھے۔ اور جن پر نہیں بیٹھے ان میں کمی آگئی اس طرح روایات جمع ہو جائیں گی۔

باب من استعاذ من الدین

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے قرضہ سے پناہ مانگی۔

حدیث (۲۲۳۰) حدثنا ابوالیمان الخ عن عائشةؓ اخبرته ان رسول الله ﷺ كان يدعو فی الصلوة ويقول اللهم انی اعوذبك من الماثم والمغرم فقال له قائل ما اكثر ماتستعيذ يارسول الله من المغرم قال ان الرجل اذا غرم حدث فكذب ووعد فاخلف .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں تیرے ساتھ گناہ اور قرضہ کے اسباب سے پناہ مانگتا ہوں۔ کسی کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ! یہ کیا وجہ ہے کہ آپؐ اکثر قرضہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا آدمی جب قرض لیتا ہے تو بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے۔ وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مأثم اور معزم یا مصدر میمی ہیں۔ اثم اور عزامۃ کے معنی میں۔ اور ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان ذرائع سے بھی پناہ مانگی ہے جو گناہ اور قرضہ کا باعث بنیں۔ ایک تو اس لئے کہ قرضہ جھوٹ اور وعدہ خلافی کا ذریعہ بنتا ہے۔ دوسرے اس میں ذلت ہے۔ کہ مدیون پر کئی طرح کی قیل و قال ہوتی ہے۔

باب الصلوة علی ماترك دیناً

ترجمہ۔ جو شخص قرضہ چھوڑ کر مرے اس کا جناہ پڑھنا کیسا ہے

حدیث (۲۲۳۱) حدثناابوالولید الخ عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال من ترك مالاً فلورثته ومن ترك كلاً فالينا .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص مال چھوڑ جائے وہ تو اس کے وارثوں کا حق ہے اور بوجھ اور قرضہ چھوڑ جائے وہ ہماری طرف ہے۔

حدیث (۲۲۳۲) حدثناعبدالله بن محمد الخ عن ابی هريرةؓ ان النبی ﷺ قال مامن مؤمن الاوانا اولى به فی الدنيا والاخرة اقرؤا ان شئتم النبی اولى بالمؤمنين من انفسهم فايما مؤمن مات وترك مالاً فليرثه عصبته من كانوا ومن ترك ديناً اوضياعاً فلياتني فانامولاه .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ہی ہر مؤمن کا دنیا اور آخرت میں ولی ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ ترجمہ آیت کہ نبی مؤمنوں کی جانوں سے ان کے زیادہ قریب ہے۔ پس جو مؤمن بھی مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو اس کے وارث اس کے قریبی رشتہ دار ہوں گے جو بھی ہوں اور جو شخص قرضہ چھوڑ گیا اور اہل وعیال چھوڑ گیا تو وہ میرے پاس آئیگا تو میں اس کا والی ہونگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الصلوة علی من ترك دينا شاید شیخ گنگوہیؒ اس باب سے تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ترجمہ بر محل نہیں ہے۔ اس کا محل تو کتاب الجنائز ہے۔ دوسرے روایت الباب میں صلوة کا ذکر نہیں ہے۔ میرے نزدیک بہترین توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس میں ہے کہ من ترك الصلوة الخ اوّل الامر میں تھا۔ بعد میں من ترك كلا فالينا۔ بنابریں حدیث کا اتنا ہی حصہ ذکر کیا۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فتوحات سے پہلے مدیون کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے لیکن فتوحات کے بعد آپؐ ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ گویا کہ حدیث باب ناسخ ہے۔

باب مطل الغنی ظلم

ترجمہ۔ مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا زیادتی ہے

حدیث (۲۲۳۳) حدثنامسدد الخ انه سمع اباهريرةؓ يقول قال رسول الله ﷺ مطل الغنی ظلم ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مالدار کا ٹال مٹول کرنا زیادتی ہے۔

باب لصاحب الحق مقال

ترجمہ۔ حق والے کو بولنے کا حق ہے

ویذکر عن النبی ﷺ لی الواجد یحل عرضه وعقوبته قال سفیا ن عرضه یقول مطلتنی وعقوبته الحبس ......

ترجمہ۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مال رکھنے والے کی گردن ادائیگی سے موڑنا اسکی عزت اور عذاب دینے کو حلال کر دیتا ہے سفیان نے عِرضہ کی تفسیر مطلتنی سے کی ہے اور عقوبۃ کے معنی قید کرنے کے ہیں

حدیث (۲۲۳۴) حدثنامسدد الخ عن ابی هریرةؓ اتی النبی ﷺ رجل یتاقاضاه فاغلظله فهم به اصحابه فقال دعوه فان اصحاب الحق مقالاً ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آکر اپنے قرضہ کا تقاضا کرنے لگا جس میں اس نے سختی کی۔ جس پر صحابہ کرامؓ نے ایذا رسانی کا قصد کیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو۔ حق والے کو بولنے کا حق حاصل ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ عقوبة الحبس اس حبس سے مراد مدیون کو اپنی ضروریات سے روک دینا ہے کہ قرض خواہ اس کو چمٹا رہے گا۔ حبس سے قید کرنا مراد نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لی واجد کے معنی مطل ٹال مٹول کرنا۔ اور واجد کے معنی غنی کے ہیں۔ سفیان جو شیوخ بخاری میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں عرضه سے مراد ہے کہ کہے مطلتنی حقی تو نے میرا حق روک رکھا ہے۔ وعقوبة ان یسجن اوینفوا من الارض یہی حبس کرنا مراد لیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کی مطابقت عرضه سے لی گئی۔ کیونکہ سفیان نے اس کی تفسیر مطلتنی حقی سے کی ہے۔ یہی مقال ہے۔

باب اذاوجد ماله عندمفلس فی البیع

والقرض والدیعة فهو احق به وقال الحسن اذا افلس وتبین لم یجزعتقه ولابیعه ولاشراؤ ه وقال سعیدبن المسیب قضی عثمان من اقتضی من حقه قبل ان یفلس فهو له ومن عرف متاعه بعینه فهو احق به ۔

ترجمہ۔ جب کوئی شخص اپنا مال کسی افلاس والے کے پاس پائے خواہ وہ بیع کے اندر ہو یا قرضہ میں یا امانت میں۔ پس وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مفلس قرار پائے اور خوب واضح ہو جائے تو نہ اس کا آزاد کرنا جائز ہے نہ اس کا بیچنا اور نہ ہی خرید کرنا جائز ہے۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اس شخص کے بارے میں

فیصلہ فرمایا کہ جس شخص نے مفلس قرار پانے سے پہلے اپنے حق کا تقاضا کیا تو وہ اسی کا حقدار ہے۔ اور جس نے اپنا سامان بعینہ کسی کے پاس پہچان لیا تو وہ اس کا حقدار ہے۔

حدیث (۲۲۳۵) حدثنا احمد بن یونس الخ انه سمع اباهريرةؓ يقول قال رسول اللهﷺ اوقال سمعت رسول اللهﷺ يقول من ادرك ماله بعينه عندرجل اوانسان قد افلس فهو احق به من غيره قا ابوعبدالله هذا الاسناد كلهم كانوا على القضاء يحيى بن سعيدالخ كلهم على المدينه ......

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے بعینہ اپنا سامان کسی مرد یا انسان کے پاس پالیا۔ کہ وہ مفلس قرار پا چکا تھا۔ تو وہ دوسرے کی بہ نسبت اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اس سند کے سب حضرات مدینہ کے قاضی تھے۔ یحیی بن سعید۔ ابوبکربن محمد۔ عمر بن عبدالعزیز اور ابوبکر بن عبدالرحمن اور ابوہریرہؓ سب کے سب مدینہ کے قاضی تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اذاافلس وتبین لم یجز عتقه احنافؒ کے نزدیک یہ سب تصرفات صحیح ہیں۔ ایک تو متعاقدین اہل ہیں اور موہوب اور مبیع محل بیع ہے۔ لیکن ان کی مالیت کا کوئی مستحق نکل آیا یہ سب عقود فسخ ہو جائیں گے۔ البتہ عتق فسخ کو قبول نہیں کرے گا بلکہ وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وتبین سے اشارہ ہے کہ حکم حاکم سے پہلے تصرف منع نہیں ہے۔ البتہ عتق کا محل ہے۔ لیکن اگر قرضے نے سارے مال کا احاطہ کر لیا تو نہ عتق نافذ ہو گا نہ ہبہ اور نہ کوئی دوسرے تبرعات نافذ ہوں گے۔ اور بیع و شراء بھی علماء کے قول کے مطابق صحیح ہے کہ نافذ نہیں ہوں گے۔ البتہ اگر قرضہ پورا کرنے کے لئے ضامن بن جائے تو وہ نافذ ہو گی۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کا معارضہ کرتے ہوئے حضرت حسن بصریؒ کے اثر سے مجور کی بیع اور شراء کو جائز قرار دیا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مجور کے تصرفات صحیح نہیں ہیں۔ احنافؒ کے نزدیک جس غلام کو حکم حاکم کے ذریعہ تصرفات سے روک دیا گیا ہو۔ سفیہ اور بے وقوف کی طرح اس کے تصرفات صحیح نہیں ہوں گے۔ البتہ اگر کوئی چیز خرید کرلے یا قرضہ لے یا ضامن بنے تو ان صورتوں میں اس کا تصرف اسلئے جائز ہے کہ وہ ذمہ واری لے رہا ہے۔ ممانعت مال سے ہے ذمہ واری سے نہیں ہے۔

لایقبل العتق الانفساخ الخ چنانچہ اگر سفیہ اور صبی نے غلام کو آزاد کر دیا تو صاحبینؒ کے نزدیک عتق نافذ ہو گا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نافذ نہیں ہو گا کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ جن امور میں ہزل (ہنسی مذاق) اثرانداز ہے حجر بھی اثرانداز ہو گا جس پر ہزل مؤثر نہیں رہا حجر بھی مؤثر نہیں اور عتق کے اندر ہزل مؤثر نہیں۔ طلاق۔ نکاح اور عتق میں ہزل کا کوئی اثر نہیں۔ ثلث جدهن جدوهزلهن جدٌ۔ نکاح۔ طلاق۔ اور عتق جب صاحبینؒ کے نزدیک عتق صحیح ہوا تو عبد اپنی قیمت کے بارے میں سعی کریگا چونکہ عتق کی وجہ

ردّ عتق متعذر ہے۔ لہذا قیمت واپس کرنا ضروری ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے قرض اور ودیعۃ کو دین میں اس لئے داخل کیا کہ حدیث مطلق ہے یا اس وجہ سے کہ حکم اگر چہ بیع میں وارد ہوا تو یہ حکم قرض اور ودیعۃ میں بطریق اولیٰ ہوگا۔

تبین ای ظهر افلاسه عند الحاكم فلايجوز عتقه اور یہ قید اس لئے لگائی کہ اگر حاکم کے نزدیک اس کا افلاس ظاہر نہ ہو تو پھر وہ سب تصرفات کر سکتا ہے۔ تبین کے وقت ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک محجور کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے البتہ قرض ادا کرنے کے لئے بیع جائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک موقوف ہے۔ محجور کا اقرار جمہور کے نزدیک قابل قبول ہے۔

فهو احق به من غيره ائمہ ثلاثہؒ ظاہر حدیث کی طرف جاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مفلس قرار پائے اور اس کے پاس خرید شدہ مال ہے جو بعینہ موجود ہے تو غرماء یعنی دیگر قرض خواہوں کی بنسبت یہ صاحب مال زیادہ حق دار ہے۔ علماء احنافؒ اور ابراہیم نخعیؒ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس مال کا بیچنے والا بھی دیگر غرماء کے ساتھ اس مال میں برابر کا شریک ہے۔ امام طحاویؒ نے حدیث باب کا جواب دیا ہے کہ من ادرك ماله بعينه حدیث میں ہے اب مبیع اس کا بعینہ مال نہیں رہا۔ کیونکہ تبدل ملک سے تبدیل عین ہو جاتا ہے۔ البتہ مال بعینہ کا اطلاق غصب شدہ عاریت والا مال اور ودیعتوں پر ہوگا۔ کیونکہ ان میں تبدیل ملک نہیں ہے۔ اور حضرت سمرۃؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ من سرق له متاع اوضاع له متاع فوجده عند رجل بعينه فهواحق بعينه ويرجع المشترى على البائع بالثمن یعنی جس شخص کا مال چوری ہو گیا یا کسی طرح ضائع ہو گیا وہ مال اس نے بعینہ کسی کے پاس پایا تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے مشتری بائع سے ثمن واپس لے۔

باب من اخرالغريم الى الغد اونحوه ولم ير ذلك

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے قرض خواہ کو کل یا اس کی طرح مدت تک کی مہلت لی

مطلا وقال جابر اشتد الغرماء فى حقوقهم فى دين ابى فسالهم النبى ﷺ ان يقبلوا ثمر حائطى فابوا فلم يعطهم الحائط ولم يكسره لهم قال ساغدوا عليك غدا فغدا علينا حين اصبح فدعا ثم تعا بالبركة فقضيتهم .....

ترجمہ۔ تو یہ مطل یعنی ٹال مٹول میں داخل نہیں ہے چنانچہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ کے قرضے کے بارے میں قرض خواہوں کا اپنے حقوق کے بارے میں تقاضا سخت ہوا حضور اکرم ﷺ نے ان سے سفارش کی کہ وہ میرے باغ کے پھل کو قبول کر لیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ تو آپؐ نے نہ تو باغ ان کو دیا اور نہ ہی اس کے پھل ان کو توڑ کر دیئے

توڑ کر دیئے۔ بلکہ فرمایا کہ میں کل صبح سویرے آؤں گا۔ تو جب صبح کو آپؐ سویرے تشریف لائے تو باغ کے پھلوں میں برکت کی دعا کی تو میں نے ان کا قرضہ پورا ادا کر دیا۔

باب من باع مال المفلس والمعدم فقسمه بين الغرماء اواعطاه حتى ينفق على نفسه ۔

ترجمہ۔ جس شخص نے مفلس کا مال یا فقیر کا مال بیچ کر اسے قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا یا اسی کو دے دیا کہ وہ اپنی ذات پر خرچ کرے۔

حدیث (۲۲۳۶) حدثنا مسدد الخ عن جابر بن عبدالله قال اعتق رجل غلاما له عن دبر فقال النبی ﷺ من يشتريه منى فاشتراه نعيم بن عبدالله فاخذ ثمنه فدفعه اليه .....

ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی نے اپنا مدبر غلام آزاد کر دیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون اسے مجھ سے خرید کرے گا تو حضرت نعیم بن عبداللہؓ نے اسے خرید کر لیا۔ حضور ﷺ نے اس کی قیمت وصول کر کے اسی کو واپس کر دی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مفلس سے مراد مفلس ہے جس پر معدم قرینہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے تنبیہ فرمائی کہ مفلس بفتح اللام ہے جو تفلیس سے مشتق ہے۔

فقسمه بين الغرماء سے شیخ نے فتویٰ دیا کہ اس زمانہ میں مفلس کا مال بیچ کر غرماء میں تقسیم کر دیا جائے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے ترجمہ کے معنی نہیں سمجھے جاتے اس لئے کہ جس نے غلام مدبر کیا تھا اس کے پاس اس غلام کے سوا کوئی اور مال نہیں تھا اور اس میں یہ بھی نہیں کہ اس پر قرضہ تھا۔ اور آپؐ نے اسے اس لئے بیچا کہ کہیں وہ اپنے سارے مال کا صدقہ کر کے محتاج نہ رہ جائے۔ ابن المنذرؒ نے جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ مقروض ہو اور مقروض کا مال امام خود تقسیم کر دے یا مدیون کو دے تاکہ وہ تقسیم کر دے دونوں تقدیر پر جب وہ اپنے حق کے لئے بیچ سکتا ہے تو غرماء کے لئے بطریق اولیٰ بیچنا اور تقسیم کرنا جائز ہوگا۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ترجمہ لف ونشر ہے۔ یا تقدیر عبادت یوں ہے کہ من باع مال المفلس فقسمه بين الغرماء ومن باع مال المعدم فاعطاه حتى ينفق على نفسه تو واؤ دونوں جگہ تنویع کے لئے ہوگا۔ اور حضرت جابرؓ کے قصہ میں بعض روایات میں ہے انه كان عليه دين کہ اس پر قرضہ تھا۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ غلام بیچ کر اور آٹھ سو درہم لے کر آپؐ نے اس کے مولیٰ سے فرمایا انفقه على عيالك کہ اسے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو تو اس طرح ترجمہ کے دونوں جز ثابت ہو گئے۔

باب اذااقرضه الی اجل مسمی اواجله فی البیع۔

ترجمہ۔ جب کسی قرضہ کو مدت مقررہ تک قرضہ دے یا بیع کے اندر ثمن کی مہلت دے دے۔

وقال ابن عمرؓ فی القرض الی اجل لاباس به وان اعطی افضل من دراهمه مالم یشترط وقال عطاء وعمربن دینارهوالی اجله فی القرض وقال اللیث الخ عن ابی هریرةؓ عن رسول اللهﷺ انه ذکر رجلا من م بنی اسرائیل سال بعض بنی اسرائیل ان یسلفه فدفعها الیه الی اجل مسمی فذکرالحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مدت تک قرض لینے کے بارے میں فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگرچہ اس کو اپنے دراہم سے افضل دیا جائے۔ بشرطیکہ شرط نہ لگائے عطاء اور عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ وہ قرضہ اس مدت تک ہوگا حضرت لیثؒ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جناب نبی اکرمﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جس نے کسی اسرائیلی سے قرضہ لیا تو اس نے وہ قرضہ مدت مقررہ تک اسے واپس کر دیا۔ پھر حدیث ذکر فرمائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اذااقرضه الی اجل مسمی چونکہ اجل کو بھی مبیع کے ساتھ ایک قسم کی مشابہت ہے تو اس طرح بلاعوض ایک طرف زیادتی لازم آئے گی جو مکروہ ہے۔ اس کا دفعیہ فرمایا کہ اجل ہمارے نزدیک قرض میں لازم نہیں ہے قرض خواہ کو حق حاصل ہے کہ وہ مدت سے پہلے مطالبہ کرے۔ زیادہ سے زیادہ خلاف وعدہ ہوگا ورنہ صاحب حق کو حق کے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اس باب سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آیا قرض اور دین میں مدت مقرر کرنا لازم ہے۔ احنافؒ کے نزدیک لازم نہیں ہے۔ اس لئے شیخ نے اس پر متنبہ فرمایا۔ ان الاجل غیرلازم الخ۔ بیع الی اجل توبالاتفاق جائز ہے۔ البتہ قرض کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر جائز فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ منع کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خواہ قرض الی اجل ہو۔ اور غیر اجل له ہو۔ قرض خواہ جب چاہے وہ اپنا قرض لے سکتا ہے۔ عاریت ودیعه وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ قبل اجل مطالبہ نہ کرے۔ اور دوسرا مسئلہ بیع کے اندر ثمن کی ادائیگی کے لئے مدت مقرر کرنا ہے۔ اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے مدت سے پہلے نہیں لے سکتا۔

باب الشفاعة فی وضع الدین

ترجمہ۔ قرضہ معاف کرنے میں سفارش کرنا

حدیث (۲۲۳۷) حدثنا موسیٰ الخ عن جابرؓ قال اصیب عبداللہ وترك عیالاً ودینا فطلبت الی اصحاب الدین ان یضعوا بعضا من دینه فابوا فاتیت النبی ﷺ فاستشفعت به علیهم فابو فقال صنف تمرك كل شیئ منه علی حدته عذق ابن زید علی حدة واللین علی حدة والعجوة علی حدة ثم احضرهم حتی اتیك ففعلت ثم جاء صلی اللہ علیه وسلم فقعد علیه وكال بكل رجل حتی استوفی وبقی التمر كماهو كانه لم یمس وغزوت مع النبی ﷺ علی ناضح لنا ازحف الجمل فتخلف علی فوكره النبی ﷺ من خلفه قال بعنیه ولك ظهره الی المدینة فلما دنونا استاذنت قلت یا رسول اللہ انی حدیث عهد بعرس قال ﷺ فما تزوجت بكرا ام ثیبا قلت ثیبا اصیب عبداللہ وترك جواری صغارا فتزوجت ثیبا تعلمهن وتؤدبهن ثم قال ائت اهلك فقدمت فاخبرت خالی ببیع الجمل فلامنی فاخبرته باعیاء الجمل وبالذی كان من النبی ﷺ ووكزه ایاه فلماقدم النبی ﷺ غدوت الیه بالجمل فاعطانی ثمن الجمل والجمل وسهمی مع القوم

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہؓ شہید ہو گئے۔ اور اہل وعیال اور قرضہ چھوڑ گئے میں نے قرض خواہوں سے استدعاء کی کہ کچھ قرضہ معاف کردیں پس انہوں نے انکار کیا۔ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپؐ اس بارے میں ان سے سفارش فرمائیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا تو آپؐ نے فرمایا اپنی کھجوروں کی ہر قسم کو الگ الگ ڈھیریاں بنا دو۔ عذق بن زید اچھی کھجور علیحدہ رکھو۔ لین رڈی کھجور الگ رکھو۔ اور عجوہ عمدہ کھجور الگ رکھو۔ پھر ان قرض خواہوں کو حاضر کرو۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا۔ پھر حضور انور ﷺ آکر اس ڈھیری پر بیٹھ گئے اور ہر آدمی کیلئے ناپنا شروع کر دیا یہاں تک کہ قرضہ پورا ادا کر دیا۔ اور کھجور جیسے تھی ویسے باقی رہ گئی گویا کہ کسی نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا اور میں آپؐ کے ساتھ ایک جہاد میں ایک ایسے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر گیا جس سے آب کشی کا کام لیتے تھے وہ تھک گیا حضور ﷺ نے میر پیچھے آکر اسے پیچھے سے لاٹھی ماری۔ فرمایا اس کو میرے پاس بیچ دو۔ البتہ مدینہ تک سواری کر سکتے ہو۔ پس جب ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو میں نے اجازت طلب کی کہ میں نے نئی نئی شادی کی ہے اس لئے دلہن کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کس سے شادی کی ہے کنواری سے یا بیوہ سے۔ میں نے عرض کیا بیوہ سے اس لئے کہ میرے باپ عبداللہؓ شہید ہو گئے اور چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑ گئے۔ اس لئے میں نے بیوہ سے شادی کی تاکہ وہ ان کو تعلیم بھی دے اور ادب سکھلائے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اچھا

اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ۔ میں نے گھر آکر اپنے ماموں کو اونٹ کے بیچنے کی اطلاع دی۔ جنہوں نے بیچنے پر مجھے ملامت کی تو میں نے اپنے اونٹ کے تھک جانے اور جو کچھ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے پیش آیا تھا اور آپ کا اس کو لاٹھی مارنا ان سب کے متعلق بتلایا۔ پس جب آپ نبی اکرم ﷺ مدینہ پہنچے تو میں اونٹ لے کر صبح سویرے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھے اونٹ کی قیمت بھی دے دی اور اونٹ بھی دے دیا۔ اور غنیمت کا جو حصہ قوم کے ساتھ میرا بنتا تھا وہ بھی مجھے دے دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فلامنی الخ ملامت اس لئے کی کہ یہ لوگ کھیتی باڑی والے تھے۔ اور باغوں والے تھے جن کا اونٹ کے بغیر گذراہ نہیں چل سکتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بایں ہمہ ان کا یہی ایک ہی اونٹ تھا جس کی ان کو خود ضرورت تھی۔ اور بقول علامہ عینیؒ یا اس پر ملامت کی کہ ھبہ کیوں نہ کر دیا بیع نہ کرتے۔ اور تیسرا قول یہ بھی ہے کہ ان کا خالو متہم بالنفاق تھا۔ اس لئے ملامت کی۔ واللہ اعلم بالصواب

باب ماینھی عن اضاعة المال

ترجمہ۔ باب ان چیزوں کے بارے میں جن سے مال کو ضائع کرنے سے روکا گیا ہے۔

وقول الله تعالى والله لايحب الفساد ولايصلح عمل المفسدين وقال اصلوتك تامرك ان نترك مايعبداباء نا اوان نفعل فى اموالنامانشاء وقال ولاتؤتو السفهاء اموالكم والحجرفى ذلك ومانهى عن الخداع ......

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے۔ اور فسادی لوگوں کے عمل کو ٹھیک نہیں کرتے اور رفرمایا کہ تیری نماز یہی حکم کرتی ہے کہ ہم ان بتوں کی پوجا چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔ یا یہ کہ ہم اپنے اموال میں جو کچھ چاہیں کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے وقوفوں کو اپنا مال نہ دیا کرو۔ اور اس بارے میں ممانعت اور یہ کہ دھوکہ دہی سے روکا گیا ہے۔

حديث(۲۲۳۸)حدثناابونعيم الخ سمعت ابن عمرؓ قال قال رجل للنبى ﷺ انى اخدع فى البيوع فقال اذابايعت فقل لاخلابة فكان الرجل يقوله ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ خرید و فروخت میں میرے سے دھوکہ کیا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب تم کسی کے ساتھ سودا کرو تو کہو بھائی دھوکہ نہ کرنا پس وہ یہی کہتا تھا

حدیث (۲۲۳۹) حدثنا عثمان الخ عن المغيرة بن شعبة قال قال النبی ﷺ ان الله حرم عليكم عقوق الامهات ووادالبنات ومنع وهات وكره لكم قيل وقال وكثرة السؤال واضاعة المال .....

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر تین چیزیں حرام کی ہیں ماؤں کی نافرمانی۔ بچیوں کا زندہ درگور کر دینا اور جس چیز کا دینا ضروری ہے اس کو روک لینا۔ اور جس چیز کا لینا تمہارے لئے جائز نہیں اس کو طلب کرنا حرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بے ہودہ باتوں کو اور بہت سوال کرنے کو اور مال کے ضائع کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اصلوتك تامرك الخ شعیب علیہ السلام کی قوم نے پورا ناپنے اور پورا تولنے کو ضائع کرنا شمار کیا اور اسے قبیح جانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ ان لوگوں نے خصوصاً ناپ تول کے پورا کرنے کو اضاعۃ شمار کیا۔ حالانکہ وہ نہی میں داخل نہیں ویسے ہر طرح کے مال کا ضائع کرنا شرعاً عرفاً ممنوع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عام مفسرین تو یہ فرماتے ہیں حضرت شعیب علیہ السلام ان کو افساد مال سے روکتے تھے۔ وہ لوگ کہتے تھے ہمارا مال ہے چاہے ہم اس کی حفاظت کریں چاہے پھینک دیں تمہیں کیا۔ لیکن حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ کی تائید صاحب جمل سے ہوتی ہے۔ او بمعنی واؤ کے ہے کہ یہ لف نشر مرتب ہے۔ ان تترك سے اعبدوا الله کا رڈ کیا اور ان نفعل سے لاتنقصوا المكيال والميزان کا رڈ کیا۔ ترک تطفیف۔ ربخس پر ان کی قوم کو عذاب ہوا۔ تو ان کا ناجائز طریقوں سے مال میں تصرف کرنا اضاعۃ مال ہے۔ نیز !امام بخاریؒ نے ترجمہ میں والحجر فی ذلك ذکر فرمایا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بالجر ہے۔ والحجر کا عطف اضاعۃ المال پر ہے۔ ای السنه اور حجر کی کئی اقسام ہیں۔ کبھی صغر کی وجہ سے ممانعت ہوتی ہے۔ کبھی جنون کی وجہ سے اور کبھی برے تصرف کی وجہ سے مثلاً عقل کم ہے یا دین میں کمی ہے۔ اور کبھی افلاس کی وجہ سے تصرفات بند کر دیئے جاتے ہیں تو سفیہ وہ ہوا جو اپنی سوء تدبیر سے مال کو ضائع کر دے۔ ائمہ ثلاثہؒ تو سفاہت کی وجہ سے حجر کے قائل ہیں۔ لیکن حضرت ابو حنیفہؒ۔ امام زفرؒ اور ابراہیم نخعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ سفاہت کی وجہ سے ممانعت نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اسے فرمایا کہ اذا بايعت فقل لا خلابته لیکن اسے تصرفات سے نہیں روکا۔ بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ کا میلان مسئلہ حجر میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی طرف ہو۔ کیونکہ ترجمہ والحجر فی ذلك فرما کر ترجمہ میں اس کا کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اور اس میں لا خلابة والی روایت لائے ہیں جو امام ابو حنیفہؒ کا مستدل ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہو گی کہ جب وہ شخص بیوع میں دھوکہ کھا جاتا تھا یہ اضاعۃ المال ہوئی۔

باب العبد راع فی مال سیده ولایعمل الاباذنه۔

ترجمہ۔ غلام اپنے آقا کا نگران ہے اس کے مال میں اس کی اجازت کے بغیرہ کوئی عمل نہ کرے

حدیث (۲۲۴۰) حدثناابوالیمان الخ عن عبدالله بن عمرؓ انه سمع رسول الله ﷺ یقول کلکم راع وھومسئول عن رعیته والرجل فی اھله راعٍ وھو مسئول عن رعیته والمرأة فی بیت زوجھا راعیة وھی مسئولة عن رعیتھا والخادم فی مال سیده راعٍ وھو مسئول عن رعیته قال فسمعت ھؤلاء من رسول الله ﷺ واحسب النبی ﷺقال والرجل فی مال ابیه راعٍ وھومسئول عن رعیته فکلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیته .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تم میں سے ہر شخص امانت دار ہے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ امام وحاکم بھی محافظ ہے۔ اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کا حاکم ہے اس سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔ اس سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۔ اور خدمت گذار (نوکر) اپنے سردار کے مال میں نگران ہے۔ اس سے اپنی نگرانی کے متعلق سوال ہوگا فرمایا کہ ان سب کے متعلق تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرا گمان یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ آدمی اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے۔ اس سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۔ پس تم میں سے ہر شخص حاکم ہے ہر ایک سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ رعیت ہر اس شے کو شامل ہے جس کی حفاظت نگرانی والے کے سپرد ہے۔ حتی کہ انسان اپنے اعضاء اور جوارح کا بھی محافظ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب فی الخصومات

ترجمہ۔ یہ کتاب جھگڑوں کے بارے میں ہے

باب مایذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهود

ترجمہ۔ یہ باب جوئے خانے کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے اور جھگڑا مسلمان اور یہودی کے درمیان۔

حدیث(۲۲٤۱)حدثناابو الولید الخ انه سمع عبدالله یقول سمعت رجلاً قرأ ایة سمعت من النبی ﷺ خلافها فاخذت بیده فاتیت به رسول الله ﷺ فقال کلاکما محسن قال شعبة اظنه قال لاتختلفوا فان من کان قبلکم اختلفوا فهلکوا .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ آیت پڑھ رہا تھا۔ جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے خلاف سنی تھی تو میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ پس آپؐ نے فرمایا تم دونوں اچھا کام کرنے والے ہو۔ اور شعبہ فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اختلاف نہ کیا کرو بے شک تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہو گئے۔

حدیث(۲۲٤۲)حدثنایحیی بن قزعةالخ عن ابی هریرةؓ قال استب رجلان رجل من المسلمین ورجل من الیهود قال المسلم والذی اصطفی

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دو آدمی ایک دوسرے کو گالی دینے لگے۔ ایک آدمی مسلمان تھا دوسرا یہودی مسلمان نے کہا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو

محمداعلی العالمین فقال الیهودی والذی اصطفی موسی علی العلمین فرفع المسلم یده عند ذلك فلطم وجه الیهودی فذهب الیهودی الی النبی ﷺ فاخبره بماکان من امره وامر المسلم فدعا النبی ﷺ فساله عن ذلك فاخبره فقال النبی ﷺ لاتخیرونی علی موسی فان الناس یصعقون یوم القیامة فاصعق معهم فاکون اول من یفیق فاذاموسی باطش جانب العرش فلاادری اکان فیمن صعق فافاق قبلی اوکان ممن استثنی الله..

جہان والوں پر چن لیا۔ یہودی کہنے لگا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ کو تمام جہانوں پر چن لیا۔ اس وقت مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے چہرہ پر تھپڑ ماردیا۔ تو یہودی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چلاگیا۔ اور جو معاملہ اس کے اور مسلمان کے درمیان ہوا تھا اس کی آپؐ کو خبر دی۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے مسلمان کو بلا کر اس بارے میں پوچھا تو اس نے آپ کو بتلایا جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ اس لئے کہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے۔ میں بھی ان کے ہمراہ بے ہوش ہوں گا پس سب لوگوں سے پہلے مجھے ہی افاقہ ہوگا۔ تو کیا دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کے کنارے کو پکڑے ہوئے ہیں۔ نامعلوم وہ بے ہوش ہونے والوں میں تھے اور میرے سے پہلے انہیں افاقہ ہوگیا۔ یا ان لوگوں میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ کردیا۔

حدیث(۲۲۴۳) حدثناموسی بن اسمعیل الخ عن عن ابی سعید الخدریؓ قال بینماروسول الله ﷺ جالس جاء یودی فقال یا اباالقاسم ضرب وجهی رجل من اصحابك فقال من کان رجل من الانصار قال ادعوه فقال اضربته قال سمعته بالسوق یحلف والذی اصطفی موسی علی البشر قلت ای خبیث علی محمد ﷺ فاخذتنی غضبة ضربت وجهه فقال النبی ﷺ لاتخیروابین الانبیاء فان الناس یصعقون یوم القیامة فاکون اول من تنشق عنه الارض فاذاانابموسی اخذ

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ جناب رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک یہودی آگیا اس نے کہا اے ابو القاسم ﷺ آپؐ کے صحابہؓ میں سے ایک نے مجھے چہرہ پر مارا ہے۔ فرمایا کون تھا اس نے کہا کہ وہ انصار کا ایک آدمی تھا فرمایا اس کو بلاؤ چنانچہ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو مارا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت! میں نے بازار میں سنا کہ وہ قسم کھا رہا تھا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر چن لیا ہے۔ میں نے کہا او خبیث! محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی۔ پس غصہ میں آکر میں نے اسے مارا ہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان مجھے ترجیح نہ دیا کرو۔ کیونکہ قیامت کے دن جب لوگ

بقائمة من قوائم العرش فلاادری اکان فیمن صعق ام حوسب بصعقة الاولی .....

بے ہوش ہوں گے پہلا شخص جس سے زمین پھٹ جائے گی وہ میں ہوں گا۔ پس کیا دیکھوں گا کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑے ہوئے ہیں۔ پس مجھے معلوم نہیں کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے یا پہلی بے ہوشی کا انہیں بدلہ دیا گیا۔

حدیث (۲۲۴۴) حدثناموسی الخ عن انس ؓ ان یھودیارض رأس جاریة بین حجرین قیل من فعل ھذا بك افلان افلان حتی سمی الیھود فاومت براسھا فاخذ الیھود ی فاعترف فامربه النبی ﷺ فرض رأسه بین حجرین . . . .

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے دو پتھروں کے درمیان رکھ کر ایک باندی کا سر کچل دیا۔ پس اس سے پوچھا گیا کہ کیا تیرے ساتھ یہ کام فلان نے کیا ہے فلان نے کیا ہے۔ حتی کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا۔ چنانچہ یہودی کو پکڑا گیا تو اس نے اقرار کر لیا پس جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا تو دو پتھروں کے درمیان اس کا سر کچل دیا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فاتیت الخ یہ محل ترجمہ ہے کیونکہ یہ اس میں مخالف کو لے جایا گیا۔ فدعاالنبی ﷺ یہ جملہ محل ترجمہ ہے۔ کیونکہ اس جگہ سے خصم کو لے جایا گیا۔ اور اس میں مسلمان اور یہودی کے جھگڑے کا ذکر بھی ہے۔ نیز! روایت اس مسئلہ پر بھی دلالت کرتی ہے۔ کہ جب تک کوئی تخصیص کا قرینہ نہ ہو تو لفظ عام کو اپنے عموم پر ہی رکھا جائے گا۔ اگر چہ عام مخصوص البعض کیوں نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مسلمان آدمی کی فہم کو رد فرمادیا جو یہودی کے قول سے عام بشر مراد لے رہے تھے۔ کہ اس کا قول بشر کے جمیع افراد کو شامل ہے۔ البتہ آپؐ نے ایک تاویل کا دروازہ کھول دیا۔ کہ قطع نزاع کرنے کے لئے آپؐ نے فرمایا کہ تم نے فضیلت کو فضیلت جزئیہ پر کیوں محمول نہیں کیا۔ فضیلت کلیہ پر کیوں محمول کر دیا۔ اگر ایسا ہوتا تو جھگڑا کھڑا نہ ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لفظ عام کا حکم اپنے جمیع افراد کو قطعی شامل ہوگا۔ قطعاً امام شافعیؒ کا رد ہے۔ کہ وہ عام کو ظنی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ کوئی عام ایسا نہیں جس سے بعض افراد کو خاص نہ کر دیا ہو۔ تو اس طرح احتمال ہے کہ بعض افراد بھی خاص کر لئے جائیں۔ اس لئے عام قطعی نہیں ظنی ہوگا۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں کہ یہ احتمال بغیر دلیل کے پیدا ہونے والا ہے۔ اس لئے کہ اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ اور جو بعض افراد خاص ہو گئے تو یہ احتمال ناشئی بالدلیل ہوگا تو وہ معتبر ہوگا۔ تو احنافؒ کے نزدیک عام خاص کے مساوی ہو کر قطعی ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ محل ترجمہ لاتحتلفوا ہے۔ کیونکہ اختلاف موجب ہلاکت ہے۔ اور یہ اشد الخصام ہے لیکن حافظؒ فرماتے ہیں فاخذت بیده واتیت به الخ ہے کیونکہ اس میں خصومت بھی ہے۔ اور لے کر جانا بھی ہے جسے اشخاص کہتے ہیں۔

رجل من المسلمین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ چنانچہ جامع سفیان میں ہے الرجل الذی لطم الیهودی هو ابوبکر الصدیقؓ۔ لاتخیرونی بمعنی لاتفضلونی اگر اشکال ہو کہ یہ ممانعت کیسی ہے۔ حالانکہ آپؐ تو افضل الانبیاء بلکہ افضل کائنات ہیں۔ تو اس کے کئی جواب دیئے گئے ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ یہ علم بالا فضلیت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ ایسی فضیلت نہ دو جس سے دوسرے انبیاء کی توہین ہوتی ہو۔ تیسرا یہ ہے کہ ایسی تفضیل نہ دو جو موجب خصومت بن جائے اور چوتھا جواب یہ ہے کہ آپؐ کا یہ ارشاد تواضعاً تھا۔ کبر و عجب کی نفی کے لئے تھا۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ نفس نبوت میں کوئی فضیلت نہیں البتہ ذوات الانبیاء میں فضیلت ثابت ہے۔ تلك الرسل فضلنابعضهم علی بعض الایة اگر سوال ہو کہ حضرت ابو سعیدؓ کی روایت میں حوسب بالصفقة الاولی ہے تو کہا جائے گا کہ یہ تینوں احتمال ہیں۔ افاقہ۔ استثناء۔ اور محاسبہ۔

رض راسه بین حجرین یہ قصاص جس کے قائل ائمہ ثلاثہ اور دیگر حضرات ہیں لیکن امام ابو حنیفہؒ اور ان کے ہم مسلک فرماتے ہیں کہ لاقود الابالسیف کہ قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ باقی سب صورتیں منسوخ ہوں گی۔

باب من ردّ امر السفیه والضعیف العقل۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو بے وقوف کے اور کمزور عقل والے کے معاملہ کو رد کرتا ہے۔

وان لم یکن حجر علیه الامام ویذکر عن جابرؓ عن النبی ﷺ ردّ علی المتصدق قبل النهی ثم نهاه وقال مالك اذاكان لرجل علی رجل مال وله عبد لاشیئ له غیره فاعتقه لم یجز عتقه من باع علی الضعیف ونحوه فدفع ثمنه الیه وامره بالاصلاح والقیام بشانه فان افسد بعد منعه لان النبی ﷺ نهی عن اضاعة المال وقال الذی

ترجمہ۔ اگرچہ امام نے اس پر رکاوٹ نہ ڈالی ہو اور حضرت جابرؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ممانعت سے پہلے صدقہ کرنے والے کو روک دیا۔ یا پھر اسے منع کر دیا۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کا دوسرے پر مال کا قرضہ ہو اور اس کے پاس عبد کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو وہ اپنے غلام کو آزاد کر دے تو اس کا عتق نافذ نہیں ہوگا اور جس شخص نے کسی کمزور عقل والے یا بے وقوف کے پاس کوئی چیز بیچ دی اس نے اس کو مبیع کی قیمت بھی دے دی اور اس کو ٹھیک طور پر

يخدع في البيع اذابايعت فقل لا خلابة ولم ياخذ النبي ﷺ ماله .....

کام کرنے کا حکم دیا۔ اگر اس کے بعد بھی معاملہ گڑبڑ کردیتا ہے تو اس کو امام روک دے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور وہ شخص جو خرید و فروخت میں دھوکہ کھاجاتا ہے اس سے آپؐ نے فرمایا جب تم کوئی معاملہ کرو تو کہہ دو بھائی میرے ساتھ دھوکہ نہ کرنا۔ لیکن جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے مال نہیں چھینا۔

حدیث(۲۲٤٥)حدثناموسى بن اسمعيل الخ **سمعت ابن عمرؓ قال كان رجل يخدع في البيع فقال له النبي ﷺ اذابايعت فقل لاخلابة فكان يقوله ....**

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی خرید وفروخت میں دھوکہ کھاجاتا تھا۔ تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا جب تم کسی سے معاملہ کرو تو لاخلابة کہہ دیا کرو چنانچہ وہ اسی طرح کہا کرتا تھا۔

حدیث(۲۲٤٦)حدثناعاصم بن علي الخ **عن جابرؓ ان رجلا اعتق عبدالہ ليس مال غيره فرده النبي ﷺ فابتاعه منه نعيم بن النحام ....**

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آدمی نے ایک غلام کو آزاد کردیا اس کے سوا اس کے پاس کوئی مال نہیں تھا تو آپؐ نے اس صدقہ کو رد کردیا۔ تو اس غلام کو اس سے حضرت نعیم بن النحام نے خرید کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مقصد یہ ہے کہ امام کو یہ حق حاصل ہے کہ ایسے لوگوں کے تصرفات روک دے۔ اگرچہ اس کی طرف سے قبل ازیں ممانعت نہ ہوئی ہو۔

علی الضعیف کلمہ علی کا ضرر کے لئے ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ وہ اس کے مقصد کے خلاف ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے باب میں جو احادیث ذکر فرمائی ہیں ان میں مسئلہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ جس شخص سے اضاعۃ مال ظاہر ہو اس کے تصرفات روک دیئے جائیں۔ بشرطیکہ مال کثیر ہو یا جائداد کو احاطہ کرنے والا ہو۔ قصہ مدبر اس پر دال ہے اور جب کسی شیئ حقیر میں تصرف ہو یا جس میں اس کے مال کو ضائع نہ کرنے کی شرط لگائی گئی ہو تو اس کے تصرفات کو رد نہ کیا جائے مخدوع کا قصہ اس پر دال ہے۔

یذکر عن جابرؓ سے بقول حافظؒ قصہ مدبر مراد ہے لیکن میرے نزدیک بیضة من ذهب یعنی سونے کے انڈے والا واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے آپؐ سے آکر کہا تھا کہ خذها منى صدقة۔ البتہ علامہ عینیؒ یذکر عن جابرؓ سے قصہ مدبر مراد لیتے ہیں جیسا کہ

کتاب البیوع سے ظاہر ہے۔ کلمہ علی سے شیخ گنگوہیؒ نے دفعیہ وہم فرمایا کہ رحمۃ اللعالمین کا فعل ضرر کے لئے کیسے ہو سکتا ہے۔ تو فرمایا اس کے ارادہ کے خلاف ہونا ضرر ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ رشیدوہ شخص جو دین دنیا کی بھلائی کے لئے کام کرے۔ سفیہ وہ ہے جو خلاف شرع کام اپنی خواہش نفس کے مطابق کرے۔ ضعیف العقل سفیہ سے عام ہے۔

فرفع الیه ثمنه الخ آنحضرت ﷺ نے دفع ثمن کر کے رشد اور اصلاح کا راستہ بتلایا۔ اگر سفاہت کی وجہ سے ردّ فرماتے تو ثمن اس کے سپرد نہ کرتے۔

باب کلام الخصوم بعضهم فی بعض ۔

ترجمہ۔ مخاصمین ایک دوسرے سے سخت وسست کلام کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس میں فحش گوئی نہ ہو یا جس سے حد اور تعزیر لازم آئے۔

حدیث (۲۲۴۷) حدثنا محمد الخ عن عبداللهؓ قال قال رسول الله ﷺ من حلف علی یمین وهوفیها فاجر لیقطع بها مال امرئ مسلم لقی الله وهوعلیه غضبان قال فقال الاشعث فیَّ والله کان ذلك کان بینی وبین رجل من الیهود ارض فجحدنی فقدمته الی النبی ﷺ فقال لی رسول الله ﷺ الك بینة قلت لاقال فقال الیهودی احلف قال قلت یارسول الله اذاًیحلف ویذهب بمالی فانزل الله تعالی ان الذین یشترون بعهدالله وایمانهم ثمناً قلیلاً الی الاخر الایة ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللهؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول الله ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کوئی قسم اٹھائی کہ وہ اس میں جھوٹا گناہ گار ہو تا کہ اس قسم کے ذریعہ وہ کسی مسلمان کا مال مارنا چاہتا ہے۔ تو جب وہ الله تعالیٰ سے ملاقی ہو گا تو وہ اس پر غضب ناک ہوں گے۔ اشعث فرماتے ہیں الله کی قسم! یہ میرے بارے میں وارد ہوئی۔ میرے اور یہودی آدمی کے درمیان زمین مشترک تھی۔ اس نے مجھے دینے سے انکار کر دیا۔ میں اس کو پکڑ کر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ رسول الله ﷺ نے میرے سے پوچھا کیا تمہارے پاس گواہ ہیں میں نے کہا نہیں تو آپؐ نے یہودی سے فرمایا قسم اٹھاؤ۔ میں نے کہا یا رسول الله! یہ تو اس وقت قسم اٹھا کر میرا مال لے جائے گا۔ جس پر الله تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ان الذین یشترون الخ ۔

حدیث (۲۲۴۸) حدثنا عبدالله بن محمد الخ

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ مسجد نبویؐ میں

عن كعب بن مالكؓ انه تقاضى ابن ابى حدرد دينا كان له عليه فى المسجد فارتفعت اصواتهما حتى سمعها رسول الله ﷺ وهو فى بيته فخرج اليهما حتى كشف سجف حجرته فنادى يا كعب قال لبيك يا رسول الله قال ضع من دينك هذا فاومأ اليه اى الشطر قال لقد فعلت يا رسول الله قال قم فاقضه .....

انہوں نے ابن ابی حدرد سے اپنے اس قرضہ کا مطالبہ کیا جو ان کی طرف سے ان کے ذمہ تھا۔ یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں سن لیا باہر تشریف لائے۔ یہاں تک کہ اپنے حجرہ کے پردے کا ایک کنارہ کھول کر آواز دے کر فرمایا اے کعب! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں فرمایا اتنا قرضہ اس کو معاف کردو ہاتھ سے نصف کا اشارہ کیا میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے کر دیا آپؐ نے فرمایا اٹھو اور ان کو قرضہ ادا کرو۔

حديث(۲۲۴۹)حدثنا عبدالله بن يوسف الخ انه سمعت عمر بن الخطابؓ يقول سمعت هشام بن حكيم بن حزام يقرأ سورة الفرقان على غيرما اقرؤها وكان رسول الله ﷺ اقرأنيها وكدت ان اعجل عليه ثم امهلته حتى انصرف ثم لببته بردائه فجئت به رسول الله ﷺ فقلت انى سمعت هذا يقرأ على غيرما اقرأتيها فقال لى ارسله ثم قال له اقرأ فقرأ قال هكذا انزلت ثم قال لى اقرأ فقرأت فقال هكذا انزلت ان القران انزل على سبعة احرف فاقرء وا ما تيسر منه ....

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیمؓ سے سورۃ فرقان اس طرز کے خلاف سنی جس پر میں اسے پڑھتا تھا اور جس طریقہ پر جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھائی تھی قریب تھا کہ میں اس پر جلدی کرتا پھر میں نے اس کو مہلت دے دی یہاں تک کہ وہ فارغ ہوگیا تو میں اس کی چادر سے ہی اسے گھسیٹ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا میں نے کہا میں نے اس سے اس طرز کے خلاف قرأۃ سنی ہے جو آپؐ نے مجھے پڑھائی تھی۔ فرمایا اس کو چھوڑ دو پھر اس سے فرمایا کہ تم پڑھو۔ چنانچہ اس نے پڑھا آپؐ نے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر مجھے فرمایا کہ تم پڑھو میں نے پڑھا تو آپؐ نے اس پر بھی فرمایا کہ اسی طرح اتاری گئی۔ اس لئے کہ قرآن مجید سات قرأتوں پر اتارا گیا ہے۔ پس جس طرح آسان ہو اسی کو پڑھو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اذا يحلف یہی موضع ترجمہ ہے اس لئے کہ یہودی کو جھوٹ اور جھوٹی قسم کی طرف منسوب کیا فخرج اى اليهما وكذا قوله مرّبهما اور دونوں مجازی معنی ہیں۔ فرفع سجف حجرته میں حقیقی معنی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بہتر یہ ہے کہ لفظ کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا جائے۔ خرج من البیت لا جلهما ومرّبهما بعض حضرات نے ترجمہ کو فارتفعت اصواتهما سے ثابت کیا ہے۔ لیکن دراصل اشارہ بعض حدیث میں فتلاحیا ہے اس کی طرف ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان میں باہمی تکرار ہوئی اس سے ترجمہ ثابت ہوگا۔

باب اخراج اهل المعاصی والخصوم من البیوت بعد المعرفة وقد اخرج عمرؓ اخت ابی بکرؓ حین ناحت ...

ترجمہ۔ پہچان لینے کے بعد مجرموں کو اور جھگڑا کرنے والوں کو گھروں سے نکال دینا حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بہن کو گھر سے نکال دیا جب کہ وہ ان پر بین کرنے لگیں۔

حدیث (۲۲۵۰) حدثنا محمد بن بشار الخ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال لقد هممت ان امر بالصلوٰة فتقام ثم اخالف الی منازل قوم لا یشهدون الصلوٰة فاحرق علیهم .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ میں حکم دوں نماز کے لئے اقامت کہی جائے پھر میں ان لوگوں کے گھروں کی طرف چلا جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فاحرق علیهم جب جلانا جائز ہوا تو گھروں سے نکال دینا تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے غرض یہ ہے کہ جب ان کے گھر جلیں گے تو وہ جلدی جلدی گھروں سے نکلیں گے۔ تو اس سے اہل معاصی کو گھروں سے نکالنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ اور جب اہل خصوم میں جھگڑا اور شور غل کی نوبت آجائے تو ان کا نکالنا بھی مناسب ہوگا اور ترجمہ میں بعد المعرفة بھی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ بعد معرفة احوالهم یا بعد معرفتهم بالحکم تو اب ان کا نکال دینا بطور تادیب کے ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی ہمشیرہ کا نام ام فروة بنت ابی قحافة تھا۔

باب دعوی الوصی للمیت

ترجمہ۔ کسی میت کے لئے وصی کا دعویٰ کرنا

حدیث (۲۲۵۱) حدثنا عبدالله بن محمد الخ عن عائشةؓ ان عبد بن زمعة بن ابی وقاصؓ اختصما الی النبی ﷺ فی ابن امة زمعة فقال سعد یا رسول الله اوصانی اخی اذا قدمت ان انظر ابن امة زمعة

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد بن زمعہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ زمعہ کی باندی کے بیٹے کے بارے میں جھگڑتے ہوئے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ! میرے بھائی نے

فاقبضه فانه ابنی وقال عبدبن زمعة اخی وابن امة ابی ولد علی فراش ابی فرای النبی ﷺ شبهاً بيناً فقال هولك يا عبد بن زمعة الولدللفراش واحتجبی منه یا سودة .....

مجھے وصیت کی تھی کہ جب میں مکہ میں آؤں اگر زمعہ کی باندی کا بیٹا مجھے نظر آجائے تو اسے قبضہ میں لے لوں۔ کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے اور عبدبن زمعہ نے کہا وہ میرا بھائی ہے۔ اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے جو میرے باپ کے نکاح کی حالت میں پیدا ہوا ہے

جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کی واضح مشابہت عتبہ کے ساتھ دیکھی تو فرمایا اے عبدبن زمعہ یہ لڑکا تیرا ہے کیونکہ بچہ نکاح والے کا ہوتا ہے اور حضرت سودہؓ سے فرمایا تو اس سے پردہ کرلے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ الولد للفراش کا آپؐ نے حکم دیا۔ شبہ پر فیصلہ نہیں کیا۔ یہ احنافؒ کی قوی دلیل ہے کہ قیافہ سے حکم ثابت نہیں ہوگا۔ باقی حضرت سودہؓ کو پردے کا حکم آپؐ نے احتیاط کے طور پر کیا۔ کیونکہ مشابہت ظاہرہ تھی۔

باب التوثق ممن تخشى معرته وقيد ابن عباسؓ عكرمة على تعليم القران والسنن والفرائض ۔

ترجمہ ۔ جس سے فساد کا خطرہ ہو اس کو باندھ دینا حضرت ابن عباسؓ نے اپنے شاگرد عکرمہ کو تعلیم قرآن سنن اور فرائض سکھانے کیلئے پاؤں میں زنجیر ڈال دیئے۔

حديث (۲۲۵۲) حدثناقتيبة الخ انه سمع اباهريرةؓ يقول بعث رسول الله ﷺ خيلا قبل نجد فجاء ت برجل من بنی حنيفة يقال له ثمامة بن اثال سيد اهل اليمامة فربطوه بسارية من سواری المسجد فخرج اليه رسول الله ﷺ قال ماعندك ياثمامة قال عندی یا محمد خير فذكر الحديث قال اطلقوا ثمامة .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف ایک گھوڑ سوار دستہ روانہ فرمایا جو بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو پکڑ کر لائے جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا جو یمامہ والوں کا سردار تھا۔ جسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا اے ثمامہ! تمہارا کیا نظریہ ہے اس نے کہا یا محمدؐ! میرے پاس خیر ہی خیر ہے۔ پھر باقی حدیث ذکر کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ثمامہ کی رسیاں چھوڑ دو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ محل ترجمہ ساریة ہے جس سے ثمامہ کو باندھا گیا تا کہ وہ فساد برپا نہ کرے۔

باب الربط والحبس فی الحرام

ترجمہ۔ حرم کے اندر قید کرنا اور باندھنا

واشتری نافع بن عبد الحارث داراً للسجن بمكة من صفوان بن امية على ان عمرؓ ان رضی فالبیع بیعه وان لم یرض عمرؓ فلصفوان اربع مائة دینارٍ وسجن ابن الزبیر بمکة ....

ترجمہ۔ حضرت نافع بن الحارث نے مکہ معظمہ میں صفوان بن امیہ سے ایک مکان جیل خانہ کے لئے خریدا اس شرط پر اگر عمرؓ راضی ہوگئے تو یہ بیع ان کی ہوگی۔ اگر وہ راضی نہ ہوئے تو صفوان کے لئے چار سو دینار ہوں گے ابن الزبیرؓ نے مکہ معظمہ میں ایک مدیون کو قید کیا۔

حدیث (۲۲۵۳) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ سمع اباھریرةؓ قال بعث النبی ﷺ خیلا قبل نجدٍ فجاء ت برجل من بنی حنیفة یقال له ثمامة بن اثال فربطوه بسارية من سواری المسجد ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک گھوڑ سوار فوجی دستہ نجد کی طرف بھیجا جو بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو گرفتار کر کے لائے جسے ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا تو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسکو باندھ دیا

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگر اشکال ہو علی ان عمرؓ رضی یہ شرط ہے۔ اور بیع مع شرط فاسد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط نفس عقد میں ہے جو مضر نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وان لم یرض عمرؓ مقصد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ راضی ہو گئے تو وہ قیمت بیت المال سے ادا کریں گے اگر راضی نہ ہوئے تو قیمت میں اپنی طرف سے ادا کروں گا۔ اور یہ مکان میری ملکیت ہو جائے گا۔ باقی چار سو دینار کے چار ہزار درہم بنتے ہیں اس لئے تعارض نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چونکہ حضرت نافعؒ حضرت عمرؓ کی طرف سے مکہ کے حاکم تھے اس لئے خیار شرط حضرت عمرؓ کیلئے تجویز کیا۔ گویا کہ حضرت نافعؒ حضرت عمرؓ کے وکیل بنے اور وکیل کو حق ہے کہ مبیع کو اپنے لئے خرید کرلے جبکہ مؤکل عیب کی وجہ سے بیع رد کر دے۔ امام بخاریؒ نے باب الربط والحبس فی الحرم باندھا اس سے طاؤسؒ کے قول کا رد فرمایا جو فرماتے ہیں کہ مکہ میں جیل خانہ قائم کرنا مکروہ ہے کیونکہ بیت رحمت میں بیت عذاب مناسب نہیں ہے امام بخاریؒ نے حضرت عمرؓ۔ ابن الزبیرؓ صفوانؓ اور نافعؒ سب حضرات صحابہ ہیں جن کے اقوال سے معارضہ پیش کیا جس کی تقویت ثمامہ کے قصہ سے فرمائی جس کو مسجد نبوی مدینہ میں باندھا گیا۔ مدینہ بھی تو حرم ہے۔ اس لئے جب اس میں باندھنا ممنوع نہیں تو حرم مکہ میں بھی ممنوع نہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب فی الملازمة

ترجمہ ۔ دائن کا مدیون کو پکڑ لینا

حدیث (۲۲۵٤) حدثنا یحیی بن بکیر الخ عن کعب بن مالک ؓ انه کان له علی عبدالله بن ابی حدرد الاسلمی دین فلقیه فلزمه فتکلما حتی ارتفعت اصواتهما فمربهما النبی ﷺ فقال یا کعب واشار بیده فکانه یقول النصف فاخذ نصف ماعلیه وترک نصفاً ....

ترجمہ ۔ حضرت کعب بن مالک ؓ کا عبداللہ بن حدرد اسلمی کے ذمہ قرضہ تھا جن کی آپس میں ملاقات ہوئی تو حضرت نے اس کو پکڑ لیا جس کی آپس میں اس قدر تلخ کلامی ہوئی کہ دونوں اونچے اونچے بولنے لگے ۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا ان کے پاس گذر ہوا تو آپ ؐ نے فرمایا اے کعب! اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا گویا کہ آدھا فرما رہے تھے تو حضرت کعب ؓ نے اپنا آدھا قرضہ لے لیا اور آدھا معاف کر دیا۔

تشریح از قاسمی ؒ ۔ فلزمہ یہ محل ترجمہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک ؓ نے عبداللہ بن ابی حدرد کو پکڑا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہ کیا۔ بلکہ حضرت کعب ؓ سے فرمایا کہ آدھا لے لو آدھا معاف کر دو۔ جس پر انھوں نے عمل کیا۔

باب التقاضی

ترجمہ ۔ قرضہ کا مطالبہ کرنا

حدیث (۲۲۵۵) حدثنا اسحق الخ عن خباب ؓ قال کنت قیناً فی الجاهلیة وکان لی

ترجمہ ۔ حضرت خباب ؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میں لوہار کا کام کرتا تھا۔ عاص بن وائل پر میرے کچھ دراہم

علی العاص بن وائل دراهم فاتیته اتقاضاه فقال لااقضیك حتی تکفر بمحمدﷺ حتی یمیتك الله ثم یبعثك قال فدعنی حتی اموت ثم ابعث فاوتی مالاوولداً ثم اقضیك فنزلت افرأیت الذی کفر بایتناوقال لاوتین مالاوولداً الایة .....

قرضہ تھے۔ میں مطالبہ کرنے کے لئے اس کے پاس آیا۔ پس اس نے کہا کہ میں تیرا یہ قرضہ اس وقت تک ادا نہیں کروں گا جب تک تو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے کفر نہ کرے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں تو حضرت محمد ﷺ سے کفر نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے موت دے اور پھر تجھے اٹھائے تو اس نے کہا پھر اس وقت تک مجھے چھوڑ دو جب کہ میں مروں گا پھر اٹھایا جاؤں گا۔ پس مجھے مال اور اولاد دیا جائے گا پھر تیرا قرضہ ادا کر دوں گا۔ جس پر یہ آیت اتری ترجمہ۔ کیا آپؐ نے اس شخص کو دیکھا جو ہماری آیتوں کا انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھے مال اور اولاد ملے گا۔ دونوں حدیثیں مع تشریح گذر چکی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب فی اللقطة

ترجمہ۔ گری پڑی چیز کے بارے میں

باب واذااخبره رب اللقطة بالعلامة دفع الیه ۔

ترجمہ۔ جب لقطہ والا ملتقط کو علامۃ بتلائے تو وہ چیز اسے دے دینی چاہیئے۔

حدیث(۲۲۵۶)حدثناادم الخ قال لقیت ابی بن کعبؓ فقال اخذت صرة فیها مائة دینارٍ فاتیت النبیﷺفقال عرفهاحولاً فعرفتهاحولها

ترجمہ۔ حضرت سوید بن غفلہؒ نے فرمایا کہ حضرت ابی بن کعبؓ سے میری ملاقات ہوئی جنہوں نے فرمایا کہ مجھے ایک تھیلی ملی جس میں سو ۱۰۰ دینار تھے جس کو لے کر میں

فلم اجد من يعرفها ثم اتيته فقال عرفها حولاً فعرفتها فلم اجد ثم اتيته ثلثاً فقال احفظ وعاء ها وعددها ووكاء ها فان جاء صاحبها والافاستمتع بها فاستمتعت فلقيته بعد بمكة فقال لاادري ثلثة احوال اوحولاً واحداً .....

جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ سال بھر اس کا اعلان کرو۔ پس میں اس کا اعلان کرتا رہا۔ پس مجھے ایسا کوئی شخص نہ ملا جو اس کو پہچانتا ہو پھر میں آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ سال بھر پھر اس کا اعلان کرو۔ پس میں اس کا اعلان کرتا رہا۔ لیکن مجھے کوئی نہ ملا پس میں تیسری مرتبہ آپؐ کے پاس حاضر ہوا جس پر آپؐ نے فرمایا اس ہمیانی کا برتن گنتی اور باندھنے والا تسمہ یاد رکھو۔ اگر اس کا مالک آجائے تو فبہا ورنہ اس سے فائدہ حاصل کرو۔ چنانچہ میں نے اس سے نفع حاصل کیا اس کے بعد میری مکہ معظمہ میں ان سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا مجھے علم نہیں کہ تین سال اعلان کیا یا ایک سال اعلان کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ علامت کا ذکر اگرچہ اس روایت میں نہیں ہے مگر دوسری روایت کے لحاظ کرنے سے معلوم ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ جو شخص کسی گری پڑی چیز کو دیکھے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ فلاسفہ تو کہتے ہیں اس کا اٹھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دوسرے کا مال اس کی اجازت کے بغیر اٹھانا ہے۔ اور بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اس کا اٹھانا حلال ہے۔ مگر ترک افضل ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ مالک اس کی تلاش میں اس جگہ واپس آجائے۔ لیکن عامہ علماء اور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ چھوڑ دینے سے اٹھالینا افضل ہے۔ پھر ملتقط کی دو قسمیں ہیں ایک تو حقیر مال ہے جس کو مالک عموماً تلاش نہیں کرتا۔ اس کا اٹھالینا اور نفع حاصل کرنا صحیح ہے۔ اگر مالک اس کے ہاتھ میں دیکھ کر واپس لینا چاہے تو واپس لے سکتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے متعلق معلوم ہو کہ مالک اس کو ضرور تلاش کرے گا۔ اس کو اٹھالیا جائے اس کی حفاظت کرے اور اعلان کرے۔ یہاں تک کہ مالک تک پہنچ جائے۔ باقی اعلان کرنے کی مدت میں اختلاف ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مساجد۔ شارع عام اور بازاروں میں اعلان کرے۔ وعاء وہ لکڑی یا چمڑہ یا کپڑے کی تھیلی جس میں نقدی کو رکھا جائے۔ وکاء وہ تاگہ جس سے ہمیانی کو باندھا جائے۔ تعریف یعنی سال بھر تک اعلان کرے۔ اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ ویسے ہدایہ میں ہے کہ عشرہ دراھم سے کم قیمت کی چیز ہے تو تین دن اعلان کرے۔ دس درہم سے زیادہ کی ہے تو ایک سال تک اعلان کرے تین سال کی تعریف کا ائمہ کے فتوی میں سے کوئی قائل نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مقادیر لازم نہیں ہیں۔ رائے عامہ پر چھوڑ دیا جائے۔

باب ضالة الابل
ترجمہ۔ گم شدہ اونٹ کے بارے میں

حدیث(۲۲۵۷)حدثنا عمرو بن عباس الخ عن زید بن خالد الجهنیؓ قال جاء اعرابی النبی ﷺ فساله عما یلتقطه فقال عرفها سنة ثم احفظ عفا صها و وکاء ها فان جاء احد یخبرک بها والا فاستنفقها قال یا رسول الله فضالة الغنم قال لک او لاخیک او للذئب قال ضالة الابل فتمعر وجه النبی ﷺ فقال مالک ولها معها حذاؤها وسقاؤها ترد الماء وتاکل الشجر ......

ترجمہ۔ زید بن خالد جھنیؓ نے فرمایا کہ ایک دیہاتی حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو چیز گر پڑے اس کے بارے میں سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا سال بھر اس کا اعلان کرو۔ اس کی تھیلی اور تسمے کا اعلان کرو۔ پس اگر کوئی آکر اس کے متعلق خبر دے تو اس کو ادا کر دو ورنہ اس کو خرچ کر دو اس نے کہا حضرت گم شدہ بکری کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی ہے۔ پھر اس نے گم شدہ اونٹ کے متعلق پوچھا تو آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ فرمایا تجھے اس سے کیا کام ہے اس کے پاس اس کا جوتا ہے اور پانی کا مشکیزہ پیٹ ہے وہ چشموں پر جا کر پانی پی لے گا اور درختوں کے پتے کھاتا رہے گا

باب ضالة الغنم ۔ ترجمہ۔ گم شدہ بکری کے بارے میں

حدیث(۲۲۵۸)حدثنا اسمعیل بن عبدالله الخ انه سمع زید بن خالدؓ یقول سئل النبی ﷺ عن اللقطة فزعم انه قال اعرف عفاصها و وکاء ها ثم عرفها سنة یقول یزید ان لم تعترف استنفق بها صاحبها وکانت ودیعة عنده قال یحیی فهذا الذی لا ادری افی حدیث رسول الله ﷺ هو ام شئ من عنده ثم قال کیف فی ضالة الغنم قال النبی ﷺ خذها فانما هی لک او لاخیک او للذئب قال یزید وهی تعرف ایضا ثم قال کیف تری فی ضالة الابل قال فقال دعها فان معها حذاء ها وسقاء ها ترد الماء وتاکل الشجر حتی یجدها ربها.....

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کی تھیلی اور اسکے تسمہ کا اعلان کرو۔ پھر اس کا اعلان سال بھر تک کرتے رہو یزید راوی کہتا ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ اگر کچھ پتہ نہ چلے تو صاحب لقطہ اسے خرچ کر سکتا ہے البتہ یہ مال اس کے پاس امانت ہوگا۔ یحیی فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ یہ حصہ حدیث رسول اللہ ﷺ میں سے ہے یا کوئی ایسی چیز ہے جو اس نے اپنے پاس سے کہی ہے پھر پوچھا گم شدہ بکری کے بارے میں کیا رائے ہے جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پکڑ لو اسلئے کہ وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی نذر ہے۔ یزید راوی کہتے ہیں کہ اس کا بھی اعلان کیا جاتا رہے۔ پھر پوچھا گم شدہ اونٹ کے بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ اس کے ساتھ

اس کا موزہ ہے۔ اور پانی کا مشکیزہ ہے۔ چشمہ پر وارد ہوگا اور درختوں کے پتے کھاتا رہے گا۔ حتی کہ اس کا مالک اسے پالے گا۔

باب اذالم یوجد صاحب اللقطة بعدسنة فی لمن وجدھا ۔۔

ترجمہ۔ ایک سال کے بعد لقطہ والا نہ ملے تو جس نے اسے پایا ہے اب یہ اس کا ہے۔

حدیث ۲۲۵۹) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن زیدبن خالدؓ قال جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ فساله عن القطة فقال اعرف عفاصها ووکاء ها ثم عرفها سنة فان جاء صاحبها والا فشانك بها قال فضالة الغنم قال هی لك اولاخیك اوللذئب قال فضالة الابل قال مالك ولها معها سقاؤها وحذاؤها ترد الماء وتأكل الشجر حتی یلقاها ربها

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالدؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لقطہ کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا اس کی تھیلی اور تسمہ کا اعلان کرو۔ پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو پس اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دی جائے۔ ورنہ پھر تم اس کو اپنے مصرف میں لاؤ کہا گم شدہ بکری فرمایا وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی ہے۔ فرمایا کہ گم شدہ اونٹ کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا تمہیں اس سے کیا اس کے ساتھ اس کا پانی ہے اور اس کا جوتا ہے وہ چشمہ پر وارد ہوگا اور درختوں کے پتے کھاتا پھرے گا۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اسے آکر ملے گا۔

باب اذاوجد خشبة فی البحر اوسوطاً اونحوه ۔

ترجمہ۔ باب اس بارے میں جب کوئی شخص سمندر سے لکڑی حاصل کرے یا چابک یا اس طرح کی کوئی چیز

وقال اللیث الخ عن ابی هریرةؓ عن رسول اللہ ﷺ انه ذكر رجلا من بنی اسرائیل وساق الحدیث فخرج ینظر لعل مركبا قدجاء بماله فاذاهو بالخشبة فاخذها لاهله حطباً فلمانشرها وجد المال والصحیفة ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا۔ پھر حدیث کو چلایا۔ وہ نکل کر انتظار کرتے ہوئے [illegible] کوئی کشتی اس کا مال لے آئے پس اچانک کیا دیکھتا ہے [illegible] لکڑی ہے جس کو انہوں نے اپنے گھر [illegible] ان کیلئے سوختی لکڑ کے اسے پکڑ لیا جب اس کو چیرا تو اس میں [illegible] اور رقعہ کو پایا۔

باب اذاوجد تمرة فی الطریق

ترجمہ۔ راستہ میں جو کھجور پڑی مل جائے اس کا [illegible] حکم [illegible]

حدیث (۲۲۶۰) حدثنامحمدبن یوسف الخ عن انسؓ قال مرالنبی ﷺ بتمرة فی الطریق فقال لولانی اخاف ان تکون من الصدقة لاکلتها

ترجمہ۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا راستے میں پڑے ہوئے ایک کھجور کے دانہ سے گذر ہوا تو آپؐ نے فرمایا اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا کھجور ہوگا تو میں اسے کھالیتا۔

حدیث (۲۲۶۱) حدثنامحمدبن مقاتل الخ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال انی لانقلب الی اهله فاجد التمرة ساقطة علی فراشی فارفعها لاکلها ثم اخشی ان تکون صدقة فالقیها .....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں گھر واپس لوٹتا ہوں تو کھجور کا دانہ اپنے بستر ہ پر پڑا ہوا پاتا ہوں اور پس میں اٹھا کر کھالینا چاہتا ہوں پھر مجھے خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ کہیں یہ کھجور صدقہ کی نہ ہو۔ پس اس کو پھینک دیتا ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ بتمرة فی الطریق اور راستہ آپؐ کے گھر کی طرف جاتے ہوئے تھا جیسا کہ آنے والی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ لقطہ نہ ہوا۔ اگر لقطہ ہوتا تو پھر بنی هاشم پر لقطہ کے استعمال کا جواز ثابت ہوتا۔ جس سے احناف پر اعتراض ہوسکتا تھا۔ اور آپ کو تردّد تھا۔ کہ یا یہ آپؐ کے ملک میں سے تھا۔ یا صدقہ میں سے جو بیت المال کے لئے یا ازواج مطہرات کے لئے لایا گیا تھا اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ لقطہ طریق الناس میں تھا آپ کا ملک نہیں تھا تو مالک کی طرف سے آپؐ کے لئے ہدیہ ہوگا عموماً ایسی قلیل شئ میں عرفاً اجازت ہوتی ہے۔ کہ جو چاہے استعمال کرے تو یہ صدقہ نہیں تھا۔ آپؐ اس کو اس لئے نہیں کھاتے تھے کہ کہیں صدقہ کا مال ملک کے ہاتھ سے گر نہ پڑا ہو۔ اس وجہ سے نہیں کہ اس میں صدقہ کی صفت پائی جاتی ہے۔ لقطہ ہونے کی وجہ سے تو خوب غور کرو کیونکہ اس میں کچھ خفاء ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے لقطہ کو نہ کھانے کی وجہ سے صدقہ ہونا کو قرار دیا نہ کہ لقطہ ہونا۔ شیخ خلیلؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ اس قسم کی احادیث احنافؒ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک جب صاحب لقطہ غنی ہو تو اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اپنی ذات پر استعمال ناجائز ہے۔ لیکن حضرت علیؓ نے دینار لے کر کھایا اور آپؐ کے ساتھ حضور رسول اکرم ﷺ نے بھی اس کے ساتھ کھایا۔ اس کا جواب ایک یہ دیا جاتا ہے کہ تعریف کے بعد لقطہ فقیر کے لئے مختص نہیں ہوجاتا۔ بلکہ غنی بھی استعمال کرسکتا ہے۔

باب کیف تعرف لقطة اهل مکة

ترجمہ۔ مکہ والوں کے لقطہ کا اعلان کیسے کیا جائے

وقال طاؤس عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال

ترجمہ۔ ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے مروی ہیں کہ

لایلتقط لقطتھاالامن عرفھاوقال خالدعن عکرمة عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال لاتلتقط لقطتھا الالمعرف وقال احمدبن سعد الخ عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال لایعضد عضاھھاو لاینفر صیدھاو لاتحل لقطتھاالالمنشدو لایختلی خلاھا فقال عباسؓ یارسول اللہ الاالاذخرفقال الاالاذخر

حرم مکہ کا لقطہ کوئی نہ اٹھائے۔ سوائے تعریف کرنے والے کے اور دوسری سند سے یوں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حرم مکہ کے جھاؤ کے درخت کو نہ کاٹا جائے اور اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے۔ اور نہ ہی اس کا لقطہ اٹھایا جائے۔ البتہ اعلان والا اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی گھاس اکھاڑی جائے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! مگر کترن بوٹی آپؐ نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے

حدیث(۲۲۶۲)حدثنایحیی بن موسی الخ حدثنی ابوھریرةؓ قال لما فتح اللہ علی رسولہ ﷺ قام فی الناس فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ان اللہ حبس عن مکة الفیل وسلط علیھا رسولہ والمؤمنین فانہ لاتحل لاحد کان قبلی وانھا احلت بی ساعةً من نھارٍ وانھا لاتحل لاحدٍ بعدی فلاینفر صیدھاو لایختلی شوکھاو لاتحل ساقطتھا الالمنشدومن قتل لہ قتیل فھو بخیر النظرین اماان یفدی واما ان یقید فقال العباس الاالاذخر فانا نجعلہ لقبورنا وبیوتنا فقال رسول اللہ ﷺ الاالاذخر فقام ابوشاة رجل من اھل الیمن فقال اکتبوا لی یارسول اللہ فقال رسول اللہ ﷺ اکتبوا لابی شاة قلت للاوزاعی ماقولہ اکتبوا لی یارسول اللہ قال ھذہ الخطبة التی سمعھا من رسول اللہ ﷺ ......

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر مکہ کو فتح کر دیا۔ تو آپ لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنابیان کی پھر فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ سے ہاتھی روک دیا اور اپنے رسول اور مؤمنوں کو اس پر غلبہ دیا اسلئے کہ وہ میرے سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں ہوا تھا اور میرے لئے دن کی صرف ایک گھڑی کے لئے حلال ہوا۔ اور بے شک وہ میرے بعد کسی کیلئے ہرگز حلال نہیں ہوگا۔ پس اس کے شکاری جانور کو نہ بھگایا جائے اور نہ ہی اس کا کانٹا توڑا جائے۔ اور اس کا لقطہ سوائے اعلان کرنے والے کے کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔ اور جس کسی کا آدمی قتل ہو جائے تو اس کو دو میں سے ایک کا اختیار ہے۔ یا فدیہ لے یا قصاص لے۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا لیکن کترن بوٹی کیونکہ وہ ہماری قبروں کے لئے اور گھروں کے لئے ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اذخر کا استثناء فرمادیا تو ابوشاہ جو یمن والوں کا ایک آدمی تھا کھڑا ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! میرے لئے لکھ دو آپؐ نے فرمایا ابو شاہ کو لکھ دو۔ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا کہ اکتبوا لی یارسول اللہ کا کیا مطلب ہے فرمایا وہ خطبہ ہے

جس کوانہوں نے رسول اللہ علیہ سے سنا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ روایت باب سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لقطہ مکہ اور غیر مکہ کی تعریف برابر ہے۔ اور مکہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ لوگ دور دور سے آتے ہیں واپس آنے کا احتمال بہت بعید ہے۔ شاید لقطہ والا جلدی اس کو خرچ دے تو فرمایا نہیں اس کا بھی اعلان کرنا چاہیئے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مال غیر میں تصرف کرنا اگرچہ ممنوع ہے لیکن بلد حرام میں اس سے بھی زیادہ سخت ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے اس سے اشارہ فرمایا ہے حرم کا لقطہ بھی ثابت ہے اس لئے اس کی تریف کی کیفیت پر اکتفا فرمایا۔ تو باب کی دونوں حدیثوں سے استدلال کیا ہے کہ مکہ کے لقطہ کو تملک کے لئے نہ اٹھایا جائے۔ بلکہ تعریف کے لئے اٹھائے۔ جمہور کا یہی قول ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں لقطہ کا رب اللقطہ تک پہنچنا ممکن ہے۔ کیونکہ اگر لقطہ مکی کا ہے تو ظاہر ہے اگر آفاقی کا ہے تو ہر طرف سے ہر سال کوئی نہ کوئی آدمی حرم میں آتا رہتا ہے۔ اس طرح مالک کا پتہ چل جائے گا۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کیف تعرف ای تعرف دائماً اوسنة فقط حدیث سے لمنشد کے لفظ سے معلوم ہوا کہ علی الدوام تعریف کرے۔ اگرچہ احرام باندھ کر تعریف کرنی پڑے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بخیر النظیرین القصاص اوالدیة اس مسئلہ میں بین الائمہ اختلاف ہے۔ قتل عمد کی صورت میں معاف کرنے یا دیۃ لینے یا قصاص لینے کا اختیار ہے قاتل راضی ہو یا نہ ہو یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ ثوریؒ اور نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ولی مقتول کو دیۃ لینے کا اختیار ہے۔ جب کہ قاتل راضی ہو۔ ورنہ ولی المقتول کو صرف قصاص اور عفو کا اختیار ہے۔ جیسے ربیع بنت النضر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل عمد میں صرف قصاص ہے دیۃ لینا نہیں ہے۔

باب لاتحتلب ماشية احد بغير اذن

ترجمہ۔ بغیر اجازت کے کسی کے جانور کا دودھ نہ دوہیا جائے

حديث (٢٢٦٣) حدثنا عبدالله بن يوسف الخ عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال لايحلبن احدماشيةامرئ بغير اذنه ايحب احدكم ان تؤتى مشربته فتكسر خزانته فينتقل طعامه فانما تحزن لهم ضروع مواشيهم اطعماتهم فلايحلبن احد ماشية احد الاباذنه ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ کوئی شخص بغیر اجازت کے کسی آدمی کے جانور کا دودھ نہ نکالے کیا تم میں سے کوئی ایک یہ پسند کرتا ہے کہ اسکے بالاخانہ پر پہنچ کر کوئی اسکے خزانہ کو توڑے اور اس سے کھانے پینے کی چیزیں لے جائے۔ پس جانوروں کے تھن بھی لوگوں کے کھانے پینے کی چیزیں محفوظ رکھتے ہیں پس کوئی شخص کسی کے جانور کے دودھ کو بغیر اس کی اجازت کے نہ نکالے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ جمہور علماء ائمہ ثلاثہ ۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ کا یہی مسلک ہے کہ باغ سے پھل توڑنا یا کسی کی بکری کے تھن سے دودھ نکالنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔ البتہ مضطر اور مجبور انسان کو اجازت ہے۔ جن احادیث سے بغیر اجازت کے جواز معلوم ہوتا ہے وہ اسی اضطراری حالت پر محمول ہے۔ یا حدیث نہی راجح ہے یا عادۃً اموال کے مالکوں کی اجازت معلوم ہو۔ یا ابتداء اسلام میں حالت ضرورت پر محمول ہے۔ چنانچہ امام طحاویؒ یہی جواب دیتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں مسافروں کے لئے ضیافت واجب تھی۔ جب وجوب منسوخ ہوا تو یہ اجازت بھی منسوخ ہو گئی۔

باب اذاجاء صاحب اللقطة بعد سنة ردّها عليه لانها وديعة عنده ۔

ترجمہ ۔ جب سال گذر جانے کے بعد لقطہ والا آجائے تو وہ مال اس کو واپس کرنا چاہیئے کیونکہ یہ مال اسکے پاس امانت تھا

حديث (۲۲٦٤) حدثناقتيبة الخ عن زيد بن خالد الجهنی ان رجلاً سال رسول الله ﷺ عن اللقطة قال عرفها سنة ثم اعرف وكاء ها وعفاصهاثم استنفق بها فان جاء ربها فادها اليه قالو ايارسول الله فضالة الغنم قال خذها فانما هی لك اولاخيك اوللذئب قال يارسول الله فضالة الابل قال فغضب رسول الله ﷺ حتى احمرت وجنتاه اواحمز وجهه ثم قال مالك ولها معها حذاؤها وسقاؤ ها حتى يلقاها ربها .

ترجمہ ۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا آپؐ نے فرمایا سال بھر اس کا اعلان کرو۔ اس کی تھیلی اور تسمہ تک کی پہچان کراؤ۔ پھر اس کو مصرف میں لے آؤ۔ پس اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو اس کی طرف ادا کرو۔ اس نے پوچھا گم شدہ بکری کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو۔ اس لئے کہ یا تو وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کے لئے ہے اس نے پوچھا یارسول اللہ! گم شدہ اونٹ کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپؐ یہ سن کر غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ آپؐ کے رخسار یا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا پھر فرمایا تجھے اس کی کیا فکر ہے اس کے ساتھ اس کا جوتا کھر موجود ہے۔ پانی کا مشکیزہ اس کے پیٹ میں ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس سے ملاقی ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اذاجاء صاحب اللقطة الخ اس باب کا مقصد یہ ہے کوئی مدت مقرر نہیں ہے جب بھی مالک آجائے ملتقط پر اس قیمت کا ادا کرنا واجب ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ ظاہر لفظ بخاری کے موافق ہے۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے دو مسئلوں کو دو ترجموں میں بیان فرمایا ہے۔ ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ لاقط (اٹھانے والا) اگر سال گذر جانے کے بعد بھی مالک کو نہ پا سکے تو وہ خود اس کا مالک بن جائے گا۔ خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔ امام شافعیؒ اور امام اسحٰقؒ کا یہی مذہب ہے۔ حضرت امام مالکؒ اور امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ لقطہ کا صدقہ کر دے۔ اگر مالک آجائے تو ثواب اور تاوان میں اس کو اختیار ہے۔ اس مسئلہ میں امام بخاریؒ کا میلان امام شافعیؒ کے مسلک کی طرف ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس کو امام بخاریؒ نے اس باب کے اندر ذکر فرمایا ہے کہ وہ مالک تو ہو جائے گا لیکن جب اصلی مالک آگیا تو اس کا ملک زائل ہو جائے گا۔ جمہور علماء تو فرماتے ہیں کہ اگر عین موجود ہے تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر عین موجود نہیں رہا تو اس کی قیمت واپس کرے۔ اہل ظواہر اس کے خلاف ہیں۔ جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے هو وديعة عندك وہ تیرے پاس امانت ہے حافظؒ فرماتے ہیں ودیعت کے لفظ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اگر لقطہ تلف ہو جائے تو ضمان واجب نہیں۔ لاضمان فی الامان امام بخاریؒ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن یہ ترجمہ آنے والے ترجمہ کے منافی ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سال کے بعد مالک آگیا تو وہ مالک نہیں رہے گا میرے نزدیک ان دونوں میں تنافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ پہلا ترجمہ اس شخص کے بارے میں ہے جو لقطہ کو اپنے اوپر خرچ کر چکا مالک نہیں آیا۔ اور دوسرا ترجمہ اس شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس لقطہ موجود ہے تو یہ لامحالہ ودیعت ہوگا۔ شراح نے تو اپنے مسائل پر تراجم کو حمل کیا ہے۔ مصنفؒ ان کا پابند نہیں ہے۔

باب هل ياخذ اللقطة ولا يدعها تضيع حتى لاياخذها من لا يستحق

ترجمہ۔ کیا لقطہ کو پکڑ لے اس کو چھوڑے نہیں کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے حتی کہ وہ شخص اسے نہ پکڑے جو اسکا مستحق نہیں بن سکتا۔

حديث (۲۲٦۵) حدثنا سليمان بن حرب الخ سمعت سويد بن غفلة قال كنت مع سليمان بن ربيعة وزيد بن صوحان في غزاة فوجدت سوطا فقال لى القه قلت لا ولكن ان وجدت صاحبه والا استمتعت به فلما رجعنا حججنا فمررت بالمدينة فسالت ابى بن كعبؓ فقال وجدت صرة على عهد النبى ﷺ فقال عرفها حولا فعرفتها

ترجمہ۔ حضرت سوید بن غفلہؓ فرماتے ہیں کہ میں سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ہمراہ ایک جنگ میں تھا مجھے ایک چابک ملا ان دونوں حضرات نے مجھے فرمایا کہ اسے پھینک دو میں نے کہا نہیں اگر اس کا مالک مل گیا تو فبہا اس کو دے دوں گا ورنہ میں خود اس سے نفع اٹھاؤں گا پس جب ہم جنگ سے واپس ہوئے تو ہم حج کرنے چلے آئے مدینہ سے میرا گذر ہوا تو میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سید القراء سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا مجھے جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ایک ہمیانی ملی تھی

حولا ثم اتیت فقال عرفها حولا فعرفتها حولا ثم اتیته فقال عرفها حولا فعرفتها حولا ثم اتیته الرابعة فقال اعرف عدتها ووکاء ها ووعاء ها فان جاء صاحبها والا تستمع بها .....

جس میں سو ۱۰۰ دینار تھے جس کو میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا آپؐ نے فرمایا سال بھر اس کا اعلان کرو چنانچہ میں نے سال بھر اعلان کیا۔ پھر آپؐ کے پاس حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا پھر ایک سال اعلان کرتے رہو میں نے دوسرے سال بھی اعلان کیا پھر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا اور سال بھی اعلان کرو پھر چوتھی مرتبہ میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی تعداد تسمہ اور برتن کی پہچان کراؤ اگر مالک آجائے تو دے دو ورنہ خود اس سے نفع حاصل کرو۔

حدیث (۲۲۶۶) حدثنا عبدان الخ عن سلمةؓ بهذا قال فلقیته بعد بمکة فقال لا ادری الثلثة احوال او حولاً واحداً .....

ترجمہ۔ سلمہ نے بھی اس کو روایت کیا اور کہا میں اس کے بعد اسے مکہ معظمہ میں ملا جس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ تین سال تھے یا ایک سال تھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کلمہ هل اس جگہ استفہام کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ قد تحقیق کے معنی میں ہے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ لقطه کو لے لے اس سے ان لوگوں کا رد کیا جو فرماتے ہیں کہ لقطه کا اٹھالینا مکروہ ہے۔ درّ مختار میں ہے کہ اس شخص کے لئے لقطه اٹھالینا مستحب ہے جو اس کی تعریف کر سکے۔ ورنہ ترک اولیٰ ہے اور بدائع میں ہے ان اخذها لنفسه حرام لانها کالغصب یعنی اپنی ذات کے لئے لینا حرام ہے کیونکہ یہ غصب کی مانند ہے۔ اور جب اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اٹھالینا واجب ہے۔

باب من عرف اللقطة ولم یدفعها الی السلطان

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو لقطہ کا اعلان تو کرے اور اسے حاکم اور بادشاہ تک نہ پہنچائے

حدیث (۲۲۶۷) حدثنا محمد بن یوسف الخ عن زید بن خالدؓ ان اعرابیا سال النبی ﷺ عن اللقطة قال عرفها سنة فان جاء احد یخبرك بعفاصها ووکائها والا فاستنفق بها وساله عن ضالة الابل فتمعر وجهه وقال مالك ولها معها

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالدؓ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے لقطہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا سال بھر اس کا اعلان کرو اگر کوئی آکر تجھے اس تھیلی اور تسمہ وغیرہ کے متعلق بتلائے تو اسے دے دو ورنہ خود خرچ کر لو۔ پھر اس نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں پوچھا جس پر آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا تجھے اس کی

سقاؤھاوحذاؤھاترد الماء وتاکل شجر دعھاحتی یجدھاربھاوساله عن ضالة الغنم فقال ھی لك اولاخیك اولذئب .....

کیا فکر پڑی ہے اس کے ساتھ تو اس کا پانی بھی ہے۔ اور اس کا جوتا بھی ہے۔ چشمہ پر جائے گا۔ درختوں کے پتے کھاتا پھرے گا حتی کہ اس کا مالک اسے پالے گا۔ پھر اس نے گم شدہ بکری کے متعلق پوچھا۔ فرمایا وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس ترجمہ سے امام اوزاعیؒ کارد کیا ہے کہ اگر مال قلیل ہے تو اعلان کرے۔ مال کثیر ہے تو بادشاہ کے پاس بیت المال میں جمع کرائے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں۔

باب

حدیث(۲۲۶۸)حدثنا اسحق بن ابراهیم الخ اخبرني البراءعن ابی بکرؓقال انطلقت فاذا انا براعی غنم یسوق غنمه فقلت لمن انت قال لرجل من قریش فسماه فعرفته فقلت ھل فی غنمك من لبن فقال نعم فقلت ھل انت حالب لی قال نعم فامرته فاعتقل شاة من غنمه ثم امرته ان ینفض ضرعھامن الغبار ثم امرته ان ینفض کفیه فقال ھکذاضرب احدی کفیه بالاخری فحلب کثبة من لبن وقد جعلت لرسول اللهﷺ اداوة علی فمھا خرقة فصببت علی اللبن حتی بردا سفله فانتھیت الی النبیﷺ فقلت اشرب یارسول اللهفشرب حتی رضیت..

ترجمہ ۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں چل پڑا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بکریوں کا چرواہا ہے جو بکریاں ہانکے جارہا ہے میں نے پوچھا کہ تو کس سے متعلق ہے اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جس کو میں پہچان گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تیری بکریوں کے اندر دودھ ہے۔ اس نے کہاہاں۔ میں نے کہا کہ تم مجھے دودھ نکال کے دے سکتے ہو اس نے کہاہاں۔ میں نے کہا اچھا ان بکریوں میں سے ایک بکری کو قابو کرو پھر میں نے اسے حکم دیا کہ اپنی ہتھیلیاں بھی جھاڑلو تو اس طرح اس نے اپنی ایک ہتھیلی کو دوسری پر مارا اور ایک پیالہ کی مقدار دودھ کی اس نے نکال لی۔ تو چھاگل کے منہ پر میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے تیلی تاکی ڈال دی اور اس پر دودھ انڈیل دیا یہاں تک کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ تو میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی کہ یارسول اللہ! آپؐ پئیں پس آپؐ نے اسے اتنا پیا کہ میں راضی ہو گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فعرفته یعنی پہچان لیا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو دودھ پینے سے منع نہیں کرے گا۔ یا احتمال ہے کہ

ان لوگوں میں سے ہو جو حضرت ابو بکرؓ اور آنحضرت ﷺ کو ایذا دینے والوں میں سے ہو۔ تو پھر مال تلف کرنے کی قیمت لازم ہو گی۔ یا وہ اصحاب خرب تھے۔ ان کا مال لینا بغیر اذن مسلمان کے لئے جائز تھا۔ یا یہ کہ جب ان کا مالک مل جائے گا تو اسے قیمت ادا کر دی جائے گی یا ملاقات کے بعد اس سے معافی کرالی جائے گی۔ اور یہ روایات مناسبت سے خالی نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لقله عرف الخ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مالک کی اجازت کے بغیر اس عادت معروضہ کے مطابق دودھ استعمال کیا جو عرب کے یہاں رائج تھا تو یہ اذن عادی ہوا۔ یا بکریوں کا مالک حضرت ابو بکرؓ کا دوست تھا۔ یا دونوں حضرات اضطراری حالت میں تھے حدیث کو باب سے مناسبت کے بارے میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب بھی احکام لقطہ کے ایک حکم پر مشتمل ہے۔ وہ ایسی بکری کا دودھ پیتا ہے جس کا صحراء میں صرف ایک راعی ہو۔ یہ بھی ضائع ہونے والی چیز کے حکم میں ہے تو یہ دودھ سوط حبل وغیرہ کے حکم میں ہوگا۔ جن کا اٹھانا مباح ہے۔ اور میرے نزدیک راجح توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ وہ کتب میں اضداد کو ذکر فرماتے ہیں جیسے کتاب الایمان میں کفر کو ذکر فرمایا۔ ایسے یہاں پر باب بلا ترجمہ ذکر کر کے یہ حدیث اضداد میں لائے ہیں۔ کہ وہ مال جس کا مالک معلوم ہو وہ لقطہ میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے باب بلا ترجمہ میں اس کی ضد کو ذکر کر کے ابواب اللقطه کو اس پر ختم کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابواب المظالم والقصاص

ترجمہ۔ زیادتیاں اور ان کا بدلہ

باب فی المظالم والغصب

ترجمہ۔ باب زیادتیوں اور غصب کے بارے میں

وقول الله عزوجل ولاتحسبن الله غافلا عمايعمل الظلمون انما يؤخر هم ليوم تشخص فيه الابصار مهطعين مقنعي رؤسهم رافعي المقنع

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ بلند و برتر کا قول ہے ظالم لوگ جو کچھ عمل کر رہے ہیں تو آپؐ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کرتوتوں سے غافل ہیں۔ ہم نے ان کی سزا کو اس دن کے لئے

والمقمح واحد وقال مجاهد مهطعين مدهنی النظر ویقال مسرعين. لايرتد اليهم طرفهم وافئدتهم هواء جوفالا عقول لهم وانذر الناس يوم ياتيهم العذاب فيقول الذين ظلموا ربنااخرنا الی اجل قريب نجب دعوتك ونتبع الرسل الی قوله ان الله عزيز ذوانتقام ......

مہلت دے دی ہے۔ جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی ان کے سراوپر کو اٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں ان کی طرف واپس نہیں لوٹیں گی اور ان کے دل ایسے خول ہوں گے جن میں عقلیں نہیں ہوں گی۔ اور آپؐ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جس دن ان پر عذاب آئے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں کچھ قریبی مدت تک مہلت دے دیں ہم تیری دعوت کو قبول کریں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے الی قوله ان الله بے شک اللہ غالب اور بدلہ والا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں مهطعين برابر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والا اور کہا جاتا ہے کہ مهطعين کے معنی جلدی کرنے والوں کے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مظالم مظلمہ کی جمع ہے جو مصدر میمی ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کو ناحق طور پر لینا۔ اور وضع الشيئ فی غير محله بھی ظلم ہے۔ غصب کے معنی کسی کا مال ناحق چھین لینا۔ ولاتحسبن الله غافلاً سے ان الله عزيز ذوانتقام تک یہ اواخر سورہ ابراهيم کی چھ آیات ہیں۔ مقنع اور مقمع دونوں کے معنی سر کو اٹھانے کے ہیں۔ هوا کے معنی خالی کے ہیں۔ مهطعين کے معنی تفسیر کشاف میں مسرعين کے کئے ہیں۔

باب قصاص المظالم

ترجمہ۔ زیادتیوں کا بدلہ لینا

حديث(۲۲۶۹)حدثنااسحق بن ابراهيم الخ عن ابی سعيد الخدریؓ عن رسول اللهﷺ قال اذاخلص المؤمنون من النار حبسوا بقنطرة بين الجنة والنار فيتقاصون مظالم كانت بينهم فی الدنيا حتی اذاالقووهذبوا اذن لهم بدخول الجنة فو الذی نفس محمدﷺ بيده لاحدهم بمسكنه فی الجنةادل بمزله كا ن فی الدنيا ......

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن لوگ جب جہنم سے خلاصی پاکر نکلیں گے تو وہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روک دیئے جائیں۔ پس ایک دوسرے سے ان زیادتیوں کا بدلہ لیں گے جو ان کی دنیا میں تھیں حتی کہ جب وہ لوگ پاک صاف اور چھانٹ لئے جائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے

البتہ ان میں ہر ایک جنت کے اپنے ٹھکانے کو اس سے زیادہ راہ پانے والا ہوگا جو دنیا میں اپنے مکان کا راہ پاتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگر اشکال ہو کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن پل دو ہوں گے۔ ایک پل صراط جو جہنم کے اوپر ہوگا اور دوسرا جو جنت اور جہنم کے درمیان ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ نیز ! ایک ہی پل ہو کہ وہ جہنم پر ہوگا وہ اس کا ابتدائی حصہ ہے۔ اور یہ انتہائی حصہ ہوگا۔ اس کا نام صراط ثانی پر رکھا گیا ہے۔

یتقاصون کہ ایک دوسرے سے ان مظالم کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھے خواہ ان کا تعلق لبدان سے ہو یا اموال سے ہو۔ لیکن یہ مظالم ہوں گے جنہوں نے جمیع حسنات کا احاطہ نہ کیا ہو۔ بلکہ باہم گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑے سے متعلق ہوں گے۔

باب قول الله تعالى الالعنة الله على الظالمين ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

حدیث(۲۲۷۰)حدثناموسی بن اسمعیل الخ عن صفوان بن محرز المازنی قال بینما انا امشی مع ابن عمرؓ اخذ بیده اذ عرض رجل فقال کیف سمعت رسول اللهﷺ فی النجوی فقال سمعت رسول اللهﷺ یقول ان الله یدنی المؤمن فیضع علیه کنفه ویستره فیقول اتعرف ذنب کذا اتعرف ذنب کذا فیقول نعم ای رب حتی اذا قرره بذنوبه ورای فی نفسه انه هلك قال سترتها علیك فی الدنیا وانا اغفر هالك الیوم فیعطی کتاب حسناته واما الکافر والمنافقون فیقول الاشهاد هؤلاء الذین کذبوا علی ربهم الالعنة الله علی الظلمین .

ترجمہ۔ حضرت صفوان بن محرز المازنیؒ فرماتے ہیں کہ دریں اثناء میں حضرت ابن عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے چل رہا تھا کہ ایک آدمی سامنے آگیا۔ اس نے پوچھا کہ آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے۔ فرمایا میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مؤمن کو اپنے قریب کرے گا۔ اس پر اپنا پردہ رکھ کر اسے چھپالے گا۔ پھر اس سے پوچھے گا کہ کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے۔ کیا تجھے فلاں گناہ کا علم ہے۔ وہ کہے گا ہاں اے میرے رب! حتیٰ کہ اس سے اس کے سب گناہوں کا اقرار کرالے گا تو مؤمن اپنے دل میں سمجھے گا کہ بس اب ہلاک ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ پوشی کی۔ آج میں وہ تیرے سب گناہ معاف کرتا ہوں۔ پس اسے نیکیوں کا پروانہ دیا جائے گا۔ کافر اور منافق کے بارے میں آیت قرآنی ہے

پس گواہ (فرشتے اور نبی) کہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے خلاف جھوٹ بولا خبر دار! ظالم لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اتعرف ذنب کذا یہ وہ گناہ ہوں گے جو لاپرواہی اور غیر شعوری طور پر اس نے کئے ہوں گے جس سے توبہ نہ کر سکا۔ اگر توبہ کر لیتا تو مٹ چکے ہوتے۔ ان گناہوں پر تنبیہ کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ مومن کے اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ شاید کوئی یہ سمجھے کہ مجھے جنت کا داخلہ اور جہنم سے نجات اپنے اعمال کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے تو جب اپنے گناہوں پر مطلع ہوگا تو یقین کرلے گا کہ جن جن نعمتوں میں ہوں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ میرے اعمال کو کوئی دخل نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں جن ذنوب کا ذکر ہے اس سے مظالم حقوق العباد مراد نہیں بلکہ وہ گناہ مراد ہیں جو صرف بندے اور اس کے رب کو معلوم ہیں جن کی بخشش ہوگی۔

الحاصل مجموعہ احادیث سے واضح ہوا کہ گناہوں کی ایک قسم تو وہ ہے جو دنیا میں مستورہ تھی۔ قیامت میں مستور رکھ کر ان کی مغفرت کی جائے گی۔ اور دوسری قسم گناہوں کی وہ ہے جو مجاہرۃ ہوں گے۔ جو حدیث ابو ہریرہؓ کا منطوق ہے۔ لیکن پہلی قسم جو بین الرب والعباد معلوم ہوں گے ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جن کی سیأت حسنات سے بڑھ کر ہوں گی ان کو جہنم میں ڈال کر شفاعت سے نکالا جائے گا دوسری قسم وہ ہے جن کی اچھائیاں اور برائیاں برابر ہوں گی یہ لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک ان میں قصاص واقع نہیں ہوگا جیسے حدیث ابی سعیدؓ اس پر دلالت کرتی ہے۔ کفار اور منافقون پر علیٰ رؤس الاشہاد لعنت ہوگی۔

باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه

ترجمہ۔ مسلمان مسلمان پر نہ ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اس کی مدد چھوڑتا ہے

حدیث (۲۲۷۱) حدثنا یحیی بن بکیر الخ

ان عبداللہ بن عمرؓ اخبرہ ان رسول اللہ ﷺ قال المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان اللہ فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج اللہ عنه کربة من کربات یوم القیامة ومن ستر مسلما ستره اللہ یوم القیامة

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے جو نہ تو اس پر ظلم وزیادتی کرے گا اور نہ ہی اس کی مدد چھوڑے گا۔ اور جو شخص کسی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرمائیں گے۔ اور جس شخص نے کسی مسلمان کی پریشانی دور کر دی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے اس کی پریشانی دور کر دیں گے اور جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

باب اَعِنْ اَخَاكَ ظالماً او مظلوماً

ترجمہ۔ اپنے بھائی ظالم یا مظلوم کی مدد کرو

حدیث (۲۲۷۲) حدثنا عثمان بن ابی شیبة الخ سمع انس بن مالکؓ یقول قال رسول اللہ ﷺ انصر اخاك ظالما او مظلوما .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی ظالم یا مظلوم کی مدد کرو۔

حدیث (۲۲۷۳) حدثنا مسدد الخ عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انصر اخاك ظالماً او مظلوماً قالوا یارسول اللہ ھذا ننصرہ مظلوماً فکیف ننصرہ ظالماً قال تاخذ فوق یدیه .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ اپنے بھائی ظالم یا مظلوم کی مدد کرو۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! اس مظلوم کی مدد تو ہم کر سکتے ہیں اور ظالم کی ہم کیسے مدد کریں۔ فرمایا کہ اس کے ہاتھوں کو اوپر سے پکڑ لو۔

باب نصر المظلوم

ترجمہ۔ مظلوم کی مدد کرنا

حدیث (۲۲۷٤) حدثنا سعید بن الربیع الخ سمعت البراء بن عازبؓ قال امرنا النبی ﷺ بسبع ونھانا عن سبع وذکر عیادة المریض واتباع الجنائز وتشمیت العاطس وردّ السلام ونصر المظلوم واجابة الداعی وابرار المقسم ....

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات سے منع فرمایا تو آپؐ نے ذکر فرمایا کہ وہ بیمار پرسی کرنا۔ جنازے کے ساتھ جانا۔ چھینک دینے والے کو جواب دینا۔ اور سلام کا جواب دینا۔ اور مظلوم کی مدد کرنا۔ اور دعوت قبول کرنا اور قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنا۔

حدیث (۲۲۷۵) حدثنا محمد بن العلاء عن ابی موسیٰؓ عن النبی ﷺ قال المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضاً وشبّك بین اصابعه ..

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مؤمن مؤمن کے لئے دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے پھر آپؐ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر دیا۔

باب الانتصار من الظالم

ترجمہ۔ باب ظالم سے بدلہ لینا

لقولہ تعالی لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الامن ظلم والذین اذااصابھم البغی ھم ینتصرون قال ابراھیم کانویکرھون ان یستذلوا فاذاقدرواعفوا ....

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بری بات کو ظاہر کرنے کو پسند نہیں کرتے۔ مگر مظلوم ایسا کر سکتا ہے۔ اور جب ان کو ظلم پہنچتا ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ وہ حضرات ذلیل ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ پس جب ان کو قدرت حاصل ہوتی ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ھم ینتصرون آیت قرآنیہ سے بدلہ لینے کا جواز ثابت ہونا ظاہر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر مدح فرمارہے ہیں۔ لیکن مدح تب ہوگی جب کہ حد کے اندر رہ کر بدلہ لیا جائے۔ زیادتی نہ کی جائے۔ پھر ان آیات سے ترتیب خلافۃ کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے۔ والذین یجتنبون کبائرالاثم والفواحش واذا ماغضبوا ھم یغفرون یعنی وہ لوگ بڑے بڑے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں یہ شان حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تھی جنھوں نے زمانۂ جاہلیت اور اسلام میں نہ کبائر کا ارتکاب کیا اور نہ ہی فواحش کے مرتکب ہوئے۔

والذین استجابوالربھم واقاموا الصلوۃ وامرھم شوریٰ بینھم ترجمہ جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم پر لبیک کہا۔ نماز کو پابندی سے پڑھا۔ اور ان کا معاملہ باہمی مشورہ پر تھا۔ یہ شان حضرت عمرؓ کی ہے کہ وہ خلافت کے معاملہ کو صحابہ کرامؓ کی چھ نفری کمیٹی کے مشورہ پر چھوڑ کر رخصت ہوئے۔

والذین اذااصابھم البغی ھم ینتصرون جب ان کے خلاف بغاوت ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں یہ شان حضرت عثمانؓ کی ہے۔ جن کے خلاف بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ مظلوم ہو کر شہید ہوئے۔

ھم ینتصرون یہ شان حضرت علیؓ کی ہے جنھوں نے دشمنوں سے انتقام لیا جب کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت تھی۔ اور حضرت علیؓ کا بدلہ لینا حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینا ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کے قائم مقام تھے اور ان میں سے ہر ایک دوسری کے فعل سے راضی تھا اسلئے دونوں فعلوں کی اسناد دونوں حضرات کی طرف کرنا صحیح ہوگا واللہ اعلم بالصواب

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے باب الانتصار من الظالم قائم کر کے اس کے ذیل میں دو آیات ذکر فرمائیں لایحب اللہ الی قولہ الا من ظلم طبری الامن ظلم کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ فانتصر بمثل ماظلم بہ یعنی جس طرح اس پر ظلم کیا گیا ہے اسی طرح یہ بھی اس سے انتقام لے۔ تو اس پر کوئی ملام نہیں ہے۔ اور دوسری آیت میں ہے اذااصابھم البغی ھم ینتصرون

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں هم ينتصرون ممن بغى عليهم من غير اعتداء یعنی جن لوگوں نے بغاوت کی ہے بغیر زیادتی کے ان سے بدلہ لیا جائے جیسے حضرت عائشہؓ نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے گالی کا بدلہ گالی سے لیا۔ جب کہ آپؐ اس کو سن رہے تھے۔ معاف کردینا بھی محمود ہے۔ لیکن جب مفسدہ کا خطرہ ہو تو انتقام لینا واجب ہو جاتا ہے۔

فمن عفا واصلح فاجره على الله یعنی جس نے معاف کردیا اور صلح کرلی تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے یہ حضرت حسن بن علیؓ کے نزول خلافت او صلح امیر معاویہؓ کی طرف اشارہ ہے۔

ولمن انتصر بعد ظلمه الخ سے حضرت حسین بن علیؓ کی طرف اشارہ ہے۔

انما السبيل على الذين يظلمون الناس سے یزید بن معاویہؓ کی طرف اشارہ ہے۔ والله اعلم برموز كتابه اور میرے نزدیک ان سب آیات کا مصداق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں اور جزاء سيئة سيئة مثلها سے امیر معاویہؓ کی طرف اشارہ ہے والله اعلم۔

باب عفو المظلوم

ترجمہ۔ مظلوم کا معاف کردینا

لقوله تعالى ان تبدوا خيراً او تخفوه او تعفوا عن سوء فان الله كان عفواً قديرا وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره على الله انه لايحب الظلمين . الى قوله الى مرد من سبيل ..

ترجمہ۔ آیت قرآنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم خیر کو ظاہر کرو۔ یا اس کو چھپاؤ۔ برائی سے معافی دے دو تو یہ قرب الٰہی کا باعث ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا قدرت والا ہے اور برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے پس جس نے معاف کردیا اور معاملہ ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور دنیا کی طرف لوٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یہ سب آیات کریمہ عفو مظلوم کو شامل ہیں۔ جس سے مظلوم اجر جزیل کا مستحق بنے گا۔ اور لايحب الله الجهر الاية سے بھی معلوم ہوا کہ مظلوم ظالم کے خلاف شکایت کرسکتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف بددعا بھی کرسکتا ہے اور ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ کے قول کے مطابق اپنے آپ کو ذلیل نہیں کرنا چاہئے۔ کہ فاسقین جری نہ ہو جائیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے غلبۂ رجال اور شماتة الاعداء سے پناہ پکڑی ہے۔

باب الظلم ظلمات يوم القيامة

ترجمہ۔ ظلم قیامت کے دن کئی طرح کی تاریکیاں ہونگی

حدیث(۲۲۷۵)حدثنا احمد بن یونس الخ عن عبد الله بن عمرؓ عن النبی ﷺ قال الظلم ظلمت یوم القیامة .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن کئی طرح کی تاریکیاں ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ ظالم نے ایک تو ناحق غیر کا حق لے لیا۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کر کے مقابلہ پر اتر آیا اور یہ گناہ دوسرے گناہوں سے بہت برا ہے۔ کیونکہ ظلم ہمیشہ کمزور پر ہوتا ہے۔ جو بے چارہ بدلہ نہیں لے سکتا۔ نیز! ظلم دل میں تاریکی پیدا کرتا ہے۔ جس طرح ایمان روشنی پیدا کرتا ہے تو اس طرح ظالم کو کئی ظلمتیں گھیر لیں گی۔

باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم

ترجمہ۔ مظلوم کی بد دعا سے بچنا اور ڈرنا چاہئیے

حدیث(۲۲۷٦)حدثنا یحیی بن موسی الخ عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ بعث معاذاً الی الیمن فقال اتق دعوة المظلوم فانها لیس بینها وبین الله حجاب .....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن روانہ فرمایا تو ارشاد ہوا کہ مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہو کیونکہ اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ یعنی اس کی دعا مقبول ہوگی اگرچہ فاسق بھی ہو۔

باب من کانت له مظلمة عند الرجل فحللها له هل یبین مظلمته

ترجمہ۔ جب کسی نے کسی پر ظلم کیا پھر اس نے اس کو معاف کر دیا تو کیا اس کے ظلم کو واضح کر سکتا ہے۔ اختلاف کی وجہ سے جواب ذکر نہیں فرمایا۔

حدیث(۲۲۷۷)حدثنا ادم بن ابی ایاس الخ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من کانت له مظلمة لاحد من عرضه اوشیء فلیتحلله منه الیوم قبل ان لایکون دینار ولادرهم ان کان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم تکن له حسنات اخذ من سیات صاحبه فحمل علیه قال ابوعبدالله قال اسمعیل بن ابی اویس انما سمّیَ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مسلمان بھائی کی عزت یا اور کسی طرح سے اس پر ظلم کیا ہو تو آج دنیا میں اس سے معافی مانگ لے اس دن کے آنے سے پہلے پہل جب کہ نہ دینار ہونگے نہ درہم ہوں گے۔ اگر اس کے نیک اعمال ہوئے تو اس کے ظلم کے مطابق لے لئے جائیں گے۔ اگر اس کی کوئی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سعید کو مقبری اسلئے کہتے ہیں کہ وہ قبرستانوں کے

المقبری هو مولی لانه کان نزل ناحیة المقابر وقال ابو عبدالله وسعید المقبری هو مولی بنی لیث وهو سعید بن ابی سعید واسم ابی سعید کیسان..

قریب قریب کناروں پر بیٹھا کرتا تھا۔ اور سعید مقبری بنولیث کا غلام تھا جس کے باپ کی کنیت ابو سعید تھی اور اس کا نام کیسان تھا

تشریح از قاسمیؒ۔ او شیئ یہ عطف العام علی الخاص ہے جن میں مال جراحات سب داخل ہوں گے حتی کہ تھپڑ وغیرہ بھی داخل ہوں گے۔ ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ جب معاف کر دیا تو اس کی مقدار بیان کرے یا نہ کرے اس کا ابراء مجہول صحیح ہوگا۔

باب اذا حلله من ظلمه فلا رجوع فیه

ترجمہ۔ جب اپنے حق سے کسی کو بری کر دے تو پھر اس میں رجوع کا حق نہیں ہے۔

حدیث (۲۲۷۸) حدثنا محمد الخ عن عائشةؓ وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا قالت الرجل تکون عنده المرأة لیس بمستکثر منها یرید ان یفارقها فتقول اجعلك من شانی فی حل فنزلت هذه الایة فی ذلك ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اس آیت قرآنی کے بارے میں فرماتی ہیں ترجمہ۔ اگر عورت کو اپنے خاوند سے ترفع اور روگردانی کا خطرہ لاحق ہو تو فرمایا کہ جس مرد کے پاس بیوی ہو لیکن وہ اس کے ساتھ سلوک اچھا نہیں کرتا بلکہ اس کو جدا کرنا چاہتا ہے تو عورت کہہ سکتی ہے کہ میرے جو مالی اور معاشرتی حقوق تیرے ذمہ ہیں وہ میں تیرے لئے حلال کرتی ہوں یعنی تو ان سے بری ہے مجھے اس کے بدلے طلاق دے دے۔ تو اس طرح خلع پر صلح ہو سکتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ استدلال میں فرماتے ہیں کہ جب متوقع حقوق کے بارے میں اسقاط نافذ ہے تو محقق بطریق اولی ثابت ہوگا۔ لیکن یہ اسقاط محض ہے۔ ان حقوق سے جو ابھی نہیں پائے گئے۔ مثلا باری نفقہ وغیرہ تو اگر عورت ان میں رجوع کرنا چاہے تو اس کو حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ اسقاط حقوق موجودہ وماوجدا کے اندر ہوتا ہے۔ تو وہ جو حقوق ابھی پائے نہیں گئے ان سے اسقاط کو روک سکتی ہے۔ اس لئے کہ یہ رجوع اسقاط شدہ میں نہیں۔ بلکہ غیر موجود کے اسقاط سے رک جانا ہے اس لئے علماء احناف پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ وہ عورت کو حقوق میں رجوع کا کیوں حق دیتے ہیں۔ اس روایت کا ترجمہ پر اور آنے والے ترجمہ پر دلالت کرنا محتاج تدبر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چنانچہ امام محمدؒ مؤطا میں فرماتے ہیں کہ اگر عورت اپنی سوکن کے لئے باری کو ہبہ کر دے تو جب چاہے وہ اس میں رجوع کر سکتی ہے۔ اس میں ائمہ کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں لیس لھا الرجوع فی ذلك اور آیت کا ترجمہ پر دلالت کرنا اس طرح ہے کہ خلع عقد لازم ہے۔ جس میں رجوع نہیں ہوا کرتا۔

باب اذااذن له اوحلله ولم یبین کم ھو۔

ترجمہ۔ جب کسی کو اجازت دے دے یا اپنا حق ساقط کر دے اور اس کی مقدار بیان نہ کرے۔

حدیث (۲۲۷۹) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن سهل بن سعد الساعدیؓ عن النبی ﷺ اتی بشراب فشرب منه وعن یمینه غلام وعن یساره الاشیاخ فقال للغلام اتاذن لی ان اعطی ھؤلاء فقال الغلام لاوالله یا رسول الله لااوثر بنصیبی منك احداً قال فتله رسول الله ﷺ فی یده...

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ کے پاس کوئی پینے کی چیز لائی گئی۔ آپؐ نے تو اس سے پی لیا۔ اور آپ کی دائیں طرف ایک لڑکا تھا۔ اور بائیں طرف بزرگ لوگ تھے جناب نبی اکرم ﷺ نے لڑکے سے اجازت طلب کی کہ کیا میں اپنا پس خوردہ ان کو دے دوں۔ لڑکے نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! میرا جو حصہ آپؐ کی طرف سے ہے اس پر میں کسی کو ترجیح دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تو آپؐ نے ناراض ہوتے ہوئے برتن اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ دونوں ترجموں کا خلاصہ یہ ہے کہ موجود اور ماضی کو مستقبل اور آنے والے پر قیاس کیا گیا اور پینے کا مشترک حق سے حق مبہم پر استدلال کیا۔

فتله فی یده یہ جھڑکنا اس وجہ سے تھا کہ لڑکے نے ترک ادب کو اختیار کیا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی رضا کو اختیار نہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ لڑکا اجازت دے دیتا تو اشیاخ کے حصہ میں آتا اس کی مقدار بھی معلوم نہیں۔ اور جو یہ خود پیتا اس کی مقدار بھی معلوم نہیں۔ تو قیاس سے ثابت ہوا کہ ایسی اجازت جس کی مقدار معلوم نہ ہو جائز ہے۔ لیکن یہ جواز صرف اس باب کے ساتھ خاص ہوگا۔ ورنہ ہبہ مشترک میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ تو جائز فرماتے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ھبہ قابل تقسیم ہے۔ تو بغیر تقسیم کے اس کا ھبہ جائز ہے۔ اگر غیر قابل تقسیم ہے تو پھر ھبہ جائز ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے کہ حقوق مجہولہ سے بری قرار دینا امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ اس ابراء سے جھگڑے کی نوبت

نہیں آتی۔ ہمارا استدلال ولمن جاء به حمل بعير وانابه زعيم سے ہے کہ حمل بعیر غیر معلوم ہے۔ کیونکہ اونٹ کا بوجھ اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے رہتا ہے۔

باب اثم من ظلم شيئاً من الارض

ترجمہ۔ جس شخص نے زمین کے کسی حصہ میں زیادتی کی تو اس کا کیا گناہ ہے۔

حديث (۲۲۸۰) حدثنا ابو اليمان الخ ان سعيد بن زيدؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من ظلم من الارض شيئاً طوقه من سبع ارضين .

ترجمہ۔ حضرت سعید بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے جس شخص نے زمین کے کچھ حصہ میں زیادتی کی تو اسے سات زمینوں کا ہار گلے میں ڈالا جائے گا۔

حديث (۲۲۸۱) حدثنا ابو معمر الخ ان ابا سلمةؓ حدثه انه كانت بينه وبين اناس خصومة فذكر لعائشةؓ فقالت يا ابا سلمة اجتنب الارض فان النبي ﷺ قال من ظلم قيد شبر من الارض طوقه من سبع ارضين .....

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ان کے اور کچھ لوگوں کے درمیان جھگڑا تھا جس کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا اے ابو سلمہؓ زمین سے بچو کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بالشت بھر زمین میں زیادتی کی تو اسے سات زمینوں کا ہار پہنایا جائے گا۔

حديث (۲۲۸۲) حدثنا مسلم بن ابراهيم الخ عن سالم عن ابيه قال قال النبي ﷺ من اخذ من الارض شيئا بغير حقه خسف به يوم القيامة الى سبع ارضين قال ابو عبدالله هذا الحديث ليس بخراسان في كتاب ابن المبارك انما املاه عليهم بالبصرة .....

ترجمہ۔ حضرت سالم اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جس شخص نے زمین کا کچھ حصہ ناحق لے لیا تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسادیا جائے گا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابن المبارکؒ کی کتب خراسان میں تو نہیں تھی۔ البتہ انہوں نے بصرہ میں لکھوائی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اجتنب الارض تاکہ کہیں اس وعید میں نہ داخل ہو جاؤ۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے۔ اثم من ظلم الخ۔ حافظؒ فرماتے ہیں اس باب سے مصنفؒ نے غصب ارض کی صورت بتلائی ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ زمین کا غصب ممکن نہیں۔ یہ مسلک حضرات شیخین امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے۔ اسلئے کہ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ غصب منقولات اور محولات میں متحقق ہوتا ہے زمین میں نقل ہے نہیں لہذا غصب متحقق نہ ہوگا۔ پس جب کسی نے کسی کی زمین غصب کی اور وہ اس کے قبضہ میں تلف ہو گئی تو اس پر ضمان نہیں ہوگی۔ امام محمدؒ اور ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ ضمان ہوگی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ زمین میں غصب تو ممکن ہے البتہ ضمان میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ وغیرھم فرماتے ہیں جب زمین پر قبضہ ثابت ہے تو زوال ید مالک سے ضمان لازم ہوگی۔ شیخینؒ فرماتے ہیں غصب ازالۃ الید کا نام ہے۔ کہ کسی شیئ کی ذات سے مالک کا قبضہ ہٹا دیا جائے۔ وہ زمین میں متصور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ زمین تو کہیں جا نہیں سکتی۔ البتہ زمین کے منافع میں جو نقصان اس غاصب کے کسی فعل سے یا رہائش سے پیدا ہوگا وہ سب حضرات کے نزدیک اس کی ضمانت ہوگی۔ کیونکہ یہ اتلاف ہے اس اعتبار سے زمین کے غصب میں ضمان ہوگی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ طوّقہ اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ ہے کہ محشر میں اس مغصوب حصہ زمین کے نقل کی اسے تکلیف دی جائے گی۔ گویا کہ وہ اس کے گلے کا ہار بن جائے گی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اسے سات زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسری حدیث اس پر دال ہے۔

باب اذا اذن انسان لاخر شیئاً جاز

ترجمہ۔ جب کسی انسان نے دوسرے کو کسی چیز کی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے ظلم نہیں۔

حدیث (۲۲۸۳) حدثنا حفص بن عمرؓ الخ عن جبلة كنا بالمدينة فى بعض اهل العراق فاصابنا سنةفكان ابن الزبير يرزقنا التمر فكان ابن عمرؓ يمر بنا فيقول ان رسول الله ﷺ نهى عن الاقران الاان يستاذن الرجل منكم اخاه ....

ترجمہ۔ حضرت جبلہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ عراق والوں کے ایک شہر میں تھے کہ ہمیں قحط سالی نے آپکڑا تو ابن الزبیرؓ ہمیں کھجور کھانے کے لئے دیتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کا ہمارے پاس سے گذر ہوتا تو وہ فرماتے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اقران یعنی دو دو دانے ملا کر کھانے سے منع فرمایا مگر جب کوئی تم سے اپنے بھائی سے اجازت طلب کر لے۔

حدیث (۲۲۸۴) حدثنا ابو النعمان الخ عن ابى مسعودؓ ان رجلامن الانصار يقال له

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے کہ انصار کا ایک آدمی جسے ابو شعیب کہا جاتا تھا اس کا ایک غلام گوشت فروش تھا

ابو شعیب کان له غلام لحام فقال له ابو شعیب اصنع لی طعام خمسة لعلی ادعوا النبی ﷺ خامس خمسة وابصر فی وجه النبی ﷺ الجوع فدعاه فتبعهم رجل لم یدع فقال النبی ﷺ ان هذا قد اتبعنا اتاذن له قال نعم ....

جس سے ابو شعیب نے فرمایا کہ پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو شاید ان پانچوں میں جناب نبی اکرم ﷺ بھی دعوت میں شریک ہو جائیں۔ اور انہوں نے آپ نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور میں بھوک کے آثار دیکھے تھے۔ چنانچہ آپ کو اس نے دعوت دی تو ان کے ساتھ ایک ایسا آدمی بھی ہو لیا جس کو دعوت نہیں دی گئی تھی جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ کیا آپ اس کو اجازت دیتے ہیں۔ اس نے کہا ہاں میری طرف سے اجازت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس باب کو مصنفؒ نے اس جگہ اس لئے ذکر کیا کیونکہ اس میں اجازت دینے والے اور دوسرے کا حق ہے۔ جب ساتھی کی اجازت سے اقران جائز ہو گا تو زیادتی معاف ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے اس لئے منع کیا گیا۔ ایک تو قول حضرت عائشہؓ یہ فعل قبیح ہے۔ اور حرص کی دلیل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن الزبیرؓ سے یہ سب کا ہم ملک تھا تو قران سے دوسرے کے حق میں تعدی ہوتی اس لئے منع فرمایا۔ اگر کسی کا اپنا ملک ہو تو جس طرح کھائے اجازت ہے۔ فقہاء نے اس نہی کو مشارکت پر محمول کیا ہے۔ اہل ظواہر اس نہی کو تحریم کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ نہی تنزیہ کے لئے ہے۔

باب قول الله تعالی وهوالد الخصام

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔

حدیث(۲۲۸۵) حدثنا ابوعاصم الخ عن عائشةؓ عن النبی ﷺ قال ان ابغض الرجال الی الله الالد الخصم ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب مردوں سے زیادہ مبغوض وہ ہے جو جھگڑالو ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس باب کو اس مقام پر اسلئے رکھا کہ عموماً مظالم اور منازعات میں جھگڑوں تک نوبت پہنچتی ہے تو فرمایا کہ حتی الامکان ان جھگڑوں سے بچنا چاہیئے تو شیخ گنگوہی نے اس سے امام بخاریؒ پر اس اعتراض کا جواب دیا کہ الدالخصام کا مقام کتاب التفسیر ہے اس جگہ اسے کیوں ذکر کیا گیا۔ اگر اشکال ہو کہ ابغض الرجال تو کافر ہوتا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ الدالخصام میں الف لام عہد کا ہے اس سے اخنس بن شریق منافق مراد ہے جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی الدالخصام میں اضافہ بمعنی فی کے ہے۔ یا مبالغہ مقصود ہے

باب اثم من خاصم فی باطل وهو یعلمه

ترجمہ۔باب اس شخص کے گناہ کے بارے میں جو کسی غلط معاملہ میں جھگڑا کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ باطل ہے

حدیث(۲۲۸۶)حدثنا عبدالعزیز بن عبداللہ الخ ان امها ام سلمةؓ زوج النبی ﷺ اخبرتها عن رسول اللہ ﷺ انه سمع خصومة بباب حجرته فخرج الیهم فقال انما انا بشر وانه یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه صدق فاقضی له بذلك فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من النار فلیاخذها او فلیترکها

ترجمہ۔حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ جناب رسول اللہ ﷺ سے خبر دیتی ہیں کہ آپؐ نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑنے کی آواز سنی تو ان کی طرف باہر تشریف لے آئے۔فرمایا بے شک میں انسان ہوں میرے پاس جھگڑالو آتا ہے شاید تم میں سے کوئی دوسرے سے زیادہ بلاغت وفصاحت والا ہو جس کو میں سچا گمان کر کے اس کے بارے میں فیصلہ کر دوں تو جس شخص کے بارے میں میں کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں تو وہ جہنم کا ٹکڑا ہے خواہ اس کو لے لے یا چھوڑ دے۔

حدیث(۲۲۸۷)حدثنا بشر بن خالد الخ عن عبداللہ بن عمروؓ عن النبی ﷺ قال اربع من کن فیه کان منافقا او کانت فیه خصلة من اربعة کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر .....

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا چار خصلتیں جس شخص کے اندر ہوں گی وہ منافق ہوگا یا جس شخص میں ان چاروں میں سے ایک خصلت بھی پائی جائے گی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے یا وعدہ خلافی کرے جب عہد پیمان کرے تو غداری کرے پورا نہ کرے۔اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ بکے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ کان منافقا مقصد یہ ہے کہ جو ان خصلتوں پر مصر رہا ہے اور عادت بنالی تو ایسے شخص کو منافق کہنا بجا ہے لیکن جو کبھی ان خصلتوں کا مرتکب ہوتا ہے کبھی چھوڑ دیتا ہے وہ منافق نہیں ہے یا منافق عملی ہوگا منافق اعتقادی نہ ہوگا۔چونکہ یہ خصائل نفاق کی علامات ہیں۔اس لئے کبھی تین کا اور کبھی چار کا ذکر کیا گیا۔

باب قصاص المظلوم اذاوجد مال ظالمه وقال ابن سیرین یقاصه وقرء وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به ۔

ترجمہ۔ جب ظالم کا مال کسی مظلوم کو حاصل ہو تو کیا مظلوم قصاص لے سکتا ہے ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ وہ اپنا بدلہ لے لے اور قرآنی آیت پڑھی اگر تم بدلا لینا چاہو تو جیسے تم کو سزا دی گئی تم بھی اسی طرح بدلہ لو۔

حدیث (۲۲۸۸) حدثنا ابو الیمان الخ ان عائشہؓ قالت جاء ت هند بنت عتبة بن ربعیة فقالت یارسول اللہ ﷺ ان اباسفیان رجل مسیك فهل علی حرج عن اطعم من الذی له عیالنا فقال لاحرج علیك ان تطعمیهم بالمعروف ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ آکر جناب رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگی بے شک ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے کیا مجھے گناہ تو نہیں ہوگا اگر میں ان لوگوں کو کھلاؤں جو اس کے کنبہ والے ہیں۔ پس آپؐ نے فرمایا کوئی تمہیں گناہ نہیں ہے۔ اگر تو نے ان کو مشہور طریقہ سے کھلایا۔

حدیث (۲۲۸۹) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن عقبة بن عامرؓ قال قلناللنبی ﷺ انك تبعثنا فننزل بقوم لایقرونافماتری فیه فقال لنا ان نزلتم بقوم فامر لکم بما ینبغی للضیف فاقبلوا فان لم یفعلوا فخذوا منهم حق الضیف ......

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا کہ ہم نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؐ ہمیں جہاد کیلئے روانہ فرماتے ہیں۔ پس ہم ایک قوم کے پاس جاتے ہیں جو ہماری مہمانی نہیں کرتے۔ پس اس بارے میں آپؐ کا کیا حکم ہے۔ تو آپؐ نے ہم سے فرمایا کہ اگر تم کسی قوم پر پڑاؤ کرو۔ پس تمہارے لئے حکم دیا جائے جو مہمان کیلئے لائق ہے۔ تو اسے قبول کرلو اگر وہ ایسا نہ کریں تو تم ان سے مہمان کا حق لے سکتے ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اذاوجد مال ظالمه الخ ہمارے نزدیک یہ حکم اس مال کے ساتھ مخصوص ہے جو اس کے مال کے ساتھ مخصوص ہے جو اس کے مال کی جنس میں سے ہو۔ لیکن صاحبین نقدین میں تعمیم کرتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کے دوسرے پر دراہم ہیں تو وہ دنانیر لے سکتا ہے۔ اور دنانیر ہیں تو دراہم لے سکتا ہے۔ البتہ متاخرین نے دوسرے ائمہ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے۔ کیونکہ آج کل قاضی لوگ صحیح فیصلہ نہیں کرتے۔ اس لئے وہ اپنے حق پر جب بھی کامیاب ہو اگرچہ وہ غیر جنس سے بھی ہو تو وہ اسے لینے کا حق دار ہے۔ آیت قرآنیہ اور روایت کا ظاہر ان کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ ان میں کسی چیز کی قید نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ مسئلہ ظفر کے نام سے مشہور ہے جس کو مصنفؒ نے بھی اختیار کیا ہے

اس لئے اپنے مسلک کی ترجیح کے لئے آثار ابن سیرین وغیرہ عادت کے مطابق ذکر فرمائے ہیں۔ امام شافعیؒ بھی فرماتے ہیں کہ جب کسی کو قاضی کے ذریعہ اپنا حق حاصل کرنا ممکن نہ ہو۔ اور انکار کی صورت میں صاحب حق کے پاس گواہ بھی نہ ہوں۔ تو وہ اپنا حق وصول کر سکتا ہے مالکیہؒ کے نزدیک بھی اپنے حق کے وصول کا حق حاصل ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سونے کا بدلہ سونے سے چاندی کا بدلہ چاندی سے مکیل کا مکیل اور موزون کا موزون سے لے سکتا ہے اس کے علاوہ لینے کا حق نہیں ہے۔ در مختار میں ہے کہ آج کل فتویٰ جواز پر ہے۔ کہ جس مال سے چاہے اپنا حق حاصل کرلے۔ اور لاتخن من خانك میں خیانت مشاكلة کہا گیا ہے۔ ورنہ جزاء سيئة سيئة مثلها اور ان عاقبتم الخ جواز کو ثابت کرتے ہیں۔

<u>فخذوا منهم حق الضيف</u> مصنفؒ نے ظاہر روایت سے یہ سمجھا ہے کہ جب مجاہدین کو ضرورت ہو تو وہ لوگوں سے مفت حق ضیافۃ وصول کر سکتے ہیں۔ حالانکہ اس سے اخذ بالقيمة مراد ہے۔ ایسے محل میں ان کا حق ثابت یہی ہے۔

<u>تشریح از شیخ زکریاؒ</u>۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کی مہمانی واجب ہے۔ اگر میزبان رک جائے تو اس سے قہراً مہمانی لی جائے۔ چنانچہ لیثؒ کا یہی مسلک ہے۔ اما احمدؒ فرماتے ہیں دیہات والوں پر واجب ہے شہر والوں پر نہیں ہے۔ جمہور ائمہ کے نزدیک ضیافۃ سنت مؤکدہ ہے۔ اور حدیث کے کئی جوابات ہیں۔ ا/ مضطرین پر محمول۔ ۲/ اول اسلام میں مواسات ہمدردی واجب تھی۔ فتوحات کے بعد منسوخ ہو گئی۔ ۳/ ان عمال کے ساتھ مختص ہے جو صدقات وصول کرنے کے لئے جاتے تھے۔ اس زمانہ میں چونکہ بیت المال نہیں تھا اس لئے وجوب ضیافۃ تھا۔ آج کل حکام کی تنخواہیں مقرر ہیں۔ اس لئے وجوب نہیں رہا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ اہل ذمہ کے ساتھ مخصوص ہے جن سے حضرت عمرؓ نے عہد لیا تھا۔ اور بھی جواب ہیں لیکن پہلا جواب کہ حالت اضطرار پر محمول ہے یہی اقویٰ ہے

باب ماجاء في السقائف وجلس النبي ﷺ واصحابه في سقيفة بني ساعدة۔

ترجمہ۔ چوپایوں کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ئے جناب نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے اصحابؓ بنی ساعدہ کے چوپال میں بیٹھا کرتے تھے۔

حديث(۲۲۹۰)حدثنايحيى بن سليمان الخ عن عمرؓ قال حين توفي الله نبيه ﷺ ان لانصار اجتمعوا في سقيفة بني ساعدة فقلت لابي بكرؓ انطلق بنا فجئناهم في سقيفة بني ساعدة .....

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو وفات دی تو انصار بنو ساعدہ کے چوپال میں جمع ہو گئے۔ میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو چنانچہ ہم لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے۔

<u>تشریح از شیخ گنگوہیؒ</u>۔ اس باب کی غرض یہ کہ چوپال اگرچہ ایک خاص قوم کی ملک ہوتی ہے لیکن اس میں بیٹھنے کیلئے

عرفی اجازت کافی ہے۔ حتی کہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ اور خود جناب نبی اکرم ﷺ نے بیٹھنے کے لئے ان کے مالکوں سے اجازت طلب نہیں کی حالانکہ یہ تینوں بھی اسی محلہ کے تھے۔ معلوم ہوا اذن عرفی کافی ہے۔ ایسی مشترکہ جگہیں نفع عام کے لئے وضع کی جاتی ہیں۔ اس لئے ان سے نفع اٹھانا جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اگرچہ ترجمہ ماجاء فی السقائف سے باندھا ہے اور حدیث مرفوع جلوس فیھا ذکر کی ہے تو معلوم ہوا کہ ایسے مواضع سے انتفاع بغیر اذن جائز ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اور کتاب المظالم سے مناسبت کی صورت یہ ہے کہ ایسے مقامات جو رفاہ عامہ کے لئے بنائے گئے ہوں ان میں بیٹھنا ظلم نہیں ہے۔ سقیفہ بنوساعدہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی تھی۔ اور بنوساعدہ انصار کے خزرج قبیلہ میں سے تھا ساعدہ بن کعب بن خزرج نام تھا۔

باب لایمنع جار جاره ان یغرز خشبه فی جداره

ترجمہ۔ کوئی ہمسایہ اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہیں روک سکتا ہے۔

حدیث (۲۲۹۱) حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ الخ عن ابی ھریرةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لایمنع جار جاره ان یغرز خشبه فی جداره ثم یقول ابوھریرةؓ مالی اراکم عنھا معرضین واللہ لا رمین بھابین اکتافکم ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی پڑوسی کسی پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑیاں گاڑنے سے نہ روکے پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تمہیں اس سنت سے روگردانی کرتے دیکھ رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! اس سنت پر عمل کرنے کے لئے میں تمہارے کندھوں کے درمیان ضرور ماروں گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اگر مال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو یا اور کوئی خرابی ہو تو پھر روک سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ قید حضور انور ﷺ کی حدیث لا ضرر ولا ضرار کہ نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ ہی نقصان پہنچاؤ اسلئے امر کو ندب پر محمول کیا جائے گا۔ بلکہ اکثر احنافؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں کیونکہ یہ بغیر اجازت کے دوسرے کے ملک میں تصرف کرنا ہے اس لئے ناجائز ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی دھمکی اس زمانہ میں تھی جب کہ وہ مروان کی طرف سے

مدینہ کے حاکم مقرر ہوئے تھے۔ اکثر علماء اس امر کو ندب پر حمل کرتے ہیں۔ اہل ظواہر اس کو وجوب پر حمل کرتے ہیں۔ جب کہ صاحب جدار کو نقصان نہ ہو۔

باب صب الخمر فی الطریق ترجمہ۔ راستہ میں شراب کا پلٹ دینا

حدیث (۲۲۹۲) حدثنا محمد بن عبدالرحیم ابویحیی الخ عن انسؓ قال كنت ساقي القوم في منزل ابی طلحة وكان خمرهم يومئذ الفضيخ فامر رسول الله ﷺ منادیا ینادی الاان الخمر قد حرمت قال فقال لی ابوطلحة اخرج فاهرقها فخرجت فهرقتها فجرت فی سکك المدينة فقال بعض القوم قدقتل قوم وهی فی بطونهم فانزل الله ليس على الذين امنوا وعملوا الصلحت جناح فیماطعموا الاية ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوطلحہؓ کے گھر میں قوم کو شراب پلا رہا تھا اور ان دنوں ان کی شراب فضیح تھی۔ (فضیح وہ شراب جو بسر کھجور کے ڈوکے سے تیار ہو) تو جناب رسول اللہ ﷺ نے منادی والے کو حکم دیا کہ وہ اعلان کردے کہ خبردار! شراب حرام ہو چکی ہے تو مجھے حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ جاکر اس کو گرادو۔ چنانچہ میں نے باہر جاکر اسے گرادیا۔ تو وہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔ تو کچھ لوگوں نے کہا کہ جو لوگ اس حال میں قتل ہوئے کہ شراب ان کے پیٹوں میں تھی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ ایمان لے آئے۔ اور نیک عمل کئے جو کچھ انہوں نے کھایا پیا ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ صب الخمر فی الطريق مقصد یہ ہے کہ راستہ مشترک ہوتا ہے۔ تو اس قسم کے تصرفات اس میں جائز ہیں۔ بشرطیکہ گذرنے والوں کو اس سے نقصان نہ ہو۔ کیونکہ ضرر خاص ضرر عام کی بنسبت قابل برداشت ہوتا ہے۔ پس اگر راستہ تنگ ہو یا سخت ہو کہ اس کی زمین ایسی مشروبات کو نہیں چوستی تو شراب پلٹنے سے روک دیا جائے گا تاکہ لوگوں کے قدم نہ پھسلیں ورنہ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراب کو راستے میں انڈیلنے کا مقصد ایک یہ بھی تھا کہ لوگوں کو اس کے چھوڑنے کا اعلان ہو جائے یہ فائدہ ایذارسانی سے زیادہ تھا اس لئے اس کو اختیار کیا گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اب نجاستوں کو راستے میں نہیں پھینکنا چاہیئے اوّل اسلام والی مصلحت ختم ہوگئی۔ فی سکك المدينة سے اشارہ ہے کہ اس کثرت سے شراب گرائی گئی جو توارد من المسلمین کی دلیل ہے۔

باب افنيته الدور والجلوس فيها والجلوس على الصعدات

ترجمہ۔ حویلیوں کے صحن اور ان میں بیٹھنا اور راستوں پر بیٹھنا

وقالت عائشةؓ فابتنى ابو بكر مسجدا بفناء داره يصلى فيه ويقرأ القران فيتقصف عليه نساء المشركين وابناؤهم يعجبون منه والنبى ﷺ يومئذ بمكة .....

ترجمہ۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی جس میں وہ نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے جن پر مشرکین عورتیں اور ان کے بچے جمگھٹا کر لیتے۔ ان سے تعجب کرتے ان دنوں جناب نبی اکرم ﷺ مکہ معظمہ میں تھے۔

حديث (۲۲۹۳) حدثنا معاذ بن فضالة الخ عن ابى سعيد الخدرىؓ عن النبى ﷺ قال اياكم والجلوس على الطرقات فقالوا مالنا بد انما هى مجالسنا نتحدث فيها قال فاذا ابيتم الا المجالس فاعطوا الطريق حقها قالوا وما حق الطريق قال غض البصر وكف الاذى ورد السلام وامر بالمعروف ونهى عن المنكر ......

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ کہنے لگے اس کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ وہ ہماری بیٹھنے کی جگہیں ہیں جہاں ہم باہم باتیں کرتے رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم نے ضرور ہی بیٹھنا ہے تو راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا راستے کا کیا حق ہے۔ فرمایا آنکھ کو نیچے رکھنا۔ تکلیف دہی سے باز رہنا۔ سلام کا جواب دینا۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ گھروں کے آگے کوئی چوپال وغیرہ بنالینا جائز ہے۔ بشرطیکہ پڑوسی اور گذرنے والے کو تکلیف نہ ہو۔

باب الابار على الطرق اذا لم يتاذ بها۔

ترجمہ۔ راستے پر کنویں بنانا جب کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

حديث (۲۲۹٤) حدثنا عبدالله بن مسلمة الخ عن ابى هريرةؓ ان النبى ﷺ قال بينا رجل بطريق

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس اثنا میں کہ ایک آدمی راستہ میں تھا

اشتد علیه العطش فوجد بئراً فنزل فیها فشرب ثم خرج فاذا کلب یلهث یاکل الثری من العطش فقال الرجل لقد بلغ هذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ منی فنزل البئر فملاخفه ماء فسقی الکلب فشکر الله له فغفر له قالوا یارسول الله وان لنا فی البهائم لاجر فقال فی کل ذات کبد رطبة اجر ......

کہ اس کو پیاس نے بڑا تنگ کیا تو اسے ایک کنواں ملا جس کے اندر اتر کر اس نے پانی پی لیا۔ باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے۔ اور پیاس کی وجہ سے تر مٹی کو چاٹ رہا ہے۔ وہ آدمی دل میں کہنے لگا کہ اس کتے کو بھی پیاس کی وجہ سے وہی تکلیف پہنچی ہے جیسے مجھے پہنچی تھی۔ چنانچہ وہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے کو پانی سے بھر اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدردانی کرتے ہوئے اسے بخش دیا۔ لوگ کہنے لگے یارسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں کی خدمت کرنے میں بھی ثواب حاصل ہوگا آپ نے فرمایا ہر تر جگر والے حیوان میں ثواب ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث باب سے راستے پر کنواں بنانے کا جواز ثابت ہوا کیونکہ اس میں مخلوقات اور جانوروں کا فائدہ ہے۔

باب اماطة الاذی وقال همام عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ یمیط الاذی عن الطریق صدقة ......

ترجمہ۔ باب موذی چیز کا راستہ سے ہٹانا۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ راستہ سے موذی چیز کا ہٹانا صدقہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگر سوال ہو کہ اماطة الاذی عن الطریق صدقہ کیسے ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ صدقہ کا معنی ہے متصدق علیه کو نفع پہنچانا۔ تو جس شخص نے راستہ سے موذی چیز ہٹائی تو اس پر سلامتی کا صدقہ کر دیا۔ تو یہ اس کے لئے صدقہ ہوگا کہ اسے نفع پہنچا۔

باب الغرفة والعلية المشرفة وغیر المشرفة فی السطوح وغیرها

ترجمہ ۔ اور چھتوں وغیرہ میں جو طاقچے رکھے جاتے ہیں جن سے جھانکا جائے یا نہ جھانکا جائے

حدیث (۲۲۹۵) حدثنا عبدالله بن محمد الخ عن اسامة بن زیدؓ قال اشرف النبی ﷺ علی اطم من اطام المدینة ثم قال هل ترون ماأری مواقع الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر ......

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ مدینہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے کے اوپر چڑھ گئے پھر فرمایا کہ کیا تم وہ چیزیں دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے اندر ایسے گر رہے ہیں جیسے بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

حدیث(۲۲۹۶)حدثنا یحیی بن بکیرالخ
عن عبداللہ بن عباسؓ قال لم ازل حریصاعلی ان اسال عمرؓ عن المرأتین من ازاج النبی ﷺ اللتین قال اللہ لھما ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما فحججت معہ فعدل وعدلت معہ بالاداوۃ فتبرز حتی جاء فسکبت علی یدیہ من الاداوۃ فتوضا فقلت یاامیر المؤمنین من المراتان من ازواج النبی ﷺ اللتان قال لھما ان تتوبا الی اللہ فقال واعجباً لک یاابن عباسؓ عائشۃؓ وحفصۃؓ ثم استقبل عمر الحدیث یسوقہ فقال انی کنت وجارلی من الانصار فی بنی امیۃ بن زید وھی من عوالی المدینۃ وکنا نتناوب النزول علی النبی ﷺ فینزل یوما وانزل یوما فاذا نزلت جئتہ من خبر ذلک الیوم من الامر وغیرہ واذا نزل فعل مثلہ وکنا معشر قریش تغلب النساء فلما قدمنا علی الانصار اذاھم قوم تغلبھم نساؤ ھم فطفق نساؤنا یاخذن من ادب نساء الانصار فصحت علی امراتی فراجعتنی فانکرت ان تراجعنی فقالت ولم تنکر ان اراجعک فواللہ ان ازواج النبی ﷺ لیراجعنہ وان احدھن لتھجرہ الیوم حتی اللیل فافزعنی فقلت خابت من فعل منھن بعظیم

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں برابر اس بات کا حریص رہا کہ حضرت عمرؓ سے ازواج مطہرات نبی اکرم ﷺ کی ان دو عورتوں کے متعلق دریافت کروں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ترجمہ آیت قرآنی۔ اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ اور رجوع کرتی تو پس تم دونوں کے دل جھک پڑے۔ میں ان کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوا پس وہ راستہ سے الگ ہوئے تو میں لوٹا لے کر ان کے ہمراہ الگ ہوا تو آپ قضاء حاجت کیلئے واپس آئے تو میں ان کے دونوں ہاتھوں پر چھاگل سے پانی ڈالنے لگا۔ پس آپ نے وضو بنایا تو میں نے کہا امیر المؤمنین ازواج مطہرات نبویؐ میں سے وہ کون سی دو بیبیاں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما تو فرمایا کس قدر تعجب ہے اے ابن عباسؓ وہ عائشہؓ۔ اور حفصہؓ ہیں۔ پھر عمرؓ نے بات کو آگے چلایا۔ فرمایا کہ میں اور بنو امیہ بن زید کا ایک پڑوسی اور یہ قبیلہ عوالی مدینہ میں رہتا تھا۔ ہم باری باری جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن وہ حاضر ہوتا۔ دوسرے دن میں حاضر ہوتا تو جب میں حاضر ہوتا اس دن کے حکم وغیرہ کی خبر میں اس کے پاس لے آتا اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے اور ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے۔ پس جب ہم انصار کے پاس آئے تو یہ ایسی قوم تھی جن پر ان کی عورتیں غالب رہتی تھیں پس ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کی عادت سیکھنی شروع کر دی چنانچہ ایک دن میں اپنی بیوی پر چیخا تو وہ مجھے جواب دینے لگی تو میں نے اس کی جوابی کارروائی کو برا محسوس کیا تو کہنے لگی تم میری جوابی بات کو برا محسوس کرتے ہو

ثم جمعت علی ثیابی فدخلت علی حفصةؓ فقلت ای حفصةؓ اتغاضب احدکن رسول الله ﷺ الیوم حتی اللیل فقالت نعم فقلت خابت وخسرت افتامن ان یغضب الله لغضب رسوله ﷺ فتهلکین لاتستکثری علی رسول الله ﷺ ولاتراجعیه فی شیٔ ولاتهجریه وسالینی مابدالك ولایغرنك ان کانت جارتك هی اوضامنك واحب الی رسول الله ﷺ یرید عائشةؓ وکنا تحدثنا ان غسان تنعل النعال لغزونا فنزل صاحبی یوم نوبته فرجع عشاء فضرب بابی ضرباشدیداً وقال انائم هو ففزعت فخرجت الیه وقال حدث امرعظیم قلت ماهواجاءت غسان قال لابل اعظم منه واطول طلق رسول الله ﷺ نساءه قال قد خابت حفصةؓ وخسرت کنت اظن ان هذا یوشك ان یکون فجمعت علی ثیابی فصلیت صلوة الفجر مع النبی ﷺ فدخل مشربة له فاعتزل فیها فدخلت علی حفصةؓ فاذاهی تبکی فقلت مایبکیك اولم اکن حذرتك اطلقکن رسول الله ﷺ قالت لاادری هوذافی المشربة فخرجت فجئت المنبر فاذاحوله رهط یبکی بعضهم فجلست معهم قلیلا ثم غلبنی ماأجد فجئت المشربة التی هوفیها

اللہ کی قسم! جناب نبی اکرم ﷺ کی بیویاں آپؐ سے جوابی بات کرتی ہیں۔ بلکہ ان میں سے ایک بی بی تو آپؐ سے دن بھر سے رات تک جدا رہتی ہے پس اس امر عظیم سے میں بہت گھبرا گیا اور میں نے کہا ان بیویوں میں سے جس نے بھی ایسا کیا ہے وہ نامراد رہی۔ تو میں اپنے اوپر کپڑے لپیٹ کر حضرت حفصہؓ کے پاس آیا داخل ہوتے ہی میں نے کہا اے حفصہؓ کیا تم میں سے کوئی بی بی جناب رسول اللہ ﷺ کو ناراض کر لیتی ہے دن سے رات تک۔ اس نے کہا ہاں! میں نے کہا نامراد ہوئی اور نقصان میں پڑ گئی۔ کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بے خوف ہو گئی۔ پس تو تو ہلاک ہو جائے گی۔ جناب رسول اللہ ﷺ پر زیادتی نہ کیا کرو۔ نہ کسی چیز میں آپ کو جوابی کاروائی کرو۔ اور نہ ہی آپؐ سے جدائی اختیار کرو جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو میرے سے طلب کرو۔ اور تم اس دھوکے میں نہ رہو کہ تیری سوکن تیرے سے زیادہ خوب صورت ہے اور اللہ کے رسول کو زیادہ پسندیدہ ہے۔ ان کی مراد حضرت عائشہؓ تھیں۔ اور ہم آپس میں باتیں کرتے تھے کہ غسان کے لوگ ہمارے ساتھ جنگ آزمائی میں گھوڑوں کو نعل لگا رہے ہیں یعنی تیاری کر رہے ہیں۔ تو میرا ساتھی اپنی باری کے دن آیا اور شام کو واپس ہوا۔ جس نے میرے گھر کا دروازہ بڑے زور سے کھٹکھٹایا اور کہنے لگا کیا وہ سو رہا ہے میں گھبرا کر جلدی سے اس کے پاس باہر آیا اس نے کہا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آگیا۔ میں نے کہا وہ کیا ہے کیا غسان آگیا اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور لمبا واقعہ پیش آگیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا حفصہؓ نامراد رہی

فقلت لغلام له اسود استاذن لعمرفدخل فكلم النبی ﷺ ثم خرج فقال ذكرتك له فصمت فانصرفت حتى جلست مع الرهط الذين عندالمنبرثم غلبنی ماا جد فجئت فذكر مثله فجئت الغلام فقلت استاذن لعمرفذكر مثله فلما وليت منصرفاً فاذاالغلام يدعونی قال اذن لك رسول الله ﷺ فدخلت عليه فاذاهو مضطجع على رمال حصير ليس بينه وبينه فراش قد اثر الرمال بجنبه متكئ على وسادة من ادم حشوها ليف فسلمت عليه ثم قلت واناقائم طلقت نسائك فرفع بصره الی فقال لاثم قلت واناقائم استانس يارسول الله لورأيتنی وكنا معشر قريش نغلب النساء فلماقدمنا على قوم تغلبهم نساؤهم فذكره فتبسم النبی ﷺ ثم قلت لورايتنی ودخلت على حفصةؓ فقلت يغرنك ان كانت جارتك هی اوضأ منك واحب الی النبی ﷺ يريد عائشةؓ فتبسم اخرى فجلست حين رايته تبسم ثم رفعت بصری فی بيته فوالله مارايت فيه شيئاً يرد البصر غيراهبة ثلثة فقلت ادع الله فليوسع على امتك فان فارس والروم وسع عليهم واعطوا الدنيا لا يعبدون الله وكان متكئا فقال او فی شك انت

اور خسارہ میں رہی۔ میرا بھی یہ گمان تھا کہ عنقریب ایسا ہوگا۔ تو میں نے کپڑے پہنے فجر کی نماز جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ادا کی۔ تو آپؐ فراغت کے بعد اپنے بالاخانہ میں داخل ہو کر الگ تھلگ ہو گئے۔ میں اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس آیا تو وہ رو رہی تھی میں نے کہا تجھے کس چیز نے رلایا کیا میں تجھے اس وقت سے ڈرایا نہیں کرتا تھا کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے تم کو طلاق دے دی ہے۔ کہنے لگی مجھے تو علم نہیں آپؐ اس بالاخانہ میں ہیں۔ چنانچہ میں وہاں سے نکل کر منبر نبویؐ کے پاس پہنچا تو منبر کے پاس کچھ لوگ بیٹھے رو رہے تھے میں بھی تھوڑی دیر کے لئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر وہ غم مجھ پر غالب آ گیا جو مجھے لاحق تھا۔ تو میں اس بالاخانہ کے پاس پہنچا جس میں جناب نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ تو میں نے آپؐ کے ایک کالے غلام سے کہا کہ حضرت عمرؓ کے لئے اجازت طلب کرو۔ وہ اندر داخل ہوا آپؐ سے بات چیت کی پھر باہر آکر کہنے لگا کہ میں نے آپؐ کے سامنے تمہارا ذکر کیا جس پر آپؐ خاموش ہو گئے۔ تو میں وہاں سے ہٹ کر ان لوگوں کے پاس آکر بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ پھر اس فکر نے مجھ پر غلبہ کیا جو مجھے لاحق تھی پس میں آیا اور غلام سے ذکر کیا تو اس نے پہلے کی طرح آکر ذکر کیا تو میں پھر ان لوگوں کے پاس آکر بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ پھر میں غلام کے پاس آیا کہ عمرؓ کے لئے اجازت طلب کرو تو اس نے پہلے کی طرح ذکر کیا۔ جب میں ہٹ کر پھرنے لگا تو اچانک غلام مجھے بلا رہا ہے۔ کہنے لگا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کیلئے اجازت دے دی ہے چنانچہ میں آپؐ کے پاس حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ کھجور کے پتوں کی چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ آپؐ اور چٹائی کے درمیان

یاابن الخطاب اولئك قوم عجلت لهم طيباتهم في الحيوة الدنيا فقلت يارسول الله استغفرلي فاعتزل النبي ﷺ من اجل ذلك الحديث حين افشته حفصةؓ الى عائشةؓ وكان قدقال ماانابداخل عليهن شهراًمن شدةموجدته عليهن حين عاتبه الله فلمامضت تسع وعشرون دخل على عائشةؓ فبدابهافقالت له عائشةؓ انك اقسمت ان لاتدخل علیناشهراً وانااصبحنا لتسع وعشرين ليلةاعدها عداً فقال النبي ﷺ الشهر تسع وعشرون وكان ذلك الشهر تسع وعشرون قالت عائشةؓ فانزلت اية التخيير فبدا بي اوّل امرأة فقال انی ذاکرلك امراً ولاعليك ان لاتعجلي حتى تستامري ابويك قالت قداعلم ان ابوی لم يكونايامراني بفراقك ثم قال ان الله تعالى قال ياايها النبي قل لازواجك الى قوله عظيما قلت انی هذااستامر ابوی فانی اريد اله ورسوله والدار الاخرة ثم خيرنساء ہ فقلن مثل ماقالت عائشةؓ ....

کوئی بستر نہیں تھا جب کہ کھجور کے پتوں کے نشانات آپؐ کے پہلو میں نمایاں تھے آپؐ چمڑے کے ایک ایسے تکیہ کا سہارا لے رہے تھے جس کا بھراؤ کھجور کے ریشہ کا تھا۔ میں نے سلام کیا اور کھڑے کھڑے پوچھا کہ کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو آپؐ نے میری طرف نگاہ اٹھاکر فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کھڑے کھڑے عرض کی جس سے میرا مقصد آپؐ کو مانوس کرنا تھا۔ یارسول اللہ! واقعہ یہ ہے کہ ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے جب ہم اس قوم انصار کے پاس آئے تو ان پر ان کی عورتیں غالب رہتی ہیں۔ پس آپؐ نے بھی اس کا ذکر فرمایااور مسکرادیئے جب میں نے آپ کو مسکراتے دیکھا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر میں نے آپؐ کے گھر کے اندر نظر دوڑائی تو اللہ کی قسم! مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو میری نگاہ میں بچ جاتی۔ سوائے تین بغیر رنگے ہوئے چمڑوں کے اور کچھ بھی نہ تھا میں نے کہا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپؐ کی امت پر فراخی کردے کیونکہ فارس اور روم پر تو فراخی کی گئی ہے اور انہیں دنیا دے دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے آپؐ تکیہ لئے ہوئے تھے پس فرمایا اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں شک ہے یہ تو وہ لوگ ہیں جن کے انعامات انہیں دنیا کی زندگی میں جلدی دیئے گئے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپؐ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں پس اس بات کی وجہ سے

جناب رسول اللہ ﷺ نے تنہائی اختیار فرمائی کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو یہ راز افشا کردیا کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں شدت غم وغصہ کی وجہ سے مہینہ بھر ان کے پاس نہیں آؤں گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے آپؐ پر عتاب فرمایا پس جب انتیس دن بیت گئے تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے پاس آنے کی ابتداء کی تو حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے فرمایا کہ کیا آپؐ نے ہمارے پاس آنے سے مہینہ بھر کی

قسم نہیں کھائی تھی۔ آج تو انتیسویں رات کی صبح ہے میں ان کو خوب گنتی رہی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کبھی مہینہ انتیس ۲۹ دنوں کا بھی ہوتا ہے اور یہ مہینہ انتیس ۲۹ کا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اختیار دینے والی آیت کریمہ اتری تو پہلی بیوی جس سے آپؐ نے ابتدا کی وہ میں تھی۔ پس آپؐ نے فرمایا دیکھو میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ جب تک کہ اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کرلیں۔ وہ فرماتی ہیں کیونکہ آپؐ جان چکے تھے کہ میرے والدین مجھے آپؐ سے جدائی کا حکم نہیں دیں گے۔ تو پھر آپؐ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ یاایها النبی قل لازواجك سے عظیما تک پڑھا۔ میں نے کہا کیا اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔ میں اللہ اس کے رسول اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں۔ پھر آپؐ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی آیت تخییر سنائی۔ انہوں نے بھی حضرت عائشہؓ کے جواب کی طرح جواب دیا۔

حدیث (۲۲۹۷) حدثنا ابن سلام الخ عن انسؓ قال آلی رسول اللہ ﷺ من نسائه شهراً وكانت انفكت قدمه فجلس فی علية له فجاء عمرفقال اطلقت نساء ك قال لاولكنی اليت منهن شهراً فمكث تسعاوعشرين ثم نزل فدخل علی نسائه ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مہینہ بھر اپنی بیویوں کے پاس آنے سے قسم کھالی۔ اور آپؐ کے قدم میں موچ آگئی تھی تو آپؐ بالاخانہ میں بیٹھ گئے پس حضرت عمرؓ تشریف لائے اور پوچھا۔ کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ آپؐ نے فرمایا نہیں البتہ مہینہ بھر کے لئے میں نے ان کے پاس آنے سے قسم کھائی تھی چنانچہ آپؐ انتیس ۲۹ دن ٹھہرے رہے۔ پھر بالاخانہ سے اتر کر بیویوں کے پاس تشریف لائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ غرفہ سے تو کھڑکی مراد لی جائے۔ اور علیہ سے بالاخانہ مراد لیا جائے۔ جس میں کھڑکی ہوتا کہ تکرار لازم نہ آئے۔ اس سے مقصود غرفہ اور علیہ کے بنانے کا جواز ثابت کرنا ہے اور اس وہم کا دفع کرنا ہے کہ جو لوگ اس کو اس لئے مکروہ سمجھتے ہیں کہ کھڑکی اور بالاخانہ سے پڑوسیوں کے احوال اور عیوب پر اطلاع ہوگی البتہ جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ پڑوسیوں اور گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

بل اعظم واطول وجہ یہ ہے کہ غسانی حملہ سے مال اور جانوں کا نقصان ہوگا لیکن جناب نبی اکرم ﷺ کی ناراضگی تو اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہوتا ہے۔ اور عذاب الٰہی جب نازل ہوتا ہے تو مجرم اور غیر مجرم سب کو عام ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے زیادہ گھبرانے کی ضرورت ہے۔

استانس ای کچھ دیر آپؐ سے باتیں کر کے مانوس کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اجازت کے بعد انہوں نے لو رایتنی سے اپنا کام

شروع کر دیا۔فجلست حین رایته یتبسم جس سے معلوم ہوا کہ آپؐ غضب ناک نہیں ہیں۔من اجل ذلك الحدیث یہ کلام ازاوج مطہرات کے خرچہ کے بارے میں تھا۔اور ان ایام میں حضرت ماریہ قبطیہ کا واقعہ بھی پیش آیا۔جس کا راز افشا کر دیا گیا۔حالانکہ آپؐ نے منع فرمایا تھا۔اس لئے ناراض ہوئے۔

انفکت قدمه قدم میں موچ آنے کا واقعہ اور ہے۔اور جو جلوس ایلاء کے لئے تھاوہ اور ہے تو واؤ مطلق جمع کے لئے ہوگی حالیہ نہیں بنے گی۔اور مؤلف نے ان دونوں کو ایک سمجھا۔حالانکہ یہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں۔یا کسی راوی نے اقتصار کے طور پر دونوں قصے ذکر کر دیئے۔جس سے بادی الرای سے لگتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں۔حالانکہ اس کا مقصد یہ نہیں تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اعظم اور اطول کی جو توجیہ شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائی وہ حافظؒ کی توجیہ سے بہتر ہے۔کہ یہ اعظم حضرت عمرؓ کے اعتبار سے تھی۔کیونکہ ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ بھی ان میں سے تھیں۔علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے صحابہ کرامؓ کی تشویش کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی پریشانی سے کس قدر پریشان ہوتے تھے۔

سبب لغضب الرب اس لئے حدیث میں خود حضرت عمرؓ نے اس کی تصریح کر دی ہے۔افتا ٔمن ان یغضب الله الخ اور اس قسم کے کئی واقعات اور بھی پیش آئے ہیں۔

غرفه وعلیه جوہری نے تو اسے عطف تفسیری قرار دیا ہے۔لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ مشرفہ اشرف سے ہے جس کے معنی اطلاع کے ہیں۔بالاخانہ چار قسم ہے۔ ۱/ علیه مشرفة علی مکان علی سطح۔ ۲/ مشرفة علی مکان علی غیر سطح۔ ۳/ غیر مشرفة علی مکان علی سطح۔ ۴/ غیر مشرفة علی مکان غیر سطح۔

ابن بطالؒ فرماتے ہیں چھتوں پر بالاخانہ مباح ہیں جب تک کہ کسی کی ہتک عزت نہ ہو یہ وہ بالاخانہ ہے جو چھت پر ہو لیکن اس سے جھانک نہ پڑتی ہو اور جو بالاخانہ چھت پر ہو اس سے جھانک پڑتی ہو تو وہ مباح نہ ہوگا۔اس طرح جو چھت پر نہ ہو لیکن جھانک پڑتی ہو تو غیر مباح ہوگا ایسی وضاحت اور کسی شارح بخاری نے نہیں کی۔چنانچہ در مختار میں ہے کہ کسی شخص کو اپنے ملک میں تصرف کرنے سے نہیں روکا جاسکتا البتہ جب پڑوسی کو نقصان واضح پہنچے تو ممانعت ہوگی حتی کہ کھڑکی کھولنے سے بھی منع کیا جائے گا بزازیہ میں اسی پر فتویٰ نقل کیا گیا ہے

فصمت شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کا چپ ہو جانا شاید اس وجہ سے ہو کہ حضرت عمرؓ ازواج مطہراتؓ کی سفارش کرنے کے لئے آئے ہیں۔جب حضرت عمرؓ نے اس کو سمجھ لیا کہ اجازت طلب کرتے ہوئے فرمایا اور اونچی آواز سے کہا کہ وہ اپنی بیٹی کی گردن اڑادے گا۔تو آپؐ نے آواز سن کر داخلہ کی اجازت دے دی۔چنانچہ حافظؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔فلن انی جئت من اجل حفصة والله لاضربن عنقها کہ شاید آپ کا گمان ہو کہ میں حفصہؓ کی سفارش کے لئے آیا ہوں گا اگر آپؐ مجھے اس کی گردن مارنے کا حکم دیں گے تو اس کی گردن مار دوں گا۔

كان الكلام فى النفقة وحديث مارية حافظؒ نے شہد اور ماریہ قبطیہ دونوں کو سبب قرار دیا ہے۔ اور بھی کئی واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ سب کے سب اعتزال کا سبب بنے ہوں۔ راجح یہ ہے کہ ماریہ قبطیہ کا واقعہ ہے جو حضرت حفصہؓ اور عائشہؓ کے ساتھ مختص ہے بعض حضرات نے مہینہ بھر کی قسم اعتزال کی حکمت یہ بیان کی ہے۔ غصہ کی بنا پر تین دن کے ہجران کی اجازت ہے۔ جب نو بیویاں تھیں تو مجموعہ ستائیس دن اور دو ماریہ قبطیہ کے بوجہ باندی ہونے کے۔ اس طرح انتیس ۲۹ ہو گئے۔ ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ انعام دیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے بیویاں رہیں گی۔ نہ تبدیلی ہو گی اور نہ ہی بعد وفات کسی سے نکاح ہو گا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

مع ان الواقعة متعددة اس لئے کہ پاؤں میں موچ آنے کا واقعہ ۵ھ کا ہے۔ جب کہ آپؐ گھوڑے سے گر پڑے تھے۔ اور ایلاء کا واقعہ ۹ھ کا ہے۔ مؤلفؒ نے دونوں کو ایک سمجھ لیا حالانکہ واقعات متعدد ہیں اور ان میں چار سال کا فصل ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اب اس مسئلہ میں اختلاف ہو گیا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو اختیار دیا اس نے خاوند کو اختیار کر لیا تو طلاق اور فرقت واقع ہو گی یا نہیں۔ ائمہ اربعہؒ فرماتے ہیں کہ کوئی طلاق نہیں۔ حضرت حسنؒ اور لیثؒ فرماتے ہیں کہ طلاق بائنہ واقع ہو گی۔

الى اس ایلاء سے صرف قسم کھانا مراد ہے ایلاء فقہی مراد نہیں ہے۔ انفكاك اور انفراج کے معنی ہیں کندھے اور قدم کا جوڑ سے الگ ہو جانا۔

باب من عقل بعيره على البلاط او باب المسجد

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنا اونٹ مسجد کے سامنے بچھی ہوئی کنکریوں پر باندھے یا مسجد کے دروازے پر باندھے۔

حديث (۲۲۹۸) حدثنا مسلم الخ قال اتيت جابر بن عبداللهؓ قال دخل النبى ﷺ المسجد فدخلت اليه وعقلت الجمل فى ناحية البلاط فقلت هذا جملك فخرج فجعل يطيف بالجمل قال الثمن والجمل لك .....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا حضرت نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو میں بھی اس مسجد میں داخل ہوا جب کہ اپنے اونٹ کو بلاط کے کنارے پر باندھ دیا تھا پس میں نے کہا کہ حضرتؐ! یہ آپؐ کا اونٹ ہے آپؐ مسجد سے باہر تشریف لائے پس اونٹ کے ارد گرد چکر لگایا۔ پس فرمایا کہ قیمت اور اونٹ دونوں تمہارے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مسجد کے دروازے پر اونٹ کے باندھنے کا جواز ثابت ہوا اور روایت سے معلوم ہوا کہ بلاط کا داخلی کنارہ

مراد ہے۔ اگر اس کا خارجی کنارہ مراد ہو تو روایت کی دلالت اس صورت میں ہوگی کہ اونٹ اس کنارے پر باندھا جو بلاط کے متصل تھا کہ اونٹ بلاط میں داخل ہو سکتا تھا۔ شاید حضرت جابرؓ اس پر بیٹھے تھے یا ٹھہرے ہوئے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ مسجد کے دروازے یا بازار میں کسی عارضی ضرورت کی وجہ سے جانور باندھے اور وہ نقصان کر دے تو مالک پر ضمان نہیں ہوگی۔ اگر اس نے عادت بنالی تو نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ اور مولانا محمد حسن مکیؒ کی تحقیق کے مطابق بلاط سے پتھروں یا پکی اینٹوں کا وہ فرش مراد ہے جو مسجد کے دروازے پر بنایا جائے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگر اشکال ہو کہ ترجمہ میں بلاط کا لفظ ہے اور روایت ناحیة البلاط ہے۔ جواب یہ ہے کہ ناحیة البلاط سے وہی کنارہ مراد ہے۔ اور باب المسجد اگرچہ روایت میں نہیں ہے لیکن اس کا حکم بھی بلاط کا ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہوا کہ مسجد کے صحن میں اونٹ کا داخل کرنا بھی جائز ہے اور اسی طرح سامان کا مسجد میں داخل کرنا بھی جائز ہے۔ اونٹ پر قیاس کیا گیا باقی بحث کتاب الطہارت میں ہے۔

باب الوقوف والبول عند سباطة قوم

ترجمہ۔ کسی قوم کی کوڑی کے پاس ٹھہرنا اور وہاں پیشاب کرنا

حدیث (۲۲۹۹) حدثنا سلیمان بن حرب الخ عن حذیفةؓ قال لقد رایت رسول الله ﷺ او قال لقد اتی النبی ﷺ سباطة قوم فبال قائما .....

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا یا فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک قوم کی کوڑی کے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ سباطه کے پاس پیشاب کرنا جائز ہے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ کسی کے ملک میں بغیر اجازت تصرف ہے۔ اس لئے کہ ایسی جگہیں کوڑے کرکٹ پیشاب وغیرہ کے لئے ہوتی ہیں ان میں اذن عرفی ہوتا ہے۔

باب من اخذ الغصن وما یؤذی الناس فی الطریق فرمٰی به ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے ٹہنی یا کوئی ایسی چیز جو راستے میں لوگوں کے تکلیف کا باعث ہو اس کو لے کر پھینک دے۔

حدیث (۲۳۰۰) حدثنا عبدالله بن یوسف الخ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ

عن ابی ھریرةؓ ان رسول اللهﷺ قال بینما رجل یمشی بطریق وجد غصن شوك فاخذه فشکر الله له فغفر له ...

نے فرمایا دریں اثنا کہ آدمی راستہ میں چل رہا تھا۔ ایک کانٹے دار ٹہنی کو راستے میں پایا تو اسے پیچھے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر دانی فرمائی اور اسے بخش دیا۔

تشریح از قاسمی ۔ تو حدیث سے موذی چیز کے راستے سے ہٹانے والے کا ثواب معلوم ہوا۔

باب اذا اختلفوا فی الطریق المیتاء وھی الرحبة تکون بین الطریق ثم یرید اھلھا البنیان فترك منھا للطریق سبعة اذرعٍ

ترجمہ۔ جب ایک وسیع اور عام راستہ میں لوگوں کا اختلاف ہو جائے اس راستہ کے مالک عمارت تعمیر کرنا چاہتے ہوں تو وہ لوگوں کے گذرنے کیلئے سات ہاتھ گز کا راستہ چھوڑ دیں

حدیث (۲۳۰۱) حدثنا موسی بن اسمعیل الخ سمعت اباھریرةؓ قال قضی النبیﷺ اذا تشاجرو فی الطریق بسبعة اذرعٍ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جب لوگوں نے راستے کے بارے میں جھگڑا کیا تو آپؐ نے سات ہاتھ چوڑے راستے کا فیصلہ فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اذا تشاجروا فی الطریق یعنی جب وہ مکانات گر جائیں جو راستے پر تھے اب مالک انہیں ہٹانا چاہتے ہوں اور معلوم نہیں کہ راستہ اصل میں کس قدر تھا۔ تو سات ذراع کا راستہ ہٹایا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ میتاء وہ بڑی شاہراہ ہے جس سے اکثر لوگوں کا گذر ہوتا ہو۔ امام بخاریؒ اس کی تفسیر رحبة یعنی طریق واسعہ سے فرما رہے ہیں۔ حدیث کی غرض یہ ہے کہ اہل طریق کسی مقدار پر راضی ہو جائیں تو وہی فیصلہ ہوگا۔ ورنہ جھگڑے کی صورت میں سات ذراع (ہاتھ) تک راستہ تجویز کیا جائے گا۔ تاکہ باربرداری کے جانور کا آنا جانا آسان ہو۔ اگر پہلے سے ہی کوئی راستہ وسیع چلا آرہا ہے جو سات ذراع سے بھی زیادہ ہے تو کسی کو اس پر غلبہ کا حق نہیں ہے۔

باب النھی بغیر اذن صاحبه وقال عبادة بایعنا النبیﷺ الا ننتھب

ترجمہ۔ باب نھبی مالک کی اجازت کے بغیر کسی کا زبردستی مال لینا حضرت عبادة فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرمﷺ کے ہاتھ پر اس کی بیعت کی تھی کہ زبردستی کسی کا مال نہیں لیں گے۔

حدیث (۲۳۰۲) حدثنا ادم بن ابی ایاسؒ الخ

ترجمہ۔ حضرت عدی بن ثابتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت

سمعت عبدالله بن یزید الانصاری وھوجدہ ابوامہ قال نھی النبی ﷺ عن النھبی والمثلة .

عبداللہ بن یزید الانصاریؓ سے سنا۔ اور وہ ان کے نانا لگتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے زبردستی مال لینے اور ناک کان کاٹنے سے منع فرمایا۔

حدیث(۲۳۰۳)حدثناسعیدبن عفیر الخ عن ابی ھریرةؓ قال قال النبی ﷺ لایزنی الزانی حین یزنی وھومؤمن ولایشرب الخمرحین یشرب وھو مؤمن ولایسرق حین یسرق وھو مؤمن ولاینتھب نھبة یرفع الناس الیه فیھا ابصارھم حین ینتھبھا وھومؤمن قال ابوعبدالله قال ابن عباسؓ تفسیرہ ان ینزع منه نور الایمان.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا اس طرح جب کوئی شراب پیتا ہے تو مؤمن نہیں رہتا۔ تو جب کوئی چوری کرتا ہے تو مؤمن نہیں رہتا۔ اور جب بھی کوئی لوٹ مار کرتا ہے کہ لوگ اس میں اس کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں تو وہ مؤمن نہیں رہتا۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ نور ایمان کھینچ لیا جاتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عرب میں لوٹ مار ہوتی تھی۔ اس لئے جناب نبی اکرم ﷺ اس پر لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے نورالایمان کے چلے جانے سے وہ سخت تاریکی میں رہ جائے گا۔ اس سے اشارہ ہوا کہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ البتہ اگر ان افعال پر اصرار کرے یا انہیں حلال سمجھے تو پھر ایمان زائل ہو جائے گا۔

باب کسر الصلیب وقتل الخنزیر

ترجمہ۔ عیسائی صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا

حدیث(۲۳۰۴)حدثناعلی بن عبدالله الخ سمع اباھریرةؓ عن رسول الله ﷺ قال لاتقوم الساعةحتی ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لایقبله احد ....

ترجمہ۔ حضرت سعید بن المسیبؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا جو نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تمہارے اندر ابن مریم علیہ السلام فیصلہ کرنے والے اور عدل وانصاف قائم کرنے والے ہو کر اتریں گے۔ پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال کو اتنا وسیع کر دیں گے یہاں تک کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا

تشریح از قاسمی ۔ کسر صلیب اور قتل خنزیر اس لئے ہوگا تا کہ نصاریٰ کو معلوم ہو جائے کہ ان کا مسلک باطل ہے یضع الجزیة یعنی جزیہ چھوڑ دیں گے اس کو قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ مسلمان ہونے کا حکم دیں گے۔ لو یہ جزیہ کو موقوف کر کے شریعت محمدیہ کا منسوخ کرنا نہیں ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کے ایک جرنیل کی حیثیت سے اس کام کو انجام دیں گے۔

باب هل تكسر الدنان التى فيها الخمر اوتخرق الزقاق فان كسر صنماًاوصليباً اوطنبوراً اومالاينتفع بخشبه واتى شريح فى طنبورٍ كسرفلم يقض فيه بشئ ....

ترجمہ۔ ان مٹکوں کا توڑنا جن میں شراب ہو یا شراب کے مشکیزوں کو پھاڑ دیا جائے پس اگر کسی نے مورتی کو توڑ دیا یا صلیب کو توڑا یا طنبورہ کو توڑا یا وہ ساز جن سے اسکی لکڑی کے ذریعہ نفع نہیں حاصل کیا جاتا۔ لور حضرت شریحؒ کے پاس ایک توڑا ہوا طنبورہ لایا گیا تو آپ نے اس میں کسی چیز کا فیصلہ نہ کیا۔

حديث(۲۳۰۵)حدثنا ابو عاصم الضحاك الخ عن سلمة بن الاكوعؓ ان النبى ﷺ راى نيراناً توقد يوم خيبر قال على ماتوقد هذه النيران قالوا على الحمر الانسية قال اكسرواها واهرقواها قالوا الانهريقها ونغسلها قال اغسلوا قال ابو عبدالله كان ابن ابى اوس يقول الحمر الانسية بنصب الالف والنون .....

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خیبر کی لڑائی میں آگ کو دہکتا ہوا دیکھا پوچھا کہ یہ آگ کس چیز پر دہکائی جارہی ہے۔ لوگوں کہا کہ پالتو گدھوں پر دہک رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا برتنوں کو توڑ دو اور ان کے گوشت کو گرادو۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ہم گوشت کو تو گرادیں لیکن ہانڈیوں اور برتنوں کو دھولیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا برتن کو دھولو توڑو نہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابن ابی اوس فرماتے تھے الحمر الانسیۃ الف اور نون کے نصب سے پڑھا جائے

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ شاید اس حدیث باب کی غرض یہ ہو کہ ان چیزوں کے توڑنے کی کوئی ضمان نہیں ہے اگرچہ ترجمہ میں اس کی تصریح نہیں ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک قیمت ٹوٹے ہوئے ساز کی ضمان واجب ہے۔ سالم صلیب اور سالم طنبور کی قیمت نہیں دی جائے گی۔ اس طرح شراب کے مٹکوں کی ٹوٹی ہوئی کی قیمت لازم ہے۔ کیونکہ گناہ شراب پینا ہے اور گناہ کا ازالہ بغیر مٹکے توڑے حاصل ہے لور روایت کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ ان کو توڑا گیا جس سے ضمان ثابت ہوتی۔ البتہ روایت میں اس قدر ہے کہ پہلے آپؐ نے توڑنے کا حکم پھر ان کے دھونے پر اکتفا فرمایا اگر معصیۃ کا زائل کرنا مٹکے توڑنے سے ہوتا تو مٹکوں کو سالم نہ چھوڑا جاتا۔ نیز! اگر توڑنا ثابت بھی ہو جائے تو وہ تشدید پر محمول ہوگا اور توڑنے والا کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا اسلیئے کہ اسنے حاکم کے حکم سے ان کو توڑا ہے۔

لم یقض فیه بشیئ یہ فیصلہ ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم بھی ان پر کسی قسم کا حکم نہیں دیتے۔ بلکہ ہم یہ حکم دیتے ہیں کہ اس ٹوٹی ہوئی شے کے ٹکڑے جمع کر کے اس کی قیمت دی جائے اور کچھ نہیں۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ توڑنے والے نے اس قدر توڑا ہے کہ اس کے ٹکڑوں سے کوئی فائدہ بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ٹوٹے ہوئے کی قیمت کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو ہمارے لئے نقصان دہ تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ هل تکسر الدنان امام بخاریؒ نے حکم بیان نہیں فرمایا اس لئے کہ اس میں تفصیل تھی کہ اگر شراب وغیرہ کے برتن ایسے ہیں کہ شراب انڈیل کر برتنوں کو دھولیا جائے تو وہ پاک ہو جائیں گے تو اسے برتن تلف نہیں کرنے چاہئیں ورنہ اتلاف جائز ہے۔ اور امام بخاریؒ نے ترجمہ کے دو جزء بیان کر کے دو احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن میں کسر دنان اور تخریق زقاق کا حکم ہے۔

فان کسر صنما او صلیبا الخ صنم اور صلیب لکڑی لوہے اور پیتل سے بنائے جاتے ہیں اور طنبور بھی آلات ملاہی یعنی گانے بجانے کے آلات میں سے ہے۔ جسے لکڑی سے بنایا جاتا ہے۔ مالا ینتفع بخشبه کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی آلہ لھو کو توڑا جائے کہ توڑنے سے پہلے اس کی لکڑی سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ او بمعنی حتی کے ہے۔ کہ ان مذکورین کو اس حد تک توڑا گیا کہ ان کی لکڑی سے فائدہ نہیں حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ جن مٹکوں میں شراب تھی اگر وہ مسلمان کے ہیں تو امام ابو یوسفؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ضمان نہیں ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ضمان ہے۔ اس لئے کہ شراب کا گرانا بغیر توڑنے کے ممکن تھا۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مٹکوں کے توڑنے کا حکم مندوب ہے۔ اگر یہ مٹکے ذمی کے ہیں تو بلا خلاف احناف سب کے نزدیک ضمان ہے۔ کیونکہ شراب ان کے نزدیک مال متقوم ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ضمان نہیں ہے اس لئے مسلمان اور ذمی کے حق میں یہ مال متقوم نہیں ہے۔ اگر یہ مال حربی کا ہے تو بالاتفاق ضمان نہیں۔ البتہ مستامن کے مال کی ضمان ہے۔ مشکیزوں کا چیرنا بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہے کہ شراب کا مشکیزہ مسلمان کا ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک ضمان ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضمان نہیں۔ آج کل فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں صلیب نصرانی کے تلف کرنے پر ضمان ہوگی۔ طنبور میں تفصیل ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے مسلمان کا طنبور۔ سارنگی۔ طبلہ۔ وغیرہ توڑ دیئے تو ضمان ہوگی۔ کیونکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان چیزوں کی خرید و فروخت جائز ہے۔ البتہ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی ان کی بیع جائز ہوگی البتہ طبل غازی اور وہ دف جس کا شادی میں بجانا جائز ہے ان کے توڑنے پر بالاتفاق ضمان ہے۔ لیکن وہ دف جو ہمارے زمانہ میں گھنگھروں وغیرہ کے ساتھ بجایا جاتا ہے وہ بلا خلاف مکروہ ہے۔

فلم یقض فیه بشیئ کا مطلب یہ ہے کہ لم یضمن صاحبه کہ ضمان واجب نہیں کی۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ

ترجمہ سے عدم ضمان واضح ہے۔ مہلب فرماتے ہیں کہ آلات باطل کے توڑنے کے بعد اگر ان میں کوئی منفعت رہ گئی ہے تو ان کا مالک اس کا زیادہ حق دار ہے۔ البتہ اگر امام وحاکم عقوبۃً وسزا کے طور پر ان کو جلادے تو اس کو اس کا حق حاصل ہے اپنے اجتہاد سے اس کا فیصلہ کر سکتا ہے اگر تسلیم کرلیا جائے کہ قاضی شریحؒ کا فتویٰ ہمارے خلاف ہے تب بھی ہمیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ حدیث رسول اللہ علی العین والرأس عندالامام الاعظم۔

حدیث(۲۳۰۶)حدثنا علی بن عبداللہ الخ عن عبداللہ بن مسعودؓ قال دخل النبی ﷺ مکۃ وحول الکعبۃ ثلث مائۃ وستون نصبا فجعل یطعنھا بعود فی یدہ وجعل یقول جاء الحق وزھق الباطل الایۃ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ ۳۶۰ مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے چوک دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ حق آگیا باطل ہلاک ہوگیا۔

حدیث(۲۳۰۷)حدثنا ابراھیم بن المنذر الخ عن عائشۃؓ انھا کانت اتخذت علی سھوۃ لھا ستراً فیہ تماثیل فھتکہ النبی ﷺ فاتخذت منہ نمرقتین فکانتا فی البیت یجلس علیھما......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی الماری پر پردہ ڈال دیا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ جن کو جناب نبی اکرم ﷺ نے پھاڑ ڈالا۔ جس سے حضرت عائشہؓ نے دو تکیے بنائے جو گھر میں رہتے تھے جن پر آپ بیٹھا کرتے تھے۔

باب من قتل دون مالہ

ترجمہ۔ جو شخص اپنے مال کی وجہ سے قتل کردیا جائے تو کیا حکم ہے۔

حدیث(۲۳۰۸)حدثنا عبداللہ بن یزید الخ عن عبداللہ بن عمرؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول من قتل دون مالہ فھو شھید ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے جو اپنے مال کی وجہ سے قتل کردیا جائے وہ شہید ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس حدیث کو ان ابواب میں اس لئے لائے تاکہ معلوم ہو کہ جو انسان کسی دوسرے کے مال کا ظلماً قصد کرے تو اس کی مدافعت کی جائے۔

باب اذا کسر قصعةً اوشيئاًلغيره

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کسی کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑدے تو کیا حکم ہے۔

حدیث(۲۳۰۹)حدثنامسددالخ عن انسؓ ان النبی ﷺ کان عندبعض نساءه فارسلت إحدی امهات المؤمنین مع خادم بقصعة فیها طعام فضربت بیدها فکسرت القصعة فضمها وجعل فیها الطعام وقال کلوا وحبس الرسول والقصعة حتی فرغوا فدفع القصعة الصحیحة وحبس المکسورة .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے کسی بیوی محترمہ کے پاس تھے۔ کہ امہات المؤمنین میں سے کسی ایک نے خادم کے ہمراہ ایک پیالہ بھیجا جس میں کھانا تھا۔ تو اس بی بی نے اپنا ہاتھ مار کر پیالہ کو توڑدیا۔ آپؐ نے اس کو جوڑ کر کھانا اس میں رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ کھاؤ قاصد اور پیالہ کو روک لیا۔ جب یہ لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے ایک صحیح سالم پیالہ واپس کیا۔ اور ٹوٹے ہوئے کو روک لیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ احدی امهات المؤمنین بعض نے کہا کہ وہ بی بی صفیہؓ تھیں یا امّ سلمہؓ۔ اور ہاتھ مار کر توڑنے والی حضرت عائشہؓ تھیں خادم کا اطلاق اگرچہ مذکر اور مؤنث دونوں پر ہوتا ہے لیکن اس جگہ مؤنث مراد ہے۔ ضربت التی فی بیتها ید الخادم یعنی اس بی بی نے جس کے گھر میں آپؐ تھے اس نے خادمہ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا جس سے پیالہ گر پڑا اور ٹوٹ گیا۔ اگر اشکال ہو کہ پیالہ تو متقوم ہے پیالے کے بدلے پیالہ کیوں دیا گیا۔ قیمت کیوں نہ دلائی گئی۔ بیہقی فرماتے ہیں چونکہ دونوں پیالے آنحضرت ﷺ کے تھے تو آپؐ نے توڑنے والی کو سزا یہ دی کہ ٹوٹا ہوا پیالہ ان کے گھر میں رہنے دیا۔ اور صحیح سالم دوسری کے پاس بھیج دیا۔ تو یہاں تضمین نہ ہوئی بلکہ عدل فرمایا۔

باب اذاهدم حائطا فلیبن مثله

ترجمہ۔ جس نے کسی کی دیوار گرادی تو اسے اس جیسی دیوار بنادینی چاہئیے۔

حدیث(۲۳۱۰)حدثنامسلم بن ابراهیم الخ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللهﷺ کان رجل فی بنی اسرائیل یقال له جریج یصلی فجائته امه فدعته فابی ان یجیبها فقال اجیبها اواصلی

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا۔ جریج کہا جاتا تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں آئی پس اس نے اسے بلالیا اس نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگا کہ اس کو جواب دوں

ثم اتته فقالت اللهم لاتمته حتی تریه وجوه المؤمسات وکان جریج فی صومعته فقالت امراۃ لافتنن جریجا فتعرضت له فکلمته فابی فاتت راعیاً فامکنته من نفسها فولدت غلاماً فقالت هومن جریج فاتوه وکسرواصومعته فانزلوه وسبّوه فتوضأوصلی ثم اتی الغلام فقال من ابوك یاغلام قال الراعی قالوا نبنی صومعتك من ذهب قال لاالامن طینٍ ......

یا نماز پڑھوں پھر وہ اس کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک تو اسے زانی عورتوں کا منہ نہ دکھلادے اور جریج اپنی عبادت گاہ میں تھا اب عورت کہنے لگی میں جریج کو ضرور کسی آزمائش میں مبتلا کردوں گی۔ چنانچہ وہ اس کے سامنے آکر بات کرنے لگی۔ لیکن انہوں نے انکار کردیا وہ ایک گڈریے کے پاس آئی اسے اپنی ذات پر قدرت دے دی یعنی جماع کرالیا۔ پس ایک لڑکا جنا کہنے لگی یہ تو جریج سے ہے چنانچہ لوگوں نے آکر اس کا گرجا گھر توڑ دیا۔ اور اس کو مرتبہ سے اتار دیا۔ یا صومعۃ سے اتار دیا اور اسے گالی گلوچ دیا پس اس نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ پھر لڑکے کے پاس آکر کہنے لگے اے لڑکے تیرا باپ کون ہے لڑکے نے کہا گڈریا تو لوگوں نے کہا اب ہم تیرا گرجا سونے کا بنادیں گے۔ فرمایا نہیں مجھے تو ہی مٹی کا صومعہ چاہئے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ فلیبن مثله امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام ثوریؒ یہی فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کی دیوار گرائی اس جیسی دوبارہ بنادے۔ اگر مماثلہ ممکن نہ ہو تو قیمت دی جائے۔

جریج کہتے ہیں کہ راہب تھا۔ ابن بطالؒ کہتے ہیں ممکن ہے نبی ہو۔ اس واقعہ سے ان کی کرامت ظاہر ہوئی۔ نیز! معلوم ہوا کہ والدین کی دعا مقبول ہوتی ہے خواہ دل تنگی کی حالت میں ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشرکة

باب الشرکة فی الطعام والنهد والعروض وکیف قسمة مایکال ویوزن مجازفة اوقبضة قبضة لما یرالمسلمون فی النهد باسان یاکل هذا بعضاوهذا بعضاوکذلك مجازفة الذهب والفضة والقران فی التمر ۔

ترجمہ۔ کھانے میں شرکت۔ مخارجہ میں اور اسباب میں شرکت اور جو چیزیں ناپ اور تول میں داخل ہیں ان کی تقسیم اندازے سے ہو یا مساوی ہو۔ اس لئے مخارجہ کے اندر مسلمان کوئی حرج نہیں سمجھتے بایں طور کہ کسی نے تھوڑا کھایا یا کسی نے زیادہ کھایا۔ اور سونے اور چاندی کا اندازے سے بیچنا اور کھجور میں دودو کو ملا کر کھانا۔

حدیث (۲۳۱۱) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن جابر بن عبداللہؓ انه قال بعث رسول الله ﷺ بعثاقبل الساحل فامرعلیهم اباعبیدة بن الجراحؓ وهم ثلث مائة وانافیهم فخرجنا حتی اذا کنا ببعض الطریق فنی الزاد فامر ابوعبیدة بازواد ذلك الجیش فجمع ذلك کله فکان مزودی تمر فکان یقوتناکل یوم قلیلاً قلیلاً حتی فنی

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ساحل سمندر کی طرف ایک فوجی دستہ بھیجا جن پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو امیر مقرر فرمایا وہ دستہ تین سو آدمیوں پر مشتمل تھا اور میں بھی ان میں شامل تھا پس ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم ابھی راستہ میں تھے کہ ہماری خوراک ختم ہو گئی۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ سارے لشکر کی خوراک جمع کی جائے۔ تو کھجور کے دو تھیلے بن گئے۔ اور وہ ہمیں ہر روز تھوڑی تھوڑی غذا دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بھی

فلم یکن یصیبنا الا تمرة تمرة فقلت وماتغنی تمرة فقال لقد وجدنا فقدھا حین فنیت قال ثم انتھینا الی البحر فاذا حوت مثل الظرب فاکل منه ذلك الجیش ثمانی عشرة لیلة ثم امر ابو عبیدة بضلعین من اضلاعه فنصبا ثم امر براحلةٍ فرحلت ثم مرت تحتھما فلم تصبھما ......

ختم ہو گئی۔ پس ہمیں صرف ایک ایک دانہ کھجور کا ملتا تھا میں نے کہا ایک دانہ کھجور کا کیا کام دیتا ہو گا پس ہم نے اس کی گمشدگی کو محسوس کیا کہ وہ بھی ختم ہو گیا بہر حال پھر ہم سمندر تک پہنچ گئے پس وہاں ایک چھوٹے پہاڑ کی طرح ایک مچھلی ملی۔ جس کو اٹھارہ راتوں تک یہ لشکر کھاتا رہا پھر حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی پسلی کی ہڈیوں میں سے دو ہڈیوں کے متعلق حکم دیا کہ ان کو کھڑا کیا جائے پھر سواری کی اونٹنی پر کجاوہ کسا گیا۔ اور اسے ان دو ہڈیوں کے نیچے سے گذارا گیا۔ پس یہ اونٹنی ان دونوں کو نہ پہنچ سکی۔

حدیث (۲۳۱۲) حدثنا بشر بن مرحوم الخ عن سلمة بن الاکوعؓ قال خفت ازواد القوم واملقوا فاتوا النبی ﷺ فی نحر ابلھم فاذن لھم فلقیھم عمرؓ فاخبروه فقال مابقاؤکم بعد ابلکم فدخل علی النبی ﷺ فقال یارسول الله مابقاؤھم بعد ابلھم فقال رسول الله ﷺ نادفی الناس فیاتون بفضل ازوادھم فبسط لذالك نطع وجعلوه علی النطع فقام رسول الله ﷺ فدعا وبرك علیه ثم دعاھم باوعیتھم فا حتثی الناس حتی فرغوا ثم قال رسول الله ﷺ اشھدان لااله الاالله وانی رسول الله

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ قوم کی خوراک کم ہو گئی اور محتاج ہو گئے اور جنابؐ نبی اکرم ﷺ سے اپنے اونٹوں کے ذبح کرنے کی اجازت کے لئے آئے آپؐ نے ان کو اجازت دے دی راستے میں حضرت عمرؓ ملے جن کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا اونٹوں کے بعد تمہاری کیا زندگی ہو گی۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ! اونٹوں کے بعد ان کی زندگی کیسے ہو گی۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ اپنی بچی ہوئی خوراک لے آئیں چنانچہ ایک چمڑے کا فرش بچھایا گیا جس پر یہ سب خوراک ڈال دی گئی آپؐ نے کھڑے ہو کر دعا کی اور اس پر برکت کی دعا مانگی پھر انکے برتن منگوائے تو لوگوں نے چلو بھر بھر کر ان میں ڈالے یہاں تک کہ سب فارغ ہو گئے۔ بعد ازاں آپؐ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

حدیث (۲۳۱۳) حدثنا محمد بن یوسف الخ سمعت رافع بن خدیجؓ قال کنا نصلی مع النبی ﷺ

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ عصر کی نماز پڑھتے تھے پھر

العصر فننحرجزوراً فتقسم عشر قسم فناكل لحمانضيجاقبل ان تغرب الشمس ......

گوشت والا اونٹ ذبح کرتے جسے دس حصوں میں بانٹا جاتا پس سورج غروب ہونے سے پہلے ہم پکا ہوا گوشت کھاتے تھے۔

حدیث (۲۳۱۴) حدثنامحمدبن العلاء الخ عن ابی بردةؓ عن ابی موسیٰؓ قال قال النبی ﷺ ان الاشعر يين اذاارملوه فی الغزواو قل طعام عيالهم بالمدينة جمعوا ماكان عندهم فی ثوب واحد ثم اقتسموه بينهم فی اناء واحد بالسوية فهم منی وانامنهم ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ اشعر کے لوگوں کی خوراک جب کسی جنگ میں ختم ہو جاتی۔ یا مدینہ میں ہی ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو جاتا۔ توجو کچھ ان کے پاس ہوتا وہ اسے ایک کپڑے میں جمع کر لیتے۔ پھر ایک برتن میں ڈال کر آپس میں برابر تقسیم کر لیتے پس وہ میرے سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لمالم یرالمسلمون الخ ظاہراً اس طرح سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کھانے والے افراد میں کافی فرق ہوتا ہے۔ کہ کچھ تھوڑا کھاتے ہیں کچھ زیادہ کھاتے ہیں۔ لیکن عرف میں شرکاء کے اندر اس قسم کے تفاوت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔

مجمع ذلك كله یقینی بات ہے کوئی تھوڑا لایا ہوگا کوئی زیادہ لایا ہوگا۔ بایں ہمہ کھجور کے دینے میں مساوات برتی گئی۔ کیونکہ عرف کے اندر ایسے فرق کو شرکاء کے درمیان باطل قرار دیا جاتا ہے۔ یہ اذن عرفی کہلاتا ہے۔

فاكل منه ذلك الجيش حالانکہ استحقاق اس میں سب کا مساوی تھا۔ لیکن بعض کے تھوڑے کھانے کا لحاظ نہیں کیا گیا۔

فی نحر ابلهم یعنی وہ لوگ اونٹوں کے ذبح کرنے کے بارے میں رخصت اور اجازت مانگنے آئے تھے۔ فاحتثی الناس زیادتی اور نقصان کے فرق کے بغیر ہر ایک نے اپنی ضرورت کے مطابق لیا۔ حالانکہ ان کی لائی ہوئی خوراک میں کمی بیشی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرکت دو قسم ہے۔ شرکت فی الملك اور شرکت فی العقد۔ شرکت فی الملك یہ ہے کہ مثلاً دو آدمی کسی ذات میں یا ارث وغیرہ میں شریک ہو جائیں تو شرکت ملک میں ہر ایک اپنے ساتھی کے حصہ میں اجنبی ہے۔ دوسری شرکت عقد ہے کہ ایک آدمی کہے کہ میں تیرے ساتھ فلاں چیز میں شریک ہوں۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا۔ پھر یہ شرکت چار قسم ہے شرکت مفاوضہ ۔شرکت عنا ن .شرکت تقبل اور شرکت وجوہ ۔ جن کی تفصیل فروعات میں ملے گی۔ نَہد اور نِہد بالکسر والفتح اس مخارجہ کو کہتے ہیں کہ چند لوگ سفر میں اپنا اپنا خرچہ اکٹھا کر لیں۔ اور پھر اسے تقسیم کریں لیکن یہ سفر کی قید اتفاقی ہے۔ جیسے کہ

اشعریین مدینہ منورہ میں ایسا کرتے تھے جس طرح روایت میں آیا ہے۔ بہر حال تقسیم میں مساوات ہے کھانے میں مساوات نہیں ہے یہ ربوا(سود) نہیں۔ بلکہ یہ باب اباحۃ میں سے ہے۔

مجازفة الذهب بالفضة سونے کی سونے سے اور چاندی کی چاندی سے بیع تو تساویاً ہوگی۔ البتہ اگر جنس بدل جائے۔ مثلاً سونے کو چاندی کے بدلے یا چاندی کو سونے کے بدلے لیا جائے تو اختلاف جنس کی صورت میں اندازے سے لینا جائز ہے۔ کیونکہ غیر جنس میں زیادتی سود نہیں ہے۔ ہم جنس میں تفاضل سود ہے۔

لمالم یر المسلمون سے جواز کی دلیل بیان فرمائی ہے کہ نہد میں تھوڑے سے تفاوت کا کوئی اعتبار نہیں۔

علی قلة اکل بعض الخ یہ ایک اور وجہ تطبیق ہے۔ حدیث کی باب کے ساتھ جو الشرکة فی الطعام والنهد کے زیادہ موافق ہے۔

فاحتثی النا س الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی مطابقت یأتون بفضل ازوادهم تو اس میں خوراک کو جمع کیا جو نہد کے معنی ہیں۔ بہر حال ان روایات میں جمع کرنے میں تو مساوات بیان کی ہے لیکن تقسیم کرنے اور دینے میں تفاوت ہے۔ جو اذن عرفی کی وجہ سے جائز ہے۔ اسی طرح تقسیم عشر قسم میں ترجمہ ہے کہ بغیر ترازو کے گوشت اندازے سے تقسیم کیا گیا جو عرف میں جائز ہے اس طرح جمعوا ماکان عندهم فی ثوب واحد ثم اقتسموا بینهم سے ترجمہ ثابت ہوا۔

باب ماكان من خليطين فانهما يتراجعان بينهما بالسوية فی الصدقة

ترجمہ۔ دو شریک زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد آپس میں برابر سرابر ایک دوسرے سے رجوع کریں۔

حدیث (۲۳۱۵) حدثنا محمد بن عبدالله الخ ان انسا حدثه ان ابابكرؓ كتب له فريضة الصدقة التی فرض رسول الله ﷺ قال وماكان من خليطين فانهما يتراجعان بينهما بالسوية .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انکی طرف زکوٰۃ کا فریضہ و فرمان لکھ بھیجا جو جناب رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ دو شریک جو کچھ خرچ کریں وہ ایک دوسرے سے برابری کی بنیاد پر رجوع کریں۔

یعنی ایک نے تھوڑا خرچ کیا دوسرے نے زیادہ کیا تو وہ ایک دوسرے سے رجوع کر سکتے ہیں صدقہ کی قید اتفاقی ہے ہر شرکت کا یہی حکم ہے۔

باب قسمة الغنم

ترجمہ۔ بکریوں کی تقسیم اور بانٹ کیسے ہو

حدیث (۲۳۱۶) حدثنا علی بن الحكم الخ عن جده

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ جناب

قال كنا مع النبی ﷺ بذی الحليفة فاصاب الناس جوع فاصابوا ابلاً وغنماً قال وكان النبی ﷺ فی اخريات القوم فعجلوا وذبحوا ونصبوا القدور فامر النبی ﷺ بالقدور فاكفئت ثم قسم فعدل عشرة من الغنم ببعير فندّ منها بعير فطلبوه فاعياهم وكان فی القوم خيل يسيرة فاهوى رجل منهم بسهم فحبسه الله ثم قال ان لهذه البهائم اوابد كاوابد الوحش فما غلبكم منها فاصنعوا به هكذا فقال جدّی انا نرجوا او نخاف العدو غدا وليست معنا مدى افنذبح بالقصب قال ما انهر الدم وذكر اسم الله عليه فكلوه ليس السن والظفر وساحدثكم عن ذلك اما السن فعظم واما الظفر فمدى الحبشة .....

نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ذی الحلیفہ میں تھے کہ لوگوں کو بھوک نے ستایا پس انہیں کچھ اونٹ اور بکریاں ملیں۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ قوم کے آخری حصہ میں تھے تو لوگوں نے جلدی میں ان کو ذبح کر دیا اور ہانڈیاں چڑھا دیں تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اطلاع ملنے پر حکم دیا کہ ہانڈیاں الٹ دی جائیں پھر ان کو بانٹنا شروع کیا پس دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا پس ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا جس کو تلاش کیا گیا لیکن اس نے لوگوں کو تھکا دیا اور قوم میں گھوڑا سواروں کا ایک چھوٹا سا دستہ تھا جن میں سے ایک آدمی نے تیر سے اس اونٹ کا قصد کیا جس نے اسے روک دیا جس پر آپ نے فرمایا کہ چوپایوں میں بھی نفرت کرنے والے وحشی جانوروں کی طرح ہوتے ہیں۔ پس ان میں سے جو بھی تم پر غالب آجائے تو اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے فرمایا کہ بے شک ہمیں کل دشمن کا خطرہ ہے اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے تو کیا ہم جانور کو سرکنڈی سے ذبح کر سکتے ہیں فرمایا جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام ذکر کیا جائے پس اس کو کھا سکتے ہو۔ بشرطیکہ دانت اور ناخن نہ ہو میں اس کے متعلق تمہیں حدیث سناؤں گا۔ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قسم الغنم یقینی بات ہے کہ بکریاں کئی چھوٹی حبثہ کی ہوں گی۔ کوئی بڑے حبثہ کی۔ کوئی طاقتور اور کوئی کمزور ہوں گی اور یہی اونٹوں کا حال ہے کہ ان میں چھوٹے بڑے قوی کمزور ہر قسم کے ہوں گے لیکن تقسیم میں اس قسم کے فرق کا اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ اس کو ہدر کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ بکری گائے اور اونٹ کو بغیر قیمت لگائے تقسیم کرنا جائز ہے۔ یہی امام مالکؒ اور کوفیین کا مسلک ہے۔ بشرطیکہ شرکاء ایسی تقسیم پر راضی ہوں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر قیمت لگائے جانوروں کی تقسیم جائز نہیں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں حنین کی اس غنیمت میں اونٹ اور بکریوں کے سوا اور کوئی جانور نہیں ہے۔

اگر ہوتے تو ان کی بھی قیمت لگا کر تقسیم کی جاتی۔ جاننا چاہئے کہ امام بخاریؒ نے تین تراجم متقارب بیان فرمائے ہیں پہلا یہی قسمة الغنم ہے جس میں حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت لائے ہیں۔ دوسرا ترجمہ باب قسمة الغنم والعدل فیھا جس میں حضرت عقبہ بن عامر کی روایت لائے ہیں۔ اور تیسرا ترجمہ ہے من عدل عشرة من الغنم بجزور فی القسم اس میں بھی حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت لائے ہیں۔ دیگر شراح نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی کہ ان میں کیا فرق ہے پہلے دو ترجمے تو واضح ہیں تیسرے ترجمہ میں دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا ہے۔ لیکن یہ باعتبار تقسیم کے ہے قربانی کے اعتبار سے نہیں اس سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ ایک اونٹ کی دس آدمیوں کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ یہ مسلک اسحٰق وغیرہ کا ہے اور پہلے ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ بکریوں کی تقسیم باعتبار عدد کے ہے۔ قیمت کے اعتبار سے نہیں جس کی طرف شیخ گنگوہیؒ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور دوسرے ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اس سے تنبیہ کرنا ہے۔ اس تقسیم میں عدل کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور تفاوت یسیر سے صرف نظر کیا گیا ہے۔ البتہ تفاوت فاحش کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ جیسے حضرت عتبہ نے بکریوں کی تفاوت کا اعتبار نہیں کیا۔ البتہ غنم اور چھ ماہ کے بچے کی قربانی میں فرق کر دیا گیا کہ خصوصیت سے ان کو قربانی کرنے کا حکم دیا گیا۔

لیست معنا مدی اس سوال کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ دشمنوں سے قتال تلواروں کے ساتھ ہوتی ہے چھوٹے ہتھیار جو ذبح میں کام آتے ہیں وہ مجاہدین کے پاس نہیں ہوتے اس لئے اس سوال کرنے کی نوبت آئی۔

باب القران فی التمر بین الشرکاء حتی یستاذن اصحابه

ترجمہ۔ جو کھجور کئی شرکاء میں ہو ان میں سے دو دو کو ملا کر کھانا جائز نہیں جب تک اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے

حدیث (۲۳۱۷) حدثنا خلاد بن یحیی الخ سمعت ابن عمرؓ یقول نھی النبی ﷺ ان یقرن الرجل بین التمرتین جمیعا حتی یستاذن اصحابه

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے دو کھجوروں کو اکٹھا کر کے ملا کر کھانے سے آپؐ نے منع فرمایا جب تک کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے۔

حدیث (۲۳۱۸) حدثنا ابو الولید الخ عن جبلة قال کنا باالمدینة فاصابتنا سنة فکان ابن الزبیر یرزقنا التمر وکان ابن عمرؓ یمر بنا فیقول لا تقرنوا فان النبی ﷺ نھی عن الاقران الا ان یستاذن الرجل منکم اخاه ......

ترجمہ۔ حضرت جبلہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے کہ ہمیں قحط سالی نے آلیا۔ تو ابن الزبیرؓ ہمیں کھانے کے لئے کھجور دیا کرتے تھے۔ اور ابن عمرؓ کا ہمارے پاس سے گذر ہوتا تو فرماتے کہ دو کو ملا کر نہ کھاؤ۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ تم میں سے کوئی آدمی دوسرے سے اجازت مانگ لے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ القران فی التمر اس میں بھی تفاوت کو بدر باطل کیا گیا ہے کیونکہ بہت سے آدمی جلدی جلدی کھانے والے ہیں اور بعض دیر سے کھاتے ہیں۔ تو کھانے میں فرق ہے جس کو نظر انداز کر دیا گیا۔ چونکہ دو دو کو ملا کر کھانا کثیر الوقوع تھا اس لئے اس سے منع کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ نہی عن القران کی نہی تحریم کی نہیں بلکہ ندب کی ہے جس کو حسن ادب سے شمار کیا گیا ہے۔ اس لئے قسطلانیؒ نے حذف مضاف کرتے ہوئے ترجمہ ترک القران کے معنی کئے ہیں۔

الحمد للہ نواں پارہ ختم ہوا ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ شب چہار شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسواں پارہ

باب تقویم الاشياء بين الشركاء بقيمة عدل

ترجمہ۔ شرکاء کے درمیان مشترکہ اشیاء کی قیمت کرنا جو عدل اور انصاف کے ساتھ قیمت مقرر کی جائے۔

حدیث (۲۳۱۹) حدثنا عمران بن میسرۃ الخ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من اعتق شقصا له من عبد اوشركا اوقال نصيبا وكان له مايبلغ ثمنه بقيمة العدل فهو عتيق والافقد عتق

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے عبد کا حصہ آزاد کر دیا اور عدل وانصاف کے ساتھ اس کی قیمت تمام عبد کو پہنچ جاتی ہے تو وہ آزاد ہو گا ورنہ جتنا حصہ اس نے آزاد کیا ہے اتنا ہی آزاد ہو گا۔

منه ما عتق قال لا ادری قوله عتق منه ماعتق قول عن نافع او فی الحدیث عن النبی ﷺ .....

ایوب راوی کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ عتق منہ یہ قول نافع کا ہے یا جناب نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں سے ہے۔ شقص شرک اور نصیب کے ایک معنی ہیں۔

حدیث(۲۳۲۰) حدثنا بشر بن محمد الخ عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال من اعتق شقیصا من ملوکه فعلیه خلاصه فی ماله فان لم یکن له مال قوم المملوك قیمة عدل ثم استسعی غیر مشقوق علیه .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مملوک غلام کا حصہ آزاد کر دیا پس اس کے مال میں اس غلام کی خلاصی ہے۔ اگر آزاد کرنے والے کا مال نہیں ہے تو عدل وانصاف کے ساتھ غلام مملوک کی قیمت لگائی جائے گی۔ پھر بغیر کسی مشقت میں ڈالے غلام سے کوشش کرا کر رقم ادا کی جائے گی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ شقص۔شقیص۔شرك اور نصیب سب کے معنی حصہ کے ہیں۔ قیمة عدل کا مطلب یہ ہے کہ مملوک کلہ آزاد ہوگا۔ بعض تو آزاد کرنے کی وجہ سے اور بقیہ سرایت کی وجہ سے۔

عتق منه ماعتق دونوں عین کے فتح کے ساتھ ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعی نے اس حدیث اور بعد والی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عبد کے عتق میں تجزیہ ہو سکتا ہے۔ مگر وہ قیمت لگانے کے بعد۔ اور حضرات فرماتے ہیں کہ بیع عتق کے لئے ہو تو بھی قیمت لگائی جائے گی۔ عتق ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوگا۔ صاحبینؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بغیر قیمت لگانے کے عبد کی تقسیم ہو سکتی ہے ان کا مستدل غنائم حنین کی تقسیم ہے جس میں سبایا اور مویشی کو بغیر قیمت لگائے تقسیم کیا گیا۔

غیر مشقوق علیه اس حدیث میں یہ زیادتی ہے مقصد یہ ہے کہ عبد تو آزاد ہو جائے گا۔ البتہ اپنی قیمت کیلئے اکتساب یعنی کمائی کر کے اپنی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ البتہ کمائی کرانے میں اس پر سختی نہ برتی جائے۔ اس حدیث سے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شریک کو اختیار ہے چاہے اپنا حصہ بھی آزاد کر دے یا عبد سے کمائی کرا کر اس کی قیمت وصول کرے۔ ولاء دونوں صورتوں میں شرکاء کا ہوگا یا یہ کہ آزاد کرنے والا اس کے حصہ کا ضامن ہوگا۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یسار کی صورت میں ضمان ہے اور تنگدستی کی صورت میں کمائی کرانا ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ جب عبد دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو جب ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اگر وہ مالدار ہے تو شریک کے حصہ کا ضامن ہو۔ تنگدست ہے کہ جس قدر عبد کا حصہ آزاد ہوا ہے پس اتنا ہی آزاد ہوگا سعی کسب کی ضرورت نہیں ہے لیکن ابن حزم فرماتے ہیں استسعاء کا ثبوت تیس ۳۰ صحابہ کرامؓ سے ہے اور عتق منه ماعتق یہ زیادتی صحیح نہیں ہے اور نہ ہی حدیث کا حصہ ہے بلکہ نافع کا قول ہے۔ بلکہ محلی میں ابن حزم فرماتے ہیں ھی مکذوبة۔

باب هل يقرع في القسمة والاستهام فيه۔

ترجمہ۔ کیابانٹنے میں قرعہ اندازی کی جائے یا اپنا حصہ لینے میں قرعہ اندازی جائز ہے۔

حديث (۲۳۲۱) حدثنا ابو نعيم الخ سمعت النعمان بن بشيرؓ عن النبي ﷺ قال مثل القائم على حدود الله والواقع فيها كمثل قوم استهموا على سفينة فاصاب بعضهم اعلاها وبعضهم اسفلها فكان الذين في اسفلها اذا استقوا من الماء مروا على من فوقهم فقالوا لو انا خرقنا في نصيبنا خرقاً ولم نؤذ من فوقنا فان يتركوهم وما ارادوا اهلكوا جميعاً وان اخذوا على ايدهم نجوا ونجوا جميعاً ......

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو لوگ اللہ عزوجل کی حد پر قائم ہیں اور معروف کو چھوڑ کر ان حدود میں پڑ گئے ہیں ایک قوم کے حال کی طرح ہے جنہوں نے ایک کشتی میں اپنا اپنا حصہ لے لیا بعض جہاز کے اعلیٰ درجہ میں پہنچے اور بعض نچلے درجہ میں رہے۔ پس جو لوگ نچلے حصہ میں تھے پانی پینے کیلئے ان کا گذر اوپر والے حصہ کے لوگوں سے ہوا تو کہنے لگے اگر ہم اپنے حصہ سے کچھ حصہ چیر کر وہاں سے پانی لے لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں پس اگر اوپر والوں نے ان لوگوں کو اپنے ارادے پر چھوڑ دیا تو سب کے سب ہلاک ہوں گے اگر انہوں نے اس کو روک لیا تو سب کے سب نجات پا جائیں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ استھام کے معنی قرعہ اندازی کے نہیں بلکہ حصہ لینے کے ہیں۔ وما ارادو میں واؤ بمعنی مع کے ہے۔ هلكو جميعاً یعنی فوق اور تحت سب والے ہلاک ہوں گے۔ اس طرح جب حدود شرعی نافذ ہوں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل ہو تو سب نجات پائیں گے۔ ورنہ معاصی کی وجہ سے مجرم اور غیر مجرم سب کے سب ہلاک ہوں گے کہ غیر مجرموں نے حدود الهی کو قائم نہیں کیا۔

باب شركة اليتيم واهل الميراث

ترجمہ۔ اور میرث والوں کی شرکت کے بارے میں

حديث (۲۳۲۲) حدثنا الاويسي الخ اخبرني عروة بن الزبير انه سال عائشةؓ عن قول الله عزوجل وان خفتم الا تقسطوا في اليتامى

ترجمہ۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا وان خفتم الا تقسطوا الخ فرمایا اے بھانجے! یہ ایک یتیم لڑکی جو اپنے متولی کی

فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع قالت یاابن اختی ھی الیتیمة تکون فی حجر ولیھا تشارکه فی ماله فیعجبه مالھا وجمالھا فیرید ولیھا ان یتزوجھا بغیران یقسط فی صداقھا فیعطیھا مثل مایعطیھا غیره فنھوا ان ینکحوھن الاان یقسطوا لھن ویبلغوبھن اعلی سنتھن من الصداق وامروا ان ینکحوا ماطاب لھم من النساء سواھن قال عروة قال عائشةؓ ثم ان الناس استفتوا رسول اللہ ﷺ بعد ھذہ الایة فانزل اللہ ویستفتونك فی النساء الی قوله وترغبون ان تنکحوھن والذی ذکراللہ انه یتلی علیکم فی الکتاب الایة الاولی التی قال فیھا وان خفتم ان لاتقسطوا فی الیتمی فانکحوا ماطاب لکم من النساء قالت عائشةؓ وقول اللہ فی الایة الاخری وترغبون ان تنکحوھن یعنی ھی رغبة احدکم لیتیمته التی تکون فی حجره حین تکون قلیلة المال والجمال فنھوا ان ینکحوا ما رغبوا فی مالھا وجمالھا من یتمی النساء الابالقسط من اجل رغبتھم عنھن .....

پرورش میں ہوتی تھی۔ جو اس کے مال میں شریک ہوتی تھی پس اس کا مال اور جمال دونوں پسند ہوتے تھے وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا مگر اس کے حق مہر میں انصاف نہیں کرتا تھا کہ اس کو اتنا حق مہر دے جو دوسرا دیتا ہے تو ان کو ان کے نکاح کرنے سے روک دیا گیا۔ البتہ اگر وہ ان سے انصاف کریں اور ان کے دستور کے مطابق ان تک پورا مہر پہنچائیں ورنہ ان کو حکم ہوا کہ انکے سوا تم عورتوں سے نکاح کرو حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس آیت کے بعد لوگوں نے آپؐ سے فتویٰ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ترجمہ آیت قرآنیہ کہ یہ لوگ آپؐ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ تو ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان عورتوں کے بارے میں حکم دیتے ہیں اور وہ آیات جو کتاب اللہ میں یتامی النساء کے بارے میں پڑھی جاتیں انکا حکم یہ ہے وترغبون ان تنکحوھن تو وہ جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ تم پر کتاب اللہ کی آیات پڑھی جائیں گی وہ پہلی آیت ہے جس میں فان خفتم الاتقسطوا الخ ہے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دوسری آیت کریمہ کے اندر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وترغبون ان تنکحوھن مطلب یہ ہے کہ وہ یتیمہ جو کسی کی پرورش میں ہو اس کے پاس مال بھی تھوڑا ہے اور حسن وجمال بھی تھوڑا ہے پھر بھی مال اور جمال میں بے رغبتی کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ان یتیم عورتوں سے روگردانی کی وجہ سے عدل وانصاف نہیں کرنا چاہتا تو ایسے لوگوں کو نکاح کرنے سے روک دیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں آیتوں کے اندر جو دو قسم کی عورتوں کا ذکر ہے ان میں ایک مرغوب فیھا ہے۔ اور دوسری مرغوب عنھا ہے۔ لیکن من اجل رغبتھم عنھن مارغبوفی مالھا وجمالھا پر مرتب ہے

لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں عنهن میں تم عن کو معنی فی میں محمول کیا جائے تو اس وقت مارغبوا فی مالها وجمالها پر ترتب صحیح ہو جائے گا۔ لیکن اس توجیہ کی تردید کتاب التفسیر کا یہ قول کرتا ہے جس کے آخر میں من اجل رغبتهم عنهن اذاكن به قليلة المال والجمال تو اس صورت میں عن کو فی پر محمول کرنا صحیح نہیں رہتا۔ اس لئے میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ جب قلمہ قلت مال اور جمال کی وجہ سے مرغوب عنها ہو تو ان کو چھوڑ دیتے ہو۔ اور دوسری عورتوں کو تلاش کرتے ہو۔ تو پھر تمہیں اس صورت میں بھی انہیں ترک کر دینا چاہیئے جب کہ ان کے مال اور جمال میں رغبت کی وجہ سے نکاح تو کرنا چاہتے ہو لیکن ان کا دستور کے مطابق حق مہر ادا نہیں کرنا چاہتے۔ ہاں! اگر ان کے حقوق کی ادائیگی اور حق مہر پورا دیا جائے تو اس صورت میں نکاح کا حق پہنچتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ امام بخاریؒ کے ترجمہ میں شركة اليتيم واهل الميراث میں واؤ بمعنى مع کے ہے۔ اور ابن بطالؒ کے قول کے مطابق سب کا اتفاق ہے کہ یتیم کے مال میں شرکت جائز نہیں مگر اس صورت میں جب کہ یتیم کی اس میں مصلحت ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قل اصلاح لهم خير یعنی یتامی کی بھلائی بہتر ہے۔

الغرض یتامی النساء کے ساتھ ہر صورت میں عدل کا برتاؤ ہو۔ نیز! تشارکه فی المال محل ترجمہ ہے۔

باب الشركة فى الارضين وغيرها

ترجمہ۔ اراضی وغیرہ میں شریک ہونا

حدیث (۲۳۲۳) حدثنا عبدالله بن محمد الخ عن جابر بن عبداللهؓ قال انما جعل النبی ﷺ الشفعة فى كل مالم يقسم فاذاوقعت الحدود وصرفت الطرق فلاشفعة ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے شفعہ ہر اس چیز میں جائز رکھا جس کی تقسیم نہ کی گئی ہو۔ جب حدیں مقرر ہو جائیں اور راستے پھیر دئے جائیں تو پھر شفعہ نہیں ہے۔

باب اذااقتسم الشركاء الدور او غيرها فليس لهم رجوع ولاشفعة

ترجمہ۔ جب شرکاء حویلیوں وغیرہ کو تقسیم کر لیں تو پھر نہ ان کو رجوع کا حق ہے اور نہ ہی اب شفعہ ہو گا۔

حدیث (۲۳۲٤) حدثنا مسدد الخ عن جابر بن عبداللهؓ قال قضى النبی ﷺ الشفعة فى كل مالم يقسم فاذاوقعت الحدود وصرفت الطرق فلاشفعة ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے شفعہ کا فیصلہ ہر اس چیز میں فرمایا جس کی تقسیم نہ کی گئی ہو۔ پس جب حدود مقرر ہو جائیں اور راستے پھیر دیئے جائیں تو پھر شفع نہیں ہو گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فلیس لهم رجوع اگر ان کو رجوع کا حق ہے پھر شفیع کو بھی شفع کا حق ہے۔ اس لئے مالک کا حق شراکت کی صورت میں باقی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمہ میں تقسیم کالازم ہونا ہے اور حدیث میں شفعہ کی نفی ہے چونکہ نفی شفعہ کو نفی رجوع لازم ہے لہذا جب وہ چیز مشترک ہو گئی تو اب شفعہ بھی لوٹ کر آئے گا۔ لاشفعة اس لئے کہ شفعہ شرکت میں ہوتا ہے تقسیم میں نہیں ہوتا۔ تو نفی شفعہ سے نفی وجوب لازم آئے گی۔

باب الاشتراك فی الذهب والفضة ومايكون فيه الصرف

ترجمہ۔ سونے اور چاندی میں شریک ہونا اور وہ چیزیں جن میں بیع صرف ہوتی ہے

حدیث (۲۳۲۵) حدثنا عمرو بن علی الخ سألت اباالمنهال عن الصرف يداً بيد فقال اشتريت انا وشريك لی شيئاً يداً بيدٍ ونسيئة فجاء نا البراء بن عازبؓ فسألناه فقال فعلت انا وشريكی زيد بن ارقم وسالنا النبی ﷺ عن ذلك فقال ماكان يداً بيدٍ فخذوه وماكان نسيئة فذروه ......

ترجمہ۔ سلمان بن ابی مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالمنہال سے دست بدست بیع صرف کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اور میرے ایک شریک نے کئی چیزیں خرید کیں دست بدست بھی اور ادھار پر بھی پھر ہمارے پاس حضرت براء بن عازبؓ تشریف لائے تو ہم نے ان سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے اور میرے شریک حضرت زید بن ارقم نے ایسا کیا۔ تو ہم نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جو سودا دست بدست ہے اس کو تو لے لو۔ اور جو ادھار پر ہے اس کو رد کر دو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ابوالمنہال اور ان کے شریک بیع صرف یعنی سونے اور چاندی کی خرید و فروخت یدا بید اور نسیئہ دونوں طرح سے کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت براء بن عازبؓ اور زید بن ارقم بھی سونے اور چاندی کی بیع نقد اور ادھار دونوں طرح سے کرتے تھے جن کو آپؐ نے اس سے منع فرمایا کہ جو نقد ہے وہ تو صحیح ہے جو ادھار ہے وہ مردود ہے۔

باب مشاركة الذمی والمشركين فی المزارعة۔

ترجمہ۔ ذمی اور مشرکین کا زراعت میں شریک ہونا۔

حدیث (۲۳۲۶) حدثنا موسی بن اسمعیل الخ عن عبداللہؓ قال اعطی رسول اللہ ﷺ خیبر الیھود ان یعملوھا ویزرعوھا وھم شطر مایخرج منھا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا علاقہ یہودیوں کو اس شرط پر دے دیا کہ وہی لوگ اس کی ساخت پرداخت کریں اور اس کی کاشتکاری کریں اور جو کچھ اس زمین سے پیداوار نکلے گی اس کا نصف حصہ ان کا ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مشرکین سے مستامن مراد ہیں۔ اہل ذمہ بھی ان کے حکم میں ہیں۔ مشرک حربی سے مسلمان کا معاملہ ہوتا ہی نہیں ہے۔

باب قسمة الغنم والعدل فیھا

ترجمہ۔ بکریوں کی تقسیم اور اس میں عدل وانصاف کرنا

حدیث (۲۳۲۷) حدثنا قتیبة بن سعید الخ عن عقبة بن عامرؓ ان رسول اللہ ﷺ اعطاہ غنما یقسمھا علی صحابته ضحایا فبقی عتود فذکرہ لرسول اللہ ﷺ فقال ضح به انت ....

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو بکریاں دیں تاکہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے درمیان قربانی کے لئے تقسیم کریں۔ پس ایک بکری کا بچہ بچ گیا۔ جس کا انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا آپؐ نے فرمایا تم ہی اس کو ذبح کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس حدیث میں ذکر ہوا کہ بکریوں کی تقسیم جائز ہے۔ بظاہر عدم جواز معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ کوئی بکری چھوٹی ہوتی ہے۔ کوئی کمزور اور کوئی قوی ہوتی ہے۔ اور عدل اس میں یہی ہے کہ ان کو چھانٹا نہ جائے۔ بڑے چھوٹے کی طرف نظر کئے بغیر کیف ما اتفق دیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ایسی تقسیم میں چشم پوشی برتی جاتی ہے۔ اور جو تقسیم حقوق واجبہ میں ہو وہاں تساوی ملحوظ ہوگی۔ جیسے حضرت عقبہؓ نے اپنے اجتہاد سے ہر ایک کو دیا کیونکہ آپؐ نے کسی کے لئے کوئی چیز معین نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ سب شریک تھے۔

باب الشرکة فی الطعام وغیرہ

ترجمہ۔ غلہ وغیرہ میں شراکت ہو تو کیا حکم ہے

ویذکر ان رجلا ساوم شیئا فغمزہ اخر فرای عمرؓ ان له شرکة ......

ترجمہ۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے کسی چیز کا سودا کیا تو دوسرے نے اس کی چٹکی کاٹی۔ حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ اس کی شراکت ہے۔

حدیث(۲۳۲۸)حدثنااصبغ الخ عن جده عبدالله بن هشام وکان قد ادرك النبی ﷺ وذهبت به امه زینب بنت حُمَیدٍ الی رسول الله ﷺ فقالت یارسول الله ﷺ بایعه فقال هو صغیرفمسح راسه ودعاله وعن زهرةبن معبد انه کان یخرج به جده عبدالله بن هشام الی السوق فیشتری الطعام فیلقاه ابن عمرؓ وابن الزبیر فیقولان له اشرکنا فان النبی ﷺ قد دعالك بالبرکة فیشرکهم فربمااصاب الراحلة کما هی فیبعث بهاالی المنزل قال ابوعبداللہ اذاقال الرجل للرجل اشرکنی فاذاسکت فیکون شریکه بالنصف

ترجمہ۔ زہرۃ بن معبدؓ جنہوں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا تھا ان کو ان کی والدہ زینب بنت حمیدؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جا کر کہنے لگیں یا رسول اللہ! اس کو بیعت کرلیں۔ آپؐ نے فرمایا ابھی یہ چھوٹا ہے۔ آپؐ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی۔ زہرہ بن معبدؓ سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشامؓ ان کو بازار کی طرف لے جاتے تھے۔ پس غلہ خرید کرتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ اور ابن الزبیرؓ کی ان سے ملاقات ہوتی تو وہ ان سے فرماتے کہ ہمیں بھی شریک بنالو۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے تمہارے لئے برکت کی دعا کی تھی۔ پس ان کو شریک بنالیتے پس کبھی کبھی ان کو تمام اونٹنی نفع میں مل جاتی جسے وہ گھر بھیج دیتے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے شریک بنالو اور وہ دوسرا خاموش رہا تو وہ اسکے نصف مال میں شریک ہوگا۔

باب الشرکة فی الرفیق

ترجمہ۔ غلام میں شریک ہونا

حدیث (۲۳۲۹) حدثنامسدد الخ عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال من اعتق شرکاله فی مملوك وجب علیه ان یعتق کله ان کان له مال قدرثمنه یقام قیمة عدل ویعطی شرکاءہ حصتهم ویخلی سبیل المعتق ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے اپنے مملوک غلام کا حصہ آزاد کردیا تو اس پر واجب ہے کہ وہ سارے کے سارے کو آزاد کردے۔ بشرطیکہ اس کے پاس اس غلام کی قیمت کا مال ہو تو انصاف کے ساتھ اس کی قیمت کی جائے گی پھر اس کے شرکاء کو ان کا حصہ دیا جائے گا۔ اور آزاد کردہ غلام کا راستہ چھوڑ دیا جائیگا۔

حدیث(۲۳۳۰)حدثناابوالنعمان الخ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال من اعتق شقصاله فی عبدٍ اعتق کله ان کان له مال والایستسع غیرمشقو ق علیه.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے اپنے غلام کا حصہ آزاد کردیا تو وہ غلام سارے کا سارا آزاد ہوجائے گا بشرطیکہ معتق مالدار ہو اگر مالدار نہیں تو غلام سے بغیر مشقت ڈالے اس سے کمائی کرائی جائے گی اس کی بحث گذر چکی ہے۔

باب الاشتراك فی الهدی والبدن واذا اشترك الرجل الرجل فی هدیه بعد مااهدی ۔۔

ترجمہ۔ وہ بکری جو حرم کی طرف ہدی کے طور پر بھیجی جائے اس میں شراکت کیسی ہے۔ والبدن اور بڑے جانور قربانی کے ھدی بنانے کے بعد جب کوئی شخص دوسرے کو ھدی میں شریک کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۲۳۳۱) حدثناابوالنعمان الخ عن ابن عباسؓ قال قدم النبی ﷺ صبح رابعة من ذی الحجة مهلّین بالحج لا یخلطهم شیئ فلما قدمناامرنا فجعلنها عمرة وان نحل الی نساء نافقشت فی ذلك القالة قال عطاء فقال جابر فیروح احدنا الی منی وذکره یقطر منیّاً فقال جابربکفه فبلغ ذلك النبی ﷺ فقام خطیبا فقال بلغنی ان اقواما یقولون کذا وکذاوالله لانا ابرُّ واتقی لله منهم ولو انی استقبلت من امری ما استدبرت ما اهدیت ولولا انا معی الهدی لاحللت فقام سراقة بن مالك بن جعشم فقال یا رسول الله هی لنا او للابد فقال لابل للابد قال وجاء علی بن ابی طالبؓ فقال احدهما یقول لبیك بما اهل به رسول الله ﷺ وقال الاخر لبیك بحجة رسول الله ﷺ فامر النبی ﷺ ان یقیم علی احرامه واشرکه فی الهدی .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کرامؓ ذی الحجہ کی چوتھی کی صبح کو تشریف لائے۔ جب کہ یہ سب لوگ حج کا احرام باندھنے والے تھے۔ اور کوئی چیز ان میں ملی ہوئی نہیں تھی۔ پس ہم لوگ پہنچے تو آپؐ نے حکم دیا کہ ہم اسے عمرہ بنالیں اور اپنی عورتوں کی طرف اتریں۔ تو اس بارے میں لوگوں کی گفتگو عام ہونے لگی عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم منیٰ کی طرف شام کو چل رہے تھے کہ ہمارے آلہ تناسل منی کے قطرے گراتے تھے پس حضرت جابرؓ اپنی ہتھیلی سے اشارہ کرتے تھے حضرت نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپؐ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ فرمایا مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ لوگ اس طرح کہہ رہے ہیں اللہ کی قسم! میں ان سب میں سے نیکوکار ہوں اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اگر مجھے پہلے اس حکم کا علم ہوتا جو بعد میں ہوا ہے کہ اشھر حج میں عمرہ جائز ہے تو میں ھدی نہ چلاتا بلکہ متمتع ہو جاتا۔ اگر میرے ساتھ ھدی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا۔ تو حضرت سراقہ بن مالک بن جعشمؓ اٹھ کر کہنے لگے یارسول اللہ! کیا یہ حکم ہمارے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ہمیشہ کے لئے ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ بھی تشریف لائے ان دونوں میں سے ایک کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا لبیک میرا احرام بھی اسی طرح ہے

جس طرح آپؐ نے احرام باندھا ہے۔ اور دوسرا راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا لبیك بحجة رسول الله ﷺ۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں اور انہیں اپنی ھدی میں شریک بنا لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ہمارے احنافؒ کے نزدیک ھدی میں شریک بنانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جب عبادت کی نیت سے وہ مقرر ہو چکی ہے تو اب اس میں اشتراک نہیں ہو سکتا۔ باقی روایت کا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے ان کو ھدایا میں شریک فرمایا جو وہ یمن سے لائے تھے۔ تو وہ ھدی خود ان کے لئے تھی۔ تو یہ اشتراك فی الهدی دونوں کی طرف سے ہوا۔ اور دونوں ان میں شریک ہوئے۔ جناب نبی اکرم ﷺ کی ھدی میں اشتراک نہیں ہوا۔ یا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے ان کو ھدی کے ثواب میں شریک کر لیا۔ کہ ذبح تقسیم گوشت اور جھل اور دیگر امور جو ھدی سے متعلق تھے ان میں شریک کیا۔

باب من عدل عشراً من الغنم بجزورٍ فی القسم۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیتا ہے۔ نہ کہ قربانی میں۔ اس لئے کہ اس میں تو صرف سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

حدیث (۲۳۳۲) حدثنا محمد الخ عن جده رافع بن خديج قال كنا مع النبی ﷺ بذی الحليفة من تهامة فاصبنا غنما وابلاً فعجل القوم فاغلوا بها القدور فجاء رسول الله ﷺ فامر بها فاكفئت ثم عدل عشراً من الغنم بجزورٍ ثم ان بعيراً ند وليس فی القوم الا خيل يسيرة فرماه رجل فحبسه بسهم فقال رسول الله ﷺ ان لهذه البهائم اوابد كاوابد الوحش فما غلبكم منها فاصنعوا به هكذا قال قال جدی يارسول الله انا نرجوا اونخاف ان نلقی العدو غداً وليس معنا مدً فنذبح بالقصب فقال اعجل اوأرنْ ما انهر الدم

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہم تہامۃ کے حصہ ذی الحلیفہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے پس ہمیں کچھ بکریاں یا کچھ بکریاں یا کچھ اونٹ ملے تو قوم نے جلدی کر کے ان کیلئے ہانڈیاں چڑھا دیں پس جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ان کے بارے میں حکم دیا تو وہ الٹ دی گئیں پھر آپؐ نے دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر تقسیم فرمائیں ایک اونٹ ان میں سے بھاگ گیا قوم میں گھوڑے سوار تھوڑے تھے ورنہ وہ جلدی پکڑ لیتے۔ تو ایک آدمی نے اس اونٹ کی طرف تیر پھینکا جس نے اسے روک لیا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان جانوروں میں سے بھی وحشی جانوروں کی طرح نفرت کرنے والے ہوتے ہیں۔ پس اگر ان میں سے کوئی تم پر غالب آجائے۔ تو اس کے ساتھ اس طرح سلوک کرو۔ راوی کہتے ہیں

وذکراسم الله علیه فکلوا لیس السن والظفر وساحدثکم عن ذلك اما السن فعظم واماالظفر فمدی الحبشة ......

میرے دادا نے فرمایا یا رسول اللہ! ہمیں امید ہوتی ہے یا کہا کہ خطرہ ہوتا ہے کہ کل ہماری دشمن کے ساتھ مٹھ بھیڑ ہو جائے اس لئے مسلح رہتے ہیں۔ ہمارے پاس چھری نہیں ہوتی۔ یعنی ذبح کا سامان نہیں ہوتا۔ تو کیا ہم سرکنڈے سے ذبح کر سکتے ہیں فرمایا جلدی جلدی اسے ذبح کرو جس چیز کا خون بہہ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس پر نام لیا جائے تو اس کو کھاؤ۔ لیکن دانت اور ناخن نہ ہو۔ اس کے بارے میں میں تمہیں بتاؤں گا۔ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشہ والوں کی چھری ہے۔ جلدی کا حکم اس لئے ہوا کہ کہیں اپنی موت نہ آجائے۔ ایسی جلدی میں پھرتی کی ضرورت ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ خیل یسیرة یہ گھوڑے کثیر نہ ہونے کی معذرت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بھاگے ہوئے اونٹ نے جب ان کو عاجز کر دیا۔ اگر گھوڑے ہوتے تو یہ وقت پیش نہ آتی اور بعض نے کہا کہ بالکل گھوڑے کی نفی نہیں۔ بالکہ تیز رفتار گھوڑے کی نفی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الرهن

باب فی الرهن فی الحضر وقوله تعالی ان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرهن مقبوضة ۔

ترجمہ۔ حضر میں بھی گروی رکھا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تم سفر پر ہو اور کاتب نہ ملے تو قبضہ شدہ رہن رکھی جائے۔

حدیث (۲۳۳۳) حدثنامسلم بن ابراهیم الخ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے

عن انسؓ قال ولقد رهن النبی ﷺ درعه بشعیر ومشیت الی النبی ﷺ بخبز شعیر واهالة سنحة ولقد سمعته یقول ما اصبح لاٰل محمد ﷺ الا صاع ولا امسی وانهم تسعة ابیات .....

جو کے بدلے اپنی زرہ گروی رکھی۔ اور میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جو کی روٹی اور باسی سالن لے کر چلا اور میں نے آپؐ کو یہ کہتے سنا کہ محمد ﷺ کے خاندان کے لئے صبح اور شام کو ایک صاع بھی نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ آپؐ کے نو گھر تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ جمہور فقہاء فرماتے ہیں حضر اور سفر دونوں میں رہن رکھنا جائز ہے آیت سفر پر دلالت کرتی ہے اور حدیث سے رهن فی الحضر ثابت ہوتا ہے۔ مجاہدؒ اور داؤد ظاہریؒ حضر میں منع کرتے ہیں۔

باب من رهن درعه

ترجمہ۔ جس نے اپنی زرہ گروی رکھی

حدیث (۲۳۳۴) حدثنا مسدد الخ قال تذاکرنا عند ابراهیم الرهن والقبیل فی السلم فقال ابراهیم حدثنا الاسود عن عائشةؓ ان النبی ﷺ اشتری من یهودی طعاما الی اجل ورهنه درعه .....

ترجمہ۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے پاس رہن رکھنے کا تذکرہ کیا اور اس طرح بیع سلم کے اندر ضمانت کا۔ خواہ بالمال ہو یا بالنفس ہو تو انہوں نے سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے یہودی سے غلہ ادھار پر خرید کیا اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ گویا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حدیث سے دونوں طرح استدلال کیا کہ جیسے رہن ثمن کے اندر جائز ہے مثمون کے اندر بھی جائز ہے۔ جیسے بیع سلم میں مسلم فیہ پر ضمانت لی جائے۔

باب رهن السلاح

ترجمہ۔ جنگی ہتھیار کا رہن رکھنا جائز ہے

حدیث (۲۳۳۵) حدثنا علی بن عبدالله الخ سمعت جابر بن عبداللهؓ یقول قال رسول الله ﷺ من لکعب بن الاشرف فانه اذی الله ورسوله ﷺ فقال محمد بن مسلمة انا فاتاه فقال اردنا ان تسلفنا وسقاً او وسقین فقال ارهنونی نساء کم قالوا

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ کعب بن الاشرف کے قتل کی کون ذمہ داری لیتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو کافی تکلیف دے چکا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا کہ میں ذمہ دار ہوں چنانچہ وہ اس کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہم وسق

كيف نرهنك نساء ناوانت اجمل العرب قال فارهنونی ابناء كم قالوا كيف نرهن ابناء نافيسب احدهم فيقال رهن بوسق اووسقين هذاعار علينا ولكنا نرهنك اللامة قال سفيان يعني السلاح فوعده ان ياتيه فقتلوه ثم اتوا النبی ﷺ فاخبروه .

دو وسق گندم یا کھجور تیرے سے ادھار لیتے ہیں۔ تو اس نے کہا اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھو۔ انہوں نے کہا ہم اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں تو تو سارے عرب کا خوبصورت آدمی ہے۔ تو اس نے کہا کہ اپنے بیٹوں کو گروی رکھو انہوں نے کہا بیٹے کیسے گروی رکھیں جب ان کو کوئی گالی دے گا تو یہی کہے گا کہ وہ تو ایک وسق یا دو وسق کے بدلے رھن رکھا گیا تھا یہ تو ہمارے لئے عار اور شرم کی بات ہے۔ لیکن ہم تیرے پاس اپنی زرہیں گروی رکھ سکتے ہیں۔ سفیان کہتے ہیں کہ اس سے ہتھیار مراد ہیں پس وعدہ کیا کہ ہتھیار ان کے پاس لائیں گے۔ پس انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر جناب نبی اکرم ﷺ کو آ کر اس کی اطلاع دی ۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے رھن السلاح کا ترجمہ اس لئے باندھا کہ درحقیقت زرہ ہتھیار نہیں ہے وہ تو بچاؤ کا ایک آلہ ہے۔ کعب بن اشرف یہود بنی النضیر کا سردار تھا شاعر ہونے کی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کے علاوہ ہجو کرتا تھا۔ اور نقض عہد کر کے قریش مکہ کو آپؐ کے ساتھ لڑائی پر آمادہ کر آیا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے نہ اس کو پناہ دی تھی اور نہ ہی اس سے کوئی عہد کیا تھا۔ بیع وشراء کی باتیں کر کے اسے مانوس کیا۔ اور قابو پا کر اسے قتل کر دیا۔ غدر تب ہوتا جب اسے امان صحیح دی ہوتی۔

باب الرهن مركوب ومحلوب

ترجمہ۔ مرھون جانور پر سواری کی جاسکتی ہے اور اس کا دودھ بھی نکالا جاسکتا ہے۔

وقال مغيرة عن ابراهيم تركب الضالة بقدر علفها وتحلب بقدرعلفها والرهن مثله ..

ترجمہ۔ حضرت مغیرہؓ ابراہیم نخعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ گم شدہ جانور کو اس کی گھاس کھلانے کے بدلے اس پر سواری کی جاسکتی ہے۔ اور اس کا دودھ بھی نکالا جاسکتا ہے۔ اور رہن بھی اسی کی طرح ہے۔

حديث (۲۳۳٦) حدثنا ابونعيم الخ عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ انه كان يقول الرهن يركب بنفقته ويشرب لبن الدر اذا كان مرهوناً.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ گروی جانوروں پر خرچہ کی وجہ سے سواری کی جاسکتی ہے۔ اور دودھ دینے والی کا دودھ پیا جاسکتا ہے۔ جب کہ وہ گروی ہو۔

حدیث (۲۳۳۷) حدثنا محمد بن مقاتل الخ عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ الرھن یرکب بنفقته اذاکان مرھونا ولبن الدر یشرب بنفقته اذاکان مرھونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقة.....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سواری پر اس کے خرچہ کی وجہ سے جب کہ وہ گروی ہو سواری کی جاسکتی ہے۔ اور دودھ والے جانور کا دودھ بھی خرچہ کی وجہ سے پیا جاسکتا ہے جب کہ وہ گروی ہو۔ جو شخص سوار ہو یا دودھ پیئے اس کے ذمہ اس کا خرچہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مرتھن کو عار دلائی جارہی ہے کہ اس نے راھن کو مرھون سے نفع اٹھانے سے روک دیا ہے کہ وہ خود اس پر خرچ کررہا ہے۔ اگر راھن خرچ کرتا تو اس سے نفع بھی حاصل کرتا تو مرتھن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس کے مالک کو نفع حاصل کرنے سے روک دے۔ یا مرتھن کو رخصت دی جارہی ہے کہ اگر بائع اجازت دے دے تو وہ اس پر خرچ کرے اور اس سے نفع بھی اس کے مطابق حاصل کرے یا اس کو اجارہ پر دے دے اور اس کی اجرت سے اس پر خرچ کرتا رہے۔ بشرطیکہ راھن اور مالک سے اجازت لے لی ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ رہن کے معنی لغت میں روکنے کے ہیں۔ اور شریعت میں کچھ مال قرضہ پر دستاویز اور وثوق کے طور پر دیا جائے۔ عین مرہونہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رہن کے معنی قرضہ کو پکا کرنے کے ہیں۔ سفر کی قید آیت قرآنی میں بطور غلبہ کے ہے۔ ورنہ حضر میں بھی رہن رکھی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ پھر جاننا چاہیئے کہ امام احمدؒ اور اسحٰقؒ کے نزدیک مرتھن کو رہن سے ہر طرح کا فائدہ حاصل کرنے کا حق ہے۔ ظھراً ودراً یعنی سواری بھی کرسکتا ہے۔ اور دودھ بھی پی سکتا ہے۔ جمہور جن میں ائمہ ثلاثہؒ بھی شامل ہیں چونکہ رہن مرتھن کے پاس امانت ہوتی ہے لہٰذا مرتھن اس سے کسی طرح کا فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس کے سب کے سب فوائد راہن یعنی مالک کے ہوں گے۔ اور خرچہ وغیرہ سب اس کے ذمہ ہوگا۔ جمہور حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حدیث خلاف قیاس واقع ہوئی ہے اس لئے کہ غیر مالک کو بغیر اذن کے انتفاع کا حق دیا گیا ہے۔ دوسرے اس کو نفقہ کی وجہ سے ضامن قرار دیا گیا ہے قیمت کی وجہ سے نہیں بنا بریں جمہور اس روایت کو ابن عمرؓ کی روایت سے منسوخ قرار دیتے ہیں جس میں ہے لا تحلب ماشیة بغیر اذنه یعنی کسی کے جانور سے اس کی اجازت کے بغیر دودھ نہ نکالا جائے۔ یا یہ حکم تحریم ربوا سے قبل کا ہے اور امام اوزاعیؒ لیثؒ اور ابوثورؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ جب راہن مرہون پر خرچ کرنے سے کسی وجہ سے رک جائے تو پھر مرتھن کو خرچ کرنا چاہیئے۔ اور نفقہ اور علف کی وجہ سے رکوب اور حلوب کا حق دار ہے۔ بشرطیکہ اس کا انتفاع خرچہ سے بڑھ نہ جائے خرچہ کی رقم راہن سے وصول کرے۔ یہ مسئلہ ظفر کی صورت اختیار کرلے گا۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہے بنفقته بأ بدلیة کے لئے نہ ہو۔ بلکہ بمعنی مع ہو۔ معنی یہ ہوں گے کہ راہن سوار بھی ہو اور خرچ بھی کرے مرتھن اس سے نفع نہ اٹھائے۔

ورنہ کل قرض جرنفعا فھور با یعنی ہر وہ قرضہ جو نفع کو کھینچے وہ سود ہے۔

باب الرھن عندالیھود وغیرھم

ترجمہ۔ یہودی اور غیر یہودی کے پاس رہن رکھی جاسکتی ہے

حدیث ۲۳۳۸) حدثنا قتیبة الخ عن عائشةؓ قالت اشتریٰ رسول الله ﷺ من یھودی طعاما ورھنه درعه .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ خرید کیا اور اپنی زرہ اس کے پاس رہن رکھی۔

باب اذا اختلف الراھن والمرتھن ونحوه فالبینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه ......

ترجمہ۔ جب راہن اور مرتھن میں اختلاف پیدا ہو جائے یا اس طرح اور معاملات میں اختلاف ہو جائے تو مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہے اگر نہ ہوں تو مدعی علیہ کی قسم پر اعتبار کیا جائیگا

حدیث (۲۳۳۹) حدثنا خلاد بن یحیی الخ قال کتبت الی ابن عباسؓ فکتب الی ان النبی ﷺ قضی ان الیمین علی المدعی علیه .....

ترجمہ۔ ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف خط لکھا۔ انہوں نے میری طرف لکھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ دیا کہ قسم بہر حال مدعی علیہ پر ہو گی

حدیث (۲۳۴۰) حدثنا قتیبة بن سعید الخ عن ابی وائل قال قال عبداللهؓ من حلف علی یمین یستحق بھا مالا وھو فیھا فاجر لقی الله وھو علیه غضبان فانزل الله تصدیق ذلك ان الذین یشترون بعھد الله وایمانھم ثمنا قلیلا فقرا الی عذاب الیم ثم ان الاشعث بن قیس خرج الینا فقال مایحدثکم ابوعبدالرحمن قال فحدثناه قال فقال صدق لفی والله انزلت کانت بینی وبین رجل خصومة فی بئر فاختصمنا الی رسول الله ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جس نے کوئی ایسی قسم کھائی جس سے وہ کسی مال کا حقدار بن گیا حالانکہ وہ اس کے اندر گناہ گار ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا وہ اس پر غضب ناک ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں ان الذین یشترون بعھد الله الایة - یہ آیت نازل فرمائی۔ پھر اشعث بن قیس ہمارے پاس تشریف لائے پوچھا کہ ابو عبدالرحمنؓ نے تمہیں کیا حدیث سنائی تو ہم نے ان کو حدیث سنائی۔ فرمایا انہوں نے سچ فرمایا۔ میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ میرے اور ایک آدمی کے درمیان کنویں کے بارے میں جھگڑا تھا پس ہم جھگڑا لے کر

فقال شاهدك اويمينه قلت انه اذايحلف ولايبالي فقال رسول الله ﷺ من حلف على يمين يستحق بهامالاهوفيها فاجر لقى الله وهوعليه غضبان فانزل الله تصديق ذلك ثم قراهذه الاية ان الذين يشترون بعد الله وايمانهم ثمنا قليلا الى قوله ولهم عذاب اليم ......

جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا تیرے گواہ پیش ہوں یا اس کی قسم کا اعتبار کرو۔ میں نے کہا کہ وہ اس وقت قسم اٹھالے گا۔ اور پرواہ نہیں کرے گا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی ایسی قسم اٹھائی جس سے وہ کسی مال کا حقدار بن گیا حالانکہ وہ اس قسم میں جھوٹا اور گناہ گار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقی ہوگا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ پھر اس آیت کو پڑھا ان الذین یشترون بعهد الله الاية۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مصنفؒ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا ہے۔ لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ اختلاف کی صورت میں قول مرتھن کا معتبر ہوگا۔ جب تک اس کا قول رہن کی مقدار سے بڑھ نہ جائے۔ کیونکہ رہن اس کے لئے گواہ کی طرح ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جب راہن اور مرتھن کا اختلاف ہو جائے۔ مثلاً راہن کہتا ہے یہ چیز میں نے تیرے پاس دس دینار کے بدلے رہن رکھی ہے مرتھن کہتا ہے کہ بیس دینار کے بدلے ہے۔ تو حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ امام ثوریؒ۔ اور امام شافعیؒ وغیرھم فرماتے ہیں کہ بات راہن کی معتبر ہوگی۔ البتہ اسے قسم اٹھانی ہوگی۔ کیونکہ وہ زیادتی کا انکار کر رہا ہے۔ اور گواہ مدعی کے ذمہ ہوں گے۔ اور وہ مرتھن ہے۔ حضرت حسنؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں قول مرتھن کا معتبر ہوگا۔ جب تک کہ اس کا قرضہ رہن کی قیمت سے تجاوز نہ کر جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العتق

باب فی العتق وفضله وقوله تعالی فك رقبة اواطعام فی یوم ذی مسغبة یتیما ذامقربةٍ ----

ترجمہ۔ باب آزاد کرنے میں اور اس کی فضیلت کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ گردن کا چھوڑنا یا یتیم قرابت دار کو بھوک کے دن کھانا کھلانا

حدیث (۲۳٤۱) حدثنا احمد بن یونس الخ قال لی ابوهریرةؓ قال النبی ﷺ ایما رجل اعتق امرأمسلماً استنقذالله بکل عضومنه عضوا منه من النارقال سعیدبن مرجانة فانطلقت الی عبد له قد اعطاه به عبدالله بن جعفر عشرة الاف درهم اوالف دینا ر فاعتقه ....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان مرد کو آزاد کر دیا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو اس غلام کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے خلاصی دے دے گا۔ سعید بن مرجانہ فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کو امام زین العابدین۔ علی بن حسینؓ کی طرف لے کر گیا۔ تو علی بن حسینؓ نے اپنے اس غلام کا قصد فرمایا جو ان کے بدلے عبداللہ بن جعفر نے انہیں دس ہزار درہم یا ایک ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دیئے تھے۔ پس آپ نے اس کو آزاد کر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر اتنی کثیر رقم اس غلام کی ان کو دیتے تھے۔ لیکن انہوں نے اسے بیچا نہیں بلکہ آزاد کر دیا۔ مقصد یہ ہے کہ قیمت کثیر تھی لیکن صدقہ کی فضیلت اس سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے بیچا نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عتق کے لغوی معنی قوت کے ہیں۔ اور شریعت میں مملوک کے اندر وہ شرعی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس سے ملکیت زائل ہو گئی۔ نیز !اس زمانہ میں دس ۱۰ درہم ایک دینار کے برابر ہوتے تھے۔

باب ای الرقاب افضل

ترجمہ۔ کون سی گردن بہتر ہے

حدیث(۲۳۴۲)حدثناعبیداللہبن موسی الخ عن ابی ذرؓ قال سالت النبیﷺای العمل افضل قال ایمان باللہ وجهاد فی سبیله قلت فای الرقاب افضل قال اغلاها ثمنا وانفسها عند اهلها قلت فان لم افعل قال تعین صانعااوتصنع لاخرق قال فان لم افعل قال تدع الناس من الشرفانها صدقة تصدق بها علی نفسك .....

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا عمل کون سا اچھا ہے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا میں نے پوچھا کہ گردنوں میں سے کون سی گردن عمدہ ہے۔ فرمایا کام کرنے والے کی مدد کرو اور کام نہ کر سکنے والے کو کام کر دو۔ میں نے کہا اگر یہ بھی نہ کر سکوں تو آپؐ نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کر دو۔ کیونکہ یہ بھی تمہارا اپنی ذات پر صدقہ ہے۔ - قوت نیکی نہ داری بد مکن۔

باب مایستحب من العتاقة فی الکسوف والایات۔

ترجمہ۔ سورج گرہن اور اس طرح قدرت کی نشانیوں کے وقت غلام کو آزاد کرنا مستحب اور پسندیدہ ہے۔

حدیث(۲۳۴۳)حدثناموسی بن مسعود الخ عن اسماء بنت ابی بکرؓ قالت امر النبی ﷺ بالعتاقة فی کسوف الشمس تابعه علی .....

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سورج کے بے نور ہونے کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

حدیث (۲۳۴۴) حدثنامحمد بن ابی بکرؓ الخ عن اسماء بنت ابی بکرؓ قالت کنا نؤمر عندالخسوف بالعتاقة .....

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں سورج گرہن کے موقعہ پر غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں صرف کسوف کاذکر ہے ترجمہ میں آیات بھی ہیں تو حدیث کے اس طریق کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے ان الشمس والقمر آیاتان من آیات الله یخوف الله بهما عباده یادیگر آیات کو کسوف پر قیاس کیا گیا۔

باب اذا اعتق عبداً بين اثنين اوامة بين الشركاء ۔

ترجمہ ۔ جب کسی ایسے غلام کو آزاد کرے جو دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے یا ایسی باندی جو کئی شرکاء کے درمیان ہے

حديث (۲۳۴۵) حدثنا على بن عبدالله الخ ...ن ابيه عن النبى ﷺ قال من اعتق عبداً بين ...نين فان كان موسراً قُوِّمَ عليه ثم يعتق .....

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے اس غلام کو آزاد کر دیا جو دو آدمیوں کے درمیان مشترک تھا تو اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس کی قیمت لگا کر اس کے ذمہ کی جائیگی پھر وہ غلام آزاد ہو گا۔

حديث (۲۳۴۶) حدثنا عبدالله بن يوسف الخ عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال من اعتق شركاًله فى عبد فكان له مال يبلغ ثمن العبد قوم العبد قيمة عدل فاعطى شركاءه حصصهم وعتق عليه والا فقد عتق منه ماعتق .....

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا پس اگر اس کا حصہ جو غلام کی قیمت کو پہنچ جاتا ہے تو عدل وانصاف کے ساتھ غلام کی قیمت کر کے اس کے شرکاء کو ان کے حصے دیئے جائیں گے اور غلام آزاد ہو جائے گا۔ اگر غلام کی قیمت اس کے حصہ تک نہیں پہنچتی تو اس کا اتنا حصہ آزاد ہو گا جس قدر کہ آزاد ہوا ہے۔

حديث (۲۳۴۷) حدثنا عبد بن اسمعيل الخ عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ من اعتق شركاله فى المملوك فعليه عتقه كله ان كان له مال يبلغ ثمنه فان لم يكن له مال يقوم عليه قيمة عدل فاعتق منه ماعتق ...

ترجمہ ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مملوک میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا پس اگر اس کا اتنا مال ہے جو غلام کی قیمت کو پہنچ جاتا ہے تو وہ سارے کا سارا آزاد ہو جائے گا اور اگر مال نہیں ہے تو برابر انصاف کے ساتھ اس کی قیمت کی جائے گی یعنی آزاد کئے ہوئے کی قیمت کی جائے گی پھر اس سے اتنا حصہ آزاد ہو گا جو اس نے آزاد کیا ہے

حدیث (۲۳۴۸) حدثنا ابو النعمان الخ

عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا له فی مملوك اوشركاً له فی عبدو كان له من المال مایبلغ قیمته بقیمة العدل فهو عتیق قال نافع والا فقد عتق منه ماعتق قال ایوب لاادری اشیء قاله اوشیء فی الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ پس اس کا مال اگر اس کی عادلانہ قیمت کو پہنچ جاتا ہے تو وہ آزاد ہو گا۔ نافع نے فرمایا کہ اگر مال نہیں ہے تو اتنا حصہ آزاد ہو گا جس قدر اس نے آزاد کیا ہے ۔ ایوب راوی فرماتے ہیں کہ یہ چیز نافع نے اپنی طرف سے کہی یا حدیث کا کچھ حصہ ہے۔

حدیث (۲۳۴۹) حدثنا احمد بن المقدام الخ

عن ابن عمرؓ انه كان یفتی فی العبد او الامة یكون بین شركاء فیعتق احدهم نصیبه منه یقول قدوجب علیه عتقه كله اذا كان للذی اعتق من المال مایبلغ یقوم من ماله قیمة العدل ویدفع الی الشركاء انصباء هم ویخلی سبیل المعتق یخبر ذلك ابن عمرؓ عن النبی ﷺ ورواه اللیث الخ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ غلام اور اس باندی کے بارے میں فتویٰ دیتے تھے جو شرکاء کے درمیان مشترک ہوں پس اگر ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فرماتے تھے کہ اس پر سارے کا سارا غلام یا باندی آزاد ہو جائے گا۔ بشرطیکہ آزاد کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی قیمت کو پہنچ جاتا ہے تو اسکے مال سے عادلانہ قیمت کی جائے گی۔ اور شرکاء کی طرف ان کے حصے حوالہ کیے جائیں گے اور آزاد شدہ غلام کا راستہ چھوڑ دیا جائیگا حضرت ابن عمرؓ اس کی خبر جناب نبی اکرم ﷺ سے دیتے تھے لیث نے بھی اپنی سند کے ساتھ مختصراً اس کو روایت کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فان لم یکن له مال الخ مال موصوف ہے اور یقوم علیه اس کی صفت ہے۔ اور شرط کی جزاء علی المعتق ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ اگر اس معتق کے پاس مال نہ ہو تو پھر معتق پر سعی واجب ہے تا کہ وہ اپنی کمائی سے اپنی قیمت ادا کرے۔ اور اگر القیمة منصوب ہے تو یقوم کا مفعول مطلق ہو گا۔ اگر مرفوع ہے تو قیمة عدل علی المعتق شرط کی جزاء ہے باقی ترکیب اسی طرح ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ فان لم یکن له مال الخ اس کلام کی ترکیب میں علماء کا اختلاف ہے شیخ گنگوہیؒ نے علی المعتق کو شرط کی جزاء مسلک احنافؒ کے مطابق ہے کہ عبد پر سعایة واجب ہے۔ اور حضرت مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر میں مال موصوف ہے۔ یقوم صفت ہے اور علی المعتق کا تعلق یقوم سے ہے معنی یہ ہیں۔ وہ قیمت جو اس عبد کے موافق ہو اور فاعتق جزاء ہو گی۔

ان شرطیہ کی۔بشر طیکہ قد مقدر مانا جائے۔ تاکہ فا کا داخل ہونا صحیح ہو جائے۔یایوں کہا جائے کہ محذوف کچھ نہیں یہی جزاء ہے۔ فاعتق اس کی تفسیر ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ مسئلہ اختلافی مشہور ہے۔اس اختلاف کا مبنی اس پر ہے کہ آیا عتق میں تجزیہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے موافقین کے نزدیک عتق کا تجزیہ ہو سکتا ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک تجزیہ نہیں ہو سکتا۔ دونوں حالتوں میں خواہ حالت یسر کی ہو گی یا عسر کی۔اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک حالت عسر میں متجز یعنی تجزیہ ہو سکتا ہے۔یسر کی صورت میں تجزیہ نہیں ہو سکتا ان کے نزدیک عبد مشترک آزاد ہو گا۔ معتق پر سعایۃ بھی واجب نہیں ہے۔امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا حصہ آزاد ہو گا۔باقی کے لئے استسعاء واجب ہے۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یسر کی حالت میں ضمان واجب ہے۔اور عسر کی صورت میں سعایۃ واجب ہے۔ تفصیل اوجز میں دیکھی جاسکتی ہے۔

باب اذااعتق نصيبافى عبد وليس له مال استسعى العبدغير مشقوق عليه على نحوالكتابة ـ

ترجمہ۔جب کوئی شخص غلام سے اپنا حصہ آزاد کرا دیتا ہے اور اس کا مال نہیں ہے تو بغیر مشقت ڈالے عبد سے سعی کرائی جائے۔ جیسے کتابت کی صورت میں ہوتی ہے۔

حديث(۲۳۵۰)حدثنااحمدبن ابى رجاءالخ عن ابى هريرةؓ قال قال النبى ﷺ قال من اعتق نصيباًاوشقيصاً فى مملوك فخلاصه عليه فى ماله ان كان له مال والاقوم عليه فاستسعى به غير مشقوق عليه تابعه حجاج الخ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو غلام کی خلاصی اسکے مال میں ہو گی بشر طیکہ اس کے پاس مال ہو ورنہ اس کی قیمت کی جائے گی اور بغیر مشقت میں ڈالے اس سے کمائی کرائی جائے گی تاکہ شرکاء کو ان کا حصہ ادا کیا جائے۔

باب الخطاء والنسيان فى العتاقة والطلاق ونحوه ولاعتاقةالالوجه الله وقال النبى ﷺ لكل امرئٍ مانوى ولانية للناسى والمخطئِ

ترجمہ۔ غلطی کرنا اور بھول جانا۔ آزاد کرنے اور طلاق دینے اور اس طرح کے امور میں کیونکہ عتاقہ تو اللہ کی رضا کے لئے ہوتی ہے۔اور جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ بھولنے والے اور غلطی کرنے والے کی نیت نہیں ہوا کرتی۔

حديث(۲۳۵۱)حدثناالحميدى الخ عن ابى هريرةؓ قال قال النبى ﷺ ان الله تجاوزلى

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری

عن امتی ماوسوست به صدورھا مالم تعمل اوتکلم ......

امت سے وسوسے معاف کر دیئے جو ان کے سینوں میں کھٹکتے ہیں جب تک عمل نہ کریں یا بولے نہیں۔

حدیث(۲۳۵۲)حدثنامحمد بن کثیرالخ عن علقمة بن وقاص ن اللیثی قال قال سمعت عمربن الخطابؓ عن النبی ﷺ قال الاعمال بالنیة ولامرئ مانویٰ فمن کان ھجرته الی الله ورسوله فھجرته الی الله ورسوله ومن کانت ھجرته لدنیا یصیبھا اوامرائة یتزوجھا فھجرته الی ماھاجر الیه ......

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اعمال کا اعتبار نیت سے ہے۔ جس کی ہجرت نیت کے اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی اس کی ہجرت ثواب کے اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اس کام کیلئے ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ خطاء۔ نسیان یعنی بھول چوک کا گناہ معاف ہے۔ فعل کی سزا معاف نہیں ہے۔ لاعتاقة الالوجه الله اس عبارت سے حنفیہؒ پر رد کرنا ہے جو فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے شیطان اور بُت کے نام پر غلام کو آزاد کر دیا تو اس کا عتق نافذ ہوگا۔ اس کا جواب وہی ہے جو خود مصنفؒ کی طرف سے گذر چکا ہے۔ کہ مشرک کا صدقہ اور اس کا آزاد کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مصنفؒ نے کتاب الزکوة میں مشرکین کے اعتاق کو ثابت کیا ہے۔ حالانکہ وہ اہل نیت واخلاص نہیں ہیں۔ کہ ان کا فعل لوجه الله ہو۔

ماوسوست به صدورھا مصنفؒ نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ جب وسوسہ کا وبال اٹھ گیا تو بھول چوک کا وبال بھی اٹھ جائے گا یہ بالکل ظاہر ہے اس لئے کہ وسوسہ میں تو نیت اور قصد کا کچھ نہ کچھ وجود ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ حد اعتبار کو نہیں پہنچا۔ خطاء اور نسیان میں تو نیت وقصد ہوتی نہیں۔ لیکن اس کا جواب وہی ہے۔ معانی مواخذہ اور گرفت سے ہے۔ جس کو ہم ثابت نہیں کر رہے۔ نیز! خطاء اور نسیان میں عمل اور تکلم موجود ہے۔ تو پھر اس کا انکار کیسے ممکن ہوگا۔ بلکہ خطاء اور نسیان پر عمل کریں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ان دو مسئلوں میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے چونکہ حدیث میں آگیا ہے کہ ثلاث جدھن جدوھزلھن جد العتاق والنکاح والطلاق۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے ہنسی مذاق میں بھی نکاح۔ طلاق۔ عتاق کر دیا تو ان کا وقوع ہو جائیگا حالانکہ ھزل کی صورت میں نیت نہیں ہوتی۔ طلاق کے بارے میں تو احنافؒ اور شوافعؒ کا یہی مسلک ہے البتہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ لفظ صریح نیت کا محتاج ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے جو جواب دیا ہے وہ بالکل واضح ہے کیونکہ بہت افعال ایسے ہیں کہ ان پر

گناہ تو نہیں ہے۔ لیکن جزاء مرتب ہوتی ہے۔ جیسے قتل خطاء یا جس نے نماز میں بھول کر یا غلطی سے کھالیا۔ یا نسیاناً اور خطاء کلام کر لیا۔ تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

ولو للشیطان او الصنم جب کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا انت حر للشیطان ا و الصنم تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا اس لئے کہ یہ فعل اہل سے صادر ہوا ہے۔ اور محل کی طرف اضافت ہوئی ہے۔ اور اس کو ولایت بھی حاصل ہے۔ اس لئے عتق نافذ ہو گا اور اس کی نیت لغو جائے گی۔ جس سے وہ گناہ گار ہو گا۔

مامر من المصنف الخ مصنفؒ کتا ب الزکوۃ میں کہہ چکے ہیں من تصدق فی الشرک ثم اسلم اور عنقریب باب عتق المشرک میں بھی اسی حکیم بن حزام کی روایت کو ذکر کیا ہے جنہوں نے جاہلیت میں سو ۱۰۰ غلام آزاد کئے تھے اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس سے اشارہ کتا ب البیوع کے اس باب کی طرف ہے جس میں ہے با ب شری المملوك من الحربی وهبته وعتقه الخ۔

ارتفعت الوسوسة الخ حافظؒ فرماتے ہیں کہ وسوسہ کسی چیز کا دل میں کھٹکا ہو جس میں اطمینان اور قرار نہ ہو۔ اس لئے علماء نے وہم اور عزم میں فرق کیا ہے اب اس حدیث کی ترجمہ سے مناسبت ثابت ہو جائے گی۔ جیسے عدم قرار کی وجہ سے وسوسہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ خاطی اور ناسی کو بھی قرار نہیں ہوتا۔ اس لئے جیسے وسوسہ معاف۔ خطاء اور نسیان بھی معاف۔ اگر اشکال ہو کہ ترجمہ میں تو نسیان ہے اور حدیث سے حدیث النفس ثابت ہے۔ تو ترجمہ اور حدیث میں مناسبت نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ نسیان خطاء میں چونکہ قرار نہیں ہوتا اس لئے ان کو بھی وسوسہ کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ یا چونکہ دل حدیث نفس میں مشغول ہوتا ہے جس کی وجہ سے خطاء اور نسیان پیدا ہوتا ہے۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الوسوسه سے دلیل ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ تو خصم کی دلیل ہے۔ کیونکہ جب کسی نے اعتاق اور طلاق کا تکلم نسیاناً اور خطاء کیا تو تکلم میں داخل ہو گیا۔ لہٰذا اس حدیث کی رو سے اس کا معتبر ہونا ثابت ہوا۔

باب اذاقال رجل لعبده هو لله ونو العتق والاشهاد فی العتق

ترجمہ۔ جب کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ وہ اللہ کیلئے ہے اور اس سے عتق کی نیت کی اور عتق پر گواہ بنایا تو اسکا کیا حکم ہے

حدیث (۲۳۵۳) حدثنا محمد بن عبدالله الخ عن ابی هریرةؓ انه لما اقبل یرید الاسلام ومعه غلامه ضل کل واحد منهما من صاحبه فاقبل بعد ذلك وابو هریرةؓ جالس مع النبی ﷺ یا اباهریرة هذا غلامك قد اتاك فقال اما انی اشهدك انه حرقال

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جب اسلام لانے کے ارادہ سے تشریف لائے تو ان کے ہمراہ ان کا غلام بھی تھا۔ لیکن وہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تو وہ بھی اس کے بعد آگیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ! یہ تیرا غلام آگیا۔

فهو حين يقول ۔ ياليلة من طولها وعنائها
على انها من دارة الكفر نجت

۔ اے رات تیری درازی اور مشقت کس قدر ہے لیکن بایں ہمہ اس نے مجھے دار کفر و حرب سے نجات دے دی۔

تو آپ نے فرمایا اے حضرت! میں بے شک آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ آزاد ہے۔ پس حضرت ابو ہریرہؓ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

حديث(٢٣٥٤)حدثنا عبيدالله بن سعيد الخ
عن ابی هريرةؓ قال لما قدمت على النبی ﷺ قلت فی الطريق . ۔ ياليلة من طولها وعنائها على انها من دارة الكفر نجت
قال وابق منی غلام لی فی الطريق قال فلما قدمت على النبی ﷺ بايعته فبينا انا عنده اذ طلع الغلام فقال لی رسول الله ﷺ يا ابا هريرةؓ هذا غلامك فقلت هو حر لوجه الله فاعتقته لم يقل ابو كريب عن ابی اسامة حر .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جس وقت میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ رہا تھا تو راستے میں یہ شعر کہتا تھا اے رات تیری درازی اور مشقت کس قدر ہے۔ اس کے باوجود اس رات نے مجھے دار الکفر سے نجات دے دی۔
حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ راستہ میں میرے سے میرا غلام بھاگ گیا جب میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی اور دریں اثنا میں آپؐ کے پاس تھا کہ اچانک میرا وہ غلام ظاہر ہو گیا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ یہ تیرا غلام ہے میں نے کہا حضرت وہ اللہ کی رضا کیلئے آزاد ہے پس میں نے اس کو آزاد کر دیا امام بخاریؒ فرماتے ہیں ابو کریب نے ابو اسامہ سے حر کے لفظ نقل نہیں کئے۔

حديث(٢٣٥٥)حدثنا شهاب بن عباد الخ
عن قيس قال لما اقبل ابو هريرةؓ ومعه غلامه وهو يطلب الاسلام فضل احدهما صاحبه بهذا وقال اما انی اشهدك انه لله .....

ترجمہ۔ حضرت قیسؒ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ آئے تو ان کے ہمراہ ان کا غلام تھا۔ اور وہ خود اسلام کی تلاش میں نکلے تھے پس ایک دوسرے سے بھٹک گئے تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ اللہ کیلئے ہے

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ هذا غلامك اس کا علم یا تو آپؐ کو کشف کے ذریعہ ہوا یا آپؐ نے ان حالات اور اوضاع سے معلوم کیا جن کو حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کئے تھے۔

قال هو يعنی قال الراوی فهو ای ضلال كل واحد منهما عن صاحبه كان وقت قول ابی هريرةؓ یعنی راوی کہتا ہے کہ ہر ایک کا بھٹک جانا اس وقت تھا جب کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ شعر گنگنا رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر خود حضرت ابو ہریرہؓ کا ہے حالانکہ ان سے اشعار ثابت نہیں ہیں اس لئے بعض نے کہا کہ ان کے غلام کی طرف منسوب ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ شعر ابو مرثد غنوی کا ہے جس سے ابو ہریرہؓ تمثل پکڑ رہے ہیں۔ مہلب فرماتے ہیں علماء کا اختلاف نہیں جب کہ کسی نے اپنے غلام کے متعلق کہا۔ فھو للہ اور اس سے اعتاق کی نیت کی تو وہ غلام آزاد ہوگا۔ اگر عتق کی نیت نہ ہو تو آزاد نہیں ہوگا ھو حر اور محرر صریح میں اس میں نیت کی ضرورت نہیں۔

باب ام الولد

ترجمہ۔ باب ام الولد کے بارے میں

قال ابو ھریرةؓ عن النبی ﷺ من اشراط الساعة ان تلد الامة ربتھا......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ باندی اپنی مالکہ کو جنے گی۔

حدیث (۲۳۵۶) حدثنا ابو الیمان الخ ان عائشةؓ قالت ان عتبة بن ابی وقاص عھد الی اخیه سعد بن ابی وقاصؓ ان یقبض الیه ابن ولیدة زمعة قال عتبة انه ابنی فلما قدم رسول اللہ ﷺ زمن الفتح اخذ سعد ابن ولیدة زمعة فاقبل به الی رسول اللہ ﷺ واقبل معه بعبد بن زمعة فقال سعد یا رسول اللہ ھذا ابن اخی عھد الی انه ابنه فقال عبد ابن زمعة یا رسول اللہ ھذا اخی ابن ولیدة زمعة ولد علی فراشه فنظر رسول اللہ ﷺ الی ابن ولیدة زمعة فاذا اشبه الناس به فقال رسول اللہ ﷺ ھو لك یا عبد بن زمعة من اجل انه ولد علی فراش ابیه قال رسول اللہ ﷺ احتجبی منه یا سودة بنت زمعة مما رای من شبھه بعتبة وکانت سودة زوج النبی ﷺ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص سے عہد لیا تھا کہ وہ زمعہ کی باندی کے بیٹے کو اپنے قبضہ میں لے لیں کیونکہ عتبہ فرماتے تھے کہ وہ میرا بیٹا ہے اور جب نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے زمانہ میں تشریف لائے تو حضرت سعدؓ نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو پکڑ لیا پس اسے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور انکے ہمراہ عبد بن زمعہ بھی آئے۔ تو حضرت سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ میرا بھتیجا ہے اس نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ وہ ان کا بیٹا ہے۔ عبد بن زمعہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے زمعہ کا بیٹا جو اس کے نکاح میں پیدا ہوا ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف دیکھا تو وہ عتبہ کے زیادہ مشابہ تھے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبد بن زمعہ وہ تیرا ہے بوجہ اس کے کہ وہ اس کے باپ کے فراش پر پیدا ہوا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سودہ بنت زمعہ اس سے پردہ کرو بوجہ اسکے کہ آپ نے عتبہ کے ساتھ اسکی مشابہت دیکھی اور حضرت سودہؓ جناب نبی اکرم کی بیوی محترمہ تھیں

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ام الولد یعنی باندی کو ام ولد بنانا جائز ہے۔ھولك یاعبدبن زمعة یہ محل ترجمہ ہے۔ کیونکہ اس کا نسب ثابت کیا۔ کیونکہ وہ باندی ام ولد تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں حدیث میں دلیل یہ قول ہے۔ قال عبدبن زمعه اخی ولد علی فراش ابی کہ آنحضرت ﷺ نے فیصلہ دیا کہ واقعی یہ ان کا بھائی ہے تو اس سے ام ولد کی امیت کا ثبوت ہوا۔ لیکن اس سے یہ معلوم نہ ہوا کہ باندی امہ رہی یا حرہ ہو گئی تو ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ اس میں اس کی حریت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ اسے فراش کہا گیا ہے تو اس میں اور زوجہ میں برابری کی گئی۔

باب بیع المدبر ترجمہ۔ مدبر کی بیع کا حکم

حدیث (۲۳۵۷) حدثنا ادم بن ایاس الخ سمعت جابر بن عبداللہؓ قال اعتق رجل مناعبداً له عن دبر فدعاالنبی ﷺ به فباعه قال جابر مات الغلام عام اوّل ......

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ ہم میں سے ایک آدمی نے اپنے غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے بلایا اور اسے بیچ دیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ غلام پہلے سال ہی مر گیا۔

باب بیع الولاء وهبته ترجمہ۔ ولاء کو بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا

حدیث (۲۳۵۸) حدثنا ابوالولید الخ سمعت ابن عمرؓ یقول نهی رسول الله ﷺ عن بیع الولاء وهبته .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ولاء کے بیچنے اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث (۲۳۵۹) حدثنا عثمان بن ابی شیبة الخ عن عائشةؓ قالت اشتریت بریرةؓ فاشترط اهلهاولائها فذکرت ذلك للنبی ﷺ فقال اعتقیها فان الولاء لم اعطی الورق فاعتقتهافدعاها النبی ﷺ فخیرها من زوجها فقالت لواعطانی کذاوکذا مالبثت عنده فاختارت نفسها ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت بریرہؓ کو خرید کیا تو اس کے مالکوں نے ولاء کی شرط لگائی میں نے اس کا تذکرہ جناب نبی اکرم ﷺ سے کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اس کو آزاد کردو۔ ولاء اسی کا ہو گا جس نے چاندی دی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے بلایا اور اس کو اپنے خاوند کے بارے میں اختیار دیا جس میں اسنے کہا کہ اگر وہ مجھے اتنا اتنا مال دے دے تو میں اس کے پاس نہیں ٹھہروں گی۔ تو اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ولاء کا بیچنا اور ھبہ کرنا دونوں جائز نہیں ہیں۔ روایت میں لام اختصاص کا اس پر دلالت کرتا ہے اگر بیع ھبہ اور ملک کا سبب جائز ہو تا تو پھر اختصاص للعتق کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے۔ تو جب معتق کے لئے اختصاص ثابت ہے تو نقل ممنوع ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن عمرؓ کی روایت ہے۔ الولاء لحمة کلحمة انسب لایباع ولا یورث اور جمیع اہل علم کا اتفاق ہے کہ جیسے نسب کا بدلنا جائز نہیں ایسے ولاء کا بدلنا بھی جائز نہیں ہے۔ جیسے نسب کا بیع اور ھبہ جائز نہیں ایسے ولاء کا بیع اور ھبہ بھی جائز نہیں ہے۔ بہر حال وہ آزاد کرنے والے کے لئے ہوگا۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ جب ولاء نسب کی طرح ہے تو جس نے آزاد کیا ولاء اسی کا ہوگا جیسے کسی کا بچہ پیدا ہوا تو نسب بھی اسی کا ثابت ہوگا۔ اگر وہ غیر کی طرف منسوب ہو تو اس کے والد سے نسب منتقل نہیں ہو سکتا اس طرح ولاء بھی اپنے محل سے منتقل نہیں ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ولاء یہ ہے کہ جب آزاد کردہ غلام مر جائے تو اس کا وارث اس کا آزاد کرنے والا ہوگا۔ یا اس کے ورثاء ہوں گے۔ عرب کے لوگ اس کی خرید و فروخت اور ھبہ کرتے تھے۔ شارع علیہ السلام نے ان کو اس لئے منع فرمادیا کیونکہ ولاء نسب کی طرح ہے۔ جوازالہ سے زائل نہیں ہو سکتا۔ فقہا حجاز اور عراق کا یہی مسلک ہے۔ لا تجوز بیعه وهبته۔

باب اذا اسر اخوالرجل اوعمه

ترجمہ۔ جب کسی آدمی کا بھائی یا اس کا چچا قید ہو جائیں

هل یفادی اذا کان مشرکاً وقال انس قال العباس للنبی ﷺ فادیت نفسی وفادیت عقیلا وکان علی له نصیب فی تلك الغنیمة التی اصاب من اخیه عقیل وعمه عباس ......

ترجمہ۔ جب کہ وہ مشرک ہوں تو کیا ان کا فدیہ دیا جا سکتا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ میں نے اپنی ذات کا فدیہ دیا۔ اور عقیل کا فدیہ بھی دیا اور علی بن ابی طالبؓ کو اس غنیمت سے حصہ ملا جو ان کے بھائی عقیل سے ملا۔ اور اپنے چچا عباس سے۔

حدیث (۲۳۶۰) حدثنا اسمعیل بن عبداللہ الخ حدثنی انس بن مالكؓ ان رجالاً من الانصار استاذنوا رسول الله ﷺ فقالوا ائذن فلنترك لابن اختنا عباس فداء ه فقال لاتدعون منه درهما .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ آدمیوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی۔ کہنے لگے کہ آپؐ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔ آپؐ نے فرمایا اس سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

<u>تشریح از شیخ گنگوہیؒ</u>۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ اس سے آزاد ہو جاتا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر محض ملک سے بھائی اور چچا آزاد ہو سکتے ہیں تو حضرت عباسؓ اور عقیل آزاد ہو جاتے جو حضرت علیؓ اور خود آنحضرت علیہ السلام کے غنیمت کے حصہ میں آئے تھے۔ احنافؒ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ کافر محض غنیمت سے ملک میں نہیں آجاتا بلکہ قتل استرقاق اور فدیہ میں اختیار ہوتا ہے۔ تو محض غنیمت سے ملک نہیں آجائے گا۔ چنانچہ شیخ گنگوہیؒ بھی یہی جواب دے رہے ہیں کہ تقسیم غنیمت کے بعد جب تک قبضہ نہ ہو ملک ثابت نہیں ہوتا۔ اور فدیہ گیری مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے تھی۔ البتہ اگر ان کو غلام بنانا اختیار کیا جاتا پھر ان غلاموں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوتے۔ پھر اعتراض وارد ہو سکتا تھا۔

<u>لاتدعون منه درهما</u> کہ حضرت عباسؓ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو کہیں مسلمان ہونے کے بعد ان پر احسان نہ جتلایا جائے دوسرے مسلمان سخت مشکل میں پھنسے تھے۔ حضرت عباسؓ بڑے مالدار تھے۔ اگر ان سے مال چھوڑ دیا جاتا تو ضرورت شدیدہ کے وقت مسلمانوں کے مال میں کمی ہو جاتی۔ اس سے بچنے کے لئے آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔

<u>تشریح از شیخ زکریاؒ</u>۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس میں ہے من ملك ذار حم فهو حر جو کسی قریبی رشتہ دار کا مالک ہو گیا تو قریبی آزاد ہو گا۔ لیکن ابن حزم اور ابن القطان نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور احنافؒ ثوریؒ اور اوزاعیؒ اسکے عموم کو لیتے ہیں۔ داؤد ظاہریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی کسی پر آزاد نہیں ہو گا۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اصول وفروع تو آزاد ہوں گے۔ باقی نہیں۔ حضرت امام مالکؒ نے مادری بھائیوں کو بھی ان میں شامل کیا ہے۔ علامہ عینیؒ نے ذرا تفصیل بیان کی ہے اور علماء کے پانچ مذاہب اتحاف میں ذکر کئے ہیں۔

<u>وكان علي له نصيب من الغنيمة</u> سے امام بخاریؒ استدلال کر رہے ہیں کہ محض ملک سے عتق نہیں ہوتا۔ اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصنفؒ نے ترجمہ کو مطلق چھوڑا ہے۔ کہ مسلمان تو آزاد ہو جائے گا۔ مشرک وکافر آزاد نہیں ہو گا۔ جیسا کہ روایت میں آیا ہے اذكان مشركا شیخ گنگوہیؒ نے جو فائدہ ذکر فرمایا ہے کہ تقسیم سے پہلے ملک ثابت نہیں ہوتا۔

<u>كراهية ان يمتن الخ</u> علامہ عینیؒ نے منع کی ایک علة ان کا مشرک ہونا بیان کیا ہے۔ اور بعض نے کہا اس خطرہ سے کہ شاید بعض مسلمانوں کے دل میں خطرہ پیدا ہو کہ آپؐ نے اپنے چچا سے رعایت کر دی۔

<u>لابن اختنا</u> قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ انصار حضرت عباسؓ کے ماموں نہیں تھے۔ بلکہ ان کے باپ عبد المطلب کے ماموں تھے کیونکہ ان کی والدہ سلمی بنت عمر بنو النجار میں سے تھی اور حضرت عباسؓ کی والدہ نتیلہ بنت جناب انصار میں سے نہیں تھی بہر حال انصار نے ابن اختنا کہہ کر اپنے اوپر منت لگانی چاہی۔ اگر عمك کہتے تو حضور اکرم علیہ السلام پر احسان ہوتا۔

باب عتق المشرك

ترجمہ۔ مشرک غلام کو آزاد کرنا

حدیث (۲۳۶۱) حدثنا عبید بن اسمعیل الخ عن هشام اخبرنی ابی ان حکیم بن حزام اعتق فی الجاهلية مائة رقبة وحمل على مائة بعير فلما اسلم حمل على مائة بعير واعتق مائة رقبة قال فسالت رسول الله ﷺ فقلت يا رسول الله ارايت اشياء كنت اصنعها في الجاهلية كنت اتحنث بها يعني اتبرربها قال فقال رسول الله ﷺ اسلمت على ماسلف لك من خيرٍ ....

ترجمہ۔ حضرت ہشامؒ فرماتے ہیں کہ میرے باپ حکیم بن حزامؓ نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے زمانہ کفر میں سو ۱۰۰ غلام آزاد کئے۔ اور سو ۱۰۰ اونٹوں پر سوار کر کے حج کرایا۔ پس جب مسلمان ہوئے تو سو ۱۰۰ اونٹوں پر سواروں کو حج کرایا۔ اور سو ۱۰۰ غلام آزاد کئے۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! مجھے بتلایئے کہ کچھ کام تھے جن کو میں زمانہ کفر میں نیکی کے طور پر کرتا تھا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی گذشتہ بھلائی پر تو تم مسلمان ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ عتق المشرك اس سے مؤلفؒ پر اعتراض ہوگا کہ قبل ازیں وہ لا عتاقة الا لوجه الله فرما چکے ہیں

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ نفلی طور پر مشرک کا آزاد کرنا بلا خلاف جائز ہے۔ البتہ کفارہ وغیرہ سے آزاد کرنے میں اختلاف ہے۔ حدیث باب پہلے مسلک کی تائید کرتی ہے۔ حکیم بن حزام نے جب غلام آزاد کئے تو وہ کافر تھے۔ ان کو ثواب مسلمان ہونے کے بعد حاصل ہوا۔ تو جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں آزاد کیا تو اس کو بطریق اولیٰ ثواب حاصل ہوگا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ عتق المشرك میں اضافۃ مصدر کی اپنے فاعل کی طرف ہے اور مفعول متروک ہے اس طرح حدیث اور ترجمہ میں مطابقت پیدا ہو جائے گی اسی احتمال پر شیخ گنگوہیؒ کا کلام مبنی ہے۔

باب من ملك من العرب رقيقاً

ترجمہ۔ جو شخص کسی عرب غلام کا مالک ہوا

فوهب وباع وجامع وفدى وسبى الذرية وقول الله تعالى ضرب الله مثلا عبدا مملوكاً لايقدر على شئ ومن رزقناه منا رزقاً حسناً فهو ينفق منه سراً وجهراً هل يستوون الحمد لله بل اكثرهم لايعلمون

ترجمہ۔ پس اس نے ہبہ کیا یا بیچ دیا یا باندی تھی اس سے جماع کیا اور اسکا فدیہ دیا یا اس کی اولاد کو قیدی بنایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ اس غلام مملوک کی مثال بیان فرماتے ہیں جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے اور جس شخص کو ہم نے اچھی روزی دی وہ اس سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ لوگ برابر ہو سکتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ اکثر نہیں جانتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ احنافؒ کا مسلک یہ ہے کہ ابتداء اخذ میں تو عرب غلام بنائے جاسکتے ہیں پھر جب ہمارے شہروں میں آجائیں گے پس اس وقت یا تو وہ مسلمان ہو جائیں اور مسلمان رقیق ہو کر رہے گا۔ اگر اسلام سے انکار کرے تو قتل کیا جائے گا۔ اس کو کفر کی حالت پر نہیں رکھا جاسکتا۔ ان روایات سے اس توضیح کے بعد امام اعظمؒ پر امام بخاریؒ کا اعتراض صحیح نہیں رہتا کیونکہ مؤمن رہ کر استرقاق جائز ہے۔ کافر رہ کر نہیں۔ اور روایات میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اس کی تعیین کرے۔ اس لئے روایات سے ان کا غلام ہونا ثابت ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ بعد مسلمان ہونے کے ثابت ہوا۔ چنانچہ ابن الہمام شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارا مستدل قرآنی آیت ہے۔ تقاتلونهم اویسلمون ای الی ان یسلموا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لایقبل من مشرك العرب الاالاسلام اوالسیف اور آپؐ سے یہ بھی مروی ہے لارق علی عربی اور حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی عرب پر غلامی ثابت ہوتی تو وہ آج ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ملک کی پانچ چیزیں تفصیل میں ذکر فرمائی ہیں۔ ھبہ۔ بیع جماع۔ فدی۔ اور سبی۔ باب کے اندر چار احادیث ذکر فرمائی ہیں ہر حدیث سے ہر ایک کا حکم بیان فرمایا۔ البتہ بیع کا ذکر نہیں ہے۔ وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے بعض طرق میں مذکور ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصد انعقاد باب سے استرقاق عرب میں اختلاف کو بیان کرنا ہے۔ جمہورؒ فرماتے ہیں کہ عربی جب قید ہو جائے تو اس کا غلام بنانا جائز ہے۔ اور جب باندی سے نکاح کر لیا تو اس کا ولد غلام ہوگا۔ امام اوزاعیؒ اور ثوریؒ فرماتے ہیں کہ باندی کے سردار پر ولد کی قیمت لازم ہے۔ اداء قیمت کے بعد وہ اس کو پاس رکھ سکتا ہے۔ لیکن ولد غلام کبھی نہیں ہوگا۔ مصنفؒ کا میلان جواز کی طرف ہے۔ ابن قدامہ نے شرح کبیر میں لکھا ہے کہ دار الحرب کے قیدی تین قسم ہیں۔ ار عورتوں اور بچوں کا قتل ناجائز ہے۔ اس لئے وہ قید ہوتے ہی مسلمانوں کے غلام بن جاتے ہیں۔ ۲ر اہل کتاب اور مجوسیوں کے وہ لوگ جو جزیہ کا اقرار کرتے ہیں۔ امام کو چار میں سے ایک کا اختیار ہے۔ قتل۔ احسان۔ فدیہ۔ اور استرقاق۔ ۳ر وہ مرد جو جزیہ کا اقرار نہیں کرتے۔ امام کو اختیار ہے قتل من اور فداء ان کا استرقاق جائز نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں عجم میں استرقاق جائز ہے۔ عرب میں نہیں ہے۔ اور بیہقیؒ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے نقل کیا ہے کہ عرب پر رق نہیں ہے۔ قید اور فدیہ ہے۔ اور آیت کریمہ میں ضرب الله مثلا عبداً مملوکاً عبد مملوک کو کسی عجمی کی قید سے مقید نہیں کیا۔ معلوم ہوا عربی اور عجمی میں کوئی فرق نہیں۔

حدیث (۲۳۶۲) حدثنا ابن ابی مریم الخ ان مروان والمسور بن مخرمة اخبره ان النبی ﷺ قام حین جاءه وفد هوازن فسالوه ان یرد الیهم

ترجمہ۔ مروانؓ اور مسور بن مخرمہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے جب کہ آپؐ کے پاس ہوازن کا وفد آیا جو مانگ کر رہے تھے کہ ان کے مال اور قیدی

اموالهم وسبیهم فقال ان معی من ترون واحب الحدیث الی اصدقه فاختار وااحدی الطائفتین اماالمال .واماالسبی وقدکنت استانیت بهم وکان النبی ﷺ انتظرهم بضع عشرة لیلة حین قفل من الطائف فلما تبین لهم ان النبی ﷺ غیرراداليهم الاحدالطائفتین قالوافانانختار سبیا فقام النبی ﷺ فی الناس فاثنی علی الله بما هو اهله ثم قال امابعد فان اخوانکم جاء ونا تائبین وانی رایت ان ارد الیهم سبیهم فمن احب منکم ان یطیب ذلك فلیفعل ومن احب ان یکون علی حظه حتی نعطیه ایاه من اول مایفیء الله علینا فلیفعل فقال الناس طیبنا ذلك قال انالاندری من اذن منکم ممن لم یاذن فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم امرکم فرجع الناس فکلمهم عرفاؤهم ثم رجعواالی النبی ﷺ فاخبروه انهم طیبوا واذنوا فهذالذی بلغنا عن سبی هوازن وقال انس ؓ قال عباس ؓ للنبی ﷺ فادیت نفسی فادیت عقیلا..

انہیں واپس کر دیں پس آپ ؐ نے فرمایا کہ بے شک میرے ہمراہ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو مجھ اکیلے کے بس کی بات نہیں اور پسندیدہ بات میرے نزدیک سچی بات ہے پس تم لوگ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر سکتے ہو یا مال کو یا قیدیوں کو اور میں ان کا انتظار کر تا رہا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے طائف سے لوٹنے کے بعد دس سے کئی زیادہ راتیں ان کا انتظار کیا پس جب ان پر واضح ہو گیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ ان کی طرف صرف دو میں سے ایک ہی چیز واپس کرنے والے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں تو آنحضرت ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر فرمایا امابعد پس یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس تائب ہو کر آئے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دوں پس تم میں سے جو شخص خوشی کے ساتھ اس کو کرنا چاہے وہ کر لے۔ اور جو یہ پسند کرے کہ سب سے پہلے جو فئے کا مال آئے گا اس میں سے ہم اس کو اس کا حصہ دیں گے تو وہ یہ کر سکتا ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ آپ ؐ کے لئے یہ کام ہم خوشی سے کرتے ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا ہمیں علم نہیں کہ آپ میں کس شخص نے خوشی سے اجازت دی اور کس نے اجازت نہیں دی پس واپس جاؤ اور اپنے نمائندوں کے ذریعہ اپنا معاملہ ہمارے سامنے لاؤ چنانچہ وہ لوگ واپس گئے۔ اور ان کے چوہدریوں نے ان سے بات چیت کی۔ پھر جناب نبی اکرم ﷺ کو واپس آکر خبر دی کہ انہوں نے خوش دلی سے اجازت دے دی ہے۔ پس یہ واقعہ ہے جو ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں ہم تک پہنچا ہے۔ حضرت انس ؓ نے فرمایا کہ حضرت عباس ؓ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اپنی ذات کا فدیہ بھی ادا کیا ہے۔ اور اپنے بھائی عقیل کی طرف سے فدیہ ادا کیا ہے۔

حدیث (۲۳۶۳) حدثناعبدالله بن الحسن الخ

ترجمہ۔ حضرت نافع کی طرف ابن عون نے لکھا حضرت نافع نے

قال کتبت الی نافع فکتب الی ان النبی ﷺ اغار علی بنی المصطلق وھم غارون وانعامھم تسقی علی الماء فقتل مقاتلھم وسبی ذراریھم واصب یومئذ جویریة حدثنی به عبدالله بن عمرؓ وکان فی ذلک الجیش .....

ان کی طرف لکھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ قبیلہ بنو المصطلق پر حملہ آور ہوئے جب کہ وہ غافل تھے۔ اور ان کے چوپائے چشمہ پر پانی پینے گئے تھے۔ تو ان کے لڑاکے آدمیوں کو تو قتل کر دیا اور ان کے اہل وعیال کو قیدی بنالیا اور اسی دن بی بی جویریہؓ حاصل ہوئی تھیں نافع فرماتے ہیں کہ حدیث مجھے عبداللہ بن عمرؓ نے بیان فرمائی جو اس لشکر میں موجود تھے۔

حدیث (۲۳٦٤) حدثنا عبدالله بن یوسف الخ رایت اباسعیدؓ فسالته فقال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی غزوة بنی المصطلق فاصبنا سبیا من سبی العرب فاشتھینا النساء فاشتدت علینا العزبة واحببنا العزل فسالنا رسول الله ﷺ فقال ماعلیکم ان لا تفعلوا مامن نسمة کائنة الی یوم القیام الاوھی کائنة ......

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ غزوہ المصطلق کے لئے روانہ ہوئے پس ہمیں عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی ہاتھ آئے پس ہمیں عورتوں سے ملنے کی خواہش ہوئی اس لئے کہ ہم پر عورتوں سے الگ رہنا گراں ہو گیا تو ہم نے عزل کو پسند کیا جس کے متعلق ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ کوئی جی ایسا نہیں جو قیامت تک ہونے والا ہے مگر وہ ہو کر رہے گا۔

حدیث (۲۳٦٥) حدثنا زھیر بن حرب الخ عن ابی ھریرةؓ قال مازلت احب بنی تمیم منذ ثلث سمعت عن رسول الله ﷺ یقول فیھم سمعته یقول ھم اشد امتی علی الدجال قال وجاء ت صدقاتھم فقال رسول الله ﷺ ھذه صدقات قومنا وکانت سبیة منھم عندعائشةؓ فقال اعتقیھا فانھا من ولد اسمعیل .....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے تین چیزیں بنو تمیم کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں میں برابر بنو تمیم سے محبت کرنے لگا ہوں ایک تو میں نے یہ سنا کہ آپؐ فرماتے تھے یہ لوگ دجال پر میری تمام امت میں سے سخت ترین ثابت ہوں گے۔ دوسرے جب ان کے صدقات وزکوۃ پہنچے تو آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہماری قوم کے صدقات آئے ہیں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ ان کے قبیلہ کی ایک قیدی عورت حضرت عائشہؓ کے پاس تھی جس کے متعلق آپؐ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو۔ کیونکہ یہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مسور کی حدیث میں سے ہبہ ثابت کیا۔ حدیث انسؓ سے فداء کا ترجمہ ثابت ہوا۔ حدیث ابن عمرؓ سے سبی ذاتہ کا ترجمہ ثابت ہوا۔ اور حدیث ابو سعیدؓ میں جماع اور فدیہ دونوں ثابت ہوئے۔ اور حدیث ابو ہریرہؓ کے بعض طرق میں ابتاعی کا لفظ وارد ہوا ہے جس سے بیع کا ترجمہ ثابت ہوا۔ حضرت جویریہ جناب نبی اکرم ﷺ کے حصہ میں آئیں۔ یا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ جن سے انہوں نے مکاتبت کرلی۔ بدل کتابت آنحضرت ﷺ نے ادا کر کے ان سے نکاح کرلیا اور جس قدر قبیلہ بنو مصطلق کے قیدی تھے وہ سب ان کی برکت سے آزاد کر دیئے گئے۔ ان سے بڑی برکت والی عورت اپنی قوم کے لئے کوئی ثابت نہ ہوئی۔

عزل کے متعلق علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حرہ جب شوہر کو اجازت دے تو ائمہ فتویٰ کے نزدیک عزل کے جواز پر اتفاق ہے باندی شادی شدہ کے متعلق امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مولا کی اجازت پر موقوف ہے۔ امام ابو یوسفؒ باندی کی اجازت کو معتبر گردانتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ بغیر اذن مولیٰ اور بغیر اذن باندی کی اجازت کے خاوند کو اختیار دیتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ بت پرست اور مجوسی قیدی عورتوں سے وطی کا ہے۔ حضرت سعید بن المسیب۔ مجاہد اور طاؤس وغیرہ جائز کہتے ہیں۔ لیکن اکثر اہل فتویٰ عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن یعنی مشرک عورتوں سے جماع نہ کرو۔ جب تک وہ مؤمن نہ ہو جائیں۔ البتہ نساء اہل الکتاب کی وطی کو والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب سے مباح کیا گیا ہے۔ عرب کی قیدی عورتوں سے اسلام کے بعد جماع کرنے پر سب صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہے۔

عزبہ کے معنی بیویوں کا گم پانا یا نکاح کا نہ ہونا۔ بہر حال علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب جب مشرک ہوں تو ان کو رقیق بنایا جا سکتا ہے۔ جیسے قبیلہ بنو المصطلق کے لوگ سبایا بنائے گئے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے کہ ان کی شرافت کی وجہ سے غلامی کا طوق نہیں پڑے گا۔

ھذہ صدقات قومنا اس لئے کہ ان لوگوں نے چھانٹ چھانٹ کر عمدہ مال صدقات میں بھیجا تھا جس پر آپؐ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

فادیت نفسی فداء تو جب ہی دیا تھا کہ رقیق ہو گیا۔ پس معلوم ہوا کہ عرب رقیق ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ نے سو ۱۰۰ اوقیہ اپنی طرف سے فدیہ ادا کیا تھا۔ اگرچہ ہر ایک قیدی سے چالیس اوقیہ فدیہ لیا گیا تھا۔ مگر آپؐ نے حضرت عباسؓ کے متعلق فرمایا اضعفوھا علی العباس جس پر انہوں نے فرمایا کہ ترکتنی فقیرا ماعشت یعنی آپؐ نے فرمایا کہ حضرت عباسؓ پر دوگنا سہ گنا فدیہ رکھا جائے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ کیا آپؐ مجھے زندگی بھر فقیر و محتاج رکھنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا

فاين المال الذى تركته عندام الفضل الخ کہ وہ مال کہاں جائے گا جو تو اپنی بیوی ام الفضل کے پاس چھوڑ کر آیا ہے۔ تو کہنے لگے کہ آپ کو کس نے اطلاع دی۔ کیونکہ وہاں تیسرا تو کوئی نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں پھر مسلمان ہو گئے اور اپنے بھتیجوں کو بھی حکم دیا وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ فاديت نفسى سے انہوں نے اپنی مصیبت بیان کی ہے افلاس کا بیان نہیں کیا۔

باب فضل من ادب جاريته وعلمها

ترجمہ۔ اس شخص کی فضلیت کے بارے میں جس نے اپنی باندی کو ادب سکھلایا اور اسے تعلیم دی۔

حديث (۲۳۶۶) حدثنا اسحق بن ابراهيم الخ عن ابى موسىؓ قال قال رسول اللهﷺ من كانت له جارية فعالها فاحسن اليها ثم اعتقها وتزوجها كان له اجران .....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی باندی ہو پس اس نے اس پر خرچ کیا یا تعلیم دی اور اس سے اچھا سلوک کیا پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اجر التعليم واجر العتق

باب قول النبیﷺ

ترجمہ۔ باب ہے جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد

العبيد اخوانكم فاطعموهم مما تاكلون وقوله تعالى واعبد والله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين احسانا وبذى القربى واليتامى والمساكين الى قوله مختالا فخورا ذى القربى القريب والجنب الغريب الجار الجنب يعنى الصاحب فى السفر .

ترجمہ۔ کہ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں جو کچھ تم کھاتے ہو اس میں سے ان کو بھی کھلاؤ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ترجمہ آیت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قریبی رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں سے اچھا سلوک کرو مختالا فخورا تک ذى القربى سے قریبی رشتہ دار اور الجنب سے مسافر اور الجاد الجنب سے سفر کا ساتھی مراد ہے۔

حديث (۲۳۶۷) حدثنا ادم بن ابى اياس الخ قال سمعت المعرور بن سويد قال رايت ابا ذر الغفارىؓ وعليه حلة فسالناه عن ذلك فقال انى سابيت رجلا فشكانى الى النبىﷺ اعيرته بامه

ترجمہ۔ حضرت معرور بن سویدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کو دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک عمدہ پوشاک تھی اور ان کے غلام پر بھی عمدہ پوشاک تھی ہم نے ان سے اس بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو گالی

ثم قال ان اخوانکم خوالکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوه تحت یده فلیطعمه مما یاکل ولیلبسه ممایلبس ولاتکلفوهم مایغلبهم فان کلفتموهم مایغلبهم فاعینوهم ....

دی تھی۔ جس نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں میری شکایت کی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تو نے اس کو ماں کی وجہ سے عار دلائی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی تمہارے خادم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے پس جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو جو خود کھاتا ہے اس سے اسے کھلائے اور جو خود پہنتا ہے اسی سے اس کو پہنائے۔ اور ایسے امور کی ان کو تکلیف نہ دو جو ان پر غالب آ کر نا قابل برداشت بن جائیں اگر ان نا قابل برداشت امور کی اجازت بھی دیتے ہو۔ تو ان کی اس میں خود مدد بھی کرو۔

تشریح از قاسمی ؒ۔ مختالاً متکبراً فخوراً یعنی لوگوں پر فخر کرنے والا جو اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہوا یسا شخص فی نفسه کبیر۔ عندالله حقیر اور عندالناس بغیض ہوتا ہے۔

باب العبد اذا احسن عبادة ربه ونصح سیده

ترجمہ۔ غلام جب اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرے اور اپنے سردار کی خیر خواہی بھی کرے۔

حدیث (۲۳۶۸) حدثنا عبدالله بن مسلمة الخ عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال العبد اذا نصح سیده واحسن عبادة ربه کان له اجره مرتین

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی غلام اپنے سردار کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب ذوالجلال کی اچھی طرح عبادت کرے تو اس کو اس کا دوہرا ثواب ہوگا۔

حدیث (۲۳۶۹) حدثنا محمد بن کثیر الخ عن ابی موسی الاشعریؓ قال قال النبی ﷺ ایما رجل کانت له جاریة فادبها فاحسن تادیبها واعتقها وتزوجها فله اجران وایما عبدٍ اَدّیٰ حق الله وحق موالیه فله اجران .....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص کی باندی ہو جسے اس نے ادب سکھلایا اور اس کو اچھی تعلیم دی اور اسے آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔ اور جس غلام نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور اپنے سردار کا حق بھی ادا کیا تو اس کو دوہرا ثواب ہوگا

حدیث (۲۳۷۰) حدثنا بشر بن محمد الخ قال

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے

ابوهريرةؓ قال رسول الله ﷺ للعبد المملوك الصالح اجران والذى نفسى بيده لولا الجهاد فى سبيل الله والحج وبرامى لاحببت ان اموت وانا مملوك .....

فرمایا غلام مملوک نیک بخت کے لئے دو اجر ہیں۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر جہاد فی سبیل اللہ۔ حج کرنا اور اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا نہ ہوتا تو میری خواہش تھی کہ مملوک ہو کر مرتا۔

حديث (۲۳۷۱) حدثنا اسحق بن نصر الخ عن ابى هريرةؓ قال قال النبى ﷺ نعم مالاحدهم يحسن عبادة ربه وينصح لسيده ...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ کس قدر اچھا ہے اس کیلئے جو اپنے رب کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے اور اپنے آقا کے لئے خیر خواہی کرتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لولا الجهاد الخ یہ حضرت ابوہریرہؓ کا کلام ہے جو حدیث سے زائدہ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ غلام کا اپنے آقا کا حق ادا کرنا اور مولا حقیقی کا حق ادا کرنا ایسی فضیلت ہے جو در حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ دوسرے فضائل جو فضائل عبد کے ضد ہیں حاصل نہ ہو جائیں۔ جیسے والدین سے بہتر سلوک۔ جہاد وغیرہ۔ کیونکہ غلام ان میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ حقوق مولیٰ میں مصروف و محبوس ہوتا ہے۔

لاحببت یعنی میری خواہش تھی کہ عبد کی فضیلت کو حاصل کروں۔ لیکن ان دونوں فضیلتوں میں تضاد اور خلاف نے مجھے اس سے روک دیا۔ یہ معنی نہیں کہ فضیلت عبد کو تمام دیگر فضائل پر برتری حاصل ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس فضیلت کے ساتھ اور فضائل بھی مل جائیں تو زہے قسمت۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ان جملوں۔ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ انبیاء اور اصفیاً کا غلامی کی زندگی سے امتحان لیتا ہے۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا امتحان لیا۔ لیکن ابن بطالؒ اور داؤدیؒ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ کلام رسول نہیں۔ کلام ابوہریرہؓ ہے جس پر برامى کالفظ من حيث المعنى دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی کوئی والدہ نہیں تھی جس کی آپؐ خدمت کرنا چاہتے ہوں۔ البتہ کرمانیؒ نے ایک توجیہ کی ہے کہ آپؐ امت کو تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ یا على سبيل الفرض فرمایا ہے۔ یا رضاعی والدہ سے سلوک کرنا چاہتے ہوں۔ علامہ عینیؒ نے بھی کرمانیؒ کی توجیہات کو درست قرار دیتے ہوئے اسے کلام رسول قرار دیا ہے۔ باقی ان اشیاء کو استثناء کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حج اور جہاد میں اذن مولیٰ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح ماں کی خدمت میں بھی کبھی اذن مولیٰ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بقیہ عبادات بدنیہ میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ باقی عبادات مالیہ سے تعرض اس لئے نہیں کیا گیا کہ غلام کا اپنا مال ہوتا نہیں جو اس کی ضروریات سے وافر ہو کہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر صدقات

وخیرات میں خرچ کر سکے یا اس وجہ سے کہ اس مال میں بھی بغیر اجازت مولیٰ کے وہ تصرف نہیں کر سکتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کا نام امیمہ تھا بعض نے میمونہ کہا ہے۔ بہر حال وہ صحابیہ تھیں جن کے اسلام لانے کا واقعہ مسلم میں موجود ہے۔

له اجران اگر اس پر اشکال ہو کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ ساوات کا اجر کم ہو اور ممالیک کا زیادہ ہو۔ ایک جواب تو علامہ کرمانیؒ نے یہ دیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں یا ممالیک کا ثواب اس جہت سے مضاعف ہو اور ساوات کا دوسری جہات سے بڑھ جائے یا یہ کہ اس عبد کو ترجیح دی جارہی ہے جو دونوں حقوق ادا کرتا ہے اس عبد پر جو صرف ایک حق ادا کرتا ہے۔ نصیحت کا معنی خیر خواہی ہے کہ ہر حال میں اس کی صلاح کا ارادہ کرے اور خلل عل اور غش سے پاک رکھے اور حسن تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ بغیر مار پٹائی اور ڈانٹ ڈپٹ کے نرمی اور مہربانی سے تعلیم دے اور ادب کا معنی ہے۔ حسن الاحوال والاخلاق۔

باب كراهية التطاول على الرفيق ترجمہ۔ غلام پر سرکشی کرنا مکروہ ہے

وقوله عبدي او امتي وقال الله تعالى والصالحين من عبادكم وامائكم وقال عبدا مملوكا والفيا سيدها لدى الباب وقال عزوجل من فتياتكم المؤمنات وقال النبي ﷺ قوموا الى سيدكم واذكرني عند ربك يعني عند سيدك ومن سيدكم

ترجمہ۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور حدود سے تجاوز کر جائے عبد اور امه کا اطلاق ہو گیا۔ عبدا مملوکا بھی قرآن مجید میں آگیا۔ الفيا سيدها لدى الباب میں آقا پر سید کا اطلاق ہو گیا ہے۔ اور فتياتكم المؤمنات میں باندیوں پر فتیات کا اطلاق ہوا ہے اس لئے یہ بھی جائز ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے اوس قبیلہ کے سردار کے لئے فرمایا اپنے سید کی طرف اٹھو واذكرني عند ربك اى عند سيدك میں مولیٰ پر رب کا اطلاق ہے تو یہ سب اطلاقات جائز ہیں۔

حدیث (۲۳۷۰) حدثنا مسدد الخ عن عبدالله عن النبي ﷺ قال اذ نصح العبد سيده واحسن عبادة ربه كان له اجره مرتين .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو غلام اپنے سردار کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے تو اس کو دو مرتبہ اجر ملے گا۔

حدیث (۲۳۷۱) حدثنا محمد بن العلاء الخ عن ابی موسیٰؓ عن النبي ﷺ قال المملوك الذى يحسن عبادة ربه ويؤدى الى سيده الذى له عليه من الحق والنصيحة وطاعت له اجران ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا اس غلام کے لئے دوہرا ثواب ہے جو اپنے رب کی عبادت بھی خوش اسلوبی سے کرتا ہے اور اپنے سردار کا وہ حق بھی ادا کرتا ہے جو اس کے ذمہ ہے اور خیر خواہی اور فرمانبرداری کرتا ہے

حدیث(۲۳۷۲)حدثنامحمد الخ انه سمع اباهریرةؓ یحدث عن النبی ﷺ انه قال لایقل احدکم اطعم ربک وضیی ربک اسق ربک ولیقل سیدی مولای ولایقل احدکم عبدی امتی ولیقل فتای وفتاتی وغلامی ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص تم میں سے یہ نہ کہے کہ اپنے رب کو کھانا کھلاؤ۔ وضو کراؤیاپانی پلاؤ۔بلکہ سید اور مولا کا لفظ استعمال کرے۔ اور کوئی تم میں سے عبدی وامتی بھی نہ کہے بلکہ فتای .فتاتی وغلامی کہے۔

حدیث (۲۳۷۳) حدثناابوالنعمان الخ عن ابن عمرؓ قال قال النبی ﷺ من اعتق نصیباله من العبد فکان من المال مایبلغ قیمته یقوم علیه قیمة عدل واعتق من ماله والافقد عتق منه ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے عبد کا حصہ آزاد کردیا جب کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی قیمت تک پہنچ جاتا ہے تو اس کی عادلانہ قیمت کی جائے گی۔ اور وہ اس کے مال سے آزاد ہوگا۔ ورنہ جتنا حصہ آزاد کیا ہے۔ وہی آزاد ہوگا۔

حدیث (۲۳۷٤) حدثنامسدد الخ عن عبداللهؓ ان رسول الله ﷺ قال کلکم راع فمسئول عن رعیته فالامیر الذی علی الناس راعٍ وهومسئول عنهم والرجل راعٍ علی اهل بیته وهو مسئول عنهم والمرأة راعیة علی بیت بعلها وولده وهی مسئولة عنهم والعبدراعٍ علی مال سیده وهو مسئول عنه الافکلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیته ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک نگران ہے جس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا پس وہ آدمی جو لوگوں کا حاکم ہے وہ بھی ان کا محافظ و نگران ہے جس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اس طرح آدمی اپنے گھر والوں پر محافظ ہے۔ اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے جس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ غلام اپنے سردار کے مال کا نگران ہے جس سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔ خبردار! پس ہر ایک تم میں سے نگران ہے۔ اور ہر ایک تم میں سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حدیث(۲۳۷۵)حدثنامالک بن اسماعیل الخ سمعت اباهریرةؓ وزید بن خالد عن النبی ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور زید بن خالدؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب کسی کی باندی

قال اذازنت الامة فاجلدوهاثم اذازنت فاجلدوها ثم اذاازنت فاجلدوهافی الثالثةاوالرابعة بیعوعها ولوبضفیر .....

زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ پھر زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر تیسری یا چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ اس کو بیچ دو اگرچہ بٹی ہوئی رسّی کے بدلے بھی ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہی ۔ امام بخاریؒ نے اس باب سے اس تعارض کے رفع کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بعض روایات میں سیدی .ربی .عبدی . وامتی کہنے سے منع فرمایا گیا۔بایں ہمہ بہت سی آیات اور روایات میں لفظ سید اور رب کے ساتھ اضافة پائی جاتی ہے۔دفع کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ تطاول اور تفاخر کے طور پر کہے جائیں تو ممنوع ہیں۔اگر بڑائی اور فخر ملحوظ نہیں ہے تو پھر اس کے جواز میں کوئی ضرر نہیں ہے۔بایں ہمہ ان کا ترک کر دینا افضل ہے۔آیات اور روایات میں اصل جواز کے اعتبار سے ورود ہوا ہے۔ اس کے باوجود آیات میں لفظ فتیا ت اور فتا ی بھی وارد ہوا ہے۔خود آنحضرت ﷺ نے بھی اس کا تلفظ فرمایا ہے۔ لیقل فتای پھر وہ روایات بیان فرمائی ہیں جن سے جوا ز امه اور عبد کے اطلاق کا ثابت ہوتا ہے۔اس طرح سید اور فتی کا اطلاق بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علماء فقہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ان احادیث میں جو نہی معلوم ہوتی ہے وہ نہی تنزیہی ہے تحریم کیلئے نہیں۔ حتی کہ اہل الظاہر بھی اسی کے قائل ہیں۔البتہ لفظ رب کے بارے میں ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ بغیر اضافت کے اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔دوسروں کے لئے اضافت کے ساتھ بولا جا سکتا ہے۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکثار اور عادت سے منع فرمایا۔فی الجملہ کبھی کبھی ذکر کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کراہۃ اضافت کی صورت کے ساتھ مختص اور اضافت بھی یاء متکلم کی طرف جیسے سیدی .امتی . وعبدی ۔

باب اذااتاه خادمه بطعامه

ترجمہ۔ جب اس کا نوکر اس کا کھانا لائے

حدیث(۲۳۷۶)حدثناحجاج بن منها ل الخ سمعت اباهريرةؓ عن النبی ﷺ اذااتی احدکم خادمه بطعامه فان لم یجلسه معه فلیناوله لقمة اولقمتین اواكلة اواكلتین فانه ولی علاجه ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تمہارے میں سے کسی کے پاس اس کا نوکر اس کا کھانا لے آئے۔پس اگر اپنے ہمراہ بٹھا نہیں سکتا تو کم از کم ایک یا دو لقمے اسے ضرور دے دے۔اس لئے کہ اس نے اسے پکایا ہے اور بنایا ہے۔یعنی اس کی کلفت برداشت کی ہے۔

باب العبد راعٍ فی مال سیده ونسب النبی ﷺ المال الی السید ۔

ترجمہ۔ غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے مال کی نسبت سردار کی طرف کی ہے۔

حدیث (۲۳۷۷) حدثنا ابو الیمان الخ

عن عبدالله بن عمرؓ انه سمع رسول الله ﷺ یقول کلکم راعٍ ومسئول عن رعیته فالامام راعٍ وهو مسئول عن رعیته والمراة فی بیت زوجها راعیة وهی مسئولة عن رعیتها والخادم فی مال سیده راعٍ وهو مسئول عن رعیته قال فسمعت هؤلاء من النبی ﷺ واحسب النبی ﷺ قال والرجل فی مال ابیه راعٍ ومسئول عن رعیته فکلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیته .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تم میں سے ہر ایک نگران ومحافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا پس امام وحاکم نگران ہے۔ اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔ اس سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اور نوکر اپنے آقا کے مال کا نگران ہے۔ اس سے اپنی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ فرمایا یہ سب میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنے اور میرا گمان یہ بھی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ آدمی اپنے باپ کے مال کا نگران ہے۔ اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ بہر حال تم میں سے ہر ایک نگران ہے۔ ہر نگران سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔

باب اذا ضرب العبد فلیجتنب الوجه

ترجمہ۔ جب غلام کو مارے تو چہرے سے بچ کر رہے

حدیث (۲۳۷۸) حدثنا محمد بن عبیدالله الخ

عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال اذا قاتل احدکم فلیجتنب الوجه .....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لڑائی کرے تو چہرہ سے بچتا رہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المکاتب

باب اثم من قذف مملوکه المکاتب ونجومه فی کل سنة نجم ۔

وقوله تعالی والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوهم ان علمتم فیهم خیراً واتوهم من مال الله الذی اتاکم وقال روح عن ابن جریج قلت لعطاء اواجب علی اذاعلمت له مالاً ان اکاتبه قال ماراه الاواجباً وقال عمر وبن دینار قلت لعطاء تاثره عن احد قال لاثم اخبرنی ان موسی بن انس اخبره ان سیرین سال انساً المکاتبة وکان کثیر المالٌ فابی فانطلق الی عمر فقال کاتبهٗفابی فضربه بالدرة ویتلوا عمرؓ فکاتبوهم ان علمتم فیهم خیرا فکاتبه وقال اللیث ......

ترجمہ۔ مکاتب اوراس کے وظیفے کے اوقات اور ہر سال میں ایک وظیفہ ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو غلام کتابت طلب کریں تو ان سے کتابت کرلو اگر تمہیں ان میں کوئی بھلائی معلوم ہو۔ اس مال میں سے ان کو دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے ابن جریج نے عطاء سے کہا کہ مجھے معلوم ہو جائے اس کے پاس مال ہے تو کیا مجھ پر واجب ہے کہ میں ان سے کتابت کرلوں انہوں نے فرمایا میں بھی اسے واجب ہی سمجھتا ہوں۔ میں نے عطاء سے کہا کیا آپ اس کو کسی سے روایت کرتے ہو۔ اس نے کہا نہیں۔ اور سیرین نے حضرت انسؓ سے کتابت کے بارے میں سوال کیا اور وہ کثیر المال تھے۔ پس انہوں نے انکار کر دیا۔ پس وہ حضرت عمرؓ کی طرف چلے فرمایا اس سے مکاتبت کرلو۔ پھر بھی انہوں نے انکار کر دیا۔ پس انہیں ایک درّہ مارا۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ آیت تلاوت کی فکاتبوهم الایة پس انہوں نے اس کی کتابت کرلی۔

حدیث(۲۳۷۹) قال عروة قالت عائشةؓ ان بریرةؓ دخلت علیھاتستعینھافی کتابتھا وعلیھا خمسةاواق نجمت علیھافی خمس سنین فقالت لھا عائشةؓ ونفست فیھا ارایت ان عددت لھم عدةواحدةًابیعك اھلك فاعتقتك فیکون ولاء ك لی فذھبت بریرة الی اھلھا فعرضت ذلك علیھم فقالوالاالاان یکون لنا الولاء .قالت عائشةؓ فدخلت علی رسول اللہ ﷺ فذکرت ذلك له فقال لھا رسول اللہ ﷺ اشتریھافاعتقیھافانما الولاءلمن اعتق ثم قام رسول اللہ ﷺفقال مابال رجال یشترطون شروطالیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطالیس فی کتاب اللہ فھوباطل شرط اللہ احق واوثق ......

ترجمہ۔قال اللیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ ان کے ہاں حاضر ہوئیں جو ان سے کتابت کے سلسلہ میں مدد طلب کرتی تھیں۔ اور ان کے ذمہ پانچ اوقیے تھے جن کو پانچ سال کے عرصہ میں اس پر تقسیم کردیا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا جبکہ ان کو حضرت بریرہؓ میں رغبت تھی مجھے بتلاؤ کہ میں انہیں ایک ہی گنتی میں پورا کردوں تو کیا تیرے آقا تجھے بیچ دیں گے پھر میں تجھ کو آزاد کردوں گی۔ پس تیرا ولاء میرے لئے ہوگا۔ پس حضرت بریرہؓ اپنے سرداروں کے پاس گئیں اور ان پر یہ معاملہ پیش کیا تو انہوں نے کہا نہیں ولاء تو بہر حال ہمارے لئے ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ان کا جواب آپؐ سے ذکر کیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس کو خرید کر کے آزاد کردو۔ بہر صورت ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہوگا۔ پھر آپؐ نے کھڑے ہوکر فرمایا کیا حال ہے لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ جو شخص ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو وہ باطل ہوگی۔ اللہ کی شرط زیادہ صحیح ہے اور زیادہ مضبوط ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ماأراه الاواجباً کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ الامر للوجوب یعنی امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو۔

قال لاثم اخبرنی شاید پہلے بھول گئے پھر جب یاد آیا تو کہنے لگے کہ حضرت عطاء نے اس سے وجوب سمجھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے انہیں اس پر درّہ مارا تھا۔ اگر وجوب نہیں تھا تو حضرت عمرؓ انہیں درّہ کیوں مارتے۔ نیز! حضرت عمرؓ نے انہیں اس کے انکار پر درّہ مارا کیونکہ اگر امر وجوب کے لئے نہ بھی ہو تب بھی استحباب سے خالی نہیں۔ اگر مستحبات پر صحابہؓ رسول اللہؐ عمل نہیں کریں گے تو اور کون کریگا۔

شرط اللہ احق واوثق ظاہر یہ ہے کہ شرط اللہ سے وہ شرط مراد ہے جو شرع کے موافق ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مکاتبة عرب میں اسلام سے پہلے بھی متعارف تھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے برقرار رکھا

کتابت کی تعریف معنی میں یہ ہے اعتاق السید عبده علی مال فی ذمته یودی مؤجلا یعنی آقا کا اپنے غلام کو ایسے مال پر آزاد کرنا جو اس کے ذمہ ہے جس کو وہ مدت مقررہ میں ادا کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کے انکار کتابت پر ان کے درہ مارا تو اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ مکاتبت واجب ہے۔ جب کہ عبد اس کا مطالبہ کرے۔ عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت بریرہؓ کی مکاتبت ہوئی۔ اور مردوں میں حضرت عمرؓ کا مستحبات پر درّے مارنا سیرت عمرؓ کا ناقابل انکار باب ہے۔ حدیث کی مطابقت ترجمہ سے نجمت علیها کے جملہ سے ثابت ہے۔

باب مايجوز من شروط المكاتب ومن اشترط شرطاً ليس في كتاب الله فيه ابن عمرؓ عن النبي ﷺ۔

ترجمہ۔ مکاتب کی شرطوں میں سے جو جائز ہیں ان کا بیان اور جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو اس بارے میں ابن عمرؓ سے مروی ہے۔

حديث (۲۳۸۰) حدثنا قتيبة الخ ان عائشةؓ اخبرته ان بريرةؓ جاء ت تستعينها في كتابتها ولم تكن قضت من كتابتها شيئاً قالت لها عائشةؓ ارجعي الى اهلك فان احبوا ان اقضي عنك كتابتك ويكون ولاء ك لي فعلت فذكرت ذلك بريرةؓ الى اهلها فابوا وقالوا ان شاء ت ان تحتسب عليك فلتفعل ويكون ولاؤك لنا فذكرت ذلك لرسول الله ﷺ فقال لها رسول الله ابتاعي فاعتقي فانما الولاء لمن اعتق قال ثم قام رسول الله ﷺ فقال مابال اناس يشترطون شروطاً ليس في كتاب الله من اشترط شرطا ليس في كتا ب الله فليس له وان شرط مائة مرة شرط الله احق واوثق.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ ان کے پاس آ کر اپنی کتابت کے بارے میں مالی مدد طلب کرتی تھیں اور اس نے اپنے بدل کتابت میں سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا کہ تم اپنے مالکوں کے پاس جا کر کہو کہ اگر وہ پسند کریں تو میں تیرا بدل کتابت ادا کر دوں اور تیرا ولاء میرے لئے ہوگا۔ تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ چنانچہ حضرت بریرہؓ نے اپنے مالکوں سے جا کر ذکر کیا تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عائشہؓ تجھ پر حسبة الله کرنا چاہتی ہیں تو کریں۔ ولاء بہر حال ہمارا ہوگا حضرت عائشہؓ نے اس کا جناب رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم خرید کر کے آزاد کر دو۔ بہر صورت ولاء اسی کا ہوگا جس نے آزاد کیا ہے۔ پھر آپ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو شخص ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ وہ سو ۱۰۰ مرتبہ شرطیں لگائیں۔ اللہ کی شرط زیادہ سچی و حق ہے۔ اور زیادہ مضبوط ہے

حدیث (۲۳۸۱) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن عبداللہ بن عمرؓ قال ارادت عائشةؓ ام المؤمنین ان تشتری جاریة لتعتقها فقال اهلها علی ان ولاء ها لنا قال رسول الله ﷺ لایمنعك ذلك فانما الولاء لمن اعتق ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المؤمنین نے ایک باندی خرید کر کے آزاد کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس باندی کے مالکوں نے کہا کہ ہم اس شرط پر دیں گے کہ اس کا ولاء ہمارے لئے ہوگا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں یہ بات نہ روکے کیونکہ ولاء اسی کا ہوگا جس نے آزاد کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرط الله احق کتاب الله سے مراد اس جگہ کتاب اللہ۔ یا سنت رسول اللہؐ۔ یا اجماع امت کا حکم ہے۔ لیس فی کتاب الله سے بھی یہی مراد ہے کہ اللہ کے حکم میں اس کا جواز یا وجوب نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جس شرط کو کتاب اللہ بیان نہ کرے وہ باطل ہے۔ حالانکہ کبھی بیع میں کفیل کی شرط لگائی جاتی ہے۔ اس طرح ثمن کے اوصاف میں کئی شرطیں بیان کی جاتی ہیں وہ باطل نہیں ہیں۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے کتاب الشروط میں ایک باب باندھا ہے باب مالا یحل من الشروط التی تخالف کتاب الله یعنی وہ شرطیں جو کتاب اللہ کے مخالف ہیں۔ تو حافظؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے اس سے لیس فی کتاب الله کی تفسیر بیان کی ہے اور حکم بھی عام مراد ہے۔ خواہ وہ نص ہو یا مستنبط ہو۔ جو ایسا نہ ہو وہ کتاب اللہ کے مخالف ہے۔

باب استعانة المکاتب وسؤاله الناس۔

ترجمہ۔ مکاتب کا مدد طلب کرنا اور لوگوں سے اس کا سوال کرنا۔

حدیث (۲۳۸۲) حدثنا عبید بن اسمعیل الخ عن عائشةؓ قالت جاء ت بریرةؓ فقالت انی کاتبت اهلی علی تسع اواق فی کل عام وقیة فاعیننی فقالت عائشةؓ ان احب اهلك ان اعدها لهم عدة واحدة واعتقك فعلت ویکون ولاء ك لی فذهبت الی اهلها فابوا ذلك علیها فقالت انی قد عرضت ذلك علیهم فابوا الا ان یکون الولاء لهم فسمع

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت بریرہؓ نے آکر کہا کہ میں نے نو ۹ اوقیہ پر مکاتبت کر لی ہے۔ ہر سال ایک اوقیہ دینا ہوگا۔ پس آپ میری مالی مدد فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر آپ کے مالک چاہیں تو میں سب رقم ان کو ایک دفعہ گن کر دے دوں گی۔ اور تجھے میں آزاد کر دوں۔ تو میں یہ کر سکتی ہوں۔ پس تیرا ولاء میرے لئے ہوگا۔ چنانچہ وہ اپنے مالکوں کے پاس گئی تو انہوں نے اس پر انکار کیا۔ واپس آکر کہنے لگیں کہ میں نے ان کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا مگر انہوں نے

بذلك رسول الله ﷺ فسالني فاخبرته فقال خذيهافاعتقيها واشترطي لهم الولاء فانما الولاء لمن اعتق قالت عائشةؓ فقام رسول الله ﷺ في الناس فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد فمابال رجالٍ منكم يشترطون شروطاً ليست في كتاب الله فايماشرط ليس في كتاب الله فهو باطل وان كان مائة شرط فقضاء الله احق وشرط الله اوثق مابال رجال منكم يقول احدهم اعتق يافلان ولي الولاء انما الولاء لمن اعتق ......

پھر بھی انکار کرتے ہوئے یہی کہا کہ ولاء ان کے لئے ہوگا۔ اس بات کو جناب رسول اللہ ﷺ نے سن لیا تو مجھ سے اس بارے میں دریافت فرمایا۔ میں نے آپ کو خبر دی تو آپؐ نے فرمایا کہ آپ اس کو لے لیں۔ پس اس کو آزاد کر دیں۔ اور ولاء کی شرط ان کے لئے تسلیم کر لیں۔ کیونکہ ولاء تو اسی کا ہوگا جس نے آزاد کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنابیان کی۔ پھر فرمایااما بعد پس کیا حال ہے تم میں سے ان لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ پس جو نسی شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے۔ اگرچہ وہ سو ۱۰۰ شرطیں ہیں۔ پس اللہ کا فیصلہ زیادہ حق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ مضبوط ہے۔ تم میں سے لوگوں کا کیا ہے کہ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے فلاں تم آزاد کرو اور ولاء میرے لئے ہوگا۔ حالانکہ ولاء تو اسی کا ہوتا ہے جس نے ازاد کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مکاتب پر سوال کرنا اس لئے حرام نہیں ہے کہ وہ مجبور ہے کہ کسی طرح وہ اپنی گردن غلامی سے چھڑائے اور اس کی احتیاج بھوکے کی احتیاج الی الطعام سے زیادہ ہے۔ کیونکہ غلام آدمی تو حکماً آدمیت سے خارج ہے پس انسانیت حاصل کرنے کے لئے اس کی سعی وکوشش جائز ہے۔ نیز ! بسااوقات اس کی پونجی بدل کتابت کو پوری نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ سوال کر کے مدد مانگ سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وسواله الناس کو حافظؒ عطف الخاص على العام قرار دیتے ہیں اس لئے کہ استعانت بالسوال وبغير سوال کے ہوتی ہے۔ گویا کہ اس سے جواز سوال کی طرف اشارہ ہوا۔ اس لئے کہ آپ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہؓ کے سوال من العائشةؓ کی تقریر فرمائی۔

الحاصل حافظؒ نے جو ترجمہ کی غرض بتائی ہے یہ ادق ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے جو غرض بتائی ہے وہ بھی واضح ہے۔ اور یہ دونوں مستقل غرضیں ہیں ان میں کوئی تنافی نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اشترطي لهم الولاء. یہ جو اشکال ہوتا ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو دھوکہ دہی کی تعلیم کیسے دی

تو پہلا جواب یہ ہے کہ اشترطی لھم بمعنی علیھم کے ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپؐ ولاء کا حکم ان کو ظاہر کر دیں۔ یا اس سے مراد توبیخ ہے کہ جب آپؐ نے حکم واضح کر دیا تو پھر ایک باطل چیز پر ان کا اصرار کرنا صحیح نہیں تھا۔ عائشہؓ سے فرمایا تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ دوسری وہ شرط لگائیں یا نہ لگائیں۔ یہ شرط بہر حال باطل ہے۔ کتاب البیوع میں اس کی بحث گذر چکی ہے۔

باب بیع المکاتب اذا رضی

ترجمہ۔ مکاتب کو بیچ دینا جبکہ وہ راضی ہو

وقالت عائشةؓ هو عبد ما بقي عليه شيء وقال زيد بن ثابت ما بقي عليه درهم وقال ابن عمرؓ هو عبد ان عاش وان مات وان جنى ما بقي عليه شيء ....

ترجمہ۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مکاتب غلام ہے۔ جب تک اس کے ذمہ کچھ بھی بدل مکاتبت ہے۔ اور زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں جب تک اس پر ایک درہم بھی باقی ہے وہ غلام ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ وہ غلام ہے۔ اگر زندہ رہے۔ مر جائے۔ اگر کوئی جرم کرے جب تک اس کے ذمہ کوئی چیز ہے۔

حديث (۲۳۸۳) حدثنا عبدالله بن يوسف الخ عن عمرة بنت عبدالرحمن ان بريرةؓ جاءت تستعين عائشةؓ ام المؤمنين فقالت لها ان احب اهلك ان اصب لهم ثمنك صبة واحدة فاعتقك فعلت فذكرت بريرةؓ ذلك لاهلها فقالوا لا الا ان يكون ولاءك لنا قال مالك قال يحيى فزعمت عمرة ان عائشةؓ ذكرت ذلك لرسول الله ﷺ فقال اشتريها واعتقيها فانما الولاء لمن اعتق ..

ترجمہ۔ عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ سے مروی ہے کہ حضرت بریرہؓ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مدد مانگنے کے لئے آئیں تو حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا کہ اگر تیرے مالک پسند کریں تو میں تیری قیمت ان کو یک لخت اکٹھی دے کر تجھے آزاد کر دوں تو میں یہ کر سکتی ہوں۔ حضرت بریرہؓ نے اس کا ذکر اپنے مالکوں سے کیا جنہوں نے کہا کہ ہم تو نہیں بیچیں گے جبتک تیرا ولاء ہمارے لئے نہ ہو حضرت مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یحیی نے کہا کہ حضرت عمرہ فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے اس کا ذکر جناب رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو خرید کر کے آزاد کر دو ولاء تو اسی کا ہو گا جس نے آزاد کیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ مکاتب کی بیع جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ ادائیگی بدل سے عاجز نہ آجائے حضرت ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مکاتب کی بیع جائز نہیں جب تک کہ وہ مکاتب ہے۔ البتہ جب ادائیگی سے عاجز آجائے تو پھر جائز ہے۔ اس طرح اس کی کتابت کا بیچنا بھی جائز نہیں۔ حضرت امام احمدؒ۔ اوزاعیؒ۔ ابو ثورؒ وغیر ھم فرماتے ہیں کہ اگر مکاتب راضی ہو

تو اس کی بیع جائز ہے۔ اگرچہ مالک یہ نہ کہے اذاادیت فانت حر حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان کلمات کا کہنا ضروری ہے۔ ورنہ آزاد نہ ہوگا۔ مولا کی موت سے کتابت باطل نہیں ہوگی۔ عبد بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔ اگر غلام مر گیا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کتابت باطل ہو جائے گی۔ مکاتب عبد ہو کر مرے گا۔ جو مال چھوڑ دے گا وہ اس کے مالک کا ہوگا۔

باب اذاقال المكاتب اشترني واعتقني فاشتراه لذلك۔

ترجمہ۔ جب مکاتب کسی سے کہتا ہے کہ مجھے خرید کر کے آزاد کر دو تو اگر ایسا ہو گیا کہ اسنے اسے خرید لیا تو یہ جائز ہے۔

حدیث (۲۳۸٤) حدثنا ابونعيم الخ حدثني ابي ايمن قال دخلت على عائشةؓ فقلت كنت لعتبةبن ابى لهب ومات وورثني بنوه وانهم باعوني من ابن عمروفاعتقني ابن ابى عمرو واشترط بنو عتبة الولاء فقالت دخلت بريرةؓ وهى مكاتبة فقالت اشتريني واعتقيني قالت نعم قالت لايبيعوني حتى يشترطو ا ولائى فقالت لاحاجة لى بذالك فسمع بذلك النبى ﷺ اوبلغه فذكر لعائشةؓ فذكرت عائشةؓ ماقالت لها فقال اشتريهاواعتقيهاودعيهم يشترطون ماشاؤ فاشترتهاعائشةؓ فاعتقتها واشترط اهلها الولاء فقال النبى ﷺ الولاء لمن اعتق وان اشترطوا مائة شرطٍ......

ترجمہ۔ عبد الواحد بن ایمنؒ فرماتے ہیں کہ میرے باپ ایمن نے مجھے حدیث سنائی کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے کہا کہ میں عتبہ بن ابی لہب کا غلام تھا وہ مر گیا اور اس کے بیٹے میرے وارث بن گئے اور انہوں نے مجھے ابن ابی عمرو مخزومی کے پاس بیچ دیا جس نے مجھے آزاد کر دیا۔ جب کہ عتبہ کے بیٹوں نے ولاء کی شرط لگائی تھی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت بریرہؓ میرے پاس آئیں جب کہ وہ مکاتبہ تھیں کہنے لگیں کہ مجھے خرید لو اور آزاد کر دو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اچھا ایسا ہوگا۔ اس نے کہا کہ وہ اس وقت تک مجھے نہیں بیچیں گے یہاں تک کہ وہ میرے ولاء کی شرط لگائیں گے۔ تو حضرت عائشہؓ نے اس سے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اس بات کو جناب نبی اکرم ﷺ نے سن لیا یا آپ کو خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو خرید کر کے آزاد کر دو۔ اور ان کو چھوڑ دو جو کچھ وہ شرطیں لگاتے ہیں پس حضرت عائشہؓ نے اسے خرید کر لیا۔ اور پھر اسے آزاد کر دیا۔ مگر ان کے مالکوں نے ولاء کی شرط لگا دی جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ولاء آزاد کرنے والے کا ہوتا ہے اگرچہ لوگ سو ۱۰۰ شرطیں بھی لگاتے پھریں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ امام بخاریؒ اس باب کو اس لئے لائے ہیں کہ اس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بیع کے اندر

ایک شرط کی رخصت ہے۔ جس کے جواب میں احناف فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس قبیلہ سے ہے ہی نہیں۔ یہ تو حضرت عائشہؓ کی طرف سے ایک وعدہ تھا یہ شرط تب ہوتی جب نفس عقد میں اسے بیان کیا جاتا۔ نیز! متعاقدین کے درمیان اس کا ذکر بھی نہیں چلا۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیع فاسد مفید الملک ہوتی ہے۔ اور شراء فاسد کے باوجود مشتری کا عتق نافذ ہوگا۔ عقد فاسد واجب الرفع ہوتی ہے مگر اس مسئلہ کو ظاہر کرنے کے لئے عقد کو فسخ نہیں کیا گیا۔ نیز! اشترطوا مأته شرط بھی ہمارے قول کی تائید کرتا ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ بیع شرط واحد کو بیع قرار دیتے ہیں وہ زائد علی الواحد کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ بایں ہمہ آنحضرت ﷺ نے ولاء معتق کے لئے اپنے کلام سے ثابت فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعتاق یعنی آزاد کرنا نافذ ہوا جس کے نتیجہ میں ولاء معتق کے لئے قرار پایا۔ ورنہ علماء کا اتفاق ہے کہ معتق جس غلام کا مالک نہ ہو اس میں عتق نافذ نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ کی ساری تقریر کا دارومدار اس پر ہے کہ بیع بشرط واحد اور بشرطین جائز ہے یا نہیں۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں بھی وہی حضرت بریرہؓ والی روایت ذکر فرمائی ہے۔ اس لئے شیخ نے اس مسئلہ پر مدار رکھ کر دلیل بیان فرمائی ہے اور بہت اچھا استدلال کیا ہے۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ نے اس جگہ کئی فروعی اختلاف ذکر فرمائے ہیں جن کا تعلق کتابت اور عتق سے ہے۔ پہلا ترجمہ تو ہے بیع المکاتب اذا رضی۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے مختلف اقوال میں سے ایک قول کو اختیار فرمایا کہ اگرچہ مکاتب عاجز نہ ہو پھر بھی بیع پر راضی ہو جائے تو جائز ہے امام احمدؒ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اس کو منع کرتے ہیں اور بریرہؓ کے واقعہ کا جواب دیتے ہیں کہ وہ ادائیگی بدل سے عاجز آگئی تھی۔ تب اس کی بیع ہوئی ہے پھر دوسرا ترجمہ امام بخاریؒ کا یہ ہے اذا قال المکاتب اشترنی واعتقنی اس میں عتبہ کے غلام کا واقعہ بیان کیا جس پر حضرت عائشہؓ اور بریرہؓ کے واقعہ بیع کا استدلال کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عبد اور مکاتب میں کوئی فرق نہیں کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ شرط فاسد ہے۔ یہ مسلک حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ہے کہ اگر شرط صلب عقد کے منافی ہو تو وہ باطل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بیچنا نہیں چاہتا۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ انہوں نے ان کے لئے عتق کی شرط لگائی تھی۔ لیکن بغیر شرط کے ان کو اپنے ارادہ کی اطلاع دی۔ جس پر انہوں نے ولاء کی شرط لگائی جس کو آپؐ نے رد فرمادیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الھبۃ

وفضلها والتحريض عليها

ترجمہ۔ ہبہ اور اس کی فضیلت اور اس پر رغبت دلانے کا بیان ہے۔

حديث (۲۳۸۵) حدثنا عاصم بن على الخ عن ابى هريرةؓ عن النبى ﷺ قال يانساء المسلمات لاتحقرن جارة لجارتها ولوفرسن شاة ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن کسی پڑوسن کے لئے کسی تحفہ کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کے کھر کا قلیل گوشت بھی کیوں نہ ہو۔

حديث (۲۳۸۶) حدثنا عبدالعزيز بن عبدالله الاويسى الخ عن عائشةؓ انها قالت لعروة بن اختى ان كنا لننظر الى الهلال ثم الهلال ثلثة اهلة فى شهرين وماأوقدت فى ابيات رسول الله ﷺ نار فقلت ياخالة ماكان يعيشكم قالت الاسودان التمر والماء الاانه قد كان لرسول الله ﷺ جيران من الانصار كانت لهم منائح وكانوا يمنحون رسول الله ﷺ من البانهم فيسقيناه .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے بھانجے حضرت عروہؓ سے فرمایا کہ اے بھانجے بیشک ہم پہلی کے چاند کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ پھر دو مہینوں میں تین پہلے کے چاند دیکھتے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں آگ نہیں دہکائی جاتی تھی۔ تو میں نے پوچھا اے خالہ (ماسی) پھر تمہیں کون سی چیز زندہ رکھتی تھی۔ فرمایا یہ اسودان یعنی کھجور اور پانی والے جانور ہوتے تھے۔ وہ ان کا دودھ آپؐ کو ھبہ کرتے تھے تو ہم لوگ اس کو پیتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ثلثة اهلة فی شهرین یہ اس لئے کہ کوئی مہینہ اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک دوسرے مہینہ کا پہلی کا چاند نہ دیکھ لیا جائے۔ تو ہر مہینہ میں دو ہلال ہو گئے۔ اور دو مہینے میں تین ہلال ہوئے۔ اس عبارت سے مقصود یہ ہے کہ پورے دو دو مہینے گذر جاتے تھے۔ یہ وہم نہ کرو کہ ان مہینوں کا اکثر حصہ گذر تا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ہبہ سے عام معنی مراد ہیں۔ قرضہ سے بری کر دینا بھی ہبہ ہے۔ اور صدقہ کرنا بھی ہبہ ہے۔ جس سے محض ثواب اخروی مطلوب ہو۔ اور ہدیہ وہ ہے جس سے موہوب کی تعظیم واکرام کا قصد ہو۔ اور ہبہ بمعنی اخص یہ ہے کہ جس سے کوئی بدل قصد نہ کیا جائے۔ تو ھبہ کی یہ تعریف ہوئی ھو تملیك بلا عوض ۔ مصنفؒ کے نزدیک عام معنی مراد ہیں۔ اس لئے انہوں نے ہدایا کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ لغت میں ھبہ کے معنی ایصال الشیئ الی الغیر بماینفعه کسی تک ایسی چیز کا پہچانا جو اسے نفع دے۔ اور شریعت میں ہے تملیك بلا عوض فی الحیوۃ کہ زندگی میں کسی کو بلا عوض مالک بنا دینا۔ ھدیہ میں مهدی الیه کا اکرام ہوتا ہے۔ بہر حال ھبہ کی یہ تقسیم شرعی معنی کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ولوفرس شاة مقصود یہ ہے کہ ہدیه بحسب المقدور ہوتا ہے۔ اسے حقیر نہ سمجھنا چاہیئے۔ لان الجود بالموجود اسودین کا اطلاق تغلیباً ہے۔ ورنہ پانی سیاہ نہیں ہوتا۔ اور مدینہ کا کھجور عموماً سیاہ ہوتا ہے۔ ولوفرسن شاة سے ھدیہ کی ترغیب بھی ہو گئی۔

منیحة وہ دودھ دینے والی اونٹنی جو کسی کو دی جائے تاکہ دودھ پی کر واپس کردے تو اسکے منافع کا عطیہ ہوا جو ھبہ کی مانند ہے۔

باب القلیل من الهبة

ترجمہ۔ تھوڑا سا ہبہ بھی جائز ہے

حدیث (۲۳۸۷) حدثنا محمد بن بشار الخ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال لودعیت الی ذراعٍ اوکراعٍ لاجبت ولواهدی الی ذراع اوکراع لقبلت ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے بازو کے گوشت اور کھر کے گوشت کی طرف دعوت دی جائے تو اجابت کروں گا اگر ذراع اور کراع کا ھدیہ دیا جائے تو اسے قبول کر لوں گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ترجمہ سے مناسبت اس طرح ثابت ہوئی کہ جب ایسی حقیر چیز کی دعوت اور ھدیہ قبول ہے تو ماحضر کا قبول کرنا بطریق اولیٰ ہوگا۔

باب من استوهب من اصحابه شيئاً وقال ابوسعيدقال النبی ﷺ اضربوالی معکم سهما ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھیوں سے کسی چیز کا ہبہ طلب کرتا ہے۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھ میرا حصہ بھی مقرر کرنا۔

حدیث(۲۳۸۸)حدثنا ابن ابی مریم الخ عن سهل ؓ ان النبی ﷺ ارسل الی امراة من المهاجرین و کان لها غلام نجار قال لها مری عبدك فليعمل لنا اعواد المنبرفامرت عبدها فذهب فقطع من الطرفاء فصنع له منبراً فلما قضاه ارسلت الی النبی ﷺ انه قد قضاه قال ﷺ ارسلی به الی فجاء وابه فاحتمله النبی ﷺ فوضعه حيث ترون .....

ترجمہ۔ حضرت سہل ؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین کی ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا جس کا ایک بڑھئی غلام تھا کہ اپنے غلام کو حکم دو کہ وہ ہمارے لئے منبر کی لکڑیاں جوڑ دے۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام کو حکم دے دیا جس نے جا کر جھاڑ کی لکڑی کاٹ لیں۔ آپؐ کے لئے منبر بنایا جب وہ تیار ہو گیا تو اس عورت نے نبی اکرم ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ منبر تیار ہو چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ لوگ اسے لے کر آئے تو آپ نبی اکرم ﷺ نے اسے اٹھا کر اس جگہ رکھ دیا جہاں تم دیکھ رہے ہو۔

حدیث (۲۳۸۹) حدثنا عبدالعزيز بن عبدالله الخ عن ابی قتادة ؓ قال كنت يوما جالساً مع رجال من اصحاب النبی ﷺ فی منزل فی طريق مكة ورسول الله ﷺ نازل امامنا والقوم محرمون وانا غير محرم فابصروا حماراً وحشياً وانا مشغول اخصف نعلی فلم يؤذنونی به واحبوا لوانی ابصرته والتفت فابصرته فقمت الی الفرس فاسرجته ثم ركبت ونسيت السوط والرمح فقلت لهم ناولوا فی السوط والرمح فقالوا لا والله لانعينك عليه

ترجمہ۔ حضرت ابوقتادہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اصحاب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا مکہ کے راستہ کسی پڑاؤ پر جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم سے آگے پڑاؤ کیا ہوا تھا سارے لوگ تو احرام باندھے ہوئے تھے۔ میں محرم نہیں تھا پس ان لوگوں نے ایک گورخر کو دیکھ لیا۔ میں اپنا جوتا گانٹھنے میں مشغول تھا پس انہوں نے مجھے اطلاع نہ دی۔ لیکن وہ لوگ چاہتے تھے کہ کاش میں اس کو دیکھ لیتا۔ میں متوجہ ہوا تو میں نے اسے دیکھ لیا۔ میں گھوڑے کی طرف اٹھا اور اس پر زین کسی پھر سوار ہو گیا البتہ مجھے چابک اور نیزہ اٹھانا بھول گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے چابک اور نیزہ اٹھا کر دے دو تو انہوں نے کہا نہیں۔

بشيءٍ فغضبت فنزلت فاخذتهما ثم ركبت فشددت على الحمار فعقرته ثم جئت به وقدمات فوقعوا فيه ياكلونه ثم انهم شكوا فى اياه وهم حرم فرحنا وخبات العضد معى فادركنا رسول الله ﷺ فسالناه عن ذلك فقال معكم منه شيء فقلت نعم فناولته العضد فاكلها حتى نفذها وهو محرم فحدثنى به زيد بن بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابى قتادة ....

اللہ کی قسم! ہم اس معاملہ میں تیری کچھ بھی مدد نہیں کریں گے پس میں ناراض تو ہوا۔ پس میں نیچے اترا چابک اور نیزہ کو لے کر پھر سوار ہو گیا۔ اور گورخر پر حملہ کر دیا۔ جس سے وہ زخمی ہو گیا پھر میں اسے لے آیا۔ جب کہ وہ مر چکا تھا پس وہ اس کے کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ مگر اس کے کھانے میں انہیں شک گذرا کیونکہ وہ محرم تھے۔ تو ہم آگے چلے اور میں نے اس کا ایک بازو اپنے پاس چھپا لیا تھا۔ پس ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پالیا۔ اور آپؐ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے پوچھا کیا تمہارے پاس اس کا کچھ حصہ ہے۔ میں نے کہا ضرور ہے۔ پھر میں نے وہ بازو کا گوشت آپ کو دے دیا۔ جس کو کھاتے کھاتے آپؐ نے ختم کر دیا جب کہ آپؐ بھی محرم تھے۔ یہ حدیث زید بن اسلم نے عطاء بن یسار سے اور انہوں نے حضرت ابو قتادہ سے مجھے بیان کی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ الی امرأة من المهاجرين ممکن ہے یہ عورت سکونت کی وجہ سے مہاجرین میں شمار کی گئی ہو اگرچہ وہ نسب کے اعتبار سے مہاجرین میں سے نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ بعض نسخوں میں امرأة من الانصار وارد ہوا ہے۔ اور ترجمۃ الباب کے بارے میں حافظؒ فرماتے ہیں استوھب خواہ ذات ہو یا منفعت ہو۔ بہر حال دونوں بلا کراہت جائز ہیں۔ اور میرے نزدیک اس ترجمہ اور آنے والے ترجمہ سے غرض امام بخاریؒ کی یہ ہے کہ یہ جو بہت سی روایات میں سوال کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے ان سے جو افراد مستثنیٰ ہیں ان کا بیان ان تراجم میں ہے

باب من استسقى ـ وقال سهل قال النبى ﷺ اسقنى ـ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو پانی مانگتا ہے حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ مجھے پانی پلاؤ۔

حديث(۲۲۸۹)حدثنا خالد بن مخلد الخ سمعت انساً يقول اتانا رسول الله ﷺ فى دارنا هذه فاستسقى فحلبنا له شاةلنا ثم شبته من ماءٍ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہمارے اس گھر میں جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور پینے کا پانی مانگا۔ پس ہم نے اپنی ایک بکری کا دودھ نکالا اور میں نے اس میں

بئرناهذه فاعطیته وابوبکرؓ عن یساره وعمرؓ تجاهه واعرابی عن یمینه فلمافرغ قال عمرؓ هذاابوبکرؓ فاعطی الاعرابی ثم قال الایمنون الایمنون الا فیمنوا قال انسؓ فهی سنةفهی سنة ثلث مرات..

اپنے کنویں کا پانی ملا دیا پس وہ لسی میں نے آپؐ کی خدمت میں پیش کی۔ آپؐ کے بائیں طرف حضرت ابو بکرؓ تھے آپؐ کے سامنے حضرت عمرؓ اور دائیں طرف ایک دیہاتی تھا جب آپؐ پینے سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ابو بکر صدیقؓ ہیں لیکن آپؐ نے وہ بچا ہوا پانی دیہاتی کو دے دیا۔ پھر فرمایا کہ دائیں طرف والوں کو مقدم کرو۔ اور دائیں طرف والوں کو مقدم کرو خبر دار دائیں طرف سے شروع کرو۔ حضرت انسؓ نے فرمایا پس یہی سنت ہے۔ پس یہی سنت ہے۔ پس یہی سنت ہے۔

باب قبول هدیة الصید وقبل النبی ﷺ من ابی قتادة عضد الصید..

ترجمہ۔ شکار کا ہدیہ قبول کرنا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو قتادہؓ سے شکار کے بازو کا گوشت قبول فرمایا

حدیث(۲۳۹۱)حدثناسلیمان بن حرب الخ عن انسؓ قال انفجنا ارنبا بمر الظهران فسعی القوم فغلبوا فادرکتها فاخذتها فاتیت بها اباطلحةؓ فذبحها وبعث بها الی رسول الله ﷺ بورکها اوفخذیها قال فخذیها لاشك فیه فقبله قلت واکل منه قال واکلم منه ثمقال بعد قبله .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ الظهران کے مقام پر ہم نے ایک خرگوش کو بھگایا پس قوم کے لوگ دوڑے مگر تھک گئے میں نے اس کو پالیا اور اسے پکڑ لیا۔ اور اسے ابو طلحہؓ کے پاس لے آیا جنہوں نے اسے ذبح کیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی سرین یا اس کی دونوں رانیں بھیج دیں پھر بلاشک فرمایا کہ دونوں رانیں بھیجیں جن کو آپؐ نے ان سے قبول فرمالیا۔ میں نے پوچھا کیا آپؐ نے اس میں سے کھایا بھی۔ فرمایا ہاں کھایا بھی۔ پھر اس کے بعد فرمایا اسے قبول کیا۔

حدیث(۲۳۹۲)حدثنااسمعیل الخ عن عبدالله بن عباسؓ عن الصعب بن جثامةؓ انه اهدی لرسول الله ﷺ حماراً وحشیاً وهوبالابواء اوبودان فردعلیه فلما رای مافی وجهه قال اما انالم نرده علیك الاانا حرم ....

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضرت صعب بن جثامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گورخر ہدیہ بھیجا اور وہ ابواء یا ودان میں تھے پس آپؐ نے اسے واپس کر دیا۔ جب ان کے چہرے میں ناراضگی کے آثار دیکھے تو فرمایا ہم نے اس کو آپ کی طرف اس لئے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قبول هدية الصيد چونکہ اس شکار کو حاصل کرنے میں کافی تھکاوٹ ہوتی ہے اسلئے اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید اس کا قبول کرنا ناجائز ہوگا۔ کیونکہ اس سے ھدیہ دینے والے کو ضرر لاحق ہوتا ہے۔

بور کھا او فخذیھا پہلے علی سبیل الشك اس کو ذکر کیا پھر لفظ معین کر کے بلاشک فخذیھا کا ذکر کیا۔ یا معنی یہ ہیں کہ تشکیک اس اسناد کے بعض رواۃ میں سے کسی ایک کی طرف سے ہوا ہے۔ ورنہ دوسری اسناد سے معلوم ہو چکا کہ کہ حضرت انسؓ نے بغیر شک کے فخذیھا فرمایا۔ یا معنی یہ ہیں کہ شک ورکھا کے اندر ہے۔ لیکن لفظ فخذیہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

ثم قال بعد قبلہ اس عبارت سے مقصد یہ ہے کہ اوّلاً اکل منه کا ذکر کیا پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ کھانا تو معلوم نہیں البتہ قبول کرنا یقینی امر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے ایک وہم کا دفعیہ کیا ہے آپ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے من اتبع الصيد فقد غفل یعنی جو شکار کے پیچھے دوڑا وہ غافل ہو گیا۔ واقعی شکار میں مشغول رہنا سبب غفلت ہے۔ اور اس کا ہدیہ قبول کرنا اس کی اعانت ہے تو اس ترجمہ سے مصنفؒ نے تنبیہ فرمائی کہ شکار میں زندگی بھر مشغول رہنا واقعی سبب غفلت ہے لیکن کبھی کبھار شغل کر لینا مباح ہے۔ البتہ لہو ولعب کے طور پر شکار کرنا محل اختلاف ہے۔ امام مالکؒ مکروہ سمجھتے ہیں جمہور شکار کرنے کو مباح قرار دیتے ہیں کہ اس سے کھانے کا یا بیع کا نفع حاصل کیا جائے۔ البتہ اس کی کثرت واجبات اور بہت سے مندوبات سے مانع رہتی ہیں۔ اور غفلت شعار بنا دیتی ہے۔ تو ہدیہ الصید سے اس پر تنبیہ فرما دی۔

فخذیھا کے متعلق قطب گنگوہیؒ نے کوکب دری میں بیان فرمایا ہے کہ بھیجے دونوں تھے لیکن بعض میں ورك کا ذکر ہوا۔ اور بعض میں فخذین کا۔ چنانچہ مسلم میں ہے بورکھا فخذیھا۔

ثم قال بعدہ قبلہ کوکب دری میں شیخ گنگوہیؒ نے اس کی تقریر فرمائی ہے کہ اکل لازم القبول تھا اس کو تو اپنی جگہ رکھا لیکن حمار وحشی کو قبول نہیں فرمایا اس لئے کہ محرم ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا جائز نہیں تھا۔ تو قبول بھی نہیں کیا۔ تو جب اکل النبی ﷺ کی تصریح فرمائی جو اس کے حقیقی معنی ہیں۔ تو سوال پیدا ہوا کہ کیا اکل کے یہاں بھی حقیقی معنی ہیں تو جواب ملا کہ نہیں اس کے لازم معنی قبول مراد ہیں۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے تصرفات لفظی معنوی ہیں روایات میں کثرت سے ہوتے رہتے ہیں۔ جب کہ ان سے معنی مرادی میں تغیر نہ آئے۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

باب قبول الهدية

ترجمہ۔ ہدیہ کا قبول کرنا بھی جائز ہے

حدیث (۲۳۹۳) حدثنا ابراهيم بن موسى الخ ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لوگ عموماً اپنے ہدایا

عن عائشةؓ ان الناس کانوا یتحرون بهدایاهم یوم عائشةؓ یبتغون بهاویبتغون بذلك مرضاة رسول اللهﷺ ...

حضرت عائشہؓ کی باری میں بھیجنے کی کوشش کرتے تھے جس سے ان کا مقصد جناب رسول اللہ ﷺ کی رضامندی حاصل کرنا ہوتا تھا۔

حدیث(۲۳۹۴)حدثناادم الخ عن ابن عباسؓ قال اهدت ام حفید خالة ابن عباسؓ الی النبی ﷺ اقطاوسمناً واضباً فاکل النبی ﷺ من الاقط والسمن وترك الضب تقذراً قال ابن عباسؓ فاکل علی مائدة رسول اللهﷺ ولوکان حراماً ماأکل علی مائدة رسول اللهﷺ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی خالہ ام حفیدؓ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پنیر گھی اور گوہ یعنی سوسمار کا ہدیہ بھیجا۔ آپؐ نے پنیر اور گھی کو کھالیا لیکن گوہ یعنی سوسمار سے کراہت کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بہر حال یہ گوہ آپ رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان پر کھائی گئی۔ اگر حرام ہوتی تو آپ رسول اللہ ﷺ کے دستر خواں پر اسے نہ کھایا جاتا۔

حدیث(۲۳۹۵)حدثناابراهیم بن المنذر الخ عن ابی هریرةؓ قال کان رسول اللهﷺ اذااتی بطعام سال عنه اهدیة ام صدقة فان قیل صدقة قال لاصحابه کلوا ولم یاکل وان قیل هدیة ضرب بیده ﷺ فاکل معهم ......

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپؐ اس کے بارے میں دریافت فرماتے کہ کیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ہے۔ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپؐ اپنے ساتھیوں سے فرماتے کہ کھاؤ اور آپؐ خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ان کے ساتھ کھانا شروع کر دیتے۔

حدیث(۲۳۹۶)حدثنامحمد بن بشار الخ عن انس بن مالكؓ قال اتی النبیﷺ بلحم فقیل تصدق علی بریرةؓ قال هو لها صدقة ولناهدیة...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گوشت لایا گیا۔ کہا گیا یہ حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا گیا ہے۔ فرمایا یہ اس کے لئے صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

حدیث(۲۳۹۷)حدثنامحمدبن بشار الخ عن عائشةؓ انها ارادت ان تشتری بریرةؓ وانهم

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کے خرید کرنے کا ارادہ فرمایا اور یہ کہ ان کے مالکوں نے اس ولاء کی شرط

اشترطوا ولاءها فذكر للنبی ﷺ قال اشتریها فاعتقیها فانماالولاء لمن اعتق واهدی لها لحم فقال النبی ﷺ هذاتصدق علی بریرةؓ هولها صدقةولنا هدیةوخیرت قال عبدالرحمن زوجها حراوعبد قال شعبة سالت عبدالرحمن عن زوجها قال لاادری احر اوعبد ......

اپنے لئے لگائی پس نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا آپؐ نے فرمایا تم اسکو خرید کر کے آزاد کردو پس ولاء تو اس شخص کا ہوگا جس نے آزاد کیا۔ حضرت بریرہؓ کے لئے گوشت کا ہدیہ آیا تو جناب نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا۔ کہ اس گوشت کا تو حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا گیا ہے۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔ ہمارے لئے ہدیہ ہے اور حضرت بریرہؓ کو اختیار دیا گیا چاہے اسی خاوند کے پاس رہے یا الگ ہو جائے۔ عبدالرحمٰن ازدی نے فرمایا اس کا خاوند آزاد تھا یا غلام تھا۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن سے اس کے خاوند کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں وہ حر تھا یا عبد تھا۔

حدیث (۲۳۹۸) حدثنامحمدبن مقاتل ابوالحسن الخ عن ام عطیةؓ قالت دخل النبی ﷺ علی عائشةؓ فقال عندکم شیٔ قالت لاالاشیٔ بعثت به ام عطیةؓ من الشاة التی بعثت الیها من الصدقة قال انهابلغت محلها .....

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ فرمایا کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے انہوں نے کہا نہیں مگر اس بکری کے گوشت میں سے کچھ حصہ ہے جو ام عطیہؓ نے بھیجا ہے۔ جس کو آپؐ نے صدقہ میں سے اس طرف بھیجا تھا۔ فرمایا بے شک وہ بکری اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لاادری احراوعبد اس عبارت سے شعبہ کا مقصد یہ ہے کہ جب عبدالرحمٰن نے ہمیں حدیث بیان کی اس وقت ان کو خاوند کے حر یا عبد ہونے کا کوئی علم نہیں تھا۔ بعد ازاں جب ان سے ملاقات ہوئی تو پھر پوچھا کہ شاید ان کو اس کا علم حاصل ہو گیا ہو۔ لیکن پھر بھی انہوں نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا کہ حقیقت حال کا مجھے ابھی تک علم نہیں ہوا۔

من اهدی الی صاحبه ویتحری اس روایت سے مقصد یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ فعل عدل واجب کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ کیونکہ ان کو اس کا حکم نہیں تھا۔ اگر خاوند بھی ان کے فعل اور اس سلوک پر راضی ہو تب بھی اس سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ قلبی افعال ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا هذاقسمی فیما املك ولاتوخذنی فیما تملك ولااملك کہ اے اللہ! یہ تو میری تقسیم ہے جن چیزوں کا میں مالک ہوں اور جن چیزوں کا تو مالک ہے ان میں میرا اختیار نہیں۔ اس پر ہم سے گرفت نہ فرمانا یعنی یہ محبت اختیاری چیز ہے نہیں ہے۔ ؎ عشق پہ زور نہیں یہ وہ آتش ہے کہ غالب جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ الضب گوہ کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ حرمت کے قائل ہیں۔ مؤطا امام محمدؒ میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو اس کے کھانے سے روکا۔ جب وہ سائلہ کو دینے لگیں تو آپؐ نے فرمایا جو چیز خود نہیں کھاتیں دوسرے کو کیوں دیتی ہو عن علیؓ نہی عن اکل الضب والضبع لناھدیة یعنی جب فقیر صدقات میں بیع اور ھدیہ وغیرہ کا تصرف کر سکتا ہے جیسے باقی املاک میں تصرفات کا مالک ہے۔

خیرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان کا خاوند عبد تھا۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ وہ حر تھا۔ بلغت محلھا یعنی اس سے صدقہ کا حکم زائل ہو گیا۔ اب وہ ہمارے لئے حلال ہے۔

باب من اھدی الی صاحبه وتحری بعض نسائه دون بعض

ترجمہ۔ جو شخص اپنے ساتھی کو ھدیہ دے اور اس کی بعض بیویوں کیلئے ہدیہ تلاش کرے بعض کیلئے نہ کرے

حدیث (۲۳۹۹) حدثناسلیمان بن حرب الخ عن عائشةؓ قالت کان الناس یتحرون بھذا یاھم یومی وقالت ام سلمةؓ ان صواحبی اجتمعن فذکرت له فاعرض عنھا .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ وہ میری باری کے دن اپنے ھدایا آپؐ کو بھیجیں۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میری سوکنوں نے اکٹھے ہو کر آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر فرمایا تو آپؐ نے ان سے روگردانی فرمائی۔

حدیث (۲۳۰۰) حدثنا اسمعیل الخ عن عائشةؓ ان نساء رسول الله ﷺ کن حزبین فحزب فیه عائشةؓ وحفصةؓ وسودةؓ والحزب الاخر ام سلمةؓ وسائر نساء رسول الله ﷺ وکان المسلمون قد علموا حب رسول الله ﷺ عائشةؓ فاذا کنت عند احدھم ھدیة یرید ان یھدیھا الی رسول الله ﷺ اخرھا حتی اذا کان رسول الله ﷺ فی بیت عائشةؓ بعث صاحب الھدیة الی

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات دو گروہوں میں بٹی ہوئی تھیں۔ ایک گروہ میں حضرت عائشہؓ۔ حفصہؓ۔ صفیہؓ۔ اور سودہؓ تھیں۔ اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہؓ اور بقیہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات تھیں۔ مسلمان جان چکے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ سے محبت رکھتے ہیں پس جب کسی کے پاس کوئی ہدیہ ہوتا تھا اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کو پہنچانا چاہتا تو وہ اس وقت تک مؤخر کر دیتا یہاں تک کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے گھر میں ہوتے تو صاحب ہدیہ حضرت عائشہؓ

رسول الله ﷺ فی بیت عائشةؓ فکلم حزب ام سلمةؓ فقلن لها کلمی رسول الله ﷺ یکلم الناس فیقول من اراد ان یهدی الی رسول الله ﷺ هدیة فلیهده الیه حیث کان من بیوت نسائه فکلمته ام سلمةؓ بماقلن فلم یقل لها شیئاً فسالنها فقالت ماقال لی شیئاً فقلن لها فکلمیه قالت فکلمته حین دار الیها ایضاً فلم یقل لها شیئاً فسالنها فقالت ماقال لی شیئاً فقلن لها کلمیه حتی یکلمك فدار الیها فکلمته فقال لها تؤذینی فی عائشةؓ فان الوحی لم یاتنی وانا فی ثوب امراة الاعائشةؓ قالت فقالت اتوب الی الله من اذاك یارسول الله ثم انهن دعون فاطمة بنت رسول الله ﷺ فارسلن الی رسول الله ﷺ تقول ان نسائك ینشدنك الله العدل فی بنت ابی بکر فکلمته فقال یابنیة الاتحبین مااحب قالت بلی فرجعت الیهن فاخبرتهن فقلن ارجعی الیه فابت ان ترجع فارسلن زینب بنت جحش فاتته فاغلظت وقالت ان نساء ك ینشدنك الله العدل فی بنت ابن ابی قحافة فرفعت صوتها حتی تناولت عائشةؓ وهی قاعدة فسبتها حتی ان رسول الله ﷺ لینظر الی عائشةؓ هل تکلم قال فتکلمت عائشةؓ ترد

کے گھر میں ھدیہ بھیجتا حضرت ام سلمہؓ کے گروہ کی چہ میگوئیاں شروع ہوئیں جنہوں نے حضرت ام سلمہؓ سے کہا کہ آپ جناب رسول اللہ ﷺ سے بات کریں جو لوگوں سے کہیں کہ جو شخص جناب رسول اللہ ﷺ کو ھدیہ دینا چاہے تو جس بی بی کے گھر آپؐ موجود ہوں وہاں پہنچایا جائے تو جو کچھ ان حضرات نے کہا تھا اس کے بارے میں حضرت ام سلمہؓ نے آپؐ سے بات چیت کی حضور انور ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا جس پر بیبیوں نے سوال کیا تو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا مجھے تو آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے کہا آپ پھر سے بات کریں چنانچہ جب آنحضرت ﷺ پھرتے پھراتے ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے پھر بات چیت کی لیکن ان کو کوئی جواب نہ ملا تو سب بیبیاں کہنے لگیں کہ آپ اس وقت تک بات چیت کرتی رہیں جبتک آپ حضور انور ﷺ اس بارے میں آپ کو جواب نہ دیں چنانچہ جب حضور انور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے بات چیت شروع کی جس پر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مجھے عائشہؓ کے بارے میں تکلیف نہ دو کیونکہ سوائے عائشہؓ کے مجھے کسی بی بی کے بستر پر وحی نہیں آتی حضرت ام سلمہؓ فرمانے لگیں یارسول اللہ! آپؐ کو تکلیف پہنچانے سے میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتی ہوں۔ پھر ان سب نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی صاحب زادی حضرت فاطمہؓ کو بلا کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ جا کر یہ کہیں کہ آپؐ کی ازواج مطہرات آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر کہتی ہیں کہ آپ ابو بکرؓ کی بیٹی کی بارے میں ہم سے انصاف کریں چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے بھی جا کر آپؐ سے بات چیت کی تو آپؐ نے فرمایا اے بیٹی

على زينب حتى اسكتتها قالت فنظر النبى ﷺ الى عائشةؓ وقال انه بنت ابى بكر قال البخارى الكلا م الاخيرقصة فاطمة يذكر عن هشام بن عروة عن رجل وقال ابومروان عن هشام عن عروة كان الناس يتحرون بهدايا هم يوم عائشةؓ وعن هشام الى آخرالسند قالت عائشةؓ كنت عند النبى ﷺ فاستاذنت فاطمةؓ ......

کیا تو اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے واپس جا کر ان کو خبر دی۔ وہ کہنے لگیں کہ پھر جا کر بات کریں لیکن حضرت فاطمہؓ نے واپس جانے سے انکار کر دیا تو ان حضرات نے زینب بنت حجشؓ کو بھیجا جنہوں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سخت کلامی شروع کر دی۔ اور کہنے لگیں کہ آپؐ کی ازواج مطہرات آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتی ہیں کہ آپؐ ابو قحافہ کے بیٹے کی بیٹی کے بارے میں ہمارے ساتھ انصاف برتیں جس پر انہوں نے اپنی آواز بلند کر لی یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ سے لے دے شروع کر دی جو بیٹھی ہوئی تھیں۔ بلکہ ان کو گالی بھی دی جناب رسول اللہ ﷺ اس بات کے منتظر تھے کہ دیکھو حضرت عائشہؓ بھی بات کرتی ہیں چنانچہ حضرت عائشہؓ بولیں اور حضرت زینبؓ کو جواب دیتی رہیں یہاں تک کہ انہیں چپ کرا دیا جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آخر وہ بھی ابو بکرؓ کی بیٹی ہے۔ ابو مروان کی سند سے عروہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عائشہؓ کے باری کے دن ہدایا پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ دوسری سند سے ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھی کہ حضرت فاطمہؓ نے اجازت طلب کی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ شاید حضرت صفیہؓ اور سودہؓ نے حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کا ساتھ اس لئے دیا ہو کہ اگر ہم نے ان کا ساتھ نہ دیا تو کہیں ہم کو ایسی مصیبت پیش نہ آجائے جو ہمیں بری لگے۔ نیز! حضرت صفیہؓ وہ تو غریب الدیار تھیں کیونکہ وہ حی بن اخطب یہودی کی بیٹی تھیں۔ وہ قریش کے خاندان میں سے بھی نہیں تھیں۔ اور حضرت سودہؓ اپنی کبر سنی اور آنحضرت ﷺ کی تھوڑی رغبت کی وجہ سے ان کا ساتھ دینے پر مجبور تھیں۔ باقی ازواج مطہرات اپنے آپ کو حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کے برابر سمجھتی تھیں اس لئے وہ ان دو حضرات کے سامنے نہیں جھکتی تھیں۔ اور نہ ہی ان سے صلح کرتی تھیں اس لئے دو گروہ ہو گئے۔

فارسلن زینبؓ چونکہ حضرت زینبؓ جذباتی تھیں اسلئے پہلی مرتبہ انہوں نے آپ کو نہیں بھیجا ورنہ معاملہ اور خراب ہو جاتا۔

وانھابنت ابی بکرؓ اور حضرت ابو بکرؓ تمام صحابہ کرامؓ میں سے زیادہ عالم۔ فصیح اور خطیب تھے۔ جیسا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بات چیت سے پتہ چلتا ہے۔ اسی بنا پر تو حضرت عمرؓ نے گفتگو کرنا ان کے سپرد کر دیا تھا۔

فان الوحی لم یأتنی اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عائشہؓ کا مقام بلند معلوم ہوتا ہے۔ آپ نبی اکرم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ میرا ان سے محبت کرنا کسی قوی سبب کی وجہ سے ہے۔ اور بھی بہت سے فضائل حضرت عائشہؓ میں پائے جاتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت صفیہؓ نے حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کی فضیلت کے بارے میں مکالمہ کیا تھا چونکہ وہ عقلمند تھیں جب آنحضرت ﷺ کی محبت کا اندازہ کر لیا تو ان کے ساتھ ہو گئیں۔ سودہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تھی اور وہ آپ سے ڈرتی بھی تھیں۔ خمسہ باقیہ حضرت ام سلمہؓ۔ زینبؓ بنت حجش۔ میمونہؓ بنت الحارث۔ ام حبیبہؓ۔ اور حضرت جویریہؓ ہیں اور ابن سعد نے کہا کہ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کی وفات حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کرنے سے پہلے واقع ہوئی۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ ان کے گھر میں سکونت پذیر ہوئیں۔ حضرت زینبؓ اور حضرت عائشہؓ کا مکالمہ جو حضور انور ﷺ کی موجودگی میں ہوا جس میں گالی گلوچ تک نوبت پہنچی۔ میرے نزدیک بہترین جواب یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کی سخت کلامی جناب رسول اللہ ﷺ پر تھی نہ کہ حضرت عائشہؓ پر اور آپؐ کا بدلہ لینا اور اعتراضات کا دفع کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

انها بنت ابی بکرؓ حافظؒ فرماتے ہیں کہ شریفہ۔ عاقلہ۔ اور باپ کی طرح عارفہ تھیں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اجود فهماً وادق نظراً تھیں۔ کہ نہایت سمجھ دار اور باریک بین تھیں۔ اور آپ کا مقصود حضرت عائشہؓ کے بارے میں دفع فتنہ تھا۔ اگر فریقین کے دل کی بھڑاس نہ نکلتی تو قصہ دراز ہو جاتا اچھا ہوا آپؐ کے سامنے قصہ کوتاہ ہو گیا۔

باب مالایردون من الهدیة

ترجمہ۔ جو جو ہدیے واپس نہیں لوٹانے چاہئیں

حدیث (۲۴۰۱) حدثنا ابوعمرؓ الخ حدثنی ثمامة بن عبدالله قال دخلت علیه فناولنی طیباقال کان انسؓ لایرد الطیب قال وزعم انسؓ ان النبی ﷺ کان لایرد الطیب ......

ترجمہ۔ حضرت ثمامہ بن عبداللہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں عزرہ انصار کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے خوشبو عطا فرمائی۔ فرمایا کہ حضرت انسؓ خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے اور فرمایا کہ حضرت انسؓ فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ خوشبو کو رد نہیں فرمایا کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ترمذی شریف میں ہے کہ تین چیزیں رد نہیں کرنی چاہئیں تکیہ۔ تیل خوشبو اور دودھ۔ امام بخاریؒ نے مالایرد من الهدیة میں ترجمہ کو مبہم رکھا۔ اور حدیث سے اس کی وضاحت کر دی کہ وہ خوشبو ہے۔

باب من رای الهبة الغائبة جائزة

ترجمہ۔ موہوبہ چیز موجود نہ ہو تو اسکا ھبہ کرنا بھی جائز ہے

حدیث (۲۴۰۲) حدثناسعیدبن ابی مریم الخ ذکر عروة ان المسور بن مخرمةؓ ومروان اخبراه

ترجمہ۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ مسور بن مخرمہ اور مروان نے ان کو خبر دی کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں

ان النبی ﷺ حین جاء ہ وفدھوازن قام فی الناس فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم قال امابعد فان اخوانکم جاء ونا تائبین وانی رایت ان ارد الیھم سبیھم فمن احب منکم ان یطیب ذلک فلیفعل ومن احب ان یکون علی حظہ حتی نعطیہ ایاہ من اول مایفئ آللہ علینا فقال الناس طیبنالک ..

جب ھوازن قبیلہ کا وفد آیا تو آپؐ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے بعد ازاں فرمایا کہ تمہارے یہ بھائی توبہ تائب ہو کر آئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی قیدی عورتیں بچے ان کو واپس کر دیں پس جو شخص تم میں سے خوشی کے ساتھ یہ کرنا چاہے کر لے اور جو اپنا حصہ پہلے پہل جو فیئی کا مال اللہ تعالیٰ ہمیں دیں گے اس میں سے ہم اس کو عطا کریں گے۔ تو سب نے کہا ہم خوش دلی سے اس کو کرنے کے لئے تیار ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اس باب سے امام ابو حنیفہؒ پر اعتراض اس لئے وارد نہیں ہو سکتا کہ غائبانہ ھبہ تو وہ بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ البتہ ھبہ کی تکمیل کے لئے قبضہ کو ضروری فرماتے ہیں۔ تو قبض سے پہلے ھبہ تمام نہ ہوا۔ یا یہ کہ روایت میں صرف وعدہ ہے۔ اس لئے امام صاحبؒ پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ ان ارد الیھم سبیھم اور طیبنا ذلک لغطیہ اباد یہ تینوں جملوں سے ترجمہ ثابت فرما رہے ہیں۔ مگر ہر شخص جانتا ہے کہ یہ ھبہ نہیں ہے۔ ان میں تو صرف وعدہ کیا جا رہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی مناسبت معنی حدیث سے لی گئی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اپنی قیدی عورتوں کو تقسیم سے پہلے چھوڑ دیا جو غائب کے معنی میں ہے اور پھر اسے ترک کر دینا ھبہ کے معنی میں ہے حالانکہ اس تقریر میں کئی طرح سے مناقشہ ہے۔ پہلا تو یہ کہ وہ تقسیم سے پہلے کسی چیز کے مالک نہیں بنے اگرچہ مستحق تھے۔ دوسرے یہ کہ ترک پر ھبہ کا اطلاق تعجب خیز ہے۔ تیسرا یہ کہ یہ تو شیئی مجہول کا ھبہ ہے۔ اس لئے تقسیم سے پہلے جس چیز کے وہ لوگ مستحق ہیں وہ غیر معلوم ہے۔ چوتھا یہ کہ ھبہ کو غائب سے موصوف قرار دینا بھی قابل غور ہے۔ یہ سب مناقشات اسی ترجمہ کے منعقد کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

تمامھا علی القبض اس سے ایک مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ اکثر فقہا کا مسلک یہ ہے کہ مکیلی اور موزونی چیز میں صدقہ اور ھبہ تب لازم ہوں گے جب کہ قبضہ ہوگا۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ محض عقد سے ہی ھبہ اور صدقہ لازم ہوگا۔ کیونکہ یہ تبرع ہے جس میں قبضہ شرط نہیں۔ جیسے ودیعۃ اور وقف میں قبض شرط نہیں۔ احنافؒ کا مستدل اجماع صحابہ کرامؓ ہیں۔ جو فرماتے ہیں کہ لاتجوز الھبۃ الامقبوضۃ غیر مکیل وموزون میں محض عقد سے ہی ھبہ لازم ہو جائے گا۔ امام احمدؒ اور اکثر اہل العلم فرماتے ہیں کہ جمیع اشیاء میں ھبہ بغیر قبضہ کے لازم نہیں ہوگا۔

باب المكافأة في الهبة

ترجمہ۔ ھبہ میں بدلہ دینا

حديث (۲٤۰۳) حدثنامسدد الخ عن عائشةؓ قالت كان رسول الله ﷺ يقبل الهدية ويثيب عليها لم يذكروكيع ومحاضرعن هشام عن ابيه عن عائشةؓ .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ھدیہ قبول کرتے تھے اور اس پر بدلہ دیتے تھے۔ استدلال قرآنی آیت سے ہے اذاحييتم بتحية فحيوباحسن منها اوردوها کہ جب تم پر سلام کیا جائے تو اس سے اچھے کے ساتھ جواب دو یا اسی کو رد کردو۔

باب الهبة للولد

ترجمہ۔ بیٹے کے لئے ھبہ کرنا

لم يجز حتى يعدل بينهم ويعطي الاخرين مثله ولا يشهد عليه وقال النبي ﷺ اعدلوا بين اولادكم في العطية وهل للوالد ان يرجع في عطيته وما ياكل من مال ولده بالمعروف ولا يتعدى واشترى النبي ﷺ من عمرؓ بعيرا ثم اعطاه ابن عمرؓ وقال اصنع به ما شئت .....

ترجمہ۔ جب کسی شخص نے اپنی کچھ اولاد کو کچھ دیا تو جائز نہیں جب تک کہ تمام بیٹوں میں برابری اور انصاف نہ کرے اور دوسرے بیٹوں کو بھی اسی طرح عطا کرے اور اس پر گواہ نہ بنایا جائے۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کے درمیان عطیہ میں عدل وانصاف کرو کیا والد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عطیہ میں رجوع کرے اور کیا والد اپنی اولاد کے مال میں دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔ البتہ زیادتی نہ کرے جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے اونٹ خریدا اور پھر حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہؓ کو وہ اونٹ دے دیا فرمایا جو تمہاری مرضی آئے اس کے ساتھ سلوک کرو۔

حديث(۱٤۰٤)حدثناعبدالله بن يوسف الخ عن النعمان بن بشيرؓ ان اباه اتى به الى رسول الله ﷺ فقال انى نحلت ابنى هذاغلاماً فقال اكل ولدك نحلت مثله قال لاقال فارجعه ......

ترجمہ۔ نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ ان کا باپ انہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا پس فرمایا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آپ نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح ھبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا اسے واپس کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اگر عدم جواز سے عدم صلاحیت مراد ہے تو مسلم ہے اور روایت بھی واضح طور پر اس پر دلالت کرتی ہے

اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ہبہ سرے سے واقع بھی نہیں ہوا تو یہ مسلّم نہیں اس لئے کہ روایت اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ارجاع بغیر ھبه کے ممکن ہی نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ چار احکام پر مشتمل ہے۔ اوّل هبه للولد۔ اس ترجمہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس سے اشکال کو رفع کرنا ہے جو اس حدیث سے پیدا ہوتا ہے کہ انت ومالك لابيك یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ اس لئے کہ جب ولد کا مال والد کا ہوا تو اب اگر باپ نے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو گویا کہ اپنے آپ کو ہبہ کیا۔ تو ترجمہ میں اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا۔ اور حدیث باب عدل واجب کرنے والوں کے لئے حجت ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ والد اپنی ھبہ چیز سے رجوع کر سکتا ہے بھی اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض حضرات صدقہ اور ہبہ میں فرق کرتے ہیں۔ کہ صدقہ سے تو رجوع کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے تو ثواب آخر مطلوب ہوتا ہے۔ ہبہ میں رجوع کر سکتا ہے۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ والد ولد کے مال سے دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔ اور اس کو اس طرح ثابت کیا ہے کہ جب والد ولد کے مال سے بالاتفاق عند الحاجۃ کھا سکتا ہے تو ہبہ شدہ چیز بطریق اولیٰ واپس لے سکتا ہے۔ احنافؒ کا مستدل حضرت عمر بن الخطابؓ کا ارشاد ہے۔ من وهب هبة ذى رحم محرم اوعلى وجه صدقة فانه لايرجع یعنی جس نے کسی قریبی رشتہ دار کو ھبہ کیا یا صدقہ کی نیت سے ھبہ کیا تو وہ اس میں رجوع نہیں کر سکتا۔

باب الاشهاد فى الهبة

ترجمہ۔ ہبہ میں گواہ بنانا

حديث(۲۴۰۵)حدثنا جابر بن عمرؓ الخ سمعت النعمان بن بشيرؓ وهو على المنبر يقول اعطانى ابى عطية فقالت عمرة بنت رواحة لاارضى حتى تشهد رسول الله ﷺ فاتى رسول الله ﷺ فقال انى اعطيت ابنى من عمرة بنت رواحة عطية فامرتني ان اشهدك يارسول الله قال اعطيت سائر ولدك مثل هذاقال لاقال فاتقوالله واعدلوا بين اولادكم قال فارجع فردّ عطية ...

ترجمہ۔ نعمان بن بشیرؓ منبر پر کھڑے ہو کر فرما رہے تھے کہ مجھے میرے باپ نے کچھ عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہؓ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک آپ جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنالیں چنانچہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہؓ سے ہے کچھ عطیہ دیا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ یا رسول اللہ اس پر میں آپ کو گواہ بناؤں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اپنی باقی اولاد کو بھی اس کی طرح دیا ہے انہوں نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اپنی اولاد میں انصاف کرو چنانچہ انہوں نے واپس آکر وہ عطیہ واپس لے لیا۔

باب هبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها۔

ترجمہ۔ مرد اپنی بیوی کو ھبہ کرے یا بیوی اپنے خاوند کو ہبہ کرے۔

وقال ابراهيم جائزة وقال عمربن عبدالعزيز لايرجعان واستاذن النبی ﷺ نساء ه ان يمرض فی بيت عائشةؓ وقال النبی ﷺ العائد فی هبته كالكلب يعود فی قيئه وقال الزهری فيمن قال لامرأته هبی لی بعض صداقك اوكله ثم لم يمكث الايسيراً حتی طلقها فرجعت فيه قال يرد اليها ان كان خلبها وان كانت اعطته عن طيب نفس ليس فی شیئ من امره خديعة جاز قال الله تعالی فان طبن لكم عن شیئ منه نفساً ......

ترجمہ۔ تو ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ ہبہ جائز ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ پھر یہ دونوں رجوع نہ کریں اور جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیبیوں سے اجازت طلب کی کہ وہ حضرت عائشہؓ کے گھر بیماری کے ایام گذاریں گے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے ھبہ میں رجوع کرنے والا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں عود کرنے والا ہے اور امام زہریؒ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ جس مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے اپنے مہر کا کچھ حصہ یا سارا مہر ہبہ کر دو پھر تھوڑی سی دیر ٹھہر اکر اس نے بیوی کو طلاق دے دی۔ تو وہ عورت اپنے مہر میں رجوع کر سکتی ہے۔ فرمایا کہ اگر اس نے بیوی سے دھوکہ کر کے ایسا کیا ہے تو حق مہر اسے واپس کر دے گر اس نے خوش دلی سے اس کو حق مہر دیا ہے کہ مرد کے معاملہ میں کوئی دھوکہ بازی نہیں تھی تو جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پس اگر وہ عورتیں خوشی سے کوئی چیز تمہیں دے دیں تو اسے رچتا پچتا کھا سکتے ہو۔

حديث(٢٤٠٦)حدثنا ابراهيم بن موسی الخ اخبرنی عبيدالله بن عبدالله قالت عائشةؓ لماثقل النبی ﷺ فاشتدوجعه استاذن ازواجه ان يمرض فی بيتی فاذن له فخرج بين رجلين تخط رجلاه الارض وكان بين العباس وبين رجل اخر فقال عبيدالله فذكرت لابن عباسؓ ما قالت عائشةؓ فقال لی وهل تدری من الرجل الذی لم تسم عائشةؓ قلت لا قال هو علیؓ بن ابی طالب .....

ترجمہ۔ حضرت عبیداللہ بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے اور درد آپؐ کا شدید ہوا تو آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ آپؐ میرے گھر میں بیماری کے ایام گذاریں گے تو بیبیوں نے آپؐ کو اجازت دے دی تو آپؐ دو آدمیوں کے درمیان اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپؐ کے دونوں پاؤں مبارک زمین پر خط کھینچتے تھے اور آپؐ حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان تھے حضرت عبیداللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ حضرت عائشہؓ نے فرمایا وہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے

بیان کر دیا۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں پتہ ہے وہ دوسرا آدمی جس کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا وہ کون تھا میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا وہ علی بن ابی طالبؓ تھے۔

حدیث(۲٤۰۷) حدثنامسلم بن ابراهیم الخ عن ابن عباسؓ قال قال النبی ﷺ العائد فی هبته کالکلب یقیئ ثم یعود فی قیئه .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے ہبہ میں عود کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے پھر اپنی قے میں عود کرتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ یرد الیها اگر اس سے مراد یہ ہے کہ حتماً اس کو واپس کرے کہ اس کا کھانا بھی مرد کے لئے جائز نہ ہو۔ تو یہ مذہب حنفیہ کے خلاف ہے۔ امام زہریؒ کی مخالفت ان کے لئے ضرر رساں نہیں ہے۔ اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ مروت اور اخلاقی طور پر اس کا واپس لینا اچھا نہیں تو یہ مسلم ہے۔ اور آیت کریمہ پہلے مطلب پر باعتبار مفہوم مخالف کے دلالت کرتی ہے اور احنافؒ کے نزدیک مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے۔

العائد فی هبته الخ اس حدیث کو اس باب میں لانے کا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ مرد جو کچھ اپنی بیوی کو دے۔ نہ وہ اس میں رجوع کرے اور نہ ہی بیوی کے لئے مناسب ہے کہ وہ مرد سے اس چیز کو لوٹائے جو اس نے اسے ہبہ کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ تفصیل جو امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے کہ اگر خاوند نے دھوکہ دہی سے حق مہر معاف کرا کے پھر اسے طلاق دے دی تو عورت حق مہر واپس لے سکتی ہے ورنہ نہیں لے سکتی۔ یہ قول امام مالک کا ہے۔ بشرطیکہ گواہ قائم ہوں اور بعض نے کہا نہیں۔ بہر حال عورت کا قول مقبول ہوگا۔ جانبین کی طرف سے بہر حال رجوع نہ ہو۔ یہ جمہور کا قول ہے۔ اور تفصیل جو امام زہریؒ نے نقل کی ہے یہ حضرت شریحؒ کا مسلک ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر بیوی سے دھوکہ بھی کرے پھر بھی اسے رجوع نہ کرنا چاہئے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی عدم رجوع کی طرف ہے۔ جیسے کہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ان یعرض ترجمہ سے مطابقت اس طرح ثابت ہوئی کہ ازواج مطہرات نے اپنے جن حقوق کو معاف کر دیا انہوں نے ماضی میں رجوع نہیں کیا۔ اس صورت میں ہبہ کے لغوی معنی مراد ہوں گے۔

باب هبة المرأة لغیرزوجها

ترجمہ۔ بیوی اپنے خاوند کے علاوہ کسی پر ہبہ کرے

وعتقهااذاکان له زوج فهو جائزاذالم تکن سفیهة فاذا کانت سفیهةلم یجز قال الله تعالی ولاتؤتوا السفهاْاموالکم

ترجمہ۔ اگر وہ اپنے خاوند کو آزاد کر دے اگر وہ بے وقوف نہیں ہے تو یہ عتق جائز ہے۔ اور بے وقوف ہے تو پھر جائز نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے وقوفوں کو اپنا مال نہ دو۔

حدیث (۲۴۰۸) حدثنا ابوعاصم الخ
عن اسماءؓ قالت قلت یارسول الله مالی مال الا ماادخل علی الزبیرؓ فاتصدق قال تصدقی ولاتوعی فیوعی علیك .....

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ میرے پاس اور تو کوئی مال نہیں ہے۔ جو حضرت زبیرؓ نے مجھے مہر میں دیا تھا کیا میں اس کا صدقہ کر سکتی ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ کرو اور محفوظ کر کے نہ کرو کہیں تم پر بندش نہ کی جائے۔

حدیث (۲۴۰۹) حدثنا عبیدالله بن سعید الخ
عن اسماء ان رسول اللهﷺ قال انفقی ولاتحصی فیحصی الله علیك ولاتوعی فیوعی الله علیك...

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خرچ کرتی رہو۔ اور گن گن کر نہ روکو۔ کہیں اللہ تعالیٰ تجھ پر رکاوٹ نہ کردے۔ اور نہ ہی اسے محفوظ کر لو کہ کہیں اللہ تعالیٰ تجھ پر بندش نہ کردے۔

حدیث (۲۴۱۰) حدثنا یحیی بن بکیر الخ
عن کریب مولی ابن عباسؓ ان میمونة بنت الحارث اخبرتها انها اعتقت ولیدة ولم تستاذن النبی ﷺ فلماکان یومها الذی یدورعلیها فیه قالت اشعرت یارسول الله انی اعتقت ولیدتی قال اوفعلت قالت نعم قال اماانك لواعطیتها اخوالك کان اعظم لاجرك وقال بکربن مضر عن عمروعن بکیر عن کریب ان میمونة اعتقت

ترجمہ۔ حضرت کریبؓ حضرت ابن عباسؓ کے غلام سے مروی ہے کہ حضرت میمونہ بنت الحارثؓ نے انہیں خبر دی کہ حضرت میمونہؓ نے ایک باندی آزاد کر دی اور جناب نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب نہ کی۔ پس جب ان کی باری کا دن آیا جس میں آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لایا کرتے تھے تو فرمانے لگیں یارسول اللہ! کیا آپ کو علم ہے کہ میں نے اپنی باندی آزاد کر دی آپؐ نے فرمایا کہ آپ ایسا کر چکی ہیں انہوں نے فرمایا ہاں! جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر آپ وہ باندی اپنے ماموؤں کو دے دیتی تو تجھے بہت بڑا ثواب ہوتا۔ بکر کی سند میں ہے کہ حضرت کریبؓ نے فرمایا حضرت میمونہؓ نے آزاد کر دی۔

حدیث (۲۴۱۱) حدثنا حبان بن موسی الخ
عن عائشةؓ قالت کان رسول الله ﷺ اذاارادسفراً اقرع بین نسائه فایتهن خرج سهمهاخرج بهامعه وکان یقسم لکل امراةمنهن یومها ولیلتها

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیبیوں کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے جس بی بی کا نام نکل آتا اور اسی کو اپنے ہمراہ سفر میں لے جاتے اور آپؐ اپنی ہر بیوی کیلئے ان کا دن اور رات

غير ان سودة بنت زمعة وهبت يومها وليلتها لعائشةؓ زوج النبی ﷺ تبتغی بذلك رضا رسول الله ﷺ ....

مقرر فرماتے سوائے حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے جس نے اپنے دن اور رات کی باری حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ کے لئے ہبہ کر دی تھی۔ جس سے انکا مقصد جناب نبی اکرم ﷺ کی رضامندی طلب کرنا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ چونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا تھا کہ عورت اپنے مال میں بغیر خاوند کی اجازت کے تصرف نہیں کر سکتی۔ تو مؤلفؒ بیان فرمارہے ہیں کہ اس حدیث کی وجہ سے اگرچہ عورت کا تصرف اپنے مال میں خلاف اولیٰ ہے لیکن اگر وہ کرلے تو اس کا تصرف نافذ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمہور تو عورت کے تصرف فی مالہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بغیر اذن زوجہا۔ طاؤس مطلقاً ممنوع کہتے ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عورت اپنے ثلث مال میں سے تو بغیر اجازت خاوند کے دے سکتی ہے زیادہ نہیں دے سکتی۔ اگرچہ رشیدہ بھی کیوں نہ ہو۔ جمہور کا استدلال کتاب و سنت کی آیات اور آثار کثیرہ ہیں۔ احادیث باب بھی دال ہیں امام مالکؒ ان کو شیئ یسیر پر محمول فرماتے ہیں وہ اس کو وصیت پر محمول کرتے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ سفیھہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین اور دنیاوی امور کے سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو۔ تصدقی یہ محل ترجمہ ہے کہ آپؐ نے ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا یہ نہیں فرمایا کہ حضرت زبیرؓ سے اجازت طلب کرو۔ اگر سوال ہو کہ ترجمہ میں ہبہ ہے اور حدیث سے صدقہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ ہبہ کے لغوی معنی مراد ہیں جو صدقہ کو بھی شامل ہیں۔

لاتوعی ای لاتجعلی الوعاء لاتحصی احصار سے ہے جس کے معنی احاطہ کرنے کے ہیں۔ کہ اگر تم نے ذخیرہ بنا کر رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت روک لے گا۔

اخوالك ان کے اخوال بنو ہلال میں سے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ھند بنت عون تھا۔

وهبت يومها وليلتها یہ موضع ترجمہ ہے اب اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ حضرت سودہؓ کا ہبہ زوج کیلئے تھا یا ضرورت کی بنا پر تھا۔ ترجمہ سے مطابقت ان لوگوں کے قول کے مطابق ہوگی جو یہ ہبہ ضرورت کی بنا پر کہتے ہیں۔ زوج کی صورت میں نہ ہوگی۔

باب بمن يبدأ بالهدية ترجمہ۔ ھدیہ کی ابتدا کس شخص سے کی جائے

وقال بكرعن عمروعن بكير عن كريب مولى

ترجمہ۔ حضرت میمونہؓ نے اپنی باندی آزاد فرمائی تو جناب

ابن عباسؓ ان میمونةؓ زوج النبی ﷺ اعتقت ولیدة لها فقال لها ولووصلت بعض اخوالك كان اعظم لاجرك ......

نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر تو اپنے بعض ماموؤں سے صلہ رحمی کرتی تیرے لئے بہت اجر ہوتا۔

حدیث (۲۴۱۲) حدثنامحمد بن بشار الخ عن عائشةؓ قالت قلت یارسو ل الله ان لی جارین فالی ایهما اهدی قال الی اقربهمامنك باباً ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کس کی طرف ہدیہ بھیجوں آپؐ نے فرمایا جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ فقال لهاای لمیمونةؓ اس حدیث میں دو چیزیں ہیں۔ ایک تو عتق ولیدہ ہے۔ اور دوسرا صلہ رحمی ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صلہ رحمی کا ثواب عتق سے زیادہ ہوتا۔ اور اس مقام پر ہدیہ بمعنی صلہ کے ہے۔

باب من لم یقبل الهدیة لعلة

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کسی وجہ سے ہدیہ قبول نہ کرے۔

وقال عمربن عبدالعزیز كانت الهدیة فی زمن رسول الله ﷺ هدیة والیوم رشوة ..

ترجمہ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا ہدیہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تھا آج کل تو رشوت ہے۔

حدیث (۲۴۱۳) حدثنا ابوالیمان الخ انه سمع الصعب بن جثامة اللیثی وكان من اصحاب النبی ﷺ یخبر انه اهدی برسول الله ﷺ حمار وحش وهو بالابواء اوبودان وهو محرم فرده قال صعب فلما عرف فی وجهی رده هدیتی قال لیس بنا رد علیك ولكنا حرم ...

ترجمہ۔ حضرت صعب بن جثامہ لیثیؓ جو اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے تھے خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے ابواء یا ودان میں آنحضرت رسول اللہ ﷺ کو گورخر کا ہدیہ پیش کیا جب کہ آپؐ محرم تھے پس آپ نے اس کو واپس کر دیا۔ حضرت صعبؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے ہدیہ کے واپس کرنے کے اثر کو میرے چہرے میں محسوس کیا فرمایا کہ یہ ہماری طرف سے تم پر واپس کرنا نہیں بلکہ ہم چونکہ احرام کی حالت میں ہیں اسلئے قبول نہیں کر سکتے کیونکہ وہ شکار ہے جو محرم کے لئے جائز نہیں ہے۔

حدیث (۲۴۱۴) حدثناعبدالله بن محمد الخ

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ جناب

عن ابی حمیدالساعدیؓ قال استعمل النبی ﷺ رجلا من الازد یقال له ابن الاتبیة علی الصدقة فلما قدم قال هذا لکم وهذا اهدی لی قال فهلا جلس فی بیت ابیه اوبیت امه فینظر یهدی له ام لا والذی نفسی بیده لایاخذاحد منه شیئا الا جاء به یوم القیامةیحمله علی رقبته ان کان بعیراله رغاء او بقرة له خوار اوشاةتیعر ثم رفع بیده حتی راینا عفرة ابطیه اللهم هل بلغت اللهم هل بلغت ثلثا.

نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک آدمی کو جس کو ابن الاتبیہ کہا جاتا تھا زکوۃ وصول کرنے کیلئے عامل مقرر فرمایا جب واپس آیا تو کہنے لگا یہ تو تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیوں نہ اپنے باپ یا ماں کے گھر بیٹھ گیا۔ پھر دیکھتا کہ کیا اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان لوگوں میں سے جس جس نے بھی کوئی چھوٹی بڑی چیز لے لی تو وہ اس کو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے لائے گا اگر اونٹ تھا تو اسکے بل بلانے کی آواز ہو گی اگر گائے تھی تو اس کی آواز ہو گی اگر بکری تھی تو ممیانے کی آواز کرے گی۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ ہم نے آپؐ کی دونوں بغلوں کی ٹیالی سفیدی کو دیکھا۔ فرماتے تھے اے اللہ! بے شک میں نے پہنچادیا۔ اے اللہ بے شک میں نے پہنچادیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ایهدی له ام لا یہ موضع ترجمہ ہے کہ آپؐ نے اس کے قبول هدیه کو ناپسند فرمایا کیونکہ یہ تو بطور رشوت کے تھا۔

والبوم رشوة کیونکہ آنحضرت ﷺ تو معصوم تھے وہاں تو فیصلہ میں ظلم کا گمان ہی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کا امکان تھا تو اس زمانہ میں هدیه دینے والا اور نہ دینے والا دونوں برابر تھے۔ اور ہمارے آج کل کے امراء اور حکام ان کا تو خدا ہی حافظ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ انہیں سیب کھانے کی خواہش ہوئی گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی کہ جس سے سیب خرید کیا جاتا باہر نکلے دولڑکے سیبوں کا ایک طباق لئے جارہے تھے۔ طباق میں سے ایک سیب اٹھایا اور اسے سونگھ کر پھر رکھ دیا فرمایا مجھے ضرورت نہیں ہے۔ تو کہا گیا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ اور شیخین ہدایا قبول نہیں کرتے تھے فرمایا واقعی ان حضرات کے لئے ہدایا ہوتے تھے بعد کے حکام کے لئے رشوت ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ معنی حدیث سے لیا گیا ہے کہ اس شخص نے هدیه کسی غلہ کے سبب قبول کیا ہے اس لئے آپؐ نے نکیر فرمائی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ رغاء اونٹ کی آواز۔ خوار گائے کی آواز۔ یعار بکری کی آواز۔

باب اذاوهب هبة اووعد ثم مات قبل ان تصل اليه

ترجمہ۔ جب کسی نے ہبہ کیایا ہبہ کا وعدہ کیا پھر مہدی لہ تک پہنچانے سے پہلے مہدیٰ کی وفات ہو گئی

وقال عبيدة ان مات وكانت فصلت الهدية ولامهدى له حى فهى لورثته وان لم تكن فصلت فهى لورثته الذى اهدى وقال الحسن ايهما مات قبل فهى لورثته المهدى له اذاقبضها الرسول..

ترجمہ۔ اور عبیدہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اس حال میں مرا کہ ہدیہ کو جائداد سے الگ کر لیا گیا تھا اور مہدیٰ لہ زندہ ہے تو وہ ھدیہ مہدیٰ کے وارثوں کا ہوگا۔ اور جدا نہیں کیا گیا تھا۔ تو وہ مہدیٰ کے وارثوں کا حق ہے۔ جس نے ہدیہ کیا ہے اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے جو بھی پہلے مر جائے۔ بہر حال وہ ہدیہ مہدیٰ لہ کے وارثوں کا حق ہوگا بشرطیکہ اس کے قاصد نے اس پر قبضہ کر لیا ہو۔

حديث (۲۴۱۵) حدثنا على بن عبدالله الخ سمعت جابراً قال قال لى النبى ﷺ لوجاء مال البحرين اعطيتك هكذاثلاثا فلم يقدم حتى توفى النبى ﷺ فامرابوبكرمناديا فنادى من كان له عندالنبى ﷺ عدة اودين فلياتنا فاتيته فقلت ان النبى ﷺ وعدنى فحثى لى ثلثا........

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر بحرین کا مال آ گیا تو میں تجھے اس طرح تین لپ بھر کر دوں گا۔ پس مال نہ آیا یہاں تک کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اعلان کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے جس شخص کا جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس کوئی وعدہ ہو یا قرضہ ہو تو وہ ہمارے پاس آئے چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے سے وعدہ فرمایا تھا تو انہوں نے مجھے تین مٹھیاں بھر کر دیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فصلت الهدية یعنی مہدی کے مال سے الگ محفوظ کر دیا۔ یہ مراد نہیں کہ کسی کا قبضہ ہو گیا۔ جیسا کہ محشی نے سمجھا ہے۔ ورنہ وھوحی کا قول لغو ہو جائے گا۔ کیونکہ قبول ہدیہ زندہ ہی کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ ھبہ میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے کہ ھبہ میں قبض ضروری ہے۔ اسکے بغیر ھبہ صحیح نہیں۔ لیکن جن لوگوں کے نزدیک بغیر قبضہ کے ھبہ صحیح ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ کا اسی طرف میلان ہے ان کے نزدیک

باب ھبہ میں اس ترجمہ کا داخل ہونا صحیح ہوگا۔ اس کی بحث ھبہ غائبہ میں گذر چکی ہے۔ قسطلانی فرماتے ہیں **فصلت** سے مراد قبضہ ہے لیکن شیخ گنگوہیؒ نے جو فائدہ بیان کیا ہے کہ اگر قبض مراد ہو تو پھر وھوحی جملہ لغو ہو جائے گا۔ یہ فائدہ ظاہر الفاظ کے موافق ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ ھدیہ مُھدیٰ الیہ کی طرف اس وقت تک منتقل نہیں ہوگا جب تک کہ اس کا یا اس کے وکیل کا قبضہ نہ ہو۔

ولورثته شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مال موہوب کو مہدی کے مال سے الگ کر لیا جائے تو یہ ہدیہ مہدی اور اس کے وارثوں کا حق ہوگا۔ کیونکہ مال کی علیحدگی سے مہدی کے ملک سے مال خارج نہیں ہو جاتا۔ ہاں حضرت حسن بصریؒ کا قول احنافؒ کی رائے کے موافق ہے اگر رسول سے مراد ان کے کلام میں رسول مھدیٰ لہ مراد لیا جائے۔ اور عبیدہ کے کلام کے مقابلہ کی وجہ سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے البتہ اگر رسول سے رسول مہدی مراد لیا جائے پھر تو وہ خود ان کی ذات کے حکم میں ہوگا۔ اس لئے اختلاف کی بنیاد اس دوسرے احتمال پر نہ رکھی جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک قبض الرسول شرط ہے اور عبیدہ کے نزدیک محض فصل کافی ہے یعنی واہب کے مال سے ہدیہ الگ کر دیا جائے جمہور اس کے خلاف ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فحثی لی ثلاثا اس جملہ سے امام بخاریؒ کا یہ مقصد ثابت نہیں ہو سکتا کہ ھبہ بغیر قبض کے مکمل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں پر ھبہ تو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی اعطاء سے تمام ہوا ہے۔ ورنہ اس سے قبل تو وہ محض ایک وعدہ تھا جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کا قول من کان لہ عدۃ اس پر دلالت کرتا ہے۔ شاید مصنفؒ کا مقصد اس ترجمہ سے اس پر تنبیہ کرنا ہو کہ جس نے کوئی وعدہ کیا ہو یا ھبہ کیا ہو تو اس کا پورا کرنا مستحسن بلکہ واجب ہے۔ لیکن یہ مکارم اخلاق کا تقاضا ہوگا۔ حلال و حرام کی شریعت میں واجب نہیں ہے۔ روایت بھی اس پر دال ہے۔ اس لئے علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث اور ترجمہ میں اس وقت تک مطابقت نہیں ہو سکتی جبتک ھبہ غیر مقبوض کو وعدہ پر محمول نہ کیا جائے۔ اور وعدے کے پورا کرنے کا حکم باری تعالیٰ کے ارشاد میں بھی ہے لیکن جمہور نے اسے ندب پر محمول کیا ہے۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ کا میلان اسی طرف ہے کہ ایفائے وعدہ واجب ہے جیسا کہ کتاب الشھادت کے ایک ترجمہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

باب کیف یقبض العبد والمتاع

ترجمہ۔ غلام اور سامان پر قبضہ کیسے کیا جائے

وقال ابن عمرؓ کنت علی بکر صعب

ترجمہ۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک شوخ نوجوان

حدیث(۲۴۱۶)حدثنا قتیبة بن سعید الخ عن المسور بن مخرمةؓ قال قسم رسول اللهﷺ اقبية ولم يعط مخرمة منها شيئاً فقال مخرمة يابني انطلق بنا الى رسول اللهﷺ فانطلقت معه فقال ادخل فادعه لي قال فدعوته له فخرج اليه وعليه قباء منها فقال خبانا هذا لك قال فنظر اليه فقال رضي مخرمة ....

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کچھ قبائیں تقسیم فرمائیں۔ حضرت مخرمہؓ کو ان میں سے کچھ بھی نہ دیا تو حضرت مخرمہؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے! ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلے جانا چاہئے چنانچہ میں ان کے ساتھ چلا تو فرمایا کہ اندر جاکر جناب نبی اکرم ﷺ کو میرے لئے بلاؤ۔ چنانچہ میں نے آپ کو ان کے لئے بلایا آپؐ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ ان قباؤں میں سے ایک قبا آپؐ کے کندھے پر تھی۔ تو آپؐ نے آتے ہی فرمایا کہ ہم نے اس کو تمہارے لئے چھپا رکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پس آپؐ نے میرے باپ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اب مخرمہ راضی ہو گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ هو لك يا عبدالله الخ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات جو فرماتے ہیں کہ قبض ضمان قبض امان کے قائم مقام نہیں ہو سکتا یہ مسلم نہیں بلکہ واجب مطلق قبض ہے خواہ وہ کیسے بھی ہو قبض ضمان ہو یا قبض امان ہو۔ دیکھئے حضرت ابن عمرؓ نے قبض امان کیا جب کہ وہ اس پر سوار تھے حالانکہ وہ حضرت عمرؓ کا مملوک تھا۔ پھر ان کا قبضہ قبض ضمان بھی ہوا جب کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے انہیں مالک بنا دیا۔ حالانکہ حضرت عبداللہ خود اس پر سوار تھے پھر جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے وہ اونٹ ھبہ کر دیا تو ان کا قبضہ قبضہ امان ہو گیا لیکن اس میں نظر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ كيف يقبض یعنی موہوب کا قبضہ کیسے ہو۔ اس واقعہ میں جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے اونٹ خریدا جس پر ابن عمرؓ بطریق استعارہ سوار تھے تو ابن عمرؓ ھبہ سے پہلے اس پر قابض ہوئے۔ اور اسی قبض اول کو کافی سمجھا گیا تو یہاں سے معلوم ہوا کہ قبض ضمان قبض ملک کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قبل از ھبہ ان کا قبضہ قبض ضمان تھا اب ھبہ کی وجہ سے قبض ملک میں تبدیل ہو گیا یہی مطلوب تھا۔ اور نبی اکرم ﷺ کا ھبہ کرنا قبل از قبض نہیں تھا اس لئے کہ آپؐ قبض پر قادر تھے تو قبض حکمی پایا گیا۔ چنانچہ ھدایہ میں ہے کہ جب کوئی چیز موہوب کے ہاتھ میں ہو تو ھبہ سے وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ اگرچہ قبضہ کی تجدید نہ بھی ہو کیونکہ وہ چیز اس کے قبضہ میں ہے اور ھبہ میں قبضہ شرط ہے۔ البتہ بیع کے اندر قبض ضمان ہوتا ہے قبض امان اس کا نائب نہیں بن سکتا اور حاشیہ میں ہے کہ جب دو قبضہ ہم جنس ہوں تو ایک دوسرے کے قائم مقام ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ان میں تغایر ہو تو اعلیٰ ادنیٰ کا نائب ہو جائے گا لیکن ادنیٰ اعلیٰ کا قائم مقام نہیں ہو گا۔

شیخ گنگوہیؒ کی عبارت میں دو جگہ قبض امانت کا ذکر ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ قبض ملک ہے کیونکہ ابن عمرؓ کا قبض اولاً قبض ضمان تھا جو بعد میں قبض ملک سے متبدل ہو گیا۔ اور ابن عابدینؒ نے فرمایا کہ کبھی قبضہ حکمی ہوتا ہے۔ در مختار میں ہے کہ اگر واھب اور موھوب لہ میں تخلیہ کر لیا جائے کہ قبضہ کرنے سے کوئی چیز مانع اور حائل نہ ہو تو یہ بھی تسلیم کرنا ہے۔

باب اذا وهب هبة فقبضها الاخر ولم يقل قبلت

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کسی چیز کا ھبہ کرے اور دوسرا اس پر قبضہ کر لے زبان سے قبلت نہ کہے یعنی میں نے قبول کیا

حدیث (۲۴۱۷) حدثنا محمد بن محمبوب الخ عن ابی هريرةؓ قال جاء رجل الی رسول اللهﷺ فقال هلكت فقال وما ذاك قال وقعت باهلی فی رمضان قال تجد رقبة قال لا قال فهل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين قال لا قال فتستطيع ان تطعم ستين مسكينا قال لا قال فجاء رجل من الانصار بعرق والعرق المكتل فيه تمر فقال اذهب بهذا فتصدق به قال علی احوج منا يارسول الله والذی بعثك بالحق ما بين لابتيها اهل بيت احوج منا قال اذهب فاطعمه اهلك...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپؐ نے پوچھا کیا ہوا کہنے لگا میں تو رمضان شریف میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہو گیا آپؐ نے فرمایا غلام ہے اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا تو دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے اس نے کہا نہیں۔ فرماتے ہیں کہ انصار کا ایک آدمی ایک عرق لایا عرق وہ ٹوکرا جس میں کھجور ہو۔ فرمایا جا اس کا صدقہ کر دے اس نے کہا یا رسول اللہ! ہم سے بھی زیادہ کسی محتاج پر صدقہ کروں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیان ہمارے گھر والوں سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے۔ فرمایا جاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

تشریح از قاسمیؒ۔ كيفية القبض کے بارے میں علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ ان روایات میں موھوب متاع ہے۔ جس کا بائع کے ہاتھ میں ہونا کافی ہے قبض جدید کی ضرورت نہیں ہے۔ قبادالی حدیث کی ترجمہ سے مطابقت اس طرح ثابت ہوئی کہ نقل المتاع الی موهوب له قبضہ ہے۔ اگر اشکال ہو کہ عبد کا تو حدیث میں ذکر نہیں۔ تو کہا جائے گا کہ قبض المتاع جب نقل سے ثابت ہو گیا تو باقی منقولات کا حکم بھی ہے۔ خواہ وہ عبد ہو یا بعیر ہو اس سے ثابت ہو گیا۔

ولم يقل رضيت یعنی رضيت نہیں کہا تب بھی ہبہ جائز ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ ہبہ میں قبضہ کر لینا ہی قبول کا انتہائی درجہ ہے زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ شوافعؒ کے نزدیک ہبہ میں قبول کرنا شرط ہے ہدیہ میں شرط نہیں۔

دیکھئے حدیث ابو ہریرہؓ میں رجل نے کھجور پر قبضہ کیا۔ رضیت نہیں کہا۔ تو ترجمہ ثابت ہوا۔

باب اذاوهب ديناًعلى رجل

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کسی کو قرضہ ھبہ کردے

قال شعبة عن الحكم هوجائز ووهب الحسن بن علی لرجل دينه وقال النبی ﷺ من كان له عليه حق فليعطه اوليتحلله منه فقال جابر قتل ابی وعليه دين فسال النبی ﷺ غرماء ه ان يقبلوا ثمر حائطی ويحللوا ابی ......

ترجمہ۔ شعبہ حکم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرا باپ شہید ہو گیا جس پر میرا قرضہ تھا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص پر کسی کا قرضہ ہو۔ پس یا تو وہ اسے دے دے یا اس سے معاف کرالے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرا باپ شہید ہو گیا جس کے ذمہ قرضہ تھا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کے قرض خواہوں سے سفارش کی کہ میرے باغ کا سارا کھجور قبول کرلیں اور باقی میرے باپ کو معاف کردیں۔

- حديث (۲٤۱۸) حدثنا عبدان الخ ان جابر بن عبداللهؓ اخبره ان اباه قتل يوم احد شهيدا فاشتد الغرماء فی حقوقهم فاتيت رسول الله ﷺ فكلمته فسالهم ان يقبلوا ثمر حائطی ويحللوا ابی فابوا فلم يعطهم رسول الله ﷺ حائطی ولم يكسره لهم ولكن قال سأغدو عليك فغدا علينا حتى اصبح فطاف فی النخل ودعا فی ثمره بالبركة فجذذتها فقضيتهم حقوقهم وبقی لنا من ثمرها بقية ثم جئت رسول الله ﷺ وهو جالس فاخبرته بذلك فقال رسول الله ﷺ لعمر اسمع وهو جالس ياعمر فقال الاتكون قد علمنا انك رسول الله والله انك لرسول الله ...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ ان کے والد محترم احد کی لڑائی میں شہید ہو کر مقتول ہوئے۔ قرض خواہوں نے اپنے اپنے حقوق کے بارے میں تقاضا سخت کر دیا تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آپؐ سے اس معاملہ میں بات چیت کی۔ پس آپؐ نے ان سے سفارش کی کہ جو کچھ میرے باغ کا پھل ہے وہ قبول کرلیں۔ اور باقی میرے باپ کو معاف کردیں۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس آپ جناب رسول اللہ ﷺ نے نہ تو میرا باغ ان کو دیا اور نہ ہی ان کیلئے اسکے پھل توڑے۔ البتہ فرمایا کہ میں کل صبح آؤں گا۔ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن آپؐ صبح کو ہی ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ کھجوروں کے ارد گرد چکر لگایا۔ اور ان کے پھلوں میں برکت کی دعا فرمائی۔ پس میں نے ان کو کاٹا اور ان سب کے حقوق پورے ادا کر دیئے۔ پھر بھی ہمارے لئے ان کے پھلوں میں سے کچھ بچ رہا۔ پھر آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

جب کہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے پس میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! سن لو جب کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا ہم نہیں جانتے تھے کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم آپؐ تو بے شک اللہ کے رسول ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لعمر اسمع وھوجالس یاعمرؓ اس سے پہلے گذرا ہے کہ آپؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ جا کر حضرت عمرؓ کو خبر کرو۔ اور یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ مجلس میں موجود تھے۔ تو ان دونوں میں تنافی نہیں اس لئے کہ پہلے آپؐ نے حضرت جابر کو اطلاع دینے کے لئے بھیجا جب کہ وہ غائب تھے۔ اطلاع کے بعد جب مجلس میں پہنچے تو آپؐ نے اسمع یا عمر فرمایا۔ فقال قدسمعت۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ دونوں کلاموں میں جمع کی جو توجیہ شیخ گنگوہیؒ نے فرمائی ہے اس کی طرف اور کسی شارح نے توجہ نہیں فرمائی اور یہ توجیہ بہترین توجیہ ہے۔ امام بخاریؒ نے حدیث باب پر جو ترجمہ باندھا وہ اذاوھب دینا علی رجل ہے۔ یعنی کوئی کسی کے قبضہ کو ھبہ کردے تو یہ صحیح ہے۔ چنانچہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص مقروض کو بری کردے جب کہ مدیون براۃ کو قبول کرلے۔ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ جو لوگ ھبہ میں قبض کو شرط قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک جب تک دوسرا قبضہ نہ کرلے ھبہ صحیح نہیں ہوگا۔ اور جو قبضہ کی شرط نہیں لگاتے ان کے یہاں یہ ھبہ صحیح ہوگا البتہ امام مالکؒ شرط لگاتے ہیں کہ ایک وثیقہ اس کے سپرد کرنا چاہیئے تاکہ سند رہے۔ علامہ عینیؒ تو فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت معنوی طور پر ہے۔ لیکن علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی دلالت ترجمہ پر واضح ہے۔ اس میں کوئی تکلف نہیں ہے۔ کیونکہ آپؐ کا ہبہ دین کی سفارش کرنا اس کے جواز پر دال ہے۔ ورنہ ایک ناجائز کام پر کیسے سفارش فرما سکتے ہیں۔

باب ھبة الواحد للجماعة

ترجمہ۔ ایک آدمی کا جماعت کے لئے ہبہ کرنا

وقالت اسماء للقاسم بن محمد وابن ابی عتیق ورثت عن اختی عائشةؓ بالغابة وقد اعطانی به معاویة مائة الف فهولکما .....

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ نے قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق سے فرمایا کہ مجھے اپنی بہن عائشہؓ کی طرف سے غابہ کا کچھ مال وراثت میں ملا ہے۔ اور مجھے امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم دیئے ہیں۔ وہ تمہارے لئے ہیں۔

حدیث (۲۴۱۹) حدثنا یحیی بن قزعة الخ عن سهل بن سعدؓ ان النبی ﷺ اتی بشراب فشرب وعن یمینه غلام وعن یساره الاشیاخ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک پینے کی چیز لائی گئی۔ جسے آپؐ نے نوش فرمایا جب کہ آپؐ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا

فقال للغلام اناذنت لی اعطیت ھؤلاء فقال ماکنت لاوثر بنصیبی منك یا رسول الله احداً فتله فی یده .....

اور بائیں طرف شیوخ تھے۔ آپؐ نے لڑکے سے فرمایا کہ اگر تم مجھے اجازت دو تو میں ان حضرات کو دے دوں اس نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کی طرف سے میں اپنے حصہ کیلئے کس کو ترجیح نہیں دیتا پس آپؐ نے وہ اس لڑکے کے ہاتھ میں جھٹکے سے تھما دیا

تشریح از گنگوہیؒ۔ قالت اسماء القاسم الخ قاسم اور ابن ابی عتیق یہ دونوں حضرت اسماء کے بھتیجے تھے۔ جن کے اور بیٹے بھی تھے۔ تو یہ حضرت اسماءؓ کی طرف سے وصیت ہوئی۔ اور مشترک چیز کی وصیت جائز ہے۔ اگر اسے ہبہ کہا جائے تو جب وہ اس موہوبہ کو تقسیم کرلیں گے تو ہبہ تمام ہو جائے گا۔ اور ہم احنافؒ کے نزدیک ہبہ تقسیم کے بعد تمام ہو جاتا ہے۔ اگرچہ فی نفسہا ہبہ تمام نہ ہو۔ تیسرے حضرت اسماءؓ کا فعل مجتہد پر حجت نہیں ہو سکتا۔

اعطیت ھؤلاء یہ جملہ موضع ترجمہ ہے۔ کہ اگر مشترک چیز کا ہبہ جائز نہ ہوتا تو آپؐ جمع کے لفظ کے ساتھ اجازت کیسے طلب کرتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کا اعطاء واقع ہوتا جیسا کہ آپؐ نبی اکرم ﷺ قصد فرمارہے تھے تو آپؐ ہر ایک کو اس کا حصہ تقسیم کرکے دیتے۔ اور احنافؒ کے نزدیک تقسیم کے بعد ھبہ تمام ہو جاتا ہے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آپؐ سب کو دینا چاہتے تھے۔ تو اسی مجلس کے اندر تقسیم کر دینا ھبہ کے لئے مجوز اور متمم بن جائے گا۔ خوب سمجھ لو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے مسلک احناف پر اس اثر کی توجیہ کی ہے۔ کہ ممکن ہے یہ بات حضرت اسماءؓ نے وفات کے وقت کہی ہو۔ تو یہ ان کی طرف سے وصیت ہوگی۔ جو مشترک چیز میں ہو سکتی ہے۔ جسے بعد میں تقسیم کیا جائے گا۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ مشاع چیز کا ھبہ کرنا جائز ہے۔ یہ جمہور کا مسلک ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اس کے خلاف ہیں۔ دراصل امام صاحبؒ ھبۃ المشاع میں فرق کرتے ہیں جو تقسیم کو قبول کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ جو مشاع قابل تقسیم ہے اس میں بعد از تقسیم ھبہ صحیح ہے۔ اور جو نا قابل تقسیم ہے اس کا ھبہ جائز نہیں تو اس کا اعتبار قبض کے وقت ہوگا۔ عقد کے وقت نہیں۔ پس اگر کسی نے مشاع کا ھبہ کیا اور تقسیم کرکے اسے سپرد کر دیا تو یہ ھبہ جائز ہے۔ اور ابن بطالؒ نے حدیث سے ترجمہ کو اس طرح ثابت فرمایا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے لڑکے سے اس کے حصہ کا ہبہ طلب فرمایا جس کا حصہ مشاع تھا جو متمیز نہیں ہوا تھا۔ جس سے مشاع کے ھبہ کا جواز ثابت ہوا۔

باب الهبة المقبوضة وغير المقبوضة والمقسومة وغير المقسومة وقد وهب النبی ﷺ اصحابه لهوازن ماغنموا منهم وهو غير مقسوم۔

ترجمہ۔ ہبہ قبضہ والا اور بغیر قبضہ کے اور اسی طرح تقسیم شدہ یا غیر تقسیم شدہ ہر طرح جائز ہے۔ کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اور آپؐ کے اصحابؓ نے ہوازن کو وہ سب کچھ ہبہ کر دیا جو انہوں نے غنیمت کے طور پر لیا تھا جو تقسیم شدہ نہیں تھا۔

حديث(۲٤۲۰)حدثنامحمدبن بشارالخ سمعت جابر بن عبدالله يقول بعت من النبى ﷺ بعيراً فى سفر فلما اتينا المدينة قال ائت المسجد فصل ركعتين فوزن قال شعبة اراه فوزن لى فارجح فما زال منها شيئ حتى اصابها اهل الشام يوم الحرة ......

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سفر میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس اونٹ بیچ دیا۔ پس جب ہم مدینہ پہنچے تو آپؐ نے فرمایا تم مسجد نبویؐ میں آنا اور دو رکعت نماز پڑھیں۔ پس آپؐ نے میرے لئے سونا کو وزن کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا پس ذرا جھکا دینا پس وہ نقدی برابر میرے پاس رہی یہاں تک کہ حرہ کی لڑائی میں اہل الشام اسے لے گئے۔

حديث(۲٤۲۱)حدثناقتيبةالخ عن سهل بن سعدؓ ان رسول اللهﷺ اتى بشراب وعن يمينه غلام وعن يساره اشياخ فقال للغلام اتاذن لى ان اعطى هؤلاء فقال الغلام لا والله لا اوثر بنصيبى منك احدا فتله فى يده ......

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشروب لایا گیا آپؐ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف شیوخ اور بڑے لوگ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے لڑکے سے فرمایا کہ کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ مشروب ان شیوخ کو دے دوں لڑکے نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم میں آپؐ کی طرف سے اپنے حصہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ پس آپؐ نے جھٹکے سے اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

حديث(۲٤۲۲)حدثنا ثابت الخ عن جابرؓ اتيت النبى ﷺ فى المسجد فقضانى وزادنى.

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسجد کے اندر حاضر ہوا تو آپؐ نے مجھے قرضہ ادا کر دیا۔ اور زیادہ دیا۔

حديث(۲٤۲۳)حدثنا عبدالله بن عثمان الخ عن ابى هريرةؓ قال كان لرجل على رسول اللهﷺ دين فهم به اصحابه فقال دعوه فان لصاحب الحق مقالا وقال اشتروا له سنا فاعطوها اياه فقالوا انا لانجد سنا الا سناهى افضل من سنه قال فاشتروها فاعطوها اياه فان من خيركم احسنكم قضاء ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی کا جناب رسول اللہ ﷺ پر قرضہ تھا صحابہ کرامؓ نے اسکی سختی پر مواخذہ کرنے کا قصد کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو کیونکہ حق والے کو بولنے کا حق ہوتا ہے فرمایا اس کیلئے درمیانی عمر کا اونٹ خرید کر کے دیدو تو انہوں نے کہا ہمیں درمیانی عمر کا اونٹ تو نہیں ملتا البتہ اس سے بہتر اونٹ ملتا ہے آپؐ نے فرمایا اسے خرید کر کے اس قرض خواہ کو دے دو کیونکہ تم میں سے بہتر آدمی وہی ہے جو اچھی طرح سے قرضہ ادا کرنے والا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ماغنموا الخ اور وہ منقسم نہیں تھے۔ آپ جانتے ہیں ھوازن کے قیدی تقسیم نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس میں توبحث نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ایک ایک آدمی کا اس طرح تقسیم کرنا کہ اس کا ایک حصہ بھائی کو ملے اور دوسرا حصہ باپ کو ملے۔ یہ بہت مشکل تھا۔ یہ تقریر اس وقت ہے کہ جب تسلیم کیا جائے کہ یہ قیدی ان کے لئے ھبہ تھے۔ لیکن عقل کا تقاضا یہ ہے کہ یہ ہبہ نہیں تھا بلکہ ان کی سفارش قبول کرتے ہوئے قیدیوں کو قید سے رہائی دلانا مقصود تھا۔

فقضاوزادنی وہ قیراط جو آپؐ نے زائد دیا تھا وہ مشترک نہیں تھا۔ بلکہ الگ تھا جیسا کہ روایات سے پتہ چلتا ہے۔

الاسناافضل من سنه آپ جانتے ہیں کہ یہ اونٹ بھی غیر قابل تقسیم تھا۔ اور ہماری بحث غیر منقسم میں نہیں قابل تقسیم میں ہے ۔ پس اس سے احنافؒ پر اعتراض کرنا ممکن نہیں۔ شاید امام بخاریؒ ان چاروں روایتوں میں دو روایتوں سے ہبہ مقسومہ ثابت کر رہے ہیں۔ وہ روایتیں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ہیں ۔ اور دو روایتوں سے ھبہ غیر مقسومہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ بنابریں پہلی روایتوں کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ دوسری دو روایتوں کا جواب گذر چکا ہے۔ نیز ! غلام کو مشروب دینا یہ ھبہ نہیں تھا۔ بلکہ جس قدر وہ پی سکے اس کی اباحت تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمہ سے مقصود یہ تھا کہ مشاع کا ھبہ ہو خواہ وہ مقسوم ہو یا غیر مقسوم وہ ھوازن کے واقعہ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ قیدی جن کے بھائی باپ اور ماں بھی تھے۔ یہ ان کے درمیان مشترک ہوئے جن کی تقسیم متعذر ہے۔ لہذا یہ هبة المشاع غیر مقسوم ہوا جس میں بحث نہیں اور جب وہ قیدی دو دو تین تین آدمیوں میں مشترک ہوں تو مشاع مقبوض کا تصور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ قبضہ واہب کی بنسبت نہیں بلکہ قابض کی نسبت سے ہوتا ہے۔ تو شیوع کی وجہ سے قبضہ کیسے ہو سکے گا۔ اور ایک ترجمہ امام بخاریؒ کا تھا وهب رجل جماعة وہ بھی اس قصہ ھوازن سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ صحیح ہے کہ آپؐ نے جماعت کو قیدی ھبہ کئے تو موھوب تو ہر ایک کیلئے الگ الگ ہو گا۔ تو اشتراک اور شیوع نہ رہا اور ترجمہ میں ہمارا مقصد یہ تھا کہ ایک شیئ جماعت کو هبه کی جائے جس میں اشتراک ہو۔ اس جگہ شرکت اور شیوع نہیں ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک خاص خاص قیدی کا مالک ہوا۔

تشهد به الروايات روایات سے ثابت ہے کہ وہ زائد قیراط حضرت جابرؓ کی ہمیانی میں تھا۔ جسے حرہ کی لڑائی میں اهل الشام لے گئے۔ روايتين على غير المقسومه ایک روایت حضرت سہلؓ کی ہے مشروب کے بارے میں دوسری روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے قرضہ کے بارے میں قد سبق وہ جواب یہ تھا کہ یہ متاع قابل للقسمة نہیں تھا۔

باب اذا وهب جماعة لقوم او وهب رجل جماعة جاز

ترجمہ۔ جب ایک جماعت کسی دوسری قوم کیلئے ھبه کرے یا ایک آدمی جماعت کیلئے ھبه کرے تو جائز ہے

حدیث (۲۴۲۴) حدثنا یحیی بن بکیر الخ عن مروان بن الحکم والمسور بن مخرمة اخبراه ان النبی ﷺ قال حین جاءه وفد هوازن مسلمین فسالوه ان یرد الیهم اموالهم وسبیهم فقال لهم معی من ترون واحب الحدیث الی اصدقه فاختاروا احدی الطائفتین اما السبی واما المال وقد کنت استانیت وکان النبی ﷺ انتظرهم بضع عشرة لیلة حین قفل من الطائف فلما تبین لهم ان النبی ﷺ غیر راد الیهم الا احدی الطائفتین قالوا فانا نختار سبینا فقام فی المسلمین فاثنی علی الله بما هو اهله ثم قال اما بعد فان اخوانکم هؤلاء جاء ونا تائبین وانی رایت ان ارد الیهم سبیهم فمن احب منکم ان یطیب ذلك فلیفعل ومن احب ان یکون علی حظه حتی نعطیه ایاه من اول ما یفیئ الله علینا فلیفعل فقال الناس طیبنا یا رسول الله لهم فقال لهم انا لا ندری من اذن منکم فیه ممن لم یاذن فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم امرکم فرجع الناس فکلمهم عرفاؤهم ثم رجعوا الی النبی ﷺ فاخبروه انهم طیبوا واذنوا وهذا الذی بلغنا من سبی هوازن هذا اخر قول الزهری یعنی فهذا الذی بلغنا .....

ترجمہ۔ حضرت مروان بن الحکمؓ اور مسور بن مخرمہؓ دونوں خبر دیتے ہیں جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ہوازن قبیلہ کا وفد مسلمان ہو کر آیا تو انہوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ان کی طرف ان کے قیدی اور ان کا مال واپس کر دیا جائے جس پر آپؐ نے ان سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو اور میرے نزدیک پسندیدہ بات سچی بات ہی ہے۔ پس دو میں سے ایک بات کو چھانٹ لو یا قیدی لے لو یا مال لے لو۔ میں کافی دیر تمہاری انتظار کرتا رہا تم لوگوں نے دیر کر دی۔ اور آنحضرت نبی اکرم ﷺ جب طائف سے واپس تشریف لائے تو دس ۱۰ سے زیادہ کئی راتیں ان کا انتظار فرمایا پس جب ان پر بات کھل گئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ ان کی طرف دو میں سے صرف ایک چیز واپس کرنے والے ہیں تو انہوں نے کہا ہم اپنے قیدی واپس لینا پسند کرتے ہیں تو آپؐ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان فرمائی جس کے وہ اہل ہیں بعد ازاں فرمایا کہ حمد و ثنا کے بعد بات یہ ہے کہ یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں ان کے قیدی انہیں واپس کر دوں پس جو شخص تم میں سے خوش دلی کے ساتھ اس کو پسند کرے وہ ایسا کر لے اور جو یہ چاہے کہ فئے کا پہلا پہلا مال جو اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے گا اس میں سے ہم اس کو حصہ وافر دیں گے تو وہ یوں کر لے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم خوش دلی سے ان کے قیدی انہیں واپس کر دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس طرح ہمیں پتہ نہیں چل سکے گا کہ کسی نے خوشی سے اجازت دی اور کس نے اجازت نہیں دی۔ لہذا واپس جا کر اپنے نمائندوں سے بات چیت کرنے کے بعد وہ لوگ آپ کا

معاملہ ہم تک پہنچائیں چنانچہ سب لوگ واپس گئے تو ان کے نمائندوں نے ان سے بات چیت کی واپس آکر انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو خبر دی کہ ان سب لوگوں نے خوشی سے اجازت دے دی ہے۔ پس یہ وہ خبر ہے جو ہمیں ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں پہنچی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آخری قول امام زہریؒ کا ہے۔ یعنی فهذا الذی بلغنا الخ۔

باب من اهدى له هدية وعنده جلساءه فهواحق ويذكرعن ابن عباسؓ ان جلساؤه شركاؤه ولم يصح۔

ترجمہ۔ جس شخص کے پاس ھدیہ لایا جائے اور اس کے پاس کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوں تو وہ شخص ھدیہ کا زیادہ حقدار ہے اور ابن عباسؓ کی طرف سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والے اسکے شریک ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے۔

حدیث (۲۴۲۵) حدثنا محمد بن مقاتل الخ عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ انه اخذ سنا فجاء صاحبه يتقاضاه فقال ان لصاحب الحق مقالا ثم قضاه افضل من سنه وقال افضلكم احسنكم قضاء ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ایک اونٹ قرضہ پر لیا تو قرض خواہ نے آکر سختی سے تقاضا کیا صحابہ کرامؓ نے اسکو سخت ست کہا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ حقدار کو ایسی گفتگو کا حق پہنچتا ہے پھر آپؐ نے اس کو اس کی عمر سے افضل عمر والا اونٹ ادا کر دیا اور فرمایا تم میں سے افضل وہ ہے جو قرضہ کی ادائیگی اچھی طرح کرنے والا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ثم قضاه افضل من سنة یہ زیادتی آپؐ کی طرف سے متقاضی کے لئے ھدیہ تھی جس میں حاضرین میں سے کسی کو آپؐ نے اس میں شریک نہیں فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ نے فرمایا چونکہ امام بخاریؒ کا ترجمہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مخالف تھا۔ اس لئے ایک تو کلمہ تمریض یذکر سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ دوسرے لم یصح سے اس کی تائید کر دی۔ کہ ابن عباسؓ سے یہ صحیح نہیں ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ اس باب میں کوئی چیز نبی اکرم ﷺ سے صحیح منقول نہیں ہے۔ اور ابن عباسؓ سے روایت جلساؤہ شرکاء ہ مرفوعاً اور موقوفاً مروی ہے۔ لیکن موقوف اصح اسناداً ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کے معنی ہلکی پھلکی معمولی چیزوں میں تو صحیح ہیں لیکن مال کثیر مکانات وغیرہ میں صاحب الھدایا حقدار ہے۔ دیگر لوگ شریک نہیں ہوں گے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب تشرف میں بیان فرمایا ہے کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر ھدیہ دینے والے کا مقصد ہدیہ میں قوم کو شریک کرنا ہو جیسا کہ عموماً کھانے پینے کی چیزوں میں رواج ہے کہ وہ ادباً شیخ مجلس کے سامنے رکھی جاتی ہیں۔ یا قرائن سے شریک کرنا معلوم ہو جائے۔ تو جلساء شریک ہوں گے ورنہ نہیں۔ اگر ہدیہ دینے کا مقصد معین ذات ہو جیسے کپڑے یا نقدی وغیرہ تو اس میں غیر شریک نہیں ہوگا۔ مھدیٰ الیہ کے لئے مختص ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کا واقعہ ہے۔ کہ انہیں نقدی کا ہدیہ دیا گیا۔ تو کہنے والے نے کہا کہ الھدایا مشترکۃ تو امامؒ نے فرمایا کہ الھدایا پر لام عہد کا ہے۔ کھجور اور کشمش وغیرہ معمولی اشیاء مراد ہیں۔ ایسا ایک واقعہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد کا در ثمین میں منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ کو خواب میں ایک روٹی ملی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا الھدایا مشترکۃ ایک ٹکڑا ان کو دیا گیا اس طرح حضرت عمرؓ کے فرمان پر انہیں ایک ٹکڑا دیا گیا۔ جب حضرت عثمانؓ نے فرمایا تو میں نے کہا کہ اگر آپ لوگوں نے اس روٹی کو آپس میں اس طرح تقسیم کر لیا تو مجھ فقیر کے لئے کیا باقی رہے گا اس پر تقسیم رک گئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ حدیث کو ترجمہ سے کیا مناسبت ہوئی تو کہا جائے گا کہ جب متقاضی کو اس کے حق سے زیادہ دیا گیا تو اس کے لئے ہدیہ ہوا۔ جس میں اور کسی کو شریک نہیں کیا گیا۔ اگر حدیث ابن عباسؓ صحیح بھی ثابت ہو جائے تو اسے عند العلماء ندب پر محمول کیا جائے گا۔

حدیث (۲۴۲۶) حدثنا عبداللہ بن محمد الخ عن ابن عمرؓ انه کان مع النبی ﷺ فی سفر فکان علی بکر صعب لعمرؓ فکان یتقدم النبی ﷺ فیقول ابوہ یاعبداللہ لایتقدم النبی ﷺ احد فقال له النبی ﷺ بعنیه فقال عمرؓ ھو لك فاشتراہ ثم قال ھو لك یاعبداللہ فاصنع به ماشئت

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے اور حضرت عمرؓ کے ایک شوخ نوخیز اونٹ پر سوار تھے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ جس سے ان کے باپ حضرت عمرؓ فرماتے تھے اے عبداللہ جناب نبی اکرم ﷺ کے آگے کوئی شخص بھی نہیں بڑھ جایا کرتا۔ تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اس اونٹ کو میرے پاس بیچ دو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آپؐ ہی کے لئے ہے جس کو آپؐ نے خرید فرمایا۔ پھر فرمایا اے عبداللہ! یہ تیرے لئے ہے تمہاری مرضی تم جو سلوک بھی اس کے ساتھ کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ھو لك یا عبداللہ تو اس اونٹ میں آپ ﷺ نے نہ حضرت عمرؓ کو شریک کیا اور نہ ہی کسی اور کو اس میں شریک بنایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں بیان کی ہیں۔ حدیث ابو ہریرہؓ کی حدیث کی مطابقت گزر چکی ہے ابن عمرؓ کی حدیث میں حدیث ابو ہریرہؓ میں مال مشاع اور غیر مشاع اور مال کثیر اور قلیل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ میرے نزدیک چونکہ ھدیہ شخص معین پر تھا اس لئے اس میں مشارکت نہیں ہو سکتی تھی۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ باب سے

ھدیہ میں عدم مشارکت کو ثابت کرتا ہے جب کہ ھدیہ اور ھبہ میں اتحاد ہو لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں اس لئے کہ ھبہ اور ھدیہ میں فرق ہے کہ ھبہ ایک ایسا عقد ہے جس میں ایجاب وقبول اور قبض شرط ہے بخلاف ھدیہ کے اس میں یہ شرط نہیں ہے۔

باب اذا وھب بعیرا الرجل وھو راکبہ فھو جائز

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کسی کو اونٹ اس حال میں ھبہ کرے جب کہ وہ اس پر سوار ہو تو یہ جائز ہے

حدیث (۲۴۲۷) حدثنا الحمیدی الخ عن ابن عمرؓ قال کنا مع النبی ﷺ فی سفر وکنت علی بکر صعب فقال النبی ﷺ لعمرؓ بعینہ فابتاعہ فقال النبی ﷺ ھو لک یاعبداللہ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے اور میں ایک شوخ اونٹ پر سوار تھا۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اس اونٹ کو میرے پاس بیچ دو۔ چنانچہ انہوں نے اس کو بیچ دیا۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ! وہ تیرے ہی لئے ہے

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان حضرات کا متدل ہے جو افتراق بالکلام کے قائل ہیں۔ افتراق بدن کو ضروری نہیں سمجھتے۔ دیکھئے جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کے اونٹ کو اسی وقت ابن عمرؓ کو ہبہ کر دیا تفرق بالابدان نہیں ہوا۔ دوسرا مسئلہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبل اداء ثمن مبیع میں مشتری کو تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ جیسے آپؐ نے قبل الاداء ھبہ کر دیا۔

باب ھدیۃ مایکرہ لبسھا

ترجمہ۔ جس چیز کا پہننا مکروہ سمجھا جاتا ہو اسے ہدیہ کرنا

حدیث (۲۴۲۸) حدثنا عبداللہ بن مسلمۃ الخ عن عبداللہ بن عمرؓ قال رای عمر بن الخطاب حلۃ سیراء عند باب المسجد فقال یارسول اللہ لو اشتریتھا فلبستھا یوم الجمعۃ وللوفد قال انما یلبسھا من لا خلاق لہ فی الاخرۃ ثم جاء ت حلل فاعطی رسول اللہ ﷺ عمرؓ منھا حلۃ وقال اکسوتنیھا وقلت فی حلۃ عطارد ماقلت فقال

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مسجد کے دروازہ کے پاس ایک خالص ریشمی جوڑا بکتے دیکھا کہنے لگے یارسول اللہ! کیا ہی اچھا ہو تا کہ میں اس کو خرید لیتا تاکہ آپؐ اسے جمعہ کے دن اور وفد کے آنے کے موقعہ پر پہن لیتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسے جوڑے کو وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ پھر کچھ اور جوڑے آئے۔ جن میں سے ایک جوڑا آپؐ نے حضرت عمرؓ کو دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ خلعت آپؐ مجھے عنایت فرما رہے ہیں۔

انی لم اکسکها لتلبسها فکسا عمرؓ اخاله بمکة مشرکا....

حالانکہ آپؐ نے عطارد کے حلہ میں تو سخت وعید سنائی تھی آپؐ نے فرمایا کہ میں نے خلعت تم کو اس لئے نہیں دی کہ تم اسے خود پہنو تو حضرت عمرؓ نے یہ خلعت اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔

حدیث(۲۴۲۹)حدثنامحمدبن جعفر الخ عن ابن عمرؓ قال اتی النبی ﷺ بیت فاطمة فلم یدخل علیها وجاء علی فذکرت له ذلك فذکره للنبی ﷺ قال انی رایت علی بابها ستراً موشیا فقال مالی وللدنیا فاتاها علی فذکر ذلك لها فقالت لیا مرنی فیه بما شاء قال ترسل به الی فلان اهل بیت بهم حاجة......

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ لیکن اندر داخل نہ ہوئے۔ حضرت علیؓ جب آئے تو حضرت فاطمہؓ نے ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر فرمایا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے ان کے دروازے پر دھاری دار پردہ دیکھا تو آپؐ نے فرمایا مجھے اس دنیا سے کیا غرض ہے پس حضرت علیؓ نے واپس آکر حضرت فاطمہؓ کو یہ واقعہ سنایا تو وہ فرمانے لگیں کہ اس بارے میں آپ مجھے جو حکم فرمائیں اس پر عمل ہوگا۔ آپ نے فرمایا فلاں گھر والوں کے پاس بھیج دو جن کو اس کی ضرورت ہے۔

حدیث(۲۴۳۰)حدثناحجاج بن منها ل الخ عن علیؓ قال اهدی الی النبی ﷺ حلة سیراء فلبستها فرایت الغضب فی وجهه فشققتها بین نسائی......

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک ریشمی جوڑا میرے پاس ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ جسے میں نے پہن لیا۔ تو آپؐ کے چہرہ انور سے ناراضگی اور غصہ کو محسوس کیا پس میں نے اسے اپنے گھر کی عورتوں میں چیر کر تقسیم کردیا۔

<u>تشریح از شیخ گنگوہیؒ</u>۔ یکسرہ لبسه یا اس سے وہ لباس مراد ہے جس کا پہننا مطلقاً مکروہ ہے جیسے تصویری نقش و نگار والا یا خاص لباس مردوں والا مراد ہے۔ جیسے ریشمی لباس مردوں کے لئے حرام ہے۔ اس کا ہدیہ لینا جائز ہے کیونکہ پہننے کے علاوہ اور طریقہ سے اس سے نفع حاصل کیا جائے جیسے عورتوں میں بانٹا جائے۔ یا مشرک بھائی کو دیا جائے۔

<u>تشریح از شیخ زکریاؒ</u>۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ کراہت عامہ مراد ہے۔ خواہ تحریمی ہو یا تنزیہی ہو جس لباس کا پہننا نا جائز ہو اس کا ہدیہ جائز ہے۔ کیونکہ اس کا مالک اس میں تصرفات کر سکتا ہے۔ بیع هبه ان لوگوں کے لئے ہے جن کے لئے ایسا لباس پہننا جائز ہے۔

جیسے عورتوں کے لئے۔اور ترجمہ سے اس طرف بھی اشارہ ہوا کہ جن چیزوں کا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے استعمال ناجائز ہو۔اس کا ہدیہ ممنوع ہے۔ جیسے سونے چاندی کے برتن۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ نے توجیہ بیان فرمائی ہے وہ بہتر ہے۔ جو مسلک احنافؒ اور شوافعؒ کے موافق ہے۔ البتہ حافظؒ کی توجیہ مسلک شوافعؒ کے خلاف ہوگی۔ کیونکہ ان کے نزدیک سونے چاندی کے برتن بنانا تو جائز ہے، ان کا استعمال جائز نہیں ہے تو تحریم استعمال سے تحریم اتخاذ لازم نہیں ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک جس چیز کا استعمال ناجائز ہے۔ اس کا بنانا بھی حرام ہے جیسے گانے بجانے کے آلات کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ اور بنانا بھی ناجائز ہے۔ چونکہ ریشمی کپڑوں کا استعمال عورتوں کے لئے جائز ہے۔ اس لئے ان کی تجارت بھی جائز ہوگی۔ تو دونوں میں فرق واضح ہوگیا۔ پس سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال اکثر علماء کے نزدیک حرام ہے۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ کیونکہ نہی تشبہ بالاعاجم سے ہے۔ جو حرمت کی متقاضی نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک شیخؒ کے کلام کی تائید حدیث باب کرتی ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے اپنے مشرک بھائی کو مکہ میں ریشمی لباس کا ہدیہ بھیجا تھا۔ اس طرح برتنوں کا ہدیہ کرنا بھی جائز ہوگا۔

باب قبول الهدية من المشركين

ترجمہ۔ مشرکوں کی طرف سے ہدیہ قبول کرنا

وقال ابوهريرةؓ عن النبی ﷺ هاجر ابراهيم عليه السلام بسارة فدخل قرية فيهاملك اوجبا ر فقال اعطوها اجر واهديت للنبی ﷺ شاة فيها سم وقال ابوحميد اهدى ملك ايلة للنبی ﷺ بغلة بيضاء وكساه برداً وكتب بيحرهم .....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہؓ کے ہمراہ ہجرت فرمائی تو ایک آبادی میں داخل ہوئے۔ جس میں ایک بادشاہ تھا یا جابر تھا تو اس نے بی بی سارہؓ کو آجر یا ہاجرہ عطا کی۔ اور نبی اکرم ﷺ کو ایک ایسی بکری ہدیہ دی گئی جس میں زہر تھا۔ اور ابوحمید فرماتے ہیں کہ ایلہ کے بادشاہ نے جناب نبی اکرم ﷺ کو ایک سفید خچر ہدیہ کے طور پر دیا۔ جس کو آنحضرت ﷺ نے چادروں کا لباس پہنایا۔ اور آپؐ نے اس کو اس علاقہ کی حکومت لکھ دی۔

حديث (۲۴۳۱) حدثنا عبدالله بن محمد الخ حدثنا انس قال اهدى للنبی ﷺ جبة سندس وكان ينهى عن الحرير فعجب الناس منها فقال والذی محمد بيده لمناديل سعد بن معاذ فی الجنة

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو دبیز ریشم کا ایک جبہ ہدیہ میں دیا گیا۔ اور آپؐ ریشم کے استعمال سے منع فرماتے تھے۔ لوگوں کو اس جبہ کی خوب صورتی سے تعجب ہوا جس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی

احسن من هذاوقال سعید عن قتادة عن انس ان کیدر دومة اهدی الی النبی ﷺ .....

جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے جنت کے رومال اس سے بہت اچھے ہیں۔ دوسری سند سے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دو متہ مقام کے بادشاہ اکیدر بن عبدالملک الکندی نصرانی نے یہ ہدیہ جناب نبی اکرم ﷺ کو دیا تھا۔

حدیث (۲۴۳۲) حدثنا عبدالله بن عبدالوهاب الخ عن انس بن مالکؓ ان یهودیة اتت النبی ﷺ بشاة مسمومة فاکل منها فجیئ بهافقیل الاتقتلهاقال فما زلت اعرفهافی لهوات رسول الله ﷺ ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نے آنحضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس بکری کا زہر ملا ہوا گوشت لائی۔ جس میں سے آپؐ نے کچھ کھالیا پس اس عورت کو آپؐ کے پاس لایا گیا۔ آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ اس عورت کو قتل نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ رسول اللہ کے تالو یا کوے میں اس زہر کے اثرات کو برابر محسوس کرتا رہا۔

حدیث (۲۴۳۳) حدثناابو النعمان الخ عن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ قال کنامع النبی ﷺ ثلثین ومائة فقال النبی ﷺ هل مع احد منکم طعام فاذامع رجل صاع من طعام اونحوه فعجن ثم جاء رجل مشرك مشعان طویل بغنم یسوقها فقال النبی ﷺ بیعام عطیة اوقال ام هبة قال لابل بیع فاشتری منه شاةفصنعت وامر النبی ﷺ بسوادالبطن ان یشوی وایم الله ما فی الثلثین والمائة الاقد حزالنبی ﷺ حزة من سواد بطنها ان کان شاهداً اعطاها ایا ہ وان کان غائباً خبأله فجعل منها قصعتین فاکلوا اجمعون وشبعنا ففضلت القصعتان فحملنا ہ علی البعیراوکما قال.

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ہم ایک سو تیس ۱۳۰ آدمی تھے جناب نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی کے پاس غلہ ہے تو اتفاق سے ایک آدمی کے پاس ایک صاع یا اس کے برابر غلہ موجود تھا۔ پس اسے پیس کر گوندھا گیا پھر ایک پراگندہ بال مشرک لمبے قد والا بکریوں کو ہانکتا ہوا آگیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے پوچھا یہ بکریاں بیچنے کے لئے ہیں۔ بخشش ہیں یا کسی کا ہدیہ ہیں اس نے کہا نہیں بلکہ یہ بیچنے کے لئے ہیں تو آپؐ نے اس ریوڑ میں سے ایک بکری خرید لی جسے ذبح کیا گیا آپؐ نے کلیجی وغیرہ کے متعلق حکم دیا کہ انہیں بھونا جائے۔ اللہ کی قسم! جناب نبی اکرم ﷺ نے ان ایک سو تیس ۱۳۰ آدمیوں کے درمیان اس گوشت میں ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر دیا جو موجود تھا اسے دے دیا گیا جو موجود نہیں تھا اس کا حصہ چھپا کر رکھ دیا گیا پس اس میں سے

ثرید کے دو طباق تیار کئے گئے۔ سب نے اس کو کھایا ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھایا لیکن وہ دونوں طباق بچ رہے۔ جس طعام کو ہم لوگ اونٹ پر اٹھا کر لے آئے جیسے راوی نے فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ مشرک کا ہدیہ قبول کرنا جو ممنوع ہے وہ ہے جو دوستی اور محبت بڑھانا مقصود ہو مطلق منع نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ کتاب المغازی میں جو عامر بن مالک کی روایت ہے کہ وہ آپؐ کے پاس ھدیہ لے کر آئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ انی لا اقبل هدية مشرك الخ کہ میں مشرک کا ھدیہ قبول نہیں کرتا اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ اس طرح ایک اور حدیث میں ہے انی نهيت عن هدية المشركين کہ مشرکین کے ھدیہ سے مجھے روکا گیا ہے تو مصنفؒ نے چند احادیث ذکر کر کے اس کا جواز ثابت فرمایا اور بعض حضرات نے ان احادیث میں تطبیق یوں بیان فرمائی ہے کہ جس ھدیہ مشرک سے دوستی بڑھانا مقصود ہو وہ تو جائز نہیں جس مشرک کے اسلام کی امید ہو اس کا ھدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور بعض نے نسخ کا قول کیا ہے۔ بہر حال آنحضرت ﷺ نے بہت سے مشرکین کے ہدایا قبول فرمائے ہیں جن کو علامہ عینیؒ نے نقل فرمایا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مناديل سعد بن معاذؓ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو حضرت سعدؓ کا جنت میں مقام بتانا ہے کہ جنت کا ادنیٰ کپڑا ان جوڑوں سے بہتر ہے۔ یا حضرت سعدؓ کے کپڑے اس رنگ کی جنس میں سے تھے۔ یا اس لئے کہ تعجب کرنے والے انصار تھے تو فرمایا تمہارے سردار کے کپڑے اس سے بہتر ہوں گے یا حضرت سعدؓ ایسے کپڑوں کو پسند کرتے تھے۔ دو مه تبوک کے قریب ایک ریاست کا نام ہے۔ حزة گوشت کا ٹکڑا۔ اس حدیث میں آپؐ کے دو معجزے ہیں ایک تو سواد بطن کا وسیع ہونا جو اتنے آدمیوں کو کافی ہو گیا۔ دوسرا صاع آٹے کا اور ایک بکری کے گوشت کا کثیر ہونا جس سے سب لوگ سیر ہو گئے۔

باب الهدية للمشركين

ترجمہ۔ مشرکین کو ہدیہ دینا

وقول الله عزوجل لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله لايحب المقسطين

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے اور ان کے ساتھ عدل وانصاف کرنے سے نہیں روکتے جنہوں نے دین کی وجہ سے تمہارے ساتھ لڑائی نہیں کی اور نہ ہی تم کو تمہارے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا۔

حديث (۲۴۳۴) حدثنا خالد بن مخلد الخ عن ابن عمرؓ قال رای عمرؓ حلة على رجل تباع فقال

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کے پاس ایک خوب صورت جوڑا دیکھا جو بک رہا تھا

للنبی ﷺ ابتع هذه الحلة تلبسها یوم الجمعة واذا جاء ك الوفد فقال انما یلبس هذا من لا خلاق له فی الاخرة فاتی رسول الله ﷺ منها بحلل فارسل الی عمرؓ منها بحلة فقال عمرؓ کیف البسها وقد قلت فیها ما قلت قال انی لم اکسکها لتلبسها تبیعها او تکسوها فارسل بها عمرؓ الی اخ له من اهل مکة قبل ان یسلم .....

حضرت عمرؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ آپؐ اس جوڑے کو خرید کرلیں تاکہ آپؐ اسے جمعہ کے دن پہن لیں یاجب کوئی وفد آپؐ کے پاس آئے تواس وقت پہنیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسے جوڑوں کو وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو پھر ان میں سے کچھ جوڑے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے گئے آپؐ نے اس میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت میں اس کو کیسے پہن سکتا ہوں جب کہ اس کے بارے میں آپؐ وعید بیان فرما چکے ہیں آپؐ نے فرمایا یہ جوڑا میں نے آپ کو اس لئے عطا نہیں کیا کہ آپ اسے پہن لیں بلکہ اس کو بیچ کر کام میں لائیں۔ یا کسی اور کو عطیہ کردیں پس حضرت عمرؓ نے اسے اپنے ایک بھائی کی طرف بھیج دیا جو اہل مکہ میں تھا اور ابھی اسلام نہیں لایا تھا۔

حدیث (۲۴۳۵) حدثنا عبید بن اسمعیل الخ عن اسماء بنت ابی بکرؓ قالت قدمت علی امی وهی مشرکة فی عهد رسول الله ﷺ فاستفتیت رسول الله ﷺ قلت وهی راغبة افاصل امی قال نعم صلی امك .....

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میرؓی والدہ جو مشرکہ تھی جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں میرے پاس آئی تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا کہ میری والدہ اسلام میں رغبت رکھنے والی ہے۔ کیا میں اس سے بہتر سلوک کرسکتی ہوں آپؐ نے فرمایا ہاں ضرور اپنی ماں سے بہتر سلوک کرو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ باب کی ان دونوں احادیث سے مشرکین سے بہتر سلوک اور ہدیہ دینا ثابت ہوا۔ حضرت عمرؓ کے سوتیلے بھائی کا نام عثمان بن حکیم تھا اور ان کی ماں کا نام ختمة بنت ہاشم بن مغیرہ تھا جو ابو جہل کے چچا کی بیٹی تھی۔ وهی راغبة کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافرہ ماں کے ساتھ اس طرح سلوک کرنا چاہیئے جس طرح مسلمہ سے کیا جاتا ہے۔

باب لا یحل لا حد ان یرجع فی هبته وصدقته

ترجمہ۔ کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے ہدیہ یا صدقہ کو واپس کرے

حدیث(۲۴۳۶)حدثنامسلم بن ابراھیم الخ عن ابن عباسؓ قال قال النبی ﷺ العائد فی ھبته کالعائد فی قیئه ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے میں عود کرنے والا ہو۔

حدیث (۲۴۳۷) حدثناعبدالرحمن بن المبارك الخ عن ابن عباسؓ قال قال النبی ﷺ لیس لنا مثل السوء الذی یعود فی ھبته کالکلب یرجع فی قیئه .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہمارے لئے یہ بری مثال نہیں ہونی چاہئے کہ جو شخص اپنے ھبہ میں رجوع کرتا ہے۔ وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں عود کرتا ہے۔

حدیث(۲۴۳۸)حدثنایحیی بن قزعة الخ عن ابن عمرؓ قال سمعت عمربن الخطابؓ یقول حملت علی فرس لی فی سبیل اللہ فاضاعه الذی کان عندہ فاردت ان اشتریه منه وظننت انه بائعه برخص فسالت عن ذلك النبی ﷺ فقال لاتشترہ وا ن اعطاکه بدرھم واحد فان العائد فی صدقته کالکلب یعود فی قیئه ......

ترجمہ ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے کسی مسلمان غریب کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک گھوڑا دیا جس نے اس کو ضائع کردیا۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں اس سے اسے خرید کرلوں۔ میرا گمان تھا کہ وہ اس کو سستے نرخ پر بیچ دیگا جس کے بارے میں میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اسے مت خریدو اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم کے بدلے ہی کیوں نہ دے دے۔ اس لئے کہ اپنے صدقہ کے اندر رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کے اندر عود کرتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ آپؐ نے گھوڑے کے خرید کرنے سے اس لئے منع فرمادیا کہ بائع کی طرف سے تھوڑی سی سہولت مبیع کے بعض اجزاء کے اندر عود کرنے کے مترادف ہے اس لئے آپؐ نے اس کا نام عود فی الھبه رکھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حدیث کے الفاظ انه بائعه برخص دال ہیں کہ بائع کی طرف سے کچھ نہ کچھ سہولت ضرور ہوگی وان اعطاکه بدرھم سے واضح ہوا کہ بائع اس کا مالک ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ملک کر دیا تھا وقف نہیں تھا ورنہ وقف کا بیچنا کیسے جائز ہوگا اور تملیک پر العائد فی ھبة کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے وقف مراد نہیں ہے

باب

حدیث(۲۴۳۹)حدثنا ابراهیم بن موسی الخ اخبرنی عبدالله بن عبید الله بن ابی ملیکة ان بنی صهیب مولی ابن جدعان ادعوا بیتین وحجرة ان رسول الله ﷺ اعطی ذلك صهیبا فقال مروان من یشهد لکما علی ذلك قالوا ابن عمرؓ فدعاه فشهد لاعطی رسول الله ﷺ صهیبا بیتین وحجرة فقضی مروان بشهادته لهم ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عبیداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت صہیبؓ جو ابن جدعان کے آزاد کردہ غلام تھے ان کے بیٹوں نے دعویٰ کیا کہ دو گھر ایک حجرہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صہیبؓ کو دیا تھا۔ مروان حاکم مدینہ نے کہا کہ تمہارے لئے اس بات پر کون گواہی دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابن عمرؓ گواہی دے گا چنانچہ انہیں بلایا پس گواہی دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ نے دو گھر اور ایک حجرہ حضرت صہیبؓ کو عطا فرمایا تھا۔ جن کی شہادت پر مروان نے حضرت صہیبؓ کی اولاد کے لئے فیصلہ کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ یہاں کسی کا کسی پر دعویٰ نہیں تھا کہ اشکال پیدا ہو کہ ایک گواہ سے مقدمہ کا فیصلہ کیسے ہوا۔ بلکہ یہاں تو صرف حقیقت حال معلوم کرنا تھا۔ جس کا اظہار ہو گیا۔ یا ممکن ہے دوسرا گواہ بھی پیش کیا ہو۔ اس باب میں اس روایت کو محض اسلئے لایا گیا ہے کہ اس میں حضرت صہیبؓ پر صدقہ اور ھبہ کا ذکر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس سے ایک اختلافی مشہور مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ آیا ایک گواہ اور قسم سے کسی مقدمہ کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ جس کی مفصل بحث کتاب الشهادت میں آئے گی۔ اور لاعطی کا لام مفتوح جواب قسم کے لئے ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ شاہد کے ساتھ قسم بھی تھی۔ یا خبر کو شہادت سے تعبیر کیا گیا۔ اور خبر عموماً مؤکد بالقسم ہوا کرتی ہے۔ اگرچہ منکر بھی نہ ہو مروان کا فیصلہ بھی اس کے خبر ہونے پر دال ہے۔ ورنہ وہ نصاب شہادت پورا کرتا۔ امام بخاریؒ نے یہ باب بلا ترجمہ ذکر فرمایا۔ جس کو من وجہ باب سابق سے مناسبت ہوتی ہے۔ یہاں مناسبت یوں ہے کہ جب جناب نبی اکرم ﷺ کا عطیہ ثابت ہو گیا تو صحابہ کرامؓ نے یہ نہیں پوچھا کہ کیا آپؐ نے رجوع فرمایا یا نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہبہ میں رجوع کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اور تیسرا قول یہ بھی ہے کہ موہوب لہ جب مر جائے تو تمام علماء کے نزدیک اس میں بالکل رجوع نہیں ہو سکتا۔

باب ماقیل فی العمری والرقبی

اعمرته الدار فهی عمری جعلتها له استعمرکم فیها جعلکم عماراً

ترجمہ۔ عمریٰ اور رقبیٰ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے میں نے اسے مکان عمریٰ پر دے دیا تو یہ عمریٰ میں نے اسلئے کیا ہے۔ استعمر کم فیها تم کو اعمار بنا دیا۔

حدیث (۲۳۴۰) حدثنا ابونعیم الخ عن جابر قال قضی النبی ﷺ بالعمریٰ انها لم وهبت له ......

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عمریٰ کے بارے میں اس شخص کے لئے فیصلہ کیا جس کے لئے ھبہ کیا جاتا ہے۔

حدیث (۲۳۴۱) حدثنا حفص بن عمرؓ الخ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال العمری جائزة وقال عطاء حدثنی جابر عن النبی ﷺ نحوه ..

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ العمریٰ جائز ہے۔ حضرت جابرؓ نے بھی آپؐ سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عمریٰ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے اعمرتك داری یعنی تیری عمر کی مدت تک میں نے اسے تیرے لئے کردیا۔ ان الفاظ کے بعد جب قبضہ بھی دے دیا جائے تو یہ اس دار کا مالک بنا دینا ہے۔ اس لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام ھبہ رکھا چنانچہ آپؐ نے فرمایا۔ انما هی لمن وهبت له امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ شخص تاحیات اس کے منافع کا مستحق ہوگا۔ اس کے رقبہ کا مالک نہ ہوگا پس جب وہ مرجائے گا تو رقبہ معمر کی طرف واپس ہوگا اور رقبیٰ یہ ہے کہ کہے ارقبتك داری اور دیتے وقت یہ کہے کہ اگر میں تیرے سے پہلے مرگیا تو وہ دار تیرا ہے اگر تو میرے سے پہلے مرگیا تو وہ دار میرے ملک رہے گا اس کا حکم بھی ھبہ کا ہے۔ اور شرط لغو جائے گی۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ رقبیٰ کا انکار فرماتے ہیں کہ اس کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

باب من استعار من الناس الفرس والدابة وغيرها ۔

ترجمہ۔ جس شخص نے لوگوں سے گھوڑا یا اونٹ وغیرہ عاریت پر لیا۔

حدیث (۲۴۴۲) حدثنا ادم الخ سمعت انساؓ یقول کان فزع بالمدینة فستعار النبی ﷺ فرسا من ابی طلحةؓ یقال له المندوب رکب فلما رجع قال مارأینا من شیٔ وان وجد ناه لبحراً ...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں کچھ گھبراہٹ پیدا ہوئی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ سے ایک گھوڑا عاریت پر مانگا جس کو مندوب کہا جاتا تھا۔ پس آپؐ اس پر سوار ہوئے جب واپس تشریف لائے تو فرمایا ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا اور بے شک ہم نے اس گھوڑے کو سمندر پایا۔ اصمعی فرماتے ہیں کہ گھوڑے کو بحر اس وقت کہتے ہیں جبکہ اس کی دوڑ وسیع ہو یا اس کی دوڑ ختم نہیں ہوتی جیسے سمندر ختم نہیں ہوتا۔

باب الاستعارة للعروس عند البناء

ترجمہ۔ شبِ زفاف میں دلہن کیلئے کوئی چیز عاریت پر لینا

حدیث (۲۴۴۳) حدثنا ابو نعیم الخ حدثنی ابی دخلت علی عائشةؓ وعلیها درع قطر ثمن خمسة دراهم فقالت ارفع بصرك الی جاریتی انظر الیها فانها تزهی ان تلبسه فی البیت وقد کان لی منهن درع علی عهد رسول اللہ ﷺ فما کانت امراة تقین بالمدینة الا ارسلت الی تستعیره ....

ترجمہ۔ میرے باپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ ان پر قطر یمن کی قمیص تھی جس کی قیمت پانچ درہم ہوگی۔ مجھے انہوں نے فرمایا کہ میری باندی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو میں نے اس کو دیکھا تو گھر کے اندر پوشاک پہن کر خوب مٹک رہی تھی۔ فرماتی ہیں کہ میرے پاس بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ان قمیصوں میں سے ایک قمیص تھی پس جو عورت بھی مدینہ منورہ میں زیب وزینت سے سجائی جاتی تو وہ میرے پاس پیغام بھیج کر اس قمیص کو عاریت پر منگوالیتی تھی۔

باب فضل المنیحة

ترجمہ۔ دودھ والے جانور کو عاریۃ پر دینے کی فضیلت کے بارے میں۔

حدیث (۲۴۴۴) حدثنا یحیی بن بکیر الخ عن ابی هریرةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال نعم المنیحة اللقحة الصفی منحة والشاة الصفی منحة والشاة الصفی تغدو باناء وتروح باناءٍ ...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین عطیہ وہ زیادہ دودھ دینے والی عمدہ اونٹنی ہے یا وہ بکری ہے جو عمدہ کثیر دودھ دینے والی ہو کہ صبح کو بھی برتن بھر کر دے اور شام کو بھی برتن بھر دے۔

حدیث (۲۴۴۵) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن انس بن مالكؓ قال لما قدم المهاجرین المدینة من مکة ولیس بایدهم یعنی شیئا وکانت الانصار اهل الارض والعقار فقاسمهم الانصار علی ان یعطوهم ثمار اموالهم کل عام ویکفوهم العمل والمؤنة وکانت امه ام انسؓ ام سلیم کانت ام عبداللہ بن ابی طلحةؓ فکانت اعطت ام انسؓ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب مہاجرین حضرات مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے ہاتھوں میں کوئی مال وغیرہ نہیں تھا اور انصار مدینہ زمین اور جائیدادوں کے مالک تھے۔ تو انصار نے اپنے اموال مہاجرین میں اس شرط پر تقسیم کر دیئے کہ وہ ان کو اپنے اموال کے منافع میں سے انہیں ہر سال دیا کریں گے۔ اور انصار ان کی ساخت پرداخت کے ذمہ وار ہوں گے۔ حضرت انسؓ کی والدہ حضرت ام سلیمؓ تھیں جو ابوطلحہ کے بیٹے عبداللہ کی والدہ بھی تھیں۔

رسول الله ﷺ عذاقاً فاعطاهن النبی ﷺ ام ایمن مولاته ام اسامة بن زید قال ابن شهاب فاخبرنی انس بن مالکؓ ان النبی ﷺ لما فرغ من قتل اهل خیبر فانصرف الی المدینة ردّ المهاجرون الی الانصار منائحهم التی کانوا منحوهم من ثمارهم فرد النبی ﷺ الی امه عذاقها واعطی رسول الله ﷺ ام ایمن مکانهن من حائطه وقال احمدبن شبیب وعن یونس بهذ وقال مکانهن من خالصه ......

انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کچھ کھجوریں دی تھیں۔ جو آپؐ نے اپنی آزاد کردہ باندی امّ ایمنؓ کو دے دی تھیں حضرت امّ ایمنؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی والدہ تھیں۔ ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ انسؓ نے مجھے خبر دی کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب خیبر والوں کے قتل وقتال سے فارغ ہوئے اور مدینہ کی طرف واپس ہوئے تو مہاجرین نے انصار کو ان کے عطایا واپس کر دیئے۔ جن کے منافع انہوں نے ان کو ھبہ کئے تھے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے بھی حضرت انسؓ کی والدہ کو ان کی کھجوریں واپس کر دیں اور جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ایمنؓ کو ان کی بجائے اپنے باغ میں سے عطیہ فرمایا۔ یونس نے اس کو اس طرح بیان کیا کہ ان کی بجائے اپنے خالص مال میں سے عطا فرمایا۔

حدیث (۲۴۴۶) حدثنامسدد الخ عن ابی کبشة السلولی سمعت عبدالله بن عمروؓ ویقول قال رسول الله ﷺ اربعون خصلة اعلاهن منیحة العنز مامن عامل یعمل بخصلة منه رجاء ثوابها وتصدیق موعودها الا ادخله الله بها الجنه قال حسان فعددنا مادون منیحة العنز من ردّالسلام وتشمیت العاطس واماطة الاذی عن الطریق ونحوه فمااستطعناان تبلغ خمس عشرة خصلة ....

ترجمہ۔ حضرت ابوکبشہ سلولی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چالیس خصلتیں ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کی وہ دودھ والی بکری ہے جس کا عطیہ کیا جائے جو شخص بھی ان خصائل میں سے کسی ایک خصلت پر عمل کرے گا بشرطیکہ وہ اس سے ثواب کی امید رکھتا ہو اور جو اس خصلت پر وعدہ کیا گیا ہے اس کی تصدیق کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت میں داخل کریں گے حضرت حسانؒ فرماتے ہیں کہ دودھ والی بکری جس کا دودھ ہبہ کیا جائے اس سے کم درجہ کی سلام کا جواب دینا چھینک دینے والے کو یرحمك الله سے جواب دینا اور عام راستہ سے موذی چیز کا ہٹانا اور اس طرح کی اور چیزیں بھی ہیں پس ہم تو ان میں سے پندرہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔

حدیث (۲۴۴۷) حدثنامحمد بن یوسف الخ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے میں سے بہت سے

عن جابرؓ قال كانت لرجال منا فضول ارضين فقالوا نؤاجرها بالثلث والربع والنصف فقال النبی ﷺ من كانت له ارض فليزرعها اوليمنحها اخاه فان ابى فليمسك ارضه وقال محمد بن يوسف الخ حدثنی ابوسعيد قال جاء اعرابی الی النبی ﷺ فساله عن الهجرة فقال ويحك ان الهجرة شانها شديد فهل لك من ابل قال نعم قال فتعطی صدقتها قال نعم قال فهل تمنح منها شيئاً قال نعم قال فتحلبها يوم وردها قال نعم قال فاعمل من وراء البحار فان الله لن يترك من عملك شيئاً .....

آدمیوں کے پاس فالتو زمین تھی۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اسے تہائی یا چوتھائی یا آدھے حصہ کے لئے بٹائی پر دیں گے۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس زمین ہو پس یا تو وہ خود اسے کاشت کرے۔ یا کسی اپنے بھائی کو عطیہ کردے۔ اگر اس سے انکار کرے تو اپنی زمین کو روکے رکھے۔ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر وطن چھوڑنے کے بارے میں پوچھنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہجرت کا معاملہ بہت دشوار ہے۔ پس کیا تمہارے اونٹ ہیں۔ اس نے ہاں میں جواب دیا پھر پوچھا کہ اس کی زکوۃ بھی دیتے رہتے ہو۔ اس نے ہاں میں جواب دیا پھر پوچھا کیا اس کے دودھ کا عطیہ بھی دیا کرتے ہو اس نے ہاں میں جواب دیا۔ پھر پوچھا جب اونٹوں کو پانی پلانے کیلئے گھاٹ پر لے جاتے ہو تو کیا اس دن دودھ دوہ کر فقراء میں تقسیم کرتے رہتے ہو اس کا جواب بھی اس نے ہاں میں دیا۔ فرمایا جب یہ تمہارا حال ہے تو اپنی زمین کو لازم پکڑو اگرچہ وہ شہروں اور بستیوں سے گزر کر سمندر پار بھی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تیرے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے۔

حديث(۲۴۴۸) حدثنا محمد بن بشار الخ عن طاؤس حدثنی اعلمهم بذالك يعنی ابن عباسؓ ان النبی ﷺ خرج الی ارض تهتز زرعا فقال لمن هذه فقالوا اكتراها فلان فقال اما انه لو منحها اياه كان خيرا له من ان ياخذ عليها اجرا معلوما .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایسی زمین کی طرف تشریف لے گئے جو کھیتی لہرا رہی تھی آپؐ نے پوچھا یہ کس کی زمین ہے لوگوں نے بتلایا کہ فلاں شخص نے اسے اجارہ پر دیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ اس کو عطیہ کے طور پر فائدہ اٹھانے کے لئے دے دیتے تو اس زمین پر معلوم اجرت لینے سے بہتر ہوتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ما استطعنا ان تبلغ خمس عشرة الخ یہ اس لئے کہ نہ تو تم نے خاص طور پر ان کی طرف توجہ کی اور نہ ہی فوری طور پر ان کا استحضار ہوا کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی ان سب کو نہیں جانتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو توان چالیس خصائل کا علم تھا مگر آپ نے کسی مصلحت کی وجہ سے ان کو ذکر نہیں فرمایا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ ابواب البر میں سے ہے جن کی تعداد چالیس سے بھی زیادہ ہے چنانچہ بعض حضرات نے ان کو شمار کیا ہے۔ کارکن کی امداد کرنا۔ مسلمان کی پردہ پوشی کرنا۔ اس کی آبرو سے مدافعت کرنا۔ مجلس میں وسعت پیدا کرنا۔ خیر کا بتلانا اچھا کلام کرنا۔ پودا لگانا۔ کھیتی باڑی کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ البتہ احسن بات یہ ہے کہ جن اشیاء کو آپ نبی اکرم ﷺ نے مبہم رکھا ہے ہمیں بھی انہیں مبہم رکھنا چاہئیے تاکہ کوئی حقیر نہ سمجھے۔

باب اذا قال اخدمتك هذه الجارية

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کسی سے کہے کہ یہ باندی میں نے تجھے خدمت کے لئے دے دی

على مايتعارف الناس فهو جائز وقال بعض الناس هذه عارية وان قال كسوتك هذا الثوب فهو هبة .....

ترجمہ۔ جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے تو یہ جائز ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ عاریت ہے ھبہ نہیں ہے اور اگر یہ کہے کہ یہ کپڑا میں نے تجھے پہنایا تو یہ ھبہ ہے۔

حديث (۲۴۴۹) حدثنا ابو اليمان الخ عن ابى هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال هاجر ابراهيم بسارة فاعطوها اجر فرجعت فقالت اشعرت ان الله كبت الكافر واخدم وليدة وقال ابن سيرين عن ابى هريرةؓ عن النبى ﷺ فاخدمها هاجر .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے بی بی سارہ کو لے کر ہجرت فرمائی تو مصر والوں نے انہیں آجر دے دی پس وہ واپس آکر فرمانے لگیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو نامراد و ذلیل کیا اور ایک باندی خدمت کے لئے عطا فرمائی ابن سیرینؒ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں جو آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اس بادشاہ نے ان کو خدمت کے لئے بی بی ہاجرہ دے دی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قال بعض الناس هذه عارية اور یہ معلوم ہے کہ امام بخاریؒ نے خود ترجمہ میں اقرار کیا ہے کہ احکام کا دارومدار عرف پر ہے۔ تو حضرت امام ابو حنیفہؒ پر امام بخاریؒ کا اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے عرف کے مطابق حکم بیان کیا ہے۔ اور کسوۃ کا لفظ عرف میں ھبہ کے لئے مستعمل ہے۔ تو پہلے عاریۃ ہوگا۔ دوسرا ھبہ ہوگا۔ یہی عرف کا تقاضا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ قال بعض الناس سے امام بخاریؒ کا مقصد حضرات حنفیہؒ پر رد کرنا ہے۔

واقعی کتاب الزکوۃ میں رکاز کے مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ پر رد کیا ہے۔ لیکن یہ قول کلیہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس جگہ جو مسئلہ زیر بحث ہے بقول حافظ ابن حجرؒ مسئلہ اجماعیہ ہے۔ جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ چنانچہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے کہا اخدمتك هذه الجاریه کہ میں نے یہ باندی خدمت کے لئے دی ہے۔ تو اس سے تملیک رقبہ ضروری نہیں۔ بلکہ بغیر تملیک کے بھی اس سے خدمت لی جاسکتی ہے۔ جیسے کسی مکان میں سکونت اختیار کرنے سے اس سے تملیک لازم نہیں۔ اس طرح خدمت سے بھی تملیک لازم نہیں ہوگی۔ تو امام بخاریؒ کا اخدمها هاجر سے ھبہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ البتہ اس قصہ سے ھبہ فاعطوها هاجر کے جملہ سے ثابت ہوتا ہے۔ اور کسوتك هذاالثوب کہ میں نے تجھے یہ کپڑا پہنادیا۔ اس کے ھبہ ہونے میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ کفارہ کے بارے میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اطعام عشرة مساكين اوكسوتهم یعنی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا اور انہیں پوشاک پہنانا۔ اس میں سب علماء فرماتے ہیں کہ طعام کی طرح پوشاک کی بھی تملیک شرط ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ غالباً امام بخاریؒ بھی دونوں مسئلوں میں اختلاف نہیں کرتے۔ البتہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی قرینہ عرف پر دال ہو تو اسے عرف پر محمول کیا جائیگا۔ ورنہ اس لفظ کو معنی موضوع پر محمول کیا جائے گا عندالاطلاق۔ بنابریں اگر کسی قوم کے نزدیک اخدام کا لفظ ھبہ کے لئے بولا جاتا ہو چنانچہ ابن منیرؒ فرماتے ہیں کہ کسوتك کا لفظ بلاشک تملیک کے لئے ہے۔ کیونکہ ظاہری معنے تو لباس پہنانا تو مراد ہے نہیں۔ جب وضع پر حمل کرنا ممکن نہ ہوا تو عرف پر محمول ہوگا۔ جس کے معنی عطیہ اور ھبہ کے ہیں۔ جس کی مصنفؒ نے علی مايتعارف الناس میں خود تصریح فرمادی ہے۔ کہ عرف کا اعتبار ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ اخدمتك وكسوتك یہ دونوں جملے عاریۃ اور ھبہ میں مشترک ہیں جب قرائن اور عرف سے خالی ہوں تو اخدمتك عاریۃ کے لئے ہوگا۔ اور كسوتك ھبہ کے لئے ہوگا۔ تو ممکن ہے امام بخاریؒ کے دور میں اخدمتك ھبہ کیلئے استعمال ہوتا ہو۔ تو وہ احنافؒ کے نزدیک بھی ھبہ ہوگا۔ پھر احنافؒ پر اعتراض کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ چنانچہ فیض الباری میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اخدمتك سے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا بلکہ اس کو عرف پر چھوڑا ہے اگر عرف ھبہ کا ہے تو ھبہ ہوگا اگر عاریہ کا ہے تو عاریۃ مراد ہوگا۔ اگرچہ بعض الناس سے مراد ان کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ کا مقصد طعن و تشنیع نہیں ہے بلکہ امام اعظمؒ کے مسلک کی تفصیل بیان کرنا ہے کہ عرف پر محمول ہے۔ کہ عرف میں لفظ اخدام عاریۃ کے لئے ہے۔ اور كسوتك ھبہ کے لئے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر امام بخاریؒ اس مسئلہ میں موافقت نہیں بلکہ مخالفت کرتے تو اپنی عادت کے مطابق وہ اپنے مقصد کی تائید کے لئے ضرور کوئی نہ کوئی حدیث بیان کرتے اگر مخالفت بھی تسلیم کرلی جائے تو ان کا رد بہت ضعیف ہے۔ جس کی وضاحت ہوچکی ہے کہ دونوں لفظوں میں بہت فرق ہے۔ جو اجماعی ہے۔

باب اذاحمل رجلاعلی فرس فهو كالعمرى والصدقة وقال بعض الناس له ان يرجع فيها

ترجمہ۔ جب کسی شخص نے کسی آدمی کو گھوڑے پر سوار کردیا۔ تو وہ عمریٰ اور صدقہ کی طرح ہے جس میں معمر اور متصدق رجوع نہیں کرسکتا۔ لیکن بعض لوگ یعنی امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ وہ اس صدقہ میں رجوع کرسکتا ہے۔

حدیث (۲۴۵۰) حدثنا الحمیدی الخ قال سمعت مالکا یسال زید بن اسلم قال سمعت ابی یقول قال عمرؓ حملت علی فرس فی سبیل الله فرایته یباع فسالت رسول الله ﷺ فقال لاتشتر ولاتعد فی صدقتك ......

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو جهاد فی سبیل الله کے لئے گھوڑے پر سوار کیا پھر میں نے اسے دیکھا کہ وہ گھوڑا بک رہا ہے۔ تو میں نے اس بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا جس پر آپؐ نے فرمایا اسے مت خریدو اور اپنے صدقہ میں عود یعنی رجوع نہ کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ له ان یرجع فیها امام صاحبؒ کا یہ مقولہ سچا ہے کیونکہ اگر وہ گھوڑا عاریۃ پر تھا تو معری لہ سے یہ عاریت والا زیادہ حقدار ہے اس لئے اسے رجوع سے نہ روکا جائے گا۔ اگر یہ هبه تھا تو سب هبات میں واھب کو رجوع کرنا جائز ہے تو یہاں کیوں رجوع نہیں کر سکتا۔ لہذا امام اعظمؒ کا قول برحق ہے جس پر اعتراض کرنا ناروا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ثابت کرنا ہے کہ حملتك علی فرس یہ ھبہ ہے اور آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو صدقہ اور ھبہ میں رجوع کرنے سے منع فرمادیا لیکن امام ابو حنیفہؒ رجوع کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ حمل علی الخیل اگر تملیک کے لئے ہے تو صدقہ کی طرح اس میں رجوع کرنا جائز نہیں اگر تحبیس فی سبیل الله ہے یعنی جہاد کے کام کے لئے دیا ہے تو یہ وقف ہوگا۔ وقف میں بھی رجوع جائز نہیں۔ جمہور کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حبس ہر شئے میں باطل ہے۔ لہذا رجوع کا حقدار ہے۔ فیض الباری میں ہے کہ بعض الناس سے امام اعظمؒ متعین نہیں ہیں۔ بلکہ امام بخاریؒ ایک احتمال بیان فرمارہے ہیں کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں اتنا شد ومد نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہؒ کے نزدیک حملتك علی هذاالفرس یہ ھبہ نہیں ہوگا۔ جب تک ھبہ کی نیت نہ ہو کیونکہ حمل کے اصلی معنی سوار کرنے کے ہیں۔ تو عاریۃ ہوگا۔ لیکن اسی میں ھبہ کا احتمال بھی ہے۔ تو تملیک کا فائدہ دے گا۔ اس طرح وقف میں رجوع جائز ہے۔ اگرچہ کراہۃ کے ساتھ ہے۔ باقی بحث فقہ میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشھادات

باب ماجاءفی البینةعلی المدعی

ترجمہ۔ گواہ مدعی کے ذمہ ہیں

لقولہ تعالی یایھا الذین امنوا اذاتداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ الخ وقولہ تعالی یاایھا الذین امنوا کونواقوامین بالقسط شھداء للہ ولوعلی انفسکم اوالوالدین والاقربین الخ ..

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے ایمان والو جب قرضہ کا معاملہ کرو کچھ مقرر مدت تک تو اسے لکھ لو الخ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو! انصاف کے قائم کرنے والے بن جاؤ۔ اور اللہ کے لئے گواہ بن جاؤ۔ خواہ وہ گواہی تمہیں اپنے خلاف اپنے ماں باپ کے خلاف اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف کیونکہ نہ دینی پڑے الخ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اذاتداینتم الخ آیت کریمہ سے ترجمہ اس طرح ثابت ہوا کہ اس میں گواہ بنانے کا حکم ہے اس طرح دوسری آیت میں ہے کہ گواہی دو۔ اگرچہ والدین وغیرہ کے خلاف بھی کیوں نہ ہو۔ تو وہ لوگ مدعی علیہم ہوں گے جس سے لازم آیا کہ گواہی مدعی علیہ کے خلاف ہوگی۔ مدعی کی حمایت میں ہوگی۔ تو ثابت ہوا کہ گواہ مدعی کے ذمہ لازم ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ شہادت کے لغوی معنی حضور کے ہیں چنانچہ آپ کا ارشاد ہے الغنیمة لمن شھد الوقعة یعنی غنیمت اسی کا حق ہے جو جنگ میں حاضر ہو۔ اور گواہ کو شاہد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر غیر کی طرف سے خبر دیتا ہے اور شرعاً اس کے معنی اخبار عن مشاھدة وعیان لاعن تخمین وحسبان یعنی شہادت مشاہدہ

اور آنکھوں دیکھی چیز کی خبر دینا ہے محض اندازہ اور گمان سے نہیں اور فیض الباری میں ہے کہ فقہاء کے نزدیک اثبات الحق علی الغیر یسمی دعوی واثبات حق الغیر علی نفسه یسمی اقرار اً یعنی غیر پر اپنا حق ثابت کرنا دعویٰ ہے۔ اور غیر کا حق اپنے اوپر ثابت کرنا اقرار کہلاتا ہے اور اثبات حق الغیر علی الغیر یسمی شهادةً یعنی کسی کا حق کسی پر ثابت کرنا شہادت ہے۔ الامر بالاشهاد سے اشتهدوا شهیدین من رجالکم کی طرف اشارہ ہے۔ اور محض امر بالاشهاد سے البینة علی المدعی سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ کرمانیؒ فرماتے ہیں استدلال اس طرح ہے کہ اگر مدعی کا قول بغیر بینة کے معتبر ہوتا تو کتابت املاء اور اشہاد کی ضرورت نہ ہوتی جب احتیاج ہے تو معلوم ہوا کہ مدعی کے ذمہ گواہ لانا ہے۔ ابن بطالؒ نے بھی یہی کہا ہے۔ اور علامہ عینیؒ نے کرمانیؒ کا اتباع کرتے ہوئے کہا ہے کہ آیت کی ترجمہ پر دلالت اس طرح ہوئی کہ فلیملل الذی علیه الحق سے مدعی علیہ سے اقرار کرایا گیا۔ جب مدعی اس کی تکذیب کرتا ہے تو اس کے ذمہ گواہ لانا ہوں گے۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے کہ والدین اور اقربین جب مدعی علیہم ہوئے تو معلوم ہوا کہ گواہ ان کے ذمہ نہیں۔ بلکہ مدعی کے ذمہ ہیں۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اثبات ترجمہ کے لئے کوئی حدیث نہیں لائے۔ صرف آیتین پر اکتفاء فرمایا حالانکہ حدیث وہ ہے جو باب الرہن کے آخر میں گذری ہے۔ شاهداك اويمينه الحديث یعنی مدعی تیرے دو گواہوں سے ثابت ہوگا یا اس کی قسم کا اعتبار کرنا ہوگا۔

باب اذا عدل رجل احداً فقال لانعلم الاخيراً وقال ماعلمت الاخيراً

ترجمہ۔ جب کوئی آدمی کسی گواہ کی تعدیل کرے تو یوں کہے کہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا یا مجھے اس کی بھلائی ہی معلوم ہے

حديث(۲۴۵۱) حدثنا حجاج الخ عن ابن شهاب اخبرني عروة و ابن المسيب وعلقمة بن وقاص وعبيدالله عن حديث عائشةؓ وبعض حديثهم يصدق بعضا حين قال لها اهل الافك فدعا رسول الله ﷺ عليا واسامة حين استلبث الوحي يستامرهما في فراق اهله فاما اسامة فقال اهلك ولانعلم الاخيراً وقالت بريرةؓ ان رايت عليها امراً اغمصه اكثر من انها جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها فتاتي الداجن فتاكله

ترجمہ۔ حضرت ابن شہاب زہریؒ سے مروی ہے کہ مجھے حضرت عروہ۔ سعید بن المسیب۔ علقمہ بن وقاصؓ اور عبیداللہؓ نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کے بارے میں خبر دی کہ وہ ایک دوسرے کی بات کی تصدیق کرتے تھے۔ جب کہ بہتان باندھنے والوں نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا تھا۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ کو بلایا جب کہ وحی کے آنے میں آپؐ نے دیر محسوس فرمائی۔ ان دونوں سے اپنی اہلیہ کی جدائی کرنے کے بارے میں مشورہ لیتے تھے۔ تو حضرت اسامہؓ نے فرمایا کہ حضرت بریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو ان کی شان کے لائق نہ ہو۔

فقال رسول اللہ ﷺ من یعذرنا من رجل بلغني اذاہ في اهل بیتي فواللہ ما علمت من اهلي الا خیرا ولقد ذکروا رجلا ما علمت علیه الا خیرا .....

زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ نوخیز لڑکی ہے گھر والوں کا آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے گھر کی پالتو بکری آ کر اس آٹے کو کھا جاتی ہے جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آدمی یعنی عبداللہ بن ابی ہمارے ہر اس سلوک کا مستحق ہے جو ہم اس سے کرنا چاہیں کیونکہ اس کی ایذا رسانی ہمارے گھریلو معاملات تک پہنچ چکی ہے۔ پس اللہ کی قسم! میں تو اپنی اہلیہ میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا اور جس آدمی کے متعلق وہ ذکر کرتے ہیں اس میں بھی سوائے خیر کے اور مجھے کسی بات کا علم نہیں ہے۔ یعنی دونوں مطعون بری الذمہ ہیں محض منافقوں کا پروپگینڈہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لا نعلم الاخیرا اس وہم کا دفعیہ کرنا ہے کہ اس جملہ میں تزکیہ کی تصریح نہیں ہے صرف اپنے علم کی خبر دینا ہے۔ فی الواقع صفائی نہیں ہے دفعہ کا خلاصہ ہے کہ شہادت میں اگر اس قید کی تصریح نہ بھی ہو تو بھی مراد یہی اپنے علم کے مطابق خبر دینا ہوتا ہے۔ نفس الامر واقع کی کون خبر دیتا ہے کیونکہ حقیقت حال کو تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں حقیقت الامر پر اور کس کو واقفیت ہو سکتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ انما دفع بذلك امام بخاریؒ کی مراد سمجھنے میں قطب گنگوہیؒ نے عجیب قول اختیار فرمایا جو بہت لطیف ہے میرے نزدیک امام بخاریؒ نے اس سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ گواہ کی صفائی دینے والا جب کسی کی تعدیل میں صرف اتنا لفظ کہے کہ ہم تو سوائے خیر کے او، کچھ نہیں جانتے تو آیا تعدیل میں یہ الفاظ کافی ہیں یا نہیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ان الفاظ کے کہنے والے کی شہادت قبول ہوگی متدل یہی حدیث افک ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عدل جائز الشهادت کہنا ضروری ہے۔ اصح یہ ہے کہ صرف عدل کہنا کافی ہوگا۔ باقی امام بخاریؒ نے اس مسئلہ کا کوئی حکم بیان نہیں فرمایا اس لئے کہ اس میں اختلاف شدید تھا لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ کا میلان امام ابو یوسفؒ کے مسلک کی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ باب میں حدیث افك لائے ہیں۔ اور موضع ترجمہ حضرت اسامہؓ کا قول اهلك ولا نعلم الا خیرا ہے۔

من یعذرني یعنی میں اگر اس کو کوئی سزا دوں تو مجھے معذور سمجھا جائے اور بعض نے کہا کہ من یعذرني معنی میں من ینصرني کے ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ من ینتقم لي منه کہ کون میرے لئے اس سے انتقام لے گا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے فرمایا۔ انا عذرك منه یہی معنی بہتر ہیں اگرچہ اور معانی بھی بیان کئے گئے ہیں۔

باب شهادة المختبي

ترجمہ۔ چھپ کر حال کرنے والے کی گواہی کیسی ہے

واجازه عمروبن حریث قال و کذلك یفعل بالکاذب الفاجر وقال الشعبی وابن سیرین وعطاء وقتادة السمع شهادة وقال الحسن یقول لم یشهدونی علی شیئ وانی سمعت کذاو کذا....

ترجمہ۔ عمرو بن حریث نے اس کو جائز رکھا ہے فرمایا کہ جھوٹے بدمعاش کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا کہ اس کی شہادت جائز ہو گی۔ حضرت امام شعبیؒ ابن سیرینؒ عطاءؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ سننا بھی گواہی ہے۔اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ لوگوں نے مجھے کسی چیز پر گواہ تو نہیں بنایا لیکن میں نے اس طرح سنا ہے۔

حدیث (۲۴۵۲) حدثناابوالیمان الخ قال سالم سمعت عبدالله بن عمرؓ یقول انطلق رسول الله ﷺ وابی بن کعب الانصاری یؤمان النخل التی فیهاابن صیاد حتی دخل رسول الله ﷺ طفق رسول الله ﷺ یتقی بجذوع النخل وهویختل ان یسمع ابن صیاد شیئاً قبل ان یراه وابن صیاد مضطجع علی فراشه فی قطیفة له فیها رمرمة اوزمزمة فرأت ام ابن صیا د النبی ﷺ وهو یتقی بجذوع النخل فقالت لابن صیاد ای صافِ هذا محمد فتناهی ابن صیاد قال رسول الله ﷺ لو ترکته بین ......

ترجمہ۔ حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ اس باغ میں داخل ہوئے تو کھجور کے تنوں میں بچ بچ کر چلنے لگے آپؐ کسی حیلہ سے ابن صیاد کی کچھ باتیں اس کے دیکھنے سے پہلے سننا چاہتے تھے۔ اور ابن صیاد اپنے بستر پر ایک لوئی میں لیٹا ہوا تھا جس میں کچھ گنگناہٹ تھی۔ یعنی جس سے ہلکی سی آواز آتی تھی ابن صیاد کی ماں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھ لیا کہ آپؐ کھجوروں کے پودوں میں بچاؤ کر رہے ہیں۔ تو اس نے ابن صیاد سے کہا کہ اے صافی یہ محمد ﷺ ہیں۔ چنانچہ ابن صیاد رک گیا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتی تو خوب بیان کرتا۔

حدیث (۲۴۵۳) حدثناعبدالله بن محمد الخ عن عائشةؓ قالت جاء ت امرأة رفاعة القرظی النبی ﷺ فقالت کنت عند رفاعة فطلقنی فابت طلاقی فتزوجت عبدالرحمن ابن زبیر انمامعه

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی جس نے مجھے طلاق دے کر بالکل جدا کر دیا بعد ازاں میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیرؓ کے ساتھ شادی کی۔ اس کے پاس تو کپڑے کے پھندنے کی طرح چھوٹا

مثل هدبة الثوب فقال اترید ین ان ترجعی الی رفاعة لاحتی تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتك وابوبکر جالس عنده وخالد بن سعید بن العاص بالباب ینتظران یؤذن له فقال یاابابکرالاتسمع الی هذه ماتجهر به عند النبی ﷺ ......

آلہ تناسل ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تو رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے۔ بالکل نہیں جاسکتی۔ جب تک کہ تو اس کی شہد کو وہ تیری شہد کو نہ چکھ لے۔ یعنی ہمبستری ہو جائے۔ حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خالد بن سعید بن العاص دروازہ پر انتظار کر رہے تھے کہ انہیں داخلے کی اجازت دی جائے۔ تو انہوں نے فرمایا اے ابو بکرؓ کیا آپ اس عورت کی باتیں سنتے نہیں کہ وہ کس قدر کھلم کھلا جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس باتیں کر رہی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ شهادة المختبی امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیا شہادت میں سماعت پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ اور اس میں مسموع کو دیکھنا شرط نہیں ہے۔ جتنی روایات امام بخاریؒ لائے ہیں وہ اس مقصد پر دال نہیں ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ تابعی کا قول تسلیم کرنا لازم نہیں ہے هم رجال ونحن رجال۔ نیز! ممکن ہے کہ وہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہوں اگرچہ لوگوں نے آپ کو گواہ نہ بنایا ہو۔ اور اس میں صراحت نہیں ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو نہ دیکھا ہو۔ تو ان احتمالات کی وجہ سے ان کا مدعا تمام نہ ہوگا اور آنجناب ﷺ کا یہ فرمانا کہ اگر ابن صیاد کی والدہ اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتی اور اسے متنبہ نہ کرتی تو ممکن ہے کہ وہ اپنے حالات خوب بیان کرتا۔ یہ بھی ان کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ تو ابن صیاد کو دیکھ رہے تھے۔ اور رؤیۃ پر ہی مسئلہ کا دارومدار ہے۔ وہ تو آپ کو حاصل تھی۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر چھپ کر حال معلوم کرنے والا داخل ہونے والے کو کلام کرتا دیکھے نہ تو اس سے بالمشافہ بات چیت ہو۔ اور نہ ہی ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے کے سامنے ہو کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھ سکے تو ایسے شخص کی شہادت جائز ہے۔ کیونکہ اس میں ممانعت کی علت اٹھ گئی ہے۔ اور وہ علت ہے آوازوں میں اختلاط اور اشتباہ ہوتا ہے۔ یعنی آوازیں رل مل جاتی ہیں۔ کہ ان میں شک وشبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو جب ایسا نہ ہو تو پھر سمع پر شہادت دینی جائز ہے۔

الاتسمع الی هذه استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ خالد نے اس عورت کا مذاکرہ عند النبی ﷺ کو پسند نہ کرتے ہوئے نکیر کیا۔ حالانکہ وہ اس عورت کو دیکھ نہیں رہے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خالدؓ کا انکار عورت کے کلام سننے پر تھا۔ جس میں خفاء نہیں تھا خفاء تو عورت کی تعیین میں تھا کہ وہ کون تھی۔ اور اسی کا ہم لوگ انکار کرتے ہیں۔ جس کا روایت میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہاں اگر اس سماع کلام کے بعد خالد سے گواہی طلب کی جاتی اور وہ گواہی دیتے کہ انہوں نے رفاعہ کی فلاں بیوی سے یہ کلام سنا تو پھر روایت تمہاری دلیل بن سکتی تھی۔ غرضیکہ ہم سماعت سے حصول علم کا انکار نہیں کرتے بلکہ ہم تو متکلم کی تعیین کا انکار کرتے ہیں جو متکلم کی رؤیۃ کے بغیر ممکن نہیں تو کسی معین شخص پر تو گواہی دینا جائز نہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے اس کو آواز سے پہچانا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ المختبی جو تحمل شہادت کے وقت چھپا ہوا ہو۔ اکثر ائمہ کرام مختبی کی شہادت کو قبول نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں کہ جو مشھود علیہ سے چھپ گیا وہ عادل نہیں ہو سکتا۔ لا تحبسوا۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ اس شہادت کو قبول کرتے ہیں کہ بسا اوقات ایسی شہادت کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔

مع انہ لایلزم تسلیم قولہ لانہ تابی کیونکہ وہ تابعی ہیں۔ اور اما اعظمؒ کو کسی تابعی کے قول کے ردّ کرنے کا اختیار ہے۔ دیکھئے قاضی شریح مختبی کی شہادت کو ردّ کرتے تھے۔

لاتسمع الی ھذہ خالد اس عورت سے پردہ میں تھے۔ اور دروازہ سے باہر تھے۔ محض عورت کی آواز سن کر اس پر نکیر کیا اور آپؐ نے اس پر نکیر نہ فرمایا تو معلوم ہوا شہادت السمع جائز ہے۔ اگرچہ رؤیۃ نہ ہو۔ تو خالد مثل مختفی کے ہوئے۔ تو اس طرح ترجمہ سے مطابقت ثابت ہو جائے گی۔

باب اذا شهد شاهد اوشهود بشئ

ترجمہ۔ جب ایک گواہ یا کئی گواہ کسی چیز کو گواہی دیں

فقال اخرون ماعلمناذلك يحكم بقول من شهد قال الحميدى هذا كمااخبر بلال ان النبى ﷺ صلى فى الكعبة وقال الفضل لم يصل فاخذ الناس بشهادة بلال كذلك ان شهد شاهدان ان لفلان على فلان الف درهم وشهد اخران بالف وخمس مائة يقضى بالزيا دة

ترجمہ۔ دوسرے کہیں کہ ہمیں تو ان کا علم نہیں ہے تو جس نے گواہی دی ہے اس کے قول پر فیصلہ کیا جائے گا چنانچہ حمیدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایسے ہے جیسے حضرت بلالؓ نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ اور فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ تو لوگوں نے حضرت بلالؓ کی شہادت کو قبول کیا۔ اسی طرح اگر دو گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص کا فلاں پر ایک ہزار درہم کا قرضہ ہے اور دوسرے دو گواہی دیتے ہیں کہ ڈیڑھ ہزار ہے تو زیادتی پر فیصلہ کیا جائے گا۔

حديث (٢٤٥٤) حدثنا حبان الخ عن عقبة بن الحارث انه تزوج بنتا لابى اهاب بن عزيز فاتته امرأة فقالت قد ارضعت عقبة والتى تزوج فقال لها عقبة ماعلم انك ارضعتنى ولااخبرتنى فارسل الى ال ابى اهاب يسالهم

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارث سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو اہاب بن عزیزؓ کی بیٹی سے شادی کی تو ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے عقبہ کو اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے تو عقبہؓ نے کہا مجھے تو علم نہیں ہے کہ تو نے مجھے دودھ پلایا اور نہ ہی آج تک تو نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔ پس انہوں نے

فقالوا ماعلمنا ارضعت صاحبتنافركب الى النبى ﷺ بالمدينة فساله فقال رسول الله ﷺ كيف وقدقيل ففارقها ونكحت زوجاً غيره.....

ابواھاب کی طرف قاصد بھیج کران سے دریافت کیا توانہوں نے کہاکہ ہمیں علم نہیں کہ اس نے ہماری لڑکی کو دودھ پلایا ہو۔ پس وہ سوار ہو کر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا آپؐ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اس سے کیسے نفع حاصل کر سکتے ہو جب کہ رضاعت کی بات کہی جاچکی ہے چنانچہ اس نے اسے جدا کر دیا جس نے کسی دوسرے خاوند سے جاکر نکاح کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اذاشهد الخ یہاں شہادت سے عام مراد ہے۔ جو اخبار کو بھی شامل ہے تو اب حضرت فضل کی حدیث کا اس باب میں لانا صحیح ہوگا اور حدیث باب کی دلالت بھی اس پر ظاہر ہے اسلئے کہ کالی عورت کی خبر کا اعتبار کرتے ہوئے رضاعت کو ثابت کیا گیا۔ اور نفی کرنے والے کی خبر کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اگرچہ اس کی خبر کا اعتبار کرنا تقویٰ کے اعتبار سے ہے۔ فتویٰ کے اعتبار سے نہیں ہے۔ اور یہ باب نقصان دہ نہیں ہے۔ کیونکہ ترجمہ میں ہے من شهد کے قول پر فیصلہ ہوگا۔ خواہ وہ حکم واجب ہو یا احتیاط پر مبنی ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حافظؒ نے جو اہل علم کا اتفاق نقل کیا ہے کہ مثبت کو نافی پر مقدم کیا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اختلاف ہے۔ کرخیؒ تو فرماتے ہیں المثبت اولیٰ من النافی لیکن عیسیٰ بن ابان فرماتے ہیں کہ جب مثبت اور نافی میں تعارض ہو تو بغیر دلیل کے کسی کو ترجیح نہ دی جائے گی۔ بلکہ اگر مثبت مبنی بر دلیل ہے تو اس کو ترجیح ہوگی۔ نافی مبنی پر دلیل ہے اثبات کا احتمال تو نافی کو ترجیح ہوگی۔

دلالة الرواية الخ حدیث عقبہ مرضعہ کے بارے میں ہے۔ جس سے مقصد یہ ہے کہ عورت نے رضاعت کو ثابت کیا عقبہ نے اس کی نفی کی۔ آنحضرت ﷺ نے مرضعہ کے قول کا اعتبار کیا اور ان کو عورت چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ خواہ وجوباً ہوا یا علی السبيل الورع والاحتياط ہوا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں نہ تو کوئی شہادت ہے اور نہ ہی کوئی حکم ہے۔ لہٰذا ترجمہ سے مطابقت ثابت نہ ہوئی۔ لیکن کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا امر بالمفارقہ یہ حکم کی طرح ہے اور مرضعہ کی خبر شہادت کی مانند ہے۔ لہٰذا مطابقت ثابت ہوئی۔ اگر اشکال ہو کہ قرضہ کے مسئلہ میں دونوں شاہد تین ایک ہزار پر تو متفق ہیں۔ اور پانچسو میں منفرد ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ دوسری شہادت میں پانچسو سے چپ رہنا نفی کے حکم میں ہے۔ اس لئے اس زیادتی کا اعتبار کیا جائے گا۔

باب الشهداء العدول

ترجمہ۔ گواہ عادل ہونے چاہئیں

وقول الله تعالى واشهدوا ذوى عدل منكم وممن ترضون من الشهداء

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے میں سے دو عدل والو گواہ بناؤ۔ اور ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہ پسند کرتے ہو۔

حدیث (۲۴۵۵) حدثنا الحکم بن نافع الخ ان عبداللہ بن عتبۃؓ قال سمعت عمر بن الخطابؓ یقول ان اناساً کانوا یؤاخذون بالوحی فی عھد رسول اللہ ﷺ وان الوحی قد انقطع وانما ناخذکم الان بما ظھر لنا من اعمالکم فمن اظھر لنا خیراً امناہ وقربناہ ولیس الینا من سریرتہ شیئ اللہ یحاسبہ فی سریرتہ ومن اظھر لنا سوءً لم نامنہ ولم نصدقہ وان قال ان سریرتہ حسنۃ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عتبہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو وحی کی وجہ سے پکڑا جاتا تھا۔ اب وحی بند ہوگئی اب ہم تمہارا مؤاخذہ تمہارے ظاہری اعمال پر کریں گے۔ پس جس نے ہمارے سامنے خیر کو ظاہر کیا ہم اسے امن دیں گے۔ اور اسے اپنے قرب میں جگہ دیں گے۔ اس کی پوشیدہ باتوں کا اللہ ہی حساب لینے والا ہے۔ اور جس شخص نے ہمارے سامنے برائی ظاہر کی نہ تو ہم اسے امن دیں گے اور نہ ہی اس کی بات کی تصدیق کریں گے۔ اگرچہ وہ کہے اس کا باطن عمدہ اور اچھا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ العدول یعنی ان کے ظاہر احوال کے مطابق ان کی تعدیل کی جائے گی۔ اس طرح حدیث ترجمۃ الباب سے مطابق ہو جائے گی۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کے قول سے ثابت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ آگے بخاری میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد آرہا ہے۔ لم اومر ان انقب عن قلوب الناس ولااشق بطونھم کہ مجھے لوگوں کے دلوں میں نقب لگانے اور ان کے پیٹوں کو چیرنے کا حکم نہیں ہوا۔ حدیث کے اندر کوئی ایسے الفاظ موجود نہیں جس سے عدل کا مصداق ثابت ہو۔ میرے نزدیک توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا میلان امام ابو حنیفہؒ کے قول کی طرف ہے۔ جو ہدایہ میں منقول ہے کہ یقتصر الحاکم علی ظاھر العدالۃ ولایسئل عن حال الشھود حتی بطعن الخصم یعنی حاکم محض ظاہر عدالت پر عمل کرے گواہوں کے احوال کا اس وقت تفحص نہ کرے یعنی چھان بین نہ کرے جب تک مخالف جرح نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے المسلمون عدول بعضھم علی بعض الا محدودا فی قذف کہ مسلمان سب کے سب عادل ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر گواہ بن سکتے ہیں۔ البتہ جس کو زنا کی تہمت میں سزا دی گئی ہو اس کی شہادت باطل ہے البتہ حدود و قصاص میں شہداء کے احوال کی خوب چھان بین کی جائے۔ تاکہ جہاں تک ممکن ہو سکے حدود اور قصاص کو ساقط کرنا چاہئے صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ان فساد زمانہ کے دور میں گواہوں کی عدالت ظاہراً و باطناً دونوں طرح سے معلوم کی جائے کیونکہ قضاء کا دارومدار حجت پر ہے اور وہ عادل کی شہادت ہے۔

الحاصل اس پر تو علماء کا اتفاق ہے کہ قبول شہادت کے لئے عدالت شرط ہے۔ پھر صفت عدالت میں اختلاف ہو گیا جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ وہ اسلام کے علاوہ ایک صفت زائدہ ہے۔ واجبات شرع کا التزام کرنے والا ہو۔ اور مستحبات کا بھی عامل ہو۔ محرمات اور

مکروہات سے بچنے والا ہو۔ البتہ اماابو حنیفہؒ اپنے زمانہ خیر القرون کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ عدالت میں ظاہر اسلام کافی ہے۔ بشر طیکہ اس کا کوئی عیب مشہور نہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ عدالت ظاہرہ پر دارومدار ہے عدالت باطنہ پر نہیں۔ مالک بن وخشن کا ظاہر منافق تھا لیکن وحی نے اس کے ایمان کی تصدیق کردی تو وحی سے ظاہر کورد کیا گیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جمہور کے نزدیک عادل کی تعریف یہ ہے کہ وہ مسلمان آزاد اور مکلف ہو۔ کبیرہ سے بچنے والا اور صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔ البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ذومروۃ بھی ہو۔ امناہ ای جعلناہ امنا من الشرقربناہ ای عظمناہ وکرمناہ ۔ سریرہ بمعنی وہ راز جو چھپایا جائے۔ بہر حال ہمیں ظاہر پر فیصلہ دینے کا حکم ہے۔ قاله الکرمانیؒ ۔

باب تعدیل کم یجوز

ترجمہ۔ کتنے آدمیوں کی تعدیل کافی ہے

حدیث(۲۴۵۶)حدثناسلیمان بن حرب الخ عن انسؓ قال مرعلی النبی ﷺ بجنازة فاثنوا علیھا خیراًفقال وجبت ثم مر باخری فاثنواعلیھا خیرا فقال وجبت ثم مر باخری فاثنوعلیھا شراً وقال غیر ذلك فقال وجبت فقیل یا رسول الله قلت لھذ اوجبت ولھذا وجبت قال شھادة القوم المؤمنون شھداء الله فی الارض ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گذارا گیا جس پر لوگوں نے بھلائی سے تعریف بیان کی۔ تو آپؐ نے فرمایا واجب ہو گئی۔ پھر دوسرا گذارا گیا جس پر لوگوں نے اس کو برائی سے یاد کیا یا اس قسم کے اور الفاظ کہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا واجب ہو گئی۔ پس آپؐ سے پوچھا گیا یارسول اللہ! اس کے لئے بھی آپؐ نے وجبت فرمایا اور اس کے لئے بھی وجبت فرمایا کہ مؤمن لوگوں کی گواہی ہے جو روئے زمین پر اللہ کے گواہ ہیں۔

حدیث(۲۴۵۷)حدثناموسی بن اسمعیل الخ عن ابی الاسود قال اتیت المدینة وقد وقع بھا مرض وھم یموتون موتاذریعاً فجلست الی عمر فمرت جنازة فاثنی خیر فقال عمرؓ وجبت ثم مر باخری فاثنی خیراًفقال وجبت ثم مربالثالثة فاثنی شراًفقال وجبت فقلت ماوجبت یاامیرالمؤمنین قال قلت کما قال النبی ﷺ ایما مسلم شھدله

ترجمہ۔ ابوالاسودؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں اس زمانہ کے اندر آیا جبکہ مدینہ میں ایک وبا پھیلی ہوئی تھی لوگ جلدی جلدی مر رہے تھے میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھ گیا تو ایک جنازہ گزرا جس کو بھلائی سے یاد کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا واجب ہو گئی۔ پھر دوسرا گزرا جس کو بھلائی سے یاد کیا گیا تو آپ نے فرمایا واجب ہو گئی تیسرا گزرا تو اسے برائی سے یاد کیا گیا اس پر بھی آپ نے وجبت فرمایا تو میں نے پوچھا اے امیر المؤمنین! یہ کیا چیز واجب ہوئی فرمایا میں نے تو

اربعة بخير ادخله الله الجنة قلنا وثلثة قال وثلثة قلت واثنان قال واثنان ثم لم نساله عن الواحد..

وہی کچھ کہا ہے جو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے لئے چار آدمی خیر کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے پوچھا اگر تین ہوں تو فرمایا تین کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر دو گواہی دیں تو فرمایا اس کا بھی یہی حکم ہے پھر ہم نے آپ سے ایک کے متعلق سوال نہیں کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ترجمہ پر حدیث کی دلالت مطلق ہونے کی وجہ سے ہے کہ کسی عدد سے شہادت کو مقید نہیں کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ ایک مؤمن کی شہادت پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ نے ابن بطالؒ کا قول نقل کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ قبول تعدیل میں کوئی عدد متعین نہیں ہے ایک کی شہادت پر بھی اکتفا ہو سکتا ہے اس مقام پر اگرچہ مصنفؒ نے اس کی تصریح نہیں کی کیونکہ یہ احتمالی حکم تھا بعد کے ابواب میں تصریح کردی کہ ایک کے تزکیہ پر اکتفا جائز ہے۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے دو ترجموں سے دو مذاہب کی طرف اشارہ فرمایا۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جرح وتعدیل میں تو دو آدمیوں سے کم کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ حضرت ابو حنیفہؒ ایک آدمی کی تعدیل وجرح کو قبول فرماتے ہیں اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے اس پہلے مذہب کی طرف اشارہ فرمایا اور دوسرے ترجمہ سے دوسرے مذہب کی طرف اشارہ کیا۔ اور خود امام بخاریؒ کا میلان بھی دوسرے مذہب کی طرف معلوم ہوتا ہے اس لئے اس مقام پر صراحۃ حکم بیان نہیں فرمایا دوسرے مقام پر تصریح فرمادی کہ تعدیل واحد کافی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فی زمانہ گواہوں پر جرح کی جائے تاکہ عدالت واضح ہو جائے۔

باب الشهادة على الانساب والرضاع المستفيض والموت القديم وقال النبي ﷺ ارضعتني وابا سلمة ثوبية والتثبت فيه.

ترجمہ۔ نسبوں اور رضاعت مشہورہ اور موت قدیم میں گواہی کیسی ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے اور ابو سلمہؓ کو لی لی ثوبیہؓ نے دودھ پلایا تھا اور اس بارے میں خوب احتیاط برتی جائے۔

حديث (۲٤٥٨) حدثنا ادم الخ عن عائشةؓ قالت استاذن علی افلح فلم اذن له فقال اتحتجبين منی وانا عمك فقلت وكيف ذلك قال ارضعتك امرأة اخی بلبن اخی فقالت سالت عن ذلك رسول الله ﷺ فقال صدق افلح ائذنی له .....

ترجمہ۔ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت افلحؓ نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی جنہیں میں نے اندر آنے کی اجازت نہ دی تو فرمانے لگے کہ کیا تم مجھ سے پردہ کرتی ہو حالانکہ میں تو تیرا چچا ہوں میں نے پوچھا وہ کیسے فرمانے لگے کہ تجھے میرے بھائی کی بیوی یعنی میری بھابھی نے وہ دودھ پلایا تھا جو میرے بھائی کی وجہ سے تھا تو فرماتی ہیں کہ میں نے

اس بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا آپؐ نے فرمایا افلح سچ کہتا ہے اس کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔

حدیث(۲۴۵۹)حدثنا مسلم بن ابراهيم الخ عن ابن عباسؓ قال قال النبی ﷺ فی بنت حمزة لاتحل لی یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب هی بنت اخی من الرضاعة .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہؓ کی بیٹی کے بارے میں فرمایا کہ وہ میرے لئے حلال نہیں ہے کیونکہ رضاعت سے بھی وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ تو میری رضاعی بھتیجی ہے۔

حدیث(۲۴۶۰)حدثناعبدالله بن يوسف الخ عن عمرة بنت عبدالرحمن ان عائشةؓ زوج النبی ﷺ اخبرتها ان رسول الله ﷺ كان عندها وانها سمعت صوت رجل يستاذن فی بيت حفصةؓ قالت عائشةؓ فقلت يارسول الله اراه فلاناً لعم حفصةؓ من الرضاعة فقالت عائشةؓ يارسول الله هذا رجل يستاذن فی بيتك قالت فقال رسول الله ﷺ اراه فلاناً لعم حفصةؓ من الرضاعة فقالت عائشةؓ لوكان فلاناً حياً لعمها من الرضاعة دخل علی فقال رسول الله ﷺ نعم ان الرضاعة يحرم مايحرم من الولادة ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس موجود تھے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک آدمی کی آواز سنی جو حضرت حفصہؓ کے گھر داخل ہونے کی اجازت مانگ رہا تھا حضرت عائشہؓ نے فرمایا یارسول اللہ یہ آدمی آپؐ کے گھر داخل ہونے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ یہ شخص فلاں ہے۔ جو حضرت حفصہؓ کا رضاعی چچا ہے۔ جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اپنے رضاعی چچا کے بارے میں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو میرے گھر میں داخل ہوتا۔ جس پر آپؐ نے نعم ہاں سے جواب دیا۔ فرمایا رضاعت بھی انہیں رشتوں کو حرام کرتی ہے جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔

حدیث(۲۴۶۱)حدثنامحمدبن كثير الخ عن مسروق ان عائشةؓ قالت دخل علی النبی ﷺ وعندی رجل قال يا عائشةؓ من هذاقلت اخی من الرضاعة قال ياعائشةؓ انظر من اخوانكن

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے جب کہ میرے پاس ایک آدمی موجود تھا۔ آپؐ نے پوچھا اے عائشہؓ یہ کون ہے۔ میں نے کہا میرے رضاعی بھائی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے عائشہؓ دیکھ لو تمہارے بھائی کون ہیں۔ کیونکہ رضاعت تو بھوک کی وجہ سے

فانما الرضاعة من المجاعة تابعه ابن مهدی عن سفیان .... ثابت ہوتی ہے۔ ابن مہدی نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے اس کی متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی ؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ بتلانا ہے کہ جو اخبار مشہور ہو جائیں کہ ان سے حکم ثابت کیا جاسکتا ہے وہاں شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے حضرت ثویبہؓ کے متعلق خبر دی۔ کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ اور ابو سلمہؓ کو دودھ پلایا تھا۔ حالانکہ آپؐ نے اس کا ان دونوں کو دودھ پلانا بنفسه ذکر نہیں فرمایا۔

هی ابنته ای من الرضاعة اس میں آپؐ نے شهرت بین الناس کی بنا پر شہادت دی۔ اپنا واقعہ ذکر نہیں فرمایا۔

لعمها من الرضاعة اگر اشکال ہو کہ حضرت عائشہؓ کو پہلے ہی سوال میں علم حاصل ہو گیا تھا تو پھر تکرار کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ جواب یہ ہے کہ رضاعی چچا کی تین صورتیں ممکن ہیں۔ کہ رضاعی بھائی یا تو نسبی باپ کی طرف سے ہو گا۔ اور دوسرا اس کا عکس اور تیسری صورت یہ ہے کہ رضاعی بھائی رضاعی باپ سے ہو۔ پہلے سوال ان میں سے ایک قسم کے متعلق تھا۔ پھر دوسری صورت میں اشکال پیش آیا۔ اور اس کو تو بہت بعید سمجھا کہ بھائی بھی رضاعی اور باپ رضاعی سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اسلئے سوال میں تکرار پیش ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ کرمانیؒ نے ابن بطالؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ امام بخاریؒ کا مقصود اس باب سے یہ ثابت کرنا ہے کہ نسبت۔ موت اور رضاعت خبر مشہور سے ثابت ہوں گی۔ ان کو شہادت سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اب اس باب میں نسب تو احادیث رضاعۃ سے مستفاد ہے اور اس پر اجماع منقول ہے اور رضاعت کا ثبوت شہرت سے ہے جس پر احادیث باب دال ہیں اور موت قدیم کا ثبوت بحکم الحاق مستفاد ہے اور رضاعت جو ان احادیث سے ثابت ہے وہ سب کے سب جاہلیۃ میں تھیں جن کو شہرت کی بنا پر تسلیم کیا گیا جن سے حرمت اور نسب اسلام میں ثابت ہوئے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور کوفیوں کے نزدیک شہرت کی بنا پر سنی ہوئی خبر سے حکم ثابت کرنا نسب۔ موت قدیم۔ اور نکاح میں جائز ہے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ نکاح میں تو سماع جائز ہے طلاق میں نہیں۔

لعمها من الرضاعة علماء کا اختلاف ہے کہ حضرت عائشہؓ کا رضاعی چچا کون تھا۔ ابوالحسن فرماتے ہیں کہ دراصل حضرت عائشہؓ کے دو رضاعی چچا تھے ایک تو ان کے باپ ابو بکر صدیقؓ کا رضاعی بھائی تھا جس کو ابو القمیس کہتے تھے۔ اور دوسرا اس کا بھائی افلح تھا جو حضرت عائشہؓ کا رضاعی چچا ہوا۔ اور حضرت عائشہؓ کو اشتباہ چچاؤں کے اقسام کی وجہ سے پیش آیا۔ پہلا حضرت ابو بکرؓ کا رضیع تھا جس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوکان حیا اور دوسرا بھائی افلح تھا۔

والتثبت فیه یہ عبارت بھی ترجمہ میں شامل ہے جس کی طرف انظرن من اخوانکن سے فرمایا ہے کہ جو عورت کسی کا دودھ پی لے تو اسکا بیٹا اس کا بھائی نہیں بن جاتا بلکہ رضاعت تب ثابت ہو گی کہ بچہ دودھ کے سوا اور کوئی چیز استعمال نہ کرتا ہو وہ ڈیڑھ دو سال کا زمانہ ہے۔

باب شهادة القاذف والسارق والزانی

ترجمہ۔ تہمت لگانے والے چوری کرنے والے اور زنا کرنے والے کی گواہی کے بارے میں

وقول الله تعالی ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا الاية وجلد عمرؓ ابابكرة وشبل بن معبد ونافعا بقذف المغيرة ثم استتابهم وقال من تاب قبلت شهادته واجازه عبدالله بن عتبة وعمر بن عبدالعزيز وسعيد بن جبير وطاؤس ومجاهد والشعبی وعكرمة والزهری ومحارب بن دثار وشريح ومعاوية بن قرة وقال ابو الزناد الامر عندنا بالمدينة اذا رجع القاذف عن قوله فاستغفر ربه قبلت شهادته وقال الشعبی وقتادة اذا اكذب نفسه جلد وقبلت شهادته وقال الثوری اذا جلد العبد ثم اعتق وجازت شهادته وان استقضی المحدود فقضاياه جائزة وقال بعض الناس لاتجوز شهادة القاذف وان تاب ثم قال لايجوز نكاح بغير شاهدين فان تزوج بشهادة محدودين جاز وان تزوج بشهادة عبدين لم يجز واجاز شهادة المحدود والعبد والامة لرؤية هلال رمضان وكيف تعرف توبته وقد نفی النبی ﷺ الزانی سنة ونهی النبی ﷺ عن كلام كعب ابن مالك وصاحبيه حتی مضی خمسون ليلة ..

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ اور یہی لوگ ہی فاسق بد معاش ہیں۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں۔ حضرت عمرؓ نے ابو بکرہؓ اور شبل بن معبد اور نافع کو حضرت مغیرہؓ پر تہمت لگانے کی وجہ سے کوڑے لگوائے پھر ان سے توبہ کرائی اور فرمایا جس نے توبہ کرلی میں اس کی گواہی کو قبول کرلوں گا۔ اور اس کو عبداللہ بن عتبہؒ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ سعید بن جبیرؒ۔ طاؤسؒ۔ مجاہدؒ۔ شعبیؒ۔ عکرمہؒ۔ زہریؒ محارب بن دثار شریحؒ۔ اور معاویہ بن قرہؒ نے جائز رکھا ہے اور ابو الزنادؒ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں مدینہ منورہ میں حکم یہ رہا ہے کہ جب تہمت لگانے والا اپنی بات سے رجوع کرلے اور اپنے رب سے بخشش طلب کرے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور امام شعبیؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب تہمت لگانے والا اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے تو اسے کوڑے لگائے جائیں۔ اور اس کی شہادت قبول کی جائے۔ اور سفیان ثوریؒ کا ارشاد ہے کہ جب کسی غلام کو کوڑے لگادیئے جائیں پھر وہ آزاد ہو جائے تو اس کی گواہی جائز ہے اور جب حد لگائے ہوئے کو قاضی بنا کر فیصلہ طلب کیا جائے تو اس کے فیصلے جائز ہوں گے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ تہمت لگانے والا اگرچہ توبہ کرلے پھر بھی اس کی گواہی جائز نہیں ہے پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ بغیر دو گواہوں کے نکاح جائز نہیں اگر کسی نے ایسے حد لگائے ہوئے دو گواہوں کی گواہی سے نکاح کرلیا تو جائز ہے اگر دو غلاموں کی گواہی سے نکاح کیا تو جائز نہیں ہے

اور ہلال رمضان کے دیکھنے کے لئے محدود غلاموں کی گواہی سے نکاح کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور ہلال رمضان کے دیکھنے کے لئے محدود غلام اور باندی کی گواہی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور قاذف کی توبہ کی پہچان کیسے ہوگی۔ حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے زانی کو ایک سال تک ملک بدر کر دیا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے دو ساتھیوں سے لوگوں کو بات چیت کرنے سے روک دیا تھا حتی کہ پچاس راتیں گذر گئیں۔

حديث (۲٤٦۲) حدثنا اسمعيل الخ عن ابن شهاب اخبرنى عروة بن الزبير ان امراة سرقت فى غزوة الفتح فاتى بها رسول الله ﷺ ثم امر فقطعت يدها قالت عائشةؓ فحسنت توبتها وتزوجت وكانت تاتى بعد ذلك فارفع حاجتها الى رسول الله ﷺ ......

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ خبر دیتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر ایک عورت نے چوری کی جس کو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ پھر آپؐ نے اس کے متعلق حکم دیا تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعد ازاں اس نے اچھی طرح توبہ کرلی اور نکاح کرلیا۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آیا جایا کرتی تھی۔ تو میں اس کی ضرورت کو جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتی تھی۔

حديث (۲٤٦۳) حدثنا يحيى بن بكير الخ عن زيد بن خالد عن رسول الله ﷺ انه امر فيمن زنى ولم يحصن بجلدمائة وتغريب عام ...

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالدؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے غیر شادی شدہ زانی کے بارے میں سو ۱۰۰ کوڑے لگانے اور ایک سال کی جلاوطنی کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الا الذین تابوا الخ امام صاحبؒ کے قول کے مطابق یہ استثناء اولئك هم الفاسقون سے ہے۔ لاتقبلوالهم شهادة ابداً سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کو اخیر کے جملہ سے متعلق قرار نہ دیا جائے تو پھر تمام تینوں جملوں کے ساتھ متعلق ہوگا۔ کیونکہ ان میں سے دو کے ساتھ متعلق ہو اور تینوں کے ساتھ نہ ہو۔ اس کی کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے۔ نیز! فاجلدوهم ثمانين جلدة الا الذين تابوا کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ کیونکہ سب علماء کا اتفاق ہے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ تو اس لئے ضروری ہے کہ استثناء کا تعلق صرف اخیر جملہ سے ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جمیع قراء کا اتفاق ہے لاتقبلوالهم شهادة ابداً پر حرف جیم سے وقف ہے۔ جس کے متعلق ان حضرات کا فیصلہ ہے کہ اس مقام پر وصل وقف راجح ہوتا ہے۔ بنابریں اولئك هم الفاسقون الگ کلام ہوا تو استثناء کا تعلق اسی کلام سے ہوگا۔ نہ کہ ماسبق سے اس لئے کہ ماسبق تو اس سے منفصل ہے اور قراء کا مذہب

قرأت کے معاملہ میں فریقین کے نزدیک مسلّم ہے تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر استثناء کو ماتقدم سے بھی متصل قرار دیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ محدود فی القذف کی توبہ ارتکاب جرم کے بعد مقبول ہے اس سے پہلے نہیں کہ گناہ کیا نہیں کہ توبہ کیسی۔ اور سب کو معلوم ہے کہ یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جس نے کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا مثلاً زنا کیا چوری کی یا شراب خوری کی تو جب تک توبہ نہ کریں ان کی شہادت مردود ہوگی۔ تو یہ حکم محدود فی القذف اور دیگر سب میں برابر ہوا۔ ان میں کوئی تفریق نہ ہوگی۔ حالانکہ سب کے نزدیک ان میں تفاوت ثابت ہے کیونکہ محدود فی القذف کے بارے میں حکم بہت سخت ہے جیسا کہ سیاق آیت تقاضا کر رہا ہے اور اس جرم کا عظیم ہونا بھی اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ حدود ان سب حضرات کے نزدیک ساتر اور تمام گناہوں کا کفارہ ہیں۔ زاجر یعنی رکاوٹ والی نہیں ہیں جب معاملہ یہ ہے تو اب قبول شہادت کے لئے توبہ کی ضرورت نہ رہی بلکہ حد قائم کرنے سے اس کا فسق زائل ہو گیا تو گویا کہ اس نے کسی گناہ کا ارتکاب ہی نہیں کیا اس لئے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب له جو شخص گناہ سے توبہ کرنے والا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں تو اب قبول شہادت کو لسانی توبہ پر موقوف رکھنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ البتہ علماء احناف ؒ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے ان کا مسئلہ واضح ہے کہ توبہ سے فسق زائل ہو گیا کیونکہ توبہ انابت الٰہی کا نام ہے تو پکڑنہ ہونے میں یہ دوسرے کی طرح ہو گیا۔ رہ گیا شہادت کا رد ہونا وہ منجملہ حد میں داخل ہے۔ اور ہمارے نزدیک حدود محض زاجر اور روکنے والی ہیں کفارہ نہیں ہیں تو حد کے اندر محض فسق کا زائل ہونا کافی نہ ہوا بلکہ توبہ کی بھی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ پانچویں نقلی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اپنے خط میں لکھا کہ مسلمان سب عادل ہیں ایک دوسرے پر گواہی دے سکتے ہیں مگر حدود فی القذف عادل نہیں ہے صرف اس کا استثناء ہے تائب کا استثناء نہیں ہے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ محدود فی القذف کی شہادت مقبول نہیں اس میں تائب اور غیر تائب کا فرق نہیں کیا گیا تو جناب نبی اکرم ﷺ کی حدیث اور حضرت عمر ؓ کا اپنے گورنر کو خط لکھنا یہ دونوں احناف ؒ کی اختیار کردہ تفسیر آیت کی تائید کرتے ہیں۔ اگر توبہ کر کے فسق زائل ہونے کی صورت میں محدود فی القذف کی گواہی مقبول ہوتی تو نہ جناب نبی اکرم ﷺ اس کو مطلق چھوڑتے نہ ہی حضرت عمر ؓ اپنے خط میں مطلق چھوڑتے بلکہ تائب کا استثناء کر دیتے۔ اور چھٹی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم ان حضرات کے کہنے کے مطابق استثناء کو محمول کریں تو پھر تقبلوا لهم شهادة ابدا اور الا الذین تابوا میں تعارض ہوگا اس لئے کہ اگر مقصود لا تقبلوا سے استثناء کرنا ہوتا تو پھر اس کو ابدا کی قید سے مقید نہ کیا جاتا۔ لہٰذا رفع تعارض کی یہی صورت ہے کہ تفسیر آیت احناف کے مسلک کے موافق کی جائے۔

اس معارضہ کی تقریر سے امام بخاری ؒ کا وہ استدلال باطل ہو جائے گا کہ حضرت عمر ؓ نے ابو بکرہ اور ان کے دو ساتھیوں کو حد قذف جاری کرنے کے بعد توبہ کی وجہ سے ان کی شہادت قبول فرمائی۔ جواب اس طرح ہوا کہ حضرت عمر ؓ کے خط اور اس فعل میں تعارض ہو گیا یا تو فعل عمر ؓ کو قول کی وجہ سے ساقط کیا جائے گا اذا تعارضا تساقطا فعل اور قول تعارض کی وجہ سے دونوں ساقط ہو گئے البتہ کتاب اللہ اور سنت رسول ؐ کے دلائل سالم رہے ان کے معارض کچھ بھی نہیں یا فعل عمر ؓ میں تاویل کی جائے گی وہ تاویل یہ ہے کہ ان شہود نے مغیرہ کو

قابل اعتراض حالت میں دیکھا۔ لیکن نہ تو وہ یہ ثابت کر سکے کہ انہوں نے مغیرہ کو ایک عورت کے ساتھ زنا کرتے دیکھا ہے۔ اور نہ ہی اس عورت کا اجنبی ہونا ثابت کر سکے۔ اس لئے ان پر حد قذف جاری کی گئی۔ اگر چہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے تھے۔ اور یہ ہمارے مسلمات میں سے ہے کہ اگر کسی کو کسی وجہ سے حد قذف لگائی جائے اور بعد میں ثابت ہو جائے کہ یہ لوگ اپنے الزام لگانے میں سچے ہوں لیکن اس عورت کا زوجہ ہونا ثابت ہو گیا۔ یا اجنبی عورت ہو لیکن انہوں نے اس طرح نہ دیکھا ہو کہ جیسے سرچو سرمہ دانی کے اندر ہوتا ہے۔ بلکہ کسی کپڑے وغیرہ سے اس نے عورت پر پردہ کر لیا ہو۔ لیکن جب حضرت عمرؓ کے نزدیک ان کی صداقت ثابت نہ ہو سکی تو آپ نے ان پر حد قذف جاری کر دی۔ چونکہ وہ لوگ کما حقہا شہادت مہیا نہیں کر سکے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ان سے توبہ کرائی۔ اور ان کی شہادت یا تو اس لئے قبول فرمائی کہ وہ جھوٹے نہیں تھے۔ اور ان پر حد جاری کرنا اور توبہ کرانا ان کے جھوٹ کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ شریعت غراء کے حکم کی وجہ سے تھا۔ جب امام اعظمؒ کا مسلک آیت کریمہ حدیث نبویؐ اور حضرت عمرؓ کے اثر سے ثابت ہو گیا تو تابعین کی یہ لمبی چوڑی فہرست جو امام بخاریؒ نے پیش کی ہے وہ اس امام اکبر افخم تابعی کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم۔

وقد نفی النبی ﷺ روایت کو ترجمہ سے مطابقت اس طرح ثابت فرمائی کہ جب حدود ان حضرات کے نزدیک ساترات ہیں تو جلاوطن کر دینا اور سال کا پورا گذر جانا یہ توبہ ہوئی۔ جس کو حد کے تمام ہونے میں دخل ثابت ہوا۔

حتی مضی خمسون لیلۃ صحابہ کرامؓ کا اس مدت معینہ تک ان حضرات کا بائیکاٹ جاری رکھنا اور کلام تک نہ کرنا یہ توبہ کی قبولیت کی نشانی ہوئی اس لئے کہ جب اس مدت کے بعد کلام کرنا مباح ہو گیا تو معلوم ہوا کہ جو چیز اس بائیکاٹ کا باعث تھی وہ زائل ہو گئی یعنی فسق ختم ہو گیا تو اس مدت معینہ کا گذر جانا توبہ کے پہچاننے کا ذریعہ ہوئی اور اس طرح چوری کرنے والی عورت کی روایت سے ثابت ہوا کہ قطع ید یعنی ہاتھ کا کاٹ دینا ہی اس کی توبہ تھی۔ جب ہاتھ کٹ گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی توبہ قبول ہوئی۔ لہذا شہادت بھی مقبول ہو گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطب گنگوہیؒ نے ایک مشہور اختلافی مسئلہ میں احنافؒ کی جانب سے بڑے بسط کے ساتھ جوابات دیئے ہیں۔ مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تہمت لگانے والا خاوند ہے۔ تو اس کا قذف یا تو گواہوں سے ثابت ہو گا۔ یا لعان سے ثابت ہو گا۔ اگر قاذف اجنبی ہے تو پھر قذف گواہوں سے یا مقذوف کے اقرار سے ثابت ہو گا۔ محض تہمت لگانے سے نہ تو فسق کا تحقق ہو گا نہ حد لگائی جائیگی اور نہ ہی شہادت کو رد کیا جائے گا۔ اگر اس کا قذف ان امور میں سے کسی کے ساتھ ثابت نہیں ہوا تو پھر حد قذف بھی واجب ہو گی فسق کا حکم بھی لاگو ہو گا۔ اور اس کی شہادت بھی رد کر دی جائے گی۔ اگر اس نے توبہ کر لی تو حد ساقط نہ ہو گی۔ البتہ فسق زائل ہو جائے گا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور اس کی گواہی بھی قبول ہو گی۔ ائمہ ثلاثہؒ۔ امام ابو یوسفؒ۔ امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے البتہ امام نخعیؒ۔ ثوریؒ۔ اور اصحاب الرائےؒ فرماتے ہیں کہ جب قاذف کو کوڑے لگا دیئے گئے تو اب اس کی شہادت قبول نہ ہو گی۔ خواہ توبہ ہی کیوں نہ کرے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جلد سے پہلے اگر توبہ نہ بھی کرے تو اس کی شہادت رد نہ ہو گی گویا خلاف دو مقام پر ہوا

ایک تو یہ ہے کہ ہمارے نزدیک جب قذف متحقق ثابت نہیں ہو سکا تو قذف سے اس کی شہادت ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک کوڑے لگانے کے بعد شہادت ساقط ہو گی۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ جب توبہ کرلی اگر چہ کوڑے لگ چکے ہوں پھر بھی اس کی شہادت ہو گی۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جلد کے بعد شہادت قبول نہیں۔ لاتقبلوا شہادۃ ابداً۔

لم یتصل بالاخیر الخ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کے اندر قاذف جب گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کے تین احکام ذکر فرمائے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اسے اسی ۸۰ کوڑے لگائے جائیں۔ دوسرا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی گواہی ردّ کردی جائے۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ وہ عنداللہ اور عندالناس فاسق ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تائب کو اس سے مستثنیٰ کردیا۔ اب پہلے حکم کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ استثناء اس کو شامل نہیں۔ کیونکہ جلد یعنی کوڑے لگانے کا حکم کسی وقت ساقط نہیں ہوتا۔ خواہ توبہ کرے یا نہ کرے۔ البتہ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر قاذف اقامت حد سے پہلے توبہ کرلے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ تیسرا حکم جو متصل بالاستثناء ہے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ کیونکہ جمیع حضرات کے نزدیک توبہ کرنے سے فسق زائل ہو جائے گا۔ نص کتاب سے ثابت ہے۔ اب درمیانے حکم میں اختلاف واقع ہوا۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بھی آخری حکم کے ساتھ لاحق ہے کہ توبہ سے ردّ شہادت کا حکم بھی زائل ہو جائیگا اس لئے کہ استثناء جب کئی جملوں کے بعد آئے جن کا ایک دوسرے پر عطف ہو تو استثناء سب کو شامل ہوگا یہاں بھی ایسا ہے مگر پہلا حکم اجماع کی وجہ سے نکل گیا اب دو استثناء میں داخل رہیں گے۔ علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ استثناء کا تعلق صرف تیسرے حکم سے ہے۔ کیونکہ اصل یہی ہے کہ اس کا تعلق متصل کے ساتھ ہو۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ اس کا تعلق جمیع کے ساتھ ہے۔ تو پھر پہلا حکم تو اجماعی طور پر خارج ہو گیا۔ اب تین جملوں میں سے دو کے ساتھ تعلق کی وجہ سمجھ نہیں آتی کیونکہ یا تو تعلق سب کے ساتھ ہو وہ ممنوع ہے یا آخیر کے ساتھ وہ واضح ہے۔ وھو المقصود۔

علی وقف الجیم تمام مصاحف ہندیہ اور مصریہ میں ابداً کے بعد وقف جیم ہے۔ جس کے متعلق قراء کے یہاں مشہور یہ ہے کہ وقف ہو۔ یہ راجح ہے۔ اور وصل مرجوع ہے۔ شرح جزریہ میں ملا علی قاریؒ نے یہی فرمایا ہے۔ اولئک ھم الفاسقون کلام علیحدہ۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ احنافؒ کے نزدیک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قاذف کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ردّ شہادت حد شرعی کے ساتھ تتمہ میں سے ہے جس میں جزا بننے کی صلاحیت تو پہلے حکم کی طرح یہ حکم بھی حد ہونے میں شریک ہوگا۔ اولئک ھم الفاسقون میں جزا بننے کی صلاحیت نہیں ہے کیونکہ اس میں ائمہ کو خطاب نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک صفت جو قاذفین کے ساتھ قائم ہے پس یہ تمام میں سے حد نہیں بن سکتا کیونکہ یہ مستقل کلام ہے جس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ ماقبل پر عطف نہیں ہو سکتا۔ بوجہ جملہ اخبار پر ہونے کے جس میں ائمہ کو خطاب نہیں پایا جاتا اور اس سے پہلے جملہ انشائیہ ہے۔ جس میں ائمہ کو خطاب ہے۔ اور اسی طرح لاتقبلوا بھی جملہ انشائیہ ہے جس میں ائمہ کو خطاب ہے جس کا عطف فاجلدوا جملہ انشائیہ پر ہوگا۔ لیکن امام شافعیؒ لاتقبلوا کو فاجلدوا سے الگ کر رہے ہیں۔ حالانکہ اتصال کی دلیل موجود ہے وہ دونوں کا جملہ انشائیہ ہونا ہے۔ اور اولئک ھم الفاسقون کو

فاجلدوا کے ساتھ جوڑ رہے ہیں۔ باوجودیکہ دلیل انفصال موجود ہے وہ اس کا جملہ اسمیہ ہونا ہے جس میں جزا بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔
هكذا فى المحلى فان شهادتهم مردودة الخ یعنی اس تقریر سے تو یہ لازم آتا ہے کہ سب اہل کبائر کی شہادت مردودہ ہوں۔ حالانکہ یہ تغلیظی حکم صرف قذف کے لئے ہے بقیہ کبائر کے لئے نہیں ہے کوئی امام بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

الحدود ساترات عندهم ومكفرات اس سے ایک مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ جمہور ائمہ کے نزدیک حدود کفارات ہیں اور احنافؒ کے نزدیک محض زاجرات ہیں چنانچہ در مختار میں ہے الحد عقوبة مقدرة وجبت حقالله تعالى زجرا وليس مطهرا عندنا بل المطهر التوبة الخ یعنی حد ایک شرعی مقرر شدہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب ہوئی ہے اور جرائم سے روکنے کا ذریعہ ہے۔ ہمارے احنافؒ کے نزدیک مطہر نہیں گناہوں سے پاک کرنے والی توبہ ہے کیونکہ قطاع الطريق (ڈاکو) کی سزا کے بارے میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں ذلك لهم خزى فى الدنيا ولهم فى الاخرة عذاب عظيم الاالذين تابوا۔ تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ڈاکو کی سزا دنیا اور آخرت دونوں کو جمع فرمادیا۔ اور عذاب آخرت کو توبہ سے ساقط فرمادیا۔ اس لئے کہ اس مقام پر بالاجماع استثناء کا تعلق صرف آخری جملہ سے ہے۔ کیونکہ توبہ حد شرعی فی الدنیا کو ساقط نہیں کرسکتی۔ اور علامہ زیلعیؒ نے حد کے مطہر للذنب نہ ہونے پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ یہ حد کافر پر بھی قائم ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کے لئے بالاتفاق مطہر نہیں ہے لہذا مسلم کے لئے بھی مطہر نہ ہوگی۔ بلکہ زاجر ہوگی۔

فان عمر كتب الخ زیلعی نے نصب الرايه میں دارقطنی کی طویل روایت نقل کی ہے۔ اور بیہقیؒ نے بھی حضرت عمرؓ کا خط ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام نقل کیا ہے جس کے آخر میں ہے المسلمون عدول بعضهم على بعض الامجلوداً فى حد لامجربا فى الشهادة زور اور محلی میں حضرت عمرؓ کا قول منقول ہے کہ آپ نے ابی بکرۃ سے فرمایا کہ تب اقبل شهادتك کہ تم توبہ کرو۔ میں تمہاری گواہی قبول کرلوں گا۔ تو یہ قول کتاب عمرؓ کے معارض ہوا۔ یا تساقط ہوگا یا خط کو ترجیح دی جائے گی۔

قبل الشهادة ابى بكرة الخ واقعہ یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے۔ جن پر ابو بکرہ۔ شبل۔ اور نافع وغیرہ نے تہمت لگائی کہ انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ ایک عورت جس کو رقطاء کہا جاتا تھا۔ ام جمیل اس کا نام تھا جس کے خاوند حجاج بن عتیک نے اس کے پیٹ پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمرؓ کے پاس جاکر شکایت کی حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کردیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو والی بنادیا۔ مغیرہؓ پر تین گواہوں نے زنا کی شہادت دی۔ زیاد چوتھے کی شہادت ثابت نہ ہوسکی۔ جس نے کہا کہ میں نے انہیں قابل اعتراض حالت میں دیکھا لیکن پورا علم نہیں ہے کہ اس نے اس سے جماع کیا یا نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے تین گواہوں پر حد قذف عائد کی اس قصہ کو امام طحاویؒ نے بھی نقل کیا ہے۔

فانه تقبل شهادة چنانچہ در مختار میں ہے کہ جب محدود اپنے صدق پر گواہ قائم کردے تو پھر اس کی شہادت قبول کی جائے گی

انها زوجته فیض الباری میں ہے کہ حضرت مغیرہؓ کا ایک عورت کے گھر میں آنا بہت تحقیق اور تلاش کے باوجود میرے نزدیک ثابت نہیں ہوا۔ کہ اس نے اس عورت سے خفیہ نکاح کر لیا تھا جس کے پاس آتے جاتے تھے۔ اور اس سے ہمبستر بھی ہوتے تھے۔ باقی انہوں نے حضرت عمرؓ کے پاس یہ عذر اس لئے بیان نہ کیا کہ ایسے معاملہ نکاح سے حضرت عمرؓ نے منع فرمادیا تھا۔ بلکہ اعلان کرایا تھا جو ایسا کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ اس لئے ڈر کے مارے انہوں نے یہ عذر پیش نہ کیا۔

استتابهم توبہ اس لئے کرائی کہ جب تک شہادت زنا کا نصاب مکمل نہ ہو زنا کا پروپیگنڈہ نہ کرنا چاہئیے اور قذف سے توبہ کی صورت یہ ہے کہ اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے۔ اور آئندہ کے لئے ایسے کام سے باز رہنے کا اقرار کرے۔ امام بخاریؒ کا میلان یہ ہے کہ توبہ کافی ہے تکذیب نفس کی ضرورت نہیں ہے۔

کیف تعرف توبته اس عبارت سے امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ توبہ کے لئے ایک مدت ضرور ہو۔ جس میں اس کی صلاح ظاہر ہو جائے۔ اکثر حضرات نے اس مدت کی تعیین ایک سال سے کی ہے۔ کیونکہ اس میں چار فصلیں ہیں۔ جن میں نفس کے اندر تغیر ناگزیر ہے۔ لہذا جب یہ مدت گذر جائے گی تو معلوم ہو جائے گا کہ اب اس کی سیرت اچھی ہوگئی غالباً حدیث عائشہؓ کی طرف اشارہ ہے جس میں مدت کا ذکر ہے۔ اور توبۃ نصوح کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں۔ الندم بالقلب۔ دل سے شرمندہ ہونا۔ استغفار باللسان زبان سے مغفرت طلب کرنا۔ اور دل میں پھر نہ کرنے کا عہد کرنا۔ اور برے لوگوں کی صحبت سے دور رہنا اگر حق اللہ ہے جیسے زکوۃ تو اس کی ادائیگی توبہ حقوق الادی کی واپسی توبہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مغفرت محض توبہ سے حاصل ہو گی۔ جب شرک بالاسلام میں کسی شرط کا توبہ کے لئے اعتبار نہیں ہے۔ تو باقی معاصی کے لئے بھی توبہ کسی شرط پر موقوف نہ ہو گی۔ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ فاسق جب اپنے گناہوں سے تائب ہو تو اس وقت تک اس کی توبہ قبول نہ ہو گی جب تک توبہ کے آثار نظر نہ آئیں بعض نے اس کی مدت چھ ماہ اور بعض نے ایک سال مقرر کی ہے۔ راجح یہ ہے کہ یہ امام اور قاضی کی رائے پر ہے۔ اور خلاصہ میں ہے لوکان عدلا فشهد بزور ثم تاب فشهد تقبل من غير مدة یعنی اگر عادل نے جھوٹی گواہی دے کر اس سے توبہ کر لی پھر گواہی دے تو بغیر کسی مدت گذرنے کے اس کی گواہی قبول کی جائیگی۔

نفي الزنا والنهي عن كلام كعب بن مالك الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ مناسبت اس طرح ثابت ہوئی کہ آنجناب نبی اکرم ﷺ نے جلاوطنی اور بائیکاٹ کے بعد توبہ کے لئے کسی اور چیز کو ضروری قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی آپؐ سے یہ منقول ہے کہ آپؐ نے زانی سے کہا کہ وہ اپنے نفس کی تکذیب کرے۔ اور اعتراف کرے کہ میں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ اسی طرح غزوۂ تبوک میں تین حضرات کی شمولیت نہ کرنے پر جو بائیکاٹ اور ہجران کی مدت پچاس راتیں گذریں۔ ان کے علاوہ اور کوئی شرط توبہ کے لئے بیان نہیں کی گئی۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ان روایات کو ذکر کر کے بیان مدت میں جو اختلاف ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان روایات کا اکذاب نفس سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اگر وہ ہو سکتا ہے تو صرف شہادت زور اور قذف میں ممکن ہے۔ زنا اور تخلف کعب سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

وقال بعض الناس امام بخاریؒ نے اس باب میں احنافؒ پر تین طرح سے ردّ کیا ہے کہ ان کے کلام میں تناقض ہے۔ پہلا یہ ہے کہ یہ لوگ شہادت محدود فی القذف کی جائز قرار نہیں دیتے۔ لیکن ان کی شہادت سے نکاح کو صحیح کہتے ہیں۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ شہادت محدود فی القذف سے نکاح کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن غلام کی شہادت سے جائز نہیں کہتے۔ حالانکہ دونوں ناقص فی الشہادت ہیں اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ لوگ شہادت میں فرق کرتے ہیں۔ چاند دیکھنے کے بارے میں محدود عبد۔ اور باندی کی شہادت کو مباح قرار دیتے ہیں باقی امور میں ان کی شہادت کا اعتبار نہیں کرتے لیکن ادنیٰ غور و خوض سے ان کے جوابات دئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے شیخ گنگوہیؒ نے ان کا تعرض نہیں کیا۔ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ واقعی محدود فی القذف کی شہادت ان کے یہاں مقبول نہیں۔ اگرچہ وہ توبہ بھی کرلے کیونکہ توبہ سے فسق زائل ہو جائے گا۔ کیونکہ عدم قبول شہادت اس کے غیر عادل ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ دیکھئے باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں قبول نہیں ہے۔ لیکن وہ عادل ہے۔ اس لئے توبہ کے بعد محدود فی القذف کی شہادت سے نکاح صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ عادل ہے البتہ شہادت مقبول نہیں ہوگی۔ جیسے باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں مقبول نہیں ہوتی وہ اس لئے نکاح کی صحت دو گواہوں کی موجودگی پر موقوف ہے یہ نہیں کہ وہ اداء کے وقت مقبول الشهادة ہوں۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عبد اہل شہادت میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شہادت باب ولایت میں سے ہے۔ عبد جب اپنے نفس کا مالک نہیں تو وہ دوسرے کے لئے ولایت کیسے ثابت کر سکتا ہے۔ بخلاف محدود فی القذف کے کہ وہ اہل ولایت میں سے ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ شہادت عبد ولایت میں حریت کا اعتبار لازمی ہے۔ اور عبد کو کسی طرح کی ولایت حاصل نہیں۔ تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ شہادت ہلال باب اخبار میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کیلئے لفظ شہادت مختص نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شہادت ہلال بلا دعویٰ۔ بلا لفظ اشهد۔ بلا حکم اور بلا مجلس قضاء قبول کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ خبر ہے شہادت نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ انظر ان من اخوانکن یعنی ہر عورت جو دودھ پلادے وہ ماں نہیں بن جاتی۔ اور نہ کوئی آدمی بھائی بن جاتا ہے۔ جب تک رضاعت مجاعة کے زمانہ میں نہ ہو۔ کیونکہ دودھ بچے کے لئے ایسے ہے جیسے بڑے کے لئے کھانا ہوتا ہے اسلئے اس میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اگر اشکال ہو کہ احادیث میں تو موت قدیم کا ذکر نہیں ہے۔ پھر ترجمہ سے مطابقت کیسے ثابت ہوگی تو کہا جائے گا کہ موت کو رضاعت پر قیاس کیا گیا۔ کہ جیسے رضاعت شہرت سے ثابت ہوتی ہے۔ موت بھی شہرت سے متحقق ہوگی۔ شہادت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ لابکرة کا نام نفیع ابن الحارث تھا۔ شبل ان کا سوتیلا بھائی ہے۔ ماں کی طرف سے۔ اور نافع بن الحارث حقیقی بھائی ہے۔ اور تینوں بھائی صحابی ہیں اور ان کے ہمراہ ایک چوتھا بھائی بھی تھا جن کا نام زیاد بن سمیه تھا۔ سمیہ ابو سفیان کی باندی تھی۔ زیاد نہ صحابی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی روایت ہے۔ البتہ وہ زہاد عرب اور فصحاء عرب میں سے تھا۔ جس کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی۔

وکیف تعرف توبته اس جملہ کا عطف اوّل ترجمہ پر ہے۔ اور بسا اوقات امام بخاریؒ ترجمہ کے بعد ترجمہ لایا کرتے ہیں

اگرچہ ان میں فاصلہ ہو۔ حضرت کعب بن مالک کے دوساتھی مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ ہیں۔ علی الثلاثۃ الذین خلفوا کا یہی مصداق ہے اگر اعتراض ہو کہ ان حضرات کے قصہ کا باب سے کیا تعلق ہوا تو کہا جاگا کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانا بغیر اجازت کے چور کی طرح گناہ ہے۔ پچاس دن کے بعد ان کی توبہ کا علم ہوا تو حضرت کعبؓ کے قصہ میں توبہ کا علم مدت کے بعد ہوا۔ اور سارقہ کی حدیث میں حضرت عائشہؓ کے قول سے توبہ کا علم ہوا۔ حسنت توبتھا اور زانی کی توبہ یعنی حضرت ماعز اسلمیؓ کی توبہ حد کے بعد حاصل ہوئی۔

باب لایشھد علی شھادۃ جورٍ اذا اشھد۔

ترجمہ۔ جب کسی کو ظلم پر گواہ بنایا جائے تو وہ ظلم پر گواہی نہ دے۔

حدیث (۲۴۶۴) حدثنا عبدان الخ عن النعمان بن بشیرؓ قال سالت امی ابی بعض الموھبۃ لی من مالہ ثم بدالہ فوھبھا لی فقالت لاارضی حتی تشھد النبی ﷺ فاخذبیدی وانا غلام فاتی بی النبی ﷺ فقال ان امہ بنت رواحۃ سالتنی بعض الموھبۃ لھذا قال الک ولد سواہ قال نعم فاراہ قال لاتشھد نی علی جورٍ وقال ابوحریز عن الشعبی لااشھد علی جورٍ ....

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے لئے باپ سے اپنے مال سے کچھ ھبہ کرنے کی درخواست کی جنہوں نے مناسب سمجھ کر میرے لئے ھبہ کر دیا لیکن میری ماں نے کہا میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک آپ حضرت نبی اکرم ﷺ کو گواہ نہ بنالیں۔ چنانچہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا جب کہ میں لڑکا تھا۔ اور مجھے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ پس فرمانے لگے کہ ان کی والدہ عمرہ بنت رواحہؓ چاہتی ہے کہ اس کے لئے میں کچھ مال ہبہ کردوں۔ آپؐ نے پوچھا کہ اس کے علاوہ بھی آپ کی کوئی اولاد ہے۔ انہوں نے نعم کہہ کر جواب دیا۔ کہ اولاد ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ اور امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ میں ظلم پر گواہی نہیں دوں گا۔ ترجمہ میں واضح ہے بحث گذر چکی ہے۔

حدیث (۲۴۶۵) حدثنا ادم الخ سمعت عمران بن حصینؓ قال قال النبی ﷺ خیرکم قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم قال عمران لاادری اذکر النبی ﷺ بعد قرنین او ثلثۃ قال النبی ﷺ ان بعدکم قومایخونون ولایؤتمنون

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد آئیں گے۔ پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔ حضرت عمرانؓ کا کہنا ہے کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ اس کے بعد آپؐ نے دو زمانے ذکر کئے یا تین ذکر کئے۔ بہر حال

ویشھدون ولایستشھدون وینذرون ولایفون ویظھر فیھم السمن . . . .

اس کے بعد فرمایا کہ پھر تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو خیانت کریں گے امانت داری ان میں نہیں ہوگی گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ لوگ نذر مانیں گے۔ لیکن انہیں پورا نہیں کریں گے۔ اور ان میں موٹاپا غالب ہوگا۔

حدیث(٢٤٦٦)حدثنامحمدبن کثیر الخ عن عبداللهؓ عن النبی ﷺ قال خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیئ اقوام تسبق شھادة احدھم یمینه ویمینه شھادته قال ابراھیم وکانوایضربونناعلی الشھادة والعھد...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں۔ پھر ان کے بعد کے پھر ان کے بعد کے۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی شہادت قسم سے آگے بڑھے گی۔ اور ان کی قسم شہادت سے آگے بڑھے گی۔ یعنی شہادت اور قسم پر حریص ہوں گے۔ اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو شہادت اور عہد و پیان پر مار پڑتی تھی کہ کہیں یہ ہماری عادت نہ بن جائے۔ یہ ہمارے بچپن کا دور تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لایستشھدون الخ یہ محل ترجمہ ہے۔ کیونکہ ان سے شہادت اس لئے طلب نہ کی جاتی تھی کہ وہ شہادت کو اس کے طریقہ پر ادا نہیں کرتے گویا ان کی شہادت شھا دت علی جور ہوئی۔ یا یوں کہا جائے کہ ترجمہ یظھر فیھم السمن سے ثابت ہے۔ کیونکہ انکا مطمح نظر اور ان کی رغبت موٹاپے میں ہوگی۔ کہ ان کا بڑا مقصد صرف نقدی وصول کرنا اور مبلغات اینٹھنا ہوگا خواہ وہ صدق شہادت سے حاصل ہو یا کذب فی الشھادت سے۔ وہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے کہ یہ شہادت عدل ہے یا جور ہے۔ تو جب شہادت صادقہ اور کاذبہ میں بے پرواہی برتنے پر ان کی مذمت کی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ شہادت جور تو سخت مذموم ہے اور ایسا گواہ جو عدل وجور میں فرق نہیں کرتا وہ زیادہ قابل مذمت ہوگا۔

وکانو یضربونناعلی الشھادة والعھد اگر اس سے مراد یہ ہے کہ بچپن میں ہمیں شہادۃ اور عہد کی قسم کھانے پر مار پڑتی تھی کیونکہ یہود ایسی قسم اٹھاتے تھے تو ہمیں ان سے مشابہت کی وجہ سے پیٹا جاتا تھا۔ اور ایسے الفاظ کے ساتھ قسم کھانا مناسب نہیں ہے۔ لیکن یہ معنی باب کے مناسب نہیں۔ اور اگر یہ مراد ہو کہ ہمیں نشھد بکذا واعھدك بکذا پر مار پڑتی تھی تو پھر پٹائی کا مقصد یہ ہوگا کہ ہمیں ایسے اقوال کی عادت ڈالنے سے روکا جاتا تھا کہ ہم کہیں صدق اور کذب میں نہ پڑ جائیں کیونکہ ایسی شہادت میں یمین کے معنی بھی ہیں تو پھر یہ اس باب کے مناسب ہوگا کہ ہمیں سچی قسم کھانے سے بھی منع کیا جاتا۔ کہ جب تک سخت ضرورت لاحق نہ ہو قسم نہ اٹھائی جائے۔ چہ جائیکہ جھوٹی قسم اٹھائی جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یشهدون ولایستشهدون کے بارے میں علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ مطابقت حدیث کو باب سے اس طرح ہوئی کہ مثل از استشہا دے شہادت دینا اس میں ظلم کے معنی ہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اداء شہادت بغیر طلب کے ہے۔ یہی معنی زیادہ قریب ہیں۔ لیکن اس کے معارض مسلم کی روایت ہے کہ بہتر گواہ وہ ہے جو سوال سے پہلے گواہی دے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس کا حق کسی کے ذمہ ہو مگر اس کا کوئی جاننے والا نہیں۔ اس کو علم تھا وہ قبل از طلب اس لئے گواہی دیتا ہے کہ صاحب حق کا حق نہ مارا جائے۔ یا عالم بالشهادة مر گیا اس کے ورثه سے اس کی حق ادائیگی کرادیں یہ اسکے بارے میں ہے۔ یا اس سے مراد شہادت حسبہ ہے جس کا تعلق آدمیوں کے حقوق سے نہ ہو بلکہ حقوق اللہ کا تعلق ہو جیسے عتاق وصية۔

الحاصل حدیث ابن مسعودؓ سے وہ شہادت مراد ہے جس کا تعلق حقوق الادميين سے ہو۔ اور حدیث زید سے شهادة فی حقوق الله مراد ہے اور بعض نے حدیث عمران کو شہادت زور پر محمول کیا ہے اور حدیث زید کو عموم پر رکھا ہے۔

یظهر فیهم السمن کے بارے میں حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کھانے پینے کی چیزوں میں وسعت کو پسند کریں گے اور بعض نے اس سے کثرت مال مراد لیا ہے اور بعض نے کہا کہ ایسی چیزیں کثرت سے ظاہر کریں گے جو ان میں نہیں ہوں گی وغیرہ۔ اور بعض نے حقیقی یعنی موٹاپا مراد لیا ہے کیونکہ موٹا آدمی عموما بلید الفهم ہوتا ہے اور عبادت کو بوجھ سمجھتا ہے۔

باب ماقيل في شهادة الزُّور

ترجمہ۔ باب ان چیزوں کے بارے میں جو جھوٹی گواہی کے بارے میں کہا گیا ہے۔

لقول الله عزوجل والذين لايشهدون الزور وكتمان الشهادة ولاتكتموا الشهادة ومن يكتمها فانه اثم قلبه والله بما تعملون عليم تلووا السنتكم بالشهادة .....

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے قول کی وجہ سے اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور شہادت کا چھپانا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور تم شہادت کو مت چھپاؤ اور جو شخص شہادت کو چھپاتا ہے تو پس اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے ان اعمال کو جو تم کرتے ہو اور شہادت میں اپنی زبانوں کو مت مروڑو

حدیث (۲۴۶۷) حدثنا عبداللہ بن منیر الخ عن انسؓ قال سئل النبیﷺ عن الكبائر قال الاشراك بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس وشهادة الزور تابعه غندر

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمﷺ سے بڑے بڑے گناہوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ کسی جی کو قتل کرنا۔ اور جھوٹی گواہی دینا۔ غندر نے اس کی متابعت کی۔

حدیث (۲٤٦۸) حدثنامسدد الخ عن ابی بکرة قال قال النبی ﷺ الاانبئکم باکبر الکبائر ثلثا قالوا بلی یارسول الله قال الاشراك بالله وعقوق الوالدین وجلس وکان متکئاً فقال الاوقول الزور قال فما زال یکررها حتی قلنا لیته سکت ......

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں کو بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کے متعلق نہ بتلاؤں۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کیوں نہ یارسول اللہ! آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ حضور ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے جب کہ پہلے سہارا لینے والے تھے پس آپؐ نے فرمایا خبردار اور جھوٹی بات جسے آپؐ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگوں نے کہا کہ کاش! آپؐ خاموش ہو جاتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ تلووا السنتکم بالشهادة کلمہ شہادت کو زائد کرنے سے آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے کہ لی اللسان عن الحق سے مراد شہادت ہے۔

الشهادة الزور وکذا قول الزور حدیث سے ترجمہ کے ایک جزء شهادة الزور پر تو دلالت واضح ہے لیکن دوسرا اجزء کتمان الشهادة پر دلالت نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شهادة الزور میں جھوٹ ہوتا ہے جو کتمان الشهادت کو مستلزم ہے غیر مشهود له کے بارے میں۔ تو اس طرح ترجمہ کے دونوں جزء بلا تکلف ثابت ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت ابن عباسؓ نے تلووا السنتکم کی تفسیر شہادت سے کی ہے اس آیت کریمہ میں ان تلووا اوتعرضوا ای تلووا السنتکم بالشها دة وتعرضوا عنها. حاصل یہ ہے کہ لی کی تفسیر تعریف سے اور اعراض کی تفسیر ترک فرمائی ہے۔ مصنفؒ نے کتما ن الشهادة مع الشهادة الزور کہہ کر اسی اثر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی بتلایا کہ شہادۃ زور حرام ہے ۔ کیونکہ وہ ابطال حق کا سبب بنتا ہے۔ اور اس حدیث ابن مسعودؓ کی طرف بھی اشارہ ہے جس میں ہے علامات قیامت سے کتمان الشهادة اور شہادت زور بھی ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام بخاریؒ لفظ تلووا السنتکم کے درمیان ای یا یعنی کے لفظ سے فصل کر دیتے تو قرآن مجید کے الفاظ کلام بخاری سے متمیز ہو جاتے۔ علامہ عینیؒ نے تو فرمایا بلکہ تمییز کرنا واجب تھا۔ لیکن امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق ایسا نہیں کیا۔ بلکہ کتا ب التفسیر میں تو تفسیر اور مفسر کے درمیان کوئی امتیاز قائم نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ خود ماہر قرآن تھے۔ ان کو یہ وہم بھی نہیں ہوا کہ کسی شخص کو قرآن مجید میں بھی اشتباہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ آیت کریمہ سورۂ نساء کی ہے۔

باب شهادة الاعمی

ترجمہ۔ نابینا آدمی کا شہادت دینا

وامره ونكاحه وانكاحه ومبايعته وقبوله في التاذين وغيره ومايعرف بالاصوات واجاز شهادته قاسم والحسن وابن سيرين والزهرى وعطاء وقال الشعبى تجوز شهادته اذاكان عاقلا وقال الحكم رب شيئ تجوز فيه وقال الزهرى ارايت ابن عباسؓ لوشهد على شهادة اكنت ترده وكان ابن عباسؓ يبعث رجلاً اذاغابت الشمس افطر ويسال عن الفجر فاذاقيل له طلع صلى ركعتين وقال سليمان بن يسارٍ استاذنت على عائشةؓ فعرفت صوتى قالت سليمان ادخل فانك مملوك مابقى عليك شيئ واجازسمرةبن جندب شهادة امرأة منتقبة ......

ترجمہ۔ اس کا حکم دینا۔ نکاح کرنا۔ نکاح کرانا۔ خرید وفروخت کرنا۔ اذان دینے میں اور دوسری چیزوں میں اس کا مقبول ہونا۔ بلکہ ان امور میں جو آواز سے پہچانی جاتی ہیں۔ حضرت قاسمؒ۔ حسن بصریؒ۔ ابن سیرینؒ۔ زہریؒ۔ اور عطاءؒ نے نابینا کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں جب نابینا سمجھدار ہو تو اس کی گواہی جائز ہے۔ حکم فرماتے ہیں تھوڑی چیز میں جائز کثیر میں ناجائز ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو اگر ابن عباسؓ جو نابینا ہو گئے تھے اگر وہ کسی چیز پر گواہی دیں تو کیا تم ان کی شہادت کو رڈ کر سکتے ہو۔ ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آدمی کو بھیج کر سورج غروب ہونے کا پتہ کر کے روزہ افطار کرتے اور طلوع فجر کے متعلق دریافت کرتے تھے جب ان سے کہا جاتا کہ فجر نکل آئی تو دو رکعت سنت پڑھتے تھے۔ اور سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے داخلہ کی اجازت طلب کی تو انہوں نے میری آواز کو پہچان کر فرمایا سلیمان داخل ہو جاؤ۔ تم تو اس وقت تک غلام ہو جب تک مکاتبة کی کوئی چیز تمہارے ذمہ باقی ہو۔ اور حضرت سمرة بن جندبؓ نے نقاب پوش عورت کی گواہی کو جائز رکھا۔

حديث(٢٤٦٩)حدثنامحمد بن عبيد الخ عن عائشةؓ قالت سمع النبى ﷺ رجلايقرأ فى المسجد فقال رحم الله لقد اذكرنى كذا وكذا اية اسقطتهن من سورة كذا وكذاوزاد بن عبدالله عن عائشةؓ تهجد النبى ﷺ فى بيتى فسمع صوتَ عبادٍ هذا قلت نعم قال اللهم ارحم عبّاداً ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسی آدمی کی آواز سنی جو مسجد میں قرآن پڑھ رہا تھا فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ اس نے مجھے کتنی آیات یاد دلادیں جن کو میں نے فلاں فلاں سورت سے ساقط کرادیا تھا۔ عباد بن عبداللہؓ حضرت عائشہؓ سے یہ الفاظ زائد نقل کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے گھر میں تہجد کی نماز ادا فرمائی تو حضرت عبادؓ کی آواز سنی جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فرمایا اے عائشہؓ کیا یہ عبادؓ کی آواز نہیں ہے۔ میں نے کہا ہاں انہی کی آواز ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! عباد پر رحم فرما۔

حديث(۲۴۷۰)حدثنامالك بن اسمعيل الخ عن عبدالله بن عمرؓ قال قال النبی ﷺان بلالاً يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن اوقال حتى تسمعوا اذان ابن ام مكتوم وكان ابن ام مكتوم رجل اعمى لايؤذن حتى يقول له الناس اصبحت

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت بلالؓ رات کے وقت اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتومؓ اذان کہیں یا فرمایا کہ یہاں تک کہ تم ابن ام مکتومؓ کی اذان سنو۔ ابن ام مکتومؓ نابینا آدمی تھے وہ اس وقت تک اذان نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ لوگ انہیں کہتے کہ آپ صبح میں داخل ہو گئے۔

حديث(۲۴۷۱)حدثنا زيا د بن يحيى الخ عن المسور بن مخرمةؓ قال قدمت على النبى ﷺ اقبية فقال لى ابى مخرمة انطلق بنا اليه عسى ان يعطينا منها شيئاً فقام ابى على الباب فتكلم فعرف النبى ﷺ صوته فخرج النبى ﷺ ومعه قباء وهويريه محاسنه وهويقول خبات هذالك خبات هذالك ....

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ قبائیں یعنی چغے آئے تو میرے باپ مخرمہؓ نے مجھے فرمایا کہ ہمیں آپ کی خدمت میں لے چلو۔ ممکن ہے کہ آپؐ ان میں سے کوئی چیز ہمیں بھی عطا کر دیں چنانچہ میرا باپ آنحضرت ﷺ کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور کچھ باتیں کرنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی آواز پہچان لی۔ آپ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو ایک قباء چغہ آپؐ کے پاس تھا۔ جس کی خوبیاں آپؐ میرے باپ کو دکھا رہے تھے۔ اور فرماتے جاتے تھے کہ یہ تو میں نے آپ کے لئے چھپا کے رکھ دیا یہی آپ کے لئے چھپالیا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ اس ترجمہ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نابینا کی گواہی دینے۔ خبر دینے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یا ایک کو دوسرے پر قیاس فرما رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا مدار علم بالواقعہ پر ہوتا ہے۔ تو جیسے اخبار جائز ایسے اعمیٰ کی شہادت بھی جائز ہے۔ لیکن سب کو معلوم ہے کہ شہادت میں اخبار سے زیادہ تاکید ہوتی ہے۔ اس لئے ہم اس کی شہادت کو جائز نہیں کہتے۔ البتہ اس کی خبر کو قبول کر لیتے ہیں۔ باقی امام بخاریؒ نے جتنے اعتراضات وارد کئے ہیں ان کے جوابات بالکل آسان ہیں اسلئے کہ جس قدر تابعین کی فہرست بیان کی ہے ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہم رجال ونحن رجال اور حضرت ابن عباسؓ کی شہادت کا رد کرنا اس میں بھی کوئی اشکال نہیں۔ کیا حضرت مسروقؒ نے حضرت حسنؓ کی گواہی اپنے باپ حضرت علیؓ کے حق میں رد کر دی تھی تو یہاں بھی ممکن ہے ابن عباسؓ کی شہادت اس لئے رد کر دی جائے کہ ان کو واقعہ پر پوری اطلاع نہیں۔ اگرچہ وہ مقتدیٰ اور رہنماؤں میں سے ہیں۔

وکان ابن عباسؓ اس سے مقصد یہ ہے کہ ابن عباسؓ اتنے محتاط تھے کہ غروب شمس کے علم ہو جانے کے بعد روزہ افطار کرتے تھے

اور طلوع فجر کے علم ہو جانے کے بعد نماز پڑھتے تھے تو وہ علم بالواقعہ کے بعد گواہی بھی دے سکتے ہیں خواہ کسی وجہ سے ان کو علم حاصل ہو جائے۔ کیونکہ شہادت کا دارومدار علم بالواقعہ پر ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان کو علم حاصل نہ ہو تا تو نہ افطار کرتے اور نہ ہی سنت الفجر پڑھتے اور ممکن ہے کہ اس قول سے مراد یہ ہو کہ ابن عباسؓ علم بغروب والطلوع جو کسی خبر دینے والے کی اطلاع سے ہوا اس کے بعد وہ اپنے گھر والوں کو افطار اور نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے تو کیا ان کے قول کو کوئی رد کر سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نابینا کا حکم اس کے ماموارت میں نافذ ہو گا جن کا مدار علم پر ہو خواہ وہ کسی ذریعہ سے حاصل ہو۔

فعرفت صوتی الخ تو اس سے معلوم ہوا کہ علم محض آواز سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اگر چہ اس کے ساتھ معاہدہ نہ ہو لیکن معلوم رہے کہ اگر حضرت عائشہؓ محض آواز پر کفایت کرتیں تو سوال دہرانے کی کیا ضرورت تھی۔ سلیمان ای ھل انت سلیمان اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے دوسری مرتبہ نہیں پوچھا تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا اعتماد تھا کہ اگر یہ آواز والا حضرت سلیمان کے علاوہ کوئی اور شخص ہو گا تو وہ گھر میں داخل نہ ہو گا اگر چہ وہ ان کو بلا بھی لیں جب کہ وہ محرم نہ ہوں۔ پس اس لئے انہوں نے اسے بلا لیا پھر یہاں پر نفی اصل کے پردہ کی نہیں ہے بلکہ پردہ میں سختی کی نفی ہے کیونکہ غلام بھی دوسروں کی طرح غیر محرم ہے ضرورت کی وجہ سے ان لوگوں سے تستر میں تخفیف کی جاتی ہے اس لئے کہ کثرت سے ان کے آنے جانے کی وجہ سے کافی حرج ہوتا ہے بنابریں تخفیف کی گئی۔

واجاز سمرة الخ حضرت سمرةؓ نے کسی ذریعہ سے اس عورت کو پہچان لیا ہو گا جیسا کہ گواہ پہچان کرتے ہیں اور تعیین کرتے ہیں تو جب تعیین ہو گئی تو اب گواہی جائز ہے۔ محض آواز کا اعتبار اس لئے نہیں کیا جاتا کہ اس میں التباس اور اشتباہ کا خدشہ ہے جب التباس اٹھ گیا تو اب شہادت معتبر ہو گی۔

اذ کرنی کذا و کذا اس جگہ مقصود قاری نہیں بلکہ قرأۃ اور آیت ہے قاری کوئی بھی۔ ہو علماء احنافؒ آواز سے مطلق علم کے حصول کا انکار نہیں کرتے بلکہ محض آواز کے سننے سے صاحب آواز کی تعیین کا انکار کرتے ہیں اس مقام پر نہ تو قاری متعین ہوا اور نہ ہی اس کی تعیین کا قصد ہے تو مدعا ثابت نہ ہوا۔

اصوت عباد امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ محض آواز سے علم حاصل ہو گیا لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ اگر محض آواز سے صاحب آواز کی تعیین ہو جاتی تو پھر حضرت عائشہؓ سے پوچھنے کی حاجت نہ تھی کہ آپؐ نے فرمایا ھل صوت عباد ھذا نیز! اگر ایسا ہوتا تو آپ ﷺ اس کے بعد اللہم ارحم صاحب الصوت کہہ کر دعا فرماتے لیکن آپؐ نے فرمایا اللھم ارحم عبادا شاید آواز والا آدمی کوئی دوسرا ہو اور مقصود حضرت عباد کو دعا کرنا ہو۔ چنانچہ آپؐ نے عباد کا نام لے کر دعا فرمائی اور جو آواز سے تعیین ہوئی تھی اس پر عمل نہیں فرمایا۔

حتی یؤذن ابن ام مکتومؓ الخ امام بخاریؒ اس سے ثابت فرمارہے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتومؓ اعمیٰ ہونے کے باوجود ان کا اذان دینا قبول کیا گیا کیونکہ ان کو کسی ذریعہ سے طلوع فجر کا علم ہو جاتا تھا تو اس طرح دوسرے امور میں بھی مشاہدہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح بھی علم ہو جائے ان کی گواہی معتبر ہوگی۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اس مقام پر نہ تو مؤذن کی تعیین کرنا مقصود ہے اور نہ ہی طلوع فجر کے خبر دینے والے کی تعیین مقصود ہے۔ اور نہ ہی کوئی اور شیٔ مقصود ہے۔ مقصود صرف لوگوں کو فجر کی پو پھٹنے کی اطلاع دینا ہے جب ایک جماعت نے ان کو اس کی خبر کر دی تو مؤذن نے ان کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے خبر کی صداقت کا یقین کر لیا۔ تو در حقیقت مخبرین بالفجر کی خبر دینے کی حکایت کرنا ہے۔ تو مقصود محض خبر ہوا مخبرین کی تعیین کرنا نہیں کہ وہ کون تھے کون نہ تھے۔ ہاں اگر وہ مخبرین کی تعیین کا اعلان کرنا چاہتے تو اپنی اذان میں وہ یوں کہتے مجھے فلاں فلاں نے خبر دی ہے۔ تو پھر تعیین میں صداقت ہوتی۔ اور ان کی حجت تامہ نہ ہوتی۔ دونہ خرط القتادۃ۔

فعرف النبی ﷺ صوتہ امام بخاریؒ اس سے بھی یہ ثابت فرمارہے ہیں کہ دیکھو محض آواز سے ہی علم یقینی حاصل ہو گیا لیکن بات یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس وقت تک قباء عطاء نہ فرمائی جب تک سامع صوت کے ساتھ خود اس شخص کا مشاہدہ نہ کر لیا اس طرح بھی حجت تامہ نہ ہو سکی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شہادت الاعمیٰ میں چھ مذاہب ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ نابینا کی گواہی بینا کی طرح مقبول ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کا علم ان کو نابینا ہونے سے پہلے کا ہے ان میں شہادت جائز ہے بعد الاعمیٰ میں جائز نہیں ہے۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ شیئ یسیر میں جائز ہے۔ کثیر میں ناجائز ہے۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ انساب میں جائز باقی کسی چیز میں جائز نہیں۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بالکل کسی چیز میں اعمیٰ کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس اختلافی مشہور مسئلہ کے دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ جن میں اکثر آیات اور روایات من قبیل الاخبار ہیں۔ ان میں شہادت نہیں ہے۔ حالانکہ بقول قطب گنگوہیؒ شہادت میں زیادہ تاکد ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ائمہ اربعہ نے جو شہادت کی تعریف بیان فرمائی ہے اس میں مشاہدہ اور معائنہ کی شرط بیان فرمائی ہے۔ در مختار میں شہادت کے لئے اکیس شرائط بیان کی گئی ہیں۔ تو اخبار اور شہادت میں بہت فرق ہوا۔

مااوردہ المؤلف علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے جتنی دلائل پیش کئے ہیں ان سب سے شہادت اعمیٰ کی قبولیت ثابت نہیں ہوتی۔ اعمیٰ نکاح تو اپنے بارے میں ہے اپنی زوجہ باندی کے حق میں ہے غیر کے لئے اس میں کوئی گنجائش نہیں۔ اذان کی قبولیت بھی اس وجہ سے ہوئی کہ لوگ انہیں خبر دیتے تھے کہ اصبحت جس کی خبر خود جناب رسول اللہ ﷺ دے رہے ہیں تو اعتماد خبر دینے والے پر ہوا نہ کہ اعمیٰ پر ہوا۔ اور امام زہریؒ نے جو کچھ حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں فرمایا ہے وہ تاویل ہے۔ احتجاج نہیں ہے۔ اسی طرح

آنحضرت ﷺ نے جو ایک آدمی کی قرأت سنی تو وہ اس بات کا بیان ہے کہ ہر آواز والا اپنی آواز سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر چہ اس کو دیکھا نہ گیا ہو۔ حالانکہ حنث توردیۃ کے مسئلہ میں ہے اور حضرت مخرمہؓ کو جو کپڑے کی خوبیاں دکھائی جارہی تھیں وہ ہاتھ لگانے سے تھا آنکھ سے نہیں دکھایا جارہا تھا۔ اور صاحب النیض فرماتے ہیں کہ ان جزئیات مذکورہ سے ہم پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کی شہادات ہمارے نزدیک بھی مقبول ہیں۔

والجواب عن کل ما اردہ المؤلف یسیر اس لئے کہ تابعین کے بارے میں امام اعظمؒ کی طرف سے مشہور ہے کہ ہم تابعین کی مزاحمت کریں گے کیونکہ خود تابعین میں بھی اختلاف ہے اور قسطلانیؒ نے اسے جمہور کا مسلک قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ عندالشافعیہ کالجمہور۔

لا تقبل شهادة الاعمیٰ کہ نابینا کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ معرفت کے طریقے اس پر بند ہیں بایں ہمہ آوازوں میں بھی اشتباہ ہوتا ہے۔

ردّ شهادت الحسنؓ یہ قصہ قاضی شریحؒ کا علامہ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے۔ جس میں یہودی کے مقدمہ میں حضرت علیؓ کی زرہ کے سلسلہ میں حضرت حسنؓ اور غلام قنبر کی گواہی ردّ کردی گئی تھی۔ حالانکہ حضرت علیؓ فرماتے رہے کہ یہ گواہی جنتی آدمی کی ہے۔ لیکن قاضی نے شہادت ردّ کردی۔ جس پر یہودی مسلمان ہوگیا۔ اور زرہ حضرت علیؓ کو مل گئی۔

وکان ابن عباسؓ اگر سوال ہو کہ اس بیان کا ترجمہ سے کیا تعلق ہے تو کہا جائے گا۔ کہ اعمیٰ نے غروب اور طلوع میں غیر کے قول کو قبول کیا۔ یا یہ کہ اعمیٰ نے غیر کو حکم دیا۔ اس کا بیان ہے اور ابن منیرؒ نے فرمایا کہ امام بخاریؒ نے حدیث ابن عباسؓ سے اشارہ کیا ہے۔ کہ اعمی کی شہادت جائز ہے۔ جبکہ وہ مخبر کو پہچانتا ہو۔ اور شہادت التعریف امام مالکؒ وغیرہ کے نزدیک مختلف فیہا ہے۔

ان لمنفی ههنا هو التشدید فی الستر الخ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک مملوک خواہ اپنا ہو یا کسی غیر کا اس سے حجاب نہیں کرنا چاہیے۔ اور یہ سلمان حضرت میمونہؓ کا مکاتب غلام تھا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ استأذنت عائشةؓ میں تاویل کرنی پڑے گی کہ استاذنت من عائشةؓ علی دخول میمونةؓ تو انہوں نے فرمایا ادخل علیها۔ یا شاید حضرت عائشہؓ کا مذہب یہ ہو کہ غلام خواہ اپنا مملوک ہو یا غیر کا تو اس کی طرف نظر کرنا حلال ہے۔ لیکن ان تاویلات میں سے بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ غلام سے مطلقاً پردہ کرنے کی قائل نہیں تھیں۔ جن کی تائید ان آثار سے ہوتی ہے جو ان سے منقول ہیں۔ جن کو امام طحاویؒ نے بیان کیا ہے۔ ادخل مابقی علیك درهم۔

کان قدعرفها الخ چنانچہ درمختار میں ہے لا یشهد علی المحجب بسماعه منه الا اذا تعین یعنی پردہ والے پر محض اس سننے سے گواہی نہیں دی جاسکتی جب تک وہ متعین نہ ہو جائے اور یہ کہہ سکے کہ میں نے فلاں عورت کی ذات کو دیکھا ہے ابن عابدین بھی

یہی فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کی آواز سنے اور اسے پہچانتا نہ ہو۔ تو جب تک اسے دیکھے نہیں اس کے لئے گواہی دینا حلال نہیں ہے۔

خصوصی القاری لم یکن قصوداً قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ رجل عبداللہ بن یزید انصاری قاری تھا۔

فعرف النبی ﷺ صوته امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ آپؐ نے شخصیت دیکھنے سے پہلے اس کی آواز پر اعتماد کیا۔

باب شهادة النساء ترجمہ۔ باب عورتوں کی گواہی کے بارے میں

وقوله تعالی فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں۔

حدیث (۲۴۷۲) حدثنا ابن ابی مرة الخ عن ابی سعیدؓ قال قال النبی ﷺ قال الیس شهادة المراة مثل نصف شهادة الرجل قلنا بلی قال فذلك من نقصان عقلها ......

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کے برابر نہیں ہے۔ عورتوں نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا پس ان کے عقل کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی ناجائز ہے۔ البتہ نکاح۔ طلاق۔ عتق۔ نسب اور ولاء میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ اور امام ابو ثورؒ وغیر ھم فرماتے ہیں کہ عورتوں کی گواہی ان امور میں مردوں کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ البتہ کوفیوں نے مع الرجال گواہی ان امور میں جائز رکھی ہے البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ان کی اکیلی گواہی حیض۔ ولادت۔ استھال اور عیوب النساء میں جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جائز ہے۔ ضرورت کی وجہ سے اور نکاح کے بارے میں بعض نے اکیلی اور بعض نے مردوں کے ساتھ جائز رکھی ہے۔ کذافی العینی۔ اور فتح الباری میں ہے کہ جن امور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے کیا ان میں ایک عورت کا قول معتبر ہے یا نہیں۔ جمہور کے نزدیک چار عورتیں ضروری ہیں۔ امام مالکؒ اور ابن ابی لیلی کے نزدیک دو کافی ہیں۔ علماء احنافؒ۔ شعبیؒ اور ثوریؒ کے نزدیک تنہا ایک عورت کی گواہی جائز ہے۔ مصنفؒ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے بتلانا چاہتے ہیں کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف ہے۔

باب شهادة الاماء والعبید ترجمہ۔ باندیوں اور غلاموں کی گواہی

وقال انسؓ شهادة العبد جائزة اذا کان عدلاً واجازه شریح وزرارة بن اوفی وقال ابن سیرین

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ غلام کی شہادت اس وقت جائز ہے جب وہ عادل ہو۔ شریح اور زرارہ بن اوفی نے

شهادته جائزة الاالعبدلسیده واجازه الحسن وابراهیم فی الشیئ التافه وقال شریح کلکم بنوعبید واه ....

اسے جائز کہا ہے۔ اور ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ غلام کی شہادت جائز ہے مگر غلام کی اپنے آقا کے لئے جائز نہیں ہے۔ حضرت حسن بصریؒ اور ابراہیمؒ نے شئی حقیر کے اندر تو جائز رکھی ہے قیمتی چیز میں جائز نہیں کہتے۔ اور شریحؒ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہیں۔

حدیث(۲۴۷۳) حدثنا ابو عاصم الخ حدثنی عقبة بن الحارث اوسمعته منه انه تزوج ام یحیی بنت ابی اهاب قال فجاء ت امة سوداء فقالت قدارضعتکما فذکرت ذلك للنبی ﷺ فاعرض عنی قال فتنحیت فذکرت ذلك له قال وکیف وقد زعمت ان قد ارضعتکما فنهاه عنها

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارثؓ نے ام یحیٰ بنت ابی اھاب سے نکاح کیا تو ایک کالے رنگ کی باندی آئی پس اس نے کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے میرے سے منہ پھیر لیا راوی فرماتے ہیں کہ میں نے الگ جا کر آپؐ سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم کیسے اس کے پاس جا سکتے ہو جب کہ وہ باندی کہہ رہی ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پس آپؐ نے اس کو اس عورت سے روک دیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ شهادة العبید والاماء میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ حر کی طرح ان کی گواہی جائز ہے۔ یہ قول حضرت علیؓ۔ انسؓ۔ امام احمدؒ۔ اور اسحٰقؒ کا ہے۔ دوسرا قول امام شعبیؒ۔ حسن بصریؒ اور ابراہیم نخعیؒ کا ہے۔ کہ شیئ حقیر میں ان کی گواہی معتبر ہے۔ نفیس میں نہیں۔ تیسرا قول ائمہ ثلاثہؒ۔ صحابہؓ اور تابعینؒ کا ہے کہ بالکل کسی چیز میں ان کی گواہی معتبر نہیں۔ کیونکہ شہادت ولدیت کے لئے ہوتی ہے۔ جب یہ لوگ اپنی ذات کے والی نہیں دوسرے کے لئے کیا ولدیت ثابت کریں گے زرارہ بن اوفیٰ عامری یہ بصرہ کے قاضی تھے۔ جو تابعی ہیں۔ ترجمہ سے مطابقت اس طرح ثابت ہوئی کہ آپؐ نے ایک باندی کے قول کی بنا پر خاوند بیوی میں جدائی کرادی۔ اگر باندی کی گواہی معتبر نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ حضرت عقبہؓ کو عورت سے جدا ہونے کا حکم نہ دیتے جواب یہ ہے کہ یہ حکم احتیاط اور ورع کی بنا پر تھا۔ اسی طرح جمہور کے نزدیک اکیلی مرضعہ کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ اگرچہ وہ حرہ کیوں نہ ہو کما مر۔

باب شهادة المرضعة

ترجمہ۔ دودھ پلانے والی کی گواہی

حدیث (۲۴۷۴) حدثنا ابو عاصم الخ عن عقبة

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک

بن الحارثؓ قال تزوجت امراة فجاء ت امراة فقالت انی قد ارضعتکما فاتیت النبی ﷺ فقال وکیف وقد قیل دعها عنك او نحوه .....

عورت سے نکاح کیا تو ایک دوسری عورت آ کر کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پس میں نے آ کر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا تم کیسے اس کو رکھ سکتے ہو۔ جب کہ یہ کلمہ کہا جا چکا ہے اس کو اپنے سے چھوڑ دو یا اس قسم کے الفاظ فرمائے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بہر حال مرضعہ کی گواہی ثابت ہوئی جواب یہ ہے کہ پہلے تو گواہی کے الفاظ نہیں۔ دوسرے ورع اور احتیاط پر محمول ہے۔

حدیث الافك باب تعدیل النساء بعضهن بعضا

ترجمہ۔ افک کا واقعہ اور دو عورتوں کا ایک دوسرے کی صفائی بیان کرنا۔

حدیث (۲٤٧٥) حدثناابو الربیع الخ عن عائشةؓ زوج النبی ﷺ حین قالها اهل الافك ماقالوا فبراهاالله منه قال الزهری و کلهم حدثنی طائفةمن حدیثهاوبعضهم اوعی من بعض واثبت له اقتصاصاوقدوعیت عن کل واحدمنهم الحدیث الذی حدثنی عن عائشةؓ وبعض حدیثهم یصدق بعضاً زعموا ان عائشةؓ قالت کان رسول الله ﷺ اذااراد ان یخرج سفراً اقرع بین ازواجه فایتهن خرج سهمها خرج بها معه فاقرع بیننا فی غزاة غزاها فخرج سهمی فخرجت معه بعد ماانزل الحجاب فانا احمل فی هودج وانزل فیه فسرنا حتی اذافرغ رسول الله ﷺ من غزوته

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ سے مروی ہے جب کہ تہمت لگانے والوں نے انکے بارے میں جو طوفان کھڑا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت فرمائی امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ان سب حضرات تابعین نے مجھے کچھ کچھ ان کے واقعہ کا بیان کیا اور بعض حضرات دوسرے سے زیادہ محفوظ کرنے والے اور زیادہ پختہ بیان کرنے والے تھے میں نے ان سب حضرات سے اس واقعہ کو محفوظ کر لیا جو ان حضرات نے حضرت عائشہؓ کے واقعہ کے بارے میں فرمایا اور بعض حضرات کی حدیث دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہے ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کی جب کسی سفر کے لئے تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے جس کا قرعہ نکل آتا اس کو اپنے ہمراہ لے جاتے ایک غزوہ میں جانے کیلئے آپؐ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ میرے نام نکل آیا۔

تلك وقفل ودنونامن المدينة اذن ليلة بالرحيل حتى جاوزت الجيش فلما قضيت شاني اقبلت الى الرحل فلمست صدري فاذاعقدلي من جزع اظفارقد انقطع فرجعت فالتمست عقدي فحبسني ابتغاء ه فاقبل الذين يرحلون لي فاحتملوا هو دجي فرحلوه على بعيري الذي كنت اركب وهم يحسبون اني فيه وكان النساء اذذاك خفافاً لم يثقلن ولم يغشهن اللحم وانما ياكلن العلقة من الطعام فلم يستنكر القوم حين رفعوه ثقل الهودج فاحتملوه وكنت جارية حديثة السن فبعثوا الجمل وساروا فوجدت عقدي بعدما استمر الجيش فجئت منزلهم وليس فيه احد فاممت منزلي الذي كنت به فظننت انهم سيفقدونني فيرجعون الي فبينا انا جالسة غلبتني عيناي فنمت وكان صفوان ابن المعطل السلمي ثم الذكواني من وراء الجيش فاصبح عند منزلي فرای سواد انسان نائم فاتاني وكان يراني قبل الحجاب فاستيقظت باسترجاعه حين اناخ راحلته فوطئ يدها فركبتها فانطلق يقود بي الراحلة حتى اتينا الجيش بعدمانزلوا معرسين في نحر الظهيرة فهلك من هلك وكان الذي تولى الافك عبدالله بن ابی

آیت پردہ اترنے کے بعد میں آپؐ کے ہمراہ چلی مجھے ایک پردہ میں کجاوہ میں اٹھایا اور اتارا جاتا تھا ہم برابر چلتے رہے یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے اس غزوہ سے فارغ ہو گئے اور واپس لوٹے تو ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے ایک رات آپؐ نے کوچ کا اعلان کرایا۔ جب اعلان ہوا تو میں اٹھ کھڑی ہوئی اور چلتے چلتے لشکر سے آگے بڑھ گئی جب میں قضا حاجت سے فارغ ہوئی پس اپنے ٹھکانے کی طرف آئی اپنے سینے کو ٹٹولا تو میرے زمرہ کا ہار ٹوٹ چکا تھا پس میں واپس جا کر اسے ڈھونڈنے لگی مجھے اس کی تلاش نے روک رکھا تو کجاوہ کسنے والوں نے میرے کجاوہ کو اٹھالیا اور اسے میرے اس اونٹ پر کس دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی ان کا گمان یہ تھا کہ میں کجاوے کے اندر موجود ہوں کیونکہ عورتیں اس وقت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں بھاری بھرکم نہیں ہوتی تھیں کہ گوشت نے ان کو ڈھانپ لیا ہو۔ اس لئے کہ وہ تھوڑا کھانا کھایا کرتیں تھیں پس کجاوے کے بوجھل ہونے کا انہیں احساس ہی نہ ہوا جب کہ انہوں نے اسے اٹھا کر رکھ دیا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ میں نوخیز لڑکی تھی پس انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چلتے بنے لشکر چلے جانے کے بعد مجھے اپنا ہار مل گیا میں اپنے ٹھکانہ پر پہنچی تو وہاں پر کوئی موجود نہیں تھا تو میں اسی جگہ ٹھہر گئی اور میں نے گمان کیا کہ وہ لوگ ضرور مجھے گم پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے میں بیٹھی تھی مجھے نیند کا غلبہ ہوا تو میں سو گئی۔ حضرت صفوان بن المعطل سلمیؓ اور ذکوانی لشکر کے پیچھے تھے وہ صبح کو میرے ٹھکانے تک پہنچے۔ ایک انسان کے جثے کو سویا ہوا دیکھا پس میرے پاس آئے انہوں نے پردہ سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا جب انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی

ابن سلول فقدمنا المدينة فاشتكيت بها شهراً يفيضون من قول اصحٰب الافك ويريبنى فى وجعى انى لااری من النبی ﷺ اللطف الذی اری منه حين امرض انما يدخل فيسلم ثم يقول كيف تيكم لااشعر بشئ من ذلك حتى نقهت فخرجت اناوام مسطح قبل المناصع متبرز نا لانخرج الاليلاً الى ليل وذلك قبل ان نتخذ الكنف قريبا من بيوتنا وامرنا امرالعرب الاول فى البرية اوفى التنزه فاقبلت اناوام مسطح بنت ابى رهم نمشى فعثرت فى مرطها فقالت تعس مسطح فقلت لها بئس ماقلت اتسبين رجلاشهد بدراً فقالت ياهنتاه الم تسمعى ماقالوا فاخبر تنى بقول اهل الافك فازددت مرضا الى مرضى فلما رجعت الى بيتى دخل على رسول الله ﷺ فقال كيف تيكم فقلت ائذن لى الى ابوى قالت واناحينئذ اريد ان استيقن الخبر من قبلهما فاذن رسول الله ﷺ فاتيت ابوى فقلت لامى مايتحدث به الناس فقالت يابنية هونى على نفسك الشان فوالله لقلما كانت امراقط وضيئة عندرجل يحبها ولهاضرائرالااكثر ن عليها فقلت سبحان الله ولقد يتحدث الناس بهذا قالت فبت تلك اللية

توان کے ان للہ الخ پڑھنے سے میں جاگ اٹھی انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کو دبا کے رکھا تو میں اس پر سوار ہو گئی وہ اونٹنی کو کھینچتے ہوئے چل پڑے پس ہم لشکر کے پاس اس وقت پہنچے جبکہ وہ عین دوپہر کے آرام کرنے کے لئے پڑاؤ پر اتر چکے تھے۔ تواب طوفان برپا کرنے والوں نے طوفان برپا کر کے اپنی ہلاکت کو مول لیا اس تہمت لگانے والوں کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین تھا پس جب ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو میں بیمار ہو گئی مہینہ بھر لگ گیا لوگ تہمت والوں کی باتوں کو خوب اچھالتے تھے مجھے بھی اپنی بیماری میں شک وشبہ ہوتا تھا کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے وہ لطف ومہربانی نہیں دیکھتی تھی جو میرے بیمار ہونے کی صورت میں آپؐ اختیار فرمایا کرتے تھے پس اتنا ہوتا کہ گھر میں تشریف لاتے السلام علیکم کہہ کر پوچھتے کہ اس کا کیا حال ہے مجھے اس میں سے کسی چیز کا پتہ نہ چل سکا یہاں تک کہ میں بیماری کی وجہ سے کمزور ہو گئی میں اورام مسطح قضاء حاجت کے لئے باہر کھلی جگہ کی طرف نکلیں اور ہم قضاء حاجت کے لئے ہمیشہ رات کو ہی نکلا کرتی تھیں کیونکہ اس وقت تک ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء نہیں بنے تھے ہمارا معاملہ پہلے عربوں والا تھا کہ جنگل میں ہی سیر وسیاحت کر کے خالی ہوا کرتے تھے پس میں اور ام مسطح بنت ابی رھم چل رہی تھیں کہ ام مسطح اپنی گرم چادر میں الجھ کر گر پڑیں اور فرمانے لگیں مسطح کی ایسی تیسی میں نے ان سے کہا کہ یہ آپنے بہت برا کلمہ کہا آپ اس آدمی کو گالی دیتی ہیں جو بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اے بھولی بھالی کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو کچھ وہ لوگ کہتے پھرتے ہیں تو انہوں نے مجھے

حتی اصبحت لایرقالی دمع ولااکتحل بنوم ثم اصبحت فدعارسول اللہ ﷺ علی بن ابی طالب واسامة بن زید حین استلبث الوحی یستشیرهما فی فراق اهله فاما اسامة فاشار علیه بالذی یعلم فی نفسه من الود لهم فقال اسامة اهلك یارسول الله ولانعلم والله الاخیراً واما علی بن ابی طالب فقال یارسول الله لم یضیق الله علیك والنساء سواها کثیر وسل الجاریة تصدقك فدعارسول اللہ ﷺ بریرة فقال یابریرة هل رایت فیها شیئاً یریبك فقالت بررة لاوالذی بعثك بالحق ان رایت منها امراً اغمصه علیها اکثر من انها جاریة حدیثة السن تنام عن العجین فتاتی الداجن فتاکله فقام رسول اللہ ﷺ من یومه فاستعذر من عبدالله بن ابی بن سلول فقال رسول اللہ ﷺ من یعذر نی من رجل بلغنی اذاه فی اهلی فوالله ماعلمت علی اهلی الاخیراً وقد ذکر وارجلاً ماعلمت علیه الاخیرا وماکان یدخل علی اهلی الامعی فقام سعد بن معاذ فقال یارسول الله انا والله اعذرك منه ان کان من اخواننا من الخزرج امرتنا ففعلنا فیه امرك فقام سعد بن عبادة وهو سید الخزرج وکان قبل ذلك رجلا صالحا

اہل افک کی باتوں سے خبردار کیا۔ پس اس نے میری بیماری کو اور بڑھادیا۔ چنانچہ جب میں واپس گھر پہنچی تو جناب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے پوچھا کہ تم کیسی ہو میں نے عرض کی کہ مجھے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت دیجئے۔ فرماتی ہیں میرا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے والدین کی طرف سے اس خبر کی یقین دہانی حاصل کروں۔ تو آپ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی میں جب والدین کے پاس پہنچی تو میں نے اپنی پیاری امی جان سے پوچھا کہ لوگ کیاباتیں کرتے پھرتے ہیں اس نے فرمایا اے میری! بیٹی کہ آپ اس معاملہ کو اہمیت نہ دیں۔ اور اسے ایک معمولی بات سمجھیں۔ کیونکہ جو عورت اپنے شوہر کے نزدیک محبوبہ اور جمیلہ ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو وہ اس کے خلاف بہت کچھ سنا کرتی ہیں۔ جس پر میں نے کہا کہ سبحان اللہ! کس قدر تعجب ہے کہ لوگ اس کو اچھالتے پھرتے ہیں فرماتی ہیں کہ میں نے وہ ساری رات صبح ہونے تک اس طرح گذاری کہ میرے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ اور نہ ہی میں نے نیند کا سرمہ لگایا۔ یعنی رات بھر آنکھ بھی نہ لگی۔ بہر حال جب صبح ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جب کہ وحی کو دیر ہوگئی تو آپؐ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو طلب فرمایا جن سے آپؐ اپنی اہلیہ کو طلاق دینے کے بارے میں مشورہ لیناچاہتے تھے۔ پس حضرت اسامہؓ نے تو اپنی معلومات کے مطابق آپس کی جو محبت تھی اس کے موافق مشورہ دیا تو حضرت اسامہؓ نے کہایارسول اللہ! اپنی اہلیہ کو اپنے پاس رکھیئے اللہ کی قسم! ہم تو خیر وبھلائی کے سوا اور کوئی چیز جانتے ہی نہیں لیکن حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایایارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے

ولئن احتملته الحمية فقال كذبت لعمرالله لاتقتله ولاتقدرعلى ذلك فقام اسيد بن الحضير فقال كذبت لعمرالله والله لنقتلنه فانك منافق تجادل عن المنافقين فثارالحيان الاوس والخزرج حتى هموا ورسول الله ﷺ على المنبر فنزل فخفضهم حتى سكتوا وسكت وبكيت يومى لايرقالى دمع ولا اكتحل بنوم فاصبح عندى ابواى قد بكيت ليلتين ويوماً حتى اظن ان البكاء فالق كبدى قالت فبينما هما جالسان عندى وانا ابكى اذااستاذنت امراة من الانصار فاذنت لها فجلست تبكى معى فبينانحن كذالك اذدخل رسول الله ﷺ فجلس ولم يجلس عندى من يوم قيل فى ماقيل قبلها وقد مكث شهراً لايوحى اليه فى شانى شيئ قالت فتشهد ثم قال ياعايشةؓ فانه بلغنى عنك كذاوكذافان كنت بريئةفسيبرئك الله وان كنت الممت فاستغفرى الله وتوبى اليه فان العبد اذااعترف بذنبه ثم تاب تاب الله عليه فلما قضى رسول الله ﷺ مقالته قلص دمعى حتى مااحس منه قطرةوقلت لابى اجب عنى رسول الله ﷺ قال والله مادرى مااقول لرسول الله ﷺ فقلت لامى اجيبى عنى رسول الله ﷺ فيما

آپؐ پر عورتوں کی تنگی نہیں رکھی ان کے سوااور عورتیں بہت ہیں آپؐ انکی باندی سے پوچھیں وہ سچ سچ آپؐ کو بتادیں گی تو آپ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہؓ کو بلوایا پس آپؐ نے فرمایا اے بریرہ! کیا تمہیں کسی ایسی بات کا علم ہے جو تجھے شک وشبہ میں ڈالے حضرت بریرہؓ نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں تو اس کے اندر اس سے زیادہ کوئی عیب نہیں جانتی کہ وہ ایک نوخیز لڑکی ہے آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے گھر کی بکری آکر اسے کھا جاتی ہے پس آپ رسول اللہ ﷺ نے اس دن کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب جو سلوک میں عبداللہ بن ابی بن سلول کے ساتھ کروں مجھے اس میں معذور سمجھا جائے پس جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون شخص اس شخص سے میرا بدلہ لے گا جس کی ایذار سانی میرے گھروالوں تک جا پہنچی ہے اللہ کی قسم! میں تو اپنے گھروالوں کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا اور جس شخص کا وہ لوگ ذکر کرتے ہیں میں اس کے بارے میں بھی خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا وہ میرے گھر والوں کے پاس میرے سوا کبھی داخل نہیں ہوا تو حضرت سعد بن معاذؓ اٹھ کھڑے ہوئے فرمانے لگے یارسول اللہ آپؐ کی طرف سے یہ کام میں ہی انجام دوں گا اگر وہ قبیلہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑادیں گے۔ اور اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج قبیلہ سے ہے تو ان کے بارے میں جو آپؐ ہمیں حکم فرمائیں گے تو ہم آپؐ کے حکم کی تعمیل کریں گے جس پر خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اس سے پہلے وہ بہت ہی نیک آدمی تھے لیکن اب انہیں قومی غیرت نے ابھارا کہنے لگے تو نے جھوٹ کہا اللہ کی قسم نہ تو تو اسے قتل کرے گا اور نہ ہی تجھے اس پر قدرت

قال قالت واللہ مادری ماقول لرسول اللہ ﷺ قالت واناجارية حديثة السن لااقراء كثيراً من القران فقلت انی واللہ لقد علمت انكم سمعتم مايتحدث به الناس ووقرفی انفسكم وصدقتم به ولئن قلت لكم انی بريئة واللہ يعلم انی لبريئة لاتصدقونی بذلك ولئن اعترفت لكم بامرواللہ يعلم انی بريئة لتصدقنی واللہ ماجدلی ولكم الی ابايوسف اذقال فصبر جميل واللہ المستعان علی ماتصفون ثم تحولت علی فراشی وانا ارجوا ان يبرئنی اللہ ولكن واللہ ماظننت ان ينزل فی شانی وحيا ولاناا حقرنی نفسی من ان يتكلم بالقران فی امری ولكنی كنت ارجوا ان يری رسول اللہ ﷺ فی النوم يبرئنی اللہ فواللہ مادام مجلسه ولاخرج احد من اهل البيت حتی انزل عليه فاخذه ماكان ياخذه من البرحاء حتی انه ليحدرمنه مثل الجمان من العرق فی يوم شاة فلماسری عن رسول اللہ ﷺ وهو يضحك فكان اوّل كلمة تكلم بها ان قال لی ياعائشةؓ احمدی اللہ فقد براك اللہ فقالت لی امی قومی الی رسول اللہ ﷺ فقلت لاواللہ لااقوم اليه ولااحمد الا اللہ فانزل اللہ تعالی ان الذين جاؤا

حاصل ہوگی۔ حضرت اسید بن حضیرؓ نے اٹھ کر فرمایا کہ اے سعد بن عبادہ تو نے جھوٹ کہا اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کردیں گے۔ تو تو منافق اور منافقوں کی طرح جھگڑا کرتا ہے پس دونوں قبیلوں اوس اور خزرج میں جوش آ گیا یہاں تک کہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے کا قصد کرنے لگے جناب رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے تھے نیچے اتر آئے اور ان کو چپ کرانے لگے یہاں تک کہ وہ چپ ہوگئے اور آپؐ بھی چپ ہوگئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں دن بھر روتی رہی کہ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ ہی مجھے تھوڑی سی نیند آتی تھی کہ اس کا سرمہ لگالیتی۔ پس دوسری صبح کو میرے ماں باپ میرے پاس تشریف لائے جب کہ میرا رات بھر اور دن بھر روتے روتے یہ حال ہوگیا تھا کہ مجھے گمان ہوگیا تھا کہ میرا یہ رونا میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ کردے۔ پس وہ فرماتی ہیں کہ یہ دونوں حضرات ماں باپ میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اچانک انصار کی ایک عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی جسے میں نے اجازت دے دی تو وہ میرے پاس بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی اسی حال میں جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے حالانکہ جب سے یہ پروپیگنڈہ میرے بارے میں ہوا تھا اس سے پہلے کسی دن بھی آپؐ آکر نہیں بیٹھے تھے۔ مہینہ بھر گزر جانے کے باوجود میرے بارے میں آپؐ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے کلمہ شہادت پڑھا فرمانے لگے اے عائشہؓ! مجھے تمہاری طرف سے ایسی ایسی باتیں پہنچی ہیں پس اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں بری قرار دے دینگے اور اگر تو نے کسی گناہ کا قصد کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو

بالافك عصبة منكم الايات فلماانزل الله هذافي براء تي قال ابوبكر الصديق ؓ وكان ينفق على مسطح بن اثاثة لقرابته منه والله لاانفق على مسطح شيئا ابدا بعدما قال لعائشة ؓ فانزل الله تعالى ولا ياتل اولو الفضل منكم والسعة الى قوله غفور رحيم فقال ابوبكر والله انى لاحب ان يغفر الله لى فرجع الى مسطح الذى كان يجرى عليه وكان رسول الله ﷺ يسال زينب بنت جحش عن امرى فقال يازينب ماعلمت مارايت فقالت يارسول الله احمى سمعى وبصرى والله ماعلمت عليها الاخيرا قالت وهى التى كانت تساميني فعصمها الله بالورع ..

اور اس کی طرف توبہ کرو۔ پس بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں پس جب آپؐ نے اپنی گفتگو پوری فرمائی تو میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ مجھے ان کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا اور میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپؐ میری طرف سے جناب رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کو کیا کہوں پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ تو میری طرف سے جناب رسول اللہ ﷺ کو جواب دے جس بارے میں وہ پوچھ رہے ہیں وہ فرمانے لگیں اللہ کی قسم! مجھے علم نہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں پس میں نے کہا چونکہ میں نوخیز لڑکی تھی کثرت سے میں قرآن مجید نہیں پڑھتی تھی میں نے کہا اللہ کی قسم! بے شک میں جانتی ہوں کہ تم نے وہ باتیں سنی ہیں جو لوگ میرے بارے میں کہتے پھرتے ہیں اور وہ بات تمہارے دلوں میں جاگزیں ہو چکی ہے جسے تم سچا سمجھنے لگے ہو مگر میں تم سے کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے۔ اور اگر میں تمہاری خاطر کسی بات کا اقرار کرلوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بالکل بری ہوں تو تم مجھے سچا سمجھو گے۔ اللہ کی قسم! تمہارا اور میرا حال یوسف علیہ السلام کے والد کی طرح ہے۔ جنہوں نے فرمایا تھا کہ میرے لئے تو صبر جمیل ہے۔ جو کچھ تم بیان کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔ پھر اپنے بستر پر پلٹ گئی۔ اور مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بری قرار دیں گے۔ لیکن خدا کی قسم! مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میرے بارے میں وحی اتاری جائے گی۔ اور میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں میرے بارے میں کلام فرمائیں گے میری امید یہ تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو نیند میں کوئی خواب دکھایا جائے گا جس میں مجھے بری قرار دیا جائے گا۔ پس اللہ کی قسم نہ تو آپؐ نے اپنی مجلس کا قصد فرمایا تھا اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا ہوگا کہ آپؐ پر وحی کا نزول ہوا تو آپ کو اس سختی نے آلیا جو ایسے موقعہ پر لاحق ہوتی تھی۔ چنانچہ سخت سردی کے دن موتیوں کی طرح آپ کا پسینہ نیچے گرنے لگا پس جب رسول اللہ ﷺ سے وہ حالت کھل گئی تو وہ ہنس رہے تھے تو پہلا وہ کلمہ جو آپؐ نے بولا وہ یہ تھا کہ میرے سے فرمایا اے عائشہؓ اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر بیان کرو کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بری قرار دیا ہے۔ پس میری ماں نے مجھے کہا کہ بیٹی اٹھ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ۔ پس میں نے کہا

اللہ کی قسم! میں تو آپؐ کی طرف اٹھ کر نہیں جاؤں گی۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کروں گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ چند آیات نازل فرمائیں ان الذین جاؤ بالافك عصبة منكم الاية پس جب اللہ تعالیٰ نے میری برأت کے بارے میں یہ آیات اتاریں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ جو قرابت داری کی وجہ سے مسطح بن اثاثہ پر خرچ کرتے تھے۔ فرمایا اللہ کی قسم! اب میں مسطح پر کبھی بھی کچھ خرچ نہ کروں گا۔ بعد اس کے کہ جو اس نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں کہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فضیلت اور وسعت والے دینے میں کوتاہی نہ کریں الخ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائیں چنانچہ انہوں نے حضرت مسطح کا وہ وظیفہ جو چالو تھا واپس جاری کر دیا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرتِ زینب بنت حجشؓ سے میرے معاملہ میں دریافت فرمایا تھا تو آپؐ نے پوچھا اے زینب! تو اس بارے میں جو دیکھ رہی ہے کیا جانتی ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور ناک کو محفوظ رکھتی ہوں۔ اللہ کی قسم! مجھے خیر کے سوا ان کے بارے میں اور کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ یہ بات انہوں نے کہی حالانکہ وہ برابر میرا مقابلہ کرتی رہتی تھیں پس اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کی وجہ سے اسے بچالیا۔

حديث (٢٤٧٦) حدثناابو الربيع الخ عن عائشةؓ وعبدالله بن الزبيرؓ مثله ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ سے ایسا ہی مروی ہے۔

باب اذازكى رجل رجلا كفاه

ترجمہ۔ جب کوئی ایک آدمی کسی دوسرے کی صفائی بیان کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

وقال ابو جميلة وجدت منبو ذافلمارانى عمر قال عسى الغوير ابؤسا كانه يتهمنى قال عويفى انه رجل صالح قال كذاك اذهب وعلينا نفقته ..

ترجمہ۔ ابو جمیلہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک گرا پڑا بچہ ملا۔ پس جب مجھے حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا معاملہ بڑا سخت ہے گویا کہ وہ مجھے متہم کر رہے تھے تو میرے حریف سردار نے کہا کہ یہ نیک آدمی ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہے تو جاؤ اور ہمارے ذمہ اس کا خرچہ ہے۔

حديث (٢٤٧٧) حدثنامحمدبن سلام الخ عن ابيه ابى بكرة قال اثنى رجل على عندالنبى ﷺ فقال ويلك قطعت عنق صاحبك قطعت عنق صاحبك مراراثم قال من كان مادحااخاه لا محالة فليقل احسب فلاناوالله حسيبه ولا ازكى على الله احدا احسبه كذاوكذا ان كان يعلم ذلك منه ..

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص نے دوسرے کی تعریف وثنا بیان کی تو آپؐ نے فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے تو اس کی گردن توڑ دی۔ تو نے تو اس کی گردن توڑ دی کئی بار ایسا فرمایا پھر فرمایا جو شخص بھی تم سے کسی کی ضرور بالضرور تعریف کرنیوالا ہو تو کہنا چاہیے کہ میں فلاں کو ایسا گمان کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا حساب دان ہے میں اللہ تعالیٰ پر کسی کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا البتہ میں اسے ایسا ایسا گمان کرتا ہوں اگر وہ اس کے بارے میں کچھ جانتا ہے تو اس کا کوئی بیان کرے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ حدیثۃ السن اپنے جسم کے ہلکے پھلکے ہونے کی یہ دوسری وجہ ہے۔ اور کجاوہ اٹھانے والوں کی طرف سے دوسرا عذر ہے کہ ان کو میرے اندر ہونے کا علم کیوں نہ ہو سکا۔

واللہ بعد تحرث الناس بھذا بظاہر یہ تکرار معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے آپ اپنی والدہ سے فرما چکی ہیں کہ لوگ ایسی ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

کذبت لعمر اللہ یہ قومی غیرت حضرت سعد بن معاذؓ پر تھی کہ اس نے خزرج کا معاملہ ان کے سپرد کیوں نہ کیا خود کفیل ہو گئے کیونکہ ان حضرات کے متعلق بھی یہ وہم نہیں تھا کہ وہ اس معاملہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی مدد نہیں کریں گے تو حضرت سعد بن عبادہؓ کو غصہ اس لئے آیا کہ ایک اوسی ایک خزرجی کے قتل کی طرف اشارہ کر رہا ہے بلکہ انہیں چاہئیے تھا کہ اپنی قوم اوس کے بارے میں جو کچھ کلام کرتے انہیں اختیار تھا خزرج کے بارے میں کسی خزرجی کے سپرد کرتے۔ نیز! چونکہ قبل از اسلام دونوں قبائل میں چپقلش رہتی تھی تو رئیس خزرج نے یہ گمان کیا کہ خزرجی کو قتل کرا کے یہ اپنا بدلہ لے کر دل کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور ظاہراً جناب رسول اللہ ﷺ کی رضا کا بہانہ بنا رہے ہیں۔

قبلھا اس کا تعلق لم یجلس سے ہے اور اس کا ظرف ہے اور ضمیر مؤنث کی اس جلسہ کی طرف راجع ہے جو لم یجلس فعل سے مفہوم ہوتا ہے۔

لا اقرء کثیرا من القران یہ ابو یوسفؒ کے کہنے کا عذر ہے کہ اگر میں کثرت سے قرآن مجید پڑھتی تو مجھے ان کا نام یاد رہتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کنت جاریۃ حدیثۃ السن یعنی نحیف و لاغر ہونے کے ساتھ ساتھ صغیرۃ السن بھی تھی جس کی وجہ سے ھودج اٹھانے والوں کو میرے ہونے یا نہ ہونے کا علم نہ ہو سکا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنا عذر بیان کر رہی ہوں کہ مجھے ٹوٹے ہوئے ہار کی فکر کیوں لاحق ہوئی۔ اور جلد اس کی تلاش میں کیوں لگ گئی۔ دوسروں کو اطلاع کیوں نہ کی تو فرمایا ایک تو صغر سنی تھی۔ دوسرے تجربہ نہیں تھا۔ چنانچہ بعد میں جب ایسا واقعہ پیش آیا تو آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی تو آپؐ نے لوگوں کو ٹھہرا لیا جس پر آیت تیمم نازل ہوئی۔ باقی اس جگہ حافظؒ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے بارے میں ایک بحث کی ہے کہ افك کا واقعہ غزوہ مریسع کا ہے جو ۶ھ میں ہوا۔ اور حضرت سعدؓ تو غزوہ خندق میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے جس سے وہ تندرست نہ ہو سکے۔ اور غزوہ خندق بالاتفاق ۴ھ میں واقع ہوا ہے۔ تو پھر ان دونوں سرداروں کا مکالمہ کیسے صحیح ہو گا اس لئے ابن اسحاقؒ نے یہ باہمی مکالمہ اسید بن حضیرؓ اور سعد بن عبادہؓ کا نقل کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ غزوہ مریسع ۵ھ میں ہے اور غزوۂ خندق بھی ۵ھ میں واقع ہوا ہے اس طرح مراجعۃ صحیح ثابت ہو گی۔

اب امام بخاریؒ نے ترجمہ تعدیل النساء کا قائم کیا ہے تو اس کو اس طرح ثابت کیا کہ آنجناب رسول اللہ ﷺ کا حضرت بریرہؓ سے

سوال کرنا اور ان کا حضرت عائشہؓ کی براءۃ کرنا جس پر آپؐ نے اعتماد فرمایا اس طرح حضرت زینب بنت حجشؓ کا صفائی بیان کرنا اور آپؐ کا اس پر اعتماد کرنا اور اسی طرح حضرت عائشہؓ کا حضرت زینبؓ کے بارے میں ورع اور پرہیزگاری کی شہادت دینا۔ ان سب کے مجموعہ سے ترجمہ ثابت ہوا کہ عورتوں کی تعدیل پر اعتماد کیا گیا۔ البتہ ترجمہ میں ایک تیسری بات کی طرف بھی اشارہ ہوا کہ عورتوں کی آپس کی تعدیل تو معتبر ہے مگر مردوں کے لئے ان کی تعدیل معتبر نہیں اس لئے کہ ان کی عقل ناقص ہے اور جمہور ان کی تعدیل مع الرجال بھی قبول کرتے ہیں لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کی تعدیل قابل قبول ہیں کیونکہ اس میں لفظ شہادت کی ضرورت نہیں پڑتی تو روایت کی طرح ہوگی۔ جیسے عورتوں کی روایت جائز ہے ایسے تعدیل بھی للنساء والرجال دونوں طرح جائز ہے۔ البتہ امام محمدؒ فرماتے ہیں چونکہ تزکیہ اور تعدیل بھی شہادت ہے اس لئے اس میں عدد اور عدالت دونوں ضروری ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ رجل صالح جب اس نے رجل صالح کہا تو جو کچھ اس نے کہا ہے اس میں متہم بالکذب نہیں ہوگا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کا قول قبول کر لیا اور تزکیہ اس اکیلے کا کر دیا جس سے ترجمہ ثابت ہوا۔

قطعت عنق اخیك الخ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اگر ایک آدمی کا تزکیہ کافی نہ ہوتا تو اس کے مقالہ اور تزکیہ میں قطع عنق یعنی گردن کاٹنا نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ تعدیل و تزکیہ میں ایک آدمی کا قول بھی معتبر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اس قول سے ترجمہ باب اذازکی رجل رجلاً ثابت کیا۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اوائل الشہادات سے ایک ترجمہ باندھا تھا۔

تعدیل کم یجوز وہاں تو توقف کیا اس ترجمہ کو جزماً کہا کہ ایک کا تزکیہ کافی ہے۔ اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف رہا ہے شافعیہؒ۔ مالکیہؒ اور امام محمد بن حسنؒ کے نزدیک تزکیہ کے لئے شہادت کی طرح دو کا ہونا شرط ہے۔ اور اکثر حضرات نے جرح و تعدیل میں ایک کے قول کو بھی قبول کیا ہے۔ کیونکہ وہ اسے قضاء قاضی کی طرح قرار دیتے ہیں۔ جس کے حکم میں عدد شرط نہیں ہے۔ اور ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ تزکیہ تین سے کم کا قبول نہیں ہوگا۔ ان کا استدلال حضرت قبیصہؓ کی حدیث سے ہے کہ سوال کرنا اس کے لئے حلال ہے جس کے متعلق تین آدمی شہادت دیں کہ یہ بھوکا ہے۔ تو وہ فرماتے ہیں جب کہ عندالحاجۃ تین کی شہادت ضروری ہے تو غیر حاجت میں بطریق اولیٰ تین کی شہادت ضروری ہوگی۔ لیکن یہ اختلاف شہادت میں ہے۔ روایت کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ ایک کا قول بھی قبول ہوگا چونکہ یہ خبر ہے۔ اس لئے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس میں لفظ شہادت کی بھی ضرورت نہیں۔

عسی الغویر ابوساً یہ ایک مثل مشہور ہے۔ غویر غار کی تصغیر ہے اور ابوساً بؤس کی جمع ہے۔ جس کے معنی شدۃ کے ہیں۔ جو عسی کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یہ مثال ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے جہاں ظاہر اسلامتی ہو جس سے ہلاکت کا

خطرہ ہو۔اصمعیؒ نے فرمایا کہ واقعہ اصل یہ ہے کہ کچھ لوگ کسی غار کے گرنے کی وجہ سے سب کے سب قتل ہو گئے اور میں نے اپنے والد مرحوم سے درس کے دوران سنا تھا کہ ایک آدمی راستہ میں چل رہا تھا کہ ایک شیر اس کے سامنے آگیا جس سے بھاگ کر اس نے غار میں پناہ لی جس میں بہت سے اژدھا تھے جنہوں نے اسے ڈس لیا۔وہ فوراً مر گیا۔ پھر اس سے یہ کہاوت مشہور ہو گئی۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تقسیم کر دیا تھا۔ ہر قبیلہ پر ایک عریف مقرر کیا تھا جو ان کی نگرانی کرتا تھا اس عریف کا نام کیا تھا۔ ابن عبدالبر کی تحقیق کے مطابق اس کا نام سنان ضمری ہے۔ جن کو حضرت ابو بکرؓ نے اسے مدینہ منورہ کا قائم مقام بنایا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ابو جمیلہ بھی ضمری ہیں۔

لولم یکن الواحد معتبر الخ ابو جمیلہ کے اثر سے ثابت ہوا کہ کسی آدمی کی تعریف اس کے منہ پر کرنا مکروہ نہیں ہے البتہ تعریف میں اطناب کرنا ضرور مکروہ ہے۔ کیونکہ ابو بکرہؓ کی حدیث میں جناب رسول اللہ نے رہنمائی فرمائی کہ تعریف اس طرح کرنی چاہیئے۔البتہ اس میں نصاب کا بیان نہیں ہے ۔حالانکہ بیان کی ضرورت تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ نصاب لازم نہیں ہے۔اس شخص کا تزکیہ بھی قبول ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ کانه یتهمنی ابو جمیلہ جب اس بچے کو اٹھا کر لائے تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں اٹھایا انہوں نے جواب دیا تاکہ ضائع نہ ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے اتہام لگایا کہ تو اسے راستہ سے اٹھا کر بیت المال سے وظیفہ لینا چاہتا ہے اور حضرت عمرؓ کا اس کیلئے مثال مشہور ذکر کرنے سے اشارہ تھا کہ تو نے اس کی ماں سے زنا کیا پھر دعویٰ کیا کہ یہ لقیط ہے۔جب ان کے سردار نے رجل صالح کہہ کر تزکیہ کر دیا تو حضرت عمرؓ نے تعدیل واحد کو قبول کیا۔اور لقیط کا خرچہ بیت المال سے جاری کر دیا۔

احسب فلانا یعنی حتمی طور پر حکم نہیں لگانا چاہیئے۔بلکہ کہو میرا گمان یہ ہے۔اور اصلی حساب جاننے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں اور تعریف بھی ان صفات سے کرو جن کا تمہیں علم ہو۔ مبالغہ آمیزی نہ کی جائے۔ اس لئے امام بخاریؒ اس کے بعد دوسرا باب اطناب کا لائے ہیں۔ جس میں حد سے بڑھ کر تعریف کی جائے۔

باب مایکره من الاطناب فی المدح ولیقل مایعلم

ترجمہ۔ کسی کی تعریف کرنے میں حد سے زیادہ بیان کرنا مکروہ ہے۔ اور وہ باتیں کی جائیں جس کو مادح جانتا ہے۔ بے سروپا باتیں بیان نہ کی جائیں۔

حدیث(۲۴۷۸)حدثنامحمدبن الصباح الخ عن ابی موسیؓ قال سمع النبی ﷺ رجلایثنی

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک سے سنا کہ وہ دوسرے آدمی کی مدح

علی رجل ویطریه فی مدحه فقال اهلکتم اوقطعتم ظهراالرجل .....

وثنا کر رہا تھا اور اسکی تعریف میں مبالغہ آمیزی سے کام لے رہا تھا آپؐ نے فرمایا تم نے اس آدمی کی پیٹھ کو ہلاک کر دیا توڑ دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اثنی رجل علی رجل ان دونوں کا نام نہیں لیا گیا۔ البتہ مقدمه الفتح میں ہے کہ تعریف کرنے والے کا نام محجن بن الادرع اور مثنی علیه۔عبداللہ ذوالمجارین تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں ولیقل مایعلم بڑھا کر حدیث ابوبکرہؓ اور حدیث ابوموسیٰؓ میں اتحاد ثابت فرمایا کیونکہ ابوبکرہؓ کی حدیث میں کہا تھا ان کان یعلم ذلك اس طرح دونوں ترجموں سے تطبیق کی صورت نکل آئی۔

باب بلوغ الصبیان وشهادتهم

ترجمہ۔ بچوں کا بالغ ہونا اور ان کا گواہی دینا

وقول الله تعالی واذابلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنو اوقال مغیرة احتملت واناابن ثنتی عشرة سنة وبلوغ النساء فی الحیض لقوله عزوجل واللائی یئسن من المحیض من الی قوله تعالی ان یضعن حملهن ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهرواللائی لم یحضن واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن وقال الحسن بن صالح ادرکت جارة لنا جدة بنت احدی وعشرین سنة ......

ترجمہ۔ بچوں کا بالغ ہونا اور ان کا گواہی دینا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچ جائیں تو پھر وہ اجازت لیا کریں۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ بارہ سال کی عمر میں مجھے احتلام ہو گیا۔ اور عورتوں کا بالغ ہونا حیض سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تمہاری وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اللہ تعالیٰ کے اس قول تک وہ وضع حمل کریں اگر تم کو شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ اور ان عورتوں کی بھی جن کو حیض نہیں آیا اور حمل والوں کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کریں حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ ہماری ایک پڑوسن تھی جو اکیس سال کی عمر میں دادی بن گئی۔

حدیث(۲۴۷۹) حدثناعبیدالله بن سعید الخ حدثنی ابن عمرؓ ان رسول اللهﷺ عرضه یوم احد وهوابن اربع عشرة سنة فلم یجزنی ثم عرضنی یوم الخندق وانا ابن خمس عشرة فاجاز نی

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے میں احد کی لڑائی میں پیش ہوا تو میں چودہ سال کا تھا۔ آپؐ نے مجھے اجازت نہ دی۔ پھر جب میں خندق کی لڑائی میں پیش ہوا تو پندرہ سال کا تھا تو آپؐ نے

قال نافع فقدمت علی عمربن عبدالعزیز وھو خلیفة فحدثته ھذاالحدیث فقال ابن ھذالحدبین الصغیر والکبیر وکتب الی عماله ان یفرضوا لمن بلغ خمس وعشرة ......

مجھے جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی۔ نافع فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمربن عبدالعزیزؒ خلیفہ کے پاس آیا تو ان سے ہمیں یہ حدیث بیان کی جس پر انہوں نے فرمایا کہ یہی چھوٹے اور بڑے کے درمیان حد بندی ہے اور اپنے گورنروں کو لکھا کہ جو لوگ پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جائیں ان کے نام دیوان میں لکھ لیا کریں

حدیث(۲۴۸۰)حدثنا علی بن عبداللہ الخ عن ابی سعید الخدریؓ یبلغ به النبی ﷺ قال غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم.....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ اس حدیث کو جناب نبی اکرم ﷺ تک پہنچاتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جمعہ کے دن کا غسل ہر احتلام والے بالغ پر واجب ہے۔

تشریح از شیخ از گنگوہیؒ۔ آیت کریمہ سے ترجمہ کو نکالا۔ کہ عدت کا حکم حصول حیض پر معلق کیا گیا ہے۔ حیض کے قبل اور اس کے بعد تین ماہ عدت بیان کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حیض کے موجود ہونے سے حکم منتقل ہوگا چنانچہ علماء نے اجماع کیا ہے حیض ہی عورتوں کے بارے میں بلوغت کی نشانی ہے۔ اور اسی طرح علماء کا اتفاق ہے کہ مردوں کے بارے میں احتلام بلوغ کی دلیل ہے۔ اگر عورت کو حیض نہ آئے یا مرد کو احتلام نہ ہو تو امام احمدؒ اور امام مالکؒ وغیرہ شرم گاہ کے بال اگنے کو یا اتنی عمر کو پہنچ جائے جس میں اس جیسے بالغ ہو جاتے ہیں وہ سترہ یا اٹھارہ سال ہے اور عورتوں کے اندر یہی اصاف ہیں۔ اور حمل ہو جانا علامت ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ بال اگنے کا سرے سے اعتبار نہیں کرتے۔ اور حد بلوغ لڑکی میں سترہ سال اور لڑکے میں انیس سال۔ اور بعض میں اٹھارہ سال ہے۔ یہی قول سفیان ثوریؒ کا ہے۔ اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ انبات یعنی بال اگنا یہ کافر کی حد بلوغ ہے۔ مسلمان کی نہیں۔ اور پندرہ سال کی عمر ذکور واناث دونوں میں اعتبار کرتے ہیں۔ یہی قول صاحبینؒ کا بھی ہے۔ پھر حافظؒ فرماتے ہیں کہ صبیان یعنی بچوں کی شہادت کو جمہور رد کرتے ہیں۔ البتہ امام مالکؒ ان کے جراحات میں ان کی شہادت کا اعتبار کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کی جدا ہونے سے قبل ان کی پہلی بات کو ضبط کر لیا جائے۔ اور جمہور ان کی خبروں کو اس وقت قبول فرماتے ہیں جب کوئی قرینہ ساتھ مل جائے بہر حال فیصلہ کن بات یہ ہے کہ انکی شہادت تو کسی شے میں قبول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واستشھدوا شھیدین من رجالکم ۔ باقی امام بخاریؒ نے کوئی حدیث بیان نہیں فرمائی جس میں حکم کی تصریح ہو۔ تو جواب یہ ہے کہ اتفاق اور قیاس سے ثابت کیا کہ جس میں بلوغ کی شرط پائی جائے گی اسکی شہادت قبول ہے اور جس میں نہ ہوگی اس کی قبول نہیں۔ جس کی طرف حضرت عمربن عبدالعزیزؒ کا قول رہنمائی کرتا ہے۔ انه لحد بین الصغیرو الکبیر۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ تو قائم کر لیا لیکن اس پر کوئی حدیث بشرطہ انہیں نہیں ملی۔ نیز! شیخ گنگوہیؒ کا میلان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ عند الضرورت بال اگنے کا اعتبار بھی کیا جائے۔ جیسا کہ تذکرة الرشید میں مرقوم ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ نیز! علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں میں احتلام سے احکام متعلق ہیں۔ جس سے عبادت حدود اور دیگر احکام لازم ہوتے ہیں۔ اور احتلام ٹپکنے والے پانی کا اترنا ہے۔ خواہ جماع سے ہو خواہ بغیر اس کے ہو۔ خواہ نیند میں ہو یا بیداری میں۔ البتہ جماع بالنوم کا اعتبار نہیں ہے جب تک کہ انزال نہ ہو۔ اور اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ عورتوں میں بلوغ کی علامت حیض ہے۔ اگر سوال ہو کہ حضرت ابن عمرؓ نے اوّلاً تو عرضه کہا بعد ازاں عرضنی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تو عرضه ہے۔ اور عرضنی تکلم کے ساتھ علی سبیل الحکایت ہے۔

باب سؤال الحاكم المدعى هل لك بينة قبل اليمين۔

ترجمہ۔ حاکم کو قسم لینے سے پہلے مدعی سے پوچھنا چاہئیے کہ کیا تمہارے پاس گواہ ہیں۔

حديث (۲٤٨١) حدثنا محمد الخ عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ من حلف على يمين وهو فيها فاجر ليقتطع بها مال امرئ مسلم لقى الله وهو عليه غضبان قال فقال الاشعث بن قيس فيّ والله كان ذلك كان بيني وبين رجل من اليهود ارض فجحدني فقدمته الى النبى ﷺ قال الك بينة قلت لاقال فقال لليهودى احلف قال قلت يارسول الله اذا يحلف ويذهب بمالي قال فانزل الله تعالى ان الذين يشترون بعهدالله وايمانهم ثمناً قليلا الى آخر الاية ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے ایسی قسم اٹھائی جس میں وہ گناہ گار ہے تاکہ اس قسم کے ذریعہ ایک مسلمان آدمی کا مال ہڑپ کرلے۔ تو اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوگا جو اس پر غضب ناک ہوں گے۔ حضرت اشعث بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ میرے بارے میں ہے کہ میرے اور ایک یہودی آدمی کے درمیان زمین مشترک تھی۔ اس نے مجھے دینے سے انکار کردیا میں اسے جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آیا تو آپؐ نے میرے سے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس گواہ ہیں۔ میں نے کہا نہیں آپؐ نے اس سے یعنی مدعی علیہ سے فرمایا قسم اٹھا۔ میں نے کہا یارسول اللہ! وہ تو اس وقت قسم اٹھا کر میرا مال لے جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی رقم لیتے ہیں الخ

حدیث ترجمہ کے مطابق ہوئی کہ آپؐ نے مدعی سے گواہوں کا سوال کیا پھر قسم پیش فرمائی۔

باب اليمين على المدعى عليه فى الاموال والحدود۔

ترجمہ۔ باب ہے کہ مدعی علیہ پر قسم ہے خواہ اموال ہوں یا حدود ہوں۔

وقال النبی ﷺ شاهداك اویمینه وقال قتیبة حدثنا سفیان عن ابن شبرمة کلمنی ابو الزناد فی شهادة الشاهد ویمین المدعی فقلت قال الله تعالی واستشهدوا شهیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احداهما الاخری قلت اذا کان یکفتی بشهادة شاهد ویمین المدعی فما تحتاج ان تذکر احدهما الاخری ماکان یصنع بذکر هذه الاخری ....

ترجمہ ۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے تیرے لئے دو گواہ ہوں یا اس کی قسم ہو گی ۔ ابن شبرمہ سے مروی ہے کہ ابو الزناد نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے بارے میں گفتگو کی ۔ تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ترجمہ کہ اپنے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ ۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تم گواہی کے لئے پسند کرتے ہو ۔ تاکہ اگر ایک بھٹک جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے ۔ تو میں نے کہا جب ایک گواہ اور مدعی کی قسم کافی ہوئی تو پھر تذکر احدھما الاخری کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے تو اس دوسرے کے ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہو گا ۔

حدیث (۲۴۸۲) حدثنا ابو نعیم الخ عن ابن ابی ملیکة قال کتب ابن عباسؓ ان النبی ﷺ قضی بالیمین علی المدعی علیه ....

ترجمہ ۔ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے میری طرف لکھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مدعی علیہ پر قسم دے کر فیصلہ فرمایا ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ الیمین پر لام استغراق کا ہے تاکہ حدیث ترجمہ کے مطابق ہو سکے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا الیمین علی المدعی علیه فی الاموال والحدود تو اس سے دو چیزیں لازم آئیں ۔ ایک تو یہ کہ مدعی ظاہر کرنے کے لئے قسم واجب نہیں دوسرے یہ کہ ایک گواہ کا مدعی کی قسم سے کوئی فیصلہ نہیں ہو گا ۔ مصنفؒ نے ابن شبرمة کے واقعہ سے دلیل قائم کی ہے ۔ نیز ! فی الاموال والحدود کہہ کر کوفیوں کا رد کیا ہے جو مدعی علیه پر قسم صرف اموال میں ضروری سمجھتے ہیں حدود میں نہیں ۔ تو یہاں تین مسئلے بیان فرمائے ۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا قسم مدعی پر رد ہو گی کہ نہیں یہ اختلافی مسئلہ ہے ۔ مصنفؒ نے ان میں دو مسئلے یعنی دوسرا اور تیسرا بیان فرمایا ان میں پہلا مسئلہ کا ایک گواہ اور یمین مدعی سے فیصلہ ہو گا ۔ تو اکثر علماء اس کے قائل ہیں کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے مال کا ثبوت ہو جائے گا یہی مسلک امام مالکؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ کا ہے ۔ لیکن امام شعبیؒ اوزاعیؒ اور نخعیؒ وغیرہم فرماتے ہیں کہ شاہد واحد اور یمین سے فیصلہ نہیں ہو گا ۔ محمد بن الحسنؒ فرماتے ہیں جس نے ایسا فیصلہ کیا اس کا حکم نافذ نہیں ہوتا ٹوٹ جائے گا یہی مسلک کوفیوں اور اندلسی مالکیوں کا ہے امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے دلیل آپ کا

ارشاد ہے شاھداك اویمینه اس میں حصر ہے تیسری صورت کوئی نہیں ہے دوسری دلیل ابن شبرمةؒ کا واقعہ اور تیسری دلیل ابن عباسؓ کا مکتوب ہے کہ آپؐ نے مدعی علیه پر یمین سے فیصلہ فرمایا اور اسی کی طرف شیخ گنگوہیؒ نے اشارہ فرمایا ہے کہ الیمین پر لام استغراق کا ہے کہ ہر قِسم کی قسم مدعی علیه پر ہے مدعی پر بالکل نہیں اور ان میں سے دوسرے مسئلہ کی طرف امام بخاریؒ نے فی الاموال والحدود کہہ کر اشارہ فرمایا چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس سے کوفیوں پر رد کرنا ہے جو اموال کی تخصیص کرتے ہیں حدود میں قسم کا اعتبار نہیں کرتے امام شافعیؒ اور جمہور عموم کے قائل ہیں اموال حدود اور نکاح وغیرہ۔ البتہ امام مالکؒ طلاق اور نکاح کو مستثنی کرتے ہیں ہمارے نزدیک اموال میں ہے حدود میں احتیاط کی جاتی ہے کہ وہ شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادت معتبر نہیں۔ لتصل احدٰھما کی وجہ سے۔ اس لئے ان کی شہادت حدود میں قبول نہیں کی جاتی عقوبات کے علاوہ نکاح۔ طلاق۔ رجعہ۔ عتاق۔ نسب وغیرہ میں بھی عورتوں کی شہادت قابل قبول نہیں۔ اور یہ دونوں نوع ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے بھی ثابت نہیں ہونگے اس لئے کہ جب یہ بشھادۃ رجل وامرأتین سے ثابت نہیں ہوتے تو شاہد واحد اور یمین مدعی سے کیسے ثابت ہوگا۔ چنانچہ امام احمدؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ان کی گواہی صرف اموال میں ہوگی اور کسی میں نہ ہوگی تو یہ دونوں امام بھی حنفیہؒ کے ساتھ ہو گئے کہ حدود قصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ اب صرف امام شافعیؒ اکیلے رہ گئے۔

<u>تشریح از قاسمیؒ</u> ۔ اذا کان میں اذا شرطیہ ہے فما یحتاج میں ما نافیہ ہے اور ماکان میں ما استفہامیہ ہے اور یکتفی ویحتاج دونوں فعل مجہول ہیں مطلب یہ ہوا کہ جب شاہد اور یمین پر اکتفا جائز ہوا تو تذکر احدھما الاخری کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے یعنی جب قسم اس کے قائم مقام ہوگی تو تذکیر کے ذکر فی القرآن کا کیا فائدہ ہوگا۔ تو مقصود یہ ہوا کہ یمین کی ضرورت نہیں ہے۔ نیز! البینة للمدعی والیمین علی المدعی علیه میں لام استغراق کا ہے کہ جمیع بینات مدعی کے لئے اور جمیع ایمان مدعی علیہ کے لئے ہے تو تقسیم شراکت کے منافی ہے لہذا یمین مدعی کیلئے نہیں ہو سکتی۔ باقی جن احادیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے قضی بیمین وشاھد واحد تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے شاہد واحد کے بعد جب دوسرا گواہ نہ مل سکا تو آپؐ نے یمین پر فیصلہ فرمایا ورنہ کتاب سنت دونوں سے دو گواہوں کی گواہی کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

باب

حدیث (۲۴۸۳) حدثنا عثمان بن ابی شیبة الخ عن ابی وائل قال قال عبداللهٰ من حلف علی یمین یستحق بها مالا لقی الله وهو علیه غضبان ثم انزل الله تصدیق ذلك ان الذین یشترون بعهد الله

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا جس شخص نے ایسی قسم اٹھائی کہ جس سے وہ کسی کے مال کا مستحق بن گیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت اتاری۔ ان الذین یشترون الایة پھر اشعث بن قیسؓ ہمارے پاس تشریف لائے

وایمانهم الایة ثم ان الاشعث بن قیس خرج الینا فقال مایحدثکم ابوعبدالرحمن فحدثناه بما قال فقال صدق لفی انزلت کان بینی وبین رجل خصومة فی شیئ فاختصمنا الی رسول الله ﷺ فقال شاهداك او یمینه فقلت له انه اذا یحلف ولا یبالی فقال النبی ﷺ من حلف علی یمین یستحق بها مالا وهو فیها فاجر لقی الله وهو علیه غضبان فانزل الله تصدیق ذلك ثم قرا هذه الایة.

پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن تمہیں کون سی حدیث بیان کر رہے تھے جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا ہم نے انہیں بیان کیا تو فرمانے لگے کہ انہوں نے سچ فرمایا میرے بارے میں ہی یہ آیت اتری تھی میرے اور ایک آدمی کے درمیان کسی چیز میں جھگڑا تھا ہم اس جھگڑے کو جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آئے آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے دو گواہ ہوں یا اس کی قسم ہو میں نے کہا اس وقت تو وہ قسم اٹھالے گا وہ تو اس کی پرواہ نہیں کرتا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایسی قسم اٹھائی جس سے وہ کسی مال کا مستحق بن گیا حالانکہ وہ اس میں گناہ گار ہے تو اللہ تعالیٰ سے غضب ناک حالت میں ملاقی ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی پھر انہوں نے اسی آیت کو پڑھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ او یمینه اسی میں ترجمہ ہے کیونکہ وہ مدعی علیه تھا اس لئے اس پر قسم ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اور تو کسی شارحؒ نے باب بلا ترجمہ پر بحث نہیں کی میرے نزدیک کہ مسئلہ قضاء بشاہد و یمین کا باب سابق میں صراحۃً گزر چکا ہے۔ اس باب بلا ترجمہ میں مصنفؒ نے ان چار مسائل میں باقی دو مسئلوں کو بیان کیا ہے پہلا اور چوتھا مسئلہ جن کے رد پر حصر سے استدلال کیا ہے کیونکہ آپؐ نے فرمایا۔ شاهداك او یمینه تو آنحضرت ﷺ نے مدعی علیه کے حصہ میں صرف یمین کو رکھا چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔ لا نرد الیمین علی المدعی لقوله علیه السلام البینة علی المدعی والیمین علی من انکره والقسمة تنا فی الشرکة وقبل جنس الیمین علی المنکرین یعنی ہم قسم مدعی پر نہیں لوٹاتے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے مدعی کے ذمہ گواہ اور منکرین کے ذمہ قسم بیان فرمائی ہے۔ گویا کہ یہ تقسیم فرمادی۔ اور تقسیم شرکت کے منافی ہوتی ہے۔ تو یمین منکرین کے حصہ میں رہے گی۔ امام شافعیؒ نکول کے بعد مدعی پر یمین کے قائل ہیں۔ یعنی اگر مدعی علیہ قسم اٹھانے سے انکار کرے تو پھر مدعی سے قسم لی جائے گی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ یمین الاستظهار میں علماء کا اختلاف ہے۔ یمین استظهار یہ ہے کہ مدعی جب اپنے مدعی کو گواہوں سے ثابت کردے تو کیا حاکم مدعی سے اس کی قسم لے سکتا ہے۔ کہ اس کے گواہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ حق ہے۔ شریحؒ۔ نخعیؒ۔ اوزاعیؒ وغیرھم اس کے قائل ہیں۔ لیکن ائمہ ثلاثہ اور کوفی فرماتے ہیں لا یمین علیه اور اسی حصر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ اس حدیث کو باب بلا ترجمہ میں لائے ہیں۔ یہاں ایک پانچواں مسئلہ اور بھی ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں اگر مدعی اور مدعی علیہ میں خلط ملط ہو تو قسم لیتے ہیں ورنہ قسم نہ لیتے ائمہ ثلاثہؒ ایسی قسم کے بھی قائل نہیں ہیں۔ عموم حدیث کی وجہ سے۔

باب اذا ادعی اوقذف فله ان یلتمس البینة وینطلق لطلب البینة ۔

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کسی پر دعویٰ کرے یا کسی پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے گواہ تلاش کرنے چاہئیں اور گواہوں کو تلاش کرنے کے لئے جانا چاہئے۔

حدیث(۲۴۸۴)حدثنامحمد بن بشار الخ عن ابن عباسؓ ان هلال بن امیة قذف امراته عند النبی ﷺ بشریك بن سحماء فقال النبی ﷺ البینة اوحدفی ظهرك فقال یارسول الله اذارای احدناعلی امراته رجلاً ینطلق یلتمس البینةفجعل یقول البینة والاحد فی ظهرك فذكر حدیث اللعان .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس اپنی بیوی پر شریک بن سحماء سے زنا کی تہمت لگائی۔ آپؐ نے فرمایا تم پر گواہ پیش کرنا لازم ہے۔یا تیری پیٹھ پر حد قذف ہوگی۔اس نے کہا یارسول اللہ کہ کیا جب کوئی آدمی اپنی بیوی پر کسی کو دیکھے تو کیا وہ گواہ تلاش کرنے جائے۔ پس آپؐ نے یہی کہنا شروع کیا کہ گواہ لاؤ۔ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری ہوگی۔ پھر لعان والی حدیث بیان فرمائی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جب طلب بینہ قاذف کے لئے ہے تو غیر قاذف کے لئے بطریق اولیٰ ہوگی۔لیکن جب آیت لعان نازل ہوئی تو قاذف کو خاص کر لیا گیا۔

باب الیمین بعد العصر

ترجمہ۔ عصر کی نماز کے بعد قسم اٹھانا

حدیث(۲۴۸۵)حدثناعلی بن عبدالله الخ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ ثلثة لایكلمهم الله ولاینظر الیهم ولایزكیهم ولهم عذاب الیم .رجل علی فضل ماء بطریق یمنع منه ابن السبیل ورجل بایع رجلالایبایعه الاللدنیا فان اعطاه مایرید وفی له والالم یف له ورجل ساوم رجلاً بسلعة بعد العصر فحلف باالله لقد اعطی به كذاوكذافاخذها ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمی ہیں جن کے ساتھ نہ تو اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوں گے اور نہ ہی ان کی طرف نظر کرم ہوگی۔اور نہ ہی گناہوں سے ان کا تزکیہ ہوگا۔بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ ایک تو وہ آدمی ہے جس کے پاس راستے میں فالتو پانی ہو لیکن وہ مسافر راہ گذر سے روک لیتا ہے۔ دوسرا وہ آدمی ہے جو کسی دوسرے سے صرف دنیا کے لئے بیعت کرتا ہے۔اگر اس کی مطلب براری ہوگئی تو وفا کرتا ہے اگر نہ ہوئی تو وفا نہیں کرتا تیسرا آدمی وہ ہے جس نے کسی کے ساتھ مال واسباب کا

عصر کے بعد سودا کرتا ہے اور اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ اسے وہ یہ مال اتنے اتنے میں دیگا قسم پر اعتبار کر کے اسنے وہ اسباب اس سے لے لیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بعد العصر یہ قید نہیں بلکہ بطور عادت کے ہے۔ اور اس وقت کی تخصیص ایسے وقت جھوٹے قسم کے عظمت گناہ کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ وقت ملائکۃ اللیل والنھار یعنی رات دن کے حاضر ہونے کا ہے۔ دوسرے یہ وقت اعمال کے اوپر اٹھنے کا ہے۔ اس لئے ایسے وقت میں جھوٹی قسم کا گناہ بڑا ہوگا۔

باب یحلف المدعی علیه حیثما وجبت علیه الیمین ولا یصرف عن موضع الی غیره قضی مروان بالیمین علی زیدبن ثابت علی المنبر فقال احلف له مکانی فجعل زید یحلف وابی ان یحلف علی المنبر فجعل مروان یعجب منه وقال النبی ﷺ شاهداك او یمینه فلم یخص مکانا دون مکان

ترجمہ۔ مدعی علیہ جہاں پر اسے قسم واجب ہو اسی جگہ اس سے قسم اٹھوائی جائے۔ اس جگہ سے دوسری جگہ اسے منتقل نہ کیا جائے۔ مروان نے حضرت زید بن ثابتؓ کے خلاف منبر پر فیصلہ کیا اور کہنے لگا میں تو اپنی جگہ پر ان سے قسم اٹھواؤں گا۔ حضرت زیدؓ نے قسم اٹھانی شروع کر دی اور منبر پر قسم اٹھانے سے انکار کر دیا۔ جس سے مروان تعجب کرنے لگا۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تجھے دو گواہ لانے ہیں یا ان کی قسم کا اعتبار کرو۔ تو اس روایت میں کسی مکان کی تخصیص نہیں ہے۔ کہ فلاں مکان ہو فلاں نہ ہو۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے اشارہ کیا کہ بلا ترجمہ باب میں شاهداك او یمینه حصر کے لئے ہے۔

حدیث (۲۴۸۶) حدثنا موسی بن اسمٰعیل الخ عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال من حلف علی یمین لیقتطع بها مالا لقی الله وهو علیه غضبان..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص قسم اٹھا کر کسی کا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملاقی ہوگا کہ وہ اس سے غضب ناک ہوں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی قسم سے استدلال کیا ہے کہ وہ کسی خاص مقام پر قسم اٹھانے کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے منبر پر قسم کھانے سے رک گئے۔ مروان کے قول سے استدلال نہیں کیا۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں یہی احنافؒ اور حنابلہؒ کا مسلک ہے۔ البتہ جمہور فرماتے ہیں قسم میں شدت پیدا کرنے کے لئے مدینہ میں منبر نبویؐ کے پاس اور مکہ میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اور دوسری جگہوں میں جامع مسجد کے اندر قسم اٹھوائی جائے۔

باب اذا تسارع قوم فی الیمین

ترجمہ۔ جب لوگ قسم اٹھانے میں جلدی کریں گے

حدیث(۲۴۸۷)حدثنااسحق بن نصر الخ عن ابی ھریرۃؓ ان النبی ﷺ عرض علی قوم الیمین فاسرعوا فامر ان یسھم بینھم فی الیمین ایھم یحلف ...

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کچھ لوگوں پر قسم پیش کی تو سب قسم اٹھانے کے لئے جلدی کرنے لگے۔ تو آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ قسم اٹھانے کے بارے میں قرعہ اندازی کریں جس کا قرعہ نکلے وہی قسم اٹھائے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قرعہ اندازی اس وقت ہوگی جس وقت اسباب استحقاق میں برابر ہوں۔ جس کا قرعہ نکلے گا وہی مستحق ہوگا۔

باب قول الله تعالى ان الذين يشترون بعهدالله وايمانهم ثمناقليلا

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان اور قسموں کے بدلے تھوڑا مول خرید کرتے ہیں۔

حدیث(۲۴۸۸)حدثنااسحق الخ سمع عبداللہ بن ابی اوفی یقول اقام رجل سلعته فحلف باللہ لقد اعطی به امالم یعطھا فنزلت ان الذین یشترون بعھداللہ وایمانھم ثمناً قلیلا وقال ابن ابی اوفی الناجش اکل ربأخائنٌ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اسباب تجارت لے کر کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ وہ سامان تو اسے اتنے میں پڑا ہے۔ حالانکہ اتنے میں نہیں پڑا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑا مول لیتے ہیں۔ ابن اوفیؓ نے فرمایا ناجش دھوکہ دینے والا سود خور اور خیانت کرنے والا ہے۔

حدیث(۲۴۸۹)حدثنابشربن خالد الخ عن عبداللہؓ عن النبی ﷺ قال من حلف علی یمین کاذباً لیقتطع مال رجل اوقال اخیه لقی اللہ وھو علیه غضبان وانزل اللہ تصدیق ذلک فی القران ان الذین یشترون بعھداللہ وایمانھم ثمناً قلیلاً الایة فلقینی الاشعث فقال ماحدثکم عبداللہ الیوم قلت کذو کذاقال فیّ انزلت ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم اٹھائی تاکہ کسی آدمی یا کسی مسلمان بھائی کا مال ہڑپ کر جائے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقی ہوگا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوں گے۔ جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمائی۔ جو لوگ اللہ کے وعدوں اور اپنی قسموں سے تھوڑا مول لیتے ہیں ان لوگوں کا آخرت میں حصہ نہیں ہوگا اور نہ تو اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام ہوں گے نہ اس کی طرف نظر کرم فرمائیں گے

اور نہ ہی اسے گناہوں سے پاک کریں گے۔ بلکہ ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔ جناب اشعث صحابیؓ مجھے ملے فرمایا آج حضرت عبداللہؓ نے تمہیں کیا حدیث بیان کی۔ میں نے کہا کہ اس اس طرح فرمایا۔ یہ تو میرے نازل ہوئی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اشعثؓ کے واقعہ میں نازل ہوئی۔ اور سابق حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ آیت اسباب فروخت کرنے والے کے بارے میں نازل ہوئی تو تعارض ہو گیا۔ جواب میں کہا جائے گا کہ یا تو ابن ابی اوفیؓ کو اشعثؓ کے واقعہ کی اطلاع نہ ہو سکی یا دونوں قصے ایک وقت میں واقع ہوئے۔ آیت دونوں کے بعد نازل ہوئی۔ تو آیت کے الفاظ عام ہیں جو دونوں کو شامل ہیں۔

باب كيف يستحلف

ترجمہ۔ باب قسم کیسے اٹھائی جائے

وقول الله تعالى ثم جاء وك يحلفون بالله ان اردنا الا احسانا و توفيقا يقال بالله وتالله ووالله وقال النبی ﷺ ورجل حلف بالله كاذبا بعد العصر ولا يحلف بغير الله .....

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر یہ لوگ آپؐ کے پاس اگر اللہ کے نام کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو بھلائی اور آپس میں موافقت کرانا تھا اور اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ وہ لوگ بے شک تم میں سے ہیں۔ اور تمہارے لئے اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں تا کہ تمہیں راضی کریں۔ پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے بہر حال باللہ۔ تاللہ۔ واللہ کے الفاظ قسم میں کہے جا سکتے ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص عصر کے بعد اللہ کے نام کی قسم جھوٹی اٹھاتا ہے اللہ کے نام کے بغیر کسی کی قسم نہ اٹھائی جائے۔

حديث (٢٤٩٠) حدثنا اسمعيل بن عبدالله الخ انه سمع طلحة بن عبيدالله يقول جاء رجل الى رسول الله فاذا هو يساله عن الاسلام فقال رسول الله ﷺ خمس صلوة فى اليوم والليلة فقال هل على غيرها قال لا الا ان تطوع فقال رسول الله ﷺ وصيام رمضان قال هل على غيره قال لا الا ان تطوع قال افلح ان صدق وذكر له رسول الله ﷺ الزكوة قال هل على غيرها

ترجمہ۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کے متعلق سوال کرتا تھا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں فرمایا کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی کوئی چیز فرض ہے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفل پڑھو پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے مہینہ کے روزے فرض ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی مجھ پر فرض ہے آپؐ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفلی روزہ رکھو پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے زکوۃ کا ذکر فرمایا تو اس نے پھر پوچھا

قال لا الاان تطوع فادبر الرجل وھو یقول واللہ لاازید علی ھذاولاانقص قال رسول اللہ ﷺ افلح ان صدق ....

اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ اور فرض ہے آپؑ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفلی صدقہ دو۔ پس وہ آدمی پیٹھ پھیر کے چلا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم! میں ان پر نہ زیادتی کروں گا اور نہ اس کی مبلغ میں کمی کروں گا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا تو کامیاب ہو جائے گا۔

حدیث (۲۴۹۱) حدثناموسی بن اسمعیل الخ قال عبداللہؓ ان النبی ﷺ قال من کان حالفاً فلیحلف باللہ اولیصمت ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص قسم اٹھانے والا ہو تو وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے یا چپ رہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کیف یستحلف باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ قسم اٹھانے میں شدت اختیار کرنا، حب نہیں دیکھوان آیات میں صرف اللہ کا نام آیا ہے۔ اس پر کوئی زیادتی نہیں ہے۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں باللہ الذی لاالہ الاھو کہے۔ کوفی اور شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر قاضی اسے متہم کرے تو پھر قسم کے اندر الفاظ زیادہ کرے۔ عالم الغیب والشھادۃ الرحمن الرحیم الذی یعلم من السرویعلم من العلانیۃ ۔ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ جن الفاظ کے ساتھ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے وہ اسے کافی ہو جائیں گے۔

ولایحلف لغیر اللہ یہ الفاظ امام بخاریؒ نے ترجمہ کے تکملہ کے لئے زائد کیے ہیں۔ جو ابن عمرؓ کی روایت سے مستفاد ہیں اور باب میں دواحادیث بیان فرمائیں حضرت طلحہؓ کی جس میں ہے فادبر الرجل وھو یقول واللہ الخ تو محض باللہ پر اقتصار کیا گیا۔ اور دوسری حدیث ابن عمرؓ کی ہے جس میں فلیحلف باللہ ہے۔

باب من اقام البینۃ بعد الیمین

ترجمہ۔ جس شخص نے قسم اٹھوانے کے بعد گواہ پیش کر دیئے اس کا کیا حکم ہے۔

وقال النبی ﷺ لعل بعضکم الحن بحجتہ من بعض وقال طاؤس وابراھیم وشریح البینۃ العادلۃ احق من الیمین الفاجرۃ .....

ترجمہ۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم میں سے کوئی شخص دوسرے سے اپنی دلیل بیان کرنے میں زیادہ طرار ہو۔ اور طاؤس۔ ابراہیم اور حضرت شریح رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ عادل گواہ جھوٹی قسم سے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کا اعتبار کیا جائے۔

حدیث (۲۴۹۲) حدثناعبداللہ بن مسلمۃ عن

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے

ام سلمةؓ ان رسول اللہ ﷺ قال انکم تختصمون الی ولعل بعضکم الحن بحجته من بعض فمن قضیت له بحق اخیه شیئابقوله فانمااقطع له قطعة من النار فلا یاخذھا .....

فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس جھگڑتے ہوئے آتے ہو تم میں سے کچھ لوگ دوسرے سے اپنی دلیل بیان کرنے میں زیادہ طرار واقع ہوتے ہیں۔ پس جس شخص کے لئے میں اس کے بھائی کے حق میں سے اس کے قول کے مطابق کسی چیز کا فیصلہ کردوں تو میں نے اس کیلئے جہنم کے ایک ٹکڑے کو کاٹ کردے دیا ہے پس وہ اسے نہ لے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ من اقام البینة الخ جب مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعی علیه کی قسم سے فیصلہ کردیا گیا اب مدعی کو گواہ مل گئے تو کیا گواہوں کے کہنے پر فیصلہ ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ ہاں ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں نے اس کے لئے جہنم کا ٹکڑا کاٹ دیا ہے جب مدعی علیه جہنم کے ٹکڑے کا مالک نہیں بننا چاہتا تو اسے واپس کردینا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں حکم کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں گواہی قبول کی جائے گی۔ امام ثوریؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ اور کوفیوں کا یہی مسلک ہے۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر قسم اٹھواتے وقت اسے گواہوں کا علم نہیں بعد ازاں علم ہوا تو گواہوں کے موافق فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر وہ مدعی علیه کی قسم پر راضی ہوگیا اور گواہوں کو ترک کردیا خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب ہوں تو پھر اس کو گواہی کا حق نہیں ہے۔ ابن ابی لیلیٰ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بعدالاستحلاف گواہ قبول نہ کئے جائیں گے۔

والحجة علیه علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ جب دونوں خصم کے لئے دلیل ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے سے طرار ثابت ہو تو اس وقت متصور ہوسکتا ہے کہ قسم اٹھانے کے بعد گواہ پیش کئے جائیں۔ ابن المنیرؒ فرماتے ہیں جب جھوٹی قسم سے کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا بلکہ جھوٹی قسم سے مال لینا منع کیا گیا اب گواہ پیش کرنے پر مدعی اپنے حق کو وصول کرنے کا حقدار ہے تو جب جھوٹی قسم سے کسی کا مال حلال نہیں رہا تو جب حق ظاہر ہوجائے تو اسے واپس کرنا واجب ہے۔ اور وہ اس جگہ گواہوں سے ثابت ہوگیا ہے۔ اس حدیث باب سے احنافؒ پر رد کیا جاتا ہے کہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں قضاء قاضی ظاہراً اور باطناً دونوں طرح سے نافذ ہوتی ہے دراصل یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ امام صاحبؒ پر اس حدیث سے رد اس لئے نہیں کیا جاسکتا کہ حدیث کا مدار تقریر اور بیان مدعی پر ہے۔ جب گواہ پیش کردے تو حدیث میں اس کے بارے میں کچھ بیان نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ اختلافی یہ ہے کہ آیا قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرسکتا ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔ یحکم الحاکم بعلمه اور دلائل فریقین کے بسط کے ساتھ اوجز میں بیان کئے گئے ہیں۔ فارجع الیه۔

باب من امر بانجاز الوعد

ترجمہ۔باب اس شخص کے بارے میں جو وعدہ پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

وفعله الحسن وذكراسمعيل انه كان صادق الوعدوقضى بن الاشوع بالوعدوذكرذلك عن سمرةوقال المسور بن مخرمة سمعت النبى ﷺ وذكر صهرا له قال وعدنى فوفى لى قال ابو عبدالله ورايت اسحق بن ابراهيم يحتج بحديث ابن اشوع .....

ترجمہ۔اور حضرت حسن بصریؒ نے ایسا کیا اور آپؒ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ وہ وعدے کے سچے تھے۔ابن اشوع نے وعدے کے مطابق فیصلہ کیا اور اس کو سمرۃ بن جندبؓ سے ذکر فرمایا۔اور مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اپنے داماد کے بارے میں سنا فرماتے تھے کہ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا جس کو اس نے میرے ساتھ پورا کر دیا۔اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن ابراہیم کو دیکھا کہ وہ ابن اشوع کی حدیث سے دلیل پکڑتے تھے۔

حديث(۲۴۹۳)حدثنا ابراهيم بن حمزةالخ ان عبدالله بن عباسؓ اخبره قال اخبرنى ابو سفين ان هرقل قال له سالتك ماذا يامركم فزعمت انه امركم بالصلوةوالصدق والعفاف والوفاء بالعهد واداء الامانة قال وهذه صفة نبى .....

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت ابوسفیانؓ نے مجھے خبر دی کہ ہرقل بادشاہ روم نے ان سے کہا کہ میں نے تجھ سے سوال کیا تھا کہ آپ تمہیں کس چیز کا حکم دیتے تھے۔تو نے کہا کہ وہ تمہیں نماز۔سچائی۔پاکدامنی اور وعدہ وفائی اور امانت کی ادائیگی کا حکم دیتے ہیں۔اس نے کہا یہی نبی کی صفت ہوتی ہے۔

حديث (۲۴۹۴) حدثناقتيبة الخ عن ابى هريرةؓ ان رسول اللهﷺقال اية المنافق ثلث اذا حدث كذب واذاؤتمن خان واذاوعداخلف

ترجمہ۔حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب اس کے ہاں امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے۔

حديث(۲۴۹۵)حدثناابراهيم بن موسى الخ عن جابر بن عبدالله قال لما مات النبى ﷺ جاء ابابكرؓ مال من قبل العلاء بن الحضرمى

ترجمہ۔حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت علاء بن الحضرمیؓ کی طرف سے حضرت ابو بکرؓ کو مال پہنچا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا

فقال ابوبکرؓ من کان له علی النبی ﷺ دین او کانت له قبله عدة فلیاتناقال جابرؓ فقلت وعدنی رسول الله ﷺ ان یعطینی هکذا وهکذا فبسط یدیه ثلث مرات قال جابر فعدفی یدی خمس مائة ثم خمس مائة ثم خمس مائة ....

جس شخص کا جناب نبی اکرم ﷺ پر کوئی قرضہ ہو۔ یا آپؐ کی طرف سے کسی کیلئے کوئی وعدہ ہو تو ہمارے پاس آئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آ کر کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ مجھے اس اس طرح دیں گے۔ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ پھیلا دیئے تو حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ان کو گنا تو وہ پانچ سو درہم تھے پھر پانچ سو اور دیئے بعد ازاں پانچ سو اور دیئے۔

حدیث (۲۴۹۶) حدثنا محمد بن عبدالرحیم الخ عن سعید بن جبیرؓ قال سالنی یهودی من اهل الحیرة ای الاجلین قضی موسی قلت لاادری حتی قدم علی حبر العرب فاساله فقدمت فسالت ابن عباسؓ فقال اقضی اکثرهما واطیبهما ان رسول الله ﷺ اذاقال فعل ....

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے کہ میرے سے حیرہ والوں کے ایک یہودی نے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی میں نے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں بتلاسکتا جبتک عرب کے بڑے عالم کے پاس آ کر نہ پوچھ لوں۔ چنانچہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے آ کر پوچھا تو انہوں نے فرمایا جو مدت ان میں زیادہ اور عمدہ تھی اسے پورا کیا۔ بے شک اللہ کا رسول جب کوئی بات کہتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ذکر صهراً وہ حضرت ابوالعاص بن الربیع تھے جو حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے خاوند تھے۔ حدیث ابن اشوع یہی سمرۃ بن جندب کی روایت ہے۔ جس میں وعدہ کو پورا کرنے کا حکم ہے۔

وعد لی رسول الله حضرت نبی اکرم ﷺ چونکہ مکارم اخلاق کے مالک تھے اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؐ کے وعدے پورے کر دیئے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ سے آپؐ کے وعدہ پر گواہ طلب کئے بغیر وعدہ پورا کر دیا۔

اکثرهما وہ **عشر سنین** ہے۔ اقل آٹھ سال تھے اور **اطیب علی نفس** شعیب علیہ السلام تھے۔ اس باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روایت کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے دس سال پورا کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کو پورا کر دکھایا۔ تو وفاء وعدہ کی تاکید ہوگئی۔ اگر اشکال ہو کہ باب الوعد کی **کتاب الشهادات** سے کیا مناسبت ہے۔ تو علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ وعدہ بھی اپنے آپ پر ایک قسم کی شہادت ہے۔ اس لئے اس باب کو **کتاب الشهادات** میں لائے ہیں۔

باب لایسئل اهل الشرك عن الشهادة وغيرها

ترجمہ۔ شرک والوں سے نہ تو شہادت کے متعلق پوچھا جائے گا اور نہ ہی کسی اور کے متعلق

وقال الشعبی لا تجوز شهادة اهل الملل بعضهم علی بعض لقوله تعالی فاغرینا بینهم العداوة والبغضاء وقال ابوهریرةؓ عن النبی ﷺ لاتصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم وقولوا امنا بالله وما انزل الایة .....

ترجمہ۔ اور امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ دوسری ملت والوں کی گواہی ایک دوسرے پر بھی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے انکے درمیان دشمنی اور بغض کو ڈال دیا ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کتاب والوں کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ ہی ان کو جھٹلاؤ بلکہ یہ کہو کہ ہم پر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اتارا اس پر ایمان لائے ہیں۔

حدیث (۲۴۶۷) حدثنا یحیی بن بکیر الخ عن عبدالله بن عباسؓ قال یامعشر المسلمین کیف تسالون اهل الكتب وكتابكم الذی انزل علی نبیه ﷺ احدث الاخبار بالله تقرء ونه لم یشب وقد حدثكم الله ان اهل الكتاب بدلوا ما كتب الله وغیروا بایدیهم الكتاب فقالوا هو من عندالله لیشتروا به ثمنا قلیلا افلا ینهاكم ما جاء كم من العلم عن مسایلتهم ولا والله ما راینا منهم رجلا قط یسالكم عن الذی انزل علیكم .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گروہ مسلمین تم اہل کتاب سے کیسے سوال کر سکتے ہو۔ جب کہ تمہاری کتاب جو اپنے نبی پر اتاری گئی وہ تو اللہ تعالیٰ کی تازی تازی خبریں دینے والی ہے۔ جس کو تم پڑھتے ہو کہ اس میں ابھی ملاوٹ نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ تمہیں بیان کر چکا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بدل ڈالا اور اپنے ہاتھوں سے اس کتاب میں ادل بدل کر دیا پھر کہنے لگے یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے بدلے تھوڑا مول حاصل کریں۔ کیا جو علم تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا اس نے تمہیں ان سے سوال کرنے سے نہیں روکا۔ اور اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے کہ کبھی ہم نے ان کے کسی آدمی کو دیکھا ہو کہ تم سے اس کتاب کے متعلق سوال کریں جو تم پر اتاری گئی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ کفار کی شہادت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ان کی شہادت رد کی جائے گی اور بعض تابعین فرماتے ہیں مطلقاً ان کی گواہی قبول کی جائے گی مگر مسلمانوں کے خلاف قبول نہ ہو گی۔ یہ کوفیوں کا مذہب ہے کہ آپس میں ان کی شہادت معتبر ہے اور حسن بصریؒ اور ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کسی ملت کی دوسری ملت کے خلاف گواہی قبول نہ ہو گی۔ البتہ آپس میں

ایک دوسرے کے متعلق گواہی قبول کی جائے گی جمہور کا استدلال ممن ترضون من الشهداء منکم سے ہے۔امام شعبیؒ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ کسی ملۃ کی دوسری ملت کے خلاف گواہی مقبول نہیں ہوگی مگر مسلمانوں کی گواہی تمام ملتوں کے خلاف جائز ہوگی لا تصدقوا اهل الكتاب اس سے امام بخاریؒ کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو اہل کتاب کی شہادت کو قبول کرتے ہیں امام بخاریؒ بتلا رہے ہیں کہ جب ان کی اخبار قبول نہیں تو شہادت کیسے قبول ہوگی جب کہ باب الشهادت باب الرواية بہت تنگ ہے۔

باب القرعة فى المشكلات ترجمہ۔ مشکل کاموں میں قرعہ ڈالنا

وقوله تعالى اذيلقون اقلامهم ايهم يكفل مريم وقال ابن عباسؓ اقترعوا فجرت الاقلام مع الجرية وعال قلم ذكرياء الجرية فكفلها زكرياء وقوله فساهم اقرع فكان من المدحضين من المسهمين وقال ابوهريرةؓ عرض النبی ﷺ علی قوم اليمين فاسرعوا فامر ان يسهم بينهم ايهم يحلف .....

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب کہ وہ لوگ اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ کون بی بی مریم کی کفالت کرے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے قرعہ ڈالا دریا کے بہاؤ کے ساتھ دوسری قلمیں بہہ گئیں لیکن زکریا کا قلم بہاؤ کے اوپر کو چڑھا تو زکریا نے بی بی مریم کی کفالت قبول فرمائی۔ ساهم کے معنی اقرع یعنی قرعہ اندازی کے ہیں تو ہو گئے وہ مغلوبین میں سے اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسی قوم پر قسم پیش کی تو قسم اٹھانے میں جلدی کرنے لگے پس آپؐ نے حکم دیا کہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے جس کا قرعہ نکلے وہی قسم اٹھائے۔

حديث (٢٤٩٨) حدثنا عمر بن حفص الخ انه سمع النعمان بن بشيرؓ يقول قال النبی ﷺ مثل المدهن فی حدود الله والواقع فيها مثل قوم استهموا سفينة فصار بعضهم فی اسفلها وصار بعضهم فی اعلاها فكان الذی فی اسفلها يمرون بالماء عل الذين فی اعلاها فتاذوا به فاخذ فاسا فجعل ينقر اسفل السفينة فاتوه فقالوا مالك قال تاذيتم بی ولا بدلی من الماء فان اخذوا علی يديه

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کی حدود کے بارے میں چپ سادھنے والا اور ان حدود میں پڑنے والے کی مثال اس قوم جیسی ہے جنہوں نے کشتی کے بارے میں قرعہ اندازی کی۔ بعض تو کشتی کے نچلے حصے میں چلے گئے۔ اور بعض اوپر کے حصہ میں۔ پس جو لوگ نچلے حصہ میں تھے وہ پانی لینے کیلئے اوپر والوں کے پاس سے گذرے جس سے ان کو تکلیف پہنچی۔ پس نیچے والے نے ایک کلہاڑا لے کر کشتی کے نچلے حصے کو سوراخ کرنے لگا پس وہ لوگ اس کے پاس آ کر پوچھنے لگے کہ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے ۔

انجوه ونجوانفسهم وان ترکوااهلکوه واهلکوا انفسهم .....

اس نے کہا میری وجہ سے تم کو تکلیف پہنچتی ہے۔اور مجھے پانی کی ضرورت ہے۔ پس اگر ان لوگوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا تو اس کو بھی نجات دیں گے۔اور اپنے آپ کو بھی بچالیں گے۔اگر انہوں نے اس شخص کو اپنے حال پر چھوڑ دیا تو اس کو بھی ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہوں گے۔

حدیث (۲٤۹۹) حدثناابوالیمان الخ حدثنی خارجة بن زید الانصاری ،ن ام العلاء امراة من نسائهم قدبایعت النبی ﷺ اخبرته ان عثمان بن مظعون طارلهم سهمه فی السکنی حین اقرعت الانصار سکنی المهاجرین قالت ام العلاء فسکن عندناعثمان بن مظعون فاشتکی فمرضناه حتی اذاتوفی وجعلناه فی ثیابه دخل علینا رسول الله ﷺ فقلت رحمة الله علیك اباالسائب فشهادتی علیك لقد اکرمك الله فقال لی النبی ﷺ ومایدریك ان الله اکرمه فقلت لاادری بابی انت یارسول الله فقال رسول ا لله ﷺ اماعثمان فقد جاء ہ والله الیقین وانی لارجوا له الخیر والله مادری وانارسول الله مایفعل به قالت فوالله لاازکی احداً بعده ابداً واحزننی ذلك قالت فنمت فاریت لعثمان عینا تجری فجئت الی رسول الله ﷺ فاخبرته فقال ذلك عمله ......

ترجمہ۔ حضرت ام العلاءؓ انصاری عورتوں میں سے ایک عورت تھی جس نے جناب نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی تھی وہ خبر دیتی ہیں کہ جب مہاجرین کی رہائش کے لئے انصار نے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعونؓ کا قرعہ رہائش کیلئے ہمارے یہاں کے لئے نکلا حضرت ام العلاءؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ ہمارے یہاں رہائش پذیر رہے۔ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے تو ہم ان کی تیمارداری کرتے رہے۔یہاں تک کہ وہ وفات پاگئے۔ ہم نے ان کو انہیں کے کپڑوں میں دفن کردیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا اے ابوسائب (عثمانؓ) تم پر اللہ کی رحمت ہو میں تم پر گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور اعزاز بخشیں گے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تمہیں کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ اسے عزت واکرام دیں گے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں واقعی میں نہیں جانتی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! حضرت عثمانؓ کو موت آچکی۔ میں بھی اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی امید کرتا ہوں اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں۔اس کے باوجود مجھے علم نہیں ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا۔وہ فرماتی ہیں اللہ کی قسم اس کے بعد پھر میں نے کسی کو پاکباز ظاہر نہیں کیا البتہ میں اس کے غم میں

رہتی تھی۔ فرماتی ہیں کہ مجھے نیند آگئی تو مجھے حضرت عثمانؓ کے لئے ایک چشمہ خواب میں دکھایا گیا جو جاری تھا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ چشمہ اس کا عمل ہے جو جاری ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مایفعل به ای بعثمانؓ کیونکہ وحی کے بغیر تو آپؐ کو علم نہیں ہوتا اس بارے میں وحی نہیں آئی تھی اس لئے آپؐ نے یہ جواب دیا۔ باقی حضرت عثمانؓ آل ام العلاء میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔

ذلك عمله عمل کو پانی سے تعبیر کیا گیا۔ یہ اس لئے کہ ہر میت کے اعمال اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔ البتہ وہ شخص جو رابط فی سبیل اللہ ہو کر مرے اس کے عمل قیامت کے دن تک بڑھتے رہتے ہیں۔

فوائد حدیث اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے متعلق یقینی طور پر جنتی ہونے کا قول نہ کیا جائے۔ ہاں جن کیلئے نص وارد ہو۔ جیسے عشرہ مبشرہ و صحابہ کرامؓ ہیں ان کے متعلق بشارت وارد ہو چکی ہے۔ اس لئے ان کو جنتی کہا جا سکتا ہے۔ دوسری دلیل اس میں یہ ہے کہ وہ فقراء جن کا نہ مال ہو اور نہ ہی ان کا کوئی ٹھکانا ہو۔ مال اور منزل مباح کر کے ان سے بھائی چارے کا اظہار کرنا چاہیئے۔ تیسرا فائدہ قرعہ اندازی کا اثبات ہے۔ اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ میت کیلئے دعا کرنا جائز ہے۔ التهجير کے معنی تبکیر یعنی نماز کیلئے جلدی جانا ہے۔

حدیث (۲۵۰۰) حدثنا محمد بن مقاتل الخ عن عائشةؓ قالت كان رسول الله ﷺ اذا اراد سفرا اقرع بين نسائه فايتهن خرج سهمها خرج بها معه وكان يقسم لكل امراة منهن يومها وليلتها غير ان سودة بنت زمعة وهبت يومها وليلتها لعائشةؓ زوج النبی ﷺ تبتغی بذلك رضا رسول الله ﷺ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ پس جس کا قرعہ نکل آتا اس کو اپنے ہمراہ لے جاتے تھے اور ان بیویوں میں سے ہر ایک کیلئے ایک دن اور ایک رات مقرر فرماتے تھے سوائے حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے کہ جنہوں نے اپنی باری کے دن رات حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ کو ہبہ کر دیئے تھے۔ جس سے وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی رضامندی طلب کرنا چاہتی تھی۔

حدیث (۲۵۰۱) حدثنا اسمعیل الخ عن ابی ہریرةؓ ان رسول الله ﷺ قالوا لو یعلم الناس مافی النداء والصف الاول ثم لم یجدوا الاان یستهموا علیه لاستهموا ولو یعلمون مافی التهجیر لاستبقوا الیه ولو یعلمون مافی العتمة والصبح لاتوهما ولو حبوا ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگوں کو اس ثواب کا علم ہو جاتا جو اذان کہتے ہیں اور پہلی صف میں کھڑے ہوتے ہیں پھر اسکے حاصل کرنے کیلئے قرعہ اندازی کرتے۔ تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے۔ اگر اس ثواب کا علم ہو جائے تو دوپہر کی نماز

جلدی پڑھتے اور اگر اس کے ثواب کا علم ہو جاتا جو عشاء کی نماز اور صبح کی نماز ادا کرنے میں ہے تو وہ گھٹنوں کے بل بھی چل کر ان دونوں نمازوں کی طرف آتے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کتاب الشہادات میں قرعہ اندازی کو اس مناسبت سے بیان کیا کہ جس طرح سے گواہوں کے ذریعہ مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس طرح قرعہ اندازی بھی فیصلہ کن ثابت ہوتی ہے۔ اور اس سے حقوق پورے ہوتے ہیں۔ اور جھگڑے ختم کئے جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلح

باب ماجاء في الاصلاح بين الناس۔

ترجمہ۔ باب جو کچھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے بارے میں وارد ہوا ہے۔

وقول اللہ تعالی لاخير في كثير من نجواهم الامن امر بصدقة اومعروف او اصلاح م بين الناس الاية ..وخروج الامام الى المواضع ليصلح بين الناس باصحابه ...

ترجمہ۔ مگر جو شخص صدقہ کا حکم دے یا کسی نیک کام کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان صلح کرائے۔ آیت ختم ہوئی۔ اور امام کا اپنے اصحاب کو لے کر ان مواقع کی طرف جانا تاکہ لوگوں کے درمیان صلح کرائیں۔

حدیث(۲۵۰۲)حدثنا سعید بن ابی مریم الخ

عن سهل بن سعد ان اناسا من بنی عمرو بن عوف کان بینهم شیئ فخرج الیهم النبی ﷺ فی اناس من اصحابه یصلح بینهم فحضرت الصلوة ولم یات النبی ﷺ فجاء بلال فاذن بلال بالصلوة ولم یات النبی ﷺ فجاء الی ابی بکر فقال ان النبی ﷺ حبس وقد حضرت الصلوة فهل لك ان تؤم الناس فقال نعم ان شئت فاقام الصلوة فتقدم ابوبکرؓ ثم جاء النبی ﷺ یمشی فی الصفوف حتی قام فی الصف الاول فاخذ الناس بالتصفیح حتی اکثروا وکان ابوبکرؓ لایکاد یلتفت فی الصلوة فالتفت فاذا هو بالنبی ﷺ فاشار الیه بیده فامره یصلی کما هو فرفع ابوبکر یده فحمد الله ثم رجع القهقری وراءه حتی دخل فی الصف وتقدم النبی ﷺ فصلی بالناس فلما فرغ اقبل علی الناس فقال یاایها الناس اذا نابکم شیئ فی صلوتکم اخذتم بالتصفیح انما التصفیح للنساء من نابه شیئ فی صلوته فلیقل سبحان الله فانه لایسمعه احد الاالتفت یااباابکر مامنعك حین اشرت الیك لم تصل بالناس فقال ماکان ینبغی لابن ابی قحافة ان یصلی بین یدی النبی ﷺ ..

ترجمہ ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے کچھ آدمیوں کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا تو جناب نبی اکرم ﷺ اپنے اصحابؓ میں سے کچھ لوگوں کو لے کر ان کے پاس گئے تاکہ ان کے درمیان صلح کرائیں۔ نماز کا وقت ہو گیا ابھی تک آپؐ واپس نہ آئے تو حضرت بلالؓ نے نماز کی اذان پڑھی تب بھی آپ نبی اکرم ﷺ نہ پہنچ سکے تو حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس تشریف لائے تو بتلایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ روک دیئے گئے۔ اور نماز کا وقت ہو چکا ہے تو کیا آپ لوگوں کی امامت کا فریضہ انجام دیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں اگر آپ چاہیں تو۔ تو حضرت بلالؓ نے تکبیر کہی تو حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے بعد ازاں آپ نبی اکرم ﷺ تشریف لاکر صفوں میں چلنے لگے یہاں تک کہ پہلی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے تو لوگوں نے تالی پیٹنا شروع کر دی یہاں تک کہ بہت مرتبہ تالی بجائی۔ حضرت ابو بکرؓ کی عادت یہ تھی کہ وہ نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ نہیں ہوا کرتے تھے۔ کثرت تالی کی وجہ سے اِدھر دیکھا تو جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ جس طرح وہ نماز پڑھا رہے ہیں پڑھاتے رہیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی پھر الٹے پاؤں آپؐ کے پیچھے آگئے۔ یہاں تک کہ صف میں داخل ہو گئے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پس جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے فرمایا اے لوگو! جب نماز میں تمہیں کوئی چیز پیش آجاتی ہے تو تالی بجانا کیوں شروع کر دیتے ہو۔ تالی بجانا تو عورتوں کے لئے ہے۔

تم میں سے جس کو بھی نماز میں کوئی بات پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے۔ کیونکہ جو بھی اسے سنے گا وہ اِدھر متوجہ ہوگا۔ اور اے ابو بکرؓ! جب میں نے تم کو اشارہ کیا تھا تو پھر کس چیز نے آپ کو نماز پڑھنے سے روک دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو اللہ کے نبی کے آگے نماز پڑھنا لائق اور مناسب نہیں ہے۔

حدیث ۲۵۰۳) حدثنامسدد الخ ان انساً قال قیل النبی ﷺ لواتیت عبداللہبن ابی فانطلق الیه النبی ﷺ ورکب حماراً فانطلق المسلمون یمشون معه وھی ارض سنحةفلمااتاه النبی ﷺ فقال الیك عنی والله لقد اذانی نتن حمارك فقال رجل من الانصار منهم والله لحمار رسول الله ﷺ اطیب ریحاً منك فغضب لعبد الله رجل من قومه فشتمافغضب لکل واحدمنهما اصحابه فکان بینهما ضرب بالجرید والایدی والنعال فبلغناانهاانزلت وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما فقال ابو عبدالله هذامماانتحیت من مسدد قبل ان یجلس ویحدث ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ اگر آپؐ عبداللہ بن ابی کے پاس چلے جاتے تو اچھا ہوتا۔ چنانچہ آنحضرت نبی اکرم ﷺ گدھے پر سوار ہو کر اس کی طرف چل پڑے۔ کچھ مسلمان بھی آپؐ کے ہمراہ چل رہے تھے۔ وہ زمین شور تھی جب جناب نبی اکرم ﷺ اس کے پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ آپؐ میرے سے الگ رہیں۔ اللہ کی قسم! آپؐ کے گدھے کی بدبو نے تو مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ ان میں سے انصار کے ایک آدمی نے کہا۔ اللہ کی قسم جناب رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی بو تیرے سے اچھی ہے تو عبداللہ کی قوم کے آدمیوں میں سے ایک غضب ناک ہوا دونوں نے ایک دوسرے کو گالی دینا شروع کردی۔ تو ان ہر دو کے ساتھی غضب ناک ہو گئے یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان چھڑیوں ہاتھوں اور جوتوں سے لڑائی شروع ہو گئی ہمیں یہ پہنچا کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی۔ اگر مؤمنین میں سے دوگروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسدد استاد کے منتخبات میں سے ہے۔ جو بیٹھنے اور حدیث بیان کرنے سے پہلے بیان فرمایا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ یہ آیت تو ایک دوسرے موقعہ پر نازل ہوئی اس میں نازل نہیں ہوئی۔ کیونکہ مسلمان ایک کافر اور منافق عبداللہ کیلئے کیسے آپس میں لڑ سکتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ کوئی مستبعد نہیں۔ ایک تو بشری تقاضا دوسرے قومی غیرت بھی ایک کافر کی حمایت پر اکسانے کا باعث بن سکتی ہے۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو معنی ہوں گے ایسے واقعات کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یا یہ آیت نازل ہو چکی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس آیت پر عمل کرتے ہوئے ان دونوں فریقین میں صلح کرادی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ صلح۔ مصالحت کا اسم مصدر ہے۔ صلاح فساد ہے۔اور شریعت میں یہ ایک عقد و معاہدہ ہے جس کے ذریعہ مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان جھگڑا ختم کرایا جاتا ہے۔ پھر حافظؒ فرماتے ہیں کہ صلح کئی اقسام ہے۔ ۱/ صلح المسلم مع الکافر ۲/ صلح بین الزوجین یعنی خاوند بیوی کے درمیان صلح کرنا۔ ۳/ فرقہ باغی اور عادل کے درمیان صلح ۴/ دو غضب ناک آدمیوں میں صلح کرانا۔ ۵/ صلح فی الجراح کہ زخمی کرنے پر قصاص کی بجائے مال پر صلح کرائی جائے۔ ۶/ صلح القطع الخصومۃ آئندہ جھگڑانہ ہو۔ املاک میں یا مشترک چیزوں میں جیسے راستے سڑکیں وغیرہ اس پر اصحاب فقہ نے تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ امام بخاریؒ نے ان اقسام میں سے اکثر کے لئے ترجمہ قائم کیا ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ آیت کے نزول کا سبب رئیس المنافقین عبداللہ کے لئے مسلمانوں کا لڑنا محال ہے۔ لہذا یہ لڑائی کسی اور موقع پر اوس اور خزرج کے درمیان واقع ہوئی جسے امام بخاریؒ نے کتاب الاستیذان میں حضرت اسامۃ بن زیدؓ سے تفصیلاً نقل فرمایا ہے۔ کہ یہ جھگڑا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور عبداللہ بن ابی کے درمیان واقع ہوا۔ جس میں ہاتھاپائی کی نوبت آئی۔ بہر حال حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہات بیان فرمائی ہیں وہ اس باب کے مناسب ہیں جو چند ابواب کے بعد آرہا ہے۔ کہ باب ھل یشیر الامام بالصلح اس جگہ جو علماء کا اختلاف ہے اسے مفصل بیان کیا گیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے فقہاء کے اس موقف کو رد فرمارہے ہیں کہ امام اور قاضی کو فیصلہ کرنے کا حق تب ہے جب کہ مقدمہ اس کی عدالت میں دائر ہو۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ترافع ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اگر امام اور قاضی خود جاکر فریقین کے درمیان صلح کرادے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے آپؐ خود عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے لئے گئے۔

باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس

ترجمہ۔ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو کچھ ان کہی باتیں کہہ کر لوگوں کے درمیان صلح کرادے

حدیث(۲۵۰۴)حدثنا عبدالعزیز بن عبداللہ الخ ان ام کلثومؓ بنت عقبۃ اخبرتہ انہا سمعت رسول اللہ ﷺ یقلو لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرا او یقول خیرا .....

حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا فرماتے تھے کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے۔ پس وہ خیر کو پہنچاتا ہے۔ یا خیر اور بھلائی کی بات کہتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ترجمہ میں کاذب کا لفظ ہے اور حدیث میں کذاب وارد ہوا ہے۔ جس سے امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ مبالغہ مراد نہیں۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایسے صلح کن آدمی میں کاذب کا اطلاق نہیں ہوگا جس سے معلوم ہو کہ خیر کی نیت سے مصالحت کرانے والا ایسے الفاظ کہہ سکتا ہے جو کہنے والے نے نہیں کہے۔ تاکہ دونوں کے درمیان صلح جائے۔

باب قول الامام لاصحابه اذهبوا بنانصلح

ترجمہ۔ امام کا اپنے ساتھیوں سے کہنا کہ ہمیں لے چلو تا کہ ہم صلح کرا دیں۔

حدیث(۲۵۰۵)حدثنامحمدبن عبدالله الخ عن سهل بن سعدؓ ان اهل قباء اقتتلوا حتى تراموا بالحجارة فاخبررسول الله ﷺ بذلك فقال اذهبوابنا نصلح بينهم .....

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ قباوالے لڑنے لگے یہاں تک کہ ایک دوسرے پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ جس کی جناب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی آپؐ نے ارشاد فرمایا ہمیں لے چلو تا کہ ہم ان کے درمیان صلح کرا دیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اگر چہ امام کا کام سزا دینا اور کاروائی کرنا ہے لیکن اگر وہ فریقین میں صلح کرادے تو بہتر اور اولیٰ ہے۔ اسی کو مولانا زکریاؒ نے الاوجه عندی کہہ کر بیان فرمایا ہے۔

باب قول الله تعالى ان يصلحا بينهما صلحا والصلح خير

ترجمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دونوں حاکم اور نمائندے خاوند بیوی کے درمیان صلح کرا دیں اور صلح بہتر ہے۔

حدیث(۲۵۰۶)حدثناقتيبة بن سعيد الخ عن عائشةؓ وان امراة خافت من بعلها نشوزاً اواعراضا قالت هوالرجل يرى من امراته مالا يعجبه كبرااوغيره فيريد فراقها فتقول امسكنى واقسم لى ماشئت قالت فلاباس اذاتراضيا ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ آیت جس کا ترجمہ ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے اٹھان یا بے رخی کا خطرہ لاحق ہو تو فرمایا اس سے وہ شخص مراد ہے کہ جو اپنی بیوی سے کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے پسند نہیں۔ مثلاً بڑھاپا یا کسی قسم کی بد خلقی جو اسے ناپسند ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو اپنے سے جدا کرنا چاہتا ہے بیوی کہے کہ مجھے اپنے پاس رہنے دو اور میری باری کے متعلق جو آپ چاہیں فیصلہ کریں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب خاوند بیوی آپس میں راضی ہو جائیں۔

باب اذااصطلحوا على صلحِ جورٍ فالصلح مردود۔

ترجمہ۔ جب لوگ کسی ظلم پر صلح کرلیں وہ رد کی جائے گی۔

حدیث (۲۵۰۷) حدثنا ادم الخ عن ابی هريرةؓ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد الجہنیؓ دونوں فرماتے ہیں

وزید بن خالد الجهنی قالاجاء اعرابی فقال یارسول الله اقض بیننا بکتاب الله فقام خصمه فقال صدق اقض بیننا بکتا ب الله فقال الاعرابی ان ابنی کان عسیفاعلی هذافزنی بامراته فقالوا لی علی ابنك الرجم ففدیت ابنی منه بمائة من الغنم وولیدة ثم سالت اهل العلم فقالواانما علی ابنك جلدمائةوتغریب عام فقال النبی ﷺ لاقضین بینکما بکتاب الله اماالولیدة والغنم فرد علیك وعلی ابنك جلدمائةوتغرب عام واماانت یاانیس لرجل فاغد علی امراة هذافارجمها فغداعلیها انیس فرجمها ....

کہ ایک دیہاتی آکر کہنے لگا اے اللہ کے رسول! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں تو اسکا حریف بھی اٹھ کر کہنے لگا حضرت! اس نے سچ کہا۔ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق آپؐ فیصلہ فرمائیں جس پر دیہاتی نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے پاس مزدور تھا جس نے اس کی بیوی سے زنا کر لیا۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ تیرے بیٹے پر رجم کرنا ہے۔ تو میں نے رجم کی بجائے اپنے بیٹے کی طرف سے سو ۱۰۰ بکریاں اور ایک باندی کفارہ ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر میں نے علم والوں سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تیرے بیٹے کے اوپر تو سو ۱۰۰ کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا ہے۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں لیکن باندی اور بکریاں تو تجھ پر واپس کی جائیں اور تیرے بیٹے پر سو ۱۰۰ کوڑے کی سزا اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔ اور ایک آدمی سے آپؐ نے فرمایا اے انیس! دیکھو صبح سویرے اس کی بیوی کے پاس جا کر اسے سنگسار کر دو۔ چنانچہ حضرت انیس صبح صبح ان کے پاس گئے اور اسے سنگسار کر دیا۔

حدیث (۲۵۰۸) حدثنایعقوب بن محمدالخ عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذامالیس فیه فهوردٌ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رسم پیدا کی جو اس دین میں سے نہیں ہے۔ تو وہ مردود ہوگی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اماالولیدة والغنم ردّ علیك یہ محل ترجمہ ہے۔ جو صلح کے معنی میں اس طرح ہے۔ کہ حد شرعی کی بجائے مزدور پر یہ سزا رکھی گئی۔ چونکہ شریعت میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے تو یہ ظلم ہوا جس کو آپؐ نے ردّ فرمایا کہ شرط غیر مشروع باطل ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یاانیس الخ ان کی تخصیص اسلئے کی گئی کہ وہ عورت کے قبیلہ کے آدمی تھے اور وہ لوگ کسی غیر قبیلہ کا

فیصلہ مانتے نہیں تھے۔ اور مفصل قصہ میں مرقوم ہے کہ اگر وہ عورت اعتراف کرے تو قاذف پر حد قذف نہ ہو گی۔ بلکہ عورت پر رجم ہو گا کیونکہ وہ شادی شدہ تھی زانی کنوارہ تھا۔ اس لئے اس کو کوڑے لگانے کی سزا دی گئی۔ اور دوسری روایت کے بارے میں ابن حجرؒ فرماتے ہیں من احدث کا مطلب ہے کہ جس شخص نے دین میں کسی ایسی رسم کا اختراع کیا جس کی کوئی اصل نہیں ہے تو اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی جائے گی۔ یعنی نہ کتاب اللہ سے اس کی سند ہے۔ اور نہ ہی سنت رسول سے۔ نہ ظاہراً۔ نہ خفی اور نہ ہی ملفوظ ہے۔ اور نہ ہی مستنبط ہے تو وہ مردود ہے۔

باب کیف یکتب هذا صالح فلان بن فلان وفلان بن فلان وان لم ینسبه الی قبیلته اونسبه ـ

ترجمہ۔ صلح کو کیسے لکھا جائے۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو فلاں بن فلان اور فلاں بن فلان کے درمیان ہو اگر چہ اس کا نسب بیان نہ کرے تو کسی قبیلہ کا نام لے اور نہ ہی اسکے دادا پر دادے کا ذکر کرے۔

حدیث(۲۵۰۹) حدثنا محمد بن بشار الخ قال سمعت البراء بن عازبؓ قال لما صالح رسول الله ﷺ اهل الحدیبیة کتب علی بینهم کتاباً فکتب محمد رسول الله ﷺ فقال المشرکون لاتکتب محمد رسول الله لوکنت رسولاً لم نقاتلك فقال لعلی امحه فقال علی ماانابالذی امحاه فمحاه رسول الله ﷺ بیده وصالحهم علی ان یدخل هو واصحابه ثلثة ایام ولایدخلوها الابجلبان السلاح فسالوه ماجنبان السلاح فقال القراب بما فیه......

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والوں سے صلح فرمائی کہ صلح نامہ ان کے درمیان حضرت علیؓ نے لکھنا شروع کیا۔ تو لکھا محمد رسول اللہ! مشرکوں نے کہا کہ ہم تو محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیں گے اگر آپؐ اللہ کے رسول ہوتے تو ہم آپؐ سے قتل و قتال نہ کرتے۔ تو آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس کو مٹا دو۔ حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا کہ میں تو وہ شخص نہیں ہوں جو اس کو مٹا دے۔ پس جناب رسول اللہ نے اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔ اور ان سے ان شرائط پر صلح کرلی۔ کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ تین دن کے لئے مکہ میں داخل ہوں گے۔ اور داخلہ بھی جلبان السلاح کے ساتھ ہو گا۔ انہوں نے پوچھا یہ جلبان السلاح کیا چیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ چمڑے کا نیام ہے جس میں تلوار ہو گی۔

حدیث(۲۵۱۰) حدثنا عبیدالله بن موسی الخ عن البراءؓ قال اعتمر النبی ﷺ فی ذی القعدة

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا تو مکہ والوں نے آپؐ کو مکہ میں

فابى اهل مكةان يدعوه يدخل مكةحتى قاضاهم على ان يقيم بها ثلثة ايام فلماكتبوا الكتاب كتبوا هذاماقاضى عليه محمدرسول الله ﷺ فقالوا لانقربها فلونعلم انك رسول الله مامنعناك لكن انت محمدبن عبدالله قال انارسول الله وانامحمد بن عبدالله ثم قال لعلى امح رسول الله قال لاوالله لاامحوك ابداً فاخذ رسول الله ﷺ الكتاب فكتب هذاماقاضى عليه محمدبن عبدالله لايدخل مكة سلاح الى فى القراب وان لايخرج من اهلها باحدٍ ان اراد ان يتبعه وان لايمنع احداً من اصحابه اراد ان يقيم بها فلمادخلها ومضى الاجل اتوا عليا فقالوا قال لصاحبك اخرج عنا فقد مضى الاجل فخرج النبى ﷺ فتبعتهم ابنة حمزة ياعم ياعم فتناولها على فاخذ بيدها وقال لفاطمةؓ دونك ابنة عمك حملتها فاختصم فيها على وزيد وجعفر فقال على انا احق بها وهى ابنة عمى وقال جعفر ابنة عمى وخالتها تحتى وقال زيدابنة اخى فقضى بها النبى ﷺ لخالتها وقال الخالة بمنزلة الام وقال لعلى انت منى وانامنك وقال لجعفر اشبهت خلقى وخلقى وقال لزيد انت اخونا ومولانا.......

داخل ہونے سے روک دیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے آپؐ سے ان شرائط پر صلح کرلی کہ ایک تو یہ کہ آپؐ آئندہ سال تین دن تک مکہ میں قیام فرمائیں گے۔ جب صلح نامہ لکھنے لگے تو لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح فرمائی ہے مشرکین کہنے لگے کہ ہم تو اس رسالت کا اقرا نہیں کریں گے۔ پس اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپؐ کو کبھی نہ روکتے۔ لیکن آپؐ تو محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپ رسول اللہ کا لفظ مٹادیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! میں تو کبھی آپؐ کا نام نہیں مٹاؤں گا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے خود خط کو لے لیا اور لکھا یہ دستاویز ہے۔ جس پر محمد بن عبداللہ ﷺ نے صلح کی ہے۔ کہ وہ مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گے مگر وہ اپنے نیام میں ہوں گے اگر مکہ والوں میں سے کوئی بھی آپؐ کے ساتھ جانے کو تیار ہوگا تو آپؐ اسے مکہ والوں سے نکال کر نہیں لے جاسکیں گے۔ اور اگر آپؐ کے ساتھیوں میں سے کوئی شخص مکہ میں رہنا چاہے تو آپؐ اسے نہیں روکیں گے۔ پس جب آپؐ مکہ میں داخل ہوگئے عمرہ ادا کیا۔ جب مدت تین دن گذر چکے تو وہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے کہنے لگے کہ آپ اپنے رفیق سے کہیں کہ اب وہ ہمارے پاس سے چلے جائیں کیونکہ مدت معاہدہ گذر چکی ہے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ مکہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی چچا چچا کہہ کر پیچھا کرنے لگی۔ جس کو حضرت علیؓ نے لے لیا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت فاطمہؓ سے فرمانے لگے کہ اسے پکڑ لو یہ تمہاری چچازاد لڑکی ہے جسے میں نے اٹھالیا ہے۔

اس لڑکی کے بارے میں حضرت علیؓ حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ میں جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اس لڑکی کا زیادہ حقدار ہوں۔ کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے۔ اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے حضرت زیدؓ فرماتے تھے کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے جس کا فیصلہ آپؐ نے خالہ کے حق میں دیا۔ فرمایا خالہ پرورش کرنے میں ماں کی جگہ ہوتی ہے۔ اور حضرت علیؓ سے فرمایا تو میرے سے اور میں تیرے سے ہوں۔ یعنی ہم تو ایک ہی ہیں۔ میں نہیں لے رہا تو تم بھی نہ لو۔ اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا تم خلقت اور اخلاق میں میری مانند ہو۔ اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تو ہمارا اسلامی بھائی ہے۔ اور آزاد کردہ غلام ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ان لم ینسبه الی قبیلة الخ اس جملہ سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ نسب کا بیان کرنا تعین اور ابہام کو رفع کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اگر اس کے بغیر یہ مقصد حاصل ہو جائے۔ تو پھر نسب بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فکتب هذاماقاضی صحیح یہ ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کی طرف کتابت کی نسبۃ مجازاً ہے۔ اس کو حقیت پر محمول کر کے معجزہ قرار دینا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر جناب نبی اکرم ﷺ خود اپنے ہاتھ مبارک سے لکھ لیتے تو کفار کو یقین ہو جاتا کہ جب آپؐ لکھنا جانتے ہیں تو ان کو شاعر یا کاتب کہنا صحیح ہو جاتا۔ کہ آپؐ کتابوں کا مطالعہ کر کے خبر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ مقصود کے خلاف ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جب التباس کا خدشہ نہ ہو تو دستاویز میں مشہور نام لکھ دینا کافی ہے۔ جد۔ نسب۔ شہر وغیرہ۔ کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ فقہاءؒ نے جو قیود بیان کی ہیں وہ التباس کی صورت میں ہیں۔ ورنہ امور کا لکھنا مستحب ہے۔

اسناد الکتابة الیه مجاز یہ ایک مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ فکتب هذا کا لفظ بخاری اور مسلم میں نہیں ہے۔ اور ابوالولید باجی نے جو ظاہر روایت کو لے کر معجزہ کا دعویٰ کیا ہے علماء اندلس نے اس دور میں ان پر سخت تنقید کی کہ یہ قرآن مجید کی نص کے خلاف ہے۔ ماکنت تتلوا من قبله من کتا ب ولاتخطه بیمینك جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ کاتب حضرت علیؓ تھے جب انہوں نے لفظ رسول اللہ مٹانے سے انکار کیا تو آپؐ نے اس صحیفہ کو لیکر اس پر قلم پھیر دیا۔ اور حضرت علیؓ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ اب لکھو یا کتب بمعنی امر بالکتابة یعنی امر علیا ان یکتب کہ حضرت علیؓ کو لکھنے کا حکم دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر سوال ہو کہ حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کے امر کی مخالفت کیوں کی۔ تو کہا جائے گا کہ ان کو قرینہ سے معلوم ہو گیا کہ یہ امر ایجاب کے لئے نہیں ہے۔

ابنته حمزة مشہور یہ ہے کہ اس کا نام عمارہ تھا۔ اور آپ کو یا عم یعنی چچا اس لئے کہا کہ حضرت امیر حمزہؓ اور نبی اکرم ﷺ میں اخوت رضاع قائم تھی۔ حملھا اس لئے کہ وہ اہل بیت رسول اللہ میں سے تھی۔ زید بن حارثہؓ اور حضرت حمزہؓ میں آپؐ نے مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔ اس لئے انہوں نے حضرت حمزہ کو بھائی کہا۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہر ایک کو ایک قسم کی شرافت

عطا فرما کر ان کے دلوں کو خوش کر دیا۔ وہ حالت ہر ایک کے مناسب حال تھی۔ باقی حدیث کی ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے۔ کہ کاتب نے محض رسول اللہ پر اکتفا کیا۔ اب ۔جد ۔ بلد وغیرہ کی طرف نسبت نہیں فرمائی۔ کیونکہ اس نام میں کوئی التباس نہیں تھا۔ محمد بن عبد اللہ پر کوئی حرف زائد نہیں لکھا گیا۔ نیز! حضرت جعفرؓ کی زوجہ اور عمارہ کی خالہ کا نام اسماء بنت عمیسؓ تھا۔ اور ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت عمیس تھا یہ حدیث حضانة کے بارے میں قاعدہ کلیہ کا حکم رکھتی ہے۔ کہ جب والدہ نہ ہو تو خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اس لئے اس اسے حق حضانة پہنچتا ہے۔

باب صلح من المشركين

ترجمہ۔ مشرکین کے ساتھ صلح کرنا

فيه عن ابى سفيان وقال عوف بن مالك عن النبى ﷺ ثم عن النبى ﷺ ثم تكون هدنة بينكم وبين بنى الاصغر فيه سهل بن حنيف واسماء والمسور عن النبى ﷺ وقال موسى بن مسعود الخ عن البراء بن عازبؓ قال صالح النبى ﷺ المشركين يوم الحديبية على ثلثة اشياء على ان من اتاه من المشركين رده اليهم ومن اتاهم من المسلمين لم يردوه وعلى ان يدخلها من قابل ويقيم بهاثلثة ايام ولايدخلهاالا بجلبان السلاح السيف والقوس ونحوه فجاء ابوجندل يحجل فى قيوده فرده اليهم قال لم يذكر مؤمل عن سفيان اباجندل وقال الابجلب السلاح ...

ترجمہ۔ اس بارے میں ابوسفیان سے مروی ہے اور عوف بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ پھر تمہارے اور بنو الاصغر یعنی رومیوں کے درمیان صلح ہوگی اور اس بارے میں سہل بن حنیفؓ۔ اسماءؓ۔ اور مسورؓ بھی جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے موقعہ پر مشرکین کے ساتھ تین چیزوں پر صلح فرمائی۔ ایک تو یہ کہ جو مشرک آپؐ کے پاس آئے گا آپؐ اسے واپس مشرکوں کے پاس لوٹا دیں گے۔ اور جو مسلمان ان مشرکوں کے پاس آئے گا اسے وہ واپس نہیں کریں گے۔ دوسری شرط یہ تھی کہ آپؐ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں گے اور تین دن تک وہاں قیام فرمائیں گے۔ اور مکہ میں داخلہ بغیر ہتھیاروں کے ہوگا۔ البتہ تلوار اپنے نیام میں اور کمان سوائے تیر اپنے ترکش میں ہوں گے حضرت ابو جندلؓ اپنی بیڑیوں سمیت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے پہنچے۔ تو آپؐ نے اس کو مشرکوں کی طرف واپس کر دیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مؤمل نے امام سفیان ثوریؒ سے ابو جندل کا واقعہ ذکر نہیں کیا۔ البتہ الاجلب السلاح کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

حديث (۲۵۱۱) حدثنامحمدبن رافع الخ عن

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ

ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ خرج معتمراً فحال كفار قريش بينه وبين البيت فنحر هديه وحلق راسه بالحديبية وقاضاهم ان يعتمرعام المقبل ولايحمل سلاحا عليهم الاسيوفاً ولايقيم بها الاماأحبوا فاعتمر من العام المقبل فدخلها كما كان صالحهم فلما اقام بها ثلثاامروه ان يخرج فخرج ......

عمرہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو کفار قریش آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو آپؐ نے اپنی قربانی کو ذبح فرمایا اور اپنا سر مبارک بھی حدیبیہ میں منڈوایا۔ اور ان مشرکین قریش سے اس بات پر صلح کر لی کہ آپؐ آئندہ سال عمرہ قضاء کریں گے اور ان پر ہتھیار اٹھا کر نہیں چلیں گے۔ البتہ تلواریں نیام میں رہیں گی اور مکہ معظمہ میں جب تک کفار پسند کریں گے آپؐ قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ آپؐ نے اگلے سال عمرہ ادا کیا اور مکہ معظمہ میں اس طرح داخل ہوئے جیسے صلح ہوئی تھی۔ جب تین دن تک آپؐ نے مکہ میں قیام فرمالیا تو انہوں نے چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپؐ روانہ ہو گئے۔

حديث (۲۵۱۲) حدثنامسددالخ عن سهل ابن ابى حثمة قال انطلق عبدالله بن سهل ومحيصة ابن مسعود بن زيد الى خيبر وهى يومئذ صلح ......

ترجمہ۔ حضرت سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بن زید خیبر کی طرف چلے جب کہ خیبر والوں سے ان دنوں صلح تھی یعنی یہودیوں کی مسلمانوں سے صلح تھی۔

باب الصلح فى الدية

ترجمہ۔ دیت کے بارے میں صلح کرنا

حديث(۲۵۱۳)حدثنامحمدبن عبدالله الانصارى الخ ان انساً حدثهم ان الربيع وهى ابنة النضركسرت ثنية جارية فطلبوالارش وطلبوالعفوفابوا فاتوالنبى ﷺفامرهم بالقصاص فقال انس بن النضراتكسرثنية الربيع يارسول الله لاوالذى بعثك بالحق لاتكسرثنيتها فقال يا انس كتاب الله القصاص فرضى القوم وعفوا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ربیع جو نضر کی بیٹی تھی اس نے کسی نوجوان لڑکی کا اگلا دانت توڑ دیا تو اس کے وارثوں نے تاوان اور دیت کا مطالبہ کیا ان لوگوں نے معافی کی درخواست کی۔ جس کا انہوں نے انکار کر دیا تو یہ لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے قصاص لینے کا حکم دیا جس پر حضرت انس بن النضرؓ نے فرمایا یارسول اللہ کیا ربیع کا اگلا دانت قصاص میں توڑا جائے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ایسا نہیں ہو گا یعنی اس کے

فقال النبی ﷺ ان من عباداللہ من لواقسم علی اللہ لابرہ زاد الفزاری عن حمید عن انس فرضی القوم وقبلوا الارش ......

اگلے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اے انس! کتاب اللہ کا فیصلہ قصاص ہے پس یہ سننے کے بعد قوم راضی ہوگئی اور انہوں نے معافی دے دی۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرمادیتے ہیں۔ فزاری نے حضرت انسؓ سے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں۔ کہ قوم راضی ہوگئی۔ اور انہوں نے دیت قبول کرلی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ رُبیع یہ حضرت انس بن مالکؓ کی پھوپھی ہیں۔ انس بن النضر حضرت انس بن مالکؓ کے چچا ہیں احد میں شہید ہوئے۔ جاریہ سے مراد باندی نہیں بلکہ نوجوان عورت مراد ہے۔ لاتکسر یہ حکم کورد کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کے فضل پر وثوق کرتے ہوئے عدم وقوع کی خبر دینا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ان من عباداللہ الخ اسی وجہ سے ارشاد فرمایا کتاب اللہ القصاص یعنی کتاب اللہ القصاص لقولہ تعالی السن بالسن والجروح قصاص۔

قبلوا الارش سے مصنفؒ نے دونوں روایتوں میں تطبیق بیان کردی کہ ان لوگوں نے قصاص معاف کر کے دیت قبول کرلی ارش اگرچہ تاوان کو کہتے ہیں لیکن یہاں دیت مراد ہے۔

باب قول النبی ﷺ للحسن بن علیؓ ابنی ھذاسید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین وقولہ جل ذکرہ فاصلحوا بینہما ....

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن بن علیؓ کو خطاب کر کے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان دونوں کے درمیان صلح کراؤ۔

حدیث(۲۵۱۴)حدثنا عبداللہ بن محمد الخ عن ابی موسیؒ قال سمعت الحسن یقول استقبل واللہ الحسن بن علی معاویۃ بکتائب امثال الجبال فقال عمر و بن العاص انی لاری کتائب لاتولی حتی تقتل اقرانہا فقال لہ معاویۃ وکان واللہ خیر الرجلین ای عمروان قتل ھؤلاء ھؤلاء

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت حسن بصریؒ سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم! حضرت حسن بن علیؓ۔ حضرت امیر معاویہؓ کے مقابل میں پہاڑوں کے برابر لشکر کی ٹولیاں لائے۔ جس پر عمرو بن العاصؓ نے کہا میں ایسے لشکر کی ٹولیاں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اس وقت تک واپس نہیں پھریں گے جب تک کہ اپنے ہمسر حریفوں کو قتل نہ کردیں۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا درمیان میں حضرت

هؤلاء من لي بامور الناس من لي بنسائهم من لي بضيعتهم فبعث اليه رجلين من قريش من بني عبد شمس عبدالرحمن بن سمرة وعبدالله ابن عامربن كريز فقال اذهبا الى هذا الرجل فاعرضا عليه وقولاله واطلبااليه فاتياه فدخلاعليه فتكلما وقالا له فطلبا اليه فقال لهما الحسن بن علي انا بنوعبدالمطلب قد اصبنا من هذالمال وان هذه الامة قد عاثت في دمائها قالافانه يعرض عليك كذاوكذاويطلب اليك ويسالك قال فمن لي بهذا قالا نحن لك به فماسالهما شيئاالاقالا نحن لك به فصالحه فقال الحسن ولقد سمعت ابابكرة يقول رايت رسول الله ﷺ على المنبر والحسن بن علي الى جنبه وهو يقبل على الناس مرة وعليه اخرى ويقول ان ابني هذاسيد ولعل الله يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين قال لي علي بن عبدالله انما ثبت لنا سماع الحسن من ابي بكرة بهذا الحديث .....

حسن بصریؒ کا مقولہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ دونوں آدمیوں میں سے بہتر آدمی تھے اسلئے کہ وہ صلح چاہتے تھے اور عمروان کو لڑائی کرنے پر اکساتا تھا تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا اے عمرو! کہ اگر ہمارے لشکر نے ان کے لشکر کو اور ان کے لشکر نے ہمارے لشکر کو قتل کر دیا تو عنداللہ ہم سے مؤاخذہ ہوگا پھر ان لوگوں کے معاملات کا کون ضامن ہوگا۔ ان کی عورتوں کی کون کفالت کرے گا۔ اور ان کے بچوں اور کمزوروں کا کون ضامن ہوگا۔ کیونکہ اگر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا تو وہ ضائع ہو جائیں گے۔ تو آپ نے بنی عبد شمس قریش کے دو آدمی عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامرؓ کو حضرت حسنؓ کے پاس بھیجا۔ فرمانے لگے کہ تم دونوں اس حضرت حسنؓ کے پاس جاؤ اور ان پر صلح کو پیش کرو۔ اور اس بارے میں ان سے بات چیت کرو۔ اور ان کے مطالبوں کا ذمہ لے لو۔ چنانچہ وہ دونوں حضرات حضرت حسنؓ کے پاس پہنچے ہم کلام ہوئے صلح کے بارے میں بات چیت ہوئی۔ اور مطالبہ کی ذمہ واری قبول کی حضرت حسن بن علیؓ نے ان دونوں فرستادوں سے فرمایا کہ بے شک ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں۔ ہم نے تو خلافت کے ذریعہ اس مال کو خلق خدا تک پہنچایا ہے۔ اور اب تک یہ امت محمدیہ اپنے خون بہا کر تباہ ہو چکی ہے۔ تو ان دونوں نے کہا اسی لئے تو حضرت امیر معاویہؓ آپ کو صلح کی پیش کش کرتے ہیں۔ اور آپ سے آپ کے مطالبے پوچھتے ہیں۔ فرمایا میرے ان مطالبوں کے پورے کرنے کا کون ذمہ دار ہوگا۔ ان دونوں نے کہا ہم آپ کے لئے اس کے ذمہ دار ہیں۔ پس جس جس چیز کا حضرت حسنؓ نے مطالبہ کیا وہ دونوں یہی کہتے تھے کہ آپ کے لئے ذمہ واری لیتے ہیں۔ تو حضرت حسنؓ نے ان شرائط پر صلح کر لی۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرہؓ سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا جب کہ حضرت حسنؓ آپؐ کے پہلو میں بیٹھے تھے کبھی آپؐ

لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان حضرت حسنؓ کی طرف اور فرماتے تھے بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان ان کے ذریعہ صلح کرا دے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں میرے استاد حضرت علی المدینیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کی بدولت حضرت حسن بصریؒ کا سماع حضرت ابو بکرہؓ سے ہمارے نزدیک صحیح ثابت ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ استقبل الحسن الخ الحسن فاعل ہے۔ اور معاویہ مفعول ہے اور آپ کا آنا اس وقت ہے جب کہ ان دونوں کے درمیان خلافت کے معاملہ میں جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ لاری کتائب میں حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر کی مدح خوانی ہے تا کہ انہیں تسلی ہو گھبرا نہ جائیں مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہیں۔ انا بنو عبد المطلب یعنی غرور سے ہم خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ بایں ہمہ شجاعت اور بہادری میں بھی مشہور و معروف ہیں تو اس سے اشارہ ہوا کہ ہم ان لوگوں میں نہیں ہیں جنہیں کوئی ذلت اور دنائت لاحق ہو۔

قد اصبنا کا مفعول محذوف ہے۔ یعنی الحق الذی لنا اور وہ خلافت ہے۔ من هذا المال کا فعل بدلنا محذوف ہے قرینہ مقام کی وجہ سے کہ ہم اس مال کو امت میں خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ قد عاثت فی دمائها اس سے اصحاب معاویہؓ کی طرف اشارہ ہے کہ جنہوں نے ان کے خون بہا کر انہیں تباہ کر دیا ہے اب بھی ہم ان کا خون بہانا چاہتے ہیں اور ان کے بدنوں کو ان گندے مادوں سے پاک صاف کرنا چاہتے ہیں جو انہیں لڑائی پر انگیختہ کرتے ہیں۔ یہاں تک تو ان کی سخت کلامی تھی جب حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے صلح کا پیغام پہنچا تو نرم پڑ گئے اور اپنے کلام میں نرمی پیدا کر لی اور فرمایا یہ جو تم صلح کا پیغام لائے ہو اس کا کون ذمہ دار ہے پھر مال کون خرچ کرے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ کی ملاقات سر زمین کوفہ سے ایک منزل دور ہوئی۔ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد اہل کوفہ نے حضرت حسنؓ سے بیعت کر لی تھی اور اہل شام نے حضرت معاویہؓ سے بیعت کی تھی۔ اس مقام پر ملاقات ہوئی طویل مذاکرات ہوئے بالآخر صلح ہو گئی کہ حضرت امام حسنؓ نے خلافت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ امر وطاعت اقامت۔ کتاب اللہ۔ وسنت نبیہ پر بیعت کر کے کوفہ واپس آ گئے بعد ازاں حضرت امیر معاویہؓ نے بصرہ کوفہ والوں سے اپنے لئے بیعت لی یہ سال سال جماعت کہلایا۔ کیونکہ لوگوں کا ایک خلیفہ پر اتفاق ہو گیا اور خانہ جنگی بند ہو گئی۔ طبرانی کے نزدیک وہ مقام مدائن ہے جہاں ان حضرات کی ملاقات ہوئی اور حضرت امیر معاویہؓ نے ایک دستخطی اور مہر زدہ دستاویز بھیجی کہ اس پر جو مرضی آئے آپ لکھ دیں آپ کی وہ تمام شرائط قبول کر لی جائیں گی۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے اس قصہ سے ان اتفاقات کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت علیؓ کے قتل کے بعد پیش آئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ جب امر تحکیم سے فارغ ہوئے تو کوفہ پہنچ کر یکے بعد دیگرے کئی مرتبہ اہل شام سے قتال کا پروگرام بنایا لیکن ایک مرتبہ تو خوارج کی جنگ نے نہروان میں آپ کو مشغول رکھا۔ یہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے ۳۹ھ میں اہل عراق کے اختلاف کی وجہ سے تیاری نہ کر سکے پھر چالیس ہجری کو کوشش کی تو پھر خوارج اٹھ کھڑے ہوئے جنہوں نے آپ کو کوفہ واپس ہونے پر مجبور کر دیا۔ نیز! حافظؒ فرماتے ہیں ان هذه الامه قد عاثت الخ کا مطلب یہ ہے کہ شامی اور عراقی دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو

قتل کر کے تباہ کر دیا ہے۔ پس یہ لوگ اس وقت تک جنگ بندی نہیں کریں گے جب تک ان کو عام معافی نہ دی جائے اور مال خرچ کر کے ان کی تالیف قلوب کی جائے۔ اور فتنہ کو دبادیا جائے۔ اس لئے انہوں نے صلح میں ایسی شرائط رکھیں جن سے اموال کپڑے غذا وغیرہ جن کی ان افراد کو ضرورت تھی جمع ہو جائے۔ تاکہ پھر اسے ان میں تقسیم کیا جا سکے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس سارے واقعہ سے حضرت حسنؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے ملک اور دولت کو چھوڑ کر ماعند اللہ کی طرف رغبت کی یہ کسی علت ذلت اور قلت کی وجہ سے نہیں تھا۔ ورنہ چالیس ہزار آدمی موت پر ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے لیکن انہوں نے محض مصلحت دینی اور امت کی بھلائی کے لئے صلح کر لی اور خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ بناءً علیہ جس کا نام خود جناب رسول اللہ ﷺ نے سید رکھا ہو اس سے بڑا سید کون ہو سکتا ہے۔ لیکن مخالفین نے جب آپ کو عار المؤمنین کہا تو آپ نے فرمایا العار خیر من النار کہ عار جہنم کی آگ سے بہتر ہے اور بعض نے کہا۔ سودت وجوه المؤمنين کہ آپ نے مؤمنوں کے چہرے سیاہ کر دیئے۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب میں اس کی یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ ان مؤمنین کی رسوائی ہوئی جنہوں نے آپ کی نصرت ترک کر کے آپ کو بیعت پر مجبور کر دیا۔ تو اس میں آپ کی منقصة نہیں ہے بلکہ سواد کو انہوں نے اپنی طرف منسوب کیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ عبدالرحمٰن بن سمرہؓ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے جنہوں نے سجستان فتح کیا۔ بصرہ میں یا مرو میں ۵۱ھ میں وفات ہوئی۔ عبداللہ بن عامرؓ قریشی ہیں۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی انہوں نے خراسان۔ اصفہان۔ کرمان فتح کئے اور اپنے دور ولایت میں کسریٰ کو قتل کیا۔ نیشاپور سے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے احرام باندھ آئے اور ۵۹ھ میں وفات پا گئے۔

باب هل يشير الامام بالصلح

ترجمہ۔ کیا امام و حاکم صلح کرنے کا مشورہ دے سکتا ہے۔

حديث(۲۵۱۵)حدثنا اسمعيل بن ابى اويس الخ قالت سمعت عائشةؓ تقول سمع رسول الله ﷺ صوت خصوم بالباب عالية اصواتهما فخرج اليهما رسول الله ﷺ فقال اين المتالى على الله لايفعل المعروف فقال انا يارسول الله وله اى ذلك احب ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی آواز سنی جن کی آوازیں اونچی ہو رہی تھیں ایک کہہ رہا تھا کہ خدا کیلئے کچھ قرضہ معاف کر دو۔ اور دوسرے میں کچھ نرمی برتو تاکہ میں اسے ادا کر سکوں۔ اور دوسرا کہتا تھا کہ اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا جناب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے پوچھا کہ کہاں ہے اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے میں مبالغہ کرنے والا جو کہتا ہے کہ نیکی کا کام نہیں کروں گا قسم کھانے والے نے کہا یارسول اللہ! میں موجود ہوں میرا حریف میرے مال میں سے جس کو پسند کرے وہ اس کا ہے

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ امام وحاکم ایک ایسے فیصلے کا حکم دے سکتا ہے جس میں فریقین کی بھلائی ہو۔اگر اس میں ایک کی حق ادائیگی میں دیر لگ جائے۔جس میں اس کا کثیر ضرر و نقصان نہ ہو۔اگر فریق ثانی راضی نہ ہو تو امام اس کے بعد پوری حق ادائیگی کا حکم دینے کا مجاز ہے۔اگر چہ اس میں مقروض کا نقصان ہے۔

حدیث (۲۵۱۶) حدثنا یحیی بن بکیر الخ عن کعب بن مالك انه کان له علی عبداللہ بن ابی حدرد الاسلمی مال فلقیه فلزمه حتی ارتفعت اصواتهما فمر بهما النبی ﷺ فقال یا کعب فاشار بیده کانه یقول النصف فاخذ نصف ماعلیه وترك نصفاً .....

ترجمہ۔حضرت کعب بن مالکؓ کا عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ پر مالی قرضہ تھا۔دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت کعبؓ اسے چمٹ گئے۔یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں جناب نبی اکرم ﷺ کا ان کے پاس سے گذر ہوا۔تو آپؐ نے حضرت کعبؓ کو ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا گویا کہ نصف لینے کا حکم دے رہے تھے۔تو حضرت کعبؓ نے اپنا نصف قرضہ تو وصول کرلیا اور نصف کو معاف کردیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس باب کے انعقاد سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔جمہور تو فرماتے ہیں کہ حاکم کو صلح کے حکم دینے کا اختیار ہے۔اگر چہ اس میں احد الخصمین کی حق تلفی بھی ہوتی ہو۔جیسا کہ حدیث باب سے ثابت ہے۔لیکن مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ کسی کی حق تلفی کرنے کا حاکم کو اختیار نہیں ہے۔لیکن اشار بیده سے صلح ثابت ہورہی ہے۔اس سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ردوا الخصوم حتی یصطلحوا فان فصل القضاء یحدث فی القوم الضغائن یعنی جھگڑا کرنے والوں کو صلح کی طرف لے آؤ۔کیونکہ قاضی کا فیصلہ قوم میں بغض پیدا کرتا ہے۔البتہ ظلم کی صورت میں کسی کو صلح پر مجبور نہ کیا جائے۔ظالم کو ضرور سزا ملنی چاہیئے ورنہ بنی آدم پر ظلم بڑھے گا۔

باب فضل الصلاح بین الناس والعدل بینهم۔

ترجمہ۔لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت اور ان کے درمیان عدل وانصاف کرنا

حدیث (۲۵۱۷) حدثنا اسحق الخ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کل سلامی من الناس علیه صدقة کل یوم تطلع فیه الشمس یعدل بین الناس صدقة ......

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص کے ہر عضو کے ہر جوڑ پر صدقہ ہر اس دن کے اندر ہے جس میں سورج طلوع کرتا ہے اور جو شخص لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرتا ہے یہ بھی اس کا صدقہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یعدل کا فاعل الشخص ہے۔ جو العدل کی تقدیر میں مبتداء ہوگا۔ اور صدقہ خبر بنے گی۔ تسمع بالمعیدی کی طرح حدیث کو ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ فیصلہ کرنے سے مقصود عدل وانصاف قائم کرنا ہے۔ اور جھگڑا مٹانا ہے یا یہ کہ سب لوگ تو حاکم نہیں ہوتے پس حکام کی طرف سے عدل کرنے کا حکم ہے۔ اور غیر حکام اصلاح بین الناس کا فریضہ انجام دیں گے۔

باب اذا اشار الامام بالصلح فابی حکم علیه بالحکم البین

ترجمہ۔ جب حاکم صلح کرنے کا مشورہ دے لیکن خصم صلح سے انکار کردے تو حاکم شریعت کے واضح حکم کے ساتھ فیصلہ کرے

حدیث (۲۵۱۸) حدثنا ابو الیمان الخ اخبرنی عروة بن الزبیرؓ ان الزبیر کان یحدث انه خاصم رجلا من الانصار قد شهد بدرا الی رسول الله ﷺ فی شراج من الحرة کانا یسقیان به کلاهما رسول الله ﷺ للزبیر یازبیر ارسل الی جارك فغضب الانصاری فقال یارسول الله ان کان ابن عمتك فتلون وجه رسول الله ﷺ ثم قال اسق ثم احبس حتی یبلغ الجدر فاستوعی رسول الله ﷺ قبل ذلك اشار علی الزبیر برای سعة له وللانصاری فلما احفظ الانصاری رسول الله ﷺ استوعی للزبیرؓ حقه فی صریح الحکم قال عروة قال الزبیر والله ماحسب هذه الایة نزلت الا فی ذلك فلاوربك لایؤمنون حتی یحکموك فیماشجر بینهم الایة ....

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے خبر دی کہ ان کے باپ حضرت زبیرؓ حدیث بیان کرتے تھے کہ ان کا ایک ایسے انصاری کے ساتھ حرہ زمین کی (غول) نالی کے بارے میں جھگڑا ہوگیا جس کے ذریعہ وہ دونوں پانی پلاتے تھے۔ اور وہ انصاری بدری صحابی تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ تم اپنی زمین کو پانی پلا کر اپنے ہمسائے کے لئے پانی چھوڑ دیا کرو۔ جس پر انصاری غضب ناک ہوگیا۔ کہنے لگا یارسول اللہ! یہ فیصلہ آپؐ نے اس لئے دیا کہ حضرت زبیرؓ آپؐ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں جس پر جناب رسول اللہ ﷺ کا چہرانور متغیر ہوگیا فرمایا اے زبیر! زمین کو پانی پلاؤ اور اس وقت تک پانی روکے رکھو جبتک کہ دیوار تک نہ پہنچ جائے۔ پس اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کا پورا حق محفوظ کردیا۔ اور اس سے پہلے آپ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو اپنی رائے سے مشورہ دیا تھا جس میں ان کے لئے اور انصاری کے لئے فراخی تھی۔ لیکن جب انصاری نے جناب رسول اللہ ﷺ کو غصہ دلایا تو آپؐ نے اپنے صریح حکم سے حضرت زبیرؓ کا پورا حق محفوظ کردیا۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ میرے باپ حضرت زبیرؓ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہ آیت کریمہ اسی بارے میں نازل ہوئی ہے ترجمہ۔ تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک ایماندار نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں آپؐ کو فیصل تسلیم نہ کرلیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ برای سعةً له یہ مجرور علی البدلیة ہے۔ یااضافة بیا نیه کی صورت میں رای سعه کی طرف مضاف ہے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ اسے منصوب پڑھا جائے۔ جب کہ یہ مفعول لہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ الحکم البین سے مراد حکم ظاہر ہے۔ یعنی جو حق واضح ظاہر ہو۔ احفظ بمعنی اغضب سعةً ای للسعة۔ جس کے معنی مصالحت کے ہوں گے۔ شراج کے معنی غول کے۔ حرة کالے کالے پتھروں والی زمین۔ حضرت زبیرؓ بی بی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ استوعی بمعنی استوفی یہ حدیث کتاب الشرك میں گذر چکی ہے۔

باب الصلح بین الغرماء واصحاب المیراث والمجازفة فی ذلك۔

ترجمہ۔ قرض خواہوں کے درمیان صلح کرانا اس طرح وراثت والوں کے درمیان صلح کرانا اور اس میں اندازے سے کام لینا۔

وقال ابن عباسؓ لاباس ان یتخارج الشریکان فیاخذ هذا دینا وهذاعینا فان توی لاحدهما لم یرجع علی صاحبه ....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر دو شریک اس طرح صلح کرلیں کہ ایک قرض لے لے اور دوسرا نقد حاصل کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر ان میں سے ایک حصہ ہلاک ہو جائے تو وہ دوسرے سے بعد تقسیم رجوع نہیں کر سکتا۔

حدیث (۲۵۱۹) حدثنا ابن بشار الخ عن جابر بن عبداللهؓ قال توفی ابی وعلیه فعرضت علی غرمائه ان یاخذوا التمر بما علیه فابوا ولم یروا ان فیه وفاءً فاتیت النبی ﷺ فذکرت ذلك له فقال اذا جددته فوضعته فی المرید اذنت رسول الله ﷺ فجاء ومعه ابوبکر وعمر فجلس علیه ودعا بالبرکة ثم قال ادع غرماءك فاوفهم فما ترکت احدا له علی ابی دین الاقضیته وفضل ثلثة عشر وسقا سبعة عجوة وستة لون اوستة عجوة وسبعة لون فوافیت مع رسول الله ﷺ المغرب فذکرت

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ میرے باپ وفات پا گئے کہ ان پر قرضہ تھا تو میں نے ان کے قرض خواہوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ وہ اس قرض کے بدلہ میں میری تمام کھجور قبول کرلیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس سے ان کا قرضہ پورا نہ ہوگا۔ جس کی بنا پر میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ جب تم کھجوروں کو کاٹ کر باڑے میں رکھو تو اللہ کے رسول کو اس کی اطلاع کرو۔ چنانچہ آپؐ تشریف لائے جب کہ آپؐ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ آپؐ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ اور برکت کی دعا فرمائی پھر مجھے فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلا کر ان کو قرضہ پورا ادا کر دو۔

ذلك له فضحك فقال ائت ابابكرؓ وعمرؓ فاخبرهما فقالا لقد علمنا اذصنع رسول الله ﷺ ماصنع ان سیکون ذلك وقال هشام عن وهب عن جابر صلوة العصر ولم یذکر ابابکرؓ ولاضحك وقال وترك ابی علیه ثلثین وسقادینا فقال ابن اسحق عن وهب عن جابر صلوة الظهر ....

پس میں نے کسی ایسے شخص کو نہ چھوڑا جس کا میرے باپ کے ذمہ قرضہ تھا۔ مگر یہ کہ میں نے اس کو پورا ادا کر دیا۔ پھر بھی تیرہ وسق کھجور بچ رہی۔ سات وسق عجوہ اور چھ وسق رلی ملی۔ یا چھ وسق عجوہ اور سات وسق رلی ملی۔ پس مغرب کی نماز میں میرا جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتفاق ہوا جس کا میں نے آپؐ سے ذکر کیا۔ جس پر آپؐ ہنس دیئے۔ اور فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس جا کر ان کو خبر دو تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ بے شک جو کچھ ہونے والا تھا ہم اس وقت جان گئے تھے جب جناب رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ کہا۔ ہشام حضرت جابرؓ سے عصر کی نماز کا ذکر کرتے ہیں۔ ابوبکرؓ اور آپؐ کے ضحک یعنی ہنسی کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ یوں کہا کہ میرا باپ اپنے تیس وسق کھجور کا قرضہ چھوڑ گیا۔ اور ابن اسحٰق حضرت جابرؓ سے ظہر کی نماز کا ذکر کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ محمد حسن مکیؒ نے قطب گنگوہیؒ کی تقریر سے اختلاف روایات کا جواب یوں دیا ہے کہ دراصل حضرت جابرؓ قرض خواہوں کا قرضہ ادا کر کے بار بار آپؐ کو اطلاع دینے آئے ہیں۔ بعض کا قرضہ ادا کر کے ظہر کی نماز میں اطلاع کی دوسرے بعض کا ادا کر کے عصر کی نماز میں میں اطلاع کی۔ اور تیسرے گروہ کا قرضہ ادا کر کے مغرب میں اطلاع کی۔ اس طرح روایات جمع ہو جائیں گی۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو خبر دینے کا اس لئے فرمایا تا کہ وہ معجزہ اور قرضہ کی ادائیگی سے خوش ہو جائیں۔ پہلی مرتبہ صرف حضرت عمرؓ کے متعلق فرمایا۔ دوسری مرتبہ دونوں حضرات کا ذکر کیا۔ کیونکہ دونوں حضرات اس واقعہ کا علم رکھتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ترجمہ میں والمجازفة فی ذلك فرما کر تنبیہ کر دی کہ ادائیگی قرضہ کی صورت میں اگرچہ عوض معاوضہ ایک ہی جنس سے ہو تو اس میں اندازے سے ادا کرنا جائز ہے۔ نہی اس لئے شامل نہیں ہوگی کہ طرفین میں مقابلہ نہیں ہے۔ عجوہ مدینہ کی بہترین کھجور میں سے ہے۔ اور لو ن وقل جو رلی ملی کھجور کی قسم ہے۔ اگر اشکال ہو کہ کتاب الاستقراض میں گذرا ہے کہ سترہ وسق بچ گئے تھے۔ اس جگہ تیرہ وسق کا ذکر ہے۔ اور وضع الدین میں ہے کہ ساری کی ساری کھجور بچ رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ تو مطابقت کیسے ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ عدد کے مفہوم کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ ممکن ہے کہ ادائیگی قرضہ کے بعد اور زمین کے دوسرے مصارف سے پہلے سترہ وسق ہوں۔ اور وضع دین اور خرچ ارض کے بعد خالص ان کو تیرہ وسق بچے ہوں۔ اور سب کا باقی رہ جانا جناب رسول اللہ ﷺ کی برکت سے تھا۔ یا دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ شاید اصل تو سترہ وسق ہوں۔ قرض خواہوں کی پوری ادائیگی کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس میں زیادتی فرما دی۔ اور اختلاف اوقات صلوٰۃ کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ مقصود اصلی تو جنابؐ کی برکت کا بتلانا تھا۔

جو کھجوروں میں پیدا ہوئی اس کو رواۃ نے بیان کر دیا۔ تعیین صلوۃ میں اختلاف اصل حدیث میں قادح نہیں ہے۔

باب الصلح بالدین والعین

ترجمہ۔ قرضہ اور نقد کی صورت میں صلح کرنا

حدیث (۲۵۲۰) حدثنا محمد بن عبداللہ الخ ان کعب بن مالکؓ اخبرہ انہ تقاضی ابن حدرد دینا کان لہ علیہ فی عہد رسول اللہ ﷺ فی المسجد فارتفعت اصواتھما حتی سمعھا رسول اللہ ﷺ وھو فی بیت فخرج رسول اللہ ﷺ الیھما حتی کشف سجف حجرتہ فنادی کعب بن مالکؓ فقال یا کعب قال لبیک یارسول اللہ فاشار بیدہ ان ضع الشطر فقال کعب قد فعلت یارسول اللہ فقال رسول اللہ ﷺ قم فاقضہ .....

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے ابن ابی حدرد سے اپنے اس قرضہ کا مسجد کے اندر جناب رسول اللہ کے زمانہ میں مطالبہ کیا جو ان کے ذمہ تھا۔ جس پر ان دونوں کی آوازیں اس قدر بلند ہو گئیں کہ ان کو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں سن لیا آپؐ باہر انکے پاس تشریف لائے یہاں تک کہ اپنے حجرے کے دروازے کا پردہ کھول دیا۔ اور حضرت کعب بن مالکؓ کو پکارا فرمایا اے کعب! انہوں نے جواب دیا یارسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آدھا قرضہ معاف کر دو۔ حضرت کعبؓ نے جواب دیا یارسول اللہ! میں نے ایسا کر دیا۔ جس پر آپؐ نے مقروض سے فرمایا اٹھو اور آدھا قرضہ نقد ادا کر دو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر سوال ہو کہ حدیث میں دین کا ذکر تو ہے عین کا بیان نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ عین یعنی نقد کو قرضہ پر قیاس کیا۔ جب قرضہ میں صلح ہو سکتی ہے تو نقد میں بھی بطریق اولیٰ ہو گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشروط

باب مایجوز من الشروط فی الاسلام والاحکام والمبایعة

ترجمہ۔ کون کون سی شرطیں اسلام لانے میں احکام اور بیعت میں جائز ہیں۔

حدیث(۲۵۲۱)حدثنا یحیی بن بکیر الخ اخبرنی عروة بن الزبیرؓ انه سمع مروان والمسور بن مخرمة یخبران عن اصحاب رسول الله ﷺ قال لما کتب سهیل بن عمر ویومئذ کان فیما اشترط سهیل بن عمرو علی النبی ﷺ انه لایاتیك منا احدوان کان علی دینك الا رددته الینا وخلیت بیننا وبینه فکره المؤمنون ذلك وامتعضوا منه وابی سهیل الاذلك فکاتبه النبی ﷺ علی ذلك فرد یومئذ اباجندل الی ابیه سهیل بن عمرو ولم یاته احد من الرجال الارده

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے مروان اور مسور بن مخرمہؓ سے سنا دونوں حضرات صحابہؓ رسول اللہ ﷺ سے خبر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ جب سہیل بن عمرو نے صلح حدیبیہ کا صلح نامہ لکھوایا تو سہیل بن عمرو نے جو شرطیں آپ نبی اکرم ﷺ پر رکھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ہمارا جو آدمی بھی آپؐ کے پاس آئے گا خواہ وہ آپؐ کے دین پر کیوں نہ ہو آپ کو اسے ہمارے پاس واپس کرنا لازم ہوگا۔ آپؐ ہمارے اور اس کے درمیان راستہ خالی کر دیں گے اس شرط کو مسلمانوں نے ناپسند کیا۔ اور اس سے غضبناک ہوئے۔ اور سہیل اسی کو لکھوانا چاہتا تھا چنانچہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس شرط کو لکھوادیا پس اسی دن ابو جندل کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کے پاس

في تلك المدة وان كان ملسما وجاء المؤمنات مهاجرات وكانت ام كلثوم بنت عقبة بن ابی معیط ممن خرج الی رسول الله ﷺ یومئذ وهی عاتق فجاء اهلها یسئلون النبی ﷺ ان یرجعها الیهم فلم یرجعها الیهم لما انزل الله فیهن اذا جاء کم المؤمنات مهاجرات فامتحنواهن. الله اعلم بایمانهن فان علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن الی الکفار الایة قال عروة فاخبرتنی عائشةؓ ان رسول الله ﷺ کان یمتحنهن بهذه الایة یاایها الذین امنوا اذا جاء کم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الی غفور رحیم قال عروة قالت عائشةؓ فمن اقر بهذا الشرط منهن قال لها رسول الله ﷺ قد بایعتک کلاما یکلمها به والله مامست یده ید امراة قط فی المبایعة ومابایعهن الا بقوله.

واپس کر دیا اور مردوں میں سے کوئی آدمی بھی اس مدت کے اندر نہ آیا۔ اگر چہ وہ مسلمان بھی تھا تب بھی آپؐ نے اسے واپس کر دیا اب کچھ مؤمن عورتیں بھی ہجرت کر کے آئیں۔ ان عورتوں میں سے جو جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کر کے آئیں عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی ام کلثوم بھی تھیں جو نوجوان لڑکی تھی ان کے خاندان کے لوگ ولید اور عمارۃ ابنا ابی معیط آئے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ سے حسب معاہدہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن آپؐ نے قرآن مجید کی اس آیت کے نزول کی وجہ سے اسے واپس نہ کیا جو عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ جب مؤمن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو ان کا امتحان لو اللہ تعالیٰ تو ان کے ایمان کو خوب جاننے والا ہے پس اگر تمہیں بھی ان کے مؤمن ہونے کا یقین ہو جائے تو پھر انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے مجھے خبر دی کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس آیت کی وجہ سے ان عورتوں کا امتحان لیتے تھے۔ یا ایہا الذین امنوا اذا جاء کم المؤمنات الخ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان میں سے جو عورت بھی اس شرط کا اقرار کر لیتی تو جناب رسول اللہ ﷺ اس سے فرماتے کہ میں نے اس کلام کے ذریعہ جو اس سے آپؐ فرماتے تھے تجھے بیعت کر لیا۔ اللہ کی قسم! آپؐ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو کبھی بھی بیعت کرتے وقت نہیں چھوا۔ کیونکہ آپؐ صرف قول سے ہی عورتوں کو بیعت کرتے تھے۔

حدیث (۲۵۲۲) حدثنا ابو نعیم الخ قال سمعت جریراً یقول بایعت رسول الله ﷺ فاشترط علی والنصح لکل مسلم ....

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپؐ نے مجھ پر شرط لگائی کہ ہر مسلمان سے خیر خواہی کرو گے۔

حدیث (۲۵۲۳) حدثنا مسدد الخ عن جریر بن

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں میں نے جناب

عبداللہؓ قال بایعت رسول اللہ ﷺ علی اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ والنصح لکل مسلم.

رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی نماز کو پابندی سے ادا کرنے زکوۃ کو باقاعدگی سے ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔باب ما یجوز من الشروط الخ بظاہر اس باب کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو شرط شریعت کے مخالف ہو وہ مردود ہے۔اس کے مقتضی پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔اور جو شرط شرع کے موافق ہو اس کا پورا کرنا ضروری اور احق ہے۔دلیل یہ ہے کہ عورتیں شرط میں داخل تھیں۔لیکن اللہ تعالی نے ان کے واپسی کے حکم کو منسوخ کر دیا۔ نیز عورتوں کی واپسی فتنہ کا باعث بنتی کیونکہ مردوں کو تو ان کے چنگل سے نکلنے اور فرار ہونے کی قدرت تھی لیکن عورتوں کو واپس کرنے کا مطلب یہ ہوتا کہ انہیں ان کے فروج پر بھی قدرت ہوتی حالانکہ لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا اس لئے اللہ تعالی نے اپنے نبی کو ان عورتوں کے واپس کرنے سے روک دیا۔اس میں نہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عہد کی مخالفت کی اور نہ ہی کفار اس مخالفت پر خاموش رہے۔بلکہ مسلمانوں نے اللہ تعالی کے حکم کو تسلیم کر لیا جو ان پر واجب تھا۔کفار مکہ نے جب سنا کہ اللہ تعالی نے آیت نازل کر کے مسلمانوں کو عورتوں کی واپسی کرنے سے روک دیا ہے تو وہ بھی خاموش ہو گئے۔کہ اس حکم کے بعد وہ مسلمان ان کو رد کرنے کے نہیں۔ مخالفت کی صورت میں لڑائی ہوتی۔لڑائیوں نے ان کی کمر ہمت توڑ دی تھی۔اب ان میں اس کی سکت نہیں رہی تھی۔پھر صلح کے لئے حیلے بہانے تلاش کرنے پڑتے۔اس لئے وہ خاموش رہے اور اس مخالفت کی پرواہ نہ کی۔نیز! ممکن ہے کہ معاہدہ ایک ایسے عمومی لفظ سے منعقد ہوا ہو جس میں عموم جنسی اور نوعی دونوں کا احتمال تھا۔کفار نے عموم جنسی سمجھا جو مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل تھا اور جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے عموم نوعی پر محمول کیا جو صرف مردوں کو شامل تھا۔عورتوں کو شامل نہیں تھا۔جب مہاجرات آئیں تو ہر فریق کو اس کی مراد کا علم ہو گیا لیکن کفار نے اس کی پرواہ نہ کی اور مسلمانوں کے مقصد کو تسلیم کر لیا۔بدیں وجہ کہ مسلمان ان کے سب مطالبے مان چکے تھے لیکن اس توجیہ پر باب کا انعقاد مناسب نہیں ہو گا۔البتہ اگر صرف ردّ رجال کی شرط کا اعتبار کیا جائے تو پھر روایت کا باب کے تحت لانا صحیح ہو سکتا ہے۔اس لئے جناب نبی اکرم ﷺ کو مسلمانوں پر اعتماد تھا کہ اگر ان کو دارالکفر میں واپس بھیجا گیا تب بھی ان کے دین میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔اس لئے آپؐ نے ردّ مسلم کی شرط مان لی۔تو اب امر شرعی کی مخالفت بھی نہ ہوئی۔البتہ اب غیر نبی کے لئے ایسی خلاف شرع شرط تسلیم کرنا جائز نہیں۔کیونکہ کسی کے حال پر کون اب اعتماد کر سکتا ہے۔نبی کی تو وحی رہنمائی کرتی تھی۔وہ ہند ہے اب یہاں اشکال یہ ہے کہ اس باب میں جو روایات وارد ہوئی ہیں ان سے وہ اشتراط شروط فی الاسلام پر دال ہیں۔احکام اور مبایعت کا ذکر نہیں ہے۔تو جواباً کہا جائے گا کہ حضرت جریرؓ کی روایت میں مبایعت علی الاحکام کا بیان ہے۔اقام الصلوۃ ایتاء الزکوۃ یہ اشتراط فی الاحکام ہوا۔یا یوں کہا جائے کہ النصح لکل مسلم ہر عقد کو شامل ہے۔یا اللہ تعالی کا ارشاد ہے علی ان لا یشرکن با للہ شیئا ولا یسرقن الخ ہر حکم کو شامل ہے۔

فکرہ المؤ منون ذلك اس سے معلوم ہوا کہ جو شرط شرع کے خلاف ہو وہ مردود ہے اس لئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی ناپسندیدگی کو ردّ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان کی کراہت حق تھی۔ مگر چونکہ یہ شرط کئی مصالح پر مبنی تھی جن کا غیر نبی کو علم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپؐ کے لئے شرط لگانا جائز۔ دوسرے کے لئے ناجائز ہے۔

کان یمتحنھن الخ اس امتحان سے معلوم ہو جائے گا کہ اگر وہ مؤمنات ہیں تو ان چھ اشیاء مذکورہ کا اعتراف کریں گی۔ اور غیر مؤمنات ہیں تو انکار کر دیں گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ شرط کے لغوی معنی علامت کے ہیں اور اصطلاح شرع میں **ما یتو قف علیه وجود الشئ ولم یکن داخلاً فیه** یعنی شرط وہ ہے جس پر کسی چیز کا موجود ہونا موقوف ہو۔ اور خود وہ اس شے کے اندر داخل نہ ہو۔ قطب گنگوہیؒ نے مؤمنات مہاجرات کے بارے میں جو دو احتمال بیان فرمائے ہیں۔ حضرات علماء مفسرین رحمہم اللہ کے بھی اس بارے میں دو قول ہیں۔ خازن۔ صاحب الجمل اور قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ردّ نساء صلح نامہ میں داخل تھا یا نہیں۔ اگر داخل تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے صریح حکم سے منسوخ فرمادیا۔ اور بعض فرماتے ہیں نسخ بلکہ تخصیص ہے۔ یا تقیید ہے کہ مطلق مقید بالرجال کیا گیا۔ عورتیں اس سے خارج ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عورتیں دل کی کمزور ہوتی ہیں۔ جبر کے وقت دین سے پھرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ دوسرے مردوں کے چنگل سے نکلنے کے داؤ سے بے خبر ہوتی ہے اس لئے ان کو خاص کر لیا گیا۔ چنانچہ ایک روایت میں وارد ہے کہ شرط رجال کیلئے تھی۔ نساء کیلئے نہیں تھی۔ میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے یہاں عورتوں کا استثناء مقدر تھا تو عہد نامہ کے الفاظ میں **لایاتیك منا رجل** وارد ہوا۔ جس سے کفار نے عموم سمجھا۔ کیونکہ عورتیں عموماً مردوں کے تابع ہوتی ہیں۔ لیکن جب مہاجرات آئیں تو اللہ تعالیٰ نے عہد کو مردوں کے ساتھ خاص کر دیا۔ اس صورت میں جس روایت میں **لایاتیك منا احد** روایت بالمعنی ہوگی۔

لاھن حل لھم الآیة معنی میں ہے کہ عورت مرد سے تین امور کی وجہ سے جدا ہوتی ہے۔ کہ اگر کافر سے نکاح کرے تو وہ قرآنی حکم کے خلاف ہے۔ **لاھن حل لھم** یا وہ اسے حلال سمجھے گا یا اسے مجبور کرے گا۔ تو عورت محفوظ نہ ہوئی۔ قلب ضعیف حیلے اور تدابیر سے ناواقف۔ اس لئے اس کا دین سے پھر جانا ممکن الوقوع ہے یہ فتنہ ہوا۔ تیسرے عادت یہ ہے کہ عورت بھاگنے اور خلاصی پر قدرت نہیں رکھتی۔ مرد ماہر ہوتا ہے۔

صلح المشرکین علماء کا اجماع ہے کہ دار الحرب سے ہجرت کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر فرض ہے۔ کسی کو ان سے صلح کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ البتہ خلیفہ اور اس کا نائب ایسا کر سکتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے **انا بری من مسلم بین مشرکین** یہاں احنافؒ کا قول ہے۔ شوافعؒ کے یہاں تفصیل ہے۔

مایجوز من الشروط حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں **مایجوز وما لایجوز** دونوں کا بیان ہے فی الاسلام کا مطلب ہے

فی دخول الاسلام مثلاً کافر یہ تو کہہ سکتا ہے کہ میں اس شرط پر مسلمان ہوتا ہوں کہ مجھے ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل نہ کیا جائے۔ لیکن یہ شرط ناجائز ہے کہ نماز نہیں پڑھے گا یا زکوۃ ادا نہیں کرے گا۔

کره المؤمنون شیخ گنگوہیؒ نے مسلک حنفیہ کے مطابق فرمایا کہ غیر نبی کے لئے اس قسم کی شرط کا جواز نہیں ہے اور جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ کراہت کو کراہت طبعی پر محمول کرتے ہیں۔ جیسے حضرت عمرؓ سے ابتداء میں صدور ہوا۔

باب اذا باع نخلا قد ابرت

ترجمہ۔ جب کوئی ایسی کھجور کا درخت بیچے جس کی پیوندکاری کی گئی ہو۔

حدیث (۲۵۲۴) حدثنا عبدالله بن یوسف الخ **عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال من باع نخلا قد ابرت فثمرتها للبائع الا ان یشترط المبتاع**

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے پیوند کردہ کھجور کا پودا بیچا تو اس کا پھل بائع کے لئے ہوگا البتہ اگر مشتری شرط لگائے تو پھر اس کا ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اذا اشترط المبتاع یعنی اگر کسی نے بیع میں ایسی شرط لگائی جو مقتضی عقد کے خلاف ہو تو وہ شرع کے بھی خلاف ہوگی اس لئے مقتضی عقد کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے جواب شرط کو ذکر نہیں فرمایا خبر پر اکتفا کرتے ہوئے کہ ثمرہ بائع کا ہوگا حدیث گزر چکی ہے۔

باب الشروط فی البیع

ترجمہ۔ خرید و فروخت میں شرطیں لگانا

حدیث (۲۵۲۵) حدثنا عبدالله بن مسلمة الخ **عن عروةؓ ان عائشةؓ اخبرته ان بريرة جاءت عائشةؓ تستعينها فی كتابتها ولم تكن قضت من كتابتها شيئا قالت لها عائشةؓ ارجعی الی اهلك فان احبوا ان اقضی عنك كتابتك ويكون ولاءك لی فعلت فذكرت ذلك بريرة الی اهلها فابوا وقالوا**

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ ان کے پاس آئیں جو ان سے اپنے بدل کتابت کے بارے میں مدد طلب کرتی تھیں ابھی تک اس نے بدل کتابت میں سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا تو حضرت عائشہؓ نے اس سے فرمایا کہ اپنے مالکوں کے پاس واپس جاؤ اگر وہ پسند کریں تو میں تیرا سارا بدل کتابت ادا کر دوں بشرطیکہ تیرا ولاء میرے لئے ہوگا تو میں کرلوں گی چنانچہ انہوں نے اپنے موالی سے اس کا ذکر کیا جنہوں نے

ان شاء ت ان تحتسب علیك فلتفعل ویکون لنا ولاء ك فذکرت ذلك لرسول الله ﷺ فقال لها ابتاعی فاعتقی فانما الولاء لمن اعتق .....

انکار کرتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت عائشہؓ تجھ پر فی سبیل اللہ احسان کرنا چاہتی ہے تو کرلے۔ ولاء تو بہر حال ہمارے لئے ہوگا پس حضرت عائشہؓ نے اس کا ذکر جناب رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا تم خرید کر کے آزاد کردو۔ ولاء تو اسی کا ہوگا جس نے آزاد کیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ چونکہ یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے۔ ایک طریقہ میں ہے اشتری بریرة واشترطی چونکہ اس روایت میں عقد بیع کے اندر شرط موجود ہے اس لئے اس طریق سے یہ روایت ترجمہ کے مطابق ہو جائے گی۔

باب اذا اشترط البائع ظهر الدابة الى مكان مسمى جاز

ترجمہ۔ جب بائع کسی مقرر مقام تک کسی جانور کی سواری کی شرط لگائے تو یہ جائز ہے

حدیث (۲۵۲۶) حدثنا ابو نعیم الخ. حدثنی جابرؓ انه كان یسیر علی جمل له قداعیا فمر النبی ﷺ فضربه فدعاله فسار بسیر لیس یسیر مثله ثم قال بعنیه بوقیة قلت لا ثم قال بعنیه بوقیة فبعته فاستثنت حملانه الی اهلی فلما قدمنا اتیته بالجمل ونقدلی ثمنه ثم انصرفت فارسل علی اثری قال ما كنت لاخذ جملك فخذ جملك ذلك فهو مالك قال شعبة عن مغیرةؓ عن عامرؓ عن جابرؓ افقرنی رسول الله ﷺ ظهره الی المدینة وقال اسحق عن جابرؓ عن مغیرة فبعته علی ان لی فقار ظهره حتی ابلغ المدینة وقال عطاء وغیره الی المدینة وقال ابن المنكدر عن جابرؓ شرط ظهره الی المدینة

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے ایک ایسے اونٹ پر سوار چل رہے تھے جو تھک چکا تھا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا گذر میرے پاس سے ہوا تو آپؐ نے اسے چھڑی ماری اور دعاء بھی فرمائی پس وہ تو ایسا چلنے لگا کہ اس جیسی چال وہ کبھی چلا بھی نہیں تھا۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے ایک اوقیہ پر میرے پاس بیچ دو۔ میں نے انکار کیا کہ نہیں آپؐ نے پھر فرمایا کہ اسے ایک اوقیہ پر بیچ دو۔ میں نے اس شرط پر بیچ دیا کہ میرے گھر تک اس پر سواری کرنا مستثنیٰ ہوگا۔ جب مدینہ پہنچے تو میں اونٹ لے کر حاضر خدمت ہوا آپؐ نے اس کی قیمت مجھے نقد ادا فرمادی۔ پھر ابھی میں روانگی کے لئے پھرا ہی تھا کہ آپؐ نے میرے پیچھے آدمی بھیجا میرے پہنچنے پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارا اونٹ لینا نہیں چاہتا ایک امداد کی شکل تھی۔ پس یہ اپنا اونٹ لے لو یہ تمہارا مال ہے۔ اب امام بخاریؒ حدیث کے مختلف طرق نقل فرماتے ہیں کہ شعبہ کی سند میں ہے کہ

وقال زید بن اسلم عن جابرؓ ولك ظهره حتی ترجع وقال ابوالزبیر عن جابرؓ افقرناك ظهره الی المدینة وقال الاعمش عن سالم عن جابرؓ تبلغ علیه الی اهلك وقال عبیدالله وابن اسحق عن وهب عن جابرؓ اشتراه النبی ﷺ بوقیة وتابعه زید بن اسلم عن جابرؓ وقال ابن جریج عن عطاء وغیره عن جابرؓ اخذته باربعة دنانیر وهذا یکون وقیة علی حساب الدیناربعشرةدراهم ولم یبین الثمن مغیرة عن الشعبی عن جابرؓ وابن المنکدر وابوالزبیرؓ عن جابرؓ وقال الاعمش عن سالم عن جابرؓ وقیة ذهب وقال ابواسحق عن سالم عن جابرؓ بماتی درهم وقال داؤد بن قیس بن عبیداللہ بن مقسم عن جابراشتراه بطریق تبوك احسبه قال باربع اواق وقال ابونضرة عن جابر اشتراه بعشرین دیناراً وقول الشعبی بوقیة اکثرالاشتراط اکثرواصح عندی قاله ابوعبداللہ.

حضرت جابرؓ نے فرمایا مجھے مدینہ تک پہنچنے کیلئے آپؐ نے اس کی سواری عاریت کے طور پر دے دی۔ اسحاق کی سند میں ہے کہ میں نے اس کو اس شرط پر بیچا کہ اس کی پیٹھ کے منکے میرے لئے ہوں گے۔ یہاں تک کہ میں مدینہ پہنچ جاؤں۔ عطاء وغیرہ کی سند میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا مدینہ تک اس کی پیٹھ تیرے لئے ہے۔ ابن المنکدر کی سند میں ہے کہ حضرت جابرؓ نے مدینہ تک اس کی سواری کی شرط لگادی۔ اور زید بن اسلم کی سند میں ہے کہ اس کی پیٹھ تیرے لئے ہے۔ یہاں تک کہ تو واپس آئے۔ ابوالزبیر کی سند میں ہے کہ ہم نے مدینہ تک اس کی پیٹھ تجھے عاریت دے دی اور اعمش کی سند میں ہے کہ تم اس پر سوار ہو کر گھر والوں تک پہنچ جاؤ۔ اور عبیداللہ اور ابن اسحاق کی سند میں ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس اونٹ کو ایک اوقیہ کے بدلے خرید فرمایا۔ زید بن اسلم نے بھی اس کی متابعت کی۔ ابن جریج کی سند میں ہے کہ میں نے اسے چار دینار میں لیا۔ تو جب دینار دس درہم کا ہو اس حساب سے یہ چار دینار اوقیہ بن جائے گا مغیرہ نے اپنی سند جو شعبی سے ہے اس میں قیمت کو بیان نہیں کیا۔ اس طرح ابن المنکدر اور ابوالزبیر نے بھی قیمت نہیں بیان کی البتہ اعمش نے اپنی سند میں اوقیہ ذہب کا ذکر کیا ہے۔

ابواسحاق نے اپنی سند میں دوسو ۲۰۰ درہم کا ذکر کیا ہے۔ اور داؤد بن قیس کی سند میں ہے کہ آپؐ نے اس اونٹ کو جنگ تبوک کے راستہ میں چار اوقیہ پر خرید فرمایا۔ اور ابونضرۃ کی سند میں ہے کہ بیس دینار پر خرید کیا۔ قول فیصل یہ ہے کہ شعبی کا قول ایک اوقیہ والا اکثر ہے۔ اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات میں سے جو اشتراط پر دلالت کرتی ہیں وہ ان روایات سے کثیر اور میرے نزدیک صحیح ہیں جو اشتراط پر دلالت نہیں کرتیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ امام بخاریؒ کا اشتراط کا قول کرنا محل نظر ہے۔ اس لئے کہ وہ شرط صلب عقد میں نہیں تھی۔

بلکہ یہ عاریت تھی۔ جس کو شرط سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اس شرط کا قول اور انجام یہی عاریت تھی۔ افقرنا کے الفاظ اسی پر دال ہیں۔ اور قیمت کی روایات میں جو اختلاف ہے ان میں جمع کی یہ صورت ہو گی کہ پہلے آپؐ نے ایک قیمت بیان فرمائی پھر اس پر اضافہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ معاملہ دوسو درہم تک ختم ہوا۔ آپؐ حضرت جابرؓ کے لئے قیمت کل تعیین فرماتے کہ اتنے میں بیچ دو۔ حضرت جابرؓ اسے تسلیم کر لیتے۔ پھر آپؐ اور بڑھا دیتے۔ کیونکہ آپؐ کا مقصد ان پر احسان کرنا تھا اونٹ خرید کرنا مقصد نہیں تھا۔ اس لئے قیمت میں اضافہ فرماتے رہے۔ تاکہ عطیہ میں اضافہ ہو جائے۔ اور اس کی تائید ماكنت لآخذ جملك کے الفاظ سے ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس حدیث پر مبسوط کلام کتاب البیوع میں ہو چکا ہے کہ لك ظهر یہ وعدہ ہے جسے شرط کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ اور وعدہ میں خلاف نہیں ہوتا۔ یا یہ ہے کہ جس میں رجوع نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے بعض رواۃ کو گنجائش مل گئی کہ انہوں نے اسے شرط سے تعبیر کر لیا۔ دوسروں کو اس کا حق نہیں پہنچتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر شرط ہے تو نفس عقد میں نہیں ہے۔ سابقاً یا لاحقاً واقع ہوئی ہے۔ پس اوّلاً اس کی منفعت کا تبرع کیا۔ آخر میں خود اسی دابہ کو ہی ھبہ کر دیا۔ اختلاف ثمن کی جو تطبیق قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے وہ الطف ہے۔ اور تمام شراح کی توجیہات سے بہتر ہے۔ ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اوقیہ کی روایت تو اکثر ہے۔ اربعہ دنانیر اس کے مخالف نہیں ہے جیسا کہ امام بخاریؒ فرما رہے ہیں باقی اوقيه ذهب. اربعه اواق. خمسة اوق اور دوسو درہم اور بیس دینار اور بعض میں تیرہ دینار کا ذکر ہے۔ تو قاضی عیاضؒ نے ان کو اس طرح جمع کیا ہے کہ یہ سب روایات بالمعنی ہیں۔ اور یہ اختلاف وزن اور عدد کا ہے جو مختلف اوقات میں ادل بدل ہوتا رہا اور جہاں چاندی کا ذکر ہے اس سے وہ ثمن مراد ہے جس پر عقد ہوا۔ اور ذھب کا ذکر اس لئے ہوا کہ اس سے ثمن کی ادائیگی ہوئی۔ اور حدیث کی غرض جناب رسول اللہ ﷺ کا جود و کرم تواضع اور صحابہ کرامؓ سے ہمدردی کا اظہار کرنا ہے۔ بہر حال اونٹ کی بیع ثمن معلوم سے ہوئی اور ادائیگی کے وقت اس سے بھی زیادہ دیا گیا۔ جس کا عدم علم مضر نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب نیز! روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ ھبہ کرنے پر مصر تھے۔ اور آنحضرت ﷺ بلا عوض قبول نہ کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ہر قیمت پر حضرت جابرؓ راضی ہو گئے۔

باب الشروط فى المعاملة

ترجمہ۔ معاملات میں شرطیں لگانا خواہ مزارعۃ ہو یا کوئی دوسرا معاملہ۔

حديث (٢٥٢٧) حدثنا ابو اليمان الخ عن ابى هريرةؓ قال قالت الانصار للنبى ﷺ اقسم بيننا وبين اخواننا النخيل قال لافقال تكفؤنا المؤنة ونشرككم فى التمرة قالو سمعنا واطعنا .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرات انصار مدینہ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ ہمارے کھجوروں کے درخت آپؐ ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیں آپؐ نے فرمایا نہیں۔ جس پر انہوں نے عرض کیا

کہ تم لوگ ان کی ساخت پرداخت کی ذمہ واری لے لو۔ ہم تمہیں ان کے پھلوں میں شریک کرلیں گے۔ یعنی مساقات کرلی جائے۔ تو مہاجرین اور انصار نے کہا ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی ہم نے تعمیل کرلی۔ جس کا آپ نے ہم لوگوں کو مشورہ دیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مؤنۃ کے معنی تعب اور مشقت کے ہیں۔ اس سے مراد تربیت۔ پانی پلانا۔ کاٹنا۔ خشک کرنا وغیرہ ہے۔ اگر سوال ہو کہ حدیث میں تو شرط کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ مؤلف کے نزدیک شرط لغوی مراد ہے۔ جس کی تقدیر یہ ہوگی ان تکفونا المؤنۃ نقسم اونشرککم یعنی اگر تم نے کھجوروں کی ساخت پرداخت کرلی تو ہم تمہیں ان کے پھلوں میں شریک کریں گے۔

حدیث (۲۵۲۸) حدثناموسی بن اسمعیل الخ عن عبداللہ قال اعطی رسول اللہ ﷺ خیبر الیھود ان یعملوھا ویزرعوھا ولھم شطر مایخرج منھا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی اراضی یہودیوں کو اس شرط پر دے دی کہ وہ اس میں کھیتی باڑی اور کاشت کریں تو پیداوار کا آدھا حصہ انکا ہوگا

تشریح از قاسمیؒ ۔ یعملوھا ویزرعوھا میں ترجمہ ہے کہ یہ عقد مزارعۃ تھا۔ جس میں نصف پیداوار کی شرط تھی۔

باب الشروط فی المھر عندعقدۃ النکاح ۔

ترجمہ۔ عقد نکاح کے وقت مہر میں شرطیں لگانا۔

وقال عمرؓ ان مقاطع الحقوق عندالشروط ولک ماشرطت وقال المسور سمعت النبی ﷺ ذکر صھراله فاثنی علیه فی مصاھرته فاحسن قال حدثنی وصدقنی ووعدنی فوفی لی ......

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک حقوق کے فیصلے شرطوں کے مطابق ہوں گے۔ اور جو شرط تم نے لگائی ہے تجھے اسی کا حق ہے۔ حضرت مسورؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا جنہوں نے اپنے ایک داماد کا ذکر فرمایا اور اس کی دامادی کی تعریف بیان کی اور خوب تعریف کی۔ فرمایا کہ جو بات اس نے مجھ سے کی اس کو سچا کر دکھایا۔ اور جس کا وعدہ کیا اسے پورا کردیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یہ داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع ہیں جو حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے خاوند تھے بدر کی لڑائی میں قید ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے اکرام کی وجہ سے بلا اخذ فدیہ انہیں چھوڑ دیا گیا مشرکین کے کہنے پر وہ آپ کی صاحبزادی کو مکہ سے گئے طلاق دینے سے انکار کردیا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ کے مطالبہ پر بدر کے تھوڑے عرصہ بعد بہت جلد واپس پہنچادیا۔ فتح۔ سے پہلے

مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ اس کی اس احسان مندی کا شکریہ ادا فرما رہے ہیں۔

حدیث (۲۵۲۹) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن عقبة بن عامرؓ قال قال رسول الله ﷺ احق الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شرطیں جن کا پورا کرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ وہ ہیں جن کو تم نے نکاح میں بیان کر کے شرم گاہوں کو حلال کیا۔

باب الشروط فی المزارعة

ترجمہ۔ کاشتکاری میں شرطیں بیان کرنا

حدیث (۲۵۳۰) حدثنا مالك بن اسماعيل الخ سمعت رافع بن خديجؓ يقول كنا اكثر الانصار حقلا فكنا نكرى الارض فربما اخرجت هذه ولم تخرج ذه فنهينا عن ذلك ولم ننه عن الورق.

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ انصار مدینہ میں سے ہم لوگ سب سے زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے۔ ہم زمین کو اجارہ (پیداواری) پر دیتے تھے۔ کبھی یہ ایک زمین پیداوار دیتی تو دوسری نہیں دیتی تھی۔ تو ہمیں اس قسم کے اجارہ سے روک دیا گیا۔ لیکن نقد پر مستاجری سے نہیں روکا گیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یہ ترجمہ پہلے باب سے اخص ہے۔ اس میں حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت ذکر کی گئی ہے کہ زمین کے ایک حصہ کی پیداوار مالک لے لیتا تھا۔ مزارع محروم رہ جاتا۔

باب مالایجوز من الشروط فی النکاح

ترجمہ۔ جو شرطیں نکاح میں ناجائز ہیں

حدیث (۲۵۳۱) حدثنا مسدد الخ عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال لا يبيع حاضر لباد ولا تناجشوا ولا يزيدن على بيع اخيه ولا يخطبن على خطبته ولا تسأل المراة طلاق اختها لتستكفئ اناءها .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کوئی شہری دیہاتی کے لئے خرید و فروخت نہ کرے (جب کہ قحط سالی ہو) اور نہ ہی ایک دوسرے کو دھوکہ دو۔ جب کہ لینے کی نیت نہ ہو اپنے بھائی کی بیع پر رقم زیادہ نہ کرے یعنی خرید کی نیت نہیں محض دوسرے کو دھوکہ دینے کیلئے قیمت بڑھا دے اسی طرح ایک مسلمان کی بیع طے ہو چکی اس پر چڑت لگا کر قیمت میں اضافہ نہ کرو۔ اور اپنے بھائی کی منگنی پر اس عورت کو نکاح کا پیغام نہ دو اور کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔ تاکہ وہ سب کچھ اپنے برتن میں انڈیل لے کہ نفقہ اور معاشرۃ سب اس کے لئے ہو جائے۔

باب الشروط التی لاتحل فی الحدود

ترجمہ۔ وہ شرطیں جو حدود میں حلال نہیں ہیں

حدیث (۲۵۳۲) حدثنا قتیبة بن سعید الخ عن ابی هریرةؓ وزید بن خالد الجهنیؓ انهما قالا ان رجلا من الاعراب اتی رسول الله ﷺ فقال یارسول الله انشدك الله الاقضیت لی بکتاب الله فقال الخصم الاخر وهوافقه منه نعم فاقض بیننا بکتاب الله وائذن لی فقال رسول الله ﷺ قل قال ان ابنی کان عسیفاعلی هذا فزنی بامراته وانی اخبرت ان علی ابنی الرجم فافتدیت منه بمائة شاة وولیدة فسالت اهل العلم فاخبرونی انما علی ابنی جلدمائة وتغریب عام وان علی امراة هذاالرجم فقال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لاقضین بینکما بکتاب الله والولیدة والغنم ردوعلی ابنك جلدمائة وتغریب عام اغد یاانیس الی امراة هذا فان اعترفت فارجمها قال فغداعلیها فاعترفت فامربها رسول الله ﷺ فرجمت .....

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد الجهنیؓ دونوں فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یارسول اللہ! میں آپؐ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ مگر یہ کہ آپؐ میرے لئے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ دیں۔ دوسرا جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا۔ اس نے کہا ہاں! آپؐ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ دیں۔ اور ذرا مجھے بولنے کی اجازت دیجئے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو! تو اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس کے ہاں نوکر تھا جس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ مجھے بتلایا گیا کہ میرے بیٹے پر سنگساری ہے۔ تو میں نے اس کے بدلہ سو۱۰۰ بکریاں اور ایک باندی کا کفارہ ادا کیا۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتلایا کہ میرے بیٹے پر تو سو۱۰۰ کوڑے مارنا اور ایک سال کیلئے جلاوطنی ہے اور اس کی بیوی پر سنگساری ہے۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا باندی اور بکریاں تو تیرے اوپر واپس ہیں۔ تیرے بیٹے پر سو۱۰۰ کوڑوں کی سزا اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اے انیس کل صبح اسکی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ گناہ کا اقرار کرے تو اسے رجم کردو چنانچہ وہ صبح کو گئے تو اس عورت نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا تو وہ سنگسار ہو گئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ کتاب الصلح میں بھی لاچکے ہیں۔ بتلانا یہ ہے کہ ہر وہ صلح جو حدود اللہ میں کی جائے وہ باطل ہے اس طرح ہر وہ شرط جس سے حدود اللہ کو رفع کرنا مقصود ہو وہ بھی باطل ہے۔ افقه اس لئے کہا گیا کہ اس نے خطاب اچھی طرح کیا اور ادب کو ملحوظ رکھا اور قال ان ابنی کا قائل بھی یہی ہے۔ اذن لی کا عطف اقض پر ہے اس لئے کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ

اس سے مراد اعرابی ہے خصم آخر نہیں لیکن گزر چکا کہ ان ابنی کا قائل رجل افقه ہے۔

باب مایجوزمن شروط المکاتب اذا رضی بالبیع علی ان یعتق۔

ترجمہ۔ مکاتب کی وہ شرطیں جو جائز ہیں جب کہ وہ بیع پر راضی ہو جائے یہ کہ اسے آزاد کر دیا جائیگا

حدیث(۲۵۴۳)خلاد بن یحیی الخ قال دخلناعلی عائشةؓ قالت دخلت علی بریرةؓ وهی مکاتبةفقالت یاام المؤمنین اشترینی فان اهلی یبیعونی فاعتقینی قالت نعم قالت ان اهلی لایبیعونی حتی یشترطوا ولاء ی قالت لاحاجة لی فیك فسمع ذلك النبی ﷺ اوبلغه فقال ماشان بریرة فقال اشتریهافاعتقیهاولیشترطوا ماشاء قالت فاشتریتها فاعتقتهاواشترط اهلها ولاء ها فقال النبی ﷺ الولاء لمن اعتق وان شترطوا مائة شرط .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ میرے پاس آئیں جب کہ وہ مکاتبہ تھیں۔ کہنے لگیں اے ام المؤمنین! آپ مجھے خرید فرمالیں کیونکہ میرے مالکان میرے بیچنے پر راضی ہو گئے ہیں۔ پھر آپ مجھے آزاد کر دیں۔ انہوں نے فرمایا اچھا! لیکن حضرت بریرہؓ فرمانے لگیں میرے بیچنے پر میرے مالکان راضی تو ہیں لیکن وہ ولاء کی شرط لگاتے ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا پھر مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ اس گفتگو کو جناب نبی اکرم ﷺ نے سن لیا۔ یا آپؐ کو خبر پہنچی تو آپؐ نے پوچھا بریرہ کا کیا ماجرا ہے۔ جس کو سن کر آپؐ نے فرمایا آپ اسے خرید کر لیں۔ پھر آزاد کر دیں۔ وہ لوگ جو شرطیں بھی لگائیں لگاتے پھریں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس بریرہ کو خرید کر کے آزاد کر دیا۔ لیکن ان کے مالکان نے ولاء کی شرط پھر بھی لگا دی جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ولاء اسی کا حق ہوتا ہے جو اسے آزاد کر دے۔ اگرچہ مالکان سو ۱۰۰ شرطیں بھی لگائیں۔ ان کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

باب الشروط فی الطلاق

ترجمہ۔ طلاق دینے میں شرطیں لگانا

وقال ابن المسیب والحسن وعطاء ان بدأ بالطلاق اواخرفهواحق بشرطه .....

ترجمہ۔ حضرت ابن المسیبؒ۔ حضرت حسن بصریؒ اور عطاءؒ فرماتے ہیں کہ طلاق کو شرط سے پہلے لائے یا بعد میں لائے۔ بہر حال شرط کا حکم مقدم ہے۔

حدیث (۲۵۳٤) حدثنامحمود بن عرعرة الخ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے

عن ابی ھریرۃؓ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن التلقی وان یبتاع المھاجر للاعرابی وان تشترط المراۃ اختھا علی سوم اخیہ ونھی عن النجش وعن التصریۃ تابعہ معاذ وعبدالصمد عن شعبۃ وقال غندر وعبدالرحمن نھی وقال ادم نھینا وقال النضر وحجاج بن منھال نھی ......

آگے جاکر قافلے کو ملنے سے منع فرمایا۔ اس طرح مہاجر دیہاتی کیلئے خرید وفروخت کرے۔ اور یہ کہ عورت اپنی سوکن کی طلاق کی شرط لگائے۔ اور یہ کہ آدمی کسی اپنے دوسرے بھائی کے سودے پر سودا کرے۔ اور دھوکہ دہی سے قیمت بڑھانے سے منع کیا۔ اور تھن میں دودھ روکنے سے بھی منع فرمایا۔ معاذ اور عبدالصمد نے شعبہ سے روایت کرنے پر متابعت کی ہے۔ غندر اور عبد الرحمٰن نھی کا فعل مجہول کا صیغہ لایا ہے۔ آدم نے نھینا کہا ہے۔ نضر اور حجاج نے نھی کہا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض ترجمہ سے یہ ہے کہ جب طلاق معلق بالشرط ہو جائے تو پھر حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا خواہ شرط مقدم ہو اور طلاق مؤخر ہو یا اس کا برعکس ہو۔ جیسے انت طالق ان دخلت الدار یہ جمہور کا مسلک ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قاضی شریحؒ اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر طلاق یمین سے پہلے واقع ہو تو طلاق واقع ہو گی اگر یمین کے بعد واقع ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ لیکن جمہور ائمہ اس کے خلاف ہیں۔ تعلیق مقدم ہو یا مؤخر بہر صورت طلاق واقع ہو گی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ تلقی سے مراد تلقی رکبان ہے۔ کہ شہر کا نرخ معلوم ہونے سے پہلے قافلے والوں کا سامان خرید کر لیا جائے۔ مہاجر سے مراد مقیم ہے اور ابتاع بیع کے معنی میں ہے۔ کہ گراں قیمت پر اس کا اسباب بیچا جائے۔ جب کہ اہل بلد گرانی اور قحط کا شکار ہوں۔ اور تصریہ ضرع الحیوان کہ جانور کے تھن باندھ لئے جائیں تاکہ مشتری کو دودھ زیادہ محسوس ہو۔ ایسا دھوکہ جائز نہیں ہے۔

الحمد للہ دسواں پارہ ختم ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارھواں پارہ

باب الشروط مع الناس بالقول

ترجمہ۔ لوگوں کے ساتھ زبانی کلامی شرطیں بیان کرنا۔ نہ لکھی جائے اور نہ کوئی گواہ ہو۔

حدیث ۲۵۳۵) حدثناابراهيم بن موسى الخ حدثني ابى بن كعب قال قال رسول الله ﷺ موسى رسول الله فذكر الحديث قال الم اقل انك لن تستطيع معى صبراً كانت الاولى نسيانا والوسطى شرطاً والثالثةعمدا قال لاتؤاخذ نى بمانسيت ولاترهقنى من امرى عسرالقيا غلاما فقتله فانطلقا فوجدا جداراً يريد ان ينقض فاقامه قراها ابن عباس امامهم ملك ....

ترجمہ۔ حضرت ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے رسول اللہ نے فرمایا پھران کی پوری بات ذکر فرمائی۔ ترجمہ کہ کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ آپ ہمارے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے پہلا اعتراض تو بھول چوک کی بنا پر تھا۔ دوسرا شرط کے طور پر اور تیسرا جان بوجھ کر کیا۔ چنانچہ فرمایا کہ جو بات میں نے بھول چوک کی بنا پر کی اس پر آپ مجھ سے گرفت نہ کریں۔ اور مجھے میرے معاملہ میں تنگی کی تکلیف نہ دیجئے۔ دونوں ایک لڑکے سے ملے جسے خضرؑ نے قتل کر دیا پھر دونوں چل پڑے تو اس بستی میں ایک دیوار گرنے والی تھی جسے ٹھیک کر دیا۔ اور ابن عباسؓ نے اِمَامَہُم مَلِکٌ پڑھا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ والوسطى شرطاًیہ محل ترجمہ ہے کہ اگر میں نے اس کے بعد سوال کیا تو آپ مجھے جدا کر دیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے درمیان شرط واقع ہوئی لیکن نہ اس کو لکھا گیا نہ گواہ بنائے گئے۔ بلکہ زبانی شرط قرار پائی جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے التزام کیا۔ اور جب شرط کی خلاف ورزی ہوئی تو خضر علیہ السلام نے فرمایا هذافراق بینی وبینك جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکار نہ کیا۔

باب الشروط فی الولاء ترجمہ۔ ولاء کے بارے میں شرطیں بیان کرنا

حدیث(۲۵۳۶)حدثنااسمعیل الخ عن عائشةؓ قالت جاء تنی بریرةؓ فقالت، کاتبت اهلی علی تسع اواق فی کل عام اوقیة فاعیننی فقالت ان احبوا ان اعدهالهم ویکون ولاء ك لی فعلت فذهبت بریرةؓ الی اهلها فقالت لهم فابوا علیها فجاء ت من عندهم ورسول الله ﷺ جالس فقالت انی قدعرضت ذلك علیهم فابوا الا ان یکون الولاء لهم فسمع النبی ﷺ فاخبرت عائشة النبی ﷺ فقال خذیها واشترطی لهم الولاء فانماالولاء لمن اعتق ففعلت عائشةؓ ثم قام رسول الله ﷺ فی الناس فحمدالله واثنی علیه ثم قال مابال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب الله ماکان من شرط لیس فی کتاب الله فهوباطل وان کان مائة شرط قضاء الله احق وشرط الله اوثق وانما الولاء لمن اعتق .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضرت بریرہؓ آکر کہنے لگیں کہ میں نے نو اوقیہ پر اپنے مالکوں سے کتابت کرلی ہے۔ ہر سال ایک اوقیہ دینا ہوگا۔ پس آپ میری مدد فرمائیں۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر مالکان پسند کریں تو میں ابھی گن کر انہیں دے دیتی ہوں۔ البتہ تیرا ولاء میرے لئے ہوگا۔ یہ میں کرسکتی ہوں۔ چنانچہ حضرت بریرہؓ نے اپنے مالکان کے پاس جاکر کہا تو انہوں نے اس طرح کرنے سے انکار کردیا۔ جب وہ ان کے پاس سے واپس آئی تو جناب نبی اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اس نے آکر کہا میں نے مالکان پر یہ معاملہ پیش کیا ہے۔ لیکن وہ لوگ ولاء کے بغیر معاملہ کرنے سے انکاری ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے بھی سن لیا اور حضرت عائشہؓ نے بھی آکر خبر دی۔ تو آپؐ نے فرمایا تم باندی کو لے لو۔ اور ولاء کی شرط قبول کرلو۔ لیکن یاد رکھو ولاء تو اسی کا ہوگا جو اسے آزاد کرے چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایسا کیا پھر جناب رسول اللہ ﷺ لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد بیان کی اور اس کی تعریف کی۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ جو شرط کتاب اللہ میں نہ ہو وہ شرط باطل ہے۔ اگرچہ وہ سو ۱۰۰ شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ کا حکم زیادہ واجب الاتباع ہے۔ اور اللہ کی شرط بہت پکی ہے۔ سن لو ولاء تو اسی کا ہے جو اسے آزاد کرے۔

باب اذا اشترط فی المزارعة اذا شئت اخرجتك۔

ترجمہ۔ جب کوئی شخص مزارعت میں یہ شرط لگائے کہ میں جب چاہوں تجھے نکال دوں گا۔

حدیث (۲۵۳۷) حدثنا ابو احمد الخ عن ابن عمرؓ قال لما فدع اهل خیبر عبدالله بن عمرؓ قام عمرؓ خطیبا فقال ان رسول الله ﷺ کان عامل یهود خیبر علی اموالهم وقال نقر کم ما اقرکم الله وان عبدالله بن عمرؓ خرج الی ماله هنالك فعدی علیه من اللیل ففدعت یداه ورجلاه ولیس لنا هناك عدو غیرهم عدونا وتهمتنا وقد رایت اجلاء هم فلما اجمع عمرؓ علی ذلك اتاه احد بنی الحقیق فقال یاامیر المؤمنین اتخرجنا وقد اقرنا محمد ﷺ وعاملنا علی الاموال وشرط ذلك لنا فقال عمرؓ اظننت انی نسیت قول رسول الله ﷺ کیف بك اذا اخرجت من خیبر تعدو بك قلوصك لیلة بعد لیلة فقال کانت هذه هزیلة من ابی القاسم قال کذبت یاعدو الله فاجلاهم واعطاهم قیمة ماکان لهم من الثمرة مالا وابلا وعروضا من اقتاب وحبال وغیر ذلك رواه حماد بن سلمة عن عبیدالله احسبه عن نافع عن ابن عمرؓ عن عمرؓ عن النبی ﷺ اختصره ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب خیبر والوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہاتھوں اور پاؤں کے جوڑ جدا کر دیئے۔ تو حضرت عمرؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا معاملہ یہودیوں سے ان کے مال پر کیا تھا۔ اور فرمایا جب تک تمہیں اللہ تعالیٰ ٹھہرائے گا ہم تمہیں ٹھہرائیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں خیبر میں اپنے مال کی دیکھ بھال کیلئے گئے تو رات کے وقت ان پر ظلم کیا گیا۔ کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں کے جوڑ الگ کر دیئے گئے۔ وہاں ان یہودیوں کے سوا اور کوئی دشمن نہیں تھا۔ وہی ہمارے دشمن ہیں۔ اور انہیں کو ہم متہم گردانتے ہیں۔ اس لئے میری رائے ہے کہ ان کو ملک بدر کر دیا جائے پس جب حضرت عمرؓ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تو بنو ابی الحقیق کا ایک آدمی ان کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین آپ ہمیں کیسے نکال سکتے ہیں جب کہ محمد ﷺ نے ہمیں ٹھہرایا اور مال پر ہمارے سے معالہ طے کیا اور اسی کو ہمارے لئے شرط قرار دیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان بھول گیا جو تیرے بارے میں فرمایا تھا کہ تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے خیبر سے نکالا جائے گا۔ اور تمہاری تیز رفتار اونٹنیاں راتوں کو تمہیں دوڑا رہی ہوں گی اس نے کہا یہ تو جناب ابو القاسم ﷺ کی طرف سے مزاح کے طور پر تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن تو نے

جھوٹ کہا۔ پس حضرت عمرؓ نے ان کو جلاوطن کر دیا اور ان کے پھلوں کی قیمت کچھ تو نقدی کی صورت میں کچھ سازو سامان کی صورت میں اور کچھ اونٹوں کی صورت میں ادا فرمائی سامان میں پالان اور رسیاں وغیرہ تھیں۔ حماد بن سلمہ نے بھی اس روایت کو مرفوعاً مختصر روایت کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کیف بك یہ خطاب آنحضرت ﷺ کا ابو الحقیق کو ہے۔ جس میں ایسے واقعہ کی خبر دی گئی ہے جو عنقریب واقع ہونے والا تھا اس ابو الحقیق کا نام معلوم نہ ہو سکا یہ ابو الحقیق وہ نہیں ہے جو بی بی صفیہؓ کا خاوند تھا۔ وہ تو خیبر کی لڑائی میں مارا گیا تھا۔

واعطا هم قيمته ما كان الخ جب یہود نے خیبر سے نکلنے کا قصد کیا۔ چونکہ وہ لوگ اراضی خیبر کے پھلوں اور پیداوار میں شریک تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کی قیمت لگا کر جن اسباب کی سفر میں ان کو ضرورت تھی وہ مہیا کر دیا۔ سواری کے لئے اونٹ پالان اور رسے ضرورت تھے۔ دوسری ضروریات کے لئے نقدی ان کو دی گئی۔ اور مالاً اجمالاً ہوگا۔ ابلاً وعرضاً اس کی تفصیل ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق یہود کو ملک بدر کیا۔ آپؐ نے فرمایا لا يبقين دينان بارض العرب ترجمہ عرب کی سرزمین میں دو دین باقی نہیں رہ سکتے۔ نیز! آپؐ نے جو یہود خیبر سے صلح فرمائی تھی وہ صرف ان کی جانوں تک مخصوص تھی۔ ارض خیبر میں ان کا کوئی حق نہیں۔ اور مساقات کی صورت میں ان سے معاملہ ہوا تھا۔ اس لئے ان کے پھلوں کی قیمت۔ اونٹ۔ اسباب وغیرہ انہیں قیمت میں ادا کئے گئے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک یہ خراج تھا۔ مزارعت اور مساقات نہیں تھی۔ کہ اس میں مدت بیان نہ کی گئی ہو۔ مالاً قیمت سے تمیز واقع ہے۔ ابل کا اس پر عطف ہے اسی طرح عروض کا بھی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ نقركم ما اقركم الله ای نقركم ماشئنا جس کو ما اقركم الله سے تعبیر کیا گیا۔ اور باب مزارعة ترجمہ باندھا تھا۔ قال رب الارض اقرك ما اقرك الله تو مدت باہمی رضامندی سے مقرر ہوگی۔ بہر حال ہر ترجمہ میں ہر حدیث کو ملحوظ رکھ کر ایک کی دوسرے سے تفسیر کر دی گئی۔ بہر حال دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ یہود کا اخراج مقدرات الهيه میں سے ہے۔ انہوں نے خیبر سے ضرور نکلنا ہے۔ فدع کے معنی ہیں ہاتھ یا پاؤں کو موچ آجانا جس میں جوڑ اپنی جگہ سے ہل جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جادو کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے قصاص اس لئے چھوڑ دیا کہ ایک تورات کا وقت تھا۔ دوسرے ابن عمرؓ سوئے ہوئے تھے ظالم کو نہیں پہچان سکے۔ اس لئے قصاص نہ لیا گیا۔

باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وكتابة الشروط مع الناس بالقول

ترجمہ۔ جہاد میں شرط اس طرح اہل حرب سے صلح کی شرائط اور ان کی کتابت اور قول دونوں سے شرطوں کا بیان کرنا ہے۔

حديث (۲۵۳۸) حدثنا عبدالله بن محمد الخ عن المسور بن مخرمة ومروان يصدق كل واحد منهما حديث صاحبه قالا خرج رسول الله ﷺ زمن الحديبية حتى كانوا ببعض الطريق قال النبي ﷺ ان خالد بن الوليد بالغميم في خيل لقريش طليعةً فخذوا ذات اليمين فوالله ماشعر بهم خالد حتى اذاهم بقترة الجيش فانطلق يركض نذيرا لقريش وسار النبي ﷺ حتى اذا كان بالثنية التي يهبط عليهم منها بركت به راحلته فقال الناس حل حل فالحت فقالوا خلات القصواء خلات القصواء فقال النبي ﷺ ماخلات القصواء وماذلك لها بخلق ولكن حبسها حابس الفيل ثم قال والذي نفسي بيده لايسئلوني خطة يعظمون فيها حرمات الله الا اعطيتهم اياها ثم زجر ها فوثبت قال فعدل عنهم حتى نزل باقصى الحديبية على ثمد قليل الماء يتبرضه الناس تبرضا فلم يلبثه الناس حتى نزحوه وشكي الى رسول الله ﷺ العطش فانتزع سهما من كنانته ثم امرهم ان يجعلوه فيه فوالله مازال يجيش لهم بالري حتى صدروا عنه فبينما هم كذلك اذ جاء بديل بن ورقاء الخزاعي في نفر من قومه من خزاعة

ترجمہ۔ مسور بن مخرمہ و مروان سے مروی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے زمانہ میں روانہ ہوئے یہاں تک کہ ابھی وہ راستہ میں تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خالد بن ولید غمیم کے مقام پر قریش کے ایک گھوڑا سوار ہراول دستہ کے ساتھ ہے۔ پس اس کو دائیں جانب سے جا کر پکڑ لو۔ پس اللہ کی قسم! خالد بن ولید کو حضور کے اس فوجی دستے کا پتہ بھی نہ چل سکا کہ اچانک لشکر کے کالے غبار نے ان کو گھیر لیا۔ چنانچہ وہ گھوڑے کو ایڑ لگا کر قریش کو ڈرانے کے لئے چل پڑے۔ ادھر نبی اکرم ﷺ روانہ ہو کر جب اس گھاٹی تک پہنچے جہاں سے مکہ والوں پر اترا جاتا ہے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے بٹھیرا اٹھانے کے لئے حل حل کہا۔ لیکن وہ چمٹی رہی اٹھنے کا نام نہیں لیتی تھی لوگ کہنے لگے کہ حضور اکرم ﷺ کی قصواء اونٹنی بگڑ گئی۔ قصواء بگڑ گئی جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بگڑی نہیں اور نہ ہی بگڑنا اس کی عادت ہے لیکن اس کو ہاتھیوں کے روکنے والے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ پھر فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ لوگ قریش مکہ میرے سے جس کسی ایسی خصلت کا مطالبہ کریں گے جس سے اللہ کی قابل احترام چیزوں کی عظمت مجروح نہ ہوتی ہو۔ وہ ان کے سب مطالبات میں تسلیم کر لوں گا۔ پھر اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ کود کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ ان لوگوں سے ہٹ کر حدیبیہ کے انتہائی مقام پر اترے جہاں پر تھوڑا سا پانی تھا جسے لوگ تھوڑا تھوڑا کر کے لے رہے تھے۔ یہاں تک کہ اسے نہ چھوڑا بلکہ سب کا سب کھینچ لیا

وكانوا عيبة نصح رسول الله ﷺ من اهل تهامة فقال انى تركت كعب بن لؤى وعامر بن لؤى نزلوا اعداد مياه الحديبية ومعهم العوذ المطافيل وهم مقاتلوك وصادوك عن البيت فقال رسول الله ﷺ انا لم نجئ لقتال احد ولكنا جئنا معتمرين وان قريشا قد نهكتهم الحرب واضرت بهم فان شاء وا ماددتهم مدة ويخلوا بيني وبين الناس فان اظهر فان شاء وا ان يدخلوا فيما دخل فيه الناس فعلوا والا فقد جموا وان هم ابوا فوالذى نفسى بيده لاقاتلنهم على امرى هذا حتى تنفرد سالفتى ولينفذن الله امره فقال بديل سابلغهم ماتقول قال فانطلق حتى اتى قريشا قال انا قد جئنا كم من هذا الرجل وسمعناه يقول قولا فان شئتم ان نعرضه عليكم فعلنا فقال سفهاء هم لاحاجة لنا ان تخبرنا عنه بشئ وقال ذوو الراى منهم هات ماسمعته يقول قال سمعته يقول كذا وكذا فحدثهم بما قال النبى ﷺ فقام عروة بن مسعود فقال اى قوم الستم بالوالد قالوا بلى قال اولست بالولد قالوا بلى قال فهل تتهمونى قالوا لا قال الستم تعلمون انى استنفرت اهل عكاظ فلما بلحوا على جئتكم باهلى وولدى ومن اطاعنى

تو آپؐ سے پیاس کی شکایت کی گئی۔ تو آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر کھینچ کر حکم دیا کہ اس کو اس کنویں میں ڈال دو۔ پس اللہ کی قسم وہ کنواں برابر پانی سے جوش مارتا رہا یہاں تک کہ وہ لوگ وہاں سے سیر ہو کر واپس ہوئے۔ پس دریں اثنا کیا دیکھتے ہیں کہ بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ خزاعہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ تہامہ کے باشندوں میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہوں کی ایک جماعت تھی۔ جس نے آکر بتایا کہ میں نے کعب بن لوئی اور عامر بن لوئی کو دیکھا ہے کہ وہ حدیبیہ کے چشمہ دار کنوؤں پر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ نوزائدہ بچوں والی دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں۔ وہ لوگ آپؐ سے لڑنے کا ارادہ رکھنے والے اور آپؐ کو بیت اللہ جانے سے روکنے والے ہیں جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم تو کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ ہم تو عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں اور قریش کو مسلسل لڑائیوں نے تھکا دیا ہے۔ اور انہیں بھاری جانی ومالی نقصان پہنچا ہے جس سے وہ کمزور ہو گئے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو ایک مدت کیلئے میں ان سے صلح کرنے کے لئے تیار ہوں جس سے میرے اور ان لوگوں کے درمیان آمدورفت کے لئے راستہ کھلا رہے گا۔ اگر یہ مناسب ہو پس اگر وہ چاہیں تو ان معاہدوں میں شامل ہو جائیں۔ جن میں لوگ داخل ہیں تو ایسا کرلیں ورنہ آرام سے رہیں۔ اگر ان باتوں سے انکار کردیں تو اسی ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں اس دین کے معاملہ میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ میری اکیلی گردن رہ جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے فیصلہ کو نافذ فرمائیں۔ تو بدیل نے کہا میں آپ کا

قالوبلى قال ان هذاقدعرض لكم خطة رشدٍ اقبلوها ودعونى اتيه قالوااتته فاتاه فجعل يكلم النبى ﷺ فقال النبى ﷺ نحوامن قوله لبديل فقال عروة عندذلك اى محمدارايت ان استا صلت امرقومك هل سمعت باحد من العرب اجتاح اهله قبلك وان تكن الاخرى فانى والله لارى وجوهاوانى لارى اشوابامن الناس خليقاان يفروا ويدعوك فقال له ابوبكر امصص ببظر اللات انحن نفرعنه وندعه فقال من ذاقالوا ابوبكر قال اماوالذى نفسى بيده لولايد كانت عندى لم اجزك بها لاجبتك قال وجعل يكلم النبى ﷺ فكلماتكلم اخذ بلحيته والمغيرة بن شعبة قائم على راس النبى ﷺ ومعه السيف وعليه المغفر فكلمااهوى عروة بيده الى لحية النبى ﷺ ضرب يده بنعل السيف وقال له اخريدك عن لحية رسول الله ﷺ فرفع عروة راسه فقال من هذا قالوا المغيرة بن شعبة فقال اى غدر الست اسعى فى غدرتك وكان المغيرة صحب قومافى الجاهلية فقتلهم واخذاموالهم ثم جاء فاسلم اماالاسلام فاقبل وامالمال فلست منه فى شئ ثم ان عروة جعل يرمق اصحاب النبى ﷺ

یہ فرمان ان لوگوں کو پہنچاؤں گا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور قریش کے پاس پہنچ کر کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس اس شخص کے پاس سے آیا ہوں۔ اور ہم نے جو باتیں ان سے سنی ہیں اگر تم چاہو تو میں وہ تم کو پیش کروں تو ان میں سے بے وقوف لوگ کہنے لگے کہ ہم تو اس کی طرف سے کوئی خبر سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لیکن ان میں سے سمجھدار لوگوں نے کہا کہ بھائی! جو کچھ تم سن کر آئے ہو وہ لاؤ پیش کرو۔ تو اس نے بتلایا کہ میں نے تو ان سے یہ یہ باتیں سنی ہیں۔ تو جو کچھ آپؐ نے فرمایا اس نے بلا کم وکاست سب کچھ سنا دیا۔ جس پر عروہ بن مسعود اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا اے قوم! کیا میں تمہارے باپ کے منزلے نہیں ہوں انہوں نے کہا کیوں نہیں اور کہا کہ کیا تم میری اولاد کی طرح نہیں ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ کہنے لگا کیا تم نے مجھے کبھی کسی معاملہ میں متہم گردانا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہاری مدد کے لئے عکاظ والوں کو نہیں بلوایا۔ جب وہ عاجز آگئے تو میں اپنے بال بچوں اور جن لوگوں نے میرا کہنا مانا ان کو ساتھ لے کر تمہارے پاس آگیا۔ سب نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے ایسا کیا۔ تو اس نے کہا کہ آپؐ نے یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک اچھی خصلت پیش فرمائی ہے اس کو قبول کر لو مجھے اجازت دو میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ وہ بولے آپ چلے جائیں۔ پس وہ آپؐ کے پاس آکر جناب نبی اکرم ﷺ سے باتیں کرنے لگا۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی ایسی باتیں کیں جیسے بدیل سے کی تھیں ان حالات میں۔ عروہ کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ کیا آپؐ اپنی قوم کی بالکل بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپؐ نے اس سے پہلے کبھی

بعينه قال فوالله ماتنخم رسول الله ﷺ نخامة الاوقعت فى كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده واذاامرهم ابتدروا امره واذاتوضاكادوا يقتتلون على وضوئه واذا تكلم خفضوا اصواتهم عنده ومايحدون اليه النظر تعظيماله فرجع عروة الى اصحابه فقال اى قوم والله لقد وفدت على الملوك ووفدت على قيصر وكسرى والنجاشى والله ان رايت ملكاقط يعظمه اصحابه مايعظم اصحب محمد ﷺ محمداوالله ان تنخم نخامة الاوقعت فى كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده واذا امرهم ابتدروا امره واذاتوضاكادوا يقتتلون على وضوئه واذاتكلم خفضوا اصواتهم عنده ومايحدون اليه النظر تعظيماله وانه قدعرض عليكم خطة رشد فاقبلوها فقال رجل من بنى كنانة دعونى اتيه فقالوا ائته فلمااشرف على النبى ﷺ واصحابه قال رسول الله ﷺ هذافلان وهومن قوم يعظمون البدن فابعثوها له فبعثت له واستقبله الناس يلبون فلمارای ذلك قال سبحان الله ماينبغى لهؤلاء ان يصدواعن البيت فلمارجع الى اصحابه قال رايت البدن قدقلدت واشعرت فما رای ان يصدواعن البيت فقام رجل منهم يقال له

کسی عرب کے متعلق سنا کہ اس نے اپنی جڑ کو ہی کاٹ دیا ہو۔ اگر دوسری صورت ہو تو اللہ کی قسم میں کئی ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اور کچھ رُلے ملے مخلوط لوگ دیکھ رہاں ہوں جو اس لائق ہیں کہ وہ تو لڑائی میں سے بھاگ کر آپ کو تنہا چھوڑ جائیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اے لات کی شرمگاہ کو چوسنے والے یعنی رذیل انسان کیا تو ہمیں سمجھتا ہے کہ ہم بھاگ جائیں گے۔ اور حضور اکرم ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔ لوگوں نے بتلایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں کہنے لگا کہ اگر آپ کا وہ احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا بدلہ آج تک میں نہیں دے سکا تو میں تجھے ضرور جواب دیتا بہر حال وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے باتیں کرنے لگا اس کی عادت تھی کہ جب بھی وہ کوئی بات کرتا تو جناب نبی اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک کو پکڑ لیتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ آپؐ کے سرہانے کھڑے تھے اور ان کے پاس تلوار تھی۔ اور سر پر خود تھا تو جب بھی عروہ آپؐ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا تو حضرت مغیرہؓ اپنی تلوار کی نوک اس کے ہاتھ پر مارتے ہوئے فرماتے کہ اپنا ہاتھ جناب رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک سے پیچھے رکھو۔ تو عروہ نے اپنا سر اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون شخص ہے لوگوں نے بتلایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہؓ ہیں۔ تو کہنے لگا کہ اے دھوکہ باز کیا میں نے تیری دھوکہ بازی اور غداری میں تیری مدد کے لئے کوشش نہیں کی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مغیرہؓ زمانہ جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ رہتے تھے ان کو قتل کر دیا اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا

فقام رجل منهم يقال له مكرز بن حفص فقال دعونی اتيه فقالوا ائته فلما اشرف عليهم قال النبی ﷺ هذا مكرز وهو رجل فاجر فجعل يكلم النبی ﷺ فبينما هو يكلمه اذ جاء سهيل بن عمرو وقال معمر فاخبرنی ايوب عن عكرمة انه لما جاء سهيل بن عمرو قال معمر فاخبرنی ايوب عن عكرمة انه لما جاء سهيل ابن عمرو وقال النبی ﷺ لقد سهل لكم من امركم قال معمر قال الزهری فی حديثه فجاء سهيل بن عمرو فقال هات اكتب بيننا وبينكم كتابا فدعا النبی ﷺ الكاتب فقال النبی ﷺ بسم الله الرحمن الرحيم قال سهيل اما الرحمن فوالله ما ادری ماهو ولكن اكتب باسمك اللهم كما كنت تكتب فقال المسلمون والله لانكتبها الا بسم الله الرحمن الرحيم فقال النبی ﷺ اكتب باسمك اللهم ثم قال هذا ما قاضی عليه محمد رسول الله فقال سهيل والله لو كنا نعلم انك رسول الله ما صددناك عن البيت ولا قاتلناك ولكن اكتب محمد بن عبدالله فقال النبی ﷺ والله انی لرسول الله وان كذبتمونی اكتب محمد بن عبدالله قال الزهری وذلك لقوله لا يسالونی خطة يعظمون فيها حرمات الله الا اعطيتهم اياها

اسلام تو قبول ہے لیکن اس مال کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر عروہ جناب نبی اکرم ﷺ کو اپنی کنکھیوں سے دیکھنے لگا کہنے لگا اللہ کی قسم! کہ حضرت نبی اکرم ﷺ جب کبھی بھی تھوکتے ہیں تو آپ کی تھوک نیچے جانے کی بجائے ان میں سے کسی صحابی کی ہتھیلی پر جا گرتی ہے۔ جس کو وہ اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ اور جب آپؐ کسی چیز کا حکم دیتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک بڑھ چڑھ کر آپؐ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ اور جب آپؐ وضو فرماتے ہیں تو قریب ہے کہ وہ لوگ آپ کے وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑیں اور لڑنے لگیں۔ اور جب آپ کلام کرتے ہیں تو اسی وقت سب کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں۔ اور وہ لوگ آپؐ کی طرف نظر اٹھا کر گھور کر نہیں دیکھ سکتے۔ جس سے آپ کی تعظیم مقصود ہوتی ہے۔ بہر حال عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آگیا اور کہنے لگا اے قوم! اللہ کی قسم! کہ میں دنیا بھر کے بادشاہوں کے پاس وفد کی صورت میں حاضر ہوا ہوں قیصر روم کسری فارس۔ اور نجاشی حبشہ کے پاس وفد بن کر گیا ہوں لیکن میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ جس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جس طرح جناب محمد نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ آپؐ کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر آپؐ تھوکتے ہیں تو وہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر جا کر گرتی ہے۔ جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ اور جب آپؐ کسی چیز کا حکم دیتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اس کو انجام دیتا ہے۔ اور جب آپؐ وضو کرتے ہیں کہ تو اس کے پانی کے قریب ہے کہ لڑ پڑیں۔ اور جب آپؐ کلام فرماتے ہیں تو اس وقت ان کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں اور کوئی تیز نظر سے

فقال له النبی ﷺ علی ان تخلوا بیننا وبین البیت فنطوف به فقال سهیل والله لاتتحدث العرب انا اخذ ناضغطة ولکن ذلك من العام المقبل فکتب فقال سهیل وعلی انه لایاتیك منا رجل وان کان علی دینك الا رددته الینا قال المسلمون سبحان الله کیف یرد الی المشرکین وقد جاء مسلما فبینما هم کذلك اذ دخل ابوجندل بن سهیل بن عمرو یرسف فی قیوده وقد خرج من اسفل مکة حتی رمی بنفسه بین اظهر المسلمین فقال سهیل هذا یامحمد اول ماقاضیك علیه ان ترده الی فقال النبی ﷺ انا لم نقض الکتاب بعد قال فوالله اذالم اصالحك علی شیء ابدا قال النبی ﷺ فاجزه لی قال ماانا بمجیزه لك قال بلی فافعل قال ماانا بفاعل قال مکرز بل قد اجزناه لك قال ابوجندل ای معشر المسلمین ارد الی المشرکین وقد جئت مسلما الاترون ماقد لقیت وکان قد عذب عذابا شدیدا فی الله قال فقال عمر بن الخطاب رضی الله عنه فاتیت نبی الله ﷺ فقلت الست نبی الله حقا قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیة فی دیننا اذا قال انی رسول الله ولست اعصیه وهو ناصری قلت اولیس

آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو نہیں دیکھ سکتا۔ آپ نے ایک اچھی خصلت پیش کی ہے آپ لوگ اسے قبول کرلیں تو بنوکنانہ کا ایک آدمی کہنے لگا کہ مجھے آپ کی طرف جانے کی اجازت دو تو ان لوگوں نے اس کو اجازت دے دی۔ پس جب اس نے حضرت نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحابؓ پر جھانکا یعنی ظاہر ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ فلاں شخص ہے جو ایسی برادری سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں تو یہ قربانی کے جانور اس کے لئے بھیج جائیں چنانچہ اس کے لئے وہ بھیج گئے۔ اور لوگوں نے اس کا استقبال تلبیہ کہتے ہوئے کیا۔ اللھم لبیك پس جب اس نے یہ صورت حال دیکھی تو سبحان اللہ کہتے ہوئے تعجب کا اظہار کیا کہ ایسے لوگوں کو تو بیت اللہ کی زیارت سے روکنا بالکل نامناسب ہے چنانچہ جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گیا تو کہنے لگا کہ میں نے تو قربانی کے اونٹ دیکھے ہیں جن کے گلے میں علامتی ہار ڈالے گئے ہیں اور ان کی کوہانوں کو زخمی کر کے نشانی کے لئے خون کو مل دیا گیا ہے۔ تو میری رائے یہ ہے کہ ان لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکا جائے۔ اس پر ان کی قوم کا ایک آدمی جس کو مکرز بن حفص کہا جاتا تھا اٹھ کر کہنے لگا کہ مجھے آپ کی خدمت میں بھیجو تو انہوں نے کہا جاؤ چنانچہ جب وہ صحابہ کرامؓ پر نمودار ہوا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ مکرز ہے بد معاش آدمی ہے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ پس ابھی وہ آپؐ سے ہم کلام ہو ہی رہا تھا کہ اچانک سہیل بن عمرو آ گیا۔ راوی معمر کہتے ہیں کہ ایوب نے عکرمہ سے مجھے خبر دی ہے کہ جب سہیل آیا تو آپؐ نے فرمایا اب تمہارا معاملہ آسان ہو گیا۔

كنت تحدثنااناسناتي البيت فنطوف به قال بلى افاخبرتك اناناتيه العام قال قلت لاقال فانك اتيه ومطوف بهقال فاتيت ابابكرؓفقلت ياابابكرؓ اليس هذانبى الله حقا قال بلى قلت السنا على الحق وعدوناعلى الباطل قال بلى قلت فلم نعطى الدنية فى ديننا اذاقال ايها الرجل انه لرسول الله ﷺ وليس يعصى ربه وهوناصره فاستمسك لغروه فوالله انه على الحق قلت اليس كان يحدثنا اناسناتي البيت ونطوف به قال بلى افاخبرك انك تاتيه العام قلت لاقال فانك اتيه ومطوف به قال الزهرى قال عمرؓفعملت لذلك اعمالاًقال فلما فرغ من قضية الكتاب قال رسول الله ﷺ لاصحابه قوموا فانحروا ثم احلقوا قال فوالله ماقام منهم رجل حتى قال ذلك ثلث مرات فلما لم يقم منهم احد دخل على ام سلمةؓ فذكرلها مالقى من الناس فقالت ام سلمةؓ يانبى الله اتحب ذلك اخرج ثم لاتكلم احدامنهم كلمةحتى تنحر بدنك وتدعوا حالقك فيحلقك فخرج فلم يكلم احدامنهم حتى فعل ذلك نحربدنه ودعا حالقه فحلقه فلماراواذلك قاموا فنحرواوجعل بعضهم يحلق بعضاحتى كاد بعضهم يقتل بعضاغما

امام زہریؒ کی حدیث میں ہے کہ سہیل آکر کہنے لگا کہ لاؤ جی تمہارے اور ہمارے درمیان ایک صلح نامہ کی دستاویز لکھی جائے چنانچہ آپؐ نے ایک کاتب کو طلب فرمایا اور جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل کہنے لگا یہ رحمان کیا چیز ہے اللہ کی قسم! ہم تو نہیں جانتے۔ کہ یہ کیا ہے لیکن باسمك اللهم لکھو۔ جیسا کہ آپ پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی بات نہیں باسمك الله ہی لکھ دو۔ پھر فرمایا لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے طے کیا ہے۔ سہیل کہنے لگا اللہ کی قسم! اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ ہی آپؐ سے لڑائی مول لیتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ لکھیں جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگرچہ تم لوگ مجھے جھٹلاتے ہو لیکن میں تو بے شک اللہ کا رسول ہی ہوں۔ لکھو محمد بن عبداللہ! امام زہریؒ فرماتے ہیں یہ باتیں آپؐ نے اس لئے قبول کر لیں کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اگر ان لوگوں نے مجھ سے ان باتوں کا مطالبہ کیا جن سے حرمات اللہ کی تعظیم مقصود ہوگی تو وہ مطالبے میں ان کے مان لوں گا۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اس پر بھی صلح کر لو کہ تم لوگ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ چھوڑ دو تاکہ ہم اس کا طواف تو کر لیں سہیل نے کہا اللہ کی قسم! عرب کے لوگ باتیں کرتے پھریں گے کہ ہمیں زبردستی پکڑا گیا۔ لیکن یہ آپ کا مطالبہ آئندہ سال پورا ہوگا تو اس کو بھی لکھا گیا۔ پھر سہیل نے کہا کہ یہ شرط بھی ہے کہ ہم میں سے جو شخص بھی آپؐ کے پاس آئے گا اگرچہ وہ آپؐ کے

ثم جاء ہ نسوۃ مؤمنات فانزل اللہ تعالی یایھا الذین امنوا اذا جائکم المؤمنات مھاجرات فامتحنوھن حتی بلغ بعصم الکوافر فطلق عمرؓ یومئذ امرأتین کانتا لہ فی الشرك فتزوج احدھما معاویۃ بن ابی سفیان والاخری صفوان بن امیۃ ثم رجع النبی ﷺ الی المدینۃ فجاء ہ ابوبصیر رجل من قریش وھو مسلم فارسلوا فی طلبہ رجلین فقالوا العھد الذی جعلت لنا فدفعہ الی الرجلین فخرجا بہ حتی بلغا ذالحلیفۃ فنزلوا یاکلون من تمرلھم فقال ابوبصیر لاحد الرجلین واللہ انی لاری سیفك ھذا یافلان جیدا فاستلہ الاخر فقال اجل واللہ انہ لجید لقد جربت بہ ثم جربت فقال ابوبصیر ارنی انظر الیہ فامکنہ منہ فضربہ حتی برد وفر الاخر حتی اتی المدینۃ فدخل المسجد یعدو فقال رسول اللہ ﷺ حین راہ لقد رای ھذا ذعرا فلما انتھی الی النبی ﷺ قال قتل واللہ صاحبی وانی لمقتول فجاء ابوبصیر فقال یانبی اللہ واللہ اوفی اللہ ذمتك قدرددتنی الیھم ثم انجانی اللہ منھم قال النبی ﷺ ویل امہ مسعر حرب لوکان لہ احد فلما سمع ذلك عرف انہ سیردہ الیھم فخرج حتی اتی سیف البحر قال وینقلب منھم

دین پر کیوں نہ ہو۔ لازماً آپ کو اسے ہماری طرف واپس کرنا ہوگا جس پر مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اس کو مشرکوں کی طرف کیسے لوٹایا جائے گا جب کہ وہ مسلمان ہو کر آیا ہے۔ دریں اثنا اچانک ابو جندل بن سہیل بن عمرو جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مکہ کے نچلے حصہ سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے درمیان پہنچادیا۔ سہیل کہنے لگا اے محمد ﷺ یہ معاہدہ کا پہلا واقعہ ہے کہ آپؐ ابو جندل کو میرے پاس واپس کردیں۔ آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ابھی تو معاہدہ پورا لکھا ہی نہیں گیا اس پر عمل کیسے ہو۔ سہیل کہنے لگا کہ اللہ کی قسم پھر تو میں کسی چیز پر آپؐ سے صلح کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں آپ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر یہی ہے تو پھر اس ابو جندل کی مجھے اجازت دے دو کہ اسے معاہدہ سے مستثنیٰ قرار دے دو وہ کہنے لگا میں کسی صورت میں اس کی اجازت دینے والا نہیں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں کر گذرو! کیا مشکل ہے اس نے کہا کہ میں تو بالکل کرنے والا نہیں ہوں۔ البتہ مکرز بولا بلکہ ہم نے آپؐ کے لئے اس کو اجازت دے کر مستثنیٰ کردیا۔ یہ بات اس نے نفاقاً کہی۔ حضرت ابو جندلؓ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اے گروہِ مسلمین! کیا مجھے واپس مشرکین کی طرف بھیجا جائے گا حالانکہ میں تو مسلمان ہو کر ان کے پاس سے آگیا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے ان کی طرف سے کیا کیا اذیتیں پہنچی ہیں۔ واقعی ان بیچاروں کو اللہ کی راہ سے سخت سے سخت سزائیں دی گئیں۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے کہا

ابوجندل ابن سهیل فلحق بابی بصیر فجعل لایخرج من قریش رجل قد اسلم الالحق بابی بصیر حتی اجتمعت منهم عصابة فواللہ مایسمعون بعیر خرجت لقریش الی الشام الااعترضوا لها فقتلوهم اخذوا اموالهم فارسلت قریش الی النبی ﷺ تناشده باللہ والرحم لماارسل فمن اتاه فهو امن فارسل النبی ﷺ الیهم فانزل اللہ تعالی وهوالذی کف ایدیهم عنکم وایدیکم عنهم ببطن مکة من بعدان اظفر کم علیهم حتی بلغ الحمیة الجاهلیة وکانت حمیتهم انهم لم یقروا انه نبی اللہ ولم یقروا ببسم اللہ الرحمن الرحیم وحالوابینهم وبین البیت وقال عقیل عن الزهری قال عروة فاخبرتنی عائشةؓ ان رسول اللہ ﷺ کان یمتحنهن وبلغناانه لماانزل اللہ تعالی ان یردوا الی المشرکین ماانفقوا علی من هاجر من ازواجهم وحکم علی المسلمین ان لایمسکوا بعصم الکوافر ان عمرؓ طلق امرأتین قریبة بنت ابی امیة وابنة جرول الخزاعی فتزوج قریبة معاویة وتزوج الاخری ابوجهم فلماابی الکفاران یقروا باداء ماانفق المسلمون علی ازواجهم انزل اللہ تعالی وان فاتکم شیئ من ازواجکم الی الکفار

کیا آپؐ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر پوچھا کیا ہم لوگ حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ جس پر میں نے کہا کہ پھر اس وقت یہ ذلت اپنے دین میں کیوں قبول کریں آپؐ نے فرمایا بے شک میں اللہ کا رسول ہوں جو اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا وہ تو میرا مدد گار ہے میں نے کہا کہ کیا آپؐ نے ہمیں بیان نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں جا کر اس کا طواف کریں گے آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں کیا میں نے یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال بیت اللہ جائیں گے۔ میں نے کہا یہ تو آپؐ نے نہیں فرمایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا بے شک آپ بیت اللہ آنے والے اور اس کا طواف کرنے والے ہیں۔ فرماتے ہیں مزید اطمینان کے لئے میں حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا ان سے کہا اے ابو بکرؓ کیا آپؐ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں تو میں نے کہا پھر یہ ذلت اپنے دین میں کیوں قبول کر رہے ہیں۔ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا اے بھائی آپ تو اللہ کے رسول ہیں جو کسی صورت اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کا مدد گار ہے۔ پس آپ کی رکاب کو مضبوطی سے تھامو! اللہ کی قسم! بے شک آپؐ حق پر ہیں میں نے کہا کیا آپؐ نے بیان نہیں فرمایا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ آئیں گے اور اسکا طواف کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں کیا آپؐ نے یہ بھی بتایا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ آئیں گے میں نے کہا یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ تو فرمایا بے شک تو اس کو آنے والا ہے اور اس کا طواف کرنے والا ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا

فعاقبتم والعقب مایؤدی المسلمون الی من هاجرت امرأته من الکفار فامران یعطی من ذهب له زوج مّن المسلمین ماانفق من صداق نساء الکفار اللاتی هاجرن ومانعلم احدامن المهاجرات ارتدت بعدایمانها وبلغنا ان ابابصیر بن اسید الثقفی قدم علی النبی ﷺ مؤمنا مهاجرافی المدة فکتب الاخنس بن شریق الی النبی ﷺ یسأله ابابصیر فذکر الحدیث ....

میں نے تو اس کیلئے کچھ اعمال بھی کر رکھے ہیں۔ الغرض جب دستاویز معاہدہ کے لکھنے لکھانے سے فراغت ہو گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ اٹھو اور اپنے قربانی کے جانور ذبح کرو۔ اور احرام کھولنے کیلئے سر منڈواؤ۔ راوی فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی آدمی بھی کھڑا نہ ہوا حتی کہ یہ حکم آپؐ نے تین مرتبہ دہرایا۔ تو جب کوئی نہ اٹھا تو آپؐ مشورہ کیلئے بی بی ام سلمہؓ کے پاس تشریف لائے اور لوگوں کی طرف سے جو معاملہ پیش آیا تھا وہ سارا ماجرا ان کو سنایا حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا اے اللہ کے نبی! کیا آپؐ ایسا کرنا چاہتے ہیں

تو آپؐ باہر تشریف لے جا کر کسی سے کوئی کلام نہ کریں۔ خود اپنا قربانی کا جانور ذبح کر دیں حجام کو بلا کر سر مبارک منڈوالیں۔ چنانچہ آپؐ نے بغیر کسی سے کلام کئے اس کام کو انجام دیا۔ کہ اپنا قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ سر مونڈنے والے کو بلوا کر سر منڈوالیا۔ پس جب لوگوں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ قربانی کے جانور ذبح کئے۔ اور ایک دوسرے کے سر منڈنے شروع کر دیئے۔ یہاںتک کہ قریب تھا کہ بھیڑ بھڑ کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل نہ کر دیں۔ پھر آپؐ کے پاس مؤمن عورتیں آئیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا۔ ترجمہ اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس مؤمن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو یہاں تک کہ عصم الکوافر تک پہنچے تو حضرت عمر بن الخطاب نے اس دن اپنی دو عورتوں کو طلاق دے دی جو ان کے ساتھ شرک کی حالت میں تھیں۔ تو ان میں سے ایک کے ساتھ تو حضرت معاویہ بن سفیان نے شادی کر لی۔ اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے نکاح کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ تو قریش کا ایک آدمی ابو بصیرؓ آپؐ کے پاس حاضر ہوا جو مسلمان تھا تو قریش نے اس کے مطالبہ کیلئے اپنے دو آدمی بھیجے پس انہوں نے وہ عہد و معاہدہ یاد دلایا جو ہم نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ تو آپؐ نے انہیں ان دو آدمیوں کے ساتھ واپس کر دیا۔ وہ دونوں ان کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب وہ دونوں ذالحلیفہ کے مقام تک پہنچ گئے تو وہاں پڑاؤ کر کے اپنی کھجوریں کھانے لگے۔ تو حضرت ابو بصیرؓ نے ان میں سے ایک آدمی سے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو تمہاری تلوار کو بہترین سمجھ رہا ہوں تو اس دوسرے نے تلوار کو سونت کر کہا کہ ہاں اللہ کی قسم واقعی وہ بہت عمدہ ہے میں اسے کئی مرتبہ آزما چکا ہوں بلکہ بارہا تجربہ کیا ہے تو ابو بصیرؓ نے فرمایا کیا میں اس کو دیکھ سکتا ہوں تلوار لے کر اسے قابو میں کر لیا پھر تلوار مار کر اسے ٹھنڈا کر دیا دوسرا بھاگ کر مدینہ تک پہنچ گیا اور مسجد نبویؐ میں داخل ہو کر دوڑنے لگا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا اسے کوئی ڈر اور خوف لاحق ہوا ہے پس جناب نبی اکرم ﷺ تک پہنچ گیا تو کہنے لگا اللہ کی قسم! میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے اور میں ضرور قتل ہونے والا ہوں چنانچہ پیچھے پیچھے حضرت ابو بصیرؓ بھی پہنچ گئے فرمانے لگے یا نبی اللہ! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے

آپؐ سے اپنی ذمہ داری پوری کرادی۔ کہ آپؐ نے تو مجھے ان کی طرف واپس لوٹا دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا فرمائی۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ماں کے لئے خرابی ہو یہ تو لڑائی بھڑ کانے والا ہے۔ کاش! کوئی شخص اس کی ذمہ داری لیتا۔ پس جب اس نے یہ بات سنی تو اس نے جان لیا کہ عنقریب آپؐ تو اسے واپس کر دیں گے تو وہ وہاں سے نکل کر سمندر کے کنارے ڈیرہ ڈال دیا۔ راوی فرماتے ہیں حضرت ابو جندل بن سہیل بن عمروؓ بھی ان سے خلاصی حاصل کر کے ابو بصیرؓ کے پاس پہنچ گئے۔ بعد ازاں یوں ہوا کہ قریش کا کوئی آدمی جو مسلمان ہو چکا تھا وہی ابو بصیرؓ کے پاس پہنچ جاتا۔ یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی۔ پس اللہ کی قسم! جب بھی یہ لوگ کسی قریش کے قافلہ کے متعلق سنتے کہ وہ شام کی طرف جا رہا ہے تو یہ لوگ اس کے مقابل میں آجاتے۔ انہیں قتل کر دیتے اور ان کا سامان اور مال لوٹ لیتے۔ تو قریش نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر پیغام دیتے ہیں۔ پس جو شخص بھی آپؐ کے پاس آجائے گا وہ امن والا ہو گا۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے ان مسلمانوں کے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگ رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ اللہ تو وہ ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روکا۔ اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا حتی کہ حمیة الجاهلية تک پہنچے۔ اور ان کی حمیت یہ تھی کہ ایک تو انہوں نے اس کا اقرار نہ کیا کہ آپؐ اللہ کے نبی ہیں۔ دوسری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بھی نہ مانا۔ اور آپؐ کے درمیان اور بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ بن گئے۔ دوسری سند سے حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے خبر دی کہ بے شک جناب نبی اکرم ﷺ ان عورتوں مہاجرات کا امتحان لیتے تھے۔ اور ہمیں یہ بات پہنچائی کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ مشرکوں کو وہ خرچہ واپس کر دیا جائے جو انہوں نے اپنی مہاجر بیویوں پر خرچ کیا ہے۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ کافروں کی عصمتوں کو نہ روکیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنی دو عورتوں کو طلاق دے دی۔ ایک تو قریبہ بنت ابی امیہ تھی اور دوسری جرول خزاعی کی بیٹی تھی قریبہ سے تو معاویہؓ نے نکاح کر لیا۔ اور دوسری سے ابو جہم نے شادی کر لی اور جب مشرکوں نے اس کے حق مہر کو ادا کرنے سے انکار کر دیا جو مسلمانوں نے اپنی بیویوں پر خرچ کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ کہ اگر تمہارا خرچہ بیویوں والا کفار کی طرف رہ جائے تو تم بھی عقب کرو۔ عقب وہ رقم ہے جو مسلمانوں نے اپنی ان بیویوں پر خرچ کی جو کفار سے ہجرت کر کے آئی تھیں۔ تو حکم دیا کہ مسلمان خاوندوں کو وہ حق مہر دے دیا جائے جو انہوں نے کفار کی ان عورتوں پر مہر میں خرچ کیا جو ہجرت کر کے آگئیں۔ اور ہمیں علم نہیں ہو سکا کہ مہاجر عورتوں میں سے کوئی بھی ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئی ہو۔ اور ہمیں یہ بھی خبر پہنچی کہ حضرت ابو بصیر بن اسید ثقفی صلح کی مدت کے زمانہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آئے تو اخنس بن شریق نے جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف لکھا جو آپؐ سے ابو بصیرؓ کی واپسی کا مطالبہ کرتے تھے۔ پھر حدیث کو ذکر فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فخذو اذات اليمين الخ تا کہ حضرت خالد کو ان کے حالات کا علم نہ ہو سکے کہیں وہ کفار مکہ کو خبر نہ کر دیں اور وہ مسلمانوں کو قرب بیت اللہ سے روک دیں۔ اور جب آپؐ اور آپؐ کے اصحابؓ احرام باندھ کر حرم میں داخل ہو جاتے

تو پھر ان کو مخالفت کا اور ضد کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔

لكن حبسها حابس فيل یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو تنبیہ تھی کہ بیت اللہ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی اہم ہے کہ لا یعقل اونٹنی بھی جب تک اپنے سوار کے ارادہ سے مطمئن نہیں ہو گئی کہ وہ بیت اللہ کی ہتک نہیں کریں گے اور نہ ہی اسکی محرمات کو حلال سمجھیں گے اس وقت اس نے چلنے سے انکار کر دیا۔

فعدل عنهم الخ آنحضرت ﷺ نے ان سے ہٹ کر الگ راستہ اس لئے اختیار فرمایا کہ اگر اچانک ان کے پاس چلے جاتے تو ممکن تھا مقاتلہ محاربہ یا کسی مفسدہ کی نوبت آجاتی۔ علاوہ ازیں اگر جم غفیر اچانک کسی شہر میں جا گھسے تو بھیڑ بھاڑ سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے آپؐ نے ان کے راستہ سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار فرمایا۔ تاکہ مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ کسی شر و فساد کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اگر آپؐ زبردستی طواف کا عزم کر لیتے تو آپؐ کے گھوڑے ان کو روند ڈالتے اور لوٹ مار برپا ہو جاتی۔

نزلو اعداد الخ یہ طول قیام سے کنایہ ہے کہ یہ لوگ دودھ والی اونٹنیاں مع بچوں کے اس لئے لائے تھے کہ اس جگہ ان کا لمبا قیام کرنے کا ارادہ تھا۔

قد نهكتهم الحرب باید ۔احد۔ خندق وغیرہ کی لڑائیوں نے انہیں کمزور کر دیا تھا۔

الستم بالولد ابن ہشام نے اس کے برعکس نقل کیا ہے۔ ہر ایک کی صحت کی الگ توجیہ ہے۔ اگر روایت ولد کی ہے تو پھر یہ اسلئے صحیح ہے کہ ان کی والدہ سبيعه بنت عبد شمس تھی اگر والد ہے تو اس کی صحت سن اور عمر کے اعتبار سے ہو گی بہر حال اس ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے سے تہمت دفع کرنا چاہتا ہے کہ جو خبر میں تمہارے پاس لاؤں گا اس میں جھوٹ کی آمیزش نہیں ہو گی۔

انی والله لاری وجوها یعنی میں ایسے اوپرے چہرے دیکھ رہا ہوں جو مصیبت کے وقت بھاگ جانے کے عادی ہیں۔

لقد وفدت على الملوك قيصر اور کسری تخصیص ان کی عظمت کی وجہ سے کی ہے کیونکہ روم اور فارس اس وقت سپر طاقت شمار ہوتے تھے۔ تو اس وقت ملوک سے عام مراد ہو گا۔ یا یہ کہ ملوک سے چھوٹے چھوٹے بادشاہ مراد ہوں۔ کسری اور قیصر سے عظیم بادشاہ ہوں۔

قد سهل لكم کیونکہ سہیل واپس آیا تو آپؐ نے معلوم کر لیا کہ قریش اب صلح کی طرف مائل ہیں۔ اور یہ بات آپؐ نے اس نمائندہ کے نام سے نیک فالی کے طور پر ارشاد فرمائی۔

بلى قد اجزناه لك لیکن چونکہ مکرز نہ تو قریش کا نمائندہ تھا اور نہ ہی حضرت ابو جندلؓ کا ولی و وارث تھا اس لئے اس کی بات نہ سنی گئی۔

فاستمسك بغرزه یہ حضرت ابو بکرؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جو کچھ امر و نہی حضور اکرم ﷺ کی طرف سے

آئے اس کی مخالفت نہ کرو۔

وبلغنا انه لما انزل الله یعنی جب یہ آیت کریمہ اتری واسئلو ا ما انفقتم ولیسئلو اما انفقو ا اور جانبین سے اس پر صلح ہو گئی کہ کافر شوہر نے جو کچھ مؤمن بیوی پر خرچ کیا ہے وہ اسے ادا کر دیا جائے اسی طرح جو کچھ مومن شوہر نے کافرہ بیوی پر خرچ کیا ہے وہ اسے واپس کر دیا جائے۔ بنا بریں ما انفقو اکا فاعل کفار ہوں گے۔ اس طرح من ازواجهم کی ضمیر بھی کفار کی طرف عائد ہو لی لیکن جب کفار نے اس عہد کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے بھی انکاری ہو گئے کہ مؤمنوں کی طرف وہ مال واپس کر دیں جو انہوں نے مکہ معظمہ میں اپنی کافرہ بیویوں پر خرچ کیا تھا۔ تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ان فاتکم شیئ من ازواجکم الی الکفار یعنی اگر کسی مؤمن کی بیوی کافرہ باقی رہ گئی۔ اور جو کچھ مال اس نے اس پر خرچ کیا تھا وہ بھی اس کو واپس نہیں دیا جاتا تو وہ اس مال کو اس خاوند سے وصول کرلے جس نے کسی کافر کی بیوی سے نکاح کیا ہے۔ کیونکہ جب کسی نے کسی کافر کی بیوی سے نکاح کر لیا تو اسے اس کے کافر خاوند کا تاوان بھی ادا کرنا چاہئیے۔ تو اللہ تعالی نے آیت کریمہ نازل فرما کر مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہ مال کافر خاوند کو ادا نہ کیا جائے۔ بلکہ اس مؤمن کو دیا جائے جس کی بیوی کافرہ مکہ میں رہ گئی ہے۔ کیونکہ کفار سب کے سب ایک شخص کی طرح ہیں جس طرح سارے مؤمن ایک شخص کی حیثیت رکھتے ہیں تو جہاں تک ہمارا حق وصول ہو سکتا ہے جس سے ممکن ہو اس سے لے لیا جائے۔ تو قوله امران یعطی کا مطلب یہ ہے کہ جس مؤمن کی بیوی چلی گئی ہو اس کو اس کافر کی بیوی کا حق دے دیا جائے جو ہمارے پاس ہجرت کر کے آئی ہے۔

وما نعلم ان احدا سے بتلاتا ہے کہ آیت کریمہ میں جو ذهبت کا لفظ وارد ہوا ہے اس سے مراد مرتد ہونا اور دار الحرب میں لاحق ہونا نہیں ہے۔ کیونکہ کسی مسلمان عورت سے ارتداد کا ارتکاب نہیں ہوا۔ ماشاء اللہ سب کی سب پکی مسلمان رہیں۔ بلکہ ذهبت سے مراد یہ ہے کہ جو عورتیں کفر کی حالت میں مکہ میں رہ گئیں اور عدم ایمان اور ترک ہجرت کی وجہ سے مؤمنوں کا ان پر قبضہ نہیں رہا۔ ذهبت سے یہ مراد ہے ارتداد نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ **بالغميم** علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب عسفان تک پہنچے تو آپؐ کے جاسوس بسر بن سفیانؓ نے آکر بتایا کہ قریش کو آپؐ کے سفر کا علم ہو چکا ہے۔ وہ ذی طوی میں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔ اور خالد بن ولید کو دو سو گھوڑے سواروں کا دستہ دے کر پہلے بھیج دیا ہے۔ خالد بن ولید بالغمیم کا یہ مطلب ہے۔

خذوا ذات اليمين سے مراد وہ راستہ ہے جو ثنیه المرار کی طرف جاتا ہے۔ جب جیش المسلمین اس راستہ پر چل پڑا تو قریش کے گھڑ سواروں نے اس لشکر کی غبار کی سیاہی کو دیکھا تو وہ ان کے راستہ سے ہٹ کر قریش کی طرف چلے گئے۔

حبسها حابس الفیل کیونکہ اگر مسلمان اس حالت میں مکہ کے اندر داخل ہوتے تو قریش ان کو روکتے تو جنگ چھڑ جاتی۔ خون بہتا۔ مال لوٹا جاتا کیونکہ مکہ میں بہت سے مؤمن کمزور مرد۔ عورتیں اور بچے رہ گئے تھے کفار ان کو قتل کر دیتے یہی فعلم مالم تعلموا کا مقصد ہے۔

فعدل عنہم عینی میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ اونٹنی بیٹھ گئی ہے اٹھنے کا نام نہیں لیتی تو آنحضرت ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو لڑائی سے پھیرنا چاہتے ہیں۔ لیقضی اللہ امراکان مفعولا۔

اعدا جمع عد کی وہ پانی جو ختم نہ ہونے پائے۔ عوذ جمع عائذ کی ہے وہ اونٹنی جو دودھ والی ہو۔ مطافل وہ اونٹنیاں جن کے ساتھ بچے ہوں یا وہ عورتیں جو بچے بھی ہمراہ لائی ہوں۔ تاکہ ان کے مرد جنگ سے فرار نہ کر سکیں۔ بہر حال دونوں معنی صحیح ہیں۔ اور دونوں کا احتمال ہے۔ نهکتهم اضعفتهم یعنی ان کی قوت کمزور ہو گئی۔ یا مال کم ہو گیا۔

الستم بالولد عروہ بن مسعود کا مقصد یہ ہے کہ میری والدہ سبیعہ بنت عبدشمس ہے تو میں تمہارا بیٹا ہوا کہ تمہارا قبیلہ میری ولادت کا باعث بنا۔ یا شفقت اور محبت میں ولد کی طرح ہو۔ کیونکہ یہ ان کا سردار تھا۔

لاادری وجوھا اس کی توجیہ میں شراح نے مفصل بحث کی ہے۔ لاادری کی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ قریش کے ساتھ تو اشراف الناس ہیں۔ اور تمہارے ساتھ مخلوط آبادی ہے۔ جس میں شریف اور رذیل سب جمع ہوئے ہیں۔ جن کے لڑائی کے وقت بھاگ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

بظر اللات یہ غصہ کی وجہ سے فرمایا۔ کیونکہ اس نے مسلمانوں کی طرف فرار کی نسبت کی تھی تو اس سے الفاظ قبیحہ کے استعمال کا جواز عند الضرورت معلوم ہوا۔

قد سهل لكم ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ قریش نے سہیل بن عمرو کو بلا کر کہا اذهب الى هذا الرجل فصالحه کہ اس آدمی کے پاس جا کر صلح کرلو۔ اور مکرز کی بات اس لئے نہ مانی گئی کہ وہ نمائندہ نہیں تھا۔ یا وہ حضرت ابو جندلؓ کو باپ کی سزا سے محفوظ کر کے لے گئے۔ یا مکرز اپنے سے لفظ فجور کے دھبہ کو مٹانا چاہتا تھا۔

اذانزلت الآیة شیخ گنگوہیؒ نے آیت کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ کیونکہ شراح کرام تو آیت کو مرتدات پر محمول کرتے ہیں۔ شیخ نے کافرات پر حمل کیا ہے۔ چنانچہ بیان القرآن میں مولانا تھانویؒ بھی یہی فرماتے ہیں ان فاتكم شيئ یعنی اگر تمہاری بیبیوں میں سے کوئی بی بی کافروں میں رہ جانے سے تمہارے ہاتھ نہ آئے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دے دو۔

فعاقبتم کے مختلف معانی کی طرف شیخ الہندؒ نے اشارہ کرتے ہوئے ترجمہ میں فرماتے ہیں پھر تم ہاتھ مارو یا پھر تمہاری باری آئے یا پھر لوٹ لگے تمہارا۔

مانعلم احد الخ یہ امام بخاریؒ کی طرف سے نص صریح ہے کہ مہاجرات میں سے کوئی عورت بھی مرتد نہ ہوئی تھی خلاصہ یہ ہے کہ اگر صلح ردّ النساء پر ہوئی تھی جس کو آیت سے منسوخ کر دیا تو ردّ مہر بھی واجب ہو گا۔ اگر صلح ردّ النساء پر نہیں ہوئی تھی

تو پھر اس صورت میں ردِّ مہر مندوب ہوگا۔ اور جن چھ عورتوں کا بغوی نے ابن عباسؓ سے ذکر کیا ہے۔ وہ سب کی سب مرتد ہوگئی تھیں۔ انہوں نے ہجرت ہی نہیں کی تھی۔ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت ابو بصیرؓ سمندر کے ساحل پر مقام عیص میں ٹھہرے جو بلاد بنو سلیم کے قریب واقع ہے۔ اور ابو جندل سمیت ستر ۷۰ سوار حضرت ابو بصیر کے پاس جمع ہوگئے۔ قریش کے مطالبہ پر کہ جو آپؐ کے پاس مؤمن آئے گا وہ امن میں ہوگا۔ اسے قریش کی طرف واپس نہ کیا جائے گا یہ خط آپؐ نے حضرت ابو بصیرؓ کو بھیجا جو نزع کی حالت میں تھے۔ انہوں نے آپؐ کے والا نامہ کو ہاتھ میں پکڑا اور پڑھ رہے تھے کہ جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ اور یعطی اللاتی اسلمن وھاجرن الی المسلمین اذاتزوجن لایعصی الزوج الکافرشئ یعنی جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مسلمانوں کی طرف آجائیں اور وہ مسلمان ان سے نکاح کرلیں اور ان کے کافر خاوند کو کوئی چیز نہیں دی جائے گی۔

باب الشروط فی القرض

ترجمہ۔ باب قرض میں شرط لگانا

حدیث (۲۵۳۹) وقال اللیث الخ بسند عن ابی ھریرۃؓ عن رسول اللہ ﷺ انہ ذکر رجلا سال بعض بنی اسرائیل ان یسلفہ الف دینار فدفعھا الیہ الی اجل مسمی وقال ابن عمرؓ وعطاء اذا اجلہ فی القرض جاز ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے کسی آدمی سے ایک ہزار دینار کا قرض مانگا جو اس نے اس کو ایک مدت مقررہ تک کیلئے دے دیا۔ ابن عمرؓ اور عطاءؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص قرض کے اندر مدت مقرر کرے تو جائز ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ احنافؒ اور شوافعؒ کے نزدیک قرضہ میں مدت مقرر کرنا لازم نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک لازم ہے۔ اور مؤلفؒ کا میلان بھی اس کی طرف ہے۔ کیونکہ پہلے گذشتہ دو ابواب میں اذاالقرضہ الی اجل مسمی اواجلہ فی البیع میں تاجیل فی القرض والدین میں مساوات ثابت کر کے بتلادیا کہ مدت مقرر کرنا ضروری ہے۔ اور اس پر بنی اسرائیل کے آدمی کا واقعہ بھی دال ہے۔

باب المکاتب ومالایحل من الشروط التی تخالف کتاب اللہ

ترجمہ۔ باب مکاتب کے بارے میں اور ان شروط کے بارے میں جو کتاب اللہ کے مخالف ہوں۔

وقال جابر بن عبداللہ فی المکاتب شروطھم بینھم وقال ابن عمرؓ اوعمرؓ کل شرط خالف کتاب اللہ فھو باطل وان اشترط مائة شرط وقال ابوعبداللہ یقال عن کلیھما عن عمرؓ وابن عمرؓ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ ان کی شرطیں آپس میں برابر ہیں۔ ابن عمرؓ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شرط کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ باطل ہے خواہ سو ۱۰۰ شرطیں ہوں۔

حدیث(۲۵۴۰)حدثنا علی بن عبداللہ الخ عن عائشةؓ قالت اتتھا بریرةؓ تسالھا فی کتابتھا فقالت ان شئت اعطیت اھلك ویکون الولاء لی فلماجاء رسول اللہ ﷺ ذکرته ذلك قال النبی ﷺ ابتاعیھا فاعتقیھا فانما الولاء لمن اعتق ثم قام رسول اللہ ﷺ علی المنبر فقال مابال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فلیس له وان اشترط مائة شرطٍ.......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ میرے پاس آئیں اور اپنی کتابت کے بارے میں میرے سے مدد طلب کی۔ انہوں نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے مالکوں کو پوری رقم کتابت کی دے دوں۔ بشرطیکہ ولاء میرے لئے ہو۔ پس جب جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو خرید لو اور اسے آزاد کر دو۔ ولاء تو اسی کا ہوگا جس نے اسے آزاد کیا ہے پھر منبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ سن لو! جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ وہ سو ۱۰۰ شرطیں بھی لگائیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اذااجله فی القرض جاز مطلب یہ ہے کہ جب مدت مقرر ہوگئی تو اسی مدت سے پہلے قرض خواہ کو مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ یہ قول اگرچہ اس پر نص نہیں ہے بلکہ ممکن ہے اس کا معنی یہ ہو کہ مدت مقرر کرنا جائز ہے۔ اگرچہ اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ یعنی قرض خواہ کو مدت سے پہلے مطالبہ کرنے کا اختیار ہے۔ تو مسلک احنافؒ کے خلاف نہ ہوا۔ اور حضرت ابن عمرؓ کا مسلک معلوم ہو چکا ہے کہ وہ وجوب کے قائل نہیں تو خواہ مخواہ ان کے قول پر اس پر محمول کرنا تاویل القول بمالا یرضی قائله کے مصداق ہے۔ کہ کسی کے قول کی وہ تاویل کی جائے جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ومالایحل من الشروط سے فائدہ یہ ہے کہ لیس فی کتا به اللہ سے مراد ہے کہ وہ شرط جو کتاب اللہ کے مخالف ہو کیونکہ کتاب اللہ سے مراد اس کا حکم ہے اور حکم کبھی نص سے ثابت ہوتا ہے اور کبھی اسے استنباط کیا جاتا ہے۔ اور جو حکم اس طرح نہ ہو وہ کتاب اللہ کے مخالف ہے۔

باب مايجوز من الاشتراط والثنيا في الاقرار والشروط التي يتعارفها الناس بينهم واذاقال مائة الاواحدة اوثنتين وقال ابن عوف عن ابن سيرين قال رجل لقرينه ادخل ركابك فان لم ارحل معك يوم كذااوكذا فلك مائة درهم فلم يخرج فقال شريح من شرط على نفسه طائعا غير مكره فهوعليه وقال ايوب عن ابن سيرين ان رجلا باع طعاما وقال ان لم اتك الاربعاء فليس بيني وبينك بيع فلم يجئ فقال شريح للمشتري انت اخلفت فقضى عليه ....

ترجمہ۔ باب کہ شرط لگانے اور اقرار میں استثناء کرنے اور ان شرط میں جن کو لوگ آپس میں پہچانتے ہیں۔ اور جب کسی نے ماۓ ته الاواحدة یا اثنین کہا۔ اور ابن عون ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ کسی آدمی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اپنی سواری پر کجاوہ کسو اگر میں تمہارے ساتھ اس دن نہ چل سکا تو تمہیں سو درہم دوں گا لیکن وہ نہ نکلا۔ تو قاضی شریحؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بلا جبر واکراہ خوشی سے اپنے اوپر کوئی شرط لگائی تو وہ شرط اس پر لازم ہے۔ اور ایوب ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی کے پاس غلہ بیچا اور یہ بھی کہا کہ اگر بدھ کے دن میں تمہارے پاس نہ آیا تو پھر میرے اور تیرے درمیان بیع نہیں ہو گی۔ پس وہ نہیں آیا تو شریح نے مشتری سے فرمایا کہ چونکہ تو نے خلاف وعدگی کی ہے لہذا فیصلہ تیرے خلاف ہے۔

حديث (۲۵٤۱) حدثناابواليمان الخ عن ابي هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال ان لله تسعة وتسعين اسمامائة الاواحدا من احصاها دخل الجنة ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ یعنی ایک سو سے ایک کم۔ جس نے ان کو یاد کر کے پڑھا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مقصد یہ ہے کہ استثناء میں تکلم بالباقی ہوتا ہے بعد الاستثناء یعنی استثناء سے مستثنیٰ میں بطریق حکم کا ثابت کرنا نہیں ہوتا۔ پس جب ایسا ہے۔ قوله على مائة الاواحدة والااثنين تو یہ اپنے اقرار سے رجوع کرنا ہو گا۔ حتی کہ اگر وہ کہے بھی سہی تو اسے جھوٹا قرار دیا جائے گا۔ تو اس صورت میں اس پر ننانوے درہم واجب الذمہ ہوں گے۔ سو درہم لازم نہیں ہوں گے۔

فان لم ارحل معك ہمارے نزدیک یہ شرط جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں جوا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں مال کو ایک ایسی چیز کے ساتھ معلق کیا ہے جس کا موجود ہونا نہ ہونا دونوں ممکن ہیں۔ اور دوسرے مسئلہ میں اپنے لئے خیار ثابت کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں بیع ثابت ہو بھی سکتی ہے۔ اور فسخ بھی۔ اور یہ اختیار اس وقت ہے جب کہ دونوں راضی ہوں تو یہ خیار شرط کی طرح جائز ہو گا۔

مائة الاواحدة کیونکہ اس میں نہ تو معارضہ ہے اور نہ ہی اس چیز سے رجوع کرنا ہے جس کو پہلے ثابت کیا تھا۔

من احصاھا احصاء کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ ان اسماء کے مقتضی کے مطابق عادت ڈالی جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ ایک مشہور اختلافی مسئلہ ہے نور الانوار میں ہے کہ استثناء کے ذریعہ باقی حکم کا تکلم کیا ہے گویا کہ بقدر استثناء کا تکلم بھی نہیں کیا۔ مثلاً کسی نے کہا اس کے میرے ذمہ ہزار درہم ہیں۔ مگر ایک سو ۱۰۰ گویا کہ اس نے کہا کہ میرے ذمہ اس کے نوسو ۹۰۰ درہم ہیں تو گویا مائۃ یعنی سو ۱۰۰ کا تکلم ہی نہیں کیا۔ جیسے تعلیق بالشرط میں جزاء کا اس وقت تک تحقق نہیں ہوتا جب تک شرط کا وجود نہ پایا جائے۔ شوافعؒ کے نزدیک بطریق معارضہ کے استثناء کا حکم مستثنیٰ میں ثابت ہوگا۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ جس شخص نے اقرار کے ساتھ متصل ہی استثناء کر دیا تو استثناء صحیح ہوگا۔ اور باقی لازم ہوگا۔ خواہ قلیل کا استثناء ہو یا کثیر کا۔ البتہ اگر جمیع کا استثناء کردے تو سب ہی اقرار کی وجہ سے لازم ہوگا اور استثناء باطل قرار پائے گا۔

لایجوز ذلك عندنا اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شریح نے دونوں مسئلوں میں مشتری کے خلاف فیصلہ دیا ہے جس نے بغیر جبر و اکراہ کے اپنے اوپر ایک شرط لازم کی تو اسے نبھانا چاہیے۔ دوسرے مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ۔ احمدؒ۔ اور اسحاقؒ بھی موافق ہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بیع صحیح اور شرط باطل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے مسئلہ میں لوگوں نے شریح کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ یہ تو محض ایک وعدہ ہے۔ جس سے کوئی چیز مشتری پر لازم نہیں ہے۔ اور احصاھا کے معنی حفظھا کے مشہور ہیں اور بھی کئی معانی ہیں۔

باب الشروط فی الوقف

ترجمہ۔ وقف میں شرط لگانا

حدیث(۲۵۴۲)حدثناقتیبة بن سعید الخ عن ابن عمرؓ ان عمرابن الخطاب اصاب ارضا بخیبر فاتی النبی ﷺ یستامره فیها فقال یارسول الله انی اصبت ارضا بخیبر لم اصب مالاقط انفس عندی منه فماتامر به قال ان شئت حبست اصلها وتصدقت بها قال فتصدق بها عمرؓ انه لایباع ولایوهب ولایورث وتصدق بها

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کو خیبر میں کچھ زمین ملی تو اس کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ سے مشورہ کرنے آئے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ کہ مجھے خیبر میں ایسی زمین ملی ہے۔ کہ اس سے زیادہ نفیس مال میرے نزدیک اور کوئی نہیں ہے۔ تو آپؐ اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا اگر تم چاہو تو اصل اراضی وقف کردو۔ اور اس کے منافع کا صدقہ کردو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے صدقہ کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ تو اس کو بیچا جائے نہ ھبہ کیا جا ہے۔

فی الفقراء ذی القربی وفی الرقاب وفی سبیل اللہ وابن السبیل والضیف لاجنا ح علی من ولیھا ان یاکل منھا بالمعروف ویطعم غیر متمول قال فحدثت بہ ابن سیرین فقال غیر متاثل مالاً ....

اور نہ ہی اس میں وراثت جاری ہو۔ اور اس کا منافع فقراء قرابت داروں۔ گردنوں کے آزاد کرانے۔ حج اور جہاد فی سبیل اللہ میں اور مسافروں کی ضروریات اور مہمانوں کے لئے خرچ کیا جائے۔ اور جو شخص اس وقف کا متولی ہو اس پر گناہ نہیں ہے۔ اگر وہ دستور کے مطابق اس سے کھائے اور کھلائے۔ لیکن کسی کو مالدار بنانے والا نہ ہو۔ ابن سیرین کو جب میں نے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ مال کو کثیر کرنے والا نہ ہو۔ اور اس اراضی کا نام ثمغ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الوصایا

کتاب وصیتوں کے بیان میں

وقال اللہ عزوجل کتب علیکم اذاحضر احدکم الموت ان ترک خیرا ن الوصیۃ للوالدین الی جنفا میلا متجانف مائل ....

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے اور وہ مال چھوڑ جائے تو اس پر وصیت کرنا لکھ دیا گیا ہے والدین وغیرہ سے۔ جنفاً تک اور جنفا کے معنی میلان کے ہیں۔ متجانف ای غیر مائل۔

حدیث(۲۵۴۳) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن عبداللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان آدمی کو

ماحق امرئ مسلم له شيئ يوصى فيه يبيت ليلتين الا وصيته مكتوبة عنده تابعه محمد بن مسلم عن ابن عمرؓ عن النبی ﷺ .....

جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس میں وصیت کی جا سکتی ہو حق نہیں ہے کہ وہ دوراتیں بسر کرے۔ مگر یہ کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی موجود ہو۔ محمد بن مسلم نے اسی کی متابعت کی ہے۔

حديث(٢٥٤٤)حدثناابراهيم بن الحارث الخ عن عمروبن الحارث ختن رسول الله ﷺ اخی جويرية بنت الحارث قال ماترك رسول الله ﷺ عند موته درهماولادينارا ولاعبداولاامة ولاشيئا الابغلته البيضاء ولاسلاحه وارضا جعلها صدقة

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن الحارثؓ جو جناب رسول اللہ ﷺ کے سالے ہیں کہ جو حضرت ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارثؓ کے بھائی ہیں فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے وقت نہ تو کوئی چاندی کا درہم چھوڑا۔ نہ ہی سونے کا دینار چھوڑا۔ اور نہ کوئی غلام اور نہ ہی کوئی باندی اور نہ کوئی اور چیز چھوڑی۔ سوائے سفید خچر کے اپنے ہتھیاروں کے اور اس زمین کے جس کو آپؐ نے صدقہ کر دیا۔

حديث(٢٥٤٥)حدثناخلاد بن يحيى الخ قال سألت عبدالله بن ابی اوفیؓ هل كان النبی ﷺ اوصى فقال لافقلت كيف كتب على الناس الوصية اوامروا بالوصية قال اوصى بكتاب الله .

ترجمہ۔ حضرت طلحہ بن مصرف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اوفی سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ نے کسی چیز کی وصیت بھی کی انہوں نے فرمایا نہیں۔ جس پر میں نے کہا کہ پھر لوگوں پر وصیت کرنا کیوں فرض کر دیا گیا۔ یا لوگوں کو وصیت کرنے کا کیوں حکم دیا گیا۔ فرمایا ہاں! آپؐ نے کتاب اللہ کی وصیت ضرور فرمائی ہے۔

حديث(٢٥٤٦)حدثناعمروبن زرارة الخ عن الاسودقال ذكروا عندعائشةؓ ان علياً كان وصيافقالت متى اوصى اليه وقد كنت مستندته الى صدرى اوقالت حجرى فدعابالطشت فلقد انخنث فی حجری فما شعرت انه قدمات فمتى اوصى اليه .....

ترجمہ۔ حضرت اسودؒ تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ لوگوں نے حضرت علیؓ کے وصی ہونے کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپؐ نے کب وصیت فرمائی حالانکہ میں تو آپ کو اپنے سینے یا فرمایا اپنی گود میں سہارا دینے ڈالی تھی پس آپؐ نے تھال منگوایا پس اتنے میں آپؐ میری جھولی میں گر پڑے مجھے تو پتہ نہ چل سکا کہ آپؐ کی وفات ہو چکی ہے تو آپؐ نے حضرت علیؓ کے لئے کب وصیت فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ وصایا جمع وصیت کی ہے جس کا اطلاق موصی کے فعل پر بھی ہوتا ہے اور مال وغیرہ پر بھی ہوتا ہے جس کی موصی وصیت کر جائے۔ تو اس وقت یہ مصدری معنی ایصاء کے ہوگا۔ اگر مفعول کے معنی میں ہو تو اسم مصدر ہوگا۔ شریعت میں وصیت اس خاص عہد کو کہتے ہیں جس کی مابعد الموت نسبت کی جاتی ہے۔ اور اس کا مدار تبرع اور احسان پر ہوتا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ قیاس کا تقاضا تھا کہ وصیت ناجائز ہو۔ کیونکہ وصیت ایک ایسی تملیک ہے جس کی نسبت زوال مالکیۃ کی طرف کی گئی ہے۔ لیکن لوگوں کی ضرورت کی بنا پر اس کو اچھا سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ موت کے وقت انسان کو تلافی مافات کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ بنابریں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اور اجماع امت نے اس کی اجازت دی ہے۔ اور در مختار میں اس کی چار اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ایک وصیت تو واجب ہے۔ زکوۃ۔ کفارہ۔ فدیہ صیام۔ اور فدیہ صلوۃ فائتہ مباح۔ دوسری قسم ہے جو کسی غنی کے لئے کرے۔ اور تیسری قسم ہے اہل فسوق کے لئے وصیت کرنا مکروہ ہے۔ ورنہ مستحب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن فرائض اور واجبات میں کوتاہی کر چکا ہے ان کے لئے وصیت واجب ہے اور جن میں کوتاہی نہیں کی ان کے لئے مستحب ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ختن عرب کے نزدیک ہر اس آدمی کو کہتے ہیں جس سے عورت کی طرف سے رشتہ داری ہو۔ جیسے بھائی ۔ باپ وغیرہ۔ لیکن عامۃ الناس کے نزدیک داماد کو ختن کہا جاتا ہے۔

جعلھا صدقہ میں ھا ضمیر تینوں کی طرف راجع ہے۔ محض ارض کی طرف عائد نہیں۔ کیونکہ آپؐ کا تو یہ سب مال صدقہ تھا اگر اشکال ہو کہ جب آپؐ کے پاس مال ہی نہیں تھا تو پھر اس حدیث کو باب الوصیۃ میں لانے کا کیا فائدہ! تو کہا جائے گا کہ نہ مال تھا نہ وصیت ہوئی۔ تو مال کی وصیت نہ ہوئی۔ البتہ کتاب اللہ کے اتباع کی وصیت ضرور فرمائی۔ البتہ روافض نے حضرت علیؓ کی خلافت کے اثبات کے لئے چند احادیث وضع کی ہیں جن پر صحابہ کرامؓ نے سخت رد کیا ہے۔ ان دلائل میں سے ایک حدیث باب حضرت عائشہؓ بھی ہے دوسرا استدلال یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے لئے نہ خلافت سے پہلے اور نہ ہی خلافت کے بعد کوئی دعویٰ کیا ہے۔ اور یوم سقیفہ میں بھی کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ نیز! آنحضرت ﷺ پر کوئی اچانک موت نہیں آئی۔ کئی دن تک بیمار رہے۔ اذان واقامت اور نماز کا حکم دیتے رہے۔ فرمایا مروا ابابکر یصل بالناس کہ ابوبکر کو میرا حکم پہنچادو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ کو میرا مقام معلوم تھا مگر مجھے حکم نہیں دیا۔ لیکن مصلی پر اسے کھڑا کیا جس کو وہ پسند کرتے تھے۔ اسلئے ہم نے بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

باب ان یترك وورثته اغنیاء خیر من ان یتکففوا الناس ۔

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ اپنے ورثاء کو غنی مالدار چھوڑ جائے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو ایسے حال میں چھوڑے کہ وہ لوگوں سے ہاتھ پھیلا کر مانگتے پھریں۔

حدیث(۲۵۴۷)حدثناابو نعیم الخ عن سعد بن ابی وقاص قال جاء النبی ﷺ یعود نی وانابمکة وهویکره ان یموت بالارض التی هاجر منها قال یرحم الله بن عفراء قلت یارسول الله اوصی بمالی کله قال لاقلت فالشطر قال لاقلت الثلث قال الثلث والثلث کثیر انك ان تدع ورثتك اغنیا ء خیر من ان تدعهم عالة یتکففون الناس فی ایدیهم وانك مهما انفقت من نفقة فانهاصدقة حتی اللقمة التی ترفعها الی فی امرتك وعسی الله ان یرفعك فینتفع بك ناس ویضربك اخرون ولم یکن له یومئذ الاابنة ....

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا میں بیمار پڑ گیا۔ تو آنحضرت ﷺ میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ اور آپؐ اس کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی وفات اس زمین میں واقع ہو جہاں سے ہجرت کر کے آئے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عفراء کے بیٹے سعدؓ پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر سکتا ہوں آپؐ نے فرمایا نہیں پھر میں نے کہا کہ اپنے آدھے مال کی۔ فرمایا نہیں۔ پھر میں نے کہا تیسرے حصہ کی آپؐ نے فرمایاہاں تیسرے حصہ کی وصیت درست ہے۔ لیکن ثلث بھی کثیر ہے۔ کیونکہ تم اپنے وارثوں کو بے پرواہ اور مالدار چھوڑ جاؤ۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ دو جو ہاتھ پھیلا کر لوگوں سے مانگتے پھریں۔ اور یہ کہ جب بھی آپ خرچ کریں گے وہ خرچہ تمہاری طرف سے صدقہ ہو گا حتی کہ وہ روٹی کا ٹکڑا جس کو اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو وہ بھی صدقہ ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بلند مرتبہ عطا فرمائیں گے کہ کچھ لوگ تم سے فائدہ مند ہوں گے۔ اور دوسروں کو تمہاری ذات سے نقصان پہنچے گا۔ حضرت سعدؓ کی ان دنوں سوا ایک بیٹی کے اور کوئی اولاد نہیں تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ وهو یکره ان یموت الخ یعنی آنحضرت ﷺ اپنے کسی صحابی کی اس سرزمین پر موت کو پسند نہیں کرتے تھے جس سے وہ ہجرت کر کے آیا ہے۔ کیونکہ اس سے ہجرت کے ثواب میں کمی آئے جائے گی۔

ولم یکن له یومئذ الاابنته آپ کا صاحبزادہ عامرؓ اس کے بعد پیدا ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وهویکره الخ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ فاعل یا مفعول دونوں سے حال واقع ہو سکتا ہے۔ اور ہر ایک کا احتمال ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی اور خود حضرت سعدؓ بھی اپنے مہاجر میں موت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ جملہ النبی ﷺ سے حال ہے۔ اور یکرہ کی ضمیر آپ کی طرف راجع ہے۔ اور یموت کی ضمیر حضرت سعدؓ کے لئے ہے۔ جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت سعدؓ موت فی المهاجر کو پسند کرتے تھے۔ بلکہ وہ بھی ناپسند کرتے تھے۔

کیونکہ جب نبی اکرم ﷺ اس کو ناپسند کرنے والے تھے تو حضرت سعدؓ بطریق اولیٰ ناپسند کرنے والے ہوں گے۔ چنانچہ مسلم کی روایت میں صراحۃً موجود ہے خشیت ان اموت بالارض التی هاجرت منها کما مات سعد بن خولة الحدیث۔

لمافیه من تنقیص الاجر الخ اجر کی کمی پر امام بخاریؒ نے کتاب الهجرة میں ترجمہ قائم کر کے اشارہ فرمایا ہے۔ اللهم امض لاصحابی هجرتهم ورثیت لمن مات بمکة یعنی آپؐ نے دعا فرمائی اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو برقرار رکھ اور جو مہاجر لوگ مکہ میں وفات پاگئے ان پر غم کا اظہار فرمایا۔ اب جمہور علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں پر ہجرت نصرت النبی ﷺ کے سبب واجب تھی۔ اس وقت کسی مہاجر کو مکہ کو وطن بنانا جائز نہیں تھا۔ بعد میں البتہ غلبۂ دین کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ اس لئے اب مہاجر اور غیر مہاجر سب کے لئے مکہ کو وطن بنانا جائز ہے۔ اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ یہ حضرت سعدؓ کا واقعہ فتح مکہ کا ہے۔ یا حجۃ الوداع کا ہے۔ روایات مختلفہ ہیں۔ امام زہریؒ کا رجحان یہ ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ لیکن ترمذی میں ابن عیینہ کا قول منقول ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے جمع بین الروایتین کی صورت میں ممکن ہے کہ دونوں مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ ایک مرتبہ فتح مکہ میں اور دوسری مرتبہ حجۃ الوداع میں پہلی مرتبہ ان کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ دوسری مرتبہ صرف ایک لڑکی تھی۔ جس کا نام عائشہ تھا۔ اور فتح الباری میں حافظؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ ان کی بڑی لڑکی ام الحکم تھی۔ صحیح یہ ہے کہ وصیت کے وقت ان کے صرف ایک بیٹی تھی۔ بعد میں بارہ بیٹیاں اور چار بیٹے ہوئے۔ عامر۔ مصعب۔ محمد۔ اور عمرو۔ ویسے ان کے عصبات میں بہت سے وارث تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عالة جمع عائل کی بمعنی فقیر۔ تکفف الناس یعنی ہتھیلی پھیلا کر سوال کرنا۔ یعنی کفاف طعام کا سوال کرنا جو بھوک کو روک لے۔ فی ایدیهم معنی میں بایدیهم کے ہے۔ یا معنی یہ ہیں کہ ہتھیلیاں ہاتھوں میں ڈال کر لوگوں سے سوال کریں گے۔

یرفعك ای یطیل عمرك کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے جس سے کچھ لوگوں کو تمہارے سے فائدہ پہنچے گا اور بعض کو نقصان ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی اتفاق ہوا کہ آپ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ فاتح فارس بنے کوفہ کے گورنر ہوئے غنائم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا اور مشرکوں کو ان کے قتال وجہاد سے نقصان پہنچا جو ہلاک ہو گئے۔ اور آپ مستجاب الدعوات تھے جس سے کوفہ کے ایک شکایت کنندہ کو آپ کی بددعا سے بہت نقصان ہوا فرمایا اللهم طول عمره وطول فقره الخ۔

باب الوصية بالثلث   ترجمہ۔ تیسرے حصہ کی وصیت کرنا

وقال الحسن لایجوز للذمی وصیة الا الثلث وقال الله تعالی وان احکم بینهم بماانزل الله ..

ترجمہ۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ ذمی کے لئے ثلث سے زائد کی وصیت جائز نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں

کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ وہ ان کے درمیان حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے۔

حدیث (۲۵۴۸) حدثنا قتیبة بن سعید الخ عن ابن عباسؓ قال لوغض الناس الی الربع لان رسول الله قال الثلث والثلث کثیر او کبیر....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کاش لوگ ثلث سے کم کر کے ربع تک آجاتے تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ثلث دو۔ لیکن یہ ثلث بہت ہے یا بڑا ہے۔

حدیث (۲۵۴۹) حدثنا محمد بن عبد الرحمن الخ عن عامر بن سعد عن ابیه قال مرضت فعاد نی النبی ﷺ فقلت یارسول الله ادع الله ان لا یردنی علی عقبی قال لعل الله یرفعك وینفع بك ناسا قلت اریدان اوصی وانما لی ابنة قلت اوصی بالنصف قال النصف کثیر قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیرا وکبیر قال فاوصی الناس بالثلث وجاز ذلك لهم .....

ترجمہ۔ حضرت عامر بن سعدؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا تو جناب نبی اکرم ﷺ میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ تو میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری ایڑیوں پر واپس نہ کر دے (ہجرت سے محروم نہ فرمائے) آپ نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تم کو لمبی عمر دے اور لوگوں کو آپ سے فائدہ پہنچائے۔ میں نے کہا میرا وصیت کرنے کا ارادہ ہے کیونکہ میری صرف ایک ہی بیٹی ہے تو میں نے کہا آدھی جائداد کی وصیت کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نصف بہت ہے تو میں نے کہا پھر ثلث (تیسرا حصہ) آپ نے فرمایا ہاں ثلث ٹھیک ہے۔ لیکن ثلث بھی بہت ہے یا بڑا ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ لوگ ثلث کی وصیت کرنے لگے۔ کیونکہ ثلث کو آپ نے ان کے لئے جائز رکھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مهما انفقت الخ اس جملہ کا عطف انك ان تدع الخ پر ہے اور ثلث سے زیادہ وصیت کرنے کی نہی کی علت ہے گویا کہ فرمایا گیا ایسا نہ کر وبلکہ ورثاء کو غنی چھوڑو اگر زندہ رہے تو صدقہ کرو گے یا اہل و عیال پر خرچ کرو گے بہر حال دونوں صورتوں میں تمہیں اجر ملے گا۔

الوصیة بالثلث علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ جس میت کا وارث ہو ثلث سے زائد پر اس کی وصیت چالو نہیں ہو گی مگر وارث کی اجازت سے۔ اسی طرح وارث کی اجازت سے بیع مال میں بھی وصیت نافذ ہو گی اور جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ جمہور علماء تو فرماتے ہیں کہ مازاد علی الثلث پر وصیت صحیح نہ ہو گی البتہ امام ابو حنیفہؒ۔ امام اسحاقؒ اور امام احمدؒ فی روایة جائز فرماتے ہیں۔

دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں وصیت مطلقہ ہے۔ سنت سے من له وارث کے لئے تو ثلث کی قید ہوگی لیکن من لا وارث له کے لئے علی الاطلاق باقی رہے گی۔ اور اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ ثلث مال حال وصیت کا اعتبار ہوگا یا حال الموت کا۔ شوافعؒ کے نزدیک حال الموت کا اعتبار ہے۔ باقی ائمہ حال الوصیت کا اعتبار کرتے ہیں۔

قال الحسن ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس قول سے ان لوگوں پر رد کرنا چاہتے ہیں جو لوگ وصیت بالزیا دة علی الثلث لمن لاوارث له کے جواز کے قائل ہیں۔ علماء احنافؒ وغیرھم۔ لیکن حسن بصریؒ کا قول احنافؒ پر کیسے حجت ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تابعی ہیں اور امام صاحبؒ بھی تابعی ہیں۔ ہم رجال ونحن رجال۔ اسی طرح دوسری دلیل ان احکم بینھم الخ سے ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ثلث کا فیصلہ کیا تو یہ حکم بما انزل الله ہوگیا۔ تو جو اس سے تجاوز کرے گا وہ بما انزل الله کا مخالف ہوا۔ ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس آیت سے استشهاد قائم کر رہے ہیں۔ کسی پر رد کرنا مقصود نہیں ہے۔

لوغض الناس لو تمنی کے لئے ہے اور غض کے معنی نقص کے ہیں۔ اور ابن عباسؓ والثلث کثیر سے استدلال کر رہے ہیں۔

باب قول الموصی لوصیه تعاھد ولدی ومایجوز للوصی من الدعوی

ترجمہ۔ وصیت کرنے والے نے موصیٰ له سے کہا کہ تم میرے بیٹے کا خیال رکھنا تو کیا وصی کیلئے اس کا دعوی کرنا جائز ہے۔

حدیث (۲۵۵۰) حدثنا عبدالله بن مسلمة الخ عن عائشةؓ زوج النبی ﷺ انها قالت کان عقبة بن ابی وقاص عهد الی اخیه سعدبن ابی وقاص ان بن ولیدة زمعة منی فاقبضه الیك فلما کان عام الفتح اخذ سعد فقال ابن اخی قد کان عهدالی فیه فقام عبدبن زمعة فقال اخی وابن امة ابی ولد علی فراشه فتساوقاالی رسول الله ﷺ فقال سعد یارسول الله ابن اخی کان عهد الی فیه فقال عبد بن زمعة اخی وابن ولیدةابی وقال رسول الله ﷺ هولك یا عبد بن زمعة الولد للفراش

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاصؓ کے ذمہ لگایا تھا کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا (عبدالرحمن) میرے نطفہ سے ہے۔ اس کو اپنی طرف روک لینا۔ چنانچہ جب فتح مکہ کا سال ہوا تو حضرت سعدؓ نے اسے پکڑ لیا۔ فرمایا یہ میرا بھتیجا ہے میرے بھائی نے اس کے بارے میں میرے ذمہ لگایا تھا جس پر عبد بن زمعہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے یہ تو میرا بھائی ہے۔ اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے۔ جو اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو دونوں جھگڑا لے کر جناب رسول ﷺ کی خدمت میں چلے تو حضرت سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے جس کے بارے میں انہوں نے میرے ذمہ لگایا تھا۔

وللعاهر الحجر ثم قال لسودة بنت زمعة احتجبی منه لما رای من شبهه بعتبة فمار اٰها حتی لقی الله.

عبد بن زمعہ نے کہا کہ میرا بھائی ہے۔ اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے تو جناب رسول اللہ نے فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ یہ عبد الرحمٰن تیرے لئے ہے۔ کیونکہ بچہ اسی کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ (یعنی وہ محروم ہے یا سنگسار ہوگا) پھر آپؐ نے حضرت سودۃ بنت زمعہؓ سے احتیاطاً فرمایا کہ تم اس سے پردہ کرو۔ کیونکہ آپؐ نے عتبہ سے اس کی شکل ملتی جلتی دیکھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت سودہؓ کو نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے۔ یعنی مرتے دم تک پھر نہ دیکھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث کتاب العتق وغیرہ میں گذر چکی ہے۔ اس کی ترجمہ سے مطابقت ظاہر ہے۔ کہ تعهد کی وجہ سے حضرت سعدؓ نے عبد الرحمٰن کو پکڑ لیا۔ اور دعویٰ بھی کر دیا۔ اگرچہ فیصلہ ان کے خلاف ہوا۔

باب اذا اومأ المريض براسه اشارة بينة جازت۔

ترجمہ۔ جب مریض اپنے سر کے ساتھ کوئی واضح اشارہ کرے تو وہ اشارہ جائز ہے اس سے حکم ثابت ہوگا اگرچہ کلام نہ کرے۔

حدیث (۲۵۵۱) حدثنا حسان ابن ابی عباد الخ عن انسؓ ان يهوديا رض راس جارية بين حجرين فقيل لها من فعل بك افلان اوفلان حتى سمى اليهودى اومأت براسها فجيئ به فلم يزل حتى اعترف فامر النبی ﷺ فرض راسه بالحجارة.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے دو پتھروں کے درمیان رکھ کر اپنی ایک باندی کا سر کچل دیا۔ تو اس سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا۔ فلاں نے یا فلاں نے یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! چنانچہ اس یہودی کو پکڑ کر لایا گیا۔ پس اس سے برابر پوچھ گچھ ہوتی رہی یہاں تک کہ اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اس کا سر پتھر سے کچل دیا جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ اس باب کے انعقاد سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اشارہ کلام کے قائم مقام ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس سے مقصد میں اشتباہ نہ ہوتا ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس جگہ قصاص کا دارومدار اس کے اعتراف پر ہے کیونکہ خبر واحد سے خون کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اشارہ کا قصاص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ اشارہ سے مراد پوری ہو جاتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اشارہ واضحہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جاننا چاہئے کہ اس جگہ دو مسئلے ہیں ایک پر تو امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے۔ اذا اوماء المریض مقصد یہ ہے کہ اشارہ سے بھی وصیت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس حدیث کو کتاب الوصایا میں لائے ہیں۔ دوسرا مسئلہ قصاص کا ہے جو حدیث باب سے ظاہر ہے۔ عام طور پر شراح ان دونوں مسئلوں میں فرق نہیں کرتے۔ چنانچہ حافظؒ نے فتح الباری میں اس کا تعرض نہیں کیا۔ حالانکہ قصاص اور وصیت الگ الگ مسئلے ہیں۔ قطب گنگوہیؒ نے ہر دو میں فرق بیان کرتے ہوئے اراد بذلك سے وصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور انما ادیر القتل سے قصاص کے مسئلہ کو بیان فرمایا ہے۔ علامہ عینیؒ نے کتاب الخصومات میں ذکر فرمایا ہے کہ مریض کے اشارہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ مریض کا اشارہ خواہ برأسه ہو۔ یا بیدہ ہو یعنی سر سے اشارہ کرے یا ہاتھ سے اشارہ کرے۔ اگر حاضرین مقصد سمجھ جاتے ہیں تو اشارہ سے وصیت کا ثبوت ہو جائے گا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ امام اوزاعیؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مریض کے اشارہ سے کسی وصیت کا ثبوت نہیں ہو گا۔ جب تک کلام نہ کرے۔ گونگا اور جس کو سکتہ طاری ہو جائے امام صاحبؒ فرماتے ہیں ان کا اشارہ اس لئے معتبر ہے کہ وہ کلام نہیں کر سکتے۔ اور جس کی زبان دائما بند نہیں ہو گئی اس کا اشارہ بھی جائز نہیں۔ باقی حدیث باب میں قتل یہودی کے بارے میں اشارہ جاریہ پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ یہودی کو اعتراف جرم پر قتل کیا گیا چنانچہ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں ادیر القتل ھھنا علی اعترافه اور خود امام بخاریؒ نے کتاب الدیات میں حدیث باب پر ترجمہ باندھا ہے۔ باب اذا اقر بالقتل مرة قتل کہ جب کوئی شخص ایک مرتبہ قتل کا اقرار کرلے تو اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا اور قطب گنگوہیؒ نے لان الاشارة لاتفی بالمراد سے جو فائدہ بیان فرمایا ہے یہ حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ کیونکہ یہ حضرات حدود و قصاص میں فرق بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ اشارہ اور کتابت اخرس سے قصاص تو ثابت ہو گا۔ لیکن حد ثابت نہیں ہو گی۔ اس کے کلام ضروری ہے۔

باب لا وصية لوارث

ترجمہ۔ کسی وارث کیلئے وصیۃ کا اعتبار نہیں ہے

حدیث (۲۵۵۲) حدثنا محمد بن یوسف الخ عن ابن عباسؓ قال کان المال للولد وکانت الوصیة للوالدین فنسخ الله من ذلك ما احب فجعل للذکر مثل حظ الانثیین وجعل للابوین لکل واحدمنهما السدس وجعل للمرأة الثمن والربع وللزوج الشطر والربع ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں مال اولاد کے لئے ہوتا تھا۔ اور وصیت والدین کے لئے ہوتی تھی۔ ان میں سے اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا منسوخ کر دیا۔ چنانچہ نر مذکر کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر رکھا۔ اور والدین میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا۔ اس طرح خاوند کے لئے اولاد نہ ہونے کی صورت میں نصف جائیداد اور اولاد کی صورت میں عورت کی جائیداد کا چوتھا حصہ مقرر فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ یعنی جیسے والدین کے لئے وصیت کو منسوخ فرمایا اس طرح وارث کے لئے بھی وصیت کو منسوخ قرار دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے شیخ گنگوہیؒ نے حدیث کی ترجمہ سے مناسبت ثابت کر دی۔ کہ اس حدیث پر امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا۔ لا وصیة لوارث حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ حدیث مرفوع کے الفاظ کا ہے۔ جو امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق تو نہیں تھی لیکن اپنی عادت کے مطابق ترجمہ قائم کر دیا۔ روایت کی تخریج امام ابو داؤدؒ اور امام ترمذیؒ۔ نے کی ہے۔ وارث کی وصیت صحیح نہیں۔ بایں معنی کہ وہ لازم نہیں۔ اس لئے کہ وہ دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے۔ اور اس حدیث سے ترجمہ اس طرح ثابت ہوا کہ جب والدین کے لئے وصیت منسوخ ہو کر اس کے بدلے میراث ثابت ہوا تو گویا وصیت اور میراث ایک شخص کے لئے جمع نہیں ہو سکتے۔ اس طرح وارث کے لئے بھی وراثت اور وصیت جمع نہ ہوں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ نیز! جمہور علماء فرماتے ہیں کہ وصیت للوالدین والاقربین ابتداء اسلام میں واجب تھی۔ پھر آیت میراث سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ وصیت والدین اور اقربین کے لئے ہوتی تھی اولاد کے لئے نہیں ہوتی تھی۔ وصیت کے بعد جو کچھ باقی بچتا وہی اس کے وارث ہو جاتے تھے۔

باب الصدقة عند الموت ترجمہ۔ موت کے وقت صدقہ کرنا جائز ہے

حدیث (۲۵۵۲) حدثنا محمد بن العلاء الخ عن ابی هریرةؓ قال قال رجل للنبی ﷺ یا رسول الله ای الصدقة افضل قال ان تصدق وانت صحیح حریص تامل الغنی وتخشی الفقر ولا تمهل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلان کذا وقد کان لفلان ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول! صدقہ کون سا افضل ہے۔ فرمایا وہ صدقہ جو تو تندرستی کی حالت میں کرے۔ اس کی تجھے لالچ ہو غنی ہونے کی امید رکھتے ہو اور فقر کا خوف لاحق ہو۔ اور اتنی دیر نہ کرو کہ جب جان گلے تک پہنچ جائے۔ تو کہنے لگے فلاں کے لئے اتنا اور فلاں کے لئے اتنا۔ وہ مال تو فلاں کے لئے ہو چکا ہے۔ تم کہو یا نہ کہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بلغت الحلقوم میں بلغت کی ضمیر روح کی طرف راجع ہے۔ جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔ حلقوم سے مراد حلق (گلا) ہے مقصد یہ ہے کہ جب روح گلا کے قریب پہنچ جائے اگر جان کنی کا وقت آگیا تو اس وقت نہ تو کوئی وصیت جائز ہے اور نہ ہی کسی قسم کا اور تصرف جائز ہے۔ خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو زندگی اور تندرستی کی حالت میں ہو

جب کہ انسان کو خود بھی مال کی ضرورت ہو۔ بیماری اور موت کی حالت میں صدقہ جائز نہیں کیونکہ اس حالت میں تو وہ مال اس کے ملک سے نکل چکا ہوتا ہے۔

باب قول الله تعالى من بعد وصية يوصى بها اودين۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وراثت وصیت پوری کرنے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد تقسیم کی جائے۔

ويذكران شريحاوعمربن عبدالعزيز وطاؤسا وعطاء وابن اذينةاجازواقرارالمريض بدين وقال الحسن احق مايصدق به الرجل اخر يوم من الدنيا واول يوم من الاخرةوقال ابراهيم والحكم واذا ابرء الوارث من الدين برى واوصى رافع ابن خديج ان تكشف امراته الفزاريةعمااغلق عليه بابها وقال الحسن اذا قال لمملوكه عندالموت كنت اعتقتك جاز وقال الشعبى اذاقالت امراة عندموتها ان زوجى قضانى وقبضت منه جاز وقال بعض الناس لايجوز اقراره لسوء الظن به للورثة ثم استحسن فقال يجوز اقراره بالوديعة والبضاعة والمضاربةوقد قال النبى ﷺ اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث ولايحل مال المسلمين لقول النبى ﷺ اية المنافق اذااؤتمن خان وقال الله تعالى ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها فلم يخص وارثاولاغيره فيه عبدالله بن عمروعن النبى ﷺ ....

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وراثت وصیت پوری کرنے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد تقسیم کی جائے اور ذکر کیا جاتا ہے کہ قاضی شریحؒ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ طاؤسؒ عطاءؒ اور ابن اذینہ اگر کوئی مریض کسی کے قرضہ کا اقرار کرلے تو جائز کہتے ہیں اور حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ آدمی کی جس بات کو سچا سمجھا جائے وہ ہے جو دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن کی ہے۔ ابراہیمؒ اور حکمؒ فرماتے ہیں کہ جب مریض کسی وراث کو قرضہ سے بری قرار دے دے وہ بری ہو جائے گا۔ اور حضرت رافع بن خدیجؓ نے وصیت فرمائی کہ میری فزاریہ بیوی کے مال پر جو دروازہ بند کر دیا گیا اس کو نہ کھولا جائے یعنی مافی البیت سب اس کا ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ جب مریض موت کے وقت اپنے غلام سے کہے کہ میں نے تجھ کو آزاد کر دیا تھا تو یہ عتق جائز ہے۔ اور امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ بیوی اپنی موت کے وقت یہ کہے کہ میرے خاوند نے میرا سب حق ادا کر دیا جس پر میں نے اس سے قبضہ بھی لے لیا تو جائز ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ مریض کا اقرار جائز نہیں ہے برے گمان کی وجہ سے کہ وہ دوسرے وارثوں کا حق مارنا چاہتا ہے پھر اس گمان کو اچھا بھی سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ اگر کوئی مریض وارث کیلئے امانت یا کسی جاگیر یا مضاربۃ کا اقرار کرے تو جائز ہے۔

حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے بدگمانی سے بچو! بدگمانی بہت جھوٹی بات ہے۔ اور مسلمانوں کا مال حلال نہیں ہے۔ آپ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ منافق کی یہ نشانی ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو ادا کر دو۔ اس میں کسی وراث یا غیر وارث کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔

حدیث (۲۵۵۳) حدثنا سفیان بن داؤد الخ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال اية المنافق ثلث اذاحدث كذب واذااؤتمن خان واذاوعد اخلف

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بھی بات کرے تو جھوٹ بولے۔ اور جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ فی آخر یوم الدنیا مقصد یہ ہے کہ مرض الموت میں مریض کا اقرار اس لائق ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے۔ اور اس کے نفاذ کا حکم دیا جائے۔

اغلق بابها کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کی موت کے بعد بیوی سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔ اس کے گھر میں جس قدر مال ہے وہ اسی کا ہوگا۔ اگرچہ شوہر نے اس کی شہادت نہ بھی دی ہو۔

قضانی یعنی ایسی حالت میں عورت کا میلان الی الزوج متصور نہیں ہو سکتا بالخصوص جب کہ اس کی غیر زوج سے اولاد بھی ہو۔

قال بعض الناس الخ سے مراد احنافؒ ہیں جو فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں اگر مریض کسی وارث کے لئے اقرار کرے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو۔ پھر اپنے ضابطہ کا خلاف کرتے ہوئے یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی وارث کے لئے ودیعت وغیرہ کا اقرار کرے تو جائز ہے۔ یہ محض استحسان کی بنا پر ہے۔ جس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ پھر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ بدظنی جائز نہیں۔ دوسرے مسلمان کا مال ناحق حلال نہیں۔ اذا أتمن خان کی وجہ سے علامہ عینیؒ نے جواب دیا ہے کہ احنافؒ ان وجوہ بیان کردہ کی بنا پر عدم جواز اقرار کے قائل نہیں۔ بلکہ وہ تو فرماتے ہیں اس اقرار سے دوسرے ورثہ کو نقصان ہوگا نیز! ہمارا استدلال آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے ہے جو خطبہ حجۃ الوداع میں آپؐ نے فرمایا ان الله اعطى كل ذى حق حقه ولا وصية لوارث ولا اقرار بالدين یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں اور نہ ہی اس کے قرضہ کے اقرار کا اعتبار ہے۔ یہ روایت شاذہ ہے۔ مشہور ابن عمرؓ کا یہ قول ہے کہ جب کسی مریض نے اپنی مرض الموت میں کسی آدمی غیر وارث کے لئے قرضہ کا اقرار کیا تو وہ جائز ہے۔ اگرچہ وہ اس کے سارے مال کو لپیٹ میں لے لے۔ لیکن اگر وارث کے لئے اقرار ہے تو وہ باطل ہے۔ جب تک کہ دوسرے ورثہ اس کی تصدیق نہ کریں۔ تو فقہاء صحابہؓ کا یہ قول قیاس پر مقدم ہوگا۔

اذا ؤتمن خان سے استدلال اس طرح ہوگا کہ جب ترک خیانت واجب ہے تو قرضہ جو اس کے ذمہ ہے اس کا اقرار بھی واجب ہوگا۔ جب اقرار کرلیا ہے تو اس کا اعتبار کرنا لازم ہوگا۔ ورنہ اقرار کا کیا فائدہ ہوا۔

فلم یحض یعنی ترک خیانت میں وارث اور غیر وارث کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ اور اداء امانت بھی واجب ہے۔ لہذا اقرار صحیح ہوگا۔ خواہ وارث کے لئے ہو یا غیر وارث کے لئے ہو۔

باب تاويل قوله من بعد وصية توصون بها اودين ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر بعد وصية يوصی بهااودين ۔

ويذكر ان االنبی ﷺ قضى بالدين قبل الوصية وقال النبی ﷺ لاصدقة الاعن ظهر غنى وقال ابن عباسؓ لايوصى العبد الاباذن اهله وقال النبی ﷺ العبد راع فی مال سيده .....

ترجمہ۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے وصیت سے پہلے قرضہ کو ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور آپ نبی اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ صدقہ وہی معتبر ہے جو غنی دل سے ادا کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ تمہیں امانت والوں تک امانت ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اداء امانت نفلی وصیت سے افضل ہے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر وصیت نہیں کر سکتا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے۔

حديث(٢٥٥٤)حدثنامحمدبن يوسف الخ عن سعيد بن المسيب وعروة بن الزبيران حكيم بن حزامؓ قال سالت رسول الله ﷺ فاعطانی ثم سالته فاعطانی ثم قال لی ياحكيم ان هذالمال خضرحلوة فمن اخذ ه بسخاوةنفس بورك له فيه ومن اخذ باشراف نفس لم يبارك له فيه وكان كالذی ياكل ولايشبع واليد العليا خير من اليد السفلى قال حكيم فقلت يارسول الله والذی

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے مال مانگا تو آپؐ نے مجھے دے دیا پھر مانگا تو دے دیا۔ لیکن اس کے بعد فرمایا اے حکیم! یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے۔ جس نے اس کو دل کی سخاوت سے لیا اس کیلئے تو اس میں برکت پیدا کی جائے گی اور جس نے اس کو نفس کی تانک جھانک یعنی حرص سے لیا تو اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوگی یہ اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔ اور دینے والا اونچا ہاتھ نچلے ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے حضرت حکیمؓ فرماتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول! قسم ہے

بعثك بالحق لاارزا احدابعدك شيئاحتى افارق الدنيا فكان ابوبكر يدعواحكيماليعطيه العطاء فيابى ان يقبل منه شيئا ثم ان عمر دعاه ليعطيه فابى ان يقبله فقال يامعشر المسلمين انى اعرض عليه حقه الذى قسم الله له من هذا الفئ فيابى ان ياخذه فلم يرزأحكيم احدامن الناس بعد النبى ﷺ حتى توفى رحمه الله تعالى ....

اس کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ آپؐ کے بعد میں کسی کے مال میں سے کچھ بھی لے کر کمی نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں دنیا سے جدا ہو جاؤں۔ پس حضرت ابو بکرؓ ان کو عطیہ لینے کیلئے بلاتے تھے تو وہ کچھ بھی قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے پھر حضرت عمرؓ نے ان کو بلایا تاکہ انہیں کچھ عطیہ کریں تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت عمرؓ نے ان کا حق جتلانے کیلئے فرمایا کہ اے مسلمانوں کا گروہ میں اس شخص پر اس کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مال فئی میں اس کیلئے مقرر کیا ہے۔ لیکن یہ اس کے لینے سے بھی انکار کرتا ہے۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ کے بعد انہوں نے (حکیمؓ نے) اپنی وفات تک کسی کے مال سے کمی نہیں کی۔

حدیث (۲۵۵۵) حدثنابشربن محمدالخ عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول كلكم راع ومسئول عن رعيته .ولامام راع ومسئول عن رعيته. والرجل راع فى اهله ومسئول عن رعيته . والمراة فى بيت زوجها راعية ومسئولة عن رعيتها.والخادم فى مال سيده راع ومسئول عن رعيته قال وحسبت ان قد قال والرجل راع فى مال ابيه .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے تم میں سے ہر ایک نگران ہے ہر نگران سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا امام وحاکم بھی نگران ہے۔ اس سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۔ اور آدمی اپنے گھر والوں میں نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا عورت اپنے شوہر کے نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور غلام ونوکر اپنے سردار کے مال کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی اور میرا گمان یہ ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ آدمی اپنے باپ کے مال کا نگران ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اجاز وا اقرار المريض بدين الخ اگر ان حضرات نے دین صحت کو جائز قرار دیا ہے پھر ہمارا اور ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ اگر ان میں سے کسی نے دین مرض ثابت کیا ہے تو ہم پر ان کا قول حجۃ نہیں ہے۔ اور اقرار کرنے والے کا اپنے دعویٰ میں متہم ہونا اس کے خبر دینے سے شبہ کو دور نہیں کر سکتا۔ تو اس کے اقرار میں صداقت کا یقین نہیں حاصل ہو سکتا۔ اور اس کا متہم ہونا زیادہ ظاہر ہے۔ اور شریعت نے ان ابواب میں تہمت کا اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ والدین کے حق میں آدمی کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ حالانکہ

یہ اتہام ہی کی وجہ سے ہے تو معلوم ہوا مظنہ تہمت ہے۔ نیز! ہم نے تو مسلمان کے ساتھ سوٗ ظن کا قول کیا ہے۔ لیکن آپ لوگوں نے تو اس شبہ کی وجہ سے روایت کے مطابق نفاق کا مظنہ بنادیا۔ اگر ایسا کرنا ضروری ہے تو اس میں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ شریعت میں ایسے امور ثابت ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ مسئلہ اختلافی مشہور ہے جس میں احنافؒ منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ جمہور علماء بھی ان کے ساتھ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا اقرار صحت میں جائز ہے۔ اس کا اقرار مرض میں بھی صحیح ہے۔ البتہ باقی ورثہ کو لازم نہیں ہے۔ جب تک گواہوں سے ثابت نہ ہو جائے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ابن المنذر کا قول ہے کہ اگر مریض غیر وارث کے لئے اقرار کرے تو اس کے جواز پر اجماع ہے۔ البتہ وارث کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام اوزاعیؒ۔ اسحٰقؒ اور امام مالکؒ بعض صورتوں میں اختلاف کرتے ہیں۔ بہر حال امام بخاریؒ کی محض حنفیہؒ پر تشنیع قابل تعجب ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لاتکشف امرأته الفزاریه یہ حضرت رافع بن خدیجؓ کی طرف سے خبر دینا ہے۔ کہ جو کچھ ان کی بیوی ہندہ کے گھر میں ہے یہ اس کا ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تاکہ میرے ورثہ اس کو ترکہ میں شامل کر کے تقسیم نہ کرلیں کیونکہ میں تو محتاج تھا۔ یہ سب کچھ وہ اپنے میکے سے لائی ہے۔ تو یہ اقرار مریض نہ ہوا جو مبحوث عنه ہے بلکہ یہ تو اخبار ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ توجیہ جو قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے وہ بہترین توجیہ ہے۔ شراح میں سے کسی نے اس کی مراد کو بیان نہیں کیا۔ کیونکہ یہ جمیع مال کی وصیت نہیں۔ بلکہ اس کے اپنے لائے ہوئے مال کی خبر دینا ہے۔ باقی حضرت حسن بصریؒ کا قول تابعی ہونے کی وجہ سے ہم پر حجت نہیں۔ نیز! آخر یوم من الدنیا ہمارا مشاہدہ تو یہ ہے کہ لوگ اس دن بھی جور و ظلم سے باز نہیں آتے ورثہ کو محروم کر کے اپنے محبوب کے لئے وصیت کر جاتے ہیں۔ بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ترمذی۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ آدمی ستر ۷۰ سال تک عبادت کرتا رہتا ہے۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں ظلم کر کے وارثوں کو محروم کرتے ہوئے جہنم رسید ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ آخر یوم بھی موضع تہمت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ثم استحسن وصیت اور ودیعت وغیرہ میں فرق ہے۔ کیونکہ تہمت کا احتمال تو اس صورت میں ہوتا ہے جب غیر کے لئے اپنے مال یا اپنے تصرفات کا اقرار کرے۔ لیکن جو چیز اس کے ملک میں نہ حادثاً نہ قدیماً ہو اس کا اگر اقرار کرتا ہے تو یہ مظنہ تہمت نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب اپنے مال کا غیر کے لئے اقرار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ملک ثابت سے رجوع کر رہا ہے۔ اس لئے اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اور جب غیر کے لئے ودیعت۔ بضاعۃ یا مضاربت کا اقرار کرتا ہے تو اس میں اپنے ملک کے ثبوت کا اقرار نہیں ہے کہ اس سے رجوع کر رہا ہو۔ پس اس میں وہ متہم نہیں ہوگا۔ تو دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔ جو لوگ ان میں

تسویہ کرتے ہیں وہ اس نکتہ سے غافل ہیں کہ وہ علت رد شبہ اور تہمت کو نہیں سمجھے۔ اس لئے قیاساً عدم فرق کا قول کرلیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اقرار بالدین اور اقرار بالودیعہ وغیرہ میں فرق ہے۔ کیونکہ اقرار بالدین کا مدار لزوم پر ہے اور اقرار بالودیعہ وغیرہ کا مدار امانت پر ہے۔ لزوم اور امانت میں فرق عظیم ہے۔ خلاصۃ المرام یہ کہ حضرت امام ہمامؒ کی نظر اس طرف ہے کہ ودائع وغیرہ میں کوئی تملیک جدید نہیں ہے۔ بلکہ امر سابق کی خبر دیتا ہے۔ جس میں مریض کی بات کو تسلیم کیا جائیگا اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں۔ البتہ اقرار بالدین میں من وجہ انشاء ہے اور من وجہ اخبار ہے۔ اس لئے ورثاء کے حق کی حفاظت کرتے ہوئے ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اس کے اقرار کو نافذ نہ کریں۔ اور تقریر مکیؒ میں ہے کہ ودیعۃ کے اقرار میں خبر دیتا ہے کہ یہ چیز میرے ملک میں داخل نہیں ہے۔ اور ورثہ کا حکم حق اس سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مودِع کا حق متعلق ہے۔ لہذا اس کی امانت ادا کرنی چاہیئے ان اللہ یأمرکم الآیۃ بخلاف قرضہ کے اقرار کے کہ اس میں اس مال کو اپنے ملک سے نکالنا ہے۔ جب کہ ورثہ کا حق اس سے متعلق ہو چکا ہے۔ مضاربت میں مال کا نفع مالک اور عامل کے درمیان مشترک ہو چکا ہے۔ یہ بھی دین محض نہیں ہے۔

ایاکم والظن کا حکم فی غیر موضع التھمۃ ہے۔ لیکن جہاں موضع تہمت ہو جیسا کہ مشاہد ہے۔ اور نص بھی دلالت کرتی ہے تو وہاں ظن متحقق ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے انصار سے فرمایا علی رسلکما ٹھہرو۔ فانھا صفیۃ بنت حیی یہ صفیہ بنت حیی میری بیوی ہے تم لوگ بدگمانی نہ کرنا۔ اور آپ کا ارشاد ہے اتقوا مواقع التھم تہمتوں کی جگہوں سے بچتے رہو۔ تو امام ہمامؒ کی نظر گہری ہے سطحی لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے اعتراض جڑ دیتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ باب قولہ تعالیٰ من بعد وصیۃ یوصی بھا اودین اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ آیت کریمہ میں اگرچہ اولاً ذکر وصیت کا ہے لیکن قرضہ ادا کرنا مقدم ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے فعل نے اس کو واضح کردیا۔ تو معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں وصیت پر مقدم کرنے کی کوئی دوسری وجہ ہے۔ پھر اس کے شواہد پیش کئے کہ ان تؤدوا الامانات میں امانت کے ادا کرنے کا حکم جو دَین پر مقدم ہے۔ کیونکہ دَین دائن کی امانت ہے۔ وصیت تو کسی کی امانت نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی تک تو اس سے کسی کا حق متعلق نہیں ہوا۔ یعنی مریض جب کسی کے لئے وصیت کا اپنے مال سے قصد کرے گا تو وہ جبھی نافذ ہو سکتی ہے جب کہ وہ مال دَین سے فارغ ہو۔ اگر وہ مال مشغول ہے تو صاحبِ حق کی امانت ہے۔ جس میں اس کا تصرف نافذ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ اس بارے میں کلام بھی کردے۔ ان میں سے دوسرا شاہد صدقہ ہے کہ مریض جب وصیت سے تکلم کرے گا تو وہ اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔ اور صدقہ تب جائز ہے جبکہ اس کا مال دَین سے فارغ ہو۔ مدیون تو محتاج ہے مستغنی نہیں ہے وہ صدقہ کیسے کر سکتا ہے۔ اس لئے اس کی وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ تیسرا شاہد یہ ہے کہ عبد مالک کی اجازت کے بغیر وصیت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ عبد کی وصیت تطوع اور تبرع ہے۔ اس لئے کہ وصیت سے قبل وہ اس پر لازم نہیں ہے۔ اور مالک کا حق اس کے مال کے ساتھ حتمی ہے عبد کے لئے ممکن نہیں ہے کہ مولیٰ کے حق کو

ساقط کردے۔ ہاں اگر مالک خود اپنا حق ساقط کردے اور عبد کی وصیت کو نافذ کردے تو وہ حقدار ہے۔ معلوم ہوا کہ واجب نفل پر مقدم ہوتا ہے۔ دَین واجب ہے وصیت نفل ہے تو دَین مقدم ہوگا۔ اور چوتھا شاہد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ العبد راع تو نگرانی کا تقاضا ہے کہ جب تک مالک اجازت نہ دے عبد اس کے مال میں تصرف کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ کہ بغیر اس کی اجازت کے خرچ کرتا پھرے اس سے بھی معلوم ہوا کہ واجب نفل پر مقدم ہوتا ہے۔ کیونکہ انفاق عبد تطوع ہے اور استحقاق مولی فی ماله وکسبه مستحق اور واجب ہے۔ اور پانچواں شاہد حضرت حکیم بن حزامؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اولاً ان کی تالیف قلب کے مال کا عطیہ کیا جب ان کا ایمان مستحکم ہوگیا تو ان کو وعظ کر کے عطیہ لینے سے روک دیا۔ کیونکہ قبل ازیں تو تالیف قلب کی خاطر اعطاء واجب تھا۔ جب استحکام ایمان کی وجہ سے اعطاء کی حاجت نہ رہی تو اب ان کی حاجت کسی اور مستحق کو اعطاء واجب ہوا۔ ان کے لئے تطوع ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ واجب نافلہ پر مقدم ہوتا ہے۔ اور ممکن ہے ترجمہ کو لا ارزء احداً بعدك سے مستنبط کیا جائے۔ کیونکہ رزء کے معنی نقص کے ہیں۔ تو معنی ہوئے کہ میں نفلی صدقہ لے کر کسی کے مال کو کم نہیں کروں گا وصیت میں یہی کچھ ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترجمہ کو ثم ان عمر دعاه الخ سے ثابت کیا جائے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے حضرت حکیمؓ کے سامنے پیش کرنے کے بعد اور انہیں ان کا حق جتلانے کے بعد ان کے غیر میں صرف کیا تو فعل عمرؓ سے معلوم ہوا کہ واجب نفل پر مقدم ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ حضرت حکیم بن حزامؓ کے اپنے حق کے رد کرنے پر لوگوں کو گواہ نہ بناتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تاویل قوله تعالیٰ من بعد وصية الآية معلوم ہو کہ امام بخاریؒ نے اس آیت پر دو ترجمے باندھے ہیں۔ پہلا تو گذر چکا باب قول الله تعالیٰ۔ اور دوسرا یہ ہے جس کو باب تاویل قول الله تعالیٰ سے ذکر کیا ہے۔ پہلے ترجمہ سے تو امام بخاریؒ کی غرض آیت کریمہ سے یہ ثابت کرنا تھا کہ اقرار مریض بالدین مطلقاً جائز ہے۔ خواہ مقرلہ وارث ہو یا غیر وارث اجنبی ہو۔ بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے وصیت اور دَین برابر کرتے ہوئے انہیں میراث پر مقدم کیا ہے۔ وارث اور اجنبی کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ البتہ وصیت للوارث تو دلیل شرعی سے خارج ہوگئی۔ اور اقرار بالدین علی حاله باقی رہا۔ جس میں وارث اور اجنبی برابر ہوں گے۔ لیکن اس پر علامہ عینیؒ فرماتے ہیں جس طرح وصیت لا وصية لوارث سے خارج ہوگئی اس طرح اقرار بالدین بھی خارج ہوگیا۔ کہ آپ کا ارشاد ہے لا اقرار لوارث بدين اور اس دوسرے ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگرچہ آیت کریمہ میں وصیت ذکر میں دَین سے مقدم ہے۔ بایں ہمہ دَین وصیت پر مقدم ہے۔ چنانچہ ابن کثیر کا قول قسطلانیؒ نے نقل فرمایا ہے اجمع العلماء سلفا وخلفا ان الدين مقدم على الوصية وبعده الوصية ثم الميراث یعنی اگلے پچھلے سب علماء کا اتفاق ہے کہ قرضہ وصیت سے پہلے ادا کیا جائے۔ پھر وصیت پر عمل کیا جائے جب کہ ثلث مال کی ہو بعد ازاں میراث تقسیم ہو۔ ویذکر النبی ﷺ قضی بالدین قبل الوصية یہ روایت حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ جس کو ترمذیؒ اور امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔ اگرچہ اسناد اس کا ضعیف ہے۔ لیکن امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ان العمل عليه عند اهل العلم کہ اہل علم کے نزدیک عمل اسی پر ہے۔ چونکہ حکم پر سب کا اتفاق ہے اس لئے امام بخاریؒ نے

مقام احتجاج میں ایسی حدیث کا ذکر فرمایا ہے ورنہ ان کی عادت نہیں کہ مقام احتجاج میں کسی ضعیف الاسناد روایت کو پیش کریں۔ علامہ عینیؒ قسطلانیؒ نے کہا ہے کہ ابن ماجہؒ نے بھی اس روایت کی تخریج کی ہے۔ مگر اس میں الحارث الاداء متکلم فیہ ہے۔ وصیت کو دَین پر مقدم کرنے کی کئی وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وصیت بلا عوض ہے اور دین بالعوض بلا عوض کا نکالنا نفس پر شاق ہوتا ہے اس لئے اسے مقدم کیا گیا۔ دوسرے وصیت حق فقیر ہے۔ اور دَین حق غیر ہم ہے جو اپنی قوت اور مقال سے وصول کر سکتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لاصدقه الاعن ظهر غنی ظہر کالفظ مقحم ہے۔ اور مدیون غنی نہیں ہوتا۔ اور وصیت کا حکم صدقہ کا ہے۔ جس کا اداء دَین کے بعد اعتبار ہوگا۔

الاباذن اهله واداء الدين یعنی اداء دَین جو اس کی گردن پر لازم ہے وہ اذن اہل پر موقوف نہیں ہے۔ اس لئے دَین مقدم فی الاداء ہوگا۔ اس لئے کہ اگر عبد غیر ماذون ہے۔ تو جب وہ کسی چیز کا مالک نہیں اس کا تصرف صحیح نہ ہوا۔ لہٰذا بلا خلاف اس کی وصیت صحیح نہیں اگر عبد ماذون ہے پھر بھی اس کی وصیت بغیر اذن مولیٰ صحیح نہیں۔ بشرطیکہ مستغرق بالدين نہ ہو۔

العبدراع في مال سيده جب حق دَین اور حق وصیت میں تعارض ہوا تو دَین حق سید ہے جو کہ اقویٰ ہے۔ اس کو حق العبد جو مسئول عنہ ہے اس کی وصیت پر مقدم ہوگا۔ کیونکہ وہ حق ضعیف ہے۔ اقویٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

حضرت حکیم بن حزامؓ کی روایت کو باب اور ترجمہ سے اس طرح مناسبت ہوئی کہ جب وصیت صدقہ کی مانند ہے تو اس میں لینے والے کا ہاتھ ید سفلی ہے۔ دینے والے کا ید علیا ہے۔ لیکن قرضہ لینے والے کا ہاتھ سفلی نہیں۔ کیونکہ وہ تو جبراً بھی حقدار ہے۔ تو دَین صدقہ سے قوی ہوا۔ اس لئے اسے مقدم کیا جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیت المال سے ان کی حق رسی کی بہت کوشش کی اور دَین کی طرح اسے ان کا حق قرار دیا۔ لیکن جب قرض متعین ہو تو اس کی تقدیم تو تبرعات پر ضروری ہوگی۔ اس مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے دوبارہ اس آیت پر ترجمہ قائم کیا ہے۔ اور اشراف نفس کا معنی ہے بحرصه۔ تو معلوم ہوا کہ اشراف نفس مذموم ہے اور وصیت میں جب کہ مریض پر قرضہ موجود ہے اس کے مال میں بطور وصیت کے طمع کرنا مذموم ہوگا۔ اور اس طرح دوسرے کے حق دَین کو وصیت کے ذریعہ کم کرنا جائز نہ ہوگا۔

باب اذاوقف اواوصى لاقاربه ومن الاقارب۔

ترجمہ۔ جب اپنے قریبی رشتہ داروں کیلئے وقف کرے اور ان کیلئے وصیت کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔ اور اقارب کون کون لوگ ہیں۔

وقال ثابت عن انسؓ قال النبی ﷺ لابی طلحة اجعلها لفقراء اقاربك. فجعلها لحسان

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا کہ اپنا کنواں وباغ بیر حاء

وابی بن کعب وقال الانصاری حدثنی ابی عن ثمامةعن انسؓ مثل حدیث ثابت قال اجعلها لفقراء قرابتك قال انسؓ فجعلهالحسان وابی بن کعب وکانا اقرب الیه منی وکان قرابة حسان وابی من ابی طلحةواسمه زید بن سهل بن الاسود بن حرام بن عمروبن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالك بن النجار وحسان بن ثابت بن المنذر بن حرام فیجتمعان الی حرام وهو الاب الثالث وحرام بن عمروبن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالك بن النجار فهویجامع حسان اباطلحة وابیا الی ستة اباء الی عمروبن مالك بن النجار فهویجامع حسان اباطلحةوابیا الی ستة اباء الی عمر وبن مالك وهوابی بن کعب بن قیس بن عبیدبن زیدبن معاویةبن عمروبن مالكبن النجار فعمرو بن مالك یجمع حسان واباطلحة وابیا وقال بعضهم اذااوصی لقرابته فهو الی ابائه فی الاسلام ......

اپنے قریبی محتاج رشتہ داروں میں بانٹ دو۔ تو انہوں نے بیرُ حاء حضرت حسانؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کو دے دیا۔ انصار نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے اس طرح روایت کیا جس طرح ثابت کی حدیث حضرت انسؓ سے تھی البتہ اس میں الفاظ یوں ہیں کہ یہ بیرُ حاء اپنی رشتہ داری کے فقیروں میں تقسیم کرو۔ تو حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے وہ باغ حضرت حسانؓ اور ابی بن کعبؓ کو دے دیا۔ اور یہ دونوں میرے سے زیادہ ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت حسانؓ کی قرابت حضرت ابوطلحہؓ سے یوں تھی کہ ابوطلحہؓ. کا نام زید بن سہل تھا سہل اسود کے بیٹے تھے۔ جو حرام کے بیٹے اور وہ عمرو بن زید مناۃ کے بیٹے جو عدی کے بیٹے تھے اور وہ عمرو بن مالک بن النجار کے بیٹے تھے۔ اور حضرت حسان ثابت کے بیٹے جو منذر کے اور منذر حرام کا بیٹا تھا گویا کہ یہ دونوں حرام میں جمع ہو جاتے ہیں۔ جو ان کا تیسرا باپ ہے۔ اور حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار ہے۔ اور یہ عمرو بن مالک بن النجار گویا چھٹے باپ میں حضرت حسانؓ ابوطلحہؓ اور ابی تینوں کو جمع کرتا ہے۔ چنانچہ سلسلۂ نسب یوں ہے ابی بن کعب جو قیس کا بیٹا ہے اور عبید بن زید بن معاویہ کا بیٹا ہے۔ اور وہ عمرو بن مالک بن النجار کا بیٹا ہے۔ تو عمرو بن مالک نے تینوں حضرت حسانؓ اور ابوطلحہؓ اور ابی بن کعبؓ کو جمع کر دیا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب قرابت داروں کے لئے وصیت کرے تو اس سے قرابت آباء اسلام کی مراد ہو گی۔

حدیث(۲۵۵۶)حدثنا عبداللہبن یو سف الخ انه سمع انساًؓ قال قال النبیﷺ لا بی طلحةؓ اری ان تجعلها فی الا قر بین قال ابو طلحةؓ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ آپؓ اس باغ کو اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دیں جس پر

افعل یا رسول الله فقسمها ابو طلحة فی اقاربه وبنی عمه وقال ابن عباسؓ لما نزلت وانذر عشیرتك الاقربین جعل النبی ﷺ ینادی یا بنی فهر یابنی عدی لبطون قریش وقال ابو هریرةؓ لما نزلت وانذر عشیرتك الاقربین قال النبی ﷺ یا معشر قریش ....

جس پر حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا یارسول اللہ میں ایسا ہی کروں گا چنانچہ انہوں نے ابو طلحہؓ نے اپنے قریبی اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ اتری کہ آپؐ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں تو نبی اکرم ﷺ پکار کر فرمانے لگے ای بنی فھر اے بنو عدی یہ قریش کے قبیلوں کے نام ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب وانذر عشیرتك الاقربین نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا اے قریش کے لوگو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ جعلها لحسان وابی اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حضرت ابی بن کعب کا شمار دولت مندوں میں نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ صدقہ کا حکم فقراء واقارب کے لئے تھا۔ توان لوگوں کا استدلال باطل ہو جائے گا جو فرماتے ہیں کہ غنی کے لئے بھی لقطہ کا استعمال کرنا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ میاسیر دولت مندوں میں سے تھے۔ حالانکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقراء میں سے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے حدیث باب پر یہ ترجمہ قائم کیا کہ جب کوئی وقف کرے یا قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کرے تو اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے شوافعؒ فرماتے ہیں جب اپنے قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کی تو اس میں ورثاء داخل نہیں ہوں گے۔ کیونکہ شریعت نے لا وصیة لوارث کا حکم دیا ہے اور بعض حضرات کا مسلک ہے کہ وہ بھی داخل ہوں گے کیونکہ قریب کا لفظ ان کو بھی شامل ہے۔ تو اقارب زید کی وصیت میں اس کے وارث غیر وارث قریب۔ بعید۔ مسلم۔ کافر۔ مرد۔ عورت۔ فقیر و غنی سب داخل ہوں گے اور قرابت میں اب اور ام دونوں برابر ہوں گے۔ بشرطیکہ موصی عربی النسل ہو۔ اور بعض قرابت ام کو داخل نہیں کرتے امام احمدؒ کا قول بھی شافعیؒ کی طرح ہے۔ مگر وہ کافر کو خارج کرتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قرابت ہر ذی رحم محرم کی ہے۔ خواہ وہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو۔ لیکن ابتداء باپ کی قرابت سے کی جائے گی۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں قرابت داروں میں جن کو ہجرت کے زمانہ سے ایک باپ نے جمع کیا ہو خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے۔ البتہ امام زفرؒ نے زیادتی کرتے ہوئے فرمایا کہ من قرب یعنی جو قریبی رشتہ دار ہیں ان کو شامل ہوگا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس سے عصبہ مراد ہوگا۔ خواہ وہ وارث بنے یا نہ بنے اور فقراء سے ابتدا کی جائے گی پھر اغنیاء میں تقسیم ہوگی۔ علامہ عینیؒ نے مذہب حنفیہؒ میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ کل ذی رحم محرم قبل ابیه اوامه تو اس صورت میں والدین اور ولد داخل نہیں ہوں گے۔ کیونکہ قرآن مجید میں وللوالدین والا قربین وارد ہوا ہے۔

اور عطف تغیر کا متقاضی ہے۔ اہل حدیث اور ظاہر یہ فرماتے ہیں کہ وصیت ان تمام لوگوں کو شامل ہوگی جن کو اب رابع جمع کرتا ہے۔ الی ماھوا سفل من ذلک تو وصیت اس صورت میں لولاد۔ اولاد اب۔ اولاد جد اور پر دادے کی اولاد کو شامل ہوگی۔ ان میں سے ابعد کو نہ دیا جائے گا۔ دوسرا اختلاف ان چاروں حضرات انسؓ۔ حسانؓ۔ ابو طلحہؓ اور ابیؓ کے انساب میں ہے۔ کرمانیؒ نے حضرت انسؓ کے نسب سے مالک کو گرادیا اور قسطلانی نے جندب کو ساقط کردیا۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ باقی سب حفاظ کا نسب انسؓ میں غنم بن عدی تک اتفاق ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ حضرت ابو طلحہؓ کے زیادہ قریبی ہیں بنسبت حضرت انسؓ کے۔ اس لئے کہ یہ دونوں عمرو بن مالک تک چھ آباء کے واسطوں سے پہنچتے ہیں۔ اور حضرت انسؓ ان تک بارہ نفوس کے واسطہ سے پہنچتے ہیں۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت حسانؓ اور ابی بن کعبؓ حضرت طلحہؓ کے زیادہ قریبی تھے۔ اس لئے ان کو حصہ ملا چونکہ میں ان کی بنسبت بعید تھا میں محروم رہا لیکن اس پر اشکال ہے کہ سورۂ آل عمران کی تفسیر میں آتا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں ابو طلحہؓ کے اقرب تھا۔ پھر بھی مجھے محروم کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی نسب کے اعتبار سے تو یہ ابعد تھے لیکن تربیت کے اعتبار سے اقرب تھے۔ کہ حضرت ابو طلحہؓ نے ان کی والدہ حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کرلیا تھا۔ اور انسؓ ربیب کی حیثیت سے ان کی تربیت میں تھے۔ اب کوئی اشکال نہ رہا اور محرومیت کا شکوہ بھی جاتا رہا۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اقرب الی ابی طلحہ صرف حضرت ابی بن کعبؓ تھے تو چاہئے تھا کہ حصہ صرف انہی کا ہوتا۔ لیکن وصیت الی اقارب میں اقل جمع جو دو ہے اس میں صرف کرنا تھا اس لئے دو پر اکتفا کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ تو زندہ تھے یہ وصیت تو نہیں تھی البتہ شبیہ با الوصیة ہونے کی وجہ سے دو پر اکتفا کیا گیا۔ تیسرے ابعد کو نہیں دیا گیا۔ یعنی حضرت انسؓ ابعد تھے۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ اقربین کا استیعاب ضروری اور واجب نہیں ہے۔ اسلئے کہ بنو حرام جس میں ابو طلحہؓ اور حسانؓ جمع ہوتے ہیں وہ مدینہ منورہ میں کثیر تعداد میں تھے۔ بنسبت عمرو بن مالک کے جس میں ابو طلحہؓ اور ابیؓ جمع ہوتے ہیں۔

ان ابیا لم یکن یو منیذ من الیا سیر الخ شیخؒ نے اس سے ہدایہ کے اس مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں ہے کہ لا یتصدق باللقطة علی غنی وقال الشافعی یجوز لقوله ﷺ فی حدیث ابی فانتفع بها وکان من الیاسیر۔ ترجمہ احنافؒ کے نزدیک لقطہ کو غنی پر صدقہ نہ کیا جائے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غنی پر بھی لقطہ کا صدقہ جائز ہے۔ دلیل حضرت ابیؓ کی حدیث ہے جس میں آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اگر لقطہ کا مالک میسر نہ ہو سکے تو تم فائدہ اٹھاؤ۔ اور وہ دولت مندوں میں سے تھے۔ امام شافعیؒ کے اس قول کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ قصہ ابو طلحہؓ کے وقت تو فقیر و محتاج ہوں بعد ازاں غنی ہو گئے ہوں۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قصہ ابو طلحہؓ کے وقت بھی وہ صاحب یسار تھے تو امام کی اجازت سے ان کو لینے کا حق تھا اس سے عموم ثابت نہیں ہوگا۔

باب هل یدخل النساء والولد فی الاقارب۔

ترجمہ۔ کیا عورتیں اور بچے بھی اقارب میں داخل ہوں گے؟

حدیث(۲۵۵۷)حدثنا ابو الیمان الخ ان اباھریرۃؓ قال قام رسول اللہ ﷺ حین انزل اللہ عزوجل وانذرعشیرتک الاقربین قال یامعشر قریش اوکلمۃنحوھا اشتروا انفسکم لااغنی عنکم من اللہ شیئا یابنی عبد مناف لااغنی عنکم من اللہ شیئا یا عباس بن عبدالمطلب لااغنی عنک من اللہ شیئا ویاصفیۃ عمۃ رسول اللہ لااغنی عنک من اللہ شیئا ویافاطمۃ بنت محمد سلینی ماشئت من مالی لااغنی عنک من اللہ شیئا تابعہ اصبغ . .

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ وانذرعشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ فرمایا اے قریش کے لوگو! یا اس کے مشابہ کوئی کلمہ فرمایا اپنے آپ کو خرید کر لو۔ یعنی اعمال کر کے اپنے آپ کو عذاب الہی سے چھڑالو۔ میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ بھی کام نہیں آؤں گا۔ اور میرے چچا عباس بن عبدالمطلب اللہ کی پکڑ سے میں تیرے کوئی کام نہیں آؤں گا۔ اے بی بی صفیہؓ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! اللہ کی پکڑ سے میں تیرے کام نہیں آسکوں گا۔ اور فاطمہؓ محمدؐ کی بیٹی! میرے مال میں سے جو کچھ چاہتی ہو مانگ لو۔ لیکن اللہ کی پکڑ سے میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ اصبغ نے متابعت کی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اقارب میں اختلاف ہے کہ آیا اصول اور فروع بھی داخل ہیں یا نہیں۔ احنافؒ کے نزدیک داخل نہیں امام بخاریؒ حدیث باب سے ثابت کر رہے ہیں کہ اصول وفروع داخل ہیں۔ آنجناب نبی اکرم ﷺ نے اقربین میں بطون قریش کو اپنے چچا عباسؓ اور اپنی پھوپھی صفیہؓ کو اور اولاد میں سے فاطمہؓ بنت محمد کو بھی شامل کیا۔ معلوم ہوا کہ اقارب میں عورتیں اور اولاد دونوں شامل ہیں جواب گزر چکا ہے وللوالدین والاقربین میں عطف تغایر کو تقاضا کرتا ہے اس لئے اصول وفروع داخل نہیں ہوں گے۔

باب ھل ینتفع الواقف بوقفہ

ترجمہ۔ کیا واقف اپنے وقف سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

وقد اشترط عمرؓ لاجناح علی من ولیہ ان یاکل وقد یلی الواقف وغیرہ وکذلک من جعل بدنۃ اوشیئا للہ فلہ ان ینتفع بھا کما ینتفع غیرہ وان لم یشترط ......

ترجمہ۔ اور حضرت عمرؓ نے شرط لگائی تھی کہ جو اس وقف کا متولی ہوگا وہ اگر اس میں سے کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور کبھی واقف خود متولی ہوتا ہے اور کبھی کوئی اور متولی بنتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ شخص جس نے کسی جانور کو قربانی کا جانور بنایا یا اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی نذر کی تو جس طرح غیر اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اس طرح خود سائق بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اگرچہ شرط بیان نہ کرے۔

حدیث (۲۵۵۸) حدثنا قتیبة الخ عن انس ؓ ان النبی ﷺ رای رجلا یسوق بدنة فقال له ارکبها فقال یا رسول الله انها بدنة فقال فی الثالثة اوالرابعة ارکبها ویلك او ویحك ...

ترجمہ۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو بدنہ ہانکتے ہوئے دیکھا۔ تو اس سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو بدنہ ہے آپ ؐ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا تمہارے لئے ہلاکت یا تمہارے لئے افسوس ہے۔ اس پر سوار ہو جاؤ۔

حدیث (۲۵۵۹) حدثنا اسمعیل الخ عن ابی هریرة ؓ ان رسول الله ﷺ رای رجلا یسوق بدنة فقال ارکبها قال یارسول الله انها بدنة قال ارکبها ویلك فی الثانیة او فی الثالثة .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بدنہ قربانی کے جانور کو ہانک رہا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو بدنہ ہے۔ آپ ؐ نے دوسری مرتبہ میں یا تیسری دفعہ میں فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہو اس پر سوار ہو جاؤ۔

تشریح از شیخ زکریا ؒ۔ قدیلی الواقف امام بخاری ؒ کے نزدیک وقف مطلق اور صدقہ میں کوئی فرق نہیں۔ واقف اور متصدق دونوں غیر کی طرح اس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اور وہ حدیث جس میں العائد فی الصدقة الخ کہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا اپنی قے کو چاٹنے والے کی مانند ہے۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ ذات صدقہ اور ذات وقف کے بارے میں ہے انتفاع ان سے حلال ہے۔ لیکن ہمارے احناف ؒ کے نزدیک ذات صدقہ اور منافع صدقہ دونوں میں رجوع کرنا حلال نہیں ہے۔ البتہ وقف میں تفصیل ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر واقف نے عند الوقف شرط بیان کر دی تھی۔ صراحۃً یا عرف عام بھی شرط کی طرح ہے جیسے سرائے یا مسجد کی زمین وغیرہ تو ان سے انتفاع جائز ہے۔ بغیر اشتراط کے انتفاع جائز نہیں۔ تو وقف مطلق فقراء کا حق ہوگا۔ جس سے خود انتفاع نہیں کر سکتا۔ مالکیہ ؒ کے نزدیک تو سرے سے واقف کو ولایت کا حق ہی حاصل نہیں۔ سداً للذرائع تاکہ وقف علی نفسہ نہ ہو جائے یا اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد قابض نہ ہو جائے۔ دراصل اس جگہ دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ آیا واقف اپنی وقف شدہ چیز سے انتفاع کر سکتا ہے۔ باب سے تو یہی مقصود ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ واقف نے اگر اپنے لئے کسی چیز کی شرط لگائی تو اس کا کیا حکم ہے یہ مستقل باب میں آرہا ہے شراح حضرات ان کو خلط ملط کر کے ایک مسئلہ بنا لیتے ہیں۔

باب اذا وقف شیئا فلم یدفعه الی غیره فهوجائز۔

ترجمہ۔ جب کوئی شخص کسی شے کو وقف کرے پھر وہ غیر کے سپرد نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

لان عمرؓ اوقف وقال لاجناح علی من ولیه ان یاکل ولم یخص ان ولیه عمر اوغیره قال النبی ﷺ لابی طلحةؓ اریٰ ان تجعلها فی الاقربین فقال افعل فقسمها فی اقاربه وعمه ...

ترجمہ۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے وقف کرنے کے بعد فرمایا جو شخص اس کا متولی بنے اگر وہ اس سے کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو دیکھئے کہ حضرت عمرؓ نے کسی کی تخصیص نہیں کی۔ خواہ وہ خود متولی ہوں یا کوئی اور ہو۔ ہر ایک کے لئے انتفاع جائز ہے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ کے بستان بیرؑ حاء وقف کرنے کے بعد فرمایا کہ تم اسے اپنے قریبی فقراء میں تقسیم کردو۔ انہوں نے فرمایا میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس باغ کو اپنے قریبی اور چچازاد بھائیوں میں بانٹ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ان ابواب کا دارومدار اس پر ہے کہ ان حضرات نے وقف اور صدقہ میں فرق نہیں کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ بغیر قبض کے وقف صحیح ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ قبض کے بغیر وقف تام نہ ہوگا۔ اور ھبہ میں قبض اس لئے ضروری ہے کہ اس میں آدمی کے لئے تملیک ہوتی ہے جو اس کے قبضہ کے بغیر ناتمام ہے۔ امام طحاویؒ صحت وقف کی دلیل یہ فرماتے ہیں کہ وقف عتق کے مشابہ ہے۔ کیونکہ دونوں میں تملیک للہ ہے۔ اس لئے محض قول سے نافذ ہو جائیں گے قبضہ کی ضرورت نہیں۔ امام بخاریؒ کا استدلال حضرت عمرؓ کے واقعہ سے ہے جنہوں نے وقف کرنے کے بعد فرمایا کہ ولی کو تصرف کا حق حاصل ہے۔ خواہ وہ خود ہو یا کوئی دوسرا ولی ہو۔ لیکن اس استدلال میں غموض اور گہرائی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ کا ارشاد یہ ہے کہ ولی موقوف چیز کو استعمال کر سکتا ہے اب اس کی تعیین نہیں کہ ولی خود بنے یا کوئی دوسرا۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب وقف کیا تو شرط لگائی کہ اس کی تولیت میرے پاس ہوگی۔ تو آنحضرت ﷺ نے ان کے قبضہ سے نکالنے کا حکم نہ دیا۔ آپ کی یہ تقریر صحت وقف کی دلیل بن گئی۔ اگرچہ موقوف علیہ پر قبضہ نہیں ہوا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں جو فھو جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا وقف صحیح ہے جس میں قبض غیر کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ جن کا استدلال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم نے اوقاف کو اپنے قبضہ میں رکھا۔ پھر ان کے منافع مصارف صدقہ میں خرچ کرتے رہے۔ جن سے ان کے اوقاف باطل نہیں ہوئے۔ اسی طرح بہت سے مہاجرین اور انصار کے صدقات ہیں کہ جو مرتے دم تک ان کے متولی رہے جن پر کسی نے آج تک انکار نہیں کیا۔

فلیحفظ دیکھئے حدیث انسؓ جو بدنہ کے بارے میں ہے اس کو باب الوقف میں لایا گیا۔ حالانکہ وہ صدقہ تھا وقف نہیں تھا۔

باب اذاقال داری صدقة لله

ترجمہ۔ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میرا مکان اور حویلی اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ ہیں۔

ولم يبين للفقراء اوغيرهم فهو جائز ويضعها في الاقربين اوحيث اراد قال النبی ﷺ لابی طلحةؓ حين قال احب اموالی الی بير حاء وانها صدقة لله فاجاز النبی ﷺ ذلك وقال بعضهم لايجوز حتى يبين لمن والاول اصح ....

ترجمہ۔ فقراء اور غیر فقراء کو واضح نہیں کیا۔ تو یہ وقف صحیح ہے۔ اقربین میں اس کو تقسیم کر سکتا ہے۔ یا جہاں اسکا ارادہ ہو بانٹ سکتا ہے۔ چنانچہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو طلحہؓ سے فرمایا جب کہ انہوں نے کہا کہ میرا محبوب ترین مال بیر حاء ہے پس وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے۔ تو آپؐ نے اس وقف کو جائز رکھا۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تک موقوفین علیہم

اور متصدق علیہم کی وضاحت نہ کرے وقف صحیح نہیں ہے۔ لیکن پہلا مسلک زیادہ صحیح ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے کہ اگرچہ مصرف متعین نہ ہو پھر بھی وقف صحیح ہے صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ وجہ یہ بیان کرتے ہیں صدقہ ہو یا وقف ہو یہ ایک نیکی اور قربت ہے جس کے زیادہ حقدار اقارب ہیں جب کہ وہ فقراء بھی ہوں تو استحقاق زیادہ ہو جاتا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک جہت مصرف متعین نہ ہو وقف صحیح نہیں ہے وہ مال واقف کے ملک میں علی حالہ باقی رہے گا۔ ہدایہ میں ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وقف واقف کے ملک سے زائل نہیں ہوگا جب تک حاکم حکم نہ دے یا اس کو اپنی موت کے ساتھ معلق نہ کرے۔ اذامت فقد وقفت داری علی کذا۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں محض قول سے اس کے ملک سے نکل جائے گی امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک ملک زائل نہ ہوگا جب تک اس کا ولی مقرر کر کے اس کے سپرد نہ کرے اس کی منفعت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، نہ اسے بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس میں وارثت چالو ہوگی۔

باب اذا قال ارضی او بستانی صدقة لله عن امی فهو جائز وان لم يبين لمن ذلك

ترجمہ۔ جب کسی نے کہا میری زمین یا میرا باغ میری ماں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ ہے تو یہ وقف صحیح ہے۔ اگرچہ یہ بیان نہ کرے کہ کس کے لئے ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یہ ترجمہ پہلے ترجمہ سے اخص ہے کیونکہ پہلے ترجمہ میں نہ تو متصدق عنہ کا تعین تھا اور نہ ہی متصدق علیہ کا۔ اور اس ترجمہ میں متصدق عنہ کا تعین ہے۔ متصدق علیہ کا نہیں ہے۔

حديث (۲۵۶۰) حدثنا محمد الخ انه سمع عكرمة يقول انبانا ابن عباسؓ ان سعد بن عبادةؓ توفيت امه وهو غائب عنها فقال يا رسول الله

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سعد بن عبادہؓ کی والدہ کی وفات ہوگئی جب کہ حضرت سعدؓ اس وقت موجود نہیں تھے واپس آکر کہنے لگے یا رسول اللہ! میری غیبوبت میں میری والدہ کی وفات ہوگئی تو کیا اگر میں کوئی چیز اس کی طرف سے

ان امی توفیت وانا غائب عنها اینفعها شیئ ان تصدقت به عنها قال نعم قال فانی اشهدك ان حائطی المخراف صدقة علیها .....

صدقہ کردوں تو وہ نفع پہنچائے گی آپؐ نے فرمایاہاں نفع دے گی تو فرمایا کہ میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا پھلدار باغ اسکے اوپر صدقہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کا ثواب اس کو پہنچتا ہے اور اسے نفع بھی دیتا ہے

باب اذاتصدق اواوقف بعض ماله اوبعض رقیقه اودابه فهوجائز --

ترجمہ۔ جب کوئی صدقہ کرے یا اپنے مال کا بعض حصہ یا اپنے غلام اور جانور کا بعض حصہ وقف کرے تو یہ صحیح ہے۔ اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ منقول چیز کا وقف جائز ہے۔ جس کی امام ابو حنیفہؒ مخالفت کرتے ہیں اور اس طرح مشاع اور مشترک چیز کا وقف جائز ہے جب کہ امام محمدؒ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

حدیث (۲۵۶۱) حدثنایحیی بن بکیر الخ ان عبدالله بن کعبؓ قال سمعت کعب بن مالكؓ قلت یارسول الله ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقة الی الله والی رسوله ﷺ قال امسك علیك بعض مالك فهوخیرلك قلت فانی امسك بسهمی الذی بخیبر ......

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں اپنے مال سے الگ تھلگ ہو جاتا ہوں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا اپنے مال کا کچھ حصہ اپنے لئے روک لو۔ وہ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ میں نے کہا یارسول اللہ! میرا وہ حصہ جو خیبر میں ہے وہ میں اپنے لئے روک لیتا ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ امسك علیك بعض مالك جس سے معلوم ہوا کہ مشاع اور مشترک مال کا وقف جائز ہے اس میں کوئی ضرر نہیں۔ کیونکہ بعض مشاع کا روکنا مشاع کے وقف کو مستلزم ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس جگہ بعض حصہ معین مراد ہے۔ مشاع اور مشترک مراد نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ مشاع کا وقف سرے سے جائز نہیں چہ جائیکہ منقول کے وقف کو صحیح قرار دیا جائے کیونکہ جب بعض مال وقف کیا تو وہ مشاع ہے۔ جس کا وقف جائز نہیں امام ابو یوسفؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ قبض ان کے نزدیک شرط نہیں ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک مشاع کا وقف اس صورت میں جائز ہے جب کہ موقوف مال کی تقسیم کو قبول کرے

کیونکہ ان کے نزدیک قبض شرط ہے اور جو چیزیں قابل قسمت نہیں ہیں شیوع اور اشتراک کے باوجود امام محمدؒ کے نزدیک یہ وقف صحیح ہے کیونکہ وہ اس وقف کو ھبہ اور صدقہ منفذہ پر قیاس کرتے ہیں۔ البتہ مسجد اور مقبرہ میں شیوع اشتراک جائز نہیں کیونکہ یہ قبیح بات ہے کہ ایک سال مردے دفن کئے جائیں اور دوسرے سال کھیتی باڑی کی جائے یا ایک وقت نماز پڑھی جائے اور دوسرے وقت اسے اصطبل بنایا جائے بخلاف اراضی اور بساطین موقوفہ کے کہ ان کی پیداوار کو تقسیم کیا جاسکتا ہے شراحؒ نے ترجمہ کی غرض دو بتلائی ہیں۔ وقف المنقول اور وقف المشاع۔ حالانکہ وقف المنقولات کا باب مستقل آرہا ہے۔ تو تکرار لازم آئے گا۔ اس لئے شیخ گنگوہیؒ نے ترجمہ کی غرض وقف مشاع کا جواز بتلایا ہے تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔ اگر اشکال ہو کہ وقف مشاع کا باب بھی تو آرہا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ اس جگہ وقف واحد مشاع کا باب ہے آگے جماعت مشاع کو وقف کرے اس کا بیان ہے تو دونوں میں فرق ہو گیا تکرار لازم نہ آیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امسك عليك بعض مالك یہ محل استدلال ہے کہ بعض کا نکالنا اور بعض کا روکنا بغیر تفصیل کے ہے کہ وہ مال قسمت کو قبول کرے یا نہ کرے تو مشاع کا وقف بھی جائز ثابت ہوا۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امسك سهمي بخيبر تو وقف متعین ہو گیا مشاع نہ رہا۔ نیز! یہ حدیث باب الوقف میں سے نہیں بلکہ باب الصدقة میں سے ہے صدقة الی اللہ والی رسوله کے الفاظ صریح ہیں۔ مگر امام بخاریؒ نے وقف اور صدقہ میں فرق نہ کرتے ہوئے دونوں کا ایک ہی حکم ثابت فرمایا۔ جیسا کہ شیخ گنگوہیؒ فرمارہے ہیں کہ ان حضرات نے وقف اور صدقہ میں فرق نہیں کیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حتمی حکم نہیں تھا بلکہ مشورہ تھا چنانچہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں نیست دریں حدیث دلیلے صریح بر آنکہ ایں تصدق بطریق وقف بود بلکہ ظاہر آنست کہ استیذان بود در تصدق اصل مال پس ارشاد کرد بتصدق بعض مال الخ۔

باب من تصدق الى وكيله ثم رد الوكيل اليه

ترجمہ۔ جس شخص نے صدقہ وکیل کے سپرد کردیا اور وکیل نے پھر اس کی طرف واپس کردیا

حدیث (۲۵۶۲) وقال اسمعيل اخبرني عبدالعزيز ابي سلمة عن اسحق بن عبد الله بن ابي طلحة لا اعلمه الا عن انسؓ قال لما نزلت لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون جاء ابو طلحةؓ الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله يقول الله

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب آیت کریمہ لن تنالوا البر الاية نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی کتاب میں ارشاد ہے کہ تم اس وقت تک نیکی نہیں پاسکتے جبتک اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کرو اور میرے مال میں میرے نزدیک زیادہ محبوب بیر حاء ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وہ ایک باغ تھا

تبارك وتعالى فى كتابه لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون وان احب الاموال الى بيرحاء قال وكانت حديقة كان رسول الله ﷺ يدخلها ويستظل بها ويشرب من مائها فهي الى الله عزوجل والى رسوله ﷺ ارجوا بره وذخره فضعها اى رسول الله حيث اراك الله فقال رسول الله ﷺ بخ يا ابا طلحةؓ ذلك مال رابح قبلناه منك ورددناه اليك فجعله فى الاقربين فتصدق به ابو طلحةؓ على ذوى رحمه قال وكان منهم ابى وحسان قال وباع حسان حصته منه من معاوية فقيل له تبيع صدقة ابى طلحةؓ فقال الا ابيع صاعا من تمر بصاع من دراهم قال وكان تلك الحديقة فى موضع قصر بنى جديلة الذى بناه معاوية .....

جس میں جناب رسول اللہ ﷺ داخل ہو کر سایہ حاصل کرتے تھے۔ اس کا پانی پیتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے میں اس کی نیکی کے ثواب اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں پس اے اللہ کے رسول! جہاں اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائیں آپ اس جگہ اسے خرچ کریں۔ اے ابو طلحہ مبارک ہو یہ تو چالو مال ہے یا نفع دینے والا مال ہے ہم اس کو تیرے سے قبول کر کے پھر تجھے واپس کر دیتے ہیں آپ اسے قریبی رشتہ داروں میں خرچ کریں۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اس باغ کو اپنے قریبی رشتہ داروں میں صدقہ کر دیا فرمایا ان میں حضرت ابیؓ اور حسانؓ بھی تھے تو حضرت حسانؓ نے اس میں سے اپنا حصہ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بیچ دیا تو ان سے کہا گیا کہ کیا تم حضرت طلحہؓ کا صدقہ بیچ رہے ہو تو انہوں نے فرمایا کیا میں ایک صاع کھجور کا ایک صاع دراھم کے بدلے نہ بیچوں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وہ باغ بنو جدیلہ کے محل کی جگہ واقع ہے جس کو حضرت امیر معاویہؓ نے بنوایا تھا

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ الا ابیع مقصد یہ ہے کہ جب اس کے پھل بیچنے کا مجھے اختیار ہے تو اصل کا بیچنا بھی جائز ہے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وقف مال تو نہیں جس کی بیع ممنوع ہوتی۔ بلکہ یہ تو صدقہ ہے جس کا میں مالک ہوں جس طرح اس کے پھل بیچ سکتا ہوں اس طرح اس کے اصل کو بیچنا بھی جائز ہے۔ اگر وقف ہوتا تو اس کے پھل بیچنے کی اجازت نہ ہوتی۔

صاعا بتمر بصاعا من دراهم اى بقيمة صاع ۔ پھر اس کو بیان کیا کہ وہ صاع کس جنس کا تھا۔ من دراھم اس کا بیان ہے۔ اس سے اشارہ ہے کہ میں اس کے بیچنے پر اسلئے راغب ہوں کہ اس کی قیمت گراں ہے۔ تو اب معنی یہ ہوں گے کہ تم ان پھلوں پر گراں فروشی میں اعتراض کرتے ہو حالانکہ سال میں اسکے تر کھجوروں کا صرف ایک صاع حاصل ہوتا ہے تو مجھے اس کے بدلے ایک صاع دراھم لینے کا حق ہے۔ بنابریں لوگوں کا اعتراض کا منشاء یہ ہوگا کہ جب ابو طلحہؓ نے تم پر صدقہ کیا ہے تو تم اس سے کھاتے رہو بیچنا اچھا نہیں ہے کہ تم اسکو اپنے ملک سے نکال دو تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس سے ہر طرح کے انتفاع کا حق حاصل ہے تو جو اچھی صورت ہے

کہ ایک صاع تمر کے بدلے ایک صاع درھم ملتا ہے تو میں اس کو کیوں نہ حاصل کروں باقی صاع کا حاصل ہونا بطور تمثیل کے ہے یہ نہیں کہ صرف اس قدر پیداوار ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ باع حسان حصة اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو طلحہؓ نے ان کو باغ کا مالک بنادیا تھا ان پر وقف نہیں کیا تھا۔ اگر وقف ہوتا تو حضرت حسانؓ کو بیچنے کی گنجائش نہ ہوتی۔ جو لوگ اسے وقف قرار دیتے ہیں دراصل وہ صدقہ اور وقف کے درمیان امتیاز نہیں کرتے اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ نے وقف کرتے وقت شرط لگادی ہو کہ جو شخص اپنا حصہ بیچنا چاہے وہ بیچ سکتا ہے۔ ایسی شرط کو بعض علماء نے جائز کہا ہے۔ چنانچہ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ تصدق علی المعین تملیک کا فائدہ دیتا ہے۔

بقيمة صاع محمد بن حسن مخزومیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسانؓ کے حصہ کی قیمت جو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے وصول کی وہ ایک لاکھ درہم تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اسے بنوامیہ کے لئے بطور قلعہ کے بنوایا تھا۔ اور بعض اس سے معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار مراد لیتے ہیں حالانکہ وہ صحیح نہیں ہے۔ اخبار مدینہ کے حوالہ سے معاویہ بن ابی سفیان صحیح ہے۔

باب قول الله عزوجل واذا حضر القسمة اولوا القربى واليتمى والمساكين فارزقوهم منه

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ جب تقسیم میراث کے وقت قرابت داری یتامی اور مساکین موجود ہوں تو اس ترکہ میں سے ان کو بھی دیا جائے۔

حديث(۲۵۶۳)حدثنا ابو النعمان الخ عن ابن عباسؓ قال ان ناسا يزعمون ان هذه الاية نسخت ولا والله ما نسخت ولا كنها مما تهاون الناس هما واليان وال يرث وذاك الذى يرزق ووال لا يرث فذاك الذى يقول بالمعروف يقول لا املك لك ان اعطيك .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا گمان ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اللہ کی قسم منسوخ نہیں ہوئی۔ لیکن اس میں لوگوں نے سستی کی ہے وہ تو والی ہے ایک والی تو وہ ہے جو وارث ہوگا یہ تو وہ ہوا جس کو حصہ دیا جائے گا دوسرا والی وہ ہے جو وارث نہیں ہوگا۔ یہ وہ ہے جو مشہور قول کہے گا کہ میں تو مالک نہیں ہوں کہ تجھ کو اس ترکہ میں سے کچھ دے دوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ یعنی یہ حکم علی طریق الوجوب نہیں بلکہ استحبابی امر ہے جواب تک باقی ہے مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی وارث خود ترکہ کا مالک ہے تو اس کے لئے مندوب ہے کہ وہ ذوی القربیٰ کو ترکہ میں سے کچھ دے دے اگر خود ترکہ کا مالک نہیں ترکہ یتیم کا ہے تو متولی کے لئے مستحب ہے کہ حاضرین کو یہ معروف قول کہہ دے کہ بھائی میں تو اس مال کا مالک نہیں ہوں اس لئے ہم سے اس مال کو

روکنے میں معذور ہوں تو پہلے کو یرزق سے تعبیر کیا گیا اور دوسرے کو قال المعروف سے معبر ہے لیکن یہ تقریر اس صورت میں ہے جب یرزق کو معروف کا صیغہ پڑھا جائے اگر مضارع مجہول ہو تو پھر ذلک الذی یرزق والی یرث کی تفسیر ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ هماو الیان الخ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ مخاطبون متصرفون فی الترکه ہیں جو دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو مال کے وارث ہوں گے جیسے عصبات۔ دوسرے وہ متصرف جو وارث ہوں گے جیسے یتیم کا متولی۔ پہلا تو حاضرین کو ترکہ دے گا جس کو فارزقوهم سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اور دوسرا لا یرزق کیونکہ جب خود اس کے لئے کچھ نہیں ہے تو دوسرے کو کیا دے گا۔ بلکہ وہ قول معروف کہے گا۔ جس کو قولوا لهم قولا معروفا سے خطاب کیا گیا ہے۔ غرضیکہ مخاطبین دو قسم کے لوگ ہیں۔ جن کے لئے الگ الگ حکم ہے۔ علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ مخاطب ورثہ ہیں جو دونوں امر کو جمع کریں گے۔ اعطاء کو بھی اور اعتذار کو بھی۔

مانسخت الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس آیت کے منسوخ اور محکم ہونے میں اختلاف ہے۔ حسن بصریؒ۔ ابن سیرینؒ۔ اور نخعیؒ فرماتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے۔ حضرت سعید بن میسب وغیرہم اس کو منسوخ مانتے ہیں۔ کہ قبل الفرائض یہ حکم تھا۔ میراث کے حکم کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ اور کہتے ہیں کہ یہی جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ کا مسلک ہے۔ بقول شخصے حافظؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جب تقسیم میراث کے وقت اولوالقربی والیتامی والمساکین جو ترکہ کے وارث نہیں ہیں حاضر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان کو بطور بر اور احسان کے تھوڑا تھوڑا دے دیا جائے۔ مجاہد تو فرماتے ہیں کہ یہ حکم بطور وجوب کے لئے ہے۔ لیکن بقول ابن جوزی اکثر علماء کا قول ہے کہ یہ حکم علی طریق الاستحباب ہے۔ اور معتمد بھی یہی ہے۔ ورنہ علی طریق الوجوب تو ان کو ترکہ میں شریک ماننا پڑے گا جس سے تنازع پیدا ہوگا۔ لہذا یہ حکم علی طریق ندب ہے۔ اور وقولوا لهم قولا معروفا میں واؤ توزیع اور تقسیم کے لئے ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں فارزقوهم سے مراد یہ ہے کہ کھانا پکا کر ان کو کھلایا جائے۔ اور ایک تیسرا قول امام فخر الدین رازیؒ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ فارزقوهم کا امر اولو القربی کو ہے جو وارث ہوں۔ اور یتامی اور مساکین سے غیر ورثاء مراد ہیں۔ جن کو قول معروف سے خطاب کیا جائے گا کہ تمہیں حصہ نہیں مل سکتا میں معذور ہوں۔

باب مایستحب لمن یتوفی فجاءة ان یتصدقوا عنه وقضاء النذور عن المیت۔

ترجمہ۔ جو شخص اچانک فوت ہو جائے مستحب ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا جائے اور میت کی منتیں بھی پوری کی جائیں۔

حدیث (۲۵۶۴) حدثنا اسمعیل بن مالک الخ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ایک آدمی نے

عن عائشةؓ ان رجلا قال للنبی ﷺ ان امی افتلتت نفسها واراها لو تکلمت تصدقت افا تصدق عنها قال نعم تصدق عنها ....

جناب نبی اکرم ﷺ سے آ کر کہا کہ میری والدہ اچانک وفات پا گئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو بولنے کا موقعہ ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرتی۔ کیا اب میں اس کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ تم اس کی طرف سے صدقہ کر سکتے ہو

حدیث(۲۵۶۵)حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن ابن عباسؓ ان سعدبن عبادۃاستفتی رسول اللہ ﷺ فقال ان امی ماتت وعلیها نذر فقال اقضه عنها ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا کہ میری والدہ کی وفات ہو گئی اور اس کے ذمہ نذر اور منت لازم تھی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کی طرف سے پورا کرو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اقضه منها یہ حدیث ترجمۃ الباب کے جزء ثانی کے مطابق ہے جیسا کہ پہلی حدیث ترجمہ کے جزء اوّل کے مقابل ہے تو مجموعہ احادیث مجموعہ ترجمہ کے مطابق ہو گیا۔ اب قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ام سعد کی نذر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نذر مطلق تھی۔ بعض فرماتے ہیں کہ روزے کی نذر تھی۔ بعض عتق کی فرماتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صدقہ کی نذر تھی۔ ہر ایک کا استدلال حضرت ام سعد کے واقعہ سے ہے۔ دار قطنی کی روایت سے نذر مال کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے استق عنها الماء جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جب نذر غیر مالی ہو تو وارث پر اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ اور جب نذر مالی ہو جیسے کفارہ نذر یا زکوۃ اور اس نے ترکہ بھی کچھ نہیں چھوڑا تو وارث پر ایفاء نذر واجب تو نہیں ہے البتہ مستحب ہے۔ اہل الظاہر کے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے لازم ہے کیونکہ ان کے نزدیک اقضه کا امر ایجابی ہے۔ اور حضرت سعدؓ نے ممکن ہے اپنی والدہ کے ترکہ سے ادا کیا ہو یا اپنے مال سے تبرع کیا ہو بہر حال حدیث میں التزام کی تصریح نہیں ہے۔ بہر حال جن عبادات میں نیابت جائز نہیں جیسے صلوۃ اور صوم اگر بغیر وصیت کے قضا کرے تو انشاء اللہ امید ہے کہ کافی ہو جائے۔ اگر وصیت کے بعد ادا کیا ہے تو پھر کافی ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

باب الاشهاد فی الوقف والصدقة

ترجمہ۔ وقف صدقہ اور وصیت میں گواہ بنانا جائز ہے

حدیث(۲۵۶۶)حدثنا ابراهیم بن موسی الخ یقول انبانا ابن عباسؓ ان سعد بن عبادۃاخابنی ساعدة توفیت امه وهو غائب فاتی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ان امی توفیت وانا غائب

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ جو بنو ساعدہ کے بھائی ہیں ان کی والدہ وفات پا گئیں جب کہ یہ خود ان سے غائب تھے۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ کہ میری والدہ کی

عنهافهل ينفعهاشيئ ان تصدقت به عنها قال نعم قال فانی اشهدك ان حائطی المخراف صدقة عليها

وفات ہوگئی۔ جب کہ میں موجود نہیں تھا کیا اگر میں اب اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے فائدہ ہوگا آپؐ نے ہاں فرمایا تو انہوں نے فرمایا پس میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ میرا پھلدار باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جب صدقہ پر گواہ بنانا حدیث باب سے ثابت ہو گیا تو وقف اور وصیت کو اس پر قیاس کر کے ان کے لئے بھی استشہاد ثابت ہو جائے گا۔

باب قول الله تعالى واتواليتامى اموالہم ولاتتبدلوالخبيث بالطيب ولاتاكلوا اموالہم الى اموالكم انه كان حوبا كبيرا وان خفتم ان لاتقسطوا فى اليتمى فانكحوا ماطاب لكم من النساء۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہ یتیموں کو انکے مال ادا کر دو اور رڈی کو اچھے سے نہ بدلو اور ان کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ۔ کیونکہ یہ بڑا گناہ ہے اور اگر تمہیں خطرہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکوں گے پھر تم دوسری عورتوں سے نکاح کرلو جو تمہیں اچھی لگیں۔

حدیث (۲۵۶۷) حدثناابواليمان الخ كان عروة بن الزبيرؓ يحدث انه سال عائشةؓ وان خفتم ان لاتقسطوا فى اليتمى فانكحوا ماطاب لكم من النساء قالت عائشةؓ هى اليتيمة فى حجر وليهافيرغب فى جمالهاومالهاويريد ان يتزوجها بادنى من سنة نسائها فنهوا عن نكاحهن الاان يقسطوا لهن فى اكمال الصداق وامر وا بنكاح من سواهن من النساء قالت عائشةؓ ثم استفتى الناس رسول الله ﷺ بعد فانزل الله عزوجل ويستفتونك فى النساء قل الله يفتيكم فيهن قالت فبين الله فى هذه ان اليتيمة اذاكانت ذات جمال

ترجمہ۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے پوچھتے تھے کہ ان خفتم الایۃ کہ اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کے بارے مین خطرہ ہو کہ تم ان سے انصاف نہیں کر سکوں گے تو پھر اپنی پسندیدہ دوسری عورتوں سے نکاح کرو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یتیم لڑکی اپنے متولی کی پرورش میں ہوتی تھی جو اس کے حسن اور مال میں تو رغبت رکھتا تھا لیکن چاہتا وہ یہ تھا کہ اس کے خاندان کی عورتوں کے طریقہ سے کم پر اس سے نکاح کرے۔ تو ان کو ایسی عورتوں سے نکاح کرنے سے روک دیا گیا مگر اس صورت میں کہ ان کے حق مہر کی پوری ادائیگی کریں۔ اور ان سے ماسوا عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے اس کے بعد فتویٰ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

ومال رغبوا فی نکاحها ولم یلحقوها بسنتها باکمال الصداق فاذاکانت مرغوبة عنها فی قلة المال والجمال ترکوها والتمسوا غیرها من النساء قال فکما یترکونها حین یرغبون عنها فلیس لهم ان ینکحوها اذا رغبوا فیها الاان یقسطوا لها الاوفی من الصدیق ویعطوها حقها.......

ترجمہ۔ کہ یہ لوگ آپؐ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ تو آپؐ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں تمہیں فتویٰ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں واضح کر دیا کہ یتیم لڑکی جب جمال اور مال والی ہوتی ہے تو تم اسکے نکاح میں رغبت کرتے ہو۔ لیکن مہر پورا کرنے میں ان کے خاندان کی عورتوں کا طریقہ اختیار نہیں کرتے ہو پس جب قلۃ جمال اور مال کی وجہ سے وہ رغبت کے قابل نہیں تو تم اس کو چھوڑ دیتے ہو۔ اور اس کے علاوہ اور دیگر عورتوں کو تلاش کرتے ہو۔ فرماتی تھیں کہ جس طرح بے رغبتی کے وقت ان کو چھوڑ دیتے ہو تو ایسے تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ تم ان سے اس صورت میں نکاح کرو جب کہ تمہیں ان میں رغبت ہو۔ البتہ اگر ان کے مہر کے پورا ادا کرنے میں انصاف کرو۔ اور ان کا پورا حق دو تو پھر تمہیں ان سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لاتتبدلوا الخبیث بالطیب الخ کہ ان کے حرام مال کو اپنے حلال مال سے تبدیل نہ کرو۔ یا یہ کہ ان کا عمدہ مال اپنے خسیس مال سے نہ بدلو۔ یا یتیم کے مال کی حفاظت کی بجائے اس کو الگ نہ کرو کہ وہ ضائع ہو جائے۔

باب قول الله تعالی وابتلوا الیتمی۔

ترجمہ۔ اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر میں کہ یتیموں کا امتحان لو۔

حتی اذابلغوا النکاح فان انستم منهم رشدا فادفعوا الیهم اموالهم ولاتاکلوها اسرافا وبدارا ان یکبروا ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف الی قوله نصیبا مفروضا حسیبا کافیا وماللوصی ان یعمل فی مال الیتیم ومایاکل منه بعد اعمالته ......

ترجمہ۔ اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر میں کہ یتیموں کا امتحان لو حتی کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچیں اور تمہیں ان سے صلاحیت معلوم ہو تو پھر انکا مال واپس کر دو۔ اور نہ تم ان کے مال کو فضول خرچیوں میں کھا جاؤ۔ اور نہ ہی اس جلدی میں کہ کہیں وہ بڑے ہو جائیں۔ اور جو شخص تم میں متمول اور دولتمند ہو وہ یتیم کے مال سے بچے اسے نہ کھائے اور جو تم میں سے محتاج ہو تو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے نصیبا مفروضا تک پڑھا حسیبا کے معنی کافی ہونے والے کے ہیں۔ تو وصی اور متولی کو یہ حق نہیں۔ ایک نسخے کے مطابق کہ وہ یتیم کے مال میں عمل کرے اور اپنی کوشش اور عمل کے مطابق اس سے کھائے۔

حدیث(۲۵۶۸)حدثنا هارون الخ عن ابن عمرؓ ان عمرؓ تصدق بمال له علی عهد رسول الله ﷺ وکان یقال له ثمغ وکان نخلافقال عمرؓ یارسول الله انی استفدت مالاوهوعندی نفیس فاردت ان اتصدق به فقال النبی ﷺ تصدق باصله لایباع ولایوهب ولایورث ولکن ینفق ثمره فتصدق به عمرؓ فتصدقه ذلك فی سبیل الله وفی الرکاب والمساکین والضیف وابن السبیل وللذی القربی ولاجناح علی من ولیه ان یاکل منه بالمعروف اویوکل صدیقه غیر متمول به .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا کچھ مال جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صدقہ کیا وہ ثمغ نام کی جاگیر تھی۔ مدینہ کے پاس جو جہاں کھجوروں کا باغ تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے رسول اللہ! میں مال سے فائدہ حاصل کر سکتا ہوں۔ اور یہ مال میرے نزدیک نہایت عمدہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے صدقہ کر دوں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے اصل یعنی تنے کو بھی صدقہ کر دو جس کو نہ تو بیچا جائے گا نہ ہی ھبہ کیا جا سکے گا۔ اور نہ ہی اس میں وراثت چالو ہو گی۔ لیکن اس کا پھل خرچ کیا جاتا رہے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے صدقہ کر دیا۔ تو یہ ان کا صدقہ اللہ کے رااستہ یعنی جہاد میں گردنوں کے آزاد کرانے میں مسکینوں اور مہمانوں اور مسافروں اور رشتہ داروں کے لئے خرچ کیا جاتا تھا اور اس کے متولی کے لئے گناہ نہیں ہے کہ وہ خود بھی دستور کے مطابق اس سے کھائے۔ اور اپنے دوست کو بھی کھلائے۔ لیکن اس سے مالدار بننے کی کوشش نہ کرے۔

حدیث(۲۵۶۹)حدثنا عبید بن اسمعیل الخ عن عائشةؓ ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرافلیاکل بالمعروف قالت انزلت فی والی الیتیم ان یصیب من ماله اذاکان محتاجا بقدر ماله بالمعروف ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اس آیت کے بارے میں فرماتی ہیں کہ یہ یتیم کے متولی کے بارے میں نازل ہوئی۔ اگر وہ ضرورت مند اور محتاج ہے تو وہ یتیم کے مال سے دستور کے مطابق بقدر اپنی ضرورت کے لے سکتا ہے۔ ورنہ غنی اس کے مال سے کچھ نہ کھائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ وابتلوالیتامی الخ اس باب میں ان دونوں روایتوں کو ذکر کرنے کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے حق میں یا کسی کے عمل میں محبوس ہو تو وہ شخص اپنے عمل اور سعی کے مطابق کھا سکتا ہے۔ مگر مال یتیم کا عامل اگر غنی ہے تو نہیں لے سکتا۔ کیونکہ اس بارے میں نص کی تصریح موجود ہے۔ البتہ اگر محتاج ہے تو بقدر ضرورت یا بقدر سعی اجازت ہے۔ عمل یتیم کے علاوہ باقی معاملات میں غنی اور فقیر برابر ہیں جو اپنی سعی کے مطابق لے سکتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے وصی کو ناظر وقف سے تشبیہ دی ہے۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ وقف کا نگران غنی یا فقیر وہ بقدر عملہ لے سکتا ہے۔ ناظر یتیم بھی اسی طرح ہے۔ حالانکہ واقف تو موقوف کے منافع کا مالک ہوتا ہے۔ اگر ولدیت کی شرط بیان کی گئی ہے۔ موصی تو اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی اولاد اس کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تقسیم کی وجہ سے مالک بن جائے گی۔ تو واقف کی طرح نہ ہوا۔ کیونکہ امام بخاریؒ کے بیان کا تقاضا ہے کہ وصی موصی علیہ کے مال میں سے کھا سکتا ہے۔ حالانکہ ایسا صحیح نہیں ہے بلکہ وصی کے لئے اگر کوئی چیز معین کر دی ہے تب اس کو اخذ کا اختیار ہے۔ چنانچہ علماء سلفؒ کا اس میں اختلاف رہا ہے۔ کہ جب کسی نے کسی کے لئے وصیت کی اور وصی کے لئے کوئی چیز معین نہیں کی تو بعض کے نزدیک اس کو اخذ کا اختیار ہے۔ اور بعض کے نزدیک نہیں ہے۔ علامہ کرمانیؒ نے فرمایا کہ حدیث کو باب سے مطابقت بایں طور ہے کہ وصی مال یتیم سے بقدر عمل لے سکتا ہے۔ بدلیل قول عمرؓ لا جناح علی من ولیه ان یاکل بالمعروف اور اکل معروف کی کیفیت علامہ عینیؒ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ بقدر ضرورت بغیر اسراف کے اطراف اصابع سے کھا سکتا ہے۔ اس کے کپڑے نہیں بنا سکتا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں لا یلبس احلل یعنی قیمتی کپڑے نہیں بنا سکتا ستر عورت کی اجازت ہے۔ اس طرح بھوک روکنے کی رخصت ہے۔ اس سے زیادہ اسراف ہے۔ اور بعض نے کہا کھجور کا پھل اور جانور کا دودھ پی سکتا ہے جس کی قضا واجب نہیں۔ البتہ ذہب وفضہ یعنی سونا چاندی لیا ہے تو اس کا واپس کرنا لازم ہوگا۔ حسن بصریؒ اور ان کے موافقین کا یہی قول ہے۔ اور ان کی دلیل حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے۔ نزلت نفسی ومن مال الله بمنزلة مال الیتیم ان استغنیت استعففت وان انتقرت اکلت بالمعروف واذاایسرت قضبیت یعنی اللہ کے مال میں میں نے اپنے آپ کو مال یتیم کے منزلہ رکھا ہے۔ اگر غنی ہوں گا تو بچتا رہوں گا۔ محتاج ہوں گا تو دستور کے مطابق کھالوں گا۔ اور جب مجھے تونگری آجائے گی تو اسے قضا اور واپس کردوں گا۔ فقہاء کرام کا ارشاد ہے کہ اجرت مثل اور قدر حاجت میں سے جو کم ہو اس کے لینے کا جواز ہے۔ تونگری ہو جانے کے بعد واپس کرنے میں اختلاف ہے۔ میں نے یہ مسئلہ اوجز المسالک میں بڑی بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

فلینظر من شاالغنی والفقیر یعنی غیر مال یتیم میں غنی اور فقیر برابر ہیں۔

باب قول الله تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا۔

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں۔ اور عنقریب سلگتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

حدیث (۲۵۷۰) حدثنا عبدالعزیز الخ عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ قال اجتنبوا السبع الموبقات

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے

قالوا یارسول الله وماهن قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق واکل الربوا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات .....

احتراز کرو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا وہ سات کیا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ایک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا ہے۔ دوسرا جادو کرنا ہے تیسرا ہر اس جی کا قتل کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر اس کے حق کے ساتھ جائز ہے۔ چوتھا سود کھانا۔ پانچواں یتیم کا مال ناحق کھانا۔ چھٹا مٹھ بھیڑ کے دن (لڑائی کے دن) پیٹھ پھیرنا۔ ساتویں پاکدامن مؤمن اور بھولی بھالی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ سحر کے بارے میں ہمارے علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس کا فعل فسق ہے۔ لیس منا من سحر اوسحر له اور اس کا سیکھنا حرام ہے۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں الساحر کافروان السحر کفر وان تعلم کفروالساحر یقتل (جادوگر کافر ہے۔ جادو کرنا کفر ہے۔ اس کا سیکھنا کفر ہے۔ اور جادوگر کو قتل کر دیا جائے)اور اس کی تلافی بھی نہیں ہو سکتی۔ خواہ سحر مسلمان سے کرے یا ذمی سے کرے۔ تو لی بمعنی فرار کے لئے پیٹھ پھیرنا۔ زحف دشمن کی طرف لشکر کا روانہ ہونا۔ محصنات بمعنی عفیفہ پاکدامن مؤمنات سے کافرات خارج ہو گئیں۔ غافلات زنا سے بری بھولی بھالی۔

باب قول الله عزوجل ویسئلونك عن الیتمی

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے قول کی تفسیر کے بارے میں آپؐ سے یتامی کے بارے میں سوال کرتی ہیں

قل اصلاح لهم خیر وان تخالطوهم فاخوانکم فی الدین الخ والله یعلم المفسد من المصلح ولوشاء الله لاعنتکم ان الله عزیز حکیم لاعنتکم لاحرجکم وضیق وعنت خضعت وقال سلیمن الخ عن نافع قال مارد ابن عمرؓ علی احد وصیة وکان ابن سیرین احب الاشیاء الیه فی مال الیتیم ان یجتمع الیه نصحاؤه واولیاء ه فینظروا الذی هوخیرله وکان طاؤس اذاسئل عن شیٔ من

ترجمہ۔ آپؐ فرما دیجئے ان کی بھلائی ملحوظ رکھنا بہتر ہے اگر تم ان کو اپنے ساتھ ملا کر رکھو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والے اور بھلائی کرنے والے کو جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔ لاعنتکم کے معنی ہیں میں تمہیں حرج اور تکلیف میں ڈال دیتا اور تنگی کر دیتا۔ وعنت جھک گئے۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کسی کی وصیت کو اس پر رد نہیں کرتے تھے۔ یعنی وصیت پر عمل ہوتا تھا۔ اور ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال کے بارے میں سب سے

امر الیتیمی قرأ واللہ یعلم المفسد من المصلح وقال عطاء فی یتامی الصغیر والکبیر ینفق الولی علی کل انسان بقدرہ من حصتہ ....

پسندیدہ بات میرے نزدیک یہ ہے کہ سب اس کے خیر خواہ اور ورثاء جمع ہو کر اس کی اس چیز پر غور کریں جو اس کے لئے بہتر ہو۔ اور حضرت طاؤسؒ سے جب یتامی کے معاملات کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ یہ آیت پڑھ دیتے۔ اللہ تعالیٰ فسادی اور بھلائی کرنے والے کو خوب جانتے ہیں۔ حضرت عطاء یتامی چھوٹے بڑے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ متولی ان میں سے ہر ایک پر اس کے حصہ کے مطابق خرچ کرے۔

باب استخدام الیتیم فی السفر والحضر اذا کان صلاحا لہ ونظر الام وزوجھا للیتیم۔

ترجمہ۔ سفر اور حضر میں یتیم سے خدمت لینا جب کہ اس میں صلاحیت ہو اور والدہ اور اس کے خاوند کا یتیم کے لئے لحاظ رکھنا۔

حدیث (۲۵۷۱) حدثنا یعقوب بن ابراھیم الخ عن انسؓ قال قدم رسول اللہ ﷺ المدینۃ لیس لہ خادم فاخذ ابوطلحۃ بیدی فانطلق بی الی رسول اللہ ﷺ فقال یارسول اللہ ان انساً غلام کیس فلیخدمک قال فخدمتہ فی السفر والحضر ماقال لی لشیٔ صنعتہ لم صنعت ھذا ھکذا ولا لشیٔ لم اصنعہ لم لم تصنع ھذا ھکذا .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کا کوئی خدمت گذار نہیں تھا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے فرمایا اے اللہ کے رسول! بیشک حضرت انسؓ ایک زیرک لڑکا ہے۔ پس یہ آپ کی خدمت کرتا رہے گا۔ چنانچہ میں نے آپ کی خدمت کی۔ سفر میں بھی اور حضر میں بھی۔ اس طرح کہ جب میں نے کوئی کام کر لیا تو آپؐ نے اپنے خلق حسن کی وجہ سے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ اس طرح اسے کیوں کیا۔ اور جو کام نہیں کیا اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ اس کو اس طرح کیوں نہیں کیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ رعنت بمعنی خضعت اس کا تعلق لاعنتکم سے نہیں ہے۔ کہ یہ عنو کی فعل ماضی ہے۔ عنت بمعنی مشقت سے نہیں ہے۔ لیکن مصنفؒ نے استطراداً اسے ذکر فرمایا ہے۔

وقال لنا سلیمان امام بخاریؒ کی عادت ہے ایسے صیغے موقوفات اور متابعات میں استعمال کرتے ہیں۔ سلیمان امام بخاریؒ کے شیوخ میں سے ہیں مذکرہ اور جازت کے لئے نہیں لاتے۔

مارد ابن عمرؓ یعنی موصی الیہ کے لئے وصیہ قبول کر لیتے تھے۔ اناکامل الیتیم کفاتین یعنی میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا ہاتھ کی ان دوانگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے۔ اس حدیث سے کفالت یتیم پر ثواب کی امید بھی رکھتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ نظر الدم حضرت ام حضرت ابوطلحہؓ حضرت ام سلیمؓ کے خاوند تھے۔ اور ام سلیمؓ حضرت انسؓ کی والدہ تھیں حدیث انسؓ سے دونوں کی نظر شفقت ثابت ہوئی کہ اس میں حضرت انسؓ کا فائدہ تھا کہ ان کے سوتیلے باپ اور اس کی ماں نے حضرت انسؓ کے فائدے کے لئے آنحضرت ﷺ سے خدمت لینے کی درخواست کی جو قبول ہوئی۔ اور دس سال آپ کی خدمت کرتے رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ لما فیہ من نفعہ سے دفعہ توہم کیا کہ استخدام میں تو یتیم کی ذلت ہے تو فرمایا کہ نہیں اسی میں حضرت انسؓ کا نفع تھا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے حضرت ام سلیمؓ کی رضامندی سے حاضر کیا یا حضرت ام سلیمؓ خود لے آئیں اور غزوۂ خیبر کے لئے حضرت ابوطلحہؓ لے آئے جیسا کہ کتاب الجہاد میں اس کی تصریح آرہی ہے اور حضرت انسؓ کو خدمت نبویؐ میں رہ کر وہ آداب معلوم ہوئے جو حقیقی باپ سے بھی متوقع نہیں۔ اس لئے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ماں اور دوسرے کفیل حضرات کو یہ اختیار حاصل ہے کہ یتیم کے مصالح کی بنا پر تصرف کر سکتے ہیں۔ پھر وہ مصلحت سفر و حضر کیلئے برابر ہے۔ امام محمدؒ کا ایک تلمیذ سفر میں وفات پا گیا تو امام محمدؒ نے بغیر اذن قاضی کے اس کا مال بیچ کر اس کے کفن و دفن کا انتظام کیا اور معترض کو جواب دیا کہ واللہ یعلم المفسد من المصلح۔

باب اذاوقف ارضاولم یبین الحدود فھو جائز وکذلک الصدقة

ترجمہ۔ جب کوئی شخص زمین وقف کرے اور اس کے حدود بیان نہ کرے تو بھی وقف جائز ہے۔ اور اسی طرح صدقہ کا بھی یہی حکم ہے۔

حدیث (۲۵۷۲) حدثنا عبداللہ بن مسلمة الخ انہ سمع انس ابن مالکؓ یقول ابو طلحةؓ اکثر انصاری بالمدینة مالا من نخل وکان احب مالہ الیہ بیرحاء مستقبلة المسجد وکان النبی ﷺ یدخلھا ویشرب من ماء فیھا طیب قال انس فلما نزلت لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون قام ابو طلحةؓ فقال یا رسول اللہ ان اللہ یقول لن تنالوا البر

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ مدینہ منورہ میں تمام انصار میں کھجوروں کے باغ کے اعتبار سے سب سے زیادہ مال والے تھے اور مسجد نبوی ﷺ کے سامنے انکا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء تھا جس میں جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تھے اور اسکے بہترین پانی کو پیتے تھے حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت کریمہ اتری کہ تم لوگ اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی محبوب ترین چیز کو خرچ نہ کرو تو حضرت ابوطلحہؓ اٹھ کر کہنے لگے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا

حتی تنفقوا مما تحبون وان احب اموالی الی بیرحاء وانہاصدقۃللہ ارجو برھا وذخرھا عنداللہ فضعھا حیث اراك اللہ فقال بخ ذلك مال رابح او رائح شك بن مسلمۃ وقد سمعت ما قلت وانی اری ان تجعلھا فی الاقربین قال ابو طلحۃؓ افعل ذلك یا رسول اللہ فقسمھا ابو طلحۃؓ فی اقاربہ وفی بنی عمہ وقال اسمعیل الخ عن مالك رائح.

ارشاد ہے کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ کرو اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب مال بیر حاء ہے یہ اللہ کے لئے صدقہ ہے۔ میں اس کی نیکی اور عند اللہ ذخیرہ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں پس جس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے اس کے مطابق آپؐ اسے استعمال فرمائیں آپؐ نے فرمایا مبارک ہو یہ مال نفع دینے والا ہے یا جانے والا ہے۔ ابن سلمہ کو شک ہے جو کچھ تم نے کہا میں نے اسے سن لیا میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں صرف کریں۔ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اسے اپنے قریبی رشتہ دار اور اپنے چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ اسماعیل نے حضرت مالک سے اسے بلا شک وتردد کے رائح نقل کیا ہے۔

حدیث (۲۵۷۳) حدثنا محمد بن عبدالرحیم الخ عن ابن عباسؓ ان رجلاقال لرسول اللہ ﷺ ان امہ توفیت اینفعھا ان تصدقت عنھا قال نعم قال فان لی مخرافا واشھدك انی قد تصدقت عنھا .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ ﷺ سے آکر کہا کہ میری والدہ کی وفات ہو چکی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! فائدہ پہنچے گا تو اس نے کہا کہ میرا ایک پھلدار باغ ہے میں آپؐ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لم یبین الحدود امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ حدود کا ذکر تو موقوف کی تعیین اور تمییز عن الغیر کے لئے ہوتا ہے۔ اور تمییز بغیر ذکر حدود کے ہو جائے جیسے روایت میں بیر حاء کا باغ ممتاز اور حدود سے گھرا ہوا تھا تو حدود کو ذکر نہیں کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ موقوف اور متصدق یہ جب دوسرے سے ممتاز ہوں کہ التباس کا خطرہ نہ ہو تو حدود ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر سب علماء کا اتفاق ہے اور ممکن ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہو کہ وقف اس صیغہ سے صحیح ہو جائے گا جس میں تحدید نہ ہو۔ تحدید وہاں معتبر ہے جہاں غیر کے حق کو بیان کر کے اس پر گواہ بنانا ہو۔ علامہ کرمانیؒ نے ایک اشکال نقل کیا ہے کہ بیر حاء تو ایک باغ مشہور تھا جس کی حد بندی ہو چکی تھی اس لئے حدود بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن مخراف تو اسم جنس ہے۔ اس کی تحدید

ضروری تھی تو اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اسکی تعیین متصدق کی طرف نسبت کرنے سے ہوگی جب کہ اس کے علاوہ اسکے پاس کچھ نہیں تھا۔

باب اذا وقف جماعة ارضا مشاعا فهو جائز

ترجمہ۔ جب ایک جماعت نے ایک مشترک زمین وقف کردی تو یہ بھی جائز ہے۔

حدیث (۲۵۷۴) حدثنا مسدد الخ عن انسؓ قال امر النبی ﷺ ببناء المسجد فقال یابنی النجار ثامنونی بحائطکم هذا قالوا لا والله لانطلب ثمنه الا الی الله .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ تو آپؐ نے اپنے ننہال بنو نجار سے فرمایا کہ اپنا یہ باغ مجھے قیمت پر دے دو۔ انہوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! ہم تو اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے طلب نہیں کریں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اذاوقف جماعة سے امام بخاریؒ ان لوگوں پر رد کرنا چاہتے ہیں جو مشترک مال کے وقف کو جائز نہیں کہتے۔ خواہ وقف کرنے والا ایک ہو یا جماعت ہو۔ پہلے باب سے وقف مشاع من واحد کو ثابت کیا تھا۔ اس باب سے وقف مشاع من جماعت کو ثابت فرمارہے ہیں۔ اس لئے جماعت کی قید یہاں احترازی نہیں ہوگی۔

لانطلب ثمنه الخ ای لانطلب ثمنه من احد ولکن هو مصروف الی الله اس صورت میں استثناء منقطع ہوگا۔ یا تقدیر عبارت یوں ہو لانطلب ثمنها الامصروفا الی الله تو پھر استثناء متصل ہوگا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کو ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوگی کہ تصدقوا بحائطکم هذا الله اور آپؐ نے اس کو قبول فرمالیا۔ تو یہ وقف مشاع من جماعت ہوا اگر اشکال ہو کہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زمین کی قیمت مالکوں کو سپرد کر کے صدقہ کیا تھا جس کی مقدار دس دینار بتائی جاتی ہے۔ تو یہ تصدق ابوبکرؓ ہوا وقف مشاع ثابت نہ ہوا۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو پھر یہ سب جناب نبی اکرم ﷺ کی تقریر سے ثابت ہوگا۔ کہ آپؐ نے ان کے قول پر رد نہیں فرمایا۔ اگر وقف مشاع ہوتا تو جائز نہ ہوتا۔ اور جنابؐ ان پر انکار فرماتے۔

باب الوقف کیف یکتب

ترجمہ۔ وقف کو کیسے لکھا جائے

حدیث (۲۵۷۵) حدثنا مسدد الخ عن ابن عمرؓ قال اصاب عمرؓ بخیبر ارضا فاتی النبی ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ حضرت عمرؓ کو خیبر میں کچھ زمین ملی تو وہ جناب رسول اللہ ﷺ

فقال اصبت ارضا لم اصب مالا قط انفس منه فكيف تامرني به قال ان شئت حبست اصلها وتصدقت بها فتصدق عمرؓ انه لا يباع اصلها ولايوهب ولايورث في الفقراء والقربى والرقاب وفي سبيل الله والضيف وابن السبيل لاجناح على من وليها ان ياكل منها بالمعروف اويطعم صديقا غير متمول فيه........

کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ مجھے ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ اس کے بارے میں آپؐ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس کے اصل کو روک رکھو۔ اور اس کی پیداوار کا صدقہ کر دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے صدقہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس کے اصل کو نہ تو بیچا جائے نہ اس کو ھبہ کیا جائے۔ اور نہ ہی اس میں وراثت چالو ہو۔ یہ فقراء میں۔ قرابت داروں میں۔ گردنیں آزاد کرانے میں۔ جہاد فی سبیل اللہ میں۔ مہمانوں میں اور مسافروں میں صدقہ ہو گا جو شخص انکا متولی ہو وہ اس سے کھا سکتا ہے۔ دستور کے مطابق اور دوست کو بھی کھلا سکتا ہے۔ لیکن دولت مند بننے کی اجازت نہیں ہو گی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ انفس بمعنی اجود۔ حبست بمعنی وقفت۔ تصدقت بها ای بنفعتها غير متمول ای لايتخذ منها ملكا یعنی اس کے کسی حصہ کا مالک نہیں ہو گا۔

ان شئت حبست ترجمہ ثابت ہوا۔ ان سب الفاظ سے یہ ماخوذ ہوا کہ یہ وقف ان شرائط سے مشروط تھا جس کو کتاب الوقف میں لکھا گیا۔ حضرت عمرؓ کے کاتب معیقیبؓ نے اسے لکھا تھا اور یہ بات ان کے زمانۂ خلافت کی ہے۔ کیونکہ معیقیبؓ ان کے دور خلافت کا کاتب تھا۔ وقف تو آنحضرت ﷺ کے عہد میں ہوا اس کی کتابت خلافت فاروقی میں ہوئی۔ القربی محل ترجمہ ہے۔ کہ اس میں غنی اور فقیر کی قید نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لفظ عام ہے۔ یا بعض غنی ہوں یا بعض فقیر ہوں۔ تب بھی صحیح ہے۔

باب الوقف للغني والفقير والضيف۔

ترجمہ۔ فقیر دولتمند اور مہمانوں کے لئے وقف کرنے کے بارے میں۔

حديث (۲۵۷۶) حدثنا ابو عاصم الخ عن ابن عمرؓ ان عمر وجد مالا بخيبر فاتى النبي ﷺ فاخبره قال ان شئت تصدقت بها في الفقراء والمساكين وذي القربى والضيف....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں کچھ زمین ملی جس کی انہوں نے آکر جناب نبی اکرم ﷺ کو خبر دی جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس کا صدقہ کر دو۔ چنانچہ انہوں نے اس کو فقراء مساکین قرابت داروں اور مہمانوں میں صدقہ کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اگر اغنیاء کو فقراء کے تابع کر کے ان پر وقف کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تو جب کسی نے وقف کو مطلق رکھا فقراء کے ساتھ مقید نہیں کیا تو اغنیاء کو بھی اس کے کھانے کا حق ہے۔ اگر فقراء کی تخصیص کر دی جائے تو پھر اغنیاء کو وقف شدہ مال کے استعمال کا حق نہیں ہے۔ اور فقط اغنیاء پر وقف کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن عابدین نے نقل کیا ہے کہ محض اغنیاء پر وقف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی عبادت نہیں ہے البتہ اگر آخر میں فقراء کے لئے وقف کرے تو فی الجملہ یہ قربت ہو جائے گی۔ چنانچہ حافظؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حدیث عمرؓ سے ثابت ہوا کہ اغنیاء پر وقف کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ذوالقربی اور الضیف حاجه کی کوئی قید نہیں ہے اور یہی شوافعؒ کے نزدیک اصح ہے۔

باب وقف الارض المسجد

ترجمہ۔ مسجد کے لئے زمین وقف کرنا

حدیث (۲۵۷۷) حدثنا اسحق الخ حدثنی انس بن مالکؓ لما قدم رسول الله ﷺ المدینة امر بالمسجد وقال لبنی النجار ثامنونی بحائطکم هذا قالو الا والله لانطلب ثمنه الا الی الله ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو مسجد بنانے کا حکم دیا اور بنو نجار سے فرمایا کہ اپنے اس باغ کی مجھ سے قیمت لے لو انہوں نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تو اس کی قیمت کو اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کریں گے۔

باب وقف الدواب والکراع والعروض والصامت۔

ترجمہ۔ جانوروں۔ گھوڑوں۔ مال و اسباب اور سونے چاندی کا وقف کرنا۔

قال الزهری فی من جعل الف دینا ر فی سبیل الله و دفعها الی غلام له تاجر یتجر بها وجعل ربحه صدقة للمساکین والاقربین هل للرجل ان یاکل من ربح ذلك الالف شیئا وان لم یکن جعل ربحها صدقة فی المساکین قال لیس له ان یاکل منها........

ترجمہ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک ہزار دینار اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیئے پھر وہ اپنے تاجر غلام کو دے دیئے تاکہ وہ ان میں تجارت کرے اور اس کے منافع مساکین کے لئے صدقہ کر دے تو پھر اس کو خود حق نہیں پہنچتا کہ خود اس میں سے کھائے۔

حدیث (۲۵۷۸) حدثنا مسدد الخ عن ابن عمرؓ ان عمرؓ حمل علی فرس له فی سبیل الله اعطاها رسول الله ﷺ لیحمل علیها رجلا فاخبر عمرؓ انه قد وقفها یبیعها فسال رسول الله ﷺ ان یبتاعها فقال لا تبتعها ولا ترجعن فی صدقتك .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا ایک گھوڑا جهاد فی سبیل الله کے لئے جناب رسول اللہ کو دیا کہ آپؐ کسی مجاہد کو اس پر سوار کریں تو آپؐ نے کسی مجاہد کو سواری کے لئے دے دیا۔ حضرت عمرؓ کو خبر ملی کہ اس شخص نے وقف کرنے کے لئے اس کو بیچنا چاہتا ہے۔ توانہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا یہ خود اس گھوڑے کو خرید سکتے ہیں آپؐ نے فرمایا اس کو مت خرید و اپنے صدقہ میں کبھی رجوع نہ کرو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس ترجمہ کا مقصد منقولات کا وقف ثابت کرنا ہے۔ کراع سے گھوڑے مراد ہیں تو یہ عطف خاص علی العام ہوگا۔ عروض سے مراد نقدین کے علاوہ مال و متاع مراد ہے اور صامت سے مراد نقدین ہیں۔ یعنی سونا چاندی۔ امام زہریؒ کے قول سے ان کے جواز کو ثابت کرنا ہے۔ اسماعیلی نے اثر زہری پر اعتراض کیا ہے کہ یہ تو ما تقدم کے خلاف ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کی حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا تھا کہ اصل کو روکے اور منافع کو مساکین میں خرچ کرے۔ صامت میں یہ صورت ممکن نہیں ان کو تو اپنے پاس سے نکالنا پڑتا ہے تب فائدہ ہو سکتا ہے۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا کہ اس سے ایسے کپڑے خریدے جائیں کہ جن کو عورتیں عندالحاجة استعمال کر کے واپس کر دیں۔ یہ ایک صورت انتفاع کی ہے۔

باب نفقة القيم للوقف

ترجمہ۔ وقت کے ناظم کا خرچہ کہاں سے ادا کیا جائے

حدیث (۲۵۷۹) حدثنا عبدالله بن یوسف الخ عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال لا یقتسم ورثتی دینارا ما ترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے ورثاء درہم و دینار کو تقسیم نہ کریں۔ جو کچھ میری بیویوں کے خرچہ اور میرے عاملین کی تنخواہ کے بعد بچ جائے وہ سب صدقہ ہے۔

حدیث (۲۵۸۰) حدثنا قتیبة الخ عن ابن عمرؓ ان عمرؓ اشترط فی وقفه ان یاکل من ولیه ویوکل صدیقه غیر متمول مالا .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب عمر بن الخطابؓ نے اپنے وقف میں شرط لگائی تھی کہ جو اس کا متولی بنے گا وہ خود بھی اس میں سے کھا سکتا ہے اور اپنے دوست کو بھی کھلا سکتا ہے البتہ وہ مال سے دولتمند نہ بنے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ بعد نفقة نسائی یہ محل ترجمہ ہے اگر قیم سے مراد متولی ہے اور وہ خود جناب نبی اکرم ﷺ تھے۔ اگر قیم سے مراد محافظ اور نگہداشت کرنے والا مراد ہے تو مؤنة عاملی محل ترجمہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ وقف پر کام کرنے والے لوگ خواہ وہ اجیر ہو یا نگران ہو یا وکیل ہو سب شامل ہوں گے۔ ان کی اجرت شرعاً جائز ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ مؤنہ عاملی میں ترجمہ ہے۔ اور عامل سے مراد قیم اور منتظم ہے اور ان عاملین سے مراد آنحضرت ﷺ کی اراضی فیئ کے عامل ہیں۔ اراضی بنو نضیر۔ فدک اور خیبر کے حصہ کا انتظام جن کے سپرد تھا۔ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد آپؐ کے بعد آنے والا خلیفہ ہے۔ اور بعض نے قبر کھودنے والا بھی مراد لیا ہے۔ اس طرح قیم میں پانچ اقوال ہو گئے۔ خلیفہ۔ کارکن۔ نگران۔ خادم اور قبر کھودنے والا۔ امام بخاریؒ نے آخر وصایا میں جو باب باندھا ہے نفقه قيم الوقف اس سے اشارہ ہے کہ ان کے نزدیک قیم کے معنی نگران کے راجح ہیں۔ لیکن بظاہر نفقہ نساء او مؤنۃ عامل میں تغایر معلوم ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لغت میں مؤنة قیا م بالکفایة کو اور انفاق بذل القوت کو کہتے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ نفقہ کا مؤنۃ سے کم درجہ ہے۔ تخصیص نساء کا راز یہ ہے کہ جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا۔ تو ان کے لئے قوت لا یموت ضروری تھی۔ اس لئے نفقہ پر اقتصار کیا گیا۔ اور عامل چونکہ اجیر کی صورت میں ہوتا ہے اسے مایکفیه کی ضرورت تھی۔ تو مؤنۃ عامل کا لفظ اختیار کیا گیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لاتقتسم ورثتی باسکان المیم نہی ہے۔ اور بضم المیم نفی ہے معنی یہ ہوں گے کہ آپؐ نے کوئی مال نہیں چھوڑا جو وراثت میں تقسیم ہو سکے۔ اور نہی کی صورت میں احتمال ترکہ کی صورت میں تقسیم سے منع فرمادیا۔ اور اسی بنا پر ان کو ورثه بالقوة کہا گیا۔ اور اس پر دلیل شرعی حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے لا نو ر ث ماترکناه فهو صدقة ہم کسی کو وارث نہیں بنائیں گے جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ بعد نفقہ نسائی کہ اس سے مراد ازواج مطہرات عدت گذارنے والی مراد ہیں۔ کیونکہ وہ آپ کی وفات کے بعد کسی سے نکاح نہیں کر سکتیں۔ اس لئے ان کے لئے نفقہ جاری کیا گیا۔ اور حجرات ان کی رہائش کے لئے چھوڑ دیئے گئے۔ اور عاملی سے وہ کارندے مراد ہیں جو ارض بنو نضیر۔ فدک۔ سہم خیبر اور صفایا پر متعین تھے۔

باب اذا وقف ارضا او بئرا او اشترط لنفسه مثل دلاء المسلمين

ترجمہ۔ جب کوئی شخص زمین یا کنواں وقف کرے یا اپنے لئے مسلمانوں کے ڈول کی طرح ڈول کے حق کی شرط لگائے

واوقف انس دارافکان اذاقدمها نزلها وتصدق الزبير بدوره وقال للمردودة من بناته

ترجمہ۔ اور حضرت انسؓ نے ایک مکان وقف کیا تھا جب وہاں آتے تھے تو اس میں قیام کرتے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے

ان تسکن غیر مضرة ولا مضر بها فان استغنت بزوج فلیس لها حق وجعل ابن عمرؓ نصیبه من دار عمرؓ سکنی لذوی الحاجة من ال عبداللہ وقال عبدان اخبرنی ابی عن ابی عبدالرحمن ان عثمانؓ حیث حوصر اشرف علیهم وقال انشدکم ولا انشد الا اصحاب النبی ﷺ الستم تعلمون ان رسول اللہ ﷺ قال من حفر رومة فله الجنة فحفرتها الستم تعلمون انه قال من جهز جیش العسرة فله الجنة فجهزتهم قال فصدقوه بما قال وقال عمر فی وقفه لاجناح علی من ولیه ان یاکل وقد یلیه الواقف وغیره فهو واسع لکل ...

اپنے مکانات صدقہ کر دیئے تھے۔ اور اپنی ان مطلقہ بیویوں سے فرمادیا تھا جوان پر واپس لوٹائی گئی تھیں۔ کہ تم ان میں سکونت اختیار کر سکتی ہو۔ نہ تو تم خود ان کو کوئی نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی ان کی وجہ سے ان کو نقصان پہنچے۔ پس ان میں سے جس کو بھی خاوند کی مدد حاصل ہو جائے یا شادی شدہ ہو جائے تو اسکو ان میں رہائش کا حق نہیں ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جو حصہ حضرت عمرؓ کے مکان سے ملا تھا وہ انہوں نے ضرورت مندوں کی رہائش کے لئے وقف کر دیا تھا۔ بشرطیکہ وہ ضرورت مند اور حضرت عبداللہ کے خاندان میں سے ہوں۔ اور عبدان اپنی سند سے ابو عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کا جب محاصرہ اور گھیراؤ کیا گیا تو انہوں نے گھیراؤ کرنے والوں پر جھانک کر فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں اور یہ قسم میں صرف اصحاب نبی اکرم ﷺ کو دیتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بیرُ رومہ کھود کر چالو کر دیا اس کے لئے جنت ہے۔ میں نے اس کو کھود کر وقف کر دیا۔ اور کیا تم نہیں جانتے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص غزوۂ تبوک کے تنگی والے لشکر کو سامان مہیا کرے گا اس کے لئے جنت ہے میں نے ان کو سامان مہیا کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ جو کچھ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ان سب لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنے وقف کے بارے میں فرمایا تھا کہ جو اس کا متولی بنے اس کے کھانے پر کوئی گناہ نہیں۔ کبھی متولی خود واقف ہوتا ہے اور کبھی دوسرا ہوتا ہے۔ تو ہر ایک کے لئے اجرت لینا جائز ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ من حفر ہذا میں مجازی مراد ہیں۔ کہ جو اسے خرید کرے یا ملک کر دے۔ در حقیقت بئر رومہ مند ہو چکا تھا۔ تو اس کو کھود کر چالو کر کے وقف کر دیا تو حقیقی معنی پر محمول ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حفر کی نسبت حضرت عثمانؓ کی طرف وہم راوی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے بیرُ رومہ کو پینتیس ہزار درہم میں خرید کر کے وقف کر دیا تھا۔ اور مقصود امام بخاریؒ کا اس ترجمہ سے یہ ہے کہ واقف اگر موقوف کی منفعہ اپنے لئے شرط کرے تو جائز ہے اور ابن بطالؒ نے فرمایا کہ علماء کا کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کوئی موقوف کی منفعہ کو اپنے لئے شرط کرے

تو عند العلماء جائز ہے لیکن یہ عدم خلاف صحیح نہیں۔ مسئلہ اختلافی ہے۔ میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہاں دو مسئلے بیان کرنے ہیں ایک تو یہ کہ واقف اپنے وقف کا فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ واقف اپنے لئے کوئی شرط لگائے تو یہ بھی جائز ہے۔ اس ترجمہ سے مقصود اسی جواز کا ثابت کرنا ہے۔ لیکن امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ واقف اگر اپنے لئے وقف کی منفعت کی شرط کرے تو یہ جائز ہے۔ مردودہ سے مطلقہ مراد ہے۔ غیر مضرة بصیغہ اسم فاعل۔ ولا مضربها بصیغہ اسم مفعول۔ ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ لڑکی جب باکرہ ہو اور اسے قبل الدخول طلاق ہو جائے تو اس کا خرچہ باپ کے ذمہ ہوتا ہے۔ اور سکونت بھی اس کے ذمہ ہے۔ پس جب اس نے اپنے وقف میں ٹھکانا دے دیا۔ تو گویا کہ اس نے اپنی ذات پر سے کلفت اٹھانے کی شرط لگادی۔

من حفر بئر رومة روایات مشہورہ میں یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اسے خرید کیا تھا اور مطابقت ترجمہ سے اس طرح ہوئی کہ دلوی فیھا کدلاء المسلمین یعنی اس کنواں میں میرا ڈول بھی اسی طرح ہوگا۔ جس طرح دوسرے مسلمانوں کے ڈول ہوں گے یہ اپنے وقف میں شرط ہوگی۔

باب اذاقال الواقف لانطلب ثمنه الاالی الله فهوجائز۔

ترجمہ۔ جب وقف کرنے والا یہ کہے کہ ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے تو یہ جائز ہے

حدیث (۲۵۸۱) حدثنامسدد الخ عن انسؓ قال قال النبی ﷺ یا بنی النجا رثامنونی بحائطکم قالوا لانطلب ثمنه الاالی الله ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے بنو نجار! اپنا باغ مجھے قیمت پر دے دو تو انہوں نے کہا ہم اسکی قیمت اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کریں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ وقف کسی خصوصی لفظ کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ کہ وقف کا لفظ بولا جائے۔ بلکہ جس طرح بھی یہ مقصود حاصل ہو جائے وہ کافی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسئلہ اختلافی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ لانطلب ثمنه الخ سے وقف ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر عبد کے متعلق یہ الفاظ کہے جائیں تو وہ بالاتفاق وقف نہیں ہوتا۔ اور اگر مدبر سے یہ الفاظ کہے جائیں تو اس کی بیع جائز ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ وقف کے الفاظ نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ الفاظ بھی دو قسم ہیں۔ صریح اور کنایہ صریح جیسے وقفت۔ حبست۔ اسبلت لاراضی موقوفه۔ اور کنایہ یہ ہے مثلاً حرمت هذه البقعه للمساکین او ابدتها اماابو یوسفؒ صرف موقوفہ کے لفظ پر اکتفا کرتے ہیں۔

چنانچہ مشائخ بخارا امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ عرف کا اعتبار کرتے ہیں۔ صاحب بحرالرائق نے چھبیس الفاظ ذکر کئے ہیں۔ جن میں احنافؒ کا اختلاف ہے۔ لیکن ان میں لانخطب ثمنه الخ مذکور نہیں ہے۔

باب قول الله تعالی

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کے بارے میں

یاایها الذین امنوا شهادة بینکم اذاحضر احدکم الموت حین الوصیة اثنان ذواعدل منکم اواخران من غیرکم الی قوله والله لایهدی القوم الفاسقین

ترجمہ۔ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی ایک کو وصیت کے وقت موت آجائے تو تمہارے میں سے دو آدمی عدل والے گواہی دیں۔ یا دوسرے لوگوں میں سے دو آدمی ہوں آخر آیت والله لایهدی القوم الفاسقین ۔

حدیث(۲۵۸۲)وقال لی علی بن عبداللهؒ عن ابن عباسؓ قال خرج رجل من بنی سهم مع تمیم الداری وعدی ابن بداء فمات السهمی بارض لیس بها مسلم فلما قد ما بترکته فقدوا جامامن فضة مخوصا من ذهب فاحلفهما رسول الله ﷺ ثم وجد الجام بمکة فقالوا بتعناه من تمیم وعدی فقام رجلان من اولیائه فحلفا لشهادتنااحق من شهادتهما وان لجام لصاحبهم قال وفیهم نزلت هذه الایة یاایها الذین امنوا شهادة بینکم ....

ترجمہ۔ حضرت علی بن عبداللہؒ نے اپنے سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قبیلہ بنو سہم کا ایک آدمی تمیم داری اور عدی بن بداء کے ہمراہ سفر پر نکلا سہمی کا ایک ملک میں انتقال ہو گیا جہاں پر کوئی مسلمان نہیں تھا جب وہ دونوں اس کا ترکہ لائے تو چاندی کا ایک پیالہ جو سونے سے منقش تھا گم پایا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے قسم اٹھوائی۔ لیکن وہ پیالہ انہیں سے مکہ معظمہ میں مل گیا جنہوں نے کہا کہ ہم نے یہ پیالہ تو تمیم اور عدی سے خرید کیا ہے۔ تو سہمی کے ورثاء میں سے دو آدمیوں نے کھڑے ہو کر قسم اٹھائی کہ ہماری گواہی ان دو کی گواہی سے قبولیت کی زیادہ حق دار ہے۔ اور بے شک پیالہ ان لوگوں سہمیوں کا ہے تو فرمایا کہ ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔ یاایهاالذین امنوا الخ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت قطب گنگوہیؒ نے اس مقام پر بحث نہیں کی۔ حالانکہ یہ صعب الابواب ہے۔ اور یہ آیات بھی مشکلات القرآن میں سے ہیں۔ بات یہ ہے کو کب دری شرح ترمذی میں حضرت شیخؒ اس پر بسط سے کلام فرما چکے ہیں۔ وہ اپنی عادت کے مطابق اعادہ نہیں فرماتے۔ مولانا حسن مکیؒ کی تقریر کے مطابق آیت کریمہ میں شہادت سے مراد وصیت ہے۔ اس لئے مصنفؒ نے اس کو

کتاب الوصایا میں بیان فرمایا ہے۔ بعض نے اس سے قسم مراد لی ہے۔ اور بعض اس کے معنی حضور کے لیتے ہیں۔ اقرار اور علم کے معنی بھی آتے ہیں۔ کچھ فوائد یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں بیان فرمایا ہے کہ شهادة اهل الذمة على المسلمين منسوخ ہے۔ صاحب الفیض نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں مدعی علیہما تھے۔ شہادت تو مدعی پیش کیا کرتا ہے۔ تو صاحب مدارک نے اس کا جواب دیا ہے کہ کلام کے دوران یہ دونوں مدعا علیہما بن گئے۔ گویا کہ مدعی علیہ مدعی بن گئے۔ لیکن حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اپنے ترجمہ میں اسے بیان حلفی قرار دیا ہے تو اب کوئی اشکال نہیں رہے گا۔ تیسرا فائدہ یہ ہے تمیم داری اور عدی بن بداء دونوں نصرانی تھے اور یہ واقعہ قبل از اسلام پیش آیا بعد میں بر موقعہ فتح مکہ یہ سب مسلمان ہو گئے۔ صحیح یہ ہے عدی نصرانی تھا۔ اس کے اسلام لانے کی خبر ہم تک نہیں پہنچی آیت کی تفسیر اور اس کے اعراب کی بحث اپنے محل پر آئے گی۔

باب قضاء الوصی دیون المیت بغیرمحضر من الورثة۔

ترجمہ۔ وارثوں کی غیر حاضری میں وصی کا میت کے قرضوں کا ادا کرنا۔

حدیث (۲۵۸۳) حدثنامحمدبن سابق الخ حدثني جابر بن عبدالله الانصاریؓ ان اباه استشهد يوم احدوترك ست بنات وترك عليه دينافلما حضر جدادالنخل اتيت رسول الله ﷺ فقلت يارسول الله قدعلمت ان والدي استشهديوم احد وترك دينا كثيرا واني احب ان يراك الغرماء قال اذهب فبيدر كل تمرعلى ناحيته ففعلت ثم دعوت فلما نظروا اليه اغروا بي تلك الساعة فلما راى مايصنعون طاف حول اعظمهابيدرا ثلث مرات ثم جلس عليه ثم قال ادع اصحابك فمازال يكيل لهم حتى ادى الله امانة والدي وانا والله راض ان يؤدي الله امانةوالدي ولاارجع الى اخوتي

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میرا باپ احد کی لڑائی میں شہید ہو گیا چھ بیٹیاں اور بہت سا قرضہ پیچھے چھوڑ گئے۔ جب کھجوروں کی کٹائی کا موسم آیا تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو خوبی علم ہے کہ میرے باپ احد کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ اور اپنے اوپر بہت سا قرضہ چھوڑ گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں تو ممکن ہے کچھ لحاظ کر جائیں آپؐ نے فرمایا تم جا کر ہر قسم کی کھجور کی باڑ کے کنارے پر ڈھیری لگاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا کر کے آپ کو دعوت دی جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو مجھے اس وقت ادائیگی قرضہ پر بھڑکایا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی کارگزاری دیکھی تو آپؐ تین مرتبہ ان میں سے بڑی ڈھیری کے ارد گرد گھومے پھر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا اپنے ان ساتھی قرض خواہوں کو بلاؤ۔ پس آپؐ برابر بھرتی کر کے ان کو دیتے رہے یہاں تک کہ

بتمرةفسلم والله البیادر کلھاحتی انی انظر الی البیدرالذی علیہ رسول اللہ ﷺ کانہ لم ینقص تمرةواحدة ....

اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کی امانت ادافرمادی اور میں اللہ کی قسم اس پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے باپ کی امانت ادافرمادے اور میں اپنی بہنوں کی طرف کھجور کا ایک دانہ بھی لے کر واپس نہ جاؤں اللہ کی قسم! سب ڈھیریاں بالکل بچی رہیں۔ یہاں تک کہ میں اس ڈھیری کو دیکھ رہا تھا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے۔ گویا کہ اس میں سے تو ایک کھجور کا دانہ بھی کم نہیں ہوا امام بخاریؒ فرماتے ہیں اغرابی ای ھجوابی آیت کریمہ میں ہے کہ ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور بغض کو ڈال دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ بغیر محضر من الورثة کیونکہ ان کا حق ترکہ سے اس وقت تک متعلق نہیں ہوتا جب تک کہ قرضے ادانہ کر دیئے جائیں۔ تو قضاء دیون کے وقت اس کی حاضری کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ لوگ اجنبیوں کی طرح ہیں۔ مال معاملہ وصی کے سپرد ہے ورثہ دخل نہیں دے سکتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ کے حکم میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دیکھئے حضرت جابرؓ نے اپنے والد کا قرضہ اپنی بہنوں کی عدم موجودگی میں ادا کر دیا جو حضرت عبداللہؓ کی جائیداد کی وارث تھیں۔ جاننا چاہئیے کہ امام بخاریؒ نے حدیث باب کو محمد بن سابق یا فضل بن یعقوب کی روایت سے شک کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حالانکہ مغازی۔ نکاح۔ اشربۃ میں ان کی روایت بغیر واسطہ اور بغیر شک کے نقل کی ہے۔ اس جگہ کے سوا اور کسی جگہ تردد کو بیان نہیں کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الجهاد

باب فضل الجهاد والسير

ترجمہ۔ باب جہاد کی فضیلت اور سیر کے بارے میں

قول الله تعالى ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا في التوراة والانجيل والقران ومن اوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به وذلك هوالفوز العظيم الى قوله وبشر المؤمنين قال ابن عباس الحدود الطاعة ....

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں۔ اور ان کے بدلے ان کے لئے جنت ہے۔ اللہ کے راستے میں وہ لڑائی لڑتے ہیں قتل ہوتے ہیں اور قتل کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے جو تورات۔ انجیل اور قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے وعدہ اور عہد کو کون پورا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ پس اس خرید و فروخت سے جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کی ہے خوشخبری حاصل کرو۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ بشر المؤمنين تک پڑھتے جاؤ۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تلك حدود الله میں حدود سے مرد اطاعت اور فرمانبرداری مراد ہے۔

حديث (٢٥٨٤) حدثنا الحسن بن الصباح الخ عن ابى عمرو الشيبانى قال قال عبدالله بن مسعودؓ سالت رسول الله ﷺ اى العمل افضل قال

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ! کون سا عمل بہتر اور اچھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نماز کو

الصلوۃ علی میقاتھاقلت ثم ای قال ثم بر الوالدین قلت ثم ای قال الجهاد فی سبیل الله فسکت عن رسول الله ﷺ ولو استزدته لزادنی .....

اپنے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے کہا اسکے بعد پھر کون سا عمل افضل ہے آپؐ نے فرمایا ماں باپ سے بہتر سلوک کرنا۔ میں نے کہا پھر کون سا عمل ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ہے۔

پھر میں جناب رسول اللہ سے خاموش ہو گیا اگر میں زیادتی پوچھتا تو آپؐ مجھے زیادہ بتا دیتے۔

حدیث(۲۵۸۵)حدثنا علی بن عبدالله الخ عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ لا هجرة بعدالفتح ولکن جهاد ونية واذا استنفرتم فانفروا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی۔ لیکن اب عملی جہاد ہے یا اس کی نیت ہے۔ اگر تمہیں عام لام بندی کا حکم دیا جائے تو سب کے سب نکل کھڑے ہوں

حدیث(۲۵۸۶)حدثنا مسدد الخ عن عائشةؓ انها قالت یا رسول الله نری الجهاد افضل العمل افلانجاهد قال لکن افضل الجهاد حج مبرور ..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہم جہاد کو افضل العمل سمجھتے ہیں تو ہم عورتیں جہاد نہ کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے افضل جہاد مقبول حج ہے۔

حدیث(۲۵۸۷)حدثنا اسحق الخ ان ابا هريرةؓ حدثه قال جاء رجل الی رسول الله ﷺ فقال دلنی علی عمل یعدل الجهاد قال لا اجده قال هل تستطیع اذا خرج المجاهد ان تدخل مسجدك فتقوم ولا تفتر وتصوم ولا تفطر قال ومن یستطیع ذلك قال ابو هريرةؓ ان فرس المجاهد لیستن فی طوله فیکتب له حسنات .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو جہاد کے برابر ہو آپؐ نے فرمایا ایسا کوئی عمل نہیں ہے فرمایا کہ جب مجاہد نکلتا ہے تو کیا تجھے یہ طاقت ہے کہ اپنی مسجد میں داخل ہو کر قیام کرے اور سستی نہ کرے روزہ رکھے اور افطار نہ کرے۔ اس نے کہا اس کی کون طاقت رکھتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ مجاہد کا گھوڑا جب اپنی باگ میں کودتا ہے تو اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لا اجده مطلق وجود کی نفی نہیں بلکہ وہ عمل جس پر تمہارا عمل کرنا ممکن ہو پھر اس جگہ جو مجاہد کی فضیلت ہے وہ فضیلت جزئیہ ہے کہ مجاہد جب جہاد کے لئے نکلا تو پھر دن رات سوتے جاگتے حضور قلب اور بغیر حضور جو کام بھی وہ کرے گا اسے ثواب ملے گا خواہ وہ کرے یا اس کا اجیر کرے یا اسکا جانور کرے یہ فضیلت صرف جہاد میں ہے باقی طاعات میں نہیں ہے کیونکہ نماز اور

روزے دار کو اس وقت تک اجر ملے گا جب تک وہ نماز اور روزہ میں ہیں اس کے بعد نہیں۔ اگرچہ دوسری حیثیت سے نماز وغیرہ کی فضیلت مجاہد کی فضیلت سے زیادہ ہو اس حیثیت سے مجاہد کا ثواب زیادہ ہے۔ تو اب افضل العمل الصلوة لميقا تها سے تعارض رفع ہو جائے گا

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لغت میں جہاد کے معنی قتال کے ہیں جس میں اپنی پوری کوشش صرف کی جائے۔ اصطلاح شریعت میں قتال الكفار لتقوية الدين کو کہا جاتا ہے پھر مجاہد تین قسم ہے۔ مجاهد النفس کہ نفس کو تعلم و تعلیم دین اور اس پر عمل کرنے پر مجبور کیا جائے۔ مجاهدة الشيطان کہ شكوك وشبهات وشهوات سے نفس کو روکا جائے۔ اور مجاهدة كفار ہاتھ سے۔ مال سے۔ زبان سے قلب سے اور قلم سے ہوتا ہے۔ اور مجاہد فساق ہاتھ زبان اور دل سے ہوتا ہے اور صوفیا کرام کے نزدیک مجاہدہ نفس جہاد اکبر ہے۔

سیر جمع سيرة کی بمعنی طریقہ اور اس کو ترجمہ میں اس لئے رکھا جاتا ہے کہ جہاد کے سارے احکام غزوات میں جو طریقہ آنحضرت ﷺ کا تھا اسی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اگرچہ سیرة عادت اور حالت کو کہتے ہیں۔ لیکن اس کا اطلاق عموماً جہاد اور مغازی پر ہوتا ہے۔ صاحب الفيض فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک شغل العلم افضل الاشغال ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک جہاد افضل الاعمال ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ علم یا تو فرض عین ہے یا فرض کفایہ۔ بہر حال دونوں صلوة نافلہ سے افضل ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ان فرس المجاهد حضرت ابو ہریرہؓ نے جہاد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجاہد جب تک جہاد میں رہتا ہے وہ ہمیشہ عبادت میں رہتا ہے۔ اگرچہ اس کے گنتی کے ایام کیوں نہ ہوں۔ دوسرے عابدین ایسے نہیں ہوتے۔

باب افضل الناس مؤمن يجا هد بنفسه وماله فی سبيل الله

ترجمہ۔ تمام لوگوں میں سے وہ ایماندار بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ذات اور مال سے جہاد کرنے والا ہے

وقوله تعالى يا ايها الذين امنوا هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم تؤمنون بالله ورسوله وتجاهدون فی سبيل الله باموالكم وانفسكم الى قوله ذلك الفوز العظيم ....

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا تمہیں ایسی سوداگری نہ بتاؤں جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے نجات دے دے۔ وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آتے ہو اور اللہ کی راہ میں مال اور جانوں سے جہاد کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے قول تک کہ یہی بڑی کامیابی ہے۔

حديث (۲۵۸۸) حدثنا ابو اليمان الخ ان اباسعيدؓ الخدری حدثه قال قيل يا رسول الله

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ کہا گیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سے کون سا آدمی بہتر ہے پس فرمایا جناب رسول اللہ

ای الناس افضل فقال رسول اللہ ﷺ مؤمن یجاھد فی سبیل اللہ بنفسه وماله قالوا ثم من قال مؤمن فی شعب من الشعاب یتقی اللہ ویدع الناس من شره .....

ﷺ نے وہ ایماندار جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرے صحابہ کرامؓ نے پوچھا پھر کون ہے فرمایا وہ ایماندار افضل ہے جو پہاڑی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی کے اندر الگ تھلگ رہتا ہو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور لوگوں کو ان کے شر کی وجہ سے چھوڑ دے۔

حدیث (۲۵۸۹) حدثنا ابو الیمان الخ ان اباھریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول مثل المجاھد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یجاھد فی سبیله کمثل الصائم القائم وتوکل اللہ المجاھد فی سبیله بان یتوفاه ان یدخله الجنة او یرجعه سالما مع اجر وغنیمة .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کر رہا ہے۔ مانند اس شخص کے ہے جو ہمیشہ روزہ رکھنے والا اور رات کو نوافل میں قیام کرنے والا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے اس بات کا ضامن ہو جاتا ہے کہ اسے وفات دیتے ہی جنت میں داخل کرے یا اس کو صحیح وسالم ثواب اور غنیمت کے ساتھ واپس کرے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ بان یتوفاه ان یدخله الجنة یہاں کلمہ علی محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے یتوفاه علی ان یدخله الجنة اور بسا اوقات ان کلمہ سے پہلے حرف جر کا محذوف ہوتا ہے۔ اور یرجعه کا عطف یتوفاه پر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ کو اس ترکیب کے بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ توکل کا استعمال ہمیشہ حرف جر سے ہوتا ہے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں۔کل باللہ وتوکل علیه۔ حافظؒ نے ان یدخله الجنة کی تاویل یہ کی ہے۔ ان یدخله الجنة بغیر حساب مراد یہ ہے کہ یہ اس کی موت کے وقت ہی اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے ان ارواح الشھداء سرح فی الجنة ۔ ترجمہ۔ کہ شہداء کی روحیں آزادی کے ساتھ جنت میں چرتی پھرتی رہیں گی۔ تو اس سے دخول خاص مراد ہوا۔ اب شہید اور نمازی کا درجہ برابر نہ رہا۔ نیز! ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسے غنیمت کا مال مل گیا اسے اجر نہیں ملے گا جواب یہ ہے کہ مراد غنیمت مع الاجر ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ مجاہد یا تو شہید ہوگا یا نہیں۔ دوسری صورت میں اجر اور غنیمت سے محروم نہیں ہوگا۔ گویا مانعه الخلو ہے۔ مانعه الجمع نہیں ہے۔ اس لئے شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں فرمایا ہے کلمہ او محض تقسیم کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جو معظم انعامات ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ شعب من الشعاب اس حدیث سے اشارہ ہے کہ ایک زمانہ میں خلوۃ اور انقطاع عن الناس افضل ہوگا۔ یا افضل بعض الناس کے معنی میں ہے۔ ورنہ علماء اور صدیقون یقیناً افضل ہیں۔ والله اعلم بمن یجاهد الخ اس سے تصیحح نیت کی طرف اشارہ ہے۔

باب الدعاء بالجهاد للرجال والنساء ۔ وقال عمرؓ ارزقنی شهادة فی بلد رسولك ۔

ترجمہ۔ مردوں اور عورتوں کیلئے جہاد اور شہادت کی دعا کرنا جائز ہے۔ حضرت عمرؓ نے دعا مانگی اے اللہ! مجھے اپنے رسول کے شہر میں شہادت نصیب فرما۔ چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی۔

حدیث (۲۵۹۰) حدثنا عبدالله الخ عن انس بن مالكؓ سمعه يقول كان رسول اللهﷺ يدخل على ام حرام بنت ملحان فتطعمه وكانت ام حرام تحت عبادة بن الصامت فدخل عليها رسول اللهﷺ فاطعمته وجعلت تفلى راسه فنام رسول اللهﷺ ثم استيقظ وهو يضحك قالت قلت وما يضحكك يا رسول الله قال ناس من امتى عرضوا على غزاة فى سبيل الله يركبون ثبج هذا البحر ملوكا على الاسرة او مثل الملوك على الاسرة شك اسحق قالت فقلت يا رسول الله ادع الله ان يجعلنى منهم فدعا لها رسول اللهﷺ ثم وضع راسه ثم استيقظ وهو يضحك فقلت وما يضحكك يا رسول الله قال ناس من امتى عرضوا على غزاة فى سبيل الله كما قال فى الاول قالت فقلت يا رسول الله ادع الله ان يجعلنى منهم قال انت من الاولين فركبت البحر فى زمان معاوية ابن ابى سفيان فصرعت عن دابتها حين خرجت من البحر فهلكت ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہﷺ حضرت ام حرام بنت ملحان کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ آپ کو کھلایا پلایا کرتی تھی۔ اور وہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں۔ ایک مرتبہ جناب رسول اللہﷺ اس کے پاس تشریف لائے پس اس نے کھلایا پلایا۔ وہ آپؐ کے سر مبارک سے جوئیں نکالنے لگیں تو آپ رسول اللہﷺ کو نیند آگئی پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا۔ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ خواب میں میرے سامنے لائے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی تھے۔ اور سمندر کے وسط میں سواریوں پر سوار تھے۔ جیسے بادشاہ لوگ اپنے تختوں پر ہوتے ہیں۔ یا بادشاہوں کی طرح تختوں پر براجماں ہیں۔ اسحاق نے شک کیا کہ کون سے الفاظ تھے ام حرام فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے تو آپؐ نے ان کیلئے دعا کر دی۔ پھر آپؐ نے نیند کیلئے اپنا سر مبارک رکھ دیا پھر بھی وہ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے پھر میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپؐ کس وجہ سے ہنس دیئے فرمایا کہ میری امت کے کچھ اور لوگ

یرے سامنے لائے گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے بنادے آپؐ نے ارشاد فرمایا تو تو پہلے لوگوں میں سے ہو چکی ہے چنانچہ انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ ن ابی سفیان کے زمانہ میں بحری سفر اختیار فرمایا جب وہ سمندر سے باہر نکلیں تو اپنے جانور سے گر کر ہلاک ہو گئیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قال عمرؓ الخ چونکہ مدینہ منورہ کئی خصوصیات اور کرامتوں کا حامل ہے اس لئے اس میں شہادت دعا کی۔ میدان کارزار میں نہیں مانگی۔ تاکہ مدینہ سے باہر دفن نہ ہوں۔ اور نہ ہی اس سے باہر موت آئے۔ اگرچہ شہادت کی موت بھی یوں نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت عمرؓ نے شہادت کی دعا اس لئے مانگی کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے مختلف مواقع پر شہادت کے الفاظ سنے تھے۔ اثبت احد فانما علیك نبی وصدیق وشهید ان یعنی اے احد پہاڑ ٹھہر جا۔ تیرے اوپر نبی۔ صدیق اور و شہید ہیں۔ اسی طرح شبیر پہاڑ پر بھی یہی الفاظ فرمائے۔ لوگ اس شہادت پر تعجب کرتے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وقوع شہادت کیسے ہوگا۔ یہاں تک ابولؤلؤ مجوسی غلام نے آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ یہ ظالم اور کافر کے مسلط کرنے کی دعا نہیں۔ بلکہ مرتبہ شہادت حاصل کرنے کی تمنا تھی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ام حرامؓ انصاریہ عاریہ عورت تھی۔ جو آنحضرت ﷺ کے محارم میں سے تھی۔ بعض فرماتے ہیں کہ رضاعی خالہ تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ باپ اور دادا کی طرف سے خالہ لگتی تھی۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ قبیلہ بنو نجار میں سے تھی۔ ام حرامؓ کی وفات بخاری اور مسلم کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ہوئی۔ لیکن قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل السیر فرماتے ہیں کہ خلافت عثمانؓ میں وفات ہوئی۔ تو چونکہ خلافت عثمانیہ میں حضرت امیر معاویہؓ کو سمندری جہاد کی اجازت ملی تھی وہ پہلے امیر البحر ہیں اس اعتبار سے زمان معاویہ کہنا صحیح ہوگا۔ کیونکہ اس غزوۃ البحر کی سربراہی خود حضرت امیر معاویہؓ نے فرمائی تھی۔

ملوکا علی الاسرۃ کا مطلب یہ کہ فراخی شان و شوکت اور کثرت تعداد میں بادشاہوں کی طرح تھے بہر حال یہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔ اور یہ بحری سفر فتح افریقہ کا سبب بنا۔

اب درجات المجاهدین فی سبیل الله
نال هذه سبیلی وهذا سبیلی قال ابوعبد الله
زی واحدها غاز هم درجات لهم درجات۔

ترجمہ۔ مجاہدین فی سبیل اللہ کے درجات کے بیان میں سبیل مذکر اور مؤنث دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ هذه سبیلی وهذا سبیلی۔ غزاۃ غازی کی جمع ہے۔ یہ امام بخاریؒ کی تفسیر ہے هم درجات۔ لهم درجات کے معنی میں ہے۔

حدیث(۲۵۹۱)حدثنایحیی بن صالح الخ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من امن باللہ وبرسولہ واقام الصلوۃ وصام رمضان کان حقا علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ جاھد فی سبیل اللہ اوجلس فی ارضہ التی ولد فیہ فقالو یارسول اللہ افلانبشر الناس قال ان فی الجنۃ مائۃدرجۃ اعدھااللہللمجاھدین فی سبیل اللہمابین الدرجتین کما بین السماء والارض فاذاسالتم اللہ فاسئلوہ الفردوس فانہ اوسط الجنۃ واعلی الجنۃ اراہ فوقہ عرش الرحمن ومنہ تفجر انہارالجنۃ قال محمد بن فلیح عن ابیہ وفوقہ عرش الرحمن ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکر
ﷺ کا فرمان ہے جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایما
لے آیا اور نماز کو پابندی سے پڑھا اور رمضان شریف کے روز
رکھے۔ تو اللہ تعالیٰ پر یہ فضلی ذمہ داری ہے کہ اس کو جنت می
داخل کرے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے یا اس سرزمین
بیٹھا رہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا یارسول اللہ
کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنادیں تو آنحضرت ﷺ
فرمایا کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تو جنت میں سو۱۰۰ مرت
ہیں۔ ہر دو مرتبوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قد
آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرو
جنت الفردوس کا سوال کرو۔ کیونکہ وہ جنت کا درمیانی یا اعلیٰ مقا
ہے۔ میرا خیال ہے آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے اوپر رحمان
عرش ہے۔ جس سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ اور محمد بن
اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جس میں کوئی اشتباہ نہیں کہ فوقہ عرش الرحمن۔

حدیث (۲۵۹۲) حدثناموسی بن الخ عن سمرۃؓقال النبی ﷺرایت اللیۃرجلین اتیانی فصعدابی الشجرۃفادخلانی دارا ھی احسن وافضل لم ارقط احسن منہا قالا اماھذہ الدار فدار الشہداء ....

ترجمہ۔ حضرت سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکر
ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیک
جو مجھے ایک درخت پر چڑھا کر لے گئے۔ اور مجھے ایسے مکان م
داخل کیا کہ اس سے خوب صورت اور عمدہ میں نے آج ت
نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگے یہ شہیدوں کا مکان ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اوسط جنت سے مراد افضل الجنۃ ہے۔ منہ لفجرای من الفردوس اور عرش کی طرف ضمیر را
نہیں کیونکہ احادیث پر من الفردوس تفجیرانہا راالجنۃ واقع ہے۔ اگر اشکال ہو دخول جنت کیلئے جہاں ایمان باللہ وبالرسو
ضروری ہے وہاں ارکان اسلام اربعہ بھی ضروری ہیں۔ ان میں سے صرف صلوۃ اور صوم کا ذکر ہوا۔ زکوۃ اور حج کا نہیں ہوا۔ جواب یہ ہے
یا تو ابھی تک ان کی فرضیت نہیں ہوئی تھی یا یہ کہ زکوۃ اور حج اہل ثروت پر واجب ہوتے ہیں۔ ہر ایک پر واجب نہیں ہوتے۔

باب الغدوة والروحة فی سبیل الله وقاب قوس احدکم من الجنة۔

ترجمہ۔ صبح اور شام کو جہاد فی سبیل اللہ کے نکلنے کی فضیلت اور جنت میں سے تم میں سے کسی ایک کی مکان کی مقدار کی فضیلت کے بارے میں۔

حدیث (۲۴۹۳) حدثنا معلی بن اسد الخ عن انس بن مالکؓ عن النبی ﷺ قال لغدوة فی سبیل الله اوروحة خیر من الدنیا ومافیها......

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں صبح کے وقت یا شام کے وقت نکلنا دنیا اور اس کے اندر جس قدر ہے ان سب سے بہتر ہے۔

حدیث (۲۴۹۴) حدثنا ابراهیم بن المنذر الخ عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال لقاب قوس فی الجنة خیر مما تطلع علیه الشمس وتغرب وقال لغدوة اوروحة فی سبیل الله خیر مما تطلع علیه الشمس وتغرب .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں کمان کی زرہ اور اس کے پکڑنے کی جگہ کے درمیان کی مقدار ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔ اور اس طرح صبح کو یا شام کے وقت اللہ کی راہ میں نکلنا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔

حدیث (۲۴۹۵) حدثنا قبیصة الخ عن سهل بن سعدؓ عن النبی ﷺ قال الروحة فی سبیل الله افضل من الدنیا ومافیها ....

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں صبح کو یا شام کے وقت چلنا دنیا اور اس کے اندر کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ خیر من الدنیا وما فیها بات یہ ہے کہ اگر انسان دنیا اور دنیا کے اندر کی سب چیزوں کا مالک ہو جائے تو وہ زائل اور فانی ہونے والی ہیں۔ اور آخرت کی نعمتیں باقی اور لازوال ہیں اس لئے وہ بہتر اور افضل ہوں گی۔

باب الحور العین وصفتهن یحار فیها الطرف شدیدة سواد العین شدیدة بیاض العین وزوجناهم انکحناهم۔

ترجمہ۔ حوریں جو موٹی موٹی آنکھوں والی ہوں گی۔ اور ان کی صفات کا بیان جن کو دیکھ کر آنکھ حیرت زدہ رہ جائے گی۔ ان کی آنکھ کا سیاہ حصہ سخت سیاہ ہوگا اور سفید حصہ سخت سفید ہوگا۔ زوجناهم یعنی ہم ان کا مؤمنوں سے نکاح کرادیں گے۔

حدیث(۲۵۹۶)حدثنا عبداللہ بن محمد الخ سمعت انس بن مالکؓ عن النبی ﷺ قال مامن عبد یموت له عند الله خير يسره ان يرجع الى الدنيا وان له الدنيا ومافيها الا الشهيد لما يرى من فضل الشهادة فانه يسره ان يرجع الى الدنيا فيقتل مرة اخرى .وسمعت انس بن مالكؓ عن النبی ﷺ لروحة فی سبيل الله او غدوة خير من الدنيا وما فيها ولقاب قوس احدكم من الجنة او موضع قيد يعني سوطه خير من الدنيا وما فيها ولو ان امراة من اهل الجنة اطلعت الى اهل الارض لاضاء ت مابينهما ولملاته ريحا ولنصيفها على راسها خير من الدنيا وما فيها .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی بندہ جو مر جائے اور اس کی نیکی اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہو اس کو یہ بات خوش نہیں لگے گی کہ وہ دنیا کی طرف واپس جائے اور یہ کہ اس کی تمام دنیا اور دنیا کے اندر کی تمام چیزیں اس کے ملک ہوں۔ مگر شہید خواہش کرے گا کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھ کر خواہش کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف واپس لوٹے اور دوسری مرتبہ قتل کر دیا جائے۔ اور میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے یہ بھی سنا کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت کرتے تھے کہ شام کے وقت اللہ کی راہ میں نکلنا یا صبح کے وقت نکلنا وہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں سے تمہارے ایک کے کمان کی مقدار یا اس کی چابک کی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگی۔ اور اگر جنت والوں کی ایک عورت زمین والوں کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو جنت اور زمین کے درمیان سب کو جگ مگ کر دے۔ اور اسے اپنی خوشبو سے بھر دے۔ اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور اس کے اندر کی سب چیزوں سے بہتر ہے۔

باب اذا تمنى الشهادة

ترجمہ۔ شہادت کی آرزو کرنا

حدیث(۲۵۹۷)حدثنا ابو الیمان الخ عن اباهريرةؓ قال سمعت النبی ﷺ يقول والذى نفسى بيده لولا ان رجالا من المؤمنين لاتطيب انفسهم ان يتخلفوا عنى ولا اجد مااحملهم عليه ماتخلفت عن سرية تغزوفى سبيل الله والذى نفسى بيده لوددت انى اقتل فى سبيل الله ثم احيا ثم اقتل ثم احيا ثم اقتل ثم احيا ثم اقتل .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر مجھے اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ مؤمن لوگوں کو یہ بات اچھی نہیں لگے گی کہ وہ میرے سے پیچھے رہ جائیں اور میں وہ سواری مہیا نہ کر پاؤں جن پر میں ان کو سوار کروں تو میں کسی ایسے لشکر سے پیچھے نہ رہ جاؤں جو اللہ کی راہ میں لڑائی کرنے کے لئے نکلتا ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی

جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ لیکن دلی طور پر چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر میں قتل کر دیا جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر میں قتل کر دیا جاؤں۔

حدیث (۲۵۹۸) حدثنا یوسف بن یعقوب الخ عن انس بن مالکؓ قال خطب النبی ﷺ فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم اخذها جعفر فاصیب ثم اخذها عبدالله بن رواحة فاصیب ثم اخذها خالد بن الولید عن غیر امراة ففتح له وقال مایسرنا انهم عندنا قال ایوب اوقال مایسرهم انهم عندنا وعیناه تذرفان ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیا تو فرمایا کہ غزوہ موتہ میں جھنڈے کو حضرت زید بن حارثہؓ نے پکڑا تو وہ شہید ہو گئے۔ پھر حضرت جعفرؓ نے اسے پکڑا وہ بھی شہید ہو گئے پھر اسے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے پکڑا تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر بغیر امیر بنائے اسے حضرت خالد بن ولیدؓ نے پکڑا تو ان کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ فرمایا ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ وہ لوگ ہمارے پاس ہوتے اور ایوب فرماتے ہیں۔ یا آپؐ نے فرمایا ان شہداء کرام کو ہمارے پاس رہنا پسند نہیں تھا۔ اور آپؐ کی دونوں آنکھیں بہہ رہی تھیں

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ چونکہ موت کی تمنی کرنا ممنوع تھا۔ اس وہم کو دفع کر دیا کہ شہادۃ کی آرزو کرنا جائز ہے۔

ماتخلفت عن سریة یہ علہ مانعہ عن الخروج کیلئے حصر نہیں۔ بلکہ تنبیہ کرنا ہے کہ عدم خروج کسی عذر کی وجہ سے تھا اور تمنی شہادت بھی خروج الی الجہاد ہے۔ اگر باوجود سواری اور تیاری کے کسی اور عذر کی وجہ سے رہ جائے تو یہ حدیث اس کے منافی نہیں ہے۔

ایسرنا انہم عندنا یہ موضع ترجمہ ہے۔ کیونکہ ایک تو آپؐ کے خطبہ کا سننا باعث تمنی شہادت ہے۔ اسی طرح یہ جملہ مایسرھم الخ بھی شہادت کی تمنی کے لئے باعث ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ دفع بذلك سے قطب گنگوہیؒ نے جو ترجمہ کی غرض بتلائی ہے وہ ایسی بہتر ہے کہ جس سے تکرار ترجمہ کا اشکال رفع ہو جاتا ہے اور اس غرض ترجمہ کی طرف شراح میں سے کسی نے تعرض نہیں کیا۔ تو پہلے ترجمہ کی غرض جہاد اور شہادت کی دعا کرنا ہے۔ اور اس ترجمہ سے مقصد شہادت کی تمنا کرنا ہے۔ جو تمنی موت کی ممانعت سے مستثنیٰ ہے اور شہادت پر درجہ عظمیٰ کا حاصل کرنا ہے۔ کافر اور ظالم کو مسلط کرنے کی تمنی نہیں ہے۔

مایسرھم انہم عندنا یعنی جب انہوں نے شہادت کی کرامت کو دیکھا تو پھر دنیا کی طرف عود کرنا ان کو پسند نہ آیا۔ جیسا کہ دوسری مرتبہ شہادت کا سوال کر رہے تھے۔

باب فضل من يصرع في سبيل الله فمات فهو منهم

ترجمہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرادیا جائے اس کی فضیلت اس صورت میں وہ مر جائے۔ تو وہ ان شہداء میں شمار ہوگا۔

وقول الله تعالى ومن يخرج من بيته مهاجرا الى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره على الله وقع وجب.......

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی نیت سے نکلا پھر اسکو موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہوگیا وقع بمعنی وجب۔

حديث(٢٥٩٩)حدثنا عبدالله بن يوسف الخ عن انس بن مالكؓ عن خالته ام حرام بنت ملحان قالت قام النبي ﷺ يوما قريبا مني ثم استيقظ يتبسم فقلت ما اضحكك قال اناس من امتي عرضوا علي يركبون مثل هذا البحر الاخضر كالملوك على الاسرة قالت فادع الله ان يجعلني منهم فدعا لها ثم نام الثانية ففعل مثلها فقالت مثل قولها فاجابها مثلها فقالت ادع الله ان يجعلني منهم فقال انت من الاولين فخرجت مع زوجها عبادة بن الصامت غازيا اول ماركب المسلمون مع معاوية فلما انصرفوا من غزوهم قافلين فنزلوا الشام فقربت اليها دابة لتركبها فصرعتها فماتت.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ اپنی خالہ ام حرام بنت ملحانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ ایک دن میرے قریب آکر سوئے۔ پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو میں نے پوچھا آپ کو کس چیز نے ہنسایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے لائے گئے جو اس سمندر پر سوار ہیں جیسے بادشاہ اپنے تخت پر فراخی اور وسعت کے ساتھ ہوتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنادے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کے لئے دعا کردی پھر دوسری مرتبہ سوئے تو پہلی مرتبہ کی طرح کیا اور حضرت ام حرامؓ نے بھی پہلی مرتبہ کی طرح پوچھا۔ جس کا جواب آپؐ نے پہلی مرتبہ کی طرح دیا۔ تو حضرت ام حرامؓ نے فرمایا کہ آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنادیں۔ آپؐ نے فرمایا تو تو پہلوں میں سے ہو چکی ہے۔ پس وہ اپنے خاوند حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ہمراہ جہاد کے لئے نکلیں۔ یہ پہلا بحری غزوہ تھا جس کے لئے مسلمان حضرت امیر معاویہؓ کے ہمراہ سمندر پر سوار ہوئے۔ جب یہ لوگ اپنے غزوہ سے واپس لوٹے تو شام میں پڑاؤ کیا تو حضرت ام حرامؓ کے لئے سواری کا جانور پیش کیا گیا تاکہ وہ اس پر سوار ہوں۔ لیکن اس جانور نے آپ کو گرادیا جس سے آپ کی موت واقع ہوگئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ معلوم ہوا کہ غزوہ میں جو شخص گر کر مر جائے وہ بھی شہید میں شمار ہوگا جیسے حضرت ام حرامؓ نے شہادت کا درجہ پایا۔

باب من ینکب فی سبیل الله

ترجمہ۔ جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہو جائے یا اسے نیزہ مارا جائے اس کی فضیلت کیا ہے۔

حدیث(۲۶۰۰)حدثنا حفص بن عمر الخ عن انسؓ قال بعث النبی ﷺ اقواما من بنی سلیم الی بنی عامر فی سبعین فلما قدموا قال لهم خالی اتقدمکم فان امنونی حتی ابلغهم عن رسول الله ﷺ والا کنتم منی قریبا فتقدم فامنوه فبینما یحدثهم عن النبی ﷺ اذا او مأوا الی رجل منهم فطعنه فانفذه فقال الله اکبر فزت ورب الکعبة ثم مالوا علی بقیة اصحابه فقتلوهم الا رجل اعرج صعد الجبل قال همام فاراه اخر معه فاخبر جبرئیل علیه السلام النبی ﷺ انهم قدلقوا ربهم فرضی عنهم وارضاهم فکنانقرأ ان بلغوا قومنا ان قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا ثم نسخ بعد فدعا علیهم اربعین صباحا علی رعل وذکوان وبنی لحیان وبنی عصیة الذین عصوا الله ورسوله ﷺ .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بنو سلیم کے کچھ لوگوں کو بنو عامر کی طرف ستر ۷۰ قراء کی جماعت میں بھیجا۔ پس جب یہ لوگ ان کے پاس آئے تو میرے ماموں حلال بن ملحان نے ان سے کہا کہ میں تم سے آگے ان کے پاس جاتا ہوں۔ اگر انہوں نے مجھے امن دے دیا یہاں تک کہ میں ان تک جناب رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا سکوں تو فبہا ورنہ تم لوگ میرے قریب رہنا۔ چنانچہ وہ مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے گئے۔ ان لوگوں نے انہیں امن دے دیا۔ پس دریں اثنا کہ وہ ان لوگوں کو جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے باتیں کہہ رہے تھے۔ کہ اچانک انہوں نے اپنے آپ میں سے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ جس نے ان کے ایسا نیزہ مارا جو ان کے آر پار ہو گیا۔ تو انہوں نے اللہ اکبر کہتے ہوئے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا۔ پھر انہوں نے ان کے بقیہ ساتھوں پر بل بول دیا اور ان سب کو قتل کر دیا مگر ایک لنگڑا آدمی بچ گیا جو پہاڑ پر چڑھ گیا تھا۔ ہمام راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ان کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی تھا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے جناب نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی کہ وہ لوگ تو اپنے رب سے جا ملے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور ان کو راضی کر دیا۔ پس ہم لوگ یہ آیت قرآن مجید میں پڑھا کرتے تھے۔ ترجمہ کہ ہماری قوم کو یہ خبر پہنچادو کہ ہم اپنے رب سے مل چکے پس وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہمیں راضی کر دیا بعد میں یہ آیت منسوخ ہو گئی تو جناب نبی اکرم ﷺ

چالیس دن صبح کے وقت رعل .ذکوان .بنولحیان اوربنو عصیة پرقنوت نازلہ میں بد دعا کرتے رہے ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حدیث(۲۶۰۱)حدثناموسی بن اسمعیل الخ عن جندب بن سفیان ان رسول الله ﷺ کان فی بعض المشاهد وقد دمیت اصبعه فقال هل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل الله مالقیت ....

ترجمہ ۔ حضرت جندب بن سفیان سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بعض مغازی میں آپ کی انگلی مبارک خون آلود ہوگئی۔ توآپ نے یہ شعر پڑھاتو تو محض ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوگئی جو کچھ تجھے پیش آیاوہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آیاہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اقواما من بنی سلیم اس میں تقدیم وتاخیر کہ کچھ آگے پیچھے ہوگیا۔اصل عبارت یوں تھی اقواما الی بنی عامر من بنی سلیم کیونکہ بنوعامر بنو سلیم کاایک قبیلہ ہے۔یاتواسے غلطی پر محمول کیاجائے۔یاتکلف کرتے ہوئے یوں کہاجائے کہ مفعول القراء محذوف ہے۔اور فعل موصول ہے۔جس کاصلہ محذوف ہے۔تواب عبارت یوں ہوگی بعث القراء الی اقوام من بنی سلیم پھراس کابدل بنوعامر لایاگیا۔اور سبعین رجلا قراء سے حال واقع ہوگا۔عبارت ہوگی کائنین فی سبعین رجل اور فی ظرفیہ لانے کی وجہ یہ ہوگی کہ قراء ان میں سے بعض تھے۔سب کے سب قراء نہیں تھے۔توقراء کاان میں شامل ہونا ایسے ہوگا جیسے کل بعض کوشامل ہوتاہے۔اوردوسری توجیہ یہ ہے کہ بنو سلیم کے جولوگ آئے انہوں نے قراء بھیجنے کامطالبہ کیااوروہ بنوسلیم مسلمان تھے جن کواصل قرار دیاگیااور مدینہ منورہ سے جو قراء ان کے ہمراہ بھیجے گئے وہ ان کے تابع تھے تواس معنی کی بنا پر قوله اقواما رجالا کے معنی میں ہوگا۔تواب حاصل معنی یہ ہواکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بنوسلیم کے کچھ آدمیوں کوان کے قبائل کی طرف بھیجااوران کے ہمراہ مدینہ والوں میں سے ستر ۷۰ آدمی بھی بھیجے جن کو قراء کہاجاتاتھا۔توظاہر یہ ہے کہ ان قبائل میں سے آنے والے مسلمان ان ستر ۷۰ قراء میں ایسے تھے جیسے قلیل کثیر میں ہوتاہے۔تواب ظرفیہ بھی صحیح ہوگئی۔یایوں کہاجائے کہ یہ لوگ ان ستر ۷۰ میں درج ہونے والے اور جمع ہونے والے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ مبعوث الیهم بنوعامر ہیں۔اور مبعوث قراء ہیں۔جو انصار میں سے تھے۔اوران کے ساتھ بنو سلیم نے غدر کرکے انہیں قتل کردیا۔اس سریة کو سریة المنذر اور سریة القراء بھی کہتے ہیں۔اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے کہ ہم مسلمان ہیں ہماری قراء سے امداد فرمائیں۔آپؐ نے انصار کے ستر ۷۰ قراء ان کے ہمراہ کردیئے۔جب وہ لوگ بئر معونہ تک پہنچے توانہوں نے ان قراء حضرات سے غدر کیا۔اور چیخ اور چلاکر ذکوان اور عصیہ قبائل کواپنی امداد کے لئے بلایا۔یہ بنو سلیم کی شاخ ہے جنہوں نے سب قراء کو قتل کردیا۔توآنجناب ﷺ مہینہ بھر ان پر قنوت نازلہ

پڑھتے رہے۔ یہ پہلی قنوت نازلہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ چار گروہ بنو عامر۔ رعل۔ ذکوان اور عصیہ یہ سب بنو سلیم کی شاخیں ہیں۔ بعض ان میں سے مسلمان تھے بعض کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ عہد تھا۔ اور بعض مسلمان نہیں تھے۔ لیکن انہوں نے آپؐ سے صلح کر لی تھی۔ بایں ہمہ انہوں نے عذر کیا اور قراء کی جماعت کو جسے مدد کے لئے لائے تھے قتل کر دیا۔ تو آپؐ نے ان پر بد دعا کی۔ مسلمان مستثنیٰ رہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ دمیت یہ واقعہ غزوۂ احد میں پیش آیا۔

باب من یجرح فی سبیل الله

ترجمہ۔ جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہو جائے اس کی فضیلت

حدیث(۲۶۰۲) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن ابی ہریرۃؓ ان رسول الله ﷺ قال والذی نفسی بیده لایکلم احد فی سبیل الله والله اعلم بمن یکلم فی سبیله الاجاء یوم القیامة واللون لون الدم والریح ریح المسك ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کوئی شخص اللہ کی راہ میں زخمی نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوا۔ مگر وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا۔ اور خوشبو کستوری کی ہوگی۔

باب قول الله تعالیٰ هل تربصون بنا الا احدی الحسنیین والحرب سجال

ترجمہ۔ اللہ بلند و برتر کے اس قول کی تشریح! آپؐ اعلان فرمادیں کہ تم لوگ ہمارے ساتھ دو نیکیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو۔ اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے۔

حدیث(۲۶۰۳) حدثنا یحیی بن بکیر الخ ان عبداللہ بن عباسؓ اخبره ان اباسفیان اخبره ان هرقل قال له سالتك کیف کان قتالکم ایاه فزعمت ان الحرب سجال ودول فکذلك الرسل تبتلی ثم تکون لهم العاقبة .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ ابو سفیان بن حربؓ نے ان کو خبر دی کہ ھرقل بادشاہِ روم نے ان سے کہا کہ میں نے تیرے سے سوال کیا تھا کہ تمہاری لڑائی انکے ساتھ کیسے رہتی ہے۔ تو تو نے کہا کہ لڑائی ڈول کی طرح ہے۔ گھومتی پھرتی رہتی ہے۔ اور انبیاء و رسل بھی اسی طرح ان کی آزمائش کی جاتی ہے۔ پھر انجام کار ان کے لئے ہوتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ الحرب سجال کا مطلب یہ ہے کہ کبھی تو مسلمانوں کو غلبہ ہو کر انہیں فتح نصیب ہوتی ہے اور مشرکین کو غلبہ ہوتا ہے تو مسلمانوں کو شہادت نصیب ہوتی ہے۔ تو دونوں طرح مسلمانوں کو بھلائی نصیب ہوتی ہے۔

باب قول الله تعالى عزوجل من المؤمنين رجال صدقوا ماعاهدو الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظرومابدلوا تبديلا

ترجمہ۔ آیت کریمہ کا یہ ہے کہ مؤمنین میں سے بعض وہ مرد ہیں جنہوں نے اس وعدے کو سچا کر دکھایا اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کرلی۔ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ابھی انتظار کررہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے معاملات میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

حديث (٢٦٠٤) حدثنامحمدبن سعيد الخزاعي الخ عن انس بن مالكؓ قال غاب عمي انس بن النضرعن قتال بدرفقال يارسول الله غبت عن اول قتال قاتلت المشركين ولئن اللهاشهد نى قتال المشركين ليرين الله ماصنع فلماكان يوم احد وانكشف المسلمون قال اللهم انى اعتذر مماصنع هؤلاء يعنى اصحابه وابرء اليك مما صنع هؤلاء يعنى المشركين ثم تقدم فاستقبله سعد بن معاذ فقال ياسعد ابن معاذ الجنة ورب النضر انى اجدر يحهامن دون احد قال سعد فمااستطعت يارسول الله ماصنع قال انس فوجدنا به بضعا وثمانين ضربة بالسيف او طعنة برمح اورمية بسهم فوجدناه قدقتل وقد مثل به المشركون فماعرفه احد الااخته ببنانه.قال انس كنانرى اونظن ان هذه الاية نزلت فيه وفى اشباهه من المؤمنين رجال صدقوا ماعاهدوا الله عليه الى اخر الاية وقال ان اخته وهى تسمى الربيع

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت انس بن النضرؓ بدر کی لڑائی سے غیر حاضر رہے تو جناب رسول اللہ ﷺ سے آکر کہا کہ یارسول اللہ! کہ یہ مشرکوں کے ساتھ پہلی لڑائی تھی جو آپؐ ان سے لڑے اور میں غائب رہا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کی لڑائی میں کبھی شریک کردیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں پس جب احد کی لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو شکست ہوگئی تو فرمانے لگے اے اللہ! جو کچھ ان میرے ساتھیوں نے کیا میں اس سے تیری دربار میں معذرت کرتا ہوں۔ اور جو کچھ مشرکوں نے کیا ان سے تیری طرف برأت وبیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر آگے بڑھے جنہیں پہلے پہل حضرت سعد بن معاذؓ مل گئے۔ ان سے کہنے لگے اے سعد بن معاذ! رب نضر کی قسم! یہ سامنے جنت ہے میں تو احد پہاڑ کے قریب سے اس کی خوشبو محسوس کررہا ہوں۔ تو سعدؓ نے فرمایا یارسول اللہ! جو کچھ اس نے کیا میں اس کو بیان نہیں کرسکتا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم نے ان کے بدن میں اسی ۸۰ سے زیادہ تلوار کے زخم یا نیزے کے زخم یا تیر کے زخم پائے۔ اور ان کو اس حال میں مقتول پایا کہ مشرکین نے ان کا مثلہ کردیا تھا۔ یعنی ناک کان ہاتھ پاؤں کاٹ دئے تھے۔ جس کی وجہ سے سوائے ان کی ہمشیرہ کے انہیں کوئی نہ پہچان سکا۔

کسرت ثنیة امراة فامر رسول الله ﷺ بالقصاص فقال انس یارسول الله والذی بعثك بالحق لاتکسر ثنیتها فرضوا بالارش وترکوا القصاص فقال رسول الله ﷺ ان من عباد الله من لو اقسم علی الله لابره ......

اور اس نے بھی صرف ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہمارا یقین یا ہمارا گمان ہے یہ آیت کریمہ ان کے یا ان جیسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ترجمہ یہ ہے کہ مؤمنوں میں سے بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو معاہدہ کیا تھا اس کو سچا کر کے دکھایا آخر آیت تک پڑھا۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ان کی ہمشیرہ جن کا نام ربیع تھا اس نے ایک عورت کے اگلے دو دانت توڑ دیئے تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے قصاص لینے کا حکم دیا تو حضرت انسؓ نے فرمایا یارسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کے اگلے دو دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ تاوان لینے پر راضی ہو گئے اور قصاص کو لینا چھوڑ دیا۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بعض اللہ کے بندے ایسے ہیں اگر وہ کسی کام پر اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔

حدیث (۲۶۰۵) حدثنا ابو الیمان الخ ان زید بن ثابتؓ قال نسخت الصحف فی المصاحف ففقدت اٰیة من سورة الاحزاب کنت اسمع رسول الله ﷺ یقرأبها فلم اجدها الامع خزیمة ابن ثابت الانصاری الذی جعل رسول الله ﷺ شهادته شهادة رجلین وهو قوله من المؤمنین رجال صدقوا ماعاهدوالله علیه ....

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی فرماتے ہیں کہ میں قرآن مجید کو نسخوں میں لکھ رہا تھا کہ میں نے سورہ احزاب کی آیت کو گم پایا جو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ تو بسیار تلاش کے بعد وہ مجھے حضرت خزیمہ انصاریؓ کے پاس سے مل گئی۔ جن کی گواہی کو جناب رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ ترجمہ کہ مؤمنوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے عہد کو سچا کر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لاتکسر ثنیتها یہ حکم شرعی سے انکار نہیں تھا۔ بلکہ عدم وقوع کی خبر دینا تھا۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ اس کی تائید آپؐ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی قسم پوری کرتے ہیں۔ اگر اشکال ہو کہ ایک یا دو آدمیوں کی شہادت سے آیت قرآنی کیسے ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن تو متواتر ہے۔ علامہ کرمانیؒ نے جواب لکھا ہے کہ سماع آیت قرآنی تو متواتر تھا۔ لیکن اس کی مصحف میں کتابت صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس تھی۔ نیز! یہ آیت حضرت ابی بن کعب۔ اور حلال بن امیہ وغیرہ ھم کے پاس سے بھی مل گئی۔ تو اب جماعت صحابہؓ نقل کرنے والی ہو گئی۔ تو اتر ثابت ہوا۔

باب عمل صالح قبل القتال

ترجمہ۔ لڑائی سے پہلے کوئی نیک کام کر لینا چاہیے

وقال ابوالدرداء انما تقاتلون باعمالكم وقوله يايهاالذين امنوا لم تقولون مالاتفعلون كبر مقتا عندالله الى قوله بنيان مرصوص .....

ترجمہ۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اپنے اعمال کے مطابق جہاد کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جس کو کرتے نہیں ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بہت بڑی ناراضگی کا باعث ہے۔ بنيان مرصوص تک پڑھا۔

حدیث(۲۶۰۶)حدثنامحمدبن عبدالرحيم الخ سمعت البراءؓ يقول اتى النبى ﷺ رجل مقنع بالحديد فقال يارسول اللهاقاتل اواسلم قال اسلم ثم قاتل فاسلم ثم قاتل فقتل فقال رسول الله ﷺ عمل قليلا واجر كثيرا.....

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ایسا آدمی حاضر ہوا جس نے لوہے سے اپنا سارا چہرہ چھپایا ہوا تھا کہنے لگا یا رسول اللہ! میں جہاد کروں یا اسلام لے آؤں آپؐ نے ارشاد فرمایا پہلے اسلام لے آؤ بعد ازاں جہاد کرو چنانچہ وہ پہلے مسلمان ہوا اور بعد ازاں جہاد کیا اور شہید ہو گیا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے عمل تو تھوڑا کیا لیکن اسے ثواب بہت دیا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ عمل صالح قبل القتال الخ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ نیک بخت کو اپنے عمل میں وہ ثواب ملتا ہے جو فاسق اور بد معاش کو نہیں ملتا۔ پس نیک عمل کو پہلے کر لینا واجب ہے۔ تاکہ صالحین کو جو ثواب ملتا ہے اس سے زیادہ ثواب مل سکے۔ اور اس مقصد پر روایت کی دلالت ظاہر ہے۔ کیونکہ اسلام لانا عمل صالح ہے جس کو پہلے کرنے کا حکم دیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی ترجمہ سے مناسبت تو ظاہر ہے۔ لیکن اس ترجمہ سے مناسبت میں خفاء ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر عتاب کیا ناراض ہوئے۔ جو لوگوں کو نیکی کے کام کرنے کو کہتا ہے لیکن خود اسے نہیں کرتا۔ اور جس نے وفا کی اور عند القتال ثابت قدم رہا اس کی مدح و ثنا فرمائی یا اس جہت سے مناسبت ہے کہ جس نے جہاد سے پہلے ناپسندیدہ بات کہی تو غیب نے اس کا معاملہ کھول دیا۔ کہ اس نے خلاف وعدہ کیا تو مفہوم یہ ہوا کہ وفا سے پہلے صدق اور عزم صحیح کا ہونا ضروری ہے۔ تو اب اصلح الاعمال میں سے ہو جائے گا۔ لیکن علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ آیت سے مقصود ترجمہ کے اندر بنيان مرصوص ہے۔ گویا کہ جہاد سے پہلے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بندی کر لینا عمل صالح ہے اور بعض نے کہا ثابت قدمی میں دیوار کی طرح ہونا لازم ہے اور بعض نے کہا مفہوم یہ ہے کہ جنہوں نے کہا عزم کیا پھر جہاد کیا گویا کہ قول اور عزم قبل القتال تو دو عمل صالح ہیں۔ علامہ عینیؒ نے اسلم ثم قاتل سے ترجمہ ثابت کیا ہے۔

باب من اتاه سهم غرب فقتله

ترجمہ۔باب اس شخص کے بارے میں جس کو ایسا تیر لگے جس کا مارنے والا معلوم نہ ہو سکے جس نے اسے قتل کر دیا اس کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

حديث(٢٦٠٧)حدثنامحمدبن عبدالله الخ حدثناانس بن مالكؓ ان ام الربيع بنت البراء وهى ام حارثةابن سراقةاتت النبیﷺفقالت یانبی الله الا تحدثنى عن حارثة وكان قتل يوم بدر اصابه سهم غرب فان كان فى الجنةصبرت وان كان غيرذلك اجتهدت عليه فى البكاء قال ام حارثة انها جنان فى الجنة وان ابنك اصاب الفردوس الاعلى ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ام الربیع بنت البراء جو حارثہ بن سراقہؓ کی والدہ تھیں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں کہ اے اللہ کے نبی! کہ آپؐ مجھے حارثہؓ کے متعلق بیان نہیں فرماتے جو بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے جنہیں نا معلوم آدمی کا پھینکا ہوا تیر لگا۔ پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اگر کوئی اور معاملہ ہے تو پھر اس پر رونے میں پوری کوشش کروں۔ تو آپؐ نے فرمایا اے حارثہ کی والدہ! قصہ یہ ہے کہ جنت میں بہت سے باغات ہیں تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ میں پہنچا ہوا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اجتهدت عليه فى البكاء رونے سے وہ رونا مراد ہے جو بلا نوحہ کے مباح ہے۔ اگر وہ مغفور ہے تو غلبہ مسرور کی وجہ سے اس بکاء مباح سے بھی رک جاؤں گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کے بعد کا ہے اور نوحہ کی حرمت غزوۂ احد کے بعد ہوئی ہے۔ لہذا اب کوئی اشکال نہیں ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہاں تو نوحہ کا ذکر ہی نہیں بلکہ صرف بکاء کا ذکر ہے۔ دفن میت سے پہلے اور اس کے بعد بکاء تو جائز ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ اس لئے قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے وہ الطف ہے۔ ہمارے عینیؒ کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ رجعت وهى تضحك وتقول بخ بخ لك يا حارثه۔ نیز! ام الربیع ام حارثہ بن سراقہ تو صحیح۔ لیکن ام الربیع بنت البراء وہم ہے بلکہ الربیع بنت النضر ہے جو حضرت انس بن مالکؓ کی پھوپھی ہے۔ جسے امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔ باقی امام بخاریؒ نے من اتاه سهم غرب سے ایک وہم کا دفعیہ کیا ہے کہ جب تیر مارنے والا معلوم نہیں کہ کافر ہے یا مسلمان تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی۔ جو میدان جنگ میں مقتول پایا گیا وہ شہید ہے اگرچہ اس کا قاتل معلوم نہ ہو۔

باب من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا

ترجمہ۔ اس شخص کا ثواب جس نے جہاد اس لئے کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو۔

حدیث(۲۶۰۸)حدثناسلیمان بن حرب الخ عن ابی موسی قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال الرجل یقاتل للمغنم والرجل یقاتل للذکر والرجل یقاتل لیری مکانه فمن فی سبیل الله قال من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا فهو فی سبیل الله ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آدمی غنیمت کے مال کے لئے لڑائی میں شامل ہوتا ہے۔ دوسرا اپنے ذکر اور شہرت کے لئے شامل ہوتا ہے۔ تیسرا اس لئے لڑائی لڑتا ہے تاکہ لڑائی میں اسے اپنا مقام معلوم ہو جائے کہ کس قدر پہلوان ہے۔ تو ان میں سے مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس نے جہاد اس نیت سے کیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور قانون و حکم بلند ہو تو وہی فی سبیل اللہ مجاہد ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ معلوم ہوا کہ طالب غنیمت اور شہرت اور شجاعت کو ظاہر کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ بعض نے ثانی اور ثالث میں یوں فرق کیا ہے کہ دوسرا طالب شہرت ہے اور تیسرا ریاکار ہے۔

باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله۔

ترجمہ۔ اس شخص کی فضیلت کے بارے میں جس کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے

وقول الله تعالی ماکان لاهل المدینة ومن حولهم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول الله الی قوله ان الله لایضیع اجر المحسنین ...

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے مدینہ والوں اور اردگرد کے دیہاتیوں کے لئے زیبا نہیں ہے کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں۔ الی قوله بے شک اللہ تعالیٰ عمدگی سے کام کرنے والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کریں گے۔

حدیث(۲۶۰۹)حدثنااسحق الخ اخبرنی ابوعبس هو عبدالرحمن بن جبر ان رسول الله ﷺ قال مااغبرت قدماعبد فی سبیل الله فتمسه النار ......

ترجمہ۔ حضرت ابو عبس جن کا نام نامی عبدالرحمٰن بن جبرؓ ہے۔ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہیں جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلودہ ہو گئے ہوں کہ اسے جہنم کی آگ چھو جائے۔

باب مسح الغبارعن الناس فی سبیل الله۔

ترجمہ۔ اللہ کی راہ میں اپنے سر سے غبار کا جھاڑنا

حدیث(۲۶۱۰)حدثنا ابراهیم بن موسی الخ ان ابن عباسؓ قال له ولعلی بن عبدالله ائتیا ابا سعید فاسمعا من حدیثه فاتیناه وهو اخوه فی حائط لهما یسقیانه فلما رآنا جاء فاحتبی وجلس فقال کنا ننقل لبن المسجد لبنة لبنة وکان عمار ینقل لبنتین لبنتین فمر به النبی ﷺ ومسح عن رأسه الغبار وقال ویح عمار تقتله الفئة الباغیة عمار یدعوهم الی الله ویدعونه الی النار .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عکرمہؒ اور علی بن عبداللہ سے فرمایا تم دونوں حضرت ابو سعید کے پاس جا کر ان سے حدیث سنو۔ چنانچہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اور ان کے بھائی اپنے ایک باغ کو پانی پلا رہے تھے۔ جب انہوں نے ہم لوگوں کو دیکھا تو تشریف لائے کپڑے سے احتباء کر کے یعنی سہارا لے کر بیٹھ گئے۔ اور فرمانا شروع کیا کہ ہم مسجد نبویؐ کے لئے ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے۔ اور حضرت عمارؓ دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے تو اچانک جناب نبی اکرم ﷺ کا ان کے پاس سے گذر ہوا۔ ان کے سر سے غبار جھاڑتے ہوئے فرمایا کہ افسوس ہے عمار کے لئے کہ اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ انہیں اللہ کی طرف بلاتے ہوں گے اور وہ لوگ اسے جہنم کی طرف دعوت دے رہے ہوں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب اور بعد ازاں کے باب سے اس توہم کا دفعیہ کرنا ہے کہ آثار جہاد کو دور نہ کرنا چاہئے جیسے آثار وضو دور نہیں کئے جاتے۔ لیکن دونوں میں فرق ہے۔ وضو تو آلہ ہے مقصود نماز ہے اس کے قائم ہونے تک آثار کا باقی رہنا مناسب ہے۔ لیکن جہاد جو مقصود تھا اس کے بعد اس کے آثار تنظیف اور طہارت حاصل کرنے کے لئے زائل کرنا مناسب ہے۔ اس لئے دونوں میں فرق ہو گیا۔

باب الغسل بعد الحرب والغبار

ترجمہ۔ لڑائی اور غبار آلود ہونے کے بعد غسل کرنا افضل ہے

حدیث(۲۶۱۱)حدثنا محمد بن سلام الخ عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ لما رجع یوم الخندق ووضع السلاح واغتسل فاتاه جبریل وقد عصب راسه الغبار فقال وضعت السلاح فوالله ما وضعته فقال رسول الله ﷺ فاین قال ههنا واو ما الی بنی قریظة قالت فخرج الیهم رسول الله ﷺ ..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار کھول کر غسل کر لیا تو جبرائیل علیہ السلام آپؐ کے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ان کا سر غبار سے اٹا ہوا تھا گویا کہ پٹی بندھی ہوئی ہے۔ فرمانے لگے کہ آپؐ نے تو ہتھیار اتار کر رکھ لئے لیکن اللہ کی قسم! میں نے ابھی تک نہیں رکھے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کہاں کا ارادہ ہے فرمایا اس جگہ کا اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ فرمایا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ فوراً ان کی طرف روانہ ہو گئے۔

باب فضل قول الله تعالی

ترجمہ۔ ارشاد ربانی کا ترجمہ

ولا تحسبن الذین قتلو ا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عندربهم یرزقون فرحین بما اتا هم الله من فضله الی قوله وان الله لایضیع ا جر المؤ منین..

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں انہیں مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے ان کو روزی دی جاتی ہے۔ اللہ تعالی نے جو کچھ اپنے سے ان کو دیا ہے وہ اس پر خوش ہونے ہونے والے ہیں۔ الی قولہ بے شک اللہ تعالی عمدگی سے کام کرنے والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرے گا۔

حدیث(۲۶۱۲)حدثنا اسمعیل بن عبدالله الخ عن انس بن مالك رضی الله عنه قال دعا رسول الله ﷺ علی الذین قتلو اصحاب بئرمعونة ثلثین غداة علی رعل وذکو ان وعصیةعصت الله ورسوله قال انس انزل فی الذین قتلوابئر معونة قران قرانا ٥ ثم نسخ بعدبلغو ا قومنا ان قد لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنه ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے بارے میں بد دعا کی جنہوں نے بئر معونہ میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کو قتل کیا تھا تیس دن تک صبح کے وقت رعل۔ ذکوان۔ عصیہ۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ان پر بد دعا فرمائی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بئر معونہ کے مقتولوں کے بارے میں قرآن نازل ہوا جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ وہ یہ تھا کہ ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچادو کہ ہم اپنے رب سے ملاقی ہو گئے جو ہم سے راضی ہوا اور ہم اس سے راضی ہوئے۔

حدیث(۲۶۱۳)حدثناعلی بن عبدالله الخ عن عمر وسمع جابربن عبدالله رضی الله عنه یقول اصطبح ناس الخمر یوم احد ثم قتلوا شهداء فقیل لسفیان من اخر ذلك الیوم قال لیس هذ ا فیه...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں احد کی لڑائی میں صبح کے وقت کچھ لوگوں نے شراب پی لی تھی۔ پھر وہ شہید ہو کر قتل کر دیئے گئے۔ سفیان سے کہا گیا کہ یہ شہادت اس دن کے آخر میں ہوئی۔ فرمایا یہ حدیث میں مروی نہیں۔

بقول کرمانی ؒ سارا جملہ قتلو ا شهد اء فی آخر ذلك الیوم حدیث میں نہیں ہے۔ گویا سفیان راوی بھول گیا پھر اسے یاد آیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ان الله لا یضیع اجر المؤ منین آیت کی دلالت ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالی انکے فعل شراب خوری پر پکڑ کرتا تو پھر محسنین کے اعمال ضائع ہو جاتے لیکن ابھی تک حرمت شراب نازل نہیں ہوئی تھی اسلئے فعل مباح پر شہادت کا عمل ضائع نہیں ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ شراب جو احد کی صبح کو پی گئی اگر وہ ضرر رساں ہوتی تو اللہ تعالی ان کے بعد نہ تو ان کی مدح سرائی کرتے اور نہ ہی خوف و حزن کو ان سے رفع فرماتے۔ وجہ یہ ہے کہ اس دن تک شراب خوری مباح تھی حرمت بعد میں نازل ہوئی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ اس کے قول شھداء سے لیا گیا ہے اور وہ شراب جو انہوں نے اس دن پی تھی اس نے ان کو کچھ نقصان نہ پہنچایا۔

باب ظل الملائکة علی الشهید ——— ترجمہ۔ شہید پر فرشتوں کا سایہ کرنا

حدیث(۲۶۱۴)حدثناصدقة بن الفضل الخ انه سمع جابربن عبداللهؓ يقول جيء بابى الى النبى ﷺ وقدمثل به ووضع بين يديه فذهبت اكشف عن وجهه فنهانى قومى فسمع صوت صائحة فقيل ابنة عمرو اواخت عمرو فقال لم تبكى اولاتبكى مازالت الملائكةتظله باجنحتها قلت لصدقةافيه حتى رفع قال ربماقاله ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایسے حال میں لایا گیا کہ انکا مُثلہ ہو چکا تھا۔ ناک۔ کان۔ ٹانگیں۔ ہاتھ کٹ چکے تھے۔ اور آپؐ کے سامنے ان کو رکھ دیا گیا۔ تو میں انکا چہرہ کھولنے لگا جس پر میری قوم نے مجھے روک دیا۔ پھر ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنی گئی۔ کہ یہ عمرو کی بیٹی یا اس کی بہن ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کیوں روتی ہے۔ فرمایا تم نہ روؤ۔ اس پر تو فرشتوں نے اپنے پروں سے سایہ کیا ہوا ہے۔ میں نے صدقہ راوی سے پوچھا کہ یہ بھی اس حدیث میں ہے یہاں تک کہ اسے اٹھالیا گیا انہوں نے فرمایا کہ کبھی کبھی وہ اس کو کہا کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس باب کی غرض یہ ہے امام بخاریؒ شہید کے حال کی عظمت بتلانا چاہتے ہیں فرشتے شہید کو اپنے جلو میں لے لیتے ہیں۔ اللهم ارزقنا شهادة فى سبيلك ۔

باب تمنى المجاهد ان يرجع الى الدنيا ۔ ترجمہ۔ شہید کی خواہش ہوگی وہ دنیا کی طرف لوٹ جائے۔

حدیث(۲۶۱۵)حدثنا محمد بن بشار الخ سمعت انس بن مالكؓ عن النبى ﷺ قال مااحد يدخل الجنة يحب ان يرجع الى الدنيا وله

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو جنت میں داخل ہونے کے بعد واپس دنیا میں آنے کی

ماعلی الارض من شئ الاالشهیدیتمنی ان یرجع الی الدنیا فیقتل عشرمرات لما یری من الکرامة

خواہش کرے۔ سوائے شہید کے کہ وہ تمنی کرے گا کہ دنیا کی طرف واپس ہو کر دس مرتبہ قتل کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ اپنی کرامت اور تعظیم دیکھنے کی وجہ سے ہوگا۔

باب الجنة تحت بارقة السیوف

ترجمہ۔ جنت چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہے

وقال المغیرةبن شعبةاخبرنا نبیناﷺ عن رسالة ربنا من قتل منا صار الی الجنة وقال عمرللنبی ﷺ الیس قتلا نافی الجنةوقتلاھم فی النار قال بلی ....

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ جو شخص بھی ہم میں سے شہید ہوگا وہ سیدھا جنت کی طرف روانہ ہوگا اور حضرت عمرؓ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔

حدیث(۲۶۱۶)حدثناعبداللہ بن محمد الخ عن سالم ابی النضرمولی عمربن عبیدالله وکان کاتبه قال کتب الیه عبدالله ابن ابی اوفی ان رسول الله ﷺ قال واعملوا ان الجنةتحت ظلال السیوف تابعه الاویسی عن موسی بن عقبة

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے سالم کی طرف لکھا جو عمرو بن عبیداللہ کے کاتب تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بے شک جنت تلواروں کے سایوں کے نیچے ہے اس کی متابعت اویسی نے کی موسیٰ بن عقبہ سے۔

باب من طلب الولد للجهاد

جس نے جہاد کے لئے اولاد مانگی

حدیث(۲۶۱۷)قال اللیث الخ سمعت اباھریرةؓ عن رسول الله ﷺ قال قال سلیمان بن داودعلیهما السلام لا طوفن اللیلة علی مائة امراة اوتسع و تسعین کلھن تاتی بفارس یجاھد فی سبیل الله فقال له صاحبه ان شاء الله فلم یقل ان شاء الله فلم یحمل منھن الاامراة واحدة

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام پیغمبر نے کہا کہ آج کی رات میں اپنی ایک سو یا ننانوے بیویوں سے ہمبستری کروں گا۔ ان میں سے ہر ایک۔ ایک ایک شہسوار جنے گی۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ تو آپ کے ساتھی نے فرمایا انشاء اللہ کہہ دو۔ وہ انشاء اللہ نہ کہہ سکے تو ان سب عورتوں میں سے صرف ایک عورت حاملہ ہوئی۔ وہ بھی آدمی کا

جاء ت بشق رجل والذی نفس محمد بیدہ لو قال ان شاء اللہ لجاھدوا فی سبیل اللہ فرسانا اجمعون

آدھا حصہ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہہ دیتے تو سب کی سب ان کی اولا گھوڑے سوار اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ جاء ت بشق الخ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا عزم انشاء اللہ کہنے کا تھا لیکن وہ اپنے عزم کو پورا نہ کر سکے ان کا عزم ناقص رہ گیا اس طرح ان کا ولد بھی ناقص باقی رہا جو کامل نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جو توجیہ شیخ گنگوہیؒ نے بشق رجل کی فرمائی ہے شراح میں سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ کسی نے بشق غلام اور کسی نے نصف انسان۔ اور نقاش نے اس شق کو وہ جسد قرار دیا الذی القی علی کرسیہ اور بہت سے مفسرین نے جسد سے شیطان مراد لیا ہے۔ لیکن صحیح نہیں ہے۔ محققون کا قول ہے جیسا کہ صاحب جمل نے نقل فرمایا کہ یہ حضرت سلیمانؑ کا امتحان اور آزمائش تھی۔ جب کہ وہ انشاء اللہ نہ کہہ سکے۔ تو شق وہ جسد ہے جو ان کی کرسی پر ڈالا گیا۔ اور بعض نے کہا کہ جب جہاد اولاد میں اس قدر محو ہو گئے کہ فرشتے یا قائل کے کلام کی طرف توجہ نہ رہی اس لئے انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ باقی عورتوں کے بارے میں روایات مختلفہ ہیں ساٹھ۔ ستر۔ نوے۔ ننانوے۔ اور سو۔ جمع کی صورت یہ ہے کہ ساٹھ تو حرائر تھیں۔ اور جو ان سے زائد تھیں وہ باندیاں تھیں۔ اور بعض روایات میں ہزار کا عدد بھی آیا ہے۔ جن میں سے تین سو حرائر اور سات سو باندیاں تھیں۔

باب الشجاعة فی الحرب والجبن

ترجمہ۔ لڑائی اور جنگ میں بہادری اور بزدلی کیسے ہے

حدیث (۲۶۱۸) حدثنا احمد بن مالک الخ عن انسؓ قال کان النبی ﷺ احسن الناس واشجع الناس واجود الناس. ولقد فزع اھل المدینۃ فکان النبی ﷺ سبقھم علی فرس وقالو جدناہ بحراً.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں میں سے زیادہ خوب صورت تھے۔ سب سے زیادہ بہادر تھے سب سے زیادہ سخی تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ والے کسی گھبراہٹ میں مبتلا ہوئے تو جناب نبی اکرم ﷺ ان سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ اور فرمایا میں نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح رواں دواں پایا جو تھکاوٹ کا نام نہیں لیتا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث باب سے شجاعت کی مدح ثابت ہوئی جبن اس کی ضد ہے اس کی مذمت معلوم ہوئی ہے۔

حدیث (۲۶۱۹) حدثنا ابو الیمان الخ اخبرنی

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ خبر دیتے ہیں کہ دریں اثنا کہ وہ

جبیر بن مطعم انه بینما هو یسیر مع رسول اللہ ﷺ ومعه الناس مقفله من حنین فعلقه الناس یسئلونه حتی اضطروہ الی سمرة فخطفت ردائه فوقف النبی ﷺ فقال ائتونی رد ائی لو کان لی عددھذه العضاہ نعمالقسمته بینکم ثم لا تجد و نی بخیلا ولا کذوبا ولا جبا نا ...

جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چل رہے تھے۔اور آپ کے ہمراہ دوسرے لوگ بھی تھے۔ جب کہ آپؐ حنین سے واپس لوٹ رہے تھے تو بہت سے دیہاتی آپؐ کو چمٹ گئے۔وہ آپؐ سے مانگ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے آپؐ کو ایک درخت تک پہنچنے میں مجبور کر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بخیل کذوب اور جبان مبالغہ کے صیغے ہیں۔ جن سے جنس کی نفی کرنا مقصود ہے۔ صرف مبالغہ کی نہیں اور یہ جوامع الکلم میں سے ہے۔ جس سے اصول اخلاق بیان ہوئے۔ حلم۔ کرم اور شجاعت۔ عدم کذب سے قوت عقلیہ کے کمال کی طرف اشارہ ہے۔ اور عدم جبن سے کمال قوت غضبیه یعنی شجاعت کی طرف اشارہ ہے۔ اور عدم بخل سے کمال قوت شہوت کی طرف اشارہ ہے اور یہ تینوں اصول الاخلاق ہیں۔ اول مرتبہ صدیقین کا ہے۔ دوسرا مرتبہ شہداء کا ہے۔ اور تیسرا مرتبہ صالحین کا ہے اللهم اجعلنا منهم۔

باب مایتعوذ من الجبن

ترجمہ۔ وہ کلمات جن کے ذریعہ بزدلی سے پناہ مانگی گئی ہے۔

حدیث (۲۶۲۰) حدثناموسی بن اسمعیل الخ قال کان سعدیعلم بنیه هؤلاء الکلمات کما یعلم المعلم الغلمان الکتابةویقول ان رسول الله ﷺ کان یتعوذ منهن دبر الصلوة اللهم انی اعوذبك من الجبن واعوذبك ان ارد الی ارذل العمر واعوذبك من فتنة الدنیا واعوذبك من عذاب القبر فحدثت به مصعبا فصدقه ....

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے جس طرح معلم لڑکوں کو کتابت سکھاتا ہے اور فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان چیزوں سے پناہ پکڑتے تھے۔ اے اللہ! میں تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں بزدلی سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں خرانٹ بڑھاپے سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں دنیا کے فتنہ سے اور تیرے سے پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے۔ پس حدیث میں نے ان کے بیٹے مصعب بن سعد کو بیان کی تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی

حدیث (۲۶۲۱) حدثنامسددالخ سمعت انس بن مالکؓ کان النبی ﷺ یقول اللهم انی

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے اے اللہ! میں تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں

اعوذبك من العجز والكسل والجبن ولهرم واعوذبك من فتنة المحيا والممات واعوذبك من عذاب القبر ......

عاجز ہونے اور سستی اور بزدلی اور بڑھاپے سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ محیا وممات دونوں مصدر میمی ہیں۔ حیوۃ اور موت کے معنی میں زندگی کے فتنے شہوات جہالات اور سخت فتنہ خاتمہ عند الموت ہے۔ اور موت کے فتنہ سے بعض نے فتنہ قبر اور بعض نے فتنه عند احتضار الموت کہا ہے۔

باب من حدث بمشاهده فی الحرب قاله ابوعثمان عن سعد

ترجمہ۔ ان لوگوں کے بارے میں جو جناب رسول اللہ ﷺ کی لڑائی کے دیکھے ہوئے واقعات بیان کرتے ہیں۔ ابو عثمان نے اس کو حضرت سعدؓ سے بیان کیا ہے۔

حدیث (۲۶۲۲) حدثنا قتيبة بن سعيد الخ عن السائب بن يزيد قال صحبت طلحة بن عبيدالله وسعد اوالمقداد بن الاسود وعبدالرحمن بن عوفؓ فما سمعت احدامنهم يحدث عن رسول الله ﷺ الاانى سمعت طلحة يحدث عن يوم احد.

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حضرت سعدؓ اور حضرت مقداد بن الاسودؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی صحبت میں رہا لیکن ان حضرات میں سے کسی نے بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی لڑائیوں کے حالات بیان نہ کئے۔ مگر صرف ایک حضرت طلحہؓ سے میں نے سنا کہ وہ احد کی لڑائیوں کے حالات بیان کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کبار صحابہ کمی اور زیادتی کے خوف سے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات بیان نہیں کرتے تھے۔ حضرت طلحہؓ نے ان کا بیان دیا اور عجب سے خالی تھا۔ اور جب حضور ﷺ کے افعال کی اقتداء مقصود ہو تو اس وقت بھی بیان کرنا مستحب ہے۔

باب وجوب النفير ومايجب من الجهاد والنية۔

ترجمہ ۔ جب عام لام بندی کا حکم ہو تو کوچ کرنا واجب ہے نیز! جہاد یا جہاد کی نیت کرنا بھی واجب ہے

وقوله تعالى انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا باموالكم وانفسكم فى سبيل الله ذلكم خيرلكم ان كنتم تعلمون لو كان عرضاقريباوسفرا قاصدا

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے۔ ہلکے پھلکے اور بوجھل ہو کر نکلو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں او جانوں کے ساتھ جہاد کرو اگر تم علم رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے

لاتبعوك ولكن م بعدت عليهم الشقة وسيحلفون بالله الاية وقوله تعالى يا ايهاالذين امنوا مالكم اذاقيل لكم انفروافي سبيل الله اثاقلتم الى الارض ارضيتم بالحيوة الدنيا من الاخرة الى قوله على كل شيئ قدير .يذكر عن ابن عباس انفروا ثبات سوايا متفرقين يقال احدالثبات ثبة ......

اگر کوئی اسباب قریب ہو۔یاسفر درمیانہ ہو تو وہ آپ کی پیروی کریں گے۔ الی قوله۔اور اللہ جانتا ہے کہ لوگ جھوٹ کہنے والے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے چمٹ جاتے ہو۔کیا تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں پسند کرلیا حالانکہ دنیا کی زندگی کا مال ومتاع تو آخرت کے مقابلہ میں بالکل تھوڑا ہے۔اور حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ تم لوگ متفرق جماعتیں بن کر نکلو۔کہا جاتا ہے کہ ثبات کا واحد ثبتہ ہے۔

حدیث(۲۶۲۳)حدثناعمروبن علی الخ عن ابن عباسؓ ان النبیﷺ قال یوم الفتح لاهجرة بعدالفتح ولكن جهادونية واذا استنفرتم فانفروا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جناب نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا اب فتح مکہ کے بعد هجرت من مكه الى المدينه فرض نہیں رہی لیکن اب تو صرف جہاد اور اس کی نیت رہ گئی۔اور جب عام لام بندی کے لئے بلایا جائے تو سب نکل کھڑے ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ پہلے انفراد کا حکم تھا۔جب مؤمنین امر بالنفیر سے متاثر ہوئے تو مالکم الخ سے ان پر عتاب ہوا۔ بعدازاں انفروا خفافاوثقالاکا حکم ہوا۔مصنفؒ نے آیت امر کو آیت عتاب پر مقدم کردیا۔کیونکہ اس کا حکم عام تھا۔ثبات جمع ثبتہ کی جس کے معنی فرقہ کے ہیں۔تو معنی ہوئے متفرق جماعتیں بن کر نکلو۔سراپا کی صورت میں۔

لاهجرة بعدالفتح یہ ہجرت من مكه الى المدينه منسوخ ہوئی۔لیکن جس مقام پر امور دین کو انجام نہ دیا سکتا ہو وہاں سے ہجرت کرنا اب بھی واجب ہے۔اس پر سب کا اتفاق ہے۔

باب الكافريقتل المسلم ثم يسلم فيسددبعد ويقتل

ترجمہ۔کافر مسلمان کو قتل کردیتا ہے پھر وہ خود مسلمان ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ ٹھیک ٹھاک اسلام پر قائم رہتا ہے اور قتل ہو جاتا ہے۔

حدیث(۲۶۲۴)حدثناعبدالله بن يوسف الخ عن ابی هريرةؓ ان رسول اللهﷺ قال يضحك الله

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دو آدمیوں سے راضی ہوتا ہے

من الرجلین یقتل احدھما الاخر یدخلان الجنة یقاتل ھذافی سبیل الله فیقتل ثم یتوب الله علی القاتل فیستشھد .....

ان میں ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے کہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ کہ اس نے تو اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور قتل ہو گیا دوسرے قاتل کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی۔ کہ قاتل بھی مسلمان ہوکر شہید ہو گیا۔

حدیث (۲۶۲۵) حدثناالحمیدی الخ عن ابی ھریرةؓ قال اتیت رسول اللهﷺ وھوبخیبر بعد ماافتتحوا ھا فقلت یارسول الله اسھم لی فقال بعض بنی سعیدبن العاص لاتسھم له یارسول الله فقال ابوھریرةؓ ھذا قاتل ابن نوفل فقال ابن سعید بن العاص واعجبا لوبرتدلی علینامن قدوم ضان ینعی علی قتل رجل مسلم اکرمه الله علی یدی ولم یھننی علی یدیه قال فلا ادری اسھم له ام لم یسھم له قال سفیان وحدثنیه السعیدی عن جده عن ابی ھریرة قال ابوعبدالله السعیدی عمروبن یحیی بن سعید بن عمروبن سعیدبن العاص...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ خیبر کے فتح ہو جانے کے بعد خیبر میں آنحضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے کہا یا رسول اللہ میرے لئے بھی غنیمت میں سے حصہ مقرر فرمایئے تو سعید بن العاص کے بعض بیٹوں نے اعتراض کیا۔ یا رسول اللہ! ان کا حصہ مقرر نہ فرمایئے۔ جس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ یہ تو ابن نوفل کا قاتل ہے تو سعید بن العاص کے بیٹے نے کہا کہ واہ کس قدر تعجب ہے۔ اس لومڑ پر جو قدوم ضان دوس کے پہاڑ سے ہمارے پاس آیا اور مجھ پر اس آدمی کی موت کا عیب لگاتا ہے جو مسلمان تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر عزت و تکریم سے نوازا کہ وہ شہید ہو گیا۔ اور مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا کہ میں کفر کی حالت میں مرجاتا راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ آپؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے غنیمت کا حصہ نکالا یا حصہ نہیں دیا سفیان فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث سعیدی نے اپنے دادا سے بیان فرمائی۔ اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سعید کا عمرو بن یحییٰ جو سعید بن العاص کی اولاد میں سے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ابن نوفل کا نام نعمان بن مالک بن ثعلبۃ انصاری تھا۔ ثعلبہ کا لقب نوفل تھا۔ نعمان کو ابان بن سعید نے احد کی لڑائی میں حالت کفر میں قتل کیا تھا۔ اور ابان حدیبیہ اور احد کے درمیان مسلمان ہو گئے۔

وبر اگر بسکون الباءَ ہے تو لومڑی جو بلی کے مشابہ ہے۔ اگر وَبَر بفتح الباء ہو تو وبر الابل والشاۃ سے تشبیہ تحقیر کے لئے ہے تدلی بمعنی انحدر نیچے اترا۔ قدوم ضان الی من طرف ضان قبیلہ دوس کے پہاڑ کا نام ہے۔ قدم کا معنی گھاٹی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں

کہ ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ وہ ابن نوفل میرے ہاتھ پر شہید ہوئے۔ میں ان کے ہاتھ پر حالتِ کفر میں قتل نہیں ہوا۔ کہ لہان حالت کفر میں قتل نہیں ہوا بلکہ زندہ رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور مسلمان ہو گیا۔ ینعی علی یعنی عیب لگاتا ہے۔

باب من اختار الغزو علی الصوم

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے جہاد کو روزے پر ترجیح دی۔

حدیث (۲۶۲۵) حدثنا ادم الخ سمعت انس بن مالکؓ قال کان ابو طلحةؓ لایصوم علی عهد النبی ﷺ من اجل الغزو فلماقبض النبی ﷺ لم اره مفطرا الا یوم فطر او الضحی .....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو طلحہؓ صحابی جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں جہاد کی وجہ سے نفلی روزے نہیں رکھا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم کی وفات ہو گئی تو میں نے ان کو افطار کرتے نہیں دیکھا۔ سوائے یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کے باقی سارا سال روزے رکھتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ نے وفات نبوی ﷺ کے بعد غزوات میں حصہ نہیں لیا۔ لیکن ابن سعدؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ نے انفروا خفافا وثقالا کو پڑھا اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد کے لئے نکلنے کا حکم شیوخت اور شباب دونوں حالتوں میں دیا ہے چنانچہ جہاد کی تیاری کی۔ آپ کے بیٹوں نے کہا ہم آپ کی طرف سے جہاد کریں گے لیکن انہوں نے انکار کیا۔ تیاری کر کے غزوۃ البحر میں شمولیت کی جس میں ان کی وفات ہو گئی۔ سات دن کے بعد انہیں دفن کیا گیا تو نعش میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

باب الشهادة سبع سوی القتل

ترجمہ۔ قتل ہونے کے علاوہ سات قسم کی شہادت ہے

حدیث (۲۶۲۶) حدثنا عبداللہ بن یوسف الخ عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال الشهداء خمسة المطعون والمبطون والغرق وصاحب الهدم والشهید فی سبیل الله ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید پانچ قسم ہیں طاعون میں مر جانے والا۔ پیٹ کی بیماری سے مر جانے والا۔ غرق ہو کر مر جانے والا جس پر دیوار گرے اور وہ مر جائے۔ پانچواں جو اللہ کی راہ میں شہید ہو۔

حدیث (۲۶۲۷) حدثنا بشر بن محمد الخ عن انس بن مالکؓ عن النبی ﷺ قال الطاعون شهادة لکل مسلم

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ طاعون کی وباء ہر مسلمان کیلئے شہادت کا مقام ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر اشکال ہو حدیث ترجمۃ الباب سے مطابق نہیں۔ قتل کے سوا سات کا ذکر نہیں ہے بلکہ چار کا ذکر ہے تو شارح تراجم نے دو طرح سے جواب دیا ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ مقصد یہ ہے کہ شہادت فی قتل جہاد میں منحصر نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ روایت مالک میں سبعة کا لفظ ہے جو مصنفؒ نے شرط کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے اسے ذکر نہیں کیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ بعض رواۃ باقی کو بھول گئے۔

باب قول الله تعالى لايستوى القاعدون من المؤمنين غير اولى الضرر والمجاهدون فى سبيل الله باموالهم وانفسهم الى قوله غفورا رحيما۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے قول کا ترجمہ یہ ہے کہ مؤمنوں سے جو تکلیف والے نہ ہوں ان میں سے بیٹھنے والے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں برابر نہیں ہوتے۔ غفورا رحیما تک پڑھا۔

حديث(٢٦٢٨)حدثناابو الوليد الخ سمعت البراءؓ يقول لمانزلت لايستوى القاعدون من المؤمنين دعارسول الله ﷺ زيدا فجاء بكتف فكتبهاوشكاابن ام مكتوم ضرارته نزلت لايستوى القاعدون من المؤمنين غيراولى الضرر

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ لایستوی القاعدون الخ نازل ہوئی تو آپؐ نے حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی کو بلوایا تو وہ کندھے کی ہڈی لے آئے جس پر اس آیت کو لکھا۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نے اپنی تکلیف ذھاب بصر یعنی نابینا ہونے کی شکایت کی تو پھر اس آیت میں غیر اولی الضرر کی قید اضافی نازل ہوئی۔ کہ تکلیف والے لوگ مستثنیٰ ہیں۔ ابن ام مکتوم کا نام عمرو بن قیس عامری تھا ان کی والدہ عاتکہ مخزومیہ تھی۔ اور ان کی ضرارت ذہاب بصر تھی۔

حديث(٢٦٢٩)حدثناعبدالعزيزبن عبدالله الخ عن سهل بن سعد الساعدى انه قال رأيت مروان بن الحكم جالسافي المسجدفاقبلت حتى جلست الى جنبه فاخبرنا ان زيد بن ثابتؓ اخبره ان رسول الله ﷺ املى عليه لايستوى القاعدون من المؤمنين والمجاهدون فى سبيل الله فجاءه ابن ام مكتومؓ وهو يملها على فقال يارسول الله

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مروان بن الحکم حاکم مدینہ کو مسجد میں بیٹھا ہوا دیکھا تو میں بھی آکر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ تو اس نے ہمیں خبر سنائی کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے انہیں خبر دی کہ جناب رسول اللہ ان کو لا یستوی القاعدون الخ لکھوا رہے تھے کہ حضرت ابن ام مکتومؓ ان کے پاس اس حالت میں تشریف لائے جب کہ وہ مجھے لکھوا رہے تھے کہنے لگے یارسول اللہ! اگر مجھے جہاد لڑنے کی طاقت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا۔ اور وہ نابینا آدمی تھے۔

لو استطیع الجهاد لجاهدت وکان رجلا اعمی فانزل اللہ تبارك وتعالی علی رسول اللہ ﷺ وفخذہ علی فخذی فثقلت علی حتی خفت ان ترض فخذی ثم سری عنه فانزل اللہ عزوجل غیر اولی الضرر

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر آیت اتاری جب کہ آپ کی ران میری ران پر تھی جو مجھ پر اس قدر گراں گذری کہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں میری ران ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے۔ پھر وہ کیفیت آپؐ سے کھل گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے غیر اولی الضرر والی آیت نازل فرمائی

باب الصبر عند القتال

ترجمہ۔ لڑائی کے وقت صبر کرنا

حدیث (۲۶۳۰) حدثنا عبداللہ بن محمد الخ ان عبداللہ بن اوفی کتب فقرأته ان رسول اللہ ﷺ قال اذا لقیتموهم فاصبروا......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے لکھا جس کو میں نے پڑھا اس میں یہ تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دشمن سے تمہاری مٹھ بھیڑ ہو تو صبر سے کام لو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ قرآن مجید میں ہے واذا لقیتم فئة فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا العلکم تفلحون یعنی جب کفار کی کسی جماعت سے تمہاری مٹھ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔ کیا عجب ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس میں تعلیم عظیم ہے جب کہ کفار سے قتال ہو ذکر الٰہی قلب کے اطمینان کے لئے ہے۔ یہی صبر ہے۔

باب التحریض علی القتال وقوله تعالی وحرض المؤمنین علی القتال

ترجمہ۔ جہاد پر برانگیختہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ اے نبی! مؤمنوں کو جہاد پر آمادہ کرو

حدیث (۲۶۳۱) حدثنا عبداللہ بن محمد الخ عن حمید قال سمعت انسا یقول خرج رسول اللہ ﷺ الی الخندق فاذا المهاجرون والانصار یحفرون فی غداة باردة فلم یکن لهم عبید یعملون ذلك لهم فلما ارئ ما بهم من النصب والجوع قال اللهم ان العیش عیش الاخرة فاغفر للانصار والمهاجرة فقالو مجیبین له...

ترجمہ۔ حضرت حمید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف روانہ ہوئے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار ایک ٹھنڈی یخ صبح میں خندق کھود رہے ہیں۔ جبکہ ان کے کوئی نوکر چاکر نہیں تھے۔ جو ان کا یہ کام کرتے۔ جب آنحضرت ﷺ نے ان کی تھکاوٹ اور بھوک کو محسوس کیا تو فرمانے لگے اے اللہ! زندگی تو زندگی آخرت کی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کی بخشش فرمادے۔ تو انہوں نے آپ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا

نحن الذين بايعو محمدا
علی الجهاد مابقینا ابدا

توہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کی جہاد پر بیعت کی
جب تک ہم زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کی حدیث سے ترجمہ کو اس طرح نکالا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود ہی خندق کھودی ہے۔ اور انصار و مہاجرین کے لئے دعا مانگی ہے۔ یہ اس میں قتال کی ترغیب ہوگئی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اللهم لاعيش الا عيش الاخرة کے جملہ میں تحریض ہے۔ کیونکہ اس حضر میں جہاد تھا۔ خندق سرنگ کو کہتے ہیں۔ غزوہ کا نام غزوۂ خندق اس لئے رکھا گیا کہ عرب میں تو اس کا رواج نہیں تھا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے آپؐ نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے مطابق یہ غزوہ خندق ۴ھ میں واقع ہوا۔ جس کی طرف امام بخاریؒ کا میلان ہے۔ لیکن دیگر اصحاب مغازی شوال ۵ھ کا قول کرتے ہیں۔ لاعیش ای عیش باقی اور معتبر عیش آخرت ہے۔

باب حفر الخندق

ترجمہ۔ خندق اور سرنگ کا کھودنا

حدیث (۲۶۳۲) حدثنا ابو معمر الخ عن انسؓ قال جعل المهاجرون والانصار يحفرون الخندق حول المدينة وينقلون التراب على متونهم ويقولون ...

نحن الذين بايعوا محمدا
على الاسلام مابقينا ابدا

والنبی ﷺ يجيبهم ويقول اللهم انه لاخير الا خير الاخرة .فبارك فى الانصار والمهاجرة ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرات مہاجروں اور انصار مدینہ کے اردگرد سرنگ کھودنے لگے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی اٹھاتے تھے۔ اور یہ شعر کہتے تھے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام پر محمد ﷺ کی بیعت کی جب تک کہ ہم زندہ رہیں گے اور جناب نبی اکرم ﷺ ان کو جواب دیتے تھے اے اللہ! اور تو کوئی بھلائی نہیں بھلائی تو صرف آخرت کی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کو برکت عطا فرما۔

حدیث (۲۶۳۳) حدثنا ابو الوليد الخ عن ابی اسحق سمعت البراء كان النبی ﷺ ينقل ويقول لولا انت ماهتدينا ....

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے۔ اور یہ شعر کہتے تھے اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔

حدیث (۲۶۳٤) حدثنا حفص بن عمر الخ عن البراءؓ قال رایت رسول اللهﷺ یوم الاحزاب ینقل التراب وقدواری التراب بیاض بطنه وهو یقول لولاانت مااهتدینا. ولاتصدقنا ولاصلینا. وانزل السکینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا. ان الالی قد بغوعلینا اذاارادوا فتنة ابینا.....

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے احزاب کی لڑائی میں جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ خود مٹی اٹھارہے تھے۔ جب کہ مٹی نے آپؐ کے پیٹ مبارک کی سفیدی کو چھپا لیا تھا۔ آپؐ یہ شعر پڑھتے تھے کہ اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہم صدقہ دے سکتے اور نہ ہی نماز پڑھ سکتے تھے۔ پس ہمارے اوپر سکون واطمینان نازل فرما۔ اگر ہمارا مقابلہ کفار سے ہو تو ہمارے قدموں کو جمائے رکھنا۔ بے شک ان لوگوں نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ ان لوگوں نے جب شرک اور فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ حول المدینہ سے مراد حوالی المدینہ ہے۔ یعنی اس کی ایک جانب میں۔ کیونکہ خندق کو مدینہ کے اردگرد نہیں کھودا گیا تھا۔ بلکہ لشکر کے اردگرد کھودا گیا تھا۔ البتہ وہ لوگ مدینہ کے قریب تین میل کے فاصلہ پر تھے۔ اس کو حول المدینہ سے تعبیر کیا گیا۔ حقیقت وہی ہے جو بیان ہو چکی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حول المدینة کی جو تشریح حضرت قطب گنگوہیؒ نے فرمائی ہے وہ ظاہر ہے۔ کیونکہ خندق دونوں لشکروں یعنی لشکر مسلمان اور لشکر کفار کے درمیان تھی۔ خلاصۃ الوفاء میں ہے کہ مدینہ منورہ کا ایک حصہ تو بالکل کھلا ہوا تھا۔ دوسری جوانب آبادی کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ اور کھجوروں کے جھنڈ بھی تھے۔ جہاں سے دشمن کا گھس آنا ممکن نہیں تھا۔ البتہ جو جانب مکشوف تھی اس طرف خندق کھودی گئی۔ اور لشکر کو جبل سلع کے نیچے رکھا گیا۔ تو خندق جبل سلع اور مشرکین کے درمیان تھی۔ پھر طول میں اس کو پھیلا دیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ خندق مدینہ کے شمال جانب حرۃ کی طرف شرقاً غرباً تھی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لولاانت الخ ۔ ماکنا لنهتدی لولاان هدانااللہ سے مقتبس ہے۔ یوم الخندق کو یوم الاحزاب اس لئے کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر عرب کے مختلف قبائل نے مل کر جناب نبی اکرم ﷺ سے لڑائی مول لی تھی۔ جس میں ان کو بھاگنا پڑا۔ اور یہ اشعار آنحضرت ﷺ کی زبان پر اتفاقاً جاری ہو گئے ایسے بعض اشعار میں بھی پیش آیا۔ یہ اشعار نہیں ہیں وماعلمناه الشعر کی وجہ سے دوسرے جب اشعار کی نیت سے ان کا صدور نہیں ہے تو اشعار شمار نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان میں قصد کا بھی دخل ہوتا ہے۔

باب من حبسه العذرعن الغزو

ترجمہ۔ جس شخص کو جہاد پر نکلنے سے کسی عذر نے روک لیا تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۲۶۳۵) حدثنا احمد بن یونس الخ ان انساً حدثهم قال رجعنا من غزوة تبوك مع النبی ﷺ حدثنا سلیمان بن حرب الخ عن انسؓ ان النبی ﷺ کان فی غزاة فقال ان اقواما بالمدینة خلفنا ماسلکنا شعبا ولا وادیا الا وهم معنا فیه حبسهم العذر قال ابو عبدالله الاول اصح .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ نے ان کو حدیث بیان کی کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور دوسری سند سے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک غزوہ میں تھے کہ فرمایا کچھ لوگ مدینہ منورہ میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں لیکن ہم کوئی گھاٹی یا وادی جو بھی عبور کرتے ہیں وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ ان کو عذر نے روک رکھا ہے ورنہ ان کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ پہلی سند جس میں غزوۂ تبوک کی تصریح ہے اور اس میں حمید اور انسؓ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے وہ میرے نزدیک اس سند سے جس میں حمید اور انس کے درمیان موسیٰ کا واسطہ ہے اس سے یہ زیادہ صحیح ہے۔ قال موسی حدثنا حماد عن حمید عن موسی ابن انسؓ عن ابیه (الحدیث)

باب فضل الصوم فی سبیل الله

ترجمہ۔ جہاد فی سبیل اللہ میں روزے رکھنے کی فضیلت کے بارے میں۔

حدیث (۲۶۳۶) حدثنا اسحق بن نصر الخ عن ابی سعید الخدریؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول من صام یوما فی سبیل الله بعد الله وجهه عن النار سبعین خریفا ......

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے تھے۔ جس شخص نے جہاد فی سبیل اللہ میں ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو ستر سال کی دوری تک جہنم کی آگ سے دور رکھیں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث باب سے جہاد میں روزہ رکھنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ اور پہلے ایک باب میں حضرت ابو طلحہؓ کمزوری کے خدشہ سے جہاد میں روزہ نہیں رکھتے تھے۔ تو دونوں میں مطابقت اس طرح ہوگی کہ ضعف اور کمزوری کا خدشہ نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ اگر خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔ حضرت مولانا تھانویؒ اپنے مواعظ میں لکھتے ہیں کہ فی زمانہ معدے کمزور ہیں۔ غذا ناقص ہے لہٰذا علماء اور طلبہ کے لئے نفلی روزے نہ رکھنا بہتر ہے۔ تاکہ وہ لوگ دلجمعی سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

باب فضل النفقة فی سبیل الله

ترجمہ۔ جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے کی فضیلت کے بارے میں۔

حدیث(۲۶۳۷)حدثنا سعد بن حفص الخ انه سمع اباهریرةؓ عن النبی ﷺ قال من انفق زوجین فی سبیل الله دعاه خزنة الجنة کل خزنة باب ای قل هلم قال ابوبکر یارسول الله ذاك الذی لاتوی علیه فقال النبی ﷺ انی لارجو ان تکون منهم ....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا جس شخص نے جہاد فی سبیل اللہ میں دو چیزیں جس نوع کی بھی ہوں خرچ کر دیں تو داروغہ جنت میں سے ہر دروازے کا داروغہ اسے بلائیگا کہ اے فلاں تو میری طرف آ۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی یارسول اللہ! یہ تو وہ شخص ہے جس کو کسی دروازے کے چھوڑنے اور کسی میں داخل ہونے کیلئے کوئی تنگی اور ہلاکت نہ ہو گی۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں امید رکھتا ہوں کہ ہر دروازے سے بلائے جانے والوں میں سے آپ ہوں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کل خزنة باب میں قلب ہے۔ دراصل خزنة کل باب تھا۔ ای قل هلم ای حرف ندا ہے۔ قل منادی مرخم ہے۔ اصل میں یا فلان تھا هلم بمعنی تعال کے ہے۔ توی کے معنی ہلاکت کے ہیں۔ یعنی اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک دروازے کو چھوڑ دے۔ اور دوسرے سے داخل ہو جائے۔

حدیث(۲۶۳۸)حدثنا محمد بن سنان الخ عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول الله ﷺ قدم علی المنبر فقال انما اخشی علیکم من م بعدی مایفتح علیکم من برکات الارض ثم ذکرزهرة الدنیا فبدأباحدهما وثنی بالاخری فقام رجل فقال یا رسول الله اویاتی الخیر بالشر فسکت عنه النبی ﷺ قلنا یوحی الیه وسکت الناس کان علی رؤسهم الطیر ثم انه مسح عن وجهه الرحضاء فقال این السائل انفااوخیر هو ثلثا ان الخیر لایاتی الابالخیر وانه کلما ینبت الربیع مایقتل حبطا اویلم الااکلة الخضر اکلت حتی

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ مجھے تم پر اپنے بعد اگر کسی چیز کا خطرہ ہے تو وہ یہ ہے کہ زمین کی برکتیں تم پر کھول دی جائیں گی۔ پھر آپؐ نے دنیا کی زیب و زینت کا اور رونق کا ذکر فرمایا ان دونوں میں سے ایک سے ابتدا کی اور دوسرے کو بعد میں ذکر فرمایا ایک آدمی مجمع میں سے اٹھ کر کہنے لگا یارسول اللہ کیا شر کے ساتھ خیر بھی آتی ہے آپؐ خاموش ہو گئے ہم آپس میں کہنے لگے کہ آپؐ کی طرف وحی کی جا رہی ہے۔ اور لوگ بھی خاموش ہو گئے۔ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنے چہرہ انور سے پسینہ پونچھا فرمانے لگے ابھی ابھی سوال کرنے والا کہاں ہے جو کہتا تھا کیا یہ مال خیر ہے تین مرتبہ آپؐ نے فرمایا واقعی خیر خیر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

اذاامتلئت خاصرتا ھا استقبلت الشمس فثلطت وبالت ثم رتعت وان ھذاالمال خضرۃ حلوۃ ونعم صاحب الملسمین اخذہ بحقه فجعله فی سبیل الله والیتمی والمساکین ومن لم یاخذہ بحقه فھو کالاکل الذی لا یشبع ویکون علیه شھیدا یوم القیامة ....

دیکھو ہر وہ گھاس جس کو موسم ربیع اگاتا ہے یہ جانور کو مار بھی دیتا ہے یا مرنے کے قریب کر دیتا ہے مگر وہ سبز گھاس کھانے والا جانور جو اسے کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی کوکھیں پھول جاتی ہیں تو وہ سورج کی طرف منہ کر کے گرمی حاصل کرتا ہے جس سے اسے پتلے اسہال آجاتے ہیں اور وہ پیشاب کرتا ہے ہضم ہونے کے بعد پھر چرنے لگ جاتا ہے۔ اس طرح یہ دنیا کا مال بھی سر سبز اور میٹھا ہے وہ مسلمان ساتھی بہت اچھا ہے۔

جس نے اس کو اپنے حق سے لیا اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ جہاد میں یتیموں مسکینوں اور مسافروں میں خرچ کر دیتا ہے اس کے لئے تو مھلک نہ ہوگا۔ لیکن جس نے اس کو اپنے حق سے نہ لیا اور نہ ہی حق ادا کیا پس وہ اس کھانے والے کی مثال اس کھانے والے کی طرح ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ وہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مقصد اس حدیث کا یہ ہے کہ مال دنیا در حقیقت خیر نہیں ہے کیونکہ اس میں فتنے ہوتے ہیں اور آخرت سے روگردانی کرنی پڑتی ہے۔ تو وہ شخص ہلاک ہوگا جس نے اس کو ناحق لیا اور غیر محل میں خرچ کیا اور جس نے ناحق مال لیا اور ناحق خرچ کیا اسراف و تبذیر میں مبتلا ہوا وہ ہلاک ہوا۔ اور جس نے شہوات میں میانہ روی اختیار کی اور بے جا خرچ کرنے اور ناحق مال کو حاصل کرنے سے گریز کیا۔ وہ آکلة الخضر کی طرح بچ جائے گا۔

باب فضل من جھز غازیا او خلفه بخیر۔

ترجمہ۔ جس شخص نے مجاہد اسلام کو سامان مہیا کر دیا یا خیر کے ساتھ اس کی قائم مقامی کی اس کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

حدیث (۲۶۳۹) حدثنا ابو معمر الخ حدثنی زیدبن خالدؓ ان رسول اللهﷺ قال من جھز غازیا فی سبیل الله فقد غزا ومن خلف غازیا فی سبیل الله بخیر فقد غزا .....

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالدؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجاہد فی سبیل الله کو سامان مہیا کر دیا پس اس کو بھی جہاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور جس شخص نے مجاہد فی سبیل الله کی کے گھر میں خیر سے قائم مقامی کی اس کو بھی جہاد فی سبیل الله کا ثواب ملے گا۔

حدیث (۲۶۴۰) حدثنا موسی بن اسمعیل الخ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ

عن انسؓ ان النبی ﷺ لم یکن یدخل بیتا فی المدینة غیر بیت ام سلیم الا علی ازواجه فقیل له فقال انی ارحمها قتل اخوها معی .....

اپنی ازواج مطہراتؓ کے علاوہ مدینہ منورہ میں سوائے ام سلیمؓ میری والدہ کے گھر کے اور کسی گھر میں نہیں جایا کرتے تھے۔ آپؐ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اس سے ہمدردی کرنے کیلئے جاتا ہوں کیونکہ اس کا بھائی میرے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ شہادت پا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قتل اخوها معی ممکن ہے کہ حضرت ام سلیمؓ اپنے بھائی کے خروج الی القتال یعنی جنگ میں شمولیت پر جانے کے بعد ان کے اہل وعیال کی خبر گیری کرتی ہوں اور ان کی قائم مقامی کرتی ہوں۔ تو اس مناسبت سے امام بخاریؒ اس روایت کو اس باب میں لائے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ نے اس تقریر سے حدیث کو ترجمة الباب سے مطابق کر دیا۔ چنانچہ ابن المنیرؒ بھی فرماتے ہیں کہ مطابقت حدیث کی ترجمہ سے اس حیثیت سے ہے کہ حضرت ام سلیمؓ اپنے بھائی کے لواحقین کی خلیفہ تھیں۔ اور ان کی خبر گیری کرتی تھیں۔ لیکن خلافت عام ہے خواہ زندگی میں ہو یا غازی کی وفات کے بعد ہو اور اس کے قریب قریب وہ توجیہ ہے جو علامہ عینیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ کہ تجہیز غازی اور اس کے اہل وعیال کی خبر گیری کرنا یہ غازی کا اکرام ہے اور عزت افزائی ہے یہاں تک کہ اس کی موت کے بعد بھی اس کے اکرام کے لئے ام سلیمؓ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ اگر اشکال ہو کہ اجنبی عورت کے پاس آنحضرت ﷺ کیسے آیا جایا کرتے تھے۔ تو جواب گزر چکا ہے کہ حضرت ام سلیمؓ آنحضرت ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں اور ام حرامؓ ان کی بہن تھیں ان کے پاس بھی آپ کا آنا جانا تھا مگر اکثر حضرت ام سلیمؓ کے پاس تشریف آوری ہوتی تھی اور ام سلیمؓ کا بھائی حرام اور سلیم ابن ملحان دونوں بئر معونہ میں شہید ہو گئے اگر چہ آنحضرت ﷺ اس غزوہ بئر معونہ میں شامل نہیں تھے مگر آپؐ کے حکم سے یہ حضرات تعلیم کے لئے گئے تھے جو شہید ہو گئے۔ تو معی کے معنی ہوں گے انی مع عسکری او علی امری وفی طاعتی ۔ چونکہ حضرت ام سلیمؓ حرام مقتول کی حقیقی بہن تھیں اس لئے آپ کا آنا جانا اکثر ہوتا تھا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں بہنیں ام سلیمؓ اور ام حرامؓ ایک بڑے گھر میں اکٹھی رہتی ہوں اس لئے کبھی ایک طرف نسبت کر دی اور کبھی دوسری کی طرف۔ اس طرح سب روایات میں مطابقت ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

باب التحنط عندالقتال

ترجمہ۔ جہاد کے وقت حنوط کا استعمال کرنا کیسا ہے

حدیث (۲۶۴۱) حدثنا عبدالله بن عبد الوهاب الخ عن موسى بن انسؓ قال وذكر يوم اليمامة قال

ترجمہ۔ حضرت موسیٰ بن انس نے کہا جب کہ یمامہ کی لڑائی کا انہوں نے ذکر کیا کہا کہ حضرت انسؓ ثابت بن قیس کے پاس آئے

اتی انس بن ثابت بن قیس وقد حسر عن فخذ یہ وھو یتحنط فقال یاعم مایحبسك ان لاتجیئ قال الان یا ابن اخی وجعل یتحنط یعنی من الحنوط ثم جاء فجلس فذکر فی الحدیث انکشافا من الناس فقال ھکذا عن وجوھنا حتی نضارب القوم ماھکذا کنا نفعل مع رسول اللہ ﷺ بئس ماعودکم اقرانکم رواہ حماد عن ثابت عن انسؓ.

جب کہ انہوں نے اپنی دونوں رانیں کھول رکھی تھیں اور وہ خوشبو لگا رہے تھے۔ کہنے لگے اے چچا تجھے آنے سے کس چیز نے روک رکھا ہے۔ انہوں نے کہا اے بھتیجے ابھی آیا اور وہ حنوط استعمال کرتے رہے تحنط حنوط سے ہے حنطہ سے نہیں ہے پھر آکر بیٹھ گئے تو حضرت انسؓ نے حدیث میں لوگوں کی کچھ انکشاف کا ذکر کیا کہ ہم لوگوں کے چہرے تو اس طرح کھل گئے ہم کفار سے لڑائی کر رہے تھے۔ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان صف اول میں سے کوئی باقی نہیں رہا تھا۔ بلکہ اپنی جگہ پر ٹھہرا ہوا تھا تو حضرت ثابتؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہم اس طرح قتال نہیں کرتے تھے۔ یہ تمہاری دشمنوں کے مقابلہ میں بری عادت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ رانیں کھولے ہوئے حضرت انسؓ نے ان کو نہیں دیکھا البتہ ان کے بتلانے سے ان کو علم ہوا۔ یتحنط یہ خوشبو اس لئے لگا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے صاف ستھری اور پاکیزہ حالت میں ملاقات ہو۔ حدیث اور قصہ بیان کرنے میں اور ضمائر کے راجع کرنے میں کچھ غلطی ہے۔ غور اور تامل سے کام لینا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ نے مسلک جمہور کے مطابق حدیث کی توجیہ کی ہے کیونکہ ائمہ اربعہ کے نزدیک ران عورت ہے جس کا ستر ضروری ہے ظاہریہ کے نزدیک فخذ (ران) ننگ نہیں ہے۔ ممکن ہے حضرت ثابت بن قیس کا مسلک بھی یہی ہو۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی ایک ایک روایت بھی ظاہریہ کے مطابق ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ مولانا حسین علیؒ کی تقریر میں یوں ہے۔ ای انس ای اتی علی بابہ یعنی حضرت ثابت کے دروازے پر آئے اور دروازے پر کھڑے کھڑے کہا۔ ثم جاء ای ثابت الی الباب کہ حضرت ثابت دروازے کے پاس آئے فجلس اور تھوڑی دیر بیٹھے۔ پھر حضرت انسؓ کے ہمراہ جہاد کے لئے گئے۔ انکشافا یعنی ہم لوگ پیدل تھے ہماری طرف سے کچھ کشادگی ہو گئی جس کو ھکذا عن وجوھنا سے تعبیر کیا ہے ابن سعد نے اصل روایت کو ذکر کیا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس یمامہ کی لڑائی میں ایسی حالت میں آئے کہ خوشبو لگا رکھی تھی دو سفید کپڑے پہن رکھے تھے جن میں ان کو کفنایا گیا اور اس میں یہ بھی ہے۔ قاتل حتی قتل یعنی جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔ اس روایت کی بنا پر مہلب وغیرہ نے کہا ہے کہ جہاد میں انسان موت کی تیاری کرے رخصت پر عمل نہ کرے اور موت کی تیاری میں خوشبو میت کو لگائی جاتی ہے۔ وہ استعمال کرے اور کفن بھی ساتھ رکھے۔ چنانچہ صاحب الفیض فرماتے ہیں سلف کرام کی عادت تھی کہ وہ قتال میں حنوط اس لئے استعمال کرتے تھے کہ قتل کے بعد

کہیں ان کے اجساد میں تغیر و تبدل نہ ہو۔ وقت لڑائی کا ہے دفن میں کبھی تاخیر ہو جاتی ہے۔ اہل مصر نے تو کچھ اور دوائیں تجویز کی ہیں۔ جن سے ان کے اجساد مدت طویلہ تک باقی رہتے ہیں۔ بعد میں وہ دوائیاں گم ہو گئیں تو حنوط استعمال کرنے لگے۔ ازہری کا قول قسطلانیؒ نے نقل کیا ہے کہ کافور صَندل احمر وابیض بھی اسی میں داخل ہیں۔

ارجاع الضمائر اخفاء کیونکہ بعض ضمائر موسیٰ کی طرف بعض انس کی طرف اور بعض ثابت بن قیس کی طرف راجع ہیں۔ جو روایت میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوں گی۔ یمامہ کا واقعہ علامہ عینیؒ نے یوں نقل کیا ہے کہ یمامہ یمن کا ایک شہر ہے جو طائف سے دو مرحلہ پر واقع ہے۔ ربیع الاول ۱۲ھ میں خلافت ابو بکرؓ کے دور میں مسلمانوں اور قبیلہ بنو حنیفہ جو اصحاب مسیلمہ کذاب تھے ان کے درمیان لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے چار سو پچاس قراء شہید ہوئے۔ اور صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ثابت بن قیس بھی تھے۔ جن کے پاس انصار کا جھنڈا تھا۔ اور ان کا سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھا بنو حنیفہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ اس لڑائی میں مسیلمہ کذاب سمیت ان کے اکیس ہزار آدمی مارے گئے۔ مسیلمہ کو وحشی قاتل حمزہؓ نے قتل کیا۔ ایک عجیب قصہ کرمانیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ پر ایک قیمتی زرہ تھی جس کو کسی مسلمان نے لے لیا۔ تو بعض صحابہؓ نے ان کو خواب میں دیکھا وصیت کر رہے ہیں کہ میری زرہ فلاں آدمی نے لی ہے۔ جس کا مکان لوگوں کے انتہائی طرف ہے۔ حضرت خالد امیر عسکر سے کہیں کہ وہ اس شخص سے زرہ لے کر خلیفہ رسول اللہ ابو بکر صدیقؓ کو پہنچا دے۔ مجھ پر فلاں فلاں آدمی کا اتنا قرضہ ہے۔ اس زرہ کو بیچ کر قرضہ ادا کیا جائے۔ میرا ایک غلام ہے اب جو میری طرف سے آزاد ہے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے زرہ لے کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو روانہ کی۔ جنہوں نے حسب وصیت ان کے قرضے بھی ادا کئے اور غلام بھی آزاد ہوا۔ حضرت ثابتؓ کے علاوہ کسی مسلمان کے مرنے کے بعد اس طرح وصیت پر عمل نہیں کیا گیا۔ اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے حضرت بلالؓ مؤذن تھے۔

باب فضل الطليعة — ترجمہ۔ طلیعہ بھیجنے کی فضیلت

حدیث(۲۶۴۲)حدثنا ابونعيم الخ عن جابرؓ قال قال النبی ﷺ من یاتینی بخبر القوم یوم الاحزاب قال الزبیر انا ثم قال من یاتینی بخبر القوم قال الزبیر انا فقال النبی ﷺ لکل نبی حواریا وحواری الزبیر ......

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ احزاب کی لڑائی میں جناب نبی اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ میرے پاس قوم کے حالات کی خبر کون لے آئے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا میں لے آؤں گا۔ پھر دوسری دفعہ فرمایا کہ قوم کفار کے حالات کون لا کر مجھے بتلائے گا۔ تو پھر بھی حضرت زبیرؓ نے فرمایا میں خبر لے آؤں گا۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ہر نبی کا ایک خاص آدمی ہوتا ہے۔ میرا حواری خاص آدمی حضرت زبیرؓ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فقال الزبیرؓ انا الخ اگر سوال ہو کہ حضرات صحابہ کرامؓ تو آنحضرت ﷺ کے شیدائی اور فدائی تھے۔ مال جان آبرو سب کچھ قربان کرنے والے تھے تو ان میں صرف حضرت زبیرؓ بار بار اٹھ کر جواب دیتے ہیں۔ اور کوئی نہیں اٹھتا تھا۔ جواب یہ ہے کہ اس کے قطب گنگوہیؒ نے کئی جواب دیئے ہیں۔ ممکن ہے اس وقت ان کے سوا اور کوئی دوسرا موجود نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جواب دینے کے لئے تیار ہوں لیکن حضرت زبیرؓ سبقت کر کے جواب دے دیتے ہوں۔ یا اس وقت آپؐ کے سامنے بعض حضرات موجود نہ ہوں۔ اور خطاب صرف حاضرین کو ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ قسطلانی نے حافظ ابن حجرؒ کا اشکال نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت زبیرؓ کا ذکر اس مقام پر صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قوم کی خبر لینے کیلئے تو سخت سردی میں آپؐ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو بھیجا تھا۔ جس کے متعلق آپؐ نے فرمایا ثم یحفظك الله من امامك ومن خلفك وعن یمینك وعن شمالك حتی ترجع الینا فقام حذیفة مستبشرا بدعا رسول الله ﷺ ترجمہ اے حذیفہ اٹھو اللہ تعالیٰ تمہاری آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے حفاظت کرے گا یہاں تک کہ تم ہمارے پاس واپس آؤ گے تو حضور ﷺ کی دعا سے خوش ہوئے۔ حضرت حذیفہؓ اٹھے وہ فرماتے ہیں میں ایسا محسوس کر رہا تھا گویا کہ حمام میں جا رہا ہوں۔ تو حافظ ابن حجرؒ نے جواب دیا کہ صرف حضرت زبیرؓ میں حصر کرنا درست نہیں ہے۔ بنو قریظہ کے حالات معلوم کرنے کیلئے کہ انہوں نے نقض عہد کیا ہے یا نہیں۔ ان کی طرف حضرت زبیرؓ کو روانہ فرمایا۔ اور حضرت حذیفہؓ کا قصہ واقعہ خندق کے متعلق ہے جب مسلمانوں پر حصار سخت ہوا اور کئی قبائل اکٹھے ہو گئے۔ سخت آندھی اور سخت سردی کی وجہ سے ان طوائف میں اختلاف ہو گیا۔ تو قریش کے حالات کی خبر لینے کے لئے آپؐ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو روانہ فرمایا۔ نیز! ظاہر حدیث باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زبیرؓ نے ایک ہی مقام پر تین مرتبہ جواب دیا ہے۔ در حقیقت ایسا نہیں۔ یہ جواب تین مواقع پر دیا گیا ہے۔ جب کہ بنو قریظہ کا معاملہ سخت ہوا تو ایک مرتبہ بھی وہی خبر لائے۔ دوسری مرتبہ جب اور پریشانی لاحق ہوئی تو بھی یہی خبر لائے۔ اسی طرح تیسری مرتبہ بھی گئے۔ جس پر آپؐ نے ان لکل نبی حواری فرمایا۔ ایک اور بات بھی یہاں قابل غور ہے کہ حدیث جابرؓ پر امام بخاریؒ نے دو ترجمے باندھے ہیں ایک تو یہی باب فضل الطلیعه جس کی غرض اور مناسبت ترجمہ سے ظاہر ہے جس پر حافظؒ فرماتے ہیں کہ لشکر سے پہلے طلیعہ اور جاسوس کو بھیج کر حالات معلوم کر لینا مستحب ہے۔ تاکہ دشمن مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ دوسرا ترجمہ باب هل یبعث الطلیعة وحده کہ ایک آدمی بھی طلیعہ کے طور پر بھیجا جا سکتا ہے جس سے شراح نے جواز سفر الرجل وحده کو ثابت کیا ہے لیکن میرے نزدیک دونوں ترجموں میں فرق یہ ہے کہ طلیعہ کا دارومدار پوشیدہ اور اخفاء پر ہوتا ہے۔ تاکہ دشمن کے حالات خفیہ طور پر معلوم کئے جائیں۔ اور یہ سفر منفرداً تو مصلحت اور ضرورت کی بنا پر ہوتا ہے اور سفر وحدہ عام ہے۔ جس سے ممانعت تادیب اور ارشاد کے لئے ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اکیلا شخص اگر سفر میں مر جائے تو ہم اس کے متعلق کس سے سوال کریں گے۔

الصحابة مع مالهم اور صحابہ کرامؓ بھی تجسس کے لئے کئی مقامات پر تشریف لے گئے ہیں۔ کتاب المغازی میں آ رہا ہے کہ آپؐ نے حضرت حذیفہؓ۔ نعیم بن مسعودؓ۔ عبداللہ بن انیسؓ۔ رخوات بن جبیرؓ۔ عمرو بن امیہؓ۔ سالم بن عمیرؓ۔ اور بسیسہ کو بہت سے مقامات پر بھیجا ہے۔ بسیسہ کو آپؐ نے عیر ابی سفیان یعنی بدر کے موقع پر ابو سفیان کے قافلہ کی خبر لینے کے لئے بھیجا تھا۔

(نوٹ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جلد رابع ختم ہوئی۔)

بَابُ هَلْ يُبْعَثُ الطَّلِيعَةُ وَحْدَهُ

ترجمہ۔ کیا ایک اکیلے شخص کو بھی حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا جاسکتا ہے۔

حدیث (۲۶۴۳) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الخ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَالَ صَدَقَةُ اَظُنُّهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیلئے لوگوں کو پکارا تو حضرت زبیرؓ نے جواب دیا۔ پھر پکارا تو حضرت زبیرؓ نے جواب دیا۔ پھر پکارا تو حضرت زبیرؓ نے جواب دیا۔ صدقہ راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر تھا۔ بہر حال تینوں مرتبہ حضرت زبیرؓ نے جواب دیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا ہر نبی کا ایک خاص آدمی ہوتا ہے میرا خاص آدمی حضرت زبیر بن العوامؓ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ صدقہ راوی کا گمان صحیح نہیں ہے۔ خندق کے واقعہ میں آپؐ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو روانہ فرمایا اور بنو قریظہ کی خبر لینے کے لئے حضرت زبیر بن العوامؓ تشریف لے گئے۔ ماسبق میں گزر چکا ہے۔

بَابُ سَفَرِ الْاِثْنَيْنِ

ترجمہ۔ دو آدمیوں کا سفر کرنا

حدیث (۲۶۴۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الخ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ انْصَرَفْتُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اَنَا وَصَاحِبٌ لِّي اَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا.

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آیا تو آپؐ نے ہمیں ارشاد فرمایا میں اور میرا ایک دوسرا ساتھی تھا۔ کہ دونوں اذان کہہ سکتے ہو۔ تکبیر پڑھ سکتے ہو۔ لیکن امامت وہی کرائے جو تم میں سے بڑا ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ سفر اثنین کے جواز کو ثابت کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا جس میں سفر واحد اور اثنین سے روکا گیا ہے۔ اصحاب سنن نے اس کی تخریج کی ہے کہ الراکب شیطان والراکبان شیطانان والثلاثة رکب۔ اگرچہ یہ حدیث حسن الاسناد ہے لیکن اس میں نہی ادب اور ارشاد کے طور پر ہے۔ سفر اثنین کا حرام نہیں ہے۔ الراکب شیطان کا مطلب ہے کہ الراکب عاص اکیلا سفر کرنے والا نافرمان ہے جس پر شیطان حملہ آور ہوسکتا ہے۔ ورنہ عندالحاجة اکیلا سفر کرنا جائز ہے۔ حضرت زبیرؓ اور حذیفہ بن یمانؓ کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔

بَابُ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ترجمہ۔ گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں قیامت کے دن تک خیر اور بھلائی باندھ دی گئی ہے۔

حدیث (۲۶۴۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْلُ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں قیامت کے دن تک خیر ہی خیر ہے۔

حدیث (۲۶۴۶) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ سُلَيْمَانُ الخ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ تَابَعَهُ مُسَدَّدٌ الخ.

ترجمہ۔ حضرت عروۃ بن الجعدؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں قیامت کے دن تک خیر باندھ دی گئی ہے۔ سلیمان نے اپنی سند سے عروہ بن ابی الجعد سے روایت کیا ہے۔ جس کی متابعت مسدد نے کی ہے۔

حدیث (۲۶۴۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں برکت ہی برکت ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ الخیل سے وہ گھوڑا مراد ہے جو جہاد کے لئے رکھا گیا ہو۔ تو الخیل میں الف لام عہد خارجی کا ہوگا۔ برکت و خیر سے اجر اور غنیمت مراد ہے۔

بَابُ الْجِهَادُ مَاضٍ مَعَ الْبِرِّ وَالْفَاجِرِ

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ترجمہ۔ جہاد نیکوکار اور بدکار کے ہمراہ جاری رہنے والا ہے۔ بوجہ قول جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں قیامت تک خیر باندھی گئی۔

حدیث (۲۶۴۸) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ حَدَّثَنِي الْعُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ.

ترجمہ۔ حضرت عروۃ بارقیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں خیر باندھی گئی ہے قیامت کے دن تک وہ خیر ثواب اور غنیمت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ روایت سے ترجمہ کو اس طرح ثابت فرمایا کہ جب جہاد قیامت تک جاری رہے۔ اور یہ معلوم ہے قیامت تک آنے والے سب لوگ نیکوکار نہیں ہوں گے۔ ان میں بدکار بھی ہوں گے۔ تو مضی الجہاد الی یوم القیامۃ کا ہر نیکوکار اور بدکار کے ہمراہ جائز ہونا ثابت ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام احمدؒ نے بھی اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ جب الجہاد ماض ہے تو اس میں امام عادل کی قید نہیں لگائی گئی۔ بلکہ اشارہ ہے کہ یہ ثواب اور فضیلت امام عادل اور جائر دونوں کے ہمراہ حاصل ہو جائے گی۔ اور حدیث میں اسلام اور مسلمانوں کے قیامت تک باقی رہنے کی بشارت موجود ہے۔ کیونکہ بقاء جہاد کو بقاء مجاہدین لازم ہے۔ اور مجاہدون مسلمان ہیں۔ اور اس حدیث الخیل معقود الخ کو قریباً بیس ۲۰ صحابہ کرامؓ نے بیان فرمایا ہے بلکہ امام احمدؒ نے تو الجہاد مع کل امام الی یوم القیامۃ نقل کیا ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت حضرت ابو ہریرۃؓ سے یوں ہے۔ الجہاد واجب علیکم مع کل امیر براکان اوفاجرا۔ کہ جہاد ہر امیر کے ہمراہ تم پر

واجب ہے۔خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار ہو۔الصلوۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان اوفاجرا وان عمل الکبائر کہ نماز بھی تم پر ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے۔خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار ہو۔اگر چہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔اور آپ کا ارشاد ہے۔الجہاد ماض منذ بعثنی اللہ الی ان یقاتل اخر امتی الدجال لا یبطلہ جور جائر ولا عدل عادل (الحدیث مشکوۃ) کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے جہاد جاری ہے۔یہاں تک کہ میری امت کا آخری آدمی دجال کو قتل کرے گا۔اس جہاد کو نہ تو کسی ظالم کا ظلم باطل کرسکتا ہے اور نہ ہی کسی عادل کا عدل ختم کرسکتا ہے۔اس طرح اور روایات بھی کثیرہ موجود ہیں۔

یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد برئ ومن کرہ فقد سلم (الحدیث) تم پر حکام مقرر ہوں گے۔کچھ باتیں ان کی پہچانو گے اور کچھ تم پر اوپری ہوں گی۔جس نے انکار کیا وہ بری ہوگیا۔جس نے مکروہ سمجھا وہ بھی بچ گیا۔

کیف انتم دائمۃ من بعدی یستأثرون ترجمہ تمہارا کیا حال ہوگا کہ میرے بعد ایسے حکام دیکھو گے جو اپنے مفاد طلب کریں۔

تشریح از قاسمیؒ۔نواصی جمع ناصیۃ کی۔گھوڑے کے ان لٹکتے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں جو کہ پیشانی پر ہوں۔پھر ناصیۃ بول کر جمیع ذات الفرس یعنی گھوڑا بھی مراد لیا جاتا ہے۔

اجر فی الاخرۃ اور مغنم فی الدنیا اس حدیث سے حاصل ہوا کہ نہ تو قیامت تک جہاد منقطع ہوگا اور نہ اس مال سے خیر و برکت ختم ہوگی جو گھوڑے کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔

بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ

ترجمہ۔اس شخص کے ثواب اور فضیلت کے بارے میں جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا روک رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے گھوڑے باندھنے کو بھی تیاری جہاد میں شمار کیا گیا ہے۔

حدیث(۲۶۴۹)حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حَفْصٍ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃَؓ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِیْمَانًا بِاللّٰہِ وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِہٖ فَاِنَّ شِبْعَہٗ وَرِیَّہٗ وَرَوْثَہٗ وَبَوْلَہٗ فِیْ مِیْزَانِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوئے اور اسکے وعدہ کو سچا سمجھتے ہوئے تو پھر اس کا پیٹ بھر کر کھانا سیر ہوکر پانی پینا لید کرنا اور پیشاب کرنا سب کے سب قیامت کے دن ترازو میں ہوں گے یعنی ان سب چیزوں کا قیامت کے دن ثواب ملے گا۔

ایمان باللہ کا مطلب امتثال امر الٰہی تصدیق بوعدہ اس کے ثواب کی تصدیق کی۔احتباس کا مطلب ہے کہ قریب کے کوئی جنگ ہو تو اس پر سواری کر کے جہاد کروں گا اس پر بھی ثواب ملے گا۔

بَابُ اِسْمُ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ

ترجمہ۔گھوڑے اور گدھے کا نام رکھنا کیسا ہے

حدیث(۲۶۵۰)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَؓ اَنَّہٗ خَرَجَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ فَتَخَلَّفَ اَبُوْ قَتَادَةَ مَعَ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاَوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ فَلَمَّا رَاَوْهُ تَرَكُوْهُ حَتّٰى رَاٰهُ اَبُوْ قَتَادَةَ فَرَكِبَ فَرَسًا لَهٗ يُقَالُ لَهُ الْجَرَادَةُ فَسَاَلَهُمْ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَتَنَاوَلَهٗ فَحَمَلَ فَعَقَرَهٗ ثُمَّ اَكَلَ فَاَكَلُوْا فَقَدِمُوْا فَلَمَّا اَدْرَكُوْهُ قَالَ مَعَكُمْ شَيْئٌ مِّنْهُ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَهَا.

ترجمہ۔ حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے لیکن حضرت ابوقتادہؓ اوران کے کچھ ساتھی پیچھے رہ گئے۔ جنہوں نے احرام باندھ رکھا تھا۔ حضرت ابوقتادہؓ احرام سے نہیں تھے۔ توان حضرات نے گورخر کو دیکھا پہلے اس کے کہ حضرت ابوقتادہؓ اسے دیکھتے پس جب انہوں نے اسے دیکھا تو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ خود ابوقتادہؓ نے اسے دیکھ لیا اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے جسے جرادہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے میرا چابک اٹھا کر دے دو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے خود اتر کر اسے لے لیا۔ حملہ کر کے اسے پچھاڑ دیا۔ جس سے وہ مرگیا۔ ذبح کر کے انہوں نے بھی کھایا اوران کے ساتھیوں نے بھی کھالیا۔ پھر پشیمان ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا نہیں۔ جب آنحضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے پاس اس حمار وحشی کا کچھ حصہ باقی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اس کی ایک چوڑی موجود ہے۔ تو آپؐ نے اس کو لے کر تناول فرمالیا۔

حدیث (۲۶۵۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ جَدِّهٖ هُوَسَهْلٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ اللُّحَيْفُ اَوْ قَالَ بَعْضُهُمُ اللُّخَيْفُ بِالْخَآءِ.

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا۔ جس کو لحیف یا بعض نے لخیف خاء کے ساتھ کہا جاتا تھا۔

حدیث (۲۶۵۲) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ مُعَاذٍؓ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهٗ عُفَيْرٌ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا.

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار تھا جس کا نام عفیر تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے۔ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے میں نے کہا اللہ اوراس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرائے تو اسے عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دوں۔ آپؐ نے فرمایا ان کو بشارت نہ دو۔ پس وہ بھروسہ کر کے عمل سے بیٹھ جائیں گے۔

حدیث (۲۶۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لَّنَا يُقَالُ لَهٗ مَنْدُوْبٌ فَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں گھبراہٹ پیدا ہوگئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا گھوڑا جس کو مندوب کہا جاتا تھا عاریت پر لیا واپس آ کر فرمایا کوئی گھبراہٹ کی بات نہیں ہے۔ اور ہم نے اس کو سمندر کی طرح رواں دواں پایا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں چار احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ جن میں گھوڑے اور گدھے کے نام بتلا کر اسکے جواز کو ثابت فرمایا ہے۔ ابوقتادہؓ کے گھوڑے کا نام جرادہ تھا۔ اور حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت میں آپؐ کے گھوڑے کا نام لحیف یا لخیف بتایا گیا ہے۔ اور حضرت معاذؓ کی روایت میں گدھے کا نام عفیر مٹیالے رنگ والا۔ اور حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے کا نام مندوب ذکر کیا گیا ہے چاروں احادیث باب سے مطابق ہوگئیں۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُوْمِ الْفَرَسِ

ترجمہ۔ گھوڑے کی نحوست کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے اس بارے میں یہ باب ہے۔

حدیث(۲۶۵۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الشُّوْمُ فِيْ ثَلٰثَةٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اگر نحوست ہوسکتی ہے تو وہ گھوڑے میں عورت میں اور مکان میں ہوسکتی ہے۔

حدیث(۲۶۵۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ كَانَ الشُّوْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسَاكِنِ.

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نحوست کسی شے میں ہوسکتی ہے تو عورت میں۔ گھوڑے میں۔ اور جائے رہائش میں ہوسکتی ہے جب ان میں نہیں تو کسی چیز میں نحوست نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں اگر چہ برکت اور نحوست اللہ کی قضا میں سے ہیں ان کا محل اگر ہوسکتے ہیں تو یہ تین اشیاء ہیں۔ جن کی انسان کو حاجت رہتی ہیں۔ فی ذاتہ ان میں کوئی نحوست نہیں۔ کہتے ہیں کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بچہ نہ جنے۔ گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ اس پر جہاد نہ کیا جائے۔ اور مسکن کی نحوست یہ ہے کہ ہمسایہ برا ہو۔ اگر سوال ہو کہ پچھلی حدیث میں گذرا ہے الخیل معقود فی نواصیھا الخیر تو پھر شوم تو اس کے خلاف ہوا۔ کہ وہاں جہاد والا گھوڑا مراد ہے۔ جس پر قرینہ اجر اور مغنم ہے۔ دوسرے گھوڑے میں خیر وشر دونوں ہو سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جب اس شوم والی حدیث کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اہل جاہلیت کے خیالات تھے۔ جن کی تردید میں آپؐ نے فرمایا لاعدوی ولاطیرۃ اور لاطیرۃ فی المرأۃ والدابۃ والدار۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے مااصاب من مصیبۃ فی الارض ولافی انفسکم الافی کتاب من قبل ان نبرأھا۔

بَابُ الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً

ترجمہ۔ گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے گھوڑے گدھے اس لئے پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہو۔ اور تمہارے لئے زینت کا باعث بنیں۔

حدیث(۲۶۵۶)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَیْلُ لِثَلٰثَةٍ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰی رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِیْ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاَطَالَ فِیْ مَرْجٍ اَوْرَوْضَةٍ فَمَا اَصَابَتْ فِیْ طِیَلِهَا ذٰلِکَ مِنَ الْمَرْجِ اَوِالرَّوْضَةِ کَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ وَّلَوْاَنَّهَا قَطَعَتْ طِیَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَیْنِ کَانَتْ اَرْوَاثُهَا وَاٰثَارُهَا حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ یُرِدْ اَنْ یَّسْقِیَهَا کَانَ ذٰلِکَ حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَّرِیَآءً وَّنِوَآءً لِّاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِیَ وِزْرٌ عَلٰی ذٰلِکَ وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَآ اُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰیَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ایک آدمی کے ثواب کا باعث ہوگا۔اور ایک آدمی کے لئے پردہ ہوگا۔اور ایک گناہ کا باعث ہوگا۔لیکن وہ آدمی جس کے لئے وہ گھوڑا جو ثواب کا باعث ہوگا جس نے اس کو اللہ کی راہ میں باندھ رکھا ہے۔پس اس کی رسی چراگاہ میں یا باغ میں لمبی کر رکھی ہے پس اپنی اس باگ میں جو کچھ اس کو چراگاہ اور باغ میں سے ملتا ہے وہ اس آدمی کے لئے نیکیوں میں شمار ہوگا اور اگر اس نے اپنی باگ کو توڑ کر ایک باری یا دوباری کودا۔تو اس کی لید اور اس کے نشان قدم سب اس کیلئے نیکیاں ہوں گی اگر اس کا گذر کسی نہر سے ہوا جس سے اس نے پانی پی لیا۔حالانکہ وہ مالک اس کو پانی پلانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا یہ سب اس کی نیکیوں میں داخل ہوگا۔اور وہ آدمی جس نے گھوڑے کو دوسروں پر فخر کرنے۔شہرت اور مسلمانوں کی دشمنی کے لئے رکھا ہے۔وہ اس کے لئے گناہ کا باعث ہوگا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان کے بارے میں کوئی خاص حکم تو نازل نہیں ہوا۔البتہ یہ ایک آیت جو سب کو جامع ہے اور منفرد ہے۔ترجمہ کہ جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کو دیکھے گا۔اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو بھی دیکھے گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔اگر اشکال ہو کہ حدیث میں تیسرا قسم ذکر نہیں ہوا تو کہا جائے گا کہ راوی نے اختصار کر دیا ہے۔وہ یہ ہے کہ جس شخص نے گھوڑا غنی اور سواری سے بچنے کے لئے باندھ رکھا ہے۔پھر اس میں اللہ کا حق نہ تو اس کی گردن میں اور نہ ہی اس کی پیٹھ میں بھولا ہے پس یہ اس کے لئے ستر ہوگا۔

بَابُ مَنْ ضَرَبَ دَآبَّةَ غَیْرِهٖ فِی الْغَزْوِ

ترجمہ۔جس نے جہاد میں کسی دوسرے کے جانور کو مارا

حدیث(۲۶۵۷)حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ قَالَ اَتَیْتُ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیَّؓ فَقُلْتُ لَهٗ حَدِّثْنِیْ بِمَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَافَرْتُ مَعَهٗ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ قَالَ اَبُوْعُقَیْلٍ لَآ اَدْرِیْ غَزْوَةً اَوْ عُمْرَةً فَلَمَّا اَنْ اَقْبَلْنَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّتَعَجَّلَ اِلٰی اَهْلِهٖ فَلْیُعَجِّلْ قَالَ جَابِرٌ فَاَقْبَلْنَا وَاَنَا عَلٰی جَمَلٍ لِیْ اَرْمَکَ لَیْسَ فِیْهِ شِیَةٌ وَّالنَّاسُ خَلْفِیْ فَبَیْنَا اَنَا کَذٰلِکَ اِذْ قَامَ عَلَیَّ فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا جَابِرُ اسْتَمْسِکْ فَضَرَبَهٗ بِسَوْطِهٖ ضَرْبَةً فَوَثَبَ الْبَعِیْرُ مَکَانَهٗ فَقَالَ اَتَبِیْعُ الْجَمَلَ قُلْتُ نَعَمْ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ وَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فِیْ طَوَائِفِ اَصْحَابِهٖ فَدَخَلْتُ اِلَیْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِیْ نَاحِیَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ لَهٗ هٰذَا

جَمَلُکَ فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيْفُ بِالْجَمَلِ وَيَقُوْلُ الْجَمَلُ جَمَلُنَا فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَاقٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اعْطُوْهَا جَابِرًا ثُمَّ قَالَ اِسْتَوْفَيْتَ الثَّمَنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَکَ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے ایک شاگرد نے کہا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث سناؤ جو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک بار سفر کیا۔ ابوعقیل روای کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ جہاد کا سفر تھا یا عمرے کا تھا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جلدی اپنے گھر والوں کے یہاں جانا چاہتا ہو وہ جلدی چلا جائے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایسے اونٹ پر سوار تھا جو کیت تھا۔ یعنی سرخی سیاہی ملی ہوئی تھی جس میں اور کسی رنگ کا دھبہ نہیں تھا لوگ میرے پیچھے تھے پس ایسی حالت میں میں چل رہا تھا کہ اچانک میرا اونٹ کھڑا ہو گیا چلتا نہیں تھا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا اے جابر! اسے روک لو۔ پس آپؐ نے اسے اپنے چابک سے خوب مارا۔ پس وہ اونٹ اپنی جگہ پر کودنے لگا۔ آپؐ نے پوچھا اے جابر کیا اپنا اونٹ بیچو گے میں نے ہاں میں جواب دیا پس جب ہم لوگ مدینہ میں داخل ہوئے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ٹولیوں میں مسجد کے اندر تشریف لائے تو میں حاضر خدمت ہوا اور اونٹ مسجد کے میدان کے ایک کنارے پر باندھ دیا میں نے کہا حضرت آپ کا اونٹ آیا ہے آپؐ باہر تشریف لائے اونٹ کو گھمانے لگے۔ اور مجھ سے فرمانے لگے اونٹ تو ہمارا ہی اونٹ ہے۔ پھر آپؐ نے چند اوقیہ سونے کے میرے پاس بھیجے اور فرمایا کہ یہ حضرت جابرؓ کو دے دو پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے اس کی قیمت پوری وصول کر لی میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ قیمت اور اونٹ دونوں تمہارے ہیں۔

بَابُ الرُّكُوْبِ عَلَى الدَّآبَّةِ الصَّعْبَةِ وَالْفُحُوْلَةِ مِنَ الْخَيْلِ

ترجمہ۔ اکھڑ جانور اور نر گھوڑے پر سوار ہونا۔

وَقَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّوْنَ الْفُحُوْلَةَ لِاَنَّهَا اَجْرٰى وَاَجْسَرُ

ترجمہ۔ راشد بن سعد فرماتے ہیں کہ سلف صالحین نر گھوڑے کو پسند کرتے تھے۔ کیونکہ وہ جلدی دوڑنے والا اور دلیر ہوتا ہے۔

حدیث (۲۶۵۸) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهٗ مَنْدُوْبٌ فَرَكِبَهٗ وَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں کچھ گھبراہٹ کا احساس ہوا۔ تو آپؐ نے حضرت ابوطلحہؓ کا گھوڑا جسے مندوب کہا جاتا تھا عاریت پر مانگا۔ اس پر سوار ہوئے واپس آ کر فرمایا ہم نے تو کوئی گھبراہٹ والی چیز نہیں دیکھی۔ اور فرمایا ہم نے اس کو سمندر پایا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ روایت میں سے ترجمہ کو امام بخاریؒ نے قیاساً ثابت کیا ہے۔ کہ جیسے اکھڑ اور سخت گھوڑا سیر اور قطع مسافت میں خلل انداز ہوتا ہے ایسے تھکا ماندہ بطی السیر بھی خلل انداز ہوتا ہے۔ جب سابق حدیث سے بطی السیر پر سوار ہونے کا جواز ثابت ہو گیا تو سخت گھوڑے پر سوار ہونا جائز ہوا۔ اور اس کا نر ہونا مذکر کی ضمیر سے ثابت کیا۔ یقال اور مندوب اور نر گھوڑا بنسبت مادہ کے جری اور دلیر ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ صعبة بمعنی شدیدہ۔ ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے ترجمہ پر استدلال ضعیف ہے اس لئے کہ

یقال له مندوب میں ضمیر لفظ فرس کی طرف راجع ہے۔ جو مذکر کے لئے ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا اطلاق مؤنث پر بھی ہوتا ہے۔ نیز! تفضیل فحولة پر بھی کوئی لفظ دال نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف فرمائی۔ اور مادہ سے خاموش رہے۔ تو اسی سے فضیلت ثابت ہوسکتی ہے۔ اور میرے نزدیک انا وجدنا لبحرا سے استدلال ہے۔

دلالت الروایة شیخ گنگوہیؒ نے حضرت جابر کے بطی السیر گھوڑے کے رکوب سے دابہ صعبہ پر رکوب کے جواز کو ثابت فرمایا۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے دابہ صعبہ اور فحولہ پر سوار ہونے کی رغبت دلانا ہے۔ جس پر راشد بن سعدؒ کا اثر دلالت کرتا ہے۔

کان السلف یستحبون الفحولہ اور حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے سے جس کے متعلق آپؐ نے فرمایا انا وجدنا لبحرا سے استدلال فرمایا ہے اور رکوب علی الدابة الصعبه کی فضیلت یوں سمجھ میں آتی ہے کہ ایسا شخص گھوڑے پر سوار ہونے کی مہارت رکھتا ہے۔ اور کمال شہسواری کا اسے تجربہ ہے۔ بنا بریں حضرت عمرؓ کا بیں کاٹ دینے کا حکم دیتے تھے۔ جیسا کہ عنقریب باب رکوب الفرس العری آرہا ہے۔

بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ

ترجمہ۔ مال غنیمت میں سے گھوڑے کے حصوں کے بارے میں

وَقَالَ مَالِكٌ يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَاذِيْنَ مِنْهَا لِقَوْلِهِ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَلَا يُسْهَمُ لِاَكْثَرَ مِنْ فَرَسٍ.

ترجمہ۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عربی گھوڑے اور ترکی گھوڑے کے لئے حصہ نکالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے گھوڑے خچر اور گدھوں کو ہم نے اس لئے پیدا کیا تاکہ تم ان پر سوار ہو۔ اور ایک گھوڑے سے زیادہ کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔

حدیث (۲۶۵۹) **حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِصَاحِبِهٖ سَهْمًا.**

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ نے گھوڑے کے لئے دو حصے اور اس کے مالک کے لئے ایک حصہ مقرر فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ مسئلہ اختلافی مشہور ہے۔ کہ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک گھوڑے کا ایک حصہ۔ باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دو حصے ہیں۔ پھر امام بخاریؒ نے ایک اور اختلاف کی طرف قال مالكؒ سے اشارہ فرمایا ہے۔ کہ آیا عربی اور ترکی گھوڑے میں کچھ فرق ہے۔ تو یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے۔ کہ امام شافعیؒ اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ عربی اور ترکی گھوڑے کا حصہ برابر ہے۔ امام احمدؒ سے تین روایات ہیں۔ ایک تو جمہور کے موافق ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ برذون کے لئے الگ ایک حصہ ہے۔ اور تیسری روایت یہ ہے کہ اگر اس میں عربی گھوڑے کی صلاحیت ہے تو حصہ دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ تیسرا اختلاف یہ ہے کہ اگر جنگ میں کسی کے پاس ایک سے زائد گھوڑے ہوں۔ تو امام مالکؒ اور جمہور ائمہؒ فرماتے ہیں کہ ایک گھوڑے سے زائد کا حصہ نہیں دیا جائے گا۔ اور لیثؒ۔ ابو یوسفؒ۔ احمدؒ۔ اور اسحٰقؒ فرماتے ہیں دو گھوڑوں کا حصہ تو دیا جائے گا اس سے اکثر کا نہیں۔ اور سلیمان بن موسیٰ سے مروی ہے ہر گھوڑے کے دو حصے ہوں گے بالغا مابلغت جہاں تک پہنچے۔ جمہور فرماتے ہیں جس گھوڑے پر شہسوار سوار ہے اس کے لئے حصہ تو اس لئے نکالا جاتا ہے کہ اس میں منفعت ہے۔ جس پر سواری نہیں ہوئی۔ نہ اس سے منفعت حاصل ہوئی اور نہ اس کا حصہ مقرر ہوا۔ کیونکہ دو گھوڑوں پر توفی وقت واحد سوار ہو کر قتال نہیں کرسکتا۔

بَابُ مَنْ قَادَ دَابَةَ غَيْرِهٖ فِي الْحَرْبِ

ترجمہ۔ لڑائی میں کسی دوسرے کا گھوڑا کھینچنا اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۲۶۶۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ اِنَّ هَوَازِنَ كَانُوْا قَوْمًا رُمَاةً وَاِنَّا لَمَّا لَقِيْنَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوْا فَاَقْبَلَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى الْغَنَائِمِ وَاسْتَقْبَلُوْنَا بِالسِّهَامِ فَاَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَفِرَّ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ وَاِنَّهٗ لَعَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَآءَ وَاِنَّ اَبَا سُفْيٰنَ اٰخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ.

اَنَا النَّبِيُّ لَاكَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ سے کسی شخص نے پوچھا کیا تم لوگ حنین کی لڑائی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے سالار تھے وہ نہیں بھاگے۔ تو لشکریوں کا بھاگنا نہ ہوا وجہ یہ ہوئی کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ بڑے تیرانداز تھے۔ جب پہلے پہل ہماری ان سے مڈبھیڑ ہوئی تو ہم نے ان پر اس شدت سے حملہ کیا کہ وہ لوگ شکست کھا کر بھاگے مسلمان غنیمتوں کا مال جمع کرنے میں لگ گئے ان کو موقعہ مل گیا۔ انہوں نے ہم پر تیروں کی بارش کردی۔ جس سے ہم سنبھل نہ سکے۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے وہ میدان میں جمے رہے۔ میں نے آپؐ کو دیکھا آپؐ اپنے سفید خچر پر سوار تھے۔ اور ابوسفیان اس کی لگام کو پکڑے ہوئے تھے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے میں نبی ہی ہوں جس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں وہی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں جس کی عرب میں شہرت تھی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ **والخیل والبغال الخ** سے استدلال امام بخاریؒ کا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے رکوب خیل کا انعام ذکر فرمایا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے حصہ مقرر فرمایا۔ خیل کا اطلاق برذون اور ھجین دونوں پر ہوتا ہے۔ بغال اور حمیر الگ جنس ہیں۔ تو آیت کا حکم اس جنس خیل کو شامل ہوگا جب برذون اور ھجین کی کوئی قید نہیں۔ تو یہ سب خیل مین داخل ہوں گے۔ ھجین اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا حد الابوین ماں باپ میں سے ایک عربی ہو۔ اور دوسرا غیر عربی ہو۔

جعل لایسھم لاکثر من فرس امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کبھی میدان جہاد میں گھوڑے سوار کو عند الفجر دوسرے گھوڑے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اس لئے اس کا حصہ بھی نکالنا چاہیئے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ حضرت براء بن ارسؓ دو گھوڑے جنگ میں کھینچ لائے تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک گھوڑے کا حصہ نکالا تھا۔ عقلی دلیل وہی ہے کہ ایک وقت میں دو گھوڑوں پر جہاد نہیں ہوسکتا۔ اور جو روایت امام ابویوسفؒ نے نقل فرمائی ہے کہ اسھم للفرسین کہ دو گھوڑوں کیلئے حصہ نکالا۔ وہ غنیمت کے طور پر نہیں۔ بلکہ نفل اور انعام کے طور پر تھا۔ جیسے کہ آپؐ نے حضرت سلمہ بن اکوعؓ کو دو حصے دے دیئے۔ حالانکہ وہ پیدل تھے۔

جعل للفرس سھمین ولصاحبه سھما یہی قول ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ للفارس سھمان فقط سھم له وسھم للفرس۔ ان کا استدلال حضرت علیؓ اور ابوموسیٰؓ کی روایت سے ہے۔ جمہور کی حجت حدیث الباب ہے جو صریح ہے۔ اور ابن عمرؓ کی روایت میں ہے للفارس سھمان وللراجل سھم حضرت امام صاحبؒ کے عمل پر جو اشکالات ہیں انکا جواب ابن الھمام نے دیا

ہے۔اوراس کی تفصیل فتح القدیر میں ہے۔

انا ابن عبدالمطلب اگر اشکال ہو کہ افتخار بالآباء یعنی باپ دادے پر فخر کرنے سے تو منع کیا گیا ہے۔ پدرم سلطان بود۔ یہاں پر پہلا جواب تو یہ ہے کہ اس سے اس خواب کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عبدالمطلب نے دیکھا تھا۔ جس کی خبر قریش کو دی تھی۔ کہ ان کی اولاد میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو قوم کی سیادت کرے گا۔ اور اس کے دشمن ہلاک ہوں گے تو یہاں بھی بھاگنے والوں کو آپ فرمار ہے ہیں کہ یہ شکست عارضی ہے۔ انشاء اللہ انجام کار فتح ہماری ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جنگ میں خیلاء اور بڑائی ظاہر کرنے کی اجازت ہے۔

بَابُ الرِّكَابِ وَالْغَرْزِ لِلدَّآبَّةِ

ترجمہ۔ جنگی گھوڑے کے لئے رکابیں اور پائیدان رکاب لوہے اور لکڑی کے ہوتے ہیں اور پائیدان چمڑے کا ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ رکاب گھوڑے کیلئے اور غرز اونٹ کے لئے ہوتا ہے۔

حدیث (۲۶۶۱) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَآ اَدْخَلَ رِجْلَهٗ فِي الْغَرْزِ وَاسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ قَآئِمَةً اَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ اپنا پاؤں مبارک اپنے اونٹ کی رکابوں میں داخل کرتے تھے۔ اور اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تھی۔ تو آپ مسجد ذی الحلیفہ کے پاس سے تلبیہ کہہ کر احرام باندھتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ابن عمرؓ کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ ترجمہ میں غرز اور رکاب کا جو ذکر کیا تھا وہ دونوں ہم معنی ہیں۔

بَابُ رُكُوْبِ الْفَرَسِ الْعُرِيِ

ترجمہ۔ ننگی پیٹھ والے گھوڑے پر سوار ہونا جس پر زین کسی ہوئی نہ ہو۔

حدیث (۲۶۶۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اِسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَرَسٍ عُرِيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ فِيْ عُنُقِهٖ سَيْفٌ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے تشریف لائے جو ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھے جو ننگی پیٹھ والا تھا کہ اس پر زین نہیں تھی۔ اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔

بَابُ الْفَرَسِ الْقُطُوْفِ

ترجمہ۔ تھکے ہوئے درماندہ گھوڑے پر سوار ہونا

حدیث (۲۶۶۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ كَانَ يَقْطِفُ اَوْ كَانَ فِيْهِ قِطَافٌ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ والوں کو گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

ابوطلحہؓ کے ایک ایسے گھوڑے پر سوار ہوئے جو آہستہ چلتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا تھا۔ پس جب واپس تشریف لائے تو فرمایا کہ ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا۔ پھر اس کے بعد اس سے کوئی گھوڑا دوڑ میں آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔

بَابُ السَّبْقِ بَيْنَ الْخَيْلِ

ترجمہ۔ گھوڑ دوڑ میں مقابلہ کرانا

حدیث (۲۶۶۴) حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَجْرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضُمِّرَ مِنَ الْخَيْلِ مِنَ الْحَفْيَاءِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَاَجْرٰى مَالَمْ يُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِىْ زُرَيْقٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكُنْتُ فِيْمَنْ اَجْرٰى قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ بَيْنَ الْحَفْيَاءِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ خَمْسَةُ اَمْيَالٍ اَوْسِتَّةٌ وَبَيْنَ ثَنِيَّةَ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِىْ زُرَيْقٍ مِيْلٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو دبلا کیا جاتا تھا ان کی دوڑ حفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک ہوتی تھی۔ اور جو دبلے کئے ہوئے نہیں ہوتے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ سے لیکر مسجد بنوزریق تک ہوتی تھی۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے گھوڑ دوڑ میں حصہ لیا اور سندہ سفیانؒ فرماتے ہیں کہ حفیاء اور ثنیۃ کے درمیان پانچ یا چھ میل کا فاصلہ تھا۔ اور ثنیۃ سے مسجد بنوزریق تک صرف ایک میل کا فاصلہ تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ تضمیر اور اضمار یہ ہے کہ گھوڑے کو تھوڑا گھاس کھلا کر جل ڈال دیا جائے۔ یہاں تک کہ اسے پسینہ آجائے پسینہ خشک ہونے پر اس کا گوشت ہلکا ہو جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ دوڑ میں قوی ہو جاتے تھے۔

بَابُ اِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ

ترجمہ۔ مقابلہ کی دوڑ کے لئے گھوڑے کو لاغر کرنا

حدیث (۲۶۶۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِىْ لَمْ تَضْمَرْ وَكَانَ اَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِىْ زُرَيْقٍ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ كَانَ سَابَقَ بِهَا قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اَمَدًا غَايَةً فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان گھوڑ دوڑ کرائی جو لاغر نہیں کئے گئے تھے ان کا آخر نشان ثنیہ سے مسجد بنی زریق تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ انہیں لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ایسے گھوڑوں کے ساتھ گھوڑ دوڑ کا مقابلہ جیتا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امد کا معنی غایت ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ طال علیھم الامد ان کا نشانہ ان پر لمبا ہو گیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ نے صرف مسابقت کا ذکر کیا ہے۔ جو بغیر عوض کے ہو۔ اس کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اسے اونٹوں اور گھوڑوں کے درمیان منحصر رکھا ہے۔ بعض علماء صرف گھوڑ دوڑ کو جائز قرار دیتے ہیں اور حضرت عطاء نے ہر چیز میں مقابلہ کی دوڑ کی اجازت دی ہے اگر یہ دوڑ بالعوض ہو۔ وہ ایک جانب سے ہو یا کسی ثالث کی طرف سے ہو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ البتہ جانبین سے ہو تو پھر قمار میں داخل ہو کر ناجائز ہو جائے گا۔

بَابُ غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ الْمُضَمَّرَةِ

ترجمہ۔ لاغر کئے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ کی آخری حد کے بارے میں

حدیث (۲۶۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَابَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ قَدْ أُضْمِرَتْ فَأَرْسَلَهَا مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ فَقُلْتُ لِمُوْسٰى كَمْ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ سِتَّةُ أَمْيَالٍ أَوْ سَبْعَةٌ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ فَأَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَكَانَ أَمَدُهَا مَسْجِدُ بَنِيْ زُرَيْقٍ فَقُلْتُ فَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ مِيْلٌ أَوْنَحْوُهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ مِمَّنْ سَابَقَ فِيْهَا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان جو دبلے کئے گئے تھے دوڑ میں مقابلہ کرایا تو ان کو حفیاء سے چھوڑا اور انکی آخری حد ثنیۃ الوداع تھی۔ میں نے موسیٰ راوی سے پوچھا کہ ان میں کتنا فاصلہ تھا اس نے کہا چھ میل یا سات میل۔ اور جو گھوڑے دبلے نہیں کئے گئے تھے ان کا بھی دوڑ میں مقابلہ کرایا ان کو ثنیۃ الوداع سے چھوڑا ان کی آخری حد مسجد بنو زریق تھی میں نے پوچھا ان کے درمیان کتنا فاصلہ تھا فرمایا ایک میل اور اس کے مثل تھا۔ اور ابن عمرؓ ان لوگوں میں تھے جنہوں نے اس آخری گھوڑ دوڑ میں مقابلہ کیا تھا۔

نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے بارے میں

قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ أَرْدَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ وَقَالَ الْمِسْوَرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاتِ الْقُصْوَآءُ.

ترجمہ۔ اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو اپنی اونٹنی قصواء پر اپنے پیچھے بٹھایا اور حضرت مسور کا کہنا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصوا کی بیٹھنے کی عادت نہیں ہے۔ قصواء کان کٹی اونٹنی اور عضباء بھی آپ کی اونٹنی تھی۔

حدیث (۲۶۶۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًاؓ يَقُوْلُ كَانَتْ نَاقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا عَضْبَاءُ مِنْ هٰهُنَا طَوَّلَهُ مُوْسٰى الخ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے سنا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تھی جسے عضباء کہا جاتا تھا۔

حدیث (۲۶۶۸) حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَآءَ لَا تُسْبَقُ قَالَ حُمَيْدٌ أَوْلَا تَكَادُ تُسْبَقُ فَجَآءَ أَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ فَقَالَ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِّنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ طَوَّلَهُ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کو عضباء کے نام سے پکارا جاتا تھا اس سے آگے دوڑ میں کوئی جانور نہیں بڑھ سکتا تھا حمید کہتے ہیں کہ اس سے آگے بڑھا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ ایک دیہاتی نو آموز اونٹنی پر آیا جو عضباء سے

آگے نکل گئی پس یہ بات مسلمان صحابہ کرامؓ پر گراں گذری اس گرانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محسوس کرلیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جس چیز کو وہ دنیا میں اونچا کریں اسے نیچا بھی دکھا سکتے ہیں۔ ہر کمالے راز وال

بَابُ بَغْلَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَنَسٌ وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَهْدَى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر کے بارے میں حضرت انسؓ نے بیان کیا حمیدی فرماتے ہیں کہ ایلہ کے بادشاہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر ہدیہ کے طور پر دیا تھا۔

حدیث(۲۶۶۹)حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرُوبْنَ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّابَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسَلَاحَهُ وَاَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً.

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں صرف ایک سفید خچر۔ اپنے ہتھیار اور کچھ زمین چھوڑی۔ اوران سب کو صدقہ کردیا۔

حدیث(۲۶۷۰)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا اَبَا عُمَارَةَ وَلَّيْتُم يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ وَلّٰى سَرْعَانُ النَّاسِ فَلَقِيَهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِلَجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ. اَنَا النَّبِيُّ لَاكَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا۔ اے ابوعمارہ! کیا تم لوگ حنین کی لڑائی میں پیٹھ دے کر بھاگ گئے تھے انہوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن جلد باز لوگوں نے پیٹھ پھیری تو ہوازن کے لوگوں نے انہیں تیروں پر دھرلیا۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے۔ ابوسفیان بن الحارث اس کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے میں ہی نبی ہوں۔ جس میں جھوٹ نہیں ہے۔ اور میں ہی وہی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

بَابُ جِهَادُ النِّسَآءِ

ترجمہ۔ عورتوں کا جہاد کرنا

حدیث(۲۶۷۱)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنْ عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ جِهَادُ كُنَّ الْحَجُّ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ الخ.

ترجمہ۔ حضرت ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے بارے میں اجازت مانگی تو آپؐ نے فرمایا تمہارا عورتوں کا جہاد حج کرنا ہے۔

حدیث(۲۶۷۲)حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ الخ عَنْ عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ

نِسَآءُ ہُ عَنِ الْجِهَادِ فَقَالَ نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بیبیوں نے جہاد کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا بہترین جہاد حج ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ جهاد النساء یا تو معنی یہ ہے کہ عورتوں کا جہاد کیا ہے۔ یا اس سے جواز جہاد کو بیان کرنا ہے اور باب کی دو روایتین اس پر دلالت کر رہی ہیں۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سائلہ کے سوال پر نکیر نہیں کیا تو عورتوں کے لئے جہاد کے جواز کی تقریر ثابت ہوئی۔ لیکن اس جواز کو عدم فتنہ سے مشروط کیا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چنانچہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے اور جهادکن الحج کہ تمہارا جہاد حج ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاد نفل بھی ان کیلئے نہیں۔ البتہ واجب نہیں کیونکہ ایک تو اس میں ستر وحجاب نہیں رہے گا۔ دوسرے مردوں سے اختلاط ہوگا دوری نہیں ہوگی یہی وجہ ہے کہ حج ان کیلئے جہاد سے افضل ہے امام بخاریؒ نے ترجمہ کو مجمل رکھ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بعد کے تراجم سے صراحۃً عورتوں کے جہاد میں نکلنے کو بیان کیا ہے۔ علامہ عینیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے پردہ پوشی اور مردوں سے الگ تھلگ رہنا بغیر جنگ کے بھی افضل ہے تو جنگ کی صورت میں جو سخت مواقع میں سے ہے ستر اور مجانبة الرجال کیسے ہوسکتی ہے۔ اور حج میں یہ دونوں امور ممکن ہیں اس لئے وہ جہاد سے افضل ہوگا۔

بَابُ غَزْوِ الْمَرْأَةِ فِي الْبَحْرِ

ترجمہ۔ سمندر میں عورت کا جہاد کرنا

حديث (۲۶۷۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى اِبْنَةِ مَلْحَانَ فَاتَّكَأَ عِنْدَهَا ثُمَّ ضَحِكَ فَقَالَتْ لِمَ تَضْحَكُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِي يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ الْاَخْضَرَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ فَضَحِكَ فَقَالَتْ لَهٗ مِثْلَ اَوْمِمَّ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَلَسْتِ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ قَالَ قَالَ اَنَسٌ فَتَزَوَّجَتْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قَرَظَةَ فَلَمَّا قَفَلَتْ رَكِبَتْ دَابَّتَهَا فَوَقَصَتْ بِهَا فَسَقَطَتْ عَنْهَا فَمَاتَتْ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کے پاس تشریف لائے تو ان کے پاس سہارا لے کر سو گئے۔ پھر ہنستے ہوئے اٹھے تو یہ کہنے لگیں یارسول اللہ! آپ کس وجہ سے ہنسے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میری امت کے کچھ لوگ اس سبز سمندر پر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سوار ہوں گے ان کا حال ٹھاٹ باٹھ بلندی اور فراخی میں بادشاہوں کی طرح ہوگا۔ جو اپنے تخت پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ تو حضرت ام حرامؓ کہنے لگیں یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان مجاہدین میں سے بنالے۔ آپؐ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! اس کو ان میں داخل فرمالے۔ پھر دوسری مرتبہ نیند میں لوٹے اور اسی طرح ہنستے ہوئے اٹھے۔ انہوں نے بھی پہلے کی طرح کہا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے

کی طرح فرمایا انہوں نے کہا میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان مجاہدین میں داخل فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا تو تو پہلوں میں شامل ہوگی۔ تو دوسروں میں سے نہیں ہوگی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ام حرامؓ نے حضرت عبادہ بن الصامتؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ تو فاختہ بنت قرظہؓ جو حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کی بیوی تھی اور وہ پہلے امیر البحر تھے۔ حضرت ام حرامؓ بھی ان کے ساتھ سمندری سفر پر روانہ ہوئیں۔ جب واپسی کا ارادہ کیا تو اپنی سواری پر سوار ہوئیں جس نے ان کی گردن کو توڑ دیا۔ پس وہ اس سواری سے نیچے گر گئیں۔ جس سے ان کی وفات ہوگئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ تزوجت عبادة الخ یا تو دونوں روایتوں کو ایک دوسرے پر محمول کیا جائے۔ یا یوں کہا جائے تزوجت یعنی اس سے پہلے نکاح کر چکی تھی۔ بعد میں انہوں نے طلاق دے دی پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ یا یہ ہے کہ کانت تحت عبادة جملہ معترضہ ہے جو کسی حال کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اس مقالہ کے بعد انہوں نے نکاح کیا۔

بَابُ حَمْلِ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَهُ فِي الْغَزْوِ دُوْنَ بَعْضِ نِسَآئِهٖ

ترجمہ۔ جہاد میں آدمی اپنی بعض بیویوں کو سوار کر کے لے جائے بعض کو نہ لے جائے

حدیث (۲۶۷۴) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَآ اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَآئِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ يَخْرُجُ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَآ اُنْزِلَ الْحِجَابُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کہیں سفر کیلئے روانہ ہوتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے جس بی بی کا قرعہ نکل آتا اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔ پس اس دستور کے مطابق ایک غزوہ میں جس میں آپؐ روانہ ہوئے تو ہمارے درمیان آپؐ نے قرعہ اندازی فرمائی تو اتفاق سے اس غزوہ بنی المصطلق میں میرا قرعہ نکل آیا تو پردہ کا حکم اتر جانے کے بعد میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس حدیث سے امام بخاریؒ نے صراحۃً جهاد النساء کو ثابت فرمایا۔

بَابُ غَزْوِ النِّسَآءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ

ترجمہ۔ عورتوں کا جہاد کے لئے نکلنا اور ان کا مردوں کے ہمراہ نکل کر جنگ میں حصہ لینا

حدیث (۲۶۷۵) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اِنْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَآئِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَاُمَّ سُلَيْمٍ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ وَقَالَ غَيْرُهٗ تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب احد کی لڑائی واقع ہوئی تو کچھ لوگ شکست کھا کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ گئے۔ میں نے حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ دونوں اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے تھیں۔ میں ان کی پنڈلیوں کے پازیبوں کو دیکھ رہا تھا۔ (بلا

قصد نظر پڑی) وہ دونوں پانی کے مشکیزے اٹھارہی تھیں۔اور حضرت انسؓ کے علاوہ دوسرے حضرات نے فرمایا کہ وہ اپنی پیٹھوں پر مشکیزے اٹھارہی تھیں پھران کو مجاہدین کے مونہوں میں انڈیلتی تھیں پھر واپس لوٹ کران کو بھرلاتی تھیں۔پھرآ کرقوم کے مجاہدین کے مونہوں میں انڈیلتی تھیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ تشمیر کامعنی چادر کا پنڈلی سے اٹھانا۔اس لئے اس کے معنی تیاری کرنے کے بھی لئے جاتے ہیں۔

خدم بعض نے کہا پازیب کی جگہ اور بعض نے کہا خدم خدمہ کی جمع ہے۔ خلخال یعنی پازیب کو کہتے ہیں۔سوق جمع ساق کی بمعنی پنڈلی۔یہ واقعہ یا تو نزول حجاب سے قبل کا ہے۔یااچانک ان کی نظر پنڈلیوں پر گئی۔دیکھنے کا قصد نہیں تھا۔عورتوں کے اس پانی پلانے کو غزوہ سے تعبیر کیا۔کیونکہ یہ بھی مجاہدین اسلام کی امداد تھی۔باقی قتال کا ذکر روایت میں نہیں تو حدیث باب کے مطابق نہ ہوئی تو کہا جائیگا چونکہ وہ عورتیں حتی الامکان اپنے سے مدافعت کررہی تھیں۔لہذا یہ حکم میں قتال کے ہوگا۔یا غزوہ پر اس کو قیاس کیا کہ جب جہاد کے لئے نکلنا جائز ہے تو قتال بھی جائز ہوگا۔

بَابُ حَمْلِ النِّسَآءِ الْقِرَبَ اِلَى النَّاسِ فِى الْغَزْوِ

ترجمہ۔عورتوں کا جنگ میں لوگوں کے لئے مشکیزے اٹھانا

حدیث(۲۶۷۶)حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ اَبِى مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَآءٍ مِّنْ نِّسَآءِ الْمَدِيْنَةِ فَبَقِىَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اعْطِ هٰذَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِىْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ اُمَّ كَلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ اُمُّ سُلَيْطٍ اَحَقُّ وَاُمُّ سُلَيْطٍ مِنْ نِّسَآءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَاِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ تَزْفِرُ تَخِيْطُ.

ترجمہ۔ حضرت ثعلبہ ابن ابی مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مدینہ کی عورتوں میں کچھ گرم چادریں تقسیم فرمائیں ان میں سے ایک عمدہ گرم چادر بچ رہی تو جولوگ آپ کے پاس تھے ان میں سے بعض نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ چادر آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیٹی کو دے دیں جو آپ کے پاس ہے۔انکا مقصد (ارادہ) حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ سے تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ام سلیطؓ اس کی زیادہ حقدار ہے اور ام سلیطؓ انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ ام سلیطؓ احد کی لڑائی میں ہمارے لئے مشکیزوں کو اٹھا اٹھا کر لاتی تھیں۔لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ تزفر کے معنی تخیط ہیں۔کہ پھٹی پرانی مشکیزوں کو سی کر لاتی تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قوم شراح نے امام بخاریؒ کی اس تفسیر تزفر بمعنی تخیط کو غلطی پر محمول کیا ہے۔کیونکہ لغت میں زفر کے یہ معنی نہیں ہیں۔حمل کے معنی ہیں۔شاید امام بخاریؒ نے اس حمل کو حمل للسقی یعنی پانی پلانے کے لئے اٹھانے پر محمول نہیں کیا۔جب کہ وہ پانی سے بھری ہوئی ہو۔بلکہ اس کو سینے کے معنی میں لیا ہے۔جب کہ وہ پانی سے فارغ ہو اور پھٹی ہوئی ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظ ابن حجرؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ لغت میں زفر کے معنی خیاطت کے نہیں بلکہ حمل کے آتے ہیں۔ نیز باب غزوۃ المراۃ فی البحر سے امام بخاریؒ کی کیا غرض ہے۔شراحؒ نے اس کی غرض کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔وہ یہ ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے جہاد میں نکلنا مطلقا جائز ہے چنانچہ ابن

عبدالبر فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک عورت کا حج کیلئے نکلنا ہے اور جہاد کے لئے نکلنا تو اکرہ ہے۔اہل بصرہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ چونکہ حجاز کی کشتیاں چھوٹی ہوتی ہیں جن میں مردوں سے پردہ نہیں ہوسکتا۔اس لئے مکروہ فرماتے تھے۔اور جہاں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں ہوں جن میں الگ الگ منازل بنے ہوئے ہوتے ہیں۔تو ان میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے اہل بصرہ کی بڑی بڑی کشتیاں ہیں۔

علی الخطاء تزفر کی تفسیر تخیط کو ہمارے شیخ نے اوہام بخاریؒ میں شمار کیا ہے۔قاضی عیاضؒ بھی فرماتے ہیں هذا غير معروف في اللغة.

تشریح از قاسمیؒ ۔ ام کلثوم بنت علی بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زید بن عمرؓ صاحبزادہ پیدا ہوا۔اور ماں بیٹا دونوں نے ایک ہی دن وفات پائی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئی تھیں حضرت عمرؓ نے خاندان نبوت سے تعلق قائم کرنے کے لئے حضرت علیؓ سے رشتہ مانگا جوانہوں نے خوشی سے قبول کرلیا۔لیکن روافض بے حیائی کی وجہ سے کہتے ہیں اول فرج غضب عنا فرج ام کلثوم (فروع کافی) کہ پہلی شرم گاہ جو ہم سے چھین لی گئی ہے وہ حضرت ام کلثوم کی شرمگاہ ہے۔اور حملہ حیدری والا لکھتا ہے کہ حضرت عباسؓ اور خالد بن ولیدؓ نے حضرت علیؓ کے گلے میں رسی ڈال کر حضرت عمرؓ کے پاس ام کلثومؓ کا زبردستی نکاح کرایا العياذبالله من هذه الهفوت.

بَابُ مُدَاوَةِ النِّسَآءِ الْجَرْحٰى فِي الْغَزْوِ

ترجمہ۔لڑائی میں عورتوں کا زخمیوں کا علاج معالجہ کرنا۔

حدیث (۲۶۷۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدُ اللّٰهِ الخ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِيْ وَنُدَاوِيْ الْجَرْحٰى وَنَرُدُّ الْقَتْلٰى اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ۔ حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتی تھیں۔پیاسوں کو پانی پلاتی تھیں زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔اور مقتولین کی لاشیں اٹھا کر دفن کرتی تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔نرد القتلى اگر اسکو حقیقت پر محمول کیا جائے تو پھر اسکی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا مقتولین کو دفن کرنے میں مشغول ہوجانا جہاد وقتال میں خلل انداز ہوتا اس لئے یہ عورتیں لاشوں کو اٹھا اٹھا کر دور رکھ دیتیں۔فراغت پر ان کو دفن کردیا جاتا۔یا جریح سے مراد قریب المرگ ہے۔جس کے زخم سے اندازہ ہوتا تھا کہ بہت جلد مندمل ہوجائے گا۔وہاں قریب اس کو اس لئے رکھا جاتا تاکہ صحت مند ہونے کے بعد پھر جہاد میں شامل ہوجائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ بظاہر یہ حدیث مشکوۃ کی روایت سے متعارض معلوم ہوتی ہے۔کیونکہ ترمذی کی روایت میں ہے رد والقتلى الى مضاجعهم کہ مقتولین کو ان کی اپنی اپنی قتل کی جگہوں کو واپس لوٹاؤ۔جیسا کہ حضرت عبداللہ والد جابرؓ کو احد میں واپس کیا گیا۔بنابریں میرے نزدیک بہترین توجیہ یہ ہے کہ رد قتلى سے مراد معرکہ سے قبور تک لوٹانا مراد ہے۔جس کی تائید قسطلانی کے قول سے ہوتی ہے۔تردهم النساء الى موضع قبورهم کہ عورتیں ان مقتولین کو اپنی قبروں کی جگہ واپس کرتی تھیں۔لیکن ایک روایت میں نرد القتلى الى المدينة کے الفاظ وارد ہیں۔تو پھر اشکال پکا ہوگیا۔میرے نزدیک اسی اشکال سے گلوخلاصی کی یہی صورت ہے کہ المدینہ کا تعلق جرحي سے ہو۔قتلى سے نہ ہو۔یعنی زخمیوں کو مدینہ پہنچاتی تھیں۔جیسا کہ باب القضاء واللعان بين الرجال والنساء في المسجد میں میں نے عرض کیا تھا کہ فی المسجد کا تعلق قضاء سے ہے۔لعان سے نہیں ہے۔تاکہ سرے سے اعتراض ہی وارد نہ ہو۔یا حدیث ربيع بنت معوذ کو اوّل

امر محمول کیا جائے۔ جب کہ آپ کی طرف ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

المراد بالقتلی الجریح قریب بالموت لیکن پھر بھی اس پر اشکال ہوگا کہ بعض روایات میں قتلی اور جرحی دونوں کا ذکر ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جرحی سے مراد غیر قریب بالموت ہے۔ اور ردھم سے مراد ردھم الی خیامھم ہے۔ کہ ان کو ان کے خیموں تک پہنچاتی تھیں۔

بَابُ رَدِّ النِّسَآءِ الْجَرْحٰی وَالْقَتْلٰی

ترجمہ۔ عورتوں کا زخمیوں اور مقتولین کو اٹھا کر پہنچانا

حدیث (۲۶۷۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ کُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِی الْقَوْمَ وَنَخْدُمُھُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحٰی وَالْقَتْلٰی اِلَی الْمَدِیْنَۃِ.

ترجمہ۔ حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں کہ ہم عورتیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں جاتی تھیں۔ پس ہم مجاہدین کو پانی پلاتیں۔ ان کی خدمت کرتیں اور زخمیوں اور مقتولین کو مدینہ پہنچاتی تھیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ پہلی روایت مختصر تھی دوسری اتم ہے البتہ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ لا نقاتل ہم لڑتی نہیں تھیں توجیہات بیان ہو چکیں۔ البتہ اس آخری حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اجنبی عورت اجنبی مرد کا علاج معالجہ اور خدمت کر سکتی ہے ضرورت کیلئے یہ جائز ہے۔

بَابُ نَزْعِ السَّھْمِ مِنَ الْبَدَنِ

ترجمہ۔ بدن سے تیر کا کھینچ کر نکالنا

حدیث (۲۶۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ رُمِیَ اَبُوْ عَامِرٍ فِیْ رُکْبَتِہٖ فَانْتَھَیْتُ اِلَیْہِ قَالَ اِنْزِعْ ھٰذَا السَّھْمَ فَنَزَعْتُہٗ فَنَزَلَ مِنْہُ الْمَآءُ فَدَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ اَبِیْ عَامِرٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعامرؓ کے گھٹنے میں تیر لگا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ اس تیر کو کھینچ کر نکال لو پس میں نے اس کو نکالا تو انکے بدن سے پانی نکلا (خون نہ نکلا) میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔ تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ! عبید ابی عامر کی بخشش فرما۔ یہ وہ کلمہ ہے جو آپ شہداء کے لئے استعمال فرمایا کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے ایک وہم کا دفعیہ ہے کہ جیسے شہید سے خون نہیں دھویا جاتا ایسے تیر وغیرہ بھی نہ نکالا جائے۔ تو ترجمہ باندھ کر فرمایا کہ نہیں اس تیر کے نکالنے سے شہادت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور نہ ہی یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ اور نہ ہی یہ انتفاع میں داخل ہے۔ مہلب فرماتے ہیں کہ حدیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز زندگی سے متعلق ہو وہ تو واقعی نہ نکالی جائے اور جو بعد الممات ہو وہ مخل نہیں ہے۔

فنزل منہ الماء نزل بمعنی جری پانی کا جاری ہونا موت کی علامت ہے کہ خون نہیں رہا۔ حضرت ابوعامرؓ جن کا نام عبید بن وھب تھا وہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے چچا تھے کبار صحابہ میں سے تھے یوم اوطاس میں شہید ہوئے۔ آپؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی اللھم اجعلہ یوم القیامۃ فوق کثیر من خلقک من الناس ترجمہ یعنی اے اللہ اس کو قیامت کے دن اپنی بہت سی مخلوقات پر بلند مرتبہ عطا فرمانا۔

بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے اندر نگہبانی اور چوکیدارہ کرنا۔

حدیث (۲۶۸۰) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهِرَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَيْتَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِيْ صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ اِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَنَا سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ جِئْتُ لِاَحْرُسَكَ وَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رات کو بیدار رہتے تھے۔ سویا نہیں کرتے تھے۔ پس جب مدینہ تشریف لائے تو فرمایا کاش کہ میرے صحابہ میں سے کوئی نیک آدمی ہوتا۔ جو آج رات پہرہ دیتا۔ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔ پس آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے۔ فرمایا کہ میں سعد بن ابی وقاص ہوں۔ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں تاکہ میں آپ کی نگرانی کروں۔ اور آپ پر پہرہ دوں۔ تب آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند فرمائی۔

حدیث (۲۶۸۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَآئِيْلُ الخ وَزَادَنَا عَمْرٌوؓ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَاْسُهٗ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَآئِيْلُ الخ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ وَقَالَ تَعْسًا كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ فَاَتْعَسَهُمُ اللّٰهُ طُوْبٰى فُعْلٰى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ وَهِيَ يَآءٌ حُوِّلَتْ اِلَى الْوَاوِ وَهِيَ مِنْ يَطِيْبُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہلاک ہو دینار و درہم کا بندہ یعنی حریص اس طرح گدیلے اور منقش چادر کا حریص اگر اسے کچھ ملے تو راضی ہو نہ ملے ناراض ہو اسرائیل نے اس حدیث کا رفع نہیں کیا۔ اور عمرو نے اپنی سند کے ساتھ یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں۔ کہ ہلاک ہو دینار درہم اور منقش چادر کا حریص۔ اگر اس کو مل جائے تو راضی ہو نہ ملے تو ناراض ہو تعس۔ انتکس سر کے بل گرے اور جب کانٹا چبھے تو نہ نکالا جائے۔ خوشی ہے اس بندے کے لئے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑنے والا ہو اس کے سر کے بال پراگندہ بکھرے ہوئے ہوں اس کے قدم غبار آلود ہوں۔ اگر اس کو آگے چوکیداری میں رکھا جائے تو وہ چوکیداری اور نگرانی میں رہے۔ اگر اسے لشکر کے آخر میں رکھا جائے تو لشکر کے آخر میں رہے۔ تاکہ گری پڑی چیز اٹھالائے۔ اگر اجازت مانگے تو اسے اجازت نہ ملے۔ اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے۔ فتعسی لهم گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اتسعهم الله فرمایا جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو محروم فرمایا۔ طوبى فعلى کے وزن پر ہر اچھی چیز کو کہتے ہیں۔ دراصل طوبی میں یا تھی۔ جس کو واؤ سے بدلا گیا۔ اور یطیب اچھے ہونے کے معنی میں ہے طاب یطیب سے ماخوذ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ سھر بیدار رہنا۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدوم مدینہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حالانکہ اس وقت نہ حضرت عائشہ ؓ آپؐ کے پاس تھیں۔ اور نہ ہی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سابقین اولین میں سے ہیں۔ بلکہ یہ بیداری مدینہ منورہ میں آنے کے بعد ایک رات پیش آئی۔ جس پر اللیلة کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ نسائی میں ہے کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اول ماقدم المدینة یسھر من اللیل یعنی آپؐ جب اوّل اوّل مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو راتوں کو بیدار رہتے تھے۔ اور ابھی تک والله یعصمك من الناس والی آیت نہیں اتری تھی۔ اس کے نزول کے بعد آپؐ نے فرمادیا انصرفوا تم لوگ چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔

عبد الدینار والدرھم یہ حریص ہونے سے کنایہ ہے۔ حراسة سے مقدمة الجیش اور ساقه سے مؤخر الجیش مراد ہے۔ مقصد یہ ہے جہاں اس کی ڈیوٹی لگائی جائے وہ اسے پورطرح انجام دیتا ہے۔ اگرچہ خلاف طبع امور کیوں نہ پیش آئیں۔ خدمت میں فرق نہیں لاتا۔

بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِی الْغَزْوِ

ترجمہ۔ جہاد اور لڑائی میں خدمت انجام دینا

حدیث (۲۶۸۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَحِبْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فَكَانَ يَخْدُمُنِیْ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْ اَنَسٍؓ قَالَ جَرِيْرٌ اِنِّیْ رَأَيْتُ الْاَنْصَارَ يَصْنَعُوْنَ شَيْئًا لَا اَجِدُ اَحَدًا مِنْهُمْ اِلَّا اَكْرَمْتُهُ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبداللہؓ کے ہمراہ رہا وہ میری خدمت کرتے تھے حالانکہ عمر میں وہ مجھ سے بڑے تھے اور حضرت جریرؓ فرماتے تھے کہ میں نے انصار کو کچھ خدمت رسول اللہ کے کام کرتے دیکھا ہے۔ اس لئے جب بھی میں ان میں سے کسی کو ملتا ہوں تو میں ان کی ضرور خدمت کرتا ہوں خواہ جہاد میں ہو یا غیر جہاد میں۔

حدیث (۲۶۸۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی خَيْبَرَ اَخْدُمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا وَبَدَا لَهُ اُحُدٌ قَالَ هٰذَا اجَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ ثُمَّ اَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَی الْمَدِيْنَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا كَتَحْرِيْمِ اِبْرَاهِيْمَ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں آپ کی خدمت کرتا تھا۔ جب آپؐ واپس تشریف لائے اور احد پہاڑ آپؐ کے سامنے ظاہر ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا اے اللہ جو کچھ ان دو سرخ پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے یعنی مدینہ میں اس کو اس طرح حرام کرتا ہوں جس طرح ابراہیمؑ نے مکہ کو حرام قرار دیا اے اللہ ہمارے لئے ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔

حدیث (۲۶۸۴) حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ دَاوٗدَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِیْ يَسْتَظِلُّ بِكِسَآئِهٖ وَاَمَّا الَّذِيْنَ صَامُوْا فَلَمْ يَعْمَلُوْا شَيْئًا وَاَمَّا الَّذِيْنَ اَفْطَرُوْا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوْا وَعَالَجُوْا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے ہم میں سے اکثر سایہ دار جس سے آپؐ سایہ

حاصل کرتے تھے وہ آپ کی کملی تھی اور جن لوگوں نے ہم میں سے روزہ رکھا انہوں نے تو کوئی کام نہ کیا لیکن جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا انہوں نے اپنی سواریوں کو اٹھایا انکی خدمت گھاس پانی سے کی اور خوب ان کی مالش کی یا پلانے اور کھلانے میں انہوں نے خوب کام کیا جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ نہ رکھنے والے آج سارا ثواب لے گئے (کیونکہ انہوں نے دوسروں کو نفع پہنچایا اگر چہ اپنے عمل صوم میں قاصر رہے)۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ حَمَلَ مَتَاعَ صَاحِبِهٖ فِي السَّفَرِ

ترجمہ۔ اس شخص کی فضیلت جو سفر میں اپنے ساتھیوں کا سامان اٹھائے۔

حدیث (۲۶۸۵) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ سُلَامٰی عَلَیْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ یَوْمٍ یُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَآبَّتِهٖ یُحَامِلُهٗ عَلَیْهَا اَوْیَرْفَعُ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ وَكُلُّ خُطْوَةٍ یَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَدَلُّ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بدن کی ہر ہڈی پر ہر دن صدقہ ہے۔ آدمی کا دوسرے آدمی کی اپنی سواری کے ذریعہ مدد کرنا کہ اسے جانور پر سوار کرے یا اس جانور پر اسکا سامان اٹھائے یہ بھی صدقہ ہے اچھا کلمہ اور ہر وہ قدم جو نماز کی طرف چلتا ہے یہ صدقہ ہے۔ اور راستہ بتلانا بھی صدقہ ہے۔

بَابُ فَضْلِ رِبَاطِ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کی سرحد کی نگرانی کی فضیلت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو! صبر کرو اطاعت الٰہی میں اور کفار کے سامنے صبر سے مقابلہ کرو۔ اور اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی نگرانی کرو۔ اس سے امام بخاریؒ نے آیت کی مشہور تفسیر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حدیث (۲۶۸۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِیْرٍ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا وَالرَّوْحَةُ یَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ الْغَدْوَةُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا.

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن اللہ کی راہ میں سرحد کی نگرانی کرنا دنیا اور جو کچھ اس پر ہے ان سب سے بہتر ہے اور جنت میں سے تمہارے ایک کے چابک کی جگہ دنیا اور ما علیہا سے بہتر ہے۔ اور اللہ کی راہ میں شام کو بندے کا چلنا یا صبح کو چلنا یہ دنیا اور ما علیہا سے بہتر ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ رباط کے معنی یہ ہیں کہ جو سرحد مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہے اس کی حفاظت کرنا۔ یہ اشهر التفاسیر ہے۔ اور رابطوا کے معنی گھوڑے باندھنا جہاد کی تیاری کے لئے۔ من رباط الخیل اسی سے ہے۔ اور رباط کی تفسیر حدیث میں انتظار صلوۃ سے بھی کی گئی ہے۔ بہتر ہے کہ عام معنی مراد لئے جائیں۔ جو ہر ایک معنی کو شامل ہوں۔

موضع سوط احدکم سوط کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کا سوار جب کہیں پڑاؤ کرتا تھا تو اترنے سے پہلے اس جگہ پر چابک پھینک دیتا تھا تا کہ جگہ متعین ہو جائے۔ اور کوئی اس جگہ نہ بیٹھے۔

بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ

ترجمہ۔جو شخص کسی بچے کو خدمت کے لئے جہاد میں لے جائے۔تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث(۲۶۸۷)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْ
طَلْحَةَ الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِيْ حَتّٰى اَخْرُجَ اِلٰى خَيْبَرَ فَخَرَجَ بِيْ اَبُوْطَلْحَةَ مُرْدِفِيْ
وَاَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ فَكُنْتُ اَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَ فَكُنْتُ اَسْمَعُهٗ
كَثِيْرًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ
الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهٗ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ
ابْنِ اَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ
فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلٰى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْوِيْ لَهَا وَرَآءَهٗ
بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ حَتّٰى تَرْكَبَ فَسِرْنَا
حَتّٰى اِذَآ اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ نَظَرَ اِلٰى اُحُدٍ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ ثُمَّ نَظَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ
فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا بِمِثْلِ مَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ.

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا کہ مجھے تمہارے لڑکوں
میں سے ایک لڑکے کی تلاش ہے جو میری خدمت کرتا رہے۔یہاں تک کہ مجھے خیبر لے جایا گیا۔پس حضرت ابوطلحہؓ مجھے اپنے پیچھے سوار کر کے لے
گئے جب کہ میں ایک لڑکا تھا۔جو بلوغ کے قریب پہنچ گیا۔پس جب بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑاؤ کرتے تھے تو آپ کی خدمت کرتا تھا میں
آپؐ سے اکثر یہ دعا سنتا تھا فرماتے تھے اے اللہ میں تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں۔پریشانی سے۔غم سے۔بے ہمتی سے۔سستی سے بخیلی اور بزدلی سے
اور قرضے کے بوجھ سے اور مردوں کے دباؤ سے پھر ہم خیبر میں پہنچے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیبر کے قلعے فتح کر دیئے تو آپؐ کے سامنے بی بی صفیہ
بنت حیی بن اخطب یعنی یہودی سردار کی بیٹی کا حسن و جمال بیان کیا گیا جس کا خاوند لڑائی میں قتل ہو چکا تھا اور وہ دلہن تھی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسے اپنی ذات کے لئے منتخب فرمالیا۔پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسکو لے کر چلے جب سد الصہباء مقام تک پہنچے تو حضرت صفیہ حیض
سے ہو گئیں۔تو آپؐ اس سے ہمبستر ہوئے۔پھر آپؐ نے ایک چھوٹے سے چمڑے کے دستر خوان پر کھجور اور پنیر کا حلوہ ترتیب دیا پھر آپؐ نے حکم دیا
جو لوگ تیرے آس پاس ہیں ان کو اطلاع کرو۔پس یہی بی بی صفیہؓ پر آپ کا ولیمہ تھا۔پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔فرماتے ہیں کہ جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا آپؐ اپنی کملی کے ساتھ ان کو اپنے پیچھے جمع کرنے اور سمیٹنے کے لئے اونٹ کی کوہان کے پاس گرم چادر لپیٹ رہے
ہیں۔پھر اپنے اونٹ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔اور گھٹنا ٹیک دیا پس حضرت صفیہؓ اپنا پاؤں آپؐ کے گھٹنا پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔پس ہم لوگ چلتے چلتے
جب مدینہ کے قریب سے جھانکنے لگے تو آپ کی نظر احد پہاڑ پر پڑی۔فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔(یا تو حقیقی

معنی مراد ہیں یا احد کے باشندے مراد ہیں) پھر آپ کی نظر مدینہ پر پڑی تو آپ نے فرمایا اے اللہ میں نے دو سرخ پتھروں والی زمین مدینہ کو اس طرح حرام قرار دیا جس طرح ابراہیمؑ نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا۔ اے اللہ! ان کے مد میں اور ان کے صاع میں برکت پیدا فرما۔ (آمین)

تشریح از قاسمیؒ۔ بچہ اگرچہ جہاد کا مکلف نہیں ہے لیکن وہ دوسروں کے تابع ہو کر جا سکتا ہے یہ حدیث الباب کی غرض ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں اور پہلا پہل سفر غزوۂ خیبر کا تھا جو ۷ھ میں پیش آیا اس طرح چار سال کی خدمت سفر کی ہوگی۔ باقی چھ سال حضر کی خدمت ہوگی اکثر لوگ ہم اور حزن میں فرق نہیں کرتے ہیں حالانکہ ان میں فرق ہے۔ ہم تو وہ غم ہے جو کسی متوقع چیز پر ہو اور حزن اس بات پر جو واقع ہو چکی ہو۔

بَابُ رُكُوبِ الْبَحْرِ

ترجمہ۔ سمندری سفر کی سواری اختیار کرنا

حدیث (۲۶۸۸) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي اُمُّ حَرَامٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا فِي بَيْتِهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُكَ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِنْ اُمَّتِي يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ اَنْتِ مَعَهُمْ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَيَقُوْلُ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ فَتَزَوَّجَ بِهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَخَرَجَ بِهَا اِلَى الْغَزْوِ فَلَمَّا رَجَعَتْ قُرِّبَتْ دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَوَقَعَتْ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ام حرامؓ نے حدیث بیان فرمائی کہ ایک دن ان کے گھر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیلولہ فرمایا۔ پس جب بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ! آپ کو کس بات سے ہنسی آئی۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنی امت کے کچھ لوگوں پر تعجب ہوا جو سمندر پر ایسے سوار ہیں۔ جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر ٹھاٹھ باٹھ سے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنا دے فرمایا جا تو ان میں سے ہے۔ پھر سو گئے اور ہنستے ہوئے بیدار ہوئے اور پہلے کی طرح دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا میں نے عرض کی یارسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس جماعت میں داخل کرے۔ آپ نے فرمایا تو تو پہلے لوگوں کی جماعت میں داخل ہو چکی ہے۔ پس ان سے حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے نکاح کیا پس انہیں جہاد میں لے کر روانہ ہوئے پس جب واپس لوٹنے کا ارادہ کیا تو ایک سواری ان کے قریب کی گئی تا کہ اس پر سوار ہوں مگر اس سے گر پڑیں جس سے ان کی گردن ٹوٹ گئی۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ فِي الْحَرْبِ

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو لڑائی میں کمزوروں اور نیک لوگوں میں سے دعا کی مدد چاہتا ہے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَخْبَرَنِي اَبُوْسُفْيَانَ قَالَ لِي قَيْصَرُ سَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَآئُهُمْ فَزَعَمْتَ ضُعَفَآئَهُمْ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوسفیانؓ نے بتلایا کہ قیصر روم نے مجھے کہا کہ میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ اس کی پیروی بڑے بڑے لوگ کرتے ہیں یا کمزور لوگ کرتے ہیں۔ تو نے کہا کہ کمزور لوگ کرتے ہیں اور یہی لوگ رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

حدیث(۲۶۸۹)حَدَّثَنَا سُلَیْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰی سَعْدٌ اِنَّ لَہٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ.

ترجمہ۔ حضرت مصعب بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ سمجھنے لگے کہ انہیں اپنے سے کم درجہ کے لوگوں پر فضیلت ہے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں تو تمہارے کمزور لوگوں کی بدولت مدد ملتی ہے۔ بلکہ روزی بھی ملتی ہے۔

حدیث(۲۶۹۰)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِیْ زَمَانٌ یَغْزُوْفِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَیُقَالُ فِیْکُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُقَالُ نَعَمْ فَیُفْتَحُ عَلَیْہِ ثُمَّ یَاْتِیْ زَمَانٌ فَیُقَالُ فِیْکُمْ مَنْ صَحِبَ اَصْحٰبَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُقَالُ نَعَمْ فَیُفْتَحُ ثُمَّ یَاْتِیْ زَمَانٌ فَیُقَالُ فِیْکُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُقَالُ نَعَمْ فَیُفْتَحُ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اس میں لوگوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے جائے گی۔ تو پوچھا جائے گا کہ تم میں کوئی شخص ہے جس نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو۔ تو بتلایا جائے گا کہ ہاں! تو اس کی دعا کی برکت سے فتح نصیب ہوگی۔ پھر ایک زمانہ آئے گا کہ کہا جائیگا کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے نبیؐ کے صحابہؓ کی صحبت اختیار کی ہو یعنی تابعی ہو تو بتلایا جائے گا کہ ہاں موجود ہے تو اس کی دعا کی برکت سے فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ پوچھا جائے گا۔ تمارے اندر کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس نے اصحاب نبیؐ کے ساتھیوں کی صحبت اختیار کی ہو۔ یعنی تبع تابعین میں سے ہو۔ بتلایا جائے گا کہ ہاں موجود ہے۔ تو اس کی دعا کی برکت سے فتح ہوگی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ فضلا علی من دونہ غنا اور دولت مندی۔ شجاعت اور تیراندازی میں مہارت کی وجہ سے۔ تنصرون ترزقون ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ کمزور لوگوں کی دعا میں سخت اخلاص ہوتا ہے اور ان کی عبادت میں خشوع بھی زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ان کے قلوب علائق دنیا سے خالی ہوتے ہیں اسلئے ان کی دعا کی بدولت مدد اور رزق ملتا ہے۔ مسند عبدالرزاق میں ان کا واقعہ درج ہے کہ یا رسول اللہ! کہ بہادر اور ضعیف دونوں کو غنیمت میں سے کیسے برابر حصہ دیا جاتا ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہدین مقاتلین کا غنیمت میں حصہ برابر ہوگا اسلئے کہ اگر مقاتل شجاع اپنی شجاعت کی وجہ سے راجح ہے تو کمزور اپنی دعا کی وجہ سے فضیلت رکھتا ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابوسعیدؓ کی روایت کو اس باب کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ من صحب النبی تین قسم کے لوگ ہیں۔ صحابہ کرامؓ۔ تابعین و تبع تابعین جو خیر القرون ہیں ان کی وجہ سے نصرت اور رزق حاصل ہوگا۔ کیونکہ یہ لوگ امور دنیا میں کمزور اور امور آخرت میں قوی ہیں۔

بَابُ لَا یُقَالُ فُلَانٌ شَہِیْدٌ

ترجمہ۔ یہ نہ کہا جائے کہ فلاں آدمی شہید ہے

قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُّجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِہٖ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُّکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِہٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔

حدیث(۲۶۹۱) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ الخ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَلتَقِیُّ هُوَ وَالْمُشْرِکُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی عَسْکَرِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُوْنَ اِلٰی عَسْکَرِهِمْ وَفِیْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَایَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا بِضَرْبِهَا بِسَیْفِهٖ فَقَالَ مَآ اَجْزَ اَمِنَّا الْیَوْمَ اَحَدٌ کَمَا اَجْزَا فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا صَاحِبُهٗ قَالَ فَخَرَجَ مَعَهٗ کُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهٗ وَاِذَا اَسْرَعَ اَسْرَعَ مَعَهٗ فَقَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِیْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَیْفِهٖ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَیْنَ ثَدْیَیْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰی سَیْفِهٖ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَخَرَجَ الرَّجُلُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاکَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِیْ ذَکَرْتَ اٰنِفًا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِکَ فَقُلْتُ اَنَا لَکُمْ بِهٖ فَخَرَجْتُ فِیْ طَلَبِهٖ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِیْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَیْفِهٖ فِی الْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَیْنَ ثَدْیَیْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَیْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِکَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِیْمَا یَبْدُوْا لِلنَّاسِ وَهُوَ فِیْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِیْمَا یَبْدُوْا لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کی مڈبھیڑ ہوئی پس خوب لڑائی ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لشکر کی طرف میلان ہوا اور دوسروں کا اپنے لشکر کی طرف ہوا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسا آدمی تھا جو کسی الگ ہونے والے یا اکیلے کو نہیں چھوڑتا تھا۔ ان کے پیچھے ہولیتا اور اپنی تلوار سے ان پر وار کرتا تھا۔ تو کہنے والے نے کہا کہ جس قدر یہ شخص ہمارے کام آیا اس قدر اور کوئی نہیں آیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن وہ جہنمیوں سے ہے۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میں اس کے ساتھ ہوں۔ پس یہ بھی اس کے ساتھ نکلا جہاں وہ رک جاتا تھا یہ بھی اس کے ہمراہ ٹھہر جاتا۔ اور جب وہ جلدی چلتا تو یہ بھی اس کے ہمراہ جلدی چلتا۔ روای کہتا ہے پس وہ آدمی سخت زخمی ہو گیا۔ زخموں سے تنگ آ کر اس نے جلد ہی موت کو دعوت دی۔ کہ تلوار کا بٹ تو اس نے زمین پر رکھ دیا۔ اور اس کی دھار کو اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھا پھر اپنی تلوار پر جھک گیا۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ تو وہ آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ بے شک اللہ کے رسول ہیں آپؐ نے پوچھا کیا ہوا تو اسنے کہا کہ وہ آدمی جس کا آپؐ نے ابھی ذکر فرمایا تھا کہ وہ اہل نار میں سے ہے تو لوگو۔ں نے اسے عظیم جانا۔ میں نے کہا میں تمہارے لئے اس کا ذمہ لیتا ہوں چنانچہ میں اس کی تلاش میں نکلا۔ پھر وہ سخت زخمی ہو گیا اور جلدی موت کو دعوت دی کہ اپنی تلوار کے بٹ کو تو زمین پر رکھ دیا۔ اور دھار والا حصہ اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دیا۔ پھر اس تلوار پر جھک گیا یہاں تک کہ اپنے آپ کو قتل کر دیا جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی لوگوں کے سامنے بظاہر جنتی لوگوں کے کام کرتا ہے لیکن ہوتا وہ اہل نار میں سے ہے اور ایک آدمی بظاہر لوگوں کے سامنے اہل نار کے کام کرتا ہے لیکن ہوتا وہ اہل جنت میں سے ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ نصل کے معنی اس جگہ مقبض پکڑنے کی جگہ کے ہیں۔ یا مجازاً تمام تلوار مراد ہے۔ ورنہ دراصل نصل تو تلوار کی دھار کو کہتے ہیں جب کہ اس کا مقبض نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ کو توجیہ کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ نہایہ میں ہے کہ نصل حديدة السيف یعنی تلوار کی دھار کو کہتے ہیں اور اس میں یہ بھی ہے وضع نصال سفيه اى مقبضه بالارض اور باء ظرفیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مقبض کو زمین کے ساتھ چمٹا دیا اور دوسری توجیہ یہ فرمائی کہ اگر نصل سے تمام سیف مراد ہے تو بھی اس کی تائید کتاب المغازی غزوۂ خیبر کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ فوضع سيفه بالارض وذبابه بين ثدييه اور ایک روایت میں ہے وضع نصاب سيفه بالارض توقسطلانیؒ نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ نصاب سے مقبض مراد ہے۔ جس پر شیخ الاسلام نے اپنی شرح بخاری میں لکھا ہے ''پس نھاد قبضہ شمشیر خود رابزمین یعنی ازطرف قبضہ نصل شمشیر کہ آنرا قبضہ نباشد'' ۔ تو معلوم ہوا کہ اس تلوار کا قبضہ نہیں تھا۔ تو نصل سے دھار مراد ہوگی۔ اور روایت کو ترجمۃ الباب سے مطابقت بقول حافظؒ اس طرح ہوئی کہ لوگوں نے جہاد کے معاملہ میں اس قدر رجحان دیکھا اگر وہ اس حالت میں قتل ہو جاتا تو لوگ اس کی شہادت کی گواہی دیتے۔ حالانکہ وہ تو قتال فی سبیل اللہ نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ غضبا لقومہ قتال کر رہا تھا۔ اس لئے ہر مقتول فی الجہاد پر شہید کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔ ممکن ہے وہ منافق ہو یا ریاکار ہو۔ البتہ ظاہری احکام شرع کے مطابق اس کو شہداء کا حکم دیا جائے گا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس شخص کا نام قزمان تھا جو منافقین کی فہرست میں شامل تھا احد کی لڑائی میں یہ غائب ہو گیا تھا عورتوں نے اسے عار دلایا تو غزوۂ خیبر کی لڑائی میں شامل ہوا اور خوب قتال کیا۔ آخر خودکشی کر کے مرا۔ کرمانیؒ نے اشکال پیش کیا ہے کہ خودکشی معصیت ہے اور معصیت سے آدمی کافر نہیں ہوتا گناہ کی سزا بھگت کر آخر جنت میں داخلہ ملتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی علم ہو گیا کہ وہ مومن نہیں ہے یا مراد یہ ہے کہ معصیت کی وجہ سے اہل نار ہوا پھر خارج ہوگا انما الاعمال بالخواتيم وبالنيات یا منافق ہونے کی وجہ سے اہل النار ہوا۔

بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الرَّمْيِ

ترجمہ۔ تیراندازی کی ترغیب دینا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دشمنوں کے لئے جو کچھ تم کر سکتے ہو تیار رکھو خواہ تیراندازی ہو یا گھوڑے باندھنا ہوں تاکہ اس قوت کے ذریعہ تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ڈراؤ۔

حديث (۲۶۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمٰعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ قَالُوْا كَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا فَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر قبیلہ بنو اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا جو تیراندازی کر رہے تھے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو اسمٰعیل تیر پھینکو تمہارا باپ بھی تیرانداز تھا اور میں تو بنو فلاں کیساتھ ہو کر تیراندازی میں حصہ لیتا ہوں تو ان دونوں فریقوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھ روک لئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا

ہے کہ تیراندازی نہیں کررہے انہوں نے جواب دیا کہ ہم کیسے تیراندازی کریں آپ تو فلاں کے ہمراہ ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیراندازی کرو میں تم سب کے ہمراہ ہوں۔

حدیث (۲۶۹۳) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ صَفَفْنَا لِقُرَیْشٍ وَصَفُّوْ لَنَا اِذَا اَکْثَبُوْکُمْ فَعَلَیْکُمْ بِالنَّبْلِ قَالَ اَبُوْ عَبْدُ اللّٰہِ اَکْثَبُوْکُمْ یَعْنِیْ اَکْثَرُوْکُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابواسیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی کے موقعہ پر فرمایا جب کہ ہم نے قریش کے مقابلہ کیلئے قطار بنائی اور انہوں نے ہمارے لئے صف بندی کی تو آپ نے فرمایا جب وہ لوگ تمہارے قریب ہو جائیں تو تم ان پر تیروں کی بارش کردو۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اکثبوکم کا معنی ہے جب تم پر اکثریت سے حملہ آور ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ یعنی اکثبوکم مقصد یہ ہے کہ جب تم پر بھیڑ بھڑکا کردیں۔ کیونکہ دور والا آدمی خواہ وہ کثیر کیوں نہ ہوں بھیڑ اور اژدحام نہیں کرسکتے۔ تو مطلب ہوا کہ جب وہ تمہارے قریب آجائیں تو تم تیروں سے حملہ آور ہو جاؤ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ روایت منتقدات شیخنا میں سے ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اکثبوکم کی تفسیر اژدحام سے کی ہے جس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے۔ اور حافظؒ نے بھی کثب کے معنی قرب کے کئے ہیں۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ نیزہ زنی اور تلوارزنی تو قریب سے ہوتی ہے لیکن تیراندازی بعید کے لئے ہوتی ہے۔ البتہ مجمع میں اگر تیراندازی کی جائے تو خوف وہراس ضرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ کثب کی تفسیر کثرت سے کرنا غلط ہے۔ قرب کے معنی صحیح ہیں۔ کیونکہ ابوداؤد کی روایت کے آخر میں ہے۔ واستبقوا نبلکم او ر لاتسلوا السیوف بھی آیا ہے۔ یعنی تیروں کو باقی رکھو۔ اور تلواریں نیام سے نہ نکالو۔ یہاں تک کہ وہ قریب نہ ہو جائیں۔ کیونکہ بعد کی وجہ سے بھی تیر نہیں پہنچ سکتا۔ تو قرب نسبی ہوا۔ بالکل قرب بھی نہ ہو اور بالکل بعد بھی نہ ہو بس ان تک تمہارے تیر پہنچ سکیں۔ اور قسطلانیؒ نے ماکتبوا کم بالتاء نقل کیا ہے۔ کتبۃ کے معنی قطعہ عظیمہ کے ہیں کہ جب تک بڑا لشکر حملہ نہ کرے تیراندازی اور قتال مت کرو۔ واللہ اعلم۔

بَابُ اللَّھْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِھَا۔

ترجمہ۔ چھوٹے نیزے کے ساتھ شغل رکھنا یا اس قسم کے دوسرے ہتھیاروں سے شغل رکھنا۔

حدیث (۲۶۹۴) حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ بَیْنَا الْحَبْشَۃَ یَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِھِمْ دَخَلَ عُمَرُ فَاَھْوٰی اِلَی الْحَصٰی فَحَصَبَھُمْ بِھَا فَقَالَ دَعْھُمْ یَا عُمَرُ وَزَادَ عَلِیٌّ بِسَنَدٍ وَفِی الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ حبشی لوگ اپنے اپنے چھوٹے نیزوں سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھیل رہے تھے کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور کنکریوں کی طرف جھکے اور انہیں کنکریاں ماریں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ! ان کو چھوڑ دو۔ اور ایک حدیث میں ہے یہ مسجد میں کھیل رہے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بحرابھم یہ محل ترجمہ ہے۔ اھوی بمعنی قصد۔ حصبھم ای رماھم بالحصباء۔

بَابُ الْمِجَنِّ وَمَنْ يَّتَتَرَّسُ بِتُرْسِ صَاحِبِهٖ

ترجمہ۔ ڈھال کے بارے میں اور جو شخص اپنے ساتھی کی ڈھال کو ڈھال بنالے۔

حديث (۲۶۹۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَّاحِدٍ وَّكَانَ اَبُوْطَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ اِذَا رَمٰى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ اِلٰى مَوْضِعِ نَبْلِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک ہی ڈھال سے چھپتے تھے۔ اور حضرت ابوطلحہؓ سب سے زیادہ اچھے تیرانداز تھے۔ جب وہ تیر پھینکتے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاڑ رکھتے تھے۔ اور ان کے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھتے تھے۔

حديث (۲۶۹۶) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ لَمَّا كُسِرَتْ بَيْضَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِهٖ وَاُدْمِيَ وَجْهُهٗ وَكُسِرَتْ رُبَاعِيَّتُهٗ وَكَانَ عَلِيٌّ يَّخْتَلِفُ بِالْمَآءِ فِي الْمِجَنِّ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُهٗ فَلَمَّا رَأَتِ الدَّمَ يَزِيْدُ عَلَى الْمَآءِ كَثْرَةً فَعَمِدَتْ اِلٰى حَصِيْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا وَاَلْصَقَتْهَا عَلٰى جُرْحِهٖ فَرَقَا الدَّمُ.

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود یعنی لوہے کی ٹوپی آپؐ کے سر مبارک پر ٹوٹ گئی اور آپ کا چہرہ انور لہولہان ہوگیا۔ اور آپؐ کے اگلے چار دانت ٹوٹ گئے تو حضرت علیؓ ڈھال کے اندر پانی لاتے رہتے تھے اور حضرت فاطمہؓ اس زخم کو دھوتی تھیں۔ پس جب اس نے دیکھا کہ خون نے پانی پر اپنی کثرت کو بڑھادیا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی لے کر اسے جلایا اور اس کی راکھ کو زخم پر چمٹادیا تب جا کر خون رکا۔

حديث (۲۶۹۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عُمَرَؓ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً وَّكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَةٍ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنونضیر کا مال اس مال میں سے تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر بغیر کسی لڑائی کے بطور مال فئی کے عطا فرمایا جس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اونٹ دوڑائے۔ تو یہ مال خالص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا جس کو آپؐ اپنے اہل وعیال کے سال بھر کے خرچہ کے طور پر خرچ کرتے پھر جو کچھ بچ رہتا آپؐ اس کو ہتھیاروں اور گھوڑوں کی خرید میں خرچ کرتے جو جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لئے استعمال ہوتے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ترجمہ کی غرض يجعل مابقى فى السلاح والكراع سے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ڈھال وغیرہ بھی آلات حرب میں سے ہے۔ نیز! حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ ان کے پاس ایک ڈھال تھی۔ اگر حضرت عمرؓ نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ اپنے ہتھیار روک رکھو۔ تو یہ ڈھال میں اپنی کسی اولاد کو دے دیتا۔ تو اب مناسبت اور زیادہ واضح ہوگئی۔ نیز! ان ابواب کے انعقاد سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ بھی ہے کہ جنگی ہتھیار استعمال کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ احتیاط تقدیر کو رد نہیں کرسکتی۔ لیکن انسانی وساوس کا راستہ تنگ ہوجاتا ہے۔ مبر توکل زانوئے استر بیند۔ توکل کرتے ہوئے اونٹ کے گھٹنے باندھ دو۔ یہ بھی توکل میں داخل ہے تو امام بخاریؒ نے ثابت کردیا کہ ہتھیار لگانا توکل کے منافی نہیں ہے۔ ورنہ آپ ہتھیار استعمال نہ کرتے۔

باب: حدیث(۲۶۹۸)حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ الخ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَدِّيْ رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ.

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس پر آپؐ نے فداک ابی وامی کہا ہو حضرت سعدؓ کو آپؐ فرما رہے تھے تیر پھینکو میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ باب بلا ترجمہ کو باب سابق سے بقول حافظؒ یہ مناسبت ہے کہ تیرانداز کسی چیز سے لاپرواہ نہیں ہوسکتا جس سے وہ جنگ میں اپنے آپ کی حفاظت کر سکے۔ خواہ وہ تیر ہوں یا کوئی اور چیز ہو۔ لیکن علامہ عینیؒ مناسبت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ چونکہ اس باب میں رمی کا ذکر ہے۔ اس قدر مناسبت کے لئے کافی ہے۔

فداک ابی وامی علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رضا اور دعا ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں چونکہ آپؐ کے والدین کفر کی حالت میں وفات پا گئے۔ اگر وہ حضرت سعدؓ مسلمان جو دین کی نصرت کر رہا تھا اور کفار سے لڑ رہا تھا اس پر ان کو قربان کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کلمہ تقدیر وضعی معنی سے عرف میں نقل کیا گیا ہے تو یہ رضا کی علامت ہوگا۔ گویا کہ آپؐ نے فرمایا ارم مرضیا عنک یعنی تیر پھینکو میں تم سے راضی ہوں۔

بَابُ الدَّرَقِ

ترجمہ۔ ڈھال کا بیان

حدیث (۲۶۹۹) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍؓ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا فَقَالَتْ وَكَانَ يَوْمُ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَاَمَّا سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِمَّا قَالَ تَشْتَهِيْنَ اَنْ تَنْظُرِيْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَاَقَامَنِيْ وَرَآءَهٗ خَدِّيْ عَلٰى خَدِّهٖ وَيَقُوْلُ دُوْنَكُمْ بَنِيْ اَرْفِدَةَ حَتّٰى اِذَا مَلِلْتُ قَالَ حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِيْ قَالَ اَحْمَدُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ فَلَمَّا غَفَلَ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کا گانا گا رہی تھیں۔ حضرت چہرہ انور پھیر کر بستر پر لیٹ گئے حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے تو مجھے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شیطان کے باجے بجائے جا رہے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو پس جب وہ کسی اور کام میں مشغول ہو گئے تو میں نے ان دونوں لڑکیوں کی چٹکی کاٹی کہ نکل جاؤ۔ تو وہ نکل گئیں نیز! حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عید کا دن تھا سوڈانی حبشی لوگ ڈھال اور چھوٹے نیزے سے کھیل رہے تھے پس یا تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ یا آپؐ نے خود فرمایا کہ کیا تم اس کھیل کو دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر دیا کہ میرا رخسارہ آپؐ کے رخسارہ انور کے اوپر تھا۔ آپؐ نے فرمایا شاباش اے بنی ارفدہ جو کچھ کر رہے تھے کرو۔ آپؐ کھڑے رہے یہاں تک کہ میں اکتا گئی تو آپؐ نے فرمایا بس

کافی ہے۔ میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا اب چلی جاؤ۔ اور احمد بن وھب سے روایت کرتے ہیں کہ اس روایت میں عمل کی بجائے لما غفل ہے کہ جب وہ کسی کام میں مشغول ہو کر ادھر سے غافل ہو گئے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بعاث ایک لڑائی تھی جو مدینہ منورہ میں اوس اور خزرج کے درمیان لڑی گئی تو ان میں سے ہر ایک اپنی بہادری کے جوہر یاد کرتا اور دوسرے پر فخر کرتا تھا۔

دونکم اسم فعل ہے۔ بمعنی الزموا ما انتم فیہ۔ یعنی جو کام تم کر رہے ہو کئے رکھو۔

بنو ارفدہ بعض کہتے ہیں کہ حبشیوں کا لقب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے کسی جد اکبر کا نام ہے۔

بَابُ الْحَمَآئِلِ وَتَعْلِيقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ

ترجمہ۔ پرتلے اور تلوار کو گردن میں لٹکانا

حدیث (۲۷۰۰) حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ وَفِيْ عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا ثُمَّ قَالَ وَجَدْنَا بَحْرًا اَوْقَالَ اِنَّهُ لَبَحْرٌ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ خوب صورت تھے۔ اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ والوں کو کوئی گھبراہٹ لاحق ہوئی تو وہ لوگ آواز کی طرف روانہ ہوئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں آگے ملے جو خبر کی تحقیق کر کے آئے تھے کہ کچھ نہیں ہے آپ حضرت ابو طلحہؓ کے ننگی پیٹھ والے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی اور آپ فرماتے تھے کہ مت گھبراؤ پھر فرمایا کہ ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح رواں دواں پایا۔ یا فرمایا کہ وہ سمندر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لم تراعوا میں سرے سے خوف اور ڈر کی نفی ہے۔ اور اس میں وہ مبالغہ ہے جو لا تراعوا میں نہیں ہے اس لئے کہ نہی تو خوف کے سبب کے وجود کو تقاضا کرتی ہے۔ لیکن نفی میں ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں تو اصل روع کی نفی ہوتی ہے کہ بالکل خوف ہے ہی نہیں۔ بنا بریں بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ یہ عرب کے یہاں لم کلمہ لا کی جگہ استعمال ہوتا ہے تو یہ ان مواقع میں سے نہیں ہے کیونکہ اس جگہ سرے سے خوف کی نفی کرنا مقصود ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ماقیل کا قائل علامہ کرمانیؒ ہے اور علامہ عینیؒ نے بھی ان کی متابعت کی ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں لا تراعوا معنی میں لا تخافوا کے ہے اور اہل عرب کلمہ لم کو لا کی جگہ استعمال کیا کرتے ہیں۔ لیکن شیخ فرماتے ہیں کہ یہ اس کا موقع نہیں یہاں پر کلمہ لم اپنی جگہ پر ہے۔ کہ زمانہ ماضی میں روع اور خوف کی نفی کر دی گئی ہے۔ جس کا کوئی سبب بھی نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حِلْيَةِ السُّيُوْفِ

ترجمہ۔ تلواروں کو خوب صورت بنانے کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔

حدیث (۲۷۰۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ لَقَدْ فَتَحَ الْفُتُوْحَ قَوْمٌ مَا

كَانَتْ حُلِيَّةُ سُيُوْفِهِمُ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اِنَّمَا كَانَتْ حُلِيَّتُهُمُ الْعَلَابِىَّ وَالْاٰنُکَ وَالْحَدِيْدَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی جماعت نے بہت سی فتوحات کیں۔ لیکن ان کی تلواروں کی زینت سونا اور چاندی نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ان کی زیبائش اونٹ کی گردن کے پٹھے۔ تانبا اور لوہا ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ حلیة السیوف کے جواز کو روایت سے ثابت کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوامامہ ہمارے پاس تشریف لائے۔ دیکھا کہ ہماری تلواروں میں کچھ چاندی کی زیب وزینت ہے۔ تو غضب ناک ہو کر یہ فرمایا۔ فتح الفتوح بہرحال اس روایت سے معلوم ہوا کہ تلوار کو سونے چاندی سے تو مزین نہ کیا جائے۔ البتہ زرہ وغیرہ پر چاندی چڑھائی جاسکتی ہے۔ تاکہ کفار کو اس سے غصہ دلایا جائے۔ صحابہ کرامؓ اپنی قوت ایمانی کی وجہ سے اس ظاہری ٹیپ ٹاپ سے مستغنی تھے۔

عورتوں کے لئے تو آلات حرب کو مزین کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے تشبہ بالرجال ہوگا۔ مردوں سے مشابہت ہوگی جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ بہرموع نہ ہونا چاہیے۔ باقی مردوں کے لئے سونا استعمال کرنا عندالضرورت جائز ہے۔ جیسے ناک یا دانت پر سونے کا استعمال کیا جائے تاکہ عفونت پیدا نہ ہو۔ ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ مصنف کا مقصد ان تراجم سے یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ آلات حرب کے بارے میں سلف کا رویہ کیا تھا۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کیا کیا استعمال ہوتا تھا۔ تاکہ نفس مطمئن ہو اور بدعت کی نفی ہو جائے۔ اور یہ کہ آلات حرب کا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِى السَّفَرِ عِنْدَ الْقَآئِلَةِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے قیلولہ کے وقت سفر میں اپنی تلوار کو کسی درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔

حدیث (۲۷۰۲) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ اَنَّ جَابِرَبْنَ عَبْدِاللّٰهِؓ اَخْبَرَ اَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَآئِلَةُ فِىْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ وَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهُ اَعْرَابِىٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَىَّ سَيْفِىْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِىْ يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُکَ مِنِّىْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ وَرَوٰى مُوْسٰى بِسَنَدٍ قَالَ فَشَامَ السيف فها هو ذا جالس ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ یہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لئے نکلے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے تو یہ بھی ان کے ہمراہ واپس لوٹے۔ قیلولہ نے ان کو ایسی وادی میں آ گھیرا جس میں کانٹے دار درخت بہت سے تھے۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پڑاؤ کیا۔ لوگ تو سایہ حاصل کرنے کے لئے درختوں کے نیچے پھیل گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ پس اپنی تلوار کو اس کیساتھ لٹکا دیا۔ اور ہم لوگ گہری نیند سو گئے۔ پس اچانک جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پکار رہے تھے۔ اور آپؐ کے پاس ایک دیہاتی بدو تھا۔ آپؐ نے فرمایا اس شخص نے مجھ پر تلوار سونت لی جب کہ میں سویا ہوا تھا بیدار ہوا تو تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی کہنے لگا میرے ہاتھ سے اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ میں نے کہا اللہ تین مرتبہ کہا آپؐ نے اس کو کوئی سزا نہ دی اور موسیٰ بن اسمٰعیل کی سند میں ہے کہ پس تلوار کو اس نے نیام میں کرلیا پس یہ وہ بیٹھا ہوا ہے۔ پھر آپؐ نے اس کو کوئی سزا نہ دی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اعرابی کا نام غوث بن الحارث تھا۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے اس کے سینہ میں دھکا دیا تو تلوار اس کے سامنے گر پڑی۔ آپؐ نے اسے اٹھا کر فرمایا اب بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں آپؐ نے فرمایا اٹھو اور چلے جاؤ۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا تو کہتا تھا کہ آپؐ میرے سے بہتر رہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا میرا حق یہی تھا پھر وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی۔

بَابُ لُبْسِ الْبَيْضَةِ

ترجمہ۔ خود کا پہننا

حدیث (۲۷۰۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ سَهْلٍؓ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُسِرَتْ رُبَاعِيَّتُهُ وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَأْسِهِ فَكَانَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلِيٌّؓ يُمْسِكُ فَلَمَّا رَأَتْ اَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيْدُ اِلَّا كَثْرَةً اَخَذَتْ حَصِيْرًا فَاَحْرَقَتْهُ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا ثُمَّ اَلْزَقَتْهُ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ.

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے متعلق پوچھا گیا جو احد کی لڑائی میں آیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی ہوا۔ آپؐ کے اگلے چار دانت ٹوٹ گئے اور خود کی کڑیاں آپؐ کے سر پر ٹوٹ کر گر گئیں۔ تو حضرت فاطمۃ الزہراءؓ خون کو دھوتی تھیں۔ اور علیؓ اسے روک رہے تھے۔ جب بی بی نے دیکھا کہ خون تو بڑھتا جا رہا ہے رکنے کا نام نہیں لیتا تو انہوں نے ایک چٹائی لے کر جلائی جب وہ راکھ ہوگئی تو اسے چمٹا دیا پس اس سے خون رک گیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ زرکشی فرماتے ہیں کہ یہ زخمی کرنے والا عتبہ ابن ابی وقاص تھا جو حضرت سعدؓ کا بھائی تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لبس البيضة الخ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ آلات حرب کا استعمال جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ كَسْرَ السِّلَاحِ عِنْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو رئیس کی موت کے وقت اسکے ہتھیار توڑنے کو جائز نہیں سمجھتا۔

حدیث (۲۷۰۴) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِؓ الخ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَةً وَّاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں سے سوائے اپنے ہتھیار کے اور سفید خچر کے اور اس زمین کے جس کو آپؐ نے صدقہ کر دیا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اگر ان ہتھیاروں کا توڑنا کسی فائدہ کی بنا پر ہو تو پھر جائز ہے۔ ورنہ اسراف ہے جو منہی عنہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار نہیں توڑے گئے اس لئے کہ وہ کسی فائدہ کو متضمن نہیں تھے۔ اگر اس کے توڑنے میں کوئی معتد بہ فائدہ ہو مثلاً کہیں دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ یا اپنے آپ کو یا کسی غیر کو خطرہ ہو جیسے بچہ۔ مجنون۔ یا اس میں کوئی تہمت اور لوٹ کا خطرہ ہو جیسے فتنہ ہند کے وقت پیش آیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اہل جاہلیت کا رئیس جب مرجاتا تو اس کے ہتھیار توڑ دیتے اور جانور ذبح کر دیتے۔ اور کبھی ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے۔ اور ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ سے اشارہ ہے کہ جاہلیت کے اعمال اور آثار بالکل مٹا دیئے جائیں۔ البتہ مسلمانوں کے تبرکات سے ایسا سلوک نہ کرنا چاہیے۔

بَابُ تَفَرُّقُ النَّاسِ عَنِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ وَالْإِسْتِظْلَالِ بِالشَّجَرِ

ترجمہ۔ لوگوں کا قیلولہ کے وقت امام اور حاکم سے الگ ہو جانا اور درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنا

حدیث (۲۷۰۵) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّوْنَ فِي الشَّجَرِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا اِخْتَرَطَ سَيْفِيْ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ اللّٰهُ فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جہاد میں تھے کہ ان لوگوں کو ایسی وادی میں قیلولہ کے وقت نے آلیا جو کانٹے دار درخت بہت تھے۔ لوگ ان درختوں میں پھیل گئے جو درختوں سے سایہ ڈھونڈ رہے تھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک درخت کے نیچے اترے اور اس پر اپنی تلوار لٹکا دی پھر سو گئے بیدار ہوئے تو ایک آدمی آپؐ کے پاس تھا جس کا آپ کو علم نہ ہو سکا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اس شخص نے میری تلوار نیام سے نکالی اور کہنے لگا تجھے میری گرفت سے کون بچائے گا۔ میں نے کہا اللہ! تو اس نے تلوار کو نیام میں کر لیا۔ اب وہ یہ بیٹھا ہے پھر آپؐ نے اسے کوئی سزا نہ دی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث جابرؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک آپ کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں تھا اس واقعہ کے بعد آپؐ نے حفاظت کا انتظام فرمایا جس پر آیت ولا یعصمک من الناس نازل ہوئی تو آپؐ نے حفاظت کا انتظام بھی اٹھا دیا حفاظت الٰہی پر بھروسہ رہا۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِي الرِّمَاحِ

ترجمہ۔ نیزوں کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میری روزی میرے نیزے کے سائے میں بنائی گئی ہے اور ذلت اور خواری ان لوگوں کی قسمت میں ہے جنہوں نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی۔

حدیث(۲۷۰۶)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ کَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِبَعْضِ طَرِیْقِ مَکَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ اَصْحَابٍ لَّهٗ مُحْرِمِیْنَ وَهُوَ غَیْرُ مُحْرِمٍ فَرَاٰی حِمَارًا وَّحْشِیًّا فَاسْتَوٰی عَلٰی فَرَسِهٖ فَسَاَلَ اَصْحَابَهٗ اَنْ یُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَسَاَلَهُمْ رُمْحَهٗ فَاَبَوْا فَاَخَذَهٗ ثُمَّ شَدَّ عَلَی الْحِمَارِ فَقَتَلَهٗ فَاَکَلَ مِنْهُ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبٰی بَعْضٌ فَلَمَّا اَدْرَکُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِکَ قَالَ اِنَّمَا هِیَ طُعْمَةٌ اَطْعَمَکُمُوْهَا وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ فِی الْحِمَارِ الْوَحْشِیِّ مِثْلَ حَدِیْثِ اَبِی النَّضْرِ قَالَ هَلْ مَعَکُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَیْءٌ.

ترجمہ۔حضرت ابوقتادہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔یہاں تک کہ مکہ کے بعض راستوں میں یہ اپنے کچھ ساتھیوں محرمین کے ہمراہ پیچھے رہ گئے۔حضرت ابوقتادہ محرم نہیں تھے۔تو انہوں نے ایک گورخر کو دیکھا تو اپنے گھوڑے پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اپنے ساتھیوں سے سوال کیا کہ اسے اس کا چابک دے دیں۔انہوں نے چابک اٹھا کر دینے سے انکار کردیا پھر نیزہ مانگا تو انہوں نے اس سے انکار کردیا۔پس انہوں نے خود اتر کر نیزہ پکڑا اور گورخر پر حملہ کر کے اسے قتل کردیا۔آپؐ کے بعض ساتھیوں نے تو اس کا گوشت کھایا لیکن بعض نے انکار کردیا جب یہ سب لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے تو اس بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔تو آپؐ نے فرمایا یہ تو لقمہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا۔اور زید بن اسلم کی روایت میں ابوالنضر کی حدیث کی طرح ہے البتہ اس میں یہ زائد ہے کہ کیا تمہارے پاس اس کے گوشت کا کچھ حصہ موجود ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اگر اس حدیث سے مقصد صرف نیزے کے استعمال کے جواز کو ثابت کرنا ہے تو وہ اس حدیث ابوقتادہؓ سے ظاہر ہے لیکن اگر مقصد فضیلت اور کچھ ثابت کرنا ہے تو وہ اس روایت سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ ابن عمرؓ کی روایت اس پر دال ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ اور علامہ عینیؒ دونوں فرماتے ہیں کہ اس باب سے استعمال رمح کی فضیلت ثابت کرنا مقصود ہے لیکن وہ حدیث ابن عمرؓ سے ثابت ہے نہ کہ حدیث ابوقتادہ سے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ابن عمرؓ کی روایت مسند احمد میں ہے بعثت بین یدی الساعة مع السیف وجعل رزقی تحت ظل رمحی وجعلت الذلة والصغار علی من خالف امری ومن تشبه بقوم فهو منهم. ترجمہ حدیث ابن عمرؓ۔جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔میری روزی نیزے کے سائے کے نیچے رکھی گئی ہے۔ذلت اور خواری اس شخص کے لئے ہے جس نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی۔اور جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ شخص انہیں میں سے ہوگا تو اس حدیث سے ایک تو نیزے کی فضیلت ثابت ہوئی۔دوسرے اس امت کے لئے غنائم کی حلت کا ثبوت ہوا۔تیسرے یہ کہ آپؐ کی روزی نیزے میں رکھی گئی ہے جو بہترین مکاسب میں سے ہے۔ اس لئے بعض علماء نے اسے افضل المکاسب کہا ہے۔اور صغار سے مراد جزیہ ادا کرنا ہے۔تحت ظل رمحی سے اشارہ ہے کہ اس کا سایہ لمبا اور دراز ہے۔جو ابد الآباد تک رہے گا۔

بَابُ مَاقِیْلَ فِیْ دِرْعِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمِیْصِ فِی الْحَرْبِ

ترجمہ۔جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کے بارے میں اور لڑائی کے اندر قمیص کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

ترجمہ۔اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے تو اپنی زرہیں اللہ کی راہ میں روک رکھی ہیں۔

حدیث(۲۷۰۷)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِیْ قُبَّۃٍ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَنْشُدُکَ عَھْدَکَ وَوَعْدَکَ اَللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْیَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْ بَکْرٍ بِیَدِہٖ فَقَالَ حَسْبُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّکَ وَھُوَفِی الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَھُوَ یَقُوْلُ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَاَمَرُّ وَقَالَ وُھَیْبٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ یَوْمَ بَدْرٍ.

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ آپؐ بدر کی لڑائی میں ایک خیمہ کے اندر تھے۔کہ اے اللہ! میں تجھے تیرے معاہدہ اور وعدے کی قسم دیتا ہوں۔اے اللہ اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے دن کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔تو حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے اللہ کے رسول! اب آپ کو اتنی دعا کافی ہے۔آپؐ نے اپنے رب سے دعا میں کافی مبالغہ کرلیا ہے۔حال یہ کہ آپؐ زرہ پوش تھے آپؐ خیمہ سے باہر تشریف لائے۔تو فرمار ہے تھے ترجمہ آیت یہ ہے کہ عنقریب یہ جماعت شکست کھاجائے گی اور پیٹھ پھیر جائے گی بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کا وقت ہے۔اور قیامت بڑی مصیبت والی اور کڑوی ہے۔

حدیث (۲۷۰۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُہٗ مَرْھُوْنَۃٌ عِنْدَ یَھُوْدِیٍّ بِثَلٰثِیْنَ صَاعًا مِنْ شَعِیْرٍ وَقَالَ یَعْلٰی وَبِسَنَدِ آخِرٍ قَالَ الْاَعْمَشُ وَقَالَ رَھَنَہٗ دِرْعًا مِّنْ حَدِیْدٍ.

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حال میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس جو کے تیس صاع کے بدلہ گروی رکھی ہوئی تھی اور دوسری سند سے اعمش فرماتے ہیں کہ آپؐ نے لوہے کی زرہ کو اس کے پاس گروی رکھا تھا۔

حدیث (۲۷۰۹) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَیْنِ عَلَیْھِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ اَیْدِیُھُمَا اِلٰی تَرَاقِیْھِمَا فَکُلَّمَا ھَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَتِہٖ اتَّسَعَتْ عَلَیْہِ حَتّٰی تُعَفِّیَ اَثَرَہٗ وَکُلَّمَا ھَمَّ الْبَخِیْلُ بِالصَّدَقَۃِ انْقَبَضَتْ کُلُّ حَلْقَۃٍ اِلٰی صَاحِبَتِھَا وَتَقَلَّصَتْ عَلَیْہِ وَانْضَمَّتْ یَدَاہُ اِلٰی تَرَاقِیْہِ فَسَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فَیَجْھَدُ اَنْ یُّوَسِّعَھَا فَلَا تَتَّسِعُ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا بخیل اور صدقہ کرنے والے کا حال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جن پر لوہے کے دو جبے ہوں اس حال میں کہ ان کے دونوں ہاتھ ان دونوں کی ہنسلیوں تک باندھ دیئے گئے ہوں۔جب سخی آدمی صدقہ کرنے کا عزم کرتا ہے تو وہ جبہ اس پر فراخ ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اس کے نشان کو بھی مٹا دیتا ہے۔اور جب کنجوس آدمی صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس جبہ کی ہر کڑی اپنے مالک پر بند ہوجاتی ہے۔اور اس پر سمٹ جاتی ہے اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی ہنسلیوں تک مل جاتے ہیں انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ وہ اس کو فراخ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ قمیص فراخ نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ظاہر یہ ہے کہ اس باب کے انعقاد کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ تھی اس

سے روایات متفق ہوجاتی ہیں۔اور محشیؒ نے جو کہا ہے کہ اس کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ زرہ کس چیز سے بنی ہوئی تھی تو وہ صرف ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے۔پہلی روایت تو بالکل اس کے مناسب نہیں ہے۔تو اس کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ جب ایک روایت سے ثابت ہوگیا کہ آپ کی زرہ لوہے کی تھی اگر چہ ایک روایت سے ثابت ہے تو باقی روایات کو بھی اس پر محمول کیا جائے گا۔مگر ان میں اس کا ذکر ہی نہیں کہ وہ زرہ کس سے بنی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ترجمۃ الباب کی غرض میں شراح کرام کا اختلاف ہے حافظین یعنی ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ لباس درع جائز ہے توکل کے خلاف نہیں ہے۔اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ غرض وھوفی الدرع کہ آپ زرہ میں ملبوس تھے یہ نہیں بلکہ غرض الدرع من حدید ہے جو حدیث العائشہؓ میں ہے۔اور حدیث ابو ہریرہؓ میں اگر جبتان بالباء ہے تو قمیص کے مناسب ہے۔اگر جنتان بالنون ہے تو درع کے مناسب ہے۔میرے نزدیک یہ توجیہ بھی اصل رابع عشر میں سے ہے کہ ان کے آلات حرب کا استعمال جائز ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ان شئت ان تعبد یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔جس میں ہے کہ آپ نے جب مشرکوں کو دیکھا کہ وہ ایک ہزار ہیں اور مسلمان تین سو تیرہ ہیں تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔فرمایا اللھم انجز لی ماوعدتنی اللھم ان تھلك ھذہ العصابة لاتعبد فی الارض یعنی اے اللہ! جو آپ نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا اس کو پورا فرمایئے۔اگر یہ مختصر جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری عبادت نہ کی جائے گی۔آپ برابر یہ دعا کرتے رہے حتی کہ آپ کی چادر کندھے سے گرگئی۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے چادر کندھے پر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کئے گئے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔اگر سوال ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکرؓ زیادہ مطمئن اور اللہ تعالیٰ پر زیادہ بھروسہ کرنے والے ہوئے۔تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عاجزانہ دعا امت پر شفقت کے لئے تھی۔تاکہ صحابہ کرامؓ کے قلوب کو تقویت پہنچے۔اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اطمینان ہوجائے۔جس پر حضرت ابو بکرؓ کا تسلی دینا دلالت کرتا ہے۔بنابریں آپ نے آیت کریمہ سیھزم الجمع تلاوت فرمائی اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر پریشانی کو دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں ظالمین اور غیر ظالمین پر عذاب الٰہی نازل نہ ہوجائے۔بموجب آیت اتقوافتنة لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصه یعنی اس عذاب سے بچو جو صرف ظالموں کو خاص کر نہیں پہنچے گا بلکہ سب کو احاطہ کرلے گا۔اس بنا پر یہ الفاظ حضرت ابو بکرؓ نے استعمال کئے۔

بَابُ الْجُبَّةِ فِي السَّفَرِ وَالْحَرْبِ

ترجمہ۔ سفر اور لڑائی میں جبہ کا استعمال کرنا

حدیث (۲۷۱۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ حَدَّثَنِي الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ اَقْبَلَ فَلَقِيْتُهُ بِمَاءٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ فَاَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتُ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَخُفَّيْهِ.

ترجمہ۔حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔پھر واپس آئے تو میں آپ کے سامنے پانی لے گیا۔آپ نے وضو کرنا شروع کیا تو آپ کے پاس ایک شامی جبہ تھا۔بہر حال آپ نے کلی فرمائی۔ناک میں پانی دیا۔چہرہ انور کو دھویا پھر اس جبے کی آستینوں میں سے اپنے ہاتھ نکالنے لگے تو وہ دونوں آستینیں تنگ تھیں۔پھر آپ نے ان دونوں ہاتھوں کو نیچے سے نکال کر دھویا اپنے سر کا مسح کیا اور موزوں کا بھی مسح فرمایا۔

تشریح از قاسمیؒ۔علیہ جبہ شامیہ یہ محل ترجمہ ہے جس سے حدیث ترجمہ کے مطابق ہوگئی چونکہ یہ ایک غزوہ کا واقعہ ہے تو جبے کا سفر کے اندر ہونا ثابت ہوگیا۔

بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ

ترجمہ۔لڑائی کے اندر ریشم استعمال کرنا

حدیث(۲۷۱۱)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ اِنَّ اَنَساً حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيصٍ مِنْ حَرِيْرٍ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا.

ترجمہ۔حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت الزبیرؓ کو ریشم کی قمیص پہننے کی رخصت عطا فرمائی بوجہ اس خارش کے جوان دونوں کو لاحق تھی۔

حدیث (۲۷۱۲) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ الخ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ شَكَوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْقَمْلَ فَاَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيْرِ فَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِي غَزْوَةٍ.

ترجمہ۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت زبیرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جوؤں کی شکایت کی تو آپؐ نے ان کو ریشم کے استعمال کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں میں نے ان دونوں پر ریشمی قمیص دیکھی۔

حدیث(۲۷۱۳)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ اَنَّ اَنَساً حَدَّثَهُمْ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي حَرِيْرٍ.

ترجمہ۔حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیر بن العوام کو ریشم پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حدیث (۲۷۱۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسٍ رَخَّصَ اَوْ رُخِّصَ لِحِكَّةٍ بِهِمَا

ترجمہ۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رخصت دی یا ان دونوں حضرات کو اس خارش کی وجہ سے رخصت دی گئی جوان کو لاحق تھی۔

تشریح از قاسمیؒ۔امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کی روایت کو پانچ طرق سے روایت کیا ہے۔کسی میں قمل کا ذکر ہے اور اکثر میں خارش کا بیان ہے۔تو جمع کی یہ صورت ہے کہ ممکن ہے وہ خارش جوئیں پڑ جانے کی وجہ سے ہو۔تو کبھی سبب کی طرف اور کبھی سبب السبب کی طرف نسبت کردی گئی۔ اور ترجمہ میں حرب کی قید غزاۃ کی وجہ سے ہے۔قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ان لوگوں پر حجت ہے جو اجازت کو ان حضرات کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور کسی مرد کو ریشم پہننے کی اجازت نہیں دیتے۔چنانچہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ مطلق ریشم کے استعمال کی ممانعت فرماتے ہیں۔امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ ضرورت کے وقت جواز کا قول کرتے ہیں۔مانعین کی حجت حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ ہے جس کو ابن عساکر نے نقل کیا ہے۔کہ انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی ریشمی قمیص دیکھی اعتراض کیا۔جواب ملا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیرؓ کو رخصت ملی تھی۔تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی طرح ہے۔یا تجھے وہ بیماری ہے جوان کو تھی۔چنانچہ حاضرین کو حکم دیا کہ قمیص اتار کر پھاڑ دو۔چنانچہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کردی گئی۔

بَابُ مَايُذْكَرُ فِي السِّكِّيْنِ

ترجمہ۔چھری کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے

حدیث(۲۷۱۵)حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِي قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاْكُلُ مِنْ كَفِتٍ يَحْتَزُّ مِنْهَا ثُمَّ دُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھے کا گوشت کاٹ کاٹ کے کھاتے دیکھا۔ پھر آپؐ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔

حدیث (۲۷۱۶) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَزَادَ فَاَلْقَى السِّكِّيْنَ

ترجمہ۔ زہری سے مروی ہے کہ اس میں یہ الفاظ زائد تھے۔ پس آپؐ نے چھری کو پھینک دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس حدیث کو اس باب میں اس لئے لائے ہیں کہ سکین بھی آلات حرب میں سے ہے۔ تو اس زیادتی سے ترجمۃ الباب سے مناسبت ثابت ہوگئی۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ قِتَالِ الرُّوْمِ

ترجمہ۔ رومیوں کے ساتھ لڑائی کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے۔

حدیث (۲۷۱۷) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يَزِيْدُ الخ اَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّهُ اَتٰى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِؓ وَهُوَ نَازِلٌ فِيْ سَاحِلِ حِمْصَ وَهُوَ فِيْ بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ اُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ فَقُلْتُ اَنَا فِيْهِمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا.

ترجمہ۔ عمیر بن اسود عنسیؒ حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبادہ بن الصامت صحابی رسولؐ کے پاس آئے جب کہ وہ حمص کے ساحل پر فروکش تھے۔ اس عمارت میں جو ان کی اپنی تھی اور ان کے ساتھ حضرت ام حرامؓ بھی تھیں تو عمیر کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ام حرامؓ نے حدیث سنائی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سنا کہ میری امت کا پہلا پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا انہوں نے جنت کو اپنے اوپر واجب کر لیا۔ ام حرامؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں گی آپؐ نے فرمایا ہاں تو بھی ان میں داخل ہوگی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا لشکر جو میری امت میں قیصر روم کے شہر پر جہاد کرے گا وہ سب بخشے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کیا میں بھی ان میں داخل ہوں گی آپؐ نے فرمایا نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مغفور لهم از شیخ زکریاؒ۔ حضرت گنگوہیؒ نے شرح بخاری میں تو اس پر بحث نہیں کی۔ البتہ کوکب دری میں سیر حاصل تبصرہ کیا ہے کہ یہ دوسرا غزوہ جس کی سالاری یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ میں تھی اور اس میں کبار صحابہؓ شامل تھے۔ مثلاً ابن عباسؓ۔ ابن عمرؓ۔ سیدنا حسینؓ۔ ابوایوب انصاریؓ وغیرہ ان سب کا رئیس یزید بن معاویہ تھا۔ یہ مسئلہ اگرچہ اہم ہے اور علماء نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ لیکن قطب گنگوہیؒ کا مسلک اس میں توقف کا ہے۔ اس لئے فتاویٰ رشیدیہ میں علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک اس پر لعن کرنا جائز ہے۔ بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔ شیخ آخر میں فرماتے ہیں کہ سکوت میں احتیاط ہے۔ مولانا عبدالحیؒ نے اپنے فتاویٰ میں بھی یہی لکھا ہے کہ توقف بہتر ہے۔

مغفور لهم سے اگرچہ یزید کی منقبت ثابت ہوتی ہے لیکن ابن منیرؒ اور ابن التینؒ کہتے ہیں کہ عموم مغفرت میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ کسی اور خاص دلیل سے وہ خارج نہ ہو سکے کیونکہ اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اس کے غیر مغفور ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ ہما

رے شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے تراجم علی البخاری میں مغفور لھم کے تحت لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس حدیث سے اس کے ان گناہوں کی مغفرت معلوم ہوتی ہے جو اس غزوہ سے قبل صادر ہوئے ہیں۔ کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے۔ اور کفارات پچھلے گناہوں کے ازالہ کا باعث بنتے ہیں۔ بعد میں وقوع پذیر ہونے والے ذنوب کا کفارہ نہیں بن سکتے۔ اس لئے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔ کہ اس غزوہ کے بعد اس نے جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے ان میں قتل حسینؓ۔ تخریب مدینہ۔ شرب خمر۔ یعنی شراب پینے پر اصرار کرنا۔ یہ ایسے جرائم ہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف کردے چاہے عذاب دے۔ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ اگر پوچھا جائے کہ یزید پر لعن کرنا جائز ہے لانہ قاتل الحسین او امر بہ تو ہم کہیں گے کہ یہ بالکل ثابت نہیں ہے۔ لہذا بغیر تحقیق کے کسی کبیرہ گناہ کی نسبت کسی مسلمان کی طرف نہ کرنی چاہیئے۔ چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے۔

لم شئت کا مطلب یہ ہے کہ طریق صحیح سے ثابت نہیں ہے چنانچہ ابن عبد البر تمہید میں نقل کرتے ہیں کہ یزید نے قتل کرنیکا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ان کو پکڑنے کا۔ طلب کرنے کا۔ اٹھا کرلے آنے کا حکم دیا۔ تو وہ عبید اللہ بن زیاد کی زیادتی ہے کہ اس نے قتل تک نوبت پہنچادی۔ بلکہ ان قبائح کی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ تفسیر مظہری میں کفر کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔ اور عمر بن عبد العزیزؒ کی مجلس میں جب یزید کو امیر المؤمنین کہا گیا تو اس نے کہنے والے کے بیس کوڑے لگوائے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ لعنت کرنا نہ واجب ہے نہ مستحب ہے اگر لعنت کرنا مباح نہ ہوا تو اس کے عود کرنے کا خطرہ ہے شیخ گنگوہیؒ کا یہی مسلک ہے۔

بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ

ترجمہ۔ یہودیوں سے جہاد کرنا

حدیث (۲۷۱۸) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ اَحَدُهُمْ وَرَآءَ الْحَجَرِ فَيَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِيْ فَاقْتُلْهُ.

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہودیوں سے جہاد کروگے یہاں تک کہ ایک یہودی کسی پتھر کے پیچھے چھپ جائے گا تو وہ پتھر پکارے گا اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے ہے پس اس کو قتل کرو۔

حدیث (۲۷۱۹) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْحَجَرُ وَرَآءَهُ الْيَهُوْدِيُّ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِيْ فَاقْتُلْهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم یہودیوں سے جہاد کروگے یہاں تک کہ وہ پتھر جس کے پیچھے یہودی ہوگا۔ کہے گا اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے ہے۔ پس اس کو قتل کرو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یہ قتال یہود کا وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا۔ جب کہ یہودی دجال کے ساتھ ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ ابھی قتال یہود کا وقت نہیں آیا۔

بَابُ قِتَالِ التُّرْکِ

ترجمہ۔ ترکوں کے ساتھ جہاد کرنا

حدیث (۲۷۲۰) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا يَّنْتَعِلُوْنَ نِعَالَ الشَّعْرِ وَاِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن تغلبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ تم لوگ ایسی قوم سے جہاد کرو گے جو بالوں والے جوتے استعمال کرتے ہوں گے۔ اور قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم ایسی قوم سے جہاد کرو گے جن کے گول چہرے ہوں گے۔ گویا کہ ان کے چہرے ایسی ڈھالیں ہیں جن کی تہیں ایک دوسرے کے اوپر چڑھی ہوئی ہیں۔

حدیث(۲۷۲۱) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم لوگ ترکوں سے جہاد کرو گے جن کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں ہوں گی۔ سرخ چہرے ہوں گے۔ چپٹی ناک ہوگی۔ گویا کہ ان کے چہرے ایسی ڈھالیں ہیں جن کی تہیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی کہ تم ایسی قوم سے جہاد کرو گے جن کے جوتے بالوں والے ہوں گے کہ ان کے چمڑے رنگے ہوئے نہیں ہوں گے۔ یا بالوں کی مینڈھیاں بنا کر جوتے تیار کئے گئے ہوں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ڈھال سے تشبیہ گولائی میں ہے۔ اور مطرقہ سے تشبیہ غلظت اور گوشت کی کثرت میں ہے۔ اور حدیث کی ترجمہ سے مطابقت معنی حدیث سے ہے۔ کیونکہ یہ اوصاف ترک قوم کے ہیں۔ جن سے آخر زمانہ میں لڑائی ہوگی۔ ذلف جمع اذلف کی چپٹی ناک یعنی چھوٹی ناک ہوگی۔ اور اس کا بانسہ بالکل ہموار ہوگا۔

بَابُ قِتَالِ الَّذِيْنَ يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعْرَ

ترجمہ۔ ان لوگو سے جہاد کرنا جو بالوں والے جوتے پہنتے ہوں گے۔ یعنی ترک۔

حدیث(۲۷۲۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ فِيْهِ اَبُو الزِّنَادِ الخ صِغَارَ الْاَعْيُنِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم لوگ ایسی قوم سے جہاد کرو گے جن کے چہرے موٹی موٹی ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔ اور سفیان نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں کہ وہ چھوٹی آنکھوں والے چپٹی ناکوں والے گویا کہ ان کے چہرے موٹی موٹی ڈھالوں کی طرح ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ خطاب کسی شخص کو اور مراد غیر ہو۔ ایسا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ آخر زمانہ میں مسلمان ترکوں سے جہاد کریں گے۔

بَابُ مَنْ صَفَّ اَصْحَابَهُ عِنْدَ الْهَزِيْمَةِ وَنَزَلَ عَنْ دَآبَّتِهٖ وَاسْتَنْصَرَ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو شکست کی صورت میں اپنے ساتھیوں کی صف بندی کرے اپنی سواری سے اتر جائے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے کہ کفار پر فتح نصیب ہو۔

حدیث(۲۷۲۳)حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ خَالِدٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ اَكُنْتُمْ فَرَرْتُمْ يَا اَبَا عُمَارَةَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّهٗ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِهٖ وَاَخِفَّآءُ هُمْ حُسَّرًا لَّيْسَ بِسَلَاحٍ فَاَتَوْ قَوْمًا رُمَاةً جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِىْ نَصْرٍ مَايَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَّا يَكَادُوْنَ يُخْطِئُوْنَ فَاَقْبَلُوْا هُنَالِكَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَعَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَآءَ وَابْنُ عَمِّهٖ اَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ يَقُوْدُ بِهٖ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ اَنَا النَّبِىُّ لَا كَذِبْ. اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ ثُمَّ صَفَّ اَصْحَابَهٗ.

ترجمہ۔ ابواسحاقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازبؓ سے سنا جبکہ ان میں سے ایک آدمی نے پوچھا تھا کہ کیا تم لوگ حنین کی لڑائی میں اے ابوعمارہؓ بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن آپؐ کے اصحاب میں سے نوجوان ہلکے پھلکے بے ہتھیار جن کے سر پر خود بھی نہیں تھے اور نہ کوئی دوسرا ہتھیار تھا۔ ان کا پالا ایسی قوم سے پڑ گیا جو تیرانداز تھے وہ ہوازن اور بنونصر قبائل کی جماعتیں تھیں جن کا کوئی تیر بھی مشکل سے نیچے گرتا تھا یعنی خوب نشانہ باز تھے۔ پس انہوں نے خوب تیر برسا کر انکو دھرلیا وہ نشانہ سے خطا نہیں کرتے تھے پس یہ لوگ دوڑ کر واپس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اپنے سفید خچر پر سوار تھے جس کو آپؐ کا چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کھینچ رہا تھا۔ آپؐ فرمارہے تھے میں نبی ہی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں ہی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ پھر آپؐ نے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی جس سے شکست فتح سے بدل گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فاقبلوا هنالک الخ ظاہر یہی ہے کہ یہ آپؐ کے پاس آنے والے مسلمان تھے جب کہ انہوں نے کفار سے پیٹھ پھیرلی تھی۔ تو جب یہ لوگ آپؐ کے پاس پہنچے تو بعض حضرات تو اپنے اپنے راستہ پر چلے گئے۔ اور بعض وہیں آپؐ کے پاس رہ گئے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مسلمانوں کے شکست کھانے کے بعد کفار کے آپؐ کے پاس آنے اور آپؐ پر حملہ کرنے کا بیان ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ قسطلانیؒ نے بھی اسی معنی پر حمل کیا ہے۔ جب کہ حضرت عباسؓ نے ان کو پکارا جن کی آواز آٹھ میل تک جاتی تھی۔ تو مسلمان ان کی پکار سن کر اس طرح واپس آئے جیسے اونٹنی بچھڑی ہوئی اولاد کی طرف واپس آتی ہے۔ اور قطب گنگوہیؒ نے جو دوسرا احتمال ذکر کیا اس کی تائید بھی بخاریؒ کی روایت سے ہوتی ہے کہ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کہتے ہیں کہ ان کا باپ احد میں مارا گیا تھا۔ اس نے دل میں کہا کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے اپنے باپ ہی نہیں سب قریش کا بدلہ لوں گا۔ میں آپؐ کی دائیں طرف آیا تو حضرت عباسؓ کھڑے تھے۔ میں نے کہا کہ چچا اپنے بھتیجے کی مدد نہیں چھوڑے گا۔ بائیں طرف ابوسفیان کھڑے تھے۔ میں نے کہا کہ چچازاد بھائی کہاں ان کی مدد چھوڑ سکتا ہے۔ میں آپؐ کے پیچھے سے آیا یہاں تک کہ میں آپؐ کے بالکل قریب ہو گیا کہ تلوار کے ایک وار سے آپؐ کا کام تمام کر سکتا تھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آگ کا ایک شعلہ بجلی کی طرح میری طرف لپکا۔ تو میں الٹے پاؤں پیچھے ہٹ گیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ شبان جمع شاب کی بمعنی نوجوان۔ اخفاف جمع خفیف کی جن کے پاس ہتھیار نہ ہوں۔ حسر جمع حاسر کی۔ جس کے معنی ہیں کہ وہ شخص جس کے پاس نہ تو زرہ ہو اور نہ ہی خودلو ہے کی ٹوپی۔ لیس بسلاح۔ رماۃ۔ جمع رام کی تیر انداز رشقوا رشقا یعنی یکبارگی تیر چلانے شروع کردیئے۔ مایکاد یسقط سھم یعنی یہ لوگ تیر اندازی میں ماہر تھے ان کا نشانہ خطا نہیں ہوتا تھا استنصر ای طلب النصر علی الکفار۔

بَابُ الدُّعَآءِ عَلَی الْمُشْرِكِيْنَ بِالْهَزِيْمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ

ترجمہ۔ مشرکین کے لئے شکست اور خوب پریشان ہونے کی دعا کرنا۔

حدیث (۲۷۲۴) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ.

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب احزاب کی لڑائی شروع ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھردے جنہوں نے ہمیں درمیانی نماز عصر سے روک دیا یہاں تک کہ سورج غائب ہوگیا۔

حدیث (۲۷۲۵) حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا فِي الْقُنُوْتِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نازلہ میں یہ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے ولید بن ولید کو نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! کمزور سمجھے جانے والے مؤمنوں کو نجات عطا فرما اور قبیلہ مضر پر اپنی پکڑ سخت کردے یعنی انہیں ہلاک کردے اے اللہ! ان پر قحط سالی ایسی نازل فرما جیسی یوسفؑ کے زمانہ میں قحط سالی تھی۔

حدیث (۲۷۲۶) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ احزاب کی لڑائی میں آپؐ نے مشرکوں کے بارے میں یہ بددعا کی اے اللہ! کتاب کے اتارنے والے جلدی حساب لینے والے۔ اے اللہ! ان لشکروں کو شکست دیدے۔ اے اللہ! ان کو شکست دے۔ اور ان کو پریشان کر کے کپکپا دے۔

حدیث (۲۷۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ وَنَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَنُحِرَتْ جَزُوْرٌ بِنَاحِيَةِ مَكَّةَ فَاَرْسَلُوْا فَجَآءُوْا مِنْ سَلَاهَا وَطَرَحُوْهُ عَلَيْهِ فَجَآءَتْ فَاطِمَةُ فَاَلْقَتْهُ عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ لِاَبِيْ جَهْلِ ابْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُبَيِّ ابْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهُمْ فِيْ قَلِيْبِ بَدْرٍ

قَتْلٰی قَالَ اَبُو اِسْحٰقَ وَنَسِیْتُ السَّابِعَ وَقَالَ یُوْسُفُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ اُمَیَّةُ بْنُ خَلْفٍ وَقَالَ شُعْبَةُ اُمَیَّةُ اَوْ اُبَیٌّ وَالصَّحِیْحُ اُمَیَّةُ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل اور قریش کے کچھ لوگوں نے کہا جب کہ مکہ کے ایک گوشہ میں اونٹ ذبح ہو چکا تھا پس کئی آدمیوں کو انہوں نے بھیجا جو اس اونٹ کی اوجھری گندگی سمیت لے آئے جس کو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینک دیا۔ جس کو حضرت فاطمہؓ نے آپؐ سے آکر گرادیا اور فرمایا اے اللہ! قریش کو پکڑ لے۔ اے اللہ! قریش کو پکڑ لے اے اللہ قریش کو پکڑ لے۔ ابوجہل بن ہشام کیلئے عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ اور ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کے لئے آپؐ نے فرمایا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے اندھے کوئیں میں مقتول پڑا ہوا دیکھا ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں ساتویں کا نام بھول گیا۔ امام بخاریؒ دوسری سند سے فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق نے امیہ بن خلف کہا شعبہ نے شک کے ساتھ امیہ یا ابی بن خلف کہا صحیح امیہ بن خلف ہے اور ساتواں آدمی عمارہ بن الولید ہے۔

حدیث(۲۷۲۸) حَدَّثَنَا سُلَیْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ اَنَّ الْیَهُوْدَ دَخَلُوْا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَیْکَ فَلَعَنْتُهُمْ فَقَالَ مَالَکِ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ فَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قُلْتُ وَعَلَیْکُمْ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ یہود کی ایک جماعت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ تجھ پر موت ہو تو۔ حضرت عائشہؓ نے ان پر لعنت کی آپؐ نے پوچھا یہ تمہیں کیا ہو گیا کہنے لگیں کیا آپؐ نے سنا نہیں جو کچھ انہوں نے کہا آپؐ نے فرمایا کیا تم نے وہ نہیں سنا جو میں نے کہا کہ تم پر ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لابی جھل بن ھشام اس کا تعلق کلام محذوف سے ہے۔ یا معنی یہ ہیں کہ یہ بددعا ابی جہل وغیرہ کے لئے تھی۔ یا کچھ استاد نے فرمایا۔ روای اسے بھول گیا۔ جو حاصل معنی تھا اسے ذکر کردیا۔ تو اب معنی ہوں گے کہ قریش پر بالعموم دعا کرنے کے بعد بالخصوص ان سات آدمیوں کے بارے میں بددعا فرمائی تو الفاظ یاد نہ ہوئے۔ حاصل معنی ذکر کردیا۔ و اللہ اعلم۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قسطلانیؒ اور عینیؒ دونوں فرماتے ہیں کہ لابی جھل میں لام بیان کے لئے ہے۔ لیکن میرے نزدیک قطب گنگوہیؒ نے جو تیسرا قول بیان فرمایا ہے وہ بہتر ہے۔ جس کی تائید کتاب الطھارت کی اسی روایت سے ہوتی ہے جس میں بالعموم دعا کے بعد خصوصی بددعا ان لوگوں کے بارے میں فرمائی اور عنقریب باب الجزیہ میں آرہا ہے کہ اللھم علیک الملاء من قریش اللھم علیک اباجھل۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ھزیمت کا لفظ تو روایت میں ہے لیکن زلزلہ کو ملاء بیوتھم نارا سے ثابت کیا۔ کہ جب آگ لگ جاتی ہے تو انسان بہت مضطرب اور پریشان ہوتا ہے۔ اور وطاۃ کا لفظ ھزیمت اور زلزلۃ سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ اس سے مراد اخذ شدید ہے۔ سنین کسنی یوسف ای اجعل سنین کسنی یو سف۔ اور آخری حدیث میں علامہ عینیؒ لفظ علیکم کو لے کر فرماتے ہیں کہ اس سے حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہو جائے گی۔ ای علیکم السام اور آپؐ نے فرمایا ہماری دعا ان کے بارے میں قبول ہوگی۔ ان کی دعا ہمارے بارے میں غیر مقبول ہے۔

بَابُ هَلْ يُرْشِدُ الْمُسْلِمُ اَهْلَ الْكِتٰبِ اَوْيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

ترجمہ۔ کیا کوئی مسلمان کسی کتابی کو ہدایت کرسکتا ہے یا اسے کتاب اللہ کی تعلیم دے سکتا ہے

حدیث (۲۷۲۸) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى قَيْصَرَ وَقَالَ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّيْنَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو لکھا کہ اگر تو پھر گیا تو پھر ان سب کاشتکاروں کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ کتاب اوّل سے مراد توراۃ وانجیل ہے۔اور کتاب ثانی سے مراد عام ہے۔جو تورات۔انجیل اور قرآن کو شامل ہو۔آپؐ نے اپنے خط میں شاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی۔اور انجام بد سے ڈرایا۔یہ ارشاد ہے اور تعلیم الکتاب کو کتب الیہ سے ثابت کیا ہے۔اب یہ مسئلہ سلف میں مختلف فیہارہا۔امام مالکؒ تو کافر کو قرآن کی تعلیم سے منع کرتے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ اجازت دیتے ہیں۔امام شافعیؒ کے اقوال مختلف ہیں۔راجح یہی ہے کہ انکے نزدیک تفصیل ہے۔اگر طعن فی الدین مقصود نہ ہو اور اس سے رغبت فی الدین معلوم ہوتی ہو تو تعلیم جائز ہے۔ورنہ نہیں۔بعض نے قلیل اور کثیر کا فرق کیا ہے۔

بَابُ الدُّعَآءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدٰى لِيَتَأَلَّفَهُمْ

ترجمہ۔مشرکین کے لئے ہدایت کی دعا کرنا تاکہ ان میں الفت پیدا ہو

حدیث (۲۷۲۹) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ قَدِمَ طُفَيْلُ بْنُ عَمْرٍوالدَّوْسِيُّ وَاَصْحَابُهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهَا فَقِيْلَ هَلَكَتْ دَوْسٌ قَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَاْتِ بِهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ طفیل بن عمرو دوسی اور اس کے کچھ ساتھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ سے آکر کہنے لگے کہ قبیلہ دوسی تو نافرمان ہو گیا۔اور انہوں نے قبول اسلام سے انکار کر دیا۔پس آپؐ نے ارشاد فرمایا اے اللہ! دوسی قبیلہ کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں اسلام میں لے آ۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لیت تفھم اس سے بخاریؒ کا تفقہ ٹپکتا ہے کہ ابواب سابقہ میں مشرکین اور اہل کتاب کے لئے بددعا تھی کہ ان کی شوکت ٹوٹے اور مسلمان ان کی ایذارسانی سے محفوظ رہیں۔اور اس باب سے بتا رہے ہیں کہ جب ان کے مہلکات سے امن ہو اور انکی الفت کی امید ہو تو ہدایت کی دعا کر دینی چاہیئے۔جیسے قبیلہ دوس کے بارے میں آپؐ نے دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔

بَابُ دَعْوَةِ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَعَلٰى مَا يُقَاتَلُوْنَ عَلَيْهِ

وَمَا كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالدَّعْوَةُ قَبْلَ الْقِتَالِ

ترجمہ۔یہود اور نصاریٰ کو اسلام کی دعوت دینا۔اور کس بات پر ان سے لڑائی کی جائے۔اور جو کچھ آپؐ نے کسریٰ و قیصر کو لکھا اور لڑائی سے پہلے اسلام کی دعوت دینا چاہیئے۔

حدیث(۲۷۳۱)حَدَّثَنَا علی بن الجعد الخ قال سمعت انس بن مالکؓ یقول لما اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکتب الی الروم قیل له انهم لایقرؤن کتابا الاان یکون مختوما فاتخذ خاتما من فضة فکانی انظرالی بیاضه فی یده نقش فیه محمدرسول الله

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو خط لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو آپؐ سے کہا گیا کہ وہ لوگ تو اس وقت تک کسی خط کو پڑھتے نہیں جب تک اس پر مہر لگی ہوئی نہ ہو تو آپؐ نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور میں آج بھی آپؐ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں اور اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔

حدیث(۲۷۳۲)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِکِتَابِہٖ اِلٰی کِسْرٰی فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّدْفَعَہٗ اِلٰی عَظِیْمِ الْبَحْرَیْنِ یَدْفَعُہٗ عَظِیْمُ الْبَحْرَیْنِ اِلٰی کِسْرٰی فَلَمَّا قَرَاَہٗ کِسْرٰی خَرَقَہٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَیْہِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّمَزَّقُوْا کُلَّ مُمَزَّقٍ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نامہ کسریٰ فارس کو بھیجا قاصد کو حکم دیا کہ پہلے یہ خط بحرین کے حاکم کو پہنچاؤ۔وہ بحرین کا حاکم کسریٰ بادشاہ فارس تک پہنچائے گا۔پس جب کسریٰ نے اس والا نامہ کو پڑھا تو اسے چیر ڈالا۔میرا گمان یہ ہے کہ حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بددعا دی کہ پورے کے پورے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ نے باب کی دونوں حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ اہل روم کو آپؐ نے پہلے خط لکھا اس طرح اہل فارس کو بھی پہلے خط لکھا۔پھر ان کے ساتھ جہاد کیا۔یہ مسئلہ اختلافی ہے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ اور ان کے ہم خیال یہی فرماتے ہیں کہ پہلے دعوت الی الاسلام دی جائے۔پھر قتال کیا جائے۔لیکن اکثر علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں ایسا تھا اب دعوت اسلام پھیل چکی ہے اب قتال ہی ہوگا۔امام مالکؒ فرماتے ہیں جس کا وطن دار اسلام سے دور ہے اس کو تو دعوت دی جائے۔قریب والے کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔اور امام شافعیؒ نے تو تصریح کی ہے کہ جن لوگوں کو دعوت اسلام نہیں پہنچی دعوت سے پہلے ان کے ساتھ قتال جائز نہیں ہے۔

بَابُ دُعَآءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام اور نبوت کی طرف دعوت دینا

اِلَی الْاِسْلَامِ وَالنُّبُوَّۃِ وَاَنْ لَّا یَتَّخِذَ بَعْضُہُمْ بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (الایۃ).

ترجمہ۔اور یہ کہ اللہ کو چھوڑ کر کوئی کسی کو رب نہ بنائے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کسی انسان کیلئے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب احکام اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔

حدیث (۲۷۳۳) حَدَّثَنَا اِبْرَاہِیْمُ بْنُ حَمْزَۃَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَبَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلَيْهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى لِيَدْفَعَهٗ اِلٰى قَيْصَرَ وَكَانَ قَيْصَرُ لَمَّا كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ جُنُوْدَ فَارِسَ مَشٰى مِنْ حِمْصَ اِلٰى اِيْلِيَآءَ شُكْرًا لِمَا اَبْلَاهُ اللهُ فَلَمَّا جَآءَ قَيْصَرَ كِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ قِرَاْهُ الْتَمِسُوْا لِيْ هٰهُنَا اَحَدًا مِّنْ قَوْمِهٖ لِاَسْاَلَهُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْسُفْيَانَ اَنَّهٗ كَانَ بِالشَّامِ فِيْ رِجَالٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدِمُوْا تِجَارًا فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ فَوَجَدَنَارَسُوْلُ قَيْصَرَ بِبَعْضِ الشَّامِ فَانْطَلَقَ بِيْ وَبِاَصْحَابِيْ حَتّٰى قَدِمْنَا اِيْلِيَآءَ فَاُدْخِلْنَا اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ فِيْ مَجْلِسِ مُلْكِهٖ وَعَلَيْهِ التَّاجُ وَاِذَا حَوْلَهٗ عُظَمَآءُ الرُّوْمِ فَقَالَ لِتَرْجَمَانِهٖ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ قَالَ اَبُوْسُفْيَانُ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ اِلَيْهِ نَسَبًا قَالَ مَا قَرَابَةُ مَابَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ فَقُلْتُ هُوَابْنُ عَمِّيْ وَلَيْسَ فِي الرَّكْبِ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ مُنَافٍ غَيْرِيْ قَالَ قَيْصَرُ اَدْنُوْهُ وَاَمَرَ بِاَصْحَابِيْ فَجُعِلُوْا خَلْفَ ظَهْرِيْ عِنْدَ كَتِفِيْ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لِاَصْحَابِهٖ اِنِّيْ سَآئِلٌ هٰذَا الرَّجُلَ عَنِ الَّذِيْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاِنْ كَذَبَ فَكَذِّبُوْهُ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ وَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَآءُ يَوْمَئِذٍ مِنْ اَنْ يَّاْثِرَ اَصْحَابِيْ عَنِّي الْكَذِبَ لَكَذَبْتُهٗ حِيْنَ سَاَلَنِيْ عَنْهُ وَلٰكِنِّيْ اِسْتَحْيَيْتُ اَنْ يَّاْثِرُوْا الْكَذِبَ عَنِّيْ فَصَدَقْتُهٗ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَهٗ كَيْفَ نَسَبُ هٰذَا الرَّجُلِ فِيْكُمْ قُلْتُ هُوَفِيْنَا ذُوْنَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَبْلَهٗ قُلْتُ لَا فَقَالَ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَآئِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَاَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَآئُهُمْ قَالَ فَيَزِيْدُوْنَ اَوْ يَنْقُصُوْنَ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ سُخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ الْاٰنَ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ فَنَحْنُ نَخَافُ اَنْ يَّغْدِرَ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ وَلَمْ يُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا اَنْتَقِصُهٗ بِهٖ لَآ اَخَافُ اَنْ تُؤْثَرَ عَنِّيْ غَيْرُهَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ اَوْقَاتَلَكُمْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَتْ حَرْبُهٗ وَحَرْبُكُمْ قُلْتُ كَانَتْ دُوَلًا وَّسِجَالًا يُدَالُ عَلَيْنَا الْمَرَّةَ وَتُدَالُ عَلَيْهِ الْاُخْرٰى قَالَ فَمَاذَا يَاْمُرُكُمْ قَالَ يَاْمُرُنَا اَنْ نَعْبُدَ اللهَ وَحْدَهٗ لَانُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَيَنْهَانَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاءُ نَا وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَا بِالْعَهْدِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ حِيْنَ قُلْتُ ذٰلِكَ لَهٗ قُلْ لَهٗ اِنِّيْ سَاَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهٖ فِيْكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ ذُوْنَسَبٍ وَّكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَالَ هٰذَا

الْقَوْلَ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ يَاتَمُّ بِقَوْلٍ قَدْ قِيلَ قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَقُولَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَعَرَفْتُ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَآئِهِ مِنْ مَّلِكٍ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ اٰبَآئِهِ مَلِكٌ قُلْتُ يَطْلُبُ مُلْكَ اٰبَآئِهِ وَسَأَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهُ اَمْ ضُعَفَآءُ هُمْ فَزَعَمْتَ ضُعَفَآؤُهُمْ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ اَوْ يَنْقُصُوْنَ قُلْتَ بَلْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تَخْلُطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ لَا يَسْخَطُهُ اَحَدٌ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا يَغْدِرُوْنَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ وَقَاتَلَكُمْ فَزَعَمْتَ اَنْ قَدْ فَعَلَ وَاَنَّ حَرْبَكُمْ وَحَرْبَهُ تَكُوْنُ دُوَلًا يُدَالُ عَلَيْكُمُ الْمَرَّةَ وَتُدَالُوْنَ عَلَيْهِ الْاُخْرٰى وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى وَتَكُوْنُ لَهَا الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ بِمَا ذَا يَاْمُرُكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهُ يَاْمُرُ اَنْ تَعْبُدُ وَاللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَيَنْهَاكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآءُكُمْ وَيَاْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَآءِ بِالْعَهْدِ وَاَدَآءِ الْاَمَانَةِ قَالَ وَهٰذِهِ صِفَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ خَارِجٌ وَّلٰكِنْ لَّمْ اَظُنَّ اَنَّهُ مِنْكُمْ وَاِنْ يَّكُ مَاقُلْتَ حَقًّا فَيُوْشِكُ اَنْ يَّمْلِكَ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَلَوْ اَرْجُوْا اَنْ اَخْلُصَ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لُقِيَّهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ قَدَمَيْهِ قَالَ اَبُوْسُفْيَانُ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُرِئَ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَرَسُوْلِهِ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ قَالَ اَبُوْسُفْيٰنَ فَلَمَّا اَنْ قَضٰى مَقَالَتَهُ عَلَتْ اَصْوَاتُ الَّذِيْنَ حَوْلَهُ مِنْ عُظَمَاءِ الرُّوْمِ وَكَثُرَ لَغَطُهُمْ فَلَآ اَدْرِيْ مَاذَا قَالُوْا وَاُمِرَ بِنَا فَاُخْرِجْنَا فَلَمَّا اَنْ خَرَجْتُ مَعَ اَصْحَابِيْ وَخَلَوْتُ بِهِمْ قُلْتُ لَهُمْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِيْ كَبْشَةَ هٰذَا مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ يَخَافُهُ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ وَاللهِ مَا زِلْتُ ذَلِيْلًا مُسْتَيْقِنًا بِاَنَّ اَمْرَهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللهُ قَلْبِي الْاِسْلَامَ وَاَنَا كَارِهٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو خط لکھا جس میں اسے اسلام کی دعوت دیتے تھے اور یہ خط حضرت دحیہ کلبیؓ کے ذریعہ بھیجا جنہیں حکم دیا تھا کہ پہلے یہ خط بصریٰ کے حاکم کو پہنچا ئیں وہ خود قیصر روم تک پہنچا یگا اور قیصر روم کو جب سے اللہ تعالیٰ نے فارس کے لشکر کو شکست دے کر ان سے جدا کیا تھا تو وہ حمص سے بیت المقدس تک پیدل چل کر آیا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام

کا شکریہ ادا کرے جو اس نے فتح کی صورت میں اسے دیا تھا جب قیصر کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ پہنچا تو جب اسے پڑھنا چاہا تو کہنے لگا کہ پہلے آپ کی قوم کا کوئی آدمی یہاں پر تلاش کرو تا کہ میں اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ دریافت کروں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ قریش کے کچھ آدمیوں کے ہمراہ یہ شام میں تھے۔ جو تجارت کی غرض سے آئے تھے اس مدت میں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان تھی یعنی صلح حدیبیہ کے ایام میں تو ابوسفیان کہتے ہیں کہ قیصر کے قاصد نے ہمیں شام کے کسی مقام میں تلاش کر لیا۔ پس وہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو لیکر چلا یہانتک کہ ہم لوگ جب بیت المقدس میں پہنچے تو ہمیں قیصر روم تک پہنچا دیا گیا وہ اپنے شاہی دربار میں بیٹھا ہوا تھا جس کے سر پر تاج تھا۔ اور روم کے وزراء اور روٴسا اس کے گرد جمع تھے۔ تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے دریافت کرو کہ وہ آدمی جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے تم میں سے نسب کے اعتبار سے کون اس کے زیادہ قریب ہے۔ ابوسفیانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں نسب میں ان کے زیادہ قریب ہوں۔ تو اس نے پوچھا تمہاری اور آپ کی کیا رشتہ داری ہے۔ میں نے کہا کہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور واقعی ان دنوں اس قافلہ میں میرے سوا کوئی شخص بھی بنو عبد مناف میں سے قریبی نہیں تھا تو قیصر نے کہا کہ اس کو میرے قریب بٹھاؤ اور میرے ساتھیوں کے متعلق حکم دیا کہ انکو میری پیٹھ کے پیچھے بٹھاؤ۔ یعنی میرے کندھوں کے پاس بٹھاؤ پھر ترجمان سے کہا کہ ان کے ساتھیوں کو بتلا دو کہ میں اس آدمی سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کروں گا اگر یہ کوئی جھوٹی بات آپ کی طرف منسوب کرے تو تم اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر مجھے اس دن یہ شرم محسوس نہ ہوتی کہ یہ لوگ میری طرف سے جھوٹ کو نقل کرتے پھرتے رہیں گے تو میں اس کے سوالات کے وقت اپنی طرف سے کوئی نہ کوئی بات بیان کرتا۔ لیکن مجھے شرم آگئی کہ کہیں مجھے جھوٹا نہ کہتے پھریں۔ اس لئے میں نے سچ سچ کہا۔ پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو اس شخص کا تمہارے اندر نسب کیسا ہے۔ تو میں نے کہا کہ وہ ہمارے میں اعلیٰ نسب کے مالک ہیں پھر کہا کہ کیا ان سے پہلے بھی تم میں سے کسی آدمی نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کیا تم لوگوں نے اس دعویٰ سے پہلے کبھی جھوٹ میں متہم کیا ہے میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ ان کے آباء اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا بڑے بڑے لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور کرتے ہیں۔ میں نے کہا بلکہ کمزور لوگ پیروی کرتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ وہ پیروکار بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا بلکہ بڑھ رہے ہیں پھر پوچھا کہ کیا اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی اس کے دین سے ناراض ہو کر دین سے پھر جاتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کیا وہ بدعہدی کرتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ حالانکہ ہم ان دنوں اس صلح کی مدت میں تھے خطرہ تھا کہ کہیں ہم سے بدعہدی نہ کریں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے اور تو کسی مقام پر کسی کلمہ کو داخل کرنے کی گنجائش نہ ملی کہ اس کے کلمہ سے میں آپ کی شان میں کمی کرتا۔ سوائے اس کلمہ کے اور کسی کلمہ سے پروپیگنڈا کرنے کا خطرہ نہیں تھا۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا تمہاری اور آپ کی کبھی لڑائی بھی ہوئی ہے۔ میں نے کہا ہاں ہوئی ہے۔ تو پوچھا پھر تمہاری اور ان کی لڑائی کیسی رہی کہ وہ گھومتی پھرتی رہی بڑے ڈول کی طرح کہ کبھی وہ ہم پر غالب آجاتا اور کبھی ہم غالب آجاتے۔ کہا کہ کون کون سی باتوں کا تمہیں حکم دیتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور جن جن چیزوں کی ہمارے آباء اور اجداد عبادت کرتے ہیں اس سے روکتے ہیں اور ہمیں نماز۔ خیرات۔ پاکدامنی اور عہد کو نبھانے اور امانت کو ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جب یہ باتیں میں اسے بتا چکا تو اس نے ترجمان سے کہا کہ ان سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو تو نے کہا کہ وہ ہم میں عالی نسب والے ہیں۔ اسی طرح انبیاء اور رسل کو اپنی قوم کے نسب میں بھیجا جاتا ہے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ ان سے پہلے بھی کسی نے ایسا دعویٰ کیا۔ تم نے کہا نہیں۔ اگر آپؐ سے پہلے

کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ ایک ایسا آدمی ہے جو ایک ایسی بات کی اقتداء کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ اس دعویٰ سے پہلے کبھی تم نے ان کو جھوٹی بات میں متہم کیا ہے۔ تم نے کہا نہیں۔ تو معلوم ہوا جو شخص لوگوں پر جھوٹ بولنا گوارا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کے آباء اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے تم نے کہا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ان کے آباء میں کوئی بادشاہ گذرا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ اپنے آباء کی حکومت طلب کرتا ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا بڑے بڑے لوگ اس کے پیروکار ہیں یا کمزور لوگ۔ تو تم نے بتلایا کہ کمزور لوگ ہی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا وہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ تو نے بتلایا کہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح ایمان مکمل ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ناراض ہو کر کوئی دین سے پھرتا ہے۔ تو نے بتلایا کہ نہیں اس طرح ایمان کی وضاحت جب دلوں میں رل مل جاتی ہے تو کوئی اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ پھر میں نے تیرے سے پوچھا کہ کیا وہ بدعہدی کرتا ہے تم نے بتلایا نہیں۔ اسی طرح انبیاء کسی سے بدعہدی نہیں کرتے پھر میں نے تیرے سے سوال کیا کہ تمہاری اور ان کی لڑائی بھی ہوئی ہے۔ تم نے کہا ایسا ہو چکا ہے۔ اور تمہاری اور ان کی لڑائی گھومتی پھرتی رہی ہے کبھی وہ تم پر غالب آ گئے۔ کبھی تم غالب آ گئے۔ رسولوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ان کی آزمائش کی جاتی ہے۔ لیکن انجام کار انہیں کے حق میں ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ وہ کن کن امور کا حکم دیتے ہیں۔ تو تم نے بتلایا کہ وہ فرماتے ہیں اکیلے اللہ کی عبادت کرو۔ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ اور تمہیں ان مورتیوں کی عبادت سے روکتا ہے جن کی تمہارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے۔ اور وہ تمہیں نماز پڑھنے خیرات کرنے پاکدامن رہنے اورعہد و پیمان کو نبھانے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتا ہے ایسے اوصاف نبی کے ہوتے ہیں میں بھی جانتا تھا کہ ان کا ظہور ہونے والا ہے۔ لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اور جو کچھ تم نے کہا ہے۔ اگر وہ سچ ہے تو وہ عنقریب میرے ان دو قدموں کی جگہ کا مالک بنے گا۔ اگر مجھے یہ امید ہوتی کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو میں ان کی ملاقات کیلئے تکلیفیں برداشت کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ ابوسفیان فرماتے ہیں کہ پھر اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ منگوایا جو اس پر پڑھا گیا تو اس میں یہ مضمون تھا شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل بادشاہ روم کی طرف اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اما بعد۔ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آ و بچ جاؤ گے اسلام لے آ ؤ گے تو اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا ثواب دے گا اگر پھر گئے تو تمہاری رعایا کاشتکاروں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ آیت قرآنی کا ترجمہ یہ ہے اے کتاب والو! اس کلمہ دین کی طرف آ ؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی اس کی عبادت میں کسی چیز کو شریک کریں اور نہ ہی ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب بنائیں۔ اگر تم پھر جاؤ تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ بے شک ہم تو مسلمان ہی ہیں۔ ابوسفیان فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ روم نے اپنی گفتگو ختم کر دی تو روم کے بڑے بڑے لوگ جو اس کے ارد گرد تھے ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ شور وشغب بہت ہوا مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ ان لوگوں نے کیا کہا۔ ہمارے متعلق حکم ہوا کہ ہمیں باہر نکال دیا جائے پس جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکلا تو تنہائی میں میں نے ان سے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ تو بڑھ گیا یہ بنو الاصفر کا بادشاہ اس سے ڈر رہا ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں برابر کفر کی وجہ سے ذلیل رہا اور یہ یقین کرنے والا تھا کہ آپ کا معاملہ غالب آ کر رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر لیا جب کہ میں اس سے قبل کراہت کرنے والا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اپنی جانوں کے خوف سے ان لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ پھر اکراہ زائل ہو گیا۔ زبردستی نہ رہی اور ان کا اسلام اچھا ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے اور مؤلفة القلوب میں سے تھے۔اس سے قبل وہ مشرکین کے سردار تھے احد میں اور احزاب کی لڑائیوں میں وزیر جنگ کی حیثیت سے کام کیا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسلام ان کے دل میں داخل کیا اور ان کی کراہت اسلام زائل ہوگئی۔قد حسن اسلامه اطاب قلبه به.

حدیث (۲۷۳۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَقَامُوْا يَرْجُوْنَ لِذٰلِكَ اَيُّهُمْ يُعْطٰى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوْا اَنْ يُعْطٰى فَقَالَ اَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيْلَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ فَاَمَرَ فَدُعِيَ لَهُ فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ مَكَانَهُ حَتّٰى كَاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهٖ شَيْءٌ فَقَالَ نُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللهِ لَاَنْ يُّهْدٰى بِكَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ.

ترجمہ۔حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ خیبر کی لڑائی کے موقعہ پر فرما رہے تھے کہ میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر فتح نصیب ہوگی۔پس صحابہ کرامؓ کھڑے ہوگئے اسکی امید کرنے لگے کہ دیکھیں جھنڈا کس کو ملتا ہے۔پس جب دوسرے دن صبح ہوئی اور یہ سب امید کر رہے تھے کہ جھنڈا اسے ملے گا کہ آپؐ نے پوچھا حضرت علیؓ کہاں ہیں کہا گیا کہ ان کی تو دونوں آنکھیں دکھتی ہیں۔بہر حال آپؐ نے حکم دیا ان کو بلایا گیا آپؐ نے ان کی آنکھوں میں لب مبارک لگائی تو وہ جگہ ٹھیک ہوگئی جہاں شکایت تھی یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنکھوں میں کوئی تکلیف ہی نہیں تھی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ اسوقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں آپؐ نے فرمایا ٹھہرو۔یہاں تک کہ جب آپ ان کے میدان میں اتریں تو ان کو اسلام کی دعوت دیں اور جو ان پر امور واجب ہیں ان کی ان کو خبر دیں۔پس اللہ کی قسم! اگر ایک آدمی بھی تمہاری وجہ سے ہدایت پا جائے تو یہ سرخ جانوروں سے تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

حدیث (۲۷۳۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا يَّقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يَغْزُ حَتّٰى يُصْبِحَ فَاِنْ سَمِعَ اِذَانًا اَمْسَكَ وَاِنْ لَّمْ يَسْمَعْ اِذَانًا اَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ فَنَزَلْنَا خَيْبَرَ لَيْلًا.

ترجمہ۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر جہاد کرتے تھے تو اس وقت تک لوٹ مار نہ کرتے جب تک صبح نہ ہو جاتی۔پس اگر اذان کی آواز سنتے تو رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو صبح کرنے کے بعد لوٹ مار شروع کر دیتے پس ہم خیبر میں رات کے وقت پہنچے۔

حدیث (۲۷۳۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى خَيْبَرَ فَجَآءَهَا لَيْلًا وَّكَانَ اِذَا جَآءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَا يُغِيْرُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَلَمَّا اَصْبَحَ خَرَجَتْ يَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ.

ترجمہ۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف تشریف لے گئے تو وہاں رات کے وقت پہنچے اور آپ کی

عادت تھی جب رات کے وقت کسی قوم کے پاس آتے تو اس وقت لوٹ مار نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کر لیتے۔ جب صبح ہوئی تو خیبر کے یہود
دی اپنے پھاوڑے اور اپنی زنبیل لے کر نکلے۔ پس جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے محمدؐ ہے۔ اللہ کی قسم محمدؐ ہے۔ اور ان کا لشکر ہے تو جناب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور فرمایا کہ خیبر ویران ہو گیا۔ آیت کا ترجمہ بیشک جب ہم کسی قوم کے میدان میں پہنچتے ہیں
تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے۔

حدیث(۲۷۳۷)حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَان الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّىْ نَفْسَهٗ وَمَا
لَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ رَوَاهُ عُمَرُوَابْنُ عُمَرَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے جہاد
کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پس جب کسی نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس نے میری طرف سے جان اور مال کو محفوظ کر لیا۔ مگر حق اسلام کی وجہ
سے اور اس کے حساب کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہے۔ اس روایت کو حضرت عمر ابن عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فان سمع اذاامسک ظاہر ہے کہ یہ قتال سے پہلے اسلام کی طرف دعوت دینا ہے۔ فرق صرف اتنا ہوگا
کہ اب داعی انہیں میں سے ایک آدمی ہوا۔ تو اب روایت کا باب میں لانا صحیح ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چنانچہ علامہ عینیؒ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ ترجمہ کی مطابقت اذاسمع اذانا سے لی جائے گی۔ کیونکہ ترجمہ ہے
دعاء الاسلام قبل القتال۔ اور اذان لوگوں کے حال کو بیان کرنے والی ہے۔ لیکن حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر دعوت
اسلام کے قتال جائز ہے۔ تو پھر دونوں روایتوں میں جمع کی یہ صورت ہوگی کہ دعوت مستحب ہے۔ شرط نہیں ہے۔ اور اس روایت میں حکم اسلام
بالدلیل ہے۔ اور کیونکہ محض اذان سننے سے جہاد سے ہاتھ روک لیا۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی قوم کا حال معلوم نہ ہو سکے کہ آیا ان کو
دعوت اسلام پہنچی ہے یا نہیں تو صبح تک انتظار کرے۔ اگر اذان سنائی دے تو رک جائے ورنہ حملہ کر دے۔ لیکن ان سب توجیہات سے بلا تکلف
روایت کا اس باب میں لانا واضح نہیں ہوتا۔ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ سب سے فائق ہے۔ کیونکہ بلا تکلف حدیث ترجمہ کے مطابق ہو جاتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فنزلناخیبر لیلا اس روایت کے باب میں لانے سے اشارہ ہو گیا کہ جب ایک مرتبہ کسی قوم کو دعوت
اسلام پہنچ جائے تو اس کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔ البتہ تجدید دعوت مستحسن ہے لیکن وہ بھی اس شخص کے لئے جو کسی قوم پر لوٹ مار کرنا چاہتا ہو۔
ضروری نہیں ہے کیونکہ اگر دعوت کو مقدم کرے گا تو مقصد فوت ہو جائے گا بنابریں دعوت ضروری نہ ہوئی تو اب ترجمہ میں جو دعاء النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فی القتال ہے اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس میں بیان ہوا کہ دعوت کا حکم کیسے ہے۔ آیا واجب ہے یا مستحب ہے تو ان مختلف
روایات کو باب میں لا کر بتلا دیا۔ کہ جب دعوت بالکل نہ پہنچی ہو تو قتال سے قبل دعوت واجب ہے۔ اور جب ایک مرتبہ دعوت پہنچ چکی ہو لیکن
مسلمانوں کے آنے کی خبر نہ پہنچی ہو تو اس صورت میں دعوت سے قبل قتال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس مسئلہ میں تین مذاہب ہیں۔ امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ انذار یعنی دعوت اسلام قبل قتال واجب ہے مطلقا
خواہ قبل ازیں دعوت پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو۔ دوسرا مسلک یہ ہے کہ سرے سے واجب نہیں ہے یہ تو باطل ہے۔ اور تیسرا مسلک جمہور کا ہے کہ اگر دعوت

نہیں پہنچی تو واجب ہے اگر پہنچ چکی ہے تو دوبارہ دعوت دینا مستحب ہے۔ صحیح مسلک یہی ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے دعوت اسلام عام ہو چکی ہے لیکن جائز ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہوں جن تک تا حال دعوت نہیں پہنچ سکی۔ خلف الروم وخلف الترک ایسے لوگ ہیں جو اس دعوت سے محروم ہیں تو ان سے قبل الدعوت قتال جائز نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ و شیخ زکریاؒ۔ امرت ان اقاتل الناس الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں یہ حکم ان بت پرستوں کے لئے ہے جو توحید کے قائل نہیں۔ اذاقیل لھم لااله الا الله یستکبرون کہ جب ان سے لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو اکڑتے ہیں۔ ان کو توحید کی دعوت دی جائے اور دوسرے اہل کفر جو توحید کے تو قائل ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل نہیں ہیں ان کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوالا اله الا الله ویشھدون ان محمد ارسول الله تو جس چیز کے یہ لوگ منکر ان سے ان کا اقرار کرانے پر قتال جاری رہے گا تو احادیث کو ان معانی پر محمول کیا جائے گا۔ کرمانیؒ اور قسطلانیؒ مناسبت بیان کرنے سے خاموش رہے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حمر النعم سے مراد سرخ اونٹ ہیں جو اہل عرب کے نزدیک عمدہ مال شمار ہوتا تھا۔ انانزلنابساحة قوم یہ آیت کریمہ آپؐ نے بطور نیک فالی کے تلاوت فرمائی اور اہل خیبر کا آلات زرع لے کر نکلنا ان کی ذلت کی دلیل تھی۔

بَابُ مَنْ اَرَادَ غَزْوَةً فَوَرّٰى بِغَيْرِهَا وَمَنْ اَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو ارادہ تو کسی جہاد و قتال کا کرے اور اشارہ کنایہ کسی دوسرے کا کرے اور جو شخص خمیس کے دن جہاد میں نکلنا پسند کرتا ہے۔

حدیث (۲۷۳۸) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍؓ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ وَعَنْ يُوْنُسَ بِسَنَدٍ اٰخَرَ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍؓ كَانَ يَقُوْلُ لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ اِذَا خَرَجَ فِيْ سَفَرٍ اِلَّا يَوْمَ الْخَمِيْسِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؓ جو حضرت کعب کے بیٹوں سے یہی ان کو کھینچ کر لے جانے والے تھے وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تو میں نے ان سے سنا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی جب بھی کسی جہاد کا ارادہ فرماتے تھے۔ تو اس مقام کے علاوہ کسی اور مقام کے جہاد کا اشارہ اور کنایہ یعنی توریہ کرتے تھے یہاں تک کہ غزوہ تبوک کا وقت آ گیا۔ تو آپؐ نے یہ جہاد سخت گرمی میں کیا اور سفر دور کا سامنا تھا اور جنگلات بھی آگے تھے اور بہت بھاری تعداد باقاعدہ مسلح فوج کا سامنا تھا۔ اس لئے آپؐ نے مسلمانوں کے لئے ان کا معاملہ بالکل واضح کر دیا۔ تاکہ وہ بھی اپنے دشمن کی طرح خوب تیاری کر لیں۔ اور اس طرف کی بھی ان کو خبر دی جہاں کا ارادہ فرما رہے تھے۔ نیز! یونس والی سند سے بیان کیا کہ کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اکثر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں روانہ ہوتے تو خمیس کے دن ہی روانہ ہوتے۔

حدیث (۲۷۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ.

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں خمیس کے دن روانہ ہوئے اور آپ خمیس کے دن ہی سفر پر روانہ ہونا پسند کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یوم الخمیس سے لازم نہیں آتا کہ آپؐ نے اس پر مواظبت فرمائی بلکہ یوم السبت یعنی ہفتہ کے دن بھی آپ کی روانگی ثابت ہے۔ اور ممکن ہے کوئی مانع پیش آ جائے۔ تو یقیناً یوم الخمیس کو چھوڑنا پڑے گا۔

بَابُ الْخُرُوْجِ بَعْدَ الظُّهْرِ

ترجمہ۔ ظہر کی نماز کے بعد روانہ ہونا

حدیث (۲۷۴۰) حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی۔ اور ذی الحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھی۔ اور میں نے ان لوگوں کو سنا کہ حج اور عمرہ دونوں کا اونچی آواز سے تلبیہ پڑھتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ خروج بعد الظهر سے بتلاتا ہے کہ حدیث میں جو وارد ہے کہ بورك لامتی في بكورها کہ میری امت میں سویرے سویرے کام کرنے میں برکت ہے۔ تو یہ غیر وقت میں تصرفات کرنے سے مانع نہیں ہے۔ باقی بکور کی تخصیص اسلئے کہ وہ نشاط اور خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ اس لئے اس وقت کام کرنے میں برکت نازل ہوتی ہے۔

بَابُ الْخُرُوْجِ اٰخِرَ الشَّهْرِ

ترجمہ۔ مہینہ کے آخر میں سفر اختیار کرنا

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اِنْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِى الْقَعْدَةِ وَقَدِمَ مَكَّةَ لِاَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِى الْحِجَّةِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے اس وقت روانہ ہوئے جب ذی قعدہ سے پانچ دن باقی رہتے تھے اور مکہ میں اس وقت پہنچے جب کہ ذی الحجہ کی چار راتیں گذر چکی تھیں۔

حدیث (۲۷۴۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الخ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَؓ تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِى الْقَعْدَةِ وَلَا نُرٰى اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهٗ هَدْىٌ اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَنْ يَّحِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُؓ فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَاهٰذَا فَقَالَ نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهٖ قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ بْنِ

مُحَمَّدٍ فَقَالَ اَتَتْکَ وَاللّٰهِ بِالْحَدِیْثِ عَلٰی وَجْهِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس وقت روانہ ہوئے جب کہ ذی قعدہ سے صرف پانچ راتیں باقی تھیں۔ اور ہمارا گمان حج کے سوا اور کسی عبادت کا نہیں تھا۔ پس جب ہم لوگ مکہ کے قریب پہنچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حکم دیا جن کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا کہ جب وہ بیت اللہ کے طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ لگانے سے فارغ ہو جائیں تو وہ احرام کھول دیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس سے گائے کا گوشت لیکر کوئی شخص گذرا تو میں نے پوچھا یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیگمات مطہرہ کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث قاسم بن محمد کے سامنے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے خدا کی قسم! یہ حدیث تمہیں پوری طور پر بیان کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی" ۔ لانری الاالحج اس کی تین توجیہات ہیں۔ یہ ان کا اپنا گمان تھا۔ دوسری کو بھی اپنے اوپر قیاس کیا۔ یا حج کے لغوی معنی مراد ہیں۔ بیت اللہ کا قصد کرنا یا اکثریت کے حال کو بیان کرنا مقصود ہے۔

تشریح از شیخ زکریا" ۔ حج کے لغوی معنی جب قصد بیت اللہ کے ہوئے تو جو عمرہ کی نیت سے جائے وہ بھی حاج ہے۔ کیونکہ اس حج کے معنی قصد کرنے کے ہیں تو اب معنی ہوں گے لانری سفرنا الاالحج البیت کہ ہمارے سفر کا مقصد حج بیت اللہ تھا اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ منا من اهل بالحج ومنا من اهل بالعمرة کہ ہم میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا تھا۔ اور بعض نے عمرہ کا۔ اور علامہ سندھیؒ نے لانری الاالحج کے متعلق شرح بخاری میں لکھا ہے کہ خروج سے ہمارا مقصود اصلی حج ہی تھا جس نے عمرہ کیا وہ اس کے تابع تھا۔ خلاصہ یہ کہ اول الامر میں تو یہ لوگ حج کا احرام باندھنے والے تھے۔ لیکن آخر عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو گئے۔ پھر ایام حج میں حج کا احرام باندھا۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ متمتع کا خروج غیر الحج کے لئے کیسے ہو گیا۔ بلکہ وہ بھی حج کے لئے نکلا ہے۔

تشریح از قاسمی" ۔ ابن بطال" فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت کوشش کرتے تھے کہ ان کے اعمال اوائل ماہ میں سرانجام پائیں اور جب چاند نی راتیں نہ ہوں تو تصرفات کو مکروہ سمجھتے تھے۔ تو ان پر رد کرنے کے لئے یہ باب باندھا ہے۔

گیارہواں پارہ تمام ہوا۔ اب بارہواں پارہ شروع ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بارھواں پارہ

بَابُ الْخُرُوْجِ فِي رَمَضَانَ

ترجمہ۔ رمضان شریف میں سفر اختیار کرنا

حدیث (۲۷۴۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ اَفْطَرَ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا قَوْلُ الزُّهْرِيِّ وَاِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں سفر اختیار فرمایا تو روزہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب کدید تک پہنچے تو روزہ توڑ دیا۔ سفیانؒ فرماتے ہیں امام زہریؒ نے فرمایا کہ مجھے عبید اللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے خبر سنائی اور حدیث کو چلایا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ امام زہریؒ کا مسلک ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے آخری فعل کو لیا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ هذاقول الزهری سے آنیوالے قول انما یوخذ کی طرف اشارہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل افطار تھا۔ تو یہ سفر میں جواز صوم کے لئے ناسخ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ نے جو فائدہ بیان فرمایا ہے وہی ٹھیک اور متعین ہے۔ کرمانیؒ۔ عینیؒ اور قسطلانیؒ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ امام زہریؒ کے نزدیک رمضان شریف میں سفر کو شروع کرنا افطار کو مباح نہیں کرتا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لیا جائے گا۔ یعنی افطار آخری فعل کو لیا جائیگا۔ یعنی افطار آخری فعل جو از صوم فی السفر کے لئے ناسخ ہوگا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ امام زہریؒ کا مسلک صحیح یہ ہے کہ صوم فی السفر منسوخ ہے۔

بَابُ التَّوْدِيْعِ عِنْدَ السَّفَرِ

ترجمہ۔ سفر کے وقت الوداع کرنا

حدیث (۲۷۴۳) وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْثٍ وَقَالَ لَنَا اِنْ لَقِيْتُمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْنَا نُوَدِّعُهُ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ فَقَالَ اِنِّيْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحَرِّقُوْا فُلَانًا وَّفُلَانًا بِالنَّارِ وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ اَخَذْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم پر ہمیں ایک فوجی دستہ کے ساتھ بھیجا اور ہمیں فرمایا کہ تمہارا مقابلہ قریش کے فلاں فلاں دو آدمیوں سے ہو جائے۔ جن دونوں کا آپؐ نے نام لیا تو ان کو آگ کے ساتھ جلا دینا تو ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ ہم جب الوداع کہنے کے لئے آپ کی خدمت حاضر ہوئے۔ جب کہ ہم نے سفر شروع کرنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں آدمی کو آگ سے جلا دینا لیکن آگ کا عذاب صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ پس اگر تم ان دونوں کو گرفتار کر لو تو ان کو قتل کر دینا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ انی کنت امرتکم الخ اس سے قبل از عمل نسخ کا ہونا معلوم ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ مسئلہ مشہور اختلافی ہے۔ ہمارے جمہور علماء کے نزدیک نسخ کی شرط یہ ہے۔ عقد قلب (اعتقاد) کی قدرت ہو۔ فعل کی قدرت ضروری نہیں۔ معتزلہ کے نزدیک نسخ کے لئے ضروری ہے کام کرنے کی قدرت کا زمانہ مل جائے یہاں تک کہ وہ نسخ کو قبول کرے۔ ہمارا مستدل وہ حدیث معراج ہے کہ اس میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ عمل کی نوبت آنے سے پہلے پانچ تک باقی رہ گئیں۔ دیکھئے عمل سے پہلے نسخ واقع ہو گیا۔ فعل کی نہ آپ کو اور نہ ہی امت کو نوبت آئی۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے محض اعتقاد کی قدرت حاصل ہوئی۔ چونکہ آپ امام امت ہیں۔ اس لئے آپ کا اعتقاد امت کے اعتقاد سے کفایت کر گیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ تودیع مسافر اور مقیم دونوں کے لئے عام ہے۔ کہ مسافر مقیم کو یا مقیم مسافر کو الوداع کرے حدیث باب سے پہلا حکم ثابت ہوتا ہے کہ مسافر نے مقیم کو الوداع کہا اور اسی سے دوسرا حکم بھی لیا جائے گا کہ مقیم مسافر کو الوداع کہے۔

بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْاِمَامِ مَالَمْ يَأْمُرْ بِمَعْصِيَتِهٖ

ترجمہ۔ مسلمان حاکم وقت کی بات سنی جائے اور اس کا کہنا مانا جائے جب تک کہ وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے۔

حدیث (۲۷۴۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِالْمَعْصِيَةِ فَإِذَآ اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَاسَمْعَ وَلَاطَاعَةَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ امام کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ جب تک کہ کسی گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔ پس جب کسی گناہ کا حکم دیا جائے تو پھر نہ بات سننی ہے۔ اور نہ ہی اس پر عمل کرنا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لاسمع ولاطاعة میں حقیقت شرعیہ کی نفی ہے۔ وجود یہ کی نہیں ہے۔

بَابُ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَآءِ الْاِمَامِ وَيُتَّقٰى بِهٖ

ترجمہ۔ امام اور حاکم کے بل بوتے پر جنگ لڑی جاتی ہے اور اسکے ساتھ پناہ پکڑ کر بچاؤ کیا جاتا ہے

حدیث (۲۷۴۵) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ وِزْرًا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ ہم لوگ وجود کے اعتبار سے آخری ہیں۔ لیکن انعامات حاصل کرنے میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ اسی سند کے ساتھ فرمایا کہ جس نے میرا کہنا مانا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے امیر کی اطاعت کی تو بے شک اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی تو تحقیق اس نے میری نافرمانی کی۔ اور بے شک امام اور حاکم تو ایک ڈھال ہے جس کی اوٹ میں لڑائی لڑی جاتی ہے اور اس سے بچاؤ حاصل کیا جاتا ہے۔ پس اگر وہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا حکم دیتا ہے اور عدل وانصاف کرتا ہے تو یقیناً اس کی وجہ سے اس کو بڑا ثواب حاصل ہوگا۔ اگر اس نے تقویٰ کے علاوہ کسی اور چیز کا حکم دیا تو بے شک اس پر اس کی وجہ سے وبال ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ الامام جنة تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ امام اور حاکم کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے یہ نہیں کہ اس کے بغیر قتال ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ کی غرض واضح ہے کہ تشبیہ سے یہ مقصود نہیں کہ امام آگے ہو اور قوم پیچھے ہو۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں جنة سے مراد سترہ اور بچاؤ ہے۔ کہ وہ دشمن کو مسلمانوں کی ایذا رسانی سے بچائے۔ وراء بمعنی امام کے ہے کہ مقاتلہ امام سے مدافعہ کے لئے ہو۔ خواہ امام پیچھے کیوں نہ ہو۔ یتقی به کا مطلب یہ ہے کہ ہر سپاہی یہ اعتقاد رکھے کہ وہ امام کو نہیں بچا تا رہا۔ بلکہ خود اس کی بدولت بچ رہا ہے۔ تو اس سے اشارہ ہوا کہ کوئی جہت متعین نہیں ہے۔ جس طرف بھی ہو اسی جذبہ کا اظہار کرے۔ امام اس کا ملجا اور ماویٰ ہے اور امام سے مراد ہر وہ شخص ہے جو لوگوں کے معاملات کا منتظم ہو۔ جس کے امر ونہی اور تدبیر فی القتال کا اتباع کیا جائے۔ اور امام اس کے آگے جہاں بھی ہو۔

بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ اَنْ لَّا يَفِرُّوْا

ترجمہ۔ لڑائی میں اس بات پر بیعت لی جائے کہ وہ لوگ فرار نہیں کریں گے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمَوْتِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

ترجمہ۔ اور بعض نے کہا کہ موت پر بیعت لی جائے بوجہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے۔ ترجمہ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان مؤمنین سے راضی ہو گیا جنہوں نے آپؐ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی۔

حدیث(۲۷۴۶) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ قَالَ ابْنُ عُمَرؓ رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَلَمَّا اجْتَمَعَ مِنَّا اِثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِيْ بَايَعْنَا تَحْتَهَا كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ فَسَاَلْتُ نَافِعًا عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ فَقَالَ لَا بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آئندہ سال جب ہم واپس آئے تو ہم میں سے کوئی دو آدمی اس درخت کے نیچے جمع نہ ہو سکے۔ جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی۔ (یعنی اس درخت کا مکان چھپا دیا گیا) حقیقت یہ ہے کہ اس درخت کا چھپ جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت تھا۔ تا کہ لوگ اس کی تعظیم کرتے کرتے عبادت نہ شروع کر دیں۔ میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کس چیز پر بیعت لی تھی۔ آیا موت پر تو انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ صبر پر بیعت یعنی ثابت قدم رہنے پر بیعت کی تھی۔

حدیث(۲۷۴۷) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ لَمَّا كَانَ زَمَنَ الْحَرَّةِ اَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ ابْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْمَوْتِ فَقَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى هٰذَا اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جب حرہ کی لڑائی کا زمانہ آیا تو ان کے پاس ایک آنے والے نے آ کر کہا کہ شان یہ ہے کہ ابن حنظلہؓ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو کسی کے ہاتھ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موت پر بیعت نہیں کروں گا۔

حدیث(۲۷۴۸) حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ سَلَمَةَؓ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَدَلْتُ اِلٰى ظِلِّ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ اَلَا تُبَايِعُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاَيْضًا فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُوْنَ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ.

ترجمہ۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پھر میں درخت کے سائے کی طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ جب لوگوں کی چھانٹی ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا اے ابن الاکوعؓ تم بیعت نہیں کرتے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں تو بیعت کر چکا۔ آپؐ نے فرمایا پھر بھی! تو میں نے دوسری مرتبہ بیعت کی میں نے ان سے کہا اے ابومسلم اس دن تم کس چیز پر بیعت کرتے تھے۔ فرمایا موت پر۔

حدیث(۲۷۴۹) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ سَمِعْتُ اَنَسًاؓ يَقُوْلُ كَانَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

فَاَجَابَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ

لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں انصار حضرات کہتے تھے ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے ہمیشہ کے لئے۔

حدیث(۲۷۵۰) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ مُجَاشِعٍؓ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَخِيْ فَقُلْتُ بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِاَهْلِهَا فَقُلْتُ عَلٰى مَا تُبَايِعُنَا قَالَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ.

ترجمہ۔ حضرت مجاشعؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھتیجے کو لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے کہا کہ ہم ہجرت پر بیعت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ ہجرت تو ہجرت کرنے والوں کے ساتھ گذر گئی۔ تو میں نے عرض کی پھر آپؐ ہم سے کس چیز پر بیعت لیں گے آپؐ نے فرمایا اسلام اور جہاد پر۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لاابایع علی هذا کیونکہ نبی میں تو غلطی کا احتمال نہیں ہوتا غیر نبی معصوم نہیں ہے جب امیر کی غلطی مجھ پر واضح ہو جائے گی تو اس کو میں چھوڑ دوں گا۔ اب خلاف حق پر موت لازم آئے گی یا ترک بیعت پر۔ اس لئے بیعت کا چھوڑ دینا آسان ہے۔ خلاف حق پر رہنے سے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لاابایع علی هذا چونکہ اس حدیث میں صراحت نہیں ہے کہ کس چیز پر بیعت کی اس لئے مصنفؒ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی دوسری حدیث لائے جس میں تصریح ہے کہ یہ بیعت علی الموت تھی۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں نبی اور غیر نبی میں فرق یہ ہے۔ کہ نبی پر جان قربان کرنا تو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن غیر نبی کی حفاظت کے لئے جان دینا فرض نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنے میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ بنا بریں ابن منیرؒ فرماتے ہیں کہ اگر دو آدمی بھوکے ہوں ایک کے پاس ایک آدمی کی غذا موجود ہو تو وہ دوسرے کو اپنے نفس پر

ترجیح نہ دے اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فبایعت الثانیة دوبارہ بیعت اسلئے لی گئی تا کہ بہادر لوگوں میں بیعت کی شدت دشمن کے لئے ہیبت ناک ثابت ہو کیونکہ بہادر آدمی ہمیشہ لڑائیوں میں آگے آگے رہنے والا جب مرتے دم تک نہ بھاگنے پر بیعت کرے گا تو مصیبت کے وقت اس کا ثابت قدم رہنا زیادہ ظاہر ہوگا۔ اور اس کے ثابت قدم رہنے اور اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے پیش کرنے میں دشمنوں کی ہلاکت واضح ہے۔ لہذا تکرار بیعت مفید ثابت ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن المنیرؒ تو فرماتے ہیں کہ تکرار بیعت کی حکمت یہ تھی۔ کہ سلمہ بن الاکوعؓ مقدام فی الحروب تھے۔ یعنی لڑائیوں میں آگے آگے رہنے والے۔ تو احتیاطاً عقد بیعت کی تاکید کی گئی لیکن حافظؒ نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ شہسوار اور پیادہ دونوں طرح کی لڑائی میں ماہر تھے۔ تو دونوں صفتوں کے اعتبار سے ان سے بیعت لی گئی۔ تو تعدد صفت تعدد بیعت کا باعث بنی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ تاکید بیعت ان کی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہونے کی وجہ سے کی گئی۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے وہ بہت بہتر ہے۔ آخر میں جاننا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی طرح کی بیعت ثابت ہے۔ بیعت الاسلام بیعت الجهاد۔ بیعت الثبات یہ سب احادیث باب سے واضح ہیں لیکن بیعت سلوك والثبات علی الدین یہ بیعت بھی فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ میں واقع ہوئی جب کہ مؤمنات مہاجرات سے بیعت لی گئی جس کا ذکر سورۂ ممتحنہ میں ہے جس کو آپ نے بیعت کے بعد تلاوت فرمایا تو یہ بیعت النساء مشائخ کا مأخذ بیعت السلوك ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب الحدود میں حضرت عبادہؓ کی حدیث میں بیعت النساء کو جو زجر عن الفواحش پر مشتمل ہے بیان فرمایا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے لقد رضی اللہ الخ آیت قرآنی سے استدلال کیا ہے کہ ان لوگوں نے بیعت علی الصبر کی تھی فانزل اللہ علیهم السکینة بھی اس پر دال ہے۔

كانت رحمة من الله حافظؒ فرماتے ہیں کہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ وہ درخت خود اللہ کی طرف سے ایک رحمت تھا مگر فتنہ کے خوف سے اسے مخفی کر دیا گیا۔

زمن الحرة یہ ایک لڑائی ہے جو یزید بن معاویہؓ کی طرف سے ۶۳ھ میں مدینہ والوں سے لڑی گئی۔ ابن حنظلہ سے مراد حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ ہیں جنہوں نے یزید بن معاویہؓ کی بیعت ترک کر کے عبداللہ بن الزبیرؓ کی بیعت کر لی تھی جس پر مسلم بن عتبہ کی قیادت میں اہل مدینہ سے جنگ ہوئی جس میں ہزار ہا مرد عورتیں اور بچے مارے گئے۔

بَابُ عَزْمِ الْاِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيْمَا يُطِيْقُوْنَ

ترجمہ۔ امام اور حاکم لوگوں پر وہ چیز لازم کرے جو ان کی طاقت میں ہو

حدیث (۲۷۵۱) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ الخ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ لَقَدْ اَتَانِى الْيَوْمَ رَجُلٌ فَسَاَلَنِىْ عَنْ اَمْرٍ مَا دَرِيْتُ مَا اَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ اَرَيْتَ رَجُلًا مُؤْدِيًا نَشِيْطًا يَخْرُجُ مَعَ اُمَرَائِنَا فِى الْمَغَازِىْ فَيَعْزِمُ عَلَيْنَا فِىْ اَشْيَاءَ لَا نُحْصِيْهَا فَقُلْتُ لَهٗ وَاللهِ مَآ اَدْرِىْ مَآ اَقُوْلُ لَكَ اِلَّا اَنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَسٰى اَنْ لَا يَعْزِمَ عَلَيْنَا فِىْ اَمْرٍ اِلَّا مَرَّةً حَتّٰى نَفْعَلَهٗ وَاَنَّ اَحَدَكُمْ لَنْ

يَزَالَ بِخَيْرٍ مَا اتَّقَى اللّٰهَ وَإِذَا شَكَّ فِي نَفْسِهِ شَيْءٌ سَأَلَ رَجُلًا فَشَفَاهُ مِنْهُ وَأَوْشَكَ أَنْ لَا تَجِدُوْهُ وَالَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ مَآ أَذْكُرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا كَالثَّغَبِ شُرِبَ صَفْوُهٗ وَبَقِيَ كَدَرُهٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ تحقیق آج میرے پاس ایک ایسا آدمی آیا جس نے مجھ سے ایک معاملہ کے متعلق پوچھا جس کو میں نہیں جانتا کہ میں اس کو کیا جواب دوں پس اس نے کہا کہ ایسے آدمی کے متعلق خبر دیں جو طاقت ور مسلح ہو۔ خوشباش ہو۔ جو لڑائیوں اور ہمارے حاکموں کے ہمراہ روانہ ہوتا ہے پس ہم پر ان چیزوں کو لازم کرتا ہے جن کی ہم لوگ طاقت نہیں رکھتے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں اس بارے میں تم سے کیا کہوں۔ البتہ یہ بات ہے کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے تھے۔ پس قریب ہے کہ آپ ہم پر کوئی ایسا ریاستی حکم لازم نہیں کرتے تھے جس کو ہم کبھی نہ کر سکتے ہوں۔ اور بے شک ایک تمہارا اس وقت تک بھلائی سے رہے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اور جب کوئی چیز اس کے دل میں تردد پیدا کرے تو وہ کسی ایسے آدمی سے سوال کرے جو اسے اس شک سے شفا دے دے۔ یعنی شک دور کر دے۔ اور قریب ہے کہ ایسا آدمی تمہیں نہیں ملے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے دنیا میں سے جو کچھ باقی رہا ہے اس کی مثال میں اس تالاب کی طرح بیان کرتا ہوں جس کا صاف حصہ تو پی لیا گیا ہو اور اس کا گدلا حصہ باقی رہ گیا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مادر علیه کیونکہ اگر امیر کی نافرمانی کے جواز اور حکم نہ ماننے کا فتویٰ دیا جائے تو ہر شخص امیر کے حکم کی مخالفت پر جری ہو جائے گا۔ اور دلیل یہ بیان کرے گا کہ میں تو اس مامور کی طاقت نہیں رکھتا اگر اس کے علاوہ کوئی اور جواب دیا جائے تو خلاف حق فتویٰ ہوگا کیونکہ جس امر کی طاقت نہ ہو اس کی تعمیل کرنا لازم نہیں آتا۔ اس مقصد کو عنوان بدل کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا جو ان حضرات کا رویہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ بایں صورت کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کرنے سے پہلے ہی آپؐ کے اوامر کی تعمیل کرتے تھے۔ یعنی آپؐ کو حکم دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ بلکہ آپؐ کے منشاء کے مطابق کام کرتے تھے تو اس سے اشارہ ہوا کہ یہ حضرات غایت درجہ کی تعمیل امر کیا کرتے تھے تو تم لوگوں کو بھی اسی طرح اپنے امیر کے سامنے ہونا چاہیے قبل از حکم ان کے منشاء کی تعمیل کی جائے اور ان سے پوچھ گچھ ترک کر دی جائے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب تک کہ مامور بہ ایسا حکم ہو جس کی طاقت نہیں۔ تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کے توقف کا سبب یہ تھا کہ اگر ایک امام نے ایک لشکر کو جہاد یا کسی اہم کام کیلئے متعین کر دیا ہے تو اس کی تعمیل ان پر فرض عین ہوگی۔ پس اگر کوئی اس پر فتویٰ طلب کرے اور دعویٰ کرے کہ اس امر کی اسے طاقت نہیں ہے تو اس وقت فتویٰ دینا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر ہم کہیں کہ امیر کی اطاعت واجب ہے تو کہیں گے کہ زمانہ فاسد ہے اگر نافرمانی کے جواز کا فتویٰ دیا جائے تو فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے توقف ہی بہتر ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ ابن مسعودؓ نے توقف کے بعد اطاعت امیر کے وجوب کا فتویٰ دے دیا۔ بشرطیکہ مامور بہ تقویٰ کے موافق ہو۔

لا نحصیھا کے بارے میں حافظؒ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے کہ ہم ان امور کی طاقت نہیں رکھتے۔ یا یہ معنی ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ طاعت ہے یا معصیت ہے۔ تو لا نحصیھا لا ندری کے معنی میں ہوگا۔ پہلا مطلب امام بخاریؒ کے ترجمہ کے مطابق ہے۔ اور دوسرا مطلب ابن مسعودؓ کے اس قول کے مطابق ہے۔

اذا شک فی نفسہ شیء خلاصہ یہ ہے کہ طاعت امیر کے بارے میں ایک آدمی نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا تو ابن مسعودؓ نے وجوب طاعت کا حکم دیا۔ بشرطیکہ مامور بہ تقویٰ اللہ کے موافق ہو۔

ترک المسئول عنه حافظ فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا اعتقاد یہ تھا کہ امیر کی اطاعت واجب ہے۔ لیکن ابن مسعودؓ نے خصوصی جواب سے توقف کر کے ایک عام جواب کی طرف عدول فرمایا۔ تو اب کوئی اشکال نہ رہا۔ اور حدیث سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ جب کوئی مشکل امر پیش آجائے تو توقف کرنا چاہئے تا کہ فساد برپا نہ ہو۔

فی امر الامرة کی اضافت الامرۃ کی طرف ہے۔ مراد وہ امور ہیں جو ریاست اور حکومت سے متعلق ہیں۔ لیکن امور شرعیہ جن کا تعلق عبادات اور طاعات سے ہو ان کی تعمیل تو ضروری ہے اس میں کوئی احتمال ہی نہیں۔

الامر ہ تمام شراح نے لفظ الا کو حرف استثناء قرار دیا ہے اور مرۃ کو منصوب پڑھا ہے۔ اور حتی نفعلہ کو لا یعزم کی غایت قرار دیا ہے یا مرۃ کی غایت کہا ہے۔ صاحب الفیض فرماتے ہیں کہ اس عبادت کا مطلب یہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ہمیں کسی چیز کا ایک مرتبہ حکم دیتے تھے تو ہم فوراً اس کی تعمیل کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو دوسری مرتبہ حکم دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الا ما غبر اگر اس سے مراد ماضی ہے تو تشبیہ بصاف پانی ہے۔ اگر غبر کے معنی بقی کے ہیں تو پھر تشبیہ بہ کدرۃ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ غبر اضداد میں سے ہے بقی کے معنی بھی ہیں اور مضی کے معنی کے لئے بھی آتا ہے اس لئے اس جگہ دونوں معنی کا احتمال ہے ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ماضی کے معنی مراد لینا قول اذ کر کے زیادہ مناسب ہیں۔

بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب دن کے اول حصہ میں جنگ شروع نہ فرماتے تو جہاد کو مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا۔

حدیث (۲۷۵۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفٰى فَقَرَأْتُهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيْهَا انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن اوفیؓ نے عمر بن عبداللہ کی طرف لکھا اور ان کے کاتب سالم فرماتے ہیں کہ میں نے اس خط کو پڑھا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ان لڑائیوں میں جن میں دشمن سے ان کا محاربہ ہوا سورج ڈھلنے تک انتظار فرمایا۔ پھر لوگوں میں خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہو گئے فرمایا اے لوگو! دشمن سے مقابلہ اور محاربہ کی تمنا نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت طلب کرتے رہو پس جب دشمن سے مقابلہ شروع ہو جائے تو صبر کرو۔ اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (یعنی جنت مجاہد کے لئے ہے) پھر یہ دعا مانگی اے اللہ! کتاب کے اتارنے والے بادلوں کو چلانے والے اور دشمنوں کے لشکروں کو شکست دینے والے انہیں شکست سے دوچار کر دے۔ اور ہماری ان کی خلاف مدد فرما۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لقاء کا لفظ ملاقات اور محاربہ کے معنی میں مشترک ہے۔ الجنة تحت ظلال السيوف کا مطلب یہ ہے کہ جنت مجاہد کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ اور جہاد جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

بَابُ اسْتِيْذَانِ الرَّجُلِ الْإِمَامَ

ترجمہ۔ آدمی کا حاکم سے اجازت طلب کرنا

وَقَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بے شک مؤمن تو وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ اور وہ لوگ جب آپؐ کے ہمراہ کسی اجتماعی معاملہ میں ہوتے ہیں تو وہ اس وقت تک چلے نہیں جاتے جب تک آپؐ سے اجازت طلب نہ کریں۔

حدیث (۲۶۵۳) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَلَاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى نَاضِحٍ لَّنَا قَدْ اَعْيٰى فَلَا يَكَادُ يَسِيْرُ فَقَالَ لِيْ مَا لِبَعِيْرِكَ قَالَ قُلْتُ عَيِيَ قَالَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَهٗ وَدَعَا لَهٗ فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْاِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيْرُ فَقَالَ لِيْ كَيْفَ تَرٰى بَعِيْرَكَ قَالَ قُلْتُ بِخَيْرٍ قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ اَفَتَبِيْعُنِيْهِ قَالَ فَاسْتَحْيَيْتُ وَلَمْ يَكُنْ لَّنَا نَاضِحٌ غَيْرُهٗ قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَبِعْنِيْهِ فَبِعْتُهٗ اِيَّاهُ عَلٰى اَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهٖ حَتّٰى اَبْلُغَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ عَرُوْسٌ فَاسْتَاْذَنْتُهٗ فَاَذِنَ لِيْ فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيَنِيْ خَالِيْ فَسَاَلَنِيْ عَنِ الْبَعِيْرِ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا صَنَعْتُ فِيْهِ فَلَامَنِيْ قَالَ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ حِيْنَ اسْتَاْذَنْتُهٗ هَلْ تَزَوَّجْتَ بِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا فَقَالَ هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُوُفِّيَ وَالِدِيْ اَوِ اسْتُشْهِدَ وَلِيْ اَخَوَاتٌ صِغَارٌ فَكَرِهْتُ اَنْ اَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ وَلَا تَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُوْمَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ قَالَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ وَرَدَّهٗ عَلَيَّ قَالَ الْمُغِيْرَةُ هٰذَا فِيْ قَضَائِنَا حَسَنٌ لَّا نَرٰى بِهٖ بَاْسًا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جہاد میں تھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پیچھے سے آ کرملے۔ میں اپنے ایک ایسے اونٹ پر سوار تھا جو تھک چکا تھا۔ بس وہ بالکل چلنے کے قابل نہیں رہا تھا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تیرے اونٹ کو کیا ہوگیا میں نے عرض کی کہ تھک گیا ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے آئے اسے ڈانٹا اور دعا فرمائی پھر تو وہ سب اونٹوں کے آگے آگے چل رہا تھا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اب اپنے اونٹ کو کیسے دیکھ رہے ہو۔ میں نے کہا کہ یہ بھلائی اور اچھائی اس کو آپ کی برکت کی وجہ سے پہنچی ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم اسے میرے پاس بیچتے ہو۔ مجھے شرم آگئی کیونکہ ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا اونٹ پانی کھینچنے والا نہیں تھا۔ پھر بھی میں نے کہہ دیا کہ ہاں بیچتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا اسے میرے پاس بیچ دو

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں شادی شدہ ہوں۔ مجھے پہلے جانے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ تو میں لوگوں سے پہلے مدینہ میں پہنچ گیا جب میں مدینہ میں آیا تو میرے ماموں نے میرے اونٹ کے متعلق دریافت کیا تو اس کے بارے میں جو کارروائی میں کر چکا تھا اس کی میں نے ان کو اطلاع دی۔ جس پر انہوں نے مجھے ملامت کی (کہ اب کیا کرو گے) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں آپ سے اجازت طلب کر رہا تھا۔ تو آپ نے پوچھا کہ کنواری عورت سے شادی کی ہے یا بیوہ سے میں نے کہا کہ بیوہ سے شادی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کنواری عورت سے شادی کیوں نہ کی تا کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیل مذاق کرتی میں نے جواباً کہا یا رسول اللہ! میرے والد کی وفات ہوئی یا شہید ہو گئے اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں۔ میں نے پسند نہ کیا کہ ان جیسی عورت سے شادی کروں جو نہ تو ان کو ڈانٹ ڈپٹ کر سکے اور نہ ہی ان کا انتظام کر سکے بنا بریں میں نے ایک بیوہ عورت تجربہ کار سے شادی کی ہے۔ جو ان کا انتظام بھی کرے اور ان کو ادب بھی سکھلائے۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لا چکے تو میں صبح سویرے کو آپ کی خدمت میں اونٹ لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اس کی قیمت بھی ادا فرما دی اور وہ اونٹ بھی مجھے واپس کر دیا۔ مغیرہؒ فرماتے ہیں کہ یہ ادائیگی کی بہتر صورت ہے۔ جس میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فتقدمت الناس یعنی بعض لوگوں سے میں پہلے مدینہ پہنچا۔ غدوت کے لفظ سے ایہام ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ پہنچے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ بہت سی روایات سے واضح ہوتا ہے۔ تو یہاں پر تاویل ضروری ہوگی۔ ای قدم وقدمت بعده فغدوت یعنی آپ مدینہ پہنچے۔ میں آپ کے بعد پہنچا پھر صبح کو اونٹ لے کر آیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ نے بھی ان احادیث کو جمع کرنے کی کئی وجوہ بیان کی ہیں۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ پہلے اپنے اہل وعیال میں جو بنو سلمہ میں تھے عوالی مدینہ میں پہنچے۔ ازاں بعد وہ دوسری صبح مسجد نبویؐ میں آپ کے پاس پہنچے کوکب دری میں قطب گنگوہیؒ نے بھی یہ توجیہ بیان فرمائی ہے۔ اور بتلایا ہے کہ حضرت جابرؓ کا گھر مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب کہ مناقب جابرؓ میں ہے کہ آپ وہاں ان کی عیادت کرنے تشریف لے گئے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ کسی کو لشکر سے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک امیر سے اجازت طلب نہ کرے۔ لیکن سب فقہاء کے نزدیک یہ صرف جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ لیکن اگر کسی امیر نے کسی کی کوئی ڈیوٹی لگائی ہو۔ پھر اسے کوئی ضرورت لاحق ہو تو اجازت طلب کرنا ضروری ہے۔ ردہ ای الجمل تو ثمن اور مثمن دونوں ان کو مل گئے۔

بَابُ مَنْ غَزَا وَهُوَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسِهِ

فِيهِ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جو شخص جہاد کیلئے نکلے جب کہ وہ نیا شادی شدہ ہو۔ اس بارے میں حضرت جابرؓ کی حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مطلب یہ ہے کہ جب دلہن میں دل لگا ہوا نہ ہو تو جہاد میں جانے کی اجازت ہے۔ ورنہ جہاد کے معاملہ میں جدوجہد میں خلل پڑے گا۔ جیسا کہ حدیث جابرؓ دال ہے۔ کیونکہ اوائل النکاح میں یہ روایت آرہی ہے۔ کہ آپ نے پوچھا مايعجلك قلت كنت حديث عهد بعرس یعنی آپ نے پوچھا اتنی جلدی کیا پڑی ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے نئی نئی شادی کی ہے۔ اور فیہ جابر سے پچھلے باب کی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ بَعْدَ الْبِنَاءِ

فِيْهِ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جس نے شب زفاف گذارنے کے بعد جہاد کو ترجیح دی اس بارے میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یہ حدیث آگے آرہی ہے جس میں ہے کہ غزانبی من الانبیاء فقال لایتبعنی رجل ملك بضع امراۃ ولمایبینتنی یعنی ایک نبی نے جہاد پر جاتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ شخص میرے ساتھ نہ جائے جو عورت کی شرمگاہ کا مالک ہوا لیکن ابھی اس نے اس سے ہمبستری نہیں کی۔ مقصد یہ ہے کہ جہاد میں فارغ البال ہو کر شامل ہو۔ اور خوشی خوشی اس کی طرف متوجہ ہو جیسے نماز سے پہلے کھانا کھالینے کا حکم ہے۔ تاکہ نماز کو کھانا نہ بنائے۔ بلکہ کھانے کو نماز بنائے۔ امام بخاریؒ نے صرف حدیث کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق ایک حدیث کو دوبارہ ذکر نہیں کرتے۔ جب کہ ان کا مخرج ایک ہو بلکہ اختصار کر کے اشارہ فرمادیتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی۔ لیکن یہ جواب اس لئے صحیح نہیں کہ دوسری جگہ عنقریب امام بخاریؒ اسے ذکر فرمائیں گے۔

بَابُ مُبَادَرَةِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْفَزَعِ

ترجمہ۔ گھبراہٹ کے وقت خود امیر وقت کا لوگوں سے پہلے پہل جانا۔

حدیث (۲۷۵۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَؓ فَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں گھبراہٹ پیدا ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ واپس آکر فرمایا کہ ہم نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور بے شک ہم نے اس گھوڑے کو سمندر پایا۔

بَابُ السُّرْعَةِ وَالرَّكْضِ فِي الْفَزَعِ

ترجمہ۔ گھبراہٹ کی حالت میں جلدی کرنا اور گھوڑے کو تیز رفتاری کے لئے ایڑ لگانا۔

حدیث (۲۷۵۵) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ فَزِعَ النَّاسُ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَؓ بَطِيْئًا ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُ وَحْدَهٗ فَرَكِبَ النَّاسُ يَرْكُضُوْنَ خَلْفَهٗ فَقَالَ لَمْ تُرَاعُوْا اِنَّهٗ لَبَحْرٌ فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے لوگوں میں دشمن کے آنے کی خبر پر خوف وہراس پیدا ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہؓ کے سست رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے پھر اکیلے ہی ایڑ لگاتے ہوئے باہر نکل گئے۔ آپؐ کے پیچھے دوسرے لوگ بھی ایڑ لگاتے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہوئے آپؐ نے واپسی پر فرمایا مت گھبراؤ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ بے شک ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح رواں دواں پایا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر اس دن کے بعد اس گھوڑے سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ روع کے معنی موت کے ہیں۔ اور لم تراعوا میں لم بمعنی لا کے ہے۔ ماسبق برکۃ رکوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی برکت کی بدولت اس کے بعد اس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکا۔

بَابُ الْخُرُوْجِ فِی الْفَزَعِ وَحْدَهٗ

ترجمہ۔ گھبراہٹ کے وقت اکیلے نکل کھڑے ہونا

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس ترجمہ کے لئے کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ یا تو اس وجہ سے کہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ملی یا سابق حدیث پر اکتفا فرمایا مقصود باب یہ ہے کہ امام خوف و ہراس کے وقت تنہے تنہا بغیر کسی رفیق کو ساتھ لئے نکل سکتا ہے۔ لا باس بہ۔

بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

ترجمہ۔ جہاد فی سبیل اللہ کی اجرت دینا یا سواری مہیا کرنا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَؓ الْغَزْوُ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اُعِیْنَکَ بِطَائِفَةٍ مِّنْ مَّالِیْ قُلْتُ اَوْسَعَ اللّٰہُ عَلَیَّ قَالَ اِنَّ غِنَاکَ لَکَ وَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ مِنْ مَّالِیْ فِیْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَالَ عُمَرُؓ اِنَّ نَاسًا یَّاْخُذُوْنَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ لِیُجَاهِدُوْا ثُمَّ لَا یُجَاهِدُوْنَ فَمَنْ فَعَلَهٗ فَنَحْنُ اَحَقُّ بِمَالِهٖ حَتّٰی نَاْخُذَ مِنْهُ مَا اَخَذَ وَقَالَ طَاؤُسٌ وَّمُجَاهِدٌ اِذَا دُفِعَ اِلَیْکَ شَیْئٌ تَخْرُجُ بِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاصْنَعْ بِهٖ مَا شِئْتَ وَضَعْهُ عِنْدَ اَهْلِکَ۔

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ یا یہ کہ آپ بھی جہاد کیلئے چلیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے مال کے کچھ حصہ سے اس بارے میں تمہاری امداد کروں میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مال کی وسعت کی ہے۔ مجھے مال کی ضرورت نہیں تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تمہاری دولت مندی تمہیں مبارک ہو میرا منشا تو یہ ہے کہ میں اس جہاد کے راستہ میں اپنا کچھ مال خرچ کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کچھ لوگ جہاد کرنے کی غرض سے اس مال میں سے لیتے ہیں۔ لیکن پھر جہاد میں نہیں نکلتے۔ پس جس نے ایسا کیا ہم اس کے مال کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم اس سے اتنا مال لیں گے جس قدر اس نے بیت المال سے لیا ہے۔ طاؤسؒ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب تجھے مال اس نیت سے دیا جائے تو جہاد فی سبیل اللہ میں نکلو۔ پھر اب تمہاری مرضی تم اس کو جس طرح خرچ کرو اور اپنے گھر والوں کے پاس رکھ سکتے ہو۔

حدیث (۲۷۵۶) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَرَاَیْتُهٗ یُبَاعُ فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْتَرِیْهِ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِکَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے ایک گھوڑا سواری کیلئے دیا۔ پھر میں نے اسکو دیکھا کہ وہ بک رہا ہے تو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اس کو خرید سکتا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا اسکومت خرید و اور اپنے صدقہ اور خیرات میں رجوع نہ کرو۔

حدیث (۲۷۵۷) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ حَمَلَ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَوَجَدَهٗ یُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ یَّبْتَاعَهٗ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِکَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک گھوڑا سواری کے لئے دیا۔ پھر

دیکھا کہ وہ تو بیچا جارہا ہے تو اس کے خرید کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا جس پر آپ نے فرمایا کہ اسے مت خرید کرو۔ اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

حدیث (۲۷۵۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ وَلٰكِنْ لَا اَجِدُ حَمُوْلَةً وَّلَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ وَيَشُقُّ عَلَيَّ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ وَلَوَدِدْتُ اَنِّيْ قَاتَلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقُتِلْتُ ثُمَّ اُحْيِيْتُ ثُمَّ قُتِلْتُ ثُمَّ اُحْيِيْتُ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر گراں گذرنے کا خوف نہ ہوتا تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا لیکن کبھی مجھے خود سواری نہیں ملتی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مجھے سواریاں نہیں ملتیں جن پر میں لوگوں کو سوار کروں۔ اور یہ بھی مجھ پر گراں گذرتا ہے کہ یہ لوگ میرے سے پیچھے رہ جائیں۔ اور جہاد میں حصہ نہ لیں۔ کیونکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کر دیا جائے پھر قتل کر دیا جاؤں۔ اور پھر زندہ کر دیا جاؤں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ حمولة اور مااحملهم عليه دونوں جملوں کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے۔ تاکہ تکرار لازم نہ آئے اس لئے کہ تاکید سے تاسیس بہتر ہے۔ تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ حمولة کو ملك پر محمول کیا جائے۔ اور دوسری سواری سے مراد عاریت وغیرہ ہو۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ حمولة سے مراد خود سواری کرنا اور مااحملهم عليه سے مراد سونا چاندی وغیرہ مراد ہے جس سے سواری خریدی جاسکے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ دفع تکرار کی جو دو صورتیں شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہیں شراح میں سے کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اور یہ روایت کتاب بخاری میں کئی جگہ لائی گئی ہے۔ لیکن ان میں حمولة کا ذکر نہیں ہے صرف مااحملهم عليه کا ذکر ہے اور وہ سب روایات قرآنی آیت کے مطابق ہیں۔ قلت لا اجد مااحملكم عليه (الآية) صرف اس مقام پر امام بخاریؒ نے لا اجمع حمولة کی روایت کو ذکر کیا ہے۔ البتہ نسائی اور مؤطا امام مالکؒ میں لا يجدون حمولة کے الفاظ ہیں۔ اور بعض میں ہے لا اجد سعة فاحملهم ولا يجدون سعة فيتبعوني یعنی نہ مجھے اتنی وسعت حاصل ہے کہ ان کو سواری مہیا کرسکوں اور نہ وہ لوگ خود اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ سوار ہو کر میری پیروی کریں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ جعائل جمع جعله کی وہ اجرت جو قائد مجاہد کو مہیا کرے۔ حملان حمل کی طرح مصدر ہے۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنے مال سے غازی اسلام کی اعانت کی نفلی طور پر یا کسی کو سواری مہیا کر دی تو اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص جہاد فی سبیل اللہ کے لئے خود اجرت لے یا اپنے گھوڑے کے لئے اجرت حاصل کرے تو اسے امام مالکؒ مکروہ کہتے ہیں اسی طرح کسی قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے اجرت لینا بھی مکروہ ہے۔ احنافؒ کے نزدیک بھی اجرت لینا مکروہ ہے۔ البتہ اگر مسلمانوں میں کمزوری آجائے اور بیت المال میں بھی کچھ نہ ہو تو پھر اجرت لی جاسکتی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اجرت پر جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ بادشاہ اجرت دے سکتا ہے اور کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے جو کچھ کرتا ہے وہ ادائیگی فرض ہے جس پر اجرت لینا ناجائز ہے۔ امام بخاریؒ کی طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ غازی اجرت لے سکتا ہے پھر آیا وہ اس کا مالک بن جائے گا یا نہیں۔ ملک کی صورت میں ہر قسم کے تصرف کا مستحق ہے۔ ابن عمرؓ کے اثر سے واضح ہوتا ہے کہ غازی کی اعانت مکروہ نہیں ہے اور حضرت عمرؓ کے گھوڑے کا واقعہ بھی دلیل ہے کہ محمول علیہ میں محمول کو ہر قسم کے تصرف کا حق ہے حتیٰ کہ وہ بیع وشراء بھی کرسکتا ہے۔

لا اجد حمولة یہ حدیث ترجمہ کے رکن ثانی یعنی حملان فی سبیل اللہ پر دال ہے۔ فقتلت واحییت دونوں مجہول کے صیغے ہیں۔

بَابُ الْاَجِیْرِ

ترجمہ۔ کرایہ کے فوجی کے بارے میں

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِیْرِیْنَ یُقْسَمُ لِلْاَجِیْرِ مِنَ الْمَغْنَمِ وَاَخَذَ عَطِیَّةُ بْنُ قَیْسٍ فَرَسًا عَلَی النِّصْفِ فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ اَرْبَعَ مِائَةِ دِیْنَارٍ فَاَخَذَ مِائَتَیْنِ وَاَعْطٰی صَاحِبَهٗ مِائَتَیْنِ.

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ کرایہ کے فوجی کو غنیمت کے مال میں سے حصہ دیا جائے گا۔ چنانچہ عطیہ بن قیس نے کسی سے گھوڑا نصف حصہ پر لیا پس غنیمت میں سے گھوڑے کا حصہ چار سو دینار کو پہنچا تو دو سو دینار انہوں نے خود رکھ لئے اور دو سو دینار اپنے ساتھی کو دیئے۔

حدیث (۲۷۵۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ یَعْلٰیؓ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْکَ فَحَمَلْتُ عَلٰی بَکْرٍ فَهُوَ اَوْثَقُ اَعْمَالِیْ فِیْ نَفْسِیْ فَاسْتَاْجَرْتُ اَجِیْرًا فَقَاتَلَ رَجُلًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ فَانْتَزَعَ یَدَهٗ مِنْ فِیْهِ وَنَزَعَ ثَنِیَّتَهٗ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَهَا فَقَالَ اَیَدْفَعُ یَدَهٗ اِلَیْکَ فَتَقْضِمُهَا کَمَا یَقْضِمُ الْفَحْلُ.

ترجمہ۔ حضرت یعلیؓ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں نکلا اور ایک نوجوان اونٹ سواری کے لئے تیار کیا یہ میرے اعمال میں سے میرے دل میں سب سے زیادہ قابل اعتماد عمل تھا۔ پس میں نے ایک آدمی کو کرایہ پر لیا جو دوسرے آدمی سے لڑ پڑا ان میں سے ایک نے دوسرے کو دانتوں سے کاٹا تو اس نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچ لیا جس سے اس کے دونوں اگلے دانت اکھڑ گئے وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے اس کو باطل قرار دیا یعنی نہ قصاص لیا اور نہ ہی کوئی جرمانہ رکھا بلکہ ارشاد فرمایا کہ کیا وہ اپنا ہاتھ تمہاری طرف دفعہ کئے رکھتا تا کہ تم اسے اس طرح چباتے جس طرح نر اونٹ چباتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اجیر فی الجہاد کی دو حالتیں ہیں یا تو اسے خدمت کے لئے رکھا ہے یا لڑائی کے لئے۔ جو خدمت کے لئے رکھا گیا ہے۔ امام اوزاعیؒ۔ امام احمدؒ اور اسحاقؒ کے نزدیک غنیمت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اکثر حضرات اس کو حصہ دینے کے حق میں ہیں۔ ان کا استدلال حضرت سلمہؓ کی روایت سے ہے۔ جو مسلم میں ہے کہ میں حضرت طلحہؓ کا اجیر تھا۔ ان کے گھوڑے کی سائیسی کرتا تھا بایں ہمہ آپؐ نے غنیمت میں سے حصہ مرحمت فرمایا۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اجیر کا کوئی حصہ نہیں۔ البتہ وہ جنگ میں حصہ لے تو پھر حقدار ہوگا۔ اجیر للقتال کے بارے میں مالکیہؒ اور حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا کوئی حصہ نہیں۔ لیکن اکثر حضرات اس کو حصہ دینے کے حق میں ہیں۔

فرسا علی النصف امام اوزاعیؒ اور امام احمدؒ اس طرح معاملہ کرنے کو جائز فرماتے ہیں۔ وہ مخابرہ پر قیاس کرتے ہیں لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسا معاملہ جائز نہیں ہے۔

فاستاجرت اجیرا اس حدیث سے امام بخاریؒ نے استنباط کیا ہے کہ جہاد میں کسی اجیر کو اجرت پر لینا جائز ہے۔

بَابُ مَا قِیْلَ فِیْ لِوَآءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے۔

حدیث (۲۷۶۰) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ اَنَّ قَیْسَ بْنَ سَعْدِ الْاَنْصَارِیَّؓ وَکَانَ صَاحِبَ

لِوَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ الْحَجَّ فَرَجَّلَ.

ترجمہ۔ حضرت قیس بن انصاریؓ جن کے ہاتھ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا رہتا تھا انہوں نے حج کا ارادہ تو احرام سے پہلے بالوں کو کنگھا کیا۔

حدیث (۲۷۶۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَيْبَرَ وَكَانَ بِهٖ رَمَدٌ فَقَالَ اَنَا تَخَلَّفُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِيْ فَتَحَهَا فِيْ صَبَاحِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ اَوْقَالَ لَيَاْخُذَنَّ هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَوْقَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوْهُ فَقَالُوْا هٰذَا عَلِيٌّ فَاَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں حضرت علیؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے کیونکہ آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ تو حضرت علیؓ فرمانے لگے میں کیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ سکتا ہوں۔ چنانچہ وہ نکل پڑے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر مل گئے۔ پس جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح نصیب کرنی تھی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا کل کو جھنڈا ایسا شخص پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے۔ یا وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے پس ہم کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ آگئے۔ جن کی ہم امید نہیں رکھتے تھے تو لوگوں نے کہا یہ حضرت علیؓ ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا ان کو دے دیا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔

حدیث (۲۷۶۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ لِلزُّبَيْرِ هٰهُنَا اَمَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكُزَا الرَّايَةَ.

ترجمہ۔ حضرت نافع بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عباسؓ کو سنا کہ زبیرؓ سے فرما رہے تھے کہ کیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اسی جگہ جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لواء، رایہ اور علم تینوں جھنڈے کے نام ہیں۔ دراصل رئیس لشکر جھنڈے کو تھامتا تھا۔ پھر اس کے سر پر لہرایا جاتا تھا۔ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کی غرض اس حدیث سے یہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت قیس بن سعد انصاریؒ جو صاحب لواء تھے ان کا یہ جھنڈا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس قدر حدیث مرفوع ہوئی۔ جس کی اس جگہ ضرورت تھی۔

انا اتخلف یہاں استفہام انکاری ہے۔ ماسترجوہ آنکھ دکھنے کی وجہ سے ہمیں ان کے آنے کی امید نہیں تھی بہر حال وہ آگئے۔ اس حدیث سے حضرت علیؓ کی فضیلت عظیمہ ثابت ہوئی اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ثابت ہوا کہ آپؐ نے جس طرح خبر دی تھی واقعہ بھی اسی طرح ہوا۔ حضرت عباسؓ والی روایت ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ جس کو غزوہ فتح میں مفصل ذکر کیا ہے۔

ھھنا کا اشارہ حجون کے مکان کی طرف ہے ان سب احادیث سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ لڑائیوں میں جھنڈے رکھنا جائز ہے۔ اور جھنڈا کبھی امیر کے ہاتھ میں ہوگا اور کبھی اس کے قائم مقام کے ہاتھ میں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ھھنا امرک یہاں استفہام ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کتاب المغازی غزوہ فتح مکہ میں مفصل آئے گی۔ حافظ فرماتے ہیں کہ سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نافع بن جبیرؒ اس مقالہ کے وقت فتح مکہ کے موقع پر موجود تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ نافع بن جبیر صحابی نہیں ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ مقالہ نافع بن جبیرؒ نے حضرت عباسؓ سے فتح مکہ کے بعد کسی حج کے موقعہ پر سنا جب کہ وہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں یا حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں جمع ہوئے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ایک مہینہ کی مسافت کے اندر اندر میری رعب سے مدد کی گئی ہے

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَّقَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ. قَالَ جَابِرٌؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے بوجہ اس کے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔

حدیث (۲۷۶۳) حَدَّثَنَا يَحْيَ بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ فَبَيْنَا اَنَا نَائِمٌ ثُمَّ اُتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدِيْ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ وَقَدْ ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتُمْ تَنْتَثِلُوْنَهَا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا ہے اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔ دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ جن کو میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو چل بسے البتہ تم لوگ ان خزانوں کو نکالو گے۔

حدیث (۲۷۶۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ وَهُمْ بِاِيْلِيَاءَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ وَاُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِاَصْحَابِيْ حِيْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِيْ كَبْشَةَ اِنَّهٗ يَخَافُهٗ مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ ان کو ابو سفیانؓ نے بتلایا کہ ہرقل بادشاہ روم جب بیت المقدس میں تھا تو اس نے ان کے پاس قاصد بھیجا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ منگوایا جب اس کی قراءت سے فارغ ہوا تو اس کے پاس شور و شغب بہت ہوا آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہمیں وہاں سے نکال دیا گیا۔ باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو عظیم ہو گیا کہ اس سے بنی الاصفر کا بادشاہ یعنی رومیوں کا بادشاہ ان سے ڈر رہا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ قالہ جابر سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کی ابتداء یوں ہے کہ اعطیت خمسالم یعطھن احد من

الانبیاء الخ جس میں یہ بھی ہے نصرت بالرعب مدة شهر جس کی شرح کتاب التیمم میں گذر چکی ہے خصوصیت سے مراد محض حصول رعب نہیں بلکہ جو چیز اس سے پیدا ہوتی ہے یعنی دشمن پر کامیابی وہ مراد ہے۔

جوامع الکلم میں اضافت صفت الی الموصوف ہے کہ کلمہ مختصر ہو اور معنی اس کے وسیع ہوں۔ اور یہ قرآن وحدیث دونوں کو شامل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معانی کثیرہ کو کلمات قلیلہ سے ادا فرماتے تھے۔

مفاتیح خزائن الارض سے ان ممالک کی طرف اشارہ ہے جوامت کے ہاتھوں فتح ہوئے جن سے اکاسرہ اور قیاصرہ کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے سونے اور چاندی کی کانیں مراد ہوں۔ تو وضعت فی یدی کا مطلب یہ ہوگا کہ عنقریب وہ شہر فتح ہوں گے جس میں سونے چاندی کی کانیں ہوں گی۔ اور حافظ فرماتے ہیں کہ مکمل ترجمہ انہ یخافه ملک بنی الاصفر ہے اور مدینہ منورہ اور جہاں قیصر بادشاہ روم رہتا تھا ان کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔

بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

ترجمہ۔ جہاد میں توشہ کا اٹھانا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے توشہ لے کر چلو بہترین توشہ پرہیزگاری ہے۔

حدیث (۲۷۶۵) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أَبِيْ بَكْرٍؓ حِيْنَ أَرَادَ أَنْ يُّهَاجِرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَتْ فَلَمْ نَجِدْ لِسُفْرَتِهٖ وَلَا لِسِقَائِهٖ مَا نَرْبِطُهُمَا بِهٖ فَقُلْتُ لِأَبِيْ بَكْرٍ وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُ بِهٖ إِلَّا نِطَاقِيْ قَالَ فَشُقِّيْهِ بِاثْنَيْنِ فَارْبِطِيْهِ بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ وَبِالْآخَرِ السُّفْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلِذٰلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ.

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ ظاہر فرمایا تو میں نے حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں سفری کھانا تیار کیا۔ فرماتی ہیں کہ ہمیں سفری کھانے اور پانی کے مشکیزے کے لئے کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے ہم تھیلے اور مشکیزے کو باندھتے۔ تو میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے تو کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے میں اس کو باندھتی سوائے میرے کمربند کے۔ تو آپ نے فرمایا اسے دوٹکڑوں میں یا ٹکڑے کر کے چیر دو پھر ایک ٹکڑے سے مشکیزے کا منہ باندھ دو اور دوسرے سے کھانے کے تھیلے کو باندھ دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پس اس وجہ سے میرا نام ذو النطاقین رکھا گیا۔

حدیث (۲۷۶۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُوْمَ الْأَضَاحِيِّ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کی طرف قربانی کے گوشت کا توشہ لے کر جاتے تھے۔

حدیث (۲۷۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِؓ أَخْبَرَهٗ أَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ وَهِيَ أَدْنٰى خَيْبَرَ فَصَلَّوْا الْعَصْرَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِالْأَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا

بِالسَّوِيقِ فَلُكْنَا فَاكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا وَصَلَّيْنَا.

ترجمہ۔ حضرت سوید بن نعمان خبر دیتے ہیں کہ وہ خیبر کی لڑائی والے سال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے جب صہباء کے مقام تک پہنچے جو خیبر کا حصہ اور خیبر کے قریب ہے تو سب نے عصر کی نماز ادا کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا طلب فرمایا تو سوائے ستو کے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہ لایا گیا پس ہم نے ان کو پانی میں ملا کر منہ میں ڈالا پس گاڑھے کو ہم نے کھایا اور پتلے کو پیا پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ نے کلی فرمائی اور ہم نے بھی کلی کی اور نماز ادا کی۔

حدیث(۲۷۰۸) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ الخ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ خَفَّتْ اَزْوَادُ النَّاسِ وَاَمْلَقُوا فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ اِبِلِهِمْ فَاَذِنَ لَهُمْ فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ اِبِلِكُمْ فَدَخَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ مَابَقَاؤُهُمْ بَعْدَ اِبِلِهِمْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ يَاْتُوْنَ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَاهُمْ بِاَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتّٰى فَرَغُوْا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ.

ترجمہ۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا سفری کھانا کم ہو گیا۔ اور وہ بالکل محتاج مفلس وقلاش ہو گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگنے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے انہیں حال سے خبردار کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد تمہاری زندگی اور بقاء کیسے ہو گی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر فرمانے لگے کہ یا رسول اللہ اونٹوں کے بعد ان کی زندگی کیا ہو گی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ لوگ اپنے بچے کچھے توشے لے آئیں۔ آپ نے اس پر برکت کی دعا کی۔ پھر سب کے برتن منگوائے۔ تو لوگوں نے چلو بھر بھر کر پانی پیا حتی کہ سب سیر ہو کر فارغ ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فشقیه بالنین اس میں یہ تصریح نہیں کہ انہوں نے کمر بند سارے کا سارا ختم کر دیا بلکہ اس نے دونوں امور کو جمع کر دیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اس نے کمر بند کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ تو اپنے لئے رکھا اور دوسرے حصہ سے زاد اور ستاء کے بندھن ٹھیک کئے۔ تو اس جگہ جو روایت ہے وہ مختصر ہے۔ جس میں اس کے دو حصہ کر کے ایک سے زاد کو اور دوسرے سے مشکیزے کو باندھا گیا۔ اور ان کا نام ذات النطاقین اگرچہ اسی وجہ سے رکھا گیا مگر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس تسمیہ سے عصمت اور عفت و پاکدامنی تھی۔ کیونکہ نطاقین کا کھولنا ایک نطاق کے کھولنے کی بنسبت زیادہ مشکل ہوتا ہے اور حجاج نے اس نام کے ساتھ ان کو عار دلائی تھی کہ یہ تو خدمت کے لئے ہر وقت کمر بستہ ہے۔ خادموں کا یہی کام ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے وسط کمر میں پٹہ باندھتے ہیں کہ خدمت کرتے وقت ان کے کپڑے کھل نہ جائیں۔ تو پھر باندی سے کنایہ ہو گا جو خدمت اور مشقت میں مشغول ہونے کی وجہ سے درمیان کمر پٹہ باندھنے کی محتاج ہوتی ہے۔ حرہ عورت اس طرح نہیں ہے۔ وہ تو خدمت سے مستغنی ہوتی ہے۔ ننانی نانا اہل وعیال کی۔ اس لئے اس کو کسی طرح کی تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ کی تائید حافظ بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نطاق کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے تو زاد کو باندھا۔ اور دوسرے پر خود اکتفا کیا۔ اسی وجہ سے ان کو ذات النطاق یا ذات النطاقین کہتے ہیں۔ تو تثنیہ اور افراد انہیں دو حیثیتوں سے ہے۔ غرضیکہ حضرت اسماءؓ کے ذات النطاق یا ذات النطاقین کے بارے میں مختلف اقوال اور مختلف روایات ہیں۔ اور

خود بخاری شریف کتاب الاطعمه میں آ رہا ہے کہ اہل شام ابن الزبیرؓ کو عار دلایا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے یا ابن ذات النطاقین تو اس کے جواب میں وہ فرماتے تھے الیھا والالٰه تلك شكاة ظاهر عنك عارها۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اہل شام سے مراد لشکر حجاج ہے جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ الیآ کے معنی اعتراف کے ہیں۔ شکاۃ کے معنی شکایت کے ہیں۔ اور ظاہر کے معنی زائل کے ہیں۔ یعنی اللہ کی قسم! اس کا مجھے اعتراف ہے۔ لیکن اس کی عار زائل ہے۔ کیونکہ میری والدہ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انجام دیتی تھی۔ حجاج اس سے ان کی مذمت کرنا چاہتا تھا کہ وہ ایک ایسی باندی کا بیٹا ہے جو خدمت گذار داخل وخارج ہونے والی تھی۔ انہوں نے ذات النطاقین ہونا تو تسلیم کرلیا لیکن خدمت عامہ کے لئے نہیں۔ خدمت نبوی کے لئے کربستہ رہتی تھی۔ بنابریں مولانا محمد حسن مکی کی تقریر میں ہے ذات النطاقین یہ لفظ مشترک ہے۔ درمیان معصومہ یعنی پاکدامن کے اور درمیان مزدور کے۔ اس لئے کہ مزدور دو کمر بند باندھتے ہیں۔ تا کہ کھل نہ جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ کنلنة تزود لحوم الاضحی امام بخاریؒ قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سفر مدینہ میں توشہ لے جانا جائز ہے جو مبارک شہر اور وطن مالوف ہے۔ تو سفر جہاد میں زاد کا اٹھالے جانا بالطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ کیونکہ اس میں تو دشمن کی سرزمین میں سفر کرنا ہوتا ہے۔ ضیافۃ کا پتہ نہیں۔ تو مسافر جہاد کو مزید قوت حاصل کرنے کے لئے زاد کی ضرورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قسطلانیؒ اور علامہ عینیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے جواز حمل الزاد للسفر معلوم ہوتا ہے لیکن اشکال یہ ہے کہ یہ سفر جہاد کا تو نہیں تھا۔ تو جواب یہ ہے قیاساً سفر غزو جہاد کے لئے حمل زاد کا جواز ثابت ہوا۔ حافظؒ اور کرمانیؒ مطابقت کرنے سے ساکت رہے ہیں۔ البتہ حافظؒ نے اتنا کہا ہے کہ حمل زاد توکل کے خلاف نہیں ہے۔ حدیث سے حمل زاد کا ندب اور جواز ثابت کرنا بہت بعید ہے اس لئے کہ ایک تو آیت کریمہ میں تزودوا کا امر موجود ہے۔ دوسرے حضرت اسماءؓ کی حدیث فعل نبویؐ پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ املقوای فنی زادھم املق کے معنی افتقر کے ہیں اور کبھی متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی افنی کے آتے ہیں۔
مابقاء کم بعد ابلکم یعنی مسلسل چلتے رہنا تو ہلاکت تک پہنچا دے گا اور حضرت عمرؓ نے خیبر کی لڑائی میں حمر اہلیہ کے ذبح کرنے کی نہی سے سمجھ لیا کہ اب اونٹوں کی بجائے ان پر سواری کر کے منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔
اشهد ان لا اله الخ معجزہ جو تائید رسالت ہوتا ہے اس کے ظاہر ہونے پر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا ہے۔

بَابُ حَمْلِ الزَّادِ عَلَى الرِّقَابِ

ترجمہ۔ گردنوں پر توشہ کا اٹھانا

حدیث (۲۷۶۹) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ خَرَجْنَا وَنَحْنُ ثَلٰثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلٰى رِقَابِنَا فَفَنِيَ زَادُنَا حَتّٰى كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا يَاْكُلُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً قَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْنَ كَانَتِ التَّمْرَةُ تَقَعُ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَقَدْنَاهَا حَتّٰى اَتَيْنَا الْبَحْرَ فَاِذَا حُوْتٌ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَاَكَلْنَا مِنْهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا اَحْبَبْنَا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ تین سو ۳۰۰ کے لگ بھگ جہاد کے لئے نکلے۔ کہ اپنے توشے اپنی گردنوں پر اٹھاتے تھے ہمارا یہ زاد ختم ہو گیا یہاں تک کہ ہم میں سے ایک آدمی ہر روز ایک کھجور کا دانہ کھاتا تھا تو ایک آدمی نے کہا اے ابو عبداللہ! یہ ایک کھجور آدمی کے کیا کام

آتی ہوگی یا کہاں پڑتی ہوگی۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا ہمیں تو ان کھجوروں کے کم ہو جانے کا بھی غم ہوا جب کہ وہ ختم ہوگئیں یہاں تک کہ ہم سمندر کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سمندر نے ایک بڑی مچھلی کنارے پر پھینک دی ہے جس کو ہم اپنے مرضی کے مطابق اٹھارہ دن تک کھاتے رہے۔

تشریح از قاسمیؒ تقع من الرجل ای من جهة الغذاء والتوت یعنی ایک کھجور غذا سے کیا کفایت کرتی ہوگی۔

وجدنا فقدها یعنی ہم تو ان کے کم ہونے پر غمزدہ ہوگئے۔ جب وہ سب کھجور کے دانے ختم ہوگئے۔

بَابُ ارْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ اَخِيْهَا

ترجمہ۔ عورت کا اپنے بھائی کے پیچھے ردیف بیٹھنا

حدیث (۲۷۷۰) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَرْجِعُ اَصْحَابُكَ بِاَجْرِ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَلَمْ اَزِدْ عَلَى الْحَجِّ فَقَالَ لَهَا اذْهَبِيْ وَلْيُرْدِفْكِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَنْ يُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ فَانْتَظَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَعْلٰى مَكَّةَ حَتّٰى جَاءَتْ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! تیرے صحابہ تو حج اور عمرہ دونوں کا ثواب لے کر واپس لوٹے اور میں حج پر کوئی چیز زائد نہ کر سکی۔ تو آپ نے ان سے فرمایا جاؤ۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ تمہیں اپنے پیچھے ردیف بنائے گا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کو حکم دیا کہ تنعیم کے مقام سے ان کو عمرہ کراؤ۔ پس آپ مکہ معظمہ میں انتظار کرتے رہے۔ حتی کہ حضرت عائشہ عمرہ کر کے آگئیں۔

حدیث (۲۷۷۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ اَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُرْدِفَ عَائِشَةَ وَاَنْ اُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ.

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنی بہن عائشہؓ کو ردیف بناؤ۔ پس میں نے ان کو میقات تنعیم سے احرام بندھوا کے عمرہ کرایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اس باب کی احادیث کو مصنفؒ اس لئے لائے ہیں تاکہ اس قسم کے واقعات سفر میں بیشتر پیش آتے رہتے ہیں۔ خصوصاً جہاد کے سفر میں لہذا بیان کر دیا کہ یہ امور جائز ہیں۔ اس طرح دیگر ابواب بھی اسی ضمن میں آرہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ نے حدیث عائشہؓ کو اس جگہ لانے کی وجہ یہ بیان کی ہے اگرچہ اس ارداف کا جواز حج کے لئے ثابت ہوتا ہے مگر چونکہ آپ کا ارشاد ہے جہاد رکن الحج کہ تمہارا جہاد حج ہے۔ اس طرح حدیث باب سے مطابقت ہو جائے گی۔ دیگر بہت سے ابواب اسی قبیل سے آرہے ہیں۔

بَابُ الْاِرْتِدَافِ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ

ترجمہ۔ جہاد اور حج میں ردیف بنانا

حدیث (۲۷۷۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفَ اَبِيْ طَلْحَةَ وَاِنَّهُمْ لَيَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں حضرت ابوطلحہؓ کا ردیف تھا بے شک وہ لوگ حج اور عمرہ دونوں کے تلبیہ کی آواز بلند کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے کہ جہاد کو بھی حج پر قیاس کیا جو عورتوں کیلئے جہاد کا حکم رکھتا ہے۔

بَابُ الرِّدْفِ عَلَى الْحِمَارِ

ترجمہ۔ گدھے پر ردیف بنانا

حدیث (۲۷۷۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى اِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ وَّاَرْدَفَ اُسَامَةَ وَرَآءَهُ.

ترجمہ۔ حضرت اسامۃ بن زیدؓ سے مروی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے پالان پر سوار ہوئے۔ جس پر دھاری دار گدا پڑا ہوا تھا۔ اور اپنے پیچھے حضرت اسامہ کو ردیف بنایا۔ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے۔

حدیث (۲۷۷۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُرْدِفًا اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍؓ وَمَعَهٗ بِلَالٌ وَمَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ طَلْحَةَؓ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتّٰى اَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَفَتَحَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ فَمَكَثَ فِيْهَا نَهَارًا طَوِيْلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَّرَآءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَاَلَهٗ اَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ لَهٗ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ کے بالائی حصہ سے اپنے اونٹ پر سوار حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ردیف بنائے ہوئے داخل ہوئے آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ جو دربانوں میں سے تھے۔ آپؐ کے ہمراہ تھے یہاں تک کہ آپؐ نے مسجد آکر اونٹنی کو بٹھا دیا حضرت عثمان حجبیؓ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کی چابیاں لے آئے۔ چنانچہ اس نے دروازہ کھولا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہو گئے آپؐ کے ہمراہ حضرت اسامہؓ۔ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمان حجبیؓ داخل ہوئے۔ آپؐ بیت اللہ کے اندرون کا ایک طویل عرصہ رہے پھر باہر تشریف لائے تو لوگ لپکے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سب سے پہلے آدمی تھے جو اندر داخل ہوئے جنہوں نے حضرت بلالؓ کو دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے دیکھا ان سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کس جگہ ادا فرمائی۔ تو انہوں نے اس مقام کی طرف اشارہ کر دیا جہاں پر آپؐ نے نماز پڑھی تھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپؐ نے کتنی رکعات اس جگہ ادا فرمائی تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ردف علی الحمار باب کی پہلی حدیث کا جواز ثابت ہوا۔ اور امام بخاریؒ کا اس باب سے مقصد یہ ہے کہ گدھے پر ردیف بٹھانا تب جائز ہے جب گدھے پر دوسرا سوار گراں نہ ہو۔ اور اس کی طاقت کے مطابق اس پر بوجھ لادا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ حدیث کتاب الحج میں گذر چکی ہے۔ لیکن ابن عمرؓ کی روایت کو اس باب میں لانے کی کیا وجہ ہے جبکہ اس میں حمار کا نہیں بلکہ راحلہ کا ذکر ہے۔ تو حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی غرض قوله اقبل يوم الفتح ہے جس سے ارداف اسامہ کو ثابت کرنا ہے علامہ

عینیؒ فرماتے ہیں کہ مطلق ارتداف کو ثابت کرنا ہے۔ فرق اس قدر ہوگا کہ رکوب علی الحمار کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع واضح ہوتی ہے کہ گدھے پر سوار ہو کر بھی ردیف کو پیچھے بٹھایا جاتا قوی اعظم ہے۔ اونٹنی پر ردیف بٹھانے سے کہ آپ نے کسی سواری پر ردیف بٹھانے کو عار نہیں سمجھا یہ آپ کی تواضع تھی۔

بَابُ مَنْ اَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهٖ

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جس نے رکاب کو پکڑا یا اس طرح سوار ہونے میں مدد دی

حدیث (۲۷۷۵) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَآبَّتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی کے ہر جوڑ پر یا ہڈی پر صدقہ واجب ہے ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع کرتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان عدل وانصاف کردے یہ صدقہ ہے۔ اپنی سواری پر کسی آدمی کی مدد کردے کہ اسے سوار کردے یا اس کا سامان سواری پر اٹھا لے یہ بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات بھی صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو انسان نماز کی طرف اٹھاتا ہے یہ بھی صدقہ ہے اسی طرح راستہ سے ایذا رساں چیز کو ہٹا دے یہ بھی صدقہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یعین الرجل علی دابة یہ جملہ محل ترجمہ ہے اور حمل الراکب عام ہے کہ خواہ اسے سوار کرے یا اس کے اسباب کو اٹھا کر چلے تو او تنویع کے لئے ہوگا۔ حمل الراکب کے یہ معنی بھی ہیں کہ اس کے سوار ہونے میں مدد دے۔ اور غزوہ حنین میں حضرت عباسؓ نے سواری کی رکاب پکڑ رکھی تھی اور ابوسفیانؓ نے لگام کو تھام رکھا تھا تو ترجمہ سے اس حدیث کی طرف اشارہ کردیا۔

بَابُ كِرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ اِلَى الْاَرْضِ الْعَدُوِّ

ترجمہ۔ قرآن مجید کے نسخوں کو دشمن کے ملک میں سفر جہاد میں لے کر جانا مکروہ ہے

وَكَذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَابَعَهُ ابْنُ اِسْحٰقَ الخ وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فِيْ اَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔

ترجمہ۔ اور اس طرح محمد بن بشر کی سند سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ ابن اسحاق نے بھی ان کی متابعت کی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب دشمن کے ملک میں سفر کرتے تھے اور وہ قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔

حدیث (۲۷۷۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلَى الْاَرْضِ الْعَدُوِّ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ملک کی طرف قرآن مجید لے کر سفر کرنے کو منع فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ امام بخاریؒ نے مختلف روایات لاکر ثابت کیا ہے کہ جواز بالامن ہے۔ یعنی امن کی صورت میں قرآن مجید لے جاسکتا ہے۔ اور نہی کو غیر امن سے مقید کیا ہے۔ اور وھم یعلمون القران کا جملہ ان کے مدعی پر واضح دلالت کر رہا ہے کیونکہ علم قرآن ہے تو تعلیم قرآن ضروری ہوگی۔ تعلیم عام ہے خواہ حفظاً ہو یا کتابۃً ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ مصحف لے کر دشمن کے ملک میں نہ جانا چاہیے۔ ممکن ہے دشمن ان کی بے ادبی کرے۔ ویسے قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ خواہ وہ حفظ سے ہو یا مصحف سے دیکھ کر پڑھے۔ تو جواز ثابت ہوا۔ بعض حضرات لشکر کثیر اور قلیل کا فرق کرتے ہیں۔ اور بعض طمانیت کو شرط گردانتے ہیں۔ اس لئے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ سفر بالقرآن سے سفر بالمصحف مراد ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ امام بخاریؒ کا استدلال اس طرح ہے کہ جب تعلم القرآن جائز ہے تو تعلم بالکتاب ہوگا۔ تو جب علم القران فی الارض العدو بکتاب وبغیر کتاب جائز ہوا تو حمل القرآن الی ارض العدو کا جواز ثابت ہو گیا۔ جب کہ لشکر دشمن کی دست برد سے محفوظ ہو۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ امام مالکؒ لشکر کبیر اور صغیر کا کوئی فرق نہیں کرتے اور مطلق ممانعت کے قائل ہیں۔ بہر حال جواز والے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ممکن ہے اعداء اسلام کو رغبت فی الاسلام پیدا ہوا۔ مانعین کی دلیل یہ ہے کہ کافر فی الحال نجس ہے۔ اور اللہ کا دشمن ہے۔ کیا عجب ہے کہ توہین کا مرتکب ہو جائے۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ عِنْدَ الْحَرْبِ

ترجمہ۔ لڑائی کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ لگانا

حدیث (۲۷۷۶) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ صَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِيْ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا هٰذَا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ فَلَجَاءُوْا اِلَى الْحِصْنِ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ وَاَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاهَا فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا تَابَعَهٗ عَلِيٌّ عَنْ سُفْيَانَ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت آپؐ نے خیبر پر چڑھائی کی جب کہ وہ لوگ اپنے کدال اور کسی گردنوں پر اٹھا کر باہر نکل رہے تھے پس جب انہوں نے آپؐ کو دیکھا تو کہنے لگے یہ محمدؐ ہیں اور ان کا لشکر ہے۔ تو قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔ تو فرمایا اللہ اکبر خیبر برباد ہو گیا۔ ترجمہ آیت کیونکہ جب ہم لوگ کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے اس لڑائی میں ہمیں بہت سے گدھے دستیاب ہوئے جن کے گوشت کو ہم نے پکانا شروع کر دیا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی حضرت ابوطلحہؓ نے اعلان کیا کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول دونوں تمہیں گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔ پس ان کی ہنڈیا کے اندر جو کچھ تھا سب انڈیل دیا گیا۔ روای علی نے سفیان سے اس کی متابعت کی ہے رفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ۔

تشریح از قاسمی۔ قال الله اکبر محل ترجمہ ہے گدھوں کی حرمت کے سبب میں اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ چونکہ ان کا خمس نہیں نکالا جاتا۔ بعض نے کہا کہ یہ گندگی کھاتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ شاید نہی اس وجہ سے ہو کہ سواری کا جانور ہے کہیں ختم نہ ہو جائے اکثر امت کا یہ قول ہے کہ حرمت مطلقا ان کی ذات میں ہے وجہ جو بھی ہو۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ فِي رَفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيرِ

ترجمہ۔ اللہ اکبر کہتے وقت آواز کو بلند کرنا یعنی نعرہ لگانا مکروہ ہے۔

حدیث (۲۷۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّهُ مَعَكُمْ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالَى جَدُّهُ.

ترجمہ۔ ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے تھے پس جب ہم کسی وادی سے اوپر جھانکتے تھے تو لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے تھے کہ ہماری آوازیں بلند ہو جاتی تھیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غیر حاضر کو نہیں پکارتے۔ بے شک وہ تو ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔ بے شک وہ سننے والا نزدیک ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے وقت آواز اتنی بلند نہ ہو جائے جو حد توسط اور جواز سے تجاوز کر جائے اور حد کراہت تک پہنچ جائے۔ جیسا کہ اربعوا علی انفسکم کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مطلق ممانعت نہیں حد اعتدال سے تجاوز ممنوع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپؐ نے جھر بالذکر سے منع فرمایا جس سے بعض ائمہ ومشائخ بھی ذکر جھری کی ممانعت کے قائل ہیں لیکن حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو جواب دیا ہے کہ اربعوا علی انفسکم یہ جواز پر نص ہے مبالغہ کی ممانعت ہے اور کوکب دری میں شیخ گنگوہیؒ نے ایک اور جواب دیا ہے کہ وہاں دشمن موجود تھا تو آپؐ نے منع فرمایا تا کہ دشمن کو علم نہ ہو جائے تو ممانعت امر خارج کی وجہ سے ہوئی نفس ذکر سے ممانعت نہ ہوئی۔ البتہ کسی کو ذکر جھری سے ایذا کا خطرہ ہو تو پھر کراہت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور روح البیان کے حاشیہ میں ہے کہ یہ اختلاف مشارب اور مقامات کی وجہ سے ہے اھل غفلات کے لئے جھر مناسب ہے۔ احوال اہل ظہور کے لئے خفلہ مناسب ہے بنا بریں میں کہتا ہوں کہ صوفیاء کرام نے ان لوگوں کو ذکر جھری سے روک دیا جو درجہ مشاہدہ تک ترقی کر گئے اور جو درجہ مراقبہ میں ہیں ان کو ذکر جھری کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے درجہ انتہا کو پہنچے ہوئے تھے انہیں ربات اور چلہ کشی کی ضرورت نہیں تھی۔ بہر حال کوکب کے اندر اور روایات بھی ذکر کی گئی ہیں۔ اور مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ نے اس پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا۔ کہ جس میں پچاس روایات سے ذکر جہری کو ثابت فرمایا ہے رسالہ کا نام سباحۃ الفکر ہے اور بذل المجھود میں شیخ خلیل احمدؒ نے حدیث باب کا جواب دیا ہے کہ مبالغه فی الجھر سے ممانعت ہے اسلئے مطلقاً جھر کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ نہی آسانی اور نرمی کرنے کے لئے ہے اس کیلئے نہیں کہ جھر غیر مشروع ہے اور حافظؒ نے طبری کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے

کہ حدیث سے کراہت رفع الصوت بالدعاء والذکر معلوم ہوئی اور عام سلف صالحین اسی کے قائل ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ کا تصرف تقاضا کرتا ہے کہ قتال کے وقت رفع صوت مکروہ ہے ورنہ دیگر مقامات پر ثابت ہے جیسے کتاب الصلوۃ میں گذرا کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں صلوۃ مکتوبہ کے بعد عہد نبویؐ میں رفع الصوت بالذکر ہوتا تھا۔

بَابُ التَّسْبِيْحِ اِذَا هَبَطَ وَادِيًا

ترجمہ۔ جب کسی وادی میں اترے تو سبحان اللہ کہے

حدیث(۲۷۷۹)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب اوپر کو چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے اور جب کسی وادی میں نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث باب سے تکبیر اور تسبیح کی تقسیم معلوم ہوتی ہے جس کا راز یہ بتلایا گیا ہے کہ کسی مکان پر چڑھنا اللہ تعالیٰ کی بلندی اور کبریائی کا متقاضی ہے اور نیچے اترنا اللہ تعالیٰ کی تفسل یعنی پستی سے پاکی کو تقاضا کرتی ہے۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ اِذَا عَلَا شَرَفًا

ترجمہ۔ جب کسی اونچے مکان پر چڑھے تو اللہ اکبر کہنا ہے

حدیث (۲۷۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَاِذَا تَصَوَّبْنَا سَبَّحْنَا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جب بھی اوپر کو چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

حدیث(۲۷۸۱)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ وَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا قَالَ الْغَزْوِ يَقُوْلُ كُلَّمَا اَوْفٰى عَلٰى ثَنِيَّةٍ اَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ قَالَ صَالِحٌ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَمْ يَقُلْ عَبْدُ اللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ لَا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی حج یا عمرہ اور میں خوب جانتا ہوں کہ آپؐ نے جہاد کا ذکر بھی فرمایا کہ جب واپس ہوتے تھے تو جب کسی گھاٹی پر چڑھتے یا کسی کھلے میدان کنکریوں والے میں پہنچتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ کلمات پڑھتے جنکا ترجمہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اسکا کوئی ساتھی نہیں اسی کے لئے بادشاہی ہے۔ اسی کے لئے حمد وثنا ہے۔ وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ہم واپس لوٹنے والے ہیں اور اپنے رب کی طرف توبہ کرنے والے ہیں اس کی عبادت کرنے والے۔ اسی

کو سجدہ کرنے والے۔ اور ہم اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اور اکیلے نے لشکروں کو شکست دی۔ صالح فرماتے ہیں میں نے سالم سے پوچھا کہ کیا حضرت عبداللہؓ نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ سالم نے کہا نہیں فرمایا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لا اعلمه یہ جملہ اضراب عن الحج والعمرۃ کیلئے ہے مقصد یہ ہے کہ اذا قفل من الغزو اوفی بمعنی اشرف۔ ثنیۃ گھاٹی۔ فدفد چٹیل میدان۔ احزاب سے مراد وہ قبائل ہیں جو محاربۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمع ہو گئے تھے۔

بَابُ يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِي الْإِقَامَةِ

ترجمہ۔ مسافر کے لئے اسی طرح ثواب لکھا جاتا ہے جس طرح وہ اقامت کی حالت میں عمل کرتا تھا

حدیث (۲۷۸۲) حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ الخ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ كَبْشَةَ فِيْ سَفَرٍ فَكَانَ يَزِيْدُ يَصُوْمُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لَهُ اَبُوْبُرْدَةَ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰى مِرَارًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ يُكْتَبُ لَهُ مِثْلَ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا.

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم سکسکی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بردہؓ سے سنا وہ اور یزید بن ابی کبشہ ایک سفر میں ساتھ تھے یزید سفر میں روزہ رکھتے تھے تو حضرت ابو بردہؓ نے ان سے فرمایا کہ میں نے کئی مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر اختیار کرتا ہے تو اس کے لئے اسی کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ جو وہ اقامت اور تندرستی کی حالت میں عمل کرتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ یکتب للمسافر یہ ثواب اس وقت لکھا جائے گا جب کہ وہ مسافر اپنے سفر میں گناہ گار نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی جب اس کا سفر کسی گناہ کیلئے نہ ہو۔ علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ بھی یہی فرماتے ہیں ای فی سفر طاعۃ حافظؒ نے بہت سی روایات اس معنی میں نقل کر کے لکھا ہے کہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم نوافل کے بارے میں ہے۔ صلوۃ فرض ساقط نہیں ہوگی۔ نہ سفر کی وجہ سے اور نہ ہی مرض کی وجہ سے بلکہ ادا کرے یا قضا کرے۔ ابن منیرؒ نے اعتراض کیا کہ یہ وسعت میں تنگی کرتا ہے لیکن حافظؒ اس پر فرماتے ہیں کہ مسافر اور مریض جب عمل میں ہیں تو اس مسافر اور مریض کو مقیم اور صحیح سے زیادہ ثواب ملے گا۔

بَابُ السَّيْرِ وَحْدَهٗ

ترجمہ۔ تنہا سفر کرنا

حدیث (۲۷۸۳) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيُّ الزُّبَيْرُ قَالَ سُفْيَانُ الْحَوَارِيُّ النَّاصِرُ.

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اہم کام کیلئے خندق کی لڑائی کے موقعہ پر لوگوں کو پکارا کہ اس مہم پر کون جائیگا تو حضرت زبیرؓ تعمیل ارشاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر آپ نے پکارا تو پھر بھی حضرت زبیرؓ کھڑے ہوئے۔ تیسری مرتبہ پکارا تو بھی حضرت زبیر کھڑے ہوئے۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک ہر نبی کا ایک خاص مددگار ہوتا ہے۔ میرا خاص مددگار حضرت

زبیرؓ ہے۔ سفیان فرماتے ہیں حواری کا معنی مددگار ہے۔

حدیث (۲۷۸۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَاحِدَةِ مَآ اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَّحْدَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو کچھ نقصانات سفر کرنے میں ہیں اگر لوگوں کو علم ہو جاتا جس قدر کہ میں جانتا ہوں کوئی سوار رات کے وقت تنہا سفر نہ کرتا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ سیر وحدہ کے بارے میں امام بخاریؒ دو حدیثیں لائے ہیں ایک تو حضرت زبیرؓ کا واقعہ کہ وہ تن تنہا مہم پر گئے جس کی تشریح گذر چکی ہے دوسری حدیث سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہے کہ اگر رات کے وقت جانے کی ضرورت ہو اور غلبہ سلامتی کا ہو تو سیر وحدہ جائز ہے جیسے حضرت زبیرؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ اگر خوف وخطرہ لاحق ہو تو حذر کرنا چاہئے۔ ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ لڑائی کی مصلحت کیلئے سفر کرنا جائز ہے۔ جیسے جاسوسی حالات معلوم کرنا۔ انتظامات کیلئے جانا۔ ان سب کیلئے جواز ہے۔ ان کے ماسوا کے لئے کراہت ہے۔

بَابُ السُّرْعَةِ فِي السَّيْرِ

ترجمہ۔ چلنے میں جلدی کرنا

قَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ مُتَعَجِّلٌ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيُعَجِّلْ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ۔ ابوحمید فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو مدینہ کی طرف جلدی جا رہا ہوں جو شخص میرے ساتھ جلدی جانا چاہتا ہو تو وہ جلدی کرے۔ پس جب آپؐ نے مدینہ کو جھانکا الخ۔

حدیث (۲۷۸۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ قَالَ سُئِلَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍؓ كَانَ يَحْيٰى يَقُوْلُ وَاَنَا اَسْمَعُ فَسَقَطَ عَنِّيْ عَنْ مَسِيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ قَالَ فَكَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَاِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ.

ترجمہ۔ حضرت اسامۃ بن زیدؓ سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع میں چال کے متعلق پوچھا گیا۔ یحییٰ راوی کہتے ہیں کہ وہ کہہ رہے تھے اور میں سن رہا تھا لیکن یہ الفاظ پہلے میرے ذکر سے ساقط ہو گئے تھے اور دوسری دفعہ بیان کیا بہرحال حضرت اسامہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی چال چلتے تھے۔ جب بھیڑ میں سے آپؐ کو فراخی مل جاتی تو پھر تیز رفتاری سے چلتے تھے نص عنق سے اوپر والی چال کا نام ہے۔

حدیث (۲۷۸۶) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ اَسْلَمَ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَبَلَغَهٗ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجْعٍ فَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ۔ حضرت اسلمؒ فرماتے ہیں کہ مکہ کے راستہ میں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ تھا انہیں ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبیدؓ کی

سخت بیماری کی خبر پہنچی تو انہوں نے جلدی چلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ جب شفق کے غروب کا وقت ہوا تو سواری سے اترے مغرب کی نماز ادا کی اور عشاء کی نماز کو بھی پڑھا اور ان دونوں کو جمع کر دیا اور فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب انہیں جلدی جانا ہوتا تھا تو مغرب کی نماز کو مؤخر کرتے اور ان دونوں مغرب اور عشاء کو جمع کرتے تھے۔

حدیث(۲۷۸۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ یَمْنَعُ اَحَدَکُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ فَاِذَا قَضٰی اَحَدُکُمْ نَهْمَتَهٗ فَلْیُعَجِّلْ اِلٰی اَهْلِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ جو تمہاری نیند کھانا اور پینا روک دیتا ہے۔ پس جب بھی تم میں سے کوئی اپنی ضرورت پورے کر لے تو جلدی اپنے گھر والوں کے پاس واپس آ جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فسقط عنی الخ لفظ انا اسمع عروة کا مقولہ ہے۔ لیکن ہشام کو قصہ سنایا تو اسے ذکر کر دیا ہشام نے جب کسی کو سنایا تو بھی اس زیادتی کو ذکر کیا۔ لیکن یحییٰ نے جب ابن المثنیٰ سے اس کا ذکر کیا تو وہ جملہ معترضہ بھول گیا۔ لیکن جلدی یاد آ گیا۔ جس کا انہوں نے تدارک کر دیا۔ اور اخیر میں اس کا ذکر کر دیا۔ اگر چہ اپنی جگہ پہ اسے ذکر نہ کیا۔ اور کان یحییٰ یقول یہ محمد بن المثنی کا مقولہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کان یحیی یقول۔ قال بخاری اور قال المثنی کے درمیان یہ جملہ معترضہ ہے۔ یحییٰ فرماتے ہیں کہ یقول وانا اسمع کے الفاظ الا ذکر نہیں کیے تھے۔ بعد ازاں آخر میں ذکر کر دیئے بلکہ اپنے اصل میں بھی اسے لکھ دیا۔

بَابُ اِذَا حَمَلَ عَلٰی فَرَسٍ فَرَاٰهَا تُبَاعُ

ترجمہ۔ جب کسی کو جہاد کے لئے گھوڑا سواری کے لئے دیا پھر دیکھا کہ وہ بک رہا ہے۔

حدیث (۲۷۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهٗ یُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ یَّبْتَاعَهٗ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِکَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے کسی کو گھوڑا ہبہ کر دیا۔ پھر اس کو پایا کہ وہ بک رہا ہے۔ ان کا ارادہ ہوا کہ اسے خرید کر لیا جائے۔ بنا بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت فرمایا آپ کا ارشاد تھا کہ اسے مت خریدو۔ اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

حدیث(۲۷۸۹) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَابْتَاعَهٗ اَوْ فَاَضَاعَهُ الَّذِیْ کَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِیَهٗ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ بَائِعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَاِنْ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِیْ هِبَتِهٖ کَالْکَلْبِ یَعُوْدُ فِیْ قَیْئِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے سنا فرماتے تھے میں نے کسی شخص کو جہاد فی سبیل اللہ شر [illegible] گھوڑا سواری کے لئے ہبہ کیا۔ پس اس شخص نے اس کو بیچنے کے لئے پیش کیا۔ اسے [illegible] نے اس کے خرید کر لینے کا ارادہ

کیا۔ مجھے گمان تھا کہ وہ سستے نرخ پر بیچ دے گا اس بارے میں میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو مت خریدو اگر چہ ایک درہم کے بدلہ میں کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرنے والا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فاتباعه اگر متکلم کا صیغہ ہے پھر تو ظاہر ہے کہ اس کے معنی ہیں میں نے خریدنے کا ارادہ کیا تو حال ماضیہ کی حکایت استقبال کے لفظ سے کردی اس صورت میں فاردت ان اشتریه معطوف ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ راوی کو شک ہے کہ حضرت عمرؓ نے صرف اتباعه کے لفظ پر اکتفا کیا یا اس کی جگہ فاضاعه الذی کان عنده فاردت ان اشتریه فرمایا اور اگر اتباعه غائب کا صیغہ ہے تو پھر علی طریق الالتفات ہے خریدکرنے کے ارادہ کو اتباع سے تعبیر کیا۔ اس وقت بھی معطوف وہی ہوگا جو پہلی توجیہ میں تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے تو اتباعه کی عجیب توجیہ فرمائی ہے لیکن حافظؒ فرماتے ہیں کہ اتباعه اصل میں باعه تھا جو عرض للبیع کے معنی میں ہے۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں اتباع معنی میں باع کے ہے کیونکہ بیع وشراء ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ جیسے بئسما اشتروا به انفسهم معنی میں باعوا کے ہے۔ اتخذ البیع لنفسه کے معنی ہیں۔

بَابُ الْجِهَادِ بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ

ترجمہ۔ ماں باپ کی اجازت سے جہاد ہونا چاہئے

حدیث (۲۷۹۰) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ أَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْهُمَا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اجازت طلب کرنے لگا آپؐ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں زندہ ہیں آپؐ نے فرمایا ان میں ہی جہاد کرو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ففیهما فجاهد جار مجرور مقدم امر جاهد کے متعلق ہیں جو اختصاص کے فائدہ کے لئے ہے تو اس سے مجاہد فی خدمت الوالدین ثابت ہوا جمہور علماء فرماتے ہیں اگر مسلمان والدین جہاد سے روک دیں تو جہاد حرام ہے کیونکہ ماں باپ کی خدمت فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے۔ البتہ نفیر عام کی صورت میں جب جہاد فرض عین ہوجائے تو پھر اذان کی حاجت نہیں ہے۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهِ فِي أَعْنَاقِ الْإِبِلِ

ترجمہ۔ اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹی وغیرہ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا بیان ہے۔

حدیث (۲۷۹۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ أَنَّ أَبَا بَشِيْرٍ الْأَنْصَارِيَّؓ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ وَالنَّاسُ فِي مَبِيْتِهِمْ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا أَنْ لَا تَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ.

ترجمہ۔ حضرت ابوبشیر انصاریؓ خبر دیتے ہیں کہ وہ بعض اسفار میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ عبداللہ راوی فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ اپنے اپنے رات کے بسیرہ میں تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیج کر اعلان

کرایا۔ کہ کسی اونٹ کی گردن میں زہ کا ہار یا مطلقاً ہار نہ رہنے دیا جائے۔ بلکہ اسے کاٹ دیا جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قلادۃ من وترا وقلادۃ اگر او کو شک راوی پر محمول کیا جائے تو توجیہ کی تکلیف کرنے کی بنسبت معاملہ آسان ہے۔ اگر اصل متن میں ہے تو پھر تعمیم بعد تخصیص ہے تو پھر اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے ہار قطع کردیئے جائیں جو زینت یا کسی شرعی ضرورت کیلئے نہ ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ او تار کے بارے میں تین قول ہیں اہل عرب نظر بد سے بچنے کے لئے کمانوں کی زہ یعنی تار جانوروں کی گردن میں ڈالتے تھے ان کے کاٹنے کا حکم دیا گیا کہ تقدیر الٰہی کو کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ امام مالکؒ کا یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نہی اس وجہ سے ہے کہ سخت دوڑ کے وقت کہیں جانور کا گلا نہ دب جائے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ دل تنگ ہوتا ہے۔ اور چرنے میں بھی دشواری ہوتی ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ان ہاروں کے اندر گھنٹیاں باندھتے ہیں۔ امام بخاریؒ کا ترجمہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ امام بخاریؒ نے روایت کے اس طریق کی طرف اشارہ فرمایا جس میں ہے لایبقین قلادۃ من وتر ولا جرس فی عنق بعیر الا قطع یعنی اونٹ کی گردن میں نہ تو کوئی ہار باقی رکھا جائے اور نہ ہی کوئی گھنٹی چھوڑی جائے بلکہ انہیں کاٹ دیا جائے۔ اس قول پر ابل وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ ابل کی تخصیص کی وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً گھنٹیاں وغیرہ گھوڑوں کی گردن میں نہیں باندھی جاتیں۔ تو ترجمہ میں ابل کی قید عمومی حالت کے مطابق ہوئی۔ تو جمہور کے نزدیک یہ نہی کراہت تنزیہ کے لئے ہوگی۔ عند الحاجت جائز ہے۔ لیکن یہی حکم تعویذات کا ہے جب کہ ان میں قرآن مجید لکھا ہوا نہ ہو۔ اگر قرآن مجید لکھا ہوا ہے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ بلکہ ذکر اللہ کی برکت سے شفا نصیب ہوگی۔ اعمال قرآنی مؤلفہ مولانا تھانویؒ اسی پر مبنی ہے۔

بَابُ مَنْ اکْتُتِبَ فِیْ جَیْشٍ فَخَرَجَتْ اِمْرَأَتُہٗ حَاجَّۃً

وَّکَانَ لَہٗ عُذْرٌ ھَلْ یُؤْذَنُ لَہٗ

ترجمہ۔ جس شخص کا نام کسی لشکر میں لکھا گیا پھر اس کی بیوی حج پر جانے لگی یا کوئی اور ضرورت اور عذر پیش آ گیا تو اس کو اجازت دی جاسکتی ہے۔

حدیث (۲۷۹۲) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَۃٍ وَّلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَۃٌ اِلَّا وَمَعَھَا مَحْرَمٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اکْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَۃِ کَذَا وَکَذَا وَخَرَجَتْ امْرَأَتِیْ حَاجَّۃً فَقَالَ اذْھَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِکَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے۔ اور نہ ہی کوئی عورت اکیلے سفر کرے بلکہ اس کے ساتھ اس کا محرم ضرور ہو۔ ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا یارسول اللہ میرا نام فلاں فلاں لڑائی میں لکھا جاچکا ہے۔ اور میری بیوی حج کے لئے جارہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اپنی بیوی کے ہمراہ حج کرو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث سے ثابت ہوا کہ اہم امور کو عارضی امور پر مقدم کیا جائے۔ جیسے سفر حج اور جہاد میں تعارض ہوگیا تو سفر حج کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ جہاد میں تو اسکا قائم مقام اور ہوسکتا ہے حج میں جو اپنی بیوی کے ساتھ ہو قائم مقامی نہیں ہوسکتی۔

بَابُ الْجَاسُوْسِ وَالتَّجَسُّسُ التَّبَحُّثُ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ

ترجمہ۔ جاسوسی کرنا۔ تجسس حالات کی چھان بین کرنے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اے مسلمانو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

حدیث (۲۷۹۳) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَیْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰی تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِیْنَةً وَّمَعَهَا کِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰی بِنَا خَیْلُنَا حَتّٰی انْتَهَیْنَا اِلَی الرَّوْضَةِ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِیْنَةِ فَقُلْنَا اَخْرِجِی الْکِتٰبَ فَقَالَتْ مَا مَعِیَ مِنْ کِتٰبٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْکِتٰبَ اَوْلَنُلْقِیَنَّ الثِّیَابَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَاَتَیْنَا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِیْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِلٰی اُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ اَهْلِ مَکَّةَ یُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا حَاطِبُ مَا هٰذَا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَیَّ اِنِّیْ کُنْتُ امْرَاً مُلْصَقًا فِیْ قُرَیْشٍ وَلَمْ اَکُنْ مِنْ اَنْفُسِهَا وَکَانَ مَنْ مَّعَکَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَکَّةَ یَحْمُوْنَ بِهَآ اَهْلِیْهِمْ وَاَمْوَالَهُمْ فَاَحْبَبْتُ اِذْ فَاتَنِیْ ذٰلِکَ مِنَ النَّسَبِ فِیْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ یَدًا یَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِیْ وَمَا فَعَلْتُ کُفْرًا وَّلَآ اِرْتِدَادًا وَّلَا رِضًی بِالْکُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ صَدَقَکُمْ قَالَ عُمَرُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ دَعْنِیْ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا قَالَ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَّمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ قَالَ سُفْیَانُ وَاَیُّ اَسْنَادٍ هٰذَا۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد بن الاسودؓ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم پر بھیجا فرمایا تم چلتے رہو۔ جب خاخ کے باغ کے پاس پہنچو تو وہاں تمہیں ایک اونٹ سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے آؤ۔ پس ہم چل پڑے کہ ہمیں ہمارے گھوڑے دوڑاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم اس باغ تک پہنچ گئے۔ واقعی وہاں ایک اونٹ سوار عورت تھی۔ جس سے ہم نے کہا کہ خط نکالو اس نے کہا میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا خط نکالو یا کپڑے اتارو۔ تو اس نے اپنے سر کے بالوں کے جوڑے سے خط نکال دیا۔ جس کو لیکر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ خط کھول کر پڑھا تو اس کا مضمون یہ تھا۔ حاطب ابن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ والے مشرکوں کی طرف جس کے ذریعہ اس نے جناب رسول اللہ کے ایک راز کے متعلق خبر دی تھی آپ مکہ پر چڑھائی کرنے والے ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اے حاطب یہ کیا خط ہے اس نے کہا یا رسول اللہ مجھے سزا دینے میں جلدی نہ کیجئے میرا عذر سن لیجئے کہ میں قریش کا حلیف ہوں۔ میرا کوئی ان سے نسبی رشتہ نہیں ہے۔ اور آپؐ کے ہمراہ جس قدر مہاجرین ہیں مکہ میں ان کی رشتہ داریاں ہیں جن کی وجہ سے قریش ان کے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کریں گے میری خواہش ہوئی کہ جب یہ نسبی قرابت نہیں ہے تو میں ان پر

ایک ایسا احسان کروں جس کی وجہ سے وہ لوگ میری قرابت کا لحاظ کریں۔ میں نے یہ کام نہ تو کفر کی بنا پر کیا ہے۔ اور نہ ہی دین اسلام سے پھرنے کی وجہ سے کیا ہے اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے کیا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تمہیں سچ سچ بتا دیا ہے لہذا اسے کچھ نہ کہو حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا چونکہ یہ حاطب بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکا ہے اور تمہیں کیا پتہ کہ شاید اللہ تعالیٰ نے بدری صحابہ کرامؓ سے راضی ہو کر فرما دیا ہو کہ تم جو کچھ چاہو عمل کرو میں تمہیں بخش چکا ہوں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ یہ کیسی عجیب سند ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جاسوسی کا حکم یہ ہے کہ جب وہ کفار کی طرف سے ہو تو شر ہے مسلمانوں کی طرف سے ہو تو خیر ہے۔ آیت کریمہ کی ترجمہ سے مناسبت یہ ہے کہ حدیث باب میں جو قصہ مذکورہ ہے وہ اس آیت کا شان نزول ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اس سے کفار کے جاسوس کا حکم نکالا گیا کہ جب کسی مسلمان کو اس کی جاسوسی کا علم ہو جائے تو اس کا معاملہ حاکم اور امام تک پہنچائے جس پر وہ اپنی مناسب رائے قائم کرے گا۔ اب علماء میں اختلاف ہے کہ کفار کے جاسوس کا قتل کرنا جائز ہے یا نہیں۔

خاخ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ ظعینہ اس عورت کو کہتے ہیں جو ہودج میں سوار ہو۔ اس عورت کا نام سارہ تھا جو عمران بن صیفی کی باندی تھی۔ ملصق کے معنی حلیف کے ہیں۔ عقاص بٹے ہوئے بالوں کا جوڑا۔ ابو بلتعہ کا نام عامر تھا۔ حاطب کی وفات ۳۰ھ میں ہوئی۔ اس حدیث سے ایک تو آپ کا معجزہ ثابت ہوا دوسرے اہل بدر کی فضیلت معلوم ہوئی۔

بَابُ الْكِسْوَةُ لِلْاَسَارٰی

ترجمہ۔ قیدیوں کو کپڑے پہنانا تا کہ ان کا ننگ چھپ جائے

حدیث (۲۷۹۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ اُتِیَ بِاُسَارٰی وَاُتِیَ بِالْعَبَّاسِ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ فَنَظَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ قَمِيْصًا فَوَجَدُوْا قَمِيْصَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَیٍّ يَقْدِرُ عَلَيْهِ فَكَسَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهُ فَلِذٰلِكَ نَزَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَهُ الَّذِیْ اَلْبَسَهٗ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ كَانَتْ لَهٗ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يُّكَافِئَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں جب بدر کی لڑائی ختم ہو گئی تو قیدیوں کو لایا گیا۔ جن میں حضرت عباسؓ کو بھی لایا گیا جن پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے قمیص تلاش کی تو عبد اللہ بن ابی کی قمیص ان کے فٹ آئی یعنی ان کے مناسب تھی (کیونکہ یہ بھی حضرت عباسؓ کی طرح لمبے قد کے آدمی تھے) پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلے اسکے مرنے کے بعد اسے اپنی قمیص پہنائی لیکن بعد ازاں اس پہنائی ہوئی قمیص کو اس کے بدن سے کھینچ لیا کیونکہ وہ اس کا اہل ثابت نہ ہوا۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس عبد اللہ بن ابی کا آپ پر احسان تھا جس کا بدلہ آپ چکانا چاہتے تھے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ اَسْلَمَ عَلٰى يَدَيْهِ رَجُلٌ

ترجمہ۔ اس شخص کی فضیلت کے بارے میں جس کے ہاتھ پر کوئی مسلمان ہو جائے۔

حدیث (۲۷۹۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ اَخْبَرَنِیْ سَهْلٌ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلًا يُفْتَحُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطٰى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوْهُ فَقَالَ اَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيْلَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَأَ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی کے موقعہ پر اعلان فرمایا کہ کل آئندہ میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر فتح نصیب ہوگی وہ ایسا آدمی ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ پس لوگوں نے وہ رات انتظار میں گذاری کہ دیکھیں آپ جھنڈا کس کو عطا فرماتے ہیں تو جب صبح ہوئی تو سب کے سب اس کی امید رکھتے تھے۔ تو آپؐ نے پوچھا حضرت علیؓ کہاں ہیں بتلایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں شکایت ہے آپؐ نے ان کی آنکھوں پر لب مبارک لگائی اور دعا فرمائی جس سے وہ تندرست ہوگئے گویا کہ ان کو کوئی درد ہی نہیں تھا پس آپؐ نے جھنڈا ان کو دے دیا جس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک ان مشرکین سے لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ ہم جیسے مسلمان ہو جائیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اپنے قدم پر ٹکے رہو یعنی اپنے حال پر رہو یہاں تک کہ تم ان کے گھر کے آنگن میں داخل ہو جاؤ پھر ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اور اسلام کے جو جو احکام ان پر واجب ہیں وہ ان کو بتلاؤ۔ پس اللہ کی قسم البتہ تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تمہارے پاس سرخ سرخ اونٹ ہوں جو عرب کے نزدیک محبوب مال شمار ہوتا ہے۔

بَابُ الْاُسَارٰى فِي السَّلَاسِلِ

ترجمہ۔ قیدی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں

حدیث(۲۷۹۶)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوتے ہیں جو جنت میں زنجیروں کے ساتھ داخل ہوں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یعنی جنگ میں وہ قیدی ہو کر زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی توفیق دے گا کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے یا وہ مسلمان مراد ہیں جو کفار کے ہاتھوں قیدی بنیں کہ ان کے زنجیریں لگی ہوں۔ اسی حالت میں ان پر موت آ جائے تو وہ اسی حالت میں جنت میں داخل ہوں گے۔ تو یہ قید جنت میں داخلہ کا موجب بنی۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ اَسْلَمَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ

ترجمہ۔ ان لوگوں کی فضیلت کے بارے میں جو تورات اور انجیل پر ایمان والوں میں سے اسلام قبول کریں ۔

حدیث(۲۷۹۷)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ سَمِعَ اَبَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْاَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيْمَهَا وَيُؤَدِّبُهَا

فَيُحْسِنُ اَدَبَهَا ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ اَجْرَانِ وَمُؤْمِنُ اَهْلِ الْكِتٰبِ الَّذِىْ كَانَ مُؤْمِنًا ثُمَّ اٰمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَالْعَبْدُ الَّذِىْ يُؤَدِّىْ حَقَّ اللّٰهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهٖ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ اَعْطَيْتُكُمَا بِغَيْرِ شَيْءٍ وَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِىْ اَهْوَنَ مِنْهَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ۔ حضرت بردہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تین آدمی ہیں جن کو دوہرا ثواب حاصل ہوگا ایک تو وہ شخص جس کی باندی ہو جو اس کو تعلیم دے اور اچھی خوب تعلیم دے ادب سکھائے اور خوب ادب سکھلائے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرلے تو اس کو دوہرا ثواب ہوگا۔ دوسرا اہل کتاب میں سے وہ مؤمن شخص ہے جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا تھا اب نبی آخر الزمان پر بھی ایمان لے آیا اس کو بھی دوہرا ثواب ہوگا۔ تیسرا وہ غلام ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرتا ہے یعنی عبادت کرتا ہے اور اپنے سردار کی بھی خیر خواہی کرتا ہے۔ حضرت شعبیؒ نے فرمایا جاؤ یہ حدیث میں نے تمہیں بغیر کسی مال کے دے دی۔ آدمی تو اس سے بھی آسان مسئلہ کیلئے مدینہ کی طرف کوچ کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث مع شرح کے گذر چکی۔

بَابُ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ

بَيَاتًا لَيْلًا لَنُبَيِّتَنَّهٗ لَيْلًا يُبَيِّتُ لَيْلًا

ترجمہ۔ دار الحرب والوں پر شب خون مارا جائے جس میں بچے غلام اور اہل وعیال ہاتھ لگیں

بیاتاً ترجمہ سے خارج ہے امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق ان الفاظ کی تفسیر بیان کریں گے جو قرآن مجید میں واقع ہوئے ہیں بیاتاً لنبیتنہ اور بیت یہ الفاظ قرآن مجید میں وارد ہیں بیت آخری جملہ بیت طائفۃ منھم میں ہے۔ بہر حال بیات بیت وغیرہ میں رات کے معنی ملحوظ ہیں۔

حدیث (۲۷۹۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَؓ قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْوَآءِ اَوْ بِوَدَّانَ وَسُئِلَ عَنْ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِّسَآءِهِمْ وَذَرَارِيْهِمْ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ لَاحِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ حَدَّثَنَا الصَّعْبُ فِى الذَّرَارِيِّ كَانَ عَمْرٌو يُحَدِّثُنَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ الصَّعْبِؓ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَلَمْ يَقُلْ كَمَا قَالَ عَمْرٌوؓ وَهُمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت صعب بن جثامہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں ابواء یا ودان میں تھا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر میرے پاس سے ہوا۔ آپؐ سے دار الحرب میں دار الحرب والے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جن مشرکوں پر شب خون مارا جائے تو ان کی عورتیں اور بچے قتل ہو جائیں تو آپؐ نے فرمایا وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔ اور میں نے یہ بھی ان سے سنا کہ جا گیر تو صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ اور دوسری سند میں ہے ھم منھم جیسے عمرؓ نے کہا ایسے نہیں کہ ھم من اباءھم۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مقصد حدیث کا یہ ہے کہ نساء اور صبیان کا قتل بطریق بالقصد تو مباح نہیں ہے۔ لیکن اگر ان کے آباء تک بغیر ان کے روندے نہیں پہنچا جا سکتا۔ کیونکہ وہ مردوں کے ساتھ خلط ملط ہیں تو پھر ان کا قتل کرنا جائز ہے۔

بَابُ قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ

ترجمہ۔ جنگ میں بچوں کا قتل کرنا کیسا ہے

حدیث(۲۷۹۹)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ اِمْرَاَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُوْلَةً فَاَنْكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض لڑائیوں میں ایک عورت قتل شدہ پائی گئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کے قتل پر نکیر فرمائی۔

بَابُ قَتْلِ النِّسَآءِ فِي الْحَرْبِ

ترجمہ۔ لڑائی میں عورتوں کا قتل کرنا

حدیث (۲۸۰۰) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ وُجِدَتْ اِمْرَاَةٌ مَقْتُوْلَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض لڑائیوں میں ایک عورت قتل شدہ پائی گئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے منع فرما دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ دونوں قسم کی روایات کو جمع کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ عورتوں اور بچوں کا قتل قصداً تو منع ہے۔ عورتیں اس لئے کہ وہ کمزور ہیں جنگ نہیں لڑ سکتیں۔ اور بچے اس لئے کہ فعل کفر سے وہ لوگ قاصر ہیں۔ حازمی نے تو حضرت صعبؓ کی روایت کو ناسخ قرار دیتے ہوئے قتل النساء والصبیان کو جائز کہا ہے۔ لیکن یہ جمہور امت کے خلاف ہے۔

بَابُ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا عذاب نہ دیا جائے

حدیث (۲۸۰۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْثٍ فَقَالَ اِنْ وَجَدْتُّمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا فَاَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ اِنِّيْ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحَرِّقُوْا فُلَانًا وَّفُلَانًا وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَآ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ وَجَدْتُّمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ میں بھیجا۔ پس ارشاد فرمایا کہ اگر فلاں فلاں آدمی کو پالو تو ان دونوں کو آگ سے جلا دو۔ جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو جلا دو۔ بے شک آگ کا عذاب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔ لہذا اگر ان کو پالو تو قتل کر دو۔

حدیث (۲۸۰۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ عَلِيًّاؓ حَرَّقَ قَوْمًا فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍؓ

فَقَالَ لَوْ كُنْتُ اَنَا لَمْ اُحَرِّقْهُ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ.

ترجمہ۔ حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے کچھ لوگوں کو جلا دیا یہ خبر حضرت ابن عباسؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو میں ان کو نہ جلاتا۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے عذاب جیسا عذاب کسی کو نہ دو۔ اور میں ان کو قتل کرتا جیسا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنا دین بدل لیا اس کو قتل کر دو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ قطعی حکم تو یہی ہے کہ آگ سے کسی کو عذاب نہ دیا جائے لیکن اگر لڑائی میں کفار پر غلبہ حاصل کرنے کا صرف یہی طریقہ باقی رہ جائے تو پھر آگ لگائی جا سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف رہا ہے۔

ان وجدتم فلانا وفلانا ایک تو ھبار ابن الاسود تھا جس نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوٹ کو چوک ماری جب کہ وہ ہجرت کر رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ گر گئیں اور بیمار ہو گئیں۔ لشکر تلاش کے باوجود اس کو نہ پا سکا۔ بعد ازاں مسلمان ہوا۔ اور خلافت معاویہؓ تک زندہ رہا۔ دوسرا نافع بن قیس تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ

اَوْزَارَهَا فِيْهِ حَدِيْثُ ثُمَامَةَ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ يَعْنِيْ يَغْلِبَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کے بعد احسان کر کے چھوڑ دو۔ یا فدیہ لے لو یہاں تک کہ لڑائی ختم ہو جائے۔ کہ اس کے ہتھیار رکھ دیے جائیں۔ اس میں حضرت ثمامہ بن اثال کی روایت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نبی کی شان کے لائق نہیں ہے کہ اسکے پاس قیدی ہوں یہاں تک کہ ملک میں غلبہ حاصل کریں۔ یثخن بمعنی یغلب کے ہے کیا تم دنیا کے مال و اسباب چاہتے ہو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث ثمامہؓ سے مقصود یہ جملہ ہے ان تقتل تقتل ذادم وان تنعم تنعم علی شاکر یعنی اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے جس کا بدلہ لیا جائے گا۔ اگر آپ انعام کر کے چھوڑ دیں گے تو ایک قدر داں پر احسان کریں گے۔ وان کنت ترید المال فسئل منه ماشئت کہ اگر آپ مال چاہتے ہیں جو آپ چاہیں مانگ سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تقسیم پر نکیر نہیں فرمایا بعد میں اس پر منت لگا کر چھوڑ دیا۔ اس سے جمہور کے مسلک کو تقویت حاصل ہوئی۔ کہ کافر مردوں کا معاملہ امام کے سپرد ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے لئے جو مفید ہو وہی امام کر سکتا ہے۔ مجاہد وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کافر قیدیوں سے کوئی فدیہ نہ لیا جائے۔ حضرت حسن بصریؒ اور عطاءؒ فرماتے ہیں کہ کفار قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔ البتہ امام کو من اور فدیہ میں اختیار ہے۔ مانعین کا استدلال فاقتلوا المشرکین سے ہے۔ اسلئے جس سے جزیہ لیا جائے وہ تو مستثنیٰ ہے۔ باقی نہیں۔

بَابُ هَلْ لِلْاَسِيْرِ اَنْ يَّقْتُلَ وَيَخْدَعَ

اَلَّذِيْنَ اَسَرُوْهُ حَتّٰى يَنْجُوَ مِنَ الْكَفَرَةِ فِيْهِ الْمِسْوَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ کیا مسلمان قیدی کسی کافر کو قتل کر سکتا ہے یا ان لوگوں سے دھوکہ کر سکتا ہے جنہوں نے اسے قید کیا ہے تا کہ ان کافروں

کی دست برد سے بچ نکلے۔ اس بارے میں حضرت مسورؓ کی روایت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
اس سے حضرت ابوبصیرؓ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ جنہوں نے ابوجندل وغیرہ حضرات کے ساتھ مل کر پہلے تو ان کی قید سے رہائی پائی بعد ازاں انہیں قتل وغارت کیا۔ یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی کفار سے عہد ومعاہدہ ہے تو اسے پورا کیا جائے۔ یہ امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ حتی کہ وہ فرماتے ہیں بھاگنا بھی جائز نہیں ہے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ اور عطاءؒ فرماتے ہیں کہ اسارت پر عہد باطل ہے۔ جس کو پورا کرنا جائز نہیں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بھاگنے کی تو اجازت ہے لیکن مال لینا اور قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر عہد نہیں ہے تو پھر ہر طور سے گلوخلاصی کی اجازت ہے۔ خواہ قتل کرنا پڑے یا مال لینا پڑے اور آگ لگانی پڑے۔ چنانچہ حضرت ابوبصیرؓ کے قصہ میں کوئی تصریح نہیں ہے کہ ان کا عہد تھا یا نہیں تھا۔

بَابُ إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرَّقُ

ترجمہ۔ جب کوئی مشرک کسی مسلمان کو جلا دے تو کیا قصاصاً اسے جلایا جائے گا۔

حدیث(۲۸۰۳) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَهْطًا مِّنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْغِنَا رِسْلًا قَالَ مَا اَجِدُ لَكُمْ اِلَّا اَنْ تَلْحَقُوْا بِالذَّوْدِ فَانْطَلَقُوْا فَشَرِبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا حَتّٰى صَحُّوْا وَسَمِنُوْا وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الْاِبِلَ وَكَفَرُوْا بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَاَتَى الصَّرِيْخُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتّٰى اُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ ثُمَّ اَمَرَ بِمَسَامِيْرَ فَاُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتّٰى مَاتُوْا قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ قَتَلُوْا وَسَرَقُوْا وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَعَوْا فِي الْاَرْضِ فَسَادًا.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمیوں کی ایک جماعت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائی۔ اور وہیں ٹھہر گئی لیکن مدینہ منورہ کی آب وہوا کو ناموافق پایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے اے اللہ کے رسول! ہمارے لئے کوئی اونٹنی کا دودھ تلاش کرو۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرے پاس اور تو کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ تم لوگ صدقہ کے کچھ اونٹ ہیں وہاں جا کر رہو۔ چنانچہ وہ گئے ان کا پیشاب اور دودھ پیا۔ تندرست ہو گئے۔ بلکہ پہلے سے موٹے ہو گئے۔ اونٹوں کے نگران کو قتل کیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ اور مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔ پس ایک فریاد کرنے والے کی آواز جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی آپؐ نے تلاش کنندہ ان کے پیچھے بھیجے پس ابھی دن نہیں چڑھا تھا کہ وہ پکڑ کر لائے گئے آپؐ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم دیا جو ڈاکو کی سزا ہے جس نے مال لیا ہو۔ پھر لوہے کی سلائیاں گرم کرنے کا حکم دیا۔ جو سرمے کی سلائی کی طرح ان کی آنکھوں میں پھیری گئیں۔ اور ان کو سرخ پتھروں والی حرہ زمین میں پھینک دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے تو ان کو پانی بھی نہیں پلایا گیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے قتل بھی کیا تھا اور مال بھی چرایا تھا اور سرقہ بالجبر کر کے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی مول لی تھی۔ اور اللہ کی زمین میں ڈاکہ زنی سے فساد برپا کیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگر اشکال ہو کہ ان کو آگ سے عذاب کیوں دیا گیا حالانکہ اس کی ممانعت ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول الحدود اور آیۃ محاربہ اور نہی عن المثلہ سے پہلے کا ہے۔ لہذا یہ حکم منسوخ ہوگا۔ بعض اسے منسوخ نہیں مانتے۔ آپؐ نے یہ سب کام

قصاصا کیا تھا کیونکہ گھرانوں کے ساتھ انہوں نے بھی سلوک کیا تھا۔ تو جواز قصاصا اور نہی بغیر قصاص کے ہے۔ بحث گذر چکی ہے۔

باب: حدیث(۲۸۰۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَاُحْرِقَتْ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ اَحْرَقْتَ اُمَّةً مِنَ الْاُمَمِ تُسَبِّحُ اللّٰهَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ ایک چیونٹی نے نبیوں میں سے کسی نبی کو کاٹ لیا۔ تو انہوں نے چیونٹیوں کی بستی کو جلوا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ چیونٹی ایک نے آپ کو کاٹا تھا آپ نے ایک پوری جماعت کو جلا دیا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی تھیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یہ باب سابق باب سے فصل کے طور پر ہے۔ مناسبت واضح ہے کہ جلانے میں حد سے تجاوز نہ کرنا چاہیے مستحق کو سزا ملے تو چیونٹی والی حدیث سے اشارہ ہوا کہ اگر ایک چیونٹی کو جلاتے تو عتاب نہ ہوتا لیکن یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ شرائع من قبلنا ہمارے لئے حجت ہوں۔

بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ

ترجمہ۔ مکانات اور کھجوروں کے درختوں کا جلانا

حدیث(۲۸۰۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ جَرِيْرٌؓ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِيْ خَثْعَمَ يُسَمَّى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ اَحْمَسَ وَكَانُوْا اَصْحَابَ خَيْلٍ قَالَ وَكُنْتُ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ اَصَابِعِهِ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ اِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْوَفُ اَوْ اَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ فِيْ خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ.

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذی الخلیصہ کے بیت سے راحت نہیں پہنچاتے۔ ذی الخلیصہ قبیلہ بنو خثعم کے اندر ایک گھر تھا جسے یمنی کعبہ کہتے تھے۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر گیا وہ شہسوار تھے۔ اور میں گھوڑے پر ٹک کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ تو آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے آپ کی انگلیوں کے نشان میں نے اپنے سینے پر دیکھے اور دعا فرمائی۔ اے اللہ اس کو جما دے۔ اور اس کو کامل مکمل کر دے۔ چنانچہ وہاں یہ حضرات پہنچے اس کعبہ کو توڑا اور اسے جلا دیا۔ تو حضرت جریرؓ نے اس کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجی۔ تو حضرت جریرؓ کے قاصد نے آپؐ سے آ کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں آپؐ کے پاس اس وقت پہنچا ہوں جب کہ میں اس مصنوعی کعبہ کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں گویا کہ وہ خالی پیٹ یا خارشی اونٹ ہے۔ یعنی وہ جل کر سیاہ راکھ ہو گیا ہے۔ پس آپؐ نے قبیلہ احمس کے گھوڑوں اور ان کے سواروں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ احمس حضرت جریرؓ کے قبیلہ کا نام ہے۔ ویسے اس کے معنی شجاع اور دین میں سخت اور مضبوط کے بھی آتے ہیں۔

حدیث(۲۸۰۶)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے یہودیوں کے کھجوروں کے باغ جلوادیے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ جمہور تو فرماتے ہیں کہ دشمن کے شہروں میں آگ لگانا اور تخریب کاری کرنا جائز ہے۔امام اوزاعی ابوالليث اور ابوثور اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ان کا استدلال حضرت ابوبکرؓ کی اس وصیت سے ہے جو انہوں نے لشکر کو روانگی کے وقت فرمائی تھی کہ ایسے کام نہ کرنا طبری نے جواب دیا کہ نہی قصد پر محمول ہے۔لیکن اگر قتال کے وقت امام اس کی طرف مجبور ہو جائے تو پھر جائز ہے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کا منشاء یہ تھا کہ عنقریب یہ شہر فتح ہو جائیں گے تو ان کی جائیدادوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے تا کہ ہمارے استعمال کے لئے باقی رہیں۔

بَابُ قَتْلِ الْمُشْرِكِ النَّائِمِ

ترجمہ۔ سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا

حدیث (۲۸۰۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ لِيَقْتُلُوهُ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَدَخَلَ حِصْنَهُمْ قَالَ فَدَخَلْتُ فِي مَرْبِطِ دَوَابَّ لَهُمْ قَالَ وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ ثُمَّ إِنَّهُمْ فَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ فَخَرَجُوا يَطْلُبُونَهُ فَخَرَجْتُ فِي مَنْ خَرَجَ أُرِيهِمْ أَنَّنِي أَطْلُبُهُ مَعَهُمْ فَوَجَدُوا الْحِمَارَ فَدَخَلُوا وَدَخَلْتُ وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ لَيْلًا فَوَضَعُوا الْمَفَاتِيحَ فِي كَوَّةٍ حَيْثُ أَرَاهَا فَلَمَّا نَامُوا أَخَذْتُ الْمَفَاتِيحَ فَفَتَحْتُ بَابَ الْحِصْنِ لَيْلًا ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَأَجَابَنِي فَتَعَمَّدْتُ الصَّوْتَ فَضَرَبْتُهُ فَصَاحَ فَخَرَجْتُ ثُمَّ جِئْتُ كَأَنِّي مُغِيثٌ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي قَالَ مَا لَكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ قُلْتُ مَا شَأْنُكَ قَالَ لَا أَدْرِي مَنْ دَخَلَ عَلَيَّ فَضَرَبَنِي قَالَ فَوَضَعْتُ سَيْفِي فِي بَطْنِهِ ثُمَّ تَحَامَلْتُ عَلَيْهِ حَتَّى قَرَعَ الْعَظْمَ ثُمَّ خَرَجْتُ وَأَنَا دَهِشٌ فَأَتَيْتُ سُلَّمًا لَهُمْ لِأَنْزِلَ مِنْهُ فَوَقَعْتُ فَوُثِئَتْ رِجْلِي فَخَرَجْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ مَا أَنَا بِبَارِحٍ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى سَمِعْتُ نَعَايَا أَبِي رَافِعٍ تَاجِرِ أَهْلِ الْحِجَازِ قَالَ فَقُمْتُ وَمَا بِي قَلَبَةٌ حَتَّى أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْنَاهُ.

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک جماعت کو ابورافع کے قتل کے لئے بھیجا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتا تھا۔اور لوگوں کو اس پر ابھارتا تھا تو ان میں سے ایک آدمی عبداللہ بن عتیک چل کر ان کے قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا وہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے جانوروں کے اصطبل میں گھس گیا اور انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا معلوم ہوا کہ ان کا ایک گدھا گم ہو گیا ہے اس کی تلاش کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔دکھانا یہ چاہتا تھا کہ میں بھی ان کے ہمراہ گدھے کو تلاش کر رہا ہوں تا آنکہ گدھا ان کو مل گیا وہ واپس قلعہ میں داخل ہوئے تو میں بھی گھس گیا۔اور رات کو انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔اور چابیاں ایک طاق میں رکھ

دیں جس کو میں دیکھ رہا تھا۔ جب سب سو گئے تو میں نے چابیاں لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ پھر میں ابورافع کے پاس آ کر بولا اے ابورافع اس نے مجھے جواب دیا میں نے اس کی آواز کا قصد کر کے اس کے تلوار ماری۔ تو وہ چیخا میں نکل جانے کے بعد پھر داخل ہوا۔ گویا کہ میں فریادرس ہوں تو میں بولا اے ابورافع اس وقت میں نے اپنی آواز بدل لی تھی۔ تو اس نے کہا کیا ہے تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو تو میں نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے۔ کہنے لگا مجھے معلوم نہیں کہ کون میرے پاس آیا اور اس نے مجھے تلوار ماری تو صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ پر رکھی اس پر اس قدر زور دیا کہ اس کی ہڈی کھٹکنائی یعنی کڑک گئی میں حیرانی کے عالم میں نکلا ان کی سیڑھی سے اترنے لگا تو گر پڑا تو میرے پاؤں کو چوٹ لگ گئی۔ بہرحال میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو میں نے ان سے کہا کہ میں تو اس وقت تک یہاں رہوں گا جب تک موت کی خبر دینے والی کی آواز نہ سنوں۔ چنانچہ میں وہاں رہا یہاں تک کہ ابورافع تاجر اہل حجاز کی موت کی خبر دینے والی عورتوں کی آواز سنی۔ پس میں کھڑا ہوا تو مجھے کوئی بیماری نہیں تھی یہاں تک کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں واقعہ کی اطلاع دی۔

حدیث (۲۸۰۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى اَبِىْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهٗ لَيْلًا فَقَتَلَهٗ وَهُوَ نَائِمٌ.

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصار کی جماعت ابورافع کی طرف بھیجی تو حضرت عبداللہ بن عتیک اس کے ہاں گھس گئے رات کو حملہ کر کے سوتے ہوئے میں اسے قتل کر دیا۔

بَابُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ

ترجمہ۔ دشمن سے لڑائی کی آرزو تمنا نہ کرو

حدیث (۲۸۰۹) حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى الخ قَالَ كَتَبَ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ اَوْفٰى حِيْنَ خَرَجَ اِلَى الْحَرُوْرِيَّةِ فَقَرَاْتُهٗ فَاِذَا فِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِىْ لَقِىَ فِيْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِى النَّاسِ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ وَمُجْرِىَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِىْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَاَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰىؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَقَالَ اَبُوْ عَامِرٍ بِسَنَدٍ آخَرَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا.

ترجمہ۔ حضرت عمر بن عبید کی طرف عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے خط لکھا جب کہ وہ حروریہ خوارج کی طرف کوچ کا ارادہ کر رہے تھے۔ پس میں نے اس خط کو پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ان لڑائیوں میں جن میں ان کی دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوئی آپ نے سورج ڈھلنے تک انتظار کیا۔ پھر لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ فرمایا اے لوگو دشمن سے لڑائی کی آرزو مت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے رہو۔ اور جب دشمن سے لڑائی شروع ہو جائے تو صبر کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ پھر

دعا مانگی اے اللہ اکتاب کے نازل کرنے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے دے اور ہمیں ان پر کامیابی عطا فرما۔ سالم ابوالنضر کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبید اللہ کا منشی تھا جن کے پاس حضرت عبداللہ بن اوفیؓ کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دشمن سے لڑائی کی آرزو نہ کرو۔ اور دوسری سند میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا دشمن سے لڑائی کی تمنامت کرو اور جب ان سے لڑائی شروع ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو۔

بَابُ الْحَرْبُ خَدْعَةٌ

ترجمہ۔ لڑائی ایک چال ہے

حدیث (۲۸۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلَکَ کِسْرٰی ثُمَّ لَا یَکُوْنُ کِسْرٰی بَعْدَهٗ وَقَیْصَرُ لَیَهْلِکَنَّ ثُمَّ لَا یَکُوْنُ قَیْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ کُنُوْزُهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَسَمَّی الْحَرْبَ خَدْعَةً.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کسریٰ بادشاہ فارس ہلاک ہوگا۔ پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ اور قیصر بادشاہ روم البتہ ضرور بالضرور ہلاک ہوگا اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ اور تم لوگ ان کے خزانے اللہ کی راہ میں ضرور تقسیم کرو گے اور آپؐ نے جنگ کو چال قرار دیا۔

حدیث (۲۸۱۱) حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَصْرَمَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ سَمَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةً.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کو ایک چال کا نام دیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں ابوبکر کا نام بور بن اصرم تھا۔

حدیث (۲۸۱۲) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الخ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑائی ایک چال ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ خدعہ اور چال لڑائی میں جائز ہے۔ لیکن چالبازی دوسرے امور میں جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْکِذْبِ فِی الْحَرْبِ

ترجمہ۔ لڑائی میں جھوٹ بولنا

حدیث (۲۸۱۳) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لِکَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهٗ قَدْ اٰذَی اللّٰهُ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَنَّانَا وَسَاَلَنَا الصَّدَقَةَ قَالَ وَاَیْضًا وَاللّٰهِ قَالَ فَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَنَکْرَهُ اَنْ نَدَعَهٗ حَتّٰی نَنْظُرَ اِلٰی مَا یَصِیْرُ اَمْرُهٗ قَالَ فَلَمْ

یَزَلْ یُکَلِّمُہٗ حَتّٰی اسْتَمْکَنَ مِنْہُ فَقَتَلَہٗ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کعب بن اشرف یہودی سردار کے قتل کا کون ذمہ لیتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف دے چکا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! کیا آپ کو پسند ہے کہ میں اسے قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا ہاں! تو وہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس نے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں تھکا دیا ہے کہ ہم سے چندے مانگتا ہے تو کعب نے جواب دیا۔ کہ خدا کی قسم! ابھی تو تم اور اس سے اکتا جاؤ گے۔ تو انہوں نے فرمایا ہم نے ان کی پیروی کر لی ہے۔ اب ہم لوگ اس وقت تک انہیں چھوڑنا نہیں چاہتے۔ یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کہ ان کا معاملہ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ پس برابر وہ اس سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ اس پر قابو پا کر اسے قتل کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ سمعتہ مرتین یہ عمرو بن دینار کا مقولہ ہے کہ میں نے حضرت حسنؓ سے اس روایت کو دو مرتبہ سنا ہے۔ آگے شیخ نے یہ بیاض چھوڑ دیا ہے جس میں تنبیہ فرمائی ہے کہ سفیان سے کہا گیا کہ یہ آیت لا تتخذوا عدوی الخ اسی بارے میں نازل ہوئی۔ سفیان نے کہا لوگوں کی روایات میں تو یہی ہے لیکن جو کچھ مجھے عمرو بن دینار سے یاد پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں نزول آیت کا ذکر نہیں ہے میں نے ان کی روایت کا کوئی حرف نہیں چھوڑا اور میرا گمان یہ ہے کہ میرے علاوہ کسی نے بھی عمرو بن دینار سے اسکو یاد نہیں رکھا

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ تو باب الجاسوس کا باندھا۔ حدیث حاطب بن ابی بلتعہ کی لائے جس کی غرض یہ ہے کہ کفار کی طرف سے جاسوسی کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ اس پر دال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ جاسوسی مسلمانوں کی طرف ہو جو کہ جائز ہے۔ کیونکہ آپ نے حضرت علیؓ وغیرہ حضرات کو اس کے لئے بھیجا تھا تا کہ جاسوسہ عورت کو پکڑ کر اس سے خط لے آئیں۔

واخبرھم بما یجب علیھم اس جملہ سے غرض یہ ہے کہ پہلے پہل مشرکین کو اسلام کی دعوت دینا ہے اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو قتل سے رک جانا واجب ہے۔ اگر وہ جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جائیں تب بھی ان کے قتل سے رکنا واجب ہے۔

لان یھدی اللہ بک یہ حضرت علیؓ کے مقولہ کا بیان ہے جو انہوں نے فرمایا تھا کہ اسلام لانے تک میں انکے ساتھ لڑتا رہوں گا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تم نے کہا ہے وہ فی نفسہ صحیح ہے کیونکہ اسلام لانے سے اسلام لانے کے قابل اور سبب بننے والے کو ثواب ملے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ اسلام نہ لائیں اپنے کفر پر رہ کر جزیہ ادا کرتے رہیں تب بھی ان کے قتل سے رکنا واجب ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ جو کچھ قطب گنگوہیؒ نے فائدہ بیان کیا ہے وہ مسلم کی روایت کے مطابق ہے۔ فادعھم الی ثلاث خصال فان ھم ابوا ای عن الاسلام فسلھم الجزیۃ فان ھم اجابوک فاقبل منھم فکف عنھم کہ تین چیزوں کی طرف مشرکین کو دعوت دو۔ پہلے تو اسلام اگر وہ اسلام سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرو۔ اگر وہ جزیہ دینا قبول کر لیں تو تم اسے لے لو اور ان کے قتل سے رک جاؤ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ بیاتا لیلا امام بخاریؒ کا مقصد اس سے یہ ہے کہ تبییت کے مفہوم میں اور جو کچھ صیغے اس سے مشتق ہوں ان میں لیل کا مفہوم معتبر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق حدیث میں جو لفظ وارد ہو وہ قرآن مجید میں جہاں جہاں واقع ہوا ہے اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ ایک تو توافق ہو جائے دوسرے دونوں سے برکت حاصل ہو۔ اب بیاتا لیلا یہ سورۃ اعراف میں آیا ہے۔ فجاء ھا

بأسنا بیاتا او هم قائلون اور دوسرا سورۂ نمل میں ہے۔ تقاسموا باللہ لنبیتنہ واھلہ اور آخری بیت سے مراد قولہ تعالیٰ بیت طائفۃ منھم غیر الذی تقول ہے۔

امام اوزاعیؒ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ نساء اور ولدان کو کسی حال میں قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ۔ امام ثوریؒ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر مشرکین کا قتل صبیان اور نساء کو تلف کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ان حضرات کا استدلال ھم من اباھم سے ہے۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ کی تبویب اس پر دال ہے کہ وہ اس حدیث کو بیات یعنی شب خون پر محمول کرتے ہیں یہی جمہور کا قول ہے۔ اور ہدایہ میں ہے لا بأس برمیھم وان کان فیھم مسلم او تاجر الخ حتی رأیت اثر اصابعہ الخ اس سے مراد آپ کی انگلیوں کی ٹھنڈک اور سکون ہے۔ مارنے کا اثر نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اسکی تائید مسند احمد کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے حتی وجدت بردھا کہ میں نے انگلیوں کی ٹھنڈک محسوس کی۔

کانہ جمل اجوف الخ یہاں تشبیہ جمل اجوف سے خالی ہونے میں ہے کہ لکڑیاں جل جل کر اندر سے کھوکھلی ہو گئیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کتاب المغازی میں ہے کانھا جمل اجرب کہ وہ ایسا سیاہ ہو گیا کہ اب اس کی رونق اور زینت جاتی رہی اور جس روایت میں اجوف ہے اس کے معنی خالی کے ہیں۔ ظاہر ابد ا معلوم ہوا اور پیٹ اس کا خالی ہو۔ امام بخاریؒ نے باب میں حرق الدور والنخیل التی للمشرکین ذکر کیا ہے۔ جمہور تو تحریق اور تخریب فی بلاد العدو کو جائز فرماتے ہیں لیکن امام اوزاعیؒ اور ابوثورؒ وغیرہ مکروہ جانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ درخت اور کھیتی تین قسم ہے ایک تو وہ جو مشرکین کے قلعوں کے قریب ہوں یا راستہ بنانے کے لئے ان کے تلف کرنے کی ضرورت ہو تو بغیر کسی خلاف کے جائز ہے۔ دوسرے وہ جن کے قطع کرنے سے مسلمانوں کو نقصان ہوتا ہو۔ کیونکہ مسلمانوں نے اس سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔ گھاس چارے کے لئے تو ایسے درختوں وغیرہ کا کاٹنا حرام ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ جس میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں۔ اور کفار کو غیظ وغضب میں مبتلا کرنے کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں تو اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک تو وصیت ابو بکرؓ کے مطابق ان کا کاٹنا جائز نہیں۔ اور دوسری روایت جواز کی ہے۔ جیسے کہ بنو نضیر کے باغات جلائے گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فخرجت فیمن خرج اگر یہ ان کے ساتھ نہ نکلتے بلکہ اصطبل میں کہیں چھپ جاتے تو واپسی پر وہ انہیں دیکھ لیتے اور یہ پکڑے جاتے۔ یہ صحابی کی فہم وفراست تھی کہ وہ اس ترکیب سے محفوظ رہ گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ حتی اسمع الواعیۃ واعیہ نوحہ کرنے والی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ مردوں کو محفوظ رکھتی ہیں اور ان کا شمار کرتی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض نسخوں میں ناعیہ ہے۔ ناعیہ موت کی خبر دینے والی۔ اور واعیہ وعی سے ہے۔ جس کے معنی آواز کے ہیں۔ تو جو مقتول کے اوصاف ذکر کر کے بین کرے۔

قتل النائم المشرک علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث اور ترجمہ میں مطابقت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو قتل نیند سے بیدار ہونے والے کا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا حکم بھی نائم جیسا ہے۔ لیکن صحیح جواب یہ ہے کہ یہ آدمی نیند کے خیال میں ہے۔ اس لئے اس نے نہ اپنی جگہ سے حرکت کی اور نہ بستر سے اٹھا تو اس کا حکم نائم جیسا ہے۔ اس روایت سے مشرک کے قتل کا جواز بغیر دعوت کے ثابت ہوا لیکن بات یہ ہے کہ ان کو قبل ازیں دعوت پہنچ چکی تھی۔ اور نیند کی حالت میں قتل اس لئے جائز ہوا کہ اس کے اسلام لانے سے مایوسی ہو چکی تھی جو دیگر قرائن سے معلوم ہوا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ الکذب فی الحرب کہ کذب تعریض واشارہ کنایہ کی صورت میں جائز ہے جیسے حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

ایسے جائز نہیں۔ ان الکذب یھلک حدیث میں جو عنانا ہے اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ہمیں آداب شریعت ایسے بتائے جن میں تعب ومشقت ہے۔ جو اللہ کی راہ میں محبوب ہے۔ متکلم کا مقصد یہ تھا مخاطب نے سمجھا کہ چندہ مانگ مانگ کر ہمیں مشکل میں ڈال دیا جو غیر محبوب ہے۔ چونکہ کعب بن اشرف نے نقض عہد کیا تھا اور مشرکین مکہ کو محاربة النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابھارا تھا اسلئے اس کا قتل ضروری ہو گیا تھا۔ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اس کو کوئی امان نہیں دی تھی۔ بلکہ بیع وشراء اور شکایت میں وقت گزارا۔ موقعہ پا کر قتل کر دیا۔

بَابُ الْفَتْکِ بِاَھْلِ الْحَرْبِ

ترجمہ۔ لڑائی والے لوگوں کو اچانک قتل کر دینا

حدیث (۲۸۱۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لِکَعْبِ ابْنِ اَشْرَفَ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَہٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاْذَنْ لِیْ فَاَقُوْلَ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ.

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کعب بن اشرف یہودی کا قتل کرنے کا ذمہ کون لیتا ہے۔ حضرت ابن مسلمہؓ نے فرمایا اگر آپؐ پسند فرمائیں۔ تو میں اسے قتل کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ ان باتوں کی مجھے اجازت دیں جو میں آپؐ کے بارے میں اس سے کہوں آپؐ نے فرمایا میں نے کر لیا تمہیں اجازت ہے۔

بَابُ مَا یَجُوْزُ مِنَ الْاِحْتِیَالِ وَالْحَذَرِ مَعَ مَنْ یَخْشٰی مَعَرَّتَہٗ وَقَالَ اللَّیْثُ

حدیث (۲۸۱۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَمَعَہٗ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ قِبَلَ ابْنِ صَیَّادٍ فَحُدِّثَ بِہٖ فِیْ نَخْلٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ طَفِقَ یَتَّقِیْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَابْنُ صَیَّادٍ فِیْ قَطِیْفَۃٍ لَہٗ فِیْھَا رَمْرَمَۃٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَیَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا صَافِ ھٰذَا مُحَمَّدٌ فَوَثَبَ ابْنُ صَیَّادٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَکَتْہُ بَیَّنَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعبؓ ابن صیاد کے حالات معلوم کرنے کے لئے چلے۔ آپ کو بتلایا گیا کہ وہ کھجور کے باغ میں ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اس باغ میں داخل ہوئے تو کھجور کے تنوں سے بچ بچاؤ کرنے لگے جب کہ ابن صیاد ایک گرم پھندنے والی چادر میں باغ کے اندر تھا۔ جو اس چادر کے اندر ہی آواز کر رہا تھا۔ ابن صیاد کی والدہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ اور کہنے لگی او صاف! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو ابن صیاد کود کر اٹھا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کی والدہ اس کے حال پر اس کو چھوڑ دیتی تو وہ کئی باتیں واضح کر دیتا۔

بَابُ الرَّجْزِ فِی الْحَرْبِ

ترجمہ۔ لڑائی کے اندر رجزیہ کلام کرنا

وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِیْ حَفْرِ الْخَنْدَقِ فِیْہِ سَھْلٌ وَاَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْہِ یَزِیْدُ عَنْ سَلَمَۃَ

ترجمہ۔ اور سرنگ کھودتے وقت آواز کو بلند کرنا اس میں حضرت سہلؓ اور حضرت انسؓ کی روایتیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ اور اس میں یزید عن سلمۃ کی روایت بھی ہے۔

حدیث(۲۸۱۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ وَارَى التُّرَابُ شَعْرَ صَدْرِهٖ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرَا الشَّعْرِ وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجْزِ عَبْدِ اللّٰهِ

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ‏ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ‏ وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّا قَيْنَا
اِنَّ الْعِدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ‏ اِذَا اَرَادُوْ فِتْنَةً اَبَيْنَا

يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ آپ مٹی اٹھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ مٹی نے آپ کے سینے کے بالوں کو چھپا لیا تھا اور آپ بہت بالوں والے آدمی تھے اس حالت میں آپ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ جو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے رجز کے لئے ترتیب دیئے تھے۔ فرماتے تھے اے اللہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت حاصل نہ کر سکتے۔ نہ صدقہ وخیرات کرتے اور نہ ہی نماز ادا کرتے۔ ہمارے اوپر سکون واطمینان ضرور نازل فرما اور جب ہماری دشمنوں سے مٹھ بھیڑ ہو تو ہمارے قدموں کو جمائے رکھ۔ بے شک ہمارے دشمنوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ جب وہ کسی فتنہ فساد کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں اس وقت آپ آواز کو بلند کر دیتے تھے۔

بَابُ مَنْ لَّا يَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ

ترجمہ۔ جو شخص گھوڑے پر ٹک کر نہ بیٹھ سکے اس کے بارے میں

حدیث(۲۸۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ جَرِيْرٍؓ قَالَ مَا حَجَبَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِيْ اِلَّا تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِيْ وَلَقَدْ شَكَوْتُ اِلَيْهِ اَنِّيْ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا.

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں آپ نے مجھ سے کبھی پردہ نہیں فرمایا اور جب بھی آپ نے میرے چہرے کو دیکھا تو مسکرا دیئے۔ میں نے آپ کی خدمت میں یہ شکایت کی کہ میں اپنے گھوڑے پر ٹک کر نہیں بیٹھ سکتا۔ تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے میں مارا۔ اور فرمایا اے اللہ! اسے ٹکا دے۔ اور اس کو کامل اور مکمل بنا دے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ قتال کی حالت میں رفع صوت ناجائز ہے۔ البتہ رجزیہ اشعار پڑھتے وقت جائز ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ رکوب خیل افضل اور اس میں ٹک کے بیٹھنے کی دعا بھی کی گئی ہے۔

بَابُ دَوَآءِ الْجُرْحِ بِاِحْرَاقِ الْحَصِيْرِ

وَغَسْلِ الْمَرْاَةِ عَنْ اَبِيْهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَحَمْلَ الْمَآءِ فِي التُّرْسِ

ترجمہ۔ زخم کا علاج چٹائی جلا کر کرنا اور عورت کا اپنے باپ کے چہرہ سے خون کو دھونا اور پانی کو ڈھال میں اٹھا کر لانا۔

حدیث(۲۸۱۸)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ قَالَ سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ بِأَيِّ شَيْءٍ دُووِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي كَانَ عَلِيٌّ يَجِيءُ بِالْمَاءِ فِي تُرْسِهِ وَكَانَتْ يَعْنِي فَاطِمَةَ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَأُخِذَ حَصِيرٌ فَأُحْرِقَ ثُمَّ حُشِيَ بِهِ جُرْحُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا انہوں نے فرمایا آج لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا جو میرے سے زیادہ اس واقعہ کو جاننے والا ہو۔ حضرت علیؓ اپنی ڈھال میں پانی لاتے تھے اور حضرت فاطمہؓ آپ کے چہرہ انور سے خون دھوتی تھیں چٹائی لے کر اسے جلایا گیا پھر اس کی راکھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کو بھر دیا گیا۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْاِخْتِلَافِ

ترجمہ۔ باب ان چیزوں کے بارے میں جو جنگ کے اندر مکروہ ہیں

فِي الْحَرْبِ وَعُقُوبَةِ مَنْ عَصٰى إِمَامَهُ وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ قَالَ قَتَادَةُ الرِّيحُ الْحَرْبُ.

ترجمہ۔ جھگڑا کرنا۔ اختلاف کرنا اور جو شخص امیر و امام کی نافرمانی کرے اس کی سزا کا بیان ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں جھگڑا نہ کرو پس بزدل ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ ریح سے مراد لڑائی ہے۔

حدیث(۲۸۱۹)حَدَّثَنَا يَحْيٰى الخ عَنْ بُرْدَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوسٰى إِلَى الْيَمَنِ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا.

ترجمہ۔ حضرت بردہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن کے مختلف علاقوں کا حاکم بنا کر بھیجا اور ان سے فرمایا لوگوں پر آسانی کرنا سختی نہ کرنا۔ خوشخبری دینا نفرت نہ دلانا۔ ایک دوسرے کا کہنا ماننا اختلاف نہ کرنا۔

حدیث(۲۸۲۰)حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يُحَدِّثُ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ فَهَزَمُوهُمْ قَالَ فَأَنَا وَاللهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ وَأَسْوُقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيمَةَ أَيْ قَوْمِ ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا وَاللهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ فَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَي

عَشَرَ رَجُلًا فَاَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِيْنَ وَكَانَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ اَصَابَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً سَبْعِيْنَ اَسِيْرًا وَسَبْعِيْنَ قَتِيْلًا فَقَالَ اَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُجِيْبُوْهُ ثُمَّ قَالَ اَفِي الْقَوْمِ ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَمَّا هٰؤُلَآءِ فَقَدْ قُتِلُوْا فَمَا مَلَكَ عُمَرُ نَفْسَهٗ فَقَالَ كَذَبْتَ وَاللّٰهِ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ عَدَدْتَ لَاَحْيَآءٌ كُلُّهُمْ وَقَدْ بَقِيَ لَكَ مَا يَسُوْءُكَ قَالَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ اِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ فِي الْقَوْمِ مُثْلَةً لَمْ اٰمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِيْ ثُمَّ اَخَذَ يَرْتَجِزُ اُعْلُ هُبَلْ اُعْلُ هُبَلْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِيْبُوْا لَهٗ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَانَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ قَالَ اِنَّ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِيْبُوْا لَهٗ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَقُوْلُ لَهٗ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَالَكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کی لڑائی میں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پیدل تیراندازوں پر امیر مقرر فرمایا جو پچاس آدمی تھے۔ ان سے فرمایا کہ اگر تم لوگ ہمیں دیکھو کہ پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تب بھی تم اپنی اس جگہ سے نہیں ہلنا جب تک کہ تمہارے پاس پیغام نہ بھیجا جائے اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے مشرک لوگوں کو شکست دے دی ہے۔ اور ہم انہیں روندر ہے ہیں تب بھی اس مقام سے نہیں ہلنا جب تک کہ ہمارا قاصد نہ پہنچے پس مسلمانوں نے مشرکوں کو شکست دے دی۔ روای فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے مشرکوں کی عورتوں کو دوڑتے دیکھا۔ جن کی پنڈلیاں اور پازیب کھل گئے تھے۔ جو اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے بھاگ رہی تھیں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں نے کہا غنیمت جمع کرو۔ اے میری قوم غنیمت اکٹھی کرو۔ تمہارے ساتھی غالب آچکے ہیں۔ اب کس کا انتظار کرتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان سے کہا بھی کہ کیا تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو بھول گئے ہو۔ جو انہوں نے تمہیں ارشاد فرمائی تھی۔ تو وہ لوگ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہم تو لوگوں کے پاس ضرور آئیں گے تاکہ ہم لوگ مال غنیمت حاصل کرسکیں۔ پس جب ان کے پاس آئے تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے۔ تو شکست خوردہ واپس ہوئے۔ پس یہ واقعہ اس وقت ہوا جب کہ اللہ کا رسول انہیں ان کے پیچھے سے بلا رہا تھا اذتصعدون ولاتلوون الآیۃ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سوائے بارہ آدمیوں کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ پس مشرکوں نے ان کے ستر آدمیوں کو قتل کردیا۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے بدر کی لڑائی میں مشرکین کے ایک سو چالیس آدمیوں کو پکڑا تھا۔ ستر تو قیدی تھے اور ستر مقتول تھے اس پر ابوسفیان نے تین مرتبہ اعلان کیا کہ کیا قوم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جواب دینے سے منع فرمادیا۔ پس اس نے پوچھا کیا قوم میں ابن ابی قحافہ ابوبکر صدیقؓ موجود ہیں۔ یہ بھی تین مرتبہ کہا۔ پھر کہا کہ کیا قوم میں ابن الخطابؓ موجود ہیں۔ یہ بھی تین مرتبہ کہا۔ پھر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جاکر کہنے لگا کہ پس یہ تینوں حضرات تو قتل ہو چکے ہیں۔ جس پر حضرت عمرؓ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے بول پڑے۔ اے اللہ کے دشمن! اللہ کی قسم تو نے جھوٹ کہا بیشک جن جن لوگوں کو تم نے گنا ہے بحمداللہ وہ سب کے سب زندہ ہیں۔ اور تیرے لئے وہ خالت رہ گئی ہے جو تجھے بری لگے گی۔ کہنے لگا آج احد کی لڑائی بدر کی لڑائی کے بدلہ میں ہے۔ اور لڑائی تو ایک ڈول ہے۔ جو کبھی کسی طرف جاتا ہے بے شک اپنے کچھ مقتولین میں تم مثلہ پاؤگے۔ کہ ان کے ناک وکان۔ اعضاء کاٹے

گئے ہیں۔ میں نے اس کا انہیں حکم نہیں دیا تھا اور اب یہ مجھے کوئی برا بھی نہیں لگ رہا۔ پھر رجز یہ اشعار پڑھنے لگا۔ اے ھبل! تو اونچا ہوا کہ اونچے پہاڑ کی مانند ہو گیا۔ اے ھبل تو بلند و برتر ہو گیا۔ (یہ ایک بت کا نام تھا) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کا جواب نہیں دیتے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ہم کیا جواب دیں آپؐ نے فرمایا تم کہو اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے۔ وہ کہنے لگا کہ ہمارا عزیٰ بت ہے۔ جو عزت دینے والا ہے تمہارے لئے کوئی عزیٰ نہیں ہے۔ جس سے تمہیں عزت ملے۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کا جواب نہیں دیتے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم کیا جواب دیں۔ آپؐ نے فرمایا تم جواب دو کہ اللہ ہمارا مدد کرنے والا ہے۔ تمہارا تو کوئی مددگار ہی نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لنأتین الناس الخ ان حضرات نے آپؐ کے حکم کو فتح سے قبل پر اور مدد خداوندی کے تحقق پر محمول فرمایا۔ ورنہ صریح مخالفت کیسے کر سکتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت گنگوہیؒ کی اس توجیہ پر حدیث کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ ظهر اصحابكم ماتنتظرون کہ تمہارے ساتھی غالب آ گئے اب کس کا انتظار کر رہے ہو۔ یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی۔ جس کو قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے۔ انما استزلهم الشيطن ببعض ما كسبوا کہ شیطان نے ان کی بعض کوتاہیوں کی وجہ سے ان کو پھسلا دیا تھا۔ اور منکم من يريد الدنيا و منکم من يريد الاخرة بعض تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض کا مقصد محض آخرت تھا۔ اور بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت کریمہ غنیمت تلاش کرنے والوں کے بارے میں اتری۔ بنا بریں بعض روایات میں اس کو عصیان رسول سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کی سزا اسی معرکہ کارزار میں مل گئی اور ان کی فتح شکست سے بدل گئی۔ اور اس کی نوبت اختلاف پڑ جانے کی وجہ سے آئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قوله اثناعشر رجلا یعنی اس حلقہ میں صرف بارہ آدمی رہ گئے اگرچہ دوسرے مقام پر منتشر صحابہ کرامؓ اس سے زیادہ تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض روایات سے ان بارہ کے علاوہ حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ کا نام بھی ملتا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ سات انصار اور یہ دو قریش کے آدمی حضرت طلحہؓ اور سعدؓ تھے۔ تو یہاں پر بارہ آدمی کا حصر مہاجرین کے اعتبار سے ہوگا۔ یا یہ تعیین بعض احوال کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو صحابہ کرامؓ میں افراتفری پھیل گئی جب قریب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بقاء کا علم ہو گیا تو سب منتشر حضرات آپؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور اثنا عشر میں کتاب المغازی کے مطابق ان میں حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ و طلحہؓ کا مل ذکر ہیں۔ اور انصار میں سے سات آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

بَابُ اِذَا فَزِعُوْا بِاللَّيْلِ

ترجمہ۔ جب رات کو لوگ گھبرا اٹھیں

حدیث (۲۸۲۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ اَشْجَعَ النَّاسِ قَالَ وَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً سَمِعُوْا صَوْتًا فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهٗ فَقَالَ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدْتُّهٗ بَحْرًا يَعْنِي الْفَرَسَ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے سب سے زیادہ خوب صورت تھے۔ زیادہ سخی تھے اور

سب سے زیادہ بہادر تھے۔ایک رات میں مدینہ والوں نے ایک آواز سنی جس سے وہ گھبرا گئے۔وہ ابھی جا ہی رہے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس راستے میں ان کو ملے جو حضرت ابوطلحہؓ کے ننگی پیٹھ والے گھوڑے پر سوار تلوار لٹکائے ہوئے تھے فرمایا کہ مت گھبراؤ۔مت گھبراؤ۔کوئی چیز نہیں پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس گھوڑے کو سمندر پایا۔

بَابُ مَنْ رَاَی الْعَدُوَّ فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ یَاصَبَاحَاهُ حَتّٰی یَسْمَعَ النَّاسَ

ترجمہ۔جو شخص دشمن کو دیکھ کر اونچی آواز سے پکارے کہ یا صباحاہ کہ صبح کی لوٹ کو پہنچو یہاں تک کہ لوگوں کو سنا دے۔

حدیث (۲۸۲۲) حَدَّثَنَا الْمَکِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ عَنْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ قَالَ خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ حَتّٰی اِذَا کُنْتُ بِثَنِیَّةِ الْغَابَةِ لَقِیَنِیْ غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ قُلْتُ وَیْحَکَ مَا بِکَ قَالَ اُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ اَخَذَهَا قَالَ غَطْفَانُ وَفَزَارَةُ فَصَرَخْتُ ثَلٰثَ صَرَخَاتٍ اَسْمَعْتُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا یَاصَبَاحَاهُ یَا صَبَاحَاهُ ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتّٰی اَلْقَاهُمْ وَقَدْ اَخَذُوْهَا فَجَعَلْتُ اَرْمِیْهِمْ وَاَقُوْلُ اَنَا ابْنُ الْاَکْوَعِ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ اَنْ یَّشْرَبُوْا فَاَقْبَلْتُ بِهَا اَسُوْقُهَا فَلَقِیَنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ وَاِنِّیْ اَعْجَلْتُهُمْ اَنْ یَّشْرَبُوْا سِقْیَهُمْ فَابْعَثْ فِیْ اِثْرِهِمْ فَقَالَ یَا ابْنَ الْاَکْوَعِ مَلَکْتَ فَاَسْجِحْ اِنَّ الْقَوْمَ یُقْرَوْنَ فِیْ قَوْمِهِمْ.

ترجمہ۔حضرت سلمہؓ خبر دیتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔غابہ کی طرف جارہا تھا یہاں تک کہ جب غابہ کی گھاٹی کے پاس پہنچا تو مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا غلام ملا تو میں نے اس سے پوچھا تیرے لئے افسوس ہو تجھے کیا ہو گیا اس نے بتلایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیاں پکڑی گئی ہیں۔میں نے پوچھا کس نے پکڑی ہیں اس نے کہا غطفان اور فزارہ کے لوگوں نے۔تو حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تین مرتبہ چیخ کر آواز دی کہ مدینہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان والی ساری آبادی کو سنا دیا۔یا صباہ یا صباہ پھر میں جلدی چلا یہاں تک کہ میں ان سے مل گیا جب کہ وہ ان اونٹنیوں کو پکڑے ہوئے تھے۔میں نے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔اور میں رجز یہ اشعار پڑھتا تھا۔میں اکوع کا بیٹا ہوں آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔بہر حال ان کے پانی پینے سے پہلے پہلے میں نے ان سب اونٹنیوں کو ان سے چھڑوا لیا۔میں ان کو ہانکتے ہوئے لا رہا تھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سے ملاقی ہوئے۔میں نے بتلایا یا رسول اللہ! یہ لوگ پیاسے تھے میں ان کے حصہ کا پانی پینے سے پہلے جلدی ان تک پہنچنا چاہتا ہوں۔پس مجھے ان کے پیچھے بھیج دیجئے۔پس آپؐ نے فرمایا ابن الاکوع تو نے تو بادشاہوں والا کام کیا ہے کہ ان پر غالب آ کر غلام بنا لیا پس ان پر نرمی کرو سختی نہ کرو۔یہ لوگ اپنے لوگوں میں جا کر مہمانی کھا رہے ہوں گے جن سے ان کو قوت حاصل ہو گی۔یہ آپ کا معجزہ تھا کہ جیسے آپؐ نے خبر دی ایسا ہی ہوا۔اگر یقرون ہو تو قرار پکڑ چکے ہوں گے۔اب ان کے لئے تکلیف اٹھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الیوم یوم الرضع اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ آج کا دن شریف لوگوں کے کے لئے کمینوں سے ممتاز ہونے کا دن ہے۔رضع سے لئام کمینے لوگ مراد ہیں کیونکہ دودھ دو ہے بغیر منہ سے دودھ پی لیتے ہیں تا کہ کسی مسکین اور مہمان کو دودھ دوہنے کی آواز نہ آئے کہیں سوال نہ کر دے۔یا مہمان سامنے نہ پہنچ جائے جب تھن سے چوس لے گا تو اب وہ محفوظ ہو گیا۔یہ معنی اس وقت ہیں جب لبن

ناقہ یعنی اونٹنی کا دودھ مراد ہو۔ اگر لبن المراۃ یعنی عورت کا دودھ مراد لیا جائے تو پھر اس سے اناڑی آدمی مراد ہوگا جس کو دبتہ تجربہ ہوا ور نہ ہی اس نے کبھی ایسے کام کئے ہوں۔ گویا کہ وہ گھر سے باہر نکلا ہی نہیں بس مدت العمر ماں کا دودھ ہی پیتا رہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یوم الرضع کے معنی میں کئی اقوال ہیں۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں رضع راضع کی جمع ہے۔ جس نے ماں کے پستان سے ہی خساست پی لیا ہو۔ تو اضیع خسیس اور کمینہ مراد ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اس قدر کمینے لوگ ہیں کہ بغیر دوہنے کے خود تھن سے دودھ پی لیتے ہیں تاکہ کوئی مہمان آواز نہ سن لے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کس نے کمینی اور خسیس عورت کا دودھ پیا ہے۔ تو کریم اور لئیم کا پتہ چل جائے گا۔ اور چوتھے معنی یہ ہیں کہ لڑائی کا کون تجربہ رکھتا ہے اور کون نہیں رکھتا جو تجربہ کار ہے تو اسے لڑائی نے بچپن سے دودھ پلایا ہے اور نا تجربہ کار محروم رہا ہے۔ اور بھی کئی معانی بیان کئے جاتے ہیں۔ قطب گنگوہیؒ نے دو معنی کو اختیار فرمایا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ یا صباحاہ یا صباحیہ دعوت جاہلیت نہیں ہے۔ بلکہ کفار کے خلاف مدد طلب کرنا ہے جس کی اجازت ہے۔

باب من قال خذها وانا ابن فلان

وقال سلمةؓ خذها وانا ابن الاکوع

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے یہ لو میں فلاں کا بیٹا ہوں جیسے حضرت سلمہؓ نے فرمایا یہ لو میں اکوع کا بیٹا ہوں۔

حدیث (۲۸۲۳) حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ الخ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَؓ فَقَالَ یَا اَبَا عُمَارَةَ اَوَلَّیْتُمْ یَوْمَ حُنَیْنٍ قَالَ الْبَرَاءُ وَاَنَا اَسْمَعُ اَمَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یُوَلِّ یَوْمَئِذٍ کَانَ اَبُوْسُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِہٖ فَلَمَّا غَشِیَہُ الْمُشْرِکُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ قَالَ فَمَا رُئِیَ مِنَ النَّاسِ یَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْھُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ سے کسی آدمی نے پوچھا کیا تم لوگ حنین کی لڑائی میں پیٹھ دے کر بھاگ گئے تھے۔ تو حضرت براءؓ نے فرمایا جب کہ میں سن رہا تھا لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن پیٹھ نہیں پھیری۔ ابوسفیان بن الحارثؓ آپؐ کے خچر کی باگ پکڑے ہوئے تھے جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ خچر سے اتر پڑے اور کہنا شروع کیا میں واقعی نبی ہوں جس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ اور میں ہی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اور اس دن آپؐ سے زیادہ بہادر کسی کو نہیں دیکھا گیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ انا ابن فلان اهل عرب فخر اور مدح کے وقت بولا کرتے تھے تو لڑائی میں ایسے افکار کی اجازت ہے اور یہ افکار منهی عنها سے نہیں ہے۔ باقی خذها یعنی یہ تیر اندازی میرے سے لے لو۔ واقعہ مسلم کے اندر ہے کہ حضرت سلمہؓ نے ایک آدمی کے تیر مارا جو اس کے پاؤں میں لگا۔ حتی کہ اس کا بھالا اس کے کندھے میں گھس گیا تو حضرت سلمہؓ نے فرمایا۔ خذها وانا ابن الاکوع۔
فلم یول الخ یعنی امیر لشکر نے پیٹھ نہیں پھیری۔ قوم کے بعض جلد باز بھاگ گئے۔ تو اس کو شکست شمار نہیں کیا جاتا جب کہ لڑائی کا اختتام فتح پر ہو۔

بَابُ اِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰی حُکْمِ رَجُلٍ

ترجمہ۔ جب دشمن کسی آدمی کے فیصلہ پر نیچے اتر آئے

حدیث (۲۸۲۴) حَدَّثَنَا سُلَیْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَیْظَةَ

عَلٰی حُکْمِ سَعْدِ ابْنِ مَعَاذٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ قَرِیْبًا مِنْہُ فَجَآءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ فَجَآءَ فَجَلَسَ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہٗ اِنَّ ھٰؤُلَآءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِکَ قَالَ فَاِنِّیْ اَحْکُمُ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَۃُ وَاَنْ تُسْبٰی الذُّرِّیَّۃُ قَالَ لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْھِمْ بِحُکْمِ الْمَلِکِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ پر قلعہ سے نیچے اتر آئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو بلوا بھیجا جو آپؐ کے قریب تھے تو وہ گدھے پر سوار آپؐ کے پاس آئے جب قریب ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے سردار کی طرف اٹھو اور انہیں گدھے سے اتار لو۔ چنانچہ وہ اتر کر آئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ یہود بنو قریظہ آپ کے فیصلے پر اتر آئے ہیں تو انہوں نے فیصلہ سنایا کہ ان کے بالغ لوگ جو لڑائی کرنے کے قابل ہیں انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے سعدؓ آپ نے ان میں بادشاہوں والا فیصلہ سنایا ہے یا ملک سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سنایا ہے اور ایک روایت میں ملك بفتح اللام ہے تو اس سے جبرائیل فرشتہ مراد ہوگا۔

بَابُ قَتْلِ الْاَسِیْرِ وَقَتْلِ الصَّبْرِ

ترجمہ۔ قیدی کو قتل کرنا اور باندھ کر قتل کرنا

حدیث (۲۸۲۵) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَاْسِہِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَہٗ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُعَلَّقٌ بِاَسْتَارِ الْکَعْبَۃِ فَقَالَ اقْتُلُوْہُ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح والے سال مکہ میں داخل ہوئے جب کہ آپؐ کے سر پر لوہے کی ٹوپی تھی جب آپؐ نے اس کو اتارا تو ایک آدمی نے آ کر کہا کہ ابن خطل خانہ کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عبداللہ بن خطل نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی مول لی اسلام سے پھر گیا دو باندیاں مسلمانوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کے لئے مقرر کی تھیں اور مسلمانوں کو قتل بھی کر دیا تھا بنا بریں اسے معافی نہ ملی اور قتل کر دیا گیا هکذا قاله العینی۔

باب هل یستاسر الرجل ومن لم یستاسر ومن رکع رکعتین عندالقتل

ترجمہ۔ کیا آدمی قید ہو جائے اور جو قید نہ ہو اور جو قتل ہوتے وقت دو رکعت نماز ادا کرے

حدیث (۲۸۲۶) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشَرَۃَ رَھْطٍ سَرِیَّۃً عَیْنًا وَاَمَّرَ عَلَیْھِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِالْھَدَاۃِ وَھُوَ بَیْنَ عُسْفَانَ وَمَکَّۃَ ذُکِرُوْا لِحَیٍّ مِنْ ھُذَیْلٍ یُقَالُ لَھُمْ بَنُوْ لِحْیَانَ فَنَفَرُوْا لَھُمْ قَرِیْبًا مِنْ مِّائَتَیْ رَجُلٍ کُلُّھُمْ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَھُمْ حَتّٰی وَجَدُوْا مَاْکَلَھُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوْہُ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالُوْا ھٰذَا تَمْرُ یَثْرِبَ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَھُمْ فَلَمَّا رَاٰھُمْ عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُہٗ لَجَؤُوْا اِلٰی فَدْفَدٍ اَحَاطَ بِھِمْ

الْقَوْمُ فَقَالُوْا لَهُمْ انْزِلُوْا وَاعْطُوْنَا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ وَلَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ اَحَدًا قَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ اَمِيْرُ السَّرِيَّةِ اَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ لَا اَنْزِلُ الْيَوْمَ فِيْ ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا فِيْ سَبْعَةٍ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ بِالْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبُ الْاَنْصَارِيُّ وَابْنُ دِثْنَةَ وَرَجُلٌ اٰخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَاَوْثَقُوْهُمْ فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اَصْحَبُكُمْ اِنَّ لِيْ هٰؤُلَاءِ لَاُسْوَةً يُرِيْدُ الْقَتْلٰى فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَاَبٰى فَقَتَلُوْهُ فَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ وَابْنِ دِثْنَةَ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ ابْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا فَاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عِيَاضٍ اَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهُمْ حِيْنَ اجْتَمَعُوْا اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوْسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ فَاَخَذَ ابْنًا لِيْ وَاَنَا غَافِلَةٌ حِيْنَ اَتَاهُ قَالَتْ فَوَجَدْتُهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ وَالْمُوْسٰى بِيَدِهِ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِيْ وَجْهِيْ فَقَالَ تَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَّاْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِيْ يَدِهِ وَاِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرٍ وَكَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّهُ رِزْقٌ مِّنَ اللّٰهِ رَزَقَهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ ذَرُوْنِيْ اَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوْهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اَنْ تَظُنُّوْا اَنَّ مَابِيْ جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا

مَا اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا ۔۔۔ عَلٰى اَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ ۔۔۔ يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ اُصِيْبَ فَاَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا اُصِيْبُوْا وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ اِلٰى عَاصِمٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا اَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَآءِ هِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبُعِثَ عَلٰى عَاصِمٍ مِّثْلُ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلٰى اَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْ لَّحْمِهٖ شَيْئًا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ واقعہ بدر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ کے دس آدمیوں کو جاسوسی کیلئے بھیجا۔ جن پر امیر حضرت عاصم بن ثابتؓ انصاری کو مقرر فرمایا۔ جو حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ کے دادا تھے۔ یہ حضرات چلتے رہے یہاں تک کہ جب ھداۃ کے مقام تک پہنچے جو عسفان اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ تو ھذیل کے ایک قبیلہ جسے بنولحیان کہا جاتا تھا ان کے سامنے ان حضرات کا ذکر ہوا تو قریب دوسو ۲۰۰ آدمی نکل کھڑے ہوئے ان میں سے ہر ایک تیر انداز تھا تو وہ لوگ ان حضرات کے نشان قدم کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان حضرات کی کھجوریں کھانے کی جگہ کو پالیا جو یہ حضرات توشہ بنا کر مدینہ سے لائے تھے تو یہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ کھجور تو

یثرب (مدینہ) کے ہیں پھر وہ ان کے نشان قدم کے پیچھے چلے۔ جب ان کو حضرت عاصمؓ اور ان کے ساتھیوں نے دیکھ لیا تو یہ حضرات ایک اونچے ٹیلے کی طرف پناہ گزیں ہوئے۔ قوم کفار نے ان کو گھیرے میں لے لیا جنہوں نے ان حضرات سے کہا کہ تم نیچے اتر آؤ۔ اور اپنے ہاتھ ہمارے حوالے کردو تمہارے لئے ہماری طرف سے عہدو پیمان ہے کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم بن ثابتؓ جو امیر لشکر تھے انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں تو کسی کافر کی ذمہ داری میں آج نہیں اتروں گا۔ اے اللہ ہماری طرف سے اپنے نبی کو خبر کردے بہرحال بنو لحیان کے آدمیوں نے ان پر تیروں کی بارش کردی جس سے حضرت عاصمؓ کو سات ہمراہیوں کے ساتھ قتل کردیا ان کی طرف تین حضرات اتر آئے جنہوں نے ان کے عہدو پیمان کا لحاظ رکھا ان میں سے ایک حضرت خبیب انصاری تھے۔ دوسرے ابن الدعنہ اور تیسرے اور آدمی تھے جب ان کفار نے ان حضرات پر پوری طرح قابو پالیا تو اپنی کمانوں کی زرہیں اتار کر ان کو باندھ دیا تو تیسرے آدمی نے کہا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے۔ میں تو ہرگز تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا میرے لئے تو ان حضرات مقتولین کی پیروی کرنا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے گھسیٹا اور اسے ساتھ چلنے پر تکلیفیں دیں لیکن انہوں نے انکار کردیا جس پر انہوں نے اسے قتل کردیا۔ حضرت خبیبؓ اور ابن الدعنہؓ کو لے کر وہ چلے یہاں تک کہ مکہ میں آکر انہیں بیچ دیا۔ یہ بدر کے واقع کے بعد کا واقعہ ہے۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خرید کرلیا کیونکہ حضرت خبیبؓ نے بدر کی لڑائی میں حارث بن عامر کو قتل کردیا تھا۔ تو حضرت خبیبؓ ان کے یہاں قیدی بن کر رہے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے عبیداللہ بن عیاض نے بتلایا کہ حارث کی بیٹی نے اسے بتلایا کہ جب ان لوگوں نے حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے پر اتفاق کرلیا تو حضرت خبیبؓ نے اس سے شرمگاہ کی صفائی کے لئے استرا مانگا۔ میں نے عاریت پر انہیں استرا دے دیا۔ میں بے پرواہ تھی کہ میرا ایک بیٹا جب ان کے پاس آیا تو حضرت خبیبؓ نے اسے پکڑ لیا اور اسے اپنی ران پر بٹھالیا اور استرا ان کے ہاتھ میں تھا۔ میں اس قدر گھبرائی کہ میری گھبراہٹ کو حضرت خبیبؓ نے میرے چہرے میں پہچان لیا فرمانے لگے کیا تو گمان کرتی ہے کہ میں اسے قتل کردوں گا نہیں اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت خبیبؓ سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا اور اللہ کی قسم! میں نے ایک دن اسے انگوروں کا خوشہ اپنے ہاتھ میں لئے انگور کھاتے دیکھا حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا۔ اور وہ کہتی تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیبؓ کو عطا فرمائی تھی۔ جب وہ لوگ ان کو حرم سے نکال کرلے گئے تاکہ حل یعنی حرم سے باہر اسے قتل کریں تو حضرت خبیب نے ان سے فرمایا کہ مجھے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت دو۔ تو انہوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ جنہوں نے دو رکعت نماز ادا کرلی۔ پھر فرمایا اگر یہ لوگ میرے متعلق یہ گمان نہ کرتے کہ مجھے کسی قسم کی گھبراہٹ لاحق ہے تو میں اپنی نماز کو لمبا کرتا۔ اے اللہ! ان کو گن گن کر ان کی بیخ کنی فرما۔ یعنی ان میں سے کوئی زندہ باقی نہ رہے۔ اور پھر یہ اشعار پڑھے۔ جب میں مسلمان ہوکر قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پر مجھے گر کر مرنا ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو میرے ٹکڑے شدہ ہر ہر عضو کے جوڑ میں برکت پیدا فرمادیں۔ پس حارث کے بیٹے نے ان کو قتل کردیا۔ حضرت خبیبؓ نے ہر اس مسلمان کے لئے جس کو چوکس باندھ کر قتل کیا جائے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ جاری فرمادیا۔ جب حضرت عاصم بن ثابتؓ قتل کردیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان حضرات کی خبر سنائی۔ اور جو مصیبتیں ان پر آئیں وہ بھی سب بتلادیں۔ نیز! کفار قریش کو حضرت عاصمؓ کے شہید ہونے کی خبر ملی تو انہوں نے کچھ آدمی بھیجے کہ حضرت عاصمؓ کے بدن کی کوئی چیز لے آؤ جس سے وہ پہچانا جائے۔ کیونکہ انہوں نے بدر کی لڑائی میں ان کے عظیم سردار کو قتل کیا تھا۔ تو حضرت عاصمؓ کے لئے شہد کی زنبوروں کا بادل بھیجا گیا۔ جنہوں نے کفار کے قاصدوں سے ان کو محفوظ رکھا۔ تاکہ وہ ان کے بدن کے گوشت سے کوئی چیز کاٹ کرنہ لے جاسکیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ما ھذا احزل ترجمہ کے تین اجزاء تھے اس جملہ سے جزء ثانی کو ثابت کیا ۔ تنزل الیھم ثلاثۃ سے پہلے جزء کو ثابت فرمایا۔
ھذا اول الغدر الخ ان کی کارگزاری سے انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ سب کے قتل پر متفق ہو چکے ہیں۔ بھارک علی اوصال برکت کے معنی ارادہ خیر کے ہیں۔ کہ ان کو دشمنوں سے بچایا جائے اور اہانت سے محفوظ رکھا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں حضرت خبیبؓ اور ان کے دوساتھیوں کے اتر آنے سے معلوم ہوا کہ دشمن کی قید میں چلا جانا جائز ہے۔ حضرت ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مسلمان قیدی کا اپنے اوپر کسی کافر کو قابو دینا مکروہ ہے۔ البتہ مجبوری کی اور بات ہے۔ حافظؒ نے بھی حدیث سے اسی کو اخذ کیا ہے کہ مسلمان کافر کی امان قبول کرنے سے رک جائے۔ اور اپنے اوپر کسی کو قابو نہ پانے دے۔ لایقطعو من لحمہ شیئا کیونکہ انہوں نے قسم کھائی تھی لا یمس مشرکا ولا یمسہ مشرک کہ نہ تو وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے اور نہ ہی کوئی مشرک انہیں ہاتھ لگائے۔ اگر سوال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اہانت سے تو بچالیا قتل سے کیوں نہیں بچایا۔ تو کہا جائے گا کہ قتل تو شہادت جو مقصود و مطلوب مؤمن ہے۔ مروی ہے کہ حضرت خبیبؓ کو جب اتارا گیا تو وہ چالیس دن تک تر و تازہ رہے۔ جسم میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ اور ان کے زخم پر خون اسی طرح جاری رہا۔

بَابُ فِكَاكِ الْاَسِيْرِ

ترجمہ۔ قیدی کو چھوڑنا

حدیث (۲۸۲۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُكُّوا الْعَانِىْ يَعْنِى الْاَسِيْرَ وَاَطْعِمُوْا الْجَائِعَ وَعُوْدُوْا الْمَرِيْضَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیدی کو چھڑاؤ۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ اور بیمار کی بیمار پرسی کرو۔

حدیث (۲۸۲۸) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَؓ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّؓ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْوَحْيِ اِلَّا مَا فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ قَالَ وَالَّذِىْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا فَهْمًا يُّؤْتِيْهِ اللّٰهُ رَجُلًا فِى الْقُرْاٰنِ وَمَا فِىْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْاَسِيْرِ وَاَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا قرآن مجید کتاب اللہ کے علاوہ بھی وحی کا کچھ حصہ تمہارے پاس ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ قسم ہے اللہ ذات کی جس نے دانے کو چیرا اور جی کو پیدا کیا۔ میں تو نہیں جانتا سوائے اس سمجھ کے جو اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کو قرآن مجید کے اندر عطا فرمائے۔ اور وہ جو اس دستاویز میں ہے۔ میں نے پوچھا اس دستاویز میں کیا ہے۔ فرمایا دیت کے احکام۔ قیدی کا چھڑانا۔ اور یہ کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ کہ مسلمان قیدی کو کفار کی قید سے چھڑانا فرض کفایہ ہے۔ امام مالکؒ اور اسحٰق بن راہویہ فرماتے ہیں بیت المال سے اس کی رقم ادا کی جائے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے البتہ عورتوں کے بدلہ فدیہ دیا جائے۔ جمہور یہی فرماتے ہیں۔

بَابُ فِدَآءِ الْمُشْرِكِيْنَ

ترجمہ۔ مشرکین کو مال کے بدلے چھوڑنا

حدیث (۲۸۲۹) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ الخ حَدَّثَنِىْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ

اِسْتَأْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ائْذَنْ فَلْنَتْرُکْ لِابْنِ اُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَآءَہٗ فَقَالَ لَا تَدَعُوْنَ مِنْھَا دِرْھَمًا وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ بِسَنَدٍ آخَرَ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَیْنِ فَجَآءَہُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَعْطِنِیْ فَاِنِّیْ فَادَیْتُ نَفْسِیْ وَفَادَیْتُ عَقِیْلًا فَقَالَ خُذْھَا فَاَعْطَاہُ فِیْ ثَوْبِہٖ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انصار کے کچھ حضرات نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کہ ہمارے بھانجے عباسؓ کے فدیہ کو ہم چھوڑ دینا چاہتے ہیں آپؐ نے فرمایا اس کے فدیہ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔ اور ابراہیم نے دوسری سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ بحرین کا مال جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ کے چچا عباسؓ آپؐ کے پاس تشریف لائے کہنے لگے یا رسول اللہ! مجھے مال عنایت فرمایئے۔ کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی ادا کیا تھا اور اپنے بھائی عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا لے لو تو اس کے کپڑے میں بھر کر آپؐ نے مال ان کو عطا فرمایا۔

حدیث (۲۸۳۰) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ جُبَیْرٍؓ وَکَانَ جَآءَ فِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

ترجمہ۔ حضرت جبیرؓ جو بدر کے قیدیوں میں آئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھ رہے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کو مال کی ضرورت ہو تو مشرکین قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ اور مانعین فرماتے ہیں کہ اساریٰ بدر سے فدیہ لینے والوں پر عتاب نازل ہوا۔ اس لئے فدیہ لینا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا مشہور مذہب یہی ہے کہ مفاداۃ بالمال جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْحَرْبِیِّ اِذَا دَخَلَ دَارَ السَّلَامِ بِغَیْرِ اَمَانٍ

ترجمہ۔ جب کوئی حربی دار الاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۲۸۳۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ الخ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِؓ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَیْنٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَھُوَ فِیْ سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ اَصْحَابِہٖ یَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُطْلُبُوْہُ وَاقْتُلُوْہُ فَقَتَلَہٗ فَنَفَّلَہٗ سَلَبَہٗ.

ترجمہ۔ حضرت بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکوں کا ایک جاسوس آیا۔ جب کہ آپؐ سفر میں تھے تو وہ آ کر آپؐ کے اصحابؓ کے پاس بیٹھا باتیں کرنے لگا۔ پھر واپس چل دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے تلاش کرو اور قتل کر دو چنانچہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا چھوڑا ہوا مال حضرت سلمہؓ قاتل کو دے دیا۔ کیونکہ مقتول حربی تھا۔ امان لیکر نہیں آیا تھا۔

بَابُ یُقَاتَلُ عَنْ اَھْلِ الذِّمَّۃِ وَلَا یُسْتَرَقُّوْنَ

ترجمہ۔ ذمی لوگوں کی طرف سے حفاظت کیلئے لڑائی کی جائے اور نقض عہد کی صورت میں غلبہ کے بعد ان کو غلام نہ بنایا جائے

حدیث (۲۸۳۲) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ عُمَرَؓ قَالَ وَاُوْصِیْہِ بِذِمَّۃِ اللّٰہِ وَذِمَّۃِ رَسُوْلِہٖ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوْا اِلَّا طَاقَتَهُمْ.

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس کو وصیت کرتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کی بدولت ذمیوں سے ان کے عہد کو پورا کیا جائے۔ اور یہ کہ ان کی طرف سے لڑائی کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان کو غلام نہ بنائیں۔ اور نہ ہی بغیر حفاظت کے ان کو چھوڑا جائے کہ دوسرے انہیں غلام بنالیں۔ اس معنی پر اوصیۃ بذمۃ اللہ الخ اور لایکلفون الخ دلالت کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر اشکال ہو کہ حدیث سے عدم استرقاق ثابت ہوتا ہے کہ اوصیہ سے ان پر شفقت کرنے کی وصیت ہے جو متقاضی ہے کہ انہیں غلام نہ بنایا جائے۔ ابن القاسم فرماتے ہیں کہ نقض عہد کی صورت میں انہیں غلام بنایا جا سکتا ہے۔ امام بخاریؒ اس اختلاف سے مطلع ہو کر اس باب کے انعقاد سے اس کا رد فرماتے ہیں۔ اگرچہ ابن قدامہ نے اس عدم استرقاق پر اجماع نقل کیا ہے مگر ممکن ہے انہیں اس اختلاف کی اطلاع نہ ہوئی ہو یا اجماع ائمہ اربعہ مراد ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یقاتل من ورائهم کا مطلب یہ ہے کہ کافر حربی کے حملہ سے ان کا بچاؤ کیا جائے۔ لایکلفوا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ مقدار جزیہ بڑھا کر انہیں تکلیف نہ دی جائے۔

بَابُ هَلْ يُسْتَشْفَعُ اِلٰى اَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُعَامَلَتِهِمْ

ترجمہ۔ کیا ذمی لوگوں کی طرف سے سفارش لی جا سکتی ہے اور ان سے معاملات کیسے ہوں۔

بَابُ جَوَائِزِ الْوَفْدِ

ترجمہ۔ وفد کو عطایا دیئے جائیں

حدیث (۲۸۳۳) حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَآءَ فَقَالَ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ الْخَمِيْسَ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا اَهَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْصٰى عِنْدَ مَوْتِهٖ بِثَلٰثٍ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَنَسِيْتُ الثَّالِثَةَ وَقَالَ يَعْقُوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَاَلْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَقَالَ مَكَّةُ وَالْمَدِيْنَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ وَقَالَ يَعْقُوْبُ وَالْعَرْجُ اَوَّلُ تِهَامَةَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خمیس کا دن اور خمیس کا دن کیا ہے۔ پھر رو پڑے۔ یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں نے کنکریوں کو تر کر دیا۔ پھر فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری خمیس کے دن سخت ہوئی تو فرمایا کتاب کاغذ لے آؤ تاکہ میں تمہیں ایسا خط لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ پس یہ لوگ جھگڑ پڑے۔ کوئی کہتا تھا کاغذ دوات دینا چاہیے۔ کوئی کہتا تھا نہیں دینا چاہیے۔ اور نبیؐ کے پاس جھگڑا نہیں کرنا

چاہیے۔ کہنے لگے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چھوڑ رہے ہیں بعد میں پوچھ لیں گے۔ یا اللہ کے رسول نے کوئی فضول کلام نہیں فرمایا۔ بہر حال آپ نے فرمایا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو جس حالت مراقبہ میں میں ہوں وہ اس حالت سے بہتر ہے جس کی طرف تم بلاتے ہو۔ یعنی کتابت کی طرف۔ اور موت کے وقت آپ نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔ ایک تو یہ کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ دوسرے یہ کہ آنے والے وفود کو ایسے ہی عطایا دو جیسے میں ان کو دیا کرتا تھا۔ اور تیسری بات میں بھول گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابو یعقوب بن محمد نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ جزیرۃ العرب کیا ہے انہوں نے فرمایا مکہ۔ مدینہ۔ یمامہ۔ یمن اور یعقوب نے فرمایا عرج کے مقام سے تہامہ کی حدود شروع ہوتی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ذمی سے سفارش کی جا سکتی ہے۔ جیسے کہ حضرت جابرؓ کے لئے آپ نے یہودی سے سفارش فرمائی تا کہ اس کے قرضہ میں تخفیف کردے۔

اهجر رسول الله ہمزہ استفہام انکاری کیلئے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب قلم دوات اور کاغذ کے طلب کرنے پر لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ آپ نے کوئی فضول کلام نہیں کیا کہ اس میں اختلاف کیا جائے۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔ تا کہ آپ تمہارے درمیان فیصلہ فرمادیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطب گنگوہیؒ نے ترجمہ کو ثابت کرنے کے لئے جو حدیث جابرؓ بیان فرمائی ہے وہ واضح ہے۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے حدیث جابرؓ کو اس باب میں ذکر نہیں فرمایا۔ دیگر شراح حضرات کے جواب مشہور و معروف ہیں کہ ناسخین سے سہو ہو گیا۔ مصنفؒ سے سہو ہو گیا۔ لکھنے کا ارادہ تھا فرصت نہ ملی۔ یا یاد نہ رہا۔ البتہ دوسرے ترجمہ کے لئے جو حدیث ابن عباسؓ بیان فرمائی ہے۔ وہ ترجمۃ الباب کے بالکل مطابق ہے۔ جس پر کوئی اشکال نہیں۔ فتح اور کرمانی کے نسخہ میں پہلے باب جوائز الوفد ہے۔ بعد ازاں باب هل يستشفع الخ ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ فربری کے جمع نسخوں میں باب جوائز الوفد باب هل يستشفع سے مؤخر ہے تو اب اجيزوا الوفد تو دوسرے ترجمہ کے مناسب ہے۔ لیکن پہلے ترجمہ کا بیاض چھوڑ دیا۔ جس کے لئے کوئی حدیث مناسب نہیں ملی اور نسفی کے نسخہ میں باب جوائز الوفد بالکل حذف ہے۔ اس میں صرف باب هل يستشفع وارد ہے۔ پھر اس کی مناسبت میں کئی رموز بتلائے گئے۔ کہ اخراج کا تقاضا ہے ان کے پاس سفارش نہ کی جائے۔ اور وفد کے اکرام سے ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم معلوم ہوا۔ یا الی اهل الذمه میں الی بمعنی لام کے ہے کہ کیا ان کے بارے میں امام سے سفارش کی جا سکتی ہے۔ اور ان سے حسن سلوک کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ تو اخرجوا من جزيرة العرب عدم استشفاع کو اور اجيزوا الوفد سے حسن سلوک کو ثابت کیا۔ کیونکہ وفد میں کافر حربی ذمی وغیرہ سب داخل ہیں۔ اهجر رسول الله میں راجح یہ ہے کہ ہمزہ استفہام کا موجود ہے۔ اور اس سے مراد اس جگہ مریض کا وہ کلام ہے جو غیر منتظم اور غیر معتد بہ ہوتا ہے۔ اور اس کا وقوع صحت اور مرض میں نبی سے محال ہے۔ کیونکہ وہ دونوں حالتوں میں معصوم ہوتے ہیں۔ ماينطق عن الهوىٰ اور آپ کا ارشاد ہے انی لااقول فی الغضب والرضا الاحقا کہ میں غصہ اور رضا کی صورت میں حق بات ہی کہتا ہوں۔ تو کہنے والے کا مقصد یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدت مرض میں کوئی فضول کلام تو نہیں کر رہے۔ دوات قلم اور کاغذ کیوں نہیں پیش کرتے۔ تا کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کی جائے۔ یہ جواب بالکل ٹھیک ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ شک کی بنا پر کہا گیا ہے۔ لیکن کبار صحابہ کرامؓ سے انکار نہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر انکار کرتے تو ضرور نقل ہوتا۔ مازریؒ فرماتے ہیں کہ صریح امر کے باوجود صحابہ کرامؓ کا اختلاف کرنا اس پر دال ہے کہ یہ امر حتمی نہیں تھا بلکہ اختیاری تھا۔ اس لئے اختلاف ہوا اور حضرت عمرؓ کی رکاوٹ نے اس کو مزید سہارا دیا۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا حسبنا کتاب الله فرمانا ان کے قوی فہم پر دال ہے۔ کہ اگر آپ نے

گئی ایسے امور لکھ دیئے کہ شاید ان کی تعمیل سے عاجز آ جائیں۔ کہیں عذاب کے مستحق نہ ہو جائیں۔ نیز! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ سکوت اختیار فرمایا۔ یہ بھی دلیل ہے کہ امر اختیاری تھا۔ اور حضرت عمرؓ کی رائے صواب تھی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ شدت کرب کی وجہ سے وہ تخفیف کے درپے ہوں۔ کہ شدت درد میں آپ کی تکلیف میں اضافہ نہ کیا جائے۔ نیز! شیخ گنگوہیؒ کے افادہ کے مطابق حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت لکھنا چاہتے تھے۔ اگر لکھی جاتی تو نص کے مقابلہ میں اختلاف کرنے والے مستحق عتاب ہوتے۔ اسلئے تحریر نہ لکھی گئی۔ چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا ادعی لی اباك الخ۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اجازہ جوائز وفد کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مہمان نوازی کی جائے۔ اور حتی الامکان ان کی اعانت کی جائے خواہ وفد میں آنے والے لوگ کافر ہوں یا مسلمان ہوں بہرحال ان کی تعظیم اور اکرام ضروری ہے۔

بَابُ التَّجَمُّلِ لِلْوُفُوْدِ

ترجمہ۔ وفد کے آنے کی صورت میں بن ٹھن کر رہنا

حدیث (۲۸۳۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ قَالَ وَجَدَ عُمَرُؓ حُلَّةَ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ فَاَتَى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِبْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ فَتَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَلِلْوُفُوْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فَلَبِثَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحُلَّةِ دِيْبَاجٍ فَاَقْبَلَ بِهَا عُمَرُؓ حَتّٰى اَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ اَوْ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ ثُمَّ اَرْسَلْتَ اِلَيَّ بِهٰذِهٖ فَقَالَ تَبِيْعُهَا اَوْ تُصِيْبُ بِهَا بَعْضَ حَاجَتِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے ایک گاڑھے ریشم کا خوب صورت جوڑا بازار میں بکتے ہوئے پایا جس کو لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے یارسول اللہ! آپ اس جوڑے کو خرید لیں تاکہ عید کے موقعہ پر اور وفود کی آمد پر آپ اس سے زینت حاصل کریں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں یا اس کو وہی پہنے گا جس کا آخرت میں حصہ نہ ہوگا۔ بہرحال کچھ عرصہ ٹھہرے رہے جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور تھا پھر آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ایک دیباج ریشمی جبہ بھیج دیا۔ جس کو لے کر حضرت عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے یارسول اللہ! آپ نے تو فرمایا تھا کہ یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں یا اسے وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ پھر آپ نے اسے میرے پاس بھیج دیا۔ جس پر آپ نے فرمایا اس کو بیچ دو یا اس سے اپنی کوئی ضرورت پوری کر لو چنانچہ انہوں نے اسے اپنے مشرک بھائی کے پاس مکہ میں بھیج دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ آپ نے اس قسم کے لباس سے تجمل کو منع فرمایا۔ فی نفسہ تجمل کا جواز ثابت ہوا۔ ورنہ آپ اس سے بھی منع فرما دیتے۔

بَابُ كَيْفَ يُعْرَضُ الْاِسْلَامُ عَلَى الصَّبِيِّ

ترجمہ۔ بچے پر اسلام کیسے پیش کیا جائے

حدیث (۲۸۳۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُمَرَؓ انْطَلَقَ فِيْ رَهْطٍ مِنْ

اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ اُطُمِ بَنِيْ مُغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ صَيَّادٍ يَحْتَلِمُ فَلَمْ يَشْعُرْ بِشَيْءٍ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَا تَرٰى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِّيْ فِيْهِ اَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَأْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِيْ فِيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنَ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهِ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهُ فِيْهَا رَمْزَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ اَيْ صَافِ وَهُوَ اِسْمُهُ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ وَقَالَ سَالِمٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ اُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَ قَوْمَهُ لَقَدْ اَنْذَرَهُ نُوْحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنْ سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَّمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ اَعْوَرُ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ وہ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ہمراہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ابن صیاد کی طرف چلے یہاں تک کہ بنو مغالہ کے اونچے ٹیلے کے پاس بچوں کے ہمراہ اسے کھیلتے ہوئے پایا۔ اور وہ ان دنوں بلوغ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا اس کو علم نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ مارا پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو ابن صیاد نے آپ کو خوب غور سے دیکھا۔ کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھ لوگوں کے رسول ہیں۔ اس نے الٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپؐ میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا ہوں جس پر آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ ابن صیاد نے کہا کہ میرے پاس سچا اور جھوٹا دونوں آتے ہیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاملہ اس پر رل مل گیا ہے۔ کوئی واضح بات اس کے پاس نہیں ہے۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آزمائش کے لئے فرمایا کہ میں نے تیرے لئے کوئی چیز دل میں چھپالی ہے۔ بتاؤ کیا ہے کہنے لگا دخ ہے۔ حالانکہ دخان دھواں تھا۔ آپؐ نے فرمایا دور ہو اپنے مرتبہ سے آگے نہ بڑھو حضرت عمرؓ نے

عرض کی یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر واقعی یہ وہی دجال ہے تو تو اس پر کبھی غالب نہیں آ سکتا۔ اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کے قتل کرنے میں تمہارا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعبؓ دونوں اس کھجور کے باغ کی طرف گئے جہاں ابن صیاد رہتا تھا۔ جب آپ اس باغ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے کھجور کے تنوں کے ساتھ چھپنا شروع کر دیا۔ تاکہ کسی حیلہ سے ابن صیاد کی کوئی بات سن لیں۔ اس کے دیکھنے سے پہلے۔ اور ابن صیاد اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا ایک ایسے گدیلے نما چادر پر کہ اس کے اندر سے اس کی آواز آ رہی تھی ابن صیاد کی ماں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ کہ آپ کھجور کے تنوں سے بچ بچاؤ کر کے بات سننا چاہتے ہیں۔ تو اس نے ابن صیاد سے کہہ دیا کہ اے صاف یہ اس کا نام تھا جس پر ابن صیاد جلدی اٹھ کھڑا ہوا۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتی تو وہ کچھ واضح بیان کرتا۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ ان کے باپ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ بعد ازاں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ جن جن ستائیوں کے مستحق ہیں اس کے ساتھ آپ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر دجال کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا کہ بے شک میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی قوم کو اس سے نہ ڈرایا ہو تحقیق نوح علیہ السلام بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرا چکے ہیں۔ لیکن میں اس کے بارے میں ایک ایسی بات بتلاؤں گا جو آج تک کسی نبی نے نہیں کہی۔ جانتے ہو کہ وہ دجال کانا ہوگا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ اعور نہیں ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ابن صیاد کے اس قصہ سے امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ ابن صیاد قریب البلوغ تھا یعنی ابھی بچہ تھا کہ آپؐ نے اتشهد انی رسول الله سے اس پر اسلام پیش کیا۔ اگر وہ مان لیتا تو اس کا اسلام صحیح تھا۔ ورنہ اسلام پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپؐ نے ابن صیاد سے امتحان کے لئے سوالات اس لئے دریافت کئے تاکہ صحابہ کرام شہاتیوں پر اس کا باطل پر ہونا واضح ہو جائے۔ چنانچہ اس نے خود اقرار کیا کہ اس کے پاس سچا جھوٹا شیطان آتا ہے۔ اگر حق پرست ہوتا تو صرف صادق فرشتہ ہی اس کے پاس آتا۔ یہ دوسرا قصہ پہلی سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

قال سالم قال ابن عمرؓ یہ تیسرا قصہ ہے جو پہلی سند کے ساتھ موصول ہے۔ ابن صیاد کے بارے میں بہت اختلاف واقع ہوا ہے کہ آیا یہ وہی دجال ہے یا کوئی اور ہے۔ اگر اشکال ہو کہ دلائل عقلیہ ناطق ہیں کہ وہ خدا نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ حس اور عقل دونوں کو جمع کر کے ظاہر کیا گیا کہ عوام پر جہالت کس قدر غالب ہے کہ ایسے شخص کے تابع ہو گئے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لِلْيَهُوْدِ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا قَالَهُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود سے یہ کہنا کہ اسلام لے آؤ بچ جاؤ گے مقبری نے اسے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے

بَابُ اِذَآ اَسْلَمَ قَوْمٌ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ

وَلَهُمْ مَالٌ وَّاَرْضُوْنَ فَهِيَ لَهُمْ

ترجمہ۔ جب کچھ لوگ دار الحرب میں مسلمان ہو جائیں اور ان کا مال اور زمین بھی ہو تو وہ انہیں کا ملک ہوگا

حدیث (۲۸۳۶) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِيْ حَجَّتِهِ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ الْمُحَصَّبِ

حَيْثُ قَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ وَذٰلِكَ اَنَّ بَنِيْ كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ اَنْ لَا يُبَايِعُوْهُمْ وَلَا يُؤْوُوْهُمْ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالْخَيْفُ الْوَادِيْ.

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! اپنے حج کے موقعہ پر آپ کہاں قیام فرمائیں گے آپؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی مکان چھوڑا ہے۔ پھر فرمایا کہ کل ہم لوگ بنو کنانہ کی وادی میں پڑاؤ کریں گے جس کو وادی محصب کہا جاتا ہے جہاں پر قریش نے کفر پر رہنے کی قسمیں اٹھائی تھیں۔ اور یہ یوں ہوا کہ بنو کنانہ نے بنو ہاشم کے خلاف قریش سے قسمیں اٹھوائی تھیں کہ وہ نہ تو بنو ہاشم سے خرید وفروخت کریں گے اور نہ ہی وہ ان کو ٹھکانہ دیں گے امام زہریؒ فرماتے ہیں خیف کے معنی وادی کے ہیں۔

حدیث (۲۸۳۷) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ اِسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَهٗ يُدْعٰى هُنَيًّا عَلَى الْحِمٰى فَقَالَ يَا هُنَيُّ اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ وَاَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ وَاِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ وَنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ فَاِنَّهُمَا اِنْ تَهْلِكْ مَا شِيَتُهُمَا يَرْجِعَانِ اِلٰى نَخْلٍ وَزَرْعٍ وَاِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ اِنْ تَهْلِكْ مَا شِيَتُهُمَا يَاْتِنِيْ بِبَنِيْهِ فَيَقُوْلُ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَفَتَارِكُهُمْ اَنَا لَا اَبَا لَكَ فَالْمَآءُ وَالْكَلَاءُ اَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ اَنِّيْ قَدْ ظَلَمْتُهُمْ اِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ قَاتَلُوْا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَاَسْلَمُوْا عَلَيْهَا فِي الْاِسْلَامِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا الْمَالُ الَّذِيْ اَحْمِلُ عَلَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَاحَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے ایک غلام کو جسے ھنی کہہ کر پکارا جاتا تھا اسے سرکاری چراگاہ میں حاکم مقرر کیا اور اس سے فرمایا اے ھنی مسلمانوں پر اپنے بازو ملا لینا یعنی ان سے شفقت اور مہربانی سے پیش آنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ مظلوم کی بددعا مقبول ومنظور ہوتی ہے اس چراگاہ میں تھوڑے اونٹوں والے اور تھوڑی بکریوں والوں کو داخل ہونے دینا لیکن ابن عوف اور ابن عفان کے مویشیوں سے بچتے رہنا کیونکہ ان اغنیاء کے مویشی اگر ہلاک ہوگئے بھوک کی وجہ سے وہ تو اپنے کھیتوں اور کھجور کے باغوں کی طرف واپس جا کر گزارہ کرلیں گے۔ لیکن اگر تھوڑے اونٹوں والے اور تھوڑی بکریوں والے کے مویشی بھوک کی وجہ سے مر گئے تو وہ اپنے گھربار اولاد سمیت میرے پاس آکر کہیں گے اے امیر المومنین ہماری فریاد سنو! تو دیکھو میں ان کو اس حال میں چھوڑنے والا نہیں ضرور مجھے اس کا انتظام کرنا ہوگا تو چراگاہ کا پانی اور اس کی گھاس یہ میرے لئے سونے اور چاندی خرچ کرنے سے آسان ہے۔ اور اللہ کی قسم یہ لوگ گمان کریں گے کہ میں نے چراگاہ بنا کر ان پر ظلم کیا ہے۔ کیونکہ یہ شہر ان کے تھے جن کے لئے جاہلیت میں بھی انہوں نے لڑائی لڑی۔ اور انہیں شہروں پر وہ اسلام کے اندر داخل ہوئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میرے پاس نہ ہوتا یہ مال گھوڑوں کا جن پر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مجاہدین کو سوار کرتا ہوں جن کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ تو میں ان کے شہروں میں بالشت بھر زمین کو بھی چراگاہ نہ بناتا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ کی غرض حنفیہ پر رد کرنا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ حربی دار الحرب میں مسلمان ہو کر وہیں مقیم رہے۔ حتی کہ مسلمان اس شہر پر غلبہ حاصل کرلیں تو وہ اپنے جمیع مال کا حقدار ہے۔ مگر اس کی زمین اور مکانات مسلمانوں کے لئے فیئ بن جائیں گے۔ امام ابو یوسفؒ کی مخالفت کرتے ہوئے جمہور کی موافقت کرتے ہیں۔ حدیث باب بھی جمہور کی تائید کررہی ہے۔ کہ جب کوئی حربی

مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے مال اور اراضی کا مالک رہے گا۔ امام بخاریؒ نے جب حضرت عقیل کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جعفرؓ اور علیؓ تو ابو طالب کی جائیداد کے وارث مسلمان ہونے کی وجہ سے نہ بن سکے عقیل اور طالب کافر تھے باپ کی وفات کے بعد وہی وارث ہوئے۔ عقیل بعد میں مسلمان ہو گیا۔ تو حضرت عقیلؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو عبدالمطلب کے سب مکانات بیچ دیئے۔ اور یہی سلوک دیگر مسلمانوں کے مکانات اور اراضی کے ساتھ ہوا۔ تو جب قبل از اسلام حضرت عقیل کے تصرف نے جائز قرار دیا تو بعد از اسلام تو بطریق اولیٰ اس کا حقدار ہے۔ تو اس سے ترجمہ اور حدیث میں مطابقت واضح ہو گئی۔

حمی اس چراگاہ کو کہتے ہیں جو امام صدقہ کے جانوروں کیلئے مختص کر دے۔ حضرت عمرؓ نے عبدالرحمن ابن عوفؓ اور عثمان ابن عفانؓ کثیر المال صحابہ کو چراگاہ میں جانور چرانے سے اس لئے روکا کہ وہ غنی لوگ ہیں سونا چاندی خرچ کر کے مال مویشی کے لئے پانی اور چارہ کا انتظام کریں گے۔ تھوڑے مال مویشی والوں کیلئے مشکل ہو گی۔ ویسے ان کو بھی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن ان کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔

ببیعتہ تو بہت بمعنی گھر کے ہے۔ ببنیہ تو اولاد کے معنی میں ہے۔ بہر حال معنی واحد ہے کہ وہ مع بال بچوں کے میرے پاس آ جائیں گے۔ یا امیر المؤمنین انافقیری میں محتاج ہوں یا امیرا المؤمنین انااحق میں حقدار ہوں افتارکھم ان میں ہمزہ انکار کیلئے نہیں کہ میں ان کو محتاج نہیں چھوڑ سکتا۔ ضرور بیت المال سے سونا چاندی خرچ کر کے گھاس چارہ اور پانی کا انتظام کرنا پڑے گا۔

الھم یسرون الخ یعنی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بلاد جو اراضی اور مکانات پر مشتمل ہیں زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں ان کے ملک ہیں۔ میں نے بنجر زمین کو چراگاہ میں بدل دیا تو مسلمانوں کی مصلحت کے لئے کیا ہے۔ صدقہ اور جہاد کے گھوڑوں کے لئے دخل اندازی کی ہے۔ تو اس روایت کو ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی قاتلوا علیھا فی الجاھلیة اسلموا علیھا فی الاسلام کہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں یہ ان کی ملکیت ہیں۔ ان کے ملک سے نکلے نہیں۔ احنافؒ کا استدلال قرآن مجید کی آیت للفقراء الذین اخرجوا من دیا رھم سے ہے۔ کہ مکانوں سے نکالنے کے بعد ان کو فقراء کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ مکانات ان کی ملکیت سے نکل چکے ہیں۔

بَابُ کِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ

ترجمہ۔ حاکم کا مجاہدین کے نام لکھنا

حدیث (۲۸۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ حُذَیْفَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُکْتُبُوْا لِیْ مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ فَکَتَبْنَا لَهٗ اَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ فَقُلْنَا نَخَافُ وَنَحْنُ اَلْفٌ وَّخَمْسُ مِائَةٍ فَلَقَدْ رَاَیْتُنَا اُبْتُلِیْنَا حَتّٰی اِنَّ الرَّجُلَ لَیُصَلِّیْ وَحْدَهٗ وَهُوَ خَائِفٌ.

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے ان لوگوں کے نام لکھ کر لاؤ جو اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ پس ہم آپؐ کے لئے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھ کر لے گئے۔ جس پر ہم نے کہا کہ کیا آج پندرہ سو ہو کر ہم کسی سے ڈر سکتے ہیں یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ہمارا امتحان لیا گیا یہاں تک آج اکیلا آدمی ڈرتے ہوئے نماز پڑھتا ہے۔

حدیث (۲۸۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنِ الْاَعْمَشِ فَوَجَدْنَاهُمْ خَمْسَ مِائَةٍ قَالَ اَبُوْ مُعَاوِیَةَ مَا بَیْنَ سِتِّ مِائَةٍ اِلٰی سَبْعِ مِائَةٍ.

ترجمہ۔ اعمشؒ سے مروی ہے کہ ہم نے ان کو پانچ سو پایا اور ابو معاویہ فرماتے ہیں کہ چھ سو اور سات سو کے درمیان۔

حدیث (۲۸۴۰) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ كُتِبْتُ فِىْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَامْرَأَتِىْ حَاجَّةٌ قَالَ ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا کہ میرا نام فلاں فلاں جنگ اسلام کے لئے لکھا گیا ہے۔ حالانکہ میری بیوی حج پر جانے والی ہے آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور اپنی بیوی کے ہمراہ حج کرو

تشریح از قاسمیؒ۔ یعنی سفیان کی روایت جو اعمش سے ہے اس میں خمسمائۃ کے ساتھ الف کی زیادتی ہے۔ لیکن ابوحمزہ کی روایت جو اعمش سے ہے اس میں یہ زیادتی نہیں۔ بلکہ صرف خمسمائۃ کے الفاظ ہیں۔ اور ابو معاویہ کی روایت میں مابین ستمائۃ الی سبعمائۃ کے الفاظ ہیں۔ تو ان میں جمع بین الروایات کی صحیح صورت یہ ہے کہ یہ کتابت مختلف اوقات کی ہے یا چھ سو سے سات سو تک خاص کر مدینہ میں تھے۔ اور پندرہ سو اردگرد کے مسلمان تھے۔

فلقد رأیتنا الخ میں ہمزہ استفہام انکاری کا محذوف ہے۔ ابتلینا سے اشارہ اواخر خلافت عثمانؓ کی طرف ہے کہ امراء کوفہ مثلاً ولید بن عقبہ جیسے لوگ نمازوں میں تاخیر کرتے تھے۔ صحابہ کرام خفیہ وقت پر نماز الگ ادا کر کے فتنہ کے خوف سے ان کے ہمراہ دوبارہ بھی پڑھ لیتے تھے۔

بَابُ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی بدکار آدمی سے بھی دین کی تائید کرا دیتا ہے۔

حدیث (۲۸۴۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَدَّعِى الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيْدًا فَاَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِىْ قُلْتَ اِنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاِنَّهُ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّارِ قَالَ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ اَنْ يَّرْتَابَ فَبَيْنَمَاهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ قِيْلَ اِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنْ بِهٖ جِرَاحًا شَدِيْدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَاُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى بِالنَّاسِ اَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں حاضر تھے کہ آپ نے ایک ایسے آدمی کے متعلق جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا فرمایا کہ یہ جہنمی ہے جب لڑائی شروع ہوئی تو اس آدمی نے اتنی سخت لڑائی لڑی کہ اسے گہرے زخم آ گئے پس کہا گیا یا رسول اللہ وہ آدمی جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے اس نے تو آج اتنی سخت لڑائی لڑی ہے اور وہ مر بھی چکا ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جہنمی ہے راوی فرماتے ہیں قریب تھا کہ بعض لوگ شک میں پڑ جاتے۔ پس وہ لوگ اسی حال پر تھے کہ کہا گیا کہ وہ ابھی تک نہیں مرا لیکن اسے زخم سخت پہنچے ہیں پس جب رات ہوئی تو وہ زخموں پر صبر نہ کر سکا اور خودکشی کر لی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دے کہ جنت میں مسلمان جی کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ فاسق و فاجر آدمی کے ذریعہ اپنے دین کی تائید فرما دیتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ آپ کا ارشاد لا نستعین بمشرک تو فاسق وفاجر سے تائید کیسے ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کے ساتھ خاص تھا۔ یا فاجر سے مراد غیر مشرک ہے۔ پہلا جواب صحیح ہے کیونکہ غزوہ حنین میں صفوان بن امیہ حاضر تھا حالانکہ وہ مشرک تھا۔

بَابُ مَنْ تَأَمَّرَ فِي الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَافَ الْعَدُوَّ

ترجمہ۔ جب دشمن کا خوف ہو تو لڑائی میں بغیر امیر بنائے کوئی امیر بن جائے۔

حدیث (۲۸۴۲) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَؓ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ عَلَيْهِ مَا يَسُرُّنِي أَوْ قَالَ مَا يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا وَقَالَ إِنَّ عَيْنَيْهِ لَتَذْرِفَانِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جھنڈا حضرت زیدؓ نے پکڑا پس وہ شہید ہو گئے پھر اس کو حضرت جعفرؓ نے پکڑا وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر اس کو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے پکڑا تو وہ بھی شہید ہو گئے پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے بغیر امیر بنائے جھنڈے کو پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب فرمائی اور مجھے خوشی نہیں تھی یا ان کو پسند نہیں تھا کہ وہ شہداء ہمارے پاس ہوتے۔ راوی فرماتے ہیں کہ ان کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یہ غزوہ موتہ کا واقعہ ہے جو جمادی الاولیٰ ۸ھ میں واقع ہوا۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں آپ نے فرمایا اخذ الراية سيف من سيوف الله ففتح الله على يديه۔ یعنی جھنڈے کو اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

بَابُ الْعَوْنِ بِالْمَدَدِ

ترجمہ۔ امیر کا کچھ لشکر کے ذریعہ مدد کرنا

حدیث (۲۸۴۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ رِعْلٌ وَذَكْوَانُ وَعُصَيَّةُ وَبَنُو لِحْيَانَ فَزَعَمُوا أَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوا وَاسْتَمَدُّوهُ عَلَى قَوْمِهِمْ فَأَمَدَّهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ أَنَسٌؓ كُنَّا نُسَمِّيهِمُ الْقُرَّاءَ يَحْطِبُونَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ فَانْطَلَقُوا بِهِمْ وَقَتَلُوهُمْ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَقَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا أَنَسٌؓ أَنَّهُمْ قَرَءُوا بِهِمْ قُرْآنًا أَلَا بَلِّغُوا قَوْمَنَا بِأَنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا ثُمَّ رُفِعَ بَعْدَ ذَلِكَ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ رعل. ذکوان. عصیہ اور بنو لحیان کے لوگ آپ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور اپنی قوم کے خلاف آپ سے انہوں نے مدد طلب کی تو آپ نے ان کی امداد کے لئے ستر انصار روانہ فرمائے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم انہیں قراء کے نام سے پکارتے تھے جو دن کو لکڑیاں جمع کرتے تھے اور رات کو نوافل پڑھتے تھے چنانچہ وہ لوگ ان کو لے کر چلے یہاں تک کہ جب وہ بئر معونہ تک پہنچے تو ان سے بدعہدی کی۔ اور ان قراء حضرات کو قتل کر دیا۔

پس آپ نے ایک ماہ تک دعاء قنوت پڑھی رعل ذکوان اور بنو لحیان پر بددعا کرتے رہے۔ اور قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ہمیں حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگ ان کے بارے میں قرآن کی یہ آیت پڑھتے رہے۔ الا بلغوا عنا الخ۔ ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ تحقیق ہم لوگ اپنے رب سے مل چکے ہیں وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم کو اس نے راضی کر دیا۔ بعد ازاں یہ آیت اٹھالی گئی یعنی منسوخ ہو گئی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ما یسرنی الخ یعنی وہ حال جس کے اندر اب وہ ہیں وہ اس حال سے افضل ہے جو ان کا حال ہمارے پاس رہ کر ہوتا۔ بنو لحیان اصحاب بئر معونہ میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ اصحاب رجیع میں سے ہیں۔ جن کے سردار حضرت عاصم بن ثابتؓ تھے عامر بن طفیل نے بد عہدی کرتے ہوئے بنو سلیم کے قبائل کو اصحاب بئر معونہ پر جمع کیا تھا۔ جنہوں نے ان حضرات کو قتل کر دیا۔

بَابُ مَنْ غَلَبَ الْعَدُوَّ فَاَقَامَ عَلٰى عَرْصَتِهِمْ ثَلٰثًا

ترجمہ۔ دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد ان کی چوپال پر تین دن تک قیام کرنا۔

حدیث (۲۸۴۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ الخ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ عَنْ اَبِىْ طَلْحَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ تَابَعَهٗ مُعَاذٌ وَعَبْدُالْاَعْلٰى.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابوطلحہؓ سے روایت کرتے ہیں جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم پر غالب آ جاتے تھے تو ستانے کیلئے تین راتوں تک ان کے میدان میں قیام پذیر رہتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ دشمن سے بالکل کوئی خطرہ نہ ہو ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ غلبہ کے بعد اس لئے بھی ٹھہرنا چاہیے تا کہ غلبہ کے آثار معلوم ہو جائیں۔ دوسرے احکام کا نفاذ ہو سکے۔ اور لوگوں کی مخلیں کم ہو جائیں۔ معاذ اور عبدالاعلیٰ نے اسی کی متابعت کی ہے۔

بَابُ مَنْ قَسَمَ الْغَنِيْمَةَ فِىْ غَزْوِهٖ وَسَفَرِهٖ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنی جنگ اور سفر کے اندر ہی مال غنیمت تقسیم کر دیتا ہے۔

وَقَالَ رَافِعٌ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ فَاَصَبْنَا غَنَمًا وَّاِبِلًا فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ.

ترجمہ۔ حضرت رافعؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ذی الحلیفہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے جہاں پر ہمیں بہت سی بکریاں اور اونٹ غنیمت کے طور پر ملے۔ پس آپؐ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔

حدیث (۲۸۴۵) حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًاؓ اَخْبَرَهٗ قَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا۔ جہاں پر آپؐ نے حنین کی غنیمتوں کو تقسیم فرمایا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ کی غرض احناف پر رد کرنا ہے جو فرماتے ہیں کہ دارالحرب میں مال غنیمت کو تقسیم نہ کیا جائے۔ جن کی دلیل یہ ہے کہ ملک غلبہ سے حاصل ہوگا۔ اور مکمل غلبہ تبھی حاصل ہوگا جب دارالاسلام میں مال پہنچ جائے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ تقسیم حاکم کی رائے کے سپرد ہے۔ اور تمام غلبہ مسلمانوں کے مال کو محفوظ کر لینے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

احناف فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دارالحرب میں خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے اور تقسیم کرنا معنی بیع ہے۔ لہذا ممنوع ہو گی۔ اور آپ نے دارالاسلام کے سوا اور کسی جگہ غنیمت کو تقسیم نہیں فرمایا اور غنائم حنین کی تقسیم اس لئے ہوئی کہ مکہ فتح ہو چکا تھا کہ حنین سمیت سب علاقہ دارالاسلام کی حدود میں داخل ہو گیا تھا اور اس میں اسلامی احکام کا اجراء ہو چکا تھا۔ کہ آپ نے جعرانہ سے احرام باندھا۔

بَابُ إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُونَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ

ترجمہ۔ جب مشرک کسی مسلمان کے مال پر غلبہ حاصل کرلیں پھر مسلمان ان پر غالب آ جائیں اور وہ مسلمان بقیہ اپنے مال کو پالے تو اس کا کیا حکم ہے۔

قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَاَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ ابن نمیر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا گھوڑا چھوٹ کر چلا گیا جس کو دشمنوں نے پکڑ لیا مسلمان بعد ازاں ان پر غالب آ گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ گھوڑا ان کو واپس مل گیا۔ اور ان کا ایک غلام بھاگ گیا۔ جو روم جا پہنچا۔ مسلمان اس پر غالب آئے تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد وہ غلام انہیں واپس کر دیا

حدیث(۲۸۴۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بشار الخ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ اَنَّ عَبْدًا لِابْنِ عُمَرَؓ اَبَقَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَرَدَّهُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَاِنَّ فَرَسًا لِابْنِ عُمَرَؓ عَارَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِ فَرَدُّوْهُ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَارَ اِشْتُقَّ مِنَ الْعَيْرِ وَهُوَ حِمَارُ الْوَحْشِ اَىْ هَرَبَ.

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کا غلام بھاگا جو روم جا پہنچا۔ جس پر مسلمانوں کو غلبہ ہوا تو حضرت خالد بن ولیدؓ سالار لشکر نے وہ غلام انہیں واپس کر دیا۔ اس طرح ابن عمرؓ کا گھوڑا بھاگ کر روم پہنچ گیا۔ جب روم پر مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا تو وہ گھوڑا حضرت عبداللہ کو واپس کر دیا گیا امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ عار کا لفظ عیر سے مشتق ہے۔ جس کے معنی گورخر کے ہیں اس جگہ عار بمعنی ھرب کے ہے کہ بھاگ گیا۔

حدیث(۲۸۴۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهُ كَانَ عَلٰى فَرَسٍ يَوْمَ لَقِيَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَمِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعَثَهُ اَبُوْبَكْرٍ فَاَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَلَمَّا هُزِمَ الْعَدُوُّ رَدَّ خَالِدٌ فَرَسَهُ.

ترجمہ۔ جب مسلمانوں کی مشرکین سے لڑائی شروع ہوئی تو حضرت ابن عمرؓ ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ اور ان دنوں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف سے حضرت خالد بن ولیدؓ امیر لشکر مسلمین تھے۔ جن کو حضرت ابوبکرؓ نے بھیجا تھا بہرحال ان کے گھوڑے کو دشمن نے پکڑ لیا۔ جب دشمن شکست کھا گیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کا گھوڑا واپس کر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ اہل حرب غلبہ سے مسلمانوں کے کسی مال کے مالک نہیں بن جاتے۔ قبل از تقسیم غنائم وبعدھا جب بھی کسی کو کسی کا مال مل جائے تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ امام زہریؒ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ وہ مال بالکل واپس نہیں کیا جائے گا بلکہ سب اہل غنائم اس کے حصہ دار ہیں بعد از قسمت قیمت سے لے سکتا ہے۔ بلا قیمت نہیں امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مسلک نقل

کیا جاتا ہے اور سفیان ثوریؒ اور ایک روایت امام سے یہ ہے کہ مطلقا یعنی قبل از قسمت وبعد ھا صاحب مال وہی حقدار ہے۔

بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو فارسی بولتا ہے یا کوئی اور عجمی زبان میں بات کرتا ہے۔

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ وَقَالَ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تمہاری زبانوں اور رنگوں کے مختلف ہونے میں اللہ کی قدرت کا دخل ہے۔ اور دوسری آیت کہ ہم نے کوئی رسول آج تک نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں۔

حدیث (۲۸۴۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلَابِكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے ایک چھوٹا سا بزغالہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو بھی پیس لئے ہیں۔ پس آپ اور کچھ تھوڑے سے اور آدمی آجائیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا اے خندق والو! حضرت جابرؓ نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے۔ تم سب کو بلاتے ہیں۔ سورا فارسی زبان میں طعام کو کہتے ہیں۔

حدیث (۲۸۴۹) حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَتْ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَبِيْ وَعَلَيَّ قَمِيْصٌ اَصْفَرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَنَهْ سَنَهْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَهِيَ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ اَلْعَبُ بِخَاتِمِ النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِيْ اَبِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ ثُمَّ اَبْلِيْ وَاَخْلِقِيْ ثُمَّ اَبْلِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَقِيَتْ حَتّٰى ذَكَرَتْ.

ترجمہ۔ حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید فرماتی ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میرے بدن پر زرد رنگ کی قمیص تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنہ سنہ عبداللہ راوی فرماتے ہیں کہ یہ لفظ حبشی زبان میں اچھا ہے اچھا ہے کے معنی میں آتا ہے وہ فرماتی ہیں میں بچی تھی جناب کی مہر نبوت سے کھیلنا شروع کردیا۔ میرے باپ نے مجھے ڈانٹا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچی ہے جانے دو پھر آپ نے ارشاد فرمایا اس کو بوسیدہ کرو پرانا کرو۔ بوسیدہ کرو پرانا کرو عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب تک ام خالد زندہ رہیں اسے یاد کرتی رہیں اور مجہول کی صورت میں معنی ہوں گے جب تک زندہ رہیں لوگوں میں ان کا چرچا رہا۔ اور ذکرت کی ضمیر قمیص کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے صیغہ معروف کا ہوگا کہ جب تک زندہ رہیں اس قمیص کو یاد کرتی رہیں۔ یا اس کا تذکرہ ہوتا رہا۔ اور ایک روایت میں وکنت ہے کہ وہ قمیص بوسیدہ ہوکر سیاہ ہوگئی۔

حدیث (۲۸۵۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ اَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ كَخْ كَخْ اَمَا تَعْرِفُ اَنَّا لَا

تَاكُلُ الصَّدَقَةَ سنه الحَسَنَةَ بِالْحَبْشِيَّةِ قَالَ اَبُوْ عَبْدُ اللهِ لَمْ تَعِشْ اِمْرَاَةٌ مِثْلَ مَا عَاشَتْ اُمُّ خَالِدٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت حسن بن علیؓ نے صدقہ کی کھجور میں ایک کھجور کا دانہ اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال دیا جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کخ کخ فرما کر روک دیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم اہل بیت صدقہ نہیں کھایا کرتے حضرت عکرمہ فرماتے ہیں سنہ حبشی زبان میں خوبصورت کے معنی میں آتا ہے اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کسی عورت نے ایسی زندگی نہیں گزاری جیسی حضرت ام خالدؓ نے گزاری۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر سوال ہو کہ ان احادیث کو کتاب الجهاد سے کیا مناسبت ہے تو جواب یہ ہے کہ پہلی روایت کی مناسبت تو ظاہر ہے کہ وہ واقعہ غزوہ خندق کا ہے اور باقی احادیث اس کی متابعت میں لائی گئی ہیں۔

بَابُ الْغُلُوْلِ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰی وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ۔ غنیمت کے مال میں خیانت کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو شخص بھی غنیمت کے مال میں خیانت کرے گا وہ اس مال کو قیامت کے دن لائے گا۔

حدیث (۲۸۵۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهٗ وَعَظَّمَ اَمْرَهٗ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَهٗ حَمْحَمَةٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَآ اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَآ اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَآ اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ فَرَسٌ لَهٗ حَمْحَمَةٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے آپؐ نے خیانت کا ذکر فرمایا۔ غلول اور اس کی شان کو بڑا عظیم جرم قرار دیا اور فرمایا کہ قیامت میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو جس کی مے مے کی آواز ہو۔ اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو جس کی ہنہنانے کی آواز ہو مجھے پکار کر کہے یا رسول اللہ میری مدد کو پہنچو میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ سفارش کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے میں تو تمہیں اللہ کے احکام پہنچا چکا۔ اور اس کی گردن پر اونٹ سوار ہوگا۔ جس کی بلبلانے کی آواز ہوگی۔ کہے گا یا رسول اللہ میرے مدد کو پہنچو میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تجھے احکام پہنچا چکا کسی کی گردن پر بے آواز سونا چاندی مسلط ہوگا۔ کہے گا یا رسول اللہ میری مدد کو پہنچو میں کہوں گا کہ میں اختیار نہیں رکھتا۔ میں تمہیں احکام پہنچا چکا۔ اور کسی کی گردن پر چیتھڑے کپڑے کے ال رہے ہوں گے۔ کہے گا یا رسول اللہ میری فریاد رسی کرو۔ میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ میں تو احکام پہنچا چکا۔ ابوایوب ابوحیان سے فر س له حمحمه نقل کیا ہے۔

بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ

ترجمہ۔ تھوڑی سی خیانت کا کیا حکم ہے

وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ حَرَّقَ مَتَاعَهٗ وَهٰذَا اَصَحُّ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے ذکرنہیں کیا۔ مگر صحیح یہی ہے کہ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اس کا مال واسباب جلا دیا۔

حدیث(۲۸۵۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ كَانَ عَلٰى ثِقْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْغَلَّهَا قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ سَلَامٍ كَرْكَرَةُ يَعْنِيْ بِفَتْحِ الْكَافِ وَهُوَ مَضْبُوْطٌ كَذَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال واسباب کی حفاظت کے لئے ایک آدمی تھا جس کو کرکرہ کہا جاتا تھا۔ پس وہ مرگیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے۔ لوگ اس کو دیکھنے کے لئے گئے۔ تو ایک کملی یا جبہ اس نے خیانت کرلیا تھا امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابن سلام نے کرکرہ ضبط کیا ہے۔ یعنی کاف کے زبر کے ساتھ اور اسی طرح مضبوط ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

ترجمہ۔ غنیمت کے مال میں سے اونٹ اور بکریوں میں سے کسی کا ذبح کرنا مکروہ ہے۔

حدیث(۲۸۵۳) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَاَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ وَّاَصَبْنَا اِبِلًا وَّغَنَمًا وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُخْرَيَاتِ النَّاسِ فَعَجَّلُوْا فَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ فَاَمَرَ بِالْقُدُوْرِ فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ وَفِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرٌ فَطَلَبُوْهُ فَاَعْيَاهُمْ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ فَقَالَ هٰذِهِ الْبَهَائِمُ لَهَا اَوَابِدُ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَانَدَّ عَلَيْكُمْ فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا فَقَالَ جَدِّيْ اِنَّا نَرْجُوْا اَوْ نَخَافُ اَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ فَقَالَ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَاسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَاُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَالظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ذی الحلیفہ میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ لوگوں کو بھوک نے ستایا ہمیں کچھ اونٹ اور بکریاں مال غنیمت میں دستیاب ہوئیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سب سے آخری حصہ میں تھے۔ پس جلدی میں لوگوں نے ہانڈیاں چڑھادیں۔ آپؐ نے خبر ہونے پر ہانڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا کیونکہ وہ بغیر اجازت کے ذبح کئے گئے تھے پھر آپؐ نے مال غنیمت کو تقسیم فرمایا دس ۱۰ بکریاں ایک اونٹ کے برابر قرار دیں ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا قوم میں گھوڑوں کی کمی تھی بے چاروں نے اونٹ کو قابو کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے ان کو تھکا کر عاجز کردیا۔ تو ایک آدمی نے اس کے تیر کس کے مارا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا جس پر آپؐ نے فرمایا چوپاؤں میں سے بھی وحشی جانوروں کی طرح غیر مانوس جانور ہوتے ہیں۔ پس جوان میں سے تم سے بھاگ جائے تو اسکے ساتھ ایسا سلوک کرو حضرت عبادہ یہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا رافعؓ نے فرمایا کہ ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ کل ہماری دشمن سے لڑائی چھڑ گئی اور ہمارے پاس چھری نہ ہو تو کیا ہم سرکنڈے سے ذبح کرسکتے ہیں آپؐ نے فرمایا جو کوئی دھار چیز خون بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام پڑھا جائے تو اس کو کھاسکتے ہو لیکن

دانت اور ناخن سے ذبح نہیں کرتا۔اس بارے میں عنقریب تمہیں حدیث بیان کروں گا سنا ہے دانت تو ہڈی ہے۔اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ما یکرہ یہ کراہت اس صورت میں ہے جب کہ تقسیم غنائم سے پہلے ان کو ذبح کیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔علماء کرام نے فرمایا ہے کہ دار الحرب میں مسلمانوں کے لئے قبل از تقسیم مال غنیمت کھانے کی اجازت ہے۔خواہ وہ کھانے پینے کی چیزیں ہوں یا پھل ہوں۔اسی طرح حیوانات کا ذبح کرنا اور ان کا کھانا بھی جائز ہے۔البتہ امام شافعیؒ ضرورت اور حاجت کی قید لگاتے ہیں۔اب امام بخاریؒ کی حدیث باب سے اشکال پیدا ہوا جس کی توجیہ میں اختلاف ہے امام بخاریؒ کا میلان مطلق کراہت کی طرف ہے۔خواہ قبل از تقسیم ہو یا بعد از تقسیم۔اجازت کے بغیر استعمال ناجائز ہے۔قطب گنگوہیؒ نے بھی اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔شراح نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ قصہ دار الاسلام کا ہے۔دار الحرب کا نہیں۔یا طعام میں قلت تھی یا ذبح زیادتی کی بنا پر تھا۔چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ محل ترجمہ امرہ باکفاء القدور ہے۔اور کراہت ذبح بغیر اذن کی وجہ سے ہے۔یا انڈیلنے کو عقوبت مالی پر حمل کیا جائے کہ صرف شوربا انڈیل دیا گیا۔گوشت کو تلف نہیں کیا۔بلکہ اسے مغانم میں واپس کر دیا۔

بَابُ الْبِشَارَةِ فِي الْفُتُوْحِ

ترجمہ۔فتوحات کی خوشخبری دینا

حدیث(۲۸۵۴)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِيْهِ خَثْعَمُ يُسَمّٰى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ مِنْ اَحْمَسَ وَكَانُوْا اَصْحٰبَ خَيْلٍ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ اَصَابِعِهٖ فِيْ صَدْرِيْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا فَانْطَلَقَ اِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا فَاَرْسَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْرَبُ فَبَارَكَ عَلٰى خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ قَالَ مُسَدَّدٌ فِيْ خَثْعَمَ۔

ترجمہ۔حضرت جریر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے ذی الخلیفہ سے آرام پہنچاؤ وہ قبیلہ خثعم میں ایک گھر تھا جسے کعبہ یمانیہ کے نام سے پکارتے تھے تو وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سو پچاس قبیلہ احمس کے آدمیوں کو لے کر چلا جو سب کے سب شاہسوار تھے میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔تو آپؐ نے میرے سینے میں ہاتھ مارا۔جس کی انگلیوں کے نشان مجھے اپنے سینہ میں نظر آئے۔آپؐ نے دعا فرمائی اے اللہ! اسے جمادے اور اسے کامل و مکمل بنادے چنانچہ وہ تشریف لے گئے کعبہ یمانی کو توڑا اور اسے جلا دیا جس پر انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دینے کیلئے ایک آدمی بھیجا تو حضرت جریرؓ کے قاصد نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے میں اس وقت آپؐ کے پاس آیا ہوں جب کہ میں نے اس کو خارشی اونٹ کی طرح کالا سیاہ بنادیا۔آپؐ نے احمس کے گھوڑوں اور ان کے شہسواروں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔مسدد فرماتے ہیں بیت فی خثعم کے الفاظ صحیح ہیں۔

بَابُ مَا يُعْطِيَ لِلْبَشِيْرِ

وَاَعْطٰى كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ثَوْبَيْنِ حِيْنَ بُشِّرَ بِالتَّوْبَةِ

ترجمہ۔خوشخبری دینے والے کو کیا دیا جائے۔حضرت کعب بن مالکؓ کو جب توبہ کی قبولیت کی خوشخبری سنائی گئی تو انہوں نے اپنے دو کپڑے اتار کر دے دیئے۔

بَابُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

ترجمہ۔فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت فرض نہیں ہے

حدیث(۲۸۵۵)حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر ارشاد فرمایا اب فتح مکہ کے بعد مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا فرض نہیں رہا۔اب تو جہاد اور اس کی خالص نیت رہ گئی اور جب تمہیں جہاد کیلئے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جو شخص دار الحرب سے ہجرت کرنے پر قادر ہے اس پر ہجرت واجب ہے تاکہ ہر قسم کے خطرات سے محفوظ ہو جائے۔ اگر عاجز ہے تو ان کفار میں اقامت جائز ہے۔اگر تکلیفیں اٹھا کر نکل جائے تو ثواب کا مستحق ہوگا۔

حدیث(۲۷۵۶)حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ مُجَاشِعٌ بِاَخِيْهِ مُجَالِدِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذَا مُجَالِدٌ يُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ وَلٰكِنْ اُبَايِعُهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ.

ترجمہ۔حضرت مجاشعؓ اپنے بھائی مجالد بن مسعودؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔فرمانے لگے یہ مجالد ہے جو ہجرت پر آپؐ سے بیعت کرنا چاہتا ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی۔لیکن اسلام پر میں اس کو بیعت کر لیتا ہوں۔

حدیث(۲۸۵۷)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُوْلُ ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اِلٰى عَائِشَةَؓ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِيْرٍ فَقَالَتْ لَنَا انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ.

ترجمہ۔حضرت عطاء تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں عبید بن عمیر کے ہمراہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ جبل ثبیر مزدلفہ میں قیام پذیر تھیں۔انہوں نے ہم سے فرمایا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ کو فتح کر دیا تو اس وقت سے مکہ سے ہجرت کی فرضیت ختم ہوگئی ہے۔

بَابُ اِذَآ اضْطَرَّ الرَّجُلُ اِلَى النَّظَرِ فِيْ شُعُوْرِ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْمُؤْمِنَاتِ اِذَا عَصَيْنَ اللّٰهَ وَتَجْرِيْدِهِنَّ

ترجمہ۔جب آدمی مجبور ہو جائے کہ ذمی لوگوں کے بالوں کو دیکھے یا مؤمن عورتوں کو دیکھے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی کریں اوران کو ننگا کرنے پر مجبور ہو جائے۔

حدیث(۲۸۵۸)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ الخ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ عُثْمَانِيًّا فَقَالَ لِابْنِ عَطِيَّةَ وَكَانَ عَلَوِيًّا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَا الَّذِیْ جَرَّأَ صَاحِبَكَ عَلَی الدِّمَآءِ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ بَعَثَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالزُّبَيْرَ فَقَالَ ائْتُوْا رَوْضَةَ كَذَا وَتَجِدُوْنَ بِهَا امْرَأَةً اَعْطَاهَا حَاطِبٌ كِتَابًا فَاَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَقُلْنَا الْكِتَابَ قَالَتْ لَمْ يُعْطِنِیْ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ اَوْ لَاُجَرِّدَنَّكِ فَاَخْرَجَتْ مِنْ حُجْزَتِهَا فَاَرْسَلَ اِلٰی حَاطِبٍ فَقَالَ لَا تَعْجَلْ وَاللهِ مَا كَفَرْتُ وَلَا ازْدَدْتُ لِلْاِسْلَامِ اِلَّا حُبًّا وَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِكَ اِلَّا وَلَهٗ بِمَكَّةَ مَنْ يَّدْفَعُ اللهُ بِهٖ عَنْ اَهْلِهٖ وَمَا لِهٖ وَلَمْ يَكُنْ لِّیْ اَحَدٌ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا فَصَدَّقَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ دَعْنِیْ اَضْرِبْ عُنُقَهٗ فَاِنَّهٗ قَدْ نَافَقَ فَقَالَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللهَ اَطْلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَهٰذَا الَّذِیْ جَرَّأَهٗ.

ترجمہ۔ابوعبدالرحمٰن عثمانی نے ابن عطیہ علوی سے کہا میں خوب جانتا ہوں کس چیز نے تیرے صاحب حضرت علیؓ کوخون بہانے کی جرأت دی میں نے ان سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اور حضرت زبیرؓ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ارشاد ہوا کہ فلاں فلاں کے باغ کے پاس جاؤ۔وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی جس کو حضرت حاطبؓ نے خط دیا ہے وہ لے آؤ۔یہ حضرات اس باغ کے پاس پہنچے تو فرماتے ہیں کہ ہم نے اس عورت سے کہا خط نکالو۔اس نے کہا مجھے تو اس نے کچھ نہیں دیا۔تو ہم نے کہا یا تو وہ خط نکالو ورنہ میں تجھے ننگا کردونگا تو اس نے اپنے سر کے جوڑے سے یا کمر بند باندھنے کی جگہ سے نکال کر دیا۔جس پر آپؐ نے حاطبؓ کے پاس آدمی بھیجا تو انہوں نے آکر فرمایا کہ آپؐ جلدی نہ کریں۔اللہ کی قسم! میں کافر نہیں ہوا۔بلکہ اسلام سے تو میری محبت اور بڑھ گئی ہے۔البتہ بات یہ ہے کہ آپؐ کے دیگر صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک کا مکہ معظمہ میں کوئی نہ کوئی آدمی ایسا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے مال اور اہل عیال کی حفاظت فرمائے گا۔لیکن میرا ایسا کوئی آدمی نہیں ہے تو مجھے یہ بات پسند آئی کہ میں مکہ والوں پر احسان کر دوں تاکہ وہ اہل وعیال اور مال کی حفاظت کریں۔جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سچا قرار دیا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسکی گردن اڑادوں۔کیونکہ اس نے نفاق سے کام لیا ہے۔جس پر آپؐ نے فرمایا تمہیں کیا علم ہے شاید اللہ تعالیٰ نے بدر والوں پر جھانک کر فرمادیا ہو کہ جو مرضی آئے عمل کرو میں تمہیں بخش چکا ہوں۔پس یہ چیز ہے جس نے ان کو جرأت دلائی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔حدیث باب کو ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہوگی کہ بعض روایات میں حجز تہا کی بجائے عقاصہا سے ہے۔ جسے جوڑا کہتے ہیں۔عورت کے بال دیکھنا تو اس سے ثابت ہوا۔

لاجردنک سے ننگا کرنا ثابت ہوا۔عورت چونکہ امان لے کر آئی تھی اس لئے اہل ذمہ میں داخل ہوگئی۔کیونکہ اہل ذمہ بھی معاہد ہوتے ہیں یا حجزہ سے مراد عقدہ ہے۔بالوں کا جوڑا۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ

ترجمہ۔مجاہدین کا استقبال کرنا

حدیث(۲۸۵۹)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ الخ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لِابْنِ جَعْفَرٍؓ

اَتَذْكُرُ اِذْ تَلَقَّيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَحَمَلَنَا وَتَرَكَكَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن الزبیرؓ نے ابن جعفرؓ سے فرمایا کہ کیا تمہیں یاد ہے جب ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا میں تم اور ابن عباسؓ تھے۔ فرمایا ہاں! خوب یاد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تو سوار کر لیا اور ابن زبیرؓ تجھے چھوڑ دیا۔

حدیث (۲۸۶۰) حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ قَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْيَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم بچوں کے ہمراہ ثنیۃ الوداع تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کیلئے گئے تھے۔ تو مجاہدین کا استقبال دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ

ترجمہ۔ جب مجاہد جہاد سے واپس آئے تو کون سے دعائیہ کلمات کہے۔

حدیث (۲۸۶۱) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ كَبَّرَ ثَلٰثًا قَالَ اٰئِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ حَامِدُوْنَ لِرَبِّنَا سَاجِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے۔ پھر فرماتے انشاء اللہ ہم واپس لوٹنے والے ہیں۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے۔ اس کی عبادت کرنے والے۔ اسکی حمد وثنا بیان کرنے والے اور اپنے رب کو سجدہ کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اپنے بندے کی مدد فرمادی اور اس نے اکیلے لشکروں کو شکست دے دی۔

حدیث (۲۸۶۲) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهٗ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَقَدْ اَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهٗ فَصُرِعَا جَمِيْعًا فَاقْتَحَمَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ عَلَيْكَ الْمَرْاَةَ فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلٰى وَجْهِهٖ وَاَتَاهَا فَاَلْقَاهَا عَلَيْهَا وَاَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا وَاكْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّآ اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب عسفان سے آپ کی واپسی ہوئی تو ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر بی بی صفیہ بنت حیؓ کو ردیف بنایا ہوا تھا۔ تو آپ کی اونٹنی پھسل پڑی جس کے نتیجہ میں دونوں کے دونوں اکٹھے زمین پر گر پڑے۔ تو حضرت ابوطلحہؓ جلدی گھس گئے۔ اور کہنے لگے یارسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ آپؐ پر قربان کرے آپ کا کیا حال ہے۔ آپؐ نے فرمایا پہلے عورت کی خبر لو۔ تو حضرت ابوطلحہؓ نے کپڑا اپنے منہ پر لپیٹ لیا۔ بی بی کے پاس آکر اس کپڑے کو ان پر ڈال دیا۔ دونوں کی سواری کو ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ دونوں حضرات سوار ہوئے تو ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جلو میں لے لیا۔ پس جب مدینہ پر ہماری نظر پڑی تو آپؐ

نے فرمایا آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون یہ کلمات دعائیہ برابر پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ میں داخل ہوگئے۔

حدیث (۲۸۶۳) حَدَّثَنَا عَلِيٌّ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ اَقْبَلَ هُوَ وَاَبُوْطَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَا عَلٰى رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا كَانُوْا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَصُرِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْاَةُ وَاَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ اَحْسِبُ قَالَ اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيْرِهٖ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ هَلْ اَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَا وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْاَةِ فَاَلْقٰى اَبُوْطَلْحَةَ ثَوْبَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فَقَصَدَ قَصْدَهَا فَاَلْقٰى ثَوْبَهٗ عَلَيْهَا فَقَامَتِ الْمَرْاَةُ فَشَدَّ لَهُمَا عَلٰى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا فَسَارُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ اَوْقَالَ اَشْرَفُوْا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُهَا حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابوطلحہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس آئے۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بی بی صفیہؓ تھیں۔ جن کو آپؐ نے اپنی اونٹنی پر ردیف بٹھلایا تھا۔ جب آپؐ راستہ میں تھے تو اونٹنی کا پاؤں پھسلا جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بی بی صفیہؓ دونوں گر پڑے۔ حضرت ابوطلحہؓ میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا اپنے اونٹ سے جلدی سے اترے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمانے لگے اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ مجھے آپؐ پر قربان کرے۔ کیا آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی آپؐ نے فرمایا نہیں لیکن تم بی بی صفیہؓ کی خبر لو تو حضرت ابوطلحہؓ نے اپنا کپڑا اپنے چہرہ پر ڈالا اور ان کا قصد کیا۔ اور آتے ہی وہ کپڑا ان پر ڈال دیا۔ تو وہ عورت اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضرت ابوطلحہؓ نے ان کا پالان پھر ان کی اونٹنی پر باندھ دیا۔ پس دونوں حضرات سوار ہوئے چلتے چلتے جب مدینہ کے قریب پہنچے یا فرمایا کہ مدینہ منورہ پر نظر پڑی تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات دعائیہ پڑھنے شروع کئے۔ آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون پس آپؐ برابر یہ دعا پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوگئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قلب ثوبہا علی وجھہ تا کہ بی بی صفیہؓ کو نہ دیکھ سکیں۔ اس لئے منہ لپیٹ لیا جب ان کے پاس پہنچے تو وہی کپڑا ان پر ڈال دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ قسطلانیؒ نے بھی یہی کہا ہے کہ اپنا منہ اسلئے لپیٹ لیا کہ بی بی صفیہؓ پر نظر نہ پڑے۔ پھر ان کے اوپر وہ چادر ڈال دی تا کہ لوگوں کی آنکھوں سے انہیں چھپا دیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ من عسفان اس سے تنبیہ فرمادی کہ غزوہ خیبر سے واپسی نہیں تھی بلکہ غزوہ عسفان سے تھی جو ۶ھ میں بلکہ غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔ جس میں بنو لحیان سے لڑائی ہوئی۔ اکتفنا ای احطنا گھیرا ڈال لیا۔

بَابُ الصَّلٰوةِ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

ترجمہ۔ جب سفر سے واپس آئے تو صلوٰۃ تحیۃ المسجد ادا کرے

حدیث (۲۸۶۴) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ سَمِعْتُ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لِيْ اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو آپ نے فرمایا مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز تحیہ ادا کرو۔

حدیث (۲۸۶۵) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنْ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ضُحًى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ.

ترجمہ۔ حضرت کعبؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے اشراق کے وقت تشریف لاتے تو مسجد میں داخل ہوتے اور بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز تحیہ ادا کرتے۔

بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَؓ يُفْطِرُ لِمَنْ يَّغْشَاهُ

ترجمہ۔ سفر سے واپسی پر کھانا کھلانا۔ اور ابن عمرؓ جو شخص آپ کے پاس آجاتا اس کا روزہ افطار کراتے تھے

حدیث (۲۸۶۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَحَرَ جَزُوْرًا اَوْ بَقَرَةً زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اشْتَرٰى مِنِّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا بِوُقِيَّتَيْنِ وَدِرْهَمٍ اَوْ دِرْهَمَيْنِ فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا اَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَاَكَلُوْا مِنْهَا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اَمَرَنِىْ اَنْ اٰتِىَ الْمَسْجِدَ فَاُصَلِّىَ رَكْعَتَيْنِ وَوَزَنَ لِىْ ثَمَنَ الْبَعِيْرِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مدینہ تشریف لاتے تو اونٹ یا گائے ذبح کرتے۔ معاذ راوی نے اپنی پسند سے یہ زیادہ نقل کیا ہے۔ کہ جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ایک اونٹ دو اوقیہ ایک درہم یا دو درہم پر خریدا۔ جب صرار کے مقام تک پہنچے تو آپ کے حکم سے گائے ذبح کی گئی۔ سب نے مل کر اس کا گوشت کھایا پس جب آپ مدینہ پہنچے تو مجھے حکم دیا کہ مسجد میں جا کر دو رکعت نماز تحیہ ادا کروں اور مجھے اونٹ کی قیمت بھی وزن کر کے دے دی۔

حدیث (۲۸۶۷) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ صِرَارٌ مَوْضِعٌ نَاحِيَةً بِالْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں جب سفر سے واپس آیا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو رکعت نماز تحیہ ادا کرو۔ صرار مدینہ کے اطراف میں ایک مقام کا نام ہے۔ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ

ترجمہ۔ پانچواں حصہ مال غنیمت کا فرض ہونا

حدیث (۲۸۶۸) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِنْ نَصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ شَارِفًا فَصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهِي الَّذِيْ لَقِيْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ مِنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا اَرَدْتُ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَأْتِيَ بِاِذْخِرٍ اَرَدْتُ اَنْ اَبِيْعَهُ الصَّوَّاغِيْنَ وَاَسْتَعِيْنَ بِهِ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَتَانِ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجَعْتُ حِيْنَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَاِذَا شَارِفَايَ قَدِ اجْتُبَّتْ اَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَاَيْتُ ذٰلِكَ الْمَنْظَرَ مِنْهُمَا فَقُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَالُوْا فَعَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ مَالَكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ فَجَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَاهُوَ ذَا فِيْ بَيْتٍ مَّعَهُ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدٰى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِيْ وَاتَّبَعْتُهُ اَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتّٰى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ حَمْزَةُ فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنُوْا لَهُمْ فَاِذَا هُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيْمَا فَعَلَ فَاِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى رُكْبَتِهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى سُرَّتِهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ هَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاَبِيْ فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَدْ ثَمِلَ فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى وَخَرَجْنَا مَعَهُ.

ترجمہ۔ حضرت حسن بن علیؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں سے میرے حصہ کی ایک اونٹنی تھی۔ اور ایک اونٹنی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطا فرمائی تھی پس جب میں نے بی بی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سر میل کرنے کا ارادہ کیا تو بنو قینقاع کے ایک سنار سے میں نے وعدہ کر لیا وہ میرے ساتھ چلے گا اور ہم کتر ن بوٹی لائیں گے جنہیں میں سناروں کے پاس بیچ کر اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد لوں گا۔ پس دریں اثنا کہ میں اپنی اونٹنیوں کا سامان بھی پالان تو بڑے اور رسیاں جمع کر رہا تھا۔ اور میری اونٹنیاں انصار کے ایک آدمی کے حجرہ کے پہلو میں بیٹھی تھیں جب میں جمع کرنے والا مال جمع کر کے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں

اونٹنیوں کی کوہانیں کاٹ دی گئیں ہیں ان کی کمریں چیر دی گئیں ہیں اور ان کے جگر نکال لئے گئے ہیں جب میں نے یہ منظر دیکھا تو اپنی دونوں آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا پس میں نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا لوگوں نے بتلایا کہ حمزہ بن عبدالمطلبؓ نے کیا ہے۔ اور وہ اس سامنے والے گھر میں موجود ہے۔ جس میں انصار کے شرابیوں کا ایک مجمع بھی ہے پس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہؓ موجود تھے میرے چہرے پر جو آثار نمودار تھے انکو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاڑ لیا۔ فرمانے لگے تجھے کیا ہو گیا میں نے کہا یا رسول اللہ آج کے دن جیسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میری اونٹنیوں پر حضرت حمزہؓ نے زیادتی اور ظلم کیا ہے ان کی کوہانیں کاٹ لی ہیں ان کی کوکھیں چیر ڈالی ہیں اور وہ شرابیوں کے ایک گروہ کے ہمراہ اس گھر میں موجود ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگا کر اوڑھ لی پھر پیدل چل پڑے میں اور حضرت زید بن حارثہؓ بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑے جب اس گھر میں پہنچے جس میں حضرت حمزہؓ تھے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ ان حضرات نے ان سب کو آنے کی اجازت دے دی دیکھتے کیا ہیں کہ سب شرابی جمع ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کی کارروائی پر ان کو ملامت کرنے لگے تو وہ نشے میں دھت تھے ان کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں تو حضرت حمزہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غور سے دیکھا۔ پھر نظر اوپر کو چڑھائی تو آپؐ کے گھٹنوں کو بغور دیکھا۔ پھر نظر اور اوپر چڑھائی تو آپ کی ناف کی طرف دیکھا پھر اور نظر اوپر چڑھائی تو آپؐ کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ پھر حضرت حمزہ نے فرمایا تم تو میرے باپ کے غلام ہو آپؐ نے سمجھ لیا کہ وہ نشہ میں دھت ہے تو آپ اپنی ایڑیوں الٹے پاؤں لوٹے پس ہم بھی آپؐ کے ہمراہ باہر نکل آئے۔

حَدَّثَنَا(۲۸۶۹)حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ اَنَّ عَائِشَةَؓ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ فَاطِمَةَؓ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَتْ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقِؓ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْسِمَ لَهَا مِيْرَاثَهَا مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا اَبُوْبَكْرٍؓ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ اَبَا بَكْرٍؓ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهٗ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ قَالَتْ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ اَبَا بَكْرٍؓ نَصِيْبَهَا مِمَّا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ وَفَدَکٍ وَصَدَقَتِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَبٰى اَبُوْ بَكْرٍؓ عَلَيْهَا ذٰلِکَ وَقَالَ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَاِنِّيْ اَخْشٰى اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ فَاَمَّا صَدَقَتُهٗ بِالْمَدِيْنَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُؓ اِلٰى عَلِيٍّؓ وَعَبَّاسٍؓ وَاَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَکُ فَاَمْسَكَهَا عُمَرُؓ وَقَالَ هُمَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوْقِهِ الَّتِیْ تَعْرُوْهُ وَنَوَائِبِهٖ وَاَمْرُهُمَا اِلٰى مَنْ وَّلِیَ الْاَمْرَ قَالَ فَهُمَا عَلٰى ذٰلِکَ اِلَى الْيَوْمِ.

ترجمہ۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ خبر دیتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے سوال کیا کہ وہ ان کی وہ وراثت تقسیم کر دیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے ہیں اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے بغیر لڑائی کے آپ کو عطا فرمائی یعنی فئی کا مال۔ پس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں جواب دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہیں چلتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ سب مسلمانوں کیلئے صدقہ ہے۔ جس پر حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئیں پس حضرت ابوبکر صدیقؓ سے سلام وکلام چھوڑ دیا اور یہ مہاجرت ان کی وفات تک جاری رہی۔ اور وہ فاطمۃ الزہراءؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں اور وہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جس مال متروکہ کا مطالبہ کیا تھا وہ مال ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر۔ فدک۔ اور مدینہ میں صدقات کا مال چھوڑ گئے تھے جن کے دینے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں وہ کوئی چیز نہیں چھوڑنے والا جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے بلکہ میں تو اسی پر عمل پیرا ہونگا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میں نے اگر آپؐ کے معمولات میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا تو بھٹک جاؤں گا۔ البتہ مدینہ کے صدقہ کے املاک تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو مزارعت پر دیئے تھے۔ خیبر اور فدک کے املاک حضرت عمرؓ نے روک رکھے تھے کسی کو نہیں دیئے تھے۔ فرمایا یہ دونوں املاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں۔ ان حقوق کیلئے جو آپ کو پیش آتے تھے۔ دیگر مصائب کے لئے اور ان کا معاملہ اس خلیفہ اور حاکم کے سپرد تھا جو امور ولایت کا حاکم مقرر ہو۔ چنانچہ وہ آج تک اسی حالت پر ہیں۔ امام بخاریؒ تعرو کی لفظی تحقیق فرماتے ہیں۔ کہ خواہ یہ باب افتعال میں سے ہو یا مجرد میں۔ اس کے معنی پیش آنے کے ہیں چنانچہ یعروہ واعتراہ کے معنی پیش آنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فغضبت فاطمة الخ یہ راوی کا اپنا گمان ہے کہ ان کے عدم تکلم سے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ ناراض ہو گئیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ اس بات پر پشیمان تھیں کہ انہوں نے مطالبہ کرنے میں جلد بازی سے کیوں کام لیا تو عدم تکلم ندامت کی وجہ سے تھا یا آئندہ اس بارے میں کلام نہ کرنے کا عہد کر لیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ اپنے اوپر غضب ناک ہوئیں کہ ایک دنیاوی مطالبہ کے لئے خلیفۃ المسلمین کے پاس کیوں گئیں کیونکہ وہ ابوبکر صدیقؓ تو خلیفہ راشد تھے کسی پر ظلم کرنے والے نہیں تھے اگر ان کا حق بنتا تو وہ خود ادا کرتے۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر غضب ناک ہوئیں اور ان سے بالکل سلام کلام ترک کر دیا تو یہ جرم خود ان پر عائد ہوتا ہے نہ کہ صدیق اکبرؓ پر کیونکہ حضرت ابوبکرؓ تو ان کے باپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کر رہے تھے اور انہوں نے دنیا کی خاطر ان سے سلام وکلام ترک کر دیا اور مسلمان کو بغیر شرعی وجہ کے تین دن سے زیادہ سلام وکلام نہ کرنا وعید جہنم کا مستحق بناتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ بعض حضرات نے حضرت فاطمہؓ کے عدم کلام کو مسئلہ میراث کے بارے میں کہا ہے لیکن روایت اس کی تائید نہیں کرتی البتہ امام شعبیؒ نے نقل کیا ہے ان ابا بکر عاد فاطمة کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کو واپس بلا کر ان کو راضی کر لیا اور حدیث کے لانورث کے بارے میں ان کا اعتقاد خصوصیت کا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عموم پر محمول کیا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا ہجران عن لقائہ تھا۔ اور ہجران محرم یہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام وکلام نہ ہو۔ جب بعد ازاں وہ اپنی مرض کی وجہ سے ملاقی نہیں ہوئیں تو ہجران محرم کا تحقق کیسے ہوگا۔ اور حافظؒ کے کلام کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ بی بی میں نے گھر بار اہل وعیال کنبہ تو محض اللہ کی رضا اس کے حبیب کی رضا اور تم اہل بیت کی رضا کے لئے چھوڑا ہے۔ میں نے میراث نبوی کو اپنے لئے تھوڑا رکھا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ مصارف میں خرچ کروں گا۔ کہتے ہیں کہ اس کلام سننے کے بعد وہ راضی ہو گئیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے لانورث والی حدیث پر عمل کرنا واجب تھا۔ اگر وہ اس پر عمل نہ کرتے تو عاصی ہوتے۔ اب ناراضگی حضرت فاطمہؓ کی اسلئے ہو سکتی ہے کہ چلو اس وجہ سے نہ سہی مگر کسی اور طریق سے ان کو کچھ دے دیتے یہ محروم نہ کرتے لیکن اقتداء نبویؐ میں وہ ایسا نہ کر سکے۔ دوسرے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا زہد۔ عبادت۔ فقراء اور مساکین پر شفقت مشہور تھی۔ وہ اس طرح کا مال لینے پر کیسے آمادہ ہو سکتی تھی۔ البتہ اگر شرعاً حق بنتا تو مطالبہ کیا تھا لے لیتیں۔ چنانچہ قطب

گنگوہیؒ کوکب دری میں اس مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ نے لا نورث کو منقولات پر محمول کیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے اسے عموم پر محمول کیا۔ تو اس بناء پر حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی ناراضگی جب مال کی وجہ سے نہ ہوئی بلکہ ایک امر شرعی کی وجہ سے ہوئی۔ تو اب بخاری کی روایت کے مطابق نہ تو کسی توجیہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کے ترک کلام مع ابی بکر پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایک امر شرعی کی وجہ سے حضرت کعبؓ اور ان کے ساتھیوں سے آپؐ نے اور مسلمانوں نے پچاس دن تک بائیکاٹ جاری رکھا۔ توبہ قبول ہوئی تب سلام وکلام کا سلسلہ جاری ہوا۔ مزید بحث اوجز میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حدیث (۲۸۷۰) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ الخ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ فَقَالَ مَالِكٌ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِي أَهْلِي حِينَ مَتَعَ النَّهَارُ إِذَا رَسُولُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَأْتِينِي فَقَالَ أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى عُمَرَ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى رِمَالِ سَرِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ يَا مَالِ إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَمَرْتَ بِهِ غَيْرِي قَالَ اقْبِضْهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ يَسْتَأْذِنُونَ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَا يَسِيرًا ثُمَّ قَالَ هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمَا فَدَخَلَا فَسَلَّمَا فَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَالِ بَنِي النَّضِيرِ فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ قَالَ عُمَرُ تَيْدَكُمْ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ يُرِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ ثُمَّ قَرَأَ وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ مِنْهُمْ إِلٰى قَوْلِهِ قَدِيرٌ فَكَانَتْ هٰذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ قَدْ أَعْطَاكُمُوهُ وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتّٰى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَ الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ حَيَاتَهُ أَنْشُدُكُمْ

بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِکَ قَالُوْا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِکَ قَالَ عُمَرُ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا اَبُوْبَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهٗ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ فَكُنْتُ اَنَا وَلِيَّ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ اَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّيْ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ تُكَلِّمَانِيْ وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَاَمْرُكُمَا وَاحِدٌ جِئْتَنِيْ يَا عَبَّاسُ تَسْاَلُنِيْ نَصِيْبَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ وَجَاءَنِيْ هٰذَا يُرِيْدُ عَلِيًّا يُرِيْدُ نَصِيْبَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيْهَا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِيْ اَنْ اَدْفَعَهٗ اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهٗ لَتَعْمَلَانِ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَبِمَا عَمِلْتُ فِيْهَا مُنْذُ وَلِيْتُهَا فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا اِلَيْنَا فَبِذٰلِكَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا فَاَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْهِمَا بِذٰلِكَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِيْ فِيْهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا اِلَيَّ فَاِنِّيْ اَكْفِيْكُمَاهَا۔

ترجمہ۔ حضرت مالک بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ سورج چڑھ آیا تھا میں اپنے اہل وعیال میں بیٹھا تھا کہ اچانک حضرت عمر بن الخطابؓ کا قاصد میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ امیر المؤمنین تمہیں بلا رہے ہیں جلدی پہنچو۔ تو میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب کہ وہ چارپائی کے بان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چارپائی اور آپ کے درمیان کوئی گدیلا نہیں تھا۔ بس وہ چمڑے کے تکیہ کا سہارا لئے بیٹھے تھے۔ میں سلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے فرمایا اے مالک تیری قوم کے کچھ لوگ ہمارے پاس آئے تھے کچھ مانگتے تھے۔ میں نے کچھ تھوڑا سا مال ان میں تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اس پر قبضہ کر کے ان میں تقسیم کر دیں۔ میں نے عرض کی اے امیر المؤمنین! آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کا حکم دیتے تو بہتر تھا آپ نے فرمایا اٹھو اے آدمی اسے قبضہ میں لے لو اسی حالت میں میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کا دربان یرفاء آ کر کہنے لگا کہ حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہیں اجازت ہے۔ وہ حضرات داخل ہوئے۔ سلام کیا پھر بیٹھ گئے۔ یرفاء بھی تھوڑی سی دیر بیٹھ گیا پھر آ کر کہنے لگا کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں فرمایا ہاں! ان کو اجازت ہے پس وہ بھی داخل ہوئے سلام کیا اور بیٹھ گئے پس حضرت عباسؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین میرے اور ان یعنی حضرت علیؓ کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ اور یہ دونوں حضرات بنو النضیر کے اس مال کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر فیئ یعنی عطیہ کیا تھا اس پر حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کی جماعت نے بھی عرض کی کہ اے امیر المؤمنین آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر کے ایک کو دوسرے سے آرام پہنچائیں کھینچا تانی بہت ہو چکی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ

تعالیٰ تم پر شفقت اور مہربانی فرمائے میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم اور رکے ہوئے ہیں کیا تم جانتے ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم انبیاء کسی کیلئے وراثت نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ لوگوں میں صدقہ ہے۔ اس سے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد تھی۔ ساری جماعت نے کہا واقعی آپؑ نے ایسا ہی فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا انہوں نے فرمایا بے شک آپؑ نے یہی ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس معاملہ کے بارے میں میں تمہیں۔ ربیث بیان کروں گا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فیئ کے مال میں اپنے رسول کو خاص کیا ہے۔ کہ اس میں آپؑ کے سوا کسی کو کچھ نہیں دیا۔ پھر آیت فیئ تلاوت فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اپنے رسول پر عطیہ فرمایا تم لوگوں نے نہ اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اونٹ۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس شخص پر چاہے قبضہ دے دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والے ہیں۔ تو یہ فیئ کا مال خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا باایں ہمہ اللہ کی قسم! آپؑ نے اس کو تم سے روک کر اپنے لئے جمع نہیں کر لیا کہ اپنے آپ کو تم پر ترجیح دی ہو۔ بلکہ آپؑ نے وہ فیئ کا مال بھی تمہیں دے دیا اور تمہیں کے اندر اسے پھیلا دیا حتیٰ کہ اس میں سے یہ مال باقی بچ گیا۔ تو آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ وہ اس سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے کہ اس مال سے سال بھر کا خرچا نہیں دیتے تھے۔ پھر جو کچھ بچ رہتا وہ اس کو اسی میں خرچ کرتے جہاں اللہ کا مال خرچ کیا جاتا ہے۔ آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر اس پر عمل کیا۔ میں تمہیں سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو یہ صحیح ہے سب نے کہا ہاں صحیح ہے۔ پھر آپ نے خصوصیت سے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ کیا تم بھی اسے صحیح جانتے ہو۔ انہوں نے بھی کہا ہاں! پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوں۔ تو اس جاگیر بنو نضیر پر حضرت ابوبکرؓ نے قبضہ کر لیا۔ اور اس میں سے اسی طرح خرچ کرتے رہے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے اور اللہ جانتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اس معاملہ میں سچے نیکوکار ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والے تھے پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی تو میں حضرت ابوبکرؓ کا جانشین ہوا۔ میں نے اپنی خلافت کے دو سال تک اس جاگیر پر قبضہ رکھا اور اس میں ایسے ہی خرچہ کرتا رہا جیسے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کرتے تھے اور اللہ جانتا ہے کہ اس میں میں نے صداقت کا دامن نہیں چھوڑا۔ نیکوکار۔ ہدایت یافتہ اور حق کا پیروکار رہا۔ پھر تم دونوں حضرات میرے پاس آئے اور اس بارے میں گفتگو کرنے لگے مطالبہ تمہارا ایک تھا۔ معاملہ بھی ایک تھا۔ اے عباس تم اس لئے آئے کہ اپنے بھتیجے کا حصہ مانگتے تھے میں نے تم دونوں سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انبیاء وراثت نہیں چھوڑتے جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ پھر تم نے مطالبہ کیا کہ تولیت کے طور پر دے دو۔ کچھ عرصہ سوچ بچار کے بعد مجھے بھی مناسب معلوم ہوا کہ تمہیں دے دوں پس میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم کو اسی شرط پر میں نے قبضہ دیا تھا۔ ساری جماعت نے کہا ہاں آپ نے صحیح فرمایا۔ پھر حضرت علیؓ اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں تم سے اللہ کی قسم لے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اسی شرط تولیت پر تم کو اس پر قبضہ دیا تھا تو ان دونوں نے بھی کہا کہ ہاں آپ نے اسی شرط پر دیا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگ اب مجھ سے اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہیں۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں میں اس کے سوا اس جاگیر میں اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا اگر تم لوگ تولیت سے تنگ آگئے ہو تو پھر اس کا قبضہ مجھے واپس کرو۔ میں اس کا خود ہی تمہاری بجائے کفیل اور ضامن ہوں گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ خمس کی فرضیت واعلموا انما غنمتم سے ثابت ہے۔ پانچواں حصہ غنیمت کا اللہ کے رسول کے لئے ہے۔اب آپ کے بعد اس کا مصرف کیا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مصالح المسلمین میں صرف ہو۔اور بقیہ چار اخماس غانمین میں تقسیم ہوں۔ جیسا کہ آیت میں ذکر ہے۔ پھر اس خمس کو بھی اس طرح رد کر کے تقسیم کیا جائے۔ احناف کا ایک قول بھی ہے۔ اگر چہ دوسرا قول یہ ہے کہ چار اخماس تو تقسیم ہوں اور خمس بیت المال میں جمع ہو۔ شارف بن رسیدہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔ آپؐ نے خمس میں سے ان کو اونٹنی دی۔ یعنی حضرت علیؓ کو تو معلوم ہوا کہ خمس ابتداء میں فرض ہو چکا تھا۔ حالانکہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ ابھی تک فرض نہیں ہوا تھا۔ ثمل بمعنی سکر نشے میں دھت تھے۔ یہ واقعہ تحریم خمر سے پہلے کا ہے۔ آپؐ نے حضرت حمزہ سے مواخذہ اس لئے نہ کیا کہ وہ کیا جانے نشہ کی حالت میں کیا کچھ کر گذریں۔ عبید اس لئے کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ حضرت عبدالمطلب ان سب کے دادا تھے۔

فدفعها عمرؓ الی علیؓ وعباسؓ اس کے متولی کے طور پر اس میں تصرف کریں۔اور اپنے حق کے مطابق اس میں سے اپنے اوپر بھی خرچ کریں۔ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے بھی اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ پھر حضرت حسنؓ بعد از اں علی بن حسینؓ کے قبضہ میں رہا۔اس میں سے کوئی بھی اس کا مالک نہیں بنا۔

وامرهما الی من ولی ولی الامر اگر اشکال ہو کہ حدیث فاطمہؓ میں خمس کا ذکر تو نہیں ہے پھر یہ حدیث ترجمۃ الباب سے کیسے مطابق ہوگی۔ تو جواب یہ ہے کہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے خیبر کا حصہ بھی مانگا۔ تو خیبر کا کچھ حصہ صلحاً فتح ہوا اور کچھ حصہ عنوۃً یعنی بزور فتح ہوا۔اور بخاری شریف میں کتاب المغازی میں آ رہا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے مابقی من خمس خیبر کے متعلق سوال کیا تھا تو امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اسی وجہ سے اگلی حدیث بھی ترجمۃ الباب سے مطابق ہو جائے گی۔

رمال کھجور کے پتوں سے بنا ہوا بان جو چارپائیوں میں استعمال ہوتا ہے۔

قد خص رسوله صلی الله علیه وسلم خمس اور فیئ کے بارے میں امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ دونوں بیت المال میں جمع کئے جائیں۔ پھر حاکم اپنے اجتہاد سے اقارب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں خرچ کرے۔ لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ خمس اور فیئ میں فرق ہے۔ خمس کو تو آیات قرآنی کے مطابق مصارف میں خرچ کیا جائے۔ جن کا ذکر سورۂ انفال کے اندر ہے۔ البتہ مال فیئ کو امام اپنے اجتہاد سے مصالح مسلمین میں خرچ کر سکتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فیئ کے بھی پانچ حصے کئے جائیں۔ چار اخماس تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالح مسلمین میں خرچ فرمائیں اور خمس الخمس محض آپؐ اور آپؐ کے اقارب کے لئے ہوگا۔

احتاز بمعنی جمع فلما بدالی الخ اگر سوال ہو کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ نے دوسری دفعہ کیوں مطالبہ کیا۔ جب کہ لا نورث سے ان کو جواب مل چکا تھا۔ تو جواب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ ان کا مطالبہ علی وجه التملیک تھا کہ ہمیں مالکانہ قبضہ دیا جائے۔ دوسری دفعہ ان کا مطالبہ تو لیت کے طور پر تھا کہ ہم متولی بن کر تصرف کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے ان کا مطالبہ مان لیا۔ اور انہیں دے دیا لیکن حضرت عباسؓ منتظم اور مدبر آدمی تھے۔ آمدنی کو سلیقہ سے خرچ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ شاہ خرچ تھے۔ بے فکر ہو کر خرچ کرتے تھے جس سے شرکت پر جھگڑا پیدا ہوا۔ تو تولیت اور شرکت میں تقسیم کا مطالبہ کیا۔ اگر ایسا کر دیا جاتا تو پھر وہی مالکانہ تقسیم ہو جاتی۔ کہ حضرت عباسؓ نے بھتیجے کی آدھی جائیداد لے لی اور حضرت علیؓ داماد نبی نے اپنی بیوی کا نصف ترکہ وصول کر لیا۔ بنابریں حضرت عمرؓ دوسری دفعہ بھی تقسیم پر راضی نہ ہوئے۔ مل کر کام کرتے ہو تو بہتر ورنہ قبضہ واپس کرو۔

بَابُ اَدَآءِ الْخُمُسِ مِنَ الدِّيْنِ

ترجمہ۔ خمس کا ادا کرنا دین میں سے ہے

حدیث (۲۸۷۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا هٰذَا الْحَيُّ مِنْ رَبِيْعَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ نَاْخُذُ بِهٖ وَنَدْعُوْآ اِلَيْهِ مَنْ وَّرَآءَ نَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِيَدِهٖ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَاَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عبدالقیس قبیلہ کا وفد آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! بے شک ہمارا یہ قبیلہ ربیعہ ہمارے اور آپؐ کے درمیان مضر کے کفار حائل ہیں۔ ہم آپ تک سوائے اشہر حرام کے حاضر نہیں ہو سکتے۔ ہمیں کوئی ایسا شرعی حکم بتلایئے جس پر ہم بھی عمل کریں۔ اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو بھی اس کی دعوت دیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ اور چار سے روکتا ہوں۔ ایمان باللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دی جائے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے ایک گرہ لگائی۔ اور نماز قائم رکھنا۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور یہ کہ جو تم غنیمت کا مال حاصل کرو اس میں سے خمس ادا کرو اور تمہیں ان برتنوں کے استعمال سے روکتا ہوں۔ دباء. نقیر. حنتم. اور مزفت یہ مرتبان ہیں جن میں شراب بنائی جاتی ہے۔

بَابُ نَفَقَةِ نِسَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی بیبیوں کا خرچہ کہاں سے ادا ہوتا رہا۔

حدیث (۲۸۷۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ورثاء سونے کے دینار کو تقسیم نہ کریں۔ میرے ترکہ میں سے میری بیویوں کے خرچہ اور میرے حکام کی تنخواہوں کے بعد جو کچھ بچے وہ سب صدقہ ہے۔

حدیث (۲۸۷۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَّاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِيْ فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهٗ فَفَنِيَ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ حال یہ تھا کہ میرے گھر میں اتنی چیز بھی موجود نہیں تھی جس کو کوئی جگر والا حیوان کھا لیتا۔ البتہ ایک وسق یا کچھ جو میری لکڑی کے طاقچہ میں تھے جن کو میں کھاتی رہی یہاں تک کہ کافی عرصہ اسی پر گذر گیا۔ بس میں نے ان کی بھرتی کر لی تو وہ بھی ختم ہو گئے۔

حدیث (۲۸۷۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِؓ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً.

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن الحارث فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اپنے ہتھیار اور سفید خچر کے کچھ بھی نہ چھوڑا اور کچھ زمین چھوڑی تھی یہ سب صدقہ ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مؤنۃ عامل سے کیا مراد ہے۔ علامہ کرمانی تو اس سے خلیفہ حاکم مراد لیتے ہیں۔ اور بعض حضرات نے کھجور کے باغوں پر جو نگران مقرر تھے ان کی اجرت مراد لی ہے۔ اور بعض نے اس سے آپ کی قبر کھودنے والا مراد لیا ہے۔ لیکن پہلے معنی راجح ہیں۔ جو حضرت عمرؓ کی حدیث کے مطابق ہیں۔ شطر کے معنی نصف اور بعض نے وسق مراد لیا ہے۔ رف بتشدید الفاکری کا طاقچہ حضرت عائشہؓ کی روایت کو ترجمہ میں اس لئے داخل کیا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے گھر سے انہوں نے جو پر گزارا کیا معلوم ہوا ان کا خرچہ آپ کے ذمہ تھا۔

فکلته ففنی اگر اشکال ہو آپ کا ارشاد ہے کہ بیع شراء میں کیل کرنا باعث برکت ہے۔ یہاں سلب برکت کا سبب بن گیا تو منافات اس طرح رفع ہوگی کہ بیع وشراء میں کیل کرنا باعث برکت ہے لیکن خرچ کرنے میں توکل کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اعتماد اٹھ جانے کے مترادف ہے۔

ارضا ترکھا وہ بنو نضیر اور خیبر کی زمین مراد ہے جن کے حاصل میں سے نفقہ نساء ادا کرنے کے بعد مصالح المسلمین میں خرچ کیا جاتا تھا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوْتِ إِلَيْهِنَّ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ.

ترجمہ۔ باب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔ اور یہ کہ گھروں کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آپ گھروں میں ٹھہری رہیں۔ اور نبی کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہو۔

حدیث (۲۸۷۵) حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى الخ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَأَذِنَّ لَهُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہوئے تو آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ وہ میرے گھر میں بیماری کے دن گزاریں گے۔ تو سب نے آپ کو اجازت دے دی۔

حدیث (۲۸۷۶) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ الخ قَالَتْ عَائِشَةُ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ نَوْبَتِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهِ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بِسِوَاكٍ فَضَعُفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَأَخَذْتُهُ فَمَضَغْتُهُ ثُمَّ سَنَنْتُهُ بِهِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں ہوئی اور میری باری میں ہوئی اور اس حال میں ہوئی کہ آپ کا سر مبارک میری جھولی اور میرے سینے کے درمیان تھا۔ اور بعض نے سحر سے گردن کا حصہ مراد لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری اور آپؐ کی تھوک مبارک کو جمع فرما دیا۔ اس طرح کہ حضرت عبدالرحمٰن مسواک لے کر حاضر ہوئے۔ آپؐ اس کے استعمال سے کمزور تھے۔ میں نے اس کو

لے کر چبایا پھر آپ کو مسواک کرائی۔

حدیث (۲۸۷۷) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ اِنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ مَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ قَرِيْبًا مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَفَذَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا قَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت صفیہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتی ہیں کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں مسجد نبوی میں اعتکاف میں تھے تو وہ ان سے ملنے آئیں پھر واپس گھر جانے کیلئے کھڑی ہوئیں تو ان کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ مسجد کے اس دروازے کے قریب پہنچ گئے جو بی بی ام سلمہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے نزدیک ہے۔ تو ان دونوں کے پاس انصار کے دو آدمی گزرے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہہ کر آگے بڑھ گئے پھر آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ذرا ٹھہر کر چلو جان لو کہ یہ میری بیوی صفیہ تھیں انہوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ ہم آپ پر ایسا گمان کر سکتے ہیں اور یہ بات انکیں بڑی گراں گزری جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان انسان کی اس جگہ تک پہنچتا ہے جہاں تک خون پہنچتا ہے مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بدگمانی نہ ڈال دے۔

حدیث (۲۸۷۸) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں بی بی حفصہؓ کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف پیٹھ کئے ہوئے اور شام کی طرف منہ کئے ہوئے قضاء حاجت کرتے دیکھا۔

حدیث (۲۸۷۹) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ایسے وقت ادا فرماتے تھے جب کہ ابھی دھوپ ان کے حجرہ سے نہیں نکلی ہوتی تھی۔

حدیث (۲۸۸۰) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَاَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ فَقَالَ هُنَا الْفِتْنَةُ ثَلَاثًا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو حضرت عائشہؓ کی رہائش گاہ کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا کہ اس طرف سے فتنہ نمودار ہوگا جہاں سے سورج کا کنارہ نکل رہا ہے۔

حدیث(۲۸۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ اِنْسَانٍ يَسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتی ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے کہ انہوں نے ایک انسان کی آواز سنی جو حضرت حفصہؓ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ شخص تو آپؐ کے گھر میں آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ فلاں ہوگا جو حضرت حفصہؓ کا رضاعی چچا لگتا ہے۔ اور رضاعت بھی وہی رشتے حرام کر دیتی ہے جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ قرآنی آیات اور احادیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوت النبی کی نسبت و اضافت آپؐ کی طرف بھی ہے اور ازواج مطہرات کی طرف بھی ہے۔ لہٰذا ازواج مطہرات کی طرف اضافت تو تملیک کی وجہ سے ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے قبل ان بیویوں کو ان مکانات کا مالک بنا دیا تھا۔ لہٰذا ما ترکنا فھو صدقۃ سے اعتراض نہیں ہوگا کہ یہ حجرات تو ملک نبوی میں سے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان بیوت کی نسبت ادنیٰ ملابست اور ادنیٰ تعلق کی وجہ سے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس ترجمہ سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ازواج مطہرات کی طرف بیوت کی نسبت تو دوام استحقاق کو ثابت کرتی ہیں۔ کہ جب تک وہ ازواج زندہ ہیں وہ رہائش پذیر رہیں گی۔ کیونکہ نفقہ اور سکنی ازواج مطہرات کا خصائص نبوی میں سے ہے۔ تاکہ یہ بیبیاں آپؐ کے حق میں بیٹھی رہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مالک نہیں بنایا تھا۔ ورنہ ان کی وفات کے بعد ان کے ورثاء ان مکانات کے وارث ہوتے۔ حالانکہ ان کو گرا کر مسجد نبوی میں شامل کر لیا گیا۔ تاکہ عامۃ المسلمین کو فائدہ پہنچے جیسا کہ ان کے نفقات کے ساتھ ہوا میری اپنی تحقیق یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو آیات ذکر فرمائی ہیں ان میں سے ایک کے اندر تو بیوت کی اضافت ازواج مطہرات کی طرف ہے اور دوسری میں خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ تو اس سے امام بخاریؒ نے ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور ما نسب الیھن سے اشارہ ہے کہ ترجیح اسی قول کو ہے جو حضرات فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ازواج مطہرات کو مالک بنا دیا تھا۔ قطب گنگوہیؒ نے بھی اپنی تقریر کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ دراصل مسئلہ اختلافی مشہور ہے۔

صاحب جمل لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم یعنی نبی کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جبتک کہ آپؐ تمہیں داخلہ کی اجازت نہ دے دیں۔ تو اس میں دلیل ہے کہ بیت خاوند کا ہوتا ہے تبھی تو اسے اجازت دینے کا اختیار ہے۔ اگر اشکال ہو کہ مایتلی فی بیوتکن میں ازواج کی طرف اضافت ہے۔ تو کہا جائے گا کہ اضافت الی النبی تو ملک کی وجہ سے ہے۔ اور اضافت الی الازواج اضافت الی محل ہے در حقیقت بیوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ تو ازواج مطہرات کا ملک قرار دیتا ہے کیونکہ یہ بیبیاں اپنی موت تک بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقیم رہیں۔ کیونکہ یہ مکانات آپؐ نے اپنی زندگی میں ان کو ہبہ کر دیئے تھے۔ دوسرا طائفہ یہ کہتا ہے کہ ہبہ نہیں بلکہ آپؐ نے رہائش کیلئے ان کو مکانات دیئے تھے کہ مرتے دم تک وہ ان مکانات میں رہائش پذیر

رہیں صحیح یہی ہے۔ ابن عبدالبر ابن العربی وغیرہم حضرات نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ جیسے ان کے نفقات مستثنیٰ تھے۔ ایسے سکنیٰ بھی مستثنیٰ رہا۔ ما ترکت بعد نفقة نسائي ومؤنة عاملي فهو صدقة اور اہل علم کی اس پر دلیل ہے کہ وہ تا حیات سکونت پذیر رہیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے ورثاء مالک نہیں بنے بلکہ مسجد نبویؐ میں اضافہ کر دیا گیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔مسکن عائشة الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس حدیث سے ترجمہ کے ساتھ مطابقت ہوگی کہ حضرت عائشہؓ گھر ان کا مسکن تھا ملک نہیں تھا۔

هنا الفتنة ای جانب الشرق جو لوگ حضرت عائشہؓ کے گھر کو فتنہ کی جگہ کہتے ہیں وہ نحو کے لفظ سے غافل ہو گئے کیونکہ حضرت عائشہؓ کا گھر تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہد بنا۔ کیا اسے فتنہ کی جگہ قرار دو کچھ شرم چاہئے۔

قرن الشیطن سے مراد اس۔ جماعت اور امت کے آتے ہیں۔

بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَصَاهُ وَسَيْفِهِ وَقَدَحِهِ وَخَاتَمِهِ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَمِمَّا لَمْ يُذْكَرْ قِسْمَةٌ وَمِنْ شَعْرِهِ وَنَعْلِهِ وَاٰنِيَتِهِ مِمَّا يَتَبَرَّكُ اَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ.

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ۔ آپ کی لاٹھی آپ کی تلوار آپ کا پیالہ۔ اور انگوٹھی کے بارے میں جو ذکر کیا جاتا ہے۔ اس طرح جو چیزیں خلفاء کرام نے ان میں سے آپؐ کے بعد استعمال کیں جن کی تقسیم کا ذکر نہیں ملتا۔ اور آپؐ کے بال جوتا اور آپؐ کے برتن جن میں صحابہ کرام اور دیگر حضرات آپ کی وفات کے بعد ان میں شریک پائے گئے۔

حدیث(۲۸۸۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ اَبَا بَكْرٍؓ لَمَّا اسْتُخْلِفَ بَعَثَهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ فَكَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتٰبَ وَخَتَمَهُ وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلٰثَةَ اَسْطُرٍ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُوْلٌ سَطْرٌ وَاللّٰهُ سَطْرٌ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے مجھے بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اور یہ خط لکھ دیا جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے مہر لگائی۔ مہر کے نقش میں تین سطریں تھیں محمد ایک سطر میں رسول دوسری سطر میں۔ اور اللہ کا لفظ تیسری سطر میں تھا۔

حدیث(۲۸۸۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسٌؓ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ فَحَدَّثَنِيْ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت عیسیٰ بن طہمان فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے ہمارے دکھانے کے لئے دو ایسے جوتے ظاہر کئے جو بالوں سے خالی تھے۔ اور ان کے اگلے دو تسمے تھے بعد ازاں ثابت بنانی نے حضرت انسؓ سے بیان کیا کہ وہ دونوں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے تھے۔

حدیث (۲۸۸۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَؓ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُؓ كِسَاءً مُلَبَّدًا وَقَالَتْ فِيْ هٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ اِزَارًا غَلِيْظًا مِمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ وَكِسَاءً مِنْ هٰذِهِ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْمُلَبَّدَةَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو بردہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے دکھانے کیلئے حضرت عائشہؓ نے ایک گاڑھی کملی نکالی۔ فرمایا کہ اسی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی۔ اور سلیمان نے ابو بردہ سے یہ زائد الفاظ نقل کئے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ایک گاڑھی چادر نکالی جو یمن کی مصنوعات سے تھی اور ایک کملی بھی جس کو تم لوگ ملبدہ گاڑھی کہتے ہو۔

حدیث (۲۸۸۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ قَدَحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْکَسَرَ فَاتَّخَذَ مَکَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ قَالَ عَاصِمٌ رَاَیْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِیْہِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو اس کی شکستہ جگہ ایک چاندی کی زنجیر بنا دی گئی۔ عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالہ کو دیکھا اور اس سے پانی بھی پیا۔

حدیث (۲۸۸۶) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِیُّ الخ اِنَّ عَلِیَّ بْنَ حُسَیْنٍ حَدَّثَہٗ اَنَّھُمْ حِیْنَ قَدِمُوْا الْمَدِیْنَةَ مِنْ عِنْدِ یَزِیْدَ بْنِ مُعٰوِیَةَ مَقْتَلَ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ لَقِیَہُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَہٗ ھَلْ لَکَ اِلَیَّ مِنْ حَاجَةٍ تَاْمُرُنِیْ بِھَا فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَہٗ ھَلْ اَنْتَ مُعْطِیَّ سَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّغْلِبَکَ الْقَوْمُ عَلَیْہِ وَاَیْمُ اللّٰہِ لَئِنْ اَعْطَیْتَنِیْہِ لَا یُخْلَصُ اِلَیْہِ اَبَدًا حَتّٰی تَبْلُغَ نَفْسِیْ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ خَطَبَ ابْنَةَ اَبِیْ جَھْلٍ عَلٰی فَاطِمَةؓ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ النَّاسَ فِیْ ذٰلِکَ عَلٰی مِنْبَرِہٖ ھٰذَا وَاَنَا یَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ فَقَالَ اِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّیْ وَاَنَا اَتَخَوَّفُ اَنْ تُفْتَنَ فِیْ دِیْنِھَا ثُمَّ ذَکَرَ صِھْرًا لَہٗ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَثْنٰی عَلَیْہِ فِیْ مُصَاھَرَتِہٖ اِیَّاہُ قَالَ حَدَّثَنِیْ فَصَدَقَنِیْ وَوَعَدَنِیْ فَوَفٰی لِیْ وَاِنِّیْ لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰہِ اَبَدًا.

ترجمہ۔ حضرت علی بن الحسین زین العابدینؒ نے حدیث بیان کی کہ جب وہ یزید بن معاویہؓ کے پاس سے مدینہ آئے جب کہ سیدنا حسین بن علیؓ قتل ہو چکے تھے تو حضرت مسور بن مخرمہ انہیں ملے۔ کہنے لگے کہ تمہیں میرے ساتھ کوئی ضرورت ہو تو آپ مجھے اس کا حکم دیں۔ میں نے ان سے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار دے سکتے ہیں۔ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں قوم اس کی وجہ سے تجھ پر غلبہ پا جائے۔ اور اللہ کی قسم اگر تو نے وہ مجھے عطا فرما دی تو پھر اس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک کہ میری جان تک پہنچا جائے۔ اور سنو! حضرت علی بن ابی طالبؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ پر سوکن لانے کے لئے جویریہ بنت ابی جہل یا جمیلہ کو نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ اسی منبر پر اس بارے میں لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور میں ان دنوں بالغ ہو رہا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا فاطمہ میرا جگر کا ٹکڑا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں اس کے دین میں آزمائش نہ شروع ہو جائے۔ پھر آپؐ نے اپنے داماد ابو العاص بن بنی عبد شمس کا ذکر فرمایا اس نے جو دامادی کا حق ادا کیا آپؐ نے اس کی تعریف بیان فرمائی فرمایا کہ جو کچھ اس نے میرے سے بات کی اس کو سچا کر دکھایا۔ جو میرے سے وعدہ کیا اس کو پورا کر دیا۔ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار نہیں دیتا۔ لیکن اللہ کی قسم ! رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔

حدیث (۲۸۸۷) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِیَّةِ قَالَ لَوْ کَانَ عَلِیٌّ ذَاکِرًا عُثْمَانَؓ ذَکَرَہٗ یَوْمَ جَاءَہٗ

نَاسٌ فَشَكَوْا سُعَاةَ عُثْمَانَ فَقَالَ لِيْ عَلِيٌّ اِذْهَبْ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّهَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُرْ سُعَاتَكَ يَعْمَلُوْنَ بِهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ اَغْنِهَا عَنَّا فَاَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ضَعْهَا حَيْثُ اَخَذْتَهَا قَالَ الْحُمَيْدِيُّ الخ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَبِيْ خُذْ هٰذَا الْكِتَابَ فَاذْهَبْ بِهٖ اِلٰى عُثْمَانَ فَاِنَّ فِيْهِ اَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ.

ترجمہ۔ حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت علی حضرت عثمان کو برائی سے یاد کرنے والے ہیں تو انہوں نے بھی انہیں اس دن برائی سے یاد کیا جس دن لوگ ان کے پاس آ کر حضرت عثمانؓ کے مصلین کی شکایت لے کر آئے تھے تو حضرت علیؓ نے مجھے حکم دیا کہ تم حضرت عثمانؓ کے پاس جاؤ اور انہیں خبر دو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کی دستاویز تو یہ ہے۔ اپنے مصلین کو حکم دو کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں میں اس کو لے کر ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ اس صحیفہ کو ہم سے پیچھے کرو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس اور صحیفہ موجود ہے۔ تو میں اس کو لے کر واپس حضرت علیؓ کے پاس پہنچا اور ان کو واقعہ کی اطلاع دی۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا اس کو اسی جگہ رکھو جہاں سے اسے اٹھایا تھا۔ حمیدی اپنی سند سے فرماتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہؒ نے یہ کہا کہ مجھے میرے باپ نے بھیجا فرمایا یہ دستاویزات لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس جا ؤ کیونکہ اس میں صدقات کے بارے میں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں وہ درج ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت جو ترکہ چھوڑا اس میں سب مسلمان شریک ہیں۔ کیونکہ وہ صدقہ ہے۔ لیکن وہ مال جس کا آپؐ نے قبل از موت کسی کو مالک بنادیا یا سب کا اشتراک تو ثابت ہے لیکن تولیت کا قبضہ کسی صحابی کا ہے۔ تو وہی اس کا متولی اور محافظ ہوگا۔ اور کسی کو اس میں تصرف اور تملک کا حق نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ترکہ کا نہ تو کسی کو مالک بنایا اور نہ ہی کسی کے پاس اسے بھیجا محض تبرک کے لئے کسی کے پاس چھوڑ دیا۔ تو وہی شخص اس کا متولی اور محافظ ہوگا۔ اگر یہ میراث ہوتی تو اسے بیچا جاتا یا تقسیم کیا جاتا۔ اس لئے اس کے بعد امام بخاریؒ نے فرمایا مما لم تذکر قسمته ومما تبرک اصحابه یعنی وہ چیزیں نہ تو ان کی تقسیم کا ذکر ہوا ہے اور وہ چیزیں صحابہ کرامؓ نے بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ ۱۹ جز پر مشتمل ہے۔ اور باب میں چھ احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی میں آپ کی انگوٹھی کا ذکر ہے۔ دوسری میں نعلین مبارک کا۔ تیسری میں گاڑھی چادر کا۔ چوتھی میں پیالہ کا۔ پانچویں میں تلوار کا اور چھٹی میں اس صحیفہ کا ذکر ہے جس میں صدقات کا بیان تھا۔ درع۔ عصا۔ شعر اور برتنوں کا ذکر نہیں ہوا۔ پھر ان روایات کو علامہ عینیؒ نے ذکر کیا ہے۔ جن میں ان اشیاء کا بیان موجود ہے جن کو امام بخاریؒ مختلف ابواب میں ذکر کر چکے ہیں یا ذکر کریں گے۔ ان ابابکر ختم الکتاب بخاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استعمال الخلفاء کو ثابت کیا۔ کیونکہ کتاب اللباس میں آ رہا ہے کہ یہ انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رہی۔ پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں۔ آخر میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے بئر اریس کے اندر گرگئی۔ بسیار کوشش کے باوجود نہ مل سکی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اغنها عنا الخ اس کو موخر کرو۔ ہم تو پہلے ہی اس پر عمل کر رہے ہیں۔ کسی اور پر عمل نہیں کر رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس وہ صحیفہ صدیق اکبرؓ کا تھا جس پر وہ عمل کرتے تھے۔ جس کا ذکر موطا امام مالکؒ کے اندر موجود ہے۔ اور کتاب مسالک شرح موطا امام مالکؒ میں ابن العربی نے تصریح کی ہے کہ ماشیہ کے بارے میں تین

دستاویزات تھیں۔ کتاب ابی بکر. کتاب عمرو بن حزم. اور کتاب عمر بن الخطاب. جس پر حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں عمل کرتے رہے۔ تو حضرت عثمانؓ کا عمل کتاب الشیخین پر ہوا۔ جس کو وہ ترجیح دیتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ تفتن فی دینھا کہ سوکن کی طرف سے جوان کو کلفت ہوگی وہ ان کے دین کو بگاڑ دے گی۔ اور اس پر صبر نہ کرسکیں گی۔ مسور بن مخرمہ کے قصہ کو اس سے یہ مناسبت ہے کہ جیسے سوکن سے حضرت فاطمہؓ کو کدورت حاصل ہوگی ایسے تیرے اقرباء کے غلبہ سے تجھے کدورت ہوگی۔ مجھے دے دو میں اس تلوار کی خوب حفاظت کروں گا۔

بَابُ الدَّلِيْلُ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَآئِبِ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَسَاكِيْنِ وَاِيْثَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الصُّفَّةِ، وَالْاَرَامِلِ حِيْنَ سَاَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتْ اِلَيْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحٰى اَنْ يُّخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ فَوَكَلَهَا اِلَى اللّٰهِ.

ترجمہ اس بات کی دلیل کے بارے میں کہ خمس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات پر خرچ ہوتا تھا۔ اور مساکین اس کا مصرف تھے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفہ کے طالب علموں اور بیوگان پر خرچ کرنے کو ترجیح دی۔ جب کہ آپ کی بیٹی فاطمۃ الزھراءؓ نے آپ کو آٹا پیسنے اور چکی چلانے کی شکایت کی کہ انہیں قیدی عورتوں میں سے ایک خادمہ دی جائے تو آپ نے ان کو اللہ پر بھروسہ کرنے کا حکم دیا باندی نہ دی۔

حدیث (۲۸۸۸) حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ الخ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ اَنَّ فَاطِمَةَ اِشْتَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنَ الرَّحٰى مِمَّا تَطْحَنُ فَبَلَغَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِسَبْيٍ فَاَتَتْهُ تَسْاَلُهُ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ فَذَكَرَتْ لِعَائِشَةَؓ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُؓ لَهٗ فَاَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ عَلٰى مَكَانِكُمَا حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِمَّا سَاَلْتُمَاهُ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَسَبِّحَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِمَّا سَاَلْتُمَاهُ.

ترجمہ۔ حضرت علیؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزھراءؓ کو آٹا پیسنے کی وجہ سے جو تکلیف پہنچتی تھی اس کی انہوں نے شکایت کی۔ پس انہیں یہ خبر بھی پہنچی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی عورتیں آئی ہوئی ہیں۔ پس وہ آپ کے پاس خادمہ مانگنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ آپؐ سے ملاقات کا اتفاق نہ ہوسکا۔ تو اس کا تذکرہ حضرت عائشہؓ سے کیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے اس واقعہ کا آپؐ سے ذکر کیا۔ پس آپؐ ہمارے پاس اس وقت تشریف لے آئے جب ہم لوگ اپنے بستروں میں داخل ہو چکے تھے ہم اٹھنے لگے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اپنی اپنی جگہ پر لیٹے رہو۔ پس آپ بھی میرے بستر میں داخل ہو گئے یہاں تک کہ میں نے اپنے سینے میں آپ کے قدموں کی ٹھنڈک محسوس کی۔ بہر حال آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز سے بہتر بات نہ بتاؤں جس کا تم نے سوال کیا ہے۔ جب بستر میں جانے لگو تو چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھو یہ تسبیح فاطمی تمہاری طلب کردہ چیز سے بہتر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ روایت سے ترجمۃ الباب پر اس حیثیت سے دلالت کی کہ حضرت فاطمہؓ نے اس ضرورت کے متعلق آپؐ سے سوال کیا۔ معلوم ہوا کہ خمس آپ کی ضروریات کے لئے تھا۔ حضرت فاطمہؓ کی ضرورت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت تھی۔

جس پر آپؐ نے مساکین بیوگان کو ترجیح دی۔

فوجدت برد قدمیه الخ یہ ٹھنڈک حسی نہیں تھی بلکہ اس سے سکون اور اطمینان مراد ہے۔ جب کہ الامر فوق الادب تھا۔ تو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں اپنے بستر سے نہیں اٹھے۔ بلکہ آپؐ ان دونوں کے درمیان بستر میں جا کر بیٹھ گئے۔

تشریح از شیخ ذکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ هذا باب فی بیان الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول الله صلی الله علیه وسلم قوله وایثار ہ معنی میں لاجل ایثار ہ کے ہے۔ اور حین سالته کا ظرف ہے۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے الدلیل مبتداء ہے۔ اور اس کی خبر قوله حین سالته فانه حین ذلک ماا عطاها بل وکلها الی الله یعنی جب انہوں نے سوال کیا تو آپؐ نے کیا جواب دیا۔ تو جواب یہ ہوا کہ اس وقت آپؐ نے ان کو کچھ نہ دیا بلکہ اللہ کے سپرد کیا کہ اس پر بھروسہ کریں تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خمس آپ کا حق تھا۔ جس طرح آپؐ چاہتے اس میں تصرف کرتے تھے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خمس کو تمام مصارف میں خرچ کرتے تھے۔ بلکہ بعض مصارف میں استعمال کرتے تھے۔ صاحب فیض فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیئے کہ چار اخماس تو غانمین کے لئے ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ باقی رہا خمس اللہ تعالیٰ نے اس کے مستحقین چھ بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو تبرک کے لئے ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کی وفات کے ساتھ ساقط ہو گیا۔ رہ گئے آپؐ کے قرابت دار وہ اگر فقیر ہیں تو ان کو فقر کی وجہ سے دیا جائے گا۔ قرابت نبوی کا اعتبار نہیں۔ البتہ فقراء قرابت داروں کو اعطاء کے معاملہ میں دوسروں پر ترجیح دی جائے گی۔ اب چھ میں سے صرف تین مصارف باقی رہ گئے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں وہ مستحقین نہیں بلکہ مصارف ہیں۔ حاکم کو اختیار ہے جیسے چاہے جس قدر چاہے خرچ کر سکتا ہے۔ شاید امام بخاریؒ نے مسلک امام مالکؒ کو ترجیح دیتے ہوئے کہا ہے کہ قسمة الی الخمس الی الامام یقسمه کیف شاء. اور اس پر چار تراجم قائم کئے پہلا تو یہی ہے جس کے نیچے حدیث شکایت لائے ہیں۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ذوی القرابۃ مستحق ہوتے تو آپؐ بی بی فاطمہؓ کو ضرور خادم عطا فرماتے۔ دوسرا ترجمہ قوله تعالیٰ کان الله خمسه وللرسول جس کی تفسیر اس قول سے کی۔ الرسول القسم ذلك کہ تقسیم کا اختیار رسول کو ہے۔ جیسے چاہے تقسیم کرے۔ تیسرا ترجمہ صفحہ ۲۰ پر ہے ا ن الخمس لنوائب المسلمین جس سے معلوم ہوا کسی خاص قسم کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے خیبر انصار اور حضرت جابرؓ کو عطا فرمائے جو کہ ذوالقرابۃ میں سے نہیں تھے چوتھا ترجمہ صفحہ ۲۰۹ پر ہے۔ الدلیل علی ان الخمس للامام یہ سب تراجم قریب المعانی ہیں۔ مقصد ان سب کا ایک ہے۔ جس سے امام مالکؒ کے مسلک کی موافقت کرنا ہے۔ صاحب جمل نے فان لله خمسه الخ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ خمس کی چھ اقسام ہیں۔ یہ ابوالعالیہ کا قول ہے۔ پہلی قسم خانہ کعبہ کی تعمیر وغیرہ میں خرچ ہو۔ باقی پانچ اقسام میں پانچ میں تقسیم ہوں۔ بعض نے کہا اللہ کا حصہ بیت المال میں جمع ہو۔ اور بعض نے اسے سہم رسول میں ضم کیا ہے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ تعظیم کے لئے ہے۔ اور باقی پانچ پانچ اقسام پر صرف ہوں۔ اور بیضاوی میں یہ بھی ہے کہ بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا حصہ مصالح المسلمین میں صرف ہو گا۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک رائے امام پر موقوف ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا حصہ اور ذوی القرابت کا حصہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی ساقط ہو گیا اب سارا خمس تین اقسام میں صرف ہو گا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی خمس کو باقی تین اقسام میں صرف کرتے تھے۔ یتامی۔ مساکین۔ ابن السبیل۔ اهل الصفة۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شکایت میں اہل الصفۃ کا ذکر نہیں ہے۔ شاید امام بخاریؒ نے حدیث کے اس حصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں ہے والله لا اعطیکم وادع اهل الصفة یعنی میں اہل صفہ کو چھوڑ کر تمہیں نہیں دوں گا۔ اور بعض طرق میں ہے سبقکم الیتامی یتامی تم سے سبقت کر گئے۔

لا البرد الحسی ظاہر روایت سے برد حسی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ٹھنڈی رات تھی۔ الامر فوق الادب سے شیخ گنگوہیؒ نے بعض روایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اراد ان یقیما کہ ان حضرات نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے منع فرمادیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

يَعْنِيْ لِلرَّسُوْلِ قَسْمَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ بے شک اس غنیمت کا خمس اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے ہے یعنی رسول اس کو تقسیم کرے گا اس لئے کہ آپ کا ارشاد ہے کہ میں تو بانٹنے والا اور خزانچی ہوں اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

حدیث (۲۸۸۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا مِنَ الْاَنْصَارِ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهٗ مُحَمَّدًا قَالَ شُعْبَةُ فِيْ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ اِنَّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ حَمَلْتُهٗ عَلٰى عُنُقِيْ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ وُلِدَ لَهٗ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهٗ مُحَمَّدًا قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ فَاِنِّيْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَقَالَ حُصَيْنٌ بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَقَالَ عَمْرٌو الخ عَنْ جَابِرٍؓ اَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ الْقَاسِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے انصار میں سے ایک آدمی کے لڑکا پیدا ہوا اس نے اس کا نام محمد رکھنے کا ارادہ کیا۔ شعبہ منصور کی روایت میں فرماتے ہیں کہ اس انصاری نے کہا کہ میں اسے اپنی گردن پر اٹھا کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ اور سلیمان کی حدیث میں ہے کہ لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام محمد رکھنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا میرے نام کے ساتھ نام رکھ سکتے ہو لیکن میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ رکھو بے شک مجھے قاسم ہی بنایا گیا ہے۔ کہ میں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں اور عمرو نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ اس نے قاسم نام رکھنے کا ارادہ کیا جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام کے ساتھ نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

حدیث (۲۷۹۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نُكَنِّيْكَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نُكَنِّيْكَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَتِ الْاَنْصَارُ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ فَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک آدمی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے قاسم رکھا۔ تو انصار نے کہا کہ ہم تجھے ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنے دیں گے۔ اور نہ ہی اس سے تیری آنکھ ٹھنڈی ہونے دیں گے۔ تو وہ شخص جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا یا رسول اللہ میرے لڑکا پیدا ہوا پس میں نے اس کا نام قاسم رکھا۔ انصار کہنے لگے کہ ہم تجھے ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنے دیں گے۔ اور نہ ہی اس سے تیری آنکھ کو ٹھنڈا ہونے دیں گے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار نے اچھا کیا۔ پس میرے نام کے ساتھ نام

رکھ سکتے ہو۔ میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ رکھو۔ پس سوائے اس کے نہیں کہ میں تو قاسم ہی ہوں۔

حدیث(۲۸۹۱) حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی الخ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاللّٰهُ الْمُعْطِيْ وَاَنَا الْقَاسِمُ وَلَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت امیر معاویہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی جس شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے دین میں سمجھ عطا کر دیتے ہیں اور اللہ تعالی دینے والا ہے اور میں تو بانٹنے والا ہوں اور یہ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اپنے مخالفین پر غالب رہے گی یہاں تک کہ جب اللہ کا حکم یعنی قیامت آئے گی تب بھی وہ غالب ہوں گے۔

حدیث(۲۸۹۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو میں تمہیں دیتا ہوں اور نہ ہی تم سے روکتا ہوں سوائے اسکے نہیں کہ میں تو بانٹنے والا ہوں وہاں رکھتا ہوں جہاں کا مجھے حکم ملتا ہے۔

حدیث(۲۸۹۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الخ عَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا يَّتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ۔ حضرت خولہ انصاریہ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بے شک کچھ اللہ تعالی کے مال میں ناحق گھسیں گے۔ یعنی تصرف کریں گے کہ ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہوگی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ خمس کی نسبت اللہ تبارک وتعالی کی طرف تو تبرک کیلئے ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ آپ اس کو تقسیم کرتے ہیں۔ مالک نہیں ہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی ضروریات کے لئے ہے۔ اور پہلے باب میں جو حوائج نبویہ کا ذکر ہوا تھا۔ تو حوائج نبوی حوائج مسلمین ہیں کوئی الگ نہیں ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے اپنے اس مدعا پر اس طرح دلیل قائم کی کہ آپ نے اپنا نام قاسم رکھا ہے۔ دینے والا تو اللہ تعالی ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مالک نہیں تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ معلوم رہے کہ یہاں پر دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ خمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس کے مالک تھے۔ یا ان کے سپرد اس لئے کیا گیا تا کہ آپ اسے تقسیم کریں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس خمس رسول کو کہاں رکھا جائے۔ دوسرے مسئلہ پر تو باب سابق میں مفصل بحث ہو چکی۔ اب پہلا مسئلہ یہی امام بخاریؒ کا مقصود ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ وللرسول قسم ذلک الخ آیت کریمہ کی تفسیر میں جو مختلف اقوال ہیں امام بخاریؒ نے ان میں سے ایک کو اختیار کیا ہے۔ کہ آپ خمس الرسول کے مالک نہیں تھے۔ بلکہ قاسم تھے۔ اکثر حضرات فرماتے ہیں للرسول میں لام تملیک کا ہے۔ غنیمت کے مال میں سے خمس الخمس رسول کا حصہ ہے۔ خواہ آپ قتال میں حاضر ہوں یا نہ ہوں۔ پھر آپ اس کے مالک ہوں گے یا نہیں۔ دونوں قول شافعیہ کے ہیں للث فیه۔ امام بخاریؒ کا قول دوسرے میلان کی طرف ہے کہ مالک نہیں ہوں گے۔ چنانچہ علامہ کرمانیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یعنی للرسول

قسمة لا ان سهما منه له یعنی آپ کو محض تقسیم کرنے کا اختیار ہے خمس میں سے حصہ آپ کا نہیں ہوگا۔ کہ آپ اس کے مالک ہو جائیں۔
چنانچہ باب کی چار احادیث سے ثابت کر دیا کہ آپ محض قاسم تھے۔ قاسم کا لفظ تو اکثر احادیث میں وارد ہوا ہے۔ البتہ خازن کا لفظ حضرت امیر معاویہؓ کی ایک حدیث میں آیا ہے۔ انما انا خازن واللہ یعطی.

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قال عمرو انا شعبة الخ اس سے امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ اسم کے بارے میں رواۃ کا اختلاف ہے کہ اس لڑکے کا نام باپ نے محمد رکھا تھا یا قاسم رکھا تھا۔ مؤلف دوسرے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایک تو متابعت کے ذریعہ اور دوسرے دوسری روایت کو لا کر بتلا دیا کہ وہ قاسم ہی نام رکھنا چاہتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ شعبہ پر اختلاف کو بیان کر رہے ہیں کہ کیا انصاری نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھنا چاہا یا قاسم ۔ تو سفیان ثوریؒ کی روایت سے ترجیح اسی کو دی کہ وہ اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھنا چاہتے تھا۔ اور دوسری ترجیح معنوی اعتبار سے ہے کہ انصار کا انکار قاسم نام رکھنے پر تھا۔ تا کہ یہ ابو القاسم نہ بن جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لا تکنوا بکنیتی فانما انا القاسم الخ اس سے ابو القاسم کنیت رکھنے سے ممانعت نہیں ہے ورنہ آپ فرماتے انما انا ابو القاسم. بلکہ یہاں ایک مفسدہ پر تنبیہ کرنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب تم اپنے بیٹوں کے نام قاسم رکھو گے تو تم ابو القاسم بن جاؤ گے۔ تو اس وقت اشتباہ اور خلط ملط لازم آئے گا۔ جس سے ندا کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوگی۔ دوسرا مفسدہ یہ ہے کہ جس طرح میں ابو القاسم ہوں ایسے قاسم بھی ہوں۔ تو ابو القاسم کی صورت میں اس آدمی کی ابوت کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو جائے گی۔ اگرچہ وہ اس کی مراد نہ ہو۔ لیکن بہر حال اس نسبت سے بچنے کے لئے اس کا ترک کر دینا اولیٰ اور افضل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ مسئلہ اختلافی مشہور ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں مفصل بحث کرنے کے بعد فرمایا ہے الاصح ان النهی مقید بزمان حیوته. یعنی کنیت یا نام رکھنے سے ممانعت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک محدود تھی۔ اب نہ کوئی اشتباہ ہے نہ التباس کا خطرہ ہے۔ لہٰذا اب دونوں جائز ہیں۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس میں پانچ مذاہب ہیں۔ الاول المنع مطلقا کہ نہ نام رکھے نہ کنیت۔ دونوں کی ممانعت ہے۔ یہ مذہب امام شافعیؒ اور ظاہریہ کا ہے۔ دوسرا جمہور کا مسلک ہے کہ جواز مطلقا اور نہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک تھی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جس کا نام محمد ہو اس کے لئے ابو القاسم کنیت نہ ہو۔ دوسرے کے لئے جائز ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ محمد نام رکھنا ہی مطلقا ممنوع ہے۔ اسی طرح ابو القاسم کنیت رکھنا بھی مطلقا ممنوع ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ منع مطلقا آپؐ کے عہد تک تھی بعد میں محمد اور احمد والے کے لئے کنیت ابو القاسم ناجائز ہے۔ دوسرے کیلئے جائز ہے۔ علامہ عینیؒ نے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ نہی منسوخ ہے۔ اور ترمذی شریف کی روایت علیؓ سے استدلال ہے۔ یا رسول الله ان ولدی بعدک غلام اسمیه باسمک واکنیه بکنیتک قال نعم کہ حضرت علیؓ نے پوچھا یا رسول اللہ اگر آپؐ کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہو تو کیا میں اس کا نام آپؐ کے نام اور اپنی کنیت آپ کی کنیت سے رکھ سکتا ہوں۔ آپؐ نے ہاں کہہ کر جواب دیا۔ اور حاشیہ کوکب میں ہے۔ ادب المفرد میں خود امام بخاریؒ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

علی اذی الرسول علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث باب کا تقاضا ہے کہ علت نہی التباس اور ایذا ہے۔ جو عہد رسالت تک مختص رہے گی۔ اب محض نہی تنزیہہ کے لئے رہ جائے گی۔ تا کہ معنوی مشابہت پیدا نہ ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ بغیر حق کا مطلب یہ ہے کہ اپنا استحقاق ظاہر کرکے مجھ سے اپنا حصہ لے لیں۔ حالانکہ ان کا حق نہیں تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بغیر حق کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کے مال میں باطل طریقہ سے تصرف کرتے ہیں خواہ تقسیم کے ذریعہ ہو یا غیر تقسیم کے۔ تو معنی عام ہوں گے اس سے ترجمہ سے مناسبت ہوگی۔ چنانچہ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث خولہ کا ترجمہ سے مناسب ہونا مخفی ہے۔ البتہ بغیر حق سے بغیر قسمت حق مراد لیا جائے گا۔ اگرچہ حق کا لفظ عام ہے لیکن ہم اسے قسمت سے مختص کریں گے تاکہ ترجمہ سے مناسبت ثابت ہو جائے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس قید کی ضرورت نہیں ہے۔ عمومیت کی صورت میں بھی اموال فیء اور غنیمت میں قسمت کی شرط ملحوظ ہوگی کہ انہیں عدل سے تقسیم کیا جائے جس میں کتاب وسنت کی پیروی ہو۔ امام بخاریؒ اس حدیث کو لا کر مخالفین کو ڈرانا چاہتے ہیں کہ ناحق مال کھا کر قیامت میں رسوائی سے بچو۔ نیز ان احادیث سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ اسم اور مسمی میں مناسبت ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ ضروری اور قاعدہ کلیہ نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو امام کی تقسیم کے بغیر غنیمت کا مال لے گا وہ عاصی ہوگا۔ اور حکام کو بھی روکا گیا کہ وہ ناحق کوئی مال نہ لیں۔ بلکہ اہل وعیال کو بھی اس سے روکیں۔ اور شیخ الاسلام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ مراد از خوض بناحق طلب قسمت آں از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر غیر وجہ عدالت است یا گرفتن از غنیمت پیش وپس از قسمت آنحضرت الخ. یعنی خوض ناحق سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عادلانہ طریقہ کے خلاف تقسیم کا مطالبہ کیا جائے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم سے کم آگے پیچھے کوئی غنیمت کا مال لیا جائے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ حدیث فاطمہؓ سے ترجمہ کیسے ثابت ہوا تو کہا جائے گا کہ اہل صفہ کو فاطمۃ الزہراءؓ پر ترجیح دینا بھی ایثار النبی اہل الصفہ ہے۔ اور اسمٰعیل قاضی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خمس الخمس کی تقسیم کا حق امام کو ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی بیٹی سے خمس کو روک دیا۔ تو معلوم ہوا کہ ذوی القربی کا حق بھی ختم ہوگیا۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ عمرؓ اور حضرت علیؓ نے بھی ذوی القربی کو ساقط قرار دیا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَهِيَ لِلْعَامَّةِ حَتّٰى بَيَّنَهُ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب کہ تمہاری غنیمتیں حلال ہوگئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا جن کو تم حاصل کرو گے۔ پس وہ انعام جلدی تمہیں دے دیا۔ پس یہ آیت عام ہے۔ جس کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

حدیث (۲۸۹۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ۔ حضرت عروہ بارقیؒ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں خیر قیامت کے دن تک باندھ دی گئی ہے۔ آخرت میں اجر وثواب اور دنیا میں غنیمت کا مال۔

حدیث (۲۸۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا

هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسریٰ بادشاہ فارس ہلاک ہوگا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر بادشاہ روم ہلاک ہوگا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم مسلمان لوگ ضرور بالضرور ان دونوں بادشاہوں کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

حدیث (۲۸۹۶) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ضرور بالضرور ان دونوں بادشاہوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کئے جائیں گے۔

حدیث (۲۸۹۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لِىَ الْغَنَائِمُ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا ہے۔

حدیث (۲۸۹۸) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِىْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِهٖ وَتَصْدِيْقُ كَلِمَاتِهٖ بِاَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يُرْجِعَهٗ اِلٰى مَسْكَنِهِ الَّذِىْ خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے ضامن ہو گیا جو اللہ کے راستہ میں نکلا جسے جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے کلمات کی تصدیق کے سوا کسی چیز نے اسے نہیں نکالا تو اللہ تعالیٰ اس بات کا ضامن ہے کہ یا تو اسے شہید کر کے جنت میں داخل کرے گا۔ یا جس ٹھکانے سے وہ روانہ ہوا تھا۔ اس کی طرف اسے غازی بنا کر واپس کرے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ آخرت کا ثواب اور دنیا کا مال غنیمت بھی حاصل کر کے آئے گا۔

حدیث (۲۸۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِىٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا يَتْبَعْنِىْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَاَةٍ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْنِىَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا وَلَمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا اَحَدٌ اشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَاْمُوْرَةٌ وَاَنَا مَاْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِى النَّارَ لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا

فَقَالَ اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَايِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَلْيُبَايِعْنِيْ قَبِيْلَتُكَ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ اَوْثَلٰثَةٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَآءُوْا بِرَاْسٍ مِثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوْهَا فَجَآءَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَاٰى ضُعْفَنَا وَعِجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی یوشع بن نونؑ نے جہاد کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ مجاہد چلے جو اپنی بیوی کی شرم گاہ کا مالک ہو چکا ہو لیکن وہ ہمبستری کا ارادہ کر رہا ہو ابھی اس نے ہمبستری نہ کی ہو۔ اس طرح جس شخص نے گھروں کی تعمیر شروع کی ہو اور ابھی تک چھتیں نہ ڈالی ہوں۔ یا جس نے بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خرید کی ہوں اور وہ انکی ولادت کا انتظار کر رہا ہو ایسے اہم امور چھوڑ کر انہوں نے جہاد شروع کیا۔ اور ایک بستی (بیت المقدس) کے پاس انہیں عصر کی نماز کا وقت آ گیا یا اس کے قریب ہو گیا تو انہوں نے سورج سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے۔ اور میں بھی اسی کا مامور ہوں اے اللہ! جب تک جہاد ختم نہ ہو اس کو اس وقت تک ہم پر روک لے یعنی غروب نہ ہو۔ چنانچہ سورج رک گیا غروب نہ ہوا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی پر انہیں فتح نصیب نہ فرمائی تو اس پیغمبر نے غنیمتوں کا مال جمع کیا۔ آگ ان غنائم کو کھانے کے لئے آئی لیکن اس نے ان کو چکھا بھی نہیں۔ تو اس نبی نے فرمایا کہ تمہارے اندر خیانت ہے۔ پس تم میں سے ہر قبیلہ کا ایک آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کرے چنانچہ ایک آدمی کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ سے چمٹ گیا پس اس نبی نے فرمایا تمہارے اندر خیانت ہے۔ پس تمہارا سارا قبیلہ میری بیعت کرے۔ پس اس قبیلہ میں سے دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چمٹ گئے۔ فرمایا بس تمہارے اندر مال غنیمت کی خیانت موجود ہے۔ چنانچہ وہ لوگ گائے کے سر کی طرح سونے کا ایک سر لے آئے۔ پس اس کو پہاڑی پر رکھا آگ آئی اور اسے کھا گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غنائم کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔ اس لئے کہ ہمارے ہی کمزوری اور ہماری درماندگی کو دیکھا پس ان غنائم کو اب ہمارے لئے حلال کر دیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ھی للعامۃ یعنی آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غنیمت کا مال عامۃ المسلمین کے لئے ہے۔ لیکن سنت نے بیان کر دیا کہ اربع اخماس غانمین مقاتلین کے لئے ہے۔ اور خمس اللہ کے رسول کا ہے۔ وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اس باب میں امام بخاریؒ چھ احادیث لائے ہیں۔ پہلی تو عروہ بارقیؓ کی ہے۔ جس میں گھوڑے کی فضیلت بتائی گئی کہ وہ اجر اور غنیمت حاصل کرنے کا سبب ہے۔ دوسری حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی ہے جس میں قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کے ساتھ ان کے خزانے غنیمت کی شکل میں مسلمانوں میں تقسیم ہوں گے چنانچہ ایسا ہوا۔ تیسری حدیث جابر بن سمرہؓ کی بھی اسی طرح ہے۔ چوتھی حدیث جابر بن عبداللہؓ کی ہے جس میں احلت لی الغنائم کا بیان ہے۔ اور پانچویں حدیث ابوہریرہؓ کی ہے جس میں مجاہد فی سبیل اللہ کے تکفل کا بیان ہے۔ جس میں غنیمت بھی آ گئی ہے۔ اور چھٹی حدیث جس میں ایک نبی کے جہاد کا ذکر ہے کہ غنیمت ان کے لئے حلال نہیں تھی ہمارے لئے حلال ہو گئی۔

بَابُ الْغَنِيْمَةِ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ

ترجمہ۔ غنیمت اس کا حق ہے جو معرکہ کارزار میں حاضر ہو

حدیث (۲۹۰۰) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ عُمَرُؓ لَوْلَآ اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ اَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر آخری مسلمانوں کے محروم رہنے کا خوف نہ ہوتا تو جو بستی بھی فتح ہوتی میں اسے فاتحین میں تقسیم کردیتا۔ جیسا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ اگر ہر مفتوحہ بستی کی اراضی فاتحین پر تقسیم کردی جاتیں تو بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے کچھ باقی نہ رہتا۔ بنا بریں حضرت عمرؓ نے ان اراضی کو بیچ کر ان کی قیمت فاتحین میں تقسیم کردی۔ اور الغنیمة لمن شهد الوقعة یہ حضرت عمرؓ کا اثر ہے جس کو مسند عبدالرزاق نے سند صحیح سے ابن شہاب سے نقل کیا ہے۔ کہ حدیث کا تقاضا تو یہ تھا کہ اراضی بھی فاتحین میں تقسیم کردی جاتیں۔ لیکن آخر المسلمین کی مصلحت کی خاطر ان اراضی کو مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔ اور ان پر خراج مقرر کردیا۔ جو مصالح مسلمین میں صرف ہو۔ اگر سوال ہو کہ مسلمان فاتحین کو ان کے حق سے کیوں محروم کیا گیا۔ تو جواب یہ ہے کہ بیع وغیرہ سے ان کی حق رسی کر کے کل مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔ جیسے عراقی اراضی کو وقف فرمایا۔

بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ

ترجمہ۔ جس شخص نے غنیمت کے حصول کیلئے جہاد کیا کیا اس کا ثواب کم ہو جائے گا۔

حدیث (۲۹۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ حَدَّثَنَا اَبُوْمُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ قَالَ قَالَ اَعْرَابِيٌّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ وَيُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهٗ مَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک آدمی حصول غنیمت کیلئے جہاد کرتا ہے۔ دوسرا شہرت کیلئے۔ تیسرا شجاعت میں اپنا مقام ومرتبہ دکھانے کیلئے کرتا ہے۔ تو ان میں سے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والا کون ہے فرمایا جو شخص اس لئے جہاد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو تو وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ معلوم ہوا کہ دوسروں کو ثواب کم ملے گا۔ ایک میں لالچ ہے۔ دوسرا شہرت چاہتا ہے۔ تیسرا ریاکار ہے خلوص والا آخری ہے جسے کامل ثواب ہوگا۔

بَابُ قِسْمَةِ الْاِمَامِ مَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ وَيَخْبَأُ لِمَنْ لَمْ يَحْضُرْهُ اَوْ غَابَ عَنْهُ

ترجمہ۔ حاکم جو اس کے پاس آجائے اسے تو غنیمت تقسیم کر کے دے۔ اور جو نہ آئے یا مجلس تقسیم سے غائب ہو اس کیلئے چھپا کر رکھ دے۔

حدیث (۲۹۰۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُهْدِيَتْ لَهٗ اَقْبِيَةٌ مِنْ دِيْبَاجٍ مُزَرَّرَةٍ بِالذَّهَبِ فَقَسَمَهَا فِيْ نَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِمَخْرَمَةَ ابْنِ نَوْفَلٍ فَجَآءَ وَمَعَهُ ابْنُهُ الْمِسْوَرُ بْنُ الْمَخْرَمَةِ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ ادْعُهُ لِيْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهٗ فَاَخَذَ قَبَاءً فَتَلَقَّاهُ بِهٖ وَاسْتَقْبَلَهٗ بِاَزْرَارِهٖ فَقَالَ يَا اَبَا الْمِسْوَرِ خَبَّاْتُ هٰذَا لَكَ يَا اَبَا الْمِسْوَرِ خَبَّاْتُ هٰذَا لَكَ وَكَانَ فِيْ خُلُقِهٖ شِدَّةٌ وَرَوَاهُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ وَقَالَ حَاتِمٌ الخ عَنِ الْمِسْوَرِ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبِيَةٌ تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہؒ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیز ریشم کی قبائیں ہدیہ کے طور پر ملیں جن کو سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے آپؐ نے ان کو اپنے اصحاب میں تقسیم فرمایا۔ اور ان میں سے ایک کو حضرت مخرمہ بن نوفلؓ کے لئے الگ کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ وہ آئے کہ ان کے ہمراہ ان کا بیٹا مسور بن مخرمہ بھی تھا پس وہ آ کر دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ کہنے لگے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لئے بلاؤ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آواز سن لی تو وہ چغہ لے کر آپؐ ان کے پاس تشریف لائے اور اس کے بٹنے سمیت ان کا استقبال کیا فرمانے لگے اے ابوالمسور اس کو تو میں نے تمہارے لئے چھپا کر رکھا تھا اس نے سخت رویہ اختیار کیا تھا جس کو آپؐ نے ملاطفت اور نرمی سے جواب دیا۔ حاتم نے اپنی سند سے مسور بن مخرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قبائیں آئیں۔ لیث نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کرنے میں ایوب کی متابعت کی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ خبات هذا لک الخ یہ مشرکین کی طرف سے ہدیہ ہوا تھا۔ جو آپؐ کے لئے حلال تھا۔ اور فئی کی طرح آپؐ نے جس کو چاہا عطا کیا۔ جس کو چاہا ترجیح دے دی۔ لیکن یہ حکم مابعد کے حکام کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہدایا ان کو بطور رشوت کے دیئے جاتے ہیں۔

تابعه الليث خلاصہ یہ ہے کہ ایوب کے دو شاگرد تو اس پر متفق ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن تیسرے حماد بن زید نے اسے موصول کر دیا۔ امام بخاریؒ نے موصول کرنے والوں پر بوجہ ان کے حفظ کے اعتماد کیا۔

بَابُ كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ وَمَآ اَعْطٰى مِنْ ذٰلِكَ فِيْ نَوَآئِبِهٖ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ اور بنو النضیر کی جائیدادوں کو کیسے تقسیم کیا اور ان میں سے اپنی ضروریات کیلئے کیا کچھ دیا۔

حدیث (۲۹۰۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِى الْاَسْوَدِ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ انصار کے دو آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجوریں مختص کر دیتے تھے۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کے علاقے فتح ہوئے تو اس کے بعد آپؐ انصار کو ان کی کھجوریں واپس کر دیتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس باب میں امام بخاریؒ حضرت انسؓ کی روایت مختصر لائے ہیں۔ کتاب المغازی میں مفصل آئے گی خلاصہ یہ ہے کہ بنو نضیر کی اراضی فئی کا مال تھا جو خالص آپؐ کا حق تھا۔ جس کو آپؐ نے مہاجرین پر تقسیم کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ انصار نے جو باغات بطور ہمدردی کے انہیں دیئے تھے وہ واپس کر دیں۔ اور ان کو فئی کے مال سے کچھ نہیں ملے گا۔ اس طرح دونوں فریق ایک دوسرے سے مستغنی ہو گئے۔ پھر جب بنو قریظہ نے عہد شکنی کی ان کا محاصرہ ہوا اور حضرت سعید بن معاذؓ کے فیصلہ پر راضی ہوئے تو ان کی جائیداد کو آپؐ نے اپنے سب اصحاب میں تقسیم فرمایا۔ اور اپنے حصہ سے اپنی ضروریات مثلاً نفقہ اہل و عیال و دیگر مصارف سلاح اور کراع میں صرف فرمایا۔ اس تفصیل سے ترجمہ سے پوری مطابقت ہو گئی۔

بَابُ بَرَكَةِ الْغَازِىْ فِىْ مَالِهٖ حَيًّا وَّمَيِّتًا

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُلَاةِ الْاَمْرِ

ترجمہ۔ جن لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حکام کے ساتھ مل کر جہاد کیا ان کے مال میں زندگی اور موت کے بعد برکت ہوگی۔

حدیث (۲۹۰۴) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ

الجمل دعاني فقمت إلى جنبه فقال يا بني انه لا يقتل اليوم إلا ظالم أو مظلوم وإني لا أراني إلا
سأقتل اليوم مظلوما وإن من أكبر همي لديني أفترى يبقي ديننا من مالنا شيئا فقال يا بني بع من
مالنا فاقض ديني وأوصى بالثلث وثلثه لبنيه يعني عبد الله ابن الزبير يقول ثلث الثلث فإن فضل
من مالنا فضل بعد قضاء الدين فثلثه لولدك قال هشام وكان بعض ولد عبد الله قد وازى بعض
بني الزبير خبيب وعباد وله يومئذ تسعة بنين وتسع بنات قال عبد الله فجعل يوصيني بدينه
ويقول يا بني إن عجزت عنه فاستعن عليه مولاي قال فوالله ما دريت ما أراد حتى قلت يا أبت
من مولاك قال الله قال فوالله ما وقعت في كربة من دينه إلا قلت يا مولى الزبير اقض عنه
دينه فيقضيه فقتل الزبير ولم يدع دينارا ولا درهما إلا أرضين منها الغابة وإحدى عشرة دارا
بالمدينة ودارين بالبصرة ودارا بالكوفة ودارا بمصر قال وإنما كان دينه الذي عليه أن الرجل
كان يأتيه بالمال فيستودعه إياه فيقول الزبير لا ولكنه سلف فإني أخشى عليه الضيعة وما ولي
امارة قط ولا جباية خراج ولا شيئا إلا أن يكون في غزوة مع النبي صلى الله عليه وسلم أو مع
أبي بكر وعمر وعثمان قال عبد الله بن الزبير فحسبت ما عليه من الدين فوجدته ألفي ألف
ومائتي ألف قال فلقي حكيم بن حزام عبد الله بن الزبير فقال يا ابن أخي كم على أخي من
الدين فكتمه فقال مائة ألف فقال حكيم والله ما أرى أموالكم تسع لهذه فقال له عبد الله أفرأيتك
إن كانت ألفي ألف ومائتي ألف قال ما أراكم تطيقون هذا فإن عجزتم عن شيء منه فاستعينوا
بي قال وكان الزبير اشترى الغابة بسبعين ومائة ألف فباعها عبد الله بألف ألف وست مائة
ألف ثم قام فقال من كان له على الزبير حق فليوافنا بالغابة فأتاه عبد الله بن جعفر وكان له على
الزبير أربع مائة ألف فقال لعبد الله إن شئتم تركتها لكم قال عبد الله لا قال فإن شئتم جعلتموها
فيما تؤخرون إن أخرتم فقال عبد الله لا قال قال فاقطعوا لي قطعة فقال عبد الله لك من ههنا
إلى ههنا قال فباع منها فقضى دينه فأوفاه وبقي منها أربعة أسهم ونصف فقدم على معاوية كم
وعنده عمرو بن عثمان والمنذر بن الزبير وابن زمعة فقال له معاوية كم قومت الغابة قال كل
سهم مائة ألف قال كم بقي قال أربعة أسهم ونصف قال المنذر ابن الزبير قد أخذت سهما
بمائة ألف وقال بن زمعة قد أخذت سهما بمائة ألف فقال معاوية كم بقي فقال سهم ونصف
قال أخذته بخمسين ومائة ألف قال وباع عبد الله بن جعفر نصيبه من معاوية بست مائة ألف
فلما فرغ ابن الزبير من قضاء دينه قال بنو الزبير اقسم بيننا ميراثنا قال لا والله لا أقسم بينكم

حَتّٰى اُنَادِیَ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَعَ سِنِیْنَ اَلا مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَى الزُّبَیْرِ دَیْنٌ فَلْیَاْتِنَا فَلْنَقْضِهٖ قَالَ فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ یُنَادِیْ بِالْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعُ سِنِیْنَ قَسَمَ بَیْنَهُمْ قَالَ فَكَانَ لِلزُّبَیْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَرَفَعَ الثُّلُثَ فَاَصَابَ كُلَّ اِمْرَاَةٍ اَلْفُ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ فَجَمِیْعُ مَالِهٖ خَمْسُوْنَ اَلْفَ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ جمل کی لڑائی میں جب میرے باپ ٹھہر گئے تو مجھے بلایا تو میں آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا فرمانے لگے اے میرے پیارے بیٹے آج کے دن ظالم یا مظلوم ہی قتل ہوگا اور میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوم ہو کر قتل کیا جاؤں گا اور مجھے بڑی فکر اپنے قرضے کی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ قرضہ ہمارے مال میں سے کچھ باقی چھوڑے گا۔ فرمایا اے بیٹے ہمارا مال بیچ کر میرا قرضہ ادا کرنا۔ اور تیسرے حصہ مال کی میں وصیت کرتا ہوں اور ایک ثلث میرے دونوں بیٹے یعنی عبداللہ بن الزبیرؓ کے دونوں بیٹوں کے لئے ہوگا۔ فرماتے تھے ایک ثلث کو پھر تین حصوں میں تقسیم کر دینا اگر قرضہ کی ادائیگی کے بعد کوئی چیز بچ جائے تو اپنی اولاد پر تین حصوں میں تقسیم کر دینا۔ ہشام فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیرؓ کی اولاد میں سے بعض لوگ زبیر کے بعض بیٹوں کے ہم عمر تھے۔ خبیب اور عباد۔ بہر حال حضرت زبیرؓ کے ان دنوں نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھے باپ نے اپنے قرضہ ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ کہنے لگے اے بیٹے! کہا اگر تم قرضہ کی ادائیگی میں کسی چیز میں عاجز آ جاؤ تو میرے مولا سے مدد طلب کرنا حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا تھا کہ مولا سے ان کی مراد کیا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے پوچھا اے میرے باپ تمہارا مولا کون ہے فرمایا اللہ تعالیٰ ہے فرماتے ہیں اللہ کی قسم! قرضے کے بارے میں جب بھی مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی تو میں پکار اٹھا اے زبیرؓ کے مولا زبیرؓ کا قرضہ ادا کر دے تو وہ کوئی نہ کوئی قرضہ کی ادائیگی کی صورت پیدا کر دیتے تھے۔ پس حضرت زبیرؓ شہید ہو گئے انہوں نے اپنے پیچھے نہ کوئی دینار چھوڑا اور نہ درہم۔ البتہ کچھ جاگیریں تھیں۔ غابہ کی جاگیر گیارہ مکان مدینہ میں۔ دو مکان بصرہ میں ایک مکان کوفہ میں اور ایک مکان مصر میں تھا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ قرضہ ان کا کسی فضول خرچی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ایک آدمی اپنا مال لا کر ان کے پاس امانت رکھتا تھا۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں نہیں یہ امانت نہیں ہوگا جس کی ضمان نہیں ہوتی بلکہ قرضہ ہوگا جسے تلف ہونے پر ادا کیا جائے گا۔ ویسے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں امانت ضائع نہ ہو جائے۔ اور میرے باپ نے یہ کثرت مال کیلئے نہ تو کبھی کوئی حکومت کا عہدہ قبول کیا تھا اور نہ ہی خراجی زمین گروی رکھی تھی۔ اور نہ ہی اور کوئی ذریعہ آمدنی تھا۔ مگر یہ کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیتے تھے اور اس قدر مال غنیمت ان کے پاس جمع ہو گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قرضہ کا حساب لگایا تو وہ بائیس کروڑ روپے بنتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو حضرت حکیم بن حزامؓ ملے پوچھنے لگے کہ اے بھتیجے میرے بھائی پر کتنا قرضہ تھا۔ تو میں نے تمام قرضہ ان سے چھپا لیا کیونکہ کچھ ادا ہو چکا تھا۔ میں نے کہا ایک لاکھ روپے ہے۔ تو حضرت حکیمؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میرے خیال میں تمہاری تمام جائیداد اس قرضہ کی ادائیگی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ تو حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ اگر وہ قرضہ بائیس کروڑ روپے ہو تو پھر میرے خیال میں تم لوگ تو اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے پس اگر تمہیں کچھ مشکل پیش آئے تو میرے سے مدد طلب کرنا۔ حضرت زبیرؓ نے غابہ کی جاگیر کو ایک لاکھ ستر ہزار میں خرید کیا تھا۔ جس کو حضرت عبداللہؓ نے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ میں بیچا۔ اور اعلان کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے کہ جس شخص کا کوئی قرضہ حضرت زبیرؓ کے ذمہ ہو تو وہ ہمارے پاس غابہ کی جاگیر میں آ جائے۔ تو ان کے پاس حضرت عبداللہ بن جعفرؓ تشریف لائے جن کا زبیرؓ پر چار لاکھ کا قرضہ تھا جنہوں نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ اگر تم لوگ چاہو تو میں تمہاری خاطر یہ سارا قرضہ معاف کر دوں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا اگر تم چاہو تو اسے سب سے آخر میں مجھے ادا کر دینا پہلے اوروں سے نپٹ لو۔ حضرت

عبداللہ نے فرمایا یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ تو انہوں نے کہا اچھا میرے لئے ایک قطعہ الگ کرلو۔ حضرت عبداللہ نے اس کی تعیین کردی کہ اس جگہ سے لے کر اس جگہ تک ہوگا۔ بہر حال حضرت عبداللہ ان قطعات کو بیچ کر قرضہ ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ قرضہ پورا ادا ہوگیا۔ اور اس جاگیر میں سے صرف ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے۔ تو یہ وفد بن کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آئے۔ جن کے پاس عمرو بن عثمان منذر بن الزبیر۔ اور ابن زمعہ بیٹھے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ غابہ کی جاگیر کی کیا قیمت پڑی انہوں نے کہا ہر حصہ ایک لاکھ کا ہے۔ انہوں نے پوچھا کس قدر حصے باقی رہ گئے انہوں نے کہا ساڑھے چار حصے۔ تو منذر بن زبیرؓ نے کہا ایک حصہ تو میں نے ایک لاکھ کے بدلہ میں لے لیا۔ عمرو بن عثمان نے کہا دوسرا حصہ میں نے ایک لاکھ میں لے لیا۔ ابن زمعہ نے کہا تیسرا حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید کرلیا۔ حضرت امیر معاویہؓ پوچھتے ہیں کہ اب کتنا باقی رہ گیا۔ انہوں نے فرمایا ڈیڑھ حصہ۔ تو انہوں نے فرمایا اس کو میں ایک لاکھ پچاس ہزار میں خرید کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنا حصہ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس چھ لاکھ میں بیچا۔ جب حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ باپ کے قرضہ کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو حضرت زبیرؓ کے دوسرے بیٹوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کردو۔ جس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم میں تمہارے درمیان تقسیم نہیں کروں گا۔ جب تک کہ حج کے موقعہ پر چار سال تک اعلان نہ کروں کہ خبردار! جس شخص کا قرضہ حضرت زبیرؓ کے ذمہ ہو وہ ہمارے پاس آئے ہم اسے ادا کردیں گے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہر سال حج کے موقعہ پر اعلان کرتے رہے جب چار سال گذر گئے تو انہوں نے ان کی جائیداد ان ورثاء میں تقسیم کی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں۔ تیسرا حصہ وصیت کا جائیداد متروکہ سے اٹھالیا گیا۔ تو ہر عورت کو ایک کروڑ بیس لاکھ روپے ملے۔ ان کا تمام مال متروکہ پچاس کروڑ بیس لاکھ تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کم بقی قال اربعة سهم ونصف الغ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سولہ حصے تھے ہر حصہ ایک لاکھ میں بکا۔ حالانکہ پہلے کہا تھا کہ ایک کروڑ چھ لاکھ میں بکا تو اکیلے غابہ کی جاگیر ادائیگی قرضہ کو کافی نہ ہوئی بلکہ مراد یہ ہے کہ غابہ کے علاوہ اور مکانات بھی بیچے۔ پھر غابہ کی اراضی بیچنی شروع کی یہاں تک کہ جب اسکے ساڑھے چار حصے باقی رہ گئے تو ان کو بیچ کر قرضہ کی ادائیگی کو مکمل کیا۔ پھر وصیت پورا کرنے کے لئے بقیہ جائیداد کے بیچنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطب گنگوہیؒ کا فائدہ ظاہر ہے۔ حافظ کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ محض غابہ بیچ کر قرضہ ادا نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے مکانات بیچ کر قرضہ اور وصیت کو پورا کیا گیا۔ کیونکہ گذر چکا کہ قرضہ ایک کروڑ دو لاکھ تھا اور غابہ کی قیمت ایک کروڑ چھ لاکھ تھی۔ لیکن اس حدیث میں چند اشکال ہیں ان میں سے سخت اشکال آخر حدیث میں ہے کہ ہر بیوی کو ایک کروڑ اور دو لاکھ ملا۔ اور جمیع مال پچاس کروڑ دو لاکھ تھا۔ تو یہ دونوں صحیح نہیں ہیں۔ چنانچہ کرمانی فرماتے ہیں کہ ان سب صورتوں میں حساب صحیح نہیں ہے۔ تو میرے نزدیک احسن جواب یہ ہے کہ عندالوفات ان کے پاس یہی مقدار تھی جو آخر حدیث میں ہے پچاس کروڑ دو لاکھ۔ لیکن جاگیر کی پیداوار اور مکانات کی فروخت سے چار سال کے عرصہ میں یہ مالیت بڑھ کر نوے کروڑ اور چھ لاکھ تک جا پہنچی۔ اور بقول حافظؒ چار سال کی مدت اس لئے تجویز ہوئی کہ یمن۔ شام۔ عراق۔ مصر ان ولایت میں آدمی ایک ایک سال میں پیغام پہنچا سکتا ہے جس کے لئے حج کا موقعہ نہایت مناسب ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب قرض خواہ نقد وصولی کا تقاضا کریں تو انتظام کرنے تک ادائیگی میں تاخیر جائز ہے۔ بہر حال اس روایت سے ترجمہ ثابت ہوا کہ غازی اسلام کیلئے زندگی اور موت کے بعد اس کے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ دیکھئے حضرت زبیرؓ کا مال کیسے بڑھا اور یہ سب جہاد کی برکت تھی کہ مال غنیمت کی قیمت میں اس قدر اضافہ ہوا۔

بَابُ اِذَا بَعَثَ الْاِمَامُ رَسُوْلًا فِیْ حَاجَةٍ اَوْ اَمَرَهُ بِالْمُقَامِ هَلْ يُسْهَمُ لَهُ

ترجمہ۔ حاکم کسی قاصد کو کسی ضرورت کے لئے روانہ کرے یا اسے کسی شہر میں اقامت کا حکم دے تو کیا ان کیلئے بھی غنیمت میں سے حصہ نکالا جائے گا

حدیث (۲۹۰۵) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بدر کی لڑائی سے اس لئے غائب رہے کہ ان کے نکاح میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رقیہؓ تھیں جو بیمار ہو گئیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ تمہیں شہداء بدر کے آدمی کا ثواب اور اس کا حصہ ملے گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت عثمانؓ بدر کی لڑائی میں بی بی رقیہؓ کی تیمارداری کیلئے مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔ اور فرمایا اللھم ان عثمان فی حاجۃ رسولک. ترجمہ کہ حضرت عثمان تمہارے رسول کی ضرورت پوری کرنے کے لئے گئے ہیں۔ بہر حال ان کو اجر بھی ملا اور حصہ غنیمت بھی ملا تو غیوبت کا الزام غلط ہے۔ کیونکہ وہ تو امیر کے حکم کے مطابق کام کر رہے تھے۔

بَابُ مَنْ قَالَ وَالدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ

لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا سَاَلَ هَوَازِنُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَضَاعِهٖ فِيْهِمْ فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَا كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعِدُ النَّاسَ اَنْ يُّعْطِيَهُمْ مِنَ الْفَیْءِ وَالْاَنْفَالِ مِنَ الْخُمُسِ وَمَآ اَعْطٰى جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ تَمْرَ خَيْبَرَ.

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جس نے کہا کہ دلیل میں اس بات پر کہ خمس مصالح مسلمانوں پر خرچ ہوتا تھا۔ یہ ہے کہ ہوازن کے قبیلہ نے اپنے رضاعی رشتہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سبایہ زر اموال کا سوال کیا۔ پس مسلمانوں سے اسے حلال کرایا اور وہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے وعدہ فرماتے تو اسے فئی کے مال یا غنیمت کے خمس میں سے عطا فرماتے اور جو کچھ آپؐ نے انصار کو اور حضرت جابر بن عبداللہ کو خیبر کے کھجوروں میں سے عطا فرمایا یہ بھی خمس میں سے تھا۔

حدیث (۲۹۰۶) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ زَعَمَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ ابْنَ الْحَكَمِ وَمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ جَآءَهٗ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَیَّ اَصْدَقُهٗ فَاخْتَارُوْا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اِمَّا السَّبْیَ وَاِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَاْنَيْتُ بِهِمْ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْتَظَرَ اٰخِرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَآدٍّ اِلَيْهِمْ اِلَّا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِخْوَانُكُمْ هٰؤُلَآءِ قَدْ جَآؤُنَا تَائِبِيْنَ وَاِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّطَيِّبَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَاْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَآؤُكُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَآؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا فَاَذِنُوْا فَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.

ترجمہ۔ مروان بن الحکم اور مسور بن مخرمہ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب قبیلہ ہوازن کا وفد آیا تو انہوں نے آپؐ سے سوال کیا کہ ان کے اموال اور قیدی عورتیں واپس کردی جائیں۔ تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ باتوں میں سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سچی ہو۔ پس تم ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کرسکتے ہو۔ یا قیدی عورتیں یا مال مویشی۔ کیونکہ میں نے تمہارے لئے بہت دیر تک انتظار کیا۔ اور واقعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی پر دس سے زیادہ راتیں ان کا انتظار کرتے رہے۔ جب انہیں واضح ہو گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دو چیزوں میں سے صرف ایک چیز واپس کرنے والے ہیں تو انہوں نے کہا حضرت ہم تو قیدی عورتوں کو اختیار کرتے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے۔ جن جن تعریفوں کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے جب آپؐ نے وہ تعریفیں بیان کردیں تو اس کے بعد فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر آئے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ میں ان کی قیدی عورتیں واپس کردوں۔ تو جو شخص تم سے خوشدلی سے یہ کرنا چاہے تو کرلے اور جو شخص یہ پسند کرے کہ پہلا فئی کا مال جو اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائے گا ہم اس میں سے اس کو حصہ دیں گے تو وہ اس طرح کرلے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے خوشدلی سے اسے کردیا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ کون تم میں سے اجازت دیتا ہے اور کون اجازت نہیں دیتا۔ واپس جا کر اپنے نمائندوں کے ذریعہ یہ معاملہ ہمارے تک پہنچاؤ۔ چنانچہ لوگ واپس ہوئے ان کے نمائندوں نے ان سے بات چیت کی۔ پس وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر خبر پہنچانے لگے۔ ان سب حضرات نے خوشدلی سے اجازت دے دی ہے۔ پس یہ واقعہ ہے جو ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہم تک پہنچا ہے۔

حدیث (۲۹۰۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ مُوْسٰى فَاُتِيَ ذِكْرُ دَجَاجَةٍ وَعِنْدَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ تَيْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ كَاَنَّهٗ مِنَ الْمَوَالِيْ فَدَعَاهُ لِلطَّعَامِ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُهٗ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ لَآ اٰكُلُ فَقَالَ هَلُمَّ فَلْاُحَدِّثْكُمْ عَنْ ذَاكَ اِنِّيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَآ اَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِيْ مَآ اَحْمِلُكُمْ وَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَسَاَلَ عَنَّا فَقَالَ اَيْنَ النَّفَرُ الْاَشْعَرِيُّوْنَ فَاَمَرَلَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰى فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا مَا صَنَعْنَا لَا يُبَارَكُ لَنَا فَرَجَعْنَا اِلَيْهِ فَقُلْنَا اِنَّا سَاَلْنَاكَ اَنْ تَحْمِلَنَا فَحَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا اَفَنَسِيْتَ قَالَ لَسْتُ اَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَآ اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّآ اَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّتَحَلَّلْتُهَا.

ترجمہ۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس تھے کہ مرغی کا تذکرہ ہوا۔ اور آپؐ کے پاس ایک آدمی قبیلہ تیم اللہ کا تھا جو گھر اسرخ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ غلامان روم میں سے ہے پس آپ نے اس کو کھانے کے لئے بلایا اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اسے گندگی کھاتے دیکھا جس سے مجھے نفرت پیدا ہو گئی۔ اور میں نے قسم کھالی کہ اب آئندہ میں اسے نہیں کھاؤں گا۔ تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا آؤ میں تمہیں اس بارے میں حدیث بیان کرتا ہوں کہ میں قبیلہ اشعر کے کچھ لوگوں کے ہمراہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہم آپؐ سے جہاد کے لئے سواری کے لئے اونٹ مانگتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں تو تمہیں سواری نہیں دوں گا۔ کیونکہ میرے پاس ایسا کوئی جانور نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں اتفاق سے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت کے اونٹ آ گئے۔ آپؐ نے ہمارے متعلق لوگوں سے دریافت فرمایا کہ وہ قبیلہ اشعر کے لوگ کہاں ہیں ہم حاضر ہوئے تو آپؐ نے ہمارے متعلق حکم دیا ان کو پانچ اونٹ موٹی اور سفید کوہان والے دیئے جائیں۔ پس جب ہم لوگ اونٹ لے کر چلے تو ہم نے آپس میں کہا یہ ہم نے کیا کیا ہمارے لئے تو ان اونٹوں میں برکت نہیں ہوگی۔ اس لئے ہم واپس لوٹے اور آپؐ سے عرض کی کہ ہم نے آپؐ سے سواری مانگی تھی آپؐ نے قسم کھالی کہ میں تمہیں سواری نہیں دوں گا۔ اب آپؐ نے دے دی۔ تو کیا آپ بھول گئے۔ فرمایا میں کون ہوں تمہیں سوار کرنے والا۔ میں نے تو تمہیں سوار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سواری دی ہے۔ اور اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میں کسی بات پر قسم نہیں کھاتا جب اس کے غیر کو اچھا سمجھتا ہوں تو اسی امر خیر کو انجام دیتا ہوں اور قسم کھول کر اس کا کفارہ ادا کرتا ہوں۔

حدیث (۲۹۰۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِیَّۃً فِیْھَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَؓ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا اِبِلًا کَثِیْرًا فَکَانَتْ سِھَامُھُمْ اِثْنَیْ عَشَرَ بَعِیْرًا اَوْ اَحَدَ عَشَرَ بَعِیْرًا وَنُفِّلُوْا بَعِیْرًا بَعِیْرًا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک فوجی دستہ بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شامل تھے۔ بہت سے اونٹ ان کو غنیمت میں ملے جنہیں تقسیم کیا گیا تو ان مجاہدین کے حصہ میں بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ اونٹ آئے اور ایک ایک اونٹ مزید انعام میں ملا۔

حدیث (۲۹۰۹) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ یَّبْعَثُ مِنَ السَّرَایَا لِاَنْفُسِھِمْ خَاصَّۃً سِوٰی قَسْمِ عَامَّۃِ الْجَیْشِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض ان سرایا کو خصوصی طور پر انعام دیتے جن کو عام لشکر کے حصہ کے علاوہ دیا جاتا تھا۔

حدیث (۲۹۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْیَمَنِ فَخَرَجْنَا مُھَاجِرِیْنَ اِلَیْہِ اَنَا وَاَخَوَانِ لِیْ اَنَا اَصْغَرُھُمْ اَحَدُھُمَا اَبُوْ بُرْدَۃَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ رُھْمٍ اِمَّا قَالَ فِیْ بِضْعٍ وَاِمَّا قَالَ فِیْ ثَلٰثَۃٍ وَّخَمْسِیْنَ اَوِ اثْنَیْنِ وَخَمْسِیْنَ رَجُلًا مِنْ قَوْمِیْ فَرَکِبْنَا سَفِیْنَۃً فَاَلْقَتْنَا سَفِیْنَتُنَا اِلَی النَّجَاشِیِّ بِالْحَبَشَۃِ وَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَصْحَابَہٗ عِنْدَہٗ فَقَالَ جَعْفَرٌ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَنَا ھٰھُنَا وَاَمَرَنَا بِالْاِقَامَۃِ فَاَقِیْمُوْا مَعَنَا فَاَقَمْنَا مَعَہٗ

حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْ قَالَ فَاَعْطَانَا مِنْهَا وَمَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ اِلَّا اَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَاَصْحَابِهٖ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے کی خبر اس وقت پہنچی جب ہم یمن میں تھے تو ہم ہجرت کرکے آپ کی طرف روانہ ہوئے میں اور میرے دو بھائی بھی تھے جن میں سب سے چھوٹا میں ہی تھا ان میں سے ایک ابو بردہؓ اور دوسرے ابورہمؓ تھے۔ فرمایا یا تو چند یا کہا کہ ترپن یا باون آدمی میری قوم کے تھے ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ جس نے ہمیں نجاشی بادشاہ کے پاس حبشہ پہنچا دیا۔ اس حبشہ میں ہماری اتفاقی ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں سے ہوگئی حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ بھیجا ہے اور ہمیں یہیں قیام کرنے کا حکم دیا ہے پس تم بھی ہمارے ساتھ یہیں مقیم ہو جاؤ پس ہم بھی ان کے ساتھ مقیم ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم سب اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ آئے ہماری ملاقات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوئی جب کہ آپ خیبر کو فتح کر چکے تھے پس آپؐ نے مال غنیمت میں سے ہمارا حصہ مقرر فرمایا یا فرماتے ہیں کہ ہمیں اس میں سے عطا فرمایا۔ جو شخص غزوۂ خیبر سے غیر حاضر تھا ان میں سے کسی کو بھی آپؐ نے مال غنیمت میں سے کچھ نہ دیا مگر ان لوگوں کو دیا جو حاضر تھے۔ سوائے ہمارے کشتی والوں کے اور حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے کہ آپؐ نے ان کو اصحاب سفینہ کو مع حضرت جعفرؓ کے ساتھیوں کے حصہ عطا فرمایا۔

حدیث (۲۹۱۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَآءَ نِيْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِئْ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْ بَكْرٍؓ مُنَادِيًا فَنَادٰى مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا فَحَثَا لِيْ ثَلٰثًا وَجَعَلَ سُفْيَانُ يَحْثُوْا بِكَفَّيْهِ جَمِيْعًا ثُمَّ قَالَ لَنَا هٰكَذَا قَالَ لَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَقَالَ مَرَّةً فَاَتَيْتُ اَبَا بَكْرٍؓ فَسَاَلْتُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقُلْتُ سَاَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ ثُمَّ سَاَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ ثُمَّ سَاَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ فَاِمَّا اَنْ تُعْطِيَنِيْ وَاِمَّا اَنْ تَبْخَلَ عَنِّيْ قَالَ قُلْتُ تَبْخَلُ عَلَيَّ مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ اِلَّا وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُعْطِيَكَ قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو الخ عَنْ جَابِرٍؓ فَحَثَا لِيْ حَثْيَةً وَقَالَ عُدَّهَا فَوَجَدْتُّهَا خَمْسَ مِائَةٍ قَالَ فَخُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ وَقَالَ يَعْنِيْ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ وَاَيُّ دَاءٍ اَدْوَاُ مِنَ الْبُخْلِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بحرین سے مال آ گیا تو میں تجھے اس قدر اس قدر اس قدر دوں گا۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک وہ مال نہ آیا بعد ازاں جب بحرین کا مال آ گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے جس شخص کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی قرضہ ہو یا کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے ہم اس کا قرضہ اور وعدہ پورا کریں گے۔ چنانچہ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ اس اس مقدار کا وعدہ

فرمایا تھا تو انہوں نے مجھے تین چلو بھر کر دیئے۔ سفیان اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے چلو بھرتے تھے پھر فرماتے تھے کہ اس طرح دیا اور ابن المنکدر نے فرمایا اسی سند کے ساتھ کہ کبھی سفیان یوں کہتے تھے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا میں نے جناب ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ لیکن انہوں نے مجھے کچھ نہ دیا۔ پھر آ کر سوال کیا تو انہوں نے کچھ نہ دیا۔ پھر آ کر سوال کیا تو کچھ نہ دیا۔ میں نے کہا مجھے کچھ دیتے ہو تو دے دو یا مجھ سے بخل کرو۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تو کہتا ہے کہ میرے سے بخل کرتے ہو۔ حالانکہ میں نے ایک مرتبہ بھی تمہیں انکار نہیں کیا۔ مگر میرا ارادہ یہی تھا کہ میں تجھے دوں گا سفیان دوسری سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ؓ نے میرے لئے چلو بھر کر دیا۔ فرمایا اس کو شمار کرو میں نے گنا تو وہ پانچ سو روپے تھے فرمایا اتنی مقدار میں رقم دو مرتبہ اور لے لو اور ابن المنکدر اپنی روایت میں فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ؓ نے یہ بھی فرمایا کہ بخل سے زیادہ بیماری اور کیا ہو سکتی ہے۔

حدیث (۲۹۱۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِؓ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ غَنِيْمَةً بِالْجِعِرَّانَةِ إِذْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ اَعْدِلْ فَقَالَ لَهُ شَقِيْتَ إِنْ لَمْ اَعْدِلْ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں غنیمت کا مال تقسیم کر رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی بول پڑا کہ آپؐ انصاف کریں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو بھٹک گیا اگر میں نے انصاف نہ کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ من قال جو کچھ ترجمہ سے نتیجہ نکلے گا وہی قول کا مقول ہوگا جو محذوف ہوگا۔ جمہور کی طرف سے امام بخاریؒ کو جواب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین سے ان کے حصہ سے کمی کرنے کا سوال کیا۔ یہ نہیں کہ آپؐ نے وہ خمس دے دیا جو آپ کا حق تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ من قال یہ لفظ ہندی نسخوں میں ہے۔ کرمانیؒ ۔ عسقلانیؒ ۔ قسطلانیؒ اور عینی میں نہیں ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کا عطف اس سے آٹھ ابواب پہلے کے ترجمہ پر ہے۔ جس میں فرمایا الدليل على ان الخمس لنوائب رسول الله اور ایک باب بعد میں فرما رہے ہیں۔ من والدليل على ان الخمس للامام ان تراجم کے جمع کی صورت یہ ہے کہ خمس مصالح مسلمانوں کے لئے ہے۔ جس کے متولی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ نے اپنی ضروریات کے مطابق اپنے لئے رکھ کر باقی کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ہر ترجمہ ہر مسلک کے مطابق ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اس کا قائل نہیں ہے کہ خمس صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں کوئی حق نہیں۔ اور نہ ہی کسی حاکم کا اس میں حق ہے۔ اور اس کا بھی کوئی قائل نہیں کہ محض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خمس کے مستحق ہیں۔ مسلمان نہیں ہیں۔ اس لئے پہلی توجیہ مناسب ہے کہ بقدر کفایت اپنے لئے رکھ کر بقیہ کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیں۔ اور اس میں مذاہب تین سے زیادہ ہیں۔ حافظؒ نے اسے سات تک پھیلا دیا ہے۔

الجواب عنه یعنی جمہور کی طرف سے امام بخاریؒ کے استدلال کا جواب یہ ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ غانمین سے ان کے حصہ کو حلال کر لیا یا ان کے حصوں سے انہیں دست بردار کر دیا۔ حافظؒ نے تو والدليل میں واؤ کو عطف کے لئے قرار دیا ہے اور معطوف علیہ آٹھ باب قبل کو کہا۔ جس پر علامہ عینیؒ نے اعتراض کیا کہ ایسا بعید عطف بھی کہیں ہوتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان آٹھ ابواب کی احادیث حائل ہوں۔ یہ واؤ عطف کا نہیں ہے۔ بلکہ بغیر معطوف کے ایسا کئی مقامات پر آئے گا۔ اسے واؤ استفتاح کہتے ہیں۔ بڑے بڑے اساتذہ سے یہی سنا ہے۔

والله لااحملکم آپ کا قسم کھانا یہ قسم سوال کا دروازہ بند کرنے کے لئے اور ان کو بالکل ناامید کر دینے کے لئے تھا۔ تاکہ اس کے بعد وہ کسی قسم کی سواری کا طمع نہ کریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظ بھی فرماتے ہیں کہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال سے روکنے کے لئے قسم کھانا جائز ہے۔اور جب سوال کا پورا کرنا ہو تو بھی قسم کھا سکتا ہے۔اور باتوں سے بھی ڈانٹ ڈپٹ کی جا سکتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ تحللتها ای عاملتها بها معاملة الحلال کہ میں نے اس سے حلال والا معاملہ کیا۔کیونکہ قسم منعقد نہیں ہوئی۔یا کفارہ ادا کر کے میں نے اسے حلال کر لیا ہے۔مگر یہ تب ہے جب کہ حلف سے حقیقی قسم مراد ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ تحللتها تحلل سے ہے۔جس کے معنی ہیں کہ قسم کی ذمہ داری سے عہدہ برا ہوا۔ کہ حرام سے حلال کی طرف رجوع کیا۔تو اس کی دو صورتیں ہیں۔یا تو استثناء کا اعتقاد کر لے یا کفارہ کے ذریعہ حلال کر لے بنا بریں آپؐ نے فرمادیا ماعندی مااحملکم الخ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وای داء ادواء من البخل ظاہر یہ ہے کہ یہ حضرت ابوبکرؓ کا کلام ہے۔اگر چہ محشی اسے ابن المنکدرؒ کی طرف منسوب کر رہے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ابن المنکدرؒ کے سوا اور کسی راوی نے اسے ذکر نہیں کیا۔خلاصہ یہ کہ مؤلفؒ نے اس باب میں جس قدر عطایا کا ذکر کیا ہے وہ سب خمس میں سے دیئے گئے ہیں اور یہ روایات بھی اسی لئے اس باب الخمس میں لائی گئی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شراح نے اس کلام کی توجیہ میں مختلف اقوال بیان کئے ہیں۔لیکن میرے نزدیک یہ ہے کہ خود اس کتاب کے کتاب المغازی میں آرہا ہے کہ خود ابوبکرؓ نے فرمایا اقلت تبخل عنی وای داء ادواء من البخل قالها ثلاثا اس کو تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ کرمانیؒ نے بھی ان ابواب کو جمع کرنے کی یہ صورت بیان فرمائی ہے کہ من حیث المعنی ان تراجم میں کوئی تفاوت نہیں کہ نوائب رسول نوائب مسلمین ہیں۔اس میں تصرف کا حق آپ کو بھی تھا۔اور آپؐ کے بعد امام کو بھی حاصل ہے۔اس ترجمہ کے کئی اجزاء ہیں۔شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں الوعد من النبی تو حدیث جابرؓ کے بیان سے ثابت ہے۔

الانفال من الخمس یہ حدیث ابن عمرؓ سے ثابت ہے جس سے امام بخاریؒ نے باب کو ختم کیا ہے۔ استانیت اناۃ سے ہے جس کے معنی انتظار کرنے کے ہیں۔تاخیر کرنا۔

حتی نعطیہ یہ محل ترجمہ ہے۔کہ ظاہر ہے کہ آپؐ نے ان کو خمس سے دیا ہے۔ذود کا اطلاق تین سے دس اونٹ تک ہوتا ہے غر اء غرکی جمع ہے۔جس کے معنی سفید کے ہیں۔ ذری جمع ذروۃ کی چوٹی کو کہتے ہیں۔مراد موٹی اور سفید کوہانے ہیں۔جو بہت چربی اور موٹاپے پر مشتمل ہوں۔

ثم حملهم ظاہر یہی ہے کہ خمس میں سے دیا ہے۔نفلوا. تنفیل اس انعام کو کہتے ہیں جو امام کسی مجاہد کو اسکی حسن کارکردگی پر دیتا ہے۔ بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ اسے راس غنیمت میں سے دیا ہے۔اور بعض اسے خمس میں سے دینے کا قول کرتے ہیں۔

فاسهم لنا سے امام بخاریؒ کا میلان بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ان حضرات کو خمس میں سے دیا۔ایک تو ترجمہ اس پر دال ہے دوسرے منقول نہیں ہے کہ آپؐ نے مقاتلین سے اجازت مانگی ہو۔البتہ ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ اصل غنیمت میں سے دیا گیا۔حدیث کا سیاق اسی پر دال ہے۔اگر خمس میں سے ہوتا تو پھر ان کی کیا خصوصیت ہے۔آپؐ کو ہر طرح کا حق حاصل ہے۔جس کو چاہیں عطیہ کریں جس سے چاہیں روک لیں۔بلکہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کو اخماس اربعہ جو مختصہ بالغانمین ہیں۔ان میں سے ان لوگوں کو دینے کا اختیار ہے جو غزوہ میں حاضر نہ ہوں۔لیکن خمس میں اپنے اختیار سے کسی کو مختص نہیں کر سکتا۔اس طرح آخری حدیث جس میں صرف تقسیم غنیمت کا ذکر ہے اس کو ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امام کو غنائم. انفال. فیء اور اخماس سب میں تقسیم کا اختیار حاصل ہے۔

بَابُ مَامَنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاُسَارٰی مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّخَمِّسَ

ترجمہ۔ کہ بغیر خمس کے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں پر احسان کر سکتے ہیں

حدیث (۲۹۱۳) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ لَوْ کَانَ مُطْعِمُ بْنُ عَدِیٍّ حَیًّا ثُمَّ کَلَّمَنِیْ فِیْ ھٰؤُلَاءِ النَّتْنٰی لَتَرَکْتُھُمْ لَہٗ.

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ ان بدبودار لوگوں کے بارے میں بات چیت کرتا تو اس کی خاطر میں ان کو چھوڑ دیتا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مطعم بن عدی وہ شخص ہے جس نے قریش کے بائیکاٹ کے وقت اس معاہدہ کو ختم کرانے کی کوشش کی تھی جس میں لکھا تھا کہ بنو ھاشم اور بنو مطلب سے خرید و فروخت شادی غمی سب بند۔ اور تین سال تک شعب ابی طالب میں نظر بند رکھا تھا۔ مطعم بن عدی نے اس معاہدہ کو ختم کرانے میں اہم کردار ادا کیا تھا جس کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے بدلہ دینا چاہتے تھے۔ اور طائف سے واپسی پر اس نے اپنے جوار میں آپ کو پناہ دی تھی۔

لترکتھم لہ اس سے معلوم ہوا کہ امام قیدیوں سے فدیہ نہ لے کر احسان کر سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک غنائم تقسیم نہ ہو جائیں غانمین کا ملک متعین نہیں ہوگا۔ البتہ بعد تقسیم کے ان کا ملک قرار پائے گا یہی حنفیہ اور مالکیہ کا مسلک ہے امام شافعیؒ قبل القسمۃ بھی ان کو مالک قرار دیتے ہیں۔ اور حدیث باب کا جواب یہ دیتے ہیں کہ غانمین نے خوش دلی سے اس کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کی طرف اشارہ کرے۔ لہذا فریقین کا استدلال صحیح نہیں۔ مطولات میں مزید بحث دیکھی جا سکتی ہے۔ نتنی سے قیدی بدر کے مراد ہیں جن سے فدیہ لیا گیا۔

بَابٌ وَمِنَ الدَّلِیْلِ عَلٰی اَنَّ الْخُمُسَ لِلْاِمَامِ

ترجمہ۔ باب دلیل میں اس بات پر کہ خمس امام کا حق ہے۔

وَاَنَّہٗ یُعْطِیْ بَعْضَ قَرَابَتِہٖ دُوْنَ بَعْضٍ مَا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِبَنِی الْمُطَّلِبِ وَبَنِیْ ھَاشِمٍ مِنْ خُمُسِ خَیْبَرَ قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ لَمْ یَعُمَّھُمْ بِذٰلِکَ وَلَمْ یَخُصَّ قَرِیْبًا دُوْنَ مَنْ اَحْوَجَ اِلَیْہِ وَاِنْ کَانَ الَّذِیْ اَعْطٰی لِمَا یَشْکُوْا اِلَیْہِ مِنَ الْحَاجَۃِ وَلِمَا مَسَّتْھُمْ فِیْ جَنْبِہٖ مِنْ قَوْمِھِمْ وَحُلَفَآئِھِمْ.

ترجمہ۔ اور یہ کہ وہ اپنے بعض رشتہ داروں کو دے۔ اور بعض کو نہ دے۔ دلیل یہ ہے کہ خیبر کے خمس میں سے آپؐ نے بنو مطلب۔ بنو ھاشم کو کچھ دیا۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ان کو عام بھی نہ رکھا کہ کسی کو نہ دیں۔ نہ کسی قریبی کو خاص کر دیا ہو۔ اور اس سے جو زیادہ محتاج ہو۔ اس کو نہ دیا ہو۔ اور یہ کہ آپؐ نے اس شخص کو دیا ہے جس نے اپنی ضرورت کی شکایت آپ کو کی۔ اگر چہ دور کا رشتہ دار تھا۔ مگر حاجتمند تھا۔ اس لئے آپؐ نے دے دیا۔ اور ان کو بھی دیا جو قریش کی قوم اور ان کے حلیفوں کی طرف سے اسلام کے سبب ان کو تکالیف پہنچی تھیں۔ اس کی وجہ سے رکاوٹ نہیں کی۔

حدیث (۲۹۱۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَیْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَعْطَیْتَ بَنِی الْمُطَّلِبِ وَتَرَکْتَنَا وَنَحْنُ وَھُمْ مِنْکَ بِمَنْزِلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ

وَهَاشِمٍ شَيْءٌ وَاحِدٌ قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ وَزَادَ قَالَ جُبَيْرٌ وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ عَبْدُ شَمْسٍ وَ هَاشِمٍ وَالْمُطَّلِبُ إِخْوَةٌ لِأُمٍّ وَأُمُّهُمْ عَاتِكَةُ بِنْتُ مُرَّةَ وَكَانَ نَوْفَلُ أَخَاهُمْ لِأَبِيهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان بن عفانؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ہم نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ نے بنی مطلب کو تو دیا لیکن ہمیں محروم رکھا۔ حالانکہ ہم اور وہ آپؐ سے ایک درجہ قرابت رکھتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بنو المطلب اور بنو ھاشم تو ایک ہی چیز ہیں۔ لیث نے اپنی سند سے یہ بھی زیادہ کیا کہ آپؐ نے نہ تو بنو عبدشمس کے لئے حصہ دیا اور نہ ہی بنو نوفل کے لئے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ عبدشمس اور ہاشم اور مطلب ماں جائے بھائی علاتی ہیں۔ کہ ان کی ماں عاتکہ بنت مرۃ تھی۔ اور نوفل ان کے اخیافی بھائی یعنی باپ کی طرف سے بھائی تھا۔ ماں الگ الگ تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قال ابن اسحق الخ اس کے ذکر کرنے سے اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ یہ تقسیم اگر قرابت کی وجہ سے ہوتی تو بنو ھاشم اور بنو عبد شمس مساوی تھے۔ تو بنو عبد شمس کو ضرور حصہ ملتا لیکن یہ عطیہ تو کسی اور وجہ سے تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مساوی اس لئے فرمایا کہ یہ چاروں اخیافی بھائی تھے کہ ان کا باپ مناف تھا۔ مصنفؒ نے نسب تو ملا دیا لیکن نوفل کی ماں کا ذکر نہیں کیا۔ وہ والدہ واقدہ بنت ابن عدی ہے۔ اور ابن بکار نے نسب میں بیان کیا ہے ہاشم اور مطلب کو بدران اور بنو شمس اور نوفل کو ابھران کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنو ھاشم اور بنو مطلب میں الفت تھی۔ جس نے ان کی اولاد میں بھی سرایت کی۔ بنا بریں قریش نے صحیفہ میں بنو ھاشم اور بنو مطلب کو جمع کیا۔ بنو شمس اور بنو نوفل کو نہیں لکھا۔ جب کہ شعب ابی طالب میں ان کی نظر بندی ہوئی تو اسلام اور جاہلیت میں الفت کی وجہ سے آپؐ نے ان دونوں شئی کو واحد قرار دیا۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يُخَمِّسِ الْأَسْلَابَ وَمَنْ قَتَلَ قَتِيلًا

فَلَهُ سَلَبُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُخَمِّسَ وَحُكْمِ الْإِمَامِ فِيهِ.

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اسلاب سے خمس نہیں نکالتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے کسی کو قتل کیا اس کا مال واسباب اسی قاتل کا ہے اس میں خمس کا ذکر نہیں ہے۔ اور سلب کے بارے میں امام کا حکم کیا وجہ رکھتا ہے۔

حدیث (۲۹۱۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَشِمَالِي فَإِذَا أَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثَةٍ أَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي قَالَ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَغَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ لِي مِثْلَهَا فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ قُلْتُ أَلَا إِنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي سَأَلْتُمَانِي فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَاهُ

فَقَالَ اَيُّكُمَا قَتَلَهُ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا قَالَا لَا فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهُ وَسَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَكَانَا مُعَاذُ بْنُ عَفْرَآءَ وَمُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ قَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعَ يُوْسُفَ صَالِحًا وَّاِبْرَاهِيْمَ اَبَاهُ.

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ دریں اثنا بدر کی لڑائی میں میں قطار کے اندر ٹھہرا ہوا تھا کہ میں نے اپنے دائیں اور بائیں انصار کے دو ایسے لڑکوں کو دیکھا جو بالکل نو عمر تھے میری تمنا تھی کہ میں ان سے زیادہ طاقتور کے درمیان ہوتا تو ان میں سے ایک نے میری چٹکی کاٹی۔ کہنے لگا اے چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں میں نے کہا ہاں اگر تمہیں اس سے کیا کام ہے اے بھتیجے! کہنے لگا مجھے خبر ملی ہے کہ وہ اللہ کے رسول کو گالیاں دیتا ہے۔ کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان اگر میں اس کو دیکھ پاؤں تو میرا جسم اس کے جسم سے اس وقت تک جدا نہیں ہوگا جب تک کہ ہم دونوں میں سے جلدی کرنے والا نہ مر جائے۔ مجھے اس کی بات سے بہت تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے چٹکی کاٹ کر اسی طرح سے میرے سے بات کی۔ پس میں تھوڑی دیر ٹھہرا تھا کہ میں نے ابوجہل کو دیکھ لیا جو لوگوں میں گھوم پھر رہا تھا۔ میں نے کہا دیکھو بھائی وہ تمہارا مطلوب ہے جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھتے تھے پس دونوں اپنی تلواریں لے کر اس کی طرف لپکے اور اس پر تلواروں کے اس قدر وار کیے کہ اسے دونوں نے قتل کر دیا۔ پس وہ دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے کے لئے واپس ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے اسے قتل کیا۔ ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے قتل کیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواروں کو پونچھا تو نہیں انہوں نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے دونوں کی تلواروں کو بغور دیکھا۔ فرمایا واقعی تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ لیکن مقتول کا مال واسباب وہ معاذ بن عمرو بن الجموح کے لئے ہوگا اور وہ دونوں معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح تھے۔ امام محمد بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یوسف نے اپنے استاذ صالح اور اس کے باپ ابراہیم دونوں سے اس کو سنا ہے۔

حدیث (۲۹۱۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ فَرَاَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَدَرْتُ حَتّٰى اَتَيْتُهُ مِنْ وَّرَآئِهِ حَتّٰى ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى حَبْلِ عَاتِقِهِ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِيْ ضَمَّةً وَّجَدْتُ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِيْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰهِ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِيْ ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ مِثْلَهُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَلَبُهُ عِنْدِيْ فَاَرْضِهِ عَنِّيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَاهَا اللّٰهُ اِذًا لَّا يَعْمِدُ اِلٰى اَسَدٍ مِّنْ اُسُدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَاَعْطَاهُ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلَمَةَ فَاِنَّهُ لَاَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُهُ فِي الْاِسْلَامِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ حنین کی لڑائی میں ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ پس جب فریقین میں

لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں کا کچھ آگے پیچھے ہونا ہو گیا۔ تو میں نے ایک مشرکوں کے آدمی کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں کے ایک آدمی کے اوپر چڑھا ہوا ہے۔ میں گھوم کر اسکی پچھلی طرف سے آیا یہانتک کہ میں نے اسے کندھے کی رگ پر تلوار سے وار کیا تو وہ شخص میری طرف متوجہ ہوا مجھے اتنا سخت جھپڑا کہ اس سے مجھے موت کی بو آنے لگی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کو موت نے آدبوچا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا میں وہاں سے بچ کر حضرت عمر بن الخطابؓ سے ملاقی ہوا میں نے پوچھا لوگوں کا کیا حال ہے بولے اللہ کا یہی حکم تھا۔ پھر لوگ واپس لوٹے اور آپ لڑائی سے فارغ ہو کر تشریف فرما ہوئے اور اعلان فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پر اس کا گواہ بھی موجود ہو تو اسکا مال ومتاع اسی قاتل کا ہوگا میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ کوئی میرے لئے گواہی دینے کے لئے تیار ہے پھر میں بیٹھ گیا پھر فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پر کوئی گواہ بھی پیش کر دے تو اس مقتول کا مال ومتاع اسی کا ہوگا۔ میں پھر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میرے لئے کوئی گواہی دیتا ہے پھر میں بیٹھ گیا۔ تیسری مرتبہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح اعلان فرمایا۔ میں نے کھڑے ہو کر اسی طرح کہا جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوقتادہؓ تمہیں کیا ہو گیا ہے بار بار کھڑے ہوتے ہو میں نے آپ کی خدمت میں سارا قصہ بیان کر دیا تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ اس نے سچ کہا اس کا مال واسباب میرے پاس ہے آپ اس کو میری طرف سے راضی کر دیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بول پڑے اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا اس وقت آپ ایسے آدمی کی طرف قصد نہیں کریں گے جو اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کی طرح ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف جہاد کرتا ہے۔ اسے چھوڑ کر کیا آپ اس مال مسلوبہ کو تجھے دے دیں گے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کہا۔ پس آپ نے وہ مال حضرت ابوقتادہ کو دے دیا۔ حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی زرہ کو فروخت کر کے بنو سلمہ میں ایک باغ خرید کیا یہ پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام کے اندر اپنا سرمایہ بنایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ بین اضلع منہما اضلع کے معنی اقوی کے ہیں کیونکہ یہ دونوں بچے ہیں شاید صغر سنی کی وجہ سے بھاگ جائیں کہیں ان کی یہ حرکت میرے اندر اثر انداز نہ ہو جائے کہ میں بھی ان کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوں۔ کیونکہ ادھیڑ عمر آدمی لڑائیوں میں صبر آزما ہوتا ہے۔ شدت اور قوت کی وجہ سے بھاگنے سے گریز کرتا ہے۔

سلبہ لمعاذ بن عمرو الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کا مال ومتاع معاذ بن عمروؓ کو اس لئے عنایت فرمایا کہ آپ نے اس کی تلوار میں اس قدر خون دیکھا جس سے آپ کو اندازہ ہو گیا کہ ابوجہل کو گھائل کرنے میں اسی کا دخل ہے۔ لہذا قاتل یہی ہے خواہ اس کی تلوار زنی پہلے ہو یا بعد میں ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے امام بخاریؒ کی غرض ہے کہ اس کے آخر میں ہے کلاکما قتله سلبه لمعاذ بن عمروؓ اس سے امام بخاریؒ ثابت کر رہے ہیں کہ مال سلب کا قاتل کو دینا یہ بھی امام کی رائے کے سپرد ہے۔ اور امام طحاویؒ تو مزید برآں یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر قاتل کو دینا واجب ہوتا تو آپ ابوجہل کے مال ومتاع کو ان دونوں میں تقسیم کر دیتے۔ کیونکہ اس کے قتل میں دونوں شریک تھے۔ تو جب آپ نے ایک کی تخصیص کر دی تو معلوم ہوا کہ قتل سے سلب کا مستحق نہیں ہوتا۔ بلکہ تعیین امام سے مستحق بنتا ہے۔ لیکن جمہور علماء اس کا جواب دیتے ہیں کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ سلب کا مستحق وہی ہوگا جس نے مقتول کو گھائل کر دیا۔ اگرچہ اس کی تلوار زنی میں دوسرا بھی شریک ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے ان کی تلواروں کے خون کو دیکھ کر معلوم کر لیا کہ مقتول کے جسم سے خون نکالنے میں کس کی تلوار کا زیادہ دخل ہے۔ تاکہ اسے مقتول کا سلب دیا جائے۔ باقی آپ نے کلاکما قتل اس لئے فرمایا تاکہ دوسرے کی دلداری ہو جائے۔ میرے نزدیک صحیح روایات میں ہے کہ ابوجہل کو قتل کرنے والے تین آدمی تھے۔ معاذ بن عفراءؓ۔ معاذ بن عمرو بن الجموح اور عبداللہ بن مسعودؓ جیسا کہ مغازی میں آرہا ہے۔ تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ حملہ تو معاذ بن عفراءؓ نے کیا ہوگا۔ معاذ بن عمروؓ بھی ان کے ہمراہ ہوں گے۔ اس کے بعد معوذ نے تلوار مار کر اسے ٹھنڈا کر دیا ہو

گا۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر کاٹا ہوگا۔ اس طرح سب روایات جمع ہو جاتی ہیں۔ البتہ کلاکما قتلہ کو اس پر محمول کیا جائے گا ان دونوں حضرات کی ضربات سے وہ ابوجہل مقتول کے درجہ تک پہنچ گیا ابھی تھوڑی سی رمق باقی تھی جیسے مذبوح میں رہ جاتی ہے۔ اس اثنا میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بات چیت ہوئی۔ جس نے اس کی گردن اڑا دی۔ علامہ عینیؒ نے امام طحاویؒ کے طرز استدلال پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب آپؐ نے ان دو حضرات میں سے ایک کو ابوجہل کا مال ومتاع دے دیا تو یہ آپؐ کے ذاتی اختیار کی بناء پر تھا۔ کیونکہ آپؐ نے اس دن من قتل قتیلا فلہ سلبہ نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ دونوں آدمی اگر کسی کے قتل میں شریک ہوں تو مال مقتول دونوں میں برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔ النبی اولی بالمؤمنین کے تحت آپؐ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ایک کو دیا۔ دوسرے کو نہیں دیا۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهٖ رَوَاهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ کہ جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مؤلفۃ القلوب وغیرہ کو دیتے تھے وہ خمس وغیرہ سے دیتے تھے عبداللہ بن زیدؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث(۲۹۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍؓ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهٗ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا حَكِيْمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَأُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍؓ يَدْعُوْا حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَاْبٰى اَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَؓ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهٗ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهٗ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنِّيْ اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَّاْخُذَهٗ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ۔

ترجمہ۔ حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تو آپؐ نے مجھے عطا فرما دیا۔ پھر مانگا تو آپؐ نے دیا۔ لیکن فرمایا کہ اے حکیم! یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے۔ جس نے اس کو دل کی سخاوت سے حاصل کیا اس کیلئے تو اس میں برکت ہوگی۔ اور جس نے حرص سے اسے حاصل کیا اس میں اس کیلئے برکت نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ شخص اس طرح ہو جائے گا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اوپر والا ہاتھ (دینے والا) وہ نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہوتا ہے۔ تو حضرت حکیم پر اس قدر اثر ہوا کہ فرمانے لگے یا رسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں آپؐ کے بعد کسی شخص سے اس کی کوئی چیز کم نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں دنیا سے جدا ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو عطیہ دینے کیلئے بلایا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا اے مسلمانوں کی جماعت! میں اس پر اس کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مال فئی میں سے اس کیلئے مقرر کیا ہے۔ تو یہ لینے سے انکاری ہے۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت حکیمؓ نے کسی سے کوئی چیز لیکر اسکے مال میں کمی نہیں کی یہاں تک کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حدیث (۲۹۱۸) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ كَانَ عَلَيَّ اِعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّفِيَ بِهِ قَالَ وَاَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ فَوَضَعَهُمَا فِي بَعْضِ بُيُوْتِ مَكَّةَ قَالَ فَمَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبْيِ حُنَيْنٍ فَجَعَلُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اُنْظُرْ مَا هٰذَا فَقَالَ مَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّبْيِ قَالَ اذْهَبْ فَاَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ قَالَ نَافِعٌ وَلَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ وَلَوِ اعْتَمَرَ لَمْ يَخْفَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ الْخُمُسِ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمٍ.

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے عرض کی یارسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں میں نے ایک دن کے اعتکاف کعبہ کی نظر مانی تھی آپؐ نے حکم دیا اسے پورا کرو۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو حنین کی قیدی عورتوں میں سے دو باندیاں حاصل ہوئی تھیں جن کو آپ نے مکہ کے بعض گھروں میں پابند کردیا۔ راوی کہتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی قیدی عورتوں پر احسان کردیا تو وہ مکہ کی گلیوں میں کودتی پھرتی تھیں حضرت عمرؓ نے شور سن کر فرمایا کہ اے عبداللہ دیکھو کیا معاملہ ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی قیدی عورتوں پر احسان کر کے چھوڑ دیا ہے۔ تو آپ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ سے فرمایا جاؤ ان دونوں باندیوں کو چھوڑ دو۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا اگر عمرہ کیا ہوتا تو حضرت عبداللہ پر مخفی نہ ہوتا جریر نے اپنی سند سے ابن عمرؓ سے یہ الفاظ زائد روایت کیئے ہیں کہ دو باندیاں خمس میں سے تھیں۔ اور معمر نے اپنی روایت میں نذر کے بارے میں یوم کا ذکر نہیں کیا۔

حدیث (۲۹۱۹) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا وَمَنَعَ اٰخَرِيْنَ فَكَاَنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ اُعْطِيْ قَوْمًا اَخَافُ ظَلَعَهُمْ وَجَزَعَهُمْ وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْغِنٰى مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ وَزَادَ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ جَرِيْرٍ الخ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ بِسَبْيٍ فَقَسَمَهُ بِهٰذَا.

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن تغلب فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیا۔ اور دوسرے سے روک لیا پس یہ لوگ آپؐ سے ناراض ہوئے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا میں جن لوگوں کو دیتا ہوں مجھے ان کے ٹیڑھے پن اور گھبراہٹ کا خطرہ ہوتا ہے۔ ان کی تالیف قلب کے لئے دیتا ہوں۔ اور بعض لوگوں کو میں اس خیر اور غنی کے سپرد کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں پیدا فرمائی ہے۔ ان میں سے عمرو بن تغلب فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلمہ کے بدلے میں تو اپنے لئے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں کرتا۔ ابو عاصم نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں کہ حضرت عمرو بن تغلبؓ حدیث بیان کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال آیا یا قیدی عورتیں آئیں جس کو آپؐ نے اس طرح تقسیم فرمایا۔

حدیث (۲۹۲۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُعْطِيْ

قُرَيْشًا اَتَاَلَّفُهُمْ لِاَنَّهُمْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قریش کو اس لئے دیتا ہوں کہ اس سے میں ان کی تالیف قلب کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ جاہلیت کے زمانہ کے قریب ہیں۔ اس طرح ان کے دل بندھ جائیں گے۔

حدیث (۲۹۲۱) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا اَفَاءَ فَطَفِقَ يُعْطِيْ رِجَالًا مِّنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْاِبِلِ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ اَنَسٌؓ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ اَحَدًا غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كَانَ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ قَالَ لَهٗ فُقَهَاؤُهُمْ اَمَّا ذَوُوْا رَاْيِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا وَاَمَّا اُنَاسٌ مِّنَّا حَدِيْثَةٌ اَسْنَانُهُمْ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَتْرُكُ الْاَنْصَارَ وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُعْطِيْ رِجَالًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ مَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْنَ اِلٰى رِحَالِكُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ خَيْرٌ مِّمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ رَضِيْنَا فَقَالَ لَهُمْ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً شَدِيْدَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَوْضِ قَالَ اَنَسٌؓ فَلَمْ نَصْبِرْ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک خبر دیتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا جبکہ اللہ تعالی نے اپنے رسول پر ہوازن کے اموال کو عطا فرمایا جو کچھ کہ اللہ تعالی نے فئی کے طور پر عطا فرمایا۔ پس آپؐ نے قریش کے آدمیوں کو سو سو ۱۰۰، ۱۰۰ اونٹ دینے شروع کئے تو انصار کہنے لگے اللہ تعالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کرے کہ وہ قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواریں ابھی تک ان کے خون سے تر بتر ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات چیت پہنچی تو آپؐ نے انصار کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ سب ایک چمڑے کے خیمے کے نیچے جمع ہو جائیں۔ ان کے ساتھ ان کے سوا اور کوئی نہ ہو پس جب سب جمع ہو گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ فرمایا یہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھ تک پہنچی ہے۔ تو ان کے سمجھدار لوگوں نے آپؐ سے کہا حضرت ہم میں سے جو عقلمند لوگ تھے انہوں نے تو کچھ نہیں کہا البتہ ہم میں سے نوخیز نوعمر لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کرے جو قریش کو دیتا ہے اور ہمیں چھوڑ دیتا ہے حالانکہ ہماری تلواریں ابھی تک ان کے خون سے تر بتر ہیں فرمایا میں ان لوگوں کی تالیف قلب کے لئے اس لئے دیتا ہوں کہ وہ ابھی بھی کفر کے زمانہ کے قریب ہیں۔ کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو مال و اسباب لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں کو اللہ کا رسول لے کر لوٹو۔ پس اللہ کی قسم! جس چیز کو تم لے کر لوٹو گے وہ بہتر ہے اس چیز سے جس کو وہ لے کر لوٹیں گے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! ہم راضی ہو چکے جس پر آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے بعد اپنے اوپر بڑی بڑی سخت ترجیحات کو دیکھو گے۔ صبر کرنا۔ یہاں تک

کہ تم لوگ حوض کوثر پہ اللہ اور اس کے رسول سے ملاقات کرو گے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں افسوس ہم سے صبر نہ ہو سکا۔

حدیث (۲۹۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ اَخْبَرَنِیْ جُبَیْرُ بْنُ مُطْعِمٍ اَنَّهٗ بَیْنَا هُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْبِلًا مِنْ حُنَیْنٍ عَلِقَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاَعْرَابُ یَسْاَلُوْنَهٗ حَتّٰی اضْطَرُّوْهُ اِلٰی سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَآءَهٗ فَوَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِیْ رِدَآءِیْ فَلَوْ کَانَ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهٗ بَیْنَکُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِیْ بَخِیْلًا وَّلَا کَذُوْبًا وَّلَا جُبَانًا۔

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثناء وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب کہ آپؐ کے ہمراہ بہت سے لوگ تھے۔ جب کہ آپ حنین سے واپس آ رہے تھے تو دیہاتی لوگ آپؐ سے چمٹ چمٹ کر مانگتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو ایک کیکر کے درخت کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بلکہ انہوں نے آپ کی چادر مبارک بھی اچک لی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے۔ فرمایا میری چادر مجھے واپس دے دو۔ پس اگر کانٹے دار جھنڈ کے برابر میرے پاس اونٹ ہوتے تو میں ضرور ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دوں گا۔ پھر تم لوگ نہ مجھے بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

حدیث (۲۹۲۳) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ کُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِیْظُ الْحَاشِیَةِ فَاَدْرَکَهٗ اَعْرَابِیٌّ فَجَبَذَهٗ جَبْذَةً شَدِیْدَةً حَتّٰی نَظَرْتُ اِلٰی صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَثَّرَتْ بِهٖ حَاشِیَةُ الرِّدَآءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ ثُمَّ قَالَ مُرْلِیْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ عِنْدَکَ فَالْتَفَتَ اِلَیْهِ فَضَحِکَ ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِعَطَآءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا۔ اور آپؐ کے اوپر نجرانی چادر تھی جس کا کنارہ سخت گاڑھا تھا۔ ایک دیہاتی نے آپ کو آ پکڑا اور چادر کو اتنا سخت کھینچا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کے کنارہ کو دیکھا کہ چادر کے کنارہ نے اس کے سخت کھینچنے سے نشان کر دیئے ہیں پھر کہنے لگا اے اللہ کے رسول اس مال سے جو اللہ تعالیٰ کا آپؐ کے پاس ہے میرے لئے عطا کرنے کا حکم دیجئے۔ آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے ہنس دیئے پھر اس کے لئے عطیہ کا حکم دیا۔

حدیث (۲۹۲۴) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ حُنَیْنٍ اٰثَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنَاسًا فِی الْقِسْمَةِ فَاَعْطَی الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الْاِبِلِ وَاَعْطٰی عُیَیْنَةَ مِثْلَ ذٰلِکَ وَاَعْطٰی اُنَاسًا مِنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ فَاٰثَرَهُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْقِسْمَةِ قَالَ رَجُلٌ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهِ الْقِسْمَةَ مَا عُدِلَ فِیْهَا وَمَآ اُرِیْدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاُخْبِرَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ یَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰی قَدْ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب حنین کی جنگ ختم ہوگئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کے اندر کچھ لوگوں کو ترجیح دی۔ چنانچہ اقرع بن حابس کو سو ۱۰۰ اونٹ عطا فرمائے۔ اور اسی طرح حضرت عیینہؓ کو بھی اسی قدر دیئے۔ اور عرب کے بڑے بڑے شرفاء کو نوازا گیا۔ پھر

حال اس دن تقسیم میں کچھ لوگوں کو ترجیح دے کر زیادہ مال دیا۔ تو ایک آدمی نے کہا اللہ کی قسم! کہ یہ وہ تقسیم ہے جس میں انصاف نہیں کیا گیا۔ یا اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ تو میں نے کہا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اس کی اطلاع دوں گا۔ چنانچہ میں نے آ کر آپ کو اطلاع دی۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ جب اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کرتے تو اور کون عدل وانصاف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی۔ لیکن آپ نے صبر کیا۔ مجھے بھی صبر کرنا چاہیے۔

حدیث (۲۹۲۵) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ الخ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍؓ قَالَتْ کُنْتُ اَنْقُلُ النَّوٰی مِنْ اَرْضِ الزُّبَیْرِ الَّتِیْ اَقْطَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَأْسِیْ وَهِیَ مِنِّیْ عَلٰی ثُلُثَیْ فَرْسَخٍ وَقَالَ اَبُوْضَمْرَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ الزُّبَیْرَؓ اَرْضًا مِنْ اَمْوَالِ بَنِی النَّضِیْرِ.

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت زبیرؓ کی اس جاگیر سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر اٹھا کر لاتی تھی جو زمین آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جاگیر کے طور پر عطا فرمائی تھی۔ اور وہ میرے فرسخ دو تہائی فاصلہ پر تھی۔ ابوحمزہ اپنی سند سے ذکر کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے اموال میں سے حضرت زبیر کو زمین عطا فرمائی تھی۔

حدیث (۲۹۲۶) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ اَجْلَی الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰی اَهْلِ خَیْبَرَ اَرَادَ اَنْ یُّخْرِجَ الْیَهُوْدَ مِنْهَا وَکَانَتِ الْاَرْضُ لَمَّا ظَهَرَ عَلَیْهَا لِلْیَهُوْدِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ فَسَاَلَ الْیَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّتْرُکَهُمْ عَلٰی اَنْ یَّکْفُوا الْعَمَلَ وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ مَا شِئْنَا فَاُقِرُّوْا حَتّٰی اَجْلَاهُمْ عُمَرُؓ فِیْ اِمَارَتِهٖ اِلٰی تَیْمَآءَ اَوْ اَرِیْحَا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے یہود ونصاریٰ کو ملک حجاز سے جلاوطن کر دیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر والوں پر غالب آئے تھے تو آپ نے یہود کو وہاں سے نکالنے کا ارادہ فرمایا اور عادت یہ تھی کہ جب بھی کوئی علاقہ فتحیاب ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کیلئے۔ رسول اللہ کے لئے اور مسلمانوں کیلئے ہوتا تھا۔ تو یہود نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ انہیں خیبر میں اس شرط پر رہنے دیں کہ باغوں کی ساخت پرداخت کا عمل ان کی ذمہ داری ہوگی اور ان کے لئے پھل کی آمدنی کا نصف ہوگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک ہماری مرضی ہوگی اس شرط پر ہم لوگ تمہیں ٹھہرنے دیں گے۔ پس وہ یہود اس وقت تک برقرار رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں انہیں تیماء یا اریحا کی طرف جلاوطن کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فاصاب عمر جاریۃ الخ اس سے ترجمہ کا دوسرا جزء ثابت کرتا ہے۔ یعنی غیر مؤلفۃ القلوب کو عطا کرنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ واضح ہے کہ حضرت عمرؓ مؤلفۃ القلوب میں سے نہیں تھے۔ ان کو حنین کی سبایا میں سے دو باندیوں کا عطا کرنا ترجمہ کے دوسرے جزء کو ثابت کرتا ہے۔

انکم ستردون بعدی اثرۃ شدیدۃ جب آپ نے دیکھا کہ تقسیم کے بارے میں ان کی بدگمانیاں ہو رہی ہیں۔ حالانکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے۔ اس لئے جو کچھ انہوں نے کیا بالکل ٹھیک کیا۔ تو مہاجرین اپنے امام حکومت میں ان کے ساتھ جو بدسلوکی کرنے

والے تھے آپؐ نے اس سے ان کو ڈرایا اور دنیاوی مال واسباب سے بے پرواہ ہو کر صبر کرنے کی تلقین فرمائی اور یہ بشارت بھی تھی کہ تم اس صبر کی وجہ سے حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو گے۔ تو گویا کہ یہ جنتی اور جنتی ہو۔ اس افادہ سے قطب گنگوہیؒ نے مناسبت کو بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اس سے ترجمہ کی مناسبت بیان فرمائی۔ کہ یہ لوگ اگر کامل الایمان ہوتے تو جو انہوں نے کیا ایسا نہ کرتے۔ ایسے آئندہ روایت میں بھی اگر اعرابی کامل الایمان ہوتا کھینچا تانی کا معاملہ نہ کرتا۔ بہر حال ان سب کو عطا کرنا ان سے ان سب کی تالیف قلب کے لئے تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چنانچہ علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں کہ اعراب اور اعرابی کی بدسلوکی کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو عطا کرنا یہ سب تالیف قلب کے لئے تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ترکھم علی ان یکفوا شراح کو تو مناسبت ثابت کرنے میں پریشانی لاحق ہوئی ہے۔ لیکن حضرت شیخ گنگوہیؒ مناسبت ثابت کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ جب آپؐ نے اہل خیبر کے باغات کا تخمینہ لگا کر ثلث یا ربع چھوڑ دینے کا حکم دیا جب کہ روایات سے واضح ہے تو یہ بھی اعطاء ہوا۔ لیکن یہ اعطاء غیر مؤلفۃ القلوب کے لئے ہے۔ اگر اس سے مراد مؤمنین ہوں۔ اگر عام لوگ ہیں خواہ وہ مؤمن کامل ہوں یا جن کا ایمان ابھی کامل نہیں ہوا یا جو ابھی تک مؤمن نہیں ہوئے تو پھر یہ اعطاء ان کی تالیف قلب کیلئے ہے۔ تو یہ اعطاء من الخمس ونحوہ دونوں کے قبیلہ سے ہوگا۔ اس لئے کہ اس آمدنی کا جو حصہ مسلمانوں کو پہنچے گا پہلے اس کا خمس نکالا جائے گا۔ پھر اسے غانمین میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اور جو کچھ ان کے حصہ سے کم ہوگا خواہ وہ ربع خمس اور ثلث کو چھوڑ دینے کی صورت میں ہو تو یہ بھی ان کے خمس سے کم ہوا۔ تو اتنی مقدار جو مسلمانوں کی طرف سے گئی گویا کہ یہ بھی اعطاء ہے خوب غور سے سمجھو کیونکہ بہت سے اساتذہ کو اس میں تعجب ہوا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ نے عجیب طریقہ سے مناسبت بیان فرمائی ہے۔ ورنہ بہت سے شراح نے تو سرے سے مناسبت کا انکار ہی کر دیا۔ چنانچہ حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ ابن المنیرؒ فرماتے ہیں کہ باقی تو سب احادیث ترجمہ سے مناسبت رکھتی ہیں لیکن یہ آخری روایت جس میں اہل خیبر کا ذکر ہے وہ تو بالکل مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس میں تو اعطاء کا ذکر ہی نہیں ہے۔ لیکن دوسرے مقام سے اس کی مطابقت جہات معلوم ہوتی ہیں۔ جس سے ترجمہ سے مناسبت ہو جائے گی۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث اور ترجمہ میں بالکل مطابقت نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اعطا کا ذکر ہی نہیں۔ لیکن جواب یہ ہے کہ دوسرے مقام سے جہات اعطاء کا ثبوت ملتا ہے۔ اس اعتبار سے ترجمہ داخل کرنا صحیح ہوگا۔ اور شیخ الاسلام بھی شرح کے اندر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اموال بنو نضیر کو بھی اموال خیبر میں شمار کیا ہو۔ اور غلبہ سے مراد عام ہو۔ خواہ وہ فتح کے ذریعہ ہو یا صلح کے ذریعہ تو اس طرح اعطاء مؤلفۃ القلوب وغیر المؤلفۃ من اموال بنی النضیر ثابت ہوگا۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے جو کہا فانھم فانہ غریب الخ۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حکیم بن حزام مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ تو ان کا اعطاء ثابت ہوا جس سے ترجمہ کا جزء اول ثابت ہے قال نافع لم یعتمر من جعرانۃ کا عمرہ اگر چہ حضرت نافعؒ کو معلوم نہ ہو سکا لیکن دیگر حضرات سے آپؐ کے چار عمرے منقول ہیں جو مشہور ہیں اس لئے ان کا انکار کوئی نقصان دہ ثابت نہ ہوگا۔

عمرو بن تغلب کامل الایمان تھے۔ اس لئے آنجنابؐ کے ارشاد سے خوش ہوئے۔ ما افاء اللہ کے کلمہ کا اضافہ تفخیم اور تکثیر کیلئے ہے اور واقعی حنین سے جو فئی کا مال حاصل ہوا وہ عظیم و کثیر تھا۔ چنانچہ روایات سے ثابت ہوا کہ چھ ہزار تو قیدی عورتیں تھیں چوبیس ہزار اونٹ تھے۔ اور چار ہزار اوقیہ من فضۃ تھا۔ اور چالیس ہزار سے زائد بکریاں تھیں۔

رجالا من قریش اھل مکہ جو فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے ان کی تالیف قلب کے لئے آپؐ نے یہ عطایا دیئے۔ الاستئثار کے معنی الفراد بالشیئ۔ فاصبروا ای علی ھذا الابتلاء چنانچہ یہ ترجیحات حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں اور ان کے بعد شروع ہوئیں جن کی شکایت حضرات انصار نے حضرت معاویہؓ سے کی۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر آپؐ نے تمہیں کیا تلقین کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ فاصبروا فرمایا تھا۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا پھر آپؐ کے حکم کی تعمیل کرو اور صبر کرو۔

حتی تلقوا علی الحوض یہ جنت کی بشارت ہے اور صبر کی جزاء ہے۔ ثم لاتجدونی بخیلا ولا کذوبا ولا جبانا پہلے جملہ کی مناسبت باب سے ظاہر ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا کذوبا سے اشارہ ہے کہ میں نے ایفاء وعدہ کر کے اعطاء کر دیا۔ اور لاجبانا سے اشارہ ہے کہ یہ میرا اعطاء کسی خوف اور رعب سے نہیں ہے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ سے مناسبت لقسمتہ بینکم سے مستفاد ہے نجران۔ شام۔ حجاز اور یمن کے درمیان واقع ایک مقام کا نام ہے۔

ماعدل فیھا اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ سب النبی یعنی نبی کو گالی دینا کفر ہے۔ جس کی سزا قتل ہے۔ لیکن تالیف لغیرھم آپؐ نے اسے قتل نہیں کیا۔ تاکہ لوگوں میں مشہور نہ ہو جائے کہ آپؐ اپنے اصحاب کو بھی قتل کر دیتے ہیں۔ اور بنو نضیر کی اراضی کا اعطاء یہ ترجمہ کے دوسرے حصہ کو ثابت کرتا ہے۔

وھو ھم من الخمس الخ فرسخ تو میل کا ہوتا ہے للذی فرسخ چھ میل ہوا۔ تو اراضی زبیرؓ چھ میل کے فاصلہ پر تھی جہاں سے حضرت اسماءؓ گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھیں۔

بَابُ مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

ترجمہ۔ کھانے پینے کی چیزیں جو دار الحرب میں ملیں ان کا کیا حکم ہے

حدیث (۲۹۲۷) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍؓ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمٰى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے خیبر کے محل کا گھراؤ کیا ہوا تھا کہ ایک انسان نے ایک تھیلا پھینکا جس میں چربی تھی تو اس کو پکڑنے کیلئے میں جلدی کودا میں نے ادھر دیکھا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے جس سے مجھے شرم آ گئی۔

حدیث (۲۹۲۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِينَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنی لڑائیوں کے اندر شہد اور انگور ملتے تھے۔ جنہیں ہم کھاتے تو تھے لیکن اٹھا کے نہیں رکھتے تھے۔

حدیث (۲۹۲۹) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفٰىؓ يَقُولُ أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَيَالِيَ خَيْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَقَعْنَا فِي الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَانْتَحَرْنَاهَا فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُورُ نَادٰى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْفِئُوا الْقُدُورَ فَلَا تَطْعَمُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ شَيْئًا قَالَ عَبْدُ اللهِ فَقُلْنَا إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ قَالَ وَقَالَ آخَرُونَ حَرَّمَهَا أَلْبَتَّةَ وَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَرَّمَهَا أَلْبَتَّةَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ خیبر کی سفر کی راتوں میں ہمیں بھوک نے سخت ستایا جب خیبر کی لڑائی ختم ہوگئی تو ہم گدھوں پر ٹوٹ پڑے۔ پس ان کو ذبح کرڈالا۔ پھر جب ہانڈیاں ابلنے لگیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کنندہ نے اعلان کیا کہ ہانڈیوں کو انڈیل دو۔ اور گدھوں کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ چکھو۔ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں کہتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلئے منع فرمایا کہ ان کا خمس نہیں نکالا گیا۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ آپؐ نے بالکل ان کو حرام قرار دے دیا اور میں نے سعید بن جبیرؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ بالکل حرام قرار دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ سالت سعید بن جبیر حضرت سعید بن جبیرؓ سے اس لئے پوچھا کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کے خاص شاگرد تھے۔ اور ابن عباسؓ گدھے کے گوشت کی حلت کے قائل تھے۔ لیکن حضرت سعید بن جبیرؓ کو دیگر صحابہ کرامؓ سے اس کی حرمت کی تحقیق ہو گئی۔ تو انہوں نے بالیقین حرمت کا فتویٰ دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ سعید بن جبیرؓ سے سوال کی تخصیص کا جو فائدہ قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمایا وہ بہترین ہے۔ ابوداؤد نے بھی ابن عباسؓ کا یہی مذہب نقل کیا ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک تو اس کی حرمت ہے۔ البتہ ابن عباسؓ سے رخصت کی روایت ہے۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں اب اس کی حرمت میں کسی کا اختلاف نہیں رہا۔ آج جمیع علماء مسلمین اس کی تحریم پر متفق ہیں۔ جابر بن عبداللہؓ سے بھی نہی کی روایت مروی ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ باب کی دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مجاہدین کو بقدر حاجت مال غنیمت میں سے کھانے پینے کی چیز لینا جائز ہے۔ جب کہ اس سے مقصود مالیت بنانا نہ ہو۔ جیسے کہ حمر اھلیہ کو ذبح کر کے استعمال کرنے لگے کہ آپؐ نے ان کے گوشت کے استعمال سے روک لیا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بدون اجازت امام کسی چیز کا لینا جائز نہیں ہے۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ علة نهى من لحوم الحمر الاهلية کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف تھا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ لذاتہا ان کا گوشت حرام ہے۔ اور بعض کسی عارض کی وجہ سے کہتے تھے۔ بہر حال اس کی مزید بحث کتاب المغازی میں آئے گی۔ بعض فرماتے ہیں کہ گدھا گندگی کھاتا ہے۔ البتہ کے معنی قطع کے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بہر حال جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جن اشیاء کا تعلق غذا سے ہے۔ یا جو چیزیں عادۃً غذا کا فائدہ دیتی ہیں۔ اس طرح جانوروں کا گھاس ان کا قبل از قسمت اور بعد از قسمت لینا جائز ہے۔ خواہ امام کی اجازت ہو یا نہ ہو۔

استحییت منه یعنی مجھے اپنے اس حریصانہ فعل سے ندامت ہوئی۔ لیکن جواز ثابت ہو گیا کہ آپؐ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ اس کے آخر میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا هو لک کہ وہ تیرے لئے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادِعَةِ مَعَ اَهْلِ الْحَرْبِ

ترجمہ۔ باب اہل ذمہ یعنی ذمیوں کے لئے جزیہ اور اہل حرب سے کسی مدت معینہ تک کسی مصلحت کی وجہ سے جنگ چھوڑ دی جائے

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ صَاغِرُوْنَ اَذِلَّاءُ وَمَا جَآءَ فِيْ اَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَالْعَجَمِ وَقَالَ

بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيْحٍ قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ مَا شَأْنُ اَهْلِ الشَّامِ عَلَيْهِمْ اَرْبَعَةُ دَنَانِيْرَ وَاَهْلُ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِيْنَارٌ قَالَ جُعِلَ ذٰلِکَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس آیت سے جزیہ کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے جو لوگ اللہ پر اور آخری دن پر یقین نہیں رکھتے ان سے جزیہ وصول کرنے تک لڑتے رہو اور جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کے محرمات کو حرام قرار نہیں دیتے۔ جیسے اہل کتاب اس سے بھی جزیہ لو۔ وھم صاغرون تک۔ صاغر میں ذلیل۔ مسکنۃ مسکین کی مصدر ہے۔ اسکن من فلان کے معنی ہے کہ وہ اس سے زیادہ محتاج ہے کہ کسی کروٹ اسے سکون میسر نہیں اور یہود نصاریٰ مجوسی اور عجمیوں سے جو جزیہ لیا گیا اس کے بارے میں جو کچھ وارد ہے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں ابن ابی نجیح سے کہ میں نے حضرت مجاہد سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ شام والوں پر تو چار دینار کی کس جزیہ ہے اور یمن والوں پر محض ایک دینار۔ تو انہوں نے فرمایا یہ فرق محض دولت مندی کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

حدیث (۲۹۳۰) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعَمْرِو بْنِ اَوْسٍ فَحَدَّثَهُمَا بَجَالَةُ سَنَةَ سَبْعِيْنَ عَامَ حَجَّ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بِاَهْلِ الْبَصْرَةِ عِنْدَ دَرَجِ زَمْزَمَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ فَاَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِیْ مَحْرَمٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُؓ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ.

ترجمہ۔ حضرت عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں جابر بن زید اور عمرو بن اوس کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا کہ ان دونوں کو بجالہ نے سن ستر ہجری میں حدیث سنائی جس سال کہ مصعب بن الزبیر بصرہ والوں کو حج کرا رہے تھے زمزم کی سیڑھی کے پاس سنائی بجالہ فرماتے ہیں کہ میں جزء بن معاویہ جو احنف کے چچا تھے میں ان کا میر منشی تھا۔ ہمارے حضرت عمر بن الخطابؓ کا والا نامہ ان کی وفات کے ایک سال پہلے پہنچا۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ مجوس کے ذی محرموں کو نکاح سے جدا کر دو اور حضرت عمرؓ مجوس سے جزیہ نہیں لیتے تھے۔ یہاں تک حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے گواہی دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیتے تھے۔

حدیث (۲۹۳۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ الْاَنْصَارِیَّ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِیْ عَامِرِ بْنِ لُؤَیٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا اَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِیْ بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِیِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِیْ عُبَيْدَةَ فَوَافَقَتْ صَلٰوةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰى بِهِمُ الْفَجْرَ اِنْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ وَقَالَ اَظُنُّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَیْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰہِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمْ

الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عوف انصاریؓ جو بنو عامر بن لوی ؓ کے حلیف تھے۔ اور بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ انہوں نے انہیں خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین کا جزیہ لانے کیلئے بھیجا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے صلح کرلی تھی اور ان پر حضرت علاء بن الحضرمیؓ کو حاکم مقرر کیا تھا پس حضرت ابوعبیدہؓ بحرین کا مال لے کر آئے تو انصار نے ان کے آنے کی خبر سن لی تو صبح کی نماز جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ادا کرنے کا پروگرام بنایا جب آپؐ انہیں فجر کی نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے جب آپؐ نے ان کو دیکھا تو مسکرا دیئے فرمایا میرا گمان یہ ہے کہ تم نے حضرت ابوعبیدہؓ کے متعلق سن لیا کہ وہ کوئی چیز لے کر آئے ہیں یہ بولے ہاں یا رسول اللہ! تو آپؐ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہارا مقصود حاصل ہوا اور جو چیز تمہیں خوش کرے اس کی امید لگاؤ پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر تنگدستی کا خطرہ نہیں ہے لیکن مجھے خطرہ یہ ہے کہ دنیا تم پر ایسے پھیلا دی جائے گی جیسے تم میں سے پہلے لوگوں پر پھیلائی گئی پس تم بھی اس دنیا میں ایسے رغبت کرو گے جیسا کہ انہوں نے اس میں رغبت کی تھی اور تمہیں دنیا ایسے ہلاک کرے گی جیسے کہ ان کو ہلاک کیا۔

حدیث (۲۹۳۲) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ الخ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِيْ اَفْنَاءِ الْاَمْصَارِ يُقَاتِلُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ فَقَالَ اِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ فِيْ مَغَازِيَّ هٰذِهٖ قَالَ نَعَمْ مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِيْنَ مَثَلُ طَائِرٍ لَهٗ رَأْسٌ وَّلَهٗ جَنَاحَانِ وَلَهٗ رِجْلَانِ فَاِنْ كُسِرَ اَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَالرَّأْسُ وَاِنْ شُدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتِ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ فَالرَّأْسُ كِسْرٰى وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ وَالْجَنَاحُ الْاٰخَرُ فَارِسُ فَمُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا اِلٰى كِسْرٰى وَقَالَ بَكْرٌ وَزِيَادٌ جَمِيْعًا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ فَنَدَبَنَا عُمَرُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِاَرْضِ الْعَدُوِّ وَخَرَجَ عَلَيْنَا عَامِلُ كِسْرٰى فِيْ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا فَقَامَ تَرْجُمَانٌ فَقَالَ لِيُكَلِّمْنِيْ رَجُلٌ مِّنْكُمْ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ سَلْ عَمَّا شِئْتَ قَالَ مَا اَنْتُمْ قَالَ نَحْنُ اُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ كُنَّا فِيْ شَقَاءٍ شَدِيْدٍ وَّبَلَاءٍ شَدِيْدٍ نَمُصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوٰى مِنَ الْجُوْعِ وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعَرَ وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرَضِيْنَ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ وَجَلَّتْ عَظَمَتُهٗ اِلَيْنَا نَبِيًّا مِّنْ اَنْفُسِنَا نَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ فَاَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُوْلُ رَبِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ اَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ وَاَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِّسَالَةِ رَبِّنَا اَنَّهٗ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَى الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمٍ لَّمْ يَرَ مِثْلَهَا قَطُّ وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ فَقَالَ النُّعْمَانُ رُبَّمَا اَشْهَدَكَ اللّٰهُ مِثْلَهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنَدِّمْكَ وَلَمْ يُخْزِكَ وَلٰكِنِّيْ شَهِدْتُ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ فِيْ اَوَّلِ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتّٰى تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلَوٰتُ.

ترجمہ۔ جبیر بن حیہ تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بڑے بڑے شہروں کو فتح کرنے کیلئے مجاہدین کو بھیجا جو مشرکوں سے جہاد کرتے تھے۔ اہواز کا بادشاہ ہرمزان مسلمان ہو گیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ہرمزان! میں تجھ سے ان لڑائیوں کے بارے میں مشورہ طلب کرتا ہوں اس نے کہا ہاں! ان شہروں کی مثال اور جو لوگ ان شہروں میں مسلمانوں کے دشمن رہتے ہیں (فارس۔ اصبہان۔ آذربائیجان) اس پرندے کی طرح ہے جس کا سر ہو دو بازو ہوں اور دو اسکے پاؤں ہوں اگر پروں میں سے ایک پر ٹوٹ جائے تو دو پاؤں سر ایک بازو اٹھ کھڑا ہوتا ہے اگر دوسرا بازو ٹوٹ جائے تو دو پاؤں اور سر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اگر سر پھوڑ دیا جائے تو پاؤں اور دونوں بازو اور سر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ سر تو کسریٰ ہے بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس ہے۔ پس آپ مسلمانوں کو حکم دیں کہ وہ کسریٰ کی طرف کوچ کریں۔ (جب یہ بازو کٹ جائیں گے تو سر زم ہو جائے گا) پھر پس حضرت عمرؓ نے ہمیں طلب فرمایا اور ہم پر نعمان بن مقرن کو حاکم مقرر فرمایا ہم جس وقت دشمن کے ملک میں پہنچے تو ہمارے مقابلہ کیلئے کسریٰ کا حاکم چالیس ہزار فوج لے کر آیا۔ تو اس کے ترجمان نے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی میرے ساتھ بات چیت کرے۔ تو حضرت مغیرہؓ نے فرمایا پوچھو جو تمہاری مرضی ہو۔ اس نے پوچھا تم کون ہو انہوں نے فرمایا ہم عرب کے لوگ ہیں ہم لوگ سخت بدبختی اور سخت مصیبت میں تھے ہم بھوک کی وجہ سے چمڑے اور گٹھلیاں چوستے تھے پشم اور بالوں کے کپڑے پہنتے تھے درختوں اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے اس صورت حال پر کافی عرصہ گزر گیا کہ ہمارے رب کو جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے ہمارے حال پر رحم آیا کہ اس نے ہماری طرف ہمارے میں سے ایک ایسا نبی بھیجا جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے پہچانتے ہیں۔ ہمارے نبی اور ہمارے رب کے رسول نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑائی جاری رکھیں جب تک تم اللہ اکیلے کی عبادت نہیں کرنے لگ جاتے یا یہ کہ تم جزیہ ادا کرو (یہ لوگ مجوسی تھے۔ معلوم ہوا مجوس سے جزیہ لینا جائز ہے) اور ہمارے نبی نے ہمارے رب کے پیغامات میں سے ہمیں یہ خبر سنائی کہ ہم سے جو بھی شہید ہو گیا وہ جنت کی ایسی نعمتوں کی طرف پہنچے گا جن کی مثال کبھی نہیں دیکھی گئی اور جو ہم میں سے باقی رہے گا۔ وہ تمہاری گردنوں کا مالک بنے گا۔ جس پر نعمان بن مقرنؓ نے حضرت مغیرہؓ سے فرمایا کہ ایسے ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی حاضر رکھا۔ پس نہ اس نے آپ کو پشیمان کیا اور نہ رسوا کیا اس مکالمہ سے فراغت کے بعد حضرت مغیرہؓ نے دن کے اول حصہ میں قتال کے کام میں مشغول ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت نعمانؓ نے فرمایا کہ آپ بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لڑائیوں میں حاضر رہے ہیں۔ لیکن آپ نے ہواؤں کے چلنے کا انتظار نہیں کیا لیکن میں بہت مرتبہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لڑائیوں میں حاضر رہا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول نہار یعنی دن کے پہلے حصہ میں قتال شروع نہ کرتے تو ہواؤں کے چلنے اور نمازوں کا وقت حاضر ہونے کا انتظار فرماتے تھے۔ ایک تو اوقات عبادت سے تبرک حاصل کرتے دوسرے ہواؤں کا چلنا نصرت و کامیابی کا سبب ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اربعۃ دنانیر سونے کی قیمت احنافؒ کے نزدیک اڑتالیس درہم بنتی ہے۔ اور اہل یمن کے ہر فقیر اور غنی پر ایک ایک دینار جزیہ مقرر فرمایا تھا۔ کیونکہ ان سے اس پر مصالحت ہوئی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں اس اثر سے معلوم ہوا کہ جزیہ میں تفاوت جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک کم از کم جزیہ ہر سال کیلئے ایک دینار ہے۔ جس کو احناف فقیر کے لئے مختص کرتے ہیں۔ متوسط کے لئے دو دینار اور غنی کے لئے چار دینار۔ شوافع کے نزدیک امام کمی وبیشی کر سکتا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چالیس دینار سے زائد وصول نہ کرے۔ اور جو طاقت نہیں رکھتا اس سے کمی بھی کر سکتا ہے۔ اوجز کے اندر میں نے بڑی بسط سے بحث کی ہے۔ اور اس فصل کو چھ مسائل میں منحصر کیا ہے کہ جزیہ کس سے لیا جائے ان کے کتنے اقسام ہیں۔ جزیہ کب واجب ہوگا اور کتنا واجب ہوگا۔ کب ساقط ہوگا اور جزیہ کے کتنے اقسام ہیں۔ اور مال جزیہ کا کہاں خرچ کیا جائے۔ ان سب کی تفصیل اوجز میں دیکھی جا سکتی ہے۔

لاجل المصالحة سے اس اثر کی توجیہ بیان فرمائی۔ کیونکہ بظاہر اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ چار دینار سب پر ہیں۔ ان میں فقیر اور غنی کا کوئی فرق نہیں ہے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ جزیہ دو قسم ہے۔ جزیہ صلح۔ اور جزیہ جبر۔ جزیہ صلح تو وہی ہوگا جس پر مصالحت ہوئی۔ جزیہ جبر وہ ہے جو ائمہ کرام کے درمیان مختلف فیہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کی موجودگی میں جو عثمان بن حنیف کو جزیہ وصول کرنے کا حکم دیا وہی قابل عمل ہوگا۔ کہ تنگی کی وجہ سے کمی نہ کی جائے گی۔ اور غنی کی وجہ سے اس مقدار سے زیادتی نہ ہوگی۔ فقراء ہر ہر سال بارہ درہم یا ایک دینار۔ اوساط پر چوبیس درہم یا دو دینار۔ اور اغنیاء پر اڑتالیس درہم یا چار دینار۔ اور مقدرات سماع پر موقوف ہیں عقل اس میں دخل انداز نہیں ہو سکتی۔ یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اقل مقدار ایک دینار ہے۔ اکثر کی کوئی حد نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک اہل ذہب پر چار دینار اور چاندی والوں پر چالیس درہم ہیں ان میں کمی و بیشی نہیں کی جائے گی۔ الا یہ کہ ضعف کی وجہ سے امام تخفیف کر دے۔

فلم يندلك ولم يخزك ظاہر معنی اس کا یہ ہے کہ جب تم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد بالکفار کیا ہے۔ تو تمہیں شکست نہیں ہوئی بلکہ دشمنوں پر غالب آئے۔ تو ہمیں بھی ان امور کا لحاظ رکھنا چاہیے جن کی رعایت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اس لئے تانی اور انتظار کرلیں جلد بازی نہ کریں کیونکہ جب ہم نے آپ کی سیرت کا اتباع کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں دشمنوں پر کامیابی عطا فرمائیں گے۔

فقال النعمان الخ ای للمغيرة فعلها ای مثل هذه الشدة خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مغیرہؓ نے حضرت نعمانؓ پر تاخیر قتال کا الزام عائد کیا تو انہوں نے معذرت فرمائی کہ میں انتظار کر رہا ہوں کہ برکت دعبادت کا وقت آئے تو تب قتال شروع کریں۔ اور قصہ یہ ہے کہ اہل فارس نے ان کو پیغام بھیجا کہ تم نہر عبور کر کے ہمارے پاس آتے ہو یا ہم عبور کر کے تمہاری طرف آئیں۔ تو حضرت نعمانؓ نے فرمایا کہ تم نہر عبور کر کے دشمنوں تک پہنچو۔ چنانچہ جب ان کی مڈبھیڑ ہوئی تو دیکھا کہ وہ تو ایک دوسرے کے ساتھ لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں تا کہ بھاگ نہ سکیں۔ حضرت مغیرہؓ نے ان کی کثرت کو دیکھ کر فرمایا کہ دشمن کو تیاری کا موقعہ نہ ملنا چاہیے بلکہ جلدی ان پر حملہ ہو جائے۔ حضرت نعمانؓ نے فرمایا واقعی آپ بہت خوبیوں کے مالک ہیں۔ لیکن میں تو جلد بازی نہیں کروں گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا اتباع کروں گا تا کہ اس کے سبب ہمیں کامیابی نصیب ہو۔ اور یہ واقعہ ۱۹ھ یا ۲۱ھ کا ہے۔

بَابُ اِذَا وَادَعَ الْاِمَامُ مَلِکَ الْقَرْیَةِ هَلْ یَکُوْنُ ذٰلِکَ لِبَقِیَّتِهِمْ

ترجمہ۔ جب حاکم کسی علاقہ کے بادشاہ کیلئے جزیہ چھوڑ دے تو کیا بقیہ حضرات کو بھی اس کی پابندی کرنی چاہیے یا نہیں۔

حدیث (۲۹۳۳) حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَبُوْکَ وَاَهْدٰی مَلِکُ اَیْلَةَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَیْضَاءَ وَکَسَاهُ بُرْدًا وَکَتَبَ بِبَحْرِهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ تبوک کی لڑائی میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو ایلہ ساحل سمندر کے بادشاہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سفید خچر بطور ہدیہ کے دیا۔ اور کچھ یمنی چادریں بھی پہنائیں۔ تو آپ نے ان کے لئے ان کی بحری حدود کی حکومت کا پروانہ لکھ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فکتب لهم ببحرهم جب کہ مصالحت اور مکاتبت امام اور حاکم کے بغیر نہیں ہوتی اور وہ بادشاہ بھی

جماعت کا حکم رکھتا ہے۔ کتب لھم کے الفاظ اس پر دال ہیں تو مطلوب ثابت ہو گیا کہ حاکم اور بادشاہ کی مصالحت اور مکاتبت سب کی طرف سے ہوگی۔ اگر روایت میں کتب له بصیغه مفرد ہو تو بھی مدعی واضح ہے۔ کہ بادشاہ کی مصالحت بقیہ سب افراد کی مصالحت ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شارح تراجم فرماتے ہیں کہ آپ کا ہدیہ قبول کرنا یہ خبردار کرتا ہے کہ آپؐ نے ان سے صلح کر لی اور آپ کا ان کو سمندری علاقہ کی حکومت لکھ کر دینا یہ مشعر ہے کہ بادشاہ اور رعایا سب مصالحت میں داخل ہو گئے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اگرچہ روایت بخاری میں نہ تو امان کا صیغہ ہے اور نہ ہی طلب کا صیغہ ہے۔ لیکن عادت یہ ہے کہ بادشاہ جب ہدیہ بھیجتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا ملک باقی رہے اور ملک کی بقاء بقاء رعیت کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو اس سے نتیجہ یہی نکلا کہ بادشاہ کی مصالحت یہ رعیت کی مصالحت ہے۔ لیکن محض قیاس نہیں بلکہ بعض طرق حدیث میں ہے۔ اتاہ ملک ایلہ فصالحه واعطاه الجزیة. تبوک میں ایلہ کا بادشاہ پہنچا اس نے صلح کی اور جزیہ بھی دیا تو آپؐ نے اس کو بحری جاگیر لکھ دی۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ علماء کرام اس پر تو متفق ہیں کہ امام کی صلح میں رعایا بھی داخل ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس میں کہ رعایا کی امان میں بادشاہ داخل ہوگا کہ نہیں۔ اس میں اختلاف ہے اکثر حضرات یہی فرماتے ہیں کہ اس کی لفظاً تعیین ضروری ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قرینہ کی وجہ سے ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ غیر کے لئے امان طلب کرنا اپنے آپ کو خارج کرنے والا نہیں ہوتا۔ لہذا وہ بھی داخل ہوگا۔

کتب لھم اس جگہ ہے اور کتاب الزکوۃ میں کتب له گزرا ہے۔

بَابُ الْوَصَاةِ بِأَهْلِ الذِّمَّةِ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالذِّمَّةُ الْعَهْدِ وَالْاِلُّ الْقَرَابَةُ

ترجمہ۔ جن لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا ہے ان کے متعلق وصیت قرآن مجید میں لا یرقبون فی مؤمن الا ولا ذمة کہ وہ مؤمن کے بارے میں نہ تو کسی رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ ہی کسی عہد و پیان کا۔ اس ذمہ کے معنی عہد اور ال کے معنی قرابت کے ہیں۔

حدیث (۲۹۳۴) حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ الخ سَمِعْتُ جُوَيْرِيَةَ بْنَ قُدَامَةَ التَّمِيْمِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ قُلْنَا اَوْصِنَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ وَرِزْقُ عِيَالِكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت جویریہ بن قدامہ تمیمی فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطابؓ سے سنا جبکہ ہم نے کہا اے امیر المؤمنین ہمیں وصیت فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی ذمہ داری کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہی تمہارے نبی کا عہد و پیان ہے۔ اور یہی تمہارے اہل و عیال کی روزی کا سبب ہے۔ کیونکہ اس عہد سے جزیہ ملے گا جو مسلمانوں میں تقسیم ہوگا۔ اور ان کی ضروریات میں خرچ ہوگا۔

بَابُ مَا اَقْطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنَ الْبَحْرَيْنِ وَمَا وَعَدَ مِنْ مَالِ الْبَحْرَيْنِ وَالْجِزْيَةِ وَلِمَنْ يُقْسَمُ الْفَيْءُ وَالْجِزْيَةُ

ترجمہ۔ باب اس جاگیر کے بارے میں جو آپؐ نے بحرین سے مقرر فرمائی۔ بحرین کے مال کے بارے میں جو آپؐ نے وعدہ فرمایا اور اس کے جزیہ کے بارے میں اور کس شخص کے لئے مال فئی اور جزیہ تقسیم کیا جائے گا۔

حدیث (۲۹۳۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ لِيَكْتُبَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تَكْتُبَ لِاِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا فَقَالَ ذَاكَ لَهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قَالَ فَاِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تا کہ بحرین کا علاقہ ان کے لئے لکھ دیں وہ کہنے لگا اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا۔ جب تک اس قدر جاگیر آپ ہمارے قریشی بھائیوں کے لئے نہ لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا یہ ان کے لئے تب ہوگا جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ بہرحال یہ بات انصار حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے رہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا میرے بعد تم ترجیحات دیکھو گے کہ تمہیں نظرانداز کیا جائے گا۔ تو تم اس وقت تک صبر کرنا یہاں تک کہ آپ لوگ مجھے حوض کوثر پہ آ کر ملیں۔

حدیث (۲۹۳۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ مَنْ كَانَتْ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنِيْ فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ قَالَ لِيْ لَوْ قَدْجَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَاَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَقَالَ لِيْ اُحْثِهٖ فَحَثَوْتُ حَثْيَةً فَقَالَ لِيْ عُدَّهَا وَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ فَاَعْطَانِيْ اَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةٍ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سے وعدہ فرمایا کہ اگر بحرین کا مال آ گیا تو میں تجھے اس قدر دوں گا۔ اس قدر دوں گا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی بعد ازاں بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا جس شخص کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وعدہ ہو وہ میرے پاس آئے تا کہ میں آپ کا وعدہ پورا کروں۔ تو آپ کی خدمت میں میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آ گیا تو تجھے اتنا اتنا اتنا دوں گا۔ تو ابوبکرؓ نے فرمایا چلو بھر لو (لپ بھر لو) میں نے خوب لپ بھر لیا۔ انہوں نے فرمایا اس کو گنو! شمار کرو۔ میں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو درہم تھے۔ تو انہوں نے مجھے ڈیڑھ ہزار روپے عنایت فرمائے۔

حدیث (۲۹۳۷) قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ فَكَانَ اَكْثَرَ مَالٍ اُتِيَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ اِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا قَالَ خُذْ فَحَثَا فِيْ ثَوْبِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ مُرْبَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ اِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ فَلَمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ ثُمَّ احْتَمَلَهٗ عَلٰى كَاهِلِهٖ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ يُتْبِعُهٗ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِهٖ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کو مسجد نبوی

میں پھیلا دو اور یہ مال ان مالوں میں سے سب سے زیادہ تھا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تھا تو اچانک آپ کے چچا عباس تشریف لائے فرمانے لگے یا رسول اللہ! مجھے مال عنایت فرمائیں کیونکہ بدر کی لڑائی میں میں نے اپنا فدیہ بھی ادا کیا اور اپنے بھتیجے عقیل کا بھی ادا کیا۔ تو آپ نے فرمایا لے لو۔ تو انہوں نے اپنے کپڑے میں بک بھر بھر کر ڈالے۔ پھر اسے اٹھانے لگے لیکن نہ اٹھا سکے۔ کہا کہ اپنے کسی صحابی کو حکم دیں جو مجھے یہ گٹھڑی اٹھوا دے۔ آپ نے فرمایا خود اٹھاؤ پھر انہوں نے فرمایا اچھا آپ خود اٹھوا دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تو انہوں نے اس میں سے کچھ مال گرا دیا۔ پھینک دیا۔ پھر اسے اٹھانے لگے لیکن نہ اٹھا سکے فرمایا اپنے کسی صحابی کو اٹھوانے کا حکم دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں کہنے لگے اچھا خود اٹھوا دیں فرمایا نہیں۔ تو دوسری بار انہوں نے کچھ اور گرا دیا پھر اس گٹھڑی کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور چل پڑے۔ آپ نے برابر اپنی دیدان کے پیچھے جما ئے رکھی۔ یہاں تک کہ وہ ہم سے چھپ گئے۔ آپ ان کے حرص اور لالچ پر تعجب کر رہے تھے پس آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اس جگہ سے نہیں کھڑے ہوئے کہ جب تک وہاں سے اس مال میں سے ایک درہم بھی نہ رہا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تین عنوان قائم کئے ہیں۔ اور اس کے تحت تین احادیث لائے ہیں۔ جو علی الترتیب ترجمہ کو ثابت کرتی ہیں۔ کہ پہلے حدیث انصار والی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ جاگیر کو قبول نہ کیا۔ تو آپ نے چھوڑ دیا۔ مصنفؒ نے بالقوۃ کو بالفعل کے قائم مقام قرار دیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے صلح کر لی۔ اور مقرر شدہ جزیہ آیا جاگیر بھی دینا چاہتے تھے لیکن مہاجرین کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی وجہ سے خود بھی محروم رہے۔ اور ان کو بھی محروم رکھا۔ بلکہ مزید برآں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آج تو تم ان سے اس قدر سلوک کر رہے ہو لیکن مستقبل میں وہ لوگ تمہیں نظر انداز کر دیں گے۔ پھر صبر کرنا چنانچہ ایسا ہوا۔ دوسری حدیث حضرت جابرؓ کی ہے جس میں فئی اور جزیہ کو جن میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ کیونکہ جزیہ بھی فئی میں سے ہے۔ تو اس سے دوسرے جزء کو ثابت کیا۔ تیسری حدیث حضرت انسؓ کی ہے جس سے تیسرے جزء کو ثابت کیا ہے کہ امام وحاکم کو اختیار ہے جزیہ اور فئی میں سے جس قدر چاہے عطا کر سکتا ہے۔ اب علماء کا اختلاف ہے کہ فئی کی تقسیم علی السویہ ہو یا علی التفضیل ہو۔ حضرت علیؓ عطاء اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فئی کا مال برابر سب پر تقسیم کیا جائے۔ حضرت عمرؓ۔ عثمانؓ۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام بعض کو بعض پر فضیلت دے سکتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات امام کی رائے پر ہے۔ چاہے کسی کو کسی پر فضیلت دے یا برابر سرابر تقسیم کرے۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ

ترجمہ۔ جس شخص نے کسی معاہد کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا تو اس کا کتنا گناہ ہے۔

حدیث (۲۹۳۸) حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی معاہد کو قتل کر دیا تو وہ جنت کی ہوا سے محروم رہے گا حالانکہ جنت کی ہوا تو چالیس سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بغیر جرم کا لفظ اگرچہ اس حدیث میں نہیں ہے لیکن قواعد شرعیہ سے ایسا مستفاد ہوتا ہے۔ نیز بعض طرق میں تصریح ہے۔ اگرچہ اس میں بغیر حق کے لفظ وارد ہوا ہے۔ اگر اشکال ہو کہ مؤمن تو مخلد فی النار نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا اول پہلے اسے جنت کی ہوا میسر نہیں ہوگی۔ سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں جائے گا۔

بَابُ اِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

وَقَالَ عُمَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقِرُّكُمْ كَمَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهٖ

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہم اس وقت تک تمہیں برقرار رکھیں گے جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں برقرار رکھیں گے۔ پھر نکال دیں گے۔

حدیث (۲۹۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِى الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوْا اِلٰى يَهُوْدَ فَخَرَجْنَا حَتّٰى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَالَ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنِّىْ اُرِيْدُ اَنْ اُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ يَجِدْ مِنْكُمْ بِمَالِهٖ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَاِلَّا فَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ہم مسجد نبویؐ میں تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ فرمایا کہ یہود کی طرف چلو۔ پس ہم لوگ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب ہم ان کے مدرسہ تک پہنچے جہاں ان کی کتاب پڑھائی جاتی تھی۔ یا جہاں ان کا عالم کتاب کا درس دیتا تھا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اے یہودیو! اسلام لے آؤ بچ جاؤ گے۔ اور خوب جان لو! کہ ملک کی سرزمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تمہیں اس سرزمین سے بے دخل کردوں پس جو شخص تم میں سے اپنے مال کا کچھ حصہ بھی پالے تو اسے بیچ دے۔ ورنہ جان لو! کہ یہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فمن یجد منکم بماله شیئا مقصد یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص سونا۔ چاندی یا جو بھی اس کا مال منقولات میں سے ہے اس کو اس کے بیچنے اور اس کی قیمت وصول کرنے کا حق ہے۔ اور مال سے مراد مبیع۔ اور شیئ سے مراد ثمن ہوگا۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ شیئ سے مراد رغبت ہو۔ تو مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے جو شخص مال کو بیچنے میں رغبت رکھتا ہو وہ بیچ کر اس کی قیمت حاصل کر کے اپنے ہمراہ لے جا سکتا ہے۔ ورنہ بڑی بڑی چیزوں کا لے جانا مثلاً چارپائی۔ شہتیر وغیرہ ان کا لینا مشکل ہے۔ تو شیئ سے مراد رغبت اور حرص ہوا۔ اگر بماله میں باء سے مراد کلمہ من ہو تو مقصد بہت واضح ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ تم میں سے جو شخص بھی اپنے مال میں سے کوئی چیز حاصل کرلے تو وہ اسے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ کہ خود اسی چیز کو لے جائے یا بیچ کر اس کی قیمت لے جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ بماله میں باء بدلیت کے لئے ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ من یجد منکم بماله اگر وجدان سے ہے تو معنی ہوں گے جسے مشتری دستیاب ہو۔ یا پھر وجد بمعنی محبت سے ہے یحبه تو غرض یہ ہے کہ جس پر اپنے مال کا فراق گراں ہو تو اس کو بیچنے کی اجازت ہے۔ باقی رہا یہ کہ ان یہود سے کون سے یہود مراد ہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے وہ یہود مراد ہیں جو بنو قینقاع۔ بنو قریظه اور بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد مدینہ میں رہ گئے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ یہود مراد ہوں جنہوں نے کچھ عرصہ باقی رہنے پر صلح کرلی تھی تو اب آپؐ نے کسی یہودی کو مدینہ میں رہنے کی اجازت نہ دی اور اس طرح خیبر سے بھی ان کو نکال دیا۔

حدیث (۲۹۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُوْلُ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصٰى قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍؓ مَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ قَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِكَتِفٍ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَالَهُ اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَقَالَ ذَرُوْنِي فَالَّذِي اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنِي اِلَيْهِ فَاَمَرَهُمْ بِثَلٰثٍ قَالَ اَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ اِمَّا اَنْ سَكَتَ عَنْهَا وَاِمَّا اَنْ قَالَهَا فَنَسِيْتُهَا قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں خمیس کا دن کیا ہے پھر رو پڑے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں نے کنکریوں کو تر کر دیا میں نے پوچھا اے ابو عباسؓ یوم الخمیس کیا ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس کتف کی ہڈی لے آؤ۔ جس پر میں تمہیں ایسی کتاب تحریر (لکھ) دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے پس لوگ جھگڑنے لگ گئے۔ حالانکہ نبی کے پاس جھگڑنا نہیں چاہیئے تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا آپؐ کو کیا ہو گیا۔ کیا آپؐ نے کوئی فضول بات کی ہے۔ یا کیا تم اسے بیہودہ بات سمجھتے ہو پس آپؐ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو تنگ نہ کرو جس حالت میں میں اس وقت ہوں وہ اس حالت سے بہتر ہے جس کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو پس آپؐ نے ان کو تین باتوں کا حکم دیا ایک تو یہ ہے کہ جزیرۃ العرب یعنی حجاز مقدس سے مشرکین کو نکال دو۔ اور آنے والے وفود کی ایسی خاطر مراعات کرو جیسے میں ان کے ساتھ کرتا تھا تیسری بات سے آپؐ نے اس سے سکوت فرمایا۔ یا آپؐ نے فرمایا اور میں بھول گیا۔ سفیان فرماتے ہیں کہ یہ مقولہ سلیمان کا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ذرونی الذی انا فیه الخ ان کلمات سے ثابت ہوا کہ کتابت واجب نہ تھی۔ ورنہ آپؐ اس کو ہرگز نہ چھوڑتے۔ بلکہ جس بات کی کتابت کا آپؐ نے ارادہ فرمایا تو خلافت ابو بکرؓ کی تھی۔ جس کو آپؐ نے اولاً قطع منازعت یعنی جھگڑا ختم کرنے کیلئے اچھا سمجھا۔ لیکن جب آپؐ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلمان اس مسئلہ پر مجتمع ہو جائیں گے تو آپؐ نے اسے چھوڑ دیا۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں یا بی اللہ والمسلمون غیر ابی بکرؓ او کما قال یعنی اللہ اور مسلمان ابو بکر کے سوا اور سے انکار کر دیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ بحث پہلے کئی جگہ گزر چکی ہے۔ اس مقام پر شیخ گنگوہیؒ نے جو کتابت خلافت ابو بکرؓ کا فائدہ بیان کیا ہے یہ بھی گزر چکا ہے۔ نیز یہ واقعہ یوم الخمیس کا تھا۔ اور آپؐ بعد ازاں یوم الاثنین تک زندہ رہے۔ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں آپ کو بیماری سے افاقہ رہا۔ اور منبر پر چڑھ کر انصار کے مناقب بیان فرمائے۔ اگر کوئی ضروری چیز قابل کتابت تھی تو آپؐ اس کو ہرگز نہ چھوڑتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ هذا من قول سلیمان استاد کو چھوڑ دینا یا شاگرد کا غلطی کرنا یہ تردید سلیمان کی طرف سے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ پر تعجب ہے وہ فرماتے ہیں کہ هذا من قول سلیمان یہ سعید بن جبیرؓ کا قول ہے۔ اور اسماعیل نے تصریح کی ہے۔ اس کا قائل سفیان بن عیینہ ہے۔ اور داؤد کا قول حافظؒ نے نقل کیا ہے کہ تیسری بات والوصیة بالقرآن ہے۔ اور مہلب کہتے ہیں کہ وہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی روانگی ہے۔ جب کہ لوگوں نے بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش اسامہ کی روانگی میں اختلاف کیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عند موته یعنی اپنی موت کے وقت مجھے اس کی روانگی کی وصیت فرمائی تھی۔ اور بقول قاضی عیاض وہ لاتتخذوا قبری وثنا تھا۔ یعنی میری قبر کی بتوں کی طرح پوجا نہ کرنا۔ میری قبر کو بت نہ بنانا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اخرجوا المشرکین امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں جزیرہ عرب سے تمام کفار کو نکالا جائے۔ نہ وہ اس جگہ رہائش اختیار کر سکتے ہیں نہ ان کو سفر کرنے کی اجازت ہے اور یہ حکم امام شافعیؒ کے نزدیک حجاز مقدس یعنی مکہ۔ مدینہ اور یمامہ کے ساتھ مختص ہے یمن

داخل نہیں۔ امام ابوحنیفہ حرم میں ان کے داخلہ کی اجازت دیتے ہیں سکونت کی نہیں مانعین کی دلیل انما المشرکون نجس الآیہ ہے۔

بَابُ اِذَا غَدَرَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ هَلْ يُعْفٰى عَنْهُمْ

ترجمہ۔ جب مشرک لوگ مسلمانوں سے بدعہدی کریں تو کیا ان کو معافی دیجاسکتی ہے

حدیث (۲۹۴۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ اُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيْهَا سَمٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا اِلَيَّ مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ يَهُوْدَ فَجُمِعُوْا لَهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَبُوْكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ فَقَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ قَالَ فَهَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ وَاِنْ كَذَبْنَا عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهٗ فِيْ اَبِيْنَا فَقَالَ لَهُمْ مَنْ اَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَكُوْنُ فِيْهَا يَسِيْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَاللهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيْهَا اَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الشَّاةِ سَمًّا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا اَرَدْنَا اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرِيْحُ وَاِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی بکری کا ہدیہ پیش کیا گیا جس میں زہر تھا پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس قدر یہود اس جگہ موجود ہیں میری طرف ان سب کو جمع کرو۔ جب سب آپؐ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے پوچھا اگر میں تم سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کروں تو کیا تم مجھے اسکے بارے میں سچ سچ بتاؤ گے تو انہوں نے کہا کہ ہاں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تمہارا باپ کون ہے۔ انہوں نے کہا فلاں ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا بلکہ تمہارا باپ تو فلاں ہے انہوں نے کہا ہاں! ابوالقاسم! اگر ہم نے جھوٹ کہا تو آپؐ ہمارے جھوٹ کو پہچان جائیں گے۔ جیسا کہ آپؐ نے اس کو ہمارے باپ کے بارے میں پہچان گئے۔ تو آپؐ نے پوچھا جہنمی لوگ کون ہوں گے انہوں نے بتلایا کہ تھوڑا سا عرصہ تو ہم رہیں گے۔ پھر تم لوگ اس میں ہماری قائم مقامی کرو گے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہی اس میں ذلیل وخوار رہو گے اللہ کی قسم اس میں ہم تمہاری قائم مقامی ہرگز نہیں کریں گے پھر پوچھا کہ اگر میں تم سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو کیا مجھے سچ سچ بتاؤ گے انہوں نے کہا ہاں! اے ابوالقاسم! فرمایا کیا تم نے اس بکری کے گوشت میں زہر ملایا تھا۔ کہنے لگے ہاں۔ تمہیں اس کام پر کس چیز نے برانگیختہ کیا۔ انہوں نے جوابا کہا کہ ہمارا ارادہ ہوا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو اس طرح ہم آپؐ سے راحت حاصل کر لیں گے۔ اگر آپ نبی ہیں تو وہ آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر سوال ہو کہ گناہ گار مسلمان بھی جہنم میں داخل ہوں گے۔ تو کہا جائے گا کہ یہود تو نکالے نہیں جائیں گے مسلمان تو نکالیں جائیں گے۔ تو خلود اور عدم خلود کی وجہ سے متفرق ہو جائیں گے۔ اور علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی مطابقت ترجمہ سے اس طرح ہے کہ اہل خیبر نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غدر کیا کہ ایک یہودیہ کے ہاتھ ایک زہریلی بکری کا گوشت بھیجا جس کو آپؐ نے معاف کر دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صرف اسی کو قتل کر دیا باقی کو معاف کر دیا اس عورت کے قتل ہونے نہ ہونے میں بھی اختلاف ہے۔

بَابُ دُعَآءِ الْاِمَامِ عَلٰی مَنْ نَکَثَ عَهْدًا

ترجمہ۔ جس شخص نے عہد و پیمان توڑ دیا حاکم اور امام کا اس پر بد دعا کرنا۔

حدیث (۲۹۴۲) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا الخ عَنِ الْقُنُوْتِ قَالَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ فَقُلْتُ اِنَّ فُلَانًا یَزْعَمُ اِنَّکَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ کَذَبَ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّکُوْعِ یَدْعُوْا عَلٰی اَحْیَاءٍ مِنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ قَالَ بَعَثَ اَرْبَعِیْنَ اَوْسَبْعِیْنَ یَشُکُّ فِیْهِ مِنَ الْقُرَّآءِ اِلٰی اُنَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَعَرَضَ لَهُمْ هٰؤُلَآءِ فَقَتَلُوْهُمْ وَکَانَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَمَارَاَیْتُهٗ وَجَدَ عَلٰی اَحَدٍ مَا وَجَدَ عَلَیْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عاصمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں تو انہوں نے فرمایا قنوت وتر رکوع سے پہلے ہے۔ میں نے کہا فلاں آدمی تو آپ کے متعلق کہتا ہے کہ آپ قنوت وتر کو بعد الرکوع پڑھتے ہیں۔ فرمایا اس نے جھوٹ کہا پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے حدیث بیان کی۔ کہا آپؐ نے قنوت نازلہ کو مہینہ بھر رکوع کے بعد پڑھا ہے۔ جس میں آپؐ بنو سلیم کے بعض قبائل پر بددعا کرتے تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس یا ستر اس میں شک کرتے تھے قاری حضرات کو مشرکین کی طرف تعلیم کے لئے بھیجا۔ تو ان قبائل نے ان حضرات کا مقابلہ کر کے انہیں قتل کر دیا حالانکہ ان قبائل کے درمیان اور آپ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا جس قدر آپؐ ان پر غمناک ہوئے اس قدر اور کسی پر غمناک نہ ہوئے یا جتنا غصہ ان پر آیا اور کسی پر نہیں آیا۔

بَابُ اَمَانِ النِّسَآءِ وَجِوَارِهِنَّ

ترجمہ۔ عورتوں کا امان دینا اور ان کے پناہ دینے سے نفاذ ان کا ہونا۔

حدیث (۲۹۴۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ هَانِیٍٔ بِنْتَ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِیٍٔ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِیٍٔ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانَ رَکَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ عَلِیٌّ اَنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ اَجَرْتُهٗ فُلَانُ بْنُ هُبَیْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ یَا اُمَّ هَانِیٍٔ قَالَتْ اُمُّ هَانِیٍٔ وَذٰلِکَ ضُحًی۔

ترجمہ۔ حضرت ام ھانیؓ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا۔ اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ آپ کو پردہ کئے ہوئے تھیں۔ پس میں نے آپ پر سلام کیا آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں ام ھانی بنت ابی طالب ہوں آپؐ نے فرمایا ام ھانیؓ کا آنا مبارک ہو۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ جب کہ آپؐ ایک کپڑے کو ہی لپیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرا ماں جایا بھائی حضرت علیؓ فرماتے

ہیں کہ وہ اس آدمی کو قتل کر دیں گے جس کو میں نے پناہ دی ہے وہ فلاں بن ہبیرہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جس کو تو نے پناہ دی ہم نے بھی اسے پناہ دے دی ام ہانیؓ نے فرمایا یہ اشراق کا وقت تھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت ام ہانیؓ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئیں جو ہبیرہ کے نکاح میں تھیں جن سے ان کی اولاد پیدا ہوئی ان میں سے ایک کا نام ہانی تھا۔ جس سے ان کی کنیت ام ہانی تجویز ہوئی۔ اور شاید ان کی مراد ہبیرہ کا بیٹا جوان سے تھا یا جوان کا ربیب تھا جس نے ان کی گود میں پرورش پائی تھی۔

بَابُ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَجِوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَآ اَدْنَاهُمْ

ترجمہ۔ مسلمانوں کی ذمہ داری اور ان کا پناہ دینا ایک ہی ہے ان کا ادنیٰ آدمی بھی اس کی کوشش کر سکتا ہے

حدیث (۲۹۴۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيٌّ فَقَالَ مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَءُهُ إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ فَقَالَ فِيْهَا الْجِرَاحَاتُ وَاَسْنَانُ الْإِبِلِ وَالْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَّا بَيْنَ عَيْرٍ إِلٰى كَذَا فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى فِيْهَا مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَمَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

ترجمہ۔ یزید بن شریک فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت علیؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے پاس کوئی الگ کتاب نہیں ہے جس کو ہم پڑھتے ہوں۔ مگر صرف یہی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور جو کچھ اس دستاویز میں ہے۔ جس میں زخموں کے احکام اور دیت کے اونٹوں کی عمریں درج ہیں۔ اور مدینہ عیر پہاڑ سے لے کر اس طرح ثور تک حرم ہے۔ جس شخص نے اس میں کوئی نئی چیز پیدا کی یا کسی مجرم کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اسکے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کی نفل عبادت قبول کرے گا اور نہ ہی فرض کو۔ اور جو شخص اپنے آقاؤں کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہوا اس پر بھی اس طرح لعنت ہوگی اور مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہی ہے پس جس شخص نے کسی مسلمان سے بدعہدی کی اس پر بھی اسی طرح لعنت ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس باب کی غرض یہ ہے کہ ہر مکلف خواہ وہ کم درجہ کا ہو۔ یا شریف ہو اس کا پناہ دینا معتبر ہے۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ ادناھم میں عورت۔ بچہ۔ غلام اور مجنون سب شامل ہیں۔ عورت کی پناہ حدیث ام ہانی میں گزر چکی۔ عبد کی پناہ کو بھی جمہور علماء نے جائز قرار دیا ہے خواہ وہ لڑائی میں حصہ لے یا نہ لے۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جہاد میں حصہ لینے والے کی امان جائز ہے دوسرے کی نہیں۔ صبی کے بارے میں اہل علم کا اجماع ہے کہ اس کی امان جائز نہیں ہے۔ البتہ مالکیہ اور حنابلہ مراہق اور ممیز وغیرہ میں تفریق کرتے ہیں اور مجنون کی امان بھی بلا خلاف نہ جائز ہے۔ جیسے کافر کی امان ناجائز ہے۔ فمن اخفر یہ موضع ترجمہ ہے۔

بَابُ إِذَا قَالُوْا صَبَأْنَا وَلَمْ يُحْسِنُوْا اَسْلَمْنَا

ترجمہ۔ باب جب مشرکین صبانا کہیں اور سلمنا اچھی طرح نہ کہہ سکیں۔ صبانا ہم اسلام کی طرف پھر گئے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَؓ فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرَءُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ وَقَالَ عُمَرُؓ إِذَا قَالَ مَتْرَسْ فَقَدْ اٰمَنَهُ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ الْاَلْسِنَةَ كُلَّهَا وَقَالَ تَكَلَّمْ لَا بَاْسَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے صبانا کہا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے انہیں قتل کرنا شروع کردیا جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! جو کچھ خالدؓ نے کیا ہے میں اس سے بری و بیزار ہوں۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان نے کافر سے کہہ دیا مترس یعنی ڈرمت تو اس نے اس کو پناہ دے دی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمام زبانوں کو جانتا ہے۔ اور اس طرح کسی مسلمان نے کافر سے کہا کہ اپنی ضرورت بیان کرو لاباس کوئی فکر نہ کرو۔ تو یہ بھی امان ہوگا اس کافر سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فقال کذب یعنی قتادہ سائل کے کلام سے یہ معلوم ہوتا تھا بعد الرکوع قنوت نازلہ پر دوام رہا حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ قنوت نازلہ بعد الرکوع صرف ایک مہینہ تک رہی۔ البتہ قنوت پر احناف کے نزدیک قبل الرکوع علی الدوام ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ قالوا صبانا ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ مقاصد کا اعتبار دلائل سے ہوتا ہے۔ دلیل لفظی ہو یا غیر لفظی اور وہ بھی جس لغت میں ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ نیز یہ ترجمہ بھی امام بخاریؒ کے ان تراجم میں سے ہے جس میں حدیث باب کے اندر تو ترجمہ کے الفاظ وارد نہیں ہوئے لیکن بعض طرق میں وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر ترجمہ میں صبانا کا لفظ ہے۔ جس کا حدیث باب میں ذکر نہیں ہے۔ البتہ بعض طرق حدیث میں مذکور ہے حضرت خالد بن ولیدؓ کا نظریہ یہ تھا کہ جب تک صریح الفاظ میں اسلمنا نہ کہیں ان کا اسلام معتبر نہیں۔ اور نہ ہی ان سے قتال ترک کیا جائے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں حضرت خالدؓ کے قتل کرنے پر راضی نہیں ہوں۔ کنائی الفاظ امان میں بھی کافی ہیں۔

بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ

بِالْمَالِ وَغَيْرِهٖ وَاِثْمِ مَنْ لَّمْ يَفِ بِالْعَهْدِ وَقَوْلِهٖ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (الاية)

ترجمہ۔ باب جنگ بندی کردینا اور مشرکین کے ساتھ مال یا غیر مال پر صلح کرلینا۔ اور جو عہد کو پورا نہ کرے اس کے گناہ کا بیان ہے۔ (ترجمہ آیت) اگر یہ لوگ صلح کی طرف جھکاؤ کریں تو آپ بھی اس کی طرف جھک جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بے شک اللہ تعالیٰ ہی سننے والے جاننے والے ہیں۔

حدیث (۲۹۴۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ قَالَ انْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا فَاَتٰى مُحَيِّصَةُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِيْ دَمٍ قَتِيْلًا فَدَفَنَهٗ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ كَبِّرْ كَبِّرْ وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ اَوْ صَاحِبَكُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَرَ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُوْدُ بِخَمْسِيْنَ فَقَالُوْا كَيْفَ نَاْخُذُ اَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَعَقَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت سہل بن ابی حثمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہلؓ اور محیصہ بن مسعود بن زیدؓ یہ دونوں خیبر کی طرف چلے۔ جب کہ خیبر والوں سے ان دنوں صلح تھی پس یہ دونوں حضرات الگ الگ ہوگئے۔ حضرت محیصہ عبداللہ بن سہل کے پاس پہنچے تو وہ اپنے خون میں لت پت شہید ہو چکے تھے۔ پس انہوں نے اسے دفن کردیا۔ پھر مدینہ آ کر حال بتایا تو عبدالرحمٰن بن سہل اور محیصہ و حویصہ جو دونوں مسعود کے بیٹے

تھے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبدالرحمن بولنے لگے۔ آپ نے فرمایا بڑے کو آگے کرو۔ بڑے کو بولنے دو وہ عبدالرحمن ان سب لوگوں سے نوخیز چھوٹے تھے۔ چنانچہ یہ خاموش ہو گئے۔ اور ان دونوں نے گفتگو کی آپ نے پوچھا کیا تم قسم اٹھاؤ گے تاکہ تم لوگ اپنے قاتل کے یا اپنے ساتھی کے خون کے مستحق ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا ہم کیسے قسم اٹھا سکتے ہیں جب کہ نہ ہم حاضر تھے اور نہ ہی ہم نے کسی کو دیکھا تو آپ نے فرمایا پھر تو یہودی پچاس قسمیں اٹھا کر تم سے بری ہو جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی ہم کافر لوگوں کی قسموں کا کیسے اعتبار کریں گے۔ بہرحال آپ نے اپنی طرف سے اس کی دیت ادا فرمادی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وھی یومئذ صلح پر محل ترجمہ ہے۔ کیونکہ ان دنوں اہل خیبر سے مصالحت نہ تو بالمال تھی نہ غیر مال پر تھی۔ بس ایسے ہی جنگ بندی کا معاہدہ تھا۔

ثم من لم یف بالعھد کے ترجمہ کو امام بخاریؒ نے دوسری جگہ ذکر کردہ احادیث سے ثابت کیا ہے۔ یہ بھی ان کی عادت میں سے ہے اور من قتل معاھدا لم یرد رائحۃ الجنۃ الحدیث وغیرہ احادیث سے اثم غادر کو ثابت فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ وھی یومئذ صلح سے ترجمہ کو ثابت فرمایا۔ اور تعقلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام مطابقت کو لیا کہ جس سے مصالحت مع المشرکین کا ثبوت ہوا۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ آیا مشرکین سے مال پر صلح کرنا جائز ہے امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ عندالضرورت تو مشرکوں کو مال دے کر صلح کر لینا جائز ہے ورنہ نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان مشرکین سے قتال کرنے سے عاجز ہو جائیں تو بغیر کسی مال کے بھی لینے دینے کے ان سے صلح جائز ہے۔ جیسے صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ جب صلح مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو امام مال لے کر یا دے کر دونوں صورتوں میں صلح کا اختیار رکھتا ہے۔ اور اس مال صلح کو جزیہ کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔ ان جنحوا للسلم فاجنح لھا کا یہی تقاضا ہے۔ امام احمدؒ تو ایسی صلح کو بالکل ممنوع قرار دیتے ہیں۔ کہ رقم دے کر صلح کرنا مسلمانوں کے لئے ذلت کا باعث ہے۔ امام شافعیؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ لیکن یہ غیر ضرورت پر محمول ہوگا۔ ضرورت کے وقت تو اجازت ہے۔ جب کہ مسلمانوں کے ہلاک ہونے یا قید ہو جانے کا خطرہ ہو تو جیسے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑانا جائز ہے ایسے قتل۔ قید اور جنگی قیدی بنانے سے فدیہ دینا جائز ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ان جنحوا للسلم یہ آیت کریمہ مشرکین کے ساتھ مصالحت کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔ تستحقون دم قاتلکم کہ اس سے تمہارا حق ثابت ہوگا۔ خواہ وہ قصاص ہو یا دیت ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں جب کفار قسم اٹھالیں تو دیت بھی اٹھ جائے گی۔ احناف کا مسلک ہے دیت اور قسامت دونوں واجب ہیں جب کہ ابن سہلؓ کے واقعہ میں آپ نے دونوں کو جمع کیا۔

تبرئکم یہود یعنی قصاص اور قید سے بری ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ قسامۃ دیت کو واجب کرتی ہے ہم خون کو ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ اسی سے احنافؒ قسامۃ اور دیت کے قائل ہوئے۔

بَابُ فَضْلِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

ترجمہ باب عہد و پیمان کو پورا کرنے کی فضیلت کے بارے میں۔

حدیث (۲۹۴۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ

اَخْبَرَهُ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَيْهِ فِىْ رَكْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ كَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِى الْمُدَّةِ الَّتِىْ مَادَّ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا سُفْيَانَ فِىْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب بن امیہؓ نے انہیں خبر دی کہ ہرقل بادشاہ روم نے ان کے پاس قریش کے اس قافلہ میں آدمی بھیجا جو قافلہ تجارت کے لئے شام گیا ہوا تھا۔ اس مدت میں جس میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو کفار قریش کے ساتھ صلح کے لئے معین فرمایا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس حدیث سے امام بخاریؒ اشارہ فرما رہے ہیں کہ غدر ہر امت کے نزدیک قبیح اور مذموم ہے۔ یہ رسولوں کی صفات میں سے کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ تو ہمیشہ عہد کی پاسداری کرتے ہیں۔

بَابُ هَلْ يُعْفٰى عَنِ الذِّمِّيِّ اِذَا سَحَرَ

ترجمہ۔ باب ہے جب ذمی کسی سے جادو کرے تو کیا اس کو معاف کیا جاسکتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سُئِلَ اَعَلٰى مَنْ سَحَرَ مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ قَتْلٌ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صُنِعَ لَهُ ذٰلِكَ فَلَمْ يَقْتُلْ مَنْ صَنَعَهُ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ.

ترجمہ۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ ان سے پوچھا کہ کیا معاہدین میں اگر کوئی شخص جادو کرے تو کیا اس کو قتل کرنا جائز ہے انہوں نے فرمایا ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جادو کیا گیا۔ آپؐ نے جادو کرنے والے کو قتل نہیں کیا اور وہ اہل کتاب میں سے تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اذا سحر جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اہل عہد وساحر کو قتل نہ کیا جائے۔ البتہ اسے سزا دی جائے اگر وہ اپنے سحر سے کسی کو قتل کردے یا کوئی حادثہ پیدا کرے تو پھر اسے پکڑا جائے گا۔

کان من اهل الكتاب ترجمہ ذمی کے لفظ سے ہے۔ سوال اہل عہد کے لفظ سے۔ اور جواب اہل الکتاب کے لفظ سے ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عہد اور ذمہ تو ہم معنی ہیں۔ اور اہل کتاب سے معاہد مراد ہیں ورنہ حربی تو واجب القتل ہوتا ہے۔

حدیث (۲۹۴۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهُ صَنَعَ شَيْئًا وَلَمْ يَصْنَعْهُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جادو کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کو خیال گزرتا تھا کہ فلاں کام کرلیا ہے۔ حالانکہ نہیں کیا ہوتا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگر سوال ہو کہ حدیث میں ترجمہ کا ذکر نہیں ہے چونکہ حدیث سابق کے قصہ کا یہ تتمہ ہے۔ جس سے ترجمہ ثابت ہوگا۔

بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنَ الْغَدْرِ

ترجمہ۔ باب ہے بدعہدی کی جن چیزوں سے بچا جائے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنْ يُّرِيْدُوْا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِىْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ

وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ (الآیۃ)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر یہ لوگ آپؐ سے دھوکہ دہی کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے۔ دوسری آیت اللہ وہی تو ہے جس نے آپ کو اپنی نصرت سے اور مؤمنین کے ذریعہ امداد فرمائی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا کردی۔

حدیث (۲۹۴۸) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفَ ابْنَ مَالِكٍؓ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ مَوْتِیْ ثُمَّ فَتْحُ الْبَیْتِ الْمُقَدَّسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ یَاْخُذُ فِیْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰی یُعْطَی الرَّجُلُ مِائَةَ دِیْنَارٍ فَیَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا یَبْقٰی بَیْتٌ مِنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ بَنِی الْاَصْفَرِ فَیَغْدِرُوْنَ فَیَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِیْنَ غَایَةً تَحْتَ كُلِّ غَایَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا.

ترجمہ۔ حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حاضر ہوا۔ آپؐ ایک چمڑے کے خیمہ میں تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا قیامت سے پہلے پہلے چھ چیزیں گن لو۔ پہلے تو میری رحلت دوسرے بیت المقدس کی فتح۔ تیسرے وبائی موت جو تمہیں ایسے پکڑے گی جیسے بکریوں کو وبا کی وجہ سے جلدی موت آجاتی ہے۔ چوتھے مال کی فراوانی یہاں تک کہ ایک آدمی کو سو دینار دیا جائے گا تو وہ اسے تھوڑا سمجھتے ہوئے ناراض ہوگا۔ پانچواں پھر ایک فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ جس سے عرب کا کوئی گھر محفوظ نہ رہیگا بلکہ وہ فتنہ اس گھر میں داخل ہو جائے گا۔ چھٹا ایک مصالحت تمہارے اور رومیوں کے درمیان ہوگی۔ لیکن وہ تم سے بدعہدی کرتے ہوئے تمہارے پاس اسی ۸۰ جھنڈے لے کر آئیں گے۔ ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔

تشریح از قاسمی ۔ ترجمہ کی آیت سے اشارہ ہے کہ اگر دشمن کی طرف سے بدعہدی کا خطرہ ہو تو صلح کو رد نہیں کرنا چاہیے جب کہ قسمیں بھی اٹھائی ہوں تو اذا عزمت فتوکل علی اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے صلح پر قائم رہو اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوگی۔

موتا ن یہ لغت بنو تمیم ہے۔ دوسروں کے نزدیک موتان فتح کے ساتھ ہے۔ دراصل موتان اس وباء کو کہتے ہیں جو جانوروں میں پھیل جائے۔ اس سے تنبیہ ہے کہ جانوروں کی وباء کی طرح یہ وبا انسانوں میں جلدی پھیلے گی۔ یہ طاعون کی بیماری تھی جو خلافت عمرؓ میں پھیلی۔ جس سے ستر ہزار مسلمان تین دن کے اندر مر گئے۔ اور فتنہ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے شروع ہوا جو اس کے بعد جاری ہے۔ اور چھٹی علامت ابھی واقع نہیں ہوئی وہ جنگ بندی کی صلح ہوگی جس پر عملدرآمد نہیں ہوگا۔ لبنان اور فلسطین کی لڑائیاں کئی سال سے جاری ہیں۔ صلح ہوتی ہے پھر لڑائی چھڑ جاتی ہے۔ صدق اللہ وصدق رسولہ۔

بَابُ كَیْفَ یُنْبَذُ اِلٰی اَهْلِ الْعَهْدِ

ترجمہ۔ معاہدین سے اگر عہد ختم کرنا ہو تو کیسے کیا جائے

وَقَوْلِهٖ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ (الآیۃ)

ترجمہ۔ اگر تمہیں کسی قوم سے غدر کا خطرہ لاحق ہو تو نقض عہد کو برابر طریقہ پر ڈالو۔

حدیث (۲۹۴۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَؓ قَالَ بَعَثَنِیْ اَبُوْ بَكْرٍؓ فِیْمَنْ یُؤَذِّنُ یَوْمَ النَّحْرِ

بِمِنًى لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَيَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ وَإِنَّمَا قِيلَ الْأَكْبَرُ مِنْ أَجْلِ قَوْلِ النَّاسِ الْحَجُّ الْأَصْغَرُ فَنَبَذَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى النَّاسِ فِي ذٰلِكَ الْعَامِ فَلَمْ يَحُجَّ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الَّذِي حَجَّ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْرِكٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی حضرت ابوبکرؓ نے ان لوگوں میں بھیجا جو منیٰ کے مقام پر قربانی کے دن یہ اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی کوئی ننگا مرد و عورت بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ اور یوم الحج الاکبر بھی قربانی کا دن دسویں تاریخ ذی الحجہ ہے۔ حج کو اکبر اسلئے کہنے لگے کہ لوگ عمرہ کو حج اصغر کہتے تھے۔ تو اس سال میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو عہد کے ختم ہونے کا اعلان کیا۔ چنانچہ حج الوداع جس میں خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا ہے کسی مشرک نے حج نہیں کیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علی سواء کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی بھیج کر عہد کے ختم ہونے کی اطلاع دی جائے۔ یا سواء بمعنی مثل اور عدل کے ہے۔ آپ کو جب مشرکین کے نقض عہد کا علم ہوا تو آپؐ نے اعلان کرنے کے لئے معلن بھیجے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے گناہ کے بارے میں جس نے معاہدہ کیا اور پھر بدعہدی کی۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ (الآية).

ترجمہ۔ وہ لوگ جن سے آپؐ معاہدہ کریں پھر وہ اپنے عہد کو ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں۔

حدیث (۲۹۵۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ خِصَالٍ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار خصلتیں ہیں جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا وہ شخص ہے جو جب بھی بات کرے تو جھوٹ بولے۔ اور جب بھی وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے جب بھی کسی سے معاہدہ کرے تو اس سے بدعہدی کرے اور جب بھی کسی سے جھگڑا کرے تو فحش بکے جس شخص کے اندر ان میں سے ایک خصلت بھی ہوگی جب تک اسے چھوڑ نہ دے گا تب تک نفاق کی خصلت اس میں باقی رہے گی۔ اذا عاہد غدر محل ترجمہ ہے۔

حدیث (۲۹۵۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ مَا كَتَبْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْقُرْآنَ وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى كَذَا فَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ وَالٰى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ قَالَ أَبُو مُوسٰى الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا لَمْ تَجْتَبُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا فَقِيْلَ لَهٗ وَكَيْفَ تَرٰى ذٰلِكَ كَائِنًا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اِىْ وَالَّذِىْ نَفْسُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ قَالُوْا عَمَّ ذٰلِكَ قَالَ تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَشُدُّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قُلُوْبَ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِىْ اَيْدِيْهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن مجید اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے اس کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبل عائر سے ثور تک حرم ہے۔ جس نے اس میں کوئی فساد برپا کیا یا کسی فسادی کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی پھٹکار ہے اس کی نہ تو کوئی فرض اور نہ نفل عبادت قبول ہوگی۔ اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے اس کیلئے اس کا کمتر آدمی بھی کوشش کر سکتا ہے۔ پس جس شخص نے کسی مسلمان سے بدعہدی کی تو اس پر بھی اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی پھٹکار ہوگی۔ نہ تو اس کی کوئی نفل اور نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوگی۔ جس شخص نے اپنے آپ کو کسی قوم کی طرف بغیر ان کے باپ یا معتق کے منسوب کیا تو اس پر بھی اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ نہ اس کی نفل اور نہ فرض عبادت قبول ہوگی۔ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کفار سے نہ کوئی دینار اور نہ کوئی درہم خراج کا وصول کر سکو گے۔ ان سے کہا گیا کہ اے ابو ہریرہؓ آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ کیسے ہوگا فرمایا ہاں قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہؓ کی جان ہے یہ بات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ اور جو سچے سمجھے گئے ہیں انہوں نے پوچھا کس وجہ سے یہ ہوگا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کی بے حرمتی کی جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ ذمی لوگوں کے دلوں کو سخت کر دیں گے۔ تو وہ لوگ جزیہ ادا کرنا روک دیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ تنتهک الخ کہ تم لوگ اہل ذمہ سے بدعہدی کرو گے اور ان پر ظلم کرو گے تو وہ لوگ اطاعت اور جزیہ کی ادائیگی سے رک جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس بے حرمتی میں ہر قسم کا جور و ظلم شامل ہے جس کی وجہ سے اہل ذمہ اداء جزیہ سے رک جائیں گے۔ چنانچہ مسلم کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے کہ اہل عراق نے نقد اور غلہ دینا روک لیا۔ اس حدیث سے ایک علم النبوت. دوسرے اہل ذمہ سے وفاداری کا حکم ثابت ہوا۔ کیونکہ وصولی جزیہ میں مسلمانوں کا مفاد ہے۔ ظلم کی وجہ سے جب اہل ذمہ نقض عہد کریں گے تو مسلمانوں کو ان سے کچھ وصول نہ ہوگا۔ جس سے ان کے حالات بدل جائیں گے۔ تنتهک ذمة یہ محل ترجمہ ہے۔

باب حديث(۲۹۵۲) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا وَائِلٍ شَهِدْتَ صِفِّيْنَ قَالَ نَعَمْ فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَقُوْلُ اتَّهِمُوْا رَأْيَكُمْ رَاَيْتُنِىْ يَوْمَ اَبِىْ جَنْدَلٍ وَلَوْ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَرُدَّ اَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُهٗ وَمَا وَضَعْنَا اَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِاَمْرٍ يُفْظِعُنَا اِلَّا اَسْهَلْنَ بِنَا اِلٰى اَمْرٍ نَعْرِفُهٗ غَيْرَ اَمْرِنَا هٰذَا.

ترجمہ۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو وائلؓ سے پوچھا کہ کیا آپ صفین کی اس لڑائی میں شامل تھے جو حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان لڑی گئی۔ انہوں نے فرمایا ہاں اس میں میں نے سہل بن حنیفؓ سے سنا وہ فرماتے تھے تم اپنی رائے کی فکر کرو میں جنگ میں کوتاہی کرنے والا نہیں ہوں۔ اگر کوتاہی کرتا تو ابو جندلؓ جب زنجیروں میں جکڑے ہوئے واپس کیے گئے تو ہمارے لئے حکم نبوی کی مخالفت کرنا آسان تھی سخت قتال کرتا۔ لیکن اتباع نبوی میں رک گیا۔ آج بھی ظاہر نصوص کی وجہ سے توقف کر رہا ہوں کہ مسلمانوں سے کیسے لڑائی لڑوں۔ چنا

مجھ فرماتے ہیں کہ اپنی مستعدی کی وجہ سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنا چاہتا تو کرسکتا تھا کیونکہ ہم نے کبھی اپنی تلواریں کندھوں پر نہیں رکھیں۔ مگران تلواروں نے جس کسی معاملہ کو ہم سمجھتے تھے تو آسان کردیا۔ مگران مسلمانوں کی آپس کی لڑائی کا معاملہ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا۔اس لئے توقف ہے۔

حدیث (۲۹۵۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ وَائِلٍ قَالَ کُنَّا بِصِفِّیْنَ فَقَامَ سَھْلُ ابْنُ حُنَیْفٍ فَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اتَّھِمُوْا اَنْفُسَکُمْ فَاِنَّا کُنَّا مَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّۃِ وَلَوْنَرٰی قِتَالًا لَقَاتَلْنَا فَجَآءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ وَھُمْ عَلَی الْبَاطِلِ فَقَالَ بَلٰی فَقَالَ اَلَیْسَ قَتْلَانَا فِی الْجَنَّۃِ وَقَتْلَاھُمْ فِی النَّارِ قَالَ بَلٰی قَالَ فَعَلٰی مَا نُعْطِی الدَّنِیَّۃَ فِیْ دِیْنِنَا اَنَرْجِعُ وَلَمَّا یَحْکُمِ اللّٰہُ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ فَقَالَ یَابْنَ الْخَطَّابِؓ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَلَنْ یُّضَیِّعَنِیَ اللّٰہُ اَبَدًا فَانْطَلَقَ عُمَرُؓ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍؓ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَنْ یُّضَیِّعَہُ اللّٰہُ اَبَدًا فَنَزَلَتْ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ فَقَرَأَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی عُمَرَؓ اِلٰی اٰخِرِھَا فَقَالَ عُمَرُؓ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَ فَتْحٌ ھُوَقَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابووائلؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ صفین کی لڑائی میں موجود تھے کہ حضرت سہل بن حنیفؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے اے لوگو! ذرا سوچو یہ تحکیم پر جو صلح ہوئی ہے بظاہر ابتداء میں یہ اچھی نہیں معلوم ہورہی۔ لیکن اس کا انجام بہتر ہوگا جیسے صلح حدیبیہ کی ابتداء میں صحابہ کرامؓ جز بز ہوئے۔ لیکن اس کا انجام اچھا رہا۔ کہ وہ صلح فتح مکہ کا باعث بنی۔ دنیا اور آخرت کی برکتیں نازل ہوئیں جس کو فتح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ غور سے سنو! ہم صلح حدیبیہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اگر ہم اسے لڑائی سمجھ کر لڑتے تو لڑائی بڑی سخت لڑتے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب تشریف لائے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ مشرکین مکہ باطل پر نہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر پوچھا کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں ہوں گے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر کس وجہ سے ہم اس خشیت کو اپنے دین میں کیوں قبول کریں۔ کیا ہم ایسے حال میں واپس جائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور ہمارے درمیان جنگ کا فیصلہ نہ کردیں آپؐ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اللہ تعالیٰ مجھے کبھی ضائع نہیں فرمائے گا۔ اس پر بھی حضرت عمرؓ کی تسلی نہ ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے وہی کچھ کہا جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ تو انہوں نے وہی جواب دیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر سورۂ فتح نازل ہوئی جس کو آپؐ نے حضرت عمرؓ پر تلاوت کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! کیا یہی فتح ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یہی فتح کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث (۲۹۵۴) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍؓ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ قُرَیْشٍ اِذَا عَاھَدُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمُدَّتِھِمْ مَعَ اَبِیْھَا فَاسْتَفْتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُھَا قَالَ نَعَمْ صِلِیْھَا۔

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میری والدہ جو مشرکہ تھی اور اس کا نام قیلہ تھا۔ اس زمانہ میں اپنے باپ عبدالعزیٰ کے ہمراہ

آئیں۔ جب قریش نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا ہوا تھا اور ان سے مدت دس سال معین فرمائی تھی۔ بہرحال حضرت اسماءؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ یا رسول اللہ! میری والدہ میرے پاس آئی ہے جب کہ وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہے۔ یا میرے مال میں رغبت رکھنے والی ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرسکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں تم اس سے اچھا سلوک کرسکتی ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اتھموا الخ یہ ان لوگوں کو خطاب ہے جو حضرت سہلؓ کو قتال کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور وہ آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔ ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صلح خیر سے خالی نہیں۔ اگرچہ تم لوگوں کی آراء قتال کو صحیح سمجھ رہی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہماری خواہش قتال کی تھی۔ بلکہ ہم سب مسلمان قتال کی خیریت پر مجتمع تھے۔ بایں ہمہ صلح ہمارے لئے بہتر رہی اس طرح تمہیں بھی لائق نہیں کہ قتال کو تمہاری آراء ٹھیک تصور کریں۔ کیونکہ قتال مفاسد سے خالی نہیں۔ کیونکہ تمہارا حریف در مقابل مسلمان ہے۔ جب صلح مشرکین کے ساتھ بہتر ثابت ہوئی تو جب وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو تو کیوں نہ مفید ثابت ہوگی اس واقعہ میں اس پر بھی تنبیہ کرنا ہے کہ انسان ہمیشہ اپنی رائے اور فکر کو صواب نہ سمجھے۔ بسا اوقات انسان کی رائے غلط ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو صواب پر سمجھتا ہے۔ جیسا کہ ہم لوگ حدیبیہ کے واقعہ میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اگر ہم کثرت آراء کی بنا پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو رد کر دیتے۔ لیکن ہم نے اپنی آراء کو چھوڑ کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔ جس سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے۔ تجارت بڑھی۔ مکہ فتح ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اتھموا الخ حضرت سہل بن حنیف حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ حضرت علیؓ کے بعض ساتھی تحکیم کو ناپسند کرتے تھے۔ ان کا منشاء تھا کہ لڑائی جاری رہے۔ حضرت سہلؓ نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو صلح حدیبیہ کو ہم اکثر لوگ اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس صلح کے بہت اچھے نتائج برآمد ہوئے تو معلوم ہوا کہ صلح کے بارے میں آپ کی رائے اتم اور قابل مدح تھی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سہلؓ جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور صفین کی لڑائی میں موجود تھے وہ دونوں فریق کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ لڑائی اچھی نہیں صلح بہتر ہے۔ کیونکہ یہ لڑائی مسلمانوں کے درمیان ہے جو تمہارے بھائی ہیں۔ لہٰذا صلح اچھی رہے گی جس طرح حدیبیہ صلح مشرکین کے ساتھ ہوئی جو مفید رہی۔ لڑائی سے مفاسد برآمد ہوتے۔ دراصل یہ لوگ حضرت سہلؓ کو لڑائی سے گریز کرنے والا تصور کر رہے تھے۔ میں گریز کرنے والا نہیں لیکن صلح کو اچھا سمجھتا ہوں۔

الصلح خیرا صلح حدیبیہ کی بجائے یوم ابی جندل اسلئے کہا کہ جب حضرت ابوجندل مشرکین کی طرف واپس کر دیا گیا اور ان کے باپ سہل نے اپنے بیٹے کے منہ پر تھپڑ مار کر ان کا منہ توڑ دیا تو مسلمانوں کا اشتعال اور بڑھ گیا۔ جب کہ حضرت ابوجندلؓ پکار رہے تھے کہ کیا مجھے مشرکوں کی طرف واپس کر رہے ہو۔ دیکھ نہیں رہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجھے کیا کیا اذیتیں پہنچائی ہیں تو اس سے مسلمانوں کے جذبات اور بھی مشتعل ہوئے لیکن اطاعت رسول کا جذبہ سب پر غالب رہا صلح کو برقرار رکھا ایسے تم بھی صلح کو برقرار رکھو لڑائی مول نہ لو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس باب بلا ترجمہ کے تحت امام بخاریؒ دو حدیثیں لائے ہیں ایک حضرت سہل بن حنیفؓ کی اور دوسری حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی۔ پہلی حدیث سے تو ترجمہ کو اس طرح ثابت کیا۔ قریش نے صلح کو برقرار نہ رکھا نقض عہد کیا۔ انجام فتح مکہ اور ان کا مقہور ہونا ہوا معلوم ہوا کہ غدر مذموم ہے اور اس کا مقابل ایفاء عہد ممدوح ہے اور دوسری حدیث کا تعلق باب سے اس طرح ہوا کہ عدم غدر اس کا متقاضی ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے بہتر سلوک کیا جائے۔ اگرچہ وہ واصل کے دین کے مخالف کیوں نہ ہو۔

بَابُ الْمُصَالِحَةِ عَلٰی ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ اَوْ وَقْتٍ مَّعْلُوْمٍ

ترجمہ۔ مصالحت خواہ تین دن کیلئے ہو یا اس سے کم وبیش کسی وقت معلوم کے لئے ہو ہر طرح سے جائز ہے۔

حدیث(۲۹۵۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الخ حَدَّثَنِی الْبَرَآءُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّآ اَرَادَ اَنْ یَّعْتَمِرَ اَرْسَلَ اِلٰی اَھْلِ مَکَّۃَ یَسْتَاْذِنُھُمْ لِیَدْخُلَ مَکَّۃَ فَاشْتَرَطُوْا عَلَیْہِ اَنْ لَّا یُقِیْمَ بِھَا اِلَّا ثَلٰثَ لَیَالٍ وَلَا یَدْخُلَھَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَلَا یَدْعُوْا مِنْھُمْ اَحَدًا قَالَ فَاَخَذَ یَکْتُبُ الشَّرْطَ بَیْنَھُمْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَکَتَبَ ھٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالُوْا لَوْ عَلِمْنَا اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَمْ نَمْنَعْکَ وَلَتَابَعْنٰکَ وَلٰکِنِ اکْتُبْ ھٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ فَقَالَ اَنَا وَاللّٰہِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَنَا وَاللّٰہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ وَکَانَ لَا یَکْتُبُ قَالَ فَقَالَ لِعَلِیٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ عَلِیٌّ وَاللّٰہِ لَآ اَمْحَاہُ اَبَدًا قَالَ فَاَرِنِیْہِ قَالَ فَاَرَاہُ اِیَّاہُ فَمَحَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ فَلَمَّا دَخَلَ وَمَضَتِ الْاَیَّامُ اَتَوْا عَلِیًّا فَقَالُوْا مُرْ صَاحِبَکَ فَلْیَرْتَحِلْ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ ارْتَحَلَ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرہ قضا کرنے کا ارادہ کیا تو مکہ والوں کی طرف پیغام بھیجا کہ آپؐ ان سے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے تھے۔ انہوں نے شرط لگائی کہ آپ مکہ میں تین رات سے زیادہ قیام نہیں کریں گے۔ اور مکہ میں داخلہ تلوار کی نیاموں کے ساتھ ہوگا۔ یعنی تلواریں نیام میں ہوں گی۔ جو صلح وسلامتی کی علامت تھی۔ اور ان قریش میں سے کسی ایک کی آپؐ دعوت نہیں کریں گے یا کسی کو اپنی طرف نہیں بلائیں گے پس حضرت علی بن ابی طالبؓ نے ان کے درمیان شرائط لکھنی شروع کیں تو مضمون لکھا کہ یہ صلح نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو ہم نہ تو آپ کو داخلہ مکہ سے روکتے بلکہ آپ کی بیعت کر لیتے۔ لیکن یہ مضمون لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبداللہ نے طے کیا ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں اور واللہ میں اللہ کا رسول بھی ہوں۔ حضرت علیؓ نہیں لکھ رہے تھے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپ رسول اللہ کا کلمہ مٹا دیں حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم میں تو اس کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا وہ جگہ مجھے دکھاؤ۔ تو حضرت علیؓ نے وہ جگہ دکھا دی۔ جسے آپؐ نے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا پس جب آپؐ مکہ میں دوسرے سال داخل ہوئے اور وہ تین دن گزر گئے تو قریش حضرت علیؓ کے پاس آئے کہ اپنے ساتھی سے کہو کہ اب کوچ کریں۔ حضرت علیؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا ہاں بھائی۔ پھر آپؐ نے کوچ فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لا یدعوا منھم احدا ای الی الاسلام یعنی آپؐ اہل مکہ میں سے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ظاہر الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دعوت الی الاسلام مراد ہے۔ اور کتاب الصلح میں گذر چکا ہے کہ یہ معاہدہ میں لکھا گیا ان لا یخرج من اھلھا باحد ان اراد ان یتبعہ یعنی آپ کسی مکہ والے کو نکال کے نہیں لے جائیں گے اگرچہ وہ آپ کے ساتھ جانے کا ارادہ بھی کرے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مصالحت علی ثلثۃ ایام سے کم وبیش مدت معلومہ پر صلح کرنے کا جواز معلوم ہوا۔ بدا محوہ بظاہر اس سے مخالفت امر رسول اللہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حضرت علیؓ نے قرائن سے معلوم کر لیا یہ حکم وجوب کے لئے نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حدیث قرطاس میں سمجھ لیا تھا۔ کہ ایتونی بکتاب میں امر وجوب کے لئے نہیں ہے۔ لیکن وہاں شور مچاتے ہیں۔ یہاں حضرت علیؓ کے معاملہ میں کوئی شور نہیں مچاتا۔

بَابُ الْمُوَادَعَةِ مِنْ غَيْرِ وَقْتٍ

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقِرُّكُمْ مَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهٖ.

ترجمہ۔ بغیر مدت مقرر کئے بھی مصالحت اور جنگ بندی ہوسکتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر سے فرمایا تھا کہ اس وقت تک تم کو خیبر میں ٹھہرنے دیں گے جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں ٹھہرائیں گے۔

بَابُ طَرْحِ جِيَفِ الْمُشْرِكِيْنَ فِي الْبِئْرِ وَلَا يُؤْخَذُ لَهُمْ ثَمَنٌ

ترجمہ۔ مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دینا اور ان کی کوئی قیمت وصول نہ کرنا

حدیث (۲۹۵۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَحَوْلَهٗ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِذْ جَآءَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِيْ مُعَيْطٍ بِسَلٰى جُزُوْرٍ فَقَذَفَهٗ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ رَاْسَهٗ حَتّٰى جَآءَتْ فَاطِمَةُ فَاَخَذَتْ مِنْ ظَهْرِهٖ وَدَعَتْ عَلٰى مَنْ صَنَعَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَاَ مِنْ قُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ اَبَا جَهْلِ ابْنَ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ ابْنَ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَ رَبِيْعَةَ ابْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَاُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَيَّ ابْنَ خَلَفٍ فَلَقَدْ رَاَيْتُهُمْ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِيْ بِئْرٍ غَيْرَ اُمَيَّةَ اَوْ اُبَيٍّ فَاِنَّهٗ كَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَلَمَّا جَرُّوْهُ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّلْقٰى فِي الْبِئْرِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں اس اثنا میں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز تھے اور آپؐ کے اردگرد مشرکین قریش کے کچھ لوگ تھے کہ اچانک عقبہ بن ابی معیط ایک ذبح شدہ اونٹ کی اوجھری گندگی سمیت لے آیا۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر آ کر ڈال دی۔ جس سے آپ سر نہ اٹھا سکے حتی کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ آئیں اور انہوں نے آپ کی پیٹھ سے اسکو ہٹایا اور ایسا کرنے والوں کو بددعا دی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بددعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ قریش کی اس جماعت کو پکڑ لے اے اللہ ابوجہل بن ہشام پر گرفت فرما۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف یا ابی بن خلف ان سب کو اپنی گرفت میں لے لے۔ چنانچہ میں نے ان سب کو دیکھا کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور ان کی لاشوں کو ایک اندھے کنویں میں پھینکا گیا سوائے امیہ یا ابی بن خلف کے کہ وہ ایک موٹا بھاری بھرکم آدمی تھا۔ پس جب صحابہ کرامؓ نے اس کی لاش کو ٹانگ سے پکڑ کر کھینچا تو کنویں میں پھینکے جانے سے پہلے پہل اس کا جوڑ جوڑ جدا ہو گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ طرح جیف المشرکین ولا یؤخذ لھم ثمن مشرکین کی لاشوں کی قیمت وصول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ بیع کے اندر اگرچہ مبیع کی توہین مضمر ہوتی ہے لیکن کچھ نہ کچھ اعزاز ضرور ہوتا ہے جس سے اس کی قیمت پڑتی ہے کیونکہ اگر ذی شان نہ ہو تو اس میں رغبت نہ ہوئی۔ تو ہمیں مشرکین کی لاشوں کے بیچنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ ان کا اعزاز نہ ہو۔ فلما جروہ الخ وجہ یہ ہے کہ مشرکین کے جسم موت کے بعد پڑے رہنے کے وجہ سے پھٹ گئے اور پھول گئے۔ جب لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد ان کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا ارادہ ہوا تو ان میں سے جو بھاری بھرکم تھا اس کا کھینچنا مشکل ہو گیا۔ کیونکہ جوڑ جدا ہو گئے تھے اور اعضاء پھٹ گئے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لا یؤخذ لھم ثمن سے امام بخاریؒ نے ترمذی کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابن عباسؓ سے مروی

ہے کہ جب مشرکین نے نوفل بن عبداللہ کی لاش کو خرید کرنا چاہا جو خندق میں گھس گیا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا نہ ہمیں اس کی قیمت کی ضرورت ہے اور نہ اس کی لاش کی ضرورت ہے۔ اور سیرت ابن ھشام میں ہے کہ وہ اس کی دس ہزار روپے قیمت ادا کرنا چاہتے تھے۔ جسے آپؐ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور گرم ترین دن ہونے کی وجہ سے ان کی لاشیں پھٹ چکی تھیں۔ اور سوج جانے کی وجہ سے اس کے رنگ سیاہ ہوگئے اور جثے پھٹ گئے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عبداللہ بن ابی معیط بدر میں قتل نہیں ہوا۔ بلکہ جنگی قیدی بنا اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسے قتل کیا۔ اور امیہ اور ابی بن خلف میں سے بھی صحیح یہ ہے کہ امیہ بن خلف بدر میں قتل ہوا اس کا بھائی ابی احد کی لڑائی میں مارا گیا کذا قاله العینی.

بَابُ اِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

ترجمہ۔ نیکوکار اور بدکار سے بدعہدی کرنے والے کا گناہ کیا ہے۔

حدیث (۲۹۵۷) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَحَدُهُمَا يُنْصَبُ وَقَالَ الْاٰخَرُ يُرٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ ہر بدعہدی کرنے والے کے لئے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا۔ ایک راوی کہتا ہے کہ اس کو گاڑا جائے گا۔ دوسرا کہتا ہے کہ قیامت کے دن وہ جھنڈا دکھائی دیگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

حدیث (۲۹۵۸) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يُنْصَبُ لِغَدْرَتِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ کہ ہر بدعہدی کرنے والے کے لئے جھنڈا اس کی غداری کے مطابق گاڑا جائے گا۔

حدیث (۲۹۵۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَاهِجْرَةَ لٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ اِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اَنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا الْاِذْخِرُ فَاِنَّهٗ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ قَالَ اِلَّا الْاِذْخِرُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر فرمایا کہ اب مکہ سے ہجرت کرنا فرض نہیں ہے۔ لیکن اب تو صرف جہاد اور اسکی نیت رہ گئی ہے البتہ جب عام لام بندی کا حکم ہوجائے تو پھر سب نکل کھڑے ہوں۔ اور فتح مکہ کے دن آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ شہر مکہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اسے اس دن سے حرم بنایا ہے جس دن کہ آسمان وزمین کو پیدا فرمایا۔ پس وہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت کے دن تک حرام ہے۔ اس میں کسی کے لئے میرے سے پہلے بھی قتال حلال نہیں تھا اور نہ میرے لئے حلال ہے البتہ دن بھر کی ایک گھڑی کے لئے حلال ہوا۔ پس اب وہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت کے دن تک حرام ہے۔ نہ اس کا کانٹا کاٹا جائے اور نہ ہی اس کے شکار کو وہاں سے بھگایا جائے۔ اور

نہ ہی اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے۔ البتہ وہ شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کی سال بھر تک تعریف کرتا رہے۔ اور نہ ہی اس کی گھاس کھتری جائے حضرت عباسؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! مگر اذخر کترن بوٹی جو ہمارے لوہاروں اور گھروں کی چھتوں کے کام آتی ہے۔ آپؐ نے اذخر کو مستثنیٰ قرار دے دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ بعض امور منکرہ ایسے ہیں جب مؤمن کامل ان کا ارتکاب کرے تو ان میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن فاسق جو اپنے ایمان میں پختہ نہیں ہے اس کے لئے ان کا ارتکاب ممکن نہیں ہے۔ تو اس مقام پر بھی وہم ہوتا تھا کہ شاید غدر مؤمن کامل کے لئے جائز ہو۔ فاسق فاجر کے لئے ناجائز ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے اس وہم کو دفع کر دیا۔ اس لئے کہ روایت مطلق ہے اور کل غادر میں کل کا لفظ عموم پر دلالت کرنے والا ہے۔ جس میں سب افراد شامل ہوتے ہیں۔ کسی کی تخصیص نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اثم الغادر عموم اس طرح ہے کہ خواہ یہ غدر نیکوکار کسی بدکار سے یا بدکار کسی نیکوکار سے کرے غدر ہر صورت میں ناجائز ہے۔ میرے نزدیک دونوں ترجموں میں گناہ کی نوعیت کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ جس کے لئے امام بخاریؒ نے چند ابواب ذکر فرمائے ہیں۔ اس لئے کہ غدر کے گناہ کی کئی اقسام ہیں۔

مؤمن کامل قطب گنگوہیؒ نے بر اور فاجر کی بہترین توجیہ فرمائی ہے۔ کہ بعض امور مؤمن کامل کے لئے جائز فاسق کیلئے ناجائز۔ جیسے انبت الربیع البقل کہنا۔ مؤمن کامل کے لئے جائز فاسق کے لئے مکروہ ہے۔ اس طرح یوم الشک کا روزہ مؤمن کامل کیلئے جائز فاسق کے لئے ناجائز۔ اس کے اور نظائر بھی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم فتح مکة الخ اس حدیث کو ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہے کہ آپؐ نے یوم فتح مکہ پر اپنے خطبہ میں فرمایا ان دماء کم واموالکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا الخ. تو کسی کے مال اور جان کے درپے ہونا یہ غدر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حرمت کی بے حرمتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ محارم اللہ بھی بندوں سے اللہ کا معاہد ہے۔ جو شخص بھی بے حرمتی کریگا وہ غدار ہوگا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا تو لوگوں کو امن دیا۔ پھر فرمایا مکہ میں قتل و قتال حرام ہے۔ تو اس سے اشارہ ہوا کہ سب مسلمان امن میں ہیں۔ اب کوئی ان سے غدر نہیں کرے گا۔ کیونکہ من دخله آمنا کے تحت ان کو امان مل چکی ہے۔ ابن منیر یوں توجیہ کرتے ہیں مکہ معظمہ کی حرمت عامہ ہے آپ کو بھی صرف گھڑی بھر کے لئے اجازت ملی تھی۔ اب کوئی مؤمن نیکوکار اس کی حرمت پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ اور کرمانیؒ فرماتے ہیں انفروا سے ترجمہ ثابت ہے کہ ائمہ سے غدر نہ کرو۔ ان کا حکم مانو۔ اور علامہ عینیؒ بھی انفروا سے ترجمہ کو ثابت کرتے ہیں کہ انفروا کا معنی ہے لاتغدروا کیونکہ جب عام لام بندی کی حالت میں جنگ میں نکلنا واجب ہوا تو یہ غدر کی حرمت کو مستلزم ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ آپؐ نے مکہ کی حرمت کو حلال سمجھنے میں غدر نہیں کیا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا کہ ایک گھڑی کی اجازت ملی۔ ورنہ کسی طرح بھی غدر جائز نہیں تھا۔ قسطلانیؒ نے خاموشی اختیار کی ہے۔ کوئی وجہ مناسبت ذکر نہیں فرمائی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لایعضد شوکه اس سے مراد درختوں کا کانٹا۔ ہے۔ اور تنفیر صید سے مراد ان کا شکار کرنا ممنوع ہے اخلاء سے تر گھاس کاٹنا ممنوع ہے۔ اذخر کترن بوٹی کو آپؐ نے مستثنیٰ فرما دیا۔

الحمد للہ بارھواں پارہ بخاری کا اس پر ختم ہوا

لامع الداری کا دوسرا جلد بھی یہاں تک ختم ہو گیا۔ اب تیسرا جلد شروع ہوگا۔ انشاء اللہ آج یکم ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ بروز بدھ بوقت دوپہر اختتام پذیر ہوا۔ آگے تیرھواں پارہ کتاب بدء الخلق سے شروع ہو رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تیرھواں پارہ

كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ

ترجمہ۔کتاب مخلوق کی ابتداء کیسے ہوئی

بَابُ مَا جَآءَ فِی قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ۔باب جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں آیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ قَالَ الرَّبِیْعُ ابْنُ خُثَیْمٍ وَالْحَسَنُ كُلٌّ عَلَیْہِ هَیِّنٌ هَیْنٌ وَهَیِّنٌ مِثْلُ لَیْنٍ وَلَیِّنٍ وَمَیْتٍ وَمَیِّتٍ وَضَیْقٍ وَضَیِّقٍ اَفَعَیِیْنَا اَفَاَعْیَا عَلَیْنَا حِیْنَ اَنْشَاكُمْ وَاَنْشَا خَلْقَكُمْ لُغُوْبُ النَّصَبُ اَطْوَارًا طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا عَدَا طَوْرَہٗ اَیْ قَدْرَہٗ.

ترجمہ۔اللہ وہی تو ہے جو مخلوق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہی اس کو لوٹائے گا۔اور یہ لوٹانا اس پر بہت آسان ہے۔ربیع بن خیثمؒ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کل یعنی ابتداء اور اعادہ دونوں اس پر آسان ہیں۔غرضیکہ اھون بمعنی ھیّن کے ہے اور ھیّن یا تشدید و التخفیف دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔یعنی ھیّن وھین جیسے لیّن ولین اور میّت ومیت اور ضیّق وضیق افعیینا کیا ہم تھک گئے۔یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تم کو نئے سرے سے پیدا کیا تو کیا عاجز آ گیا وہ تھک گیا۔وانشا کم بمعنی خلقکم کے ہیں۔لغوب کے معنی تھکاوٹ کے ہیں۔جو ای مامسنا من لغوب میں ہے۔تمہارے پیدا کرنے کے بعد کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی اطواراً طور کی جمع ہے۔جس کے معنی دور کے ہیں۔طوراً کذا وطوراً کذا.عدا طورہ ای قدرہ یعنی اپنی قدر سے تجاوز کر گیا۔اصلی معنی طور کے قدر کے ہیں پھر زمان وغیر زمان کے لئے استعمال ہوا۔

حدیث(۲۹۶۰)**حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِیْرٍ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍؓ قَالَ جَآءَ نَفَرٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا بَنِیْ تَمِیْمٍ اَبْشِرُوْا قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَتَغَیَّرَ وَجْهُہٗ فَجَآءَ ہٗ اَهْلُ الْیَمَنِ فَقَالَ یَا اَهْلَ الْیَمَنِ اقْبَلُوا الْبُشْرٰی اِذْ لَمْ یَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِیْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحَدِّثُ بَدْءَ الْخَلْقِ وَالْعَرْشِ فَجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا عِمْرَانُ رَاحِلَتُکَ تَفَلَّتَتْ لَیْتَنِیْ لَمْ اَقُمْ.**

ترجمہ۔حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو تمیم کے کچھ لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا اے بنو تمیم! جنت کی بشارت حاصل کرو اور دین میں سمجھ پیدا کرو۔انہوں نے کہا بس آپ تو یہی دین کی باتوں پر بشارتیں سناتے رہتے ہیں۔ہمیں تو کچھ مال و دولت بھی عطا فرمائیں۔جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔پھر یمن کے لوگ آگئے آپؐ نے

فرمایا اے بنو تمیم! تم دینی احکام پر خوشخبری کو قبول کرو۔ بنو تمیم نے اس کو قبول نہیں کیا انہوں نے کہا ہم نے قبول کیا۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی پیدائش اور عرش کی ابتداء کو بیان فرمانے لگے۔ اچانک ایک آدمی نے آ کر کہا کہ اے عمران تمہاری اونٹنی چھوٹ کر بھاگ گئی انہوں نے فرمایا کاش میں مجلس نبوی سے کھڑا نہ ہوتا۔ آپ کی باتیں سنتا رہتا۔

حدیث(۲۹۶۱) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقَتِيْ عَلَى الْبَابِ فَأَتَاهُ نَاسٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوْا الْبُشْرٰى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ إِذْلَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ هٰذِهِ الْأَمْرِ قَالَ كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فَنَادٰى مُنَادٍ ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا هِيَ يَقْطَعُ دُوْنَهَا السَّرَابُ فَوَاللهِ لَوَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ تَرَكْتُهَا وَرَوٰى عِيْسٰى عَنْ رَقَبَةَ عَنْ قَيْسِ ابْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی اونٹنی کو باندھ دیا۔ تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو تمیم کے کچھ لوگ آئے۔ تو آپ نے فرمایا اے بنو تمیم دین کی سمجھ پیدا کرنے پر جنت کی بشارت قبول کرو۔ تو وہ کہنے لگے کہ آپ ہمیں بہت خوشخبریاں سنا چکے۔ آپ کچھ مال ومتاع بھی تو دیں۔ دو مرتبہ کہا۔ پھر آپ کے پاس یمن کے کچھ لوگ آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ احکام الٰہی پر اے یمن والو تم خوشخبری قبول کرو اس لئے کہ بنو تمیم نے تو اس کو قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے یارسول اللہ! اسے قبول کرلیا۔ کہنے لگے کہ ہم تو آپ سے اسی تفقہ فی الدین کے بارے میں پوچھنے آئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت موجود تھا جبکہ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور آپ کا عرش پانی پر تھا۔ اور ذکر یعنی لوح محفوظ میں ہر چیز پیدا ہونے والی لکھ دی۔ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پس اس وقت ایک پکارنے والے نے پکارا کہ ابن الحصین تمہاری اونٹنی چلی گئی۔ پس میں اس کی تلاش میں چل پڑا۔ پس وہ تو اتنی دور چلی گئی کہ اس کے اور میرے درمیان وہ ریت جو دوپہر کو پانی معلوم ہوتا ہے وہ حائل ہو گیا۔ یعنی وہ جلدی دوڑ گئی پس اللہ کی قسم! میری یہ خواہش تھی کہ میں اسکو چھوڑ دیتا۔ اور دوسری سند جو عیسیٰ سے ہے اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بہت دیر تک کھڑے ہو کر وعظ بیان کرتے رہے۔ پس آپ نے ہمیں مخلوقات کی پیدائش۔ معاش اور معاد تک کو بیان فرمایا۔ کہ جنتی لوگ اپنی اپنی منازل میں اور جہنمی اپنے اپنے مقامات میں داخل ہوں گے۔ یہ سب کچھ بتایا جو یاد رکھ سکتا تھا اس نے اسے یاد رکھا۔ اور جس نے بھولنا تھا اس نے اسے بھلا دیا۔

حدیث(۲۹۶۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرَاهُ يَقُوْلُ اللهُ شَتَمَنِيْ بْنُ اٰدَمَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَشْتِمَنِيْ وَيُكَذِّبُنِيْ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُ أَمَّا شَتْمُهُ

فَقَوْلُهُ اِنَّ لِیْ وَلَدًا وَاَمَّا تَکْذِیْبُهُ فَقَوْلُهُ لَیْسَ یُعِیْدُنِیْ کَمَا بَدَأَنِیْ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بلند و برتر فرماتا ہے۔ مجھے آدم کا بیٹا گالی دیتا ہے۔حالانکہ اسے مجھ کو گالی دینا مناسب نہیں ہے۔اور وہ مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے یہ لائق اور مناسب نہیں ہے اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس کا کہنا ہے کہ میرے لئے اولاد ہے۔اور اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ مجھے نہیں لوٹائیگا جیسا کہ اس نے مجھے ابتدا میں پیدا کیا۔

حدیث (۲۹۶۳) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَی اللّٰهُ الْخَلْقَ کَتَبَ فِیْ کِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوقات کے پیدا کرنے سے فارغ ہوئے تو اپنی اس کتاب لوح محفوظ میں جو اسی کے پاس عرش کے اوپر ہے یہ لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غیض و غضب پر غالب رہے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فاعیی اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ افعیینا بالخلق الاول میں باء نے عیینا کو متعدی کر دیا ہے۔تو معنی یہ ہوں گے کہ جب ہم نے تم کو پیدا کیا تو کیا تمہاری پیدائش نے ہمیں عاجز کر دیا البتہ یہاں فاعل کو حذف کر دیا گیا کیونکہ ظرف اس پر دلالت کرتا ہے اور متکلم کے قائم مقام ہے۔جو دوسری آیت میں وارد ہے۔ ھین انشاناکم تو جب لفظ انشا کا ذکر آ گیا تو اس کے معنی بیان کر دیئے۔کہ انشاء بمعنی خلق لیکن جبکہ آیت میں انشاکم مذکور ہے تو تفسیر میں بھی خلقکم کو لائے۔صرف خلق پر اکتفا نہیں کیا۔طورہ ای قدرہ مقصد یہ ہے کہ طور کے اصلی معنی قدر کے ہیں۔پھر زمان اور غیر زمان کی مقدار کو طور کہنے لگے فاخبرنا عن الخ یعنی اجمالاً بتلایا کہ قضی اللہ الخلق یہ محل ترجمہ ہے۔اس باب سے مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ قدیم سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے۔بلکہ سب کے سب محدث اور مخلوق ہیں۔

ب نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

(غالب) از مرتب غفرلہ

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کتاب بدء الخلق کو بیان کرنے کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ صحیح بخاری انواع حدیث کی اقسام میں سے جامع ہے۔اور جامع کے اندر حدیث کے آٹھ ابواب جمع ہوتے ہیں۔ان میں سے ایک تاریخ بھی ہے۔تو امام بخاریؒ نے یہاں سے ابواب التاریخ کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔جس کو کتاب التفسیر تک لے جائیں گے۔کیونکہ میرے نزدیک کتاب المغازی کوئی مستقل الگ کتاب نہیں ہے بلکہ وہ آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک حصہ ہے۔جس کو کتاب المغازی سے پہلے شروع کیا گیا ہے۔چونکہ اس کے ابواب بہت پھیلے ہوئے تھے۔اس لئے اس کو الگ کتاب کا نام دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد حجۃ الوداع کا باب ذکر فرمایا ہے۔اور مرض اور وفات کے ابواب بیان ہوئے ہیں۔کیونکہ یہ سب آپؐ کے احوال کا تکملہ ہیں اس کا بیان مقدمہ میں ہو چکا ہے۔ بدء بمعنی ابتداء.حافظ فرماتے ہیں بدء الخلق میں بدء بمعنی ابتداء کے اور خلق معنی میں مخلوق کے ہے۔

افعیینا الخ قطب گنگوہیؒ کے معنی کی تائید شراح کے اقوال سے ہوتی ہے۔جو فرماتے ہیں ماعجزنا الخلق الاول کہ ہمیں خلق اوّل سے کس چیز نے عاجز کیا۔مولانا محمد حسن مکی لکھتے ہیں الالقی الخلق الاول القی علینا کہ کیا خلق اوّل نے ہم پر عاجزی ڈال دی۔تو یہ حاصل معنی کی تفسیر ہوئی۔صاحب جمل فرماتے ہیں بالخلق الاول میں باء سببیة کے لئے یا عن کے معنی میں ہے۔ اور استفہام انکاری ہے۔

معنی یہ ہوئے لم نعجز عن الابتداء فلانعجز عن الاعادۃ تو ظاہر معنی یہی ہوئے کہ ہم خلق اوّل کی وجہ سے عاجز نہیں ہوگئے۔

فی الایۃ الاخری اذانشاء کم من الارض امام بخاریؒ نے اذانشاء کم کے معنی حین انشاء کم نقل فرمائے ہیں چونکہ آیت میں انشاء کم تھا تو تفسیر میں محض خلق نہیں فرمایا بلکہ خلقکم فرمایا۔

عدا طورہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ طور کذاوطور کذا سے قد خلقکم اطوارا کی تفسیر کرنا مقصود ہے۔ کہ مختلف احوال وادوار سے گذر کر پیدا فرمایا۔ نطفہ. مضغہ. علقہ وغیرھا۔ بعض نے صحت اور بیماری کے مختلف احوال سے تفسیر کی ہے۔ اور بعض نے مختلف رنگ اور مختلف زبانوں سے تفسیر کی ہے۔ اور ابن اثیر نے اطوار. تارات. ملک مرۃ. ملک مرۃ وغیرہ۔ اور مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے عدا طورہ بڑھ گیا اپنے انداز سے۔

حتی دخل اھل الجنۃ یہ اخبرنا کی غایت ہے۔ ای اخبرنا عن مبتداء الخلق شیئا بعد شیئ الی ان انتھی الاخبار عن حال الاستقرار فی الجنۃ والنار: لیکن مبدء. معاش اور معاد تک کی خبریں بتلادیں۔ یہ آپ کا معجزہ تھا کہ ان سب اخبار کو ایک ہی مجلس میں بیان فرمادیا۔ یہ جوامع الکلم کی شان تھی۔

ماقضی الخلق ای خلق الخلق ای قضی کے معانی میں سے ایک فرغ بھی ہے۔ حکم. اتقن امضی کے ہیں علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرش کی پیدائش خلق قلم سے مقدم ہے۔ جس قلم نے مقادیر کو لکھا۔

تفسیر از قاسمیؒ۔ لم یکن شیئ وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ قدیم اور ازلی ہے۔ اس سے پہلے کوئی چیز نہیں۔ نہ پانی نہ عرش۔ نہ روح۔ کیونکہ سب اشیاء غیر اللہ تعالیٰ ہیں۔

کان عرشہ علی الماء کا مطلب یہ ہوا کہ عرش سے پہلے پانی کو پیدا فرمایا۔ پھر عرش کو پانی پر پیدا فرمایا۔ حدیث عماء پر حضرت نانوتویؒ کا رسالہ قابل دید ہے اور اس کا کچھ حصہ مولانا قاری محمد طیبؒ نے اپنی کتاب فطری حکومت میں نقل فرمایا ہے۔ (مرتب)

اخبرنا ای عن جمیع احوال المخلوقات رحمتی غلبت غضبی اور بعض روایات میں سبقت کے الفاظ ہیں یہ سبقت اور غلبہ تعلق کے اعتبار سے ہے جو حادث ہے۔ کیونکہ رحمت ذات مقدسہ کا تقاضا ہے۔ اور غضب بندے کے جرم پر موقوف ہے اور رحمت تو اس بچے پر بھی ہے جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے۔ یا جو دودھ پیتا ہے۔ یا دودھ چھوڑ چکا ہے۔ نہ اس سے طاعت کا صدور ہوا اور نہ ہی کوئی گناہ سرزد ہوا۔ جس سے وہ غضب کا مستحق ہوتا۔ رحمت اور غضب تعلق کی وجہ سے آگے پیچھے ہوتے ہیں۔ یا دونوں صفات نہیں بلکہ فعل ہیں۔ اور افعال میں تقدیم وتاخیر ہوتی ہے۔ صفت تو قدیم اور لازم ہوتی ہے۔ جس میں انقطاع نہیں ہوتا۔ فافہم.

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ سَبْعِ اَرَضِیْنَ

ترجمہ۔ باب سات زمینوں کے بارے میں

وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ (الایۃ) وَالسَّقْفُ الْمَرْفُوْعُ السَّمَآءُ سَمْکُھَا بِنَآءَ ھَا الْحُبُکُ اِسْتِوَآءَ ھَا وَحُسْنُھَا وَاَذِنَتْ سَمِعَتْ وَاَطَاعَتْ وَاَلْقَتْ اَخْرَجَتْ مَا فِیْھَا مِنَ الْمَوْتٰی وَتَخَلَّتْ عَنْھُمْ طَحَاھَا دَحٰھَا اَلسَّاھِرَۃُ وَجْہُ الْاَرْضِ کَانَ فِیْھَا الْحَیَوَانُ نَوْمُھُمْ وَسَھَرُھُمْ.

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ وہی تو ہے جس نے ساتوں آسمان پیدا کئے اور ان جیسی زمینیں پیدا کیں یعنی سات۔ السقف المرفوع سے مراد آسمان ہے رفع سمکھا اس کی بنا اور عمارت کو بلند کیا۔ والسماء ذی الحبک اس کا ہموار ہونا اور اس کی خوبصورتی۔ اذنت کے معنی اس نے سن لیا اور فرمانبرداری کی۔ والقت یعنی زمین نے جو کچھ مردے وغیرہ اس میں تھے سب کو باہر پھینک دیا۔ وتخلت اور ان سے خالی ہوگئی۔ طحھا یعنی زمین کو پھیلایا۔ بالساھرۃ روئے زمین جس میں جاندار رہتے ہیں اسی میں ان کا سونا اور جاگنا ہے۔

حدیث (۲۹۶۴) حَدَّثَنَا عَلِیٌّ الخ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ فِیْ اَرْضٍ فَدَخَلَ عَلٰى عَآئِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا اَبَا سَلَمَةَ اِجْتَنِبِ الْاَرْضَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قَيْدَ شِبْرٍ طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ان کے اور کچھ لوگوں کے درمیان زمین کے بارے میں جھگڑا تھا وہ اپنی پھوپھی عائشہؓ کے پاس آئے اور اس جھگڑے کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا اے ابوسلمہ! زمین سے بچتے رہو۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے زمین کی بالشت کے مقدار کسی پر ظلم کیا تو سات زمینوں کا ہار اسکے گلے میں ڈالا جائیگا۔

حدیث (۲۹۶۵) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ زمانہ گھومتا ہوا اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا۔ سال بارہ مہینہ کا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں۔ تین تو مسلسل ہیں۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب مضر ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

حدیث (۲۹۶۶) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُوْفَلٍ اَنَّهٗ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰى فِیْ حَقٍّ زَعَمَتْ اَنَّهُ انْتَقَصَهٗ لَهَا اِلٰى مِرْوَانَ فَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَا اَنْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَيْئًا اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ قَالَ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ لِیْ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت سعید بن زیدؓ سے مروی ہے کہ اروی کا ان سے جھگڑا ہو گیا مروان کی طرف وہ کہتی تھی کہ حضرت سعید نے اس کی زمین کم کر دی ہے۔ تو حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ میں اس کے حق میں سے کچھ کمی کر سکتا ہوں۔ جب کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جس شخص نے زمین کا کچھ حصہ بھی ظلم کر کے لے لیا تو اس کے بدلے قیامت کے دن سات زمینیں اس کے گلے کا ہار بنا ڈالی جائیں گی۔ ابن ابی زناد ہشام سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن زیدؓ نے مجھے فرمایا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کان فیھا الحیوان شاید زمین کو ساہرہ کہنے کی یہی وجہ ہو کہ اس میں حیوانات کا سونا اور جاگنا ہے کان شک سے اسلئے بیان کیا کہ یقین نہیں ہے۔ یا ساھرہ اور ارض کے درمیان کسی علاقہ مجاز کا تعین نہیں ہے۔ استعمال الحال للمحل کیا گیا ہے۔یعنی حال بولا اور محل مراد لیا۔

قد استدار کھیئتہ الخ یعنی زمانہ اب ایسے ہو گیا جیسے پہلے تھا کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل طاری نہیں ہو گا جیسے کہ عرب کے لوگ کہتے تھے۔ ورنہ زمانہ تو اپنی ہیئت پر چل رہا ہے۔لیکن عربوں نے اس میں تغیر کر دیا کہ مہینوں کو ان کے اوقات سے بدل دیا۔محرم میں لڑائی لڑی اور صفر کو محرم بنا دیا اسی کو تغیر شمار کیا گیا ہے۔ یوم خلق السموت و الارض اگر ارضین ہے تو پھر ترجمہ پر اس کی دلالت ظاہر ہے۔اگر مفرد کا صیغہ ہو تو الارض پر الف لام جنس کا ہوگا۔یا عہد خارجی کا اس سے اس روایت کی طرف جس میں سبع ارضین کے الفاظ وارد ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ الساھرۃ قرآن مجید میں ہے۔فاذاھم بالساھرۃ.تو علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ زمین کا نام ساھرہ اس لئے رکھا گیا کہ مخلوقات کا سونا اور جاگنا اسی میں ہے۔اور قطب گنگوہیؒ نے شک کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ انہوں نے کان کو بتشدید النون پر حمل کیا۔علامہ عینیؒ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ انہوں نے لعل سے اس کی تفسیر کی ہے۔لیکن عام شراح حضرات نے اس کو لفظ ما من الکون پر محمول کیا ہے۔اور شیخ الاسلام نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔ بود در روئے زمین جانداران۔اور بعض نے کہا کہ اس سے قیامت کی زمین مراد ہے۔ جو ارض بیضاء عفراء ہوگی۔یعنی بیدہ زمین ہوگی جس پر نہ کوئی گناہ کیا ہوگا نہ خون بہایا گیا ہوگا۔

کھیئتہ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ کاف مصدر محذوف کی صفت ہے ای استدار استدارا مثل حالتہ یوم خلق السموات الخ اور زمان کا لفظ اگر چہ قلیل و کثیر وقت پر بولا جاتا ہے۔لیکن اس جگہ اس سے مراد سال ہے۔تو حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ عرب کے لوگ محرم کو صفر تک مؤخر کر لیتے۔اس کو نسی کہا جاتا ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے انما النسی زیادۃ فی الکفر بلکہ ہر سال ایک مہینہ کو دوسرے مہینہ تک منتقل کرتے رہتے۔پس جب یہ سال ہوا تو وہ اپنے زمان مخصوص کی طرف گھوم پھر کر آ گیا۔اور بعض حضرات نے تو کہا ہے کہ آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سال تک اپنے حج کو اسے مؤخر کر دیا۔تا کہ سال اپنی اصلی حالت پر آ جائے تا کہ حساب صحیح ہو جائے۔ یہی حجۃ الوداع کا سال تھا چنانچہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا حج ذی قعدہ میں تھا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج ذی الحجہ میں ہوا۔

بلفظ الجمع امام بخاریؒ کا مقصد اس حدیث کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ آیت کریمہ میں ومن الارض مثلھن آیا ہے اس کو ثابت کرنا ہے کہ زمین کے بھی سات طبقات ہیں۔ جیسے آسمان ایک دوسرے کے اوپر ہیں اسی طرح زمین کا حال ہے۔اور بیہقی وغیرہ میں ہے سبع ارضین فی کل ارض آدم کادمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیکم ونبی کنبیکم میرے نزدیک امام بخاریؒ کی تبویب بالارضین سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا ہے۔حالانکہ آیت میں السموات کا ذکر پہلے ہے۔وہ مسئلہ یہ ہے کہ آسمان اور زمین میں سے افضل کون ہے۔بعض فرماتے ہیں کہ آسمان افضل ہے۔کیونکہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہیں ہوئی۔اور وہاں ابلیس نہیں ہے اور بعض نے کہا زمین افضل ہے۔کیونکہ وہ مدفن نبی ہے۔اور ملا علی قاریؒ نے شرح المناسک میں لکھا ہے کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی قبر اقدس کی جگہ جو آپؐ کے اعضاء شریفہ کو ڈھانپے ہوئے ہے وہ روئے زمین کے قطعات سے افضل ہے۔حتی کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اور علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ جمہور آسمان کی افضلیت کے قائل ہیں۔

بَابُ فِي النُّجُوْمِ

ترجمہ۔ باب ستاروں کے بارے میں

وَقَالَ قَتَادَةُ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ خُلِقَ هٰذِهِ النُّجُوْمُ لِثَلٰثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِلشَّيٰطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَأَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَالَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ هَشِيْمًا مُتَغَيِّرًا وَالْاَبُّ مَايَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالْاَنَامُ الْخَلْقُ بَرْزَخٌ حَاجِبٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْفَافًا مُلْتَفَّةً وَالْغُلْبُ الْمُلْتَفَّةُ فِرَاشًا مِهٰدًا كَقَوْلِهٖ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ نَكِدًا قَلِيْلًا.

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں یعنی ستاروں سے زینت بخشی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ستاروں کی پیدائش کی حکمت کی تین چیزیں بتائی گئی ہیں۔ آسمان کی زینت۔ دوسرے شیاطین کے لئے چونکا اور نشانیاں جن سے راہ معلوم کیا جاتا ہے جس نے ان وجوہ کے علاوہ کوئی اور تاویل کی تو اس نے غلطی کی اور اپنا حصہ دنیا و آخرت کا ضائع کر دیا۔ کہ وہ مالایعنی باتوں میں مشغول ہو گیا۔ اور اس نے ایسے علم کے حاصل کرنے کے لئے تکلیف اٹھائی جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ ابن عباسؓ نے تفسیر فرمائی هشيما تذروه الرياح اى متغيرا. اب کے معنی ہیں چارہ جس کو جانور کھاتے ہیں۔ الانام کے معنی مخلوقات کے ہیں۔ برزخ کے معنی پردہ کے ہیں۔ اور مجاہد فرماتے ہیں الفافا کا معنی لپٹے ہوئے اور یہی معنی غلب کے ہیں۔ یعنی لپٹے ہوئے۔ فرات بمعنی بچھونا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین میں تمہارے لئے ٹھکانا ہے۔ نكدا لايخرج الانكدا کے معنی تھوڑا۔

بَابُ صِفَةُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ بِحُسْبَانٍ

ترجمہ۔ سورج اور چاند کے حساب کی صفت کیا ہے

قَالَ مُجَاهِدٌ كَحُسْبَانِ الرَّحٰى وَقَالَ غَيْرُهٗ بِحِسَابٍ وَمَنَازِلَ لَا يَعْدُوَانِهَا حُسْبَانٌ جَمَاعَةُ حِسَابٍ مِثْلُ شِهَابٍ وَشُهْبَانٌ ضُحَاهَا ضَوْءُ هَا وَاَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرُ لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخِرِ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهُمَا ذٰلِكَ سَابِقُ النَّهَارِ يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَيْنِ نَسْلَخُ نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخِرِ وَيُجْرِيْ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاهِيَةٌ وَهْيُهَا تَشَقُّقُهَا اَرْجَآئِهَا مَالَمْ يَنْشَقَّ مِنْهَا فَهِيَ عَلٰى حَافَتَيْهِ كَقَوْلِكَ عَلٰى اَرْجَاءِ الْبِيْرِ اَغْطَشَ وَجَنَّ اَظْلَمَ وَقَالَ الْحَسَنُ كُوِّرَتْ تُكَوَّرُ حَتّٰى يَذْهَبَ ضَوْءُ هَا وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ جَمَعَ مِنْ دَآبَّةٍ اِتَّسَقَ اِسْتَوٰى بُرُوْجًا مَنَازِلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْحَرُوْرُ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ الْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ يُقَالُ يُوْلِجُ يُكَوِّرُ وَلِيْجَةً كُلُّ شَيْءٍ اَدْخَلْتَهٗ فِيْ شَيْءٍ.

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں كحسبان الرحى کہ چکی کے حساب سے۔ کہ درمیانی میخ سے ان کا فاصلہ ایک جیسا ہوتا ہے۔ اور مجاہد کے علاوہ دوسرے حضرات نے حسبان کے معنی حساب اور منازل کے کئے ہیں۔ کہ وہ دونوں ان منزلوں سے تجاوز نہیں کرتے اور حسبان حساب کی جمع ہے۔ جیسے شہاب کی جمع شہبان ہے۔ والشمس وضحها میں ضحا کے معنی روشنی کے ہیں۔ لاالشمس ان تدرک القمر یعنی ایک کی روشنی

دوسری کی روشنی کو چھپالے۔ ایساان کی شان کے لائق نہیں ہے۔ ولا اللیل سابق النہار یعنی دونوں جلدی جلدی ایک دوسرے کا پیچھا کرتے ہیں۔ نسلخ ہم ایک کو دوسرے سے نکالتے ہیں۔ اوران میں سے ہر ایک چلتا رہتا ہے۔ وھی یومئذ واھیۃ تو اس کو چیرتا ہے۔ ارجاءھا اور جو حصہ اس سے نہ پھٹے وہ اس کے دونوں کناروں پر ہوگا۔ جیسے کہتے ہیں الرجاء البراء ای جوانب البرء. اغطش اور جن دونوں کے معنی تاریک کے ہیں۔ اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کورت ای تکور یعنی سورج لپیٹا جائے گا یہانتک کہ اسکی روشنی چلی جائیگی واللیل وما وسق جو جانوروں کو جمع کرتی ہے۔ اتسق یعنی ہموار ہوا۔ بروجا سورج اور چاند کے منازل ہیں۔ الحرور دن کے وقت دھوپ کے ساتھ جو لو چلتی ہے وہ حرور ہے۔ ابن عباسؓ اور روبہؒ فرماتے ہیں کہ حروررات کو اور سموم دن کو ہوتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یولج یکور کے معنی میں ہے۔ ولیجہ ہر وہ چیز جس کو تو دوسری چیز میں داخل کردے۔

حدیث(۲۹۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ تَدْرِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا يُقَالُ لَهَا اِرْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ جب سورج غروب ہوا تو آپؐ نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ سوج کہاں جاتا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سورج جا کر عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ پھر اجازت مانگتا ہے۔ پس اسے اجازت دی جاتی ہے۔ عنقریب یہ سجدہ کرے گا۔ لیکن اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا اجازت طلب کرے گا اس کو اجازت نہیں ملے گی۔ بلکہ اس سے کہا جائے گا جہاں سے تم آئے ہو وہاں واپس چلے جاؤ تو وہ مغرب سے طلوع کرے گا یہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب ہے۔ کہ سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چل رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ غالب اور علم والے کا نظام الاوقات ہے۔

حدیث (۲۹۶۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سورج اور چاند دونوں قیامت کے دن لپیٹ لئے جائیں گے۔ یعنی بے نور ہو جائیں گے۔

حدیث (۲۹۶۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دیتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا سورج اور چاند کسی کی موت اور کسی کی زندگی کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

حدیث (۲۹۷۰) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمْ ذٰلِکَ فَاذْکُرُو اللّٰہَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں جو نہ تو کسی کے مرنے کی وجہ سے بے نور ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی کے پیدا ہونے پر۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

حدیث (۲۹۷۱) حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ بُکَیْرٍ الخ قَالَ عَآئِشَۃُ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ قَامَ فَکَبَّرَ وَقَرَاَ قِرَاۃً طَوِیْلَۃً ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَقَامَ کَمَا ھُوَ فَقَرَاَ قِرَاۃً طَوِیْلَۃً وَھِیَ اَدْنٰی مِنَ الْقِرَاۃِ الْاُوْلٰی ثُمَّ رَکَعَ رُکُوْعًا طَوِیْلًا وَھِیَ اَدْنٰی مِنَ الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِیْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِیْ کُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّھُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْھَا فَافْزَعُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جس دن سورج بے نور ہوا یعنی سورج گرہن لگا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی۔ پھر ایک لمبی قرأت پڑھی۔ پھر ایک لمبا رکوع کیا۔ پھر اپنا سر مبارک اٹھایا۔ اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ پھر اسی طرح قیام کیا لمبی قرأۃ کی جو پہلی قرأۃ سے کم تھی پھر ایک لمبا رکوع کیا جو پہلی رکعت سے کم تھا۔ پھر لمبا سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا پھر اس وقت سلام پھیرا جب کہ سورج روشن ہو چکا تھا پس لوگوں کو کسوف الشمس یعنی سورج گرہن کے بارے میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں۔ جو نہ تو کسی کی موت پر اور نہ ہی کسی کی پیدائش پر بے نور ہوتے ہیں پس جب تم ان دونوں کو بے نور ہوتے دیکھو تو گھبراتے ہوئے نماز کی طرف جاؤ۔

حدیث (۲۹۷۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنَّھُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْھُمَا فَصَلُّوْا.

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی کے مرنے یا کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں۔ پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ کحسبان الرحی الخ مقصد یہ ہے کہ سورج اور چاند دونوں اپنے مقرر شدہ پروگرام کا خلاف نہیں کرتے جیسے چکی اپنے مقررہ دور کے خلاف نہیں گھومتی۔ بلکہ جو قرب و بعد اس کا قطب سے مقرر ہے اس کے خلاف اس کا گھومنا ممکن نہیں ہے۔

قال غیرہ غرض یہ ہے کہ ان دونوں کے اقوال کی مراد میں اختلاف نہیں۔ بلکہ ہر ایک کا قول الگ الگ نقل کردیا اگرچہ مقصود و مدعا ایک ہے۔

حسبان اس تفسیر سے مقصد یہ ہے کہ یہ کلمہ جیسے مصدر ہے ایسے جمع کے اوزان میں سے بھی ہے تو یہ لفظ مشترک ہوا۔

قولہ ینتشق منھا الخ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول والملک علی ارجائھا یہ اس وقت ہے جب کہ آسمان نہ پھٹا ہو جب پھٹ جائے گا تو پھر کنارے کہاں ہوں گے۔ پھر اس کے معنی بیان فرمائے ای علی حافتیہ جیسے کہتے ہیں علی ارجاء البیر جس کے معنی ہیں اطراف البیر اور ولیجۃ یعنی فعیلہ بمعنی مفعولہ کے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ لایختلفان الخ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ مقصد اور مراد یہ ہے کہ وہ دونوں اپنی حرکت رحویہ دوریہ کے مطابق چل رہے ہیں۔اس سے تجاوز نہیں کرتے۔تو گویا تشبیہ جری علی وضع واحد و موضع واحد میں ہوئی۔یعنی دونوں ایک طریقہ پر اور ایک ہی جگہ پر چل رہے ہیں۔جن میں تغیر ممکن نہیں ہے۔ورنہ شمس وقمر دونوں کی حرکت دولابی ہے۔

حسبان جماعة الحساب علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حسبان کبھی تو غفران کی طرح مصدر مستعمل ہوتا ہے اور کبھی جمع حساب کی ہے جیسے شہاب کی جمع شہبان ہے۔

وهيها تشققها فهي يومئذ واهية میں وھی کی تفسیر تشقق سے کی ہے۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں واهية بمعنی متمزقه ضعيفه. ریزہ ریزہ ہو کر کمزور ہو جائے۔

على ارجائها جمع رجاء کی۔کنویں کی مُن کو کہتے ہیں تو معنی ہوں گے الملک الی حافات السماء یعنی آسمان کے پھٹنے کی وقت فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔مطلب یہ ہوا کہ جب آسمان پھٹے گا تو فرشتے پھٹنے والی جگہوں سے ہٹ کر کناروں پر چلے جائیں گے۔اگر چہ صعقه اولی کے وقت فرشتوں پر موت آجائے گی۔لیکن قبل ازیں وہ تھوڑی سی دیر کے لئے آسمان کے کناروں پر ٹھہریں گے۔ یا الامن شاء اللہ کے تحت مستثنی ہوں گے۔اور قرآن مجید میں ہے لم يتخذوا من دون الله ولا رسوله ولا المؤمنين وليجه. صاحب جمل فرماتے ہیں کہ وليجه بروزن فعيله ولوج سے مشتق ہے جس کے معنی دخول کے ہیں۔اور بعض مفسرین نے ولیجہ کے معنی خیانت دھوکہ اور راز کے کئے ہیں۔یعنی کوئی مسلمان کسی مشرک کو اپنے راز نہیں بتائے گا مطلب یہ ہے کہ مؤمنین کے سوا کسی کو اپنا ولی اور راز دار نہ بناؤ۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حتی تسجد اگر اشکال ہو کہ سورج کی تو پیشانی نہیں ہے اور تابعداری اسے ہمیشہ حاصل ہے۔تو پھر سجود کے کیا معنی ہوئے۔تو جواب یہ ہے کہ ساجد عند الغروب کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہے۔اور اجازت طلوع من المشرق کی طلب کی جاتی ہے۔

والشمس تجری لمستقرلها کی تفسیر بعض حضرات نے یہ فرمائی ہے وہ اپنی اس مدت تک چلتا رہے گا جو اس کی بقاء عالم کیلئے مقرر ہے۔اور بعض نے مستقر سے مراد غایۃ اور منتہی لیا ہے جو گرمی میں اوپر کو چڑھتا ہے اور پھر نزول کرتا ہے۔باقی تحت العرش قرار پکڑنا یہ غیب کی خبر ہے۔جس کو نہ ہم جھٹلا سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی کیفیت بتا سکتے ہیں۔البتہ فلاسفہ کے اعتراضات اور اس کے جوابات علامہ محمود آلوسیؒ نے روح المعانی میں نقل فرمائے ہیں کہ جب سورج دن رات چل رہا ہے ہمارے بلاد میں دن ہے اور امریکہ میں رات ہے تو پھر سجدہ کس وقت ہوتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔تو خود انہوں نے مقدمات قائم کئے کہ ایک جسد اصلی ہوتا ہے۔دوسرا جسد مثالی ہوتا ہے۔وہ جسد مثالی بھی جسد اصلی کی طرح کام کرتا ہے۔تو سورج کا جسد اصلی برابر چلتا رہتا ہے۔جسد مثالی الگ ہو کر سجدہ ریز ہوتا ہے پھر جسد اصلی سے آکر مل جاتا ہے۔اور جسد مثالی اور اس کی حرکات کو فلاسفہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔قابل دید بحث ہے فارجع الی روح المعانی.

یکوّران یعنی سورج اور چاند جمع کر کے لپیٹ لئے جائیں گے۔جیسے پگڑی لپیٹی جاتی ہے۔

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَهُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ (الآیۃ)

ترجمہ۔ فاصفا یعنی وہ ہوائیں جو ہر چیز کو توڑ دیں گی لواقح ملاقح ملحقه یعنی حاملہ۔اعصار ریح عاصف یعنی سخت چلنے والی ہوا جو زمین سے آسمان کی طرف عمود کی طرح چلے جس میں آگ ہو اور قرآن مجید میں ہے ریح فیها صر جسکے معنی ٹھنڈک کے ہیں۔ نشرا ناشر

کی جمع بمعنی متفرق. اگر بشرا ہوتو بشیر کی جمع خوشخبری دینے والی ہوائیں۔

حدیث (۲۹۷۲) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا پروا ہوا جو مشرق سے چلتی ہے میری اس سے مدد کی گئی اور بچھوا جو مغرب سے چلتی ہے اس ہوا سے عاد کی قوم کو تباہ کیا گیا۔

حدیث (۲۹۷۳) حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى مَخِيْلَةً فِي السَّمَآءِ اَقْبَلَ وَاَدْبَرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ فَاِذَآ اُمْطِرَتِ السَّمَآءُ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُؓ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَآ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ كَمَا قَالَ قَوْمٌ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ. الآیۃ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان میں سے کسی بادل کو دیکھتے جس کے متعلق برسنے کا خیال ہوتا تو وہ ایک حال پر برقرار نہیں رہتے تھے۔ کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی گھر میں داخل ہوتے کبھی اس سے باہر نکلتے۔ بہر حال خوف کی وجہ سے پریشان ہوتے تھے۔ اور آپ کا چہرہ انور بدل جاتا پس جب بارش برس لیتی تب آپ کی پریشانی دور ہوتی جس کو حضرت عائشہؓ خوب پہچانتی تھیں پوچھنے پر آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا شاید ایسا ہو جیسا عاد کی قوم نے کہا تھا جب کہ انہوں نے بادل کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تو کہا ھذا عارض ممطرنا یعنی یہ سامنے آنے والا بادل ہم پر بارش برسانے والا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لواقح ای ملاقح یعنی ہوائیں لاقحہ نہیں ہوتیں بلکہ ملقحہ ہوتی ہیں۔ یعنی لازم بمعنی متعدی کے ہے کہ پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ حقیقی معنی لاقحہ کے حاملہ کے ہیں۔ مراد ملقحہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اس سے اشارہ فرمایا ہے کہ آیت کریمہ وارسلنا الریاح لواقح بمعنی ملاقح کے ہے۔ جو ملقحہ کی جمع ہے۔ علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ہوائیں ایک وجہ سے لاقحہ حاملہ ہیں کہ وہ پانی کو اٹھانے والی ہیں۔ اور دوسری وجہ سے ملقحہ ہیں۔ محمولہ ہیں کہ وہ بادلوں میں عمل کرتی ہیں۔ چنانچہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں الریاح فتحمل الماء فتلقح السحاب کہ بادلوں کو لے کر چلتی ہیں۔ اس طرح نچوڑتی ہیں جس طرح اونٹنی دودھ دیتی ہے کہ وہ باش برساتے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ آندھی اور بادلوں کے آنے کے وقت آپ کی پریشانی چہرے کا تغیر اور اضطراب کیوں تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ما کنا نعذبھم وانت فیھم الایۃ کہ جب تک آپ ان کے اندر ہیں ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ اور ان اللہ لا یخلف المیعاد کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتے۔ تو وجہ یہ تھی کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت طاری ہو جاتی۔ ان اللہ علی کل شیئ قدیر ہے۔ وعدہ کے باوجود اگر وہ عذاب بھیج دے تو اسے ضرور قدرت حاصل ہے اس لئے ڈرتے رہنا چاہئیے۔ اس کو علماء دیوبند نے امکان کذب سے تعبیر کیا ہے۔ وقوع کذب تو محال ہے۔ امکان کذب قدرت واختیار کی وجہ سے ہے۔ جس پر لوگوں نے شور مچا دیا کہ دیوبندی تو اللہ تعالیٰ سے کذب کے صدور کے قائل ہیں۔ حالانکہ کجا وقوع اور کجا امکان۔ سمجھ کی بات ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ ذِكْرِ الْمَلٰٓئِكَةِ

ترجمہ۔فرشتوں کے ذکر کے بارے میں

وَقَالَ اَنَسٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةُ.

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام حبر الیھود نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تو فرشتوں میں سے یہود کا دشمن ہے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں قرآن مجید میں ہے نحن الصافون کہ ہم تو صف باندھنے والے ہیں۔اس سے فرشتے مراد ہیں۔

حدیث(۲۹۷۵)حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ وَذَكَرَ يَعْنِيْ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَاُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُلِئَ حِكْمَةً وَّ اِيْمَانًا فَشُقَّ صَدْرِيْ مِنَ النَّحْرِ اِلٰى مَرَاقِ الْبَطْنِ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا وَّاُتِيْتُ بِدَآبَّةٍ اَبْيَضَ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ الْبُرَاقُ فَانْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيْلَ حَتّٰى اَتَيْنَا السَّمَآءَ الدُّنْيَا قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا وَلَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَآءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى اٰدَمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا السَّمَآءَ الثَّانِيَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَآءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى عِيْسٰى وَيَحْيٰى فَقَالَا مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا السَّمَآءَ الثَّالِثَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَآءَ فَاَتَيْتُ يُوْسُفَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ قَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا السَّمَآءَ الرَّابِعَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قِيْلَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَآءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى اِدْرِيْسَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا مِنْ اَخٍ وَنَبِيٍّ فَاَتَيْتُ السَّمَآءَ الْخَامِسَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَآءَ فَاَتَيْنَا عَلٰى هَارُوْنَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا السَّمَآءَ السَّادِسَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ

اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَآءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَسَلَّمْتُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَّنَبِيٍّ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى فَقِيْلَ مَنْ اَبْكَاكَ قَالَ يَارَبِّ هٰذَا الْغُلَامُ الَّذِيْ بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِهٖ اَفْضَلُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِيْ فَاَتَيْنَا السَّمَآءَ السَّابِعَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَآءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَّنَبِيٍّ فَرُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ فَسَاَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ يُصَلِّيْ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفُ مَلَكٍ اِذَا خَرَجُوْا لَمْ يَعُوْدُوْا اِلَيْهِ اٰخِرَ مَا عَلَيْهِمْ وَرُفِعَتْ لِيْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا كَاَنَّهٗ قِلَالُ هَجَرَ وَوَرَقُهَا كَاَنَّهٗ اٰذَانُ الْفُيُوْلِ فِيْ اَصْلِهَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَسَاَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ النِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى جِئْتُ مُوْسٰى فَقَالَ مَاصَنَعْتَ قُلْتُ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِالنَّاسِ مِنْكَ عَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ وَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ فَرَجَعْتُ فَسَاَلْتُهٗ فَجَعَلَهَا اَرْبَعِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهٗ ثُمَّ ثَلٰثِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهٗ فَجَعَلَ عِشْرِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهٗ فَجَعَلَ عَشْرًا فَاَتَيْتُ مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَجَعَلَهَا خَمْسًا فَاَتَيْتُ مُوْسٰى فَقَالَ مَاصَنَعْتَ قُلْتُ جَعَلَهَا خَمْسًا فَقَالَ مِثْلَهٗ قُلْتُ سَلَّمْتُ بِخَيْرٍ فَنُوْدِيَ اِنِّيْ قَدْ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ وَاَجْزِي الْحَسَنَةَ عَشْرًا وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ.

ترجمہ۔ حضرت مالک بن صعصعہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دریں اثنا کہ میں بیت اللہ کے پاس کچھ نیند اور کچھ بیداری کی حالت میں تھا کہ آپ نے دو آدمیوں کے درمیان ایک آدمی کا ذکر کیا یعنی تین آدمی جو فرشتے تھے جو انسانی شکل میں تھے۔ تو میرے پاس سونے کا تھال لایا گیا۔ جو دانش اور یقین سے لبریز تھا تو میرے سینے سے لے کر پیٹ کے نچلے حصے تک چیرا گیا۔ پھر اس کے باطن کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا پھر اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا۔ اور میرے پاس ایک سفید جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ یعنی براق لایا گیا اس پر سوار ہو کر میں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ چل پڑا۔ جب ہم لوگ آسمان دنیا تک پہنچے تو پوچھا گیا کون ہے کہا گیا کہ جبرائیل ہوں پوچھا گیا یہ آپ کے ساتھ دوسرا کون ہے کہا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا کہ کیا آپ کیلئے طلبی کا حکم بھیج دیا گیا ہے۔ کہا ہاں۔ کہا گیا کہ مرحبا آپ کا آنا مبارک ہو۔ پس میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچا تو ان پر سلام کیا انہوں نے فرمایا مرحبا اے بیٹے اور نبی آپ کا آنا مبارک ہو۔ پھر ہم دوسرے آسمان پر پہنچے پوچھا گیا یہ کون ہے کہا گیا کہ جبرائیل ہے پوچھا گیا کہ آپ کے ہمراہ اور کون ہے۔ کہا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا آپ کی طلبی کے لئے حکم بھیجا گیا ہے۔ کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا آپ کا آنا مبارک ہو پھر میں عیسیٰ اور موسیٰ علیہم السلام کے پاس پہنچا تو ان دونوں نے فرمایا مرحبا اے بھائی اور نبی آنا مبارک ہو۔ پھر ہم تیسرے آسمان پر آئے۔ وہاں بھی پوچھا گیا کہ کون ہے۔ کہا جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے کہا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا گیا آپ کی طرف طلبی کا فرمان بھیجا جا چکا ہے۔ کہا گیا ہاں کہا

گیا مرحبا آپ کا آنا مبارک ہو۔ پس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا میں نے ان پر سلام کیا انہوں نے جواب میں کہا مرحبا اے بھائی اور نبی۔ آپ کا آنا مبارک ہو۔ پھر چوتھے آسمان پر پہنچے وہاں بھی پوچھا گیا کہ کون ہے۔ کہا گیا جبرائیل پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے۔ کہا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا آپؐ کے پاس طلبی کا پیغام بھیجا گیا ہے کہا ہاں! کہا گیا مرحبا ہو اور آپ کا آنا مبارک ہو۔ تو میں حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس آیا۔ جن پر میں نے سلام کیا انہوں نے کہا بھائی اور نبی مرحبا آپ کا آنا مبارک ہو۔ پھر ہم پانچویں آسمان تک پہنچے وہاں بھی پوچھا گیا یہ کون ہے۔ کہا گیا جبرائیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے۔ کہا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا آپ کی طلبی کا فرمان بھیجا گیا ہے۔ کہا گیا ہاں! کہا گیا مرحبا آپ کا آنا مبارک ہو۔ پھر ہارون علیہ السلا کے پاس پہنچے جن پر میں نے سلام کیا تو انہوں نے فرمایا اے بھائی اور نبی مرحبا آپ کا آنا مبارک ہو۔ پھر ہم چھٹے آسمان پر پہنچے پوچھا گیا کون ہے۔ کہا گیا جبرائیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے۔ کہا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا آپ کی طلبی کا فرمان بھیجا جا چکا ہے۔ آپؐ کیلئے مرحبا ہو اور آنا مبارک ہو۔ پس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا جن پر میں نے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا بھائی اور نبی آپ کیلئے مرحبا ہو۔ پس جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے۔ پوچھا گیا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا۔ کہنے لگے اے میرے رب! یہ ایک نوجوان لڑکا ہے۔ جس کو میرے بعد مبعوث کیا گیا۔ وہ اپنی امت کے افراد کو جنت میں داخل کریگا جو میری امت کے داخل ہونے والوں سے زیادہ ہوں گے۔ پھر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے پوچھا گیا کون ہے کہا گیا جبرائیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے کہا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بلاوے کا پیغام بھیجا جا چکا ہے۔ ان کے لئے مرحبا ہو اور ان کا آنا مبارک ہو۔ پس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان پر سلام کیا انہوں نے فرمایا بیٹے اور نبی کے لئے مرحبا ہو خوش آمدید ہو۔ پھر بیت المعمور میرے لئے کھول دیا گیا۔ جس کے بارے میں میں نے جبرائیل سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا یہ بیت المعمور فرشتوں کا کعبہ ہے۔ جہاں ہر روز ۷۰ ستر ہزار فرشتہ نماز پڑھتا ہے جب وہ خارج ہوتے ہیں تو پھر آخر تک وہ واپس نہیں آئیں گے پھر مجھے سدرة المنتهى دکھلائی گئی۔ جس کے بیر مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ ہاتھیوں کے کان ہیں اس سدرہ کے تنے کے پاس چار نہریں ہیں۔ دو نہریں باطن کی ہیں اور دو ظاہر کی ہیں جن کے بارے میں میں نے جبرائیل سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا باطنی نہریں تو جنت کی ہیں۔ کوثر اور سلسبیل. اور دو ظاہر کی فرات اور نیل ہیں۔ پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں واپس آ کر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا آپؐ نے کیا بنایا۔ میں نے کہا مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں لوگوں کے حال کو آپؐ سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ میں نے بنی اسرائیل کا سخت تجربہ کیا ہے۔ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ آپؐ اپنے رب کی طرف واپس جا کر تخفیف کا سوال کریں۔ چنانچہ میں نے واپس جا کر تخفیف کا سوال کیا تو چالیس نمازیں کر دیں پھر اسی طرح واپس جا کر سوال کیا تو تیس کر دی گئیں۔ پھر اسی طرح مکالمہ ہوا تو بیس کر دی گئیں۔ پھر بات چیت ہوئی تو دس رہ گئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے اسی طرح فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پانچ کر دیں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کیا بنایا۔ میں نے کہا کہ اب پانچ کر دی ہیں۔ تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا۔ میں نے کہا اب میں نے تسلیم کر لیا ہے تو اعلان ہوا کہ میں نے اپنا فریضہ اسی طرح جاری رکھا ہے۔ البتہ اپنے بندوں سے تخفیف یعنی کمی کر دی ہے ایک نیکی کے بدلے دس کا ثواب دوں گا۔ ہمام اپنی سند سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ جنہوں نے بیت المعمور کے بارے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث (۲۹۷۶) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعُ الخ قَالَ عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَّيُقَالُ لَهٗ اُكْتُبْ عَمَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَاَجَلَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهٗ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیث بیان کی اور وہ سچے ہیں اور سچے کہے گئے ہیں۔ فرمایا تم میں سے کسی ایک کی پیدائش اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں جمع رہتی ہے۔ پھر اس طرح چالیس دن تک ایک علقہ کی شکل میں اور اسی طرح چالیس دن تک مضغہ یعنی گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں رہتی ہے۔ پھر اللہ تعالٰی ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں اور اسے چار چیزوں کے متعلق حکم دیتے ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ لکھو یہ کیا اعمال کرے گا نیک یا بد۔ اور روزی کیا ہوگی۔ اور اس کی عمر کتنا ہوگی۔ چوتھے یہ ہے نیک بخت ہوگا یا بد بخت۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے پس تم میں سے ایک آدمی برابر عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسکے اور جنت کے درمیان محض ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا ہوا اس پر سے سبقت کرتا ہے۔ پس وہ جہنمیوں کے کام شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ عمل جہنمیوں کے کرتا ہے۔ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ تقدیر اس پر غالب آ جاتی ہے۔ پس وہ جنتیوں کے عمل شروع کر دیتا ہے۔

حدیث (۲۹۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهٗ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب اللہ تعالٰی کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیلؑ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس جبرائیلؑ ان سے محبت کرتا ہے۔ پھر جبرائیلؑ آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالٰی فلاں سے محبت کرتے ہیں۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

حدیث (۲۹۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَآءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيٰطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْتَمِعُهٗ فَتُوْحِيْهِ اِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ فرشتے بادل میں اترتے ہیں۔ اور ان معاملات کا ذکر کرتے ہیں جن کا آسمان میں فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے پس شیاطین چوری اس کو سن لیتے ہیں پھر وہ نجومیوں کے پاس القاء کرتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ اپنے پاس سے سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔

حدیث (۲۹۷۹) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِذَا کَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ الْمَلٰئِكَةُ يَكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوْا وَجَآءُ وْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازوں میں ہر دروازے پر آ کر سب سے پہلے آنے والے اس کے بعد آنے والے کا نام لکھتے ہیں۔ پس جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں اور آ کر ذکر و نصیحت سنتے ہیں۔

حدیث (۲۹۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ مَرَّ عُمَرُ فِي الْمَسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ فَقَالَ كُنْتُ اُنْشِدُ فِيْهِ وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ فَقَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ اَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَجِبْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ نَعَمْ.

ترجمہ۔ حضرت سعد بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا مسجد نبوی سے گذر ہوا۔ جب کہ حضرت حسانؓ اشعار پڑھ رہے تھے۔ جس پر انہوں نے اعتراض کیا تو حضرت حسانؓ نے جواب دیا کہ میں تو اس مسجد میں اس وقت بھی اشعار پڑھتا تھا جب کہ اس میں تیرے سے بہتر شخصیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تھی۔ پھر حضرت حسان حضرت ابی ہریرہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تو نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا فرماتے تھے کہ اے حسان! تم مشرکین کی ہجو کا میری طرف سے جواب دو۔ اے اللہ روح القدس (جرائیل) سے اس کی تائید فرما حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہاں سنا تھا۔

حدیث (۲۹۸۱) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَؒ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اُهْجُهُمْ اَوْهَا جِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ.

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ سے فرمایا ان کی ہجو بیان کرو۔ جرائیل تمہارے ساتھ ہیں۔

حدیث (۲۹۸۲) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى غُبَارٍ سَاطِعٍ فِيْ سِكَّةِ بَنِيْ غَنْمٍ زَادَ مُوْسٰى مَرْكَبَ جِبْرِيْلَؑ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس اٹھنے والے غبار کو دیکھ رہا ہوں جو بنی غنم کی گلی میں تھا۔ موسیٰ نے یہ الفاظ زائد کئے۔ جبرائیلؑ کی سواری کی وجہ سے اگر مرکب ہو تو ان کی تیز رفتاری کی وجہ سے جو غبار اٹھ کر گلی پر چھا گیا تھا۔

حدیث (۲۹۸۳) حَدَّثَنَا فَرْوَةُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ قَالَ كُلُّ ذٰلِكَ يَاْتِي الْمَلَكُ اَحْيَانًا فِيْ مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ فَيَفْصِمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ وَيَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ اَحْيَانًا رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت حارث بن ھشامؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان میں سے ہر صورت میں وحی آتی ہے۔ کبھی تو فرشتہ کی آواز گھنٹی کی آواز کی طرح مسلسل آتی ہے پس جب وہ مجھ سے جدا ہوتا ہے تو جو کچھ اس نے کہا میں اس کو محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ اور یہ حالت مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے۔ اور کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں آتا ہے جو میرے

ساتھ بات چیت کرتا ہے۔ تو جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔

حدیث (۲۹۸۴) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ اَیْ فُلُ هَلُمَّ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍؓ ذَاکَ الَّذِیْ لَا تَوٰی عَلَیْهِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا تو جنت کے داروغے اسے پکاریں گے اے فلاں! ادھر آؤ۔ جس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ تو وہ شخص ہے جس پر کوئی ہلاکت اور خرابی نہیں ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ تم انہیں میں سے ہوگے۔

حدیث (۲۹۸۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا یَا عَائِشَةُؓ هٰذَا جِبْرِیْلُ یَقْرَأُ عَلَیْکِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ تَرٰی مَالَا اَرٰی تُرِیْدُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے عائشہؓ یہ جبرائیل ہے جو آپ پر سلام پڑھتا ہے۔ انہوں نے فرمایا اس پر بھی سلام ہو۔ اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ آپؐ یعنی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ چیز دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

حدیث (۲۹۸۶) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِیْلَ اَلَا تَزُوْرُنَا اَکْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا قَالَ فَنَزَلَتْ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ آپؑ اس سے زیادہ ہمارے پاس ملنے کے لئے کیوں نہیں آتے۔ جس پر آیت نازل ہوئی کہ ہم تو تیرے رب کے حکم سے ہی نیچے اترتے ہیں جو کچھ ہمارے سامنے اور ہمارے پیچھے ہے وہ سب اسی کیلئے ہے۔

حدیث (۲۹۸۷) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَاَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُهٗ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیلؑ نے قرآن مجید مجھے ایک لغت پر پڑھایا ہے۔ پس میں برابر زیادتی طلب کرتا رہا۔ حتیٰ کہ قرأت سات لغت تک پہنچ گئی۔

حدیث (۲۹۸۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدَ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ وَکَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاهُ کُلَّ لَیْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَوٰی اَبُوْهُرَیْرَةَؓ وَفَاطِمَةُؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُهُ الْقُرْاٰنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ کی رمضان شریف میں ہوتی تھی جب کہ جرائیلؑ آپ سے ملاقی ہوتے تھے۔ او جرائیلؑ رمضان شریف کی ہر رات میں آپ سے ملتے تھے اور آپؐ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ پس البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپؐ سے جرائیل ملتے آندھی سے بھی زیادہ بھلائی کی سخاوت کرنے والے ہوتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ اور فاطمۃ الزہراءؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب جرائیلؑ آپؐ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ یعنی یدارسہ کی بجائے یعارضہ کے الفاظ استعمال کئے۔

حدیث (۲۹۸۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ اَمَا اِنَّ جِبْرِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُؒ اَعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ ابْنَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَاَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسَبُ بِاَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ جِبْرِيْلُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ اَوْ لَمْ يَدْخُلِ النَّارَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ.

ترجمہ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عصر کی نماز میں کچھ دیر کی عروہ بن زبیر نے کہا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت جرائیلؑ اترے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی حضرت عمرؒ نے یہ سن کر کہا عروہ سمجھ کر کہو کیا کہتے ہو۔ عروہ نے کہا (لو سنو سن لو) میں نے بشیر بن ابی مسعودؓ سے سنا وہ کہتے تھے میں نے ابو مسعود سے سنا وہ کہتے تھے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے حضرت جرائیلؑ اترے انہوں نے میری امامت کی۔ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری نماز پڑھی۔ پھر تیسری نماز پڑھی۔ پھر چوتھی نماز پڑھی۔ پھر پانچویں نماز۔ ابو مسعود یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچوں نمازوں کو اپنی انگلیوں سے گنتے تھے۔ حضرت ابی ذرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جرائیلؑ نے مجھے بتلایا کہ آپ کی امت کا جو شخص بھی اس حال میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا یا فرمایا کہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ انہوں نے فرمایا اگر چہ وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ آپؐ نے فرمایا اگر چہ یہ بھی کرے۔

حدیث (۲۹۹۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَلٰئِكَةُ يَتَعَاقَبُوْنَ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلٰئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ فَيَقُوْلُ كَيْفَ تَرَكْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ فرشتے یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھ جاتے ہیں جنہوں نے تمہارے اندر رات گذاری پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ سب کے احوال سے خوب واقف ہے فرماتے ہیں تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کو چھوڑ آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ان کے پاس آئے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ذکر الملائکة اس باب میں جس قدر روایات لائی گئی ہیں وہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فرشتے موجود ہیں اوران کا ثبوت ہے۔یہی باب کی غرض ہے۔

یدخل الجنة من امته حضرت موسیٰ علیہ السلام کوآپ کی امت کے متعلق تورات سے معلوم ہوا ہوگا۔جب آپؐ کو دیکھا تو قصہ یاد آ گیا اس لئے رشک کیا۔

اما الظاهر ان الفرات والنيل جب دونوں نہریں دنیا میں جاری ہوئیں توانہوں نے دنیا کے آثار اور خصائص کو اختیار کرلیا اس حالت پر باقی نہیں رہیں جس حالت میں اس عالم کے اندر تھیں۔اوران نہروں کا اس جگہ ہونا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ ہمارے سامنے ان کا کوئی منبع اور مخرج نہ ہو۔کیونکہ وہاں ان کی درازی یعنی لمبائی چوڑائی باطنی ہے۔جس کا اعتبار اسی حیثیت سے ہوگا۔

سلمت شاید یہ تسلیم سے ہوجس کے معنی حکم کوقبول کرنے اور مان لینے کے ہیں۔ فی البیت المعمور یعنی انہوں نے ان سے صرف بیت المعمور کا قصہ روایت کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ملائکہ جمع ملک کی جو الوكة سے مشتق ہے۔جس کے معنی رسالة کے ہیں۔یہ سیبویہ کا قول ہے.جمہور فرماتے ہیں کہ اس کا اصل لاک ہے۔اور بھی کئی اقوال ہیں۔اور جمہور اہل اسلام ملائکہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ باریک اجسام ہیں جن کو مختلف شکلیں اختیار کرنے کی قدرت حاصل ہے۔اوران کا ٹھکانا آسمانوں میں ہے۔ملائکہ کے حالات اوران کی کثرت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض کو حافظؒ نے بیان کیا ہے۔اوراحادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر ہے۔

قدم المصنف مصنفؒ نے ملائکہ کا ذکر انبیاء سے پہلے کیا ہے۔حالانکہ بالا جماع انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔وجہ یہ ہے کہ ایک تو ملائکہ کی خلقت پہلے ہے۔دوسرے قرآن کی آیات اوراحادیث میں ان کا ذکر انبیاء سے پہلے ہے کل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله(الایة). تیسری وجہ یہ ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ اور رسل کے درمیان تبلیغ (وحی واحکام) کا واسطہ ہیں بنابریں مناسب معلوم ہوا کہ ان کا ذکر پہلے کیا جائے۔اوران کی کثرت کا ذکر حدیث اسراء میں ہے کہ بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتہ داخل ہوتا ہے پھر قیامت تک انہیں بعدازاں موقع نہیں ملے گا۔حکماء فرماتے ہیں کہ ملائکہ جواہر مجردہ ہیں۔جوحقیقت میں نفوس ناطقہ کے مخالف ہیں جن کی دو قسمیں۔ایک شان تو استغراق فی معرفة الحق ہے یہ ملائکہ مقربون ہیں۔دوسری قسم وہ ہے جوآسمان سے زمین تک قضاء وقدر کے فیصلہ کے مطابق امور کوانجام دیتے ہیں۔یہ مدبرات الامر کہلاتے ہیں۔

فاغتبط علیه حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا حسد کی وجہ سے نہیں تھا۔کیونکہ حسد تو ممنوع ہے۔بلکہ بطور افسوس کے تھا کہ میں اس اجر سے کیوں محروم رہا۔

قوله غلام الخ یہ تنقیص کی وجہ سے نہیں۔بلکہ اللہ کی قدرت کا اظہار کرنا ہے۔کہ جو کمالات سن رسیدہ حضرات کو حاصل نہ ہو سکے وہ کم عمری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئے۔پھر نماز کی تخفیف کا مشورہ دے کر آپ نے اس کی تلافی کردی۔اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے قلوب میں وہ رحمت رکھی ہے جو دوسرے لوگوں کے قلوب میں نہیں ہے۔اس لئے موسیٰ علیہ السلام اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے رو دیئے۔اوراُدھرامت محمدیہ پر پچاس کی پانچ نمازیں بھی رحمت کی دلیل ہیں۔

اخذ اثار اشياء الدنيا حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء یہی فرماتے ہیں کہ جنت اب بھی موجود ہے۔لیکن دار دنیا کی صفت سے

متصف ہونے کی وجہ سے اس کے آثار ان لا تجوع فیها ولا تعری کہ اس میں نہ بھوک ہوگی اور نہ کوئی ننگا ہوگا۔ نہ پیاس ستائے گی۔ اور نہ دھوپ ہوگی۔ بنابریں ان انہار کو برکت کی وجہ سے جنت کی طرف نسبت کردی۔

لایکون لهما منبع ولامخرج فی اصلها ای فی اصل سدرة المنتهی اربعة انهار مسلم شریف میں ہے نیل. فرات. سیحان. جیحان. تو ممکن ہے بیری کا درخت جنت میں ہو اور اس کے نیچے سے نہریں نکل رہی ہوں تو انها من الجنة کہنا صحیح ہو ا۔ الباطنان کے متعلق حدیث میں ہے هو الکوثر سلسبیل خلاصہ یہ ہوا کہ سدرۃ کا اصل تو جنت سے ہے۔ پھر یہ نہریں جنت سے نکل کر چلتی چلتی زمین تک پہنچتی ہیں پھر وہاں سے اور نہریں پھوٹتی ہیں۔ اور علامہ عینیؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ تمام پانی صخرة بیت المقدس کے نیچے ہیں وہاں سے دنیا میں پھیلتے ہیں۔

سلمت یعنی میں نے پانچ نمازوں کو تسلیم وقبول کرلیا اب مجھے حیا آتی ہے اس لئے پھر اللہ کی دربار میں نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے بھی اس معنی کو اختیار کیا ہے۔ حدیث معراج میں آرہا ہے سالت ربی حتی استحییت ولکن ارضی واسلم کہ میں نے رب سے اتنا مانگا کہ اب مجھے حیا آتی ہے۔ لیکن میں راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔

قصة البیت المعمور یعنی ہمام نے قصہ بیت المعمور کو قصہ اسراء سے الگ کردیا۔ لیکن سعید اور ہشام نے حدیث انسؓ میں دونوں کو جمع کردیا۔ امام بخاریؒ کے قول کے مطابق صحیح روایت ہمام کی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث اسراء میں ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی آسمانوں میں آپؐ سے ملاقات ہوئی۔ حالانکہ ان کے اجساد تو اپنی اپنی قبروں میں ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارواح کو اجساد کی شکل دے دی۔ تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کے لئے ان کے اجساد کو حاضر کیا جائے۔ پھر ان انبیاء کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

ے رموز مملکت خویش خسرواں دانند

بَابُ اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

فِى السَّمَآءِ فَوَافَقَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

ترجمہ۔ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے بھی آسمانوں میں آمین کہتے ہیں پس جب یہ دونوں ایک دوسرے کے موافق ہوجاتے ہیں تو اس آدمی کے پچھلے گناہ سب بخشے جاتے ہیں۔

حدیث (۲۹۹۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَشَوْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ كَاَنَّهَا نَمْرِقَةٌ فَجَآءَ فَقَامَ بَيْنَ الْبَابَيْنِ وَجَعَلَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهٗ قُلْتُ مَا لَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَابَالُ هٰذِهِ الْوِسَادَةِ قَالَتْ وِسَادَةٌ جَعَلْتُهَا لَكَ لِتَضْطَجِعَ عَلَيْهَا قَالَ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَاَنَّ مَنْ صَنَعَ الصُّوْرَةَ يُعَذَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ اَحْيُوْا مَاخَلَقْتُمْ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک گدیلا بچھادیا جس میں تصویریں تھیں۔ گویا کہ وہ رنگ برنگی چادر تھی۔ پس آپ آکر دونوں دروازوں کے درمیان کھڑے ہوگئے۔ اور آپ کا چہرہ انور متغیر ہونے لگا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں کیا ہو

گیا۔آپؐ نے فرمایا اس گدیلے کا کیا حال ہے۔میں نے عرض کی کہ یہ ایک گدیلہ ہے جو میں نے آپؐ کے لئے بنایا ہے۔تا کہ آپؐ اس پر لیٹ سکیں۔آپ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔اور جو شخص تصویریں بناتا ہے اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جس چیز کو تم نے پیدا کیا ہے اسے زندہ کرو۔

حدیث(۲۹۹۲)حَدَّثَنَا ابْنُ مَقَاتِلٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا طَلْحَةَؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ.

ترجمہ۔حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں مجسمے کی تصویریں ہوں۔

حدیث (۲۹۹۳) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ الخ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَؓ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ قَالَ بُسْرٌ فَمَرِضَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاهُ فَاِذَا نَحْنُ فِيْ بَيْتِهٖ بِسِتْرٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ اَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيْرِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَالَ اِلَّا رَقْمٌ فِيْ ثَوْبٍ اَلَا سَمِعْتَهٗ قُلْتُ لَا قَالَ بَلٰى قَدْ ذَكَرَهٗ

ترجمہ۔حضرت ابو طلحہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں فوٹو ہو۔بسر راوی فرماتے ہیں کہ جب زید بن خالد بیمار ہوئے تو ہم ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے پس کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے گھر میں ایک پردہ ہے جس میں تصویریں ہیں۔پس میں نے عبداللہ خولانی سے کہا کیا وہ ہمیں تصاویر کے بارے میں حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ یہ کپڑے کے اندر جو نقش و نگار بنے ہوئے ہیں (یعنی درخت وغیرہ کی تصویر ہے کسی ذی روح کی نہیں ہے) کیا تو نے ان سے یہ نہیں سنا میں نے کہا نہیں۔انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔انہوں نے تو اس کا ذکر کیا تھا۔

حدیث(۲۹۹۴)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنْ اَبِيْهِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ وَعَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّلَا كَلْبٌ.

ترجمہ۔حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرائیلؑ نے آنے کا وعدہ کیا۔نہ آئے پوچھنے پر فرمایا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو یا کتا ہو۔

حدیث(۲۸۹۵)حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہو گیا تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث(۲۹۹۶)حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ فِیْ صَلٰوۃٍ مَا دَامَتِ الصَّلٰوۃُ تَحْبِسُہٗ وَالْمَلٰئِکَۃُ تَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ مَالَمْ یَقُمْ مِنْ صَلٰوتِہٖ اَوْیُحْدِثْ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ایک تمہارا اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک کہ نماز اسے روکتی ہے اور فرشتے کہتے ہیں اے اللہ! اس کی بخشش فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ جب تک کہ نماز سے کھڑا نہ ہو یا بے وضو نہ ہو۔

حدیث (۲۹۹۷) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ عَنْ اَبِیْہِ یَعْلٰی قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ عَلَی الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا یَا مَالِکُ قَالَ سُفْیٰنُ فِیْ قِرَاۃِ عَبْدِ اللّٰہِ وَنَادَوْا یَا مَالِ.

ترجمہ۔ حضرت یعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر پڑھتے ہوئے سنا نادوا یامالک اور سفیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کی قرأت میں ہے یا مال یعنی منادیٰ مرخم ہے۔ اور مالک داروغہ جہنم کا نام ہے۔ جہنمی قیامت کے دن یہ کہہ کر اسے پکاریں گے۔

حدیث (۲۹۹۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّھَا قَالَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ اَتٰی عَلَیْکَ یَوْمٌ کَانَ اَشَدَّ مِنْ یَوْمِ اُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِیْتُ مِنْ قَوْمِکِ مَا لَقِیْتُ وَکَانَ اَشَدُّ مَا لَقِیْتُ مِنْھُمْ یَوْمَ الْعَقَبَۃِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِیْ عَلَی ابْنِ عَبْدِ یَالَیْلَ بْنِ عَبْدِ کُلَالٍ فَلَمْ یُجِبْنِیْ اِلٰی مَآ اَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَھْمُوْمٌ عَلٰی وَجْھِیْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَۃٍ قَدْ اَظَلَّتْنِیْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِیْھَا جِبْرِیْلُ فَنَادَانِیْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ وَمَا رَدُّوْا عَلَیْکَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَیْکَ مَلَکَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَہٗ بِمَا شِئْتَ. فِیْھِمْ فَنَادَانِیْ مَلَکُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِکَ فِیْمَا شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَیْھِمُ الْاَخْشَبَیْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِھِمْ مِنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپؐ پر کوئی ایسا دن بھی آیا ہے جو احد کے دن سے زیادہ سخت ہو۔ فرمایا تیری قوم قریش کی طرف سے جو کچھ تکالیف مجھے پہنچیں ان کی تو کوئی حد نہیں ہے لیکن ان میں سے زیادہ سخت دن عقبہ والا تھا جس دن میں نے اپنے آپ کو ابن عبد۔ یالیل بن عبد کلال کے پیش کیا تو جو کچھ میں اس سے چاہتا تھا اس کے بارے میں اس نے کوئی جواب نہ دیا یا اس نے میری دعوت قبول نہ کی۔ میں اس حال میں واپس آیا کہ میرے چہرے پر غم وہم کے آثار نمایاں تھے۔ پس مجھے اس وقت تک افاقہ نہ ہوا جب تک کہ میں قرن الثعالب میں تھا تو میں نے اپنے سر کو اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل ہے جس نے مجھ پر سایہ کیا ہوا ہے میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبرائیل تھے۔ جنہوں نے مجھے پکار کر کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی اس بات کو سن لیا ہے جو انہوں نے آپ سے کہی۔ اور جو کچھ انہوں نے الٹا جواب دیا اس کو بھی سن لیا پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے آپؐ ان لوگوں کے بارے میں جو کچھ چاہتے ہیں اس کا آپؐ ان کو حکم دیں بلکہ خود پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے پکارا مجھے سلام کیا۔ پھر کہا اے محمد صلی

اللہ علیہ وسلم پس یہ بات آپؑ نے جبرائیلؑ کی سن لی۔ آپؐ جو کچھ چاہیں اس پر عمل ہوگا اگر آپؐ چاہیں تو مکہ کے یہ دونوں پہاڑ ابوقبیس اور قیقعان ان پر چپکا دوں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیٹھوں میں سے ایسا شخص نکالے جو اللہ تعالیٰ وحدہ کی عبادت کرے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔

حدیث(۲۹۹۹)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ قَالَ سَأَلْتُ زِرَّبْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابواسحاق شیبانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زربن حبیش سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق پوچھا قاب قوسين او ادنى (الاية) تو انہوں نے فرمایا ہمیں حضرت ابن مسعودؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ آپؐ نے جبرائیلؑ کو دیکھا کہ اس کے چھ سو پر تھے۔

حدیث (۳۰۰۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَآءِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے ولقد رای من ایات ربہ الکبری کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے سبز رفرف کو دیکھا جس نے آسمان کے کنارے کو روک رکھا تھا۔

حدیث (۳۰۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ وَلٰكِنْ قَدْ رَاٰى جِبْرَئِيْلَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَخَلْقِهٖ سَادًّا مَا بَيْنَ الْاُفُقِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے بہت بڑی بات کہی ہے۔ لیکن آپؐ نے حضرت جبرائیلؑ کو اس کو اصلی صورت اور خلقت میں دیکھا۔ جب کہ وہ افق کے درمیان حصہ کو روکنے والے تھے۔

حدیث(۳۰۰۲)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَآئِشَةَؓ فَاَيْنَ قَوْلُهٗ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى قَالَتْ ذَاكَ جِبْرِيْلُ كَانَ يَاْتِيْهِ فِیْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَتٰى هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِیْ صُوْرَتِهِ الَّتِیْ هِیَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ.

ترجمہ۔ حضرت مسروق تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہاں جائیگا جس میں ہے پھر وہ قریب ہوئے اور لٹک گئے۔ پس دو کمانوں کے درمیان کا یا اس سے بھی قریب فاصلہ رہ گیا تو انہوں نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عموماً انسان کی شکل میں آتے تھے اس مرتبہ وہ اپنی اس شکل کے اندر آئے جو اس کی ہے۔ پس جس نے کنارہ آسمان کو روک رکھا تھا۔

حدیث (۳۰۰۳) حَدَّثَنَا مُوْسٰى الخ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِیْ قَالَا الَّذِیْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَاَنَا جِبْرِيْلُ وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ.

ترجمہ۔ حضرت سمرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میں نے دو آدمیوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے پس انہوں نے کہا کہ وہ شخص جس کو آپؐ نے دیکھا کہ وہ آگ دہکا رہا ہے وہ تو مالک داروغہ جہنم ہے۔ میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل علیہ السلام ہیں۔

حدیث(۳۰۰۴)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا

دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ تَابَعَهُ اَبُوْ حَمْزَةَ وَابْنُ دَاوُدَ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلاتا ہے تو وہ انکار کرتی ہے۔پس وہ ناراض ہوکررات گذارتا ہے۔تو صبح ہونے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

حدیث(۳۰۰۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِؓ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثُمَّ فَتَرَعَنِّي الْوَحْيُ فَتْرَةً فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ قِبَلَ السَّمَآءِ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَآءَ نِيْ بِحِرَآءَ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ حَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اَهْلِيْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اِلٰى فَاهْجُرْ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَالرُّجْزُ الْاَوْثَانُ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ پھر میرے سے وحی کافی عرصہ منقطع ہوگئی۔پس دریں اثنا کہ میں چل رہا تھا کہ آسمان سے میں نے ایک آواز سنی تو میں نے آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا پس اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا۔وہ آسمان اورزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے۔جس کو دیکھ کر میں مرعوب ہوگیا۔حتی کہ زمین کی طرف گر گیا۔پس میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا میں نے کہا مجھے کملی اڑھادو۔مجھے کملی اڑھادو۔تو اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری۔اے کملی اوڑھ کے سونے والے اٹھ اورڈرا۔والرجز فاھجر اور بتوں کو چھوڑدے ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ الرجز کے معنی بتوں کے ہیں۔

حدیث(۳۰۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ مُوْسٰى رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَاَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَّرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّاْسِ وَرَاَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِيْ اٰيَاتٍ اَرَاهُنَّ اللهُ اِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ قَالَ اَنَسٌ وَاَبُوْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرُسُ الْمَلٰئِكَةُ الْمَدِيْنَةَ مِنَ الدَّجَّالِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس رات جس میں مجھے سیر کرائی گئی موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ایک گندم گوں رنگ کے آدمی ہیں۔لمبے قد کے گھونگھریالے بالوں والے گویا کہ قبیلہ شنوءۃ کے آدمیوں میں سے ہیں۔اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ایک درمیانی قد کا آدمی دیکھا جس کے تمام خلقی اعضاء درمیانے تھے سرخی اور سپیدی کی طرف مائل تھے۔سر کے بال نہ گنجان نہ کھلے بلکہ درمیانے تھے۔اور میں نے مالک جہنم کے داروغہ کو بھی دیکھا اور دجال کو بھی ان نشانیوں میں دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھائیں۔پس آپ ان کی ملاقات میں شک کرنے والے نہ ہوں حضرت انسؓ اور ابوبکرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ فرشتے مدینہ منورہ کی دجال سے نگرانی کریں گے۔

تشریح از گنگوہیؒ۔ باب اذاقال احدکم الخ اس جگہ باب کی زیادتی یہ نساخ کا تصرف ہے۔ورنہ اس باب میں جس قدر

روایات ہیں وہ سب باب اوّل کی ہیں۔جو وجود ملائکہ پر دلالت کرتی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ لفظ باب کی زیادتی قدیم وجدید شراح کے نزدیک ایک مشکل مسئلہ بنا رہا ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں کہ سرے سے اس باب کا وجود ہی نہیں ہے۔جیسے محدثین بھذا الاسناد کے لئے ح کلمہ لکھ دیتے ہیں یہ بھی ایسا ہی ہے۔ میرے نزدیک یہ باب ترجمہ سابقہ کو ثابت کرنے والا ہے علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں کہ اس باب کے ذکر کرنے کی اس جگہ کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اس باب کی سب احادیث باب سابق کے ساتھ متصل ہیں اس لئے بہت سے نسخوں میں یہ لفظ باب نہیں ہے۔اس لئے امام بخاریؒ بھذا الاسناد لکھ دیتے تو اشکال زائل ہو جاتا۔صاحب الفیض فرماتے ہیں کہ فرشتوں کے ذکر میں اس باب کا لانا اسلئے ہے کہ فرشتوں کی ڈیوٹی یہ بھی ہے کہ وہ آمین کہا کریں۔

نمرقة مولانا محمد حسن کیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ نمرقه سے مراد بڑا قالین ہے جسے بچھایا جاتا ہے۔کیونکہ پچھلے صفحات پر گذرا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فاتخذت منه نمرقتين کہ میں نے اس سے دو گدے بنالئے۔ایک تو چھوٹا جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے۔اور دوسرا قالین کی طرح بڑا تھا جو ایک جگہ پڑا رہتا تھا۔چھوٹے تکیہ کی تصاویر تو مٹ چکی تھیں لیکن اس بڑے کی باقی رہ گئی تھیں۔بہر حال جو تصاویر پردہ میں ہوں تو مکروہ ہیں اور جو روندی جائیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فلم اشفق یعنی غم وھم کی شدت سے افاقہ نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابوطالب اور خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد ۱۰ھ بعثت نبوی میں آپؐ طائف کی طرف تشریف لے گئے۔وہاں کے تین سردار تھے۔عبد۔یالیل حبیب۔اور مسعود۔جنہوں نے آپؐ کی پذیرائی نہ کی۔بلکہ پتھروں سے آپ کو زخمی کر دیا نیز! عقبہ سے عقبہ منیٰ والا مراد نہیں ہے۔بلکہ عقبہ طائف کا مراد ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ رفرف اخضر رفرف سے وہ لباس مراد ہے جس کو حضرت جبرائیلؑ پہنے ہوئے تھے۔تو رفرف کو دیکھنا جبرائیل کا دیکھنا ہوا۔اور اس کا افق کو بھر لینا یہ بھی جبرائیل کا روکنا ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ رفرف سبز کپڑے ہیں۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے جبرائیلؑ کے پر مراد ہوں جن کو انہوں نے پھیلا رکھا تھا جیسے کہ کپڑے پھیلائے جاتے ہیں۔اور ترمذی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جبرائیلؑ کو رفرف کے جوڑے میں دیکھا گیا۔تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ رفرف ایک حلہ پوشاک ہے۔جس کی تائید متکئین علی رفرف سے ہوتی ہے۔پھر اس جگہ ایک اختلافی مسئلہ مشہور ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہیں۔حضرت عائشہؓ اور ابن مسعودؓ وغیرھم رؤیت باری کا انکار کرتے ہیں۔لیکن ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ما کذب الفؤاد ما رأی قال رأی ربه بفؤاده مرتين تو اثبات ابن عباسؓ اور نفی عائشہؓ کو اس طرح جمع کیا جائیگا کہ نفی کو رؤية البصر پر رؤية کو رؤية فؤاد پر محمول کیا جائے گا اور رؤية الفؤاد سے رؤية القلب مراد ہے۔محض حصول علم نہیں ہے۔کیونکہ آپؐ نے عالم باللہ علی الدوام تھے۔قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں وقف کرنا بہتر ہے۔کیونکہ اس بارے میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے اور فریقین کے دلائل متعارض اور قابل تاویل ہیں۔اور قطب گنگوہیؒ نے اس مسئلہ کو کوکب دری میں دو جگہ بیان کیا ہے۔دونوں مذہبوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا کہ رؤیت کا وقوع بقوة القلب ہے۔جس کا حلول بصارت میں ہوا۔اور نفی کرنے والا ادراک ابصار کی نفی کرتا ہے۔مطلق رؤیت کی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب.

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

ترجمہ۔ جو کچھ جنت کے حالات کے بارے میں آیا ہے اور یہ کہ وہ ابھی پیدا شدہ ہے۔ اب جنت کی نعمتوں کے بارے میں جو قرآنی آیات ہیں ان کی تفسیر فرماتے ہیں۔

قَالَ اَبُوالْعَالِیَةِ مُطَهَّرَةٌ مِّنَ الْحَیْضِ وَالْبَوْلِ وَالْبُزَاقِ كُلَّمَا رُزِقُوْا اُتُوْا بِشَیْءٍ ثُمَّ اُتُوْا بِاٰخَرَ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ اُتِیْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا یُشْبِهُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَّیَخْتَلِفُ فِی الطَّعَامِ قُطُوْفُهَا یَقْطِفُوْنَ كَیْفَ شَآءُوْا دَانِیَةٌ قَرِیْبَةٌ اَلْاَرَآئِكُ السُّرُرُ وَقَالَ الْحَسَنُ النَّضْرَةُ فِی الْوُجُوْهِ وَالسُّرُوْرُ فِی الْقَلْبِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ سَلْسَبِیْلًا حَدِیْدَةُ الْجِرْیَةِ غَوْلٌ وَجَعُ الْبَطْنِ یُنْزَفُوْنَ لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ دِهَاقًا مُمْتَلِئًا كَوَاعِبَ نَوَاهِدَ الرَّحِیْقُ الْخَمْرُ التَّسْنِیْمُ یَعْلُوْا شَرَابَ اَهْلِ الْجَنَّةِ خِتَامُهٗ طِیْنُهٗ مِسْكٌ نَضَّاخَتَانِ فَیَّاضَتَانِ یُقَالُ مَوْضُوْنَةٌ مَنْسُوْجَةٌ مِنْهُ وَضِیْنُ النَّاقَةِ وَالْكُوْبُ مَالَا اُذُنَ لَهٗ وَلَا عُرْوَةَ وَالْاَبَارِیْقُ ذَوَاتُ الْاٰذَانِ وَالْعُرُبُ عُرُبًا مُثَقَّلَةً وَاحِدُهَا عَرُوْبٌ مِثْلُ صَبُوْرٍ وَصُبُرٍ یُسَمِّیْهَا اَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَاَهْلُ الْمَدِیْنَةِ الْغَنِجَةَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ رَوْحٌ جَنَّةٌ وَرَخَآءٌ وَالرَّیْحَانُ الرِّزْقُ وَالْمَنْضُوْدُ وَالْمَوْزُ وَالْمَخْضُوْدُ الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَیُقَالُ اَیْضًا الَّذِیْ لَا شَوْكَ لَهٗ وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ اِلٰی اَزْوَاجِهِنَّ وَیُقَالُ مَسْكُوْبٌ جَارٍ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ لَغْوًا بَاطِلًا تَاْثِیْمًا كَذِبًا اَفْنَانٍ اَغْصَانٍ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ مَا یُجْتَنٰی قَرِیْبٌ مُدْهَآمَّتَانِ سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّیِّ.

ترجمہ۔ ازواج مطہرہ اس میں پاک بیویاں ہونگی جو حیض۔ پیشاب اور کنگھار سے پاک ہوں گی۔ کلمارزقوا کلما کے لفظ کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ جب ان کو کوئی چیز دی جائے گی بعدازاں دوسری دی جائے گی تو کہیں گے کہ یہ نعمت تو ہمیں پہلے مل چکی ہے۔ حالانکہ یہ نعمت دوسری مرتبہ دی ہوئی پہلی کے مشابہ ہوگی۔ اور ذائقہ مختلف ہوگا۔ قطوفها دانیه یہ جملہ حالیہ ہونے کی وجہ سے یہ خوشے ان کے قریب قریب ہوں گے جیسے چاہیں پھل توڑیں گے۔ دانیه بمعنی قریبه. علی الارائک جمع اریکه کی بمعنی تخت۔ سرر جمع سریر کی چارپائی کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں تخت مراد ہے۔ ولقاهم نضرة وسرورا. نضرة کے معنی تروتازگی اور سرور کے معنی خوشی۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ نضرۃ چہرے میں ہوگی اور خوشی دل میں حاصل ہوگی۔ آگے مجاہد کی تفسیر ہے سلسبیلا تیز دھارے والی۔ غول کے معنی پیٹ کا درد۔ ینزفون کہ ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔ لافیها غول ولاهم عنها ینزفون یعنی اس شراب سے نہ تو پیٹ کا درد اٹھے گا اور نہ ہی پینے والوں کی عقلیں گم ہوں گی۔ آگے ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ کاسا دهاقا چھلکتے ہوئے پیالے۔ دهاقا بمعنی بھرا ہوا۔ کواعب کاعب کی جمع وہ عورت جس کے پستان اٹھے ہوئے ہوں. نواهیده الرحیق خالص شراب۔ تسنیم مزاجه من تسنیم یعنی اس کی ملونی. تسنیم یعنی نہر تسنیم کی ملونی ہوگی جو جنتیوں کی شراب پر غالب ہوگی۔ وہ پانی بالاخانہ اور محلات کے اوپر چالو ہوگا۔ ختامه مسک. ختام وہ مٹی جس سے مہر لگائی جاتی ہے۔ وہ کستوری ہوگی۔ نضاختان وہ چشمے جو فوارے کی طرح ہر وقت چلنے والے ہوں گے۔ علی سرر موضونة وہ تخت جو موتیوں سے جڑے ہوئے ہوں گے۔ موضونة منسوجه بنے ہوئے اس سے وضین الناقة اونٹنی کا پاکھڑا (زین) جو سونے چاندی سے مرصع ہوتا

ہے۔ ہا کواب واباریق کوب اور ابریق کی جمع ہے۔ کوب تو وہ کوزہ (لوٹا) جس کا نہ کان ہو اور نہ کڑا ہو یعنی پکڑنے کی جگہ نہ ہو۔ اور نہ ہی ٹونٹی ہو اور ابریق وہ لوٹا جس کا کان اور کڑا ہو۔ یعنی اس کے پکڑنے کی جگہ ہو۔ جعلنا فیھا ابکارا عربا اترابا یعنی ہم جنت کی عورتوں کو باکرہ محبوبہ اور ہم جولی بنائیں گے۔ عرب را کے ضمہ کے ساتھ عروب کی جمع ہے۔ جیسے صبور اور صبر جمع آتی ہے ایسی خوب صورت عورت جو خاوند کو پسند ہو اہل مکہ اسے عربۃ کہتے ہیں۔ اور مدینہ والے عنجۃ اور عراق والے شکلۃ کے نام سے پکارتے ہیں۔ پھر مجاہد کی تفسیر ہے۔ فیھا روح وریحان روح کا معنی باغ بھی ہے اور آسائش بھی۔ ریحان کا معنی روزی اور قرآن مجید میں جنت کی نعمتوں میں شمار ہوتا ہے۔ فی سدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسکوب. مخضود جس میں کانٹا نہ ہو۔ سدر معنی بیری۔ طلح منضود کیلے ہونگے جو تہ بہ تہ رکھے ہوں گے۔ الموز منضود کے معنی نہیں ہیں۔ بلکہ موصوف کا ذکر کیا ہے۔ موز کیلا۔ المنضود بھاری بوجھ والے کو بھی کہتے ہیں۔ العرب وہ عورتیں جو اپنے خاوندوں کو محبوب ہوں۔ ماء مسکوب کا معنی جاری پانی۔ فرش مرفوعہ وہ قالین جو ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوں گے۔ یا فرش سے مراد وہ عورتیں جو اونچی شان سے بٹھائی گئی ہوں گی۔ لا یسمعون فیھا لغوا ولا تاثیما لغو کے معنی فضول باتیں۔ تاثیم کے معنی جھوٹ ہے۔ ذواتا افنان فن کی جمع ٹہنی۔ افنان اغصان وجنا الجنتین دان یعنی دو باغوں کے پھل جو چنے جائیں گے وہ قریب ہوں گے۔ جنا کے معنی پھل اور دان کے معنی قریب۔ مدھامتان سبزی کی وجہ سے کالے سیاہ ہو گئے ہوں۔

حدیث (۳۰۰۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَاِنَّهٗ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ پس اگر جنتی ہے تو جنتیوں والا ٹھکانا اگر جہنمی ہے تو اہل جہنم کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔

حدیث (۳۰۰۸) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءَ.

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اکثر اس کے باسی فقراء تھے۔ جہنم میں جھانک کر دیکھا تو اکثر اس کی باسی عورتیں تھیں۔

حدیث (۳۰۰۹) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَؓ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَتَوَضَّأُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهٗ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكٰى عُمَرُؓ وَقَالَ اَعَلَيْكَ اَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے جب کہ آپؐ نے فرمایا کہ دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت محل کے کونہ میں وضو کر رہی ہے۔ یا ایک عورت بہت خوب صورت چمک رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ حضرت عمرؓ کا ہے تو مجھے حضرت عمرؓ کی غیرت یاد آ گئی تو میں پیٹھ دے کر پھرا جس پر حضرت عمرؓ رو پڑے کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا میں آپؐ پر غیرت کروں گا۔ یعنی سب کچھ تو آپؐ کے طفیل ملا ہے۔

حدیث(۳۰۱۰)حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ عَنْ اَبِیْهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَیْسِ الْاَشْعَرِیِّؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَیْمَةُ دُرَّةٌ مُجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِی السَّمَآءِ ثَلٰثُوْنَ مِیْلًا فِیْ کُلِّ زَاوِیَةٍ مِّنْهَا لِلْمُؤْمِنِ اَهْلٌ لَا یَرَاهُمُ الْاٰخَرُوْنَ قَالَ اَبُوْعَبْدِالصَّمَدِ وَالْحٰرِثُ بْنُ عُبَیْدٍ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ سِتُّوْنَ مِیْلًا.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن قیس اشعریؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کا خیمہ خولدار موتی کا ہوگا جس کی لمبائی آسمان میں تیس میل ہوگی۔اس خیمہ کے ہر کونے میں مؤمن کے لئے اہل وعیال ہوں گے جن کو دوسرے نہیں دیکھیں گے۔دوسری سند کے ساتھ ابی عمران سے ساٹھ میل کی روایت ہے۔

حدیث(۳۰۱۱) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے۔اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا کھٹکا ہوا۔ اگر اس کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔ترجمہ کوئی جی نہیں جانتا کہ جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا کر رکھی گئی ہے۔

حدیث(۳۰۱۲)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوْرَتُهُمْ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَا یَبْصُقُوْنَ فِیْهَا وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ اٰنِیَتُهُمْ فِیْهَا الذَّهَبُ اَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْکُ وَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ یُرٰی مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَآءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اِخْتِلَافَ بَیْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَّاحِدٌ یُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُکْرَةً وَّعَشِیًّا.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی شکلیں چودھویں رات کی چاند کی طرح ہوں گی۔جنت میں نہ کھنگھاریں گے نہ ہی سنک یا ناک صاف کریں گے اور نہ ہی پاخانہ پھریں گے۔ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کے کنگھے سونے اور چاندی سے بنے ہوں گے۔اور ان کی دھونیاں اگر بتی عود ہندی کی ہوں گی پسینہ ان کا کستوری کی طرح ہوگا۔ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی۔خوب صورتی کی وجہ سے گوشت کے پیچھے ان کی پنڈلیوں کے مغز دکھائی دیتے ہوں گے۔نہ تو ان جنتیوں میں کوئی اختلاف ہوگا اور نہ آپس میں کوئی بغض وعناد ہوگا۔ان سب کے دل ایک ہوں گے۔صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہوں گے۔

حدیث(۳۰۱۳) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِیْنَ عَلٰٓی اٰثَرِهِمْ کَاَشَدِّ کَوْکَبٍ اِضَآءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَآ اِخْتِلَافَ بَیْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِکُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ کُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا یُرٰی مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَآءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحُسْنِ یُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُکْرَةً وَّعَشِیًّا لَا

يَسْقُمُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَبْصُقُوْنَ انِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْاَلُوَّةُ قَالَ اَبُو الْيَمَانِ يَعْنِي الْعُوْدُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْاِبْكَارُ اَوَّلُ الْفَجْرِ وَالْعَشِيِّ مِيْلُ الشَّمْسِ اَنْ تَرَاهُ تَغْرُبَ.

ان میں کوئی اختلاف اور بغض وعناد نہیں ہوگا۔ان میں سے ہر ایک کیلئے دو دو بیویاں ہوں گی حسن وجمال کی وجہ سے ان کے گوشت کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کے مغز دکھائی دیتے ہوں گے۔صبح سویرے اور شام کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہوں گے۔وہ بیمار نہیں ہوں گے اور نہ سنک بہائیں گے اور نہ کھنگھاریں گے ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہونگے اور ان کے کنگھے سونے کے ہوں گے اور ان کی دھونیوں کے انگارے اگر بتی کے ہوں گے۔ابوالیمان فرماتے ہیں۔ الوہ کے معنی عود ہندی کے ہیں۔اور ان کا پسینہ کستوری کا ہوگا۔مجاہد فرماتے ہیں ابکار فجر کے اوّل حصہ کو اور عشی سورج ڈھلنے سے لے کر یہاں تک کہ ڈوب جائے گا۔

حدیث(۳۰۱۴)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِى بَكْرٍ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ مِنْ اُمَّتِىْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفٍ لَا يَدْخُلَ اَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ اٰخِرُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ.

ترجمہ۔حضرت سہل بن سعدؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میری امت کے ستر ہزار یا ستر لاکھ جنت میں داخل ہوں گے۔ان کا پہلا اس وقت تک داخل نہ ہوگا یعنی سب کے سب بیک وقت ایک قطار میں داخل ہوں گے۔ان سب کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔

حدیث(۳۰۱۵)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ اُهْدِىَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَكَانَ يَنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِى الْجَنَّةِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دبیز ریشم کا جبہ ہدیہ کے طور دیا گیا اور ریشم کے پہننے سے منع فرمایا کرتے تھے پس لوگوں نے اس سے تعجب کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔جنت میں حضرت سعد بن معاذؓ رئیس انصار کے رومال اس سے زیادہ خوب صورت ہوں گے۔

حدیث(۳۰۱۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍؓ قَالَ اُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ مِنْ حَرِيْرٍ فَجَعَلُوْا يَعْجَبُوْنَ مِنْ حُسْنِهٖ وَلِيْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍؓ فِى الْجَنَّةِ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا.

ترجمہ۔حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ریشمی کپڑا لایا گیا۔جس کے حسن اور نرمی سے لوگ تعجب کرنے لگے۔تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں حضرت سعد بن معاذؓ سید الانصار کے رومال اس سے بہتر ہوں گے۔

حدیث(۳۰۱۷)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْضَعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا.

ترجمہ۔حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جنت میں ایک چابک کی جگہ دنیا اور اس کے اندر جتنی چیزیں ہیں ان سب سے بہتر ہے۔

حدیث(۳۰۱۸)حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ الخ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّھَا مِائَةَ عَامٍ لَا یَقْطَعُھَا.

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ جنت میں ایک طوبی کا درخت ہے جس کے سائے میں اونٹنی سوار سو سال تک چلتا رہے تو اسے قطع نہیں کر سکے گا۔

حدیث(۳۰۱۹)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّھَا مِائَةَ سَنَةٍ وَاقْرَأُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِکُمْ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک جنت میں ایک ایسا طوبی درخت ہے جس کے سائے میں سوار ایک سو سال تک چلتا رہے گا۔اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو۔ فی ظل ممدود یعنی دراز سائے ہیں۔اور جنت کے اندر تمہارے کسی ایک کے کمان کی مقدار کی جگہ جن جن چیزوں پر سورج طلوع کرتا ہے یا غروب کرتا ہے ان سے بہتر ہے۔

حدیث(۳۰۲۰)حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِیْنَ عَلٰی اٰثَارِھِمْ کَاَحْسَنِ کَوْکَبٍ دُرِّیٍّ فِی السَّمَآءِ اِضَآءَةً قُلُوْبُھُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا تَبَاغُضَ بَیْنَھُمْ وَلَا تَحَاسُدَ بِکُلِّ امْرِیءٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ یُرٰی مُخُّ سُوْقِھِنَّ مِنْ وَّرَآءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا بیشک پہلا ٹولہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی شکل وصورت پر ہوگا اور ان کے بعد جو لوگ آئیں گے وہ آسمان کے سفید چمکدار عظیم ستارے سے بھی زیادہ خوب صورت ہوں گے۔ان کے دل ایک آدمی کے دل کے ساتھ دھڑکتے ہوں گے۔ان میں آپس میں کوئی بغض اور حسد نہیں ہوگا۔اور ہر ایک آدمی کی دو بیویاں ہوں گی۔جو موٹی آنکھ والی حوروں میں سے ہوں گی ان کی پنڈلیوں کا مغز ہڈی اور گوشت کے پیچھے سے نظر آئیگا۔

حدیث(۳۰۲۱)حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْھَالٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاھِیْمُ قَالَ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّةِ.

ترجمہ۔حضرت براءؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں اس کیلئے دودھ پلانے والی ہوگی جو اس کی مدت رضاعت پوری کرے گی۔کیونکہ وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔

حدیث (۳۰۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَآءَ وْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَآءَ وْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمُشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَآءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا بیشک جنتی لوگ اپنے اوپر سے بالا خانے والوں کو خوب اچھی طرح دیکھیں گے جیسا کہ تم لوگ سفید چمک دار ستارے کو خوب دیکھتے ہو جوافق کے اندر مشرق یا مغرب سے جارہا ہو یہ فرق درجات کی فضیلت کی وجہ سے ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ انبیاء علیہم السلام کے مقامات ہوں گے جہاں تک ان کے سوا اور کسی کی رسائی نہیں ہوسکے گی۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ بندے ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مناديل سعد بن معاذؓ الخ انصار کے اس سردار سعد بن معاذؓ کو یہ بشارت خصوصیت کے ساتھ اس لئے دی گئی کہ جب انہوں نے اپنے خلفاً یہود کے بارے میں قتل اور سبی کا فیصلہ دیا تو ان کے بارے میں یہ وہم ہوا کہ شاید اس فیصلہ کی پاداش میں انہیں جنت میں داخلہ نہ ملے۔ تو آپؐ نے خبر دی کہ وہ تو اہل جنت میں سے ہیں اور ان کے جنتی رومال اس شان کے ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت قطب گنگوہیؒ نے تو خصوصیت کی وجہ ان کی تحکیم کو قرار دیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سعدؓ کو جب قبر میں رکھا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک تسبیح اور تکبیر کہتے رہے۔ صحابہ کرامؓ نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا کہ اگرچہ ان کی وفات پر عرش الٰہی کانپ اٹھا آسمان کے دروازے کھل گئے اور ۷۰ ستر ہزار فرشتہ ان کے جنازہ میں حاضر ہوا۔ بایں ہمہ وہ قبر کے ضغطہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ کیونکہ وہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتے تھے۔ بنابریں آپؐ نے فرمایا۔ استنزهوا من البول فان عامه عذاب القبر منه کہ پیشاب سے بچتے رہو کیونکہ عام طور پر قبر کا عذاب اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ولكل منهم زوجتان. منهم کی ضمیر کا مرجع دونوں گروہ ہوسکتے ہیں۔ یا ان میں سے صرف دوسرے گروہ کی طرف اشارہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت گنگوہیؒ نے جو دو احتمال بیان فرمائے ہیں دونوں صحیح ہیں۔ لیکن دوسرے احتمال پر پھر پہلے گروہ کی بیویاں دو سے زیادہ ہوں گی۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ وہ دو بیویاں دنیا کی عورتوں میں سے ہوں گی۔ ورنہ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مؤمن کے لئے بہتر ۷۲ حوریں اور دو بیویاں ولد آدم میں سے ہوں گی۔ چونکہ اس بارے میں روایات مختلفہ ہیں۔ اس لئے ابن القیم فرماتے ہیں احادیث صحیحہ میں دو بیویوں سے زائد کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن دوسرے حضرات نے جواب دیا ہے زوجان جنتان اور عینان کی طرح ہے کہ تثنیہ سے تکثیر اور تعظیم مراد ہے۔ جیسے لبیک وسعدیک. اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جنت میں مردوں کی بنسبت عورتیں زیادہ ہوں گی۔ اور صلوۃ کسوف میں آپ کا ارشاد ہے کہ اکثر اہل النار عورتوں کو دیکھا۔ تو دفع تعارض کی یہ صورت ہوگی کہ عورتیں ابتداء میں جہنم میں زیادہ ہوں گی۔ گناہوں کی سزا بھگت کر جب جنت میں داخل ہوں گی تو ان کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو جائے گی۔ صاحب فیض فرماتے ہیں کہ اکثریت نساء حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وقت کے مشاہدہ کی تھی۔ اس سے جمیع نساء یا جمیع ازمان کے مشاہدہ کا حکم بیان نہیں ہوا۔ نیز! بخاری کی تصریح کے مطابق وہ زوجتان من الحور العين ہوں گی بنات آدم سے نہیں ہوں گی تو اشکال نہیں رہے گا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ انها مخلوقة اس سے امام بخاریؒ نے معتزلہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ جنت دوزخ اب موجونہیں ہیں قیامت کے دن موجود ہوں گی۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب میں احادیث کثیرہ ذکر کر دیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت اب بھی موجود ہے۔ اور اس کے حالات وصفات بھی بیان فرمائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ان کان من اهل الجنة يعرض عليه من مقاعد اهل الجنة مقصود ترجمہ پر واضح دلیل ہے۔ اسی طرح اطلعت فی الجنة بھی واضح دلیل ہے۔

تتوضا ' وضات سے مشتق ہے۔ تو اس کے معنی حسن اور پاکیزگی کے ہیں۔ اگر وضوء سے ہے پھر واضح ہے۔

يسبحون یہ تلذذ کے لئے ہوگا تکلیف کی بناء پر نہیں۔ بكرة وعشيا اگر چہ جنت میں طلوع وغروب نہیں ہوگا۔ لیکن ان کی مقدار مراد ہے۔ یا دوام مراد ہے۔

بَابُ صِفَةِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ

ترجمہ۔ جنت کے دروازوں کا حال

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ فِیْہِ عُبَادَةُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دو قسم کی چیزیں خرچ کیں اس کو جنت کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ اس بارے میں حضرت عبادةؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں۔

حدیث (۳۰۲۳) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِیَةُ اَبْوَابٍ فِیْھَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانَ لَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے جس میں روزہ داروں کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ صفة ابواب الجنة قطب گنگوہیؒ نے اختلاف کی وجہ سے ابواب الجنة سے تعرض نہیں کیا حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے صفة ابواب الجنة کا ترجمہ قائم فرمایا ہے۔ شاید صفت سے ان کی مراد یا تو نام بیان کرنا ہے۔ یا عدد بیان کرنا ہے۔ لیکن علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ حافظؒ کا تخمینہ ہے۔ دراصل امام بخاریؒ نے حدیث میں جو ریان کا لفظ وارد کیا ہے اس کے متعلق بتلایا ہے کہ وہ باب کی صفت ہے۔ ابن القیم فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازے آٹھ میں منحصر نہیں ہیں بلکہ ان سے زیادہ ہیں۔ جن پر احادیث دال ہیں۔ چنانچہ حاکم کی روایت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً ہے کہ جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام باب الضحی ہے۔ باب الکاظمین ہے۔ باب الراضین ہے۔ کیونکہ جب اعمال کثیرہ ہیں تو ابواب بھی کثیرہ ہوں گے۔ میرے نزدیک جمع بین الروایات کی صورت یہ ہے کہ اصلی اور بڑے دروازے تو آٹھ ہیں۔ باقی چھوٹے چھوٹے دروازے بہت ہیں جن کا شمار نہیں۔ حتی کہ جنت عدن کے ستر ہزار دروازے ذکر کئے جاتے ہیں۔

بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاِنَّھَا مَخْلُوْقَةٌ

ترجمہ۔ جہنم کے حالات اور یہ کہ وہ اب بھی پیدا شدہ موجود ہے

غَسَّاقًا یُقَالُ غَسَقَتْ عَیْنُہٗ وَیَغْسِقُ الْجُرْحُ وَکَاَنَّ الْغَسَاقُ وَالْغَسِیْقُ وَاحِدٌ غِسْلِیْنَ کُلُّ شَیْءٍ غَسَلْتَہٗ فَخَرَجَ مِنْہُ شَیْئٌ فَھُوَ غِسْلِیْنٌ فِعْلِیْنٌ مِنَ الْغَسْلِ مِنَ الْجُرْحِ وَالدَّبَرِ وَقَالَ عِکْرِمَةُ حَصَبُ

جَهَنَّمَ حَطَبٌ بِالْحَبْشِيَّةِ وَقَالَ غَيْرُهُ حَاصِبًا الرِّيْحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ مَا تَرْمِيْ بِهِ الرِّيْحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمٰى بِهٖ فِيْ جَهَنَّمَ هُمْ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْاَرْضِ ذَهَبَ وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنْ حَصْبَاءِ الْحِجَارَةِ صَدِيْدٌ قَيْحٌ وَّدَمٌ خَبَتْ طَفِئَتْ تُوْرُوْنَ تَسْتَخْرِجُوْنَ اَوْرَيْتُ اَوْقَدْتُ لِلْمُقْوِيْنَ لِلْمُسَافِرِيْنَ وَالْقِيُّ الْقَفْرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ صِرَاطُ الْجَحِيْمِ سَوَآءُ الْجَحِيْمِ وَوَسَطُ الْجَحِيْمِ لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ يَخْلُطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ صَوْتٌ شَدِيْدَةٌ وَصَوْتٌ ضَعِيْفٌ وِرْدًا عِطَاشًا غَيًّا خُسْرَانًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُسْجَرُوْنَ تُوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ وَنُحَاسٌ الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلٰى رُؤُوْسِهِمْ يُقَالُ ذُوْقُوْا بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ مَارِجٌ خَالِصٌ مِنَ النَّارِ مَرَجَ الْاَمِيْرُ رَعِيَّتَهٗ اِذَا خَلَاهُمْ يَعْدُوْا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مَرِيْجٍ مُلْتَبِسٍ مَرَجَ اَمْرُ النَّاسِ اِخْتَلَطَ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ مَرَجْتَ دَآبَّتَكَ تَرَكْتَهَا.

ترجمہ۔ غساقا یقول غسقت عینه اس کی آنکھ بے نور ہوگئی۔ کہ اس سے زرد پانی بہنے لگا۔ ویفسق الجرح زخم بہہ پڑا۔ کان الغساق والغسیق واحد یعنی فعال اور فعیل ہم معنی ہیں۔ یہ حمیما و غساقا کی تفسیر ہے۔ جس سے مراد وہ پیپ ہے جو سخت گرم اور بدبودار ہوگا۔ غسلین کل شیئ غسلته فخرج منه شیئ فهوغسلین فعلین من الغسل من الجرح والدبر یعنی جب کسی چیز کو دھوڈالا تو جو چیز اس سے نکلے وہ غسلین کہلاتی ہے۔ جیسے انسان کے زخم اور جانور کے پھوڑے سے جو کچھ نکلے تو یہ فعلین کا وزن ہوا۔ غسل مشتق منه ہے۔ عکرمہ کی تفسیر ہے حصب جهنم یہ حبشی زبان میں سوختی لکڑی کو کہتے ہیں عکرمہ کے علاوہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں حاصبا من الریح سخت آندھی۔ حاصب وہ چیز جس کو ہوا پھینکتی ہے۔ اسی سے حصب جهنم ہے۔ یعنی جن لوگوں کو جہنم میں پھینکا جائے گا وہی حصب ہیں۔ اور کہا جاتا ہے۔ حصب فی الارض. ذهب اور حصب حصباً سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کنکری اور پتھر کے ہیں۔ صدید. من ماء صدید بمعنی پیپ اور خون۔ خبت ای خبت طفئت بجھ جائے گی۔ تورون تستخرجون اوریت اوقدت یعنی النار التی تورون بمعنی نکالتے ہو۔ اور اوریت اوقدت جلایا روشن کیا میں نے للمقوین للمسافرین والقی القفر یعنی قی کے معنی جنگل کے ہیں۔ جس میں کوئی سبزی نہ ہو۔ وقال ابن عباسؓ صراط الجحیم سواء الجحیم وسط الجحیم یعنی جہنم کا درمیانی حصہ۔ زفیر وشهیق صوت شدید وصوت خفیف یعنی سخت آواز اور دھیمی آواز ہوگی۔ وردا عطاشا غیا سوق المجرمین الی جهنم وردا یعنی مجرموں کو ہم جہنم کی طرف پیاسے دھکیلیں گے۔ غیا خسرانا نقصان اور گھاٹا۔ فسوف یلقون غیا. مجاہد فرماتے ہیں یسجرون فی النار یسجرون آگ میں دہکائے جائیں گے۔ تو قد بهم النار آگ ان کے ساتھ دہکائی جائے گی۔ نحاس الصفر پیتل۔ یصب علی رؤوسهم ان کے سروں پر پیتل پلٹا جائے گا۔ یقال ذوقوا باشروا وجربوا ذوقوا عذاب الحریق جلانے والے عذاب کا تجربہ کرو۔ ارتکاب کرو۔ یہ منہ کے چکھنے کے معنی میں نہیں ہے۔ مارج خالص من النار مرج الامیر رعیته بادشاہ نے اپنی رعایا کو چھوڑ دیا۔ اذا خلاهم بعد وا بعضهم علی بعض جب کہ ان کو اکیلا چھوڑ دے کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے پھریں۔ مریج ای امر مریج ملتبس رلا ملا۔ مرج امر الناس اختلط لوگوں کا معاملہ رل مل گیا۔ مرج البحرین مرجت دابتک ترکتها. مرج البحرین دونوں سمندروں کو ملا دیا۔ مرج بکسر الراء فساد کے معنی میں ہے۔

حدیث (۳۰۲۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَالَ اَبْرِدْ ثُمَّ قَالَ اَبْرِدْ حَتّٰى فَآءَ الْفَيْءُ يَعْنِي التَّلُوْلُ ثُمَّ قَالَ اَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرماتے تھے ٹھنڈا کرو۔ پھر فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے ڈھل گئے جھک گئے۔ فرمایا سخت گرمی جہنم کے سخت جوش میں سے ہے۔

حدیث (۳۰۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ کیونکہ سخت گرمی جہنم کے سخت ابال میں سے ہے۔

حدیث (۳۰۲۶) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَآءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ فِي الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ فِي الزَّمْهَرِيْرِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کی آگ نے اپنے رب سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے رب بعض حصوں نے بعض کو کھالیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی کے موسم میں اور دوسرا سانس گرمی میں پس یہ سخت حرارت جو تم پاتے ہو اس کے سانس کی وجہ سے ہے اور سخت سردی زمہریر سے ہے۔

حدیث (۳۰۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ كُنْتُ اُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ فَاَخَذَتْنِي الْحُمّٰى فَقَالَ اَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَآءِ زَمْزَمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ اَوْ قَالَ بِمَآءِ زَمْزَمَ شَكَّ هَمَّامٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابوحمزہ ضبعی فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا کرتا تھا ایک مرتبہ مجھے بخار چڑھ گیا تو انہوں نے فرمایا اسے زمزم کے پانی کے ساتھ اپنے سے ٹھنڈا کرو۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنم کے ابال میں سے ہے۔ پس اس کو پانی سے یا زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ ہمام کو شک ہے۔

حدیث (۳۰۲۸) حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ عَبَّاسٍ الخ اَخْبَرَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحُمّٰى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَآءِ.

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ یہ بخار جہنم کے جوش میں سے ہے۔ پس اس کو پانی کے ساتھ ٹھنڈا کر کے اپنے سے دور کرو۔

حدیث (۳۰۲۹) حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ.

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا بخار تو جہنم کے ابال میں سے ہے۔پس اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

حدیث (۳۰۳۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ.

ترجمہ۔حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بخار جہنم کے ابال میں سے ہے۔اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔

حدیث (۳۰۳۱) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءً كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہاری دنیا کی آگ تو جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔کہا گیا یا رسول اللہ یہی کافی تھی۔فرمایا آخرت کی آگ کو ان دنیا کی آگوں پر انہتر حصہ زیادتی دی گئی ہے۔وہ سب کی سب اس کی حرارت جیسی ہیں۔

حدیث (۳۰۳۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ يَعْلٰىؓ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ.

ترجمہ۔حضرت یعلیؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا منبر پر یہ پڑھتے تھے سنا کہ جہنمی پکاریں گے اے مالک داروغہ جہنم۔

حدیث (۳۰۳۳) حَدَّثَنَا عَلِیٌّ الخ عَنْ اَبِیْ وَآئِلٍ قَالَ قِيْلَ لِاُسَامَةَ لَوْاَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهٗ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ اَنِّیْ لَا اُكَلِّمُهٗ اِلَّا اُسْمِعُكُمْ اِنِّیْ اُكَلِّمُهٗ فِی السِّرِّ دُوْنَ اَنْ اَفْتَحَ بَابًا اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَهٗ وَلَا اَقُوْلُ لِرَجُلٍ اِنْ كَانَ عَلَیَّ اَمِيْرًا اِنَّهٗ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَیْءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَمَا سَمِعْتَهٗ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يُجَآءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِی النَّارِ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَیْ فُلَانُ مَا شَاْنُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ رَوَاهُ غُنْدُرٌ.

ترجمہ۔حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے کہا گیا کہ تم فلاں یعنی عثمانؓ کے پاس جاؤ اور مسئلہ اختلافی کے بارے میں ان سے گفتگو کرو۔انہوں نے فرمایا کہ کیا تم مجھے ایسا سمجھتے ہو۔میں ان سے اس بارے میں بات چیت نہیں کرتا۔خبردار میں تمہیں سنانا چاہتا ہوں کہ میں ان سے خفیہ گفتگو کرتا ہوں۔میں کوئی فتنہ کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتا اور نہ ہی میں پہلا فتنہ کا دروازہ کھولنے والا پسند کرتا ہوں۔اور نہ ہی اس آدمی کے متعلق جو مجھ پر حاکم ہے یہ کہتا ہوں کہ وہ تمام لوگوں سے بہتر ہے۔اس سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوسکتی۔اور اس چیز کے کہ جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے لوگوں نے پوچھا کہ تم نے آپؐ سے کیا کہتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا میں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا

کہ آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا جس کو جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔ جس سے آگ کے اندر اس کی انتڑیاں جلدی نکل پڑیں گی پس وہ ان انتڑیوں کے اردگرد ایسے گھوے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے اردگرد گھومتا ہے پس جہنمی اس پر جمع ہو جائیں گے پس اس سے کہیں گے کہ اے فلاں! تیرا یہ کیا حال ہے کیا تو ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا۔ وہ کہے گا کہ میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نہیں کرتا تھا۔ اور تمہیں برائیوں سے روکتا تھا اور خود ان کو سرانجام دیتا تھا۔ اس کو غندر نے روایت کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ صراط الجحیم قرآن مجید میں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ فاهدوهم الی صراط الجحیم اور فراٰہ فی سواء الجحیم تو ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق دونوں جگہ وسط کے معنی ہیں۔ اور قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں سواء الجحیم میں موصوف طریق محذوف ہے۔ اور سواء کے معنی مستوی کے ہیں۔ میرے نزدیک بخاری کے نسخہ کی عبارت تھی فهما ایتان او لاهما قوله تعالی فاهدوهم الی صراط الجحیم جس کی تفسیر طریق الجحیم ہے اور دوسری آیت فراٰہ فی سواء الجحیم ہے جس کی تفسیر سواء الجحیم بمعنی وسط الجحیم ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ زفیر و شهیق. زفیر اول آواز اور شهیق آخر آواز جس کو قوی اور ضعیف آواز سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ عادت یہی ہے کہ پہلے قوی آواز نکلتی ہے۔ بعد میں ضعیف ہو جاتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابوالعالیہ کی تفسیر میں ہے کہ زفیر حلق کی اور شهیق سینے کی آواز ہے۔ اور داؤدی فرماتے ہیں شهیق گدھے کی وہ آواز جو سخت آواز کے بعد رہ جاتی ہے۔ بنا بریں قطب گنگوہیؒ نے قوی اور ضعیف سے تفسیر فرمائی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مارج. مارج کے معنی خالص کے ہیں۔ دراصل مرج کے معنی چھوڑنے کے ہیں اور چھوڑنا کبھی خلوص کا سبب بن جاتا ہے۔ اور کبھی رل مل جانے کا باعث بنتا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے دونوں آیتوں کے معنی میں اختلاف ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں مارج سے اشارہ ہے خلق الجان من مارج من النار جس کی تفسیر خالص سے کی گئی ہے۔

مرج الامیر رعیته کہ حاکم نے رعایا کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرنے لگے۔ اور قوله مریج سے الی امر مریج کی طرف اشارہ ہے۔ یہاں مریج کے معنی ملتبس رلے ملے کے ہیں۔ مرج ای اختلط کے معنی میں ہے۔ لیکن مرج باب سمع سے ہے۔ اور مرج بفتح الراء باب نصر سے ہے۔ اس کے معنی ترک کے ہیں۔ جیسے مرجت دابتک ای ترکتها. الحاصل اس کلام سے امام بخاریؒ نے تین آیات کی تفسیر فرمائی ہے۔ پہلی تو سوة الرحمن کی ہے۔ مارج من النار جس کے معنی خالص کے ہیں۔ اسی کا ذکر باب جهنم کے مناسب ہے۔ دوسری آیات مرج البحرین یلتقیان سورۂ رحمٰن کی اور امر مریج سورۂ ق کی آیت ہے جن کو لفظ مرج کی مناسبت سے ذکر فرمایا۔ مرج الامیر یہ دوسری آیت سورۂ رحمٰن کے مناسب ہے۔ جس کے معنی ترک کے ہیں۔ اور مریج کے معنی مختلط کے ہیں۔ بعض حضرات نے امام بخاریؒ پر اعتراض کیا ہے کہ جب امام بخاریؒ کا مقصد احادیث صحیحہ کو جمع کرنا ہے تو یہ لغات کی بحث میں کیوں پڑ گئے۔ شراحؒ نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ ان لغات سے امام بخاریؒ ان آیات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جو باب کے مناسب ہیں۔ کیونکہ امام بخاریؒ حافظ القرآن والحدیث ہیں۔ تو ان کے ذہن ثاقب میں یہ بات آئی کہ ناظرین بخاری کا ذہن ان لغات سے ان آیات کی طرف منتقل ہو جائے جو باب کے مناسب ہیں۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی کتاب جامع للروایة والدرایة ہے۔ عقل ونقل

دونوں کو جمع کرتی ہے تو عقل کا تقاضا ہے کہ غرائب حدیث اور غرائب قرآن کی شرح کردی جائے۔ تو اس سے تفسیر القرآن اور تفسیر الحدیث دونوں کا فائدہ حاصل ہوا۔ لیکن میرے نزدیک یہ محض تفسیر نہیں ہے بلکہ ان آیات کی طرف اشارہ ہے جو ترجمہ سے متعلق ہیں اور کبھی ان کی مناسبت سے دوسری لغات بھی ذکر کردی جاتی ہیں چونکہ بدء الخلق اور قصص الانبیاء کے بارے میں ایسی احادیث موجود نہیں تھیں جو امام بخاری کی شرط کے موافق ہوتیں۔ لہذا غرائب قرآن کی شرح کو اس کے قائم مقام کردیا۔ تو تفسیر نفع سے خالی نہ ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہی ۔ ان کانت لکافیۃ اس سے مقصد زیادتی کا سوال کرنا نہیں ہے۔ بلکہ لوگوں کے ضعف و کمزوری کا بیان کرنا ہے کہ جب وہ اس کی تاب نہیں لاسکتے تو جو آگ اس سے انہتر ۶۹ گنا زیادہ ہے اس کا تحمل کیسے ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی بات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ واقعی ان کی سزا کے لئے یہی آگ کافی تھی تو وہ آگ جو اس سے کئی گنا زیادہ ہے اس کا تحمل کیسے ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا ۔ حافظ بھی یہی فرمارہے ہیں کہ جب یہ دنیا کی آگ گناہ گاروں کے عذاب کے لئے کافی ہے تو نار آخرت کی کس کو طاقت ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی تائید فرمائی۔ تاکہ خالق اور مخلوق کی سزا میں تمیز ہو جائے۔

سبعین جزءا کے بارے میں حافظ فرماتے ہیں کہ عدد مخصوص مراد نہیں ہے۔ بلکہ تکثیر مراد ہے۔ کیونکہ روایات میں ہے کہ اس آگ کو تو دس مرتبہ یا ستر مرتبہ ٹھنڈا کر کے بھیجا گیا ہے۔ تو یہ اختلاف جہنم کے طبقات کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہی ۔ حضرت اسامہؓ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ تم لوگ جو گمان کرتے ہو کہ میں کھل کر حضرت عثمانؓ سے والیوں کے بارے میں بات چیت نہیں کرتا یہ صحیح نہیں۔ اس لئے خفیہ طور پر تو میں ان سے کہتا رہتا ہوں۔ علانیہ اس لئے نہیں کہتا کہ کہیں فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔ کسی کا امیر ہونا مجھے اس سے مانع نہیں ہے کہ وہ غیر معصوم اور بہتر آدمی ہے۔ اس لئے ان کو نصیحت نہ کروں اور امر بالمعروف سے رک جاؤں۔ البتہ فتنہ و فساد سے ڈرتا ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہی ۔ بعد شیء سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غرض یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ اگرچہ مبشر بالجنۃ ہیں اور میرے امیر محترم ہیں لیکن وہ معصوم نہیں ہیں کہ ان سے کوئی غلطی سرزد نہ ہوسکتی ہو شاید قومی عصبیت نے انہیں کسی خلاف طبع کام پر آمادہ کردیا ہو۔ اور میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں کہ بہت سے امراء نیکی کا حکم کریں گے لیکن خود اس پر عمل نہیں کریں گے۔ اور خلاف شرع امور سے منع کریں گے لیکن خود ان کے مرتکب ہوں گے۔ تو حضرت عثمانؓ اگرچہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں لیکن حمیت قومی نے ان کو آمادہ کرلیا ہو کیونکہ وہ بھی انسان ہیں معصوم تو نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا ۔ چنانچہ حافظ فرماتے ہیں کہ جیسے کتاب الفتن میں آرہا ہے کہ حضرت اسامہؓ نے فرمایا میں خفیہ طور پر ان سے بات کرچکا ہوں۔ البتہ کھلم کھلا پروپیگنڈا کر کے فتنہ برپا نہیں کرنا چاہتا۔ اور توضیح کے اندر ہے الا یکلمہ سے مراد ان کے علاتی بھائی ولید بن عقبہ کے متعلق ہے کہ شہادت کے باوجود وہ ان کی سزا میں پس و پیش کررہے تھے۔ اور حضرت اسامہ حضرت عثمانؓ کے خواص میں سے تھے۔ بنابریں لوگوں نے ان سے بات چیت کرنے کو کہا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ سرا تو میں کہہ چکا ہوں برملا اس لئے نہیں کہتا کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے۔ باقی مجھے اور کوئی خوف و خطرہ لاحق نہیں ہے۔ پھر ان کو اس آدمی کا قصہ سنایا جس کو جہنم میں ڈالا جائیگا جو امر بالمعروف نہیں کرتا تھا۔ اور کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی بات چیت حضرت عثمانؓ کے گورنروں کے بارے میں تھی کہ انہوں نے اپنے اقرباء کو نوازا ہے۔ تو حضرت اسامہؓ نے فرمایا کہ میں خفیہ طور پر ان کو نصیحت کرچکا ہوں۔ علانیہ اس لئے نہیں کہتا کہ کہیں فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔ طبری فرماتے ہیں کہ علماء کا

اختلاف ہے کہ امر بالمعروف کو بعض حضرات تو ہر حال میں واجب کہتے ہیں ان کا استدلال افضل الجھا د کلمة حق عندسلطان جائر سے ہے۔ کہ ہر ظالم بادشاہ کو کلمہ حق سنانا بہترین جہاد ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں انکار منکر اس وقت واجب ہے جبکہ کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو۔ اور بعض نے انکار بالقلب کو کافی سمجھا ہے اور اقوال بھی ہیں۔ بہرحال حدیث سے تعظیم الامراء ان کے ساتھ ادب کا لحاظ اور لوگ جو کچھ ان کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے ہوں ان سے حاکم کو آگاہ کرنا۔ تاکہ لوگ پروپیگنڈا سے رک جائیں۔ یا وہ حاکم خود ان کے شر سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرلے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ تندیق جلدی سے نکلنا۔ اقتاب بمعنی امعاء انتڑیاں۔ حضرت اسامہؓ کی غرض اس حدیث کے سنانے سے یہ ہے کہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کیسے رک سکتا ہوں۔ جب کہ میں نے اس آدمی متعاون کے بارے میں آپؐ سے حدیث سنی ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگرچہ حضرت عثمانؓ میرے امیر ہیں لیکن نہ ان کو میں خیر الناس سمجھتا ہوں اور نہ ہی ان کو امر بالمعروف اور نھی عن المنکو کہنے سے رک سکتا ہوں۔ اور تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ خود حضرت عثمانؓ اس کو سزا دینے میں کیسے پس وپیش کرسکتے ہیں۔ جب کہ سستی برتنے والے عِقاب کا انہیں علم ہے۔

بَابُ صِفَةِ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ

وقال مجاهد يقذفون يرمون یعنی پھینکے جائیں گے۔ دحورا مطرودين بھگائے ہوئے۔ واصب بمعنى دائم ہمیشہ آگے ابن عباسؓ کی تفسیر ہے مدحوراً مطروداً دور پھینکا ہوا۔ ويقال مريد ا متمردا سرکش۔ بتكه قطعه قطع کرنا توڑنا۔ واستفزز استخف دوڑاؤ۔ بخيلک الفرسان گھوڑے۔ والرجل الرجالة جمع ہے جس کا واحد راجل ہے۔ جیسے تاجر کی جمع تجر اور صاحب کی جمع صحب. لاحتنكن ذريت یعنی اس کی نسل کو بیخ و بن سے اکھیڑ دوں گا۔ قرين بمعنى شيطا ن ساتھی۔

حدیث (۳۰۳۴) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ اِلَيَّ هِشَامٌ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهٗ حَتّٰى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ اَشَعَرْتِ اَنَّ اللّٰهَ اَفْتَانِيْ فِيْمَا فِيْهِ شِفَائِيْ اَتَانِيْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَاْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلِيْ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِلْاٰخَرِ مَا وَجْعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهٗ قَالَ لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ قَالَ فِيْمَا ذَا قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَاَيْنَ هُوَ قَالَ فِيْ بِئْرِ ذَرْوَانَ فَخَرَجَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لِعَائِشَةَؓ حِيْنَ رَجَعَ نَخْلُهَا كَاَنَّهَا رُءُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ فَقُلْتُ اِسْتَخْرَجْتَهٗ فَقَالَ لَا اَمَّا اَنَا فَقَدْ شَفَانِيَ اللّٰهُ وَخَشِيْتُ اَنْ يُثِيْرَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا ثُمَّ دُفِنَتِ الْبِئْرُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جادو کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کو خیال گذرتا تھا کہ یہ کام آپؐ نے کیا ہے یا نہیں کیا (لیکن یہ شک عورتوں کے بارے میں ہوتا تھا۔ امور دین کے بارے میں نہیں جس سے نبوت میں نقص لازم آئے) یہاں تک کہ ایک دن ایسا آیا کہ آپؐ نے دعا کی پھر دعا مانگی پھر فرمایا اے عائشہؓ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علاج بتلا دیا ہے جس میں میری شفا ہے کہ میرے پاس دو آدمی آئے ایک تو میرے سرہانے بیٹھ گیا۔ اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس آدمی کی بیماری کیا ہے۔ اس نے کہا آپؐ پر جادو کیا گیا ہے پوچھا کس نے جادو کیا ہے۔ بتلایا لبید بن الاعصم نے کیا ہے۔ کہا کس چیز میں جادو کیا ہے۔ کہا کہ ایک کنگھا ہے کتان کی اٹیا ہے کھجور کے خوشے کا غلاف ہے۔ پوچھا وہ کہاں ہے۔ فرمایا کہ ذروان کے کنویں میں ہے۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اس کنویں کی طرف تشریف لے گئے پھر واپس آئے تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اس کنویں کے اردگرد کھجوروں کا جھنڈ ایسا رؤس الشیاطین یعنی سانپوں کے سر ہوتے ہیں۔ یا یہ کہ ان کی شکلیں قبیح ہیں دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ جس پر میں نے کہا کہ کیا آپؐ نے اس کو نکلوا لیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی۔ مزید کارروائی کرنے سے مجھے خطرہ تھا کہ کہیں یہ شر و فتنہ نہ برپا کر دے۔ پھر اس کنویں کو بند کر دیا گیا۔

حدیث (۳۰۳۵) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَعْقِدُ الشَّیْطٰنُ عَلٰى قَافِیَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ یَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا عَلَیْكَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَیْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ كُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کے سر کی گدی میں تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ کی جگہ پر پڑھتا ہے کہ رات ابھی دراز ہے سوئے رہو پس اگر کوئی بیدار ہو گیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر وضو کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز بھی پڑھ لی تو سب کی سب گرہیں کھل جاتی ہیں۔ تو خوشی خوشا پاک دل ہو کر صبح کرتا ہے۔ ورنہ گندہ دل اور سست الوجود ہو کر صبح کرتا ہے۔

حدیث (۳۰۳۶) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَرَ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا فَرُزِقَا وَلَدًا لَمْ یَضُرَّهُ الشَّیْطٰنُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے ہمبستر ہوتا ہے اور بسم اللہ پڑھ کے یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھنا اور جو بچی بچہ تو ہمیں عطا فرمائے اس کو شیطان سے دور رکھنا۔ اگر انہیں یہاں بچہ پیدا ہوا تو شیطان اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حدیث (۳۰۳۷) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَیْلَهٗ حَتّٰى اَصْبَحَ قَالَ ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّیْطٰنُ فِیْ اُذُنَیْهِ اَوْقَالَ فِیْ اُذُنِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا جو ساری رات سویا رہتا ہے۔ حتی کہ صبح کر دیتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ وہ آدمی ہے جس کے دونوں کانوں میں۔ یا فرمایا کہ اس کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے۔

حدیث (۳۰۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِیْبَ وَلَا تَحَیَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطٰنٍ اَوِ الشَّیْطٰنِ لَآ اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِكَ قَالَ هِشَامٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو اس وقت تک نماز کو چھوڑ دو جب تک سورج خوب ظاہر نہ ہو جائے۔ اور اس طرح جب سورج کا کنارہ ڈوب جائے تو بھی اس وقت تک نماز چھوڑ دو جب تک کہ

سورج غروب نہ ہو جائے اور اپنی نماز کے اوقات طلوع اور غروب شمس کے وقت مقرر نہ کرو۔ کیونکہ وہ سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان نکلتا ہے۔ شیطان بلا الف لام اور مع الف لام کہا مجھے نہیں معلوم ہشام نے کون سا لفظ کہا۔

حدیث (۳۰۳۹) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٌ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٌ قَالَ قَالَ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ بَیْنَ یَدَیْ اَحَدِکُمْ شَیْءٌ وَھُوَ یُصَلِّیْ فَلْیَمْنَعْہُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیَمْنَعْہُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْہُ فَاِنَّمَا ھُوَ شَیْطٰنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابی سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی چیز اس کے آگے سے گذرے تو اسے روکے اگر انکار کرے تو دوبارہ روکے اگر پھر بھی انکار کرے تو اب اس کے ساتھ لڑ پڑے کیونکہ بلاشبہ وہ شیطان ہے

حدیث (۳۰۴۰) حَدَّثَنَا قَالَ عُثْمَانُ ابْنُ الْھَیْثَمِ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃٌ قَالَ وَکَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَکَاۃِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ یَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُہٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ فَقَالَ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَاقْرَأْ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ لَنْ یَّزَالَ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ وَّلَا یَقْرَبُکَ شَیْطٰنٌ حَتّٰی تُصْبِحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَکَ وَھُوَ کَذُوْبٌ ذَاکَ شَیْطٰنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانہ کے غلہ کی حفاظت کے لئے مجھے نگہبان مقرر فرمایا تو رات کو ایک آنے والا آیا اور اس نے غلہ سے جھولی بھرنی شروع کی۔ تو میں نے اسے پکڑ لیا اور میں نے کہا کہ میں تیرا معاملہ ضرور بالضرور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اٹھاؤں گا۔ پھر پوری حدیث ذکر کی۔ جس کے آخر میں اس نے بتلایا کہ جب رات کو بستر پر لیٹنے کا ارادہ کرو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر نگران رہے گا۔ اور شیطان تمہارے قریب نہیں آئیگا یہاں تک کہ تم صبح کے وقت میں داخل ہو گے جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تھا وہ بہت جھوٹا لیکن تجھ سے سچ کہہ گیا ہے وہ شیطان ہے۔

حدیث (۳۰۴۱) حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ الخ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الشَّیْطٰنُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا مَنْ خَلَقَ کَذَا حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّکَ فَاِذَا بَلَغَہٗ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰہِ وَلْیَنْتَہِ۔

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے ایک کے پاس شیطان آکر کہتا ہے کہ فلاں کو کس نے پیدا کیا فلاں کو کس نے پیدا کیا۔ جب یہاں تک پہنچ جائے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے اور رک جائے۔

حدیث (۳۰۴۲) حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَاھُرَیْرَۃٌ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیٰطِیْنُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے رحمت کے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیطان کو بیڑیاں اور زنجیریں لگادی جاتی ہیں۔

حدیث (۳۰۴۳) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ حَدَّثَنَا اُبَیُّ ابْنُ کَعْبٌ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مُوْسٰى قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآئَنَا قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِیْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابی بن کعبؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے نوجوان ساتھی سے فرمایا کہ صبح کا کھانا لے آؤ تو اس نے کہا دیکھئے جب ہم نے پتھر کے پاس قیام کیا تو میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اور یہ مجھے شیطان نے بھلوا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تک تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی جب تک کہ اس مکان سے آگے نہ نکل گئے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔

حدیث(۳۰۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ اِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے خبردار! فتنہ وفساد یہاں سے برپا ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔

حدیث(۳۰۴۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ الخ عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ اَوْ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ تَنْتَشِرُوْنَ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَآءِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَطْفِیْٔ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَوْكِ سِقَآءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرْ اِنَائَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا.

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب رات کا آنا ہو جائے یا فرمایا کہ رات کا آنا ہو تو اپنے بچوں کو باہر نکلنے سے روک لو کیونکہ شیاطین اس وقت روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ پس جب عشاء کی ایک گھڑی چلی جائے تو پھر ان کو چھوڑ دو۔ اللہ کا نام لے کر اپنا دروازہ بند کر لو۔ اور اللہ کا نام لے کر اپنا چراغ بجھا لو اور اللہ کا نام لے کر اپنے پانی کے مشکیزے کا تسمہ سے منہ بند کر لو۔ اور اللہ کا نام لے کر اپنے برتن کو ڈھانک لو۔ اگر چہ عرض میں کوئی چیز رکھ کر ہو۔

حدیث (۳۰۴۶) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ الخ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَاَتَيْتُهٗ اَزُوْرُهٗ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهٗ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِیَ لِيَقْلِبَنِیْ وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِیْ دَارِ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا رَاَيَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا اِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَیٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَاِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِكُمَا سُوْٓءً اَوْقَالَ شَيْئًا.

ترجمہ۔ حضرت صفیہ بنت حیی فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ میں اعتکاف کی حالت میں تھے۔ میں رات کے وقت آپؐ سے ملنے آئی۔ فارغ ہو کر میں واپس جانے کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ بھی مجھے واپس کرنے کے لئے میرے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ان کی رہائش حضرت اسامہ بن زیدؓ کے مکان میں تھی تو انصار کے دو آدمیوں کا وہاں سے گزر ہوا جب انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھ لیا تو جلدی چلنے لگے تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جگہ ٹھہر جاؤ یہ میری بیوی صفیہ بنت حییؓ ہے۔ وہ کہنے لگے۔ سبحان اللہ یا رسول اللہ! بھلا آپؐ کے متعلق بھی کوئی بدگمانی ہو سکتی ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا شیطان انسان کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے۔ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہیں تمہارے دل میں کوئی برا خیال یا کوئی چیز نہ ڈال دے۔

حدیث (۳۰۴۷) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ فَاَحَدُهُمَا اِحْمَرَّ وَجْهُهٗ وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ فَقَالُوْا لَهٗ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَقَالَ وَهَلْ بِيْ جُنُوْنٌ.

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صردؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا کہ دو آدمی آپس میں ایک دوسرے کو گالی دینے لگے۔ پس ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک کلمہ معلوم ہے اگر وہ اس کو کہہ لے تو جو غصہ موجود ہے وہ چلا جائے گا اگر وہ کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگتا ہوں تو اس کا غصہ چلا جائے گا۔ پس لوگوں نے اس سے جا کر کہا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اللہ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگو۔ تو کہنے لگا کیا مجھے جنون ہے میں کوئی پاگل ہوں۔

حدیث (۳۰۴۸) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَآ اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِيْ فَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرُّهُ الشَّيْطٰنُ وَلَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی سے ہمبستر ہو اور یہ دعا مانگے اے اللہ! مجھے شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اس کی اولاد سے دور رکھ جو تو مجھے عطا فرمائے۔ پس اگر ان کے یہاں بچہ ہوا تو نہ تو شیطان اسے نقصان پہنچائے گا اور نہ ہی شیطان کا اس پر غلبہ ہوگا۔

حدیث (۳۰۴۹) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى صَلٰوةً فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ عَرَضَ لِيْ فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ فَذَكَرَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ایک نماز ادا کرنی شروع کی تو فرماتے ہیں کہ شیطان پیش آ گیا جس نے مجھ پر ایسا حملہ کیا کہ میری نماز توڑ دیتا۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پر قدرت عطا فرمائی۔ پس بقیہ حدیث کو ذکر فرمایا۔

حدیث (۳۰۵۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطٰنُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ فَاِذَا قُضِيَ اَقْبَلَ فَاِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ فَاِذَا قُضِيَ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْاِنْسَانِ وَقَلْبِهٖ فَيَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى لَا يَدْرِيْ اَثَلٰثًا صَلّٰى اَمْ اَرْبَعًا فَاِذَا لَمْ يَدْرِ ثَلٰثًا صَلّٰى اَوْ اَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کیلئے اذان شروع ہوتی ہے تو شیطان پاد مارتا ہوا پیٹھ دے کر بھاگتا ہے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو واپس آتا ہے۔ پھر جب تکبیر نماز شروع ہوتی ہے تو پیٹھ دے کر بھاگتا ہے جب وہ بھی ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آتا ہے۔ انسان اور اس کے دل کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے۔ کہتا ہے فلاں کام فلاں کام یاد کرو۔ یہاں تک کہ انسان نہیں جانتا کہ اس نے تین رکعت ادا کی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں۔ تو جب کسی کو یہ علم نہ ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں۔ تو وہ دو سجدے سہو کے ادا کرے۔

حدیث(۳۰۵۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ یَطْعَنُ الشَّیْطٰنُ فِیْ جَنْبَیْهِ بِاِصْبَعِهٖ حِیْنَ یُوْلَدُ غَیْرَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذَهَبَ یَطْعَنُ فَطَعَنَ فِی الْحِجَابِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدم کے بیٹے کے پہلو میں شیطان اپنی انگلی سے چونکا مارتا ہے۔ جب وہ پیدا ہوتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے کہ ان کو چونکا مارنے لگا۔ تو اس کا چونکا اس پردہ میں لگ گیا جس میں وہ لپٹے ہوئے تھے۔

حدیث(۳۰۵۲) حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ قَالُوْا اَبُو الدَّرْدَآءِ قَالَ اَفِیْکُمُ الَّذِیْ اَجَارَهُ اللّٰہُ مِنَ الشَّیْطٰنِ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں شام کے ملک میں آیا تو لوگوں نے کہا۔ یہاں حضرت ابو الدرداؓ صحابیؓ ہیں ہم ان سے ملنے چلے گئے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ تم میں وہ شخص موجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان سے پناہ دی ہو۔ یا شیطان کو روکا ہو۔ وہ حضرت عمار بن یاسرؓ تھے۔

حدیث(۳۰۵۳) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ مُغِیْرَةَؓ وَقَالَ الَّذِیْ اَجَارَهُ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ عَمَّارًا قَالَ وَقَالَ اللَّیْثُ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلٰٓئِکَةُ تَتَحَدَّثُ فِی الْعَنَانِ وَالْعَنَانُ الْغَمَامُ بِالْاَمْرِ یَکُوْنُ فِی الْاَرْضِ فَتَسْمَعُ الشَّیٰطِیْنُ الْکَلِمَةَ فَتَقُرُّهَا فِیْ اُذُنِ الْکَاهِنِ کَمَا تُقَرُّ الْقَارُوْرَةُ فَیَزِیْدُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ کَذِبَةٍ.

ترجمہ۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان پر شیطان کے شر سے محفوظ رکھا اس سے مراد حضرت عمار بن یاسرؓ ہیں اور لیث نے اپنی سند سے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ فرشتے اس معاملہ کے متعلق بادل میں باتیں کرتے ہیں جو زمین میں واقع ہونے والا ہوتا ہے۔ عنان کے معنی غمام یعنی بادل فرشتے بادلوں میں باتیں کرتے ہیں۔ پس شیطان اس کلمۂ حق کو سن لیتے ہیں۔ پھر وہ نجومیوں کے کانوں میں اس طرح لگا دیتے ہیں جیسے شیشی میں کوئی چیز رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا جاتا ہے۔ پھر وہ نجومی اس کے ساتھ ۱۰۰ سو جھوٹ اور بڑھا دیتے ہیں

حدیث(۳۰۵۴) حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِیٍّ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّیْطٰنِ فَاِذَا تَثَآءَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَالَ هَا ضَحِکَ الشَّیْطَانُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے پس تم میں سے کسی ایک کو جمائی آئے تو جس قدر ممکن ہو اسے روکے۔ کیونکہ جب کوئی جمائی لیتے وقت ھا کہتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔

حدیث (۳۰۵۵) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَاحَ اِبْلِيْسُ اَىْ عِبَادَ اللهِ اُخْرٰكُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلٰهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَاُخْرٰهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْهِ الْيَمَانِ فَقَالَ اَىْ عِبَادَ اللهِ اَبِيْ اَبِيْ فَوَ اللهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰى قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا زَالَتْ فِيْ حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللهِ عَزَّوَجَلَّ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب احد کی لڑائی واقع ہوئی تو مشرکین شکست کھا گئے۔ تو ابلیس نے چیخ کر کہا کہ اواللہ کے بندو! پچھلے لوگوں سے لڑو۔ تو کفار کا پہلا بھاگتا ہوا گروہ واپس ہوا۔ تو پہلے اور دوسرے گروہ نے مل کر لڑائی شروع کی۔ حضرت حذیفہؓ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے باپ یمان کو مسلمانوں نے پکڑا ہوا ہے یہ کہتے رہے کہ اللہ کے بندو! یہ میرا باپ ہے میرا باپ ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! مسلمان نہ رکے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ حضرت حذیفہؓ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ یہ تم نے کیا کیا۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ کو آخری دم تک یہ حزن وملال باقی رہا۔ یہ ان کے لئے بہتری تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے لاحق ہوئے۔

حدیث (۳۰۵۶) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ الخ قَالَتْ عَائِشَةُ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُ الشَّيْطٰنُ مِنْ صَلٰوةِ اَحَدِكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو نماز میں ادھر ادھر تانک جھانک کرتا ہے۔ فرمایا یہ کامل نماز سے اچک لینا ہے۔ کہ تم میں سے کسی کی نماز کو نقصان پہنچانے کے لئے شیطان جھپٹ کر اٹھا لیتا ہے۔

حدیث (۳۰۵۷) حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ الخ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَآ اَحْلَمَ اَحَدُكُمْ حُلُمًا يَخَافُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ.

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک اور سچے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے۔ جب تم میں سے کوئی شخص خواب دیکھے جس سے اسے ڈر لگے تو وہ بائیں طرف تھوک دے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے شر سے پناہ پکڑے تو وہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔

حدیث (۳۰۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطٰنِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ کلمات لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير سو ۱۰۰ مرتبہ پڑھتا ہے تو اسے دس گردنیں آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے لئے سو ۱۰۰ نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو ۱۰۰ برائیاں مٹادی جائیں گی۔ اور اس دن سارے کے لئے یہ کلمات شیطان۔ سے حفاظت کا سامان ہو جائیں

گے۔ یہاں تک کہ شام کے وقت میں داخل ہو جائے۔ اور کوئی شخص اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں لاسکتا۔ مگر ہاں جو شخص اس سے زیادہ عمل کرلے۔

حدیث(۳۰۵۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ اَنَّ اَبَاهُ سَعْدُ ابْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ اسْتَاْذَنَ عُمَرُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ نِسَآءٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهٗ وَيَسْتَكْثِرْنَهٗ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ يَبْتَدِرْنَ الْحِجَابَ فَاَذِنَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ الّٰتِیْ كُنَّ عِنْدِیْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتَ اَحَقَّ اَنْ يَّهَبْنَ ثُمَّ قَالَ اَیْ عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِیْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطٰنُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ.

ترجمہ۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی جب کہ آپؐ کے پاس قریش کی عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں اور اس کثرت سے پوچھ پاچھ کر رہی تھیں کہ ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ پس جب حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی تو سب اٹھ کر پردہ میں چلی گئیں۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی تو وہ داخل ہوئے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اے اللہ کے رسول! آپ کو ہمیشہ ہنسائے اور خوش رکھے۔ فرمایا مجھے ان عورتوں کی طرف سے تعجب ہوا جو میرے پاس بیٹھی تھیں۔ جب تیری آواز سنی تو جلدی سے پردہ کرلیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! آپؐ اس کے زیادہ حقدار تھے کہ وہ عورتیں آپؐ سے ڈرتیں۔ پھر کہنے لگے کہ اوا پنی اپنی ذات کی دشمنو! کیا تم میرے سے ڈرتی ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہیں ڈر نہیں لگتا۔ انہوں نے کہا ہاں! آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تند خو اور سخت مزاج ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب کبھی بھی شیطان راستہ چلتا ہوا کہیں تمہیں مل جائے تو آپ کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ چلنے لگتا ہے۔

حدیث(۳۰۶۰) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اُرَاهُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَّنَامِهٖ فَتَوَضَّا فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلٰثًا فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَبِيْتُ عَلٰی خَيْشُوْمِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو کر وضو کرے تو تین مرتبہ ناک کو ضرور جھڑک کر صاف کرے۔ کیونکہ شیطان انسان کے نتھنے پر رات بسر کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس عجمی نام ہے اکثر یہی ہے۔ بعض حضرات اسے عربی لفظ ابلس بمعنی یئس سے مشتق قرار دیتے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس کا نام فرشتوں میں عزازیل تھا۔ بعد ازاں ابلیس بنا۔ قرآنی آیات اور احادیث اسکے حالات پر دلالت کرتی ہیں۔ مسلم کی روایت حضرت جابرؓ سے ہے کہ وہ سمندر کے پانی پر اپنا تخت بچھا دیتا ہے پھر اپنے لشکر کو بھیج کر لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کرتا ہے۔ اور شام کو ان سے رپورٹ لیتا ہے۔ اسکے نزدیک معظم وہی ہوتا ہے جس کا فتنہ بڑا ہو۔ جو خاوند بیوی میں تفرقہ ڈال دے وہ اسے اپنے مقرب بناتا

ہے۔علامہ عینیؒ نے نقل کیا ہے کہ ابلیس کی اولاد بہت ہے۔مقاتل فرماتے ہیں اسکی ایک ہزار اولاد ہوئی جو خود نکاح کرتے ہیں روزانہ بچے جنتے ہیں اور انڈے بھی دیتے ہیں۔صاحب جملؒ نے سورۂ کہف میں ذریت ابلیس پر بسط سے کلام کیا ہے۔امام بخاریؒ نے سورۂ زخرف کی آیت میں جو قرین کا لفظ آیا ہے اس سے شیطان مراد لیا ہے۔میرے نزدیک اس جگہ قرین بمعنی شیطان نہیں بلکہ مصاحب اور ساتھی کے معنی میں ہے۔البتہ میرے نزدیک اس سے اشارہ سورۂ و الصافات اور ق میں جو لفظ قرین ہے وہاں بمعنی شیطان کے ہے۔اس کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔

نخلها کانها ای نخل تلک البستان و الحدیقه یعنی اس باغ کی کھجوریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بخاری شریف میں باب السحرفی کتاب الطب میں آرہا ہے کان رؤس نخلها رؤس الشیاطین گویا رؤس النخل کو رؤس الشیاطین سے تشبیہ دی جارہی ہے۔ممکن ہے قباحت میں تشبیہ ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ شیاطین سے سانپ مراد ہوں۔ چنانچہ بعض عرب بعض سانپوں کو شیطان کہتے ہیں۔تو علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں رؤس الشیاطین محل ترجمہ ہے کہ ان کے سر قبیح المنظر تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ استخرجعه ای اظهرت امره للناس یعنی آپؐ نے اس جادو کا معاملہ لوگوں کے سامنے کیوں ظاہر نہیں فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطب گنگوہیؒ نے روایات استخراج و عدم استخراج میں تطبیق بیان کرنے کے لئے اشارہ فرمایا ہے کہ عدم استخراج عدم اظهار للناس پر محمول ہے اور جن روایات سے اخراج ثابت ہوتا ہے اس سے مراد ان اشیاء کا نکالنا مراد ہے جس سے جادو کیا گیا تھا۔کنگھے کے بال۔کھجور کی سیپ وغیرہ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ثم دفنت البئر آلات سحر کے نکالنے کے بعد کنویں کو بھر دیا گیا ورنہ کنواں غیر کی ملکیت تھا آپؐ اس میں دفن کے ذریعہ کیسے تصرف کر سکتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولوی محمد حسن مکی کی تقریر میں ہے۔لوگوں کے سامنے اظہار اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ یہودی کو لوگ ملامت کرتے۔ وہ لوگوں کے سامنے ذلیل ہوتا اور لوگ بھی اس کے شر سے محفوظ ہوتے۔باقی کنویں کے دفن کرنے کے مسئلہ میں حضرت گنگوہیؒ نے قواعد فقیہہ کا لحاظ کیا ہے۔ورنہ خود روایات بخاری میں تصریح موجود ہے۔فامر بها فدفنت کہ حضورؐ کے حکم پر اس کنویں کو بند کر دیا گیا۔اور ابن سعد کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ سحر محرم ۷ھ کا ہے۔جب کہ آپؐ حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو یہود لبید بن الاعصم کے پاس آئے اور اسے تین دینار پر سحر کرنے پر آمادہ کر لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ حاره الله من الشیطان یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضرت عمار بن یاسرؓ پر شیطان مسلط نہیں ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس میں ویح عمار یدعوهم الی الجنت ویدعونه الی النار کہ افسوس ہے حضرت عمارؓ انہیں جنت کی طرف بلائیں گے۔اور وہ انہیں جہنم کی طرف دعوت دیں گے۔یا حضرت عائشہؓ کی روایت کی طرف اشارہ ہے ما خیر عمار بین امرین الا اختار ارشدهما (رواہ الترمذی) کہ حضرت عمارؓ کو جب دو کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جائے تو جو ان میں سے ٹھیک ہوتا ہے اسی کو وہ اختیار کرتے ہیں۔گویا کہ وہ شیطانی امر سے محفوظ رہتے ہیں۔لوگوں نے اور بھی احتمال ذکر کئے ہیں۔لیکن میرے نزدیک صحیح یہی ہے کہ حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے کہ حضرت عمارؓ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ شیطان ان پر مسلط نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فی اذان الکهان جیسے ایک شیشی کا منہ دوسری شیشی کے منہ پر رکھ کر ایک کی چیز دوسری میں داخل کی جاتی ہے یہی شکل رهینة شیطان. جن۔اور نجومی کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ وجہ شبہ میں علماء کا اختلاف ہے۔قطب گنگوہیؒ نے جو وجہ شبہ بیان فرمائی ہے یہی علامہ خطابیؒ کا قول ہے۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ راس القارورہ کو راس الوعاء سے تشبیہ دی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اخرا کم شیطان کی طرف سے یہ فریب تھا۔تا کہ پہلا اور آخری گروہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں اور مسلمانوں کو کچل دیں۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان کا مقصد اس سے یہ تھا کہ مسلمان آپس میں لڑیں۔چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب دونوں لشکر خلط ملط ہو گئے تو مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔حضرت حذیفہؓ کے باپ یمان اسی اشتباہ میں شہید ہو گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ انت افظ و اغلظ چونکہ تندخوئی اور سخت مزاجی سے مذمت کا پہلو نکلتا تھا جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع فرمایا کہ جو نظاظة اور غلظت دین کے اندر ہو وہ محمود ہے۔اور صلحاء کرام کی عادتوں میں سے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ افظ اور اغلظ اسم تفضیل کے صیغے ہیں۔جو نفس فعل میں شراکت کو تقاضا کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک الخ تو اس تعارض کا جواب دیتے ہوئے حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس فظاظة اور غلظ کی نفی ہے جو صفت الازمہ کے طور پر ہو۔انکار منکر کے وقت یہ صفت محمود بن جاتی ہے اس حدیث سے حضرت عمرؓ کی فضیلت عظیمہ ثابت ہوتی ہے کہ شیطان ان کے ساتھ چل نہیں سکتا۔باقی اس سے وسوسہ کی ممانعت معلوم نہیں ہوتی۔حضرت حفصہؓ کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ان الشیطان لایلقی عمر منذ اسلم الاخر لوجهه کہ جب سے حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے ہیں شیطان جب بھی آپ سے ملاقی ہوتا ہے تو وہ منہ کے بل گر پڑتا ہے۔تو اس سے حضرت عمرؓ کی صلابت دینی ثابت ہوتی ہے علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے کہ شیطان جب بھی حضرت عمرؓ کو دیکھتا ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس فضیلت عظیمہ سے حضرت عمرؓ کا معصوم ہونا لازم نہیں آتا۔کیونکہ حدیث سے صرف فرار شیطان کا ثبوت ملتا ہے۔وسوسہ ممنوع نہیں ہے۔یہاں مولانا حسین علیؒ پنجابی کی تقریر میں ہے کہ رافضی اہل السنت پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو اس حدیث سے حضرت عمرؓ کی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت لازم آ گئی۔حالانکہ حضرت عمار بن یاسرؓ کی فضیلت سے جب ان کی عصمت ثابت نہیں ہوتی جو خاصۂ انبیاء ہے تو حضرت عمرؓ کی عصمت بھی لازم نہیں آئے گی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ملائکہ خیر محض تھے ان کے ذکر کے بعد محض شیاطین کا ذکر مناسب تھا۔تا کہ معلوم ہو جائے کہ خیر اور شر دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ یخیل الیہ یہ کرنے نہ کرنے کا خیال محض امور نساء کے بارے میں تھا۔سحر وغیرہ سے امور نبوت میں کوئی کونقص پیدا نہیں ہوتا۔ مشط کنگھا۔مشاقة بعض نے کتان کے تاگے کو کہا ہے۔اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے وہ بال مراد ہیں جو کنگھا کرنے کے بعد ٹوٹ کر نکل آتے ہیں۔ جف طلعه کھجور کے خوشہ کی سیپ جس سے خوشہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ ہر د زدان یازی اردان یہ بنو زریق کے باغ میں واقع تھا۔

هل بی جنون وہ یہ سمجھا کہ استعاذہ صرف مجانین اور پاگلوں کے لئے مختص ہے۔اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ غصہ وغضب شیطان کے اثرات میں سے ہے۔اور بعض فرماتے ہیں کہ وہ شخص منافقین میں سے تھا۔یا اکھڑ دیہاتی تھا۔

لم یضره الشیطان مقصد یہ ہے کہ بالکلیہ اس پر شیطان مسلط نہیں ہوگا کہ کوئی نیک عمل ہی اسے نہ کرنے دے جمیع ضرر وسوسہ اور ہرانگیختی مراد نہیں ہے۔ نساء من قریش سے مراد ازواج مطہرات ہیں جو زیادتی نفقہ کا مطالبہ کر رہی تھیں۔

بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِىْ الاية بَخْسًا فَلَا يَخَافُ بَخْسًا میں ہے جس کے معنی نقص کے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ قَالَ اللّٰهُ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ سَتُحْضَرُ لِلْحِسَابِ جُنْدٌ مُحْضَرُوْنَ عِنْدَ الْحِسَابِ

حدیث (۳۰۶۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهٗ اِنِّىْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِىْ غَنَمِكَ وَبَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ بِالصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَآءِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْئٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اِلٰى قَوْلِهِ فِىْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ مَصْرِفًا مَعْدِلًا صَرَفْنَا اَىْ وَجَّهْنَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت عبداللہ انصاریؓ سے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بکریوں اور دیہات کو پسند کرتے ہیں پس جب آپ اپنی بکریوں اور دیہات کے اندر ہوں اور نماز کے لئے اذان کہیں تو اذان کے لئے آواز کو خوب بلند کریں۔ کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہا کو جو جن۔ انسان یا کوئی دوسری چیز سنے گی تو وہ اس کے لئے قیامت کے دن گواہی دیگی ابوسعید فرماتے ہیں کہ یہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اس حدیث سے جن کا وجود ثابت ہوا یہی باب کی غرض ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ باب سابق سے وہم ہوتا تھا کہ شیطان ایک جن ہے۔ جس سے شر کے سوا کسی نیکی کی امید نہیں کی جاسکتی تو اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع کر دیا کہ جن بھی انسان کی طرح مکلف ہیں۔ فرمانبردار کو ثواب اور گناہگار کو عذاب ہوگا۔ شیطان اگرچہ جنس جنات میں سے ہے لیکن وہ اپنی شیطنت اور نافرمانی کی وجہ سے مرجوم ہوا۔ نہ کہ جن ہونے کی وجہ سے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ اس ترجمہ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جن کی قوم موجود ہے۔ اور وہ مکلف ہونے کی وجہ سے جزاوسزا کے مستحق ہوں گے۔ فلاسفہ زنادقہ اور قدریہ ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیث متواترہ سے ان کا وجود ثابت ہے۔ اور عقل کے نزدیک ان کے اثبات میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ چنانچہ عبدالجبار معتزلی کہتا ہے کہ ان کا اثبات سمع سے ہے عقل سے نہیں ہے حشویہ کے سوا باقی سب اہل نظر ان کو مکلف مانتے ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ انبیاء جن وانس سب کی طرف مبعوث ہیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان میں سے بھی کوئی نبی آیا یا نہیں۔ پھر جب وہ مکلف ہیں تو طاعت پر ان کو ثواب ملے گا۔ اور معاصی پر عذاب ہوگا۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ انسانوں کے مدخل میں داخل ہوں گے یا نہیں۔ اس میں چار قول ہیں۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ داخل ہوں گے۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ وہ ربض الجنة میں ہوں گے تیسرا قول ہے کہ وہ اعراف میں ہوں گے۔ چوتھا قول توقف کا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ ان کا کوئی ثواب نہیں۔ سوائے اسکے کہ ان کو جہنم سے نجات ملے گی پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ جس پر کافر کہے گا یقول الکافر یالیتنی کنت ترابا کہ کاش میں بھی مٹی ہو جاتا جیسے بہائم اور جن مٹی ہو گئے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ

کا افادہ مسلک جمہور پر مبنی ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا استدلال سورۃ احقاف کی اس آیت سے ہے یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم کہ تمہیں دردناک عذاب سے نجات حاصل ہوگی۔

وان کان منھم جیسا کہ سورۃ کہف کی نص سے ثابت ہے کہ فسجدوا الا ابلیس کان من الجن کہ ابلیس نے سجدہ نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا۔ صاحب جمل نے اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کا مسلک یہ ہے کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا ورنہ اسجدوا کا امر سے کیسے شامل ہوگا۔ اور پھر استثناء بھی صحیح نہیں ہوگا۔ باقی کان من الجن کا مقصد یہ ہے کہ وہ فعلاً جن میں سے تھا۔ نوعاً ملائکہ میں سے تھا یا ملائکہ کو جن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مخفی ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اکثر مفسرین کا قول استثناء متصل اصل پر ہے اور شیخان اسے منقطع قرار دیتے ہیں جس میں تاویل کی ضرورت نہیں لیکن خلاف اصل ضرور ہے۔ ترجمہ میں امام بخاریؒ نے ایک آیت یامعشر الجن الخ کہ اے جن اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو میری آیات تم پر بیان کرتے تھے۔ اور مجاہد کی تفسیر میں ہے جعلوا بینہ وبین الجنۃ نسبا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان نسب ثابت کیا ہے۔ چنانچہ کفار قریش کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جن سرداروں کی بیٹیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جنوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ حساب کے وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ امام بخاریؒ کا استدلال الم یاتکم رسل (الایۃ) سے ہے۔ عقاب پر تو ینذرونکم کا ارشاد دال ہے اور ثواب پر لکل درجات مما عملوا کہ ہر ایک کیلئے اعمال کی وجہ سے مختلف درجات ہوں گے۔

بَابُ قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اِلٰى قَوْلِهٖ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ

مصرفا ای معدلا پھرنے کی جگہ صرفنا وجھنا ہم نے ان کو پھیر دیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

ترجمہ۔ کہ ہم نے زمین میں ہر قسم کے چلنے پھرنے والے جانور پھیلا دیئے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الثُّعْبَانُ الْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا يُقَالُ الْحَيَّاتُ اَجْنَاسٌ الْجَانُّ وَالْاَفَاعِيُّ وَالْاَسَاوِدُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ثعبان نرسانپ کو کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سانپوں کی کئی قسمیں ہیں۔ جان۔ افاعی۔ اساود۔ افاعی افعی کی جمع ہے اژدہا کو کہتے ہیں جو مؤنث ہے۔ نر کو افعوان کہتے ہیں۔ ابو یحییٰ فرماتے ہیں کہ سانپ ایک ہزار سال تک رہتا ہے۔ اور اساود اسود کی جمع کالے سانپ کو کہتے ہیں جو اخبث الحیات ہے۔

اخذ بناصیتھا ناصیۃ بول کر اس سے ملک اور غلبہ مراد لیا جاتا ہے۔ صافات یعنی اپنے پروں کو پھیلانے والے ہیں۔ یقبضن یعنی اپنے پروں کو سمیٹ لیتے ہیں۔

حديث (۳۰۶۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوْا ذَاالطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَيْنَا اَنَا اُطَارِدُ حَيَّةً لِاَقْتُلَهَا فَنَادَانِيْ اَبُوْلُبَابَةَ لَا تَقْتُلْهَا فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ قَالَ اِنَّهٗ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ

وَهِيَ الْعَوَامِرُ وَقَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ فَرَاٰنِيْ اَبُوْ لُبَابَةَ اَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ الخ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ فرماتے تھے کہ سانپوں کو مارڈالو۔ بالخصوص ذوالطفیتین کوجس کی پیٹھ پر دوسفید لکیریں ہوتی ہیں۔ اور ابتر کوجس کی دُم چھوٹی ہوتی ہے۔ جو بینائی کوزائل کردیتے ہیں اور حمل گرادیتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ میں ایک سانپ کو بھگا رہا تھا تاکہ میں اسے مارڈالوں پس مجھے ابولبابہؓ نے پکار کر فرمایا کہ اسے قتل نہ کرو۔ میں نے کہا کہ آپ کیسے فرما رہے ہیں۔ جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپوں کے مارڈالنے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا بعدازاں آپؐ نے گھریلو سانپوں کو مارڈالنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ سانپ کافی عرصہ سے ان کے گھروں میں رہ رہے ہیں۔ اور عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ ابولبابہؓ نے مجھے دیکھا یا زید بن خطاب نے دیکھا اور صالح کی روایت میں بغیر شک کے رائی ابولبابہؓ وزید بن خطاب وارد ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ باب قوله الله عزوجل وبث فيها الخ جب کہ عادت ہمیشہ سے یہ چلی آرہی ہے کہ حقیر چیزوں کو عظیم ذات کی طرف منسوب نہیں کرتے چنانچہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو محض عقل اوّل کو پیدا کیا باقی جو کچھ اس عالم کون وفساد میں ہے وہ سب عاقل عاشر کی پیداوار ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر فلاسفہ کا رد کیا ہے کہ عالم کا ہر ہر ذرہ اور زمین پر چلنے پھرنے والے سب جانور خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ذلیل ہوں یا شریف سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

الاله الخلق والامر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سب مخلوق اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ اور سب پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ فتبارک الله احسن الخالقين نیز! جس قدر روایات اس باب میں وارد ہوئی ہیں۔ ان سب سے مقصود یہی ہے کہ ان جانوروں کا ذکر آیات قرآنیہ اور احادیث میں موجود ہے۔ البتہ بعض روایات میں جو اس قدر سے زائد فائدہ تھا تو باب باندھ کر اس پر متنبہ فرمایا ہے اور وہ فائد روایت میں پایا جاتا ہے۔ پھر اس کی مناسبت سے روایات نقل کی ہیں جیسے یہاں فرمایا باب خير مال المسلم وباب خمس من الدواب چونکہ یہ دونوں باب کثیر الفوائد تھے۔ اس لئے باب کہہ کر ان پر متنبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ وبث فيها سے حافظؒ نے استدلال کیا ہے کہ ملائکہ اور جنات کی پیدائش سب مخلوقات سے پہلے ہے۔ یا یہ کہ پیدائش آدم سے پہلے ہی باقی سب مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ اور اس مقام پر دابۃ کے لغوی معنی مراد ہیں۔ مايدب على الارض یعنی جو جانور زمین پر چلے پھرے۔ اور مسلم میں ہے کہ تمام دواب کو اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن پیدا فرمایا اور آدم جمعہ کو پیدا ہوئے۔ اس سے بھی سبقت خلق معلوم ہوئی۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں آیات ذکر کر کے جمیع حیوانات کی اقسام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ حیوانات کی تین اقسام ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کا مسکن زمین ہے۔ جیسے حشرات اس کی طرف اشارہ حیات کا ذکر کر کے کیا۔ دوسری قسم وہ ہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ومامن دابة الاهو اخذبناصيتها (الاية) سے کیا ہے۔ اور تیسری قسم وہ ہے جو ہوا میں اڑتا ہے پرند کی طرف اشارہ اولم يروا الى الطير سے کیا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اخذ بناصيتها میں ناصیہ پیشانی کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے قول کے مطابق ناصية فلان في يد فلا ن کہ فلاں کی پیشانی فلاں کے ہاتھ میں ہے۔ جب کہ وہ اس کی طاعت اور فرمانبرداری میں ہو۔ بنابریں جب کسی قیدی کو چھوڑتے تھے تو اس کی پیشانی مونڈ لیتے تھے۔ تاکہ علامت رہے۔

العقل الاول فلاسفہ کے خرافات شرح عقائد نسفیہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ کہ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کلیات کو جانتا ہے جزئیات کو نہیں

جانتا۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے وھو بکل شیئ علیم. وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ شیئ کلی اور جزئی سب کو شامل ہے اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ الواحد لا یصدر منہ الا الواحد اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف عقل اوّل کو پیدا کیا ایک سے زائد پر اس کو قدرت نہیں ہے۔ اس کا ردّ وھو علی کل شیئ قدیر سے کیا۔ اور دہریہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کا علم نہیں ہے۔ اور نظام کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہل اور قبح کی پیدائش پر قادر نہیں ہے۔ اسی قسم کے اور بھی ان کے ہفوات ہیں جن کا حکماء نے ردّ کیا ہے۔ خلق کل شیئ وھو بکل شیئ علیم خالق کل شیئ فاعبدوہ. ھل من خالق غیر اللہ. الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین. امام بخاریؒ نے اس آیت کو آخر کتاب میں ذکر کیا ہے۔ صاحب جمل فرماتے ہیں کہ خلق بمعنی مخلوقات کے ہے۔ اور امر کا معنی تصرف فی الکائنات ہے۔ تو اس سے ان لوگوں کا ردّ کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ شمس وقمر اور ستاروں کا اس عالم کے اندر تصرف ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ کل ماسوی اللہ تعالیٰ یا تو عالم خلق میں سے ہوگا۔ یا عالم امر میں سے ہوگا۔ کیونکہ خلق بمعنی تقدیر کے ہے۔ تو ہر جسم اور اور جسمانی چیز مقدار معین کے ساتھ ہوگی۔ تو یہ عالم خالق ہوا۔ اور جو چیز حجمیہ اور مقدار سے بری ہے وہ عالم ارواح اور عالم امر ہے۔ تو اجرام فلکی اور کواکب عالم خلق میں سے ہوئے۔ ملائکہ وغیرہ عالم امر میں سے ہوئے۔ اور احادیث صحیحہ اس کے مطابق ہیں۔ اور انسان جب غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ عالم خلق اللہ کی تسخیر میں ہے۔ اور عالم امر تدبیر اللہ میں ہے۔ اور روحانیات کا جسمانیات پر غلبہ تقدیر الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے فرمایا الا لہ الخلق والامر الخ اور امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جن اشیاء کا ادراک حواس کرتے ہیں وہ عالم خلق ہے۔ اور جن کا ادراک حواس نہیں کرتے وہ عالم امر ہے۔ مجدد سرہندیؒ فرماتے ہیں کہ تحت العرش جو کچھ ہے وہ عالم خلق ہے۔ اور جو کچھ اس کے اوپر ہے وہ عالم امر ہے۔ اور شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں جن اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ پیدا فرمایا ہے وہ عالم امر ہے۔ اور جن کو بواسطہ اشیاء پیدا فرمایا وہ عالم خلق ہے۔ تو روح عالم امر کی شیئ ہوئی کیونکہ وہ بلا واسطہ مخلوق ہے۔ بخلاف جسم کے کہ وہ اربعہ عناصر سے پیدا شدہ ہے۔ اور امام بخاریؒ نے بھی خلق اور امر کے باہمی فرق کی طرف قال ابن عیینہ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے۔

باب خیر مال المسلم الخ یہ ضابطہ جو قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمایا ہے یہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ کے مطابق ہے۔ بعض شراح کو جب مناسبت معلوم نہ ہو سکی تو کہنے لگے یہ باب خیر مال المسلم یہ ناسخ لکھنے کی غلطی ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ابو ہریرہؓ جس میں غنم کا ذکر ہے اس کی مطابقت تو ترجمہ سے ظاہر ہے۔ باقی احادیث ترجمہ سے مطابقت نہیں رکھتیں قطب گنگوہیؒ کی توجیہ کے مطابق سب روایات ترجمہ سے مناسب ہو جاتی ہیں۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ باب اذا وقع الذباب الخ کو بالکل حذف کر دینا اولیٰ ہے۔ اس طرح باب خمس من الدواب بھی لائق حذف ہیں۔ کیونکہ ان کو ترجمہ سے کوئی مناسبت نہیں۔

بَابُ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ شَعَفَ الْجِبَالِ

ترجمہ۔ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہیں جن کو لے کر پہاڑ کی چوٹیوں پر پھرتا رہے۔

حدیث (۳۰۶۳) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الرَّجُلِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارشی علاقوں میں پھرتا ہوگا۔ جس کی بدولت فتنوں سے اپنے دین کو بچالے گا۔

حدیث (۳۰۶۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِی اَهْلِ الْخَيْلِ وَالْاِبِلِ وَالْفَدَّا دِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِی اَهْلِ الْغَنَمِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ کفر کا سرغنہ مشرق کی طرف ہے۔ فخر اور بڑائی گھوڑے والوں اوراونٹ والوں اور دیہاتیوں میں ہوتی ہے۔ جوانٹوں کی دموں کے پاس آواز لگانے والے ہیں۔ اور سکون وتواضع بکری والوں میں ہوتی ہے۔

حدیث (۳۰۶۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍؓ وَاَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ هٰهُنَا اَلَا اِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِی الْفَدَّا دِيْنَ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطٰنِ فِیْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عمرو ابی مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان ویقین تو یمنی لوگوں کا پختہ ہے۔ خبردار جفا اور دل کی سختی ان لوگوں کے اندر ہوتی ہے جو اونٹوں کی دموں کی جڑوں کے پاس آوازیں لگانے والے ہیں جہاں سے شیطان کی دو جماعتیں یا دو سینگ نکلتے ہیں۔ یعنی قبیلہ ربیعہ اور مضر میں جو مدینہ سے مشرق کی طرف رہتے تھے اور کفر وضلالت میں سخت تھے۔

حدیث (۳۰۶۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَّاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهٗ رَاٰى شَيْطَانًا.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ مرغے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ کیونکہ وہ مرغا فرشتہ کو دیکھتا ہے اور جب گدھے کے ہینگنے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگو۔ کیونکہ گدھے نے شیطان کو دیکھا ہے۔

حدیث (۳۰۶۷) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ اَوْ اَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ نَحْوَ مَا اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ وَلَمْ يَذْكُرْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات کا آنا شروع ہو جائے یا فرمایا جب تم شام کرو تو اپنے بچوں کو روک لو۔ کیونکہ شیاطین اور جنات وحشرات الارض سب اس وقت زمین میں پھیل جاتے ہیں۔ جب رات کی ایک گھڑی گذر جائے تو پھر بچوں کو چھوڑ دو۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دروازوں کو بند کر دو۔ کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا۔ عمرو بن دینار نے بھی ایسے روایت نقل کی ہے لیکن اس میں واذکروا اسم اللہ نہیں ہے۔

حدیث (۳۰۶۸) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ فُقِدَتْ اُمَّةٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ لَا یُدْرٰی مَا فَعَلَتْ وَاِنِّیْ لَآ اُرَاهَا اِلَّا الْفَارُ اِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ الْاِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ وَاِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ الشَّآءِ شَرِبَتْ فَحَدَّثْتُ کَعْبًا فَقَالَ اَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهٗ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِیْ مِرَارًا فَقُلْتُ اَفَاَقْرَاُ التَّوْرٰۃَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت گم ہوگئی نہیں معلوم ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا میرا تو خیال ہے کہ وہ جماعت چوہے ہیں۔ جب ان کے سامنے اونٹنی کا دودھ رکھا جائے تو نہیں پیتے اور جب بکری کا دودھ رکھا جائے تو پینا شروع کر دیتے ہیں میں نے یہ حدیث حضرت کعب احبار کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ تو نے آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ میں نے کہا ہاں! تو یہ سوال انہوں نے مجھ سے کئی بار کیا تو میں نے کہا کہ کیا آپ نے تورات پڑھی ہے۔

حدیث(۳۰۶۹) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزْغِ الْفُوَیْسِقُ وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ وَزَعَمَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکر لا کے متعلق فرمایا کہ یہ بدمعاش جانوروں میں سے ہے۔ لیکن میں نے آپؐ سے یہ نہیں سنا کہ آپؐ نے اس کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہو۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

حدیث (۳۰۷۰) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الخ اَنَّ اُمَّ شَرِیْکٍؓ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ.

ترجمہ۔ حضرت ام شریکؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کر لے کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔

حدیث(۳۰۷۱) حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوْا ذَا الطُّفْیَتَیْنِ فَاِنَّهٗ یَلْتَمِسُ الْبَصَرَ وَیُصِیْبُ الْحَمَلَ تَابَعَهٗ حَمَّادٌ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذو الطفیتین یعنی وہ سانپ جس کی کمر میں دو لکیریں ہوں اسے مار ڈالو کیونکہ وہ بینائی کو تلف کرتا ہے۔ اور حمل کو نقصان پہنچاتا ہے حماد بن سلمہ نے ابو اسامہ کی متابعت کی ہے۔

حدیث (۳۰۷۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْاَبْتَرِ وَقَالَ اِنَّهٗ یُصِیْبُ الْبَصَرَ وَیُذْهِبُ الْحَبَلَ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی دُم والے ابتر سانپ کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا وہ بینائی کو نقصان پہنچاتا ہے اور عورت کے حمل کو ضائع کر دیتا ہے۔

حدیث(۳۰۷۳) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ الخ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ کَانَ یَقْتُلُ الْحَیَّاتِ ثُمَّ نَهٰی قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَدَمَ حَائِطًا لَّهٗ فَوَجَدَ فِیْهِ سَلْخَ حَیَّةٍ فَقَالَ انْظُرُوْا اَیْنَ هُوَ فَنَظَرُوْا فَقَالَ اقْتُلُوْهُ فَکُنْتُ اَقْتُلُهَا لِذٰلِکَ فَلَقِیْتُ اَبَا لُبَابَةَ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ لَا تَقْتُلُوا الْجِنَانَ اِلَّا كُلَّ اَبْتَرِ ذِیْ طُفْیَتَیْنِ فَاِنَّهٗ یُسْقِطُ الْوَلَدَ وَیُذْهِبُ الْبَصَرَ فَاقْتُلُوْهُ.

ترجمہ۔ ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ جناب ابن عمرؓ سانپوں کو مار ڈالتے تھے پھر انہوں نے روک دیا۔ فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیوار گرائی تو اس کے اندر سے سانپ کی چھتری ملی جن میں وہ چھپتا ہے تو فرمایا دیکھو وہ سانپ کہاں گیا۔ صحابہ کرامؓ نے اسے دیکھ لیا تو فرمایا اس کو مار ڈالو پس اس وجہ سے میں انہیں مار ڈالتا تھا لیکن بعد ازاں میری ملاقات حضرت ابولبابہ صحابی سے ہوئی تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان گھروں میں چھپنے والے سانپوں کو قتل نہ کرو۔ البتہ ہر وہ سانپ جو چھوٹی دم والا اور اس کی کمر میں سفید دھاریاں ہوں اس کو مار ڈالو۔ کیونکہ وہ بچہ کو ماں کے پیٹ سے گرا دیتا ہے اور بینائی کو لے جاتا ہے۔ پس اسے مار ڈالو۔

حدیث(۳۰۷۴) حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ كَانَ یَقْتُلُ الْحَیَّاتِ فَحَدَّثَهٗ اَبُوْ لُبَابَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ قَتْلِ جِنَانِ الْبُیُوْتِ فَاَمْسَكَ عَنْهَا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سانپوں کو مار ڈالتے تھے حضرت ابولبابہؓ نے انہیں حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سانپوں کو مار ڈالنے سے منع فرمایا جو گھروں میں چھپنے والے ہیں چنانچہ ابن عمرؓ ان کے قتل کرنے سے رک گئے۔

بَابُ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَآبِّ فَوَاسِقُ یُقْتَلْنَ فِی الْحَرَمِ

ترجمہ۔ پانچ جانور بدمعاش ہیں ان کو حرم پاک میں بھی قتل کیا جائے۔

حدیث(۳۰۷۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ یُقْتَلْنَ فِی الْحَرَمِ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُدَیَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور بدمعاش ہیں۔ جن کو حرم پاک میں بھی قتل کر دیا جائے۔ چوہا۔ بچھو۔ چیل۔ کوا۔ اور باؤلا کتا۔

حدیث(۳۰۷۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ الْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاءَةُ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جن کو اگر کسی شخص نے احرام کی حالت میں مار ڈالا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ ایک بچھو ہے۔ دوسرا چوہا۔ تیسرا باؤلا کتا۔ چوتھا کوا۔ اور پانچویں چیل ہے۔

حدیث(۳۰۷۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ رَفَعَهٗ قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِیَةَ وَاَوْكُوا الْاَسْقِیَةَ وَاَجِیْفُوا الْاَبْوَابَ وَاكْفِتُوْا صِبْیَانَكُمْ عِنْدَ الْعِشَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ اِنْتِشَارًا وَّخَطْفَةً وَاَطْفِئُوا الْمَصَابِیْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَیْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِیْلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَیْتِ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ الخ فَاِنَّ لِلشَّیَاطِیْنِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ اس حدیث کو مرفوع روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو اور مشکیزوں کو تسمہ لگا دو اور دروازے بند کر دو اور اپنے بچوں کو شام کے وقت بالکل روک لو۔ کیونکہ جنات نے اس وقت پھیلنا اور اچک لینا ہوتا ہے۔

اور سوتے وقت چراغ بھی بجھالیا کرو۔ کیونکہ ایک چھوٹی سی شریر چوہیا بسا اوقات چراغ کی بتی کو کھینچ لیتی ہے اور اس سے سارے گھروں کو جلا دیتی ہے ابن جریج کی روایت میں جنات کی بجائے شیاطین کا ذکر ہے۔

حدیث (۳۰۷۸) حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَارٍ فَنَزَلَتْ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فَاِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ اِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ مِنْ جُحْرِهَا فَابْتَدَرْنَاهَا لِنَقْتُلَهَا فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا وَعَنْ اِسْرَآئِيْلَ الخ مِثْلَهُ قَالَ وَاِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ رَطْبَةً وَتَابَعَهُ اَبُوْ عَوَانَةَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غار میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ سورۂ والمرسلات عرفا نازل ہوئی جس کو ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ہی حاصل کیا اچانک ایک سانپ اپنی بل سے باہر نکلا ہم اس کی طرف لپکے تاکہ اسے مار ڈالیں۔ لیکن ہم سے آگے نکل گیا اور اپنی بل میں گھس گیا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہارے شر سے بچ گیا۔ جس طرح تم اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ اور اسرائیل کی روایت میں ہے کہ ہم نے تازہ بتازہ آپؐ کے دہن مبارک سے اس صورت کو حاصل کیا۔ ابوعوانہ نے متابعت کی ہے۔

حدیث (۳۰۷۹) حَدَّثَنَا نَصْرُبْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلَتْ اِمْرَاَةٌ فِي النَّارِ فِيْ هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ قَالَ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الخ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ایک عورت محض ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو گئی جسے اس نے باندھ رکھا تھا نہ تو اسے خود کھلاتی تھی اور نہ ہی اسے چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے گھاس پھونس سے کھاتی۔ عبیداللہ نے بھی ابوہریرہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

حدیث (۳۰۸۰) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَاَمَرَ بِجِهَازِهٖ فَاُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ بِبَيْتِهَا فَاُحْرِقَ بِالنَّارِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَّاحِدَةً.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں میں سے ایک نبی نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا تو آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا آپ نے اپنے سامان کے متعلق حکم دیا کہ وہ اس درخت کے نیچے سے نکال لیا جائے۔ پھر ان چیونٹیوں کے بھٹے کے متعلق حکم دیا کہ اسے آگ کے ساتھ جلا دیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی طرف وحی آگئی کہ آپ نے صرف ایک چیونٹی کو کیوں نہ جلایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ راس الکفر نحو المشرق اس سے اشارہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کی طرف ہے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور ان کا کفر شدید تھا۔ جس سے مسلمان جماعتوں کو سخت اذیت پہنچتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری کے اندر بھی اس سے بحث کی ہے کہ دیگر قبائل اسلم۔ غفار وغیرہ تو جلد مسلمان ہو گئے۔ لیکن اہل مشرق کے قبائل ربیعہ اور مضر نے بہت دیر سے شدید مقابلہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ نیز! آنے والے واقعات

بھی ان میں نمودار ہونے والے تھے۔ مثلاً خروج دجال علی اهل مدینه بھی مشرق سے ہوگا۔ جس قدر یمنی لوگ اس کا مقابلہ کریں گے اور کوئی نہیں کرے گا۔ اس لئے آپؐ نے دونوں فریقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اہل مشرق تو کفر کا گڑھ ہے۔ اور ایمان یمنیوں کا قابل ستائش ہے۔ بہرحال کرمانیؒ نے فدادین کی تعریف میں حضرت شیخؒ کی موافقت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد بھی قبیلہ ربیعہ اور مضر ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بددعا فرمائی ہے وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اللهم اشدد وطائتک علی مضر واجعلها علیهم سنین کسنی یوسف (الحدیث) اے اللہ قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت کردے۔ اور ان کو ایسی قحط سالی میں مبتلا فرما جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔ لیکن حافظؒ فرماتے ہیں حدیث باب کا اشارہ کفر مجوس کی طرف ہے جو فارس کے باشندے تھے۔ اور وہ اہل مدینہ سے مشرق کی طرف واقع ہے جو کفر اور غرور میں بے پناہ قوت کے مالک تھے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کو بھی پارہ پارہ کر کے پھاڑ دیا تھا اور قیامت کے دن تک آنے والے فتن بھی ادھر سے ہی سر اٹھائیں گے۔ چنانچہ آپؐ کی خبر کے مطابق فتنوں کا ظہور مشرق کی طرف سے ہو رہا ہے اور جس قدر بدعات و رسوم پھیل رہی ہیں ان کا سرچشمہ بھی مشرق ہے۔

اعاذالله من شرورهم میرے نزدیک دو حدیثیں مختلف ہیں۔ ایک سے تو ان فتن کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عثمانؓ کے وقت سے برپا ہوئے جنگ جمل۔ صفین۔ ظهور حجاج فی ارض العراق یہ سب مشرق میں واقع ہیں۔ اور دوسری حدیث جس میں فرمایا گیا حیث یطلع قرن الشیطن اس سے خروج دجال یاجوج ماجوج وغیرہ کی طرف سے اشارہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اقرأ التورة سے مقصد یہ ہے کہ میں نے تورات میں نہیں پڑھا۔ جس سے وہم گذرے کہ میرے علم کا مدار تورات پر ہے بلکہ مجھے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے سے علم ہوا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات نہیں پڑھی کہ مجھے اس سے علم حاصل ہوتا۔ بلکہ یہ علم تو سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔ باقی جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ممسوخ شدہ قوموں کی نہ تو نسل چالو ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے نشانات باقی رہتے ہیں۔ جیسے بندر اور خنزیر مستقل امت ہیں ممسوخ نہیں ہیں۔ حدیث باب جس سے فارہ کا ممسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپؐ کا یہ ارشاد نزول وحی سے قبل کا ہے۔ اس لئے آپؐ نے یقین کے ساتھ نہیں فرمایا جب یہ علم وحی سے حاصل ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی مستقل امت ہے۔ مسخ شدہ نہیں ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ کا قول ضحاکؒ نے نقل فرمایا ہے کہ مسخ تین دن سے زیادہ نہیں رہتا نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ہی ان کی نسل چلتی ہے جس کی تائید میں اور روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فاحرق بالنار. احرق بالنار کا مطلب یہ ہے کہ آگ میں گھاس پھونس اور ایندھن ڈال کر جلایا گیا۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اہل عرب انسان کی رہائش گاہ کو وطن کہتے ہیں۔ اونٹوں کے مسکن کو عطن اور شیر کے مسکن کو عرین اور غابہ کہا جاتا ہے۔ ہرن کے مسکن کو کناس اور گوہ کے مسکن کو وجار۔ اور پرندے کے گھونسلے کو عش اور زنبور (بھڑ) کے چھتے کو کور۔ اور چیونٹی کے مسکن کو قریہ کہتے ہیں۔ بنابریں کہا گیا کہ امر لقریة النمل فاحرقت تو قریہ ان کے اجتماع کا مقام ہوا۔

هلانملة واحدة یعنی جس چیونٹی نے آپ کو تکلیف پہنچائی تھی اسی کو جلایا جاتا۔ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ موذی حیوان کو آگ سے جلانا جائز ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ شرع من قبلنا حجت ہوں۔ اور ان کے خلاف ہماری شریعت میں حکم نہ آیا ہو۔ ہماری شریعت میں احراق بالنار کسی حیوان کا جائز نہیں ہے۔ اس نبی پر عتاب زیادتی پر ہوا ممکن ہے احراق بالنار ان کی

شریعت میں جائز ہو۔ بلکہ بعض نے تو ایک قصہ نقل کیا ہے۔ تو اس صورت میں یہ عتاب جواباً ہوگا۔ انکار انہیں ہوگا۔ اس نبی کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام تھے۔ بعض کے ہاں موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ اور بعض نے داؤد علیہ السلام کا نام لیا ہے۔ اور شیخ زکریاؒ نے چیونٹی کے عجائبات نقل فرمائے ہیں جو قابل دید ہیں۔

بَابُ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِکُمْ

فَلْیَغْمِسْهُ فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْهِ دَآءً وَفِی الْاُخْرٰی شِفَآءً

ترجمہ۔ مکھی جب کسی کے مشروب میں گر پڑے تو اسے غوطہ دینا چاہئے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے پر میں شفا ہے۔

حدیث (۳۰۸۱) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَؓ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِکُمْ فَلْیَغْمِسْهُ ثُمَّ لِیَنْزِعْهُ فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْهِ دَآءً وَالْاُخْرٰی شِفَآءً.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے مشروب میں مکھی گر پڑے تو اسے ڈبکی دے دے۔ کیونکہ اس کے دو پروں میں سے ایک کے اندر بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔

حدیث (۳۰۸۲) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُفِرَ لِاِمْرَاَةٍ مُّسْوِمِسَةٍ مَرَّتْ بِکَلْبٍ عَلٰی رَاْسِ رَکِیٍّ یَلْهَثُ قَالَ کَادَ یَقْتُلُهُ الْعَطْشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَاَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهٗ مِنَ الْمَآءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِکَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ایک فاحشہ عورت کی اس وجہ سے بخشش ہوگئی کہ اسکا گذر ایک کتے کے پاس سے ہوا جو بغیر من کے ایک کنویں پر ہانپ رہا تھا۔ فرماتے ہیں کہ قریب تھا کہ پیاس اس کو مار ڈالتی۔ پس اس نے اپنا موزہ اتارا اسے اپنے دوپٹے سے باندھا اور اس کیلئے پانی کھینچا پلایا تو اس کی وجہ سے بخشی گئی۔

حدیث (۳۰۸۳) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابو طلحہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا اس گھر میں اللہ کی رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے جس میں پالتو کتا ہو یا فوٹو یعنی جی دار کی تصویر ہو۔

حدیث (۳۰۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْکِلَابِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

حدیث (۳۰۸۵) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَؓ حَدَّثَهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَمْسَکَ کَلْبًا نُقِصَ مِنْ عَمَلِهٖ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطٌ اِلَّا کَلْبَ حَرْثٍ اَوْ کَلْبَ مَاشِیَةٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے شوقیہ کتے کو روک رکھا تو روزانہ اس کے

اعمال میں سے ایک قیراط کے برابر ثواب کم ہوتا رہے گا سوائے کھیتی اور جانوروں کی حفاظت والے کتے کے۔ کہ جن کے رکھنے کی اجازت ہے۔

حدیث(۳۰۸۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ اَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ اَبِيْ زُهَيْرٍ الشَّنَئِيَّ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَا يُغْنِيْ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ فَقَالَ السَّائِبُ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيْ وَرَبِّ هٰذِهِ الْقِبْلَةِ.

ترجمہ۔ حضرت سفیان بن ابی زہیر شنوئیؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جس نے کوئی ایسا کتا رکھا جو نہ تو اس کی کھیتی کے کام آتا ہے اور نہ ہی کسی تھن والے جانور کے کام آتا ہے۔ تو روزانہ اس کے عمل سے ایک قیراط کا ثواب کم ہوتا رہے گا۔ سائب نے پوچھا کہ کیا اس حدیث کو آپ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس نے کہا ہاں اس قبلہ کے رب کی قسم! میں نے آپؐ سے سنا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ یہ ابواب سابقہ ابواب کی طرح ہیں جن میں دواب کا ذکر ہے۔ اتنی مناسبت کافی ہے باقی روایات کی ترجمہ کے ساتھ مطابقت واجب نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ فی احدی جنا حیه الخ اور حدیث کے آخر میں ہے کہ وہ زہر کو پہلے اور شفاء والے پر کو مؤخر کرتی ہے اور ایسی معلومات الہی بہت ہے۔ دیکھو شہد کی مکھی کے پیٹ میں تو شہد ہے لیکن اس کے ڈنگ میں زہر ہے۔ اژدھا کو دیکھو اس کے منہ میں زہر بھی ہے تریاق بھی ہے۔ قاله الکرمانی. آج کل روشن خیال طبقہ ایسی احادیث پر تمسخر کرتا ہے۔

امر بقتل الکلاب جب کتوں کی کثرت ہو جائے۔ آج کل باؤلے کتے کے مار ڈالنے کا حکم ہے۔ باقی غیر ضرر رساں کو بھی نہیں مارنا چاہئے۔ کلب زرع ماشیہ اور حراسۃ والے کی آج بھی اجازت ہے۔

قیراط اور بعض روایات میں قیراطان وارد ہے۔ تو یہ اختلاف مواضع کے اعتبار سے ہوگا۔ کہ مدینہ کی شرافت کی وجہ سے اس میں کتے پالنے والے کا دو قیراط ثواب کم ہوگا۔ دیگر مقامات والے کا ایک قیراط ثواب کم ہوگا۔ قیراط کی مقدار کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔ یہ کتاب بدء الخلق کا آخری حصہ ہے۔ اس لئے ان احادیث کا ذکر ہوا جن میں بعض مخلوقات کا ذکر ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْاَنْبِیَآءِ

بَابُ خَلْقِ اٰدَمَ وَذُرِّیَّتِہٖ

ترجمہ۔ آدم علیہ السلام اور انکی اولاد کی پیدائش کا ذکر ہے

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً.

ترجمہ۔ کہ اس کو یاد کرو جب تیرے رب نے فرشتوں سے بطور اطلاع کے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔

صلصال وہ مٹی جس میں ریت ملی ہوئی ہو وہ ایسے بجتی ہے جیسے پکی ٹھیکری بجتی ہے۔ فخار وہ ٹھیکری جو آگ سے پکائی گئی ہو حمامسنون کے معنی بدبودار کے ہیں اور ایسا گارا جو خشک ہو جائے تو وہ بجتا ہے۔ اس لئے صل کے معنی لیتے ہیں تو صل سے صلصل بنا۔ جیسے صرالباب سے صرصر بنا جس کے معنی بند کرنے کے ہیں۔ جیسے کبعہ سے کبکبعہ مراد لیتے ہیں کہ میں نے اس کو اوندھے منہ گرایا تو وہ اوندھے منہ گر گیا۔ فمرت بہ فحملتہ حملا خفیفا. فمرت بہ کہ وہ حمل کو لئے پھرتی ہے یہاں تک کہ اسے وضع حمل ہو جاتی ہے۔ گویا کہ برابر اس کو حمل رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے پورا کر لیتی ہے۔ ان لا تسجد میں لا زائدہ ہے۔ تسجد کے معنی میں ہے۔

بَابُ وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ الایۃ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ. اِلَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ میں لما الا کے معنی میں ہے۔ اِلَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ. لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ میں کبد کے معنی شدۃ خلق کے ہیں۔ یُوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا میں ریشا کے معنی مال کے ہیں۔ اور ابن نمیر نے فرمایا کہ ریاش اور ریش ایک چیز ہے اس سے لباس کی ظاہری زینت مراد ہے۔

ماتمنون یعنی عورتوں کے رحم میں نطفہ گرتا ہے۔ آگے مجاہد کی تفسیر ہے انہ علی رجعہ لقادر اس سے وہ نطفہ مراد ہے جو مرد کے احلیل ذکر میں ہوتا ہے۔ کل شیئ خلقہ اور الشفع والوتر میں شفع سے مراد آسمان ہے۔ اور وتر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ فی احسن تقویم کے معنی ہیں فی احسن خلق. اسفل سافلین. الامن امن. ان الانسان لفی خسر میں خسر کے معنی گمراہی کے ہیں۔ پھر اسی سے الامن امن کا استثناء کیا۔ من طین لازب میں لازب کے معنی لازم کے ہیں۔ اگر اشکال ہو کہ آسمان تو سات ہیں تو وہ شفع کیسے ہوئے۔ کہا جائے گا کہ شفع بمعنی جوڑا کے ہے۔ کہ زمین وآسمان جوڑا۔ ایسے شمس وقمر۔ لیل ونہا جوڑا ہیں۔ بحر وبر جوڑا ہیں۔ جن وانس جوڑا ہیں۔ ننشئک ای فی خلق نشاء جس مخلوق میں ہم چاہیں۔ یہ لا یعلمون کی تفسیر ہے۔ نسبح بحمدک یعنی ہم تیری تعظیم بیان کرتے ہیں۔ اور ابو العالیہ کی تفسیر ہے فتلقی ادم اور ربنا ظلمنا کے کلمات میں فازلھما ای استزلھما یعنی ان کو پھسلا دیا۔ لم یتسنہ بمعنی لم یتغیر کے ہے۔ اسن کے معنی متغیر کے ہیں۔ المسنو ن کے معنی بھی متغیر کے ہیں۔ حماء حماۃ کی جمع ہے۔ وہ بگڑا ہوا گارہ ہے۔ یخصفان جنت کے پتوں

کو لے کر پیٹیں گے۔ کہ جنت کے پتے ایک دوسرے کو لپٹے ہوئے تھے۔ سواتھما یعنی ان کی شرم گاہوں سے کنایہ ہے۔ متاع الی حین کچھ مدت تک نفع اٹھانا ہے یہاں سے لے کر قیامت کے دن تک اور حین کا لفظ عرب کے ہاں ایک گھڑی سے لے کر اس وقت تک کو شامل ہے جس کا عدد احاطہ نہیں کر سکتا۔ قبیلہ یعنی اس کی جماعت جن میں سے خود شیطان بھی ہے۔

حدیث (۳۰۸۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِکَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَکَ تَحِیَّتُکَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِکَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَقَالُوْا السَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَکُلُّ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ اٰدَمَ فَلَمْ یَزَلِ الْخَلْقُ یَنْقُصُ حَتّٰی الْاٰنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کا قد ساٹھ گز تھا۔ پھر فرمایا ان فرشتوں کی جماعت پر جا کر سلام کرو۔ اور جو وہ سلام کا جواب دیں اس کو غور سے سنو۔ کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا چنانچہ انہوں نے جا کر السلام علیکم کہا تو جواب ملا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ پس ہر شخص قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر جنت میں داخل ہوگا۔ پس مخلوقات کا قد گھٹتے گھٹتے یہاں تک آ پہنچا جواب ہے۔

حدیث (۳۰۸۸) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ یَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ عَلٰی اَشَدِّ کَوْکَبٍ دُرِّیٍّ فِی السَّمَآءِ اِضَاءَةً لَا یَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَتْفِلُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْکُ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ الْاَنْجُوْجِ عُوْدُ الطِّیْبِ وَاَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِیْنُ عَلٰی خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰی صُوْرَةِ اَبِیْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِی السَّمَآءِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلا گروہ مسلمانوں کا جو جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہوگا پھر اس کے بعد والے آسمان میں جو سب سے زیادہ چمکدار ستارہ ہے اس کی شکل پر ہوں گے۔ نہ تو وہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ پھریں گے نہ تھوکیں گے اور نہ ہی ناک صاف کریں گے۔ یعنی نہ سنک بہائیں گے۔ ان کے کنگھے سونے کے ہوں گے۔ ان کا پسینہ کستوری کا ہوگا اور ان کی انگیٹھیوں میں اگر بتی ہوگی جس کو انجوج بھی کہتے ہیں۔ اور لکرۃ ایک خوشبودار لکڑی ہے عود ہندی کہتے ہیں۔ ان کی بیویاں موٹی موٹی آنکھوں والی سفید حوریں ہوں گی۔ وہ جنتی سب ایک آدمی کی خصلت پر ہوں گے اور بلندی اور اونچائی میں اپنے باپ آدم کی شکل پر ساٹھ گز کے ہوں گے۔

حدیث (۳۰۸۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَی الْمَرْاَةِ الْغُسْلُ اِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ اِذَا رَاَتِ الْمَآءَ فَضَحِکَتْ اُمُّ سَلَمَةَؓ فَقَالَتْ تَحْتَلِمُ الْمَرْاَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبِمَا یُشْبِهُ الْوَلَدُ.

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے کہا یا رسول اللہ ! اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں رکتے۔ کیا عورت کو جب احتلام آئے تو اس پر غسل واجب ہے آپؐ نے فرمایا ہاں جب کہ وہ منی کا پانی دیکھے۔ حضرت ام سلیمؓ تعجب سے ہنسنے لگیں اور پوچھا کیا عورت کو بھی

احتلام ہوتا ہے جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر احتلام نہیں آتا تو پھر بچہ ماں باپ کے ہم شکل کیوں ہوتا ہے۔

حدیث (۳۰۹۰) حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ بَلَغَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَلَامٍ مُقْدَمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَاَتَاہُ فَقَالَ سَائِلُکَ عَنْ ثَلٰثٍ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا نَبِیٌّ مَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامٍ یَاْکُلُہٗ اَھْلُ الْجَنَّۃِ وَمِنْ اَیِّ شَیْئٍ یَنْزِعُ الْوَلَدُ اِلٰی اَبِیْہِ وَمِنْ اَیِّ شَیْئٍ یَنْزِعُ اِلٰی اَخْوَالِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَبَّرَنِیْ بِھِنَّ اٰنِفًا جِبْرِیْلُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ذَاکَ عَدُوُّ الْیَھُوْدِ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ یَاْکُلُہٗ اَھْلُ الْجَنَّۃِ فَزِیَادَۃُ کَبِدِ حُوْتٍ اَمَّا الشَّبَہُ فِی الْوَلَدِ فَاِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَشِیَ الْمَرْاَۃَ فَسَبَقَھَا مَآءُہٗ کَانَ الشَّبَہُ لَہٗ وَاِذَا سَبَقَ مَآءُ ھَا کَانَ الشَّبَہُ لَھَا قَالَ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْیَھُوْدَ قَوْمٌ بُھُتٌ اِنْ عَلِمُوْا بِاِسْلَامِیْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَھُمْ بَھَتُوْنِیْ عِنْدَکَ فَجَآءَ تِ الْیَھُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللّٰہِ الْبَیْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ رَجُلٍ فِیْکُمْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وَاَخْیَرُنَا وَابْنُ اَخْیَرِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰہِ فَقَالُوْا اَعَاذَہُ اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰہِ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالُوْا اَشَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِیْہِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کی خبر پہنچی تو وہ آپؐ کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ حضرت میں آپؐ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھ رہا ہوں جن کا علم سوائے نبی کے اور کسی کو نہیں ہوتا۔ کہنے لگے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی کیا ہے اور جنتی لوگ پہلے پہلے کیا کھانا کھائیں گے۔ اور کس وجہ سے بچہ باپ کی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔ اور کس وجہ سے اپنی ماؤں کی طرف کھچتا ہے۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے متعلق ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام مجھے بتا کر جا رہے ہیں قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی تو آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف اٹھا کر جمع کرے گی۔ اور جنتیوں کا پہلا کھانا جو وہ کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے جو اچھا اور لذیذ ہوتا ہے۔ اور بچے میں مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ مرد جب عورت سے ہمبستر ہوتا ہے پس اگر اس کا پانی رحم مادہ میں عورت کے پانی سے پہلے پہنچ گیا تو بچہ اس سے ہم شکل ہوگا اور جب عورت سبقت کر جاتی ہے تو بچہ اس کے ہم شکل ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ پھر فرمایا یا رسول اللہ! یہودی لوگ بہت بہتان طراز ہیں۔ اگر آپؐ کے سوال کرنے سے پہلے ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم ہوگیا تو مجھ پر آپؐ کے پاس طرح طرح کی تہمتیں تراشیں گے۔ چنانچہ یہود آئے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ گھر کے اندر چلے گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن سلام تمہارے اندر کس قسم کے آدمی شمار ہوتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم میں سے سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور بڑے عالم کے بیٹے ہیں اور ہم میں سے بہتر اور بہتر آدمی کے بیٹے ہیں۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے اگر حضرت عبداللہؓ مسلمان ہو جائے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اسے اس سے پناہ دے۔ تو حضرت عبداللہؓ ان کی طرف باہر تشریف لا کر کہنے لگے کہ میں تو گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔تو کہنے لگے کہ سن لو ہم میں سے بدترین آدمی اور بدترین آدمی کے بیٹے ہیں۔پھران کو خوب گالیاں دینے لگے۔

حدیث(۳۰۹۱)حَدَّثَنَا بِشْرُبْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ یَعْنِیْ لَوْلَا بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ لَمْ یَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءَ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔یعنی اگر بنوا اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت بدبودار نہ ہوتا اگر حواء زوج آدم نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی خیانت حواء سے مراد فاحشہ نہیں ہے بلکہ خاوند کے بارے میں ابلیس کی بات کو مان لینا ہے۔

حدیث (۳۰۹۲) حَدَّثَنَا اَبُوْکُرَیْبٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو۔ کیونکہ عورت پسلی سے پیدا شدہ ہے۔اور پسلی میں سے بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر والا ہے۔پس اگر تم اسے سیدھا کرنا شروع کردگے تو توڑ ڈالوگے۔اور کسرھا طلاقها اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے۔اور اگر اس کو اپنے حال پر چھوڑ دوگے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی لہٰذا عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو کہ ان سے بھلائی کے ساتھ پیش آؤ۔

حدیث(۳۰۹۳)حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ اَحَدَکُمْ یُجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَکُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَیْهِ مَلَکًا بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ فَیُکْتَبُ عَمَلُهٗ وَاَجَلُهٗ وَرِزْقُهٗ وَشَقِیٌّ وَسَعِیْدٌ ثُمَّ یَنْفُخُ فِیْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰی مَا یَکُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَیَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰی مَا یَکُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَیَسْبِقُ عَلَیْهِ الْکِتَابُ فَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَیَدْخُلُ النَّارَ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی اور آپ سچے ہیں۔اور سچے مانے گئے ہیں فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں رہتی ہے۔پھر وہ اسی طرح چالیس دن تک علقه لوتھڑے کی شکل میں اور پھر اسی طرح چالیس دن تک مضغه گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں رہتی ہے۔پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف چار چیزیں لکھنے کے لئے فرشتہ کو بھیجتا ہے۔فرشتہ اس کے اعمال اور اس کی عمر اس کی روزی اور یہ کہ وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت ہوگا یہ سب لکھ دیتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ پس آدمی جہنمیوں کے اعمال کرتا رہتا ہے۔یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان محض ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ لکھی ہوئی تقدیر اس پر غلبہ کرتی ہے۔پس جنتیوں والے عمل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے اس طرح آدمی جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے۔یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پس لکھی تقدیر اس پر غالب آجاتی ہے تو وہ جہنمیوں کے کام کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔

حدیث (۳۰۹۴) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ فِي الرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُوْلُ يَارَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَخْلُقَهَا قَالَ يَا رَبِّ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى يَارَبِّ شَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْاَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذَالِكَ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ.

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشادفرمایا اللہ تعالیٰ رحم مادر میں ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے تو کہتا ہے یارب اب یہ نطفہ ہے یارب اب علقہ ہے۔یارب اب یہ مضغہ ہے۔اور جب اسے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو فرشتہ پوچھتا ہے کہ یارب یہ نر ہے یا مادہ یارب یہ بدبخت ہے یا نیک بخت۔پس اس کی روزی کیا ہے۔پس اسکی عمر کتنی ہے پس یہ سب چیزیں شکم مادر میں لکھی جاتی ہیں۔

حدیث (۳۰۹۵) حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ اَنَسٍ يَرْفَعُهٗ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لِاَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْاَنَّ لَكَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ كُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَاَلْتُكَ مَا هُوَ اَهْوَنُ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِي صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِيْ فَاَبَيْتَ اِلَّا الشِّرْكَ

ترجمہ۔حضرت انسؓ اس حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جہنمیوں میں سے آسان اور بالکل ہلکے عذاب سے پوچھے گا کہ اگر تیرے لئے روئے زمین کی سب چیزیں ہوتیں تو کیا تو ان کو اس عذاب سے چھٹکارے کے لئے قربان کردیتا۔وہ کہے گا ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تو جب کہ تو ابھی آدم کی پیٹھ میں تھا اس سے بھی آسان چیز کا مطالبہ کیا تھا کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔لیکن تم نے تو انکار کیا کہ میں تو شرک ضرور کروں گا۔

حدیث (۳۰۹۶) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ کوئی شخص ظلماً قتل نہیں ہوگا۔مگر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل پر اس کے خون کا حصہ ہوگا۔کیونکہ اس نے ہی سب سے پہلے قتل کرنے کا طریقہ جاری کیا کہ اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ صلصال طین. بجتی ہوئی مٹی۔کیونکہ صلصال کے معنی میں آواز ماخوذ ہے۔اور مٹی اس وقت تک آواز نہیں کرتی جب تک اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ مل جائے۔جیسے ریت وغیرہ۔اور بعض نے اس کے معنی بدبودار کے کئے ہیں۔بہرحال جو معنی بھی ہوں یہ مضاعف رباعی ہے۔جس کے معنی میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے اسے ملحق بالرباعی بنایا گیا۔جس کا اصل صلّ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔حافظؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء جمع نبی کی ہے جو نبوۃ بمعنی رفعت اور بلندی کے ہے۔نبوت بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جس پر چاہے وہ احسان کردیتا ہے۔کوئی شخص اپنے علم سے اور نہ ہی کشف سے اس مقام کو حاصل کرسکتا ہے۔اور نہ ہی کوئی صلاحیت کی وجہ سے اس کا مستحق قرار پاتا ہے۔اور اس کے حقیقی شرعی معنی یہ ہیں کہ جس کو نبوت مل جائے وہ نبی ہے۔یہ ایسی صفت ہے جو نہ تو نبی کے جسم کی طرف رجوع کرتی ہے نہ ہی اسے عارض ہوتی ہے۔اور نہ خود اس کو نبی ہونے کا علم ہوتا ہے۔بلکہ اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ میں نے تجھے نبی بنایا۔یہی وجہ ہے کہ نبوت جیسے نیند اور غفلت سے باطل نہیں ہوتی اس طرح موت سے بھی زائل نہیں ہوتی۔نیز! حافظؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی تعدار کے بارے میں

ایک حدیث مشہور ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ تین سو تیرہ ان میں سے رسول ہیں اور یہ بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار پیغمبر بھیجے چار ہزار بنی اسرائیل میں مبعوث فرمائے اور چار ہزار باقی لوگوں میں سے اور ابن جوزیؒ نے تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ چار سریانی نبی ہیں۔ آدمؑ۔ شیثؑ۔ ادریسؑ اور نوحؑ اور چار عرب میں سے ہیں۔ ہودؑ۔ شعیبؑ۔ صالحؑ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی۔ اور بنی اسرائیل کے پہلے نبی موسیٰؑ ہیں۔ اور آخری نبی عیسیٰؑ ہیں۔ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ عدد انبیاء کا حتمی نہیں ہے بلکہ ممکن ہے اور بھی ہوں۔ ہمیں جمیع انبیاء اور رسل پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ امام بخاریؒ جس طرح مسائل فقہیہ میں مجتہد ہیں اس طرح تاریخ میں بھی مجتہد ہیں۔ مؤرخین کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے۔ چنانچہ جمہور المؤرخین فرماتے ہیں کہ ادریسؑ نوحؑ کے اجداد میں سے ہیں لیکن امام بخاریؒ ان کی مخالفت کرتے ہوئے ان کا زمانہ نوحؑ کے زمانہ کے بعد کہہ رہے ہیں ان کا استدلال معراج کی حدیث سے ہے جس میں ادریسؑ نے بالنبی الصالح والاخ الصالح فرمایا ہے۔ کہ ادریس اجداد نوح میں سے ہوتے۔ الاخ الصالح نہ کہتے بلکہ الابن الصالح کہتے۔ اس طرح دوسرے مواضع کی ترتیب بھی ان کا متدل ہے۔ اور ترتیب انبیاء میں ذوالقرنین کا زمانہ جناب عیسیٰؑ اور محمدؐ کے ادوار کے درمیانی زمانہ کو قرار دیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ذوالقرنین خلیل اللہ کے زمانہ میں تھا۔ لیکن اس سے یونانی ذوالقرنین مراد ہے۔ اور صلصال کے بارے میں حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ وہ خشک مٹی ہے جس کو آگ سے نہ بنایا گیا ہو۔ جب اسے بجایا جاتا ہے تو وہ آواز کرتی ہے۔ جب آگ سے پک جائے تو وہ فخار ہے۔ اور ہر وہ شے جس کی آواز ہو وہ صلصال ہے۔ فتح الباری میں حافظؒ نے کہا ہے کہ صلصال کی تفسیر بدبودار سے کرنا یہ مجاہد نے کہا ہے۔ ابن عباسؓ کی تفسیر میں مسنون کی تفسیر منتن بدبودار سے کی گئی ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ لغت میں صلصال کے معنی بھی بدبودار کے آتے ہیں اسی سے صل اللحم صلوۃ جب کہ پک کر بدبودار ہو جائے۔ اور صل سے صلصل اس طرح مضاعف بنا۔ جیسے صر سے صرصر بنتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فمرت ای استمر بھا ہمیشہ رہی کبھی ساقط نہیں ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ آیت قرآنیہ ہے۔ حملت حملا خفیفا فمرت بہ اس کی تفسیر استمر بھا الحمل حتی وضعه سے کی ہے کہ مرت کی ضمیر حواء کی طرف راجع ہے کہ برابر اس کو اٹھائے رہی حمل گرا نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فی شدة خلق یعنی سخت اس کی طبیعت اور جبلت بن گئی۔ یہاں تک انسان اسکی وجہ سے مصائب اور شدائد کو جھیلنے والا بن گیا۔ یا معنی یہ ہیں کہ انسان شدت اور مصیبت میں پیدا ہوا کہ ہمیشہ شدائد اور مصائب میں مبتلا رہے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ شدت خلق بفتح الخاء ہے۔ بعض نے کہا کہ انسان پیدا ہوا کہ دنیا کے مصائب اور آخرت کے شدائد برداشت کرتا رہے گا۔ اور بعض نے فرمایا کہ انسان جیسی جفاکش مخلوق اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمائی۔ بایں ہمہ وہ اضعف الخلق ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ انه علی رجعه لقادر اللہ تعالیٰ خلق ثانی کو خلق اوّل کی جگہ احلیل میں رد کرنے پر قادر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس آیت کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ جلالین میں ہے کہ انسان کی موت کے بعد اسکے اٹھانے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ جمل میں ہے کہ نطفہ کو اس صلب کے اندر لوٹانے پر قادر ہے جس سے اسے نکالا تھا۔ اور خازن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نطفہ کو احلیل میں واپس کرنے پر قادر ہے۔ اور صحیح اور اقوی قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کے اعادہ بعد الموت پر قادر ہے۔ اور یہی یوم تبلی السرائر کے مناسب ہے اور شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ (تفسیر) بیان فرمائی ہے وہ مولانا حسین علی پنجابی کی تقریر میں بھی ہے۔

لقادر علی خلقه فی الصلب بعد القائه فی الرحم یعنی آدمی ایک مرتبہ منی کو خارج کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی پیٹھ میں دوسری منی پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ علی رجعه یعنی رحم سے ایک مرتبہ منی نکالنے کے بعد دوسری مرتبہ رحم میں منی پیدا کرنے پر قادر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کل شیء خلقه مقصد یہ ہے کہ جن چیزوں کا مثل اس کی جنس یا غیر جنس سے موجود ہے وہ شفع ہے۔ جیسے آسمان اور زمین شفع ہیں اور جن کا مثل نہیں ہے وہ وتر ہے۔ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس تقریر سے وہ اشکال زائل ہو گیا کہ مصنفؒ نے السماء کو شفع کہا ہے۔ حالانکہ آسمان سات ہیں اور زمین کے بھی سات طبقات ہیں تو دونوں طاق ہوئے جفت نہ ہوئے۔ حالانکہ مجاہد کی مراد اس تفسیر سے یہ ہے کہ جس چیز کا مقابل موجود ہے۔ وہ شفع ہے جس کا مقابل نہیں ہے وہ وتر ہے۔ چنانچہ مجاہدؒ کل شیء خلقنا زوجین کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ جیسے کفر و ایمان۔ شقاوت و سعادت۔ لیل ونہار۔ آسمان وزمین و غیرھا اور وتر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان الله وتر یحب الوتر اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وتر سے یوم عرفہ مراد ہے۔ اور شفع سے یوم الذبح مراد ہے جو لیال عشر کے مناسب ہے۔ مفسرین حضرات کے اور اقوال بھی ہیں۔ فازلهما استزلهما چونکہ استفعال کا سین طلب کے لئے ہوتا ہے۔ اور وہی اس جگہ مقصود ہے۔ کیونکہ شیطان زلت اور پھسلنے کا سبب تو بن سکتا ہے پھسلنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس لئے ازل کی تفسیر استزل کی ہے۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں ازلهما ای دعاهما الی الزلة کہ ان کو پھسلنے کی طرف بلایا۔ اور مولانا محمد حسن مکی کی تقریر میں ہے کہ ازلال کے معنی ازلاق کے ہیں۔ اور استزلهما کے معنی ہیں طلب الازلال من السماء الی الارض اس کے حقیقی معنی مراد نہیں کہ شیطان نے ان دونوں کے ہاتھوں سے پکڑ کر آسمان سے زمین کی طرف پھینک دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فقالوا سلام علیکم لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا طریقہ ہمیں اسی طرح بتلایا کہ لفظ وعلیکم کو سلام پر مقدم کیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ظاہر حدیث سے سلام کے جواب میں لفظ سلام کی تقدیم علیکم پر معلوم ہوتی تھی۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے بتلا دیا آپ کی تعلیم علیکم لفظ سلام پر مقدم ہے۔ چنانچہ جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ جواب میں وعلیکم السلام پر مقدم ہونا افضل ہے۔ اور صحت جواب میں یہ بھی شرط ہے کہ وعلیکم سلام کے بعد واقع ہو۔ نہ کہ دونوں اکٹھے واقع ہوں۔ اکثر لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں۔ اگر دونوں نے دفعةً واحدةً سلام کہہ دیا تو دونوں پر جواب دینا واجب ہو گیا۔ اور نوویؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر واؤ عطف کے بغیر کسی نے صرف علیکم السلام کہہ دیا تو اس میں دو قول ہیں۔ جمہور تو جائز سمجھتے ہیں۔ جیسے قالوا سلاماً قَالَ سلام میں ہے اور امام رازیؒ نے تقدیم وعلیکم کا عجیب نقطہ بیان کیا ہے کہ سیبویہ کا کہنا ہے کہ اھم فالاھم مقدم کیا جاتا ہے۔ وعلیکم السلام کہنے سے مجیب کے نزدیک قائل کی اہمیت زیادہ ہے۔ نیز وعلیکم السلام تقدیم کی وجہ سے حصر کا فائدہ دیتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ مجامرهم الانوة الالنجوج اور عود الطیب خوشبودار لکڑی یہ تینوں الفاظ مترادفہ ہیں جن کو ایک دوسرے کی تفسیر کے لئے لایا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ لفظ النجوج اس جگہ الوۃ کی تفسیر ہے والعود تفسیر التفسیر ہے اگر سوال ہو کہ جنت میں اس دھونی کی کیا ضرورت ہے، جب کہ جنتیوں کا پسینہ خود کستوری ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں کسی دفع ضرر کے لئے نہیں

ہوں گی۔ کہ مثلاً کھانا بھوک کی وجہ سے اور پانی پیاس رفع کرنے کے لئے ہوگا۔ اور نہ ہی خوشبو بدبو دور کرنے کیلئے ہوگی بلکہ وہ برابر لذیذ ہوں گی اور پے در پے نعمتوں کی بارش ہوگی۔ باقی رہا حدیث میں ستون ذراعاً وارد ہے حافظؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ممکن ہے ہر ایک کا اپنا ذراع مراد ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مخاطبین کے نزدیک جو ذراع مشہور تھا وہی مراد ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ نبی کی تخصیص نہیں بلکہ جس کو نبی نے خبر دی ہو جیسے جہاد یہود کو بھی کتب سماویہ سے ان باتوں کا علم ہو چکا تھا چنانچہ عبداللہ بن سلامؓ حبر الیہود کو بھی علم تھا۔ باقی اکثر اہل عرب نہ تو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور نہ ہی وہ اہل کتاب تھے۔ اس لئے ان کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے سے علم ہوا۔ اور کتب سماویہ سے خبر دینا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کہ ایک امی بتلا رہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے اپنے اس افادہ سے اس وہم کا دفعیہ کیا ہے کہ جب عبداللہ بن سلامؓ نبی نہیں تھے تو ان کو کیسے علم ہوگیا۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ لا یعلمھن الا نبی او من یاخذ منہ او من کتابہ تو ان باتوں کا جواب دے دینا یہ آپ کا معجزہ تھا۔ جس سے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو علم الیقین حاصل ہوگیا۔ اور ممکن ہے کہ اس جواب کے علاوہ اور معجزات بھی اس کے نزدیک علم الیقین کا باعث بنے ہوں۔ یہ جواب سونے پر سہاگہ ہوگیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اول طعام اگر اشکال ہو کہ ایک حدیث میں آتا ہے جنتیوں کا پہلا کھانا زمین ہوگی جس کو روٹی بنا کر کھا جائیں گے۔ تو جواب یہ ہے کہ اولیت ان دونوں میں اضافی ہے یا یہ کہ دونوں اکٹھے کھلائے جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چنانچہ وہ حدیث شیخین کی روایت سے مشکوۃ میں موجود ہے۔ کہ زمین روٹی ہوگی اور مچھلی کا سالن ہوگا۔ پھر علماء میں اختلاف ہے کہ یہ کھانا دخول جنت سے پہلے ہوگا یا بعد میں ہوگا۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا زمین حقیقتاً روٹی بنے گی یا یہ تشبیہ کے طور پر ہوگا۔ تو اس سے دنیا کے نظام کو بالکل ختم کرنے کی طرف اشارہ ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قبل ان تسالھم بھتونی اسلام ظاہر کرنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے حالات پوچھنے کا فائدہ یہ ہوا کہ جب انہوں نے اسکی خیریت وفضیلت تسلیم کرلی تو اب ان کے اسلام سے یہود کا تعنت اور ہٹ دھرمی واضح ہوگئی اور ان کے حبر الیہود کے اسلام سے ان پر الزام عائد ہوگیا۔ اگر اعتراف فضیلت سے پہلے ہی ان کو ان کے مسلمان ہونے کی خبر دی جاتی تو طرح طرح کی تہمتیں لگاتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث میں نزع الولد کے بارے میں شیخ گنگوہیؒ نے کوئی بحث نہیں کی۔ حافظؒ نے کلام کیا ہے کہ مسلم میں ہے۔ اذا علاما الرجل ماالمرأۃ اشبہ اعمامہ واذا علاماء المرأۃ ماء الرجل اشبہ اخوالہ.

ترجمہ۔ کہ جب آدمی کا پانی عورت کی منی پر غالب آجاتا ہے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آگیا تو بچہ ماموں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور بزار میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے۔ عورت کی منی زرد اور پتلی ہوتی ہے۔ جو ان میں سے غالب آگیا بچہ اس کے مشابہ ہوگا۔ غلبہ سے مراد سبقت ہے۔ تو علوی معنوی ہوا۔ اور بعض نے علو کو تذکیر و تانیث کا سبب قرار دیا ہے۔ اور سبقت کو مشابہت کا باعث کہا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ فکان اشبہ لھا الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے ترجمہ کی طرف اشارہ ہوا۔ کیونکہ ولد ذریت میں سے ہے۔ اور ترجمہ ہے فی خلق ادم وذریتہ الخ.

لولد بنی اسرائیل پوری حدیث میں ہے کہ اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو نہ کھانا خراب ہوتا اور نہ ہی گوشت بدبودار ہوتا کیونکہ انہیں من وسلوی کے ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ تو اس طرح ان کو سزا دی گئی کہ ان کا کھانا اور گوشت گل سڑ جاتا تھا۔

لولاحواء الخ اماں حواؑ نے شیطان کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اکل شجرہ پر آمادہ کرلیا۔ چونکہ حواء بنات آدم کی والدہ ہے۔ تو ولادت کی وجہ سے بیٹیاں والدہ کے مشابہ ہوگئیں کہ بات کو بنا کر سنوار کر شوہر کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ کوئی عورت ایسی نہیں جو اپنے خاوند کو قول اور فعل سے بات ماننے پر آمادہ نہ کرلیتی ہو۔ یہی اس کی خیانت ہے۔ معاذ اللہ خیانت فاحشہ مراد نہیں ہے۔ تو ترجمہ خلق آدم وذریتہ سے ثابت ہوگیا کہ جبلت عورتوں میں سرایت کرگئی۔

استوصوابالنساء خیرا قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ استیصاء کا معنی وصیت کو قبول کرنا ہے کہ جب یہ عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں تو ان کی ٹیڑھے پن پر صبر کرنا تاکہ تم ان سے فائدہ حاصل کرسکو۔ جیسے پسلی سیدھی کرنی چاہو تو سیدھا ہونے کی بجائے ٹوٹ جائے گی اسی طرح عورت سیدھی نہیں ہوگی ٹوٹ سکتی ہے۔ وکسرھا طلاقھا اور اس کا ٹوٹنا یہ ہے کہ طلاق ہوجائے گی اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کی خلقت آدمؑ کی بائیں پسلی سے ہوئی ہے۔ تو خلق آدم وذریت ترجمہ ثابت ہوگیا۔ حواء حور سے پیدا نہیں ہوئی۔ جیسا کہ رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے خلق منھا زوجھا کہ آدم کے جوڑے کو اسی سے پیدا کیا۔

کفل منھا یہ جزاء تاسیس ہے کہ قتل کی بنیاد اس نے رکھی جو اس کا اپنا فعل ہے۔

لاتزروازرۃ وزراخری کہ کوئی جی کسی جی کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا کا خلاف نہ ہوا۔

بَابُ الْاَرْوَاحِ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ

ترجمہ۔ کہ روحیں جمع شدہ جماعتیں ہیں

حدیث (۳۰۹۷) وَقَالَ اللَّيْثُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَاتَنَا كَرَمِنْهَا اخْتَلَفَ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ بِهٰذَا.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ روحیں تو جمع شدہ جماعتیں ہیں جو ان میں سے ایک دوسرے کو پہچان گیا وہ تو الفت ومحبت کرے گا۔ اور جن میں آشنائی نہ ہوسکی وہ بیگانہ ہوگئے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ارواح کی جنسیں تو ایک ہیں۔ لیکن ان کے انواع مختلف ہیں۔ تعارف کا مقصد یہ ہے کہ وہ صفات جو اللہ تعالیٰ نے ان میں پیدا فرمائی ہیں جن کی اس صفات واخلاق میں موافقت ہوگئی اور جن میں موافقت نہ ہوسکی ان میں منافرت پیدا ہوگئی۔ کتاب الانبیاء سے اس باب کو مناسبت اس طرح ہے کہ اس باب سے شاید اشارہ ہو کہ آدم واولادہ مرکب من البدن والروح۔ اور کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ رسولوں اور نبیوں کے پیروکاران میں مناسبت قدیمہ ہے۔ اور لمعات میں شیخؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث باب میں دلیل ہے کہ ارواح اعراض نہیں ہیں۔ اور یہ بھی کہ وہ اجسام سے پہلے تھے۔ اس سے ارواح کا قدیم ہونا لازم نہیں آتا۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ لمعات میں فرماتے ہیں کہ دنیا الہام الٰہی سے آباد ہے۔ ان میں یاد کو کوئی دخل نہیں۔ اس وطن میں ان میں آپس میں آشنائی اور بیگانی

پیدا ہوئی۔اسی وجہ سے اس دنیا میں نیکوں کو نیکوں سے محبت اور میلان پیدا ہوتا ہے۔اور بروں کو بروں سے مناسبت ہوتی ہے اگرچہ بعض عوارض اور اسباب کی وجہ سے اس کے خلاف ہو جائے۔لیکن آخر مآل اور انجام وہی ہوگا جو اصل میں ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَادِیَ الرَّأْیِ مَا ظَهَرَ لَنَا یعنی جو ظاہر ہمیں معلوم ہوا۔ اَقْلِعِیْ رک جانا۔اَمْسِکِیْ وَفَارَ التَّنُّوْرُ نَبَعَ الْمَآءُ یعنی پانی ابل پڑا وَقَالَ عِکْرِمَةُ وَجْهُ الْاَرْضِ یعنی تنور کے معنی روئے زمین کے ہیں۔وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْجُوْدِیُّ جَبَلٌ بِالْجَزِیْرَةِ. یعنی جودی ایک پہاڑ کا نام ہے۔دَاْبٌ کے معنی حال کے ہیں۔اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا الخ.

حدیث(۳۰۹۸)حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّاسِ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ ذَکَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّیْ لَاُنْذِرُ کُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا اَنْذَرَ قَوْمَهٗ لَقَدْ اَنْذَرَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ وَلٰکِنِّیْ اَقُوْلُ لَکُمْ فِیْهِ قَوْلًا لَمْ یَقُلْهُ نَبِیٌّ لِقَوْمِهٖ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ.

ترجمہ۔حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں میں وعظ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔پھر دجال کا ذکر کیا پس فرمایا کہ میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں۔کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو اس سے نہ ڈرایا ہو چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو ڈرایا لیکن میں تمہیں ایک ایسی بات بتلاتا ہوں جو کسی نبی نے آج تک اپنی امت سے نہیں کہی۔تم جانتے ہو کہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اعور (کانا) نہیں ہے۔

حدیث(۳۰۹۹)حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّهٗ یَجِیْئُ مَعَهٗ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ وَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا النَّارُ هُوَ الْجَنَّةُ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمْ کَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار میں تمہیں دجال کے بارے میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو کسی نبی نے آج تک اپنی قوم کو نہیں بتلائی۔بے شک وہ کانا ہوگا اور وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے ہمراہ جنت اور دوزخ کی شکل کی چیزیں ہوں گی جس کو وہ جنت کہتا ہوگا وہ دراصل جہنم ہوگی جس کو وہ جہنم کہے گا وہ دراصل جنت ہوگی اور میں بھی تم کو اس سے اس طرح ڈراتا ہوں جس طرح نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

حدیث (۳۱۰۰) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجِیْئُ نُوْحٌ وَّاُمَّتُهٗ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی هَلْ بَلَّغْتَ فَیَقُوْلُ نَعَمْ اَیْ رَبِّ فَیَقُوْلُ لِاُمَّتِهٖ هَلْ بَلَّغَکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ لَا مَا جَآءَ نَا مِنْ نَّبِیٍّ فَیَقُوْلُ لِنُوْحٍ مَّنْ یَّشْهَدُ لَکَ فَیَقُوْلُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاُمَّتُهٗ فَنَشْهَدُ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُهٗ جَلَّ ذِکْرُهٗ وَکَذَا لِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ.

ترجمہ۔حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوحؑ اور ان کی امت اللہ تعالیٰ کے دربار میں

حاضر ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے۔کیا آپؑ نے اپنی امت کو میرے احکام پہنچائے تھے۔وہ جواب دیں گے ہاں اے میرے رب پس اللہ تعالیٰ آپ کی امت سے دریافت کریں گے کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی پس وہ کہیں گے نہیں ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ کیا کوئی شخص تمہارے لئے گواہی دینے کے لئے تیار ہے۔تو ہم امت محمدیہ کے لوگ گواہی دیں گے کہ واقعی نوحؑ نے ان کو تبلیغ کی تھی۔یہی مطلب اس آیت کریمہ کا ہے کہ اس طرح ہم نے تم کو درمیانی عادل امت بنایا۔تا کہ تم سرکاری گواہ کی حیثیت سے لوگوں کے خلاف گواہی دو۔وسط کے معنی عدل کے ہیں۔

حدیث (۳۱۰۱) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَّقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَلْ تَدْرُوْنَ بِمَنْ يَّجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِیْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِیْ وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى مَآ اَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰى مَا بَلَغَكُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰى مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ اَبُوْكُمْ اٰدَمُ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُوْنَ يَآ اٰدَمُ اَنْتَ اَبُوالْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَاتَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ رَبِّیْ غَضِبَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَنَهَانِیْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰى نُوْحٍ فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ يَا نُوْحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا مَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا بَلَغَنَا اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّیْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِئْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَاْتُوْنِیْ فَاَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهٗ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ لَا اَحْفَظُ سَآئِرَهٗ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک ضیافت میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آپؐ کو بازو کا گوشت اٹھا کر دیا گیا جو آپ کا پسندیدہ تھا۔آپؐ اس سے نوچ نوچ کر کھانے لگے۔اور آپؐ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو کیسے ایک کھلے میدان میں جمع فرمائیں گے کہ ان کو ہر دیکھنے والا دیکھ سکے گا۔اور ہر پکارنے والا ان کو سنا سکے گا۔اور سورج ان کے قریب آچکا ہوگا۔تو کچھ لوگ کہیں گے کہ کیا تم اپنے حال کو دیکھتے نہیں ہو کہ کہاں تک اس نے تمہیں پہنچا دیا ہے۔کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو تمہارے رب کی طرف تمہاری سفارش کر سکے۔تو کچھ لوگ کہیں گے کہ تمہارا باپ آدم موجود ہے۔تو لوگ اس کے پاس آئیں گے۔پس ان سے کہیں گے کہ اے آدم تو ابوالبشر ہے۔تمام انسانوں کا باپ ہے۔تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔اور تیرے اندر اپنی روح پھونکی۔اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ تجھے سجدہ کریں۔اور تجھے جنت میں ٹھہرایا۔کیا آپ اپنے رب کی طرف ہماری سفارش نہیں کرتے کیا آپ اس حال کو دیکھ نہیں رہے جس میں ہم ہیں اور جو نوبت ہم تک پہنچی ہے۔تو وہ فرمائیں گے کہ آج میرا رب اتنا غضب ناک ہے کہ ایسا غیظ وغضب نہ تو

اس سے پہلے آیا اور نہ ایسا بعد میں آئے گا اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا پس مجھ سے نافرمانی ہوگئی۔اب تو مجھے اپنی جان کی فکر ہے اور وہ خود سفارش کا مستحق ہے۔تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔حضرت نوحؑ کے پاس جاؤ۔تو لوگ حضرت نوحؑ کے پاس آئیں گے۔اور ان سے کہیں گے کہ آپ زمین والوں کی طرف پہلے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔اور اللہ تعالیٰ نے خود تمہارا نام عبد شکور بندہ شکر گزار رکھا ہے کیا ہماری اس حالت کو نہیں دیکھتے جس میں ہم مبتلا ہیں اور اس مصیبت کو نہیں دیکھتے جو ہم کو پہنچ چکی ہے کیا آپ ہمارے لئے اپنے رب کی طرف سفارش نہیں کر سکتے۔وہ فرمائیں گے میرا رب آج اتنا غضب ناک ہے کہ اس قدر غیظ وغضب نہ پہلے ہوا تھا اور نہ ہی اس جیسا بعد میں ہوگا میں تو اپنی ذات کیلئے فکر مند ہوں کہ کوئی میرے لئے سفارش کرے۔تم لوگ نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے۔میں عرش الہی کے نیچے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔پس مجھ سے کہا جائے گا اے محمدؐ! سجدے سے اپنا سر اٹھاؤ۔جس کے لئے آپؐ سفارش کریں گے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔جو آپؐ مانگیں گے آپ کو دیا جائے گا۔محمد بن عبید راوی کہتے ہیں کہ باقی حدیث مجھے یاد نہیں۔

حدیث (۳۱۰۲) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ مِثْلَ قِرَاءَةِ الْعَامَّةِ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوحؑ کے قصہ میں فھل من مدکر پڑھا۔ جیسے کہ تمام لوگوں کی قرأت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ بادی الری ظاہر نظر میں جو ہمارے لئے ظاہر ہوا لفظی ترجمہ تو یہ ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لوگ غور وخوض کرتے تو انبیاءؑ کی وہ بھی پیروی نہ کرتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ ان لوگوں کی خساست بالکل ظاہر ہے۔پوشیدہ نہیں کہ کسی غور وخوض کی ضرورت پڑے۔ لنا کے لفظ کی زیادتی اس وجہ سے ہے کہ عموماً مفسرین کی عادت ہے کہ وہ الفاظ کی تفسیر متکلم کے صیغہ سے کرتے ہیں۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود آیت کے اندر یہ معنی ملحوظ ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ بادی الرای میں با دی بمعنی ظاہر کے ہے۔جس کی مختلف توجیہات ہیں۔ ایک یہ کہ لوگ ظاہر میں آپ کے پیروکار ہیں باطن اس کے خلاف ہے۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی رائے میں آپ کے متبع ہو گئے انہوں نے اپنی رائے میں احتیاط نہیں برتی۔پورا غور وخوض نہیں کیا۔تیسرا مطلب یہ ہے کہ رذیل لوگ ہیں جن کی رذالت ظاہر باہر ہے۔اس وقت رأی رؤیۃ العین سے ہوگا۔ رؤیۃ قلبی مراد نہ ہوگی۔چنانچہ ایک قرأت میں مجاہد سے منقول ہے ہم اراذلنا بادی الرأی العین الخ اور علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں ماظھر لنا اول النظر قبل التامل یعنی سوچ بچار سے پہلے اول ہی نظر میں جو ظاہر ہوا اس کو مان لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وفار التنور جمہور مفسرین کی طرح عکرمہ نے بھی تنور کی تفسیر میں مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے معنی روئے زمین کے ہیں۔کیونکہ مشہور معنی تنور سے پانی کا ابلنا محال ہے۔لیکن میرے نزدیک دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چنانچہ مولانا محمد حسن مکی کی تقریر میں ہے نبع الماء من التنور والمعروف کہ پانی تنور سے ابل پڑا اور عکرمہ نے تنور کی تفسیر وجہ الارض یعنی روئے زمین سے کی ہے۔عکرمہ اور زہری فرماتے ہیں کہ نوحؑ سے کہا گیا جب پانی روئے زمین پر پھیل جائے تو کشتی میں سوار ہو جانا۔اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ فار التنور ای طلع الفجر ونور الصبح یعنی فجر پھوٹ پڑے اور صبح کی روشنی ظاہر ہو جا

ئے۔حسنؒ۔مجاہدؒ۔شعبیؒ۔اوراکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ تنور سے وہ غار مراد ہے جس میں روٹیاں پکائی جاتی ہیں۔کہتے ہیں کہ یہ تنور پتھر کا تھا جس میں حضرت حواء روٹیاں پکاتی تھیں۔جو حضرت نوحؑ تک پہنچا تو نوحؑ سے کہا گیا جب تم دیکھو کہ پانی اس تنور سے ابل رہا ہے تو کشتی پر سوار ہو جانا۔ پھر اس کے مقام میں اختلاف ہے۔شعبیؒ تو قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ نواحی کوفہ میں تھا۔اور مقاتل فرماتے ہیں کہ تنور آدم کا تھا جو شام کے علاقہ عین وردۃ میں تھا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ ہندوستان میں تھا۔اور بغوی نے تینوں اقوال ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ حضرت حسنؒ کا قول صحیح ہے کہ تنور کو اپنے حقیقی معنی پر محمول کیا جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ یجمع اللہ تعالیٰ یہ نیا کلام ہے۔ لم استفہام ہے جس پر کلام تمام ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ کی تقریر اس طرح واضح ہے کہ جب آپؐ نے فرمایا انا سید الناس یوم القیامۃ پھر آپؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے یہ کس وجہ سے ہوگا۔پھر یجمع اللہ الخ سے وجہ ذکر فرمائی۔چنانچہ آگے خود حدیث میں آ رہا ہے ھل تدرون مما ذٰلِکَ کہ تم جانتے ہو یہ کس وجہ سے ہوگا۔

یجمع اللہ الخ سے اس کی وجہ ذکر فرمائی۔چنانچہ بعض نسخوں میں بم ذٰلِکَ کے لفظ وارد ہوئے ہیں اور بعض نسخوں میں بم کی بجائے بمن آیا ہے۔تو علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں بمن یظھر ذٰلِکَ تو پھر ظہور سیادت کے سبب کا بیان ہوگا۔ثبوت سیادت نہ ہوگا۔حافظؒ فرماتے ہیں کہ یوم القیامۃ کی تخصیص اسلئے ہے کہ اس سیادت کا ظہور اس دن ہوگا کہ سب انبیاء آپؐ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ انت اوّل الرسل یعنی اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اول الرسل پر اشکال ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ نبی تھے۔اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ وہ کسی نہ کسی شریعت پر عبادت کرتے ہوں گے اور پھر اولاد نے ان سے لیا ہوگا۔بنابریں اول رسل تو آدمؑ ہوئے۔تو ایک جواب تو یہ ہے کہ نوحؑ کی رسالت اہل ارض کے لئے تھی۔اور آدمؑ کے زمانہ میں زمین پر اور کوئی آبادی نہیں تھی۔دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کی رسالت صرف اپنی اولاد تک تھی۔تو یہ رسالت تربیت اولاد کیلئے ہوئی۔اور نوحؑ کی رسالت اس امت کی تمام امتیوں کے لئے تھی جو شہروں میں پھیل چکے تھے۔اور آدمؑ کی اولاد صرف ایک شہر تک محدود تھی۔اور نوحؑ کفار اہل الارض کی طرف رسول تھے۔یا یہ کہ اولوالعزم رسول نوحؑ تھے تو اس وقت اوّلیّت حقیقیہ ہوگی۔شیخ گنگوہیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ھذا اوفق الاقوال.

تشریح از قاسمیؒ ۔ ابن جریرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کی پیدائش آدمؑ کی وفات کے ایک سو بیس سال بعد ہوئی۔اور تین سو پچاس سال کی عمر میں انہیں نبوت ملی۔اور طوفان کے بعد تین سو پچاس سال زندہ رہے۔ اور آپ کی کل عمر ساڑھے نو سو سال تھی۔جودی دجلہ۔اور فرات کے جزیرہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے۔جہاں کشتی نوح آ کر رکی تھی۔

انذر نوح قومہ ان کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ یہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔پہلے رسول تو صرف رشد وھدایت للاولاد کے لئے تھے۔یا اس لئے کہ وہ ابوالبشر ثانی تھے۔کہ طوفان کے بعد زمین پر جو قوم آباد ہوئی وہ ان کے چاروں بیٹوں کی اولاد تھی۔ تمثال کا معنی صورت۔تشفع آپؐ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔معلوم رہے کہ شفاعت اخروی کئی اقسام ہیں۔جو سب کی سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص ہوں گی۔اس لئے آپؐ صاحب الشفاعات ہیں۔

لعل قراۃ العامۃ یعنی ادغام اوردال کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ قراۃ مشہورہ ہے۔ ادغام اوردال معجمہ قراۃ شاذہ ہے۔

بَابُ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

ترجمہ۔ بے شک الیاس علیہ السلام رسولوں میں سے ہیں

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِلٰى وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ قَالَ بْنُ عَبَّاسٍ يُذْكَرُ بِخَيْرٍ سَلَامٌ عَلٰى اِلْ يَاسِيْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ يُذْكَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اِلْيَاسَ هُوَ اِدْرِيْسُ.

ترجمہ۔ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو۔ وتركنا عليه في الاخرين ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آخرین میں انہیں خیر سے یاد کیا جاتا ہے الیا سین پر سلام ہو۔ ہم احسان کرنے والوں کو اس طرح بدلہ دیتے ہیں۔ وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے ذکر کیا جاتا ہے الیا س وھی ادریس ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ یذکر بخیر یہ ترکنا علیہ فی الاخرین کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ہم نے ان کو آخری لوگوں میں اس حال میں چھوڑا کہ وہ ان کی اچھی تعریف کرتے تھے۔ اور بعض روایات میں جو ہے کہ یہ سلام علی ال یاسین کی تفسیر ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ جو اس جگہ ذکر ہوا۔ باقی سلا م علی ال یا سین کو صرف اشارہ کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اس کی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم.

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ترکنا علیہ فی الاخرین ای ثنا ءً جمیلا وثنا ءً حسناً اور مافی الروایات سے شیخؒ نے ابن عباسؓ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس میں ہے سلا م علی ال یاسین ای یذکر بخیر. اور یہ بھی کہا الیاس عبرانی نام ہے۔ اور بعض اہل بدعت نے آل یسین پڑھا ہے۔ تو اس سے آل محمدؐ مراد ہوگی۔ مگر یہ معنی بعید ہیں۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ کیونکہ انبیاء کی فہرست میں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ سلا م علی الیا سین.

تشریح از قاسمیؒ ۔ چونکہ مصنفؒ کے نزدیک ادریسؑ نوحؑ کے جد نہیں ہیں۔ اسلئے نوحؑ کے بعد ادریسؑ کا ذکر کیا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ اِدْرِيْسَ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا

ترجمہ۔ کہ ہم نے ادریس علیہ السلام کو بلند مکان پر اٹھایا۔

حدیث (۳۱۰۳) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ كَانَ اَبُوْذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِىْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِىْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَآءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٌ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهَا فِىْ صَدْرِىْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِىْ فَعَرَجَ بِىْ اِلَى السَّمَآءِ فَلَمَّا جَآءَ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرَائِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَآءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قَالَ مَا مَعَكَ اَحَدٌ قَالَ مَعِىَ مُحَمَّدٌ قَالَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَفَتَحَ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَآءَ اِذَا رَجُلٌ عَنْ يَّمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَعَنْ يَّسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ

شِمَالِهٖ بَكٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ اَهْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى ثُمَّ عَرَجَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا اِفْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَاقَالَ الْاَوَّلُ فَفَتَحَ قَالَ اَنَسٌ فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ اِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يُثْبِتْ لِيْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ اَنَّهٗ قَدْ ذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِي السَّمَآءِ الدُّنْيَا وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّادِسَةِ وَقَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِاِدْرِيْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا مُوْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ عِيْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ الْحَزْمِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَاحَيَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِيْ ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَّاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِيْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى اَمُرَّ بِمُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى مَا الَّذِيْ فُرِضَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّيْ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّيْ ثُمَّ انْطَلَقَ حَتّٰى اَتٰى بِيَ السِّدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِيْ مَا هِيَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ فَاِذَا فِيْهَا جَنَا بِذُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں مکہ میں تھا تو میرے گھر کی چھت کھولی گئی جبرائیل علیہ السلام اترے اور میرے سینے کو کھولا۔ پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا تھال لائے۔ جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا جس کو میرے سینے میں انڈیل دیا پھر اس کو سی کر ملا دیا۔ پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے آسمان پر چڑھا کر لے گئے۔ پس جب آسمان دنیا تک پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ دروازہ کھولو۔ اس نے کہا یہ کون ہے۔ کہا یہ جبرائیلؑ ہے۔ پوچھا آپ کے ہمراہ کون ہے۔ کہا میرے ہمراہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے۔ کہاہاں پس دروازہ کھلا پس جب ہم آسمان پر چڑھ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ہے جس کے دائیں طرف بھی کچھ لوگ ہیں اور اسکے بائیں طرف بھی لوگ

ہیں۔ جب دائیں طرف دیکھتا ہے تو ہنس دیتا ہے۔ جب بائیں طرف دیکھتا ہے تو رو دیتا ہے۔ تو کہنے لگے کہ آنا مبارک ہو۔ نبی صالح اور صالح بیٹے کو آنا مبارک ہو۔ میں نے پوچھا اے جبرائیلؑ! یہ کون ہیں۔ بولے یہ آدمؑ ہیں اور یہ دائیں بائیں جو لوگ ہیں یہ ان کی اولاد کے مجسمے ہیں۔ دائیں ہاتھ والے تو جنتی لوگ ہیں اور وہ لوگ جو بائیں طرف ہیں۔ وہ جہنمی لوگ ہیں۔ جب دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہو کر ہنستے ہیں تو جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو غم کی وجہ سے رو دیتے ہیں پھر جبرائیلؑ مجھے چڑھا کر اوپر لے گئے یہاں تک کہ ہم دوسرے آسمان تک پہنچ گئے تو انہوں نے اسکے داروغہ سے کہا کہ دروازہ کھول دو۔ تو داروغہ نے ان سے اسی طرح کہا جس طرح پہلے نے کہا تھا۔ پس دروازہ کھل گیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے ذکر کیا کہ آپؐ نے آسمانوں میں ادریسؑ۔ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور ابراہیمؑ کو پایا۔ لیکن انہیں اچھی طرح یاد نہیں رہا کہ ان کے منازل کیسے تھے۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ آپؐ نے آدمؑ کو آسمان دنیا میں اور ابراہیمؑ کو چھٹے آسمان میں پایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب جبرائیلؑ کا گذر ادریسؑ کے پاس سے ہوا تو انہوں نے فرمایا نبی صالح اور صالح بھائی کا آنا مبارک ہو میں نے پوچھا یہ کون ہیں فرمایا کہ یہ ادریسؑ ہیں۔ پھر میرا گزر موسیٰؑ کے پاس سے ہوا۔ جنہوں نے فرمایا نبی صالح اور صالح بھائی کا آنا مبارک ہو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ بتلایا کہ یہ موسیٰؑ ہیں۔ پھر میرا گذر حضرت عیسیٰؑ کے پاس سے ہوا۔ جنہوں نے نبی صالح اور نیک بھائی کا آنا مبارک ہو کہا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں بتلایا کہ عیسیٰؑ ہیں۔ پھر میرا گزر ابراہیمؑ کے پاس سے ہوا۔ جنہوں نے مرحبا با النبی الصالح والا بن الصالح کہا۔ میں نے پوچھا کون ہیں بتلایا کہ ابراہیمؑ ہیں۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ ابن حزم نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابن عباسؓ اور ابوحبۃ انصاریؓ دونوں فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرائیلؑ چڑھا کر لے گئے۔ یہاں تک کہ میں ایک وسیع ہموار میدان میں اترا۔ جہاں میں قلموں کی آواز سنتا تھا۔ پھر ابن حزم اور انسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ ان کو لے کر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرا تو حضرت موسیٰؑ نے پوچھا تیرے رب نے تیری امت پر کیا فرض کیا۔ میں نے بتلایا کہ ان پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے نظر ثانی کی درخواست کرو کیونکہ آپ کی امت پچاس نمازوں کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ میں نے واپس آ کر نظر ثانی کی اپیل کی تو اللہ تعالیٰ نے ان نمازوں کا کچھ حصہ معاف فرما دیا موسیٰؑ کے پاس آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ نظر ثانی کی اپیل کرو۔ پس اس طرح ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے کچھ حصہ معاف فرما دیا۔ موسیٰؑ کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا میں نے ایسا کیا تو پھر کچھ حصہ معاف ہو گیا۔ پس موسیٰؑ کے پاس آ کر ان کو خبر دی تو انہوں نے پھر نظر ثانی کی اپیل کرنے کے لئے کہا۔ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ پس واپس آ کر پھر نظر ثانی کرنے کی اپیل کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب یہ ہیں تو پانچ لیکن ثواب پچاس کا ملے گا۔ ہمارے پاس بات بدلا نہیں کرتی۔ جب حضرت موسیٰؑ کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پھر بھی نظر ثانی کرنے کے لئے کہا۔ میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے شرم و حیا آتی ہے۔ پھر چل پڑے یہاں تک سدرۃ المنتہیٰ تک مجھے لے آئے پس کیا دیکھتا ہوں کہ اس کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ موتیوں کے قبے ہیں اور ان کی مٹی کستوری کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ثُمَّ انطلق میں لفظ ثُمَّ ترتیب ذکری کے لئے ہے یہ نہیں کہ اوپر کو چڑھنا فرضیت نماز کے بعد ہوا اور نہ ہی رب العزت کے ساتھ تخاطب کے بعد ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کیونکہ قصہ معراج کے بارے میں جو روایات آئی ہیں ان کے سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترتیب مکانی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت جو باب المعراج میں آ رہی ہے کہ ساتویں آسمان پر چڑھ جانے کے بعد ثُمَّ رفعت الی سدرۃ

المنتهی ثُمّ رفع لی البیت المعمور ثُمّ فرضت علی الصلوات الخ. اصلی ترتیب یوں ہے۔مشکوٰۃ اور مسلم کی روایات میں بھی ایسی ترتیب ہے بلکہ ترمذی۔نسائی وغیرہ میں بھی ترتیب ہے۔ بنابریں شیخ گنگوہیؒ نے جوتو جیہ بیان فرمائی ہے وہ واضح ہوگئی اور علامہ عینیؒ نے یہ فرمایا کہ حدیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سدرۃ المنتہی جنت میں نہیں ہے کیونکہ آپ فرمارہے ہیں ثُمّ ادخلت الجنة الخ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ثُمّ کا لفظ ترتیب کے لئے نہیں ہے۔جیسے ثُمّ کان من الذین امنوا میں ترتیب کے لئے نہیں۔ بلکہ واؤ کی طرح صرف عطف اور جمع کے لئے ہے۔

ثُمّ مررت بموسی میں بقول علامہ سندھیؒ ثُمّ کا لفظ محض تراخی کے لئے ہے۔ترتیب کے لئے نہیں ہے۔تو لم یثبت لی کیف منازلهم کے منافی نہیں ہوگا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا الخ

ترجمہ۔ قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا۔

وَقَوْلِهٖ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ اِلٰی قَوْلِهٖ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْهِ عَنْ عَطَاءٍ وَسُلَیْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ شَدِیْدَةٍ عَاتِیَةٍ قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ عَتَتْ عَنِ الْخُزَّانِ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمَانِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا مُتَتَابِعَةً فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰی كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ اُصُوْلُهَا فَهَلْ تَرٰی لَهُمْ مِّنْ بَاقِیَةٍ بَقِیَّةٍ.

ترجمہ۔اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا۔الیٰ قولہ۔اس طرح مجرم لوگوں کو سزا دیتے ہیں اس بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ عاد کی تو سخت آندھی سے ہلاک کردی گئی۔ایسی آندھی جو نگرانوں کے قابو سے باہر تھی۔سخرھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل مسلط رکھا پس تو لوگوں کو ان ایام میں ایسے گرے پڑے دیکھتا گویا کہ وہ کھجور کے بن ہیں جو گرے ہوئے ہیں۔پس کیا آپ ان میں سے کسی کو باقی دیکھتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ عتت عن الخزان اللہ کی اجازت سے ایسا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ باذن اللہ سے قطب گنگوہیؒ نے ایک وہم کا دفعیہ کردیا کہ ریاح سرکش کیسے ہوگئی۔جب کہ خزان کنٹرول کرنے والے تھے۔تو جواب دیا کہ ان کی سرکشی اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی۔چنانچہ مولانا محمد حسن کیؒ کی تقریر میں ہے کہ خزان ان کے روکنے پر قادر نہیں تھے۔ہوائیں اللہ کے حکم پر چل رہی تھیں۔

حدیث (۳۱۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ وَقَالَ ابْنُ كَثِیْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ بَعَثَ عَلِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَیْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَیْنَ الْاَرْبَعَةِ الْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِیِّ ثُمَّ الْمَجَاشِعِیِّ وَعُیَیْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِیِّ وَزَیْدٍ الطَّائِیِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِیْ نَبْهَانَ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِیِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِیْ كِلَابٍ فَغَضِبَتْ قُرَیْشٌ وَالْاَنْصَارُ قَالُوْا یُعْطِیْ صَنَادِیْدَ اَهْلِ نَجْدٍ وَیَدَعُنَا قَالَ اِنَّمَا اَتَاَلَّفُهُمْ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَیْنَیْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَیْنِ نَاتِئُ الْجَبِیْنِ كَثُّ اللِّحْیَةِ مَحْلُوْقٌ فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ یَا مُحَمَّدُ

فَقَالَ مَنْ يُطِعِ اللهَ إِذَا عَصَيْتُ أَيَأْمَنُنِي اللهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَلَا تَأْمَنُونِي فَسَأَلَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ أَحْسِبُهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَمَنَعَهُ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا أَوْفِي عَقِبِ هَذَا قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ باد صبا یعنی پچھم کی ہوا سے میری مدد کی گئی ہے اور عاد کی قوم پروا ہوا سے تباہ کی گئی۔ دوسری سند سے ابی سعید فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کچھ ٹکڑا سونے کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ جس کو آپؐ نے چار اشخاص میں تقسیم فرما دیا۔ اقرع بن حابس۔ حنظلی مجاشعی اور عیینہ بن بدر فزاری اور زید تائی جو بنو نبہان کا ایک آدمی تھا۔ اور علقمہ بن علاثہ عامری جو بنو کلاب کا ایک آدمی تھا۔ تو قریش اور انصار ناراض ہو گئے کہ آپؐ نجد والوں کو عطیہ دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ان کی دلجوئی کرتا ہوں تاکہ دین اسلام پر جمے رہیں ایک آدمی آیا جس کی دونوں آنکھیں گڑی ہوئی تھیں۔ دونوں رخسارے ابھرے ہوئے تھے۔ پیشانی اٹھی ہوئی تھی گھنی داڑھی والا اور سر منڈائے ہوئے تھا کہنے لگا اے محمدؐ! اللہ سے ڈر جس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں نافرمانی کرنے لگوں تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تو مجھے زمین والوں پر امین قرار دیں اور تم مجھے امین نہ سمجھو۔ تو ایک آدمی نے اس کے قتل کر دینے کی اجازت مانگی۔ میرا گمان ہے کہ وہ خالد بن ولید تھے۔ تو آپؐ نے اس کو روک دیا جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نسل سے یا اس کے نسب سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں ان کو پالوں تو میں ان کو ایسے قتل کروں جیسے کہ عاد کی قوم قتل ہوئی۔

حدیث (۳۱۰۵) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پڑھتے تھے۔ ھل من مدکر یعنی ادغام اور دال مہملہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ جس میں عاد کی تباہی کا ذکر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قتل عاد یہ محل ترجمہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد کی بیخ و بن اکھیڑ دی گئی۔ تہس نہس ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ لئن انا ادر کتھم لاقتلنھم قتل عاد سے غرض یہ ہے کہ ایسا قتل جس کے بعد کوئی فرد بھی باقی نہ رہے۔ جس سے اشارہ ہے۔ ھل تری لھم من باقیہ یہ مقصد نہیں کہ جس آلہ سے عاد کی قوم ہلاک کی گئی۔ اسی آلہ سے ان کو ہلاک کروں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قتل مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہو۔ جس سے مراد قتل شدید اور قتل قوی ہو۔ کیونکہ یہ لوگ شدت اور قوت میں مشہور تھے۔ چنانچہ دوسری روایت میں قتل ثمود بھی وارد ہوا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگر اشکال ہو کہ جب آپؐ ایسے لوگوں کو قتل عاد کی طرح ختم کرنا چاہتے ہیں تو پھر حضرت خالدؓ کو کیوں روکا۔ تو کہا جائے گا کہ ادراک زمان سے ان کے غلبہ اور ظہور کا زمانہ مراد ہے جب کہ وہ کثیر ہوں گے اور لوگوں کا مقابلہ تلوار سے کریں گے یہ زمان مستقبل میں ہونے والا تھا۔ چنانچہ ان خوارج کا مقابلہ سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو کرنا پڑا جنگ نہروان ان سے لڑی گئی جس میں ہزاروں مسلمان

مارے گئے اور کافی عرصہ تک سلاطین اسلام ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ حجاج بن یوسف جیسے شخص کو شبیب خارجی کی بیوی غزالہ نے گھر سے نہ نکلنے دیا۔ بصرہ اور کوفہ میں سال بھر تک معرکہ آرائی رہی۔ اقامت غزالة سوق الضراب بین العراقین حولا قميطا
ترجمہ۔ کہ غزالہ نے بصرہ اور کوفہ عراق کے دو اہم شہروں میں ایک سال کامل تلوارزنی کا بازار گرم رکھا۔

بَابُ قِصَّةِ يَاجُوْجَ وَمَا جُوْجَ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّ يَا جُوْجَ وَمَا جُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

ترجمہ۔ یاجوج ماجوج کا قصہ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یاجوج وماجوج روئے زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں

بَابُ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا اِلٰى قَوْلِهٖ سَبَبًا طَرِيْقًا اِلٰى قَوْلِهٖ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَّهِيَ الْقِطَعُ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْجَبَلَيْنِ وَالسَّدَّيْنِ الْجَبَلَيْنِ خَرْجًا اَجْرًا قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا اَصْبُبْ عَلَيْهِ رِصَاصًا وَّيُقَالُ الْحَدِيْدُ وَيُقَالُ الصُّفْرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ النُّحَاسُ فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ يَعْلُوْهُ اسْتَطَاعَ اِسْتَفْعَلَ مِنْ اَطَعْتُ لَهٗ فَلِذٰلِكَ فُتِحَ اَسْطَاعَ يَسْطِيْعُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اسْتَطَاعَ يَسْتَطِيْعُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكًّا اَلْزَقَهٗ بِالْاَرْضِ وَنَاقَةٌ دَكَّاءُ لَا سَنَامَ لَهَا وَلَا كَدَاكُ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلُهٗ حَتّٰى صَلُبَ مِنَ الْاَرْضِ وَتَلَبَّدَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ قَالَ قَتَادَةُ حَدَبٍ اَكَمَةٍ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ السَّدَّ مِثْلَ الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ قَالَ رَاَيْتَهٗ.

ترجمہ۔ باب ہے اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں آپؐ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ الی قوله سببا یعنی طریق راستہ الی قوله اتونی زبر الحدید. زبر کا واحد زبرہ ہے۔ جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں تو معنی ہوئے میرے پاس لوہے کی چادریں لے آؤ۔ ابن عباسؓ سے کہا جاتا ہے کہ صدفین سے مراد بھی دو پہاڑ ہیں اور سدین سے مراد بھی دو پہاڑ ہیں جب دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ کو پر کر دیا گیا۔ خرجاً بمعنی مزدوری۔ اجوت حکم دیا کہ پھونکو۔ یہاں تک کہ جب وہ لوہا آگ کی طرح ہو گیا تو فرمایا کہ میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ میں اس پر رک کو پلٹ دوں۔ قطر کے معنی تانبا۔ اور کہا جاتا ہے کہ لوہا ہے۔ بعض نے کہا کہ پیتل ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پیتل مراد ہے۔ پس ان کو طاقت نہیں کہ وہ اس دیوار پر چڑھ جائیں۔ طعت له سے باب استفعال استطاع بنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے فتح الف کے ساتھ استطاع پڑھا گیا۔ یستطیع اس کا مضارع ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ استطاع یستطیع باب استفعال سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے فتح الف کے ساتھ استطاع پڑھا گیا۔ یستطیع اس کا مضارع ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ استطاع یستطیع باب استفعال سے ہے۔ اور وہ اس دیوار میں سوراخ نہیں کر سکتے فرمایا یہ میرے رب کی مہربانی ہے کہ ایسی مضبوط دیوار بن گئی لیکن جب میرے رب کا وعدہ قیامت برپا کرنے کا آئے گا تو وہ اس دیوار کو بالکل زمین بوس کر دے گا یعنی اسے زمین کے ساتھ ملا دے گا۔ دکا اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کی کوہان نہ ہو۔ اور و کداک بھی ایسی ہموار زمین کو کہتے ہیں جو سخت

ہو جائے اور چمٹ جائے۔ وکان وعد ربی حقا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے اور اس دن ہم لوگوں کو اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ وہ ایک دوسرے کو گھسنے مارتے ہوں گے۔ یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج نکلیں گے تو وہ ہر ٹیلہ سے رینگ رہے ہوں گے۔ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے وہ دیوار دیکھی ہے جو سرخ چادروں کی طرح ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تو نے اسے دیکھا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ برد جمع بردہ کی چادر اور حجرۃ یعنی نقش ونگار والی۔ یعنی جو سفید اور سیاہ ہو۔ یا سفید اور سرخ دھاری ہو۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی دیکھنے والا اہل مدینہ میں سے تھا جس نے کہا کہ میں نے اس دیوار چین کو دیکھا جس کا ایک راستہ سیاہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا پس تو اسے دیکھ چکا ہے۔

تشریح از قاسمی۔ ذوالقرنین اسے اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ مشرق ومغرب کا بادشاہ بن گیا تھا۔ کہ شرق اور غرب سے اس کا گذر ہوا۔ بعض کہتے ہیں اپنی دو زلفوں کی وجہ سے ذوالقرنین مشہور ہوا یا اس کے سر پر تاج دو سینگوں کے مشابہ تھا بہر حال یہ سکندر اول ہے جس نے ابراہیم خلیل اللہؑ کے ہمراہ بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور یہی پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ ابراہیمؑ پر ایمان لایا اور آپ کا پیروکار بنا اس کا وزیر خضرؑ تھا۔ بہر حال مؤمن نیکوکار ضرور تھا اس کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اور دوسرا سکندر یونانی تھا جس کا وزیر فلسفی ارسطا طالیس تھا وہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے تین سو سال پہلے قبل از مسیح ہے۔ مصنفؒ نے ابراہیمؑ کے ذکر سے پہلے ذوالقرنین کا ذکر اس غرض سے کیا کہ اس سکندر سے سکندر یونانی مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو عیسٰیؑ کے زمانہ کے قریب آیا ہے اور ابراہیمؑ اور عیسٰیؑ کے درمیان دو ہزار سال سے بھی زیادہ کا عرصہ گذرا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ سکندر ثانی کو ذوالقرنین کی مشابہت کی وجہ سے کہنے لگے کہ اس کی سلطنت وسیع تھی اور بلاد کثیرہ پر اس کو غلبہ حاصل تھا

حدیث (۳۱۰۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَؓ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا قَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍؓ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

ترجمہ۔ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ حضرت زینب بنت جحشؓ سے روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس گھبرائے ہوئے تشریف لائے۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ فرمانے لگے کہ عرب کے لئے ہلاکت ہے اس شر کی وجہ سے جو قریب آچکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار کھول دی گئی ہے اس طرح آپؐ نے اپنی دو انگلیوں انگوٹھا اور انگشت شہادت سے حلقہ بنایا۔ حضرت زینب بنت جحشؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہمارے اندر نیک لوگوں کی موجودگی کے باوجود ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! جب کہ خبث اور برائی زیادہ ہو جائے گی۔

حدیث (۳۱۰۷) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَحَ اللَّهُ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلَ هَذَا وَعَقَدَ بِيَدِهِ تِسْعِينَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی دیوار اس طرح کھول دیں گے۔ اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے نوے کا عدد باندھا۔

حدیث (۳۱۰۸) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ فَيَقُولُ أَخْرِجْ

بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعِيْنَ فَعِنْدَهُ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَاهُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذٰلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْكُمْ رَجُلٌ وَمِنْ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ اَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَآءِ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ اَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَآءَ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ اے آدم! وہ فرمائیں گے حاضر ہوں میں تیرے سامنے ہوں میں اے رب تمام بھلائی تیرے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے فرمائیں گے جہنمیوں کا گروہ نکال لو وہ پوچھیں گے جہنمیوں کا گروہ کیا ہے۔ فرمائیں گے ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے پس اس وقت سن کر چھوٹا بچہ سفید بالوں والا ہو جائے گا۔ اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل رکھ دے گی اور تو لوگوں کو بے ہوش دیکھے گا۔ وہ درحقیقت نشہ میں بے ہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ ایک ہم میں سے کون ہوگا آپؐ نے فرمایا تم خوش ہو جاؤ بے شک تم میں سے ایک ہوگا۔ اور یاجوج وماجوج میں سے ایک ہزار ہوں گے۔ پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے امید ہے کہ تم لوگ جنتیوں میں سے چوتھائی ہو گے ہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر آپؐ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ اہل جنت کا تہائی ہو گے۔ پس ہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ اہل جنت کا آدھا ہو گے۔ پھر ہم نے نعرہ تکبیر لگایا فرمایا تم لوگوں میں سے ایسے ہوں گے جیسے سفید بیل کے چمڑے میں ایک سیاہ بال ہوتا ہے۔ یا جیسے ایک کالے رنگ کے بیل کے چمڑے میں ایک سفید بال ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ عقد بیدہ تسعین اس سے مقصد اس حلقہ کی صورت کو قوت خیتلہ کے قریب کرنا ہے بس صورت حلقہ کے بارے میں دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی ایک روایت میں عقد بیدہ تسعین ہے۔ اور پہلی روایت میں تھا کہ حلق بالابھام والتی تلیھا کہ انگوٹھے اور اور نگشت شہادت سے حلقہ بنایا۔ جس سے بظاہر تیس کا عقد معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض روایات میں تسعین و مائۃ یعنی نوے یا سو آیا ہے۔ اور بعض میں دس کا عدد بھی آیا ہے۔ بنابریں حافظؒ فرماتے ہیں کہ روایات متفقہ ہیں۔ اہل معرفت کے نزدیک عقد حساب کی مختلف صورتیں ہیں اگر چہ حلقہ سے مشابہت میں سب متفق ہیں۔ تسعون اور مائۃ تو قریب قریب ہیں۔ البتہ عشرہ مخالف ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ نے مختلف روایات ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس مقام پر تین چیزیں ہیں۔ پہلا تو عاقد میں اختلاف ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا سفیان ہیں۔ یا وہب ہیں۔ دوسرا اختلاف عدد میں ہے نوے ہے۔ سو ہے۔ یا دس ہے۔ اور تیسرا یہ ہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے۔ جس میں ہے انا امۃ امیہ الخ کہ بے شک ہم ان پڑھ امت ہیں۔ نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں۔ تو پہلے اختلاف کا جواب تو ابن عربیؒ نے دیا ہے کہ یہ عقد مدرج راوی ہے حدیث کے الفاظ نہیں ہیں۔ رواۃ نے اشارہ کو حساب سے تعبیر کر دیا اور دوسرے اختلاف کا جواب قاضی عیاضؒ نے دیا ہے کہ تمثیل سے مراد تقریب ہے تحدید نہیں ہے۔ اور تیسرے اختلاف کا جواب یہ ہے کہ انا امۃ امیہ ایک خاص معین صورت کو بیان کرتا ہے۔ عام نہیں ہے کہ بالکل ہی حساب نہ جانتے ہوں۔ لیکن حافظؒ فرماتے ہیں کہ عقد الحساب یہ ایک اہل عرب کی اصطلاح تھی۔ جس کے مطابق آپؐ نے سد سکندری کے کھلنے کو اس کو عقد معروفہ سے بیان فرمایا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا

ترجمہ۔ باب ہے ان اقوال باری کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو خلیل بنالیا۔

وَقَوْلُهٗ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ وَقَوْلُهٗ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ وَقَالَ اَبُوْ مَيْسَرَةَ الرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبْشَةِ.

ترجمہ۔ بے شک ابراہیمؑ کی ایک جماعت جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابراہیمؑ رحیم اور حوصلے والے تھے۔ ابومیسرۃ فرماتے ہیں کہ حبشی زبان میں اواہ رحیم کو کہتے ہیں۔

حدیث(۳۱۰۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ وَاَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَاِنَّ اُنَاسًا مِنْ اَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِيْ اَصْحَابِيْ فَيَقُوْلُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهِ الْحَكِيْمُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے۔ پھر یہ آیت پڑھی جیسے ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی تھی اسی کو لوٹائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے جس کو ہم ضرور کرنے والے ہیں۔ اور پہلا شخص جس کو قیامت کے دن کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیمؑ ہوں گے۔ اور میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ بائیں طرف کو پکڑے جائیں گے۔ پس میں کہوں گا یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ میرے ساتھی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ کے ان سے جدا ہو جانے کے بعد یہ لوگ برابر اپنی ایڑیوں پر پھر جانے والے ہو گئے۔ پس جیسے اللہ کے نیک بندے نے کہا تھا میں بھی ویسے کہوں گا جب تک میں ان کے اندر رہا ان پر نگران رہا۔ اور جب آپ نے مجھ کو وفات دے دی تو پھر آپ ہی تاڑ رکھنے والے تھے۔ الآیۃ

حدیث(۳۱۱۰) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلٰى وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ اَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ يَارَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَّنِيْ اَنْ لَّا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِي الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَا اِبْرَاهِيْمُ مَاتَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُلْتَطِخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کی قیامت کے دن اپنے باپ آزر سے ملاقات ہوگی کہ آزر کے چہرہ پر سیاہی اور غبار پڑی ہوگی حضرت ابراہیمؑ اس سے کہیں گے کہ کیا میں نے تجھ سے کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔ تو آپ کا باپ کہے گا کہ پس آج کے دن میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ جس پر حضرت ابراہیمؑ کہیں گے اے میرے رب بے شک آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تجھے رسوا نہیں کرونگا بس اس سے بڑی رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ رحمت الٰہی سے بہت دور ہو۔ اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے کہ میں نے تو جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ پس ابراہیمؑ سے کہا جائے گا کہ اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو وہ نگاہ کریں

گے تو کیا دیکھیں گے کہ ایک بہت بالوں والا بجو ہے جو گوبر یا خون میں لت پت ہے پس اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

حدیث (۳۱۱۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَجَدَ فِيْهِ صُوْرَةَ اِبْرَاهِيْمَ وَصُوْرَةَ مَرْيَمَ فَقَالَ اَمَالَهُمْ فَقَدْ سَمِعُوْا اَنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ هٰذَا اِبْرٰهِيْمُ مُصَوَّرٌ فَمَا لَهٗ يَسْتَقْسِمُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس میں ابراہیمؑ اور بی بی مریمؑ کی صورتیں دیکھیں۔ فرمایا یہ لوگ سن چکے ہیں کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔ یہ تو ابراہیمؑ کی صورت بنائی گئی ہے تو وہ تقسیم کیسے کر سکتے ہیں۔ یعنی تصویریں تقسیم امور انجام نہیں دے سکتیں۔

حدیث (۳۱۱۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ حَتّٰى اَمَرَبِهَا فَمُحِيَتْ فَرَاٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِاَيْدِيْهِمَا الْاَزْلَامُ فَقَالَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهِ اِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْاَزْلَامِ قَطُّ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ کے اندر تصویریں دیکھیں تو اس وقت تک اندر داخل نہ ہوئے جب تک کہ آپؐ کے حکم کے مطابق ان کو نہ مٹا دیا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے ہاتھوں میں دیکھا کہ تقسیم کے تیر ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو مارے۔ اللہ کی قسم! یہ دونوں تو کبھی تیروں سے تقسیم کے روادار نہ ہوئے۔

حدیث (۳۱۱۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقٰهُمْ فَقَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ بْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ بْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَمَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ الخ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا یا رسول اللہ! تمام لوگوں میں سے بڑی عزت والا کون ہے۔ فرمایا جو ان میں سے زیادہ پرہیزگار ہوگا۔ انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق سوال نہیں کرتے۔ فرمایا یوسف نبی اللہ جو نبی اللہ کے بیٹے اور خلیل اللہ کے پوتے تھے۔ انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق بھی سوال نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا عرب کی فخر کی کانوں کے متعلق سوال کرتے ہو جو زمانہ جاہلیت میں ان میں سے بہتر تھا وہی اسلام میں بھی بہتر ہوگا۔ جب کہ وہ دین میں سمجھ پیدا کریں ابو اسامۃ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

حدیث (۳۱۱۴) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ الخ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ طَوِيْلٍ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلًا وَاِنَّهٗ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

ترجمہ۔ حضرت سمرہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے تو ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو لمبا تھا۔ میں لمبائی کی وجہ سے اس کے سر کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بے شک وہ حضرت ابراہیمؑ تھے۔

حدیث (۳۱۱۵) حَدَّثَنَا بَيَانُ ابْنُ عَمْرٍو الخ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ وَذَكَرُوْا لَهُ الدَّجَّالَ بَيْنَ

عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ كَافِرٌ اَوْ كَ فَ رَ قَالَ لَمْ اَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهُ قَالَ اَمَّا اِبْرَاهِيْمَ فَانْظُرُوْا اِلٰى صَاحِبِكُمْ وَاَمَّا مُوْسٰى فَجَعْدٌ اٰدَمُ عَلٰى جَمَلٍ اَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَةٍ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ اِنْحَدَرَ فِى الْوَادِىْ يُكَبِّرُ.

ترجمہ۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا۔ جب کہ لوگوں نے ان کے سامنے دجال کا ذکر کیا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر یا ک ف ر لکھا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ابراہیمؑ کو دیکھنا ہو تو اپنے ساتھی محمد مصطفیٰ کو دیکھ لو۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام گھونگھرالے بالوں والے گندم گوں سرخ رنگ کے سرخ اونٹ پر سوار جس کی مہار کھجور کے رسہ کی ہے۔ گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ تکبیر کہتے ہوئے وادی میں اتر رہے تھے۔

حدیث (۳۱۱۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ تَابَعَهُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم نبی اللہ نے اسی سال کی عمر میں کلہاڑے کے ساتھ ختنہ کرایا اگر قدوم بالتشدید ہو تو شام میں ایک بستی کا نام ہے۔

حدیث (۳۱۱۷) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ قَالَ بِالْقَدُوْمِ مُخَفَّفَةً.

ترجمہ۔ یعنی انہوں نے تخفیف کے ساتھ قدوم روایت کیا جس کے معنی چکھاڑنے کے ہیں۔

حدیث (۳۱۱۸) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ الرُّعَيْنِىُّ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلٰثًا وَفِىْ رِوَايَتِهٖ اِلَّا ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِىْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَوْلُهٗ اِنِّىْ سَقِيْمٌ وَّقَوْلُهٗ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ اِذْ اَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلٌ مَّعَهُ امْرَاَةٌ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِىْ فَاَتٰى سَارَةَ قَالَ يَاسَارَةُ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِىْ وَغَيْرُكِ وَاَنَّ هٰذَا سَاَلَنِىْ فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّكِ اُخْتِىْ فَلَا تُكَذِّبِيْنِىْ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَاُخِذَ فَقَالَ ادْعِى اللّٰهَ لِىْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ ادْعِى اللّٰهَ لِىْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتْ فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّكُمْ لَمْ تَاْتُوْنِىْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَيْتُمُوْنِىْ بِشَيْطَانٍ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَاَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّىْ فَاَوْمَاَبِيَدِهٖ مَهْيَا قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ اَوِالْفَاجِرِ فِىْ نَحْرِهٖ وَاَخْدَمَ هَاجَرَ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ تِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِىْ مَاءِ السَّمَاءِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ نے صرف تین جھوٹ کہے ہیں دو ان میں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہیں۔ پہلا آپ کا قول انی سقیم ہے کہ میں بیمار ہوں۔ دوسرا قول بل فعله كبيرهم هذا بلکہ ان کے اس بڑے نے اس کو کیا ہے۔ اور تیسرا یہ ہے کہ ایک دن وہ اور ان کی بیوی سارہؓ سفر کرتے کرتے ایک ظالم بادشاہ مصر کے پاس سے گذرے اس بادشاہ سے کہا گیا کہ بے شک اس جگہ ایک ایسا مرد ہے جس کے ہمراہ تمام لوگوں میں سے زیادہ خوب صورت بیوی ہے تو اس نے

آپ کے پاس آدمی بھیجا جو اس عورت کے بارے میں پوچھتا تھا۔ کہا کہ یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا میری بہن ہے اور سارہؓ کے پاس آ کر کہا کہ اے سارہ آج روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے۔ اور اس بادشاہ نے تیرے بارے میں مجھ سے پوچھا ہے میں نے اسے بتلا یا ہے کہ تو میری بہن ہے دین کے اعتبار سے۔ پس مجھے جھوٹا ثابت نہ کرنا۔ چنانچہ اس بادشاہ نے جب بی بی سارہ کو طلب کیا یہ اس کے پاس اندر داخل ہوئیں تو اس نے دست درازی شروع کی تو اسے پکڑ لیا گیا۔ پس کہنے لگا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کریں میں تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ پھر دوسری مرتبہ اس نے اس پاکدامن بی بی کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اسی طرح یا اس سے بھی سختی کے ساتھ اسے پکڑ لیا گیا جس پر وہ کہنے لگا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں میں تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ چنانچہ بی بی نے دعا مانگی تو اسے چھوڑ دیا گیا اس نے اپنے کسی دربان کو بلا کر کہا کہ تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے ہو۔ بلکہ کوئی شیطان اور جن سرکش میرے پاس لائے ہو۔ اور خدمت کے لئے بی بی ہاجرہ دے دی۔ پس بی بی سارہ جب ابراہیمؑ کے پاس واپس آئیں تو آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کیا خبر ہے۔ جس پر بی بی نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر یا بدمعاش کی تدبیر کو اس کے سینے میں لوٹا دیا۔ یعنی وہ تدبیر الٹا اس کے خلاف پڑی۔ اور خدمت کے لئے ہاجرہ بھی دے دی۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اے بنو ماء السماء کنایہ ہے بنو اسماعیل سے ہے کہ یہی تمہاری ماں ہے بنو ماء السما طہارت نسب کی وجہ سے کہا گیا۔

حدیث (۳۱۱۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنْ اُمِّ شَرِيْكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزْغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

ترجمہ۔ حضرت ام شریکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ نے کرلے کو مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ پر آگ میں پھونک مارتا تھا۔

حدیث (۳۱۲۰) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهٗ قَالَ لَيْسَ كَمَا تَقُوْلُوْنَ لَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ بِشِرْكٍ اَوَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰی قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت الذین امنوا ولم یلبسوا الایۃ نازل ہوئی تو ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں سے کون سا شخص ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو یعنی گناہ نہ کیا ہو تو آپؐ نے فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو لم یلبسوا ایمانھم بظلم ظلم بمعنی شرک کے ہے کیا تم نے لقمان کا قول اپنے بیٹے سے جو کہہ رہے تھے وہ نہیں سنا۔ اے پیارے بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ کیونکہ شرک تو ظلم عظیم ہے تو ظلم میں تنوین تعظیم کیلئے ہے تحقیر کیلئے نہیں ہے

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ من اکرم الناس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکرام کو ان اعمال صالحہ اور اخلاق مرضیہ پر محمول فرمایا جو انسان اپنی مقدور بھر کوشش سے حاصل کرتا ہے جب لوگوں نے کہا ہماری مراد یہ نہیں تو آپؐ نے ان صفات پر محمول فرمایا جن سے انسان امور عارضہ کی وجہ سے متصف ہوتا ہے لیکن جب لوگوں نے اس سے بھی انکار کیا تو آپؐ نے ان صفات پر محمول فرمایا جو جبلی اور خلقی طور پر انسان میں موجود ہوتے ہیں کسب کا اس میں دخل نہیں ہوتا جیسے آباؤ اجداد۔ تو آپؐ نے فرمایا خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام یعنی اچھی عادات وخصائل جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں رکھ دی ہیں۔ جن پر انسان کی جاہلیت اور اسلام دونوں میں مدح کی جاتی ہیں جیسے صدیق اور فاروق کہ یہ صفات جاہلیت میں بھی محمود تھیں اور اسلام باقی رہنے پر حمد و مدح کا باعث بنیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے سوال وجواب کی جو توجیہ بیان کی ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ حافظ بھی فرماتے ہیں کہ پہلے جواب میں اعمال صالحہ کی شرف کی طرف اشارہ تھا۔ دوسرے جواب میں نسب صالح کے اعتبار سے جو شرف حاصل ہو اس کی طرف اشارہ ہوا۔ اور تیسرے جواب میں عرب کے ان اصول کی طرف اشارہ ہے جن پر وہ لوگ فخر کرتے تھے۔ علامہ کرمانیؒ نے اذا فقھوا کی قید کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بہر حال عالم کو شریف جاہل پر فوقیت حاصل ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ پہلا جواب حسب نسب کا لحاظ کئے بغیر مطلقا تھا۔ دوسرا جواب حسب علی النسب پر اور تیسرا محض حسب پر مبنی تھا۔ تو آپؐ نے اذا فقھوا فرما کر حسب و نسب دونوں کو جمع فرمادیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ واتخذ اللہ ابرھیم خلیلا الخ ان آیات سے حضرت ابراہیمؑ کی ثناء الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ اوّل من یکسی الخ ان کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ان کو ننگا کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا۔ یا اس لئے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سلوار پہنی ہے۔ یہ فضیلت جزئیہ ابراہیمؑ کو حاصل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کلی حاصل ہے یا عموماً متکلم مراد نہیں ہوا کرتا۔

لم یزالوا مرتدین بظاہر ارتداد سے کفر مراد ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ حقوق واجبہ سے پیچھے رہ جانا مراد ہے۔ کیونکہ بحمداللہ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی مرتد نہیں ہوا۔ البتہ دیہاتی لوگ جو رغبۃً یا رھبۃً مسلمان ہوئے تھے ان سے اعمال میں کوتاہیاں ہوگئیں۔ جیسے عیینہ بن حصن وغیرہ۔ ازلام ساون کعبہ کے پاس کچھ تیر جمع ہوتے تھے جن کو بطور فال کے استعمال کیا جاتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پہ افتراء ہے۔

للہ الامر صاحب فیضؒ نے ادریسؑ کے متعلق شیخ اکبرؒ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ ادریس اور الیاس نبی واحد علیہ السلام فصوص کتاب میں انہوں نے لکھا ہے کہ رفع آسانی سے پہلے وہ نبی تھے۔ پھر جب نزول ہوا تو رسول بنائے گئے اور الیاسین نام رکھا گیا تو عیسیٰؑ کی طرح دونوں حالتوں میں نبی رہے۔ قبل از نزول اور بعد النزول۔ لیکن میری تحقیق یہ ہے کہ یہ ادریسؑ اور الیاسؑ دو الگ الگ نبی تھے۔ اور جو لوگ انہیں ایک سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام میں حضرت ادریسؑ کا رفع مشہور ہے۔ اور بنی اسرائیل میں الیاسؑ کا رفع شہرت رکھتا ہے۔ بنابریں اتحاد کا شبہ ہوا۔ دراصل یہ دونوں الگ الگ نبی ہیں۔ باقی الیاسین اور اسین ان کے اتباع مراد ہیں۔ اور یہ اریسین کی طرح ہے کہ اردس ایک آدمی تھا جس نے نیا مذہب اختراع کیا تھا۔ اس کے اتباع کو اریسین کہتے تھے۔ ہرقل بھی انہیں میں سے تھا۔ تو زیادہ نون اتباع کے لئے ہے۔ الیاسین اور اریسین کا معاملہ ہے۔

یسئلونک عن ذی القرنین امام رازیؒ اور حافظؒ کا مسلک یہ ہے کہ یہ ذوالقرنین سکندر یونانی نہیں تھا۔ کیونکہ ارسطو اس کے وزراء میں سے تھا وہ اسے سجدہ کرتا تھا۔ اور اسی نے جغرافیہ کی بنیاد رکھی۔ جس میں سد سکندری کا ذکر کیا دوسرے یہ کہ یونانی سکندر نے مطلع شمس اور مغرب کا سفر نہیں کیا۔ بلکہ وہ سمرقند میں تھا۔ جس نے دارا سے لڑائی لڑی اور اسے قتل کردیا۔ پھر اسکندریہ کو فتح کرتے ہوئے بابل پہنچا۔ پھر یہاں سے وہ کابل واپس ہوا۔ پھر وہ راولپنڈی آیا ٹیکسلا کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ پھر وہاں سے چل کر سندھ پہنچا اور وہیں مرگیا تو یہ سکندر یونانی وہ ذوالقرنین نہ ہوا جس کا ذکر قرآن مجید کرتا ہے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں اس باب میں خاصی بحث کی ہے جو مطالعہ کے قابل ہے۔ دوسری بحث دیوار کے بارے میں ہے۔ بات یہ ہے کہ ذوالقرنین نے اس کو شمالی جانب جبل قوقیا کے قریب بنوایا اور جو دیوار چین کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کا طول ایک ہزار دوسو میل ہے۔ یہ اور دیوار ہے۔ اور ایک تیسری دیوار یمن میں ہے۔ جسے شداد نے بنوایا تھا۔ جس کو قاضی بیضاویؒ نے دربند والی دیوار پر محمول کیا ہے۔ حالانکہ سد یاجوج وماجوج بخارا کے پیچھے ایک مقام پر ہے جو آج کل ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ قرآن مجید میں خروج یاجوج وماجوج تک اس کا باقی رہنا مذکور نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث ہے جس سے اس کا خروج سے مانع ہونا ثابت ہوتا ہو۔ یموج فی بعض سے ان کا خروج بار بار معلوم

ہوتا ہے۔اس سے پہلے ان کا خروج ہو چکا۔آخر زمانہ میں جو خروج ہو گا وہ سخت ترین ہو گا۔اند کا ک ارض کے بعد خروج کا متصل ہونا لازم نہیں ہے۔جیسے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے فتح بیت المقدس فتح قسطنطنیہ وغیرہ ہیں۔لیکن یہ سب متصل نہیں ہو گے۔

تحقیق یاجوج وماجوج باتفاق المؤرخین یافث کی اولاد میں سے ہیں۔شامیوں کی زبان میں کاک میکاک اور مقدمہ ابن خلدون میں غوغ غوغ کہا جاتا ہے۔برطانیہ نے اقرار کیا ہے کہ وہ ماجوج کی اولاد میں سے ہیں۔اور روس نے یاجوج کی قوم میں سے ہونا اقرار کیا ہے۔تو یہ انسانوں کی نسل میں سے ہوئے۔اور ان کے خروج سے مراد ان کا حملہ اور فساد برپا کرنا ہے۔اور یہ ہو کر رہے گا کہ وہ ایک وقت میں سب انسانوں پر خروج کریں گے۔اور حضرت عیسیٰؑ کی دعا سے ہلاک ہو جائیں گے۔لعین قادیانی نے اس سلسلہ میں کئی خرافات سے کام لیا ہے جس پر اسے بڑا فخر ہے۔

ثلث کذبات جیسے دو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھے ایسا تیسرا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھا۔کہ ایک جابر سے عزت کو محفوظ کر لیا۔اگر چہ اس کا نفع ان کی ذات کو پہنچا کذبات صورۃً ہیں۔حقیقۃً نہیں ہیں بلکہ اسے توریہ کہا جائے تو بجا ہے۔انی سقیم کا مطلب ہے میں تمہارے کفر سے مغموم ہوں۔یا یہ کہ انسان ہر وقت کسی نہ کسی بیماری میں ضرور مبتلا رہتا ہے۔ بل فعله كبير هم هذا ان كانو اينطقون کے ساتھ مشروط ہے۔یا باعتبار سبب کے فعل کی مناسبت اس کی طرف کر دی گئی۔

انت اختی. دینی بہن بھائی کہہ کر جابر کے ظلم سے محفوظ ہو گئے۔بعض نے کہا کہ وہ جبار مجوسی تھا جن کے نزدیک محرمات سے نکاح جائز ہے۔ یا اس لئے فرمایا تاکہ مجھے طلاق دینے پر مجبور نہ کرے۔

فاخذ بمعنی حبس اور کہا گیا ہے کہ اس کا گلا دبا دیا جاتا تھا جس سے وہ زمین پر گر پڑتا۔

بَابُ يَزِفُّوْنَ النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ

ترجمہ۔باب یعنی چلنے میں جلدی کرنا

حدیث(۳۱۲۱)حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِیْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِیْ وَيُنْفِذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ مِنْهُمْ فَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهٗ مِنَ الْاَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ فَذَكَرَ كَذَبَاتِهٖ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى تَابَعَهٗ اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ..

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دن گوشت لایا گیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اوّلین اور آخرین سب کو ایک کھلے میدان میں جمع کریں گے۔جہاں ہر پکارنے والا انہیں سنا سکے گا اور ہر آنکھ ان میں سرایت کرے گی سورج ان کے بالکل قریب آجائے گا پھر انہوں نے شفاعت والی حدیث بیان کی کہ بس لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے۔کہ آپ اللہ کے نبی اور زمین میں اس کے خلیل ہیں اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کریں آپ اپنے ان کذبات کو یاد کر کے کہیں گے کہ مجھے تو اپنی ذات کی فکر ہے۔اپنی ذات کو بچالوں تو غنیمت ہے۔دوسرے کے متعلق کیا کر سکتا ہوں۔جاؤ! حضرت موسیٰؑ کے پاس الخ انسؓ نے اسی کی متابعت کی ہے۔

حدیث(۳۱۲۲)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمٰعِيلَ لَوْلَآ أَنَّهَا عَجِلَتْ لَكَانَ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا قَالَ الْاَنْصَارِيُّ الخ حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ أَقْبَلَ إِبْرَاهِيْمُ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَهِيَ تُرْضِعُهٗ مَعَهَا شَنَّةٌ لَمْ يَرْفَعْهُ ثُمَّ جَآءَ بِهَا إِبْرَاهِيْمُ بِابْنِهَا إِسْمٰعِيلَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ پر رحم کرے اگر وہ جلدی نہ کرتیں تو زمزم ایک چشمہ دار کنواں ہوتا۔ انصاری کی سند سے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کو لائے جب کہ وہ اپنے اس بچے کو دودھ پلا رہی تھیں اور اس کے پاس ایک چھوٹا سا مشکیزہ پانی کا تھا لیکن اس حدیث کا رفع نہیں کیا۔

حدیث(۳۱۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍؓ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ أَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النِّسَآءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ اسْمٰعِيلَ اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلٰى سَارَةَ ثُمَّ جَآءَ بِهَآ إِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا إِسْمٰعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهٗ حَتّٰى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَّلَيْسَ بِهَا مَآءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَّسِقَآءً فِيْهِ مَآءٌ ثُمَّ قَفّٰى إِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمٰعِيلَ فَقَالَتْ يَا إِبْرَاهِيْمُ أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا وَّجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهٗ ءَاللّٰهُ الَّذِيْ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيْمُ حَتّٰى كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهٗ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَبِّ إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ حَتّٰى بَلَغَ يَشْكُرُوْنَ وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمٰعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمٰعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَآءِ حَتّٰى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَآءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوّٰى أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ أَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهٖ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَآءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهٗ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا تَغْرِفُ مِنَ الْمَآءِ فِيْ سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ اسْمٰعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ

الْمَآءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِينًا قَالَ فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ
فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتُ اللّٰهِ يَبْنِي هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَهْلَهٗ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْاَرْضِ
كَالرَّابِيَةِ تَاْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَاْخُذُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمَ
اَوْ اَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَآءَ فَنَزَلُوْا فِيْ اَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَاَوْا طَائِرًا عَآئِفًا فَقَالُوْا اِنَّ
هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُوْرُ عَلٰى مَآءٍ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ وَمَا فِيْهِ مَآءٌ فَاَرْسَلُوْا جَرِيًّا اَوْ جَرِيَّيْنِ فَاِذَاهُمْ
بِالْمَآءِ فَرَجَعُوْا فَاَخْبَرُوْهُمْ بِالْمَآءِ فَاَقْبَلُوْا قَالَ وَاُمُّ اِسْمٰعِيْلَ عِنْدَ الْمَآءِ فَقَالُوْا اَتَاْذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَّنْزِلَ
عِنْدَكِ فَقَالَتْ نَعَمْ وَلٰكِنْ لَّا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَآءِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاَلْفٰى ذٰلِكَ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْاُنْسَ فَنَزَلُوْا وَاَرْسَلُوْا اِلٰى اَهْلِيْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى
اِذَا كَانَ بِهَا اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِّنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَاَنْفَسَهُمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ
فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَاَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَجَآءَ اِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ اِسْمٰعِيْلُ يُطَالِعُ
تَرِكَتَهٗ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمٰعِيْلَ فَسَاَلَ امْرَاَتَهٗ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا ثُمَّ سَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ
فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِيْ ضِيْقٍ وَّشِدَّةٍ فَشَكَتْ اِلَيْهِ قَالَ فَاِذَا جَآءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ
وَقُوْلِيْ لَهٗ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهٖ فَلَمَّا جَآءَ اِسْمٰعِيْلُ كَاَنَّهٗ اٰنَسَ شَيْئًا فَقَالَ هَلْ جَآءَكُمْ مِّنْ اَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ
جَآءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَاَلَنَا عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهٗ وَسَاَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّا فِيْ جَهْدٍ وَّشِدَّةٍ قَالَ
فَهَلْ اَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ
ذَاكِ اَبِيْ وَقَدْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُفَارِقَكِ اِلْحَقِيْ بِاَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ اُخْرٰى فَلَبِثَ عَنْهُمْ
اِبْرَاهِيْمُ مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَاَتِهٖ فَسَاَلَهَا عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا
قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ وَسَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ وَّاَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ مَا
طَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَآءُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَآءِ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَّلَوْكَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيْهِ قَالَ فَهُمَا لَا يَخْلُوْا
عَلَيْهِمَا اَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ اِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ قَالَ فَاِذَا جَآءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثْبِتُ
عَتَبَةَ بَابِهٖ فَلَمَّا جَآءَ اِسْمٰعِيْلُ قَالَ هَلْ اَتَاكُمْ مِّنْ اَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ اَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَاَثْنَتْ عَلَيْهِ
فَسَاَلَنِيْ عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَسَاَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّا بِخَيْرٍ قَالَ فَاَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ
هُوَ يَقْرَاُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَاْمُرُكَ اَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ اَبِيْ وَاَنْتِ الْعَتَبَةُ اَمَرَنِيْ اَنْ
اُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَآءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِسْمٰعِيْلُ يَبْرِيْ نَبْلًا لَّهٗ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا

مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ اِلَیْهِ فَصَنَعَا كَمَا یَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ یَا اِسْمٰعِیْلُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ بِاَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ مَآ اَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِیْنُنِیْ قَالَ وَاُعِیْنُكَ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَبْنِیَ هٰهُنَا بَیْتًا وَاَشَارَ اِلٰی اَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلٰی مَا حَوْلَهَا قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ فَجَعَلَ اِسْمٰعِیْلُ یَاْتِیْ بِالْحِجَارَةِ وَاِبْرَاهِیْمُ یَبْنِیْ حَتّٰی اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَآءُ جَآءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهٗ لَهٗ فَقَامَ عَلَیْهِ وَهُوَ یَبْنِیْ وَاِسْمٰعِیْلُ یُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا یَقُوْلَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ قَالَ فَجَعَلَا یَبْنِیَانِ حَتّٰی یَدُوْرَا حَوْلَ الْبَیْتِ وَهُمَا یَقُوْلَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو کمر بند استعمال کیا وہ اسمٰعیلؑ کی والدہ کی طرف سے تھا۔ انہوں نے لٹکتا ہوا کمر بند اس لئے بنایا تھا تا کہ اس سے سارہ کی وجہ سے اپنے نشان قدم مٹاتی تھیں۔ تو ابراہیمؑ بی بی سارہ کی غیرت کھانے کی وجہ سے ام اسماعیل اور ان کے بیٹے اسماعیل کو لے آئے۔ جب کہ وہ ماں اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھی۔ یہاں تک کہ ان دونوں ماں بیٹے کو بیت اللہ کے پاس زمزم کے قریب ایک بہت بڑے جھنڈ دار درخت کے نیچے چھوڑ دیا۔ وہ درخت مسجد کے بالائی حصہ میں زمزم کے اوپر تھا ان دنوں مکہ معظمہ میں نہ کوئی آدمی تھا اور نہ ہی وہاں کوئی پانی تھا۔ تو ان دونوں کو وہاں چھوڑ دیا۔ اور ان کے پاس ایک تھیلہ کھجور کا اور ایک مشکیزہ پانی کا رکھ دیا۔ پھر ابراہیمؑ نے چلتے ہوئے پیٹھ پھیر لی۔ اسمٰعیلؑ کی والدہ ان کے پیچھے دوڑیں کہنے لگیں اے ابراہیمؑ! آپ کہاں جا رہے ہیں اور آپ ہمیں ایسی نشیبی زمین میں چھوڑ کے جا رہے ہیں جہاں نہ تو کوئی انسان وہمدرد ہے اور نہ وہاں کوئی اور شیئ کھانے پینے کی ہے۔ یہ بات انہوں نے ان سے کئی بار کہی۔ لیکن وہ ان کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے تو وہ کہنے لگی کہ کیا آپ کے اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے۔ فرمایا ہاں! فرمایا اب اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا پھر واپس آ گئی اور ابراہیمؑ چل پڑے یہاں تک جب گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں ان کو وہ لوگ نہیں دیکھ سکتے تھے تو بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے یہ دعائیں مانگنے لگے۔ اور اپنے دو ہاتھ دعا کیلئے اٹھا لئے فرماتے تھے اے میرے رب میں اپنے خاندان کو اس غیر آباد نشیبی علاقہ میں تیرے پاک گھر کے پاس ٹھہرا رہا ہوں۔ حتی کہ یشکرون تک پہنچے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ برابر اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور خود اس مشکیزے والے پانی سے پیتی رہیں۔ یہاں تک کہ جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو خود بھی پیاسی رہنے لگیں اور ان کا بیٹا بھی پیاسا رہنے لگا۔ وہ برابر اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں کہ وہ بلبلا کر الٹ پلٹ ہو رہا ہے یا فرمایا کہ وہ بچہ مٹی میں لوٹ پوٹ رہا ہے۔ تو وہ یہ نظارہ ناپسند کرنے کی وجہ سے چل پڑیں۔ تمام روئے زمین سے زیادہ ان کے قریب صفا پہاڑی تھی جو ان کے قریب ہی تھی تو وہ اس پر چڑھ کر کھڑی ہو گئیں۔ پھر وادی کی طرف منہ کر کے دیکھتی تھیں کہ کوئی آدمی نظر آئے۔ مگر انہیں کوئی نظر نہ آیا۔ تو صفا پہاڑی سے نیچے اتر آئیں۔ یہاں تک کہ جب وادی میں پہنچیں تو اپنی قمیص کا پلڑا اٹھایا جیسے کوئی مشقت زدہ انسان دوڑتا ہے اس طرح دوڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ نشیبی جگہ سے آگے نکل گئیں پھر مروہ پہاڑی پر پہنچیں۔ وہاں پر کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں کہ کوئی آدمی نظر آئے۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ یہ کام انہوں نے سات مرتبہ کیا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی وجہ سے لوگ میلین اخضرین کے درمیان دوڑ لگاتے ہیں۔ پس جب اس نے مروہ پہاڑی پر چڑھ کر جھانکا تو ایک آواز سنی۔ پس اپنے آپ سے کہنے لگیں ٹھہر جاؤ۔ پھر کان لگایا تو پھر آواز سنی فرمانے لگیں کہ اگر تو فریاد رس ہے تو تو اپنی آواز سنوا چکا۔ دیکھتی کیا ہیں کہ زمزم کی جگہ کے پاس ایک فرشتہ ہے جس نے بچے کی ایڑی سے یا اپنے پر سے اس جگہ کو کھودا۔ یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ تو ام اسماعیل اسے حوض بنانے لگیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اسی طرح کرتی تھیں اور اپنے مشکیزے میں چلو بھر بھر کر کے ڈالنے لگیں۔ اور وہ پانی چلو بھرنے کے بعد خوب

ابلتا تھا۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسماعیلؑ کی والدہ پر رحم فرمائے۔اگر زمزم کو ایسے چھوڑ دیتیں یا فرمایا کہ اگر وہ پانی سے چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک چالو رہنے والا چشمہ ہوتا۔آپ نے فرمایا بہر حال اس نے خود پانی پیا اور اپنے بچے کو دودھ پلایا تو فرشتہ نے ان سے کہا اب ضائع ہونے کا خوف نہ کھائیں۔کیونکہ اس جگہ اللہ کا گھر ہے۔جس کی اس بچے اور اس کے باپ نے تعمیر کرنی ہے اور ان کے اہل وعیال کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا۔اور ان دنوں بیت اللہ ایک ٹیلے کی طرح زمین سے اونچا تھا جس کے پاس سیلاب آتے رہتے تھے جو اسکے دائیں بائیں حصہ سے ٹکراتے رہتے تھے پس یہ حالت اسی طرح رہی یہاں تک کہ قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ وہاں سے گذرا جو کداً مقام سے آرہا تھا۔اور انہوں نے مکہ کے نچلے حصہ میں پڑاؤ کیا تو انہوں نے کچھ پرندے گھومتے پھرتے دیکھے۔تو کہنے لگے کہ یہ پرندے کسی پانی کے اردگرد گھوم رہے ہیں اور ہمیں معلوم تو تھا کہ اس وادی میں پانی نہیں ہے تو انہوں نے ایک دو نمائندے قاصد بنا کر بھیجے انہوں نے آکر دیکھا تو پانی موجود ہے تو انہوں نے واپس جا کر اپنے لوگوں کو پانی کی اطلاع دی۔پس وہ آئے تو ام اسماعیلؑ پانی کے پاس بیٹھی تھیں۔کہنے لگے کیا ہمیں اس پانی کے پاس اترنے کی اجازت ہے۔انہوں نے فرمایا ہاں تمہیں ٹھہرنے کی اجازت تو ہے لیکن اس پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔کہنے لگے ہاں! ہمیں شرط منظور ہے۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اور ام اسماعیلؑ نے یہ کام اس لئے کیا کہ وہ انس اور ہمدردی کو پسند کرتی تھیں۔چنانچہ انہوں نے اس جگہ رہائش اختیار کی اور اپنے کنبہ وقبیلہ کے لوگوں کو پیغام بھیجا وہ بھی ان کے پاس آکر رہائش پذیر ہو گئے۔پس اس مقام پر جب گھروں والے آباد ہو گئے اس نوجوان لڑکے اسماعیلؑ کا بھی اٹھان ہوا اور ان سے زبان عربی سیکھ لی۔اور ان کو بھلا معلوم ہونے لگا۔اور انہیں اس کا شباب پسند آیا۔تو جب یہ بلوغ کو پہنچ گیا تو انہوں نے اپنے میں سے ایک عورت سے انکی شادی کردی۔اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت اسماعیلؑ کی شادی کر لینے کے بعد ابراہیمؑ تشریف لائے تو ان کے اہل وعیال کی خبر گیری کرنے آئے۔تو انہوں نے اسماعیلؑ کو نہ پایا تو ان کے متعلق ان کی بیوی سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ وہ ہمارے لئے روزی تلاش کرنے کیلئے باہر گئے ہیں۔پھر انہوں نے ان کی گذر گذران اور بود وباش کے متعلق سوال کیا جس کے جواب میں اس نے کہا کہ ہم تو بہت بری طرح رہ رہے ہیں۔ہم بڑی تنگی اور سختی میں ہیں۔بہر حال اس نے ان کی طرف اپنی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا جب تیرا شوہر آجائے تو ان پر سلام پڑھنا اور ان سے کہنا کہ اس دروازے کی دہلیز کو بدل دو۔چنانچہ جب اسماعیلؑ واپس آئے تو کسی قدر انہوں نے کچھ برکت محسوس کی۔پوچھنے لگے کہ کوئی شخص تمہارے پاس آیا تھا کہنے لگی ہاں۔ایک اس اس شکل وشباہت کے بوڑھے تشریف لائے تھے اور انہوں نے آپ کے متعلق دریافت کیا تھا میں نے انہیں بتلایا پھر انہوں نے ہماری گذر گذران کے متعلق پوچھا تو ان کو میں نے بتلایا کہ ہم لوگ مشقت اور سختی میں ہیں۔پوچھا کہ کیا کسی بارے میں وہ کچھ وصیت بھی کر گئے انہوں نے کہا کہ ہاں مجھے حکم سنا گئے کہ آپ ان پر میرا سلام پڑھنا اور فرماتے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل لو۔فرمانے لگے وہ تو میرے باپ تھے جو مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھ کو جدا کردوں جا تو اپنے میکے چلی جا۔پس انہوں نے اس کو طلاق دے دی اور ان میں سے ایک دوسری عورت کے ساتھ شادی کرلی۔کچھ عرصہ ابراہیمؑ ان کی خبر گیری سے رُکے رہے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر کچھ عرصہ بعد ان کے پاس آئے اسماعیلؑ کو نہ پایا تو ان کی بیوی کے پاس تشریف لائے۔تو حضرت اسماعیلؑ کے متعلق پوچھا۔کہنے لگی کہ وہ ہمارے لئے روزی تلاش کرنے باہر گئے ہیں۔پھر پوچھا تم کیسے ہو۔ان کی گذر گذران اور بود وباد کے متعلق سوال کیا۔اس نے بتلایا کہ ہم خیر اور وسعت کی زندگی گذار رہے ہیں۔اور اللہ کی حمد وثنا کرتی رہی۔ابراہیمؑ نے پوچھا تمہارا کھانا کیا ہے کہا گوشت ہے۔کہا تمہارا پینا کیا ہے کہنے لگیں پانی ہے۔کہنے لگے اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت پیدا فرما۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دنوں ان کیلئے دانہ نہیں تھا اگر ہوتا تو اس کے بارے میں بھی ان کیلئے دعا کرتے فرمایا یہ مکہ معظمہ کے بغیر ان دنوں گوشت اور پانی پر کوئی شخص گزارہ نہیں کرسکتا۔فرمایا جب تمہارا خاوند آئے تو ان پر میرا سلام

پڑھیں اورانہیں حکم سنائیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھیں۔ پس جب اسماعیل تشریف لائے تو پوچھنے لگے کہ کوئی شخص آیا تھا کہنے لگیں ہاں ہمارے پاس ایک ایسے بزرگ تشریف لائے جو اچھی شکل وصورت والے تھے۔ اوران کے اخلاق کی تعریف کی۔ انہوں نے آپ کے متعلق پوچھا تو میں نے ان کو بتلایا۔ پھر آپ نے ہمارے گذر گذران کے متعلق پوچھا۔ میں نے انہیں بتلایا کہ ہم خیرو برکت کے ساتھ ہیں۔ پوچھا کسی بارے میں کچھ وصیت کر گئے۔ کہنے لگی ہاں! وہ آپ پر سلام پڑھتے تھے اور حکم سناتے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھیں۔ فرمایا وہ تو میرے باپ تھے اور چوکھٹ تو ہے۔ تیرے بارے میں مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھے اپنے پاس روکے رکھوں۔ پھر کچھ عرصہ ان کی خبر گیری سے رکے رہے۔ جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس کے بعد وہ تشریف لائے کہ حضرت اسماعیل زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے نیچے اپنے تیر چھیل رہے تھے۔ جب باپ کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ پس ایسا سلوک کیا جو باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے کرتا ہے۔ پھر فرمانے لگے اے اسماعیل! میرے رب نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل نے عرض کی اے ابا جان! جو آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے وہ کرگزریئے۔ فرمایا تم میری مدد کرو گے فرمایا میں آپ کی ضرور مدد کروں گا۔ فرمانے لگے میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ ایک گھر بناؤں۔ ایک اونچے ریت کے ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے اردگرد بنانے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا کہ پس اس کے پاس ہی دونوں حضرات بیت اللہ کی بنیادوں کو اٹھانے لگے۔ حضرت اسماعیل پتھر لاتے تھے اور ابراہیم تعمیر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب یہ تعمیر اونچی ہوگئی تو سفید پتھر مقام ابراہیم والا لائے اور اسکو بیت اللہ کے پاس آکر رکھ دیا جب کہ ابراہیم تعمیر کرتے تھے اور اسماعیل پتھر لاتے تھے اور وہ دونوں کہتے تھے اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس خدمت کو قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں تعمیر کرتے جاتے تھے۔ حتی کہ بیت اللہ کے اردگرد گھوم پھر کر کہتے تھے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

حدیث (۳۱۲۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا كَانَ بَيْنَ اِبْرَاهِيمَ وَبَيْنَ اَهْلِهٖ مَا كَانَ خَرَجَ بِاِسْمٰعِيْلَ وَاُمِّ اِسْمٰعِيْلَ وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيْهَا مَآءٌ فَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ ثُمَّ رَجَعَ اِبْرَاهِيمُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاتَّبَعَتْهُ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوْا كَدَآءَ نَادَتْهُ مِنْ وَّرَآئِهٖ يَآ اِبْرَاهِيمُ اِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا قَالَ اِلَى اللهِ قَالَتْ رَضِيْتُ بِاللهِ قَالَ فَرَجَعَتْ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَآءُ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا قَالَ فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ اَحَدًا فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ وَاَتَتِ الْمَرْوَةَ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ اَشْوَاطًا ثُمَّ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ تَعْنِي الصَّبِيَّ فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَاِذَا هُوَ عَلٰى حَالِهٖ كَاَنَّهٗ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا حَتّٰى اَتَمَّتْ سَبْعًا ثُمَّ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ فَاِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ اَغِثْ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَاِذَا جِبْرِيْلُ قَالَ فَقَالَ بِعَقِبِهٖ هٰكَذَا وَغَمَزَ عَقِبَهٗ عَلَى الْاَرْضِ قَالَ فَانْبَثَقَ الْمَآءُ فَدَهَشَتْ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَجَعَلَتْ تَحْفِرُ قَالَ فَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ كَانَ الْمَآءُ ظَاهِرًا

قَالَ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الْمَآءِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا قَالَ فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ بِبَطْنِ الْوَادِىْ فَإِذَا هُمْ بِطَيْرٍ كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْا ذَاكَ وَقَالُوْا مَا يَكُوْنُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلٰى مَآءٍ فَبَعَثُوْا رَسُوْلَهُمْ فَنَظَرَ فَإِذَا هُمْ بِالْمَآءِ فَأَتَاهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ فَأَتَوْا إِلَيْهَا فَقَالُوْا يَا أُمَّ إِسْمٰعِيْلَ أَتَأْذَنِيْنَ لَنَا أَنْ نَّكُوْنَ مَعَكِ أَوْ نَسْكُنَ مَعَكِ فَبَلَغَ ابْنُهَا فَنَكَحَ فِيْهِمْ امْرَأَةً قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ إِنِّىْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِىْ قَالَ فَجَآءَ فَقَالَ أَيْنَ إِسْمٰعِيْلُ فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ ذَهَبَ يَصِيْدُ فَقَالَتْ أَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ فَقَالَ وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتْ طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَآءُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِىْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ قَالَ فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ إِنِّىْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِىْ فَجَآءَ فَوَافَقَ إِسْمٰعِيْلَ مِنْ وَّرَآءِ زَمْزَمَ يُصْلِحُ نَبْلًا لَّهُ فَقَالَ يَا إِسْمٰعِيْلُ إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِىْ أَنْ أَبْنِىَ لَهُ بَيْتًا قَالَ أَطِعْ رَبَّكَ قَالَ إِنَّهُ قَدْ أَمَرَنِىْ أَنْ تُعِيْنَنِىْ عَلَيْهِ قَالَ إِذَنْ أَفْعَلُ أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقَامَا فَجَعَلَ إِبْرَاهِيْمُ يَبْنِىْ وَإِسْمٰعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُوْلَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ قَالَ حَتّٰى ارْتَفَعَ الْبِنَآءُ وَضَعُفَ الشَّيْخُ عَلٰى نَقْلِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ عَلٰى حَجَرِ الْمَقَامِ فَجَعَلَ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُوْلَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیمؑ اور ان کی بیوی سارہ کے درمیان بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے جو غیرت پیدا ہوئی جس نے اسماعیلؑ اور ان کی والدہ ہاجرہ کو نکلنے پر مجبور کیا جب کہ ان کے ہمراہ پانی کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ تھا۔ تو حضرت ام اسمٰعیلؑ اس مشکیزے سے پانی پیتی رہتی تھیں۔ تو ان کے بچے کے لئے ان کا دودھ بہہ پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ جب مکہ پہنچے تو انہوں نے ایک بڑے جھاؤ کے درخت کے نیچے بٹھادیا پھر ابراہیمؑ اپنی بیوی سارہ کی طرف واپس لوٹنے لگے تو ام اسمٰعیلؑ نے ان کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ کداء مقام تک پہنچے تو پیچھے سے پکار کر کہنے لگیں اے ابراہیمؑ! ہمیں کس کے سپرد کر کے آپ چھوڑے جارہے ہیں فرمایا اللہ کے سپرد کر کے جارہا ہوں۔ فرمانے لگیں میں اللہ کی سپردگی پر راضی ہوں۔ فرماتے ہیں پس حضرت ہاجرہؓ واپس آ کر مشکیزے سے پانی پیتی تھیں تو ان کے بچے کے لئے دودھ ٹپکتا تھا۔ یہاں تک کہ جب پانی ختم ہو گیا تو کہنے لگیں اگر میں جا کر دیکھتی شاید کوئی آدمی نظر آ جاتا چنانچہ وہ گئیں اور صفا پہاڑی پر چڑھ گئیں اِدھر اُدھر دیکھا بار بار دیکھا کہ شاید کوئی آدمی نظر آ جائے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا پس جب نشیبی جگہ تک پہنچیں تو دوڑ لگائی اور مروہ پہاڑی تک پہنچ گئیں۔ اور ایسا کئی بار کیا۔ پھر فرمانے لگیں کہ کاش میں جا کر دیکھتی کہ بچے کا کیا حال ہے۔ پس جا کر دیکھنے لگیں کیا دیکھا کہ وہ اپنی اسی حالت پر ہے۔ گویا کہ موت کے لئے اس کی سانس اکھڑ رہی ہے۔ جس سے ان کی ذات کو قرار نہ آیا۔ کہنے لگیں کاش میں جا کر دیکھتی شاید کوئی آدمی نظر آ جائے۔ تو جا کر صفا پہاڑی پر چڑھ گئیں۔ اِدھر اُدھر دیکھا کئی بار دیکھا پس کوئی بھی نظر نہ آیا یہاں تک کہ سات باری مکمل کر لی پھر خیال آیا کہ میں جا کر دیکھتی کہ بچے کا کیا حال ہے۔ پس کیا دیکھتی ہیں کہ ایک آواز آ رہی ہے۔ کہنے لگیں اگر تمہارے پاس کوئی بھلائی ہے تو ہماری مدد کو پہنچو پس وہ جبرائیلؑ تھے تو انہوں نے اپنی ایڑی سے اس طرح کیا کہ اپنی ایڑی کو زمین پر رگڑا تو اس سے پانی ابل پڑا پس ام اسمٰعیل حیران ہو گئیں۔ پس وہ حوض کھودنے لگیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ اس کو چھوڑ دیتیں تو پانی زمین پر ظاہر ہوتا۔ راوی فرماتے ہیں حضرت ہاجرہؓ برابر

یہ پانی پیتی رہیں اوران کے بچے کے لئے ان کا دودھ نکلتا رہا۔ پس قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ بطن وادی میں اترے تو انہوں نے کچھ پرندوں کو دیکھا گویا کہ وہ انہیں خلاف معمول سمجھ رہے تھے کہنے لگے کہ پرندے بغیر پانی کے نہیں ہوا کرتے پس انہوں نے اپنا قاصد بھیجا جس نے آ کر اپنی آنکھوں سے پانی دیکھا پھر واپس آ کر اپنے ساتھیوں کو خبر دی۔ تو یہ سب لوگ مل کر حضرت ہاجرہؓ کے پاس آئے کہنے لگے ام اسمٰعیل! کیا آپ ہمیں اپنے ساتھ رہنے کی اجازت مرحمت فرماتی ہیں۔ پس یہ لوگ وہاں رہ گئے جب ان کا بیٹا بالغ ہوا تو انہی کی ایک عورت سے نکاح کیا۔ پھر ابراہیمؑ کے دل میں آئی کہ اپنی بیوی سارہ سے کہا اپنے چھوڑے ہوئے بیوی بچے کی خبر گیری کر آؤں۔ چنانچہ وہ آئے سلام کیا پوچھا اسمٰعیل کہاں ہیں۔ ان کی بیوی نے بتلایا کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں۔ فرمایا جب وہ واپس آئیں تو ان سے کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ کو تبدیل کرو۔ پس جب وہ واپس آئے تو بیوی نے ان کو بتلایا۔ فرمایا وہ عتبہ تو تو ہی ہے پس جا تو اپنے میکے چلی جا۔ پھر دوسری مرتبہ ابراہیمؑ کے دل میں آیا کہ ان چھوڑے ہوئے بال بچوں کی خبر لے آؤں آ کر پوچھا اسمٰعیل کہاں ہے۔ ان کی بیوی نے بتلایا کہ وہ تو شکار کرنے گیا ہے آپ ہمارے ہاں ٹھہریں۔ کھانا کھائیں پانی پئیں۔ پوچھا تمہارا کھانا اور مشروب کیا ہے۔ بتلایا کہ ہمارا کھانا گوشت ہے اور مشروب پانی ہے۔ تو دعا کرنے لگے اے اللہ! ان کے کھانے اور مشروب میں برکت پیدا فرما۔ حضرت ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ سب کچھ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی برکت ہے۔ تیسری مرتبہ پھر ابراہیمؑ کو بچوں کی خبر گیری کا خیال آیا تو اتفاق سے زمزم کے پیچھے حضرت اسماعیلؑ سے ملاقات ہوگئی۔ جو اپنے تیروں کو ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے۔ فرمانے لگے اے اسماعیل! تیرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر بناؤں۔ اسمٰعیلؑ بولے تو اپنے رب کا حکم بجا لائیے۔ فرمایا اس نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اس کی تعمیر میں تم میرے مددگار ثابت ہو جواب دیا کہ اب میں ایسا ہی کروں گا۔ یا اس سے ملتے جلتے کلمے کہے۔ بہر حال یہ دونوں حضرات اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابراہیمؑ دیواریں اٹھاتے تھے۔ اور اسمٰعیلؑ انہیں پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے۔ اور یہ دونوں دعا مانگتے تھے۔ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس خدمت کو قبول فرما بے شک آپ ہی سننے والے جاننے والے ہیں۔ یہاں تک کہ جب دیواریں اونچی ہوگئیں اور شیخ پتھروں کی نقل وحمل سے کمزور ہو گئے تو مقام ابراہیم کے پتھر پر کھڑے ہو گئے اور انہیں پتھر اٹھا کر دینے شروع کئے۔ اور ساتھ ساتھ دونوں کہتے جاتے تھے اے ہمارے رب ہماری اس خدمت کو قبول فرما۔ بے شک آپ ہی سننے والے جاننے والے ہیں۔

حدیث (۳۱۲۵) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِي الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ اَيْنَمَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ بَعْدُ فَصَلِّهْ فَاِنَّ الْفَضْلَ فِيْهِ

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد رکھی گئی فرمایا مسجد حرام میں نے پوچھا پھر کون سی فرمایا مسجد اقصیٰ میں نے پوچھا ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنے عرصہ کا فاصلہ تھا فرمایا چالیس سال کا پھر فرمایا اسکے بعد جہاں بھی تمہیں نماز ملے وہیں اسے ادا کرو کیونکہ پھر فضیلت اسی میں ہے

حدیث (۳۱۲۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ الخ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے احد پہاڑ ظاہر ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ پہاڑ ہے

جو ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں اے اللہ ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا میں مدینہ کی دو پہاڑیوں کے درمیانی حصہ کو حرم قرار دیتا ہوں عبداللہ نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث(۳۱۲۷)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَآئِشَۃَؓ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرَیْ اَنَّ قَوْمَکِ لَمَّا بَنَوا لْکَعْبَۃَ اِقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاھِیْمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا تَرُدُّھَا عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرَاھِیْمَ فَقَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِکِ بِالْکُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَؓ لَئِنْ کَانَتْ عَآئِشَۃُ سَمِعَتْ ھٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکَ اسْتِلَامَ الرُّکْنَیْنِ الَّذِیْنَ یَلِیَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَیْتَ لَمْ یُتَمَّمْ عَلٰی قَوَاعِدِ اِبْرَاھِیْمَ وَقَالَ اِسْمٰعِیْلُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیری قوم نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی تو ابراہیمؑ کی بنیادوں سے اسے کم کر دیا میں نے عرض کی یارسول اللہ! کیا آپ اسکو ابراہیمی بنیادوں پر واپس نہیں فرمادیتے فرمایا اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے نکلی ہوئی نہ ہوتی تو ایسا کر دیتا۔ جس پر عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ چونکہ حضرت عائشہؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی میرا گمان یہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے ان دونوں رکنوں کو ہاتھ لگانا چھوڑ دیا جو رکن حجر ابراہیم کے متصل ہیں۔ کیونکہ بیت اللہ ابراہیمی بنیادوں پر تمام نہیں ہوا۔

حدیث(۳۱۲۸)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ مُحَمَّدُ السَّاعِدِیُّؓ اَنَّھُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابو محمد ساعدیؓ خبر دیتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! ہم آپؐ پر درود کیسے بھیجیں آپؐ نے فرمایا تم یوں کہو۔ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بیویوں اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما جیسے کہ آپؐ نے ابراہیمؑ کی آل واولاد پر نازل فرمائی۔ اور اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بیویوں اور آپؐ کی اولاد پر برکت بھیج جس طرح آپؐ نے آل ابراہیمؑ کو برکت سے نوازا بے شک آپ ہی حمد وثنا اور بزرگی والے ہیں۔

حدیث(۳۱۲۹)حَدَّثَنَا قَیْسُ بْنُ حَفْصٍ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ لَقِیَنِیْ کَعْبُ بْنُ عُجْرَۃَ فَقَالَ اَلَا اُھْدِیْ لَکَ ھَدِیَّۃً سَمِعْتُھَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَھَا بَلٰی فَاھْدِھَا لِیْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

الِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى الِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہؓ مجھے ملے۔ فرمانے لگے کہ کیا میں تجھے ایسا تحفہ نہ دوں جس کو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے کہا کیوں نہیں ضرور مجھے تحفہ عطا فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہم نے کہا یارسول اللہ آپ اهل بیت پر ہم درود کیسے بھیجیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے السلام علیک ایها النبی الخ کے ذریعہ ہم کو آپ پر سلام کرنے کا طریقہ سکھلا دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا تم یہ درود شریف پڑھو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى الِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى الِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى الِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى الِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

حديث (۳۱۳۰) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُوْلُ اِنَّ اَبَا كُمَا كَانَ يُعَوِّذُبِهَا اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو تعویذ دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تم دونوں کے باپ ابراہیمؑ بھی اپنے بیٹوں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کو یہی تعویذ دیتے تھے۔ اے اللہ! تیرے کامل اور تام کلمات کے ساتھ ہر شیطان ہر زہریلے جانور اور آفت والی آنکھ سے پناہ پکڑتا ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لاكادارى راسه طولا یہاں طول رتبی کو طول مقداری کے قائم مقام رکھا گیا ہے۔ جیسے شاعر کا قول ہے۔ ویصعد حتی یظن الجهول بان له حاجة فی السماء ۔

یعنی وہ اوپر کو اس قدر چڑھتا جارہا ہے کہ جاہل لوگ گمان کرنے لگے کہ اسے آسمان میں کوئی ضرورت ہے۔ یہ اس جگہ بعد رتبی کو بعد حسی کے قائم مقام رکھا ہے۔ اور مرتبہ کی بلندی کو حسی بلندی کی جگہ رکھا۔

بان له حاجة فی السماء سے اس کو اور پکا کردیا۔ جیسا کہ ظاہر ہے ایسے اس جگہ بھی کیا ہے۔ خوب سمجھ لو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے وہ بہت عمدہ ہے کسی شارح بخاری نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ کیونکہ یہ حد سے زیادہ لمبائی جو روایت کے ظاہری الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کسی نے اس کو بیان نہیں کیا۔ چنانچہ مولانا حسین علی پنجابی مرحوم نے اپنی تقریر میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی زیادتی عزت کو طول سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ورنہ آپ کا قد دوسرے لوگوں کی طرح تھا۔ میری بھی یہی رائے ہے کیونکہ کسی حدیث تاریخ کی کسی کتاب میں آپ کی درازیٔ قد کا ذکر نہیں ہے مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں بھی یہی ہے کہ لاكادارى الخ یہ عظمت قدر وعزت سے کنایہ ہے آپ کا قد طویل نہیں تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اتخذت منطقا الخ اس کا سبب یہ ہوا کہ بی بی سارہؓ نے بی بی ہاجرہؓ حضرت ابراہیمؑ کو ہبہ کردی۔ بی بی ہاجرہؓ نے حمل کے بعد اسماعیل کو جنا تو بی بی سارہؓ کو غیرت آگئی۔ اور اس نے قسم کھائی کہ میں بی بی ہاجرہؓ کے تین عضو کاٹ دوں گی۔ جس کی وجہ سے بی بی ہاجرہؓ نے کمر بند کمر میں باندھا۔ اور بھاگتے ہوئے کمر بند کا پلہ اپنے نشان قدم پر کھینچتی گئیں تاکہ بی بی سارہ کو پتہ نہ چل سکے اور یوں بھی ہے کہ ان کی غیرت کی وجہ سے ابراہیمؑ بی بی ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیلؑ کو آکر مکہ معظمہ چھوڑ گئے۔ اور بعض نے خدمت کے لئے کمر بستہ رہنے کے لئے کمر

بند باندھا۔ تا کہ بی بی سارہ کا غصہ جاتا رہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وجعل لایلتفت الیھا بی بی ہاجرہؒ کی طرف اس لئے نہیں دیکھتے تھے تا کہ کہیں شفقت اور رقت غلبہ نہ کرے۔ سعید بن جبیرؓ کی روایت میں ہے کہ ابراہیمؑ کو تین مرتبہ بی بی ہاجرہؓ نے پکارا تو تیسری مرتبہ میں انہوں نے جواب دیا کہنے لگیں من امرک بھذا کہ اس کا حکم آپ کو کس نے دیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

قال صد اپنے آپ کو خطاب ہے۔ تا کہ چپ رہ۔ اور ایسے مواقع پر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ کما ھو العادۃ لایضیع اھلہ ای اھل البیت کہ سکان بیت اللہ کو ضائع نہیں کرے گا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ کہتے ہیں کہ اسماعیل کی پہلی بیوی کا نام عمارۃ بنت سعد تھا۔ اور دوسری کا نام سامہ بنت مہلہل تھا ان اللہ امرنی بامر کہتے ہیں کہ تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر سو برس تھی۔ اور اسماعیلؑ کی عمر تیس برس تھی۔

جعل ابراھیم یبنی کہتے ہیں کہ عالم میں کوئی عمارت عمارت کعبہ سے زیادہ شرف والی نہیں کیونکہ عمارت کا حکم دینے والے رب العالمین ہیں۔ مبلغ اور مھندس جبرائیل الامین ہیں۔ اور بانی خلیل اللہ ہیں اور تلمیذ اسماعیلؑ ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَنَبِّئْھُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرَاھِیْمَ

اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْہِ لَا تَوْجَلْ لَا تَخَفْ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی (الایۃ)

حدیث (۳۱۳۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّکِّ مِنْ اِبْرَاھِیْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ لُوْطًا لَقَدْ کَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ یُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِیَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ حضرت ابراہیمؑ کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حقدار ہیں جبکہ آپ نے فرمایا اے میرے رب مجھے دکھلایئے کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں۔ فرمایا کیا تمہیں اس پر ایمان نہیں ہے۔ کہا کیوں نہیں علم الیقین تو ہے تا کہ میرا دل عین الیقین سے مطمئن ہو جائے اور اللہ تعالیٰ لوطؑ پر رحم کرے جنہوں نے رکن شدید قبیلہ کی طرف پناہ پکڑنے کا ارادہ کیا۔ ورنہ رکن شدید تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے کافی تھے۔ اور اگر میں جیل میں اتنی مدت رہتا جتنی یوسفؑ رہے تو میں داعی کی آواز پر لبیک کہتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں حضرات کی مدح سرائی فرمائی ہے۔ کیونکہ مطلب یہ ہے کہ اگر ابراہیمؑ کا سوال شک کی بنا پر ہوتا تو ہم اس کے زیادہ حقدار تھے لیکن جب ہمیں شک نہیں ہے وہ تو عدم شک کے زیادہ مستحق ہیں۔ لیکن اس کا سوال مشاہدہ کے لئے تھا۔ تا کہ جھگڑے کے وقت اطمینان سے بات کر سکیں۔ کیونکہ شنیدہ کے بود ما۔ سنی سنائی بات دیکھی دکھائی کی طرح نہیں ہوتی۔

یرحم اللہ لوطا الخ ان کی تمنا اور آرزو تھی کہ کاش مجھے خود کو قوت وطاقت ہوتی۔ یا میری قوم میں قوت ہوتی تو اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے۔ اور ان کو موقع نہ دیتے کہ مہمانوں سے چھیڑ چھاڑ کریں۔ تو لو کان بکم قوۃ سے وہ قوت مراد ہے جو بغیر کسی کی مدد کے انہیں حاصل ہو۔ اور رکن شدید سے وہ قوت مراد ہے جو کسی دوسرے کی مدد سے حاصل ہوا۔ اور استعانہ باری تعالیٰ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ

جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے۔ کوئی چیز سبب سے خالی نہیں۔ اور دنیا میں اعانت انہیں دو میں منحصر ہے اپنی اور غیر کی۔ اس لئے ان دو کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ تو بہر حال اور بہر مکان مستعان و مستغاث ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ نحن احق بالشک کی توجیہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض تو فرماتے ہیں کہ ہمیں تو مشاہدہ کا ابراہیمؑ سے زیادہ شوق ہے۔ اور بعض نے کہا جب ہمیں شک نہیں تو ابراہیمؑ کو کیسے شک ہو سکتا ہے۔ یہ آپ تواضعاً فرما رہے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ تم اس سوال کو شک پر مبنی سمجھتے ہو۔ حالانکہ یہ شک نہیں ہے یہ تو محض مزید بیان کی طلب ہے۔ تو معنی ہوئے لاشک عندنا جمیعا اور قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ اختیار فرمائی ہے وہ بے غبار ہے۔ اور سوال ابراہیم اسباب مفسرین حضرات نے کئی بیان فرمائے امام رازیؒ نے بارہ وجوہ لکھے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ نمرود سے مناظرہ کے بعد خود اپنے ہاتھ پر احیاء موتی داعیہ پیدا ہوا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے صرھن الیک فرمایا۔ ان کان یؤ ذی ای یطلب الاذی الی رکن شدید یہ ظاہر اسباب کے اعتبار سے تھا ورنہ نبی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر قوم سے کیسے مدد طلب کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو جانتے ہیں کہ اللہ ھو القادر الخ۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ

ترجمہ۔ کتاب میں اسماعیلؑ کا تذکرہ پڑھو وہ وعدے کے سچے تھے۔

حدیث (۳۱۳۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدِ الخ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِؓ قَالَ مَرَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمٰعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَّاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر قبیلہ بنو اسلم کے کچھ لوگوں پر ہوا جو خوب تیراندازی کر رہے تھے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو اسماعیل! تیراندازی کرتے رہو۔ اس لئے کہ تمہارا باپ اسمعیل بھی تیرانداز تھا۔ تیر پھینکو میں فلاں قبیلے کے ساتھ ہوں۔ تو ان دونوں گروہوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھ روک لئے جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بولے کہ تمہیں کیا ہو گیا تم تیراندازی نہیں کرتے۔ انہوں نے جواباً کہا کہ حضرت! ہم کیسے تیر پھینکیں آپ تو ان کے ساتھ ہیں۔ پس آپ نے فرمایا تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

بَابُ قِصَّةُ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

فِيْهِ ابْنُ عُمَرَؓ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ قصہ اسحٰق بن ابراہیم نبی اللہ کا جس میں ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ کی روایت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ (الآیۃ)

ترجمہ۔ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوبؑ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا۔

حدیث(۳۱۳۳)حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةؓ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَکْرَمُهُمْ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا یَا نَبِیَّ اللّٰهِ لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُکَ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُکَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِیْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِیَارُکُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اکرم الناس کون ہے۔آپؐ نے فرمایا جوان میں سے زیادہ پرہیزگار ہوانہوں نے کہا حضرت! ہم اس کے متعلق آپؐ سے سوال نہیں کر رہے۔تو فرمایا اکرم الناس یوسف نبی اللہ ہے جو یعقوب نبی اللہ کا بیٹا اور اسحٰق نبی اللہ کا پوتا اور ابراہیم خلیل اللہ کا پڑپوتا ہے۔انہوں نے کہا ہم اس کے بارے میں بھی آپؐ سے دریافت نہیں کر رہے۔تو پھر آپؐ نے پوچھا کہ کیا عرب کے اصول کے متعلق پوچھتے ہو جو کانوں کی طرح ہیں وہ لوگ بولے ہاں! آپؐ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں جو لوگ تم میں سے بہتر ہوں گے۔بشرطیکہ دین کی سمجھ پیدا کریں۔

بَابٌ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ اِلٰی قَوْلِهٖ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ

ترجمہ۔لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو۔ الی قوله فساء مطر المنظرین تک پڑھا۔

حدیث (۳۱۳۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لِلُوْطٍ اِنْ کَانَ لَیَاْوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کی بخشش کرے بیشک وہ رکن شدید کی طرف پناہ پکڑتے تھے اسباب ظاہریہ کے اعتبار سے۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ

ترجمہ۔پس جب آل لوطؑ کے پاس بھیجے ہوئے آئے تو کہنے لگے کیا تم اوپرے لوگ ہو

اَنْکَرَهُمْ وَنَکِرَهُمْ وَاسْتَنْکَرَهُمْ وَاحِدٌ یُهْرَعُوْنَ یُسْرِعُوْنَ دَابِرُ اٰخِرٌ صَیْحَةٌ هَلَکَةٌ لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ لِلنَّاظِرِیْنَ لَبِسَبِیْلٍ لَبِطَرِیْقٍ بِرُکْنِهٖ بِمَنْ مَّعَهٗ لِاَنَّهُمْ قُوَّتُهٗ تَرْکَنُوْا تَمِیْلُوْا.

ترجمہ۔ الکر مزید او مجرد اور باب استفعال میں سب کے ایک معنی ہیں۔ یهرعون معنی جلدی کرتے تھے۔ دابر بمعنی آخر صیحة بمعنی ہلاکت۔للمتوسمین یعنی دیکھنے والوں کے لئے سبیل بمعنی راستہ۔ رکب سے وہ لوگ مراد ہیں جوان کے ہمراہ تھے کیونکہ وہی ان کی قوت اور طاقت ہیں۔ ترکنوا یعنی جھکنا۔

حدیث(۳۱۳۵)حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ قَرَاَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فهل من مدکر پڑھا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا

ترجمہ۔ باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔

وَقَوْلِهٖ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ مَوْضِعُ ثَمُوْدَ وَاَمَّا حَرْثٌ حِجْرٌ حَرَامٌ وَكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ حِجْرٌ مَحْجُوْرٌ وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهٗ وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَاَنَّهٗ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِنْ مَقْتُوْلٍ وَيُقَالُ لِلْاُنْثٰى مِنَ الْخَيْلِ الْحِجْرُ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى وَاَمَّا حِجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ.

ترجمہ۔ اور قول باری کو اصحاب حجر نے رسولوں کو جھٹلایا تو حجر ثمود کے رہنے کی جگہ کا نام ہے۔ لیکن وہ جو قرآن مجید میں حرث حجر آیا ہے اس کے معنی حرام کے ہیں۔ کیونکہ ہر ممنوع چیز حجر ہے۔ اس سے حجر محجور آیا ہے۔ یعنی رکاوٹ جو کھڑی کی گئی۔ اور حجر ہر اس عمارت کو بھی کہتے ہیں جس کی تعمیر کرو۔ اور زمین سے اس پر کوئی آڑ بنا دو۔ تو یہ بھی حجر ہے۔ اسی وجہ سے بیت اللہ کے حطیم کو حجر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی بیت اللہ سے روک دیا گیا ہے۔ گویا حطیم فعیل بمعنی مفعول محطوم کے ہے۔ جیسے قتیل بمعنی مقتول کے۔ اسی سے گھوڑی کو حجر کہتے ہیں کہ وہ لڑائیوں وغیرہ سے روکی ہوئی ہے۔ عقل کو بھی حجر اور حجی کہتے ہیں کہ وہ بھی بے ہودہ باتوں سے روکتی ہے۔ لیکن حجر الیمامہ وہ ایک منزل ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ یعنی آیت کریمہ میں حرث حجر کے معنی ممنوع کے ہیں۔ یہاں وہ حجر نہیں جو اسم اور علم ہے پھر بیان فرمایا کہ ہر ممنوع چیز محجور ہوتی ہے اور حجر کہلاتی ہے۔ چونکہ حجر میں دو حرف حا اور جیم لفظ میں جمع ہو گئے۔ تو معنی میں بھی اتفاق ہوگا یا قریب قریب معنی ایک ہوں گے۔ اس اکثری قاعدے کے تحت حجی کو بھی ذکر کر دیا۔ جس کے معنی عقل اور منع کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ان کان لیاوی یعنی وہ رکن شدید کی طرف ٹھکانا طلب کرتے تھے۔ تاکہ اس کی مدد کرے یہ سب ظاہر اسباب کے پیش نظر تھا۔ ورنہ نبی کو تو یقین ہوتا ہے کہ اصل قدرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت گنگوہیؒ نے دراصل ایک وہم کا دفعیہ کیا ہے وہ یہ تھا کہ مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر رکن شدید کے ساتھ پناہ پکڑنے کی کیا ضرورت تھی وہ تو نبی تھے۔ جواب یہ دیا کہ ظاہری اسباب کے پیش نظر ایسا کیا ورنہ نبی کو تو اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لیلۃ التعریس میں فرمایا تھا من یکلأنا آج رات ہماری نگرانی کون کرے گا۔ اسی طرح اور احادیث میں اسباب ظاہر یہ سے کام لیا گیا ہے۔ جو توکل کے خلاف نہیں ہے۔ بر توکل زانوئے اشتر بہبند۔

حرث حجر سورۃ انعام میں ہے۔ حرث حجر ای حرام اور منع کے معنی میں۔ اور جو حجر سورۃ حجر کے اندر ہے وہ ایک مقام کا نام ہے۔ منع کے معنی میں نہیں ہے۔ اور حجر کا اطلاق ہر ممنوع پر ہے۔ خواہ وہ کھیتی ہو یا کوئی اور چیز۔ بلکہ ہر عمارت جس کو آپ بنائیں اسے بھی حجر کہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ آپ نے اس کو غیر کے تصرف سے روک دیا۔ تو وہ محجور بمعنی ممنوع ہوئی۔ اور حطیم کو اس لئے حجر کہا گیا کہ اسے بیت اللہ سے روک کر الگ کر دیا گیا۔ حجی کے ذکر سے بھی دفع توہم کیا کہ حجی کا تو یہاں کوئی تعلق نہیں تو فرمایا دو حرف کے ملنے سے جو معنی پیدا ہوتے ہیں حجر اور حجی اس میں مشترک ہیں۔ قسم الذی حجر ای ذی عقل اور حجی بھی عقل کے ناموں میں سے ہے۔ تو گویا حا اور جیم جہاں جمع ہوں گے وہاں منع کے معنی پائے جائیں گے۔

حدیث(۳۱۳۶)حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذَکَرَ الَّذِیْ عَقَرَ النَّاقَةَ قَالَ انْتَدَبَ لَھَا رَجُلٌ ذُوْعِزَّةٍ وَّمَنَعَةٍ فِیْ قُوَّةٍ کَاَبِیْ زَمْعَةَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زمعہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جنہوں نے اس شخص کا ذکر فرمایا جس نے صالحؑ کی اونٹنی کو ذبح کیا تھا تو فرمایا کہ اس اونٹنی کیلئے ایک ایسے آدمی نے دعوت دی تھی آمادہ کیا تھا جو اپنی قوم میں عزت اور قوت والا تھا۔ جیسے ابو زمعہ اپنی قوم میں عزت اور قوت والے ہیں۔

حدیث(۳۱۳۷)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْکِیْنٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْکٍ اَمَرَھُمْ اَنْ لَّا یَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِھَا وَلَا یَسْتَقُوْا مِنْھَا فَقَالُوْا قَدْ عَجَنَّا مِنْھَا وَاسْتَقَیْنَا فَاَمَرَھُمْ اَنْ یَّطْرَحُوْا ذٰلِکَ الْعَجِیْنَ وَیُھْرِقُوْا ذٰلِکَ الْمَآءَ وَیُرْوٰی عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَاَبِی الشُّمُوْسِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِاِلْقَاءِ الطَّعَامِ وَقَالَ اَبُوْذَرٍّؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَجَنَ بِمَآئِہٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ تبوک میں حجر کے مقام پر پڑاؤ کیا تو مجاہدین کو حکم دیا کہ اس کے کنویں کا پانی نہ پیو اور نہ ہی اس سے مشکیزے بھرو انہوں نے عرض کی ہم تو اس کے پانی سے آٹا گوندھ چکے ہیں اور مشکیزے بھی بھر لئے ہیں آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ اس گوندھے ہوئے آٹے کو پھینک دو اور مشکیزے کے اس پانی کو بھی گرا دو۔ حضرت سبرہ بن معبد اور ابو الشموس سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کو پھینک دینے کا حکم دیا اور حضرت ابوذرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے اس کنویں کے پانی سے آٹا گوندھا تھا اس کھانے کو پھنکوا دیا۔

حدیث (۳۱۳۸) حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ اَخْبَرَہٗ اَنَّ النَّاسَ نَزَلُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْضَ ثَمُوْدَ الْحِجْرَ فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِھَا وَاعْتَجَنُوْا بِہٖ فَاَمَرَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّھْرِقُوْا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِھَا وَاَنْ یَّعْلِفُوا الْاِبِلَ الْعَجِیْنَ وَاَمَرَھُمْ اَنْ یَّسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ کَانَ تَرِدُھَا النَّاقَةُ تَابَعَہٗ اُسَامَةُ عَنْ نَافِعٍ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ خبر دیتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی جماعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ثمود کی سرزمین الحجر میں اترے اور اس کے کنوؤں سے پانی بھرا اور اس سے آٹا گوندھا تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ ان کنوؤں سے جنہوں نے پانی بھرا ہے وہ گرا دیں۔ اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں اور ان کو حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی بھریں جہاں پر اونٹنی پانی پینے کے لئے وارد ہوتی ہے۔ عبیداللہ کی متابعت نافع سے اسامہ نے کی ہے۔

حدیث (۳۱۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْہِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاکِنَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مَآ اَصَابَھُمْ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِرِدَآئِہٖ وَھُوَ عَلَی الرَّحْلِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب حجر کے مقام سے گزر ہوا تو فرمانے لگے کہ تم لوگ ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہو۔ جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ مگر یہ کہ تم رونے والے ہو۔ کہیں یہ نہ ہو کہ تمہیں بھی وہ مصیبت آ پہنچے جو ان کی پہنچی۔ پھر آپؐ نے اونٹ کے پالان پر بیٹھے بیٹھے اپنی چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔

حدیث (۳۱۴۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِثْلَ مَا اَصَابَهُمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے اپنی جانوں پر گناہ کر کے ظلم کیا ہے ان کی رہائش گاہوں میں مت جاؤ۔ مگر اس حال میں کہ تم رونے والے ہو۔ کہیں تمہیں بھی وہ مصیبت نہ آن پہنچے جو ان کو پہنچی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قال ابوذر الخ بقیہ حدیث کو ذکر نہیں کیا کیونکہ سیاق وسباق سے وہ مفہوم ہے۔ اور من اعتجن بمائه ترکیب میں امر بالقاء الطعام کا مفعول ہے تو اب عبارت یوں ہو جائے گی۔ ابن سعید اور ابی الشموس کی روایت کے الفاظ یوں ہوں گے امر بالقاء الطعام اور ابوذرؓ کی روایت میں امر بالقاء الطعام من اعتجن بمائه کہ جن لوگوں نے اس کنویں کے پانی سے آٹا گوندھا تھا ان کو پکا ہوا کھانا پھینک دینے کا حکم دیا۔

قوله من البير التى كان تردها الناقة الخ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس قوم کے کنویں مختلف تھے اس قوم کا نوبت بنوبت آنا اور سب کی تیاری ایک کنویں سے ہوتی تھی۔ سب کنوؤں سے نہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جس عورت نے اپنے عاشق قدار کو ناقہ صالحؑ کے پہنچے کاٹنے کا حکم دیا تھا وہ ان لوگوں میں سے تھی جن کے کنویں پر وہ اونٹنی آ کر پانی پیتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابوذرؓ کی بقیہ روایت بزار میں اس طرح ہے کہ غزوۂ تبوک میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین سے ارشاد فرمایا تم ایک ملعون وادی پر پہنچے ہو یہاں سے جلدی چلو۔ اور جس نے آٹا گوندھا یا ہنڈیا پکائی وہ ان کو گرا دے۔

كانت لهم شیخ گنگوہیؒ نے اس سے ایک طویل قصہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ جس کو خازن اور بغوی نے اپنی تفسیروں میں بسط سے نقل کیا ہے کہ صالحؑ کی اونٹنی کے لئے ایک کنواں مختص تھا جس میں وہ سر رکھتی تھی اس وقت تک نہیں اٹھاتی تھی جب تک سارے کنویں کا پانی ختم نہ کر لیتی۔ ایک قطرہ پانی کا نہیں چھوڑتی تھی۔ قوم ثمود میں دو رئیس عورتیں تھیں۔ ایک کا نام عنیزہ اور دوسری کا صدقہ تھا۔ اور یہ دونوں صالحؑ سے سخت دشمنی رکھتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ کسی طرح اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا جائے۔ تو صدقہ نے تو مصدع کو اور عنیزہ نے قدار بن سالف کو بلایا۔ کہتے ہیں قدار زانیہ کا بیٹا تھا سالف کا نطفہ نہیں تھا۔ ولد علی فراشہ تھا تو اس عنیزہ نے قدار سے کہا کہ میری جس بیٹی کو تو پسند کرے وہ میں تجھے اس شرط پر دے دوں گی کہ تو اس اونٹنی کو ہلاک کر دے۔ مصدع نے تو اس کے تیر مارا۔ قدار نے تلوار سے اس کا کام تمام کیا۔ جب کہ عنیزہ نے اپنی بیٹی کی جھلک اسے دکھائی جو احسن الناس تھی۔ بہر حال قدار نے اسے ذبح کر دیا۔ اور قوم نے اس کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیا۔ حالانکہ اس اونٹنی کا انہوں نے خود مطالبہ کیا تھا۔ اس لئے عذاب کے مستحق ہوئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ

ترجمہ۔ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوبؑ کو موت نے آ لیا۔

حدیث (۳۱۴۱) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ

قَالَ الْكَرِيْمُ بْنُ الْكَرِيْمِ بْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ کریم بیٹا کریم کا۔ کریم کا پوتا کریم کا پڑپوتا کریم کا یوسفؑ بن یعقوب بن اسحٰقؑ بن ابراہیمؑ ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ

ترجمہ۔ بے شک یوسف علیہ السلام اوران کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

حدیث(۳۱۴۲)حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ بْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِيْ النَّاسُ مَعَادِنٌ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اکرم الناس کون ہے آپؐ نے فرمایا جواللہ کی رضا کے لئے سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ صحابہ کرامؓ نے کہا ہم اس کے متعلق آپؐ سے دریافت نہیں کرنا چاہتے تو آپؐ نے فرمایا اکرم الناس یوسف نبی اللہ ہے جو یعقوب نبی اللہ کا بیٹا ہے۔ اور اسحٰق نبی اللہ کا پوتا اور ابراہیم خلیل اللہ کا پڑپوتا ہے۔ انہوں نے عرض کی ہم اس کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ تو آپؐ نے فرمایا لوگ اخلاق کی کانیں ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بہترین اخلاق کا مالک تھا وہ اسلام میں بھی ہوگا۔ بشرطیکہ انہیں دین میں سمجھ پیدا ہو جائے۔

حدیث(۳۱۴۳)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اسے روایت کیا ہے۔

حدیث(۳۱۴۴)حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا مُرِيْ اَبَابَكْرٍؓ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ اِنَّهٗ رَجُلٌ اَسِيْفٌ مَتٰى يَقُوْمُ مَقَامَكَ رَقَّ فَعَادَ فَعَادَتْ قَالَ شُعْبَةُ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ اِنَّ كُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کو حکم پہنچادو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ حضرت ابوبکرؓ ایک غمزدہ آدمی ہیں۔ جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رقت قلبی کی وجہ سے قرأت نہیں کرسکیں گے۔ آپؐ نے اپنا کلام پھر دہرایا تو حضرت عائشہؓ نے بھی دوبارہ عرض کی۔ شعبہ راوی فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ تم تو یوسف علیہ السلام والی عورتوں کی طرح بے جا اصرار کرنے والی ہو۔ حضرت ابوبکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ نماز پڑھائیں۔

حدیث (۳۱۴۵) حَدَّثَنَا رَبِيْعُ بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍؓ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَآئِشَةُؓ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ كَذَا فَقَالَ مِثْلَهٗ فَقَالَتْ مِثْلَهٗ فَقَالَ مُرُوْهُ فَاِنَّ كُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَاَمَّ اَبُوْ بَكْرٍؓ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ رَجُلٌ رَقِيْقٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔تو فرمایا ابوبکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہا گیا کہ وہ تو اس طرح کا آدمی ہے۔آپؐ نے پھر بھی اسی طرح فرمایا۔حضرت عائشہؓ نے اسی طرح دہرایا۔آپؐ نے فرمایا۔ابوبکرؓ کو حکم پہنچاؤ۔کہ وہ نماز پڑھائیں۔تم تو یوسف والی بے جا اصرار کرنے والی عورت ہو بہرحال ابوبکرؓ نے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگوں کی امامت کی۔حسین زائدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رجل رقیق یعنی نرم دل آدمی ہیں۔

حديث (۳۱۴۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هَشَامٍ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَبْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو دشمنوں سے نجات دے۔اے اللہ سلمہ بن ہشام کو بھی نجات دے۔اے اللہ ولید بن ولید کو بھی نجات دے۔اس طرح ان مؤمنوں کو نجات دے جو کمزور سمجھے جاتے ہیں۔اور کافروں کی گرفت سے نہیں نکل سکتے۔اے اللہ! اپنی گرفت قبیلہ مضر پر سخت کردے۔اور اے اللہ! ان کو مسلسل قحط سالی میں ایسے مبتلا کردے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط سالی تھی۔وجہ شبہ شدت اور درازی ہے۔

حديث (۳۰۴۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللهُ لُوْطًا لَقَدْكَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْلَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ اَتَانِيَ الدَّاعِيْ لَاَجَبْتُهٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے جنہوں نے رکن شدید کی طرف ٹھکانا پکڑا اور اگر میں جیل خانہ میں اتنی مدت رہتا جتنا حضرت یوسف علیہ السلام رہے پھر میرے پاس مالک کی طرف سے کوئی بلانے والا آتا تو میں ضرور اسکی دعوت پر لبیک کہتا۔

حديث (۳۱۴۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ اُمَّ رُوْمَانَ وَهِيَ اُمُّ عَائِشَةَؓ عَمَّا قِيْلَ فِيْهَا مَا قِيْلَ قَالَتْ بَيْنَمَا اَنَا مَعَ عَائِشَةَؓ جَالِسَتَانِ اِذْوَلَجَتْ عَلَيْنَا اِمْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَهِيَ تَقُوْلُ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ قَالَتْ فَقُلْتُ لِمَ قَالَتْ اِنَّهٗ نَمٰى ذِكْرَ الْحَدِيْثِ فَقَالَتْ عَائِشَةُؓ اَيُّ حَدِيْثٍ فَاَخْبَرَتْهَا قَالَتْ فَسَمِعَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا اَفَاقَتْ اِلَّا وَعَلَيْهَاحُمّٰى بِنَافِضٍ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِهٰذِهٖ قُلْتُ حُمّٰى اَخَذَتْهَا مِنْ اَجْلِ حَدِيْثٍ تُحُدِّثَ بِهٖ فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُوْنِيْ وَلَئِنِ اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُوْنِيْ فَمَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ فَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ مَآ اَنْزَلَ فَاَخْبَرَهَا فَقَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ اَحَدٍ.

ترجمہ۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام رومان سے جو حضرت عائشہؓ کی والدہ ہے۔ اس تہمت کے بارے میں پوچھا جو حضرت عائشہؓ کے بارے میں کہی گئی فرمانے لگیں۔ میں بھی اور حضرت عائشہؓ بھی ہم دونوں بیٹھی ہوئی تھیں کہ انصار کی ایک عورت ہمارے گھر گھس آئی جو کہہ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ فلاں کے ساتھ ایسا سلوک کرے۔ میں نے پوچھا کیوں! وہ کہنے لگی کہ اس بات کا تذکرہ پھیل چکا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کون سی بات کا چرچا ہے تو میں نے ان کو سارے قصہ کی اطلاع دی۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ابوبکر صدیقؓ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے سنا ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ ہاں! ان حضرات نے سن لیا ہے۔ پس وہ تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ اور اس وقت تک انہیں افاقہ نہ ہوا یہاں تک کہ کپکپی کے ساتھ بخار نے ان کو آ پکڑا پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر پوچھا اسے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا اس خبر کی وجہ سے جو بیان کی جا رہی ہے اس کو بخار نے آ پکڑا ہے۔ پس حضرت عائشہؓ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ کہنے لگیں واللہ! اگر میں قسم کھا کر اپنی صفائی پیش کروں تو تم لوگ مجھے سچا نہیں سمجھو گے اگر کوئی عذر و معذرت بیان کروں تو میرا عذر قبول نہیں کرو گے پس میرا حال تو یعقوب علیہ السلامؑ اور ان کے بیٹوں جیسا ہے۔ واللہ المستعان علی ماتصفون جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتی ہوں۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آیات براۃ نازل فرمائیں۔ جن کی خبر آپؐ نے ان تک پہنچائی تو حضرت عائشہؓ فرمانے لگیں کہ میں تو اللہ کی حمد و شکر ادا کروں گی۔ جس نے آسمان سے میری برأت نازل فرمائی۔ میں اور کسی کی احسان مند نہیں ہوں۔ کہ میں اس کا شکریہ ادا کروں۔

حدیث(۳۱۴۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِؓ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَؓ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ قَوْلَهُ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا اَوْ كُذِّبُوْا قَالَتْ بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا اَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ وَمَاهُوَ بِالظَّنِّ فَقَالَتْ يَا عُرَيَّةُ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا بِذٰلِكَ قُلْتُ فَلَعَلَّهَا اَوْ كُذِبُوْا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا وَاَمَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَتْ هُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَاْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنُّوْا اَنَّ اَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ جَآءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اسْتَيْاَسُوْا اِفْتَعَلُوْا مِنْ يَئِسْتُ مِنْهُ مِنْ يُوْسُفَ لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ مَعْنَاهُ الرَّجَآءُ.

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ جو حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ مجھے بتلاؤ حتی اذا استیاس الرسل وظنوا انهم قد كذّبوا ہے یا كذبوا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ كذّبوا ہے۔ کیونکہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا تھا۔ تو میں نے عرض کی اللہ کی قسم! ان کو تو یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے پھر ظن و گمان کے کیا معنی ہیں۔ تو فرمانے لگیں کہ اے عریہ تحقیق ان کو اس کا یقین تھا۔ میں نے کہا کہ شاید او كذبوا کہا۔ تو فرماتے ہیں اللہ کی پناہ رسول اللہ بھی اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان رکھ سکتے ہیں۔ دراصل اس آیت میں رسولوں کے وہ پیروکار مراد ہیں جو اپنے رب پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی لیکن مصائب کے ان پر پہاڑ ٹوٹ پڑے اور عرصہ دراز ہو گیا اللہ تعالیٰ کی مدد آنے میں دیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ ان کی قوم کے وہ لوگ جنہوں نے ان کی تکذیب کی تھی ان سے یہ لوگ مایوس ہو گئے۔ یہاں تک کہ مرسلین کو گمان ہونے لگا کہ کہیں ہمارے پیروکار ہمیں جھوٹا نہ سمجھیں کہ اچانک اللہ کی مدد ان کو آن پہنچی۔ استاسوا باب استفعال کی ماضی ہے۔ مجرد یئست مجرد باب علم سے ہے تو استیاسوا ای من یوسف یعنی برادران یوسفؑ حضرت یوسف علیہ السلام سے مایوس ہو گئے۔ دوسری جگہ لا تیاسوا من روح اللہ کہ اللہ کی رحمت اور رجاء سے مایوس نہ ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے امید لگائے رکھو۔

حدیث (۳۱۵۰) حَدَّثَنَا عَبْدَةُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَرِيْمُ بْنُ الْكَرِيْمُ بْنُ الْكَرِيْمِ بْنِ الْكَرِيْمِ بْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کریم بیٹا کریم کا پوتا کریم کا پڑپوتا کریم کا یوسف بیٹا یعقوب کا وہ بیٹا اسحٰق کا وہ بیٹا ابراہیمؑ کا ان سب پر سلام ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ سالت ام رومان وھی ام عائشةؓ الخ روایت میں بہت اختصار ہے جس کی وجہ سے مقصود سمجھنے میں بڑا خلل واقع ہو رہا ہے۔ چونکہ یہ روایت بتمامہا گذر چکی ہے۔ اس لئے اس کو اسی پر محمول کرنا چاہیئے۔ پس فقولہ وھی تقول یہ ولجت کی ضمیر سے حال نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت معنی غلط ہو جائیں گے بلکہ معنی یہ ہیں کہ حضرت عائشہؓ اس انصاریہ کو لے کر مناصع کی طرف گئیں۔ وہ ام مسطح تھیں جن کو ٹھوکر لگی تو اپنے بیٹے مسطح کو بددعا دی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ایسا نہ کریں۔ وہ تو بدری صحابی ہے پھر اس نے سارا قصہ سنایا انہوں نے گھر آ کر والدہ سے اس کی تصدیق کی۔ جنہوں نے فرمایا ایسی الزام تراشیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں کثرت سے قرآن کی تلاوت نہیں کرتی تھی۔ اس لئے مجھے یعقوب کا نام یاد نہ رہا تو ابو یوسف کہا۔ اسی مناسبت سے ابو یوسف سے امام بخاریؒ اس روایت کو حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرہ میں لائے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے حدیث ام رومان اور حدیث عائشہؓ کو جمع کر کے تعارض کو دفع فرمایا ہے۔ دراصل حدیث ام رومان مجمل ہے۔ اور حدیث عائشہؓ مفصل اور مفسر ہے۔ لیکن اس صورت میں روایت کو ام مسطح پر منطبق کرنا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ ام مسطح تو قرشیہ ہے انصاریہ نہیں ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اولاً حضرت عائشہؓ نے یہ خبر ام مسطح سے سنی پھر ام رومان والدہ سے تصدیق کرائی۔ بعد ازاں انصاری عورت جس کا نہ نام معلوم ہے نہ اس کے والد کا علم ہو سکا ہے اس سے خبر کو بیان کیا چنانچہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تیسری عورت ہے جو حضرت عائشہؓ کے پاس آ کر ان کے ہمراہ رونے لگی تھی۔ مسروق کا سماع ام رومان سے صحیح یہ ہے کہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا ہے جب کہ مسروق پندرہ برس کے تھے۔ تو یہ سماع خلافت عمرؓ میں ہوگا۔ کیونکہ مسروق کی ولادت ہجرت والے سال ہوئی ہے۔

صرحت عائشة حتی تقدم انها لم تذکر اسم یعقوب چنانچہ کتاب الشہادات میں گزرا ہے واللہ ماا جد لی ولکم مثلا الا ابا یوسف الخ.

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ حتی اذا استایس الرسل حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اس کو تشدید سے پڑھتی تھیں کہ یہ باب تفعیل کی ماضی ہے۔ اور قرأۃ عامہ میں تخفیف کے ساتھ ہے اس لئے حضرت عروہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ کذبو تشدید کے ساتھ اور کذبوا تخفیف کے ساتھ میں کیا فرق ہے۔ تو انہوں نے فرمایا چونکہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تھی اسلئے کذبوا پڑھا گیا جس پر حضرت عروہؓ نے اعتراض کیا کہ اگر معنی مرادی یہی ہیں تو پھر ظنوا کے کیا معنی ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کو اپنی قوم کی تکذیب کا یقین تھا۔ کیونکہ قوم جھرۃً وعیانا ان کی تکذیب کرتی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ٹھیک ہے قوم کی تکذیب کا انہیں یقین تھا۔ لیکن یہ مقصود نہیں۔ اس لئے کہ متیقن تو مخالفین کی تکذیب تھی۔ اور موافقین کی تکذیب مظنون تھی۔ کہ نصرت ایزدی کی تاخیر کی وجہ سے رسولوں کو گمان ہوا کہ ہمارے موافقین کی تصدیق کہیں تکذیب سے نہ بدل جائے۔ بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ابھی اپنا کلام تمام نہیں کیا تھا کہ حضرت عروہؓ جلدی سے بول پڑے۔ کہ قرأۃ بالتشدید صحیح

نہیں۔ بالتخفیف صحیح ہے۔تو حضرت عائشہؓ نے اس کے بعد اپنا کلام پورا کیا کہ کذبوا بالتخفیف کا مطلب یہ ہے کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ نے اس معنی سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔جولوگ قرأۃ بالتخفیف کرتے وہ کذبوا کی ضمیر کو اتباع الرسل کی طرف راجع کرتے ہیں رسل کی طرف نہیں تو اتباع نے کہا کہ رسولوں نے ان سے جھوٹا وعدہ کیا تھا۔پھر یہ بھی ہے کہ ظن سے مراد ہاجس اور وسوسہ ہو جس پر مؤاخذہ نہیں ہے۔تو اس قسم کے وساوس انکے دل میں کھٹکتے ہیں جن کو حسب طاقت وہ دفع کرتے تھے تو یہ وساوس انکے ایمان کو نقصان نہیں پہنچا سکے اس کے معنی کر کے کذبوا کی ضمیر رسل کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے کہ رسل کو وسوسہ ہونے لگا کہ ان کے ساتھ انجاء اور نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ جھوٹا ہے اگر چہ یہ وساوس انکے قلوب میں قرار نہیں پکڑتے لیکن قلوب میں وساوس تو گذرتے ہیں کیونکہ بالآخر رسل بشر تھے اور بشریت اپنے مقتضا سے رک نہیں سکتی واللہ اعلم

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت قطب گنگوہیؒ نے حدیث اور آیت کی توضیح میں عجیب کلام کیا ہے۔حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو قرأۃ بالتشدید پر اصرار تھا۔اور میرے نزدیک قرأۃ بالتخفیف کا اس بنا پر انکار کرتی تھیں جب کہ ضمیر فاعل رسل کی طرف راجع ہو۔حالانکہ ضمیر رسل کی طرف نہیں اور نہ ہی انکار قرأۃ کی کوئی وجہ نظر آتی ہے۔کیونکہ جب اس کا ثبوت ہے تو پھر انکار کے کیا معنی! چنانچہ ائمہ یعنی کوفہ کے قراء نے اسی قرأت کو ترجیح دی ہے۔اور یہی قرأۃ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور دیگر حجازیوں نے کی ہے۔اور کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اس قراءت کا انکار نہیں کرتیں۔ بلکہ وہ تاویل ابن عباسؓ کا انکار کرتی ہیں۔لیکن علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ اگر ابن عباسؓ سے یہ صحیح منقول ہے کہ کذبوا سے رسل مراد ہیں۔ تو ظن سے مراد وسوسہ حدیث النفس اور ہاجس ہوگا جن پر مؤاخذہ نہیں ہے۔لیکن ظن جو ترجیح احد الطرفین ہے وہ تو مؤمن کے لائق بھی نہیں ہے چہ جائیکہ انبیاء کے متعلق گمان کیا جائے چنانچہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ کذبوا تخفیف کی صورت میں ظن قوم کو دامن گیر ہوا۔

حتی اذا استیئس الرسل من ایمان قومھم وظن القوم ان الرسل کذبوا فیما وعدوہ من النصر والظفر یعنی رسول جب اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہوئے اور قوم نے گمان کیا کہ رسولوں سے جو نصرت اور کامیابی کا وعدہ تھا اس میں ان سے جھوٹ کہا گیا تو ظن بمعنی توہم کے ہوگا۔برحال دونوں قرأتیں متواتر ہیں۔اس لئے تاویل کی ضرورت پیش آئی۔جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تشدید کی صورت میں کذبوا کی ضمیر اتباع الرسل کی طرف راجع ہے۔اور وہی مراد ہیں۔اور تخفیف کی صورت میں ظنوا کی ضمیر اتباع کی طرف ہوگی نہ کہ رسل کی طرف۔اور انھم سے رسل مراد ہوں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ من الرجاء اس تفسیر سے یہ مراد نہیں ہے کہ لاتیاسو من الرجاء بلکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو تو یہ رجاء اور امید ہے جو ساری آیت کے معنی کا خلاصہ ہے روح کی تفسیر نہیں ہے۔تو من الرجاء کلمہ من زائد ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ نے جو آیت کی تفسیر کی ہے کہ روح کے معنی رجاء کے نہیں ہیں۔لغت یہی کہتی ہے چنانچہ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ رُوح اور رَوح کے ایک معنی ہیں تو آیت کی تفسیر میں آخر کے اندر فرمایا کہ روح اللہ رحمت اور کشادگی مراد ہے۔ ھو بعض الروح اور جلالین میں ہے لاتیاسوا من روح اللہ ای من رحمۃ. اور صاحب جمل فرماتے ہیں کہ روح مصدر ہے جو بمعنی رحمت کے ہے۔تو عینیؒ نے جو فرمایا کہ روح اللہ کے معنی رجاء کے ہیں۔یہ صحیح نہ ہوا۔شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ بہتر رہے گی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مثل یعقوب وبنیہ سے ترجمہ سے مطابقت ہوگئی کیونکہ بنیہ میں یوسف علیہ السلام بھی ہیں۔نیز! سورۂ یوسف کی اس آیت کی تفسیر کو بھی مناسبت ہے کیونکہ اس سورت کی آیات وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم من اھل القری الخ. کے عموم میں حضرت یوسف علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ استفعلوا معنی بیان کرنے ہیں کہ طلب مراد نہیں وزن اور اشتقاق بیان نہیں کرنا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ (الاية)

ترجمہ۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے جب اپنے پروردگار کو پکارا۔

ارکض بمعنی اضرب (یعنی مارتو) یرکضون یعدون دوڑتے ہیں۔

حدیث (۳۱۵۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ الْجُعْفِيُّ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَحْثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ فَنَادٰى رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى قَالَ بَلٰى يَارَبِّ وَلٰكِنْ لَاغِنٰى لِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایوبؑ ننگے نہار ہے تھے۔ کہ جن پر سونے کی ٹڈیوں کی ایک جماعت گر کر آن پڑی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے بک بھر بھر کے اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے۔ تو ان کے رب نے پکار کر فرمایا اے ایوب! کیا میں نے تم کو اس بات سے غنی نہیں کر دیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں اے میرے رب! لیکن مجھے تو آپ کی برکت سے بے پرواہی نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مطابقت حدیث ترجمہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت ایوبؑ نے جب کہا رب انی مسنی الضر تو اس کے بعد ان کے پاس وحی آئی۔ ارکض برجلک چنانچہ انہوں نے پاؤں مارا تو پانی ابل پڑا جس میں انہوں نے ننگے بدن غسل کیا تو ٹڈیاں اتریں۔

بَابُ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا

اِلٰى قَوْلِهٖ نَجِيًّا يُقَالُ لِلْوَاحِدِ وَلِلْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ نَجِيٌّ وَيُقَالُ خَلَصُوْا نَجِيًّا اِعْتَزَلُوْا نَجِيًّا. الگ جا کر سرگوشیا کرنے لگے اور جمع انجیۃ آتی ہے۔ یتناجون سرگوشی کرتے ہیں۔ تلقف تلقم یعنی نگل جانا۔

حدیث (۳۱۵۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ قَالَتْ عَائِشَةُؓ فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَدِيْجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ اِلٰى وَرَقَةَ ابْنِ نَوْفَلٍ وَكَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا يَقْرَأُ الْاِنْجِيْلَ بِالْعَرَبِيَّةِ فَقَالَ وَرَقَةُ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى وَاِنْ اَدْرَكَنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا النَّامُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ يُطْلِعُهٗ بِمَا يَسْتُرُهٗ عَنْ غَيْرِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کی طرف واپس لوٹے تو آپؐ کا دل کانپ رہا تھا۔ چنانچہ وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کی طرف لے کر چلیں وہ ایک آدمی تھا جو نصرانی بن گیا تھا اور انجیل کا عربی زبان میں ترجمہ کرتا تھا۔ ورقہ نے آپؐ سے پوچھا آپؐ نے کیا دیکھا ہے آپؐ نے بتلایا تو ورقہ نے کہا کہ یہ وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ اگر مجھے آپ کا زمانہ ظہور نبوت کامل گیا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ ناموس اس راز دان کو کہتے ہیں جو دوسرے سے چھپا کر کسی کو مطلع کرے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى

اِلٰى قَوْلِهٖ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى اٰنَسْتُ اَبْصَرْتُ نَارًا لَعَلِّيْ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ الْاٰيَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ الْمُقَدَّسُ

الْمُبَارَکُ طُوًی اِسْمُ الْوَادِی سِیْرَتَهَا حَالَتَهَا وَالنُّهٰی التُّقٰی بِمَلْکِنَا بِاَمْرِنَا هَوٰی شَقِیَ فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِکْرِ مُوْسٰی رِدْأً کَیْ یُصَدِّقُنِیْ وَیُقَالُ مُغِیْثًا اَوْ مُعِیْنًا یَبْطُشُ وَیَبْطِشُ یَأْتَمِرُوْنَ یَتَشَاوَرُوْنَ رِدْأً عَوْنًا مددگار یقال قدارد عته علی صنعته یعنی اسکے کام پر میں نے اس کی مدد کی والجذوة قطعة غليظة من الخشب ليس فيها. لهب لکڑی کی آگ کا وہ مضبوط ٹکڑا جس میں شعلہ نہ ہو۔ سنشد سنعینک عنقریب تیری اعانت کروں گا۔ کلماعززت شیئا فقد جعلت له عضدا جب تم نے کسی کی مدد کردی تو اس کا بازو مضبوط کر دیا۔ وقال غیرہ کلما لم ینطق بحرف اوفیه تمتمة اوفافاة فهی عقدة یعنی ہر وہ شخص جو ایک حرف بھی نہ بول سکتا ہو۔ یا اس کی گفتار سے تا تا اور فا فا کے الفاظ نکلتے ہوں۔ یہ زبان کی لکنت عقدة کہلاتی ہے۔ واحلل عقدة من لسانی میری زبان کی گرہ کھول دے۔ ازری ظهری یعنی میری پیٹھ۔ فیسحتکم فیهلککم تاکہ تمہیں ہلاک کردے المثلی امثل کی مؤنث ہے۔ امثل کے معنی الفضل تو مثلی کے معنی فضلی کے ہوں گے۔ یعنی بدینکم الافضل کہا جاتا ہے۔ خذالمثلی خذالامثل ثم ائتوا صفا کہا جاتا ہے۔ هل اتیت الصف الیوم کہ کیا آج تم اپنے مصلی جائے نماز پر آئے تو صف و مصلی جس میں نماز پڑھی جائے۔ فاوجس اضمر خوفا یعنی خوف و ہراس محسوس کیا۔ خیفة خوف کے معنی ہیں اور واؤ خاء کے کسرہ کی وجہ سے چلی گئی۔ خوفا خیفة بن گیا۔ فی جذوع النخل ای علی جذوع النخل یعنی فی بمعنی علی کے ہے خطبک بالک مساس مصدر ہے ماسه مساسا اسے خوف چھوالننسفنه لنذرینه پھر ہم اس کو ضرور پھینک دیں گے۔ الضحیٰ الحر گرمی کے وقت۔ قصیه اتبعی اثره اس کے نشان کے پیچھے پیچھے چلو۔ وقد یکون ان نقص الکلام یعنی کلام بیان کرنے کے معنی میں آتا ہے نحن نقص علیک ہم تم پر بیان کرتے ہیں۔ عن جنب بعد دوری کے معنی ہیں۔ اگر جنابت اور اجتناب سے ہو تو ایک ہی معنی ہیں۔ وقال مجاهد آگے مجاہد کی تفسیر ہے۔ علی قدر موعد یعنی وعدے کی جگہ یا وعدے کا وقت لا تنیا ای لا تضعفا کمزور نہ پڑو۔ مکاناسوی منصف بینهم یعنی ایسا مکان جو سب کو نصف فاصلے پر پڑتا۔ یبسا یابسا بمعنی خشک۔ من زینة القوم وہ زیورات جو انہوں نے فرعون والوں سے عاریت پر لئے تھے۔ فقذفتها القیتها ان کو ڈال دیا القی صنع السامری یعنی سامری نے بنایا۔ فنسی موسی یعنی وہ کہتے تھے کہ موسیٰ اب رب سے چوک گئے۔ لا یرجع الیهم قولا فی العجل بچھڑے کے بارے میں۔

حدیث (۳۱۵۳) حَدَّثَنَا هُدْبَةُ الخ عَنْ مَالِکِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَیْلَةِ اُسْرِیَ بِهٖ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ الْخَامِسَةَ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ تَابَعَهٗ ثَابِتٌ الخ.

ترجمہ۔ حضرت مالک بن صعصعہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حدیث بیان کی۔ اس رات کے متعلق جس میں آپؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ یہاں تک کہ آپؐ پانچویں آسمان پر پہنچے تو وہاں ہارونؑ تھے۔ جبرائیلؑ نے فرمایا یہ ہارونؑ ہیں پس آپؐ ان پر سلام پڑھیں آپؐ نے ان پر سلام پڑھا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا خوش آمدید ہو نیک بھائی اور نیک نبی کے لئے ثابت نے متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ردا کی یصدقنی اس سے مدد طلب کرنے کی غرض بیان کی ہے اور قول ردا عونا لفظ کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بیان فرمائی تو تکرار نہ ہوا۔ خیفه میں واؤ اپنے اصل سے چلی گئی اور اس نے دوسری صورت یا والی اختیار کرلی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے امام بخاریؒ کے کلام کی بہتر توجیہ فرمائی ہے کہ خیفه خوف سے ہے خیف بمعنی کنارہ کے نہیں ہے۔تو خوفة میں واؤ ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے یا سے بدلا گیا تب دوسری صورت خیفة کی اختیار کی اور علامہ کرمانیؒ نے امام بخاریؒ پر اعتراض کیا کہ یہ تو اہل تصریف کا کام تھا کہ خوفة سے خیفه بن گیا۔امام بخاریؒ کی جلالت شان کے یہ مناسب نہیں تھا کیونکہ یہ تو ابتدائی درجہ کے طالب علموں کے لئے بحث ہوا کرتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قوله الضحى الحر امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے ان یحشر الناس ضحى میں مطلق ضحوة کا وقت مراد نہیں۔جو اول طلوع الشمس سے شروع ہوتا ہے۔بلکہ اس سے وہ وقت مراد ہے جس میں گرمی سخت ہو جاتی ہے۔تا کہ گندھک وغیرہ سے ان کی رسیوں اور لاٹھیوں میں اثر پیدا ہو۔کیونکہ ان کا یہ سحر طلسم کے قبیلہ سے تھا۔جس میں معدنیات وغیرہ کی ادویہ استعمال کی جاتی ہیں۔بنابریں سحر فرعون سیکھنے کی اجازت ہے۔لیکن سحر نمرود اور سحر بابل وہ اس قسم کا نہیں تھا۔بلکہ وہ اس سے سخت تھا جس پر آج بھی ہمارے زمانہ میں سحر اور جادو کا داطلاق ہوتا ہے۔اور فرعون کے سحر کو طلسم اور شعبدہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔شیخ گنگوہیؒ نے جو آیت کی تشریح فرمائی ہے اس سے امام بخاریؒ پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا جو شراح حضرات۔ عینیؒ۔حافظؒ اور قسطلانیؒ نے کیا ہے۔

الضحى الحر فى غير محله واقع ہوا ہے۔کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔حالانکہ اس سے اشارہ ان یحشرو الناس ضحى کی طرف ہے۔جس میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے۔کیونکہ ساحران کا سحر حرارت شمس میں ظاہر ہونے والا تھا۔

فى حبالنهم ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعیین وقت ضحى قوم فرعون کی طرف سے ہوئی۔حالانکہ مشہور یہ ہے کہ تعیین وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھی۔جواب یہ ہے کہ دونوں احتمال ہیں قاضی بیضاویؒ نے دونوں احتمال بیان کر کے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے۔کیونکہ اجتماع کا مطالبہ قوم فرعون کا تھا موسیٰ علیہ السلام کا نہیں تھا۔اور میرے نزدیک یہ کلام موسیٰؑ میں سے ہے۔کیونکہ وہ بھی چاہتے تھے کہ خوب دن چڑھے لوگ جمع ہوں تو سحر کا بطلان اور زیادہ واضح ہو جائے۔

الزيبق امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑتی ہوئی اس لئے نظر آتی تھیں کہ ان کو گندھک ملا گیا تھا۔تو جب ان کو سورج کی حرارت پہنچی تو وہ بھڑک اٹھیں۔امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اشیاء میں یہ خاصیت ہے کہ جب وہ ایک دوسرے سے ملیں یا سورج کی حرارت پہنچے تو وہ حرکت کرتی نظر آتی ہیں۔جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچنے والا ہوتا ہے۔جس طرح بجلی کا کرنٹ لگتا ہے۔

جاز تعلم سحر فرعون علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ سحر کئی قسم ہے۔بعض ان میں دھوکہ بازی ہے جو لطیف اور باریک ہے انى تسحرون میں یہی مراد ہے۔دوسرا وہ ہے جس میں محض تخیلات ہوتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔جیسے شعبدہ باز اپنے ہاتھ کی صفائی سے لوگوں کی آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ يخيل اليه من سحر هم تسعى میں یہی ہاتھ کی صفائی ہے۔اور تیسرا وہ ہے جو شیاطین اور جنات کی مدد سے حاصل ہوتا ہے۔ ولكن الشياطين كفروا يعلمون الناس السحر میں یہی مراد ہے۔اور چوتھا وہ ہے جو ستاروں کی مخاطبت اور روحانیت کو اترواکر کیا جاتا ہے۔اور پانچواں یہ طلسمات ہیں اور اقسام بھی بیان کئے جاتے ہیں۔لا يخل لها.

جاز تعلم سحر فرعون الخ ابن عابدین نے سحر کے انواع ذکر کرنے کے بعد قال الشمنى تعلمه وتعليمه حرام کہ اس کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔لیکن میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے ضرر اور نقصان کو دور کرنے کے لئے على الاطلاق جائز ہے۔علامہ نوویؒ

لکھتے ہیں سحر کا عمل تو حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے موبقات یعنی مہلک کبائر میں سے شمار کیا ہے۔ البتہ بعض اس میں سے کفر ہے بعض کفر نہیں ہے۔ لیکن تعلیم و تعلم بھی حرام ہے۔ البتہ بعض علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ یا تو کفر اور غیر کفر میں تمیز کرنے کے لئے یا مبتلا سحری سے ازالہ کے لئے طلسم کے بارے میں غیاث اللغات والے نے لکھا ہے کہ وہ وہمی تخیلات ہیں۔ جن سے عجیب و غریب شکلیں ظاہر ہوتیں ہیں۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ یونانی ہے عربی نہیں ہے۔ قاموس۔ مختار۔ صحاح وغیرہ کتب میں نہیں ملا۔ سید جرجانی نے البتہ اس سے طویل بحث کی ہے۔

هذا هارون یہ محل ترجمہ ہے کیونکہ ہارونؑ موسیٰ کے بھائی تھے اور حدیث اسرا میں خود موسیٰ کا ذکر بھی ہے۔

بَابُ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ اِلٰى مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ

ترجمہ۔ اس آیت میں بھی حضرت موسیٰ کا تذکرہ ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا

ترجمہ۔ اے پیغمبر تو نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بول کر باتیں کیں۔

حدیث (۳۱۵۴) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِهٖ رَاَيْتُ مُوْسٰىؑ وَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى فَاِذَا هُوَ رَجُلٌ رَّبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ وَاَنَا اَشْبَهُ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ بِهٖ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَائَيْنِ فِىْ اَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِى الْاٰخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ اشْرَبْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ اَخَذْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا کہ وہ نحیف ہلکے پھلکے لمبے قد اور کھلے بالوں والے آدمی ہیں۔ گویا کہ قبیلہ شنوءۃ کے آدمیوں میں سے ہیں جو یمن کے لمبے آدمیوں کا قبیلہ ہے۔ اور عیسیٰ کو دیکھا تو وہ درمیانے قد کے سرخ رنگ کے آدمی ہیں گویا کہ ابھی حمام سے نکل رہے ہیں تر و تازہ صاف ستھرے۔ اور میں ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ان میں سے زیادہ مشابہت رکھنے والا ہوں۔ پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے ان میں سے ایک کے اندر دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی۔ پس مجھے حکم ہوا۔ ان دونوں میں سے جو چاہیں آپ پی سکتے ہیں۔ تو میں نے دودھ کا پیالہ لے کر پی لیا۔ پس مجھے کہا گیا کہ آپ نے جبلی چیز کو اختیار کیا۔ اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

حدیث (۳۱۵۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ حَدَّثَنَا اِبْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِىْ ابْنَ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِىْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهٗ اِلٰى اَبِيْهِ وَذَكَرَ النَّبِىُّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ فَقَالَ مُوْسٰى اٰدَمُ طُوَالٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَقَالَ عِيْسٰى جَعْدٌ مَّرْبُوْعٌ وَذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَذَكَرَ الدَّجَّالَ.

ترجمہ۔ہمیں تمہارے نبی کے چچا کے بیٹے یعنی ابن عباسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔متی تو ان کی ماں کا نام ہے ویسے ان کا نسب ان کے باپ سے چلا ہے۔اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کا ذکر فرمایا جس میں آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔آپؐ نے فرمایا موسیٰ گندم گونی لمبے قد کے آدمی تھے۔گویا کہ قبیلہ شنوءہ کے آدمی ہیں۔اور عیسیٰ کے بارے میں فرمایا کہ وہ گھونگھریالے بالوں والے درمیانی قد کے آدمی تھے۔پھر آپؐ نے جہنم کے داروغہ مالک کا ذکر کیا اور دجال کا بھی۔

حدیث(۳۱۵۶)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَهُمْ يَصُوْمُوْنَ يَوْمًا يَعْنِيْ عَاشُوْرَآءَ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ وَهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَاَغْرَقَ اٰلَ فِرْعَوْنَ فَصَامَ مُوْسٰى شُكْرًا لِلّٰهِ فَقَالَ اَنَا اَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْهُمْ فَصَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ.

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھے ہوئے پایا۔پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ یہ بڑا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اور فرعون والوں کو غرق کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں موسیٰ کے ان سے زیادہ قریب ہوں۔پس آپؐ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن کے روزوں کے رکھنے کا حکم بھی دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یونس بن متی پر خود کو فضیلت نہ دے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت نہ دے کہ اس سے ان کی تنقیص لازم آئے۔ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاصبر ولا تکن کصاحب الحوت کہ وہ بے صبر ہو کر قوم چھوڑ کر چلے گئے۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

ترجمہ۔جب کہ ہم نے وعدہ دیا موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتوں کا الی قولہ میں سب سے پہلا مومن ہوں

اِلٰى قَوْلِهٖ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ يُقَالُ دَكَّهٗ زَلْزَلَهٗ فَدُكَّتَا فَدُكِكْنَ جَعَلَ الْجِبَالَ كَالْوَاحِدَةِ كَمَا قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا وَّلَمْ يَقُلْ كُنَّ رَتْقًا مُلْتَصِقَتَيْنِ اُشْرِبُوْا ثَوْبٌ مُشْرَبٌ مَصْبُوْغٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ انْبَجَسَتْ اَيِ انْفَجَرَتْ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ رَفَعْنَا.

ترجمہ۔دکہ کے معنی کپکپانے کے ہیں۔اس کے تثنیہ اور جمع ایک جیسے ہیں۔سو سب پہاڑوں کو ایک پہاڑ قرار دیا گیا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آسمان اور زمین بند اور ملے ہوئے تھے۔ کن رتقا جمع کا صیغہ استعمال نہیں ہوا۔بلکہ تثنیہ کا ہوا۔ملتصقتین یہ تفسیر ہے کہ دونوں ملے ہوئے تھے۔ان کا تعلق ماقبل سے نہیں ہے بس کن پر کلام تمام ہو گیا۔قالہ الگنگوہیؒ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی رتقا مفسر ہے اس کی تفسیر ملتصقتین ہے۔اور کلام سابق ولم یقل کن پر ختم ہو گیا۔شیخ گنگوہیؒ نے یہ اس لئے فرمایا تا کہ مفسر اور تفسیر کے درمیان فصل لازم نہ آئے۔لیکن میرے نزدیک لم یقل کن رتقا یہ سب کا سب جملہ معترضہ ہے اور قولہ

ملتصقتین رتقا پہلے کی تفسیر ہے۔ جو کانتا رتقا میں تھا۔ تثنیہ کی مناسبت سے اور رتقاتانی رتق اوّل کا اعادہ ہے۔ جس سے اس کی توضیح کی گئی ہے۔ پھر حافظؒ فرماتے ہیں فدکتا فدککن کا ذکر طرداً للباب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اسی طرح رتقا ملتصقتین کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ امام بخاریؒ نے فدکتا سے قول باری تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حملت الارض والجبال فدکتا دکة واحدة تو جیسے جمع کی جگہ تثنیہ لایا گیا ہے کہ سب زمینوں کو ایک اور سب پہاڑوں کو ایک قرار دیا۔ ایسے سبع السموات کو ایک اور سبع ارضین کو ایک قرار دے کر ان کے لئے دککن کی بجائے دکتا لایا گیا ہے۔

اشربوا ثوب مشرب رنگے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔ اشربوا رنگ چڑھا دیا گیا۔ انبجست کا معنی پھٹ جانا نتقنا الجبل پہاڑ کو ہم نے ان پر اٹھایا۔

حدیث(۳۱۵۷)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَآ اَدْرِیْ اَفَاقَ قَبْلِیْ اَمْ جُوْزِیَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے۔ پہلا شخص میں ہی افاقہ حاصل کرنے والا ہوں گا پس کیا دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ عرش الٰہی کے ایک پائے کو پکڑے ہوئے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ مجھ سے پہلے انکی بے ہوشی دور ہوئی یا انہیں کوہ طور کی بے ہوشی کا بدلہ دیا گیا۔

حدیث(۳۱۵۸)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدِ الْجُعْفِیُّ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ لَمْ یَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّآءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت بگڑ کر بدبودار نہ ہوتا۔ اگر حوا نہ ہوتی تو کوئی عورت زمانہ بھر اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

بَاب طُوْفَانٍ مِّنَ السَّیْلِ یُقَالُ لِلْمَوْتِ الْکَثِیْرِ طُوْفَانٌ

اَلْقُمَّلُ اَلْحَمْنَانُ یُشْبِهُ صِغَارَ الْحِلْمِ حَقِیْقٌ حَقٌّ کے معنی میں ہے طوفان کے دو معنی ہیں۔ سیلاب کا طوفان اور موت کثیر کو بھی طوفان کہتے ہیں۔ قمل چچڑی کی طرح ہے جو چھوٹی چھوٹی چچڑیوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔

لما سقط فی ایدیهم جو شخص شرمندہ ہو وہ اپنے ہاتھ میں گر پڑتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ طوفان کئی معانی میں مستعمل تھا تو قرآنی آیات میں جو نو معجزے موسیٰ علیہ السلام کے ذکر ہوئے ہیں ان میں سے طوفان ہے جس کے معنی سیلاب کے ہیں۔

فقد سقط فی یده ساقط فی ید یہ وہ شخص ہوتا ہے جو کوئی جرم کا ارتکاب کرے۔ پھر اس کا اپنے ہاتھوں کے سامنے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اس ارتکاب جرم پر پشیمان ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ فارسلنا علیهم الطوفان الخ طوفان کے معنی میں اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے تعیین فرمادی کہ اس جگہ

طوفان سے مراد سیلاب ہے جو موسلا دھار بارش سے آتا ہے۔ ضحاک اور عطاء سے کثرت موت منقول ہے اور مجاہد طاعون بھی مراد لیتے ہیں۔ طوفان سے اگر موت مراد ہو تو یہ ضروری نہیں کہ سب کے سب مرگئے ہوں۔ بلکہ ایک جماعت کثیرہ بھی مرگئی ہو تو اس کو بھی وباء اور طوفان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مولانا محمد حسین مکی کی تقریر میں ہے کہ قمل تین قسم کے ہیں۔ حلمہ وہ چچڑ جو موٹا ہو اور چھوٹی چھوٹی ٹانگوں والا ہوتا ہے۔ حمنان وہ چچڑ جو پتلا اور لمبی لمبی ٹانگوں والا ہوتا ہے۔ جسے ہندی میں چجول کہتے ہیں۔ سقط صاحب جمل فرماتے ہیں سقط فعل ماضی مجہول ہے۔ اصل یوں تھا سقطت افواھھم علی ایدیھم. تو فی بمعنی علی کے ہوا کہ ان کے منہ ان کے ہاتھوں پر گر پڑے۔ اور یہ سخت پشیمانی کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو لازم بولا اور اس سے ملزوم ندامت مرادلی۔

بَابُ حَدِيْثُ الْخَضِرِ مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ

ترجمہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خضرؑ کی بات چیت

حدیث (۳۰۵۹) حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّبْنُ قَيْسِ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا اُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍؓ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ اِنِّيْ تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى، الَّذِيْ سَاَلَ السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَانَهٗ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِيْ مَلَاءٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ لَا فَاَوْحَى اللهُ اِلٰى مُوْسٰى بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَاَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ اِلَيْهِ فَجُعِلَ لَهُ الْحُوْتُ اٰيَةً وَّقِيْلَ لَهٗ اِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ يَتْبَعُ الْحُوْتَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوْسٰى فَتَاهُ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ فَقَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَانِهِمَا الَّذِيْ قَصَّ اللهُ فِيْ كِتَابِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ کا حر بن قیس فزاری سے صاحب موسیٰؑ کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں۔ تو حضرت ابی بن کعبؓ ان کے پاس سے گزر ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کو بلا کر کہا کہ میرے ساتھی کا اس صاحب موسیٰؑ کے بارے میں جھگڑا ہوا جس کی ملاقات کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے راستہ کا دریافت کیا تھا۔ کیا آپؐ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اس کے حال کے بارے میں کچھ ذکر کرتے ہوں انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ دریں اثنا حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کی ایک جماعت میں وعظ فرما رہے تھے تو ایک آدمی نے ان سے آ کر پوچھا کہ کیا آپ کوئی ایسا آدمی جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ انا پسند نہ ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ کیوں نہیں ہمارا ایک بندہ خضر ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے ان تک پہنچنے کا دریافت کیا تو مچھلی کو ان کے لئے نشانی مقرر کیا گیا۔ اور آپ سے کہا گیا جب بھی آپ مچھلی کو گم پائیں تو واپس آئیں عنقریب آپ ان کو پالیں گے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سمندر کے اندر مچھلی کے نشان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے تو موسیٰؑ سے ان کے نوجوان شاگرد نے کہا۔ دیکھئے جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کرنے کے لئے ٹھکانا پکڑا تو میں مچھلی کے متعلق آپ کو

بتانا بھول گیا۔ اور شیطان ہی کی کارگزاری ہے کہ اس نے مجھے اس کی یاد بھلوادی جس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہی تو ہمارا مقصود تھا جس کو ہم تلاش کررہے تھے تو دونوں حضرات اپنے نشانِ قدم پر واپس لوٹے۔ تو خضرؑ کو پالیا بقیہ ان دونوں کا حال اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں بیان فرمادیا۔

حدیث(۳۱۶۰)حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ نُوْفَانِ الْبَكَالِیَّ يَزْعَمُ اَنَّ مُوْسٰى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوْسٰى بَنِیْٓ اِسْرَائِيْلَ اِنَّمَا هُوَ مُوْسٰى اٰخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مُوْسٰى قَامَ خَطِيْبًا فِیْ بَنِیْٓ اِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْلَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ بَلٰى لِیْ عَبْدٌ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ اَیْ رَبِّ وَمَنْ لِّیْ بِهٖ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيٰنُ اَیْ رَبِّ وَكَيْفَ لِیْ بِهٖ قَالَ تَاْخُذُ حُوْتًا فَتَجْعَلُهٗ فِیْ مِكْتَلٍ حَيْثُمَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّهٗ وَاَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهٗ فِیْ مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ حَتّٰٓى اِذَا اَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُؤُسَهُمَا فَرَقَدَ مُوْسٰى وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فَخَرَجَ فَسَقَطَ فِی الْبَحْرِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا فَاَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوْتِ جِرْيَةَ الْمَآءِ فَصَارَ مِثْلَ الطَّاقِ فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمَهُمَا حَتّٰٓى اِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ حَيْثُ اَمَرَهُ اللّٰهُ قَالَ لَهٗ فَتَاهُ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا فَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا وَّلَهُمَا عَجَبًا قَالَ لَهٗ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا رَجَعَا يَقُصَّانِ اٰثَارَهُمَا حَتّٰٓى انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ مُوْسٰى فَرَدَّ عَلَيْهِ فَقَالَ وَاَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى بَنِیْٓ اِسْرَآئِيْلَ قَالَ نَعَمْ اَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ يَامُوْسٰٓى اِنِّیْ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ اللّٰهُ لَا تَعْلَمُهٗ وَاَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَآ اَعْلَمُهٗ قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا اِلٰى قَوْلِهٖ اِمْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ كَلَّمُوْهُمْ اَنْ يَّحْمِلُوْهُمْ فَعَرَفُوْا الْخِضْرَ فَحَمَلُوْهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ فَلَمَّا رَكِبَا فِی السَّفِيْنَةِ جَآءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ فِی الْبَحْرِ نَقْرَةً اَوْ نَقْرَتَيْنِ قَالَ لَهُ الْخِضْرُ يَا مُوْسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِیْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ بِمِنْقَارِهٖ مِنَ الْبَحْرِ اِذْ اَخَذَ الْفَاسَ فَنَزَعَ لَوْحًا قَالَ فَلَمْ يَفْجَاْ مُوْسٰى اِلَّا وَقَدْ قَلَعَ لَوْحًا بِالْقَدُوْمِ فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى مَا صَنَعْتَ قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ اِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا

فَكَانَتِ الْاُوْلٰى مِنْ مُوْسٰى نِسْيَانًا فَلَمَّا خَرَجَ مِنَ الْبَحْرِ مَرُّوْا بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَاْسِهٖ فَقَلَعَهٗ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَوْمَأَ سُفْيَانُ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِهٖ كَاَنَّهٗ يَقْطِفُ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ اِسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ اَنْ يَنْقَضَّ مَائِلًا اَوْمَأَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَشَارَ سُفْيَانُ كَاَنَّهٗ يَمْسَحُ شَيْئًا اِلٰى فَوْقٍ فَلَمْ اَسْمَعْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ مَائِلًا اِلَّا مَرَّةً قَالَ قَوْمٌ اَتَيْنٰهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْنَا وَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا عَمَدْتَّ اِلٰى حَائِطِهِمْ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْنَا اَنَّ مُوْسٰى كَانَ صَبَرَ فَقَصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا قَالَ سُفْيٰنُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوْكَانَ صَبَرَ يُقَصُّ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا وَقَرَءَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ قَالَ لِيْ سُفْيَانُ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَحَفِظْتُهٗ مِنْهُ قِيْلَ لِسُفْيَانَ حَفِظْتَهٗ قَبْلَ اَنْ تَسْمَعَهٗ مِنْ عَمْرٍو اَوْ تَحَفَّظْتَهٗ مِنْ اِنْسَانٍ فَقَالَ مِمَّنْ اَتَحَفَّظُهٗ وَرَوَاهُ اَحَدٌ عَنْ عَمْرٍو غَيْرِيْ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا وَحَفِظْتُهٗ مِنْهُ.

ترجمہ۔ سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ نوف بکالی کہتا ہے کہ موسیٰ صاحب خضر موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل نہیں ہیں بلکہ وہ کوئی اور موسیٰ ہے تو آپ نے فرمایا اللہ کا دشمن غلط کہتا ہے۔ ہمیں حضرت ابی بن کعبؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان فرمائی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن بنی اسرائیل میں کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ علم رکھنے والا کون ہے آپ نے فرمایا کہ میں ہوں اللہ تعالیٰ ناراض ہوئے کہ انہوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف ردّ کیوں نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا بلکہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ جاننے والا ہے۔ کہنے لگے اے میرے رب میرے لئے ان تک پہنچانے کا کون ضامن ہے اور کبھی سفیان فرماتے تھے کہ اے میرے رب میں ان تک کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ فرمایا ایک مچھلی لے کر بھون کرا سے ایک زنبیل میں رکھ لو جہاں وہ زندہ ہو کر گم ہو جائے پس وہ اسی جگہ ہوں گے اور سفیان سے ثمہ کا لفظ کہا۔ چنانچہ انہوں نے مچھلی لی اور بھون بھان کر زنبیل میں ڈال دی۔ وہ اور ان کے شاگرد یوشع بن نونؑ دونوں چل پڑے۔ یہاں تک کہ ساحل سمندر پر ایک پتھر کے پاس پہنچے۔ جہاں آرام کرنے کے لئے دونوں نے اپنے سر رکھ دیئے۔ حضرت موسیٰؑ سو گئے۔ مچھلی تڑپ کر نکلی اور سمندر میں جا گری۔ پس سمندر میں اس نے جانے کے لئے ایک راستہ بنالیا کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کا بہاؤ روک لیا کہ وہ ایک طاق کی طرح ہو گیا۔ پھر دونوں حضرات بقیہ دن رات چلتے رہے۔ جب دوسرے روز صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے فرمایا ناشتہ لاؤ ہمیں تو اس سفر میں بڑی تھکاوٹ محسوس ہوئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تک تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ اس جگہ سے آگے نہ بڑھ گئے جہاں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا تو نوجوان شاگرد نے کہا دیکھئے جہاں ہم نے صخرہ کے پاس آرام کیا تھا وہاں مچھلی گم ہوگئی اور اس کے بارے میں بتانا بھول گیا اور یہ ساری شیطان کی کارروائی ہے کہ مجھے اس کی یاد

بھلوادی۔ پس وہ سمندر میں اپنے لئے راستہ بنا کر تعجب کا باعث بن گئی۔ مچھلی کے لئے تو جانے کا راستہ تھا اور ان دونوں کے لئے تعجب کا باعث تھا۔ تو موسیٰؑ نے فرمایا یہی تو ہماری منزل تھی جس کی ہمیں تلاش تھی۔ چنانچہ وہ اپنے نشان قدم پر الٹے واپس لوٹے یعنی وہ واپس ہوئے کہ اپنے نشانات قدم پر چلتے تھے۔ یہاں تک کہ اس صخرہ تک پہنچ گئے پس کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کپڑے میں لپٹا ہوا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سلام کیا جس کا انہوں نے جواب دیا کہنے لگے کہ اس زمین میں سلام کیسے آ گیا۔ فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام ہوں پوچھا موسیٰ بنی اسرائیل فرمایا ہاں۔ وہی ہوں میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوں کہ آپ مجھے وہ ہدایت کی بات سکھلائیں جو آپ کو سکھلائی گئی ہے۔ تو فرمانے لگے اے موسیٰ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علم کا حامل ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھایا ہے۔ آپ اسے نہیں جانتے۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسے علم شریعت کے حامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھلایا ہے میں اسے نہیں جانتا۔ پوچھا کہ میں آپ کی پیروکاری میں چل سکتا ہوں۔ فرمایا تو ہرگز میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتا۔ آپ کیسے اس چیز پر صبر کر سکتے ہیں جس کو آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیا۔ ای قولہ امرا چنانچہ دونوں حضرات ساحل سمندر پر چل پڑے۔ ان کے پاس سے ایک کشتی گزری جن سے انہوں نے بات چیت کی کہ ان کو بھی سوار کر کے لے چلیں۔ انہوں نے خضرؑ کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے انہیں سوار کر لیا۔ یہ لوگ کشتی میں سوار ہو چکے تو ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آ پڑی جس نے سمندر سے ایک چونچ یا دو چونچ پانی لیا ہوگا۔ تو خضرؑ نے موسیٰؑ سے کہا کہ میرا علم اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے اتنی کمی کر پایا ہے۔ جس قدر اس چڑیا نے اپنی چونچ بھر کر سمندر سے کمی کی ہے۔ تو خضرؑ نے ایک کلہاڑا لیا اور کشتی کا ایک تختہ کھینچ لیا تو اچانک موسیٰؑ کو معلوم ہوا کہ کلہاڑے سے ایک بعدہ کشتی کا اکھڑ چکا ہے۔ تو موسیٰؑ بول پڑے کہ یہ آپ نے کیا کیا ان لوگوں نے بغیر کرایہ لئے ہمیں سوار کر لیا آپ نے قصداً انکی کشتی کو چیر دیا تا کہ آپ کشتی والوں کو دریا برد کر دیں۔ آپ نے تو ایک بڑا اوپرا کام کیا۔ فرمایا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ تو موسیٰؑ بولے بھول چوک پر آپ میری گرفت نہ کریں اور مجھے میرے معاملہ میں سختی کی تکلیف نہ دیں۔ یہ پہلی غلطی موسیٰؑ سے بھول کر ہوئی تھی۔ پس جب دونوں سمندر سے باہر آئے تو ان کا گذر ایک ایسے لڑکے کے پاس سے ہوا جو بچوں کے ہمراہ کھیل رہا تھا۔ خضرؑ نے اس کا سر پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کچل دیا۔ سفیان راوی نے اپنی انگلیوں کے کناروں سے اشارہ کیا۔ گویا کہ کسی پھل کو چن رہے ہیں۔ تو ڑ رہے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام بولے کیا آپ نے ایک پاک معصوم جی کو بغیر کسی جان کے قتل میں قتل کر دیا۔ آپ تو ایک اوپری چیز لائے فرمایا کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسیٰؑ بولے اس مرتبہ کے بعد اگر میں نے آپ سے کسی چیز کے متعلق پوچھا تو آپ مجھے ساتھ نہ لے جائیں۔ میری طرف سے معذرت کو پہنچ گئے۔ چنانچہ دونوں چلتے چلتے ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان سے کھانا طلب کیا جنہوں نے ان دونوں کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔ ان حضرات کو بستی میں ایک ایسی دیوار دکھائی دی جو ٹوٹ کر گرنا چاہتی تھی انہوں نے اس کو ٹھیک سیدھا کر دیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا وہ جھکاؤ کر رہی تھی۔ اور سفیان نے اشارہ کیا گویا کہ کسی چیز کو اوپر کی طرف لیپ دے رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں مائلا کا لفظ سفیان سے میں نے صرف ایک مرتبہ سنا ہے۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس ہم مہمان بن کر آئے انہوں نے نہ ہمیں کھانا کھلایا اور نہ ہی مہمانی دی اور آپ نے مفت میں ان کی دیوار بنادی۔ کاش آپ اس پر کچھ اجرت تو لے لیتے تا کہ ہمارے کھانے کا انتظام ہو جاتا۔ خضرؑ نے فرمایا کہ بس اب یہ آپ اور میرے درمیان جدائی کا وقت آ گیا ہے عنقریب میں آپ کو ان چیزوں کے متعلق بتلاؤں گا جن پر آپ صبر نہیں کر سکے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہماری خواہش تھی کہ موسیٰؑ صبر کرتے تو ان دونوں کا خبر نامہ ہمیں بیان کیا جاتا۔ سفیان کی روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے۔ اگر وہ تھوڑا سا صبر کر لیتے تو ہمیں ان کے اور معاملات بیان کئے جاتے۔ اور ابن عباسؓ نے آیت کو پڑھا ترجمہ

کہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو صحیح سالم کشتی چھین کر لے لیتا۔اور وہ لڑکا کافر تھا اس کے والدین مؤمن آدمی تھے۔سفیان نے میرے سے کہا کہ میں نے اس کو ان سے دو مرتبہ سنا اور میں نے ان سے اس کو یاد کیا۔میں نے سفیان سے پوچھا کہ کیا عمرو بن دینار سے سننے سے پہلے آپ نے اس کو یاد کرلیا تھا۔یا اور کسی انسان سے آپ نے اسے یاد کیا۔فرمایا اور کس سے میں نے اسے یاد کیا یعنی انہیں سے یاد ہوا۔میرے سوا عمرو سے کوئی اور روایت کرنے والا ہے۔بلکہ میں نے انہیں سے اس کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ سنا۔اور انہیں سے یاد کرلیا۔ حدثنا علی بن خشرم حدثنا سفیا ن بن عیینۃ الحدیث بطوله یعنی سفیا ن بن عیینۃ نے لمبی حدیث بیان فرمائی۔

حدیث(۳۱۶۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرَ اِنَّهُ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَاِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهٖ خَضِرَآءَ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا خضرؑ کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ایک سفید ٹکڑا زمین پر بیٹھے۔پس وہ اچانک حرکت کرنے لگا۔تو آپ کے پیچھے سبزہ ہی سبزہ تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ هل تعلم احدا اعلم منک قال لا اس حدیث میں اعلیت کی نفی ہے علم کی نفی نہیں ہے۔اور خضرؑ کے لئے اعلیت کا اثبات ہے۔یہ نہیں کہ غیر کی اعلیت کے علم کی نفی ہو کیونکہ جب وہ اعلم من تحت السماء ہوئے تو جو لوگ بھی آسمان کے نیچے آباد ہیں ان سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔تو اس کو وجود کے علم کی نفی سے سرے سے ان کے وجود کی نفی ہو گئی۔کیونکہ نفی العلم بالاعلم اس کے وجود کی نفی کو مستلزم ہے۔اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جن میں ہے ای الناس اعلم تو آپ نے فرمایا میں ہوں۔اور یہ بھی ممکن ہے اگرچہ بعید ہے کہ لا سے مراد نفی اعلم ہو نفی علم نہ ہو۔تو اس سے روایات متحد ہو جائیں گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو حدیث کی شرح کی ہے وہ عمدہ ہے اس لئے سائل کا سوال اعلم کے متعلق تھا جس کا جواب آپ نے کلمہ لا سے دیا تو اس سے علم کی نفی ہوئی۔اعلیت غیر کے وجود کی نفی نہ ہوئی ورنہ فاوحی الله اليه بلى عبدنا خضر اس پر مرتب نہیں ہوگا تو شیخ گنگوہیؒ نے توجیہ بیان فرمائی کہ نفی علم نفی وجود کو مستلزم ہے کیونکہ سفیان کی روایت ای الناسؐ اعلم سے اعلیت کا یقینی ہونا معلوم ہوتا ہے اور روایت باب سے غیر سے اعلیت کی نفی معلوم ہوتی ہے۔پتہ چلا کہ مساوات ہے تو سوال جواب کے مطابق نہ ہوا شیخ کی توجیہ پر دونوں روایتوں کی تطبیق ہو جائے گی ورنہ ظاہر روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰؑ نے علم کی نفی کی ہے وجود کی نفی نہیں کی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ نقرة و نقرتين۔ نقرة کو مصدری معنی پر محمول کیا جائے۔تعداد اور باری کے لئے نہیں۔تو اب نقر اور نقرتین ہیں۔منافات نہیں رہے گی۔بلکہ ان سے ایک ہی مواد نقرتان ہوں گے۔اور تثنیہ اس لئے لایا گیا کہ دونوں کی علمیت الگ الگ نوع کی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔شراح کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نقرۃ بمعنی مرۃ کے ہے اور دونوں کلمات کو ان حضرات نے کلام رسول سے قرار دیا ہے چنانچہ علامہ عینیؒ و قسطلانیؒ فرماتے ہیں نقرۃ بالنصب مصدر ہے اور نقرتین کا اس پر عطف ہے اور شیخ گنگوہیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لفظ کو شک راوی پر محمول کرتے ہیں کہ نقرۃ سے بھی نقرتین مراد ہے اس واسطے فرماتے ہیں۔المراد بهما واحد وهو النقرتان جس سے علم موسیٰ اور علم خضرؑ کی نوعیت کی طرف اشارہ ہو گیا۔میرے نزدیک بھی یہ کلام شک راوی پر محمول ہے۔لیکن راجح لفظ النقرة ہے۔کیونکہ روایات میں یہی مشہور و معروف ہے۔جیسا کہ خود بخاری شریف میں سورۂ کہف کی تفسیر میں صراحۃً آتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فنفرفی البحرنفرة او تحفظته من انسان اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کیا عمرو بن دینار سے سننے کے بعد آپ نے کسی اور انسان سے اس کو محفوظ کیا۔ جس نے عمرو سے سنا تھا۔ انہوں نے اس کو حدیث بیان کی گویا کہ سائل کو تردد ہے کہ قبل سماع انہوں نے حفظ کیا یا بعد سماع یاد کیا۔ ان کو تردد اس لئے ہوا کہ اتنی لمبی حدیث کو ایک مرتبہ سنا یا دو مرتبہ۔ تو دونوں شقوں کا اکٹھے جواب دیا کہ میں نے اس کو یاد بھی کیا اور سنا بھی سہی۔ اور اس پر رد کرتے ہوئے کہا کہ میرے سوا اور نے عمرو سے روایت کیا ہے۔ پھر منفی وہ روایت ہے جو انہوں نے اپنے رہائشی شہر کے اندر روایت کی۔ کیونکہ یہ روایت ان کے سوا اور کسی نے مطلقاً نہیں بیان کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ حفظته و اتحفظه دونوں لفظ سائل کی طرف سے ہیں۔ اور دیگر شراحؒ نے اسے شک راوی پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ الشک من علی بن عبدالله الخ رواہ میں ہمزہ استفہام کا محذوف ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ صخرہ وہ مقام ہے جو نہر زیت کے پاس مغرب میں ہے۔ نوف عالم فاضل حضرت علیؓ کا دربان اور واعظ تھا۔ اور کعب الاحبار کی بیوی کا بیٹا تھا اور بکالی قبیلہ بنو بکال کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ حمیر کی ایک شاخ ہے موسیٰ آخر سے موسیٰ بن میشا مراد ہے۔ مجمع البحرین سے بحر فارس اور بحر روم کا سنگھم مراد ہے جو مشرق کی طرف متصل ہے اہل قریہ سے انطاکیہ مراد ہے۔ القضاض کے معنی جلدی گرنا کے ہیں۔ کسائی فرماتے ہیں ارادة الجداء سے مراد اس کا جھکاؤ ہے۔ چنانچہ بستی والے اس کے نیچے سے خوف زدہ ہو کر گزرتے تھے۔ غاصب بادشاہ کا نام بدر بن بدد اور لڑکے مقتول کا نام حیسون کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کو باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس لمبی حدیث میں خضرؑ کا ذکر ہے جو ابراہیم خلیل اللہ کے زمانے سے چلے آرہے ہیں اور اب تک زندہ ہیں جن کو دجال قتل کرے گا۔

باب: حدیث (۳۱۶۲) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَؓ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لِبَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ فَبَدَّلُوْا فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰٓى اَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوْا حَبَّةٌ فِىْ شَعْرَةٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے جب کہا گیا کہ سجدہ کرتے ہوئے دروازہ میں داخل ہو اور کہو اے اللہ! ہمارے گناہ معاف کر دے مٹا دے۔ تو انہوں نے ان کلمات کو بدل دیا۔ چنانچہ اپنی سرینوں کے بل چلتے ہوئے داخل ہوئے۔ اور دانہ جو جو میں یا چھلکے میں موجود ہو۔ غرضیکہ مأمورات کی مخالفت کی۔

حدیث (۳۱۶۱) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان مُوْسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سَتِيْرًا لَا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اسْتِحْيٰى مِنْهُ فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِىْٓ اِسْرَائِيْلَ فَقَالُوْا مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ وَّاِمَّا اُدْرَةٌ وَاِمَّا اٰفَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ اَرَادَ اَنْ يُّبَرِّئَهٗ مِمَّا قَالُوْا لِمُوْسٰى فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهٗ فَوَضَعَ ثِيَابَهٗ عَلَى الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ اِلٰى ثِيَابِهٖ لِيَاْخُذَهَا وَاِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَاَخَذَ مُوْسٰى عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ ثَوْبِىْ حَجَرُ ثَوْبِىْ حَجَرُ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَلَاءٍ مِنْ بَنِىْٓ اِسْرَائِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَاَبْرَاَهُ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ وَقَامَ الْحَجَرِ فَاَخَذَ ثَوْبَهٗ فَلَبِسَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَ اللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ

لَنَدَبًا مِنْ اَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا والے پردہ پوش آدمی تھے آپ کے بدن کا کوئی حصہ نہیں دیکھا گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے تھے۔ پس آپ کو بنی اسرائیل کے لوگوں نے تکلیف پہنچائی۔ کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام جو اس قدر پردہ پوشی کرتے ہیں وہ ان کے بدن میں کسی عیب کی وجہ سے ہے۔ یا تو انہیں برص کی بیماری ہے جس میں چمڑہ سفید ہو جاتا ہے یا پھار ہے جس میں خصیے پھول جاتے ہیں۔ یا کوئی اور مصیبت ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس الزام تراشی سے موسیٰؑ کو بری کرنے کا ارادہ فرمایا جو وہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے تھے چنانچہ موسیٰؑ ایک دن اکیلے کپڑوں سے خالی ہو گئے اور اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیئے اور نہانے لگے جب فارغ ہوئے تو اپنے کپڑوں کی طرف واپس آئے تا کہ ان کپڑوں کو لے لیں لیکن پتھر تو ان کے کپڑے لے کر دوڑ پڑا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی لی اور پتھر کو تلاش کرتے ہوئے کہتے تھے اے پتھر! میرے کپڑے دے دو یہاں تک کہ وہ بنو اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس پہنچ گیا۔ تو انہوں نے موسیٰؑ کو ننگا دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے زیادہ خوب صورت ہیں اور جو کچھ لوگ کہتے تھے ان سے ان کو بری کر دیا۔ پتھر کھڑا ہو گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے لئے اور انہیں پہن لیا پھر پتھر کو اپنی لاٹھی سے مارنا شروع کیا۔ پس اللہ کی قسم! بے شک پتھر کے اندر مار کی وجہ سے زخم کے نشان تھے جن کی تعداد تین یا چار یا پانچ تھے یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول کا۔ ترجمہ اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰؑ کو تکلیف پہنچائی پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو ان کی الزام تراشی سے بری کر دیا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی وجاہت اور عزت والے تھے۔

حدیث (۳۱۶۴) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِؓ قَالَ قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ هٰذِهٖ لَقِسْمَةٌ مَّآ اُرِیْدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَغَضِبَ حَتّٰی رَاَیْتُ الْغَضَبَ فِیْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ یَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰی قَدْ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا تو ایک آدمی کہنے لگا کہ یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب نہیں کی گئی۔ میں نے آ کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی آپؐ اس قدر غضب ناک ہوئے کہ میں نے ناراضگی کے آثار آپؐ کے چہرہ انور میں دیکھے پھر آپؐ نے فرمایا کہ تحقیق موسیٰؑ کو بھی اس سے زیادہ تکلیفیں دی گئیں۔ جس پر انہوں نے صبر کیا تو میں بھی صبر کرتا ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قد اوذی باکثر من هذا. هذا کا اشارہ اس کلام کی طرف ہے جو ابھی ابھی آپؐ کو لوگوں کی طرف سے پہنچی۔ یہ نہیں کہ تکالیف و مصائب موسیٰؑ نے میرے سے زیادہ برداشت کئے۔ تا کہ اس حدیث کا خلاف نہ ہو۔ جس میں ہے اذیت فی الله مالم یوذ احد کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے اتنی تکالیف دی گئیں کہ اس قدر اور کسی کو نہیں پہنچیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے ایذاء موسیٰ سے حدیث غسل کی طرف اشارہ فرمایا جو اس کے بعد ذکر فرمائی علامہ سیوطیؒ نے بھی آیت کی تفسیر میں یہی واقعہ ذکر کیا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں ولاتکونوا کالذی الخ سے اللہ تعالیٰ نے اس ایذاء کی طرف اشارہ فرمایا جو کفر ہے۔ مومنوں کو ایسی ایذاء سے روکنا مقصود ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر راضی نہ ہونا کفر ہے۔ وہ موسیٰؑ کی ایذاء سے سخت ہے۔ اور

بعض نے قارون کی شرارت کو ایذاء موسیٰ قرار دیا ہے۔ کہ اس نے ایک عورت کو تیار کیا جو موسیٰ علیہ السلام سے زنا کا بنی اسرائیل کے سامنے اقرار کرتی تھی۔ اور وجوہ ایذا بھی منقول ہیں۔ بہر حال مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کا باعث نہ بنو جیسے بنو اسرائیل بنے۔

لقد اخفت فی الله ومایخاف احد ولقد اوذیت فی الله ومایوذ احد (رواہ الترمذی) شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری کے اندر دونوں جگہ واؤ کو حالیہ قرار دیا ہے۔ ای اخافونی واذونی فی موضع وزمان لایخاف فیه ولایوذی فیه احد یعنی آپ تو فرماتے ہیں مجھے کسی مکان اور ہر زمان میں اس قدر مجھے ڈرایا اور ایذا پہنچائی جس کی کوئی حد نہیں۔ مکان سے مسجد الحرام اور زمان سے اشہر الحرام مراد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ترمذی کی حدیث کو شیخ گنگوہیؒ نے کوکب کے اندر تو خاص قرار دیا۔ لیکن لامع میں اسے عموم پر رکھا ہے۔

بَابُ يَعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ مُتَبَّرٌ خُسْرَانٌ وَلِيُتَبِّرُوْا يُدَمِّرُا مَا عَلَوْا مَاغَلَبُوْا

ترجمہ۔ باب اپنے بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔ متبر کا معنی تباہی نقصان۔ ولیتبروا کا معنی خراب کریں۔ ماعلوا کا معنی جس جگہ حکومت پائیں غالب ہوں۔

حدیث (۳۱۶۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجْنِى الْكَبَاثَ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ مِنْهُ فَاِنَّهُ اَطْيَبُهُ قَالُوْا اَكُنْتَ تَرْعِى الْغَنَمَ قَالَ وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا قَدْ رَعَاهَا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پکی پیلو چن رہے تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھائی کالی کالی چننا کیونکہ وہ بہت اچھی ہوتی ہیں صحابہ کرامؓ نے پوچھا کیا آپ بکریاں چراتے رہے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بکریاں چرانے کی سنت ثابت ہوئی اس میں حکمت بیان کی گئی ہے کہ بکریوں میں تنفر زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے انبیاء علیہ السلام کو ایسے جانوروں کی حفاظت کا عادی بنایا گیا تا کہ تنفر امت کی حفاظت کرسکیں۔ اور تواضع کا پہلو بھی ہے۔ خلوت گزینی بھی ثابت ہوتی ہے۔ تا کہ لوگوں کی سیاست سے الگ تھلگ رہ کر اپنی سیاست کے قائم مقام کرنے کی سعی کریں۔ اس حدیث کو عموم انبیاء کی وجہ سے باب سے مناسبت ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بکریاں چراتے رہے بلکہ بعض طرق میں ہے ولقد بعث موسی وھو یرعی الغنم کہ موسیٰؑ کو اس وقت نبوت ملی جب وہ بکریاں چرا رہے تھے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر تو شبانی سے کلیمی دو قدم ہے۔ قالہ اقبال (از مرتب)

مدین میں دس سال تک بکریاں چراتے رہے۔

بَابُ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً (الآیۃ)

قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ الْعَوَانُ النِّصْفُ بَيْنَ الْبِكْرِ وَالْهَرِمَةِ

ترجمہ۔ یاد کرو جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں عوان اس ادھیڑ جانور کو کہتے ہیں جو نوجوان اور بوڑھے کے بین بین ہو۔

فاقع صاف بمعنی خالص۔ لاذلول جس کو کام کاج نے ذلیل نہ کر دیا ہو۔ تثیر الارض یعنی ایسا ذلیل نہ ہو کہ جو زمین کو پھاڑے اور کھیتی باڑی کے کام آئے۔ مسلمۃ یعنی ہر قسم کے عیب سے پاک صاف ہو۔ لاشیۃ کوئی دھبہ نہ ہو۔ یعنی سفید دھبہ۔ صفراء اگر چاہیں تو سیاہ بھی مراد لے سکتے ہیں۔ جیسے کہا گیا ہے جمالات صفر تو اس جگہ زردی جو سیاہی کی طرف مائل ہو وہ مراد ہے۔ فاقع یعنی سخت سیاہ یہ صفر الابل سے مستعار ہے۔ ادارأتم یعنی تم ایک دوسرے پر ٹالتے تھے اختلاف کرتے تھے۔

بَابُ وَفَاةِ مُوسٰیؑ وَذِكْرِهٖ بَعْدُ

ترجمہ۔ باب موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بارے میں اور اس کے بعد کا ذکر۔

حدیث (۳۱۶۶) حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مُوسٰى الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا جَآءَهٗ صَكَّهٗ فَرَجَعَ اِلٰى رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰى عَبْدٍ لَّا يُرِيْدُ الْمَوْتَ قَالَ ارْجِعْ اِلَيْهِ فَقُلْ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِمَا غَطَّتْ يَدُهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَیْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ قَالَ فَسَاَلَ اللّٰهَ اَنْ يُّدْنِيَهٗ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ تَحْتَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ قَالَ وَاَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ الخ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس موت کے فرشتہ کو بھیجا گیا پس جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے تھپڑ مار دیا انہوں نے رب کے پاس جا کر کہا کہ آپ نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو موت نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم واپس جا کر ان سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی پیٹھ پر رکھ دیں۔ پس جس قدر حصے کو ان کا ہاتھ چھپائے گا اسکے ہر بال کے بدلہ انہیں ایک سال بڑھا دیا جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔ اے میرے رب پھر کیا ہوگا۔ فرمایا پھر بھی موت ہوگی بولے تو پھر تو ابھی چاہیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال پر انہیں بیت المقدس میں پتھر کے پھینکنے کی مقدار کے برابر قریب کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں وہاں موجود ہوتا تو تمھیں ان کی قبر دکھاتا۔ جو سرخ ٹیلے کے نیچے راستہ کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ معمر کی سند کے ساتھ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے اس کو مرفوع کر دیا۔

حدیث (۳۱۶۶) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَؓ قَالَ قَدِ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ فِیْ قَسَمٍ يُّقْسِمُ بِهٖ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ عِنْدَ ذٰلِكَ يَدَهٗ فَلَطَمَ الْيَهُوْدِیَّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِیُّ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ الَّذِیْ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ فَقَالَ لَا تُخَيِّرُوْنِیْ عَلٰى مُوسٰى فَاِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُوْنَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا مُوسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَآ اَدْرِیْ اَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اور یہودی نے آپس میں گالی گلوچ شروع کی۔ مسلمان اپنی قسم اٹھانے میں کہتا ہے قسم

ہے اس اللہ کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دیکر چن لیا اور یہودی اپنی قسم میں کہتا تھا کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو جہاں والوں پر چن لیا۔ تو اس وقت مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھا کر یہودی کو تھپڑ مار دیا یہودی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع کی جو اس کے اور مسلمان کے درمیان پیدا ہوا تھا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ایسی فضیلت نہ دو جس سے ان کی توہین ہوتی ہو۔ کیونکہ لوگ جب قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے تو سب سے پہلے جسے بے ہوشی سے افاقہ ہوگا وہ میں ہوں گا پس کیا دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کے کنارے کو پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے میرے سے پہلے افاقہ حاصل کیا۔ یا ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ عزوجل نے مستثنیٰ کر دیا۔

حدیث (۳۱۶۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰى فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِىْ اَخْرَجَتْكَ خَطِيْئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهٗ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسَى الَّذِىْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ ثُمَّ تَلُوْمُنِىْ عَلٰى اَمْرٍ قُدِّرَ عَلَىَّ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدم اور موسیٰ علیہما السلام کا جھگڑا ہو گیا۔ موسیٰؑ نے کہا تو وہ آدم ہے جس کی غلطی نے تجھے جنت سے نکالا

حضرت آدم تجھے خلد سے آنا کیا تھا　تجھے تو دانا پر یہ نہ جانا کہ یہ دانا کیا تھا　(از مرتب)

تو آدمؑ نے ان سے کہا تو وہ موسیٰ علیہ السلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات اور اپنے کلام سے نوازا پھر آپ مجھے اس معاملہ پر ملامت کرتے ہیں جو میرے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے طے کر دیا گیا تھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ یہ دو مرتبہ فرمایا۔

حدیث (۳۱۶۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ عُرِضَتْ عَلَىَّ الْاُمَمُ وَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِىْ قَوْمِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ فرمایا میرے سامنے ساری امتیں پیش کی گئیں۔ تو میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے کنارہ آسمان کو روک رکھا تھا۔ تو کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ان تذبحوا بقرۃ مذبوح نر بیل تھا گائے نہیں تھی۔ بقرۃ میں تا تانیث کی نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ظاہر کلام مفسرین اور ظاہر روایات جو اس آیت کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں سب سے ثابت ہوتا ہے کہ بقرہ گائے تھی۔ نر نہیں تھا۔ شیخ گنگوہیؒ کی موافقت تفسیر بیان القرآن میں حضرت تھانویؒ نے فرمائی ہے کہ بقرہ کی تفسیر ثور سے کی اور حاشیہ پر وجہ لکھی کہ اس پر قرینہ لا تثیر الارض ہے۔ صاحب اکلیل نے ابن کثیر وغیرہم کی تائید نقل فرمائی ہے۔ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے دونوں احتمال ذکر کر نے اور ان کے دلائل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ترجیح اسی کو ہے کہ بقرہ مذکر تھا۔ اور ذبح بقرہ کی تقدیم اور قتل نفس کا قصہ بعد میں بیان کرنے کی وجہ علامہ قسطلانیؒ نے یہ ذکر کی ہے کہ بنی اسرائیل کے جنایات اور قبائح گنوائے جا رہے ہیں۔ تو ایک جرم یہ تھا امر الٰہی کی تعمیل میں لیت ولعل ٹال مٹول سے کام کیا۔ اور دوسرا جرم واردات اور پھر اس کا اخفا کرنا۔ اگر ترتیب بدلی جاتی تو ایک ہی جرم شمار ہوتا۔ اور دولت مند چچا کو قتل کر کے شہر

کے دروازہ پر لاش پھینک دینا اور پھر اس کے خون کا مطالبہ کرنا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وذکر بعد یعنی موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد احوال کا ذکر کرنا ہے اور ممکن ہے کہ کلمہ بعد بمعنی الاخر ہو اور ایسے مقام پر ایسا بہت ہوا کرتا ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ وفات کے حالات کے علاوہ بعض دوسرے احوال کا ذکر ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ من الارض المقدسة ارض مقدس سے وہ شہر بیت المقدس مراد ہے جہاں لوگوں کی آبادی ہے آپ نے اس شہر میں دفن ہونا پسند نہ فرمایا۔ ایک تو شہر ہونے کی وجہ سے دوسرا ممکن ہے یہ خیال مبارک ہو کہ کہیں ان کی قبر کی پوجا نہ شروع ہو جائے جس سے ان کے دین میں فتنہ برپا ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے دو باتوں پر تنبیہ فرمائی۔ ایک تو شہر میں دفن ہونے کو پسند نہ فرمایا دوسرے فتنہ سے بچنے کے لئے خارج البلد دفن ہونا پسند فرمایا۔ نیز شیخ گنگوہیؒ کے کلام میں یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں امور کا تعلق ادناء سے ہے یعنی شہر کے قریب کردے دفن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور ابن بطالؒ نے اس کی حکمت یہی بیان کی ہے تاکہ خارج بلدان کی قبر پوشیدہ رہے۔ جہال امت عبادت کرنا نہ شروع کردیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ بنو اسرائیل اپنی شرارتوں کی وجہ سے بیت المقدس کے داخلہ سے محروم کئے گئے۔ اور چالیس سال تیہ کے میدان میں گھومتے پھرے۔ حتی کہ ہارون علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ سال بعد موسیٰ علیہ السلام فوت ہونے لگے تو تمنا ظاہر کی کہ اے اللہ! اگر داخلہ نہیں مل سکا تو قرب ہی حاصل ہو جائے کیونکہ قرب ایشیی کو شیی کا حکم دیا جاتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اِلٰى قَوْلِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ

ترجمہ۔ باب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی۔ الی قولہ کانت من القانتین کہ بی بی مریم فرمانبرداروں میں سے تھی۔

حدیث (۳۱۷۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ الخ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰىؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا اٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاِنَّ فَضْلَ عَآئِشَةَؓ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَآئِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں سے تو بہت لوگ کامل مکمل ہوئے۔ لیکن عورتوں میں سے صرف بی بی آسیہ فرعون کی بیوی اور بی بی مریم عمران کی بیٹی اور حضرت عائشہؓ کی فضیلت دوسری عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ کمال میں نبوت داخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ فضائل مراد ہیں جو عورتوں کے لئے مختص ہیں۔ اور عورتوں کے نبی نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

فضل عائشہؓ الخ جملہ مستقلہ کے ساتھ فضائل عائشہؓ کو اس لئے بیان کیا تاکہ وہ باقی حضرات سے ممتاز ہو جائیں۔ اور ثرید کی فضیلت اس لئے ہے کہ اس میں غذائیت لذت طاقت اور آسانی سے کھالینا اور چبانے میں کم تکلیف اٹھانا سب مفاد میں ہیں تو حضرت عائشہؓ حسن خلق۔ شیریں زبانی۔ فصاحت وبلاغت فی الکلام اور رائے پاکیزگی تو ایسی باکمال عورت سے باتیں کرنا۔ اس سے نکاح کرنے کو دل چاہتا ہے۔ اور

آپ نے وہ باتیں سمجھیں جو اور کوئی عورت نہیں سمجھ سکی۔ اس طرح جوابات دیتی تھیں کہ ایسے جوابات مرد بھی نہیں دے سکتے تھے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى الاية

لتنوء لتثقل بوجھل لگتی تھی۔ آگے ابن عباسؓ کی تفسیر ہے اولو القوة یعنی ان چابیوں کو مردوں کی ایک جماعت نہیں اٹھا سکتی تھی۔ الفرحین المرحین یعنی خوش وخرم۔ ویکان الله مثل الم تران الله یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ویوسع علیه ویضیق یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے روزی فراخ کر دے جس کی چاہے تنگ کر دے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ویکان الله مثل الخ اس عبارت سے الم تر اور ویکان میں مماثلت ثابت کرنا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دو کلمہ ہیں۔ ویک ایک کلمہ ہے الم تر کی طرح اور باقی باقی کلام کی طرح ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کاف علیحدہ کلمہ ہے اور وی مستقل کلمہ ہے۔ اور یہ یبسط الگ کلام ہے۔ جس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ویکان الخ مولانا حسین علیؒ کی تقریر میں ہے کہ لفظ ویک. الم تر کے معنی میں ہے۔ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ ویک کلمہ الگ ہے۔ اور ان کلمہ الگ ہے۔ جیسے الم تر کلمہ مستقلہ اور ان کلمہ مستقلہ ہے۔ یہ نہیں کہ ان دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اسی طرح کان تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ کاف کلمہ سابقہ میں سے ہے۔ صاحب جمل نے کئی مذاہب نقل کئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ یہ کلمہ مستقلہ ہے۔ اسم فعل ہے۔ جس کے معنی اعجب ای انا اور کاف تعلیل کے لئے ہے اور باقی کاف کا مجرور ہے۔ اعجب لان الله یبسط الرزق الخ. اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ کان تشبیہ کے لئے ہے۔ مگر انشاء کے معنی نہیں ہیں خبر اور یقین کے لئے ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ وی کلمہ براسہا ہے۔ کاف خطاب کا ان محذوف کا معمول ہے۔ اعلم ان الله الخ اور ایک یہ بھی ہے کہ کلمہ مستقلہ معنی الم تر۔ شیخ گنگوہیؒ کا کلام تیسرے قول کے موافق ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا

ای الی اهل مدین یعنی حذف مضاف ہے کیونکہ مدین تو شہر ہے اور حذف مضاف ایسے ہے جیسے واسال القریة واسال العیر یعنی اهل القریة واهل العیر وراء کم ظهریا یعنی ان کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا تم نے اسکی طرف توجہ نہ کی چنانچہ کہا جاتا ہے جب کوئی شخص اپنا کام پورا نہ کرے تو کہتا ہے کہ میں نے اپنی ضرورت کو پیٹھ پیچھے کر دیا۔ اور تو مجھے ظهریا کر دیا۔ ظهری آبی جانوروں کو کہتے ہیں۔ یا برتن جس کو اپنے ساتھ اس لئے رکھو کہ تم نے اس سے مدد لینی ہے۔ اس لئے کوتل گھوڑے کو ظهری کہتے ہیں۔ مکانتکم اور مکانکم کے ایک معنی ہیں۔ یغنوا یعیشوا گویا کہ وہ یہاں آباد نہیں ہوئے تھے۔ کالم یغنوا فیها۔ تاس غمناک ہوتا ہے۔ آسی غمناک کرنا۔ آگے حسن بصریؒ کی تفسیر ہے انک لانت الحلیم الرشید یہ الفاظ انہوں نے مذاق اور استہزاء کے طور پر کہے۔ آگے مجاہد کی تفسیر ہے لیکه بمعنی ایکه جھنڈ۔ کذب اصحب الایکة. یوم الظلة سائے کے معنی ہیں۔ یعنی عذاب کے سائے ان پر پڑے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لان مدین بلد جب مدین شہر کا نام ہے تو شہر کی طرف رسول بھیجنا ممکن نہیں۔ جب تک مضاف مقدر نہ مانا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مدین کے لوگ ڈاکہ زنی کرتے تھے قافلوں کو لوٹتے تھے اور کسی کو ٹیکس لئے بغیر نہیں چھوڑتے تھے تو شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا۔ اور اصحاب ایکہ کی اصلاح بھی ان کی ذمہ داری میں تھی۔ اہل مدین تو جبرائیلؑ کی چیخ سے ہلاک ہوئے اور

اصحاب ایکہ سے ہوا روک دی گئی گرمی ان پر مسلط کردی گئی تو تنگ ہوکر جنگل کی طرف نکل گئے تو ٹھنڈے بادل نے ان پر سایہ کیا۔ جس کے نیچے وہ سب جمع ہوگئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آگ برسا کران سب کو جلا دیا۔ یہ یوم الظلہ ہے۔ قوم کی ہلاکت کے بعد شعیبؑ وہیں مقیم رہے۔ موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے جن سے ان کی بیٹی کی شادی ہوئی۔ پھر مکہ پہنچ کر وہیں وفات پائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وراء کم ظهريا چونکہ ظهريا کے ترجمہ میں ظهر یعنی پیٹھ کے معنی ملحوظ ہیں۔ اس لئے یہ کلمہ دو معنی میں مستعمل ہوا۔ ایک تو اعراض اور توجہ نہ کرنا ہے کیونکہ اعراض کرنے والا بھی اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے کر لیتا ہے۔ اسی سے ظهرت حاجتی اور وراء کم ظهريا ہے۔ یہ مصنف کی رائے ہے۔ دوسرے معنی ہیں کسی شی سے مدد حاصل کرنا۔ اور قوت پکڑنا۔ کیونکہ مددگار مستعین کی پیٹھ پر ہوتا ہے اسی سے ظهريا کوتل گھوڑے کو کہتے ہیں۔ جس سے عند الضرورت سوار مدد حاصل کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے وراء کم ظهريا سے شعیب علیہ السلام کا قول جو سورہ ھود میں ہے اس کی طرف اشارہ کیا واتخذتموه وراء کم ظهريا. جس کی تفسیر انہوں نے لم تلتفتوا سے کی ہے۔ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ ظهری کے معنی عدم التفات اور قضاء الحاجۃ کے اور دوسرے معنی استعانت کے۔ تو ظہری نسبت کی صورت میں مددگار کے معنی میں ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ انک لانت الحلیم الرشید یعنی وہ لوگ حضرت شعیبؑ کو تکلیفیں دیتے تھے۔ گالیاں بکتے تھے پھر کہتے تھے آپ تو حلیم رشید ہیں۔ ہم جو کچھ کہیں یا کریں آپ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مفسرین حضرات کے اس قول کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔ ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس سے بے وقوف اور گمراہ مراد لیا ہے۔ جیسے لانبے کو سلیم کہتے ہیں۔ برعکس نہند نام زنگی کافور یا بطریق استہزاء کے کہا اور بعض نے کہا کہ اپنے گمان کے مطابق آپ حلیم رشید ہیں۔ امام رازیؒ نے ایک تیسرے معنی بتائے ہیں کہ آپ شعیبؑ ان لوگوں میں حلیم رشید مشہور تھے جب آپ ان کی مخالفت کرتے تو تعجب سے کہتے انت الحلیم الرشید.

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

الی قوله وهو مليم. مجاہد اس کی تفسیر میں کہتے ہیں مليم بمعنی مذنب کے ہے گناہ گار۔ المشحون الموقر بھری ہوئی۔ لولا انه كان من المسبحين (الاية) فنبذنه بالعراء ای بوجه الارض وهو سقيم وانبتنا عليه شجرة من يقطين جس کا تنہ نہ ہو جیسے کدو۔ ککڑی وغیرہ۔ وارسلناه الى مأة الف اويزيدون فامنوا فمتعناهم الى حين یعنی ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زائد آدمیوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا وہ ایمان لے آئے تو کچھ مدت تک ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا۔ ولاتكن كصاحب الحوت اذنادى وهو مكظوم آپؐ مچھلی والے کی طرح نہ ہوں جب کہ وہ پکار اٹھے۔ مكظوم اور كظيم کے معنی ہیں مغموم کے۔

حدیث (۳۱۷۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ زَادَ مُسَدَّدٌ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

حدیث (۳۱۷۲) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهٗ اِلٰى اَبِيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کسی بندے کی شان کے لائق نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ متی تو ان کی والدہ کا نام ہے۔ لیکن بایں ہمہ آپ کا نسب باپ کی طرف بھی بیان کر دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ متی آپ کے والد کا نام ہے۔ تو باپ کی طرف نسب کا بیان ہوا۔

حدیث (۳۱۷۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ بَيْنَمَا يَهُوْدِيٌّ يَّعْرِضُ سِلْعَتَهٗ اُعْطِيَ بِهَا شَيْئًا كَرِهَهٗ فَقَالَ لَا وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ فَسَمِعَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَامَ فَلَطَمَ وَجْهَهٗ وَقَالَ تَقُوْلُ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَذَهَبَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَبَا الْقَاسِمِ اِنَّ لِيْ ذِمَّةً وَّعَهْدًا فَمَا بَالُ فُلَانٍ لَطَمَ وَجْهِيْ فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهٗ فَذَكَرَهٗ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رُؤِيَ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَاِذَا مُوْسٰى اٰخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِهٖ يَوْمَ الطُّوْرِ اَمْ بُعِثَ قَبْلِيْ وَلَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ایک یہودی اپنا مال واسباب فروخت کے لئے پیش کر رہا تھا کہ اسے اس مال کے بدلہ کوئی ایسی چیز دی گئی جس کو وہ پسند نہیں کرتا تھا تو کہنے لگا قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی۔ تو انصار کے آدمی نے اس کلمہ کو سن لیا۔ کھڑے ہو کر اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ اور کہنے لگا تو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام لوگوں پر فضیلت دی۔ حالانکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں تو وہ آپ کی طرف شکایت کرنے کیلئے گیا۔ کہنے لگا اے ابو القاسم! میں ذمی آدمی ہوں میرا تم لوگوں سے معاہدہ ہے پھر فلاں نے میرے منہ پر تھپڑ کیوں رسید کیا جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کہ تو نے اس کے چہرہ پر تھپڑ کیوں مارا اس نے واقعہ ذکر کیا۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غضبناک ہوئے کہ ناراضگی کے آثار آپؐ کے چہرہ مبارک میں دیکھے گئے پھر آپؐ نے فرمایا مجھے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت نہ دو۔ کیونکہ قیامت میں صور پھونکا جائے گا۔ تو آسمان وزمین کی سب مخلوق بے ہوش ہو جائے گی۔ سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ بچا لے۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو میں پہلا آدمی ہوں گا جو اٹھایا جائے گا۔ تو موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ آیا یوم طور کی بے ہوشی کے بدلے کا حساب کیا گیا یا وہ میرے سے پہلے اٹھائے گئے۔ اور میں تو یہ بھی نہیں کہتا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

حدیث (۳۱۷۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی بندے کے لائق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ یصعق من فی السموت الخ. صعقه تین ہیں۔ایک تو وہ جس سے سب زندہ ہلاک ہو جائیں گے۔ دوسرا وہ جس کے بعد ساری مخلوق زندہ ہو جائے گی۔ تیسرا صعقه وہ ہے کہ جب عرش الہی جنت۔دوزخ وغیرہ سب کو حشر کی زمین میں لایا جائے گا۔تو اس وقت مخلوق کو اس لئے بے ہوش کیا جائے گا تا کہ ان پر یہ معاملہ مخفی رہے اسے یہ لوگ دیکھ نہ سکیں الامن شاء الله جو استثناء ہے اس سے بھی نہ صعقه موت مراد ہے اور نہ نفخه فنا ء مراد ہے کیونکہ وہ دونوں تو عام ہوں گے۔ کل شیئ ھالک الاوجهه یعنی اللہ کی ذات کے سوا سب ہلاک ہوں گے۔اس کو خوب یاد کرو کیونکہ یہ عجیب وغریب مقام ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔عدد نفخات میں اختلاف ہے تین سے پانچ تک ذکر روایات میں ملتا ہے۔اور الا من شاء الله میں جو استثناء ہے اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ اس کا تعلق کن سے ہے شیخ گنگوہیؒ نے ان کی تعداد تین بتلائی ہے۔ صعقه اماتة. صعقه احیا اور صعقه عنداتینا العرش فی الارض المحشر اور استثناء کا تعلق اس تیسرے سے ہے۔ جب کہ عرش کو محشر کی زمین میں لایا جائے گا ان میں سے پہلا تو قیام قیامت کے وقت ہوگا۔ جس میں ہر شے فنا ہو جائے گی۔حتی کہ عرش۔کرسی۔جنت۔دوزخ اور ارواح وغیرھا دوسرا نفخہ اس کے بعد ہوگا۔جس سے ہر شئی اٹھ کھڑی ہوگی۔دو نفخہ جن کا ذکر سورہ زمر میں ہے جس وقت رب سبحانہ حساب کے لئے جلوہ افروز ہوں گے اس تجلی کو کوئی برداشت نہیں کر سکے گا۔اس لئے سب بے ہوش ہوں گے الامن شاء الله. دوسرا نفخہ قیام ینظرون کہ جس کے بعد اٹھ کر دیکھتے ہوں گے یہ تجلی کے بعد ہوگا۔اور ایک نفخہ فزع گھبراہٹ کا ہوگا جس سے کوئی شخص فنا نہیں ہوگا۔البتہ بے ہوشی طاری ہوگی۔صاحب روح المعانی نے بڑی لمبی بحث کرنے کے بعد ترجیح اس کو دی ہے کہ نفخات تین ہوں گے۔نفخة الفزع. نفخة الصعق اور نفخة البعث.

بَابُ قَوْلِهٖ وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ

ترجمہ۔ان بستی والوں کے متعلق آپ اس سے دریافت کریں جو سمندر کے کنارے آباد تھے۔

اذ یعدون فی السبت یتعدون یجاوزون کے معنی میں ہے اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا شوارع.

ترجمہ۔جب کہ ہفتہ کے دن انہوں نے زیادتی کی کہ جب ان کی مچھلیاں ہفتے کے دن پانی پر ظاہر ہو کر ان کے پاس آتی تھیں۔اور دوسرے دنوں میں نہ آتی تھیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ان بستی والوں کے متعلق جمہور کا قول یہ ہے کہ مصر سے مکہ کو حج کے لئے جاتے ہوئے جو راستہ میں پڑتی ہے وہ ایلہ بستی ہے۔اور بعض نے اس سے طبریہ مراد لیا ہے۔ویوم لا یسبتون الی قوله خاسئین۔یعنی سخت مشکل میں پڑنے والے۔ذلیل وخوار۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا

الزبر کتب جس کا واحد زبور ہے۔زبرت کے معنی کتبت کے ہیں۔ولقد اتینا داؤد منا فضلا یاجبال اوبی معه۔ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنے فضل سے نوازا۔اے پہاڑ تم ان کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھو۔مجاہد اوّبی معه کی تفسیر سجی معه سے کرتے ہیں اور الطیر پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح کہیں۔ والنا له الحدید ہم نے آپ کے لئے لوہے کو نرم کیا۔ان اعمل سابغات کہ آپ اس سے زرہیں بنائیں وقدر فی السرد میخوں اور کڑیوں کو اندازے سے لگائیں۔میخیں باریک نہ ہوں کہ زنجیر بن جائے۔اور نہ ہی موٹی غلیظ ہوں کہ توڑ ڈالیں افرغ بمعنی انزل بسطة ای زیادة وفضلا.

حدیث(۳۱۷۵)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَاْمُرُ بِدَوَآبِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَآبُّهٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدِهٖ رَوَاهُ مُوْسٰی بْنُ عُقْبَةَ الخ.

ترجمہ۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤدؑ پر زبور کا پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا۔پس وہ خود اور اپنے عملہ کی سواریوں پر زین کسنے کا حکم دیتے تو سواریوں پر زین کسنے سے پہلے پہل وہ قرآن ختم کر لیتے تھے۔اور وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھایا کرتے تھے موسیٰ بن عقبہ نے اس طرح روایت کیا ہے۔

حدیث(۳۱۷۶)حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرٍو قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَاَ قُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَاَ قُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ قُلْتُ قَدْ قُلْتُهٗ قَالَ اِنَّکَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِکَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِکَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّهْرِ فَقُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فَصُمْ یَوْمًا وَاَفْطِرْ یَوْمَیْنِ قَالَ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ فَصُمْ یَوْمًا وَاَفْطِرْ یَوْمًا وَذٰلِکَ صِیَامُ دَاوٗدَ وَهُوَ عَدْلُ الصِّیَامِ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْهُ یَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ میں کہتا ہوں اللہ کی قسم! میں سارا دن روزہ رکھوں گا اور ساری رات قیام میں گذاروں گا جب تک کہ میں زندہ ہوں۔تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا اللہ کی قسم کھا کر آپ نے یہ کہا ہے کہ میں جب تک زندہ ہوں دن بھر روزہ رکھوں گا اور رات بھر قیام کروں گا میں نے کہا حضرت! یہ بات میں نے کہی تو ہے۔آپؐ نے فرمایا تو یہ نہیں نباہ سکے گا۔پس تم روزہ بھی رکھو اور چھوڑ بھی دو۔قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو اور ہر مہینہ کے تین روزے رکھ لیا کرو ہر نیکی کے بدلہ دس کا ثواب ملتا ہے۔اس حساب سے تمہیں زندگی بھر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا تو پھر ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو۔میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا پھر ایک دن روزہ رکھو۔اور ایک دن افطار کرو۔یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔اور یہ روزہ کا درمیانی طریقہ ہے میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اس سے بہتر کی طاقت رکھتا ہوں آپؐ نے ارشاد فرمایا اس سے بہتر کوئی ہے نہیں

حدیث(۳۱۷۷)حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ یَحْیٰی الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اُنَبَّاْ اَنَّکَ تَقُوْمُ اللَّیْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ فَاِنَّکَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ هَجَمَتِ الْعَیْنُ وَنَفِهَتِ النَّفْسُ صُمْ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَذٰلِکَ صَوْمُ الدَّهْرِ اَوْ کَصَوْمِ الدَّهْرِ قُلْتُ اِنِّیْ اَجِدُبِیْ قَالَ مِسْعَرٌ یَعْنِیْ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَکَانَ یَصُوْمُ یَوْمًا وَیُفْطِرُ یَوْمًا وَلَا یَفِرُّ اِذَا لَاقٰی.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیا یہ اطلاع مجھے ٹھیک ملی ہے کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو۔ اور دن بھر روزہ رکھتے ہو۔ میں نے ہاں میں جواب دیا آپ نے فرمایا اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری آنکھیں گڑ جائیں گی یعنی بصارت کمزور ہو جائے گی اور تمہارا جسم تھک جائے گا۔ پس ہر مہینے کے تین روزے۔ ایام بیض کے رکھ لیا کرو۔ یہ زندگی بھر کے روزے ہیں یا زندگی بھر کے روزے کی طرح ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میں اپنے اندر طاقت محسوس کرتا ہوں۔ تو پھر آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام والے روزے رکھو۔ جو ایک دن روزہ رکھتے تھے دوسرے دن افطار کرتے تھے اور جب دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوتی تو بھاگا نہیں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لاتعظم فیفصم کیونکہ لمبا حلقہ ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں فیفصم یعنی کڑی کو توڑ دے گی۔ اس لئے اسے ضرورت کے مطابق بناؤ کہتے ہیں ہر روز ایک زرہ بنتی تھی جس کو چھ ہزار درہم میں بیچتے تھے۔ دو ہزار تو اہل وعیال کے لئے اور باقی چار ہزار سے بنی اسرائیل کو کھانا کھلاتے تھے۔ صاحب جمل نے داؤد علیہ السلام کی زرہوں میں میخوں کے بارے میں اختلاف نقل کیا ہے۔ مولانا محمد حسن کی تقریر میں مسامیر سے حلقے اور کڑیاں مراد ہیں میخیں نہیں۔ تسلسل یعنی کپڑے کی طرح نرم اور بے طاقت ہوتے تھے۔ فصم کے معنی قطع کرنے کے ہیں کہ بڑے بڑے حلقے مارسے ٹوٹ جاتے۔

بَابُ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ

اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ عَلِيٌّ وَّهُوَ قَوْلُ عَآئِشَةَ "مَآ اَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِيْ اِلَّا نَآئِمًا

ترجمہ۔ باب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور پسندیدہ روزہ بھی داؤد علیہ السلام کا ہے۔ وہ آدھی رات کو سوتے تھے۔ اور تیسرا حصہ رات کا قیام کرتے اور آخری چھٹے حصہ میں سو جاتے تھے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن افطار کرتے کہ روزہ نہ رکھتے۔ علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ عموماً سحری کے وقت آپ میرے پاس سوئے ہوئے ہوتے تھے یہ آخری سدس لیل ہوگا۔

حدیث (۳۱۷۸) **حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّاَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ.**

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ محبوب روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی تھی جو آدھی رات تک سوتے تھے تیسرا حصہ رات کا عبادت میں گذارتے تھے اور چھٹا حصہ باقی نیند کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ربنا افرغ علینا صبرا میں افرغ کے معنی انزل اتارنے کے ہیں۔ وھو قول عائشۃؓ یعنی رات کے آخری چھٹے حصہ کی نیند ہی حضرت عائشہؓ کے قول کی مراد ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ لاالفاہ السحر عندی الانائما. شیخ گنگوہیؒ نے آیت کی طرف اشارہ کر کے قول حافظ ابن حجرؒ پر تنبیہ کرنا ہے کہ فتح الباری میں وہ لکھتے ہیں کہ میں نے داؤدؑ کے قصہ میں کہیں بھی اس کلمہ نفرغ کو نہیں پایا۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کو یہاں

ہونا نہ چاہیئے۔ میرے نزدیک اس کے اسقاط کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے یہ سب آیات داؤد علیہ السلام کے قصہ سے متعلق ہیں وقتل داؤد جالوۃ واتاہ اللہ الملک والحکمۃ اور یہ سب ان کی نبوت کے زمانہ سے پہلے کا ہے۔ کیونکہ داؤد علیہ السلام طالوت کے لشکر میں موجود تھے۔ حافظؒ پر تعجب ہے کہ انہوں نے زادہ بسطۃ فی العلم والجسم کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو زیادتی۔ فضیلت اور کثرت عطا فرمائی۔ حالانکہ یہ تو طالوت کے قصہ سے متعلق ہے۔ اوران آیات کا آخری حصہ داؤد علیہ السلام کے متعلق ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لایفیر اذالاقی یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کر کے کمزور نہیں ہوتے تھے۔ کہ دشمن کے مقابلہ میں بھاگ کھڑے ہوں۔ بلکہ جو شخص مسلسل روزے رکھے گا وہ کمزور ہو جائے گا۔ دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

بَابُ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَالْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ اِلٰى قَوْلِهٖ

وفصل الخطاب قال مجاهد الفهم فی القضاء یعنی مجاہد فصل الخطاب کے معنی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں فیصلے کرنے کی سمجھ عطا فرمائی تھی۔ ولاتشطط ای ولاتسرف اسراف بے جانہ کرو۔ واھدنا الی سواء الصراط اور ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت نصیب فرما۔ ان ھذااخی له تسع وتسعون نعجة کہ میرے اس بھائی کی ننانوے نعجه ہیں۔ اور نعجه عورت کو بھی کہتے ہیں۔ اور بکری کو بھی نعجه کہتے ہیں۔ ولی نعجة واحدۃ اور میری صرف ایک بیوی ہے۔ فقا ل اکفلنیھا مثل وکفلھازکریا ضمھا یعنی اس کو بھی اپنے ہاں ملالیا۔ وعزنی ای غلبنی یعنی مجھ پر غالب آ گیا کہ میرے سے زیادہ عزت والا ہو گیا۔ اعززته یعنی میں نے اس کو عزیز بنایا۔ فی الخطاب یقال المحاورۃ یعنی بات چیت کرتے ہیں۔ فقد ظلمک بسؤال نعجتک الی نعاجه. یعنی تیری ایک بیوی کو اپنی ننانوے بیویوں کے ساتھ ملانے میں سوال کر کے اس نے تجھ پر ظلم کیا۔ وان کثیرا من الخلطاء الشرکاء فتناہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے معنی ہیں ہم نے ان کو آزمایا۔ یہ تخفیف کے ساتھ ہے۔ اور ایک قراۃ تشدید کی بھی ہے۔ فتنا ہ معنی ایک ہیں فاستغفر ربه وخرراکعا واناب یعنی اپنے رب سے بخشش طلب کی۔ رکوع کرتے ہوئے گر پڑے۔ اور اللہ کی طرف خوب متوجہ ہوئے۔

حدیث(۳۱۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ اَسْجُدُ فِی صٓ فَقَرَأَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ حَتّٰى اَتٰى فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ فَقَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِیَ بِهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ سورۃ ص میں سجدہ تلاوت کرتے ہیں تو انہوں نے یہ آیت پڑھی ومن ذریته داودو سلیمان فبھدھم اقتدہ تک اس کو پڑھا ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ان حضرات کی اقتداء کرنے کا حکم ہوا ہے۔ تو جب داؤدؑ نے سجدہ کیا ہے تو ہمیں بھی کرنا چاہیئے اس لئے احنافؒ سورہ ص میں سجدہ تلاوت کے قائل ہیں۔

حدیث(۳۱۸۰) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَيْسَ صٓ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَرَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ص کا سجدہ ضروری سجدوں میں سے نہیں ہے۔ البتہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اکفلنیھا مثل الخ اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ اس جگہ کفالت سے اپنی طرف ملا لینا وہ کفالت جو قرضے

کی ہوتی ہے۔وہ ضمانت مرادنہیں۔فعلها زكريا بالتخفيف ہے۔اس قرأت کی طرف مؤلف کا میلان معلوم ہوتا ہے یہاں بھی ختم کے معنی ہیں ضمانت کےنہیں ہیں۔من عزائم السجود یعنی آیت کے اندر کوئی ایسا صیغہ امر کانہیں ہے جواس سجدہ کے جواب کی تائید کرتا ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب میں فرمایا ہے لیس من عزائم السجود ای مؤکدات السجود اور یہ وجوب سورۃ کے منافی نہیں ہے۔کیونکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جب دوام سجدہ ثابت ہے تو وجوب ہوگیا۔اگر چہ آیت اور روایت میں امر کا صیغہ نہیں ہے۔شیخ گنگوہیؒ کوکب میں فرماتے ہیں کہ عزائم سجود میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف ہے۔چنانچہ صرف پانچ کو عزائم کہا گیا ہے اعراف کاہنو اسرائیل. والنجم. الانشقاق اور اقرأ.یہ ابن مسعودؓ کا قول ہے۔اور حضرت علیؓ سے چار مروی ہیں۔الم تنزیل. حم تنزیل.النجم و اقرأ.اور بعض نے صرف تین کہے ہیں۔اوراس بارے میں روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سورہ ' ص' میں سجدہ ہے۔

بَاب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدِ

انه اواب الراجع إلمنيب وقوله هب لى ملكا لاينبغى لاحد من بعدى کہ مجھے ایسی مملکت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔وقوله واتبعوا ماتتلوالشيطين على ملك سيلمان ولسليمان الريح غدوها شهر ورواحها شهر واسلنا له عين القطر الحديد یعنی لوہے کا چشمہ۔ومن الجن من يعمل بين يديه باذن ربه ومن يزغ منهم عن امرنا نذقه من عذاب السعير.یعنی کچھ جن بھی ان کے سامنے کام کرتے رہتے تھے۔اور جو شخص ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا اس کو جلانے والی جہنم کا عذاب چھکائیں گے۔يعملون له مايشاء من محاريب. مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ محارب سے وہ عمارتیں مراد ہیں جو محلات سے کم ہوں۔ وتما ثيل وجفان كالجواب.اور بعض نے محارب سے چبوترہ مسجد اور مصلی بھی مراد لیا ہے۔ قطر کے معنی پیتل۔تما ثیل ملائکہ اور انبیاء کی تصویریں۔جفان جمع جفة کی بڑے بڑے ٹپ۔جو اب جمع جا بیہ کی بڑے بڑے حوض جہاں اونٹ پانی پئیں۔اور ابن عباسؓ کی تفسیر میں ہے كالجوبة من الارض یعنی زمین کا وہ حصہ جو حوض کی طرح ہو۔وقدور راسيات قدور جمع قدر کی۔دیگ۔راسیات۔مضبوط جو حرکت نہ کر سکے۔ اعملوا ال داؤد شكرا وقليل من عبادى الشكور. اے داؤد کا خاندان شکر کو عمل میں لاؤ۔یعنی ہمیشہ شکر کرو۔کیونکہ میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہیں۔ الادابة الارض لکڑی کا کیڑا۔یعنی دیمک۔تاکل منساته ای عصاه آپ کی لاٹھی کو دیمک کھاتا تھا۔فلما خر سے لے کر فى العذاب المهين تک۔حب الخير عن ذكر ربى كلمه عن بمعنى من کے ہے۔کہ میرے رب کے ذکر سے گھوڑوں کی محبت نے پھیر دیا۔ فطفق مسحا بمسح اعراه الخيل وعراقبها. یعنی گھوڑوں کی گردن کے بالوں اور ان کی ایڑیوں کے پٹور کو چھوتے تھے۔الاصفاد الوثاق یعنی بندھن۔آگے مجاہدؒ کی تفسیر ہے۔ الصافنات وہ گھوڑا جو اپنی دو ٹانگوں میں سے ایک کھر کے کنارے پر کھڑا کرے۔الجيا د اسراع جلدی دوڑنے والے۔جسد ا شيطانا رخاء طيبة اچھی ہوا۔حيث اصاب حيث شاء جہاں چاہے پہنچے۔فامنن اعط بغير حساب بغير حرج.

حدیث(۳۱۸۱)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَیَّ صَلٰوتِیْ فَاَمْكَنَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاَخَذْتُهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهٗ عَلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ اَخِیْ سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ فَرَدَدْتُّهٗ خَاسِئًا عِفْرِيْتٌ مُتَمَرِّدٌ مِّنْ اِنْسٍ اَوْ جَانٍ مِّثْلُ زَبِيْنَةٍ جَمَاعَتُهَا الزَّبَانِيَةُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بہت ہی سرکش جن گذشتہ رات میرے سامنے آیا۔ تا کہ میری نماز میں گڑ بڑ پیدا کرے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پر قدرت دے دی کہ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ میرا خیال تھا کہ میں اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ باندھ دوں۔ تا کہ تم سب کے سب لوگ اسے دیکھ لو۔ مگر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمانؑ کی دعا یاد آ گئی۔ اے میرے رب میری بخشش فرما۔ اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو۔ تو میں نے اس کو نامراد اور ذلیل واپس کر دیا۔ عفریت کے معنی سخت سرکش کے ہیں۔ خواہ وہ انسان ہو یا جن ہو۔ مثل زبینه کے جس کی جمع زبانیه ہے دفع کرنے والے۔ عرب کے ہاں دربان کو کہتے ہیں۔

حدیث (۳۱۸۲) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مُخَلَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِيْنَ اِمْرَاَةً تَحْمِلُ كُلُّ اِمْرَاَةٍ فَارِسًا يُجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَلَمْ تَحْمِلْ شَيْئًا اِلَّا وَاحِدًا سَاقِطًا اِحْدٰى شِقَّيْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَهَا لَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ شُعَيْبٌ وَابْنُ اَبِی الزِّنَادِ تِسْعِيْنَ وَهُوَ اَصَحُّ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ نے کہا آج رات میں ستر عورتوں سے ہمبستری کروں گا ان میں سے ہر عورت ایک گھوڑے سوار سے حاملہ ہوگی۔ جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ ان کے ساتھی نے ان سے کہا بھی سہی کہ انشاء اللہ کہہ دو لیکن وہ نہ کہہ سکے تو ان میں سے کوئی عورت بھی کسی چیز سے حاملہ نہ ہوئی۔ سوائے ایک نا تمام بچے کے۔ جس کے دو پہلوں میں سے ایک مارا ہوا تھا۔ پس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ یہ کلمہ انشاء اللہ کا کہہ دیتے تو وہ سب کے سب جوان ہو کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے شعیب اور ابی الزناد سے ستر کی بجائے نوے نقل کیا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بھی یہی ہے۔

حدیث (۳۱۸۳) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ اَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ ثُمَّ قَالَ حَيْثُمَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ وَالْاَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! سب سے پہلے کون سی مسجد روئے زمین پر رکھی گئی آپؐ نے فرمایا مکہ کی مسجد حرام جس کو ابراہیمؑ نے بنایا۔ میں نے پوچھا پھر کونسی آپؐ نے فرمایا دمشق کی مسجد اقصیٰ جس کو سلیمانؑ نے بنوایا۔ میں نے پوچھا ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا فاصلہ تھا۔ فرمایا چالیس سال کا۔ پھر جہاں بھی تمہیں نماز کا وقت آ جائے وہاں نماز پڑھ لو۔ کیونکہ ساری روئے زمین سجدہ گاہ ہے۔ فضیلت ان دو مسجدوں کو حاصل ہے۔

حدیث (۳۱۸۴) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ تَقَعُ فِی النَّارِ وَقَالَ كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰى اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا اِلٰى دَاوٗدَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا

فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ وَاللّٰهِ اِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّيْنِ اِلَّا يَوْمَئِذٍ وَمَا كُنَّا نَقُوْلُ اِلَّا الْمُدْيَةَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میرا اور لوگوں کا حال اس شخص کے حال کی طرح ہے جیسے کسی آدمی نے آگ روشن کی تو یہ پتنگے اور یہ لکڑیاں آگ میں گرتی ہیں۔ فرمایا کہ دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ دو بچے تھے بھیڑیا آ کر ان میں سے ایک کے بیٹے کو لے گیا۔ تو اس کی ساتھی کہنے لگی کہ بھیڑیا تو تیرے بیٹے کو لے گیا ہے دوسری کہتی تھی کہ تیرے بیٹے کو لے گیا ہے۔ تو دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ لے کر آئیں داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے لئے فیصلہ کر دیا۔ پھر دونوں حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کے پاس آئیں اور اپنے واقعہ کی آپ کو اطلاع دی آپ نے فرمایا چھری لے آؤ تاکہ میں چیر کر اس بچے کو ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں تو چھوٹی بولی اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے ایسا نہ کرو۔ یہ بچہ اسی کا بیٹا ہے۔ تو آپ نے اس چھوٹی کے بارے میں فیصلہ سنا دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے سکین کا لفظ صرف اسی دن سنا ہے ورنہ ہم تو چھری کو مدیہ کہا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ عن ذكر ربي من ذكر ربي مصنفؒ نے اس سے من کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے ماں کی محبت کو ترجیح دی۔ اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرتے ہوئے۔ کہ میں اسی ذکر سے بیٹھ گیا۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ کلمہ عن کلمہ علی کے معنی میں ہے۔ کہ میں نے حب الخیر دوسری پر ترجیح دی مؤلفؒ نے کلمہ من زائد کر کے پہلے کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ کلمہ عن کبھی کلمہ علی کے معنی میں نہیں آیا۔ تو عن کو معنی حقیقی پر محمول کرنے کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تعجب ہے کہ شراح میں سے کسی صاحب نے اس کا تعرض نہیں کیا۔ شیخ گنگوہیؒ نے افادہ میں دو احتمالوں کو ذکر کیا جن کو صاحب جمل نے بھی اختیار کیا ہے۔ فرمایا حب الخیر میں کئی احتمال ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ احببت کا مفعول ہے ترجیح دی میں نے۔ اور حضرت علیؓ سے عن بمعنی علی سے منقول ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ انبت کے معنی کو متضمن ہے۔ جس کا صلہ عن آیا کرتا ہے۔ اور پانچویں معنی یہ ہیں۔ احببت بركت اى قعدت عن ذكر ربى کے ہے اور بعض نے تقاعدت کے معنی میں لیا ہے تو حب الخير مفعول لہ ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ جسد اشيطانا الخ والقينا علی كرسيه جسدا. جسد کی تفسیر شیطان سے کی گئی جس میں اس کو توہین تحقیر اور عدم مبالات ہے۔ گویا کہ وہ کوئی معتد بہ چیز نہیں ہے کہ اسے عقل اور رائے کی طرف منسوب کیا جائے۔ گویا کہ وہ ایک جسد ہے جس کی نہ عقل ہے نہ روح ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کہتے ہیں کہ اس شیطان کا نام آصف تھا جس سے حضرت سلیمانؑ نے پوچھا تھا کہ تو لوگوں کو کیسے گمراہ کرتا ہے۔ یا ان کو فتنہ میں مبتلا کرتا ہے۔ اسنے کہا اپنی انگوٹھی مجھے دکھایئے۔ پھر میں آپ کو بتلاتا ہوں۔ انگوٹھی لے کر اس نے سمندر میں ڈال دی۔ سلیمانؑ کی حکومت چلی گئی وہ آپ کی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کی بیگمات کو اس کے اثر سے محفوظ رکھا کہ وہ ان کے قریب نہیں جا سکا۔ حضرت سلیمانؑ ان سے کھانا طلب کرتا تھا وہ خود خوب پہچانتا تھا لیکن وہ لوگ آپ کی تصدیق نہ کرتے یہاں تک کہ ایک بی بی نے آپ کو مچھلی دی۔ جس سے ان کا پیٹ ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ اور پیٹ کے اندر سے ہی ان کو انگوٹھی مل گئی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت واپس کر دی۔ حافظؒ نے مختلف روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس جن کا نام آصف تھا جس کے پاس علم من الکتاب تھا۔ ویسے اس جسد کے بارے میں اہل تفسیر کے اقوال کثیرہ ہیں۔ جن کو اپنی تفاسیر میں بسط سے بیان کیا ہے۔ بالخصوص امام رازیؒ نے پھر اس کی ترجیح میں بھی اقوال کثیرہ نقل ہوئے ہیں۔ حافظؒ کا میلان بھی فتح الباری میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ جسد سے شیطان مراد ہے۔ اور محلی نے بھی جلالین میں یہی کہا ہے کہ جسدا سے مراد شیطان ہے۔ وہ صخر تھا یا کوئی اور۔

ولا روح صاحب جملؒ فرماتے ہیں کہ جنی کو جسد اس لئے کہا گیا کہ جسد وہ جسم ہے جس میں روح نہ ہو۔ تو جب اس نے سلیمانؑ کی شکل اختیار کی تو گویا کہ وہ ایسی صورت تھی جس میں روح نہیں تھی۔ کیونکہ وہ روح سلیمانؑ سے خالی تھی۔ اگر چہ اس میں جنی کی روح تھی۔ قاضی بیضاویؒ نے بھی اشارہ کیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ فلم یقل بلسانہ یعنی سلیمانؑ نے زبان سے انشاء اللہ نہ کہا اگر چہ ان کے دل میں تھا اور صاحبہ سے فرشتہ یا ساتھی مراد ہے۔ تسعین ساٹھ۔ ستر۔ نوے اور سو کی روایات ہیں۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ساٹھ تو حرائر تھیں باقی باندیاں تھیں۔

اربعون سنۃ یہ بنائے اوّل کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ ابراہیمؑ بھی مجدد ہیں اور سلیمانؑ بھی بیت المقدس کے مجدد ہیں۔ ان دو حضرات کے درمیان ہزار سال سے زیادہ کا فاصل ہے۔

جعل الفراش اس حدیث کا تعلق قصہ داؤدؑ سے کیا ہے۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ مقصود تو مابعد کا قصہ ہے۔ اس حدیث کے ٹکڑے کو جیسے راوی نے سنا تھا اسی طرح روایت کر دیا۔ یا یہ کہ متابعۃ انبیاء خلاصی کا موجب ہے جیسے بڑی عورت کے شر سے چھوٹی کو خلاصی نصیب ہوئی۔ باقی سلیمانؑ کا فیصلہ یا تو داؤدؑ کے فیصلے کے لئے ناسخ ہے یا مشاورت کی بنا پر ہے۔ کہ داؤدؑ نے سلیمانؑ کے مشورہ کو قبول کر لیا۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ عَظِيْمٌ

يَا بُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اِلٰى فَخُوْرٍ تُصَعِّرُ الْاِعْرَاضُ بِالْوَجْهِ

حدیث(۳۱۸۵) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ قَالَ اَصْحٰبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ اِيْمَانَهٗ بِظُلْمٍ فَنَزَلَتْ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب الذین امنو اولم یلبسوا الخ نازل ہوئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ ہم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے جس نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ہو۔ تو آیت نازل ہوئی کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے تو ظلم سے شرک مراد ہوا۔

حدیث(۳۱۸۶) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهٗ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب الذین امنوا الخ نازل ہوئی تو یہ بات مسلمانوں پر بہت گراں گزری۔ کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم میں سے کون شخص ہے۔ جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو۔ فرمایا یہ عام ظلم مراد نہیں ہے بلکہ اس سے شرک مراد ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا جو بات لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہی تھی کہ پیارے بیٹے! شرک نہ کرنا۔ اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حضرت امام بخاریؒ کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس اختلافی مسئلہ کا فیصلہ کر رہے ہیں کہ آیا لقمان نبی تھے یا حکیم تھے جمہور کے مسلک کے خلاف امام بخاریؒ انہیں انبیاء علیہم السلام میں شمار کر رہے ہیں کہ ایمان کی دعوت اور شرک سے ممانعت نبی ہی کر سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَ هَا الْمُرْسَلُوْنَ

تشریح از قاسمیؒ۔ قریہ سے انطاکیہ مراد ہے۔ اور مرسلون سے رسل عیسی مراد ہیں۔ جن کے نام قاضی بیضاویؒ کی تحقیق کے مطابق یوحنا یا یحیی۔ یونس اور شمعون ہیں۔

قال مجاهد فعززناهم شددنا یعنی ہم نے ان کو تیسرے سے تقویت پہنچائی۔

وقال ابن عباسؓ طائرکم مصائبکم کے معنی میں ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا اِلٰى قَوْلِهٖ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا

قال ابن عباسؓ مثلاسمیا کی تفسیر مماثل سے کی ہے۔ اور تعال سے بتلاتا ہے کہ فعیل بمعنی مفعول کے ہے۔ رضیا بمعنی مرضیا کے۔ عتیا بمعنی عصیا. عتا یعتو ا سے ہے سرکشی کرنا۔ قال رب انی یکون لی غلام وکانت امرأتی عاقرا وقد بلغت من الکبر عتیا. الی قوله ثلث لیال سویا ویقال صحیحا فخرج علی قومه من المحراب فاوحی الیهم ان سبحوا بکرة وعشیا فاوحی الیهم فاشار یایحیی خذ الکتاب بقوة الی قوله ویوم یبعث حیاحفیا لطیفا عاقرا الذکروالانثی سواء یانجھ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے برابر ہے۔

حدیث(۳۱۸۷) حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَؓ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ.

ترجمہ۔ حضرت مالک بن صعصعہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کے متعلق انہیں حدیث بیان کی جس رات آپؐ کو سیر کرائی گئی۔ پھر آپؐ اوپر کو چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے پس دروازہ کھلوایا گیا کہا گیا یہ کون ہے۔ کہا جبرائیلؑ ہے کہا گیا آپ کے ساتھ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا کہ آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے۔ کہاہاں پس آپ فرماتے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ دونوں پیغمبر موجود ہیں جو دونوں خالہ کے بیٹے ہیں جبرائیلؑ نے فرمایا یہ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ ہیں۔ پس آپ ان پر سلام پڑھیں۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر دونوں فرمانے لگے خوش آمدید ہو نیک بھائی اور صالح نبی کے لئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا

واذقالت الملائکة یامریم ان الله یبشرک بکلمة وقوله ان الله اصطفی ادم ونوحا وال ابراهیم وال عمران علی العالمین الی قوله بغیر حساب وقال ابن عباسؓ وال عمران المؤمنین من ال ابراهیم وال یسین وال محمد صلی الله علیه وسلم ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آل عمران سے آل ابراهیم و آل یاسین و آل محمد صلی الله علیه وسلم کے مؤمن لوگ

مراد ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھم المؤمنون ویقال ال یعقوب اھل یعقوب فاذا صغروا ردوہ الی الاصل قالو اھیل. اور آل یعقوب اہل یعقوب کو کہا جاتا ہے۔ جب آل کی تصغیر کرتے ہیں تو اس کو اس کے اصل اہیل کی طرف لوٹاتے ہیں۔ یہ سیبویہ کا قول ہے۔ جمہور آل میؤل یرجع کے معنی میں لیتے ہیں۔ کل شیئ یرجع الی اھلہ.

حدیث (۳۱۸۸) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ وَاِنِّيْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں آدم کی اولاد میں سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے تو پیدا ہوتے وقت شیطان اسے ضرور چھوتا ہے۔ شیطان کے چھونے کی وجہ سے بچہ چیخ کر اونچی آواز کرتا ہے سوائے مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ان کی ماں نے دعا مانگی کہ میں اس بی بی مریم کو اور ان کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ آل عمران المؤمنون یہ تخصیص بعد تعمیم ہے۔ کیونکہ آل عمران تو آل ابراہیم میں داخل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ صاحب جمل فرماتے ہیں کہ اگر سوال ہو کہ آل عمران تو آل ابراہیم میں داخل ہے۔ پھر صراحۃً ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تخصیص بعد تعمیم نہیں ہے۔ بلکہ شرافت بیان کرنے کے لئے صراحۃً ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سید العالمین آل ابراہیم میں داخل ہیں۔ لیکن زیادۃ شرف کے لئے صراحۃً الگ ذکر کیا گیا۔ لیکن یہ جوابات اس صورت میں ہیں جب کہ آل کو اپنے اصلی معنی اہل پر محمول کیا جائے ورنہ صاحب جلالین کا میلان اس طرف ہے کہ یہ لفظ زائد ہے تحسین کلام کیلئے تو آل ابراہیم و آل عمران سے خود ان کی ذات مراد ہے۔ چنانچہ صاحب جمل فرماتے ہیں کہ آل ابراہیم لفظ آل مقحم ہے یا آل بمعنی نفس کے ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ آل ابراہیم آل عمران عام ہیں۔ مراد ان میں سے خاص مؤمنین ہیں۔ اور آل یاسین جو ان الیاس لمن المرسلین میں ہے اس میں بھی مؤمنون مراد ہیں بعض نے کہا اور لیسؑ مراد ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اس تاکید سے خاص مؤمنین مراد ہیں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ آل ابراہیم سے خاص کر ان کی اولاد مراد ہے۔ اور یہی من ذریتی سے مراد ہے۔ رہا آل عمران اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ عمران سے والد موسیٰؑ و ہارونؑ مراد ہیں۔ جو یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ تو آل عمران موسیٰؑ اور ہارونؑ اور ان کے اتباع مراد ہوں گے۔ اور بعض نے کہا کہ عمران سے والد مریم مراد ہیں۔ تو یہ سلیمان بن داؤد کی نسل سے ہوں گے۔ تو یہود ابن یعقوب کی نسل سے ہوں گے۔ اور ان دونوں عمرانوں میں اٹھارہ سو سال کا فاصلہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ غیر مریم وابنھا یہ فضیلت جزئیہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کلی حاصل ہے۔ یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مستثنیٰ ہیں۔ نیز بسا اوقات متکلم کلام کرتا ہے۔ جس سے اس کی مراد غیر متکلم ہوتا ہے۔ عموماً یہی ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ما مولود میں ما غیر عامل ہے۔ تو مستثنیٰ مفرغ ہوگا۔ نیز! صارخا کی تصریح سے معتزلہ کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ مس شیطان سے تخییل ہے۔ تو صارخا سے تصریح ہوگئی کہ وہ مس مراد ہے جو تکلیف دہ ہے۔ بلکہ قاضی بیضاویؒ نے تو کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب مس شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں۔

بَابُ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ

اِلٰى قَوْلِهٖ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ يُقَالُ يَكْفُلُ يَضُمُّ كَفَلَهَا ضَمَّهَا مُخَفَّفَةً لَيْسَ مِنْ كَفَالَةِ الدُّيُوْنِ وَشِبْهِهَا

یعنی کفل مخفف ہے مشدد نہیں ہے جس کے معنی ملانے کے ہیں۔ یہ قرضوں کی ضمانت یا اس قسم کی دوسری ضمانت کے معنی میں نہیں ہے۔

حدیث (۳۱۸۹) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ رَجَآءَ الخ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّاؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ نِسَآئِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَآئِهَا خَدِيْجَةُ.

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اپنے زمانہ کی عورتوں میں سے بہتر حضرت مریم بنت عمران ہے اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں بہتر بی بی خدیجہؓ ہے۔

بَابُ قَوْلِ جَلَّ جَلَالُهٗ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ اِلٰى قَوْلِهٖ كُنْ فَيَكُوْنُ يُبَشِّرُكِ وَيَبْشُرُكِ وَاحِدٌ وَجِيْهًا شَرِيْفًا وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ الْمَسِيْحُ الصِّدِّيْقُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْكَهْلُ الْحَلِيْمُ وَالْاَكْمَهُ مَنْ يُّبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ وَقَالَ غَيْرُهٗ مَنْ يُّوْلَدُ اَعْمٰى.

ترجمہ۔ ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ مسیح کے معنی صدیق کے ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ کہل کے معنی ادھیڑ عمر کے جو بردبار ہو۔ اور اکمہ وہ ہے جو دن کو دیکھے اور رات کو نہ دیکھ سکے لیکن مجاہدؒ کے علاوہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اکمہ وہ ہے جو مادرزاد اندھا ہو۔

حدیث (۳۱۹۰) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَؓ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِسَآءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَآءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ اَحْنَاهُ عَلٰى طِفْلٍ وَاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ عَلٰى اِثْرِ ذٰلِكَ وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيْرًا قَطُّ تَابَعَهُ ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ الخ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عائشہؓ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی دوسرے کھانوں پر۔ مردوں میں سے تو بہت کامل گذرے ہیں۔ لیکن عورتوں میں سے سوائے بی بی مریم بنت عمران اور بی بی آسیہ فرعون کی بیوی کے اور ابن وھب اپنی سند سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ سے سنا فرماتے تھے کہ قریش کی عورتیں ان عورتوں میں سے بہتر ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں۔ یعنی عرب کی عورتوں میں سے قریش کی عورتیں بہتر ہیں جو اپنی اولاد پر نہایت شفقت کرنے والی ہیں اور مرد کے مال کی اور اپنے شوہر کے مال کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ اس کے بعد یہ بھی فرماتے تھے کہ بی بی مریم بنت عمران تو کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ امام زہریؒ کے بھتیجے نے اس کی متابعت کی ہے۔ اور اسحٰق کلبی نے بھی زہری

سے نقل کر کے متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مسیح صدیق کے معنی میں ہے۔ کیونکہ یہ کرامت جس کی وجہ سے انہیں مسیح کے نام سے پکارا جاتا ہے اُن کو اسی مسیح سے حاصل ہوئی۔ کہ آفات اور مصائب کے شکار لوگوں پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ اچھے بھلے ہو جاتے تھے۔ اور شرافت وکرامت صدیقون شہداء ودیگر مقربین بارگاہ ایزدی کو حاصل ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ توجیہ جو شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے اس کی طرف کسی ایک شارح نے بھی توجہ نہیں فرمائی۔ اور اس توجیہ کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ لغت میں مسیح کے معنی صدیق کے نہیں آتے۔ امام رازیؒ نے مسیح کی تفسیر میں بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ جس آفت زدہ کے ہاتھ پھردیتے تھے وہ تندرست ہوجاتا تھا۔ دوسرا یہ ہے کہ آپ زمین پر سیر وسیاحت کرتے رہتے تھے۔ تیسرے یہ کہ یتامی کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ تو ان سب صورتوں میں **فعیل بمعنی فاعل** کے ہوگا۔ اور چوتھا قول یہ کہ آپ گناہوں اور خطاؤں سے پاک تھے۔ اور بھی معانی ہیں۔ جب کہ **فعیل بمعنی مفعول** کے ہو۔ **جبرائیل بجناحه** کہ جبرائیلؑ نے اپنے پر سے ان کو چھوا تھا۔ اور میرے نزدیک شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی توجیہ زیادہ قوی ہے۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے۔ کہ جب آدمی اپنے دین کو بچانے کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھاگا پھرتا ہے کہ کہیں اس کی ذات اور اس کا دین فتنہ میں مبتلا نہ ہو تو وہ جب مرے گا وہ عنداللہ صدیق اور شہید لکھا جائے گا۔ پھر **اولئک هم الصديقون والشهداء الخ** تلاوت فرمائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ **ولم تركب** حضرت ابو ہریرہؓ نے دونوں روایتوں کے درمیان تعارض کو رفع کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ شاید بی بی مریم اونٹ پر اس لئے سوار نہ ہوتی ہوں کہ وہ گھر کی خدمت میں لگی رہیں۔ یا وہ کبھی سفر کے لئے نکلی نہیں۔ تو فرمایا وہ کبھی اونٹ پر سوار ہی نہیں ہوئیں۔ یہ نساء عرب کا کام تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بی بی مریمؑ ان عرب کی عورتوں میں شامل ہی نہیں کیونکہ وہ کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ تو جب وہ عرب میں داخل نہیں تو حضرت خدیجہؓ وحضرت فاطمہؓ یا حضرت عائشہؓ پر ان کی فضیلت کیسے لازم آئے گی۔ اور امام الحرمین نے اجماع نقل کیا ہے کہ بی بی مریم عورت ہونے کی وجہ سے نبیہ نہیں تھیں۔ **وما ارسلنا قبلك الا رجالا نوحيه اليه**۔

بَابُ قَوْلِهِ يَٰٓأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ اِلٰى وَكِيْلًا قَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ كَلِمَتُهُ كُنْ فَكَانَ وَقَالَ غَيْرُهُ وَرُوْحٌ مِّنْهُ اَحْيَاهُ فَجَعَلَهُ رُوْحًا وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ.

ترجمہ۔ یعنی ابوعبیدہ تو کہتے ہیں کہ کلمہ سے کن فکان مراد ہے۔ لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ روح مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تو اسے روح کہو۔ اور تین خدا نہ کہو۔

حديث(۳۱۹۱) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنْ عُبَادَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ وَكَلِمَتُهُ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ قَالَ الْوَلِيْدُ الخ عَنْ جُنَادَةَ وَزَادَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ اَيَّهَا شَآءَ.

ترجمہ۔ حضرت عبادہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے بی بی مریم تک پہنچایا تھا۔ یا ڈالا تھا۔ اور اس کی روح ہیں۔ جنت بھی حق ہے اور دوزخ بھی حق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ جو کچھ بھی اس کا عمل ہو۔ ولید نے اپنی سند سے جنادہ نے یہ الفاظ زائد روایت کئے کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے اسے داخل جنت کردے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ولاتقولوا ثلثة الخ یعنی جب اس کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادے سے ہے اور روح بھی اس نے نام رکھا ہے۔ کیونکہ یہ بھی اس کے حکم سے ہے تو عیسیٰؑ بھی دوسروں کی طرح اس کی مخلوقات میں سے ہوئے۔ تو اس کو معبود قرار دینا کیسے اچھا ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی روح منہ سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کا جزو اور ایک حصہ ہیں جیسے کہ بعض نصاریٰ کا قول ہے۔ صاحب جمل فرماتے ہیں کہ روح منہ میں من ابتدائیہ ہے۔ تبعیضیہ نہیں ہے۔ اور اس کا متعلق محذوف ہے۔ کائنة منه ای من جهة تعالیٰ اگر جبرائیل علیہ السلام نے پھونک ماری تھی لیکن تھی تو اللہ کے حکم سے۔ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ حکیم حاذق نصرانی خلیفہ ہارون الرشیدؒ کے پاس آیا اور علی بن حسین واقدی سے مناظرہ کرنے لگا کہ تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جو دال ہے کہ عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کا جزو ہیں۔ اور اسی آیت وروح منه کو پڑھا جس پر واقدی نے وسخرلكم مافي السموت ومافي الارض جميعا منه کو پڑھا۔ تو کیا لازم آئے گا کہ جمیع اشیاء اللہ تعالیٰ کا جزو ہیں۔ تو نصرانی خاموش ہوگیا اسلام لے آیا جس سے خلیفہ ہارون الرشید بہت خوش ہوا اور واقدی کو بہت انعام واکرام سے نوازا۔

فائدہ جدیدہ امام بخاریؒ نے اس جگہ کئی ترجمے متقارب قائم کئے ہیں جن کے درمیان شراح حضرات فرق نہیں کرتے دفع تکرار کے لئے صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ پہلے ترجمہ کا تعلق بی بی مریم سے ہے دوسرے کا عیسیٰ علیہ السلام سے۔ لیکن میرے نزدیک زیادہ قوی وہ بات ہے جو حافظؒ نے کہی ہے کہ وہ تراجم جو ان دو ترجموں کے درمیان ہیں ان کا تعلق بی بی مریم کے متعلق ہونا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اوجه عندی یہ ہے کہ پہلے ترجمہ سے مقصود بی بی مریمؑ کے حالات بتلانا ہے جس پر حدیث دلالت کرتی ہے غير مريم وابنها. اور دوسرا ترجمہ واذقالت الملائكة الخ اس کا تعلق بھی بی بی مریم کے حالات سے ہے۔ لیکن تیسرا ترجمہ واذقالت الملائكة يامريم ان الله يبشرك الخ اس سے ولادت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کے درمیان مشترک ہے۔ چنانچہ روایات بھی ایسی لائے ہیں جن کا تعلق دونوں کے حالات سے ہے۔ لیکن ترجمہ باب قوله يااهل الكتاب لاتغلوافي دينكم کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اس کا تعلق ولادت عیسیٰؑ سے ہے۔ کہ وہ صرف کلمہ کن سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ یہاں سے پھر عیسیٰؑ کا ذکر شروع ہوگیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِانْتَبَذَتْ

من اهلها ای اعتزلت الگ تھلگ ہوگئیں۔ نبذناه القيناه اسے پھینک دیا۔ شرقيا ممايلي الشرق یعنی وہ جانب جو طرف شرق کے متصل تھی۔ فاجاء ها یہ جٰت سے باب افعال ہے۔ اور کہا جاتا ہے الجا ها اضطرها یعنی مجبور کردیا۔ تساقط تسقط گرائے گی۔ قصيا قاصيا یعنی دور۔ فريا عظيما قال ابن عباسؓ نسيا لم اكن شيئا میں کوئی چیز نہ ہوتی۔ وقال غيره النسى الحقير ابن عباسؓ کے علاوہ دوسرے حضرات نے نسی کا معنی حقیر کیا ہے۔ وقال ابووائل علمت مريم ان التقى ذونهية حين قالت ان كنت تقيا کہ بی بی مریم نے جان لیا تھا کہ پرہیزگار آدمی عقلمند ہوتا ہے۔ اس لئے اجنبی عورت سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا۔ قال وكيع الخ عن البراء سريا نهر صغير بالسريانية اور وكيع اپنی

سند سے حضرت براءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سریانی زبان میں چھوٹی نہر کو سریا کہتے ہیں۔ اور عربی میں سریا سردار کو کہتے ہیں۔

حدیث (۳۱۹۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ اِلَّا ثَلٰثَةٌ عِيسٰى وَكَانَ فِي بَنِي اِسْرَائِيلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ كَانَ يُصَلِّي جَآءَتْهُ اُمُّهُ فَدَعَتْهُ فَقَالَ اُجِيبُهَا اَوْ اُصَلِّي فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَاتُمِتْهُ حَتّٰى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ اِمْرَاَةٌ وَكَلَّمَتْهُ فَاَبٰى فَاَتَتْ رَاعِيًا فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ ابْنُ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ وَاَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ فَتَوَضَّاَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ مَنْ اَبُوكَ يَا غُلَامُ فَقَالَ الرَّاعِي قَالُوا نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ طِينٍ وَكَانَتْ اِمْرَاَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَهَا مِنْ بَنِي اِسْرَآئِيلَ فَمَرَّبِهَا رَجُلٌ رَّاكِبٌ ذُوشَارَةٍ فَقَالَتْ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ ابْنِي مِثْلَهُ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا وَاَقْبَلَ عَلَى الرَّاكِبِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهَا يَمُصُّهُ قَالَ اَبُوهُرَيْرَةَؓ كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَصُّ اِصْبَعَهُ ثُمَّ مُرَّبِاَمَةٍ فَقَالَتْ اللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْ اِبْنِي مِثْلَ هٰذِهٖ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَقَالَتْ لِمَ ذَاكَ فَقَالَ الرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ وَهٰذِهٖ الْاَمَةُ يَقُولُونَ سَرَقْتِ زَنَيْتِ وَلَمْ تَفْعَلْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین بچوں نے اپنے گھوارے میں کلام کیا ہے ایک تو عیسیٰ علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنی ماں کی برأت کی۔ دوسرے بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جسے جریج کہتے تھے۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں نے اسے آ کر پکارا وہ کہنے لگا کہ میں اس کو جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں ماں کو جواب نہ دیا۔ ماں نے بددعا دیتے ہوئے کہا اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو اسے رنڈیوں کا منہ نہ دکھالے چنانچہ جریج اپنے گرجے میں تھا کہ ایک عورت سامنے آ کر ان سے بات چیت کرنے لگی۔ انہوں نے انکار کیا تو وہ ایک بکریوں کے نگران کے پاس آئی اس کو اپنی ذات پر قابو دے دیا حاملہ ہوئی ایک بچہ جنا اس سے پوچھا گیا کہ یہ بچہ کس سے ہے۔ اس نے کہا جریج سے تو لوگ جریج کے پاس آئے۔ پس اس کے گرجا گھر کو توڑ پھوڑ دیا۔ اور اس کو نیچے اتار کر گالی گلوچ دی۔ وہ اٹھا وضو بنائی نماز پڑھی پھر لڑکے کے پاس آ کر بولا اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے۔ اس نے اس گڈریے کا نام لیا۔ لوگ کہنے لگے اب ہم آپ کا گرجا سونے کا بنادیں گے اس نے کہا نہیں مجھے بس وہ مٹی اور گارے کا کافی ہے۔ تیسرا ایک عورت بنی اسرائیل کی اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی وہاں سے ایک سوار بڑی شان وشوکت والے کا گذر ہوا ماں کہنے لگی اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنادے تو اس نے ماں کا پستان چھوڑ دیا۔ سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا پھر اپنی ماں کے پستانوں کو چوسنے لگا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ گویا کہ میں اب بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ اپنی انگلی کو چوس رہے ہیں پھر ایک باندی گذاری گئی۔ ماں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا۔ بچے نے پھر ماں کا پستان چھوڑ دیا۔ اور کہنے لگا اے اللہ! مجھے اس باندی جیسا نہ بنا دینا۔ ماں نے پوچھا یہ کیوں! اس نے کہا وہ سوار تو ایک جابر بادشاہ تھا اور یہ باندی لوگ اس کے متعلق کہتے تھے کہ اس نے چوری کی ہے۔ اور زنا کیا ہے۔ حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ تساقط بمعنی تسقط الخ بتلانا یہ ہے کہ یہاں تفاعل اشتراک کے لئے نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ تساقط میں نو قرآت ہیں۔ اور قسطلانیؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ کھجور خشک تھی جس کا نہ تو سرتھا اور نہ ہی کوئی پھل لگا تھا اور موسم سرما کا تھا۔ جب بی بی مریم نے اسے ہلایا تو اس کا سر بھی لگ گیا۔ خوشے لٹکے اور تر کھجور بھی لگ گئیں۔ یہ معجزہ ان کی تسلی کے لئے تھا۔ اور نفاس والی عورت کے لئے گرم کھجور نہایت مناسب تھی۔ اور کھجور سردی برداشت نہیں کرسکتی۔ اور جب اس کا سر قطع کردیا جائے تو پھل نہیں دیتی اور نر و مادہ کے ملنے سے پھل زیادہ آتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے بغیر بقاح کے تر کھجور لگادی تو بتلا دیا کہ بغیر نر کے ملے بھی بچہ پیدا ہوسکتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ انسی الحقیر بی بی مریم نے بھولی بسری ہونے کا سوال اسلئے کیا کہ شرافت اور خاندانی وجاہت کی بنا پر بغیر شادی کے بچہ جننے کے تذکرے ہوں گے جب نسیا منسیا بھولی بسری ہوگی تو حقیر اور ذلیل چیز کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اسلئے اب تذکرہ نہیں ہوگا۔ جس سے ندامت لاحق ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یالیتنی مت قبل ھذا یہ عادت صالحین کے مطابق کہا کہ جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو موت کی تمنا کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پرندہ کو دیکھ کر اور حضرت عمرؓ نے تنکا بننے کی آرزو کی اور حضرت علیؓ نے یوم الجمل میں کہا کہ کاش میں آج سے بیس سال پہلے مرگیا ہوتا۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا لیت بلال لم تلدہ امہ کاش بلالؓ کو اس کی ماں نے نہ جنا ہوتا یا اس وجہ سے کہ اس بات کا چرچا کر کے لوگ گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔ ورنہ وہ تو بشارۃ جبرائیل پر راضی تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ان التقی ذو نھیۃ کا معنی خالص عقل ہے۔ کیونکہ عقل انسان کو گناہوں کے ارتکاب سے روکتی ہے۔ بدمعاش بے وقوف تو پرواہ نہیں کرتا۔ اس لئے اعاذہ کو تقی پر مرتب فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ نے بھی ذو عقل کے معنی کئے ہیں۔ کیونکہ وہی قبائح سے روکتی ہے۔ امام رازیؒ نے کئی وجوہ ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ استعاذہ پرہیزگار آدمی میں اثر انداز ہوسکتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تو پرہیزگار نہیں ہے ورنہ خلوت خانے میں داخل ہوکر مجھے نہ دیکھتا۔ اور تیسرے یہ بھی کہ اس زمانہ میں ایک فاجر فاسق تھا جو عورتوں کا پیچھا کرتا تھا اس کا نام تقی تھا۔ صاحب جمل فرماتے ہیں۔ ان کنت تقیا ای عاملا بمقتضی تقواک و ایمانک فاترکنی وا قم یعنی اگر تو اپنے تقویٰ اور ایمان کے مطابق عمل کرنے والا ہے تو مجھے چھوڑ دے اور بس یہیں رک جا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لم مرھامۃ الخ روایت میں اختصار ہے۔ دراصل لوگ اس عورت کو مار رہے تھے۔ اور اس پر تشدد کر رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چنانچہ حافظؒ بھی فرماتے ہیں ھی تضرب کہ اس کو پیٹا جارہا تھا۔ بلکہ وہ بنی اسرائیل کی زنجیہ عورت تھی۔ جس کو کھینچ بھی رہے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ فی المھد الا ثلثۃ ظاہراً تین میں حصر معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ ان کے علاوہ شاہد یوسفؑ اور مشاطہ فرعون کا بیٹا اور اخدود النار۔ بلکہ بھیقی نے دس بچے روایت کئے ہیں۔ ہوسکتا ہے مھد کے اندر صرف یہ تین ہوں۔ باقی غیر مھد میں متکلم ہوئے۔

حدیث (۳۱۹۳) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ لَقِيْتُ مُوْسٰى قَالَ فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَّجِلُ الرَّاْسِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ قَالَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى فَنَعَتَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِی الْحَمَّامَ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وُلْدِهٖ بِهٖ قَالَ وَاُتِيْتُ بِاِنَاءَيْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَالْاٰخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِیْ خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ لِیْ هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ اَوْ اَصَبْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّکَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُکَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میری ملاقات موسیٰ ؑ سے ہوئی۔ آپ اس کی وصف بیان کرتے تھے میرا گمان ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام لمبے قد کے ہلکے پھلکے آدمی تھے جن کے سر کے بال کھلے کھلے تھے گھونگھرالے نہیں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ قبیلہ شنوء کے آدمیوں میں سے تھے۔ فرمایا میری ملاقات عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا فرماتے تھے کہ وہ درمیانے قد کے آدمی تھے۔ سرخ رنگ کے گویا کہ ابھی حمام سے نہا کر نکلے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا اور میں آپ کی اولاد میں سے سب سے زیادہ آپ کے ہم شکل ہوں۔ مجھے دو برتن دیئے گئے ایک میں دودھ تھا دوسرے میں شراب تھی۔ مجھے کہا گیا جو آپ ؐ چاہیں لے لیں میں نے دودھ کو لے کر پیا تو مجھے کہا گیا کہ آپ ؐ کو فطرت اور جبلت کی راہ دکھائی گئی۔ یا آپ فطرت کو پہنچے۔ کیونکہ اگر آپ شراب کو اختیار کر لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

حدیث (۳۱۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عِيْسٰىؑ وَمُوْسٰىؑ وَاِبْرَاهِيْمَؑ فَاَمَّا عِيْسٰىؑ فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰىؑ فَاٰدَمُ جَسِيْمٌ سَبْطٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰ ؑ موسیٰ ؑ اور ابراہیم کو دیکھا۔ عیسیٰؑ تو سرخ رنگ کے گھونگھرالے بالوں والے اور اور چوڑے سینے والے تھے اور موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ جسامت والے اور کھلے بالوں والے تھے گویا کہ زط قوم میں سے تھے یا تو سوڈانی تھے یا بعض نے کہا کہ ہنود کی ایک قوم ہے جو لمبے قد کے اور نحیف ہلکے پھلکے ہوتے تھے

حدیث (۳۱۹۵) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَكَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَانِی النَّاسِ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ وَاَرَانِی اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِی الْمَنَامِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ كَاَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهٗ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَاْسُهٗ مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَیْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ رَاَيْتُ رَجُلًا وَّرَاءَهٗ جَعْدًا قَطِطًا اَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَّاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَیْ رَجُلٍ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ تَابَعَهٗ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ.

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان ایک دن مسیح

دجال کا ذکر فرمایا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو اعور یعنی کانے نہیں ہیں۔ لیکن مسیح دجال کانا ہوگا۔ جس کی دائیں آنکھ گویا کہ ابھرا ہوا انگور کا دانہ ہے۔ اور میں نے آج رات نیند کے اندر کعبہ کے پاس اپنے آپ کو دیکھا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ گندم گونی آدمیوں میں سے ایک نہایت ہی خوب صورت گندم گوں آدمی ہے۔ جس کے سر کے بال دونوں کندھوں کے درمیان لٹک رہے ہیں۔ کھلے بالوں والے جس کا سر پانی ٹپکا رہا تھا۔ جنھوں نے دو آدمیوں کے کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے بتلایا کہ یہ مسیح بیٹے مریم کے ہیں۔ پھر ان کے پیچھے ایک آدمی کو دیکھا جس کے سخت گھونگھرالے بال تھے۔ دائیں آنکھ سے وہ کانا تھا میرے دیکھے ہوئے آدمیوں میں سے ابن قطن کے زیادہ ہم شکل تھا۔ جس نے اپنے دونوں ہاتھ ایک آدمی کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ بھی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ مسیح دجال ہے۔ عبداللہ نے نافع سے متابعت کی ہے۔

حدیث(۳۱۹۶) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرؓ قَالَ لَا وَاللهِ مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعِيْسٰى اَحْمَرُ وَلٰكِنْ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ يُهَادِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطُفُ رَاْسُهٗ مَآءً اَوْ يُهْرَاقُ رَاْسُهٗ مَآءً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ فَذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ فَاِذَا رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا الدَّجَّالُ وَاَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبْهًا ابْنُ قَطَنٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ هَلَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰؑ کو احمر (سرخ) نہیں کہا بلکہ فرمایا دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا اور دیکھتا ہوں بیت اللہ کا طواف کر رہا ہوں۔ اچانک ایک آدمی کو دیکھتا ہوں جو گندمی رنگ بکھرے بالوں والے دو آدمیوں کے درمیان سہارا لے کر چل رہے تھے۔ اور ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے۔ یا فرمایا ان کا سر پانی بہاتا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا مریم کا بیٹا عیسیٰؑ ہے۔ پس میں نے دوسری طرف متوجہ ہو کر دیکھنے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سرخ رنگ کا آدمی ہے جو لحیم وشحیم جثے والا ہے گھونگھرالے بالوں والا اس کی دائیں آنکھ کانی اور بے نور ہے۔ گویا کہ اس کی آنکھ انگور کا ابھرا ہوا دانہ ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے کہا یہ دجال ہے۔ لوگوں میں قریب قریب شکل ابن قطن کی ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی تھا جو زمانہ جاہلیت میں ہلاک ہو چکا۔

حدیث(۳۱۹۷) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ وَالْاَنْبِيَآءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ نَبِيٌّ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں تمام لوگوں سے ابن مریم کے زیادہ قریب ہوں۔ کیونکہ انبیاء سب کے سب علاتی بھائی ہوتے ہیں۔ جن کا باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوتی ہیں مراد یہ ہے کہ زمانے مختلف ہوتے ہیں۔ اور نبوت میں شریک ہوتے ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

حدیث (۳۱۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاَنْبِيَآءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِسَنَدٍ آخَرَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاٰى عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا

يَسْرِقُ فَقَالَ لَهُ اَسَرَقْتَ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ فَقَالَ عِيْسٰى اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَذَّبْتُ عَيْنِىْ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو دنیا اور آخرت میں عیسیٰ بن مریم کے زیادہ قریب ہوں۔کیونکہ انبیاء علیہ السلام علاتی بھائی ہوتے ہیں۔جن کی مائیں مختلف اوران کا دین ایک ہوتا ہے۔ابراہیم اور عبداللہ بن محمد کی سندوں سے حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا حضرت عیسیٰؑ نے ایک آدمی کو چوری کرتے دیکھا تو آپ نے اس سے کہا کہ کیا تو چوری کرتا ہے اس نے کہا نہیں اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔جس پر عیسیٰؑ نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا اور اپنی آنکھوں کو جھوٹا قرار دیتا ہوں۔

حديث (۳۱۹۹) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِىُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ سَمِعَ عُمَرؓ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِىْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ.

ترجمہ۔حضرت عمرؓ منبر پر فرمارہے تھے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میری تعریف و مدحت میں اتنا مبالغہ نہ کرنا یعنی مجھے اتنا نہ بڑھانا جیسے نصاری نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا۔پس میں اس کا بندہ ہوں۔لیکن کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

حديث(۳۲۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ خُرَاسَانَ قَالَ لِلشَّعْبِىِّ فَقَالَ الشَّعْبِىُّ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْبُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدَّبَ الرَّجُلُ اَمَتَهٗ فَاَحْسَنَ تَادِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا وَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا اٰمَنَ بِعِيْسٰى ثُمَّ اٰمَنَ بِىْ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَالْعَبْدُ اِذَا اتَّقٰى رَبَّهٗ وَاَطَاعَ مَوَالِيَهٗ فَلَهٗ اَجْرَانِ.

ترجمہ۔حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی باندی کو ادب سکھائے اور اچھی طرح ادب دے۔اور اسے علم پڑھائے۔اور اس کی تعلیم اچھی طرح کرے پھر اسے آزاد کردے۔ازاں بعد اس سے نکاح کرلے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔اور جب کوئی شخص عیسیٰؑ پر ایمان لایا بعد ازاں مجھ پر بھی ایمان لایا تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور کوئی غلام جب اللہ تعالیٰ سے ڈر کر عبادت کرتا ہے اور اپنے آقاؤں کی خدمت بھی کرتا ہے پس اس کو بھی دوہرا ثواب ملے گا۔

حديث(۳۲۰۱)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ وَاَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى اِبْرَاهِيْمُ ثُمَّ يُؤْخَذُ بِرِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِىْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِىْ فَيُقَالُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ذُكِرَ عَنْ اَبِىْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ هُمُ الْمُرْتَدُّوْنَ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰى عَهْدِ اَبِىْ بَكْرٍ فَقَاتَلَهُمْ اَبُوْبَكْرٍؓ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قیامت کے دن ننگے پاؤں ننگے بدن اور غیرمختون اٹھائے جاؤ گے پھر یہ آیت پڑھی ترجمہ۔ جس طرح ہم نے پہلے ان کو پیدا کیا اسی طرح ان کو لوٹائیں گے۔ اس کے پورا کرنے کا ہمارا وعدہ ہے۔ بے شک ہم کرنے والے ہیں پس پہلا وہ شخص جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر میرے صحابہ میں سے کچھ مرد پکڑے جائیں گے۔ کچھ دائیں طرف اور کچھ بائیں طرف۔ پس کہوں گا میرے صحابی ہیں۔ پس کہا جائے گا کہ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے ہیں یہ برابر اپنی ایڑیوں پر پھرتے رہے۔ پس میں اس طرح کہوں گا جس طرح عبد صالح عیسیٰ بن مریم نے کہا۔ میں ان پر نگران رہا جب تک میں ان میں رہا۔ جب آپ نے مجھے وفات دی تو آپ ہی ان پر نگران تھے۔ اور آپ تو ہر چیز پر نگہبان ہیں۔ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اگر آپ ان کو بخش دیں پس آپ ہی غالب حکمت والے ہیں۔ ابی عبداللہ بخاری سے ذکر کیا گیا کہ حضرت قبیصہؒ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ تھے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں دین اسلام سے پھر گئے۔ جن سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قتال کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ یعنی متبادر معنی جس پر تم حمل کرتے ہو وہ نہایت سرخ نہیں تھے۔ ورنہ حمرۃ تو مروی ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ بیاض جو حمرت سے ملا ہوا ہو۔ خالص حمرت نہیں تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض شراح نے تو کہا ہے۔ کہ امام بخاریؒ کے توہمات میں سے ہے۔ یا بعض راویوں کی زیادتی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے دونوں روایتوں میں تطبیق کر دی۔ کیونکہ پہلی روایت ابن عباسؓ سے معلوم ہو چکا ہے کہ حمرت تھی اگرچہ خالص نہیں تھی حافظؒ نے بھی جمع بین الروایتین کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عرب کے ہاں احمر اسی سفید آدمی کو کہتے ہیں جس میں حمرت کی ملاوٹ بھی ہو اور آدم اسمر گندم گونی کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الانبیاء اولاد علات علاتی بھائی ان کو اس لئے کہا گیا کہ توحید میں سب متحد ہیں جو بمنزلہ باپ کے ہے کیونکہ تمام شرائع اسی کے محتاج ہیں اور شرائع الٰہات مختلفہ ہیں۔ انا اولی بعیسی الخ اولویت اور اقربیت دونوں کے زمانہ کے قرب کے اعتبار سے ہے۔ دوسرے دونوں شریعتیں آپس میں مطابقت رکھتی ہیں۔ تیسرے اس امت کے آخر میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ علات سوکنوں کو کہتے ہیں۔ اولاد العلات وہ بھائی ہوں گے۔ جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ہوں۔ علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں کہ اصول انبیاء کے متحد ہیں۔ اور فروع میں اختلاف ہے۔ اصول دیانات میں توحید سرفہرست ہے۔

اولی الناس کے معنی حافظؒ نے اخلق الناس اور اقرب الناس کے کئے ہیں کیونکہ انہوں نے بشارت دی۔ مبشرا برسول یاتی من بعدہ اسمہ احمد اور علامہ کرمانیؒ نے اس حدیث اور آیت قرآنی ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی الخ کے درمیان جمع کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ حدیث تو آپ کے متبوع ہونے کے بارے میں ہے اور آیت آپؐ کے تابع ہونے کو بتاتی ہے لیکن حق یہ ہے کہ دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ آپ کا قرب ابراہیمؑ سے قوت اقتداء کی وجہ سے ہے اور عیسیٰؑ سے قرب عہد کی وجہ سے ہے۔

عیسی بینی و بینہ نبی کو بطور شاہد کے بیان فرمایا ہے۔ اگر اشکال ہو کہ عیسیٰؑ کے بعد تو اصحاب قریہ کی طرف تین رسول بھیجے گئے۔ اس طرح جرجیس اور خالد بن سنان بھی نبی تھے۔ جو عیسیٰؑ کے بعد آئے۔ تو جواب یہ ہے کہ اعتبار بخاری کی روایت کا ہے جو صحیح ہے۔ دوسری روایات میں ضعف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عیسیٰؑ کے بعد مستقل شریعت لے کر کوئی نبی نہیں آیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اذا امن بعیسی یہ معنی تو ظاہر ہیں۔ لیکن بعض روایات میں ہے رجل من اھل الکتاب امن بنبیہ ثم

امن ہی تو اس پر اشکال ہوگا۔ کیونکہ یہود کا ایمان بموسیٰ " حضرت عیسیٰ" کی بعثت کے بعد ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ہاں البتہ اگر کسی کو عیسیٰ کی دعوت نہ پہنچی ہو تو اور بات ہے۔ کیونکہ عیسیٰ" کی دعوت تمام لوگوں کے لئے نہیں تھی۔ صرف بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔

تشریح از شیخ زکریا" ۔ رجل من اهل الكتاب کے بارے میں حافظ فرماتے ہیں کہ لفظ کتاب اگر چہ عام ہے لیکن معنی خاص انجیل مراد ہیں۔ کیونکہ نصرانیت یہودیت کے لئے ناسخ تھی۔ اس لئے یہودی مؤمن کا ایمان معتبر نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اسے دعوت پہنچی ہو کیونکہ اکثر بلاد خصوصا مدینہ میں ان کی دعوت نہ پہنچی تو اب اگر وہ اپنے نبی کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا اب کوئی اشکال نہیں۔ یہ شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ کا خلاصہ ہے۔ اور بعض شراح نے عقلی ونقلی دلائل قائم کر کے اشکال کا جواب دیا ہے۔

بَابُ نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ

ترجمہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا

حدیث (۳۲۰۲) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنُ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ وَاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ عنقریب ضرور تمہارے اندر عیسیٰ ابن مریم اترے گا جو حاکم عدل کرنے والا ہوگا صلیب کو توڑ دیگا خنزیر کو قتل کرے گا۔ لڑائی کو اٹھا دے گا۔ اور مال بہتا ہوگا۔ یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ اس زمانہ میں ایک سجدہ ساری دنیا اور اس کے اندر جس قدر نعمتیں ہیں ان سب سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ تم چاہو تو اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھو۔ اہل کتاب کا کوئی آدمی ایسا نہیں ہوگا جو آپ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ خود ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

حدیث (۳۲۰۳) حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ تَابَعَهٗ عُقَيْلٌ وَالْاَوْزَاعِيُّ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب کہ ابن مریم تمہارے اندر اترے گا۔ اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ عقیل اور اوزاعی نے اس کی متابعت کی ہے۔

تشریح از قاسمی" ۔ يكسر الصليب کا مطلب یہ ہے کہ نصرانیت کو باطل قرار دے گا۔ جو صلیب وہ لکڑیوں کی پوجا کرتے ہیں اور شرع اسلام کے مطابق فیصلے کرے گا۔ قتل خنزیر مطلب یہ ہے کہ خنزیر کا پالنا۔ کھانا اور اس کے قتل کو مباح قرار دیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اہل ذمہ کو اپنے دین پر نہیں رہنے دیا جائے گا۔ جیسا کہ اب ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے ابطال نصرانیت اور ان کے آثار کا مٹانا مراد ہے۔ یضع الحرب جب دین ایک ہو جائے گا تو مذہبی لڑائیاں بند ہو جائیں گی۔ شریعت یا اسلام ہوگا یا تلوار۔ سجدة واحدة الخ کیونکہ اس وقت اللہ

تعالیٰ کا تقرب تصدق بالمال سے نہیں ہوگا۔ بلکہ عبادت الٰہی سے تقرب حاصل ہوگا۔
امامکم منکم یعنی وہ فیصلے قرآن کے مطابق کریں گے۔ انجیل کے مطابق نہیں۔ یعنی لوگ مع الجماعت نماز ادا کریں گے اور امام تمہیں میں سے ہوگا۔ مہدی علیہ السلام یا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے خلیفہ ہوں گے۔ اور تمہارے دین پر ہوں گے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بَابُ مَا ذُكِرَ عَنۡ بَنِىۡ اِسۡرَآئِيۡلَ

ترجمہ۔ بنی اسرائیل کے حالات کا بیان

حدیث(۳۲۰۴)حَدَّثَنَا مُوۡسَى بۡنُ اِسۡمٰعِيۡلَ الخ قَالَ عُقۡبَةُ بۡنُ عَمۡرٍو لِحُذَيۡفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعۡتَ مِنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّىۡ سَمِعۡتُهٗ يَقُوۡلُ اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَآءً وَنَارًا فَاَمَّا الَّذِىۡ يَرَى النَّاسُ اَنَّهَا النَّارُ فَمَآءٌ بَارِدٌ وَاَمَّا الَّذِىۡ يَرَى النَّاسُ اَنَّهٗ مَآءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحۡرِقُ فَمَنۡ اَدۡرَكَ مِنۡكُمۡ فَلۡيَقَعۡ فِى الَّذِىۡ يَرٰى اَنَّهَا نَارٌ فَاِنَّهٗ عَذۡبٌ بَارِدٌ قَالَ حُذَيۡفَةُ وَسَمِعۡتُهٗ يَقُوۡلُ اِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيۡمَنۡ كَانَ قَبۡلَكُمۡ اَتَاهُ الۡمَلَكُ لِيَقۡبِضَ رُوۡحَهٗ فَقِيۡلَ لَهٗ هَلۡ عَمِلۡتَ مِنۡ خَيۡرٍ قَالَ مَا اَعۡلَمُ قِيۡلَ لَهُ انۡظُرۡ قَالَ مَا اَعۡلَمُ شَيۡئًا غَيۡرَ اَنِّىۡ كُنۡتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِى الدُّنۡيَا وَاُجَازِيۡهِمۡ فَاُنۡظِرُ الۡمُوۡسِرَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الۡمُعۡسِرِ فَاَدۡخَلَهُ اللّٰهُ الۡجَنَّةَ فَقَالَ وَسَمِعۡتُهٗ يَقُوۡلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الۡمَوۡتُ فَلَمَّا يَئِسَ مِنَ الۡحَيٰوةِ اَوۡصٰى اَهۡلَهٗ اِذَا اَنَامِتُّ فَاجۡمَعُوۡا لِىۡ حَطَبًا كَثِيۡرًا وَاَوۡقِدُوۡا فِيۡهِ نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتۡ لَحۡمِىۡ وَخَلَصَتۡ اِلٰى عَظۡمِىۡ فَامۡتُحِشَتۡ فَخُذُوۡهَا فَاطۡحَنُوۡهَا ثُمَّ انۡظُرُوۡا يَوۡمًا رَّاحًا فَاذۡرُوۡهُ فِى الۡيَمِّ فَفَعَلُوۡا فَجَمَعَهٗ فَقَالَ لَهٗ لِمَ فَعَلۡتَ ذٰلِكَ قَالَ مِنۡ خَشۡيَتِكَ فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ قَالَ عُقۡبَةُ بۡنُ عَمۡرٍو وَاَنَا سَمِعۡتُهٗ يَقُوۡلُ ذٰلِكَ وَكَانَ نَبَّاشًا.

ترجمہ۔ بنی اسرائیل کے بارے میں جو ذکر کیا گیا ہے عقبہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ کیا ہمیں وہ حدیث نہیں سناتے جو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپؐ سنا تھا کہ جب دجال کا خروج ہوگا تو اس کے ہمراہ پانی بھی ہوگا اور آگ بھی ہوگی جس کو لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ دراصل آگ ہوگی جو جلائے گی۔ پس تم میں سے جو شخص بھی یہ زمانہ پائے وہ اس میں گرے جس کو آگ سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ میٹھا ٹھنڈا پانی ہوگا۔ اور حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں میں نے آپؐ سے یہ بھی سنا فرماتے تھے کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس وقت اس کے پاس ملک الموت آیا تا کہ اس کی روح قبض کرے تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیک عمل بھی کیا ہے۔ وہ کہے گا میں نہیں جانتا اس سے کہا جائیگا کہ غور کرو۔ وہ کہے گا میں تو نہیں جانتا سوائے اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا تو جب میں ان سے تقاضا کرتا تھا تو مالدار کو مہلت دے دیتا تھا۔ اور تنگدست کو معاف کر دیتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس عمل کے طفیل اسے جنت میں داخل فرما دیا۔ اور فرمایا میں نے آپؐ سے یہ بھی سنا فرماتے تھے کہ ایک آدمی کے

جب موت کا وقت قریب آیا پس وہ زندگی سے نا امید ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو بہت لکڑیاں اکٹھی کر لینا اور ان میں آگ دھکا دینا یہاں تک کہ جب آگ میرے گوشت کو کھا جائے وہ میری ہڈیوں تک پہنچ جائے میرا چمڑا جل جائے اور ہڈیاں ظاہر ہو جا ئیں تو اسکی راکھ کو لے کر خوب پیس ڈالنا۔ پھر سخت آندھی والے دن کا انتظار کرنا۔ پھر اسے دریا میں پھینک دینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سب گوشت پوست اور ہڈیوں کو جمع کیا۔ اور اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا تھا۔ وہ کہے گا تیرے ڈر سے ایسا کیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کر دیں گے۔ عقبہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے آپؐ سے یہ بھی سنا کہ وہ شخص کفن چور تھا۔

حدیث(۳۲۰۵)حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ وَعَآئِشَةَؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً عَلٰى وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ دونوں فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے اپنی منقش چادر کو اپنے چہرہ پر ڈالنا شروع کر دیا۔ جب دم گھٹنے لگتا تو چادر کو چہرے سے کھول دیتے تھے۔ پس آپؐ نے اسی حال میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاؑ کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا دیا۔ جو کچھ ان لوگوں نے کیا تھا آپؐ اس سے ڈرانا چاہتے تھے۔

لاتتخذوا قبری صنما ۔ بنانا نہ تربت میری کو صنم تم

حدیث(۳۲۰۶)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُ اَبَا هُرَيْرَةَؓ خَمْسَ سِنِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَآءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَاتَاْمُرُنَا قَالَ اَوْفُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَآئِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابوحازمؒ فرماتے ہیں میں پانچ برس تک حضرت ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھتا رہا۔ پس میں نے اپ سے سنا کہ آپ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے تھے فرمایا کہ بنو اسرائیل کے امور کا انتظام انبیاء علیہم السلام کرتے تھے جب ایک نبی کی وفات ہو جاتی تو دوسرا نبی اس کے بعد آ جاتا اب میرے بعد تو کسی نبی نے آنا نہیں ہے۔ عنقریب خلیفے ہوں گے اور وہ بہت کثرت سے ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! پھر آپؐ ان کے بارے میں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا پہلے خلیفہ کی بیعت کو پورا کرو۔ پھر اس کے بعد والے پہلے سے وفاداری کرو۔ پس تم ان کے حقوق ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعیت سے سلوک کے بارے میں سوال کرے گا۔

حدیث (۳۲۰۷) حَدَّثَنَا سَعِيْدُبْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ قُلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پہلے لوگوں کے طریقوں کی پیروی ضرور کرو گے بالشت با بالشت گز برابر گز کے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی اگر گوہ کے سوراخ میں چلا ہو گا تو تم بھی وہی راستہ چلو گے۔ ہم نے کہا یارسول اللہ! یہ یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس اور کون مراد ہیں۔

حدیث (۳۲۰۸) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ الْاِقَامَةَ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں مسلمانوں کو جمع کرنے کے لئے لوگوں کو آگ اور بگل کا تذکرہ کیا۔ پھر یہود ونصاریٰ یاد آ گئے کہ یہ چیزیں تو ان کے اوقات صلوۃ بتانے کے لئے ہیں اس لئے اشتباہ ہوگا۔ تو حضرت زید بن عبدربہ کے خواب کی بنا پر حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں آواز کو دوہری کرے اور اقامت میں اکہری آواز سے کام لے کہ اسے اونچا نہ کرے۔

حدیث (۳۲۰۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ كَانَتْ تَكْرَهُ اَنْ يَّجْعَلَ يَدَهُ فِيْ خَاصِرَتِهٖ وَتَقُوْلُ اِنَّ الْيَهُوْدَ تَفْعَلُهُ تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اس بات کو مکروہ سمجھتی تھیں کہ کوئی آدمی اپنی نماز میں اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھے۔ فرماتی تھیں یہود ایسا کرتے تھے۔ شعبہ نے اعمش سے روایت کر کے ان کی متابعت کی ہے۔

حدیث (۳۲۱۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اِسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا فَاَنْتُمْ وَالَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا لَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری عمریں پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے عصر سے لے کر غروب شمس کے درمیان کا وقت ہے۔ فرمایا تمہارا حال یہود ونصاریٰ کے حال کی طرح ہے مثلاً ایک آدمی نے کچھ مزدور کام کرنے کے لئے رکھے۔ فرمایا جو شخص میرے لئے دو پہر تک کام کرتا رہیگا اسے ایک ایک قیراط اجرت ملے گی۔ تو یہود نے ایک ایک قیراط پر دو پہر تک کام کیا پھر اس نے کہا کہ دو پہر سے عصر کی نماز تک ایک ایک قیراط پر کون میرے لئے کام کرے گا تو نصاریٰ نے ایک ایک قیراط پر دو پہر سے لے کر نماز عصر تک کام کیا پھر اس نے کہا نماز عصر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کون میرے لئے دو دو قیراط پر کام کرے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا خبر دار تم ہی تو وہ لوگ ہو جنہوں نے دو دو قیراط پر عصر سے غروب شمس تک کام کیا۔ اب یہود ونصاریٰ ناراض ہونے لگے کہ عمل تو ہمارا زیادہ ہے لیکن اجرت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں نے ظلم کر کے تمہارے حق سے کوئی چیز کم کر دی ہے۔ وہ کہیں گے نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پھر یہ تو میرا فضل ہے جس کو میں چاہوں دے دوں۔

حدیث(۳۲۱۱)حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَؓ يَقُوْلُ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا اَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا تَابَعَهٗ جَابِرٌ وَاَبُوْهُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا فرماتے تھے اللہ تعالیٰ فلاں کو مارے کیا وہ نہیں جانتا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے جن پر چربیاں حرام ہوئیں تو انہوں نے ان کو پگھلا دیا۔ پھر انہیں فروخت کر دیا۔ جابر اور ابوہریرہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے ان کی متابعت کی ہے۔

حدیث(۳۲۱۲)حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاکُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰيَةً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت بھی کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل کی طرف سے باتیں بیان کر سکتے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ یاد رکھو جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

حدیث(۳۲۱۳)حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ.

ترجمہ۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ اپنے سفید بالوں کو نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرتے ہوئے سر اور داڑھی کے سفید بالوں کو رنگ دو۔

حدیث(۳۲۱۴)حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ وَمَا نَسِيْنَا مُنْذُ حَدَّثَنَا وَمَا نَخْشٰى اَنْ يَّكُوْنَ جُنْدُبٌ كَذَبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهٖ جُرْحٌ فَاَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهٗ فَمَا رَقَاَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَادَرَنِیْ عَبْدِیْ بِنَفْسِهٖ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

ترجمہ۔حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اسی مسجد میں ہمیں جندب بن عبداللہؓ نے حدیث سنائی جب سے انہوں نے بیان کیا ہے ہم بھولے نہیں۔ اور ہمیں یہ خطرہ ہے کہ حضرت جندبؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہوگا فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی تھا جسے زخم پہنچا تو گھبرا اٹھا چھری لی اور اپنے ہاتھ کو اس سے حرکت دیتا رہا۔ پس اس کا خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا میرے بندے نے اپنے آپ کو مجھ تک پہنچانے میں جلدی کی پس اس پر جنت حرام کر دی گئی۔

حَدِيثُ اَبْرَصَ وَاَعْمٰى وَاَقْرَعَ

ترجمہ۔ سفید داغ والے۔ گنجے اور اندھے کی کہانی

حدیث(۳۲۱۵)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ثَلٰثَةً فِیْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى بَدَاللّٰهِ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاَتَى الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ فَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ اَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْاِبِلُ اَوْقَالَ الْبَقَرُ هُوَ شَكَّ فِیْ ذٰلِكَ اَنَّ الْاَبْرَصَ وَالْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَآءَ فَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيْهَا وَاَتَى الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَّيَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا قَدْ قَذِرَنِیَ النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ قَالَ فَاَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا وَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيْهَا وَاَتَى الْاَعْمٰى فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ يَرُدُّ اللّٰهُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ بَصَرَهٗ قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَاَعْطَاهُ شَاةً وَّالِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنْ اِبِلٍ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنْ بَقَرٍ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَى الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِيْنٌ تَقَطَّعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْاَلُكَ بِالَّذِیْ اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيْرًا اَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ الْحُقُوْقَ كَثِيْرَةٌ فَقَالَ لَهٗ كَاَنِّیْ اَعْرِفُكَ اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَقَدْ وَرِثْتُ لِكَابِرٍ عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ وَاَتَى الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا فَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَارَدَّ عَلَيْهِ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَاكُنْتَ وَاَتَى الْاَعْمٰى فِیْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ وَّابْنُ سَبِيْلٍ وَّتَقَطَّعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْاَلُكَ بِالَّذِیْ رَدَّعَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ قَدْكُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرِیْ وَفَقِيْرًا قَدْ اَغْنَانِیْ فَخُذْ مَا شِئْتَ فَوَ اللّٰهِ لَا اَجْهَدُ الْيَوْمَ بِشَیْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تین آدمی بنی اسرائیل میں تھے۔ ایک برص کی بیماری والا دوسرا گنجا اور تیسرا نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا امتحان لینا منظور ہوا تو ایک فرشتہ ان کی طرف بھیجا جو برص کے پاس آیا۔ اس سے پوچھنے لگا تمہیں کون سی چیز زیادہ پسندیدہ ہے اسنے کہا اچھا رنگ ہو اور خوبصورت چمڑا ہو کیونکہ اس کوڑھ کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں

تو فرشتے نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے اس کا برص دور ہو گیا اور اس کی بجائے اچھا رنگ اور خوب صورت چمڑا نکل آیا پوچھا مال کون سا تمہیں پسندیدہ ہے اس نے اونٹ کہا یا گائے۔ بہر حال اس میں شک ہے۔ ابرص یا اقرع میں سے ایک نے اونٹ کہا اور دوسرے نے گائے کا کہا۔ چنانچہ اسے دس ماہ کی گابھن اونٹنی دے دی گئی۔ اور فرشتے نے دعا دیتے ہوئے کہا کہ خدا کرے تیرے اس مال میں برکت پیدا ہو پھر وہ گنجے کے پاس آیا اس سے پسندیدہ بات پوچھی۔ اس نے کہا اچھے بال ہوں اور یہ گنجا پن میرے سے چلا جائے۔ جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ چنانچہ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کا گنجا پن چلا گیا۔ اور اچھے خوبصورت بال اگ آئے۔ پھر پسندیدہ مال پوچھا تو اس نے گائے بتلائی چنانچہ اسے گابھن گائے دے دی گئی دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے اس مال میں برکت دے پھر وہ نابینا کے پاس آیا اس سے پسندیدہ چیز پوچھی جس پر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی مجھے واپس لوٹا دے۔ تا کہ میں اس بینائی سے لوگوں کو دیکھ سکوں۔ تو فرشتہ نے اس کی آنکھ پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس لوٹا دی پوچھا مال کون سا پسند ہے۔ کہا بکری پسند ہے۔ تو اس کو بچہ جننے والی ایک بکری دے دی۔ پس ان دونوں کے بھی بچے پیدا ہوئے۔ اور اس بکری نے بھی بچہ جنا۔ چنانچہ مال بڑھنے لگا۔ جس سے اس کی اونٹوں کی وادی بھر گئی۔ اس کی گائے سے وادی بھر گئی۔ اور تیسرے کی بکریوں سے وادی بھر گئی۔ پھر وہ فرشتہ اس ابرص کے پاس آیا اس کی اصلی شکل وصورت میں نمودار ہوا۔ تا کہ حجت پوری ہو۔ کہنے لگا میں ایک غریب آدمی ہوں سفر میں میرے جتنے اسباب روزی کے تھے وہ سب ختم ہو گئے۔ آج میرا کفیل اللہ کے سوا اور تمہارے سوا کوئی نہیں ہے۔ میں آپ سے اس اللہ کے نام پر ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ جس نے آپ کو یہ خوبصورت رنگ اور خوب صورت بدن عطا فرمایا اور مال بھی دیا اونٹ اسلئے مانگتا ہوں تا کہ میں اپنے سفر میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں اس نے جواب دے دیا کہ مجھے اور بھی بہت سے حقوق ادا کرنے ہیں فرشتہ نے اس سے کہا گویا کہ میں تجھے پہچانتا ہوں کیا تو برص کی بیماری والا نہیں تھا کہ لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور تو پیسے پیسے کو محتاج تھا پس اللہ تعالیٰ نے تجھے اس قدر مال عطا فرمایا۔ کہنے لگا میں نے بڑی بڑی شان والے باپ دادا سے وراثت پائی ہے۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے ایسا کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا پھر گنجے کے پاس بھی اس شکل وصورت میں آ کر اس سے ایسے کہا جیسے پہلے سے کہا تھا۔ اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے ایسا کر دے جیسا کہ پہلے تھا۔ پھر وہ اندھے کے پاس اس کی شکل وصورت میں آیا۔ کہنے لگا میں ایک غریب اور مسافر آدمی ہوں سفر میں میرے ہر قسم کے وسائل ختم ہو گئے۔ آج میرا سہارا سوائے اللہ کے اور پھر آپ کے کوئی نہیں ہے۔ میں اس کے نام پر تم سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس نے آپ پر بینائی واپس کی تا کہ میں اس کے ذریعہ سفر میں اپنی منزل کو پہنچ سکوں اس نے کہا واقعی میں نابینا تھا اللہ تعالیٰ نے میری بصارت واپس فرمائی۔ فقیر ومحتاج تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے غنی بنایا۔ آپ کی جو مرضی آئے لے لیں۔ آج جو چیز آپ اللہ کے لئے لے لیں میں اس کے چھوڑنے پر تیرا شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ یا یہ کہ میں اس کے لینے پر تجھ سے شکریہ کا طلب گار بھی نہیں ہوں۔ فرشتہ نے کہا اپنا مال روک رکھو مجھے مال کی ضرورت نہیں تھی۔ البتہ تمہاری آزمائش کی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوا۔ اور تیرے ان دو ساتھیوں پر ناراض ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مع الدجال اذا خرج ماء ونارا اشکال یہ ہے۔ روایت خروج دجال کو احوال بنی اسرائیل میں کیسے ذکر کیا گیا۔ حالانکہ دجال سے حضرت نوحؑ بھی اپنی قوم کو ڈرا چکے ہیں۔ اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ ڈرانا قبل از وجود بھی ہوتا ہے تا کہ دوسرے لوگ اس سے بچیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دجال بھی بنی اسرائیل یہود میں سے ہوگا۔ اس لئے اس کا ذکر اس جگہ مناسب ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ خروج دجال کا ذکر تو حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے نزول کی مناسبت سے آ گیا۔ تو یہ ذکر طرداً للباب ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ نے مطابقت بالباب کے بارے میں فرمایا ہے کہ اصلی مقصود تو دوسرے بنی اسرائیل کے قصے بیان کرنا

ہے۔ نباش کا اور تاجر کا قصہ۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں باب کی تین روایات ہیں۔ حدیث دجال کی دوسری تیسری حدیث جن میں دو آدمیوں کا ذکر ہے۔ ترجمہ سے مطابقت صرف دوسری اور تیسری حدیث سے ہے۔ حدیث دجال ترجمہ کے مطابق نہیں ہے۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے تینوں احادیث کی مطابقت ذکر کر کے کمال کر دیا ہے اور حضرت کی توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن صیاد کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد تھا کہ وہ دجال ہے کہ نہیں۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ کرامؓ نے قسم اٹھائی کہ ابن صیاد دجال ہے۔ اور ابن صیاد کا یہود میں سے ہونا مشہور و معروف ہے۔ بہر حال حافظؒ نے اس مسئلہ میں بڑی بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دجال اور ابن صیاد الگ الگ ہیں۔ اگر چہ ابن صیاد اعور (کانا) ہونے میں دجال کے شریک ہے۔ اور جیسے دجال یھودیة اصبھان کے سکان میں سے ہے۔ ایسے ابن صیاد بھی وہاں کا سکونت پذیر ہے باقی نوحؑ کا اپنی قوم کو دجال سے ڈرانا اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام ان اولو العزم پانچ رسولوں میں سے ہیں۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے۔ اگر چہ دجال کا خروج امور عدیدہ کے ظہور کے بعد ہوگا۔ جن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ بایں ہمہ نوحؑ پر خروج دجال کا وقت مخفی رکھا گیا۔ تاکہ وہ اپنی قوم کو اس فتنہ سے ڈرائیں۔ اس کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ میری موجودگی میں دجال آ گیا تو میں خود اس سے نمٹ لوں گا اور اس کے بعد آپؐ نے خروج دجال کا وقت متعین بتلا دیا۔ نیز! قطب گنگوہیؒ نے کوکب دری میں لکھا ہے کہ شراح کو وہم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو خروج دجال سے ڈرایا۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام جانتے تھے کہ دجال کا خروج بعثت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ممکن نہیں ہے۔ بلکہ انداز سے مراد ان فتنوں کو بتلانا تھا۔ تاکہ وہ اوامر و نواھی پر جلدی جلدی عمل کر لیں۔ کہیں فتنہ کا دور آ گیا تو عمل کرنا علی الطاعات مشکل ہو جائے گا۔ اور شاید یہی انذار کی حکمت ہو کہ یہ کوئی عرف جدید نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کا ہر اعن کا ہو یعنی بڑے بڑوں سے ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے تو اس طرح امت محمدیہ کے نفوس میں زود اثر ہوگا شاہ ولی اللہؒ نے بھی اس مسئلہ کے بارے میں خیر کثیر کتاب میں خوب بحث کی ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ہے کہ یہاں دو امر ہیں۔ ایک تو یہ کہ انبیاء علیہم السلام جانتے تھے کہ خروج دجال امور کثیرہ کے بعد ہوگا۔ لیکن ان کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وقت سے پہلے اس کا خروج کر دے۔ چنانچہ حدیث کسوف میں ہے کہ آپؐ نے علامات قیامت دیکھ کر فرمایا کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے۔ یا آندھی اور بادل دیکھ کر عذاب الٰہی کے بارے میں فکرمند ہو جاتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ آیات اور احادیث اس بارے میں کثیرہ ہیں دوسرا امر یہ ہے کہ بعض گناہوں کے بارے میں آیا ہے کہ ان کے مرتکبین کا دجال کے ساتھ حشر ہوگا۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام نے دجال کے معاملہ کو عظیم سمجھتے ہوئے قوم کو اس سے ڈرایا تاکہ وہ ان گناہوں کے ارتکاب سے بچ جائیں۔ جیسے آپؐ نے مجوس ھذہ الامة کے بارے میں فرمایا۔ ھم شیعة الدجال اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ اول الفتن قتل عثمان و اخرھا خروج الدجال۔ اس قسم کے ارشاد خوارج کے بارے میں جو احادیث ہیں ان میں موجود ہیں۔ حتی یخرج اخرھم مع مسیح الدجال و اللہ اعلم۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فغفر اللہ لہ زمانہ فترت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی عقائد کی جزئیات کا علم رکھتا ہو۔ بلکہ نجات کے لئے نفس توحید کافی ہے۔ فترت وہ زمانہ جس میں کوئی نبی نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ کو بھی اشکال پیش آیا ہے۔ کہ جب وہ نباش حشر و نشر کا منکر تھا۔ اور احیاء موتی پر قدرت سے انکاری تھا تو اس کی بخشش کیسے ہوگئی۔ جواب یہ ہے کہ وہ بعثت کا منکر نہیں تھا۔ بلکہ اپنی جہالت اور نادانی سے یہ سمجھا کہ جب وہ ایسا کرے گا تو نہ تو وہ دوبارہ زندہ ہوگا اور نہ ہی عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور اس کا ایمان اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس نے یہ اعتراف کر لیا کہ اس نے یہ سب کچھ خوف الٰہی کی وجہ سے کیا

تھا۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ کچھ مسلمان بعض صفات میں غلطی کر جاتے ہیں لہذا ان کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ میرے نزدیک یہ ہے کہ ان شدائد اور مصائب کے جھیلنے سے رحمت الٰہی کا امیدوار تھا۔ جیسے کوئی غلام اپنے آقا کو رحم دلانے کے لئے شدائد برداشت کرتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الابل والبقر الخ ظاہر یہ ہے کہ تینوں کی حرص مال ان کے عیب کے مطابق تھی۔ نابینا سے لوگوں کو اتنی نفرت نہیں ہوتی۔ جس قدر برص اور گنجے سے ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا مطلوب بھی چھوٹا تھا۔ یعنی اس نے بکری کا مطالبہ کیا اور برص کا عیب اقرع سے زیادہ تھا۔ اس لئے اس نے اونٹ کا مطالبہ کیا۔ اقرع اس سے کم درجہ تھا۔ اس نے گائے کا مطالبہ کردیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کرمانی فرماتے ہیں کہ نابینا ان تینوں میں سے بہتر رہا وجہ یہ ہے کہ اس کا مزاج سلامتی کے قریب تھا برص ایک ایسا مرض ہے جو مزاج کے بگڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سے بالوں کا اڑ جانا بھی سوءِ مزاج کی وجہ سے ہوتا ہے اور اندھاپن کیلئے فساد مزاج ضروری نہیں۔ کبھی وہ امر خارج کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ شاۃ اتبلغ بھا فی سفری کہ بکری کو بیچ کر سفری ضروریات پوری کر کے منزل تک پہنچ جاؤں گا۔ باقی فرشتہ پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ اس نے مسکین اور مسافر کہہ کر جھوٹ بولا۔ کیونکہ یہ سب کچھ امر خداوندی سے تھا۔ تو حکم بعد کذب کی کراہت کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر وہ جھوٹ نہ کہتے تو کراہت لازم آتی اسی بنا پر آپؐ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے بارے میں بعض امور کذبہ کی اجازت دے دی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قسطلانیؒ نے کہا کہ یہ کذب نہیں تھا۔ جیسے ابراہیمؑ کا قول انت اختی کذب نہیں۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ فرشتہ ظاہر حال کے اعتبار سے کہہ رہا تھا۔ لہذا یہ کذب نہیں ہے یا شاید اللہ تعالیٰ نے مصلحت کے لئے ایسا کلام مباح کردیا ہو کذب مصلحت آمیز بہ نہ راستی فتنہ انگیز۔ شیخ سعدیؒ کا مقولہ ہے۔ (از مرتب)

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لا احمدک الیوم بشیء یعنی میں کسی چیز کے لینے پر تیرا شکر ادا نہیں کروں گا۔ بلکہ کہوں گا جو کچھ تو نے لیا وہ تھوڑا ہی لیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے حمد مصدر مجہول ہو یعنی جس چیز کو تو لے گا میں اس پر تیرا شکریہ ادا نہ کروں گا۔ کیونکہ وہ میرا مال تو نہیں وہ محض اللہ کا فضل تھا۔ اور اسی کا مال تھا تو میرا کس چیز پر شکریہ ادا کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اور حافظؒ نے اس لا احمدک الخ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ کسی چیز کے چھوڑ دینے پر میں تیرا شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ تو ترک کا لفظ محذوف ہے۔ اور مسلم کی روایت میں لا اجھد علیک ہے۔ یعنی میری طرف سے تم پر کوئی سختی نہیں ہوگی۔ لا اشق علیک اور قاضی عیاضؒ نے کہا ہے لا احد علیک بغیر میم کے اور دال کے شد کے ساتھ جس کے معنی ہے لا امسک میں تجھے کسی چیز کے لینے پر نہیں روکوں گا۔ لا احمدک الخ کے معنی مولانا محمد حسن مکیؒ نے یہ بیان کئے ہیں کہ نہ چاہوں گا۔ تجھ سے حمد بسبب اس شی کے لے لیا تو نے الخ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فقد رضی عنک رضی مجھول اور رضی معروف دونوں صحیح ہیں۔ چنانچہ بعض روایتوں میں رضی اللہ عنک کے الفاظ وارد ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ شبرا بشبر و ذراعا بذراع وحجر ضب سے شدت موافقت مراد ہے اور حجر ضب سخت تنگی کے وقت بھی موافقت ہوگی۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ ان تینوں میں تمثیل مراد ہے کہ وہ معاصی میں ان کی پوری موافقت کریں گے۔ کفر میں نہیں۔ اگر سوال ہو کہ

ان لوگوں نے تو انبیاء علیہم السلام کو بھی قتل کیا۔ جواب یہ ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ تو ہزاروں نہیں لاکھوں علماء امت نے قتل کئے ہیں۔ صحابہ کے دور سے لے کر تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔

اجلکم من الامم الخ یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مستدل ہے کہ وقت ظہر مثلین تک باقی رہتا ہے۔ ورنہ عصر کا وقت ظہر سے بڑھ جائیگا۔

قاتل اللہ فلانا اس سے مراد سمرۃ بن جندب ہیں۔ جنہوں نے جزیہ کی قیمت میں اہل کتاب سے شراب کو لیا۔ اور اسے بیچ ڈالا جس کی بیع کے جواز کے معتقد تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے ان کی مذمت پر اکتفا کیا سزا نہیں دی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ بد دعا مقصود نہ ہو۔ بلکہ عرب کی عادت کے مطابق سخت کلامی کی ہو۔ جسے تغلیظ کہتے ہیں۔

ولو اية قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ آیت قرآنی کا ذکر فرمایا۔ حدیث کو بیان نہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ حفظ قرآن کی کفالت اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اس کے باوصف جب اس کی تبلیغ ضروری ہے تو حدیث کی تبلیغ بطریق اولیٰ ہوگی۔

من کذب علی الخ کرامیہ نے وہ جھوٹ جو نبی کے حق میں ہو اس کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن جمہور علماء ہر قسم کے کذب علی النبی کو حرام کہتے ہیں۔

یصبغون ڈاڑھی اور سر کے سفید بالوں کو رنگ دینا اس حدیث سے جائز معلوم ہوتا ہے اور حدیث میں ازالہ شیب سے منع فرمایا گیا ہے تو جواب یہ ہے کہ رنگنے سے ازالہ شیب نہیں ہوتا۔ جب کہ سیاہ رنگ بدستور ممنوع ہے۔ جیسے مسلم کی روایت ہے غیروہ وجنبوا اسود کہ رنگ تبدیل ضرور کرو لیکن سیاہی سے بچو۔

وما نخشی الخ اس سے معلوم ہوا کہ الصحابۃ کلھم عدول اور وہ کذب سے مامون ہیں لا سیما علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ تو بالکل بعید ہے۔

حرمت علیہ الجنۃ یا تو اس جرم کو حلال سمجھنے کی وجہ سے یا جنت اس وقت حرام ہوگی جب سابقون داخل ہوں گے بعد میں پٹ پٹا کر پھر جنت میں داخل ہوں گے۔ ابرص برص ایک بیماری ہے جس سے کہ ظاہر بدن پر سفید داغ ظاہر ہوتے ہیں یہ سوء مزاج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اقرع وہ جس کے سر کے بال چلے گئے ہوں۔

بدأ اللہ ای حکم اللہ اراد اللہ شیعوں والا بداء مراد نہیں ہے کہ پہلے ارادہ نہیں تھا بعد میں ظاہر ہو گیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بالکل ممنوع ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ

رقیم بمعنی کتاب کے ہو۔ فعیل بمعنی مفعول رقیم بمعنی مرقوم بمعنی مکتوب یہ رقم سے مشتق ہے۔ ربطنا علی قلوبھم ای الھمناھم صبرا کہ ہم نے ان پر صبر کا الہام کیا۔ لولا ان ربطنا علی قلبھا جیسے موسیٰ کی والدہ کے بارے میں ہے کہ اگر ہم اس کے دل کو تھامے نہ رہتے۔ یعنی صبر کی توفیق نہ دیتے تو وہ راز فاش کر دیتی۔ شططا افراطا یعنی زیادتی کرنا۔ الوصید الفناء یعنی صحن اس کی جمع وصائد اور وصد آتی ہے اور کہا جاتا ہے وصید الباب دروازے کی چوکھٹ دہلیز۔ المؤصدۃ المطبقۃ ڈھکی ہوئی آصد الباب واوصد کے معنی دروازہ بند کر دیا۔ بعثناھم احییناھم یعنی ہم نے ان کو زندہ کر دیا۔ ازکی اکثر ریعا ای اکثر طعاما یعنی جس میں غذائیت زیادہ ہو۔ فضرب اللہ علی اذانھم فناموا یعنی خوب گہری نیند سو گئے۔ رجما بالغیب لم یستبن یعنی واضح نہیں ہوا۔ اٹکل پچو چلاتے ہیں۔ آگے مجاہد کی تفسیر ہے۔ تقرضھم ای تترکھم۔ آپ ان سے کترا کے چلیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ تقرضهم تتركهم میں عربی محاورہ ہندی محاورہ کے موافق ہوگیا کہ ہندی میں تقرضهم کے معنی کترانا کے لیتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ تقرضهم تتركهم کیونکہ قرض کے اصلی معنی قطع اور کاٹنے کے ہیں مقراض سے کاٹنا۔ تو معنی یہ ہوئے کہ تو ان سے کترا کے اور انحراف کر کے چلے گا۔ مقصد یہ ہے کہ سورج کی تھوڑی سی شعاعیں ان کو پہنچتی تھیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اصحاب کہف کا واقعہ احادیث کے مطابق بلاد روم میں واقع ہوا۔ مولانا آزاد مرحوم ایشیائے کوچک کے پہاڑ مرا دلیتے ہیں جہاں اس قسم کے غار اب بھی موجود ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اصد الباب آصد میں شاید ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہو۔ اس لئے کہ دروازہ کو بند کر دینے سے اس کی ہیئت کو بدل دیا جاتا ہے۔ اگر دروازہ کھلا ہو تو دخول وخروج یعنی آنے جانے کا فائدہ اس پر مرتب ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ وصید کا لفظ تو سورۃ کہف میں ہے مؤصدہ سورۃ بلد کا لفظ ہے۔ عادت کے مطابق امام بخاریؒ نے اسے ذکر فرما دیا۔ کیونکہ دروازہ بھی بند کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں اوصد بابک اپنا دروازہ بند کرو۔ لیکن ابوعمرو سے مروی ہے کہ اہل یمن وتھامہ تو الوصید کہتے ہیں۔ لیکن اہل نجد الاصید بولتے ہیں۔ مختار الصحاح میں بھی ہے الاصید الوصید کی لغت ہے۔ جس کے معنی صحن کے ہیں۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ دو قرأتیں دو الگ الگ مادہ سے ہیں۔ مؤصدہ آصد یؤصد سے ہے۔ یا یہ مہموز الفاء ہے اور اوصد یوصد یہ مثال وادی ہے۔ آخر میں شیخ گنگوہیؒ نے ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جب دروازہ دخول وخروج کا محل ہے تو لائق ہے کہ باب افعال میں اس مقصد کا ازالہ ہو۔ کیونکہ باب افعال سلب ماخذ کے لئے آتا ہے۔ مصنفؒ نے استطرادہ ذکر کر دیا۔ نیز! امام بخاریؒ نے اس باب میں صرف تفاسیر پر اکتفا کیا ہے۔ احادیث نہیں لائے۔

الحمدللہ تیرھواں پارہ ختم ہوا۔ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ بروز پیر

آگے چودھواں پارہ کا آغاز حدیث سے ہو رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

چودھواں پارہ

بَابُ حَدِيْثُ الْغَارِ

ترجمہ۔ غار والی حدیث

حدیث (۳۲۱۶) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ قَالَ قَبْلَكُمْ يَمْشُوْنَ اِذْ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَاَوَوْا اِلٰى غَارٍ فَانْطَبَقَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اِنَّهٗ وَاللّٰهِ يَا هٰؤُلَآءِ لَا يُنْجِيْكُمْ اِلَّا الصِّدْقُ فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَا يَعْلَمُ اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَ فِيْهِ فَقَالَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ لِيْ اَجِيْرٌ عَمِلَ لِيْ عَلٰى فَرَقٍ مِنْ اَرُزٍّ فَذَهَبَ وَتَرَكَهٗ وَاِنِّيْ عَمِدْتُ اِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهٗ فَصَارَ مِنْ اَمْرِهٖ اَنِّيْ اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَاَنَّهٗ اَتَانِيْ يَطْلُبُ اَجْرَهٗ فَقُلْتُ لَهٗ اِعْمِدْ اِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ فَسُقْهَا فَقَالَ لِيْ عِنْدَكَ فَرَقٌ مِنْ اَرُزٍّ فَقُلْتُ فَقُلْتُ لَهٗ اِعْمِدْ اِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا مِنْ ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَسَاقَهَا فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ فَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ فَكُنْتُ اٰتِيْهِمَا كُلَّ لَيْلَةٍ بِلَبَنِ غَنَمٍ لِّيْ فَاَبْطَاْتُ عَلَيْهِمَا لَيْلَةً فَجِئْتُ وَقَدْ رَقَدَا وَاَهْلِيْ وَعِيَالِيْ يَتَضَاغَوْنَ مِنَ الْجُوْعِ فَكُنْتُ لَا اَسْقِيْهِمْ حَتّٰى يَشْرَبَ اَبَوَايَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَكَرِهْتُ اَنْ اَدَعَهُمَا فَيَسْتَكِنَّا لِشَرْبَتِهِمَا فَلَمْ اَزَلْ اَنْتَظِرُ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ حَتّٰى نَظَرُوْا اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ لِيْ اِبْنَةُ عَمٍّ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنِّيْ رَاوَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَاَبَتْ اِلَّا اَنْ اٰتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَطَلَبْتُهَا حَتّٰى قَدَرْتُ فَاَتَيْتُهَا بِهَا فَدَفَعْتُهَا اِلَيْهَا فَاَمْكَنَتْنِيْ مِنْ نَفْسِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا فَقَالَتْ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دریں اثنا تم سے پہلے لوگوں میں سے تین آدمی چل

رہے تھے کہ بارش نے ان کو آگھیرا تو وہ بیچارے ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ خدا کا کرنا یہ کہ غار کا دروازہ ان پر بند ہو گیا۔ پس ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! آج سچائی کے سوا ہمیں کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ پس تم میں سے ہر ایک اپنا وہ عمل یاد کر کے دعا کرے جس میں اسکی صداقت ہو تو ایک نے ان میں سے کہا کہ اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ بات ہے کہ میں نے اپنی کاشت کیلئے ایک مزدور چاولوں کے ایک فرق یعنی بارہ سیر پر ملازم رکھا لیکن وہ کسی وجہ سے اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا میں نے اس فرق کو استعمال میں لا کر اس کی کاشت شروع کر دی۔ بڑھتے بڑھتے وہ یہاں تک پہنچ گیا کہ میں نے اس سے ایک بیل خرید کر لیا کچھ عرصہ بعد وہ مجھ سے اپنی اجرت مانگنے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ یہ بیل ہانک کر لے جاؤ اس نے کہا کہ میری طرف سے تو چاول کا ایک فرق آپ کے ذمہ ہے۔ میں نے پھر کہا کہ تم اس بیل کو لے جاؤ یہ تیرے اسی فرق کی پیداوار ہے پس وہ اسے ہانک کر لے گیا پس اے اللہ! اگر آپ کے علم میں ہے کہ یہ سب کچھ میں نے آپ سے ڈر کر کیا ہے تو اس پتھر کی چٹان کو ہم سے کھول دے تو کچھ پتھران سے کھل گیا۔ دوسرے نے کہا اے اللہ! اگر آپ کے علم میں ہے کہ میرے دو بوڑھے ضعیف ماں باپ تھے میں ہر رات ان کے پاس بکریوں کا دودھ لا کر پلاتا تھا۔ ایک رات مجھے دیر ہو گئی جب میں آیا تو وہ دونوں سو چکے تھے۔ اور میرے بال بچے بھوک کی وجہ سے چیخ چلا کر رو رہے تھے۔ میں ان کو اس وقت تک دودھ نہیں پلاتا تھا جب تک والدین نہ پی لیتے۔ میں نے ان کو جگانا پسند نہ کیا اور یہ بھی میں نے پسند نہ کیا کہ ان کو چھوڑ دوں کہ کہیں وہ دودھ نہ پینے کی وجہ سے کمزور نہ ہو جائیں۔ پس میں اس وقت تک ان کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ فجر نے طلوع کر لیا۔ پس اے اللہ! اگر آپ کے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام صرف آپ سے ڈرنے کی وجہ سے کیا ہے تو اس چٹان کو ہم سے دور کر دے۔ تو وہ چٹان ان سے اتنی کھسک گئی کہ وہ لوگ آسمان کو دیکھنے لگے۔ تیسرا بولا کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میری ایک چچا کی بیٹی تھی جو تمام لوگوں سے مجھے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اس کو اس کے نفس سے بے قابو کرنا چاہا۔ تو اس نے انکار کر دیا۔ البتہ اگر میں اس کو سو دینار لا کر دوں تو پھر مقصد حاصل کر سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ان کو تلاش کرنا شروع کیا یہاں تک کہ مجھے ان پر قدرت حاصل ہو گئی میں وہ لے کر اس کے پاس آیا۔ وہ سب رقم اسے دے دی۔ پس اس نے مجھے اپنے بدن پر قدرت دے دی۔ وہ لیٹ گئی میں جب اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو کہنے لگی اللہ سے ڈر اور یہ انگوٹھی حق کے بغیر نہ توڑ۔ تو میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور سو دینار بھی چھوڑ دیئے اے اللہ! اگر تیرے علم میں ہے کہ یہ کام میں نے محض تیرے خوف سے کیا ہے تو اس چٹان کو ہم سے دور کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ چٹان دور کر دی۔ پس وہ نکل کر چلے گئے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ اصحاب کہف کے ذکر کے بعد حدیث غار کو لائے ہیں جس سے اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ اصحاب کہف کا غار بھی وہی ہے جس میں یہ تینوں حضرات گھر گئے تھے۔ اور اصحاب الکھف والرقیم۔ رقیم سے یہی غار مراد ہے۔

باب: حدیث (۳۲۱۷) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بَیْنَا اِمْرَاَةٌ تُرْضِعُ ابْنَهَا اِذْ مَرَّبِهَا رَاكِبٌ وَهِیَ تُرْضِعُهٗ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْ ابْنِیْ حَتّٰی یَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فِی الثَّدْیِ وَمُرَّ بِامْرَاَةٍ تُجَرُّ وَیُلْعَبُ بِهَا فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا فَقَالَ اَمَّا الرَّاكِبُ فَاِنَّهٗ كَافِرٌ وَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَقَالَ فَاِنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ لَهَا تَزْنِیْ وَتَقُوْلُ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَتَقُوْلُوْنَ تَسْرِقُ وَتَقُوْلُ حَسْبِیَ اللّٰهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ دریں اثنا ایک عورت اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی کہ اچانک اس کے پاس سے دودھ پلاتی حالت میں ایک سوار گذرا۔ عورت کہنے لگی اے اللہ! میرے بیٹے کو اس وقت تک موت نہ

دینا یہاں تک کہ میرے بیٹے کو اس سوار جیسا بنادے۔ جس پر بچے نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا پھر پستان سے دودھ پینے لگا۔ اور پھر ایک عورت گذاری گئی جسے گھسیٹا جارہا تھا اور اسے کھلونا بنایا جارہا تھا تو عورت کہنے لگی اے اللہ! میرے بیٹے کو اس عورت جیسا نہ بنانا۔ بچے نے کہا اے اللہ! مجھے اس عورت جیسا بنانا۔ کیونکہ وہ سوار تو ایک کافر آدمی تھا۔ اور یہ عورت لوگ اس کے بارے میں کہتے تھے کہ زنا کرتی ہے وہ کہتی تھی مجھے اللہ کافی ہے۔ اور اس کے بارے میں کہتے تھے کہ چوری کرتی ہے وہ کہتی تھی مجھے اللہ کافی ہے۔

حدیث (۳۲۱۸) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْرَاَتْهُ بَغِیٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں کہ ایک کتا ایک بے من کے کنویں کے اردگرد گھوم رہا تھا قریب تھا کہ پیاس اسے ہلاک کر دیتی اچانک بنی اسرائیل کی رنڈیوں میں سے ایک رنڈی نے اسے دیکھ لیا۔ اپنا موزہ اتار کے اسے پانی پلایا۔ جس کی وجہ سے اس کی بخشش کردی گئی۔

حدیث (۳۲۱۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِیْ سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ عَلَی الْمِنْبَرِ فَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ وَكَانَتْ فِیْ يَدِ حَرَسِیٍّ فَقَالَ يَآ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَآءُكُمْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْا اِسْرَآئِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَآؤُهُمْ.

ترجمہ۔ حمید بن عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ حج کے موقعہ پر منبر پر کھڑے ہوئے انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے سنا انہوں نے بالوں کا ایک جوڑا جو کسی سپاہی کے ہاتھ میں تھا لے کر فرمایا کہ اے مدینہ والو! تمہارے علماء کہاں ہیں۔ جو ایسے مسائل سے غافل ہیں۔ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ اس قسم کے افعال سے منع کرتے تھے غرض یہ ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کی زینت کے لئے جوڑے کاٹ کاٹ کر پھینک دیتی تھیں۔ اور فرماتے تھے کہ بنو اسرائیل بھی اس وقت ہلاک ہو گئے جب ان کی عورتوں نے ایسے بال بنانے شروع کر دیئے۔ علماء کو خطاب اس لئے کیا کہ اکثر صحابہ کرامؓ وفات پاچکے تھے علماء حق گوئی سے گریز کرتے تھے۔

حدیث (۳۲۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهٗ قَدْ كَانَ فِيْمَا مَضٰی قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَاِنَّهٗ اِنْ كَانَ فِیْ اُمَّتِیْ هٰذِهٖ مِنْهُمْ فَاِنَّهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے سے پہلے جو امتیں گذری ہیں ان میں محدثون ہوا کرتے تھے۔ اگر میری اس امت میں ان محدثون میں سے کوئی ہے تو وہ حضرت عمر بن الخطابؓ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ان كان فی امتی هذا الخ شک کی صورت میں اس لئے ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ ان محدثون سے افضل ہیں۔ پس ان پر محدث ہونا صادق نہیں آتا۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ لیکن چونکہ میری امت میں کوئی محدث نہیں لہذا عمرؓ ان میں سے نہیں ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس حدیث کے اس باب میں علی سبیل شک لانے کے متعلق شراح کرامؒ نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد علی سبیل التوقع ہے۔ گویا کہ ابھی آپ مطلع نہیں ہوئے تھے کہ ایسا ہونے والا ہے حالانکہ یہ

واقعہ ہو چکا ہے۔ یا ساریۃ الجبل والا قصہ مشہور و معروف ہے۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں چونکہ آپ کی امت افضل الامم ہے جب اور امتوں میں محدث ہو چکے ہیں تو آپ کی امت میں بطریق اولیٰ ہوگا۔ دراصل محدث کے معنی میں اختلاف ہے۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ محدث وہ شخص ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز ڈال دی جائے۔ گویا ملہم محدث ہے۔ اور بعض نے کہا محدث وہ ہے جس کی زبان پر حق جاری ہو جائے۔ اور بعض نے کہا وہ شخص ہے جس سے ملائکہ بات کرتے ہوں۔ ابن التین فرماتے ہیں محدثون یعنی متفرسون جو اپنی ذہانت اور فراست سے بات کو سمجھ جائیں بہر حال یہ سب معانی متقارب ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس اختلاف معانی کی وجہ سے نفی پر کلام کو محمول کیا ہے۔ چونکہ میری امت میں کسی محدث کی ضرورت نہیں۔ ان کے لئے کتاب و سنت کافی ہے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ ان میں سے نہیں ہوں گے۔ تو یہ علی سبیل الفرض و التقدیر ہوگا۔

حدیث (۳۲۲۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ یَسْاَلُ فَاَتٰی رَاھِبًا فَسَاَلَہٗ فَقَالَ لَہٗ ھَلْ مِنْ تَوْبَۃٍ قَالَ لَا فَقَتَلَہٗ فَجَعَلَ یَسْاَلُ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْیَۃَ کَذَا وَکَذَا فَاَدْرَکَہُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِہٖ نَحْوَھَا فَاخْتَصَمَتْ فِیْہِ مَلٰٓئِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَمَلٰٓئِکَۃُ الْعَذَابِ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی ھٰذِہٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ وَقَالَ قِیْسُوْا مَا بَیْنَھُمَا فَوُجِدَ اِلٰی ھٰذِہٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَلَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے آدمی قتل کر دیئے تھے۔ پھر وہ پوچھتا پھرتا تھا چنانچہ ایک پادری کے پاس آ کر پوچھنے لگا کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے اس نے کہا نہیں تو اس نے اس کو قتل کر کے سو ۱۰۰ پورے کر دیئے۔ پھر پوچھنا شروع کیا تو ایک آدمی نے اسے بتلایا کہ تم فلاں فلاں بستی میں جاؤ شاید تمہا را مسئلہ حل ہو جائے لیکن اسے موت نے آ لیا تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے کہ اسے کون لے جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی والی زمین کو حکم دیا کہ تم قریب ہو جاؤ۔ اور گھر والی کو حکم دیا تم دور ہو جاؤ پھر حکم دیا کہ ان دونوں کے درمیان کی پیمائش کرو پس وہ اس بستی کی طرف ایک بالشت قریب پایا گیا جس پر اسکی بخشش ہو گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فناء بصدرہ نحوھا الخ اس جھکاؤ سے معلوم ہوا کہ اس کو سخت ندامت تھی۔ اور توبہ کے معاملہ میں کیسا فکر مند تھا یہی توبۃ النصوح ہے جو اس سے متحقق ہو گئی۔ رہا فرشتوں کا اختلاف تو وہ اسلئے تھا کہ اگر چہ اس نے توبہ کر لی تھی لیکن بندوں کے حقوق مالی و جسمانی بہت سے اس سے متعلق تھے جو توبہ سے معاف نہیں ہو سکتے تھے۔ اسلئے انہوں نے اس کو عذاب میں مبتلا کرنے کا قصد کیا۔ اور دوسروں نے اس کے قصد کی نیت کو دیکھا کہ گناہوں سے کس قدر اسے ندامت حاصل ہے لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ وہ حقوق جن کا بندوں سے تعلق ہے نہ تو توبہ انہیں مٹا سکتی ہے اور نہ ہی شہر مقصود کا قرب اسے بچا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے شہر سے نہ بھی نکلتا محض ندامت سے اس کا گناہ اٹھ جاتا۔ پھر زمین کی پیمائش کرنے کا فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ شیخ گنگوہیؒ اس کی وجہ کو نہ پا سکے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں الندامۃ التوبۃ. حافظؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ سے جملہ کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حتی کہ قتل نفس کی توبہ بھی مقبول ہے۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قاتل کی توبہ قبول کر لی تو اس کے حریف کو دے دلا کر اپنی طرف سے راضی کر لیں گے اس کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے ہوتی ہے جو آپؐ نے شب عرفہ کو مانگی تو مظالم کے علاوہ سب کی مغفرت کی بشارت سنائی گئی لیکن مزدلفہ کی صبح کو آپ کی دعا قبول کر لی گئی کہ مظلوم کو جنت دے دیں اور ظالم کی

مغفرت فرمادیں چنانچہ حدیث میں ہے ان اللہ قدغفر لاھل عرفات واھل المشعر وضمن عنھم التبعات کہ اللہ تعالیٰ نے عرفات اور مزدلفہ والوں کو بخش دیا۔ اوران کے جرائم کا خود ضامن ہو گیا۔ پیائش کی وجہ کے بارے میں میری تحقیق یہ ہے کہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کے اندر توبہ کی حقیقت اس کے شرائط اسباب اور علامات وغیرہا بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جرائم کو حلال نہ سمجھنے والا جب کثرت سے نیکیاں کرے گا تو ممکن ہے کہ ان کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے جرائم کی تلافی فرمالیں۔ تو تائب کے لئے ضروری ہے کہ حسنات زیادہ کرے۔ نیز! امام نوویؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ تائب کے لئے مستحب ہے کہ وہ ان مواقع کو چھوڑ دے جہاں جہاں اس نے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے۔ تاکہ اس مفارقت سے اس کی توبہ پکی ہو جائے۔

حدیث (۳۲۲۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَّسُوْقُ بَقَرَةً اِذْ رَكِبَهَا فَضَرَبَهَا فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللهِ بَقَرَةٌ تُكَلِّمُ فَقَالَ فَاِنِّیْ اُوْمِنُ بِهٰذَا اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِیْ غَنَمِهٖ اِذْ عَدَا الذِّئْبُ فَذَهَبَ مِنْهَا بِشَاةٍ فَطَلَبَ حَتّٰى كَاَنَّهٗ اِسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ هٰذَا اِسْتَنْقَذْتَهَا مِنِّیْ فَمَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِیَ لَهَا غَيْرِیْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ قَالَ فَاِنِّیْ اُوْمِنُ بِهٰذَا اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ وَمَا هُمَا ثَمَّ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ دریں اثنا ایک آدمی بیل کو ہانک رہا تھا کہ اچانک اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور تیز چلانے کیلئے اسے مارنے لگا تو بیل بول پڑا کہ ہم اس سواری کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔ ہماری پیدائش تو کھیتی باڑی کے لئے ہے۔ لوگ کہنے لگے سبحان اللہ! تعجب ہے کہ بیل بول رہا ہے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابوبکرؓ اور عمرؓ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ حلانکہ یہ دونوں حضرات وہاں پر موجود نہیں تھے اس طرح فرمایا کہ اس حال میں کہ ایک آدمی اپنی بکریوں کو چرا رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اوران میں سے ایک بکری کو لے گیا وہ راعی اس کی تلاش میں دوڑا یہاں تک کہ گویا اس بکری کو بھیڑیے سے چھڑوالیا بھیڑیا اس سے کہنے لگا کہ آج تو اس نے اس بکری کو میرے سے اچھڑالیا ہے قیامت کے دن اس کا کون ضامن ہوگا۔ جس دن میرے سوا اس کا کوئی نگران نہیں ہوگا۔ لوگ تعجبؔ سے کہنے لگے سبحان اللہ! بھیڑیا کلام کر رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں۔ ابوبکر صدیقؓ بھی اور حضرت عمرؓ بھی ایمان لاتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں حضرات وہاں پر موجود نہیں تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ وماھماثم یعنی یہ حضرات حاضر نہیں تھے۔ یہ ارشاد یا تو اس بنا پر ہے کہ آپؐ نے قبل ازیں ان کو اطلاع دی تھی جس کی ان حضرات نے تصدیق فرمائی۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب میں ان کو خبر دوں گا تو وہ بھی تصدیق کریں گے۔ ان کو تردّد نہیں ہوگا۔ یہ کامل اعتماد کی بات ہے۔

یوم السبع وہ جگہ جہاں محشر برپا ہوگا۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ لیکن اس پر اشکال ہے کہ قیامت کے دن نہ بھیڑیا راعی ہوگا نہ اس کے ساتھ کوئی تعلق ہوگا بلکہ سب کنت ترابا سب مٹی ہو جاؤ نگا کا مصداق ہوں گے۔ اس لئے بعض نے یوم الفزع مراد لیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یوم السبع جاہلیت میں ایک یوم عید تھا۔ لوگ لہو ولعب میں مشغول ہوتے بھیڑیے ان کے بکریاں اٹھا کر لے جاتے تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں اس کا معنی من لھا عند الفتن کہ فتنوں کے زمانہ میں ان کا میرے سوا کوئی راعی نہیں ہوگا۔ لوگ اپنے جانوروں کو درندوں کے لئے چھوڑ کر فتنوں میں مبتلا ہوں گے۔

حدیث(۳۲۲۳)حَدَّثَنَا عَلِیٌّ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے مانند روایت کی ہے۔

حدیث(۳۲۲۴)حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰی رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَهٗ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عِقَارِهٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِی اشْتَرَی الْعِقَارَ خُذْ ذَهَبَکَ مِنِّیْ اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْکَ الْاَرْضَ وَلَمْ اَبْتَعْ مِنْکَ الذَّهَبَ وَقَالَ الَّذِیْ لَهُ الْاَرْضُ اِنَّمَا بِعْتُکَ الْاَرْضَ وَمَا فِیْهَا فَتَحَاکَمَا اِلٰی رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاکَمَا اِلَیْهِ اَلَکُمَا وَلَدٌ قَالَ اَحَدُهُمَا لِیْ غُلَامٌ وَقَالَ الْاٰخَرُ لِیْ جَارِیَةٌ قَالَ اَنْکِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِیَةَ وَاَنْفِقُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی نے دوسرے سے زمین خریدی تو جس سے زمین خریدی تھی اس نے اس کی زمین میں ایک گھڑا پایا جس میں سونا تھا تو جس نے زمین خریدی تھی اس نے اس سے کہا کہ بھائی! اپنا سونا میرے سے لے لو کیونکہ میں نے تم سے صرف زمین خریدی تھی سونا خرید نہیں کیا تھا جس کی زمین تھی اس نے کہا کہ میں نے تمہارے پاس زمین بھی بیچی تھی اور جو کچھ اسکے اندر تھا اس کو بھی بیچ دیا تھا چنانچہ وہ دونوں ایک تیسرے کے پاس فیصلہ لے گئے فیصلہ کرنے والے نے کہا کیا تم دونوں کی اولاد ہے ایک نے کہا میرا لڑکا ہے دوسرے نے کہا کہ میری لڑکی ہے تو فیصل نے کہا کہ پس لڑکے کا لڑکی سے نکاح کر دو اور اس سونے میں سے ان کی شادی پر خرچ کرو جو بچ رہے اس کو ان پر صدقہ کر دو تا کہ ثواب ملتا رہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ان دونوں پر خرچ کرنے کو صدقہ سے تعبیر کیا کیونکہ یہ انفاق موجب اجر و ثواب ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں انفقوا و انکحوا جمع کے صیغہ سے آیا ہے۔ اور تصدقا تثنیہ کا صیغہ ہے۔ اس کے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عقد نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ تو دونوں آدمیوں کے ساتھ مل کر یہ چار ہو گئے۔ تو یہ جمع ہے اور کبھی وکیل کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے تو بھی جمع ہے۔ لہذا جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ اور صدقہ میں تثنیہ اس لئے لایا کہ صدقہ زوجین کے ساتھ مخصوص تھا۔ اور انہوں نے ہی بغیر واسطہ کے خرچ کرنا تھا۔ پھر حافظؒ فرماتے ہیں۔ اشتریت منک الارض یہ صریح ہے کہ عقد صرف ارض پر واقع ہے۔ بائع کا اعتقاد یہ تھا کہ ما فیہا ضمنا داخل ہے۔ مشتری کا اعتقاد تھا کہ داخل نہیں ہے۔ ہماری شریعت میں اس کا حکم یہ ہے کہ بات مشتری کی قابل قبول ہوگی۔ اور سونا ملک بائع پر باقی رہے گا۔ اور ممکن ہے صورت عقد میں اختلاف ہو مشتری کہتا ہے بیع ارض اور ما فیہا کی تصریح نہیں۔ بائع کہتا ہے کہ تصریح ہے تو اس صورت میں دونوں قسم اٹھائیں اور مبیع واپس کر دیں اگر دفینہ یا لقطہ ہوتا تو اگر ان کا کوئی مالک معلوم نہ ہو سکے تو ہماری شریعت میں یہ ہے کہ اسے بیت المال میں رکھا جائے۔ شاید ان کی شریعت میں یہ حکم نہیں ہوگا۔ اس لئے قاضی کے پاس فیصلہ لے گئے۔ اور صاحب تیسیر نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ ان پر خرچ کر کے صدقہ کا ثواب حاصل کریں۔

حدیث(۳۲۲۵)حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یَسْأَلُ اُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ رِجْسٌ اُرْسِلَ عَلٰی

طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَوْعَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدِمُوْا عَلَیْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ قَالَ اَبُوالنَّضْرِ لَا یُخْرِجُکُمْ.

ترجمہ۔ سعد بن ابی وقاصؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے پوچھتے تھے آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں کیا سنا ہے۔ حضرت اسامہؓ نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ طاعون ایک عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر یا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے گذرے ہیں بھیجا تھا پس جب تم کسی علاقہ میں طاعون کے متعلق سن لو تو خود بخود وہاں نہیں جاؤ۔ اگر اس علاقے میں واقع ہے جس میں تم مقیم ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو۔ اور ابونضر فرماتے ہیں کہ تمہیں وہ نہ نکالے مگر اس سے بھاگ کر جانے کے لئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابو النضر کی روایت بظاہر روایت متقدمہ کے مخالف ہے کیونکہ اب معنی یہ ہوں گے کہ تمہیں اور کوئی چیز نہ نکالے مگر اس سے بھاگنا یہ تو خلاف مقصود ہے۔ جواب یہ ہے کہ کلام میں حذف ہے اصل عبارت یوں ہے لاامنعکم ان تخرجوا الافرار منه توفہم پر بھروسہ کرتے ہوئے کلام میں حذف کیا گیا اور ایسا کلام میں بہت واقع ہے۔ چنانچہ ہماری ہندی زبان میں بھی کہتے ہیں پانی پلاؤ مگر ٹھنڈا۔ تو یہاں حذف ضروری ہے۔ کیونکہ مقصود ٹھنڈے پانی پلانے سے منع کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ٹھنڈا پانی پلانا مقصود ہے کما هو الظاهر.

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ پہلی روایت المنکدر کی ہے۔ اس پر تو کوئی اشکال نہیں لیکن ابونضر کی روایت پر اشکال ہے۔ یعنی نصب کی صورت میں اشکال ہے۔ رفع کی صورت میں اشکال نہیں۔ اکثر علماء یہی فرماتے ہیں سفر کے لئے نکلنا جائز ہے اور ضروریات انسان کی متقاضی ہیں۔ تو نصب والی روایت کا تقاضا ہے کہ فراراً نہ نکلو۔ علامہ کرمانیؒ نے دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ ابو النضر لاتخرجوا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے راوی کی مراد حصر ہے۔ کہ خروج منهی عنه وہ ہے جو فرار کے لئے ہو اور کسی غرض کے لئے نہ ہو۔ حالانکہ یہ متبادر کے خلاف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ راوی نے دونوں لفظ روایت کئے اور لفظ مرفوع اس کی تفسیر ہو۔ لیکن یہ بھی متبادر کے خلاف ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ الا موزائد ہے۔ بشرطیکہ کلام عرب میں اس کا زائد ہونا ثابت ہو جائے اور شیخ گنگوہیؒ نے کوکب میں اور میں نے اوجز میں اس کی خوب بحث کی ہے۔ جو شخص دیکھنا چاہے دیکھ لے۔

حدیث (۳۲۲۶) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ عَذَابٌ یَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ لَیْسَ مِنْ اَحَدٍ یَقَعُ الطَّاعُوْنَ فَیَمْکُثُ فِیْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا یَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا یُصِیْبُهٗ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اِلَّا کَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ شَهِیْدٍ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا تو مجھے آپؐ نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اسے بھیج دیتا ہے البتہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اسے مؤمنوں کیلئے رحمت بنا دیتا ہے جو شخص طاعون میں مبتلا ہوا پس اپنے شہر میں صابر ہو کر رہا اللہ تعالیٰ سے ثواب کا امیدوار رہا اور اسے یقین ہے کہ اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی مگر وہی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے لکھ دیا ہے۔ مگر ایسے شخص کو شہید کی طرح ثواب ملے گا

تشریح از قاسمیؒ۔ من احد میں کلمہ من زائده ہے۔ اور کلمہ الاکا استثنا اسی سے ہوگا۔ اور اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کی اس خاص

رحمت اور عنایت کا بیان ہوا کہ جو چیز غیروں کے لئے عذاب ہے وہ اس امت کے مؤمنین کے لئے رحمت ہے۔

حدیث (۳۲۲۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا وَمَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذْ سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَؓ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قریش کی مخزومی عورت جس نے چوری کی تھی۔ اس کے معاملہ نے انہیں بڑا پریشان کیا کہنے لگے اس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون گفتگو کر سکتا ہے۔ پھر سوچ کر کہنے لگے کہ یہ جرأت حضرت اسامہ بن زیدؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں ان کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسامہؓ نے آپؐ سے بات چیت کی۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے اندر سفارش کرتے ہو۔ پھر کھڑے ہوئے خطبہ دیا فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں کو اسی بات نے تباہی تک پہنچایا۔ کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور ان میں چوری کرتا تو اس پر شریعت کی حد قائم کرتے۔ سن لو! اللہ کی قسم! اگر بالفرض فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چوری کی تو اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اهمهم ای اقلقهم پریشان کیا۔ اور مخزومیہ کا نام فاطمه بنت الاسود تھا۔ اور آپؐ نے فاطمةؓ بنت محمدؐ کو بطور مثال کے پیش فرمایا۔ ورنہ وہ تو اونچی شان والی ہے۔ دوسرے وہ مشہور و معروف تھیں۔ اس لئے ان کی مثال بیان فرمائی۔

اتشفع الخ امام تک معاملہ پہنچ جانے کے بعد سفارش کرنا کسی حد کے بارے میں حرام ہے۔ اس طرح سفارش کرانا بھی حرام ہے۔ البتہ قبل از بلوغ الی الامام اکثر علماء نے اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ مشفوع صاحب شر نہ ہو۔ جس سے فساد بڑھنے کا اندیشہ ہو۔

حدیث (۳۲۲۸) حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ اٰيَةً وَّسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ وَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ وَّلَا تَخْتَلِفُوْا فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اِخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو ایک آیت کی تلاوت کرتے سنا اور میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف قرأت سنی تھی۔ پس میں اس شخص کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا اور آپ کو اس کے حال کی خبر دی۔ لیکن مجھے آپؐ کے چہرہ انور میں ناپسندیدگی محسوس ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا تم دونوں اچھا کام کرنے والے ہو۔ لیکن یاد رکھو! اختلاف نہ کرو۔ اس لئے کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے آپس میں اختلاف کیا تو تباہ ہو گئے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جس اختلاف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ڈرایا ہے وہ اختلاف جو کفر اور بدعت تک پہنچائے مثلاً نفس قرآن یا جہاں قرأت دو طریق سے آئی ہیں۔ اور وہ اختلاف جو فروع دین میں ہو۔ یا اظہار حق کے لئے فقہاء کے مناظرات ہیں اس کو

تو اختلاف امتی رحمۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حدیث (۳۲۲۹) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ ضَرَبَہٗ قَوْمُہٗ فَاَدْمَوْہُ وَھُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْھِہٖ وَیَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں گویا کہ میں ابھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں جو نبیوں میں سے ایک نبی کا حال بیان کر رہے تھے جسے اس قوم نے مارا تھا اور اسے خون آلود کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون کو پونچھ رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتے ہیں جاہل ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یحکی نبیا الخ سے بعض حضرات نے نوح علیہ السلام مراد لیا ہے۔ تو یہ ان کا ابتدائے نبوت کا واقعہ ہو گا آخر میں انہوں نے رب لاتذر علی الارض الایۃ سے دعا مانگی تھی یعنی اے میرے رب زمین پر کسی کافر کا آباد گھر نہ چھوڑ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے بنو اسرائیل کا کوئی نبی مراد ہے۔ ورنہ حدیث اور ترجمہ سے مطابقت نہ ہو گی۔ اور نوح علیہ السلام تو بنو اسرائیل سے بہت مدت پہلے ہی گذرے ہیں۔ اور قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حاکی اور محکی عنہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ احد کے واقعہ سے پہلے آپ کو اطلاع دی گئی۔ بعد وقوع یقین ہو گیا لیکن چونکہ ترجمہ بنی اسرائیل کا ہے۔ اس لئے بعض انبیاء بنی اسرائیل پر محمول کرنا اولیٰ ہو گا۔

حدیث (۳۲۳۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا کَانَ قَبْلَکُمْ رَغَسَہُ اللّٰہُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِیْہِ لَمَّا حُضِرَ اَیَّ اَبٍ کُنْتُ لَکُمْ قَالُوْا خَیْرُ اَبٍ قَالَ فَاِنِّیْ لَمْ اَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ فَاِذَا مِتُّ فَاَحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اسْحَقُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُّوْنِیْ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ مَا حَمَلَکَ قَالَ مَخَافَتُکَ فَتَلَقَّاہُ بِرَحْمَتِہٖ وَقَالَ مُعَاذٌ الخ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ مال واسباب دے رکھا تھا۔ جب اس کے بیٹے حاضر کے گئے تو ان سے کہنے لگا کہ میں تمہارے لئے کیسا باپ رہا انہوں نے کہا بہترین باپ! تو اس نے کہا میں نے اب تک کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا۔ پھر مجھے خوب پیس کر کسی سخت آندھی والے دن راکھ کو چھوڑ دینا چنانچہ انہوں نے ایسا کیا تو اللہ عزوجل نے اس کے بکھرے ہوئے اجزاء کو اکٹھا کیا پھر اس سے پوچھا اس بات پر تجھے کس نے آمادہ کیا کہنے لگا تیرے خوف نے۔ پس رحمت الٰہی نے اس کا استقبال کیا معاذ نے اپنی سند سے اسی طرح روایت کی ہے۔

حدیث (۳۲۳۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ عُقْبَۃُ لِحُذَیْفَۃَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَہُ الْمَوْتُ لَمَّا اَیِسَ مِنَ الْحَیٰوۃِ اَوْصٰی اَھْلَہٗ اِذَا مِتُّ فَاجْمَعُوْا لِیْ حَطَبًا کَثِیْرًا ثُمَّ اَوْرُوْا نَارًا حَتّٰی اِذَا اَکَلَتْ لَحْمِیْ وَخَلَصَتْ اِلٰی عَظْمِیْ فَخُذُوْھَا فَاطْحَنُوْھَا فَذَرُّوْنِیْ فِی الْیَمِّ فِیْ یَوْمٍ حَارٍّ اَوْ رَاحٍ فَجَمَعَہُ اللّٰہُ فَقَالَ لِمَ فَعَلْتَ قَالَ خَشْیَتَکَ فَغَفَرَلَہٗ قَالَ عُقْبَۃُ وَاَنَا سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ.

ترجمہ۔ حضرت عقبہ نے حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ کیا آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث نہیں سناتے جو آپ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ انہوں نے فرمایا میں نے آپؐ سے سنا فرماتے تھے کہ ایک آدمی کو جب موت کا وقت آ پہنچا اور اسے زندگی سے مایوسی ہوگئی تو اپنے گھر والوں کو وصیت کی جب میں مرجاؤں تو بہت سی لکڑیاں جمع کرنا پھر خوب آگ کو روشن کرنا۔ یہاں تک کہ جب وہ آگ میرے گوشت کو کھا جائے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے۔ پس ان ہڈیوں کو لے کر خوب پیس ڈالنا پھر کسی گرم دن یا آندھی والے دن دریا میں چھوڑ دینا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کر دی۔ عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ کو یہ کہتے سنا۔ حدثنا موسیٰ الخ قال یوم راح یعنی سخت آندھی والے دن یہ شک کے بغیر روایت کیا۔

حدیث (۳۲۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی لوگوں سے لین دین کرتا تھا پس وہ اپنے کارندوں سے کہہ رہا تھا جب تم کسی تنگدست کے پاس جاؤ تو اس کو معاف کر دو۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف کر دیں چنانچہ جب اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔

حدیث (۳۲۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيْهِ اِذَا اَنَا مُتُّ فَاحْرِقُوْنِيْ ثُمَّ اطْحَنُوْنِيْ ثُمَّ ذَرُّوْنِيْ فِي الرِّيْحِ فَوَ اللهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّيْ لَيُعَذِّبَنِّيْ عَذَابًا مَا عَذَّبَهٗ اَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهٖ ذٰلِكَ فَاَمَرَ اللّٰهُ الْاَرْضَ فَقَالَ اجْمَعِيْ مَا فِيْكَ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهٗ وَقَالَ غَيْرُهٗ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ایک آدمی اپنی ذات پر زیادتی کرتا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اپنے بیٹوں سے کہا جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا پھر اسے پیس کر چورہ چورہ کر دینا پھر مجھے چورہ چورہ کر کے ہوا میں پھینک دینا۔ پس اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قدرت حاصل کر لی تو مجھے اتنا عذاب دے گا کہ ایسا عذاب کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ پس جب وہ مرگیا تو اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ جو کچھ اس کے اجزاء میں سے تیرے اندر ہے اس کو یکجا کر لے پس اس نے ایسے ہی کیا۔ پس اچانک وہ کھڑا ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا ایسا کرنے پر تجھے کس چیز نے برانگیختہ کیا۔ کہنے لگا اے میرے رب! تیرے خوف نے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ دوسروں نے مخافتک کی بجائے خشیتک کہا ہے۔

حدیث (۳۲۳۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ لَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا سَقَتْهَا اِذْ حَبَسَتْهَا وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خُشَاشِ الْاَرْضِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب میں

مبتلا کیا گیا جس کو اس نے باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بے چاری مرگئی۔ جس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوئی نہ تو وہ اسے کھلاتی تھی نہ پلاتی تھی۔ جب سے کہ اس کو باندھا تھا اور نہ ہی اسے چھوڑتی تھی۔ تا کہ وہ زمین کے گھاس پھونس میں سے کھالے۔

تشریح از قاسمی ۔ بحث گذر چکی ہے کہ یہ شخص مؤمن تھا۔ منکر بعث نہیں تھا۔ البتہ جاہل غافل اور فاسق تھا۔ جس پر مؤاخذہ نہیں ہوا کرتا۔ اور وہ زمانہ میں فترت میں تھا جبکہ محض توحید نجات کیلئے کافی ہوتی تھی۔ اور بعض نے کہا لئن قدر بمعنی ضیق کے ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو سخت عذاب دے گا۔ اسی طرح بلی والی عورت اگر مؤمنہ تھی تو جرم کی سختی بھگت کر جہنم سے نکل آئے گی۔ کافرہ تھی تو ہمیشہ کا عذاب ہوگا۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے بارے میں بھی حساب و کتاب ہوگا۔

حدیث (۳۲۳۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الخ حَدَّثَنَا اَبُو مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود عقبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلام نبوت میں سے جو کچھ لوگوں نے پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تیرے حیا چلی جائے تو پھر جو مرضی آئے کرتے پھرو۔ یعنی یہ انبیاء کا متفق علیہ قول ہے۔ فاصنع ماشئت میں امر بمعنی خبر کے لئے یا امر تہدیدی ہے۔

حدیث (۳۲۳۶) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلی نبوت کے کلام میں سے لوگوں کو جو کچھ ملا وہ یہ ہے کہ جب حیا تجھ سے رخصت ہوجائے تو پھر جو دل چاہے کرتے رہو۔

حدیث (۳۲۳۷) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرؓ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِی الْاَرْضِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الخ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دریں اثنا کہ ایک آدمی غرور و تکبر کی وجہ سے اپنی لنگی کو لٹکا رہا تھا یا کھینچ رہا تھا کہ اسے دھنسا دیا گیا اور قیامت کے دن تک زمین میں اسی طرح اترتا جارہا ہے۔ غالباً وہ قارون ہے۔

حدیث (۳۲۳۸) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ كُلُّ اُمَّةٍ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰی عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمٌ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہم وجود کے اعتبار سے تو آخری امت ہیں لیکن دخول جنت کے اعتبار سے قیامت کے دن سب سے آگے جانے والے ہونگے مگر بات یہ ہے کہ ہر امت کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی۔ پس اس جمعہ کے دن میں انہوں نے اختلاف کیا۔ پس یہود کے لئے کل ہفتہ کا دن ہے۔ اور نصاریٰ کے لئے پرسوں اتوار کا دن

ہے اوران پر ہر ساتویں دن ایک دن مقرر ہے کہ وہ اس میں اپنے سر کو اور بدن کو دھوئیں۔

تشریح از قاسمی ۔ آخرون ای فی الدنیا السابقون ای المتقدمون فی الحشر و القضاء قبل الخلائق یعنی سب مخلوق سے پہلے ہم اٹھیں گے۔اور پہلے پہل ہمارا ہی فیصلہ ہوگا۔

اختلفوا اختلاف یہ ہے کہ جمع کا دن عبادت کے لئے مقرر کیا تھا جس کی مسلمانوں کو توفیق ملی۔یہود نے یوم السبت کو اختیار کیا۔اور نصاریٰ نے یوم الاحد کو فضیلت دی۔اور جمعہ افضل الیوم کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دے دی۔اور ہفتہ بھر میں ایک ایسا دن مقرر کیا گیا ہے جس میں انسان صفائی کے لئے اپنے سر اور سارے بدن کو دھوئے۔چنانچہ اسی وجہ سے غسل یوم الجمعہ سنت قرار دیا گیا ہے۔

حدیث(۳۲۳۹)حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِی سُفْيَانَ الْمَدِيْنَةَ اٰخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَاَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ مَاكُنْتُ اُرٰى اَنَّ اَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرَ الْيَهُوْدِ وَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّوْرَ يَعْنِی الْوِصَالَ فِی الشَّعْرِ تَابَعَهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ.

ترجمہ۔حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ آخری مرتبہ جب مدینہ تشریف لائے تو ہمیں خطبہ دیا پس بالوں کا ایک جھوڑا نکال کر کہا کہ میں تو نہیں سمجھتا تھا کہ یہود کے سوا کوئی اور بھی یہ کام کرے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جھوٹ وفریب رکھا ہے۔یعنی زینت کے لئے اپنے بالوں میں اور بال ملا دینا۔غندر نے شعبہ سے اس کی متابعت کی ہے۔

تشریح از قاسمی ۔ کبہ بالوں کا وہ جھوڑا جو ایک دوسرے میں لپٹا ہوا ہو۔ سماہ الزور زور کا معنی کذب ہے۔مراد تزئین بالباطل ہے۔کہ غلط طریقہ سے بالوں کی نمائش اور آرائش کی گئی۔کہ دوسرے کے بال ملا کر جھوٹ موٹ کی زینت حاصل کی گئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب المناقب

ترجمہ۔ فضیلتوں کے بیان میں

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا (الاية) وَقَوْلُهُ تَعَالٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآئَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا وَمَا يُنْهٰى عَنْ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ الشُّعُوْبُ النَّسَبُ الْبَعِيْدُ وَالْقَبَائِلُ دُوْنَ ذٰلِكَ.

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس نسخہ بخاری میں باب المناقب ہے۔ تو یہ انبیاء کے فضائل ہوں گے۔ بہتر ہے کہ یہی مراد لیا جائے اور دوسرے نسخہ میں کتاب المناقب ہے تو پھر مستقل کتاب ہوگی ماقبل سے اس کا تعلق نہیں ہوگا۔ جس کے ذیل میں مؤلفؒ نے تین آیات قرآنیہ ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تم سب نر اور مادہ یعنی آدم وحواؑ سے پیدا شدہ ہو۔ نسب اور مفاخرۃ کوئی چیز نہیں دوسری آیت میں فرمایا کہ قوموں اور قبائل میں تقسیم اس لئے کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ممتاز ہو جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت واکرام کا مدار تقویٰ و پرہیز گاری پر ہے۔ تیسری آیت میں فرمایا کہ تقویٰ کو اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ اسی کے نام پر تم ایک دوسرے سے مانگتے رہتے ہو۔ اور رشتہ داریوں کا بھی لحاظ کرو کہ ان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ اللہ تعالیٰ تم سب پر نگران ہے تو حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرو۔ زمانہ جاہلیت کے جو جھوٹے دعوے تھے ان سے ممانعت کی گئی۔

حدیث (۳۲۴۰) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكَاهِلِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ قَالَ الشُّعُوْبُ الْقَبَآئِلُ الْعِظَامُ وَالْقَبَآئِلُ الْبُطُوْنُ.

ترجمہ۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ترجمہ آیت۔ کہ ہم نے تمہیں چھوٹے بڑے قبائل میں بانٹ دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ فرمایا کہ شعوب بڑے بڑے قبائل اور قبائل کے معنی شاخیں جنہیں بطون کہتے ہیں۔

حدیث (۳۲۴۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ تمام لوگوں میں سے عزت والا کون ہے فرمایا ان میں سے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو انہوں نے کہا حضرت ہم اس کے متعلق آپؐ سے سوال نہیں کر رہے فرمایا پھر یوسف نبی اللہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یوسف علیہ السلام کی تخصیص دو وجہ سے ہے۔ ایک تو شان نبوت۔ دوسرے اوپر کی چار پشتوں سے نبوت آرہی ہے۔ تو نسب بھی عالی اور حسب بھی عالی۔

حدیث(۳۲۴۲)حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ الخ حَدَّثَنَا كُلَيْبُ بْنُ وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي رَبِيبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبُ بِنْتُ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ قُلْتُ لَهَا اَرَءَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ مِنْ مُضَرَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ بَنِي النَّضْرِبْنِ كِنَانَةَ.

ترجمہ۔ حضرت کلیب بن وائل فرماتے ہیں کہ مجھے زینب بنت ابی سلمۃؓ جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوتیلی بیٹی تھی اس نے مجھے حدیث بیان کی کہ میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مضر میں سے تھے کہنے لگے تو پھر کس میں سے تھے۔ وہ نہیں تھے مگر قبیلہ مضر بن ابی النضر بن کنانہ میں سے تھے۔ تو الا استثنا منقطع ہے۔

حدیث(۳۲۴۳)حَدَّثَنَا مُوسٰى الخ حَدَّثَتْنِي رَبِيبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَظُنُّهَا زَيْنَبَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقُلْتُ لَهَا اَخْبِرِيْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ كَانَ مَنْ مُضَرَ كَانَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُضَرَ كَانَ مِنْ وَلَدِ النَّضْرِبْنِ كِنَانَةَ.

ترجمہ۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوتیلی بیٹی میرا گمان ہے کہ اس کا نام زینب تھا اس نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شراب کے ان برتنوں کے استعمال سے منع فرماتے تھے۔کدو کی شکل کا مرتبان۔سبز گھڑا۔ مقیر اور مزفت جن کو تارکول لگا ہو اور مقیر جس سے گھری لگی ہوئی ہو۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس خاندان میں سے تھے۔ کیا مضر میں سے تھے اس نے کہا اور کس میں سے تھے۔یعنی مضر ہی میں سے تھے جو نصر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہے۔

حدیث (۳۲۴۴) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا وَتَجِدُوْنَ خَيْرَ النَّاسِ فِيْ هٰذَا الشَّاْنِ اَشَدَّهُمْ لَهٗ كَرَاهِيَةً وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَاْتِيْ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَيَاْتِيْ هٰٓؤُلَآءِ بِوَجْهٍ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرۃؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کو اخلاق وعادات کی کانیں پاؤ گے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہوں گے بشرطیکہ وہ دین میں سمجھ پیدا کریں۔اور امارت اور حکومت کے بارے میں تمام لوگوں میں سے بہتر اسی کو پاؤ گے جو ان میں سے اس سے سخت نفرت کرنے والا ہوگا۔اور لوگوں میں سے بدترین آدمی چغلخور منافق ہے جو ان لوگوں سے ملتا ہے تو ایک چہرے سے اور ان لوگوں سے ملتا ہے تو دوسرا رخ اختیا کر لیتا ہے۔

حدیث(۳۲۴۵)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هٰذَا الشَّاْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكَافِرِهِمْ وَالنَّاسُ مَعَادِنٌ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا اَتَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ اَشَدَّ النَّاسِ كِرَاهِيَةً لِهٰذَا الشَّاْنِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ لوگ اس امارت کے بارے میں قریش کے تابع ہیں۔

ان کا مسلمان ان کے مسلمان کے تابع ہوگا اور ان کا کافر ان کے کافر کا تابع ہوگا اور لوگ کانیں ہیں۔ جاہلیت میں جو بہتر ہوں گے وہی اسلام میں بہتر ہوں گے۔ جب کہ وہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور اچھے لوگوں میں سے وہ لوگ پاؤ گے جو اس شان امارت کو سخت ناپسند کرنے والے ہوں یہاں تک کہ ان پر اس کا بوجھ آپڑے۔

تشریح از شیخ گنگوہی ۔ مسلمهم تبع لمسلمهم یہ خبر ظاہر ہے۔ کیونکہ ولایۃ خلافت انہیں کے اندر باقی رہی۔ اور یہی لوگ خلافت کے مستحق گردانے گئے۔ اور نبوت بھی ان میں ظاہر ہوئی۔

وکافرهم تبع لکافرهم الخ کیونکہ قریش ظہور اسلام سے پہلے امور حج وغیرہ میں ان کے مقتدا اور رہنما تھے اور عرب کے قبائل قریش کے ایمان لانے کا انتظار کرتے رہے جب قریش مسلمان ہوگئے تو مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ باقی قبائل فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے۔

تشریح از شیخ زکریا ۔ حافظ فرماتے ہیں الناس تبع لقریش مسلمهم یہ خبر بمعنی امر کے ہے چنانچہ دوسری روایت میں آتا ہے قدموا قریشا ولا تقدموها کہ قریش کو آگے کرو اور ان قریش سے آگے نہ بڑھو۔ اور بعض نے کہا کہ خبر اپنے ظاہر معنی پر ہے۔ اور الناس سے بعض الناس قریش کے ماسوا باقی عرب مراد ہیں۔ اسی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں فرمایا تھا کہ الائمة من قریش وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ نسب کے اعتبار سے اور مکان کے اعتبار سے اوسط العرب ہیں۔ اور ملا علی قاریؒ نے فی هذا الشان سے دین اور طاعت مراد لی ہے۔ یا خلافت مراد ہے۔ لیکن پہلے معنی کی تائید مسلمهم الخ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ شارحؒ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوگیا کہ اس کے بعد قریش کا کوئی فرد بھی کفر پر باقی نہیں رہے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قریش کی شان وشوکت جو جاہلیت میں تھی اسلام اس میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ اسلام میں بھی سرداری رہیں گے۔ جیسے کہ وہ کفر کی حالت میں قائدین تھے۔ اور بعض نے اس کے یہ معنی لئے ہیں کہ اگر یہ خیار ہے تو ان پر خیار مسلط رہیں گے۔ اگر شرار ہوئے تو ان پر اشرار مسلط ہوں گے۔ جیسے اعمالکم عمالکم کا ارشاد نبویؐ ہے۔ اور شرح السنة کے اندر ہے کہ اس سے قریش کو باقی عرب قبائل پر امارت اور امامت میں فضیلت دی گئی ہے۔

کما شوهد الخ یعنی عرب مجاور حرم ہونے کی وجہ سے قریش کی تعظیم کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اکثر عرب انتظار میں تھے کہ آپ کی قوم آپؐ کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ تو فتح مکہ کے بعد یدخلون فی دین الله افواجا کا مصداق بن گئے۔ تو آپ کا ارشاد ثابت ہوا۔

مسلمهم تبع لمسلمهم وکافرهم تبع لکافرهم فی امور حجهم وغیرها چنانچہ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں لوگ بیت اللہ کا ننگے طواف کرتے تھے۔ مگر الحمس اور حمس یہی قریش تھے اور ان کی اولاد تھی۔ حمس لوگوں کو روک لیتے تھے۔ مرد مرد کو۔ عورت عورت کو کپڑے دیتی تھی۔ تب وہ طواف کرتے تھے۔ جس کو ان کا لباس نہ ملتا وہ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ سقایت الحاج یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی قریش کے سپرد تھی۔ اور قریش زمزم کے پانی میں کشمش ڈال کر لوگوں کو پلاتے تھے۔ اور اس کے متولی حضرت عباس بن عبدالمطلب تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں عہد میں یہ کام ان کے سپرد رہا۔ اس طرح کعبہ کی دربانی وقیادۃ جھنڈا اسی کے اندر رہی۔

تشریح از شیخ گنگوہی ۔ حتی یقع فیه الخ جائز ہے کہ یہ کراہت غایت ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ خیریت کی غایت ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جب اس میں پڑ گیا تو اب خیر باقی نہیں رہے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں حتی یقع فیه کے معنی میں اختلاف تو ہے۔ بعض نے کہا جو شخص امارت کا حریص نہ ہو اور بغیر سوال کے اسے حاصل ہو جائے تو اس سے کراہت زائل ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ اس کی اعانت فرمائیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ جب امارت سپرد ہو جائے تو پھر اس سے کراہت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جو حرص کرے گا اور اس کی تلاش میں راغب رہیگا اس کو نہیں ملے گی۔ اور جو اس سے بے رغبتی کرے گا غالب یہ ہے کہ وہ اس کو حاصل کرلے گا۔ اور علامہ عینیؒ اور کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ جب حرص اور رغبت سے حکومت حاصل کرلی تو خیریت اس سے چلی جائے گی۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ خیر الناس وہی ہیں۔ جو اس سے نفرت کریں یہاں تک کہ ان پر اس کا بوجھ آن پڑے تو پھر کراہت ان سے زائل ہو جاتی ہے اب ان کو اپنی ذمہ دراریاں پوری کرنا واجب ہیں شیخ گنگوہیؒ نے بھی انہیں دو معانی پر اکتفا کیا ہے۔ بنا بریں خلفاء اربعہؓ پر اعتراض نہ ہوگا کہ انہوں نے امارت کو کیوں قبول کیا۔ تو ممکن ہے کہ حدیث سے اس طرف اشارہ ہو کہ خلفاء راشدین خیر الناس تھے۔ کیونکہ وہ سخت کراہت کرنے والے تھے۔ بجبر واکراہ جب انہوں نے خلافت کو قبول کرلیا تو پھر جوانمردی سے اس کو نبھایا۔ رضی اللہ عنھم.

حدیث (۳۲۴۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى قَالَ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍؒ قُرْبٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا وَلَهٗ فِيْهِ قَرَابَةٌ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ اِلَّا اَنْ تَصِلُوْا قَرَابَةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ الا المودة فی القربی کی تفسیر میں فرماتے ہیں سعید بن جبیرؒ کا کہنا ہے وہ قرابت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے تھے۔ فرمایا اس لئے کہ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں آپ کی رشتہ داری نہ ہو۔ تو یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے رشتہ داروں سے بہتر سلوک کرو تو معنی ہوں گے مگروہ مودت ومحبت جو اھل قربی میں ہے۔ تو نزلت کی ضمیر اس آیت الا المودة فی القربی کی طرف راجع ہوگی۔ اور لفظ الا ان تصلوا اس کی تفسیر ہوگی۔

حدیث (۳۲۴۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍؓ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ هٰهُنَا جَآءَتِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَآءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّا دِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ اس حدیث کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے فرمایا کہ یہاں سے فتنے نمودار ہوں گے مشرق کی طرف اشارہ کرکے فرماتے تھے اور فرمایا کہ بے وفائی اور سخت دلی ان آواز کرنے والوں میں ہوگی جو پشم کے خیموں والے ہیں۔ اور آوازیں اونٹ اور بیلوں کی دموں کے پاس لگانے والے ہوں گے۔ ربیعہ اور مضر کے قبائل سے ان کا تعلق ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قربی محمد صلی الله علیه وسلم سعید بن جبیرؒ پہلے یہ کہتے تھے کہ آیت میں قربی سے قرابت واھلبیت محمد صلی الله علیه وسلم مراد ہے۔ اس صورت میں استثناء متصل ہوگا معنی یہ ہوں گے کہ میں تبلیغ پر تم میں کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ میرے اہل قرابت سے بہتر سلوک کرو۔ یہ اس کا اجرت ہونا ظاہر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ استثناء منقطع ہے۔ قربی مصدر ہے۔ اس سے اقرباء مراد نہیں ہیں تو پھر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ میں تم سے اور کوئی اجر نہیں مانگتا۔ مگر یہ کہ جیسے تم اپنے ذوالارحام سے اچھا سلوک کرتے ہو میرے اہل قرابت سے بھی ایسا ہی معاملہ کرو پس میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کا خیال رکھو۔ ظاہر ہے یہ اجرت نہیں کیونکہ اس میں مطلوب نہ کوئی مال واسباب ہے اور نہ ہی نقدین وغیرہ ہیں۔ بلکہ مطلوب یہ ہے کہ میرے اہل قرابت کو تکلیف نہ

پہنچاؤ۔ان کو جھٹلاؤ نہیں۔ جب ابن عباسؓ نے یہ معنی بیان کئے تو سعید بن جبیرؒ نے اپنا نظریہ بدل لیا۔اور ممکن ہے روایت مذکورہ کا محمل جو سعید بن جبیرؒ کے دو قول ہوں۔ پہلے وہ قربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے تھے بعد میں مصدری معنی مراد لئے یہ ثانی احتمال زیادہ ظاہر معلوم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراحؒ کے آیت مذکورہ کی تفسیر میں اقوال کثیرہ ہیں بعض نے استثناء متصل اور بعض نے منقطع مراد لیا قربی سے معنی مصدری اور بعض نے اقرباء مراد لئے۔ حافظؒ نے آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے جو حدیث صحیح میں ہے۔اس میں خطاب صرف قریش کو ہے۔اور قرابت سے قرابت عصوبت ورحم مراد ہے کہ اس قرابت کی وجہ سے تم میری حفاظت کرو۔اگر چہ تم میری نبوت کا اتباع نہیں کرتے۔تو اس صورت میں استثناء منقطع ہوگا۔اکثر مفسرین حضرات یہی تفسیر کرتے ہیں۔خلاصہ یہ ہوا کہ سعید بن جبیرؒ اور ان کے موافقین آیت کا مخاطب عام مکلفین کو قرار دیتے ہیں کہ تم اقارب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو۔اور دوسری تفسیر پر خطاب خاص قریش کو ہے۔قرابت سے رشتہ داری مراد ہے۔علامہ کرمانیؒ نے حاشیہ بخاری میں لکھا ہے کہ جمیع قریش اقارب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔خاص بنو ھاشم نہیں ہیں۔جیسا کہ سعید بن جبیرؒ کے قول سے مفہوم ہوتا ہے۔

روایۃ مذکورہ کتاب التفسیر میں آرہی ہے کہ ابن عباسؓ سے الا المودۃ فی القربی کے بارے میں پوچھا گیا تو سعد بن جبیرؒ نے جلدی میں کہہ دیا کہ اس قربی سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ابن عباسؓ نے کہا سعید تم نے جلدی کی۔اس کی روایت باب کے اندر ہے۔سعید فرماتے ہیں قربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔آل کا لفظ نہیں ہے۔تو شیخ گنگوہیؒ نے فرمایا ممکن ہے سعید بن جبیرؒ کی یہ روایت اس مفصلہ روایت کا اختصار ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ ابن عباسؓ کی تردید کے بعد یہ ان کا دوسرا قول ہو تو ظاہر ہے قربی محمد ابن عباسؓ کی تفسیر کے موافق ہوگا اسی کو شیخ نے والثانی اظھر فرمایا ہے۔

حدیث (۳۲۴۸) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِي اَهْلِ الْغَنَمِ وَالْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ سُمِّيَتِ الْيَمَنُ لِاَنَّهَا عَنْ يَمِيْنِ الْكَعْبَةِ وَالشَّامُ عَنْ يَسَارِ الْكَعْبَةِ وَالْمَشْئَمَةُ اَلْمَيْسَرَةُ وَالْيَدُ الْيُسْرٰى الشُّوْمٰى وَالْجَانِبُ الْاَيْسَرُ الْاَشَامُ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ سے سنا فرماتے تھے کہ فخر اور بڑائی تو آوازے لگانے والے پشم والوں میں ہے۔یعنی اونٹ ہانکنے والوں میں اور سکون ووقار بکری والوں میں ہوتا ہے اور ایمان یمنی لوگوں کا قابل رشک ہے اور سوجھ بوجھ بھی یمنیوں کی معتبر ہے۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یمن کا نام اسلئے یمن رکھا گیا کہ وہ خانہ کعبہ کے دائیں جانب۔اور شام کو اسی مناسبت سے شام کہتے ہیں کہ کعبہ کے بائیں جانب ہے دیکھئے اصحاب المشئمہ میں جو مشئمہ ہے اس کے معنی بائیں کے ہیں اور بائیں ہاتھ کو الشومی اور بائیں جانب کو اشام کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کعبہ کا منہ چونکہ مشرق کی طرف ہے اس لئے کہ اس کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔اس لئے یمن یمن ہوگا۔اور بائیں جانب شام ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ واضح ہے۔کیونکہ چہرہ کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے جس جانب دروازہ ہو۔دروازہ مشرق کی طرف تو کعبہ کا چہرہ وہی ہوگا۔حافظؒ نے وجہ تسمیہ میں اور اقوال بھی نقل کئے ہیں ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ یمن بن قحطان کی وجہ سے یمن۔اور سام بن نوح کی وجہ سے شام کہلایا۔

بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ

ترجمہ۔ باب قریش کی فضیلت کا بیان

حدیث(۳۲۴۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ اَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِي وَفْدٍ مِنْ قُرَيْشٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَيَكُوْنُ مَلِكٌ مِنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ بَلَغَنِي اَنَّ رِجَالًا مِنْكُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ اَحَادِيْثَ لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا تُؤْثَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُولٰٓئِكَ جُهَّالُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَالْاَمَانِيَّ الَّتِي تُضِلُّ اَهْلَهَا فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ.

ترجمہ۔ حضرت محمد بن جبیر بن مطعمؒ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ قریش کے ایک وفد کے ہمراہ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس موجود تھے تو حضرت معاویہؓ کو یہ بات پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ عنقریب قبیلہ قحطان میں سے ایک بادشاہ ہوگا۔ جس پر حضرت معاویہؓ ناراض ہوگئے۔ کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمانے لگے اما بعد مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ تم میں سے ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ نہ تو وہ کتاب اللہ کے موافق ہیں اور نہ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مشہورہ کی طرح منقول ہیں پس یہ تم میں سے جاہل لوگ ہیں ان سے کہو ایسی تمناؤں سے بچتے رہیں۔ جو تمنا کرنے والوں کو صحیح راہ سے بھٹکا دیتی ہے۔ بے شک میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ یہ حکومت اور امارت کا معاملہ قریش میں رہے گا جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں گے جو بھی ان کی مخالفت اور دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل ناکام گرادیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فغضب معاوية الخ حضرت امیر معاویہؓ کے غضب ناک ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث باب سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ برحق اب نہیں ہے بعد میں آئے گا۔ حالانکہ حدیث کی مراد یہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک بادشاہ ہوگا جو زبردستی غلبہ حاصل کرے گا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں صحابیوں میں سے ایک سے غلط فہمی سرزد ہوئی ہے۔ پس یا تو حضرت عبداللہؓ کی مراد یہ ہے کہ ایسا متغلب عنقریب ہوگا۔ یا یہ کہ وہ خلیفہ برحق ہوگا حالانکہ یہ دونوں معنی صحیح نہیں۔ اس لئے جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں وہ تو جابر بادشاہ زبردستی ملک پر قبضہ کرنے والا آخر زمانہ میں ہوگا یا یہ کہ راوی نے تو اپنی سمجھ کے مطابق روایت سے صحیح سمجھا لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے خلاف سمجھ کران پر غضب ناک ہوگئے واللہ

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت امیر معاویہؓ کے انکار کی وجہ میں اختلاف ہے مولانا حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مراد ملک سے باہر بادشاہ مراد تھا۔ حضرت معاویہؓ نے خلیفہ سمجھ لیا۔ اس لئے ناراض ہوگئے۔ اور احادیث سے وہ باتیں مراد ہیں جو سنی سنائی ہوں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کی ناراضگی بے سبب تھی۔ کیونکہ حدیث میں حکومت و امارت کا قریش میں ہونا اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔ جب قریش اقامۃ دین کا فریضہ ترک کردیں گے تو قحطانی کا خروج ہوگا۔ چنانچہ ایسا واقع ہوا ہے۔ میرے نزدیک انکار معاویہ کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ اس حدیث کی معاونت سے خلافت کو قریش سے نکالنا

چاہتے ہیں بنابریں ناراض ہوئے اور بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ قحطانی کا خروج قریب قبل زمان عیسیٰ ہوگا۔ حالانکہ آنے والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خروج بعد میں ہوگا اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا سکوت اس کی دلیل ہے کہ ان کے پاس کوئی حدیث مرفوع نہیں تھی۔ جب کہ وہ تورات میں سے کچھ احادیث بیان کرتے تھے۔ اس لئے حضرت معاویہؓ نے غضب کا اظہار کیا۔ ورنہ حدیث مرفوع پر کیسے انکار ہوسکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قحطانی کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ صالح عادل ہوگا جو امام مہدی کے تھوڑا عرصہ بعد ظاہر ہوگا۔ جس کی سیرت امام مہدی جیسی ہوگی۔ اور بعض نے اس کے خلاف روایات کا سہارا لیا ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے جو کتاب الفتن میں باب باندھا ہے اس میں ہے باب تغیر الزمان حتی تعبد الاوثان اور اس میں قحطانی کی حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور حدیث ابوہریرہؓ کہ جب دوس کی عورتوں کی سرین ان بتوں کے ارد گرد گھومتی ہوں گے اس وقت قیامت قائم ہوگی۔ حدیث قحطانی کے بعد حافظؒ نے اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہوگی لیکن مہلبؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ جب قحطانی کا ظہور ہوگا تو وہ نہ تو قریش میں سے ہوگا نہ کسی نبوت کے خاندان سے اس کا تعلق ہوگا۔ بلکہ یہ تغیر زمان اور تبدیل احکام کی بڑی نشانی ہوگی کہ دین میں اس شخص کی اطاعت کی جائے گی جو اہل دین میں سے نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدیث قحطان کو صدر ترجمہ یعنی تغیر زمان سے مطابقت ہوگی اب یہ تغیر عام ہے کہ فسق کی طرف جائے یا کفر کی طرف راجع ہو تو تغیر بالفسق میں قحطانی کا قصہ ذکر کیا اور تغیر بالکفر میں ذوالخلصہ کا قصہ بیان کیا۔ اور اس کی طرف حدیث کے الفاظ اشارہ کرتے ہیں کہ یسوق الناس بعصاہ کہ اپنی لاٹھی سے لوگوں کو ہانکے گا۔ یہ کنایہ ہے اس کے غلبہ سے اور بعض نے کہا کہ سوق بالعصا کے حقیقی معنی مراد ہیں کہ وہ اونٹوں اور جانوروں کی طرح ہانکتا ہوگا اور انکار معاویہؓ کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ مستقبل قریب میں قریش سے حکومت چھین لی جائے گی۔ حالانکہ عبداللہ بن عمروؓ کی مراد یہ تھی کہ قرب قیامت میں ایسا ہوگا۔

حدیث(۳۲۵۰) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَاَشْجَعُ وَغِفَارُ وَمَوَالِىَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش ہوں۔ انصار ہوں قبیلہ جھینہ. مزینہ اسلم. اشجع. اور غفار یہ سب سردار و آقا ہیں۔ ان کا آقا سوائے اللہ اور اس کے رسول کے اور کوئی نہیں ہے۔

حدیث(۳۲۵۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِىْ قُرَيْشٍ مَا بَقِىَ مِنْهُمْ اِثْنَانِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ یہ حکومت کا معاملہ ہمیشہ قریش میں رہے گا۔ جب تک کہ ان میں سے دو آدمی بھی موجود ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ اور اس قسم کی دوسری احادیث دال ہیں کہ خلافت قریش کے ساتھ مختص ہے جب تک ان میں سے کوئی موجود ہو۔ غیر کے لئے عقد خلافت نہ ہونا چاہیے۔ اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع رہا۔ اہل بدع کی مخالفت پر یہ حدیث حجت ہوگی کہ آپؐ نے تو آخر دہر تک کی خبر دی ہے۔ جب تک دو آدمی موجود ہوں ایک حاکم ہوگا دوسرا محکوم ہوگا۔ لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ خبر بمعنی امر کے ہے۔ کہ جو مسلمان ہے وہ ان کا اتباع کرے خروج نہ کرے۔ چنانچہ یہ امر قریش میں اکثر بلاد میں کافی عرصہ تک رہا حتی کہ دو سو سال تک ان کی حکومت رہی۔ لیکن ما اقاموا الدین کی خلاف ورزی کی تو سلطنت چھین لی گئی۔

حدیث(۳۲۵۲)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَؓ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا وَاِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُوا الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ وَقَالَ اللَّيْثُ الخ ذَهَبَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَعَ اُنَاسٍ مِنْ بَنِيْ زُهْرَةَ اِلٰى عَآئِشَةَؓ وَكَانَتْ اَرَقَّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ لِقَرَابَتِهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان بن عفانؓ دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ نے بنوا المطلب کو تو نوازا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ ہم اور وہ آپؐ سے ایک ہی نسبت رکھتے ہیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنو هاشم اور بنو المطلب تو کفر واسلام میں ایک رہے ہیں۔ بنو شمس اور بنو نوفل مخالفت کرتے رہے کیونکہ عبد مناف میں مل جاتے ہیں۔ اور لیث اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیرؓ بنو زھرہ کے کچھ آدمیوں کے ہمراہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور وہ ان پر زیادہ شفیق اور رحم دل تھیں۔ کیونکہ ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری اور قرابت حاصل تھی کیونکہ آپؐ کی والدہ بی بی آمنہ بنو زھرہ قبیلہ سے تھیں۔ آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھرۃ الخ.

حدیث(۳۲۵۳)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِؓ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ اَحَبَّ الْبَشَرِ اِلٰى عَآئِشَةَؓ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِهَا وَكَانَتْ لَا تُمْسِكُ شَيْئًا مِمَّا جَآءَ هَا مِنْ رِّزْقِ اللهِ تَصَدَّقَتْ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ يَنْبَغِيْ اَنْ يُّؤْخَذَ عَلٰى يَدَيْهَا فَقَالَتْ يُؤْخَذُ عَلٰى يَدَيَّ عَلَيَّ نَذْرٌ اِنْ كَلَّمْتُهُ فَاسْتَشْفَعَ اِلَيْهَا بِرِجَالٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَبِاَخْوَالِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَامْتَنَعَتْ فَقَالَ لَهُ الزُّهْرِيُّوْنَ اَخْوَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ وَالْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ اِذَا اسْتَاْذَنَّا فَاقْتَحِمِ الْحِجَابَ فَفَعَلَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا بِعَشْرِ رِقَابٍ فَاَعْتَقَتْهُمْ ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تُعْتِقُهُمْ حَتّٰى بَلَغَتْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَتْ وَدِدْتُّ اَنِّيْ جَعَلْتُ حِيْنَ حَلَفْتُ عَمَلًا اَعْمَلُهُ فَاَفْرُغُ مِنْهُ.

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عائشہؓ تمام انسانوں میں سے زیادہ محبوب تھیں اور وہ بھی تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان سے بہتر سلوک کرنے والے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رزق میں سے جو کچھ بھی ان کے پاس آجاتا وہ اسے صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضرت ابن الزبیرؓ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر حضرت عائشہؓ اپنا ہاتھ روک کر رکھتیں اتنا فضول خرچی نہ کرتیں۔ جس پر حضرت عائشہؓ فرمانے لگیں کہ کیا یہ میرے ہاتھوں پر پابندی لگانا چاہتا ہے۔ میرے اوپر منت لازم ہے۔ اور میں نے اس سے بات چیت کی تو ابن الزبیرؓ ان کی طرف قریش کے کچھ مردوں کی سفارش لے کر آئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں حال کو خاص کر لے آئے پس وہ کلام نہ کرنے سے رک گئیں پس زھریوں نے ان سے کہا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں حال میں سے عبدالرحمن بن الاسود بن عبد یغوث ہے مسور بن مخرمہ ہے پس جب ہم اجازت طلب کریں تو تو پردہ کے اندر گھس جانا۔ کیونکہ آپ کی خالہ تھیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کیا پھر ان کی طرف دس غلام بھیجے گئے۔ جن

کوانہوں نے آزاد کردیا۔ پھر کفارہ قسم کے طور پر برابر غلام آزاد کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی۔ اور وہ فرماتی تھیں کہ جب میں نے قسم کھائی تو میری خواہش تھی کہ میں ایک ایسا عمل کروں جس کو برابر کرتی رہوں۔ چنانچہ اب میں اس سے فارغ ہوگئی ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ وددت الخ یعنی انہیں کفارہ یمین کا حکم تو معلوم تھا ایک رقبہ آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے لیکن علی نذر ایسا سخت حلف تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کے مقابلہ برابر غلام آزاد کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ چالیس تک ان کی تعداد پہنچ گئی۔ تب ان کو اطمینان ہوا۔ حالانکہ خود انہیں سے مروی ہے کہ من قال علی نذر فلم یسم فعلیه کفارة یمین لیکن وہی شدت ادب باسم اللہ نے ان کو اس پر اکتفانہ کرنے دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ لاتنذرنی معصیة و کفارته کفارة الیمین اور اوجز میں ہے کہ تیسری قسم نذر مبہم ہے۔ جیسے کسی نے کہا علی نذر تو اکثر علماء کے نزدیک اس کا کفارہ بھی کفارہ یمین ہے۔ لیکن ان کے دل میں خیال رہا کہ ابھی نذر کا گناہ باقی ہے۔ اس لئے غلام پر غلام آزاد کرتی رہیں۔

یؤ خذ علی یدیها ابن الزبیرؓ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کو عطایا اس لئے دیتے ہیں کہ وہ محتاج نہ ہوں۔ اور ان کا ہاتھ کھلا ہے لوگ مشقت میں ہیں۔

حین حلفت کہ اگر میں فعل معین پر قسم کھالیتی تو کفارہ یمین کافی تھا۔ یہ فعل غیر معین تھا۔ اس لئے خشیت الٰہی کے پیش نظر کفارہ کی ادائیگی میں بھی کوئی تعیین نہ کرسکیں۔

بَابُ نَزَلَ الْقُرْاٰنَ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ

ترجمہ۔ کہ قرآن مجید قریش کی زبان میں نازل ہوا

حدیث (۳۲۵۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ عُثْمَانَؓ دَعَا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِؓ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِؓ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِؓ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلٰثَةِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍؓ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے زید بن ثابتؓ۔ عبداللہ بن الزبیرؓ۔ سعید بن العاصؓ اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشامؓ کو بلایا کہ قرآن مجید کو صحیفوں میں لکھو۔ اور حضرت عثمانؓ نے ان تین قریشی حضرات سے فرمایا کہ جب تمہارا اور زید بن ثابت کا قرآن مجید کے کسی لفظ میں اختلاف ہو جائے تو اسے لغت قریش پر لکھ دینا۔ کیونکہ قرآن ان کی زبان میں اترا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کیا۔ زید بن ثابتؓ انصاری خزرجی ہیں۔ باقی تین قریشی ہیں۔

بَابُ نِسْبَةِ الْيَمَنِ اِلٰى اِسْمٰعِيْلَ

مِنْهُمْ اَسْلَمُ بْنُ اَفْصٰى ابْنِ حَارِثَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ مِنْ خُزَاعَةَ

ترجمہ۔ یمن والوں کی اسمٰعیلؑ سے نسبت کے بارے میں ان میں سے اسلم بن افصی الخ ہے۔

حدیث (۳۲۵۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى

قَوْمٍ مِنْ اَسْلَمَ يَتَنَاضَلُوْنَ بِالسُّوْقِ فَقَالَ ارْمُوْا بَنِيْ اِسْمٰعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ لِاَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ فَاَمْسَكُوْا بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ مَا لَهُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ ارْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت سلمہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے جو بازار میں تیراندازی میں مقابلہ کر رہے تھے آپؐ نے فرمایا اے اسمٰعیلؑ کے بیٹو! تیراندازی کرتے رہو کیونکہ تمہارا باپ تیرانداز تھا۔ اور میں بنو فلاں کے ساتھ یعنی دو گروہوں میں سے ایک کے ساتھ ہوں۔ تو ان لوگوں نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ آپؐ نے فرمایا ان کو کیا ہو گیا۔ کہنے لگے کہ ہم کیسے تیراندازی کریں جب کہ آپؐ فلاں قبیلہ کے ہمراہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ انا مع بنی فلان ظاہر ہے جن کا ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے نصرت خداوندی تو انہی کو حاصل ہوگی۔ اس لئے انہوں نے تیر پھینکنے سے ہاتھ روک لئے۔ کیونکہ رمی تو اس لئے تھی کہ دیکھا جائے نصرت کس کے ساتھ ہے۔ کہ اس کا نشانہ ٹھیک بیٹھتا ہے۔ پس جب آپؐ نے فرمادیا میں تم سب کے ساتھ ہوں تو اب سب اپنے اپنے نشانہ کو پکڑنے لگے۔ اب فریقین میں مقابلہ نہیں ہوگا کہ ہر ایک دوسرے کو نشانہ بنائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ انا مع بنی فلان الخ ابن حبان نے انا مع محجن بن الازرع روایت کیا ہے اور کیف نرمی کہنے والا نضلہ الاسلمی نقل کیا ہے۔ اور بعض طرق میں ہے من کنت فقد غلب کہ جس کے ساتھ آپؐ ہوں گے غالب وہی ہوگا اور اس سے مراد قصد خیر اور اصلاح نیت اور لڑائی کا ڈھنگ بتانا ہے۔

باب: حديث(۳۲۵۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّؓ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ مِنْ لِغَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهٗ اِلَّا كَفَرَ بِاللّٰهِ وَمَنِ ادَّعٰى قَوْمًا لَيْسَ لَهٗ فِيْهِمْ رَجُلٍ ادَّعٰى نَسَبٌ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس شخص نے اپنے باپ کے بغیر کسی اور کی طرف نسب کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ جانتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا۔ اسی طرح جس نے کسی ایسی قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا جن میں اس کا نسب نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تیار کرے۔ یہ تغلیظی احکام ہیں یا کفر سے کفران نعمت مراد ہے۔ اگر توبہ کی تو گناہ ساقط ہو جائے گا۔

حديث (۳۲۵۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ الخ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰى اَنْ يَّدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ يُرِيَ عَيْنَهٗ مَا لَمْ تَرَاَوْ يَقُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ.

ترجمہ۔ حضرت واثلہ بن الاسقع فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بہت بڑا افتراء ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے سوا کسی غیر کی طرف نسبت کا دعویٰ کرے۔ یا اپنی آنکھ کو وہ چیز دکھائے جو اس نے نہیں دیکھی یعنی خواب نہیں دیکھا۔ جھوٹے خواب کو بیان کرے یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی بات کا جھوٹ بولے جو آپؐ نے نہیں فرمائی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جھوٹ تو بیداری میں بھی گناہ ہے۔لیکن چونکہ آپؐ نے خواب کو جزء نبوت قرار دیا ہے تو جھوٹا اس جزء نبوت کو بھی مشکوک کرنا چاہتا ہے۔تو یہ بہت بڑا افتراء ہوگا۔

حدیث(۳۲۵۸)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ رَبِيْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَيْكَ اِلَّا فِيْ كُلِّ شَهْرٍ حَرَامٍ فَلَوْ اَمَرْتَنَا بِاَمْرٍ نَاْخُذُهٗ عَنْكَ وَنُبَلِّغُهٗ مَنْ وَّرَآءَنَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءُ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَى اللّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ.

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔کہنے لگے یا رسول اللہ! اس قبیلہ ربیعہ کے کفار مضر آپؐ کے اور ہمارے درمیان حائل ہیں۔ہم شہر حرام کے سوا آپؐ کے ہاں نہیں پہنچ سکتے پس اگر آپ ہمیں کوئی ایسا جامع حکم فرمائیں جس کو آپؐ سے حاصل کریں۔اور اسے اپنے لوگوں تک پہنچائیں جو ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں آپؐ نے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے روکتا ہوں۔ایمان باللہ اور کلمہ توحید کی گواہی دینا۔نماز قائم کرنا۔زکوٰۃ ادا کرنا۔اور یہ کہ جو غنیمت کا مال تمہیں حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کو ادا کرو۔اور دبّاء حنتم۔نقیر اور مزفت سے تمہیں منع کرتا ہوں یہاں مقیر کی بجائے نقیر آیا ہے۔صحیح بھی ہے ورنہ مقیر اور مزفت کے ایک معنی ہیں جس پر تارکول ملا یا گیا۔

حدیث(۳۲۵۹)حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا يُشِيْرُ اِلَى الْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا منبر پر کھڑے ہو کر آپ فرماتے تھے خبردار! فتنہ ادھر سے برپا ہوگا مشرق کی طرف اشارہ فرماتے تھے کہ جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔اور اس سے ربیعہ اور مضر مراد ہیں۔

بَابُ ذِكْرِ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ وَاَشْجَعَ.

ترجمہ۔اسلم اور غفار اور مزینہ اور جہینہ اور اشجع قبیلوں کا بیان۔

حدیث(۳۲۶۰)حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ وَاَشْجَعُ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلٰى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

ترجمہ۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔قریش۔انصار۔جہینہ۔اسلم۔غفار اور اشجع یہ سب قبائل میرے مددگار ہیں۔ان کا مددگار سوا اللہ اور اس کے رسول کے اور کوئی نہیں ہے۔

حدیث(۳۲۶۱)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا قبیلہ غفار کی اللہ تعالیٰ بخشش

کرے۔ اور قبیلہ اسلم کو اللہ تعالیٰ سالم رکھے اور عصیہ قبیلہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حدیث (۳۲۶۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا قبیلہ اسلم کو اللہ تعالیٰ صحیح وسالم رکھے اور غفار قبیلہ کی اللہ تعالیٰ بخشش کرے۔

حدیث (۳۲۶۳) حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ الخ عَنْ اَبِیْهِ اَبِیْ بَکْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ جُهَیْنَةُ وَمُزَیْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ خَیْرًا مِّنْ تَمِیْمٍ وَبَنِیْ اَسَدٍ وَبَنِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَطْفَانَ وَمِنْ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ خَابُوْا وَخَسِرُوْا فَقَالَ هُمْ خَیْرٌ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ وَمِنْ بَنِیْ اَسَدٍ وَمِنْ بَنِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَطْفَانَ وَمِنْ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بتلاؤ کہ قبیلہ جهینه. مزینه. اسلم اور غفار. بنو تمیم. بنو اسد. بنو عبدالله بن غطفان. اور بنو عامر بن صعصعه سے بہتر ہیں۔ تو ایک آدمی حضرت اقرع بن حابسؓ نے فرمایا کہ وہ ناکام اور نامراد اور نقصان میں رہیں آپؐ نے فرمایا سنو! کہ وہ چاروں قبائل بنو تمیم. بنو اسد بن عبدالله بن غطفان اور بنو عامر بن صعصعه سے بہتر وافضل ہیں۔

حدیث (۳۲۶۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْهِ اَبِیْ بَکْرَةَؓ اَنَّ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَایَعَکَ سُرَّاقُ الْحَجِیْجِ مِنْ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَیْنَةَ وَاَحْسِبُهٗ وَجُهَیْنَةَ ابْنُ اَبِیْ یَعْقُوْبَ شَکَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ اَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَیْنَةُ وَاَحْسِبُهٗ وَجُهَیْنَةُ خَیْرًا مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ وَبَنِیْ عَامِرٍ وَّاَسَدٍ وَغَطْفَانَ خَابُوْا وَخَسِرُوْا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهُمْ لَخَیْرٌ مِّنْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت اقرع بن حابسؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے تو حاجیوں کا مال چرانے والے ہیں جن کا تعلق اسلم۔ غفار۔ مزینہ اور میرا گمان ہے کہ جہینہ بھی فرمایا۔ ابن ابویعقوب کو شک ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اقرع! مجھے بتلاؤ کہ اسلم۔ غفار۔ مزینہ۔ اور میرا خیال ہے جہینہ بھی فرمایا۔ یہ قبائل بنو تمیم اور بنو عامر۔ اسد۔ اور غطفان سے بہتر ہیں۔ خدا کرے یہ مخالف قبائل نامراد اور نقصان میں رہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں! تو آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی اکثریت نے اسلام کی طرف سبقت کی ہے۔

حدیث (۳۲۶۵) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ اَسْلَمُ وَغِفَارُ وَشَیْءٌ مِنْ مُزَیْنَةَ وَجُهَیْنَةَ اَوْ قَالَ شَیْءٌ مِّنْ جُهَیْنَةَ اَوْ مُزَیْنَةَ خَیْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ اَوْ قَالَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ اَسَدٍ وَّتَمِیْمٍ وَهَوَازِنَ وَغَطْفَانَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلم۔ غفار اور کچھ لوگ جہینہ اور مزینہ کے۔ یا فرمایا کچھ لوگ جہینہ کے یا مزینہ کے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہیں۔ یا قیامت کے دن اسد۔ تمیم۔ ہوازن اور غطفان سے بہتر ہوں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ خابو وخسروا الخ یعنی یہ بنو اسد وغیرھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مفضول ہوں گے اور ان کے خائب خاسر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ قبائل ان سے دنیا میں افضل ہیں۔

شیئ من جهينة اومزينة شک مجموعہ جهينةومزينة کے اندر ہے۔ کہ آیا جهينة اور مزینہ کے درمیان حرف واؤ یا اَو ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اسلم۔ غفار وغیرہم ان چار قبائل کو بقیہ قبائل سے اس لئے بہتر کہا گیا کہ انہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی۔ دوسرے ان کے قلوب نرم اور اخلاق بلند تھے۔ اور دوسری حدیث میں بھی خابوا وخسروا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ وہاں ہمزہ استفہام کا محذوف ہے۔ ای اخابوا وخسروا کذافی مسلم الخ۔

بَابُ ذِكْرِ قَحْطَانَ

ترجمہ۔ قحطان کا بیان

حدیث (۳۲۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ يَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قحطان قبیلہ کا ایک آدمی خروج کرے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ قحطان ابو الیمن ہے۔ اور لوگوں کو لاٹھی سے ہانکنے کا مطلب یہ ہے کہ سب لوگ اس کے قابو میں ہوں گے اور ان کی اس طرح نگرانی کرے گا جس طرح گڈریا اپنی لاٹھی سے بکریوں کی رکھوالی کرتا ہے تو اس کی سلطنت اس قدر وسیع ہوگی اور اس کا خروج امام مہدی کے بعد ہوگا۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنْ دَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ۔ زمانہ جاہلیت کی پکار سے منع کیا گیا ہے کہ لوگ جنگ برپا کرنے کے لئے یا آل فلاں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اسلام نے اس پکار سے منع فرمایا۔

حدیث (۳۲۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ ثَابَ مَعَهٗ نَاسٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حَتّٰى كَثُرُوْا وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلٌ لَعَّابٌ فَكَسَعَ اَنْصَارِيًّا فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ غَضَبًا شَدِيْدًا حَتّٰى تَدَاعَوْا وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوَى اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ قَالَ مَا شَاْنُهُمْ فَاُخْبِرَ بِكَسْعَةِ الْمُهَاجِرِيِّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا خَبِيْثَةٌ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلٍ اَقَدْ تَدَاعَوْا عَلَيْنَا لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ

مِنْهَا الْاَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ اَلَا نَقْتُلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا الْخَبِيْثَ لِعَبْدِ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اِنَّهٗ كَانَ يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ.

ترجمہ۔حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔تو مہاجرین میں سے آپؐ کے ہمراہ کچھ لوگ جمع ہو گئے یہاں تک کہ بہت ہو گئے اور مہاجرین میں ایک آدمی تھا جو لوگوں سے ہنسی مزاح کرتا تھا۔اس نے کسی انصاری کی سرین پر تھپڑ مار دیا انصاری کو سخت غصہ آیا یہاں تک کہ انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کیلئے پکارنا شروع کر دیا۔انصاری کہتا تھا کہ انصار کی مدد کے لئے پہنچو۔اور مہاجر کہتا تھا کہ مہاجرین کی مدد کے لئے پہنچو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے پوچھا کہ جاہلیت والی پکار کیسے شروع کر دی ہے۔پوچھا کیا وجہ ہے تو آپ کو اطلاع دی گئی کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کی دبر پر تھپڑ مارا ہے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جاہلیت کی پکار کو چھوڑ دو یہ خبیث دعوت ہے عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا کہ کیا ہمارے خلاف پکارا جا رہا ہے۔ترجمہ آیت اگر ہم مدینہ واپس پہنچے تو ہم میں سے عزت والا ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا ہم اس خبیث منافق کو قتل نہ کر دیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ لوگ باتیں بناتے پھریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔

حدیث(۳۲۶۸)حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ سُفْيَانَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔کہ جو شخص ماتم کرتے ہوئے رخساروں کو پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلوں کی طرح نعرے لگائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔لا یتحدث الناس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ ایک ہی کلمہ ہو تو معنی تحدث ہوگا۔کہ لوگ باتیں نہ کرتے پھریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس جملہ میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ ہے کہ دو جملے ہیں لا ای لا تقتلہ اور دوسرا جملہ یتحدث الناس ہے۔اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ جملہ واحدہ ہو۔اور لا تقتلہ اس سے مستفاد ہوتا ہے عام طور پر شراح پہلا احتمال بیان کرتے ہیں اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ ایک طریق میں لا واللہ لا یتحدث الناس ہے۔جس سے شیخ گنگوہیؒ کے افادہ کی تائید ہوتی ہے۔

بَابُ قِصَّةِ خُزَاعَةَ

ترجمہ۔خزاعہ کے قصے کا بیان

حدیث(۳۲۶۹)حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو بْنُ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفَ اَبُوْ خُزَاعَةَ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف خزاعہ کا باپ ہے۔اور یہی بت پرستی اور سوائب کا موجد ہے۔

حدیث (۳۲۷۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيْرَةُ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ وَلَا يَحْلِبُهَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ الَّتِي كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ بْنِ لُحَيٍّ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

ترجمہ۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ بحیرہ اس اونٹنی کو کہا جاتا تھا جس کے کان چیرے جاتے اور اسکا دودھ بتوں کیلئے روک دیا جاتا لوگوں میں سے کوئی شخص اس کا دودھ نہیں نکال سکتا تھا مجاور نکالتے اور سائبہ وہ اونٹنی ہوتی تھی جسے اپنے معبودان باطلہ کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر کوئی چیز نہیں لادی جاتی تھی اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو جہنم میں دیکھا کہ اپنی انتڑیوں کو کھینچ رہا ہے یہ پہلا شخص تھا جس نے اونٹوں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دینے کا رواج ڈالا۔

قِصَّةِ اِسْلَامِ اَبِىْ ذَرٍّ بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ

ترجمہ۔ ابوذرؓ کے اسلام لانے کا بیان اور باب زمزم کے قصے کا۔

حدیث (۳۲۷۱) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الخ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاِسْلَامِ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ كُنْتُ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ فَبَلَغَنَا اَنَّ رَجُلًا قَدْ خَرَجَ بِمَكَّةَ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقُلْتُ لِاَخِي انْطَلِقْ اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ كَلِّمْهُ وَاْتِنِىْ بِخَبَرِهٖ فَانْطَلَقَ فَلَقِيَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فَقُلْتُ مَا عِنْدَكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا يَاْمُرُ بِالْخَيْرِ وَيَنْهٰى عَنِ الشَّرِّ فَقُلْتُ لَهٗ لَمْ تَشْفِنِىْ مِنَ الْخَبَرِ فَاَخَذْتُ جِرَابًا وَعَصًا ثُمَّ اَقْبَلْتُ اِلٰى مَكَّةَ فَجَعَلْتُ لَا اَعْرِفُهٗ وَاَكْرَهُ اَنْ اَسْاَلَ عَنْهُ وَاَشْرَبُ مِنْ مَّاءِ زَمْزَمَ وَاَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ فَمَرَّبِىْ عَلِيٌّ فَقَالَ كَاَنَّ الرَّجُلَ غَرِيْبٌ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَانْطَلِقْ اِلَى الْمَنْزِلِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ لَا يَسْاَلُنِىْ عَنْ شَيْءٍ وَّلَا اُخْبِرُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ غَدَوْتُ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا سَاَلَ عَنْهُ وَلَيْسَ اَحَدٌ يُّخْبِرُنِىْ عَنْهُ بِشَيْءٍ قَالَ فَمَرَّبِىْ عَلِيٌّ فَقَالَ اَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ يَعْرِفُ مَنْزِلَهٗ بَعْدُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ انْطَلِقْ مَعِىْ قَالَ فَقَالَ مَا اَمْرُكَ وَمَا اَقْدَمَكَ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اِنْ كَتَمْتَ عَلَيَّ اَخْبَرْتُكَ قَالَ فَاِنِّىْ اَفْعَلُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ بَلَغَنَا اَنَّهٗ قَدْ خَرَجَ هٰهُنَا رَجُلٌ يَّزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاَرْسَلْتُ اَخِىْ لِيُكَلِّمَهٗ فَرَجَعَ وَلَمْ يَشْفِنِىْ مِنَ الْخَبَرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَلْقَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَمَا اِنَّكَ قَدْ رَشَدْتَّ هٰذَا وَجْهِىْ اِلَيْهِ فَاتَّبِعْنِىْ اُدْخُلْ حَيْثُ اَدْخُلُ فَاِنِّىْ اِنْ رَاَيْتُ اَحَدًا اَخَافُهٗ عَلَيْكَ قُمْتُ اِلَى الْحَائِطِ كَاَنِّىْ اُصْلِحُ نَعْلِىْ وَامْضِ اَنْتَ فَمَضٰى وَمَضَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَ وَدَخَلْتُ مَعَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ اَعْرِضْ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ فَعَرَضَهٗ فَاَسْلَمْتُ مَكَانِىْ فَقَالَ لِىْ يَا اَبَا ذَرٍّ اُكْتُمْ هٰذَا الْاَمْرَ وَارْجِعْ اِلٰى بَلَدِكَ فَاِذَا بَلَغَكَ ظُهُوْرُنَا فَاَقْبِلْ فَقُلْتُ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَاَصْرُخَنَّ بِهَا

بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ فَجَآءَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَقُرَيْشٌ فِيْهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنِّىْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِىِّ ء فَقَامُوْا فَضُرِبْتُ لِاَمُوْتَ فَاَدْرَكَنِى الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَىَّ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ وَيْلَكُمْ تَقْتُلُوْنَ رَجُلًا مِّنْ غِفَارَ وَمَتْجَرُكُمْ وَمَمَرُّكُمْ عَلٰى غِفَارَ فَاَقْلَعُوْا عَنِّىْ فَلَمَّا اَنْ اَصْبَحْتُ الْغَدَ رَجَعْتُ فَقُلْتُ مِثْلَ مَا قُلْتُ بِالْاَمْسِ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِىِّ فَصُنِعَ بِىْ مِثْلُ مَا صُنِعَ بِالْاَمْسِ وَاَدْرَكَنِى الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَىَّ وَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ بِالْاَمْسِ قَالَ فَكَانَ هٰذَا اَوَّلُ اِسْلَامِ اَبِىْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابوجمرہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تمہیں میں حضرت ابوذرؓ کے اسلام لانے کی خبر نہ سناؤں ہم نے کہا کیوں نہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں قبیلہ غفار کا ایک آدمی تھا مجھے یہ خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک آدمی کا ظہور ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ تو میں نے اپنے بھائی انیس سے کہا کہ تم اس آدمی کے پاس جا کر بات چیت کرو اور مجھے انکے حالات کی خبر لا کر سناؤ چنانچہ وہ گیا اس کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی پھر وہ واپس آ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا تیرے پاس کیا خبر ہے۔ وہ کہنے لگا اللہ کی قسم! میں نے اس کو ایک ایسا آدمی پایا جو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے میں نے اس سے کہا کہ تو تسلی بخش خبر نہیں لایا تو میں نے ایک تھیلا اور لاٹھی لی اور مکہ کی طرف چل پڑا پس میں پھرنے لگا آپ کو پہچانتا نہیں تھا اور آپؐ کے متعلق کسی سے پوچھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ زمزم کا پانی پیتے کئی دن گذر گئے میری رہائش مسجد حرام کے اندر تھی۔ اتفاقاً حضرت علیؓ کا میرے پاس سے گذر ہوا فرمانے لگے کہ یہ کوئی مسافر آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا ہاں! فرمایا میرے ساتھ گھر چلو۔ میں ان کے ساتھ چلنے کو چل پڑا۔ لیکن نہ وہ مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھتے اور نہ ہی میں ان کو کچھ بتلاتا تھا۔ جب صبح ہوتی تو سویرے سویرے میں مسجد کی طرف جاتا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی سے پوچھوں لیکن کوئی مجھے اس بارے میں کچھ بھی نہیں بتاتا تھا۔ بالآخر پھر حضرت علیؓ کا میرے پاس سے گذر ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا اس آدمی کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ وہ اپنی منزل مقصود کو پہچان سکے۔ میں نے کہا نہیں فرمایا تو میرے ساتھ چل۔ پھر پوچھا تیرا کیا کام ہے۔ اور کون سی ضرورت تجھے اس شہر میں لے آئی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ رازداری سے کام لیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں میں ایسا کروں گا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ یہاں پر ایک آدمی کا ظہور ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ میں نے ان سے بات چیت کرنے کے لئے اپنے بھائی کو بھیجا تھا وہ واپس آیا لیکن اس نے مجھے کوئی تسلی بخش بات نہیں بتلائی۔ میں خود ان سے ملاقات کرنے کے ارادہ سے آیا ہوں۔ تو آپ حضرت علیؓ نے فرمایا تو ٹھیک راستے پر آ گیا ہے۔ میں بھی ان سے ملنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پس میرے ساتھ چلے آؤ۔ جس جگہ میں داخل ہو جاؤں تم بھی وہاں داخل ہو جاؤ۔ اگر مجھے کسی شخص سے تمہارے بارے میں کوئی خطرہ محسوس ہوا تو میں دیوار کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ یہ دکھانے کے لئے کہ میں اپنا جوتا ٹھیک کر رہا ہوں۔ آپ چلے جانا رکنا نہیں چنانچہ حضرت علیؓ چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ وہ اور ان کے ہمراہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے میں نے عرض کی آپ میرے سامنے اسلام پیش کریں۔ آپؐ نے اسے میرے سامنے پیش کیا۔ تو میں اسی وقت اسی جگہ مسلمان ہو گیا۔ آپؐ نے میرے سے فرمایا اے ابوذر! ابھی اپنے اسلام کو ظاہر نہ کرو اپنے شہر واپس چلے جاؤ جب تمہیں یہ خبر پہنچے کہ ہمارا غلبہ ہو گیا ہے تو پھر آ جاؤ۔ جس پر میں نے کہا مجھے اس ذوالجلال کی قسم ہے۔ جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں تو ان قریش کے درمیان چیخ چیخ کر اس کا اظہار کرونگا چنانچہ مسجد حرام میں آئے جہاں قریش بھی موجود تھے فرمانے لگے اے قریش کی جماعت میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ

کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اسکے رسول ہیں تو وہ کہنے لگے اٹھو اور اس دین سے ہٹ جانے والے صابی کو پکڑو چنانچہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے مارتے مارتے ادھ موا کر دیا۔ حضرت عباسؓ میری مدد کے لئے پہنچے اور میرے اوپر گر پڑے پھر قریش کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تمہارے لئے خرابی ہو ایک ایسے آدمی کو قتل کرنے لگے ہو جو قبیلہ غفار کا آدمی ہے تمہارا تجارتی راستہ اور گذرگاہ قبیلہ غفار سے ہے پس وہ لوگ میرے سے ہٹ گئے پس دوسری صبح ہوئی تو پھر میں نے اسی طرح اعلان کیا جس طرح کل کیا تھا۔ وہ کہنے لگے اٹھو اور اس صابی کو پکڑو۔ پس انہوں نے میرے ساتھ وہی سلوک کیا جو کل میرے ساتھ کیا تھا۔ پس حضرت عباسؓ میری امداد کو پہنچ گئے اور میرے اوپر آ کر گر پڑے اور ان سے وہی کچھ کہا جو کل گذشتہ انہوں نے کہا تھا پس یہ پہلا اظہار اسلام ابوذرؓ کا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ **واکرمان اسال عنه** کسی سے سوال اس لئے نہیں کرتے تھے کہ کہیں اس کی وجہ سے انہیں تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ دوسرے آپؐ کے مخالف اور موافق کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کسی سے سوال نہیں کرتے تھے۔

قمت الی الحائط یہ کارروائی اس لئے تھی تا کہ لوگوں کو علم نہ ہو سکے کہ یہ حضرت علیؓ کے ہمراہی ہیں تا کہ ہمراہی ہونے کی صورت میں ان کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ نے بھی مناقب میں یہی بتلایا ہے کہ سوال اس لئے نہیں کرتے تھے کیونکہ قریش ہر شخص کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ جو ان کا قصد کرتا تھا۔ اور اس لئے بھی مارتے تھے کہ کہیں آپؐ کا دین پھیل نہ جائے۔ اس لئے سائل کی رہنمائی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی آپؐ کے پاس لوگوں کا اجتماع ہونے دیتے تھے۔ یا دھوکہ دے کر اس کو واپس ہونے پر مجبور کر دیتے تھے۔ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے **فلما اصبحت** جب رات ان کی حضرت علیؓ کے گھر میں بسر ہوتی تھی تو صبح کو بھی وہاں سے نکلتے تھے۔

اما انا للرجل یصرف الخ اس سے مراد ابوذرؓ ہیں۔ اور یصرف بتاویل مصدر فعل کا فاعل ہے۔ اور للرجل مفعول لہ ہے۔ یعنی ابھی تک اس آدمی کو مطلوب شخص کا گھر معلوم نہیں ہو سکا۔ **قمت الحائط** اور بعض روایات میں ہے کہ میں پیشاب کرنے کے بہانے رک جاؤں گا۔ ممکن ہے دونوں باتیں حضرت علیؓ نے فرمائی ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ **اسلام ابی ذر** کا قصہ تو اسلام ابی بکرؓ کے بعد آ رہا ہے یہاں مقصود قصہ زمزم ہے کہ حضرت ابوذرؓ کئی روز تک صرف زمزم کے پانی پر اکتفا کرتے رہے۔ حضرت ابوذرؓ جن کا نام جندب ہے یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسلامی سلام پڑھا۔ اور اسلام میں داخل ہونے والے پانچویں شخص ہیں۔ اور بعثت نبویؐ سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کے بھائی کا نام انیس تھا جو حضرت ابوذرؓ کے ہمراہ مسلمان ہوئے شاعر تھے۔ ان دونوں کی والدہ بھی مسلمان ہو گئی تھی۔

اسلمت مکانی ای فی الحال لیکن یہ معجزات دیکھنے کے بعد ہوا جس پر دیگر روایات دلالت کرتی ہیں۔ **لاصرخن** اگر اشکال ہو کہ انہوں نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کیوں کی۔ تو کہا جائے گا کہ ان کو قرائن سے معلوم ہو گیا کہ آپ کا یہ حکم ایجاب کے لئے نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ ان کا نعرہ سن کر خاموش ہو گئے۔ **صابی** از ناقص وردی **یصبو** سے ہو تو اس کے معنی **مال الی الجھل** کے ہیں۔ اور مہموز اللام ہو۔ **صبا یصبا** تو **خروج من دین الی آخر** کہ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونا۔ **ضربوا لاموت** یعنی **ضربوہ ضرب الموت**.

بَابُ جَهْلِ الْعَرَبِ

ترجمہ۔ عرب کی جہالت کا بیان

حدیث (۳۲۷۲) حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَان الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِذَا سَرَّکَ اَنْ تَعْلَمَ جَهْلَ الْعَرَبِ فَاقْرَأْ مَا فَوْقَ الثَّلٰثِیْنَ وَمِائَةٍ فِیْ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَیْرِ عِلْمٍ اِلٰی قَوْلِهٖ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اگر تمہیں عرب کے جہالات معلوم کرنے ہوں تو سورۃ انعام کی ایک سوتیس آیات پڑھو۔ جس کی ابتداء قدخسر الذین قتلوا اولادھم سے ہے۔ اور انتہا قدضلوا وما کانو مھتدین ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ قتلوا اولادھم لڑکیوں کو فقر کے خوف سے مار ڈالتے تھے یہ ان کی جہالت اور بے وقوفی تھی۔ کیونکہ فقر تو اگر وہ ضرر رساں ہو تو موہوم تھا لیکن قتل تو فوری گناہ تھا وہ بہت بڑا جرم تھا۔ تو بڑی مصیبت کو موہوم ضرر کے خدشے سے مول لینا یہ سفاہت اور بے وقوفی ہے۔ جو عدم علم اور جہالت سے پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ دانشمندی بڑی مصیبت ٹالنے کیلئے چھوٹی کو اختیار کر لینا ہے اھون البالعتین کا اختیار کر لینا دانشمندوں کا مقولہ ہے۔

بَابُ مَنِ انْتَسَبَ اِلٰی اٰبَائِهٖ فِی الْاِسْلَامِ وَالْجَاهِلِیَّةِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بیان میں جو زمانہ اسلام اور جاہلیت میں اپنے آباؤ اجداد کی طرف منسوب ہو

حدیث (۳۲۷۳) قَالَ ابْنُ عُمَرؓ وَاَبُوْهُرَیْرَةؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وسَلَّمَ اِنَّ الْکَرِیْمَ ابْنَ الْکَرِیْمِ ابْنِ الْکَرِیْمِ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ ابْنِ اِسْحٰقَ ابْنِ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰهِ وَقَالَ الْبَرَآءُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ وابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ شریف بیٹا شریف کا پوتا شریف کا اور پڑپوتا شریف کا۔ یوسفؑ بیٹا یعقوبؑ کا جو اسحٰقؑ کے بیٹے تھے جو ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے تھے۔ یہ تو اسلامی نسب ہے اور حضرت براءؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ یہ جاہلیت کا نسب ہے۔

حدیث (۳۲۷۴) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ یَا بَنِیْ فِهْرٍ یَا بَنِیْ عَدِیٍّ لِبُطُوْنِ قُرَیْشٍ وَقَالَ لَنَا قَبِیْصَةُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْهُمْ قَبَائِلَ قَبَائِلَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ۔ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارنا شروع کر دیا او بنو فھر اور او بنو عدی قریش کے چند قبائل میں سے ہیں اور دوسری سند سے ابن عباسؓ فرماتے ہیں

کہ جب یہ آیت انذر عشیرتک الخ نازل ہوئی تو آپؐ نے ایک ایک قبیلہ کو پکار پکار کر دعوت دینی شروع کر دی گویا کہ اس سے یا بنی فہر وغیرہ کی تفسیر کر دی کہ یہ قبائل تھے۔

حدیث (۳۲۷۵) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اِشْتَرُوْآ اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِشْتَرُوْآ اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا اُمَّ الزُّبَيْرِ ابْنِ الْعَوَّامِ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ اِشْتَرِيَا اَنْفُسَكُمَا مِنَ اللّٰهِ لَآ اَمْلِكُ لَكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلَانِیْ مِنْ مَالِیْ مَا شِئْتُمَا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو عبد مناف! اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو چھڑا لو۔ اے بنو عبد المطلب! تم بھی اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچالو۔ اے زبیر بن عوام کی اماں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی بھی ہے۔ اور اے فاطمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! تم دونوں بھی اپنے آپ کو اللہ کی پکڑ سے بچالو میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔ تو میرے مال میں سے جو کچھ چاہو مانگ لو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ وانذر عشیرتک الاقربین یہ محل ترجمہ ہے کہ عشیرہ کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے حالانکہ وہ قبائل کافر تھے۔ اور پھر ان کو پکار کر آپؐ کا دعوت دینا آپ کی طرف سے تسلیم کر لینا ہے کہ یہ قبائل آپؐ کے قریبی رشتہ دار تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ فرماتے ہیں کہ ان قبائل سے آپؐ کی قریبی رشتہ داری صرف تعاون اور مناظرہ میں تھی میراث کے بارے میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ کتاب الفرائض میں آئے گا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہیں تمام امور میں قرابت ثابت ہے اس میں تخصیص پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ نیز اسی سے احنافؒ نے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی عصبة والا نہ ہو تو خاہو اور دیگر ذوی الارحام وارث ہوں گے۔ دوسری احادیث بھی احناف کا مستدل ہیں۔ جن کو علامہ عینیؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ جو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ پر حجت ہیں جو خاہو اور ذی الارحام کو محروم الارث قرار دیتے ہیں۔ امام احمدؒ اس مسئلہ میں احناف کے ساتھ ہیں۔ امام بخاریؒ نے کتاب الفرائض میں ترجمہ قائم کیا ہے۔

مولی القوم منهم انفسهم قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ فی النسبة الیهم والمیراث الخ.

تشریح از قاسمیؒ۔ عمه رسول الله وہ صفیہ بنت عبد المطلب ہیں۔ یہ واقعہ ابتداء اسلام میں مکہ میں پیش آیا۔ جب کہ ابن عباسؓ ہجرت سے صرف تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور ابو ہریرہؓ مدینہ میں مسلمان ہوئے اور حضرت فاطمہؓ ان دونوں چھوٹی بچی یا مراہقہ ہوں گی۔ تو اس واقعہ کو دو مرتبہ پر محمول کیا جائے یا اسے مراسیل صحابہ میں سے شمار کیا جائے۔ ورنہ اس وقت ابو لہب بھی موجود تھا جو بدر میں مارا گیا۔ یا دوسری مرتبہ فاطمۃ الزہراء کو ندا ہو۔ اور ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ اس وقت موجود ہوں۔

بَابُ ابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ.

ترجمہ۔ قوم کا بھانجا اور آزاد کردہ غلام اسی قوم سے شمار ہوگا۔

حدیث (۳۲۷۶) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ اَحَدٌ مِنْ غَيْرِكُمْ قَالُوْا لَا اِلَّا ابْنُ اُخْتٍ لَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کر انصار کو بلایا۔ جب وہ آئے تو ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے اندر کوئی غیر تو نہیں ہے۔ انہوں نے کہا اور تو کوئی نہیں سوائے ہمارے بھانجے کے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھانجا بھی اسی قوم میں سے ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اس حدیث باب سے ترجمہ کا جزء اول تو ثابت ہو گیا۔ جزء ثانی کو اس پر قیاس کیا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے مولی القوم منهم کی روایت کو ذکر نہیں فرمایا۔ یا تو وہ روایت ان کی شرائط کے مطابق نہیں۔ لیکن یہ جواب اس لئے نہیں کہ خود امام بخاریؒ نے کتاب الفرائض میں حضرت انسؓ کی روایت لائے ہیں جس میں ہے مولی القوم منهم من انفسهم اور ابو ہریرہؓ سے بھی مضمون ترجمہ ثابت ہے تو علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے اس جگہ ذکر نہیں کیا۔

بَابُ قِصَّةِ الْحَبْشِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ اَرْفِدَةَ

ترجمہ۔ حبش کا قصہ اور آپؐ کا بنی ارفدہ فرمانا۔

حدیث (۳۲۷۷) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ اَبَا بَكْرٍؓ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍؓ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍؓ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَّتِلْكَ الْاَيَّامُ اَيَّامُ مِنًى وَقَالَتْ عَائِشَةُؓ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ اَمْنًا بَنِيْ اَرْفِدَةَ يَعْنِيْ مِنَ الْاَمْنِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے پاس اس وقت تشریف لائے جب کہ ان کے پاس دو چھوٹی لڑکیاں منیٰ کے دنوں میں گا رہی تھیں۔ اور دف بجاتی تھیں اور اس کو خوب پیٹتی تھیں۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے سے منہ چھپائے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان بچیوں کو ڈانٹا تو آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ انور سے کپڑا اٹھاتے ہوئے فرمایا اے ابوبکر! ان کو چھوڑ دو یہ تو خوشی کے دن ہیں۔ وہ دن منیٰ کے دن تھے۔ جن میں لوگ فارغ ہوتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی شغل اختیار کرتے ہیں کنکریاں تو بعد از ظہر پھینکنی پڑتی ہیں۔ نیز! حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے مجھے چھپا رکھا تھا اور میں حبشی جوانوں کی طرف دیکھ رہی تھی جو مسجد نبوی میں گدکا کھیل رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ اے بنی ارفدہ تم امن سے رہو تمہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امنا امن سے مشتق ہے جو حال واقع ہو رہا ہے۔ یا مفعول مطلق ای ایمنوا امنا لیس لا حد ان یمنعکم کہ تم امن سے کھیلتے رہو کوئی منع نہیں کر سکتا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بنی ارفد کہتے ہیں کہ حبشہ لقب ہے یا ان کے جدا کبر کا نام تھا۔ صوفیہ نے حدیث باب سے رقص اور سماع کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ لیکن جمہور علماء اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حبشی لوگ تو جنگی تربیت حاصل کرنے کیلئے چھوٹے نیزوں سے مشق کر رہے تھے۔ کہاں جنگی مشق اور کہاں یہ رقص اور کہاں یہ سرود کے ساتھ گانا بجانا رقص لہو ہے اور مشق مطلوب ہے۔ دونوں مقصدوں میں فرق واضح ہے۔

بَابُ مَنْ اَحَبَّ اَنْ لَّا یُسَبَّ نَسَبُهٗ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے نسب کو گالی دلانا پسند نہیں کرتا۔

حدیث(۳۲۷۸)حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ حَسَّانُ النَّبِیَّ فِیْ هِجَآءِ الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ کَیْفَ بِنَسَبِیْ فَقَالَ حَسَّانُ لَاَسُلَّنَّکَ مِنْهُمْ کَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِیْنِ وَعَنْ اَبِیْهِ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهٗ فَاِنَّهٗ کَانَ یُنَافِحُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوالْهَیْثَمِ نَفَحَتِ الدَّابَّةُ اِذَا رَمَتْ بِحَوَافِرِهَا وَنَفَحَهٗ بِالسَّیْفِ اِذَا تَنَاوَلَهٗ مِنْ بَعِیْدٍ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت حسانؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ کی ہجو کرنے کے بارے میں اجازت طلب کی جس پر آپؐ نے فرمایا ان کے ساتھ میرے نسب کو کیسے بچاؤ گے۔ کیونکہ میری تو ان سے رشتہ داری ہے تو حضرت حسانؓ نے فرمایا میں آپؐ کو ان میں سے ایسے نکال لوں گا جیسے بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکالا جاتا ہے۔ عن ابیہ اور حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت حسان کو گالی دینے لگا کہ انہوں نے معاملہ افک میں حصہ لیا تھا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا ان کو گالی نہ دو۔ کیونکہ مجھے اپنی عزت کا خیال نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا لحاظ ہے اور یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدافعت کرتے تھے۔ کہ مشرکین کی ہجو کا جواب اشعار میں دیتے تھے۔ امام بخاریؒ لغوی تحقیق فرماتے ہیں کہ ابو الهیثم فرماتے ہیں کہ نفحت الدابۃ اس وقت بولتے ہیں جب جانور اپنے کھروں کو پھینکے اور نفحه بالسیف جب دور سے کسی پر تلوار کا وار کرے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یعنی جیسے بال پر آٹے کو کوئی اثر نہیں ہوتا ایسے آپؐ کے نسب پر بھی کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ کہ میں ان کی ہجو ان کے افعال اور عادات پر کروں گا۔ نسب کو نہیں چھیڑوں گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَسْمَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں کے بارے میں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ وَقَوْلِهٖ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ترجمہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت گیر ہیں۔ اور میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ تو ان آیات سے دو نام محمد اور احمد معلوم ہوئے۔

حدیث (۳۲۷۹) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ اَبِیْهِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَةُ اَسْمَآءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیُ الَّذِیْ یَمْحُوا اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ.

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔ احمد ہوں اور ماحی ہوں۔ میرے ذریعہ

سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹادے گا۔ میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے۔ اور میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

حدیث (۳۲۸۰) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰہُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعْنَھُمْ یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَیَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو گالی اور ان کی لعنت کو میرے سے کیسے پھیر دیا۔ وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں حالانکہ میں تو محمد ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صریح لفظ کے مقابلہ میں استعارہ کنایہ کا کوئی اعتبار نہیں اور اسی ضابطہ پر بہت سے مسائل ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت نفرت کی وجہ سے آپ کا کوئی ایسا نام نہیں لیتے تھے جو آپؐ کی مدح پر دلالت کرے۔ اس لئے محمد کی بجائے مذمم کہتے تھے کیونکہ محمد کا معنی ہے کثیر الخصال الحمید بہت اچھی خصلتوں والا تو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مذمم کے ساتھ ایسا کرے۔ حالانکہ آپ کا نام تو مذمم نہیں تھا۔ اور نہ ہی لوگ اس کو پہچانتے تھے تو جو کچھ وہ آپؐ کے بارے میں کہتے تھے اللہ تعالیٰ اس کو آپؐ سے پھیر دیتا۔ اور مثل مشہور ہے کہ القاب آسمان سے اترتے ہیں۔ ابولہب کی بیوی عوراء کہتی تھی۔ مذمم قلینا ودینہ ابینا وامرہ عصینا ترجمہ کہ ہم مذمم سے بغض رکھتے ہیں۔ اس کے دین سے انکار کرتے ہیں اور اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں۔

لا عبرۃ للعیر حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام نسائیؒ نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ جو شخص ایسا کلام کرے جو طلاق یا فرقۃ کے معنی کے منافی ہو اور اس سے طلاق کا ارادہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جیسے کسی نے بیوی سے کہا تو کھا پھر کہتا ہے میری مراد اس سے طلاق تھی۔ تو عورت مطلقہ نہیں ہوگی کہ کھانے کی کبھی بھی طلاق سے تفسیر نہیں کی گئی۔ اسی طرح مذمم کی تفسیر کبھی محمد سے نہیں کی گئی۔

بَابُ خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ

ترجمہ۔ باب آخری نبی کے بارے میں

حدیث (۳۲۸۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ کَرَجُلٍ بَنٰی دَارًا فَاَکْمَلَھَا وَاَحْسَنَھَا اِلَّا مَوْضَعَ لَبِنَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَدْخُلُوْنَ بِھَا وَیَتَعَجَّبُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضَعُ اللَّبِنَۃِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اور پہلے انبیاء کا حال اس شخص کے حال کی طرح ہے۔ جس نے ایک مکان بنایا اسے پورا کیا اور خوب صورت بنایا۔ لیکن ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی تو لوگ اس مکان میں داخل ہو کر اس کی عمدگی پر تعجب کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ کاش ایک اینٹ کی جگہ پر ہو جاتی۔

حدیث (۳۲۸۲) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضَعَ لَبِنَۃٍ مِنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَعْجَبُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور میرے سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا حال اس

شخص کے حال کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اسے اچھا بنایا اور خوب صورت کیا۔ مگر ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اب لوگ آ کر اس کے اردگرد گھومتے ہیں اور اسے پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی۔ آپ فرماتے ہیں میں وہی اینٹ ہوں اور میں تمام نبیوں کا ختم کرنے والا آخری نبی ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضورؐ کے پانچ نام یا تو امم سابقہ میں مشہور تھے یا کتب سابقہ میں تھے۔ یا راوی کے نزدیک پانچ ہیں۔ ورنہ آپؐ کے اسماء گرامی تو بہت ہیں یا یہ کہ یہ نام پہلے نہیں رکھے گئے۔ لبنہ جب تک اینٹ آگ میں نہ پکے اسے لبنہ کہتے ہیں۔ جب پک جائے تو وہ آجر کہلاتی ہے۔ اور حدیث یہ ضرب المثل سمجھانے اور تقرب الی الفهم کے لئے بیان کی گئی ہے۔ مسئلہ ختم نبوت پر اکابر کے رسائل کثیرہ طبع ہو چکے ہیں۔ یہ احادیث بھی ان میں موجود

بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی ارکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں

حدیث (۳۲۸۳) **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهٗ.**

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات جب ہوئی تو آپؐ تریسٹھ سال کی عمر کے تھے سعید بن مسیب نے بھی ابن شہاب کو اسی طرح خبر دی ہے۔

بَابُ كُنْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ باب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کے بارے میں

حدیث (۳۲۸۴) **حَدَّثَنَا حَفْصٌ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا اَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمُّوْا بِاِسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ.**

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کسی آدمی نے پکارا اے ابوالقاسم! آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپؐ اس کی مراد نہیں تھے جس پر آپؐ نے فرمایا میرے نام کے ساتھ نام رکھو۔ لیکن میری کنیت نہ رکھو۔ لیکن یہ زمانہ نبوت کے ساتھ خاص تھا۔ اب اسم اور کنیت دونوں کا اختیار ہے۔ بحث گذر چکی ہے۔

حدیث (۳۲۸۵) **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاِسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ.**

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے نام جیسا اپنا نام رکھو میری کنیت جیسی کنیت نہ رکھو۔

حدیث (۲۳۸۶) **حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ قَالَ رَاَيْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ ابْنَ اَرْبَعٍ وَّتِسْعِيْنَ جَلْدًا مُّعْتَدِلًا فَقَالَ لَقَدْ عَلِمْتُ مَا مُتِّعْتُ بِهٖ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ اِلَّا بِدُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالَتِيْ ذَهَبَتْ بِيْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ شَاكٍ فَادْعُ اللّٰهَ قَالَ فَدَعَا لِيْ.**

ترجمہ۔ جعید بن عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزیدؓ کو دیکھا کہ وہ چرانوے ۹۴ سال کے ہیں خوب طاقت ور اور صحیح سالم۔ فرمانے لگے تم جانتے ہو کہ یہ کان اور آنکھ جس سے مجھے فائدہ پہنچایا گیا ہے یہ محض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و دعا کا نتیجہ ہے مجھے میری خالہ آپ کی طرف لے گئیں کہنے لگیں یا رسول اللہ! یہ میرا بھانجا بیمار ہے اس کیلئے دعا فرمایئے۔ فرماتے ہیں پس آپؐ نے میرے لئے دعا فرمائی یہ باب بغیر ترجمہ کے ہے جو فصل کا کام دیتا ہے اور من وجہ باب سابق سے مناسبت بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جن الفاظ سے خطاب کیا جاتا تھا وہ یا محمد یا ابا القاسم یا رسول اللہ ہیں۔ ادب بلکہ اچھا یہ ہے کہ آپ کو یا رسول اللہ سے خطاب کیا جائے۔

بَابُ خَاتَمِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ۔ باب مہر نبوت کے بیان میں

حدیث (۳۱۸۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الخ عَنِ الْجُعَيْدِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِيْ وَقِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَالِيْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ إِلٰى خَاتَمٍ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ اَلْحَجَلَةُ مِنْ حَجَلِ الْفَرَسِ الَّذِيْ بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ الصَّحِيْحُ الرَّاءُ قَبْلَ الزَّايِ.

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میری خالہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئیں کہنے لگیں یا رسول اللہ میرا بھانجا بیماری میں پڑ گیا ہے یا بیمار ہے تو آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی۔ آپؐ نے وضو بنائی تو میں نے آپؐ کے بچے ہوئے وضو کے پانی کو پیا۔ پھر آپ کی پیٹھ کے پیچھے جا کر کھڑا ہوا تو میں نے آپؐ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو دلہن کی سیج کی گھنڈی کی طرح تھی ابن عبید اللہ فرماتے ہیں حجلہ گھوڑے کی وہ سفیدی جو اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے اور ابراہیم بن حمزہ نے رز الحجلہ کبوتری کے انڈے کی طرح۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ زا سے پہلے را ہے۔ یعنی رز بمعنی گھنڈی کے ہے۔

بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ باب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے بارے میں

حدیث (۳۲۸۸) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِؓ قَالَ صَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍؓ اَلْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ فَرَاَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهٗ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَقَالَ بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَاشَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ.

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر باہر نکل کر چل پڑے پس آپ نے حضرت حسنؓ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو انہیں اپنے کندھے پر اٹھا لیا فرمانے لگے میرے باپ کی قسم! یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہیں۔ حضرت علیؓ کے مشابہ نہیں اور حضرت علی ہنس رہے تھے۔

حدیث(۳۲۸۹)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَؓ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ الْحَسَنُ یُشْبِھُہٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ حضرت حسنؓ ان کے ہم شکل نظر آتے تھے

حدیث (۳۲۹۰) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیِّ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَیْفَةَؓ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّؓ یُشْبِھُہٗ قُلْتُ لِاَبِیْ جُحَیْفَةَ صِفْہُ لِیْ قَالَ کَانَ اَبْیَضَ قَدْ شَمِطَ وَاَمَرَلَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثَ عَشْرَةَ قَلُوْصًا قَالَ فَقُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَّقْبِضَھَا.

ترجمہ۔ حضرت اسمٰعیل بن ابی خالدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جحیفہؓ سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ ان کے ہم شکل تھے۔ تو میں نے حضرت ابو جحیفہؓ سے کہا کہ مجھے کچھ آپ کا حال بیان کریں۔ فرمایا وہ سفید رنگ کے تھے۔ جب کہ سر کے بال رلے ملے کچھ سفید اور کچھ سیاہ تھے آپؐ نے ہمارے لئے تیرہ نو جوان اونٹنیوں کے عطیہ کا حکم دیا۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے ان پر قبضہ کرنے سے پہلے پہل جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

حدیث(۳۲۹۱)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَجَآءٍ الخ عَنْ وَھَبٍ اَبِیْ جُحَیْفَةَ السُّوَائِیِّ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتُ بَیَاضًا مِنْ تَحْتِ شَفَتِہِ السُّفْلٰی اَلْعَنْفَقَةَ.

ترجمہ۔ حضرت وھب ابی جحیفہؓ سوائی فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور میں نے آپؐ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی پر کچھ سفید بال بھی دیکھے تھے۔

حدیث(۳۲۹۲)حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ الخ اَنَّہٗ سَاَلَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَاَیْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ شَیْخًا قَالَ کَانَ فِیْ عَنْفَقَتِہٖ شَعَرَاتٌ بِیْضٌ.

ترجمہ۔ حضرت حریز بن عثمانؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن بسر صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بوڑھے تھے۔ فرمایا کہ آپ کی ٹھوڑی پر کچھ تھوڑے سے سفید بال تھے۔

حدیث(۳۲۹۳)حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍؓ یَصِفُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ اَزْھَرَ اللَّوْنِ لَیْسَ بِاَبْیَضَ اَمْھَقَ وَلَا اٰدَمَ لَیْسَ بِجَعْدٍ قَطَطٍ وَلَا سَبْطٍ رَجِلٍ اُنْزِلَ عَلَیْہِ وَھُوَ ابْنُ اَرْبَعِیْنَ فَلَبِثَ بِمَکَّةَ عَشْرَ سِنِیْنَ یُنْزَلُ عَلَیْہِ وَبِالْمَدِیْنَةِ عَشْرَ سِنِیْنَ وَلَیْسَ فِیْ رَاْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَیْضَآءَ قَالَ رَبِیْعَةُ فَرَاَیْتُ شَعْرًا مِنْ شَعْرِہٖ فَاِذَا ھُوَ اَحْمَرُ فَسَاَلْتُ فَقِیْلَ اَحْمَرَ مِنَ الطِّیْبِ.

ترجمہ۔ ربیعہؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کرتے تھے۔ فرمایا کہ آپ قوم میں سے درمیانے قد کے آدمی تھے یعنی نہ بالکل لمبے تڑنگے اور نہ چھوٹے قد کے۔ گلابی رنگ تھا یعنی نہ تو بالکل سفید براق تھے اور نہ ہی گندم گونی۔ آپؐ کے بال نہ تو بالکل سخت گھونگھرالے تھے۔ اور نہ ہی بالکل کھلے ہوئے۔ بلکہ آپؐ مڑے ہوئے بالوں والے تھے۔ آپؐ چالیس سال کی عمر

کے تھے تو آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ مکہ میں دس سال تک ٹھہرے رہے کہ آپؐ پر برابر وحی آتی رہی۔ البتہ تین سال درمیان میں وحی منقطع ہوگئی۔ اور مدینہ میں دس سال رہے۔ اور جب آپ کی وفات ہوئی تو آپؐ کے سر اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔ ربیعہ فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال میں نے بھی دیکھا تھا جو سرخ تھا میں نے پوچھا سرخ کیوں کہا گیا۔ کہ خوشبو کی وجہ سے سرخ ہوگیا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الحجله من حجل الفرس اس تفسیر سے حجلہ کا مادہ اشتقاق بتلانا ہے۔ نہ کہ روایت کے اندر یہ معنی مراد ہیں۔ بنابریں اس تفسیر کو غلط قرار دینے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ تحجیل تو پاؤں میں ہوا کرتی ہے آنکھوں کے درمیان جو سفیدی ہوتی ہے اسے غرہ کہتے ہیں۔ اس طرح علامہ عینیؒ نے اعتراض وارد کیا ہے حجل الفرس سے تفسیر کرنا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ گھوڑے کی دو آنکھوں کے درمیان جو سفیدی ہوتی ہے اسے بھی غرہ کہتے ہیں۔ اور تحجیل پاؤں میں ہوتی ہے۔ اگر بالفرض ہم اس تفسیر کو صحیح بھی مان لیں کہ اس سے سفیدی مراد ہے تو پھر زر کے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حجلہ پاؤں میں ہوتا ہے۔ اور جو سفیدی پیشانی میں ہو اسے غرہ کہتے ہیں۔ لہذا یہ تفسیر صحیح نہ ہوئی۔ نیز! اس جگہ تشبیہ شکل اور گولائی میں بیان کرنا ہے۔ یہ بات پیشانی کی سفیدی میں نہیں پائی جاتی۔

رز الحجله کبوتر کا انڈا۔ صحیح یہ ہے کہ مصنفؒ کی غرض یہ ہے کہ رز الحجله کہنا غلط ہے لیکن اس تغلیط سے فی نفسہ غلط ہونا لازم نہیں آتا بلکہ دونوں تفسیر صحیح ہیں۔ سروح کے اندر اس جگہ ایک اور اعتراض بھی وارد ہے کہ متن حدیث کے اندر رز الحجله نہیں ہے بلکہ متن حدیث صرف نظرت الی خاتم بین کتفیه تو ابن عبید اللہ سے جب اس کی کیفیت پوچھی گئی تو انہوں نے رز الحجله سے تفسیر کردی۔ پھر ان سے حجله کے معنی پوچھے گئے تو انہوں نے حجل الفرس سے اس کی تشریح کی۔ اصلی وجہ یہی ہے باقی رز اور زر میں بھی کافی اختلاف ہے جو شمائل میں دیکھی جا سکتی ہے۔

احمر من الطیب مولانا محمد حسن مکیؒ نے اپنی تقریر میں بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں حمرت آپؐ کے زمانہ حیات میں نہیں تھی کہ وہ ہمارے زمانہ تک باقی رہ گئی ہو۔ بلکہ آپ کی وفات کے بعد جو لوگ خوشبو لگاتے رہے۔ اس سے وہ بال سرخ ہوگئے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بھی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی وفات کے بعد جن لوگوں کے پاس کچھ بال تھے انہوں نے ان کو رنگ لیا تا کہ وہ باقی رہ جائیں۔ رواہ دارقطنی۔

حدیث (۳۲۹۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَيْسَ بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشَرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشَرَ سِنِيْنَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَآءَ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو لمبے تڑنگے تھے اور نہ ہی چھوٹے قد کے تھے۔ نہ بالکل سفید براق رنگ کے تھے۔ اور نہ ہی گندم گونی تھے اور نہ ہی سخت گھونگھرالے بالوں والے تھے۔ اور نہ بالکل کھلے بال تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کے خاتمہ پر نبوت سے نوازا۔ مکہ میں دس سال رہے (کسر کو چھوڑ دیا گیا ہے) اور مدینہ میں بھی دس سال رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا لیا تو آپؐ کے سر اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

حدیث (۳۲۹۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهُمْ خُلْقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ.

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔ اور آپؐ کے اخلاق بھی سب لوگوں سے اچھے تھے۔ قد بالکل لمبا تڑنگا بھی نہیں تھا۔ اور نہ بالکل چھوٹا ٹھنگا۔

حدیث (۳۲۹۶) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ سَاَلْتُ اَنَسًا هَلْ خَضَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِنَّمَا كَانَ شَيْءٌ فِيْ صُدْغَيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو رنگتے تھے۔ فرمایا نہیں البتہ آپ کی کن پٹیوں کے پاس کچھ رنگین بال تھے۔ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید بال ٹھوڑی۔ کن پٹی۔ اور کچھ سر کے حصہ میں تھے۔ اور زرد رنگ بعض اوقات میں ثابت ہے ورنہ اکثر اوقات نہیں رنگتے تھے۔

حدیث (۳۲۹۷) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهٗ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ رَاَيْتُهٗ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ لَمْ اَرَشَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ قَالَ يُوْسُفُ بْنُ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْهِ مَنْكِبَيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے آدمی تھے آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھوڑی سی دوری تھی آپؐ کے بال دونوں کانوں کے نرم حصہ تک پہنچتے تھے میں نے آپ کو سرخ دھاری دار پوشاک میں دیکھا۔ آپؐ سے زیادہ خوب صورت میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا اور یوسف نے الی منکبیہ نقل کیا ہے۔

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ ہماری چشم خیال میں اور نہ دکان آئینہ ساز میں (از مرتب)

حدیث (۳۲۹۸) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ قَالَ سُئِلَ الْبَرَآءُ اَكَانَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ قَالَ لَابَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ.

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ سے پوچھا گیا کہ کیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تلوار کی طرح تھا۔ فرمایا نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔ یعنی صرف چمک میں تلوار کی طرح نہیں بلکہ چمک اور گولائی میں چاند کی طرح تھے اور حقیقت تو یہ ہے کہ

چاند سے تشبیہ دینا یہ کہاں انصاف ہے اس کے منہ پہ چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے

حدیث (۳۲۹۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ اِلَى الْبَطْحَآءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَزَادَ فِيْهِ عَوْنٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ كَانَ تَمُرُّ مِنْ وَرَآئِهَا الْمَرْاَةُ وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا يَاْخُذُوْنَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ قَالَ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ فَاِذَا هِيَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت وادی بطحاء کی طرف تشریف لائے وضو بنائی پھر ظہر کی دو رکعت نماز ادا کی اور عصر کی بھی دو رکعت مسافر والی نماز ادا فرمائی۔ آپؐ کے سامنے سترہ کے طور پر چھوٹا نیزہ گڑا ہوا تھا شعبہ فرماتے

ہیں کہ حضرت عون نے اپنے باپ سے یہ الفاظ بھی زائد نقل کئے کہ اس عنزہ کے پیچھے عورت گذرتی تھی جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد لوگ کھڑے ہوگئے اور آپؐ کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں پر پھیرتے تھے میں نے بھی آپؐ کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے چہرہ پر رکھ دیا جو برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ بہترین خوشبو والا تھا۔

حدیث (۳۳۰۰) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخی تھے اور آپؐ سب سے زیادہ سخی رمضان المبارک کے مہینہ میں ہوتے تھے۔ جب کہ جبرائیل علیہ السلام کی آپؐ سے ملاقات ہوتی تھی۔ اور جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپؐ سے ملاقی ہو کر قرآن مجید کا آپؐ سے دور کرتے تھے۔ البتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجی ہوئی آندھی سے بھی زیادہ خیر کے سخاوت کرنے والے ہوتے تھے۔

حدیث (۳۳۰۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قَالَ الْمُدْلَجِيُّ لِزَيْدٍ وَاُسَامَةَ وَرَاٰى اَقْدَامَهُمَا اِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَقْدَامِ مِنْ بَعْضٍ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس خوش خوش تشریف لائے کہ آپؐ کے چہرۂ انور کی سلوٹیں چمکتی تھیں۔ آتے ہی فرمایا کہ کیا تو نے قیافہ شناس مدلجی کی بات نہیں سنی جو اس نے حضرت زیدؓ اور انکے بیٹے اسامہؓ کے قدم دیکھ کر کہی ہے کہ یہ قدم ایک دوسرے میں سے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مدلجی جس کا نام مجزز تھا۔ جاہل لوگ حضرت زیدؓ اور اسامہؓ کے نسب میں شک کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت زیدؓ سفید تھے اور حضرت اسامہؓ کالے رنگ کے۔ اس لئے کہ حضرت زیدؓ کی شادی ایک حبشی باندی برکۃ سے ہوئی تھی جو کالی سیاہ تھی۔ اور قیافہ شناس کی بات کا وہ لوگ اعتبار کرتے تھے۔ اگرچہ حضرت اسامہؓ کے نسب میں آپ کو کوئی شک نہیں تھا۔ اور نہ ہی شرعی طور پر کوئی حرج تھا۔ الولد للفراش مگر طاعنین کی تسلی سے آپؐ خوش ہوئے۔ اس حدیث کی بنا پر حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قیافہ شناس کا قول معتبر ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اس کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا استدلال لاتقف مالیس لک بہ علم کہ جس بات کا یقین نہ ہو جائے اس پر اعتماد نہ کرو۔ امام مالکؒ باندیوں میں قائف کا قول حجت مانتے ہیں۔ حرائر میں نہیں۔ قائف کا قول مدد ومعاون ہوسکتا ہے۔ حجت نہیں ہوسکتا باقی حضرت اسامہؓ کا نسب قبل ازیں ثابت ہو کر مشہور ہو چکا تھا۔ اور وہ حب رسول مانے جاتے تھے۔

حدیث (۳۳۰۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍؓ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ قَالَ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ.

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ جب غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے تو وہ اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ جب میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھا تو آپ کا چہرہ خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ انور ایسا دمکتا تھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ ہم لوگ آپ کی اس حالت کو خوب پہچانتے تھے۔

حدیث(۳۳۰۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِىْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِىْ كُنْتُ فِيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نسل آدم کے بہترین زمانہ میں بھیجا گیا ہوں۔ اسی طرح قرن بعد قرن آتا رہا۔ یہاں تک کہ اس زمانہ میں پہنچ گیا جس زمانہ میں اب میں ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قرنا فقرنا مولانا محمد حسن مکیؒ نے اپنی تقریر میں شیخ گنگوہیؒ سے بیان کیا ہے۔ کہ بعثت الخ سے اپنی نسب کی شرافت کو بیان فرمایا ہے کہ وہ قرون جو بنو آدم کے قرون میں سے بہتر تھے میں اسی قرن میں آیا ہوں۔ قرن لوگوں کے طبقہ کو کہتے ہیں۔ قرنا فقرنا کا مطلب یہ ہوا کہ میں بہتر طبقہ میں سے ہوں۔ میرا باپ اپنے زمانہ کے بہتر طبقہ سے میرا دادا اپنے زمانہ کے بہتر طبقہ سے اس طرح میرا پردادا اپنے زمانہ کے بہتر طبقہ سے حتی کہ یہ سلسلہ آدم علیہ السلام تک جا پہنچا۔ (قرن۔ سوسال۔ ستر سال۔ بلکہ دس سے لے کر ایک سو بیس سال تک کو قرن کہا گیا ہے) لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس سے آپ اپنے طبقہ کی افضلیت کو بیان فرما رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی بعثت خیر القرون میں ہوئی۔ جو ابتداء اور انتہا کے اعتبار سے افضل ہے۔ یعنی قرون ماضیہ خیریت میں قرنا فقرنا ترقی کرتے رہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ آدم کا زمانہ بچپن کا دور تھا۔ نوح کا زمانہ شباب وجوانی کا دور تھا۔ اور ابراہیم کا دور کھولۃ ادھیڑپن کا دور تھا۔ اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مشیخت کا دور ہے۔ یہ تو ابتداء کے اعتبار سے ہوا اور انتہا کے اعتبار سے یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم بہتر زمانہ میرا ہے۔ پھر بہتر زمانہ ان لوگوں کا ہے جو ان کے متصل ہیں۔ علی ھذا القیاس حدیث باب کی غرض باعتبار سابق کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی افضلیت کو بیان کرنا ہے۔

حدیث(۳۳۰۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُؤُسَهُمْ فَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُوْنَ رُؤُسَهُمْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَىْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کے بالوں کو پیشانی پر چھوڑ دیتے تھے اور مشرک لوگ اپنے سر کے بالوں کی مانگ (چوٹی) نکالتے تھے اور اہل کتاب اپنے بالوں کو ایسے ہی چھوڑ دیتے تھے اور جن امور میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم موصول نہیں ہوتا تھا۔ اس میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ بعد ازاں آپ اپنے سر کے بالوں کی مانگ نکالنے لگے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ثم فرق الخ جب آپ کو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم ہوا تو آپ نے مانگ نکالنا شروع کیا۔ پھر یہ بھی ہے کہ آپ اہل کتاب کی موافقت اس لئے کرتے تھے کہ آپ کو معلوم نہیں تھا کہ مشرکون ایسا کرتے ہیں۔ اختراع کرنے والے ہیں یا یہ ابراہیمؑ کے فعل کی اقتداء ہے۔ اگر اس کا سنت ابراہیمی ہونا ثابت ہو جائے تو ان کی اقتداء کا آپ کو حکم تھا۔ مشرکین کا اسے اختیار کرنا آپ کے لئے مانع نہ تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ابتدائے زمانہ میں جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے اور آپؐ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا تا کہ اہل کتاب اس سلوک سے شاید اسلام کے قریب آ جائیں۔ جب آپؐ ان اہل کتاب کے اسلام لانے سے مایوس ہو گئے اور ان پر بدبختی غالب آ گئی تو پھر آپ کو بہت سے امور میں ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا۔ صوم یوم عاشورا استقبال قبلہ. مخالطة حائض. صوم یو السبت کی مخالفت کا حکم ہوا۔ اور مشرکین کی مخالفت ان امور میں پسند فرماتے تھے جن کا سنت ابراہیمی ہونا معلوم نہ ہوتا۔ جب سنت ابراہیمی ہونے کا علم ہو گیا تو موافقت مشرکین کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اس کے نظائر مناسک حج سے واضح ہیں۔

باقتدائه اولی ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذاالنبی الایة اور علامہ سیوطیؒ نے اس آیت کے شان نزول میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جب کہ عمرو بن العاص وغیرہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس آتے تھے تو نجاشی بادشاہ حبشہ نے عمرو بن العاص سے کہا تھاالیوم علی حزب ابراهیم تو عمرو بن العاص کے پوچھنے پر نجاشی نے کہاھولاء الرهط وصاحبهم حزب ابراهیم ہے۔

حدیث (۳۳۰۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بدزبان تھے اور نہ ہی بزور بدزبانی کرنے والے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ وہ تمہارے بہتر لوگوں میں سے اچھے اخلاق کے مالک تھے۔

حدیث (۳۳۰۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو حکموں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کا حکم ملتا تو جب تک گناہ نہ ہو وہ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے تھے اگر گناہ ہوتا تو تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ اپنی ذات کے لئے آپؐ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا البتہ اگر کسی حرمت الٰہی کی بے حرمتی ہوتی تو آپؐ اللہ کیلئے اس کا بدلہ لیتے۔

حدیث (۳۳۰۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا مَسِسْتُ حَرِيْرًا وَلَا دِيْبَاجًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ رِيْحًا قَطُّ اَوْ عَرْفًا قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ اَوْ عَرْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کسی عام ریشم اور خاص دبیز ریشم کو نہیں چھوا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ اسی طرح میں نے کسی خوشبو عام یا خاص کو نہیں سونگھا جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہو۔

حدیث (۳۳۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنواری لڑکی جو پردے میں ہوتی ہے اس سے بھی سخت حیا والے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ علذراء سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ خاوند تک پہنچنے سے پہلے اور دوسری عورتوں سے خلط ملط ہونے سے پہلے وہ سخت حیادار ہوتی ہے۔آپ کی حیا اس سے بھی زیادہ تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ خدرھا کی قید اس لئے کہ پردہ دار عورت ان عورتوں سے زیادہ حیادار ہوتی ہے جو پردہ نہیں کرتیں اور بازار میں گھومتی پھرتی ہیں۔ملاعلی قاریؒ شرح شمائل میں بیان کرتے ہیں کہ خدروہ پردہ ہے جو باکرہ عورت کے لئے گھر کے کسی کونہ میں بنایا جاتا ہے۔اور علذرۃ بکارۃ کو کہتے ہیں۔باکرہ کنواری لڑکی کو علذراء اسلئے کہتے ہیں کہ اس کا پردہ بکارت تا حال باقی ہوتا ہے تو خدرھا کی قید تعمیم فائدہ کے لئے ہوئی۔کیونکہ گھر کے اندر جب وہ عورتوں سے بھی حجاب میں ہے تو اشد حیا ہوگی۔میرے نزدیک بھی یہی توجیہ بہتر ہے۔اس لئے قطب گنگوہیؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔یہ حیاداری آپ کی غیر حدوداللہ کے اندر ہوتی تھی۔ورنہ حدوداللہ کے اندر کنایہ کو پسند نہیں کرتے تھے۔اعتراف زنا میں صریح لفظ ضروری ہے۔

حدیث(۳۳۰۹)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ زَادَ شُعْبَةُ مِثْلَهُ وَاِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ.

ترجمہ۔یعنی جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو وہ آپؐ کے چہرۂ انور سے محسوس ہوتی تھی پہچانی جاتی تھی۔

حدیث(۳۳۱۰)حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْجَعْدِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ اِلَّا تَرَكَهٗ.

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے اگر کھانے کی خواہش ہوتی تو اسے کھا لیتے۔ورنہ اسے چھوڑ دیتے۔

حدیث(۳۳۱۱)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِيِّؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرٰى اِبْطَيْهِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ وَقَالَ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.

ترجمہ۔حضرت ابن بحینہ اسدیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان کشادگی کر دیتے تھے۔یہاں تک کہ ہم آپ کی بغلوں کو دیکھ لیتے تھے۔اور ابن بکیر فرماتے ہیں ہمارے استاد بکر فرماتے ہیں کہ ہم آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔

حدیث(۳۳۱۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى الخ اَنَّ اَنَسًاؓ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِنْ دُعَآئِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَآءِ فَاِنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَرَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.

ترجمہ۔حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی دعا میں اتنے اونچے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے جس قدر نماز استسقاء میں کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں کو اتنا اونچا کرتے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی تھی۔اور ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور میں نے آپؐ کے بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لا یرفع یدیہ چونکہ دیگر روایات سے بہت سے مواقع پر رفع فی الدعاء ثابت ہے۔لہذا یہاں تاویل ہوگی کہ رفع بلیغ سوائے استسقاء کے نہیں ہوتا۔

حدیث(۳۳۱۳)حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الخ ذَكَرَ عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ دُفِعْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِيْ قُبَّةٍ كَانَ بِالْهَاجِرَةِ خَرَجَ بِلَالٌ فَنَادٰى بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ فَضْلَ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ يَاْخُذُوْنَ مِنْهُ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ الْعَنَزَةَ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ سَاقَيْهِ فَرَكَزَ الْعَنَزَةَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو جحیفہؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری قصد کے بغیر پہنچایا گیا جب کہ آپ منٰی سے واپسی کے بعد ایام حج میں ابطح مقام میں ایک خیمہ کے اندر تھے۔ اور دو پہر کا وقت تھا تو حضرت بلالؓ باہر نکلے۔ نماز کے لئے اذان پڑھی۔ پھر خیمہ میں گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لائے جس پر لوگ ٹوٹ پڑے کہ اس پانی سے لے رہے تھے پھر حضرت بلالؓ اندر داخل ہوئے تو آپ کا چھوٹا نیزہ نکال کر لائے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی باہر تشریف لائے۔ گویا کہ میں آپ کی دونوں پنڈلیوں کی چمک کو ابھی دیکھ رہا ہوں۔ (یہ محل ترجمہ ہے) پس نیزے کو گاڑ دیا۔ پھر آپ ظہر کی دو رکعت نماز مسافر پڑھائی اور عصر کی بھی دو رکعت پڑھائی۔ آپؐ کے سامنے سترہ سے آگے گدھا اور عورت گذرتی تھی جس سے نماز میں کوئی خلل نہ پڑا۔

حدیث(۳۳۱۴)حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْعَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ وَقَالَ اللَّيْثُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّهَا قَالَتْ اَلَا يُعْجِبُكَ اَبُوْ فُلَانٍ جَآءَ فَجَلَسَ اِلٰى جَانِبِ حُجْرَتِيْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْمِعُنِيْ ذٰلِكَ وَكُنْتُ اُسَبِّحُ فَقَامَ قَبْلَ اَنْ اَقْضِيَ سُبْحَتِيْ وَلَوْ اَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی واضح بات بیان کرتے تھے کہ اگر کوئی گننے والا اس کے کلمات اور حروف کو گننا چاہتا تھا تو وہ آسانی سے شمار کرسکتا تھا۔ اور لیث اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اے عروہؓ تمہیں ابو ہریرہؓ کا طریقہ تعجب میں نہ ڈالے وہ میرے حجرہ کے ایک کونہ میں باہر آ کر بیٹھتے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ اور میں نفل نماز پڑھ رہی ہوتی تھی۔ میرے نفل ختم کرنے سے پہلے پہلے وہ اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ اگر میں اسے پالیتی تو اس کے اس طریق کو رد کر دیتی کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح جلدی جلدی بات کو نہیں کرتے تھے بلکہ ترتیل اور تفہیم سے بات کرتے تھے

ابا فلان لغت قلیلہ میں نصب کے ساتھ آیا ہے ورنہ ابو فلان تھا۔ جس سے حضرت ابو ہریرہؓ مراد ہیں۔ تنبیہ ہے کہ بات ٹھہر ٹھہر کر کرنی چاہیے۔ آپ کی عادت مبارکہ یہی تھی۔ (از مرتب)

بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَآءَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں آپ کا دل نہیں سوتا تھا۔ اس کو سعید بن میناء نے حضرت جابرؓ

سے روایت کیا ہے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث(۳۳۱۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ اَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَتْ مَاكَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلٰثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسلمہؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان شریف میں کیسے رہتی تھی فرمایا خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان ہو گیارہ رکعت نماز نفل سے زیادہ نہیں کرتے تھے چار رکعات پڑھتے تو اس کی خوبصورتی اور طوالت کے متعلق مت پوچھو پھر اور چار رکعت نفل پڑھتے ان کی خوبی اور طوالت کا بھی کیا پوچھنا۔ پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ تو وتر سے پہلے سو جاتے ہیں۔ کیا وضو نہیں ٹوٹتا۔ فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

حدیث (۳۳۱۶) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ جَآءَهٗ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ اَوَّلُهُمْ اَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ اَوْسَطُهُمْ هُوَخَيْرُهُمْ وَقَالَ اٰخِرُهُمْ خُذُوْا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتّٰى جَآءُوْا لَيْلَةً اُخْرٰى فِيْمَا يَرٰى قَلْبُهٗ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَآءُ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ فَتَوَلَّاهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ عَرَجَ بِهٖ اِلَى السَّمَآءِ۔

ترجمہ۔ شریک راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا جو ہمیں اس رات کی حدیث بیان کرتے تھے جس رات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے سیر کرائی گئی فرماتے ہیں کہ وحی کئے جانے سے پہلے جب کہ آپ مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے۔ تین آدمی آئے۔ پس ان میں سے پہلے نے پوچھا وہ ان میں سے کون ہیں۔ کہا کہ وہ درمیان والے ہیں جو ان سے بہتر ہیں تو ان کے آخری آدمی نے کہا تو اس بہتر کو لے لو پس اس رات تو اتنا کچھ ہوا پس آپؐ نے ان کو نہ دیکھا پھر وہ دوسری رات آئے لیکن بیداری میں نہیں خواب میں جو دل دیکھتا ہے وہ ایسا ہی تھا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں سونے والی ہوتی ہیں اور آپ کا دل نہیں سوتا۔ اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کا حال ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے پھر جبرائیلؑ نے آپ کو سنبھال لیا۔ کیونکہ اب جبرائیلؑ ہی اگلے کام کے انچارج تھے۔ پھر آپ کو آسمان کی طرف چڑھا کر لے گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ثم عرج به الخ یعنی نیند سے بیدار ہونے کے بعد عروج ہوا۔ یہ نہیں کہ نیند کی حالت میں ہوا تاکہ یہ حدیث دوسری روایات کے خلاف نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ شیخ گنگوہیؒ کی انتہائی توجیہ ہے ورنہ شراح نے تو کہا ہے کہ شریک راوی کی حدیث میں بہت سے اوہام ہیں۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء محدثین فقہاء اور متکلمین کا یہ مسلک ہے جس پر احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں کہ اسراء اور معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رات میں بیداری کی حالت میں اسی جسد اطہر اور روح انور کے ساتھ بعثت نبویؐ کے بعد بقول امام زہریؒ

ہجرت سے پانچ سال پہلے واقع ہوا ہے۔ جب کہ آپؐ بیت ام ھانی کے اندر شعب ابی طالب میں سوئے ہوئے تھے۔ نوم و یقظہ کے مابین حالت میں آپ کو مسجد حرام میں لایا گیا جہاں آپ کو آپؐ کے چچا حمزہ اور چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالبؓ کے درمیان لٹکا دیا گیا تھا۔ چونکہ بعض احادیث میں کچھ اختلاف واقع ہوا ہے۔ اس لئے بعض علماء نے یہ کہا کہ معراج دو مرتبہ ہوا ہے۔ پہلے توطیۃً اور تمہید کے طور پر تھا خواب کے اندر۔ اور دوسرا بیداری میں ہوا۔ چونکہ شریک راوی جو غیر حافظ ہیں وہ باقی حفاظ کی مخالفت کرتے ہیں جو حضرت انسؓ سے روایت کرنے والے ہیں اسلئے یا تو ان کے اوہام کو رد کیا جائے گا یا تاویل کی جائے گی۔ چنانچہ اس حدیث میں پانچ مواقع پر شریک نے دیگر حفاظ کی مخالفت کی ہے پہلا تو قبل ان یوحی میں حالانکہ معراج بعد الوحی واقع ہوا ہے دوسرا وھو نائم میں حالانکہ آپ بیت ام ھانی میں سوئے ہوئے تھے۔ مسجد حرام میں نہیں۔ تیسرا الھم ھو اس سے معلوم ہوتا ہے آپ تنہا سوئے ہوئے تھے۔ لیلۃ المعراج میں آپؐ کے پاس اور کوئی نہیں تھا۔ حالانکہ حضرت حمزہؓ اور جعفر طیار سوئے ہوئے تھے۔ چوتھا حتی جاؤا لیلۃ اخری حالانکہ معراج اسی رات واقع ہوا ہے نہ کہ دوسری رات۔ پانچواں قولہ نائم عیناہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج نیند کی حالت میں ہوئی۔ حالانکہ بیداری میں وقوع پذیر ہے۔ البتہ ان پانچ مقامات کی تصحیح یوں کی جاسکتی ہے قولہ جاء ثلاثۃ نفر الی قولہ فکانت تلک یہ قصہ معراج کے علاوہ کسی اور روحانی معراج کا تذکرہ ہے جو ہوسکتا ہے کہ قبل از وحی ہو۔ اور حتی جاؤا الخ سے قصہ معراج بیان کیا جارہا ہو۔ اور یہ وحی کے آنے کے چھ سال بعد کا واقعہ ہو۔ نائم عیناہ کا مطلب یہ ہو کہ آپؐ حضرت ام ھانی کے گھر آرام فرماتے۔ اسی حالت میں فرشتہ آپؐ کو زمزم کے پاس لایا۔ یہاں آپؐ بیدار ہو چکے تھے کہ آپ کا سینہ چاک کیا گیا۔ پھر آپؐ کو آسمان پر لے گئے۔ دوسرے دو فرشتے جو جبرائیلؑ کے ہمراہ آئے تھے وہ یہاں سے جدا ہو گئے جبرائیلؑ تنہا انچارج بنے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب علامات النبوة فی الاسلام

ترجمہ۔ اسلام میں نبوت کی نشانیوں کے بیان میں

حدیث (۳۳۱۷) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ الخ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍؓ اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ فَاَدْلَجُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ وَجْهُ الصُّبْحِ عَرَّسُوْا فَغَلَبَتْهُمْ اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهٖ اَبُوْبَكْرٍؓ وَكَانَ لَا يُوْقَظُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهٖ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ فَاسْتَيْقَظَ عُمَرُؓ فَقَعَدَ اَبُوْ بَكْرٍؓ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ فَصَلّٰى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا قَالَ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَيَمَّمَ بِالصَّعِيْدِ ثُمَّ صَلّٰى وَجَعَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رُكُوْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيْدًا فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِذَا نَحْنُ بِامْرَاَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا اَيْنَ الْمَآءُ فَقَالَتْ اِيْهٖ لَامَآءَ فَقُلْنَا كَمْ بَيْنَ اَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَآءِ قَالَتْ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ فَقُلْنَا انْطَلِقِيْ اِلٰى رَسُوْلِ

اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَمَا رَسُوْلَ اللهِ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ اَمْرِهَا حَتّٰى اسْتَقْبَلْنَا بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَتْهُ بِمِثْلِ الَّذِيْ حَدَّثَتْنَا غَيْرَ اَنَّهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا مُؤْتِمَةٌ فَاَمَرَ بِمَزَادَتَيْهَا فَمَسَحَ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ فَشَرِبْنَا عِطَاشًا اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا حَتّٰى رَوِيْنَا فَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَاِدَاوَةٍ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ نَسْقِ بَعِيْرًا وَهِيَ تَكَادُ تَنِضُّ مِنَ الْمِلْءِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوْا مَا عِنْدَكُمْ فَجَمَعَ لَهَا مِنَ الْكِسَرِ وَالتَّمْرِ حَتّٰى اَتَتْ اَهْلَهَا قَالَتْ لَقِيْتُ اَسْحَرَ النَّاسِ اَوْ هُوَ نَبِيٌّ كَمَا زَعَمُوْا فَهَدَى اللّٰهُ ذَاكَ الصِّرْمَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَاَسْلَمَتْ وَاَسْلَمُوْا

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ ایک سفر غزوہ خیبر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے پس یہ حضرات ساری رات چلتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح کا وقت قریب آ گیا۔ تو تھوڑا سا آرام کرنے کے لئے یہ لوگ آخر حصہ رات میں ایک پڑاؤ پر اترے۔ پس ان پر اس قدر نیند کا غلبہ ہوا یہاں تک کہ دھوپ چڑھ آئی۔ بس پہلے پہل جو شخص نیند سے بیدار ہوا وہ ابوبکر صدیقؓ تھے۔ اور یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جگاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ خود بیدا ہوتے۔ ممکن ہے وحی ہو رہی ہو۔ پھر حضرت عمرؓ بیدار ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ ان کے سرہانے آ کر بیٹھ گئے تو اونچی اونچی آواز سے اللہ اکبر کہنے لگے یہاں تک کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور ہمیں صبح کی نماز پڑھائی قوم میں سے ایک آدمی الگ ہو گیا جس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اس سے پوچھا اے فلاں تجھے ہمارے ساتھ نماز ادا کرنے سے کس چیز نے روکا۔ کہنے لگا کہ مجھے جنابت پہنچ گئی یعنی مجھے احتلام ہو گیا۔ آپؐ نے اسے مٹی سے تیمم کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس شخص نے نماز ادا کی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک گھوڑ اسوار فوجی دستے میں جو آپؐ کے سامنے تیار ہوا تھا میرا نام بھی لکھ دیا۔ اور ہم بہت سخت پیاس سے نڈھال ہو چکے تھے تو پانی کی تلاش کے لئے آپؐ نے ہمیں بھیجا۔ پس ہم لوگ چلتے چلتے ایک ایسی عورت کے پاس پہنچے جو اپنے بڑے بڑے دوہرے چمڑے والے دو پانی کے مشکیزوں کے درمیان ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔ ہم نے اس سے پوچھا چشمہ کہاں ہے۔ اس نے بتلایا یہاں تو کوئی چشمہ نہیں ہے۔ پھر ہم نے پوچھا کہ تمہارے اور اس چشمہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ کہنے لگی ایک دن رات کی مسافت ہے۔ تو ہم نے اس سے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو وہ کہنے لگی رسول اللہ کیا ہوتا ہے بہرحال ہم نے اس کی کوئی پیش نہ جانے دی اور اسے چلنے پر مجبور کر دیا۔ یہاں تک کہ ہم اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے تو اس نے آپ کو بھی وہی واقعہ بتلایا جو اس نے ہمیں بتلایا تھا۔ البتہ اتنی بات آپ کو زیادہ بتلائی کہ وہ یتیم بچوں کی ماں ہے تو آپؐ نے اس کے دونوں مشکیزے اتارنے کا حکم دیا۔ پھر ان دونوں مشکیزوں کے نچلی طرف کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ تو ہم سب پیاسوں نے خوب پانی پیا۔ چالیس آدمی تھے یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے۔ پس ہم نے اپنے ہمراہ لائے ہوئے مشکیزے اور برتن پانی سے پر کر لئے۔ البتہ یہ کہ ہم کسی اونٹ کو پانی نہیں پلاتے تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ پر باش ہونے کی وجہ سے پھٹ جاتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا جو کچھ کسی کے پاس ہے وہ لے آئے۔ تو اس عورت کے لئے کچھ ٹکڑے روٹی کے یا نقدی کے اور کھجور جمع کر لی گئی۔ وہ ان کو لے کر اپنے گھر والوں کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی کہ میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی ہے جو تمام لوگوں میں سے زیادہ جادوگر ہے۔ یا جیسے لوگ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ پس اس کے قبیلہ کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی وجہ سے ہدایت دی۔ وہ خود بھی مسلمان ہوئی اور وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے تو یہ حضور کا معجزہ تھا کہ قلیل پانی اس قدر لوگوں کو سیراب کر گیا۔ خارق عادت قبل از نبوت ارہاصات کہلاتے ہیں اور بعد از نبوت معجزات الخ (از مرتب)

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ علامات نبوت الخ علامات نبوت سے معجزات نبوی مراد ہیں۔ اور اس میں صحابہ کرامؓ کی کرامات بھی

شامل ہیں۔ کیونکہ ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔ اور اس میں آئندہ پیش آنے والے واقعات۔ قیامت کی علامتیں اور جو غیب کی خبریں آپ کی بتلائی جائیں وہ سب اس میں داخل ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ علامات جمع علامت کی ہے اور اس سے مصنفؒ کی غرض معجزات اور کرامات ہیں اور ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ معجزہ اخص ہوتا ہے۔ جس میں نبی جھٹلانے والوں کو چیلنج دیتا ہے۔ کہ میں نے ایسا خارق عادت کام کیا ہے جو بشر کی طاقت سے باہر ہوتا ہے آپ کا اشہر معجزہ قرآن مجید ہے۔ جس کا چیلنج آج بھی فصحا اور بلغا کو دعوت دے رہا ہے فاتوا بسورة من مثله الاية۔ یہ کہ اس جیسی کوئی چھوٹی سورت لے آؤ۔ جیسی کہ انا اعطینک الکوثر ہے اور مقدمہ مسلم میں علامہ نوویؒ نے آپؐ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار دو سو سے زائد لکھی ہے۔ بعض نے تین ہزار بتلائی ہے اور فی الاسلام بعثت نبویؐ کے بعد اور اس کے قبل کے ارھاصات کو بھی حاکم نے اکلیل میں جمع کیا ہے۔ کرامات صحابہؓ حضرت انسؓ کی حدیث میں علامہ عینیؒ نے دو صحابہؓ کا واقعہ ذکر کیا ہے جن کی لاٹھی چراغ بن گئی بلکہ دو چراغ ہو گئے۔ فی رکوب یعنی مجھے بھی پانی تلاش کرنے والے سواروں میں آپؐ نے بھیج دیا۔

حدیث (۳۳۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَآءٍ وَهُوَ بِالزَّوْرَآءِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْاِنَآءِ فَجَعَلَ الْمَآءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثَ مِائَةٍ اَوْزُهَآءَ ثَلٰثِ مِائَةٍ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا۔ جب کہ آپؐ زوراءؑ کے مقام پر تھے تو آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک برتن میں رکھ لیا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے ابلنے لگا تو ساری قوم نے وضو بنائی حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے انہوں نے فرمایا تین سو یا تین سو کے قریب قریب تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ان دونوں حدیثوں سے تکثیر الماء کا معجزہ ثابت ہوا۔

حدیث (۳۳۱۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَالْتُمِسَ الْوَضُوْءُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي ذٰلِكَ الْاِنَآءِ فَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَّتَوَضَّؤُا مِنْهُ فَرَاَيْتُ الْمَآءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّؤُا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا جب کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا لوگ پانی کو تلاش کر رہے تھے تو انکو پانی نہ ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضوء کا پانی لایا گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس برتن میں رکھ دیا۔ پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس سے وضوء بنائیں۔ تو میں نے پانی کو دیکھا کہ وہ آپ کی انگلیوں کے درمیان نیچے سے نکل رہا ہے۔ سب نے وضو کیا حتیٰ کہ ان کے اوّل سے آخر تک سب آدمیوں نے وضو بنالیا۔

حدیث (۳۳۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الخ حَدَّثَنَا اَنَسٌؓ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَخَارِجِهٖ وَمَعَهٗ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَانْطَلَقُوْا يَسِيْرُوْنَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ

يَجِدُوْا مَآءً يَتَوَضَّؤُوْنَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَجَآءَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّآءٍ يَّسِيْرٍ فَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَدَّ اَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَتَوَضَّؤُوْا فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ حَتّٰى بَلَغُوْا فِيْمَا يُرِيْدُوْنَ مِنَ الْوَضُوْءِ وَكَانُوْا سَبْعِيْنَ اَوْ نَحْوَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ہمراہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تھی۔ وہ بھی آپؐ کے ساتھ چل رہے تھے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ ان لوگوں کو تلاش کے باوجود پانی نہ مل سکا کہ جس سے وہ لوگ وضو کرتے۔ آخر قوم میں سے ایک آدمی ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی لے آیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے کر وضو بنائی پھر اپنی چار انگلیاں پیالے کے اوپر دراز کر دیں۔ پھر فرمایا اٹھو اور وضو بناؤ۔ تو ساری قوم نے وضو بنائی اور وضو میں بھی وہ جس قدر مبالغہ کرنا چاہتے تھے انہوں نے ایسا کیا۔ اور وہ ستر یا اس کے برابر تھے۔

حدیث (۳۳۲۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ مِنَ الْمَسْجِدِ يَتَوَضَّاءُ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَآءٌ فَوَضَعَ كَفَّهُ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ فَضَمَّ اَصَابِعَهُ فَوَضَعَهَا فِي مُخْضَبٍ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا قُلْتُ كَمْ كَانُوْا قَالَ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا تو جن لوگوں کے مکان مسجد کے قریب تھے وہ تو گھر جا کر وضو کر آئے کچھ لوگ باقی رہ گئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک مگ لایا گیا جس میں پانی تھا آپؐ نے اپنی ہتھیلی اس میں رکھنا چاہی مگر مگ کا منہ تنگ تھا کہ اس چھوٹے منہ والے برتن میں آپؐ کی ہتھیلی پھیل جاتی تو آپؐ نے اپنی انگلیوں کو سمیٹ کر برتن میں رکھا تو سب کی سب قوم نے اس سے وضو کیا میں نے پوچھا کتنے لوگ تھے فرمایا اسی آدمی تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت انسؓ کی روایت چار طرق سے مروی ہے جس میں عدد کا اختلاف ہے۔ کہیں تین سو۔ کہیں ستر کہیں اسی وغیرہ آتا ہے تو چونکہ یہ واقعات مختلف مقامات کے ہیں۔ کوئی زوراء کا ہے۔ کوئی خیبر کا ہے کوئی کہیں کا۔ لہٰذا اختلاف امکنہ میں نافی نہیں ہے۔

حدیث (۳۳۲۲) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّا فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ مَا لَكُمْ قَالُوْا لَيْسَ عِنْدَنَا مَآءٌ فَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكُمْ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَآءُ يَثُوْرُ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہوئے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑہ کا چھاگل تھا۔ تو لوگ جلدی جلدی پانی لینے کیلئے آپؐ کی طرف دوڑ پڑے۔ آپؐ نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا کہنے لگے ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے ہم وضو کریں بلکہ پینے کا پانی نہیں ہے صرف اس قدر پانی ہے جو آپؐ کے سامنے رکھا ہے۔ پس آپؐ نے اس چھاگل میں ہاتھ رکھا تو آپؐ کی انگلیوں سے پانی ایسے پھوٹ کر بہنے لگا جیسے چشموں سے پانی ابل کر نکلتا ہے۔ پس ہم نے وہ پانی پیا بھی اور وضو بھی بنائی۔ حضرت سالمؒ

فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا تم اس وقت کتنے آدمی تھے۔ انہوں نے فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں کافی ہوتا۔ ویسے اس روز ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

حدیث (۳۳۲۳) حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ کُنَّا یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّةِ اَرْبَعَ عَشَرَةَ مِائَةً وَالْحُدَیْبِیَّةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَا حَتّٰی لَمْ نَتْرُکْ فِیْهَا قَطْرَةً فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی شَفِیْرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَآءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِی الْبِئْرِ فَمَکَثْنَا غَیْرَ بَعِیْدٍ ثُمَّ اسْتَقَیْنَا حَتّٰی رَوِیْنَا وَرَوَتْ اَوْ صَدَرَتْ رِکَابُنَا.

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو سے زیادہ تھے۔ اور حدیبیہ ایک کنواں ہے جس کا پانی ہم نے اتنا کھینچا کہ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ چھوڑا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنویں کی من پر بیٹھ گئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا کلی فرمائی اور کنویں کے اندر تھوکا پس تھوڑی دیر ہم ٹھہرے رہے پھر ہم نے پلانا شروع کیا یہاں تک کہ ہم خود بھی سیر ہو گئے اور ہماری سواریاں بھی سیر ہو گئیں یا سیر ہو کر لوٹیں۔

حدیث (۳۳۲۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَیْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَعِیْفًا اَعْرِفُ فِیْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَکِ مِنْ شَیْءٍ قَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِیْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ یَدِیْ وَلَاثَتْنِیْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَیْهِمْ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَکَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهٗ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ حَتّٰی جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَیْمٍ قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَیْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰی لَقِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْطَلْحَةَ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّیْ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ مَا عِنْدَکِ فَاَتَتْ بِذٰلِکَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ عُکَّةً فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ یَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَکَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَکَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَکَلَ الْقَوْمُ کُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ نے اپنی بیوی ام سلیمؓ سے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو کمزور سنا ہے۔ مجھے اس میں بھوک محسوس ہوتی ہے۔ پس تمہارے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز ہے۔ تو انہوں نے کہا ہاں پس انہوں نے جو کی کچھ روٹیاں نکالیں اور اپنے دوپٹے کے اندر روٹیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لپیٹ لیا۔ پھر اس کو میرے ہاتھ کے نیچے دھنسا دیا یا چھپا دیا اور روٹیوں کو ایک دوسرے کے اندر ٹیڑھا نہیں کیا کہ ان کو ایک دوسرے میں مروڑ دیا ہو۔ پھر انہوں نے مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں بھیج دیا۔ پس میں ان کو لے کر چلا تو میں نے جناب کو مسجد میں پایا جب کہ آپؐ کے ہمراہ اور لوگ بھی تھے تو میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ پس آپؐ نے مجھ سے پوچھا کیا تمہیں ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا ہاں! پھر فرمایا کھانا دے کر۔ میں نے کہا ہاں! تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ والوں سے فرمایا اٹھو اور چلو پس وہ سب لوگ چل پڑے۔ میں ان سب کے آگے آگے چل رہا تھا یہاں تک کہ میں ابوطلحہؓ کے پاس پہنچا اور ان کو اطلاع دی تو حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کو لے کر تشریف لا رہے ہیں۔ اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے کہ ہم ان سب کو کھلائیں۔ تو حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ تو حضرت ابوطلحہؓ نے باہر نکل کر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ حضرت ابوطلحہؓ ان کے ہمراہ تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتے ہی فرمایا اے ام سلیمؓ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ روٹی لے آؤ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے پھر حضرت ام سلیمؓ نے ان پر گھی کی کپی سے گھی نچوڑا جس نے سالن کا کام دیا پھر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس کے اندر پڑھا پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ دس آدمی آئے انہوں نے کھانا کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے پھر وہ باہر چلے گئے تو دس آدمی اور کو اجازت ملی انہوں نے کھایا یہاں تک کہ ان کے پیٹ بھر گئے تو وہ باہر نکل گئے۔ پھر دس اور کو اجازت دی گئی۔ انہوں نے بھی پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اور باہر نکل گئے۔ پھر دس اور کو اجازت ملی۔ اس طرح ساری قوم نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ وہ لوگ ستر یا اسی آدمی تھے۔ یہ تکثیر طعام کا معجزہ تھا۔

حدیث (۳۳۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَآءُ فَقَالَ اطْلُبُوْا فَضْلَةً مِنْ مَّاءٍ فَجَآءُ وْا بِاِنَآءٍ فِيْهِ مَآءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَآءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَآءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ تو معجزات نبوی کو مومنوں کیلئے برکت اور بشارت سمجھتے تھے اور تم لوگ انہیں کافروں کے ڈرانے کا سبب شمار کرتے ہو۔ چنانچہ ہم ایک سفر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ پانی کم ہو گیا یا ناپید ہو گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کوئی بچا کھچا پانی تلاش کرو تو صحابہ کرامؓ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں ڈال دیا پھر لوگوں سے فرمایا اور آؤ برکت والے پاک پانی کی طرف اور یہ برکت اللہ کی طرف سے ہے میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ تو میں نے پانی کو دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے ابل رہا تھا۔ اسی طرح ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔ حالانکہ اسے کھایا جا رہا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ نعد الایات برکۃ الخ اس سے فساد زمانہ اور انقلاب امر خیر الی الشر کہ خیر شر سے بدل گیا اس کو بیان کرنا ہے۔ یعنی یہ آیات الٰہیہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں برکت اور مسلمانوں کے لئے خوشخبری کا باعث ہوتی تھیں لیکن آج سوائے ڈرانے اور خوف دلانے کے کچھ باقی نہیں رہا دیکھو قحط سالی زلزلہ وغیرھا سے تخوف ہی رہ گئی ہے۔ عد یعنی شمار کو ذکر کیا اور اس کا ملزوم وجود مراد لیا۔ یعنی یہی چیز باقی رہ گئی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ دیگر شراح کی توجیہ سے بہتر ہے۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ آیات سے خوارق

عادات امور مراد ہیں۔ان میں سے نہ تو سب تخویف کا باعث ہیں اور نہ ہی سب برکت کا سبب ہیں بعض برکت اور بعض تخویف کیلئے ہیں یہی تحقیق کا تقاضا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مخاطبین و ما نرسل بالایات الا تخویفا ترجمہ کہ ہم ان خوارق عادات کو لوگوں کے ڈرانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔اس سے استدلال کرتے تھے۔جن پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رد کیا۔عینیؒ اور قسطلانیؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔لیکن شیخ کے کلام کی تائید حضرت ابن مسعودؓ کی تمام روایت سے ہوتی ہے کہ جب انہوں نے کسی جگہ کا خسف کا واقعہ سنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی برکات کو یاد کرنے لگے کہ ہم تو ان آیات کو برکت شمار کرتے تھے۔بعض نے آیات سے آیات قرآنی مراد لی ہیں لیکن وہ سباق کلام کے مناسب نہیں ہے۔ملا علی قاریؒ نے مرقات میں ایک تیسرے معنی بیان کئے ہیں کہ آیات سے معجزات اور کرامات مراد ہیں۔تو ابن مسعودؓ کا منشاء یہ تھا کہ عامۃ الناس کو تو وہی آیات فائدہ دیتی ہیں جن میں تخویف ہو اور صحابہ کرام کو وہ آیات فائدہ پہنچاتی ہیں جن کو برکت ہو۔تو خواص کا طریقہ محبت اور امید پر مبنی تھا۔اور عوام کا طریقہ کثرت خوف وعنا پر مبنی ہے۔اور کوکب کے اندر قطب گنگوہیؒ نے ایک اور معنی بیان فرمائے ہیں۔کہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایمان کی زیادتی کا باعث بنتی تھیں۔خواہ مبشرات ہوں یا منذرات ہوں۔لیکن آج تمہارے اندر تخویفات رہ گئی ہیں۔تو معنی یہ ہوئے کہ ہمارے اندر مبشرات زیادہ ہوتی تھیں۔اور تمہارے اندر منذرات زیادہ ہیں۔

حدیث(۳۳۲۶)حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ حَدَّثَنِیْ جَابِرٌ اَنَّ اَبَاهُ تُوُفِّیَ وَعَلَیْهِ دَیْنٌ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اَبِیْ تَرَکَ عَلَیْهِ دَیْنًا وَّلَیْسَ عِنْدِیْ اِلَّا مَا یُخْرِجُ نَخْلُهٗ وَلَا یَبْلُغُ مَا یُخْرِجُ سِنِیْنَ مَا عَلَیْهِ فَانْطَلِقْ مَعِیَ لِکَیْ لَا یُفْحِشَ عَلَیَّ الْغُرَمَآءُ فَمَشٰی حَوْلَ بَیْدَرٍ مِّنْ بَیَادِرِ التَّمْرِ فَدَعَا ثُمَّ اٰخَرَ ثُمَّ جَلَسَ عَلَیْهِ فَقَالَ انْزِعُوْهُ فَاَوْفَاهُمُ الَّذِیْ لَهُمْ وَبَقِیَ مِثْلُ مَآ اَعْطَاهُمْ.

ترجمہ۔حضرت جابرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ کی وفات ہوگئی کہ ان کے اوپر قرضہ تھا۔میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میرے والد مرحوم قرضہ چھوڑ گئے ہیں۔اور میرے پاس سوائے کھجور کی پیداوار کے اور کوئی آمدنی نہیں ہے۔اور اس پیداوار سے کئی سال تک ان کا قرضہ ادا نہیں ہوسکتا۔آپؐ میرے ہمراہ چلیں تاکہ قرض خواہ میرے خلاف بدگوئی نہ کریں۔تو آپ کھجور کی ڈھیریوں میں سے ایک ڈھیری کے اردگرد گھومے پھر دعا کی بعد ازاں دوسری ڈھیری پر آگئے۔گھومے کچھ پڑھا۔پھر اس پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔اور غرماء سے فرمایا کہ اپنا اپنا حق کھینچتے جاؤ۔پس آپؐ نے ان کا جو جو حق تھا وہ بھی پورا کر دیا اور جس قدر دیا تھا اتنا باقی بھی بچ رہا۔

تشریح از قاسمیؒ۔روایات میں ہے کہ تیس اوسق قرضہ صرف ایک یہوی کا تھا جس کو ایک قسم سے ادا کیا گیا اور اس میں سے سترہ وسق بچ رہے۔دوسرے لوگوں کا قرضہ اور قسم کا تھا جس کو پورا کیا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لایبلغ فعل ہے۔مایخرج سنین فاعل ہے۔اور ماعلیہ مفعول ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں سنین ای فی مدۃ سنین ماعلیہ امن الدین.

حدیث(۳۳۲۷)حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ حَدَّثَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍؓ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَآءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَمَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ اَوْ سَادِسٍ اَوْ کَمَا قَالَ وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍؓ جَآءَ بِثَلٰثَةٍ وَانْطَلَقَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَّاَبُوْبَكْرٍ بِثَلٰثَةٍ قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِيْ وَاُمِّيْ وَلَا اَدْرِيْ هَلْ قَالَ اِمْرَأَتِيْ وَخَادِمِيْ بَيْنَ بَيْتِنَا وَبَيْنَ بَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ وَاِنَّ اَبَابَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهٗ امْرَاَتُهٗ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ اَوْ ضَيْفِكَ قَالَ اَوْ عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ قَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ فَغَلَبُوْهُمْ فَذَهَبْتُ فَاخْتَبَاْتُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا وَقَالَ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا قَالَ وَاَيْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنَ اللُّقْمَةِ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلُ فَنَظَرَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاِذَا شَيْءٌ اَوْ اَكْثَرُ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِمَّا قَبْلُ بِثَلٰثِ مَرَّاتٍ فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ اِنَّمَا كَانَ الشَّيْطٰنُ يَعْنِيْ يَمِيْنَهٗ ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَتَفَرَّقْنَا اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ اللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ غَيْرَ اَنَّهٗ بَعَثَ مَعَهُمْ قَالَ اَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ اَوْ كَمَا قَالَ.

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ غریب طالب علم تھے۔ ان کیلئے آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرا اپنے ساتھ لے جائے اور جس شخص کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچواں یا چھٹا آدمی ساتھ لے جائے۔ حضرت ابوبکرؓ تین طالب علم لے آئے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس لئے اور ابوبکر صدیقؓ تین بھی زائد لے آئے تھے کیونکہ ان کے گھر ایک میں تھا۔ دوسرا میرا باپ۔ تیسری میری ماں مجھے یاد نہیں کہ کہا میری بیوی تھی۔ اور ایک نوکرانی تھی جو ہمارے گھر اور ابوبکر صدیقؓ کے گھر کا کام کرتی تھی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی عادت مبارک تھی کہ وہ شام کا کھانا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کھاتے۔ پھر ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے اور پھر واپس آتے تھے۔ چنانچہ اس دن بھی حسب معمول ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا کھانا کھایا۔ تو رات کافی گذر جانے کے بعد گھر آئے ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ مہمان آپ کے انتظار میں رہے۔ آپ کو کس چیز نے روکے رکھا۔ آپ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے ان کو شام کا کھانا نہیں کھلایا۔ وہ بولیں کہ جب تک آپ نہیں آئیں گے انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ ان کے گھر کے لوگوں نے کھانا ان کے سامنے پیش کیا تھا مگر وہ لوگ اپنی بات پر اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گھر کے لوگوں پر غالب آگئے حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ کھسک گیا اور کہیں چھپ گیا مجھے ابا جان بلاتے رہے کہ او احمق خدا تیری ناک کان کاٹ دے خدا جانے کیا کیا گالی دی۔ اور ان مہمانوں سے کہا کہ تم لوگ کھانا کھاؤ۔ اور میں تو اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا قسم کھائی حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! کہ ہم اس کھانے سے جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے وہ نچلی طرف سے بڑھتا ہوا پہلے سے زیادہ ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ خوب سیر ہوئے تو کھانا پہلے سے بھی زیادہ بچا ہوا تھا جس کو ابوبکر صدیقؓ نے بھی بغور دیکھا تو ویسے کا ویسا یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ پھر اپنی بیوی ام رومانؓ سے پوچھا کہ اے بنو فراس کی بہن! تو ہی کچھ بتا اس نے کہا میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم! ایسا نہیں ہے بلکہ یہ پہلے سے بھی تین گنا زیادہ ہے یہ قسم کرامت صدیق کی خوشی کی وجہ سے تھی پس ابوبکر صدیقؓ نے قسم توڑ کر اس سے کھایا اور فرمایا میرا قسم کھا کر کھانے سے

رکنا شیطان کی طرف سے تھا۔ پھر اس میں سے کئی لقمے کھائے۔ بعدازاں اس کھانے کو اٹھا کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ جو صبح کے وقت تک آپؐ کے پاس رہا۔ ہمارے اور قوم کے درمیان معاہدہ ہوا میعاد ختم ہو جانے پر وہ لوگ آ گئے ہم ان کی خبر گیری کرتے تھے اور انکے نمائندہ تھے۔ وہ بارہ آدمی نمائندے تھے ان میں سے ہر ایک نمائندہ کے ہمراہ کچھ لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ہر نمائندہ آدمی کے ساتھ کس قدر لوگ تھے۔ بہر حال آپؐ نے یہ کھانا ان کے پاس بھی بھیجا۔ ان سب کے سب نے اس میں سے کھایا یا کوئی اور الفاظ کہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ماکنا ناخذ یہ مخرقہ قصہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کرامت تھی جو نبی کا معجزہ ہوتا ہے کہ طعام میں زیادتی ہوگئی کہ پہلے سے تین گنا کھانا بڑھ گیا۔ اور ممکن ہے کہ ترجمہ اکلوا منھا اجمعون سے ثابت ہو۔ کیونکہ کھانا پہلے جتنا ابوبکر صدیقؓ کے گھر بڑھ چکا تھا۔ اس سے تین گنا زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے بڑھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ نے اس جگہ اعتراض کیا ہے کہ اس جگہ ترجمہ تو علامات نبوت میں ہے۔ اور حدیث سے کرامت صدیق ثابت ہو رہی ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جائز ہے کہ معجزہ کسی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا اور اعجاز کسی کا ہو۔ اور کرمانیؒ نے جواب دیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لئے کہ ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ نیز! شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ کے مطابق بیت ابی بکر میں ان کی کرامت ظاہر ہوئی اور اکلوا منھا اجمعون سے نبی کا معجزہ ثابت ہوا۔ اس طرح علامات نبوت میں دونوں آ گئے۔ کیونکہ علامت ہے۔ معجزہ یا کرامت دونوں کو شامل ہے۔

حدیث (۳۳۲۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اَصَابَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ قَحْطٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ اِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْكُرَاعُ هَلَكَتِ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ يَسْقِيْنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا قَالَ اَنَسٌ وَاِنَّ السَّمَاءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ فَهَاجَتْ رِيْحٌ اَنْشَاَتْ سَحَابًا ثُمَّ اَرْسَلَتِ السَّمَاءُ عَزَالِيَهَا فَخَرَجْنَا نَخُوْضُ الْمَاءَ حَتّٰى اَتَيْنَا مَنَازِلَنَا فَلَمْ نَزَلْ نُمْطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى فَقَامَ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَوْغَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسْهُ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَنَظَرْتُ اِلَى السَّحَابِ تَصَدَّعَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ كَاَنَّهَا اِكْلِيْلٌ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ والوں کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ پس دریں اثنا کہ آپؐ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی کھڑا ہو گیا کہنے لگا یا رسول اللہ گھوڑے اور بکریاں ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش برسائے۔ تاکہ ہم پانی پئیں اور پلائیں پس آپؐ نے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھا کر دعا فرمائی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آسمان شیشے کی طرح بالکل صاف تھا۔ آندھی چلی بادل پیدا کئے اور پھر ان کو اکٹھا کر دیا۔ آسمان نے اپنے مشکیزے کے دونوں نچلے منہ کھول دیئے۔ پس ہم پانی میں بھیگتے ہوئے باہر نکلے۔ مشکل سے ہم اپنی اپنی منزل پر پہنچے۔ پس بارش تو برابر دوسرے جمعہ تک جاری رہی۔ پس آپؐ کی طرف وہی آدمی یا کوئی دوسرا کھڑا ہوا۔ یارسول اللہ! اب تو گھر گر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اس بارش کو روک دے۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے پھر دعا فرمائی اے اللہ! یہ بارش ہمارے اردگرد ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ میں نے بادل کو دیکھا کہ وہ پھٹ گیا۔ مدینہ کے اردگرد ایسا ہو گیا جیسا کہ تاج ہوتا ہے۔

حدیث (۳۳۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَخطُبُ اِلٰى جِذْعٍ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنبَرَ تَحَوَّلَ اِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ فَاَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ عَبْدُ الْحَمِيْدِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک ستون کے سہارے خطبہ دیا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا تو آپؐ اس کی طرف پھر گئے تو وہ ستون بچوں کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا۔ پس آپؐ اس کے پاس تشریف لائے اپنا ہاتھ مبارک اس پر پھیرا تب وہ خاموش ہوا دوسری سند بھی ہے جس میں راوی ابن عمرؓ ہیں۔

حدیث (۳۳۳۰) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلٰى شَجَرَةٍ اَوْ نَخْلَةٍ فَقَالَتْ اِمْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَوْ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَجْعَلُ لَكَ مِنْبَرًا قَالَ اِنْ شِئْتُمْ فَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْبَرًا فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دُفِعَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ ثُمَّ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهٗ اِلَيْهِ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِىْ يُسَكَّنُ قَالَ كَانَتْ تَبْكِىْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کسی درخت یا کسی کھجور کے تنے کے پاس کھڑے ہوئے تھے تو انصار کی ایک عورت یا ایک مرد نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم آپ کیلئے ایک منبر نہ بنائیں آپؐ نے فرمایا تمہاری مرضی! تو انہوں نے آپؐ کے لئے منبر تیار کرلیا پس جب جمعہ کا دن آیا تو آپ منبر کی طرف منتقل ہو گئے تو کھجور کے تانے بچے کی طرح چیخنا شروع کر دیا۔ آپ منبر سے اترے اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ ایسے سسکیاں لینے لگا جیسے بچہ لیتا ہے جس کو چپ کرایا جاتا ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ خشک تنا اس ذکر الٰہی کے چھوٹ جانے کی وجہ سے روتا تھا جو ذکر وہ اپنے پاس سنتا تھا۔

حدیث (۳۳۳۱) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ يَقُوْلُ كَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوْفًا عَلٰى جُذُوْعٍ مِّنْ نَّخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ يَقُوْمُ اِلٰى جِذْعٍ مِّنْهَا فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ وَكَانَ عَلَيْهِ فَسَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ حَتّٰى جَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهَا فَسَكَنَتْ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کھجور کے تنوں کے اوپر چھت دی گئی تھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دینا شروع کرتے تو ان میں سے ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے۔ پس جب آپؐ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو آپؐ اس کے اوپر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ تو ہم نے اس ستون کی ایسی آواز سنی جیسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس پر رکھا تب اس کو سکون حاصل ہوا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو انعام کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطاء ہوا۔ اگر عیسیٰؑ کو احیاء موتی مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا گیا۔ تو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حنین جذع یعنی استن حنانہ کا معجزہ عطا ہوا۔ جو احیاء موتی کے معجزہ سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ خشک تنے میں تو کبھی حیات کے آثار تھے ہی نہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔استن حنانہ از ہجر رسول نالہ منبرو ہمچوں ارباب عقول مسندت بودم تو از من تاختی مسند خود را تو منبر ساختی

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے تقریر دلپذیر میں یقین کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔علم الیقین. عین الیقین اور حق الیقین فرماتے ہیں کہ فراق اور محبت میں رونا یہ حق الیقین کے درجہ کے حصول کے بعد ہوتا ہے۔جب کھجور کے ایک خشک تنے میں حق الیقین پیدا ہو گیا تھا تو صحابہ کرامؓ تو انسان تھے ان کے جذب واشتیاق کے کیا کہنے جو انہوں نے آپ کی وفات پر جس صبر کا مظاہرہ کیا وہ قابل رشک ہے۔

حدیث(۳۳۳۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ وَآئِلٍ قَالَ قَالَ عُمَرُؓ اَیُّکُمْ یَحْفَظُ حَدِیْثَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتْنَۃِ وَبِسَنَدٍ آخِرٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اَیُّکُمْ یَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتْنَۃِ فَقَالَ حُذَیْفَۃُ اَنَا اَحْفَظُ کَمَا قَالَ قَالَ ہَاتِ اِنَّکَ لَجَرِیْءٌ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِتْنَۃُ الرَّجُلِ فِیْ اَہْلِہٖ وَمَالِہٖ وَجَارِہٖ تُکَفِّرُہُ الصَّلٰوۃُ وَالصَّدَقَۃُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّہْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ قَالَ لَیْسَتْ ہٰذِہٖ وَلٰکِنِ الَّتِیْ تَمُوْجُ کَمُوْجِ الْبَحْرِ قَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا بَاْسَ عَلَیْکَ مِنْہَا اِنَّ بَیْنَکَ وَبَیْنَہَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ یُفْتَحُ الْبَابُ اَوْ یُکْسَرُ قَالَ لَا بَلْ یُکْسَرُ قَالَ ذَاکَ اَحْرٰی اَنْ لَّا یُغْلَقَ قُلْنَا عَلِمَ عُمَرُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ کَمَا اَنَّ دُوْنَ غَدٍا لَّلَیْلَۃَ اِنِّیْ حَدَّثْتُہٗ حَدِیْثًا لَیْسَ بِالْاَغَالِیْطِ فَہِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَہٗ وَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَہٗ مِنَ الْبَابُ قَالَ عُمَرُؓ.

ترجمہ۔حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا تم میں سے کس کو فتنہ کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد ہے۔حضرت حذیفہؓ نے فرمایا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مجھے اسی طرح یاد ہے۔آپ نے فرمایا لاؤ واقعی تم جری ہو۔فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آزمائش تو آدمی کی مال میں۔اپنے اہل وعیال میں اور اپنے پڑوس میں ہوتی ہے۔جس کا کفارہ نماز۔صدقہ خیرات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا سوال اس کے متعلق نہیں۔لیکن اس فتنہ کے بارے میں ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح حرکت کرے گا۔اور کسی کو نہیں چھوڑے گا۔انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کو اس کی کوئی فکر نہ کرنی چاہیئے کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ دروازہ کھولا جائیگا یا توڑا جائیگا انہوں نے فرمایا بلکہ توڑا جائے گا فرمایا یہ تو اس لائق تھا کہ اسے بند نہ کیا جاتا ہم نے آپس میں کہا کہ کیا حضرت عمرؓ کو اس دروازے کا علم ہے۔انہوں نے کہا ہاں ایسے علم ہے جیسے کل سے پہلے رات کے آنے کا یقین ہے۔میں حدیث بیان کر رہا ہوں کوئی چستاں اور پہلی نہیں ہے۔جس کا صرف عقل سے تعلق ہوتا ہے یہ تو حدیث نبوی ہے پس ہم لوگ ان سے اس بارے میں پوچھنے سے ڈر گئے ہم نے حضرت مسروق سے کہا کہ تم پوچھو تو انہوں نے پوچھا کہ دروازہ کون ہے فرمایا حضرت عمرؓ ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قال حذیفۃ انا احفظ الخ حضرت حذیفہؓ بڑے قوی حافظہ والے تھے۔جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر خطبات کے اکثر الفاظ انہیں از بر ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت حذیفہؓ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے یعنی راز دار تھے۔اور فتن کے بارے میں ان سے روایات کثیرہ وارد ہوئی ہیں۔چنانچہ حضرت ابودرداءؓ نے حضرت علقمہ سے فرمایا الیس ابو درداء صاحب السر الذی لایعلمہ غیرہ کہ کیا

تمہارے اندر وہ راز دار نہیں ہے جس کے بغیر وہ راز اور کوئی نہیں جانتا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک کبائر کا کفارہ تو توبہ ہے صغائر کا کفارہ حسنات ہیں۔ موج البحر سے مراد یہ ہے کہ سخت جھگڑے ہوں گے۔ جس سے گالی گلوچ اور لڑائی تک نوبت پہنچے گی۔

حدیث (۳۳۳۳) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَحَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْکَ صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ کَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَتَجِدُوْنَ مِنْ خَیْرِ النَّاسِ اَشَدَّهُمْ کَرَاهِیَةً لِهٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰی یَقَعَ فِیْهِ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ وَلَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اَحَدِکُمْ زَمَانٌ لَاَنْ یَّرَانِیْ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ مِثْلُ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں ہوگی یہاں تک کہ تمہاری جنگ ایک ایسی قوم سے ہوگی جن کے جوتے بالوں والے ہوں گے اور یہاں تک کہ تمہاری جنگ ترک قوم سے ہوگی جو چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہرے والے اور چپٹی ناک والے ہوں گے ان کے چہرے ایسے ہوں گے گویا کہ وہ تہ بہ تہ کوٹی ہوئی ڈھالیں ہیں۔ اور تم لوگوں میں سے بہتر اس شخص کو پاؤ گے جو اس امر حکومت سے سخت کراہت کرنے والا ہوگا۔ یہاں تک کہ مجبوراً اس میں مبتلا ہو جائے۔ اور فرمایا لوگ کانوں کی طرح اچھے برے ہوتے ہیں لیکن جو زمانہ جہالت میں بہتر تھا وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر رہے گا اور تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ میرا دیکھنا اس کو اتنا محبوب ہوگا کہ وہ اہل وعیال اور مال و دولت جیسی چیزوں کی پرواہ نہیں کرے گا۔

حدیث (۳۳۳۴) حَدَّثَنَا یَحْیٰی الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَکِرْمَانًا مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْیُنِ وُجُوْهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ تَابَعَهٗ غَیْرُهٗ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم لوگ عجم کے شہروں خوز اور کرمان کے لوگوں سے جنگ کرو گے۔ جن کے چہرے سرخ ہوں گے۔ ناک چپٹی یا پھیلی ہوئی ہوگی۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں ہوں گی گویا کہ ان کے چہرے دوہری کوٹی ہوئی ڈھالوں جیسے ہوں گے۔ اور ان کے جوتے بالوں والے ہوں گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ خوز۔ بلاد اھواز۔ تستر اور کرمان یہ سب خراسان اور بحر الھند کے علاقے ہیں۔ خراسان اور سجستان کے درمیان واقع ہیں علامہ کرمانیؒ نے اشکال وارد کیا ہے کہ ان دو ولایتوں کے لوگ ان صفات والے نہیں ہیں۔ جواب یہ ہے قیامت کے قریب قریب ان صفات والے ہوں گے یعنی بعد میں ایسے ہو جائیں گے۔ یا یہ کہ بنسب تعرب کے یہ ترک کے توابع میں سے ہیں۔ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ترک کی دو قسمیں مراد ہوں ایک کے اصول خوز میں سے ہوں اور دوسری کے کرمان میں سے ہوں۔

حدیث (۳۳۳۵) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ قَالَ اَتَیْنَا اَبَا هُرَیْرَةَؓ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ سِنِیْنَ لَمْ اَکُنْ فِیْ سِنِیَّ اَحْرَصَ عَلٰی اَنْ اَعِیَ الْحَدِیْثَ مِنِّیْ فِیْهِنَّ سَمِعْتُهٗ

يَقُوْلُ وَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ وَبَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَهُوَ هٰذَا الْبَارِزُ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَهُمْ اَهْلُ الْبَارِزِ.

ترجمہ۔قیسؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہؓ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تین سال تک رہا۔اس مدت میں میرے سے زیادہ حریص کوئی نہیں تھا کہ میں ان تین سالوں میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث محفوظ کرلوں۔ میں نے ان سے سنا اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرماتے تھے قیامت قائم ہونے سے پہلے تم لوگ ایک ایسی قوم سے لڑائی لڑو گے جن کے جوتے بالوں والے ہوں گے اور وہ ان جنگلوں یا پہاڑوں میں رہنے والے ہوں گے۔بعض نے اس سے فارس اور بعض نے صحرا اور بعض نے جبال مراد لیا ہے کیونکہ پہاڑ بھی روئے زمین سے کھلتے اور ظاہر ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین سال حضور کی صحبت میں رہے تو جن روایات میں اس سے زیادہ سال وارد ہوئے ہیں وہ اسکے منافی نہیں۔کیونکہ ان تین سالوں میں حضرت ابوہریرہؓ کو احادیث کے ضبط کرنے کا زیادہ حرص تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ دیگر شراح کی توجیہات سے قطب گنگوہیؒ کی توجیہ زیادہ وزنی ہے۔چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ان تین سال سے مدت ملازمت شدیدہ مراد ہے۔جب کہ وہ حج عمرہ یا سفر غزوہ میں آپؐ کے ہمراہ نہیں ہوتے تھے۔کیونکہ جس قدر مدینہ منورہ میں آپ کی ملازمت ہوتی تھی دوسرے مقامات پر ایسی نہ ہوتی تھی۔یا حرص استماع حدیث تین سال میں ہوا۔تو اس حدیث میں مفضل اور مفضل علیہ دونوں خود ابوہریرہؓ ہوئے۔

حدیث(۳۳۳۶)حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعْرَ وَتُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

ترجمہ۔حضرت عمرو بن تغلب فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ قیامت سے پہلے پہلے تم ایک ایسی قوم سے جنگ کرو گے جو بالوں کے جوتے استعمال کرتے ہوں گے اور ایسی قوم سے جنگ لڑو گے جن کے چہرے ڈبل سلائی والی ڈھالوں جیسے ہوں گے۔

حدیث(۳۳۳۷)حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ الخ اَنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُوْدُ فَتُسَلَّطُوْنَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَآئِيْ فَاقْتُلْهُ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ تم سے یہودی جنگ کریں گے جب کہ تم لوگ ان پر غالب رہو گے یہاں تک کہ پتھر کہے گا اے مسلمان یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے قتل کرو۔

حدیث (۳۳۳۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَغْزُوْنَ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِمْ يَغْزُوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ.

ترجمہ۔حضرت ابوسعیدؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جس میں وہ جہا

کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہو تو لوگ کہیں گے ہاں۔ پس اس کی برکت سے ان کو فتح نصیب ہوگی پھر جہاد کریں گے تو پوچھا جائیگا کہ تم میں سے ایسا شخص موجود ہے جس نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی صحبت اختیار کی ہو۔ تو کہا جائے گا کہ ہاں موجود ہے تو اس کی وجہ سے انہیں فتح حاصل ہوگی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ هكذا بيده سے ان بلاد کی طرف اشارہ ہے جہاں جنگ برپا ہوگی۔ فيفتح لهم یعنی اس صحابی یا تابعی کی برکت سے ان کو فتح حاصل ہوگی۔ یہ محل ترجمہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ هكذا بيده کا فائدہ جو شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمایا ہے۔ چاروں شراح میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اور میرے نزدیک ان کے وقائع کے بعد قرب قیامت کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ مسند احمد میں اشارہ آیا ہے۔ هكذا بيده قريب من بين يدي الساعة اور ایک روایت میں ہے۔ يقول بيده قريب من بين يدي الساعة الخ اور بعض روایات میں چوتھے طبقہ کا بھی ذکر ہے۔ مگر وہ روایت شاذہ ہے۔ اصل تین طبقے ہیں۔ صحابہؓ۔ تابعین۔ تبع تابعین رحمهم الله.

حديث (۳۳۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ الخ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا إِلَيْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ أَتَاهُ اٰخَرُ فَشَكَا قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ يَا عَدِيُّ هَلْ رَأَيْتَ الْحِيْرَةَ قُلْتُ لَمْ أَرَهَا وَقَدْ أُنْبِئْتُ عَنْهَا قَالَ فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللهَ قُلْتُ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَفْسِيْ فَأَيْنَ دُعَّارُ طَيِّ الَّذِيْنَ قَدْ سَعَّرُوْا الْبِلَادَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوْزُ كِسْرٰى قُلْتُ كِسْرَى بْنُ هُرْمُزَ قَالَ كِسْرَى بْنُ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيٰوةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهُ مِنْهُ وَلَيَلْقَيَنَّ اللهَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ يَلْقَاهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ فَيَقُوْلَنَّ أَلَمْ أَبْعَثْ إِلَيْكَ رَسُوْلًا فَلْيُبَلِّغْكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَقُوْلُ أَلَمْ أُعْطِكَ مَالًا وَوَلَدًا وَأُفْضِلْ عَلَيْكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا جَهَنَّمَ وَيَنْظُرُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَا يَرٰى إِلَّا جَهَنَّمَ قَالَ عَدِيٌّ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقَّةِ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ شِقَّ تَمْرَةٍ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ قَالَ عَدِيٌّ فَرَأَيْتُ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ إِلَّا اللهَ وَكُنْتُ فِيْمَنِ افْتَتَحَ كُنُوْزَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيَاةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ.

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ اچانک ایک آدمی آیا۔ پس اس نے بھوک کی شکایت کی۔ پھر دوسرا آیا تو اس نے ڈاکہ زنی کی شکایت کی تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا اے عدیؓ! کیا تو نے حیرہ شہر دیکھا ہے۔ میں نے کہا حضرت! انہیں دیکھا البتہ مجھے اسکے متعلق بتلایا گیا ہے کہ کوفہ کے پاس ایک شہر ہے آپؐ نے فرمایا اگر تیری زندگی نے تیرے سے وفا کی تو تو ایک کجاوہ سوار عورت کو ضرور دیکھے گا جو حیرہ سے چلے گی یہاں تک کہ کعبہ کا طواف کرے گی اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی میں نے اپنے دل میں کہا

کہ یہ قبیلہ طے کے ڈاکو کہاں جائیں گے جنہوں نے شہروں کے اندر فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے تو آپؐ نے پھر فرمایا کہ تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تمہارے لئے کسریٰ بادشاہ فارس کے خزانے کھولے جائیں گے۔ میں نے کہا حضرت! کسریٰ بن ھرمز۔ آپؐ نے فرمایا یہی کسریٰ بن ھرمز شاہ فارس۔ نیز! اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو تو ایک ایسا آدمی ضرور دیکھے گا جو سونے یا چاندی سے بھری ہوئی تھیلی نکال کر کسی ایسے آدمی کو تلاش کر رہا ہوگا۔ جو اس سے اس خیرات کو قبول کرے۔ تو اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس سے اس خیرات کو قبول کرے اور تم میں سے ایک آدمی اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے درمیان اور اس آدمی کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ جو ترجمانی کے فرائض انجام دے تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے پوچھے گا کہ کیا میں نے تیری طرف رسول و پیغمبر نہیں بھیجا تھا جس نے تجھے میرے احکام پہنچائے ہوں پس وہ کہے گا کیوں نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کیا میں نے تجھے مال و اولاد نہیں دیئے تھے اور کیا میں نے تجھ پر فضل نہیں کمایا تھا۔ پس کہے گا کیوں نہیں۔ تو اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے جہنم کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ بائیں طرف دیکھے گا تو جہنم کے سوا کچھ نظر آئے گا۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا فرماتے تھے کہ جہنم کی آگ سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑا کے ذریعہ سے کیوں نہ ہو۔ جو ایک ٹکڑا کھجور کا بھی نہیں رکھتا تو پاکیزہ کلام کے ذریعہ بچاؤ اختیار کرے۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کجاوہ کی وہ عورت دیکھی جو حیرہ سے چلی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے کعبہ کا طواف کیا۔ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی تھی۔ اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ھرمز کے خزانے کھولے اگر تم زندہ رہے تو وہ جو نبی اکرم ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مٹھی بھر سونا یا چاندی لئے پھرے گا اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ملے گا ایسا شخص بھی دیکھ لو گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ کسریٰ بن ھرمز کا نام دوسری مرتبہ اس لئے دہرایا کہ حضرت عدیؓ اسے محال سمجھتے تھے کہ کسریٰ بن ھرمز جیسی سپر طاقت بھی مفتوح ہوگی۔ کیونکہ وہ دنیا کے عظیم بادشاہوں میں سے تھا۔ شاید اور کسریٰ مراد ہو اس لئے انہوں نے دوبارہ سوال کر کے اس کی توثیق کرائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کسریٰ فارس کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔ یہ گفتگو کسریٰ بن ھرمز کے دور کی تھی۔ چونکہ کسریٰ فارس کی عظمت حضرت عدیؓ کے دل میں تھی۔ اس کو فتح کرنا ان کے نزدیک مستبعد تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ثابت ہوئی خود حضرت عدیؓ عینی شاہد ہیں۔ یہ غیب کی خبر تھی جو علامات نبوت میں سے ہے۔ ترجمہ ثابت ہوا۔

حدیث (۳۳۴۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ عَدِيًّا كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ محل بن خلیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عدیؓ سے سنا فرماتے تھے کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اس سے یہ ثابت کرنا ہے کہ محل راوی کا سماع عدی سے صراحۃً ہے۔

حدیث (۳۳۴۱) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ شُرَحْبِيْلَ الخ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطُكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا نَظُرُ اِلٰى حَوْضِيَ الْاٰنَ وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ خَزَآئِنَ مَفَاتِيْحِ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ بَعْدِيْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ ایک دن باہر تشریف لائے اور شہداءِ احد پر ایسے نماز پڑھی جیسے مردہ کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے پھر منبر پر تشریف لا کر فرمانے لگے کہ میں تمہارا نمائندہ اور منتظم بن کر جا رہا ہوں۔ اور میں تم پر گواہ بنوں گا۔ اور بے شک اللہ کی قسم! میں ابھی اپنے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ اور مجھے اپنے اور

تمہارے مشرک بتوں کے پجاری ہونے کا خطرہ نہیں البتہ اگر مجھے خطرہ ہے تو یہ کہ تمہاری رغبت اور مقابلہ دنیا کے بارے میں ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ فصلی علی اهل احد امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے دعا مراد ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بہت مدت کے بعد آپؐ نے شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی۔ تو معلوم ہوا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک ہے۔ یوم احد میں نماز اس لئے ترک کر دی گئی کہ آپؐ اور مسلمان بہت مشغول تھے۔ فراغت ہی نہیں تھی وہ دن مسلمانوں کیلئے بہت سخت تھا۔ اس لئے نماز ترک کر دی گئی جو بعد میں ادا ہوئی۔ بحث گزر چکی ہے۔ (کتاب الجنائز)

حدیث (۳۳۴۲) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اُسَامَةَؓ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُطُمٍ مِنَ الْاٰطَامِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى اِنِّيْ اَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ.

ترجمہ۔ حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر چڑھ کر جھانکا فرمایا کہ کیا تم وہ چیز دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں ایسے گھس رہے ہیں۔ جیسے بارش کثرت سے ہوتی ہے۔ اس سے ان لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جو آپؐ کے بعد ظاہر ہوئیں۔ حرہ کا واقعہ اور دیگر حروب مدینہ۔

حدیث (۳۳۴۳) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلَ هٰذَا وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهٖ وَبِالَّتِيْ تَلِيْهَا فَقَالَتْ زَيْنَبُؓ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ اِسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَآئِنِ وَمَا ذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ.

ترجمہ۔ حضرت زینب بنت جحشؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گھبرائے ہوئے تشریف لائے فرماتے تھے لا الہ الا اللہ ہلاکت ہے عرب کیلئے اس برائی سے جو قریب آ رہی ہے۔ آج یاجوج وماجوج کی دیوار اس طرح کھول دی گئی۔ پھر آپؐ نے اپنی اور اسکے متصل والی انگلی سے حلقہ بنایا حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ حالانکہ ہمارے اندر تو نیک لوگ بھی ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں جب کہ خباثت زیادہ ہو جائے گی۔ دوسری سند زہریؒ سے حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے فرمایا سبحان اللہ کس قدر خزانے اتارے گئے اور کس قدر فتنے اتارے گئے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ویل للعرب یعنی ایک ایسا لشکر ہوگا جو عرب سے جنگ کرے گا۔ بعض نے فتنے مراد لئے ہیں جو عرب میں ظاہر ہوں گے۔ ان میں قتل عثمانؓ اور بعد کے فتنے ہیں جو اب تک جاری ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فتوحات کی کثرت ہوگی مال زیادہ ہوگا۔ حسد پیدا ہوگا جس سے خونریزی پیدا ہوگی۔ اور بعض نے اس سے ترک مراد لئے ہیں۔ جنہوں نے خلیفہ معتصم باللہ کو قتل کیا۔ پھر جو فتنے بغداد اور دیگر بلاد اسلام میں پھیلے یہاں تک کہ خروج دجال تک جاری رہیں گے۔ کثر الخبث خبث سے مراد فسق وفجور ہے یا زنا اور اولاد زنا مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ غرضیکہ آپؐ نے خواب میں دیکھا خزائن فارس وروم کے بعد فتنوں کا دور دورہ ہوگا۔

حدیث (۳۳۴۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ قَالَ قَالَ لِيْ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَتَتَّخِذُهَا فَاَصْلِحْهَا وَاَصْلِحْ رُعَامَهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِيْ عَلٰى

النَّاسِ زَمَانٌ تَكُوْنُ الْغَنَمُ فِيْهِ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ يَتْبَعُ بِهَا شَعْفَ الْجِبَالِ اَوْ سَعْفَ الْجِبَالِ فِیْ مَوَاقِعِ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوصعصعہؒ فرماتے ہیں کہ جناب ابوسعید خدریؓ نے مجھے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بکریوں کو پسند کرتے ہو۔ اور انہیں کی ساخت پرداخت میں لگے رہتے ہو پس ان کو ٹھیک ٹھاک رکھو اور ان کی اس بیماری کا بھی علاج کرتے رہو جس کی وجہ سے ان کے ناک سے سنک بہتی رہتی ہے۔ کیونکہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ لوگوں میں ایک ایسا دور آئے گا جس میں بھیڑ بکریاں مسلمان کا بہترین مال ہوگا جن کے پیچھے وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر یا پہاڑ کی کھجوروں کے جھنڈ میں بارش پڑنے کی جگہوں پر فتنوں سے بچنے کیلئے اپنے دین کو لے کر پھرتا ہوگا۔ یعنی فتنوں سے بھاگ کر الگ زندگی اختیار کرے گا۔

حدیث (۳۳۴۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْاُوَيْسِیُّ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ وَمَنْ يُّشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَّجَدَ مَلْجَأً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ الخ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ هٰذَا اِلَّا اَنَّ اَبَا بَكْرٍؓ يَزِيْدُ مِنَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةٌ مَّنْ فَاتَتْهُ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے برپا ہوں گے اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو ان کی طرف جھانک کر دیکھے گا وہ ہلاکت میں پڑے گا۔ اور جو شخص کوئی ٹھکانا یا جائے پناہ پالے تو اس کے ساتھ پناہ پکڑ لے۔ اور دوسری سند سے ابو بکرؓ نے یہ الفاظ زائد کئے ہیں کہ نمازوں میں سے ایک نماز ایسی ہے یعنی صلوٰۃ عصر جس نے اسکو قضا کر دیا پس گویا کہ اس کے اہل وعیال ومال ودولت لوٹ لئے گئے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ یکون الغنم الخ اس حدیث میں غیب سے خبر دی گئی ہے۔ یہی محل ترجمہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ہو سکے انسان فتنوں سے بچنے کے لئے بھاگ جائے۔ کیونکہ ان کا شر تعلق کے اعتبار سے ہوگا۔ جس قدر جس کا تعلق ہوگا اس قدر ابتلاء ہوگا۔

حدیث (۳۳۴۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ اَثَرَةٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِیْ عَلَيْكُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِیْ لَكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعودؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا عنقریب ظلم ہوگا کہ مال مشترک کو اپنے لئے مختص کیا جائے گا۔ اور ایسے امور ہوں گے جن کو تم پسند نہ کرو گے تو صحابہ کرامؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ ایسے موقعہ پر ہمیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے وہ فرائض ادا کرو جو تمہارے ذمہ ہیں۔ اور اپنے حقوق کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔ یعنی ادلہ بدلہ نہ کرو اور نہ ہی امراء سے لڑائی مول لو۔ تمہارا کام سواطاعۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ غیب سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ غنیمت مال فئی وغیرہ سے امداد ہوگی۔

حدیث (۳۳۴۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يُهْلِكُ النَّاسَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوْهُمْ وَقَالَ مَحْمُوْدُ الخ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ هَلَاکُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَةٌ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُسَمِّيَهُمْ بَنِيْ فُلَانٍ وَبَنِيْ فُلَانٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کا یہ قبیلہ لوگوں کو ہلاک کرے گا۔ انہوں نے کہا پھر ہمارے لئے آپ کا کیا حکم ہے۔ آپؐ نے فرمایا کاش! یہ لوگ ان سے الگ رہتے اور دوسری سند سے سعید اموی فرماتے ہیں کہ میں مروان اور ابوہریرہؓ کے ساتھ تھا تو میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ سے جو سچے اور عنداللہ مصدوق ہیں ان سے سنا فرماتے تھے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگی مروان نے کہا لڑکے! تعجب ہے حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں ان کے نام بتلا سکتا ہوں جو فلاں فلاں کے بیٹے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ شاید اس سے غلمہ بنو امیہ مراد ہوں کیونکہ قتل عثمان غنیؓ کے بعد بنو امیہ سے فتن اور حروب میں کثیر مسلمان مارے گئے۔ اور ایک طریق میں ہے کہ مروان نے ان پر لعنت کی۔

حديث (۳۳۴۸) حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مُوْسٰى الخ اِنَّهٗ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُوْلُ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْأَلُهٗ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُدْرِكَنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَآءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهٗ قَالَ قَوْمٌ يَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ اِلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا فَقَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِيْ اِنْ اَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ.

ترجمہ۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھلائی کے متعلق پوچھتے تھے۔ اور میں آپؐ سے شر کے متعلق پوچھتا تھا۔ اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں میں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ پس میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر میں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس خیر اسلام کو لے آیا۔ پس اس خیر کے بعد کوئی شر بھی ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! پھر میں نے پوچھا اس شر کے بعد خیر ہوگا۔ آپؐ نے ہاں میں جواب دیا لیکن فرمایا اس میں کدورت کا دھواں ہوگا۔ میں نے پوچھا وہ دھواں کیا ہے آپؐ نے فرمایا وہ لوگ جو میری سیرت کے خلاف سیرت اختیار کریں گے۔ بعض ان کے افعال کو تم اچھا سمجھو گے اور بعض کو برا سمجھو گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا۔ فرمایا ہاں! جہنم کے دروازے پر کچھ داعی ہوں گے جو انکی دعوت کو قبول کریگا وہ اس کو اس میں پھینک دیں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان کے کچھ احوال ہمیں بیان فرمائیں۔ فرمایا وہ لوگ ہمارے طاقتور لوگوں میں سے ہوں گے۔ اور ہماری زبانوں میں باتیں کریں گے۔ لیکن ان تلبیسات سے گمراہ کرنا مقصود ہوگا۔ میں نے عرض کی اگر مجھے یہ دور مل جائے تو آپ کا میرے لئے کیا حکم ہے آپؐ نے فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے حاکم اور امام کو لازم پکڑنا۔ میں نے کہا اگر جماعت اور

امام نہ ہوتو آپ نے فرمایا توان تمام فرقوں سے الگ تھلک ہو جانا۔ اگر تمہیں کسی درخت کی جڑ کو کیوں نہ دانت سے کاٹنا پڑے۔ یہاں تک کہ تجھے موت آجائے اور تم اس علیحدگی کی حالت پر ہو قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ عض شجرہ سے مراد مصائب اور شدائد کا برداشت کرنا ہے۔

حدیث(۳۳۴۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ حُذَيْفَةَؓ قَالَ تَعَلَّمَ اَصْحَابِي الْخَيْرَ وَتَعَلَّمْتُ الشَّرَّ.

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے کہ میرے ساتھی تو خیر سیکھتے تھے۔ اور میں آپ سے شر سیکھتا تھا یعنی وہ خیر کے متعلق سوال کرتے اور میں شر سے بچنے کیلئے سوال کرتا تھا۔

حدیث(۳۳۵۰) حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں گے۔ دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا یعنی ہر ایک یہی کہے گا کہ وہی حق پر ہے۔ یا ہر ایک دوسرے کو خطا کار کہے گا۔ یہ لڑائی حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان ہو چکی ہے۔ اور یہ اجتہادی جنگ تھی جس میں گناہ گار کوئی نہیں ہوگا۔

حدیث(۳۳۵۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَيَكُوْنَ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلٰثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دو بڑے گروہوں کے درمیان جنگ ہوگی۔ جس میں مسلمانوں کا قتل عام ہوگا دونوں کا نعرہ ایک ہوگا۔ اور اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ فریبی جھوٹے تیس کے قریب اٹھائے جائیں گے۔ سب کے سب یہی کہیں گے کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور دجال اعظم الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔

حدیث(۳۳۵۲) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّؓ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا اَتَاهُ ذُوالْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِعْدِلْ فَقَالَ وَيْلَكَ وَمَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَّمْ اَكُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُؓ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ فِيْهِ فَاَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا يُحَقِّرُ اَحَدُكُمْ صَلَاتَهٗ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهٗ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ اِلٰى نَصْلِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى رِصَافِهٖ فَمَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى نَضِيِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى قُذَذِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ وَّقَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰيَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَاَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ

فَالْتُمِسَ فَأُتِیَ بِهٖ حَتّٰی نَظَرْنَا اِلَیْهِ عَلٰی نَعْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ نَعَتَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے جب کہ آپؐ کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے۔ کہ آپؐ کے پاس ذوالخویصرہ آ گیا جو بنو تمیم کا ایک آدمی ہے کہنے لگا یا رسول اللہ! آپؐ انصاف کریں جس پر آپؐ نے فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا میں تو ناکام اور گھاٹے میں رہ گیا اگر میں نے انصاف نہ کیا۔ یا تو ناکام اور گھاٹے میں رہے گا (اسلئے کہ تو تابع اور مقتدی ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ پس آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ہیں جن کی نماز کے مقابلہ میں تم اپنی نماز کو حقیر سمجھو گے۔ ان کے روزے کے مقابلہ میں اپنے روزے کو حقیر گردانو گے۔ وہ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن وہ ان کی ہنسلیوں سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے نشانہ سے نکل جاتا ہے اس کے پھل کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہیں پائی جاتی پھر اس کی پٹی کو دیکھا جائے جو پھل کے سرے پر باندھی جاتی ہے اس میں بھی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ پھر اس تیر کی لکڑی کی طرف دیکھا جائے تو کوئی چیز نہیں ملے گی۔ پھر اس کے پر کی طرف دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہیں ملے گی حالانکہ وہ تیر گوبر اور خون سے گذر کر آیا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ وہ آدمی کالے رنگ کا ہوگا۔ اس کے دو بازو میں سے ایک ایسے ہوگا جیسے عورت کا پستان یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح حرکت کرتا ہوگا اور ان لوگوں کا خروج لوگوں کے اختلاف وافتراق کے زمانہ میں ہوگا حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے ان سے جنگ آزمائی کی اور میں آپؐ کے ہمراہ تھا پس اس آدمی کے متعلق حکم دیا گیا کہ اسے تلاش کیا جائے۔ چنانچہ اسے لایا گیا تو میں نے اسے بغور دیکھا۔ تو اسی صفت پر اسے پایا جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فان له اصحابا الخ مقصد یہ ہے کہ اکیلے اس کو قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس کے ساتھ اسی طرز کے کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ جو احکام شرعیہ پر پابندی کا اظہار کرتے ہیں۔ جن کا قتل ہنگامہ خیز ثابت ہوگا۔ نیز! ابھی تک ان سب کو قتل کرنے کی حجت قائم نہیں ہوئی۔ بنابریں آج انہیں قتل کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی ان کا خون حرمت والا ہے مباح نہیں ہے۔ پس انتظار کرو یہاں تک کہ سب قتل کئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فان له اصحابا الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ فا تعلیل کی نہیں ہے بلکہ تعقیب کے لئے ہے۔ کہ یہ اخبار یکے بعد دیگرے اس طرح وقوع پذیر ہوں گی الغرض اس کا حکم منافق کا تھا۔ اور منافقوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں تھا۔ نیز! قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تو ان کے قتل کی ممانعت ہے۔ لیکن دوسری حدیث میں ہے کہ اگر مجھے ان کا زمانہ مل جائے تو میں انہیں ضرور قتل کروں گا۔ تو شرح السنۃ میں اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان کا قتل اس وقت مباح ہے۔ جب کہ ان کی جماعت کثیرہ ہو جائے۔ ہتھیار لے کر مقابلہ میں نکل آئیں اور مسلمانوں کی جان ومال کا پیچھا کریں یہ اسباب منع کے وقت موجود نہیں تھے۔ ان کا عروج حضرت علیؓ کے زمانہ میں ہوا اسلئے جنگ نہروان خوارج سے لڑی گئی اور بعض روایات میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق ہے کہ انہوں نے اس منافق کی گردن مار دینے کی اجازت طلب کی۔ تو مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نے الگ الگ اجازت طلب کی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ خوارج کا دین میں داخل ہونا اور اس سے نکلنا کہ ان کو دین سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ ایسے ہے جیسے تیر شکار میں داخل ہوا پھر نکل گیا۔ خون اور گوبر میں سے کوئی چیز بھی اس کے ساتھ نہ لگ سکی۔ کیونکہ وہ جلدی سے نکل گیا۔ ایسے یہ لوگ بھی جلدی سے دین سے نکل گئے۔

حدیث(۳۳۵۳)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَانْ اَخِرُّ مِنَ السَّمَآءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ السَّمَآءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكْذِبَ عَلَيْهِ وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَأْتِي فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَآءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنْ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ۔ حضرت سوید بن غفلہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حدیث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کروں تو مجھے آسمان سے گر پڑنا منظور ہے۔ اس سے کہ میں آپؐ پر جھوٹ باندھوں اور جب میں تمہیں ان امور کے بارے میں بات کروں جو تمہارے اور میرے درمیان ہیں تو پھر لڑائی چالاکی کا نام ہے۔ اس میں توریہ وغیرہ کیا جاسکتا ہے۔ سنو! میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو نوخیز عمر کے اور کمزور عقل والے ہوں گے۔ ساری مخلوق سے بہتر ہستی کی باتیں کریں گے۔ یعنی سنت رسول بیان کریں گے لیکن وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے شکار سے نکل جاتا ہے۔ کہ ان کا ایمان ان کے حنجرہ (حلق) سے آگے نہیں بڑھے گا۔ پس ایسے لوگ جس جگہ بھی تمہیں ملیں ان کو قتل کردو۔ کیونکہ ان کا قتل اس شخص کے لئے قیامت کے دن باعث ثواب ہوگا جو انہیں قتل کرے گا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ خیر قول البریہ سے قرآن مجید مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ سابق حدیث میں آیا ہے یقرؤن القرآن چنانچہ خوارج ان الحکم الا للہ کا نعرہ لگاتے تھے جس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کلمۃ حق ارید بھا الباطل کہ کلمہ تو سچا ہے لیکن اس سے مراد باطل وناحق ہے۔

لایجاوز الخ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کریں گے۔ یا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ قرآن ان کے دلوں میں اثر نہیں کرے گا۔

حدیث(۳۳۵۴)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ قُلْنَا لَهُ اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُوا اللهَ لَنَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ فَيُجَآءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ اَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَاللهُ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرُ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَآءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت خباب بن الارتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدائد اور مصائب کی شکایت کی جبکہ آپؐ اپنی چادر کا تکیہ بنائے ہوئے خانہ کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے کہا کیا آپؐ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب نہیں کرتے۔ کیا آپؐ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا نہیں مانگتے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کو لایا جاتا زمین میں گڑھا کھود کر اسے اس میں کھڑا کیا جاتا آری اس کے سر پر لا کر رکھ دی جاتی پس اسے دو حصوں میں چیر دیا جاتا اور یہ سلوک ان کو ان کے دین سے نہیں روک سکتا تھا۔ اس

طرح لوہے کے کنگھوں سے کنگھا کرتے کرتے گوشت سے آگے ہڈی اور پٹھے تک پہنچ جاتے۔ لیکن یہ بھی ان کے دین سے رکاوٹ کا باعث نہ بنتا۔ اللہ کی قسم! مجھے تو یقین ہے کہ یہ دین کا معاملہ ضرور مکمل اور تمام ہو کر رہے گا یہاں تک کہ اونٹنی سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے اس کو کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اسے اپنی بکریوں پر کسی بھیڑیے کا خطرہ ہوگا۔ اور تم لوگ ہو جلدی مچا رہے ہو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ولیتمن اتمام سے ہے۔ جس کے معنی اکمال کے ہیں۔ فعل مجرد اور مزید دونوں ہو سکتے ہیں صنعاء سے اگر صنعاء یمن مراد ہے تو پھر اس کے حضر موت کے درمیان پانچ دن کا سفر ہے۔ اگر صنعاء شام مراد ہے تو پھر مسافت بعیدہ ہوگی لیکن احتمال اول قریب ہے۔

حدیث(۳۳۵۵) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَیْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَکَ عِلْمَهٗ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهٗ جَالِسًا فِیْ بَیْتِهٖ مُنَکِّسًا رَأْسَهٗ فَقَالَ مَا شَاْنُکَ فَقَالَ شَرٌّ کَانَ یَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَتَی الرَّجُلُ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ کَذَا وَکَذَا فَقَالَ مُوْسَی بْنُ اَنَسٍ فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْاٰخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِیْمَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ اِلَیْهِ فَقُلْ لَهٗ اِنَّکَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰکِنْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو گم پایا تو صحابہ کرامؓ سے ان کے متعلق دریافت فرمایا تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میں آپؐ کو اس کی خبر لا کر بتلا رہا ہوں۔ چنانچہ جب وہ ان کے پاس آئے تو انہیں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا پایا کہ اپنا سر جھکائے ہوئے میں نے پوچھا یہ تمہارا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ برا حال ہے۔ میری آواز جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہوگئی اس کے تو عمل ضبط ہو گئے اور وہ تو جہنمیوں میں سے ہو گیا۔ اس آدمی نے آ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ وہ تو اس اس طرح کہہ رہا ہے۔ موسیٰ بن انسؒ فرماتے ہیں کہ وہ شخص دوسری مرتبہ ایک بہت بڑی خوشخبری لے کر آیا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ تو جہنمی نہیں ہے بلکہ بہشتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ آپ کا ایک ایسی خبر دینا جو نبی کے سوا اس کو نہیں جانتا۔ یہ آپ کا معجزہ ہے اس لئے کہ یہ غیب کی خبر دیتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو باب علامات نبوت میں لانے کی غرض ایک دوسری حدیث سے مکمل ہو گئی جو کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمامہ شہید ہونے کی خبر دی تھی۔ تو اب انه امن اهل الجنة کہنے سے اس کا مصداق ظاہر ہوا کہ وہ شہید ہوں گے اور جنت میں جائیں گے۔ اور شاید امام بخاریؒ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہو کیونکہ دونوں حدیثوں کا مخرج ایک ہے۔ میرے نزدیک یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے حدیث کے ایک طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں جهير الصوت ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا اما ترضی ان تعیش سعید او تقتل شهيد او تدخل الجنة کہ کیا تجھے پسند نہیں ہے کہ تم نیک بخت بن کر زندگی گذار دو۔ یمامہ کی لڑائی میں شہید بن کر قتل ہوئے۔

حدیث(۳۳۵۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍؓ فَقَرَأَ رَجُلُ الْکَهْفَ وَفِی الدَّارِ الدَّابَّةُ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ فَاِذَا ضَبَابَةٌ اَوْ سَحَابَةٌ غَشِیَتْهُ فَذَکَرَهٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَأْ فُلَانُ فَاِنَّهَا السَّکِیْنَةُ نَزَلَتْ لِلْقُرْاٰنِ اَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ.

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سورۃ کہف پڑھنی شروع کی۔ وہ حضرت اسید بن حضیرؓ تھے حویلی میں ایک جانور تھا جونفرت کر کے دوڑنے لگا۔ انہوں نے اللہ کے سپرد کیا یا سلام پھر کر دیکھا وہ کہر تھا یا بادل تھا جس نے اس کو ڈھانپ لیا تھا۔ اس کا انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اے فلاں! تم پڑھتے رہتے یہ تو رحمت الٰہی تھی جو قرآن کے لئے لے کر فرشتے اترے تھے۔ نزلت کا لفظ فرمایا یا تنزلت کا۔ یعنی تم قرأت کرتے رہتے تو یہ نزول رحمت برابر تم پر ہوتا رہتا۔ یہ بھی غیب کی خبر تھی جو آپؐ نے بتلائی تو علامات نبوت سے اس کا تعلق ثابت ہو گیا۔

حدیث (۳۳۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍؓ يَقُوْلُ جَآءَ اَبُوْ بَكْرٍؓ اِلٰى اَبِىْ فِىْ مَنْزِلِهٖ فَاشْتَرٰى مِنْهُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ ابْعَثْ اِبْنَكَ يَحْمِلْهُ مَعِىْ قَالَ فَحَمَلْتُهٗ مَعَهٗ وَخَرَجَ اَبِىْ يَنْتَقِدُ ثَمَنَهٗ فَقَالَ لَهٗ اَبِىْ يَا اَبَابَكْرٍؓ حَدِّثْنِىْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِيْنَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ لَا يَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهٗ وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانًا بِيَدِىْ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ فِيْهِ فَرْوَةً وَقُلْتُ نَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ لَكَ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهٗ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِهٖ اِلَى الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا مِثْلَ الَّذِىْ اَرَدْنَا فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَوْمَكَّةَ قُلْتُ اَفِىْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَفَتَحْلِبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَقُلْتُ انْفُضِ الضَّرْعَ مِنَ التُّرَابِ وَالشَّعْرِ وَالْقَذٰى قَالَ فَرَاَيْتُ الْبَرَآءَ يَضْرِبُ اِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى يَنْفُضُ فَحَلَبَ فِىْ قَعْبٍ كُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ وَمَعِىْ اِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِىْ مِنْهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّاُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهٗ فَوَافَقْتُهٗ حِيْنَ اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهٗ فَقُلْتُ اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قَالَ اَلَمْ يَاْنِ لِلرَّحِيْلِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ اُتِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ اِلٰى بَطْنِهَا اُرٰى فِىْ جَلَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ شَكَّ زُهَيْرٌ فَقَالَ اِنِّىْ اَرَاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَىَّ فَادْعُوَا لِىْ فَاللّٰهُ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا قَالَ كَفَيْتُكُمْ مَا هُنَا فَلَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا رَدَّهٗ قَالَ وَوَفٰى لَنَا.

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے باپ کے پاس ان کے مکان پر تشریف لائے ان سے انہوں نے ایک پاکھڑہ یعنی کجاوہ خرید کیا پھر حضرت عازبؓ سے فرمایا کہ اپنے لڑکے کو بھیجو وہ میرے ساتھ اس کجاوہ کو اٹھوا لے میں نے کجاوہ اٹھوایا میرے باپ اس کی قیمت وصول کرنے کیلئے تشریف لائے بہر حال باتوں باتوں میں میرے باپ نے کہا اے ابوبکرؓ! جب ہجرت والی رات آپ جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے تو مجھے بتاؤ کہ تم نے کیسے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ رات بھر چلتے رہے۔ حتیٰ کہ دوسری صبح بھی چلتے رہے یہاں تک کہ عین دو پہر کا وقت آ گیا راستہ بالکل ویران تھا۔ کوئی شخص اس راستے سے نہیں گزرتا تھا۔ پس ہمیں ایک بڑا لمبا چوڑا پتھر دکھائی دیا جس کا سایہ بھی تھا دھوپ نہیں آتی تھی۔ پس ہم نے اسکے پاس پڑاؤ کر لیا اور میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنے دونوں ہاتھوں سے ہی اس جگہ کو ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ تا کہ آپؐ اس پر آرام فرمائیں۔ اور میں نے پوستین یا اپنا دوشالہ بھی اس پر بچھا دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ تو نیند کریں اور میں اردگرد کو جھاڑ لوں پس آپ تو سو گئے میں ماحول کو جھاڑنے کے لئے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گڈریا اپنی بکریاں لے کر اسی پتھر کی طرف آ رہا ہے۔ اس کا مقصد بھی اس پتھر سے وہی تھا جو ہم اس سے چاہتے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا اے لڑکے تم کس کے بیٹے ہو۔ اس نے مدینہ یا مکہ کے کسی آدمی کا نام لیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا تو ہمیں دودھ دوہ کر دے گا اس نے ہاں کہہ کر جواب دیا تو اس نے ایک بکری کو پکڑا تو میں نے اس سے کہا کہ ذرا تھنوں سے مٹی بال اور تنکے وغیرہ جھاڑ لینا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے براءؓ کو دیکھا کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر جھاڑتے تھے۔ تو انہوں نے ایک لکڑی کے پیالہ میں کچھ مقدار دودھ کی دوہ لی میرے پاس ایک برتن تھا جس کو میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے اٹھا کر لایا تھا تا کہ آپؐ اس سے پانی بھریں پئیں بھی اور وضو بھی کریں۔ پس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ سوئے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو جگانا پسند نہ کیا پس جب آپ خود بیدار ہوئے تو میں حاضر ہوا دودھ پر میں نے پانی ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا پس میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ اسے پئیں۔ پس آپؐ نے اس قدر پیا کہ میں راضی ہو گیا۔ پھر آپؐ نے پوچھا کیا ابھی کوچ کرنے کا وقت نہیں آیا۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ فرماتے ہیں کہ سورج ڈھل جانے کے بعد ہم نے کوچ کیا۔ ہمارے پیچھے سراقہ بن مالک آ گیا میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم تو دھر لئے گئے آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے پس آپؐ نے اس کو بددعا دی جس سے اسکے گھوڑے کے پاؤں سراقہ سمیت زمین میں دھنس گئے میرا خیال ہے کہ سخت زمین میں دھنس گیا۔ زہیر کو شک ہے بہرحال سراقہ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم دونوں نے میرے لئے بددعا کی ہے۔ لہٰذا آپ لوگ ہی اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور ناصر ہے میرا وعدہ ہے کہ جو لوگ بھی آپ کی تلاش میں آ رہے ہوں گے میں ان کو واپس کرتا جاؤں گا پس آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے دعا کی تو اسے نجات ملی۔ پس جو شخص بھی اسے راستہ میں ملتا تھا تو وہ اس سے کہتا کہ میاں! میں تمہارا کام کر آیا ہوں۔ یہاں کچھ نہیں ہے۔ پس وہ ہر ایک ملنے والے سے یہ کہہ کر اسے واپس لوٹا دیتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس نے ہم سے وفا کی کہ اپنے وعدہ کو نبھایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اقرء یا فلان یعنی تم اپنی قرأت برابر جاری رکھتے۔ رحمت ایزدی تمہارا گھراؤ کرتی۔ یہ محل ترجمہ ہے کہ اس میں غیب کی خبر سے آپؐ نے مطلع فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فضائل قرآن میں امام بخاریؒ یہ روایت لائے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیرؓ رات کے وقت سورۂ بقرہ پڑھتے تھے۔ ممکن ہے کہ دونوں سورۂ بقرہ اور کہف اکٹھی پڑھ رہے ہوں یا متعدد واقعات ہوں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ کچھ حصہ سورۂ بقرہ کا پڑھا ہو اور کچھ سورۂ کہف کا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فوافقته حين استيقظ الخ مطلب یہ ہے کہ میں بھی لیٹ گیا نیند کر لی۔ یہاں تک کہ میرا اور آپ کا بیدار ہونا موافق ہو گئے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ میں نے بیدار کرنا تو مناسب نہ سمجھا البتہ جب بعد میں میں آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ بیدار ہو چکے تھے۔ تو میرا پہنچنا اور آپ کا بیدار ہونا دونوں متفق ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یادرکھنا چاہیے کہ اس حدیث میں فسلم کالفظ وارد ہوا ہے۔ جس کی شراح نے کئی توجیہات کی ہیں کرمانی ؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں دعا بالسلامۃ کہ سلامتی کی دعا کی اور اللہ کے حکم پر راضی ہوگئے ۔ اور مولانا محمد حسن مکیؒ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں کہ سلم عن الصلوۃ کہ نماز سے فراغت کا سلام پھیرا۔ حافظؒ نے یہاں تعرض نہیں کیا۔ اور شاید مصنفؒ نے اس قصہ کو ایک سمجھتے ہوئے کہا ہے کہ سیاق حدیث سے معلوم ہوا کہ بہرصورت نماز کی محافظت کرنی چاہیئے۔ خشوع میں فرق نہ آنے پائے اور مناقب میں امام بخاریؒ کہہ چکے ہیں۔ فوافقته قد استيقظ کہ میرا جب آپؐ سے ملنے کا اتفاق ہوا تو آپؐ بیدار ہو چکے تھے۔

حدیث(۳۳۵۷)حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلٰی مَرِیْضٍ یَعُوْدُہٗ قَالَ لَا بَاْسَ طَھُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ فَقَالَ لَا بَاْسَ طَھُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ قَالَ قُلْتَ طَھُوْرٌ بَلْ ھِیَ حُمّٰی تَفُوْرُ اَوْ تَثُوْرُ عَلٰی شَیْخٍ کَبِیْرٍ تُزِیْرُہُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذًا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے اور آپ کی عادت مبارکہ تھی جب کسی بیمار کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے جاتے تو فرماتے کہ کوئی فکر نہ کرو۔ انشاء اللہ یہ گناہوں سے پاک کرنے کا سبب بنے گا۔ اس عادت کے مطابق آپؐ نے اس سے بھی یہی کہا۔ لاباس طهور انشاء الله وہ کہنے لگا آپ تو اسے طہور کہہ رہے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو ایسا بخار ہے جو ایک بہت بوڑھے آدمی پر جوش مار رہا ہے۔ یہ تو اسے قبور تک پہنچا کر رہے گا۔ تو آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر ہاں اس وقت ایسا ہی ہوگا اور اسی نعم اذن میں ترجمہ ہے کہ جیسے آپؐ نے خبر دی وہ اسی بخار میں ہی مر گیا۔ صدق الله وصدق رسوله.

حدیث(۳۳۵۸)حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِیًّا فَاَسْلَمَ فَقَرَاَ الْبَقَرَۃَ اٰلَ عِمْرَانَ فَکَانَ یَکْتُبُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِیًّا فَکَانَ یَقُوْلُ مَا یَدْرِیْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا کَتَبْتُ لَہٗ فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ فَدَفَنُوْہُ فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْہُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا ھٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِہٖ لَمَّا ھَرَبَ مِنْھُمْ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْہُ فَحَفَرُوْا لَہٗ وَاَعْمَقُوْا لَہٗ فِی الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا فَاَصْبَحَ قَدْ لَفَظَتْہُ الْاَرْضُ فَعَلِمُوْا اَنَّہٗ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ فَاَلْقَوْہُ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک نصرانی آدمی تھا جو مسلمان ہو گیا۔ اس نے سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھا کرتا تھا پھر وہ نصرانی بن گیا اور کہتا پھرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وہی کچھ جانتا ہے جو میں نے اسے لکھ کر دیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو وفات دے دی لوگوں نے اسے دفن کیا صبح کیا دیکھتے ہیں کہ زمین نے اسے باہر پھینک دیا ہے۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے۔ کیونکہ وہ ان سے بھاگ گیا تھا اسلئے انہوں نے ہمارے ساتھی کو بے پردہ کر دیا پھر انہوں نے اس کو زمین میں ڈالا لیکن اب کے انہوں نے گڑھا کھودا اور زمین کو اتنا گہرا کیا جو وہ کر سکتے تھے۔ لیکن پھر بھی صبح کو یہ ہوا کہ زمین نے اس کو باہر پھینک دیا۔ اسے قبول نہیں کیا کہنے لگے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے کہ ہمارا آدمی ان سے بھاگ گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اسے بے حجاب کر دیا کہ اس کی قبر کھل گئی پس انہوں نے پھر اسے ڈالا اور اتنا گہرا گڑھا کھودا جس قدر وہ کر سکتے تھے۔ پھر بھی کیا دیکھتے ہیں کہ صبح کو زمین نے اسے باہر پھینک دیا ہے۔ تب لوگوں کو یقین آیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے۔ یہ عذاب الٰہی ہے۔ لہٰذا انہوں نے اسے ایسے ہی پھینک دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ما یدری محمد الخ وجہ یہ ہوئی کہ وہ حسب ارشاد نبویؐ وحی کی کتابت کرتا تھا اتفاق سے جب یہ آیت اس نے لکھی انشاناہ خلقا اخر تو اس کے منہ سے نکل گیا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ آپؐ نے فرمایا اس کو بھی لکھ لو وہ سمجھا کہ آپؐ پر کوئی وحی نہیں اتری بس لوگوں کا جو کلام آپ کو پسند آجاتا ہے اسے جمع کر لیتے ہیں۔ بنابریں وہ مرتد ہو گیا اور کفار سے جا ملا نعوذ باللہ من ذلک۔ بس وہ کہتا پھرتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو کچھ نہیں جانتے جو میں نے لکھ دیا بس اسی کو وحی کہہ دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عموماً شراح اس نصرانی کا نام نہیں لکھتے لیکن مسلم شریف میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح یہ آیات لکھ رہا تھا۔ جب خلقاً آخر تک پہنچا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا فتبارک اللہ احسن الخالقین آپؐ نے فرمایا اسے لکھ لو۔ اسی طرح نازل ہوا ہے۔ اس کو شک گزرا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو جیسے ان کی طرف وحی ہوتی ہے ویسے میری طرف بھی ہوتی ہے اگر وہ جھوٹے ہیں تو پھر اس کے دین میں خیر نہیں ہے لہذا مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ کفر پر موت واقع ہوئی اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ پھر فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گیا۔ حالانکہ ایسی موافقت تو حضرت عمرؓ کی بھی ہوئی ہے انہوں نے بھی تبارک اللہ احسن الخالقین کہا بلکہ کئی اور مقامات پر موافقت ہوئی ہے جس کو علامہ سیوطیؒ نے ذکر فرمایا ہے نیز! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نصرانی کے ارتداد پر فرمایا تھا ان الارض لاتقبلہ۔ چنانچہ اسے دفن کیا گیا لیکن زمین نے اسے قبول نہ کیا۔ یہ آپ کا معجزہ ہے کہ زمین نے اس مرتد کو کئی بار باہر پھینک دیا۔ اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔ اور حضرت ابوطلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس جگہ خود معائنہ کیا جہاں وہ مرا تھا کہ زمین نے اسے باہر پھینکا ہوا تھا میں نے لوگوں سے اس کا سبب پوچھا تو مجھے بتلایا گیا کہ ہم نے اسے دفن کیا لیکن زمین اسے قبول نہیں کرتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرتد کو سزا ملی تھی۔ اور شارع علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے۔

حدیث (۳۳۵۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوزَهُمَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب یہ قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے تم ان دونوں سپر طاقتوں کے بادشاہ کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کسریٰ فارس کے بادشاہ کا لقب ہے اور قیصر روم کے بادشاہ کا اگر اشکال ہو کہ فارس کی حکومت تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک باقی رہی۔ اس طرح مملکت روم بھی باقی رہی۔ تو اس کا جواب یہ ہے جو امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ اس حدیث کا سبب یہ ہوا کہ قریش کثرت سے تجارت کے لئے شام اور عراق کو آیا جایا کرتے تھے۔ جب قریش مسلمان ہو گئے تو انہیں خطرہ لاحق ہوا کہ اب اسلام لانے کی وجہ سے ان کے یہ اسفار منقطع ہو جائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تطییب کی خاطر کے لئے بشارت دی کہ عراق اور شام کی دونوں ولایتوں میں کسریٰ اور قیصر کی بادشاہی نہیں رہے گی۔ چنانچہ بحمداللہ ایسا ہی ہوا کہ کسریٰ کی حکومت تو بالکلیہ صفحہ ہستی سے مٹ گئی اس کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کھا گئی کہ اس نے آپؐ کے والا نامہ کو چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا جس پر آپؐ نے فرمایا تمزق کل ممزق کہ اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ختم ہو جائے گی۔ اور قیصر شام سے شکست کھا کر بھاگا اور اپنے انتہائی شہر میں جا کر پناہ لی بہر حال ان دونوں کے شہر فتح ہوئے اور ان کے خزانے غزوات میں خرچ ہوئے۔ یہ بھی غیب کی خبر تھی جو اسی طرح واقع ہوئی۔ معجزہ نبوی علامت نبوت میں داخل ہوا۔

حدیث (۳۳۶۰) حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الخ عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رَفَعَهُ قَالَ إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَذَكَرَ وَقَالَ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرہؓ اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا جب قیصر مرے گا تو پھر کوئی قیصر اس کے بعد نہیں ہوگا اور یہ بھی فرمایا کہ ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے جائیں گے۔

حدیث (۳۳۶۱) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ الْاَمْرَمِنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلَمَةَ فِيْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَوْسَاَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَاللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّيْ لَا رَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْكَ مَا رَاَيْتُ فَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِيْ شَاْنُهُمَا فَاُوْحِيَ اِلَيَّ فِي الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِيْ فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کے اندر آیا۔ وہ کہنے لگا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد حکومت میرے لئے مقرر کردیں تو آپ کی پیروی کروں گا اور وہ اپنی قوم کے بہت سے لوگ لے کر آیا تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکافات یعنی ادلہ بدلہ کے لئے اسکے پاس تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس صحابی بھی تھے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی کا ایک ٹکڑا تھا۔ یہاں تک کہ آپ مسیلمہ اور اسکے ساتھیوں کے پاس آ کر ٹھہر گئے فرمایا اگر تو میرے سے یہ لکڑی کا ٹکڑا بھی مانگے گا تو یہ بھی میں تجھے نہیں دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جو تیرے بارے میں ہے تو اس سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتا کہ تو کذاب ہے۔ جہنمی ہے۔ مقتول ہوگا اور اگر تو یہاں سے واپس گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے ضرور ہلاک کردے گا۔ اور جو کچھ مجھے تیرے بارے میں دکھایا گیا میں تجھے وہی دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہؓ نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں مجھے ان کی وجہ سے بڑی پریشانی لاحق ہوئی تو مجھے خواب میں وحی بھیجی گئی کہ آپ ان دونوں کو پھونک ماردیں میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے تو میں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ یہ دو جھوٹے فریبی آدمی ہیں جن کا ظہور میرے بعد ہوگا ان میں سے ایک تو اسود عنسی تھا۔ اور یمامہ والا مسیلمہ کذاب۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مسیلمہ بن حبیب حنفی یمانی بڑا شعبدہ باز تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی قوم دھوکہ کھا گئی۔ اسے وحشیؓ قاتل حمزہؓ نے خلافت صدیقی میں قتل کیا۔ وہ فرماتے تھے کہ کفر میں میں نے خیر المسلمین کو قتل کیا اور اسلام میں شر الکفار کو قتل کیا۔ فطار الخ یہ سرعت ہلاکت سے کنایہ ہے کہ یہ لوگ بڑی آسانی سے ہلاک ہوجائیں گے۔ یخرجان بعدی اس خروج سے مراد ان کی شان وشوکت اور دعویٰ نبوت مراد ہے۔ ورنہ یہ لوگ آپ کے زمانہ میں موجود تھے۔ بعدی یعنی بعد دعوی النبوۃ. یابعد ثبوت نبوتی.

اسود عنسی صنعانی بن کعب جو ذوالخمار کے لقب سے مشہور تھا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ میرے پاس جو آتا ہے وہ ذوالخمار ہے اس کو فیروز دیلمی صحابیؓ نے صنعاء میں قتل کیا تھا جبکہ وہ مریض تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو اس کی موت کی خبر سنائی تھی اس کا سر اٹھا کر آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ خلافت صدیق میں ایسا ہوا۔ آپ کی تاویل میں مناسبت یہ بیان کی گئی ہے کہ اہل صنعاء اور اہل یمامہ مسلمان ہو گئے تھے۔ گویا کہ وہ لوگ اسلام کے لئے کلائی کے منزلہ پر تھے۔ جب ان میں یہ دو کذاب ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنی ملمع سازیوں سے اکثر لوگوں کو دھوکہ دیا تو دونوں ہاتھ بمنزلہ دو شہروں کے ہوئے اور کنگن بمنزلہ کذابین کے اور سونے سے اشارہ ان کی فریب کاریوں کی طرف ہے اور زخروف سونے کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

حدیث (۳۳۶۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اُرَاهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ اِلٰی اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهْلِیْ اِلٰی اَنَّهَا الْیَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِیَ الْمَدِیْنَةُ یَثْرِبُ وَرَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ هٰذِهٖ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَیْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا مَنْ اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ مَا كَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَآءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَاَیْتُ فِیْهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَیْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ اُحُدٍ وَاِذَا الْخَیْرُ مَاجَآءَ اللّٰهُ مِنَ الْخَیْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِیْ اٰتَانَا اللّٰهُ بَعْدَ یَوْمِ بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ سے ایک ایسے شہر کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوریں ہیں۔ میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ ہوگا یا ہجر ہوگا پس وہ تو مدینہ یثرب نکلا۔ اور میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں نے تلوار کو حرکت دی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا تو یہ وہ مصیبت تھی جو احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو پیش آئی۔ پھر میں نے اسے دوسری بار حرکت دی تو وہ پہلی صورت سے بھی زیادہ اچھی حالت میں لوٹ آئی۔ پس اس کی تاویل وہ ہے کہ جو فتح وشکست کے بعد مسلمانوں کے اجتماع کے بعد حاصل ہوئی اور اس میں میں نے ایک گائے کو بھی دیکھا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی وہ خیر ہے جو احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو حاصل ہوئی تو بقر سے مراد مؤمنون اور خیر سے مراد وہ بھلائی ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے بعد لے آئے۔ اور سچا بدلہ تو وہ ہے جو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدر ثانی کے دن ہمیں عطا فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ **فانقطع صدره** اس انقطاع سے مراد ٹوٹنا اور اس کے دندانے پڑ جانے ہیں وہ ٹکڑے ہو کر ٹوٹنا نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں بھی یہی ہے کہ تلوار ٹیڑھی ہو گئی۔ یہ نہیں کہ بالکل ٹوٹ گئی۔ اور صدر سے قبضہ سے اوپر کی جگہ ہے اور بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ تلوار کے اندر دراڑ پڑ جانا اس کی تاویل یہ ہے کہ میرے اهل بیت میں سے ایک آدمی قتل ہوگا۔

ورایت فیها بقرا آپؐ نے اسے دیکھا کہ گائے ذبح کی جا رہی ہے تو یہ وہ مسلمان تھے جو احد میں شہید ہو گئے یا یہ کہ آپؐ نے کسی کہنے والے سے سنا **الله خیر ای ثواب الله خیر** اور وہ ان کے ثواب سے کنایہ ہے۔

مااتاهم الله بعد یوم بدر اگر بعد کی اضافت یوم بدر کی طرف ہو تو اس سے بدر کبریٰ مراد ہوگا۔ جس میں مسلمانوں نے قتال کیا اور ممکن ہے یوم بدر سے بدر صغریٰ مراد ہو۔ جس کا اگلے سال کے لئے ابو سفیان نے وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ ہتھیار اور آدمی جمع کئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب داخل کیا تو وہ حاضر نہ ہوئے۔ البتہ مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے ایک آدمی کو بھیجا کہ قریش نے بہت کچھ جمع کر لیا

ہے۔ خدا کی شان مسلمانوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔
نیز ! وہ تجارتی میلہ کے دن تھے۔ ابوسفیان تو نہ آیا صحابہ کرامؓ نے تجارتی مال کو بیچا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوب نفع سے مالا مال فرمایا کیونکہ اہل مکہ تو آئے نہیں تھے مسلمانان اکیلے نے نفع کمایا۔
فانقلبوا بنعمة من اللہ میں اسی کا ذکر ہے۔ تو یہ یوم یوم بدر صغریٰ ہوگا۔ بعد کی اضافت اگر یوم بدر کی طرف ہو تو صرف بدر کبریٰ یا صغریٰ مراد لینا صحیح نہیں بلکہ دونوں پر حمل ہوسکتا ہے۔ اگر اضافت قطع کردی جائے تب بھی دونوں مراد لینا جائز ہے تخصیص کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ بدر سے بدر موعدی مراد ہے جو احد کے بعد ہوا تھا۔ جس میں لڑائی نہیں ہوئی مشرکین نہ آئے تو صدق سے اشارہ اسی کی طرف ہوا کہ مسلمانوں نے تو وعدہ خلافی نہ کی۔ اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ انہیں یہ دیا کہ بعد ازاں فتح قریظہ اور فتح خیبر واقع ہوئی۔

حدیث (۳۳۶۳) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ اَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِیْ کَاَنَّ مِشْیَتَهَا مَشْیُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرْحَبًا بِابْنَتِیْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَیْهَا حَدِیْثًا فَبَکَتْ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَبْکِیْنَ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَیْهَا حَدِیْثًا فَضَحِکَتْ فَقُلْتُ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ فَرَحًا اَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ فَسَاَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ مَا کُنْتُ لِاُفْشِیَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهَا فَقَالَتْ اَسَرَّ اِلَیَّ اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُنِی الْقُرْاٰنَ کُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَاَنَّهٗ عَارَضَنِی الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَلَا اُرَاهُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِیْ وَاَنَّکِ اَوَّلُ اَهْلِ بَیْتِیْ لِحَاقًا بِیْ فَبَکَیْتُ فَقَالَ اَمَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَضَحِکْتُ لِذٰلِکَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ پیدل چلتے ہوئے آئیں ان کی چال گویا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال جیسی تھی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا میری بیٹی کا آنا مبارک ہو۔ پھر انہیں دائیں یا بائیں بٹھلا دیا پھر آہستہ آہستہ ان سے کوئی بات کی جس سے وہ رو پڑیں۔ میں نے ان سے پوچھا کیوں روتی ہو پھر آپؐ نے اس سے ایک خفیہ بات کی جس سے وہ ہنس پڑیں۔ میں نے آج کے دن کی طرح کوئی دن نہیں دیکھا کہ جس میں خوشی غم کے زیادہ قریب ہو۔ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا میں نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کرسکتی۔ یہاں تک کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو پھر میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے تو آپؐ نے مجھے خفیہ طور پر بتلایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ قرآن مجید کا ایک مرتبہ دور کرتے تھے۔ اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میری وفات قریب آگئی ہے۔ اور تو میرے اھل بیت میں سے سب سے پہلے آکر مجھے ملے گی جس پر میں رو پڑی۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند نہیں ہے کہ تو جنت والی عورتوں یا مؤمنین کی عورتوں کی سردار ہو۔ اس کی وجہ سے میں ہنس پڑی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فقالت اسر الی جبرائیل الخ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو

تین باتیں خفیہ بتائیں۔ ایک تو اپنے انتقال کی خبر دی۔ یہ ان کے رونے کا سبب تھا۔ دوسرے ان کے سیدۃ نساء اھل الجنۃ ہونے کی خبر تھی۔ جس کے سبب ان کو سرور اور ضحک لاحق ہوا۔ تیسرے یہ کہ آپؐ کے خاندان میں سے سب سے پہلے ان کی وفات ہوگی۔ اور پہلے وہی مجھے آ کر ملیں گی۔ یہ بھی ان کے ایک طرح سے سرور اور خوشی کا باعث تھا۔ اور ایک وجہ سے رونے کا سبب تھا۔ پس بعض راویوں نے اسے رونے کا سبب قرار دیا۔ اور بعض نے ضحک کا باعث کہا وبکل وجہ خوب سمجھ لو۔ یہ بہت باریک مقام ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے اپنے اس افادہ سے دو روایتوں کو جمع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس روایت سے بکاء کا سبب لحوق کو ذکر کیا ہے۔ اور آنے والی روایت میں اسے ضحک کا باعث قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ فرماتے ہیں کہ دونوں روایات اس پر تو متفق ہیں کہ پہلی مرتبہ جو خفیہ بات پر حضرت فاطمۃ الزھراءؓ رو پڑیں وہ آپ کی یہ اطلاع تھی کہ اس مرض سے آپؐ جانبر نہیں ہوسکیں گے۔ بلکہ آپ کی وفات ہو جائے گی۔ اور دوسری مرتبہ کی راز داری روایات مختلف ہوگئیں۔ عروہ کی روایت میں ہے کہ وہ ہنس پڑیں۔ اور لحوق والی روایت کو پہلے سے ملا دیا۔ راجح بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ مسروق کی روایت ایسی زیادات پر مشتمل ہے جو عروہ کی روایت میں نہیں ہیں اور مسروق کامل الضبط والاتقان میں سے ہیں۔ پھر حافظؒ نے مسروق کی زیادات شمار کیں ہیں۔ اور امام نسائی ابی سلمہ کے طریق سے جو حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے اس میں بکاء کا سبب موت کی خبر کو اور ضحک کا سبب دیگر دو امور کو قرار دیا ہے علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو مرتبہ بشارت سنائی ہو۔ ایک مرتبہ تو خبر وفات کے ساتھ اسے ملا دیا جس سے ان پر بکاء غالب آ گیا۔ اور دوسری مرتبہ اسے بشارۃ سیادت کے ساتھ ملا دیا۔ تو دونوں بشارتیں ضحک کا سبب بن گئیں۔ اس طرح دونوں روایات میں توفیق حاصل ہوگئی مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ ہکیت کا تعلق فقط لاراہ سے ہے۔ وانک الخ سے تعلق نہیں ہے۔ تو روایت میں اختلاف راویوں کی وجہ سے پیدا ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ انه عارضنی العام مرتین الخ قرآن مجید کے دو مرتبہ دور سے اجل کے قریب ہونے پر دلالت اس طرح ہوئی کہ دور کرنے میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ البتہ مقدارات امور میں تغیر رونما ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شئی اپنے کمال تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ تیسرے تکرار معارضہ سے ثابت ہوا کہ اب آپؐ میں عالم علوی سے لاحق ہونے کی استعداد پیدا ہوگئی ہے۔ جس کا تقاضا وفات ہے۔ واللہ اعلم

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے معارضہ قرآن سے قرب اجل مستنبط کیا ہے شراح میں سے کسی نے اس طرح توجہ نہیں فرمائی۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے تین طرح سے اسے ثابت کیا ہے۔ البتہ علامہ قسطلانیؒ نے یہ کہا ہے کہ یہ معارضہ ساتوں قرأت پر تھا یا ایک قرأت پر۔ اگر ایک قرأۃ پر تھا تو وہ لغت قریش ہے۔ جس پر حضرت عثمانؓ نے قرآن کو جمع فرمایا۔ اور وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دور تھا اس میں راز یہی تھا کہ مصحف عثمانی میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسی پر اکتفاء کیا جائے۔ اور باقی سب کو ترک کر دیا جائے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پہلا سال رمضان میں نزول قرآن کا تھا۔ اس میں دور نہیں ہوسکتا تھا۔ باقی سالوں میں رمضان کے اندر دور ہوتا رہا۔ آخری سال رمضان میں دو مرتبہ دور اس لئے ہوا کہ تاکہ دور اور سالوں کی تعداد برابر ہو جائے۔ اور بعض نے قرأت اخیرہ قرأت ابن مسعودؓ کو قرار دیا ہے۔ ممکن ہے دونوں ہوں۔ اور دونوں قرأت ہی معارضتین کا باعث ہوں۔

حدیث (۳۳۶۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَسَأَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجْعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ أَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو اپنی اس بیماری میں بلوایا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک خفیہ بات کہی جس سے وہ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلے خفیہ بات بتلائی وہ یہ خبر تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اسی بیماری میں ہو جائیگی جس میں آپ کی وفات ہوئی جس پر میں رو پڑی پھر خفیہ طور پر بتایا کہ آپ میرے خاندان کی پہلی خاتون ہیں جو میرے بعد وفات پا کر پہنچیں گی۔ جس پر میں ہنس پڑی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حاصل یہ ہے کہ ان دونوں احادیث (مسروق اور عروہ) کی روایت میں دو معجزے بیان ہوئے۔ ایک تو یہ کہ حضرت فاطمہؓ آپؐ کے بعد زندہ رہیں گی۔ چنانچہ چھ ماہ بعد تک زندہ رہیں۔ اور دوسرا معجزہ خاندان میں سے اول لاحق ہونے والی ہیں۔

حدیث (۳۳۶۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ اَنَّ لَنَا اَبْنَآءً مِثْلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَاَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِذَا جَآءَ نَصْرُاللّٰهِ وَالْفَتْحُ فَقَالَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اِيَّاهُ قَالَ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت ابن عباسؓ کو اپنے قریب رکھتے تھے۔ جس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ان جیسے ہمارے بیٹے بھی ہیں ان کی کیا خصوصیت ہے۔ فرمایا اہل علم ہونے کی وجہ سے جس کو تم ابھی جان لو گے پس حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا ترجمہ آیت کہ جس وقت اللہ کی مدد اور فتح آ جائے تو آپ رب کی تسبیح بیان کریں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات کی اطلاع دی ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ سے میں بھی وہی کچھ جانتا ہوں جو آپ جانتے ہیں چنانچہ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں۔ کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کی دعوت تمام ہوگئی۔ اور دین مکمل ہوگیا۔ اب آپ کے وصال کا وقت آ گیا یہی وجہ ہے کہ سورۃ کو سورۃ التودیع بھی کہتے ہیں۔

حدیث (۳۳۶۶) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ بِمَلْحَفَةٍ قَدْ عَصَبَ بِعَصَابَةٍ دَسْمَآءَ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا فِي النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَضُرُّ فِيْهِ قَوْمًا وَّيَنْفَعُ فِيْهِ اٰخَرِيْنَ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِيْئِهِمْ فَكَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں جس میں آپ کی وفات ہوئی گھر سے باہر تشریف لائے۔ ایک لمبی چادر لپیٹی ہوئی تھی۔ اپنے سر کو ایک میلی سیاہ پٹی سے باندھا ہوا تھا۔ منبر پر آ کر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا امابعد لوگ تو بہت ہوں گے لیکن دین کی مدد کرنے والے تھوڑے ہوں گے۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں میں ایسے ہوں گے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ پس جو شخص بھی تم میں سے کسی چیز کا امیر بنے جس میں کچھ لوگوں کو نقصان پہنچے گا۔ اور دوسروں کو نفع حاصل ہوگا۔ تو ان لوگوں کی خوبیوں سے نباہ کرو اور ان کی برائیوں سے درگزر کرو۔ پس یہ آپ کی آخری مجلس تھی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ بقل الانصار ظاہری معنی تو مراد نہیں۔ کیونکہ انصار برداری میں تو کوئی کمی نہیں بلکہ اکثر قبائل جو ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں وہ انصار سے منسلک ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شراحؒ کی مراد حدیث میں اختلاف ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے اشارہ ہے کہ اسلام میں عرب وعجم کے قبائل داخل ہوں گے۔ تو یہ قبائل تو اضعاف مضاعفہ ہوں گے۔ ان کی بنسبت انصار مدینہ یقیناً قلیل ہوں گے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر بتائی ہو کہ انصار سے مطلقاً قلیل ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ اس لئے اس وقت جو لوگ موجود ہیں وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کی نسل میں سے ہیں۔ جو اوس اور خزرج کے قبائل کی بنسبت کئی گنا زیادہ ہیں۔ ویسے تو کئی لوگ انصار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں بغیر دلیل کے ان کا نسب کیسے ثابت ہوگا۔ اس لئے محض ادّعائی کثرت کا کیا اعتبار ہے۔

کالملح فی الطعام قلت میں تشبیہ ہے کہ جیسے کھانے میں نمک تھوڑا ہوتا ہے ایسے دین کے مددگار تھوڑے ہوں گے علامہ عینیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ غیب کی خبر ہے کہ لوگ بہت ہوں گے مددگار تھوڑے ہوں گے۔ کیونکہ انصار تو وہ تھے جنہوں نے آپ کو اور صحابہ کرامؓ کو ٹھکانا دیا۔ ضعف اور تنگی کی حالت میں ان کی مدد کی۔ ایسا زمانہ اب کب آئے گا جو بھی آیا وہ اپنا بدل چھوڑے بغیر چلا گیا تو یقیناً غیر انصار کی کثرت ہوگی۔ اور ان کی قلت ہوگی۔ طیبیؒ فرماتے ہیں حقیقی معنی پر محمول کرنا بہتر ہوگا۔ کیونکہ مہاجرین کی اور ان کی اولاد کثیر ہوئی۔ ملکوں اور شہروں میں پھیل گئی۔ اور سلطنتوں کے مالک بن گئے۔ بخلاف انصار کے کہ ان کو یہ کثرت نصیب نہ ہوئی۔ دیکھو لو اعلوی اور عباسیہ۔ بنو خالد وغیرہم کس قدر پھیلے۔

حدیث(۳۳۶۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَؓ اَخْرَجَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ الْحَسَنَ فَصَعِدَ بِہٖ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ کو نکال کر لائے۔ اور اسے لے کر منبر پر چڑھ گئے۔ پھر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر لینے کے بعد ان کی جماعت اور جماعت معاویہ میں صلح ظہور پذیر ہوئی۔

حدیث(۳۳۶۸) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعٰی جَعْفَرًا وَزَیْدًا قَبْلَ اَنْ یَّجِیْءَ خَبَرُھُمْ وَعَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی خبر آنے سے پہلے صحابہ کرامؓ کو حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت زیدؓ کے موت کی خبر سنائی اور آپ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں جو علامات نبوت میں سے ہے۔ غزوہ موتہ میں اس کا ذکر آئیگا۔

حدیث(۳۳۶۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ الخ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ لَکُمْ مِنْ اَنْمَاطٍ قُلْتُ وَاَنّٰی یَکُوْنُ لَنَا الْاَنْمَاطُ قَالَ اَمَا اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ لَکُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَنَا اَقُوْلُ لَھَا یَعْنِیْ امْرَاَتَہٗ اَخِّرِیْ عَنِّیْ اَنْمَاطَکِ فَتَقُوْلُ اَلَمْ یَقُلِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّھَا سَتَکُوْنُ لَکُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَدَعُھَا.

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس قالین ہیں۔ میں نے کہا حضرت ہمارے ہاں قالین کہاں ہیں فرمایا خبردار عنقریب تمہارے پاس قالین ہوں گے۔ پس میں اپنی بیوی سے کہوں گا اپنے قالین میرے سے پیچھے ہٹالو۔ وہ

کہے گی کیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تھا کہ عنقریب تمہارے پاس قالین ہوں گے تو میں اسے بچھا ہوا چھوڑ دوں گا کہ چلو بچھا رہنے دو۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ قالین بچھانا جائز ہے یہ اسراف میں داخل نہیں۔

حدیث(۳۳۷۰) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ انْطَلَقَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ مُعْتَمِرًا قَالَ فَنَزَلَ عَلٰى اُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ اَبِیْ صَفْوَانَ وَكَانَ اُمَيَّةُ اِذَا انْطَلَقَ اِلَى الشَّامِ فَمَرَّ بِالْمَدِيْنَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ اِنْتَظِرْ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ وَغَفَلَ النَّاسُ اِنْطَلَقْتَ فَطُفْتَ فَبَيْنَا سَعْدٌ يَطُوْفُ اِذَا اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِیْ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَقَالَ سَعْدٌ اَنَا سَعْدٌ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ اٰمِنًا وَّقَدْ اٰوَيْتُمْ مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهٗ فَقَالَ نَعَمْ فَتَلَاحَيَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ عَلٰى اَبِی الْحَكَمِ فَاِنَّهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِیْ ثُمَّ قَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِیْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ لَاَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ قَالَ فَجَعَلَ اُمَيَّةُ يَقُوْلُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ وَجَعَلَ يُمْسِكُهٗ فَغَضِبَ سَعْدٌ فَقَالَ دَعْنَا عَنْكَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْعَمُ اَنَّهٗ قَاتِلُكَ قَالَ اِيَّایَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ فَرَجَعَ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَمَا تَعْلَمِيْنَ مَا قَالَ لِیْ اَخِی الْيَثْرِبِیُّ قَالَتْ وَمَا قَالَ قَالَ زَعَمَ اَنَّهٗ سَمِعَ مُحَمَّدًا يَزْعَمُ اَنَّهٗ قَاتِلِیْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ قَالَ فَلَمَّا خَرَجُوْا اِلٰى بَدْرٍ وَّجَاءَ الصَّرِيْخُ قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهٗ اَمَا ذَكَرْتَ مَا قَالَ لَكَ اَخُوْكَ الْيَثْرِبِیُّ قَالَ فَاَرَادَ اَنْ لَّا يَخْرُجَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ اِنَّكَ مِنْ اَشْرَافِ الْوَادِیْ فَسِرْ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ فَسَارَ مَعَهُمْ فَقَتَلَهُ اللّٰهُ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذؓ عمرہ کی نیت سے مکہ کو چلے وہ مکہ میں امیہ بن خلف ابوصفوان کے ہاں جا کر مہمان بنے۔ اور امیہ جب شام کی طرف جاتا اور اس کا گذر مدینہ سے ہوتا تو وہ حضرت سعدؓ کے ہاں مہمان بنتا تھا۔ تو امیہ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ انتظار کرو جب دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں تو پھر آپ جا کر طواف کر لیں۔ چنانچہ دریں اثنا کہ حضرت سعدؓ طواف کر رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ابوجہل پھر رہا ہے اس نے پوچھا یہ کون ہے جو کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ میں سعدؓ ہوں ابوجہل نے کہا اچھا آپ امن کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں حالانکہ تم لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو پناہ دے رکھی ہے حضرت سعدؓ نے ہاں میں جواب دیا۔ پس دونوں کا آپس میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ تو امیہ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ ابوالحکم عمرو بن ہشام جو اس وادی والوں کا سردار ہے اسکے ساتھ اونچی آواز میں بات نہ کرو۔ پھر حضرت سعدؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تو نے آج مجھے بیت اللہ کا طواف کرنے سے روک دیا تو میں تمہاری شام کی تجارت کا راستہ روک دوں گا۔ پھر بھی امیہ یہی کہہ رہا تھا کہ اے سعد! اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ پس وہ ان کو برابر روکتا رہا جس پر حضرت سعدؓ ناراض ہو گئے۔ فرمایا چھوڑو میاں! میں نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ فرماتے تھے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے قتل کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا مجھے! فرمایا ہاں کہنے لگا اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں کہتے۔ تو امیہ جب اپنی بیوی صفیہ بنت معمر کے پاس واپس آیا تو کہنے لگا کہ تجھے معلوم نہیں کہ میرے یثربی بھائی نے مجھے کیا کہا ہے۔ اس نے پوچھا کیا کہا وہ کہنے لگا کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ بے شک وہ مجھے قتل کرنے والا ہے وہ بھی کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی جھوٹ نہیں

کہتے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب قریش نے بدر کی طرف کوچ کا ارادہ کیا تو مدد پکارنے والے کی چیخ آئی۔ تو امیہ سے اس کی بیوی نے کہا کہ کیا تمہیں اپنے یثربی بھائی کی بات یاد نہیں ہے تو امیہ کا ارادہ ہوا کہ وہ نہ نکلے۔ لیکن ابوجہل نے اس سے کہا کہ آپ مکہ کے لوگوں میں سے ہیں ایک دن دو دن کے لئے ہمارے ساتھ چلے چلو پھر آ جانا۔ چنانچہ وہ ان کے ہمراہ چلا تو اللہ تعالیٰ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ سید اھل الوادی مکہ کو وادی سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ وہ پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مجمع میں ہے الوادی کل مفرج بین جبال و اکام کہ وادی ہر اس کشادہ راستہ کا نام ہے جو پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان ہو۔ اور پانی کی گزرگاہ ہو۔ قرآن مجید میں ہے بواد غیر ذی زرع. وھو مکۃ فغضب سعدؓ امیہ پر ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ وہ حضرت سعدؓ کو خاموش ہونے کا حکم دیتا تھا۔ اور ابوجہل سے کچھ بھی نہیں کہتا تھا۔ حالانکہ اس کے لائق یہ تھا کہ امیہ ابوجہل کو روکتا کہ میرے مہمان سے جھگڑا نہ کرو۔ چہ جائیکہ وہ الٹا حضرت سعدؓ کو روکتا تھا۔ ابوجہل سے کچھ نہیں کہتا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حضرت سعد بن معاذؓ انصار کے سردار تھے۔ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں بیعت کی تھی۔ اور ان کی وجہ سے قبیلہ بنو عبدالاشھل مسلمان ہوا۔ بدر. احد میں حاضر تھے خندق میں انہیں رگ میں تیر لگا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ ۵ھ میں سینتیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔

حدیث (۳۳۷۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ شَيْبَةَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍؓ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ بَعْضِ نَزْعِهٖ ضُعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا عُمَرُؓ فَاسْتَحَالَتْ بِيَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا فِي النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَعَ اَبُوْبَكْرٍؓ ذَنُوْبَيْنِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو ایک کھلے میدان میں مجتمع دیکھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے انہوں نے ایک یا دو ڈول بھرے ہوئے کھینچے۔ لیکن ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے پھر اس ڈول کو حضرت عمرؓ نے پکڑا تو وہ ان کے ہاتھوں میں ایک عظیم ڈول میں تبدیل ہو گیا۔ پس میں نے لوگوں میں کوئی ایسا ماہر اور حاذق نہیں دیکھا۔ جو اپنے عمل میں لوگوں کو حیرت زدہ کر رہے تھے یہاں تک کہ لوگ عطن یعنی اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں دوبارہ پانی پلانے کے لئے اونٹوں کو مارتے تھے۔ ھمام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دو ڈول کھینچے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ واللہ یغفرلہ یعنی اس میں ابوبکر صدیقؓ کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس لئے ان پر مؤاخذہ نہ ہوا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خلفاء کے حالات دکھائے گئے کہ ان سے لوگوں کو بہت نفع حاصل ہوگا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا دور خلافت دو سال ہے۔ جس میں فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو ابوبکر صدیقؓ نے پوری قوت سے اس فتنہ کو دبا دیا پھر حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو ان کے دور میں اسلام کو بہت ترقی ہوئی تو مسلمانوں کے معاملہ کو اس کنویں سے تشبیہ دی گئی جس میں پانی ہو۔ جس سے لوگوں کی صلاح و فلاح وابستہ ہے۔ ان کا امیر انہیں ان سے پانی پلائے گا کہ ان کے مصالح کا انتظام کرے گا۔ یغفر اللہ لہ میں ابوبکر صدیقؓ کی تنقیص نہیں بلکہ یہ ایک دعائیہ کلمہ ہے جو عرب ایسے موقع پر استعمال کرتے تھے۔

ذنوبین کو دوسری روایت میں بلاشک کے ذکر فرمایا جو دو سال سے کنایہ ہے اور یہ دور خلافت صدیقی کا ہے۔

حدیث (۳۳۷۲) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ النَّرْسِيُّ الخ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ قَالَ اُنْبِئْتُ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اُمُّ سَلَمَةَؓ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمِّ سَلَمَةَؓ مَنْ هٰذَا اَوْكَمَا قَالَ قَالَ قَالَتْ هٰذَا دِحْيَةُ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اَيْمُ اللّٰهِ مَا حَسِبْتُهٗ اِلَّا اِيَّاهُ حَتّٰى سَمِعْتُ خُطْبَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ عَنْ جِبْرِيْلَ اَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ لِاَبِيْ عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بتلایا گیا کہ جبرائیل علیہ السلام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب کہ آپؐ کے پاس حضرت ام سلمہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھیں پس وہ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے لگے پھر اٹھ کھڑے ہوئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا یہ کون تھے یا جو الفاظ آپؐ نے فرمائے۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ یہ دحیہ کلبیؓ ہیں۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں تو ان کو یہی گمان کرتی رہی۔ یہاں تک کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا جو جبرائیل علیہ السلام کی خبر دیتے تھے۔ یا جیسا کہ آپؐ نے فرمایا سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے ابوعثمان سے پوچھا کہ تم نے یہ حدیث کس سے سنی تھی۔ اس نے بتلایا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے سنی تھی یہ خبر بھی علامات نبوت میں سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ترجمہ آیت کہ وہ اہل کتاب آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن ایک گروہ ان میں سے ایسا ہے جو جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔

حدیث (۳۳۷۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَآءُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِيْ شَاْنِ الرَّجْمِ فَقَالُوْا نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ فَاَتَوْا بِالتَّوْرٰةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنَاُ عَلَى الْمَرْاَةِ يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ یہود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تورات میں رجم کے بارے میں کیا حکم ہے انہوں نے کہا ہم تو ان کا منہ کالا کر کے رسوا کرتے ہیں اور انہیں کوڑے لگائے جاتے ہیں حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو بے شک تورات میں رجم کا حکم ہے تورات کو لے آؤ پس انہوں نے اسے کھولا تو ان کے ایک آدمی نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کے آگے پیچھے پڑھ دیا تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ پس جب اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں آیۃ الرجم موجود تھی۔ کہنے لگے اے محمدؐ سچ ہے اس میں آیت رجم موجود ہے۔ پس آپؐ نے ان کے رجم کا حکم دیا تو وہ دونوں رجم کیے گئے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس مرد کو دیکھا کہ عورت پر جھک رہا ہے اور اسے پتھر سے بچا رہا ہے۔

بَابُ سُوَالِ الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّرِيَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ

ترجمہ۔ مشرکین مکہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپؐ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپؐ نے انہیں چاند پھٹ جانے کا معجزہ دکھلایا۔

حدیث (۳۳۷۴) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوْا.

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ رہو۔ یا میری نبوت کی گواہی دو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ یعرفونه الخ ترجمۃ الباب سے روایت کو مناسبت اس طرح ہے کہ یہودیوں نے آپس میں طے کیا تھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر زانی اور زانیہ کا فیصلہ طلب کرو۔ اگر آپؐ رجم کا حکم سنائیں تو اس کا انکار کردو۔ اگر کوڑے مارنے کا حکم دیں تو کوڑے مار دو اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ہم سے کوڑے پر اکتفا کرنے کے بارے میں سوال کیا تو ہم کہیں گے تیرے نبی کے حکم کے مطابق ہم نے فیصلہ کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے تھے کہ واقعی آپؐ نبی برحق ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ نے حافظؒ کا اتباع کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس باب کو ابواب علامات نبوت سے اس طرح مناسبت ہے کہ آپؐ نے تورات کے حکم کے مطابق رجم کرایا۔ حالانکہ آپؐ نے تورات نہیں پڑھی تھی۔ اور نہ ہی اس سے پہلے آپ کو اس پر واقفیت حاصل ہوئی تھی۔ کہ یہ تو علامات نبوت کی بڑی دلیل ہے اور بسم اللہ ذکر امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق کیا ہے۔ کہ جب کچھ فاصلہ ہو جائے تو بسم اللہ لکھ دیا کرتے ہیں اور شیخ گنگوہیؒ نے جو ایراد حدیث فی ھذا الباب کی توجیہ بیان کی ہے وہ بعینہ ابوداؤد میں موجود ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ شق القمر کے معجزہ پر کئی طرح سے اشکال کیا جاتا ہے۔ کہ اگر واقعہ پیش آیا ہوتا تو کسی اور ملک میں یا تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ معلوم رہے کہ مطالبہ اہل مکہ کا تھا۔ انہوں نے شق قمر دیکھ کر کہا کہ یہ بڑا جادوگر ہے۔ جس کا اثر آسمان تک بھی پہنچتا ہے۔ دوسرے رات کا وقت تھا لوگ اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ کسی کا دھیان تھا کسی کا نہیں دوسرے صحاریٰ اور جنگلات

میں لوگوں کو علم ہو گیا۔ چنانچہ جب اہل مکہ نے کہا یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔ ہماری سفارت گئی ہوئی ہے واپسی پر ان سے پوچھیں گے۔ چنانچہ وہ واپس آئے تو انہوں نے تصدیق کی کہ واقعی چاند پھٹا اور دو ٹکڑے ہو کر پھر جڑ گیا۔ نیز! صاحب فیض نے نقل کیا ہے کہ والی ریاست بھوپال نے جن کا نام بھوپال تھا شق القمر کو دیکھا اور اپنے خزانہ میں لکھ کر رکھوا دیا۔ جو بعد میں آنے والے لوگوں نے پڑھا۔

حدیث (۳۳۷۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ حَدَّثَھُمْ اَنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَھُمْ اٰیَۃً فَاَرَاھُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ وہ انہیں حدیث بیان کرتے ہیں کہ مکہ والوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپؐ انہیں کوئی معجزہ دکھلائیں۔ تو آپؐ نے انہیں چاند پھٹنے کا معجزہ دکھلایا۔

حدیث (۳۳۷۶) حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَالِدِ الْقُرَشِیُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ الْقَمَرَ اِنْشَقَّ فِیْ زَمَانِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ شق القمر کے متعلق یہ منقول نہیں ہے کہ جمیع اہل ارض اس رات کا انتظار کر رہے تھے۔ تب ان کو نظر نہ آیا۔ دوسرے چاند کسی قوم پر نمودار ہوتا ہے کسی پر نہیں ہوتا اور کبھی پہاڑ اور بادل حائل ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورج گرہن بعض شہروں میں ہوتا ہے بعض میں نہیں ہوتا۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ انشقاق قمر کی روایت صحابہ کی کثیر جماعت اور اسی طرح تابعین کی کثیر جماعت سے مروی ہے۔ اور آیت کریمہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ قاضیؒ فرماتے ہیں کہ جمیع اھلسنت مفسرین کا اس کے وقوع پر اتفاق ہے۔ اگرچہ بعض نے اس کا وقوع قیامت کے قریب کہا ہے۔ کہ القمر ینشق یو م القیامۃ لیکن اللہ تعالیٰ کا قول واضح ہے ان یروا ایۃ یعرضوا ویقولواسحر مستمر کہ اگر یہ لوگ کوئی معجزہ دیکھ لیں تو اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو ہمیشہ کا جادو ہے۔ تو کفار قیامت کے دن یہ قول کیسے کریں گے۔ تو عقلی اور نقلی دونوں طرح سے انشقاق قمر کا معجزہ ثابت ہوا۔ آخری وجہ یہ ہے کہ انشقاق قمر تو ایک لحظہ میں ہوا گر یہ معجزہ ہمیشہ رہتا تاکہ عام خاص سب شامل ہو جائیں پھر وہ ایمان نہ لاتے تو ان کی بیخ کنی کر دی جاتی جیسا کہ امم سابقہ میں سنت اللہ جاری ہے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خاص شفقت فرمائی کہ اس معجزہ کو عقلی تک محدود رکھا۔

باب: حدیث (۳۳۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ حَدَّثَنَا اَنَسٌؓ اَنَّ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃٍ مُظْلِمَۃٍ وَمَعَھُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَیْنِ یُضِیْئَانِ بَیْنَ اَیْدِیْھِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا وَاحِدٌ حَتّٰی اَتٰی اَھْلَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے دو آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر نکلے رات اندھیری تھی تو ان کے ہمراہ دو چراغ کی طرح لاٹھی تھی جو ان کے سامنے چمکتی تھی۔ جب جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک چراغ ہو لیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ انجام کے اعتبار سے تثنیہ لایا گیا ورنہ درحقیقت ان کے سامنے ایک چراغ تھا جب جدا ہوئے تو دو ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ وہ دو صحابی حضرت اسد بن حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ تھے۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باتیں کرتے کرتے ان حضرات کو دیر ہوگئی رات سخت اندھیری تھی تو جب یہ آپؐ کے پاس سے روانہ ہوئے تو ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ تو ایک کی لاٹھی چمک اٹھی جس کی روشنی میں دونوں چلنے لگے۔ جب جدا ہوئے تو دوسرے کی لاٹھی بھی چمک اٹھی۔ تو ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلنے لگا کہ اپنے گھر والوں کے ہاں پہنچ گئے۔ مسند احمد اور مستدرک حاکم میں بھی یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یہ باب بغیر ترجمہ کے کالفصل ہے۔ چونکہ کرامات اولیاء اور اصحاب نبی کا معجزہ ہوتے ہیں۔ لہذا اعلامات نبوت سے مناسبت واضح ہوگئی۔

حدیث (۳۳۷۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ الخ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِیْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ حَتّٰی یَاْتِیَهُمْ اَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ ہمیشہ غالب رہے ہیں یہاں تک کہ جب قیامت کا حکم آن پہنچے گا تو بھی وہ لوگ غالب ہوں گے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ظاہرین کے معنی غالبین کے ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بھی علامات نبوت میں سے ملحق ہے کیونکہ یہ وصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک برابر پائی جاتی ہے اور روز قیامت تک باقی رہے گا۔

حدیث (۳۳۷۹) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِیَةَؓ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللهِ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَهُمْ اَمْرُ اللهِ وَهُمْ عَلٰی ذٰلِکَ قَالَ عُمَیْرٌ فَقَالَ مَالِکُ ابْنُ یُخَامِرَ قَالَ مُعَاذٌ وَهُمْ بِالشَّامِ فَقَالَ مُعَاوِیَةُ هٰذَا مَالِکٌ یَزْعَمُ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاذًا یَقُوْلُ وَهُمْ بِالشَّامِ.

ترجمہ۔ حضرت معاویہؓ فرماتے تھے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میری امت کی ایک جماعت اللہ کے حکم کو قائم کرنے والی ہوگی۔ جو ان کی مدد چھوڑ دے گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ بھی کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم قیامت کا آجائے تو وہ اسی حال پر ہوں گے عمیر بن ہانی فرماتے ہیں مالک بن یخامر فرماتے تھے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا جب کہ وہ شام کے ملک میں تھے تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا اور مالک فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو کہتے سنا جبکہ وہ شام میں تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قال معاذ وھم بالشام یہ زیادتی روایت کے اندر حضرت معاذؓ کی طرف سے ہے۔ اس حدیث سے معاویہؓ نے اپنے حق پر ہونے اور اصحاب علیؓ کے ناحق ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس لئے ھذا مالک یزعم انه سمع معاذ کہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت شاہ عبدالغنیؒ دہلوی نے بھی انجاح الحاجۃ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کی روایت سے حضرت معاویہؓ کی غرض اپنی حقانیت ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ طائفہ ظاہرہ اور منصورہ اس زمانے میں صرف انہی کا تھا اور امام بخاریؒ نے کتاب الاعتصام میں اس حدیث کی تخریج کر کے بتلایا ہے کہ وہ اہل علم ہیں۔ بعض نے مجاہدین اور بعض نے اہل حدیث مراد لئے ہیں اور بعض نے صلحاً اہل اسلام مراد لئے ہیں۔ ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔ کیونکہ امر اللہ کا دین اور اس کی شریعت اگر ایک حصہ میں کمزور ہوگی تو دوسرے حصہ میں

قوی ہو جائے گی۔ یا ابدال مراد ہیں جن کا مسکن آخر زمانہ میں شام ہوگا۔

حدیث (۳۳۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُحَدِّثُوْنَ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَّشْتَرِيْ لَهُ بِهٖ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهُ بِهٖ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدٰهُمَا بِدِيْنَارٍ وَّجَآءَهُ بِدِيْنَارٍ وَشَاةٍ فَدَعَالَهُ بِالْبَرَكَةِ فِيْ بَيْعِهٖ وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ قَالَ سُفْيَانُ كَانَ الْحَسَنُ ابْنُ عُمَارَةَ جَآءَ نَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْهُ قَالَ سَمِعَهُ شَبِيْبٌ مِنْ عُرْوَةَ فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ شَبِيْبٌ اِنِّيْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُخْبِرُوْنَهُ عَنْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخَيْرُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِي الْخَيْلِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قَالَ وَقَدْ رَاَيْتُ فِيْ دَارِهٖ سَبْعِيْنَ فَرَسًا قَالَ سُفْيَانُ يَشْتَرِيْ لَهُ شَاةً كَاَنَّهَا اُضْحِيَّةٌ.

ترجمہ۔ شبیب بن غرقدہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قبیلہ کے لوگوں سے سنا جو حضرت عروہ بارقی سے روایت کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار سونے کی اشرفی دی کہ اس کے ذریعہ ایک بکری خرید کریں انہوں نے اس کے ذریعہ دو بکریاں خرید کرلیں جن میں سے ایک کو ایک دینار کے بدلے بیچ دیا۔ پس وہ آپؐ کے پاس ایک دینار اور ایک بکری لے آئے۔ آپؐ نے اس کی خرید وفروخت میں برکت کی دعا کی پس وہ ایسے تھے کہ اگر مٹی بھی خرید کرتے تو اس میں ان کو نفع ہوتا۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ حسن بن عمارہ یہ حدیث ہمارے پاس شبیب کی طرف سے لائے۔ کہ شبیب نے اس کو عروہ سے سنا لیکن جب میں خود شبیب کے پاس آیا تو اس نے کہا میں نے اس کو عروہ سے نہیں سنا۔ البتہ ان کے قبیلہ کے لوگوں سے سنا کہ وہ عروہ سے خبر دیتے تھے۔ لیکن شبیب کہتے ہیں کہ میں نے خود عروہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے کہ بھلائی تو قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں بندھی ہوئی ہے چنانچہ شبیب کہتے ہیں کہ میں نے عروہ کی حویلی میں ستر گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے اور سفیان فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو بکری خریدی گئی تھی گویا کہ وہ قربانی کیلئے تھی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں اگر اشکال ہو کہ یہ حدیث تو روایت اجاہیل یعنی مجہول لوگوں سے ہوئی۔ کیونکہ قبیلہ تو مجہول ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ شبیب کے متعلق معلوم ہے کہ وہ ہمیشہ عادل سے ہی روایت کرتے ہیں۔ تو ابہام میں کوئی حرج نہیں انہوں نے ایک شخص کی بجائے قبیلہ پر اعتماد کیا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حسن بن عمارہ کاذب مکذب کی روایت پر اعتماد نہیں کیا بلکہ قبیلہ پر اعتماد کیا۔ اور دوسرے طریق سے بھی روایت ان کو پہنچی فلاباس بہ مقصود بمعنی ملازم کے ہے۔ اور نواحی الخیل گھوڑے کی پیشانی کے وہ بال جو لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سے کنایہ جمیع الذات سے ہے۔ صرف بال مراد نہیں۔ نیز قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فضولی کی بیع جائز ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ کیونکہ صحابی نے آپ کی اجازت کے بغیر دوسری بکری بیچ دی۔ اور آپؐ نے اس بیع کو برقرار رکھا۔ یہی مسلک ائمہ ثلاثہ کا ہے اگر مالک نے بیع کو جائز قرار دیا تو جائز ہے اگر رد کر دیا تو بیع نہیں ہوگی۔

حدیث (۳۳۸۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں قیامت

کے دن تک بھلائی بندھی ہوئی ہے۔

حدیث(۳۳۸۲)حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ الخ سَمِعْتُ اَنَساً عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے۔

حدیث(۳۳۸۳)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ لِثَلٰثَةٍ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰى رَجُلٍ وِّزْرٌ فَاَمَّا الَّذِىْ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ لَهَا فِيْ مَرْجٍ اَوْرَوْضَةٍ وَّمَآ اَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ وَّلَوْ اَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ اَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ وَلَمْ يُرِدْ اَنْ يَّسْقِيَهَا كَانَ ذٰلِكَ لَهٗ حَسَنَاتٍ وَّرَجُلٌ رَّبَطَهَا تَغَنِّيًا وَّسِتْرًا وَّتَعَفُّفًا لَّمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا وَظُهُوْرِهَا فَهِيَ لَهٗ كَذٰلِكَ سِتْرٌ وَّرَجُلٌ رَّبَطَهَا فَخْرًا وَّرِيَآءً وَّنِوَآءً لِّاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِيَ وِزْرٌ وَّسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک تو آدمی کیلئے ثواب کا باعث ہے۔ دوسرا آدمی کے لئے پردہ ہے۔ اور تیسرا اس پر گناہ ہے۔ لیکن گھوڑا جو مالک کے لئے اجر کا سبب ہے وہ آدمی جس نے گھوڑا اللہ کی راہ میں باندھ رکھا ہے جب اس کو کسی چراگاہ یا باغ میں اسے لمبی رسی سے باندھا پس اپنی اس لمبی رسی میں چراگاہ اور باغ سے جو کچھ وہ چوگ حاصل کریگا وہ سب اس کے لئے نیکیاں ہوں گی۔ اور اگر بالفرض اس نے اس باگ کو توڑ دیا پس قدم دو قدم وہ دوڑا تو اس دوران جو اس نے لید کی ہوگی وہ بھی نیکیوں میں شمار ہوگی۔ اور اگر اس کا گزر کسی نہر سے ہوا پس اس نے اس سے پانی پی لیا حالانکہ مالک کا ارادہ اسے پانی پلانے کا نہیں تھا تو یہ سب گھونٹ اس کی نیکیاں شمار ہوں گے اور دوسرا وہ آدمی جس نے گھوڑے کو غنی بننے اور پردہ پوشی اور سوال سے بچنے کے لئے باندھا ہے اور اس کی گردن اور پیٹھ میں اللہ کے حق کو نہیں بھولا اس کی زکوٰۃ اور سواری کا صدقہ کرتا ہے تو ایسا گھوڑا اپنے مالک کے لئے پردہ ہوگا کہ مستغنی رہے گا۔ اور سوال کرنے سے بچتا رہے گا۔ اور تیسرا وہ آدمی جس نے گھوڑا فخر اور دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی کے لئے باندھا ہے۔ تو اس کے لئے وبال اور گناہ کا باعث ہوگا۔ پھر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا خصوصی طور پر تو ان کے بارے میں کچھ نازل نہیں ہوا۔ البتہ یہ آیت جامع اور منفردہ ہے۔ جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھے گا جس نے ذرہ برابر برائی کی تو اسے دیکھے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت ومطابقت اس طرح ہے کہ یہ حدیث الخیل معقود بنو اصیھا الخیر کا تتمہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شراح کو ان احادیث کے باب علامات النبوت کے ساتھ مطابقت میں اشکال ہے سب نے یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح آپؐ نے خبر دی اسی طرح وقوع ہوا۔ پس یہی وجہ مطابقت کافی ہے۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ نے جو افادہ بیان کیا ہے معقود بنو اصیھا

الخیر کا تکملہ ہے۔ یہ توجیہ سب سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن تک ان کو خیر ہی خیر لازم ہے۔ اور حمر کے بارے میں کوئی مخصوص واجب نہیں ہے۔ یہ جامع آیت ہے مثقال ذرة.

حدیث (۳۳۸۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ صَبَّحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بُكْرَةً وَّقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِيْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ وَاَحَالُوْا اِلَى الْحِصْنِ يَسْعَوْنَ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ دَعْ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَاِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ لَّا تَكُوْنَ مَحْفُوْظًا وَاِنْ كَانَ فِيْهِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَاِنَّهٗ غَرِيْبٌ جِدًّا.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سویرے خیبر پر دھاوا بولا۔ جب کہ وہ لوگ کدال وغیرہ لے کر نکل چکے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے محمدؐ ہیں جو لشکر سمیت آگئے ہیں۔ تو دوڑتے ہوئے اپنے قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا اللہ اکبر خیبر برباد ہو گیا ترجمہ آیت جب ہم کسی قوم کے پڑاؤ میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فرفع یدیہ کے کلمہ کو چھوڑ دو مجھے خدشہ ہے کہ یہ کلمہ محفوظ نہیں ہے اگر رفع یدیہ کا کلمہ حدیث کے اندر ہے بھی تو وہ بہت ہی غریب ہے جس کا اور کوئی مؤید نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ خربت خیبر محل ترجمہ ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسے آپؐ نے خبر دی تھی۔ دع فرفع یعنی اس کو روایت نہ کرو۔ کیونکہ یہ غیر معتمد ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے قبل از وقوع خیبر کی ویرانی کی خبر دی اور ایسے ہی وقوع ہوا۔ اور حاشیہ خیر جاری میں ہے۔

انا اذا نزلنا بساحة قوم جو فتح کی بشارت ہے بلکہ غزوات میں فتوحات کی طرف اشارہ ہے۔ اور فتوحات کی یہ برکت گھوڑوں کی حاضری کی وجہ سے ہے لہذا فضیلت الخیل ثابت ہوئی۔

دع رفع یہ لفظ ہندی نسخوں میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی روایت چھوڑ دو۔ لیکن غیر ہندی نسخوں میں یہ قول نہیں پایا جاتا اس لئے شراح نے اس کو نقل نہیں کیا۔ اگر کسی نسخہ میں ہے تو پھر خیبر میں نعرۂ تکبیر کے وقت رفع یدین ثابت ہوا۔

حدیث (۳۳۸۵) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَاَنْسَاهُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُ فَغَرَفَ بِيَدِهٖ فِيْهِ قَالَ ضُمَّهٗ فَضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِيْتُ حَدِيْثًا بَعْدُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ سے عرض کی کہ میں نے آپؐ سے بہت سی احادیث سنی ہیں لیکن میں ان کو بھول جاتا ہوں آپؐ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے اسے پھیلا دیا تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس میں چلو بھر کے ڈالا پھر فرمایا اس کو سینے سے لگا لو۔ میں نے اسے سینے سے لگا لیا پس اس کے بعد مجھے کوئی حدیث نہیں بھولی چونکہ مغروف اور مغروف منہ کا کوئی ذکر نہیں لہذا یہ محض اشارہ ہی ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ فَضَائِلِ اَصْحٰبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْرَاٰهُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ

ترجمہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے فضائل کے بارے میں۔ جو شخص جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو یا اسلام کی حالت میں اس نے آپؐ کو دیکھا ہو وہ آپؐ کے صحابہ میں سے ہے۔

حدیث(۳۳۸۶) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ حَدَّثَنَا اَبُوْسَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَیَقُوْلُوْنَ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا شخص ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو پس لوگ ہاں میں جواب دیں گے تو اس کی دعا کی برکت سے ان کو فتح نصیب ہوگی پھر ایسا دور آئے گا لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی پھر پوچھا جائیگا کہ تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو تو جواب ملے گا ہاں تو اس کی دعا کی برکت سے فتح حاصل ہوگی پھر ایک ایسا دور آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں یعنی تابعین کی صحبت اختیار کی ہو تو کہا جائے گا کہ ہاں موجود ہے تو ان تبع تابعین کی برکت سے فتح سے ہمکنار ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے جو کچھ صحابی کی تعریف میں فرمایا ہے شیخ گنگوہیؒ اس پر خاموش ہیں کیونکہ یہ مسئلہ اصولی ہے اور واضح ہے حافظؒ نے اس پر بسط سے کلام کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ صحابی کے نام کا ہر وہ شخص مستحق ہے جس پر لغت کے اعتبار سے صحابی کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اگرچہ عرف میں کثیر الملازمۃ ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ نیز ہر اس شخص کو بھی صحابی کہا جائیگا جس نے حالت اسلام میں آپ کو دور سے دیکھا ہو جس کو امام بخاریؒ راجح کہہ رہے ہیں۔ پھر آیا محض حصول رؤیۃ کافی ہے یا تمیز بھی ضروری ہے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ تمیز ضروری نہیں ہے۔ جیسے محمد بن ابی بکرؓ جن کی ولادت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف تین ماہ قبل ہوئی بایں ہمہ ان کی احادیث کو مراسیل صحابہؓ میں شمار کیا جاتا ہے اور ایسے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ صحابہ حدیثه مرسل یعنی صحابی تو ہے لیکن اس کی حدیث مرسل ہے کیونکہ وہ سن تمیز کو نہیں پہنچے۔ تو جو لوگ مراسیل صحابہؓ کو قبول کر لیتے ہیں وہ ان کے مراسیل کو قبول نہیں کریں گے۔ اور بعض نے تو بہت مبالغہ کیا کہ صحابی وہ ہے جسے صحبت عرفیہ حاصل ہو بعض نے کہا سال بھر آپؐ کے ساتھ رہا۔ بعض نے کہا جو کسی غزوہ میں آپؐ کے ساتھ شامل

رہا ہو۔ لیکن جمہور علماء کا عمل اس کے خلاف ہے۔ وہ تو اس جم غفیر کو بھی صحابہ میں شامل کرتے ہیں جو صرف حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کے اجتماع میں شامل ہوئے بہر حال امام بخاریؒ نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ امام احمدؒ اور جمہور محدثین کا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ صحابی کی تعریف صاحب مرقاۃ نے طیبیؒ سے نقل کی ہے جس کا صحابی ہونا تواتر سے معلوم ہو یا شہرت سے پتہ چلے یا ایک صحابی دوسرے کو صحابی کہے۔ یا وہ خود اپنے آپ کو صحابی کہے جبکہ وہ عادل ہو۔ والصحابة كلهم عدول ابو منصور بغدادی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ صحابہ میں افضل خلفاء راشدین ہیں۔ پھر باقی عشرہ مبشرہ بعد ازاں اہل بدر پھر احد والے بعد ازاں بیعت الرضوان والے الی آخرہ۔ آخر میں فرمایا حضرت معاویہؓ بھی عدول اور خیار صحابہ میں سے ہیں۔ ان کے مناقشات اجتہادی ہیں۔ جن کی وجہ سے عدالت میں فرق نہیں پڑتا۔ انتہی

حدیث(۳۳۸۷) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ رَاهوِيه الخ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِىْ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا اَدْرِىْ اَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهٖ قَرْنَيْنِ اَوْثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَلَا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا بہترین دور میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہوں گے۔ یعنی صحابہ کرام کا دور۔ پھر وہ جو ان کے قریب ہوں گے یعنی تابعین کا دور۔ عمران فرماتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ آپؐ نے اپنے دور کے بعد دو کا ذکر فرمایا یا تین کا۔ پھر تمہارے بعد ایسی قوم آئے گی جو گواہی دیں گے لیکن گواہی کا ان سے مطالبہ نہ کیا جائے گا خیانت کریں گے امانت داری نہیں ہوگی۔ اور نذر اور منت مانیں گے لیکن انہیں پورا نہیں کریں گے۔ اور ان میں بے فکری کی وجہ سے ان میں موٹا پا ظاہر ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ خیانت ایسی ظاہر ہوگی کہ کسی کو کسی پر اعتماد نہ ہوگا۔ اور موٹا پا دنیا کی حرص اور اس کی لذات کی وجہ سے ہوگا کہ بے فکری کی وجہ سے ان کے جسم موٹے ہو جائیں گے۔

حدیث(۳۳۸۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِىْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ وَنَحْنُ صِغَارٌ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں۔ پھر ان کے بعد جو متصل آئیں گے۔ پھر ان کے بعد آنے والے۔ پھر ایسی قوم آئے گی جن میں سے ایک کی گواہی اس کی قسم سے اور اس کی قسم اس کی گواہی سے آگے بڑھے گی۔ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے تو ہمارے اکابر ہمیں گواہی دینے اور عہد و پیمان پر مارتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ سبقت کا مطلب یہ ہے کہ گواہی اور قسم کھانے پر لوگ ایسے حریص ہوں گے کہ انہیں دین کی پرواہ نہ ہوگی۔ بس یہی ہوگا کہ کس سے ابتداء کریں۔ شہادت سے یا قسم سے۔ گویا کہ ان دونوں کو دوڑ ہوگی۔ دین سے غفلت کا نتیجہ ہوگا۔

بَابُ مَنَاقِبِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَفَضْلِهِمْ مِنْهُمْ

اَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ قُحَافَةَ التَّيْمِىُّؓ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ

دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا الخ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللهُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ.

ترجمہ۔ باب مہاجرین کی مدح سرائی اور ان کے فضائل کے بارے میں اور ان میں سے افضل البشر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فقراء مہاجرین کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ترجمہ آیت ان مہاجرین کا ذکر کیا ان مفلس گھر چھوڑنے والوں کے واسطے جو اپنے گھر اور مال سے نکالے گئے۔ اللہ کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تو آپ کی مدد کر چکا ہے الخ. حضرت عائشہؓ و ابو سعیدؓ و ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غار میں تھے۔

حدیث(۳۳۸۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اشْتَرٰى أَبُوْبَكْرٍ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا بِثَلٰثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ لِعَازِبٍ مُرِ الْبَرَاءَ فَلْيَحْمِلْ إِلَيَّ رَحْلِيْ فَقَالَ عَازِبٌ لَا حَتّٰى تُحَدِّثَنَا كَيْفَ صَنَعْتَ أَنْتَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجْتُمَا مِنْ مَكَّةَ وَالْمُشْرِكُوْنَ يَطْلُبُوْنَكُمْ قَالَ ارْتَحَلْنَا مِنْ مَكَّةَ فَأَحْيَيْنَا أَوْ سَرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰى أَظْهَرْنَا وَقَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ فَرَمَيْتُ بِبَصَرِيْ هَلْ أَرٰى مِنْ ظِلٍّ فَآوِيَ إِلَيْهِ فَإِذَا صَخْرَةٌ أَتَيْتُهَا فَنَظَرْتُ بَقِيَّةَ ظِلٍّ لَهَا فَسَوَّيْتُهُ ثُمَّ فَرَشْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ ثُمَّ قُلْتُ لَهُ اضْطَجِعْ يَا نَبِيَّ اللهِ فَاضْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ أَنْظُرُ مَا حَوْلِيْ هَلْ أَرٰى مِنَ الطَّلَبِ أَحَدًا فَإِذَا أَنَا بِرَاعِيْ غَنَمٍ يَسُوْقُ غَنَمَهُ إِلَى الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا الَّذِيْ أَرَدْنَا فَسَأَلْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ لِمَنْ أَنْتَ يَا غُلَامُ قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ فَقُلْتُ هَلْ فِيْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ هَلْ أَنْتَ حَالِبٌ لَبَنًا قَالَ نَعَمْ فَأَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ كَفَّيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا ضَرَبَ إِحْدٰى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرٰى فَحَلَبَ لِيْ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْوَةً عَلٰى فَمِهَا خِرْقَةٌ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَافَقْتُهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَقُلْتُ اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قُلْتُ قَدْ آنَ الرَّحِيْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ بَلٰى فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُوْنَنَا فَلَمْ يُدْرِكْنَا أَحَدٌ مِنْهُمْ غَيْرَ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَلٰى فَرَسٍ لَهُ فَقُلْتُ هٰذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا.

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میرے باپ عازب سے تیرہ درہم کے بدلہ ایک کجاوہ یا پالان کا کھڑا خرید کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میرے باپ عازب سے کہا کہ اپنے بیٹے براء کو حکم دو کہ وہ میرا کجاوہ میرے گھر تک اٹھا دے حضرت عازبؓ نے فرمایا اس وقت تک نہیں جب تک آپ ہمیں حدیث نہ سنائیں کہ آپ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ جب کہ آپؐ مکہ سے نکلے تھے۔ اور مشرکین تمہیں تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہم نے جب مکہ سے کوچ کیا تو ہم نے ساری رات کو زندہ رکھا یا ساری رات اور دوسرا دن چلتے رہے یہاں تک کہ ہم ظہر کے وقت میں داخل ہو گئے عین دوپہر کے وقت میں نے نگاہ دوڑائی کہ کہیں سایہ دیکھوں۔ جس میں میں

ٹھکانا پکڑسکوں۔ پس اچانک مجھے ایک بہت بڑا پتھر نظر آیا جس کے پاس آ کر میں نے دیکھا کہ اس کا سایہ ابھی باقی ہے۔ تو اس جگہ کو میں نے ٹھیک ٹھاک کیا۔ پھر میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں بستر بچھا دیا۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی آپ لیٹ جائیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے۔ میں چل پڑا تا کہ اپنے اردگرد کو دیکھوں کہ کہیں ہمیں کوئی تلاش کرنے والا تو نہیں آ رہا کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک ایک بکریوں کا چرواہا آ رہا ہے جو اپنی بکریوں کو اسی پتھر کی طرف ہانک رہا ہے۔ اس کا مقصد بھی وہی تھا جو ہم نے ارادہ کیا تھا۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ اے لڑکے اتم کس کے نوکر ہو اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جس کو میں پہچان گیا۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تو ہمارے لئے دودھ دوہنے والا بنے گا اس نے عرب کے دستور مہمان نوازی کے مطابق کہا کہ ہاں۔ تو میں نے اس کو حکم دیا جب کہ اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو قابو میں کرلیا تو حکم دیا کہ اس کے تھنوں کے گردوغبار کو جھاڑ لو۔ پھر اسے بھی حکم دیا کہ اپنی ہتھیلیوں کو جھاڑ لو۔ اس طرح جھاڑا کہ ایک ہتھیلی کو اپنی دوسری ہتھیلی پر مارا۔ پھر کچھ مقدار دودھ کی دوہ کرلایا تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کی ایک چھاگل تیار کی جس کے منہ پر کپڑے کی ٹاکی ڈال دی۔ پس دودھ پر میں نے پانی انڈیلا۔ جس سے اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا پس میں اس کو لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس حسن اتفاق سے آپؐ جاگ چکے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ اسے نوش فرمائیں۔ پس آپؐ نے اسے اس وقت تک پیا یہاں تک کہ میں راضی ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ اکوچ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں کوچ کرتے ہیں۔ پس ہم نے ایسے وقت کوچ کیا جب کہ قوم کفار ہمیں تلاش کررہی تھی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی ہمیں نہ پاسکا۔ سوائے سراقہ بن مالک بن جعشم کے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ تلاش کرنے والے لوگوں نے تو ہمیں آلیا۔ آپؐ نے فرمایا فکر مت کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ پچھلی روایت سے معلوم ہوا تھا کہ جب حضرت عازبؓ رقم کھری کرنے کیلیے گئے تو راستے میں حضرت ابوبکرؓ سے حدیث سنانے کی فرمائش کی۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ راستہ میں نہیں گھر پر ہی مطالبہ کیا تو ان دونوں میں منافات اس لئے نہیں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے انہوں نے ابتداء میں ہی حدیث سنانے کا مطالبہ کیا ہوگا۔ لیکن ابوبکر صدیقؓ نے ان سے فرمایا کہ چلو تمہیں راستہ میں حدیث سناؤں گا۔ تو جب چل پڑے تب انہوں نے حدیث راستہ میں سنائی۔ اس طرح دونوں روایتوں میں منافات نہیں رہے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اور حافظؒ نے جمع بین الروایتین کی یہ صورت بیان کی ہے کہ حضرت عازبؓ نے اولاً شرط لگائی جس کو ابوبکر صدیقؓ نے مان لیا۔ جس کو راستہ میں ان کے مطالبہ پر پورا کردیا۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تعلیق بالشرط ثقہ کی زیادتی ہے جو قابل قبول ہے۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ سب سے بہتر ہے۔ فسومعه ای سویت مکانا عند الظل.

تشریح از قاسمیؒ۔ الانتصروہ سے مؤلفؒ نے انصار کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انصار نے مشرکوں کی ایذا رسانی سے آپ کو محفوظ رکھا اور جن لوگوں نے آپ کا پیچھا کیا تھا ان کو دھکیل دیا۔ اور اس سے ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ ایسے کٹھن سفر میں انہوں نے آپ کا ساتھ دیا۔ اور جان پر کھیل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا۔

حتی تحدثنا اس حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جو تحدیث پر اجرت لینے کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن مانعین فرماتے ہیں کہ حضرت عازبؓ اور ابوبکرؓ نے تجار کی عادت کے مطابق بائع کے اتباع نے مشتری کو سامان اٹھوا دیا۔ خواہ مشتری اجرت دے یا نہ دے۔

حدیث (۳۳۹۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍؓ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا

فِی الْغَارِ لَوْ اَنَّ اَحَدَھُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْهِ لَاَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّکَ یَا اَبَا بَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اللّٰهُ ثَالِثُھُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جب کہ ہم غار میں تھے۔ کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے قدموں کے نیچے نگاہ کرے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوبکر ان آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے۔ جن کے ساتھ تیسرا اللہ میاں ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کا مددگار اور معاون ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو ہر دو کے تیسرے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُدُّوا الْاَبْوَابَ

اِلَّا بَابَ اَبِیْ بَکْرٍؓ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ باقی سب دروازے بند کردو۔ سوائے دروازے ابوبکر صدیقؓ کے۔ کہ اس کو بند نہ کرو۔ یہ ابن عباسؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث (۳۳۹۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ ذٰلِکَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ فَبَکٰی اَبُوْبَکْرٍؓ فَعَجِبْنَا لِبُکَائِهِ اَنْ یُّخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُیِّرَ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَیَّرَ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍؓ اَعْلَمَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَا بَکْرٍؓ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍؓ وَلٰکِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا یَبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابَ اَبِیْ بَکْرٍؓ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اللہ میاں کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا ہے۔ اور اس بندے نے ما عند اللہ کو اختیار کرلیا ہے۔ جس پر ابوبکر صدیقؓ رو پڑے ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ آپ تو ایک عبد مخیر کے متعلق خبر دے رہے ہیں یہاں رونے کا کون سا موقع ہے درحقیقت وہ اختیار دی گئی وہ شخصیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تھی۔ اور ابوبکر صدیقؓ ہم میں سے سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ اور دوسری حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمام لوگوں میں سے اپنی صحبت اور مال کی بدولت مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابوبکرؓ ہے۔ اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی اور کو دلی دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر کو دلی دوست بناتا۔ لیکن اب تو صرف اسلامی بھائی چارہ اور اسلام کی دوستی رہ گئی ہے۔ نیز مسجد نبوی کے اندر کوئی دروازہ باقی نہ رکھا جائے۔ مگر اسے بند کردیا جائے۔ لیکن ابوبکر صدیقؓ کا دروازہ مسجد نبویؐ کا بند نہ کیا جائے۔ اور بعض روایات میں خوخۃ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی دلی طاقچہ کے ہیں۔ بہر حال ان روایات سے ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت واضح ہے۔ (از مرتب)

بَابُ فَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍؓ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت ہے۔

حدیث (۳۳۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ کُنَّا نُخَیِّرُ بَیْنَ النَّاسِ فِیْ

زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ اَبَا بَكْرٍؓ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَؓ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ لوگوں کو ہم دوسروں پر فضیلت دیتے تھے چنانچہ پہلے ہم ابوبکرؓ کو افضل قرار دیتے تھے پھر عمر بن الخطابؓ کو اور بعد ازاں عثمان بن عفانؓ الخ۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بعد النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مراد اس مقام پر بعد یہ زمانیہ ہے اور بعد یہ رتبیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے الافضل بعد الانبیاء ابوبکرؓ۔ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ افضل الامہ ابوبکرؓ ہیں۔ صحابہؓ اور تابعینؒ کا اس پر اجماع ہے۔

حدیث (۳۳۹۳) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍؓ وَلٰكِنْ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا دلی دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اب وہ میرا بھائی اور صحابیؓ ہے۔

حدیث (۳۳۹۴) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ الخ عَنْ اَيُّوْبَ وَقَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُهٗ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ.

ترجمہ۔ ایوب راوی نے اپنی سند سے بیان فرمایا کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ان ابوبکرؓ کو خلیل بناتا لیکن اسلامی اخوت افضل ہے۔

حدیث (۳۳۹۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ اَيُّوْبَ مِثْلَهٗ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ اِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي الْجَدِّ فَقَالَ اَمَّا الَّذِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُهٗ اَنْزَلَهٗ اَبًا يَعْنِيْ اَبَا بَكْرٍؓ.

ترجمہ۔ قتیبہ نے اپنی سند سے ایوب سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ اور عبداللہ بن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی طرف دادے کے بارے میں لکھا کہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں کسی کو اس امت میں سے خلیل بناتا تو اسی کو بناتا یعنی ابوبکرؓ کو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ تو ان کو باپ کے قائم مقام قرار دیا۔ اہل کوفہ نے ابن الزبیر سے دادے کی میراث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ جو دادا تھے ان کو میراث میں باپ کے منزلہ قرار دیا تو آپؐ نے جد کو اب کی طرح میراث کا حقدار بنایا۔ اور بعض امت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہے یعنی آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بھائی کہا حالانکہ دونوں کے باپ الگ الگ ہیں تو محض اس لئے کہ دونوں دادے عبد مناف میں مل جاتے ہیں۔ تو دادے کو باپ کہا گیا۔

حدیث (۳۳۹۶) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَتَتْ اِمْرَاَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ قَالَتْ اَرَاَيْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ كَاَنَّهَا تَقُوْلُ الْمَوْتَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِيْ فَاْتِيْ اَبَا بَكْرٍؓ.

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپؐ نے اسے حکم دیا کہ تم

پھر میرے پاس آؤ۔ وہ بولی فرمایئے اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں اس کا مقصد موت سے کنایہ تھا۔ تو آپ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آؤ۔ اس سے آپ کی منقبت ثابت ہوئی۔

حدیث (۳۳۹۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي الطَّيِّبِ الخ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا مَعَهُ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَامْرَأَتَانِ وَاَبُوْبَكْرٍ.

ترجمہ۔ حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا جب کہ آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام دو عورتیں اور ایک ابوبکر صدیقؓ تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس سے صدیق اکبر کی سابقیت فی الاسلام ثابت ہوئی۔ پانچ غلام حضرت زید بن حارثہ۔ عامر بن فہیرہ۔ ابوفکیہہ یاسر والد اور ان کا بیٹا عمار تھے۔ اور دو عورتیں حضرت خدیجہؓ اور بی بی سمیہؓ والدہ عمارؓ تو ثابت ہوا ابوبکرؓ مسلمین احرار میں سے سب پہلے مسلمان تھے۔

حدیث (۳۳۹۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ الخ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ اٰخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهِ حَتّٰى اَبْدٰى عَنْ رُكْبَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اِنِّيْ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَاَسْرَعْتُ اِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَاَلْتُهُ اَنْ يَغْفِرَلِيْ فَاَبٰى عَلَيَّ فَاَقْبَلْتُ اِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَبَابَكْرٍ ثَلٰثًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَاَتٰى مَنْزِلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَسَاَلَ اَثَمَّ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالُوْا لَا فَاَتٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ حَتّٰى اَشْفَقَ اَبُوْبَكْرٍ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنْ كُنْتُ اَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ اِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِيْ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْا لِيْ صَاحِبِيْ مَرَّتَيْنِ فَمَا اُوْذِيَ بَعْدَهَا.

ترجمہ۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے پاس اس حال میں آئے کہ اپنے کپڑے کا کنارہ پکڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے دونوں گھٹنوں کو ظاہر کیا ہوا تھا۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ساتھی کسی سے جھگڑ کر آ رہا ہے۔ پس انہوں نے آ کر سلام پڑھا۔ پھر کہنے لگے کہ میرے اور ابن الخطابؓ کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا۔ میں نے جلدی میں ان پر دست درازی کر دی۔ پھر مجھے پشیمانی ہوئی میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دو۔ تو انہوں نے معافی دینے سے انکار کر دیا۔ پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ تیری مغفرت کرے۔ تین مرتبہ فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ کو پشیمانی لاحق ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے پوچھا کہ کیا ابوبکرؓ یہاں ہیں لوگوں نے کہا نہیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ابوبکر صدیقؓ ڈر گئے تو اپنے دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے کہنے لگے یا رسول اللہ اللہ کی قسم میں نے ہی ظلم کیا تھا۔ یہ دو مرتبہ کہا۔ کیونکہ البادی اظلم ہوتا ہے۔ ابتداء کرنے والا ظالم ہوتا ہے۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا۔ تو تم لوگ بولے کہ آپ نے جھوٹ کہا۔ لیکن ابوبکرؓ نے کہا کہ سچ کہا۔ اور انہوں نے اپنی جان اور مال خرچ کر کے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ کیا تم میرے لئے میرے دوست کو چھو

ڈرنے والے نہیں ہو یہ کلمہ آپؐ نے دو مرتبہ دہرایا۔ اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں دی گئی۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں تکلیف نہیں دی گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ حتی ابدی عن رکبته ہمارے احنافؒ کے نزدیک یہ ابد امجازی معنی پر محمول ہے کیونکہ گھٹنا ہمارے نزدیک نگ میں داخل ہے معنی ہوں گے کہ چادر کو اتنا اونچا کیا کہ گھٹنے کھلنے والے تھے اور یہ گھبراہٹ اور جلد بازی کی وجہ سے تھا۔

فقد غامر یعنی جھگڑے کی سختی میں داخل ہونے والا ہے۔ یعنی کسی سے جھگڑ کر آرہے ہو۔ اور یہ آپؐ نے ان کی اس گھبراہٹ کی حالت میں آنے سے اخذ کیا کہ ان کی پنڈلیاں کھل گئیں۔

فاسرعت الیه ثم ندمت اگر اسراع سے وہ کلام قبیح مراد ہے جو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا جو ان کی شان کے لائق نہیں تھا پھر تو لفظ ثم اپنے اصلی معنی پر ہے۔ کہ اس سبقت کلامی کے بعد مجھے پشیمانی لاحق ہوئی۔ اگر اسراع سے مراد حضرت عمرؓ کے گھر معافی مانگنے کے لئے جانا ہے تو پھر کلمہ ثم واؤ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ ندامت کا ترتب استغفار پر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ندامت پہلے استغفار بعد میں ہوتا ہے تو پھر واؤ مطلق جمع کے لئے ہوگا۔

یغفر الله لک اباہکر الخ کہ تم نے صلح کرنے میں کوشش کی اور جو کچھ تم نے اپنے بھائی عمرؓ سے سلوک کیا اس کی معافی مانگنے میں اللہ آپ کی مغفرت کرے۔

حق اشفق ابوبکر الخ یعنی حضرت عمرؓ کے بارے میں ناراضگی کا خطرہ لاحق ہوا۔ بنا بریں ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے حضرت عمرؓ کی برأت ظاہر ہوتی تھی۔ اور غلطی اپنی تسلیم کرلی تاکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ سے درگذر فرمائیں۔

فهل انتم تار کوالی صاحبی الخ یہ استفہام تقریری ہے۔ کہ تم اپنے جھگڑوں میں اس کو چھوڑ دو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لی کو لام اجلیہ پر محمول کیا جائے۔ کہ میری وجہ سے اس کو چھوڑ دو۔ رہ گیا حذف نون کا قصہ اتو جیسے مضارع کے آخر سے بسا اوقات نون مضارع کو حذف کردیتے ہیں۔ ایسے فاعل جو مضارع کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس کے آخر سے بھی نون کو غیر قیاسی طور پر حذف کردیتے ہیں۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ استفہام انکاری پر محمول کیا جائے۔ یعنی اپنے جھگڑوں میں اسے کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ کہ جھگڑا اور نزاع چھوڑ دینے کی نشانی ہے۔ پس تم ایسا نہ کرو۔ تو اب عبارت یوں ہوگی۔ فهل انتم تار کون صاحبی تو اس صورت میں کلمہ لام تاکید اضافت کے لئے ہوگا۔ جیسے محشی بیان کررہے ہیں۔

تشریح از شیخ ذکریاؒ ۔ عن رکبته ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکبہ عورت میں داخل نہیں ہے نا احناف کے نزدیک عورت اور نگ ہے۔ اس لئے تاویل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ میرے نزدیک اس کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ غایت حزن وملال اور تفکر فی المخاصمة بعمر کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ جھگڑے کرنے کی وجہ سے انہیں خیال ہی نہیں رہا کہ ان کے گھٹنے کھل گئے ہیں تو یہ غیر شعوری طور پر ہوا۔ جیسے آگے آرہا ہے کہ اچانک کپڑے کا ایک کنارہ کھل گیا۔ لیکن تحقیق اس وقت ہے جب کہ کشف سے کشف رکبہ مراد ہو۔ اگر کشف لنگی کا نہیں بلکہ اوپر کا چادر یا قمیص کا کھلنا مراد ہو تو پھر نہ تو سوال ہے اور جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور رکبه کے کھلنے میں آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو رکبہ ڈھانپنے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ باب ذکر فخذ میں بحث گذر چکی ہے۔

غامر حافظؒ بھی فرماتے ہیں کہ غامر بمعنی خاصم کے ہے۔ ای دخل فی غمرة الخصومة ظاہر یہ ہے کہ اس سے لڑائی یا امر عظیم مراد لیا جائے۔ اور غمر کے معنی کینے کے بھی آتے ہیں۔

اسراع کی تفسیر میں شیخ گنگوہیؒ کے دو احتمال ہیں جن کی طرف شراح میں سے کسی نے توجہ نہیں فرمائی۔ مطلب یہ ہوا کہ میں نے ان کی

ایذا رسانی میں جلد بازی سے کام لیا۔
یغفر اللہ لک ثلاثا جب حضرت عمرؓ نے انہیں معافی نہ دی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے تین مرتبہ مغفرت کی دعا کر کے مکافات کردی۔ اور حافظؒ نے اس قصہ کو مفصل نقل کیا ہے جس کے آخر میں ہے کہ تمہارے بھائی نے ہر طرف سے آ کر تم سے معافی مانگی۔ لیکن تم نے ان کو معاف نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جتنی مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے معافی مانگی میں اس کیلئے انکار ہی کرتا رہا۔
فهل انتم تارکوا لی صاحبی شراح نے استفہام کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا البتہ تارکو اسم حذف نون پر بڑی بحث کی ہے۔ حافظؒ نے آخر میں کہا ہے کہ صاحبی مضاف ہے اور مضاف ومضاف الیہ کے درمیان جار مجرور کا فاصلہ لایا گیا ہے۔ جیسے زین الکثیر الخ میں ہے دوسرے یہ کہ کلام کے لمبے ہونے کی وجہ سے نون کو حذف کیا گیا ہے۔ جیسے کا لذی خاضوا میں نون حذف ہوا اور بعض نسخوں میں تارکون لی ہے۔ جس میں دو اضافتوں کو اپنے لئے جمع کر دیا کہ اختصاص اور تعظیم مقصود تھی۔

حدیث (۳۳۹۹) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ الخ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهٗ عَلٰی جَیْشٍ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَتَیْتُهٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ عَائِشَةُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ فَقَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا.

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن العاصؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذات السلاسل کے غزوہ کے لشکر پر حاکم مقرر کر کے بھیجا تو جب میں واپس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ لوگوں میں سے آپؐ کے نزدیک کون زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا عائشہؓ۔ میں نے پوچھا مردوں میں سے کون ہے فرمایا اس کا باپ ابوبکرؓ ہے میں نے پوچھا پھر کون ہے آپؐ نے فرمایا پھر عمر بن الخطابؓ ہے۔ پھر چند مردوں کے نام آپؐ نے شمار فرمائے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ غزوہ ذات السلاسل ۸ھ میں سریہ عمرو بن العاص کے نام سے مشہور ہے۔ سلاسل کی وجہ تسمیہ صاحب المواہب نے یہ بیان کی ہے کہ کافروں نے ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ دیا تھا تاکہ مقابلہ کے وقت بھاگ نہ جائیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وادی القریٰ کے پیچھے مدینہ سے دس دن کے فاصلہ پر ایک چشمہ ہے۔ ای الناس احب الیک سوال کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جب اس جیش پر آپؐ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ حالانکہ اس سریہ میں حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ وغیرہم کبار صحابہؓ موجود تھے تو ان کو وہم گذرا کہ شاید میں ان سب حضرات سے مرتبہ میں بلند ہوں۔ لیکن آپؐ نے ان کے خیال کی تائید نہ فرمائی۔

حدیث (۳۴۰۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بَیْنَمَا رَاعٍ فِیْ غَنَمِهٖ عَدَا عَلَیْهِ الذِّئْبُ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِیْ فَالْتَفَتَ اِلَیْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ مَنْ لَهَا یَوْمَ السَّبُعِ یَوْمَ لَیْسَ لَهَا رَاعٍ غَیْرِیْ وَبَیْنَا رَجُلٌ یَسُوْقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَیْهَا فَالْتَفَتَتْ اِلَیْهِ فَکَلَّمَتْهُ فَقَالَتْ اِنِّیْ لَمْ اُخْلَقْ لِهٰذَا وَلٰکِنِّیْ خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ قَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَکَلَّمُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اُوْمِنُ بِذٰلِکَ وَاَبُوْ بَکْرٍؓ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ دریں اثنا ایک گذریا اپنی بکریوں

میں تھا کہ ایک بھیڑیے نے اس ریوڑ پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک بکری کو لے گیا۔ تو گڈریا اس کو چھڑانے کیلئے پیچھے بھاگا تو بھیڑیے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ درندوں والے دن اس کا کون نگران ہوگا۔ جس دن میں میرے سوا اس کا کوئی محافظ نہیں ہوگا۔ اس طرح ایک آدمی کسی بیل کو ہانک رہا تھا جب کہ اس پر بوجھ لادا ہوا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر گویا ہوا کہ میں تو اس کام کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ مجھے کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگ کہنے لگے سبحان اللہ کس قدر تعجب ہے کہ بھیڑیا اور بیل انسانوں کی طرح بات چیت کر رہے ہیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں ابو بکرؓ اور عمر بن الخطابؓ ایمان لاتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ تو یہ بات آپ نے حضرات شیخین کے ایمان اور قوۃ یقین پر اعتماد کرتے ہوئے فرمائی۔

حدیث (۳۴۰۱) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ عَلٰى قَلِيْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ضَعْفَهٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِؓ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَؓ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ در یں اثنا میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ایک کنویں کی من پر کھڑا ہوں جس پر ڈول لٹکا ہوا ہے۔ جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور تھا میں نے اس سے پانی کھینچا پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہؓ نے بھرنا شروع کیا اس نے ایک یا دو ڈول بھرے۔ وہ بھی ان کے کھینچنے میں نرمی تھی اللہ تعالیٰ ان کی اس نرمی کو معاف فرمائے۔ پھر وہ بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا تو عمر بن الخطابؓ نے اس سے بھرنا شروع کیا میں نے کوئی ایسا قوی اور ماہر لوگوں میں سے نہیں دیکھا جو حضرت عمرؓ کے کھینچنے کی طرح کھینچتا ہو۔ حتی کہ لوگوں نے اپنے اپنے اونٹوں کو مار مار کر اپنے بیٹھنے کی جگہوں پر جا بٹھایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ واللہ یغفر لہ ضعفہ چونکہ ان کے ضعف میں حضرت ابو بکرؓ کا کوئی دخل نہیں۔ ان کو خلافت کی مدت ہی دو سال ملی۔ اس لئے ان پر کوئی گرفت نہیں وہ مغفور ہیں۔ یہ نہیں کہ ان سے کوئی گناہ سرزد ہوا جس سے ان کی مغفرت ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ حدیث علامات نبوت میں گزر چکی ہے۔ اور کوکب دری میں شیخ گنگوہیؒ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس ضعف سے فضائل صدیق میں کوئی نقص لازم نہیں آتا بلکہ اس ضعف کا سبب یہ تھا کہ ان کے دور خلافت میں ملک میں بڑی شورش تھی فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تھا۔ مانعین زکوۃ نے الگ پریشان کیا تھا۔ اگر حضرت عمرؓ جیسے لوگ بھی ہوتے تو باوجود سخت گیری اور قوت کے وہ بھی حالات کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہتے۔ جیسا کہ کتب سیر کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے جس پر حضرت ابو بکرؓ کو کہنا پڑا اے عمر اجبار فی الجاهلية وخوار فی الاسلام کہ تم زمانہ جاہلیت میں تو بڑے سخت گیر تھے اسلام میں آ کر کمزور ہو گئے۔ اور فرمایا اینقص الدین وانا حیی کیا میرے جیتے جی دین میں کمی کی جائے گی۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہے لیکن میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے حضرت صدیق اکبرؓ کو جو نسبت اتحادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہو گئی تھی۔ اس کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے آپ کو فسبح بحمد ربک واستغفرہ سے قرب وفات کی خبری دی گئی ایسے واللہ یغفر لہ سے صدیق اکبرؓ کو قرب اجل کی خبر دی گئی ہے۔ اسی معنی کی وجہ سے امام بخاری اس روایت کو مناقب ابی بکر میں لائے ہیں۔ نسبت اتحادی سے بڑی منقبت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور اس نسبت اتحادی کے مظاہرے کئی مقامات پر ہوئے اساری بدر میں دیکھ لو۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو جوابات عمر بن الخطابؓ کو دیئے ہیں وہی جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے۔

حدیث (۳۴۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ اِنَّ اَحَدَ شِقَّیْ ثَوْبِیْ یَسْتَرْخِیْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاھَدَ ذٰلِکَ مِنْہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِکَ خُیَلَاءَ قَالَ مُوْسٰی فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَذَکَرَ عَبْدُ اللّٰہِ مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ قَالَ لَمْ اَسْمَعْہُ ذَکَرَ اِلَّا ثَوْبَہٗ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنا کپڑا کبر و غرور کی وجہ سے لٹکائے پھرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا حضرت! میرے کپڑے کے دو کناروں میں سے ایک کنارہ ڈھیلا ہو کر لٹکا رہتا ہے۔ مگر پھر میں اسے محافظت کر کے ٹھیک کر لیتا ہوں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو یہ کبر و غرور کی وجہ سے نہیں کرتے یہ تو بے خبری میں ایسا ہو جاتا ہے۔ موسیٰ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے صاحبزادہ سالم سے پوچھا کہ کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ من جر ازارہ کہ جو اپنی چادر کو لٹکاتا ہے انہوں نے فرمایا میں نے یہ ان سے نہیں سنا البتہ انہوں نے عام کپڑے کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی یہ اسبال ممنوع صرف چادر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام کپڑے میں بھی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ میں ہے الاسبال فی الازار والقمیص والعمامۃ الحدیث عن ابن عمر الخ.

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ احد شقی ثوبی الخ اس سے مراد پچھلی طرف ہے کیونکہ جب سرین موٹے ہوں پھر تو چادر کا پچھلی طرف رک جانا آسان ہے۔ بلکے پھلکے سرین ہوں تو جہاں انسان باندھتا اور روکنا چاہتا ہے وہاں پر چادر پچھلی طرف نہیں رہ سکتی۔ اور اگلی طرف بھی مراد لی جا سکتی ہے کیونکہ جب پیٹ بڑا ہو تو چادر کا اپنی جگہ پر رکنا ممکن نہیں رہتا اللہ اعلم جانتا ہے کہ یہاں کون سے معنی مراد ہیں

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ استرخاء کا سبب نحافۃ جسم تھا کہ ابوبکر صدیقؓ لاغر جسم والے تھے۔ اس لئے چادر ڈھیلی ڈھالی رہتی تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بھی فرماتی ہیں کہ لاغر جسم تھے اپنی چادر کو کمر پر نہیں روک سکتے تھے۔ ابن سعد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ صفی لنا ابابکر تو انہوں نے فرمایا سفید لاغر خفیف رخسارے والے کمزور تھے اپنی چادر کو بھی نہیں روک سکتے تھے۔ بعض نے کبیر البطن بھی نقل کیا ہے لیکن وہ خلاف معروف ہے۔

حدیث (۳۴۰۳) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ مِنْ شَیْءٍ مِّنَ الْاَشْیَاءِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ دُعِیَ مِنْ اَبْوَابٍ یَعْنِی الْجَنَّۃَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ ھٰذَا خَیْرٌ فَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الصَّلٰوۃِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوۃِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجِھَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِھَادِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الصَّدَقَۃِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَۃِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصِّیَامِ وَبَابِ الرَّیَّانِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ مَا عَلٰی ھٰذَا الَّذِیْ یُدْعٰی مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَۃٍ وَقَالَ ھَلْ یُدْعٰی مِنْھَا کُلِّھَا اَحَدٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنَ مِنْھُمْ یَا اَبَابَکْرٍؓ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جس شخص نے کسی چیز کا جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ کہ اے اللہ کے بندے یہ تمہاری بھلائی ہے پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوا اسے تو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو جہاد والوں میں سے ہوا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔ اور جو صدقہ و خیرات والوں میں سے ہوگا اسے باب

الصدقہ سے بلایا جائے گا۔ اور جو روزہ داروں میں سے ہوا اسے باب الصیام باب الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ ان سب دروازوں سے بلائے جانے کی کیا ضرورت ہے داخلہ کیلئے تو صرف ایک دروازہ ہی کافی ہے البتہ یہ فرمایئے کہ یا رسول اللہ کہ جسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے جس سے اس کی تعظیم اور تکریم ہوگی آپؐ نے فرمایا ہاں اے ابوبکر مجھے امید ہے کہ آپ ہی ان میں سے ہوں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ماعلی ھذا یعنی جب مقصود داخلہ فی الجنۃ ہے تو کسی کو کیوں مجبور کیا جائے کہ اسے تمام دروازوں سے پکارا جائے بلکہ اب یا رسول اللہ میرا یہ سوال ہے کہ کوئی ایسا قسمت ونصیب والا ہوگا جسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے۔ اور وہ اپنے اختیار سے کسی ایک سے اندر داخل ہو۔ آپؐ نے نعم کہہ کر جواب دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تفسیر مظہری میں ہے ما علی الذی میں ما نافیہ ہے یعنی اسے ہر دروازے سے بلائے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ تعظیم اور تکریم کیلئے اسے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔ فمن کان یہ کلام مستانف ہے جس سے ان ابواب الجنۃ کی تفصیل نہیں بیان کی گئی ہے۔ بلکہ بطریق عموم بیان ہے کہ ایسے شخص کو صرف باب الصدقہ سے نہیں بلکہ جمیع ابواب الجنۃ سے بلایا جائے گا۔ اور باب الصدقہ میں صدقہ سے مراد وہ صدقہ ہے جو جوڑے سے کم ہو۔ تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔ نیز از شیخ گنگوہیؒ نے ابواب سے ابواب الجنۃ نہیں۔ بلکہ یدعی منھا سے انواع الابواب باب الصلوۃ۔ صدقہ۔ صیام۔ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جس کو ابوبکر صدیقؓ اول کلام نبویؐ سے نہیں سمجھ سکے تھے۔ اور تلک الابواب میں لام جنس کا ہے۔ استغراق کا نہیں ہے۔ اور حافظؒ نے اس کے بعد کہا ہے کہ حدیث سے ماعلی الذی یدعی الخ سے وہ شخص مراد ہے کہ جس نے جمیع انواع اعمال تطوعات کا احاطہ کیا۔ کیونکہ جمیع واجبات کا عمل تو اکثر سے صادر ہوتا ہے۔ لیکن جمیع تطوعات کسی میں جمع نہیں ہوتے۔ تو آپؐ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ وہ آپ ہوں گے۔ کیونکہ واجبات اور تطوعات کو جمع کرنے والے آپ ہی ہیں۔

حدیث (۳۴۰۴) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاتَ وَاَبُوْبَکْرٍ بِالسُّنْحِ قَالَ اِسْمٰعِیْلُ یَعْنِیْ بِالْعَالِیَۃِ فَقَامَ عُمَرُ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰہِ مَا کَانَ یَقَعُ فِیْ نَفْسِیْ اِلَّا ذَاکَ وَلَیَبْعَثَنَّہُ اللّٰہُ فَلَیَقْطَعَنَّ اَیْدِیَ رِجَالٍ وَاَرْجُلَھُمْ فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ فَکَشَفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَہٗ قَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَّمَیِّتًا وَّالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُذِیْقُکَ اللّٰہُ الْمَوْتَتَیْنِ اَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ اَیُّھَا الْحَالِفُ عَلٰی رِسْلِکَ فَلَمَّا تَکَلَّمَ اَبُوْ بَکْرٍ جَلَسَ عُمَرُ فَحَمِدَ اللّٰہَ اَبُوْبَکْرٍ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ اَلَا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ وَقَالَ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ قَالَ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَّسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ قَالَ فَنَشَجَ النَّاسُ یَبْکُوْنَ قَالَ وَاجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ فِیْ سَقِیْفَۃِ بَنِیْ سَاعِدَۃَ فَقَالُوا مِنَّا اَمِیْرٌ وَّمِنْکُمْ اَمِیْرٌ فَذَھَبَ اِلَیْھِمْ اَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَ ابْنُ الْجَرَّاحِ فَذَھَبَ عُمَرُ یَتَکَلَّمُ فَاَسْکَتَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَکَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتُ بِذٰلِکَ اِلَّا اَنِّیْ قَدْ

هَيَّأْتُ كَلَامًا قَدْ أَعْجَبَنِي خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْلُغَهُ أَبُوبَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُوبَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِي كَلَامِهِ نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ فَقَالَ حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ لَا وَاللّٰهِ لَا نَفْعَلُ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ لَا وَلٰكِنْ نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَأَعْرَبُهُمْ أَحْسَابًا فَبَايِعُوا عُمَرَ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ فَقَالَ عُمَرُ بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ فَقَالَ قَائِلٌ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقَالَ عُمَرُ قَتَلَهُ اللّٰهُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِيثَ قَالَتْ فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيهِمْ لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ أَبُوبَكْرٍ النَّاسَ الْهُدٰى وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِمْ وَخَرَجُوا بِهِ يَتْلُونَ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلَى الشَّاكِرِينَ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ اپنی جاگیر سخ میں تھے۔ اسماعیل کہتے ہیں کہ یعنی مدینہ کے بالائی حصہ میں تھے پس حضرت عمرؓ تو کھڑے ہوکر کہہ رہے تھے کہ اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے کہ واللہ میرے دل میں تو یہی آتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اٹھائے گا تو آپؐ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے جو آپ کی موت کا قول کررہے ہیں۔ یہ وحشت اور فراق کی وجہ سے فرمارہے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے آتے ہی انہوں نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹائی آپؐ کو بوسہ دیا پھر فرمانے لگے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ زندگی اور موت میں اچھے رہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی دو موتوں کا مزہ نہیں چکھائے گا پھر باہر آکر کہنے لگے او قسم کھانے والے اپنی جگہ رک جاؤ۔ جب حضرت ابوبکرؓ تقریر کرنے لگے تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور کہنے لگے خبردار سنو جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک اللہ زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئیگی اور آیت کریمہ پڑھی۔ ترجمہ۔ بے شک آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ اور یہ آیت بھی پڑھی۔ ترجمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہی تو ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے۔ بالفرض اگر آپ کی وفات ہو جائے یا آپ قتل کردیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر کر اسلام چھوڑ دو گے۔ یاد رکھو جو شخص بھی تم میں سے اپنی ایڑیوں پر پھر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور عنقریب ہم قدر دانوں کو بدلہ دیں گے پھر تو لوگ سسکیاں بھر بھر کر رونے لگے جیسے کسی کو اچھو لگ جاتا ہے اور انصار حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہو گئے کہہ رہے تھے کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے تو حضرت ابوبکرؓ عمر بن الخطابؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ ان کی طرف گئے حضرت عمرؓ تقریر کرنا چاہتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں چپ کرا دیا حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ واللہ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں نے ایک ایسی تقریر تیار کرلی ہے جو مجھے پسند تھی مجھے خدشہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اس تک نہیں پہنچ سکیں گے بہرحال حضرت ابوبکرؓ نے تقریر شروع فرمائی۔ واقعی وہ تمام لوگوں سے زیادہ بلیغ ثابت

ہوئے اپنی تقریر میں انہوں نے فرمایا کہ ہم مہاجرین امراء اور حکام ہوں گے۔ اور تمام انصار ہمارے وزیر ہوں گے۔ حضرت حباب بن المنذرؓ نے فرمایا نہیں واللہ ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ایک امیر ہم انصار میں سے ہوگا اور ایک امیر تم مہاجرین میں سے ہوگا جس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن ہم حاکم ہوں گے تم انصار وزیر ہو گے کیونکہ قریش محل وقوع کے اعتبار سے درمیان میں ہیں اور ان کے اعمال حسنہ لوگوں پر بالکل واضح ہیں۔ پس حضرت عمرؓ کی بیعت کرلو یا ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی کرلو۔ حضرت عمرؓ بولے نہیں بلکہ ہم تو آپ ہی کی بیعت کریں گے۔ کیونکہ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سے بہتر ہیں اور ہم سب میں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہیں پھر حضرت عمرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کرلی۔ پھر تو لوگ ان کی بیعت کرنے پر ٹوٹ پڑے۔ پس کسی کہنے والے نے کہا تم نے تو سعد بن عبادہؓ کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ نے مارا ہے۔ قتل سے مراد ان کو نظر انداز کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر کو آنکھ اٹھائی اور تین مرتبہ الرفیق الاعلی فرمایا اور بقیہ حدیث بیان فرمائی۔ فرماتی ہیں کہ ان دونوں حضرات کی تقاریر میں سے جو بھی تقریر تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے مسلمانوں کو نفع پہنچایا۔ حضرت عمرؓ لوگوں کو ڈراتے تھے۔ تاکہ کہیں لوگوں میں نفاق نہ پھوٹ پڑے۔ پس اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نفاق سے ہٹا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے راہ ہدایت دکھائی۔ اور جو حق تھا وہ ان پر واضح کیا۔ چنانچہ جب لوگ وہاں سے نکلے ہیں تو یہ آیت تلاوت کر رہے تھے۔ وما محمد الا رسول الخ. شاکرین تک۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لایذیقک الله الموتتین یہ حضرت عمرؓ کو جواب دے رہے تھے۔ جو کہتے ہیں کہ آپؐ دوبارہ زندہ ہوں گے پھر دوسری مرتبہ موت آئے گی۔

فنشج الناس چونکہ ان کو اب آپؐ کی موت کا یقین ہو گیا۔ اس لئے رو رو کر ہچکی بندھ گئی۔

فقتله الله الخ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کی وفات ایسی حالت میں ہوئی جس کا کوئی ظاہری سبب نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے بیعت ابی بکرؓ کی مخالفت کی۔ چنانچہ انہوں نے مرتے دم تک بیعت نہ کی۔ تو اجماع تام نہ ہوا۔ کیونکہ کبار صحابہ میں سے ایک شخص نکل گیا یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص خلافت ابی بکرؓ کی قطعیت کا انکار کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ البتہ اگر کوئی شخص استحقاق خلافت کا انکار کرتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اس کے مستحق نہیں تھے تو وہ کافر ہوگا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا۔ اگر کوئی سوال کرے اہل الحل والعقد میں سے کسی ایک کا اختلاف اجماع کے منافی ہے۔ اگرچہ اس کے اختلاف پر کوئی دلیل شرعی بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر حجت شرعیہ کے قائم پر اجماع کا دارومدار ہے تو پھر ہر مخالف نص حکم پر اجماع کا ہونا لازمی ہے۔ تو کسی کا حجت کے ظاہر کرنے سے خاموش رہنا استحقاق کو تسلیم کر لینے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ تو انکار استحقاق سے بھی تکفیر لازم نہیں آئے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع سکوتی حجت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ موتتان ای ایک موت فی الدنیا اور دوسری موت فی القبور ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر موت فی الدنیا تو آتی ہے لیکن موت فی القبور نہیں آتی۔ وہ قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور زمین انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھا نہیں سکتی۔ باقی مخلوقات پر قبور میں بھی موت واقع ہوگی پھر وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ یہی اہل السنت والجماعت کا مسلک ہے کہ قبر میں موت بھی ہے اور حیات بھی ہے۔ انبیاء کے لئے حیات اور تمام مخلوق کے لئے موت ہے۔ تو شاید معنی یہ ہوں کہ آپ کی جو حیات قبر میں ہوگی اس پر موت نہیں آئے گی۔ اس طرح دو موتوں کی نفی ہوگی۔ بہر حال اس میں حضرت ابوبکرؓ کی بڑی فضیلت ہے کہ ان کا علم حضرت عمرؓ کے علم سے بڑھ کر تھا۔ بلکہ سب صحابہ مدہوش تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کی تشفی کرائی۔ نشج کے معنی ہچکی بندھ جانا۔

بموته الآن چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان آیات تلاوت کردہ کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ان آیات کو سننے کے بعد معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اتری ہیں اور میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے یہاں تک کہ میں زمین پر گر گیا۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

فعله الله کے معنی محشی نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ ان کو چھوڑ دیا گیا اور خلافت نہ ملی۔ یا یہ بددعا ہے کہ وہ بیعت صدیق اکبرؓ سے پیچھے رہ گئے اور شام چلے گئے۔ خلافت عمرؓ میں انتقال ہوا کسی کو کان وکان خبر بھی نہ ہوئی کہ مردہ پائے گئے۔ اور کہنے والا کہہ رہا تھا۔ قد قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادۃؓ فرمیناہ بسہمین ولم یخط فوادہ. ترجمہ۔ کہ ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادۃؓ کو قتل کر دیا۔ ہم نے اس کے دو تیر مارے جو اس کے دل سے خطا نہ کر سکے۔ کہتے ہیں کہ جنوں کے ایک سوراخ میں پیشاب کیا جنوں نے پکڑ کر قتل کر دیا اور ان کا جسم سبز رنگ کا ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۴ھ یا ۱۵ھ کا ہے۔

بھو تام نور الانوار میں اجماع کے لئے اجتماع الکل کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ اگر ایک بھی اختلاف کر جائے تو اجماع تام نہ ہوگا جیسے اکثریت کا خلاف مانع اجماع ہے البتہ معتزلہ کا قول ہے کہ ایک کا اختلاف بھی معتبر ہے۔ اجماع منعقد نہیں ہوگا کیونکہ حدیث میں امۃ کا لفظ ہے۔ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ او کما قال کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ ممکن ہے کہ حق مخالف کے ساتھ ہو۔ ید الله علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے جو جماعت سے الگ ہوا وہ اکیلا جہنم میں پڑے گا لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اجماع کے منعقد ہونے کے بعد جو الگ ہوگا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

خلافة الصدیقؓ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ نور الانوار میں ہے کہ اجماع قطعیت اور یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لئے اس کا منکر کافر قرار پائے گا۔ چنانچہ صاحب قمر الاقمار نے لکھا ہے کہ مشائخ بلخ و بخارا کے نزدیک روافض کافر ہیں۔ کیونکہ وہ امامت صدیقؓ کے منکر ہیں جو اجماع سے ثابت ہے۔ لیکن الشیخ ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی شخص کتاب و سنت سے استدلال قائم کرتا ہے۔ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ اس کی تاویل فاسد ہو۔ چنانچہ روافض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ کی بیعت تقیہ کی بنیاد پر کی تھی لہٰذا اجماع متحقق نہیں ہوا۔ لیکن یہ تاویل ان کی اس لئے باطل ہے کہ حضرت علیؓ نے چھ ماہ بعد صمیم قلب سے بیعت کی۔ عذر حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری اور یہ کہ مجھے مشورہ میں شامل کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ وہ کوئی باقاعدہ میٹنگ نہیں تھی۔ اتفاقاً سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع ہو گیا۔ اور بیعت عمل میں آگئی۔ دوسرے حضرت علیؓ اشجع الناس تھے ان کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی بلکہ یہ تو ان کی کسر شان ہے صاحب نور الانوار فرماتے ہیں کہ اجماع کے بھی کئی مراتب ہیں لیکن سب سے قوی اجماع تو اجماع صحابہؓ ہے جو مثل نص کے ہے اس لئے خلافت ابوبکرؓ کے منکر کی تکفیر کی جائے گی۔

مناف الاجماع حاکم نے نقل کیا ہے کہ ابوسفیان بن حرب حضرت علیؓ کے پاس آئے کہ یہ کیا ہو گیا قریش کے ایک ذلیل کے پاس خلافت چلی گئی۔ اگر آپ چاہیں تو میں پیدل اور سوار جمع کر کے خلافت واپس کر سکتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا کہ تم نے اب تک بہت اسلام دشمنی کر لی جس سے اسلام اور اہل اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہم ابوبکر صدیقؓ کو اس کا اہل سمجھتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ آپ کی فضیلت ہمیں معلوم ہے۔ ہمیں آپ پر کوئی حسد نہیں ہے۔

سکوته الخ شرح عقائد میں ہے کہ سب صحابہ کرامؓ نے مشورہ کے بعد خلافت صدیقؓ پر اجماع کر لیا اور حضرت علیؓ نے بھی بعد تخلف کے ان کی بیعت کر لی۔ اگر خلافت ان کا حق نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ اتفاق نہ کرتے اور نہ حضرت علیؓ خاموش رہتے۔ بلکہ جیسے حضرت امیر معاویہؓ سے نزاع کیا ان سے بھی ایسی منازعت ہوتی اگر کوئی نص خلافت علیؓ کے بارے میں تھی تو وہ پیش کرتے۔ جیسا کہ شیعہ کا قول ہے۔ تو صحابہ کرام نص کو

چھوڑ کر کیسے اتفاق کر سکتے تھے۔ بہر حال صحابہؓ کا اجماع اجماع سکوتی تھا۔ جس کا منکر کافر نہیں بن سکتا۔ میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ مصنف نے ابوبکر صدیقؓ کی اولویت پر کئی طرح سے دلائل قائم کئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو چالیس ہزار دینار نقد رکھتے تھے۔ جو سب آپؐ پر خرچ کر دیا اور غلام صحابہؓ کو آزاد کر دیا۔

لاتسبوا اصحابی کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ تو اس کا اوّل مصداق بھی ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ کیونکہ احرار مردوں میں سے وہ سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ اور ان کا اعلم ہونا وفات نبویؐ سے واضح ہوتا ہے۔ جب کہ سب صحابہ کرامؓ حیران و پریشان تھے تو سب کی تسلی کرادی۔ اور اوّل خلیفۃ الرسول ہیں۔ جن پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہوا۔ ان اولیات کی وجہ سے وہ مستحق خلافت ہیں۔

حدیث (۳۴۰۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ وَخَشِيْتُ اَنْ يَّقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ۔ حضرت محمد بن الحنفیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے پوچھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے بہتر کون ہے فرمایا ابوبکرؓ۔ میں نے کہا پھر کون! کہا حضرت عمرؓ اور مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں حضرت عثمانؓ کا نام نہ لے لیں۔ میں نے کہا پھر تو آپ ہی بہتر ہوں گے فرمایا نہیں۔ میں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ محمد بن الحنفیہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہیں اور وہ علی بن ابی طالبؓ کے بیٹے ہیں۔ ممکن ہے ان کے نزدیک حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ سے افضل ہوں۔ اس لئے حضرت عثمانؓ کی بجائے ان کا نام لے دیا۔ جس پر حضرت علیؓ نے تواضع اور انکساری کے ساتھ فرمایا کہ نہیں میں تو رجل من المسلمین ہوں۔ چنانچہ امام مالکؒ توقف فرماتے ہیں کہ شیخین کی فضیلت پر تو امت کا اتفاق ہے۔ ختنین کی فضیلت میں اختلاف ہے کہ حضرت عثمانؓ افضل ہیں یا حضرت علیؓ افضل ہیں البتہ باقی ائمہ حضرت عثمانؓ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ حضرت علیؓ کا چوتھا نمبر ہے جیسا کہ خلافت راشدہ کی ترتیب واقع ہوئی ہے۔

حدیث (۳۴۰۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ اَوْبِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّیْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَاَتَى النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِیْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِیْ وَقَالَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهٖ فِیْ خَاصِرَتِیْ فَلَا يَمْنَعُنِیْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِیْ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَآءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا قَالَ اُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِیَ بِاَوَّلِ

بِرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ وَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعض اسفار میں ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم لوگ جب بیداء یا ذات الجیش کے مقام پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا جس کی تلاش کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور آپ کے ساتھ لوگ بھی رک گئے۔ جب کہ ان کا پڑاؤ نہ تو کسی چشمہ پر تھا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کے پاس پانی تھا۔ تو لوگ ابوبکر صدیقؓ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ حضرت عائشہؓ کے کام کو نہیں دیکھتے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے ہمراہ دوسرے لوگوں کو بھی روک رکھا ہے۔ جب کہ نہ وہ کسی چشمہ پر وارد ہیں۔ اور نہ ہی خود ان کے پاس پانی موجود ہے۔ تو حضرت ابوبکر تشریف لائے جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک میری ران پر رکھ کر نیند کر رہے تھے۔ آتے ہی انہوں نے فرمایا تو نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو اس حال میں روک رکھا ہے کہ نہ تو وہ کسی چشمہ پر ہیں اور نہ ہی خود ان کے پاس پانی ہے پس مجھے ڈانٹا ڈپٹا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہی کچھ انہوں نے مجھے کہا اور میری کوکھ کے اندر اپنے ہاتھ سے چوک دیتے تھے اور میں حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر آرام فرما تھے بہر حال آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک سوئے رہے۔ اٹھے تو پانی نہیں تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی سب نے تیمم کر کے نماز ادا کی حضرت اسید بن حضیر فرمانے لگے کہ اے خاندان ابوبکرؓ یہ کوئی تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی تم کسی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی نعمت سے نوازا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس اونٹ پر میں سوار تھی جب ہم نے اس کو اٹھایا تو اپنا ہار اس کے نیچے پایا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بیداء اور ذات الجیش مکہ اور مدینہ کے درمیان دو مقام ہیں۔ عقد وہ ہار جو گردن میں لٹکایا جاتا ہے۔

حدیث (۳۴۰۷) حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ الخ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ تَابَعَهُ جَرِيرٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ اس لئے کہ اگر تم میں کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو وہ ان صحابہؓ کے ایک سیر یا آدھے سیر کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔ جریر نے متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لا تسبوا اصحابی چونکہ صحابہ میں سے ابوبکر بھی ہیں۔ بلکہ افضل صحابہ ہیں بنا بریں امام بخاریؒ اس حدیث کو فضائل ابوبکرؓ میں لائے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بظاہر اس حدیث سے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سب صحابہ کرام کا فضل ثابت ہوتا ہے۔ لہذا حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب نہ ہوئی۔ لیکن جب کہ حدیث سب صحابہ کرامؓ کے گالی گلوچ دینے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے تو ابوبکرؓ کے حق میں زیادہ قوی ہوگی۔ کیونکہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سب صحابہ پر نہیں بلکہ سب لوگوں پر ان کی فضیلت ثابت ہو چکی ہے۔ اس حیثیت سے روایت اور ترجمۃ الباب میں مناسبت ثابت ہو جائے گی۔ اور کوکب میں شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اقدم فی الصحبۃ احترام میں سب سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔ بلکہ وہ اقدم علی الاطلاق ہیں۔

رباعی

آں امن الناس بر مولائے ما آں کلیم اول سینائے ما ہمت او کشت ملت را چوں ابر ثانی اسلام غار وبدر وقبر

(اقبال) (مرتب)

حدیث (۳۴۰۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الخ أَخْبَرَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَقُلْتُ لَأَلْزَمَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هَذَا قَالَ فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا خَرَجَ وَوَجَّهَ هَهُنَا فَخَرَجْتُ عَلَى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتَّى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ حَتَّى قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى بِئْرِ أَرِيسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَأَكُونَنَّ بَوَّابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَقُلْتُ عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَأَقْبَلْتُ حَتَّى قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ ادْخُلْ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فِي الْقُفِّ وَدَلَّى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي فَقُلْتُ إِنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يُرِيدُ أَخَاهُ يَأْتِ بِهِ فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ هَذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ فَقُلْتُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهِ وَدَلَّى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ إِنْ يُرِدِ اللهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَأْتِ بِهِ فَجَاءَ إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ عَلَى رِسْلِكَ فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ فَجِئْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ وِجَاهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ قَالَ شَرِيكٌ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو بنائی پھر باہر نکل آئے پس دل میں ٹھان لی کہ آج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹا رہوں گا اور آج کا دن میں آپ کے ساتھ رہوں گا چنانچہ وہ مسجد نبوی میں آئے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق پوچھا کہ آپ کہاں ہیں بتلایا گیا کہ آپؐ باہر تشریف لے گئے۔ اور آپؐ نے ادھر کا رُخ کیا ہے تو میں بھی آپؐ کے نشان قدم پر پوچھتا پوچھتا پیچھے چلا گیا یہانتک کہ میں بئر اریس تک پہنچ گیا بس اس کے دروازے کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ اس کا دروازہ کھجور کی ٹہنیوں کا بنا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے۔ وضو بنائی تو میں بھی آپؐ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ بئر اریس پر آ کر بیٹھ گئے اور اس کے کنارے کو درمیان میں لے لیا۔ اور اپنی پنڈلیاں کھولیں اور انہیں کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر میں نے آپؐ پر سلام پڑھا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر دروازے کے پاس آ کر بیٹھ گیا میں نے دل میں کہا کہ آج تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربان کی ڈیوٹی ادا کرنی ہے۔ پس جناب ابوبکرؓ تشریف لائے دروازے کو دھکا دیا تو میں نے پوچھا یہ کون ہے فرمایا ابوبکر ہوں میں نے کہا آپ اپنی جگہ ٹھہریں۔ میں نے جا کر کہا یا رسول اللہ یہ ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے پاس آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اجازت دے دو اور ساتھ ہی اسے جنت کی خوشخبری سنا دو۔ چنانچہ میں نے ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ اندر داخل ہو جائیں۔ اور جنابؐ رسول اللہ آپ کو جنت کی بشارت سناتے ہیں۔ پس وہ داخل ہوئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب آپؐ کے ہمراہ کنویں کی من پر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے۔ جس طرح کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور انہوں نے بھی اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔ میں واپس آیا اور بیٹھ گیا۔ اور میں اپنے بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ آیا تھا اور میرا خیال تھا کہ وہ تلاش کر کے مجھے آ کر ملے گا۔ تو میں نے دل میں کہا اگر اللہ تعالیٰ نے اس میرے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اسے ضرور لائے گا پس کیا سنتا ہوں کہ ایک انسان دروازہ کو ہلا رہا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے کہنے لگا عمر بن الخطابؓ ہوں۔ میں نے کہا اپنی جگہ ٹھہرو۔ پھر میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ میں نے پوچھا یہ عمر بن الخطابؓ آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ فرمایا ان کو آنے کی اجازت دے دو۔ اور ساتھ ہی جنت کی بشارت بھی سنا دو۔ چنانچہ میں نے آ کر کہا کہ اندر چلے جاؤ اور آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے چنانچہ وہ بھی اندر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کنویں کی من پر بائیں طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے۔ پس میں واپس آ کر بیٹھ گیا پس میں نے دل میں کہا اگر اللہ تعالیٰ فلاں یعنی یعنی میرے بھائی سے بھلائی چاہتے ہیں تو اسے لے آئیں گے۔ پس ایک انسان آیا اور اس نے دروازے کو ہلایا۔ میں نے پوچھا کون ہے انہوں نے کہا عثمان بن عفانؓ ہوں۔ میں نے کہا ذرا ٹھہریئے۔ تو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی اطلاع دی آپؐ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سناؤ لیکن ایک آزمائش کے ساتھ جو ان کو پہنچے گی۔ تو میں نے واپس آ کر ان سے کہا کہ اندر چلے جاؤ۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ ساتھ ایسی مصیبت کے جو آپ کو پہنچے گی تو وہ اندر گئے۔ کنویں کی من تو بھر چکی تھی تو وہ دوسری طرف جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔ شریک راوی کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ میں نے اس کی تاویل یہ کی کہ ان حضرات کی قبریں اس ترتیب سے ہوں گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ او جه ههنا الخ مسئول عنہ نے هو جه و وجه کا لفظ ذکر کیا۔ جس سے اشارہ کرنا مقصود تھا کہ ادھر گئے یا یہ کہ میرا ادھر کو رُخ کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس لفظ وجه کے ضبط میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے وجه بلفظ ماضی ضبط کیا ہے۔ جس کے معنی توجہ وجه نفسه کے ہے۔ اور وجه بلفظ الاسم میں ضبط کیا گیا ہے کہ اس جہت سامنے والی کا قصد کیا اور بعض میں وجهه مبتدا اور ههنا خبر ہے۔ تو یہ بھی جواب میں داخل ہو گا۔ اور شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ کے مطابق هو جه جواب ختم ہو گیا۔ اور وجه ههنا لما اشارہ کا بیان ہو گا گویا کہ مجیب نے

اپنے ہاتھ سے جہۃ عروج کا اشارہ کیا۔

حدیث (۳۴۰۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ تو آپؐ نے فرمایا او احد تو تھم جا۔ کیونکہ تیرے اوپر نبی صدیق اور دو شہید ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی پہاڑ پر موجودگی ثبوت اور سکون کی علت نہ بنے کیونکہ پہاڑ کا حرکت کرنا تو ان حضرات کی تشریف آوری کی خوشی کی بنا پر تھا۔ تو ان حضرات کی ان صفات نے اسے حرکت کرنے پر آمادہ کیا پھر ثبوت و سکون کے کیا معنی۔ جواب یہ ہے کہ جب پہاڑ کو ان حضرات کی عظمت اور مرتبہ کا علم ہو گیا تو وہ ان کی ایذا رسانی اور تکلیف کا باعث نہ بنے۔ اس لئے سکون کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سوال و جواب کو شراح بخاری نے بیان نہیں فرمایا البتہ قسطلانیؒ نے قریب قریب شیخ گنگوہیؒ کے توجیہ بیان کی ہے۔ اعتزاز بقدومھم کہ ان حضرات کے آنے کی وجہ سے وہ احد پہاڑ لرزنے لگا۔

اثبت احد الخ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اندرونی خوشی کو ظاہر نہ کرو۔ جیسے کاملین واصل باللہ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ جو کیفیت سماع کے وقت آپ کے باطن پر طاری ہوتی ہے اسے آپ ظاہر کیوں کرتے ہیں۔ تو انہوں نے آیت وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب الآیۃ کہ پہاڑوں کو جو تم ساکت و صامت دیکھتے ہو یہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے۔

فانما علیک نبی الخ سے مراد یہ ہے کہ جب اہل تمکین اور اہل وقار کی صحبت حاصل ہے تو اس کی تاثیر ظاہر نہ کرنی چاہئے۔

اندروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش ۔۔۔ ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

نیز قسطلانیؒ نے ابن المنیر سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اثبت کہنے میں حکمت یہ تھی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتلانا چاہتے ہیں کہ پہاڑ پہ حرکت کرنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے رجفہ کی طرح نہیں تھا۔ کیونکہ وہ رجفہ عذاب کا تھا۔ اور یہ رجفہ اظہار خوشی و مسرت کیلئے ہے اسلئے مقام نبوت۔ صدیقیہ اور شہادت سے اتصال جن سے سرور حاصل ہوتا ہے ان کو بیان فرمایا جس سے پہاڑ ٹھہر گیا۔ شاعر کہتا ہے

ومال حراء تحته فرحا به ۔۔۔ لو لا مقال اسکن تضعضع والقضاء

یعنی آپؐ کے نیچے خوشی کی وجہ سے حرا پہاڑ ہلنے لگا۔ اگر آپ کا مقولہ اسکن نہ ہوتا تو پہاڑ ختم ہو جاتا۔ یہ دوسرا واقعہ ہے جس میں حرا کا ذکر آیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے بھائی ابو بردہ تھے۔ اور حضرت عثمانؓ کی مصیبت ان کی شہادت ہے جس کی آپؐ نے خبر دی۔ یہ خصوصیت حضرت عثمانؓ کی تھی۔ حالانکہ حضرت عمرؓ بھی شہید ہوئے۔ لیکن جس مشکل میں حضرت عثمانؓ پھنسے ہیں وہ حضرت عمرؓ کے پیش نہیں آئی کہ باغی مسلط ہو گئے اور خلع امامت کا مطالبہ کیا اور باغی ان کے حرم میں داخل ہو گئے۔ یہ بہت بڑا امتحان ہے۔

وجاہ کے معنی مقابل کے ہیں۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ قبور کی تاویل بیداری کے اندر یہ فراست کہلاتا ہے۔ یہ خواب نہیں ہے کہ اسے اس کی تعبیر قرار دیا جائے۔ اور قبور کے اندر دفن میں مصاحبت ہے۔ ورنہ دائیں بائیں قبریں نہیں ہیں۔ بلکہ پہلے آپ کی قبر ہے پیچھے ابوبکرؓ کی اس سے پیچھے حضرت عمرؓ کی ہے۔ اور حضرت عثمانؓ کی قبر بقیع الفرقد میں ہے جو روضہ مبارک پر مقابل ہے۔

احد پہاڑ کو منادی بنایا گیا ہے یا ارض ابلعی ماء ک میں خطاب ہے ایسے یہاں بھی حقیقۃ احد کو خطاب ہے مجازی معنی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ علی کل شیء قدیر۔ اور شہیدان سے مراد حضرت عمرؓ اور عثمانؓ ہیں۔

حدیث (۳۴۱۰) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا اَنَا عَلٰى بِئْرٍ اَنْزِعُ مِنْهَا جَآءَ نِيْ اَبُوْ بَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ فَاَخَذَ اَبُوْ بَكْرٍؓ الدَّلْوَ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ نَزْعِهٖ ضُعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِؓ مِنْ يَّدِ اَبِيْ بَكْرٍؓ فَاسْتَحَالَتْ فِيْ يَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ فَنَزَعَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ قَالَ وَهْبٌ الْعَطَنُ مَبْرَكُ الْاِبِلِ يَقُوْلُ حَتّٰى رُوِيَتِ الْاِبِلُ فَاَنَاخَتْ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ میں ایک کنویں پر سے پانی کھینچ رہا تھا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ میرے پاس آ گئے۔ تو ابوبکر صدیقؓ نے ڈول لیا تو ایک ڈول یا دو ڈول بھرے ہوئے کھینچے اور ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے۔ پھر حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسے ابوبکرؓ کے ہاتھوں سے لے لیا تو وہ ڈول ان کے ہاتھ میں ایک بڑے ڈول کی شکل میں بدل گیا۔ پس میں نے لوگوں میں سے کوئی ایسا طاقتور ماہر نہیں دیکھا جو ان جیسا کام کرتا ہو۔ پس انہوں نے اس قدر پانی کھینچا کہ لوگ اپنے اونٹوں کو مار کر اپنے مبرک بٹھانے کی جگہ پر لے گئے وہب فرماتے ہیں کہ عطن اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اونٹ اس قدر سیر ہو گئے کہ وہ اپنے ٹھکانوں پر جا کر بیٹھ گئے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ کنویں سے اشارہ دین کی طرف ہے جو حیات نفوس کا منبع ہے جس سے معاش اور معاد سب کے معاملات پورے ہوتے ہیں اور نزع الماء سے اشارہ اس کی اشاعت اور اجراء احکام کی طرف ہے۔ اور ضعف سے اشارہ فتنۂ ارتداد یا اختلاف کی طرف ہے جو ان کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوا۔ جس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ انہوں نے جبل استقامت بن کر ان فتنوں کا مقابلہ کیا یا ضعف سے انکی نرم مزاجی کی طرف اشارہ ہے جس سے وہ لوگوں کی خاطر مدارات کرتے تھے سخت گیر نہیں تھے۔

حدیث (۳۴۱۱) حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ صَالِحٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنِّيْ لَوَاقِفٌ فِيْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِيْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰى مَنْكِبِيْ يَقُوْلُ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِاَنِّيْ كَثِيْرًا مَا كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ فَاِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍؓ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے اندر ٹھہرنے والا تھا جو حضرت عمر بن الخطابؓ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے۔ جب کہ وہ اپنی چارپائی پر رکھے گئے تھے اچانک میرے پیچھے ایک آدمی آیا جس نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ دی اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت کرے بے شک میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کر دے۔ کیونکہ میں اکثر سنا کرتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں ہوں ابوبکر میں اور عمر میں۔ میں نے کیا ابوبکر نے اور عمر نے کیا۔ میں چلا اور ابوبکر اور عمر چلے۔ مجھے کافی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے ساتھ کر دیں گے میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ علی بن ابی طالبؓ تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مع صاحبیک الخ سے مراد یا تو دفن کی معیت سے دخول جنت مراد ہو جو بعد الموت ظہور پذیر ہوگا اور صاحبین سے مراد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ ہیں۔

لانی کثیرا اما الخ میں لام تعلیل کا ہے اور ما ابہامیہ مؤکدہ ہے۔ کثیرا کی ظرف زمان ہے۔ اور اس کا عامل کان ہے جو اس پر مقدم ہے۔ کنت ای فی مکان کذ او ابو بکر وعمر. فعلت ای الشیء الفلانی من امور العبادة۔ نیز اس حدیث کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف بلا تاکید کے فصل بھی جائز ہے۔ اگر چہ نحوی نثر میں اسے جائز نہیں رکھتے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ نظم اور نثر دونوں میں جائز ہے۔ اگر چہ ابلغ یہی ہے کہ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ہو۔ جیسے اسکن انت وزوجک الجنة میں ہے۔

حدیث(۳۴۱۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوفِيُّ الخ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ اَشَدِّ مَاصَنَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ عُقْبَةَ ابْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ رِدَآءَهُ فِيْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ بِهٖ خَنْقًا شَدِيْدًا فَجَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهٗ عَنْهُ فَقَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ.

ترجمہ۔ حضرت عروہ ابن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے پوچھا کہ مشرکین نے جو سلوک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایذا رسانی کے کئے ان میں سے سب سے زیادہ سخت کون سا واقعہ ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے عقبہ بن ابی معیط علیہ اللعنة کو دیکھا کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آیا جب آپ نماز پڑھ رہے تھے اس نے اپنی چادر آپ کی گردن میں رکھی۔ اور اس چادر سے آپ کا گلہ گھونٹتے ہوئے سخت دبایا۔ پس ابو بکر صدیقؓ تشریف لائے اور انہوں نے اسکو آپ سے دور ہٹایا پس کہنے لگے کہ کیا تم اس آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب صرف اللہ ہے اور تمہارے رب کے پاس سے تمہارے لئے واضح دلائل لایا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عقبہ بن ابی معیط بدر کی لڑائی میں کافر ہو کر مرا اس حدیث میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بہت بڑی منقبت ہے کہ وہ ایسے آڑے وقت میں آپ کے کام آئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات ۱۳ھ میں جمادی الاخری کی بائیس تاریخ کو ہوئی۔ اور آپ کی خلافت صرف دو سال اور تین ماہ رہی اور وفات کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ ۶۳ سال تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مطابق ہے رضی اللہ عنہ۔

بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِؓ اَبِیْ حَفْصٍ الْقُرَشِيِّ الْعَدَوِيِّ

ترجمہ۔ باب حضرت عمر بن الخطابؓ کے مناقب کے بارے میں جن کی کنیت ابو حفص تھی قرشی اور عدوی تھے۔

حدیث(۳۴۱۳) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُنِيْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا اَنَا بِالرُّمَيْصَآءِ اِمْرَاَةِ اَبِيْ طَلْحَةَؓ وَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ وَرَاَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهٖ جَارِيَةٌ تَوَضَّأُ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالُوْا لِعُمَرَ فَاَرَدْتُ اَنْ اَدْخُلَهٗ فَاَنْظُرَ اِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَعَلَيْكَ اَغَارُ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہو گیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ رمیصا ابو طلحہؓ کی بیوی موجود ہے اور میں نے پاؤں کے کھسکھساہٹ کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔

کہا گیا یہ بلال ہیں۔ پھر میں نے ایک محل دیکھا جس میں ایک لڑکی یا باندی بیٹھی ہوئی تھی میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے۔ بتلایا گیا کہ حضرت عمر بن الخطاب کا ہے میرا ارادہ ہوا کہ اندر داخل ہو کر اسے اچھی طرح دیکھوں لیکن مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا میں آپ پر بھی غیرت کروں گا۔

تشریح از قاسمی۔ حضرت رمیصاء یہ حضرت ابوطلحہ انصاری کی بیوی ہیں۔ انس بن مالکؓ کی والدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ ہیں۔ جن کا نام سھلہ تھا۔ اور ان کی کنیت ام سلیم تھی۔

حدیث(۳۴۱۴) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الخ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكَى وَقَالَ أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا درین اثنا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں اپنے آپ کو جنت میں دیکھتا ہوں اچانک ایک عورت ہے جو محل کے کنارے وضو کر رہی ہے یا چمک رہی ہے میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ کا ہے تو مجھے حضرت عمرؓ کی غیرت یاد آ گئی تو میں پیٹھ دے کر پیچھے کو مڑا جس پر حضرت عمرؓ رو پڑے فرمایا یا رسول اللہ کیا میں آپ پر بھی غیرت کھاؤں گا یہ سب کچھ تو آپ کے طفیل ہے۔

تشریح از قاسمی۔ حضرت عمرؓ کا یہ رونا یا تو خوشی کی وجہ سے تھا یا شوق اور خشوع کی وجہ سے تھا۔

حدیث(۳۴۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ الخ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ يَعْنِي اللَّبَنَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَى الرِّيِّ يَجْرِي فِي ظُفُرِي أَوْ فِي أَظْفَارِي ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَؓ فَقَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ قَالَ الْعِلْمَ.

ترجمہ۔ حضرت حمزہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درین اثنا کہ میں سویا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ میں دودھ پی رہا ہوں۔ یہاں تک کہ میں نے سیرابی کو اپنے ناخن یا اپنے ناخنوں میں دیکھا۔ پھر وہ میں نے حضرت عمرؓ کو دے دیا لوگوں نے پوچھا آپ نے اس کی کیا تعبیر دی۔ آپ نے فرمایا علم اس کی تعبیر ہے اس میں حضرت عمرؓ کی منقبت عظیمہ ہے کہ نبوت کے علم سے مالا مال ہوئے۔

حدیث(۳۴۱۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلَى قَلِيبٍ فَجَاءَ أَبُوبَكْرٍؓ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ نَزْعًا ضَعِيفًا وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِي فَرِيَّهُ حَتَّى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوا بِعَطَنٍ قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ الْعَبْقَرِيُّ عِتَاقُ الزَّرَابِيِّ وَقَالَ يَحْيَى الزَّرَابِيُّ الطَّنَافِسُ لَهَا خَمْلٌ رَقِيقٌ مَبْثُوثَةٌ كَثِيرَةٌ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَوْمِ أَعْنِي الْعَبْقَرِيَّ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنویں سے چرخی پر ڈول کھینچ رہا ہوں حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے تو انہوں نے ایک یا دو ڈول بھرے ہوئے کھینچے ان کا کھینچنا کمزور تھا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔ پھر

حضرت عمر بن الخطابؓ آئے تو وہ ڈول ایک بڑے ڈول کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ پس میں نے کوئی ایسا طاقتور ماہر نہیں دیکھا جس نے اپنا عمل پورا کر دیا ہو یہاں تک کہ سب لوگ سیر ہو گئے اور اپنے اونٹوں کو مار مار کر اپنے ٹھکانوں پر لے گئے ابن جبیر فرماتے ہیں کہ عبقری عمدہ قالین کو کہتے ہیں اور یحییٰ فرماتے ہیں زرابی ان قالینوں کو کہتے ہیں جن کو باریک باریک پھندنے لگے ہوئے ہوں۔ مبثوثہ یعنی کثیر اور عبقری کے معنی قوم کے سردار کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ عبقری جو لفظ آیت عبقری حسان میں آیا ہے اس کی تفسیر کر دی۔ جو روایت کی مناسبت سے ذکر ہوا۔ ورنہ وہ معنی یہاں مراد نہیں تو معنی میں بڑا فرق ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ امام بخاریؒ کی عادت کے مطابق ہے کہ جب حدیث میں کوئی لفظ غریب آ جائے اور وہ قرآن مجید میں بھی وارد ہو تو پھر اہل تفسیر کے اقوال بیان فرمایا کرتے ہیں۔ اس جگہ حدیث میں عبقری کا لفظ آیا۔ جس کے معنی سید القوم کے ہیں بقول کرمانیؒ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی پختہ کار ماہر کے ہیں۔ ابو عمر کہتے ہیں منتظم اور سردار کے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں جو عبقری حسان آیا ہے ابن جبیر اس کے معنی عمدہ قالین کے کر رہے ہیں۔ پھر اس کی مناسبت سے زرابی مبثوثہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے یحییٰ نے زرابی کے معنی جھالر دار قالین کے اور مبثوثہ کے معنی کثیرہ کے کئے ہیں۔ اس جگہ عبقری کے معنی سید القوم کے ہیں۔ اور زرابی مبثوثہ کے معنی کثیرہ یعنی وہ چھوٹے چھوٹے سوراخ جو قالین بنتے وقت ہو جاتے ہیں۔

حدیث (۳۴۱۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ اسْتَاْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُنَّ عَلٰی صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَاَذِنَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عُمَرُؓ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُؓ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِیْ كُنَّ عِنْدِیْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُؓ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ يَّهَبْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ عُمَرُؓ يَا عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِیْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيْهٍ يَا ابْنَ الْخَطَّابِؓ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ.

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی جب کہ آپؐ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بیٹھی آپؐ سے بات چیت کر رہی تھیں اور بہت اصرار کے ساتھ نفقہ کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ ان کی آوازیں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہو رہی تھیں۔ جب آپؐ سے حضرت عمر بن الخطابؓ نے اجازت مانگی تو وہ سب عورتیں اٹھ کر جلدی سے اوٹ میں چلی گئیں۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اجازت دی تو حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے تو جناب رسول اللہ ہنس رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے دانتوں کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے کیا بات ہوئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان عورتوں کی حالت سے تعجب ہوا۔ جو میرے پاس بیٹھی تھیں جب انہوں نے آپ کی آواز سنی تو جلدی جلدی اوٹ میں چلی گئیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ آپ زیادہ حقدار تھے کہ وہ آپ سے ڈرتیں پھر حضرت عمرؓ عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے او اپنے آپ کی دشمنو! کیا تم میرے سے ڈرتی ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی ہو۔ وہ بولیں ہاں۔ تو تندخو اور سخت دل ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہیں ہیں۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب آپ رک جائیں اے ابن الخطاب قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ شیطان جب بھی کسی راستہ پر چلتا ہوا تجھے ملے گا مگر وہ تیرے والا راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا چل دے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ان یھبن الخ ان کا ہیبت زدہ ہونا حضرت عمرؓ کو اس سے معلوم ہوا کہ وہ جلدی جلدی اوٹ میں چلی گئیں نہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا اور نہ ہی حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا وہ ابھی آ کر ٹھہرے تھے حالانکہ اگر وہ اپنے بدن پر چادریں لپیٹ لیتیں تو پردہ ہو جاتا کیونکہ وہ تو وہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ نیز ایہ بھی ہے کہ بعض مردوں کی شکل وصورت ان کا مقام اور وقت یہ سب خوف اور دہشت کا باعث بنتے ہیں۔ تو ان اسباب سے حضرت عمرؓ نے ان کے ڈرنے کا اندازہ فرمالیا۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان عورتوں میں بعض عورتیں حضرت عمرؓ کی محارم میں سے بھی تھیں۔ جیسے بی بی حصہؓ و بی بی ام سلمہؓ ان سب کا اوٹ کے اندر چلے جانا یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ سب ڈر گئی تھیں۔ اور ان کے خوف سے چلی گئیں یہ نہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے پردہ کرنا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو استنباطات بیان فرمائے ہیں وہ سب اچھے اور ظاہر ہیں۔ علامہ سندھیؒ نے بھی تعجب کی وجہ ان کے کھڑے ہو جانے کو قرار دیا ہے۔ اور شاید تعجب کی وجہ یہ ہو کہ انہوں نے جلد بازی سے کام لیا۔ اس کا انتظار بھی نہیں کیا کہ آپؐ ان کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں دیتے۔ باقی بحث گذر چکی ہے۔

حدیث (۳۴۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ مَازِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُؓ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے ہم لوگ عزت کی زندگی گذارنے لگے

حدیث (۳۴۱۹) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُوْلُ وُضِعَ عُمَرُؓ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ قَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ وَاَنَا فِيْهِمْ فَلَمْ يَرُعْنِيْ اِلَّا رَجُلٌ اَخَذَ مَنْكِبِيْ فَاِذَا عَلِيٌّ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَؓ وَقَالَ مَا خَلَّفْتَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَحَسِبْتُ اَنِّيْ كُنْتُ كَثِيْرًا اَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَهَبْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍؓ وَعُمَرُؓ وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍؓ وَعُمَرُؓ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو جب جنازہ کی چارپائی پر رکھا گیا تو لوگوں نے آپ کو گھیر لیا جو ان کے لئے دعا کرتے تھے۔ اور خاص رحمت کی دعا کرتے تھے ابھی ان کے جنازہ کو اٹھایا نہیں گیا تھا اور میں بھی ان لوگوں میں تھا پس مجھے کسی شخص سے گھبراہٹ لاحق نہ ہوئی۔ البتہ ایک آدمی ایسا آیا جو میرا کندھا پکڑنے والا تھا وہ حضرت علیؓ تھے جنہوں نے حضرت عمرؓ کے لئے رحمت کی دعا کی اور فرمایا کہ آپ نے اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو آپ سے میرے نزدیک محبوب ہو۔ اس بات میں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس جیسے اعمال لے کر ملوں۔ اور اللہ کی قسم! میرا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے دوساتھیوں کے ساتھ کردے گا۔ یعنی یا تو دفن میں یا جنت کے دخول میں۔ اور میرے گمان کو اس سے تقویت ملتی ہے کہ اکثر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا فرماتے تھے کہ میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ گئے۔ میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ داخل ہوئے۔ میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ باہر نکلے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس سے زیادہ فضیلت حضرت عمرؓ کی کیا ہو سکتی ہے کہ جو کلام علیؓ سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ غیر سے افضل ہیں۔ میں ان جیسے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہونا پسند کرتا ہوں پھر حاضرین ان کے لئے دعا اور رحمت طلب کر رہے تھے۔

حدیث: (۳۴۲۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُحُدٍ وَّمَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ وَعُثْمَانُؓ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ قَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدَانِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی تھے تو وہ پہاڑ ان حضرات کے آنے پر خوشی میں ہلنے لگا پس آپ نے اس پر پاؤں مارتے ہوئے فرمایا اے احد ٹھہر جا تیرے اوپر نبی صدیق اور شہید ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس جگہ تو صرف شہید ہے حالانکہ دو شہید تھے تو جنس مراد لی جائے گی۔ یا یہ کہ صیغہ فعیل میں تثنیہ جمع برابر ہوتے ہیں۔ البتہ او شھید کہہ کر اسلوب بیان کو بدل دیا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ نبوت اور صدیقیت کی صفت فی الحال موجود تھی شہادت کا وقوع بعد میں ہونے والا تھا۔ اس لئے اسلوب بدلا گیا۔ یا او بمعنی واؤ کے ہو۔ اور بھی احتمال ہیں۔

حدیث(۳۴۲۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ قَالَ سَاَلَنِي ابْنُ عُمَرَؓ عَنْ بَعْضِ شَاْنِهٖ يَعْنِيْ عُمَرَؓ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِيْنَ قُبِضَ كَانَ اَجَدَّ وَاَجْوَدَ حَتّٰى انْتَهٰى مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ.

ترجمہ۔ حضرت اسلم جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بعض حالات کے متعلق دریافت کیا تو میں نے ان کو بتلایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب سے حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی کسی کو ان سے زیادہ انتھک کوشش کرنے اور سخاوت کرنے والا نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ کہنے لگے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے اجد اور اجود نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ حتی انتھی من عمر بن الخطابؓ میں غایت اگر اوصاف کے شمار کرنے کے لئے ہے تو پھر ان صفات میں حضرت عمرؓ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ پر فضیلت لازم آتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ ان کے اظلم کی نفی سے غیر کے وجود کی نفی لازم نہیں آتی اور اگر یہ غایت جدوجود کی غایت ہے تو یہ فضیلت جزئی ہے کہ ان دونوں خصلتوں میں وہ حضرت ابوبکرؓ سے بھی فوق تھے جس سے فضیلت کلی لازم نہیں آتی۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کو حاصل رہے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اجد بتشدید الدال جد بمعنی کوشش سے ہے۔ اور اجود جود سے مشتق ہے۔ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعدیۃ فی الصفات بھی مراد ہو سکتی ہے جس میں زمان کی کوئی قید نہیں۔ تو یہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مابعد کو شامل ہوگا۔ تو اس سے ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ جو ان صفات سے متصف تھے ان پر حضرت عمرؓ کی فضیلت لازم آئے گی۔ تو اس کی تاویل یہ ہے کہ ان صفات کو آپ کے زمانہ خلافت کے ساتھ مختص کیا جائے گا۔ حتی انتھی یعنی ینتھی الی آخر عمرہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب ینتھی کا فاعل حضرت عمرؓ اور اس کا قائل ابن عمرؓ ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ انتہی کا فاعل ابن عمرؓ ہو اور اس کا قائل نافع ہو تو انتہی بمعنی اختصر کے ہوگا۔

حدیث(۳۴۲۲)حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا ذَا اَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ لَاشَيْءَ اِلَّا اَنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌؓ فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرِحْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌؓ فَاَنَا اُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍؓ وَعُمَرَؓ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّيْ اِيَّاهُمْ وَاِنْ لَّمْ اَعْمَلْ بِمِثْلِ اَعْمَالِهِمْ.

ترجمہ۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا۔آپ نے فرمایا تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے اس نے کہا اور تو کوئی چیز نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔آپ نے فرمایا تو انہیں لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اور کسی چیز پر اتنے خوش نہیں ہوئے جس قدر ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر خوش ہوئے۔کہ تو ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت رکھتا ہے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت رکھتا ہوں۔اور مجھے امید ہے میرے ان حضرات سے محبت رکھنے کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا۔اگرچہ میں ان حضرات کے اعمال جیسے اعمال نہیں کرسکا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ انت مع من احببت اس معیت سے مراد مشارکۃ فی الثواب اور معیت خاصہ جس میں محب اور محبوب کے درمیان ملاقات حاصل ہوگی۔یہ نہیں کہ دونوں ایک درجہ میں ہوں گے۔یہ تو بدیھی البطلان ہے۔

حدیث(۳۴۲۳)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ يَّكُ فِيْ اُمَّتِيْ اَحَدٌ فَاِنَّهُ عُمَرُؓ زَادَ زَكَرِيَّاءُ بْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رِجَالٌ يُّكَلَّمُوْنَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْ اُمَّتِيْ مِنْهُمْ اَحَدًا فَعُمَرُؓ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مِنْ نَّبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ.

ترجمہ۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے کہ جن کی زبان پر حق جاری ہوتا تھا پس اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ حضرت عمرؓ ہے۔زکریا نے اپنے سند سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے جن سے فرشتے کلام کرتے تھے۔وہ نبی نہیں ہوتے تھے پس اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کوئی نبی اور محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الایۃ. تو ابن عباسؓ نے ولا محدث زائد کیا چنانچہ ابن عباسؓ کی قرأت میں ایسا ہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت عمرؓ کی تخصیص بالذکر کی وجہ یہ ہے کہ ان کے موافقات بہت سے ہیں جو قرآن مجید کے مطابق تھے۔اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی بہت سے اصابات یعنی ٹھیک باتیں واقع ہوئی ہیں۔

حدیث (۳۴۲۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ سَمِعْتُ اَبَا ہُرَیْرَۃَؓ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا رَاعٍ فِیْ غَنَمِہٖ اِذْ عَدَا الذِّئْبُ فَاَخَذَ مِنْھَا شَاۃً فَطَلَبَھَا حَتّٰی اسْتَنْقَذَھَا فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ الذِّئْبُ فَقَالَ لَہٗ مَنْ لَّھَا یَوْمَ السَّبُعِ لَیْسَ لَھَا رَاعٍ غَیْرِیْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اُوْمِنُ بِہٖ وَاَبُوْبَکْرٍؓ وَعُمَرُؓ وَمَا ثَمَّ اَبُوْبَکْرٍؓ وَّعُمَرُؓ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دریں اثنا کہ ایک گڈریا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیا حملہ کر کے ان میں سے ایک بکری لے گیا۔ پھر وہ گڈریا اس کے پیچھے بھاگا۔ یہاں تک کہ اسے چھڑوالیا۔ تو بھیڑیا اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ درندوں کے دن اس کا کون نگران ہوگا۔ جس دن میرے سوا اس کا کوئی نگہبان نہ ہوگا لوگ سبحان اللہ کہنے لگے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی اس پر ایمان لایا ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی ایمان لائے حالانکہ یہ دونوں حضرات اس جگہ موجود نہیں تھے۔ یوم السبع سے فتن کا دور مراد ہے جب لوگ فتنوں کی وجہ سے مال مویشی سے غافل ہوں گے۔

حدیث (۳۴۲۵) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُ النَّاسَ عُرِضُوْا عَلَیَّ وَعَلَیْھِمْ قُمُصٌ فَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ الثُّدِیَّ وَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِکَ وَعُرِضَ عَلَیَّ عُمَرُ وَعَلَیْہِ قَمِیْصٌ اِجْتَرَّہٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الدِّیْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ دریں اثنا یعنی اس حال میں کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔ اور ان پر قمیصیں ہیں بعض قمیص تو وہ ہیں جو پستان تک پہنچی ہیں بعض اس سے نیچے ہیں حضرت عمرؓ میرے سامنے لائے گئے تو ان پر جو قمیص تھی وہ اسے کھینچ رہے تھے یعنی وہ نیچے لٹک رہی تھی تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپؐ نے اس کی کیا تعبیر بیان فرمائی فرمانے لگے کہ وہ دین ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس میں تشبیہ بلیغ ہے کہ جس میں دین کو قمیص سے تشبیہ دی گئی اور وجہ شبہ ستر اور پردہ پوشی ہے۔ جیسا کہ قمیص تن انسانی کو چھپاتی ہے۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ خواب کے اندر قمیص دیکھنا اس کی تعبیر دین ہے۔ اور اس کا لٹکانا یہ اشارہ ہے کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے کمالات کے نشانات باقی رہیں گے۔ باقی یہ فضیلت جزئیہ ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابوبکرؓ پر قمیص نہ ہو۔ ممکن ہے اس سے بڑھ کر ہو۔ چونکہ بیان حضرت عمرؓ کے مناقب کا ہو رہا تھا۔ اس لئے اس کے ذکر پر اکتفا کیا۔

حدیث (۳۴۲۶) حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُؓ جَعَلَ یَاْلَمُ فَقَالَ لَہُ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَکَاَنَّہٗ یُجَزِّعُہٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَئِنْ کَانَ ذَاکَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ ثُمَّ فَارَقْتَہٗ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَابَکْرٍؓ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ ثُمَّ فَارَقْتَہٗ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ صَحَبَتَھُمْ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَھُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَھُمْ لَتُفَارِقَنَّھُمْ وَھُمْ عَنْکَ رَاضُوْنَ قَالَ اَمَّا ذَکَرْتَ مِنْ صُحْبَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِضَاہُ فَاِنَّمَا ذَاکَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی مَنَّ بِہٖ عَلَیَّ وَاَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ صُحْبَۃِ اَبِیْ بَکْرٍؓ وَّرِضَاہُ فَاِنَّمَا ذَاکَ

مِنَ اللہِ جَلَّ ذِکْرُہٗ مَنَّ بِہٖ عَلَیَّ وَاَمَّا مَا تَرٰی مِنْ جَزَعِیْ فَھُوَ مِنْ اَجْلِکَ وَاَجْلِ اَصْحَابِکَ وَاللہِ لَوْ اَنَّ لِیْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَھَبًا لَافْتَدَیْتُ بِہٖ مِنْ عَذَابِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ قَبْلَ اَنْ اَرَاہُ قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرؓ بِھٰذَا۔

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ جب عمرؓ نیزے سے زخمی ہو گئے تو وہ غمناک ہونے لگے جس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پہلے تو انشاء اللہ آپ کا یہ زخم مندمل ہو جائے گا۔ گویا کہ وہ ان کی گھبراہٹ زائل کر رہے تھے اگر خدانخواستہ دوسرا معاملہ وفات کا ہوا تو آپ تسلی کریں۔ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ اور آپ کی صحبت کو اچھی طرح نبھایا ہے۔ پھر جب آپ ان سے جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی ہو کر گئے ہیں۔ پھر آپ کو ابوبکر صدیقؓ کی صحبت حاصل ہوئی۔ آپ نے ان کی صحبت کو بھی اچھی طرح نبھایا۔ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی وخوش ہو کر گئے ہیں پھر آپ کو ان کے ساتھیوں کی صحبت ملی آپ نے ان کی صحبت سے بھی اچھا سلوک کیا۔ اب اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو وہ انشاء اللہ آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ جو آپ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا ذکر کیا اور ان کی رضامندی کا وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر احسان ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا اور جو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحبت اور ان کی رضامندی کا اظہار کیا ہے یہ بھی مجھ پر اللہ تعالیٰ جن کا ذکر بلند ہو اس کی طرف سے مجھ پر احسان ومنت جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر لگائی۔ اور یہ جو تم گھبراہٹ میری دیکھ رہے ہو وہ موت کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے کہ خدا جانے تم پر کیسا خلیفہ مقرر ہوگا۔ اور اس کی کیا سیرت ہوگی اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ اگر میرے پاس زمین کی پرائی کے برابر سونا ہوتا تو اللہ کا عذاب دیکھنے سے پہلے میں اس عذاب سے بچنے کے لئے اسے فدیہ میں دے دیتا۔ حماد کی سند سے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ حدیث لے کر میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ کانہ یجزعہ یعنی حضرت عمرؓ کو تسلی دیتے تھے اور صبر کی تلقین کرتے تھے جب کہ انہیں غمناک دیکھا تو یہ سمجھے کہ حضرت عمرؓ شاید آخرت اور قبر میں پیش آنے والے امور کی وجہ سے غمناک ہو رہے ہیں اسلئے ان کو لفظ کان الخ کہہ کر تسلی دی۔ مقصد یہ ہے کہ پہلے تو انشاء اللہ زخم مندمل ہو جائے گا اور اگر دوسرا معاملہ ہلاکت کا پیش آیا تو امیر المؤمنین آپ کو کوئی فکر نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ آپ کو ان حضرات کی صحبت اور خوشنودی حاصل رہی ہے جو آپ کی نجات کے لئے کافی ہے۔

اما الجزع لاجلک واجل اصحابک الخ کیونکہ حضرت عمرؓ کو فتنوں کے وارد ہونے کا احساس تھا کہ یہ امور مقدرہ ہیں جیسے حضرت حذیفہؓ وغیرہ حضرات کی احادیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ کو ان فتن کا علم تھا۔ ان میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا علم لاحق تھا باقی تمہارا یہ کہنا کہ تمہیں عذاب الٰہی کی گرفت سے کوئی فکر نہ کرنی چاہیے تو سنو! میں اللہ تعالیٰ اور اسکی پکڑ سے بے فکر نہیں ہوں اللہ کی قسم! اگر میں زمین کے سارے سونے کے خزانے خرچ کر کے عذاب الٰہی سے بچ سکتا تو ضرور فدیہ میں دے دیتا۔ بلکہ اصل فکر تو مجھے ان فتنوں کی ہے جو میرے ساتھیوں کو پیش آنے والے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دونوں امور نے حضرت عمرؓ کو پریشان کیا تھا۔ جو ان کے اصحاب کو اور خود ان کو آپ کی موت کے بعد پیش آنے والے تھے۔ مگر ابن عباسؓ نے محض دوسرے احتمال پر حمل کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے ان کو جواب دیا اور گھبراہٹ کی وجہ بیان فرمائی۔ بعض حضرات نے جو غمناک ہونے کی وجہ زخم کا درد اور اس کی شدت کو بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ اسی پر آپ کو ملامت کر رہے تھے تو یہ دو تین وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ابن عباسؓ اصاغر صحابہ میں سے ہیں اور حضرت عمرؓ کے راشد تلامذہ میں سے ہیں۔ وہ حضرت عمرؓ کی شان میں ایسی گستاخی کیسے کر سکتے ہیں۔ دوسرے ان کا قول قد صحبت رسول اللہ کہنا کیسے صحیح ہوگا جب کہ ان کا مدعی ملامت کرنا ہو اس لئے اس عبارت کا ازالۂ درد میں کوئی دخل

نہیں۔تیسرے خود حضرت عمرؓ کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسی گھبراہٹ کا اظہار کریں جس پر اصاغر دتلامذہ بھی ملامت کریں۔ واللہ اعلم.

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کانه یجزعه ای یسلیه کرمانیؒ اور قسطلانیؒ بھی یہی معنی بیان کرتے ہیں البتہ علامہ عینیؒ نے نسبه الی الجزع بقوله کئے ہیں۔مولانا محمد حسن مکیؒ نے اپنی تقریر میں یہی کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کو دونوں باتوں کی فکر تھی۔ایک تو خود کو خوف آخرت دامنگیر تھا دوسرے اپنی وفات کے بعد لوگوں کو فتنوں کے ظاہر ہونے کا خوف لاحق تھا۔یہ امت محمدیه علی صاحبها الصلوة والسلام پر شفقت کی وجہ سے تھا تو پہلے امر کا جواب تو ابن عباسؓ کو ان لی من سے دیا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تو ڈرنا چاہئے اور دوسرے کا جواب لا جلک واصحابک سے دیا۔کہ تم لوگ فتنوں میں مبتلا ہو گے۔

لئن کان ذلک یعنی اگر اس نیزے کے زخم سے موت واقع ہوگئی تو آپ فکر نہ کریں اس لئے کہ آپ ان حضرات کی صحبت کی وجہ سے عذاب آخرت سے محفوظ رہیں گے۔حافظؒ اور کرمانیؒ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

فانی له الاقدام علی مثل ذلک الخ چنانچہ کتاب التفسیر میں آرہا ہے کہ سورۃ تحریم کی دو عورتوں کے متعلق میں حضرت عمرؓ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ کون تھیں۔سال بھر موقع نہ ملا اور آخر حج کے موقع پر ان سے پوچھنے کی ہمت ہوئی۔

حدیث(۳۴۲۷) حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ مِنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَةِ فَجَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا اَبُوْبَکْرٍؓ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ جَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا هُوَ عُمَرُؓ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِیْ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰی بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ قَالَ اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ.

ترجمہ۔حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ کے اندر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ ایک آدمی نے آکر دروازہ کھلوانا چاہا۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لئے دروازہ کھول دو۔اور اسے جنت کی بشارت دو۔میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔جن کو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق بشارت سنائی۔انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔پھر ایک آدمی نے دروازہ کھلوانے کی فرمائش کی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کیلئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دو میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمرؓ تھے جن کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق میں نے خبر دی انہوں نے بھی اللہ کی حمد پڑھی۔پھر اور آدمی دروازہ کھلوانے کے لئے آیا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے دروازہ کھول دو۔اور جنت کی بشارت بھی دو لیکن ایک مصیبت کے ساتھ جس میں ان کی آزمائش ہوگی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عثمانؓ ہیں۔میں نے ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق خبر سنائی تو انہوں نے اللہ کی حمد کہی پھر کہا اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

حدیث(۳۴۲۸) حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سُلَیْمَانَ الخ سَمِعَ جَدَّهٗ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ہشام فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے جب کہ آپ نے حضرت عمر بن الخطاب کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ جو کمال محبت ومروت کی دلیل ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ اَبِیْ عَمْرٍوؓ وَالْقُرَشِیِّؓ

ترجمہ۔ حضرت عثمان بن عفانؓ ابو عمرو قرشی کے مناقب ومدائح کے بیان میں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّحْفِرْ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرَهَا عُثْمَانُ وَقَالَ مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزَهُ عُثْمَانُ.

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بئر رومہ کھود دیا اس کے لئے جنت ہے۔ تو حضرت عثمانؓ نے اسے کھود دیا اور فرمایا جس نے عسرۃ والے لشکر کو سامان مہیا کر دیا اس کے لئے بھی جنت ہے تو حضرت عثمانؓ نے اس لشکر کو سامان مہیا کر دیا۔

حدیث (۳۴۲۹) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَّاَمَرَنِیْ بِحِفْظِ بَابِ الْحَائِطِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَّسْتَاْذِنُ فَقَالَ لَهُ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاِذَا اَبُوْبَكْرٍؓ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاِذَا عُمَرُؓ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ يَسْتَاْذِنُ فَسَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى سَتُصِيْبُهُ فَاِذَا عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَؓ قَالَ حَمَّادٌ الخ وَزَادَ فِيْهِ عَاصِمٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ قَاعِدًا فِیْ مَكَانٍ فِيْهِ مَاءٌ قَدِ انْكَشَفَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ اَوْ رُكْبَتِهِ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے۔ اور مجھے باغ کے دروازے کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔ پس ایک آدمی آیا جو اجازت مانگ رہا تھا آپ نے فرمایا اسکو اجازت دے دو اور ساتھ ہی جنت کی خوشخبری بھی سنا دو پس وہ ابوبکر صدیقؓ تھے پھر دوسرا آکر اجازت مانگنے لگا آپ نے فرمایا اسے اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سنا دو تو وہ حضرت عمرؓ تھے۔ پھر تیسرا آدمی آیا جو اجازت طلب کر رہا تھا آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا اس کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سناؤ۔ البتہ ایک مصیبت کے ساتھ جو انہیں عنقریب پہنچے گی۔ تو وہ حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔ حماد نے اپنی سند سے کہا کہ عاصم نے اضافہ کیا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں پانی کا چشمہ تھا۔ اور آپ کے دونوں گھٹنے یا ایک گھٹنا کھل چکا تھا۔ جب حضرت عثمانؓ داخل ہوئے تو آپ نے اسے ڈھانک لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فحفرها عثمان. حفر کی اسناد آپ کی طرف مجازاً ہے۔ یا اس کنویں کا کیچڑ اور گارا نکالنے سے کنایہ ہے اگر بند ہو چکا تھا تو پھر حفر کی اسناد حقیقت ہے۔ بحث گذر چکی ہے۔

فسکت هنیهة یہ سکوت شاید اس لئے تھا کہ انہوں نے مصیبت میں مبتلا ہونا ہے تو آپ کو تردد ہوا کہ کیا میں پورے واقعہ کی اطلاع کروں یا صرف دخول جنت کی بشارت سناؤں جب آپ کی پختہ رائے بن گئی تو دونوں معاملہ کی خبر دی تا کہ آپ مصیبت پر صبر کریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو سکوت کی وجہ بیان فرمائی ہے وہ بہت باریک ہے شراح میں سے کسی نے اس کی طرف التفات نہیں فرمایا مولانا محمد حسن مکیؒ نے اپنی تقریر میں بتایا ہے کہ آپ کو تامل ہوا کہ بلولی کی اطلاع دی جائے یا نہ دی جائے لیکن صاحب فیض نے عجیب بات کی ہے کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں سکوت فرمایا دوسرے حضرات کے بارے میں اس لئے سکوت نہیں فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کی قبر آپ کے ہمراہ نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ یہ سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ غطا ها قبل ازیں آپ صرف ایک لنگی میں تھے پھر ان کو چادر کے اندر بھی چھپالیا تا کہ استحیاء کے قریب ہو جائے اور ستر میں مبالغہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اکثر روایات افادہ شیخ کی تائید کرتی ہیں اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ عورة الرجل ما بين سرته الى ركبته اور حدیث ابوہریرہؓ میں ہے الركبة من العورة في الركبة اخف منه في الفخذ الخ۔

حدیث (۳۴۳۰) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ الخ اِنَّ الْمِسْوَرَبْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ قَالَ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُكَلِّمَ عُثْمَانَ لِاَخِيْهِ الْوَلِيْدِ فَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِيْهِ فَقَصَدْتُ لِعُثْمَانَ حَتّٰى خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ اِنَّ لِيْ اِلَيْكَ حَاجَةً وَهِيَ نَصِيْحَةٌ لَكَ قَالَ يَا اَيُّهَا الْمَرْءُ قَالَ مَعْمَرٌ اُرَاهُ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ اِلَيْهِمْ اِذْ جَآءَ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ مَا نَصِيْحَتُكَ فَقُلْتُ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَيْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتَ هَدْيَهٗ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِيْ شَانِ الْوَلِيْدِ قَالَ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ خَلَصَ اِلَيَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَا يَخْلُصُ اِلَى الْعَذْرَآءِ فِيْ سِتْرِهَا قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ فَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَبُوْ بَكْرٍ مِثْلُهٗ ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَيْسَ لِيْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِيْ لَهُمْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ تَبْلُغُنِيْ عَنْكُمْ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَانِ الْوَلِيْدِ فَسَنَاْخُذُ فِيْهِ بِالْحَقِّ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّجْلِدَهٗ فَجَلَدَهٗ ثَمَانِيْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ اور عبداللہ بن الاسود بن عبد یغوث فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے عبیداللہ بن عدی سے کہا کہ تمہیں کیا رکاوٹ ہے کہ تم حضرت عثمانؓ سے ان کے بھائی سوتیلے ولید کے بارے میں بات نہیں کرتے حالانکہ لوگ اس کے بارے میں بہت باتیں کر رہے ہیں۔ پس جب حضرت عثمانؓ نماز کیلئے جا رہے تھے تو میں نے ان کا قصد کیا اور میں نے کہا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے اور وہ آپ کے لئے نصیحت اور خیر خواہی ہے فرمانے لگے اے آدمی ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا میں تیرے سے اللہ کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں کہ

پس میں پھر کران کی طرف آیا اچانک حضرت عثمانؓ کا قاصد پہنچ گیا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے پوچھا وہ تمہاری نصیحت کیا ہے میں نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے اور ان پر اپنی کتاب اتاری اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول کی دعوت کو قبول کیا پھر آپؓ نے دو ہجرتیں کیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی اختیار کی۔اور آپ نے آپ کی سیرت اور طریقہ بھی دیکھا۔اب حال یہ ہے کہ لوگ ولید کے بارے میں بہت باتیں کرتے ہیں۔حضرت عثمانؓ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔میں نے کہا نہیں۔لیکن میرے پاس آپ کا وہ علم پہنچا جو کنواری لڑکی کو اس کے پردہ میں پہنچتا ہے (یعنی آپ کا علم شائع ذائع تھا) تو حضرت عثمانؓ نے اما بعد پڑھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا۔پس میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کیا۔اور جو شریعت دے کر آپ بھیجے گئے اس پر میں ایمان لے آیا۔اور جیسے آپ کہتے ہیں میں نے دو ہجرتیں بھی کیں۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی اختیار کی۔اور آپؐ سے بیعت بھی کی۔پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کی نافرمانی بھی نہیں کی۔اور نہ آپؐ سے کوئی خیانت کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وفات دی۔پھر اس طرح میں نے ابوبکرؓ سے سلوک کیا۔یہی سلوک حضرت عمرؓ سے ہوا۔کہ پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا پس کیا میرا اتنا حق بھی نہیں ہے جتنا ان حضرات کو حاصل تھا۔میں نے کہا کیوں نہیں۔تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا تو پھر یہ کیا باتیں ہیں جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچ رہی ہیں۔رہ گیا ولید کا معاملہ! سو انشاء اللہ میں اس کی حق کے ساتھ گرفت کروں گا پھر جب مقدمہ ثابت ہو گیا تو حضرت علیؓ کو بلا کر حکم دیا کہ اسے کوڑے لگائے جائیں۔چنانچہ حضرت علیؓ نے اسے اسّی کوڑے لگائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اعوذ باللہ منک یہ حضرت عثمانؓ نے اس لئے فرمایا کہ ان کو معلوم ہو گیا کہ ایسے امور کے بارے میں گفتگو کریں جو شاید حضرت عثمانؓ کو برے محسوس ہوں۔اور گراں گذریں۔یا حضرت عثمانؓ ان اعتراضات کا جواب دیں جو اس کو برے لگیں۔اور گراں گزریں۔تو یہ بات بھی حضرت عثمانؓ کے لئے بار خاطر تھی کیونکہ وہ صاحب مروت اور صاحب شرم وحیا تھے۔جو کچھ بھی ہو ان امور سے نماز میں رکاوٹ پڑتی تھی۔اور نماز میں خدا جانے کیا کیا خیالات گزرتے اس لئے انہوں نے نماز کی ادائیگی کے بعد ان سے کلام کرنا پسند فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ تعوذ کی وجہ جو شیخ نے بیان فرمائی ہے وہ بہتر توجیہ ہے۔مولانا محمد حسن مکیؒ مزید براں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اعوذ باللہ پڑھ کر ان کے کلام کو اس وقت اس لئے نہ سنا کہ کہیں نماز میں پریشانی لاحق نہ ہو۔صاحب فیض فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ان کی گفتگو ریال سن سن کر تنگ آ چکے تھے۔ان کا گمان تھا کہ یہ خلاف واقع بات ہے۔اس لئے انہوں نے پناہ پکڑی۔ایک بات اور سنو! یا ایھا المرء کے بعد بخاری کے نسخوں میں اختلاف ہے۔ ایھا المرء کے بعد منک کا ہے۔ جو غیر مرتبط کلام ہے۔البتہ معمر کی روایت میں منک نہیں ہے۔تو اس سے کلام مرتبط ہو جائے گا۔کہ جواب ہذا اعوذ باللہ منک ہوگا۔چنانچہ عنقریب ہجرت حبشہ کے بیان میں یہ روایت بلاتر دد وارد ہو رہی ہے۔

هل ادركت النبي صلى الله عليه وسلم الخ یہ اس لئے پوچھا کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو جانتا ہے وہ صحابہ کرامؓ کے عموماً اور خلفائے راشدین کے حالات سے خصوصاً واقف ہے۔وہ تو جانتا ہے کہ صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے کس قدر موافق چلتے تھے۔بخلاف اس شخص کے جس نے آپ کی زیارت نہیں کی۔اور نہ ہی آپ کی سیرت سے واقف ہے۔اسے صحابہ کرامؓ کی سیرت کا کیا پتہ چل سکتا ہے کہ وہ کس قدر موافق یا مخالف ہیں۔جب عبدالرحمٰنؓ نے آپؐ کے علم کا اعتراف کر لیا اگرچہ سماعاً سہی۔تو پھر آپ حضرت عثمانؓ نے حقیقت حال ان پر واضح کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ادركت حافظؒ فرماتے ہیں کہ ادراک سے اس مقام پر ادراک بالسن مراد نہیں بلکہ ادراک سماع مراد

ہے۔ بہر حال حضرت عثمانؓ نے اپنے خطبہ میں اس کی وضاحت کی کہ ہم لوگ سفر حضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے ہیں اب لوگ ہمیں سنت رسول سکھلانا چاہتے ہیں۔

الاحادیث اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو ولید کے بارے میں کی جارہی تھیں کہ اس پر حد شرعی قائم کرنے میں کیوں تاخیر کی جارہی ہے۔ یعنی تم لوگ پروپیگنڈہ میرے خلاف کرتے ہو حقیقت حال نہیں پوچھتے کہ میں تاخیر کیوں کر رہا ہوں۔ نیز جن لوگوں نے آپ کو بھیجا ہے وہ بالمشافہ بات کیوں نہیں کرتے۔ تم تو سب سے چھوٹے ہو۔ تمہیں ان حالات کا علم نہیں جو وہ بڑے لوگ جانتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ولید کی شراب خوری ابھی ثابت نہیں ہوسکی کہ میں اس پر شرعی حد قائم کروں کیونکہ ایک گواہ شراب پینے کی گواہی دیتا ہے دوسرا کہتا ہے کہ اس نے شراب کی قے کی ہے۔ اس ثبوت میں شک پڑ گیا۔ ممکن ہے کہ اس نے کوئی اور چیز پی ہو جو شراب کی صورت میں قے کے اندر سے ظاہر ہوئی۔ یا کسی دوسرے شخص نے اس کو شراب پینے پر مجبور کیا۔ یا اس نے اضطرار کی حالت میں پی ہو۔ جب اس قدر احتمالات ہیں تو ثبوت نہ ہوا۔ اور یہ بھی ہے کہ دوسری چیز سمجھ کر غلطی سے اس نے شراب پی لی ہو۔ پھر بھی حضرت عثمانؓ نے تعزیراً اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا اور وہ بھی اسی ۸۰ کوڑے۔ لیکن حضرت علیؓ نے صرف چالیس ۴۰ پر اکتفا کیا۔ کیونکہ ثبوت نہیں تھا تو جلدہ ثمانین مجاز پر محمول ہوگا۔ کہ آپ نے اسی کا حکم دیا یا حضرت علیؓ نے اولاً اسی کوڑے مارنے کا ارادہ کیا۔ پھر چالیس پر اکتفا کر لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ولید بن عقبہ حضرت عثمانؓ کے ماں کی طرف سے بھائی لگتے تھے۔ جن کو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے صحابی کو معزول کر کے کوفے کا گورنر بنایا۔ جس نے صبح کی نماز نشہ کی حالت میں چار رکعت پڑھائی۔ کہنے لگا اگر کہو تو اور بھی پڑھاؤں۔ ایک گواہ نے تو اس کی گواہی دی دوسرے گواہ نے کہا کہ میں نے شراب کی قے دیکھی ہے شراب پیتے نہیں دیکھا۔ دو گواہوں کے بغیر مقدمہ ثابت نہیں ہوتا عدم ثبوت کی بنا پر حد قائم کرنے میں تاخیر ہو رہی تھی۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو حد قائم کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر سے کہا کہ تم کوڑے مارو۔ وہ کوڑے مار رہا تھا اور حضرت علیؓ شمار کر رہے تھے۔ جب چالیس تک پہنچے تو حضرت علیؓ نے روک دیا۔ یہاں تک روایت مشہورہ ہے۔ اور یہ بھی کہ ثبوت شہادت تک ولید کو قید میں رکھا گیا۔ اور اصابہ میں ہے کہ بعض اہل کوفہ نے تعصب کی بنا پر اس کے خلاف ناحق گواہی دلوائی۔ طبری نے اسے نقل کیا ہے۔ نیز در مختار میں ہے لا یثبت الشرب بالرائحة ولا بقیها بل بشهادة رجلین یعنی شرب خمر نہ تو بو آنے سے ثابت ہوگا۔ اور نہ اس کی قے کرنے سے۔ جب تک دو گواہ گواہی نہ دیں اور امام ان سے اس کی کیفیت وغیرہ پوچھے گا۔ ممکن ہے اکراہ یا اضطرار ثابت ہو جائے۔ البتہ ان صورتوں میں تعزیر کے طور پر کوڑے مارے جاسکتے ہیں۔ بنا بریں شیخ گنگوہیؒ اس سزا کو تعزیر پر محمول فرما رہے ہیں اور چالیس کوڑے تعزیر ہوتی ہے حد نہیں کیونکہ اس کا ثبوت نہیں مل سکا۔ اور روایات مختلف ہیں۔ امام بخاریؒ نے اسی کی روایت نقل کی ہے۔ تو جمع بین الروایتین کی صورت یہ ہوگی کہ کوڑا ایسا تھا جس کے دو سرے تھے۔ تو اس طرح چالیس کو اسی شمار کیا گیا۔ یا یہ کہ حضرت علیؓ کا قصد اسی کوڑے مارنے کا تھا۔ جیسا کہ سنت فاروقی تھی۔ لیکن عدم ثبوت کے احتمال کی وجہ سے چالیس کوڑے تعزیر قائم کی تاویل کی ضرورت اس لئے پڑی کہ قضیہ واحدہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق ہوئی جب کہ اہل کوفہ کے ایک آدمی نے ان کے خلاف جھوٹی گواہی دی اور وہ حضرت سعدؓ کی بددعا سے معتوب ہوا۔

حدیث (۳۴۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِي بَكْرٍؓ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَؓ ثُمَّ عُثْمَانَؓ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ تَابَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر ہم نے اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا کہ ہم ان کے درمیان کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ کے بعد افضل علیؓ ہیں پھر باقی ستہ عشرہ بعد ازاں اہل بدر اہل احد الی آخرہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے دراصل شیوخ صحابہ کو شمار کیا جن سے آپ مشورہ کیا کرتے تھے حضرت علیؓ اس وقت حدیث السن یعنی نوخیز تھے۔ان کی فضیلت تو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ظاہر ہوئی۔ ورنہ ابن عمرؓ ہوں یا کوئی دوسرے صحابی ان کی فضیلت کا کوئی منکر نہیں ہے۔

حدیث(۳۴۳۲) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُوْهِبٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمُ قَالُوْا هٰؤُلَآءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَؓ اِنِّيْ سَآئِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِيْ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَؓ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَّلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ. اَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهٗ كَانَتْ تَحْتَهٗ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَؓ لَبَعَثَهٗ مَكَانَهٗ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَؓ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَاذَهَبَ عُثْمَانُؓ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَؓ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَؓ اذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ.

ترجمہ۔ حضرت عثمان بن موہبؒ فرماتے ہیں کہ مصر والوں کا ایک آدمی آیا اس نے بیت اللہ کا حج ادا کیا۔ کچھ لوگوں کا مجمع بیٹھا دیکھا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں۔ پوچھا یہ شیخ کون ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ تو کہنے لگے اے ابن عمرؓ! میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں مجھے صحیح صحیح بتلاؤ کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت عثمانؓ احد کی لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! کہنے لگا یہ بھی آپ کو علم ہے کہ وہ بدر کی لڑائی سے بھی غائب رہے اور اس میں حاضر نہیں ہوئے۔ انہوں نے ہاں میں جواب دیا۔ پھر وہ بولا کہ وہ بیعت رضوان سے بھی غائب رہے۔ اور حاضر نہیں ہوئے اس کا بھی ہاں میں جواب دیا تو وہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اپنی کامیابی کا اظہار کر رہا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا آؤ اب میں ان کی وجہ بیان کرتا ہوں ان کا غزوہ احد سے بھاگنا واقعی غلطی ہے مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر چکے ہیں اور ان کی بخشش بھی کر دی ہے۔ اب کون ان پر اعتراض کرنے والا ہے۔ رہ گیا بدر کی لڑائی سے غائب رہنا سو اس کی وجہ یہ ہوئی کہ بی بی رقیہ بنت رسول اللہ ان کے نکاح میں تھیں۔ وہ بیمار تھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کی تیمارداری میں رہو تمہیں اس شخص کا ثواب ملے گا جو بدر میں حاضر ہوا اور انہیں حصہ بھی غنیمت سے ملا۔ رہا بیعت الرضوان سے ان کا غیر حاضر رہنا تو سنو اگر وادئ

مکہ میں کوئی اور شخص حضرت عثمانؓ سے زیادہ عزت والا ہوتا تو ان کی بجائے اسے آپ بھیجتے۔ پس آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا۔ اور بیعت الرضوان تو آپؐ کے مکہ معظمہ چلے جانے کے بعد عمل میں آئی۔ مزید برآں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ پھر اس کو اپنے بائیں ہاتھ پر مارا۔ پھر فرمایا کہ یہ عثمانؓ کی طرف سے بیعت ہوگئی۔ بعد ازاں ابن عمرؓ نے فرمایا اب ان جوابات کو اپنے ساتھ لئے پھرتے رہو۔ پروپیگنڈہ نہ کرو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ سائل اہل مصر میں سے تھا جو ناصبی تھا جس نے حضرت عثمانؓ پر تین اعتراض کئے۔ جن کے جوابات حضرت ابن عمرؓ نے وافی کافی شافی دیئے۔ اور معافی کا اعلان لقد عفا الله عنهم سے کیے اور دوسرے جواب میں یہ بتلایا کہ وہ اگرچہ غائب تھے تو ان کو اخروی فائدہ حصول ثواب کا ہوا۔ دنیوی فائدہ کہ مال غنیمت میں سے حصہ ملا۔ تیسرے جواب کا خلاصہ یہ ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کی تو وہ ہاتھ تو خود حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے بڑھ کر ہوا۔ یہ فضیلت اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

حدیث(۳۴۳۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ اَنَّ اَنَسًاؓ حَدَّثَهُمْ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحُدًا وَّمَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍؓ وَّعُمَرُؓ وَعُثْمَانُؓ فَرَجَفَ وَقَالَ اسْكُنْ اُحُدُ اَظُنُّهٗ ضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَلَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ نے حدیث بیان کی فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ عمرؓ او رعثمانؓ بھی تھے تو وہ پہاڑ تو کانپنے لگا خوشی کی وجہ سے۔ آپؐ نے فرمایا اواحد اساکن ہوجا۔ میرا گمان ہے کہ آپؐ نے اپنا پاؤں بھی اس پر مارا۔ فرمایا دیکھو تم پر نبی۔ صدیق۔ اور دو شہید ہیں۔ تمہیں تو باوقار رہنا چاہیے۔ ؎ بادہ نوشیدی و مست نہ گردی مردی (شعر از مرتب)

تو ترجمہ کے مطابق شہیدان کے لفظ سے ہوگی کیونکہ اس سے مراد حضرت عمرؓ اور عثمانؓ ہیں۔

بَابُ قِصَّةِ الْبَيْعَةِ وَالْاِتِّفَاقِ عَلٰى عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَؓ
وَفِيْهِ مَقْتَلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد بیعت کا قصہ اور عثمان بن عفانؓ پر اتفاق کرنا اور حضرت عمر بن الخطابؓ کی شہادت کیسے ہوئی۔

حدیث(۳۴۳۴) حَدَّثَنَا مُوْسَى ابْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ قَبْلَ اَنْ يُّصَابَ بِاَيَّامٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِؓ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كَيْفَ فَعَلْتُمَا اَتَخَافَانِ اَنْ تَكُوْنَا قَدْ حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَالَا تُطِيْقُ قَالَا حَمَّلْنَاهَا اَمْرًا هِيَ لَهٗ مُطِيْقَةٌ مَا فِيْهَا كَبِيْرُ فَضْلٍ قَالَ انْظُرَا اَنْ تَكُوْنَا حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَالَا تُطِيْقُ قَالَ قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُؓ لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ لَاَدَعَنَّ اَرَامِلَ اَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ اِلٰى رَجُلٍ بَعْدِيْ اَبَدًا قَالَ فَمَا اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى اُصِيْبَ قَالَ اِنِّيْ لَقَائِمٌ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ اِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍؓ غَدَاةَ اُصِيْبَ وَكَانَ اِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ قَالَ اسْتَوُوْا حَتّٰى اِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ فَكَبَّرَ وَرُبَّمَا قَرَاَ سُوْرَةَ يُوْسُفَ اَوِ النَّحْلَ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فِي الرَّكْعَةِ

الاُولٰى حتّٰى يَجتمعَ النّاسُ فما هو الّا انْ كبّر فسمعتُه يقولُ قتلني او اكلني الكلبُ حين طعنه
فطار العِلجُ بسكّينٍ ذاتِ طرفينِ لا يمرُّ على احدٍ يمينًا وشمالًا الّا طعنه حتّٰى طعن ثلثةَ عشرَ رجلًا
مات منهم سبعةٌ فلمّا راٰى ذٰلک رجلٌ من المسلمين طرح عليه بُرنُسًا فلمّا ظنّ العِلجُ انّه ماخوذٌ
نحر نفسه وتناول عمرؓ يدَ عبدِالرّحمٰنِ بنِ عوفٍؓ فقدّمه فمن يلي عمرَؓ فقد راٰى الّذي ارٰى وامّا
نواحي المسجدِ فانّهم لا يدرون غير انّهم قد فقدوا صوتَ عمرَؓ وهم يقولون سبحان اللّٰه سبحان
اللّٰه فصلّى بهم عبدُ الرّحمٰنِ صلاةً خفيفةً فلمّا انصرفوا قال يا ابنَ عبّاسٍؓ انظر من قتلني فجال
ساعةً ثمّ جاء فقال غلامُ المغيرةِ قال الصَّنَعُ قال نعم قال قاتله اللّٰه لقد امرتُ به معروفًا الحمدُ
للّٰه الّذي لم يجعل منيّتي بيدِ رجلٍ يدّعي الاسلامَ قد كنتَ انتَ وابوک تحبّانِ انْ تكثرَ العُلوجُ
بالمدينةِ وكان اكثرَهم رقيقًا فقال انْ شئتَ فعلتُ اي انْ شئتَ قتلنا قال كذبتَ بعد ما تكلّموا
بلسانكم وصلّوا قبلتكم وحجّوا حجّكم فاحتُمِلَ الى بيتِه فانطلقنا معه وكان النّاسُ لم تصبهم
مصيبةٌ قبل يومئذٍ فقائلٌ يقول لا باس وقائلٌ يقول اخاف عليه فاُتِيَ بنبيذٍ فشربه فخرج من جوفِه
ثمّ اُتِيَ بلبنٍ فشربه فخرج من جرحِه فعلموا انّه ميّتٌ فدخلنا عليه وجاء النّاسُ يُثنون عليه وجاء
رجلٌ شابٌّ فقال ابشر يا اميرَ المؤمنين ببشرى اللّٰه لک من صحبةِ رسولِ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه
وسلّم وقدمٍ في الاسلامِ ما قد علمتَ ثمّ وُلّيتَ فعدلتَ ثمّ شهادةٌ قال وددتُ انّ ذٰلک كفافًا
لا عليّ ولا لي فلمّا ادبر اذا ازارُه يمسُّ الارضَ قال ردّوا عليّ الغلامَ قال ابنَ اخي ارفع ثوبک
فانّه ابقٰى لثوبک واتقٰى لربّک يا عبدَ اللّٰه بنَ عمرَؓ انظر ما عليّ من الدَّين فحسبوه فوجدوه
ستّةً وثمانين الفًا او نحوه قال انْ وفٰى له مالُ آلِ عمرَؓ فادِّه من اموالهم والّا فسل في بني عديّ
بنِ كعبٍ فانْ لم تفِ اموالُهم فسل في قريشٍ ولا تعدُهم الى غيرهم فادِّ عنّي هٰذا المالَ انطلق
الى عائشةَؓ امِّ المؤمنين فقل يقرأُ عليک عمرُ السّلامَ ولا تقل اميرُ المؤمنين فانّي لستُ اليومَ
للمؤمنين اميرًا وقل يستاذن عمرُ بنُ الخطّابِؓ انْ يُدفن مع صاحبيه فسلّم واستاذن ثمّ دخل
عليها فوجدها قاعدةً تبكي فقال يقرأُ عليک عمرُ بنُ الخطّابِ السّلامَ ويستاذن انْ يُدفن مع
صاحبيه فقالت كنتُ اريده لنفسي ولاُوثرنّه به اليومَ على نفسي فلمّا اقبل قيل هٰذا عبدُ اللّٰه بنُ
عمرَؓ قد جاء قال ارفعوني فاسنده رجلٌ اليه فقال ما لديک قال الّذي تحبُّ يا اميرَ المؤمنين
اَذِنَتْ قال الحمدُ للّٰه ما كان من شيءٍ اهمَّ اليّ من ذٰلک فاذا انا قضيتُ فاحملوني ثمّ سلِّم فقل
يستاذن عمرُ بنُ الخطّابِؓ فانْ اذنتْ فادخلوني وانْ ردّتني ردّوني الى مقابرِ المسلمين وجاء

ت أم المؤمنين حفصةؓ والنساء تسير معها فلما رأيناها قمنا فولجت عليه فبكت عنده ساعة
واستأذن الرجال فولجت داخلا لهم فسمعنا بكاءها من الداخل فقالوا أوص يا أمير المؤمنين
استخلف قال ما أجد أحق بهذا الأمر من هؤلاء النفر أو الرهط الذين توفي رسول الله صلى الله
عليه وسلم وهو عنهم راض فسمى عليا وعثمان والزبير وطلحة وسعدا وعبد الرحمن وقال
يشهدكم عبد الله بن عمر وليس له من الأمر شيء كهيئة التعزية له فإن أصابت الإمرة سعدا فهو
ذاك وإلا فليستعن به أيكم ما أمر فإني لم أعزله عن عجز ولا خيانة وقال أوصي الخليفة من
بعدي بالمهاجرين الأولين أن يعرف لهم حقهم ويحفظ لهم حرمتهم وأوصيه بالأنصار خيرا
الذين تبوؤا الدار والإيمان من قبلهم أن يقبل من محسنهم وأن يعفى عن مسيئهم وأوصيه بأهل
الأمصار خيرا فإنهم ردء الإسلام وجباة المال وغيظ العدو وأن لا يؤخذ منهم إلا فضلهم عن
رضاهم وأوصيه بالأعراب خيرا فإنهم أصل العرب ومادة الإسلام أن يؤخذ من حواشي أموالهم
وترد على فقرائهم وأوصيه بذمة الله وذمة رسوله صلى الله عليه وسلم أن يوفى لهم بعهدهم
وأن يقاتل من ورائهم ولا يكلفوا إلا طاقتهم فلما قبض خرجنا به فانطلقنا نمشي فسلم عبد الله
بن عمرؓ قال يستأذن عمر بن الخطابؓ قالت أدخلوه فأدخل فوضع هنالك مع صاحبيه فلما
فرغ من دفنه اجتمع هؤلاء الرهط فقال عبد الرحمن اجعلوا أمركم إلى ثلاثة منكم فقال الزبير
قد جعلت أمري إلى عليؓ فقال طلحةؓ قد جعلت أمري إلى عثمانؓ وقال سعدؓ قد جعلت أمري
إلى عبد الرحمن بن عوفؓ فقال عبد الرحمن أيكما تبرأ من هذا الأمر فنجعله إليه والله عليه
والإسلام لينظرن أفضلهم في نفسه فأسكت الشيخان فقال عبد الرحمن أفتجعلونه إلي والله
علي أن لا آلو عن أفضلكم قالا نعم فأخذ بيد أحدهما فقال لك قرابة من رسول الله صلى
الله عليه وسلم والقدم في الإسلام ما قد علمت فالله عليك لئن أمرتك لتعدلن ولئن أمرت
عثمانؓ لتسمعن ولتطيعن ثم خلا بالآخر فقال له مثل ذلك فلما أخذ الميثاق قال ارفع يدك
يا عثمانؓ فبايعه فبايع له عليؓ وولج أهل الدار فبايعوه.

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن میمونؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو مدینہ منورہ میں شہادت سے پہلے چند دن دیکھا کہ وہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور عثمان بن حنیفؓ کے پاس جا کر ٹھہرے اور ان سے پوچھا کہ تم کو جو میں نے اہل عراق کی طرف محصل بنا کر بھیجا تو تم نے وہاں کیسے عمل کیا اجمالی طور پر پوچھا کہ تم نے زمین کی برداشت سے زیادہ محصول تو نہیں لگایا جس کی زمین میں صلاحیت نہ ہو۔ تو ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم نے زمین کی برداشت اور صلاحیت کے مطابق محصول لگایا اس میں کوئی بڑی زیادتی نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا پھر بھی دوبارہ غور کرلو

کہ کہیں تم نے زمین کی برداشت سے زیادہ محصول تو نہیں لگایا ان دونوں نے کہا ہم غور وفکر کے بعد کہہ رہے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا کہ برداشت سے باہر ہو۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحیح وسالم رکھا تو میں عراق والوں کے فقراء اور مساکین کو اس حال میں چھوڑ دوں گا کہ وہ میرے بعد کبھی کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد مشکل سے چار دن گزرے ہوں گے کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں صبح کی نماز کی صف میں کھڑا تھا کہ میرے اور حضرت عمرؓ کے درمیان صرف ابن عباسؓ کا فاصلہ تھا جس دن آپ پر مصیبت آئی۔ اور حضرت عمرؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب نماز کی دوصفوں کے درمیان سے گزرتے تھے تو انہیں فرماتے تھے ٹھیک ٹھیک برابر کھڑے ہو جاؤ یہاں تک جب انہیں صفوں کے اندر کوئی خرابی نظر نہ آئی تو آگے بڑھے تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دی بسا اوقات وہ سورۂ یوسف یا سورہ نحل یا اس قسم کی کوئی سورۃ صبح کی پہلی رکعت میں پڑھتے تھے تا کہ لوگ جماعت میں شامل ہو سکیں۔ پس عادت کے مطابق انہوں نے تکبیر کہی تھی کہ میں نے انہیں کہتے سنا کہ مجھے کسی کتے نے قتل کر دیا۔ یا کھا لیا جب کہ وہ زخمی ہو گئے دو دھاری خنجر لے کر وہ کافر غلام اڑ پڑا۔ یعنی جلدی کی دائیں بائیں جس مسلمان کے پاس سے اس کا گزر ہوا اسے اس نے زخمی کر دیا یہاں تک کہ تیرہ آدمی زخمی ہو گئے جس میں سے سات نے تو دم توڑ دیا مسلمانوں میں سے کسی آدمی نے جب یہ ماجرہ دیکھا تو اس نے اپنی لمبی چادر اس پر ڈال دی جب اس عجمی غلام کو یقین ہو گیا کہ وہ پکڑا گیا ہے تو اس نے اپنے سینہ میں چھرا مار کر خودکشی کر لی حضرت عمرؓ نے زخمی حالت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑا پس اسے آگے کر دیا۔ جو لوگ حضرت عمرؓ کے آس پاس کھڑے تھے انہوں نے یہ سب ماجرہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ لیکن جو لوگ مسجد کے کناروں میں کھڑے تھے ان کو اور تو کچھ معلوم نہ ہوسکا سوائے اس کے انہیں حضرت عمرؓ کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہے تھے سبحان اللہ سبحان اللہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان کو ہلکی پھلکی نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباسؓ دیکھو! مجھے کس نے قتل کیا۔ وہ کچھ وقت گھوم پھر کر واپس آئے کہ حضرت مغیرہؓ کے غلام نے قتل کیا ہے۔ فرمایا وہ کاریگر۔ انہوں نے بتلایا کہ ہاں وہی۔ فرمایا اللہ اسے مارے میں نے تو اسے ایک اچھی بات کا حکم دیا تھا پس اللہ کا شکر ہے کہ میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوئی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو فرمایا اے ابن عباسؓ تو اور تیرا باپ عباسؓ چاہتے تھے کہ ایسے عجمی غلاموں کی مدینہ میں کثرت ہونی چاہیے اور حضرت عباسؓ کے بہت سے غلام تھے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا اگر آپ چاہیں تو ہم ان غلاموں کو قتل کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو نے ٹھیک نہیں کیا۔ بعد اس کے کہ وہ تمہاری زبان عربی میں کلام کرتے ہیں یا تمہارے جیسا کلمہ پڑھتے ہیں۔ تمہارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اور تمہارے حج جیسے احکام حج ادا کرتے ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمان عجمیوں کو تو کسی طرح قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور ابن عباسؓ کا منشاء یہ تھا کہ کافر عجمی کو قتل کر دیا جائے بہر حال حضرت عمرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لایا گیا۔ ہم لوگ بھی ان کے ساتھ جلوس میں چلے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں کو اس سے پہلے آج کے دن جیسی مصیبت نہیں پہنچی۔ بعض لوگ کہہ رہے تھے میاں کوئی فکر کی بات نہیں ہے ٹھیک ہو جائیں گے۔ کچھ کہتے تھے کہ ہمیں تو ان میں موت کا خطرہ ہے۔ خیر! آپ کے لئے جوس لایا گیا جسے آپ نے پیا لیکن وہ تو ان کے اندر سے ہو کر باہر نکل آیا پھر دودھ لایا گیا وہ پلایا گیا تو وہ بھی ان کے پیٹ سے باہر نکل آیا۔ لوگوں نے پہچان لیا کہ اب نہیں بچ سکتے ان کی وفات ہو جائے گی۔ ہم لوگ بھی آپ کے پاس گئے اور دوسرے لوگ بھی آئے جو ان کی مدح وثنا بیان کرنے لگے ایک نوجوان آیا کہنے لگا امیر المؤمنین! آپ کو اللہ کی بشارت پر خوش ہونا چاہیے کیونکہ آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی۔ اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ پھر آپ والی بنائے گئے۔ تو آپ نے عدل وانصاف قائم کر دیا پھر آخر میں آپ کو یہ شہادت کا درجہ نصیب ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے تو یہ بھی پسند ہے کہ یہ سب کچھ میرے لئے پورا سورا ہو جائے کہ نہ میرے خلاف پڑے اور نہ میرے حق میں پڑے۔ پس

جب وہ نوجوان پیٹھ پھیر کر چلا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کی چادر یعنی لنگی نیچے لٹک کر زمین کو چھو رہی ہے۔ حکم دیا کہ اس نوجوان کو میرے پاس واپس بلالو جب وہ آیا تو اس سے فرمایا اے میرے بھتیجے! اپنے کپڑے کو زمین سے اونچا رکھو کیونکہ یہ تیرے کپڑے کے لئے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہوگا۔ اور تیرے لئے رب کی پرہیزگاری کا ذریعہ ہوگا۔ اے عبداللہ بن عمرؓ دیکھو میرے اوپر کتنا قرضہ ہے۔ جس کا انہوں نے حساب لگایا تو وہ چھیاسی ۸۶ ہزار یا اس کے لگ بھگ تھا۔ فرمایا اگر حضرت عمرؓ کے اور اس کے اہل وعیال کے مال سے پورا ہو جائے تو ان کے مال سے ادا کر دینا ورنہ اگر پورا نہ ہو تو پھر میرا قبیلہ بنی عدی بن کعب سے مانگ لینا۔ اگر ان کے اموال سے بھی پورا نہ ہو تو پھر قریش سے مانگنا۔ ان کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ جانا بہر حال میری طرف سے یہ مال ادا کر دینا پھر فرمایا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے پاس جانا ان سے کہنا کہ حضرت عمرؓ سلام پڑھتے ہیں۔ یاد رکھنا امیر المؤمنین نہ کہنا کیونکہ میں آج سے مؤمنوں کا امیر نہیں رہا۔ اور ان سے کہنا کہ عمر بن الخطابؓ اجازت طلب کرتے ہیں کہ انہیں ان کے دونوں ساتھیوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ دفن کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے سلام کیا اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ بیٹھی رو رہی ہیں تو یہ بولے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ آپ پر سلام پڑھتے ہیں اور اپنے صاحبین کے ساتھ دفن ہونے کی آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اس جگہ کا ارادہ تو میرا اپنا تھا لیکن آج میں حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں پس جب وہ واپس آئے تو حضرت عمرؓ کو بتلایا گیا کہ عبداللہ بن عمرؓ آگئے ہیں آپ نے فرمایا مجھے اونچا اٹھا کر بٹھا دو تو ایک آدمی نے اپنے سہارے پر بٹھا دیا پوچھا کیا خبر ہے فرمایا اے امیر المؤمنین! جو آپ چاہتے تھے وہی ہوا کہ انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ فرمایا الحمد للہ! مجھے اس کی زیادہ فکر تھی کہ جس وقت میری روح پرواز کر جائے تو پھر مجھے اٹھا کر لے جانا پھر سلام کہنا پھر کہنا کہ عمر بن الخطابؓ اجازت طلب کرتا ہے۔ اگر اجازت میرے لئے دوبارہ ہو جائے تو پھر مجھے ان کے ہمراہ قبر میں داخل کر دینا اگر وہ مجھے رد کر دیں تو پھر مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ حضرت ام المؤمنین ان کی بیٹی حفصہؓ تشریف لائیں تو ان کے ہمراہ اور عورتیں بھی چل رہی تھیں جب ہم نے ان کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ پر ٹوٹ پڑیں۔ اور کچھ عرصہ ان کے پاس روتی رہیں اور مردوں نے اجازت مانگی تو آپ ان مردوں کی خاطر جلدی اندر گھس گئیں۔ اندر سے ہم نے ان کے رونے کی آواز سنی تو لوگوں نے حضرت عمرؓ سے آ کر کہا کہ اے امیر المؤمنین! خلیفہ بنانے کے بارے میں وصیت فرمائیں۔ فرمایا اس خلافت کے معاملہ کے لئے میں ان چھ حضرات سے زیادہ کسی کو حقدار نہیں سمجھتا یا فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک ان سے راضی ہو کر گئے۔ پھر ان چھ حضرات کی کمیٹی کے نام گنوائے۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ فرمایا حضرت عبداللہ بن عمرؓ تمہاری اس مجلس میں بطور تسلی اور عزاداری کے وہ حاضر تو ہو سکتے ہیں لیکن خلافت میں سے کسی چیز کے حقدار نہیں ہیں اگر امارت حضرت سعدؓ کے حصہ میں آجائے تو وہ اس کے لائق ہیں ورنہ جو شخص بھی امیر بنایا جائے وہ ان سے مدد لے سکتا ہے۔ کیونکہ میں نے ان کو کسی بے بسی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ صرف کوفہ والوں کی شکایت پر معزول کیا تھا۔ اور فرمایا اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین اولین کا بطور خاص خیال رکھے۔ ان کے حقوق کی رعایت کرے اور ان کی عزت واحترام کی حفاظت کرے اور انصار کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں۔ جنہوں نے مسلمانوں کو مکانوں کی سہولت بہم پہنچائی کیونکہ وہ ہجرت سے پہلے مدینہ میں مقیم تھے۔ اور ان مہاجرین سے پہلے انہوں نے ایمان کو لازم پکڑا ان کی بھلائیوں کو قبول کیا جائے۔ اور ان کی برائیوں سے درگزر کیا جائے۔ البتہ حدود اور حقوق العباد میں پکڑے جا سکتے ہیں۔ اور شہری آبادی کے لئے بھی خیر کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ لوگ اسلام کے مددگار ہیں۔ اور مال جمع کرنے والے ہیں اور دشمنوں کیلئے غیظ وغضب کا باعث ہیں۔ ان شہر والوں سے ان کی رضامندی کے ساتھ ہی ان سے بچت کا

چندہ لیا جائے اور دیہاتیوں کے متعلق بھی خیر و بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ اصل عرب یہی لوگ ہیں اور اپنے لشکر اور مال سے تقویت پہنچانے والے ہیں۔ گویا کہ یہ لوگ اسلام کا مواد ہیں۔ ان کے اموال ظاہرہ پر ان سے لیا جائے۔ اور پھر انہی کے فقراء اور مساکین پر اس کو خرچ کیا جائے۔ اور اس خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری نبھانے کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ ذمی اور معاہد لوگوں سے ان کے عہد و پیمان کو پورا کیا جائے اور ان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کے لئے لڑائی تک کرنے سے گریز نہ کرے۔ اور جزیہ لینے میں ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ پس جب حضرت عمرؓ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو ہم ان کے جنازہ کو لے کر باہر نکلے ہم آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ پس حسب وصیت حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ پر سلام کیا۔ اور کہا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ دوبارہ اجازت طلب کرتے ہیں۔ فرمایا ان کو روضہ میں داخل کردو۔ پس ان کو حجرۂ عائشہؓ میں داخل کیا گیا اور انہیں اس جگہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ رکھ دیا گیا پس جب ان کے دفن سے فراغت ہوئی تو یہ کمیٹی کے حضرات جمع ہوئے جن کے کنوینر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ بھائی اختلاف سے بچنے کے لئے تم لوگ اپنا اختیار تین آدمیوں کو دے دو۔ تو حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنا ووٹ (اختیار) حضرت علیؓ کو دے دیا۔ حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنا اختیار حضرت عثمانؓ کے سپرد کر دیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنا اختیار حضرت عبدالرحمٰن عوفؓ کو دے دیا پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ اب تم دو میں سے کون اپنے آپ کو اس خلافت کے معاملہ سے بیزار کرتا ہے۔ تاکہ پھر ہم اس کے متعلق سوچ سکیں اللہ اس پر نگہبان ہو۔ اور قدیم اسلام کا لحاظ کرتے ہوئے دیکھے کہ اس کے اعتقاد کے مطابق ان میں سے افضل کون ہے پس شیخان یعنی حضرت عثمانؓ اور علیؓ تو خاموش کرا دیئے گئے یا وہ خود خاموش رہے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ پھر اس کا اختیار مجھے دے دو۔ اللہ نگہبان ہے۔ کہ میں تمہارے میں سے افضل کے بارے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ چنانچہ ان حضرات نے ہاں کہہ کر جواب دیا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان دو میں سے ایک یعنی حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت و رشتہ داری بھی ہے۔ اور اسلام میں بھی آپ قدیم ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ پس اللہ کو گواہ بنا کر بتاؤ کہ اگر میں نے آپ کو امیر بنا دیا تو کیا آپ عدل و انصاف قائم کریں گے اور اگر میں نے عثمانؓ کو امیر بنا دیا تو کیا آپ ان کا کہنا سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے۔ پھر دوسرے کو الگ لے جا کر اس طرح گفتگو ان سے بھی کی۔ جب ان میں سے ہر ایک سے عہد پیمان لے لیا تو فرمایا اے عثمانؓ اپنا ہاتھ اونچا کرو پس حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان کی بیعت کی پھر علیؓ نے بھی ان کی بیعت کی اور مدینہ والے ٹوٹ پڑے اور ان سب نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ما بینی وبینہ الا عبداللہ بن عباسؓ یعنی میں دوسری صف میں تھا۔ اور عبداللہ بن عباس پہلی صف میں تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس وقت تک تکبیر نہیں کہتے تھے جب تک پہلی صف کو خود نہ دیکھ لیتے۔ اگر کوئی شخص پہلی صف میں آگے پیچھے ہوتا تو اسے درہ مارتے تھے۔ اس لئے ان کی ہیبت کی وجہ سے میں صف اول میں نہ کھڑا ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ تناول عمر ید عبدالرحمن ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے اسی نماز کو مکمل کیا نئے سرے سے نماز شروع نہیں کی تو پھر تقدیم اور استخلاف سے پہلے جو حضرت عمرؓ نے کلام فرمایا اس سے اعتراض ہوگا کہ یہ نماز میں کیسے صحیح ہوا۔ جواب یہ ہے کہ یہ راویوں کا تصرف ہے یا کلام کرنے سے پہلے انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو خلیفہ بنا لیا۔ اور یہ جواب نہیں دیا جا سکتا کہ انہوں نے نئے سرے سے نماز شروع کی اور پہلی نماز پر بنا نہیں کی۔ کیونکہ اس صورت میں مقتدیوں کی نماز کا فساد لازم آئے گا۔ جنہوں نے اپنی نماز کا استیناف نہیں کیا بلکہ پہلی تحریمہ پر باقی رہے لہذا پہلے دو جواب صحیح ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے اپنی دقت نظر اور جزئیات فقہیہ کو سامنے رکھتے ہوئے کیا باریک توجیہ بیان کی ہے شراح بخاری

میں سے کسی نے اس کو بیان نہیں کیا۔اور یہ مسئلہ خود احناف کے ہاں بھی اختلافی ہے۔ چنانچہ صاحب البدائع فرماتے ہیں کہ نماز کی حالت میں اگر کسی کو بندوق کی گولی لگے یا کوئی پتھر مار کر نمازی کو زخمی کر دے۔ سر پھوڑ دے۔ تو طرفین فرماتے ہیں بناء جائز نہیں رہی۔امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ بنا کر سکتا ہے۔ان کا استدلال حضرت عمرؓ کے اس حادثہ فاجعہ سے ہے۔ کیونکہ یہ حدث بے اختیار ہوا جو حدث سماوی کی طرح ہوگا۔اور خود بخود خون کا نکلنا ہوگا۔ کسی نے بہایا نہیں تو یہ نکسیر کے مشابہ ہوگا۔ طرفین فرماتے ہیں یہ حدث سماوی نہیں۔اس کے وقوع میں عباد کا دخل ہے۔اور ایسا حدث فی الصلوۃ نادر الوقوع ہوتا ہے۔لہذا محض قیاس پر عمل کیا جائے گا۔حدیث عمرؓ کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ استخلاف نماز شروع کرنے سے پہلے تھا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ قتلی الکلب من یصلی بالناس ثم قال تقدم یا عبد الرحمن فرمایا مجھے کسی کتے نے قتل کر دیا۔اب لوگوں کو کون نماز پڑھائے گا۔اے عبدالرحمٰن تم آگے بڑھو۔تو ایسا کلام بناء صلوۃ سے مانع نہیں ہے۔اور حاکمؒ نے نقل کیا ہے کہ نماز کو دوبارہ پڑھا گیا۔ چنانچہ طبری نے روایت کیا ہے کہ صفیں سیدھی ہو چکی تھیں۔ حضرت عمرؓ تکبیر کہہ کر نماز شروع کر چکے تھے کہ ابو لولو آیا جس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔اس نے اس کے چھ وار کیئے۔ ہتھیار کی حرارت محسوس کر کے حضرت عمرؓ گر پڑے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جنہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔ ظاہر سیاق بخاری سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ استیناف نہیں ہوا۔اسی پر بناء کی گئی جس پر کسی نے نکیر نہیں کیا لہذا بناء صحیح ہوگی جس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا بنا بریں نہ امام کی نماز فاسد ہوگی اور نہ مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگی یہی سفیان ثوریؒ۔اوزاعیؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وصلو اقبلعکم قاتل ابو لو لوٗ ابھی تک مجوسی تھا مگر ابن عباسؓ نے عجمی غلاموں میں سے مؤمنین اور کافرین سب کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی کیونکہ فتنہ کا خطرہ تھا ایسے موقعہ پر تعزیراً اور سیاسۃً قتل کرنا جائز ہوتا ہے اگرچہ جرم کوئی بھی نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت مغیرہؓ کا غلام ابو لولوٗ ابھی تک مجوسی تھا جیسا کہ حضرت عمرؓ کے قول سے ثابت ہے کہ شکر ہے کہ مجھے کسی مدعی اسلام نے قتل نہیں کیا۔اور واقعہ یہ ہے جو ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کسی کافر قیدی کو جو بالغ ہو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ والی کوفہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے انہیں لکھا کہ میرے پاس ایک غلام ہے کہ جو لوہار نقاش اور بڑھئی کا کام جانتا ہے جس سے مدینہ والوں کو فائدہ پہنچے گا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کے داخلہ کی اجازت دے دی۔ لیکن اس پر ہر ماہ ایک سو درہم خراج مقرر کر دیا جس کی شدت کی اس نے حضرت عمرؓ کو شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تو کاریگر آدمی ہے جو کئی ہنر جانتا ہے اس کے مقابلہ یہ خراج کچھ نہیں ہے۔ وہ ناراض ہو کر واپس آیا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس سے اس کا گزر ہوا تو آپ نے فرمایا تو کہتا نہیں تھا کہ میں ایسی چکی تیار کروں گا جو ہوا سے چلے گی منہ بگاڑ کر کہنے لگا کہ میں ایسی چکی تیار کروں گا جس کا لوگوں میں چرچا ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ مجھے دھمکی دے رہا ہے۔ استیعاب میں ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ابو لولو مجوسی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ نصرانی تھا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ وہ مجوسی تھا۔

قتل المؤمنین والکافرین جمیعا یہ توجیہ شراح کی توجیہ سے بہتر ہے۔

کلمہ ان اہل الحجاز کے یہاں انحطاط کے معنی میں مستعمل ہے۔ان شئت فعلت معنی میں قتلنا ہم کے ہے۔تو شاید ابن عباسؓ کی مراد ان علوج میں سے کفار کو قتل کرنے کا ارادہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے مسلمان اور کافر سب کو قتل کرنے کا سمجھا اس لئے تعجب کا اظہار کیا کہ مسلمان کو کیسے قتل کیا جا سکتا ہے۔

تعزیرا او سیاسۃ ابن عابدین نے اس کی تصریح کی ہے اور اسی سیاست پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اشارہ کو حمل کیا ہے۔ کہ اگر شارب خمر چوتھی دفعہ شراب پیئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ تعزیراً اور سیاسۃً قتل ہوگا۔ اور وہ چور جو کئی دفعہ پکڑا ہوا آیا تو آپ نے حکم دیا اسے قتل کر دیا جائے تو یہ بھی سیاسۃً تھا۔

غیر جرم ابن عابدین نے کہا کہ کبھی تعزیر بغیر جرم کے ہوتی ہے۔ جیسے تعزیر مبھی وتہم یا جس سے فتنہ کا خوف ہو۔ تو اسے جلاوطن کیا جائے۔ جیسے حضرت عمرؓ نے نصر بن حجاج کو ملک بدر کیا تھا۔ اور بحر الرائق میں اس کے وجوب پر اجماع امت نقل کیا ہے جیسے ہر وہ معصیت جس میں حد مقرر نہیں ہے۔ جیسے نظر محرم۔ مس محرم اور خلوت محرمہ۔

وان ردتنی فرددنی دوسری مرتبہ اجازت اس لئے طلب کی کہ شاید پہلی مرتبہ انہوں نے شرم وحیاء کی وجہ سے اجازت دے دی ہو۔ رضا اور رغبت قلبی نہ ہو تو دوبارہ پوچھا جائے۔ کتاب الجنائز میں اس کی بحث گزر چکی ہے۔

ما اجد احق بھذا الامر الخ حضرت عمرؓ نے خلافت کا مسئلہ شوریٰ کے سپرد کر دیا حالانکہ انہیں علم تھا کہ خلیفہ میرے بعد عثمانؓ ہوں گے بلکہ ترتیب خلافت کا علم تھا تو یہ سب کچھ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے کیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بعد کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ اور تہمت دفع کرنے کے لئے ایسا کیا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچنے کے لئے کمیٹی بنائی اور اس لئے بھی کہ اگر کوئی خلیفہ امور منکرہ کا مرتکب ہو تو ان پر اعتراض نہ ہو۔ تو شرعاً اور عرفاً اعتراض سے بچ گئے۔

تشریح از شیخ زکریا"۔ اس کی تائید حضرت عمرؓ کے اس قول سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے اکرہ ان اتحملھا حیاً ومیتاً یعنی زندگی اور موت کے بعد میں خلافت کے بوجھ کو اٹھانا پسند نہیں کرتا اور ان چھ کی کمیٹی میں اس وقت حضرت طلحہؓ موجود نہیں تھے بعد میں کمیٹی کے اجلاس میں شامل رہے اور حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت عثمانؓ اور علیؓ کے سوا کوئی نہیں بولا اور حضرت کو الگ الگ بلا کر نصیحت فرمائی اور حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ اگر حکومت تمہیں ملے تو بنو امیہ اور بنو ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ بنو ھاشم کے لوگوں کو گردنوں پر سوار نہ کرنا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ سے فرمایا کہ تم بھی اپنے اقارب کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔

تشریح از شیخ گنگوہی"۔ افتجعلونہ الی چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بوجھ خلافت برداشت کرنے سے بیزاری کا اظہار کر دیا۔ اور حضرت عثمانؓ وعلیؓ خاموش رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے فرمایا کہ مجھے افضل کے نامزد کرنے کا اختیار دیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریا"۔ چنانچہ کتاب الاحکام میں آ رہا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ میں تو خلافت کے معاملہ میں تم سے نہیں جھگڑوں گا۔ لیکن اگر تم چاہو تو تم میں سے افضل کی نامزدگی کر دوں گا۔ اس لئے معاملہ ان کے سپرد کر دیا گیا۔ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے جواب میں فرمایا کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور بعد ازاں اپنی رائے سے اجتہاد کر کے عمل کروں گا۔ حضرت عثمانؓ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے بعد سیرۃ الشیخین کے مطابق فیصلہ کرنے کا کہا تو بدیں وجہ انہیں ترجیح دی گئی اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ جواب حضرت عمرو بن العاصؓ کے مشورہ سے تھا۔ جس کو انہوں نے بعد میں خدعۃ سے تعبیر کیا کہ میرے سے دھوکہ ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہی"۔ فاخذ بید احدھما وہ حضرت علیؓ تھے جن سے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے پہلے گفتگو کی۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے وقت بھی وہ پیچھے رہے تھے۔ چھ ماہ بعد بیعت کی تھی۔ اب بھی خطرہ تھا کہ کہیں دوسری مرتبہ ایسا نہ کریں اس لئے پہلے ان سے پوچھا گیا۔

تشریح از شیخ زکریا"۔ بعض کہتے ہیں کہ خود حضرت عبدالرحمٰنؓ کو حضرت علیؓ سے اپنی ذات پر خطرہ لاحق تھا۔ یا یہ کہ اگر کسی دوسرے کو خلیفہ بنایا گیا تو کہیں یہ سرکشی نہ کر دیں۔

تشریح از شیخ گنگوہی"۔ لرفع بدک یاعثمان الخ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت علیؓ اور عثمانؓ دونوں سے الگ الگ بات کرتے تھے۔ تاکہ کسی کو دوسری کے جواب کا علم نہ ہو سکے۔ دوسری وجہ ترجیح عثمانؓ کی یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عثمانؓ خلافت کے معاملہ سے

سخت کراہت رکھتے تھے۔اور حضرت علیؓ اس میں رغبت رکھتے تھے۔لیکن جب قتل عثمانؓ کے بعدان کی نوبت آئی تو اس وقت وہ سخت کراہت کرنے والے تھے۔اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امارت سے سخت کراہت کرنے والے پر جو بوجھ آپڑے تو ہمت کر کے نباہنا چاہئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چنانچہ خود حدیث باب کیف یبایع الامام الناس میں حدیث آرہی ہے اس کے آخری الفاظ ہیں قام علی من عنده وهو علی طمع حافظؒ فرماتے کہ طمع اس بات کی تھی کہ وہ انہیں والی بنائیں گے۔اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں ایسا کوئی اشارہ نہیں ملتا تھا کیونکہ طبری میں ہے کہ مبایعۃ عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا فصبر جمیل واللہ المستعان اور مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا تھا کہ ہم خلافت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھتے۔بالفرض اگر آپؐ نے ہمیں روک دیا تو پھر کبھی ہمیں خلافت نہیں ملے گی۔اس لئے محرومی کے خوف سے میں آپؐ سے سوال نہیں کرتا۔حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بھی متقاضی رہے تو اب تو بطریق اولیٰ متقاضی ہوں گے۔اور اللہ تعالیٰ سے انصاف کے طلب گار رہے اس لئے ان تین مرتبہ میں ان کو خلافت نہ ملی۔اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب ان کا تقاضا نہیں تھا بلکہ جبراً پکڑ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو اب چوتھی مرتبہ ان کے خلافت سپرد ہوئی۔چنانچہ کتب سیر میں ہے کہ قتل عثمانؓ کے بعد اپنے گھر چلے گئے۔دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ گئے۔لوگوں نے دروازہ توڑ کر حضرت علیؓ سے مطالبہ کیا کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے۔اب مسلمانوں کے لئے کسی خلیفہ کا ہونا ضروری ہے۔اور ہم آپ سے زیادہ کسی کو حق دار نہیں سمجھتے۔حضرت علیؓ انکار کرتے رہے۔کبار مہاجرین اور انصار نے بڑی ردّ وکد کے بعد ان کو خلافت قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔حتیٰ کہ مہاجرین کے وفد میں حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بھی تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یبنون علیه ابن سعد میں ہے کہ پہلے پہلے صحابہ کرامؓ داخل ہوئے پھر اہل مدینہ بعد ازاں اہل شام پھر اہل عراق۔ پس جب بھی کوئی قوم آپ کے پاس جاتی تو وہ روتے ہوئے اور تعریف وثنا کرتے ہوئے واپس ہوتے۔

مع صاحبیه قبور ثلاثہ کی ترتیب میں بہت اختلاف ہے۔اکثر حضرات یہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی قبر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پیچھے ہے۔اور حضرت عمرؓ کی قبر حضرت ابوبکرؓ کی قبر کے پیچھے ہے۔اور بعض کہتے ہیں کہ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو قبلہ کی جانب ہے اور آپ کے کندھوں کے برابر حضرت ابوبکرؓ کی قبر ہے۔اور ابوبکرؓ کے کندھوں کے سامنے قبر عمرؓ ہے۔اور بھی اقوال ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ

ترجمہ۔حضرت علی بن ابی طالبؓ ابوالحسن قریشی ہاشمی کے فضائل کے بارے میں ہے۔

الْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ اَبِی الْحَسَنِ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ وَقَالَ عُمَرُؓ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ.

ترجمہ۔جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تو میرے سے ہے اور میں تیرے سے ہوں اور حضرت عمرؓ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو وہ ان سے راضی تھے۔

حدیث(۳۴۳۵)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی يَدَيْهِ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْا اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍؓ

فَقَالُوْا يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاْتُوْنِي بِهٖ فَلَمَّا جَآءَ بَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَالَهٗ فَبَرَأَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل صبح جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا۔ تو لوگوں نے ساری رات اس سوچ بچار میں گزار دی کہ دیکھیں جھنڈا کس کو عطا ہوتا ہے پس جب لوگوں نے صبح کی تو صبح سویرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سب کو یہی امید تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے گا۔ تو آپؐ نے پوچھا علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ حضرت یارسول اللہ! انکی تو دونوں آنکھیں دکھتی ہیں آپؐ نے فرمایا اس کے پاس قاصد بھیجو اور اسے میرے پاس لے آؤ۔ پس جب آپ آ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لب مبارک لگایا۔ دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کوئی درد بیماری نہیں ہے۔ تو آپؐ نے جھنڈا انہیں دے دیا۔ جس پر حضرت علیؓ کہنے لگے یارسول اللہ! کیا میں ان یہود خیبر سے اس وقت تک لڑائی جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا نرمی کے ساتھ چلتے رہو یہاں تک کہ جب ان دشمنوں کے میدان میں پہنچ جاؤ تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور اس اسلام میں جو کچھ اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں وہ انہیں بتلاؤ۔ اللہ کی قسم! تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مناقب علیؓ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائب ولطائف میں سے ہے کہ خلافت کی ترتیب اس طرح واقع ہوئی جو شخصیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب میں زیادہ بعید تھی اسے پہلے خلافت ملی اور جو اقرب النسب تھا اس کو بعد میں ملی تو ترتیب میں اقرب نسباً ابعدھم ہوا۔ اور جو ابعد تھا وہ اقرب ہو گیا۔ اور ایسی ہی درمیانی ترتیب بھی واقع ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ دیکھیے حضرت شیخ گنگوہیؒ نے کیا عمدہ بات کہی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اقرب نسباً تھے۔ کہ وہ آپؐ کے چچازاد بھائی تھے ان کو خلافت آخر میں ملی۔ ان کے بعد اقرب عثمانؓ تھے وہ تیسرے نمبر پر رہے۔ حضرت عمرؓ صدیق اکبرؓ سے نسب میں ابعد تھے وہ دوسرے نمبر پر رہے۔ حضرت عمرؓ کعب میں جا کر ملتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ مرۃ میں حضرت عثمانؓ عبد مناف میں اور حضرت علیؓ عبدالمطلب میں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ انت منی ای فی الاخوۃ وقرب المرتبۃ والمظاھرۃ بہ فی امر الدین۔ یہ نہیں کہ حضرت علیؓ آپ کا جزو ہیں۔ ورنہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے نکاح کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد وقوع پذیر ہوئی۔ ذی الحجہ کے آخری ایام تھے اور ۳۵ھ تھا۔ آپ سے بیعت مہاجرین انصار اور سب حاضرینؓ نے کی۔ اور آپ کی بیعت کا اعلان تمام قلمرو اسلامی میں کیا گیا۔ سوائے حضرت معاویہؓ اور اہل شام کے باقی سب نے بیعت کا اعلان کیا۔ نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کے نام خط میں یہی لکھا ہے کہ جن مہاجرین اور انصار نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی ان سب نے میرے ہاتھ پر بیعت کی آپ کا اور میرا رب۔ رسول۔ قرآن۔ قبلہ سب ایک ہیں۔ جھگڑا صرف خون عثمانؓ کے بارے میں ہے واللہ میں ان کے خون سے بری ہوں استحکام سلطنت کے بعد قصاص لیا جائے گا۔ آپ کے خط آنے کے بعد دو ہزار آدمی کھڑے ہو گئے کہ ہم سب قاتل ہیں۔ اس لئے میں مشکل میں ہوں۔

حمر النعم سے مراد سرخ اونٹ ہیں۔ جو اہل عرب کے ہاں نفیس مال شمار ہوتا تھا۔ اور یہ تشبیہ محض افہام کے قریب کرنے کے لئے بتلائی گئی ہے۔ ورنہ آخرت کی قدر یسیر تمام دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہے۔

حدیث (۳۴۳۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا اللّٰهُ فِي صَبَاحِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوْا فَقَالُوْا هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ خیبر کی لڑائی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے آپ کی آنکھوں میں سوزش تھی کہنے لگے افسوس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تو حضرت علیؓ نکل کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راستے میں جا ملے۔ پس جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا یا ایسا آدمی جھنڈا لے گا جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں یا وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح دیں گے پس وہ حضرت علیؓ تھے جن کی ہمیں امید نہیں تھی تو لوگ کہنے لگے یہ حضرت علیؓ ہیں جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کرادیا۔

حدیث (۳۴۳۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ أَبِيْهِ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ فَقَالَ هٰذَا فُلَانٌ لِأَمِيْرِ الْمَدِيْنَةِ يَدْعُوْ عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ قَالَ فَيَقُوْلُ مَاذَا قَالَ يَقُوْلُ لَهُ أَبُوْ تُرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا سَمَّاهُ إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ لَهُ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيْثَ سَهْلًا وَقُلْتُ يَا أَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ قَالَ دَخَلَ عَلِيٌّ عَلٰى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلٰى ظَهْرِهِ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ فَيَقُوْلُ اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو حازمؒ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضرت سہل بن سعدؓ کے پاس آکر کہنے لگا کہ یہ فلاں جو مدینہ کا حاکم ہے وہ حضرت علیؓ کے بارے میں منبر رسول کے پاس بدگوئی کرتا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا کہتا ہے۔ کہنے لگے وہ ان کو ابو تراب کہتا ہے۔ حضرت سہل ہنس پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! یہ نام تو اس کا خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے اور خود حضرت علیؓ کو اس نام سے زیادہ کوئی نام پسند نہیں تھا۔ تو میں نے حضرت سہلؓ سے حدیث کی فرمائش کی کہ اے ابو عباسؓ! وہ کیسے ہوا۔ تاکہ میں اس سے لطف اندوز ہوں تو میں نے ان سے پوچھا یہ کیسے ہوا فرمایا کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے آئے خاوند بیوی میں کچھ تلخ کلامی ہوگئی۔ پھر حضرت علیؓ ناراض ہو کر باہر چلے گئے اور مسجد میں جاکر

لیٹ گئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر بی بی سے پوچھا کہ تمہارا چچازاد بھائی کہاں گیا انہوں نے فرمایا کہ وہ مسجد میں چلا گیا۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کی چادر پیٹھ سے گرچکی ہے۔ اور مٹی ان کی پیٹھ تک پہنچ گئی ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑتے جاتے تھے۔ اور فرماتے ہیں اے ابوتراب اٹھ بیٹھو۔ دومرتبہ فرمایا۔

حدیث (۳۴۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ الخ عَنْ سَعْدِ بْنِ عِبَادَةَؓ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عُمَرَؓ فَسَأَلَهُ عَنْ عُثْمَانَؓ فَذَكَرَ عَنْ مَحَاسِنِ عَمَلِهِ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْءُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ ثُمَّ سَأَلَهُ عَنْ عَلِيٍّؓ فَذَكَرَ مَحَاسِنَ عَمَلِهِ قَالَ هُوَ ذَاكَ بَيْتُهُ اَوْسَطُ بُيُوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْءُكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ اِنْطَلِقْ فَاجْهَدْ عَلَىَّ جَهْدَكَ.

ترجمہ۔ حضرت سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور ان سے حضرت عثمانؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے کچھ اچھے اعمال بیان کئے۔ فرمایا کہ شاید یہ تجھے برالگتا ہوگا۔ اس نے کہاں ہاں! فرمایا اللہ تعالیٰ تیری ناک خاک آلودہ کرے یعنی تو ناکام ونامراد رہے پھر اس نے حضرت علیؓ کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابن عمرؓ نے ان کے اچھے اعمال کا ذکر کردیا۔ کہا کہ وہ اس گھر میں ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے درمیان میں ہے۔ پھر پوچھا کہ شاید یہ بھی تجھے برالگتا ہوگا اس نے کہاہاں! فرمایا اللہ تعالیٰ تیری ناک کو خاک آلودہ کرے۔ یعنی اپنے عزائم میں ناکام ونامراد ثابت ہو۔ پس چلا جا میرے بارے تو جو کچھ کرسکتا ہے کرلے۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ حق ہے۔ اور حق کہنے والا باطل کی پرواہ نہیں کرتا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت عثمانؓ کے محاسن میں جیش عسرۃ پر خرچ کرنا اور بئر رومہ خرید کرنا وغیرہ۔ اور حضرت علیؓ کے محاسن میں بدر اور احد کی حاضری اور خیبر کی فتح وغیرہ شامل ہیں۔

حدیث (۳۴۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِىْ لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّؓ اَنَّ فَاطِمَةَؓ شَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنْ اَثَرِ الرَّحٰى فَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ فَوَجَدَتْ عَآئِشَةَ فَاَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا جَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ عَآئِشَةُ بِمَجِيْءِ فَاطِمَةَ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْتُ لِاَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِىْ وَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِّمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا تُكَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتُسَبِّحَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتَحْمَدَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ.

ترجمہ۔ حضرت حکمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے ہمیں حضرت علیؓ نے حدیث بیان فرمائی کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو جو چکی پینے کی وجہ سے چھالے وغیرہ پڑ گئے تھے ان کی وجہ سے انہیں شکایت پیدا ہوئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی عورتیں لائی گئی تھیں تو حضرت فاطمہؓ ایک باندی حاصل کرنے کے لئے چل پڑیں۔ گھر میں آ کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا حضرت عائشہؓ کو پایا تو انہیں صورت حال سے خبردار کر کے آئیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آپ کو حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے آنے کی اطلاع دی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے جب کہ ہم لوگ اپنے اپنے بستر پر تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپ

نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ رہو۔ پس آپؐ ہمارے درمیان آ کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی اور فرمایا کیا میں تم دونوں کو ایسی چیز نہ سکھاؤں جو تمہارے مطلوب باندی سے بہتر ہو۔ فرمایا جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر اور تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم اور باندی سے بہتر ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس حدیث کو حضرت علیؓ کے مناقب میں اس لئے لائے کہ اس سے ایک تو ان کا مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ثابت ہوا۔ دوسرے آپؐ ان کے بستر میں داخل ہوئے۔ وہ بستر آپ کی بیٹی اور حضرت علیؓ کا تھا جس کے درمیان آپؐ جا کر بیٹھے یہ بڑا اعزاز ہے۔ نیز! آپؐ نے جو امر آخرت اپنی بیٹی کے لئے پسند فرمایا وہی حضرت علیؓ کیلئے بھی پسند فرمایا جس پر یہ دونوں راضی ہو گئے یہ زہد کا بلند مقام ہے۔

حدیث (۳۴۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّؓ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَؑ مِنْ مُوْسٰىؑ.

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا جب کہ انہیں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر اہل وعیال کی نگرانی کیلئے مدینہ منورہ چھوڑ گئے تھے۔ وہ عورتوں بچوں مریضوں اور منافقین میں رہ جانے سے گھبرا کر ایک پڑاؤ پر آپؐ سے جا کر ملے تھے۔ تو آپؐ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ تم میرے ایسے قائم مقام ہو جیسے حضرت ہارونؑ موسیٰؑ کے جانشین تھے جب کہ وہ کوہ طور پر کتاب لینے کے لئے گئے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ روافض نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علیؓ کا حق تھی جس کو خلفاء ثلاثہ نے حضرت علیؓ سے غصب کر لیا۔ العیاذ باللہ عن ذلک اس لئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں خلافت فی الاہل خلافت امت کو تقاضا نہیں کرتی گھر کی دیکھ بھال سے انسان امام نہیں بن سکتا دوسرے قیاس بھی صحیح نہیں کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے ایک سال پہلے انتقال فرما گئے۔ نیز! اس غزوہ کے موقعہ پر آپؐ نے امامت صلوٰۃ کے لئے حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ پھر تو وہ بھی خلافت کے حقدار ہوئے۔ آپؐ حضرت علیؓ کو ان کی بجائے امام مقرر کر جاتے۔ حالانکہ امامت کا مسئلہ تو اہم تھا۔ جب اس میں خلافت نہیں ملی تو حکومت کی خلافت کیسے ثابت ہو سکتی ہے قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ روافض کے بعد فرقوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ صدر اوّل کے جن لوگوں نے یعنی تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت علیؓ کو ان کا حق خلافت نہیں دیا۔ وہ کافر ہوئے اور خود حضرت علیؓ اس لئے کافر ہیں کہ انہوں نے اس دور میں اپنا حق طلب نہیں کیا ایسے خرافات سے تو روافض نے سرے سے شریعت کو باطل کر دیا اور اسلام کی بنیاد ہی ھدم کر دی۔ حدیث باب سے زیادہ سے زیادہ حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس میں تو خلافت کے مسئلہ سے کوئی سروکار نہیں ہے اور ہارون علیہ السلام میقات کے موقعہ پر خلیفہ بنے تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے قبل ان کی وفات ہو گئی۔

حدیث (۳۴۴۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ الخ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ اقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ فَاِنِّیْ اَكْرَهُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُوْنَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ اَوْ اَمُوْتُ كَمَا مَاتَ اَصْحَابِیْ فَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَرٰى اَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰى عَنْ عَلِيٍّؓ الْكَذِبُ.

ترجمہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم لوگ جیسے پہلے فیصلے کرتے رہے ویسے کرو میں شیخین سے اختلاف پسند نہیں کرتا تھا کہ لوگوں میں تفرقہ نہ پڑے اور وہ مجتمع رہیں یا میں اس طرح مر جاؤں جیسے میرے ساتھی بغیر اختلاف کے وفات پا گئے۔ ابن سیرین تابعی فرماتے ہیں کہ اکثر روایات جو

شیخین سے اختلاف کے بارے میں حضرت علیؓ سے مروی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس مقولہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ام ولد کی بیع سے منع کرتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیع ہو رہی ہے تو اپنے قول سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا کہ اقضوا کما تقضون کہ اپنی تمہارائے سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اور شیخینؓ کے فیصلوں پر عمل کرنے سے اتفاق اور اجتماعیت باقی رہتی ہے۔ اسلئے میں اپنی رائے کو چھوڑتا ہوں تا کہ فتنہ برپا نہ ہو۔

اموت کمامات اصحابی یعنی میں ہمیشہ اس اجتماعیت پر رہوں گا یہاں تک کہ مجھ پر موت آ جائے۔ جیسے میرے ساتھی بلا اختلاف ڈالے دنیا سے رخصت ہو گئے اور ابن سیرین کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے جو اقوال شیخین کی مخالفت میں روافض نقل کرتے ہیں وہ جھوٹ کا پلندہ ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

بَاب مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ الْهَاشِمِيّ وَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ

ترجمہ۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ ہاشمی کے فضائل کے بارے میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تیرا خلق وعادت میری پیدائش اور خلق کے مشابہ ہے یعنی آپ شکل وشبہات میں اور عادات وخصائل میں میرے جیسے ہیں۔

حدیث (۳۴۴۲) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍؒ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ وَاِنِّیْ كُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِیْ حِيْنَ لَا اٰكُلُ الْخَمِيْرَ وَلَا اَلْبَسُ الْحَبِيْرَ وَلَا يَخْدُمُنِیْ فُلَانٌ وَّلَا فُلَانَةٌ وَكُنْتُ اُلْصِقُ بَطْنِیْ بِالْحَصْبَاءِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ كُنْتُ لَاَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْاٰيَةَ هِیَ مَعِیَ كَیْ يَنْقَلِبَ بِیْ فَيُطْعِمُنِیْ وَكَانَ اَخْيَرَ النَّاسِ لِلْمَسَاكِيْنِ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍؓ كَانَ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِیْ بَيْتِهٖ حَتّٰی اِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ اِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِیْ لَيْسَ فِيْهَا شَیْءٌ فَيَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے۔ حدیثوں کے سوا میرا کام کیا ہوتا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکم سیری کیلئے چمٹا رہتا تھا جب کہ میں نہ تو خمیری روٹی کھاتا تھا اور نہ ہی منقش جوڑا پہنتا تھا۔ نہ کوئی مرد اور نہ ہی کوئی عورت میری خدمت کرتے تھے۔ بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ کو کنکریوں کے ساتھ ملا لیتا تھا۔ اور میں آدمی سے کوئی نہ کوئی آیت پڑھواتا تھا حالانکہ وہ آیت میرے پاس بھی ہوتی تھی مقصد یہ تھا کہ شاید مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائے۔ اور مجھے کھانا کھلا دے حضرت جعفر بن ابی طالب تمام لوگوں میں سے مسکینوں کیلئے بہت بہتر تھے۔ کیونکہ مسکین طالب علموں کو گھر لے جاتے جو کچھ گھر میں موجود ہوتا وہ ہمیں کھلا دیتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کی ایک گھی کی کپی ہوتی تھی جس میں گھی وغیرہ تو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن وہ اس کو چیر ڈالتے جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہم اسے چاٹ لیتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت جعفر ابن ابی طالب حضرت علی المرتضیٰؓ سے دس سال بڑے تھے۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ طیار ذوالجناحین تھی۔ وہ ذی الھجرتین تھے۔ کہ حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور انہوں نے نجاشی بادشاہ کے سامنے اسلام کی حقانیت پر تقریر فرمائی تھی۔ بہت بڑے بہادر اور بہت زیادہ سخی تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ۸ھ میں غزوہ موتہ میں آپ کی شہادت ہوئی جنگ میں دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے انہیں جنت میں دو بازؤں کے ساتھ اترتے دیکھا ہے جو ان کو دو ہاتھوں کے بدلے میں عطا ہوئے تھے۔اس لئے ذوالجناحین لقب پڑ گیا۔اور زندگی میں انہیں ابوالمساکین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

حدیث(۳۴۴۳)حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ كَانَ اِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍؓ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْکَ يَا ابْنَ ذِى الْجَنَاحَيْنِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ كُنْ فِىْ جَنَاحِىْ كُنْ فِىْ نَاحِيَتِىْ كُلُّ جَانِبَيْنِ جَنَاحَانِ.

ترجمہ۔حضرت امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب حضرت عبداللہ بن جعفر طیار پر سلام پڑھتے تھے تو فرماتے السلام علیک یا ابن ذی الجناحین اے ذوالجناحین کے بیٹے تجھ پر سلام ہو۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ عربی کا محاورہ ہے۔کن فی جناحی و کن فی ناحیتی تو جناح اور ناحیہ کے معنی جانب اور کنارے کے ہیں تو دونوں کنارے جناحان ہوئے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت جعفر طیار کو ان دو ہاتھوں کے بدلے میں دو باز و عطا ہوئے۔جو غزوہ موتہ میں یکے بعد دیگرے جھنڈا ہاتھ میں لینے کے بعد کٹ گئے تھے۔تو وہ ان بازو کے ساتھ فرشتوں کے ہمراہ آسمان میں اڑتے تھے۔

بَابُ ذِكْرِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

ترجمہ۔حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے ذکر کے بارے میں چونکہ فضائل کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی اس لئے ان کی شرط کے مطابق امام بخاریؒ نے مناقب کی بجائے ذکر کا عنوان اختیار فرمایا۔

حدیث(۳۴۴۴)حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِؓ كَانَ اِذَا قَحِطُوْا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِؓ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْکَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْکَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

ترجمہ۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ جب قحط سالی میں مبتلا ہوتے کہ بارش نہ ہوتی تو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے۔فرماتے تھے اے اللہ! پہلے تو ہم اپنے نبی کو تیری طرف وسیلہ بیان کرتے تھے تو ہمیں بارش سے سیراب کرتا تھا اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے ہیں۔پس ہم کو پانی سے سیراب فرما پس ان پر بارش برسائی جاتی تھی۔

بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے فضائل کے بارے میں۔

حدیث (۳۴۴۵) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ فَاطِمَةَؓ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍؓ تَسْاَلُهٗ مِيْرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِىْ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِىَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ يَعْنِىْ

مَالِ اللّٰہِ لَیْسَ لَھُمْ اَنْ یَّزِیْدُوْا عَلَی الْمَاْکَلِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہُ لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِّنْ صَدَقَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ عَلَیْھَا فِیْ عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ عَلَیْھَا فِیْ عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِیْھَا بِمَا عَمِلَ فِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَشَھَّدَ عَلِیٌّ ثُمَّ قَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا یَا اَبَابَکْرٍؓ فَضِیْلَتَکَ وَذَکَرَ قَرَابَتَھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَقَّھُمْ فَتَکَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍؓ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف پیغام بھیجا۔ جس کے ذریعہ وہ آپ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صدقات کا مطالبہ کرتی تھیں جو مدینہ اور فدک میں اور خیبر کے خمس میں سے جو کچھ باقی بچ گیا تھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بے شک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ سب مسلمانوں کے لئے صدقہ ہے۔ البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کنبہ اس مال یعنی اللہ کے مال سے کھاتا رہے گا۔ کھانے سے ان کا زیادہ کوئی حق نہیں ہے۔ اور اللہ کی قسم! میں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات میں سے کسی حالت کی تبدیلی نہیں کروں گا جس حالت پر وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور میں ضرور بالضرور ان میں وہی عمل جاری رکھوں گا جو عمل اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روا رکھتے تھے۔ پھر حضرت علیؓ حاضر ہوئے آ کر کہنے لگے اے ابوبکر ہم آپ کی فضیلت کا اقرار کرتے ہیں پھر انہوں نے جناب رسول اللہ سے اپنی رشتہ داری کا ذکر کیا اور اپنے حقوق جتلائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری سے بہتر سلوک کرنا میرے نزدیک اپنی رشتہ داری سے بہتر سلوک کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حدیث (۳۴۴۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْوَھَّابِ الخ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍؓ قَالَ ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابوبکرؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آپؐ کے اہل بیت کے بارے میں خاص خیال رکھو ان کا احترام کرو۔

حدیث (۳۴۴۷) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ.

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے ان کو غصہ دلایا اس نے مجھے غصہ دلایا۔ بضعہ کے معنی ٹکڑے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ میرے بدن کا حصہ ہے یہ جملہ آپؐ نے اس وقت فرمایا جب حضرت علیؓ ابوجہل کی بیٹی سے خطبہ کر رہے تھے۔

حدیث (۳۴۴۸) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ قَزَعَۃَ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃَ ابْنَتَہٗ فِیْ شَکْوَاہُ الَّتِیْ قُبِضَ فِیْھَا فَسَارَّھَا بِشَیْءٍ فَبَکَتْ ثُمَّ دَعَاھَا فَسَارَّھَا فَضَحِکَتْ قَالَتْ فَسَاَلْتُھَا عَنْ ذٰلِکَ قَالَتْ سَارَّنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ یُقْبَضُ فِیْ وَجَعِہِ الَّذِیْ

تُوُفِّيَ فِيهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِي فَاَخْبَرَنِي اَنِّي اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِهِ اَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں آپ کی وفات ہوئی اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور ان سے کچھ رازداری کی بات کی تو وہ رو پڑیں پھر ان کو بلا کر کچھ آہستہ سے بات کی تو وہ ہنس پڑیں میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جو مجھ سے رازداری کی بات کی تو اس میں مجھے بتلایا کی میری اسی مرض میں جس میں آپ کی وفات ہوئی میری موت واقع ہو گی تو میں رو پڑی۔ پھر رازداری سے بتلایا کہ ان کے اہل بیت میں سے جو پہلے پہل ان کے پیچھے آئے گی وہ میں ہی ہوں گی۔ جس پر میں ہنس پڑی۔

بَابُ مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رضی اللہ عنہ

ترجمہ۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کے بارے میں

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ هُوَ حَوَارِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُمِّيَ الْحَوَارِيُّوْنَ لِبَيَاضِ ثِيَابِهِمْ.

ترجمہ۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں اور حواریوں کا نام ان کے سفید کپڑوں کی وجہ سے رکھا گیا۔

حدیث (۳۴۴۹) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنْ اَبِيهِ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِي مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ اَصَابَ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَؓ رُعَافٌ شَدِيدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتّٰى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ وَاَوْصٰى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ قَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقَالُوْهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ اٰخَرُ اَحْسِبُهُ الْحَارِثُ فَقَالَ اِسْتَخْلِفْ فَقَالَ عُثْمَانُ وَقَالُوْا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ هُوَ فَسَكَتَ قَالَ فَلَعَلَّهُمْ قَالُوْا الزُّبَيْرَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ اِنَّهُ لَخَيْرُهُمْ مَا عَلِمْتُ وَاِنْ كَانَ لَاَحَبَّهُمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ مروان بن الحکم خبر دیتے ہیں کہ نکسیر کی وباء والے سال یعنی ۳۱ھ میں حضرت عثمان بن عفانؓ پر بھی نکسیر کی بیماری کا سخت ترین حملہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے آپ کو حج کرنے سے بھی روک دیا۔ اور انہوں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تو آپ کے پاس قریش کا ایک آدمی آیا۔ جس نے کہا کہ آپ خلیفہ مقرر کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ دوسرے لوگ بھی یہ کہہ رہے ہیں اس نے کہا ہاں! پوچھا وہ کون ہے تو وہ خاموش رہا پھر ایک دوسرا آدمی داخل ہوا میرا گمان ہے کہ وہ حارث بن الحکم تھا۔ اس نے بھی کہا کہ آپ اپنا جانشین نامزد کر دیں۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا کیا دوسرے لوگ بھی کہہ رہے ہیں اس نے کہا ہاں ان کا بھی یہ مطالبہ ہے۔ انہوں نے پوچھا کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں تو حارث بھی خاموش رہے۔ حضرت عثمانؓ نے خود ہی فرمایا کہ شاید وہ لوگ حضرت زبیرؓ کا نام لے رہے ہیں حارث بولا ہاں! تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا خبردار! اس اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میری جان ہے جہاں تک میں جانتا ہوں وہ ان سب لوگوں میں سے بہتر ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حدیث (۳۴۵۰) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ اَخْبَرَنِي اَبِي قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَؓ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقِيْلَ ذَاكَ قَالَ نَعَمْ الزُّبَيْرُؓ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ خَيْرُكُمْ ثَلٰثًا.

ترجمہ۔ مروانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آیا اور وہ کہنے لگا کہ آپ کوئی اپنا جانشین مقرر فرمائیں۔ حضرت

عثمانؓ نے پوچھا کیا لوگوں میں یہ کہا جا رہا ہے۔ اس نے کہاں ہاں! حضرت زبیرؓ کا نام لیا جا رہا ہے۔ فرمایا خبردار! اللہ کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ وہ تم سب میں سے بہتر ہے یہ تین مرتبہ فرمایا۔

حدیث(۳۴۵۱) حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَّاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ.

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ہر نبی کا ایک مخلص مددگار ہوتا ہے اور میرا حواری حضرت زبیرؓ ہے۔

حدیث(۳۴۵۲) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِؓ قَالَ كُنْتُ يَوْمَ الْاَحْزَابِ جُعِلْتُ اَنَا وَعُمَرُ بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ فِی النِّسَآءِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِالزُّبَيْرِؓ عَلٰى فَرَسِهٖ يَخْتَلِفُ اِلٰى بَنِیْ قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ يَا اَبَتِ رَاَيْتُكَ تَخْتَلِفُ قَالَ اَوَهَلْ رَاَيْتَنِیْ يَا بُنَیَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّاْتِ بَنِیْ قُرَيْظَةَ فَيَاْتِيْنِیْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ خندق واحزاب میں حاضر تھا میری اور حضرت عمر بن سلمہ کی ڈیوٹی عورتوں کی حفاظت کے لئے لگائی گئی تھی۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے باپ حضرت زبیرؓ اپنے گھوڑے پر سوار بنی قریظہ میں آ جا رہے ہیں۔ کوئی دو مرتبہ یا تین مرتبہ آئے ہوں گے پس جب میں اپنی ڈیوٹی سے واپس آیا تو میں نے اباجان سے پوچھا کہا اے اباجان! میں نے آپ کو آتے جاتے دیکھا ہے۔ کیا ماجرا تھا فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! کیا تو نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ میں نے کہا ہاں! تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کون شخص ہے جو بنو قریظہ میں جائے اور ان کے حالات مجھے پہنچائے پس میں چلا گیا جب واپس آیا تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین میرے لئے جمع فرمائے۔ یعنی آپؐ نے فرمایا میرا باپ اور ماں تجھ پر قربان ہوں۔

حدیث(۳۴۵۳) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ عُرْوَةَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِؓ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدُّ مَعَكَ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهٖ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ فَكُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِیْ فِیْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ الْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ.

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے یرموک کی لڑائی میں حضرت زبیرؓ سے کہا کہ کیا آپ دشمنوں پر حملہ نہیں کرتے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ اس حملہ میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے دشمنوں پر ہلہ بول دیا تو مخالفین نے ان کے کندھے پر تلوار کے دو زخم لگائے ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا تلوار کا زخم تھا جو آپ کو بدر کی لڑائی میں لگا تھا حضرت عروہ ابن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں ان دونوں زخموں میں اپنی انگلیاں گھسیڑ دیتا تھا۔ میں بچہ تھا جب کہ میں ان زخموں سے کھیلتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حواری مولوی محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حواری اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے کپڑے سفید ہوں۔ اور صاف ستھرے ہوں۔ اسی طرح اس کو بھی حواری کہتے ہیں جو دوسروں کے کپڑے سفید کرتا ہو۔ جسے دھوبی کہتے ہیں پھر حواری ان کے سفید کپڑے ہونے کی وجہ سے کہنے لگے یا اس لئے کہ بعض ان میں سے گاذر تھے چونکہ یہ لوگ اپنے نبی کے مخلص اعلیٰ درجہ کے ہوتے تھے۔ پھر مطلقاً مخلص کو

حواری کہنے لگے۔ خواہ اس کے کپڑے سفید ہوں یا نہ ہوں۔ دھوبی ہو یا نہ ہو تو حدیث مرفوع میں حواری کے معنی مخلص کے ہیں۔

تشریح از قاسمی"۔ اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ کرامؓ آپؐ سے تھے۔ مگر حضرت زبیرؓ کو حواری یوم احزاب میں بنو قریظہ کی خبریں لانے کی وجہ سے کہا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہی"۔ فقال عثمان وقالوا الخ حضرت عثمانؓ کی غرض اس سے یہ ہے کہ آیا دوسرے لوگ بھی خلیفہ نامزد کرنے کا مطالبہ کررہے ہیں یا یہ قول صرف تم اکیلے کا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا"۔ مولوی محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں بھی یہی معنی مراد لئے ہیں کہ یہ مطالبہ صرف تمہارا ہے یا دوسرے لوگ بھی کہہ رہے ہیں۔ یہ مطلب حضرت گنگوہیؒ کی ایجاد ہے۔ شراح میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی۔ شاید ان کے مطالبہ کا منشا نکسیر کی وباء تھی۔ مقصد پوچھنے کا یہ تھا کہ کیا سارے لوگ میری زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں تو اس سے لوگوں کی آپ پر ناراضگی کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ ناراضگی تو دورِ خلافت کے آخر زمانہ میں ہوئی۔ اور نکسیر کی وباء کا دور پہلا دورِ خلافت ہے۔ بنابریں تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطیؒ نے امام زہریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا دورِ خلافت بارہ سال ہے۔ پہلے چھ سال تو ان کی خلافت کے ایسے گزرے کہ اس میں آپ احب الناس تھے۔ کوئی بھی آپ پر ناراض نہیں تھا۔ بلکہ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ محبوب الناس تھے۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ سخت گیر تھے حضرت عثمانؓ نرم مزاج تھے۔ اور لوگوں سے بہترین سلوک کرنے والے تھے۔ آخری چھ سال میں جب لوگوں کے معاملات میں سستی برتی جانے لگی اپنے اقرباء کو عامل بنایا تو لوگ خلاف ہو گئے۔

تشریح از قاسمی"۔ واوصی کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے لئے نامزدگی لکھوائی تھی اور حمران اپنے کاتب سے کہا کہ اسے مخفی رکھنا۔ لیکن اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بتلا دیا۔ جس پر حضرت عثمانؓ ناراض ہوئے اس کو مدینہ سے بدر کر کے بصرہ بھیج دیا۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ عرصہ چھ ماہ بعد وفات پا گئے۔ ان کا سن وفات ۳۲ھ ہے۔

الحارث بن الحکم یہ مروان بن الحکم کا بھائی تھا۔ وہ حضرت عثمانؓ کے گھیراؤ کے زمانہ میں موجود تھا۔ اور خلافت معاویہ تک زندہ رہا۔

خیرھم سے مراد بنو امیہ ہیں جو خلافت کے طلب گار تھے۔ ورنہ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ سب صحابہ کرامؓ سے بہتر تھے جس پر سب کا اتفاق تھا۔ بلکہ بعض کے نزدیک تو حضرت عثمانؓ سے بھی بہتر تھے۔ واللہ اعلم

یرموک شام کے نواح میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں خلافت عمرؓ کے دور میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان اس مقام پر ۱۵ھ میں جنگ ہوئی جس میں رومیوں کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی مارے گئے۔ اور ان کے چالیس ہزار قیدی بنے۔ اور مسلمانوں کے چالیس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ رومیوں کی تعداد سات لاکھ تھی۔ جس میں کامیابی مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔ الحمدللہ علی ذلک.

بَابُ ذِكْرِ طَلْحَةَؓ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ

وَقَالَ عُمَرُؓ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ

ترجمہ۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا تذکرہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ حضرت طلحہؓ سے راضی تھے۔

حدیث(۳۴۵۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِی بَكْرٍ الخ عَنْ اَبِی عُثْمَانَؒ قَالَ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ تِلْكَ الْاَيَّامِ الَّتِيْ قَاتَلَ فِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَؓ وَسَعْدٍؓ عَنْ حَدِيْثِهِمَا.

ترجمہ۔ حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ بعض ان جنگوں میں جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی لڑی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سوائے حضرت طلحہؓ اور سعدؓ کے کوئی باقی نہ رہا یہ خود ان دونوں کی اپنی حدیث میں ہے۔

حدیث (۳۴۵۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَؓ الَّتِيْ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَلَّتْ.

ترجمہ۔ حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت طلحہؓ کا وہ ہاتھ جس سے غزوۂ احد میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچاؤ کیا تھا وہ شل ہوگیا۔ یعنی بے حس ہوگیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ احد کی لڑائی میں حضرت طلحہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ثابت قدم رہ کر آپ کی حفاظت فرمائی۔ جس سے انہیں اسّی ۸۰ سے کچھ اوپر زخم آئے۔ اور تلوار کے وار کو انہوں نے اپنے ہاتھ پر روکا تو ہاتھ شل اور بے حس ہوگیا جس پر آپؐ نے فرمایا اوجب طلحۃ الجنۃ کہ حضرت طلحہؓ نے اپنے لئے جنت کو واجب کرلیا۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍؓ

الزُّهْرِيِّ وَبَنُوْ زُهْرَةَ اَخْوَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍؓ

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ زہری کے فضائل کے بارے میں اور بنو زہرہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں نہال لگتے تھے۔ اور سعد بن مالک ہیں یعنی ابووقاص کا نام مالک تھا جو کلاب بن مرہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتے ہیں اور البیب حضرت سعدؓ کے دادا حضرت آمنہ ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا لگتے تھے۔

حدیث (۳۴۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ جَمَعَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ.

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو مجھ پر قربان کرنے کے لئے جمع فرمایا۔

حدیث (۳۴۵۷) حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدٍؓ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاَنَا ثُلُثُ الْاِسْلَامِ.

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو سمجھتا ہوں کہ میں اسلام کا تیسرا آدمی ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ اسعاب میں تو وہ اپنے آپ کو اسلام کا ساتواں آدمی شمار کرتے ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ مردوں میں سے تیسرے اور مجموعہ میں سے ساتواں ہوں گے وہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں اور فاتح فارس ہیں مستجاب الدعوات بھی تھے۔

حدیث (۳۴۵۸) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ اَسْلَمْتُ فِيْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَاِنِّيْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ تَابَعَهٗ اَبُوْ اُسَامَةَ الخ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُنَّا

نَغْزُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا يَضَعُ الْبَعِيْرُ أَوِ الشَّاةُ مَالَهٗ خِلْطٌ ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُوْ أَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْإِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَّضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَوْا بِهٖ إِلٰى عُمَرَ قَالُوْا لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ثُلُثُ الْإِسْلَامِ يَقُوْلُ وَأَنَا ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں جس دن میں مسلمان ہوا ہوں اس دن اور کوئی مسلمان نہیں ہوا اسی حالت میں میں نے سات دن گزار دیئے کہ میں ثلث اسلام تھا ابواسامہ نے اس کی متابعت کی ہے۔ اس سند میں ہے کہ قیس فرماتے ہیں میں نے حضرت سعدؓ سے سنا فرماتے تھے میں عرب کا پہلا آدمی ہوں جس نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں جاتے تھے ہمارے پاس کوئی کھانے کی چیز نہیں ہوتی تھی سوائے درخت کے پتوں کے یہاں تک کہ ہم میں سے ایک اس طرح لید کرتا تھا جیسے اونٹ یا بکری مینگنیاں پھینکتی ہیں کہ اس میں کسی طرح کی خلط ملط نہیں ہوتی سب الگ الگ ہوتی ہیں پس آج بنواسد مجھے اسلام پر ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔ اس صورت میں تو میں نامراد اور ناکام ہوا اور میرے عمل ضائع ہوئے لوگوں نے حضرت عمرؓ کو ان کی چغلخوری کی تھی جب کہ وہ کوفہ کے گورنر تھے۔ کہتے تھے کہ حضرت سعدؓ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ثلث الاسلام کا مطلب یہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جو تین آدمی تھے ان میں تیسرا میں تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ مااسلم احد یہ اپنے گمان کے مطابق فرمارہے ہیں ورنہ مسلمان اپنا اسلام چھپاتے تھے تو جس دن یہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے ان پر اپنا اسلام ظاہر کیا یہ سمجھے کہ یہ لوگ آج ہی مسلمان ہوئے ہیں۔ اسی طرح ثلث الاسلام بھی اپنے ظن کے مطابق فرمارہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مشہور یہی ہے کہ وہ ثالث ثلثہ ہیں۔ ایک یہ دوسرے حضرت بلالؓ اور تیسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جس مجلس میں یہ مسلمان ہوئے اس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان تین کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا تو انہوں نے یہی سمجھا کہ بس ان کے علاوہ اور کوئی مسلمان نہیں ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یقینی بات ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اسلام لاچکی تھیں۔ لہذا یہ خصوصیت مراد لی ہوگی۔ اور حضرت عمارؓ کی روایت میں گزر چکا ہے کہ آپؐ کے ہمراہ پانچ غلام اور ابوبکر صدیقؓ تھے۔ تو معلوم ہوا کہ رجال احرار مراد ہیں۔ دیگر حضرات کی اطلاع ان کو نہ ہوسکی ہو۔ قسطلانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ چھ حضرات کے بعد یہ ساتویں مسلمان تھے اس وقت ان کی عمر سترہ برس تھی اور حضرت صدیقؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور احرار سے بھی بالغ مراد ہوں گے۔ کیونکہ حضرت علیؓ بھی پہلے بچے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

رمی بسهم یہ سریہ عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب ہے۔ وہ عبیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال عمر میں بڑے تھے جن کو آپؐ نے مہاجرین ساٹھ گھوڑے سواروں پر حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ ان میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ اور آپؐ نے ان کو جھنڈا بھی عطا فرمایا۔ تو عبیدہ پہلے شخص ہیں جن کے لئے آپؐ نے جھنڈا باندھا۔ عبیدہ اور ابوسفیان جو مشرکین کے سالار تھے دونوں کی آپس میں مٹھ بھیڑ ہوئی یہ پہلی لڑائی تھی جو اسلام میں برپا ہوئی اور اسی میں حضرت سعدؓ نے تیر پھینکا تھا۔ اور یہ سریہ سن پہلی ہجری میں روانہ ہوا تھا۔ اور رابغ کے مقام پر قریش کے قافلہ سے مقابلہ ہوا۔ جنہوں نے خوب آپس میں تیراندازی کی۔ حضرت سعدؓ پہلے تیر پھینکنے والے تھے۔

تعزرنی العوذنی اور ایک روایت میں تعیرونی یعنی مجھے عار دلاتے ہیں کہ اسے تو نماز پڑھنی نہیں آتی حالانکہ میں تو قدیم الاسلام ہوں۔
لقد خبت اذن یعنی اگر مجھے ان سے نماز سیکھنے کی ضرورت ہے تو میری ساری پچھلی زندگی کے اعمال ضائع ہو گئے۔

بَابُ ذِكْرِ اَصْهَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيْعِ

ترجمہ۔ اصهار صهر بکسر الصاد کی جمع ہے قرابت کے معنی میں۔ لیکن عرب میں اس کا اطلاق بیٹی اور بہن کے خاوند پر ہونے لگا جسے ہندی میں داماد اور بہنوئی کہتے ہیں۔ بہرحال عورتوں کی طرف سے قرابت کو صہر سے تعبیر کرتے ہیں آپؐ کے ایک داماد حضرت ابوالعاص بن الربیع تھے جو حضرت زینب دختر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاوند تھے۔

حدیث (۳۴۵۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ الْمِسْوَرَبْنَ مَخْرَمَةَؓ قَالَ اِنَّ عَلِيًّاؓ خَطَبَ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ فَسَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَاطِمَةُ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَزْعَمُ قَوْمُكَ اَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ وَهٰذَا عَلِيٌّؓ نَاكِحٌ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِيْنَ تَشَهَّدَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ اَنْكَحْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ فَحَدَّثَنِيْ فَصَدَقَنِيْ وَاِنَّ فَاطِمَةَؓ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ وَاِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ يَّسُوْٓءَ هَا وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الخ عَنْ مِسْوَرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ صِهْرًا لَّهُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَثْنٰى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهٖ اِيَّاهُ فَاَحْسَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ فَصَدَقَنِيْ وَوَاعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ.

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی جویریہ کو نکاح کا پیغام بھیجا جس کو حضرت فاطمہؓ نے سن لیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں پس کہنے لگیں کہ آپ کو قوم کہتی ہے کہ آپؐ اپنی بیٹیوں کے لئے غضب ناک نہیں ہوتے۔ یہ دیکھئے حضرت علیؓ ہیں جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہو کر فرمانے لگے تو حضرت فاطمہؓ نے آپ کو کہتے سنا اما بعد میں نے ابوالعاص بن الربیع سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا پس جو کچھ اس نے میرے سے کہا اسے سچ کر دکھایا۔ سنو! فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے میں نہیں چاہتا کہ اسے کوئی بات بری لگے اللہ کی قسم! ایک شخص کے پاس رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی اکٹھی نہیں رہ سکتیں پس حضرت علیؓ نے خطبہ چھوڑ دیا۔ محمد بن عمرو نے اپنی سند سے یہ الفاظ زائد کئے ہیں کہ مسورؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ بنی عبدشمس کے اپنے داماد کا ذکر کرتے تھے۔ اور اس کی قرابت اور دامادی کو اچھی طرح سراہتے تھے۔ فرمایا اس نے مجھ سے جو بات کی اسے سچ کر دکھایا میرے سے اس نے جو وعدہ کیا اسے پورا کر دکھایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ یزعم قومک صفحہ ۸/۵۲۸ گویا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ کیونکہ آپؐ حضرت علیؓ کے مقصد ومطلوب پر کوئی قدغن نہیں لگاتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تیسیر القاری میں یزعم قومک کا مطلب بیان کیا ہے کہ آپ کی بیٹیوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو آپ کی قوم کا

گمان ہے کہ آپؐ ان کی وجہ سے غصہ وغضب میں نہیں آتے۔ یہ آپ کا خلق عظیم لوگوں کو معلوم تھا۔ یا یہ کہ حضرت عثمانؓ پر آپؐ کو غصہ نہیں آتا کہ دختر نبی گھر میں رکھنے کے باوجود وہ باندیوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ حافظؒ نے اس حدیث پر بہت ابحاث نقل کئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے عموم جواز پر نظر رکھتے ہوئے خطبہ کیا۔ جب آپؐ ناراض ہوئے تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ اس لئے دیا تا کہ لوگوں کو حکم شرعی معلوم ہو جائے اور اس پر ایجابی طور پر عمل پیرا ہوں۔ یا کم از کم اولیت کے درجہ میں رکھیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ فاثنی علیه فی مصاهرته کیونکہ جب مشرکوں نے ان کو بی بی زینب کے طلاق دینے پر مجبور کیا تو انہوں نے انکار کر دیا جس کا آپ شکریہ ادا کر رہے ہیں اور وہ فتح مکہ سے قبل مسلمان ہو گئے تھے اور ہجرت کی اور یمامہ کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔

فحدثنی فصدقنی شاید اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ بی بی زینب پر کوئی سوکن نہیں لائے گا۔ جس کو انہوں نے پورا کیا حضرت علیؓ نے ایسا وعدہ کیا تھا لیکن وہ بھول گئے۔

وعدنی فوفی لی ابو العاص بدر کی لڑائی میں قید ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس شرط پر اسے چھوڑ دیا کہ وہ حضرت زینب کو بھیج دے گا۔ چنانچہ اس نے اس کو پورا کیا۔

بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَؓ

مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْبَرَآءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا

ترجمہ۔ حضرت زید بن حارثہؓ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے ان کے فضائل کے بارے میں۔ حضرت براءؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تو ہمارا بھائی ہے اور آزاد کردہ غلام ہے۔

حدیث (۳۴۶۰) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍؓ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَطْعُنُوْا فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعُنُوْنَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِّلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ.

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الوفات کے موقعہ پر ایک لشکر روانہ فرمایا جن کا امیر حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بنایا۔ تو بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا (کہ یہ تو اٹھارہ سال کا نوجوان ہے) جس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ آج حضرت اسامہ بن زیدؓ کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے ان کے باپ زید بن حارثہؓ پر بوجہ مولیٰ ہونے کے طعن وتشنیع کر چکے ہو۔ جب کہ وہ جنگ موتہ میں امیر بنائے گئے تھے حالانکہ اللہ کی قسم! ان کا باپ زیدؓ امارت کے لائق تھا۔ اور یہ کہ وہ تمام لوگوں میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب تھا اب ان کے بعد یہ بھی تمام لوگوں میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

حدیث (۳۴۶۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ قَائِفٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ وَّاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍؓ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَؓ مُضْطَجِعَانِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامُ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ قَالَ فَسُرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْجَبَهٗ فَاَخْبَرَ بِهٖ عَآئِشَةَؓ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک قیافہ دان میرے پاس آیا جب کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور زید بن حارثہؓ دونوں باپ بیٹا لیٹے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگا یہ پاؤں تو ایک دوسرے کا حصہ معلوم ہوتے ہیں جس سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ اسے پسند کیا اور حضرت عائشہؓ کو اس کی خبر دی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قالت دخل علی قائف صفحہ ۱۸/۵۲۸ از شیخ زکریاؒ مولوی محمد حسن کمیؒ نے اپنی تقریر میں لکھا ہے کہ اس میں تسامح ہے۔ دراصل قائف مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ دونوں باپ بیٹا مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ تو جب قائف نے یہ بات کہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس گھر میں داخل ہوئے اور یہ خبر ان کو بتلائی ورنہ قائف حضرت عائشہؓ کے پاس کیسے آسکتا ہے اور یہ دونوں باپ بیٹے ان کے پاس کیسے لیٹ سکتے ہیں اگرچہ علامہ عینیؒ نے اسے نزول حجاب سے پہلے پر محمول کیا ہے یا بعد نزول بھی ہو تو پردے کے پیچھے سب کچھ ہوا۔ لیکن حضرت قطب گنگوہیؒ کی توجیہ اس لئے بہتر ہے کہ کتاب الفرائض میں حضرت عائشہؓ کی روایت آرہی ہے۔ جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خوشی خوشی میرے پاس تشریف لائے اور مجزز قائف کا واقعہ بیان کیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت زید بن حارثہؓ قبیلہ بنو کلب کے آدمی تھے۔ ان کی والدہ ان کو لے کر اپنے میکے جارہی تھیں کہ لوٹ پڑ گئی وہ حضرت زیدؓ کو اٹھا کر سوق عکاظہ میں بیچنے کیلئے لے آئے جن کو حضرت حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے لئے چار سو درہم پر خرید کر لیا۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی شادی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ھبہ کر دیا۔ جب ان کا باپ حارثہ حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کو اختیار دے دیا کہ میرے پاس رہو یا باپ کے ساتھ چلے جاؤ۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کو ترجیح دی۔ تو آپؐ نے انہیں لے پالک بیٹا بنالیا۔ اور اپنی باندی ام ایمن سے ان کا نکاح کر دیا۔ جس سے حضرت اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے جن کا رنگ سیاہ تھا اور ان کے باپ زیدؓ سفید تھے لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے اگرچہ آپ کو ان کے صحیح النسب ہونے کا یقین تھا۔ لیکن قیافہ دان کی تائید سے آپ کو خوشی ہوئی۔ جس کا اظہار آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے سامنے کیا۔ حضرت زید بن حارثہؓ غزوہ موتہ میں لشکر کے سردار تھے۔ جس میں خیار صحابہ کرامؓ تھے۔ جن میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ بھی شامل تھے۔ بہر حال چونکہ یہ دونوں باپ بیٹا آزاد کردہ غلام تھے۔ عرب کے نخوت پسند لوگ موالی کی امارت سے گھن کرتے تھے۔ اور ان کی اتباع سے کتراتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اس نے اس اونچ نیچ کو ختم کر دیا۔ سابقیت اسلام۔ ہجرت۔ علم اور تقویٰ کو سربلندی کا معیار قرار دیا۔ لیکن پھر بھی رؤسا قبائل کے دلوں میں یہ خلجان باقی رہا۔ بالخصوص اہل نفاق تو اس میں پیش پیش تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو کئی لڑائیوں میں سردار بنا کر بھیجا۔ کیونکہ وہ اس لائق تھے کہ ان سابقیہ فی الاسلام فضیلت اور قرب نبوی کی وجہ سے ان کو فوقیت دی گئی اور ان کے فضائل میں سے یہ ہے کہ قرآن مجید میں جماعت صحابہؓ میں سے صرف ان کا نام صراحۃً موجود ہے۔ اور وہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ اور ان کی یہ فضیلت کتنی اہم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان باپ و بیٹا دونوں کو احب الناس الی فرمارہے ہیں۔ اور قرب کا کیا کہنا کہ زید بن محمد کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ اور حضرت زینبؓ قرشیہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ اگرچہ نباہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں طلاق دینا پڑی۔ اور حضرت زینبؓ کو آپؐ نے ازواج مطہرات میں شامل فرمالیا۔ وہ بڑی مسکین پرور تھیں۔ ام المساکین کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔

بَابُ ذِكْرِ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ

ترجمہ۔ باب حضرت اسامۃ بن زیدؓ کے تذکرہ میں

حدیث(۳۴۶۲)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ فَقَالُوْا مَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍؓ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ قریش کو مخزومی عورت کے حال نے پریشان کیا۔ جس نے چوری کی تھی تو کہنے لگے اور تو سفارش کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا البتہ حضرت اسامہ بن زیدؓ یہ جرأت کر سکتے ہیں کیونکہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

حدیث(۳۴۶۳)حَدَّثَنَا عَلِيٌّ الخ قَالَ سُفْيَانُ ذَهَبْتُ اَسْاَلُ الزُّهْرِيَّ عَنْ حَدِيْثِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ فَصَاحَ بِيْ قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَلَمْ تَحْمِلْهُ عَنْ اَحَدٍ قَالَ وَجَدْتُهُ فِيْ كِتَابٍ كَانَ كَتَبَهُ اَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اِمْرَاَةً مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ سَرَقَتْ قَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجْتَرِئْ اَحَدٌ اَنْ يُّكَلِّمَهُ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍؓ فَقَالَ اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ كَانَ اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ الضَّعِيْفُ قَطَعُوْهُ لَوْكَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت فاطمہ نے چوری کی تو قریش نے کہا کہ اور تو کوئی شخص جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارشی گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تو انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو تیار کیا۔ جنہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات چیت کی۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جب کوئی بڑا شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جس وقت کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ جس پر وہ ہلاک ہو گئے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرنے والی ہوتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔

حدیث(۳۴۶۴)حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ نَظَرَ ابْنُ عُمَرَؓ يَوْمًا وَّهُوَ فِي الْمَسْجِدِ اِلٰى رَجُلٍ يَسْحَبُ ثِيَابَهُ فِيْ نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْظُرْ مَنْ هٰذَا لَيْتَ هٰذَا عِنْدِيْ قَالَ لَهُ اِنْسَانٌ اَمَا تَعْرِفُ هٰذَا اَبَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ اُسَامَةَ قَالَ فَطَاْطَاَ ابْنُ عُمَرَؓ رَاْسَهُ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ لَوْرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهُ.

ترجمہ۔ عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب کہ وہ مسجد میں تھے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو مسجد کے ایک کونہ میں زمین پر اپنے کپڑے کھینچ رہا تھا تو انہوں نے پوچھا دیکھو یہ کون ہے۔ کاش! یہ میرے پاس ہوتا تو میں اسے نصیحت کرتا۔ تو کسی انسان نے ان کو بتلایا۔ کہ اے ابو عبدالرحمٰن کیا آپ ان کو نہیں پہچانتے یہ تو حضرت اسامہؓ کے بیٹے محمد ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور زمین کے اندر اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹھونگے مارنے لگے۔ پھر فرمایا کہ اگر انہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو ان سے ضرور محبت کرتے۔

حدیث(۳۴۶۵)حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ حَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَاْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا وَقَالَ نُعَيْمٌ الخ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ مَوْلًى

لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ اَيْمَنَ ابْنِ اُمِّ اَيْمَنَ وَكَانَ اَيْمَنُ بْنُ اُمِّ اَيْمَنَ اَخَا اُسَامَةَ لِاُمِّهٖ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاٰهُ ابْنُ عُمَرَؓ لَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَقَالَ اَعِدْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ الخ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ مَوْلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ اَنَّهٗ بَيْنَمَا هُوَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اِذَا دَخَلَ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ فَلَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَقَالَ اَعِدْ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ لِيَ ابْنُ عُمَرَؓ مَنْ هٰذَا قُلْتُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ بْنِ اُمِّ اَيْمَنَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَؓ لَوْرَاٰى هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهٗ فَذَكَرَ حُبَّهٗ وَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّ اَيْمَنَ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ بَعْضُ اَصْحَابِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ وَكَانَتْ حَاضِنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔حضرت اسامۃ بن زیدؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کواور حضرت حسنؓ کو پکڑ لیتے تھے۔پس فرماتے اے اللہ! آپ بھی ان دونوں سے محبت فرمائیں۔کیونکہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔اور نعیم اپنی سند سے امام زہری سے روایت کرتے ہیں۔کہ مجھے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے غلام حرملہ نے خبر دی کہ حجاج بن ایمن جو حضرت ام ایمن کے بیٹے تھے۔اور ایمن حضرت اسامہؓ کی ماں کی طرف سے بھائی لگتے تھے کیونکہ حضرت زید نے عبید کے بعد حضرت ام ایمن سے نکاح کیا جس سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے اور ایمن انصار کا آدمی تھا۔جن کا باپ عبید بن عمر خزرجی حبشی تھا جس نے حضرت ام ایمن سے زید بن حارثہ سے پہلے نکاح کیا تھا اور اس سے ایمن پیدا ہوئے تھے جو حنین میں شہید ہو گئے بہر حال حجاج بن ایمن مسجد میں داخل ہوئے۔انہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں لیکن رکوع اور سجود پورا نہیں کرتے۔جس پر انہوں نے فرمایا نماز کو لوٹاؤ نماز نہیں ہوئی۔امام بخاریؒ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حرملہ مولیٰ اسامۃ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ تھے کہ اچانک حجاج بن ایمن مسجد میں داخل ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔لیکن نہ تو رکوع پورا کرتے تھے اور نہ سجود تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوئی لوٹاؤ۔پس جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو ابن عمرؓ نے مجھ سے پوچھا یہ کون تھا۔میں نے کہا حجاج بن ایمن جو حضرت ام ایمن کے بیٹے تھے۔جس پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا اگر اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو اس سے ضرور محبت کرتے۔تو پھر انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو محبت ایمن اور ام ایمن کی اولاد سے تھی ان کو یاد کیا۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میرے بعض اساتذہ نے سلیمان بن عبدالرحمن سے یہ الفاظ زائد نقل کئے کہ حضرت ام ایمنؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کنندہ تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔فصاح بی ۲۲/۵۲۷ شاید یہ کسی معاملہ میں مشغول ہوں گے۔تو ایسی حالت میں ان سے حدیث کے متعلق سوال کرنا مشکل تھا اس لئے آواز دی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ سفیان فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ کسی غم میں مبتلا تھے۔جب میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے ڈانٹ دیا کہ میں کسی حالت میں ہوں اور تمہارا یہ حال ہے کہ جب آتے ہو کوئی نہ کوئی سوال ضرور کرتے ہو چنانچہ میں محروم چلا گیا۔اس کے بعد میں نے یہ حدیث اور کسی سے اخذ نہیں کی البتہ ایوب عن الزہری کی کتاب میں اس حدیث کو دیکھا حافظؒ فرماتے ہیں کہ چیخ کر ان کا اس حدیث کے متعلق سوال کرنا اس لئے تھا کہ زہری قریشی تھے۔اور عورت مخزومیہ قریشیہ تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فطا طا ابن عمرؓ شاید ابن عمرؓ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حالات یاد آ گئے ہوں۔ کہ آپ ان سے کس قدر محبت کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ تعظیماً حضرت ابن عمرؓ نے سر جھکا لیا اور حاشیہ میں ہے کہ ندامت کی وجہ سے ایسا کیا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان کی ہے وہ سب سے عمدہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لا حبه چونکہ ابن عمرؓ نے زید بن حارثہ ام ایمن اور ان دونوں کی اولاد سے جو محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھی تھی اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ فرمایا اللهم احبها الخ معلوم ہوا کہ ان ہر دو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت محض اللہ کی رضا کیلئے تھی تبھی تو اللہ کی محبت کو اپنی محبت پر مرتب فرمایا۔ اس حدیث سے حضرت اسامہؓ اور حضرت حسنؓ کی منقبت ثابت ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کس قدر محبت کرتے تھے۔ بعض اصحاب کی جہالت اس سے دور ہو جائے گی کہ امام بخاریؒ ہمیشہ عادل ہی سے روایت کرتے ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب کے فضائل کے بارے میں۔

حدیث (۳۴۶۶) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَرٰى رُؤْيَا اَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ غُلَامًا اَعْزَبَ وَكُنْتُ اَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ مَلَكَيْنِ اَخَذَانِيْ فَذَهَبَابِيْ اِلَى النَّارِ فَاِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَاِذَا لَهَا قَرْنَانِ كَقَرْنَيِ الْبِئْرِ وَاِذَا فِيْهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ اٰخَرُ فَقَالَ لِيْ لَنْ تُرَاعَ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تھا تو وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر خواب کے لئے۔ بیان کرتا میری آرزو تھی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھتا میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ گویا کہ دو فرشتوں نے آ کر مجھے پکڑا اور جہنم کی آگ کی طرف مجھے لے گئے۔ اس جہنم کو دیکھا کہ جس طرح کنویں کے من بنے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح اس کے بھی کنارے بنے ہوئے ہیں۔ اور کنویں کے دو کناروں کی طرح اس کے بھی دو کنارے ہیں۔ اور اس کے اندر کچھ لوگ ہیں جن کو میں نے پہچان لیا پس میں تو اعوذ باللہ من النار اعواذ باللہ من النار پڑھنے لگا۔ کہ جہنم سے اللہ کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں۔ پس ان دو فرشتوں سے ایک تیسرا فرشتہ ملاقی ہوا۔ جس نے مجھے کہا کہ تم ڈرومت پس میں نے یہ خواب اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ سے بیان کیا جس کو حضرت حفصہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ عبداللہ بہترین آدمی ہے۔ کاش! یہ رات کو نماز پڑھ لیتا۔ سالمؒ ان کے بیٹے فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بعد ازاں رات کو بہت تھوڑا سویا کرتے تھے۔

حدیث(۳۴۶۷)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنْ أُخْتِهِ حَفْصَةَؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی بہن حفصہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ حضرت عبداللہؓ بڑے نیک آدمی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قرنان کقرنی البئر صفحہ ۱۴/۵۲۹ شاید یہ دو کنارے مجرموں کو داخل کرنے اور نکالنے کے ہوں گے۔ چونکہ یہ جہنم عالم مثال میں دکھائی گئی تھی۔ اس لئے ادنیٰ مشابہت بھی کافی ہے۔ ورنہ وہ درحقیقت جہنم تو نہیں تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ لطیف ہے اور کسی شارح نے اس کو بیان نہیں کیا۔ اور کتاب التفسیر میں اس کا مفصل ذکر آرہا ہے کہ جہنم کے کنارے ہر دو کناروں کے درمیان ایک فرشتہ ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہے۔ جس سے فرشتے لوگوں کو کھینچ رہے ہیں۔ رجل صالح میں آپ کی منقبت ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَمَّارٍؓ وَّحُذَيْفَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت عمارؓ اور حذیفہؓ کے فضائل کے بارے میں

حدیث(۳۴۶۸)حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِي جَلِيسًا صَالِحًا فَأَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ فَإِذَا شَيْخٌ قَدْ جَآءَ حَتّٰى جَلَسَ إِلٰى جَنْبِي قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا أَبُو الدَّرْدَآءِ فَقُلْتُ إِنِّي دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّيَسِّرَلِي جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِي قَالَ مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ قَالَ أَوَلَيْسَ عِنْدَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ وَفِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ سِرِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ غَيْرُهُ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ يَقْرَأُ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيهِ إِلٰى فِيَّ.

ترجمہ۔ حضرت علقمہ تلمیذ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں آیا جامع مسجد میں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی پھر میں نے دعا مانگی اے اللہ! مجھے کوئی نیک ساتھی مہیا فرما۔ پس میں لوگوں کے پاس آیا اور ان کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور میرے پہلو میں آکر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا ابو الدرداءؓ صحابی رسول ہوں۔ میں نے عرض کی کہ میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ کوئی نیک ساتھی مہیا فرمانا۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے لئے مہیا فرمادیا انہوں نے پوچھا آپ کن لوگوں میں سے ہیں۔ میں نے کہا کہ اہل کوفہ میں سے ہوں۔ انہوں نے فرمایا تمہارے اندر ابن ام معبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ نہیں ہے جن کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک۔ تکیہ اور لوٹا ہوتا تھا۔ اور کیا تمہارے اندر وہ شخص نہیں ہے۔ جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ دی ہے۔ یعنی عمار بن یاسرؓ اور کیا تمہارے اندر وہ راز دار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے جن کے سوا حضورؐ کے راز کسی کو معلوم نہیں تھے۔ اور سناؤ کہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سورت واللیل اذا یغشی کو کس طرح پڑھتے تھے۔ تو میں نے ان کو اس کی قرأت سنائی۔ واللیل اذا یغشی والنهار اذا تجلی وماخلق الذکر والانثی الخ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھایا تھا جب کہ آپ کا منہ میرے منہ کی طرف تھا۔ یعنی بالمشافہ آمنے سامنے بیٹھ کر پڑھایا۔

حدیث(۳۴۶۹) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ذَهَبَ عَلْقَمَةُ اِلَى الشَّامِ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ اللّٰهُمَّ يَسِّرْلِىْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَجَلَسَ اِلٰى اَبِى الدَّرْدَآءِ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَآءِ مِمَّنْ اَنْتَ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْمِنْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِىْ لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ يَعْنِىْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْ مِنْكُمُ الَّذِىْ اَجَارَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِىْ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِىْ عَمَّارًا قُلْتُ بَلٰى اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْ مِنْكُمْ صَاحِبُ السِّوَاكِ اَوِ السِّرَارِ قَالَ بَلٰى قَالَ كَيْفَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقْرَأُ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى قُلْتُ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ مَا زَالَ بِىْ هٰؤُلَآءِ حَتّٰى كَادُوْا يَسْتَزِلُّوْنِىْ عَنْ شَىْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت علقمہؒ شام کے ملک کی طرف گئے پس وہاں پہنچ کر جامع مسجد میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! کسی نیک ساتھی کی سہولت بہم پہنچا۔ تو انہیں حضرت ابوالدرداءؓ کی صحبت نصیب ہوئی حضرت ابوالدرداءؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ کن لوگوں میں سے ہیں انہوں نے کہا کہ کوفہ والوں میں سے تو انہوں نے پوچھا کہ تمہارے اندر یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان سے پناہ دی ہے۔ یعنی حضرت عمار بن یاسرؓ۔ میں نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ پھر پوچھا کیا تم میں یا تم میں سے وہ راز دان نبوی نہیں ہے جس کے سوا آپؐ کے راز اور کوئی نہیں جانتا۔ یعنی حضرت حذیفہؓ۔ میں نے کہا ہاں کیوں نہیں پھر پوچھا کیا تمہارے اندر یا تم میں سے وہ صاحب نہیں ہے جن کے پاس آپ کا مسواک رہتا تھا یا ان کی ذات ہی کافی تھی۔ جن کو آپؐ کے پاس جانے کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی۔ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ۔ انہوں نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ پوچھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ واللیل اذا یغشی والنهار اذا تجلی کیسے پڑھتے تھے میں نے کہا والذکر والانثی فرمایا یہ لوگ شامی ہیں جو ہمیشہ اصرار کرتے رہے قریب تھا کہ مجھے اس چیز سے پھسلا دیتے جو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الیس فیکم صاحب السر صفحہ ۵۲۹/۲۳ بعض غزوات کے سفر میں منافقین نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان سے محفوظ رکھا۔ اس وقت آنجناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت حذیفہؓ کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اس لئے حضرت حذیفہؓ انہیں پہچانتے تھے کہ وہ کون کون ہیں۔ لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس قصے کو بیان کرنے سے روک دیا تھا۔ ان کی موت کے بعد حضرت حذیفہؓ ان کے حالات بتاتے تھے۔ جب ان میں سے کوئی مرجاتا تو حضرت عمرؓ ان سے پوچھتے تھے کہ کیا اس کا جنازہ پڑھا جائے یا نہ۔ اگر وہ روک دیتے تو یہ رک جاتے تھے۔ اگر حکم دیتے تو جنازہ پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت حذیفہ صحابہ کرامؓ میں صاحب سر رسول اللہ کے لقب سے مشہور تھے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ منافقین کے احوال سے بھی واقف تھے جو آپ کی امت میں بعد ازاں پیش آنے والے تھے۔ کہتے ہیں وہ منافقین جن کے راز حضرت

حذیفہؓ کے پاس تھے ان کی تعداد سترہ ۱۷ تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا میرے عمال میں سے بھی ان میں سے کوئی ہے تو انہوں نے فرمایا ایک آدمی ہے۔ پوچھا وہ کون ہے۔ تو انہوں نے صراحۃً تو نہ بتلایا اشارہ کنایہ سے حضرت عمرؓ کو علم ہو گیا۔ تو اسے معزول کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ احزاب میں ان کو اکیلے قوم کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا تو وہ ان کی خبر لے کر آئے تھے۔

کان عمر یسالہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب ان میں سے کوئی فوت ہوتا تھا تو حضرت حذیفہؓ کا انتظار کرتے اگر وہ جنازہ کی نماز میں شامل ہوتے تو یہ بھی جنازہ پڑھتے تھے۔ ورنہ نہیں پڑھتے تھے۔ اگر چہ وہ دوسرے شہروں میں ہوتے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ **صاحب النعلین والوسادۃ والمطھرۃ** قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار اور لازم ملازم صحابی تھے۔ مجالس میں آپؐ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اور آپ کا جوتا مبارک ان کے پاس ہوتا اور خلوت میں بھی آپؐ کے ساتھ ہوتے۔ یہاں تک کہ بستر ٹھیک کرتے اور سرہانہ رکھتے تھے اور جب آپؐ سو جاتے تو یہ آپؐ کے لئے پانی کا انتظام کرتے۔ سفر وحضر میں لوٹا طہارت کیلئے اٹھایا کرتے تھے۔ تو ایسے لازم ملازم صحابی کے پاس شریعت کا علم کافی وافی ہوگا جو طالب علم کو دوسرے سے مستغنی کر دیتا ہے۔

والذکر والانثیٰ پہلے اس طرح نازل ہوا۔ بعد ازاں **وماخلق الذکر والانثیٰ** نازل ہوا جس کو ابن مسعودؓ اور ابوالدرداءؓ نے نہیں سنا۔ باقی لوگوں نے سنا اور اس کو قرآن مجید میں برقرار رکھا۔ اور ابن مسعودؓ کا یہ بھی گمان ہے کہ معوذتین قرآن مجید میں سے نہیں ہیں۔

اھل الکوفۃ سے مراد نواحی ہے بلکہ عراق مراد ہے۔ **سواد** سے مراد یا تو سرار ہے کہ آپؐ جب آہستہ باتیں کرتے ہوں یا سواد سے شخص مراد ہے۔ کہ یہ ان کی خصوصیت تھی کہ آپ کا کوئی راز ان سے پوشیدہ نہیں ہوتا تھا جب غسل کرتے تھے تو یہ پردہ کرتے تھے جب سو جاتے تو یہ بیدار کرتے تھے۔ اور صحابہ کرامؓ میں **صاحب السواد** کے لقب سے مشہور تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ازواج مطہرات اور محارم کے پاس بھی آیا جایا کرتے تھے۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِؓ

ترجمہ۔ حضرت ابوعبیدۃ بن الجراحؓ کے فضائل کے بارے میں۔

حدیث (۳۴۷۰) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ الخ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَمِیْنًا وَاِنَّ اَمِیْنَنَا اَیَّتُهَا الْاُمَّةُ اَبُوْعُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِؓ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت کیلئے ایک امانت دار ہوتا ہے۔ اے امت ہمارا امین ابوعبیدہ بن الجراحؓ ہے۔

حدیث (۳۴۷۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ عَنْ حُذَیْفَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ نَجْرَانَ لَاَبْعَثَنَّ یَعْنِیْ عَلَیْکُمْ یَعْنِیْ اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ فَاَشْرَفَ اَصْحَابُهٗ فَبَعَثَ اَبَا عُبَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران والوں سے فرمایا کہ میں تمہاری طرف ایک سچا امانت دار بھیجوں گا۔ آپؐ کے صحابہ کرامؓ جھانکنے لگے کہ کس کو بھیجتے ہیں۔ پس آپؐ نے حضرت عبیدہؓ کو بھیجا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت ابوعبیدہؓ جن کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال تھا۔ قرشی فہری تھے۔ ان کے نام پر ان کی کنیت غالب رہی۔ تمام غزوات میں آپؐ کے ساتھ شامل رہے۔ غزوہ احد میں آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ کہ چہرہ انور میں خود کی چودہ کڑیاں گھس گئی

تھیں۔انہوں نے ان کو اپنے دانتوں سے نکالا جس سے ان کے اگلے دو دانت ٹوٹ کر گر پڑے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں شام کے امیر تھے۔ ۱۸ھ میں شام کے اندر ہی آپ کی وفات ہوئی۔اگر اشکال ہو کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ تو عشرہ مبشرہ میں سے تھے ان کا ذکر عمار، حذیفہ وغیرھم حضرات سے کیوں مؤخر کیا۔ جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس جامع کے اندر احادیث کو بغیر کسی ترتیب کے کیفما اتفق جمع کیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے قدم فی الاسلام کی رعایت کرتے ہوئے حضرات عمار وغیرھم کا ذکر پہلے کیا۔ نیز عشرہ مبشرہ میں سے تو خود عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سعید بن زیدؓ بھی تو تھے۔ان کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی جامع کا مسودہ بغیر ترتیب کے چھوڑ دیا تھا۔ جس میں ان لوگوں کے نام ذکر کئے جن میں نہ تو قدم اسلام کا نہ ہی سن رسیدہ ہونے کا اور نہ کسی اور افضلیت کا لحاظ کیا۔ جب کسی بات کی رعایت نہیں کی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے ہر ترجمہ الگ الگ رکھا۔ ناقلین نے گڈمڈ کر دیا۔

امین کے معنی قابل اعتماد پسندیدہ آدمی اگر چہ یہ صفت صحابہ کرامؓ میں مشترک تھی۔ لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرامؓ کو بعض صفات کے ساتھ مختص کر دیا۔ کہ اس صفت کا ان پر غلبہ ہوتا تھا۔ جیسے حیاء حضرت عثمانؓ کے لئے مختص فرمائی حالانکہ غسل خانہ میں بھی تینوں کپڑوں کے ساتھ نہاتے تھے جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔

نجران یمن کا ایک شہر ہے۔ اشرف بمعنی اطلع.

بَابُ مَنَاقِبِ الْحَسَنِؓ وَالْحُسَيْنِؓ

ترجمہ۔حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے فضائل میں

قَالَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍؒ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ عَانَقَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ

ترجمہ۔حضرت نافع بن جبیرؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کو گلے سے لگالیا۔

حدیث (۳۴۷۲) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الخ عَنِ الْحَسَنِ (بصرى) اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا بَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ اِلٰى جَنْبِهٖ يَنْظُرُ اِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّاِلَيْهِ مَرَّةً وَّيَقُوْلُ ابْنِىْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ۔حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر سنا جب کہ حضرت حسنؓ ان کے پہلو میں تھے کبھی آپ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی ان حضرت حسنؓ کی طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے۔

حدیث (۳۴۷۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُهٗ وَالْحَسَنَ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا اَوْ كَمَا قَالَ.

ترجمہ۔حضرت اسامہ بن زیدؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اور حضرت حسنؓ کو پکڑ لیتے۔اور فرماتے اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس آپ بھی ان دونوں سے محبت کریں۔ یا جیسے آپ نے ارشاد فرمایا۔

حدیث (۳۴۷۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ اُتِىَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ

بِرَأْسِ الْحُسَيْنِؓ فَجُعِلَ فِيْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِيْ حُسْنِهٖ شَيْئًا فَقَالَ اَنَسٌؓ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ والی کوفہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک لایا گیا جس کو ایک تھال میں رکھا گیا تھا عبید اللہ ان کی آنکھ اور ناک میں لکڑی مارتا تھا اور ان کے حسن کے بارے میں کچھ عیب بیان کیا تو حضرت انسؓ نے فرمایا وہ تو اہل بیت میں سے سب سے زیادہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ حضرت حسینؓ کے سر اور داڑھی کے بال وسمہ سے رنگے ہوئے سیاہ تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کان مخضوبا الخ صفحہ ۱۵/۵۳۰ خالص وسمہ سیاہی پیدا نہیں کرتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وسمہ ایک بوٹی ہے کہ جس سے بالوں کو رنگ دیتے ہیں جس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد جنبوه السواد کے معارض نہیں اس لئے کہ وسمہ خالص سیاہی پیدا نہیں کرتا۔ ممانعت سیاہی خالص سے ہے۔ یا یہ کہ سیاہی مہندی پر غالب ہو۔ اگر حنا غالب ہو تو ممانعت نہیں ہے۔ شریعت کا منشا یہ ہے کہ بالوں کی سفیدی جوانی کے کالے بالوں سے خلط ملط نہ ہو۔ شیخ شاب جوان نہ لگے۔ علاوہ ازیں حضرت حسینؓ غازی شہید تھے۔ جہاد میں تو کالا خضاب بھی جائز ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ نے لگایا تھا۔ تا کہ کافر مرعوب ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ چونکہ بہت سے مناقب میں اشتراک ہے اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں بھائیوں کا ذکر ایک باب میں کر دیا۔ حضرت حسنؓ تو رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کی وفات ۵۰ھ میں مدینہ منورہ کے اندر زہر خورانی سے ہوئی۔ حضرت حسینؓ ۴ھ شعبان میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۱ھ عاشورا کے دن کربلاء عراق میں شہید ہوئے۔

بین فئتین ایک کثیر گروہ جن کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ وہ حضرت امام حسنؓ کے ہمراہ تھے اور ایک گروہ عظیم حضرت معاویہؓ کے ہمراہ تھا۔ حضرت حسنؓ نے قلت اور ذلت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض امت پر شفقت کرتے ہوئے ملک اور دنیا کو چھوڑ دیا۔

عبید اللہ بن زیاد یزید بن معاویہ کی طرف سے کوفہ کا والی تھا۔ اس کے دور امارت میں حضرت حسینؓ شہید ہوئے۔

حدیث (۳۴۷۵) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَؓ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ.

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ حسن بن علیؓ آپؐ کے کندھے مبارک پر تھے۔ آپؐ فرما رہے تھے اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس کو محبوب بنا لے۔

حدیث (۳۴۷۶) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِؓ قَالَ رَأَيْتُ اَبَا بَكْرٍؓ وَحَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ يَقُوْلُ بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَيْسَ شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ.

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیکھا جو آپ حضرت حسنؓ کو اٹھائے ہوئے تھے فرما رہے تھے میرے باپ کی قسم! یہ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہیں۔ علیؓ کے ہم شکل نہیں ہیں۔ اور حضرت علیؓ پاس کھڑے ہنس رہے تھے۔

حدیث (۳۴۷۷) حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مَعِيْنٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا آپؐ کے اہل بیت کے بارے میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ کرو یعنی ان کی وجہ سے ان کا احترام کرو۔

حدیث(۳۴۷۸)حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّؓ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حسن بن علیؓ سے زیادہ کوئی شخص کوئی بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل نہیں تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ترمذی شریف کی روایت کے مطابق سینہ سے سر تک تو حضرت حسنؓ آپؐ کے مشابہ تھے۔ اور سینے سے نیچے تک حضرت حسینؓ مشابہ تھے۔

حدیث(۳۴۷۹)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ وَسَاَلَهُ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْاَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ اِبْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْيَا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی عراقی نے محرم حج وعمرہ کے بارے میں پوچھا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ جو مکھی کو مار ڈالتا ہے آیا اس پر کوئی جزا ہے یا نہیں۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ عراق والے مکھی کے مار ڈالنے کے متعلق تو تقویٰ کا اظہار کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں۔ ادھر حال یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے یعنی نواسے کو شہید کر دیا۔ حالانکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ دونوں حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میری خوشبوئیں ہیں۔ یا ناز بوٹی ہیں جن کو انسان سونگھتا ہے۔ بچوں کو بھی اسی طرح انسان سونگھتا ہے اور بوسہ دیتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ قتل حسین پر تو جرأت کر لی۔ ادھر مکھی اور مچھر کے مسئلے پوچھ رہے ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ بِلَالٍؓ بْنِ رِبَاحٍ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍؓ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَیَّ فِي الْجَنَّةِ.

ترجمہ۔ حضرت بلالؓ بن ابی رباح جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام تھے ان کے فضائل کے بارے میں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال! میں نے تو جنت کے اندر اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی کھسکھساہٹ کی آواز سنی۔

حدیث (۳۴۸۰) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ اَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ كَانَ عُمَرُؓ يَقُوْلُ اَبُوْبَكْرٍؓ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِيْ بِلَالًا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار حضرت بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ حضرت بلالؓ ہمارے سرداروں میں سے ہے اس سے ان کی حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ پر افضلیت لازم نہیں آتی۔ جیسے ابن عمرؓ فرماتے ہیں ما رایت اسود من معاویۃ کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ سے زیادہ سردار کسی کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھ چکے تھے۔

حدیث (۳۴۸۱) حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ الخ عَنْ قَيْسٍ اَنَّ بِلَالًاؓ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍؓ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ لِنَفْسِكَ فَاَمْسِكْنِيْ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ لِلّٰهِ فَدَعْنِيْ وَعَمَلَ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت قیسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا جب کہ مسجد نبوی انہیں خالی نظر آئی۔ وہ مدینہ سے ہجرت کر کے شام کی طرف جہاد کے لئے جانا چاہتے تھے۔ کہ اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لئے خرید کیا ہے تو مجھے اپنے پاس روک رکھو۔ اگر اللہ کے لئے خریدا ہے تو مجھے میرے عمل الٰہی کے ساتھ چھوڑ دو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فدعنی و عمل الله صفحہ ۵/۵۳۱ یہ محل ترجمہ ہے کہ حضرت بلالؓ نے پسند کیا کہ اب وہ محض اللہ تعالیٰ کے ہی ہو کر رہیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں دعنی و عمل الله سے ترجمہ ماخوذ ہے۔ کیونکہ وہ حضرت بلالؓ تجرد الی اللہ اور اللہ کے اعمال میں مشغول رہنا چاہتے تھے اور یہ کوئی تھوڑی منقبت نہیں۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے فدعنی ای اعتقنی کہ مجھے آزاد کردو۔ چنانچہ ابوبکر صدیقؓ نے آزاد کر دیا۔ یہ گفتگو خریداری کے وقت تھی۔ لیکن طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت بلالؓ نے فرمایا افضل عمل المؤمن جہاد ہے۔ اس لئے میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم اور اپنا حق جتلا کر کہتا ہوں کہ تم میرے ہاں قیام کرو۔ چنانچہ ان کی وفات تک رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں انہیں اجازت دے دی شام کی طرف گئے جہاد کیا اور طاعون عمواس میں ۱۸ھ کے اندر وفات پائی۔ استیعاب میں ہے کہ حضرت بلالؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسجد نبوی کے اندر اذان پڑھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں بھی اذان کہتے رہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اذان نہیں پڑھی دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں نے آپؐ سے سنا تھا کہ افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس لئے جہاد کے لئے چلے گئے۔

بَابُ مَنَاقِبِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جو علماء صحابہؓ میں سے تھے ان کے فضائل کے بارے میں۔

حدیث (۳۴۸۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى صَدْرِهٖ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ! انہیں حکمت سکھلا ے حکمت سے اگر قرآن مراد ہو تو علمه الکتاب کے مناسب ہے۔

حدیث (۳۴۸۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ خَالِدٍ مِثْلَهُ قَالَ الْبُخَارِي الْحِكْمَةُ الْاِصَابَةُ فِيْ غَيْرِ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حکمت کے معنی ہیں نبوت کے علاوہ باقی معاملات میں رائے کا ٹھیک ہونا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ والحکمة الخ صفحہ ۵/۵۳۱ مقصد یہ ہے کہ حکمت کا لفظ انبیاء اور غیر انبیاء دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ نبیاء کے لئے تو اصابت اور نبوت کے معنی ہیں اور غیر انبیاء میں جیسے کہ یہاں استعمال کیا گیا ہے اس کے معنی اصابت رائے کے ہیں جو نبوت کے علاوہ ہو۔ تو ظاہر یہی ہے کہ مؤلف کی غرض یہ بتلانا ہے کہ حکمت کا لفظ جب غیر محل نبوت میں مستعمل ہو تو اس کے معنی اصابت کے ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو تقسیم کی ہے وہ صحیح ہے کہ حکمت کے معنی نبوت اور اصابت کے ہیں۔ جیسے داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے اتیناه الحکمة و فصل الخطاب تو مفسرین نے اس آیت میں حکمت سے نبوت مراد لی ہے۔ اور شراح کے کلام سے امام بخاریؒ

کے قول غیر النبوت حکمت سے متعلق ہے۔ یعنی الحکمه هی الاصابة التی تکون فی غیر النبوة اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد اس جگہ اصابت فی القول یا فهم عن اللہ اور بعض نے کہا وہ نور ہے جو الہام اور وسواس میں فرق کرتا ہے بہر حال ابن عباسؓ حبر الامۃ اور تفسیر قرآن کو صحابہؓ کی جماعت میں سے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں الحکمت سنت رسول الله صلی الله علیه وسلم.

بَابُ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ وَلِيْدٍؓ

ترجمہ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے فضائل کے بارے میں

حدیث (۳۴۸۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ان حضرات کی خبر آنے سے پہلے فرمادیا حضرت زیدؓ جعفرؓ اور ابن رواحہؓ شہید ہو چکے ہیں فرمایا پہلے پہل جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ کے ہاتھ میں تھا وہ شہید ہو گئے تو اسے حضرت جعفر طیارؓ نے پکڑ لیا وہ شہید ہو گئے تو اسے عبداللہ بن رواحہؓ نے پکڑ لیا وہ بھی شہید ہو گئے اور آپ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں حتیٰ کہ اسے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولیدؓ نے پکڑی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح نصیب فرمائی یہ حدیث کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَالِمٍؓ مَوْلٰى اَبِىْ حُذَيْفَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ کے فضائل میں

حدیث (۳۴۸۵) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا اَزَالُ اُحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِىْ حُذَيْفَةَؓ وَاُبَىِّ بْنِ كَعْبٍؓ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ لَا اَدْرِىْ بَدَاَ بِاُبَىٍّ اَوْ بِمُعَاذٍ.

ترجمہ۔ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تذکرہ ہوا تو وہ فرمانے لگے کہ یہ وہ شخص ہے جس سے میں ہمیشہ محبت کرنے لگا ہوں بعد اس کے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ قرآن مجید چار آدمیوں سے پڑھنا حاصل کرو۔ عبداللہ بن مسعودؓ جن کے نام سے آپؐ نے ابتدا فرمائی۔ پھر سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ ہیں اور تیسرے ابی بن کعبؓ اور چوتھے معاذ بن جبلؓ ہیں۔ مجھے یاد نہیں رہا کہ آپؐ نے پہلے ابی بن کعبؓ کا نام لیا یا معاذ بن جبلؓ کا لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ من اربعة صفحہ ۱۳/۵۳۱ ان چار حضرات کو فضیلت یا تو اس لئے حاصل ہے کہ انہوں نے بغیر کسی کے واسطہ کے قرآن مجید خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا یا اس لئے قراء میں سے معانی اور مطالب کے سمجھنے میں سب سے فائق تھے یا قرأت کے طرق سے سب قراء سے زیادہ جاننے والے تھے۔ یا اس لئے کہ الفاظ کی ادائیگی اور حروف کو اپنے مخارج سے نکالنے میں زیادہ ماہر تھے۔ اور بھی وجوہ

ترجیح ہوسکتے ہیں۔ بہرحال چار کا عدد حصر کے لئے نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ کرمانیؒ نے لکھا ہے کہ ان چار کی تخصیص کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حضرات الفاظ قرآنی کو ضبط کرنے اور ان کے صحیح طور پر ادا کرنے کے ماہر تھے۔ اگرچہ دوسرے حضرات معانی کے سمجھنے میں ان سے زیادہ قابل تھے۔ یا اس لئے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشافہۃً قرآن مجید اخذ کرنے کیلئے اپنے آپ کو فارغ کرلیا تھا۔ یا اس لئے قرآن مجید ان سے اخذ کیا جائے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد کے حالات کی اطلاع دے رہے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حضرت سالمؓ اہل فارس میں سے تھے۔ ان کا شمار مہاجرین میں ہوتا تھا کیونکہ انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی اور تمام موالی میں سے فاضل تھے۔ اور انصار میں ان کو اس لئے شمار کیا جاتا تھا کہ اوّلاً یہ حضرت ابوحذیفہؓ کی بیوی انصاریہ کے غلام تھے۔ اور قریش میں اور عجم میں اور موالی اور قراء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اور آپ یمامہ کی جنگ میں شہید ہوگئے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فضائل کے بارے میں

حدیث(۳۴۸۶)حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَقَالَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا وَّقَالَ اسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ وَّسَالِمٍؓ مَّوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَؓ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍؓ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدگو نہیں۔ نہ زبردستی بدگوئی کرتے تھے اور فرمایا کہ میرے نزدیک تم میں سے میرا زیادہ محبوب وہ ہے جو تم میں سے اچھے اخلاق کا مالک ہوگا۔ اور فرمایا قرآن مجید حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان چار سے حاصل کرو۔ عبداللہ بن مسعودؓ سالم مولی ابی حذیفہؓ۔ ابی بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بنو ھذیل میں سے ہیں۔ آپ کے والد جاہلیۃ میں وفات پاگئے۔ آپ کی والدہ مسلمان ہو گئیں اور صحابیہ بنیں۔ اس لئے کبھی کبھی ام عبد کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ سابقین اولین میں سے ہیں۔ اسلام میں داخل ہونے والے چھٹے آدمی ہیں۔ دو ہجرتیں کی ہیں اور دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے جنت کی شہادت دی۔ علماء صحابہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ کوفہ کے قاضی بنے۔ بیت المال کے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نگران تھے۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں مدینہ چلے آئے۔ ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ بقیع میں دفن کئے گئے۔ اور ساٹھ سے اوپر روایات آپ سے منقول ہیں۔ خلفاء اربعہ بھی آپ سے روایت کرنے والے ہیں۔

حدیث(۳۴۸۷)حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اَبِيْ عَوَانَةَ الخ عَنْ عَلْقَمَةَ دَخَلْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَرَاَيْتُ شَيْخًا مُّقْبِلًا فَلَمَّا دَنٰى قُلْتُ اَرْجُوْا اَنْ يَّكُوْنَ اسْتَجَابَ قَالَ مِنْ اَيْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَفَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ اَوَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمُ الَّذِيْ اُجِيْرَ مِنَ الشَّيْطَانِ اَوَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ

كَيْفَ قَرَأَ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ وَّاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى فَقَرَأْتُ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى قَالَ أَقْرَأَنِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهُ إِلٰى فِيَّ فَمَا زَالَ هٰؤُلَآءِ حَتّٰى كَادُوْا يَرُدُّوْنِيْ.

ترجمہ۔ حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ میں شام کی جامع مسجد میں داخل ہوا۔ دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے اللہ! کوئی نیک ساتھی مہیا فرما پس میں نے حضرت ابوالدرداءؓ شیخ کو آتے ہوئے۔ دیکھا پس جب وہ قریب ہوئے میں نے کہا میری آرزو تھی جو قبول و پوری ہوگئی۔ پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے کہا کوفہ والوں میں سے ہوں فرمایا کیا تمہارے اندر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نہیں ہیں جن کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے سرہانہ اور وضو کا لوٹا رہتا تھا جو کہ لازم ملازم صحابی تھے۔ کیا تمہارے اندر حضرت عمارؓ نہیں جنہیں شیطان سے پناہ دی گئی اور کیا تمہارے اندر وہ حضرت حذیفہؓ نہیں جو آپؐ کے ایسے راز دان ہیں کہ ان کے سوا ان کو اور کوئی نہیں جانتا۔ ابن ام عبد عبداللہ بن مسعودؓ واللیل اذا یغشی کو کیسے پڑھتے تھے۔ علقمہ فرماتے ہیں کہ میں نے پڑھا واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی والذکر والانثی۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا یہ مجھے بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا۔ جب کہ آپؐ کا منہ میرے منہ کی طرف تھا۔ پس لوگ مجھے برابر روک رہے ہیں یہاں تک کہ قریب ہے کہ مجھے اس سے لوٹا دیتے۔

حدیث (۳۴۸۸) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَأَلْنَا حُذَيْفَةَؓ عَنْ رَّجُلٍ قَرِيْبِ السَّمْتِ وَالْهَدْيِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَأْخُذَ عَنْهُ فَقَالَ مَا أَعْرِفُ أَحَدًا أَقْرَبَ سَمْتًا وَّهَدْيًا وَّدَلًّا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ.

ترجمہ۔ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہؓ سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا جو شکل اور طریقہ کے اعتبار سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو۔ تا کہ ہم اس سے خصلت پکڑیں۔ فرمایا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصلت عادت اور سیرت اور حالت میں زیادہ قریب ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ سے اور کسی کو نہیں جانتا۔

حدیث (۳۴۸۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مُوْسَى الْأَشْعَرِيَّؓ يَقُوْلُ قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِيْ مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِيْنًا مَا نَرٰى إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍؓ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰى مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ أُمِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ابو بردہؓ یمن سے آئے اور کچھ عرصہ آپؐ کے یہاں ٹھہرے۔ ہم یہی سمجھتے رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے کوئی آدمی ہیں۔ کیونکہ ان کا اور ان کی والدہ کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اکثر آنا جانا ہوتا تھا

بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَؓ

ترجمہ۔ معاویہؓ بن ابی سفیان کا ذکر

حدیث (۳۴۹۰) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ الخ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَآءِ بِرَكْعَةٍ وَّعِنْدَهٗ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍؓ فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْهُ فَإِنَّهٗ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے حضرت امیر معاویہؓ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ادا کی جب کہ ان کے پاس حضرت ابن عباسؓ کا غلام موجود تھا جس نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ چکے ہیں۔

حدیث(۳۴۹۱) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَکَ فِیْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مُعَاوِیَةَ فَاِنَّهٗ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اِنَّهٗ فَقِیْهٌ.

ترجمہ۔ابن ابی ملیکہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ کیا آپ امیر المؤمنین معاویہؓ کو نہیں دیکھتے کہ وہ ایک رکعت سے زیادہ وتر کی نماز نہیں پڑھتے فرمایا انہوں نے ٹھیک کیا۔کیونکہ فقیہ اور سمجھدار ہیں۔

حدیث(۳۴۹۲) حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ عَبَّاسٍ الخ عَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاهُ یُصَلِّیْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰی عَنْهُمَا یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

ترجمہ۔حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں بے شک تم لوگ ایک نماز پڑھتے ہو۔تحقیق ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں ہم نے آپ کو وہ دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور تحقیق آپ ان سے منع فرماتے تھے۔یعنی عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے سے روکتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔امام بخاریؒ نے اس مقام پر عنوان تبدیل کر دیا ہے۔مناقب سے تعبیر نہیں کیا۔کیونکہ ان میں صحبت اور فقاہت سے زیادہ اور کوئی منقبت بیان نہیں کی حالانکہ وہ اکثر صحابہ میں مشترک ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔عامۃ الشراح بھی یہی کہہ رہے ہیں چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ میں عنوان بدل کر ذکر کیا ہے کوئی فضیلت اور منقبت بیان نہیں کی کیونکہ حدیث باب سے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی ظاہر شہادت ابن عباسؓ سے فقہ اور صحبت کا اثبات ہوتا ہے جو بے شک فضل کثیر ہے لیکن منقبت خاصہ نہیں ہے۔ان ابواب میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں امام بخاریؒ نے ان کا عنوان مناقب سے بیان کیا چونکہ امیر معاویہؓ کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئیں وہ اگر چہ مشہور تھیں لیکن امام بخاریؒ کی شرط پر نہیں تھیں۔اس لئے ترجمہ میں عنوان بدل دیا۔ اسحق بن راہویہ نے کہا ہے کہ امیر معاویہؓ کے مناقب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اس لئے امام بخاریؒ نے مناقب کا لفظ صراحۃً ذکر نہیں کیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔امام نسائیؒ سے پوچھا گیا کہ فضل معاویہؓ کے بارے میں کوئی صحیح حدیث ہے۔تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ برابر سرابر چھوٹ جائیں تو غنیمت ہے تم فضائل پوچھتے ہو جس پر ان کو اس قدر مارا پیٹا گیا کہ جان سے ہاتھ دھونے پڑے مولانا عبدالعزیز پرہارویؒ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ناهیه عن ذم معاویه اس میں ان کے فضائل کی احادیث بیان کی ہیں باقی وتر کے بارے میں حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اجماع کہ وتر تین رکعات ہیں اور سلام درمیان میں نہیں۔تیسری رکعت کے آخر میں پھیرا جائے۔اور ابن التین فرماتے ہیں وتر ایک رکعت کا فقہاء میں سے کوئی قائل نہیں ہے۔اکثر حضرات وتر بالرکعت کی نفی کرتے ہیں۔شیخ عبدالحق دہلویؒ صراط مستقیم میں لکھتے ہیں کہ فعل معاویہؓ سے حاضرین کی وحشت انکار۔استبعاد اور حضرت ابن عباسؓ کا مجملا صحبت اور فقاہت سے جواب دینا صریح دلیل ہے کہ وتر برکعت متعارف نہیں تھا۔اور حدیث میں ہے نهی رسول الله صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عن صلوة البتیراء ایک رکعت والی نماز سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَؓ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے فضائل کے بارے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فاطمۃ الزہراءؓ تو جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حدیث (۳۴۹۳) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنِ الْمِسْوَرِبْنِ مَخْرَمَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُؓ بَضْعَةٌ مِّنِّىْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِىْ.

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمۃ الزہراءؓ میرے بدن کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

حدیث (۳۴۹۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ اِبْنَتَهُ فِىْ شَكْوَاهُ الَّتِىْ قُبِضَ فِيْهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَسَأَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ. قَالَتْ سَارَّنِى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِىْ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِىْ وَجَعِهِ الَّذِىْ تُوُفِّىَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِىْ فَاَخْبَرَنِىْ اَنِّىْ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِهِ اَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو اپنی اس بیماری میں بلوایا جس میں آپ کی وفات ہوگئی۔ تو آہستہ سے ان کے کان میں کوئی بات کہی جس پر ان کو رونا آ گیا۔ پھر بلا کر ایک اور آہستہ سے بات کہی جس پر وہ ہنس پڑیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے تو آہستہ بات کر کے آپؐ نے مجھے اطلاع دی کہ آپؐ اسی بیماری میں وفات پا جائیں گے جس میں آپؐ نے وفات پائی۔ جس پر مجھے رونا آ گیا پھر آہستہ بات کر کے آپؐ نے مجھے بتلایا کہ آپؐ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہی آپؐ کے پیچھے آئیں گی جس پر میں ہنس پڑی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث مع بحث کے گذر چکی۔ حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں پندرہ سال کی عمر میں حضرت علیؓ سے ان کی شادی ہوئی۔ غزوۂ احد کے بعد اور رمضان ۱۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے ان کو غسل دیا۔ اور نماز جنازہ بھی انہوں نے پڑھائی۔ اور ان کی وصیت کے مطابق انہیں رات کو دفن کیا گیا۔ صاحب ریاض النضرة نے ثابت کیا ہے کہ جنازہ کی نماز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی۔ جس کی اجازت خود حضرت علیؓ نے دی۔ اور استیعاب میں ہے کہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتالیس ۴۱ سال بعد حضرت فاطمہؓ کی ولادت ہوئی۔ اور حضرت عائشہؓ کی رخصتی کے ساڑھے چار ماہ بعد ان کا حضرت علیؓ سے نکاح ہوا اور ساڑھے نو ماہ بعد رخصتی ہوئی۔ ان کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ تھی۔ اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ حق مہر کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ مہر میں دی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چار سو اسی ۴۸۰ درہم حق مہر پر حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ فضل فاطمہؓ۔ عائشہؓ وخدیجہؓ میں اختلاف ہے۔ صحیح قول توقف کا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بضعة الرسول ہونے کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ افضل ہیں۔ پھر ان کی والدہ خدیجہؓ اور پھر حضرت عائشہؓ۔ سیوطیؒ نے نقایہ میں لکھا ہے کہ افضل النساء مریمؑ اور فاطمہؓ ہیں اور افضل امہات المؤمنین خدیجہؓ وعائشہؓ ہیں

چونکہ دلیل قطعی کوئی نہیں ظنیات متعارضہ ہیں۔اسلئے سب کے بارے میں توقف اولیٰ ہے۔

بَابُ فَضْلِ عَآئِشَةَؓ

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ کی فضیلت کے بارے میں

حدیث(۳۴۹۵)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَا عَآئِشُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تَرٰى مَالَا اَرٰى تُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ نے فرمایا اے عائشہ! یہ جبرائیلؑ ہے جو آپ پر سلام پڑھتا ہے۔میں نے کہا اس پر بھی سلام ہو۔اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔بے شک آپ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کچھ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

حدیث(۳۴۹۶)حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ اِمْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَآئِشَةَؓ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَآئِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں سے تو بہت لوگ کامل ہو گئے۔لیکن عورتوں میں سے سوائے ان دونوں عورتوں کے اور کوئی کامل نہیں ہوئیں ایک تو مریم بنت عمران ہے۔دوسری آسیہ فرعون کی بیوی ہے۔اور تیسری حضرت عائشہ جس کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی دوسرے کھانوں پر۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔فضل الثرید صفحہ ۵۳۲/۱۱ ثرید میں ایک لطافت ظاہری ہے کہ وہ آسانی سے ہضم ہو جاتی ہے اور دل اس کی طرف رغبت کرتا ہے۔باطنی نظافت و پاکیزگی یہ ہے کہ اس سے خلط صالح پیدا ہوتی ہے۔اس طرح حضرت عائشہؓ میں ظاہری فضیلت یہ ہے کہ وہ فقیہہ اور سمجھدار تھیں۔اور عربوں میں جو کھانے مشہور تھے ان میں ثرید زیادہ مرغوب تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔حافظؒ فرماتے ہیں کہ ثرید یہ ہے کہ روٹی کے ٹکڑے گوشت کے شوربے میں بھگو دیئے جائیں اور گوشت بھی کبھی اس کے ہمراہ ہوتا ہے۔جو ثرید پکے ہوئے گوشت سے زیادہ نافع اور زیادہ قوی ہوتا ہے۔اور فضل ثرید سے مراد اس کا نفع اور آسانی سے گزرنا۔شکم سیر ہونا۔اور لذیز ہونا اور آسانی سے حاصل ہونا ہے۔بلکہ اطباء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ بوڑھے کو جوان کر دیتا ہے يعيد الشيخ الى صباه۔اور حدیث میں جن فضائل کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عائشہؓ میں جمع ہیں جو دیگر عورتوں میں نہیں پائے جاتے افضل الانبیاء کی بیوی ہونا سب سے بڑی فضیلت ہے اور محبوب خدا کی محبوبہ ہیں سب سے زیادہ علم حسب ونسب میں فوق ہیں حضرت خدیجہؓ اور فاطمہؓ میں اور وجوہ سے فضیلت ہے لیکن وہ جامع حیثیت جس کی وجہ سے ثرید سے مشابہت ہوئی وہ کسی بی بی میں نہیں پائی جاتیں۔اور طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ثريد مع اللحم سے تشبیہ دینے میں وجہ شبہ قوت لذت آسانی سے حاصل ہونا تھوڑی مدت میں چبالینا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ میں حسن خلق حلاوت نطق زبان کی فصاحت جودت طبع اور رائے کا حسن اور عقل کی پختگی خاوند سے محبت جس کے بعد ایسی عورت سے شادی کرنا باتیں کرنا مانوس ہونا اور اس کی طرف رغبت کرنے کو جی چاہتا ہے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ثلث دین امت کو حضرت عائشہؓ سے ملا ہے۔اور جس قدر روایات ان سے مرویہ ہیں ایسی مردوں سے نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ لا یذھب علیک سے تنبیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے پہلے مناقب فاطمہؓ کو اور بعد ازاں فضل عائشہؓ کا ترجمہ باندھا۔ اس سے اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ابن تیمیہؒ تو توقف کے قائل ہیں۔ ابن القیمؒ نے تفصیل بیان کی ہے کہ جہات فضیلت مختلفہ ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ نے بھی کوکب دری میں کتاب الاطعمہ میں بیان کیا ہے کہ عائشہؓ اور فاطمہؓ کی افضلیت میں اختلاف ہے شاید حق یہ ہو کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی جہت سے فضیلت ہے۔ اپنا تو ایمان ہے کہ قیامت میں حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کھڑی ہوں گی اور حضرت فاطمہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہوں گی۔ فضیلت واضح ہے جو دوسری میں نہیں پائی جاتی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حضرت عائشہؓ ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں ان کی والدہ کا نام ام رومان ہے۔ ان کی ولادت ہجرت سے آٹھ سال پہلے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ لیکن اب علماء کی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر رخصتی کے وقت انیس سال کی اور نکاح کے وقت سولہ سال کی تھی۔ روافض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے کیلئے نکاح چھ سال کی عمر میں اور رخصتی نو سال کی عمر میں بتلائی ہے۔ نو سال کی عمر میں اب لڑکیاں کیوں نہیں بالغ ہوتیں نو سال کی نابالغ لڑکی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے گھر میں لا سکتے ہیں۔ بہرحال اٹھاون سال کی عمر میں خلافت معاویہ کے دور میں ان کی وفات ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بچہ بچی ان کے ہاں سے نہیں ہوا۔ ام عبداللہ کنیت اپنی اسماء بہن کے بیٹے کے نام سے کنیت رکھی تھی۔ حضرت اسماءؓ سو ۱۰۰ سال کی عمر میں وفات پاتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ ان سے عمر میں دس سال چھوٹی تھیں۔ ہجرت کے وقت دونوں بہنیں حالات نبوت سے باخبر تھیں اور ہجرت کے وقت آپؐ نے فرمایا کہ اگر گھر میں کوئی غیر ہو تو اسے الگ کر دو۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا صرف دو بہنیں ہیں یا ان کی والدہ ہے جنہوں نے ہجرت کی تمام باتیں سنیں سفر کا سامان باندھا۔ غار ثور کے حالات سے واقف رہیں۔

حدیث (۳۴۹۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَائِشَةَؓ اِشْتَكَتْ فَجَآءَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ تَقْدَمِيْنَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَبِيْ بَكْرٍؓ.

ترجمہ۔ حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ بیمار ہوئیں تو ابن عباسؓ بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو کہنے لگے اے ام المؤمنین آپ کو کیا فکر ہے۔ آپ تو اپنے سچے نمائندوں کے پاس جائیں گی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ وہ آگے جا کر آپ کیلئے انتظام کرنے والے ہیں۔ تو ابن عباسؓ نے تسلی دی کہ بالفرض آپ کی وفات ہو گئی تو آپ کے نمائندے جنت میں لے جانے والے موجود ہیں۔

حدیث (۳۴۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا وَآئِلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارًا وَالْحَسَنَ اِلَى الْكُوْفَةِ لِيَسْتَنْفِرَهُمْ خَطَبَ عَمَّارٌ فَقَالَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوْهُ اَوْ اِيَّاهَا.

ترجمہ۔ حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمارؓ اور حضرت حسنؓ کو کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ لوگ حضرت علیؓ کے لشکر کی امداد کے لئے نکلیں تو حضرت عمارؓ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ دنیا اور آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارا امتحان لیا ہے کہ دیکھیں تم لوگ حضرت علیؓ کی پیروی کرتے ہو یا حضرت عائشہؓ ایک عورت کے پیچھے لگتے ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ابتلاکم صفحہ ۲۱/۵۳۲ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حق تعالیٰ نے تمہارا امتحان لیا ہے تم حق کی متابعت کرتے ہو کہ وہ علیؓ ہے۔ یا باطل کی اتباع کرتے ہو کہ وہ عائشہؓ ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ برگزیدہ ہے لیکن خطا پر ہے۔ مشہور یہی ہے کہ تتبعوہ کی

ضمیر حضرت علیؓ کی طرف راجع ہے۔ لیکن شیخ زکریاؒ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو کیونکہ مشکوٰۃ میں ہے من عصانی فقد عصی اللہ ومن یعص الامیر فقد عصانی اور اتباع اللہ سے مراد اتباع حکم شرعی ہے کہ امام وقت کی اطاعت کی جائے اس کے خلاف خروج نہ کیا جائے۔ حافظؒ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

حدیث(۳۴۹۹)حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ اَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ فِيْ طَلَبِهَا فَاَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ فَصَلُّوْا بِغَيْرِ وُضُوْءٍ فَلَمَّا اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذٰلِكَ اِلَيْهِ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَانَزَلَ بِكِ اَمْرٌ قَطُّ اِلَّاجَعَلَ اللّٰهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَّجَعَلَ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ بَرَكَةً.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بہن اسماء سے ایک ہار عاریت کے طور پر مانگا جو غزوہ بنوالمصطلق میں گم ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو اس کی تلاش کیلئے بھیجا جنہیں نماز کے وقت نے آلیا تو انہوں نے اپنے اجتہاد سے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اس کی آپ کی طرف شکایت کی جس پر آیت تیمم نازل ہوئی تو حضرت اسید بن حضیرؓ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! اللہ تعالیٰ تجھے جزاء خیر عطا فرمائے آپ جب بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ضرور آپ کو اس مصیبت سے نجات دی۔ اور اس میں مسلمانوں کے لئے برکت پیدا فرما دی۔

حدیث(۳۵۰۰)حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ فِيْ مَرَضِهٖ جَعَلَ يَدُوْرُ فِيْ نِسَآئِهٖ وَيَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا غَدًا حِرْصًا عَلٰى بَيْتِ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِيْ سَكَنَ.

ترجمہ۔ ھشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری میں تھے تو اپنی بیویوں کے پاس دور کرتے ہوئے فرماتے تھے کل میں کہاں ہوں گا کل میں کہاں ہوں گا۔ حضرت عائشہؓ کے گھر کی حرص تھی تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب میری باری کا دن آیا تو آپ میرے گھر میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اس میں بھی حضرت عائشہؓ کی فضیلت ہے کہ آخری وقت میں آپ نے حضرت عائشہؓ کے گھر کا انتخاب فرمایا۔

حدیث (۳۵۰۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنْ اَبِيْهِ عُرْوَةَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ وَاللّٰهِ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَاِنَّا نُرِيْدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيْدُهٗ عَائِشَةُ فَمُرِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْمُرَ النَّاسَ اَنْ يُّهْدُوْا اِلَيْهِ حَيْثُ مَا كَانَ اَوْحَيْثُ مَادَارَ قَالَتْ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ اُمُّ سَلَمَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاَعْرَضَ عَنِّيْ فَلَمَّا عَادَ اِلَيَّ ذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَعْرَضَ عَنِّيْ فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ ذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَاَنَا فِيْ لِحَافِ امْرَاَةٍ مِّنْكُنَّ غَيْرَهَا.

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ کوشش کرتے تھے کہ وہ اپنے ہدایا آپ کی خدمت میں حضرت عائشہؓ کی باری کے دن پہنچائیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری سوکنیں حضرت ام سلمہؓ کے پاس جمع ہوئیں۔ کہنے لگیں اللہ کی قسم! اے ام سلمہؓ لوگ اپنے ہدایا آپؐ کے پاس حضرت عائشہؓ کی باری کے دن پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم بھی خیر اور بھلائی کا ارادہ رکھتی ہیں۔ جیسے اس کو حضرت عائشہ چاہتی ہے پس تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ وہ لوگوں کو حکم دیں کہ جس جگہ بھی حضورؐ ہوں یا جس بی بی کے پاس دورہ کرتے ہوئے آئیں۔ وہ اپنے ہدایا اسی جگہ پہنچائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ نے اس کا ذکر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا وہ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ پھر جب دوسری مرتبہ میرے پاس لوٹ کر آئے تو پھر میں نے اس کا ذکر آپؐ سے کیا۔ آپؐ نے پھر بھی مجھ سے منہ پھیر لیا جب تیسری رات تشریف لائے تو میں نے پھر اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ تم مجھے عائشہؓ کے بارے میں تکلیف نہ دو۔ اس لئے کہ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی بی بی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی سوائے اس کے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو میں اس سے کیسے اعراض کرسکتا ہوں۔ تمہارے حقوق پورے ہو رہے ہیں۔ محبت پر کسی کا جبر نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث باب سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ سب ازواج مطہرات سے افضل ہیں حتی کہ خدیجۃ الکبریٰؓ سے بھی۔ لیکن چونکہ ان کی وفات حضرت عائشہؓ کے آپؐ کے گھر میں آنے سے پہلے ہو چکی تھی لہذا منکن کے خطاب میں وہ داخل نہ ہونگی اور بعض حضرات نے اختصاص کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت عائشہؓ کپڑوں کی صفائی ستھرائی میں مبالغہ کرتی تھیں۔ اور نظافت فرشتوں کو پسند ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ اپنے باپ کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے محبوبہ محبوب رب العالمین تھیں۔ بہر حال امام بخاریؒ نے فضل عائشہؓ کے بارے میں کافی روایات جمع کی ہیں۔ اور فضل کے عنوان سے ان سب بیبیوں پر ان کی فضیلت ثابت فرمائی ہے روافض کی تنقیص کے مقابلہ میں یہ تحسین بہت کم ہے۔

الحمدللہ آج دوپہر جمعرات ۱۹ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ کو چودھواں پارہ ختم ہوا

آگے پندرہ پارہ شروع ہو رھا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پندرھواں پارہ

بَابُ مَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ

ترجمہ۔ انصار کے فضائل میں

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا.

ترجمہ۔ انصار وہ ہیں جنہوں نے اپنے مکانوں میں ٹھکانا دیا۔ اور جو لوگ ان سے پہلے ایمان لائے تھے اور جو لوگ ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور جو چیز مہاجرین کو دی جائے وہ اس سے تنگ دل نہیں ہوتے کہ اپنے سینوں میں کوئی خلش محسوس کریں۔

حدیث (۳۵۰۲) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَرَاَيْتَ اسْمَ الْاَنْصَارِ كُنْتُمْ تُسَمُّوْنَ بِهٖ اَمْ سَمَّاكُمُ اللّٰهُ قَالَ بَلْ سَمَّانَا اللّٰهُ كُنَّا نَدْخُلُ عَلٰى اَنَسٍ فَيُحَدِّثُنَا مَنَاقِبَ الْاَنْصَارِ وَمَشَاهِدَهُمْ وَيُقْبِلُ عَلَيَّ اَوْ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَزْدِ فَيَقُوْلُ فَعَلَ قَوْمُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا.

ترجمہ۔ حضرت غیلان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ مجھے بتلایئے کہ انصار کا نام تم نے خود رکھا ہے یا اللہ تعالیٰ نے تمہارا یہ نام رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمارا یہ نام اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ غیلان فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ پس وہ ہمیں انصار کے فضائل ان کی جنگوں میں شمولیت کے بارے میں حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میری طرف یا قبیلہ ازد کے ایک آدمی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تیری قوم نے فلاں دن فلاں کارنامہ انجام دیا فلاں دن فلاں کام کیا۔

حدیث (۳۵۰۳) حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَاتُهُمْ وَجُرِحُوْا فَقَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دُخُوْلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعاث کی لڑائی ایک ایسی لڑائی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اسے برپا کیا تھا۔ پس جب آپ تشریف لائے تو ان اشراف لوگوں میں پھوٹ پڑ چکی تھی۔ ان کے بڑے بڑے قتل ہو چکے تھے۔ اور ساری قوم انتشار واضطراب کا شکار تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام میں داخل ہونے کی اپنے رسول کے لئے پہلے پہل توفیق عطا فرمائی۔

تشریح از شیخ قاسمیؒ ۔ اوس اور خزرج کے قبائل اور ان کے خلفاء کا نام اسلام میں انصار رکھا گیا۔ اوس بن حارثہ اور خزرج بن حارثہ کہلاتے تھے۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں ہے السابقون الاولون من المهاجرین والانصار۔ بعاث اوس کا ایک قلعہ تھا۔ جہاں اوس اور خزرج

کے درمیان ایک سو بیس سال تک لڑائی برپا رہی۔ اسلام کی بدولت ان میں الفت پیدا ہوئی۔ بڑے سردار مارے گئے تھے۔ اگر وہ زندہ رہتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے۔ اور قوم کو دخول اسلام سے روکتے۔ تو یہ جنگ بعاث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خیر کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

حدیث (۳۵۰۴) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ الخ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ قَالَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ وَاَعْطٰی قُرَیْشًا وَاللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْعَجَبُ اِنَّ سُیُوْفَنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَآءِ قُرَیْشٍ وَغَنَآئِمُنَا تُرَدُّ عَلَیْھِمْ فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَعَا الْاَنْصَارَ قَالَ فَقَالَ مَا الَّذِیْ بَلَغَنِیْ عَنْکُمْ وَکَانُوْا لَا یَکْذِبُوْنَ فَقَالُوْا ھُوَ الَّذِیْ بَلَغَکَ قَالَ اَوَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّرْجِعَ النَّاسُ بِالْغَنَآئِمِ اِلٰی بُیُوْتِھِمْ وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی بُیُوْتِکُمْ لَوْ سَلَکَتِ الْاَنْصَارُ وَادِیًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَکْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ اَوْشِعْبَھُمْ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن انصار کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو دے رہے ہیں اللہ کی قسم یہ تو عجیب معاملہ ہے کہ ہماری تلواریں ابھی قریش کے خون سے تر بتر ہیں اور ہمارے اموال غنیمت انہیں لوٹائے جا رہے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات پہنچی تو آپؐ نے انصار کو بلوایا اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا خبر ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ اور وہ انصار جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے۔ پس انہوں نے کہا خبر تو وہی ہے جو آپ کو پہنچی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ لوگ تو غنائم کا مال لے کر گھروں کو واپس ہوں اور تم لوگ اللہ کا رسول لے کر گھروں کو واپس جاؤ تو انہوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم راضی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر انصار کسی وادی میں چلیں یا کسی گھاٹی پر چڑھیں تو میں بھی انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔ اور کتاب المغازی میں آ رہا ہے کہ فقہاء انصار نے کہا کہ ہمارے رؤساء نے تو کچھ نہیں کہا البتہ نوجوان نوخیز عمر والوں نے یہ بات ضرور کہی ہے۔ جس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لَوْلَا الْھِجْرَۃُ لَکُنْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَہٗ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا اس کو عبداللہ بن زیدؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث (۳۵۰۵) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ الْاَنْصَارَ سَلَکُوْا وَادِیًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَکْتُ فِیْ وَادِی الْاَنْصَارِ وَلَوْلَا الْھِجْرَۃُ لَکُنْتُ اِمْرًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَؓ مَا ظَلَمَ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ اٰوَوْہُ وَنَصَرُوْہُ اَوْ کَلِمَۃً اُخْرٰی.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں یا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں بھی انصار کی وادی میں چلوں گا اگر ہجرت کی شرافت اور فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک آدمی ہوتا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میرے ماں باپ قربان ہوں آپؐ نے کوئی بے جا بات نہیں کہی ان لوگوں نے آپ کو ٹھکانا دیا۔ اور آپ کی مدد کی یا اس طرح کوئی دوسرا کلمہ انصار کی ہمدردی کا کہا۔

بَابُ اِخَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ قائم کرنا۔

حدیث(۳۵۰۶) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ اٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنِّيْ اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا فَاَقْسِمُ مَالِيْ بِنِصْفَيْنِ وَلِيْ اِمْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِيْ اُطَلِّقْهَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اَيْنَ سُوْقُكُمْ فَدَلُّوْهُ عَلٰى سُوْقِ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ فَمَا انْقَلَبَ اِلَّا وَمَعَهُ فَضْلٌ مِّنْ اَقِطٍ وَسَمْنٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ ثُمَّ جَآءَ يَوْمًا وَبِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ قَالَ كَمْ سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ اَوْوَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ شَكَّ اِبْرَاهِيْمُ.

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ جب مہاجرین حضرات مدینہ میں آئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمنؓ اور سعد بن الربیعؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمنؓ سے کہا کہ میں انصار میں سے زیادہ مال رکھنے والا آدمی ہوں میں اپنے مال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ ایک ان میں سے آپ رکھ لیں اور میری دو بیویاں ہیں۔ دیکھیں ان میں سے جو آپ کو زیادہ پسند ہو اس کا نام مجھے بتائیں۔ میں اس کو طلاق دے دوں گا جب عدت ختم ہو جائے تو آپ اس سے شادی کر لیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے اہل وعیال اور مال میں برکت پیدا کرے تم مجھے اپنے بازار کا راستہ بتاؤ کہ وہ کدھر کو ہے۔ تو انہوں نے اسے بنو قینقاع کے بازار کا راستہ بتلایا پس جب وہ واپس آتا تو اس کے پاس کچھ بچا ہوا پنیر اور گھی ہوتا تھا۔ اس طرح مسلسل وہ صبح کو جاتا رہا۔ پھر ایک دن آیا تو ان کے کپڑوں پر زردی کے نشانات تھے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے۔ فرمایا میں نے شادی کر لی ہے۔ فرمایا کتنا حق مہر دیا ہے۔ فرمایا سونے کی گٹھلی یا گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے۔ ابراہیم کو شک ہے۔ اقط خشک دودھ کو کہتے ہیں۔ یا جسے آج کل کریم کہا جاتا ہے۔ مہیم. ماھذا کے معنی میں ہے۔ اور نواۃ پانچ درہم وزن کا سونا جو چار دینار کے برابر ہے۔

حدیث (۳۵۰۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ عَلِمَتِ الْاَنْصَارُ اَنِّيْ مِنْ اَكْثَرِهَا مَالًا سَاَقْسِمُ مَالِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ شَطْرَيْنِ وَلِيْ اِمْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَاُطَلِّقُهَا حَتّٰى اِذَا اَحَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا فَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ فَلَمْ يَرْجِعْ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى اَفْضَلَ شَيْئًا مِّنْ سَمْنٍ وَاَقِطٍ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى جَآءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

ترجمہ۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہمارے پاس تشریف لائے۔اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن الربیعؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کردیا اور وہ بہت مالدار تھے۔پس حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ انصار کو علم ہے کہ میں ان میں سے زیادہ مالدار ہوں عنقریب میں اپنا مال اپنے اور تیرے درمیان دو حصوں میں تقسیم کردوں گا اور میری دو بیویاں ہیں دیکھو جو تمہیں ان میں زیادہ پسند یدہ نظر آئے میں اس کو طلاق دے دوں گا۔یہاں تک کہ وہ عدت کے حیض سے پاک ہو جائے تو تم اس سے شادی کر لینا۔حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گھروالوں میں برکت پیدا کرے پس وہ اس دن واپس نہ آئے۔یہاں تک کہ کچھ گھی اور پنیر بچا کر لائے۔اور بہت تھوڑا عرصہ ہی گزرا ہوگا۔وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ زعفران کی خوشبو سے لت پت تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا انصار کی ایک عورت سے شادی کی ہے فرمایا اس کو کیا حق مہر میں دیا ہے کہا سونے کی ایک گٹھلی کے وزن کے برابر یا خود گٹھلی سونے کی جس کا وزن پانچ درہم ہوتا ہے وہ دیا ہے۔فرمایا ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔اکثر علماء کے نزدیک ولیمہ سنت ہے۔اور بکری کی قید حتمی نہیں ہے۔کیونکہ آپؐ نے بعض ازواج کے ولیمہ پر جو کے دو سیر خرچ کئے۔اور دوسری پر ستو اور کھجور۔اور تیسری پر حیس ایک قسم کا حلوہ ولیمہ میں دیا۔

ولو بشاة اگرچہ بظاہر تقلیل کے لئے ہے لیکن تکثیر اور تبعید کے لئے بھی آتا ہے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جس قدر ولیمہ حضرت زینب کا ہوا اس قدر اور کسی بیوی کا نہیں ہوا۔جس میں صرف ایک بکری سے ولیمہ کیا گیا۔

حدیث(۳۵۰۸) حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ اقْسِمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ النَّخْلَ قَالَ لَا قَالَ تَكْفُوْنَا الْمُؤْنَةَ وَتُشْرِكُوْنَا فِی الثَّمْرِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا.

ترجمہ۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انصار نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہمارے کھجور کے باغ آپؐ ہمارے اور مہاجرین کے درمیان برابر تقسیم فرمادیں تو انصاری نے کہا اے مہاجرین آپ مشقت کی ذمہ داری ہم سے لے لیں یعنی پانی پلانا دیگر ساخت پر داخت آپ لوگ کریں اور پھلوں میں ہمیں شریک بنالیں مہاجرین نے کہا ہم نے سن لیا اور اس پر عمل کریں گے۔انصار کا قول بھی ہوسکتا ہے۔

بَابُ حُبِّ الْاَنْصَارِ

ترجمہ۔انصار سے محبت کرنا

حدیث(۳۵۰۹) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰیَةُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰیَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ.

ترجمہ۔حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔فرماتے تھے کہ ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا ہے۔اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔چونکہ انصار کی نصرت اور ان کا ٹھکانا دینے سے عرب وعجم کے کفار ان کے دشمن بن گئے۔اس لئے آپؐ نے ان کے بغض سے ڈرایا اور ان سے محبت کی رغبت دلائی۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اَنْتُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے انصار تم تمام لوگ تمام لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو لیکن یہ مجموع من حیث المجموع کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ آپ کا یہ ارشاد ہے احب الناس الی ابوبکرؓ کہ ابوبکرؓ مجھے زیادہ محبوب ہیں۔

حدیث (۳۵۱۰) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَآءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبِلِيْنَ قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ عُرْسٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُمْثِلًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ قَالَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عورتیں اور بچے کسی شادی سے آتے ہوئے دیکھے تو اس کے سامنے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پس فرمایا اے اللہ! تم لوگ مجھے لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے۔

حدیث (۳۵۱۱) حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قَالَ جَآءَتْ اِمْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَكَلَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّكُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جس کے ہمراہ اس کا بچہ بھی تھا پس جو کچھ اس نے پوچھا آپؐ نے اس بارے میں اس سے بات چیت کی پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ بے شک تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ دو مرتبہ فرمایا۔

بَابُ اَتْبَاعِ الْاَنْصَارِ

ترجمہ۔ انصار کے لواحقین یعنی ان کی اولاد اور غلام

حدیث (۳۵۱۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَؓ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِكُلِّ نَبِيٍّ اَتْبَاعٌ وَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَا بِهٖ فَنَمَيْتُ ذٰلِكَ اِلَى ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذٰلِكَ زَيْدٌ.

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ انصار نے کہا یا رسول اللہ! ہر نبی کے پیروکار ہوتے ہیں۔ اور بے شک ہم نے آپ کی پیروکاری کی اب آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیروکار اولاد اور موالی کو بھی آپؐ کے پیروکاروں میں سے بنا دے پس آپؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی عمرو بن مرۃ کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ کو بیان کی تو انہوں کہا یہ حضرت زیدؓ کہہ چکے ہیں۔

حدیث (۳۵۱۳) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ اَتْبَاعًا وَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُهٗ لِابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ قَدْ زَعَمَ ذٰلِکَ زَیْدٌ قَالَ شُعْبَةُ اَظُنُّهٗ زَیْدَ بْنَ اَرْقَمَ.

ترجمہ۔حضرت ابوحمزہ جوانصار کے ایک آدمی تھے انہوں نے فرمایا کہ انصار نے کہا کہ بیشک ہر قوم کے کچھ لواحقین ہوتے ہیں بے شک ہم تو آپ کی پیروی کر چکے ہیں پس اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لواحقین کو بھی ہم میں سے بنادیں کہ وہ ہماری طرح فرمانبرداری اور نصرت کریں۔جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! ان کے واحقین کو بھی ان میں سے بنادے عمرو بن مرۃ کہتے ہیں یہ حدیث میں نے ابن ابی لیلیٰ سے بیان کی تو انہوں نے کہا حضرت زیدؓ نے بھی یہی کہا۔شعبہ فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ زید سے حضرت زید بن ارقمؓ مراد ہیں۔

بَابُ فَضْلِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ

ترجمہ۔انصار کے محلوں اور محلہ والوں کی فضیلت کے بارے میں دور سے مراد وہ محلہ اور گلیاں ہیں جہاں انصار آباد ہیں۔

حدیث(۳۵۱۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُوْ النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُوْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُوْ الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ ثُمَّ بَنُوْ سَاعِدَةَ وَفِیْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَا اَرَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَیْنَا فَقِیْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ وَقَالَ عَبْدُ الصَّمَدِ الخ وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ.

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابواسیدؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کے قبائل میں سے بہترین قبیلہ بنو نجار ہے جو حضور انور کے ماموں جان ہیں۔پھر بنو عبدالاشھل جو اوس قبیلہ سے ہے پھر بنو الحارث بن خزرج ہیں پھر بنو ساعدہ ہیں۔اور انصار کے تمام قبائل میں خیریت ہے۔حضرت سعدؓ بولے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے قبائل کو ہم پر فضیلت دے دی۔کہا گیا کہ بہت سے قبائل پر تمہیں فضیلت دے چکے ہیں۔عبدالصمد کہتے ہیں کہ سعد سے سعد بن عبادہؓ مراد ہیں۔

حدیث(۳۵۱۵) حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ الخ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اُسَیْدٍؓ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَیْرُ الْاَنْصَارِ اَوْقَالَ خَیْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُوْ النَّجَّارِ وَبَنُوْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ وَبَنُوْ الْحَارِثِ وَبَنُوْ سَاعِدَةَ.

ترجمہ۔حضرت ابواسید خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بہتر انصار اور انصار کے قبائل میں سے بہترین قبیلہ بنوالنجار ہے بنوعبدالاشھل بنوالحارث اور بنوساعدہ ہیں۔

حدیث(۳۵۱۶) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مُخَلَّدٍ الخ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ خَیْرَ دُوْرِ الْاَنْصَارِ دَارُبَنِی النَّجَّارِ ثُمَّ عَبْدُ الْاَشْهَلِ ثُمَّ دَارُبَنِی الْحَارِثِ ثُمَّ بَنِیْ سَاعِدَةَ وَفِیْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ فَلَحِقَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ اَبُوْاُسَیْدٍؓ اَلَمْ تَرَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیَّرَ الْاَنْصَارَ فَجَعَلَنَا اٰخِرًا فَاَدْرَکَ سَعْدٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُیِّرَ دُوْرُ الْاَنْصَارِ فَجُعِلْنَا اٰخِرًا فَقَالَ اَوَلَیْسَ بِحَسْبِكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِنَ الْخِیَارِ.

ترجمہ۔حضرت ابوحمیدؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا انصار کے محلوں میں سے بہتر محلہ بنو نجا

ر کا ہے۔ پھر عبد الاشہل پھر محلہ بنو الحارث پھر بنو ساعدہ اور انصار کے تمام محلوں میں خیر و برکت ہے۔ پس ہم حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس پہنچے تو ابو اسیدؓ نے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھتے کہ آپؐ نے انصار کو خیر و برکت سے نوازا تو سہی لیکن ہمیں اخیر میں رکھا تو حضرت سعد بن عبادہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! انصار کے محلوں کو خیر و برکت سے نوازا گیا۔ لیکن ہمیں اخیر میں رکھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تم افاضل میں سے ہو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث متقدم اور متاخر تو قبائل کے فضائل پر دلالت کرتی ہیں۔ اور درمیانی حدیث سے تساوی معلوم ہوتی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ ان میں منافات نہیں ہے۔ اصل فضیلت تو دوسرے قبائل پر ان کو حاصل ہے۔ فضائل میں تفاوت یہ اس کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لِلْاَنْصَارِ اِصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ قَالَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار سے فرمانا کہ تم صبر کرو یہاں تک کہ تم مجھے حوض کوثر پر آ کر ملو گے یہ عبد اللہ بن زیدؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

حدیث(۳۵۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا قَالَ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اُثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت اسید بن حضیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انصار کے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ کیا مجھے حاکم نہیں بناتے جس طرح فلاں کو بنایا ہے فرمایا میرے بعد تمہیں ترجیحات کا سامنا کرنا ہوگا۔ پس صبر کرنا یہاں تک کہ مجھے حوض کوثر پر آ کر ملو گے۔

حدیث(۳۵۱۸) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اُثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ وَمَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد دیکھو گے کہ تم کو نظر انداز کر کے دوسروں کو اختیار کیا جائے گا۔ پس تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ میرے سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ اور تمہارے وعدے کی جگہ حوض کوثر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ خير دور الانصار بنو النجار اس مقام پر مجموع من حيث المجموع کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اگر خصوصیت سے ہر ہر فرد کو دیکھا جائے تو بنو ساعدہ کے بعض اشخاص کو بنو نجار کے بعض اشخاص پر ترجیح ہوگی۔ اور یہاں خیریت کا اعتبار بحیثیت قدم اسلام زیادہ نصرت اور دیگر امور ترجیح سے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ کل کا حکم فرد کے منافی نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت اسید بن حضیرؓ۔ سعد بن معاذؓ۔ عباد بن بشر اشہلی ہونے کے باوجود بہت سے بنو نجار کے افراد سے افضل ہیں۔ اور انسؓ بنو نجار میں سے سب سے افضل ہیں اور میرے نزدیک اس ترتیب میں ایک لطیف اشارہ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کی طرف ہے۔ کہ حضرت زید بن ثابتؓ جو نجاری ہیں انہوں نے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت کرنے میں سبقت کی۔ اٹھ کر کہنے لگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے۔ ان کا خلیفہ بھی مہاجرین میں

سے ہونا چاہیے ہم جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے اسی طرح ان کے خلیفہ بھی انصار ہیں رہیں گے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑا بیعت کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے بیعت کی۔ پھر مہاجرین اور انصار نے بیعت کی۔ سعد بن عبادہ بیعت سے پیچھے رہ گئے۔ کذافی تاریخ الخلفاء اگران احادیث پر اشکال ہو کہ یہ تو مفضل علیھم جن پر فضیلت دی گئی ہے ان کی غیبت ہے۔ تو غیبت کی تعریف کتاب الادب میں آ رہی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ تلقونی علی الحوض اس میں حضرات انصار کو جنت اور رحمت اور حوض کوثر پر ملنے کی بشارت ہے۔

اثرۃ یہ ترجیحات حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں واقع ہوئیں۔ بعض انصار نے حضرت امیر معاویہؓ سے اس کی شکایت کی۔ اور بعض مہاجرین کا شکوہ بھی کیا۔ اور یہ حدیث پڑھی تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کیا حکم دیا۔ کہا کہ صبر کرنے کی تلقین فرمائی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق صبر کرو۔

حدیث (۳۵۱۹) حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ حِیْنَ خَرَجَ مَعَهٗ اِلَی الْوَلِیْدِ قَالَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ اِلٰی اَنْ یَّقْطَعَ لَهُمُ الْبَحْرَیْنِ فَقَالُوْا لَا اِلَّا اَنْ تَقْطَعَ لِاِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ مِثْلَهَا قَالَ اِمَّا لَا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ فَاِنَّهٗ سَیُصِیْبُکُمْ بَعْدِیْ اُثْرَةٌ.

ترجمہ۔ یحییٰ بن سعید نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا جب کہ وہ ان کے ہمراہ ولید بن عبدالملک کی طرف بصرہ سے دمشق جا رہے تھے حجاج بن یوسف کی زیادتیوں کا شکوہ کرنے کیلئے گئے تھے۔ جس پر ولید نے اسے خوب ڈانٹا۔ بہرحال فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا کہ آؤ میں تمہیں بحرین کا علاقہ جاگیر کے طور پر لکھ دوں انصار نے کہا نہیں جب تک آپؐ ہمارے بھائی مہاجرین کے لئے اس طرح نہیں لکھ دیں گے ہم قبول نہیں کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر صبر کرو یہاں تک مجھے آ کر ملو گے۔ کیونکہ عنقریب میرے بعد تمہیں نظر انداز کیا جائے گا۔ اور دوسروں کو تم پر فوقیت دی جائے گی۔

بَابُ دُعَآءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا کہ اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما۔

حدیث (۳۵۲۰) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةِ فَاَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ وَعَنْ قَتَادَةَ مِثْلَهٗ وَقَالَ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ پس اے اللہ! مہاجرین اور انصار کی اصلاح فرما۔ اور قتادہؓ کی روایت میں ہے کہ انصار کی بخشش فرما۔

حدیث (۳۵۲۱) حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قَالَ کَانَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

فَاَجَابَهُمْ اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَةِ فَاَکْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں انصار کہتے تھے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد پر

بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔ تو آپؐ نے ان کے جواب میں فرمایا اے اللہ! زندگی تو آخرت کی ہے۔ اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی تعظیم فرما۔ تو حضرت انسؓ کی روایت میں دعا کے تین الفاظ وارد ہوئے۔ اصلح۔ اغفر۔ اور اکرم۔

حدیث (۳۵۲۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَهْلٍ قَالَ جَآءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ.

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب کہ ہم خندق کھود رہے تھے۔ اور مٹی ہم اپنے کندھوں پر اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ پس مہاجرین اور انصار کی بخشش فرمادے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ للمهاجرين والانصار آپ کبھی کبھی ایسا فرمادیتے تھے تاکہ شعروشاعری سے التباس نہ ہوجائے کیونکہ وماعلمناه الشعر وماينبغي له کہ ہم نے نہ تو آپ کو شعر سکھلائے اور نہ ہی وہ آپؐ کے شان کے لائق ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطب گنگوہیؒ نے بوردہ احیانا سے جو فائدہ بیان کیا ہے ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ شعبیؒ سے مروی ہے کہ عبدالمطلب کی اولاد خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو سب اشعار کہتے تھے۔ سوائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے البتہ مثال کے طور پر تائیداً پڑھتے تھے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ اکثر یہ شعر سناتے تھے کفی بالا سلام والشیب ناهيا ابوبکرؓ نے فرمایا یارسول اللہ! كفى الشيب والاسلام معمرا ناهيا جس پر ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں نے فرمایا کہ ہم گواہی دیتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وماعلمناه الشعر وماينبغي له۔

بَابُ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمہ۔ کہ وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود بھوک کا شکار ہوں۔

حدیث (۳۵۲۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلٰى نِسَآئِهٖ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا اِلَّا الْمَآءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلٰى نِسَآئِهٖ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا اِلَّا الْمَآءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضُمُّ اَوْ يُضِيْفُ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَكْرِمِيْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا عِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِيْ فَقَالَ هَيِّئِيْ طَعَامَكِ وَاَصْبِحِيْ سِرَاجَكِ وَنَوِّمِيْ صِبْيَانَكِ اِذَا اَرَادُوْا عَشَآءً فَهَيَّاَتْ طَعَامَهَا وَاَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَاَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَاَطْفَاَتْهُ فَجَعَلَا يُرِيَانِهٖ اَنَّهُمَا يَاْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ اَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک اجنبی آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کو آپؐ نے کھانے کے لئے اپنی بیبیوں کے پاس بھیج دیا وہ بولیں ہمارے پاس تو سوائے پانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص اس کو مہمان بنا کر اپنے ساتھ لے جائے گا تو انصار کے ایک آدمی حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا میں لے جاؤں گا چنانچہ وہ اسے اپنی بیوی کی طرف لے گئے۔ اور ان سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خوب تعظیم کرو انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو سوائے بچوں کے کھانے کے اور کچھ نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا اچھا تم کھانا تیار کرو۔ اور اپنا چراغ روشن کرو اور بچوں کو سلا دو۔ جب کہ وہ شام کے کھانے کا تقاضا کریں۔ چنانچہ اس نے اپنا کھانا تیار کیا۔ چراغ کو روشن کیا اور اپنے بچوں کو سلا دیا پھر وہ کھڑے ہو کر چراغ کو درست کرنے لگی۔ تو اسے بجھا دیا پس یہ دونوں مہمان کو یہ دکھانے کیلئے کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں منہ ہلاتے رہے۔ اس طرح انہوں نے رات بھوکے گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو سویرے سویرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آج رات بہت راضی ہوئے۔ یا تمہاری دونوں کی کارگزاری کو پسند فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اگر چہ انہیں خود بھوک کا سامنا ہو لیکن وہ ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اور جو لوگ اپنی ذات کی حرص سے بچ گئے۔ پس یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ یریانه انهما یاکلان ۳۶ ۵ /۲۲ یعنی بغیر کسی چیز کے چبانے کے منہ کو اس طرح گھماتے تھے اور چبانے کی آواز سناتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سیوطیؒ نے ایک اور قصہ نقل کیا ہے کہ ایک مسلمان روزے دار تھا جس کو تین دن تک افطاری کیلئے کوئی چیز نہ ملی۔ جس کا ایک انصاری ثابت بن قیسؓ کو علم ہوا تو اس نے اپنی بیوی سے آ کر کہا کہ میں ایک مہمان کو لاؤں گا کھانا اس کے سامنے رکھ دینا۔ چراغ کی اصلاح کے بہانے اسے بجھا دینا اور کھانے کی طرف ہاتھ اس طرح بڑھانا معلوم ہو کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بہر حال دونوں سبب نزول کے ہو سکتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبِلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ

ترجمہ۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں کہ ان کے اچھے لوگوں کے نیک اعمال قبول کر لو اور ان کے برے لوگوں سے درگزر کرو۔

حدیث (۳۵۲۴) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی اَبُوْ عَلِیٍّ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍؓ یَقُوْلُ مَرَّ اَبُوْبَکْرٍؓ وَالْعَبَّاسُؓ بِمَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْاَنْصَارِ وَهُمْ یَبْکُوْنَ فَقَالَ مَا یُبْکِیْکُمْ قَالُوْا ذَکَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِذٰلِکَ قَالَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰی رَاْسِهٖ حَاشِیَةَ بُرْدٍ قَالَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ یَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِیْکُمْ بِالْاَنْصَارِ فَاِنَّهُمْ کَرِشِیْ وَعَیْبَتِیْ وَقَدْ قَضَوُا الَّذِیْ عَلَیْهِمْ وَبَقِیَ الَّذِیْ لَهُمْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِیْئِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ کا انصار کی مجلسوں میں سے ایک مجلس کے پاس سے گزر ہوا جو رو رہے تھے انہوں نے پوچھا تمہیں کس چیز نے رلایا کہنے لگے کہ ہمیں جو مجلس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتی تھی وہ یاد آ گئی جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کی خبر دی تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ جب کہ چادر کے کنارہ سے اپنے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پس آپ منبر نبویؐ پر چڑھ گئے اس دن کے بعد پھر اس پر چڑھنا نصیب نہیں ہوا پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا کہ میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ میرا معدہ اور زنبیل ہیں جس میں انسان اپنے کپڑے اور ضروریات رکھتا ہے۔ کنایہ ہے کہ وہ میرے معتمد علیہم ہیں ان کے ذمہ جو نصرت کا فریضہ تھا وہ انجام دے دیا اور جوان کا حق ہے وہ باقی ہے۔ پس ان کی اچھائیوں کو قبول کرو۔ اور ان کی برائیوں سے درگذر کرو۔ بیعت عقبہ کر کے انہوں نے اپنی ذمہ واری پوری کردی اب ان کے حقوق کی ادائیگی باقی رہ گئی ہے۔

حدیث (۳۵۲۵) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُتَعَطِّفًا بِهَا عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَآءُ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَتَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَّلِيَ مِنْكُمْ اَمْرًا يَضُرُّ فِيْهِ اَحَدًا اَوْ يَنْفَعُهٗ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے کہ آپؐ نے اپنے دونوں کندھوں پر ایک لمبی چادر لپٹی ہوئی تھی اور سر پر ایک میلی پگڑی تھی۔ یہاں تک کہ آپ منبر پر بیٹھ گئے۔ پس اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا امابعد۔ اے لوگو! لوگ تو بہت ہوں گے لیکن انصار دین کی مدد کرنے والے تھوڑے ہوں گے یہاں تک کہ کھانے میں نمک کی مانند ہوں گے پس تم میں سے جو کوئی شخص کسی معاملہ کا حاکم بنے خواہ اس میں کسی کو نقصان پہنچائے یا نفع پہنچائے۔ بہرحال لوگوں کی خوبیوں سے نباہ کرے اور ان کی برائیوں سے درگذر کرے۔

حدیث (۳۵۲۶) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنْصَارُ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَالنَّاسُ سَيَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّوْنَ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انصار تو میرا معدہ اور زنبیل ہیں۔ یعنی میری جماعت اور میرے صحابہ ہیں۔ لوگ تو عنقریب بہت ہو جائیں گے لیکن یہ انصار تھوڑے ہوں گے تو انکی خوبیوں کو قبول کرنا اور ان کی برائیوں سے چشم پوشی کرنا۔ اس سے قبائل عرب وعجم کے اسلام میں داخل ہونے کی پیشین گوئی ہے۔ جن کے مقابلہ میں قبیلہ انصار بالکل تھوڑا ہوگا یا مطلقاً انصار دین کی قلت کی طرف اشارہ ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍؓ

ترجمہ۔ سعد بن معاذؓ کی فضیلت

حدیث (۳۵۲۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ يَقُوْلُ اُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ يَمَسُّوْنَهَا وَيَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِ هٰذِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ خَيْرٌ مِنْهَا اَوْ اَلْيَنُ رَوَاهُ قَتَادَةُ وَالزُّهْرِيُّ سَمِعَا اَنَسًاؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی جوڑا ہدیہ میں دیا گیا۔ جس کو آپؐ کے صحابہؓ ٹٹولتے تھے۔ اور

اس کی نرمی سے تعجب کرتے تھے۔فرمایا کیا تم اس کی نرمی سے تعجب کرتے ہو۔البتہ سعد بن معاذؓ کے رومال ان سے بہتر اور نرم ہوں گے۔

حدیث(۳۵۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ جَابِرٍؓ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ عَنِ الْاَعْمَشِ الخ عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍؓ فَاِنَّ الْبَرَآءَ یَقُوْلُ اهْتَزَّ السَّرِیْرُ فَقَالَ اِنَّهٗ کَانَ بَیْنَ هٰذَیْنِ الْحَیَّیْنِ ضَغَائِنُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍؓ۔

ترجمہ۔حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی موت پر عرش الٰہی کانپ اٹھا۔دوسری سند میں ہے حضرت جابرؓ سے کسی شخص نے کہا حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ چارپائی جنازہ والی ہلنے لگی۔تو حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ان دونوں قبیلوں میں کچھ حسد و بغض تھا۔میں نے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی موت پر عرش رحمٰن لرز اٹھا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ضغائن اگر حضرت براءؓ قبیلہ خزرج کے آدمی ہوتے اور حضرت سعد بن معاذؓ اوس کے سردار ہوتے تو پھر بھی کوئی وجہ ہو سکتی تھی۔لیکن دونوں حضرات قبیلہ اوس کے فرد ہیں۔پھر اس قول کا ان سے سرزد ہونا بعید ہے۔محشیؒ نے بھی تخطیہ کیا ہے البتہ حضرت جابرؓ خزرجی ہیں۔وہ تعجب کے طور پر بیان کر رہے ہیں کہ حضرت براءؓ اوسی یہ کلمہ کیسے کہتے ہیں۔اور کیسے ان کی فضیلت پر حسد کر سکتے ہیں۔جب کہ میں خزرجی ہو کر حق کو ظاہر کر رہا ہوں کہ عرش رحمٰن کو حضرت سعد بن معاذؓ کی روح کے اوپر سے خوشی ہوئی جس سے عرش الٰہی کو حرکت ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت براءؓ کو تعجب ہوا کہ ایک بندۂ خدا کی موت پر عرش الرحمن کیسے حرکت میں آ سکتا ہے۔ان کی چارپائی کو حرکت ہوئی۔جس کا ازالہ حضرت جابرؓ نے کیا کہ نہیں۔سمجھ آئے یا نہ آئے عرش الرحمن حرکت میں آیا۔اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔میں نے خود اپنے کانوں سے ان الفاظ کو سنا ہے۔اس میں لفظ سریر نہیں بلکہ عرش الرحمن ہے۔اور اہتزاز یا تو ان کے آنے کی خوشی میں یا ہلکی موت پر غم کی وجہ سے ہے۔حافظؒ نے بھی کافی بحث کی ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت براءؓ نے دشمنی کی بنا پر یہ بات نہیں کی۔بلکہ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق بات کی۔اور حضرت جابرؓ نے گمان کیا کہ شاید حضرت براءؓ کسی بغض کی بنا پر یہ فرما رہے ہیں۔بہر حال صحابہ کرامؓ سے حسن ظن رکھنا اہل سنت کا عقیدہ۔

حدیث(۳۵۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ اِنَّ اُنَاسًا نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍؓ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ فَجَآءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا بَلَغَ قَرِیْبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی خَیْرِکُمْ اَوْ سَیِّدِکُمْ فَقَالَ یَا سَعْدُ اِنَّ هٰؤُلَآءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِکَ قَالَ فَاِنِّیْ اَحْکُمُ فِیْهِمْ اَنْ تُقْتَلَ مُقَاتِلُهُمْ وَتُسْبٰی ذَرَارِیُّهُمْ قَالَ حَکَمْتَ بِحُکْمِ اللّٰهِ اَوْ بِحُکْمِ الْمَلِکِ۔

ترجمہ۔حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ بنو قریظہ کے لوگ حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس پیغام بھیجا۔وہ ایک گدھے پر سوار پہنچے جب مسجد کے قریب آئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر یا تمہارا سردار آ گیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اے سعد! یہ لوگ تیرے فیصلہ پر راضی ہو گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں ان کے بارے میں فیصلہ دیتا ہوں کہ فوجی لڑنے والے کو قتل کر دیا جائے۔اور ان کی عورتوں بچوں کو قیدی بنایا جائے۔آپؐ نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق یا بادشاہانہ فیصلہ کیا ہے۔

بَابُ مَنْقَبَةِ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ

ترجمہ۔اسید بن حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ کی فضیلت

حدیث(۳۵۳۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ الخ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَاِذَا نُوْرٌ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا حَتّٰى تَفَرَّقَا فَتَفَرَّقَ النُّوْرُ مَعَهُمَا وَقَالَ مَعْمَرٌ الخ عَنْ اَنَسٍ كَانَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ عِنْدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ دو آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے سخت اندھیری رات میں نکلے دیکھتے کیا ہیں کہ ان دونوں کے سامنے روشنی ہے۔یہاں تک کہ جب وہ جدا ہونے لگے تو روشنی بھی ان کے ہمراہ جدا ہو گئی۔اور معمر کی سند میں ہے کہ حضرت اسیدؓ اور عباد بن بشرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور یہ انہیں کا واقعہ ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔یہ ایام محاصرہ بنو قریظہ کا واقعہ ہے اور مسجد سے مسجد صلوٰۃ مراد ہے۔مسجد مدینہ مراد نہیں ہے سید کم انصار کے سردار تھے۔ یہ تو ظاہر ہے یا سیادت خاصہ فیصلے کی مراد ہے۔حدیث سے ثابت ہوا کہ سادات اور افاضل کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔اور جو قیام ممنوع ہے وہ کسی کے سامنے غلاموں کی طرح کھڑا ہونا ہے۔بنو قریظہ کا آپ نے پچیس دن محاصرہ کیا۔جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا۔تو چونکہ وہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔وہ سمجھے کہ سردار قبیلہ حضر سعد بن معاذؓ ان کی رعایت کریں گے۔لیکن اسلام اور ان کی صلابت دینی نے تعصب سے انکار کر دیا اور یہ شاہانہ فیصلہ کیا۔یہ ۵ھ کا واقعہ ہے جب کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقض عہد کر کے احزاب کی موافقت کی تھی۔اور قبیلہ اوس نے اپنے حلفاء کے لئے معافی کی درخواست کی تھی۔تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اپنے سردار کے فیصلہ پر راضی نہیں ہو۔تو پھر وہ راضی ہو گئے۔

بَابُ مَنَاقِبِ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ

ترجمہ۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت

حدیث(۳۵۳۱) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اسْتَقْرِؤُا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِبْنِ جَبَلٍ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قرآن مجید چار آدمیوں سے پڑھنا سیکھو۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ۔ابی بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ سے۔

تشریح از قاسمیؒ۔حضرت معاذ بن جبلؓ انصاری خزرجی ہیں۔ان ستر ۷۰ آدمیوں میں شامل ہیں جنہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضری دی۔اور آپ نے ان کے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان مؤاخات قائم کی تھی۔

بَابُ مَنْقِبَةِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا

ترجمہ۔سعد بن عبادہؓ کی فضیلت۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ واقعہ افک سے پہلے بڑے نیک آدمی تھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بعد میں اس صفت سے خارج ہو گئے ہوں۔

حدیث(۳۵۳۲) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍؓ قَالَ اَبُوْ اُسَیْدٍؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُوْ عَبْدِ الْاَشْھَلِ ثُمَّ بَنُوْ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُوْ سَاعِدَۃَ وَفِیْ کُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَؓ وَکَانَ ذَاقِدَمٍ فِی الْاِسْلَامِ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ فَضَّلَ عَلَیْنَا فَقِیْلَ لَہٗ قَدْ فَضَّلَکُمْ عَلٰی نَاسٍ کَثِیْرٍ.

ترجمہ۔حضرت ابواسیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبائل انصار میں سے بہتر قبیلہ بنو النجار ہیں پھر بنو عبدالاشھل. پھر بنو الحارث بن الخزرج پھر بنو ساعدہ اور تمام قبائل انصار میں خیر ہی خیر ہے۔حضرت سعد بن عبادہؓ چونکہ قدیم الاسلام تھے فرمانے لگے کہ میں دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبائل کو ہم پر فضیلت دی ہے۔تو ان سے کہا گیا کہ بہت سے لوگوں پر تم کو فضیلت دی ہے۔ ذاقدم ان کی منقبت ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍؓ

ترجمہ۔ابی بن کعبؓ کی فضیلت

حدیث(۳۵۳۳) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ الخ قَالَ ذُکِرَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍؓ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ فَقَالَ رَجُلٌ لَا اَزَالُ اُحِبُّہٗ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَۃٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ فَبَدَأَ بِہٖ وَسَالِمٍؓ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَؓ وَمَعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ وَاُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍؓ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تذکرہ ہوا تو وہ فرمانے لگے کہ یہ وہ آدمی ہے جسے میں ہمیشہ سے محبت کرتا ہوں میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔قرآن مجید چار آدمیوں سے حاصل کرو عبداللہ بن مسعودؓ سے اور ان کے نام سے شروع فرمایا۔اور سالمؓ مولی ابی حذیفہ ومعاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ سے جو سید القراء بنے اور حضرت عمرؓ نے انہیں تراویح کا امام بنایا تھا۔

حدیث(۳۵۳۴) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاُبَیٍّ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْکَ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ قَالَ وَسَمَّانِیْ قَالَ نَعَمْ فَبَکٰی.

ترجمہ۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں سورۃ لم یکن الذین کفروا تم کو پڑھ کر سناؤں۔فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا آپؐ نے فرمایا ہاں تو حضرت ابی بن کعبؓ خوشی سے رو پڑے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔سورۃ لم یکن الذین کفروا کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں توحید ورسالت۔اخلاص کتب سابقہ صلوٰۃ۔زکوٰۃ۔واھل الجنۃ واھل النار کا بیان ہے۔

اقرأ علیک یہ قرأت ان کو تعلیم دینے کے لئے تھی۔تاکہ وہ ادائیگی حروف تصحیح الفاظ اور مواضع وقوف معلوم کرلیں۔آپؐ ان سے سیکھ نہیں رہے تھے سکھا رہے تھے۔اس لئے وہ بعد میں سید القراء بنے۔

بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍؓ

ترجمہ۔ زید بن ثابتؓ کی فضیلت

حدیث(۳۵۳۴) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ اُبَیٌّ وَمُعَاذُبْنُ جَبَلٍؓ وَاَبُوْ زَيْدٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍؓ قُلْتُ لِاَنَسٍؓ مَنْ اَبُوْ زَيْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِیْ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چار آدمی قرآن مجید کو جمع کرتے تھے۔ اور وہ سب کے سب انصار میں سے تھے۔ حضرت ابیؓ اور معاذ بن جبلؓ ابوزیدؓ اور زید بن ثابتؓ۔ میں نے انسؓ سے پوچھا یہ ابوزید کون ہے فرمایا میرے چچاؤں میں سے ہیں۔ بعض نے کہا ان کا نام سعد بن عمرو ہے۔ اور بعض نے قیس بن السکن کہا ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ طَلْحَةَؓ

ترجمہ۔ حضرت ابوطلحہؓ کی فضیلت

حدیث(۳۵۳۶) حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْطَلْحَةَؓ بَيْنَ يَدَیِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ بِهٖ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهٗ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَؓ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيْدَ الْقِدِّ يَكْسِرُ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ الْجَعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ فَيَقُوْلُ انْشُرْهَا لِاَبِیْ طَلْحَةَ فَاَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُ اَبُوْطَلْحَةَؓ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَا تُشْرِفْ يُصِيْبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَؓ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍؓ وَاُمَّ سُلَيْمٍؓ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تُنْقِزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَیْ اَبِیْ طَلْحَةَؓ اِمَّا مَرَّتَيْنِ وَاِمَّا ثَلٰثًا.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب احد کی لڑائی میں مسلمان شکست کھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے تو حضرت ابوطلحہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی ڈھال لے کر آپؐ کے بچاؤ کے لئے ڈھال بنے ہوئے تھے۔ جب کہ حضرت ابوطلحہؓ سخت تیرانداز آدمی تھے اس دن انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑ دی تھیں۔ اور جب کوئی آدمی ان کے پاس سے گذرتا اور اس کے پاس تیروں کا ترکش ہوتا تو اس سے کہتے کہ تیر ابوطلحہؓ کیلئے پھینکتے جاؤ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کی طرف جھانک کر دیکھتے تھے تو حضرت ابوطلحہؓ فرماتے اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپ جھانک کر نہ دیکھیں کہیں قوم کے تیروں میں سے کوئی تیر آپ کو نہ لگ جائے۔ میرا سینہ آپؐ کے سینہ کے آگے ڈھال بنا ہوا ہے۔ اور میں نے حضرت عائشہؓ ابوبکرؓ کی بیٹی اور حضرت ام سلیمؓ دونوں کو دیکھا کہ وہ دونوں پنڈلیاں کھولے ہوئے ہیں۔ کہ میں ان کی پنڈلیوں کے پازیب دیکھ رہا ہوں۔ اپنی پیٹھوں پر پانی کے مشکیزے لے کر کودتی پھرتی تھیں۔ اور پانی کو قوم کے مونہوں میں انڈیلتی تھیں۔ پھر

واپس آ کران مشکیزوں کو بھر لیتیں اور قوم کے مونہوں میں آ کرانڈیل دیتیں۔ اور اس دن ابوطلحہؓ کے ہاتھ سے دو مرتبہ یا تین مرتبہ تلوار گر پڑی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ یکسر یومئذ قوسین یہ حال ماضی کی حکایت ہے۔ جس کو صیغہ مضارع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ کتاب المغازی میں لفظ بلفظ ماضی ذکر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں رمیا شدیدا یعنی وہ شدت رمی سے موصوف تھے۔ پھر لقد یکسر میں لام تاکید کا اور قد تحقیق و یکسر بالتشدید جو کثرت کسر پر دال ہوگا اور ایک روایت میں شدید القدا اضافت کے ساتھ ہے غیر رنگے ہوئے چمڑے کی تانت۔ اس صورت میں معنی ہوں گے شدید وتر القوس فی النزع. کہ کھینچنے میں ان کی کمان کی تانت بڑی سخت ہوتی تھی تو اس صورت میں قوسین مرفوع ہوگا جو یکسر کا فاعل بنے گا جب کہ یکسر فعل لازم ہوگا۔ اور ایک روایت میں شدید المدبالمیم بھی آیا ہے یعنی سخت کھینچنے والے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ نحری دون نحرک الخ یعنی میں اپنا سینہ آپؐ کے سینہ کے آگے کرلوں گا آپؐ سینہ کو نہ نکالیں کہیں کوئی تیر آپ تک نہ پہنچ جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ نحر کے معنی صدر سینے کے ہیں۔ معنی ہوں گے اقف انا بحیث یکون صدری کالترس لصدرک یعنی میں ایسی جگہ کھڑا ہوں گا کہ میرا سینہ آپؐ کے سینہ کے لئے ڈھال کی طرح ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حضرت ابوطلحہؓ جن کا نام زید بن سہل بن الاسود بن حرام ہے۔ انصاری خزرجی ہیں۔ اور حضرت ام سلیمؓ کے شوہر ہیں جو حضرت انسؓ کی والدہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ لگتی ہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ کی وفات ۳۱ھ میں ہوئی۔ خدم جمع خدمۃ کی خلخال کو کہتے ہیں۔ سوق بالضم جمع ساق کی۔ جس کے معنی پنڈلی کے ہیں۔ تنقزان نقز سے ہے۔ جس کے معنی نقل کرنے کے ہیں متون متن کی جمع بمعنی پیٹھ۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍؓ

ترجمہ۔ عبداللہ بن سلامؓ کی فضیلت

حدیث(۳۵۳۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍؓ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَحَدٍ يَمْشِيْ عَلَى الْاَرْضِ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍؓ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ الْاٰيَةَ قَالَ لَآ اَدْرِيْ قَالَ مَالِكٌ الْاٰيَةَ اَوْفِي الْحَدِيْثِ.

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو خود بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسے شخص کے لئے جو زمین پر چلتا پھرتا ہو نہیں سنا کہ آپؐ نے اسے جنتی کہا ہو۔ سوائے عبداللہ بن سلامؓ کے۔ فرمایا کہ انہیں کے بارے میں یہ آیت اتری کہ بنی اسرائیل کے ایک گواہ نے گواہی دی عبداللہ بن یوسف کہتے ہیں مجھے یاد نہیں رہا کہ مالکؒ نے آیت میں فرمایا یا حدیث میں فرمایا۔

حدیث(۳۵۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادَةَؒ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِيْ مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى وَجْهِهٖ اَثَرُ الْخُشُوْعِ فَقَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيْهِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّكَ حِيْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللّٰهِ

مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ مَالَا يَعْلَمُ وَسَاُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ رَاَيْتُ رُؤْيَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَاَيْتُ كَاَنِّيْ فِيْ رَوْضَةٍ ذَكَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَسَطَهَا عَمُوْدٌ مِنْ حَدِيْدٍ اَسْفَلُهٗ فِي الْاَرْضِ وَاَعْلَاهُ فِي السَّمَآءِ فِيْ اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيْلَ لَهُ ارْقَهْ قُلْتُ لَا اَسْتَطِيْعُ فَاَتَانِيْ مُنْصِفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِيْ مِنْ خَلْفِيْ فَرَقِيْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِيْ اَعْلَاهَا فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيْلَ لَهُ اِسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِيْ يَدِيْ فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ عُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ وَذَاكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍؓ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ الخ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ وَصِيْفٌ مَكَانَ مُنْصَفٍ بِمَعْنٰى خَادِمٍ.

ترجمہ۔ حضرت قیس بن عبادؒ فرماتے ہیں کہ میں مسجد مدینہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ایسا آدمی مسجد میں داخل ہوا جس کے چہرہ پر خشوع کے آثار ظاہر تھے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آدمی اہل جنت میں سے ہے۔ اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور ان میں اختصار کیا۔ پھر وہ باہر چلے گئے تو میں نے ان کا پیچھا کیا اور میں نے کہا جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا تھا کہ یہ آدمی اہل جنت میں سے ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم جو شخص جو بات نہیں جانتا اسے نہیں کہنا چاہیئے۔ میں تمہیں بیان کروں گا کہ یہ کیوں کر ہوا۔ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا تھا جس کو میں نے آپؐ کے سامنے بیان کیا وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا گویا کہ میں ایک باغ میں ہوں جس کی فراخی سبزی کو انہوں نے ذکر کیا۔ اور فرمایا اس کے درمیان میں ایک لوہے کا ستون ہے جس کا نچلا حصہ زمین میں ہے اور اوپر کا حصہ آسمان میں ہے۔ جس کے اوپر کے حصہ میں ایک کڑا ہے۔ مجھے کہا گیا کہ اس کے اوپر چڑھو میں نے کہا میری طاقت میں تو نہیں ہے کہ اس پر چڑھوں۔ تو میرے پاس ایک خادم آیا جس نے پیچھے سے میرے کپڑے اٹھائے۔ تو میں اوپر چڑھ گیا یہاں تک کہ میں باغ کے یا ستون کے اوپر کے حصہ میں پہنچ گیا اور میں نے اس کڑے کو پکڑ لیا۔ مجھے کہا گیا کہ اسے مضبوطی سے تھام لو پھر میں جاگ اٹھا اور وہ کڑا میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے یہ خواب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپؐ نے فرمایا وہ باغ تو اسلام ہے اور ستون اسلام کا ستون ہے او وہ کڑا مضبوط کڑا ہے۔ کہ آپ مرتے دم تک اسلام پر رہیں گے اور یہ آدمی حضرت عبداللہ بن سلامؓ تھے۔ اور خلیفہ کی سند میں بجائے منصف کے وصیف ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہیں یعنی خادم۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لا ینبغی لاحد الخ مقصد یہ ہے کہ اگر تم یہ کلام من اهل الجنة نقل کرو اور تمہیں اصل واقعہ معلوم نہ ہو تو تم ممن قال مالا یعلم ان لوگوں سے ہو گے جو وہ بات کہتے ہیں جن کا انہیں یقین نہیں۔ اور کسی کو لائق نہیں جو بات نہیں جانتا اسے بیان کرے۔ اور اگر کسی کو علم حاصل بھی ہو لیکن اسے اس کی معتد بہ دلیل کا علم نہیں تو گویا کہ وہ بھی نہیں جانتا۔ اس لئے انہوں نے اس کی حجت بیان کر دی تا کہ اس کا علم مستند ہو جائے اور ایک حجت دلائل میں سے ذکر کر دینا کافی ہے تمام دلائل کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ لہذا اب وہ اعتراض وارد نہیں ہوگا جو محشیؒ نے وارد کیا ہے کہ انہیں حضرت سعدؓ کی حدیث سابق یاد نہیں تھی۔ کیونکہ حدیث سعد میں ان کے جنتی ہونے کی صراحت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ موت تک اسلام پر باقی رہیں گے پس جونسی دلیل بھی لائی جائے اثبات مدعا کے لئے کافی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قال الكرماني لا ينبغي سے حضرت ابن سلامؓ کی طرف سے ان لوگوں پر انکار ہے کہ تم نے قطعی طور پر جنتی کیوں کہہ دیا ممکن ہے ان کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی حدیث پہنچی ہو اور انہیں خود نہ پہنچی ہو یا تواضع کی بنا پر اپنی ثنا پسند نہیں کر رہے تھے یا یہ کہ انہوں نے تو صرف خواب دیکھا تھا جس پر آپؐ نے تا حیات اسلام پر باقی رہنے کی بشارت دی۔ اس میں قطعی طور پر جنتی ہونا نہیں فرمایا اس پر انکار

فرمار ہے ہیں۔اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے سائل تعجب کرنے والے پر انکار کیا کہ یہ تعجب کی بات نہیں ہے پھر پورا قصہ خواب کا بیان فرمادیا تو اب لاینبغی لاحد کا مطلب یہ ہوگا کہ جس شخص کو علم نہ ہوا سے انکار نہیں کرنا چاہیے جب کہ وہ خبر اہل صدق کی طرف سے پہنچے۔

حدیث(۳۵۳۹) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ اَبِىْ بُرْدَةَ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍؓ فَقَالَ اَلا تَجِئُ فَاُطْعِمُکَ سَوِيْقًا وَتَمْرًا وَتَدْخُلُ فِیْ بَيْتٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّکَ بِاَرْضٍ الرِّبَا بِهَا فَاشٍ اِذَا کَانَ لَکَ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَاَهْدٰى اِلَيْکَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْ حِمْلَ شَعِيْرٍ اَوْحِمْلَ قَتٍّ فَلا تَاْخُذْهُ فَاِنَّهٗ رِبًا وَلَمْ يَذْكُرِ النَّضْرُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ الْبَيْتَ.

ترجمہ۔حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ہوئی انہوں نے فرمایا آپ میرے گھر نہیں آتے کہ میں آپ کو ستو اور کھجور کھلاؤں اور آپ میرے گھر میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے معظم ومکرم ہوگیا ہے اس میں داخل ہوں پھر فرمایا آپ تو ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں سود کھلم کھلا لیا جاتا ہے۔جب آپ کا کسی آدمی پر قرضہ ہو اور وہ آپ کو بھوسے کا بوجھ جو اونٹ اٹھاسکتا ہے یا جو کا بوجھ یا جانوروں کے گھاس کا بوجھ ہدیہ کے طور پر دے تو یہ سود ہے۔نضر اور ابوداؤد و وھب نے شعبہ سے بیت کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہی ؒ۔اگر عرف میں یہی دستور ہے تو ربوا ہوگا اگر شرط کر کے لے تو حرمت ظاہر ہے اور ممکن ہے کہ نہی غیر عرف میں وارد ہو تو یہ مزید احتیاط کے طور پر ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔حافظؒ فرماتے ہیں فانه ربوا احتمال ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی رائے ہو ورنہ فقہاء فرماتے ہیں ربوا اس وقت ہوگا جب شرط لگائے لیکن تقوای یہ ہے کہ اسے بھی چھوڑ دے کل قرض جر نفعه فهو ربوا۔کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر بغیر شرط کوئی ہدیہ دے تو جائز ہے لیکن حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا مسلک یہ ہے کہ ہر شہر کا عرف شرط کے قائم مقام ہوتا ہے۔کرمانیؒ نے اشکال نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو مناقب ابن سلام سے کیا مناسبت ہوئی۔تو جواب یہ دیا ہے کہ ایک تو اس وجہ سے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف فرما ہوئے تو بیت میں تنوین تعظیم کے لئے ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مستقرض کو ہدیہ قبول کرنے سے روکا یہ تقوای اور ورع کی بات ہے جس میں ان کے لئے منقبت عظیمہ ہے۔حافظؒ نے بھی یہی دو وجہ ذکر فرمائی ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ارض سے ارض عراق مراد ہے۔اور فاش کے معنی شائع اور کثیر کے ہیں تبن گندم کا بھوسہ۔قت جانوروں کے گھاس کی ایک قسم ہے۔جیسے کترن بوٹی۔حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا جاہلیت میں نام الحصین تھا جس کو آپؐ نے تبدیل کر کے عبداللہ رکھا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ داخل ہونے کے وقت سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور آپ کی وفات ۴۳ ہجری میں ہوئی۔

بَابُ تَزْوِيْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُدَيْجَةَؓ وَفَضْلِهَا

ترجمہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہؓ سے شادی کرنا اور حضرت خدیجہؓ کی فضیلت کے بارے میں

حدیث(۳۵۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ سَمِعْتُ عَلِيًّاؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَفِیْ سَنَدٍ آخِرِ قَالَ خَيْرُ نِسَآئِهَا مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَآئِهَا خُدَيْجَةُؓ.

ترجمہ۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں میں سے بہتر

عورت بی بی مریمؑ ہے اور اس امت کی بہترین عورت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہے۔

حدیث (۳۵۴۱) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَأَمَرَهُ اللّٰهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی پر مجھے اتنا رشک نہیں آیا جتنا حضرت خدیجہؓ پر رشک آیا۔ حالانکہ وہ میری شادی سے پہلے وفات پا چکی تھیں کیونکہ آنحضرت سے میں سنا کرتی تھی کہ ان کو اکثر یاد کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت خدیجہؓ کو جنت کے اندر ایک موتیوں والے گھر کی خوشخبری سنائیں اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح کرتے تھے۔ تو جہاں تک ممکن ہوتا ان کی سہیلیوں کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

حدیث (۳۵۴۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خُدَيْجَةَ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا قَالَتْ وَتَزَوَّجَنِي بَعْدَهَا بِثَلَاثِ سِنِينَ وَأَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّوَجَلَّ أَوْ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اور کسی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جس قدر حضرت خدیجہؓ پر آیا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر کثرت سے کرتے تھے وہ فرماتی ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کے تین سال بعد میرے سے شادی کی تھی۔ اور آپؐ کے رب نے یا جبرائیل علیہ السلام نے آپؐ کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت خدیجہؓ کو جنت کے اندر ایک موتیوں کے عظیم الشان گھر کی بشارت دیں۔

حدیث (۳۵۴۳) حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا رَأَيْتُهَا وَلَكِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيجَةُ فَيَقُولُ إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اتنا رشک مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی پر نہیں آیا جس قدر حضرت خدیجہؓ پر رشک آیا حالانکہ میں نے انہیں دیکھا تک نہیں تھا۔ لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بہت یاد کرتے تھے اور جب کبھی کوئی بکری ذبح کرتے پھر اس کے جوڑ جوڑ اعضاء کاٹتے تھے تو ان کو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بھیجا کرتے تھے پس کبھی کبھار میں آپؐ سے کہتی کہ کیا دنیا میں صرف وہی ایک عورت خدیجۃ الکبریٰؓ ہی تھیں۔ آپ فرماتے وہ تو تھی ہی لیکن میری جتنی اولاد ہے وہ سب ان سے پیدا ہوئی۔

حدیث (۳۵۴۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ إِسْمٰعِيلَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى بَشَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيجَةَ قَالَ نَعَمْ بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ.

ترجمہ۔ حضرت اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو کوئی خوشخبری سنائی تھی۔ فرمایا ہاں ایک ایسے گھر کی جو موتیوں کا ہوگا جس میں نہ کوئی شور و شغب ہوگا اور نہ ہی کوئی تکلیف ہوگی اور نہ تھکاوٹ ہوگی۔

حدیث(۳۵۴۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍالخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اَتٰى جِبْرِيْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُؓ اَتَتْ مَعَهَا اِنَآءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْطَعَامٌ اَوْشَرَابٌ فَاِذَا هِيَ اَتَتْکَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَاصَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ.

ترجمہ۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمایا یارسول اللہ! یہ حضرت خدیجہؓ ہے جو اپنے ہمراہ کچھ برتن لا رہی ہے اس میں سالن ہوگا یا کھانا ہوگا یا کوئی مشروب ہوگا پس جب وہ آپؐ کے پاس آئیں تو آپؐ ان پر میرے ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پڑھنا اورانہیں جنت کے اندر ایک ایسے عظیم الشان گھر کی خوشخبری سنانا جو موتیوں کا بنا ہوا ہوگا۔اس میں نہ تو شوروشغب ہوگا اور نہ ہی اس میں کوئی تھکاوٹ وتکلیف ہوگی۔

حدیث(۳۵۴۶) حَدَّثَنَا قَالَ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ اِسْتَاْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خُدَيْجَةَؓ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اِسْتِيْذَانَ خَدِيْجَةَؓ فَارْتَاعَ لِذٰلِکَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَالَةُ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُمِنْ عَجُوْزٍ مِنْ عَجَآئِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَآءَ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ قَدْ اَبْدَلَکَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا.

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی بہن ھالہ بنت خویلد نے جناب رسول اللہ پراجازت طلب کی چونکہ ان کی آواز حضرت خدیجہؓ سے ملتی جلتی تھی۔آپ سمجھے کہ حضرت خدیجہؓ اجازت طلب کررہی ہیں۔جس کی وجہ سے آپ گھبرا گئے۔پھر فرمایا کہ اچھا اے اللہ! یہ تو ھالہؓ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔کہ مجھے غیرت آئی جس پر میں نے کہا آپ قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک بوڑھیا کو کیا یاد کرتے ہیں جو سرخ مسوڑوں والی تھی کہ اس کے دانت گرگئے تھے اورزمانہ ہوا وہ فوت ہوچکی۔اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں ان سے بہتر بیوی عطا فرمائی جو سالم دانتوں والی اور نوخیز عمر ہے۔جس پر آپؐ ناراض ہوئے۔میں نے عرض کی کہ انشاء اللہ آئندہ ان کو خیر کے ساتھ یاد کروں گی۔آپؐ نے فرمایا وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب کہ لوگ کفر کر رہے تھے۔

تشریح از قاسمی" ۔حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ جن کا نسب قصیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں۔جن سے آپ کا نکاح ہوا جب کہ ان کی عمر چالیس سال اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس برس تھی۔جب تک وہ زندہ رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔آپ کی سب اولاد انہیں میں سے ہے۔سوائے حضرت ابراہیمؑ کے جو بی بی ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تھے۔ہجرت سے پانچ سال پہلے مکہ معظمہ میں ان کی وفات ہوئی تین بچے اور چار بچیاں ان سے پیدا ہوئے فضیلت کی بحث گزر چکی ہے۔

کانت و کانت ای خصائلها وفضائلها کانت صوامة قوامة محسنة ومشفقة الی غیر ذلک قصب وہ بند محل جو موتی اور جواہرات سے مرصع ہو۔صخب شوروغوغا جو عموماً جھگڑے کے وقت ہوتا ہے۔نصب کے معنی تھکاوٹ کے ہیں ان دو صفتوں کی مناسبت یہ ہے کہ جب آپؐ نے ان کو دعوت ایمان دی تو نہایت خوشدلی سے ایمان لائیں رفع صوت اور جھگڑے کی نوبت نہیں آئی اور نہ ہی اس میں انہیں کوئی کوفت اٹھانی پڑی۔

بَابُ ذِكْرِ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّؓ

ترجمہ۔جریر بن عبداللہ بجلیؓ کے ذکر کے بارے میں

حدیث(۳۵۴۶) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِيُّ الخ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِؓ مَا حَجَبَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِیْ اِلَّاضَحِکَ وَعَنْ قَیْسٍ عَنْ جَرِیْرِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ کَانَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ بَیْتٌ یُقَالُ لَہٗ ذُوالْخَلَصَۃِ وَکَانَ یُقَالُ لَہُ الْکَعْبَۃُ الْیَمَانِیَّۃُ اَوِ الْکَعْبَۃُ الشَّامِیَّۃُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ اَنْتَ مُرِیْحِیْ مِنْ ذِی الْخَلَصَۃِ قَالَ فَنَفَرْتُ اِلَیْہِ فِیْ خَمْسِیْنَ وَمِائَۃِ فَارِسٍ مِنْ اَحْمَسَ قَالَ فَکَسَرْنَا وَقَتَلْنَا مَنْ وَّجَدْنَا عِنْدَہٗ فَاَتَیْنَا فَاَخْبَرْنَاہُ فَدَعَا لَنَا وَلِاَحْمَسَ۔

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پردہ کر کے نہیں بیٹھے چونکہ یہ حسین تھے۔ اس لئے جب بھی آپؐ مجھے دیکھتے تو ہنس پڑتے۔ اور قیس حضرت جریر بن عبداللہؓ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جاہلیت میں ایک گھر بنایا گیا تھا جسے ذوالخلصہ کہتے تھے اسے کعبہ یمنی اور شامی بھی کہا جاتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ کیا آپ مجھے اس ذوالخلصہ سے راحت پہنچانے والے بنیں گے۔ فرماتے ہیں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو شاہسواروں کو لے کر میں اس کی طرف روانہ ہوا فرماتے ہیں کہ ہم نے جا کر اسے توڑ پھوڑ دیا اور جو لوگ اس کے آس پاس تھے ان کو قتل کر دیا پھر آ کر ہم نے آپ کو اس کی خبر دی تو آپؐ نے ہمارے لئے اور قبیلہ احمس کے لئے دعا فرمائی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ یمن میں ایک بت تھا جس کو ذوالخلصہ کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ کعبہ یمانیہ و شامیہ کعبہ یمانیہ کے نام سے مشہور تھا اور کعبہ شامیہ اس کعبہ کو کہتے تھے جو مکہ مظمہ میں ہے۔ چونکہ کعبہ کے نام میں اشتراک تھا۔ اس لئے تمیز کے لئے اسے یمانیہ اور اسے شامیہ کہا گیا۔ تو یقال لہ معنی میں لاجلہ کے ہوگا کہ اس کی وجہ سے کعبۃ الحرام کو کعبہ شامیہ کہتے تھے۔ اگر وہ کعبہ نہ ہوتا تو شامیہ صفت کے ساتھ تمیز کی ضرورت لاحق نہ ہوتی کیونکہ صرف لفظ کعبہ سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس جملہ کی تاویل میں اقوال مختلفہ ہیں۔ زمانہ درس میں ہم یہ توجیہ کرتے تھے یقال لہ کی ضمیر بیت الجاہلیت کی طرف راجع ہے تو معنے ہوئے کہ یقال لہ ذوالخلصہ ویقال لہ الکعبۃ الیمانیہ و الکعبۃ الشامیہ جملہ مستانفہ ہے جس کا مبتداء محذوف ہے۔ معنی یہ ہے کہ الکعبۃ المکرمۃ المعظمۃ البیت الحرام یقال لہ الکعبۃ الشامیہ چنانچہ علامہ کرمانیؒ نے بھی یہی توجیہ بیان کی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ کعبہ شامیہ کا ذکر راویوں کی غلطی ہے۔ صواب یہ ہے کہ اسے حذف کیا جائے۔ کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اسے غلط نہ کہا جائے۔ کیونکہ کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ کیونکہ اس کا دروازہ شام کی طرف تھا اس لئے اسے شامیہ بھی کہتے تھے۔ غلط کہنے اور تاویل کی کوئی حاجت نہیں۔

لاجلہ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو کچھ فرمایا ہے یہی حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سندھیؒ کا مختار ہے۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے یقال لہ ای بسبہ کعبۃ یمانیہ اور بطریق مقابلہ کعبہ شامیہ۔ مقابلہ کی یہی صورت ہے۔

بَابُ ذِکْرِ حُذَیْفَۃَ بْنِ الْیَمَانِ الْعَبَسِیِّ رضی اللہ عنہ

ترجمہ۔ حذیفہ بن یمانؓ العبسی کے ذکر کے بارے میں۔

حدیث (۳۵۴۸) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ خَلِیْلٍ الخ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ ھُزِمَ الْمُشْرِکُوْنَ ھَزِیْمَۃً بَیِّنَۃً فَصَاحَ اِبْلِیْسُ اَیْ عِبَادَ اللّٰہِ اُخْرَاکُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاھُمْ عَلٰی اُخْرَاھُمْ فَاجْتَلَدَتْ اُخْرَاھُمْ فَنَظَرَ حُذَیْفَۃُ فَاِذَا ھُوَ بِاَبِیْہِ فَنَادٰی اَیْ عِبَادَ اللّٰہِ اَبِیْ اَبِیْ فَقَالَتْ فَوَاللّٰہِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰی قَتَلُوْہُ فَقَالَ

حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ اَبِىْ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَتْ فِىْ حُذَيْفَةَ مِنْهَا بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتّٰى لَقِىَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب احد کی لڑائی ہوئی تو مشرکوں کو واضح شکست ہوگئی۔ لیکن ابلیس چیخا! اے اللہ کے بندو! اپنی پچھلی جماعت کو دیکھو پس پہلی بھاگتی ہوئی جماعت بھی پچھلی جماعت کی طرف لوٹ کر آئی۔ تو پچھلی جماعت کو طاقت مل گئی تو خوب لڑنے لگے اچانک حضرت حذیفہؓ نے اپنے باپ کو اس جماعت میں دیکھا تو زور سے پکارے۔ او اللہ کے بندو! یہ تو میرا باپ ہے میرا باپ ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! وہ لوگ نہ رکے یہاں تک کہ حضرت یمان کو قتل کر دیا تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش کرے۔ میرے باپ عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ کے اندر مرتے دم تک اس کی وجہ سے خیر وحزن باقی رہا اور بعض نے خیر سے مراد دعا لی ہے کہ قاتل کے لئے مرتے دم تک مغفرت کی دعا کرتے رہے۔

بَابُ ذِكْرِ هِنْدِ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَؓ

ترجمہ۔ ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہؓ کا ذکر

حدیث (۳۵۴۹) وَقَالَ عَبْدَانُ الخ اَنَّ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ جَآءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَؓ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ مِنْ اَهْلِ خِبَآءٍ اَحَبُّ اِلَىَّ اَنْ يَّذِلُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَآئِكَ ثُمَّ مَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَآءٍ اَحَبُّ اِلَىَّ اَنْ يَّعِزُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَآئِكَ قَالَتْ وَاَيْضًا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيٰنَ رَجُلٌ مِّسِّيْكٌ فَهَلْ عَلَىَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِىْ لَهٗ عِيَالَنَا قَالَ لَا اُرَاهُ اِلَّا بِالْمَعْرُوْفِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہندؓ بنت عتبہ آ کر کہنے لگی یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی گھر والے میرے نزدیک ذلیل ہونے میں آپؐ کے گھر والوں سے زیادہ ذلیل نہیں تھے۔ پھر آج روئے زمین پر یہ حال ہے کہ کوئی گھر والا آپؐ کے گھر سے زیادہ عزت والا نہیں ہے آپؐ نے فرمایا میں بھی ایسا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہندہ نے کہا یا رسول اللہ! بے شک میرا خاوند ابو سفیانؓ کنجوس آدمی ہے پس کیا مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں ہے کہ جو بال بچے ہماری کنبہ داری میں ہیں میں اس کی اجازت کے بغیر ان کو کھلا دوں۔ آپؐ نے فرمایا میری رائے میں آپ دستور کے مطابق کھلا سکتی ہیں مقصد یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں تو آپؐ کے گھر سے زیادہ کوئی مبغوض گھر نہیں تھا اور آج اسلام کی بدولت آپؐ کے گھر سے زیادہ محبوب کوئی گھر نہیں ہے اسلام کی بدولت طبائع میں انقلاب آ گیا۔

بَابُ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍؓ

ترجمہ۔ زید بن عمرو بن نفیل کا قصہ

حدیث (۳۵۵۰) حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِىَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِاَسْفَلَ بَلْدَحٍ قَبْلَ اَنْ يُّنْزَلَ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْىُ فَقُدِّمَتْ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ اِنِّىْ لَسْتُ

اٰكُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰى اَنْصَابِكُمْ وَلَآ اٰكُلُ اِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يَعِيْبُ عَلٰى قُرَيْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَيَقُوْلُ الشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ وَاَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَآءِ الْمَآءَ وَاَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ تَذْبَحُوْنَهَا عَلٰى غَيْرِ اسْمِ اللّٰهِ اِنْكَارًا لِذٰلِكَ وَاِعْظَامًا لَهٗ قَالَ مُوْسٰى الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ يَسْاَلُ عَنِ الدِّيْنِ وَيَتْبَعُهٗ فَلَقِيَ عَالِمًا مِّنَ الْيَهُوْدِ فَسَاَلَهٗ عَنْ دِيْنِهِمْ فَقَالَ اِنِّيْ لَعَلِّيْ اَنْ اَدِيْنَ دِيْنَكُمْ فَاَخْبِرْنِيْ فَقَالَ لَا تَكُوْنُ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ قَالَ زَيْدٌ مَآ اَفِرُّ اِلَّا مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ شَيْئًا اَبَدًا وَاَنّٰى اَسْتَطِيْعُهٗ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَآ اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ حَنِيْفًا قَالَ زَيْدٌ وَمَا الْحَنِيْفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَخَرَجَ زَيْدٌ فَلَقِيَ عَالِمًا مِّنَ النَّصَارٰى فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَقَالَ لَنْ تَكُوْنَ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ قَالَ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا مِنْ غَضَبِهٖ شَيْئًا اَبَدًا وَاَنّٰى اَسْتَطِيْعُ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَآ اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ حَنِيْفًا قَالَ وَمَا الْحَنِيْفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَلَمَّا رَاٰى زَيْدٌ قَوْلَهُمْ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ فَلَمَّا بَرَزَ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنِّيْ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ اِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍؓ قَالَتْ رَاَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُّسْنِدًا ظَهْرَهٗ اِلَى الْكَعْبَةِ يَقُوْلُ يَا مَعَاشِرَ قُرَيْشٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْكُمْ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ غَيْرِيْ وَكَانَ يُحْيِي الْمَوْءٗدَةَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقْتُلَ ابْنَتَهٗ لَا تَقْتُلْهَا اَنَا اَكْفِيْكَهَا مُؤْنَتَهَا فَيَاْخُذُهَا فَاِذَا تَرَعْرَعَتْ قَالَ لِاَبِيْهَا اِنْ شِئْتَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكَ وَاِنْ شِئْتَ كَفَيْتُكَ مُؤْنَتَهَا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادی بلدح کے نچلے حصہ میں زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقی ہوئے۔ ابھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دسترخوان آگے بڑھایا گیا۔ تو آپؐ نے اس میں سے کھانے سے انکار کر دیا پھر زید نے بھی کہا کہ جن جانوروں کو تم آستانوں پر ذبح کرتے ہو میں ان میں سے نہیں کھاؤں گا میں تو اس جانور کا گوشت کھاؤں گا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو اور زید قریش پر ان کے مذبوحہ جانوروں پر اعتراض کرتے اور عیب نکالتے تھے۔ چنانچہ وہ کہتا تھا کہ بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اسی نے اس کے لئے آسمان سے پانی اتارا اور اسی نے اس کے لئے زمین سے گھاس اگائی۔ پھر تم اللہ کی بجائے غیر اللہ کے نام پر ان جانوروں کو ذبح کرتے ہو اس وجہ سے وہ ان کے اس فعل سے انکار کرتا تھا اور اس کو بڑی عظیم غلطی سمجھتا تھا یا ان پر انکار اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عظمت بیان کرتا تھا۔ اور موسیٰ بن عقبہ اسی سند سے ابن عمرؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل شام کی طرف گئے۔ اور دین توحید کے متعلق پوچھتے تھے تاکہ اس کا اتباع کریں۔ تو وہ یہود کے ایک عالم سے ملا۔ اس سے ان کے دین کے بارے میں پوچھا اور کہنے لگا کہ شاید میں تمہارا ہی دین اختیار کرلوں اس لئے مجھے بتلاؤ کہ تمہارا دین کیا ہے تو اس نے کہا کہ تو ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں رہ سکتا جب تک کہ تو اللہ تعالیٰ کے غضب کا کچھ حصہ اختیار نہ کرے تو زید نے کہا کہ میں اللہ کے غضب سے تو بھاگ کر آیا ہوں اب تو مقدور بھر میں

کبھی بھی اللہ کے غضب کو برداشت نہیں کروں گا۔ پس کسی اور کی طرف رہنمائی کرو اس نے کہا میرا یقین یہ ہے کہ تم دین حنیف اختیار کرو۔ زید نے پوچھا وہ دین حنیف کیا ہے بتلایا کہ وہ دین ابراہیمؑ ہے جو نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی عبادت نہیں کرتے تو زید وہا ں سے چل پڑے اور ایک نصاریٰ کے عالم سے ملاقات ہوئی اس سے بھی یہی ذکر کیا۔ تو نصرانی عالم نے کہا تو ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں رہ سکتا جب تک اللہ کی لعنت کا کچھ حصہ اختیار نہ کرے۔ اس نے کہا میں لعنت الٰہی سے تو بھاگ کر آیا ہوں اب انشاء اللہ اپنی طاقت کے موافق میں کبھی اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کو نہیں برداشت کروں گا۔ پس اپنے سوا کسی اور کے متعلق بتلاؤ تو اس نے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم دین حنیف اختیار کرو۔ اس نے پوچھا وہ دین حنیف کیا ہے اس نے بتلایا کہ وہ دین ابراہیم ہے جو نہ یہوودی تھے اور نہ نصرانی تھے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے تو جب زید نے ابراہیمؑ کے بارے میں ان کے اقوال معلوم کیئے تو وہاں سے نکل کر ایک کھلے میدان میں آ کر دو ہاتھ کھڑے کیئے۔ کہنے لگا اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں یا تو گواہ رہ کہ میں دین ابراہیمی پر ہوں اور لیث راوی کہتے ہیں کہ ھشام نے اپنے باپ کی طرف سے میری طرف لکھا کہ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ فرماتی تھیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو خانہ کعبہ کے ساتھ پیٹھ لگائے کھڑے ہوئے دیکھا۔ کہتا تھا کہ قریش کے لوگو! اللہ کی قسم! کہ میرے سوا دین ابراہیمؑ پر تم میں سے کوئی نہیں ہے۔ اور گڑی ہوئی لڑکیوں کی زندگی کا ذریعہ بنتا تھا۔ جب کوئی آدمی اپنی بیٹی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ اس سے کہتا کہ تو اسے قتل نہ کر میں اس کے خرچہ صرفہ کا ذمہ لیتا ہوں۔ پس وہ لڑکی اس سے لے لیتا اور اس کی خدمت کرتا۔ جب وہ لڑکی جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتا کہ اگر تمہاری منشا ہو تو یہ لڑکی تجھے واپس کر دوں اگر چاہے تو اس کے خرچہ خرجہ کا میں ضامن رہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قال وابغضا الخ ۲۲/۵۳۹ یعنی میں بھی اسی طرح ہوں بغض تھا تو ہماری طرف سے بھی بغض تھا۔ محبت آئی ہے تو ہماری طرف سے بھی محبت ہے۔ یا دوسری توجیہ یہ ہے کہ نیز! ابھی اس محبت میں اور اضافہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں قال وابغضا یہ ہندہ کو آپ کی طرف سے جواب ہے کہ ہمارا بغض و محبت بھی تیرے بغض و محبت کی طرح تھا۔ گویا آپؐ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ یا اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ عنقریب تیری اس محبت میں زیادتی ہوگی۔ جوں جوں ایمان پختہ ہوگا محبت بڑھتی جائے گی اور غصہ و غضب گھٹتا جائے گا۔ کرمانیؒ نے بھی یہی دو معنی بیان کیئے ہیں اور دونوں نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے کہ محبت بڑھے گی اور بغض میں کمی آئے گی۔ حتیٰ کہ اس کا اثر باقی نہیں رہے گا۔ پہلی صورت میں تو معنی ہوں گے کہ آپ بھی بغض رکھتے تھے۔ حالانکہ آپ کو تو کسی سے بغض نہیں تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وانا استطیعه اگر اس کو استفہام انکاری پر محمول کیا جائے پھر تو معنی واضح ہیں کہ میں تو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر اس کو جملہ حالیہ بنایا جائے تو معنی ہوں گے کہ میں تو اس غضب الٰہی کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جب تک میرے بس میں ہے۔ تو جب میں اس کی طاقت نہیں رکھتا تو کیسے بوجھ اٹھا سکوں گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شراح نے اس کی توجیہ کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ البتہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ انی استطیعه کے معنی ہیں کہ میں اس کی طاقت کہاں رکھتا ہوں۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے انا استطیعه جملہ حالیہ ہے استفہام کے لئے نہیں ہے تو معنی ہوں گے کہ میں غضب الٰہی برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

لاتکون علی دیننا کیونکہ ہماری قوم نے ہر دین اور کتاب میں تحریف کر دی ہے ان میں سوائے شرک کے اور کچھ نہیں ہے۔

مامنکم علی دین ابراهیم غیری یہاں سے انکار کر کے ان کو ڈانٹنا مقصود ہے کہ تم ملت ابراہیمی کا دعویٰ کرتے ہو لیکن شرک میں

مبتلا ہو۔ اور بچیوں کو زندہ درگور کرتے ہو۔ اللہ کو رازق نہیں سمجھتے۔ اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسے دین ابراہیم کہاں سے ملا بہرحال بت پرستی سے بیزاری اور دین ابراہیم کی حقانیت کا اعتقاد اس کی وجہ سے دین ابراہیم کی طرف منسوب ہوا۔

بَابُ بُنْيَانِ الْكَعْبَةِ

ترجمہ۔ کعبہ کی تعمیر

حدیث (۳۵۵۱) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ الخ سَمِعَ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ يَقِيْكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ فَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ إِزَارِيْ إِزَارِيْ فَشَدَّ عَلَيْهِ إِزَارَهُ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباسؓ گئے تاکہ پتھر اٹھا اٹھا کر دیں تو حضرت عباسؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ لنگی اتار کر گردن پر رکھ لو تاکہ وہ تمہیں پتھر کی خراش سے بچائے۔ ایسا کرنے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر گر پڑے اور آپ کی دونوں آنکھیں آسمان کی طرف پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پھر جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا میری لنگی میری لنگی دے دو تو آپ کو آپ کی لنگی بندھوائی گئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ابوالطفیل کی حدیث میں ہے کہ جب آپ کا ننگ کھل گیا تو ندا آئی یا محمد خط عورتک اپنے ننگ کو چھپاؤ تو یہ پہلی غیبی آواز تھی۔ ابوالطفیل کہتے ہیں کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد میں نے کبھی آپ کو ننگا نہیں دیکھا اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبوت سے پہلے بھی آپ قبائح اور رذائل سے محفوظ تھے۔ اور اسی طرح بعد از نبوت بھی محفوظ رہے۔

حدیث (۳۵۵۲) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ يَزِيْدَ قَالَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْكَعْبَةِ حَائِطٌ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى كَانَ عُمَرُؓ فَبَنٰى حَوْلَهُ حَائِطًا قَالَ عُبَيْدُ اللهِ جَدْرُهُ قَصِيْرٌ فَبَنَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ.

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن دینار اور عبیداللہ بن ابی زید فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیت اللہ کے اردگرد کوئی دیوار نہیں ہوتی تھی۔ لوگ بیت اللہ کے اردگرد نماز پڑھتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے بیت اللہ کے اردگرد ایک دیوار بنا دی تاکہ بچوں اور جانوروں سے محفوظ ہو جائے۔ عبیداللہ فرماتے ہیں کہ اس کی دیواریں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ جن کو ابن الزبیرؓ نے بنوایا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حول البیت حائط ۵۴۱/۲ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ بیت اللہ کے اردگرد لوگوں کے گھر تھے۔ بیت اللہ کے اردگرد کوئی مسجد نہیں تھی۔ مگر مطاف کے برابر جس میں لوگ نماز پڑھتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے مطاف کے ماحول میں ایک دیوار بنا دی تاکہ کتوں اور بچوں سے محفوظ رہے اور دیوار ایک گز کے برابر تھی پھر ابن الزبیرؓ نے اس کو اونچا کیا۔ اس دیوار کو بھی گرا دیا۔ بلکہ سارے بیت اللہ کو گرا دیا اور تعمیر نو کی کہ حطیم کو کعبہ میں ملا دیا۔ اور دروازے نیچے کر کے دو بنوا دیئے ایک داخل ہونے کا اور ایک خارج ہونے کا۔ اب تو نہ وہ دیوار ہے نہ اردگرد کے گھر ہیں سب گرا دیئے گئے۔ مطاف میں اور مسجد حرام میں بہت وسعت ہو گئی ستون بنائے اور ان پر بجلی کی جگمگ ہے حجاج

بن یوسف ثقفی نے گرا کر پھر اسی طرح کر دیا جس طرح پہلے تھا۔ اب بادشاہوں کے اتفاق سے بناء حجاج پر قائم ہے۔

بَابُ اَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ۔ زمانۂ جاہلیت کیسا تھا

حدیث (۳۵۵۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَآءَ يَوْمًا تَصُوْمُهٗ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهٗ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَآءَ صَامَهٗ وَمَنْ شَآءَ لَا يَصُوْمُهٗ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو خود بھی اس دن کا روزہ رکھتے اور مسلمانوں کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ جب رمضان شریف کے روزے کی فرضیت نازل ہوئی تو پھر جو شخص چاہے عاشوراء کا روزہ رکھتا تھا اور جو نہ چاہے نہیں رکھتا تھا۔

حدیث (۳۵۵۴) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ اِنَّ الْعُمْرَةَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ مِنَ الْفُجُوْرِ فِي الْاَرْضِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِذَا بَرَأَ الدَّبَرُ وَعَفَا الْاَثَرُ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرَ قَالَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَابِعَةً مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ وَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْحِلِّ قَالَ الْحِلُّ كُلُّهٗ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قریش وغیرہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو روئے زمین پر گناہ سمجھتے تھے اور انہوں نے محرم کا نام صفر رکھ چھوڑا تھا اور کہتے تھے جب اونٹوں کی پیٹھ کے زخم ٹھیک ہو جائیں گے اور ان کے نشانات مٹ جائیں تب عمرہ کرنے والے کے لئے عمرہ حلال ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ چوتھی ذی الحجہ کو پہنچے۔ جب کہ انہوں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اسے عمرہ میں تبدیل کر دیں۔ کہنے لگے کہ کون کون سی چیز ہمارے لئے حلال ہوگی فرمایا کہ پورے طور پر احرام کھول کر حلال ہو جاؤ۔ آٹھویں دن احرام باندھنا حتیٰ کہ جماع بھی حلال ہے۔

حدیث (۳۵۵۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِؒ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ جَآءَ سَيْلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَسَا مَا بَيْنَ الْجَبَلَيْنِ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ لَهٗ شَانٌ.

ترجمہ۔ حضرت سعید بن المسیبؒ کے والد فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں ایک سیلاب آیا تھا جس نے مکہ معظمہ کے دونوں پہاڑوں کو ڈھانپ لیا تھا سفیان کہتے ہیں کہ اس حدیث کی ایک شان یعنی قصہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس قصہ کو موسیٰ بن عقبہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے۔ یہ کہ وہ بڑی دیوار جو مکہ کے بالائی حصہ میں تھی جب سیلاب آیا تو وہ بہہ گئی۔ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں پانی کعبہ میں داخل نہ ہو جائے تو انہوں نے اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا ارادہ کیا۔ پہلا وہ شخص جس نے اس کے اندر جھانکا اور اس سے کوئی حصہ گرا دیا وہ ولید بن المغیرہ تھا۔ سیلاب اور بیت اللہ کی دیواروں کی مضبوطی یہ بعثت نبویؐ سے پہلے واقع ہوئی۔ اور یہ اشارہ تھا کہ ایسا سیلاب آئے گا کہ ایسا سیلاب انہوں نے دیکھا نہیں ہوگا۔

تشریح از قاسمی ۔ ایام جاہلیت سے وہ مدت مراد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد کے درمیان کا زمانہ ہے۔ لیکن اس جگہ آپ کے مولد اور بعثت کے درمیان کا زمانہ مراد ہے۔

عاشوراء امام مالکؒ مؤطا میں فرماتے ہیں کہ رمضان کے وجوب سے پہلے یوم عاشوراء کا روزہ واجب تھا پھر وجوب منسوخ ہو گیا استحباب باقی ہے یہی ابو حنیفہؒ اور علماء امت کا مسلک ہے۔

یسمون کہ حرمت میں صفر کا نام محرم رکھ دیتے۔ اسی طرح وہ ذی الحجہ کو محرم اور محرم کو صفر میں تبدیل کرتے تھے۔ انما النسیء زیادۃ فی الکفر۔

دبر سے وہ زخم مراد ہے جو حج کے سفر میں اونٹوں کی پیٹھ پر کجاوے کسنے کی وجہ سے پڑ جاتے تھے۔ عفا الاثو سے یا تو وہی دبر کے زخم کا مندمل ہونا۔ یا حاجیوں کے آنے جانے کے نشانات قدم مٹ جائیں ان کا آنا جانا بند ہو جائے۔ اور یہ غالباً صفر کے بعد ہوتا تھا۔

رابعۃ سے ذی الحجہ کے مہینہ کی چوتھی صبح مراد ہے۔ یا لیلۃ رابعہ مراد ہے۔ شان اگر اشکال ہو کہ طوفان نوح کے زمانہ میں تو بیت اللہ کو غرق ہونے سے بچا لیا گیا کہ اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ اور اس سیلاب سے کیوں غرق ہوا۔ تو کہا جائیگا کہ خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔ البتہ طوفان نوح عذاب تھا اور یہ سیلاب عذاب نہیں تھا۔

حدیث (۳۵۵۶) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى اِمْرَاَةٍ مِنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ فَرَاٰهَا لَاتَكَلَّمُ فَقَالَ مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ قَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً قَالَ لَهَا لَا تَكَلِّمِیْ فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ اَنْتَ فَقَالَ امْرُءٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ اَیُّ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ اَیِّ قُرَيْشٍ اَنْتَ قَالَ اِنَّکِ لَسَئُوْلٌ اَنَا اَبُوْ بَكْرٍ قَالَتْ مَا بَقَاۗءُنَا عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِیْ جَاۗءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ بَقَاۗؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ اَئِمَّتُكُمْ وَمَا الْاَئِمَّةُ قَالَ اَمَا كَانَ لِقَوْمِکِ رُؤُوْسٌ وَاَشْرَافٌ يَاْمُرُوْنَهُمْ فَيُطِيْعُوْنَهُمْ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَهُمْ اُولٰئِکِ عَلَى النَّاسِ.

ترجمہ۔ حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ قبیلہ احمس کی ایک عورت کے پاس گئے جس کا نام زینب تھا۔ پس اس کو دیکھا کہ وہ بات چیت نہیں کرتی۔ پوچھا اس کو کیا ہو گیا کہ نہیں بولتی لوگوں نے کہا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ چپ رہ کر حج کرے گی۔ آپ نے اس سے فرمایا بات چیت کرو کیونکہ چپ رہنا حلال نہیں ہے۔ یہ چپ شاہ کا روزہ جاہلیت کے اعمال میں سے ہے۔ تو وہ بول پڑی پوچھنے لگی آپ کون ہیں فرمایا کہ مہاجرین میں سے ایک آدمی ہوں اس نے پوچھا کون سے مہاجرین میں سے۔ انہوں نے فرمایا قریش میں سے۔ پھر اس نے پوچھا کون سے قریش میں سے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تو تو بہت سوال کرنے والی ہے۔ میں ابو بکر ہوں۔ اس نے پوچھا کہ یہ نیک عمل جس کو اللہ تعالیٰ جاہلیت کے بعد لائے ہیں یہ کب تک باقی رہے گا۔ فرمایا تمہاری بقاء اس پر اس وقت تک ہے جب تک کہ تمہارے امام تمہارے ساتھ ٹھیک رہیں گے۔ اس نے پوچھا کون سے امام فرمایا کیا تیری قوم کے سردار اور چوہدری لوگ نہیں جو ان کو حکم دیتے ہیں پس وہ ان کا کہنا مانتے ہیں وہ بولی ہاں کیوں نہیں پس یہی لوگ لوگوں پر سوار رہیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اولئک علی الناس ۹/۵۴۱ مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اپنی قوم کے لیڈر اور مطاع ہوں گے وہ ائمہ سے مراد ہیں۔ لیکن وہ امام جس کی حکومت سب لوگوں پر ہو گی اس کی امامت کسی خاص گروہ کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یعنی قوم کے سردار اور بڑے بڑے شریف لوگ اپنی قوم کے نمائندہ ہوں گے اور امام بھی عامۃ الناس کے لئے ان جیسا ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ الناس علی دین ملوکھم لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوں گے تو جب تک قوم کے سردار اور حاکم دین اسلام پر ٹھیک چلتے رہیں گے کہ حدود شرعی کا نفاذ کریں گے۔ لوگوں کے حقوق کی نگرانی کریں گے اور ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھیں گے۔ تو دین اسلام باقی رہے گا۔ ورنہ جو حال دین کا پاکستان اور اسلامی دنیا میں ہے کہ دین حق بیمار و بیکس ہچوں زین العابدین یہ چالیس اسلامی ملکوں کے بادشاہ فروغ اسلام نہیں چاہتے تو دین کیسے باقی رہے گا۔

حدیث (۳۵۵۷) حَدَّثَنِیْ فَرْوَۃُ ابْنُ الْمَغْرَآءِ الخ عَنْ عَآئِشَۃَؓ قَالَتْ اَسْلَمَتْ اِمْرَأَۃٌ سَوْدَآءُ لِبَعْضِ الْعَرَبِ وَکَانَ لَھَا حِفْشٌ فِی الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَکَانَتْ تَاْتِیْنَا فَتَحَدَّثُ عِنْدَنَا فَاِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَدِیْثِھَا قَالَتْ

وَیَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِیْبِ رَبِّنَا ۔۔۔ اَلَا اِنَّہٗ مِنْ بَلْدَۃِ الْکُفْرِ اَنْجَانِیْ

فَلَمَّا اَکْثَرَتْ قَالَتْ لَھَا عَآئِشَۃُؓ وَمَا یَوْمُ الْوِشَاحِ قَالَتْ خَرَجَتْ جُوَیْرِیَۃٌ لِبَعْضِ اَھْلِیْ وَعَلَیْھَا وِشَاحٌ مِنْ اَدَمٍ فَسَقَطَ مِنْھَا فَانْحَطَّتْ عَلَیْہِ الْحُدَیَّا وَھِیَ تَحْسِبُہٗ لَحْمًا فَاَخَذَتْہُ فَاتَّھَمُوْنِیْ بِہٖ فَعَذَّبُوْنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنْ اَمْرِیْ اَنَّھُمْ طَلَبُوْا فِیْ قُبُلِیْ فَبَیْنَمَا ھُمْ حَوْلِیْ وَاَنَا فِیْ کَرْبِیْ اِذْ اَقْبَلَتِ الْحُدَیَّا حَتّٰی وَازَتْ بِرُءُوْسِنَا ثُمَّ اَلْقَتْہُ فَاَخَذُوْہُ فَقُلْتُ لَھُمْ ھٰذَا الَّذِیْ اتَّھَمْتُمُوْنِیْ بِہٖ وَاَنَا مِنْہُ بَرِیْئَۃٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی کلوٹی عورت تھی جو مسلمان ہوگئی اور اس کیلئے ایک چھوٹا سا گھر مسجد میں تھا۔ فرماتی ہیں کہ وہ ہمارے پاس آ کر باتیں کیا کرتی تھی تو جب اپنی باتوں سے فارغ ہوتی تو یہ شعر پڑھا کرتی تھی۔

ترجمہ شعر۔ کہ یوم الوشاح ہمارے رب کے عجوبہ میں سے ہے...... مگر یہ کہ اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دے دی ہے

جب وہ شعر کثرت سے پڑھنے لگی تو حضرت عائشہؓ نے اس سے پوچھا یہ یوم الوشاح کیا چیز ہے۔ کہنے لگی کہ میرے بعض آقاؤں کی ایک لڑکی تھی جو باہر نکلی اس کے گلے میں چمڑے کا ایک ہار تھا جو کسی طرح اس کے گلے سے نکل کر نیچے گر پڑا۔ جس پر ایک گدھ اتر پڑی۔ جس نے اسے گوشت گمان کیا۔ اسے لے کر وہ اڑ گئی۔ ان لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی اور مجھے طرح طرح کی سزا میں مبتلا کیا۔ یہاں تک میرا معاملہ پہنچا کہ انہوں نے میری شرمگاہ کی تلاشی لی۔ دریں اثناء وہ لوگ میرے ارد گرد بیٹھے تھے اور میں اپنی پریشانی میں تھی۔ کہ اسی گدھ نے ہمارے سروں کے برابر آ کر اس ہار کو پھینک دیا جس کو ان لوگوں نے لے لیا۔ میں نے ان سے کہا یہ وہ تمہارا ہار ہے جس کے بارے میں تم نے مجھ پر تہمت لگائی تھی۔ حالانکہ میں اس سے بری تھی۔

تشریح از شیخ قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ اس حدیث کو ایام الجاہلیت میں اس لئے لائے کہ ان کا یہ فعل کہ شرمگاہ تک کی تلاشی لی یہ فعل جاہلیت تھا۔ لہذا باب سے مناسبت ثابت ہوگئی۔

حدیث (۳۵۵۸) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلَا یَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰہِ فَکَانَتْ قُرَیْشٌ تَحْلِفُ بِاٰبَآئِھَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِکُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص بھی تم میں سے قسم اٹھانے والا ہو تو وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے۔ قریش کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے باپ دادے کی قسم اٹھاتے تھے۔ پس آپؐ نے فرمایا اب اپنے باپ دادا کی قسم نہ اٹھایا کرو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بعض فقہاء تو کہتے ہیں کہ جس نے باپ کے نام کی قسم اٹھائی تو وہ کافر ہوگیا۔ لیکن یہ جب ہے کہ وہ شرک باللہ کا اعتقاد

رکھتا ہو۔ ورنہ غیر اللہ کی قسم اٹھانا مکروہ ضرور ہے۔ جب کہ اس کی تعظیم مقصود ہو شرک نہ ہو۔

حدیث (۳۵۵۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ اَنَّ الْقَاسِمَ كَانَ يَمْشِيْ بَيْنَ يَدَى الْجَنَازَةِ وَلَايَقُوْمُ لَهَا وَيُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْمُوْنَ لَهَا يَقُوْلُوْنَ اِذَا رَاَوْهَا كُنْتِ فِيْ اَهْلِكِ مَآ اَنْتِ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ۔ حضرت قاسمؒ جنازے کے آگے آگے چلا کرتے تھے اور اس کیلئے کھڑے بھی نہیں ہوتے بلکہ حضرت عائشہؓ سے خبر سناتے تھے کہ وہ فرماتی تھیں کہ جاہلیت کے لوگ جنازے کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ اور جب اسے دیکھتے تو کہتے تھے اب تک تو اپنے اہل وعیال میں تھا۔ نامعلوم اب کہاں ہوگا۔ یہ کلمہ دو مرتبہ کہتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کنت فی اھلک ۱۹/۵۴۱ ظاہر اس کے معنی سے تحسر اور افسوس معلوم ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ زندگی تو تو نے جیسے گزاری سو گزاری آج تو یہاں سے کوچ کر کے جا رہا ہے کہ تجھے کسی چیز پر قدرت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ اپنے اہل کے اندر جو کچھ تھا۔ اس کلمہ کے معنی میں بہت سے اقوال ہیں۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ما موصولہ ہے۔ اور اس کا صلہ محذوف ہے۔ ای الذی انت فیه کنت فی الحیوة مثله ان ازخیرا فخیروان شرافشروہ لوگ اگر چہ حشر ونشر کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے لیکن اتنا اعتقاد تھا کہ روح نکلنے کے بعد نیک آدمی کی روح نیک پرندے کے اندر چلی جاتی ہے اور بد آدمی کی گندے پرندے کے بدن میں چلی جاتی ہے اس کو صدی اور ھام سے تعبیر کرتے تھے۔ یا ما استفہامیہ ہے۔ ای کنت فی اھلک شریفا مثلا فای شیئ انت الان کہ تو اپنے اہل میں تو شریف تھا۔ اب پتہ نہیں تو کون سی چیز ہو جائے گا۔ یا ما نافیہ ہے۔ اور لفظ مرتین قول کا مقولہ ہے۔ ای کنت مرة فی القوم ولست بکائنة فیھم مرة اخری۔ کہ ایک مرتبہ تو تو اپنے اہل وعیال میں رہا۔ پس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ مرتے ہیں اور جیتے ہیں ہمیں تو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔

حدیث (۳۵۶۰) حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ عَبَّاسٍ الخ عَنْ عَمْرِوبْنِ مَيْمُوْنَ قَالَ قَالَ عُمَرُؓ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ عَلٰى ثَبِيْرٍ فَخَالَفَهُمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے کہا مشرک لوگ مزدلفہ سے اس وقت تک نہ لوٹتے جب تک ثبیر پر سورج کی روشنی نہ پڑتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خلاف کیا۔ اور سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے لوٹے۔ جمع مزدلفہ اور ثبیر مزدلفہ کا پہاڑ ہے۔

حدیث (۳۵۶۱) حَدَّثَنِىْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ قَالَ قُلْتُ لِاَبِىْ اُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ يَحْيَى ابْنُ الْمُهَلَّبِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ وَكَاْسًا دِهَاقًا قَالَ مَلْاٰى مُتَتَابِعَةً قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ سَمِعْتُ اَبِىْ يَقُوْلُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ اَسْقِنَا كَاْسًا دِهَاقًا.

ترجمہ۔ حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ کاسا دھاقا کے معنی ہیں چھلکتا ہوا پیالہ جو پے در پے دیا جائے اسقنا کاسا دھاقا کہ ہمیں چھلکتا ہوا پیالہ پلاؤ۔

تشریح از قاسمیؒ۔ سمعت ابی سے عباس بن المطلب مراد ہیں۔ یعنی میرا یہ سماع ان سے جاہلیت میں واقع ہوا۔ لیکن جاہلیت سے

قبل از بعثت مراد نہیں ہے۔ اسلئے کہ ابن عباس تو بعثت کے بھی دس سال بعد پیدا ہوئے ہیں تو یہاں پر جاہلیت نسبیہ مراد ہوگی کہ میں نے یہ قول ان سے انکے مسلمان ہونے سے پہلے سنا۔

حدیث(۳۵۶۲) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ

ع اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ وَكَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ يُسْلِمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے۔ وہ لبید کا قول ہے کہ خبردار سب چیزیں اللہ کے سوا باطل ہیں۔ یعنی غیر ثابت ہے۔ لبید فحول شعراء جاہلیت میں سے ہے جو صحابی شاعر ہے مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے کوئی شعر نہیں کہا اور امیہ بن ابی الصلت قریب تھا کہ مسلمان ہو جائے۔ لیکن وہ مسلمان نہیں ہوا اسلام کا زمانہ پایا۔ بعث پر اس کا ایمان تھا اور جاہلیت میں عبادت کرتا تھا بہر حال مسلمان نہ ہوا۔

حدیث(۳۵۶۳) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ لِاَبِیْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍؓ يَاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَآءَ يَوْمًا بِشَیْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍؓ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِیْ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍؓ وَمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّا اَنِّیْ خَدَعْتُهٗ فَلَقِيَنِیْ فَاَعْطَانِیْ بِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِیْ اَكَلْتَ مِنْهُ فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍؓ يَدَهٗ فَقَآءَ كُلَّ شَیْءٍ فِیْ بَطْنِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جو آپ کو یومیہ وظیفہ دیا کرتا تھا اور حضرت ابو بکرؓ اس کے روزینہ سے کھانے پینے کا بندوبست کرتے تھے ایک دن وہ کوئی چیز لے آیا۔ جسے حضرت ابو بکرؓ نے کھالیا تو اس غلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے یہ کیا چیز ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا بتلاؤ کیا ہے۔ کہنے لگا زمانہ جاہلیۃ میں میں نے کسی انسان کیلئے کہانت کی تھی۔ یعنی نجومی بن کر اسے غیب کی خبر دی تھی حالانکہ میں نجومی پن کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا۔ مگر میں نے اس کو دھوکہ دیا پس آج وہ مجھے ملا ہے جس نے اس کہانت کے بدلہ مجھے یہ مال دیا ہے۔ پس یہ وہی ہے جس کو آپ نے کھایا ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں داخل کیا۔ اور ہر وہ چیز جو ان کے پیٹ میں تھی اسے قے کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فقاء کل شیء الخ ۵۴۲/۴ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے احتیاط اور تقویٰ کی بنا پر قے کر ڈالی لیکن شرعی طور پر اسکی کمائی حرام نہیں تھی وجہ یہ ہے کہ کہانت کرنا یہ تو دونوں کے درمیان تعارف کا ذریعہ تھا جو کچھ اس غلام نے دیا اس کہانت کی وجہ سے نہیں دیا بلکہ اپنا وظیفہ ادا کیا ہے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ کہانت اب بھی کرتا تھا تو وہ اس میں مشہور نہیں تھا ور نہ وہ اسلام لانے تک اور اس مدت کے ختم ہونے تک اسے نہ چھوڑتا پس اسکا یہ روزینہ ادا کرنا اس وقت تھا جب کہ وہ ابتداء اسلام میں اس سے بری ہو چکا تھا سب اسکے چھوڑنے کا جو کچھ بھی ہو بہر حال حضرت ابو بکرؓ کو شرعی حکم سے اسکا کھانا جائز تھا البتہ تقویٰ کے اعتبار سے کراہت ضرور تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطب گنگوہیؒ نے جو فائدہ بیان کیا ہے وہ صدیقی شان کے لائق ہے۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ نجومی کی مٹھائی حرام ہے اور جو دھوکہ سے مال حاصل ہو وہ بھی حرام ہوتا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امر جاہلیت سے بچنے کے لئے قے کی ورنہ اسلام میں جو کچھ کھایا تھا اس کا تاوان دے دیتے یا اس کی قیمت ادا کر دیتے۔ قے کرنا کافی نہیں تھا۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے حلوان

کاہن کی ممانعت کی بنا پر تے کی اور ظہور نبویؐ سے پہلے جاہلیت میں ایسے کام بہت ہوتے تھے۔ مولانا محمد حسن مکیؒ نے فرمایا ہے کہ فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام کی نوکری کی پنشن بھی حرام ہے اور کاہن اس کو کہتے ہیں جو بغیر دلیل شرعی کے مستقبل کی خبریں بتائے اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔

حدیث (۳۵۶۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَبَايَعُوْنَ لُحُوْمَ الْجَزُوْرِ اِلٰى حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ اَنْ تُنْتِجَ النَّاقَةُ مَا فِىْ بَطْنِهَا ثُمَّ تَحْمِلُ الَّتِىْ نَتَجَتْ فَنَهَاهُمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے لوگ اونٹ ذبح شدہ کے گوشت حبل الحبلہ تک بیچتے تھے۔ اور حبل الحبلہ یہ ہے کہ اونٹنی جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے اس کو جنے۔ اور یہ بچہ جو اس کا پیدا ہوا ہے جب یہ حاملہ ہو جائے تو اس وقت قیمت ادا کی جائے گی خدا جانے اونٹنی کو حمل ہے یا نہیں ایسے ہی پیٹ پھولا ہوا ہے پھر وہ بچہ زندہ رہتا ہے یا نہیں رہتا۔ زندہ رہ کر زمانہ حمل تک حمل قبول کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ کئی احتمالات ہیں جو مفضی الی النزاع یعنی ان سے جھگڑا پیدا ہوگا اور جھگڑے والی بیع جس میں قیمت نامعلوم ہو یا مبیع معلوم نہ ہو یا مدت دین معلوم نہ ہو سب صورتیں ناجائز ہیں۔

حدیث (۳۵۶۵) حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ الخ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ كُنَّا نَاْتِىْ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ فَيُحَدِّثُنَا عَنِ الْاَنْصَارِ وَكَانَ يَقُوْلُ لِىْ فَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَفَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا.

ترجمہ۔ حضرت غیلان بن جریر حدیث بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس آتے تھے وہ ہمیں انصار کی باتیں بیان کرتے۔ مجھے خطاب کر کے کہتے کہ تیری قوم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیا۔ اور تیری قوم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیا احتمال ہے کہ ان کے جاہلیت کے واقعات بیان کرتے ہوں اور یہ بھی اسلام کے واقعات بتلاتے ہوں۔

بَابُ الْقَسَامَةِ فِى الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ۔ باب جاہلیت میں قسم کے بارے میں

فربری کی رُواۃ کے نزدیک تو یہ ترجمہ ثابت ہے نسفی کے نزدیک یہ ترجمہ نہیں ہے مناسب بھی یہی ہے کیونکہ آئندہ کے سب واقعات ایام الجاہلیت کے ہیں تو اسمیں داخل ہوں۔

حدیث (۳۵۶۶) حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ قَسَامَةٍ كَانَتْ فِى الْجَاهِلِيَّةِ لَفِيْنَا بَنِىْ هَاشِمٍ اسْتَاْجَرَهُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِنْ فَخِذٍ اُخْرٰى فَانْطَلَقَ مَعَهٗ فِىْ اِبِلِهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ مِنْ بَنِىْ هَاشِمٍ قَدِ انْقَطَعَتْ عُرْوَةُ جُوَالِقِهٖ فَقَالَ اَغِثْنِىْ بِعِقَالٍ اَشُدُّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِىْ لَا تَنْفِرُ الْاِبِلُ فَاَعْطَاهُ عِقَالًا فَشَدَّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِهٖ فَلَمَّا نَزَلُوْا عُقِلَتِ الْاِبِلُ اِلَّا بَعِيْرًا وَّاحِدًا فَقَالَ الَّذِى اسْتَاْجَرَهٗ مَا شَاْنُ هٰذَا الْبَعِيْرِ لَمْ يُعْقَلْ مِنْ بَيْنِ الْاِبِلِ قَالَ لَيْسَ لَهٗ عِقَالٌ قَالَ فَاَيْنَ عِقَالُهٗ قَالَ فَحَذَفَهٗ بِعَصًا كَانَ فِيْهَا اَجَلُهٗ فَمَرَّبِهٖ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اَتَشْهَدُ الْمَوْسِمَ قَالَ مَا اَشْهَدُ وَرُبَمَا شَهِدْتُهٗ قَالَ هَلْ اَنْتَ

مُبَلِّغٌ عَنِّیْ رِسَالَةً مَرَّةً مِنَ الدَّهْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكُنْتَ اِذَا اَنْتَ شَهِدْتَ الْمَوْسِمَ فَنَادِيَا اٰلَ قُرَيْشٍ فَاِذَا اَجَابُوْكَ فَنَادِيَا اٰلَ بَنِیْ هَاشِمٍ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَسْئَلْ عَنْ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَخْبِرْهُ اِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِیْ فِیْ عِقَالٍ وَّمَاتَ الْمُسْتَاْجَرُ فَلَمَّا قَدِمَ الَّذِیْ اسْتَاْجَرَهٗ اَتَاهُ اَبُوْ طَالِبٍ قَالَ مَا فَعَلَ صَاحِبُنَا قَالَ مَرِضَ فَاَحْسَنْتُ الْقِيَامَ عَلَيْهِ فَوَلِيْتُ دَفْنَهٗ قَالَ قَدْ كَانَ اَهْلُ ذَاكَ مِنْكَ فَمَكَثَ حِيْنًا ثُمَّ اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِیْ اَوْصٰى اِلَيْهِ اَنْ يُّبْلِغَ عَنْهُ وَافَى الْمَوْسِمَ فَقَالَ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ قَالُوْا هٰذِهٖ قُرَيْشٌ قَالَ يَا اٰلَ بَنِیْ هَاشِمٍ قَالُوْا هٰذِهٖ بَنُوْ هَاشِمٍ قَالَ اَيْنَ اَبُوْطَالِبٍ قَالُوْا هٰذَا اَبُوْطَالِبٍ قَالَ اَمَرَنِیْ فُلَانٌ اَنْ اُبْلِغَكَ رِسَالَةً اَنَّ فُلَانًا قَتَلَهٗ فِیْ عِقَالٍ فَاَتَاهُ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ لَهٗ اِخْتَرْمِنَّا اِحْدٰى ثَلَاثٍ اِنْ شِئْتَ اَنْ تُؤَدِّیَ مِائَةً مِنَ الْاِبِلِ فَاِنَّكَ قَتَلْتَ صَاحِبَنَا وَاِنْ شِئْتَ حَلَفَ خَمْسُوْنَ مِنْ قَوْمِكَ اَنَّكَ لَمْ تَقْتُلْهُ فَاِنْ اَبَيْتَ قَتَلْنَاكَ بِهٖ فَاَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالُوْا نَحْلِفُ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ قَدْ وَلَدَتْ لَهٗ فَقَالَتْ يَا اَبَا طَالِبٍ اُحِبُّ اَنْ تُجِيْزَا اِبْنِیْ هٰذَا مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَلَا تُصْبِرْ يَمِيْنَهٗ حَيْثُ تُصْبَرُوا الْاَيْمَانُ فَفَعَلَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَرَدْتَّ خَمْسِيْنَ رَجُلًا اَنْ يَّحْلِفُوْا مَكَانَ مِائَةٍ مِنَ الْاِبِلِ يُصِيْبُ كُلَّ رَجُلٍ بَعِيْرَانِ هٰذَانِ بَعِيْرَانِ فَاقْبَلْهُمَا عَنِّیْ وَلَا تُصْبِرْ يَمِيْنِیْ حَيْثُ تُصْبَرُ الْاَيْمَانُ فَقَبِلَهُمَا وَجَآءَ ثَمَانِيَةٌ وَّاَرْبَعُوْنَ فَحَلَفُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا حَالَ الْحَوْلُ مِنَ الثَّمَانِيَةِ وَاَرْبَعِيْنَ عَيْنٌ تَطْرِفُ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پہلی پہلی قسامت جو جاہلیت کے زمانہ میں ہوئی وہ ہم بنی ہاشم کے اندر واقع ہوئی۔ بنی ہاشم کے ایک آدمی کو کسی دوسرے قبیلہ کے آدمی نے مزدوری پر رکھا تو وہ اسے اپنے اونٹوں میں اپنے ہمراہ لے چلا۔ اس کے پاس سے بنی ہاشم کے ایک آدمی کا گذر ہوا جس کا بوریوں کو ملانے والا کڑا ٹوٹ گیا۔ اس نے اس سے کہا کہ میری مدد کرو کہ مجھے ایک اونٹ کا بندھن دے دو جس سے میں بوریوں کے اس کڑے کو باندھ لوں تمہارا اونٹ، دوسرے اونٹوں میں ہونے کی وجہ سے بھاگے گا نہیں۔ اس نے اس کو وہ رسہ دے دیا۔ جس سے اس نے اس کڑے کو باندھ دیا جب ان لوگوں نے کسی مقام پر پڑاؤ کیا تو باقی تو سب اونٹوں کو ان کے بندھنوں کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ لیکن ایک اونٹ رہ گیا۔ تو اونٹوں کے مالک جس نے اسے اجرت پر لیا تھا پوچھا کہ اس اونٹ کو باقی اونٹوں کے درمیان کیوں باندھا گیا۔ اس نے کہا اس کا رسہ نہیں ہے جس سے اسے باندھا جاتا تو اس نے پوچھا اس کا رسہ کہاں ہے اس نے کچھ جواب نہ دیا تو مالک نے اس کی طرف ایک ایسی لاٹھی پھینکی جس سے اس کی موت واقع ہوگئی تو اس مضروب کے پاس ایک یمنی آدمی کا گذر ہوا تو اس نے اس سے پوچھا کہ کیا تو امسال موسم حج میں مکہ جائے گا اس نے کہا اس سال تو حاضر نہیں ہوں گا البتہ کبھی کبھی، حاضر ہوا کرتا ہوں۔ تو مضروب مالک نے کہا کہ تمہارا جب کبھی بھی جانا ہو تو کیا میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو گے۔ اس نے جواب دیا بہت اچھا ہاں پہنچا دوں گا۔ تو اس نے کہا جب کبھی تو موسم حج کے مجمع میں حاضر ہو تو پہلے قریش کو آواز دینا اگر وہ تمہیں واپس جواب دیں تو پھر بنو ہاشم کے خاندان کو پکارنا اگر وہ تمہاری پکار کا جواب دیں تو ابوطالب کے متعلق سوال کرنا تو پھر اس کو خبر دے دینا کہ ایک رسہ کی وجہ سے مجھے فلاں نے قتل کر دیا ہے۔ پھر وہ بے چارا مزدور مر گیا۔ پس جب آجر مکہ واپس آیا تو ابوطالب اس کے پاس پہنچا اس سے

پوچھا کہ ہمارے آدمی کا کیا ہوا۔ اس نے بتایا کہ وہ بیمار ہو گیا۔ میں نے اس کی خوب تیمارداری کی خدمت کرتا رہا بالآخر وہ مر گیا۔ اور اس کے کفن دفن کا میں خود کفیل بنا۔ ابوطالب نے کہا کہ تم سے اسی سلوک کی توقع تھی۔ تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہوں گے کہ وہ آدمی آ گیا۔ جس کو مقتول نے وصیت کی تھی کہ موسم حج میں میرا پیغام پہنچانا چنانچہ حج کے موسم کا اسے اتفاق ہو گیا تو اس نے پہلے قریش کو پکارا۔ لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں۔ پھر بنو ہاشم کے خاندان کو پکارا لوگوں نے بتلایا کہ یہ بنو ہاشم ہیں پھر پوچھا کہ ابوطالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ یہ ابوطالب ہے۔ تو اس نے بتلایا کہ فلاں تمہارے آدمی نے مجھے حکم دیا تھا کہ میرا پیغام پہنچا دینا کہ اسے فلاں آدمی نے ایک رسہ بندھن کی وجہ سے قتل کر دیا ابوطالب اس کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ ان تین صورتوں میں سے ایک کا اختیار کر لو چاہے تو سو ۱۰۰ اونٹ دیت کے ادا کر دو اس لئے کہ تم نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے اگر چاہو تو تمہاری قوم کے پچاس آدمی قسم اٹھالیں کہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ اگر تمہیں اس سے انکار ہو تو پھر ہم اس کے بدلے تمہیں قتل کریں گے۔ وہ اپنی قوم کے پاس آیا تو قوم نے کہا ہم تو قسم اٹھائیں گے۔ چنانچہ ابوطالب کے پاس بنو ہاشم کی ایک عورت زینب بنت لقیہ جو ان کے کسی آدمی کے نکاح میں تھی اور اس نے اس کے لئے بچہ بھی جن لیا تھا۔ کہنے لگی اے ابوطالب! میں چاہتی ہوں کہ پچاس آدمیوں میں سے ایک آدمی کے بدلے تو میرے اس بیٹے کی قسم اٹھانے کی اجازت دے دے۔ جس جگہ قسمیں اٹھانے کے لئے روکا جائے گا وہ مقام ابراہیم اور رکن کے درمیان کی جگہ ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا کرتے ہوئے اسے معافی دے دی۔ پس پھر ان اہل قسامۃ میں سے ایک آدمی ابوطالب کے پاس آیا۔ کہنے لگا اے ابوطالب آپ کا ارادہ یہ ہے کہ آپ پچاس آدمیوں سے قسم لینا چاہتے ہیں۔ سو اونٹوں کے بدلے تو ہر آدمی کے حصہ میں دو اونٹ آئیں گے یہ لو میری طرف سے تو دو اونٹ قبول کر لو۔ اور مجھے قسموں کی جگہ جہاں قسموں کے لئے روکا جاتا ہے مجھے قسم اٹھانے سے معافی دے دو۔ چنانچہ ابوطالب نے وہ دو اونٹ قبول کر لئے۔ باقی اڑتالیس ۴۸ آدمیوں نے قسمیں اٹھائیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ایک سال مشکل سے نہ گزرا ہو گا کہ ان اڑتالیس آدمیوں کی آنکھیں پھر گئیں۔ اور حرکت کرتی تھیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ قسامۃ امور جاہلیت میں سے ہے۔ جس کو آپؐ نے تھوڑی سی ترمیم کے بعد باقی رکھا۔ جاہلیت میں پچاس آدمی قسم اٹھا لینے کے بعد دیت اور قصاص دونوں سے بچ جاتے تھے آپؐ نے دیت کو باقی رکھا تا کہ مقتول کی جان مفت میں نہ چلی جائے اس کا کچھ نہ کچھ بدلہ ورثاء کو ملنا چاہیئے۔ قسامت یہ ہے کہ جس مقتول کا قاتل معلوم نہ ہو سکے اور غالب ظن یہ ہو کہ فلاں قوم نے قتل کیا ہو گا۔ جب کہ کوئی دشمنی اور لوٹ بھی نہ ہو تو اس کے پچاس آدمی قسم اٹھائیں کہ ہم نے نہ قتل کیا ہے اور نہ ہی ہمیں اس کے قاتل کا کوئی علم ہے۔ بشرطیکہ دشمنی اور لوٹ نہ ہو۔ اور موسم سے موسم حج مراد ہے۔ صبر کے معنی حبس کے ہیں اس جگہ حبس للیمین مراد ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ قد انقطعت عروۃ جوالقہ صفحہ ۱۲/۵۴۲ عروہ سے مراد وہ کڑا ہے جس سے دو بوریوں کو اس سے باندھ کر جانور کی پیٹھ پر رکھا جاتا ہے۔ جبکہ رسہ دینے پر سوال ہوتا تھا کہ اگر اونٹ بھاگ گیا تو اس نے کہا کہ عادت یہ ہے کہ بندھن کے بغیر اکیلا اونٹ تو بھاگ جاتا ہے۔ لیکن جب جماعت میں ہو تو نہیں بھاگتا۔ تو اس اطمینان پر اس نے رسہ دے دیا۔

الا بعیرا واحدا اگر اشکال ہو کہ ہاشمی کا قول سچا نہ ہوا۔ جواب یہ ہے کہ ہاشمی نے نفور کی نفی کی تھی۔ وہ تو نہیں پایا گیا البتہ مالک نے اسے اس بات پر تنبیہ کی کہ اس نے اونٹ کے گھٹنے کیوں نہیں باندھے۔ اس پر اسے سزا دی کہ تو نے وہ رسہ ہاشمی کو کیوں دے دیا جس سے میرا نقصان ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حدیث کے معنی بیان کرنے میں دیگر شراح نے کوئی دلچسپی نہیں لی۔ شیخ گنگوہیؒ نے حدیث کے معنی بیان فرمائے ہیں۔ عروۃ دراصل لوٹے اور ڈول کے پکڑنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جوالق چمڑے کے بورے ہوتے تھے۔ عقال وہ رسی جس سے اونٹ کی

پنڈلی باندھی جائے۔ مولانا محمد حسن کئیؒ کی تقریر میں ہے کہ جاہلیت کی قسامت کو آپؐ نے باقی رکھا۔ لیکن اس میں ترمیم کے ساتھ کہ قصاص تو نہیں لیا جائے گا۔ البتہ سواونٹ خون بہا دینا ہوگا۔ تاکہ دم هدر یہ یعنی خون ضائع نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ رکن اور مقام کے درمیان جھوٹی قسم اٹھانے والے کی بیخ کنی ہوجاتی تھی۔ اوران کے اعتقاد کے مطابق کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اس لئے اس ہاشمی عورت نے اپنے بیٹے کو بچانے کی کوشش کی۔ اور دوسرے آدمی نے دو اونٹ ادا کر کے خلاصی حاصل کی۔ اور قسم کا حق ساقط کر دینا جائز ہے۔ بلکہ اگر سب پچاس لوگوں سے قسم نہ لی جائے بلکہ معاف کردیں تو اس کا بھی اولیاء مقتول کو حق حاصل ہے۔

حدیث (۳۵۶۷) حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِحُوْا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دُخُوْلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَيْسَ السَّعْيُ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سُنَّةً اِنَّمَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْعَوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَا نُجِيْزُ الْبَطْحَآءَ اِلَّا شَدًّا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جنگ بعاث ایک ایسی لڑائی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے پہلے واقع کرلیا۔ چنانچہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو ان کے بڑے بڑے چوہدریوں میں پھوٹ پڑ چکی تھی اوران کے سردار قتل ہو چکے تھے۔ اور کچھ زخمی ہو کر بددل ہو چکے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے اسلئے پہلے واقع کیا تاکہ ان کے عوام اسلام میں داخل ہوجائیں سردار رکاوٹ ڈالنے والے موجود نہ ہوں۔ ابن وھب نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ صفا ومروہ پہاڑیوں کے درمیان نشیبی جگہ پر دوڑ لگانا سنت نہیں ہے۔ کیونکہ اہل جاہلیت دوڑ لگاتے تھے ان کا کہنا تھا کہ ہم اس پتھریلی زمین کو دوڑتے ہوئے ہی عبور کریں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لیس السعی صفحہ ۵۴۳/۴ اگر میلین اخضرین کے درمیان سخت دوڑنا مراد ہے جو سنت طریقہ سے زائد ہو تو پھر اس کی نسبت ان کی طرف کرنا صحیح ہے۔ کہ ایسی دوڑ مسنون نہیں۔ اگر یہی مسنون طریقہ سعی کا مراد ہے جو ارکان حج میں سے ایک رکن ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ طریقہ کوئی نیا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو قدیم سنت ابراہیمی ہے۔ حتیٰ کہ عرب بھی یہ دوڑ لگاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کی غرض یہ ہے کہ یہ سعی سنت نہیں بلکہ فرض ہے۔ البتہ سخت دوڑنا سنت نہیں ہے۔ اور سعی کی ابتداء بی بی ہاجرہؓ سے ہوئی جیسے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ترجمہ میں گزرا ہے۔ اگر لیس بسنته سے مراد ابن عباسؓ کی یہ ہو کہ سرے سے سعی مستحب نہیں تو پھر یہ جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔ تو یہ ایسے ہوگا جیسے وہ طواف میں رمل کو مستحب نہیں کہتے۔ وہ ایک وقتی بات فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ سعی سنت ہے۔ جیسا کہ باب وجوب الصفا والمروۃ میں گزرا ہے۔ اور مولانا محمد حسن مکی کی تقریر میں ہے کہ ابن عباسؓ کا مسلک یہ ہے کہ صرف میلین اخضرین کے درمیان سعی کرنا سنت ہے۔ سارے بطن وادی میں سعی کرنا سنت نہیں ہے۔ یہ اہل جاہلیت کا شعار تھا کہ وہ ساری وادی میں دوڑ لگاتے تھے۔

حدیث (۳۵۶۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُوْلُ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوْا مِنِّيْ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وَاَسْمِعُوْنِيْ مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا تَذْهَبُوْا فَتَقُوْلُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ مِنْ وَّرَآءِ الْحِجْرِ وَلَا تَقُوْلُوا الْحَطِيْمَ فَاِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِيْ سَوْطَهٗ اَوْ نَعْلَهٗ اَوْ قَوْسَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ میری طرف سے سن لو اور جو تم کہنا چاہتے ہو وہ مجھے سنا لو جاؤ نہیں پس پھر کہتے رہو کہ ابن عباسؓ نے کہا تھا کہ جو شخص بیت اللہ کا طواف کرنے کا ارادہ کرے تو وہ میزاب کے نیچے اور حجر کے پیچھے طواف کرے اس کو حطیم نہ کہو۔ کیونکہ دور جاہلیت میں جب کوئی آدمی قسم کھانے کے لئے آتا تھا تو اس کو پکارنے کے لئے اپنا چابک یا جوتا یا کمان پھینک دیتا تھا۔ حطیم تو ان کے پھینکنے کی جگہ ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ حطیم غیر مسقف خارج کیا ہوا حصہ کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الحطیم صفحہ ۸/۵۴۳ یعنی حطیم اس لئے نہ کہو کہ یہ اہل جاہلیت کا شعار تھا کہ جو کچھ وہ کرتے تھے یہ حطیم اس پر دلالت کرتا تھا۔ اور ان کی یادگار تھا او۔ جب ان لوگوں نے اس کا استعمال چھوڑ دیا تو اب اس کلمہ کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اب تو اسے کوئی یاد نہیں کرتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں جو جگہ میزاب رحمت کے نیچے ہے اس کو حطیم اس لئے نہ کہا جائے کہ جاہلیت والے جب آپس میں قسمیں لیتے تھے تو چابک جوتا یا کمان اس طرف پھینکتے تھے۔ یہ اس کی علامت شمار ہوتی تھی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اسے دیوار کعبہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں حطیم کا معنی ازدحام ہے۔ رکن اسود۔ مقام ابراہیم۔ اور زمزم کے درمیانی حصہ میں لوگوں کا دعاء کے لئے ازدحام ہوتا ہے اس لئے اسے حطیم کہتے ہیں کہ یہ ازدحام کی جگہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں جس شخص نے اس مقام پر قسم اٹھائی۔ اس کو جلدی سزا ملتی ہے۔ وغیر ذلک.

سعار الهم شیخ گنگوہیؒ نے اس تحقیق سے اس جواب کی طرف اشارہ فرمایا جو فقہاء کے معروف مسلک پر وارد ہوتا ہے۔ کہ حطیم تو بیت اللہ کا حصہ ہے۔ اس لئے طواف اس کے پیچھے کرنا چاہیے احادیث معراج میں بھی ہے کہ حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے۔ تو وجہ یہ ہے کہ اس وقت ان لوگوں کا شعار بن چکا تھا۔ اس لئے اس جگہ کو حجر کہا گیا۔ نیز! چونکہ حجر اور حجر میں اشتباہ ہے۔ حجر بالفتح حجر اسود کو اور حجر بالکسر رکن اور مقام کے درمیان کے حصہ کو کہتے ہیں۔ اس لئے بھی حطیم کے لفظ کو ترجیح دی گئی اور ابن عباسؓ کی ممانعت کا مبنی اہل جاہلیت کے افعال تھے جو اب متروک ہو گئے۔

حدیث (۳۵۶۹) حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوْهَا فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ.

ترجمہ۔ عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ میں نے جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندر پر بہت سے بندر اکٹھے ہو گئے۔ جس نے زنا کیا تھا۔ تو انہوں نے اس کو سنگسار کیا۔ تو میں نے بھی ان کے ہمراہ اس کو پتھر مارے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قد زنت صفحہ ۹/۵۴۳ خدا معلوم اس آدمی نے کیسے سمجھ لیا کہ اس بندر نے زنا کیا تھا۔ کیونکہ ان جانوروں میں تو سلسلہ ازدواج ہے نہیں اور نہ ہی کسی کی وہ زوجہ تھی کہ جسے حد میں قتل کیا جا رہا ہو۔ بہر حال اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ یہ بندر جن تھے جو بندروں کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے۔ یہ اپنے اختیار سے تھا مسخ ہونے کی وجہ سے جن نہیں بنے تھے۔ ورنہ بندروں کا زنا کرنا اور ان کا رجم ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ چنانچہ کرمانیؒ بھی فرماتے ہیں کہ غیر مکلف کی طرف زنا کی نسبت کرنا اور ان کا رجم ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ چنانچہ کرمانیؒ بھی فرماتے ہیں کہ غیر مکلف کی طرف زنا کی نسبت کرنا اور ان پر بہائم حدود کا قائم کرنا عجیب سی بات ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو یہ لوگ جنوں میں سے ہوں گے۔ کیونکہ عبادات جن وانس میں تو معتبر ہیں۔ دوسروں میں نہیں۔ ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون اور یہ بھی احتمال ہے کہ انسانوں میں سے ہوں جن کی شکلیں مسخ ہو گئیں۔ اور صورت انسانیہ سے بندروں کی شکل میں بدل گئے ہوں۔ یا یہ زنا اور رجم کی صورت ہو۔ در حقیقت نہ کوئی تکلیف ہو اور نہ کوئی حد ہو۔ محض جاہلیت کا ایک گمان ہو جس

کو یہ بیان کررہے ہیں۔ بایں ہمہ یہ حکایت بخاری کے بعض نسخوں میں نہیں پائی جاتی۔ پھر اس قصہ کو بعض شیوخ مدینہ نے باسناد عمرو بن میمون کے بیان کیا ہے۔ اور حافظؒ نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ اور اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بڑی طویل بحث کی ہے کہ جو کچھ بخاری کے اندر ہے وہ صحیح ہے۔ اس سے اعراض نہیں کرنا چاہیے۔ اور اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مروی ہے اس کو نزول وحی سے قبل پر محمول کیا جائے گا۔

حدیث(۳۵۷۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ خِصَالٌ مِنْ خِصَالِ الْجَاهِلِيَّةِ الطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ وَنَسِيَ الثَّالِثَةَ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهَا الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ.

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ خصلتیں ہیں جن کا شمار جاہلیت کی خصلتوں میں ہوتا ہے۔ ایک تو نسبوں کے اندر طعن کرنا۔ دوسرے نوحہ کرنا۔ اور تیسرے کو راوی بھول گیا سفیان راوی فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں وہ تیسرا نچھتروں سے بارش طلب کرنا ہے۔

بَابُ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مُنَافِ ابْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ ابْنِ كَنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ الْيَاسِ بْنِ مُضَرَبْنِ نَزَارِ بْنِ مَعَدِّبْنِ عَدْنَانِ.

حدیث(۳۵۷۱) حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ رَجَاءِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَمَكَثَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ سَنَةً ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَكَثَ بِهَا عَشْرَ سِنِيْنَ ثُمَّ تُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری جب کہ آپؐ چالیس برس کے تھے پھر آپ مکہ معظمہ میں تیرہ سال تک مقیم رہے۔ پھر ہجرت کا حکم ہوا تو مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جس میں دس سال تک مقیم رہے۔ پھر آپ کی وفات ہوگئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مبعث مصدر میمی ہے جس کے معنی بھیجنے کے ہیں۔ آپؐ کے مبعث کے بارے میں اقوال مختلفہ ہیں راجح یہ ہے کہ آپؐ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ تیرہ سال مکہ میں رہے۔ دس سال مدینہ میں اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ

ترجمہ۔ مکہ مکرمہ میں مشرکین کی طرف سے جو جو تکالیف جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو پہنچیں انکا ذکر اس باب میں ہے۔

حدیث(۳۵۷۲) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ سَمِعْتُ خَبَّابًا يَقُوْلُ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَهُوَ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً فَقُلْتُ اَلَا تَدْعُوا اللّٰهَ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ بِمَشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ عِظَامِهِ مِنْ لَحْمٍ اَوْ عَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَيُوْضَعُ الْمِنْشَارُ عَلٰى مَفْرَقِ رَاْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ

ذٰلِکَ عَنْ دِیْنِہٖ وَلَیُتِمَّنَّ اللّٰہُ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یَسِیْرُ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَآءَ اِلٰی حَضْرَمَوْتَ مَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ زَادَ بَیَانٌ وَالذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِہٖ.

ترجمہ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب کہ آپؐ خانہ کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر کا تکیہ بنائے بیٹھے تھے اور ہمیں مشرکین کی طرف سے طرح طرح کی اذیتیں اور سختیاں پہنچ چکی تھیں۔ تو میں نے عرض کی کیا آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مصائب ختم کرے۔ پس آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے جب کہ آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو چکا تھا تو آپؐ نے تو آپؐ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو لوہے کے کنگھیوں سے اس طرح چھیلا جاتا تھا کہ ہڈیوں سے ورے ورے ان کا گوشت اور پٹھے نہیں رہتے تھے۔ پھر بھی یہ ظلم ان کو ان کے دین سے نہ پھیر سکا اور ان کے سر کی چوٹی پر آرہ رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے پھر بھی یہ سختی ان کو دین سے نہیں پھیر سکتی تھی اللہ کی قسم ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ ہمارے دین اسلام کے معاملہ کو پورا کرے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت کا سفر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرتا ہوگا۔ بیان نے زائد کیا کہ نہ ہی کسی بھیڑیئے سے اسے اپنی بکریوں پر ڈر ہوگا۔

حدیث (۳۵۷۳) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ فَسَجَدَ فَمَا بَقِیَ اَحَدٌ اِلَّا سَجَدَ اِلَّا رَجُلٌ رَأَیْتُہٗ اَخَذَ کَفًّا مِنْ حَصًا فَرَفَعَہٗ فَسَجَدَ عَلَیْہِ وَقَالَ ھٰذَا یَکْفِیْنِیْ فَلَقَدْ رَأَیْتُہٗ بَعْدُ قُتِلَ کَافِرًا بِاللّٰہِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم پڑھی پس آپؐ نے بھی سجدہ کیا اور حاضرین میں سے کوئی باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ مگر ایک آدمی امیہ بن خلف جس کو میں نے دیکھا کہ اس نے کنکریوں کی مٹھی لی اس کو اوپر اٹھایا اور اس پر سجدہ کیا۔ اور کہنے لگا مجھے یہی کافی ہے۔ بعد میں میں نے اس کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والا ہو کر قتل ہوا

حدیث (۳۵۷۴) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ بَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَحَوْلَہٗ نَاسٌ مِنْ قُرَیْشٍ جَآءَ عُقْبَۃُ ابْنُ اَبِیْ مُعَیْطٍ بِسَلٰی جَزُوْرٍ فَقَذَفَہٗ عَلٰی ظَھْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَرْفَعْ رَأْسَہٗ فَجَآءَ تْ فَاطِمَۃُ فَاَخَذَتْہُ مِنْ ظَھْرِہٖ وَدَعَتْ عَلٰی مَنْ صَنَعَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللّٰھُمَّ عَلَیْکَ الْمَلَأَ مِنْ قُرَیْشٍ اَبَا جَھْلِ ابْنَ ھِشَامٍ وَعُتْبَۃَ بْنَ رَبِیْعَۃَ وَشَیْبَۃَ بْنَ رَبِیْعَۃَ وَاُمَیَّۃَ ابْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَیَّ ابْنَ خَلَفٍ شُعْبَۃُ الشَّاکُّ فَرَاَیْتُمْ قُتِلُوْا یَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِیْ بِئْرٍ غَیْرَ اُمَیَّۃَ اَوْ اُبَیٍّ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُہٗ فَلَمْ یُلْقَ فِی الْبِئْرِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا آپؐ خانہ کعبہ میں سجدہ ریز تھے اور قریش کے کچھ لوگ آپؐ کے اردگرد بیٹھے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط ذبح شدہ اونٹ کی اوجھری گندگی سمیت لے کر آیا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر اسے پھینک دیا۔ جس کے بوجھ سے آپؐ اپنا سر مبارک نہ اٹھا سکے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ آئیں اور اسے دھکا دے کر آپ کی پیٹھ سے ہٹایا اور جن جن لوگوں نے یہ کام کیا تھا یا کرایا تھا ان کے خلاف بددعا دی۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ قریش کے ان سرداروں پر گرفت فرما ابوجہل بن ہشام۔ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ۔ اور امیہ بن خلف۔ یا ابی بن خلف۔ شعبہ راوی شک کرنے والا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب سرداران قریش کو دیکھا کہ بدر کی لڑائی میں قتل کئے گئے۔ اور ان کی لاشوں کو کنوئیں میں پھینکا گیا۔ سوائے امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کے کہ اس

کے جوڑ ٹوٹ چکے تھے۔اس لئے اس کنویں میں نہیں پھینکا گیا۔صحیح امیہ بن خلف ہے کیونکہ اس کا بھائی ابی بن خلف احد کی لڑائی میں مارا گیا۔ صاحب المغازی کا اس پر اتفاق ہے۔

حدیث (۳۵۷۵) حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ شَیْبَةَ الخ قَالَ سُئِلَ ابْنَ عَبَّاسٍؓ عَنْ هَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ مَآ اَمْرُهُمَا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ لَمَّا اُنْزِلَتِ الَّتِیْ فِی الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُوْا اَهْلِ مَكَّةَ فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَقَدْ اَتَیْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ الْاٰیَةَ فَهٰذِهٖ لِاُولٰٓئِكَ وَاَمَّا الَّتِیْ فِی النِّسَآءِ الرَّجُلُ اِذَا عَرَفَ الْاِسْلَامَ وَشَرَائِعَهٗ ثُمَّ قَتَلَ فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ فَذَكَرْتُهٗ لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ اِلَّا مَنْ نَدِمَ.

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ سے ان دو آیتوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ ان کا کیا حکم ہے۔ایک تو یہ ہے کہ اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔اور دوسری جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔تو ابن ابزیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے ان کے متعلق دریافت کیا۔تو انہوں نے فرمایا کہ جب یہ آیت سورۂ فرقان والی نازل ہوئی تو اہل مکہ کے مشرکوں نے کہا ہم تو نفوس محترمہ کو قتل کر چکے ہیں۔ اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو بھی شریک بنایا ہے۔اور کبائر گناہ کا ارتکاب بھی کیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے الامن تاب مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا۔پس یہ آیت تو ان لوگوں کیلئے ہوئی اور جو آیت سورۂ نساء میں ہے وہ اس آدمی کے بارے میں ہے جو اسلام اور اس کے احکام کو جانتا ہو پھر وہ قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے۔میں نے مجاہد کے سامنے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا ان میں سے جو شخص پشیمان ہو گیا تو اس کی توبہ بھی قبول ہو گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔عن هاتين الايتين صفحہ ۳/۵۴۴ یعنی بظاہر ان دونوں آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے تو حضرت ابن عباسؓ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں کا محل الگ الگ ہے۔پہلی آیت کفار کے بارے میں ہے اور دوسری مسلمان کے بارے میں۔لہٰذا شان نزول کے اختلاف کی وجہ سے تعارض نہ رہا۔لیکن یہ ان کی اپنی رائے ہے جس کو جمہور علماء نے قبول نہیں کیا اور نہ ہی ان کے شاگرد مجاہد نے قبول کیا۔اس لئے اس نے الامن ندم سے استثناء کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔یہ مسلک ابن عباسؓ کا مشہور و معروف ہے۔مؤمن متعمد قاتل کی توبہ قبول نہیں ہے۔لیکن مسند احمد کی روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا جب کہ آپ کی بصارت چلی گئی تھی۔جمہور اہل سنت کا مسلک ہے یہ حکم تغلیظاً ہے اور قاتل کی توبہ بھی دوسرے گناہگاروں کی طرح مقبول ہے۔اور جزاء ہ جهنم کا جواب یہ دیتے ہیں کہ سزا تو اس کی یہی ہے اگر اللہ تعالیٰ دینا چاہے اور ان کا استدلال یغفر مادون ذلک لمن یشاء اور اسرائیل کی اس روایت سے بھی ہے جس نے ننانوے ۹۹ آدمی قتل کرنے کے بعد راہب کو قتل کر کے سو ۱۰۰ کا عدد پورا کر دیا تھا بالآخر اس کی توبہ قبول ہوئی۔یا خلود سے مکث طویل مراد ہے یا مستحل (حلال سمجھنے والے) کے بارے میں ہے یا جس نے توبہ نہ کی اس کے بارے میں ہے۔هكذا في البيضاوی.

حدیث (۳۵۷۶) حَدَّثَنَا عَیَّاشُ بْنُ الْوَلِیْدِ الخ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ اَخْبِرْنِیْ بِاَشَدِّ شَیْءٍ صَنَعَهُ الْمُشْرِكُوْنَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ حِجْرِ الْكَعْبَةِ اِذْ اَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِیْ مُعَیْطٍ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ خَنْقًا شَدِیْدًا فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍؓ

حَتّٰی اَخَذَ بِمَنْكِبِهٖ وَدَفَعَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ الْاٰيَةَ تَابَعَهٗ ابْنُ اِسْحٰقَ الخ.

ترجمہ۔ عروۃ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے پوچھا کہ مجھے وہ واقعہ بتلاؤ جسمیں مشرکین مکہ نے آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سخت سلوک کیا فرمایا دریں اثنا کہ آپ کعبہ کے میزاب رحمت کے نیچے حجر میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈالا۔ اور آپ کا گلہ دبایا بلکہ سخت دبایا۔ پس حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ جنہوں نے عقبہ کے دونوں کندھوں کو پکڑا اور اسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹایا اور فرمایا کیا تم اس آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے ابن اسحاق نے متابعت کی ہے۔ البتہ اپنی سند میں یہ ان کے والد عمرو بن العاص کا ذکر کیا ہے۔

بَابُ اِسْلَامِ اَبِیْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِؓ

ترجمہ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اسلام کا ذکر ہے

حدیث (۳۵۷۷) حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَمَّادِ الْاٰمِلِیُّ الخ قَالَ عَمَّارُ بْنِ يَاسِرٍؓ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهٗ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَامْرَاَتَانِ وَاَبُوْبَكْرٍؓ.

ترجمہ۔ حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام دو عورتیں اور ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔

بَابُ اِسْلَامِ سَعْدٍؓ

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ کے اسلام کا ذکر ہے

حدیث (۳۵۷۸) حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ يَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِی الْيَوْمِ الَّذِیْ اَسْلَمْتُ فِيْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَاِنِّیْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ.

ترجمہ۔ حضرت ابواسحاق سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جس دن میں اسلام لایا ہوں اس دن اور کوئی مسلمان نہیں ہوا۔ میں سات دن ٹھہرا رہا کہ میں اسلام کا تیسرا حصہ تھا یہ رجال بالغین کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ ان سے پہلے بھی کئی مسلمان ہو چکے تھے۔

بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ

ترجمہ۔ جنات کا ذکر اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فرما دیجئے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر قرآن مجید سنا۔

حدیث ۳۵۷۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الخ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْكَ يَعْنِیْ عَبْدَ اللّٰهِ اِنَّهٗ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ.

ترجمہ۔ حضرت مسروق سے میں نے پوچھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے متعلق کس نے بتلایا جس رات وہ قرآن مجید سن رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا مجھے تیرے باپ عبداللہ بن مسعودؓ نے حدیث بیان کی کہ درخت نے ان کے متعلق آپ کو بتلایا کہ وہ حاضر ہو کر قرآن مجید سن رہے ہیں۔

حدیث(۳۵۸۰) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّهٗ کَانَ یَحْمِلُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِدَاوَةً لِوُضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَبَیْنَمَا هُوَ یَتْبَعُهٗ بِهَا فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَنَا اَبُوْ هُرَیْرَةَؓ فَقَالَ اَبْغِنِیْ اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِهَا وَلَا تَاْتِنِیْ بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ فَاَتَیْتُهٗ بِاَحْجَارٍ اَحْمِلُهَا فِیْ طَرَفِ ثَوْبِیْ حَتّٰی وَضَعْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مَشَیْتُ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ قَالَ هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَاِنَّهٗ اَتَانِیْ وَفْدُ جِنِّ نَصِیْبِیْنَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَاَلُوْنِی الزَّادَ فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ اَنْ لَّا یَمُرُّوْا بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ اِلَّا وَجَدُوْا عَلَیْهَا طَعَامًا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک برتن وضو اور دیگر ضروریات کیلئے اٹھا کر چلتے تھے۔ دریں اثناء وہ آپؐ کے پیچھے اس برتن کو۔ لے کر جا رہے تھے کہ آپؐ نے پوچھا یہ کون ہے۔ کہا میں ابو ہریرہؓ ہوں فرمایا میرے لئے پتھر تلاش کر کے لاؤ۔ تاکہ میں ان سے استنجا کروں۔ یاد رکھیں ہڈی اور گوبر نہ لانا پس میں آپؐ کیلئے پتھر لایا جن کو میں اپنے کپڑے کے کنارے میں اٹھا لایا تھا یہاں تک کہ میں نے ان کو آپؐ کے پہلو میں آ کر رکھ دیا۔ اور خود وہاں سے ہٹ گیا۔ جب حضور استنجاء اور وضو سے فارغ ہوئے تو چلتے چلتے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ ہڈیوں اور گوبر کا کیا معاملہ ہے۔ جن کے لانے سے مجھے ممانعت کی گئی۔ فرمایا یہ جنوں کا کھانا ہے میرے پاس نصیبین مقام کے جنات کا ایک وفد آیا تھا اور وہ بہترین جن، ہیں۔ انہوں نے میرے سے اپنے لئے توشہ کا سوال کیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کی کہ جب بھی ان کا کسی ہڈی یا گوبر سے گزر ہو تو اے اللہ! ان کے اوپر وہ اپنا کھانا پالیں نصیبین شام اور عراق کے درمیان ایک شہر ہے۔

بَابُ اِسْلَامِ اَبِیْ ذَرٍّؓ

ترجمہ۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے اسلام کا ذکر ہے

حدیث(۳۵۸۱) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا بَلَغَ اَبَا ذَرٍّؓ مَبْعَثُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَخِیْهِ ارْکَبْ اِلٰی هٰذَا الْوَادِیْ فَاعْلَمْ لِیْ عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ یَاْتِیْهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَآءِ وَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ ائْتِنِیْ فَانْطَلَقَ الْاَخُ حَتّٰی قَدِمَهٗ وَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی اَبِیْ ذَرٍّ فَقَالَ لَهٗ رَاَیْتُهٗ یَاْمُرُ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَکَلَامًا مَّا هُوَ بِالشِّعْرِ فَقَالَ مَا شَفَیْتَنِیْ مِمَّا اَرَدْتُّ فَتَزَوَّدَ وَحَمَلَ شَنَّةً لَّهٗ فِیْهَا مَآءٌ حَتّٰی قَدِمَ مَکَّةَ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَالْتَمَسَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا یَعْرِفُهٗ وَکَرِهَ اَنْ یَّسْاَلَ عَنْهُ حَتّٰی اَدْرَکَهٗ بَعْضُ اللَّیْلِ اضْطَجَعَ فَرَاٰهُ عَلِیٌّ فَعَرَفَ اَنَّهٗ غَرِیْبٌ فَلَمَّا رَاٰهُ تَبِعَهٗ فَلَمْ یَسْاَلْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اَصْبَحَ ثُمَّ احْتَمَلَ قِرْبَتَهٗ وَزَادَهٗ اِلَی الْمَسْجِدِ وَظَلَّ ذٰلِکَ الْیَوْمَ وَلَا یَرَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَمْسٰی فَعَادَ اِلٰی مَضْجَعِهٖ فَمَرَّ بِهٖ عَلِیٌّ فَقَالَ اَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّعْلَمَ مَنْزِلَهٗ فَاَقَامَهٗ فَذَهَبَ بِهٖ مَعَهٗ لَا یَسْاَلُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اِذَا کَانَ یَوْمُ الثَّالِثِ فَعَادَ عَلِیٌّ مِثْلَ ذٰلِکَ فَاَقَامَ مَعَهٗ ثُمَّ قَالَ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ مَا الَّذِیْ اَقْدَمَکَ

قَالَ اِنْ اَعْطَيْتَنِىْ عَهْدًا وَّمِيْثَاقًا لَتُرْشِدَنِّىْ فَعَلْتُ فَفَعَلَ فَاَخْبَرَهٗ قَالَ فَاِنَّهٗ حَقٌّ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَصْبَحْتَ فَاتَّبِعْنِىْ فَاِنِّىْ اِنْ رَاَيْتُ شَيْئًا اَخَافُ عَلَيْكَ قُمْتُ كَاَنِّىْ اُرِيْقُ الْمَآءَ فَاِنْ مَضَيْتُ فَاتَّبِعْنِىْ حَتّٰى تَدْخُلَ مَدْخَلِىْ فَفَعَلَ فَانْطَلَقَ يَقْفُوْهُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَخَلَ مَعَهٗ فَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهٖ وَاَسْلَمَ مَكَانَهٗ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ اِلٰى قَوْمِكَ فَاَخْبِرْهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَكَ اَمْرِىْ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَاَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ ظَهْرَانِيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى اَتَى الْمَسْجِدَ فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوْهُ حَتّٰى اَضْجَعُوْهُ وَاَتَى الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيْهِ قَالَ وَيْلَكُمْ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مِنْ غِفَارٍ وَّاَنَّ طَرِيْقَ تِجَارِكُمْ اِلَى الشَّامِ فَاَنْقَذَهٗ مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ مِنَ الْغَدِ لِمِثْلِهَا فَضَرَبُوْهُ وَثَارُوْا اِلَيْهِ فَاَكَبَّ الْعَبَّاسُ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضرت ابوذرؓ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی انیس سے کہا کہ اس وادی کی طرف سوار ہو کر جاؤ اور میرے لئے معلومات حاصل کرو یہ شخص جو کہتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں تو آپ کی باتیں سن کر مجھے آ کر بتاؤ چنانچہ ان کا بھائی گیا آپ کے پاس پہنچا آپ کی باتیں سنیں۔ اور واپس حضرت ابوذرؓ کے پاس جا کر بتلائیں کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ عمدہ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور میں نے ایسا کلام سنا جو شعر و شاعری نہیں ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ جیسے میں چاہتا تھا ویسے آپ نے میری تسلی نہیں کرائی۔ پس خود سامان خورد و نوش لیا یعنی کھانے کا سامان اور چھوٹا سا مشکیزہ جس میں پانی تھا لے کر مکہ پہنچے مسجد میں آئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا یہاں تک کہ رات نے آ گھیرا لیٹ گئے۔ حضرت علیؓ نے انہیں دیکھ لیا جان گئے کہ یہ مسافر ہے۔ پس جب ان کو دیکھا تو ان کے پیچھے چل پڑے لیکن کسی نے ایک دوسرے سے کچھ بھی دریافت نہ کیا یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو اپنا مشکیزہ اور کھانا لے کر مسجد کی طرف آئے وہ دن اس طرح گزر گیا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے نہ دیکھ سکے یہاں تک کہ شام ہوگئی اپنے ٹھکانے کی طرف واپس آئے تو پھر حضرت علیؓ کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا کہ اس آدمی کو اپنی منزل مقصود معلوم نہ ہو سکی۔ انہیں اٹھایا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ اب بھی کسی نے ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا۔ یہاں تک کہ جب تیسرا دن ہوا تو حضرت علیؓ اسی طرح واپس آئے اور انہیں کھڑا کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ پھر پوچھا کہ تم مجھے بتلاتے نہیں کہ تمہیں کون سی چیز یہاں لے آئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ عہد و پیمان دیں کہ آپ میری صحیح راہنمائی کریں گے تو میں بتلاتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا اور انہیں بتلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔ جب صبح ہو تو آپ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں اگر میں نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس سے مجھے آپ پر خطرہ محسوس ہوا تو میں ٹھہر جاؤں گا۔ گویا کہ میں پیشاب کر رہا ہوں اور اگر میں چلتا رہوں تو تم میرے پیچھے آ جانا۔ یہاں تک کہ جس جگہ میں داخل ہو جاؤں تم بھی گھس آنا چنانچہ ایسا ہوا۔ حضرت علیؓ چل پڑے میں ان کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے یہ بھی ان کے ساتھ اندر داخل ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں اور وہیں مسلمان ہو گئے۔ جن پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قوم کے پاس جا کر میرے دین کی ان کو اطلاع کرو۔ یہاں تک کہ میرا حکم آپ تک پہنچے۔ انہوں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں ضرور ان کے درمیان چیخ کر اس کا اعلان کروں گا ہر چہ بادا باد جو کچھ ہونا ہے ہو جائے بہر حال یہ وہاں سے نکل کر مسجد میں آئے اور اپنی اونچی آواز سے پکار کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق

نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پھر تو ساری قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور انہیں مارنا پیٹنا شروع کیا یہاں تک کہ انہیں لٹا دیا حضرت عباسؓ ان پر آ کر گر پڑے۔ فرمایا کہ تمہارے لئے خرابی ہے۔ کیا تم جانتے نہیں کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ اور تمہارے تاجروں کا راستہ شام کی طرف انہیں کے پاس سے گزرتا ہے۔ پس انہوں نے آپ کو ان کے ظلم وستم سے چھڑا لیا۔ پھر دوسرے دن اسی طرح انہوں نے دہرایا اور انہوں نے پٹائی شروع کی اور سب ٹوٹ پڑے۔ پھر بھی حضرت عباسؓ ان پر گر پڑے اور انہیں ان سے چھڑایا۔

بَابُ اِسْلَامِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍؓ

ترجمہ۔ حضرت سعید بن زید بن نفیلؓ کے اسلام لانے کا ذکر ہے

حدیث (۳۵۸۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنَّ عُمَرَ لَمُوْثِقِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ عُمَرُ وَلَوْ اَنَّ اُحُدًا اِرْفَضَ لِلَّذِيْ صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ.

ترجمہ۔ حضرت قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ سے کوفہ کی مسجد میں سنا فرماتے تھے کہ میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ اپنے اسلام لانے سے پہلے حضرت عمرؓ مجھے اسلام پر باندھنے والے اور پکا کرنے والے تھے۔ اور آج جو کچھ سلوک تم حضرت عثمانؓ سے کر رہے ہو اگر احد پہاڑ پھٹ پڑے تو لائق ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کانی اریق الماء اور پہلے گزر چکا ہے کہ میں جوتا کو ٹھیک کر رہا ہوں۔ تو دونوں میں کوئی تنافی نہیں۔ کیونکہ مقصود تو مثال بیان کرنا ہے کہ میں کسی کام میں مصروف ہوں۔ شاید آپ نے دونوں امر ذکر کئے۔ راوی نے ایک ایک کو الگ بیان کر دیا۔

ان عمر لوثقی مقصد حضرت سعیدؓ کا یہ ہے کہ زمانہ کے لوگوں میں تفاوت ہے۔ پہلے زمانہ میں حضرت عمرؓ باوجود کفر پر شدید ہونے کے انہوں نے مار پٹائی اور باندھ دینے سے آگے تجاوز نہیں کیا۔ اور آج تم لوگ مسلمان ہو کر اسلام اور ایمان کے دعویٰ کے باوجود حضرت عثمانؓ کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی غرض یہ ہو کہ تم نے مسلمان ہوتے ہوئے جو سلوک حضرت عثمانؓ کے ساتھ کیا ہے۔ کافر لوگ کفر پر رہتے ہوئے مسلمانوں کو اسلام کی رغبت دیتے تھے۔ اور انہیں اسلام پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے تھے لیکن یہ اس پر موقوف ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعیدؓ کے ساتھ ایسا کیا ہو۔ حالانکہ جو کچھ ثابت ہے وہ اس کے خلاف ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کو ذلیل کرنے اور اسلام سے رجوع کرنے کے لئے باندھا تھا لیکن اس صورت میں دونوں کلمات میں ربط قائم نہیں رہتا۔ اور حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو مطلب اس کا بیان کیا ہے اس صورت میں دونوں کلمات مرتبط ہو جاتے ہیں اور کرمانیؒ نے بھی شیخ گنگوہیؒ کے معنی کی تائید کی ہے۔ جس پر سب شراح نے ان پر نکیر کیا ہے۔ چنانچہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تو مجھے اسلام پر ثابت قدم رہنے کے لئے باندھا تھا آج زمانہ یہ آ گیا کہ موافقین اسلام اصحاب اسلام کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت سعید بن زید حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے۔ حضرت فاطمہ بنت الخطاب حضرت سعیدؓ کی بیوی تھی اور حضرت سعیدؓ کی ہمشیرہ عاتکہ بنت زید حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھی۔ اور حضرت سعید بن زید مہاجرین اوّلین میں سے تھے۔ اور حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ بلکہ اسلام عمرؓ کا باعث بھی یہی خاوند بیوی بنے۔ حافظؒ نے اگرچہ کرمانیؒ کے قول کو عجیب کہا ہے کہ حضرت عمرؓ تو کفر میں بڑے متشدد تھے۔ لیکن حافظؒ نے قبل ان

بسلم عمر پر توجہ فرمائی۔ حضرت سعیدؓ دونوں زمانوں کا فرق بتلا رہے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ مخالفین اسلام اسلام پر جمے رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔اور آج یہ زمانہ ہے کہ موافقین اسلام حق پر قائم رہنے کی سزا قتل کرنے سے دیتے ہیں چنانچہ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت عمرؓ جیسا متشدد انسان اسلام پر باندھنے کی سزا تو دیتا تھا قتل کرنے کی نہیں دیتا تھا۔ آج معاملہ یہ ہے کہ مسلمان قتل خلیفہ کے درپے ہیں۔اور یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو حضرت عمرؓ نے مجھ سے وثیقہ دستاویز لی ہے کہ اسلام سے نہیں پھرو گے۔ باوجود کافر ہونے کے ارتداد سے مجھے روکتے تھے۔اور تمہارا یہ حال ہے کہ حضرت عثمانؓ کو مسلمان ہو کر قتل کرتے ہو یہ انصاف سے کتنی بعید بات ہے۔اگر اشکال ہو کہ پہلی توجیہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اسلام سے روکتے تھے اور دوسری توجیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ارتداد سے روکتے تھے۔مسلمان ہو جانے کے بعد ارتداد سے روکتے تھے۔اگر چہ وہ کافر تھے۔لیکن شرفاء کی عادت کے مطابق اسلام پر مستحکم رہنے کا کہتے تھے۔اور آخری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی بہن فاطمہ کو اسلام سے روکتے تھے۔اور اس سبب سے ان کی پٹائی بھی کی تھی۔ بنا بریں صرف پہلا احتمال ہی صحیح ہوگا۔اور ترمذی شریف میں کہ حضرت عثمانؓ نے باغیوں پر جھانک کر فرمایا کہ اپنے وہ دو ساتھی لے جاؤ جنہوں نے تمہیں بات کرنے پر انگیختہ کیا ہے۔

بَابُ اِسْلَامِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِؓ

ترجمہ۔حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ذکر ہے

حدیث(۳۵۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ مَا زِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُؓ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے ہم لوگ برابر عزت اور غلبہ کے ساتھ رہے۔

حدیث(۳۵۸۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا اِذْ جَآءَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّهْمِيُّ اَبُوْعَمْرٍو وَعَلَيْهِ حُلَّةُ حِبَرَةٍ وَّقَمِيْصٌ مَكْفُوْفٌ بِحَرِيْرٍ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ سَهْمٍ وَهُمْ حُلَفَآءُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ لَهٗ مَابَالُكَ قَالَ زَعَمَ قَوْمُكَ اَنَّهُمْ سَيَقْتُلُوْنِيْ اَنْ اَسْلَمْتُ قَالَ لَا سَبِيْلَ اِلَيْكَ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا اٰمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِيْ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُوْنَ فَقَالُوْا نُرِيْدُ هٰذَا بْنَ الْخَطَّابِ الَّذِيْ صَبَا قَالَ لَاسَبِيْلَ اِلَيْهِ فَكَرَّ النَّاسُ.

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ حضرت عمرؓ اپنے گھر میں خوفزدہ تھے کہ ان کے پاس عاص بن وائل سہمی آ گیا۔جس کی کنیت ابوعمر ہے(وہ جاہلی ہے اسلام کا زمانہ پایا لیکن مسلمان نہیں ہوا) کہ اس پر سرخ یمنی چادر تھی۔اور قمیص کے کنارے پر ریشم سے عمل کیا گیا تھا وہ قبیلہ بنو سہم میں سے تھا اور ان کا سردار تھا۔یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔تو اس نے حضرت عمرؓ سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ سنا ہے تیری قوم کہتی ہے کہ اگر حضرت عمرؓ مسلمان ہو گیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔اس نے کہا جب میں نے تجھے امان دے دی ہے تو اب اس کے بعد ان کو تم پر حملہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی چنانچہ عاص جب یہاں سے روانہ ہوا تو اسے بہت سے لوگ ملے جنہوں نے اپنی کثرت سے وادی کو بسا دیا تھا یعنی اس قدر کثیر تھے کہ وادی پر ہو گئی پوچھا کہاں کا ارادہ کرتے ہو تو انہوں نے کہا سنا ہے عمر بن الخطاب اپنے دین سے پھر گیا ہے اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔اس نے ان سے کہا اب اس کے قتل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔میں امان دے چکا ہوں۔چنانچہ وہ لوگ واپس چلے گئے۔

حدیث(۳۵۸۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ لَمَّا اَسْلَمَ عُمَرُؓ اِجْتَمَعَ النَّاسُ

عِنْدَ دَارِهٖ وَقَالُوْا صَبَا عُمَرُ وَاَنَا غُلَامٌ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِيْ فَجَآءَ رَجُلٌ عَلَيْهِ قُبَآءٌ مِنْ دِيْبَاجٍ فَقَالَ قَدْ صَبَا عُمَرُ فَمَا ذَاكَ فَاَنَا لَهٗ جَارٌ قَالَ فَرَاَيْتُ النَّاسَ تَصَدَّعُوْا عَنْهُ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا الْعَاصُ بْنُ وَآئِلٍ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جب میرے باپ حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو ان کے گھر کے پاس لوگ جمع ہو گئے۔ اور کہہ رہے تھے کہ حضرت عمرؓ اپنے دین سے پھر کر مسلمان ہو گیا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں لڑکا تھا جو گھر کی چھت کے اوپر کھیل رہا تھا۔ پس اچانک ایک آدمی آیا جس نے گاڑھے ریشم کا جبہ پہن رکھا تھا۔ کہنے لگا حضرت عمرؓ دین سے پھر گیا۔ پھر تم کیا چاہتے ہو جواب دیا کہ ہم اسے قتل کرنا چاہتے ہیں عاص نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میں اسے پناہ دینے والا ہوں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب وہاں سے منتشر ہو گئے میں نے پوچھا یہ کون شخص تھا۔ بتایا گیا کہ عاص بن وائل تھا۔

حديث (۳۵۸۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ مَا سَمِعْتُ عُمَرَؓ بِشَيْءٍ قَطُّ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَا ظُنُّهٗ كَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ بَيْنَمَا عُمَرُؓ جَالِسٌ اِذْ مَرَّ بِهٖ رَجُلٌ جَمِيْلٌ فَقَالَ لَقَدْ اَخْطَاَظَنِّيْ اَوْ اِنَّ هٰذَا عَلٰى دِيْنِهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنُهُمْ عَلَيَّ الرَّجُلَ فَدُعِيَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ ذَالِكَ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ اِسْتُقْبِلَ بِهٖ رَجُلٌ مُسْلِمٌ قَالَ فَاِنِّيْ اَعْزِمُ عَلَيْكَ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِيْ قَالَ كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَمَا اَعْجَبُ مَآ جَآءَتْكَ بِهٖ جِنِّيَّتُكَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا يَوْمًا فِي السُّوْقِ جَآءَتْنِيْ اَعْرِفُ فِيْهَا الْفَزَعَ فَقَالَ اَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَاِبْلَا سَهَا وَيَا سَهَا مِنْ بَعْدِ اِنْكَاسِهَا وَلُحُوْقِهَا بِالْقِلَاصِ وَاَحْلَاسِهَا قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَيْنَمَا عِنْدَ اٰلِهَتِهِمْ اِذْجَآءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهٗ فَصَرَخَ بِهٖ صَارِخٌ لَمْ اَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ اَشَدَّ صَوْتًا مِنْهُ يَقُوْلُ يَا جَلِيْحُ اَمْرٌ نَجِيْحٌ رَجُلٌ فَصِيْحٌ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ فَوَثَبَ الْقَوْمُ قُلْتُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰى اَعْلَمَ مَا وَرَآءَ هٰذَا ثُمَّ نَادٰى يَا جَلِيْحُ فَصِيْحٌ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا اَنْ قِيْلَ هٰذَا نَبِيٌّ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کبھی کسی چیز کے متعلق نہیں سنا کہ وہ کہتے ہوں کہ میرا گمان اس کے متعلق ایسا ہے۔ مگر وہ اسی طرح ہوتی تھی جیسے وہ گمان کرتے تھے۔ دریں اثنا حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوب صورت آدمی کا آپ کے پاس سے گزر ہوا فرمایا اگر میرا گمان غلطی نہیں کرتا تو یہ سواد بن قارب اپنے دین اسلام میں جاہلیت کو لئے ہوئے ہیں۔ یا زمانہ جاہلیت میں ان کا نجومی تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اس آدمی کو میرے پاس لے آؤ۔ تو حضرت عمرؓ نے اس سے اپنی بات کہی تو اس آدمی نے کہا کہ آج کے دن جیسا دن میں نے نہیں دیکھا کہ آج تو وہ آدمی مسلمان ہو کر آیا ہے اب جاہلیت کو کیا یاد کرنا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے صحیح صحیح بات بتلاؤ۔ تو سواد نے کہا واقعی میں زمانہ جاہلیت میں ان کا نجومی تھا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تیرے جنات جو باتیں تیرے پاس لاتے تھے ان میں سے عجیب تر کیا تھا۔ اس نے کہا دریں اثنا کہ میں ایک دن بازار میں تھا کہ وہ جنیہ میرے پاس گھبرائی ہوئی آئی۔ کہ تم ان جنوں کو نہیں دیکھتے اور ان کی حیرانی کو اور ان کی ناامیدی کو اور ان کے کام کے الٹ ہو جانے کو اور اپنی نوجوان اونٹنیوں اور ان کے ٹاٹ وغیرہ کے ساتھ لگ جانے کو یعنی اب وہ ظہور نبوی سے حیران ہیں اور آسمانی باتوں کے سننے سے مایوس ہو گئے ہیں۔ ان کا معاملہ چوپٹ ہو گیا ہے۔ اور عربوں کی طرح اس دین کو

قبول کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ دریں اثنا کہ میں ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ آدمی گائے کا بچھڑا لے آیا۔ جس نے اسے ذبح کیا تو پھر ایک چیخ مارنے والے نے ایسی چیخ ماری کہ میں نے اس سے سخت آواز والی چیخ کبھی نہیں سنی۔ کہنے لگا کہ دشمنی کو ظاہر کرانے والے معاملہ کامیابی حاصل کرنے والا ہے۔ اور آدمی فصیح وبلیغ ہے۔ جو کہتا ہے اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ تو لوگ تو کود کود کر بھاگنے لگے۔ میں نے کہا میں تو اس وقت تک ٹھہرا رہوں گا جب تک کہ اس کے بعد والے واقعات کو معلوم نہ کرلوں۔ پھر ندا آئی یا جلیح امر نجیح رجل فصیح لاالہ الا اللہ پس میں بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پس ہم لوگ تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہوں گے کہ ہم نے سنا کہا جارہا ہے کہ یہ نبی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہی واقعہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا باعث ہوا۔ بنابریں امام بخاریؒ نے اسلام عمرؓ کے ذیل میں اس قصہ کو بیان کیا ہے۔

حدیث(۳۵۸۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ حَدَّثَنَا قَيْسٌ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ يَقُوْلُ لِلْقَوْمِ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ مُوْثِقِيْ عُمَرُؓ عَلَى الْإِسْلَامِ أَنَا وَأُخْتَهُ وَمَا أَسْلَمَ وَلَوْ أَنَّ أُحُدًا انْقَضَّ لِمَا صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوْقًا أَنْ يَنْقَضَّ.

ترجمہ۔ حضرت قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن زیدؓ کو قوم کے لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے تو اپنے آپ کو اور حضرت عمرؓ کی بہن اپنی بیوی فاطمہ کو دیکھا کہ حضرت عمرؓ اسلام پر ہمیں باندھنے والے تھے۔ حالانکہ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور جو کچھ تم نے حضرت عثمانؓ سے سلوک کیا ہے کہ اسے قتل کردیا۔ تو اس کے بعد احد پہاڑ اگر ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوجائے۔ تو وہ اسی لائق ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ وھو من بنی سھم صفحہ ۹/۵۴۵ عاص بن وائل قبیلہ بنی سھم کا سردار اور ان کا فرمانروا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امنت اگر مقولہ عمرؓ کا ہے تو معنی ہوں گے کہ عاص کے قول کی بنا پر میرا خوف زائل ہوگیا کیونکہ وہ اپنی قوم کا فرمانروا تھا۔ اگر مقولہ عاص کا ہے تو معنی ہوں گے کہ جب میں نے امان دے دی ہے تو اب تجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا فکر مت کرو۔

لقد اخطاظنی مطلب یہ ہے کہ اگر ان دو امروں میں سے کوئی ایک نہ ہوا تو میں نے فراست میں سمجھ بوجھ میں غلطی کی۔ کہ یا تو یہ شخص منافق ہے دل سے مسلمان نہیں ہوا۔ یا مسلمان ہے تو زمانہ جاہلیت میں نجومی تھا۔ شاید حضرت عمرؓ کو اس شخص کے دل کی تاریکی کا علم ہوگیا۔ جس کی سیاہی کا اثر ابھی تک اس کے دل پر باقی تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کے بعد بعض گناہوں کے آثار ونشانات دل پر باقی رہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اس شخص خوبرو کو دیکھا تو فرمانے لگے میرا گمان ہے کہ یہ شخص ابھی تک اپنے جاہلیت والے دین پر باقی ہے اور نفاقاً اسلام کا اظہار کررہا ہے یا پکا مسلمان ہے تو جاہلیت میں نجومی تھا۔

رای فی قلبہ اثر مولانا تھانویؒ کی کتاب التشرف فی احادیث التصوف میں ہے کہ اللہ کے بندے لوگوں کو اپنی فراست سے پہچان لیتے ہیں۔ توسم کا معنی کشف والہام ہے۔ جس کا اثبات حدیث ترمذی سے ہے۔ اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ مؤمن کی فرست سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ صلحاء اور علماء سے لاتعداد لاتحصی واقعات ثابت ہیں۔ جن کی صحت میں تلبیس نہیں ہوسکتی۔ البتہ یہ حجت شرعیہ نہیں ہے۔ اور قرآن مجید کی آیت ان فی ذلک لایات للمتوسمین.

بعض اثار المعاصی جیسے طبیب حاذق نبض کے ذریعہ پہچان لیتا ہے کہ اس مریض کو بچپن یا جوانی میں کیا کیا موذی مرض لاحق تھے۔ نیز ایہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے کل کیا کھایا؟ اور اس سے پہلے کیا کھایا تھا۔ فراست سے سب بتلا دیتے تھے۔ حضرت امام اعظمؒ کے متعلق علامہ شعرانی نے اپنی میزان میں واقعات نقل کئے ہیں کہ وضو کے پانی میں آپ نے آثار زنا۔ عقوق الوالدین اور شرب الخمر دیکھے جن کے بعد ان سے توبہ کرائی۔ توبہ کے بھی درجات متفاوتہ ہیں۔ امام غزالیؒ نے احیاء میں بیان کئے ہیں۔

بَابُ اِنْشِقَاقِ الْقَمَرِ

ترجمہ۔ چاند کا پھٹنا

حدیث(۳۵۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدُ الْوَھَّابِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَھُمْ اٰیَۃً فَاَرَاھُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَیْنِ حَتّٰی رَاَوْا حِرَآءَ بَیْنَھُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ مکہ والوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ آپؐ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپؐ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایا یہانتک کہ حراء پہاڑ کو انہوں نے ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

حدیث(۳۵۸۹) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِنًی فَقَالَ اشْھَدُوْا وَذَھَبَتْ فِرْقَۃٌ نَحْوَ الْجَبَلِ وَقَالَ اَبُوالضُّحٰی الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ اِنْشَقَّ بِمَکَّۃَ وَتَابَعَہٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ چاند ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا جب کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منیٰ میں تھے تو آپؐ نے فرمایا گواہ رہو۔ اور اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ اور ابوالضحیٰ کی سند سے ہے کہ چاند مکہ میں پھٹا۔

حدیث(۳۵۹۰) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ الْقَمَرَ اِنْشَقَّ عَلٰی زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔

حدیث(۳۵۹۱) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ چاند پھٹ گیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ شق القمر کا معجزہ آپؐ کے اہم معجزات میں سے ہے۔ انبیاء سابقین کے معجزات ارضیات سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ سماویات تک پہنچ گیا اور قرآن مجید میں ہے وانشق القمر۔ شقین معروف تو یہ ہے کہ اس سے دو ٹکڑے مراد ہیں۔ لیکن ابن قیمؒ نے مرات بھی مراد لئے ہیں کہ ایک دفعہ افعال میں اور ایک مرتبہ اعیان میں ہوا۔

بَابُ ھِجْرَۃُ الْحَبْشَۃِ

ترجمہ۔ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا بیان

وَقَالَتْ عَآئِشَۃُؓ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُرِیْتُ دَارَ ھِجْرَتِکُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَیْنَ لَا بَتَیْنِ فَھَاجَرَ مَنْ ھَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِیْنَۃِ وَرَجَعَ عَامَّۃُ مَنْ کَانَ ھَاجَرَ بِاَرْضِ الْحَبْشَۃِ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فِیْہِ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی وَاَسْمَآءَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مکان دکھایا گیا جو دو پہاڑوں کے

درمیان کھجوروالی جگہ ہےتو کچھ لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔اور عام وہ لوگ بھی مدینہ کی طرف واپس آ گئے جنہوں نے حبشہ کے ملک کی طرف ہجرت کی تھی ابوموسیٰ اور اسماء بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث(۳۵۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِیُّ الخ اِنَّ الْمِسْوَرَبْنَ مَخْرَمَۃَؓ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِبْنِ عَبْدِ یَغُوْثَ قَالَا لَہٗ مَا یَمْنَعُکَ اَنْ تُکَلِّمَ خَالَکَ عُثْمَانَ فِیْ اَخِیْہِ الْوَلِیْدِ بْنِ عُقْبَۃَ وَکَانَ اَکْثَرَ النَّاسُ فِیْمَا فَعَلَ بِہٖ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ فَانْتَصَبْتُ لِعُثْمَانَ حِیْنَ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَقُلْتُ لَہٗ اَنَّ لِیْ اِلَیْکَ حَاجَۃً وَّھِیَ نَصِیْحَۃٌ فَقَالَ اَیُّھَا الْمَرْءُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ فَانْصَرَفْتُ فَلَمَّا قَضَیْتُ الصَّلٰوۃَ جَلَسْتُ اِلَی الْمِسْوَرِ وَاِلَی ابْنِ عَبْدِ یَغُوْثَ فَحَدَّثْتُھُمَا بِالَّذِیْ قُلْتُ لِعُثْمَانَ وَقَالَ لِیْ فَقَالَا قَدْ قَضَیْتَ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْکَ فَبَیْنَمَا اَنَا جَالِسٌ مَعَھُمَا اِذْ جَآءَ نِیْ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَقَالَا لِیْ قَدِ ابْتَلَاکَ اللّٰہُ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰی دَخَلْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ مَا نَصِیْحَتُکَ الَّتِیْ ذَکَرْتَ اٰنِفًا قَالَ فَتَشَھَّدْتُ ثُمَّ قُلْتُ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْزَلَ عَلَیْہِ الْکِتَابَ وَکُنْتَ مِمَّنْ اسْتَجَابَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتَ بِہٖ وَھَاجَرْتَ الْھِجْرَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتَ ھَدْیَہٗ وَقَدْ اَکْثَرَ النَّاسُ فِیْ شَانِ وَلِیْدِ بْنِ عُقْبَۃَ فَحَقٌّ عَلَیْکَ اَنْ تُقِیْمَ عَلَیْہِ الْحَدَّ فَقَالَ لِیْ یَا ابْنَ اَخِیْ اَدْرَکْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰکِنْ قَدْ خَلَصَ اِلَیَّ مِنْ عِلْمِہٖ مَا خَلَصَ اِلَی الْعَذْرَآءِ فِیْ سِتْرِھَا قَالَ فَتَشَھَّدَ عُثْمَانُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَیْہِ الْکِتَابَ وَکُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِہٖ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھَاجَرْتُ الْھِجْرَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ کَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَایَعْتُہٗ وَاللّٰہِ مَا عَصَیْتُہٗ وَلَا غَشَشْتُہٗ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اللّٰہُ اَبَابَکْرٍؓ فَوَاللّٰہِ مَا عَصَیْتُہٗ وَلَا غَشَشْتُہٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُؓ فَوَاللّٰہِ مَا عَصَیْتُہٗ وَلَا غَشَشْتُہٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَیْسَ لِیْ عَلَیْکُمْ مِثْلُ الَّذِیْ کَانَ لَھُمْ عَلَیَّ قَالَ بَلٰی قَالَ فَمَا ھٰذِہِ الْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ تَبْلُغُنِیْ عَنْکُمْ فَاَمَّا مَا ذُکِرْتَ مِنْ شَانِ وَلِیْدِ بْنِ عُقْبَۃَ فَسَنَاْخُذُ فِیْہِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِالْحَقِّ قَالَ فَجَلَدَ الْوَلِیْدَ اَرْبَعِیْنَ جَلْدَۃً وَاَمَرَ عَلِیًّا اَنْ یَّجْلِدَہٗ وَکَانَ ھُوَ یَجْلِدُہٗ وَقَالَ یُوْنُسُ الخ عَنِ الزُّھْرِیِّ اَفَلَیْسَ لِیْ عَلَیْکُمْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ کَانَ لَھُمْ۔

ترجمہ۔مسور بن مخرمہؓ اور عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبدیغوث دونوں نے عبیداللہ سے کہا کہ تجھے کون سا مانع ہے کہ تو اپنے خالو حضرت عثمانؓ اس کے ماں جائے بھائی ولید بن عقبہ کے بارے میں کلام نہیں کرتا۔اور جو کچھ اس کے ساتھ ہوگا لوگ اس بارے میں بہت کچھ کہہ رہے ہیں۔ عبیداللہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ نماز کو جا رہے تھے تو میں ان کے سامنے کھڑا ہوگیا۔اور میں نے ان سے کہا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے اور

وہ ایک خیر خواہی کی بات ہے۔ انہوں نے فرمایا اے آدمی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیرے سے پناہ پکڑتا ہوں میں ہٹ گیا جب میں نے نماز پوری کر لی تو میں مسور اور عبدالرحمٰن کے پاس بیٹھ گیا میرے اور حضرت عثمانؓ کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی وہ میں نے ان کو بتلائی انہوں نے کہا تو نے اپنا حق ادا کر دیا دریں اثنا کہ میں ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عثمانؓ کا قاصد آیا تو ان دونوں نے کہا پس اب اللہ تعالیٰ نے تیرا امتحان لیا ہے بہر حال میں چل پڑا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے پوچھا وہ نصیحت کیا ہے جس کا ذکر ابھی آپ کر رہے تھے۔ پس میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور پھر بولا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا۔ آپؐ پر کتاب اتاری اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا۔ آپ اس پر ایمان لے آئے۔ اور پہلی دو ہجرتیں کیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و خصلت بھی دیکھی اب ولید بن عقبہ کے بارے میں لوگ بہت باتیں کہہ رہے ہیں۔ پس آپ پر لازم ہے کہ آپ ان پر حد شرعی قائم کریں جس پر انہوں نے میرے سے پوچھا اے بھتیجے! کیا تو نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا میں نے کہا نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہمارے پاس اتنا ضروری علم پہنچا ہے جس قدر کنواری لڑکی کو اپنے پردے میں پہنچتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے ان پر اپنی کتاب اتاری اور بحمد اللہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کیا اور جو چیز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا گیا اس پر ایمان لایا۔ اور بقول تمہارے پہلی، دو ہجرتیں بھی کیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بھی رہا۔ اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی اور اللہ کی قسم! میں نے نہ تو آپ کی نافرمانی کی اور نہ ہی خیانت و دھوکہ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دے دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا اللہ کی قسم! میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی دھوکہ اور خیانت کی پھر حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو اللہ کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی میں نے ان سے کوئی دھوکہ و فریب اور خیانت کی یہاں تک کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا کیا میرا تم پر اتنا حق بھی نہیں ہے جتنا ان کا مجھ پر حق ہے۔

حدیث (۳۵۹۳) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَؓ وَاُمَّ سَلَمَةَؓ ذَکَرَتَا کَنِیْسَةً رَاَیْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِیْهَا تَصَاوِیْرُ فَذَکَرَتَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰٓئِکَ اِذَا کَانَ فِیْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا عَلَیْهِ تِلْکَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ نے اس گرجے کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ تو جب انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں جبکہ نیک بخت آدمی ان میں سے کوئی فوت ہوتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور یہ تصویریں اس میں رکھ دیتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین مخلوقات میں سے ہوں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ کان اکثر الناس اکثر فعل ماضی ہے کان کی ضمیر اس کان کا اسم ہے۔ اور جملہ کان کی خبر ہے یا کان تامہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث منا قب عثمانؓ میں گزر چکی ہے وہاں اسی کوڑے اور یہاں چالیس کا ذکر ہے تو ایک کوڑا دو سرے والا تھا۔ اس طرح چالیس کے اسی ہو گئے۔ یا عدم ثبوت کی وجہ سے چالیس کوڑے لگائے اور چالیس سیاسۃً تھے اور اعتراض یہی تھا کہ ولید بن عقبہ پر حد شرعی قائم نہیں کرتے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے عشرہ مبشرہ صحابی کو معزول کر دیا۔ خیر سے جانشین کا حال یہ ہے۔

حدیث(۳۵۹۴) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ عَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ قَالَتْ قَدِمْتُ مِنْ اَرْضِ الْحَبْشَةِ وَاَنَا جُوَیْرِیَةٌ فَکَسَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمِیْصَةً لَھَا اَعْلَامٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ الْاَعْلَامَ بِیَدِہٖ وَیَقُوْلُ سَنَاہُ سَنَاہُ قَالَ الْحُمَیْدِیُّ یَعْنِیْ حَسَنٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ام خالد بنت خالدؓ فرماتی ہیں کہ میں حبشہ کے ملک سے واپس آئی جب کہ میں نوجوان لڑکی تھی۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ریشمی چادر پہنائی جس کے نقش ونگار تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نقش ونگار پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے سناہ سناہ۔ حمیدی فرماتے ہیں حبشی زبان میں اس کا معنی ہے خوبصورت ہی خوبصورت ہے۔

حدیث(۳۵۹۵) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ کُنَّا نُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّیْ فَیَرُدُّ عَلَیْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِیِّ سَلَّمْنَا عَلَیْہِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْنَا فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا کُنَّا نُسَلِّمُ عَلَیْکَ فَتَرُدُّ عَلَیْنَا قَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلًا فَقُلْتُ لِاِبْرَاھِیْمَ کَیْفَ تَصْنَعُ اَنْتَ قَالَ اَرُدُّ فِیْ نَفْسِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے تو ہم لوگ آپ پر سلام کرتے تو آپ ہمیں اس کا جواب دیتے تھے۔ پس ہم جب نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس سے واپس آئے۔ ہم نے آپ پر سلام کیا آپؐ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم تو آپؐ پر سلام کیا کرتے تھے۔ آپ ہمیں اس کا جواب دیتے تھے اب کیا ہو گیا آپؐ نے فرمایا نماز میں ایک مشغولیت ہوتی ہے۔ اس لئے سلام وکلام جائز نہیں۔ میں نے ابراہیم نخعیؒ سے پوچھا کہ آپ کیسے کرتے ہیں انہوں نے کہا میں دل میں جواب دیتا ہوں۔ لیکن اکثر فقہا فرماتے ہیں کہ دل میں بھی جواب نہ دے۔

حدیث(۳۵۹۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْیَمَنِ فَرَکِبْنَا سَفِیْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِیْنَتُنَا اِلَی النَّجَاشِیِّ بِالْحَبْشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَقَمْنَا مَعَہٗ حَتّٰی قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ افْتَتَحَ خَیْبَرَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَکُمْ اَنْتُمْ یَا اَھْلَ السَّفِیْنَةِ ھِجْرَتَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ روانہ ہونے کی اطلاع ملی جب کہ ہم یمن میں تھے۔ ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے تو ہماری کشتی نے ہمیں نجاشی بادشاہ کے پاس حبشہ میں پھینک دیا۔ تو ہماری حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ اتفاقاً ملاقات ہو گئی تو ہم ان کے ساتھ رہنے لگے۔ یہاں تک جب ہم وہاں سے واپس آئے تو ہماری جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اس وقت ہوئی جب کہ آپؐ نے خیبر کو فتح کر لیا تھا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے کشتی والو! تمہارے لئے دو ہجرتوں کا ثواب ہے۔

بَابُ مَوْتِ النَّجَاشِیِّ

ترجمہ۔ نجاشی کی موت کا بیان

حدیث(۳۵۹۷) حَدَّثَنَا اَبُوالرَّبِیْعِ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ مَاتَ

النَّجَاشِيُّ مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلٰى اَخِيْكُمْ اَصْحَمَةَ.

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ۔جب نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات ہوئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔آج ایک نیک بخت فوت ہو گیا ہے اٹھو اور اپنے بھائی اصحمہ کا جنازہ پڑھو اصحمہ نجاشی غائبانہ آپؐ پر ایمان لایا تھا۔اس لئے اس کا غائبانہ جنازہ پڑھا گیا۔

حدیث(۳۵۹۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّؓ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَصَفَفْنَا وَرَآءَهُ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ کی نماز جنازہ پڑھی ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے ۹ھ میں نجاشی کی وفات ہوئی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب نے مدینہ منورہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی۔کہتے ہیں کہ نجاشی کی نعش اٹھا کر آپؐ کے سامنے کی گئی۔جس پر عیاناً آپؐ نے نماز پڑھی اور ابن حجرؒ نے کہا ہے صلوة النجاشي اور صلوة علی القبر یہ آپؐ کی خصوصیات میں سے ہے۔

حدیث(۳۵۹۹) حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا تَابَعَهُ عَبْدُ الصَّمَدِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی پس چار مرتبہ تکبیر کہی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ چار تکبیر ہے یہی جمہور علماء کا مسلک ہے اور اسی پر حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں اجماع ہو گیا۔امام طحاویؒ نے اسے ذکر کیا ہے۔

حدیث(۳۶۰۰) حَدَّثَنَا زُهَيْرُبْنُ حَرْبٍ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ اَخْبَرَهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى لَهُمُ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَعَنْ صَالِحٍ الخ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ فِي الْمُصَلّٰى فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَكَبَّرَ اَرْبَعًا.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر اسی دن دے دی جس دن اس کی وفات ہوئی آپؐ نے فرمایا اپنے بھائی کیلئے بخشش طلب کرو اور صالح کی سند سے ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ گاہ کے اندر ان کی قطار بندی کرائی اور نجاشی کا جنازہ پڑھا جس پر آپؐ نے چار تکبیر کہی۔

بَابُ تَقَاسُمِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ مشرکین مکہ کا آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قسمیں کھا کر معاہدہ کرنا۔

حدیث(۳۶۰۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِبْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ آپؐ غزوہ حنین کا قصد فرما رہے تھے کہ انشاء اللہ کل

آئندہ ہمارا پڑاؤ خیف بنی کنانہ میں ہوگا۔ جہاں مشرکین مکہ نے کفر پر قائم رہنے کے لئے قسمیں اٹھائی تھیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ طبقات میں یہ مشہور قصہ یوں لکھا ہے کہ جب قریش کو یہ خبر پہنچی کہ نجاشی ملک حبشہ نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کا بڑا اعزاز واکرام کیا ہے تو اس پر وہ بہت غضب ناک ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے پر متفق ہو گئے اور بنو ھاشم کے خلاف ایک معاہدہ لکھا کہ نہ تو ان سے نکاح شادی کرنا ہے اور نہ ہی ان کے ساتھ لین دین کرنا ہے۔ اور نہ ہی اور تعلقات رکھنے ہیں۔ منصور بن عکرمہ عبدری نے یہ دستاویز لکھی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کا وہ ہاتھ شل ہو گیا۔ انہوں نے یہ صحیفہ خانہ کعبہ کے درمیان لٹکا دیا۔ اور بنو ھاشم کو شعب ابی طالب میں نظر بند کر دیا۔ یہ واقعہ نبوت کے ساتویں سال محرم الحرام کا ہے۔ بنو المطلب نے ابی طالب سے ہمدردی کا اظہار کیا تو ابولہب نے قریش کو بنو ھاشم اور بنی عبد المطلب دونوں کے بائیکاٹ پر ابھارا۔ چنانچہ سامان خورد ونوش سب بند کر دیا گیا۔ وہ موسم حج میں باہر آتے تھے جس سے ان حضرات کو سخت مشقت پیش آئی۔ اور تین سال تک اسی نظر بندی کی حالت میں رہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس دستاویز کے متعلق بتلایا کہ جو حصہ ظلم وجور کا تھا اسے تو دیمک چاٹ گئی ہے۔ اور جو حصہ ذکر اللہ کا تھا وہ باقی رہ گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابی طالب سے اس کا ذکر کیا۔ ابو طالب نے کفار قریش سے کہا کہ مجھے بھتیجے نے دستاویز کے متعلق خبر دی ہے اور وہ کبھی جھوٹے ثابت نہیں ہوئے۔ اگر میرا بھتیجا سچا ہے تو تم اپنی بری رائے سے باز آجاؤ۔ اگر اس کا جھوٹ نکلے تو وہ میں تمہارے سپرد کر دوں گا تمہاری مرضی اسے قتل کر دو یا زندہ رہنے دو۔ انہوں نے کہا آپ نے انصاف کی بات کی ہے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا صحیفہ کا وہی حال تھا۔ تو وہ لوگ کف افسوس سے ملنے لگے۔ تو ابو طالب نے فرمایا کہ معاملہ تو واضح ہو چکا ہے۔ اب تم ہمیں کس بنا پر قید اور محاصرہ میں رکھتے ہو۔ قریش نے ایک دوسرے کو بنو ہاشم کے ساتھ بدسلوکی پر ملامت کی تب کہیں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو قید سے رہائی ملی اور وہ اپنے اپنے گھروں کو پہنچے اور یہ ان کا نکلنا نبوت کے دسویں سال واقع ہوا۔

بَابُ قِصَّةِ اَبِیْ طَالِبٍ

ترجمہ۔ ابو طالب کا قصہ

حدیث (۳۶۰۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِؓ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَغْنَیْتَ عَنْ عَمِّکَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَحُوْطُکَ وَیَغْضَبُ لَکَ قَالَ ھُوَ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِنْ نَّارٍ وَلَوْلَا اَنَا لَکَانَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ۔ حضرت عباسؓ بن عبد المطلبؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپؐ اپنے چچا کے کیا کام آئے۔ کیونکہ وہ آپ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کی وجہ سے اس پر غصہ وغضب کیا جاتا تھا۔ فرمایا کہ جہنم کے اس طبقہ میں ہوگا جہاں آگ ٹخنے یا نصف پنڈلی تک ہوگی۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ کفار کے اعمال اگرچہ قیامت میں ھباء منثوراء ہوں گے۔ لیکن آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ابو طالب کو یہ نفع پہنچے گا۔ یہ آپؐ کے خصائص میں سے ہے۔

حدیث (۳۶۲۳) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ اَبِیْہِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ دَخَلَ عَلَیْہِ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ اَىْ عَمِّ قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَا لَا يُكَلِّمَانِهِ حَتّٰى قَالَ اٰخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهٖ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ اُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُوْلِىْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وَنَزَلَتْ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ.

ترجمہ۔حضرت مسیبؓ سے مروی ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے جب کہ ان کے پاس ابوجہل موجود تھا۔آپؐ نے فرمایا اے چچا جان! آپ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کہہ لیں تاکہ میں اس کلمہ کی بدولت تیرے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس جھگڑ سکوں ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا اے ابوطالب کیا ملۃ عبدالمطلب سے روگردانی کررہے ہو۔پس وہ برابر اس سے گفتگو کرتے رہے۔یہاں تک کہ آخری کلمہ جو وہ بولے یہ تھا کہ ملت عبدالمطلب پر مر رہا ہوں۔جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت تک تیرے لئے بخشش کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے تیرے۔سے روک نہ دیا جائے۔تو اس پر یہ آیت اتری۔(ترجمہ) نبی اکرم اور مؤمنوں کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگر چہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔بعد اس کے کہ ان کے لئے واضح ہوگیا کہ وہ لوگ جہنمی ہیں اور یہ آیت بھی اتری کہ آپؐ اس شخص کو ہدایت پر نہیں پہنچا سکتے جس کو آپ پسند کریں۔

حدیث(۳۶۰۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِىْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِىْ مِنْهُ دِمَاغُهُ

ترجمہ۔حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ آپؐ کے پاس آپؐ کے چچا کا تذکرہ کیا گیا۔تو فرمایا شاید قیامت کے دن میری سفارش اسے فائدہ پہنچائے کہ اسے جہنم کے ضحضاح میں ڈالا جائے جہاں آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا۔

حدیث(۳۶۰۵) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ الخ عَنْ يَزِيْدَ بِهٰذَا وَقَالَ تَغْلِىْ مِنْهُ اُمُّ دِمَاغِهٖ.

ترجمہ۔یزید بن العاد نے سابق حدیث کی روایت بھی کی اور کہا کہ اس سے اس کا اصل دماغ کھولتا رہے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لعله تنفعه شفاعتي الخ صفحہ ۵۴۸/۱۷ پہلی روایت میں جزم کے ساتھ گزر چکا ہے کہ ضحضاح جہنم میں ابوطالب ہوگا۔یہاں لعلی شک سے بیان کیا گیا۔تو اس کے تین جواب ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ پہلا عذاب قبر کے بارے میں فرمایا گیا۔اور یہاں بعد الحشر کا عذاب مراد ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ آپؐ کے سامنے جہنم کی صورت دکھلائی گئی جو کچھ اس میں اس کے ساتھ ہو رہا تھا یا عنقریب ہوگا آپؐ نے اسی کو دیکھا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے اس کا وعدہ کیا تھا لیکن پھر بھی آپؐ نے ترجی کی صورت کو اس لئے اختیار کیا کہ سب کچھ مشیت باری تعالیٰ کے اندر ہے جو چاہیں کریں فعال لما یشاء. تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی رجاء یقینی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ باب کی تینوں روایات تخفیف عذاب پر دلالت کرتی ہیں۔اور مسلم شریف میں ہے کہ اھون اھل النار

عذابا ابو طالب له نعلان يغلي منهما دماغه کہ جہنمیوں میں سے آسان عذاب والا ابو طالب ہوگا جس کو جہنم کا جوڑا جوتے کا پہنایا جائے گا جس سے ان کا دماغ کھولتا رہے گا۔ کوکب میں بھی شیخ نے اس پر بحث کی ہے۔

لا يخفف عنهم العذاب (الاية) سے اگر اشکال وارد ہو تو کہا جائیگا کہ بعد میں تو تخفیف نہیں ہوگی لیکن فتنہ کفر یا نصرت اسلام اور نصرت نبی کی وجہ سے ابتداء ہلکا عذاب ہو تو اس میں کیا حرج ہے کیونکہ کفر کے درجات مختلف ہیں اور اس کے مطابق عذاب کے بھی درجات ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کو ان توجیہات کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حدیث عباس میں بصیغہ ماضی ماغنیت عن عمک کا وارد ہے اور اس حدیث میں صیغہ مضارع ہے۔ پھر ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عباسؓ نے ابو طالب کے ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھے تو کان لگا کر سنا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ وہ کلمہ پڑھ رہا ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی ان اصح احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی بلکہ ابو داؤد اور نسائی میں ہے کہ جب حضرت علیؓ نے اپنے والد کی وفات کی خبر آ کر سنائی تو آپؐ نے فرمایا اذهب فواره کہ جاؤ اور اسے زمین میں دبا دو۔ میں نے کہا وہ تو مشرک ہو کر مرا ہے آپؐ نے پھر بھی یہی فرمایا اذهب فواره. روافض نے اسلام ابو طالب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن وہ سب دلائل واہی تباہی ہیں۔ یقین عام طور پر لعل ترجی کے لئے آتا ہے۔ لیکن کلام اللہ اور کلام رسول میں یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے لعل الله اطلع على اهل بدر حدیث میں ہے۔ اور لعل الله يحدث بعد ذلك امرا قرآن مجید میں ہے۔

بَابُ حَدِيْثِ الْإِسْرَآءِ

ترجمہ۔ بیت المقدس تک جانے کا قصہ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى سُبْحٰنَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى.

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے وہ اللہ جس نے رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اپنے بندے کو سیر کرائی۔

حدیث (۳۶۰۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِىْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِى الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِىْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنْظُرُ اِلَيْهِ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جب قریش نے اسراء کے بارے میں مجھے جھٹلایا تو میں میزاب رحمت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لئے کھول دیا تو میں اسے دیکھ دیکھ کر اس کی علامتیں بتلاتا تھا۔

بَابُ الْمِعْرَاجِ

ترجمہ معراج کا واقعہ

حدیث (۳۶۰۷) حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِىَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِىَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِى الْحَطِيْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِى الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِىْ اٰتٍ فَقَدَّ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ فَقُلْتُ لِلْجَارُوْدِ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِىْ مَا يَعْنِىْ بِهٖ

قَالَ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مِنْ قَصِّهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِىْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءَةٍ اِيْمَانًا فَغَسَلَ قَلْبِىْ ثُمَّ حُشِىَ ثُمَّ اُعِيْدَ ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَآبَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ يَضَعُ خُطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرَفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِىْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا الْخَالَةِ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِىْ اِلَى السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَبِىْ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ قَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِدْرِيْسُ قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِىْ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قَالَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ قَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْءُ جَآءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِىْ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْئُ جَآءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهُ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ اَبْكِىْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِىْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مَنْ يَّدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِىْ ثُمَّ صَعِدَبِىْ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْئُ جَآءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ

قَالَ هٰذَا اَبُوْکَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰى سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيْلَةِ قَالَ هٰذِهٖ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى وَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَقُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَاِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُکَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَوٰتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قَالَ اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّکَ فَاسْاَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِکَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوٰتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوٰتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوٰتٍ وَاِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّکَ فَاسْاَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِکَ قَالَ سَاَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنْ اَرْضٰى وَاُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ.

ترجمہ۔ حضرت مالک بن صعصعہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس رات کی حدیث بیان کی جس رات آپ کو سیر کرائی گئی فرمایا دریں اثنا میں حطیم میں تھا اور کبھی فرمایا میزاب رحمت کے نیچے لیٹا ہوا تھا کہ اچانک ایک آنے والا آیا فرماتے ہیں میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس نے اس جگہ سے اس جگہ تک کا حصہ چیر دیا میں نے جارود سے پوچھا جو میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس سے کیا مراد لیتے تھے۔ فرمایا کہ سینے کے منکے سے لے کر ناف کے بالوں تک اور یہ بھی کہتے سنا کہ سینے کے بالوں سے لے کر ناف کے بالوں تک کو چیر کر میرے دل کو نکالا گیا پھر میرے پاس سونے کا ایک تھال لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پس میرے دل کو دھویا گیا پھر اسے بھر دیا گیا اور اسے اپنی جگہ پر لوٹا دیا گیا۔ پھر میرے لئے ایک سفید جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ جارود نے کہا اے ابوحمزہ وہ براق تھا۔ حضرت انسؓ نے فرمایا ہاں! وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں حد نگاہ پہنچتی تھی۔ پس مجھے اس پر سوار کیا گیا مجھے جبرائیلؑ لے کر چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے۔ انہوں نے دروازہ کھولنے کی درخواست کی پوچھا گیا یہ کون ہے کہا جبرائیلؑ ہوں۔ پوچھا گیا اور آپ کے ہمراہ کون ہے۔ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا خوش آمدید ہو یہ آنا کس قدر مبارک اور اچھا ہے۔ پس دروازہ کھولا گیا جب میں اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں آدمؑ موجود ہیں۔ جبرائیلؑ نے فرمایا کہ یہ آپؐ کے باپ آدم ہیں۔ آپ ان پر سلام پڑھیں میں نے سلام کیا۔ جس کا انہوں نے جواب دیا۔ پھر فرمایا نیک بخت بیٹے اور نیک بخت نبی کا آنا مبارک ہو پھر مجھے اوپر چڑھا کر لے گئے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچا۔ دروازہ کھلوانے کے لئے کہا گیا پوچھا یہ کون

ہے کہا جبرائیل پوچھا گیا اور آپ کے ہمراہ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا آپؐ کے پاس معراج کا پیغام بھیجا گیا ہے۔ کہا ہاں! کہا گیا کہ آپ کا آنا مبارک ہو۔ یہ آنا اچھا ہے۔ پس دروازہ کھولا گیا۔ پس جب میں اندر پہنچا تو یحییٰؑ اور عیسیٰؑ جو دونوں خالہ کے بیٹے ہیں۔ فرمایا یہ یحییٰؑ ہے اور یہ۔ ن ہے ان دونوں پر سلام کہیں میں نے سلام کہا دونوں نے جواب دیا پھر فرمایا کہ نیک بخت بھائی اور نیک بخت نبی کا آنا مبارک ہو پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف چڑھا کر لے گئے۔ دروازہ کھلوانے کیلئے کہا گیا۔ پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیلؑ ہوں۔ پوچھا اور آپ کے ہمراہ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کہ کیا آپؐ کی طرف معراج کا پیغام بھیجا گیا ہے۔ کہا ہاں! کہا گیا کہ خوش آمدید ہے یہ آنا کیا اچھا ہے۔ پس پھر دروازہ کھولا گیا پس جب میں اندر پہنچا تو حضرت یوسفؑ کو دیکھا کہا یہ یوسفؑ ہیں ان پر سلام کہیں میں نے سلام کہا انہوں نے جواب دیا پھر فرمایا نیک بخت بھائی اور نیک بخت نبی کا آنا مبارک ہو۔ پھر مجھے اوپر چڑھا کر لے گئے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے دروازہ کھولنے کی درخواست کی گئی پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیلؑ ہوں۔ پوچھا گیا آپ کے ہمراہ اور کون ہے۔ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا آپ کی طرف معراج کا پیغام بھیجا گیا ہے۔ کہا ہاں! کہا گیا مرحبا یہ اچھا آنا ہوا ہے پس دروازہ کھولا گیا تو اندر جا کر ادریسؑ کے پاس پہنچا۔ کہا گیا یہ ادریسؑ ہیں ان پر سلام کہیں۔ میں نے سلام کہا پس انہوں نے جواب دیا۔ پھر کہا نیک بخت بھائی اور نیک بخت نبی کا آنا مبارک ہو۔ پھر مجھے پانچویں آسمان تک اوپر چڑھا کر لے جایا گیا۔ دروازے کھلوانے کی درخواست ہوئی۔ پوچھا گیا یہ کون ہے کہا جبرائیل ہوں پوچھا گیا اور آپ کے ہمراہ کون ہے۔ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے کہا ہاں! کہا گیا کہ آپ کا آنا مبارک ہو۔ یہ اچھا آنا ہے پس جب میں اندر پہنچا تو ہارونؑ موجود تھے کہا یہ ہارونؑ ہیں ان پر سلام کرو میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا کہ نیک بخت بھائی اور نیک بخت نبی کا آنا مبارک ہو پھر مجھے چڑھا کر چھٹے آسمان تک لے گئے دروازہ کھلوانے کے لئے کہا گیا پوچھا یہ کون ہے کہا جبرائیل ہوں پوچھا گیا اور آپ کے ہمراہ کون ہے۔ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا کہ کیا آپ کی طرف پیغام معراج بھیجا گیا ہے کہا ہاں! پس جب اندر پہنچا تو حضرت موسیٰؑ موجود تھے جبرائیل نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان پر سلام کہو میں نے سلام کہا انہوں نے جواب دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا نیک بخت بھائی اور نیک بخت نبی کا آنا مبارک ہو۔ پس میں وہاں سے آگے بڑھا تو موسیٰؑ رو پڑے کہا گیا آپ کو کس چیز نے رلایا فرمایا اس لئے رویا ہوں کہ یہ آج کا نوجوان! میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا۔ تو یہ اپنی امت میں سے میری امت سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ پھر مجھے اوپر چڑھا کر ساتویں آسمان تک پہنچایا گیا دروازہ کھلوانے کی درخواست ہوئی پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا آپ کے ہمراہ اور کون ہے۔ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا آپ کی طرف پیغام معراج بھیجا گیا ہے کہا ہاں! کہا آنا مبارک ہو۔ یہ اچھا آنا ہے۔ پس جب میں اندر پہنچا تو حضرت ابراہیمؑ موجود تھے۔ کہا کہ یہ تیرے باپ ہیں ان پر سلام کہو میں نے سلام کہا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ فرمایا اے نیک بخت بیٹے اور نیک بخت نبی آنا مبارک ہو۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک اٹھا کر اونچا کیا گیا کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بیر ھجر کے مٹکوں کی طرح ہیں اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر ہیں فرمایا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے کیا دیکھتا ہوں کہ چار نہریں بہہ رہی ہیں دو باطن کی ہیں اور دو ظاہر کی ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبرائیلؑ یہ کیسی نہریں ہیں۔ کہا باطن والی تو جنت کی نہریں ہیں اور ظاہر والی نیل اور فرات ہیں پھر بیت المعمور میرے سامنے لایا گیا اور مجھے ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا دیا گیا جس میں سے میں نے دودھ کو لے لیا۔ فرمایا کہ یہ فطرۃ اسلام اور دین ہے۔ جس پر آپؐ اور آپ کی امت قائم ہے۔ پھر ہر دن میں مجھ پر پچاس نمازیں فرض کر دی گئیں۔ میں واپس ہوا تو حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گذر ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ کس چیز کا حکم ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہر دن میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے انہوں نے فرمایا آپ کی امت ہر روز پچاس نمازوں کے

ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی کیونکہ اللہ کی قسم! میں نے لوگوں کا خوب تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل سے سخت مشکلات کا سامنا ہوا ہے آپ اپنے رب کی طرف واپس جا کر تخفیف کا سوال کریں۔ پس میں واپس ہوا تو دس نمازیں مجھ سے معاف کر دی گئیں۔ پھر موسیٰؑ کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پہلے کی طرح فرمایا۔ میں واپس گیا تو دس اور معاف ہو گئیں۔ پھر موسیٰؑ کے پاس آیا تو انہوں نے اسی طرح ارشاد فرمایا میں پھر واپس گیا تو تیسری مرتبہ دس معاف ہو گئیں پھر موسیٰؑ کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پھر اسی طرح فرمایا۔ میں واپس ہوا تو مجھے ہر روز دس نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ پھر میں واپس آیا تو پھر موسیٰؑ نے اسی طرح فرمایا پھر میں واپس گیا تو ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ میں پھر موسیٰؑ کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا اب کتنے کا حکم ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا ہے آپ نے فرمایا آپ کی امت ہر روز پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کا بڑا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل سے سخت مشقتیں دیکھی ہیں آپ پھر جا کر اپنے رب سے اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کریں آپ نے فرمایا اپنے رب سے میں نے اتنا سوال کیا ہے کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ لیکن اب میں راضی ہوں اور اس کو تسلیم کرتا ہوں پس جب میں آگے بڑھا تو آواز دینے والے کی پکار سنی۔ کہ میں نے اپنا فرض پورا نافذ کر دیا۔ اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر لی۔ کہ پانچ پر پچاس کا ثواب دوں گا۔

حدیث (۳۶۰۸) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَالَ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ قَالَ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رؤیا سے رؤیت فی المنام نہیں بلکہ رؤیت یقظہ بیداری والا دیکھنا مراد ہے۔ جو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات آنکھوں سے دیکھایا گیا جس رات آپ کو بیت المقدس تک کی سیر کرائی گئی۔ اور قرآن مجید میں جس شجرہ ملعونہ کا ذکر ہے اس سے زقوم (تھوہر) کا درخت مراد ہے۔ جہنم کے اندر ہے۔

بَابُ وُفُوْدِ الْاَنْصَارِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَبَيْعَةِ الْعَقَبَةِ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ معظمہ کے اندر انصار کے وفدوں کا آنا اور عقبہ کی بیعت کا ہونا ذکر ہوگا۔

حدیث (۳۶۰۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ بِطُوْلِهٖ قَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن کعب جو حضرت کعب بن مالکؓ کے ان کے نابینا ہونے کے وقت قائد تھے (آگے کھینچنے والا) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالکؓ سے سنا جب کہ وہ غزوۂ تبوک میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے تو وہ ان کی لمبی حدیث بیان کرتے تھے ابن بکیر نے ان کی حدیث میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لیلۃ العقبۃ میں حاضر تھا جب کہ ہم نے اسلام پر آپس میں عہد و پیمان باندھا اب میں اسکے مقابلہ میں انہیں پسند کرتا ہوں مجھے بدر کی حاضری نصیب ہوتی اکثر لوگوں کے اندر اب غزوۂ بدر کا بڑا ذکر ہوتا ہے حالانکہ لیۃ العقبہی اصل میں اسلام کی ترقی کا باعث ہے۔

حدیث(۳۶۱۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ شَهِدَبِيْ خَالَايَ الْعَقَبَةَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَحَدُهُمَا الْبَرَآءُ بْنُ مَعْرُوْرٍ.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دو ماموں لے کر بیعتِ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ نے کہا کہ ان دو میں سے ایک براء بن معرور تھے۔ جو ان کی رضائی خالہ کے بھائی تھے۔

حدیث (۳۶۱۱) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ قَالَ عَطَآءٌ قَالَ جَابِرٌ اَنَا وَاَبِيْ وَخَالِيْ مِنْ اَصْحٰبِ الْعَقَبَةِ.

ترجمہ۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا میں اور میرا باپ عبداللہ اور میرا ماموں ہمبیعت عقبہ ثانیہ والوں میں سے تھے اور ایک نسخہ میں دو ماموں کا ذکر ہے۔ کمامر۔

حدیث(۳۶۱۲) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْاِدْرِيْسَ عَآئِذُ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ. مِنَ الَّذِيْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَصْحَابِهٖ لَيْلَةَ الْعُقْبَةِ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ تَعَالَوْا بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْآ اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِيْ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ لَهٗ كَفَّارَةٌ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ فَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَاقَبَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ قَالَ فَبَايَعْتُهٗ عَلٰى ذٰلِكَ.

ترجمہ۔ ابوادریس عائذاللہ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن الصامتؓ ان لوگوں میں سے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر کی لڑائی میں بھی حاضر تھے اور آپؐ کے لیلۃ العقبہ کے اصحاب میں سے تھے۔ وہ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ آپؐ کے اردگرد صحابہ کرامؓ کی جماعت موجود تھی فرمایا آؤ میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کرو گے نہ چوری کرو گے۔ نہ زنا کرو گے اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ ہی کوئی ایسی تہمت کسی کو لگاؤ گے جس کو تم نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے گھڑا ہو اور یہ کہ تم کسی امر مشہور میں میری نافرمانی نہیں کرو گے جس نے تم میں سے اس کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ اور جس نے ان جرائم میں سے کسی کا ارتکاب کیا پس اسے دنیا میں اس کی سزا مل گئی تو وہ عذاب اس کیلئے کفارہ ہو جائے گا۔ اور جس نے یہ گناہ کئے پس اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ پوشی کر لی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے اسے سزا دے اور چاہے اسے معاف کر دے فرماتے ہیں پس اس پر میں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حدیث(۳۶۱۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّيْ مِنَ النُّقَبَآءِ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَايَعْنَاهُ عَلٰى اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِيَ بِالْجَنَّةِ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ غَشِيْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَآءُ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ فرماتے ہیں کہ میں ان نمائندوں میں سے ہوں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ اور کہا کہ ہم نے آپ کی بیعت اس بات پر کی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کریں گے۔ نہ زنا کریں گے نہ چوری کریں گے۔ اور نہ ہی کسی ایسے جی کو قتل کریں گے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ مگر اس کے حق کے ساتھ اور ہم لوٹ مار نہیں کریں گے۔ اور نہ ہم نافرمانی کریں گے کہ کسی کے متعلق جنت کا حکم دیں اگر ہم ان افعال کے مرتکب ہوں۔ اگر ہم نے اعمال میں سے کسی کا ارتکاب کرلیا تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور بعض نسخوں میں لانقضی بالجنة ہے۔ کہ ان کام کرنے والوں میں سے کسی کے لئے جنت کا فیصلہ نہیں کریں گے۔ لیکن قرآن مجید کے لاتعصونی فی معروف پہلی وجہ کے موافق ہے۔

بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَآئِشَةَؓ وَقُدُوْمُهُ الْمَدِيْنَةَ وَبِنَآؤُهُ بِهَا

ترجمہ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بی بی عائشہؓ سے نکاح کرنا اور آپ کا مدینہ میں آنا اور حضرت عائشہؓ سے ہمبستر ہونا۔

حدیث (۳۶۱۴) حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ اَبِی الْمَغْرَآءِ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ تَزَوَّجَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ فَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلْنَا فِیْ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَوُعِکْتُ فَمَرَقَ شَعْرِیْ فَوْقَ جُمَیْمَةٍ فَاَتَتْنِیْ اُمِّیْ اُمُّ رُوْمَانَ وَاِنِّیْ لَفِیْ اُرْجُوْحَةٍ وَمَعِیَ صَوَاحِبُ لِیْ فَصَرَخَتْ بِیْ فَاَتَیْتُهَا مَآ اَدْرِیْ مَا تُرِیْدُ بِیْ فَاَخَذَتْ بِیَدِیْ حَتّٰی اَوْقَفَتْنِیْ عَلٰی بَابِ الدَّارِ وَاِنِّیْ لَاُنْهِجُ حَتّٰی سَکَنَ بَعْضُ نَفَسِیْ ثُمَّ اَخَذَتْ شَیْئًا مِنْ مَّآءٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ وَجْهِیْ وَرَاْسِیْ ثُمَّ اَدْخَلَتْنِی الدَّارَ فَاِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فِی الْبَیْتِ فَقُلْنَ عَلَی الْخَیْرِ وَالْبَرَکَةِ وَعَلٰی خَیْرِ طَآئِرٍ فَاَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْهِنَّ فَاَصْلَحْنَ مِنْ شَاْنِیْ فَلَمْ یَرُعْنِیْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضُحًی فَاَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْهِ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ساتھ منگنی ہوئی جب کہ میں چھ سال کی عمر کی تھی پس ہم لوگ مدینہ آئے تو ہمارا قیام بنو الحارث بن الخزرج میں ہوا۔ مجھے سخت بخار چڑھا جس سے میرے سر کے بال اکھڑ گئے پھر تھوڑے سے اگ آئے تو میری والدہ ام رومان میرے پاس تشریف لائیں جب کہ میں جھولا سا جھول رہی تھی۔ اور میرے ہمراہ میری سہیلیاں بھی تھیں۔ مجھے انہوں نے زور سے آواز دی میں اس حال میں ان کے پاس آئی کہ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتی ہیں۔ پس انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک حویلی کے دروازہ پر لا کھڑا کیا۔ حال یہ ہے کہ تھکاوٹ کی وجہ سے میرا سانس پھولا ہوا تھا یہاں تک کہ میرے کچھ سانس کو سکون حاصل ہوا میں نے کچھ پانی لیا جس سے چہرہ پر اور سر پر پانی ملا۔ پھر اس نے مجھے حویلی کے اندر داخل کر دیا جہاں گھر کے اندر انصار کی کچھ عورتیں تھیں جنہوں نے خیر و برکت کی دعا دی اور کہا کہ اچھا نصیبہ ہو پس میری والدہ مجھے ان کے سپرد کر کے چلی گئیں۔ جنہوں نے میرے بال اور بدن کو سنوارا۔ پس اچانک اشراق کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ان عورتوں نے مجھے آپؐ کے سپرد کر دیا۔ جب کہ میں نو سال کی عمر کی تھی۔

پہلے بحث گزر چکی ہے کہ روافض کی چالاکی ہے کہ انہوں نے ایک نابالغ بچی پر یہ بہتان باندھا اور نہ اب کے ہدایہ نہایہ و دیگر کتب کی چھان بین سے واضح ہو چکا ہے کہ منگنی کے وقت سولہ سال کی اور رخصتی کے وقت بی بی عائشہؓ کی عمر انیس سال تھی جب کہ اپنی بہن اسماءؓ سے دس برس چھوٹی تھیں۔

حدیث (۳۶۱۵) حَدَّثَنَا مُعَلّٰی الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اُرِیْتُکِ فِیْ

الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ أُرٰى اَنَّکَ فِيْ سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيْرٍ وَّيَقُوْلُ هٰذِهِ امْرَأَتُکَ فَاَکْشِفُ عَنْهَا فَاِذَا هِيَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اِنْ يَکُ هٰذَا مِنْ عِنْدَ اللّٰهِ يُمْضِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم مجھے خواب میں دومرتبہ دکھائی گئی ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک ریشم کے پردہ میں ہیں اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ تیری بیوی ہے۔ میں نے کھول کے دیکھا تو تو ہی تھی۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے جاری فرمائیں گے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں یا تو یہ بعثت سے قبل کا واقعہ ہے پھر تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر بعثت کے بعد کا ہے تو پھر یہ تجاہل عارفانہ ہے جس میں شک کو یقین کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ اور تردد کی وجہ یہ ہے کہ رؤیا وحی اپنے ظاہر پر ہے۔ یا ایسا خواب ہے جو تعبیر کا محتاج ہے۔ دونوں احتمال ہیں۔ اور انبیاء کے بارے میں دونوں جائز ہیں۔

حدیث(۳۶۱۶) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْهِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ تُوُفِّيَتْ خُدَيْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلٰثِ سِنِيْنَ فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذٰلِکَ وَنَکَحَ عَآئِشَةَؓ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ.

ترجمہ۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ جانے سے تین سال پہلے حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوگئی۔ آپ عرصہ دو سال یا اس کے قریب رکے رہے اور حضرت عائشہؓ سے نکاح ہوا جب کہ وہ چھ سال نہیں بلکہ سولہ سال کی تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہم بستر ہوئے جب وہ نو سال نہیں بلکہ انیس سال کی تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ اوقریبا من ذلک قرب جانب زیادہ میں مراد ہے نقصان میں نہیں جیسا کہ روایات گواہی دیتی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شراحؒ نے اوقریبا من ذلک کی توضیح میں بہت بحث کی ہے۔ جس میں میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ حدیث بخاری پر کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ اس میں موت خدیجہؓ اور نکاح عائشہؓ کا بیان ہے۔

بنت سنتین یہ بثلاث سنین کی اضافت ہے۔ معنی یہ ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہے۔ ان کی وفات کے بعد آپ مکہ معظمہ میں دو سال یا اس سے اکثر ٹھہرے رہے۔ نکاح عائشہؓ اور اسکی بناء کا کوئی ذکر نہیں وہ امر مستقل ہے کہ ان سے نکاح ہوا تو چھ برس کی تھیں شوال کا مہینہ اور نبوت کا دسواں سال تھا اسی میں حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی اور اھ میں شوال کے مہینہ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی جب کہ وہ نو برس کی تھیں اس تقریر پر نہ تو حدیث پر اشکال ہے اور نہ ہی محققین کی مخالفت ہے جو انہوں نے نکاح عائشہؓ اور اس کی بنا میں راجح قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کی تائید اسماعیلی کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے کہ مخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال قبل حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ سے نکاح ہوا۔ جب کہ وہ چھ برس کی تھیں۔ اور مدینہ منورہ آنے کے بعد ان کی رخصتی ہوئی جب کہ وہ نو برس کی تھیں۔

بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے اصحاب کرامؓ کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا بیان ہے

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا الْهِجْرَةُ لَکُنْتُ اِمْرَاً مِنَ

الْاَنْصَارِ وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ مِنْ مَکَّۃَ اِلٰی الْاَرْضِ بِھَا نَخْلٌ فَذَھَبَ وَھْلِیْ اِلٰی اَنَّھَا الْیَمَامَۃُ اَوْ ھَجَرُ فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ یَثْرِبُ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور ابوہریرۃؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر ہجرت کا ثواب مدنظر نہ ہوتا تو میں انصار کا ایک آدمی ہوتا اور حضرت ابوموسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے ایسے علاقہ کی طرف جارہاہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں۔ میرا گمان یہ تھا کہ یمامہ یا ھجر ہوگا۔لیکن وہ تو مدینہ یثرب مہاجر نکلا۔

حدیث(۳۶۱۷) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ سَمِعْتُ اَبَا وَآئِلٍ یَقُوْلُ عُدْنَا خَبَّابًا فَقَالَ ھَاجَرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُرِیْدُ وَجْہَ اللّٰہِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَی اللّٰہِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰی لَمْ یَاْخُذْ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْئًا مِنْھُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَکَ نَمِرَۃً فَکُنَّا اِذَا غَطَّیْنَا بِھَا رَاْسَہٗ ظَھَرَ رِجْلِہٖ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّیَ رَاْسَہٗ وَنَجْعَلَ عَلٰی رِجْلَیْہِ شَیْئًا مِّنْ اِذْخِرٍ وَمِنَّا مَنْ اَیْنَعَتْ لَہٗ ثَمَرَتُہٗ فَھُوَ یَھْدِبُھَا.

ترجمہ۔ حضرت ابووائلؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت خبابؓ کی بیمار پرسی کے لئے گئے تو انہوں نے فرمایا ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی۔ اللہ کی رضا کے سوا ہماری اور کوئی غرض نہ تھی۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے تھے پس ہمارا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگیا۔ پس بعض لوگ ہم میں سے ایسے ہیں جو اس دنیا سے اس حال میں چلے گئے کہ انہوں نے اس کے ثواب میں سے کچھ بھی حاصل نہ کیا ان میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں جو احد کی لڑائی میں شہید ہوگئے اور انہوں نے ایک بدرنگ چادر چھوڑی تھی۔ جب اس سے ہم ان کا سر ڈھانپتے تھے تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جاتے تھے۔ اور جب پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا تھا۔ پس آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ لیں۔ اور ان کے دونوں پاؤں پر اذخر یعنی کترن بوٹی رکھ دیں۔ اور ہم میں سے بعض ایسے ہیں جن کا پھل پک گیا ہے جس کو وہ چن رہا ہے۔

حدیث (۳۶۱۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِا مْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اعمال کا اعتبار نیت سے ہے۔ جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کیلئے اور کسی عورت سے نکاح کرنے کیلئے ہے تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی اور جس شخص کی ہجرت قصداً اور نیۃً اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت ثواب اور نفع کے اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی۔

حدیث(۳۶۱۹) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ یَزِیْدَ الدِّمَشْقِیُّ الخ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ کَانَ یَقُوْلُ لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَحَدَّثَنِی الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَآئِشَۃَؓ مَعَ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرِ اللَّیْثِیِّ فَسَاَلْنَاھَا عَنِ الْھِجْرَۃِ فَقَالَتْ لَا ھِجْرَۃَ الْیَوْمَ کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَفِرُّ اَحَدُھُمْ بِدِیْنِہٖ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَخَافَۃَ اَنْ یُّفْتَنَ عَلَیْہِ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَقَدْ اَظْھَرَ اللّٰہُ الْاِسْلَامَ وَالْیَوْمَ یَعْبُدُ

رَبَّهُ حَيْثُ شَآءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ.

ترجمہ۔ حضرت عطاءبن رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں عبید بن عمیر اللیثی کے ہمراہ حضرت عائشہؓ سے ملنے کیلئے گیا ہم نے ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آج ہجرت نہیں ہے پہلے مؤمن لوگ اپنے دین کی حفاظت کیلئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں وہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دے دیا ہے۔ جہاں چاہے مسلمان اپنے رب کی عبادت کرسکتا ہے۔ لیکن اب ہجرت کا ثواب حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جہاد اور ہر کار خیر کی نیت کرنا ہے البتہ اگر کوئی دار الکفر میں ہے تو جس مسلمان کو اپنے ایمان واسلام کا خطرہ ہو اس پر اس جگہ سے ہجرت کرنا واجب ہے۔

حدیث(۳۶۲۰) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ اِنَّ سَعْدًا قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ وَقَالَ اَبَانُ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا نَبِيَّكَ وَاَخْرَجُوْهُ مِنْ قُرَيْشٍ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعدؓ نے اپنی بیماری میں دعا مانگی کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات یہ تھی کہ میں اس قوم سے تیری رضا کے لئے جہاد کرتا جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور اسے اپنے وطن سے نکال دیا۔ اے اللہ! اب میرا گمان یہ ہے کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی کو بند کر دیا ہے اور ابان نے اپنی سند سے حضرت عائشہؓ سے یوں روایت کیا ہے کہ وہ قوم جس نے تیرے نبی کو جھٹلایا اور اسے قریش سے نکال دیا۔ یہ حضرت سعد بن معاذؓ ہیں۔ جنہیں غزوۂ خندق میں رگ کے اندر تیر لگا تو دعا مانگی اے اللہ! اگر قریش سے جنگ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھنا ورنہ مجھے اسی بیماری کی حالت میں شہادت کی موت دے دے چنانچہ ان کا زخم بہتا رہا یہاں تک کہ ان کی موت واقع ہوگئی۔

حدیث(۳۶۲۱) حَدَّثَنِيْ مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی۔ جب کہ آپؐ چالیس سال کی عمر کے تھے۔ تو مکہ میں تیرہ سال مقیم رہے جب کہ آپ کی طرف وحی ہوتی رہی پھر آپ کو ہجرت کا حکم ملا۔ تو دس سال تک آپ مہاجر رہے اور وفات ہوئی تو آپ کی عمر تریسٹھ ۶۳ سال تھی۔

حدیث(۳۶۲۲) حَدَّثَنِيْ مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَكَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک مقیم رہے۔ جب وفات ہوئی تو تریسٹھ سال کی عمر تھی۔

حدیث(۳۶۲۳) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَاشَآءَ وَبَيْنَ

مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَبَكٰى اَبُوْبَكْرٍؓ وَقَالَ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهُ وَقَالَ النَّاسُ انْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍؓ هُوَ اَعْلَمَنَا بِهِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ اَبَا بَكْرٍؓ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا مِّنْ اُمَّتِيْ لَا تَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍؓ اِلَّا خُلَّةَ الْاِسْلَامِ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ اِلَّا خَوْخَةَ اَبُوْبَكْرٍؓ.

ترجمہ۔حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر بیٹھے تو فرمایا کہ ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کا اختیار دیا ہے اگر وہ دنیا کی ظاہری رونق میں سے جو کچھ چاہے تو اللہ تعالیٰ وہ اسے دے دے گا یا وہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں ان کو اختیار کرے۔تو اس نے اللہ تعالیٰ کے پاس کی نعمتوں کو اختیار کر لیا۔جس پر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔اور فرمایا کہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں جس پر ہمیں تعجب ہوا لوگ کہنے لگے کہ اس بڈھے کو دیکھو۔جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کی خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی نعمتوں اور آخرت کی نیکیوں میں اختیار دیا ہے۔اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں دراصل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اختیار دیئے گئے تھے۔اور ہم میں سے سب سے زیادہ ابوبکر صدیقؓ اس کو جاننے والے ثابت ہوئے اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ سب لوگوں میں سے سب سے زیادہ اپنی صحبت اور مال کے ذریعہ مجھ پر منت واحسان کرنے والا ابوبکرؓ ہے۔اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو ولی دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔مگر اب صرف اسلام ہی دوستی ہے اور مسجد نبوی کے اندر سوائے دریچہ ابوبکرؓ کے اور کسی کا دریچہ باقی نہ رہنے دیا جائے۔منت سے مراد عطیہ اور خرچ کرنا ہے۔کسی کا آپؐ پر کیا احسان ہو سکتا ہے سب امت پر آپؐ کے احسانات ہیں۔اور خوخہ کا باقی رکھنا آپؐ کے بعد خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث(۳۶۲۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ اَنَّ عَآئِشَةَؓ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ قَطُّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَاْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍؓ مُهَاجِرًا نَحْوَ اَرْضِ الْحَبْشَةِ حَتّٰى بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدُّغُنَّةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ يَا اَبَابَكْرٍؓ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ اَخْرَجَنِيْ قَوْمِيْ فَاُرِيْدُ اَنْ اَسِيْحَ فِي الْاَرْضِ وَاَعْبُدَ رَبِّيْ قَالَ ابْنُ الدُّغُنَّةِ فَاِنَّ مِثْلَكَ يَا اَبَابَكْرٍؓ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ اِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَآئِبِ الْحَقِّ فَاَنَا لَكَ جَارٌ اِرْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ فَرَجَعَ وَارْتَحَلَ مَعَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَطَافَ ابْنُ الدَّغِنَةِ عَشِيَّةً فِيْ اَشْرَافِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ اَبَابَكْرٍؓ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ اَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَآئِبِ الْحَقِّ فَلَمْ تُكَذِّبْ قُرَيْشٌ بِجِوَارِ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ اَبَابَكْرٍؓ

فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ فَلْيُصَلِّ فِيْهَا وَالْيَقْرَأْ مَاشَآءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ فَإِنَّا نَخْشٰى اَنْ يُفْتِنَ نِسَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ نَا فَقَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَلَبِثَ اَبُوْبَكْرٍ بِذٰلِكَ يَعْبُدُ فِيْ دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِصَلٰوتِهِ وَلَا يَقْرَأُ فِيْ غَيْرِ دَارِهِ ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَآءِ دَارِهِ وَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَيَتَقَذَّفُ عَلَيْهِ نِسَآءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَآءُ هُمْ وَهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا بَكَّآءً وَلَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَرْسَلُوْا اِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا اِنَّا كُنَّا اَجَرْنَا اَبَا بَكْرٍ بِجِوَارِكَ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ فَقَدْ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَآءِ دَارِهِ فَاَعْلَنَ بِالصَّلٰوةِ وَالْقِرَأَةِ فِيْهِ وَاِنَّا قَدْ خَشِيْنَا اَنْ يُفْتِنَ نِسَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ نَا فَانْهَهُ فَاِنْ اَحَبَّ اَنْ يَقْتَصِرَ عَلٰى اَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ فَعَلَ وَاِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ يُعْلِنَ بِذٰلِكَ فَسَلْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَاِنَّا قَدْ كَرِهْنَا اَنْ نُخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَاَتٰى ابْنُ الدَّغِنَةِ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِيْ عَاقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ فَاِمَّا اَنْ تَقْتَصِرَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاِمَّا اَنْ تَرْجِعَ اِلَيَّ ذِمَّتِيْ فَاِنِّيْ لَا اُحِبُّ اَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ اَنِّيْ اُخْفِرْتُ فِيْ رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاِنِّيْ اَرُدُّ اِلَيْكَ جِوَارَكَ وَاَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِنِّيْ اُرِيْتُ دَارَهِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ وَرَجَعَ عَامَّةُ مَنْ كَانَ هَاجَرَبِاَرْضِ الْحَبْشَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَتَجَهَّزَ اَبُوْبَكْرٍ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكَ فَاِنِّيْ اَرْجُوْا اَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَهَلْ تَرْجُوْا ذٰلِكَ بِاَبِيْ اَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ اَبُوْبَكْرٍ نَفْسَهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ وَهُوَ الْخَبَطُ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَبَيْنَمَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوْسٌ فِيْ بَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ نَحْرِالظَّهِيْرَةِ قَالَ قَآئِلٌ لِاَبِيْ بَكْرٍ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَنِّعًا فِيْ سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَاتِيْنَا فِيْهَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ فِدَآءٌ لَهُ اَبِيْ وَاُمِّيْ وَاللّٰهِ مَاجَآءَ بِهِ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ اِلَّا اَمْرٌ قَالَتْ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّمَا هُمْ اَهْلُكَ بِاَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّيْ قَدْ اُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ الصَّحَابَةَ بِاَبِيْ اَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَخُذْ بِاَبِيْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدٰى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّمَنِ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَجَهَّزْنَا هُمَا اَحَثَّ

الْجِهَازِ وَصَنَعْنَا لَهُمْ سُفْرَةً فِيْ جِرَابٍ فَقَطَعَتْ اَسْمَآءُ بِنْتُ اَبِيْ بَكْرٍ قِطْعَةً مِنْ نِطَاقِهَا فَرَبَطَتْ بِهٖ عَلٰى فَمِ الْجِرَابِ فَبِذٰلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقِ قَالَتْ ثُمَّ لَحِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ بِغَارٍ فِيْ جَبَلِ ثَوْرٍ فَكَمَنَا فِيْهِ ثَلٰثَ لَيَالٍ يَبِيْتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ ثَقِفٌ لَقِنٌ فَيُدْلِجُ مِنْ عِنْدِهِمَا بِسَحَرٍ فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَآئِتٍ فَلَا يَسْمَعُ اَمْرًا يُكْتَادَانِ بِهٖ اِلَّا وَعَاهُ حَتّٰى يَاْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذٰلِكَ حِيْنَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ وَيَرْعٰى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ مِنْحَةً مِنْ غَنَمٍ فَيُرِيْحُهَا عَلَيْهِمَا حِيْنَ يَذْهَبُ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَآءِ فَيَبِيْتَانِ فِيْ رِسْلٍ وَهُوَ لَبَنُ مِنْحَتِهِمَا وَرَضِيْفِهِمَا حَتّٰى يَنْعِقَ بِهَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ وَاسْتَاْجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيْلِ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ عَبْدِبْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيْتًا وَالْخِرِّيْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ حِلْفًا فِيْ اٰلِ الْعَاصِ بْنِ وَآئِلِ السَّهْمِيِّ وَهُوَ عَلٰى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَاَمِنَاهُ فَدَفَعَا اِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُبْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيْلُ فَاَخَذَبِهِمْ طَرِيْقَ السَّوَاحِلِ قَالَ بْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَالِكِ الْمُدْلَجِيُّ وَهُوَ بْنُ اَخِيْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهٗ سَمِعَ سُرَاقَةَ ابْنَ جُعْشُمٍ يَقُوْلُ جَآءَ نَا رُسُلُ كُفَّارِ قُرَيْشٍ يَجْعَلُوْنَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ دِيَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَنْ قَتَلَهٗ اَوْ اَسَرَهٗ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ فِيْ مَجْلِسٍ مِنْ مَّجَالِسِ قَوْمِيْ بَنِيْ مُدْلَجٍ اَقْبَلَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ يَاسُرَاقَةُ اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ اٰنِفًا اَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ اُرَاهَا مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَهٗ قَالَ سُرَاقَةُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُمْ هُمْ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّهُمْ لَيْسُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّكَ رَاَيْتَ فُلَانًا وَفُلَانًا اِنْطَلَقُوْا بِاَعْيُنِنَا ثُمَّ لَبِثْتُ فِي الْمَجْلِسِ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ فَاَمَرْتُ جَارِيَتِيْ اَنْ تُخْرِجَ بِفَرَسِيْ وَهِيَ مِنْ وَّرَآءِ الْاَكَمَةِ فَتَحْبِسَهَا عَلَيَّ وَاَخَذْتُ رُمْحِيْ فَخَرَجْتُ بِهٖ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ فَحَطَطْتُ بِزُجِّهِ الْاَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِيَهٗ حَتّٰى اَتَيْتُ فَرَسِيْ فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا تُقَرِّبُ بِيْ حَتّٰى دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِيْ فَرَسِيْ فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ فَاَهْوَيْتُ يَدَيَّ اِلٰى كُنَانَتِيْ فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْاَزْلَامَ فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا اَضُرُّهُمْ اَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِيْ اَكْرَهُ فَرَكِبْتُ فَرَسِيْ وَعَصَيْتُ الْاَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِيْ حَتّٰى اِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَ ةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَاَبُوْبَكْرٍ يُكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ سَاخَتْ يَدَا فَرَسِيْ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تُخْرِجُ يَدَيْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَآئِمَةً اِذَا لِاَثَرِ يَدَيْهَا عُثَانٌ سَاطِعٌ فِي السَّمَآءِ مِثْلُ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ بِالْاَزْلَامِ

فَخرَجَ الَّذِیْ اَکْرَہُ فَنَادَیْتُھُمْ بِالْاَمَانِ فَوَقَفُوْا فَرَکِبْتُ فَرَسِیْ حَتّٰی جِئْتُھُمْ وَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ حِیْنَ لَقِیْتُ مَالَقِیْتُ مِنَ الْحَبْسِ عَنْھُمْ اَنْ سَیَظْھَرُ اَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّ قَوْمَکَ قَدْ جَعَلُوْا فِیْکَ الدِّیَۃَ وَاَخْبَرْتُھُمْ اَخْبَارَ مَا یُرِیْدُ النَّاسُ بِھِمْ وَعَرَضْتُ عَلَیْھِمُ الزَّادَ وَالْمَتَاعَ فَلَمْ یَرْزَاٰنِیْ وَلَمْ یَسْاَلَانِیْ اِلَّا اَنْ قَالَ اَخْفِ عَنَّا فَسَاَلْتُہٗ اَنْ یُکْتَبَ لِیْ کِتَابَ اَمْنٍ فَاَمَرَ عَامِرَبْنَ فُھَیْرَۃَ فَکَتَبَ فِیْ رُقْعَۃٍ مِنْ اَدِیْمٍ ثُمَّ مَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بْنُ شِھَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِیَ الزُّبَیْرَ فِیْ رَکْبٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَانُوْا تِجَارًا قَافِلِیْنَ مِنَ الشَّامِ فَکَسَا الزُّبَیْرُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَکْرٍؓ ثِیَابَ بَیَاضٍ وَسَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ بِالْمَدِیْنَۃِ مَخْرَجَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مَکَّۃَ فَکَانُوْا یَغْدُوْنَ کُلَّ غَدَاۃٍ اِلَی الْحَرَّۃِ فَیَنْتَظِرُوْنَہٗ حَتّٰی یَرُدَّھُمْ حَرُّ الظَّھِیْرَۃِ فَانْقَلَبُوْا یَوْمًا بَعْدَ مَا اَطَالُوْا اِنْتِظَارَھُمْ فَلَمَّا اَوَوْا اِلٰی بُیُوْتِھِمْ اَوْفٰی رَجُلٌ مِّنْ یَھُوْدَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِھِمْ لِاَمْرٍ یَنْظُرُ اِلَیْہِ فَبَصُرَبِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ مُبَیِّضِیْنَ یَزُوْلُ بِھِمُ السَّرَابُ فَلَمْ یَمْلِکِ الْیَھُوْدِیُّ اَنْ قَالَ بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ یَا مَعْشَرَالْعَرَبِ ھٰذَا جَدُّکُمُ الَّذِیْ تَنْتَظِرُوْنَ فَثَارَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَی السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِظَھْرِ الْحَرَّۃِ فَعَدَلَ بِھِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ حَتّٰی نَزَلَ بِھِمْ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَذٰلِکَ یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍؓ لِلنَّاسِ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَامِتًا فَطَفِقَ مَنْ جَآءَ مِنَ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ لَّمْ یَرَرَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحَیِّیْ اَبَابَکْرٍؓ حَتّٰی اَصَابَتِ الشَّمْسُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْبَکْرٍؓ حَتّٰی ظَلَّلَ عَلَیْہِ بِرِدَآئِہٖ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِکَ فَلَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَنِیْ عَمْرِوبْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَۃَ لَیْلَۃً وَاُسِّسَ الْمَسْجِدُ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی وَصَلّٰی فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَکِبَ رَاحِلَتَہٗ فَسَارَ یَمْشِیْ مَعَہُ النَّاسُ حَتّٰی بَرَکَتْ عِنْدَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْہِ یَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَکَانَ مِرْبَدًا لِلتَّمْرِ لِسُھَیْلٍ وَسَھْلٍ غُلَامَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِیْ حَجْرِ اَسْعَدِ بْنِ زُرَارَۃَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ بَرَکَتْ بِہٖ رَاحِلَتُہٗ ھٰذَا اِنْشَآءَ اللّٰہُ الْمَنْزِلُ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْغُلَامَیْنِ فَسَاوَمَھُمَا بِالْمِرْبَدِ لِیَتَّخِذَہٗ مَسْجِدًا فَقَالَا لَابَلْ نَھَبُہٗ لَکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَبٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَقْبَلَہٗ مِنْھُمَا ھِبَۃً حَتّٰی ابْتَاعَہٗ مِنْھُمَا ثُمَّ بَنَاہُ مَسْجِدًا وَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْقُلُ مَعَھُمُ اللَّبِنَ فِیْ بُنْیَانِہٖ وَیَقُوْلُ وَھُوَ یَنْقُلُ اللَّبِنَ ھٰذَا الْحِمَالُ

لَا حِمَالُ خَيْبَرَ هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرُ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةِ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَ فَتَمَثَّلَ بِشِعْرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يُسَمَّ لِيْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَمْ يَبْلُغْنَا فِي الْاَحَادِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَثَّلَ بِبَيْتِ شِعْرٍ تَامٍّ غَيْرَ هٰذَا الْبَيْتِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جہاں تک میں سمجھتی ہوں کہ میرے ماں باپ ایک دین کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا کہ اس دن صبح وشام دونوں وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہمارے پاس آتے تھے۔ جب مسلمانوں کا کفار کی اذیتوں سے امتحان لیا گیا تو حضرت ابوبکرؓ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ برک الغماد تک پہنچ گئے۔ جہاں پر قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ جس نے آپ سے پوچھا اے ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے فرمایا مجھے میری قوم نے شہر سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب میں زمین کی سیر وسیاحت کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت کروں گا۔ ابن الدغنہ نے کہا اے ابوبکرؓ تیرے جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے۔ کیونکہ آپ تو مفلس وقلاش آدمی کو مفت میں مال دیتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں لوگوں کے بوجھ برداشت کرتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے مصائب میں لوگوں کی امداد کرتے ہیں۔ پس میں تجھے پناہ دینے والا ہوں واپس چلو اور اپنے شہر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرتے رہو چنانچہ ابوبکر صدیقؓ واپس آ گئے اور ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ چلا آ رہا تھا۔ تو ابن الدغنہ تمام قریش کے سرداروں کے پاس شام کے وقت گھوما پھرا اور ان سے کہا کہ ابوبکرؓ جیسا آدمی نہ تو شہر سے نکل سکتا ہے اور نہ ہی اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے آدمی کو شہر سے نکال رہے ہو جو مفلسوں کو مال دیتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے۔ لوگوں کے قرضہ وغیرہ کے بوجھ اٹھاتا ہے مہمان نوازی کرتا ہے۔ اور حق کے معاملات میں مددگار ثابت ہوتا ہے پس قریش ابن الدغنہ کی پناہ دینے کو نہ جھٹلا سکے البتہ ابن الدغنہ سے کہا کہ ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ اپنے گھر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرے وہاں نماز پڑھے۔ اور جو کچھ چاہے پڑھتا رہے ہمیں ان کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچائے۔ اور نہ ہی علی الاعلان یہ کام کرے کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہماری عورتوں اور بچوں کو نہ پھسلا لے۔ یہ بات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہی اور معاہدہ کر لیا۔ کچھ عرصہ تو ابوبکرؓ اس عہد پر قائم رہے۔ کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے۔ نہ تو علی الاعلان نماز پڑھتے تھے۔ اور نہ ہی اپنے گھر کے سوا کسی دوسری جگہ قرآن مجید پڑھتے تھے۔ پھر ان کی رائے ہوئی کہ حویلی کے صحن میں ایک چھوٹی سی مسجد بنوالی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن مجید بھی پڑھتے تھے۔ تو مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے ان پر بھیڑ بھاڑ کر دیتے تھے ان سے تعجب کرتے اور ان کی طرف دیکھتے رہتے حضرت ابوبکرؓ بہت رونے والے آدمی تھے جب قرآن مجید پڑھتے تو آنکھوں پر قابو نہ رہتا۔ بے اختیار روتے اس بات نے مشرکین قریش کے سرداروں کو گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا۔ تو انہوں نے ابن الدغنہ کی طرف آدمی بھیجا وہ آیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تیری پناہ دینے پر ابوبکرؓ کو پناہ دی تھی اس شرط پر کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں گے مگر وہ اس سے آگے بڑھ گئے۔ کہ گھر کے صحن میں اس نے ایک مسجد بنالی وہاں وہ علانیہ نماز پڑھتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے جس سے ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہماری عورتوں اور بچوں کو بہلا پھسلا نہ لے۔ پس آپ اس کو روکیں۔ اگر وہ اس کی پابندی کرے کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے گا تو فبہا اگر وہ انکار کرے اور اصرار کرے کہ میں تو علانیہ عبادت کروں گا تو پھر اس سے کہو کہ تیری ذمہ داری تجھے واپس کر دے۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہم تیرے ساتھ عہد شکنی کریں۔ اور ابوبکر صدیقؓ کو بھی ہم علانیہ عبادت کرنے پر برقرار نہیں رکھ سکتے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابن الدغنہ ابوبکرؓ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ جس چیز کا تم نے معاہدہ کیا تھا اس کا تمہیں علم ہے یا تو اسی پر کاربند رہو یا میری ذمہ داری مجھے واپس کر دو کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب کے لوگ

یہ بات سنیں کہ ایک آدمی جس کے ساتھ میں نے معاہدہ کیا تھا اس کے بارے میں میرے ساتھ عہد شکنی کی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں تیری پناہ اور ذمہ داری تجھے واپس کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ میں تھے۔ تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بتلایا کہ مجھے تمہارا دارالہجرت خواب میں دکھلایا گیا ہے۔ وہ کھجوروں والا شہر ہے۔ جو دو کالی کالی پتھروں والی پہاڑیوں کے درمیان ہے۔ لابہ حرۃ سیاہ پتھروں والی زمین کو کہتے ہیں۔ پس کچھ لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی شروع کر دی اور وہ لوگ جو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے تھے ان میں سے اکثر مہاجر بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ اب حضرت ابوبکرؓ مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاری کرنے لگے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ذرا ٹھہرو۔ جلدی نہ کرو مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے جس پر حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا حضرت آپؐ پر میرا باپ قربان ہو کیا آپ بھی ہجرت کی آرزو رکھتے ہیں۔ فرمایا ہاں! تو ابوبکر صدیقؓ نے آپ کی صحبت میں رہنے کے لئے اپنے آپ کو ہجرت سے روک لیا اور اپنے پاس دو اونٹنیاں تیار رکھیں۔ جنہیں کیکر کے پتے گھاس کے طور پر کھلاتے تھے۔ اسی کو خبط کہتے ہیں کہ درخت سے پتے جھاڑے جائیں چار ماہ تک یہی معمول رہا ابن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت عروہ نے فرمایا حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ ایک دن عین دوپہر کے وقت ہم حضرت ابوبکرؓ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کہنے والے نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کو ڈھانپے ہوئے ایسے وقت میں آرہے ہیں کہ آپؐ اس وقت ہمارے پاس نہیں آیا کرتے تھے تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں کسی اہم معاملہ کی وجہ سے آپؐ اس وقت تشریف لائے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اجازت طلب کی آپ کو اندر آنے کی اجازت دی گئی۔ آپؐ نے اندر داخل ہوتے ہی ابوبکرؓ سے فرمایا کہ جو لوگ آپ کے پاس ہیں ان کو نکال دو ابوبکرؓ نے فرمایا حضرت یہ آپؐ کے گھر کے لوگ ہیں۔ میرا باپ آپؐ پر قربان ہو یا رسول اللہ! پس آپؐ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کے لئے روانہ ہونے کی اجازت مل گئی ہے۔ ابوبکرؓ نے فرمایا پھر یا رسول اللہ! میرا باپ قربان ہو میں صحبت میں جانا چاہتا ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں آپ نے چلنا ہے ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! میرا باپ آپؐ پر قربان ہو ان دو اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی چھان لیں۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوں گا مگر قیمت سے لوں گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان اونٹنیوں کو جلدی جلدی میں تیار کر لیا۔ اور ہم نے ان دو حضرات کے لئے ایک تھیلے میں کھانا تیار کر کے رکھ دیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنی کمر بند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر تھیلے کا منہ اس سے باندھ دیا۔ اس کی وجہ سے ان کا نام ذات النطاق مشہور ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ دونوں حضرات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ جبل ثور کے ایک غار میں پہنچے جس میں تین رات تک چھپے رہے۔ عبداللہ بن ابی بکرؓ ان حضرات کے پاس آکر رات بسر کرتا تھا۔ وہ ایک نوجوان لڑکا تھا جو نہایت ماہر اور سمجھدار تھا۔ پس وہ سحری کے وقت اندھیرے میں ان کے پاس سے جاتا اور مکہ معظمہ میں قریش کے ساتھ صبح کرتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ اس نے رات مکہ میں گزاری ہے۔ پس جو جو تدبیریں ان دو حضرات کے خلاف کی جاتیں وہ ان کو محفوظ کر لیتا اور جب اندھیرا چھا جاتا تو وہ ان دونوں حضرات کے پاس آکر وہ خبریں سناتا تھا۔ اور عامر بن فہیرہؓ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا آزاد کردہ غلام تھا وہ ان حضرات کے لئے دودھ دینے والی بکریوں کو چراتا پس جب رات کی کافی گھڑی گزر جاتی تو وہ ان بکریوں کو ان حضرات کے لئے شام کے وقت لے آتا۔ تو یہ حضرات رات کے وقت تازہ دودھ پیتے تھے۔ رسل ان بکریوں کا وہ دودھ ہے جس میں دودھ لے جانے کے لئے گرم پتھر رکھ دیا جاتا تھا۔ عامر بن فہیرہؓ ان بکریوں کو صبح اندھیرے میں آواز دیتے اور باہر لے جاتے۔ ان تینوں دنوں میں ہر رات ان کا یہی معمول رہا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے قبیلہ بنو الدیل کے ایک آدمی کو جو بنو عبد بن عدی کا آدمی تھا راہبری کے لئے کرایہ پر حاصل کیا

جوراستہ بتانے میں بڑا ماہر تھا جس کا نام عبداللہ بن اریقط تھا جو عاص بن وائل سہمی کے خاندان کا پکا حلیف تھا۔ وہ بھی کفار قریش کے دین پر تھا۔ پس جب یہ دونوں حضرات اس سے بے خوف ہو گئے تو اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالہ کر دیں کہ تین رات کے بعد تیسری کی صبح کو وہ غار ثور پر اونٹنیوں کو لے آئے۔ یہ اس سے وعدہ تھا تو ان دونوں حضرات کے ساتھ عامر بن فہیرہؓ اور وہ رہبر چلے ساحل سمندر کا رستہ اختیار کیا۔ ابن شہاب فرماتے ہیں مجھے عبدالرحمن بن مالک مدلجی نے خبر دی جو سراقہ بن مالک مدلجی کا بھتیجا لگتا تھا کہ ان کے باپ نے انہیں خبر دی کہ اس نے سراقہ بن مالک بن جعشم سے سنا وہ کہتا تھا کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد پہنچے کہ قریش نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے بارے میں انعام مقرر کیا ہے۔ ان دونوں میں سے جس کو بھی کوئی قتل کرے گا یا قید کر کے لائے گا اسے ۱۰۰سو اونٹنیاں انعام میں ملیں گی سراقہ کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم بنو مدلج میں کسی مجلس کے اندر بیٹھا ہوا تھا کہ ہماری قوم کا ایک آدمی جب کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے وہ ہمارے سر پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل سمندر پر کچھ لوگ دیکھے ہیں میرا خیال ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں۔ لیکن میں نے اس خبر دینے والے سے کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ بلکہ تو نے تو فلاں فلاں کو دیکھا ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے چلے ہیں کچھ دیر تو مجلس میں رکا رہا پھر وہاں سے اٹھا گھر آیا میں نے باندی کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو نکال کر لائے۔ جو ایک اونچے ٹیلے کے پیچھے بندھا ہوا تھا۔ تو اس نے گھوڑے کو میرے پاس لا کر روکا میں نے اپنا نیزہ پکڑا اور گھر کے پچھلی طرف سے باہر نکلا میں نے نیزے کی نوک سے زمین میں گاڑھ کر مضبوط کر دیا۔ اور اس کے اوپر کے حصہ کو نیچا کر دیا تا کہ کسی کو نظر نہ آئے۔ اور میرا کوئی پیچھا نہ کرے۔ یہاں تک کہ میں گھوڑے کے پاس آیا اس پر سوار ہوا اور جلدی اس کو پویا دوڑایا یعنی درمیانی چال چلایا۔ یہاں تک کہ میں ان لوگوں کے قریب پہنچ گیا میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تو میں اس سے نیچے گر پڑا پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ترکش کی طرف اپنے ہاتھ کو جھکایا۔ اور اس سے قسمت والے تیر نکالے جس سے میں نے اپنی قسمت آزمائی کی کہ آیا میں ان کو نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں گویا کہ فال نکالی تو وہ تیر نکلا جس کو میں پسند نہیں کرتا تھا۔ اپنی قسمت کے تیروں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے میں پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا جب کہ مجھے لے کر وہ گھوڑا پویا دوڑ رہا تھا یہاں تک کہ جب میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کی آواز سن لی جو ادھر ادھر نہیں جھانکتے تھے البتہ ابو بکرؓ ادھر ادھر بہت جھانکتے تھے۔ تو میرے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں۔ یہاں تک وہ دونوں گھٹنوں تک پہنچ گئیں تو میں اس سے گر گیا پھر میں نے اس کو ڈانٹا وہ بے چارا اٹھا لیکن قریب تھا کہ وہ اپنی اگلی ٹانگیں نہ نکال سکتا۔ بالآخر نکال کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا جب کہ اس کی دونوں اگلی ٹانگوں پر دھوئیں کی طرح اتنا غبار چھا گیا جو آسمان تک بلند ہو رہا تھا پھر میں نے فال نکالنے کیلئے تیروں سے مدد لی۔ اب بھی وہ تیر نکلا جس کو میں نہیں چاہتا تھا تو میں نے ان حضرات کو امان دے کر پکارا تو یہ حضرات ٹھہر گئے۔ اب میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس جکڑ بندی کے دوران جس کا مجھے سامنا کرنا پڑا میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہو گئی کہ عنقریب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ غالب ہو کر رہے گا۔ تو میں نے آپؐ سے عرض کی کہ آپ کی قوم نے آپؐ کے بارے میں انعام مقرر کیا ہے۔ بہر حال میں نے ان حضرات کو لوگوں کی وہ خبریں سنائیں جو وہ لوگ آپؐ کے بارے میں قتل وقید کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے ان حضرات کے سامنے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا سامان پیش کیا لیکن ان دونوں حضرات نے نہ تو میری کوئی چیز کم کی اور نہ ہی مجھ سے کچھ مانگا مگر یہ کہ ان آنے والے لوگوں کو ہم سے مخفی رکھنا۔ میں نے آپؐ سے درخواست کی کہ مجھے امن کا پروانہ لکھ دیجئے۔ آپؐ نے عامر بن فہیرہؓ کو حکم دیا کہ اسے لکھ دو۔ اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر میرے لئے امان کا پروانہ لکھ دیا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات

حضرت زبیرؓ سے ہوئی۔ جو مسلمانوں کے ایک اونٹوں کے قافلہ میں تھے جو تجارت کرنے کی غرض سے گئے تھے۔ اور اب شام سے واپس آ رہے تھے۔ تو حضرت زبیرؓ نے سفید کپڑے کے جوڑے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت ابو بکرؓ کو پہنائے اور مسلمانوں نے مدینہ منورہ میں سن لیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے نکل چکے ہیں۔ تو ہر صبح کو سویرے سویرے مدینہ کی حرہ یعنی سیاہ پتھروں والی زمین تک آ کر آپؐ کا انتظار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دوپہر کے وقت کی گرمی ان کو واپس کرتی تھی ایک دن بڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد وہ واپس لوٹ گئے تھے اور اپنے اپنے گھروں میں ٹھکانا پکڑ چکے تھے کہ ایک یہودی نے اپنے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر چڑھ کر اپنے کسی معاملہ کو دیکھنا چاہتا تھا کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو دیکھ لیا جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور وہ ریتا ان سے دور ہو گیا جس کی وجہ سے کبھی ظاہر ہوتے اور کبھی چھپ جاتے تھے۔ اب بالکل اس کے سامنے آ گئے تھے تو یہودی بے صبر ہو کر اپنی اونچی آواز سے بولا کہ اے عرب کے لوگو! جس اپنے بخت اور نصیبے کا انتظار کرتے تھے وہ آ گیا ہے تو مسلمان ہتھیار لے کر دوڑے۔ اور حرہ کی زمین پر پہنچ کر آپؐ کا استقبال کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے دائیں طرف ہٹ کر بنو عمرو بن عوف میں جا کر اترے۔ یہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ لوگوں کے سلام کا جواب دینے کے لئے حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو گئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چپکے بیٹھے رہے۔ پس انصار میں سے جن لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آ کر سلام کرتے تھے۔ کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ نے آ لیا تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنی چادر سے آپؐ پر سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ ورنہ وہ ابو بکر صدیقؓ کو ہی نبی اللہ سمجھتے رہے بہر حال آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ چودہ راتیں بنو عمرو بن عوف میں قیام پذیر رہے اور اس مسجد قباء کی بنیاد رکھی جس کی پرہیزگاری پر بنیاد رکھی گئی تھی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی تھی بعد ازاں آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل پڑے جب کہ مسلمان لوگ بھی آپؐ کے ہمراہ چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اونٹنی مدینہ منورہ میں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی اور یہ وہ جگہ تھی جہاں ان دنوں مسلمان نماز ادا کرتے تھے۔ جو سہیل اور سہل جو دو یتیم لڑکے اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے یہ ان کے کھجوروں کا کھلیان تھا۔ جب آپ کی اونٹنی اطمینان سے بیٹھ گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہی ہمارا مسکن ہوگا۔ پھر ان دونوں بچوں کو بلوایا اس کھلیان کا ان سے سودا کیا تاکہ اسے مسجد بنایا جائے۔ تو لڑکوں نے کہا ہم بیچتے نہیں بلکہ اسے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھبہ کرتے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ھبہ کے ان سے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کافی لے دے کے بعد آخر آپؐ نے اس قطعہ کو ان سے خرید ہی کر لیا۔ اور مسجد بنانی شروع کر دی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ہمراہ اس کی تعمیر کے لئے اینٹیں اٹھاتے تھے۔ اور اینٹیں اٹھاتے وقت فرماتے تھے کہ یہ بوجھ خیبر والا بوجھ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ہمارے رب کی نیکی کا باعث اور پاکیزہ بوجھ ہے۔ جس کو ہم ثواب حاصل کرنے کے لئے اٹھا رہے ہیں۔ یہ خیبر کا تجارتی مال نہیں ہے جس کو لوگ مدینہ کی منڈی میں اٹھا کر لاتے اور اسے بیچتے تھے اور یہ بھی فرماتے اے اللہ بے شک ثواب تو آخرت کا ہی ثواب ہے۔ پس آپ انصار اور مہاجرین پر رحم فرمائیں۔ اور ایک مسلمان شاعر کے شعر کو پڑھتے تھے۔ جس کا نام انہوں نے میرے سامنے نہیں لیا وہ عبداللہ بن رواحہؓ تھے۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ سوائے ان اشعار بن رواحہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے مکمل شعر کو نہیں پڑھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ وعلف راحلتین الخ صفحہ ۵/۵۵۲ ہجرت کے حکم کے انتظار میں ان کو چراگاہ میں نہیں چھوڑتے تھے۔ اور اسلئے بھی کہ کیکر کے پتے اونٹ کی بہترین اور قوی غذا ہے اور خصوصا اونٹ اور بکری کے لئے افضل کھانا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ توجیہ جو شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے اور کسی شارح کا ذہن اس طرف نہیں گیا۔ البتہ حدیث ام زرع میں **له ابل كثير المبارك الخ** میں ان حضرات نے اس کو بیان کیا ہے۔ اور **حياة الحيوان** میں ہے کہ اونٹ ہمیشہ ان درختوں کے پتوں کو پسند کرتا ہے جس کے لئے کانٹے ہوں۔ اور اس کی انتڑیاں ایسے کھانے کو جلد ہضم کرتی ہیں۔

احث الجهاز کے معنی مولانا مکیؒ نے بیان کئے کہ وہ چیز جو جلدی طیار کی جائے۔ **قطعت** حضرت اسماءؓ نے اپنے کمر بند کو دو ٹکڑوں میں چیر دیا۔ ایک تو اپنے استعمال کے لئے رکھا اور دوسرے ٹکڑے کے پھر دو حصے کر دیئے۔ ایک تھیلے کے بند کرنے کے لئے اور دوسرا برتن کے لئے تھا۔

بغار جبل ثور صفحہ ۲۵/۵۵۳ یہ غار ثور مکہ معظمہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور تفسیر ابوالسعود میں ہے **اذهما فى الغار** غار وہ سوراخ جو جبل ثور کے اوپر والے حصہ میں مکہ کی داھنی جانب تھا۔ جو ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ **فكمنا فيه ثلث ليال الخ** صفحہ ۲۵/۵۵۳ کفار مکہ مکہ کے قرب وجوار میں **حتى الا مكان** ان حضرات کو تلاش کرتے رہے۔ جب وہ مایوس ہو کر واپس ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ حضرات بہت دور چلے گئے ہوں گے۔ تو یہ دونوں حضرات خطرہ کے باوجود امن پا کر وہاں سے نکلے اور اونٹنیوں پر سفر جاری رکھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مسلم شریف میں اس قدر زائد ہے کہ جب کفار کی آوازیں ٹھہر گئیں تو دلیل تیسری رات کی صبح کو اونٹنیاں لے آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر سے نکلتے وقت کفار کے ہر آدمی پر مٹی ڈالی۔ اور اوائل سورۃ یٰسین پڑھتے ہوئے ان کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے گھر پہنچے۔ تو اپنے دریچہ سے نکلتے ہوئے غار ثور میں پہنچے قریش جمع ہوئے راستوں پر آدمی بھیجے اور ان حضرات کو پکڑ لانے والے کے لئے سو اونٹنیوں کا انعام مقرر کیا لیکن انہیں کچھ نہ ملا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ **فقلت انهم يسو ابهم** صفحہ ۱۱/۵۵۴ یہ بات اس نے اس لئے کہی تھی تاکہ اس کے سوا کسی کو ان حضرات کا علم نہ ہو اگر کسی کو علم ہو گیا اور اس سراقہ کے ہمراہ چل نکلا تو وہ انعامی اونٹوں میں شریک ہو جائے گا سراقہ خود سب کو سمیٹنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہا **انطلقو اباعيننا** کہ وہ لوگ اپنی کوئی گم شدہ چیز تلاش کرنے کے لئے گئے ہیں انہیں ہم نے دیکھا خوب پہچانا۔ کیونکہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے گئے ہیں۔ اور دوسری تدبیر یہ کی کہ نیزہ کو ہاتھ میں روکا۔ اس کی نوک کو زمین کی طرف کیا تاکہ کوئی اس کی چمک دیکھ کر دور سے میرے ساتھ شامل نہ ہو جائے اور انعام میں شریک ہو جائے میں سو اونٹ اکیلا لینا چاہتا تھا۔ **من ظهر البيت** گھر کی پچھلی طرف سے اس لئے نکلا تاکہ اس کا راز کسی پر ظاہر نہ ہو جائے۔ **فخططت بزجه الارض** یعنی نیزے کی نوک کو نیچے زمین پر کھینچتا ہوا جا رہا تھا تاکہ کسی کو میرے جانے کا علم نہ ہو۔

اذا لا ثريد يها عثان ساطع غبار کے اٹھنے نے اس پر دلالت کی کہ زمین نے گھوڑے کے پاؤں کو سختی سے پکڑا ہے۔ اگر پکڑ میں سختی نہ ہوتی تو غبار نہ اٹھتا۔ کیونکہ زمین میں دھنس جانے والی چیز جب زمین میں راسخ نہ ہو تو اس کے اکھڑنے سے غبار نہیں اٹھتا۔

مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ زمین میں گھوڑا دو مرتبہ دھنسا تیسری مرتبہ اس نے سوار کو زمین پر پٹخ دیا۔ **كتاب امن** کیونکہ ان واقعات سے سراقہ کو یقین ہو گیا کہ عنقریب مکہ فتح ہو گا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد جب آپ حنین کی لڑائی سے فارغ ہو کر **جعرانه** میں قیام پذیر ہوئے تو سراقہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو وہ والا نامہ نکال کر آپ کے پیش کیا۔ تو آپ نے فرمایا آج اس کے وفا کا دن ہے۔

سمع المسلمون بالمدينة مسلمانان مدینہ نے سنا کہ آپ گم ہو گئے ہیں تو مدینہ والوں کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن ان کو انتظار کرتے کرتے اس لئے دیر ہو گئی کہ آپ تین رات تک غار ثور میں رہے۔ جو ان کے تخمینہ سے زائد دن تھے۔

فعدل بھم آپؐ مدینہ کے راستہ سے اسلئے ہٹ گئے کہ کہیں قریش مکہ تعاقب نہ کریں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انہوں نے آپؐ کو خوب تلاش کیا حتی کہ غار ثور کے منہ پر بھی پہنچے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا کچھ نہ دیکھ سکے۔ مایوس ہو کر واپس گئے۔ اور ہجرت کی رات آپؐ امانات رد کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلا کر آئے تھے۔

ھذہ الحمال لاحمال خیبر صفحہ ۱۳/۵۵۵ مدینہ کے لوگ خیبر سے پھل فروٹ کھجور وغیرہ لا کر بیچتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ اینٹیں جو تم اٹھا رہے ہو یہ خیبر کا بوجھ نہیں بلکہ یہ وہ بوجھ ہیں جو ثواب اور برکت کا باعث ہیں۔

غیرھذہ الابیات حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار ہیں اللھم لولا انت مااھتدینا ولاتصدقنا ولاصلینا اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو نہ ہم ہدایت حاصل کر سکتے تھے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ یہ رجز یہ اشعار تھے جو آپؐ اور صحابہ کرامؓ اینٹیں اٹھاتے وقت پڑھتے تھے۔ علماء کرام نے کافی بحث تمحیص کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ نئے سرے سے شعر کا کہنا تو نبی کی شان کے خلاف ہے البتہ کسی شاعر کے کلام سے استشہاد کرنا ممنوع نہیں ہے۔

حدیث(۳۶۲۵) حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ الخ عَنْ اَسْمَآءَؓ صَنَعْتُ سُفْرَۃً لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍؓ حِیْنَ اَرَادَ الْمَدِیْنَۃَ فَقُلْتُ لِاَبِیْ مَآ اَجِدُ شَیْئًا اَرْبِطُہٗ اِلَّا نِطَاقِیْ قَالَ فَشُقِّیْہِ فَفَعَلْتُ فَسُمِّیْتُ ذَاتَ النِّطَاقَیْنِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَسْمَآءُ ذَاتُ النِّطَاقِ.

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے لئے کھانا تیار کیا۔ جب کہ آپؐ نے مدینہ جانے کا ارادہ فرمایا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے میں تھیلے کو باندھوں سوائے اپنے کمر بند کے جو عورتیں اپنی کمر باندھتی ہیں۔ اس کا ایک حصہ زمین پر لٹکتا ہے۔ اور دوسرا اوسط میں رہتا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا اسے چیر ڈالو۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا جس کی وجہ سے میرا نام ذات النطاقین رکھا گیا۔

حدیث(۳۶۲۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَؓ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ تَبِعَہٗ سُرَاقَۃُ بْنُ مَالِکِ بْنِ جُعْشُمٍ فَدَعَا عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاخَتْ بِہٖ فَرَسُہٗ قَالَ ادْعُ اللّٰہَ لِیْ وَلَا اَضُرُّکَ فَدَعَا لَہٗ قَالَ فَعَطِشَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِرَاعٍ قَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ فَاَخَذْتُ قَدَحًا فَحَلَبْتُ فِیْہِ کُثْبَۃً مِّنْ لَّبَنٍ فَاَتَیْتُہٗ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ.

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف آ رہے تھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم آپؐ کے پیچھے لگا۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا فرمائی تو اس کا گھوڑا اس کو لے کر زمین میں دھنس گیا تو کہنے لگا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کریں میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تو آپؐ نے اس کے لئے دعا فرمائی فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی تو آپ کا گزر ایک گڈریے کے پاس سے ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پیالہ لیا اور اس میں کچھ مقدار دودھ کی دوہ کر لائے۔ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا حتی کہ میں راضی ہو گیا۔ کہ آپؐ نے سیر ہو کر پی لیا۔

حدیث(۳۶۲۷) حَدَّثَنِیْ زَکَرِیَّا بْنُ یَحْیٰی الخ عَنْ اَسْمَآءَؓ اَنَّھَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ الزُّبَیْرِؓ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَاَنَا مُتِمٌّ فَاَتَیْتُ الْمَدِیْنَۃَ فَنَزَلْتُ بِقُبَآءٍ فَوَلَدْتُہٗ بِقُبَآءٍ ثُمَّ اَتَیْتُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُہٗ فِیْ حَجْرِہٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَۃٍ فَمَضَغَھَا ثُمَّ تَفَلَ فِیْ فِیْہِ فَکَانَ اَوَّلُ شَیْءٍ دَخَلَ جَوْفَہٗ رِیْقُ رَسُوْلِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ تَابَعَهُ خَالِدُبْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنْ اَسْمَآءَ اَنَّهَا هَاجَرَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلٰى.

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ فرماتی ہیں کہ میں ہجرت کے لئے اس وقت روانہ ہوئی جب کہ میں حمل کی مدت پوری کرنے والی تھی پس میں مدینہ میں آ کر قباء کے اندر ٹھہری وہیں قباء ہی میں میں نے بچے کو جنم دیا۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر اسے آپ کی جھولی میں ڈال دیا آپ نے کھجور منگوائی اسے چبایا۔ اور بچے کے منہ میں لعاب مبارک کو تھوکا پس پہلی چیز جو عبداللہ بن الزبیر کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا۔ پھر آپ نے کھجور سے اس کی تحنیک کی۔ یعنی چبائے ہو کھجور کو ان کے تالو سے لگایا اس کیلئے دعا فرمائی بارک اللہ کہا۔ اور یہ پہلا بچہ تھا جو اسلام میں ہوا۔ جو مدینہ میں پیدا ہوا۔ خالد بن مخلد نے اس کی متابعت کی ہے۔ اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس وقت ہجرت کی جب کہ وہ حاملہ تھیں۔

حدیث (۳۶۲۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ اَبِي اُسَامَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ اَوَّلُ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ اَتَوْبِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً فَلَاكَهَا ثُمَّ اَدْخَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَاَوَّلُ مَادَخَلَ بَطْنَهُ رِيْقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پہلا پہلا بچہ جو اسلام میں ہجرت کے بعد مہاجرین میں مدینہ کے اندر پیدا ہوا وہ عبداللہ بن الزبیرؓ ہے جسے لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور کا دانہ لے کر اسے چبایا پھر اسے ان کے منہ میں داخل کر دیا۔ تو پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لب مبارک تھا۔

حدیث (۳۶۲۹) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ الخ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ اَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَهُوَمُرْدِفٌ اَبَا بَكْرٍ وَاَبُوْبَكْرٍؓ شَيْخٌ يُعْرَفُ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَابٌّ لَا يُعْرَفُ قَالَ فَيَلْقَى الرَّجُلُ اَبَا بَكْرٍؓ فَيَقُوْلُ يَا اَبَابَكْرٍؓ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِيْنِي السَّبِيْلَ قَالَ فَيَحْسِبُ الْحَاسِبُ اَنَّهُ اِنَّمَا يَعْنِي الطَّرِيْقَ وَاِنَّمَا يَعْنِيْ سَبِيْلَ الْخَيْرِ فَالْتَفَتَ اَبُوْبَكْرٍؓ فَاِذَا هُوَ بِفَارِسٍ قَدْ لَحِقَهُمْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فَارِسٌ قَدْ لَحِقَ بِنَا فَالْتَفَتَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ فَصَرَعَهُ الْفَرَسُ ثُمَّ قَامَتْ تُحَمْحِمُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِيْ بِمَ شِئْتَ قَالَ فَقِفْ مَكَانَكَ لَا تَتْرُكَنَّ اَحَدًا يَلْحَقُ بِنَا قَالَ فَكَانَ اَوَّلَ النَّهَارِ جَاهِدًا عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اٰخِرَ النَّهَارِ مَسْلَحَةً لَهُ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَانِبَ الْحَرَّةِ ثُمَّ بَعَثَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَآءُ وْا اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمُوْا عَلَيْهِمَا وَقَالُوْا ارْكَبَا اٰمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍؓ وَحَفُّوْا دُوْنَهُمَا بِالسِّلَاحِ فَقِيْلَ فِي الْمَدِيْنَةِ جَآءَ نَبِيُّ اللّٰهِ، جَآءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشْرَفُوْا يَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ جَآءَ نَبِيُّ اللّٰهِ جَآءَ نَبِيُّ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ يَسِيْرُ حَتّٰى نَزَلَ جَانِبَ دَارِ اَبِيْ اَيُّوْبَ

فَإِنَّهُ لَيُحَدِّثُ اَهْلَهُ اِذْ سَمِعَ بِهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَهُوَ فِي نَخْلٍ لِاَهْلِهِ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فَعَجَّلَ اَنْ يَضَعَ الَّذِيْ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فِيْهَا فَجَآءَ وَهِيَ مَعَهُ فَسَمِعَ مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ بُيُوْتِ اَهْلِنَا اَقْرَبُ فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَا يَانَبِيَّ اللّٰهِ هٰذِهٖ دَارِيْ وَهٰذَا بَابِيْ قَالَ فَانْطَلِقْ فَهَيِّءْ لَنَا مَقِيْلًا قَالَ قُوْمَا عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ فَلَمَّا جَآءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّكَ جِئْتَ بِحَقٍّ وَقَدْ عَلِمَتْ يَهُوْدُ اَنِّيْ سَيِّدُهُمْ وَابْنُ سَيِّدِهِمْ وَاَعْلَمُهُمْ وَابْنُ اَعْلَمِهِمْ فَادْعُهُمْ فَاسْاَلْهُمْ عَنِّيْ قَبْلَ اَنْ يَّعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنَّهُمْ اِنْ يَّعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ قَالُوْا فِيَّ مَا لَيْسَ فِيَّ فَاَرْسَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَيْلَكُمْ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَ اللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَّاَنِّيْ جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَاَسْلِمُوْا قَالُوْا مَا نَعْلَمُهُ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَا ثَلٰثَ مِرَارٍ قَالَ فَاَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا ذَاكَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمْ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ يَا ابْنَ سَلَامٍ اخْرُجْ عَلَيْهِمْ فَخَرَجَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهُ جَآءَ بِحَقٍّ فَقَالُوْا كَذَبْتَ فَاَخْرَجَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے پیچھے بٹھانے والے تھے حضرت ابوبکرؓ بوڑھے معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ کے بال زیادہ سفید تھے جو پہچانے جاتے تھے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جواں معلوم ہوتے تھے اور غیر مشہور تھے۔ فرماتے ہیں کہ راستہ میں ایک آدمی حضرت ابوبکرؓ کو ملا کہنے لگا اے ابوبکر! یہ کون آدمی ہے جو آپ کے آگے بیٹھا ہے۔ فرمایا یہ وہ آدمی ہے جو مجھے راہ دکھاتا ہے۔ گمان کرنے والے نے سمجھا کہ وہ راستہ مراد لے رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کی مراد بھلائی کا راستہ تھا۔ پس ابوبکر صدیقؓ نے گوشۂ چشم سے دیکھا کہ ایک گھوڑ اسوار نے ان کو آلیا ہے۔ فرمایا یارسول اللہ! یہ گھوڑ اسوار ہم تک آپہنچا ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر متوجہ ہو کر فرمایا اے اللہ اس کو گرادے۔ چنانچہ گھوڑے نے اس کو نیچے پٹخ دیا۔ پھر وہ گھوڑا ہنہناتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تو سوار کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی! جو آپ چاہیں مجھے حکم فرما سکتے ہیں آپؐ نے فرمایا بس تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور کسی کو ہم تک نہ پہنچنے دو راوی کہتے ہیں کہ وہ سوار دن کے اوّل حصہ میں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوشش کرنے والا تھا لیکن دن کے آخری حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہتھیار کا کام دیتا تھا کہ آپ کی طرف سے مدافعت کرنے والا بن گیا۔ بہر حال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے پاس حرہ کی جانب فروکش ہوئے۔ پھر انصار مدینہ کی طرف پیغام بھیجا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آگئے ان دونوں حضرات پر سلام کہا اور کہنے لگے کہ تم بے خوف وخطر سوار ہو جاؤ تمہارے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

ابوبکر صدیقؓ سوار ہوئے۔اور انصار ہتھیار لے کر ان دونوں کو اپنے جلوس میں لے کر روانہ ہوئے پس مدینہ میں یہ نعرہ لگایا جارہا تھا کہ اللہ کا نبی آ گیا اللہ کا نبی آ گیا یعنی اونچی جگہوں پر کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔اور کہتے تھے اللہ کا نبی آ گیا۔اللہ کا نبی آ گیا۔پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی حال میں چلتے چلتے ابوایوب انصاریؓ کے مکان کے کنارے پر آ کر اترے وہ اپنی بیوی کو یہ حدیث بیان کرتے رہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر جب عبداللہ بن سلامؓ نے سنی جب کہ وہ اپنے لوگوں کے ایک کھجور کے باغ میں ان کے لئے کھجوریں چن رہے تھے۔پس جو کچھ وہ کر رہے تھے جلدی جلدی انہیں چن کر ان کو ساتھ لئے ہوئے آئے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر اپنے گھر والوں کے پاس لوٹے۔دریں اثنا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ہمارے لوگوں میں سے کس کا گھر زیادہ قریب ہے۔ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا نبی اللہ! یہ میرا گھر رہا اور یہ میرا دروازہ ہے آپؐ نے فرمایا جلدی جاؤ اور ہمارے لئے قیلولہ کرنے کا انتظام کرو انہوں نے فرمایا اللہ کی برکت سے آپ دونوں حضرات انتظام ہو چکا ہے۔تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عبداللہ بن سلامؓ بھی پہنچ گئے۔فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپ حق کو لے کر آئے ہیں۔اور یہودیوں کو اچھی طرح علم ہے کہ میں خود ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں اور میں ان میں سے زیادہ علم والا ہوں اور زیادہ علم رکھنے والے کا بیٹا ہوں۔آپؐ ان کو بلا کر میرے بارے میں ان سے پوچھیں۔اس سے پہلے کہ ان کو علم ہو جائے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں کیونکہ وہ پھر میرے بارے میں وہ باتیں کہیں گے جو میرے اندر نہیں ہیں۔چنانچہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس پیغام بھیجا وہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بیٹھ گئے۔آپؐ نے ان سے فرمایا۔اے گروہ یہود تمہارے لئے خرابی ہو۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔اور تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔تو تمہارے پر حق کو لے کر آیا ہوں پس تم اسلام لے آؤ انہوں نے کہا ہم تو اس بات کو نہیں جانتے یہ بات انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ کہی۔پھر آپؐ نے پوچھا اچھا یہ بتلاؤ عبداللہ بن سلام تمہارے اندر کس پوزیشن کے آدمی ہیں۔کہنے لگے وہ ہمارے سردار ہیں۔ہمارے سردار کے بیٹے ہیں ہمارے بہت بڑے عالم ہیں اور بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔آپؐ نے فرمایا بتلاؤ! اگر وہ مسلمان ہو جائیں۔انہوں نے کہا اللہ اسے بچائے وہ مسلمان ہونے والے نہیں ہیں پھر آپؐ نے پوچھا اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو انہوں نے کہا اللہ انہیں بچائے وہ مسلمان ہونے والے نہیں ہیں آپؐ نے پھر تیسری مرتبہ پوچھا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو کہنے لگے اللہ انہیں بچائے وہ مسلمان ہونے والے نہیں ہیں۔آپؐ نے فرمایا اے ابن سلام باہر آؤ اور ان کو بتلاؤ چنانچہ وہ باہر آئے اور کہنے لگے اے یہودیوں کی جماعت! اللہ سے ڈرو! پس قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ہے اور تمہیں خوب علم ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور حق کو لے کر آئے ہیں۔کہنے لگے کہ تو نے جھوٹ کہا۔جس پر آپؐ نے ان کو نکلوا دیا۔

حدیث (۳۶۳۰) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ عُمَرَؓ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ فِيْ اَرْبَعَةٍ وَفَرَضَ لِابْنِ عُمَرَؓ ثَلٰثَةَ اٰلَافٍ وَخَمْسَ مِائَةٍ فَقِيْلَ لَهٗ هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهٗ مِنْ اَرْبَعَةِ اٰلَافٍ فَقَالَ اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبَوَاهُ يَقُوْلُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ۔

ترجمہ۔حضرت عمر بن الخطابؓ نے اوّل مہاجرین کیلئے چار چار ہزار وظیفہ مقرر کیا تھا اور ابن عمرؓ کیلئے ساڑھے تین ہزار مقرر فرمایا۔آپ سے کہا گیا کہ وہ بھی تو مہاجرین میں سے ہے چار ہزار سے ان کا وظیفہ کیوں کم کر دیا فرمایا اس نے ماں باپ کے ہمراہ ہجرت کی ہے فرماتے تھے ایسا شخص اس مہاجر کی طرح نہیں ہو سکتا جس نے تن تنہا ہجرت کی ہے اس لئے کمی کر دی۔

حدیث(۳۶۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَحَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ وَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَضَى لَمْ يَأْكُلْ مِنْ اَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ شَيْئًا نُكَفِّنُهُ فِيهِ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ فَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهُ فَاَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَاْسَهُ بِهَا وَنَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنْ اِذْخَرٍ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا.

ترجمہ۔حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی جس سے ہمارا مقصد صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا تھا۔ہمیں اللہ کے فضل سے امید ہے کہ ہمارا ثواب اللہ کے ذمہ واجب ہوگیا پس ہم میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی نہیں کھایا۔ان میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تو ہمیں ان کے اسباب میں کوئی چیز ایسی نہ ملی جس میں ہم ان کو کفناتے مگر ایک بدرنگ چادر تھی۔جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانکتے تھے تو اس کے پاؤں کھل جاتے تھے اور جب ہم ان کے پاؤں ڈھانکتے تو ان کا سر کھل جاتا تھا۔جس پر ہمیں رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانک لیں اور ان کے پاؤں پر اذخر بوٹی ڈال دیں۔اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے اجر کا پھل پک چکا ہے جس سے وہ فائدہ حاصل کررہے ہیں۔

حدیث(۳۶۳۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الخ حَدَّثَنِي اَبُوبُرْدَةَ بْنِ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ هَلْ تَدْرِي مَا قَالَ اَبِي لِاَبِيكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِي قَالَ لِاَبِيكَ يَا اَبَا مُوسَى هَلْ يَسُرُّكَ اِسْلَامُنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتُنَا وَجِهَادُنَا مَعَهُ وَعَمَلُنَا كُلُّهُ مَعَهُ يَرْدُ لَنَا وَاِنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبِي لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيرًا وَاَسْلَمَ عَلَى اَيْدِينَا بَشَرٌ كَثِيرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُو ذٰلِكَ فَقَالَ اَبِي لٰكِنِّي اَنَا وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرَؓ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَاِنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهُ نَجَوْنَا كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ اَبِي.

ترجمہ۔ابو بردۃ بن ابی موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ میرے باپ نے تیرے باپ سے کیا کہا۔میں نے کہانہیں فرمایا کہ میرے باپ نے تیرے باپ سے یہ کہا کہ اے ابوموسیٰ! کیا یہ بات آپ کے لئے خوشی کا باعث ہوگی۔آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔کے ہمراہ ہمارا اسلام لانا اور آپؐ کے ہمراہ ہمارا ہجرت کرنا اور آپؐ کے ہمراہ ہمارا جہاد کرنا بلکہ ہمارے تمام اعمال آپؐ کے ہمراہ ہمارے لئے ٹھنڈک کا باعث ہیں۔ثابت اور ہمیشہ ہیں اور وہ تمام اعمال جو ہم نے آپؐ کے بعد کئے ہیں اگر ہم ان سے پورے پورے چھوٹ جائیں تو غنیمت ہے۔لیکن میرے باپ نے کہانہیں۔اللہ کی قسم! ہم نے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کیا ہم نے نمازیں پڑھیں روزے رکھے اور بھی بہت سے نیکی کے کام کئے اور ہمارے ہاتھوں پر بہت سے انسانوں نے اسلام قبول کیا ہے بیشک ہم ان کے ثواب کی امید رکھتے ہیں۔جس پر میرے باپ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں عمر کی جان ہے۔میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ پہلے اعمال تو ہمارے لئے ٹھنڈک کا باعث ہیں اور وہ تمام اعمال جو ہم نے آپؐ کے بعد کئے ہیں اگر ہم ان سے پورے پورے نجات پاجائیں تو غنیمت

ہے۔ میں نے کہا واللہ تیرا باپ میرے باپ سے اچھا رہا۔ یہ کسر نفسی کی بنا پر تھا۔ یا یہ کہ انسان سے نیک عمل میں کوئی نہ کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے۔ واقعی کلام السادات سادات الکلام اور حضرت عمرؓ تو وہ ہیں جو ناطقا بالصدق و الصواب ہیں۔

حدیث (۳۶۳۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحِ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ اِذَا قِيلَ لَهُ هَاجَرَ قَبْلَ اَبِيهِ يَغْضَبُ قَالَ وَقَدِمْتُ اَنَا وَعُمَرُؓ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْنَاهُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا اِلَى الْمَنْزِلِ فَاَرْسَلَنِيْ عُمَرُؓ وَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ هَلِ اسْتَيْقَظَ فَاَتَيْتُهُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَبَايَعْتُهُ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلٰى عُمَرَؓ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَانْطَلَقْنَا اِلَيْهِ نُهَرْوِلُ هَرْوَلَةً حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِ فَبَايَعَهُ ثُمَّ بَايَعْتُهُ.

ترجمہ۔ ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے سنا جب ان سے کہا جاتا کہ انہوں نے اپنے باپ سے پہلے ہجرت کی ہے۔ تو وہ غضب ناک ہو جاتے تھے۔ فرماتے کہ واقعہ یہ ہے کہ میں اور میرے باپ حضرت عمرؓ اکٹھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپؐ اس وقت قیلولہ فرما رہے تھے تو ہم اپنے گھر واپس چلے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے مجھے بھیجا اور فرمایا جا کر دیکھو کہ آپؐ بیدار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ میں آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور بیعت کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس جا کر ان کو خبر دی کہ آپؐ بیدار ہو چکے ہیں۔ تو ہم اکٹھے آپ کی طرف چلے حضرت عمرؓ جلدی جلدی چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس جا کر بیعت کر لی۔ پھر میں نے دوبارہ بیعت کی تو اس سے وہم دور ہو گیا کہ اپنے باپ سے پہلے ہجرت نہیں کی بلکہ بیعت پہلے کی ہے اور وہ بیعت ہجرت نہیں تھی کوئی اور تھی۔

حدیث (۳۶۳۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ يُحَدِّثُ قَالَ ابْتَاعَ اَبُوْبَكْرٍؓ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا فَحَمَلْتُهُ مَعَهُ قَالَ فَسَاَلَهُ عَازِبٌ عَنْ مَسِيْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُخِذَ عَلَيْنَا بِالرَّصَدِ فَخَرَجْنَا لَيْلًا فَاَحْثَثْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ ثُمَّ رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ فَاَتَيْنَاهَا وَلَهَا شَيْءٌ مِنْ ظِلٍّ قَالَ فَفَرَشْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْوَةً مَعِيَ ثُمَّ اضْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ قَدْ اَقْبَلَ فِيْ غُنَيْمَةٍ يُرِيْدُ مِنَ الصَّخْرَةِ مِثْلَ الَّذِيْ اَرَدْنَا فَسَاَلْتُهُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ اَنَا لِفُلَانٍ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ فِيْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لَهُ هَلْ اَنْتَ حَالِبٌ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ فَقُلْتُ لَهُ انْفُضِ الضَّرْعَ قَالَ فَحَلَبَ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ وَمَعِيَ اِدَاوَةٌ مِنْ مَّاءٍ عَلَيْهَا خِرْقَةٌ قَدْ رَوَّاْتُهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهُ ثُمَّ اَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ ارْتَحَلْنَا وَالطَّلَبُ فِيْ اَثَرِنَا قَالَ الْبَرَآءُ فَدَخَلْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍؓ عَلٰى اَهْلِهِ فَاِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَتْهَا حُمّٰى فَرَاَيْتُ اَبَاهَا فَقَبَّلَ خَدَّهَا وَقَالَ كَيْفَ اَنْتِ يَا بُنَيَّةُ.

ترجمہ۔ حضرت براءؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عازبؓ سے ایک کجاوہ (یا کھٹرا) خرید کیا۔ میں آپ کے ہمراہ اس کو اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ کہ حضرت عازبؓ نے ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کا حال پوچھا انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پیچھے تاک رکھنے والے لگے ہوئے تھے تو غار سے ہم لوگ رات کے وقت نکلے۔ دن رات برابر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ دوپہر کا وقت آ گیا تو ہمارے

سامنے ایک بڑا پتھر ظاہر ہوا۔ ہم اس کے پاس پہنچے تو اس کا کچھ نہ کچھ سایہ تھا تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیا جو میرے ہمراہ تھا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے میں ارد گرد کو جھاڑنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گڈریا بکریاں لے کر آ رہا ہے اس پتھر سے اس کا مقصد بھی وہی سایہ حاصل کرنا تھا جو ہمارا مقصد تھا۔ میں نے اس سے پوچھا اے لڑکے! تو کس کا نوکر ہے اس نے بتلایا کہ فلاں شخص کا جس کو میں پہچانتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تیری بکریاں دودھ دیتی ہیں اس نے کہا ہاں میں نے کہا کیا دستور کے مطابق ہم مسافروں کے لئے دودھ نکال دے گا اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری لی۔ میں نے اس سے کہا ذرا تھن کو جھاڑ لینا۔ بہر حال اس نے دودھ کی کچھ مقدار دوہ کر ہمیں دے دی۔ میرے پاس پانی کا ایک برتن تھا جس پر ایک کپڑے کی ٹاکی تھی جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس پر باندھ رکھا تھا۔ میں نے دودھ پر پانی انڈیل دیا تاکہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو کر جھاگ بیٹھ جائے۔ پھر اس کو میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اسے نوش فرمائیں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیا۔ حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا۔ پھر ہم نے کوچ کیا اور تلاش کرنے والے ہمارے نقش قدم پر آ رہے تھے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں تو میں حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ ان کے اہل وعیال میں پہنچا پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ تو میں نے آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کو دیکھا کہ وہ لیٹی ہوئی ہیں۔ جب کہ اسے سخت بخار چڑھا ہوا ہے۔ میں نے اس کے باپ کو دیکھا کہ اس نے اپنی بیٹی کے رخسارے کا بوسہ لیا اور پوچھا بیٹی اب کیسی ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ قال البراء فدخلت صفحہ ۱۳/۵۵۷ حضرت براءؓ کجاوہ اٹھوا کر لے جا رہے تھے اور ان کا باپ عازبؓ اس کی قیمت وصول کرنے جا رہے تھے۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث کا اس قدر حصہ امام بخاریؒ نے صرف اس جگہ ذکر فرمایا ہے۔ اور حضرت براءؓ کا ابوبکر صدیقؓ کے اہل وعیال کے پاس جانا یا تو نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے یا یہ کہ حضرت براءؓ ابھی تک بالغ نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ بھی بالغ نہ تھیں۔

حدیث (۳۶۳۵) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍ خَادِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِيْ اَصْحَابِهٖ اَشْمَطُ غَيْرَ اَبِيْ بَكْرٍ فَغَلَّفَهَا بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ وَقَالَ دُحَيْمٌ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ اَسَنَّ اَصْحَابِهٖ اَبُوْبَكْرٍ فَغَلَّفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ حَتّٰى قَنَالَوْنُهَا.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خادم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ کے اصحاب میں سوائے ابوبکرؓ کے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اشمط ہو۔ اشمط وہ شخص ہے جس کے سر کے بال کچھ سفید ہوں جو سیاہ بالوں میں ملے ہوئے ہوں۔ تو جناب ابوبکرؓ نے ان سفید بالوں کو مہندی اور وسمہ سے چھپا لیا تھا۔ دحیم اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے زیادہ عمر رسیدہ کوئی نہیں تھا۔ سن رسیدہ صرف یہی تھے جنہوں نے مہندی اور وسمہ سے سفید بالوں کو چھپا لیا تھا یہاں تک کہ ان کا رنگ سرخ ہو گیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ سے دو سال بڑے تھے لیکن شکل وصورت کے اعتبار سے نوجوان لگتے تھے۔

حدیث (۳۶۳۶) حَدَّثَنَا اَصْبَغُ الخ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِّنْ كَلْبٍ يُّقَالُ لَهَا اُمُّ بَكْرٍ فَلَمَّا هَاجَرَ اَبُوْبَكْرٍ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا هٰذَا الشَّاعِرُ الَّذِيْ قَالَ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةَ رَثّٰى كُفَّارَ قُرَيْشٍ

وَمَاذَا بِالْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ مِنَ الشِّيزَى تُزَيَّنُ بِالسَّنَامِ

وماذابالقليب قليب بدر من القيناتو الشرب الكرام

تحيى بالسلامة ام بكر وهل لى بعد قومى من سلام

يُحَدِّثُنَا الرسول بان سنحي وكيف حياة اصداء وهام

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میرے باپ حضرت ابوبکرؓ نے قبیلہ بنو کلب کی ایک عورت سے نکاح کیا تھا جسے ام بکر کہا جاتا تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت کی تو اسے طلاق دے دی۔ جس سے اس کے چچازاد بھائی شداد نامی اس شاعر نے نکاح کیا۔ جس نے کفار قریش کے بارے میں یہ قصیدہ کہا ہے۔ ترجمہ اشعار بدر کے اندر کے اندھے کنوئیں میں جس میں صنادید قریش کی لاشوں کو بحکم نبوی ڈالا گیا تھا اس کے متعلق شاعر کہتا ہے کہ بدر کے بے من والے کنوئیں میں یہ کیا ہو رہا ہے۔ جس نے ہمیں بڑے بڑے پیالوں سے محروم کر دیا جن کو اونٹوں کی کوہان کے گوشت سے بارونق کیا جاتا تھا۔ اور یہ قلیب بدر میں کیا ہو رہا ہے جس نے ہمیں گانے والی باندیوں اور شراب خور معزز سرداروں سے محروم کر دیا ہے۔ ام بکر ہمیں سلامتی کی دعا کرتی ہے۔ میری قوم کے مرجانے کے بعد میرے لئے کیا سلامتی ہوسکتی ہے۔ رسول اللہ ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم عنقریب زندہ کئے جائیں گے۔ اُلو بن جانے کے بعد زندگی کیسے ہوگی۔

عرب کے لوگ حشر ونشر کے تو قائل نہیں تھے۔ البتہ اتنا عقیدہ رکھتے تھے کہ مرنے کے بعد مقتول کے سر سے اس کی روح ایک پرندہ کی شکل میں نکل کر العطش کہتی رہتی ہے۔ جب تک کہ اس کے خون کا بدلہ نہ لیا جائے۔ صداء وہ پیاس۔ اور ھام وہ پرندہ جو کھوپری سے نکلتا ہے۔ شداد شاعر کے متعلق ہے کہ مسلمان ہوا پھر مرتد ہوگیا۔

شیخری آبنوس کا درخت جس سے کھانے کے لئے بڑے بڑے پیالے یا تغار بنائے جاتے تھے۔ ان بڑے بڑے پیالوں میں اونٹ کے کوہان کے گوشت کو سجا کر مہمانوں کے سامنے رکھتے تھے۔ نوجوان باندیاں گانا گاتی تھیں اور یہ شرفاء شراب پیتے تھے۔ شاعر ان کو یاد کر رہا ہے۔ اور ھام سر کی کھوپڑی اور صداء وہ پرندہ جو اس کھوپڑی سے نکل کر رات کو اڑتا رہتا ہے۔ جسے اُلو کہتے ہیں۔

غرض شاعر یہ ہے کہ جب انسان کی روح پرندہ بن کر اڑ گئی تو اب دوسری مرتبہ کیسے زندہ ہوگا۔ وہ پرندہ اُلو ہے جو منحوس سمجھا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ حناء و کتم مہندی اور وسمہ سے خضاب لگانا ممنوع نہیں ہے۔ جب تک وہ سیاہی پیدا نہ کرے۔ یا یہ کہ دونوں کا مجموعہ سیاہی تک نہ پہنچ جائے کہ اس پر وسمہ کا غلبہ ہو جائے۔ یا یہ کہ دونوں باری باری لگائے جائیں۔ ایک دن مہندی اور دوسرے دن وسمہ لگایا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کتم کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ نیل ہے۔ بعض نے کہا یمن میں ایک بوٹی ہے جو بالوں کو کالا کر دیتی ہے۔ بعض نے کہا قریش کی مہندی ہے جو زرد رنگ کر دیتی ہے۔

علم یورث سوادا یعنی جب یہ وسمہ سیاہ رنگ پیدا نہ کرے جیسا کہ آخر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قنا لونھا کہ اس کا رنگ سرخ ہوگیا۔ تو سیاہ رنگ سے اجتناب کیا جائے۔

حدیث(۳۶۳۷) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍؓ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْغَارِ فَرَفَعْتُ رَاْسِىْ فَاِذَا اَنَا بِاَقْدَامِ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَانَبِىَّ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ بَعْضَهُمْ طَاْطَاْ بَصَرَهٗ

رَانَا قَالَ اسْکُتْ یَا اَبَابَکْرٍ اِثْنَانِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا.

ترجمہ۔حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ میں غار میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا میں نے اوپر کو سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے قوم قریش کے قدم نظر آئے۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی! اگر ان میں سے کوئی شخص نظر گھماتے ہوئے نیچے کو نگاہ کرلے تو ہمیں دیکھ لے گا آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ چپ رہو ہم دو ہیں تیسرا ہمارے ساتھ اللہ ہے ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

حدیث(۳۶۳۸) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ حَدَّثَنِی اَبُوْسَعِیْدٍؓ قَالَ جَآءَ اِعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ عَنِ الْھِجْرَۃِ فَقَالَ وَیْحَکَ اِنَّ الْھِجْرَۃَ شَاْنُھَا شَدِیْدٌ فَھَلْ لَّکَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتُعْطِیْ صَدَقَتَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَحْلِبُھَا یَوْمَ وُرُوْدِھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَآءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَنْ یَّتِرَکَ مِنْ عَمَلِکَ شَیْئًا.

ترجمہ۔حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے آپؐ سے ہجرت کی اجازت مانگی آپؐ نے فرمایا تیرے لئے افسوس ہے۔ ہجرت کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ کیا تیرے اونٹ ہیں اس نے کہا ہاں! آپؐ نے پوچھا کہ اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو اس نے کہا ہاں! آپؐ نے پوچھا کہ کیا کسی مسافر کو یا غریب کو ان میں سے کوئی اونٹنی دودھ پینے کے لئے دے دیا کرتے ہو اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے پوچھا جس دن گھاٹ پر پانی پلانے کیلئے ان کو لاتے ہو تو کیا وہاں کے فقراء کیلئے اس کا دودھ دوہا کرتے ہو اس نے کہا ہاں فرمایا بس تم ان سمندروں کے پیچھے پار جہاں چاہو اپنا عمل جاری رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ دیہاتی لوگ چونکہ ہجرت پر صبر نہیں کر سکتے اس لئے آپؐ نے اسے ہجرت سے روکا۔ جیسا کہ ایک دیہاتی کو بخار ہو گیا تو بیعت توڑ کر چلا گیا۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ مدینہ کی سختیاں برداشت نہیں کر سکیں گے اس لئے ہجرت نہ کریں۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ہجرت اہل حاضرہ پر تھی۔ اہل بادیہ پر واجب نہیں تھی۔

بَابُ مَقْدَمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہِ الْمَدِیْنَۃَ

ترجمہ۔جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرامؓ کا مدینہ کی طرف آنا

حدیث(۳۶۳۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ الخ سَمِعَ الْبَرَآءَؓ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَیْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍؓ وَابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍؓ ثُمَّ قَدِمَ عَلَیْنَا عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍؓ وَبِلَالٌؓ.

ترجمہ۔حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ پہلے پہل جو شخص ہمارے پاس آیا وہ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور عبداللہ بن ام مکتومؓ ہیں۔ پھر ہمارے پاس حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت بلال تشریف لائے۔

حدیث(۳۶۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍؓ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَیْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍؓ وَّابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍؓ وَکَانَا یُقْرِئَانِ النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌؓ وَسَعْدٌؓ وَّعَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍؓ ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِیْ عِشْرِیْنَ مِنْ عِشْرِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْتُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ فَرَحَھُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ حَتّٰی جَعَلَ الْاِمَآءُ یَقُلْنَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا قَدِمَ حَتّٰی قَرَأْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی فِیْ سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ.

ترجمہ۔حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ پہلے پہل جو شخص ہمارے پاس مدینہ میں آیا وہ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ ہیں جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے پھر حضرت بلالؓ سعد بن ابی وقاصؓ۔عمار بن یاسرؓ تشریف لائے۔پھر حضرت عمر بن الخطابؓ بیس اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تشریف لائے۔پھر خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔میں نے اہل مدینہ کو کبھی کسی چیز پر اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جس قدر ان کو خوشی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے ہوئی یہاںتک کہ باندیاں کہتی پھرتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپؐ تشریف نہ لائے یہاں تک کہ میں نے مفصلات کی صورتوں میں سے سبح اسم ربک الاعلی پڑھ لی تھی۔

حدیث(۳۶۴۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ عَآئِشَۃَؓ اَنَّھَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وُعِکَ اَبُوْبَکْرٍؓ وَّبِلَالٌؓ قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَیْھِمَا فَقُلْتُ یَا اَبَتِ کَیْفَ تَجِدُکَ وَیَا بِلَالُؓ کَیْفَ تَجِدُکَ فَکَانَ اَبُوْبَکْرٍؓ اِذَا اَخَذَتْہُ الْحُمّٰی یَقُوْلُ.

کُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِیْ اَھْلِہٖ ‌ ‌ ‌ ‌ وَالْمَوْتُ اَدْنٰی مِنْ شِرَاکِ نَعْلِہٖ

وَکَانَ بِلَالٌ اِذَا اَقْلَعَ عَنْہُ الْحُمّٰی یَرْفَعُ عَقِیْرَتَہٗ وَیَقُوْلُ.

اَلَا لَیْتَ شِعْرِیْ ھَلْ اَبِیْتَنَّ لَیْلَۃً ‌ ‌ ‌ ‌ بِوَادٍ وَّحَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَّجَلِیْلٌ

وَھَلْ اَرِدَنْ یَوْمًا مِیَاہَ مَجَنَّۃٍ ‌ ‌ ‌ ‌ وَھَلْ یَبْدُوَنْ لِیْ شَامَۃٌ وَّطَفِیْلٌ

قَالَتْ عَآئِشَۃُؓ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ اللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَحُبِّنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْھَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِھَا وَمُدِّھَا وَانْقُلْ حُمَّاھَا فَاجْعَلْھَا بِالْجُحْفَۃِ.

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ سخت بخار میں مبتلا ہو گئے۔فرماتی ہیں میں ان دونوں کے پاس بیمار پرسی کیلئے حاضر ہوئی تو میں نے پوچھا اے ابا جان! اب آپ کیسے ہیں۔اور اے بلالؓ! آپ کیسے ہیں۔فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جب بخار میں مبتلا ہوتے تو یہ شعر پڑھتے۔(ترجمہ) ہر آدمی صبح کے وقت اپنے اہل وعیال میں صحیح سالم ہوتا ہے کہ موت اس کے جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتی ہے۔اور حضرت بلالؓ جب بخار سے افاقہ حاصل کرتے تو اپنے رونے والی آواز کو اونچا کر کے کہتے۔خبردار کاش مجھے علم ہوتا کہ کیا کوئی رات میں وادی مکہ میں جا کر گزاروں گا کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل بوٹیاں ہوتیں اور کیا میں کسی دن مجنہ مقام پر جا کر پانی پینے کے لئے جاؤں گا۔اور کیا میرے لئے شالہ اور طفیل پہاڑ بھی ظاہر ہوں گے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپؐ نے دعا مانگی۔اے اللہ ہمیں مدینہ بھی ایسا محبوب بنا دے جیسا کہ ہم مکہ سے محبت کرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت محبت کرنے والے ہوں اور اس کو بیماریوں اور وباؤں سے صحت افزا مقام بنا دے۔اور ہمارے لئے اس کے صاع اور مد میں برکت پیدا فرما دے اور اس کے بخار کو نقل کر کے جحفہ مقام یہود پر ڈال دے۔

حدیث(۳۶۴۲) حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰہِ بْنَ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ اَخْبَرَہٗ قَالَ

دَخَلْتُ عَلٰى عُثْمَانَ وَقَالَ بِشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ الخ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاٰمَنَ بِمَا بُعِثَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَاجَرْتُ هِجْرَتَيْنِ وَنِلْتُ صِهْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَابَعَهٗ اِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ.

ترجمہ۔ عبیداللہ بن عدیؒ فرماتے ہیں ولید بن عقبہ کے بارے میں میں حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد فرمایا امابعد بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا۔ اور جس شریعت کو لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس پر ایمان لے آیا پھر دو ہجرتیں کیں۔ ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل کیا۔ اور آپ کی بیعت کی پس اللہ کی قسم! نہ تو میں نے آپ کی نافرمانی کی اور نہ ہی خیانت برتی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی اسحاق کلبی نے اس کی متابعت کی ہے۔

حدیث(۳۶۴۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ ابْنَ عَوْفٍؓ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ بِمِنًى فِيْ اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا عُمَرُؓ فَوَجَدَنِيْ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاءَ النَّاسِ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَمْهَلَ حَتّٰى تَقْدَمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ وَتَخْلُصَ لِاَهْلِ الْفِقْهِ وَاَشْرَافِ النَّاسِ وَذَوِيْ رَأْيِهِمْ قَالَ عُمَرُؓ لَاَقُوْمَنَّ فِيْ اَوَّلِ مَقَامٍ اَقُوْمُهٗ بِالْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اپنے اس آخری حج سے منیٰ میں اپنے اہل وعیال کے اندر واپس آئے اور یہ حضرت عمرؓ کا آخری حج تھا جب انہوں نے مجھے پایا تو ایک اعلان کرنے کا مشورہ کیا (جبکہ ایک آدمی نے منیٰ میں یہ کہا تھا کہ اگر حضرت عمرؓ کی وفات ہوگئی تو میں فلاں شخص کی بیعت کروں گا جس پر حضرت عمرؓ ناراض ہوئے اور فرمایا انشاءاللہ آج میں عشاء کے بعد لوگوں کو خطاب کروں گا) تو حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیرالمؤمنین! کہ حج کا موسم ہر کہہ مہ کو جمع کرتا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ دیر کریں۔ جب مدینہ تشریف لائیں جو کہ دارالھجرت ہے اور سنت نبوی کا مرکز ہے۔ اور وہاں آپ اہل فقہ شرفاء اور اصحاب رائے حضرات کے پاس پہنچیں تو وہاں خطاب کریں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پہلا مقام جہاں میں کھڑے ہو کر یہ خطاب کروں گا تو میں مدینہ میں کھڑا ہوں گا۔

حدیث(۳۶۴۴) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ اِمْرَاَةً مِنْ نِّسَآئِهِمْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَلَهُمْ فِي السُّكْنٰى حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْاَنْصَارُ عَلٰى سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ اُمُّ الْعَلَاءِ فَاشْتَكٰى عُثْمَانُ عِنْدَنَا فَمَرَّضْتُهٗ حَتّٰى تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِيْ اَثْوَابِهٖ فَدَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّآئِبِ شَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَايُدْرِيْكِ اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهٗ قَالَتْ قُلْتُ لَآ اَدْرِيْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ قَالَ اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَآءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِيْنُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْلَهُ الْخَيْرَ وَمَا اَدْرِيْ وَاللّٰهِ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَايُفْعَلُ بِيْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا اُزَكِّيْ

اَحَدًا بَعْدَهُ قَالَتْ فَاَحْزَنَنِیْ ذَالِکَ فَنِمْتُ فَاُرِیْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ عَیْنًا تَجْرِیْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ذٰلِکَ عَمَلُهُ.

ترجمہ۔حضرت خارجہ بن زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام العلاءؓ جو ہم انصار کی عورتوں میں سے ایک عورت تھی جس نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی وہ خبر دیتی ہیں کہ جب مہاجرین کی رہائش کے لئے انصار میں قرعہ اندازی ہوئی تو حضرت عثمان بن مظعونؓ کا رہائشی قرعہ ان کے نام نکلا۔ام العلاءؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عثمان بن مظعون بیمار ہو گئے۔میں نے ان کی خوب تیمارداری کی یہاں تک کہ وہ بے چارے وفات پا گئے ہم نے ان کو ان کے اپنے کپڑوں میں دفن کیا پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے کہا اے ابوالسائب یہ حضرت عثمانؓ کی کنیت تھی میں تیرے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بڑا اعزاز بخشا ہے۔جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اعزاز واکرام سے نوازا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں پھر کون اعزاز والا ہوگا اگر یہ مکرمین میں سے نہیں ہے۔آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! موت تو اس پر آ گئی۔اور میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی امید رکھتا ہوں لیکن اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔حضرت ام العلاءؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے کسی کو پاکباز قرار نہیں دیا۔وہ فرماتی ہیں کہ اس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے میں غمناک ہوگئی۔مجھے نیند آ گئی تو مجھے حضرت عثمان بن مظعونؓ کے لئے ایک چالو چشمہ دکھایا گیا۔میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کی اطلاع کی تو آپؐ نے فرمایا یہ اس کا عمل ہے جو اس طرح تمہیں دکھایا گیا ہے۔حضرت عثمان بن مظعونؓ تیرہ مسلمانوں کے بعد اسلام لائے۔دونوں ہجرتیں کیں بدر میں حاضری دی۔اور یہ پہلے مہاجر صحابی ہیں جن کی مدینہ میں وفات ہوئی۔آپ کی وفات ۲ھ میں ہوئی۔

حدیث(۳۶۴۵) حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ کَانَ یَوْمُ بُعَاثَ یَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَاتُهُمْ فِیْ دُخُوْلِهِمْ فِی الْاِسْلَامِ.

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جنگ بعاث کو اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقدم فرمایا تا کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہوں۔چنانچہ جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ان اوس وخزرج کے اشراف اور سادات بڑے بڑے چوہدری جو اسلام لانے میں رکاوٹ بن سکتے تھے وہ کچھ اشراف تتر بتر ہو گئے۔اور ان کے سردار قتل ہو چکے تھے۔

حدیث (۳۶۴۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ اَنَّ اَبَا بَکْرٍؓ دَخَلَ عَلَیْهَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا یَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اُضْحٰی وَعِنْدَهَا قَیْنَتَانِ تُغَنِّیَانِ بِمَا تَقَاذَفَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ بُعَاثٍ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ مِزْمَارُ الشَّیْطٰنِ مَرَّتَیْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمَا یَا اَبَابَکْرٍؓ اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَاِنَّ عِیْدَنَا هٰذَا الْیَوْمُ.

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس تشریف لائے۔جب کہ فطر یا اضحیٰ کے دن آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور ان کے پاس دو لڑکیاں وہ گانا گا رہی تھیں جو انصار نے یوم بعاث میں جنگی ترانے گائے تھے ابوبکرؓ نے دو مرتبہ فرمایا یہ تو شیطان کا باجا ہے کیوں بج رہا ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! ان بچیوں کو چھوڑ دو بے شک ہر قوم کیلئے خوشی کا دن ہوتا

ہے۔ ہمارے لئے آج کا دن خوشی کا دن ہے۔

صوفیہ نے اس حدیث سے سماع بالالۃ وبغیر الالۃ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ دولڑکیاں گا رہی تھیں اور وہ بھی جنگی ترانے اور شجاعت کی باتیں تھیں۔ اس سے بالغوں کے لئے جواز سماع کیسے ثابت ہوا۔ جب کہ من یشتری لھو الحدیث قرآنی آیت سے بھی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ جس کی تفسیر غناء ہے۔

حدیث(۳۶۴۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ الخ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ نَزَلَ فِیْ عِلْوِ الْمَدِیْنَۃِ فِیْ حَیٍّ یُقَالُ لَھُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ فَاَقَامَ فِیْھِمْ اَرْبَعَ عَشَرَۃَ لَیْلَۃً ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی مَلَاءِ بَنِی النَّجَّارِ قَالَ فَجَآءُوْا مُتَقَلِّدِیْ سُیُوْفِھِمْ قَالَ وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ وَاَبُوْبَکْرٍؓ رِدْفُہٗ وَمَلَاءُ بَنِی النَّجَّارِ حَوْلَہٗ حَتّٰی اَلْقٰی بِفِنَآءِ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ فَکَانَ یُصَلِّیْ حَیْثُ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ وَیُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ قَالَ اِنَّہٗ اُمِرَ بِبِنَآءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰی مَلَاءِ بَنِی النَّجَّارِ فَجَآءُوْا فَقَالَ یَابَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ حَآئِطَکُمْ ھٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰہِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَہٗ اِلَّا اِلَی اللّٰہِ قَالَ فَکَانَ فِیْہِ مَا اَقُوْلُ لَکُمْ کَانَتْ فِیْہِ قُبُوْرُ الْمُشْرِکِیْنَ وَکَانَتْ فِیْہِ خَرِبٌ وَکَانَ فِیْہِ نَخْلٌ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِکِیْنَ فَنُبِشَتْ وَبِالْخَرِبِ فَسُوِّیَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ قَالَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَۃَ الْمَسْجِدِ قَالَ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَیْہِ حِجَارَۃً قَالَ جَعَلُوْا یَنْقُلُوْنَ ذَاکَ الصَّخْرَ وَھُمْ یَرْتَجِزُوْنَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَھُمْ یَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے۔ تو آپ عوالی مدینہ میں ایک قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے۔ جن میں آپؐ نے چودہ رات تک قیام فرمایا۔ پھر آپؐ نے قبیلہ بنو النجار کی جماعت کی طرف پیغام بھیجا تو وہ تلواریں گلے میں لٹکائے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت انسؓ فرماتے ہیں گویا کہ میں ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہیں حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے ردیف ہیں۔ اور بنو النجار کی جماعت آپؐ کے اردگرد اپنے جلو میں لئے جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنا کجاوہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان کے صحن میں جا کر ڈالا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پہلے معمول یہ تھا کہ جس جگہ آپ کو نماز کا موقع مل جاتا وہاں نماز پڑھ لیتے تھے۔ کوئی مسجد نہیں تھی۔ حتی کہ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے۔ بعدازاں آپ کو مسجد بنانے کا حکم دیا گیا۔ تو آپؐ نے بنو النجار کی جماعت کے پاس پیغام بھیجا۔ وہ آپؐ کے پاس آ گئے تو آپؐ نے فرمایا اے بنو النجار اپنا یہ باغ قیمتاً میرے پاس بیچ دو۔ انہوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہ ہمیں تو اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں اس باغ میں وہ چیزیں تھیں۔ جو میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ اس میں مشرکوں کی قبریں تھیں۔ کچھ ویران بوسیدہ عمارتیں تھیں۔ اور کچھ کھجور کے پودے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی قبروں کے بارے میں تو فرمایا کہ ان کو اکھیڑ دیا جائے اور اجاڑ عمارت کو ہموار کر دیا جائے۔ اور کھجور کے پودے کاٹ دیئے جائیں۔ فرماتے ہیں کہ کھجور کے تنوں کو تو مسجد کے قبلہ کی طرف قطار میں کھڑا کر دیا گیا اور ان کے دونوں بازوؤں میں پتھر بھر دیئے گئے۔ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ یہ پتھر اٹھا

رہے تھے اور یہ رجزیہ کلام پڑھتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ تھے۔ فرماتے تھے اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پس آپ انصار اور مہاجرین کی امداد فرمائیں۔

بَابُ اِقَامَةِ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَآءِ نُسُكِهٖ

ترجمہ۔ احکام حج ادا کرنے کے بعد مہاجرین کا مکہ میں قیام کرنا۔ اس کے بارے میں ہے۔

حدیث (۳۶۴۸) حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ حَمْزَةَ الخ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِیَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ لِلْمُهَاجِرِ بَعْدَ الصَّدَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت علاء بن الحضرمیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طواف زیارت کرنے کے بعد مہاجرین کو مکہ میں تین راتیں ٹھہرنے کی اجازت ہے۔ معلوم رہے کہ فتح مکہ سے پہلے مہاجرین کے لئے مکہ میں قیام کرنا حرام تھا۔ پھر جب وہ حج اور عمرہ سے فارغ ہوں تو تین دن قیام کرنا جائز تھا۔ اس سے زائد نہیں۔ اور یہ تین اقامت میں شمار نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ مسافر کے حکم میں رہتا تھا۔ صدر کے معنی منیٰ سے واپس آنے کے ہیں۔

حدیث (۳۶۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسْلَمَةَ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا عَدُّوْا مِنْ مَبْعَثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَفَاتِهٖ مَا عَدُّوْا اِلَّا مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِیْنَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے اسلامی تاریخ یعنی کیلنڈر نہ تو آپ کی بعثت سے شروع کیا اور نہ ہی آپ کی وفات سے اور نہ ہی آپ کے مولد سے۔ بلکہ ہجرت کر کے آپ کے مدینہ تشریف لانے سے اسلامی تاریخ کو شروع کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ الامن مقدمه المدينة صفحہ ۱۲/۵۶۰ چونکہ ابتدأ سال محرم سے ہوتا ہے۔ اگرچہ ہجرت ربیع الاوّل میں ہوئی۔ لیکن انہوں نے ابتداء اسلامی تاریخ محرم سے قرار دی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ان نسخوں کے مطابق جو ہندوستان میں طبع ہوئے اور آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں ان میں باب بلا ترجمہ کے ہے۔ لیکن بعض نسخوں میں باب التاریخ ہے۔ ارخ کے لغت میں معنی وقت کے ہیں۔ اور اصطلاح میں وقت مقرر کرنے کے معنی ہیں۔ عرب کے ہاں تاریخ قمری سال کے حساب سے ہے۔ شمسی سے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قمری حساب میں رات پہلے آتی ہے دن بعد میں۔ کیونکہ چاند پہلے رات کو ظاہر ہوتا ہے۔ اور سن ہجری حضرت عمرؓ کے دور خلافت سے شروع ہوا۔ اور لمسجد اسس على التقوى من اول يوم سے استنباط کیا۔ کہ مسجد کی بنا اس دن رکھی گئی جس دن آپ اور آپ کے اصحابؓ مدینہ میں داخل ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام مقرر کرنے کی چار صورتیں تھیں۔ مولد۔ مبعث۔ وفات اور هجرت. مولد اور مبعث کی تعیین میں اختلاف ہے یوم وفات حسرت افسوس کا دن ہے۔ اس لئے ہجرت سے ہی اسلامی سن کی ابتداء کی گئی۔ کیونکہ یہ مہینہ حاجیوں کی واپسی کا ہوتا ہے دوسرے عزم ہجرت محرم میں ہوا تھا۔ جب کہ بیعت عقبہ واقع ہو چکی تو ہی عروج اسلام کا سبب بنا۔ اس لئے محرم سے اسلامی سال شروع کیا گیا۔ اور یہ ہجرت کی تعیین اور محرم سے ابتداء حضرت علیؓ کی رائے تھی جس پر سب نے اتفاق کر لیا۔ اور یہ ۱۷ھ کا واقعہ ہے۔

حدیث (۳۶۵۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَی الْاُوْلٰی تَابَعَهٗ عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی۔ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو پھر نماز چار رکعت

فرض کی گئی۔اور سفر کی نماز کو پہلی حالت پر چھوڑا گیا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَمَرْثِيَّتُهُ لِمَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ

ترجمہ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو جا لو رکھ اور جس شخص کی مکہ میں وفات ہوئی اس پر افسوس کا اظہار کرنا۔

حدیث(۳۶۵۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قُزْعَةَ الخ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍؓ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ مَّرَضٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجْعِ مَا تَرٰى وَاَنَا ذُوْمَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا اِبْنَةٌ لِّيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَ تَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قَالَ فَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ الثُّلُثُ يَا سَعْدُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ ذُرِّيَّتَكَ اَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنْ تَذَرَ ذُرِّيَّتَكَ وَلَسْتَ بِنَافِقٍ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اٰجَرَكَ اللّٰهُ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ الَّتِيْ تَجْعَلُهَا فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلُ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اَزْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَرِفْعَةً وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَيُضَرُّ بِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ اَلَا تَذَرَكَ وَرَثَتَكَ.

ترجمہ۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے وہ بیماری جسکی وجہ سے میں موت کو جھانکنے لگا تھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ! بیماری کو تو آپؐ دیکھ رہے ہیں کہ اس نے مجھے کہاں تک پہنچا دیا۔میں مالدار آدمی ہوں اور میری وارث صرف ایک اکیلی میری بیٹی ہے۔کیا میں اپنے مال کا دو تہائی صدقہ کردوں آپؐ نے فرمایا نہیں۔پھر فرمایا اس کا نصف صدقہ کردوں۔آپؐ نے فرمایا اے سعد! ایک تہائی صدقہ کرو اور وہ تہائی بھی بہت ہے۔تم اپنی اولاد کو غنی کر کے چھوڑ جاؤ۔یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ کر مرو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔اور احمد بن یونس نے اپنی سند سے ان تذر ذریتک کے بعد یہ روایت کیا ہے کہ تم جو خرچہ بھی کرو جس سے تمہارا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرمائے گا حتی کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے وہ بھی موجب ثواب ہے میں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں اپنے ساتھیوں سے مکہ میں پیچھے رکھا جاؤں گا کہ ان کے ہمراہ نہیں جاسکوں گا۔آپؐ نے فرمایا تو ہرگز پیچھے نہیں چھوڑا جائے گا کیونکہ جو عمل بھی اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے کرے گا اس سے تیرا درجہ بڑھے گا۔اور سربلندی حاصل ہوگی اور شاید تو ان کے بعد بھی زندہ رہے۔یہاں تک کہ کچھ لوگ تیرے سے نفع حاصل کریں گے اور دوسروں کو آپ سے نقصان پہنچے گا۔چنانچہ ایسا ہوا وہ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔عراق و فارس فتح کیا۔مسلمانوں کو فتوحات سے غنیمت کا مال ملا اور مشرکوں کو ان سے نقصان پہنچا کہ وہ شکست کھا گئے۔لیکن سختی میں پڑنے والا تو سعد بن خولہ ہے گویا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر حزن وغم کا اظہار فرما رہے ہے

تھے۔ کہ اس کی وفات مکہ معظمہ میں ہوئی۔ احمد بن یونس ذریتک کی بجائے تذر ورثتک روایت کرتے کہ اپنے ورثاء کو محتاج چھوڑ کر نہ مرو۔

بَابُ كَيْفَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ

ترجمہ۔ مدینہ پہنچنے کے بعد از ہجرت آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے درمیان کیسے بھائی چارہ قائم کیا۔

وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَقَالَ اَبُوْجُحَيْفَةَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ.

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن الربیع کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ جب کہ ہم لوگ مدینہ پہنچے اور ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ اور ابوالدرداءؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔

حدیث(۳۶۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَدِمَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ فَاٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ سَعْدِبْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ اَنْ يُّنَاصِفَهٗ اَهْلَهٗ وَمَا لَهٗ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَا لِكَ دُلَّنِيْ عَلَى السُّوْقِ فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ اَقِطٍ وَسَمْنٍ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَمَاسُقْتَ فِيْهَا فَقَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جب مدینہ پہنچے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد بن الربیع انصاریؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمادیا تو حضرت سعدؓ نے انہیں پیش کش کی کہ ان کے اہل اور مال کو نصف نصف کرلو تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے اہل وعیال اور مال میں برکت پیدا کرے مجھے تو بازار کا راستہ بتلاؤ چنانچہ انہیں پنیر اور گھی سے کچھ نفع ہوا۔ کچھ دن کے بعد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا کہ ان کے کپڑوں پر زرد خوشبو کے کچھ دھبے لگے ہوئے ہیں۔ پوچھا اے عبدالرحمٰن یہ کیا ہے۔ کہنے لگے یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کرلی ہے فرمایا اسے کیا حق مہر پہنچایا ہے۔ فرمایا سونے کی گٹھلی کی مقدار دیا فرمایا ولیمہ کرواگرچہ ایک بکری کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

باب: حدیث(۳۶۵۳) حَدَّثَنِيْ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الخ حَدَّثَنَا اَنَسٌؓ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍؓ بَلَغَهٗ مَقْدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَاهُ يَسْاَلُهٗ عَنْ اَشْيَآءَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلٰثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ مَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاكُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَمَا بَالُ الْوَلَدِ يَنْزِعُ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اِلٰى اُمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جِبْرِيْلُ اٰنِفًا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَالَ اَمَّا اَشْرَاطُ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاكُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ الْحُوْتِ وَاَمَّا الْوَلَدُ فَاِذَا سَبَقَ مَآءُ الرَّجُلِ مَآءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَآءُ الْمَرْاَةِ مَآءَ الرَّجُلِ نَزَعَتِ الْوَلَدَ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ

بُهتٌ فَاسْأَلْهُمْ عَنِّي قَبْلَ اَنْ يَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِي فَجَآءَ تِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَاَفْضَلُنَا وَابْنُ اَفْضَلِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَاَعَادَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَتَنَقَّصُوْهُ قَالَ هٰذَا كُنْتُ اَخَافُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچ جانے کی خبر پہنچی تو وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور چند چیزوں کے بارے میں سوال کیا۔ کہنے لگے کہ میں آپؐ سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کرتا ہوں جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی کیا ہے دوسرے جنتی لوگ پہلا کون سا کھانا کھائیں گے۔ اور بچہ کا کیا حال ہے کہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے آپؐ نے فرمایا مجھے ابھی ابھی جبرائیل بتلا کے جا رہے ہیں۔ ابن سلامؓ نے کہا کہ فرشتوں میں سے وہی تو یہود کا دشمن ہے۔ آپؐ نے جواباً فرمایا کہ قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو ان کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی اور پہلا کھانا جسے جنتی کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے جو الگ جگر کے ساتھ لٹکا ہوتا ہے۔ اور بچے کی مشابہت کے متعلق یہ ہے کہ جب مرد کا پانی عورت کے پانی سے پہلے رحم مادر میں پہنچ جاتا ہے تو وہ بچے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی سے سبقت کر جائے تو عورت اپنے رنگ و روپ میں بچے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ ابن سلامؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور بے شک آپؐ اللہ کے رسول ہیں انہوں نے کہا یارسول اللہ! کہ یہود بہتان لگانے والے لوگ ہیں میرے مسلمان ہو جانے کے علم سے پہلے آپؐ ان سے میرے متعلق پوچھ لیں۔ پس یہود جب آپؐ کے بلاوے پر آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلامؓ کی پوزیشن تمہارے اندر کیسی ہے انہوں نے کہا کہ وہ ہم میں سے بہتر ہیں اور ہم میں سے بہتر باپ کے بیٹے ہیں ہم سب میں سے افضل اور افضل باپ کے بیٹے ہیں۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتلاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائیں انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ انہیں اس سے اپنی پناہ میں لے پھر آپؐ نے اس کو دہرایا۔ تو انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ پس عبداللہ بن سلامؓ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ کہنے لگے وہ تو ہم میں سے بدتر آدمی اور ہمارے بدتر آدمی کے بیٹے ہیں۔ اور ان کی تنقیص یعنی ان کی شان میں کمی کرنی شروع کر دی۔ حضرت ابن سلامؓ نے فرمایا یارسول اللہ! مجھے اسی بات کا اس سے خطرہ لاحق تھا۔

حدیث (۳۶۵۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ عَمْرٍو وَسَمِعَ اَبَا الْمِنْهَالِ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ مُطْعِمٍ قَالَ بَاعَ شَرِيْكٌ لِّيْ دَرَاهِمَ فِي السُّوْقِ نَسِيْئَةً فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَيَصْلُحُ هٰذَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ بِعْتُهَا فِي السُّوْقِ فَمَا عَابَهُ اَحَدٌ فَسَاَلْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ هٰذَا الْبَيْعَ فَقَالَ مَاكَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَيْسَ بِهٖ بَاْسٌ وَمَا كَانَ نَسِيْئَةً فَلَا يَصْلُحُ وَالْقَ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ فَسَلْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ اَعْظَمَنَا تِجَارَةً فَسَاَلْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ فَقَالَ مِثْلَهٗ وَقَالَ سُفْيٰنُ مَرَّةً فَقَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ وَقَالَ نَسِيْئَةً اِلَى الْمَوْسِمِ اَوِالْحَجِّ.

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے ابوالمنہال عبدالرحمن بن مطعمؒ سے سنا فرماتے تھے کہ میرے ایک شریک کار نے بازار میں دراہم کو ادھار پر بیچا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا یہ ٹھیک ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ! کہ میں نے تو ان کو بازار میں بیچا ہے۔ جس پر کسی نے عیب چینی نہیں کی۔ تو میں نے حضرت براء بن عازبؓ سے پوچھا انہوں نے کہا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو ہم ایسی خرید و فروخت کرتے تھے جس پر آپؐ نے فرمایا کہ جو دو بدو نقد سودا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو ادھار پر ہو وہ ٹھیک نہیں ہے۔ ویسے حضرت زید بن ارقمؓ سے مل کر ان سے بھی پوچھ لو کیونکہ ہم میں سے بڑے کاروباری آدمی ہیں میں نے حضرت زید بن ارقمؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی ان کی طرح جواب دیا۔ اور کبھی سفیان یوں کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مدینہ میں تشریف لائے تو ہم لین دین کرتے تھے۔ کہا موسم تک یا حج تک ادھار دیتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ عدو الیہود من الملائکہ ۱۳/۵۶۱ اس میں اضافت فاعل کی طرف ہے مفعول کی طرف نہیں ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جبرائیلؑ سے یہود دشمنی رکھتے تھے نہ کہ جبرائیلؑ ان سے دشمنی کرتے تھے تو حضرت ابن سلامؓ کے عقیدہ کا بیان نہ ہوا اگر ایسا ہوتا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ان پر نکیر کرتے اور ان کے اس مقالہ کا جواب دیتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ شیخ گنگوہیؒ کی لطیف توجیہ ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں ابن سلامؓ کے مقولہ کے بعد آپؐ نے آیت من کان عدوا لجبرئیل کی تلاوت فرمائی جس سے یہود کے قول کا رد کرنا مقصود تھا تو سیاق کلام بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے۔

بَابُ اِتْيَانِ الْيَهُوْدِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ

ترجمہ۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ھادوا قرآن مجید میں ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ جو یہودی ہو گئے۔ ھدنا کے معنی تبنا کے ہیں۔ ھدنا الیک اور ھائد کے معنی تائب کے ہیں توبہ کرنے والے۔

حدیث (۳۶۵۵) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اٰمَنَ بِيْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لَاٰمَنَ بِيَ الْيَهُوْدُ.

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہود میں سے دس آدمی بھی مجھ پر ایمان لے آتے تو باقی سب یہود مجھ پر ایمان لے آتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امن بی عشرۃ الیھود ای من علماء الیھود تو بقیہ کے ایمان لانے کا سبب بن جاتے۔ اگر علماء مراد نہ ہوں تو ویسے تو بہت سے یہود اس عدد سے زائد تعداد میں مسلمان ہوئے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اور کرمانیؒ نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اگر زمانہ ماضی میں میرے مدینہ پہنچنے سے پہلے یا میرے قدوم مدینہ کے بعد اس قدر لوگ ایمان لے آتے تو سب ان کا اتباع کرتے اور صاحب التحریر فرماتے ہیں مراد عشرۃ من احبا رھم یہی توجیہ قطب گنگوہی ہے۔ اور صاحب فیضؒ نے خود روایت میں بھی یہ الفاظ نقل کئے ہیں پھر تو کوئی اشکال نہیں رہے گا۔

حدیث (۳۶۵۶) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ اَوْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْغُدَانِيُّ الخ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰیؓ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَاِذَا اُنَاسٌ مِنَ الْيَهُوْدِ يُعَظِّمُوْنَ عَاشُوْرَآءَ وَيَصُوْمُوْنَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِصَوْمِهٖ فَاَمَرَ بِصَوْمِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کے کچھ لوگ عاشورا کی تعظیم کرتے تھے اور اس کا روزہ رکھتے تھے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اس روزہ رکھنے کے زیادہ حقدار ہیں اور آپ نے اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حدیث(۳۶۵۷)حَدَّثَنِیْ زِیَادُبْنُ اَیُّوْبَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَجَدَ الْیَھُوْدَ یَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَآءَ فَسُئِلُوْا عَنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْا ھٰذَا الْیَوْمُ الَّذِیْ اَظْفَرَ اللّٰہُ فِیْہِ مُوْسیٰ وَبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُوْمُہٗ تَعْظِیْمًا لَّہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ ثُمَّ اَمَرَ بِصَوْمِہٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو پایا کہ وہ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھے ہوئے ہیں اس کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتلایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنواسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا ہم اس دن کا روزہ اس کی تعظیم کیلئے رکھتے ہیں جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تمہاری بنسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں پھر آپؐ نے اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حدیث(۳۶۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْدِلُ شَعْرَہٗ وَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یَفْرُقُوْنَ رُؤُوْسَھُمْ وَکَانَ اَھْلُ الْکِتٰبِ یَسْدِلُوْنَ رُؤُوْسَھُمْ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ مُوَافَقَۃَ اَھْلِ الْکِتٰبِ فِیْمَا لَمْ یُؤْمَرْ فِیْہِ بِشَیْءٍ ثُمَّ فَرَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاْسَہٗ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو چھوڑ کر لٹکائے رکھتے تھے۔ مشرکین اپنے سر کے بالوں کی چوٹی (مانگ) نکالتے تھے۔ اور اہل کتاب سدل (کھول کر لٹکاتے تھے) کرتے تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن امور میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ملتا تھا تو اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے۔ پھر آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی مانگ نکالنی شروع کر دی۔

حدیث(۳۶۵۹) حَدَّثَنِیْ زِیَادُ بْنُ اَیُّوْبَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ ھُمْ اَھْلُ الْکِتَابِ جَزَّؤُہٗ اَجْزَآءَ فَاٰمَنُوْا بِبَعْضِہٖ وَکَفَرُوْا بِبَعْضِہٖ.

ترجمہ۔ ابن عباسؓ جعلوا القران عضین کی تفسیر میں فرماتے ہیں وہ اہل کتاب ہیں جنہوں نے قرآن مجید کے حصے بخرے کر لئے کہ بعض حصہ میں ایمان لے آئے اور بعض سے کفر کیا۔

بَابُ اِسْلَامِ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّؓ

ترجمہ۔ سلمان فارسیؓ کے اسلام کا بیان

حدیث(۳۶۶۰)حَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ اَنَّہٗ تَدَا وَلَہٗ بِضْعَۃُ عَشَرَ مِنْ رَّبٍّ اِلٰی رَبٍّ.

ترجمہ۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ انہیں دس سے زیادہ سرداروں نے دوسرے سرداروں سے لین دین کیا کہ ایک آقا سے دوسرے آقا تک پہنچا جن کی تعداد دس سے بڑھ گئی۔

حدیث (۳۶۶۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَؓ يَقُولُ اَنَا مِنْ رَامَ هُرْمَزَ.

ترجمہ۔ابوعثمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمانؓ سے سنا فرماتے ہیں کہ میں رام ھرمز کا باشندہ ہوں جو خوزستان میں ایک شہر کا نام ہے جو بلاد فارس میں ہے اور عراق عرب کے قریب واقع ہے۔

حدیث (۳۶۶۲) حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ الخ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ فَتْرَةٌ بَيْنَ عِيسٰى وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتُّ مِائَةِ سَنَةٍ.

ترجمہ۔حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فترت کا زمانہ جس میں کوئی نبی نہیں۔وہ چھ سو سال کا فصل ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ ست مائة سنة یہاں کسر کو حذف کر کے پورا عدد ذکر کیا گیا ہے۔ورنہ کیونکہ فترت کا زمانہ پانچ سو سال سے زیادہ اور چھ سو سال سے کم ہے۔عرف میں کسر کو پورا کر دیتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ کسر کو حذف بھی کر دیتے ہیں اور دونوں استعمال جاری ساری ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت سلمان فارسی مجوسی تھے۔تلاش حق میں باپ سے بھاگ کر قریہ بقریہ پھرتے رہے۔ایک زاہب سے دوسرے کے پاس دوسرے سے تیسرے کے پاس۔علی ھذا القیاس حجاز پہنچے کہ نبی آخر الزمان کے مہاجر کی تلاش تھی۔ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے آپ کو خرید کر لیا۔جس نے چند شرطوں پر اسے مکاتب بنایا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت سے آزاد ہوئے مسلمان ہو کر علماء اور زہاد صحابہ میں شمار ہوئے۔دو سو پچاس سال زندہ رہے۔مہاجرین انہیں اپنے میں سے شمار کرتے تھے۔حضرت عمرؓ نے انہیں عراق کا حاکم مقرر کیا۔اور مدائن میں ۳۶ھ میں وفات پائی۔

حافظؒ نے ان ابواب میں ترتیب کی مناسبت کے بارے میں لکھا ہے۔لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ کتاب المغازی سے پہلے اسلام سلمان فارسی کو نیک فالی کے طور پر پہلے ذکر کیا ہے تا کہ سلامتی ہی سلامتی رہے۔فترت کا زمانہ ساڑھے پانچ سو سال ہے اور احادیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ طویل غلامی کی زندگی گزارنے کے بعد اور وطن سے ہجرت کر کے طویل مدت تک حق کی تلاش میں رہے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی دولت سے نوازا۔

رضی اللہ عنہ وعن سائر الصحابہ والتابعین وعنا
وعن والدیننا وعن مشائخنا وعن جمیع المسلمین

الحمدللہ آج شب جمعہ چار ربیع الاول ۱۴۱۰ھ جلد اوّل بخاری شریف اختتام پزیر ہوئی
جلد ثانی کتاب المغازی سے شرع ہو رہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سولھواں پارہ

كِتَابُ الْمَغَازِي

بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ أَوِ الْعُسَيْرَةِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ

أَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَبْوَاءَ ثُمَّ بُوَاطَ ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ۔

ترجمہ: غزوہ عشیرہ یا عسیرہ ابن اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ پہلی لڑائی جس میں آپؐ نے شمولیت فرمائی وہ ابواء ثم بواط پھر عشیرہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۵۸ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ كُنْتُ إِلٰى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَقِيلَ لَهُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قِيلَ كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَأَيُّهُمْ كَانَتْ أَوَّلَ قَالَ الْعُسَيْرَةُ أَوِ الْعُشَيْرَةُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرَةُ۔

ترجمہ: ابواسحاقؒ سے مروی ہے کہ میں حضرت زید بن ارقمؓ کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ ان سے پوچھا گیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی لڑائیوں میں شمولیت فرمائی۔ کہا انیس ۱۹ میں۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ آپؐ کے ہمراہ تم نے کتنی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ انہوں نے کہا سترہ ۱۷ میں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ پہلا غزوہ کون سا تھا۔ انہوں نے کہا عشیر یا عسیرۃ۔ میں نے حضرت قتادہؓ

سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا عشیرۃ ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مغازی جمع مغزیٰ کی ہے جو مصدر میمی ہے اور غزو کے معنی میں ہے ۔ غزو کے معنی قصد کرنا ۔ مغزیٰ ان اسفار کو کہا جاتا ہے ۔ جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار وغیرہ کے مساکن کا قصد کیا ہو ۔ باعتبار اصل کے اس میں محل دشمن معتبر ہے ۔ مگر پھر کبھی اس میں اتساع کرتے ہوئے مطلق کسی محل یا کسی شخص کی طرف قصد کرنے کو کہا جانے لگا ۔ یہاں اسفار کا ذکر ہے ۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد کیا ہو ۔ خواہ وہ دشمنوں کے مواضع ہوں یا کسی اور کے ۔ چنانچہ ان میں حجۃ الوداع کا ذکر بھی آگیا ہے ۔ ایسے غزوۂ اُحد جو دشمنوں کا وطن نہیں تھا ۔ مگر ان کے حلول اور نزول کی جگہ تھی ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب چالیس برس کی ہوئی ۔ تو آپؐ کو نبوت سے نوازا گیا ۔ اس کے عرصہ تین سال کے بعد حکم ہوتا ہے وانذر عشیرتک الاقربین آپؐ تبلیغ کرتے ہیں جو لوگوں کے مسموعات کے بالکل خلاف تھی ۔ چنانچہ وہ ھذا لشیئ عجاب سے تعبیر کرتے ہیں ۔ وہ مشار الیہ توحید ہے ۔ آلھہ باطلہ کی بے بسی بیان فرمائی ۔ تو اس وقت سے مخالفت شروع ہوگئی ۔ آپؐ دلائل وغیرہ سے ان کا مقابلہ کرتے تھے ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اسّی سے زائد آیات ہیں کہ جن میں حکم ہے کہ آپ نے حکمت کے ذریعہ لوگوں کو توحید کی دعوت دی ۔ تیرہ برس تک آپؐ عدم تشدد کی پالیسی اختیار کئے رہے ، اور لوگوں کی تکالیف اور مصائب کو برداشت کرتے رہے ۔ اور ایسے ہی سال بھر تک مدینہ منورہ میں عدم تشدد پر عمل ہوتا رہا ۔ اور ایسی تکالیف برداشت کیں ۔ جن کی نظیر انبیاء سابقین میں نہیں ملتی ۔ وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات بظاہر تکلیف کم معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن دل پر اثر کا گہرا اثر پڑتا ہے ۔ بالخصوص ذوی القربیٰ کی ایذا رسانی بہت ہی شاق گزرتی ہے ۔ بیٹے کے ناشائستہ الفاظ کہنے سے باپ کے دل پر اتنا اثر پڑتا ہے کہ اجنبی کی مار پیٹ سے محسوس نہیں ہوتا ۔ اسی طرح آپؐ کے قلب اطہر میں مخلوقات کی محبت پھر قریش کی محبت اور اس سے زیادہ اقربا کی محبت تھی ۔ وجہ یہ ہے کہ تربیت کا دارومدار محبت پر ہوتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کافۃ الناس الخلق کی طرف مبعوث ہیں ۔ خواہ انسان ہوں یا جنات یا کوئی اور مخلوق اس لئے سب کے لئے رحمت آپؐ کے قلب میں ڈالی گئی ۔ بنابریں ان کی ایذا رسانی سے آپؐ کو

زیادہ تکلیف ہوتی۔ صدمہ پر صدمہ کی وجہ سے باری تعالیٰ نے طرح طرح سے تسلی دی۔ صبر کی تلقین فرمائی۔ بہرحال چودہ سال تک صبر و تحمل کے مامور رہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ جب آدمی میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ کافی شجاعت کا مالک بن جاتا ہے گورے اگرچہ قوی الجثہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے قلوب کمزور ہوتے ہیں۔ میدان میں عمل نہیں کر سکتے اس لئے قوت قلب کے لئے انہیں شراب پلائی جاتی ہے۔ تلوار سے ہمیشہ مسلمان ہی لڑا کرتے تھے چونکہ انگریزوں میں یہ قوت راسخ نہ تھی۔ بنا بریں وہ گولہ بارود سے کام لینے لگے۔

الحاصل مسلمانوں کے جس قدر حملے ہوئے ہیں۔ سوائے حنین کے باقی سب میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ اور جو لڑائیاں غیر عرب سے لڑی گئی ہیں ان میں دشمن دگنے تگنے ہوتے تھے۔ یہ تحمل کی عادت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالی ہے۔ اس کی بہت سی حکمتیں ہیں۔ ایک تو حواس کا برقرار رہنا ہے۔ جو کہ شجاعت کا باعث بنتا ہے۔ چاہیئے تھا کہ صبر و تحمل پر دشمن غور کرتا اپنے آپ کو سمجھاتا اور ایذا رسانی سے باز آجاتا۔ مگر انہوں نے انصاف سے کام نہ لیا۔ ایذا رسانی کے درپے رہے۔ آپؐ کے متبعین کی تعداد بڑھتی گئی۔ چنانچہ جب مدینہ کے اوس و خزرج سے آپؐ کا تعلق قائم ہوا ہے۔ تو کفار قریش کو فکر پڑ گئی میٹنگوں میں آپ کے قتل کی سازشیں کرتے رہے۔ اگرچہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے کچھ لوگ آپؐ پر ایمان نہ لائے تھے۔ پھر بھی وہ آپؐ کی امداد کرنے سے دستکش نہ ہوئے۔ جس پر قریش مکہ کو غصہ آیا۔ انہوں نے بنو ہاشم سے ترک موالات کر دی۔ کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہیں کرو گے تمہارے ساتھ قطع تعلق (بائیکاٹ) رہے گا۔ آخر آپؐ ان کی جفاؤں سے تنگ آ کر مدینہ پہنچے۔ یہاں بھی یارانِ طریقت نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اگرچہ بظاہر دشمنی کی اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ سوائے اس کے آپؐ لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے تھے۔ لیکن مکہ میں میٹنگ ہوتی ہے۔ جس میں اہل مدینہ کو خط لکھنا تجویز ہوتا ہے۔ کہ جب تک تم لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہیں کرو گے ہم تمہیں اپنا دشمن سمجھتے رہیں گے۔ تمام عرب میں قریش مکہ پیرزادے شمار ہوتے تھے۔ بہادری۔ شجاعت۔ فصاحت و بلاغت میں بے نظیر تھے۔ مناسک حج ادا کرنے کے لئے لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ اس لئے تمام عرب ان سے ڈرتا تھا۔ جب ان کا خط

مدینہ والوں کے یہاں پہنچا۔ تو مدینہ میں جو لوگ مسلمان تھے۔ وہ تو کہنے لگے کہ جب تک ہمارے بدن میں جان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بیکا نہیں ہونے دیں گے اور غیر مسلموں کی رائے تھی کہ آپؐ کو واپس کر دیا جائے۔ لیکن اوس وخزرج کے ستر آدمی جو بیعۃ العقبہ کر آئے تھے وہ قریش کی دھمکی سے مرعوب نہ ہوئے۔ جس پر قبیلہ میں جنگ وجدل شروع ہو گیا۔ لوگ تلواریں نکال کر کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ تو ان کو نصیحت فرمائی۔ کہ کیا تم اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائیوں کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ بالآخر جنگ نہ ہوئی۔ قریش کو عدم سپردگی کا خط لکھ دیا گیا۔ جس پر قریش کی میٹنگ ہوتی ہے۔ چندہ جمع کیا جاتا ہے اور سامان حرب شام سے منگایا جاتا ہے۔ اس وقت جہاد کی پہلی آیت نازل ہوتی ہے۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا الآیۃ۔ یہ جنگ وقتال کا پہلا حکم ہے جو ہجرت کے ایک سال بعد ماہ صفر میں جہاد فرض ہوتا ہے۔ جس کے بعد آپؐ جہاد کے لئے نکلتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپؐ نے ڈاکہ زنی نہیں کی۔ اور نہ ہی ابتداً تشدد کیا۔ چودہ سال صبر وتحمل کے ساتھ گزارنے کے بعد بمصداق "تنگ آمد بجنگ آمد" تلوار اٹھائی ہے۔ جب کہ کوئی چارہ کار نہ رہا۔ کیا ایسا دشمن جو سامانِ جنگ مہیا کر کے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو چکا ہے۔ ایسے دشمن کو نہ روکا جائے۔ آج تو دُول متحاربہ کے سامانِ جنگ کو روکنا ضروریاتِ جنگ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ بہر حال آپؐ نے چار مرتبہ ان کا قصد کیا۔ ماہِ صفر میں، ماہِ ربیع الاوّل میں، جمادی الاوّل میں، اور رمضان المبارک میں۔ نو برس میں اڑسٹھ ۶۸ غزوات واقع ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض روایات کے مطابق چوبیس ۲۴ اور بعض کے مطابق ستائیس ۲۷ یا اٹھائیس ۲۸ غزوات ہیں۔ جن میں آپؐ بنفس نفیس شامل ہوئے ہیں اور باقی سرایا ہیں۔ ان ستائیس ۲۷ اور اٹھائیس ۲۸ میں سے نو غزوات ایسے ہیں۔ جن میں قتل وقتال کی نوبت آئی۔ اور ان میں طرفین کے مقتولین کی تعداد دس ہزار تک نہیں پہنچی۔ آج تہذیب وتمدن کے دعویدار ایک گھنٹے میں کئی لاکھ جانیں برباد کر رہے ہیں۔ بایں ہمہ اعتراض ہے کہ مذہبی جنون میں لوگوں کو برباد کیا گیا۔ حالانکہ اس نئی تہذیب میں بچے۔ عورتیں غیر محارب وغیرہ سب لوگ مارے جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تہذیب میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ بلکہ شدت سے منع کر دیا گیا۔ محض ان جوانوں کو قتل کرنے کا

حکم تھا۔ جو لڑائی میں حصہ لیں یا نقصان پہنچائیں۔ بلکہ کبھی تو قاتل کو بھی چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ابوار۔ بواط۔ عشیرہ یہ تینوں سرایا ایسے ہیں جن میں آپ شامل نہیں ہوئے۔ ابوار صفر میں۔ بواط ربیع الاول میں اور عشیرہ جمادی الاول میں اور اس کے بعد رمضان المبارک میں غزوہ بدر واقع ہوا ہے۔ روایت باب سے معلوم ہوتا ہے کہ انیس ۱۹ غزوات ہیں۔ جن میں آپ نے شمولیت فرمائی۔ حالانکہ ستائیس یا اٹھائیس غزوات ایسے ہیں جن میں آپ نے شمولیت فرمائی ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ بعض غزوات ایسے ہیں جو ایک ہی مہینہ میں اور ایک ہی سفر میں واقع ہوئے ہیں۔ جیسے فتح مکہ کے بعد حنین، طائف اور اوطاس واقع ہوئے۔ غزوۂ احزاب کے بعد غزوۂ بنو قریظہ بعض نے پہلے ایک کہہ دیا۔ غزوہ خندق کے بعد غزوہ بنو قریظہ واقع ہوا تو ان دونوں کو ایک شمار کیا گیا۔ بنو قریظہ نے عہد نامہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ قریش سے تعاون کیا تھا۔ آپ غزوۂ احزاب سے فراغت کے بعد غسل کا ارادہ فرما رہے تھے۔ کہ جبرائیلؑ نے آکر کہا کہ آپ تو ہتھیار اتار کر غسل فرما رہے ہیں۔ اور فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے۔ جنگ کے لئے چلیئے۔ آپ نے پوچھا کہاں! فرمایا بنو قریظہ کی طرف کوچ کرنا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ص ۵۶۳ غزوہ کی تعریف یہ ہے کہ جہاد کی غرض سے کوچ کیا جائے۔ خواہ اس میں لڑائی ہو یا نہ ہو۔ اور جس لڑائی میں آپ نے خود شمولیت فرمائی ہو۔ وہ غزوہ کہلاتا ہے۔ اور جس میں تجہیز کی ہو خود نہ گئے ہوں وہ سریہ ہے۔ سب سے پہلے غزوہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ غزوہ عشیرہ ہے جس کی تائید انہوں نے قتادہؓ کے قول سے کر دی۔ ابن اسحاق کا بھی ان کے نزدیک وقیع تھا اس لئے اس کو بھی ذکر کر دیا۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی یہ عادت کہ اختلاف کے وقت وہ غیر معتمد علیہ مقالات کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس طرح عدد غزوات میں بھی اختلاف ہے۔ دراصل اس اختلاف کا منشا راویوں کے اعتبارات ہیں۔ بہت سے راوی مدینہ سے شروع ہونے والے ایک سفر کو ایک ہی غزوہ شمار کرتے ہیں۔ اگرچہ اس سفر میں کئی غزوات وقوع پذیر ہو جائیں۔ چنانچہ اس کی رائے کے مطابق غزوہ فتح طائف۔ حنین اور اوطاس ایک غزوہ ہیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ دوسرے راوی کی رائے کے مطابق جس میں لڑائی کی نوبت آئے خواہ وہ تھوڑی دیر کے لئے کیوں نہ ہو تو وہ غزوہ شمار ہوگا۔ نیز! ثقہ

لوگوں کے نزدیک عدد کے مفہوم کا اعتبار نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریا امام بخاریؒ غزوہ اور سریہ میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کتاب المغازی میں سرایا اور بعوث کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس لئے حافظؒ فرماتے ہیں۔ اس جگہ مغازی سے مراد وہ اسفار ہیں جن میں آپؐ نے کفار کا قصد کیا ہو۔ خواہ بنفس نفیس یا لشکر کے ذریعہ قصد کیا ہو۔ ان کے شہروں میں گئے ہوں یا ان مکانات کا قصد کیا ہو جن پہ کفار کا غلبہ تھا۔ جیسے اُحد اور خندق خواہ ان مقامات پر لڑائی ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ ان تینوں غزوات میں لڑائی نہیں ہوئی۔ ابن جوزیؒ نے ستائیس[۲۷] غزوات شمار کئے ہیں۔ ان میں سے صرف نو غزوات میں لڑائی ہوئی ہے۔ عام طور پہ محدثین اور اہل سیر غزوہ اور سریہ میں فرق بیان کرتے ہیں۔ اور وہی مشہور و معروف ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب المغازی کی ابتدار غزوۃ العشیرہ سے کی ہے۔ اور اس میں حضرت زید بن ارقم کی روایت کو لائے ہیں۔ لیکن اہل سیر کے نزدیک مشہور وہی ہے۔ جو ابن اسحاق کہہ رہے ہیں کہ عشیرہ سے پہلے تین غزوات اور ہو چکے ہیں۔ بارہ صفر کو غزوہ الابوار ہے۔ پھر ربیع الاوّل میں غزوہ بواط ہے۔ اور جمادی الاوّل میں غزوۂ عشیرہ ہے۔ اور صاحب مواہب نے کہا ہے کہ اول المغازی غزوہ ابوار ہے۔ ابن اسحاقؒ کی تائید سب اہل سیر کرتے ہیں۔ تو پھر زید بن ارقمؓ کے قول کی توجیہ یہ ہوگی کہ زید بن ارقم ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ پہلے مسلمان ہو کر غزوہ عشیرہ میں شریک ہوئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے غزوات تھے۔ اس لئے صحابہ کرام نے اعظم غزوات کو شمار کیا۔ چھوٹے چھوٹے شمار میں نہیں آئے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق بتلا رہے ہیں۔ پہلے غزوات کا انہیں علم نہیں ہو سکا۔ چنانچہ ان غزوات سے پہلے سرایا بھی واقع ہو چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے سات ماہ پہلے سریہ حمزہ بن عبد المطلب پھر سریہ عبیدہ بن الحارث ہے۔ پھر سریہ سعد بن ابی وقاص ہے۔ پھر غزوہ الابوار ہے۔ بنا بریں میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اوّل المغازی کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ غزوہ عشیرہ کا خاص طور پہ ذکر اس لئے کیا۔ کہ وہ غزوۂ بدر کے لئے بطور توطیہ اور تمہید کے ہے۔ اس لئے ابن اسحاق کے قول سے اوّل المغازی کے وہم کو دفع کیا۔ اصل مقصد بدر کبریٰ کے غزوہ کا

ذکر کرنا ہے۔ کیونکہ یہ غزوہ عشیرہ جس میں خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے۔
یہ قریش کے اس قافلے کا تعاقب کر رہا تھا جو شام کی طرف ہتھیار خریدنے کے لئے جا رہا
تھا۔ جب یہ قافلہ شام سے واپس آیا تو تب دوسری مرتبہ بھی آپؐ نے اس کا مقابلہ کیا اور
اس غزوہ عشیرہ میں آپ ڈیڑھ سو یا دو سو کے قریب آدمی لے کر گئے تھے اور قریش کا قافلہ
پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار اونٹ لے کر شام کی طرف روانہ ہوا تھا۔ واپسی پر بدر کے مقام پر
لڑائی ہوئی۔ جب کہ وہ تجارتی قافلہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ غزوات کی تعداد میں سات
اقوال ہیں۔ سترہ سے لے کر ستائیس تک شمار کئے جاتے ہیں۔ نومیں لڑائی ہوئی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صرف غزوہ احد میں قتال کیا اور اس میں صرف ابی بن خلف کو اپنے
ہاتھ سے قتل کیا۔ اور سینتالیس[۴۷] سرایا شمار کئے جاتے ہیں۔ اور واقدی نے اڑتالیس[۴۸] ابن جوزی
نے چھپن[۵۶] اور مسعودی نے ساٹھ گنوائے ہیں اور مروزی نے ستر[۷۰] اور حاکم نے سو[۱۰۰] سے اوپر۔
لیکن حافظؒ فرماتے ہیں کہ غزوات اور سرایا کا مجموعہ سو[۱۰۰] ہے۔ اور اس اختلاف کی وجہ وہی ہے۔
جو قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ کہ بعض رواۃ نے صرف سفر کا لحاظ کیا غزوات کا نہیں
کیا۔ بعض نے اس سفر میں جس قدر غزوات واقع ہوئے ان کو شمار کر لیا۔ تو یہ نظریہ کا اختلاف
ہوا۔ درحقیقت اختلاف نہیں ہے۔ فتح الباری میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّقْتَلُ بِبَدْرٍ

ترجمہ۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان لوگوں کا ذکر کرنا جو بدر کی لڑائی میں قتل کئے گئے۔

حدیث نمبر ۳۵۵۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الخ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رض
عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ صَدِيقًا لِأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَكَانَ أُمَيَّةُ إِذَا مَرَّ
بِالْمَدِينَةِ نَزَلَ عَلَى سَعْدٍ وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ فَلَمَّا قَدِمَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا فَنَزَلَ عَلَى
أُمَيَّةَ بِمَكَّةَ فَقَالَ لِأُمَيَّةَ انْظُرْ لِي سَاعَةَ خَلْوَةٍ لَعَلِّي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَخَرَجَ
بِهِ قَرِيبًا مِّنْ نِّصْفِ النَّهَارِ فَلَقِيَهُمَا أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ يَا أَبَا صَفْوَانَ مَنْ هٰذَا

مَعَكَ فَقَالَ هٰذَا سَعْدٌ فَقَالَ لَهُ أَبُوجَهْلٍ أَلَا أَرَاكَ تَطُوفُ بِمَكَّةَ آمِنًا وَقَدْ آوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ تَنْصُرُونَهُمْ وَتُعِينُونَهُمْ أَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنَّكَ مَعَ أَبِي صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ إِلَى أَهْلِكَ سَالِمًا فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ وَرَفَعَ صَوْتَهُ عَلَيْهِ أَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِي هٰذَا لَأَمْنَعَنَّكَ مَا هُوَ أَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ طَرِيقَكَ عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ أُمَيَّةُ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلَى أَبِي الْحَكَمِ سَيِّدِ أَهْلِ الْوَادِي فَقَالَ سَعْدٌ دَعْنَا عَنْكَ يَا أُمَيَّةُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُمْ قَاتِلُوكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِي فَفَزِعَ لِذٰلِكَ أُمَيَّةُ فَزَعًا شَدِيدًا فَلَمَّا رَجَعَ أُمَيَّةُ إِلَى أَهْلِهِ قَالَ يَا أُمَّ صَفْوَانَ أَلَمْ تَرَيْ مَا قَالَ لِي سَعْدٌ قَالَتْ وَمَا قَالَ لَكَ قَالَ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ فَقُلْتُ لَهُ بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِي فَقَالَ أُمَيَّةُ وَاللّٰهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ اسْتَنْفَرَ أَبُوجَهْلٍ النَّاسَ قَالَ أَدْرِكُوا عِيرَكُمْ فَكَرِهَ أُمَيَّةُ أَنْ يَخْرُجَ فَأَتَاهُ أَبُوجَهْلٍ فَقَالَ يَا أَبَا صَفْوَانَ إِنَّكَ مَتَى مَا يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِي تَخَلَّفُوا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ أَبُوجَهْلٍ حَتَّى قَالَ أَمَّا إِذَا غَلَبْتَنِي فَوَاللّٰهِ لَأَشْتَرِيَنَّ أَجْوَدَ بَعِيرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ أُمَيَّةُ يَا أُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِينِي فَقَالَتْ لَهُ يَا أَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيتَ مَا قَالَ لَكَ أَخُوكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ لَا مَا أُرِيدُ أَنْ أَجُوزَ مَعَهُمْ إِلَّا قَرِيبًا فَلَمَّا خَرَجَ أُمَيَّةُ أَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا إِلَّا عَقَلَ بَعِيرَهُ فَلَمْ يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتَّى قَتَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت سعد بن معاذؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ اُمیہ بن خلف کے دوست تھے۔ امیہ جب مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعدؓ کا مہمان ہوتا اور جب حضرت سعدؓ کا مکہ میں آنا ہوتا تو وہ امیہ کے یہاں قیام کرتا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ تو حضرت سعدؓ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ گئے۔ اور امیہ کے ہاں قیام کیا۔ اور امیہ سے کہا کہ کوئی خالی وقت دیکھ لو تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کرلوں۔

چنانچہ وہ ان کو لے کر دوپہر کے قریب روانہ ہوئے۔ تو دونوں سے ابو جہل کی ملاقات ہوگئی۔ اس نے پوچھا اے ابوصفوان یہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت سعدؓ ہیں۔ تو ابو جہل نے کہا۔ کہ میں نہیں دیکھنا چاہتا کہ تم امن کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرو۔ جب کہ دین سے پھر جانے والوں کو تم نے ٹھکانا دیا ہے۔ اور تم یہ بھی کہتے ہو۔ کہ ہم ان کی مدد کریں گے۔ اور ان سے تعاون کریں گے۔ اللہ کی قسم! اگر تم ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو سالم بچ کر اپنے گھر والوں کے پاس نہ پہنچ سکتے تو حضرت سعدؓ نے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر تو نے ہم کو اس طواف سے روکا تو ہم تم کو اس سے گراں چیز سے روکیں گے۔ وہ تمہارا مدینہ والوں سے گذر کر شام کا راستہ ہے۔ امیہ بولا۔ اے سعد! وادی والوں کے سردار ابوالحکم پر اونچی آواز سے بات نہ کرو۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا۔ اے امیہؓ! چھوڑ دو ہمارے ساتھ باتیں مت بناؤ۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ کہ وہ لوگ مدینہ والے تجھے قتل کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا مکہ میں۔ حضرت سعدؓ بولے یہ میں نہیں جانتا۔ تو اس خبر سے امیہ بہت گھبرایا۔ جب گھر واپس آیا تو اپنی بیوی سے کہنے لگا۔ کہ ام صفوان! تمہیں معلوم نہیں ہے کہ مجھے سعدؓ نے کیا کہا وہ بولی وہ کیا کہہ گئے ہیں۔ بولا وہ کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ مدینہ والے مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ میں نے پوچھا مکہ میں۔ اس نے کہا۔ یہ میں نہیں جانتا۔ تو امیہ نے قسم کھالی۔ کہ اب میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا۔ جب بدر کی لڑائی کا دن آیا۔ تو ابو جہل لوگوں کو لڑائی کے لئے نکال رہا تھا۔ کہ اپنے قافلہ کی مدد کے لئے پہنچو تو امیہ مکہ سے نکلنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ابو جہل اس کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ ابوصفوان! تو وادی والوں کا سردار ہے۔ جب لوگ تجھے دیکھیں گے کہ تو پیچھے رہ گیا ہے۔ اور لڑائی میں شامل نہیں ہو رہا۔ تو دوسرے لوگ بھی تیرے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے۔ پس برابر ابو جہل اس کو اکساتا رہا۔ تو امیہ کہنے لگا اے ابوالحکم جب تو مجھ پر غالب آگیا ہے۔ تو میں مکہ میں ایک عمدہ اونٹ خرید کر لوں گا تاکہ راستہ سے جلد ہی واپس آجاؤں۔ تو اس نے بیوی سے آکر کہا۔ کہ اے ام صفوان! میرے لئے سامان تیار کرو۔ وہ بولی اے ابوصفوان۔ کیا تمہیں اپنے یثربی بھائی سعدؓ کی بات بھول گئی ہے۔ اس نے کہا بھولی تو نہیں۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں ان کے قریش کے لشکر کے ہمراہ تھوڑی سی دور ایک دن دو دن کے لئے جا کر پھر واپس آجاؤں گا۔

چنانچہ وہ روانہ ہوا تو کسی منزل پر پڑاؤ نہیں کرتا تھا۔ مگر یہ کہ اپنے اونٹ کے گھٹنے رسّے سے باندھ لیتا تاکہ بھاگنے میں دیر نہ ہو۔ ایسے کرتے کرتے وہ بدر میں پہنچ گیا۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے اس کو قتل کرادیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ امیہ بن خلف صنادید قریش میں سے ہے۔ بہت بڑا تاجر اور مالدار حضرت بلالؓ کا آقا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لوگ پہلے پہلے ایمان لائے۔ ان میں حضرت بلالؓ بھی تھے۔ ان کی ایمان لانے کی اطلاع جب امیہ کو ہوئی تو اس نے حضرت بلالؓ کو اسلام لانے سے روکا۔ ان کے انکار پر اس نے ان کو ستانا شروع کیا۔ سخت ایذائیں برداشت کرنے کے باوجود حضرت بلالؓ نے توحید کو نہ چھوڑا۔ احد احد کا نعرہ لگاتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی مکّہ کے بڑے تاجر تھے۔ ان کا ایک رومی غلام تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے حضرت بلالؓ کی تکالیف نہ دیکھی جاتیں تھیں۔ امیّہ کو نصیحت کی جو کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر اپنا رومی غلام دے کر حضرت بلالؓ کو اس سے لے لیا۔ جب قریش اور مسلمانوں میں اعلان جنگ ہو گیا۔ نہ امیّہ بن خلف مدینہ آسکتا تھا اور نہ ہی ان کے دوست حضرت سعدؓ مکّہ آسکتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے ان کو خط لکھا۔ کہ میں مدینہ میں تیرے مملوکات کی حفاظت کروں گا۔ اور تم مکّہ میں میرے مملوکات کی حفاظت کرو۔ لڑائی کے ختم ہونے پر جب یہ پکڑا گیا۔ ان کو قتل کردینے کا حکم تھا۔ چونکہ امیہ سے حضرت سعدؓ کا عہد تھا۔ اس لئے وہ راتوں رات اسے لے کر چلے۔ حضرت بلالؓ نے امیّہ کو دیکھ لیا۔ تو نعرہ لگایا۔ لا نجوت ان نجا امیّۃ بن خلف۔ کہ اگر امیّہ بچ کر نکل گیا تو میری زندگی نہیں ہے۔ حضرت سعدؓ امیّہ پر گر پڑے۔ لیکن حضرت بلالؓ نے انصار کے ایک گروہ کے ساتھ تلواروں سے چونک چونک کر اسے مار دیا۔ غزوۂ بدر سے پہلے حضرت سعدؓ عمرہ کے ارادہ سے مکّہ معظمہ امیّہ کے پاس اترے تو یہ واقعہ پیش آیا۔

صباۃ جمع صابی کی جو شخص ایک دین سے پھر کر دوسرا دین اختیار کرے۔ ابوجھل کا نام عمرو بن ہشام ہے۔ اسلام سے پہلے اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ فیصلے کرنے والا۔ اسلام میں اسے ابوجہل کے نام سے پکارا جانے لگا۔

انھم قاتلوک میں ھم ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اتباع کی طرف راجع ہے۔ یہ توجیہ مشہور ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ابوجہل اور اس کے اتباع کی طرف راجع ہے۔

ففزع لذلک فزعا شدیدا اگر وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے۔ لیکن آپ کے متعلق ان کا یقین تھا کہ آپ کبھی جھوٹی بات نہیں کہتے۔ جو کچھ آپ فرماتے ضرور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے۔ ماکذب محمد اور یہی ابوجہل نے تنہائی میں کہا تھا۔ کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس لئے ایمان نہ لایا کہ یہ بات نفس سرکش کی مرضی کے خلاف تھی۔ سرداری کی انا نے جھکنے نہیں دیا۔ اور غزوۂ بدر کی نوبت اس لئے پیش آئی کہ کفار مکہ نے ابوسفیان کو قافلہ کا سردار بنا کر سامان جنگ لینے کے لئے شام بھیجا جس نے جنگی سامان کے ایک ہزار اونٹ لاد لئے۔ جب یہ قافلہ سامان لئے ہوئے مکہ کو روانہ ہوا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوسوں نے اس عیر قافلہ کی آمد کی اطلاع دی۔ صحابہ کرام اس قافلہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ تاکہ اس کا جنگی سامان چھین لیا جائے۔ ابوسفیان نے ساحلی راستہ اختیار کر کے قافلہ کو بچا کر لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن قبل ازیں اس نے ضمضم بن عمرو انصاری کے ذریعہ قریش کو اطلاع کر دی کہ قافلہ کی حفاظت کے لئے پہنچو۔ چنانچہ وہ الغوث الغوث پکارتا ہوا مکہ پہنچا ابوجہل نے ایک ہزار کا لشکر تیار کیا۔ امیہ بن خلف اس میں جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن ابوجہل نے ایک انگیٹھی میں دھونی رکھ کر اس کو غیرت دلائی کہ عورتوں کی طرح چھپ کر بیٹھ گئے ہو۔ آخر وہ نکلا اور بدر میں قتل ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ

ص۵۶۳ س۱۳ طریقک الی الشام مارا علی اھل المدینۃ دعا ہرا علیھم یعنی میں تیرا وہ راستہ روک دوں گا جو تو اہل مدینہ سے گزر کر شام کو جاتا ہے۔ اور ان پر سے عبور کر جاتا ہے۔ اب عبور نہیں کرنے دیا جائے گا۔

ص۵۶۳ س۱۶ الا عقل لعیرہ اونٹ کا باندھنا دلالت کرتا ہے۔ کہ واپس آنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر اس کا واپسی کا ارادہ ہوتا تو اسے نہ باندھتا۔ بلکہ جب بھی موقعہ ملتا واپس آجاتا۔

الحاصل وہ ہر پڑاؤ پر واپس آنے کا پروگرام بناتا کہ کل جاؤں گا یا پرسوں جاؤں گا۔ یہاں تک کہ اپنے مقتل بدر کے میدان میں پہنچ گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ

حافظ فرماتے ہیں کہ طریقک منصوب ہے جو لامنعنک کا معمول ہے۔ اور ما ھو اشد علیک سے بدل واقع ہو رہا ہے اور اسرائیل کی روایت میں

متحرک الی الشام ہے۔ یعنی شام کی طرف جو تیری تجارت کا راستہ ہے لوٹ مار کی جائے گی۔

عقل بعیرہ جو توجیہ حضرت گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ لفظ حدیث کے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ مولانا محمد حسنؒ مکی کی تقریر میں بھی ایسا ہے۔ عقل بعیرہ بارادۃ ان یذھب منزلا آخر ولو اراد الرجوع لم یعقل بعیرۃ یعنی وہ اونٹ کو اس ارادہ سے باندھتا تھا۔ کہ اگلی منزل پر پہنچ کر واپس آجائے گا۔ اگر واپسی کا ارادہ ہوتا تو اپنے اونٹ کو نہ باندھتا۔ اور فوراً واپس آجاتا۔ اور صاحب فیض فرماتے ہیں۔ کہ یہ امیہ کا حیلہ تھا۔ کہ اونٹ کو اپنے پاس باندھتا تھا۔ تاکہ موقع پاکر واپس بھاگ جائے۔

بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ وَقَالَ وَحْشِيٌّ قَتَلَ حَمْزَةُ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّقَوْلُهُ تَعَالٰى وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ الْاٰيَةَ۔

ترجمہ۔ غزوۂ بدر کا واقعہ۔ اللہ تعالےٰ اپنی ان آیات میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ جب تم لوگ ذلیل شمار کئے جاتے تھے۔ کہ نہ سامان حرب تھا نہ فوجی نفری تھی۔ تو اللہ تعالےٰ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی۔ پس اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو۔ شاید کہ تم شکر ادا کرتے رہو۔ جب کہ آپؐ مومنین سے فرما رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے تمہاری امداد کرے ہاں کیوں نہیں۔ اگر تم صبر کرو گے اور گناہوں سے بچتے رہو گے تو ایسے فوری امداد

پہنچتی رہے گی۔ یہ لو تمہارا رب پانچ ہزار علامت زدہ فرشتوں سے تمہاری امداد فرما رہا ہے۔ یہ فرشتوں کی امداد تو تمہاری خوشخبری کے لئے ہے۔ تاکہ تمہارے دل تسلی کر جائیں۔ ورنہ در حقیقت امداد و نصرت تو اس اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو غالب اور حکمت والا ہے۔ اور یہ امداد اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی ایک جماعت کا صفایا کرنا چاہتے ہیں یا انہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ نامراد ہو کر واپس لوٹیں۔ وحشیؓ بن حرب حبشی فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر کے دن قتل کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی بدر کے بارے میں ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ ان عیر یا نفیر میں سے ایک تمہارے لئے ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جہاد کے فرض ہونے کے بعد یہ چوتھا غزوہ ہے جو بدر میں واقع ہوا۔ بدر ایک کنویں کا نام ہے جو اپنے مالک کے نام بدر سے مشہور ہوا۔ جو اس کنواں کو کھودنے والا یا اس کی من بنانے والا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا پانی بہت صاف تھا۔ اور چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اور بعض نے کہا گول ہونے کی وجہ سے بدر کہلایا۔ لیکن پہلی توجیہ زیادہ مشہور ہے۔ واقعہ کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ کہ کوئی شخص اگر اپنے دشمن سے اسلحہ وغیرہ چھین لے تو یہ عقلمندی کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف کرنا سیاسی غلطی ہوگی۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا اسلحہ چھیننے کی کارروائی کی اگر ایسا نہ کرتے تو سیاسی غلطی سمجھی جاتی۔ ہنوز دلی دور است والا معاملہ ہوگا۔

وقول اللہ تعالیٰ الخ یہ آیت کریمہ غزوۂ اُحد کے موقعہ پر نازل ہوئی۔ جس میں غزوہ بدر کا واقعہ مسلمانوں کی تسلی کے لئے بیان کیا گیا۔ جب مسلمان بدر کے قریب پہنچے اور جواسیس نے اطلاع دی۔ کہ عیر تو نکل گیا۔ اب نفیر کا سامنا ہے۔ تو مسلمانوں کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ کیونکہ تعداد بھی تھوڑی تھی اور ہتھیار بھی نہیں تھے۔ تو مسلمان اَغِثْنَا اَغِثْنَا یا رب کہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کے لئے ایک ہزار فرشتہ نازل کیا۔ جب دشمن کا ساز و سامان اور تعداد زیادہ سمجھی تو اس سے گھبراہٹ بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں سے امداد فرمائی۔ جب خبر آئی۔ کہ سردار کرز بن جابر کی کمک پہنچ رہی ہے تو رہا سہا اطمینان بھی جاتا رہا۔ تو باری تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے اتارنے کا وعدہ فرمایا۔ لیکن ان کی آمد مشروط تھی۔ اس لئے پانچ ہزار فرشتے نہ اترے۔

اگر شبہ ہو کہ فرشتہ تو اپنی ملکی صورت میں ایک ہی کافی تھا۔ تو جواب یہ ہے کہ بشری صورت میں ابتلاء اور امتحان کے لئے بھیجا گیا۔ کہتے ہیں کہ ان فرشتوں کے سر پر سفید عمامے تھے۔

قال وحشی الخ حضرت وحشیؓ طعیمہ بن عدی کے بھائی کے غلام تھے۔ طعیمہ کو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تو اس کے بھائی نے حضرت حمزہؓ کو قتل کے بدلے میں قتل کرنے پر ان کو آزادی دینے کا وعدہ کیا۔ تو اس امید پر یہ غزوۂ اُحد میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب حضرت امیر حمزہؓ ایک آدمی کو قتل کر کے واپس آرہے تھے۔ تو انہوں نے پتھر کی اوٹ سے نکل کر چھوٹے نیزے سے وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ابن الخیار راوی کا وہم ہے۔ صحیح ابن نوفل ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۶۰ حدثنی یحیی بن بکیر الخ سمعت کعب بن مالکؓ یقول لم اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ غزاھا الا فی غزوۃ تبوک غیر انی تخلفت عن غزوۃ بدر ولم یعاتب احد تخلف عنہا انما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید عیر قریش حتی جمع اللہ بینہم وبین عدوھم علی غیر میعاد۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جس قدر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کئے ہیں۔ میں ان میں سے کسی کے اندر پیچھے نہیں رہا۔ سوائے غزوۂ تبوک کے۔ جس کی مجھے سزا ملی۔ ہاں غزوۂ بدر میں بھی میں پیچھے رہ گیا۔ لیکن یہ وہ لڑائی تھی جس میں پیچھے رہ جانے پر کوئی عتاب نازل نہیں ہوا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے ارادہ سے تو نکلے نہیں وہ محض قافلہ قریش کو لوٹنے کا ارادہ تھا۔ لیکن اللہ تعالٰے نے آپؐ کو اور آپؐ کے دشمنوں کو بغیر کسی مدت مقرر کئے کے جمع کر دیا تھا۔ اور قافلہ قریش تیس چالیس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ جس میں ایک ہزار اونٹ پر سامان حرب لدا ہوا تھا۔ جو پچاس ہزار دینار کی مالیت کا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت کعب بن مالکؓ کا عجیب واقعہ ہے۔ جو بعد میں آرہا ہے۔ تین آدمی مخلص مسلمان غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ جن پر عتاب نازل ہوا کہ پچاس دن تک سلام و کلام بند رہا۔ پھر علی الثلاثۃ الذین خلفوا آیت نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ امروز فردا کرتے رہے۔ کہ آج جاتے ہیں کل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ خبر پہنچی آپؐ واپس تشریف لا رہے ہیں۔

قسمت کی بات کہ یہ لوگ جہاد میں جا نہ سکے۔ جس پر اہل مدینہ نے ان سے بائیکاٹ کیا۔ اور غزوہ بدر میں اس لئے پیچھے رہ گئے کہ یہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ جس کی بنا پر عتاب نہیں ہوا۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

ترجمہ۔ وہ وقت یاد کرو جب کہ تم رب سے مدد مانگ رہے تھے۔ تو اس نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بے شک میں تمہاری پے در پے آنے والے ایک ہزار فرشتوں سے امداد کرنے والا ہوں اور یہ امداد تمہارے خوش کرنے کے لئے ہے تاکہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ کیونکہ مدد اصلی تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو بے شک اللہ تعالیٰ غلبہ والے اور حکمت والے ہیں۔ جب کہ تم کو امن کے طور پر اللہ کی طرف سے اونگھ نے ڈھانپ لیا اور تمہارے اوپر آسمان سے پانی اتارا۔ تاکہ تم اس سے طہارت حاصل کرو۔ تاکہ شیطانی وساوس بھی تم سے دور کرے۔ اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے۔ تاکہ تمہارے قدم پھسلن سے محفوظ ہو جائیں۔ یاد رکھو جب کہ تیرے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے قدم جماؤ۔ میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ پس تم ان کی گردنوں پر تلوار زنی کرو۔ اور ان میں سے ہر ایک کے پور دے کاٹ دو۔ یہ حکم اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دینے والے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ آیات سورۂ انفال کی ہیں۔ پہلی آیات سورۂ آل عمران کی تھیں۔ امام بخاریؒ ان دونوں آیات کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ کہ ان دو آیات میں غزوہ بدر کا ذکر

کیا گیا ہے۔ پہلے ایک ہزار کا وعدہ تھا پھر تین ہزار کا وعدہ ہوا جب کہ گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ پانچ ہزار کا وعدہ اس شرط کے ساتھ مشروط تھا کہ اگر کرز بن جابر کی دو ہزار فوج آجاتی تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار فرشتے بھیجتے وہ نہیں آئے تو پانچ ہزار کی مدد بھی نہیں پہنچی۔

یغشاھم فعل لازم ہے تغشیکم فعل متعدی۔ نعاس کے معنی اونگھ کے ہیں۔ امنۃ مفعول لہ ہے۔ مسلمان جب بدر میں دیر سے پہنچے تو کفار میٹھے چشموں پر قبضہ کر چکے تھے۔ اور سہل زمین بھی ان کے قبضہ میں آچکی تھی۔ بعض صحابہ کرام جنبی ہوئے۔ پانی تھا نہیں۔ تیمم کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اس پر شیطان نے طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈالے۔ کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہیں ان مصائب وتکالیف کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی۔ جس سے طہارت کا انتظام بھی ہو گیا۔ ریتلی زمین جم گئی۔ ان کی زمین پھسلن سے محفوظ ہوئی۔ ان انعامات کا اللہ تعالیٰ ان آیات میں ذکر فرما رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۵۶ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لَاَنْ اَكُوْنَ صَاحِبَهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا عُدِلَ بِهٖ اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَدْعُوْا عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ فَقَالَ لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ یَمِیْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَیْنَ یَدَیْكَ وَخَلْفَكَ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَقَ وَجْهُهٗ وَسَرَّهٗ یَعْنِیْ قَوْلَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت مقداد بن اسود کے جنگی مقام میں حاضر ہوا تاکہ میں ان کا ساتھی ہوں۔ یہ بات مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ پسند تھی جو اس کے مقابل ہو سکتی ہیں۔ بہر حال وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ جب کہ آپؐ مشرکین کی طرف لوگوں کو بددعا کر رہے تھے۔ جس پر حضرت مقدادؓ نے کہا ہم اس طرح نہیں کہیں گے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا۔ کہ موسیٰ تو اور تیرا رب جا کر لڑے۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم لوگ تو آپؐ کی دائیں طرف بائیں طرف سامنے پیچھے غرضیکہ ہر طرف سے لڑیں گے۔ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس کا

چہرہ انور چمک اٹھا۔ اور اس بات نے آپ کو خوش کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یدعوا علی المشرکین یعنی آپؐ کے دل میں تردد تھا۔ کہ خدا جانے انصار کیا معاملہ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ پہلی لڑائی تھی اور انصار سے معاہدہ نصرت اور تحفظ کا تھا۔ یہ نہیں کہ آپؐ کے دشمنوں سے قتال بھی کریں گے۔ اس لئے آپؐ نے انصار کو مشرکین کے خلاف لڑنے کی دعوت دی۔ جب حضرت مقداد ابن اسودؓ کے مقالہ سے واضح ہو گیا۔ کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپؐ کو نہیں چھوڑ دیں گے۔ اور آپؐ کے ساتھ مل کر دشمنوں سے قتال نہیں کریں گے۔ تب آپؐ کو تسلی ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اصل میں لفظ انی ہے۔ لیکن بخاری کے جمیع نسخوں میں خواہ وہ ہندی ہوں یا مصری لفظ علی موجود ہے۔ شراح میں سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس کو ذکر فرمایا۔ اور لفظ حدیث کی تشریح وتفسیر فرمائی کہ آپؐ لوگوں کو قتال مشرکین کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور انہیں جنگ پر آمادہ کر رہے تھے۔ یہی معنی صاحب تیسیر نے بھی بیان کئے ہیں۔ کہ آمد پیغمبر خدا را در حال آنکہ آنحضرت مے خواند مردم را برجنگ مشرکان الخ وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان تو اپنے قافلہ ہمراہ نجات پا کے نکل چکا ہے۔ اور قریش نے بدر کا قصد کیا ہے تو آپؐ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یکے بعد دیگرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا۔ اسی طرح حضرت مقداد بن الاسودؓ نے بھی یہاں تک کہہ دیا۔ کہ اگر آپؐ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو آپؐ کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے۔ جب کہ انہوں نے آپؐ سے پوچھا کہ کیا آپ کا اشارہ ہم انصار کی طرف ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ مہاجرین تو میرے ساتھ گھر بار چھوڑ کر آ گئے ہیں۔ ان کو جہاں لے جاؤں وہ تو انکار نہیں کریں گے انصار نے صرف نصرت وحفاظت پر بیعت کی تھی۔ یہ نہیں کہ آپؐ کے دشمنوں کے ساتھ لڑائی میں بھی حصہ لیں گے۔ بنابریں حضرت مقدادؓ کے جواب سے آپؐ کو اطمینان ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳۵۶۲ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰھُمَّ اَنْشُدُکَ عَھْدَکَ

وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ فَأَخَذَ أَبُوبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی کے موقعہ پر یہ دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! کہ میں تیرے سے وفا عہد کی اور دشمنوں پر غلبہ کے وعدہ کے پورا کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اے اللہ! چونکہ میں آخری نبی ہوں۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میری اور میری امت کی ہلاکت کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ اس لئے کہ پھر ایمان کی طرف دعوت دینے والا کون ہوگا۔ جس پر حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بس یہی کافی ہے۔ اللہ آپؐ کی ضرور مدد کرے گا۔ چنانچہ آپؐ وہاں سے نکلے تو زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ ترجمہ آیت۔ عنقریب یہ جماعت مشرکین شکست کھا جائے گی بلکہ پیٹھ دے کر بھاگیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | جب آپؐ میدان بدر میں پہنچے تو مسلمانوں کو عَدَد اور عُدَد یعنی تعداد اور ہتھیاروں میں کمزور دیکھا۔ کہ غلبہ کے اسباب مسلمانوں میں مفقود ہیں اور کفار میں موجود ہیں۔ آپؐ کے لئے پھونس کا ایک عریش جھونپڑا بنایا گیا تھا۔ جس میں آپؐ نے نہایت تضرع اور زاری سے دعا مانگی۔ عہد و وعد وعدہ تو امر مستقبل کو پورا کرنے کا ہوتا ہے۔ اور عہد میں تاکیدی کلمات لائے جاتے ہیں تو وہ وعدہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اوفوا بالعهد یعنی عہد کو پورا کرنے کا حکم قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے۔

انشاد کے معنی پڑھنے اور طلب کرنے کے آتے ہیں۔ اسی سے انشاد شعر سے شعر پڑھنے کے معنی ہیں۔ اور انشاد ضالۃ میں گمشدہ چیز کو طلب کرنا ہے۔ اس جگہ انشاد سے طلب مراد ہے۔ یعنی اللهم اطلب عهدک ووعدک یا انشاد کے معنی تذکیر اور یاد دلانی کے ہیں۔

ای اذکرک عهدک ووعدک کہ آپ کو اپنا عہد و وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ ان شئت ای اهلاک هذه العصابة لم تعبد کے معنی ہیں۔ یعنی اگر ہم سب کے سب مقتول ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ کا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا۔ اگر بالفرض سب مقتول نہ ہوئے۔ تو مغلوب ہونے کی صورت میں بھی ان میں مقابلہ کی ہمت نہ ہوگی۔ اور نہ ہی کوئی دین اسلام کی طرف رغبت کرے گا۔ اور آپؐ کے بعد کسی نبی نے آنا نہیں تو عبادت الٰہی نہ ہوگی۔ یہ کلام زور دار تھا۔

جب آپؐ ان کلمات تک پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے کولی بھرلی۔ اور کہا حسبک ای حسبک منشادتک اگر اشکال ہو۔ کہ جب باری تعالےٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے۔

جاءھم نصرنا الخ تو جس قدر آپؐ کو وعدہ پر یقین کرنا چاہیئے۔ وہ اور کسی کے لائق نہیں پھر ان زوردار الفاظ کے ساتھ مناشدہ یعنی اللہ تعالےٰ سے امداد طلب کرنا عجیب بات ہے۔ دوسرے یہ کہ آپؐ تو مناشدہ کے ذریعہ بے اطمینانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اطمینان اور تسلی دلا رہے ہیں۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہونا چاہیئے تھا۔ جیسے لاتحزن ان اللہ معنا میں آپؐ نے اطمینان کا اظہار فرمایا تھا۔ تو اس کا ایک تو مشہور جواب ہے۔ کہ آپؐ کا مناشدہ سیاسۃً تھا۔ جس سے صحابہ کرام کو اطمینان اور تسلی دینا تھا۔ کیونکہ آپؐ کا مستجاب الدعوات ہونا صحابہ کرام کے نزدیک مسلّم تھا۔ تو جب وہ آپؐ کو گڑگڑاتا دیکھیں گے تو ان کو اطمینان حاصل ہوگا۔ کہ اب نصرت ایزدی ضرور ہماری دستگیری کرے گی تو گویا اپنے اطمینان حاصل کرنے کے لئے آہ وزاری نہیں تھی۔ بلکہ سیاسی طور پر صحابہ کرام کو اطمینان دلانا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے قول سے آپؐ کو یقین ہوگیا۔ کہ صحابہ کرامؓ مطمئن ہیں۔

لیکن اس سے عمدہ جواب اہل تصوف اور محققین نے دیا ہے۔ کہ اگرچہ باری تعالےٰ نے آپؐ سے غلبہ علی الکفار کا وعدہ کیا تھا۔ مگر وہ وعدہ مجمل تھا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے وعدے کئے جاتے ہیں۔ جن میں امتحانات ہوتے ہیں۔ بالآخر نصرت باری نصیب ہوتی ہے۔ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔ ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب انبیاء ورسل مایوس ہوگئے اور انہیں گمان ہوا کہ کہیں ان کو جھوٹا نہ کہا جائے۔ تو پھر ہماری مدد ان کو پہنچتی ہے۔ یہاں بھی اطمینان نہیں کہ اس جنگ میں غلبہ ہوگا یا نہیں۔ کیونکہ وقت کی کوئی تعیین نہیں تھی۔ بنابریں آپؐ پریشان تھے۔ جس پر آپؐ نے تفرع وزاری کا اظہار فرمایا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے کندھے سے چادر بھی گر پڑی۔ تیسرا جواب اس سے زیادہ قوی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ باری تعالےٰ کی شانِ بے نیازی پر ہے۔ اور یہ سالک کا کمال درجہ ہے کیونکہ باری تعالےٰ وعدہ پورا کرنے پر مجبور نہیں ہیں۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ اللہ بے نیاز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معرفت میں کامل ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

یعنی جب تک آپؐ کی ذات ان میں موجود ہے اللہ تعالےٰ ان کو عذاب دینے والے نہیں ہیں۔ بایں ہمہ جب بادل چڑھ آتا۔ آندھی آجاتی۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کا حال قابل دید ہوتا۔ کبھی اندر آتے کبھی باہر جاتے۔ حضرت عائشہؓ کے پوچھنے پہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ بادل کی صورت میں قوم عاد پہ عذاب نازل ہوا۔ مجھے کیا خبر ہے کہ اس بادل میں رحمت ہے یا عذاب ہے۔ یہاں بھی یہی اشکال ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتے۔ پھر بھی آپؐ پریشان نظر آتے ہیں۔ تو جواب یہی ہے کہ باری تعالیٰ کی عظمت اور شانِ بے نیازی ملحوظِ خاطر ہے۔ شانِ جلالت کا غلبہ ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے تحت اگر خلاف کر دیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وزیر اعظم شہنشاہ سے زیادہ ڈرا کرتا ہے۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔ اور کبھی کم علم والے کو کسی چیز کا احساس ہو جاتا ہے۔ جیسے گھوڑے کو عذاب قبر کا احساس ہو جاتا ہے جن و بشر کو نہیں ہوتا۔ یہ جواب محققین صوفیاء کا ہے۔ کہ آپؐ مقام خوف پہ نگاہ رکھتے تھے۔ اور صدیق اکبرؓ پہ مقام رجاء کا غلبہ تھا۔ احادیث اس پہ دلالت کرتی ہیں۔ اگر اس پہ اشکال ہو کہ پھر تو وعدہ خلافی ہوئی۔ جو شانِ ربوبیت کے لائق نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ کیا وعدہ کے بعد وہ چیز قدرت سے نکل جائے گی۔ بات یہ ہے کہ جو اشیاء امتناع بالغیر رکھتی ہیں۔ وہ قدرت میں داخل ہیں۔ اور جو ممتنع بالذات ہیں وہ قدرت میں داخل نہیں۔ یہی معاملہ حشر میں پیش آئے گا کہ انبیاء معصوم ہیں۔ جو خلاف شان امور سرزد ہوئے۔ وہ معاف کر دیئے گئے۔ اس کے باوجود وہ شانِ جلالت کی وجہ سے خائف ہوں گے۔ نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ اسی کو امکان کذب کہتے ہیں جس کو بریلوی حضرات سمجھ نہ سکے۔ اور علماء دیوبند پہ اعتراض جڑ دیا۔ کہ ان کا خدا جھوٹ بولتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

حدیث نمبر ۳۵۶۳ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ الخ میں قاعدین عن بدر اور خارجون الی بدر مراد ہیں۔ کہ بدر کی لڑائی میں حصہ لینے والے اور اس سے پیچھے رہ کر حصہ نہ لینے والے

برابر نہیں ہو سکتے۔

تشریح از شیخ مدنی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جہاد بالمال والنفس کر رہے ہیں وہ قاعدین عن الجہاد سے افضل ہیں۔ نیز! اس آیت سے اصحاب بدر کی بزرگی اور فضیلت بیان کی گئی۔ کہ ان کے رتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ جیسے کہ آگے آرہا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضرت عبداللہ بن جحش اور عبداللہ بن ام مکتوم (نابینا) حاضر ہوئے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ ہم تو معذور ہیں، ھل لنا رخصۃ کیا ہمارے لئے جہاد سے رک جانے کی اجازت ہے تو پھر غیر اولی الضرر کے الفاظ نازل ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہی لا یستوی القاعدون من بدر یعنی قاعدین کا خارجین کے برابر نہ ہونے کا حکم عام ہے۔ جو بدر والوں کو بھی شامل ہے۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت گنگوہی کی توجیہ اس پر مبنی ہے۔ کہ آیت کا نزول غزوۂ بدر کے بارے میں نہ ہو۔ اس سے زیادہ صراحت کوکب دری میں ہے۔ کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ آیت صرف اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ بلکہ یہ ایک کلیہ ہے جو اہل بدر کو بھی شامل ہے۔ جیسے دوسرے جزئیات کو شامل ہے۔ کیونکہ واقعہ بدر اچانک پیش آیا کسی کو اس کی خبر نہ ہو سکی۔ چہ جائیکہ ابن ام مکتوم تک نوبت پہنچ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے کسی متخلف عن بدر پر عتاب نہیں فرمایا۔ اس کی تائید علامہ عینی اور صاحب بحر محیط نے کی ہے۔ اور میرے نزدیک ابن عباس کی مراد من قولہ عن بدر سے یہ ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر میں نازل ہوئی جس کی طرف امام بخاری نے بھی اشارہ کیا ہے کہ اس باب کو غزوۂ بدر میں ذکر فرمادیا۔

بَابُ عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ

ترجمہ۔ اصحاب بدر کی تعداد کیا تھی۔

حدیث نمبر ۳۵۶۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلٰى سِتِّيْنَ وَالْأَنْصَارُ نَيِّفًا وَّأَرْبَعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو چھوٹا سمجھ کر جنگ بدر میں شریک نہیں کیا گیا۔ ایسے بدر کی لڑائی میں مہاجرین کی تعداد ساٹھ سے کچھ زائد تھی۔ اور انصار کی تعداد دوسو چالیس ۲۴۰ سے کچھ زائد تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی عمر غزوۂ بدر کے موقعہ پر تیرہ سال کی تھی۔ جہاد کی خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں اور حضرت براءؓ کو اجازت نہیں ملتی۔ غزوۂ خندق میں ان کو اجازت مل گئی۔ استصغرت ای اعددت صغیراً یعنی مجھے چھوٹا شمار کیا گیا۔ نیف ان اعداد کو کہتے ہیں۔ جو بین العقدتین یعنی جو دو دہائیوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۵۶۵ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّهُمْ كَانُوا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَازُوا مَعَهُ النَّهَرَ بِضْعَةَ عَشَرَ وَ ثَلٰثُ مِائَةٍ قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَ مَعَهُ النَّهَرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ بدر میں حاضر ہوئے ان میں سے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حدیث بیان کی۔ کہ ان کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی۔ جنہوں نے ان کے ہمراہ نہر کو عبور کیا تھا۔ وہ تین سو دس ۳۱۰ سے کچھ اوپر تھے۔ حضرت براءؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! ان کے ساتھ نہر کو عبور کرنے والے مومن ہی تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ طالوت بنو اسرائیل کے جرنیل تھے۔ جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی۔ تو ان پر ایک کافر قوم مسلط کر دی گئی۔ شمعون علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر آئے۔ اور مطالبہ کیا کہ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کرو۔ جس کی قیادت میں ہم دشمنوں سے قتال کریں۔ طالوت بادشاہ مقرر ہوا تو ان پر طرح طرح کے اعتراض کرنے لگے۔ حالانکہ بنیامین کے نسب میں سے تھے۔ پہلے ان کے خاندان میں بادشاہت نہیں تھی۔ بلکہ شمعون علیہ السلام کے خاندان میں تھی۔ طالوت دباغ تھا اور قد آور اور ذی علم تھا۔ فنون حربیہ سے خوب واقف تھا۔ اعتراضات کے جواب میں شمعون علیہ السلام نے ان کو معجزات دکھلائے۔ تب طالوت فوجیں لے کر نکلے۔ راستہ میں نہر اردن پڑتی تھی۔ امتحان کے طور پر ان سے کہا گیا۔ کہ سیر ہو کر پانی نہ پینا چلو بھر پانی پر اکتفا کر لینا۔

لیکن اکثر لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر پانی پیا۔ وہ بزدل ہو کر بیٹھ گئے صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) نے چلو بھر پانی پر گزارہ کیا یہی نہر عبور کر کے گئے۔ اور جالوت بادشاہ جس کے پاس ہزاروں کی تعداد میں فوج تھی۔ اس کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کے ذریعہ جو گوپیا چلاتا تھا جالوت کو قتل کرا دیا۔ وہ لڑکے داؤد علیہ السلام تھے۔ جن کو تین پتھروں نے ہمکلام ہو کر کہا آپ ہمیں اٹھا لیں۔ ہم جالوت کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہوا۔

قال البراء لا واللہ یہ جملہ مجمل ہے دراصل یہ اس اعتراض کا جواب ہے کہ کیا طالوت کے ہمراہ کسی غیر مؤمنین نے بھی ساتھ دیا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ صرف مؤمن لوگوں نے دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لم یجاوز معہ الا مؤمن ص ۵۶۴ / ۲۴ مقصد اس حدیث کا یہ ہے۔ کہ جیسے اصحاب طالوت مؤمن تھے۔ ایسے اصحاب بدر بھی سب کے سب مؤمن تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں جو بدر میں حاضر نہیں ہوتے وہ مؤمن ہی نہیں۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ یہ تو ایک ہنگامی جنگ تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اصحاب بدر اصحاب طالوت کے موافق تھے۔ تعداد میں بھی اور صفت ایمان میں بھی کیونکہ ان کے بارے میں فرمایا گیا۔ فمن شرب منہ فلیس منی تو معلوم ہوا پینے والا مؤمن نہیں ہے اور بقول صاحب جلالین وصاحب جمل کہ وہ تین سو تیرہ (۳۱۳) نفر تھے۔ غزوۂ بدر رمضان شریف کی سترہ تاریخ کو واقع ہوا۔ مسلمانوں کے پاس ستر اونٹ اور دو گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور مہاجرین میں سے ستر اور انصار میں سے دو سو چھتیس حضرات تھے کفار و مشرکین نو سو پچاس (۹۵۰) لڑاکے نوجوان تھے۔ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی دعا مانگی۔ صدیق اکبرؓ ہمراہ تھے۔ وحی کے ذریعہ غلبہ کی بشارت سنائی گئی۔ کفار میں سے ستر مارے گئے۔ ستر قیدی بنائے گئے۔ انصار میں سے آٹھ اور مہاجرین میں سے پانچ شہید ہوئے۔ آپؐ نے غنائم بدر کو تقسیم فرمایا۔ ذوالفقار تلوار اپنے لئے مخصوص کر لی۔ ابو جہل کا اونٹ بھی مال غنیمت میں شامل کیا۔ ابو لہب بدر کی لڑائی میں شامل نہیں ہوا۔ وہ سات دن کے بعد عدسہ میں مر گیا۔

فائدہ۔ مشائخ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ اصحاب بدر کے ذکر کے وقت جو دعا مانگی جائے

مستجاب ہوگی مجرب ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۶۶ حدثنا عبداللّٰہِ بنُ رجاءٍ الخ عن البراء قال کُنّا اَصحابُ محمّدٍ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم نتحدّثُ انّ عِدّۃَ اصحابِ بدرٍ علیٰ عِدّۃِ اصحابِ طالوتَ الّذینَ جاوزوا معہُ النّھرَ ولم یُجاوِز معہُ اِلّا مُؤمنٌ بِضعۃَ عشرَ وثلٰثُ مِائۃٍ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ہم حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو تیرہ تھے۔ اصحاب طالوت کی تعداد کے مطابق جنہوں نے ان کے ہمراہ نہر اردن کو عبور کیا تھا اور نہر عبور والے ان کے ہمراہ مؤمن ہی تھے۔

تشریح از قاسمی آٹھ آدمی غزوۂ بدر سے بوجہ کسی عذر کے پیچھے رہ گئے۔ آپؐ نے ان کا حصّہ غنیمت میں مقرر فرمایا۔ ان میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی ہیں جو بی بی رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے رہ گئے تھے۔ طلحہ بن عبیداللہؓ اور سعید بن زیدؓ کو آپؐ نے قافلے کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ابولبابہؓ کو مدینہ والوں کے لئے اور ہاشم بن عدیؓ کو اہل العالیۃؓ کے لئے حارث بن حاطبؓ کو روحا سے بنوعمرو بن عوف کے لئے واپس بھیجا اور حارث بن حثمہ روحا میں گر پڑے تھے جن کی ہڈی ٹوٹ گئی آپؐ نے ان کو مدینہ واپس بھیج دیا اور خوات بن جبیر کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔

باب دُعاءِ النّبیّ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم علیٰ کُفّارِ قُریشٍ شَیبۃَ وعُتبۃَ والولیدِ واَبی جہلِ بنِ ہِشامٍ وَّھلاکِھم۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار قریش پر بددعا کرنا خصوصاً شیبہ۔ عتبہ۔ ولید اور ابوجہل بن ہشام اور ان سب کا ہلاک ہوجانا۔

حدیث نمبر ۳۵۶۷ حدثنی عمرو بنُ خالدٍ الخ عن عبدِاللّٰہِ بنِ مسعودٍؓ قال استقبلَ النّبیُّ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم الکعبۃَ فدعا علیٰ نفرٍ مِن قُریشٍ علیٰ شیبۃَ بنِ ربیعۃَ وعُتبۃَ بنِ ربیعۃَ والولیدِ بنِ عُتبۃَ

3/2

وَاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ فَاَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَاَیْتُهُمْ صَرْعٰی قَدْ غَیَّرَتْهُمُ الشَّمْسُ وَكَانَ یَوْمًا حَارًّا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی طرف تشریف لائے اور قریش کی ایک جماعت پہ بد دعا کی۔ جو آپؐ پہ کھل کھلا کر ہنس رہے تھے۔ وہ شیبہ بن ربیعہ۔ عتبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ اور ابو جہل بن ھشام ہیں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے بدر کی لڑائی میں زمین پہ پچھاڑا ہوا دیکھا کہ دھوپ نے ان کی شکلیں بدل دی تھیں اور وہ دن بڑا سخت گرم تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں یہ حدیث مختصر ہے۔ دوسری جگہ مفصل حدیث آ چکی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ سرداران قریش کی جماعت کچھ دور بیٹھی تھی۔ جو کہنے لگے کہ اس ریاکار کو دیکھو کہ یہاں آکر عبادت کر رہا ہے۔ مشورہ کے بعد عقبہ ابن ابی معیط ذبح شدہ اونٹ کی اوجھری گند گی سمیت سجدہ کی حالت میں آپؐ کی پیٹھ پہ رکھ دیتا ہے۔ اس کا بوجھ اتنا تھا کہ آپؐ اس کی وجہ سے اٹھ نہیں سکے۔ اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ تو نے رکھا دوسرا کہتا یہ اس نے رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ واقعہ دیکھ رہے تھے۔ مگر قریش میں سے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے اور نہ ہی کچھ کر سکتے تھے۔ روتے ہوئے آپؐ کے مکان پہ پہنچ کر حضرت فاطمہؓ کو یہ واقعہ سنایا تو ان قریش کو گالیاں دیتی ہوئی آئیں اور آپؐ کی پیٹھ سے اس بوجھ کو ہٹایا چونکہ حضرت فاطمہؓ شرفا میں سے تھیں۔ اس لئے انہوں نے جرأت سے کام لے کر یہ کام کر دیا۔ تو قریش نے بھی کچھ نہ کہا۔ جس کے بعد آپؐ نے یہ بد دعا کی۔ اور قریش کا یہ عقیدہ تھا کہ جو دعا خانہ کعبہ کے قریب مانگی جائے۔ اور وہ مظلوم کی بد دعا ہو۔ تو اس کا اثر ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ یہ سب کے سب غزوۂ بدر میں مقتول ہوئے۔ اور آپؐ کی بد دعا اس بنا پہ تھی۔ جیسے ڈاکٹر عضو فاسد کو کاٹ دیتا ہے۔ چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ الشفاء فی الثلاث۔ والعسل والحجامۃ۔ والکی من النار شھد۔ پچھنے لگوانا اور آگ سے داغ دینا۔ کیونکہ ان تینوں سے مادہ فاسد نکل جاتا ہے۔ ہمیشہ طبیب حاذق مرض

کے زہریلے مادہ کا علاج کرتا ہے۔ اگر مادہ فاسد کو نہ نکالا جائے تو وہ اور بگاڑ کرتا ہے۔ شفا اور تندرستی مشکل ہو جاتی ہے۔ تو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے جو مبدء فساد تھے۔ بددعا فرمائی۔ تو یہ لوگ دنبل کی طرح مادۂ فاسد تھے۔ ان کو صفحۂ ہستی سے ہٹایا گیا۔ ساری قوم کے لئے بددعا آپؐ سے کہیں ثابت نہیں ہے۔ البتہ نوحؑ اور موسیٰؑ سے جو اپنی ساری قوم کے لئے بددعا ثابت ہے وہ ان کی شانِ جلالی کا مظہر تھا۔ جس پر قیامت کے دن وہ تاسف کا اظہار کریں گے۔

بَابُ قَتْلِ اَبِیْ جَهْلٍ

ترجمہ۔ ابوجہل کا قتل ہونا۔

حدیث نمبر ۳۵۶۸ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضـ اَنَّهُ اَتٰى اَبَا جَهْلٍ وَّبِهٖ رَمَقٌ يَّوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ اَعْمَدُ مِنْ رَّجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بدر کی لڑائی میں ابوجہل کے پاس پہنچے تو ابھی تک اس میں زندگی کے کچھ سانس باقی تھے۔ تو ابوجہل کہنے لگا کہ کیا میرے سے زیادہ عجیب یا اغضب آدمی تم نے قتل کیا ہے۔ یعنی نہ تمہارے لئے فخر ہے اور نہ میرے لئے عار ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کسی قوم نے اپنے سردار کو قتل کیا ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صورت یہ پیش آئی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں میدان بدر میں کھڑا تھا۔ اپنے دائیں بائیں دیکھا تو دو نوجوان کھڑے تھے۔ نوجوانوں میں جوش تو ہوتا ہے لیکن تحمل نہیں ہوتا۔ بے سمجھی میں کچھ کا کچھ کر گزرتے ہیں۔ ان کو افسوس ہوا۔ کہنے لگے کہ کاش آج کوئی تجربہ کار میرے ساتھ ہوتا تو جنگ کا نقشہ بدل دیتے۔ تھوڑی دیر گذری کہ ایک نے کہا چچا! یہ تبلاؤ کہ ابوجہل کہاں ہے۔ کیونکہ وہ نوجوان انصاری تھے اور یہ مہاجر تھے۔ جو قریش کے ہر ہر فرد کو اچھی طرح جانتے تھے۔ تو انہوں نے پوچھا اسے دیکھ کر کیا کرو گے۔ اس نے کہا سنا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے۔ اور

میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو جب تک اسے قتل نہ کر لوں اپنا بدن اس سے جدا نہیں ہوگا۔ اس طرح دوسری طرف کے نوجوان نے بھی کہا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بہت خوشی ہوئی کہ ایسے فدائی موجود ہیں۔ فرمایا اچھا میں بتلادوں گا۔ غرضیکہ یہ دونوں ابوجہل کو قتل کر کے آپؐ کو بشارت دیتے ہیں۔ یہ دونوں معاذ اور معوذ ابنا عفرا تھے۔ جن کی ماں ایک تھی۔ باپ الگ الگ تھے۔ یعنی یہ اخیافی بھائی تھے۔ تو آپؐ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو ابوجہل کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ سچ مچ ان نوجوانوں نے ابوجہل کو قتل کیا ہے یا کسی اور کو۔ یہ اس لئے کہ یہ انصاری تھے۔ قریش کو نہیں پہچانتے تھے۔ یا یہ دیکھنا تھا کہ اس کی جان نکلی ہے یا ابھی زندہ ہے۔ تو انہوں نے ابوجہل کو دیکھا زمین پہ پڑا ہوا ہے۔ جسے زخم کاری لگا ہوا ہے۔ بچنے کی امید نہیں تو انہوں نے اس کی داڑھی کو جھٹکا دے کر کہا۔ اخزاک اللہ یا عدو اللہ اے اللہ کے دشمن اللہ نے تجھے رسوا کیا۔ جس پہ ابوجہل نے کہا۔ ھل اعمد بمعنی اھلک۔ یہ اسم تفضیل ہے اور بعض نے اعمد بمعنی اعجب کے لیا ہے۔ یہ بطور تسلی کے کہا اور بعض نے اعمد بمعنی اغضب کے کہا ہے۔ اور اشرف و ازید کے معنی بھی آتے ہیں۔ مگر یہ لازمی معنی ہیں۔ بہرحال اپنے نفس کو تسلی دیتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ ابھی تو ایک کو قتل کیا ہے۔ قوم موجود ہے بدلہ لے گی۔

حدیث نمبر ۳۵۶۹ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْجَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَآءَ حَتّٰى بَرَدَ قَالَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَؒ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو ابوجہل کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ دیکھ کر آئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے تو اس کو اس حال میں پایا کہ عفرا کے دو بیٹوں نے اسے گھائل کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ قریب ازمرگ ہوگیا۔ تو اس کی داڑھی کو پکڑ کر کہا کہ کیا تو ابوجہل ہے۔ کہا کہ اس آدمی سے بھی بلند کوئی آدمی پایا جس کو

اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ یا کہا کہ تم نے اس کو قتل کیا ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بَرَدَ بمعنی مات اور برد قریب الموت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ برد ای سکن۔ کہ پھڑکنے سے سکون کر گیا۔ اور حرارت کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور یہ کیفیت موت کے قریب ہوتی ہے۔ جب کہ روح کے نکلنے کا وقت قریب ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے شراح کے قول کی عمدہ تاویل کی ہے۔ کیونکہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ برد بمعنی مات کے ہے۔ اور قسطلانیؒ بھی یہی فرما رہے ہیں۔ کہ برد بمعنی مات اور مرے ہوئے کی حالت میں ہو گیا کہ جیسے مذبوح کی صرف حرکت باقی رہ جاتی ہے ایسا ہی حال تھا۔ اور حافظؒ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ برد بمعنی مات لیکن قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مسلم کی روایت میں حتی برک آیا ہے۔ بمعنی کہ وہ گر پڑا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت ابن مسعودؓ اس سے ہمکلام ہوئے ہیں۔ اگر مر چکا تھا تو پھر کلام کیسے ہوتا۔

حدیث نمبر ۳۵۷۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَّنْظُرُ مَا فَعَلَ اَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ اَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا۔ کہ کوئی شخص جا کر ابوجہل کا حال دیکھ آئے کہ اس پہ کیا گذری۔ پس ابن مسعودؓ گئے۔ جس نے اس کو اس حال میں پایا۔ کہ عفراء کے دونوں بیٹے معاذ اور معوذ نے اس کو تلوار کے وار سے زخمی کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ قریب از مرگ ہو گیا۔ تو ابن مسعودؓ نے اس کی داڑھی سے پکڑ کر کہا کہ تو ابوجہل ہے۔ اور ایک روایت میں اباجہل ہے۔ یعنی واؤ کے بدلے الف ہے۔ یہ نصب علی النداء یا ان لوگوں کے مسلک کے مطابق ہے جو اسماء ستہ مکبرہ کے الف کو ہر حال باقی رکھتے ہیں۔ پس ابوجہل نے کہا کہ اس آدمی سے بلند کوئی ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔ یا کہا کہ تم نے اسے قتل کیا ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ دو سندوں

کے ساتھ اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۰۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُوا بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَفِيْهِمْ أُنْزِلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ تَبَارَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ أَوْ أَبُوْ عُبَيْدَةَ ابْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةُ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں پہلا شخص ہوں گا۔ جو قیامت کے دن رحمٰن کے سامنے گھٹنوں کے بل جھگڑے کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس بن عباد فرماتے ہیں کہ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے دین کے بارے میں جھگڑا کیا۔ فرمایا وہی لوگ ہیں جو بدر کی لڑائی میں ایک دوسرے کے مقابلہ کیلئے لڑائی میں نکلے۔ حضرت حمزہؓ۔ علیؓ۔ عبیدہ یا ابو عبیدہ بن الحارث۔ شیبہ بن ربیعہ۔ عتبہ اور ولید بن عتبہ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ انت ابا جہل کی دو صورتیں ہیں۔ انت مبتدا اور مقتول و مصروع خبر محذوف ہے۔ اور اباجہل منادیٰ ہے۔ یا یہ کہ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے جس کا اعراب مقدر پڑھا جائے گا۔ ابن مالک نے الفیہ میں اسے نقل کیا ہے کہ تینوں حرکات ایک ہی صورت میں ہوں گی۔ تو ایسے اباجہل میں ضمہ بالالف مقدرہ ہے۔ دوسری حدیث کی تشریح یہ ہے کہ اولاً باقاعدہ جنگ بدر میں ہوئی۔ قاعدہ یہ تھا کہ ایک آدمی نکلتا اور ھل من مبارز کہہ کر میدان میں آتا۔ وہی اپنے مقابل سے لڑتا۔ باقی صفیں تماشا دیکھتی رہتی تھیں۔ کبھی تو اسی پر فیصلہ ہو جاتا۔ اور کبھی ہلہ بول دیتے تھے۔ قریش مکہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت حمزہؓ کے مقابل میں شیبہ۔ علیؓ کے مقابلہ میں ولید بن عقبہ اور عبیدہ کے مقابل میں عتبہ۔ سب سے سن رسیدہ عتبہ بن ربیعہ تھا۔ حضرت حمزہؓ اور علیؓ نے اپنے مقابل کو سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ کہ پہلے وار میں ان کو قتل کر دیا۔ عبیدہ اور عتبہ میں تلوار چل رہی تھی۔ کہ حضرت حمزہؓ اور علیؓ نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ علیؓ اور ولید تو نوجوان تھے اور باقی چاروں شیخ تھے۔ حضرت عبیدہؓ کے گھٹنے میں تلوار کا

زخم لگا جس سے وہ شفایاب نہ ہو سکے۔ واپسی پر صفراء میں وفات پاگئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ انا اول من یجثوا الخ ص۵۶۵ س۱۵ کفار قریش صحابہ کرامؓ پر دعویٰ کریں گے کہ انہوں نے ان کو ظلماً قتل کیا ہے اور صحابہ کرام کہیں گے کہ ہم نے حق کی حمایت میں ان سے لڑائی کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ جو فائدہ قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمایا ہے وہ الفاظ آیت کے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ مخاصمہ تو فریقین کے درمیان ہوتا ہے۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ لیکن شراح بخاری نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ چنانچہ جلالین میں ہے۔

هٰذانِ خَصْمَانِ ای المؤمنون خصم۔ والکفار خصم اختصموا فی ربهم ای فی دینه صاحب جمل فرماتے ہیں۔ هذا خصمان اصحاب بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے مبارزہ و مقابلہ کیا تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں اور اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مومن اور کافر کی مثال بیان کی گئی ہے۔ جو بعث کے بارے میں جھگڑتے رہے۔ تو یہ تفسیر سب اقوال کو شامل ہوگی۔ قصہ بدر وغیرہ بھی اس میں آجائے گا۔ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اول من یجثو اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ جھگڑیں گے تو میں پہلا مخاصم ہوں گا۔

حدیث نمبر ۳۵۷۲ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الخ عَنْ اَبِي ذَرٍّؓ قَالَ نَزَلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِي رَبِّهِمْ فِي سِتَّةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلِيٍّؓ وَحَمْزَةَؓ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں۔ کہ هذان خصمان الآیۃ۔ یہ قریش کے چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حمزہؓ۔ حضرت عبیدۃ بن الحارثؓ۔ شیبہ۔ عتبہ۔ اور ولید بن عتبہ۔

حدیث نمبر ۳۵۷۳ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّؓ فِيْنَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ هذان خصمان الآیۃ۔ یہ آیت کریمہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۵۷۴ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ الخ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ

سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتُ فِيْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ السِّتَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ نَحْوَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت قیس بن عباد سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ذرؓ سے سنا۔ قسم کھا کر فرماتے تھے۔ کہ یہ آیات ان چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئیں جو بدر کی لڑائی میں مقابل ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۵۷۵ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ نَزَلَتْ فِي الَّذِيْنَ بَرَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذرؓ سے سنا جو خوب قسم کھا کر فرماتے تھے۔ کہ یہ آیت هذان خصمان الخ یہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کی لڑائی میں ایک دوسرے کے مقابل میں آئے۔ حضرت حمزہؓ۔ علیؓ۔ عبیدۃ بن الحارثؓ۔ عتبہ اور شیبہ جو ربیعہ کے بیٹے ہیں۔ اور ولید بن عتبہ کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۳۵۷۶ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَاَنَا اَسْمَعُ قَالَ اَشَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا قَالَ بَدْرًا قَالَ بَارَزَ وَظَاهَرَ حَقًّا۔

ترجمہ۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت براءؓ سے پوچھا۔ جب کہ میں سن رہا تھا۔ کہ کیا حضرت علیؓ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ انہوں نے خوب مقابلہ کیا۔ اور حق کی امداد و نصرت فرمائی کہ یہ کہ انہوں نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ظاهر بمعنی ایک زرہ کو دوسری زرہ پر پہننا یہ شدت قوت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ زرہ لوہے کی ہوتی ہے۔ اور بوجھل ہوتی ہے۔ دوہری زرہ اٹھانے کے لئے سخت قوت کی ضرورت ہے۔ اور ظاہر کے معنی اعان و نصر کے بھی آتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۵۷۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كَاتَبْتُ اُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَذَكَرَ

قَتَلَهٗ وَقَتَلَ ابْنِهٖ فَقَالَ بِلَالٌ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَّجَا اُمَيَّةُ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ کہ ایک دوسرے کی امداد کریں گے۔ جب بدر کی لڑائی شروع ہوئی۔ تو حضرت عبدالرحمٰنؓ کو امیہ کے قتل اور ان کے بیٹے کے قتل کرنے کا ذکر ہوا۔ تو حضرت بلالؓ نے کہا۔ میں نہیں بچ سکوں گا۔ اگر امیہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ چنانچہ انصار کی مدد سے اسے قتل کر دیا گیا۔

حدیث نمبر ۳۵۷۸ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ابْنُ عُثْمَانَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهٗ غَيْرَ اَنَّ شَيْخًا اَخَذَ كَفًّا مِّنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ فَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت کی۔ تو آیت سجدہ پر آپؐ نے بھی سجدہ تلاوت کیا اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ تھے سب نے سجدہ کیا۔ سوائے ایک بوڑھے امیہ بن خلف کے۔ جس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور اسے اپنی پیشانی تک اٹھا کر کہا کہ مجھے تو یہ کافی ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ بعد میں جنگ بدر کے اندر اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

تشریح از قاسمی امیہ بن خلف نے حضرت بلالؓ کو سخت تکالیف پہنچائی تھیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے قتل کی ٹھان لی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ آڑے آئے۔ لیکن وہ انصار کی مدد سے اس کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ چونکہ وہ بدر میں مارا گیا۔ اس لئے ترجمۃ الباب سے مطابقت ہوگئی کہ غزوہ بدر کا ذکر ہو رہا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۷۹ اَخْبَرَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ كَانَ فِى الزُّبَيْرِؓ ثَلٰثُ ضَرَبَاتٍ بِالسَّيْفِ اِحْدَاهُنَّ فِيْ عَاتِقِهٖ قَالَ اِنْ كُنْتُ لَاُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْهَا قَالَ ضُرِبَ ثِنْتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّوَاحِدَةً يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ قَالَ عُرْوَةُ وَقَالَ لِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ حِيْنَ قُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِؓ يَا عُرْوَةُ هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ قُلْتُ

نَعَمْ قَالَ فَمَا فِيهِ قُلْتُ فِيهِ فَلَّةٌ فُلَّهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ صَدَقْتَ. بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ. ثُمَّ رَدَّهُ عَلَى عُرْوَةَ قَالَ هِشَامٌ فَأَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلٰثَةَ اٰلَافٍ وَّاَخَذَهُ بَعْضُنَا وَلَوَدِدْتُّ اَنِّيْ كُنْتُ اَخَذْتُهُ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ قَالَ هِشَامٌ وَّكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ.

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ زبیرؓ کے بدن پر تلوار کے تین زخم تھے۔ ان میں سے ایک ان کے کندھے پر لگا تھا۔ بچپن میں میں ان مندمل زخموں میں اپنی انگلیاں داخل کر کے کھیلتا تھا۔ اور تلوار کے دو زخم انہیں بدر کی لڑائی میں لگے تھے۔ اور ایک یرموک کی لڑائی میں لگا۔ عروہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے خلیفہ عبد الملک بن مروان نے حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کی شہادت کے بعد پوچھا کہ کیا تم حضرت زبیرؓ کی تلوار کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ فرمایا اس کی کیا نشانی ہے۔ میں نے کہا اس میں دندانے پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ دندانے اسے بدر کی لڑائی میں پڑے تھے۔ (یہ جملہ محل ترجمہ ہے) اس نے کہا تو نے سچ کہا۔ شاعر کہتا ہے۔ کہ ان کی تلواروں میں دندانے اس لئے پڑ گئے کہ لشکروں کی تلواروں سے کھٹ کھٹاتی ہوا۔ پھر وہ تلوار حضرت عروہؓ کو واپس کر دی۔ ہشام راوی کہتے ہیں۔ کہ نیلامی میں ہم نے اس تلوار کی قیمت تین ہزار طے کی۔ جس کو بعض ورثاء نے لے لیا۔ میری خواہش تھی کہ میں ہی اسے خرید کر لیتا۔ اور عروہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار چاندی سے مزین تھی اور ہشام کہتے ہیں کہ عروہ کی تلوار چاندی سے مرصع تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ضربتہ کے بعد بالسیف کہنا بطور تاکید ہے جو ضربتہ سے مفہوم ہے کہ اس کے معنی تلوار مارنے کے ہیں۔ اور جو زخم تلوار لگنے سے ہو اسے ضربتہ کہتے ہیں۔ عاتق مونڈھے اور گردن کے بیچ کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ یرموک شام کے علاقہ میں ایک مقام ہے۔ جو دمشق کے قریب ہے۔ اس مقام پر رومیوں سے لڑائی ہوئی تھی۔ جس میں انہوں نے چاروں طرف سے اپنی فوجی قوت جمع کر کے مقابلہ کیا تھا۔ فوج کی تعداد تین لاکھ تھی۔ اور مسلمانوں کی کل تعداد چار لاکھ تھی۔ جس میں بوڑھے بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں۔ یہ سنہ ۱۳ھ کا واقعہ ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے جو لوگ میدان جنگ میں آئے ان کی تعداد ایک لاکھ سے

بھی کم تھی۔ جب اس کی اطلاع حضرت فاروق اعظمؓ کو ملی۔ تو انہوں نے تمام فوجوں کو یرموک میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب مسلمان جنگی حکمت عملی کی وجہ سے مقبوضہ علاقوں سے آنے لگے۔ تو علاقہ کے غیر مسلم باشندے جو رومیوں کے مظالم سے تنگ آچکے تھے۔ اور مسلمانوں کی مدارات دیکھ چکے تھے۔ تو وہ دلگیر ہو کر رونے لگے۔ اس لڑائی میں ستر ہزار رومیوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھا تھا۔ تاکہ کوئی بھاگ نہ سکے۔ اہل بدر میں سے اس لڑائی میں سو آدمی اور دیگر چار ہزار لوگ شہید ہوئے۔ رومیوں میں سے ایک لاکھ پانچ ہزار قتل ہوئے۔ اور چالیس ہزار قیدی بنائے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔ اس جنگ میں حضرت زبیرؓ کو حملہ کرنے کے لئے کہا گیا اور نصرت و تعاون کا وعدہ کیا گیا۔ چنانچہ یہ حملہ آور ہوئے۔ تمام صفوں کو چیرتے ہوئے اکیلے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔ واپسی پر رومیوں نے تین زخم پہنچائے۔ بایں ہمہ وہ مسلمانوں میں واپس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اس لڑائی کے موقعہ پر صرف بارہ برس کی عمر کے تھے۔ طبیعت میں شجاعت تھی۔ ان کے والد نے انہیں اور ان کے گھوڑے کو ایک صحابی کے سپرد کر دیا۔ کہ کہیں یہ حملہ نہ کر دیں۔ جب یہ بڑے ہوئے تو یزید بن معاویہؓ کی بیعت سے انکار کر دیا۔ یزید کی وفات کے بعد مروان بن الحکم کی حکومت چھ ماہ رہی۔ تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مروان کے بعد عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا۔ جس نے حجاج بن یوسف کو حضرت ابن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جس میں وہ کامیاب رہا۔ اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد ان کا مال و متاع عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔ جس میں ان کے دوسرے بھائیوں کی چیزیں بھی تھیں۔ ان میں سے حضرت زبیرؓ کی تلوار بھی تھی جو حضرت عروہؓ کے حصہ میں آئی تھی۔ جس کا واپسی کا انہوں نے عبدالملک سے مطالبہ کیا جو انہیں واپس کر دی گئی۔

بھن فلول الخ یہ مصرعہ نابغہ زبیانی کا ہے۔ جو اپنے ممدوحین کی تعریف کہتا ہے۔ کہ ان میں اور تو کوئی عیب نہیں ہے۔ البتہ پلٹنوں کو قتل کرنے کی وجہ سے ان کی تلواروں میں دندانے پڑ گئے ہیں۔ مدح بصورت ذم ہے۔ یہ بھی مدح کا خاص طریقہ ہے۔ چونکہ ایک تلوار کو تین آدمیوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے تلوارِ زبیرؓ کو نیلام کیا گیا۔ جس کی نیلامی تین ہزار درہم پر ختم ہوئی۔ تبرک کی وجہ سے قیمت میں اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت عروہؓ کو لینے کی نوبت نہ آئی۔ ان کے کسی رشتہ دار نے لے لی۔ جن کی ان کو

حسرت رہی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت زبیرؓ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔

کان سیف الزبیر محلی بفضۃ ۔ قاعدہ ہے جس چیز سے کسی کو محبت ہوتی ہے۔ وہ اسے خوب صورت بناتا ہے۔ عرب کے لوگ تلوار کے دھنی تھے۔ اس لئے اپنے آلات جنگ کو خوب صورت بناتے تھے۔ اور انہیں مرصع آلات کو مکانات کی زینت بنایا کرتے تھے۔ تلوار میں جو جگہ پکڑنے کی نہیں ہوتی۔ اس کے اوپر چاندی جڑی جاتی تھی۔ اس سے ایک تو رعب ڈالنا مقصود ہوتا تھا۔ دوسرے کہ یہ آلات ہمیشہ اس شخص کے پاس رہتے ہیں جنہیں آلاتِ حرب سے دلچسپی رہتی ہے۔ ہمارے لئے جیسے اقیموا الصلوٰۃ کا حکم ہے۔ ایسے اعدوا لہم کا حکم بھی ہے۔ کہ دشمنوں کے خلاف جس قدر ہوسکے مسلح ہو کر رہو۔ آج ہمارے اندر کسی قسم کی تیاری نہیں۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے شرفاء ان جنگی آلات کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ آج اسے مکروہ اور خلافِ شان سمجھا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ضرب تثنتین یوم بدر ۱؍ ص ۵۶۶ س ۹ اس عبارت کا یہ مقصد نہیں ہے کہ حضرت زبیرؓ کو جنگ یرموک میں صرف ایک تلوار کا زخم آیا۔ بلکہ جیسا آرہا ہے۔ ضرب یوم الیرموک ضربتین بلکہ مقصد یہ ہے کہ یوم یرموک میں ان کو ایک زخم بدر کے دو زخموں کے درمیان لگا۔ اور دوسری ضرب جو تھی وہ ان تینوں ضربات سے الگ ایک جانب تھی۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ دونوں لڑائیوں میں انہیں تلوار کے چار زخم لگے۔ ہر ہر لڑائی میں دو زخم تھے۔ لیکن جو دو زخم یرموک کی لڑائی میں لگے۔ ان میں سے ایک بدر کی لڑائی کے دو زخموں کے درمیان تھا۔ اور دوسری ضرب یوم بدر کے ضربات سے ایک جانب الگ تھی۔ جس کی صورت یہ ہوتی۔

ا یرموک ۱ بدر ۱ بدر ۱ یرموک۔ اس صورت کے بعد روایات میں اختلاف نہیں رہے گا۔ پس جو راوی یرموک کی ایک ضربہ نقل کرتا ہے اس کی مراد بدر کی دو ضربات کے درمیان والی ضربہ ہے۔ مطلق نہیں ہے۔ اگر مطلق مراد ہو تو پھر مفہوم عدد غیر معتبر ہوگا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یا عروۃ ھل تعرف عبد الملک بن مروان نے ان سے سوال اس لئے نہیں کیا کہ اسے اولادِ زبیرؓ سے مخالفت تھی۔ ورنہ وہ تلوار واپس نہ کرتا۔ اس کی مخالفت تو صرف عبداللہ بن زبیرؓ سے تھی۔ جس نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ اور سات سال تک برسرِ پیکار رہے۔ ثلثۃ آلاف دراہم تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے جو صورت جمع بین الروایات کی بیان فرمائی ہے۔ اس کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔ راوی جب آپ کی شجاعت فی البدر کا بیان کرتا تو دو ضربات بدر کے اور ایک ضربہ یرموک کا بیان کرتا۔ جب شجاعت فی الیرموک کا بیان ہوتا تو دو ضربہ یرموک کے اور ایک ضربہ بدر کا ذکر کر دیتا۔ دراصل چار ضربات ہے۔ ہر ہر لڑائی میں دو دو زخم آئے تھے۔ اور کرمانیؒ۔ قسطلانیؒ بیان فرماتے ہیں کہ عدد کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا۔ باقی سیف عروہ بایں معنی کہا گیا۔ کہ حضرت عروہ بھی مال کے ساتھ شام گئے تھے۔ عبدالملک نے ان سے تلوار کی علامت پوچھی۔ وہ تلوار ان کو مل تو گئی۔ لیکن وہ دوسرے بھائیوں کا بھی حصہ تھا اس لئے اسے نیلام کیا گیا۔ حضرت عروہؓ کی بولی کم تھی اس لئے ان کو نہ مل سکی۔ یرموک کی لڑائی میں امیر عسکر المسلمین حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے اور ہرقل بادشاہ روم کی طرف سے باہان امیر عسکر تھا۔

حدیث نمبر ۳۵۸۰ حدثنا احمد بن محمدؒ عن ابیہ الزبیرؓ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَیْرِ یَوْمَ الْیَرْمُوْکِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدُّ مَعَکَ فَقَالَ اِنِّیْ اِنْ شَدَدْتُّ کَذَبْتُمْ فَقَالُوْا لَا نَفْعَلُ فَحَمَلَ عَلَیْہِمْ حَتّٰی شَقَّ صُفُوْفَہُمْ فَجَاوَزَہُمْ وَمَا مَعَہٗ اَحَدٌ ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا فَاَخَذُوْا بِلِجَامِہٖ فَضَرَبُوْہُ ضَرْبَتَیْنِ عَلٰی عَاتِقِہٖ بَیْنَہُمَا ضَرْبَۃٌ ضُرِبَہَا یَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَۃُؓ کُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِیْ فِیْ تِلْکَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِیْرٌ: قَالَ عُرْوَۃُ وَکَانَ مَعَہٗ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الزُّبَیْرِؓ یَوْمَئِذٍ وَّھُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِیْنَ فَحَمَلَہٗ عَلٰی فَرَسٍ وَّوَکَّلَ بِہٖ رَجُلًا۔

ترجمہ۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے یرموک کی لڑائی میں کہا۔ کیا آپ دشمنوں پر حملہ نہیں کرتے۔ تاکہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ آور ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں نے حملہ کیا تو تم جھٹلاؤ گے ساتھ نہیں دو گے۔ انہوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے تو دشمن پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوتے ان سے آگے بڑھ گئے۔ جب کہ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ جب واپس ہو کر لوٹے تو دشمنوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور ان کے کندھے پر دو تلوار کے زخم لگائے کہ ان دونوں کے درمیان وہ

زخم بھی تھا جو انہیں بدر کی لڑائی میں لگا تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں ان زخموں میں اپنی انگلیاں داخل کر دیتا۔ کیونکہ میں چھوٹا بچہ تھا ان سے کھیلتا تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ان دنوں ان کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ بھی تھے۔ جو دس برس کی عمر کے تھے۔ آپ نے ان کو گھوڑے پر سوار کیا اور انہیں ایک صحابی کے سپرد کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | کذبتم الخ در حقیقت تکذیب قول کی طرف راجع ہوتی ہے۔ مگر کبھی فعل کی طرف بھی تکذیب کی نسبت کر دی جاتی ہے۔ جو فعل قول کے مطابق نہ ہو۔ اس کو تکذیب سے تعبیر کرتے ہیں۔

وھو ابن عشر سنین یہاں پر عشر کا لفظ بالقاء الکسر ہے۔ دراصل اثنا عشر کے معنی میں ہے۔ پہلی روایت میں کہا گیا تھا کہ ایک ضربہ تو عاتق (کندھے) میں تھا۔ دو ضربہ بدر میں اور ایک یرموک میں تھا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایک ضربہ یوم بدر میں اور یوم یرموک میں دو ضربے تھے۔ تعارض رفع کرنے کی صورت بیان ہو چکی ہے کہ روایات دونوں صحیح ہیں مگر حجت میں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہشام بن عروہ کے ایک تلمیذ عبداللہ بن المبارک ہیں۔ جو ضبط اور اتقان کی حیثیت سے معمر جو کہ ھشام کے دوسرے شاگرد ہیں۔ ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ لہذا دوسری روایت کو ترجیح ہوگی۔ اور فقہ کی رو سے جواب یہ ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف نہیں ہوتا۔ اور عدد کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا مدلول ضرور بالضرور حاصل ہوگا۔ اس کا زائد ثابت ہوگا یا نہ ہوگا۔ اس سے وہ ساکت ہوتا ہے۔ اور یہ اصولیوں کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ عدد ملحل عدد کثیر کی نفی نہیں کرتا۔ ایسے اس جگہ ایک عدد کا ذکر دوسرے عدد کی نفی نہیں کرتا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جو ضربہ یوم بدر میں دو تھے انہیں ان کو دوسری جگہ ایک کہا گیا۔ تو دونوں بالسیف نہیں ہوں گے۔ بلکہ ایک بالسیف ہوگا۔ دوسرا بالرمح ہوگا۔ پہلی روایت میں تو بالسیف کا لفظ تھا۔ دوسری میں یہ نہیں ہے۔ دراصل چار ضربات تھیں۔ تین بالسیف اور ایک بالرمح اس طرح دو ضرب بالسیف بدر میں ہوئے اور ایک یرموک میں ہوا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ عاتق کے اندر تین ضربات ہیں۔ غیر عاتق میں ضربات ہیں یا نہیں تو احتمال ہے کہ یوم بدر میں ایک ضربہ عاتق میں اور ایک غیر عاتق میں ہو۔ اور یرموک میں دو ضربہ عاتق میں تھے۔ یوم بدر میں کے ثنتین ضربتین

میں تصریح نہیں ہے کہ وہ عاتق میں تھے۔ اس طرح چار ضربات میں سے دو جو بدر میں تھے۔ وہ تو دونوں عاتق میں تھے۔ اور یوم یرموک میں جو دو تھے۔ ان میں سے ایک عاتق میں تھا اور دوسرا غیر عاتق میں تھا۔

احدھما فی عاتقہ میں ایک کی تصریح ہے۔ باقی سے سکوت ہے۔ جس کو دوسری روایت میں بیان کر دیا گیا۔ اس طرح عاتق میں تین ضربات ہوئے۔ اور پہلی روایت میں تصریح آئی۔ کہ تینوں دو بدر میں تھے۔ اور ایک یرموک میں تھا۔ تو بدر میں دو ضربے ایک عاتق میں اور ایک غیر عاتق میں۔ اس طرح دو روایات میں تطبیق ہو جائے گی۔

حدیث نمبر ۳۶۵۸ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ ذَکَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ یَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِیْثٍ مُّخْبِثٍ وَّکَانَ اِذَا ظَھَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَۃِ ثَلٰثَ لَیَالٍ فَلَمَّا کَانَ بِبَدْرٍ الْیَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِہٖ فَشُدَّ عَلَیْھَا رَحْلُھَا ثُمَّ مَشٰی وَاتَّبَعَہٗ اَصْحَابُہٗ وَقَالُوْا مَا نُرٰی یَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِہٖ حَتّٰی قَامَ عَلٰی شَفَۃِ الرَّکِیِّ فَجَعَلَ یُنَادِیْھِمْ بِاَسْمَائِھِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِھِمْ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَیَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَیَسُرُّکُمْ اَنَّکُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَھَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُؓ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا تُکَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَّا اَرْوَاحَ لَھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ: قَالَ قَتَادَۃُ اَحْیَاھُمُ اللّٰہُ حَتّٰی اَسْمَعَھُمْ قَوْلَہٗ تَوْبِیْخًا وَّتَصْغِیْرًا وَنِقْمَۃً وَّحَسْرَۃً وَّنَدَمًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو طلحہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے چوبیس[۲۴] سرداروں کے متعلق حکم دیا۔ کہ ان کو بدر کے خبیث اخبث کنوؤں میں سے کسی ایک کنویں میں انہیں پھینک دیا جائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی قوم

پر غلبہ حاصل کرتے تھے۔ تو اس میدان میں تین رات تک قیام فرماتے تھے۔ پس جب بدر میں تیسرا دن ہوا۔ تو آپؐ نے حکم دیا کہ آپؐ کی اونٹنی پر کجاوہ کسا جائے۔ تعمیل ہوئی تو آپؐ چلے جب کہ آپؐ کے اصحاب بھی آپؐ کے پیچھے چل رہے تھے۔ اور انہوں نے دل میں کہا کہ ہم سمجھتے تھے کہ کسی ضروری کام کے لئے آپؐ جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؐ بے من کے کنویں کے کنارے پر آکر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے اور ان کے باپ دادا کے نام لے کر پکارنے لگے۔ اے فلاں بیٹا فلاں کا اے فلاں بیٹا فلاں کا۔ کہ اب تمہیں یہ بات خوش لگتی ہے۔ کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ کیونکہ ہمیں تو ہمارے ربّ نے جس چیز کا وعدہ کیا اس کو ہم نے سچ پایا۔ کیا تم نے بھی اس کو سچ پایا۔ جس کا تمہارے ربّ نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ ابو طلحہؓ فرماتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بول پڑے یا رسول اللہ! آپؐ ان اجسام سے کیا بات کرتے ہیں۔ جن میں روحیں نہیں ہیں۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ جو میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ تم اس کو زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تاکہ اپنے نبی کی بات ان کو سنائے۔ یہ ڈانٹنے کے لئے ذلیل کرنے اور عذاب دینے کے لئے اور افسوس و پشیمانی کے لئے تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | طوی الخ وہ کنواں جس کی مَن پتھر یا پکی اینٹوں سے بنائی گئی ہو۔ جیسے ذو طویت آتا ہے۔ اس کو خبیث اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کا پانی اچھا نہ تھا اور مخبث اس لئے کہ اس میں خبیث لوگ ڈالے گئے یا اس کا پانی پہلے نجس تھا۔ پھر خبیث لوگ ڈالے گئے اور مُخبِث بکسر الباء بھی پڑھا گیا ہے۔ جو اپنے اصحاب کو خبیث بنا دے۔ اور آپؐ کی عادت تھی کہ جب کسی علاقہ پر کامیابی حاصل کرتے۔ تو تین دن تک وہاں ٹھہرا جایا کرتے تھے۔ تاکہ شہداء کی قبریں کھود کر ان کو دفن کیا جائے۔ دوسرے کفار کو گڑھے کھود کر ڈالا جائے۔ تیسرے یہ کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کی جائے۔ چوتھے یہ کہ مفتوحہ علاقہ کا انتظام کیا جائے۔ پانچواں یہ کہ جو مٹی وغیرہ خراب ہو گئی ہے اسے ٹھیک کیا جائے۔ الرَکی وہ کنواں جس کی ابھی تک مَن نہ بنائی گئی ہو۔ یہاں اس کنواں کو رَکی کہا گیا۔ پہلے اسے طوی کہا گیا تھا۔ حالانکہ کنواں ایک ہی تھا۔ تو کہا جائے گا کہ حقیقۃً کنواں مَن والا تھا۔ پھر اس کی مَن نہ رہی۔ تو طوی ماضی کے اعتبار سے ہے اور رَکی بحالت موجودہ ہے یا مجازاً اسے رَکی کہا گیا۔

جیسے منکر نکیر کو جواب دینے کے لئے مردہ کو زندہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ان کو بھی زندہ کیا گیا تاکہ عبرت حاصل کریں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قال قتادة احیاهم الله الخ ص ۵۶۶ / ۲۵ ان کو اس تاویل کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ حضرت عائشہؓ کے مسلک کی طرح ان کا بھی یہ مسلک تھا کہ مُردے نہیں سنتے۔ اور ممکن ہے یہ تاویل بھی کی جائے کہ فرشتوں نے آپؐ کا مقالہ ان کو پہنچایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں بھی یہی ہے کہ قتادہ کا مذہب بھی حضرت عائشہؓ کے مذہب کی طرح تھا کہ وہ سماعِ موتی کے قائل نہیں تھے۔ اس لئے ان کو تاویل کی ضرورت لاحق ہوئی۔ حافظؒ اور ان کے موافقین کہتے ہیں کہ قتادہ کی تاویل پیش کر کے امام بخاریؒ ان لوگوں پر ردّ کرنا چاہتے ہیں۔ جو سماعِ موتی کے قائل ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قتادہ حضرت عائشہؓ کے مسلک کے خلاف ہیں۔ اس لئے ردّ کی ضرورت پڑی۔ حالانکہ ظاہر کلام یہ ہے کہ قتادہ عدم سماع میں حضرت عائشہؓ کے موافق ہیں۔ اس لئے انہوں نے وہ تاویل کی جو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ انهم یعلمون ما اقول لهم باقی سماعِ موتی کی بحث کتاب الجنائز میں گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۸۲ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا قَالَ هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَیْشٍ قَالَ عَمْرٌو وَهُمْ قُرَیْشٌ وَّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ قَالَ النَّارَ یَوْمَ بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ترجمہ آیت۔ کہ جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری میں بدلا۔ وہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اس سے کفار قریش مراد ہیں۔ اور عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ وہ قریش ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔ ترجمہ۔ جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کی جگہ میں اتارا۔ فرمایا وہ آگ ہے جس میں وہ بدر کے دن داخل ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | النار یوم بدر ص ۵۶۶ / ۲۶ از مولانا زکریاؒ۔ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ النار یعنی کفار نے اپنی قوم کو بدر کے دن نار جہنم میں پہنچایا۔ النار یوم بدر یہ دار بوار کی تفسیر ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۸۳ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ اَبِیْهِ عُرْوَةَ قَالَ ذُکِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِهٖ بِبُکَاءِ اَهْلِهٖ فَقَالَتْ اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَیُعَذَّبُ بِخَطِیْئَتِهٖ وَذَنْبِهٖ وَاِنَّ اَهْلَهٗ لَیَبْکُوْنَ عَلَیْهِ الْاٰنَ قَالَتْ وَذَاكَ مِثْلُ قَوْلِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَی الْقَلِیْبِ وَفِیْهِ قَتْلٰی بَدْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ لَهُمْ مَا قَالَ اِنَّهُمْ لَیَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ اِنَّمَا قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَا کُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَأَتْ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ تَقُوْلُ حِیْنَ تَبَوَّءُوْا مَقَاعِدَهُمْ مِّنَ النَّارِ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کا رفع کرتے ہیں۔ کہ بے شک میت کو اپنے اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے اسے اپنی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ میت تو اپنے خطاؤں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ اور اس کے اہل وعیال اب اس پر رو رہے ہیں۔ اور یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب بدر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ جس میں مشرکین کے مقتولین بدر پڑے ہوئے تھے۔ ابن عمرؓ جو فرماتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں۔ بلکہ مقصد یہ تھا کہ میں جو کچھ ان سے کہا کرتا تھا وہ اب اس کو خوب جانتے ہیں۔ کہ وہ حق تھا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ۔ بے شک آپ مردوں کو سنانے والے نہیں ہیں اور نہ ہی آپؐ ان لوگوں کو سنانے والے ہیں۔ جو قبروں کے اندر ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ان المیت لیعذب فی قبرہ الخ حضرت عائشہؓ کا منشا یہ ہے۔ کہ آپؐ کا یہ ارشاد ہر میت کے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ ایک خاص میت کے لئے فرمایا تھا۔ ما قال انہم لیسمعون یعنی آپؐ نے یہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ابن عمرؓ کو نسیان ہوا ہے۔

اصل یوں تھا۔ انھم الآن لیعلمون الخ تو جیسے یوم بدر کے واقعہ میں ان سے غلطی اور نسیان واقع ہوا۔ ایسے یہاں بھی ان المیت لیعذب الخ میں ان سے نسیان ہوگیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک خاص شخص کے بارے میں تھا۔ حکم کلی نہیں تھا۔ فقال لھم میں حضرت عائشہؓ نے ابن عمرؓ کی روایت کو مختصر کردیا۔ وہ یا فلان بن فلان الخ تھا۔ اس مختصر میں سے ایک جملے کی نفی کرتی ہیں۔

بکاء علی المیت اگر بالصوت ہو تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میّت معذب نہیں ہوتا۔ ابن عمرؓ نے نسیاناً اسے کلیہ بیان کردیا۔ نیز لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی والی آیت بھی موجود ہے، کہ کوئی گناہ گار کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کرے کوئی بھرے کوئی۔ دوسرا مسئلہ سماع موتٰی کا ہے۔ حضرت عائشہؓ اس کی نفی کرتی ہیں اور قلیب بدر کے واقعہ کو نقل کرنے والوں کے الفاظ انھم لیسمعون کی بھی نفی کرتی ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ انھم لیعلمون کے الفاظ ہیں۔ لیسمعون کے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ علم موتٰی تو بالاتفاق ہے۔ کیونکہ روح سے علم جدا نہیں ہوتا۔ ان کا استدلال انک لاتسمع الموتٰی الخ والی آیت سے ہے۔ رہا موتٰی کو سلام کرنا یہ سمع کو مستلزم نہیں۔ جیسے بہرے کو سلام کیا جاتا ہے مُردے بھی ایسے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ آپؐ ان کو سنا ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ کفار نے تو دوزخ میں جانا ہی ہے۔ اور سماع فرع ہے اسماع کی۔ جب اسماع نہیں تو سماع بھی نہیں ہوسکتا۔ دوسرا استدلال ان کا آیت لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی سے ہے۔ کہ رونے والے کا گناہ میّت پہ نہ ڈالا جائے گا۔ لہٰذا قول ابن عمرؓ قابل تسلیم نہیں ہے۔ بہرحال دو مسئلے ہوئے (۱) کیا میّت کو دوسرے لوگوں کے گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے یا نہیں۔ (۲) سماع موتٰی۔ پہلا مسئلہ امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے۔ جس سے بی بی عائشہ صدیقہؓ کا اعتراض حل ہوجائے گا (۱) کیونکہ بکار بالعین۔ ۲۔ بالقلب۔ ۳۔ بالصوت۔ ۴۔ بالید۔ ان یتوجع القلب۔ کہ دل غمناک ہو۔

وان یتوجع العین ولسیل آنکھ غمناک ہوکر آنسو بہائے۔ یہ دونوں معاف ہیں ان پہ کوئی گرفت نہیں۔ البتہ بکار بالصوت و بالید باعث عذاب ہے۔ اس کے لئے مصنف بخاری جلد اول ص۱۷۱ پہ باب باندھتا ہے۔ بعض کے لفظ کو موضع ترجمہ قرار دے کر بین الصحابہ فیصلہ کرتا ہے کہ اگرچہ اس جگہ مطلق بکار کا ذکر ہے۔ لیکن ابن عمرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم جزئی ہے۔

یعنی ببعض بکاء اھلہ علیہ اذا کان النوح من سُنّتہ کہا کہ جب کہ نوحہ کرنا اس کے عادت ہو۔ تاکہ مطابقت اور جمع کی صورت پیدا ہو جائے۔ کیونکہ لا تزر الخ کا استدلال مطلق منع کو تقاضا کرتا ہے۔ لیعذب ببکاء اھلہ اس کے معارض ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہوئی کہ ہر میّت کو عذاب نہیں ہوتا۔ بلکہ جس میّت کی عادت بکار نوحہ کی تھی اسی کو عذاب ہو گا۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ من سن سنۃ سیئۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا وارد ہوا ہے کہ جس نے کوئی بُرا طریقہ چالو کیا۔ لہٰذا وہ معذّب ہوگا اور ایسے من عمل بہا اور کلکم راع کے تحت یہ شخص مسئول ہے۔ جب کہ اس نے یہ بدعت جاری کی تو اب وہ ذمہ دار ہوگا۔ البتہ اگر نوحہ اس کی عادت نہ ہو تو پھر معذّب نہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۵۸۴ حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ وَقَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَلِیْبِ بَدْرٍ فَقَالَ ھَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا ثُمَّ قَالَ اِنَّھُمُ الْاٰنَ یَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ فَذُکِرَ لِعَائِشَۃَؓ فَقَالَتْ اِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّھُمُ الْاٰنَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ لَھُمْ ھُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَأَتْ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی حَتّٰی قَرَأَتِ الْاٰیَۃَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر پر آکر کھڑے فرمایا جو کچھ تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو برحق پایا پھر فرمایا کہ اب وہ لوگ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں وہ سن رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے سامنے ابن عمرؓ کا قول ذکر کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ جو کچھ میں ان سے کہا کرتا تھا۔ اب یہ لوگ جانتے ہیں کہ وہ حق تھا۔ پھر تائید میں انک لا تسمع الموتٰی آیت پڑھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بخاری جلد اوّل کتاب الجنائز میں ہے۔ وزر اخری ای ذنب اخری۔ لا یحمل اوّل کی تاکید ہے۔ معلوم ہوا نوحہ کے بغیر ممانعت رونے کی نہیں ہے۔ اب نظیر من غیر الجنس سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔

لا تقتل ظلماً کہ اب کوئی نفس بھی قتل ہو تو قابیل پر کچھ نہ کچھ عذاب ضرور پڑے گا۔ کیونکہ

وہ شیخ قتل ہے۔ الحاصل امام بخاریؒ نے بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ ابن عمرؓ کی روایت بھی صحیح ہے۔ جو حضرت عائشہؓ کی روایت کے معارض ہے تو رفع تعارض کی کئی توجیہات ہیں۔ (۱) میت کو مطلقاً عذاب دیا جائے گا خواہ سنت نوحہ ہو یا نہ ہو۔ اور میت مومن ہو یا کافر۔ گویا المیت میں الف ولام استغراق کا ہے۔ اور عذاب سے عذاب آخرت مراد ہے۔ اور بار سببیہ کا ہے اور بکار سے بکار صوت مراد ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور بعض صحابہ کی یہی رائے ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ آیت لاتزر وازرة الخ اپنے عموم پر باقی ہے۔ اور احادیث اس کے ساتھ معارض ہونے کی وجہ سے متروک ہیں۔ میت کو بکار کی وجہ سے بالکل معذب نہ ہوگا۔ یہ حضرت ابوہریرہؓ اور ان کے موافقین کی رائے ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر شہید کی بیوی بچے روئیں تو کیا وہ بھی معذّب ہوگا۔ انہوں نے نعم میں جواب دیا۔ ان دونوں اقوال میں پوری مخالفت ہے۔ جمہور کا مسلک بین بین ہے۔ جمع بین الایات والاحادیث کی کی توجیہات حضرت عائشہؓ سے تین منقول ہیں۔

(۱) المیت میں الف ولام عہد خارجی کا ہے۔ میت سے مراد یہودیہ ہے۔ جس پر اس کے اہل رو رہے تھے تو حدیث اس کے ساتھ خاص ہوئی۔ لام بیان نوع کے لئے ہو اور بار وقت کے معنی ہوئے۔ ای فی وقت بکائہم یا بار موقعہ حال میں ہے۔ ای حال تعذیبہا۔

(۲) المیت سے مراد کافر ہے۔ اور یعذب بمعنی یزداد عذاباً کے ہے۔ جیسے فذوقوا فلن نزیدکم الا عذاباً کے ہے۔ تو جدید عذاب نہ ہوا۔ اس صورت میں بار سببیہ کے لئے ہوگا۔

(۳) یہ کہ وہ بالکل عذاب کا انکار کرتی ہیں۔ صرف لاتزر وازرة الخ کو تسلیم کرتی ہیں۔

امام بخاریؒ کا پہلا قول یہی ہے کہ عذاب ضرور ہوگا۔ خواہ سنت ہو یا نہ ہو۔ تو لام استغراق کا ہوا۔ دوسرا قول امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ میت سے مراد خاص سنت والا آدمی ہے۔ اور لاتزر وازرة الخ والی آیت اسی کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے کہ من سن سنة سیئة فلہ وزرھا ووزر من عمل بہا اور دوسرے کا وزر نہیں بلکہ یہ تو خود اس فعل کا موجد ہے۔ وازرة میں تخصیص نہ ہوئی۔ تیسرا قول امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ یعذب من اوحیٰ بذلک کہ جو نوحہ

کی وصیت کرکے مرا ہے۔ یہ اس کے لئے مختص ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے اذامت فانعینی بما انا اھلہ یعنی جب میں مرجاؤں تو میری موت کی خبر اس طرح دینا جس کا میں مستحق ہوں الخ یعنی اگر میت کی وصیت پر نوحہ کیا جائے تو اس کو عذاب ہوگا۔

چوتھا قول یہ ہے اذا کان الرجل اھل نھیہ من البکاء یعنی جس نے نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا۔ حالت حیات میں اس پر عذاب ہوگا۔ اب المیت کی توجیہات ختم ہوئیں۔

پانچواں قول یہ ہے کہ ببکاء اھلہ میں تاویل کی جائے۔ کہ ان المیت لیعذب بمثل مایبکی علیہ ای الافعال عرب کی عادت تھی۔ کہ متوفی کے افعال مدحیہ جو درحقیقت افعال قبیحہ تھے۔ جیسے شرب خمر۔ قتل وغارت وغیرہ۔ تو بکاء میں ان کا تذکرہ کیا جاتا تھا۔ تو ان پر عذاب ہوگا۔ چھٹا قول یہ ہے کہ ان المیت لیعذب بعین مایبکی علیہ۔ تو اس صورت میں لاتزر وازرۃ الخ کا خلاف بھی نہ ہوگا۔

ساتواں قول یہ ہے کہ لیعذب میں تاویل کی جائے۔ کہ لیعذب بمعنی یوبخ کہ اسے ڈانٹا ڈپٹا جائے گا۔ عذاب النار مراد نہیں جو آخرت میں ہوگا۔

بلکہ عذاب ملائکہ مراد ہے۔ چنانچہ صحاح میں موجود ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ کی بہن یا وبلاہ یا ببلاہ کہہ کر روتی تھی تو فرشتے ان کو طعنہ دیتے تھے۔ کہ صاحب کیا تم پہاڑ ہو۔ تو دوزخ کا عذاب نہ ہوا۔ بلکہ طعنہ زنی مراد ہوئی۔

آٹھواں قول یہ ہے کہ یعذب بمعنی یتالم کے ہے۔ کہ بکاء غیر سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی روح تو زندہ ہے۔ اس کو ایسی بے چینی حاصل ہوتی ہے۔ جیسے محبوب کے رونے سے مُحب کو تکلیف ہوتی ہے۔

نانواں قول یہ ہے۔ کہ عالم تین ہیں۔ عالم دنیا۔ عالم شہادت۔ عالم آخرت یہ عالم غیب ہے۔ تیسرا عالم ان کے بین بین ہے۔ جسے عالم برزخ کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو جرائم سے دنیا میں دوسرے کو پکڑ لیا جاتا ہے۔ جیسے طاعون اور زلزلہ میں مجرم اور بے گناہ سب پکڑے جاتے ہیں۔ جیسے ارشاد ہے۔ فبظلم من الذین ھادوا حرمنا تو لاتزر وازرۃ یہ عالم دنیا کے اعتبار سے نہیں بلکہ عالم آخرت کے اعتبار سے ہے۔ چونکہ عالم برزخ دونوں عالموں کے

مشابہ ہے۔ جس میں مادیت نہ مغلوب اور غالب ہوتی ہے۔ بلکہ روحانیت غالب ہوتی ہے۔ تو جس طرح دنیا میں بعض کو بعض کے افعال کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے۔ ایسے عالم برزخ میں پکڑا جائے گا۔ تو یہ عذاب عالم برزخ کے اعتبار سے ہوا۔ اس کو حافظ ابن حجرؒ نے اختیار کیا۔

(ب) حکم آیت آخرت کے اعتبار سے ہے۔ دوزخ میں ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ روح کو عذاب ہوگا۔ پھر تعذیب روح میں بھی اختلاف ہے۔ یہ مسئلہ ختم ہوا۔ دوسرا مسئلہ سماعِ موتیٰ کا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آپؐ نے علم کے متعلق فرمایا ہے کہ میت کو علم ہوتا ہے۔ سماع کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن ابن عمرؓ لفظ سماع نقل کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ ان کا تخطیہ کرتی ہیں۔ مگر اس کا صحیح جواب یہ تھا کہ آپؐ نے کافر میت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

الغرض سماعِ موتیٰ کے بارے میں احناف ایک فقہی مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا۔ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا۔ تو کیا موت کے بعد کلام کرنے سے حانث ہوگا یا نہیں۔ تو احنافؒ فرماتے ہیں کہ عرف میں کلام کرنا اس کو کہتے ہیں کہ جس میں تفہیم ہو۔ چونکہ میت نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ لہٰذا متکلم حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ ایمان یعنی قسموں کا اعتبار دنیا میں ہے۔ البتہ اگر تفہیم بالقوت ہے تو پھر حانث ہوگا۔ ابن ہمامؒ نے یہی نقل کیا ہے کہ اکثر حنفیہؒ اور حنابلہؒ سماعِ موتیٰ کے قائل نہیں ہیں۔ شوافع اور مالکیہ بالاجماع سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں۔ شوافع کا استدلال قلیب بدر کے واقعہ سے ہے۔ اور زیارت قبور کے وقت آپؐ السلام علیکم یا اھل القبور۔ یہ مخاطبت ہے۔ کسی پتھر کو کوئی خطاب نہیں کرتا۔ آپؐ کی تعلیم کا تقاضا ہے۔ کہ مُردے سنتے ہیں۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مُردے قبر کے پاس سے گزرنے والے کو پہچانتے بھی ہیں۔ اور بخاریؒ میں روایت ہے۔ کہ اموات قرعِ نعال جوتے کی آواز کو سنتے ہیں۔ سماع قرع نعال پر امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے۔ اور شہداء اُحد پر جا کر آپؐ نے مخاطبت کی ہے۔ احنافؒ اور حنابلہؒ فرماتے ہیں۔ کہ طریان موت سے قوائے جسمانیہ سب کے سب معطل ہو جاتے ہیں۔ اب نہ قوت لامسہ ہے نہ قوت باصرہ ہے نہ قوت سامعہ ہے۔ تو سماع کیسے ثابت ہوگا۔ رہا قلیب بدر کا واقعہ وہ اگرچہ سنداً ثابت ہے۔ لیکن معنیً ثابت نہیں۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ انکار کر رہی ہیں اور آیات سے ان کا استدلال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نص کے اندر کوئی علۃ قادحہ ضرور موجود ہے۔ جیسے روایت کی

صحت میں راوی کے حفظ اور عدالت کو دخل ہے۔ ایسے روایت کے عدم ثبوت کے اور بھی کئی اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ خبر واحد کسی نص قطعی کے خلاف ہو۔ چاہے وہ کتنی ہی قوی السند ہو۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ بہرحال خبر واحد تو ثابت نہ ہوگی۔ البتہ خبر متواتر کو ظاہر پہ محمول نہ کیا جائے گا۔ تو یہ روایت صحابی جس کا صحابہ کے دور میں شدّ ومدّ سے انکار کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف دلائل بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا روایت میں بحسب المعنی کچھ کلام ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تسلیم کر لیا ابن عمرؓ جو کچھ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے۔ مگر یہ اس واسطے نہیں کہ مُردے سنیں۔ بلکہ زندوں کی عبرت اور نصیحت کے لئے ہے استدلال تو تب صحیح تھا جب سماع کو حقیقی معنی پہ محمول کیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کلام کسی سے ہوتا ہے سُنانا کسی دوسرے کو مقصود ہوتا ہے۔ جیسے لئن اشرکت لیحبطن عملک میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد امت ہے۔ کیونکہ نبی سے شرک کا صدور ممتنع بالغیر ہے۔ اس سے مقصد امت کو تنبیہ کرنا ہے۔ تو ایسے یہ خطاب بھی دوسروں کو تنبیہ کرنے کے لئے ہو۔ وہ احیاء ہیں۔ اگرچہ وہ مسلمان ہیں۔ مگر ممکن ہے کہ ان میں کئی لوگ منافق ہوں اور جائز ہے کہ مخلص ہوں۔ تو اس تخاطب سے آپؐ کا مقصد احیاء کو تنبیہ کرنا ہے۔ جیسے حضرت علیؓ نے اہل قبور کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ان اموالکم قد قسمت وازواجکم قد نکحت ودیارکم قد سکنت یعنی تمہارا مال تقسیم ہو چکا۔ تمہاری بیویوں سے نکاح ہو چکا تمہارے مکانات میں سکونت اختیار کر لی گئی۔ تو اس خطاب سے سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ کبھی انسان اپنے مال اور ازواج اور مکانات کے شغل میں آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو ان کو نصیحت کی گئی۔ کہ جیسے یہ لوگ ساتھ نہیں لے گئے تم بھی نہیں لے جاؤ گے۔

تیسری توجیہ یہ ہے۔ کہ ابن عمرؓ کے الفاظ نقل کردہ صحیح ہیں۔ مگر یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔ تو یہ خوارق عادات میں سے ہوا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہم تو عادت مشہورہ پہ کلام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل قلیب بدر کو آپؐ کا کلام سنوا دیا۔ تاکہ ان کو ندامت ہو۔ ان کے عذاب میں زیادتی ہو۔

چوتھا جواب یہ ہے۔ جو حضرت قتادہؒ فرما رہے ہیں۔ کہ یہ کلام توبیخ اور ذرج کے لئے سنایا گیا۔ تنبیہ کرنے کے لئے زندہ کیا گیا۔ جیسے منکر نکیر کے سوال جواب کے لئے مُردہ کو زندہ کیا جاتا ہے تو یہ سماع

عادۃً متحقق ہوا خوارق عادت میں سے نہ ہوا۔ اور زندگی کے مختلف شعبے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ اٹھ بیٹھے۔ جیسے لولا۔ لنگڑا۔ گونگا بہرہ زندہ تو ہے۔ دیگر صفات ضروری نہیں۔

پانچواں جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ یقیناً وہاں موجود نہیں تھیں۔ قلیب بدر والوں سے گفتگو تب ہوئی جب کہ مہاجرین وانصار میں سے کوئی عورت وہاں موجود نہ تھی۔ اصولی قاعدہ ہے کہ جب نفی واثبات میں تعارض ہو۔ تو مثبت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جیسے بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنے کی خبر حضرت بلالؓ دیتے ہیں۔ بعض انکار کرتے ہیں۔ تو حضرت بلالؓ کی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کہ وہ مثبت ہے۔ ایسے یہاں بھی ابن عمرؓ کی روایت کو ترجیح ہوگی کہ وہ مثبت ہے۔ بلکہ حضرت طلحہؓ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ حضرت عائشہؓ انکار کر رہی ہیں۔ تو مثبت کو ترجیح ہوگی۔ احنافؒ اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ ابن عمرؓ بھی وہاں موجود نہیں تھے۔ صغیر سن ہونے کی وجہ سے انہیں ساتھ نہیں لے جایا گیا۔ تو عدم حضور میں دونوں برابر ہوئے۔ ضرور انہوں نے کسی دوسرے سے سنا ہوگا۔ مراسیل صحابہ قابل قبول ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے مسموع کو ابنِ عمرؓ کے مسموع پر اس لئے ترجیح دی جاتی ہے کہ وہ ان سے کئی مسائل میں نسیان ہو گیا۔ ان المیت لیعذب انہیں بھی ایسا ہوا۔ البتہ حضرت طلحہؓ حاضر تھے۔ اس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ انہوں نے سماع کا لفظ یاد رکھا۔ حالانکہ آپؐ نے علم کا لفظ فرمایا تھا۔ اس پر سہیلیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب موتٰی کے لئے علم ہے تو سماع کیسے محال ہوگا۔ ممکن ہے دونوں ہوں۔ اگر علم خرق عادت کے طور پر ہے تو سماع بھی ایسے ہوگا۔ یا جیسے علم کے لئے احیاء ہوا ایسے سماع کے لئے بھی احیاء ہوا ہوگا۔ مگر کہا جائے گا کہ علم کا تعلق تو روح سے ہے۔ جو موجود ہے اور سماعِ آلہ روح ہے۔ روح کے زندہ ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔ اس کے علوم یقینی اور باقی ہیں۔ بحث تو سماع کے متعلق ہے۔ آیا یہ بھی آلہ روح سے حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔

چھٹا جواب حضرت عروہؓ نے دیا ہے۔ جو کہ حضرت عائشہؓ کے تلمیذ ہیں اور بھانجے ہیں۔ کہ عدم سماع اس وقت ہے جب کہ وہ لوگ نار جہنم میں داخل کئے گئے ہوں۔ جب تک جہنم میں داخل نہیں ہوتے تو سماع کا تحقق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔ کہ میت لوگوں کے رونے چیخنے چلانے کی آواز سنتا ہے۔ مگر وہ مقعد یعنی قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہے۔

ساتواں جواب یہ ہے۔ کہ خطاب السلام علیکم مقصود نہیں بلکہ احیاء کو تنبیہ کرنا ہے۔ کیونکہ مخاطبت کے لئے ضروری نہیں۔ کہ مخاطب کو سنانا ہے۔ اور مخاطب ہی اسے سن رہا ہو۔ بلکہ کبھی غفلت کی وجہ سے عبرت دلانا تو ہے۔ جیسے السلام علیکم ایھا النبی۔ نہ مخاطب ہے اور نہ ہی حقیقی سماع ہے۔ نیز! قرعِ نعال کی آواز سننا۔ یہ دفن کرنے کے بعد جب اسے سوال وجواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔ تو اس وقت سماع ہوتا ہے۔ ہر وقت نہیں۔ روایات سے ایسے ہی ثابت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ مجاز پر محمول ہے۔ جس سے بُعد کی مقدار بتلانا ہے۔ کہ اتنی دیر کے بعد منکر نکیر آجاتے ہیں۔ تو قرب مسافت سے کنایہ ہوگا۔ اور انک لاتسمع الموتی الخ سے استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں تشبیہ بلیغ ہے۔ کہ موتی سے موتی کفار مراد ہیں۔ کہ جن کے قوی بالکل معطل ہوگئے ہوں۔ موتی مشبہ بہ اور کفار مشبہ اور مثل اداۃ تشبیہ محذوف ہے۔ تو موتی محذوف ہے۔ تو موتی سے حقیقی معنی مراد نہ ہوئے۔ بلکہ کفار مراد ہوئے۔ جن کو موتی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ احنافؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جو حکم مشبہ بہ کے لئے ہوتا ہے وہی مشبہ کے لئے ثابت کیا جاتا ہے۔ کفار کے لئے عدم سماع علی طریق تشبیہ بلیغ تب ثابت ہوسکتا ہے جب کہ موتی کے لئے بھی عدم سماع ثابت ہو۔ یہاں ایسا نہیں بلکہ موتی کے لئے سماع ثابت ہے۔ نیز! یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ بحث تو سماعِ موتی میں ہے۔ اسماعِ موتی میں نہیں پھر استدلال عائشہؓ کیسے صحیح ہوگا تو کہا جائے گا۔ کہ استدلال دو طرح پہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ یا تو آپ میں قوت اسماع نہیں۔ یا میت میں قوتِ سماع نہیں۔ اگر آپؐ میں قوت اسماع نہیں تو پھر آپؐ کی بعثت کس کے لئے ہوئی۔ حالانکہ آپؐ کو تبلیغ کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تو جب آپؐ کے لئے اسماع ثابت ہوا۔ تو موتی میں قوت سماع کا سلب ماننا پڑے گا۔ اور یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ لاتسمع الصم الدعاء اور انک لا تسمع الموتی میں نفس سمع کی نفی نہیں بلکہ نفع کی نفی ہے۔ اس کا جواب بھی وہی ہے کہ معنی حقیقی مراد ہیں۔ مجازی معنی مراد نہیں۔

الحاصل محققین کا قولِ فیصل یہ ہے کہ وہ سماع جو دنیا میں تھا۔ اس کو تو شوافع بھی نہیں مانتے۔ اور مجرد سماع کو حنفیہ بھی رد نہیں کرتے۔ بلکہ بین بین فی الجملہ سماع ہے۔ جسمانی سماع تو ہے نہیں۔ اس لئے کہ یہ روح جسم کا آلہ تھا۔ اور اس میں سمع۔ بصر وغیرہ کی طاقت تھی۔ آلات تب نافع

ہوتے ہیں۔ جب ذو آلہ میں طاقت ہو۔ تو سمع و بصر وغیرہ تب نافع ہوتے جب کہ ذو آلہ روح میں طاقت ہوتی۔ روح کا سننا ہمارے لئے اس طرح ہے۔ جیسے ان کانوں کے لئے تھا۔ اس لئے کہ ان کے لئے ہوا کا تموج وغیرہ مختلف اسباب سے تھا۔ ممکن ہے کہ روح کے سننے کے لئے اور اسباب ہوں۔ جن کا ہمیں علم نہ ہو۔ جن چیزوں کے لئے سماع کا درود ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے وہاں پہ کوئی اور انتظام کیا ہو۔ جیسے یا اھل القبور ہیں۔ اور جہاں درود نہیں ہے۔ اس میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شوافع سماع سے سماع روحانی ثابت کرتے ہیں۔ اور احناف سماع جسمانی کی نفی کرتے ہیں۔ اس طرح نزاع لفظی ہوا۔ احناف بھی اس کے قائل ہیں۔ کہ قبرستان والوں کے سماع کے متعلق جو چیز ثابت ہے وہ صحیح ہے۔ یہ بین بین قول ہے۔

شیخ شہاب الدینؒ سہروردی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ ابن برجان دلویؒ نے فرمایا کہ جسم میں تین روحیں ہیں۔ روح ہوائی جو ان اغذیہ کے ذریعہ بنتی ہے۔ جسے روح حیوانی اور نسمہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ اغذیہ کی بھاپ ہے۔ طبی کاروائیاں اسی میں چلتی ہیں۔ اور ایک روح مرکب روح انسانی ہے۔ جو کہ خون کی بھاپ ہے۔ اور یہ جسم کا خلاصہ ہے۔ جس قسم کی غذائیں کھائی جائیں ویسے یہ روح بنے گی۔ یہ روحِ انسانی عالمِ علوی کی چیز ہے اور روحِ حیوانی عالمِ سفلی کی ہے روحِ انسانی دو روحوں سے مرکب ہے۔ نفس ناطقہ اور دوسرے روح ملکوتی۔ نفس ناطقہ روحِ عالم کا جزء ہے۔ دوسری روح ملکوتی ہے جو عالمِ امر سے آتی ہے۔ ان دونوں کا مجموعہ روحِ انسانی ہے۔ تو ابن برجانؒ فرماتے ہیں کہ روحِ حیوانی کا مرکز بین السماء والارض ہے۔ اور روحِ انسانی کا مرکز آسمان ہیں۔ مرنے کے بعد اس جسم کا سماع بالکل منقطع ہے۔ البتہ روحِ انسانی کا سماع ممکن ہے۔ جس کا مستقر آسمانوں تک ہے۔ بہرحال یہاں پہ جو بھی توجیہ کی جائے آپ نے قلیب بدر والوں سے خطاب فرمایا ہے۔ اور خرق عادت کے طور پہ ان کو سنایا گیا۔ جس کا مقصد احیاء کے لئے عبرت اور نصیحت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | انہ لیعذب بخطیئتہ ص۵۶۷ ج۲ | اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ نہیں سنے جو حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے نے سنے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بھی ان الفاظ نبوی کو سنا۔ مگر انہوں نے اس کی وہ تاویل

کی، جس کے معنی یہ ہوئے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قول لسانی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد قصد وارادہ ہے۔ اور ببکاء اھلہ میں باسببیت کے لئے نہیں بلکہ استصحاب کے لئے ہے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ میت کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں یہ نہیں کہ بکاء اھل اس کے عذاب کا سبب بن گیا۔ اس توجیہ پر آپ کی گفتگو کا مقصد قریش کو عار دلانا اور ان کو ذلیل کرنا ہے جب انہیں یہ بات پہنچے گی کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مردوں کو ان کلمات کے ساتھ خطاب فرمایا۔ نیز! فرشتوں نے بھی ان کو آپ کا یہ پیغام پہنچا دیا۔ تو دوہری ذلت ہوئی۔

یقول حین تبوؤا مقاعدھم۔ الآن کی تفسیر کرنا مقصود ہے۔ اس وقت یقول کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عائد ہوگی۔ اور تبوؤھم مقاعدمن النار سے مراد ان کا عذاب قبر اور مصائب برزخ میں مبتلا ہونا ہے۔ یہ بعض راویوں کی تفسیر ہے۔ اس وقت یقول کے معنی یعنی کے ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریا حدیث عائشہؓ میں انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیعذب بخطیئۃ یہ الفاظ دال ہیں کہ انہوں نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے ابن عمرؓ نے سنی۔ لیکن انہوں نے تاویل کر دی۔ کہ عذاب اس کو کسی گناہ پر ہوگا۔ تو ابن عمرؓ کی تکذیب اس طرح ہوئی کہ ابن عمرؓ نے اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا ہے۔ اور ابن عمرؓ نے مجاز پر محمول کیا۔ اور ابن عمرؓ کے قول میں حضرت عائشہؓ والی تاویل اس لئے نہیں چل سکتی۔ کہ آیت کریمہ کے معنی ان کے نزدیک یہ ہوں کہ انک لا تسمع لکن اللہ ھو اسمیع آپ تو نہیں سنا سکتے اللہ تعالیٰ سنانے والے ہیں۔ نیز! دوسرے حضرات موتیٰ سے کفار مراد لیتے ہیں۔ کہ اگرچہ ان کی صورتیں زندہ والوں کی ہیں۔ لیکن ان کے دل مردہ ہیں۔ اور ما انت بمسمع من فی القبور کے معنی ہوں گے کہ ان کا حال مقبور میں دفن کئے ہوئے لوگوں جیسا ہے۔

علی ھذا ففائدۃ مقالتہ یعنی جب عدم سماع اہل قلیب بدر اور با استصحاب کے لئے ہو تو پھر آپ کے ارشاد کا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس کلام سے آپ قریش کو عار دلانا چاہتے ہیں۔ اور ان کو ذلیل کرنا مقصود ہے۔

تبؤن الخ الان لیعلمون سے مراد یہ ہے کہ جب وہ لوگ قلیب بدر میں ہیں اور برزخ کا عذاب ان پر ہو رہا ہے۔ اب وہ جان رہے ہیں۔

ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ حافظؒ فرماتے ہیں۔ یقول حین تبوا الخ کا قائل حضرت عروہؓ ہے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ کی مراد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انک لاتسمع الموتی الخ یہ ان کے استقرار فی النار کے ساتھ مقید ہے۔ اس صورت میں انکار عائشہؓ اور اثبات ابن عمرؓ میں کوئی معارضہ نہیں ہوگا۔ لیکن مابعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ مطلقاً عذاب کی منکرہ ہیں۔ کیونکہ ان کے الفاظ میں ہے انھم لیعلمون اور ابن عمرؓ کے الفاظ ہیں انھم لیسمعون گویا کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک تا حال عذاب کا تحقق نہیں ہوا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے جو الآن کی تفسیر کی ہے وہ زیادہ دقیع ہے۔ یعنی جب ان کو قلیب بدر میں پھینکا گیا اور عذاب قبر میں مبتلا ہوئے۔ اس وقت آپؐ کا ارشاد ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا

ترجمہ۔ جو لوگ بدر کی لڑائی میں حاضر ہوئے ان کی فضیلت کے بارے میں

حدیث نمبر ۳۵۸۵ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسًا رض يَقُوْلُ اُصِيْبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَّهُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ اُمُّهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّيْ فَاِنْ يَّكُنْ فِي الْجَنَّةِ اَصْبِرْ وَاَحْتَسِبْ وَاِنْ تَكُ الْاُخْرٰى تَرٰى مَا اَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكِ اَوَهَبِلْتِ اَوَجَنَّةٌ وَّاحِدَةٌ هِيَ اِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ وَاِنَّهُ فِيْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن سراقہ انصاری بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ وہ نوجوان لڑکے تھے۔ ان کی والدہ حضرت انسؓ کی پھوپھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں۔ یارسول اللہ! آپؐ خوب جانتے ہیں کہ حارثہ مجھے کس قدر پیارا تھا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب کی امید رکھوں اگر کوئی دوسری حالت ہے۔ تو پھر آپؐ

دیکھیں گے۔ کہ میں کیا کرتی ہوں، آپؐ نے فرمایا۔ تیرے لئے افسوس ہے یا تیرا بچہ گم ہو جائے۔ کیا جنت ایک ہے۔ وہ تو بہت ساری جنتیں ہیں۔ وہ تیرا بیٹا تو جنت الفردوس میں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت حارثہ بن سراقہؓ بدر کے میدان میں ایک حوض سے پانی پی رہے تھے۔ کہ ایک کافر نے ان کے تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ چونکہ یہ قتل معرکہ بدر میں واقع نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ان کی والدہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئیں۔ کہ میرا لڑکا مارا بھی گیا اور صف قتال میں اس کی شہادت نہ ہوئی۔ ھبلت بنی جننت کہ تو پاگل ہو گئی۔ وہ تو جنت الفردوس میں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص معرکہ کارزار سے باہر مارا جائے جب وہ جنت میں ہے۔ تو جو صف قتال میں مارا گیا وہ تو بطریق اولیٰ جنت میں داخل ہو گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اوھبلت ص۵۶۷ ھبل کے معنی عقل گم ہونے کے ہیں۔ معنی ہوئے کہ تو پاگل ہو گئی۔ کہ بیٹے کے جنتی اور غیر جنتی ہونے کا سوال کرتی ہے۔ یقین سے کیوں نہیں کہتی کہ میرا بیٹا جنت میں ہے۔ تو یہ کون سی جنت میں ہے۔ سوال یہ کرنا چاہیئے تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ لفظ اوھبلت واؤ عاطفہ اور ہمزہ استفہام کا ہے۔ معنی ہیں اوفقدت عقلک یا ثکلان سے ثکلان عقل مراد ہے۔

کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے کہ من اتاہ سھم غرب آگے اس میں ہے کہ اجتھدت فی البکاء کہ میں رونے میں اپنی کوشش صرف کر دیتی۔

حدیث نمبر ۳۵۸۶ حَدَّثَنِیْ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا مَرْثَدٍ وَّالزُّبَيْرَ وَكُلُّنَا فَارِسٌ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِيْ بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِيْرُ عَلٰى بَعِيْرٍ لَّهَا حَيْثُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعَنَا كِتَابٌ فَأَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا فَقُلْنَا مَا كَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ فَلَمَّا رَأَتِ الْجِدَّ أَهْوَتْ إِلٰى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَأَخْرَجَتْهُ فَانْطَلَقْنَا

بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رض يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ حَاطِبٌ وَاللهِ مَا بِي أَنْ لَا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْتُّ أَنْ يَّكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَّدْفَعُ اللهُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي وَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا لَهُ هُنَاكَ مِنْ عَشِيرَتِهِ مَنْ يَّدْفَعُ اللهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَلَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رض إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ أَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ أَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ رض وَقَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اور ابو مرثد اور حضرت زبیرؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔ ہم میں سے ہر ایک شہسوار تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ چلے چلو یہاں تک کہ جب تم لوگ خاخ کے باغ تک پہنچو۔ تو وہاں مشرکین کی ایک عورت ہے جس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو انہوں نے مشرکین مکہ کی طرف لکھا ہے۔ پس ہم نے اس عورت کو پالیا جو اپنے اونٹ پر سوار چل رہی تھی۔ جس جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ پس ہم نے اس سے کہا خط نکالو۔ وہ کہنے لگی ہمارے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ تو ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھلا دیا۔ اور اس کی تلاشی لی۔ لیکن ہمیں خط نظر نہ آیا۔ ہم نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ تم خط نکالو۔ ورنہ ہم تمہیں ننگا کر دیں گے۔ پس جب اس نے چارہ کار نہ دیکھا تو اس نے اپنے کمربند کا قصد کیا اور اس نے ایک اونی چادر سے اپنی کمر کو کسا ہوا تھا۔ جس سے اس نے خط نکال کر دے دیا۔ ہم اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کی خیانت کی ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب سے

پوچھا۔ تجھے اس کام پر کس نے آمادہ کیا۔ حاطبؓ فرمانے لگے۔ اللہ کی قسم! یہ نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے بلکہ میرا مقصد یہ تھا کہ قوم قریش پر میرا اس طرح احسان ہو جائے گا جس کے طفیل شاید اللہ تعالیٰ میرے اہل اور مال کی حفاظت فرمائے۔ آپؐ کے اصحاب میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے قبیلہ کا آدمی وہاں موجود نہ ہو۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے اہل اور مال کی حفاظت فرمائیں گے۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ بولا۔ لہٰذا سوائے خیر کے اس سے اور کوئی بات نہ کہو۔ پھر بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ حضرت! یہ شخص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی خیانت کر چکا ہے۔ پس مجھے اس کی گردن اڑا دینے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا یہ اہل بدر میں سے نہیں ہے۔ جب ہے تو شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرمایا ہو کہ جو کچھ تمہاری مرضی آئے عمل کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی۔ یا میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ جس پر خوشی کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی دونوں آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمانے لگے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ہمیں ان رموز کا علم نہیں

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ واقعہ غزوہ فتح مکہ کا ہے۔ صلح حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا تھا۔ کہ عرصہ دس سال تک نہ تو قریش آپؐ سے لڑائی لڑیں گے اور نہ ان کے حلفاء آپؐ سے اور آپؐ کے حلفاء سے جنگ کریں گے اور ایسے ہی مسلمان اور ان کے حلفاء نہ قریش سے اور نہ ان کے حلفاء سے نبرد آزما ہوں گے۔ بنو بکر قریش کے حلیف تھے۔ اور بنو خزاعہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی اس سے پہلے چپقلش چلی آ رہی تھی۔ ظہور اسلام کے بعد ان کی آپس کی لڑائی بند ہو گئی۔ وہ قریش کی حمایت میں اسلام کی مخالفت میں کھڑے ہوں گے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں سے لڑائی بند ہو گئی تو پھر آپس میں لڑائی شروع کر دی۔ کہ نوفل نے خزاعہ کے چند لوگوں پر شب خون مارا۔ خزاعہ کے آدمیوں نے نوفل کا تعاقب کیا تو وہ حرم میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ اس غدر کی اطلاع بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ تو آپؐ نے مکہ پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔ حاطبؓ بن ابی بلتعہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ لیکن ان کا سب مال و عیال مکہ میں رہ گیا تھا۔ تو انہوں نے اس خیال سے کہ میں قریش کو حملہ کی اطلاع دے کر ان پر احسان کر لوں۔ شاید وہ میرے اہل و عیال اور مال کی حفاظت کریں اور اسے نقصان نہ پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کو فتح دینی ہی ہے۔ تو انہوں نے ایک عورت کو خط لکھ کر دیا جس کی بذریعہ وحی آپؐ کو اطلاع کر دی گئی۔ تو آپؐ نے مکہ جانے کے تمام راستے بند کروا دئے۔ ایسی صورت میں مکہ والے پریشان ہو کر نکلے ہیں۔ اس روایت سے حضرت علیؓ ابو مرثدؓ اور حضرت زبیرؓ کے بھیجے جانے کا علم ہوتا ہے۔ دوسری روایت میں حضرت مقدادؓ کا نام بھی ہے تو اس میں منافات نہیں۔ ممکن ہے راوی نے اختصاراً ذکر نہ کیا ہو یا نسیاناً رہ گیا ہو۔

الکتاب ای اخرجی الکتاب اس عورت کو دس دینار اجرت کے دیئے گئے تھے۔

اناخة لفظ نخ کا استعمال کرنا۔ اونٹ بٹھلاتے وقت نخ یا بخ کہا جاتا ہے۔ **حجزہ** وہ جگہ جہاں پر پاجامہ کے ازاربند کو باندھا جاتا ہے۔ یا جہاں پر لنگی اور تہبند باندھا جاتا ہے۔

اھوت ای اھوت بیدھا یعنی مائل کیا۔ **وھی محتجزۃ بکساء**۔ قدماء کا طریقہ تھا کہ وہ چستی پیدا کرنے کے لئے کمر میں ٹپکا باندھتے تھے۔ جس سے تھکاوٹ نہیں ہوتی تھی اسے احتجاز کہتے ہیں۔

فاخرجتہ دوسری روایت میں ہے کہ **اخرجتہ من عقاصھا** وہ مینڈھیاں جن کا سر کے اوپر جھوڑا بنایا جاتا ہے۔ اگر خطوط متعدد ہوں پھر تو کوئی اشکال نہیں۔ ایک کو عقاص سے اور دوسرے کو حجزہ سے نکالا۔ اگر ایک خط ہو۔ تو پھر اس کو دو جگہ سے نکالنے کی صورت ہوگی۔ کہ جب اس عورت نے ان حضرات کی کوشش کو دیکھا تو حجزہ سے چپکے سے نکال کر عقاص میں رکھ دیا۔ لیکن سخت جد و جہد کی بنا پر عقاص سے نکال کر دیا۔

قد خان اللہ الخ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ کہ **ماحملک علی ما صنعت**، یہ کلام مقدم تھا۔ اس کو مؤخر کر دیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ دشمن کی کسی طرح سے امداد کرنا گردن زنی کا باعث ہے۔ **لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الخ** والی آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ پہلے اس کی ممانعت نہ تھی۔ اب اس روایت میں کئی اشکالات ہیں۔

(۱) کہ آپؐ تصدیق فرما رہے ہیں کہ صدق اس نے سچ کہا۔ یعنی عدم ایمان کی وجہ سے خط نہیں لکھا۔ محض ایک احسان جتلانے کے لئے بھیجا تھا۔ تو کفر نہ پایا گیا تو پھر قتل کے مستحق کیسے ہو گئے۔ نیز اس کے بعد آپؐ نے لاتقولوا الا خیرا بھی فرما دیا۔ تو ان حالات میں حضرت عمرؓ لاضرب عنقہ کیوں فرما رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ دینی امور میں مغلوب الغضب تھے۔

اشدھم فی امر اللہ عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں حضرت عمرؓ بڑے سخت ہیں۔ ایسا آدمی جب کوئی بات اپنے عقیدہ کے خلاف دیکھتا ہے تو وہ مغلوب العقل ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ کہ سامری نے سونے کا بچھڑا تیار کر کے اس کی عبادت شروع کرا دی تھی۔ حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام بھی موجود تھے۔ تو اس حالت کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام طورِ عقل سے نکل گئے۔ غصہ میں آکر کتاب اللہ کو زمین پر پھینک دیا۔ اور بڑے بھائی کی داڑھی پکڑ کر اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اس میں ایک پیغمبر کی اور کتاب اللہ کی اہانت پائی گئی۔ دونوں کفر ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اپنی لغزشوں کا ذکر کریں گے تو قبطی کے قتل کا خوف طاری ہوگا۔ لیکن ان کا کوئی خوف نہیں۔ تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی تعظیم سے اس قدر مغلوب ہو گئے۔ کہ اس کے خلاف کو نہ دیکھ سکے۔ اور طور عقل سے نکل گئے۔ تو جو مجنون اور دیوانہ ہو جائے اس پر کون گرفت کرتا ہے۔ اور جو جنون اور دیوانگی فی سبیل اللہ ہو۔ اس میں تو کوئی گرفت نہ ہوگی۔ یہی معاملہ حضرت عمرؓ کا ہے۔ جن کے حق میں اشداء علی الکفار رحماء بینھم فرمایا گیا تو غصے کی حالت میں انسان اپنے سامنے کی چیز کو بھی نہیں دیکھتا اور بسا اوقات اپنے افعال کو بھی نہیں سمجھتا۔ کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ تو ایسے حضرت عمرؓ نے لاتقولوا لہ الاخیراً آپؐ کا ارشاد بھی نہ سنا۔ فرماتے ہیں وہ منافق ہے۔ مجھے اس کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے۔ شدت غیظ و غضب میں آپؐ کا ارشاد نہ سن سکے۔ اس جواب میں کوئی زیادہ تکلف نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی منافق سے نرمی کا برتاؤ کرتے۔ یا کسی وجہ سے نرمی کا برتاؤ کرتے۔ تو حضرت عمرؓ اس پر مؤاخذہ کرتے تھے۔ کہ ایسی تالیف قلوب نہ ہونی چاہیئے۔ اس سے نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ چنانچہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین جس نے طرح طرح سے آپؐ کو اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت صدیقہؓ پر تہمت لگانے اور اس کا پروپیگنڈہ کرنے میں پیش پیش رہا۔ اس کی وفات پر ان کا صاحبزادہ مخلص صحابی حضرت عبد اللہؓ آکر آپؐ سے کفن کے لئے کرتہ لے جاتا ہے اور ان کی درخواست پر آپؐ اس منافق کا جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس پر حضرت عمرؓ آپؐ کا دامن پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ اور اس کی اذیتیں

یاد دلاتے ہیں۔ آپؐ زور سے دامن جھٹک کر فرماتے ہیں کہ مجھے ستر دفعہ استغفار کرنے سے روکا گیا ہے۔ بالکل منع نہیں کیا گیا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس سے زیادہ استغفار کرنا اس کے لئے سودمند ثابت ہوگا۔ تو میں ضرور استغفار کردوں گا۔ دیکھئے احترام نبوتؐ کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ حالانکہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی کا حکم ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بھی اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ مگر اپنے غضب لوجہ اللہ کی بنا پر تالیف قلب سے آپؐ کو روکتے ہیں۔ صدق اور لاتقولوا الہ الاخیراً کو سننے اور سمجھنے کے بعد پھر بھی فرماتے ہیں کہ یہ نرمی کا موقع نہیں ہے۔ اس کی گردن اڑادینی چاہیئے۔ تو یہ مشورہ ہوا۔ کہ یہ تالیف قلب کا موقعہ نہیں ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے۔ کہ تالیف قلب کے معنی تو یہ ہیں کہ حقیقی واقعہ کے خلاف کیا جائے۔ لیکن اس جگہ تو آپؐ فرماتے ہیں لعل اللہ اطلع علی اھل بدر لعلؔ حرف شک نہیں بلکہ حرف ترجی ہے۔ اطلاع بمعنی گردن اٹھاکر کسی چیز کو دیکھنا۔ جھانکنا یہاں صرف توجہ الٰہی مراد ہے۔ لعلؔ کے لفظ سے اشکال نہ ہو۔ کیونکہ محاورات میں تو لعلؔ مشکوک چیز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن کلام باری تعالیٰ میں ایسے نہیں ہوتا۔ چنانچہ مفسّرین حضرات لکھتے ہیں۔ کہ لعلؔ ہمارے کلام میں تو ترجی کے لئے وارد ہوتا ہے۔ لیکن کلام باری تعالےٰ میں تحقیق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نیز! حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت میں لعلؔ کی بجائے ان اللہ اطلع کے الفاظ ہیں۔ تو راوی نے روایت بالمعنی کردی۔ یا اس کی تفسیر اس روایت ابوہریرۃؓ سے کردی گئی۔ دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے۔ کہ لعلؔ حرف ترجّی شک کے لئے نہیں۔ فارسی اور اردو میں تو شک اور ترجّی کے لئے الفاظ الگ الگ نہیں ہیں۔ مگر عربی زبان میں ان کے درمیان فرق موجود ہے۔ ترجّی رجاء سے ماخوذ ہے۔ مستقبل میں طمع تین طرح سے ہوتی ہے۔ ایک رجاء بالنتیجہ کہ جب تمام موقوف علیہا انجام دے دیئے جائیں تو نتیجہ کی امید کی جائے۔ اسے ترجّی کہتے ہیں۔ اور اگر بعض موقوف علیہا انجام دیئے جائیں تو اسے تمنّیؔ کہتے ہیں۔ اور جو امر مستقبل ایسا ہو کہ اس کے موقوف علیہ میں سے کسی کو انجام نہ دیا جائے۔ اسے غرور کہتے ہیں۔ جیسے نہ کوئی ہل چلائے اور نہ بیج بوئے اور غلّہ اگنے کی امید رکھے یہ غرور ہے۔ اگر کچھ کام انجام دے۔ مثلاً ہل چلایا۔ بیج ڈالا۔ لیکن حفاظت نہیں کی پھر امید رکھے تو یہ تمنّیؔ کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمنّیؔ کا تعلق ممکن اور غیر ممکن دونوں سے ہوتا ہے۔

مگر ترجّی کا تعلق ممکن الوقوع سے ہوتا ہے۔ جب کہ تمام موقوف علیہ انجام دے دیئے جائیں تو لعلّ کے معنی ترجّی کے ہوئے۔ کیؐ اور اُن کے معنی مراد لینا اس کو اپنے محل سے نکالنا ہے۔ شاید کے معنی کبھی استحقاق کے بھی آتے ہیں۔ شاید کہ از بہر کرم سوئے غریباں بنگری مگر عموماً ہم لوگ شاید کے معنی شک کے کرتے ہیں۔ حالانکہ لغتِ عرب میں ترجّی ممکن الوقوع کے لئے ہوتی ہے۔ اب اشکال نہ رہا۔

اعملوا ما شئتم اعملوا صیغہ امر کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان اہلِ بدر کے لئے تمام اشیاء کو مباح قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ تشریع کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ تشریع میں بعض امور کی ممانعت اور بعض کا امر ہوتا ہے۔

ایک جماعت صوفیاء کرام کی اس کی قائل ہے۔ کہ جب نفوس مہذب ہو جاتے ہیں تو ان سے امور شرعیہ کی پابندی اٹھ جاتی ہے۔ مگر محققین صوفیاء اس کے خلاف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے تکلیف امور شرعیہ اٹھالی جاتی۔ کیونکہ آپؐ سے زیادہ مہذّب اور کون ہو سکتا ہے۔ بہرحال اس جگہ اعملوا اگرچہ امر کا صیغہ ہے۔ اور وہ طلب العقل جزماً علی الاستعلاء کے لئے ہوتا ہے۔ مگر وہ کبھی اباحت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسے اجلس الحسن وابن سیرین اور کبھی امر تہدید کے لئے ہوتا ہے۔ من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر اور کبھی تسخیر کے لئے آتا ہے۔ کونوا قردۃً خاسئین اور کبھی تمنّی کے لئے جیسے الا یا ایھا اللیل الطویل الا انجلی اور کبھی دعا کے لئے اللّٰھم اغفرلی تو اس جگہ اعملوا امر کا صیغہ اباحت معاصی کے لئے نہیں۔ بلکہ کنایہ ہے۔ تشریف اور تکریم سے یعنی شرافت ظاہر کرنے کے لئے جیسے کوئی بادشاہ کسی مجرم سے کہہ دے۔ جا ہم نے تیرے اگلی پچھلی سب تقصیرات معاف کر دیں۔ جو چاہے کرتے رہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بغاوت بھی کرتے پھرو وغیرہ۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس امر کو بیان کرنا ہے۔ کہ ان لوگوں کی حالت ایسی صالح ہو گئی ہے۔ کہ اب ان سے گناہ سرزد نہ ہوں گے اگر ہو بھی جائیں تو اب وہ اس قابل ہیں کہ ان پر مؤاخذہ نہ کیا جائے۔ ان الحسنات یذھبن السیئات کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ تو بعض حضرات نے اسے اخبار قرار دیا ہے۔ کہ اب حضرات سے اعمال سیئہ کا صدور بھی نہیں ہو گا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے

کیونکہ حضرت قدامہ نے شراب پی۔ حضرت عمرؓ نے ان کے کوڑے لگائے۔ پھر ان کی آپس میں تراضی کرا دی گئی۔ تو جب اس صحابی کے حسن عمل کا اظہار ہوا۔ تو حضرت عمرؓ کے آنسو بہہ پڑے۔ کیونکہ فاروق اعظمؓ بھی اہل بدر میں سے تھے۔ ان انعامات کو سن کر خوشی سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جیسے حضرت ابی بن کعبؓ سید القراء کو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؓ کو لم یکن الذین کفروا الخ قرآن سنانے کا حکم دیا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ کیا باری تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا ہاں نام لے کر فرمایا۔ تو خوشی سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابی بن کعبؓ سے قرآن سننے کا حکم ہوا۔ تو وہ فرمانے لگے۔ کہ اقرأ علیك وعلیك انزل کہ کیا میں آپؐ پر قرآن پڑھوں حالانکہ وہ آپؐ پر اتارا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ میں دوسرے سے قرآن مجید سنوں۔ تو انہوں نے سورۃ نساء پڑھنی شروع کی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؐ نے فرمایا حسبك اب رک جاؤ۔ دیکھا تو آپؐ رو رہے تھے۔ وجئنا بك علی ھؤلاء شھیدا کہ ہم آپؐ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ تو یہاں بھی جواب دیا جاتا ہے کہ مسرت و فرحت کا رونا تھا۔

دوسرا جواب روایت کا یہ بھی ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کا رونا رنج و غم کی بنا پر تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کو شرمندگی اور رنج لاحق ہوا کہ میں نے ایسے مقبول باری تعالیٰ کے بارے میں ایسے سخت الفاظ کیوں استعمال کئے اور رنج کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ولا تقولوا لہ الا خیرا ص۵۶۷ حضرت عمرؓ کو تنبیہ کرنا تھا۔ کہ ایسے شخص کی طرف کفر اور نفاق کی نسبت نہیں کرنی چاہیئے۔ اگرچہ اس سے کچھ نہ کچھ خیانت سرزد ہوئی ہے۔ لیکن وہ کفر و نفاق کی حد تک نہیں پہنچتی۔ صدق اور لا تقولوا لہ الا خیرا سننے کے بعد کہ وہ مؤمن ہے پھر بھی قتل کی اجازت مانگنا یہ سیاستہً تقریع کے لئے تھا تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو۔ تو اب محشیؒ کا اشکال لازم نہ آئے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ قسطلانیؒ نے اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام قتل حضرت عمرؓ کی عادت کے مطابق ہے۔ کہ وہ دین کے معاملہ میں بڑے سخت تھے اور منافقین سے ان کا بغض رکھنا مشہور ہے۔ تو انہوں نے گمان کیا کہ اس کا یہ فعل جرم موجب قتل ہے۔ لیکن

یقین نہیں تھا۔ تبھی تو آپؐ سے اجازت طلب کی اور اس پر نفاق کا اطلاق اس لئے کیا کہ وہ ظاہر کے خلاف تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معذور قرار دیا۔ کیونکہ وہ اس فعل کی تاویل کرتا تھا۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو حضرت عمرؓ نے تالیف قلب پر محمول کیا اور مشورہ دیا۔ ایسے موقعہ پہ تالیف لائق نہیں۔ بلکہ اس کے حق میں تادیب مناسب ہے اور کوکب دری میں قطب گنگوہیؒ نے لکھا ہے کہ جرم ثابت ہو جانے کے باوجود جب آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔ تو حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ ایسی جنابات میں تعزیر مناسب ہے معافی مناسب نہیں ہے۔ یہ فوجی غلطی ہے کورٹ مارشل ہونا چاہیئے اور نفاق کا اطلاق نفاق عمل کے طور پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اس پہ منع نہیں فرمایا۔ نیز المحشیؒ نے بھی وہی قسطلانیؒ کا سوال وجواب نقل کیا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس حدیث کے لانے میں یہ ہے۔ کہ اس سے اہل بدر کی فضیلت پر استدلال کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بشارت عظیمہ سنائی۔ قد غفرت لکم اور وجبت لکم الجنۃ اور لعل اللہ اطلع کے الفاظ اس مدعا پر دال ہیں۔ اور اعملوا ما شئتم کے متعلق جواب یہ ہے کہ یہ اباحت معاصی کے نہیں جو خلاف شرع ہے بلکہ یہ اخبار عن الماضی کہ زمانہ گذشتہ میں جو گناہ تم سے سرزد ہوئے میں نے ان سب کو معاف کر دیا ہے۔ فعل ماضی کا لفظ اختیار کیا گیا ساغفرہ لکم نہیں فرمایا۔ لیکن یہ جواب صحیح نہیں۔ اس لئے کہ یہ واقعہ حاطب بدر کے چھ سال بعد کا ہے تو مستقبل ہی مراد ہوگا۔ اور بعض نے تشریف اور تکریم کے لئے بتلایا ہے کہ اعمال صادرہ پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ یا یہ کہ اب ان سے اعمال سیئہ سرزد نہیں ہوں گے۔ لیکن یہ جواب بھی صحیح نہیں اس لئے حضرت قدامہ بدری صحابی ہیں۔ انہوں نے شراب پی۔ حضرت عمرؓ نے ان پہ شرعی حد قائم کی۔ جس کے سبب وہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے خواب میں دیکھا کہ انہیں ان سے مصالحت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ان کی باہمی رضامندی ہوگئی۔ تو معلوم ہوا کہ بشارت کا تعلق احکام آخرت سے ہے۔ احکام دنیا سے نہیں ہے۔ حدود وغیرہ ان پہ قائم ہوں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فدمعت عینا عمرؓ الخ ص ۵۶۷ پ ۲۲ شدت فرح اور سرور کی وجہ سے رونا آیا۔ کہ یہ ایسی بشارت عظیمہ تھی جو حضرت عمرؓ اور دیگر حضرات کو بھی شامل تھی۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔

کہ رونا رنج وغم کی وجہ سے ہو کہ میں نے خواہ مخواہ حضرت حاطب کو منافق کہا۔ اگرچہ وہ نفاق عملی تھا۔ لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے واضح ہوگیا۔ کہ ان کی شان اس نفاق عملی سے بھی بلند اور ارفع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ سرور اور غم کے دونوں احتمال قطب گنگوہیؒ نے ذکر کر کے خوب توجیہ بیان فرمائی۔ شراح میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔

باب حدثنی عبد اللہ بن محمد الجعفی **حدیث نمبر ۳۷۸۷** عن ابی اسید قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر اذا اکثبوکم فارموھم واستبقوا نبلکم۔

ترجمہ۔ حضرت ابی اسیدؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ جب وہ کفار تمہارے نزدیک آجائیں تو تب ان پر تیر اندازی کرو۔ اپنے تیروں کو بچاؤ۔ دور پھینک کر ضائع نہ کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اکثبوکم ای قاربوکم اس لئے کہ اگر تیر دور سے پھینکے گئے۔ تو بسا اوقات وہ نہیں لگتے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا تیر چلانے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ تاکہ تمہارے تیر غارت نہ جائیں۔

واستبقوا نبلکم اگر صورۃً ارموا پر عطف ہے۔ لیکن معنیً عطف نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب تیر اندازی ہوگی تو تیر ضرور خرچ ہوں گے تو بعض حضرات نے توجیہ کی ہے۔ کہ فارموھم بالحجارۃ فاستبقوا نبلکم معنی ہیں کہ پہلے پتھر پھینکو اور تیروں کو باقی رکھو۔ لیکن یہ معنی بعید ہیں۔ کیونکہ پتھر تو دور نہیں جائے گا وہ تو قریب ہی جا کر پڑے گا۔ بخلاف تیر کے کہ وہ دور جاتا ہے۔ تو معنی ہوئے کہ دور سے تیر نہ مارو۔ بلکہ اس طرح پھینکو کہ پھر ان کو اٹھا بھی سکو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یوم بدر سے بدر کبریٰ مراد ہے اور مولانا محمد حسن مکیؒ کے قول کے مطابق ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہے کہ بدر کبریٰ کے بعد غزوۂ احد واقع ہوا اس کے بعد بدر صغریٰ کا وقوع ہوا۔ اور ان دونوں میں مسلمانوں کو بہت سے انعامات سے نوازا گیا ہے۔ یا کلمہ بعد مقطوع الاضافۃ ہے ای بعد ھذہ القصۃ اور یوم اتانا کا مفعول ہو۔ تو اس وقت بدر صغریٰ

مراد ہوگا۔ لیکن اس صورت میں ترجمہ سے مطابقت نہیں ہوگی۔ کیونکہ ترجمہ میں بدر کبریٰ کا ذکر ہے۔ اور بدر صغریٰ تو اُحد کے بعد واقع ہوا ہے۔ محشی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علاماتِ نبوّت کی حدیث کا اختصار ہے۔ کہ آپؐ نے خواب دیکھا تھا۔ کہ گائے ذبح کی گئی اور پھر خیر واقع ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو اُحد میں شکست کا سامنا ہوا بعد ازاں فتح نصیب ہوگی۔ چنانچہ بدر صغریٰ اس کامیابی کا نشان ہے۔ بعض نے کہا کہ مقتولین کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے سلوک کیا وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ یا بعد ثانیہ کے بعد جو ثابت قدمی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیب فرمائی وہ مراد ہے کہ کفار کی کمک سے مسلمانوں کو ڈرایا گیا تھا۔ بہرحال کثب کے معنی قرب کے ہیں۔ اور نبل غیر تراشیدہ تیر کو کہا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۸۸ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ الخ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ اِذَا اَکْثَبُوْکُمْ یَعْنِیْ کَثَرُوْکُمْ فَارْمُوْھُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَکُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو اسیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بدر کی لڑائی فرمایا۔ کہ جب یہ لوگ تم پر ہجوم کر کے آئیں تو ان کی طرف تیر پھینکو اور تیروں کو باقی رکھو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اکثبوکم ای قاربوکم اور ابو داؤد میں غشوکم کے الفاظ ہیں کہ جب وہ تمہارا گھیراؤ کر لیں۔ اس جگہ کثروکم کے معنی کئے گئے ہیں۔ حالانکہ لغت میں یہ معنی نہیں ہیں۔ تو بعض شراح نے فرمایا کہ یہ راوی کی غلطی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ معنی تو قاربوکم کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایسی مقاربت ہو۔ کہ جس میں ان کا ہجوم بھی ہو جائے۔ تو نہایت احتیاط سے تیر اندازی کرو۔ زمین اور سمندر میں تیر پھینک کر ضائع نہ کرو۔ کہ اس سے دشمن کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

حدیث نمبر ۳۵۸۹ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ سَمِعْتُ بَرَاءَ بْنَ عَازِبٍؓ قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الرُّمَاۃِ یَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جُبَیْرٍؓ فَاَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِیْنَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ اَصَابُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعِیْنَ وَمِائَۃً سَبْعِیْنَ اَسِیْرًا وَسَبْعِیْنَ قَتِیْلًا قَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ یَوْمٌ بِیَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں تیر اندازوں پہ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو امیر مقرر کیا تھا تو مشرکوں نے اس دن ہمارے ستّر آدمی شہید کر دیئے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ بدر کی لڑائی میں ایک سو چالیس آدمیوں کو قتل کیا۔ اس طرح کہ ستّر تو ان کے قیدی تھے اور ستّر قتل ہوئے تھے۔ ابو سفیانؓ نے کہا تھا۔ کہ آج اُحد کا دن بدر کے دن کے بدلے ہے۔ اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے۔ کبھی بھرا ہوا آتا ہے اور کبھی خالی آتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مسلمانوں کو اُحد کی لڑائی میں جو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ ان کی ایک نافرمانی کی وجہ سے تھا۔ ہوا یوں کہ کفار مکہ مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر آکر ٹھہرتے ہیں۔ آپؐ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا بعض نے کہا۔ کہ جہاں پر کفار پڑے ہیں۔ ہمیں وہاں جاکر ان سے لڑنا چاہیئے۔ اکثر نوجوان مہاجرین اور انصار کی یہی رائے تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ مدینہ کی ناکہ بندی کر کے کفار کی مدافعت مدینہ کے اندر کی جائے۔ یہی رائے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی بھی ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ہمارا سابقہ تجربہ یہ ہے کہ ہم نے جب تک شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کیا ہے۔ غالب رہے ہیں۔ دشمنوں کو مار بھگایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ میں ایک زرہ مضبوط میں ملبوس ہوں۔ جس کی تعبیر آپؐ نے یہ بیان فرمائی کہ مدینہ زرہ حصینہ مضبوط کی مانند ہے۔ اور آپؐ نے یہ بھی دیکھا کہ ایک گائے ذبح کی گئی جس کی تعبیر آپؐ نے یہ فرمائی کہ کچھ مسلمان شہید ہوں گے۔ اور یہ بھی دیکھا کہ میری تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ مسلمانوں کے نقصان کی طرف اشارہ تھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ ایک شخص واللہ خیر کہہ رہا ہے۔ بہرحال آپؐ کی منشاء مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی تھی۔ لیکن کثرت رائے پر فیصلہ کرتے ہوئے آپؐ نے مدینہ سے خروج کا حکم دیا اور خود جنگی لباس پہننے کے لئے اندر گھر میں تشریف لے گئے۔ دریں اثنا رائے دہندگان کو تنبہ ہوا۔ کہ شاید مدینہ سے نکلنا ہمارے لئے مفید نہ ہو۔ لہٰذا آپؐ کو اپنی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔ ہمیں اپنی تجویز سے رجوع کر لینا چاہیئے۔ لیکن آپؐ نے فرمایا۔ پیغمبر خدا جب ہتھیار لگا لیتا ہے۔ تو جب تک لڑائی ختم نہ ہو وہ ہتھیار نہیں اتارا کرتا۔ اب پرچہ باد اباد دیکھا جائے گا۔

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ کرام مہاجرین اور انصار کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ ایک یا دو میل کے فاصلہ پہ عبداللہ بن ابی مع اپنے ساتھیوں کے الگ ہو جاتا ہے۔ کہ

ہم جان بوجھ کر موت کے منہ میں نہیں جاتے۔ ایک تو ہمارے تجربہ کے خلاف ہے۔ دوسرے ہم تھوڑے آدمی ہیں۔ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ آخر کار اپنے تین سو آدمی لے کر وہاں سے چلا آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی سات سو آدمیوں کو لے کر میدان اُحد میں پہنچ گئے۔ آپؐ نے مورچہ بندی اس طرح کی کہ جبل اُحد کو پیٹھ کے پیچھے رکھا۔ آگے جبل رومہ تھا۔ اور سامنے کفار کا لشکر تھا۔ فوج کے کمانڈر کو جنگ میں اہم کام فوج کی ترتیب اور مورچہ بندی کا ہوتا ہے۔ اگر تم اونچی جگہ پر ہو۔ اور دشمن نیچی جگہ پر ہو تو تمہیں فتح نصیب ہوگی اس کے برعکس میں نتیجہ برعکس ہوگا۔ اگر ایسی جگہ مورچہ بندی کی جہاں زور کی ہوا پہنچتی ہے تو بھی شکست کا سامنا ہوگا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں لوگوں کو عالم، زاہد، قاضی اور صوفی بنایا وہاں ان کو حربی فنون کی تعلیم بھی دی۔ چنانچہ اذ تبوء المؤمنین مقاعد للقتال[1] کہ آپ مؤمنوں کو قتال کی جگہوں پر ٹھہرا رہے تھے۔ پشت پر جبل اُحد کو رکھا تاکہ پشت محفوظ ہو۔ کیونکہ اگر دشمن پیچھے سے ٹوٹ پڑے تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ پہاڑ کی زمین اونچی نیچی ہوتی ہے۔ دشمن کی فوج نچلی زمین میں پڑی ہوئی ہے۔ آپؐ نے ایک پہاڑی درہ پر پچاس تیر اندازوں کو بٹھلایا تاکہ دشمن یہاں سے مسلمانوں پر حملہ نہ کر دے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ اب مسلمان تین ہزار کفار پر حملہ کرتے ہیں۔ کفار حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگنے لگے۔ اور مشہور ہے کہ بھاگتے وقت اپنے جسم کے کپڑے بھی بوجھ بن جاتے ہیں۔ وہ اپنا مال و اسباب پھینکتے جا رہے تھے۔ مسلمانوں کو فکر لاحق ہوئی کہ کسی طرح ان کے مال و متاع کو چھین لیا جائے۔ چنانچہ تعاقب کرتے اور مال و اسباب جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جو لوگ پہاڑی پر تھے۔ انہوں نے سوچا۔ اب ہماری فتح ہوگئی۔ لہذا ہمیں مال غنیمت جمع کرنا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ امیر رماۃ نے انہیں روکا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی جگہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم فرما دیا تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے تم نے یہاں سے ہلنا نہیں۔ وہ کہنے لگے۔ یہ حکم جنگ کے دوران تھا اب لڑائی ختم ہوگئی دشمن بھاگ رہا ہے۔ اس لئے وہ نہ رکے۔ صرف دس آدمی پہاڑی پر باقی رہ گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ کافروں کے ایک دستہ کے سالار تھے۔ ایک دو مرتبہ اس پہاڑی درے کے راستہ سے آنا چاہا۔ مگر تیر اندازوں نے تیر برسا کر ان کو مار بھگایا۔ جب انہوں نے درّہ پر صرف دس آدمی دیکھے تو اپنے دو سو آدمی لے کر حملہ کر دیا۔

حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ نے مع اپنے ہمراہیوں کے خوب مقابلہ کیا۔ مگر دس آدمی کیا تاب لا سکتے تھے سب کے سب شہید کر دیئے گئے۔ جس سے مسلمان بہت گھبرا گئے۔ شیطان وہاں زور سے پکارا۔ کہ اللہ کے بندو! پیچھے مڑ کر دیکھو۔ دیکھا تو خالد بن ولید اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ شیطان کی آواز پر تو بھاگتے ہوئے آدمیوں نے مل کر ادھر سے حملہ کر دیا۔ اب مسلمان درمیان میں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے۔ دریں اثنا مسلمانوں کے تین فریق ہو گئے۔ ایک تو مدینہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرا پریشان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ گیا اور تیسرا گروہ ہمت ہار کر کنارے پر بیٹھ گیا۔ اس لڑائی میں ستر مسلمان شہید ہو گئے۔ شیطان نے وساوس اور خطرات سے ان کو حیرت زدہ کر دیا۔ تو قریبًا اسی آیات قرآنیہ میں ان کے وساوس دور کرتے ہوئے تسلی کا سامان مہیا کیا گیا۔

حتّٰی اذا فشلتم وتنازعتم کہ تمہاری شکست کا سبب تمہارا جھگڑا تھا۔ جس کا نتیجہ بربادی ہی بربادی ہوتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور اہل دنیا کے نزدیک بغاوت بڑا جرم ہے۔ مگر ہارون علیہ السلام نے تفرقہ جیسی بُری چیز کو پسند نہ کیا اور شرک کو باقی رہنے دیا۔ آج دنیا بھر کے مسلمانوں کو بالعموم اور ہند و پاکستان کے مسلمانوں کو بالخصوص جس چیز نے برباد کیا ہے۔ وہ یہی فرقہ پرستی اور انتشار ہے اور حکومت برطانیہ کا اصل الاصول ہے۔ کہ تفرقہ ڈالو۔ اور حکومت کرو۔ **الغرض** مسلمانوں کو اس غزوۂ اُحد میں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ یوم احد عبد اللہ بن جبیرؓ اس کے بعد کلام مختصر ہو گیا۔ تنازعوا۔

غزوۂ بدر میں کفار کے ایک سو چالیس افراد کو فنا کر دیا گیا۔ ستر قتل ہوئے اور ستر قیدی بنے۔ اور غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے صرف ستر آدمی شہید ہوئے۔ ان کا ڈبل نقصان ہوا۔ اور یہ مسلمان کا نقصان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی وجہ سے ہوا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا جس نے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان خطا کر دیئے کہ شیطان نے یہ آواز دی ان محمدًا قد قتل کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے جا چکے ہیں۔ واقعی شدید جنگ میں اس آواز نے بجلی کا کام کیا۔ حضرت جبرائیلؑ۔ میکائیلؑ اور کچھ صحابہ کرام آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ دریں اثنا کسی نے آپؐ کے پتھر مارا جس سے آپؐ کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ ابو سفیان نے جب

مسلمانوں کو جمع ہوتے دیکھا۔ تو کہنے لگا کہیں ان کے جمع ہونے سے ہمیں شکست نہ ہو جائے۔ اس نے جنگ کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور کہا۔ الیوم بیوم بدر الحرب سجال اب آئندہ سال بدر کے میدان میں پھر لڑائی ہو گی۔ موعدکم البدر من عام مقبل اس سے قبل اس نے پوچھا تھا۔ افیکم محمد کیا تمہارے اندر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ آپؐ نے فرمایا چپ رہو۔ پھر اس نے پوچھا۔ افیکم ابوبکر کیا تمہارے اندر ابوبکرؓ ہے۔ اس پر بھی آپؐ نے فرمایا۔ چپ رہو۔ پھر اس نے پوچھا افیکم عمر کیا تمہارے اندر عمرؓ موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ چپ رہو۔ لیکن حضرت عمرؓ سے چپ نہ رہا گیا۔ بولے اے عدو اللہ! ہم سب زندہ موجود ہیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ راستے میں خیال آیا کہ مسلمانوں میں افراتفری ہے۔ مدینہ خالی ہے۔ خوب لوٹ مار کرتے واپس لوٹ رہا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ستر آدمی ان کے تعاقب میں بھیجے۔ جو اسیس نے اس کو اس کی اطلاع کی۔ وہ مرعوب ہو کر مکہ کو واپس چلا گیا۔

حدیث نمبر ۳۵۹ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اُرَاہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاِذَا الْخَیْرُ مَا جَاءَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْخَیْرِ بَعْدُ وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِیْ اٰتَانَا بَعْدَ یَوْمِ بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے بعد لائے۔ اور وہ سچا بدلہ ہے۔ جس کو بدر کے بعد اللہ تعالیٰ ہمارے لئے لائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اذا الخیر یہ اس خواب کا واقعہ ہے کہ آپؐ نے دیکھا کہ گائے ذبح کی گئی ہے تو مسلمانوں کی ہزیمت کی طرف اشارہ تھا اور اذا الرجل یقول واللہ خیر کہ اس کے بعد آدمی کہہ رہا تھا کہ واللہ خیر ہی خیر ہے۔

والثواب الصدق مرفوع بھی پڑھا گیا ہے اور مجرور بھی۔ جر کی حالت میں اس کا عطف الخیر پہ ہوگا۔ اور اذا الخیر یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہے۔ البقرۃ منذبح واللہ الخیر اور بعض کہتے ہیں کہ یہ آپؐ کے خواب کا حصہ نہیں ہے۔ الگ ہو کر مبتدا خبر ہوں گے۔ جس جگہ باب بلا ترجمہ ہو۔ وہ بمنزلے فصل کے ہوتا ہے یہاں بھی باب بمنزل فصل کے ہے جس میں خاص متعلقات بدر کو بیان

کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹۱ حَدَّثَنِی یَعْقُوبُ الخ عَنْ جَدِّہٖ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ إِنِّی لَفِی الصَّفِّ یَوْمَ بَدْرٍ إِذِ الْتَفَتُّ فَإِذَا عَنْ یَمِینِی وَ عَنْ یَسَارِی فَتَیَاتِ حَدِیثِ السِّنِّ فَکَأَنِّی لَمْ آمَنْ بِمَکَانِهِمَا إِذْ قَالَ لِی أَحَدُهُمَا سِرًّا مِنْ صَاحِبِهٖ یَا عَمِّ أَرِنِی أَبَا جَهْلٍ فَقُلْتُ یَا ابْنَ أَخِی وَ مَا تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ عَاهَدْتُ اللّٰهَ إِنْ رَأَیْتُهُ أَنْ أَقْتُلَهُ أَوْ أَمُوتَ دُونَهُ فَقَالَ لِیَ الْآخَرُ سِرًّا مِنْ صَاحِبِهٖ مِثْلَهُ قَالَ فَمَا سَرَّنِی أَنِّی بَیْنَ رَجُلَیْنِ مَکَانَهُمَا فَأَشَرْتُ لَهُمَا إِلَیْهِ فَشَدَّا عَلَیْهِ مِثْلَ الصَّقْرَیْنِ حَتّٰی ضَرَبَاهُ وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں ایک قطار کے اندر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر جھانک کر دیکھا۔ تو میرے دائیں اور بائیں دو نوخیز جوان کھڑے تھے گویا کہ ان کے ہونے کی وجہ سے میں بے خوف نہیں تھا۔ کہ اچانک ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے آہستہ سے مجھ سے کہا کہ اے چچا جان! مجھے ابو جہل تو دکھلاؤ۔ میں نے پوچھا بھتیجے تمہارا اس سے کیا کام ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں نے اس کو دیکھ لیا۔ تو میں اسے قتل کر دوں گا یا خود موت کے منہ میں چلا جاؤں گا۔ دوسرے نے بھی اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے آہستہ سے اسی طرح گفتگو کی۔ پس اب تو مجھے ان کی بجائے کسی دو آدمیوں کے درمیان کھڑے ہونے کی تمنا نہ رہی۔ ابو جہل گھومتا پھرتا جب سامنے آیا تو میں نے اس کی طرف ان دونوں کو اشارہ کیا۔ پس وہ دونوں دو بازوؤں کی طرح اس پہ جھپٹے یہاں تک کہ تلوار کے وار کر کے اسے نیچے گرا دیا۔ وہ دونوں عفراء کے بیٹے معاذ اور معوذ تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فکانی لم آمن بمکانھما کی توجیہ بعض حضرات نے یہ فرمائی ہے۔ کہ مجھے اطمینان نہ ہوا کہ آیا دونوں نوجوان دشمن ہیں یا ہمارے آدمی ہیں۔ لیکن یہ توجیہ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ دشمن ایسے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ نوخیز نوعمر ہونے کی وجہ سے ان کو تردد ہوا کہ اگر کہیں یہ بھاگ کھڑے ہوئے تو میں اکیلا رہ جاؤں گا۔

عاهدت اللہ الخ سے خالص بغض فی اللہ ثابت ہوتا ہے۔ یہاں واقعہ قتل ابو جہل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَّةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَنَفَرُوا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِي مَنْزِلٍ نَزَلُوهُ فَقَالُوا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاتَّبَعُوا آثَارَهُمْ فَلَمَّا أَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَئُوا إِلٰى مَوْضِعٍ فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوا لَهُمْ انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَيُّهَا الْقَوْمُ أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهٰؤُلَاءِ أُسْوَةً يُرِيدُ الْقَتْلٰى فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ فَأَبٰى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَانْطُلِقَ بِخُبَيْبٍ وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتّٰى بَاعُوهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتّٰى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتّٰى أَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ وَالْمُوسٰى بِيَدِهِ قَالَتْ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا

قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ وَكَانَتْ تَقُولُ إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسِبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ۔

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ۔۔۔ عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ ۔۔۔ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُو سِرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلٰوةَ وَأَخْبَرَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ذَكَرُوا مُرَارَةَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيَّ وَهِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی جاسوس بنا کر بھیجے اور ان پر امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کو مقرر فرمایا۔ جو حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ کے نانا لگتے تھے۔ جن کی ماں کا نام جمیلہ تھا۔ چلتے چلتے یہ لوگ جب ھدہ کے مقام پر پہنچے جو عسفان اور مکہ کے درمیان واقع ہے اور عسفان سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ تو ھذیل کے ایک قبیلے جس کو بنولحیان کہا جاتا ہے۔ ان کے سامنے ان جاسوسوں کا ذکر ہوا۔ تو سو کے قریب تیر انداز ان سے لڑنے کے لئے نکلے۔ پس وہ ان کے نشانات قدم پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک پڑاؤ جہاں وہ اترے تھے۔ ان کے کھانے کی جگہ پر کھجور کو پایا۔ تو کہنے لگے کہ یہ کھجور تو یثرب کا ہے۔ اور یہ یثربی لوگ ہیں۔ تو ان کے نشانات قدم دیکھتے ہوئے پیچھے چل پڑے۔ جب حضرت عاصمؓ اور ان کے

ساتھیوں کو ان دشمنوں کے پیچھا کرنے کا احساس ہوا تو وہ ایک جگہ میں گھس گئے۔ جن کا قوم نے گھراؤ کر لیا۔ تو یہ لوگ ان صحابہ کرام سے کہنے لگے۔ کہ اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ تمہارے لئے عہد و پیمان ہے کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے تو حضرت عاصم بن ثابتؓ نے فرمایا۔ کہ اے قوم! میں تو ایک کافر کی ذمہ داری میں اترنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ پھر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے نبی کو اطلاع دے دے۔ تو دشمنوں نے ان لوگوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ اور حضرت عاصمؓ کو قتل کر دیا۔ اور تین آدمی ان کے عہد و پیمان پہ اعتبار کرتے ہوئے ان کے پاس اتر آئے۔ ان میں حضرت خبیبؓ اور زید بن الدثنہؓ اور ایک دوسرا آدمی تھا۔ وہ عبد اللہ بن طارقؓ تھے۔ جب ان دشمنوں نے ان حضرات کو پوری طرح قابو میں لے لیا۔ تو اپنی کمانوں کے تانت (زہ) کھول کر ان سے ان حضرات کو باندھ دیا۔ جس پہ تیسرے آدمی حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا۔ کہ یہ پہلا دھوکہ ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو تمہارے ساتھ نہیں چلوں گا۔ میرے لئے تو ان مقتولین کا نمونہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے کھینچا اور طرح طرح سے اِسے ستایا۔ لیکن اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ آخر وہ قتل ہوگئے۔ حضرت خبیبؓ اور زید بن الدثنہؓ کو لے جایا گیا۔ یہاں تک کہ ان دونوں کو واقعہ بدر کے بعد جا کر بیچ دیا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل نے خرید کر لیا۔ ان حضرت خبیبؓ نے حارث بن عامر کو بدر کی لڑائی میں قتل کر دیا تھا۔ تو حضرت خبیبؓ ان کے ہاں قیدی بن کر رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان کے قتل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ پس حضرت خبیبؓ نے پاکی حاصل کرنے کے لئے حارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا جس نے انہیں استرا عاریۃً دے دیا۔ اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ تھا جو چلتے چلتے حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا۔ جس کو انہوں نے اپنی ران پہ بٹھا رکھا تھا۔ اور استرا حضرت خبیبؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میں سخت گھبرا گئی۔ میری گھبراہٹ کو حضرت خبیبؓ نے بھی محسوس کر لیا۔ فرمانے لگے۔ کیا تیرا گمان ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ میں ایسا نہیں کروں گا وہ کہتی ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے حضرت خبیبؓ سے بہتر قیدی آج تک نہیں دیکھا۔ واللہ! میں نے اسے ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں ہے جس سے وہ کھا رہے ہیں۔ جب کہ وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے۔ حال یہ ہے کہ مکہ میں ان دنوں کوئی پھل نہیں تھا وہ کہتی تھی یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق تھا جس کو حضرت خبیبؓ کھا رہے تھے پس جب وہ لوگ حضرت خبیبؓ

کو حرم سے نکال کر لے گئے۔ تاکہ اسے حل میں قتل کریں۔ یعنی حرم سے باہر قتل کریں تو حضرت خبیبؓ نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دو۔ جس پر ان لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا تو آپ نے دو رکعت نماز نفل پڑھ لی اور فرمانے لگے۔ اللہ کی قسم! اگر تم لوگ میرے ساتھ گھبراہٹ کا گمان نہ کرتے تو میں اور زیادہ نماز پڑھتا پھر دعا مانگی۔ اے اللہ! ان دشمنانِ خدا و رسول کو گن گن کر تہس نہس کر دے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو قتل کر دے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ رہنے دے۔ چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی۔ ایسے ہی یہ لوگ کافر ہو کر قتل ہوئے۔ ان کی جڑ و نسل باقی نہ رہی۔ پھر حضرت خبیبؓ نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔ ترجمہ۔ جب میں مسلمان ہو کر قتل کیا جا رہا ہوں۔ تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ کہ اللہ کے راستہ میں کون سے پہلو پر میرا قتل ہو گا۔ اور یہ قربانی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے بدن کے ہر جوڑ میں برکت عطا فرما دے۔ پھر ابو سروعہ عقبہ بن الحارث اٹھا جس نے حضرت خبیبؓ کو قتل کر دیا۔ اور حضرت خبیبؓ نے ہر مظلوم مسلمان شخص کے لئے یہ طریقہ جاری کر دیا کہ مقتول ہونے سے پہلے وہ دو رکعت نماز ادا کرے۔ جس دن ان حضرات کو قتل کیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو اس کی اطلاع دے دی۔ قریش کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابتؓ کو قتل کر دیا گیا ہے تو ان کے کچھ آدمی اس مقصد کے لئے بھیجے کہ حضرت عاصمؓ کے بدن کا کچھ حصہ لایا جائے۔ جس سے وہ پہچانا جائے۔ کیونکہ انہوں نے قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی نر مکھیوں کا ایک جتھہ حضرت عاصمؓ کے لئے بھیجا جو چھاتے کی طرح چھا گئے جنہوں نے قریش کے قاصدوں سے ان کی نعش کو محفوظ کر لیا۔ کہ وہ لوگ ان کی نعش میں سے کچھ بھی نہ کاٹ سکے۔ اور حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے ذکر فرمایا کہ مرارہ بن الربیع العمریؓ اور ھلال بن امیہؓ واقعی نیک بخت آدمی تھے یہ دونوں بدر میں حاضر تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | عیناً جاسوس کو کہتے ہیں۔ اصلی معنی عین کے آنکھ کے ہیں۔ کیونکہ جاسوس اپنے فرائض کی ادائیگی میں آنکھ سے کام لیتا ہے۔ اس لئے اسے عین کہا جاتا ہے، جیسے کان لگانے والے کو اُذن کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُذن کہا گیا۔ قل اُذن خیر لکم۔

نفروا فوج کو قتال کے لئے نکالنا۔ جیسے انفروا خفافا وثقالا لفظ نفر اور نفیر اس جماعت کو کہتے ہیں۔ جو جہاد کے لئے نکالی جائے۔ اور کبھی غیر جہاد پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

حتی وجدوا فاکلھم المتمر الخ پہلے زمانہ میں ایک سو تین قسم کی کھجوریں ہوا کرتی تھیں۔ آج بھی ساٹھ ستر قسم کی کھجور پائی جاتی ہے۔ اسی لئے سارے عرب میں یثرب کی کھجور مشہور تھی۔

اما انا فلا انزل الخ حضرت عاصمؓ نے عہد کیا تھا اور نذر مانی تھی کہ میرا جسم کسی کافر کے جسم سے نہ چھوئے گا اور نہ ہی میں کسی کافر کی ذمہ داری میں آؤں گا۔ دوسرے غیرت اسلامی بھی اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ چنانچہ مقابلہ ہوا۔ سات مسلمان شہید ہوئے تین بچ گئے۔

لما استمکنوا الخ قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی اسیر ہو جاتا تو اسے اپنے حال پر رہنے دیا جاتا۔ اس سے خدمت لی جاتی اسے قتل نہیں کرتے تھے۔ تو استمکنوا کے معنی ہوئے پورا قابو پالیا۔ وتر اس پٹھے کو کہتے ہیں۔ جو کمان کے دونوں سروں سے بندھا ہوتا ہے۔ جب تیر غلیلے پھینکتے ہیں۔ تو اس تانت کو چڑھا لیا جاتا ہے اسے بندھا ہوا نہیں چھوڑتے۔ ورنہ اس کی قوت کم ہو جاتی ہے۔

بعد وقعۃ بدر کا تعلق باعوھا سے نہیں ہے بلکہ مقدر ہے۔ وقع ھذا بعد وقعۃ بدر فلبث خبیبؓ عندھم کیونکہ یہ زمانہ اشہر الحرام کا ہے۔ فدرج ای ذھب ساعۃً۔

ماکنت لافعل دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ اسلامی تہذیب تھی کہ وحشی اس قدر سدھر گئے تھے۔ ورنہ عام دستور یہ تھا کہ دشمن کو جس قدر تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے پہنچائی جائے۔

یأکل قطفا من عنب الخ اس واقعہ میں بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ ایک یہ بھی ہے کہ مکہ میں کوئی پھل فروٹ نہیں تھا۔ مگر یہ انگور کے خوشے سے انگور کھا رہے تھے۔ وہاں تو حضرت بی بی مریم کو بے موسم کا رزق دیا گیا۔ یہاں یہ آپؐ کے غلاموں کو بغیر موسم کے پھل مل رہے ہیں۔

احصھم عددا یعنی گن گن کر ان کو ہلاک کر دے اور ایک ایک کر کے قتل کرنے میں ذلت ہوتی ہے۔ بددا بمعنی اکیلا۔ اوصال بمعنی اعضاء۔ شلو بمعنی جسد۔ ممزع بمعنی منقطع۔

مثل الظلۃ من الدبر شہد کی مکھیاں جو نر ہوں۔ یہ گھنوں کا جتھہ بادل کی طرح حضرت عاصمؓ پر چھا گیا۔ یہ اللہ تعالٰی نے ان کی قسم کو پورا کر دکھایا۔ لیکن وہ قاصد چھپ کر بیٹھ گئے کہ رات کے

وقت یہ مکھیاں چلی جائیں گی تو ہم سر کاٹ کر لے جائیں گے۔ لیکن رات کو اتنی موسلا دھار بارش آئی۔ جو حضرت عاصمؓ کے جسد خاکی کو بہا کر لے گئی۔ جس کا ان کو پتہ نہ چل سکا۔

قال کعب بن مالکؓ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس قال کعب بن مالکؓ سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ مرارہ بن ربیع اور ھلال بن امیۃ کا کسی نے بدری صحابی میں ذکر نہیں کیا اور فتح الباری میں ہے کہ بعض لوگ ان دونوں حضرات کے بدری ہونے کا انکار کرتے تھے۔ اور وہم کی نسبت امام زہریؒ کی طرف کرتے تھے۔ مصنفؒ نے اس کا رد کرتے ہوئے اس کی نسبت حضرت کعب بن مالک کی طرف کی جو تمام مشاہد میں حاضر تھے۔ غزوۂ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے تھے جن سے پچاس دن تک بائیکاٹ رہا۔ اور یہ سیاقِ حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث انہی سے لی گئی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قال کعب بن مالکؓ ص۵۶۹ یہ ایک دوسری حدیث کا ٹکڑا ہے۔ جس کو امام بخاریؒ اس لئے لائے ہیں کہ دلیل بیان کرنی ہے کہ حضرت مرارہؓ اور ھلالؓ دونوں بدری صحابی ہیں۔ ویسے ایک حدیث حضرت خبیبؓ کی روایت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ امام بخاریؒ کا مقصود شہدائِ بدر کے فضائل بیان کرنا ہے۔ اور یہ دونوں حضرات بدری صحابی تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں رجلین صالحین قد شھدا بدرا کہہ کر ان کی مدح اور منقبت بیان فرمائی۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ قال کعب یہ اس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو حضرت کعب بن مالکؓ اپنی توبہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کافی تتبع اور تلاش کے بعد معلوم کر لیا کہ پہلے پہل ان کے بدری ہونے کا کس نے انکار کیا۔ تو حضرت امام احمدؒ کے ایک شاگرد ہیں اثرم جس کا نام احمد بن محمد بن ہانی ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ان ابواب مذکورہ کا تعلق غزوۂ بدر سے تھا اور ان میں پہلا ترجمہ عدۃ اصحاب بدر تھا۔ اس لئے اس حدیث سے امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ مرارہ اور ھلال دونوں بدری صحابہ میں شمار ہیں۔ دوسرے مثبت نافی سے اولیٰ ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹۳ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ ذُكِرَ لَهُ اَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَّكَانَ بَدْرِيًّا مَرِضَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ

فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ وَ قَالَ اللَّيْثُ الخ

حدیث نمبر ۳۵۶۴ حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا وَعَنْ مَا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَرْقَمِ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِي أَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ تُرَجِّينَ النِّكَاحَ فَإِنَّكِ وَاللهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَّعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِي ذٰلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي تَابَعَهُ أَصْبَغُ الخ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا أَخْبَرَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے اس کا ذکر ہوا کہ حضرت سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل جو بدری صحابی تھے جمعہ کے دن بیمار ہو گئے۔ دن چڑھ آنے کے بعد جب کہ جمعہ کا وقت قریب آگیا تھا ان کی بیمار پرسی کے لئے سوار ہو کر گئے اور جمعہ چھوڑ دیا۔

ترجمہ حدیث نمبر ۳۵۹۴۔ حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے باپ عبد اللہ بن عتبہ نے حضرت عمر بن عبد اللہ بن الارقم نے زہری کی طرف لکھا۔ وہ انہیں حکم دیتے تھے کہ حضرت سُبیعہ بنت الحارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کی بات چیت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کو جواب دیا۔ جب کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا تھا دریافت کر کے

آئیں۔ عمر بن عبد اللہ نے عبد اللہ بن عتبہ کی طرف لکھا جو ان کو خبر دیتے تھے کہ حضرت سبیعہؓ بنت الحارث انہیں خبر دیتی ہیں کہ وہ حضرت سعد بن خولہ تو ان کے نکاح میں تھیں جو بنو عامر بن لوئی کے قبیلہ میں سے تھے اور ان لوگوں میں ان کا شمار تھا جو بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پہ ان کی وفات ہوگئی۔ جب کہ حضرت سبیعہؓ حاملہ تھیں۔ پس ان کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ ٹھہری ہوں گی کہ انہیں وضع حمل ہوگیا۔ جب وہ نفاس کے خون سے پاک ہوگئیں۔ تو خطبہ کرنے والوں کے لئے وہ بن سنور کر بیٹھ گئیں۔ حضرت ابو السنابل بن بعکک جو قبیلہ بنو عبد الدار کے ایک آدمی تھے۔ جنہوں نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم خطبہ کرنے والوں کے لئے بن ٹھن کر بیٹھ گئیں کیا نکاح کرنے کی امید رکھتی ہیں۔ اللہ کی قسم! تو اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک تجھ پہ عدت متوفی عنہا زوجھا کے چار مہینہ اور دس دن نہ گزر جائیں۔ حضرت سبیعہؓ فرماتی ہیں جب اس نے میرے سے یہ بات کہی تو میں نے شام کے وقت اپنے کپڑے سمیٹ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں دریافت کیا۔ جس پہ آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ وضع حمل کے بعد تم حلال ہوگئی ہو عدت ختم ہوگئی۔ اگر تم ضرورت محسوس کرتی ہو تو نکاح کر سکتی ہو۔ اصبغ نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔ اپنی سند بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ محمد بن ایاس بن بکیر خبر دیتے ہیں کہ ان کے باپ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت سعید بن زیدؓ حضرت عمر بن الخطابؓ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور ان کے بہنوئی بھی ہیں۔ یہ غزوۂ بدر میں شریک تو نہیں ہو سکے لیکن انہیں بدری کہا جاتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت طلحہؓ کو تجسس کے لئے کہیں بھیجا تھا۔ غزوۂ بدر کے بعد واپس آئے۔ آپؐ نے ان دونوں حضرات کے لئے غنیمت کا سہم مقرر فرمایا۔ تو حکماً ان کو بدری کہا جائے گا۔ بنابریں اس حدیث میں انہیں بدری کہا گیا ہے۔

ترک الجمعۃ الخ حضرت ابن عمرؓ نے جمعہ ترک کر دیا۔ کیونکہ ان کو عذر تھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ قریب المرگ تھے۔ شوافعؒ تو فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن طلوع شمس کے بعد سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر احنافؒ فرماتے ہیں کہ زوال کے بعد سفر پہ نہیں جانا چاہیئے۔ یہ روایت مسلک احنافؒ کی مؤید ہے۔ لیکن شوافعؒ فرماتے ہیں کہ یہ اضطراری حالت تھی۔ حضرت سعیدؓ قریب الموت تھے۔ ورنہ حکم

وہی ہے جو بیان ہوا۔

تشریح حدیث نمبر ۳۵۹۴۔ لما وضعت حملها قرآن مجید کی دو آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ الذین یتوفون منکم الآیۃ۔ یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشرا اور اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ پہلی آیت سے متوفی عنہا زوجہا کی عدّت چار ماہ اور دس دن اور دوسری آیت سے وضع حمل عدت معلوم ہوتی ہے۔ تو ایک جماعت نے تو کہہ دیا کہ ابعد الاجلین یعنی ان دو مدتوں میں جو بھی بعید ہو وہی مدّت عدّت ہوگی۔ مگر حضرت ابو السنابل بن بعکک کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ابعد الاجلین یا چار مہینے دس دن کا انتظار کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ وضع حمل کافی ہے۔ تو یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہوگی جو وضع حمل کو عدّت قرار دیتے ہیں۔

کانت تحت سعید بن خولۃ اس سے ان کا بدری ہونا ثابت کرنا ہے۔

جمعت علی ثیابی یعنی اپنے گھر کے اندر رہنے والے کپڑے اتار لئے اور باہر نکلنے والے کپڑے پہن لئے۔ جو جلباب کی صورت میں لئے جاتے تھے۔ بہر حال اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابعد الاجلین کا فتوٰی دینا غلط ہے۔ بلکہ حاملہ وفات زوج والی کی عدّت وضع حمل ہے۔ جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ کا پہلا قول یہی تھا۔ مگر انہوں نے بعد میں رجوع کر لیا۔ تو اب آیات میں تعارض نہ رہا۔ کیونکہ الذین یتوفون الخ کو سورۃ نساء طولیٰ میں ہے اور اولات الاحمال الخ نساء قصریٰ سورۃ طلاق میں ہے جو بعد میں نازل ہوئی۔ لہٰذا اولات الاحمال والی روایت ان کے لئے ناسخ ہوگی۔ فقہاء کرام کے ہاں بیان (تم) کو بھی نسخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پہلی عدّت غیر حاملات کے لئے اور دوسری آیت حاملات کے لئے ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کو بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | واقتربت الجمعۃ ص ۵۶۹ س ۹ اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ قبل از زوال جمعہ کے دن سفر کرنا جائز ہے۔ البتہ بعد از زوال مناسب نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ اقتربت الجمعۃ سے معلوم ہوا کہ ابھی جمعہ کا وقت داخل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے خروج جائز ہے اگرچہ اولیٰ ترک ہے۔ لیکن بعد دخول وقت الجمعہ خروج برائے سفر بالکل جائز نہیں ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب میں تصریح کی ہے کہ قبل از زوال تو سفر کرنا جائز ہے۔ اصح یہی ہے۔ البتہ

بعد از زوال اس لئے جائز نہیں کہ سبب وجوب جمعہ جو وقت ہے وہ آگیا۔ ابن عابدین نے اس صورت سے اور بھی مستثنیٰ کی ہے۔ کہ اگر اس نے جمعہ پڑھنا شروع کر دیا تو رفقاء سفر سے بچھڑ جائے گا اور اس کے لئے اکیلا چلنا مشکل ہو جائے گا۔ تو اس صورت میں بھی جمعہ چھوڑ دے۔ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ دخول وقت جمعہ کے بعد لازم الجمعہ کے لئے سفر جائز نہیں۔ قبل از زوال میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ امام احمدؒ صرف جہاد کے لئے اجازت دیتے ہیں۔ جیسے عبداللہ بن رواحہ کی روایت سے ثابت ہے۔ جو ایک سریہ میں جمعہ کی صبح کو جہاد کے لئے تیار ہوئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے آگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر تو روئے زمین کے خزانے فی سبیل اللہ خرچ کر دے تو جہاد کی روانگی کا ثواب حاصل نہیں کر سکتا۔ دوسرا قول امام شافعیؒ کا ہے کہ بعد از زوال ان کے نزدیک سفر کرنا بالکل حرام ہے۔ البتہ قبل از زوال میں ان کے دو قول ہیں۔ جواز و عدم جواز کا۔ تیسرا قول امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ کہ بعد از زوال سفر نہ کرے قبل از زوال سفر کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ الجمعۃ لاتحبس مسافراً جمعہ مسافر کو نہیں روکتا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ مالم یحضر وقتھا کہ جب تک اس کا وقت نہ آجائے حدیث باب کو یہ حضرات اضطرار پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت سعیدؓ قریب الھلاک تھے اور حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی تھے۔

بَابُ شُهُوْدِ الْمَلٰٓئِكَةِ بَدْرًا

ترجمہ۔ بدر کی لڑائی میں فرشتوں کا حاضر ہونا۔

حدیث نمبر ۳۵۹۵ حَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ وَكَانَ أَبُوْهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ قَالَ مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع اپنے باپ رفاعہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے باپ اہل بدر میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جبرائیلؑ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ اور پوچھا کہ آپؐ حضرات اہل بدر کو اپنے نزدیک کیا مقام دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں سے افضل ہیں یا اس کے مثل کوئی کلمہ فرمایا۔ تو انہوں نے فرمایا اسی طرح فرشتے بھی جو بدر میں حاضر ہوئے وہ افضل الملائکہ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی فرشتے بھیج کر مدد فرمائی۔ اوّلاً ایک ہزار فرشتے کی بشارت دی۔ پھر تین ہزار کی جب گھبراہٹ زیادہ ہوئی اور جب مشرکین کو کمک پہنچنے کی خبر پہنچی تو پانچ ہزار کی بشارت دی گئی۔ اگرچہ ایک فرشتہ کی طاقت بے پناہ ہے اور اس عالم دنیا میں فرق عادت کے خلاف امداد کرنا حکمت الٰہی کے خلاف ہے۔ اس لئے باری تعالیٰ نے انسانی شکل میں فرشتوں کو بھیج کر امداد فرمائی۔ چنانچہ ان کے ہاتھوں سے جو آدمی قتل ہوتے تھے وہ ممتاز ہوتے تھے۔ کہ ان کی گردن پہ داغ ہوتا تھا۔ اور وہ جوڑوں پہ مارتے تھے۔ چنانچہ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان سے ایک پرتلہ اترتے دیکھا جس میں چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں معلوم ہوتی تھیں۔ جس سے مسلمانوں میں تقویت پیدا ہوگئی اور بعض روایات میں ہے کہ پہلے آندھی آئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ جبرائیلؑ اترے پھر میکائیلؑ آئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم اگر کسی کے قتل کرنے کے لئے جاتے تو ہمارے تلوار مارنے سے پہلے کافر کی گردن تن سے جدا ہوتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۵۹۶ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الخ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍؓ وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَكَانَ رَافِعٌؓ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ فَكَانَ يَقُولُ لِابْنِهِ مَا يَسُرُّنِي أَنِّي شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَأَلَ جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن رفاعہ سے مروی ہے کہ ان کے باپ رفاعہ اہل بدر میں سے تھے۔ اور ان کے دادا رافعؓ بیعت عقبہ والوں میں سے تھے جو اپنے بیٹے رفاعہ سے فرمایا کرتے تھے کہ بیعت عقبہ کی حاضری کے بدلہ مجھے بدر کی حاضری خوش نہیں کرتی۔ اس کے بارے میں جبرائیلؑ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت رفاعہؓ بن رافعؓ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ لیکن ان کے

باپ رافعؓ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ شریک نہ ہو سکے۔ جب اہل بدر کے فضائل کی شہرت ہوئی۔ تو بعض اوقات باپ بیٹے میں مباحثہ ہو جاتا۔ تو رفاعہؓ فرماتے کہ میں افضل المسلمین میں سے ہوں۔ اور حضرت رافعؓ فرماتے کہ میں افضل المسلمین میں سے ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ ابو طالب کی وفات کے بعد قریش مکہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ جب لوگوں سے یوں کہتے کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے میں میری مدد کرو گے۔ لوگ کہتے کہ ہاں ضرور کریں گے لیکن قریش سے ڈر لگتا ہے۔ اوس اور خزرج قبائلِ مدینہ یہود مدینہ سے تنگ آ چکے تھے۔ وہ انہیں دھمکیاں دیتے کہ ہم نبی آخر الزمان کے ساتھ مل کر لڑائی کریں گے اور تمہیں زیر و زبر کر دیں گے۔ اوس و خزرج نے سوچا۔ کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہوں۔ جن کے متعلق یہود کہا کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے پیش قدمی کرتے ہوئے آپ سے بیعت کر لی۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ پہلے چھ آدمیوں نے آپ سے بیعت کر لی۔ جسے بیعت عقبیٰ اولیٰ کہا جاتا ہے۔ پھر بارہ آدمیوں نے دوسرے سال بیعت کی۔ یہ بیعت عقبیٰ ثانیہ کہلاتی ہے۔ پھر ستر آدمیوں نے تیسرے سال بیعت کی۔ اور آپ کو مدینہ چلنے کی دعوت دی۔ یہی بیعت عقبہ ہجرت کا باعث بنی اور ہجرت سے ہی اسلام کو عروج ملا۔ بنا بریں حضرت رافعؓ کا یہ خیال تھا کہ چونکہ بیعت عقبہ کی شیوعِ اسلام کا اصل ہے۔ اس لئے افضلیت ان لوگوں کو حاصل ہے۔ اور حضرت رفاعہؓ اپنے آپ کو اس بنا پر افضل کہتے تھے کہ اگرچہ غزوہ بدر ہجرت کی فرع ہے۔ مگر کبھی فرع اصل سے بڑھ جاتی ہے۔ شاگرد استاد سے بڑھ جاتا ہے۔ اس جگہ عقبہ سے عقبہ ثانیہ مراد ہے۔ بہرحال باپ بیٹے میں مباحثہ جاری تھا۔ کہ جبرائیلؑ نے اس بارے میں آپ سے دریافت فرمایا۔

سائل جبرائیل پر اشکال یہ ہے کہ حضرت معاذ تابعی ہیں۔ انہیں کیسے معلوم ہوا کہ جبرائیلؑ نے آپ سے سوال کیا۔ تو حدیث مرسل ہوئی۔ تو کہا جائے گا کہ مؤلف اس روایت کو اوّلاً بیان کر چکے ہیں۔ وہاں مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔ لہٰذا یہاں بھی متصل ہو گی۔ البتہ سند میں تغیر آ گیا۔ معاذ بن رفاعہ کے بعد سند ایک ہے۔

عقبہ بمعنی گھاٹی۔ جہاں جمرات ہیں۔ جمرہ عقبہ جسے آج کل بڑا شیطان کہتے ہیں۔ وہ

ایک گھاٹی کے قریب ہے۔ اور منیٰ سے ایک کنارے پر ہے۔ جہاں پر آپؐ نے ان لوگوں سے بیعت لی تھی۔ العقبہ میں الف ولام عہد کا ہے۔ مگر کبھی تعیین بالعلم ہوتی ہے کبھی بالحضور، کبھی بالذکر اور کبھی بالفہم ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۲۵۹۷ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ اَنَّ مَلَكًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ يَحْيٰى اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ الْهَادِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَهٗ يَوْمَ حَدَّثَهٗ مُعَاذٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ يَزِيْدُ فَقَالَ مُعَاذٌ اِنَّ السَّائِلَ هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ۔ یحییٰ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے معاذ بن رفاعہ سے سنا کہ ایک فرشتہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے سوال کیا۔ اور یحییٰ سے مروی ہے کہ یزید بن الہاد نے انہیں خبر دی کہ جس دن معاذ انہیں یہ حدیث بیان کر رہے تھے وہ یحییٰ یزید بن الہاد کے ہمراہ تھے۔ یزید نے کہا کہ معاذ فرماتے تھے کہ وہ سائل جبرائیلؑ تھے۔ اس ابہام کو دوسری روایت سے بسند آخر زائل کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ص۵۶۹ س۲۶ عن یحییٰ ان یزید الخ خلاصہ یہ ہے کہ یزید بن الہاد یحییٰ کو خبر دیتے ہیں کہ جس دن معاذ نے تمہیں یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس دن میں تمہارے ساتھ تھا۔ نیز! یزید نے یہ بھی ذکر کیا کہ معاذ نے تو سائل کا نام لیا تھا لیکن یحییٰ بھول گئے انہیں یاد نہیں رہا۔ اب سوال کس بارے میں ہے۔ شاید وہی جسے مؤلف ابھی ذکر کر آئے ہیں۔ ما تعدون اھل بدر فیکم تو جبرائیلؑ بھی افضل الملائکہ ہوئے۔ کیونکہ وہ بدر میں حاضر تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ عن معاذ بن رفاعہ کے بارے میں حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت تین طرق سے وارد ہے۔ جریر کی روایت میں معاذ عن ابیہ ہے یہ تو متصل ہو گئی۔ اور حماد کی روایت میں معاذ بن رفاعہ وکان رفاعہ من اھل بدر یہ صورت مرسل ہے۔ تامل سے واضح ہو جائے گا کہ معاذ بن رفاعہ عن ابیہ عن جدہ تو یہ بھی متصل ہوئی۔ تیسرا طریق یزید بن ہارون کا ہے۔ جس میں ہے قال معاذ ان ملکا سأل الخ تو یہ ظاہر الارسال ہے۔ چونکہ جریر کی روایت میں نام آچکا ہے۔ لہذا یحییٰ کی روایت میں تسمیہ ادراجاً ہو جائے گا۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں۔ کہ

یزید بن الھاد اور ہے اور یحیی کا شاگرد یزید بن ابراہیم ہے اگر سوال ہو کہ مشہود بہ کیا ہوگا۔ تو کرمانی فرماتے ہیں وہ مشہود بدر ہے اور افضلیت عقبہ بھی ہو سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹۷ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرَئِیْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَیْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی میں فرمایا یہ جبرائیل ہے جو اپنے گھوڑے کے سر کو تھامے ہوئے ہے جو جنگی ہتھیار پہنے ہوئے ہے۔

باب حدیث نمبر ۳۵۹۸ حَدَّثَنِیْ خَلِیْفَةُ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مَاتَ اَبُوْزَیْدٍ وَلَمْ یَتْرُكْ عَقِبًا وَّکَانَ بَدْرِیًّا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو زیدؓ وفات پاگئے جنہوں نے اپنے پیچھے کوئی ولد یا ولد الولد نہ چھوڑا اور وہ بدری صحابی تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابو زید بنو النجار میں سے حضرت انسؓ کے چچاؤں میں سے ہیں اور ان چار افراد میں شامل ہیں جن سے قرآن مجید لینے کا آپؐ نے حکم دیا تھا وہ جامع قرآن ہیں۔ انصار سے تعلق ہے۔ حدیث میں اختصار ہے۔ صرف کان بدریا کہہ دیا دوسری جگہ آجائے گی۔

حدیث نمبر ۳۵۹۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِ بْنَ مَالِكٍ الْخُدْرِیَّ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ اِلَیْهِ اَهْلُهٗ لَحْمًا مِّنْ لُحُوْمِ الْاَضْحٰی فَقَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلِهٖ حَتّٰی اَسْاَلَ فَانْطَلَقَ اِلٰی اَخِیْهِ لِاُمِّهٖ وَکَانَ بَدْرِیًّا قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ حَدَثَ بَعْدَكَ اَمْرٌ نَقْضٌ لِمَا کَانُوْا یُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْاَضْحٰی بَعْدَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک باغات کو پانی پلانے والا شخص گھر واپس آیا تو گھر والوں نے اس کے سامنے قربانی کا گوشت پیش کیا۔ اس نے کہا کہ میں اس کو نہیں کھاؤں گا۔ جب تک اس کے متعلق پوچھ نہ لوں۔ چنانچہ وہ اپنے ماں جائے بھائی قتادہ بن نعمان کے پاس گئے جو بدری صحابی تھے۔ ان سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے جانے کے بعد

ایک ایسا حکم آگیا۔ جس نے اس حکم کو توڑ دیا۔ جو لوگ کہتے تھے کہ تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے وہ حکم منسوخ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فقر و فاقہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت کر دی تھی۔ جب فراخی ہوئی تو ممانعت نہ رہی ان کو علم نہیں تھا اس لئے حضرت قتادہؓ بدری صحابی سے پوچھنے آئے جنہوں نے اس حکم کی منسوخی کی اطلاع دی۔

تشریح از قاسمی حضرت قتادہ بن نعمان عقبی اور بدری صحابی ہیں۔ فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اُحد کی لڑائی میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا بہہ کر چہرے پر آرہا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میری ایک بیوی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ اگر اس نے میری یہ حالت دیکھ لی تو میرا گمان ہے کہ نفرت کرنے لگے گی۔ آپؐ نے ان کی آنکھ کے ڈھیلے کو لیا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا اور ایسی جم گئی کہ دونوں آنکھوں میں خوب صورت بھی وہی تھی اور چمکدار اور روشن بھی وہی تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۰ حَدَّثَنِی عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ اَبِیْهِ عُرْوَةَ قَالَ الزُّبَیْرُ لَقِیْتُ یَوْمَ بَدْرٍ عُبَیْدَةَ بْنَ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ هُوَ مُدَجَّجٌ لَا یُرٰی مِنْهُ اِلَّا عَیْنَاهُ وَهُوَ یُکْنٰی اَبُوْ ذَاتِ الْکَرِشِ فَقَالَ اَنَا اَبُوْ ذَاتِ الْکَرِشِ فَحَمَلْتُ عَلَیْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهٗ فِیْ عَیْنِهٖ فَمَاتَ قَالَ هِشَامٌ فَاُخْبِرْتُ اَنَّ الزُّبَیْرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِیْ عَلَیْهِ ثُمَّ تَمَطَّاْتُ فَکَانَ الْجُهْدُ اَنْ نَّزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنٰی طَرَفَاهَا قَالَ عُرْوَةُ فَسَاَلَهٗ اِیَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا اَبُوْ بَکْرٍؓ فَاَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ اَبُوْ بَکْرٍؓ سَاَلَهَا اِیَّاهُ عُمَرُؓ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُؓ اَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهَا فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ اٰلِ عَلِیٍّؓ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ فَکَانَتْ عِنْدَهٗ حَتّٰی قُتِلَ۔

ترجمہ۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا۔ جو زرہ اور خود سے ڈھکا ہوا تھا۔ سوائے اس کی دو آنکھوں کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی کہ سخت قوت وطاقت کا مالک ہے۔ تو اس نے کہا میں بڑا طاقتور ابو ذات الکرش ہوں۔ چھوٹے نیزے سے میں نے اس پر حملہ کیا اور اس کی آنکھوں میں ایسا تاک کر نیزہ مارا کہ وہ اس کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ ھشام فرماتے ہیں کہ مجھے بتلایا گیا کہ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنا پاؤں اس پہ رکھ کر انگڑائی لی۔ میری کوشش یہ تھی کہ میں اس نیزے کو کھینچ لوں۔ جب کہ اس کے دونوں کنارے ٹیڑھے ہو چکے تھے۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ وہ نیزہ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا جو انہوں نے آپؐ کو دے دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ تو انہوں نے وہ نیزہ واپس لے لیا۔ پھر ابوبکر صدیقؓ نے مانگا تو انہوں نے ان کو دے دیا۔ جب ابوبکرؓ کی وفات ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے ان سے مانگ لیا جو انہوں نے دے دیا۔ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوگئی تو انہوں نے اسے واپس لے لیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے ان سے مانگا جو انہوں نے اسے دے دیا۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے تو وہ حضرت علیؓ کے خاندان کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے ان سے واپس لے کر اپنے پاس رکھا جو ان کی شہادت تک ان کے پاس رہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مدجج مغطی یعنی تمام بدن کو زرہ اور خود سے ڈھک لیا تھا۔ کرش ﷺ دراصل چوپایوں کے معدہ کو کہتے ہیں اور کرش جماعت کو بھی کہتے ہیں تو طاقتور ہونے کی وجہ سے یا یہ کہ اس میں ایک جماعت کی طاقت ہے۔ اس کو ابو ذات الکرش کہا جاتا تھا۔

تمطأت چلتے وقت دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھا لینا جسے انگڑائی لینا کہتے ہیں۔ انثنی طرفاہ اس کی آنکھوں کی ہڈی اس قدر قوی تھی کہ نیزہ ٹیڑھا ہو گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت زبیرؓ نے اتنے زور سے نیزہ مارا۔ کہ اس کی آنکھ کی سخت ہڈی سے آگے گذر گیا۔ جس کو لات رکھ کر اس کے بدن سے کھینچا۔ بالآخر وہ مر گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وضعت رجلی علیہ منہ پاؤں اس لئے رکھا۔ تاکہ نیزہ کا کھینچنا آسان ہو جائے اور نیزہ کھینچنے سے کہیں مقتول نہ کھچا جائے۔ اور نیزے کا ٹیڑھا ہو جانا اس

بات کی دلیل ہے کہ وہ بہت عمدہ تھا۔ اگر عمدہ نہ ہوتا تو نہ ٹوٹتا۔ اور اس نیزے کو گھمانے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں وہ ٹیڑھا ہوا۔ کیونکہ نیزہ جب زمین وغیرہ میں دھنس جاتا ہے۔ تو جب تک وہ سیدھا ہے اس کا کھینچنا آسان نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ خوب جم جاتا ہے۔ جب تک اسے ہلایا نہ جائے تو جس قدر کھینچنے میں قوت اور زور آزمائی کی جائے وہ سب بیکار ہوتا ہے۔ جیسے میخیں جب زمین اور دیوار میں گڑ جاتی ہیں تو ان کا نکالنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ نیزے کے دونوں کنارے سخت کھینچنے کی وجہ سے ہاتھ کے پکڑنے کی طرف مڑ گئے۔ مدجج معظی السلاح اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ اور ذات الکرش کے معنی پیٹو کے لکھے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۰۱ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَايِعُونِي۔

ترجمہ۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ جو بدر میں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سے بیعت کرو۔ شہد بدراً محل ترجمہ ہے۔ حدیث کتاب الایمان گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ كَمَا تَبَنَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيرَاثِهِ حَتَّى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ فَجَاءَتْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابو حذیفہؓ جو ان لوگوں میں سے تھے جو بدر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت سالمؓ کو اپنا لے پالک قرار دیا۔ اور ان سے اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ کا نکاح کر دیا۔ جو انصار کی ایک عورت کے غلام تھے۔ جس طرح کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت زید بن حارثہؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ اور زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ لوگ متبنّٰی اس شخص کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور وہ اس کی متروکہ جائداد کا وارث قرار پاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ کہ ان کو اپنے باپ کا نام لے کر پکارو۔ تو حضرت سھلہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ پھر بقیہ حدیث کو ذکر فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت سالمؓ حضرت ابو حذیفہؓ کی بیوی کے شبینہ کے غلام تھے۔ جنہوں نے اپنا غلام اپنے خاوند حضرت ابو حذیفہؓ کو ھبہ کر دیا۔ جنہوں نے اسے اپنا لے پالک بنالیا۔ اور جاہلیت کے دور میں لے پالک کا حکم بیٹے جیسا ہوتا تھا۔ لوگ ان کو سالم بن ابی حذیفہ کہہ کر پکارتے تھے۔ سالم بن معقل کوئی نہیں کہتا تھا۔ اوّلاً حضرت ابو حذیفہؓ کی شادی شبینہ نامی عورت سے تھی۔ پھر حضرت سہلہؓ سے ہوئی۔ حضرت سالمؓ بالغ ہو چکے تھے۔ گھر میں آتے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے حضرت ابو حذیفہؓ کا چہرہ متغیر ہو جاتا۔ جس کی شکایت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہوئی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم اسے دودھ پلادو۔ سہلہ نے دودھ پلادیا۔ جس سے حضرت ابو حذیفہؓ کا شک وشبہ جاتا رہا۔

تشریح از قاسمیؒ ہند بنت الولیدؓ انصار میں کسی صحابیہ کا نام نہیں ہے سوائے بخاری کے اور حضرات نے فاطمہ بنت الولید بن عتبہ نقل کیا ہے۔ بہر حال شبینہ انصاریہ تھی اور سہلہ قرشیہ تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۲ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ الخ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتّٰى قَالَتْ جَارِيَةٌ۔ ع وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلِيْ هٰكَذَا وَقُوْلِيْ مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ربیع بنت معوذؓ فرماتی ہیں۔ میری شب زفاف کی صبح کو جناب نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کے پاس تشریف لائے ان کی شادی ایاس بن بکر سے ہوئی تھی تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے بستر پہ اس طرح آ کے بیٹھ گئے جیسے اے خالد بن ذکوان تم میرے قریب بیٹھے ہو۔ اور کچھ لڑکیاں دف بجا کر اپنے ان آبار کے محاسن ذکر کر رہی تھیں جو بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ ایک تو ان کا باپ معوذ تھا اور دوسرا ان کا چچا عوف تھا جن کو بدر کی لڑائی میں عکرمہ بن ابو جہل نے قتل کیا تھا یہاں تک

کہ ایک لڑکی نے یہاں تک کہہ دیا۔ کہ ہمارے اندر ایک ایسا نبی موجود ہے۔ جو کچھ کل ہونے والا ہے۔ وہ اسے بھی جانتے ہیں۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح نہ کہو وہی کہو جو کہہ رہی تھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جویریات جویریہ کی جمع ہے۔ بہت چھوٹی بچی کو جویریہ کہتے ہیں۔ دف وہ آلہ مزمار جس کے ایک طرف جھلی چڑھی ہوتی ہے (دفرہ) اس سے ثابت ہوا کہ بیاہ وشادی کے موقعہ پر گانا بجانا جائز ہے۔ جس پر لوگ کہتے ہیں کہ قوالی جائز ہے۔ کہ جویریات چھوٹی بچیاں ہیں کوئی مشتہات عورتیں نہیں ہیں اور مضمون بھی ایسا نہیں جس سے خواہشات میں تہیج پیدا ہو۔ بہادروں کی شجاعت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ جس سے بہادری اور جذبۂ جہاد پیدا ہوتا ہے۔ شوق شہادت موجزن ہوتا ہے۔

لا تقولی ھکذا غالی لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ حالانکہ آپؐ اسے منع کر رہے ہیں۔ یعلم ما فی غد والی بات مت کہو۔ شجاعت کی بات کہو۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپؐ سے زیادہ اعلم کوئی نہیں ہے۔ جو علوم کمالیہ آپؐ کی شان کے مناسب ہیں ان میں آپؐ سب سے بالاتر ہیں۔ اس جگہ دو بحثیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کیا آپؐ تمام مغیبات پر حاوی ہیں یا نہیں۔ اس کو تو بدعتی بھی مانتے ہیں کہ جمیع مغیبات کو آپؐ کا علم حاوی نہیں۔ البتہ کونیات تمامی کا آپؐ کو علم ہے کوئی ذرہ آپؐ سے غائب نہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بدعتی لوگ کہتے ہیں۔ جس قدر آپؐ کو علم ہے اس پر علم غیب کا اطلاق کیا جائے۔ مگر کہا جائے گا۔ کہ کونیات میں سے شعر، نجوم۔ کہانت وغیرہ وہ علوم ہیں۔ جن سے آپؐ کا دامن بالکل پاک ہے۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ تو تمام کونیات کا احاطہ کرنا بھی صحیح نہ ہوا۔ رہا عالم الغیب کا اطلاق۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کس حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث تو اس سے انکار کرتے ہیں۔ آپؐ تو مغیبات پر اطلاع پا کر ہمیں خبر دیتے ہیں۔ اگر بعض غیر معین کی وجہ سے اطلاق ہو۔ تو یہ سب کو حاصل ہے۔ کسی کو تھوڑا کسی کو بہت۔ اگر بعض معین کے لئے اطلاق ہو۔ تو اس کے لئے دلیل چاہیئے۔ اور کل مغیبات پر تم بھی نہیں مانتے۔ اور عقائد کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہے۔ اخبار آحاد سے عقائد ثابت نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی واسطہ

کے خود بخود جمیع اشیاء سے واقف ہیں۔ جیسے باری تعالیٰ کلیات اور جزئیات سب کے عالم ہیں، تو ایسا شخص مشرک ہوگا۔ ان کے علاوہ چیزوں کا قائل اس پہ ایسے الفاظ کا اطلاق کرنا قابل احتیاط ہے۔ الغرض یہ خرافات ہیں۔ اصل چیز کی طرف توجہ نہیں کی جاتی بلکہ حکومت کے فارمولے "تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" کا تختۂ مشق بنتے ہیں۔ دراصل یہ مسئلہ اس طرح شروع ہوا۔ کہ بعض بدعتی کہنے لگے یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ امداد و حمایت تب ہو سکتی ہے۔ جب کہ کسی چیز کا علم ہو۔ اس سے لازم آتا تھا کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو جمیع اشیاء کا علم ہو۔ اس پہ کسی نے اعتراض کر دیا۔ کہ جمیع اشیاء کا علم تو نبی کو بھی نہیں ہے۔ ایک پیر یا پیرانِ پیر کے لئے کیسے ثابت ہوگا تو یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ اوّلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا وہ عالم ما کان و یکون ہیں۔ تو اس سے پیرانِ پیر بھی عالم الغیب ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ ایک اجماعی مسئلہ کا خلاف ہے۔ کیونکہ اس پہ اجماع امت ہے۔ کہ مخلوقات میں سے جو کوئی بھی کسی کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اوسع علماً مانے وہ مشرک ہے۔

نوٹ:۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ سبق شروع کرنے سے پہلے یہ خطبہ پڑھا کرتے تھے۔

الحمد للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسّلام علی سیدنا و مولٰنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین امّا بعد فان اصدق الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی سیدنا و مولٰنا محمد صلّی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وبالسند المتصل الی الامام الحافظ الحجۃ امیر المؤمنین فی الحدیث ابی عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراھیم بن مغیرہ ابن بردزبہ الجعفی البخاریؒ نفعنا اللہ بعلومہ اٰمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

حدیث نمبر ۳۶۰۴ حَدَّثَنِی اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْطَلْحَۃَؓ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ قَدْ شَہِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ

بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ يُّرِيْدُ التَّمَاثِيْلَ الَّتِيْ فِيْهَا الْاَرْوَاحُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو طلحہؓ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے خبر دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ جس میں پالتو کتا ہو یا تصویر ہو۔ اس سے مراد ان مورتیوں کی تصویر ہے جن میں روحیں ہیں۔ یا تصویر ذی روح مراد ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فیہ کلب بظاہر اس سے تعمیم ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ایک جماعت تخصیص کرتی ہے۔ کہ کلاب حرس۔ ماشیہ۔ زروع وصید یعنی نگرانی کا کتا۔ کھیتی اور جانوروں کی حفاظت کرنے والا اور شکاری کتا رکھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح ان تصویروں کے رکھنے کی اجازت ہے۔ جو غیر ذی روح کی ہوں یا روندی جاتی ہوں۔ جیسے قالین وغیرہ پر ہوتی ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ ان کی اجازت ہے۔ مگر دخول ملائکہ نہیں ہوگا۔ مصنفؒ کا مسلک تخصیص کا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی ابن عباسؓ کی تخصیص تفسیر کا مقصد ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَؓ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا فِيْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاْتِيْ بِاِذْخِرٍ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهٗ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ فَنَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مِنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَاِذَا اَنَا بِشَارِفَيَّ قَدْ اُجِبَّتْ اَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَاَيْتُ الْمَنْظَرَ قُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا قَالُوْا فَعَلَهٗ حَمْزَةُؓ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ عِنْدَهٗ قَيْنَةٌ وَّاَصْحَابُهٗ فَقَالَتْ

فِي غِنَائِهَا. ۔ أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ ۞ فَوَثَبَ حَمْزَةُ إِلَى السَّيْفِ فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا قَالَ عَلِيٌّ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَقِيتُ فَقَالَ مَا لَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ غَدَا حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتَيَّ فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لَهُ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ فَإِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى رُكْبَتِهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرَى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ ۔

ترجمہ۔ حضرت حسینؓ بن علیؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی کی غنیمت کے میرے حصہ کی ایک اونٹنی تھی۔ اور دوسری اونٹنی مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فئے کے مال میں سے اپنے خمس میں سے اس دن عطا فرمائی تھی۔ پس جب میرا ارادہ ہوا کہ میں فاطمۃ الزہراؓ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصتی کرا کے لے آؤں۔ تو میں نے بنو قینقاع کے ایک زرگر سے معاہدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے تاکہ ہم اذخر بوٹی لاد کر لے آئیں۔ تاکہ میں اس کو زرگروں کے پاس بیچ کر اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں۔ پس ابھی میں اپنی اونٹنیوں کے لئے پالان تھیلا اور رسیاں جمع کر رہا تھا۔ اور میری اونٹنیاں انصار کے ایک آدمی کے حجرہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ میں نے جو کچھ جمع کرنا تھا جمع کر لیا۔ تو اپنی اونٹنیوں کے پاس آکر کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ان کی کوہانیں کاٹ دی گئی ہیں۔ ان کی کوکھیں چیر کر اس سے ان کے جگر نکال لئے گئے ہیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو آنکھوں پہ مجھے قابو نہ رہا۔ بے اختیار رونے لگا۔ میں نے پوچھا ایسا کس نے

کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب نے کیا ہے اور وہ اس نزدیکی گھر میں انصار کے کچھ شرابیوں کے ساتھ موجود ہے جس کے پاس ایک گانے والی اور اس کے سازندے ہیں۔ جنہوں نے اپنے گانے میں یہ کہا۔ کہ اے حمزہ! ان موٹی تازی اونٹنیوں کا گوشت کھانا چاہیئے۔ حضرت حمزہ اپنی تلوار کی طرف کودے۔ ان کی کوہانیں کاٹ ڈالیں۔ کوکھیں چیر کر ان کے اندر سے جگر نکال لیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں چل پڑا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کہ آپؐ کے پاس حضرت زید بن حارثہؓ بھی موجود تھے۔ جو تکلیف مجھے پہنچی تھی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محسوس کر لیا۔ پوچھا اے علی! تجھے کیا ہو گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آج جیسا دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت حمزہ نے میری اونٹنیوں پر ظلم کیا ہے کہ ان کی کوہانیں کاٹ لیں اور ان کی کوکھیں چیر ڈالیں۔ اور وہ شرابیوں کے جھرمٹ میں ایک گھر کے اندر موجود ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی اسے زیب تن کیا۔ پھر پیدل چل پڑے۔ میں اور حضرت زید بن حارثہؓ آپؐ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس گھر تک پہنچ گئے۔ جس میں حضرت حمزہؓ تھے۔ آپؐ نے داخلہ کی اجازت مانگی جو دے دی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کو ان کی کارگزاری پر ملامت کرنے لگے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ تو نشے میں ہیں۔ اور ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ حضرت حمزہ نے ایک نظر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا پھر نظر کو اونچا کر کے آپؐ کے گھٹنے کی طرف نگاہ ڈالی۔ پھر نظر گھما کر آپؐ کے چہرۂ انور کو دیکھا۔ پھر حضرت حمزہؓ گویا ہوئے۔ کہ تم لوگ تو میرے باپ کے غلام ہو۔ جس سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح ہو گیا۔ کہ ابھی وہ نشے کی حالت میں ہے۔ تو آپؐ الٹے پاؤں واپس لوٹے۔ آپؐ بھی وہاں سے نکلے اور ہم لوگ بھی آپؐ کے ہمراہ نکل آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ شارف شرف سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بلندی کے ہیں۔ شارف اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کی کوہان بلند ہو۔ اونٹ کا موٹا پا کوہان سے معلوم ہوتا ہے اور دنبے کا اس کی چکی سے۔ تو شارف موٹے تازے اونٹ کو کہتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کی رخصتی غزوۂ بدر کے بعد ہوئی ہے۔ حضرت علیؓ ولیمہ کے لئے اذخر بوٹی کو جنگل سے کاٹ کر لائے تھے۔ جس کی آگ نہایت قوی ہوتی ہے۔ سنار اور لوہار اسے استعمال کرتے تھے۔

اقتاب جمع قتب کی۔ اونٹ کا زین۔ گھوڑے کے زین کو سرج اور گدھے کے زین کو اکاف کہتے ہیں۔ غرائر دہ جھولا جو گھاس وغیرہ کے جمع کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس جھولے میں لکڑی وغیرہ ہوتی ہے۔ جس سے دو جھولے بن جاتے ہیں۔ جس سے لادنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ حجرہ وہ صحن جو چاروں طرف دیوار سے گھرا ہوا ہو۔ اجبت ای قطعت۔ اسنمتھا سنام کی جمع بمعنی کوہان۔ بقرت خواصر ھا خواصر جمع خاصرہ کی۔ بمعنی کوکھ۔ اور بقر بمعنی چیر دینا۔ شرب جمع شارب شرابی جیسے شرف جمع شارف کی بمعنی اونچی کوہان والی اونٹنی۔ نوی جمع نادیہ کی بمعنی موٹا تازہ۔

جعل انتم الاعبید لابی اگر اشکال ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ تو مسلمان تھے۔ اور حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر عبید کی کیوں کہہ رہے ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ عرب میں پوتے کو غلام کہا جاتا تھا۔ اور حضرت حمزہؓ نشہ شراب میں چکنا چور اور بدمست تھے۔ اسی لئے یہ الفاظ استعمال کئے۔ ثمل بمعنی نشہ دار۔ قھقری بمعنی ایڑی کے بل لوٹنا۔ نشہ کی حالت میں الفاظ کی درستی کہاں ہوتی ہے۔ اور قہقری چلنا اس بنا پر تھا۔ کہ کہیں پیچھے سے حملہ نہ کر دیا جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | عبید لابی ص ۵۷۱ ج ۱۲ شراحؒ نے اس کلام کی صحت کے لئے توجیہات میں تکلف کیا ہے۔ حالانکہ یہ نشہ میں بدمست آدمی کا کلام ہے۔ جس میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت شیخ گنگوہیؒ کی غرض یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ کا کلام ایک مخمور اور نشہ دار کا کلام ہے۔ جس کی توجیہ کی ضرورت نہیں۔ اور شراحؒ نے جو توجیہات کی ہیں وہ بعید ہیں۔ اس لئے کہ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ حمزہ کے باپ عبدالمطلب تھے۔ جو حضرت نبی اکرمؐ اور حضرت علیؓ دونوں کے دادا تھے۔ اور دادا کو سردار پکارا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم پوتے ہو۔ میں بیٹا ہوں۔ مجھے تم پر اقرب ہونے کی وجہ سے فخر ہے۔ صاحب التیسیر بھی یہی فرماتے ہیں۔ کہ ایں گفتار او از مستی و ہذیان بودہ بتوجیہ حاجت نیست۔ اور یہ واقعہ تحریم خمر سے پہلے کا ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۶ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ اَسْمَعَهٗ مِنِ ابْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّ عَلِیًّا کَبَّرَ عَلٰی سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ فَقَالَ اِنَّهٗ شَھِدَ بَدْرًا۔

ترجمہ۔ ابن معقل فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے سہل بن حنیفؓ کے جنازے پر۔ پانچ تکبیریں کہیں۔ اور فرمایا کہ وہ بدر میں حاضر تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | کبر علیؓ یہ حدیث مختصر ہے۔ طویل روایت میں ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے پانچ تکبیرات کہیں۔ اور فرمایا کہ یہ ان کے بدری ہونے کی وجہ سے ہے۔ جنازے کی تکبیرات بعض جگہ پانچ ۵ بعض جگہ سات اور بعض جگہ نو ۹ ہیں۔ مگر نجاشیؓ اور صاحبزادہ ابراہیم کے جنازے پر جو آخری جنازہ ہے اس میں آپؐ نے چار تکبیریں کہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۰۷ حدثنا ابو الیمان الخ سمع عبد اللہ بن عمرؓ یحدث اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ حِيْنَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَؓ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ عُمَرُؓ فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَؓ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَؓ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَؓ قَالَ سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ فَقَالَ قَدْ بَدَا لِيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا قَالَ عُمَرُؓ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍؓ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَؓ فَصَمَتَ اَبُوْ بَكْرٍؓ فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ اَوْجَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍؓ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَؓ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ اِلَّا اَنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جب حضرت خنیس بن حذافہ سہمی سے بیوہ ہوئیں۔ جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے اور بدر میں حاضر تھے۔ ان کی مدینہ میں وفات ہو گئی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ حضرت عثمان بن عفانؓ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے حضرت حفصہؓ کا معاملہ ان کے سامنے

پیش کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کا تمہارے سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے معاملہ میں ذرا غور کر لوں۔ پس کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔ پھر فرمایا کہ میری رائے یہ بنی ہے کہ میں آج کے دن یعنی اس وقت شادی نہ کروں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی۔ ان سے بھی میں نے یہی کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حضرت حفصہؓ کا آپ سے نکاح کر دوں۔ حضرت ابوبکرؓ چپ رہے کوئی جواب مجھے نہ دیا۔ تو میں ان پر حضرت عثمانؓ سے بھی زیادہ ناراض ہوا۔ کیونکہ انہوں نے کھل کر جواب دیا یہ خاموش ہی ہو گئے۔ کچھ عرصہ ٹھہرا رہا۔ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منگنی کا پیغام دیا۔ جس پر میں نے اس کا آپؐ سے نکاح کر دیا۔ بعد ازاں حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ جب آپ نے حضرت حفصہؓ کا معاملہ نکاح میرے سامنے پیش کیا۔ تو میں نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا۔ تو شاید آپ مجھ پر ناراض ہو گئے ہوں گے۔ میں نے کہا ہاں ناراضگی تو ضرور ہوئی۔ انہوں نے فرمایا آپ کی پیشکش کا میں نے اس لئے جواب نہ دیا۔ کہ مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر فرما رہے تھے۔ میں آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر آپؐ یہ خیال ترک کر دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا۔

حدیث نمبر ۳۶۰۸ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ سَمِعَ اَبَا مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ صَدَقَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزیدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابومسعودؓ بدری سے سنا جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ آدمی کا اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ وخیرات ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰۹ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِؓ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِيْ اِمَارَتِهٖ اَخَّرَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْكُوْفَةِ فَدَخَلَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيُّ جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَصَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا أُمِرْتَ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ حضرت عمر بن عبد العزیز کو ان کی گورنری کے زمانہ میں یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک دن عصر کی نماز کو دیر کر دی۔ جب کہ وہ کوفہ کے گورنر تھے۔ تو حضرت ابو مسعود جن کا نام عقبہ بن عمر انصاری تھا۔ جو حضرت زید بن حسن کے دادا تھے۔ اور بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ ان کے پاس حاضر ہو کر فرمانے لگے۔ کہ میں خوب جانتا ہوں کہ جبرائیلؑ نے نازل ہو کر پانچ نمازیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھائیں۔ پھر فرمایا آپؐ کو یا مجھے اس طرح نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بشر بن مسعود بھی اپنے باپ سے اسی طرح حدیث بیان کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۰ حَدَّثَنَا مُوْسٰى الخ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِيْتُ أَبَا مَسْعُوْدٍ وَّهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيْهِ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ بدری فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سورہ بقرہ کے آخری دو آیات ہیں جس نے ان کو رات کے وقت تہجد میں پڑھا تو وہ آیات مصائب دنیا سے اس کی کفایت کریں گی۔ عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ جب ابو مسعودؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو میں نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آیتان سے آمن الرسول الخ اور لا یکلف اللہ الخ مراد ہیں۔ لیلۃ ای فی صلوٰۃ التہجد اور کفتاہ مصائب لیل سے پناہ دینے میں کافی ہو جائیں گی یا دخول جنت یا قیام اللیل یا زوال الآثام کے لئے کافی ہو جائیں گی۔

حدیث نمبر ۳۶۱۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ بُكَيْرٍ الخ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَّكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ الخ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَّهُوَ أَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ

وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ فَصَدَّقَهُ ۔

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع خبر دیتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالکؓ جو اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے ۔ جو ان انصار کے لوگوں میں سے تھے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے ۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور دوسری سند میں ہے کہ حصین بن محمد جو قبیلہ بنو سالم کے ایک آدمی تھے ۔ اور ان کے سرداروں میں سے تھے ۔ محمود بن الربیع کی روایت جو عتبانؓ بن مالک سے ہے ۔ اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کر دی ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عتبان بن مالکؓ نابینا صحابی تھے ۔ ان کے گھر کے آگے وادی تھی ۔ جو بارش کے وقت بھر جاتی تھی ۔ جس سے گزرنا ان کے لئے مشکل ہوتا تھا ۔ اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر میں نماز پڑھوائی اور اسے اپنی جائے نماز بنا لیا ۔

فصدقہ اس حدیث میں ہے کہ آپؐ کے سامنے مالک بن دخشمؓ کا واقعہ پیش ہوا ۔ وہ منافق ہے ۔ لایحب اللہ ورسولہ آپؐ نے اس پر انکار فرمایا کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے مخلص مسلمان ہے ۔ ابن شہاب نے بعض حضرات کے سامنے اس روایت کو پیش کیا ۔ توان کے انکار پر یہ مدینہ منورہ گئے ۔ تو بنو سالم کے سردار سے اس کی تصدیق کرائی ۔ یہاں تک عبارت رہ گئی تھی ۔ جسے پورا کر دیا گیا ہے ۔

حدیث نمبر ۳۶۱۲ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ وَكَانَ مِنْ أَكْبَرِ بَنِي عَدِيٍّ وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ خَالُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ وَحَفْصَةَؓ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ جو بنی عدی کے بڑے آدمی تھے ۔ جن کا باپ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر میں حاضر تھا ۔ تو فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے قدامہ بن مظعونؓ کو بحرین کا حاکم بنایا ۔ جو بدر میں حاضر ہوئے تھے ۔ اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت حفصہؓ کے ماموں لگتے تھے ۔

حدیث نمبر ۳۶۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ أَنَّ سَالِمًا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ أَنَّ عَمَّيْهِ وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ

قُلْتُ لِسَالِمٍ فَتُكْرِيْهَا اَنْتَ قَالَ نَعَمْ اِنَّ رَافِعًا اَكْثَرَ عَلٰى نَفْسِهٖ ۔

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو خبر دیتے ہیں کہ ان کے دونوں چچا ظہیر اور مظہر دونوں بدر میں حاضر تھے۔ وہ دونوں اسے خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل کاشت زمین کو کرایہ پہ دینے سے منع فرمایا تھا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم سے کہا کہ آپ تو زمین کرایہ پہ دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ البتہ حضرت رافعؓ اپنے نفس پر سختی کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کبھی محاصل حبوب سے اور کبھی ثمرات سے اور کبھی نقدی سے۔ بہرحال اس کی کئی صورتیں ہیں۔ جن میں منازعت اور جھگڑا ہو تو اس کی ممانعت ہے یا جن میں جزئیت مخصوصہ کی قید لگائی جائے وہ بھی ممنوع ہے۔ اگر جزء شائع اور مشترک مقرر کیا جائے تو امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ اس کو بھی منع کرتے ہیں۔ صاحبین اور بعض شوافع اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ فتویٰ بھی اسی پہ ہے۔ دراصل کرار المزارع میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں ہے کہ مزارعت بالکل ممنوع ہے۔ خواہ نقود ہوں۔ حبوب ہوں۔ ثمار ہوں۔ اس لئے اس روایت کو مضطرب قرار دیا گیا۔

اکثر علی نفسہ کہ انہوں نے اپنے نفس پر تشدد کیا۔ کہ روایت کو موضوعہ قرار دیا۔ یا ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہوسکا۔ یا حبوب و نقود میں فرق نہیں کیا۔ اس لئے ہم اسے قابلِ عمل قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ ماخرج من الارض و مالا یخرج میں فرق نہیں کیا۔ حالانکہ نقود کے ساتھ مزارعت جائز ہے۔ نہی کا حکم جزئیت مخصوصہ پہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۴ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ رَاَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت رفاعہ بن رافع انصاری کو دیکھا ہے۔ ان کی زیارت کی وہ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَّهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَّكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ قَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشٰى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت عمرو بن عوف جو بنی عامر بن لوئی کے حلیف تھے۔ اور بدر کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا تاکہ وہاں سے جزیہ کا مال لے آئیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے ۹ھ میں صلح کر لی تھی۔ اور ان پر حاکم حضرت علاء بن حضرمیؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ بحرین سے مال لے کر آئے۔ تو انصار نے حضرت ابو عبیدہؓ کے آنے کی خبر سنی تو سب صبح کی نماز میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمع ہو گئے۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے پھر کر بیٹھے۔ تو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ تو آپؐ ان کو دیکھ کر مسکرا دیئے۔ فرمایا کہ تمہارے متعلق میرا گمان یہ ہے۔ کہ تم نے سنا ہوگا کہ حضرت ابو عبیدہؓ کچھ مال لائے ہوں گے۔ وہ بولے ہاں یارسول اللہ! فرمایا کہ تم خوش ہو جاؤ۔ اور جو چیز تمہیں خوش کرے اس کی امید لگاؤ۔ پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر افلاس کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اگر مجھے کوئی خطرہ ہے تو اس بات کا کہ کہیں دنیا تم پر اس طرح نہ پھیلا دی جائے جس طرح تم سے پہلوں پر پھیلا دی گئی۔ پس تم اسی طرح اس میں رغبت کرنے لگو گے۔ جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تمہیں بھی ایسے ہلاکت پہنچائیں گی جس طرح ان کو ہلاک کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آپؐ نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی۔ یہاں پر بدل صلح کو جزیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جزیہ کی وصولی کے لئے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو مقرر فرمایا تھا۔

ما الفقر اخشی علیکم فقر کا خطرہ نہیں ہے اور جس قدر ضرر غنی میں ہوتا ہے فقر میں نہیں ہوتا۔

بلکہ فقر میں تو خدا یاد آتا ہے۔ یا مقصد یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم خلیفہ ہو گے۔ ارشاد باری ہے۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّکُمْ الآیۃ۔ تو ان بشارتوں کی وجہ سے آپؐ کو فقر کا خوف نہیں تھا۔ لیکن دنیا کے چھا جانے کا خوف تھا۔ کہ لڑنے جھگڑنے غیبت وغیرہ سے ہلاکت کی نوبت آجائے گی۔

باده نوشیدن و هوشیار نشستن سهل است
گر بدولت برسی مست نه گردی مردی

حدیث نمبر ۳۶۱۶ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ کَانَ یَقْتُلُ الْحَیَّاتِ کُلَّهَا حَتّٰی حَدَّثَهٗ اَبُو لُبَابَةَ الْبَدْرِیُّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُیُوْتِ فَاَمْسَكَ عَنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابن عمرؓ تمام قسم کے سانپوں کو مار ڈالتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو لبابہؓ بدری نے انہیں حدیث بیان کی۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں چھپتے پھرتے سانپوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے تو پھر وہ ان کے قتل کرنے سے رک گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جنان جمع جان کی وہ سانپ جو سفید اور پتلا ہوتا ہے۔ وہ زہریلا نہیں ہوتا۔ عموماً جنات ان کی شکلوں میں آتے ہیں۔ اس لئے آپؐ نے ان کے قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ کیونکہ مدینہ کے قریب جنات رہتے تھے۔ جنان کی اشکال میں آتے تھے۔ لوگوں کو تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ ایسے واقعات پیش آئے ہیں۔ چنانچہ ایک صحابی غزوۂ خندق میں گئے ہوئے تھے واپس آئے۔ تو دیکھا کہ ان کی دلہن گھر کے دروازے پر کھڑی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ اندر فرش پر سانپ لیٹا ہوا تھا۔ حملہ کرنے پر دونوں مر گئے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنان کو قتل نہ کیا کرو۔ اور بعض روایات میں ہے کہ پہلے ان پر تین دن کی تضییق کرو۔ تین دن کے بعد اگر رہ جائیں تو پھر مار ڈالو۔

حدیث نمبر ۳۶۱۷ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اسْتَاْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِاِبْنِ اُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهٗ قَالَ وَاللّٰهِ لَا تَذَرُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ آدمیوں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آکر کہنے لگے کہ ہمیں اپنے بھانجے حضرت عباسؓ کے فدیہ بدر چھوڑ دینے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا واللہ! اس کے فدیہ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | قد تنذرون الخ یہ اس لئے فرمایا کہ دین میں قرابت کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ ؎

برادر باپ بیٹا کوئی ہو جب دشمنِ دین ہے
تو اس کی پاسداری سر بسر توہین آئین ہے

حدیث نمبر ۳۶۱۸ حَدَّثَنَا اَبُوعَاصِمٍ الخ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ وَكَانَ حَلِيْفًا لِبَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَاَقْتُلُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهُ فَاِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهُ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ۔

ترجمہ۔ حضرت مقداد بن الاسود اور دوسری سند میں مقداد بن عمر کندی ہے جو بنو زھرۃ کے حلیف تھے۔ اور ان لوگوں میں سے تھے۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر میں حاضر تھے۔ وہ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ مجھے بتلایئے اگر کافروں کے کسی آدمی سے میری مڈبھیڑ ہو جائے۔ پس ہم نے لڑنا شروع کر دیا۔ اس نے میرے ایک ہاتھ پر تلوار کا وار کر کے اسے کاٹ ڈالا۔ پھر وہ میرے سے بھاگ کر ایک درخت کی اوٹ میں چلا گیا۔ پھر کہنے لگا۔ میں تو اللہ کے لئے اسلام لے آیا۔ تو کیا اس کلمہ کے کہنے کے بعد یا رسول اللہ میں اسے قتل کر سکتا ہوں۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو قتل مت کرو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ اور ہاتھ کاٹ ڈالنے کے بعد محض بچاؤ کے لئے

اس نے یہ کلمہ کہا ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر بھی تم اسے قتل نہ کرو۔ اگر تم نے اسے قتل کر دیا۔ تو تیرے قتل کرنے سے پہلے وہ تیرے مقام پہ ہوگا۔ اور تو اس کے اس کلمہ کہنے سے پہلے اس کے مقام پہ ہوگا۔

تشریح از قاسمی حدیث نمبر ۳۶۱۷ ابن اختنا عباس واقعہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہاشم جو عبد المطلب کے باپ تھے تجارت کی غرض سے شام گئے۔ واپسی پہ مدینہ میں عمرو خزرجی بخاری کے ہاں مہمان ہوئے۔ جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ اسے اس کی لڑکی سلمیٰ پسند آگئی خطبہ کیا۔ شادی ہوگئی۔ اس شرط پہ کہ لڑکی مدینہ میں اس کے پاس رہے۔ یہاں سے انصار کا رشتہ بنو ہاشم سے قائم ہوا۔ حضرت عباسؓ مالدار تھے بدر میں قیدی بنے۔ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام اور قرابت داری کی وجہ سے فدیہ چھوڑ دینے کی درخواست کی جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کر دیا۔ کیونکہ عباس اس وقت مشرک تھے۔ اس حدیث کو باب سے مناسبت اس طرح ہوئی۔ کہ عباس بدر میں قیدی ہوئے اور سفارشی انصار بدری تھے لہذا باب سے مناسبت واضح ہوگئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حدیث نمبر ۳۶۱۸ لا تقتلہ وجہ یہ ہے کہ کلمہ توحید کا اقرار کرنے سے پہلے وہ معصوم الدم نہیں تھا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد معصوم الدم ہوگیا۔ اگر تم نے اب اسے قتل کر دیا۔ تو تم محفوظ الدم نہ رہوگے۔ کہ قصاصاً قتل کئے جاؤ گے۔ اس قتل کرنے سے مسلمان نہ تو کافر ہوجاتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔ قتل کی سزا بھگت کر پھر جنت میں آجائے گا۔ یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اس جگہ انک بمنزلتہ کہنا اس بنا پہ ہے کہ اب تمہارا خون محفوظ نہیں رہا۔ قصاص لیا جائے گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ اس کلمہ کہنے سے پہلے کافر تھا۔ کلمہ کہنے سے مسلمان ہوا۔ اور تم قتل کرنے سے پہلے مسلمان تھے۔ اب اس کو مستحل الدم کہ اس کے خون کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہوجاؤ گے۔ اگر حلال جان کر نہیں کیا تو قریب کفر کے تو ہوجاؤ گے آپ کا ارشاد وقتالہ کفر اور قریب الشیٔ کو نفس الشیٔ کا حکم دیا جاتا ہے۔ اگرچہ احتمال ہے کہ اس نے خوف کی وجہ سے کلمہ پڑھا ہو۔ لیکن شبہ کی بنا پر قتل نہیں کیا جاسکتا۔ فان الحدود والقصاص تندرء بالشبہات کہ حدود و قصاص شبہ سے دفع ہوجاتے ہیں۔ لیکن پہلی توجیہ بے تکلف ہے۔ کیونکہ اس تاویل پہ استحلال موجب کفر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۱۹ حَدَّثَنِی یعقوب بن ابراہیم الخ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ مَنْ یَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْ جَھْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَہٗ قَدْ ضَرَبَہُ ابْنَا عَفْرَآءَ حَتّٰی بَرَدَ فَقَالَ اَنْتَ اَبَا جَھْلٍ قَالَ ابْنُ عُلَیَّۃَ قَالَ سُلَیْمَانُ ھٰکَذَا قَالَھَا اَنَسٌ قَالَ اَنْتَ اَبَا جَھْلٍ قَالَ وَھَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْہُ قَالَ سُلَیْمَانُ اَوْ قَالَ قَتَلَہٗ قَوْمُہٗ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ قَالَ اَبُوْ جَھْلٍ فَلَوْ غَیْرُ اَکَّارٍ قَتَلَنِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی میں فرمایا۔ کہ ابوجہل کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ کون دیکھ کر آتا ہے۔ جس پر حضرت ابن مسعودؓ چلے گئے۔ جس نے ابوجہل کو اس حال میں پایا کہ عفراء کے دو بیٹوں نے تلوار کے وار کر کے اسے گھائل کر لیا ہے تو انہوں نے کہا کہ تو ابوجہل ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس سے اونچے کسی آدمی کو تم نے قتل کیا ہے یا اس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔ ابو مجلز کہتے ہیں کہ ابوجہل نے یہ بھی کہا کہ کاش مجھے کسان کے سوا کوئی اور قتل کرتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ھکذا قالھا انسؓ ص۵۴۳ اس عبارت سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ یہ کسی راوی کا وہم نہیں ہے بلکہ حضرت انسؓ نے اسی طرح کہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | یعنی قواعد کا مقتضیٰ یہ تھا کہ ابوجہل کہا جاتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں انت ابو جھل وارد ہوا ہے۔ لیکن انت ابا جھل بھی حضرت انسؓ سے وارد ہے۔ جس کو ان لوگوں کی لغت پر محمول کیا جائے گا۔ جو اسماء ستہ مکبرہ میں الف کو ہر حالت میں باقی رکھتے ہیں اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں۔ منادیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ انت المقتول الذلیل ابا جھل یہ توبیخ کی بناء پر ہوگا۔ حضرت انسؓ اگرچہ بدری نہیں ہیں۔ لیکن یہ روایت مراسیل صحابہ میں سے ہوگی۔ عبداللہ بن مسعودؓ تو بدری ہیں۔ جن سے ابوجہل نے کہا تھا یا ردیع الغنم ارتقیت مرتقا صعبا کہ اے بکریوں کے چرواہے تو ایک سخت چوٹی پر چڑھا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۰ حَدَّثَنَا مُوْسٰی الخ حَدَّثَنِی ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ لَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِاَبِیْ بَکْرٍ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰی اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَقِیْنَا مِنْھُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَھِدَا بَدْرًا فَحَدَّثْتُ عُرْوَۃَ

ابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ ہمیں اپنے انصار بھائیوں کی طرف چلنا چاہیے۔ کہ ان میں سے ہمیں دو آدمی ملے تھے جو نہایت نیک بخت تھے جو دونوں بدر میں حاضر تھے۔ میں نے جب حضرت عروہ بن الزبیرؓ کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا وہ دونوں حضرت عویم بن ساعدہؓ اور معن بن عدیؓ تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۱ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ قَيْسٍ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةَ آلَافٍ خَمْسَةَ آلَافٍ وَّقَالَ عُمَرُ لَأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت قیس سے مروی ہے کہ بدری صحابہ کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ کہ میں ان کو بعد میں آنے والوں پر ضرور بالضرور فضیلت دوں گا۔

تشریح از قاسمی فتح الباری میں ہے۔ کہ مالک بن اوس کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ مہاجرین کو پانچ پانچ ہزار اور انصار کو چار چار ہزار اور ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کو بارہ ہزار وظیفہ دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۲ حَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الخ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ وَذٰلِكَ أَوَّلُ مَا وَقَرَ الْإِيْمَانُ فِيْ قَلْبِيْ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ الخ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ أُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ وَقَالَ اللَّيْثُ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُوْلٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ۔

ترجمہ۔ حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔ اور یہ پہلی مرتبہ تھی کہ ایمان نے میرے دل میں قرار پکڑا۔ اور امام زہریؒ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں

کے بارے میں فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ ان بدبودار لوگوں کے بارے میں سفارش کرتا جو قلیب بدر میں پڑے ہیں، تو میں اس کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیتا۔ لیث اپنی سند سے حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ پہلا جب واقع ہوا یعنی حضرت عثمانؓ کا ناحق قتل ہونا۔ تو اس نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہ رکھا، پھر جب دوسرا فتنہ یعنی حرہؓ کا واقعہ پیش آیا تو اس نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ پھر تیسرا فتنہ ازارقہ کا عراق میں واقع ہوا۔ تو اس نے کسی صحابی کو باقی نہ رکھا کہ لوگوں میں عقل اور خیر نہ رہی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت جبیرؓ نے بدر کا زمانہ پایا ہے۔ لیکن اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے۔ یہ فدیہ دینے کے لئے آئے تھے۔ اور مغرب کی نماز میں آپؐ سے قرآن مجید سنا۔ تو اس وقت سے ایمان سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ اساریٰ بدر کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے قریبی رشتہ کو قتل کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ تمہارے اندر شان ابراہیمیؑ اور عیسوی جلوہ گر ہے۔ جو کہ مظہر جمال تھے۔ جن کی تربیت صفت رحمت نے کی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق فرمایا کہ تم حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ کی طرح ہو۔ جو مظہر جلال تھے اور ان کی تربیت باری تعالیٰ کی صفت غضب اور قہاریت نے کی تھی۔ بنابریں آپؐ پر درود کے الفاظ میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ آپؐ نے حضرت صدیقؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ اگر عنداللہ پسندیدہ ان ائمہ کفر کا قتل تھا۔ تاکہ صنادید قریش اور کفار کے سرغنوں کی بیخ کنی ہو جاتی۔ لیکن مسبقت رحمتی علیٰ غضبی کے مطابق ان قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ مطعم بن عدی قریش میں بڑے پائے کے سردار تھے۔ بلکہ صنادید قریش میں ان کا شمار تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہاشم کو مع ابو طالب کے خیف بنی کنانہ میں نظر بند کیا گیا۔ تو اولاً قریش نے ابو طالب سے مطالبہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ کر دو۔ ورنہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے ترک موالات یعنی مقاطعہ بائیکاٹ کریں گے۔ اس عہد نامہ کو ان دو خاندان کے علاوہ باقی سب قریش نے جمع ہو کر بیت اللہ کے دروازہ پر لٹکایا تھا۔ یہ معاہدہ اور اپنی میٹنگ میں قریش نے آپؐ کو تین چیزوں کی پیش کش کی تھی۔ رقم۔ بادشاہی اور شادی

جس پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں کسی صورت میں توحید باری تعالےٰ کو خیر باد نہیں کہہ سکتا۔ جس کے بعد خیف بنی کنانہ کا واقعہ پیش آیا۔ جس سے آپؐ کو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو سخت تکلیف پہنچی۔ مطعم بن عدی نے اس معاہدہ کو توڑنے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر عرصہ تین سال کے بعد جب آپؐ نے عہدنامہ کو دیمک لگ جانے کی خبر دی۔ جس کی کسی کو توقع نہیں تھی۔ تو ابوطالب کے خبر سنانے پر قریش ڈھیلے ہوئے۔ کہ واقعی آپؐ حق پر ہیں تب عہدنامہ ٹوٹا۔ آپؐ اور آپؐ کے خاندان کو نجات و آزادی ملی، اس مشرک کے احسان کا بدلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چکانا چاہتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ ابوطالب کی وفات کے بعد جب قریش نے آپؐ کی ایذارسانی میں اضافہ کر دیا۔ تو آپؐ تبلیغ کے لئے طائف کے سرداروں کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بڑے شریر لوگ تھے۔ انہوں نے اوباش اور لوفر لڑکوں سے آپؐ کی پنڈلیاں لہولہان کرائیں۔ آپؐ واپس مکہ تشریف لائے۔ مطعم بن عدی کو آپؐ کی اس تکلیف کی اطلاع پہنچی تو اس نے اپنے چاروں بیٹوں سے کہا کہ تلواریں لے کر بیت اللہ کے ارد گرد کھڑے ہو جاؤ۔ جو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستائے۔ اسے اڑا دو۔ جس پر قریش ٹھنڈے پڑ گئے۔

تیسرا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو مطعم بن عدی نے قریش سے کہا کہ جب تم نے آپؐ کو مکہ سے نکال دیا ہے تو اب ستانا چھوڑ دو۔ لیکن وہ باز نہ آئے۔ مطعم بن عدی حضرت فاروق اعظمؓ کے ماموں تھے۔ حضرت عمرؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ بہن اور بھائی کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر ان کی پٹائی کی۔ بالآخر مسلمان ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہونے کی خبر جب سارے مکہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ تو لوگوں نے چاروں طرف سے ان کے گھر کا گھیراؤ کیا کہ ہم انہیں قتل کر دیں گے۔ قریب تھا کہ دروازے توڑ دیتے۔ کہ مطعم بن عدی آگے بڑھے اور لوگوں کو واپس کر کے ان کی جان چھڑائی۔

الغرض ان احسانات کے بدلے میں آپؐ مطعم بن عدی کی سفارش قبول کرنا چاہتے تھے۔

نُتنٰی جمع نتن کی جس کے معنی بدبودار کے ہیں۔ کفار کی تحقیر کے لئے ان کو نتنٰی کہا اور کسی محسن کے احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے آپؐ ان کو چھوڑ دینے پر تیار ہو گئے تھے۔ دوسرے یہ بھی بتانا تھا کہ ہمارے ہاں مال و دولت کی کوئی عزت نہیں۔ جیسے بادشاہ روم کو مسلمانوں نے نہیں خریدا ایک کتے کو خریدنا چاہا۔

جس سے ان کی تذلیل وتحقیر مقصود تھی۔ یا اس جگہ حضرت جبیر بن مطعم کی تالیف قلب منظور ہے۔ کہ آپؐ ان کے باپ کی اس قدر عزت کرتے ہیں۔ شاید وہ اسلام کی طرف راغب ہوجائیں۔ چنانچہ اس کا اچھا اثر ہوا۔

سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمانؓ کا قتل ہے۔ یہ بلا گناہ شہادت تھی۔ جس میں انہوں نے مخالفین کا مقابلہ نہیں کیا۔ وجہ نزاع حضرت محمد بن ابی بکرؓ کا معاملہ بنا۔ جن کو والئ مصر کے پاس خط لکھ کر بھیجا گیا۔ اور ایک سازش کے تحت حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ جو آخر تک عدم تشدد کی پالیسی پر گامزن رہے۔ تلوار نہیں اٹھائی۔ اس مظلوم کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا۔ تو جنگ جمل۔ صفین اور نہروان میں ہزارہا مسلمان مارے گئے۔

اور ۶۳ھ میں دوسرا واقعہ حرۃ پیش آیا۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ کے بعد حضرت امام حسنؓ نے خلیفہ بننا تھا۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں ہی ان کی وفات ہوگئی۔ یزید نے دعویٰ خلافت کیا۔ تو اہلِ مدینہ مخالف ہوگئے۔ حاکم مدینہ کو نکال دیا گیا۔ یزید نے مدینہ والوں کے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی۔ مقام حرۃ میں لڑائی ہوئی۔ حرۃ وہ پہاڑ جو زیادہ اونچے نہ ہوں۔ اور اس کے پتھر کالے کالے ہوں۔ مدینہ منورہ کی جنوبی۔ شرقی اور کچھ غربی حصہ حرۃ ہے جسے لابہ بھی کہتے ہیں۔

وقعت الثالثۃ اس کے بارے میں اقوال مختلفہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ازارقہ کا فتنہ ہے۔ جو عراق میں برپا ہوا۔ اور بیس برس تک رہا۔ اور بعض فتنہ بنو امیہ مراد لیتے ہیں اور بعض کے نزدیک فتنہ حجاج مراد ہے۔ لیکن وہ بہت بعد کا واقعہ ہے۔

وللناس طباخ وہ فتنہ اٹھ نہیں سکا کہ خیر الناس باقی نہ رہے۔ طباخ کے اصلی معنی قوت کے ہیں۔ عقل مراد ہے۔ کہ اس فتنہ کے وقت مسلمانوں میں کوئی قوت اور عقل نہ رہی۔ بدریین میں سے آخر بدری حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وفات ہے۔ واقعہ حرۃ میں صحابہ اور تابعین کی بڑی جماعت کام آئی۔ اور فتنہ ابو حمزہ خارجی کا ۱۳۰ھ میں پیش آیا۔

حدیث نمبر ۲۶۲۳ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلٌّ حَدَّثَنِي

طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ قَالَتْ فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ اُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ بِئْسَ مَا قُلْتِ تَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَذَكَرَ حَدِيثَ الْإِفْكِ۔

ترجمہ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں عروہ بن الزبیر، سعید بن المسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی۔ جن میں سے ہر ایک نے اس کا ایک حصہ بیان کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں اور ام مسطحؓ مناصع سے واپس آرہی تھیں۔ کہ حضرت ام مسطح اپنی گرم چادر کے الجھانے کی وجہ سے گر پڑیں۔ تو کہنے لگیں مسطح ہلاک ہو۔ میں نے کہا آپ نے بُرا کیا کہ ایک ایسے شخص کو گالی دیتی ہیں جو بدر میں حاضر ہوا۔ پھر افک کا واقعہ ذکر کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ام مسطح حضرت عائشہؓ کی پھوپھی لگتی تھیں۔ بیاہ ہوگئیں تو کمزوری کی وجہ سے چادر کے الجھنے پر گر گئیں۔ یہ حدیث افک کا ایک ٹکڑا ہے۔ تعس مسطح جملہ دعائیہ ہے کہ اکب لوجھہ کے معنی ہیں کہ خدا کرے کہ مسطح منہ کے بل اوندھا گرے یہ بد دعا کے لئے ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ جبیر بن مطعم کا مدینہ میں آنا۔ اساریٰ بدر کے فدیہ ادا کرنے کے بارے میں ہوا۔ اس لئے اس جگہ اس کا لانا صحیح ہوا۔ اور لو کان مطعم بن عدی۔ یہ جبیر کی تالیف قلب کے لئے ہے۔ یہ ان کے ایمان لانے کا دوسرا سبب ہے۔ وہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اور ان کے احسانات بیان ہو چکے ہیں۔

وقعت الفتنۃ الاولی حضرت عمرؓ کی شہادت کو فتنہ اس لئے نہیں کہا گیا۔ کہ وہ ایک مسلمان کا قتل تھا۔ اور فتنہ وہ ہوتا ہے جس کا معاملہ مسلمانوں پر مل جل جائے۔ کوئی بات واضح نہ ہو سکے۔

لم تبق من اصحاب بدر احداً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب صحابہ اسی فتنہ کا شکار ہوئے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس فتنہ سے ان کی ہلاکت شروع ہوگئی۔ یہاں تک بہت جلد ختم ہوگئے۔ اور یہی حال دوسرے دو فتنوں کا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ حافظؒ بھی فرماتے ہیں کہ مقتل عثمان سے شروع ہو کر واقعہ حرہ تک بدری صحابہ فنا ہوگئے۔ کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ واقعہ حرہ سے چند سال پہلے وفات پاگئے۔ چنانچہ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں۔ لم تبق کا مطلب ہے۔ تواتر وکثر قتل البدریین بعدہ الخ اور

لم ترتفع یعنی لوگوں کی بہت مشقت اور کلفت کے بعد یہ فتنہ فرو ہوا۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں۔ وللناس طباخ ای راحۃ تو واؤ حالیہ ہوگی۔

حدیث نمبر ۳۶۲۴ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ هٰذِهٖ مَغَازِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُلْقِيْهِمْ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ مُوْسٰى قَالَ نَافِعٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُنَادِیْ نَاسًا اَمْوَاتًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا قُلْتُ مِنْهُمْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَمِيْعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنْ قُرَيْشٍ مِّمَّنْ ضُرِبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ اَحَدٌ وَّثَمَانُوْنَ رَجُلًا وَّكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ قَالَ الزُّبَيْرُ قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوْا مِائَةً وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا بیان ہے۔ حدیث ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کہ آپؐ ان کفار کی لاشوں کو قلیب بدر میں پھینکوا رہے تھے۔ کیا تم نے اس کو حق پالیا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے کہا۔ یا رسول اللہ! کیا آپؐ مُردہ لوگوں کو پکارتے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ قریش میں سے جو لوگ بدر میں حاضر ہوئے اور جن کا غنیمت کے مال میں سے حصہ مقرر ہوا۔ وہ سب کے سب اکیاسی آدمی تھے۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ان سب کے حصے سو تھے۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قریش مہاجرین کے اکیاسی آدمی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ ان کے سہام سو تھے۔ وجہ یہ ہے کہ ان میں تین گھوڑے سوار تھے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک گھوڑے سوار کو تین حصے ملتے ہیں اور امام صاحبؒ کے نزدیک دو حصے اس طرح سو ہوگئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض آدمیوں کو آپؐ نے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔ بعض کو امامت کے لئے اور بعض کو خبر گیری اور نگرانی کے لئے چھوڑا گیا تھا۔ بنا بریں ان کے سہام تو سو ہوئے۔ لیکن شرکار جنگ اکیاسی تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۵ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ ضُرِبَتْ یَوْمَ بَدْرٍ لِلْمُھَاجِرِیْنَ بِمِائَةِ سَھْمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں مہاجرین کے لئے سَو حصّے بنائے گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وَھُوَ یُلَقِّیْھِمْ ص۲/۵۶۳ یا مضارع افعال یا تفعیل سے ہے۔ جیسے قرآن مجید میں سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ۔

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ حافظؒ نے بھی دونوں باب کا ذکر کیا ہے۔ تشدید سے باب تفعیل ہے اور تخفیف سکون سے باب افعال ہے۔

مِمَّنْ ضُرِبَ لَہٗ بِسَھْمِہٖ اَحَدٌ وَّثَمَانُوْنَ ص۲/۵۷۰ یہ تعداد ما سبق کے مخالف ہیں۔ کیونکہ ص۵۶۴ پہ ہے۔ کہ مہاجرین ساٹھ کے کچھ اوپر تھے۔ جس کا تقاضا ہے کہ ستّر سے کم تھے ورنہ نیف کا لفظ صحیح نہ ہوگا۔ تو جواب یہ ہے۔ حاضرین حصہ لینے والوں کی تعداد ساٹھ سے اوپر تھی۔ لیکن بعض حضرات ایسے تھے جن کو آپؐ نے کسی کام کے لئے بھیجا تھا اور بعض کو مدینہ میں نگرانی و امامت کے لئے چھوڑ آئے تھے۔ تو دونوں کے حصے سَو تک پہنچ گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ نے بھی دونوں حدیثوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ پہلی حدیث حاضرین حسًّا کا ذکر تھا۔ حدیث باب میں حاضرین حسًّا و حکمًا دونوں کا ذکر ہے اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ پہلی حدیث سے مہاجرین احرار مراد ہوں اور حدیث سے احرار عبید وغیرھم سب کو شمار کیا گیا۔

بَابُ تَسْمِیَةِ مَنْ سُمِّیَ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ فِی الْجَامِعِ

ترجمہ۔ جامع بخاری کے اندر جن جن بدریوں کا نام لیا گیا ہے ان کے ناموں کا بیان کرنا۔

حدیث نمبر ۳۶۲۶ اَلنَّبِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْھَاشِمِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (۲) اِیَاسُ بْنُ الْبُکَیْرِ (۳) بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرِ الْقُرَشِیِّ۔ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْھَاشِمِیُّ۔ حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَةَ حَلِیْفٌ لِقُرَیْشٍ۔ اَبُوْ حُذَیْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ الْقُرَشِیُّ حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِیْعِ الْاَنْصَارِیُّ۔ قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ وَّھُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ کَانَ فِی النَّظَّارَةِ خُبَیْبُ بْنُ عَدِیِّ الْاَنْصَارِیُّ۔ خُنَیْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّھْمِیُّ۔ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ

الْاَنْصَارِیُّ۔ رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ[11] اَبُوْ لُبَابَةَ الْاَنْصَارِیُّ۔ الزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ[12] الْقُرَشِیُّ۔ زَیْدُ بْنُ سَهْلٍ[13] اَبُوْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِیُّ۔ اَبُوْ زَیْدٍ[14] الْاَنْصَارِیُّ۔ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ[15] الزُّهْرِیُّ۔ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ[16] الْقُرَشِیُّ۔ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدِ[17] بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ الْقُرَشِیُّ۔ سَهْلُ بْنُ حُنَیْفٍ[18] الْاَنْصَارِیُّ۔ ظُهَیْرُ بْنُ رَافِعٍ[19] الْاَنْصَارِیُّ وَاَخُوْهُ[20]۔ عَبْدُ اللّٰهِ[21] بْنُ عُثْمَانَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقُ الْقُرَشِیُّ۔ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ[22] الْهُذَلِیُّ۔ عُتْبَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ[23] الْهُذَلِیُّ۔ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ[24] الزُّهْرِیُّ۔ عُبَیْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ[25] الْقُرَشِیُّ۔ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ[26] الْاَنْصَارِیُّ۔ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ[27] الْعَدَوِیُّ۔ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ[28] الْقُرَشِیُّ خَلَّفَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی ابْنَتِهٖ وَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ۔ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ[29] الْهَاشِمِیُّ۔ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ[30] حَلِیْفُ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ لُؤَیٍّ۔ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو[31] الْاَنْصَارِیُّ۔ عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ[32] الْعَنَزِیُّ۔ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ[33] الْاَنْصَارِیُّ۔ عُوَیْمُ بْنُ سَاعِدَةَ[34] الْاَنْصَارِیُّ۔ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ[35] الْاَنْصَارِیُّ۔ قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُوْنٍ[36]۔ قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ[37] الْاَنْصَارِیُّ۔ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو[38] بْنِ الْجَمُوْحِ۔ مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ[39] وَاَخُوْهُ[40] مَالِكُ بْنُ رَبِیْعَةَ[41] اَبُوْ اُسَیْدٍ الْاَنْصَارِیُّ۔ مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِیْعِ[42] الْاَنْصَارِیُّ۔ مَعْنُ بْنُ عَدِیٍّ[43] الْاَنْصَارِیُّ۔ مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ[44] بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ۔ مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو[45] الْكِنْدِیُّ حَلِیْفُ بَنِیْ زُهْرَةَ۔ هِلَالُ بْنُ اُمَیَّةَ[46] الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

تشریح از شیخ مدنی ویسے تو جنگ بدر میں تین سو تیرہ ۳۱۳ صحابہ کرام حاضر تھے۔ امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق جو نام مل سکے ان کو ذکر کر دیا باقی کو چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ دکان فی النظارۃ دیکھ بھال کے لئے نکلے تھے حرب اور لڑائی کے لئے نہیں، یہ وہی ہیں۔ جن کی والدہ آپؐ سے سوال کرنے آئی تھی۔ کما تقدم قریبًا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ نے حماد بن سلمہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ انہ خرج نظارا وزاد فاخرج للقتال کہ دشمن کے حالات کی خبر گیری کے لئے نکلے تھے کہ اچانک ان کے تیر لگا اور شہید ہو گئے۔ لڑکے تھے اونچے مکان پر چڑھ کر دشمن کے حالات بتلاتے تھے۔

تقدم قریبا فی اول باب فضل من شھد بدرًا میں۔

تشریح از قاسمی | جامع سے یہ صحیح بخاری مراد ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال۔ افعال۔ احوال اور غزوات کا بیان ہے۔ اس کتاب میں اجمالاً اصحاب بدر کا ذکر ہوا۔ ورنہ بہت سے حضرات ایسے ہیں جن کا بدری ہونا مشہور ہے۔ جس میں کسی کا اختلاف نہیں ان کا ذکر نہیں کیا۔ جیسے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور بہت سے مذکورین ایسے ہیں جن سے کوئی روایت نہیں جیسے حارثہ وغیرہ۔ معلوم رہے کہ امام بخاریؒ نے حروف تہجی کے اعتبار سے اسماء بدریین ذکر فرماتے ہیں۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہؓ کہ ان حضرات کو غیر پر مقدم کیا اور بعض نسخوں میں صرف جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پہلے ہے اور باقی کا ترتیب سے ہے۔ جیسے اس ہندی نسخہ میں ہے۔ ان کے ذکر کرنے کا فائدہ ایک تو ان کی فضیلت سبقت کی بیان کرنا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے علی التعیین ان کے لئے رضامندی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور لمعات میں ہے۔ جو شخص ان اسماء مذکورین فی البخاری کا ذکر کر کے دعا کرے گا اس کی دعا قبول ہو گی۔ تجربہ ہے۔

بَابُ حَدِيثِ بَنِي النَّضِيرِ وَ مَخْرَجِ رَسُولِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ وَمَا أَرَادُوا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ كَانَتْ عَلَى رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِّنْ وَّقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحٰقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُونَةَ وَأُحُدٍ۔

ترجمہ۔ باب بنو النضیر کے واقعہ کا بیان اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو آدمیوں کی دیۃ کے بارے میں ان کے پاس جانا اور ان کا آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غدر کا ارادہ کرنا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ عروہ سے روایت ہے کہ غزوہ بنو النضیر واقعہ بدر کے چھ ماہ کے اختتام پر غزوہ اُحد سے پہلے واقع ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ تو وہ ذات ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان سے نکالا جزیرۃ العرب سے۔ یہ پہلی

جلاوطنی تھی۔ اور ابن اسحاق نے قتال بنو نضیر کو بئر معونہ اور اُحد کے واقعہ کے بعد بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۷ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ حَارَبَتِ النَّضِیْرُ وَقُرَیْظَۃُ فَاَجْلٰی بَنِی النَّضِیْرِ وَاَقَرَّ قُرَیْظَۃَ وَمَنَّ عَلَیْھِمْ حَتّٰی حَارَبَتْ قُرَیْظَۃُ فَقَتَلَ رِجَالَھُمْ وَقَسَمَ نِسَآءَھُمْ وَاَوْلَادَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا بَعْضَھُمْ لَحِقُوْا بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَھُمْ وَاَسْلَمُوْا وَاَجْلٰی یَھُوْدَ الْمَدِیْنَۃِ کُلَّھُمْ بَنِیْ قَیْنُقَاعَ وَھُمْ رَھْطُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ وَّیَھُوْدَ بَنِیْ حَارِثَۃَ وَکُلَّ یَھُوْدٍ بِالْمَدِیْنَۃِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔ تو آپؐ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا۔ کہ وہ شام کی طرف چلے گئے۔ اور بنو قریظہ پر احسان کرتے ہوئے انہیں برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بھی قریش کی امداد میں لڑائی کے اندر حصہ لیا۔ تو آپؐ نے ان کے مردوں کو قتل کرا دیا۔ ان کی عورتیں، بچے اور مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کرا دیا۔ مگر ان کے بعض لوگوں نے آپؐ کے پاس آکر پناہ لی۔ جن کو آپؐ نے امن دے دیا۔ اور وہ مسلمان ہو گئے۔ باقی مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔ بنو قینقاع جو حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کا خاندان ہے۔ اور یہود بنو حارثہ غرضیکہ تمام یہود مدینہ کو اس سے نکال دیا گیا۔ بچے کھچے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جلاوطن کئے گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد کفار کی تین جماعتیں ہو گئی تھیں۔ ایک تو وہ جنہوں نے اعلانِ جنگ کر رکھا تھا۔ وہ قریش تھے۔ جنہوں نے آپؐ کے قتل کا مشورہ کر رکھا تھا۔ اور اس کی صورت اختیار کی تھی کہ ہجرت والی رات تمام سردارانِ قریش یک لخت مل کر حملہ کریں۔ تاکہ بنو ہاشم قصاص نہ لے سکیں۔ جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی بکرؓ ہجرت کر کے بچ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ قریش مکہ نے عبد اللہ بن ابی کی طرف تہدیدی خط لکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کرو۔ ورنہ ہم سب مل کر تم پر حملہ کر دیں گے۔ آپؐ نے اہل مدینہ کو سمجھایا جس پر وہ متفرق ہو گئے۔ اس

کے بعد غزوۂ بدر واقع ہوتا ہے۔ قریش کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ وہ اور زیادہ مشتعل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ بنو النضیر یہود مدینہ کو خط لکھتے ہیں۔ مدینہ میں چار بڑے خاندان تھے۔ بنو النضیر۔ بنو قریظہ۔ اوس اور خزرج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کر لی تھی۔ کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ ملکی مصالح میں ساتھ رہیں گے۔ اور جنگی مصارف بھی اکٹھے برداشت کریں گے۔ عرب کے باقی قبائل انتظار میں تھے کہ آپؐ کا اپنے خاندان قریش سے کیا فیصلہ ہوتا ہے اس کے بعد ہم اپنا راستہ متعین کریں گے۔ غرضیکہ جب غزوۂ بدر کے بعد مسلمانوں کی شوکت اور دبدبہ قائم ہو گیا۔ تو قریش نے بنو النضیر کو بھڑکایا۔ بنو قینقاع نے تو عہد توڑ دیا۔ بنو النضیر لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی خزرج کا سردار تھا۔ جس کو آپؐ کی آمد سے پہلے وہ لوگ مذہبی پیشوا بنانے کا پروگرام بنا چکے تھے۔ وہ بھی اندر اندر آگ سلگا رہا تھا۔ بالآخر بنو النضیر آمادہ پیکار ہو گئے۔ ایک جماعت کہتی ہے۔ کہ واقعہ بنو النضیر بئر معونہ کے بعد برپا ہوا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے پہلے کا ہے۔ امام بخاریؒ اسی کو ترجیح دے رہے ہیں۔ جو بعد میں کہتے ہیں۔ ان کے مطابق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قراء بنو عامر کی طرف بھیجے۔ راستہ میں کفار نے انہیں قتل کر دیا۔ صرف عمرو بن امیہ ضمری اور ایک لنگڑا آدمی بچ گیا۔ جب واپس آ رہے تھے۔ تو بنو عامر کے دو آدمی جو آپؐ سے عہد کر کے آئے تھے۔ ان کے عہد کا عمرو بن امیہ ضمری کو علم نہیں۔ اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ جس پر آپؐ نے دیت دینے کا اعلان کر دیا۔ روپیہ جمع ہونے لگا۔ حسب معاہدہ آپؐ بنو النضیر کے پاس رقم لینے کے لئے گئے۔ کیونکہ وہ بنو عامر کے حلیف تھے۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو بٹھلایا کھانا کھلایا۔ لیکن حسب مشورہ ایک آدمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری پتھر پھینکنے پر آمادہ کر لیا۔ آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی۔ آپؐ وہاں سے بچ کر واپس آئے تو اپنے مجاہدین کو ساتھ لے کر بنو النضیر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور سند قوی سے اسے بیان کرتے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں۔ کہ بنو النضیر نے مناظرہ کا پروگرام بنایا۔ کہ تین عالم آپؐ کے اور تین ہمارے۔ مناظرے میں ہمارے علماء نے آپؐ کے دین کو سچا سمجھ لیا۔ تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ لیکن اندرونِ خانہ یہ مشورہ تھا کہ ہمارے تین آدمی خنجر چھپا کر لے جائیں گے اور تین مسلمان عالم کو قتل کر دیں گے۔ اس سازش کی اطلاع ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو کر دی۔ جس پر آپؐ نے پہلے تو ان کو خط لکھا۔ کہ دونوں واقعات میں تم نے میرے قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔ اب تمہیں دس دن کی مہلت ہے۔ اس کے اندر اندر جزیرۃ العرب سے نکل جاؤ۔ ورنہ ہم تم سے لڑائی کریں گے۔ عبداللہ بن ابی نے بنو النضیر کو مشورہ دیا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم کہلا بھیجو ہم نہیں نکلتے۔ آپؐ جو کچھ ہمارے ساتھ سلوک کرتے ہیں کر گزریں اور آپؐ کے والا نامہ کے جواب میں یہی لکھ دیا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانانِ مدینہ کو ان کے خلاف خروج کا حکم دیا۔ جنہوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ منافقین مرعوب ہو گئے۔ وہ حسب وعدہ امداد کے لئے نہ نکلے۔ بنو النضیر چھ دن تک محاصرہ میں رہے۔ بالآخر آپؐ سے صلح کر لی۔ کہ ہم جلا وطن ہو جائیں گے۔ آپؐ نے اس شرط پر صلح منظور کر لی۔ کہ سونا۔ چاندی اور ہتھیار ہمراہ نہ لے جاؤ۔ باقی جو اسباب اپنے اونٹوں پر لاد سکتے ہو وہ لے جاؤ۔ اب خط بھیجنا دونوں روایتوں میں ہے۔ امام بخاریؒ مشہور قول پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ غزوۂ بدر کے بعد بئر معونہ کے واقعہ سے قبل بنو النضیر کا واقعہ پیش آیا ہے۔

لاول الحشر حشر بمعنی ہانکنا۔ ایک حشر ان کا خیبر کی طرف ہوا۔ پھر شام کی طرف اور تیسرا قیامت میں ہوگا۔ پہلا حشر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیبر کی طرف ہنکایا۔ دوسرا حضرت عمرؓ نے ان کو شام کی طرف ہنکایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر۔ بنو قینقاع اور بنو حارثہ قریباً سب کے سب یہود کو جلا وطن کر دیا۔ بنو قریظہ رہ گئے۔ ان کی شرارت پر ان سب کے آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ عورتیں، بچے اور مال تقسیم ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حدیث بنو النضیر ص۵۷۴ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنے مذہب کے مطابق ترتیب مغازی میں اس کو غزوۂ اُحد اور بئر معونہ سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ جو حضرت عروہؓ کی روایت کے مطابق ہے۔ لیکن عامۃ المؤرخین کے خلاف ہے۔ اور یہ اشکال اس وقت قوی ہو جاتا ہے۔ جب کہ دیۃ کا قصہ بالاتفاق محدثین اور مؤرخین بئر معونہ کے بعد کا ہے۔ چنانچہ زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے۔ بعد سریہ بئر معونہ غزوہ بنو النضیر ہے جو ربیع الاوّل ۴ھ میں پیش آیا۔ اور ابن اسحاق جو امام اہل المغازی ہے اس نے بھی بئر معونہ کے بعد بتلایا ہے۔ جس کو امام بخاریؒ خود اپنی صحیح میں نقل کر رہے ہیں۔ بہر حال غزوہ بنی النضیر کے سبب میں اختلاف ہے۔ اگر مناظرہ والا قصہ صحیح ثابت ہو جائے تو پھر امام بخاریؒ اسے بعد واقعہ بدر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

لیکن قصہ دیت میں اشکال باقی رہے گا۔ تو جمع کی صورت یہ ہے۔ کہ آپؐ کا جرائی الیہود تو کسی اور سبب کی بنا پر ہو۔ اور غزوہ بنی النضیر لنقض عہد اور دیت کی وصولی کے لئے ہو۔ جس میں انہوں نے آپؐ کو اچانک قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ جس پر آپؐ نے ۴ھ ربیع الاول میں محاصرہ کے بعد ان کو جلاوطن کر دیا۔

اول الحشر مولانا مکیؒ فرماتے ہیں۔ اخراج من المدینہ ہے اور حشر آخر من خیبر الی الشام ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۸ حَدَّثَنِیْ الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِکٍ الخ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَۃُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُوْرَۃُ النَّضِیْرِ تَابَعَہٗ ھُشَیْمٌ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا۔ یہ سورۃ الحشر ہے انہوں نے فرمایا اسے سورۃ النضیر کہو۔ ھشیم نے اس کی متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابن عباسؓ سورہ حشر کہنے سے گریز کرتے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں میں حشر سے حشر آخرت قیامت مشہور ہے۔ اور لاول الحشر سے حشر نضیر مراد ہے۔ اس لئے انہوں نے اسے سورہ نضیر کہنا پسند کیا۔ دوسرے یہ کہ اصل قصہ کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے۔ لہذا یہی مناسب ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قل سورۃ النضیر ص۷۲۵ سورہ نضیر کہنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ سورہ حشر میں تو ابہام رہتا کہ شاید اس میں بعث بعد الموت النشور کے احوال ہوں گے۔ لیکن جمع قرآن نے اس سورۃ کا یہی نام تجویز کیا ہے۔ کیونکہ اس نام کی بھی شہرت ہے۔ جیسے ذکر ہو چکا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اعلام میں یعنی نام رکھنے میں لغوی معنیٰ کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

تشریح از شیخ زکریا داؤدی فرماتے ہیں کہ دو وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے اس سورہ حشر کے نام کو ناپسند کیا ایک تو اس وجہ سے ہے۔ کہ حشر سے یوم القیامت کا گمان نہ کیا جائے۔ دوسرے وہ مجمل ہے اس لئے غیر معلوم کی طرف نسبت کو ناپسند فرمایا۔ اور ایک تیسری وجہ بھی ابن مردویہ نے ذکر فرمائی ہے۔ کہ سورہ حشر بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر اللہ تعالےٰ کا عذاب نازل ہوا۔ بہر حال اس سے مراد اخراج بنی النضیر ہے۔

اور شہرت کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سورۃ کے اسماء توصیفیہ میں اور خود ابن عباسؓ نے دوسری جگہ اسے سورۃ حشر سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ بیہقیؒ نے نقل کیا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا سورۃ حشر مدینہ میں نازل ہوئی۔ وغیرھا من الروایات۔

حدیث نمبر ۳۶۲۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ انصار کے آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور بطور ہدیہ کے آپؐ کو دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کو آپؐ نے فتح کیا۔ تو ان کے بعد وہ کھجور کے درخت آپؐ نے ان کو واپس کر دیئے۔ بلکہ مہاجرین پہ ہدیہ کردہ کھجور بھی واپس کر دی گئیں۔

حدیث نمبر ۳۶۳۰ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَنَزَلَتْ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو النضیر کی کھجوروں کو جلانے اور ان کو کاٹنے کا حکم دیا۔ جو بویرہ کے مقام پر تھی۔ تو لوگوں کے طعن پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ کہ جو کچھ تم نے کھجوروں کے درخت کاٹے یا ان کو اپنے تنوں پہ باقی رہنے دیا۔ تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔

حدیث نمبر ۳۶۳۱ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ قَالَ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍؓ ؎

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ ۔۔۔ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

قَالَ فَاَجَابَهُ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ ؎

اَدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيْعٍ ۔۔۔ وَحَرَّقَ فِيْ نَوَاحِيْهَا السَّعِيْرُ

سَتَعْلَمُ اَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ ۔۔۔ وَتَعْلَمُ اَيَّ اَرْضَيْنَا تَضِيْرُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کی کھجور کو جلانے کا حکم دیا۔ تو اس بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ بنو لوی کے سرداروں پر بویرہ مقام میں پھیلتی ہوئی آگ لگانا آسان ہوگیا۔ کہ کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ تو ابو سفیان بن الحارثؓ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ کام ہمیشہ رکھے کہ یہ بھڑکتی آگ بویرہ کے اطراف یعنی مدینہ میں پہنچے جہاں مسلمانوں کے گھر ہیں۔ اور عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ ہم میں سے کون اس آگ سے بچا ہے اور تمہیں معلوم ہوگا کہ ہماری کون سی زمین کو نقصان پہنچا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ھان بمعنی سھل۔ سراۃ جمع سری کی بمعنی سردار قوم۔ حریق بمعنی احتراق مصدر کے یا محروق کے معنی ہیں۔ مستطیر بمعنی منتشر ہونے والی۔ پھیلنے والی۔ نزہ بمعنی دور۔ بنو لوی قریش کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا مکیؒ نے لکھا ہے کہ سراۃ قریش اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اس میں قریش مکہ کو اشارہ دیا گیا کہ تم عنقریب مغلوب ہوگے۔ اس لئے ابو سفیان نے جواب دیا۔ کیونکہ قریش اور بنو نضیر معاہد تھے۔ تو حضرت حسانؓ نے کفار قریش کو عار دلائی کہ وہ اپنے بنو النضیر کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ مسلمانوں پر ان کے کھجور جلانا آسان ہوگیا۔ کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ اور ابو سفیان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آگ کا پھیلنا ہمیں تو کوئی نقصان نہیں دے گا۔ کیونکہ ہماری ارض مکہ تو بہت دور ہے۔ اگر بالفرض وہ آگ بھڑکی تو وہ مدینہ پہنچ کر تمہارے گھروں کو جلائے گی ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ غرض یہ ہے کہ ہماری دعا بھی یہی ہے کہ یہ آگ لگی رہے تاکہ بویرہ کے نواحی مدینہ تک پہنچ جائے جہاں تمہارے گھر ہیں۔ جو اس آگ سے جلیں گے۔ ہمارے گھر تو مکہ میں دور ہیں وہاں کیسے پہنچے گی۔

حدیث نمبر ۳۷۶۲ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيُّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَعَاهُ إِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُونَ فَقَالَ نَعَمْ فَأَدْخِلْهُمْ فَلَبِثَ قَلِيلًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ يَسْتَأْذِنَانِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلَا قَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ

فِي الَّذِي أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ فَاسْتَبَّ
عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ فَقَالَ الرَّهْطُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا
مِنَ الْآخَرِ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدُوا أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ
وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ
مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ قَالُوا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ عُمَرُ عَلٰى
عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ
إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا
الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى
رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ إِلٰى قَوْلِهِ
قَدِيرٌ فَكَانَتْ هٰذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثُمَّ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا
وَقَسَمَهَا فِيكُمْ حَتّٰى بَقِيَ هٰذَا الْمَالُ مِنْهَا فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ
فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَيَاتَهُ ثُمَّ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَأَنَا وَلِيُّ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهُ أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهِ بِمَا عَمِلَ
بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ فَأَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَ
عَبَّاسٍ وَقَالَ تَذْكُرَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ فِيهِ كَمَا تَقُولَانِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ فِيهِ
لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَنَا وَلِيُّ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهُ سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِي
أَعْمَلُ فِيهِ بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي فِيهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِي كِلَاكُمَا

وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ فَجِئْتَنِي يَعْنِي عَبَّاسًا فَقُلْتُ لَكُمَا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا قُلْتُ إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللَّهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهِ بِمَا عَمِلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَمَا عَمِلْتُ فِيهِ مُذْ وَلِيتُ وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فَقُلْتُمَا ادْفَعْهُ إِلَيْنَا بِذَلِكَ فَدَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ فَوَاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهِ بِقَضَاءٍ غَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَادْفَعَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهُ قَالَ فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ فَقُلْتُ لَهُنَّ أَلَا تَتَّقِينَ اللَّهَ أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ فَانْتَهَى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ قَالَ فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلَاهُمَا يَتَدَاوَلَانِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا۔

ترجمہ۔ مالک بن اوس بن الحدثان النصیری خبر دیتے ہیں نے ان کو بلایا۔ جب کہ ان کے دربان یرفا نے آکر کہا کہ حضرت عثمانؓ، عبد الرحمنؓ، زبیرؓ اور سعدؓ آپ سے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں! ان کو آنے دو۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا۔ کہ حضرت عباسؓ اور علیؓ آنے کی

اجازت طلب کرتے ہیں ۔ فرمایا ان کو بھی آنے دو ۔ جب وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو حضرت عباسؓ نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کریں ۔ وہ بنی النضیر کے ان باغات کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو بغیر لڑائی کے اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا ۔ حضرت علیؓ اور عباسؓ نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا ۔ تو اس جماعت بزرگان نے فرمایا ۔ اے امیر المؤمنین! آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر کے بعض سے ایک کو دوسرے سے راحت پہنچائیں ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ۔ جلدی مت کرو ۔ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں ۔ کیا تمہیں علم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے ۔ اس سے مراد آپؐ کی ذات مبارکہ تھی ۔ ان سب نے کہا کہ واقعی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں ۔ پھر حضرت عمرؓ علیؓ اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اور ان سے بھی پوچھا ۔ کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں ۔ کہ تم بھی جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے ۔ ان دونوں نے ہاں میں جواب دیا ۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب میں تمہیں اس کی حقیقت بتلاتا ہوں ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے یہ فیئ کا مال اپنے رسول کے لئے خاص کر دیا ۔ کہ اس میں سے کوئی چیز کسی کو نہ دیں ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ۔ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے بغیر لڑائی کے ان یہود کی طرف سے آپؐ کو دیا ۔ پس تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ آخر آیت قدیر تک پڑھا ۔ تو یہ خالص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا ۔ لیکن اللہ کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے روک کر اپنے لئے اسے جمع نہیں کر لیا اور نہ ہی اس کو تمہارے اوپر ترجیح دے کر اپنے لئے خاص کر لیا ۔ بلکہ وہ سب مال آپؐ نے تم کو دے دیا ۔ اور اسے تمہارے اندر تقسیم کر دیا ۔ یہاں تک کہ یہ باقی ماندہ مال رہ گیا ۔ تو اس مال میں سے سال بھر کا خرچہ اپنے اہل وعیال پر کرتے تھے ۔ پھر اس سے جو بچ جاتا اسے اللہ کے مال کی جگہ رکھ دیتے ۔ کہ ہتھیار گھوڑے وغیرہ دوسری مسلمانوں کی ضروریات کی جاتیں ۔ پس زندگی بھر آپؐ اس پر عمل پیرا رہے ۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوں ۔ تو ابوبکرؓ نے اس پر قبضہ کر لیا ۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے اسی طرح انہوں نے بھی خرچ کیا ۔ اور تم سب حضرات

ان دنوں موجود تھے۔ پھر حضرت علیؓ اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ کہ تمہیں اچھی طرح یاد ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں سچے تھے۔ ہدایت یافتہ اور حق کے پیروکار تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو وفات دے دی۔ تو میں نے کہا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کا جانشین ہوں۔ میں نے اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں اس پر قبضہ رکھا۔ اور اس میں اسی طرح تصرف کیا جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کرتے تھے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس معاملہ میں سچا۔ نیکوکار۔ ہدایت یافتہ اور حق کا پیروکار رہا۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے۔ تم دونوں کا مطالبہ ایک تھا۔ اور میرا معاملہ اکٹھا تھا۔ پس اے عباس! تم میرے پاس آئے تو میں نے تم دونوں سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہم انبیاء کی وراثت نہیں چلتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ و خیرات ہے۔ پس جب مجھے واضح ہوا کہ یہ مال فیئ تمہارے سپرد کر دوں۔ تو میں نے اس شرط پر تمہیں دیا کہ تم دونوں عہد و پیمان دو کہ اس میں اسی طرح تصرف کرو گے۔ جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کرتے تھے۔ اور جیسے اپنی امارت کے ابتدائی دور میں میں اس میں تصرف کرتا رہا۔ اگر آپ لوگ ایسا نہیں کر سکتے تو اس بارے میں میرے ساتھ بات چیت نہ کرنا۔ تم دونوں نے کہا کہ ہم اسی دستور کے مطابق عمل کریں گے۔ آپ ہمیں دے دیں۔ تو میں نے تمہارے سپرد کر دیا۔ اب اگر تم لوگ میرے سے کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ میں اس کے علاوہ قطعاً کوئی فیصلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اگر تم عاجز ہو گئے ہو تو مجھے واپس کر دو۔ میں خود تمہارے بجائے ان کا انتظام کر لوں گا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت عروہ بن الزبیرؓ کو سنائی۔ اس نے کہا کہ مالک بن اوسؓ نے بالکل سچ کہا۔ میں نے بھی حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ وہ فرماتی تھیں کہ حضرات ازواج مطہرات نے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجنے کا پروگرام بنایا کہ وہ اپنے آٹھویں حصہ کا فیئ کے مال سے مطالبہ کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے انہیں روکتے ہوئے کہا کہ اللہ سے ڈرو۔ کیا تمہیں علم نہیں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہتے تھے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہیں چلتی۔

جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس سے مراد آپ کی ذاتِ شریفہ ہوتی تھی۔ البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل وعیال اس مال فیئ سے گزارے کے مطابق کھاسکتا ہے۔ یہ ان کی خصوصیت ہے۔ تو میری اطلاع اور خبر کرنے پہ وہ سب بیبیاں یعنی ازواج مطہرات رک گئیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ یہ صدقہ کا مال حضرت علیؓ کے ہاتھ میں آیا۔ تو انہوں نے حضرت عباسؓ کو روک کر خود اس پہ غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر وہ حسنؓ بن علیؓ کے ہاتھ میں آیا۔ بعد ازاں حسینؓ بن علیؓ کے ہاتھ میں۔ پھر علیؒ بن حسینؓ اور حسنؒ بن حسنؒ دونوں کے ہاتھ میں رہا۔ جو اس میں تصرف کرتے رہے۔ پھر یہ زید بن حسن کے قبضہ میں آیا۔ بہر حال یقیناً یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہی تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت مالک بن اوسؓ حضرت فاروق اعظمؓ کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ یرفاءؓ فاروق اعظمؓ کے دربان کا نام ہے۔ پہلے حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت ابی بکر صدیقؓ سے میراث طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ **نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ** یعنی ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت نہ کسی کی جائداد کے وارث بنتے ہیں اور نہ ہی ہماری کوئی وراثت چلتی ہے۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ وہ یہ حدیث سن کر خاموشی سے واپس چلی گئیں۔ چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ دوسرا وفد حضرت عباسؓ اور علیؓ پر مشتمل حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا ہے کہ آپ بہت سے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔ آپ بنو نضیر وغیرہم والی زمین ہمیں دے دیں ہم اس کی خدمت کریں۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث تو جاری نہیں ہوتا۔ اگر دستورِ نبوی کے مطابق تصرف کر کے زمین کی خدمت کرنا چاہتے ہو تو لے لو۔ اس شرط پہ ان کو زمین مل گئی۔ جس پہ ان دونوں چچا بھتیجا کا بہت جھگڑا ہوا۔ حضرت عباسؓ منتظم آدمی تھے اور حضرت علیؓ بہت فیاض۔ نباہ نہ ہو سکا۔ اب تیسری مرتبہ تقسیم کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ کہ الگ الگ حصہ کر دیں۔ تاکہ جھگڑا نہ ہو۔ بعض لوگوں کو اشکال ہوا۔ کہ جب ایک مرتبہ ان کو جواب مل گیا۔ کہ میراث نہیں چلتی۔ تو پھر یہ بار بار آنے کا کیا مطلب ہے۔ تو کہا جائے گا کہ پہلی مرتبہ طلب میراث کے لئے آنا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ تصرف حاصل کرنے کے لئے اور تیسری مرتبہ تقسیم کے لئے تھا اور تقسیم کرنے سے ملک ہو جاتا۔ ایک حصہ چچا کا اور لڑکی کے خاوند علیؓ کا حصہ ہو جاتا۔ تو میراث بن جاتی۔ اس لئے تقسیم نہیں کی گئی۔ کیونکہ اصل تو یہی ہے۔

کہ مال غنیمت تو مملوک ہوتا ہے۔ اور اس کی تقسیم بھی ہو سکتی ہے۔ فیئ کا مال مملوک نہیں ہو سکتا۔ وہ تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ جس میں ہر ایک تصرف کر سکتا ہے۔ ملکیت کسی کی نہیں ہوتا۔ روافض ملک کہتے ہیں۔ اتئذ ور جلدی نہ کرو۔ منعھا علی عباسا یعنی تصرف کرنے سے روک دیا۔ ورنہ ملک کے تو آدھے کے حضرت عباسؓ اور آدھے کے حضرت علیؓ مستحق تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | لم یعطہ احدا غیرہ ص۵۷۵/۱۷ مقصد یہ ہے کہ غانمین مجاہدین کا اس میں حق نہیں ہے۔ ان ابابکر فیہ کما تقولان یعنی کیا وہ ظالم اور خائن تھا۔ اللہ جانتا ہے کہ وہ ایسا نہیں تھا بلکہ صادق بار راشد تھا۔

فغلبہ علیھا ثم کان بید حسن بن علیؓ ص۵۷۶/۱۰ یہ سب حضرات اس مال فیئ کے متولی تھے مالک نہیں تھے۔ باوجود تصرف کرنے اور متولی ہونے کے انہوں نے اس کو تقسیم نہیں کیا۔ پس اگر یہ مال حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوتا۔ اور ابوبکرؓ نے اہل بیت رسالت پہ ظلم کرتے ہوئے اسے روک لیا تھا۔ تو جب حضرت علیؓ کو اقتدار ملا تو وہ تقسیم کر دیتے۔ یا حضرت علیؓ کے بعد آنے والے متولی حضرات ہی تقسیم کر دیتے۔ لیکن جب ان میں سے کسی نے تقسیم نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اراضی ان حضرات کے نزدیک بھی صدقہ تھی ملکیت نہ تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | خلاصہ آیت وحدیث کا یہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس مال فیئ کے حاصل کرنے میں کوئی مشقت نہیں اٹھائی بغیر قتال وجدال کے یہ مال اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ تو اب ان کی مرضی پہ ہے۔ جس طرح اس میں تصرف فرمائیں۔ چنانچہ آپؐ نے اس کو غانمین پر تقسیم نہیں فرمایا۔ بلکہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ سوائے تین آدمیوں کے جو فقیر تھے۔ بنا بریں یہ آیت مجملہ ہے۔ جس کو دوسری آیت ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القرٰی سے بیان کر دیا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آیت اولیٰ تو اموال بنو النضیر کے ساتھ خاص ہے اور دوسری آیت ان اموال فیئ کے بارے میں ہے۔ جو جمیع قریٰ سے حاصل ہوں۔ قاضی عیاضؒ نے صدقات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ ان احادیث کے اندر جو ذکر ہے وہ تین قسم کے حقوق ہیں ایک تو وہ جو آپؐ کو ھبہ کئے گئے دوسرے وہ جو بنی نضیر کے جلا وطن ہونے پہ آپؐ کو مال فیئ کا خاص طور پر حقدار قرار دیا گیا تیسرا آپؐ کا وہ حصہ جو خمس خیبر اور فدک وغیرہ سے آپؐ کو حاصل ہوا۔ جن میں اور کسی کا کوئی حق نہیں تھا۔

یہ سب خالص آپؐ کے مملوک تھے۔ جن کو آپؐ اہل وعیال کے نفقہ اور مصالح مسلمین پہ خرچ کرتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی ملکیت ختم ہوگئی۔ اب وہ سب صدقہ ہیں۔ جس پہ خود اہل بیت کا عمل بھی رہا ہے۔

جائرٍ غائن کی تائید خود صحیح بخاری کتاب النفقات میں آرہی ہے۔ جس کے الفاظ ہیں۔ وانتما حینئذ تزعمان ان ابابکر کذا وکذا واللہ یعلم انہ فیہا صادق الخ اور مسلم شریف میں اس سے زیادہ واضح الفاظ ہیں فرأیتماہ کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق بار الخ۔ غلب علی عباسا علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ اور کرمانیؒ نے بھی یہی کہا ہے کہ حضرت علیؓ نے تصرف میں غلبہ حاصل کر لیا۔ یہ نہیں کہ محاصل ان کے ملک ہوگئے۔

لکان علی اولی بالتقسیم خطابی فرماتے ہیں کہ بعد ازاں حضرت عباسؓ غالب آگئے اور ان کے دورِ خلافت میں وہی قابض رہے۔ تو ان روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ کا جھگڑا ملک میراث میں نہیں تھا۔ ورنہ جب خلافت ان کو ملی تھی تو وہ اسے اپنی جاگیر بنا لیتے۔ انہوں نے اس دور میں بھی اسے صدقہ قرار دیا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ عبداللہ بن حسن کے دور تک یہی حال رہا۔ البتہ بعد میں بنو عباس نے اس پہ قبضہ مالکانہ کر لیا۔ اور حضرت علیؓ نے جو غلبہ حاصل کیا۔ تو وجہ یہ ہوئی۔ کہ حضرت عباسؓ خلافتِ عثمان میں اس تولیت سے اعراض کر لیا تھا۔ بعد میں ان کے خاندان میں تولیت رہی۔

حدیث نمبر ۳۶۲۳ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا اَنَّ فَاطِمَۃَ وَعَبَّاسَ اَتَیَا اَبَا بَکْرٍ رضی اللہ عنہ یَلْتَمِسَانِ مِیْرَاثَهُمَا اَرْضَهٗ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهٗ مِنْ خَیْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ اِنَّمَا یَاْکُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِیْ هٰذَا الْمَالِ وَاللّٰهِ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ دونوں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آکر اپنی میراث طلب کرنے لگے۔ آپؐ کی زمین جو فدک میں سے تھی اور آپؐ کا جو حصہ خمس کا خیبر میں سے تھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ فرماتے تھے کہ ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

خاندان اس مال فئی میں سے کھاتا رہے گا۔ اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
رشتہ داری مجھے اپنی رشتہ داری سے زیادہ عزیز ہے کہ میں اس سے بہتر سلوک کروں۔

بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ

ترجمہ: کعب بن اشرف یہودی قرظی تھا۔ شاعری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔
اور ساٹھ آدمیوں کا وفد لے کر قریش مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی پر اکسانے
کے لئے مکہ معظمہ گیا تھا۔ ایسے سازشی کا قتل کرنا عین صواب ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۳۴ **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ نا سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ
يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِّكَعْبِ ابْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهٗ
قَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُحِبُّ
اَنْ اَقْتُلَهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاْذَنْ لِّيْ اَنْ اَقُوْلَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَاَتَاهُ مُحَمَّدُ
بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَاَلَنَا صَدَقَةً وَّاِنَّهٗ قَدْ عَنَّانَا
وَاِنِّيْ قَدْ اَتَيْتُكَ اَسْتَسْلِفُكَ قَالَ وَاَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهٗ قَالَ اِنَّا قَدِ
اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَّدَعَهٗ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى اَيِّ شَيْءٍ يَّصِيْرُ شَاْنُهٗ وَقَدْ
اَرَدْنَا اَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ
وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقُلْتُ لَهٗ فِيْهِ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ اَرٰى فِيْهِ وَسْقًا اَوْ
وَسْقَيْنِ فَقَالَ نَعَمْ اِرْهَنُوْنِيْ قَالُوْا اَيَّ شَيْءٍ تُرِيْدُ قَالَ ارْهَنُوْنِيْ نِسَاءَكُمْ
قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَاَنْتَ اَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُوْنِيْ اَبْنَاءَكُمْ
قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ اَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ اَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ اَوْ وَسْقَيْنِ
هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّاْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَاعَدَهٗ
اَنْ يَّاْتِيَهٗ فَجَاءَهٗ لَيْلًا وَّمَعَهٗ اَبُوْ نَائِلَةَ وَهُوَ اَخُوْ كَعْبٍ مِّنَ الرَّضَاعَةِ
فَدَعَاهُمْ اِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهٗ اَيْنَ تَخْرُجُ هٰذِهِ
السَّاعَةَ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَاَخِيْ اَبُوْ نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو

قالت اسمع صوتا كانه يقطر منه الدم قال انما هو اخي محمد بن مسلمة ورضيعي ابونائلة ان الكريم لو دعي الى طعنة بليل لاجاب قال ويدخل محمد بن مسلمة معه رجلين قيل لسفيان سماهم عمرو قال سمى بعضهم قال عمرو جاء معه برجلين وقال غير عمرو ابوعبس بن جبر والحارث بن اوس وعباد بن بشر قال عمرو وجاء معه برجلين فقال اذا ما جاء فاني قائل بشعره فاشمه فاذا رأيتموني استمكنت من راسه فدونكم فاضربوه وقال مرة ثم اشمكم فنزل اليهم متوشحا وهو ينفح منه ريح الطيب فقال ما رايت كاليوم ريحا اي اطيب وقال غير عمرو قال عندي اعطر نساء العرب واكمل العرب قال عمرو فقال اتاذن لي ان اشم راسك قال نعم فشمه ثم اشم اصحابه ثم قال اتاذن لي قال نعم فلما استمكن منه قال دونكم فقتلوه ثم اتوا النبي صلى الله عليه وسلم فاخبروه۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کعب بن اشرف کے قتل کرنے کا کون ذمہ لیتا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف پہنچائی ہے تو حضرت محمد بن مسلمہؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! اگر آپؐ کو پسند ہو تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں پسند ہے۔ تو اس نے کہا پھر مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں آپؐ کے بارے میں کچھ کہہ دوں۔ آپؐ نے فرمایا کہہ دو۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہؓ اس کعب بن اشرف کے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ اس آدمی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے چندے مانگ مانگ کر ہمیں تو تنگ کر دیا ہے۔ اب میں آپ کے پاس کچھ قرضہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا واللہ! ابھی تو وہ تمہیں اور تنگ کرے گا۔ انہوں نے فرمایا۔ اب ہم کیا کریں۔ بے شک ہم لوگ آپؐ سے بیعت کر چکے ہیں یا پیروکاری کا عہد کر چکے ہیں۔ پس پسند نہیں کرتے کہ آپؐ کو چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ دیکھ لیں کہ آپؐ کے دین کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ آپ ہمیں ایک وسق یا دو وسق اناج قرضہ پہ دے دیں۔ (وسق ساٹھ صاع کا اور صاع چار سیر کا ہوتا ہے) یعنی

چھ من اناج ادھار دے دیں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ عمرو نے ہمیں کئی مرتبہ حدیث سنائی۔ لیکن اس میں وسق یا دو وسق کا ذکر نہیں کیا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا وسق یا دو وسق کے الفاظ حدیث میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ یہ الفاظ وسق یا دو وسق کے موجود ہیں۔ تو کعب نے کہا کہ ہاں! لیکن کوئی چیز میرے پاس گروی رکھو۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کیا رکھنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا اپنی عورتیں گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا۔ عورتیں کیسے گروی رکھیں۔ حالانکہ آپ تو عرب کے خوب صورت ترین آدمی ہیں۔ عورتیں تو تجھ پر لٹو ہو جائیں گی۔ اس نے کہا کہ پھر اپنے بیٹوں کو گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا بیٹے کیسے گروی رکھیں۔ جب انہیں گالی ملے گی تو کہا جائے گا کہ تمہیں تو ایک وسق یا دو وسق کے بدلے گروی رکھا گیا۔ یہ تو ہمارے لئے شرم کی بات ہے۔ لیکن ہم آپ کے پاس زرہ گروی رکھتے ہیں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ مقصد ہتھیار گروی رکھنا ہے۔ چنانچہ وہ اس سے واپس آنے کا وعدہ کر آئے۔ پھر رات کو اس کے پاس گئے۔ کہ ابو نائلہ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ وہ کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی لگتا تھا۔ تو اس نے ان کو اپنے قلعہ کی طرف بلا لیا۔ اور ان کے لئے بالاخانہ سے نیچے اتر آیا۔ اس کی بیوی عقیلہ کاہنہ نے اس سے کہا بھی کہ اس وقت کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا۔ بس ایک تو محمد بن مسلمہ ہے اور دوسرا میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہے۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی فرماتے ہیں کہ اس دلہن نے یہ بھی کہا کہ میں تو ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے گویا کہ خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ اس نے کہا نہیں ایک تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ ہے اور دوسرا میرا دودھ پیتا بھائی ابو نائلہ ہے۔ اگر کسی شریف آدمی کو رات کے وقت نیزہ زنی کی طرف بلایا جائے۔ تو اسے یہ دعوت قبول کر لینی چاہیئے۔ راوی کہتا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے ابو نائلہ کے ہمراہ دو اور آدمی بھی اندر داخل کر لئے۔ سفیان سے پوچھا گیا۔ کیا عمرو نے ان کا نام لیا تھا۔ تو اس نے کہا کہ بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو کی روایت میں ہے۔ جاء معہ برجلین فقال اذا ما جاء اور غیر عمرو نے کہا۔ کہ وہ آدمی ابو عبس بن جبر اور حارث بن اوس اور عباد بن بشر تھے۔ اور عمرو کی عبارت ہے کہ جاء معہ برجلین تو اس نے کہا جب کعب آجائے تو میں اس کے بالوں کو پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب مجھے دیکھو کہ میں نے اس کے سر کو خوب قابو کر لیا ہے۔ تو تم اس کو پکڑ کر تلواریں مار مار کے ختم کر دینا۔ اور کبھی یوں کہتا تھا۔ کہ میں تمہیں بھی سونگھواؤں گا۔ بہر حال کعب ان کی طرف بالاخانہ سے نیچے اترا کہ کپڑے یا تلوار کو گلے کا ہار بنایا ہوا تھا۔ کہ اس سے خوشبو مہک رہی تھی تو حضرت محمد بن مسلمہؓ

نے کہا کہ آج کے دن کی طرح تو میں نے کوئی عمدہ خوشبو نہیں دیکھی۔ اور غیر عمرو کا بیان ہے۔ کہ اس نے کہا میرے پاس وہ عورت ہے جو عرب کے سردار اور عرب کے کامل ترین آدمی سے زیادہ خوشبو اور عطر استعمال کرنے والی ہے۔ عمرو کا کہنا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے پوچھا کہ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں تمہارے سر کی خوشبو سونگھ لوں۔ اس نے کہا ہاں سونگھ لو۔ تو انہوں نے خود بھی سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھوایا۔ پھر دوسری دفعہ کہا کہ یہ تو بہتر خوشبو ہے۔ کیا اب بھی سونگھنے کی اجازت ہے اس نے کہا ہاں۔ تو جب انہوں نے پوری طرح گرفت میں لے لیا۔ تو کہا کہ پکڑ لو۔ پس انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ بعد ازاں وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس سارے واقعہ کی اطلاع دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کعب بن اشرف بنو النضیر سے بطور موالات کے تھا۔ اس کا باپ اشرف بنو نبہان میں سے تھا۔ اشرف نے کسی آدمی کو قتل کیا تھا۔ تو وہاں سے بھاگ کر مدینہ منورہ میں بنو النضیر کا حلیف بن گیا۔ تجارت شروع کی جس سے اسے بہت نفع ہوا۔ بنو عتیق کی لڑکی سے شادی رچائی۔ اس سے کعب پیدا ہوا۔ جو ماں باپ کی عزت کی وجہ سے عزت والا بن گیا۔ یہ شاعر بھی تھا عمدہ قصائد لکھا کرتا تھا۔ جب جنگ بدر ختم ہوگئی تو اس کی ایذا رسانی اور بھی زیادہ ہوگئی۔ تشبیب کے اشعار میں صحابہ کرام کی عورتوں کے بارے میں بدگوئی کرتا تھا۔ قریش کو عار دلاتا تھا کہ تم سے کچھ نہ ہو سکا۔ اور ساٹھ آدمیوں کا وفد لے جا کر مکہ معظمہ میں قریش سے حلف لے کر انہیں مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ مال و اسباب اور تعاون کا یقین دلایا۔ وہاں سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ کہ جب آپؐ مکان کے اندر تشریف لے آئیں۔ تو سب لوگ یکبارگی حملہ کر کے آپؐ کو شہید کر دیں۔ آپ اپنی وسعت اخلاق اور تالیفِ قلوب کے لئے تشریف لائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ان یہودیوں کی سب کارروائی سے آپؐ کو مطلع کر دیا۔ اور آپؐ کو اپنے پروں میں چھپا کر لے آئے۔ یہود کو خبر نہ ہو سکی بہرحال آپ نے واپس آکر یہ الفاظ فرمائے۔ کہ اس کی ایذا رسانی کی حد ہو گئی ہے۔ اب ان امور مذکورہ بالا میں سے ایک ایک امر ایسا ہے جو قتل کا موجب بن سکتا ہے۔ محمد بن مسلمہؓ کعب بن اشرف کے بھانجے لگتے تھے۔ ہجو کے اشعار میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ اگر وہ اشعار آپؐ تک پہنچ جاتے تو آپؐ کو سخت تکلیف ہوتی۔ اس لئے پیشگی آپؐ سے اجازت طلب کر لی۔ آپؐ نے اجازت دے دی۔

استسلفت سلف سے ماخوذ ہے ۔ بیع سلم یا قرض مانگنا دونوں معنی صحیح ہیں ۔ لتملنہ ملول سے ماخوذ ہے ۔ اکتا جانا ۔ وسق ساٹھ صاع کا اور صاع چار مد کا اور ایک مد دو رطل کا اور ایک رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے ۔ ارھنونی گروی رکھنا ۔ لامہ دراصل زرہ کو کہتے ہیں ۔ لیکن اس جگہ عام آلات حرب مراد ہیں ۔ اس طرح آنے میں حکمت یہ تھی کہ رہن کے مال پہنچانے کی صورت میں رکاوٹ کوئی نہیں ہوگی ۔ اسمع صوتاً کعب بن اشرف نے ابھی تازہ شادی کی تھی اور عرب میں شادی کے موقعہ پر عطر کا استعمال بہت زیادہ ہوتا تھا ۔ اس کی بیوی نے اسے بہت عطر لگایا ۔ کیونکہ یہ مالدار تھا ۔ سوڈان اور یمن سے عطر مشک وعنبر بکثرت منگایا کرتا تھا ۔ جب یہ نکلنے لگا تو اس کی بیوی نے فراست یا کہانت سے عداوت کی آواز پہچان لی ۔ وہ آڑے آئی تو اس نے کہا کہ ایک میرا بھانجا ہے دوسرا رضاعی بھائی ہے ان سے کیا خوف وخطر ہو سکتا ہے ۔ آواز سے پہچان لینا یہ ذکاوت کی دلیل ہے ۔

قائل لفظ قول افعال عامہ میں سے ہے ۔ اس جگہ آخذ کے معنی میں ہے ۔ نفح کے معنی لپیٹ مارنا ۔ مہکنا ۔

تشریح از شیخ گنگوہی

وھو ابو کعب بن الرضاعۃ ص۵۷۶ س۲۴ محمد بن مسلمہ رض بھی اس کا رضاعی بھائی تھا ۔ اس لئے جن روایات میں اخی محمد بن مسلمہ آیا ہے ۔ اس سے منافات لازم نہ آئے گی ۔ ویسے رشتہ میں بھانجا بھی لگتا تھا ۔

کانہ یقطر منہ الدم شاید وہ دلہن کاہنہ نجومی تھی ۔ جنات وغیرہ کے جوڑ سے تو کاہنوں کی قوت خیالیہ کو تقویت ملتی ہے ۔ بنا بریں ان کا گمان خطا نہیں جاتا ۔ اگر وہ کاہنہ نہیں تھی تو بھی احتمال ہے کہ اس نے فراست سے سمجھ لیا ہو ۔ جس کے کئی مراتب ہیں ۔ بعض کو ایسی مہارت ہوتی ہے کہ وہ ایک بات کو سمجھ لیتے ہیں ۔ یہاں تک کہ دوسرے کی سمجھ نہیں پہنچ سکتی ۔ عرب کے فال نکالنے والے لوگ اسی قبیلہ سے تھے ۔ کہ محض پرندہ کی آواز سے وہ بات سمجھ لیتے تھے ۔ جو دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا ۔

لو دعی الی طعنۃ الخ یہ عذر نزول میں ترقی ہے ۔ کہ اگر کسی شریف آدمی کو رات کے وقت ہلاکت کی طرف بلایا جائے تو اسے چلا جانا چاہیئے ۔ اب میں کیسے رک سکتا ہوں ۔ جبکہ انہوں نے مجھے ایک ضروری کام کے لئے بلایا ہے ۔ اور وہ ضرورت بھی میری ہے ۔ کہ رہن کا سامان لے آئے ہیں ۔ رات کو آنے کا فیصلہ اس لئے کیا گیا ۔ تاکہ کسی کو قرض لینے کی اطلاع نہ ہو سکے ۔ اگر یہ لین دین کے وقت ہوتا تو پھر یہ

ممکن نہیں تھا۔ دوسرے آدمی ساتھ اس لئے کر لئے تاکہ وہ اناج کا بوجھ اٹھانے میں مدد دیں۔
ہر جلین میں زیادہ کی نفی نہیں ہے۔ تو اب پانچ آدمی ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ابونائلہ کے متعلق کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کعب کا ندیم تھا۔ اکٹھے شراب پیتے تھے۔ اسی لئے اس کا میلان اس کی طرف تھا۔

کانت تکھن حافظؒ نے کلبی سے نقل کیا ہے کہ وہ عورت اسے چمٹ گئی۔ اور کہنے لگی کہ ٹھہر جاؤ میں اس آواز کے ساتھ خون کی سرخی دیکھ رہی ہوں۔ کہانت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں عرب ہر اس شخص کو کاہن کہتے تھے جو کسی چیز کے واقع ہونے سے قبل اس کی اطلاع دے دے۔ بعض میں جنات سے مدد حاصل کرتے تھے۔ بعض ظن اور تخمین سے کام لیتے تھے۔ اور کبھی تجربہ اور عادت کی بنا پر بات کرتے تھے۔

ھذا اترق منہ یعنی اگر وہاں کوئی لڑائی جھگڑا ہوا تو میں اس کے لائق ہوں۔ مواہب میں ہے کہ یہ پانچوں قبیلہ اوس کے آدمی تھے۔

بَابُ قَتْلِ اَبِىْ رَافِعٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى الْحُقَيْقِ

وَيُقَالُ سَلَّامُ بْنُ اَبِى الْحُقَيْقِ كَانَ بِخَيْبَرَ وَيُقَالُ فِىْ حِصْنٍ لَّهٗ بِاَرْضِ الْحِجَازِ وَ قَالَ الزُّهْرِىُّ هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ۔

ترجمہ۔ ابورافع عبداللہ بن ابی الحقیق یہودی کا قتل ہونا۔ جسے سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا تھا۔ وہ خیبر میں رہتا تھا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ حجاز کی سرزمین میں اس کا ایک قلعہ تھا۔
امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ قتل کعب بن الاشرف کے قتل کے بعد ہوا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۲۵ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا اِلٰى اَبِىْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهٗ لَيْلًا وَّهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع یہودی کے قتل کرنے کے لئے ایک جماعت بھیجی تو حضرت عبداللہ بن عتیکؓ رات کے وقت جب کہ

وہ سویا ہوا تھا۔ اس کے گھر میں گھس گئے۔ بس اسے قتل کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۶۲۳ حدثنا یوسف بن موسیٰ الخ عن البراء قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى أبي رافع اليهودي رجالا من الأنصار فأمر عليهم عبد الله بن عتيك وكان أبو رافع يؤذي رسول الله صلى الله عليه وسلم ويعين عليه وكان في حصن له بأرض الحجاز فلما دنوا منه وقد غربت الشمس وراح الناس بسرحهم فقال عبد الله لأصحابه اجلسوا مكانكم فإني منطلق ومتلطف للبواب لعلي أن أدخل فأقبل حتى دنا من الباب ثم تقنع بثوبه كأنه يقضي حاجة وقد دخل الناس فهتف به البواب يا عبد الله إن كنت تريد أن تدخل فادخل فإني أريد أن أغلق الباب فدخلت فكمنت فلما دخل الناس أغلق الباب ثم علق الأغاليق على وتد قال فقمت إلى الأقاليد فأخذتها ففتحت الباب وكان أبو رافع يسمر عنده وكان في علالي له فلما ذهب عنه أهل سمره صعدت إليه فجعلت كلما فتحت بابا أغلقت علي من داخل فقلت إن القوم لو نذروا بي لم يخلصوا إلي حتى أقتله فانتهيت إليه فإذا هو في بيت مظلم وسط عياله لا أدري أين هو من البيت فقلت يا أبا رافع قال من هذا فأهويت نحو الصوت فأضربه ضربة بالسيف وأنا دهش فما أغنيت شيئا وصاح فخرجت من البيت فأمكث غير بعيد ثم دخلت إليه فقلت ما هذا الصوت يا أبا رافع فقال لأمك الويل إن رجلا في البيت ضربني قبل بالسيف قال فأضربه ضربة أثخنته ولم أقتله ثم وضعت ظبة السيف في بطنه حتى أخذ في ظهره فعرفت أني قتلته فجعلت أفتح الأبواب بابا بابا حتى انتهيت إلى درجة له فوضعت رجلي وأنا أرى أني قد انتهيت إلى الأرض فوقعت في ليلة مقمرة فانكسرت ساقي فعصبتها بعمامة ثم انطلقت حتى جلست على الباب فقلت لا أخرج الليلة حتى أعلم

اَقْتُلْتُهٗ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيكُ قَامَ النَّاعِي عَلَى السُّورِ فَقَالَ اَنْعَى اَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ اَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلَى اَصْحَابِي فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ اَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّهَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع یہودی کے قتل کرنے کے لئے انصار کے کچھ آدمی بھیجے۔ جن پہ امیر حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کو مقرر فرمایا۔ ابورافع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اور آپؐ کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا۔ اور ان کی امداد کرتا تھا۔ اور وہ حجاز کی سرزمین میں ایک قلعہ میں رہتا تھا۔ جب یہ حضرات اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہوچکا تھا۔ اور لوگ اپنے مال مویشی واپس گھروں کو لا رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنی اس جگہ پہ بیٹھ جاؤ۔ میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی حیلہ سازی کرتے ہوئے شاید میں اندر داخل ہوجاؤں۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ پھر اپنے سر پہ کپڑا ڈال دیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ قضاء حاجت کر رہا ہے۔ جب کہ لوگ داخل ہوچکے تھے۔ دربان نے ان کو آواز دی۔ کہ اے اللہ کے بندے! اگر تو نے اندر داخل ہونا ہے جلدی آکر داخل ہوجاؤ۔ میں دروازے کو بند کرنے لگا ہوں۔ چنانچہ میں اندر داخل ہوکر کہیں چھپ گیا۔ جب سب لوگ داخل ہوچکے تو اس نے دروازہ بند کردیا۔ اور چابیاں ایک کھونٹی پہ لٹکا دیں۔ میں اٹھا چابیاں لے کر دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس قصہ گوئی ہو رہی تھی۔ وہ اپنے ایک بالاخانہ میں تھا۔ جب قصہ گو چلے گئے تو میں اوپر چڑھ گیا۔ جب میں کوئی دروازہ کھولتا تھا۔ تو اس کو اندر سے بند کردیتا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اگر قوم کو میرا علم ہو بھی گیا۔ تو اس وقت تک میرے پاس نہیں پہنچ سکیں گے۔ یہاں تک کہ میں اسے قتل کرلوں گا۔ چنانچہ جب میں ابورافع کے پاس پہنچا۔ تو وہ ایک تاریک گھر میں اپنے اہل وعیال کے درمیان میں سویا ہوا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ گھر کے کس گوشہ میں سویا ہوا ہے۔ میں نے آواز دی۔ اے ابورافع۔ وہ بولا کون ہے۔ میں نے اس آواز کی طرف قصد کیا۔ اور اس پہ تلوار کا ایسا وار کیا۔ کہ مجھے پریشانی تھی۔ کہ میں اپنا پورا کام نہیں کرسکا۔ اور اس نے آواز کی تو میں گھر سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر

ٹھہرنے کے بعد میں پھر اس کے پاس گھر میں داخل ہوا۔ میں نے پوچھا۔ اے ابو رافع! یہ کیسی آواز تھی۔ وہ بولا! تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو۔ میرے گھر کے اندر ابھی کسی نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے۔ تو صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا بھرپور وار کیا کہ وہ گھائل ہو گیا۔ اور قتل نہ ہوا۔ تو میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھی۔ یہاں تک کہ وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ جس سے مجھے محسوس ہوا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ پس میں ایک ایک کمرے کے دروازے کھولنے لگا۔ یہاں تک کہ میں اس کی ایک سیڑھی تک پہنچ گیا۔ میں نے جو اس پر پاؤں رکھا میرا خیال تھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں۔ تو چاندنی رات میں میں اس سے گر پڑا۔ جس سے میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ جس کو میں نے پگڑی سے باندھ لیا۔ پھر چلتے چلتے باہر کے دروازہ تک پہنچ کر وہاں بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں کہا۔ آج تک میں اس وقت باہر نہیں نکلوں گا جب تک یقین نہ ہو جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پس جب مرغ نے بانگ دی تو موت کی اطلاع دینے والا فصیل پر چڑھا اور کہنے لگا۔ کہ حجاز والوں کے تاجر ابو رافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔ تو میں اپنے ساتھیوں کے پاس چل کر پہنچا ان سے کہا جلدی جلدی بچ نکلو۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے ابو رافع کو قتل کروا دیا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنی لات لمبی کر لی۔ آپؐ نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کو کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچی۔

حدیث نمبر ۳۷۶۳ حدثنا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي رَافِعٍ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَتِيكٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عُتْبَةَ فِي نَاسٍ مَعَهُمْ فَانْطَلَقُوا حَتَّى دَنَوْا مِنَ الْحِصْنِ فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَتِيكٍ امْكُثُوا أَنْتُمْ حَتَّى أَنْطَلِقَ أَنَا فَأَنْظُرَ قَالَ فَتَلَطَّفْتُ أَنْ أَدْخُلَ الْحِصْنَ فَفَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ قَالَ فَخَرَجُوا بِقَبَسٍ يَطْلُبُونَهُ قَالَ فَخَشِيتُ أَنْ أُعْرَفَ قَالَ فَغَطَّيْتُ رَأْسِي كَأَنِّي أَقْضِي حَاجَةً ثُمَّ نَادَى صَاحِبُ الْبَابِ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ أَنْ أُغْلِقَهُ فَدَخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَأْتُ فِي مَرْبِطِ حِمَارٍ عِنْدَ بَابِ الْحِصْنِ فَتَعَشَّوْا عِنْدَ أَبِي رَافِعٍ وَتَحَدَّثُوا حَتَّى ذَهَبَتْ

سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى بُيُوتِهِمْ فَلَمَّا هَدَأَتِ الْأَصْوَاتُ وَلَا أَسْمَعُ حَرَكَةً خَرَجْتُ قَالَ وَرَأَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِي كَوَّةٍ فَأَخَذْتُهُ فَفَتَحْتُ بِهِ بَابَ الْحِصْنِ قَالَ قُلْتُ إِنْ نَذِرَ بِي الْقَوْمُ انْطَلَقْتُ مَهْلٍ ثُمَّ عَمَدْتُ إِلَى أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ فَغَلَّقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرٍ ثُمَّ صَعِدْتُ إِلَى أَبِي رَافِعٍ فِي سُلَّمٍ فَإِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طَفِئَ سِرَاجُهُ فَلَمْ أَدْرِ أَيْنَ الرَّجُلُ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ وَصَاحَ فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ جِئْتُ كَأَنِّي أُغِيثُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا أَبَا رَافِعٍ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي فَقَالَ أَلَا أُعْجِبُكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَضَرَبَنِي بِالسَّيْفِ قَالَ فَعَمَدْتُ لَهُ أَيْضًا فَأَضْرِبُهُ أُخْرَى فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا فَصَاحَ وَقَامَ أَهْلُهُ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي كَهَيْئَةِ الْمُغِيثِ فَإِذَا هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَأَضَعُ السَّيْفَ فِي بَطْنِهِ ثُمَّ أَنْكَفِئُ عَلَيْهِ حَتَّى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ ثُمَّ خَرَجْتُ دَهِشًا حَتَّى أَتَيْتُ السُّلَّمَ أُرِيدُ أَنْ أَنْزِلَ فَأَسْقُطُ مِنْهُ فَانْخَلَعَتْ رِجْلِي فَعَصَبْتُهَا ثُمَّ أَتَيْتُ أَصْحَابِي أَحْجُلُ فَقُلْتُ انْطَلِقُوا فَبَشِّرُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ فَلَمَّا كَانَ فِي وَجْهِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ فَقَالَ أَنْعَى أَبَا رَافِعٍ قَالَ فَقُمْتُ أَمْشِي مَا بِي قَلَبَةٌ فَأَدْرَكْتُ أَصْحَابِي قَبْلَ أَنْ يَأْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَشَّرْتُهُ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع کی طرف حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ اور عبد اللہ بن عتبہؓ اور ان کے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ یہ لوگ چلتے چلتے جب قلعہ کے قریب پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ تم لوگ یہاں ٹھہرو میں جا کر دیکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں قلعہ کے اندر داخل ہونے کا حیلہ سوچ رہا تھا۔ کہ ان لوگوں نے ایک گدھا گم پایا۔ جس کو تلاش کرنے کے لئے ایک بتی لے کر نکلے۔ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں پہچانا نہ جاؤں۔ تو میں نے اپنا سر اور پاؤں ڈھانپ لئے اور میں اس طرح بیٹھ گیا۔ کہ قضائے حاجت کر رہا ہوں۔ پھر دربان پکارا کہ جس نے داخل ہونا ہو وہ جلدی میرے دروازے

بند کرنے سے پہلے داخل ہو جائے۔ تو میں بھی اندر گھس گیا۔ اور قلعہ کے دروازے کے پاس جو گدھوں کے باندھنے کا اصطبل تھا اس میں چھپ گیا۔ درباریوں نے ابو رافع کے پاس شام کا کھانا کھایا۔ اور باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ رات کا کافی حصّہ گزر گیا۔ درباری اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔ جب آوازیں ٹھہر گئیں اور میں کسی کی نقل و حرکت کی آوازیں نہیں سنتا تھا۔ تو وہاں سے نکلا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دربان کو قلعہ کی چابیاں ایک طاقچہ میں رکھتے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ میں نے چابی لی۔ جس سے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر ان لوگوں کو میرا علم ہو گیا تو مہلت پا کر میں چلا جاؤں گا۔ پھر میں نے ان درباریوں کے گھروں کے دروازوں کا قصد کیا۔ اور باہر سے میں نے ان پہ دروازے بند کر دیئے۔ پھر ابو رافع کی طرف ایک سیڑھی کے لئے اوپر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ گھر میں اندھیرا ہے۔ اس کا چراغ بجھا دیا گیا ہے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ آدمی کہاں ہے۔ میں نے ابو رافع کہہ کر آواز دی۔ اس نے پوچھا کون ہے۔ میں نے آواز کی طرف توجہ کر کے تلوار کا وار کیا۔ وہ چیخا معلوم ہوا کہ اس وار نے کام پورا نہیں کیا۔ پھر میں آیا۔ گویا کہ میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا ابو رافع کیا ہوا۔ جب کہ میں نے آواز میں تبدیلی کر لی تھی۔ وہ بولا تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو۔ کیا تمہیں تعجب نہ دلاؤں۔ کہ کوئی آدمی اندر گھس آیا اور اس نے مجھ پر تلوار سے وار کیا۔ تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر دوسری دفعہ اس کا قصد کیا۔ اور دوسرا بھرپور وار کیا۔ لیکن اس نے بھی کام پورا نہ دیا۔ پھر وہ چیخا اور اس کے گھر والے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر میں نے واپس آکر آواز میں تبدیلی کی۔ جیسے کسی فریاد کو پہنچنے والے کی حالت ہوتی ہے۔ دیکھا کہ وہ پیٹھ کے بل لیٹا ہوا ہے۔ میں نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھ کر اس پہ زور دیتے ہوئے حرکت دی۔ یہاں تک کہ میں نے ہڈی کے ٹوٹنے کی آواز سنی۔ پھر وہاں سے پریشان ہو کر نکلا۔ یہاں تک کہ سیڑھی تک پہنچ گیا۔ میں اس سے نیچے اترنا چاہتا تھا۔ کہ اس سے گر پڑا۔ جس سے میرے پاؤں کو موچ آگئی۔ جس پر میں نے پٹی باندھ لی۔ پھر لنگڑاتا ہوا میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ میں نے ان سے کہا۔ چلو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دو۔ اور میں اس وقت تک یہاں رہوں گا جب تک کہ موت کی خبر دینے والے کی آواز نہ سن لوں۔ چنانچہ جب صبح صادق کا وقت ہوا تو موت کی خبر دینے والی فصیل پہ چڑھ کر منادی کہ میں ابو رافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔ میں اٹھ کر چلنے لگا۔

جب کہ مجھے درد اور پریشانی تھی۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے میں اپنے ساتھیوں سے آملا۔ پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سنائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ محمد بن مسلمہؓ اور ابو نائلہ بلکہ پانچوں افراد کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ جب ان لوگوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ تو خزرج والوں کو خیال آیا۔ کہ یہ فضیلت تو اوس والے لے گئے۔ اب یہ جگہ جگہ گاتے پھریں گے۔ لہذا ہم بھی کسی ایسے دشمن کو قتل کریں جو کعب بن اشرف کے پائے کا ہو۔ تاکہ میدان مفاخرت میں اوس بڑھ نہ جائیں۔ تو انہوں نے سلام بن ابی الحقیق کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یعین علیہ کہا جاتا ہے۔ غزوہ خندق کے برپا کرنے میں ابو رافع نے اہم کردار ادا کیا۔ مخالفین کو بہت سا ساز و سامان دیا۔ سرح بمعنی مویشی۔ متلطف نرمی اور سہولت سے حیلہ کرنے والا۔ حتی دنا من الباب روایت میں اختصار ہے۔ کہ جب قلعہ کے لوگ اندر گئے تو ان کا ایک گدھا باہر رہ گیا تھا۔ جس کی تلاش کے لئے دروازہ دوبارہ کھولا گیا۔ بتی ان کے پاس تھی۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ پہچانے جانے کے خوف سے چھپ کر بیٹھ گئے۔ دربان نے سمجھا کہ قلعہ کا آدمی پیشاب کر رہا ہے۔ تو اس نے ان کو پکارا۔ تو یہ بھی منہ لپیٹے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ ھتف آواز دینا۔ اغالیق جمع اغلوق کی کنجیاں و تد لکڑی کی کھونٹی۔ لوہے کی کھونٹی کو مسمار کہتے ہیں۔ سمر عندہ درحقیقت سمر قصہ گوئی کو کہتے ہیں۔ بادشاہوں اور سرداروں کے پاس داستان گو آکر کہانیاں سناتے تھے۔ جس سے تفریح مقصود ہوتی تھی۔ علالی جمع علیۃ کی بمعنی بالاخانہ۔ قلت ای فی نفسی نذروابی ای دعلموا۔

وانا دھش اور لکل داخل دھشۃ مقولہ مشہور ہے یہ پریشان تھے۔ فاضربہ مضارع ہے جس سے مقصد حکایت حال ماضیہ ہے۔ جیسے نجوت واذ ھنھم مالکا۔ ھو الذی یرسل الریاح اصل میں ارسل الریاح تھا۔ اس صورت میں ماضی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔

ما اغنیت شیئا یعنی میں نے کوئی کامیابی کا کام نہ کیا۔ لامک الویل یہ جملہ بددعا کے لئے ہے۔ جو تعجب کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ ضبیب تلوار کی نوک۔ اثخن زخمی کرنا۔ صاح الدیک۔ عرب میں مرغا آدھی رات کو بولتا ہے۔ فمسحھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پھیرنے سے چورہ چورہ ہڈی درست ہو کر جڑ گئی۔ دوسری روایت میں توضیح زیادہ ہے۔ تعشوا یعنی شام کا

کھانا کھایا۔ کوّۃ دیوار میں جو سوراخ ہوتا ہے کبھی تو وہ آر پار ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جو آر پار نہ ہو اسے کوّۃ کہتے ہیں۔ پہلی روایت میں وتد کا ذکر تھا۔ تو ان میں منافات نہیں بڑے طاقچے میں کھونٹی تھی۔ اس پہ چابیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ اعجل بٹیری کو حجل کہتے ہیں۔ کہ بٹیری لگے ہوئے شخص کی طرح چلتا تھا۔ اور کبک رفتار کو بھی اجل کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قتل ابی رافع بنی النضیر کے جلاوطن کرنے سے پہلے حوالی مدینہ میں تھا۔ اور جب آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلاوطن کر دیا تو یہ ابو رافع خیبر میں جا کر مقیم ہوا۔ تو اس صورت میں دونوں قول صحیح ہو گئے۔ منافات نہ رہی۔ اگر مؤمن کا مقصد قتل کے وقت حوالی مدینہ میں رہنا مقصود ہو۔ تو پھر اختلاف ہے۔ جمع کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ بلکہ دوسرے قول کی صحت کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | قطب گنگوہیؒ نے دونوں اقوال کو جمع کرنے کی توجیہ بیان فرمائی ہے۔ جس کی طرف شراح میں سے کسی نے بھی تعرض نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ ابن سعد نے بیان کیا ہے۔ کہ سریہ عبداللہ بن عتیکؓ رمضان ۶ھ میں روانہ ہوا۔ جب کہ بنو خزرج نے آپؐ سے ابو رافع کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ تاکہ بنو اوس ان پر فخر نہ کر سکیں۔ امام بخاریؒ نے اسے قتل کعب بن الاشرف کے بعد ذکر کیا ہے۔ تو امام زہریؒ کے قول کے مطابق یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۳ھ کا ہے۔ بہر حال بنو نضیر کے جلاوطن ہونے کے بعد کچھ سردار لوگ اپنا مال و اسباب لے کر خیبر پہنچ گئے۔ ان میں حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق بھی تھے۔ پہلے ان کا قیام حوالی مدینہ میں تھا۔ تو قتل کے وقت ابو رافع کا خیبر میں ہونا مجمع علیہ ہے۔ اور حافظؒ نے یہ توجیہ کی ہے کہ ابو رافع خیبر کے جس قلعہ میں رہتا تھا۔ وہ ارض حجاز کے قریب تھا۔ تو کان فی حصن لہ بارض الحجاز کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ پہلے وہ حجاز میں رہ کر ایذا رسانی کرتا تھا۔ قتل کے وقت خیبر کے قلعہ میں تھا۔ مولانا محمد حسن مکیؒ فرماتے ہیں کہ فی حصن لہ توجیح ہے۔ ممکن ہے۔ اس کا ایک رہائشی مکان خیبر میں ہو اور دوسرا حجاز میں ہو تو اب دونوں قول صحیح ہو جائیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | نفلقتها علیهم من ظاهر ص۵۷۸ من ظاہر یہ ان مقیمین کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ جب وہ نکلیں گے تو دروازوں کا اندر کا حصہ ان کے سامنے ظاہر ہوگا۔ ان بند کرنے والے کی بنسبت ظاہر نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کی بنسبت داخل اور باطن ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بات یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں تعارض ہوگیا۔ کہ ابواسحاق کی پہلی روایت میں ہے۔ اغلقت علی من داخل اور دوسری میں ہے۔ غلقتہا علیھم من ظاھر شیخ کے رفع تعارض کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ کہ دونوں حدیثوں میں دروازے تو ایک ہیں۔ ان کا داخلی سے بند کرنا۔ بند کرنے والے کے اعتبار سے ہے۔ اور ظاہر ہونا خارجین کے اعتبار سے ہے۔ لیکن میرے نزدیک پہلی اور دوسری حدیث میں ابواب الگ الگ ہیں۔ کیونکہ دوسری حدیث میں خدام مقیمین فی الحصن کے گھروں کے دروازے مراد ہیں۔ جن کو حضرت عبداللہؓ نے اولاً ظاہر سے بند کر دیا۔ تاکہ ان کا نکلنا ممکن نہ ہو جب کہ وہ شور وشغب کی آواز سنیں۔ اور پہلی حدیث میں ابواب سے وہ دروازے مراد ہیں جن سے وہ بالاخانہ تک پہنچے۔ جن کو وہ اندر سے بند کرتے گئے۔ بنابریں پہلی حدیث میں ہے۔ صعدت الیہ۔ تو دوسری حدیث میں دروازوں کا بند کرنا۔ اوپر چڑھنے سے پہلے ہے۔ اور پہلی حدیث میں بالاخانہ پر چڑھنے کے بعد ہے۔ لہذا یہ توجیہ بہتر ہوگی۔

تشریح از قاسمی علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ان دونوں سرداروں کے قتل سے ثابت ہوا۔ کہ مشرکین کے حال کا تجسس جائز ہے۔ ان کو بے عزت کرنا صحیح ہے اور جب ان کی ایذا رسانی حد سے تجاوز کر جائے۔ تو ان کو اچانک قتل کرنا جائز ہے۔ اور جب دعوت اسلام پہنچ چکی ہو۔ تو قبل از قتل دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب کافر و مشرک کا کفر پر اصرار و ہمیشگی واضح ہو جائے تو سوتے وقت قتل کرنا روا ہے۔ اور اس کا علم وحی یا قرائن قویہ سے ہو سکتا ہے۔ قبیلہ خزرج کے حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کے ہمراہی معوذ بن سنان، عبداللہ بن انیس۔ ابو قتادہ اور خزاعی بن الاسود تھے۔ نیز پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو کوئی شکایت نہ رہی۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ درد و اضطراب تھا تو جمع کی یہ صورت ہوگی۔ کہ اس کا کچھ اثر باقی رہ گیا۔ یا پہلی حالت عود کر آئی۔

بَابُ غَزْوَةِ اُحُدٍ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ وَقَوْلِهٖ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا. الْاٰيَةَ۔

ترجمہ۔ غزوہ اُحد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جب کہ آپ صبح کے وقت گھر سے نکلے کہ مومنوں کو لڑائی کی جگہوں پر ٹھہرا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کا ذکر بلند ہے برتر ہے۔ فرماتے ہیں سست نہ پڑو۔ گھبراؤ نہیں تم ہی بلند رہوگے اگر تم مومن رہے۔ اگر تمہیں اُحد میں زخم پہنچا ہے تو انہیں بھی بدر میں زخم پہنچ چکا ہے۔ یہ دن تو لوگوں کے درمیان الٹ پلٹ ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ ہزیمت اس لئے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ جاننا چاہتے تھے۔ کہ تم میں سے ایمان اور یقین رکھنے والا کون ہے۔ اور تاکہ تم میں سے بعض کو شہادت کا مقام ملے۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں مشرکوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اس لئے بھی تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو گناہوں سے پاک کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔ اور کیا تم نے گمان کر لیا کہ جنت میں گھس جاؤ گے۔

اور اللہ تعالیٰ دنیا کو نہیں دکھائے گا کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور کون صبر کرنے والے ہیں۔ اب گھبراتے کیوں ہو اس مڈبھیڑ سے پہلے تو تم موت کی آرزو کرتے تھے۔ اب تم نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا۔ تو اب گھبراہٹ اور فریاد کیسی۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ سچا کر دیا۔ جب کہ تم اللہ کے حکم سے ان کی بیخ کنی کرنے کے لئے قتل کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ جب تم بزدل ہو گئے اور تیر اندازوں کے معاملہ میں جھگڑنے لگے۔ اور اپنی پسندیدہ چیز فتح مندی دیکھنے کے بعد تم نے ہمارے رسول کی نافرمانی کی کہ مرکز کو چھوڑ دیا۔ بات یہ ہے کہ کچھ لوگ تو تم میں دنیا چاہتے تھے۔ اور کچھ آخرت کے طلب گار تھے۔ پھر تمہاری آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ تم کو ان سے پھیر دیا۔ ورنہ وہ تمہیں کچلنا چاہتے تھے۔ رب نے تمہارا غلبہ کرا دیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں معافی دے دی۔ اور اللہ مؤمنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کر دیئے جائیں انہیں مردہ گمان مت کرو۔

حدیث نمبر ۳۶۳۸ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ هٰذَا جِبْرِيْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں فرمایا۔ یہ جبرائیل ہے جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں۔ اور اس پر لڑائی کے ہتھیار ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ کی جانب شمال مشرق پر واقع ہے۔ سامنے نظر آتا ہے۔ اور مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں شوال کی گیارہ، نو، یا آٹھ تاریخ ۳ھ میں لڑائی ہوئی۔ اس کا بڑا سبب مشرکین مکہ کا بدر میں ناکام ہونا ہے۔ ان کے دل میں انتہائی دشمنی بھر گئی تھی۔ پہلے بھی ان کی دشمنی کچھ کم نہ تھی۔ لیکن غزوۂ بدر میں جو ان کی شوکت کو بٹا لگا۔ تو اس سے عداوت کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ چنانچہ انہوں نے تین ہزار کا لشکر لے کر حملہ آور ہوئے۔ جبل اُحد کے سامنے سبخ کے شور میں میدان میں اترے۔ مدینہ منورہ کی جانب شرقی غربی اور جنوبی لابتین یعنی سنگلاخ زمین ہے۔ جس میں اونٹوں کا دوڑنا مشکل ہوتا ہے۔

اور ایسی جگہیں بھی ہیں جن میں باغات لگائے جاتے ہیں۔ چونکہ شمالی جانب پہاڑ نہیں ہیں۔ مدینہ کو آنے والے راستے اسی جانب ہیں۔ اسی لئے ان کی فوج یہاں فروکش ہوگئی۔ لابتین کے درمیان والی زمین کا پانی میٹھا ہوتا ہے اور شمالی جانب کی شوریدہ زمین کا پانی کھاری ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ایک خواب دیکھا کہ گائے ذبح کی جارہی ہے۔ جس پر ایک آدمی نے کہا واللہ خیر! اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ ذوالفقار تلوار آپؐ کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی اور پھر لوٹ آئی۔ ایک یہ بھی دیکھا۔ کہ کبش مینڈھا آپؐ کا ردیف ہے۔ جمعہ کی صبح کو آپؐ نے خواب ذکر فرمایا۔ جس کی تعبیر دیتے ہوئے آپؐ نے بتلایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ مگر بعد ازاں بہتری ہوگی۔ اور زور سے اشارہ ہے۔ کہ ہم مدینہ میں رہ کر مقابلہ کریں۔ اور کبش مینڈھا سے لشکر مراد لیا۔ نوجوانوں نے اسے پسند نہ کیا۔ پہلے غزدہ کی وجہ سے ان کی ہمتیں بلند ہوچکی تھیں۔ کہنے لگے کہ ہم جوانمرد ہیں۔ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ غرضیکہ اکثریت کی یہی رائے تھی کہ باہر میدان میں نکلنا چاہیئے۔ عبداللہ بن ابی غزوۂ بدر کے بعد مسلمان ہوچکا تھا۔ اس کا کفر کے ساتھ مدینہ میں رہنا دشوار تھا۔ اس وجہ سے کہ اوس وخزرج کے بڑوں میں سے یہی باقی رہ گیا تھا۔ جسے سردار بنانے کی امید تھی۔ مگر عقبہ اولیٰ میں جب تین چار اوس کے آدمی آپؐ سے بیعت کر کے آئے اور دوسرے سال بارہ آدمی بیعت کر آئے تو لوگوں کے دل میں یہ بات جم گئی۔ کہ اب ہمارے سردار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ حب جاہ کی وجہ سے یہ بات اسے ناگوار گزری۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ دو بھیڑیئے بھوکے شکار کے عادی بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو ان سے اتنا فساد نہیں پھیلے گا جس قدر حبِّ جاہ کی وجہ سے دین میں فساد پھیلتا ہے۔ یہی حبِّ جاہ اس میں تھی۔ اس لئے اعلانیہ آپؐ کو گزند پہنچاتا رہا۔ جب بس نہ چلا تو مسلمان ہوگیا۔ لیکن حسد کی آگ اندر سلگتی رہی۔ جب بھی موقعہ ملتا ڈنک مارنے سے نہ چوکتا۔ البتہ ان کا بیٹا عبداللہ مخلص مسلمان تھا۔ غرضیکہ اس کی بھی یہی رائے تھی۔ کہ ہمارا تجربہ ہے۔ جب بھی ہم نے مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیاہے فتح پائی ہے۔ نوجوان نہ مانے۔ آپؐ اندر گھر میں جا کر دوہری زرہ لگا کر آئے۔ تو بڈوں کے سمجھانے پر نوجوانوں کو ہوش آگئی۔ کہ جب آپؐ اللہ کے رسول ہیں، کوئی لیڈر اور مصلح نہیں ہیں تو ہمیں اپنی رائے چھوڑ کر آپؐ کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ آپؐ جب باہر تشریف لائے۔ تو آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ جو حکم دیں ہم اس پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔

ہم اپنی رائے ترک کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب پیغمبر خدا ہتھیار لگا کر آتا ہے تو جب تک جنگ کا فیصلہ نہ ہو وہ ہتھیار نہیں اتارا کرتا۔ تو آپؐ ایک ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ شوط ایک باغ کا نام ہے۔ جو اُحد اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ وہاں تک پہنچ کر عبداللہ بن ابی نے کہا چونکہ ہماری رائے ٹھکرا دی گئی۔ اس صورت میں ہمیں بربادی اور ہلاکت معلوم ہوتی ہے۔ ہم تو نہیں جاتے اپنے تین سو آدمی الگ کر کے واپس چلا آیا۔ اسے سمجھایا گیا کہ اب تو سب کی عزت کا سوال ہے۔ بادل نخواستہ ہی ساتھ دو۔ لیکن نہ سمجھے۔ بلکہ دو اور قبائل پر بھی اس کا اثر پڑا وہ سمجھانے پر باز رہے۔ تو اب آپؐ کے ہمراہ میدان اُحد میں صرف سات سو آدمی پہنچے۔ ان کی ترتیب سورۂ آل عمران میں بیان کی گئی ہے۔ قریبًا اسیٔ آیات ایسی ہیں جن میں غزوۂ اُحد کا بیان ہے۔ اس غزوہ میں ستّر مسلمان شہید ہوئے کئی زخمی ہوئے۔ جس سے مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ شیطانی وساوس نے اور پریشان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو تسلّی دی ہے۔ بہرحال آپؐ نے دامنِ کوہ میں جاکر اپنی فوج کو کھڑا کیا۔ جس میں کئی فائدے تھے۔ ایک تو پشت محفوظ ہوگئی۔ اگر بالفرض شکست ہو تو اونچی جگہ پر چڑھ کر دشمنوں کو پتھر بھی مار سکتے ہیں۔ اونچی جگہ سے پتھر اور تیر برسانے سے دشمنوں کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ تو مورچہ بندی کی گئی۔ میمنہ میسرہ، قلب، مقدمۃ الجیش اور ساقہ میں لشکر کو تقسیم کیا گیا۔ لشکر کو خمیس کہنے کی یہی وجہ ہے۔ اسی مورچہ بندی کا اس آیت میں ذکر ہے۔ تبوّئ المومنین مقاعد للقتال مبارزہ یعنی مقابلہ کے لئے پہلوانوں کو بلایا گیا۔ حضرت امیر حمزہؓ کا مبارز سب سے پہلے قتل ہوا۔ دیر تک ایسے واقعات ہوتے رہے۔ ایک پہاڑی درّہ جہاں سے دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا۔ اس پر آپؐ نے پچاس تیراندازوں کو بٹھلایا۔ اور انہیں بہرحال ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی۔ قریش کے دو سو سوار تھے۔ جن کے سالار حضرت خالد بن ولید تھے۔ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے تین مرتبہ پہاڑی سے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے منہ کی کھانی پڑی۔ آخر جب کفار کو شکست ہوئی۔ اور مسلمان ان کے خیموں تک پہنچ گئے۔ تو وہ لوگ سامان وغیرہ چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے۔ خالد بن ولید تاک میں تھے۔ درہ پر اب صرف دس رماۃ (تیرانداز) رہ گئے تھے۔ ان دس آدمیوں کو شہید کر دیا۔ ادھر شیطان نے آواز دے دی۔ یاعباد اللہ اُخراکم دوسری ندا تھی۔ ان محمدًا قد قتل جس سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان خطا ہوگئے۔ تین گروہ بن گئے ایک

جماعت بھاگ کھڑی ہوئی جو مدینہ تک پہنچ گئی۔ دوسری وہیں منتشر ہو کر میدان چھوڑ گئی۔ تیسری جماعت برابر مقابلہ کرتی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں پناہ گزیں ہوئے۔ منتشر لوگوں کو جمع کرنا چاہا۔ لیکن وہ جمع نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے۔ پھر یکبارگی جمع ہونے لگے۔ ابوسفیان نے یہ کیفیت دیکھی۔ تو اعلان کر دیا۔ کہ ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب آئندہ سال بدر میں لڑائی ہوگی۔ اب جنگ موقوف کر دی جائے۔

ان کنتم مؤمنین شرط ہے۔ اور فلا تھنوا ولا تحزنوا جزا محذوف ہے۔ انتم الاعلون جزا نہیں۔ کیونکہ ان شرطیہ پر جزا مقدم نہیں ہوا کرتی۔ جب کہ وانتم الاعلون پر واؤ حالیہ بھی داخل ہے۔ تو ارشاد ہوا کہ ایمان کا تقاضا ہے۔ کہ تم سُست اور غمناک نہ ہو۔ تقدیر الٰہی میں جو کچھ تھا وہ ہو چکا اب دھن اور حزن کے کیا معنی؟ عام طور پر مفسرین یہی معنی لکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض مفسرین نے انتم الاعلون کو جزا قرار دیا ہے۔ مگر صحیح پہلے معنی ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی سنّت یہی ہے۔ اہل حق کا امتحان ہوتا ہے۔ منافقین کا پتہ چل جاتا ہے۔ ہرقل نے یہی کہا تھا۔ کذالک الرسل۔ قرح بمعنی زخم یعنی جیسے تمہیں زخم پہنچا تمہارے دشمن کو بھی اس کے برابر زخم پہنچا ہے۔ گھبرانے کی کیا بات ہے۔ نداول دولت سے ماخوذ ہے۔ نوبت بنوبت کسی چیز کا واقع ہونا۔ دولات اسی سے ہے۔ لیعلم اللہ ای نداولھا لیکون کیت وکیت ولیعلم اللہ۔ یعنی ایک حکمت یہ بھی تھی۔ کہ باری تعالےٰ کو تمیز بین المؤمن والمنافق کا تفصیلی علم ہو جائے۔ اجمالی علم تو قدیم ہے۔ یتخذ منکم شھداء کیونکہ شہداء کے کئی مراتب ہیں۔ جو بغیر قربانی کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ تمحیص۔ گناہوں سے پاک کرنا۔ خالص کرنا۔ فقد رأیتموہ بمعنی علمتم الموت یا تمہارے دوستوں نے اس کو دیکھ لیا۔ ایسی حالت میں کہ تم دیکھ رہے تھے۔ تحسّون حس بمعنی کھیتی وغیرہ کا کاٹنا۔ تحسون کی تفسیر تستأصلون قتلاً سے کر دی۔ کہ قتل کر کے ان کی بیخ کنی کر رہے تھے۔ استیصال کے معنی جڑ سے اکھیڑ دینا۔ مقصد یہ ہے کہ اپنا کیا تمہارے پیش آیا۔ اور نافرمانی کی سزا فوراً میدان جنگ میں مل گئی۔ ھذا جبرائیل الخ حضرت جبرائیل علیہ السلام بشری صورت میں بشری طاقت کے ساتھ اترے۔ تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ فرشتہ کی بے پناہ طاقت ہوتی ہے۔ یوم احد ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مشہور حدیث کے لفظ یوم بدر ہے۔ جس طرح گزر چکا یوم احد نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یوم احد الخ ص ۵۷۸ / ۲۲ اسے یوم بدر پر محمول کرنا واجب نہیں ہے۔ کما قالہ المحشی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آپؐ نے دو جگہ یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ دوسرے نزول ملائکہ دونوں غزوات میں ثابت ہے۔ عنقریب خود مؤلفؒ اس کی تصریح کرے گا۔ مقاتلہ جبرائیل معہ یوم احد۔

تشریح از شیخ زکریاؒ غزوۂ احد ۳ھ سات شوال کو واقع ہوا۔ صورت یہ پیش آئی کہ جب بدر سے مکہ واپس آئے تو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کا سب مال و اسباب لشکر کے ساز و سامان پر خرچ کر دیا۔ اور دیہاتیوں سے بھی اس میں مدد طلب کی۔ جس کی اطلاع حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی۔ کہ کفار اس طرح آرہے ہیں۔ تین ہزار کا لشکر ہے جس میں سات سو زرہ پوش ہیں۔ دو سو گھوڑے ہیں اور تین ہزار اونٹ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ مسلمانوں میں صرف ایک سو زرہ پوش تھے۔ جبل قناۃ پر آپؐ نے پچاس تیر انداز مقرر فرمائے۔ جن کا سردار عبداللہ بن جبیرؓ کو نامزد کیا۔ اس لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت شہید ہوئے۔ ابی بن خلف کے چھوٹے نیزے سے آپؐ زخمی ہوئے۔ جس سے آپؐ زمین پر گر پڑے۔ وحشی نے حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا۔ اس لڑائی میں کل ستر مسلمان شہید ہوئے۔ اور مشرکین کے بائیس آدمی مارے گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں جب اُحد پہاڑ سے نہریں نکالنے کا پروگرام بنا۔ تو وہ قبور شہداء سے گزاری گئیں۔ شہداء کو نکالا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔

سیصرح المؤلف کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ جن کو اس سے پہلے اور بعد میں میں نے نہیں دیکھا۔ مسلم شریف میں ہے کہ وہ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ تھے۔ تو معلوم ہوا کہ ملائکہ کی حاضری یوم بدر سے مختص نہیں ہے۔ اُحد میں بھی ان کی حاضری بلکہ قتال ثابت ہے۔ اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت مصعبؓ جب شہید ہو گئے۔ تو ان کی شکل کے ایک فرشتہ نے ان کا جھنڈا لے لیا۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مصعبؓ آگے بڑھو۔ تو فرشتہ نے کہا کہ میں مصعب نہیں ہوں بلکہ آپؐ کی تائید کے لئے میں فرشتہ آیا ہوں۔ اور ابن عباسؓ کی

روایت زرقانی نے نقل کی ہے۔ کہ بدر کے موقعہ پر فرشتوں کی پگڑیاں سفید تھیں اور حنین میں سبز پگڑیاں تھیں۔

حدیث نمبر ۳۶۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِيْ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ إِنِّيْ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ وَّإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَإِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا وَإِنِّيْ لَسْتُ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنِّيْ أَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوْهَا قَالَ فَكَانَتْ أٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ آٹھ سال کے عرصہ کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد پر نماز جنازہ پڑھی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ آپؐ زندہ اور مردہ سب سے رخصت کرنے والے ہیں۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ فرمایا کہ میں تمہارے آگے نمائندہ بن کر جا رہا ہوں۔ تمہارے ایمان کی گواہی دینے والا ہوں۔ اور تمہارے وعدے کی جگہ حوض کوثر ہے۔ میں اس کی طرف ابھی اسی مقام سے نظر کر رہا ہوں۔ مجھے تم سے شرک کا خطرہ نہیں ہے۔ اگر مجھے خوف ہے۔ تو اس بات کا کہ دنیا میں تمہاری سخت رغبت ہو جائے گی۔ صحابی فرماتے ہیں کہ یہ میری آخری ملاقات تھی۔ جس میں میں نے آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا۔ پھر دیکھنے کا موقعہ نہ ملا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے فراغت کے بعد آپؐ اُحد تشریف لے گئے۔ اور شہداء اُحد پر نماز جنازہ پڑھی۔ بعض روایات میں ہے۔ کالمیّت جیسے کہ میّت کا نماز جنازہ پڑھا جاتا ہے۔ چونکہ شوافعؒ کے نزدیک شہداء کی نماز جنازہ نہیں جیسے غسل نہیں تو وہ صلّٰی کے معنی دعا کے کریں گے۔ ان کا استدلال اسی شہداء اُحد کے واقعہ سے ہے کہ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں کہ شہداء کو غسل تو نہ دیا جائے البتہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کا استدلال بھی اسی واقعہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے شہداء اُحد پر جا کر نماز پڑھی ہے۔ تو آپؐ کے آخری فعل کو لیا جائے گا۔ اور یہ آپؐ کی خصوصیت تھی کہ آپؐ نے

آٹھ سال بعد جاکر نماز پڑھی ۔ اور آپؐ نے مسجد کی خادمہ ایک عورت کی نماز جنازہ بعد از دفن پڑھی تھی ۔ جس کو رات کے وقت آپؐ کو اطلاع دیئے بغیر دفن کر دیا گیا تھا ۔ آپؐ نے فرمایا دلونی علی قبرھا الخ مجھے اس کی قبر بتلاؤ ۔ جس پر جاکر آپؐ نے نماز پڑھی ۔ اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا بھی غائبانہ جنازہ پڑھا یہ آپؐ کی خصوصیات ہیں ۔ ایسے شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے ۔

حدیث نمبر ۳۶۴۰ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ لَقِيْنَا الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَئِذٍ وَاَجْلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا مِّنَ الرُّمَاةِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ وَقَالَ لَا تَبْرَحُوْا اِنْ رَاَيْتُمُوْنَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوْا وَاِنْ رَاَيْتُمُوْهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْنَا فَلَا تُعِيْنُوْنَا فَلَمَّا لَقِيْنَا هَرَبُوْا حَتّٰى رَاَيْتُ النِّسَآءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوْقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَاَخَذُوْا يَقُوْلُوْنَ الْغَنِيْمَةَ الْغَنِيْمَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ عَهِدَ اِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَبْرَحُوْا فَاَبَوْا فَلَمَّا اَبَوْا صُرِفَ وُجُوْهُهُمْ فَاُصِيْبَ سَبْعُوْنَ قَتِيْلًا وَاَشْرَفَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ اَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ فَقَالَ لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ اَفِي الْقَوْمِ بْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ قَالَ لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ اَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنَّ هٰؤُلَآءِ قُتِلُوْا فَلَوْ كَانُوْا اَحْيَآءً لَّاَجَابُوْا فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهٗ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيْكَ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ اُعْلُ هُبَلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجِيْبُوْهُ قَالُوْا مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجِيْبُوْهُ قَالُوْا مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَّالْحَرْبُ سِجَالٌ وَّتَجِدُوْنَ مُثْلَةً لَمْ اٰمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِيْ ۔

ترجمہ ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں مشرکین سے ہماری مٹھ بھیڑ ہوئی ۔ تو آپؐ نے تیر اندازوں کا ایک لشکر جبل قناۃ پر بٹھا دیا ۔ جن کا سالار حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو مقرر فرمایا ۔ ان سے کہا کہ دیکھو تم نے اس جگہ سے ہٹنا نہیں ہے ۔ خواہ ہمیں دیکھو کہ ہم ان پر غالب آگئے ہیں یا دہ

ہم پر غالب آ گئے۔ پھر تم نے ہماری مدد کو نہیں پہنچنا۔ پس جب ہماری جنگ چھڑی تو مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ میں نے ان کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑی علاقہ میں دوڑ رہی تھیں۔ جب کہ اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے تھیں۔ جس سے ان کے پازیب ظاہر ہو چکے تھے۔ تو ان تیر اندازوں نے کہنا شروع کر دیا کہ غنیمت جمع کرو غنیمت جمع کرو۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بھی کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ لیا تھا۔ کہ تم نے یہاں سے نہیں ہٹنا۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ جب انکار کیا تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے۔ نصرت ایزدی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو ان کے ستر آدمی شہید کر دیئے گئے۔ اور ابو سفیان نے اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ کہ کیا قوم میں محمدؐ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جواب مت دو۔ پھر اس نے پوچھا کیا قوم میں ابن ابی قحافہؓ ہے۔ آپؐ نے فرمایا جواب نہ دو۔ پھر اس نے پوچھا کیا قوم میں ابن الخطابؓ ہے۔ جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ حضرت عمرؓ اپنی ذات پر قابو نہ رکھ سکے۔ فرمایا اے اللہ کے دشمن! اللہ تعالیٰ نے تیری رسوائی کے لئے ان کو باقی رکھا ہے۔ ابو سفیان بولا۔ اے ہبل! آج تو بلند ہوا۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جواب دو۔ صحابہ نے کہا کیا کہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے۔ پھر ابو سفیان بولا۔ ہمارا عزیٰ بت ہے۔ تمہارے لئے عزیٰ عزت دینے والا کوئی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو جواب دو۔ صحابہ کرام بولے۔ کیا کہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم کہو اللہ ہمارا مددگار ہے۔ تمہارا مددگار کوئی نہیں ہے۔ ابو سفیان بولا آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی ایک ڈول ہے۔ جو کبھی بھرا ہوا آتا ہے اور کبھی خالی آتا ہے۔ ایسے لڑائی میں کبھی فتح اور کبھی شکست ہوتی ہے کوئی حرج نہیں۔ باقی تم دیکھو گے کہ تمہارے آدمیوں کے ناک۔ کان کاٹے گئے ہیں۔ اس مثلہ کا میں نے حکم نہیں دیا۔ ویسے یہ مجھے برا بھی نہیں لگتا۔ دشمن جس طرح ذلیل ہو اسے ذلیل کرنا چاہیئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یومئذٍ سے مراد یوم احد ہے۔ مشرکین کے تیر انداز دو سو[۲۰۰] تھے۔ اور بعض میں ہے کہ ایک سو تھے۔ لیکن مسلمانوں کے پچاس تھے۔ یشتدون الخ بمعنی تیزی سے دوڑنا۔ پندرہ عورتوں کو لڑائی میں اس لئے لائے تھے۔ ایک تو یہ کہ ان کی حفاظت ہو۔ دوسرے اگر کوئی میدان حرب سے بھاگنے لگے تو عورتیں اُسے عار دلائیں۔ خلاخل جمع خلخال کی۔ پازیب کو

کہتے ہیں، صرف وجوھھم یعنی اب دشمنوں کے آگے بھاگنے لگے۔ فلا تجیبوہ اب جواب نہ دو تاکہ ان کو ان کی وفات پر خوشی حاصل ہو اور جب آپؐ کا اور شیخینؓ کا ظہور ہوگا تو زیادہ رنج میں مبتلا ہوں گے۔ یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ فقال کذبت الخ اس روایت میں اختصار ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تیسری مرتبہ کہنے پر اجازت چاہی اور یہ الفاظ کہے۔ اعل ھبل ای ارتفع یا ھبل قد ظہر دینک کہ تیرا دین غالب آگیا۔ یوم بیوم بدر ھذا یوم مقابل یوم بدر۔ تجدون مثلۃ عورتیں جب بھاگ رہی تھیں۔ اب انہوں نے صحابہ کرام کو شہید ہوتے دیکھا۔ تو ان کے ناک۔ کان وغیرہ کاٹ کر ان کا ہار بنا لیا۔ جس کو ابوسفیان کی بیوی نے گلے میں ڈالا۔ یہ بہادری اور شجاعت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابوسفیان اگرچہ ابھی مشرف بالاسلام نہیں ہوئے تھے۔ لیکن خلافِ انسانیت فعل سے اپنی برأت کر رہے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فلم یملک عمر نفسہ ص ۵۷۹ حضرت عمرؓ نے جب قرینہ سے معلوم کر لیا۔ کہ مقصود یہ ہے کہ جب تک ابوسفیان بولتا رہے تم چپ رہو۔ لیکن فراغت کے بعد کوئی ممانعت نہیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ کا جواب دینا نافرمانی اور حکم عدولی نہیں ورنہ جواب دینے پر آپؐ عتاب فرماتے۔ اور چپ رکھنے کی حکمت یہ تھی کہ اس کے دل کا راز معلوم ہو جائے کہ کس مقصد کے لئے پوچھ رہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ نہی کے باوجود حضرت عمرؓ کا جواب دینا حمایت دین کے لئے تھا۔ کہ اس نے گمان کیا تھا کہ آپؐ قتل ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ میں سستی آ گئی۔ تو درحقیقت یہ نافرمانی نہیں ہے۔ نیز طبرانیؒ اور حاکمؒ نے ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ اجازتِ جواب طلب کی۔ دو مرتبہ تو اجازت نہ ملی۔ تو تیسری مرتبہ اجازت مل گئی۔ مولانا سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ قول باطل کا انکار کرنا تھا۔ نافرمانی کا قصد نہیں تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۶۱ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ اصْطَبَحَ الْخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ نَاسٌ ثُمَّ قُتِلُوا شُهَدَاءَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اُحد کی لڑائی کے موقعہ پر صبح کو کچھ لوگوں نے شراب پی پھر وہ شہید کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ ابھی شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ یہ درجۂ شہادت کیسے حاصل ہوا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابھی شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ کہ صبح کو کچھ

لوگوں نے شراب پی لی۔ جہاد کا اعلان ہو گیا تو شاربین خمر شام کو شہید ہو گئے۔ اگر یہ فعل قبیح ہوتا تو شہادت کا انعام نہ ملتا۔ معلوم ہوا کہ ابھی شراب کی حرمت نہیں ہوئی تھی۔ دو چیزوں کے متعلق صحابہ کرام کو شبہ ہوا۔ ایک شراب کے متعلق کہ یہ شرابی شہید کیسے بنے۔ نسخ بیان مدتِ حکم کو کہتے ہیں۔ نسخ کے بعد اس پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ قبل از نسخ کوئی جرم نہیں۔ صحابہ کرام کو شبہ ہوا کہ جب شراب کی حرمت تدریجاً ہوئی ہے۔ لاتقربوا الصلوة وانتم سکاریٰ۔ کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ سمجھ دار لوگوں نے تو اس وقت ہی اسے پینا چھوڑ دیا۔ بعض لوگ صریح حکم کے منتظر رہے۔ حضرت عمرؓ نے بارہا آپؐ سے درخواست کی کہ شراب پینے میں خلافِ انسانیت باتیں ہیں۔ کئی گناہ کا باعث ہے اس لئے اسے چھڑوا دیا جائے۔ بنابریں بین لنا بیانا شافیاً کہ اللہ شافی بیان واضح فرما۔ اثمھما اکبر من نفعھما نازل ہوئی تو بھی بعض لوگ صریح حکم کے منتظر رہے۔ کہ اخف ضرراً ہے۔ پھر آیت نازل ہوئی انما الخمر والمیسر الخ رجس من عمل الشیطن الخ فانتھوا تو اب حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ انتھینا انتھینا ہم رک گئے رک گئے۔ تو شبہ ہوا کہ ہم لوگ نہیں سمجھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا تو ابتدا سے منع کرنے کا تھا۔ تو اپنے آپ کو خطاکار سمجھنے لگے۔ تو لیس علی الذین اٰمنوا جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا الخ نازل ہوئی۔ کہ اس میں تمہاری کوئی خطا نہیں ہے۔

دوسرا شبہ تحویلِ قبلہ کے وقت ہوا۔ درحقیقت قبلہ بیت اللہ تھا۔ بیت المقدس عارضی تھا۔ آزمائش کے لئے تھا۔ تو جو لوگ تحویل سے پہلے وفات پا گئے۔ ان کی نمازیں اکارت گئیں۔ کہ حقیقی قبلہ کی طرف نماز نہ پائی گئی تو ما کان اللہ لیضیع ایمانکم نازل ہوئی کہ اللہ تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ تو یہاں بھی قتلوا شھداء سے شبہ کا ازالہ کیا گیا۔ کہ ابھی تک حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ تو گناہ کا ارتکاب کیسے ہو گیا۔ اور انعام سے محرومی کیسے لازم آئی۔

حدیث نمبر ۳۷۴۲ حدثنا عَبْدَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ

أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس کھانا لایا گیا۔ وہ روزے سے تھے۔ تو فرمایا۔ کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ جو میرے سے بہتر تھے وہ شہید کر دیئے گئے اور ان کو کفن ایک ایسی چادر میں دیا گیا۔ کہ اگر ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اگر پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت حمزہؓ شہید کئے گئے جو میرے سے بہتر تھے۔ پھر ہمارے لئے دنیا کی وہ فراوانی ہوئی جو قابل رشک ہے یا فرمایا کہ ہمیں اتنی دنیا کی نعمتیں دی گئیں جن کا کوئی شمار نہیں۔ ہمیں تو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی دنیا میں نہ دے دیا جائے۔ پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت حمزہؓ دونوں شہدائے اُحد میں سے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۴۳ حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُحد کی لڑائی کے دن عرض کی کہ مجھے بتلایئے کہ اگر میں آج قتل ہو جاؤں تو کہاں ٹھکانا ہوگا۔ فرمایا جنت میں۔ تو ان کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ پھینک دیں لڑائی میں حصہ لیا اور شہید ہو گئے۔

حدیث نمبر ۳۶۴۴ حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الخ عَنْ خَبَّابٍؓ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ وَمِنَّا مَنْ مَضَى أَوْ ذَهَبَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ

اَوْ قَالَ اَلْقُوا عَلٰى رِجْلِهٖ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ قَدْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا اَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ

ترجمہ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہجرت کی جس سے ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طلب گار تھے۔ پس ہمارا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہوگیا۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جو گزر گئے اور انہوں نے اپنے ثواب کا کچھ بھی بدلہ نہ چکھا۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ جو اُحد کی لڑائی میں شہید کئے گئے۔ جنہوں نے ایک ادنیٰ رنگدار چادر کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ ہم لوگ اس چادر سے ان کے سر کو چھپاتے تھے۔ تو ان کے پاؤں نکل آتے تھے۔ پاؤں کو چھپاتے تو سر نکل آتا۔ جس پر ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس چادر سے ان کا سر ڈھانپ لو۔ اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے ثواب کا پھل پک چکا ہے۔ وہ ان کو چن رہا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وجب اجرنا علی اللہ اس سے اجر اخروی مراد ہے۔ لم یأکل من اجرہ سے اجر دنیاوی مراد ہے۔ واجب شرعی دراصل اس کو کہتے ہیں۔ جس میں کوتاہی کرنے سے مجتنب ہو۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے اوپر شفقت اور مہربانی کے طور پر واجب کیا ہے۔ نمرۃ مخطط چادر دھاری دار۔ یھدب خوشہ سے اچھے اچھے چوہارے چننا۔

حدیث نمبر ۳۷۴۵ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ عَمَّهٗ غَابَ عَنْ بَدْرٍ فَقَالَ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ اَشْهَدَنِيَ اللّٰهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَجِدُّ فَلَقِيَ يَوْمَ اُحُدٍ فَهُزِمَ النَّاسُ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُسْلِمِيْنَ وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهٖ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍؓ فَقَالَ اَيْنَ يَا سَعْدُ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ دُوْنَ اُحُدٍ فَمَضٰى فَقُتِلَ فَمَا عُرِفَ حَتّٰى عَرَفَتْهُ اُخْتُهٗ بِشَامَةٍ اَوْ بِبَنَانِهٖ وَبِهٖ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّضَرْبَةٍ وَّرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ ان کے چچا انس بن نضر کسی کام پہ جانے کی وجہ سے غزوۂ بدر میں حاضر نہ ہو سکے۔ کہنے لگے کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی لڑائی سے غیر حاضر رہا۔ اگر اللہ تعالےٰ نے مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی اور لڑائی میں حاضر کیا تو پھر اللہ تعالےٰ ضرور دیکھ لے گا۔ کہ میں کس قدر کوشش کرتا ہوں۔ پس اُحد کی لڑائی میں دشمن سے ملاقی ہوئے۔ لوگوں کو شکست ہو گئی۔ تو کہنے لگے اے اللہ! مسلمانوں سے جو فرار وغیرہ سرزد ہوئی اس کی طرف سے میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ اور جو کچھ مشرکوں نے کیا ہے اس سے میں بیزار ہوں۔ پس تلوار لے کر آگے بڑھے۔ حضرت سعد بن معاذؓ سردار اوس سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے اے سعد! تم کہاں پھرتے ہو۔ میں تو اُحد پہاڑ کے درے سے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ پس چلے گئے قتل ہوئے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی ہمشیرہ نے انہیں بڑے خال تل سے یا ان کے پوروے سے پہچانا۔ ان کے بدن میں اسّی سے زیادہ زخم تلوار نیزے اور تیر لگنے کے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ انی اعتذر الیک یہ مسلمانوں کے لئے سفارش تھی۔ ابرء الیک یہ اعداء اسلام کے فعل سے براۃ ہے۔ شامہ بڑے تل کو کہتے ہیں۔ حضرت انس بن نضر کے بدن میں اسّی زخم تھے۔ جس سے ان کا پہچاننا مشکل تھا۔ ان کی بہن نے اس تل کی وجہ سے ان کو پہچانا جو ان کی انگلیوں کے درمیان تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ان عمہ غاب عن بدر ص۵۷۹ س۲۳ ان کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑائی پہ جانے کی اطلاع نہ ہو سکی۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ اس دن مدینہ میں موجود نہ تھے۔ جب واپس آئے یہ قصہ سنا تو یہ الفاظ کہے۔ وانی لاجد ریح الجنۃ ظاہر یہ ہے کہ مجازی معنی مراد ہیں کہ یقیناً شہادت کے بعد جنت میں داخل ہوں گا۔ یا حقیقت پہ محمول ہو۔ جیسے ایسے وقت شہید کو جنت نظر آتی ہے تو یہ ان کی کرامت ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ اور ابن بطال نے بھی مجاز اور حقیقت پہ دونوں پہ محمول کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس کو مجاز پہ محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ اسے ظاہر اور حقیقت پہ محمول کیا جائے۔ کیونکہ روایات میں وارد ہے کہ جب مومن کی موت

کا وقت آتا ہے تو اسے رضوان کی بشارت دی جاتی ہے۔ تو اس وقت اس کے نزدیک لقاء اللہ سے کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ بلکہ جنت کی خوشبوئیں اور اس کے اکفان سے محظوظ ہوتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان کان من المقربین فروح و ریحان وجنۃ نعیم یعنی اگر کوئی مقربین میں سے ہے تو اس کے لئے خوشبوئیں اور جنت کی نعمتیں ہیں۔ اسی طرح بہت سی روایات میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۴۶ حدثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَقُولُ فَقَدْتُ آيَةً مِنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ فَأَلْحَقْنَاهَا فِي سُورَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم قرآنی دستاویز لکھنے لگے تو میں نے سورۃ احزاب کی ایک آیت کو گم پایا۔ جس کو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ تو ہم تلاش کرتے کرتے اس کو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس لکھا ہوا پایا۔ آیت یہ تھی۔ ترجمہ۔ کہ مؤمنوں میں کچھ تو وہ آدمی ہیں۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے معاہدہ کو سچا کر دکھایا۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی حاجت پوری کر لی۔ اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں تو ہم نے اس کو سورۃ احزاب میں مصحف کے اندر لاحق کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی تھے۔ وہ صالح نوجوان تھے۔ آپؐ نے انہیں فرمایا تھا۔ کہ تم عبرانی زبان سیکھ لو۔ کیونکہ یہود خائن ہیں۔ جو خطوط آپؐ کی طرف آتے تھے یا باہر جاتے تھے۔ ان پہ آپؐ کو اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ بنا بریں آپؐ کی برکت سے انہوں نے چودہ دن میں عبرانی زبان سیکھ لی۔ صدیقی دور میں قرآن مجید کی کتابت کا انتظام کیا گیا۔ کیونکہ پہلے قرآن مجید صرف صدور میں محفوظ تھا۔ کسی کے پاس ایک آیت کسی کے پاس دو آیات لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔ یمامہ کی لڑائی میں بہت سے صحابہ کرام جام شہادت نوش فرما گئے۔ قراء بھی

شہید ہوئے۔ تو بہت سی آیات کے گم ہونے کا خوف لاحق ہوا۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو جمع قرآن کے متعلق مشورہ دیا۔ تو انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو بلا کر کہا۔ کہ قرآن مجید کو سب مقامات سے جمع کر کے ایک صحیفہ میں لکھ دو۔ انہوں نے اس کا اہتمام کیا۔

من المؤمنین الخ یہ آیت ان کو یاد تو تھی لیکن لکھی ہوئی نہیں ملی۔ یعنی تواتر حفظی تو تھا۔ تواتر کتابی نہ تھا۔ نحبہ بمعنی حاجتہ۔ اور یہ آیت غزوہ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جو انس بن نضرؓ کے بارے میں ہے۔ جو غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ بہرحال اس سے قرآن مجید کے تواتر میں کوئی خلل نہیں آیا۔ کیونکہ لفظ میں تواتر کافی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں۔ کہ چونکہ لفظ صرف ان کو یاد تھا۔ اور کسی کو یاد نہ تھا۔ جیسے وجدناھا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب انہوں نے اس آیت کو پڑھا تو سب کو یاد آ گیا۔ تو تواتر برقرار رہا۔ جیسے وما محمد الا رسول صدیق اکبرؓ کے پڑھنے سے سب کو یاد آ گئی۔ تو علم تو تھا مگر یاد نہیں تھی۔ یاد دلانے پر یاد آ گئی۔ تو تواتر بحال رہا۔

حدیث نمبر ۳۶۴ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِّمَّنْ خَرَجَ مَعَهٗ وَكَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ تَقُوْلُ نُقَاتِلُهُمْ وَفِرْقَةٌ تَقُوْلُ لَا نُقَاتِلُهُمْ فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا وَقَالَ اِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی طرف کوچ فرمایا۔ تو جو لوگ آپ کے ہمراہ نکلے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ واپس چلے گئے۔ اب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک تو کہتا تھا کہ ان کی یہ سنگین غلطی ہے۔ اس لئے ان سے لڑائی کرنی چاہیئے۔ دوسرا کہتا تھا کہ ہمیں ان سے قتال نہ کرنا چاہیئے۔ جس میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے بارے میں تمہارے دو گروہ ہو گئے۔ اللہ تعالٰی نے تو ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان کو کفر کی طرف رد کر دیا۔ اور مدینہ کو طیبہ ہے۔ یعنی

پاک ہے۔ جو گناہوں کو ایسے دور کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کے کھوٹ کو دور کر دیتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ شوط ایک باغ کا نام ہے۔ جو مدینہ اور احد پہاڑ کے درمیان واقع ہے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اس مقام پہ پہنچ کر کہنے لگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجربہ والی ہماری بات کو نہیں مانا اور نوجوانوں کی اکثریت کی بات کو ترجیح دی۔ ہم تو خواہ مخواہ موت کے منہ میں جانے کے لئے تیار نہیں۔ اپنے تین سو آدمی لے کر وہاں سے واپس ہوگیا۔ خروج کے بعد فوج سے واپس آجانا یہ ایک سیاسی سنگین جرم تھا۔ کیونکہ اس سے فوج میں بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ عسکری قانون کے تحت ایسا شخص گولی سے اڑا دینے کے قابل ہے۔ غزوۂ احد کے بعد آپس میں یہ مشورہ ہونے لگا۔ کہ ان تین سو باغیوں کے خلاف کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ ایک گروہ ان سب کو قتل کر دینے کا کہتا تھا۔ دوسرا گروہ کہتا تھا۔ کہ بظاہر مؤمن تو ہیں ان سے غلطی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا تم بھی معاف کر دو۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ارکسھم رکس سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی نجس کے بھی آتے ہیں۔ انھا رکس فالقھا اور رکس کے معنی رد کرنے کے بھی آتے ہیں۔ واپس کر دینا۔ لوٹا دینا۔ تو اب معنی ہوں گے۔ کہ واللہ جعلھم نجسا باعمالھم اللہ تعالیٰ نے ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں نجس قرار دیا۔ یا ارکسھم ردھم الی الکفر یا یہ کہ ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا۔ انھا طیبۃ مدینہ منورہ بھٹی کی طرح ہے۔ تنفی خبث الفضۃ یعنی منافقین کو نکال دے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ ایسے مصائب اور آلام نازل ہوں۔ کہ اہل مدینہ کے ذنوب مضمحل ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اس کو مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کی تطہیر مقصود ہوتی ہے۔ بنابریں انبیاء اور صلحاء انہیں خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی آرزو کرتے ہیں۔ پہلی توجیہ کی تائید ایک اعرابی کے واقعہ سے ہوتی ہے۔ جو آپؐ سے بیعت کرنے کے بعد بخار میں مبتلا ہوا۔ بیعت توڑ کے بھاگ گیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ عام معنی مراد ہوں۔ کہ جو لوگ احد سے لوٹ کر آئے ہیں۔ وہ یا تو مدینہ سے چلے جائیں گے۔ یا مدینہ ان کے خبث کو دور کر دے گا۔ اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ بعض تو ہدایت پہ آگئے اور بعض امراض مختلفہ میں مبتلا ہو کر مر گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ رجع ناس ص۵۸۲/۵ ان لوٹنے والوں سے وہ لوگ مراد نہیں۔

جو قتال کے بعد بھاگ آئے تھے۔ کیونکہ وہ تو مسلمان تھے۔ کچھ منافق بھی تھے اور یہ واپس آنے والے تو وہ تھے جن کا نفاق واضح تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی تقریر سے معلوم ہوا۔ کہ منافقین دو قسم کے تھے۔ ایک تو خالص النفاق جو عبداللہ بن ابی کے ساتھی تھے جو قتال شروع ہونے سے پہلے واپس آ گئے تھے۔ جن کی تعداد تین ۳۰۰ سو تھی۔ اور دوسرے ظاہر النفاق نہیں تھے۔ وہ انہزام کے وقت بھاگ کر مدینہ منورہ تک پہنچ گئے تھے۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور منافق بھی تھے۔ ان کے بارے میں اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ الخ یہ مسلمان تھے۔ کیونکہ ان کے بارے میں ارشاد ہوا۔ لقد عفا اللہ عنھم نازل ہوئی۔ اور بعض کا منافق ہونا طبرانی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ بھاگ کر پہاڑ میں پناہ گزیں ہوئے۔ کہنے لگے کاش کوئی قاصد جا کر ابوسفیان سے امان طلب کرتا۔

بَاب اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ جب کہ تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ بزدلی کا مظاہرہ کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے مدافعت کرنے والا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ پر ہی مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۳۶۴۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَزَلَتْ ھٰذِهِ الْاٰیَةُ فِیْنَا اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا بَنِیْ سَلِمَةَ وَ بَنِیْ حَارِثَةَ وَمَا اُحِبُّ اَنَّھَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ الآیۃ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی بنو سلمہ اور بنو حارثہ انصار کے دو قبائل کے بارے میں۔ اور اب میں نہیں چاہتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کا کارساز ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ طائفتان سے بنو حارثہ اور بنو سلمہ انصار کے دو قبیلے مراد ہیں۔ جو عبداللہ بن ابی کے چلے جانے کے وقت پھسلنے لگے تھے۔ کہ یہ بھی واپسی کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن لوگوں

نے ان کو سمجھایا۔ جس کے بعد وہ آپ کے ساتھ رہ گئے۔ فشل کے معنی بزدلی کے ہیں۔ کسی آیت کا اس طرز پر اترنا کہ اس میں کسی شخص کی قباحت مذکور ہو۔ وہ اپنے عیب کے مستور ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ اور اسے ناگوار گزرتی ہے۔ مگر جب آخر آیت میں ان کی تسلی نازل ہوئی۔ اَللّٰهُ وَلِيُّهُمَا تو اول آیت سے جو ذنب معلوم ہوتا تھا۔ وہ آخر آیت سے زائل ہو گیا۔

حدیث نمبر ۲۶۴۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَاذَا أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ لَا بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَبِيْ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ كُنَّ لِيْ تِسْعَ أَخَوَاتٍ فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْمَعَ إِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ وَلٰكِنْ امْرَأَةً تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَصَبْتَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کی۔ میں نے جواب دیا ہاں! فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے۔ میں نے کہا نہیں بلکہ بیوہ سے کی ہے۔ آپ نے فرمایا نوجوان لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی جو تم سے ہنستی کھیلتی جس سے الفت تامہ پیدا ہوتی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے والد عبداللہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے نو ۹ لڑکیاں چھوڑ گئے ہیں۔ میں اکلوتا بیٹا ہوں جس کی نو بہنیں ہو گئیں۔ میں نے پسند نہ کیا۔ کہ ان کے ساتھ ان جیسی ایک اور ناتجربہ کار لڑکی جمع کر دوں۔ بلکہ ایک ایسی عورت ہو جو ان کی کنگھا پٹی کرے۔ ان کا انتظام کرے۔ آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | حضرت جابرؓ کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے۔ یہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ سب کاروبار ان کے سپرد ہوا بہت غمگین رہتے تھے اس لئے آپ نے ان سے پوچھا۔ شادی کی باکرہ سے یا بیوہ سے۔ جب بتلایا بیوہ سے تو آپ نے فرمایا هَلَّا جَارِيَةً یعنی نوجوان لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی۔ تاکہ اس سے محبت و الفت زیادہ ہوتی۔ ہمسری کا یہی تقاضا تھا۔

خرقاء حمقاء اخرق بمعنی احمق۔ ناتجربہ کار۔

حدیث نمبر ۲۶۵۰ حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ سُرَيْجٍ الخ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ

فَلَمَّا حَضَرَ جِزَازُ النَّخْلِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَّاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَآءُ فَقَالَ اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ادْعُ لَكَ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَّالِدِيْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَلَا اَرْجِعَ اِلٰى اَخَوَاتِيْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتّٰى اَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں ان کے باپ شہید کر دیئے گئے۔ جنہوں نے اپنے اوپر بہت سا قرضہ چھوڑا اور چھ کنواری بیٹیاں چھوڑ گئے۔ جب کھجوروں کے کاٹنے کا موسم آیا تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپؐ کو معلوم ہے میرے باپ اُحد میں شہید ہو گئے۔ اور بہت سا قرضہ چھوڑ گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپؐ کو دیکھ کر شاید میرے قرضخواہ کچھ رعایت برتیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم جا کر کھجور کی الگ الگ ڈھیریاں لگاؤ پھر مجھے بلاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا اور آپؐ کو آنے کی دعوت دی۔ جب قرض خواہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس گھڑی مجھ پر مشتعل ہو کر غصہ کا اظہار کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس کارکردگی کو دیکھ لیا۔ تو ان ڈھیروں میں سے جو سب سے بڑی ڈھیری تھی۔ آپؐ نے اس کے اردگرد تین چکر لگائے۔ پھر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر مجھے فرمایا کہ اپنے ساتھی قرضخواہوں کو بلاؤ۔ پس آپؐ برابر ان کے لئے پیمانہ سے کھجور بھرتی کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے میرے باپ سے ان کی امانت ادا کرادی۔ اور میں اس پر راضی تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ میرے باپ کی امانت کو پورے طور پر ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کی طرف کھجور کا ایک دانہ بھی لے کر نہ جاؤں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ساری ڈھیریوں کو سالم رکھا یہاں تک کہ میں

اس ڈھیری کو دیکھ رہا تھا۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ اس سے کھجور کا ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ترک ست بنات پہلی روایت میں ۹ بنات کا ذکر تھا بظاہر تعارض ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تین بیٹیاں شادی شدہ تھیں۔ جو اپنے خاوندوں کے گھر رہتی تھیں۔ چھ کنواری بہنیں حضرت جابرؓ کے پاس تھیں۔

عضد جزاذ النخل یہ روایت مختصر ہے۔ حضرت جابرؓ نے اپنے قرضخواہوں سے کہا تھا۔ کہ جو کچھ میرے پاس ہے لے لو۔ باقی معاف کر دو۔ لیکن وہ نہ مانے۔ حضرت جابرؓ آپؐ کو ان یہود کے پاس سفارش کے لئے لے گئے۔ جس پر پھر بھی وہ نہ مانے۔ آپؐ کا تین مرتبہ جانا احادیث سے ثابت ہے۔ پہلے سفارش کے لئے گئے۔ بعد ازاں تمام باغ کا دورہ کیا۔ ارشاد فرمایا۔ کھجور کاٹنے کے موسم میں ان کے انواع الگ الگ رکھو۔ پھر مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ پھر تیسری مرتبہ خرمنوں کے تمایز کے بعد بڑے خرمن پر بیٹھ گئے۔ اور تمام قرضہ ادا کر دیا۔ اور خرمن سب کے سب صحیح وسالم بچ گئے۔

اغروابی اغراء کا معنی بھڑکانا۔ اور بھڑکانے کی صورت میں غصہ کی وجہ سے آدمی چمٹ جاتا ہے تو وہ سب مجھے چمٹ گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فسلم اللہ البیادر کلھا ص۵۸۰/۲ سلامتی سے مراد بالکل فنا نہ ہونا نہیں ہے۔ اگر کچھ حصہ باقی رہ جائے تو اس کے منافی نہ ہوگا۔ چنانچہ بعد میں کا نھا لم تنقص الخ اس کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ لفظ کانّ درحقیقت نقصان پہ دلالت کرتا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ کمی ہوئی ضرور ہے۔ مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ نیز بعض دوسری روایات میں صراحۃً وارد ہے۔ کہ کچھ کمی واقع ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے روایات کے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ کہ تیس وسق تو ادا ہو گئے اور سترہ وسق بچ رہے۔ یا اختلاف روایات ہو تو مدد غرمار پر محمول کیا ہے۔ ایک نوع میں سے ایک یہودی کو ادا کیا۔ اس سے کچھ بچ رہا دوسرے نوع سے دوسرے کو ادا کیا اس سے کچھ نہ بچا۔

حدیث نمبر ۲۶۵۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ

قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں اُحد کی لڑائی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ کے ہمراہ دو آدمی ہیں جو آپ کی طرف سے لڑائی میں حصہ لے رہے ہیں جن پر سفید کپڑے تھے اور وہ سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔ جن کو میں نے نہ اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا۔

حدیث نمبر ۳۶۵۲ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِیْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ نَثَلَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ ارْمِ فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے اُحد کی لڑائی میں ان کا ترکش جھاڑا اور فرمایا تیر پھینکو میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | نثل بمعنی جھاڑنا۔ کنانہ وہ تھیلی جس میں تیر رکھے جاتے ہیں۔ حضرت سعدؓ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ جن کے بارے میں آپؐ نے فداک ابی و امی فرمایا۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۵۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ جَمَعَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفدیہ کے لئے اُحد کی لڑائی میں میرے لئے اپنے والدین کو جمع فرمایا۔ یعنی فداک امی وابی فرمایا۔ ورنہ آپؐ کے والدین تو کب کے وفات پا چکے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۵۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِیْ وَقَّاصٍ لَقَدْ جَمَعَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَبَوَيْهِ كِلَيْهِمَا يُرِيْدُ حِيْنَ قَالَ فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ وَهُوَ يُقَاتِلُ۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں میرے لئے اپنے دونوں والدین کو جمع فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ جب یہ قتال کر رہے تھے۔ تو آپؐ نے فداک ابی و امی فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۶۵۵ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ مَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ اَبَوَیْہِ لِاَحَدٍ غَیْرَ سَعْدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کے متعلق نہیں سنا کہ آپؐ نے اپنے والدین کو جمع کیا ہو سوائے حضرت سعدؓ کے۔ اگرچہ آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو بھی فداک ابی وامی فرمایا۔ مگر حضرت علیؓ نے نہیں سنا۔ تو حصر نہ ہوا۔

حدیث نمبر ۳۶۵۶ حَدَّثَنَا یَسَرَۃُ بْنُ صَفْوَانَ الخ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَعَ اَبَوَیْہِ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنِّیْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ یَوْمَ اُحُدٍ یَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع کرتے نہیں سنا۔ سوائے حضرت سعد بن مالکؓ کے کہ ان کے متعلق میں نے اُحد کی لڑائی میں سنا۔ اے سعد! تیر پھینکو۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

حدیث نمبر ۳۶۵۷ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ زَعَمَ اَبُوْعُثْمَانَ اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ تِلْكَ الْاَیَّامِ الَّتِیْ یُقَاتِلُ فِیْہِنَّ غَیْرُ طَلْحَۃَ وَسَعْدٌ عَنْ حَدِیْثِہِمَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بعض ان لڑائیوں میں جن میں آپؐ نے لڑائی میں حصہ لیا۔ سوائے طلحہؓ اور سعدؓ کے کوئی باقی نہ رہا۔ یہ ان دونوں کی حدیث میں سے بیان کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۶۵۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ الخ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ یَزِیْدَ قَالَ صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍؓ وَطَلْحَۃَ بْنَ عُبَیْدِ اللّٰہِؓ وَالْمِقْدَادَ وَسَعْدًاؓ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِّنْہُمْ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّیْ سَمِعْتُ طَلْحَۃَؓ یُحَدِّثُ عَنْ یَوْمِ اُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت مقدادؓ اور سعد رضی اللہ عنہم کی صحبت میں کافی عرصہ رہا۔ پس میں نے ان میں سے کسی سے

نہیں سنا کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوں۔ احتیاط کا یہ عالم تھا۔ مگر میں نے حضرت طلحہؓ سے سنا جو اُحد کی لڑائی کے بارے میں حدیث بیان کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بہت سے صحابہ کرام اس خوف سے کہ کہیں کوئی غلط بات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔ بنابریں وہ احتیاطاً حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ اور بعض صحابہ پر ضرورت تبلیغ کا غلبہ تھا۔ اس لئے وہ احادیث بیان کرتے تھے۔ ان میں سے حضرت طلحہؓ بھی ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۵۹ حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِی شَیْبَۃَ الخ عَنْ قَیْسٍ قَالَ رَأَیْتُ یَدَ طَلْحَۃَ شَلَّاءَ وَقٰی بِہَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت قیسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ کے ہاتھ کو میں نے بے حس و حرکت شل دیکھا جس سے اُحد میں انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچاؤ کیا تھا۔

حدیث نمبر ۳۶۶۰ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ اِنْہَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَۃَ بَیْنَ یَدَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَیْہِ بِحَجَفَۃٍ لَّہٗ وَکَانَ اَبُوْ طَلْحَۃَ رَجُلًا رَّامِیًا شَدِیْدَ النَّزْعِ کَسَرَ یَوْمَئِذٍ قَوْسَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا وَکَانَ الرَّجُلُ یَمُرُّ مَعَہٗ بِجَعْبَۃٍ مِّنَ النَّبْلِ فَیَقُوْلُ انْثُرْہَا لِاَبِیْ طَلْحَۃَ قَالَ وَیُشْرِفُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ اِلَی الْقَوْمِ فَیَقُوْلُ اَبُوْ طَلْحَۃَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَا تُشْرِفْ یُصِیْبُکَ سَہْمٌ مِّنْ سِہَامِ الْقَوْمِ نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِکَ وَلَقَدْ رَأَیْتُ عَائِشَۃَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍؓ وَّاُمَّ سُلَیْمٍؓ وَاِنَّہُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰی خَدَمَ سُوْقِہِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلٰی مُتُوْنِہِمَا تُفْرِغَانِہٖ فِیْ اَفْوَاہِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِہَا ثُمَّ تَجِیْئَانِ فَتُفْرِغَانِہٖ فِیْ اَفْوَاہِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّیْفُ مِنْ یَدَیْ اَبِیْ طَلْحَۃَ اِمَّا مَرَّتَیْنِ وَاِمَّا ثَلٰثًا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب اُحد کی لڑائی میں کچھ مسلمان لوگ شکست کھا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ گئے۔ تو حضرت ابوطلحہؓ اپنے چمڑے کی ڈھال لے کر آپؐ کے اوپر

ڈھال بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابو طلحہؓ سخت تیر انداز اور سخت کمان کھینچنے والے تھے۔ اس دن ان کی دو یا تین کمانیں ٹوٹ گئیں۔ اور جو آدمی بھی آپ کے پاس سے تیروں کا ترکش لے کر گزرتا تو اس سے کہتے تھے کہ ان تیروں کو ابو طلحہؓ کے لئے پھیلاتے جاؤ۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونچے ہو کر قوم کی طرف دیکھتے تھے۔ حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپؐ اونچے ہو کر نہ دیکھیں کہیں قوم کے تیروں میں سے کوئی تیر آپؐ کو آ کر نہ لگے۔ میرا سینہ آپؐ کے سینے کے آگے قربانی کے لئے موجود ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ بنت ابی بکر اور حضرت انسؓ کی والدہ امّ سلیم کو دیکھا۔ جو اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے تھیں۔ میں ان دونوں کی پنڈلیوں کے مغز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی پیٹھوں پر مشکیزے بھر بھر کے لاتی تھیں اور قوم کے منہ میں انڈیلتی تھیں۔ پھر واپس جا کر ان کو بھر لاتیں اور انہیں قوم کے منہ میں انڈیل دیتی تھیں۔ اور اس دن حضرت ابو طلحہؓ کے ہاتھ سے دو مرتبہ یا تین مرتبہ تلوار گر پڑی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تو مہاجر ہیں اور عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ لیکن ابو طلحہؓ زید بن سہل انصاری حضرت انسؓ کے سوتیلے والد اور حضرت امّ سلیمؓ کے خاوند ہیں۔ مجوب جوبہ سے ہے۔ جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔ ڈھال کو بھی جوبہ کہتے ہیں۔ اور چمڑے کی ڈھال کو حجفہ کہتے ہیں۔ ملشمرتان یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے۔ جب کہ آیاتِ حجاب نازل نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے یہ حضرات بیبیاں میدان حرب میں پھرتی تھیں۔ خدم خلخال اور کڑے کو اور جعبہ ترکش کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ولقد وقع السیف من ید ابی طلحۃ الخ ص ۵۸۱ / ۲۲ عین لڑائی کی حالت میں غزوۂ اُحد میں جن حضرات کو اونگھ آ گئی تھی۔ ان میں سے حضرت ابو طلحہؓ بھی تھے۔ جن کے ہاتھ سے دو تین مرتبہ تلوار گر پڑی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ صاحب جلالین فرماتے ہیں۔ کہ وہ مومن لوگ تھے جن کے سر ڈھالوں کے نیچے حرکت کرتے تھے۔ اور تلواریں ان کے ہاتھوں سے گر رہی تھیں۔ بلکہ حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میرے ہاتھ سے کئی دفعہ تلوار گر پڑی۔

حدیث نمبر ۳۷۶۱ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ فَصَرَخَ إِبْلِيسُ لَعْنَةُ اللهِ عَلَيْهِ أَيْ عِبَادَ اللهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَبَصُرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ فَقَالَ أَيْ عِبَادَ اللهِ أَبِي أَبِي قَالَتْ فَوَاللهِ مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَاللهِ مَازَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ بَصُرْتُ عَلِمْتُ مِنَ الْبَصِيرَةِ فِي الْأَمْرِ وَأَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ وَيُقَالُ بَصُرْتُ وَأَبْصَرْتُ وَاحِدٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اُحد کی لڑائی بپا ہوئی۔ تو مشرکوں کو پہلے شکست ہو گئی شیطان لعنۃ اللہ تعالیٰ زور سے چیخا کہ او اللہ کے بندو! پچھلی طرف دیکھو لڑائی ہو رہی ہے۔ تو پہلی جماعت بھاگتی ہوئی بھی واپس آ گئی۔ تو پہلی اور دوسری دونوں جماعتوں نے مل کر گھمسان کی لڑائی شروع کر دی۔ حضرت حذیفہؓ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے باپ یمان گھیرے میں ہیں۔ کہنے لگے اے اللہ کے بندو! میرا باپ ہے باپ ہے اس کو بچاؤ۔ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! وہ لوگ نہ رکے یہاں تک کہ میرے باپ کو ان لوگوں نے قتل کر دیا۔ سمجھے کہ دشمن کا آدمی ہے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ عروہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ میں یہ دعا خیر و استغفار مرتے دم تک باقی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ امام بخاریؒ لفظی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بصرت جب مجرد میں ہو تو علمت کے معنی میں ہوتا ہے۔ تو بصیرۃ فی الامر سے ماخوذ ہوگا۔ اور جب ابصرتُ مزید میں چلا جائے تو پھر آنکھ سے دیکھنے کے معنی آتے ہیں۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ بصرت اور ابصرت یعنی مجرد اور مزید دونوں ایک معنی میں ہیں۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ای عباد اللہ ممکن ہے اس سے کفار کو متوجہ کرنا ہو۔ یا مسلمانوں کو دونوں معنی صحیح ہیں۔

رجعت اولاھم ای لقتال اخراھم اگر خطاب کفار کو ہو تو معنی ہوں گے کہ جو آگے بھاگے جا رہے تھے وہ لوٹ پڑے۔

بقیۃ خیر بقیہ دعا اور بعض نے خیر سے حزن مراد لیا ہے۔ کہ مرتے دم تک یہ غم باقی رہا۔

بصرت علمت مصنف کی عادت ہے کہ روایت میں کوئی لفظ قابل تفسیر ہو۔ توقرآن مجید سے اس کی تفسیر کر دیتے ہیں۔ بصرت از باب کرم بصیرۃ سے ہے۔ جس سے رؤیۃ قلبی مراد ہے اور مزید فیہ میں ابصرت بصارت سے رؤیۃ عین مراد ہوتی ہے۔ بعض نے کوئی فرق نہیں کیا۔ دونوں کے ایک معنی ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جس دن کہ دونوں جماعتیں مسلمان اور مشرکوں کی آپس میں لڑائی شروع ہوئی تو جن لوگوں نے تم میں سے پیٹھ پھیری۔ ان کی کرتوتوں کی وجہ سے شیطان نے، ان کو پھسلا دیا تھا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقُعُوْدُ قَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ مَنِ الشَّيْخُ قَالُوا ابْنُ عُمَرَؓ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ اَتُحَدِّثُنِيْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ اَتَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَؓ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُ اَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَبَّرَ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ تَعَالَ لِاُخْبِرَكَ وَلِاُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَاَلْتَنِيْ عَنْهُ اَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَاِنَّهُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ عُثْمَانَ وَكَانَ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُؓ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ الْیُمْنٰی ھٰذِہٖ یَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِھَا عَلٰی یَدِہٖ فَقَالَ ھٰذِہٖ لِعُثْمَانَ اِذْھَبْ بِھٰذَا الْاٰنَ مَعَکَ۔

ترجمہ: عثمان بن موہبؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بیت اللہ کے حج کے ارادہ سے گیا۔ تو کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ پوچھا یہ بیٹھے ہوئے لوگ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ قریش ہیں۔ پوچھا یہ بوڑھے شیخ کون ہیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ یہ حضرت ابن عمرؓ ہیں۔ وہ آپ کے پاس آکر پوچھنے لگا۔ کہ میں کچھ باتیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ ان کے متعلق کچھ بیان فرمائیں گے۔ کہنے لگا میں آپ کو اللہ تعالےٰ کے اس گھر کی عزت کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ اُحد کی لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! پھر پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ غزوۂ بدر سے بھی غائب رہے۔ اس میں حاضر نہیں ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں! پھر پوچھا۔ کیا وہ بیعت رضوان سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جس میں وہ حاضر نہ ہوئے۔ انہوں نے کہا ہاں! تو اس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ادھر آؤ۔ میں تمہیں بتلاؤں اور جن چیزوں کے متعلق تم نے سوال کیا ہے۔ ان کے متعلق وضاحت کرتا ہوں۔ سنو! ان کا اُحد کی لڑائی سے بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ ان کا غزوۂ بدر سے غائب رہنا۔ اس وجہ سے تھا۔ کہ ان کے نکاح میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ تھی جو سخت بیمار ہوگئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم ان کی تیمارداری کرو۔ تمہیں شہداء بدر کے برابر ثواب ملے گا۔ اور ان کا حصہ بھی ملے گا۔ اور اُن کا بیعت رضوان سے غائب رہنا اس وجہ سے تھا کہ اگر حضرت عثمان بن عفانؓ سے مکہ کی وادی میں کوئی زیادہ عزت والا ہوتا تو آپؐ ان کی بجائے ان کو روانہ فرماتے۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ چلے جانے کے بعد عمل میں آئی۔ اور اس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حضرت عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ پھر اس ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ پر مارتے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ حضرت عثمانؓ کی بیعت ہوئی۔ اب ان جوابات کو لے کر جاؤ اور جو کچھ مرضی آئے کہتے پھرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جو لوگ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ ان کے متعلق بتلانا ہے۔ کہ یہ ان کی معصیت کی وخامت تھی۔

جاء رجل یہ یزید بن بشر اسکسکی خوارج میں سے تھا۔ خوارج ختنین یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شان میں بہت گستاخی کرتے تھے۔

اتعلم ان عثمان سے حضرت عثمانؓ کی تذلیل کرنا چاہتا ہے۔ فکبرؒ سے اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ کہ میں نے صحابیؓ سے ان جرائم کا اقرار کرا لیا۔

ان اللہ عفا عنہ عفا اللہ عنھم یہ آیت کے الفاظ ہیں۔ جب معافی ہوگئی تو اب کیا اعتراض ہے۔ کانت تحتہ بنت رسول اللہ حضرت رقیہؓ سخت بیمار تھیں۔ کوئی ان کی خبر گیری کرنے والا نہیں تھا۔ تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو اور اسامہ بن زیدؓ کو جو آپؐ کے پوتے لگتے تھے۔ متبنٰی کے متعلق تو آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اس سے قبل تو ان کے باپ زید بن محمد کے نام سے مشہور تھے۔ تو حضرت اسامہؓ ابھی بچے تھے۔ آپؐ نے ان دونوں کو اس خدمت کے لئے مقرر فرمایا۔ تو یہ حکماً غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اس سے غائب نہ ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو قریش میں ایک ذی وجاہت آدمی تھے ان کو بھیجا۔ کہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں لڑائی کے لئے نہیں آئے۔ قریش نے صلح کی پیشکش کو قبول نہ کیا۔ آپؐ نے مسلمانوں سے اس بات پر بیعت لی۔ کہ خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کی نوبت آئی تو میدانِ حرب سے کوئی نہیں بھاگے گا۔ گویا کہ یہ بیعت علی الموت تھی۔ دوسرے آپؐ نے اپنے داہنے ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا۔ اور بائیں ہاتھ پر مارتے ہوئے ان کی طرف سے بھی بیعت کر لی۔ تو تخلف کیسے ہوا۔ بلکہ اس سے تو حضرت عثمانؓ کی صداقت اور واضح ہوتی ہے۔ پہلے حضرت عمرؓ کو بھیجنے کا پروگرام تھا۔ لیکن انہوں نے فرمایا۔ مجھے جانے سے کوئی عذر نہیں۔ مگر میرا وہاں کوئی حامی نہیں ہے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ بنو امیہ میں سے تھے۔ جن کے مکہ میں بہت سے حامی تھے۔ اس لئے ان کو سفارت پر بھیجا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | بصرت علمت ص ۵۸۱/۲۶ | مقصد یہ ہے کہ روایت میں بصرت مجازی معنی پر ہے۔ اور یقال بصرت و ابصرت واحد کہنے سے مجاز نہ ہوا۔

انشدک بحرمۃ ھذا البیعت چونکہ بیت اللہ کی تکریم و تحریم بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کی قسم ہوئی۔ غیر اللہ کی قسم نہ ہوئی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقسم بہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہو جس کو عبارت میں ذکر نہیں کیا گیا۔ مراد وہی ہے۔ اور حرمت بیت

کا ذکر وسیلہ کے طور پر ہوگا۔ مفعل اسے مقسم بہ نہیں بنایا گیا۔

تشریح از شیخ زکریا قطب گنگوہیؒ کی غرض یہ ہے کہ حدیث حذیفہؓ میں لفظ بصر وارد ہوا ہے۔ یہ بمعنی علم کے ہے تو یہ مجازی معنی ہوں گے۔ اور جو لوگ بصر اور البصر کو ایک کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مجاز نہ ہوگا۔ قسطلانیؒ اور علامہ عینیؒ بھی یہی توجیہ کر رہے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس سے اپنی عادت کے مطابق سورہ طٰہٰ کی آیت فبصرت بما لم یبصروا بہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

بحرمۃ ھذا البیت سے قطب گنگوہیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس طرح کہنے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ کا سکوت بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن حلف بالکعبہ جائز نہیں۔ اور نہ ہی اس سے قسم منعقد ہوتی ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے بھی ان کے درمیان فرق کر دیا۔ قسم بالحرمت اور ہے اور قسم بالکعبہ اور ہے۔ چنانچہ مجمع میں ہے۔ وفی الحرام کفارۃ یمین یعنی جو شخص کہے حرام اللہ لا افعل کذا۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی کہے یمین اللہ لا افعل کذا۔

بَابُ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ تُصْعِدُوْنَ تَذْھَبُوْنَ اَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَابِ۔

ترجمہ۔ جب کہ تم بھاگتے ہوئے جا رہے تھے کسی کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور اللہ کا رسول تمہیں پیچھے سے بلا رہا تھا۔ غم کے بدلے غم دیا تاکہ تم کسی فوت ہو جانے والی چیز پر غم نہ کرو۔

حدیث نمبر ۳۶۶۳ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍؓ قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الرَّجَّالَۃِ یَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جُبَیْرٍؓ وَّاَقْبَلُوْا مُنْھَزِمِیْنَ فَذَاکَ اِذْ یَدْعُوْھُمُ الرَّسُوْلُ فِیْٓ اُخْرٰھُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں پیدل تیر انداز دستہ پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو سالار مقرر فرمایا اور شکست خوردہ مدینہ کی

طرف جارہے تھے۔ پس یہی ہے کہ جب انہیں اللہ کا رسول پیچھے سے پکار رہا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اصعد فی الارض اذا ذھب بھا جیسے مصعد بمعنی ذاھب۔ ھوای مع الرکب الیمانی مصعد ای ذاھب والرسول یدعوکم کہ آپؐ فرما رہے تھے۔ الی عباد اللہ من یکیر فلہ الجنۃ۔ کہ اے اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔ جو شخص دوبارہ حملہ کرے گا۔ اس کے لئے جنت ہے۔ یہ آپؐ فرما رہے تھے۔ لیکن بھاگنے والے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔

اصابکم غما بغم یعنی تم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غم میں ڈالا۔ اللہ تعالٰی نے تمہیں غم میں مبتلا کر دیا۔ اور بعض حضرات نے بغم میں بار سببیہ قرار دیا ہے۔ اور بعض نے بار بمعنی مع کے بھی لیا ہے۔ کہ غم پہ غم آئے۔ ایک تو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے زخمی ہوئے اور تمہارے ستر آدمی بھی مارے گئے۔ لیکیلا تحزنوا الخ تاکہ آگے تمہارا غم نہ بڑھے۔

رنج کا خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آسان ہو گئیں

علی اصابتہ الغم یہ تو تمہاری عادت بنانے کے لئے غم دیا کیونکہ تو معنی ہوں گے ہر کام میں عادت کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ عادت کی صورت میں غم خفیف ہو جاتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو بڑے غم میں مبتلا کر دو تو اسے چھوٹے غم بھول جاتے ہیں۔ جب ستر آدمیوں کی شہادت کا سنا تو شکست کا غم جاتا رہا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اصعد وصعد فوق البیت ص۵۸۲ امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ اصعد صعد مجرد اور مزید ذھاب فی الارض اور اوپر کو چڑھنے دونوں میں لفظ مشترک ہے۔ نیز! مجرد اور مزید میں بھی کوئی فرق نہیں۔ حتی کہ جب اصعدت وصعدت کہو۔ تو دونوں کے معنی اذا ذھبت واذا ارقیت یعنی جانے اور چڑھنے دونوں کے معنی ہوں گے۔

فذاک اذیدعوھم ص۵۸۲ کیونکہ جب یہ لوگ شکست کھا کر مدینہ کی طرف بھاگے جارہے تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے رہ گئے اور آخر میں کھڑے ہو کر اپنی طرف پکار رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ کی تحقیق سے ثابت ہوا۔ کہ دونوں لفظ مترادف

ہیں۔ اور ثلاثی رباعی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور صاحب جمل نے اختلاف قرائتین ذکر کیا ہے۔ تو اس وقت معنی ہوں گے۔ کہ پہلے تو یہ لوگ وادی میں جارہے تھے۔ لیکن جب دشمنوں نے راستہ تنگ کر دیا تو پہاڑوں پر چڑھنے لگے۔ تو اس بنا پر اصعدا زا صعد میں فرق ہو جائے گا۔ اور شیخ گنگوہیؒ کی تفسیر ترادف کے مطابق امام بخاریؒ کا قول اصعد وصعد فوق البیت ایک جملہ ہوگا۔ لیکن حافظؒ کی تفسیر کے مطابق صعد ثلاثی ارتفع کے معنی میں ہوگا۔ اور رباعی ذھب کے معنی میں۔ اس صورت میں صعد فوق البیت جملہ مستانفہ ہوگا۔ واؤ

حین اقبلوا نضرمیں ابن عباسؓ نے اذ تصعدون کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ صعدوا فی احد فرارا والرسول یدعوھم فی اخرھم الی عباد اللہ اور حافظؒ نے لکھا ہے۔ کہ جب قتل محمد کی خبر مشہور ہوئی۔ تو مسلمان پیچھے مڑے اس طرح کہ غیر شعوری طور پر ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت یمانؓ اسی حالت میں شہید ہوگئے۔ کمامر۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم ٹھہرے رہے اور انہیں پکارتے رہے۔ من یکر فلہ الجنۃ۔

بَابُ قَوْلِهٖ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا

يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

حدیث نمبر ۳۶۶۴ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ الخ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ كُنْتُ فِيْمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ اُحُدٍ حَتّٰى سَقَطَ سَيْفِيْ مِنْ يَّدِيْ مِرَارًا يَسْقُطُ وَاٰخُذُهٗ وَيَسْقُطُ فَاٰخُذُهٗ۔

ترجمہ حدیث و باب۔ پھر اللہ تعالیٰ شکست کے غم کے بعد تم پر اونگھ کو امن دینے کے لئے

اتارا۔ جس نے تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ لیا۔ اور ایک گروہ ایسا تھا جن کو اپنی فکر دامن گیر تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ناحق جاہلیت کا گمان کرتے تھے۔ کہ ہمارے لئے نصرت اور کامیابی کا وعدہ کیوں نہ پورا ہوا۔ آپؐ فرمادیں معاملہ تو سب اللہ کے سپرد ہے۔ یہ لوگ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپاتے ہیں جو آپؐ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کوئی نصرت اور فتح ہوتی۔ تو ہم اس جگہ قتل کیوں ہوتے۔ آپؐ ان سے فرمادیں۔ کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کے متعلق قتل لکھا جاچکا ہے وہ ضرور اپنے اپنے ٹھکانے تک پہنچتے۔ یہ شکست کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے نمودار کیا تاکہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لے۔ اور جو تمہارے دلوں کے اندر ہے اسے خالص کردے اور اللہ تعالیٰ تو سینے کے بھیدوں کو خوب جاننے والے ہیں۔

ترجمہ حدیث۔ حضرت ابوطلحہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جن کو اُحد کی لڑائی میں اونگھ نے آکر ڈھانپ لیا۔ یہاں تک کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے کئی مرتبہ گرگئی۔ وہ گرتی تھی میں اسے پکڑتا تھا۔ وہ گرتی تھی میں پکڑتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اونگھ کا جنگ کی حالت میں نازل ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور امن کا پیغام تھا۔ یہ واقعہ شکست کھانے کے بعد پیش آیا۔

قد اھمتھم انفسھم یہ منافقین تھے جو لشکر میں باقی رہ گئے تھے۔ یخفون فی انفسھم الخ یا تو کفر وشرک کی باتیں چھپائے ہوئے تھے یا ندامت وپشیمانی تھی۔ کہ ہم عبداللہ بن ابی کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے۔

بَابُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ آپؐ کو بد دعا کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے دے۔ یا ان کو عذاب میں مبتلا کرے۔ کیونکہ یہ لوگ ظالم ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۶۵ قَالَ حُمَيْدٌ وَّثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍؓ شُجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ اُحد کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ وہ قوم کیسے کامیاب ہو گی۔ جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کیا۔ تو آیت کریمہ اتری۔ ترجمہ۔ آپؐ کو اختیار نہیں ہے کہ آپؐ ان کے لئے بد دعا کریں۔

حدیث نمبر ۳۶۶۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَأَنْزَلَ اللهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ آپؐ نے فجر کی نماز کی آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھایا۔ تو فرمانے لگے۔ اے اللہ! فلاں۔ فلاں اور فلاں پر لعنت نازل فرما۔ یہ آپؐ نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد فرمایا۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت لیس لک من الامر شیٔ سے فانہم ظٰلمون تک نازل فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۶۶۷ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عَلَى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَزَلَتْ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ۔

ترجمہ۔ حضرت سالم بن عبد اللہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوان بن امیہ سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر بد دعا فرمایا کرتے تھے۔ جس پر یہ آیت لیس لک من الامر شیٔ سے فانہم ظٰلمون تک نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود زیادہ شفیق اور رحیم پیدا ہوئے تھے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ اور عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ آپؐ کی شان میں فرمایا گیا۔ اَوْیَتُوْبَ عَلَیْهِمْ کا عطف اَوْیُکَبِّتَهُمْ پر ہے۔ جو اسی آیت میں ہے۔ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ یہ جملہ معترضہ ہے۔ کہ آپؐ کیف یفلح قوم الخ نہ فرمائیں۔ اس لئے کہ یہ جملہ بددعا ہے۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے یا ان کی نسلوں سے کوئی نیک لوگ پیدا ہو جائیں۔ لہٰذا آپؐ بددعا نہ کریں۔ اوّلاً تو آپؐ بددعا کرتے نہیں تھے۔ اگر بالفرض کسی وقت تنگ ہو کر بددعا کرنے کے لئے آمادہ ہوتے تو آپؐ کو روک دیا جاتا۔ کہ آپؐ رؤف رحیم ہیں۔ صبر کریں۔ لیس من الامر الی من الاختیار۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لیس لک من الامر شیٔ ص۵۸۲/۱۵ چونکہ اس آیت کے سبب شانِ نزول میں اختلاف ہے۔ اس لئے بعض دوسرے اقوال بھی اس کی تفسیر میں لائے گئے ہیں۔ اگرچہ اُحد کے واقعہ سے ان کا تعلق نہیں۔ لیکن تبعاً اور طرداً للباب ان کا ذکر ہو گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ کی غرض یہ ہے۔ کہ باب کی حدیث اوّل کا تعلق تو غزوۂ اُحد سے ہے۔ لیکن دوسری حدیث سے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا آپ نے تنبیہ فرمادی۔ کہ چونکہ سبب نزول میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رباعی ٹوٹی اور پیشانی لہولہان ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ کیف یفلح قوم الخ اور بعض فرماتے ہیں۔ منافقین کی ایک جماعت پر آپؐ نے بددعا فرمائی۔ تب آیت کا نزول ہوا۔ اور بعض نے اُحد کی لڑائی میں شکست کا سبب بننے والوں کے لئے بددعا فرمائی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اصحابِ صفہ جو عصیہ اور ذکوان دو قبائل کی طرف تبلیغ کے لئے گئے تھے وہ قتل کر دیئے گئے تو ان پر چالیس دن تک قنوت نازلہ پڑھی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ قصۂ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بَابُ ذِكْرِ اُمِّ سَلِيْطٍ

ترجمہ۔ حضرت اُمِّ سلیط کا تذکرہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۸ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ وَقَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ اَبِیْ مَالِكٍ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ قَسَمَ مُرُوْطًا بَیْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ فَبَقِیَ مِنْهَا مِرْطٌ جَیِّدٌ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعْطِ

هٰذَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ أُمُّ سَلِيْطٍ أَحَقُّ بِهِ وَأُمُّ سَلِيْطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ۔

ترجمہ: حضرت ثعلبہ بن ابی مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مدینہ والوں کی مسلمان عورتوں کے درمیان گرم چادریں تقسیم فرمائیں۔ تو ان میں سے ایک عمدہ چادر بچ گئی تو جو لوگ آپ کے پاس تھے ان میں سے کسی نے کہا۔ کہ آپ یہ چادر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی جو آپ کے نکاح میں ہے اس کو دے دیں۔ ان کا مقصد تھا کہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کو دے دی جائے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت ام سلیطؓ اس کی زیادہ حق دار ہے۔ حضرت ام سلیطؓ انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ اور اس کو خوب نبھایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ اُحد کی لڑائی میں مشکیزے بھرے ہوئے اٹھا کر ہمارے لئے لاتی تھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت علیؓ نے حضرت ام کلثوم بنت علی بنت فاطمہؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا تھا۔ اس خیال سے کہ حضرت عمرؓ کا نسب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے۔ مگر روافض بڑی بے حیائی سے کہتے ہیں۔ اول فرج غصیب عنا فرج ام کلثوم بہرحال حضرت ام کلثومؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی تھی۔ اور حضرت عمرؓ کی بیوی تھی۔ حضرت عمرؓ اپنے اقارب کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے وہ عمدہ گرم چادر حضرت ام سلیطؓ کو عنایت فرمائی جو اُحد کی لڑائی میں حضرت عائشہؓ اور ام سلیمؓ کے ہمراہ پانی پلانے کی خدمت انجام دیتی تھیں۔ حضرت ام سلیطؓ ابو سلیط کی بیوی تھی۔ جن کے خاوند کا انتقال ہجرت سے پہلے ہو گیا تھا۔ تو مالک بن سنان نے ان سے شادی کی جن سے حضرت ابو سعید خدریؓ پیدا ہوئے۔

تزفر کے معنی تحمل کے ہیں۔

بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۳۷۶۹ حَدَّثَنِی اَبُوْجَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ قَالَ لِي عُبَيْدُ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِي وَحْشِيٍّ نَسْأَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ قُلْتُ نَعَمْ وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ فَسَأَلْنَا عَنْهُ فَقِيلَ لَنَا هُوَ ذَاكَ فِي ظِلِّ قَصْرِهِ كَأَنَّهُ حَمِيتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتّٰى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ مَا يَرٰى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ يَا وَحْشِيُّ أَتَعْرِفُنِي قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَا وَاللّٰهِ إِلَّا أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيصِ فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ فَلَكَأَنِّي نَظَرْتُ إِلٰى قَدَمَيْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَعَمْ إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ فَقَالَ لِي مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ رضی اللہ عنہ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ قَالَ فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنَيْنِ وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ أُحُدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ إِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا اصْطَفُّوْا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا سِبَاعُ يَا ابْنَ أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُوْرِ أَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَكَانَ كَأَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ رضی اللہ عنہ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا فِي ثُنَّتِهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ قَالَ فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدُ بِهِ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰى فَشَا فِيهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى

الطَّائِفِ فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا فَقِيلَ لِي إِنَّهُ لَا يَهِيجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ أَنْتَ وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَأَخْرُجَنَّ إِلَى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّي أَقْتُلُهُ فَأُكَافِئَ بِهِ حَمْزَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ قَالَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي ثَلْمَةِ جِدَارٍ كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّأْسِ قَالَ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ قَالَ وَوَثَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلَى هَامَتِهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ فَأَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ وَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْأَسْوَدُ۔

ترجمہ۔ حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری فرماتے ہیں کہ میں عبید اللہ بن عدی بن الخیار کے ہمراہ روانہ ہوا پس جب ہم حمص پہنچے تو مجھے عبید اللہ نے کہا۔ کیا آپ حضرت وحشیؓ سے ملنا پسند کریں گے۔ تاکہ ہم ان سے حضرت حمزہؓ کی شہادت کے متعلق دریافت کریں۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ اور حضرت وحشیؓ حمص میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ تو ہم نے ان کے متعلق دریافت کیا۔ تو بتلایا گیا کہ وہ اپنے محل کے سائے کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کالی مشک ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے پاس آئے۔ تو تھوڑی دیر ان کے پاس آ کر رکے۔ پس ہم نے ان پر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ عبید اللہ نے اپنی پگڑی کے ساتھ ڈھانڈھا باندھا ہوا تھا۔ کہ سوائے دو آنکھوں اور دو پاؤں کے حضرت وحشیؓ کو کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ عبید اللہ نے کہا۔ کہ اے وحشی! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے غور سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا اور تو کچھ نہیں جانتا مگر اتنا معلوم ہے کہ عدی بن خیار نے ایک عورت جس کو ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا اس سے

شادی کی۔ جس نے مکہ میں اس کے لئے ایک بچہ جنا۔ جس کے لئے میں دودھ پلانے والی تلاش کرتا تھا۔ اس لڑکے کو اس کی ماں کے ہمراہ اٹھائے اٹھائے پھرتا تھا۔ پس میں نے اسے تلاش کرکے وہ بچہ اس مرضعہ کو دے دیا۔ پس البتہ اب پچاس سال گزر جانے کے باوجود تمہارے قدموں کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ یہ وہی بچہ ہے۔ فرماتے ہیں تو عبید اللہ نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ کہ واقعی آپ نے صحیح پہچانا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں حضرت امیر حمزہؓ کے قتل کا واقعہ بتلائیں گے۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں جی۔ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا۔ تو میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھے یہ کہا کہ اگر تو نے میرے چچا کے بدلہ میں حضرت حمزہؓ کو قتل کر دیا۔ تو تو آزاد ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ عینین والے سال لڑائی کے لئے نکلے۔ عینین احد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جس کے درمیان وادی چلتی ہے۔ میں بھی لوگوں کے ہمراہ لڑائی کے لئے روانہ ہوا۔ جب لڑائی کے لئے صف بندی ہوئی۔ تو سباع بن عبد العزیٰ خزاعی میدان میں نکل کر حسب دستور اپنے مقابل لڑنے والے کو پکارنے لگا۔ تو اس کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہؓ نکل کر فرمانے لگے۔ کہ اے ام انمار کے بیٹے! جو عورتوں کے ختنہ کرنے والی تھی۔ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی مول لیتا ہے۔ پس آپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ تو کل گذشتہ کی طرح ہو گیا۔ یعنی فوراً قتل ہو گیا۔ اس کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک پتھر کے نیچے چھپ کر حضرت حمزہؓ کی تاک میں بیٹھ گیا۔ جب وہ واپسی پر میرے قریب پہنچے تو میں نے اپنے چھوٹے نیزہ سے ان پر حملہ کر دیا۔ اور میں نے وہ نیزہ ان کی ناف پر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ وہ ان کی دونوں سرینوں کے درمیان سے نکل گیا۔ فرماتے ہیں کہ پس یہ معاملہ تو اسی طرح ہونا تھا ہو گیا۔ جب لوگ مکہ واپس آئے تو میں بھی ان کے ہمراہ واپس آ گیا۔ اور مکہ میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ اس میں اسلام پھیل گیا۔ تو میں طائف چلا گیا۔ طائف والوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد بھیجا۔ کہا جاتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفد کے قاصدوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کہ کیا تو ہی وحشی ہے۔ میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا کہ تو نے ہی میرے چچا حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔ میں نے کہا۔ معاملہ تو کچھ ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کو پہنچا۔ آپؐ نے فرمایا تیرا اسلام تو قبول ہے۔ لیکن

تم میری آنکھوں کے سامنے نہ آیا کرو۔ تمہیں دیکھنے سے مجھے چچا یاد آجاتے ہیں جس سے خون کھولتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا گیا کبھی سامنے نہیں گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ تو مسیلمہ کذاب کا خروج وظہور ہوا۔ تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں مسیلمہ کی طرف ضرور جہاد کے لئے جاؤں گا۔ ممکن ہے کہ میں اسے قتل کر سکوں۔ تاکہ حضرت حمزہؓ کے قتل کا بدلہ چکا سکوں۔ تو فرماتے ہیں کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ ہو لیا۔ پس پھر وہی کچھ ہوا جو ہونا تھا۔ ہوا یوں کہ وہ مسیلمہ ٹوٹی ہوئی دیوار کے ایک درہ میں کھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سفید رنگ کا اونٹ ہے۔ جو سیاہی مائل تھا۔ سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہی چھوٹا نیزہ میں نے اس کی طرف پھینکا۔ جس کو میں نے اس کے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دیا۔ جو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے نکل گیا۔ فرماتے ہیں کہ انصار کا ایک آدمی عبداللہ بن زیدؓ کود کر اس کی طرف گیا۔ اور اس کی کھوپڑی پر تلوار مار دی۔ اس سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ عبداللہ بن الفضل اپنی سند سے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے۔ کہ ایک باندی گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر کہنے لگی کہ امیر المؤمنین یعنی مسیلمہ کو ایک کالے غلام نے قتل کر دیا ہے۔ حضرت وحشیؓ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے کفر میں خیر الناس کو قتل کیا اور اسلام کے دور میں شر الناس کو قتل کیا۔ تلک بتلک۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری اور عبید اللہ بن عدی بن الخیار دونوں تابعی ہیں۔ عہد بنو امیہ میں ایک غزوہ میں زرم کی طرف گئے ہوئے تھے۔ حمص کے پاس سے ان کا گذر ہوا جہاں حضرت وحشیؓ مقیم تھے۔ تو انہوں نے قتل حمزہؓ کی تفتیش شروع کی۔

کانہ حمیت گھی رکھنے کی مشک جو کالی ہو جاتی ہے اسے حمیت کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت وحشیؓ سوڈانی تھے اور رنگ کے سیاہ تھے۔ اس لئے حمیت سے تشبیہ دی۔ اعتجار تلفف بعمامتہ یعنی اپنی پگڑی کے ساتھ منہ کو لپیٹ رکھا تھا۔ سوائے آنکھوں اور پاؤں کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اتعرفنی حضرت وحشیؓ کی ذکاوت اور فراست کا امتحان لینا ہے۔ فناولتھا میں ھا ضمیر مرضعہ کی طرف راجع ہے۔ جو کہ استرضع سے سمجھا جاتا ہے۔

فلکانی نظرت الی قدمیک بچپن کی حالت سے اس وقت تک پچاس برس کا عرصہ گذر چکا تھا۔ مگر پھر بھی پہچان لیا۔ یہ کمال ذکاوت اور کمال حافظہ کی دلیل ہے۔

عام عینین سے عام احد مراد ہے۔ عینین ایک پہاڑ کا نام تھا جو اُحد کے بالکل سامنے تھا۔ قریش اس کے پاس آکر اترے تھے۔ کیونکہ یہ بھی قریش کے ہمراہ تھے۔ اس لئے اسی پہاڑ کا ذکر کیا۔

امّ انمار سباع کی ماں کا نام ہے۔ مکہ میں جو لڑکیوں کا ختنہ کیا کرتی تھی۔ لڑکوں کا ختنہ تو واجب ہے۔ مگر عورتوں کا ختنہ واجب نہیں۔ ایسی عورت کی اگر مدح کرنی ہو تو اسے ختّانہ کہا جاتا تھا۔ مذمّت کرنی ہوتی تو مقطعہ البظور کہا جاتا۔ بظور بظر کی جمع ہے۔ عورت کی فرج کے اوپر جو گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے اسے بظر کہتے ہیں۔ جس کو ختانہ کاٹ دیتی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے کاٹنے سے جماع میں لذّت آتی ہے۔

امس اگرچہ کل گذشتہ کو کہتے ہیں۔ لیکن ذاھب کی قید لگانے کا یہ فائدہ ہے۔ کہ اس کا اثر باقی نہ رہا۔ سوڈان کے لوگوں کو نیزہ پھینکنے کی خوب مہارت ہوتی تھی۔ اس کے مطابق ان کو بھی مشق تھی۔ حربہ چھوٹا نیزہ۔ ثنتہ ناف کو کہتے ہیں۔ ورک بمعنی سرین۔ اہلِ طائف نے غزوۂ حنین کے بعد اپنے آپ کو قلعہ بند کرلیا تھا۔ آپ نے ان کا گھیراؤ کیا۔ چوبیس دن تک محاصرہ کرنے کے باوجود کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ مسلمانوں کے تیر اور پتھر نیچے سے جاتے جو اکثر خطا ہوجاتے تھے۔ ان کے تیر اور پتھر اوپر سے آتے جو خطا نہیں جاتے تھے۔ جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوگئے۔ جس کی وجہ سے آپؐ نے واپسی کا ارادہ فرمالیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ اس طرح واپس جانا مناسب نہیں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا اچھا حملہ کردو۔ مگر دوسرے روز بھی بہت سے مسلمان زخمی ہوگئے۔ آپؐ نے تبسّم فرمایا۔ اور واپس لوٹ کر مدینہ پہنچے۔ حضرت عروہ بن مسعود جس نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کچھ صفاتِ حمیدہ آکر بیان کی تھیں اور زوردار الفاظ میں قریش کو صلح کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ فتح مکّہ کے بعد ان کو خیال آیا۔ کہ ثقیف کا معاملہ بھی طے کرالینا چاہیئے۔ طائف میں بڑا قبیلہ ثقیف تھا۔ حضرت عروہ بن مسعودؓ نے ان کو اسلام کی تبلیغ کی۔ جس پر انہوں نے ان کو قتل کردیا۔ جس کا بعد میں انہیں بہت افسوس ہوا۔ مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے ایک وفد بنا کر بھیجا۔ جس میں ستّر آدمی تھے۔ انہوں نے اطاعت کی درخواست پیش کی۔ اور اپنے اسلام کے متعلق کہا۔ حبشی غلام کو خوف لاحق ہوا کہ میں اب نہیں بچ سکتا۔ ان لوگوں نے ان کو اس وفد میں شامل کرلیا۔ اور وفد کے کسی آدمی کو گزند نہیں پہنچایا جاتا۔ یہ بھی اس وفد میں شامل ہوکر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ آپؐ کو اس کا علم نہ ہوسکا۔ اس کے اسلام لانے کے بعد علم ہوا۔ قصاص لیا نہیں جاسکتا تھا۔

قد کان من الامر ما بلغک یہ فصاحت کا کلمہ ہے۔ اگرچہ نعم کہہ سکتے تھے۔ مگر اس سے آپؐ کو تکلیف ہوئی۔ جس کا انہوں نے احساس کیا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا بھی۔ کہ یہ حضرت حمزہؓ کا قاتل ہے۔ ہمیں اس کے قتل کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا ہزاروں کے قتل سے میرے نزدیک ایک آدمی کا اسلام احبّ ہے۔ ان کا اسلام تو آپؐ نے قبول فرمالیا لیکن چونکہ اس کے دیکھنے سے زخم تازہ ہوتا تھا۔ فرمایا مدینہ سے چلے جاؤ۔ جس کو انہوں نے بلاچون وچرا قبول کرلیا۔ ثلمہ ٹوٹی ہوئی دیوار کا سوراخ۔ اورق گندم گون رنگ۔ امیر المؤمنین کا لقب حضرت عمرؓ کے زمانہ سے چلا ہے۔ مسیلمہ نبوت کا جھوٹا دعویدار تھے۔ لیکن جو لوگ اس کو مانتے تھے اور ایمان لائے تھے۔ یہ ان کا سردار بلکہ بادشاہ تھا۔ اس اعتبار سے اسے امیر المؤمنین کہا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول تائید میں امام بخاریؒ نے پیش کیا۔ کہ مسیلمہ کا قاتل وحشی ہے انصاری نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کانہ حمیت مشکیرے کے ساتھ تشبیہ سیاہی اور موٹاپے میں ہے۔ مختبر بعمامتہ یہ اپنا منہ چھپانا یا تو سردی اور گرمی سے بچاؤ کے لئے تھا یا وحشیؓ کا امتحان لینا تھا۔ کہ وہ مجھے پہچانتا ہے یا نہیں۔

فلکانی نظرت الی قدمیک اس روایت میں حذف اختصار ہے۔ یعنی جب میں نے تیرے قدموں کو دیکھا تو مجھے وہ لڑکا یاد آگیا۔ یا معنی یہ ہیں کہ جب میں نے اس کے قدموں کو دیکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ میں نے تمہارے قدموں کو دیکھا تھا۔

طعیمہ بن عدی بن الخیار یہ وہم ہے۔ صحیح طعیمہ بن عدی بن نوفل ہے۔ اگر یہ معنی نہ لئے جائیں۔ تو پھر قتلت حمزہ بھی صحیح نہیں بنتا۔ کیونکہ اگر ابن عدی بن الخیار ہو تو پھر بھتیجا لگتا ہے چچا نہیں بنتا۔ بینہ وبینہ واد یعنی احد اور عینین کے درمیان وادی ہے۔ یا اس کے برعکس ہے۔

ھل تستطیع ان تغیب وجھک اسلام قبول کرلیا۔ اور اسلام پہلے کے سب گناہ مٹادیتا ہے۔ بایں ہمہ پھر بھی آپؐ نے فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ آپؐ کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں قومی غیرت اور حمایت کا غلبہ ہوجائے تو آپؐ اس کے خلاف بددعا کرنے لگیں۔ یا اور کوئی دینی نقصان ہوجائے۔

جب وہ غائب ہوں گے سامنے نہ ہوں گے تو نہ یاد دہانی ہوگی اور نہ نقصان دینی اور دنیوی کی صورت پیدا ہوگی۔

درقب الرجل صہ ۵۸۳ کودنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ چھوٹا نیزہ لگنے سے مسیلمہ گھائل ہوکر گھر سے باہر دیوار کے نیچے جا گرا۔ کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ مقتول اور زخمی شکار جان کنی کے وقت تڑپتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حمیت موٹے اور جسیم آدمی کو مشک سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ وہ موٹا آدمی تھا جس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ اور شیخ کبیر ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا۔ اعتجاز کے معنی سر پہ پگڑی لپیٹ لینا۔

لکانی نظرت الی قدمیک ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ واللہ ما رأیتک منذ اتیتک انک اسعدیہ التی ارضعتک بذی طوی فانی اعطتیکہ وھی علی بعیرھا فاخذتک فلمعت لی قدمک حین وفدتک فما ھوالا ان وقفت علی فعرفتھا۔ اللہ کی قسم! جب سے میں نے تجھے تیری والدہ سعدیہ کو دیا تھا۔ جس نے ذی طوی میں تجھے دودھ پلایا تھا۔ اس وقت سے نہیں دیکھا۔ اور وہ بھی میں نے اس حالت میں اسے دیا تھا۔ کہ وہ اپنے اونٹ پہ سوار تھی۔ میں نے جب تجھے اٹھا کر اس کے حوالہ کیا تھا۔ تو اٹھاتے وقت صرف تیرا قدم چمکا تھا۔ پس اس وقت سے لے کر اس وقت تک پھر نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ تو میرے پاس آکر کھڑا ہوا تو میں نے اس قدم کو پہچان لیا۔ تو اس روایت نے وضاحت کر دی کہ آپ نے ان دو قدموں کو اس لڑکے کے قدموں سے تشبیہ دی جس کو پچاس سال پہلے اٹھایا تھا۔ تو وہی قدم تھے۔ تو یہ قیافہ اور ذکاوت تامہ کی دلیل ہوا۔

کان ابن اخیہ لا عمہ عامۃ الشراح نے تو انہی کو چچا قرار دیا ہے۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ اور مولانا خلیل احمدؒ نے اسے وہم قرار دیا۔ کیونکہ عدی بن الخیار طعیمہ کا بھتیجا ہے چچا نہیں ہے۔ کیونکہ سلسلہ نسب یوں ہے۔ عدی بن الخیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔

عینین حضرت وحشیؓ نے عینین پہاڑ کا نام لیا اُحد کا نہیں لیا۔ حالانکہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ وجہ یہ کہ قریش کا پڑاؤ یہیں تھا۔ اور حضرت وحشیؓ اس وقت قریش

کے ہمراہ آئے تھے۔

انما فعل ذلک الخ وجہ یہ ہوئی کہ ان کے دیکھنے سے چچا یاد آجاتے۔ آپؐ اگر اور کچھ بھی نہ کرتے اور سلام یعدم کے تحت۔ لیکن آپؐ کے قلب اطہر میں تکدر تو ضرور پیدا ہوتا۔ غمناک ہوتے۔ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کے تکدر سے بھی لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ہلاکت کی نوبت آتی ہے (از مرتب)

حضرت مولانا مدنیؒ اور اسی طرح دیگر علماء کی شان میں ۴۶، ۴۷ء میں گستاخیاں کرنے والے بُری طرح ذلت کے ساتھ لقمۂ اجل ہوئے ہیں۔ چنانچہ شیخ زکریاؒ لکھتے ہیں کہ ہذا مجرب۔

ذلک لان مسیلمۃ الخ سے شیخ گنگوہیؒ نے ایک اشکال کا دفعیہ کیا ہے۔ کہ جب مسیلمہ ٹوٹی ہوئی دیوار کے سوراخ میں کھڑا تھا۔ تو انصاری نے اس کی کھوپڑی پر تلوار کیسے جا کر ماری۔ تو جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نیزہ لگنے سے مسیلمہ گھر سے باہر دیوار کے نیچے جا گرا۔ جس پر انصاری کو کھوپڑی پر تلوار چلانے کا موقعہ ملا۔

بَابُ مَا اَصَابَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ يَوْمَ اُحُدٍ

ترجمہ۔ اُحد کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کیا زخم پہنچے۔

حدیث نمبر ۳۶۷ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِيِّهٖ يُشِيْرُ اِلٰى رَبَاعِيَتِهٖ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى رَجُلٍ يَقْتُلُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب ان لوگوں پر سخت ہو جاتا ہے جو اپنے نبی سے یہ سلوک کرتے ہیں۔ آپؐ نے اپنی رباعی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اور اس آدمی پر بھی اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے۔ جس کو اللہ کے راستہ میں اللہ کا رسول قتل کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۳۶ حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص پر اللہ کا غضب و غصہ بہت سخت ہوتا ہے۔ جس کو اللہ کا نبی اللہ کے راستے میں قتل کرے۔ ان لوگوں پر بھی اللہ کا غضب سخت ہوتا ہے جنہوں نے اللہ کے نبی کے چہرہ کو خون آلود کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جب خالد بن ولیدؓ نے عقب سے حملہ کیا تو آپؐ میدان میں سب سے پیچھے تھے۔ کچھ افراتفری میں کچھ مسلمان بھاگ رہے تھے۔ اور کچھ لڑ رہے تھے۔ مشرکین یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر آپؐ پر بھی حملہ کر دیا۔ تقریباً ستر زخم تلوار کے لگے۔ آپؐ کی حفاظت کرنے والی فدائی جماعت میں حضرت طلحہؓ اور ابو طلحہؓ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ تھے۔ عتبہ بن ابی وقاصؓ نے آپؐ پر حملہ کیا۔ جس سے آپؐ کے نیچے کے ہونٹ زخمی ہو گئے۔ اور دائیں طرف کی رباعی ٹوٹ گئی۔ آپؐ خون کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ بلکہ کپڑے سے خشک کر لیتے تھے۔ کیونکہ باری تعالیٰ کی عادت ہے۔ جب کسی پیغمبر کا خون زمین پر گرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بنا بریں آپؐ نے اشجع الناس ہونے کے باوجود آپؐ نے عمر بھر میں صرف ابی بن خلف جمحی کو قتل کیا ہے۔ جس نے آپؐ سے لڑنے کے لئے گھوڑا پال رکھا تھا۔ یہ شفقت تھی کہ عمداً طرح دے جاتے تھے۔ کسی کو قتل نہیں کرتے تھے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم الآیۃ۔ جب نبی اپنی جنس میں سے ہوگا تو ہر طرح کی مراعات دلائے گا۔ چنانچہ آپؐ نے پچاس نمازوں میں سے پانچ نمازیں فرض رہنے دیں۔ مسواک کی فرضیت سنیت سے تبدیل ہوئی۔ دوسروں کا یہ حال ہے۔ کہ مالٹا میں جب ہم اسیر تھے۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں ایک ایسا گرجا ہے کہ جس کی دیواریں اور چھت مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے بنی ہے۔ اندلس میں مساجد کو گرا کر گرجے بنائے گئے۔ مسلمانوں کو جبراً مرتد بنایا گیا۔ آج بھی مالٹا میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اقرار کرتے ہیں کہ ہمیں جبراً مرتد بنایا گیا۔ جب کہ ہماری حمایت کے لئے کوئی آدمی نہیں آیا۔

عتبہ بن ابی وقاص کے متعلق آیا ہے۔ کہ اس کی نسل کا جو بچہ بھی پیدا ہوتا تھا اس کے سامنے والے دانت ٹوٹے ہوئے ہوتے تھے۔ یہ اس کی اولاد کی نشانی بن گئی۔

باب حدیث نمبر ۳۶۷۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ وَهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ وَبِمَا دُووِيَ قَالَ كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُهُ وَعَلِيٌّ يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ وَجُرِحَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے متعلق پوچھا جا رہا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ خبردار واللہ! میں اس شخص کو بھی پہچانتا ہوں۔ جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کو دھویا تھا۔ اور اسے بھی جو پانی انڈیلتا تھا۔ اور کس چیز سے آپؐ کے زخموں کا علاج کیا گیا۔ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخم کو دھوتی تھیں۔ اور حضرت علیؓ اپنی ڈھال سے پانی ڈالتے تھے۔ جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ خون رکنے میں نہیں آتا بڑھتا جا رہا ہے۔ تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر اسے جلایا اور خاکستر کو زخم سے چمٹا دیا۔ جس سے خون تھم گیا۔ اور اس دن آپؐ کی رباعی (دانت) بھی ٹوٹ گیا تھا۔ اور چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ کہ خود آپؐ کے چہرہ پر ٹوٹ گئی تھی۔

حدیث نمبر ۳۶۷۳ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ وَاشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى مَنْ دَمَّى وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص کو نبی قتل کر دے اور جس نے اللہ کے رسول کا چہرہ خون آلود کیا ہو ان دونوں پہ اللہ کا سخت غضب نازل ہوتا ہے۔

13/2

تشریح از شیخ مدنیؒ اُحد کی لڑائی کے بعد کفار تو چلے گئے۔ ابھی پردہ کی آیات نازل نہیں ہوئی تھیں۔ تو چند مسلمان عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے مدینہ سے اُحد کی طرف آئیں۔ ان میں سے ایک حضرت فاطمہؓ بھی تھیں۔ ابن قمیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو زخمی کر دیا تھا۔ جبکہ کہتا تھا۔ انا ابن قمیہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ یہ بکریاں چراتا تھا۔ ایک بکری نے اسے کھر ماری۔ تو پہاڑ سے لڑھکتا ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گرا۔

تشریح از قاسمیؒ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے ثابت ہوا۔ کہ انبیاء بشر ہوتے ہیں۔ جو تکلیفیں دوسرے انسانوں کو پہنچتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بھی ان مصائب اور اسقام (بیماریوں) میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ معجزات دکھانے سے وہ بشریت سے خارج نہیں ہو جاتے۔ وہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ مصائب و آلام کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس احادیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ خود اور زرہ کا پہننا۔ علاج معالجہ کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ حالانکہ آپؐ کو حکم تھا۔ وتوکل علی الحی الذی لا یموت۔

بَابُ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

ترجمہ۔ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت قبول کی۔

حدیث نمبر ۳۷۶۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ قَالَتْ لِعُرْوَةَ يَا ابْنَ اُخْتِيْ كَانَ اَبُوْكَ مِنْهُمُ الزُّبَيْرُ رضی اللہ عنہ وَ اَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ لَمَّا اَصَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَابَ يَوْمَ اُحُدٍ وَانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُوْنَ خَافَ اَنْ يَرْجِعُوْا قَالَ مَنْ يَذْهَبُ فِيْ اَثَرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا قَالَ كَانَ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ رضی اللہ عنہما۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ الذین استجابوا للہ والرسول الخ کی تفسیر میں فرماتی ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا کہ اے بھانجے! تیرا باپ زبیرؓ اور ابوبکرؓ بھی ان میں سے تھا۔ جب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد کی لڑائی میں زخم لگے۔ اس کے بعد مشرکون آپؐ سے پھر گئے۔ تو آپؐ کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں کافر واپس نہ لوٹ آئیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے واپسی کا پروگرام بنایا تھا۔ جس پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو ان کے نشانِ قدم پہ جائے۔ تو صحابہ کرام میں سے ستر آدمیوں نے لبیک کہا۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ اور زبیرؓ بھی تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ الذین استجابوا الخ ممکن ہے کہ کلام سابق سے منقطع ہو۔ اور امدح محذوف کا معمول بنے اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ الذین صلہ موصول مبتدا ہو اور للذین اس کی خبر ہو۔ ابوسفیان جنگ کے ختم ہونے کا اعلان کر کے جب مقام روحاتک پہنچا تو اسے مسلمانوں کے تہس نہس کرنے اور خالی مدینہ کو لوٹنے کا خیال آیا۔ آپؐ کو بھی فکر ہوئی کہ کہیں واپس نہ آجائیں۔ اس لئے آپؐ نے ان کے تعاقب میں مسلمانوں کی ایک جماعت بھیجی۔ حالانکہ یہ لوگ زخمی تھے۔ حمراء الاسد جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پہ ہے۔ وہاں پہنچ کر معبد خزاعی نے قریش سے کہا۔ کہ پہلی فوج سے بھی زیادہ فوج تمہارے تعاقب میں آرہی ہے۔ جس سے ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور مکہ چلے گئے۔ جن لوگوں نے تعاقب کیا اللہ تعالٰے نے ان کی مدح سرائی فرماتے ہوئے ان کے اجر و ثواب کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۵ شوال کو پیش آیا ۱۶ شوال کو آپؐ نے منادی کرائی۔

استجاب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لبیک کہنے والے سب محسنین تھے۔ لیکن للذین احسنوا سے تخصیص معلوم ہوتی ہے۔ تو کہا جائے گا۔ للذین احسنوا تخصیص کے لئے نہیں۔ بلکہ صفت بیانیہ اور کاشفہ ہے۔

منہم ابوبکرؓ والزبیرؓ حضرت ابوبکرؓ کو مجازاً ابوک کا کہا گیا۔ ورنہ وہ حقیقت میں عروہ کے نانا لگتے تھے۔

بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ مِّنْهُمْ

حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِؓ وَالْیَمَانُ وَاَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍؓ

ترجمہ۔ جو مسلمان اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے ان میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ

حضرت یمانؓ حضرت نضر بن انسؓ اور مصعب بن عمیرؓ ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۷۵ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيدًا أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ سَبْعُونَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُونَ قَالَ وَكَانَ بِئْرُ مَعُونَةَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ کہ عرب کے قبائل سے کوئی قبیلہ ہمیں ایسا معلوم نہیں جس کے انصار سے زیادہ شہید ہوں۔ جو قیامت کے دن سب سے زیادہ عزت والے ہوں گے اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس بن مالکؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ احد کی لڑائی میں ستّر مسلمان شہید ہوئے۔ بئر معونہ کے دن بھی ستّر مسلمان شہید ہوئے اور یمامہ کی لڑائی میں بھی ستّر مسلمان شہید ہوئے۔ بئر معونہ کا واقعہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیش آیا۔ اور یمامہ کی لڑائی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں مسیلمۃ الکذاب سے لڑائی ہوئی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اکثر شہیدا الخ کثرت اور عزت دونوں قیود کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ یوم احد سبعون سے بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ستّر کے ستّر انصار تھے۔ حالانکہ چھ مہاجرین بھی تھے۔ تو کہا جائے گا کہ سبعون من الانصار تحدید کے لئے نہیں بلکہ تقریب کے لئے ہے۔ کسر کو حذف کر کے عقود کو لایا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ ستّر انصار کے تھے۔ اور چھ مہاجر اس کے علاوہ تھے۔ مگر راجح اور صحیح قول اول ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قتل منهم يوم احد سبعون ص۵۸۴ س۱۳ یہ ستّر کا لفظ تغلیباً ہے ورنہ بعض مہاجرین تھے۔ جیسے حضرت حمزہؓ وغیرھم تو کثرت کا اعتبار کیا گیا قلیل کو ترک کر دیا اور اس دن انصار اور مہاجرین میں انصار کے مقتول زیادہ تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | تعداد مقتولین کے بارے میں حافظؒ نے اختلاف کیا ہے مواہب میں ہے کہ ستّر میں سے چار مہاجر تھے۔ ابن حبان اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ چونسٹھ انصار تھے اور چھ مہاجر تھے۔

امام شافعیؒ سے بہتر منقول ہیں۔ امام مالکؒ پچھتر فرماتے ہیں۔ اور یعمری نے چھیانوے نقل کئے ہیں۔ جن میں سے مہاجرین گیارہ ہیں باقی انصار ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۶۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلٰى أَحَدٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَقَالَ أَبُو الْوَلِيْدِ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِيْ جَعَلْتُ أَبْكِيْ وَأَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَجَعَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنِيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْكِيْهِ أَوْ مَا تَبْكِيْهِ مَا زَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہداء میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے۔ پھر فرماتے تھے۔ ان میں سے کون آدمی قرآن مجید کا زیادہ حافظ ہے۔ جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا۔ تو آپؐ اس کو بغلی میں آگے رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ قیامت کے دن میں ان پر گواہ ہوں گا۔ اور آپؐ نے ان کو ان کے خونوں سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ تو ان کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ ہی ان کو غسل دیا گیا۔ حضرت ابوالولید اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا۔ جب میرے باپ شہید ہو گئے۔ تو میں رونے لگا اور اپنے باپ کے چہرہ سے کپڑا کھولنے لگا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام مجھے اس سے روکتے تھے۔ آپؐ نے نہ روکا۔ بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو مت رو۔ کیونکہ فرشتے برابر اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو اٹھا لیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ انا شهيد الخ ای شاهد علی اطاعتهم الله اور بعض نے شہید بمعنی شفیع کہا ہے۔ کہ ان کی خصوصی طور پر شفاعت ہو گی۔ فی سبیل اللہ شہید کے متعلق تو سب

ائمہ کا اتفاق ہے کہ اسے غسل نہ دیا جائے۔

لم یصل علیھم یہ امام شافعیؒ کی دلیل ہے۔ وہ اور ان کے موافقین فرماتے ہیں۔ کہ شہید معرکہ پر نماز نہ پڑھی جائے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اس پر نماز پڑھی جائے۔ مستدرک اور مصنف ابن ابی شیبۃ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ نے شہداء اُحد پر نماز پڑھی ہے۔ وہ روایات نہایت قوی ہیں۔ اور اثبات کی روایات ہیں۔ جن کو نفی کی روایات پر ترجیح ہوگی۔ اور لم یصل علیھم کے معنی یہ ہوں گے کہ الگ الگ کسی پر نماز نہیں پڑھی گئی۔ بلکہ آٹھ آٹھ، نو نو کو جمع کر کے نماز پڑھی گئی۔ یا معنی ہیں لم یصل علیھم فی یوم واحد بل فی یوم ثانٍ چنانچہ حضرت جابرؓ جو اپنے باپ کی لاش کو لے کر گئے تھے۔ آپؐ نے واپس لانے کا حکم دیا۔ تو ممکن ہے ان کی غیبوبت میں نماز پڑھی گئی ہو۔ ان کو علم نہ ہوسکا ہو۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے آٹھ سال بعد جا کر شہداء اُحد پر ایسی نماز پڑھی جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ تو اس طرح آپؐ کے آخری فعل کا اعتبار ہوگا۔ جو اوّل کے لئے ناسخ بنے گا۔ شوافع یہ بھی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ مغفرت کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اور ان کے فی سبیل اللہ شہید ہونے سے مغفرت ہوگئی۔ اب نماز جنازہ پڑھنے کے کیا معنی؟ مگر کہا جائے گا۔ کہ نماز جنازہ بہر حال مشروع ہے خواہ کوئی مغفور ہو یا نہ ہو۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور نابالغ معصوم بچے۔ بایں ہمہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ یہ جمع کی صورت ہے ورنہ ترجیح کی صورتیں اوپر ذکر ہو چکی ہیں۔

واکشف الثوب عن وجھہ الخ روایت میں اختصار ہے۔ حضرت جابرؓ کپڑا اٹھا کر روتے تھے اکلوتے بیٹے تھے۔ ان کی پھوپھی فاطمہ بنت عمرؓ نے آکر چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ لا تبکیہ اگر خطاب حضرت فاطمہؓ کو ہے تو تا تانیث کی ہے۔ اگر خطاب حضرت جابرؓ کو ہے۔ تو یا محض اشباع کے لئے ہوگی۔ اور ما تبکیہ میں ما استفہام کے لئے ہے۔ اور بعض نے ما کو نافیہ قرار دیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ تو ایسے اونچے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ جس میں تمہیں خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ رد یا کیوں جاتا ہے۔ ملم ینہ آپؐ نے اوّلاً اس لئے نہیں روکا۔ کہ بکاء بالدمع تھی بالصوت نہیں تھی۔ یا ابھی تک بکاء بالصوت کی ممانعت نہیں آئی تھی۔ اس لئے آپؐ نے نہیں روکا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | واکشف الثوب عن وجھہ ص ۱۹/۵۸۴ اس سے معلوم ہوا کہ میت

کے چہرہ سے کپڑا ہٹا دینا جائز ہے۔ لیکن جب کوئی فائدہ متضمن نہ ہو تو چہرہ کھولنا خلافِ اولیٰ ہوگا۔
وجہ یہ ہے کہ اس سے حزن وغم میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور خلافِ اولیٰ ہونے پر صحابہ کرام کا منع کرنا
دلالت کرتا ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہی پر انکار نہ کرنا بھی دلیل ہے کہ چہرہ نہ کھولا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ کتاب الجنائز میں اس کا جواز ثابت کر چکے ہیں۔
تقریہ ہے کہ میت کے لئے موت محاسن کی تبدیلی کا باعث ہے۔ اس لئے ڈھانپنے کا حکم ہے آنکھیں
بھی بند کر دی جائیں۔ بنا بریں منع کیا گیا ہو۔ امام نخعیؒ بھی فرماتے ہیں۔ کہ غاسل کے سوا اور کوئی اسے
نہ دیکھے۔

حدیث نمبر ۳۶۷۰ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ اُرٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَیْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ مَا کَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَاءَ بِهِ اللّٰهُ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَاَیْتُ فِیْهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَیْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ اُحُدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے
خواب میں دیکھا۔ کہ میں نے تلوار ہلائی جس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ جس کی تعبیر یہ ہوئی۔ کہ جو اُحد کی لڑائی
میں مسلمانوں کو شکست کی مصیبت پہنچی۔ پھر دوسری دفعہ اسے حرکت دی۔ تو پہلے سے بھی اچھی حالت
میں واپس آئی۔ تو یہ فتح اور مسلمانوں کا اکٹھا ہو جانا تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ لے آئے۔ اور میں نے
اس میں گائے کو دیکھا۔ واللہ وہ خیر ہے۔ تو اس کی تعبیر مسلمانوں کی اُحد کی لڑائی میں شہادت ہے۔
واللہ خیر ای واللہ عندہ خیر۔

حدیث نمبر ۳۶۷۸ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنْ خَبَّابٍؓ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَبْتَغِیْ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَی اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰی اَوْ ذَهَبَ لَمْ یَاْکُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْئًا کَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ یَتْرُكْ اِلَّا نَمِرَةً کُنَّا اِذَا غَطَّیْنَا بِهَا رَاْسَهٗ

خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلٰى رِجْلَيْهِ الْإِذْخِرَ أَوْ قَالَ أَلْقُوا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا ۔

ترجمہ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی۔ جب کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے تھے۔ تو ہمارا ثواب اللہ تعالےٰ کے ذمہ واجب ہو گیا۔ پس بعض ہم میں سے ایسے ہیں۔ جو اس دنیا سے چلے گئے اور انعام وثواب میں سے کچھ بھی نہ کھا سکے۔ ان میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ جو اُحد کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ جنہوں نے ایک رنگ برنگی چادر کے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ جب ہم اس سے اس کا سر ڈھانپتے تھے تو اس کے دونوں پاؤں نکل آتے تھے۔ اور جب ان کے پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر نکل آتا تھا۔ تو ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ چادر سے تو ان کا سر ڈھانپ لو۔ اور دونوں پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ یا اجعلوا کی بجائے القوا فرمایا۔ اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کا پھل پک چکا ہے۔ جن کو وہ چُن رہے ہیں۔

بَابُ اُحُدٌ يُحِبُّنَا قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ یہ عباس بن سہل نے ابوحمید سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۹ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ اَنَسًاؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اُحد ایک پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اُحد کو اُحد اس لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ سلسلہ جبال میں متوحد ہے۔ یا یہ کہ اس کے قریب اور سائے میں رہنے والے موحدین ہیں جو مسلمان ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ پہاڑ ایک جامد چیز ہے وہ محبت کیسے کر سکتا ہے۔ جو ذوی الارواح کا خاصہ ہے۔ بعض نے جواب میں کہا۔ کہ

اس میں مجاز بالحذف ہے ۔ ای اھل احد یحبنا ونحبہ اور وہ اہل اُحد انصار ہیں ۔ جو اُحد کے سائے میں رہتے تھے ۔ یا مجاز مرسل ہے ۔ کہ ہمیشہ اہلِ محبت ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ۔ تو معنی ہوں گے کہ ہم اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور وہ ہمیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے ۔ تو محبت اور سرور سے کنایہ ہوا ۔ یہ ارشاد آپؐ کا حج کے موقعہ پہ ہے یا کسی اور سفر میں فرمایا ۔ تو اُحد کی طرف مسرت کی نسبت بطور مشاکلہ کے ہوگی ۔ لیکن اہل تحقیق کا کہنا ہے ۔ کہ جمادات میں بھی محبت پائی جاتی ہے ۔ جیسے آپؐ نے جبل عیر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں ۔ دجال اس کے پاس آکر ٹھہرے گا ۔

حدیث نمبر ۳۶۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَہٗ اُحُدٌ فَقَالَ ھٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا ۔

ترجمہ ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب اُحد پہاڑ ظاہر ہوا ۔ تو آپؐ نے فرمایا ۔ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں ۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنوایا تھا ۔ میں مدینہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان والے حصہ کو حرام قرار دیتا ہوں ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حرام قرار دینے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں ۔ لیکن اس حرمت کا اظہار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا ۔ جس کو آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا ۔ حرمھا اللہ لا الناس کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے لوگوں نے نہیں کیا ۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تحریم کے معنی ممنع کرنے کے اور دوسرے معنی احترام کرنے کے بھی آتے ہیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اس کے ثمرات میں برکات وغیرہ کے لئے تھی ۔ اور آپؐ نے مدینہ کی برکت کے لئے دعا فرمائی ۔ بناءً علیہ اگر کوئی حرم مکہ میں شکار کرے گا ۔ تو اس پہ جزا لازم آئے گی ۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ حرم مدینہ منورہ کا یہی حکم دیتے ہیں ۔ کہ جزا لازم ہوگی ۔ مگر حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں ۔ کہ مدینہ میں شکار کرنا وغیرہ اشیاء ممنوع نہیں ۔ مکہ میں جانور و پرندہ کو بند کرنا جائز نہیں ۔ مدینہ میں نغیر کو پنجرہ میں بند رکھا گیا ۔ یا عمیر یا فعل النغیر آپؐ کا ارشاد ہے ۔ الحاصل جمہور ائمہ بلکہ امام شافعیؒ اور

امام مالکؒ کے نزدیک بھی تحریم مدینہ تحریم مکہ جیسی نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ان ابراهیم حرم مکة ص۵۸۵ یعنی ابراہیمؑ نے اس کی حرمت کا اظہار فرمایا اعلان کیا۔ ورنہ وہ تو آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اس کی حرمت چلی آرہی ہے۔ بلکہ اس سے پہلے سے چلی آرہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ ان هذا البلد حرمه الله یوم خلق السموٰت والارض فهو حرام بحرمة الله الی یوم القیامة یعنی جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا اور قیامت کے دن تک اس کی حرمت باقی رہے گی۔

تو حافظؒ فرماتے ہیں۔ ان ابراهیم حرم مکة بامر الله تعالیٰ لا باجتهاده۔
یا معنی ہیں۔ ان ابراهیم اول من اظهر تحریمها بین الناس وکانت قبل ذلك عند الله حراما۔ یا اول من اظهره بعد الطوفان الخ

حدیث نمبر ۳۶۸۱ حَدَّثَنِیْ عَمْرُوْ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ عُقْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عقبہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور اہل احد پہ ایسے نماز پڑھی جیسے میت پہ پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف پھر کر آئے۔ اور فرمایا میں تمہارے لئے نمائندہ بن کر جارہا ہوں۔ اور میں تمہارے ایمان کی گواہی دوں گا یا شفاعت خصوصی کروں گا۔ اور میں اپنے حوض کو ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ یا فرمایا زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور واللہ! مجھے تم سے اپنے بعد شرک کرنے کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اس بات کا خطرہ ضرور ہے۔

کہ دنیا تم پر پلٹی جائے گی اور تم اس میں خوب رغبت کرو گے۔

بَاب غَزْوَةِ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُونَةَ وَحَدِيثِ عَضَلٍ وَّالْقَارَةِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَّخُبَيْبٍ وَّاَصْحَابِهٖ۔

ترجمہ۔ غزوہ رجیع، رعل، ذکوان اور بئر معونہ۔ عضل۔ قارہ عاصم بن ثابت اور حضرت خبیبؓ اور ان کے ساتھیوں کی حدیث بیان ہوگی۔

قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ اَنَّهَا بَعْدَ اُحُدٍ۔

ترجمہ۔ اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ عاصم بن عمرؓ فرماتے تھے کہ یہ اُحد کے بعد کے واقعات ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۸۲ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى الخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً عَيْنًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَّهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فَانْطَلَقُوا حَتّٰى اِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُّقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَتَبِعُوهُمْ بِقَرِيبٍ مِّنْ مِّائَةِ رَامٍ فَاقْتَصُّوا اٰثَارَهُمْ حَتّٰى اَتَوْا مَنْزِلًا نَّزَلُوهُ فَوَجَدُوا فِيهِ نَوَى تَمْرٍ تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَتَبِعُوا اٰثَارَهُمْ حَتّٰى لَحِقُوهُمْ فَلَمَّا انْتَهٰى عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهٗ لَجَؤُوا اِلٰى فَدْفَدٍ وَّجَاءَ الْقَوْمُ فَاَحَاطُوا بِهِمْ فَقَالُوا لَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ اِنْ نَّزَلْتُمْ اِلَيْنَا اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ فَقَاتَلُوهُمْ حَتّٰى قَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ وَبَقِيَ خُبَيْبٌ وَّزَيْدٌ وَّرَجُلٌ اٰخَرُ فَاَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ فَلَمَّا اَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ نَزَلُوا اِلَيْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ حَلُّوا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِي مَعَهُمَا هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ فَاَبٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ وَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَّزَيْدٍ حَتّٰى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ فَاشْتَرٰى خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ أَسِيْرًا حَتّٰى إِذَا أَجْمَعُوْا قَتْلَهُ اسْتَعَارَ مُوْسٰى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ وَاسْتَحَدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ قَالَتْ فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِيْ فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتّٰى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلٰى فَخِذِهِ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّيْ وَفِيْ يَدِهِ الْمُوْسٰى فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَاكِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَكَانَتْ تَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَإِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ فَخَرَجُوْا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فَقَالَ دَعُوْنِيْ أُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَرَوْا أَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ مِنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُّ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ثُمَّ قَالَ۔

مَا إِنْ أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا ۔۔۔ عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ ۔۔۔ يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلٰى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُوْنَهُ وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيْمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ جاسوسی کے لئے بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابتؓ کو امیر نامزد فرمایا۔ جو حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ کے دادا تھے۔ پس یہ حضرات چل پڑے۔ جب یہ حضرات عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو ھذیل کے ایک قبیلہ جسے بنولحیان کہا جاتا ہے کے سامنے ان حضرات مجاہدین کا ذکر کیا گیا۔ تو ان کے ایک سو تیر اندازنے ان کا تعاقب کیا۔ اور یہ لوگ ان کے نشانات قدم کو تلاش کرتے کرتے ایک ایسی جگہ تک پہنچ گئے۔ جہاں ان حضرات نے پڑاؤ کیا تھا۔ تو وہاں انہیں کھجور کی گٹھلیاں ملیں۔ جو یہ مجاہد لوگ

توشہ کے طور پر مدینہ سے لائے تھے۔ تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ تو یثرب (مدینہ) کا کھجور ہے۔ تو انہوں نے نشان اقدام پر ان حضرات کا پیچھا کیا۔ یہاں تک انہوں نے مجاہدین کو جالیا۔ تو حضرت عاصم اور ان کے ساتھی رک گئے اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے۔ مشرک قوم نے وہاں پہنچ کر ان کا گھراؤ کر لیا۔ اور مجاہدین سے کہنے لگے تمہارے لئے ہمارا عہد و پیمان ہے۔ کہ اگر تم ہماری طرف اتر کر آ گئے۔ تو ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ جس پر امیر لشکر حضرت عاصمؓ نے فرمایا۔ میں کسی کافر کی ذمہ داری میں اترنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ بلکہ دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے رسول کو اطلاع کر دے۔ چنانچہ انہوں نے ان سے لڑائی شروع کر دی اور خوب تیر برسائے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عاصم سمیت سات آدمیوں کو تیر مار مار کر قتل کر دیا۔ اب صرف تین آدمی حضرت خبیبؓ۔ زیدؓ اور ایک تیسرا آدمی بچ گئے۔ جن کو ان کافروں نے یقین دلاتے ہوئے عہد و پیمان کیا۔ اس عہد و پیمان پر اعتبار کرتے ہوئے یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے۔ لیکن جب مشرکین نے ان حضرات پر قابو پا لیا تو اپنی کمانوں کی تانتوں کو کھولا۔ اور ان سے ان حضرات کو باندھ لیا۔ تو اس تیسرے آدمی نے جو ان کے ہمراہ تھا۔ فرمایا کہ یہ پہلی دھوکہ بازی ہے۔ انہوں نے ان کفار کے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے اس کو کھینچنا شروع کیا۔ اور ساتھ چلنے پر انہیں بہت مجبور کیا۔ جنہوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ جس پر انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور وہ لوگ حضرت خبیبؓ اور زیدؓ کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان حضرات کو مکہ میں جا کر بیچ دیا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید کر لیا۔ کیونکہ حضرت خبیبؓ نے ان کے باپ حارث کو بدر میں قتل کر دیا تھا۔ پس یہ تو ان کے پاس کچھ عرصہ قیدی بن کر رہے۔ یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے ان کو قتل کرنے پر عزم کر لیا۔ تو انہوں نے حارث کی بعض لڑکیوں سے انہوں نے ایک استرا اندام نہانی کی صفائی کے لئے مانگا۔ جس نے وہ استرا ان کو عاریۃً دے دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنے ایک بچہ سے غافل ہو گئی تھی۔ جو اس قیدی کے پاس گھستے ہوئے پہنچ گیا۔ جس کو حضرت خبیبؓ نے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ جب اس نے یہ حال دیکھا تو سخت گھبرا گئیں۔ جس کی گھبراہٹ کا اندازہ حضرت خبیبؓ نے بھی کر لیا۔ جبکہ ان کے ہاتھ میں استرا تھا۔ تو فرمانے لگے کہ کیا تمہیں خطرہ ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا۔ یہ میرا شیوہ نہیں ہے۔ کہ میں اس جاہلیت کے کام کو انجام دوں۔ اگر اللہ نے چاہا تو ایسا نہیں ہوگا۔ وہ کہتی ہے کہ

میں نے حضرت خبیبؓ سے بہتر قیدی کبھی نہیں دیکھا، اور تحقیق میں نے ان کو انگور کے خوشہ سے انگور کھاتے دیکھا، حالانکہ ان دنوں میں مکہ کے اندر موسم کا کوئی پھل نہیں دیکھا؟ اور وہ لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ جب مشرک لوگ ان کو حرم سے باہر لے جا کر قتل کرنے لگے۔ تو انہوں نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ تاکہ میں دو رکعت نفل ادا کر لوں، پھر وہ جلدی ان کی طرف پھر کر آ گئے۔ کہنے لگے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ کہ تم لوگ سمجھو گے کہ مجھے موت سے گھبراہٹ ہے تو میں اور زیادہ رکعت نماز پڑھتا۔ پس وہ پہلے شخص نے جنہوں نے قتل ہوتے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ جاری کیا۔ پھر دعا مانگی اے اللہ! میرے ان دشمنوں کو گن گن کر تہس نہس فرما۔ پھر یہ شعر پڑھنے لگے۔

ترجمہ۔ جب میں مسلمان ہو کر قتل ہو رہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کس پہلو پہ میں گر رہا ہوں گا۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات کی خوشنودی کے لئے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے بدن کے جوڑوں میں برکت پیدا کر دے۔

پھر حارث کا بیٹا عقبہ ان کی طرف اٹھا اور انہیں قتل کر دیا۔ قریش نے حضرت عاصمؓ کی طرف قاصد بھیجے کہ اس کے بدن کا کوئی حصہ لے آئیں۔ جن سے وہ ان کو پہچان سکیں۔ اور حضرت عاصمؓ نے قریش کے ایک بڑے سردار کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چھاتے کی طرح شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا۔ جنہوں نے قاصدوں کی دست برد سے حضرت عاصمؓ کی حفاظت فرمائی۔ کہ جس کے بعد وہ ان کے بدن کے کسی حصہ پہ قادر نہ ہو سکے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ دونوں واقعے غزوۂ اُحد کے بعد پیش آئے ہیں۔ ۳ھ کے اخیر میں غزوۂ رجیع ہے اور ۴ھ کے اوائل میں غزوۂ بئر معونہ ہے۔ اس میں مصنفؒ نے خلط کر دیا ہے۔ غزوہ رجیع عضل اور قارہ قبیلہ کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ ہوا یوں کہ ان کے کچھ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں۔ کہ کچھ آدمی تعلیم و تبلیغ کے لئے ہمارے ساتھ بھیجیں۔ آپؐ نے دس بارہ آدمی ساتھ کر دیئے۔ جب یہ قبیلہ ھذیل کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان حضرات سے خیانت اور غداری کی۔ کہ ھذیل کے آدمیوں نے انہیں قتل کر دیا۔ اور بئر معونہ کا واقعہ دوسرا ہے۔ کہ عامر بن مالک نے صفر ۴ھ میں آکر کہا۔ کہ ہماری تعلیم و تبلیغ کے لئے کچھ آدمی روانہ فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ مجھے تم لوگوں پر اعتماد نہیں۔ اس نے امان کا وعدہ کیا۔ اصحاب صفہ میں سے ستر قرار آپؐ نے ہمراہ کر دیئے۔ مالک بن البرا کا بھتیجا عامر بن طفیل بہت گستاخ تھا۔ جس نے آپؐ سے کہا تھا کہ نصف سلطنت مجھے دے دو۔ ورنہ بنو غطفان کو ساتھ لے کر حملہ کر دوں گا۔ مالک بن البراء جب ان قرار کو لے کر جا رہے تھے۔ عامر بن طفیل کو ان کی خبر ہو گئی۔ تو اس نے ذکوان اور رعل قبائل کے لوگوں کو ہمراہ لے کر ان حضرات پر حملہ کر دیا۔ اور ان سب صحابہ کرام کو شہید کر دیا۔ بنو عامر نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ آپؐ کو اس کی اطلاع کی گئی۔ جن پر آپؐ نے ایک ماہ تک بد دعا کی۔ بعض نے کہا کہ یہ قریش کے جاسوس تھے۔ بہرحال اس طرح دونوں صحیح ہو گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | غزوۃ الرجیع ص ۵۸۵/۱ مصنفؒ نے اس عنوان میں خلط ملط کر دیا ہے۔ بظاہر ایک واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ دو واقعے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | غزوہ رجیع تو حضرت عاصمؓ اور خبیبؓ کا سریہ ہے۔ جن کا مقابلہ عضل اور قارہ سے ہوا۔ اور بئر معونہ کا واقعہ رعل اور ذکوان سے پیش آیا۔ البتہ ان دونوں واقعات کی اطلاع آپؐ کو ایک ہی رات میں پہنچی۔ صاحب مواہب نے لکھا ہے کہ سریہ رجیع سریہ بئر معونہ سے پہلے واقع ہوا۔ رجیع ھذیل کے قبیلہ کے چشمہ کا نام ہے۔ جو مکہ اور عسفان کے درمیان ہے۔ اور عضل اور قارہ کا قصہ بحث رجیع میں ہے نہ کہ بئر معونہ میں۔

وھو جد عاصم الخ یعنی اباامہ (نانا)

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ما انا ابالی الخ یہ اشعار بھی حضرت خبیبؓ کی طرف منسوب ہیں۔ اشعار حضرت گنگوہیؒ نے نقل کئے ہیں۔ اردو ترجمہ حضرت شیخ زکریاؒ کا ہے۔

لَقَدْ جَمَعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوْا ‏ قَبَائِلَھُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا کُلَّ مَجْمَعٖ

گروہ بہت سے گروہ جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے بہت سے قبائل کو جمع کر رکھا ہے اور زیادہ سے زیادہ مجمع اکٹھا ہو رہا ہے۔ الب و تالیب سے ہر طرف سے جمع کرنا۔

وَکُلُّھُمْ مُبْدِی الْعَدَاوَۃَ جَاھِدٌ ‏ عَلَیَّ لِاَنِّیْ فِیْ وِثَاقٍ بِمُضِیْعٖ

ہر ایک ان میں سے دشمنی ظاہر کرنے والا ہے۔ اور میرے خلاف کوشش کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ میں رسیوں میں جکڑا ہوا ہوں اور بربادی کی جگہ پر پڑا ہوا ہوں۔ مضیع اسم ظرف اسم فاعل وثاق کی صفت ہے۔

وَقَدْ اَجْمَعُوْا اَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِيْلٍ مُمَنَّعٍ

ان لوگوں نے میرا تماشا دیکھنے کے لئے اپنی سب عورتوں اور بچوں کو جمع کر رکھا ہے اور میں سولی دینے کیلئے قریب لایا گیا ہوں۔ ایک بہت بڑے درخت کے تنے کے جو محفوظ ہے یا بہت زیادہ طویل ہے۔

قربت ماضی مجہول ہے۔ ممنع اسم مفعول تمنیع بمعنی محفوظ۔ ممنع بمعنی ممنوع۔

اِلَى اللهِ اَشْكُوْا غُرْبَتِيْ ثُمَّ كُرْبَتِيْ وَمَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابُ لِيْ عِنْدَ مَصْرَعِيْ

اللہ تعالیٰ سے اپنی بیکسی اور مصیبت کا شکوہ کرتا ہوں۔ اور اس چیز کا جو ان کافر جماعتوں نے میرے قتل کے وقت میرے لئے تیار کر رکھی ہے۔ ارصد بمعنی عدّ تیار کرنا غربت مسافری۔ بے کسی۔ کربت پریشانی مصیبت۔

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِيْ عَلٰى مَا يُرَادُ بِيْ فَقَدْ بَضَّعُوْا لَحْمِيْ وَقَدْ يَاسَ مَطْمَعِيْ

پس اے عرش کے مالک تو مجھے صبر عطا فرما اس چیز پہ جس کا یہ لوگ میرے ساتھ ارادہ کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اور مجھے ہر اس چیز سے مایوسی ہو گئی ہے جس کی مجھے خواہش ہو۔ بڑی خواہش قید سے چھوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور زندگی کی خواہش بھی اس میں داخل ہو سکتی ہے۔ ذا العرش منادی ہے۔ بحذف اللہ۔ یاس بین السطور یئس لکھا ہے۔ مایوس ہو جانا۔ یضع ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ مایراد۔ مضارع مجہول ہے۔

ذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ شانہ کی پاک ذات کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ہوتے بدن کے ٹکڑوں میں برکت عطا فرما دے۔ اوصال جمع وصل کی بمعنی عضو شلو بمعنی جسم جثہ۔ ممزع بمعنی مقطع۔

وَقَدْ خَيَّرُوْنِي الْكُفْرَ وَالْمَوْتُ دُوْنَهُ وَقَدْ هَمَلَتْ عَيْنَايَ مِنْ غَيْرِ مَجْزَعٍ

ان لوگوں نے مجھے کفر اور بغیر اس کے موت کا اختیار دیا ہے اور میری دونوں آنکھیں بغیر گھبراہٹ کے آنسوؤں سے بہ رہی ہیں۔ وجہ اگلے شعر میں ہے۔ ہملت از نصر مجزع مصدر میمی گھبراہٹ کے معنی ہیں۔

وَمَا بِيْ حِذَارُ الْمَوْتِ اِنِّيْ لَمَيِّتٌ وَلٰكِنْ حِذَارِيْ حُجْمُ نَارٍ مُلَقَّعٍ

مجھے موت کا ڈر اس لئے نہیں کہ آخر ایک دن ضرور مرنے والا ہوں۔ لیکن مجھے خوف اس آگ کی جسامت کا ہے۔ جو بہت شعلوں والی ہے۔ یعنی انسانوں کو کھا جانے والی ہے۔ مراد جہنم کی آگ ہے۔

حجم بمعنی جسامت۔ ملقع ملهب۔ شعلے والی۔ احجم آگ کی لپیٹ۔

فَوَاللّٰهِ مَا اَرْجُوْا اِذَا مِتُّ مُسْلِمًا عَلٰى اَيِّ جَنْبٍ كَانَ فِي اللّٰهِ مَصْرَعِيْ

پس اللہ کی قسم اگر میں بحالتِ اسلام کر دیا جاؤں تو مجھے ذرا پرواہ نہیں کہ اللہ کے بارے میں کس کروٹ پر گرا۔ یہ شعر بخاری میں چھٹے شعر سے مقدم ہے۔ یہ دونوں شعر بخاری میں ہیں۔

ارجو۔ رجاء بمعنی امید۔ پرواہ۔ مصرعی۔ گرنا۔ مصدر میمی ہے۔

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا وَلَا جَزَعًا اِنِّيْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعِيْ

پس میں دشمن کے سامنے نہ تو کسی قسم کی عاجزی کو اور نہ کسی قسم کی گھبراہٹ کو ظاہر کرنے والا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کی طرف اشارہ ہے۔

یہ اشعار سیرت ابن ہشام میں مرقوم ہیں اور کلام الملوک میں ترجمہ کے ساتھ درج ہیں۔ جو اردو رسالہ ہے۔

من الامر زنابیر۔ یا ذکور النحل۔ فحمتہ الخ ان لوگوں نے ایک رات اور دوسرے دن انتظار کیا۔ کہ یہ مکھے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیجا جو ان کی لاش کو بہا کر لے گیا۔ کسی کو علم نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ وہ شہد کے مکھے ان کے چہروں میں اڑتے تھے۔ اور انہیں ڈنک مارتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے بدن کا کوئی حصہ نہ کاٹنے دیا۔ وہ سیلاب حضرت عاصمؓ کو جنت میں لے گیا۔ اور پچاس مشرکوں کو جہنم پہنچا دیا۔ حضرت عاصمؓ کی لاش کو مسلمانوں نے دفن کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۶۸۳ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ الَّذِيْ قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ اَبُوْ سَرْوَعَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص نے حضرت خبیبؓ کو شہید کیا تھا وہ ابو سروعہ تھا۔

حدیث نمبر ۳۶۸۴ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا بِئْرُ مَعُوْنَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا اِيَّاكُمْ اَرَدْنَا اِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُوْنَ فِيْ حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلُوْهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا

فِي صَلوٰةِ الْغَدَاةِ وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَسَأَلَ رَجُلٌ اَنَسًا عَنِ الْقُنُوتِ اَبَعْدَ الرُّكُوعِ اَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ تو قبیلہ بنو سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان بئر معونہ کے پاس ان کے سامنے آئے۔ صحابہ کرام نے ان لوگوں سے کہا۔ اللہ کی قسم! ہم تم پر فوج کشی کر کے نہیں آئے۔ ہم تو تمہارے پاس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کام کے لئے جاتے ہوئے گزر رہے ہیں لیکن انہوں نے ایک نہ سنی بلکہ ان حضرات کو قتل کر دیا۔ تو صبح کی نماز میں مہینہ بھر آپؐ نے ان کے لئے بددعا کی۔ یہاں سے دعاء قنوت کی ابتدا ہوئی۔ اس سے پہلے ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ عبد العزیز کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ وہ رکوع کے بعد ہے یا قرأت سے فارغ ہونے کے بعد۔ انہوں نے فرمایا قرأت سے فارغ ہونے کے بعد۔

حدیث نمبر ۳۶۸۵ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو عَلٰى اَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر رکوع کے بعد عرب کے قبائل پر بددعا کی۔ یہ قنوت نازلہ کہلاتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۸۶ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رِعْلًا وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ اسْتَمَدُّوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَدُوٍّ فَاَمَدَّهُمْ بِسَبْعِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ كُنَّا نُسَمِّيْهِمُ الْقُرَّاءَ فِي زَمَانِهِمْ كَانُوا يَحْتَطِبُونَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ حَتّٰى كَانُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قَتَلُوهُمْ وَغَدَرُوا بِهِمْ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو فِي الصُّبْحِ عَلٰى اَحْيَاءٍ مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لِحْيَانَ قَالَ اَنَسٌ فَقَرَاْنَا فِيهِمْ قُرْاٰنًا ثُمَّ اِنَّ ذٰلِكَ رُفِعَ بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ حَدَّثَهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَدْعُوْا عَلٰى اَحْيَاءٍ مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِيْ لِحْيَانَ زَادَ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اُولٰٓئِكَ السَّبْعِيْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنًا كِتَابًا نَحْوَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ رعل۔ ذکوان ،عصیّہ اور بنو لحیان نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کی۔ آپؐ نے ان کی مدد کے لئے انصار کے ستر آدمی بھیجے۔ جن کو ہم اس زمانہ میں قراء کے نام سے پکارتے تھے۔ دن کو وہ لوگ لکڑیاں جمع کرتے اور رات کو نفل نماز پڑھتے۔ جب یہ لوگ بئر معونہ تک پہنچے تو ان لوگوں نے ان سے غدر کرتے ہوئے انہیں قتل کر دیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر پہنچی تو آپؐ نے صبح کی نماز میں عرب کے ان قبائل پر مہینہ بھر قنوت نازلہ پڑھی۔ یعنی رعل۔ ذکوان ،عصیّہ اور بنو لحیان پر۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ان کے بارے میں قرآن مجید میں پڑھتے تھے۔ بعدازاں اس کو اٹھایا گیا۔ کہ ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقی ہوئے وہ ہم سے راضی ہو گیا۔ اور ہمیں راضی کر دیا۔ دوسری سند سے حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی کہ رعل۔ ذکوان۔ عصیہ اور بنو لحیان پر بد دعا کرتے تھے۔ خلیفہ کی سند میں ہے کہ حضرت انسؓ نے حدیث بیان کی۔ وہ ستر انصار میں سے تھے جو بئر معونہ میں قتل کر دیئے گئے۔ قرآناً یعنی کتاباً پہلی حدیث کی طرح ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | حتی کانوا ببئر معونۃ ص۵۸۶ | قتل کرنے والے وہ لوگ نہیں تھے۔ جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدد طلب کرنے کے لئے آئے تھے۔ قاتل دوسرے لوگ ان کے علاوہ تھے۔ لیکن وہ تھے ان کے قبیلہ کے۔ پس قتل کی نسبت ان سب کی طرف کر دی گئی۔ نیز! دراصل ان کی طلب تعلیم القرآن اور شرائع و احکام اسلام سیکھنے کے لئے تھی۔ مگر ان سے یہ بھی ذکر کیا گیا کہ انہوں نے ان کے ہمراہ مل کر دشمنوں اور کفار سے جہاد بھی کرنا ہے۔ تو اب دو روایتوں میں تنافی نہیں رہے گی۔ کہ ایک میں ہے ان کو جہاد کے لئے بھیجا گیا اور دوسری میں ہے کہ ان کو تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔ تو اس طرح تعارض دفع ہوا۔ حضرت قطب گنگوہیؒ کے فائدہ کا خلاصہ

یہ ہے کہ قرار کو قتل کرنے والے دوسرے لوگ ان کے قبیلہ والے تھے جو لوگ آپؐ کے پاس سے ان کو لائے تھے وہ نہیں تھے۔ اور اس سریہ کو سریۃ القرا بھی کہا جاتا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ابو برا، عامر بن مالک بن جعفر عامری جس کے مسلمان ہونے میں اختلاف ہے۔ جو نیزہ بازی کا کھلاڑی مشہور تھا۔ یہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا وہ اسلام نہ لایا۔ البتہ یہ کہا کہ اے محمدؐ دین تیرا اچھا ہے۔ میری قوم میرے پیچھے ہے۔ اگر آپؐ کچھ لوگ اپنے اصحاب میں سے میرے ساتھ بھیج دیں۔ تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپؐ کے دین کو قبول کر لیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اہل نجد سے خطرہ ہے کہ کہیں ان پر حملہ نہ کر دیں۔ ابو البرار نے کہا کہ میں ان کو پناہ دینے والا ہوں۔ آپؐ نے ستر قرار اس کے ہمراہ بھیج دیئے۔ جب بئر معونہ تک پہنچے۔ تو انہوں نے حرام بن ملحان کو اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جو ابو البرار کا بھتیجا تھا۔ جب وہ قاصد اس کے پاس پہنچا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھے بغیر اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ عامر بن طفیل نے اپنی قوم بنو عامر سے ان کے خلاف مدد طلب کی۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہم ابو برار کی توہین کرتے ہوئے عہد شکنی نہیں کرتے۔ جس نے ان کو پناہ دی ہے۔ عامر نے بنو سلیم کے دوسرے قبائل رعل اور ذکوان سے مدد طلب کی۔ جنہوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ ان حضرات صحابہ کرام کو گھیر لیا۔ لڑائی ہوئی جس میں یہ حضرات قتل کر دیئے گئے۔ ابو برار کو جب اطلاع ہوئی۔ تو ان حضرات کی وفات پر افسوس کرتے ہوئے اپنے بھتیجے کی کارگذاری پر افسوس کا اظہار کیا بالآخر مر گیا۔

فدا تینا فی الخ کتاب الجہاد میں گزرا ہے کہ خود رعل۔ ذکوان وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی تھی۔ اور یہاں قتادہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عامر بن طفیل نے ان سے مدد طلب کی تھی۔ تو اس میں کوئی منافات نہیں۔ احتمال ہے کہ ظاہراً انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی ہو اور دل میں ان کے غدر ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کے دوسرے لوگوں سے عامر بن طفیل نے مدد طلب کی ہو۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ بنو لحیان کا ذکر اس قصہ میں وہم ہے وہ غزوہ رجیع حضرت خبیبؓ کے قصہ میں بنو لحیان تھے۔ بئر معونہ میں نہیں تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالَهُ أَخٌ لِأُمِّ سُلَيْمٍ فِي سَبْعِينَ رَاكِبًا

وَكَانَ رَئِيسُ الْمُشْرِكِينَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلٰثِ خِصَالٍ فَقَالَ يَكُونُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَلِي أَهْلُ الْمَدَرِ أَوْ أَكُونُ خَلِيفَتَكَ أَوْ أَغْزُوكَ بِأَهْلِ غَطْفَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فُلَانٍ فَقَالَ غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ فُلَانٍ ائْتُونِي بِفَرَسِي فَمَاتَ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سُلَيْمٍ وَهُوَ رَجُلٌ أَعْرَجُ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ قَالَ كُونَا قَرِيبًا حَتّٰى آتِيَهُمْ فَإِنْ آمَنُونِي كُنْتُمْ وَإِنْ قَتَلُونِي أَتَيْتُمْ أَصْحَابَكُمْ فَقَالَ أَتُؤْمِنُونِي أُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ وَأَوْمَؤُا إِلٰى رَجُلٍ فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ قَالَ هَمَّامٌ أَحْسِبُهُ حَتّٰى أَنْفَذَهُ بِالرُّمْحِ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَلُحِقَ الرَّجُلُ فَقُتِلُوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْأَعْرَجِ كَانَ فِي رَأْسِ جَبَلٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْنَا ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوخِ إِنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلٰثِينَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ الَّذِينَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں جو حضرت ام سلیمؓ کے بھائی تھے ستر سواروں کے ساتھ بھیجا۔ مشرکین کا سردار عامر بن طفیل تھا جس نے تین باتوں میں اختیار دیا۔ کہنے لگا یا تو شہری آبادی تمہاری اور دیہی آبادی میری۔ یا یہ کہ آپؐ کے بعد میں خلیفہ ہوں گا۔ یا یہ غطفان والوں کے ایک ہزار آدمی ایک ہزار سرخ گھوڑوں کے ساتھ آپؐ سے جنگ کروں گا۔ تو عامر کو تو ام فلان کے گھر طاعون نے آپکڑا۔ وہ ایک گلٹی ہوتی ہے۔ جیسے اونٹ کی گلٹی کان کے پاس نکلتی ہے۔ سلول نامی عورت کے گھر جو آل سلول کے خاندان سے تھی۔ کہنے لگا میرے پاس میرا گھوڑا لے آؤ۔ تو گھوڑے کی پیٹھ پر اس کو موت نے دبوچ لیا۔ تو حضرت ام سلیم کا بھائی حرامؓ جو لنگڑا آدمی تھا اور بنو فلاں کا ایک آدمی بھی چل پڑے۔ عرجؓ کا نام کعب بن زید تھا اور دوسرے آدمی کا نام منذرؓ بن محمد تھا۔ تو حرامؓ نے ان دونوں سے کہا کہ تم قریب قریب رہنا۔ میں ان مشرکین کے پاس جاتا ہوں۔ پس اگر انہوں نے مجھے امان دے دی تو تم ٹکے رہنا۔ اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا۔

تو تم اپنے ساتھیوں کے پاس آجانا تو حضرت حرامؓ نے ان مشرکین سے کہا۔ اگر تم مجھے امان دو تو میں تمہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دوں۔ یہ ان سے باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ ھمام کہتے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ اس نے نیزہ آر پار کر دیا۔ تو حضرت حرامؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور کہنے لگے رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ دوسرا ساتھی منذر بن محمد کو بھی پکڑ لیا گیا۔ سوائے کعب بن زید اعرج کے جو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے۔ باقی سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے بارے میں ہمارے اوپر قرآن اتارا جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ ترجمہ آیت۔ بے شک ہم اپنے رب سے ملاقی ہوئے۔ پس وہ ہم سے راضی ہو گیا۔ اور ہمیں راضی کر دیا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیس۳۰ صبح تک ان کے خلاف بددعا کرتے رہے۔ وہ قبائل رعل۔ ذکوان۔ بنو لحیان اور عصیۃ تھے۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | خیر بین خصال یعنی یا تو مملکت کی تقسیم کی جائے یا مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دو۔ یا ایک ہزار سرخ پہلوان اور سرخ گھوڑے لے کر غطفان والوں سے آپؐ سے جنگ کروں گا۔ جس پر آپؐ نے عامر بن طفیل کے لئے بددعا فرمائی۔ جس کا اثر بعد میں ظاہر ہوا۔ کہ طاعون کی گلٹی اس کے کان کے پیچھے نکل آئی۔ جبکہ یہ ایک عورت کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ غدہ گلٹی کو کہتے ہیں۔

فحات علی فرسہ بہادر آدمی فرش پر موت کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق مشہور ہے۔ کہ ان کا سارا بدن زخموں سے چھلنی تھا۔ لیکن مرتے وقت فرماتے تھے۔ کہ آج میں گدھے کی طرح بستر پر مر رہا ہوں۔ یہ عبرت کی چیز ہے۔ بہرحال بئر معونہ کے واقعہ کے بعد عامر بن طفیل آپؐ کے پاس آیا اور یہ تین باتیں پیش کیں۔ جن میں سے آپؐ نے کسی کو قبول نہ فرمایا۔ یہ واقعہ بطور جملہ معترضہ کے تھا۔ اب فانطلق حرام سے اصل واقعہ شروع کرتے ہیں۔ وھو رجل غلط ہے۔ اصل میں ھو و رجل اعرج ہے اور واؤ کی تقدیم تصحیف کاتب ہے۔

قال کونا قریبا روایت میں اختصار ہے۔ اصل میں تھا کہ فاعترضھم عامر بن طفیل۔ کہ عامر بن طفیل نے ان کو آکر روکا۔ حضرت حرامؓ نے اس سردار کے پاس جاکر کہا کہ ہمیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانے دو۔ لیکن وہ باتوں میں مصروف تھے۔ کہ ایک آدمی نے ان کے اشارہ

پر اچانک حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ دوسرا آدمی بھی شہید کر دیا گیا۔ البتہ تیسرا آدمی اعرج پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جانے کی وجہ سے بچ گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قطعن عامر بن طفیل ص ۵۸۶/۲۴ یہاں سے عامر بن طفیل کی موت کا واقعہ بطور جملہ معترضہ کے بیان کیا ہے۔ کہ اس کی موت کہاں اور کیسے واقع ہوئی۔ ویسے یہاں کلام اور اصل واقعہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | سریہ قراء سے عامر بن طفیل کی موت کا کوئی تعلق نہیں۔ مگر عامر کی غداری کی وجہ سے ان حضرات کی شہادت واقع ہوئی۔ تو تبعاً عامر کی موت کا بھی ذکر آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی غداری اور اپنے چچا ابو براء کی امان کا لحاظ نہ کرنے پر بددعا فرمائی۔

اللھم اکفنی عامرا چنانچہ وہ ایک عورت آلِ سلول کے گھر آیا۔ جس کا نام سلول بنت ذہل بن شیبان تھا۔ جس نے مرہ بن صعصعہ سے شادی کی۔ جو عامر بن صعصعہ کا بھائی تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | وھو رجل اعرج ص ۵۸۶/۲۴ ضمیر مذکورا خوام سلیم کی طرف راجع نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت حرامؓ اعرج نہیں تھے۔ بلکہ ضمیر مبہم ہے۔ جس کی تفسیر اس کے بعد رجل اعرج کے قول سے کی ہے۔ کونا قریبا ان دونوں کو سردار کے قریب رہنے کا کہا اپنے ساتھ نہیں رکھا۔ تاکہ بالفرض اگر یہ لوگ حضرت حرامؓ کو قتل کر دیں تو یہ دونوں خود بھی بھاگ کر نجات پا جائیں گے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بچا کر لے جائیں گے۔ اگر امان دے دی۔ تو یہ لوگ صحیح سالم اپنے ساتھیوں کے پاس آجائیں گے۔ مگر ان مشرکوں نے ان دونوں کو بھی شر پہنچانے کے لئے نہ چھوڑا۔ بلکہ سوائے اعرج کے باقی سب کو شہید کر دیا۔ حضرت اعرج بھاگ گئے تھے۔ تاکہ دوبارہ حملہ نہ کریں

تشریح از شیخ زکریاؒ | قطب گنگوہیؒ امام بخاریؒ کی علوشان کے پیش نظر ان کا احترام کرتے ہوئے عبارت کی توجیہ کر دی ہے۔ ورنہ تمام شراح کے نزدیک ناسخ کی غلطی ہے۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ وھو رجل اعرج بظاہر حرامؓ کی صفت معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ حضرت حرامؓ اعرج نہیں تھے۔ وہ تو دوسرا آدمی تھا جو بچ گیا تھا۔ چنانچہ عثمان بن سعید کی روایت میں ہے۔ فانطلق حرام و رجلان معہ رجل اعرج ورجل من بنی فلان لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ حرف واؤ سہواً مقدم کر دیا۔ ورنہ اصل عبارت یوں تھی۔ فانطلق حرام ورجل اعرج اعرج کا نام کعب بن زید تھا۔

اور دوسرے کا نام منذرؒ بن محمد تھا۔ جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں مرقوم ہے۔ اور بعض بخاری کے نسخہ میں ھو ورجل اعرج واقع ہوا ہے وہی صحیح ہے۔ عینیؒ، قسطلانیؒ اور کرمانیؒ سب نے سہو کاتب پر محمول کیا ہے البتہ کرمانیؒ نے حضرت قطب گنگوہیؒ کی مطابقت فرمائی ہے۔ کہا یہ ھو ضمیر مبہم ہے۔ جس کی تفسیر مفرد سے کی گئی ہے اور ضمیر شان کی تفسیر جملہ سے کی جاتی ہے۔

مولانا محمد حسن مکیؒ بھی لکھتے ہیں کہ ھو ورجل اعرج میں ضمیر مبہم ہے۔ جس کی تفسیر مابعد سے کی گئی اور کونا قریبیاً کا خطاب رجل اعرج ورجل من بنی فلان کو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو دور دور کھڑا کیا۔ سات ساتھیوں کے بعد اعرج کو اعرج کے بعد رجل ثالث کو کھڑا کیا تاکہ اس طرح وہ ایک دوسرے کو مطلع کر سکیں گے۔

فلحق الرجل سے رجل ثالث مراد ہے۔ حضرت کعب بن زیدؓ کو مشرکوں نے مرا ہوا سمجھا۔ حالانکہ وہ چپکے سے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے۔ وہ زندہ رہے۔ یہاں تک غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ عمرو بن امیہ ضمری قید ہوئے۔ جب عامر بن طفیل کو پتہ چلا کہ آپ مضر خاندان میں سے ہیں۔ تو عامر نے انہیں پکڑ کر اپنی ماں کے کفارہ میں انہیں آزاد کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۸۸ حدثنی حِبَّانُ الخ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهُ عَلٰى وَجْهِهِ وَرَاْسِهِ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب ان کے ماموں حضرت حرامؓ بن ملحان کو نیزہ مار کر زخمی کیا گیا بئر معونہ کی لڑائی میں۔ تو انہوں نے اس طرح اپنے خون کو ہاتھ میں لیا اور اپنے چہرہ اور سر پر چھڑک دیا۔ پھر فرمانے لگے۔ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ یہ ان کے کمال شجاعت اور دربار الٰہی کی حاضری کی خوشی پر دال ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قال بالدم ھکذا | ص۵۸۷ حضرت حرامؓ نے چہرہ اور سر پر خون کے چھینٹے اس لئے لگائے کہ انہیں معلوم تھا کہ خون شہداء کے حق میں پاک ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خون ان سے نہیں دھویا جاتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | کیونکہ حدیث میں وارد ہے۔ دم الشھید یفوح ریح المسک

کہ شہید کا خون کستوری کی طرح مہکتا ہے۔ اس لئے اسے میت جیسا غسل نہیں دیا جاتا۔ تو غسل نہ دینے کی حکمت بیان کر دی گئی۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ لاتغسلوا قتلیٰ احد فان کل جرح و کل دم یفوح مسکاً یوم القیامۃ۔ یہ روایت حضرت جابرؓ کی فتح الباری میں ہے

حدیث نمبر ۳۶۸۹ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتِ اسْتَأْذَنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْخُرُوْجِ حِیْنَ اشْتَدَّ عَلَیْہِ الْاَذٰی فَقَالَ لَہٗ اَقِمْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَطْمَعُ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکَ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا ذٰلِکَ قَالَتْ فَانْتَظَرَہٗ اَبُوْبَکْرٍؓ فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ ظُہْرًا فَنَادَاہُ فَقَالَ اَخْرِجْ مَنْ عِنْدَکَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ اِنَّمَا ھُمَا ابْنَتَایَ فَقَالَ اَشَعَرْتَ اَنَّہٗ قَدْ اُذِنَ لِیْ فِی الْخُرُوْجِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الصُّحْبَۃَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصُّحْبَۃُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عِنْدِیْ نَاقَتَانِ قَدْ کُنْتُ اَعْدَدْتُّھُمَا لِلْخُرُوْجِ فَاَعْطَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْدٰھُمَا وَھِیَ الْجَدْعَاءُ فَرَکِبَا فَانْطَلَقَا حَتّٰی اَتَیَا الْغَارَ وَھُوَ بِثَوْرٍ فَتَوَارَیَا فِیْہِ فَکَانَ عَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ غُلَامًا لِّعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الطُّفَیْلِ بْنِ سَخْبَرَۃَ اَخُوْ عَائِشَۃَؓ لِاُمِّھَا وَکَانَتْ لِاَبِیْ بَکْرٍ مِنْحَۃٌ فَکَانَ یَرُوْحُ بِھَا وَیَغْدُوْ عَلَیْھِمْ وَیُصْبِحُ فَیَدَّلِجُ اِلَیْھِمَا ثُمَّ یَسْرَحُ فَلَا یَفْطُنُ بِہٖ اَحَدٌ مِّنَ الرِّعَاءِ فَلَمَّا خَرَجَا خَرَجَ مَعَھُمَا یُعْقِبَانِہٖ حَتّٰی قَدِمَا الْمَدِیْنَۃَ فَقُتِلَ عَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ یَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَۃَ وَعَنْ اَبِیْ اُسَامَۃَ قَالَ قَالَ ھِشَامُ بْنُ عُرْوَۃَ فَاَخْبَرَنِیْ اَبِیْ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِیْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَۃَ وَاُسِرَ عَمْرُو بْنُ اُمَیَّۃَ الضَّمْرِیُّ قَالَ لَہٗ عَامِرُ بْنُ الطُّفَیْلِ مَنْ ھٰذَا فَاَشَارَ اِلٰی قَتِیْلٍ فَقَالَ لَہٗ عَمْرُو بْنُ اُمَیَّۃَ ھٰذَا عَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ فَقَالَ لَقَدْ رَاَیْتُہٗ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی السَّمَاءِ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْاَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَبَرُھُمْ فَنَعَاھُمْ فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَکُمْ قَدْ اُصِیْبُوْا وَاِنَّھُمْ قَدْ سَاَلُوْا رَبَّھُمْ فَقَالُوْا اَخْبِرْ عَنَّا اِخْوَانَنَا

بِمَا رَضِينَا عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَأُصِيبَ يَوْمَئِذٍ فِيهِمْ عُرْوَةُ بِهِ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو وَسُمِّيَ بِهِ مُنْذِرًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی۔ جب کہ آپ پر کفار مکہ کی سختیاں زیادہ ہوگئیں۔ تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ ابھی ٹھہرے رہو۔ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! کیا آپؐ کو بھی اجازت ملنے کی امید ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ میں اس کی امید رکھتا ہوں۔ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اس کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن ظہر کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آکر پکارے کہ باہر آؤ۔ اور جو لوگ آپ کے پاس ہوں ان کو نکال دو۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اور کوئی نہیں۔ صرف میری دو بیٹیاں ہیں۔ فرمایا کیا تمہیں علم ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! ساتھ کون ہوگا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ ہی ساتھ ہوں گے۔ کہنے لگے یارسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے ہجرت کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ تو ایک کان کٹی اونٹنی انہوں نے آپؐ کو دے دی۔ دونوں سوار ہو کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ اور اس میں دونوں چھپ رہے۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ جو عبداللہ بن الطفیل بن سنجرۃ کے غلام تھے جو حضرت عائشہؓ کا ماں کی طرف سے بھائی لگتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کی ایک دودھ دینے والی اونٹنی تھی۔ جس کو حضرت عامر صبح و شام چرانے کے لئے لے جاتے اور لے آتے۔ صبح اندھیرے میں ان دونوں حضرات کے پاس آتے۔ پھر شام کو چرا کر واپس آتے۔ تو چرواہوں میں سے کسی کو اس کا علم نہ ہوسکا۔ جب یہ دونوں حضرات غارِ ثور سے نکل کر روانہ ہوئے تو حضرت عامرؓ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوا۔ کہ وہ دونوں حضرات اس کو اپنا ردیف بناتے تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔ عامر بن فہیرہؓ بھی بئر معونہ کے غزوہ میں شہید ہوگئے۔ ابی اسامہ کی سند میں ہے۔ کہ عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب بئر معونہ میں یہ حضرات شہید کر دیئے گئے۔ اور عمرو بن امیہ ضمری قید کر دیئے گئے۔ تو عامر بن طفیل نے پوچھا یہ کون ہے۔ جب کہ اس نے ایک مقتول کی طرف اشارہ کیا تھا۔ تو عمرو بن امیہ نے اس سے کہا۔ یہ عامر بن فہیرہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے قتل ہونے کے بعد دیکھا۔ کہ اسے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ میں اب بھی اس کو آسمان کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

جو اس کے اور زمین کے درمیان حائل ہے۔ پھر اسے زمین پر رکھ دیا گیا۔ یہ ان کی رفعتِ شان کے لئے تھا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی شہادت کی اطلاع ہوئی۔ تو آپؐ نے ان حضرات کی موت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تمہارے ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے رب سے درخواست کی ہے۔ کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر دے دیں۔ کہ ہم تیرے سے راضی ہو گئے۔ اور تو ہم سے راضی ہو گیا۔ تو اللہ تعالٰی نے ان کی طرف سے یہ خبر دے دی۔ اور اس دن ان لوگوں میں حضرت عروہؓ بن اسماؓ بن الصلت بھی شہید ہوئے۔ تو عروہ بن الزبیر کا نام انہی کی مناسبت سے عروہ رکھا گیا۔ اور منذر بن عمرو کی مناسبت سے منذر بن زبیر کا نام رکھا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ الصحبۃ ای اترید الصحبۃ یا اسألک الصحبۃ کے معنی ہیں۔ جدعاء اونٹنی کا نام ہے۔ جدع کان کاٹ لینے کو کہتے ہیں۔ جس سے سواری میں تیز رفتاری آجاتی ہے۔ اگرچہ اس اونٹنی کے کان کٹے ہوئے نہیں تھے۔ مگر چھوٹے تھے۔ اس مناسبت سے اسے جدعاء کہا گیا۔ حضرت صدیقہؓ کی والدہ امّ رومانؓ نے صدیق اکبرؓ سے پہلے طفیل بن عبداللہ بن سنجرہ کو جنا تھا۔ جب ان کا والد مر گیا۔ تو امّ رومانؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے نکاح کیا۔ جس سے حضرت صدیقہؓ اور ان کی بہن اسماءؓ پیدا ہوئیں۔ عامرؓ بن فہیرہ عبداللہ بن طفیل کے غلام تھے۔ اونٹ چرانے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ اور یہ بھی بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے۔

اسر عمرو بن امیہ الخ جب انہوں نے اس جگہ پرندوں کو اڑتے دیکھا۔ جو ان کے ہاں قتل کی دلیل ہوتی تھی۔ تو یہ تحقیق احوال کے لئے آئے۔ عامر بن طفیل کے ساتھ جنگ میں شامل ہوتے۔ ان کے ساتھی تو قتل کر دیئے گئے۔ لیکن ان کو قید کر لیا گیا۔ ضمری ہونے کی وجہ سے اور عامر بن طفیل کے ماں کے ذمہ نذر کا کفارہ تھا۔ اس لئے عمرو بن امیہ کے قتل سے بچ گئے۔ قید ہوئے اور کفارہ میں آزاد کر دیئے گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ھی الجدعاء ص۵۸۷ س۱ یہ کان کٹی اونٹنی نہیں تھی۔ کان چھوٹے تھے۔ کبھی اسے جدعاء بھی کہہ دیتے۔ ورنہ یہ قصواء کے نام سے ناقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ واقدی تو کہتے ہیں کہ جو اونٹنی آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے لی تھی وہ قصواء تھی جو بنی قشیر کے جانوروں میں سے تھی اور خلافت صدیقی میں مر گئی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ جدعاء تھی۔ جو بنی الحریش کے اونٹوں میں سے تھی۔ اور ابن حبان کی روایت سے بھی اس کے جدعاء ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ عراقی فرماتے ہیں۔ عضباء دعأهما القصواء صحیح یہ ہے کہ عضباء وہ اونٹنی تھی جس سے آگے کوئی جانور نہیں نکل سکتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فرکبا انطلقا ص۵۸۷ س۱ یا تو اسے مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ کہ آپؐ نے سوار ہونے کا قصد فرمایا۔ یا یہ کہ اس وقت سوار ہوئے جبکہ غار سے نکل کر مدینہ جا رہے تھے یہ نہیں کہ جب مکہ سے غار کی طرف آرہے تھے تو اس وقت سوار ہوئے۔ تو اس صورت میں روایت میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔ انطلقا غار کی طرف چلنے کا بیان ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کو تاویل کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ مکہ سے غار کی طرف تو سوار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ حضرات تو غارِ ثور کے اندر چھپنے کے لئے جا رہے تھے۔ اور قائفین ان کے نشان قدم تلاش کر رہے تھے۔ وہ نشان قدم پر پہاڑ پر پہنچے۔ غار ثور سے بھی ان کا گزر ہوا۔ لیکن اس کے دروازہ پر تارِ عنکبوت دیکھ کر مایوس ہو گئے۔ کہ اب نشان نہیں ملتا۔ اور تین راتوں کے بعد عامرؓ بن فہیرہ اونٹنیاں لے کر آئے تھے۔ تو یہ بھی شیخ کی توجیہ کے مؤید ہے۔

لعبد اللہ بن الطفیل کتب مشہورہ میں عبد اللہ بن الطفیل کی بجائے طفیل بن عبد اللہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مسمّی کے متعدد اسماء ہو سکتے ہیں۔ تو ممکن ہے ان میں سے ہر ایک کے دو نام ہوں۔ عبد اللہ اور طفیل۔

تشریح از شیخ زکریاؒ دمیاطی فرماتے ہیں کہ طفیل بن عبد اللہ بن سنجرہ ازدقبیلہ کا آدمی ہے۔ جس کا باپ امّ رومان والدہ حضرت عائشہؓ کا خاوند تھا۔ یہ دونوں باپ بیٹا زمانۂ جاہلیت میں مکہ کے اندر آئے۔ اور وہ ابوبکرؓ کے حلیف بن گئے۔ عبد اللہ مر گیا۔ اور طفیل کو پیچھے چھوڑ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی بیوی امّ رومان سے شادی کر لی۔ جس سے حضرت عبد الرحمٰن اور عائشہؓ پیدا ہوئے۔ تو طفیل ماں کی طرف سے ان دونوں کے بھائی ہوئے۔ اور عامر بن فہیرہ کو حضرت ابوبکرؓ نے طفیل سے خرید کر لیا تھا۔

یعقبانہ ص۵۸۷ س۱۴ **تشریح از شیخ گنگوہیؒ** یہ بھی مشکل ہے۔ کیونکہ دیلی جو دلیل تھا۔ وہ اور عامر ایک اونٹ پر تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ دوسرے اونٹ پر سوار تھے۔ تو پھر اعقاب کے کیا معنی۔ تو مجاز پر محمول کرتے ہوئے کہا جائے گا۔ کہ اتارا چڑھاؤ مراد ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ کبھی حضرت ابوبکرؓ ان کو اپنے

اس اونٹ پر بٹھا دیتے تھے۔ جس پر وہ اس سے پہلے سوار تھے۔ اور خود دیلی دلیل کے پیچھے سوار ہو جاتے۔ بات یہ ہے کہ دلیل بھاری بھر کم آدمی تھا۔ تو تخفیف کے لئے حضرت عامرؓ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف بنا دیتے۔ تاکہ کچھ تخفیف ہو جائے اور کبھی آدمی کو سفر میں ضروریات پیش آجاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے سواریوں کے تبادلے کی صورت بھی پیش آجاتی ہے۔ اور کبھی نوبت بنوبت سوار ہونا پڑتا ہے۔ گویا کبھی سوار بدلے گئے کبھی سواریاں بدلی گئیں۔ اس کو اعقاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد حسن مکیؒ نے حدیث ہجرت میں لکھا ہے۔ وھو ردف ای حین خرج من الغار تو غار سے نکلتے وقت یہ دونوں حضرات ایک اونٹنی پر سوار تھے۔ اور عبداللہ و عامر دوسری اونٹنی پر تھے۔ اور عبداللہ سے مراد عبداللہ لیثی دلیل دیلی مراد ہے۔

قد یعرض للمرء فی السفر چونکہ روایات مختلفہ ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کی اس توجیہ سے تمام تمام روایات میں تطابق ہو جائے گا۔ کہ سفر میں رفقاء احیاء سواریوں کو ادل بدل کر لیتے ہیں۔ تو ایک روایت میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان معروف ابی بکرؓ اور دوسری میں کان ردیف ابی بکرؓ اور ایک روایت میں ہے۔ ان ابا بکرؓ اردف عامراً اور ایک چوتھی روایت میں ہے۔ کہ خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابو بکر وعامر بن فہیرہ مردفہ ابو بکرؓ وخلفہ عبداللہ بن اریقط۔

حدیث نمبر ۳۶۹۰ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَنَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ شَھْرًا یَدْعُوْا عَلٰی رِعْلٍ وَّ ذَکْوَانَ وَیَقُوْلُ عُصَیَّۃُ عَصَتِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی۔ آپؐ قبیلہ رعل و ذکوان پر بد دعا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

حدیث نمبر ۳۶۹۱ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الَّذِیْنَ قَتَلُوْا یَعْنِیْ اَصْحَابَہٗ بِبِئْرِ مَعُوْنَۃَ ثَلٰثِیْنَ صَبَاحًا حِیْنَ یَدْعُوْا عَلٰی رِعْلٍ وَّ ذَکْوَانَ وَلِحْیَانَ وَعُصَیَّۃَ عَصَتِ اللّٰہَ

وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَسٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنًا قَرَاْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر تیس ۳۰ صبحوں تک بددعا کی۔ جنہوں نے آپؐ کے اصحاب کو بئر معونہ میں قتل کیا تھا۔ جبکہ آپؐ نے رعل۔ ذکوان۔ لحیان اور عصیۃ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ ان سب پر آپؐ نے بددعا کی۔ اور انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان لوگوں کے بارے میں جو قتل کر دیئے گئے تھے۔ یعنی اصحاب بئر معونہ کے بارے میں قرآن نازل کیا۔ جس کو ہم پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے بعد اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ ہماری قوم کو پہنچا دو۔ کہ تحقیق ہم لوگ اپنے ربؐ سے ملاقی ہوئے۔ پس وہ ہم سے راضی ہوگیا اور ہم اس سے راضی ہوگئے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۲ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ قُلْتُ فَاِنَّ فُلَانًا اَخْبَرَنِيْ عَنْكَ اَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَهٗ قَالَ كَذَبَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اَنَّهٗ كَانَ بَعَثَ نَاسًا يُّقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ وَهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اِلٰى نَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ قِبَلَهُمْ فَظَهَرَ هٰؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَّدْعُوْا عَلَيْهِمْ ۔

ترجمہ۔ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں نماز میں قنوت ہے۔ میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہے۔ میں نے کہا۔ فلاں آدمی نے تو آپ کی طرف سے مجھے یوں خبر دی۔ کہ آپ قنوت بعد الرکوع کے قائل ہیں۔ فرمایا اس نے ٹھیک نہیں کہا۔ قنوت نازلہ کے بارے میں ہے۔ کہ آپؐ نے ایک مہینہ بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھی تھی۔ وجہ یہ ہوئی کہ آپؐ نے کچھ لوگ جن کو قراء کہا جاتا تھا

جو ستر آدمی تھے۔ ان کو آپؐ نے ان مشرکین کی تبلیغ کے لئے بھیجا جن کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ان کے بارے میں عہد و پیمان تھا۔ لیکن یہ معاہدین بدعہدی کر کے ان حضرات پر غالب آگئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد الرکوع ایک مہینہ ان پر قنوت نازلہ پڑھی۔ کہ آپؐ ان پر بد دعا کرتے تھے۔

تشریح از قاسمی | اگر سوال ہو کہ جب آپؐ نے ان ستر قراء کے لئے ان مشرکین سے امان لے لی تھی۔ پھر لشکر ان کی طرف کیوں بھیجا۔ جواب یہ ہے کہ بینھم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد یہ جملہ ظرفیہ حالیہ ہے۔ کہ آپؐ نے مشرکین غیر معاہدین کی طرف ان کو بھیجا تھا۔ درآنحالیکہ رعل۔ ذکوان وغیرہ غیر معاہدین ان کے معاہدین پر غالب آگئے۔ بدعہدی کی کہ اپنے سردار ابوالبراء کی امان کی پرواہ نہ کی۔ اور ان کی امداد پر آنے والے لوگوں کو قتل کر دیا۔ تو قنوت نازلہ بعد الرکوع ہے اور قنوت وتر قبل الرکوع ہے۔ اور ابن ھمام نے ابن مسعودؓ و دیگر اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ قبل الرکوع وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔

بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْاَحْزَابُ قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ كَانَتْ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ اَرْبَعٍ

ترجمہ۔ غزوہ خندق جسے احزاب بھی کہتے ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ ۴ھ میں شوال کے مہینہ میں واقع ہوا۔

حدیث نمبر ۳۶۹۳ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ اُحُدٍ وَّهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ فَلَمْ يُجِزْهُ وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشَرَةَ فَاَجَازَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ اُحد کی لڑائی کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش ہوئے۔ جب کہ یہ چودہ سال کی عمر کے تھے۔ تو آپؐ نے ان کو شمولیت کی اجازت نہ دی۔ اور خندق کے موقعہ پر پیش ہوئے۔ تو وہ پندرہ سال کے تھے۔ تو آپؐ نے ان کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مسلمانوں پر قریش کا یہ سب سے بڑا معرکہ ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کے قول کے مطابق ۴ھ میں واقع ہوا ہے۔ مگر مشہور قول یہ ہے کہ ۵ھ میں واقع ہوا۔ اس لئے کہ ۴ھ میں کوئی غزوہ واقع نہیں ہوا۔ ۳ھ میں غزوۂ اُحد کے موقعہ پر ابوسفیان کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر کے مقام پر لڑائی ہوگی۔ مگر قحط پڑ جانے کی وجہ سے ان سے تیاری نہ ہو سکی۔ غزوہ بدر کے بعد بنوالنضیر کو جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ وہ خیبر میں مقیم ہوئے۔ کچھ شام چلے گئے۔ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو جزوی شکست ہوئی۔ تو بنوالنضیر نے موقعہ غنیمت سمجھا۔ اور ایک وفد قریش مکہ کی طرف بھیجا۔ ادھر بنوغطفان۔ فزارہ۔ اسد وغیرہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ الغرض عرب کی تمام شہری اور دیہاتی آبادی کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔ جو دس ہزار کی تعداد میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ حیی بن اخطب یہودی خیبر سے بنوقریظہ کی طرف پہنچا اور انہیں بہلا پھسلا کر دروازہ کھلوا کر اندر پہنچا۔ اور ان سے کہنے لگا۔ کہ مسلمانوں کے استیصال کے لئے تمام قریش اور قبائل عرب تیار ہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ اب قریش کے ساتھ مل جاؤ۔ لیکن بنوقریظہ کو ڈر تھا کہ اگر ہم نے عہد توڑا اور مسلمانوں کو فتح ہوگئی تو ہمارا حشر بھی بنوالنضیر جیسا ہوگا۔ لیکن حیی بن اخطب کی چال کامیاب رہی۔ ان کو عہد شکنی پر راضی کر لیا۔ کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ تو ہم بھی تمہارے ہمراہ قلعہ میں محصور ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے شریک حال رہیں گے۔ اِدھر مسلمانوں نے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے کو پسند کرتے ہوئے آپؐ نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ جانب شمال وغرب میں زمین نرم تھی۔ اس میں خندق کھودی گئی۔ حرہ یعنی پتھریلی زمین کی جانب فوج کو بٹھلا دیا گیا۔ خندق کے ارد گرد پہاڑ تھے جبل سلع وغیرہ قریش جب مدینہ پہنچے تو خندق کو دیکھا۔ یہ خندق بہت تیز رفتاری سے کھودی گئی تھی۔ کہ آپؐ نے ہر ایک کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا تھا۔ قریش نے خندق کو دیکھا تو وہ دوسری طرف پڑاؤ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے کفار کی اس قدر جمعیت اور ادھر بنوقریظہ کی غداری دیکھ کر بہت پریشانی لاحق ہوئی۔ سورۂ احزاب میں اس غزوہ کے حالات تفصیل سے مذکور ہوئے ہیں۔ منافقین کے حالات اس غزوہ میں بہت زیادہ نمودار ہوئے۔ مسلمانوں کے دس آدمی شہید ہوئے۔ کفار خندق سے گزرنا چاہتے تھے۔ لیکن تیروں کی بوچھاڑ نے ان کو روک دیا تھا۔ ایک مہینہ تک یہی حال رہا۔ آپؐ کا ارادہ ہوا کہ بنوغطفان کو قریش سے الگ کر کے ان سے صلح کر لی جائے۔ مشورہ کے لئے آپؐ نے اوس اور خزرج کے سرداروں

سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو مشورہ کے لئے بلایا۔ انہوں نے کہا حضرتا اگر یہ حکم خداوندی ہے۔
تو بسر وچشم۔ اگر آپؐ کا مشورہ ہے۔ تو چونکہ آج تک مدینہ کے پھلوں کو کسی نے نہیں چاہا۔ ہم تو بغیر تلوار
کے مدینہ کے پھل کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ آپؐ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ گفتگو ملتوی کر دی۔ دریں اثنا
قدرت کی طرف سے ایک اور انتظام ہو گیا۔ کہ نعیم بن مسعود مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے آکر کہا۔ کہ ابھی
تک میرے مسلمان ہونے کا کسی کو علم نہیں ہے۔ آپؐ مجھ سے جو خدمت لینا چاہیں۔ میں انجام دینے کیلئے
تیار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کسی طرح ان احزاب کو یہاں سے واپس کر دو۔ چنانچہ یہ بنو قریظہ کے پاس
گئے۔ انہیں سمجھایا کہ تم نے ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ قریش باہر سے آئے ہیں۔ وہ فتحمند ہوں یا نہ ہوں تمہیں
کسی قسم کا فائدہ نہیں۔ لہذا تم قریش سے کہو۔ اپنے کچھ آدمی ہمارے پاس رہن رکھ دو۔ تاکہ ہمیں
اطمینان ہو جائے کہ تم ہمیں چھوڑ کر نہیں بھاگو گے۔ انہوں نے اس تجویز کو پسند کر کے آمادگی کا اظہار
کیا۔ ادھر قریش سے کہا کہ بنو قریظہ کو اپنی عہد شکنی پر ندامت ہوئی ہے۔ وہ پھر آپؐ سے معاہدہ کرنا چاہتے
ہیں۔ کیونکہ حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ ان کے پاس گئے ہیں۔ ان کو سمجھا بجھا کر معاہدہ پر آمادہ
کر لیا ہے۔ اب وہ آپ لوگوں سے کچھ آدمی رہن لینا چاہتے ہیں۔ جن کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حوالہ کریں گے تاکہ وہ انہیں قتل کر دیں۔ تو قریش نے کہا کہ واقعی تو نے بات تو پتے کی کہی ہے۔ ادھر
بنو غطفان سے کہا سنا۔ تو اس تحریک کی وجہ سے ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ غطفان کو بھی اطمینان نہ رہا۔ ادھر
آپؐ نے جبل سلع کے کنارے مسجد فتح میں تضرع سے دعا مانگی۔ سردی کا زمانہ تھا۔ مکے والے سردی کا تحمل
نہیں کر سکتے تھے۔ دعا کا یہ اثر ہوا کہ خوب آندھی چلی۔ یہ واہوا تھی۔ صحابہ کرام کے خیمے تو جبل سلع کے دامن
میں تھے۔ ان پر تو ہوا کا کچھ اثر نہ ہوا۔ قریش وغیرہ کے خیمے میدان میں تھے۔ ان پر بہت اثر ہوا۔ دیگیں
ریت سے بھر گئیں۔ خیمے اکھڑ گئے۔ گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے۔ افراتفری کا عالم برپا ہو گیا۔ جس سے
قریش کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ ادھر باری تعالیٰ نے فرشتے نازل فرمائے۔ جنہوں نے کفار کے دلوں
میں رعب ڈالا۔ جس سے وہ لوگ بھاگنے لگے۔ لڑائی دو تین دن تک جاری رہی۔ بعض جگہ سے خندق
تنگ تھی۔ وہاں سے بعض لوگوں نے گھسنے کی کوشش کی۔ مگر ان کو مار بھگایا گیا۔ اس مدافعت میں چار
نمازیں قضا ہو گئیں۔ یہ فتنہ داخلی طور سے تو بنو قریظہ کی عہد شکنی سے تھا۔ اور فتنہ خارجی قریش قبائل
عرب کے حملہ کرنے سے تھا۔ موسیٰ بن عقبہ نے حدیث باب کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ کہ جب ابن عمرؓ کی

عمر غزوۂ اُحد میں چودہ سال تھی۔ اور غزوۂ خندق میں پندرہ سال تھی۔ اس طرح ان دونوں غزوات میں فاصلہ ایک سال کا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ غزوۂ اُحد میں چودھویں سال کی ابتدا تھی۔ اور غزوۂ خندق میں ان کی عمر کے پندرھویں سال کا اختتام تھا۔ اس طرح دو سال کی مدت کا پورا ہونا کوئی مستبعد نہیں۔

حدیث نمبر ۳۶۹۴ حدثنا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَنْدَقِ وَهُمْ يَحْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں۔ خندق کھودنے میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ وہ لوگ کھودتے تھے۔ اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اٹھاتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۵ حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ اَنَسًاؓ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيْدٌ يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ۔ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ۔ فَقَالُوْا مُجِيْبِيْنَ لَهٗ۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا ؎

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدَا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ مہاجرین اور انصار سخت سردی والی صبح میں خندق کھود رہے ہیں۔ ان کے غلام نوکر چاکر نہیں تھے۔ جو یہ خدمت ان کے لئے انجام دیتے۔ جب آپؐ نے ان کی مشقت اور بھوک کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے اللہ! بے شک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ تو صحابہ کرام جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد کرنے کے لئے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۶ حدثنا ابو معمر الخ عن انس قال جعل المہاجرون والانصار یحفرون الخندق حول المدینۃ وینقلون التراب علیٰ متونہم وہم یقولون۔

نحن الذین بایعوا محمدا
علی الاسلام ما بقینا ابدا

قال یقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو یجیبہم اللّٰہم انہ لا خیر الا خیر الآخرہ۔ فبارک فی الانصار والمہاجرہ۔ قال یؤتون بملء کفی من الشعیر فیصنع لہم باہالۃ سنخۃ توضع بین یدی القوم والقوم جیاع وہی بشعۃ فی الحلق ولہا ریح منتن۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرات مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم مدینہ کے ادگرد خندق کھودتے تھے۔ اور مٹی کو اپنی پیٹھوں پر اٹھاتے تھے۔ اور یہ شعر پڑھتے تھے ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لئے جہاد پر بیعت کی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے۔ اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے۔ انصار اور مہاجرین میں برکت پیدا فرما۔ فرماتے ہیں۔ ان مجاہدین حضرات کے لئے میری دو مٹھی بھر جَو لائے جاتے۔ پس ان کے لئے بدبودار سالن بنایا جاتا۔ جو بھوکی قوم کے سامنے رکھا جاتا۔ جو گلے میں اچھو کی طرح پھنس جاتا جس کی بدبو ہوتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۶۹۷ حدثنا خلاد بن یحییٰ الخ قال اتیت جابراً فقال انا یوم الخندق نحفر فعرضت کدیۃ شدیدۃ فجاؤا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ہذہ کدیۃ عرضت فی الخندق فقال انا نازل ثم قام وبطنہ معصوب بحجر ولبثنا ثلثۃ ایام لا نذوق ذواقا فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المعول فضرب فعاد کثیبا اہیل او اہیم فقلت یا رسول اللہ ائذن لی الی البیت فقلت لامرأتی رأیت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

شَيْئًا مَّا كَانَ فِي ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِي شَعِيرٌ وَّعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ اَنْ تَنْضَجَ فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِّي فَقُمْ اَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهٗ قَالَ كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قَالَ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعُ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ فَقَالَ قُوْمُوْا فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى امْرَاَتِهٖ قَالَ وَيْحَكِ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَمَنْ مَّعَهُمْ قَالَتْ هَلْ سَاَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ ادْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِي هٰذَا وَاَهْدِي فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم خندق کی لڑائی میں کھدائی کر رہے تھے۔ کہ ایک سخت چٹان سامنے آگئی۔ تو صحابہ کرام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ کہ خندق کی کھدائی میں ایک چٹان سامنے آگئی ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ میں اترنے والا ہوں۔ پس پھر آپؐ کھڑے ہو گئے۔ جب کہ آپؐ کے پیٹ مبارک پتھر سے بندھا ہوا تھا تاکہ بھوک کی حرارت کم ہو جائے۔ اس حال میں ہم تین دن سے ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ ہم نے کچھ بھی نہیں چکھا تھا۔ آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال اور پھاوڑے کو ہاتھ میں پکڑا۔ جو ریت کے بہتے ہوئے ٹیلے کی طرح ہو گیا۔ پس میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اپنی بیوی سھلہ بنت مسعود انصاریہ سے آکر کہا۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا ہے جس میں صبر نہیں ہو سکتا۔ تو تیرے پاس کچھ کھانے کا سامان ہے۔ اس نے کہا کچھ جو ہیں اور ایک بزغالہ ہے (بکری کا بچہ) تو میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کر دیا۔ اس نے جو پیس لئے۔ یہاں تک کہ ہم نے گوشت کو ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کہ آٹا گوندھا ہوا ٹوٹ

چکا تھا۔ یعنی خوب بھگ گیا تھا۔ اور ہنڈیا چولہے پر چڑھی ہوئی تھی۔ قریب تھا کہ پک جاتی۔ تو میں نے کہا کہ میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے۔ آپؐ اور ایک یا دو آدمی اور آپؐ کے ساتھ چل کر کھانا تناول فرمائیں۔ آپؐ نے پوچھا کتنا ہے۔ میں نے اس کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ پاکیزہ کھانا بہت ہے۔ لیکن بیوی سے جا کر کہو کہ وہ ہنڈیا کو نہ اتارے۔ اور نہ ہی میرے آنے تک تنور سے روٹی کو نکالے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ سب اٹھ کھڑے ہو۔ تو مہاجرین سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بیوی سے آکر کہا۔ کہ تیرے لئے ہلاکت ہو آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مہاجرین انصار اور ان کے سب ہمراہیوں کو لا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپؐ نے تجھ سے کچھ پوچھا تھا۔ تو میں نے ہاں میں جواب دیا۔ اس نے کہا پھر کوئی فکر کی بات نہیں۔ چنانچہ آپؐ جب تشریف لائے تو حکم دیا کہ سب آرام سے اندر داخل ہو جاؤ۔ بھیڑ بھاڑ نہ کرو۔ پس آپؐ شروع ہوئے کہ روٹی کے ٹکڑے توڑتے تھے۔ اس پہ گوشت رکھتے تھے۔ ہنڈیا اور تنور کو چھپا لیتے۔ جب اس سے گوشت روٹی نکال لیتے تھے اور اپنے اصحاب کے قریب کرتے تھے۔ پھر کپڑا کھینچ لیتے۔ بس برابر اسی طرح روٹی کے ٹکڑے توڑتے رہے اور چمچہ سے سالن بھرتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے پیٹ بھر گئے۔ ابھی کچھ باقی بھی رہ گیا۔ آپؐ نے حضرت جابرؓ کی بیوی سے کہا۔ تم بھی کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ بھی دو۔ کیونکہ لوگ بھی بھوک کا شکار ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | **بطنہ معصوب بحجر** کیونکہ بھوک کی وجہ سے پیٹ میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔ جب چھوٹا سا پتھر اس پہ باندھ دیا جائے۔ تو حرارت دفع ہو کر مفقودہ آجاتی ہے۔ اور کمزوری دفع ہو کر قوت و طاقت آجاتی ہے۔ **انھیل یہنا۔ عندی شعیر** اور بعض روایات میں صاع من الشعیر یعنی چار سیر جو ہیں اور عناق بکری کے بچہ کو کہتے ہیں جو سال سے کم عمر کا ہو۔ **العجین قد انکسر** آٹے میں جب خمیر ڈالا جائے۔ تو اس کے اثر کی علامت یہ ہے۔ کہ آٹا پھٹنے لگتا ہے۔ **اثافی** ان پتھروں کو کہتے ہیں۔ جن میں ہنڈیا رکھی جاتی ہے۔ **ولا الخبز من التنور** یعنی ابھی روٹی پکانا شروع نہ کرے۔ **ولا تضاغطوا ای لا تزدحموا** بھیڑ بھڑکا نہ کرو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **والعجین قد انکسر** ص ۵۸۸/۲۲ اس سے مراد یہ ہے کہ آٹے کے اجزاء آپس میں خوب گھل مل جائیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ آٹا بالخصوص جو کا آٹا پانی کے اجزاء کو نہ جذب کرتا ہے اور نہ ہی پانی اس میں سرایت کرتا ہے۔ جب تک تھوڑی دیر کے لئے اسے مہلت نہ دی جائے۔

جس کے بعد روٹی بہترین اور نرم ہوجاتی ہے۔

فجعل یکسر الخبز الخ توڑنے سے مراد تنور سے لینا ہے۔ ینزع پھر ٹھہر جاتے۔ اور تھوڑی مہلت دے دیتے۔

تشریح از شیخ زکریا انکسر لان درطب نرم ہوجائے اور بھگ جائے یعنی خمیر اٹھ جائے۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ انکسر ای عجن آٹا گوندھا گیا۔ یکسر الخبز کے معنی میرے نزدیک یہ مناسب ہیں۔ کہ روٹی کے ٹکڑے کرکے پیالے میں گوشت ڈال دیتے۔ دس آدمی آکر کھا لیتے پھر دوسرے دس کا گروپ آکر کھانا شروع کرتا ہے۔ علی ہذا القیاس۔ یہاں تک کہ سب کے سب سیر ہو گئے۔ ینزع کے معنی قسطلانیؒ اور حافظؒ نے ہنڈیا سے گوشت لینے کے لئے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک زیادہ مناسب یہ ہے کہ تنور سے روٹی کو کھینچتے تھے۔ طعیم طعام کی تصغیر ہے۔ اس کی تائید لا الخبز من التنور کے لفظ سے ہوتی ہے اور قطب گنگوہیؒ کی توجیہ کی تائید مختار صحاح سے ہوتی ہے۔ جس نے نزع بمعنی انتہی کے لئے ہیں کہ رک گئے۔

حدیث نمبر ۳۶۹۸ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيدًا فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيدًا فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَنْ مَعَهُ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تُخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ

حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِي وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا وَهُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَكَلُوا حَتّٰى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی۔ تو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک میں مبتلا دیکھا۔ تو میں ہٹ کر اپنی بیوی سہلہ کے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے۔ کیونکہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک میں مبتلا دیکھ کر آیا ہوں۔ تو اس نے میری طرف ایک تھیلہ نکالا جس میں ایک صاع کے قریب جو تھے۔ اور ہمارے ہاں ایک پالتو بکری کا بچہ تھا۔ جس کو میں نے ذبح کیا۔ اس نے جو پیسے۔ میری فراغت کے ساتھ وہ بھی فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت کاٹ کاٹ کر ہنڈیا میں ڈالا۔ پھر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر کر واپس آنے لگا۔ تو بیوی کہنے لگی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کی وجہ سے مجھے رسوا نہ کرنا۔ پس میں نے آکر آہستہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات کی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ تھا۔ جسے ہم نے ذبح کیا۔ اور میری بیوی نے صاع برابر آٹا کو پیس دیا۔ جو کچھ ہمارے پاس تھا۔ پس آپؐ اور چند لوگ اور بھی آپؐ کے ہمراہ آئیں۔ پس آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دیتے ہوئے فرمایا۔ اے خندق والو! حضرت جابرؓ نے کھانا بنایا ہے۔ تم سب لوگ آجاؤ۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے آنے تک نہ تو ہنڈیا کو نیچے اتارو اور نہ ہی گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی پکانی شروع کرو۔ پس میں بھی واپس آیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آگے آگے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے جلدی سے آکر بیوی کو اطلاع کی۔ تو وہ کہنے لگی خدا تیرے ساتھ ایسا ایسا سلوک کرے۔ میں نے کہا۔ جو تو نے کہا تھا وہ تو میں آپؐ کو کہہ چکا ہوں۔ بہرحال اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آٹا نکالا۔ جس میں آپؐ نے لب مبارک ڈالی اور برکت کی دعا کی۔

پھر ہماری ہنڈیا کا قصد فرمایا۔ جس میں لب مبارک ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ کوئی دوسری عورت روٹی پکانے والی بلالو۔ جو میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ روٹی پکاتی رہے۔ اور ہماری ہنڈیا سے چمچ بھر بھر کے نکالتی رہے۔ پس اس کو اتارنا نہیں۔ وہ ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ ان سب نے کھایا۔ یہاں تک کہ اسے بچا کر چھوڑ دیا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر مڑ گئے۔ لیکن ہماری ہنڈیا جیسے تھی ویسے جوش مار رہی تھی۔ اور ہمارا آٹا جیسے تھا ویسے اس کی روٹی پکائی جا رہی تھی۔ غرضیکہ دونوں سے کوئی چیز کم نہ ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خمص کے معنی اصلی گہرائی کے ہیں۔ چونکہ بھوک کی وجہ سے پیٹ میں گہرائی پڑ جاتی ہے۔ اس لئے اسے بھوک کو بھی خمص کہا گیا۔ بھیمہ چھوٹا بچہ بکری یا بھیڑ کا۔ داجن گھر کی پالتو جو باہر چرنے کے لئے نہ جائے۔ سٔوا با لہمزہ بقیہ طعام اور کبھی مطلق طعام کو بھی سٔوا کہہ دیتے ہیں۔ یسق تھوکا۔ فلتخبز معی اور بعض میں مَعَکِ ہے۔ جو صحیح ہے۔ اور معی کی صورت میں حاکم کی طرف نسبت ہوگی۔ یعنی الامیر المدینہ۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فلتخبز معی یہ حکایت حال کی ہے۔ جس میں حاضر کو متکلم کی طرف نقل کیا گیا ہے۔ جسے راوی نے بعینہٖ نقل کر دیا۔ یا معنی یہ ہیں کہ تم لوگ میری موجودگی میں روٹی پکاؤ۔ یعنی میرے سامنے بیٹھ کر۔ تو مضاف محذوف ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ حضرت جابرؓ کی بیوی کا مقولہ ہے جو انہیں کہہ رہی ہے کہ دوسری عورت لاؤ جو میرے ساتھ روٹی پکائے۔ مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں معی بمعنی عندی کے ہے۔ یا عورت کے قول کی حکایت ہے۔ قالت نعم فلتخبز معی اور اسماعیلی کے نسخہ میں معک کے الفاظ ہیں۔ جس میں کوئی تکلف نہیں کرنا پڑتا۔

حدیث نمبر ۳۷۹۹ حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ الخ عَنْ عَائِشَۃَ اِذْجَاءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ قَالَتْ کَانَ ذَاکَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ اذجاء وکم الخ یہ جنگ خندق کے بارے میں ہے۔ ترجمہ۔ جب کہ وہ لوگ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے چڑھ کر آئے تھے۔ جبکہ تمہاری آنکھیں پھر رہی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۷۰۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْقُلُ التُّرَابَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰی اَغْمَرَ بَطْنُہٗ اَوِ اغْبَرَّ بَطْنُہٗ یَقُوْلُ۔

وَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَیْنَا
اِنَّ الْاُلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا
وَرَفَعَ بِھَا صَوْتَہٗ اَبَیْنَا اَبَیْنَا

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خندق کی لڑائی میں مٹی اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کا پیٹ غبار آلودہ ہو گیا۔ اور آپؐ فرماتے تھے۔ اللہ کی قسم! کہ اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔ اور نہ ہی صدقہ خیرات کر سکتے۔ اور نہ ہی نماز پڑھ سکتے۔ پس اے اللہ! ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما۔ اور جب ہماری لڑائی شروع ہو جائے تو ہمارے قدموں کو جمائے رکھنا۔ بے شک ان کفار نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ جب وہ فتنہ یعنی شرک یا قتل کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ ابینا ابینا پر آواز کو اونچا کر دیتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لولا اللہ ای ھدایۃ اللہ۔ فضل اللہ و رحمۃ اللہ کے معنی مراد ہیں۔ یا نفس وجود باری مراد ہے۔ الاولی اسم اشارہ کفار کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُھْلِکَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ نسیم صبح سے میری مدد کی گئی ہے۔ اور پچھوا ہوا سے عاد کی قوم ہلاک کر دی گئی۔

صباء شرقی ہوا۔ اور دبور غربی ہوا۔ جب احزاب نے مدینہ کا محاصرہ کیا تو شرقی ہوا چلی جس نے ان کے خیمے اکھیڑ دیئے۔ دیگیں الٹ دیں۔ جس سے وہ بھاگ گئے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۲ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ یُحَدِّثُ لَمَّا کَانَ یَوْمُ الْاَحْزَابِ وَخَنْدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رَأَيْتُهُ يَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ حَتّٰى وَارٰى عَنِّي الْغُبَارُ جِلْدَةَ بَطْنِهِ وَكَانَ كَثِيْرَ الشَّعْرِ فَسَمِعْتُهُ يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَهُوَ يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُوْلُ۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۔۔۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ۔۔۔ وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ۔۔۔ وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

قَالَ ثُمَّ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِاٰخِرِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ جب احزاب کی لڑائی شروع ہوئی۔ جب کہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھود رہے تھے۔ میں نے آپؐ کو خندق کی مٹی اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ گرد وغبار نے میرے سے آپؐ کے پیٹ کے چمڑے کو چھپا لیا تھا۔ اور بہت بالوں والے تھے۔ ابن رواحہؓ کے اشعار کے ساتھ آپؐ کو رجزیہ اشعار پڑھتے سنا۔ جب کہ آپؐ مٹی اٹھا رہے تھے۔ فرماتے تھے اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو نہ ہم ہدایت پاتے نہ صدقہ دیتے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ پس ہم پر سکون نازل فرما۔ اور جب ہماری لڑائی شروع ہو تو ہمارے پاؤں جمائے رکھ۔ بے شک ان کفار نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ اگر وہ فتنہ شرک یا قتل کا ارادہ کریں گے۔ تو ہم انکار کر دیں گے۔ اس آخری کلمہ ابینا پر آواز کو دراز فرماتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۳ حَدَّثَنِيْ عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اِنَّ ابْنَ عُمَرَؓ قَالَ اَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُّهُ يَوْمُ الْخَنْدَقِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پہلی لڑائی جس میں میں حاضر ہوا۔ وہ خندق کی لڑائی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۴ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَؓ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يَجْعَلْ لِيْ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ فَقَالَتِ الْحَقْ فَاِنَّهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ وَاَخْشٰى اَنْ يَكُوْنَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰى ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَتَكَلَّمَ

فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَهَلَّا أَجَبْتَهُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللّٰهُ فِي الْجِنَانِ قَالَ حَبِيبٌ حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ قَالَ مَحْمُودٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنَوْسَاتُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام المؤمنین حفصہؓ کے پاس حاضر ہوا۔ جب کہ ان کی مینڈھیاں پانی بہا رہی تھیں۔ یعنی وہ نہا چکی تھی۔ میں نے کہا کہ خلافت کے معاملہ میں جو کچھ ہو چکا اسے آپ دیکھ چکی ہیں۔ کہ میرے لئے تو اس میں سے کوئی حصہ نہیں رکھا گیا۔ انہوں نے فرمایا جلدی پہنچو وہ لوگ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور مجھے تو خطرہ ہے۔ کہ تمہارے رک جانے کی وجہ سے کہیں ان میں افتراق نہ پیدا ہو جائے۔ پس انہوں نے اسے نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ چلے گئے۔ پس جب لوگ الگ ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے خطبہ دیا۔ فرمانے لگے کہ جو شخص اس امارت کے معاملہ میں بات کرنا چاہتا ہو وہ اپنا سر نکالے۔ کیونکہ ہم تو اس سے اور اس کے باپ سے امارت کے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا کہ آپ نے ان کو جواب کیوں نہ دیا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ میں نے تو تیاری کر کے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ میں انہیں جواب دوں۔ کہ اس امارت کا حقدار تیرے سے زیادہ وہ شخص ہے جس نے تیرے سے اور تیرے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ لڑی۔ یعنی حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ وغیرھم زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ وہ قدیم الاسلام ہیں۔ لیکن مجھے خطرہ لاحق ہوا۔ کہ میں ایسا کلمہ نہ کہہ دوں جس سے مسلمانوں کی جماعت میں افتراق پیدا ہو۔ اور خون بہانے کا سبب بن جائے اور میری طرف سے ایسی بات پھیلائی جائے جو میں نے نہ کہی ہو۔ تو مجھے وہ اجر و ثواب یاد آ گیا۔ جو صبر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہشتوں میں تیار رکھا ہے۔ حبیب نے فرمایا کہ اے عبداللہ! آپ محفوظ رہے اور بچ گئے۔ محمود نے اپنی سند میں نوساتھا کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ واقعہ صفین کی جنگ کے بعد کا ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ

کا قصاص نہیں لیا تھا۔ لوگوں نے ان کی بیعت کر لی تھی۔ سب سے پہلے بیعت کرنے والے اہل فتنہ تھے۔ جن میں صاحبزادہ محمد بن ابی بکرؓ بھی شامل تھے۔ جو حضرت علیؓ کے ربیب تھے۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے حضرت اسماء بنت عمیس بیوہ ابی بکرؓ سے شادی کر لی تھی۔ جو محمد بن ابی بکرؓ کی والدہ تھیں۔ جو اس وقت دو برس کے تھے۔ حضرت عثمانؓ سے انہوں نے درخواست کی تھی۔ کہ میں بیکار ہوں مجھے کسی مقام کا حاکم مقرر کر کے وظیفہ خوار بنا دیجئے۔ جنہوں نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ مصر کی امارت کا پروانہ لکھ دیا۔ لیکن چونکہ حضرت عثمانؓ کی مہر مروان بن حکم کے پاس رہتی تھی۔ اس نے شرارت کر کے بجائے وظیفہ کے ان کے قتل کا حکم لکھ دیا۔ راستہ میں خط کھول کر پڑھا۔ تو بہت غصہ ہوئے۔ اور اپنے اخوال یعنی ماموں کو ہمراہ لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اور یہ سمجھے کہ ان کے قتل کے متعلق حضرت عثمانؓ نے لکھا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں بہت سمجھایا کہ انہوں نے یہ خط نہیں لکھا۔ مگر وہ لوگ نہ مانے۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے طرفدار تھے۔ اپنے صاحبزادوں کو دوسرے نوجوانوں کے ہمراہ حفاظت کے لئے دروازہ پر کھڑا کر دیا۔ اہلِ فتنہ جو مصری۔ بصری اور کوفی فسادیوں پر مشتمل تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ اب بھی خلافت سے دستبردار نہیں ہو رہے۔ تو بالاخانہ پر پچھلی طرف سے چڑھ آئے۔ محمد بن ابی بکرؓ تو پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن کسی دوسرے آدمی نے آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ بعد ازاں وہ سب لوگ حضرت علیؓ کے پاس آ کر انہیں بیعت لینے پر مجبور کیا۔ حضرت علیؓ واقعی اس معاملہ میں بری تھے۔ بنو امیہ سمجھے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت میں حضرت علیؓ کا ہاتھ ہے۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے بیعت کرنے کے بعد یہ کہہ کر بیعت توڑ دی۔ کہ خونِ عثمانؓ کا بدلہ پہلے لیا جائے۔ تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائے۔ حضرت عائشہؓ نے بھی حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے مطالبہ پر مخالفت کا اعلان کر دیا۔ یہ لوگ بصرہ میں جمع ہو گئے۔ ادھر حضرت امیر معاویہؓ نے فوج کشی کی اور صفیدہ کے مقام پر جنگ شروع ہو گئی۔ جو جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ قریب تھا کہ حضرت علیؓ کی فوج کو فتح حاصل ہو۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے وزیر حضرت عمرو بن العاصؓ کے مشورہ پر قرآن کو نیزوں پر لٹکا لیا اور اعلان کر دیا کہ ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب اللہ ہے۔ جنگ بند کر دی جائے۔ جس پر حضرت علیؓ کے فوجی جوانوں نے جنگ کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت علیؓ فرماتے رہے کہ یہ قریش کی ایک چال ہے۔ قتال سے ان کا

فیصلہ کرو۔ لیکن شیعانِ علیؓ نہ مانے۔ چنانچہ جنگ رُک گئی۔ قرار پایا کہ دومۃ الجندل کے مقام پر ایک اجتماع ہو۔ اور اصحاب الرائے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں۔ ان الحکم الا للہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کلمہ حق ارید بھا الباطل۔ کلمہ تو سچ کا ہے۔ لیکن مراد باطل ہے۔ بہر حال لوگ جمع ہوئے۔

دریں اثنا ابن عمرؓ اپنی بہن حضرت حفصہؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ غسل کر کے فارغ ہوئی تھیں۔ ابھی ان کی مینڈھیوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ نوسا تھا اور دوسری روایت میں نوسا تھا ہے۔ نوسہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی مینڈھیوں کے ہیں۔

اناس من حلی اذنی اناس بمعنی حرک مینڈھیوں کو نوسہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ زلفیں حرکت کرتی رہتی ہیں۔ تو نوسا تھا اسم راوی پر محمول ہوگا۔

تنظف ای تقطہ من الامر سے موامرہ مشورہ کو کہتے ہیں۔ فانھم ینتظرونک چونکہ تم خلیفہ ثانی کے بیٹے ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہو۔ اور تمہارے ساتھ بھی بہت سے لوگ ہیں۔ دوسرے آپ میں حضرت عمرؓ کی شان پائی جاتی ہے۔ وہ حق گوئی ہے۔ آپ کے جانے سے لوگوں میں اختلاف پیدا نہیں ہوگا۔ وہاں اجتماع میں یہ طے پایا کہ فریقین کی جانب سے ایک ایک حکم مقرر کیا جائے۔ جس شخص کو یہ لوگ خلیفہ تسلیم کر لیں۔ وہ خلیفۃ المسلمین قرار پائے گا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے حامیوں میں حکم مقرر کرنے پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے تو حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم نامزد کر دیا۔ حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ کو حکم بنانا چاہتے تھے۔ بنوامیہ نے کہا کہ یہ تو حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ یہ تو خود حضرت علیؓ پر حکم مانا ہوا۔ شیعانِ علیؓ بھی یہی کہتے تھے۔ ادھر حضرت علیؓ سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور ان کی مخالفت بھی کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نہایت ذکی تھے۔ قریش کے مکائد اور چالاکیوں کو جانتے تھے۔ لیکن وہ لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حکم بنانے پر اڑ گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ابوموسیٰ اشعریؓ زاہد اور سادہ لوح آدمی ہیں۔ قریش کے مکائد سے ناآشنا ہیں۔ بالآخر بحث و تمحیص کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حکم نامزد ہوئے۔ دونوں حکم اس بات پر متفق ہو گئے۔ کہ ہر ایک اپنے مؤکل کو معزول کر دے۔ پھر جس پر مسلمان اتفاق کر لیں اسے خلیفہ مان لیا جائے۔ لیکن اس میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ دھوکہ کھا گئے۔ کہ انہوں نے پہلے حضرت علیؓ کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ جس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت امیر معاویہؓ

کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ جس پر مسلمانوں میں افتراق پیدا ہو گیا۔ ادھر خوارج نے کہہ دیا۔ کہ فتنہ انگیزی اور افتراق کی وجہ سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کافر ہیں۔ انہوں نے دو حکم کیوں مانے۔ حکم کتاب اللہ ہے۔ بارہ ہزار آدمی اسی بنا پر مخالف ہو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ کو اصلاح احوال کے لئے بھیجا گیا۔ ان کی تبلیغ کے نتیجہ میں آٹھ ہزار آدمی تائب ہو گئے۔ چار ہزار آدمی اپنی ضد پر قائم رہے۔ اس وقت خوارج کی بنیاد پڑی۔ یہ لوگ بہادر تھے۔ تقیہ نہیں کرتے تھے۔ آج کل زنجبار اور مسقط صرف دو شہروں میں خوارج پائے جاتے ہیں۔ مسقط بحر عمان کے کنارے واقع ہے۔ مطرح شہر عمان دونوں شہروں کے درمیان ہے۔ وہاں سب کے سب سنی آباد ہیں۔

الغرض استحقاق خلافت کے بارے میں اختلاف تھا۔ حضرت ابن عمرؓ قدم اسلام اور زہد و تقوٰی کو خلافت کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کا خیال یہ تھا کہ بنو امیہ کثیر الرجال ہیں۔ قوت و طاقت ان کے پاس ہے۔ بنو ہاشم کے رجال قلیل ہیں۔ دوسرے بنو امیہ کے اکثر رجال متمول تھے۔ جو دنیا داری جانتے تھے۔ بنو ہاشم ابتدا ہی سے زہد و تقوٰی کے قائل رہے۔ عبد المطلب نے خواب دیکھا۔ جبکہ بنو جرہم نے قریش کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ اور بئر زمزم کو مٹی سے بھر دیا۔ بعد میں وہ آئے اور خواب کے ذریعہ معلوم ہوا کہ جہاں کوا آکر بیٹھے وہاں بئر زمزم ہے۔ اپنی بڑائی جتلانے کے لئے قریش نے کنواں نہ کھودنے دیا۔ عبد المطلب نے کثرت سے نکاح کئے۔ ان کے ہاں بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک کو ذبح کرنے کی نذر مانی گئی۔ اور ان کو فن سپہ گری سکھایا گیا۔ پھر زمزم کو کھودوایا گیا۔ اس لئے صقایۃ ان کے ہاں چلی آ رہی تھی۔

الغرض بنو ہاشم میں زہد و تقوٰی تھا قوت نہیں تھی۔ بنو امیہ میں قوت تھی۔ چنانچہ جب تک ان میں قوت رہی۔ انہوں نے بنو ہاشم کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ دیکھئے ابو سفیان آخر وقت تک جنگ آزما رہا۔ فتح مکہ میں جا کر مسلمان ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مفاخرات کو مٹا دیا تھا۔ ان حضرات سے اجتہادی غلطی ہوئی۔ جبوہ وہ چادر جس سے اختبار کیا جائے۔

یا اعداللہ فی الجنان اور اشارہ ہے۔ من ترك المراد وهو محق بنى له بيت فى وسط الجنة۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی۔ کہ مفضول کے ہاتھ پہ بیعت کر لینا مسلمانوں کے خون بہانے سے بہتر ہے۔ بنا بریں انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ بعد ازاں

یزید بن معاویہ۔ عبدالملک بن مروان کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی۔ اور چپکے رہے۔

فلنحن احق منہ ومن ابیہ یعنی ہم بنو امیہ حضرات حسنین اور حضرت علیؓ سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس لئے کہ یہی حضرات طالب تھے۔ حضرت ابن عمرؓ تو طالب تھے ہی نہیں۔ ابوسفیان اور معاویہؓ سے اسلام لانے پر جنگ و قتال ہوا۔ اس طرح غزوۂ خندق سے مناسبت ہو گئی۔ کہ حضرات خلفاء راشدینؓ اور ابن عمرؓ غزوۂ خندق میں حاضر تھے۔ ابوسفیان و معاویہ مخالفِ اسلام تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فی احتباسک فرقۃ $\frac{589}{26}$ یعنی وہ لوگ گمان ظاہر کریں گے۔ کہ آپ ان کی مصالحت پر راضی نہیں ہیں۔ بلکہ اسے مکروہ سمجھتے ہیں تبھی تو حاضر نہیں ہوئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ تقریر مولانا مکیؒ میں ہے کہ من امر الناس سے مصالحت بین علیؓ و معاویہؓ مراد ہے۔ اور یہ بھی فی الحال حضرت علیؓ کے بیعت کر لی جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ اس کے نائب ہوں گے اور من الامر شیئ سے شرکت فی المشورہ مراد ہے۔ اور من الامر سے امارۃ اور ملک مراد ہے۔ یظنون تقریر مولانا مکیؒ میں ہے۔ کہ آپ میں اور مسلمانوں میں فرقت اس لئے پڑ جائے گی۔ کہ وہ گمان کریں گے۔ کہ آپ نے دشمنی کی وجہ سے اور صلح پیا و ربیعت علی پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے اجتماع میں شمولیت نہیں کی۔ فلما تفرق الناس یعنی اپنی بات چیت سے فارغ ہوئے۔ اور تحکمین کی تقریر ختم ہوئی۔ تو اس وقت حضرت معاویہؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مصنف عبدالرزاق میں اسی طرح ہے۔ اور بعض نے اجتماع اخیر جو حضرت معاویہؓ اور حسن بن علیؓ کی صلح کے موقعہ پر ہوا وہ مراد لیا ہے۔ اور بعض نے یزید کی ولی عہدی کا زمانہ مراد لیا ہے۔ لیکن یہ مستند نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے۔ جس کو عبدالرزاق نے صراحۃً بیان کیا ہے۔

تشریح از قاسمی نحن احق بہ منہ ومن ابیہ اس سے ابن عمرؓ اور ان کے والد عمرؓ کی طرف اشارہ ہے۔ من قاتلک واباک علی الاسلام یعنی یوم اُحد و یوم الخندق میں معاویہ اور ان کے باپ ابوسفیان سے قتال کیا۔ تو اس مقالہ میں حضرت علیؓ اور مہاجرین حاضرین خندق مراد ہوں گے۔ جن میں حضرت ابن عمرؓ بھی شامل تھے۔ اس اعتبار سے اس قصّہ کو غزوۂ خندق میں لایا گیا۔

حدیث نمبر ۳۷۰۵ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَحْزَابِ نَغْزُوْھُمْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا۔

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صردؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ وہ ہم پر چڑھ کر نہیں آئیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یوم الاحزاب یہ قول کا ظرف ہے غزو کا نہیں ہے۔ معنی یہ ہیں۔ کہ آج کے دن کے بعد وہ لوگ ہماری طرف چل کر نہیں آئیں گے۔ بلکہ ہم ان کی طرف جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ واقدی فرماتے ہیں کہ ذیقعدہ سے ابھی سات دن باقی تھے۔ کہ آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپؐ کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔ کہ اگلے سال ۶ھ میں آپؐ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حدیبیہ کے مقام پر بیت اللہ پہنچنے سے قریش نے روک دیا۔ صلح حدیبیہ ہوئی جس کو قریش نے توڑ دیا جو فتح مکہ کا موجب ہوا۔ اور مسند بزار میں ہے۔ کہ جب کہ قریش نے یوم الاحزاب میں بہت بڑی جماعت جمع کر لی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ آج کے بعد ہمیشہ کے لئے یہ لوگ تم پر چڑھائی کر کے نہیں آئیں گے۔ بلکہ تم لوگ ہی ان پر چڑھائی کرو گے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۶ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ أَجْلَى الْأَحْزَابُ عَنْهُ الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صردؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب قبائل عرب کے گروہ آپؐ سے واپس کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے اختیار سے نہیں گئے۔ تو میں نے آپؐ کو کہتے سنا۔ کہ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ وہ ہم پر چڑھائی کر کے نہیں آئیں گے۔ بلکہ ہم ہی ان کی طرف چل کر جائیں گے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۷ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الخ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ مَلَأَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُونَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے خندق کی لڑائی میں ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں درمیانی نماز سے روک دیا۔ حتیٰ کہ سورج غائب ہو گیا۔

تشریح از قاسمی ملأ اللہ الخ کہ آگ ان کو دنیا اور آخرت میں چمٹی رہے کبھی جدا نہ ہو۔

کیونکہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے روک دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۰۸ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغْرُبَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَنَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ خندق کی لڑائی کے دن سورج ڈوب جانے کے بعد تشریف لائے۔ اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے۔ اور کہا یا رسول اللہ! میں تو نماز نہیں پڑھ سکا۔ یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللہ! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ پس ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ وادی بطحان میں اترے۔ آپؐ نے نماز کے لئے وضو بنائی۔ اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو بنائی۔ سورج غروب ہو جائے اور آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيَّ وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُؓ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ احزاب کی لڑائی کے دن آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہمارے لئے قوم کی جاسوسی کر کے کون آئے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ میں لاؤں گا۔ پھر آپؐ نے پوچھا۔ قوم کی خبر کون لائے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ میں لاؤں گا۔ پھر آپؐ نے تیسری بار پوچھا کہ کون کی خبر کون لائے گا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ میں لاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ ہر نبی کا ناصر اور خاص آدمی ہوتا ہے۔ میرا خاص مددگار حضرت زبیرؓ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | مسلم شریف میں ہے۔ کہ حضرت حذیفہؓ گئے تھے۔ تو روایات میں

تعارض ہوا۔ مگر کہا جائے گا۔ کہ دونوں جماعتوں کی خبر لینے کے لئے آپؐ نے دونوں کو بھیجا تھا۔ قریش کی خبر لانے کے لئے حضرت حذیفہؓ گئے تھے۔ اور بنو قریظہ جو آپؐ کے حلفاء تھے۔ ان کی خبر منگانے کے لئے آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو بھیجا۔ چنانچہ یہ ان کے مکانات میں داخل ہو کر خبریں لے آئے۔ سردی کا موسم تھا۔ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ آپؐ نے ان کو اپنے ساتھ سلایا۔ تاکہ وہ آپؐ سے گرمی حاصل کریں۔ حواری بمعنی خالص۔ مددگار۔

تشریح از شیخ گنگوہی | من یأتینا بخبر القوم ص۹۵/۱۴ قوم سے بنو قریظہ مراد ہیں۔ کہ جاؤ ان کی خبر لے آؤ۔ وہ کس حال میں ہیں۔ اور ہمارے متعلق ان کے کیا ارادے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا | کتاب الجہاد میں اس بارے میں مبسوط کلام ہو چکا ہے۔ حضرت حذیفہؓ اور زبیرؓ کی تطبیق بھی بیان ہو چکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۱۰ حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضـ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو غلبہ دیا۔ اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اور اکیلے ہی لشکروں پر غالب آئے۔ اور اس کے وجود کے مقابلہ میں جمیع اشیاء کالعدم ہیں۔ یا یہ کہ اس واقعہ کے بعد اب لشکروں کا کوئی خوف باقی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۱۱ حدثنا مُحَمَّدٌ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رضـ يَقُولُ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مختلف گروہوں پر بد دعا فرمائی۔ فرماتے تھے۔ اے کتاب اتارنے والے اللہ۔ اے جلدی حساب لینے والے ان گروہوں کو شکست سے دوچار کر دے۔ اے اللہ! ان کو شکست دے دے۔ اور

ان کو ہلا دے۔

حدیث نمبر ۳۷۱۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنَ الْغَزْوِ اَوِ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ يَبْدَأُ فَيُكَبِّرُ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی جہاد سے یا حج یا عمرہ سے واپس لوٹتے تو ابتدا میں تین مرتبہ تکبیر کہتے۔ پھر فرماتے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو اکیلا ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لئے حمد و ثنا ہے۔ اور وہی ہر چیز پہ قدرت رکھنے والا ہے۔ ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے ربّ کو سجدہ کرنے والے اور اپنے ربّ کی حمد و ثنا کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اور اکیلے ان سب لشکروں کو شکست سے دوچار کیا یوم احزاب میں۔

بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَحْزَابِ وَمَخْرَجِهٖ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهٖ اِيَّاهُمْ۔

ترجمہ۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ احزاب سے واپس آنا۔ پھر بنو قریظہ کی طرف آپؐ کا لشکر کشی کرنا اور آپؐ کا ان کا گھراؤ کرنا۔

حدیث نمبر ۳۷۱۳ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الخ عَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْنَاهُ فَاخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ فَاِلٰى اَيْنَ قَالَ هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ

فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ خندق سے واپس لوٹے اور ہتھیار اتار لئے اور غسل کر لیا۔ تو جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ کہنے لگے۔ آپؐ نے تو ہتھیار اتار دیئے۔ واللہ ہم نے انہیں نہیں اتارا۔ ان کی طرف کوچ فرمایئے۔ پوچھا کس طرف کو جانا ہے۔ فرمایا اس طرف اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف لشکر کشی کی۔

حدیث نمبر ۳۷۱۴ حَدَّثَنَا مُوسٰى الخ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِيْ زُقَاقِ بَنِيْ غَنْمٍ مَوْكِبِ جِبْرِيْلَ حِيْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِيْ قُرَيْظَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ بنو غنم کی گلیوں کے اندر جبرائیلؑ کی سواری کی وجہ سے گرد و غبار کو ابھی اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مختلف قبائل سے صلح نامہ پر دستخط لے کر مخالفت یعنی حلیف بنا لیا تھا۔ بنو قریظہ بھی ان میں شامل تھے۔ لیکن حیی بن اخطب رئیس خیبر کی ترغیب پر غزوۂ احزاب میں انہوں نے غدر کیا۔ اور قریش سے مل گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بد عہدی پر سمجھانے بجھانے کے لئے آدمی بھیجے۔ تو ان لوگوں نے درشت کلامی کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ کہنے لگے ہم یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے اب جب آپؐ غزوۂ احزاب سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ بنو قریظہ نے دیکھا کہ قریش تو چلے گئے۔ ہم مسلمانوں کے غضب کا نشانہ بنیں گے۔ اس لئے وہ مع حیی بن اخطب کے قلعہ کو مضبوط کر کے اس میں رہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار آدمی لے کر ان کی طرف خروج کیا۔ چھتیس ۳۶ گھوڑے آپؐ کے لشکر میں تھے۔ موکب جماعت کے چلنے کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جبرائیلؑ نے بھی خروج کیا۔ بنی غنم من الخزرج کی گلیوں سے گزر ہوا۔ جب گھوڑوں کی ٹاپوں سے ان گلیوں میں غبار اٹھا۔ تو حضرت انسؓ اس حالت کا استحضار کر کے

بیان فرما رہے ہیں ۔ یہ نہیں کہ ابھی دیکھ رہے ہیں ۔

موکب جبرائیل حضرت جبرائیلؑ اور دیگر ملائکہ اس وقت بشری شکل وصورت میں تھے ۔ اور گھوڑوں پر سوار تھے ۔ حضرت انسؓ وحضرت عائشہؓ کو جبرائیلؑ کی معرفت یا تو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے ہوئی یا علامات وقرائن سے معلوم کرلیا ۔

حدیث نمبر ۳۷۱۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَاَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّيْ حَتّٰى نَاْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّيْ لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذٰلِكَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاحزاب میں فرمایا ۔ کہ تم سب بنو قریظہ میں جاکر عصر کی نماز ادا کرو ۔ بعض کو عصر کی نماز کا وقت راستے میں آگیا ۔ اور بعض نے کہا ۔ ہم تو جب تک وہاں نہیں پہنچیں گے نماز نہیں پڑھیں گے ۔ اور بعض نے کہا مقصد جلدی پہنچنا تھا ۔ خواہ مخواہ وہاں پڑھنا مقصود نہیں تھا ۔ اس لئے ہم تو یہیں پڑھ لیتے ہیں ۔ جب یہ معاملہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا ۔ تو آپؐ نے کسی پر ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لا یصلین احد الخ سے مقصود جلدی کرنا تھا ۔ لیکن لوگ تھکے ہوئے تھے ۔ کپڑے بھی میلے تھے ۔ لوگوں نے خروج کیا تو درمیان میں عصر کی نماز کا وقت آگیا ۔ تو لشکریوں میں اختلاف پیدا ہوگیا ۔ بعض نے تو راستہ میں نماز پڑھ لی ۔ دوسری جماعت نے وہاں جاکر نماز ادا کی ۔ کہ حکم ایسا ہی تھا ۔ آپؐ نے واقعہ سننے کے بعد کسی کو ملامت نہیں کی ۔ کیونکہ دونوں کا مقصد ایک تھا ۔ محض رائے کا اختلاف تھا ۔ اب یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ المجتهد فی الفروع یصیب دائماً ام لا ۔ اصول تو ایک ہیں ۔ کیونکہ حقائق کا تعلق تو محکی عنہ سے ہوتا ہے ۔ ان میں حق متعدد نہیں ۔ بلکہ حق ان میں معدوم ہوگا یا موجود قطعیات خواہ عقائد ہوں یا اعمال ان میں تو اجتہاد جائز نہیں ۔ جو قطعیات کا مخالف ہوگا ۔ یقیناً وہ خطا کار ہوگا ۔ جیسے روافض، مرجیہ، معتزلہ وغیرہ ہیں ۔ اس ضابطہ کے تسلیم ہوجانے کے بعد اب کل مجتہد مصیب ہوگا ۔ تو قطعیات میں حق متعدد نہ ہوگا ۔ البتہ ظنیات

اور فروعات میں نہ مجتہد سے مواخذہ ہوتا ہے۔ نہ اس نے مقلد سے ماسوا رکان القول خطاءً او صواباً
ہاں احکام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ احکام میں بھی حق متعدد نہیں ہے۔ بلکہ حق واحد ہے۔
اور مجتہد کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ اگر اس کا اجتہاد مصیب ہو تو اسے دو اجر ملیں گے۔ ورنہ ایک
اجر ملے گا۔ اور ایسے مقلد کا حکم ہے۔ اسی پہ اجماع امت ہے۔ اور اجتہاد بذل الوسع والطاقۃ
لادراک حکم الحق کو کہتے ہیں۔ حکم تو ایک ہی ہوگا۔ دونوں اصابت کا درجہ نہیں رکھتے۔ یہ مذہب
جمہور مصنفین کا مشہور ہے۔ بنابریں کہا جاتا ہے کہ مجتہد محل ملامت نہیں۔ کیونکہ اس نے اپنی وسعت
کے مطابق اجتہاد کیا۔ ایسے مقلد بھی خطا پہ عمل کرنے سے قابل ملامت نہیں ہے۔ مگر محققین فرماتے
ہیں کہ فروع میں حق متعدد ہے۔ یہ مسلک احناف کا ہے۔ کہ انشارات میں حق متعدد ہے البتہ اخبارات
میں متعدد نہیں اور ہر مجتہد فی الفروع مصیب ہے۔ اور حق موضع خلاف میں متعدد ہوتا ہے۔ مصنفین
جو حق کو واحد کہتے ہیں۔ وہ اس جماعت کو مصوبہ کہتے ہیں۔ اور مصوبہ کی جماعت میں امام ابوحنیفہؒ
امام الحرمین امام ابوالحسن اشعری اور ماتریدیہ شامل ہیں۔ ان کے مسلک پہ مصنفین نے اعتراض کیا۔
اور صاحبِ توضیح نے امام صاحبؒ کے اس قول کو لے کر تاویل کی۔ امام صاحبؒ کا مذہب کل مجتہد
مصیب قول مشہور کے مخالف ہے۔ لہٰذا تاویل کی جائے گی۔ کہ مصیب فی الابتداء وفی
ترتیب المقدمات ومخطئ فی تخریج النتائج کہ وہ مجتہد ابتداء میں اور مقدمات کی
ترتیب میں صواب پہ ہے۔ لیکن نتائج کے نکالنے میں خطاکار ہے۔ لیکن یہ تاویل شبہات سے خالی
نہیں۔ کیونکہ تحقیق یہی ہے۔ کہ کل مجتہد مصیب۔ چنانچہ شمس الائمہ سرخسیؒ نے اس پہ ایک مستقل
رسالہ لکھا ہے۔ اور یہی قول صاحبِ قصیدہ بردہ کا ہے۔ علامہ سرخسیؒ کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے
کہ نجات صواب اور ما اشبہ بہ پہ موقوف ہے اور شبیہ بالشئی کو وجوہات مختلفہ کے اعتبار
سے کبھی مقصود ہو سکتا ہے۔ اس لئے ارشاد نبوی ہے اختلاف امتی رحمۃ میری امت کا
اختلاف رحمت ہے۔ وحدتِ حق کی صورت میں اختلاف کو رحمت قرار دینا مشکل ہو جائے گا۔
شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے اپنی کتاب کشف الغمہ میں مذاہب اربعہ کے متعلق لکھا ہے۔
کہ حق ایک حوض ہے۔ جس سے ہر امام نالیاں نکال رہا ہے۔ اور ہزار در ہزار لوگ اس سے
سیراب ہو رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نالی بہت وسیع و عریض ہے۔ جس سے بہت لوگ سیراب

ہو رہے ہیں۔ اس سے انہوں نے مذہب حنفیہ کو دیرپا رہنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ یہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کی نصف آبادی سے بھی زیادہ مسلمان حنفی المذہب ہیں اور باقی نصف قلیل آبادی دیگر مذاہب پر مشتمل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے اسی قسم کے مکاشفات منقول ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رکون (جھکاؤ) جمیع مذاہب کی طرف برابر تھا۔ مگر جو غوامض مذہب حنفی میں مضمر ہیں۔ وہ ان غوامض کے موافق ہیں۔ جن پر زمانہ نبوی میں شریعت کا نزول ہوا ہے۔ تو اس بحث سے معلوم ہوا۔ کہ زمان واحد میں حق اشخاص متعددہ سے متعدد ہو سکتا ہے۔ بنا بریں ہر امام اپنے مسلک کو صحیح کہتا ہے۔ اس کی مثال اطبار کا ایک مریض کے بارے میں مختلف ادویہ کا تعین کرنا ہے۔ مثلاً یونانی ایک دوا تجویز کرتا ہے ڈاکٹر اس کے خلاف کرتا ہے۔ شفا من جانب اللہ ہر ایک سے حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن خیال رہے کہ جب طبیب کی دوائی استعمال کر رہا ہے۔ تو اس کے جمیع اصول کی پابندی لازم ہوگی۔ ورنہ بجائے نفع کے نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس طرح جس شخص نے مذہب حنفی کو اختیار کیا۔ تو اسے دوسرے مسلک کا اتباع نہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ یہ ہوا پرستی ہوگی۔ تصوبہ کے استدلات میں سے یہ بنو قریظہ کا واقعہ بھی ہے۔ کہ آپؐ کا ایک حکم تھا۔ بعض لوگوں نے ظاہر پر عمل کیا۔ اور بعض نے حقیقت کو سمجھا۔ آپؐ نے دونوں پر ملامت نہیں فرمائی۔ معلوم ہوا کہ دونوں جماعتیں حق پر تھیں اور صواب پر عمل پیرا تھیں۔ تو حق متعدد ہوا۔ یہی قول اقرب الی التحقیق ہے۔

وآتینا داؤد وسلیمان علما اذ یحکمان فی حرث القوم ففھمنا ھا سلیمان

دونوں حکم داؤدؑ اور سلیمانؑ کے ایک واقعہ میں مختلف ہیں۔ مگر پھر بھی کلا اتینا حکما وعلما فرمایا جاتا ہے۔

الحاصل معلوم ہوا کہ مسئلہ واحدہ میں حق متعدد ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں حضرت شعیبؑ ان کے مربی ہیں۔ ان کی نبوت متحقق ہے۔ یقیناً ان کے فروع میں ضرور اختلاف ہوگا۔ نیز! نصوص سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں ایک ہی امت میں متعدد انبیار ہوتے تھے۔ تو حضرت شعیبؑ کی شریعت حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے مخالف تھی۔ تو احکام بھی متخالف ہوں گے۔ اور وہ سب صواب تھے۔ معلوم ہوا کہ حق متعدد ہو سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۱۶ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ الرَّجُلُ یَجْعَلُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰی افْتَتَحَ قُرَیْظَةَ وَالنَّضِیْرَ وَاِنَّ اَهْلِیْ اَمَرُوْنِیْ اَنْ اٰتِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهُ الَّذِیْنَ کَانُوْا اَعْطَوْهُ اَوْ بَعْضَهُ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَعْطَاهُ اُمَّ اَیْمَنَ فَجَاءَتْ اُمُّ اَیْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِیْ عُنُقِیْ تَقُوْلُ کَلَّا وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَا یُعْطِیْکَهُمْ وَقَدْ اَعْطَانِیْهَا اَوْ کَمَا قَالَتْ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَکِ کَذَا وَتَقُوْلُ کَلَّا وَاللّٰهِ حَتّٰی اَعْطَاهَا حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ عَشَرَةَ اَمْثَالِهٖ اَوْ کَمَا قَالَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ابتداء اسلام میں مدینہ والوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ کھجوروں کے درخت ہبہ کر دیئے تھے۔ تاکہ مہاجرین حضرات ان کے پھلوں سے فائدہ حاصل کریں۔ یہاں تک کہ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کے باغات فتح ہو گئے۔ تو میرے گھر والوں نے مجھے حکم دیا۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ان کھجوروں کی واپسی کا مطالبہ کروں۔ جو ان لوگوں نے دیئے تھے یا ان کا بعض حصہ واپس کر دیں۔ ہماری کچھ کھجوریں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمنؓ کو دے رکھی تھیں۔ تو حضرت ام ایمنؓ نے آکر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا۔ اور کہنے لگی۔ کہ ہرگز نہیں۔ اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کھجوریں مجھے دے چکے ہیں وہ تمہیں واپس نہیں کر سکتے۔ یا اس طرح کے کلمات کہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرما رہے تھے۔ کہ تم اس کے بدلے اس قدر لے لو اور ان کو چھوڑ دو۔ وہ کہتی جا رہی تھیں۔ کہ واللہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ یہاں تک میرا گمان ہے کہ آپؐ نے انہیں دس گنا دے کر راضی کیا۔ کیونکہ آپؐ ان کا حق حضانت ادا کر رہے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ سے کہا کہ مہاجرین سے مواسات اور مواخات کا معاملہ کرو۔ اور کچھ عرصہ تک کے لئے کھجوریں نفع اٹھانے کے لئے انہیں دے دو۔ اگرچہ انہوں نے یہ نخلات ہبہ کرنے کے لئے کہا تھا مگر آپؐ

نے ہبہ نہ کرنے دیا۔ بلکہ کچھ عرصہ تک نفع اٹھانے کے لئے فرمایا۔ بنا بریں حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ نے آپؐ پر چند نخلات ہبہ کئے تھے۔ جو آپؐ نے ام ایمنؓ کو عطا کر دیئے۔ حضرت ام ایمنؓ آپؐ کو والد کی طرف سے وراثہ میں ملی تھیں۔ جب حضرت زیدؓ بن حارثہ آپؐ کے ملک میں آئے تو آپؐ نے ام ایمنؓ کا نکاح ان سے کر دیا۔ جن سے حضرت اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ چونکہ حضرت ام ایمنؓ آپؐ کی پرورش کنندہ اور خدمت گزار تھیں۔ جس پر ان کو ناز تھا۔ نیز اپنی گود میں بھی آپؐ کو کھلایا تھا۔ حق حضانت کی وجہ سے آپؐ ان کا احترام کرتے تھے۔ جب بنو قریظہ فتح ہوا۔ اور بنو قریظہ اور بنو النضیر کے باغات مہاجرین میں تقسیم ہوئے تو انہوں نے انصار کو ان کی نخلات واپس کر دیں۔ حضرت انسؓ اپنی کھجور جب واپس لینے کے لئے آئے تو حضرت ام ایمنؓ نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے حضرت ام ایمنؓ سے بہت کچھ کہا سنا۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس کے بدلے تمہیں دس گنا نخلات دی جائیں گی۔ تب انہوں نے وہ نخلات واپس کر دیئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فاسألہ الذی کانوا اعطوہ ص۵۹۱ اس روایت باب سے ثابت ہوا کہ ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی کہ جب موھوب لہ کسی دوسرے کو ھبہ کر دے تو واہب اوّل موھوب لہ اوّل سے واپسی کا حق نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمنؓ کو نخلات واپس کرنے کا حکم دیا۔ اگر آپؐ خود واپس کرنے کا اختیار رکھتے ہوتے تو اس رد وکد کی ضرورت نہ تھی۔ اور ھبہ میں رجوع کرنے کا جواز ظاہر ہے۔ کیونکہ انصار نے جو کچھ مہاجرین کو دیا تھا۔ ان سے واپس لے لیا۔ اور اس معاملہ کو ھبہ کی بجائے عاریۃ پر محمول کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر عاریۃ کا معاملہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام انسؓ کے عطیہ کی ام ایمنؓ کو عطا نہ فرماتے۔ کیونکہ عاریت کا ہبہ کرنا جائز نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت قطب گنگوہیؒ نے کیسی دقت نظر سے فقاہت اور درایت کا حق ادا کر دیا۔ کہ مسلک حنفی کے مطابق ھبہ میں رجوع کرنا جائز ہے۔ اور سیاقِ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ھبہ کا تھا عاریت کا نہیں تھا۔ اور جو لوگ ہبہ میں رجوع کو جائز نہیں کہتے وہ اسے عاریۃ پر محمول کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ مہاجرین مالک نہیں بنے تھے۔ حضرت ام ایمنؓ نے گمان کیا کہ وہ نخلات کے رقبہ کی مالک ہے۔ اس لئے رد کرنے سے انکار

کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاطفت سے ان کو دس گنا عوض دے کر راضی کر لیا۔ لیکن اس تاویل پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے گمان کو باطل کرنا تھا۔ اور آپ کے سکوت سے تو وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوگئیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ ھبہ میں رجوع جائز ہے۔ وہی ہماری مراد ہے۔ لیکن ان کے مسلک پر جائز نہیں ہے۔

ان الموھوب لہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہبہ میں رجوع کرنا سات شرائط سے مشروط ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ ھبہ موھوب لہ کے ملک سے نکل جاتا ہے۔

ولو ملک ردھا چنانچہ روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت ام ایمنؓ کو رد کرنے کا حکم دیا۔ خود رد نہیں فرمایا۔

رجوع الانصار اگر اشکال ہو۔ کہ اگرچہ احنافؒ کے نزدیک رجوع فی الھبہ جائز ہے لیکن در مختار میں اسے مکروہ تحریمی یا تنزیہی کہا گیا ہے۔ تو انصار نے اس مکروہ فعل کا ارتکاب کیوں کیا۔ تو کہا جائے گا کہ جب ان نخلات کی واپسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرزد ہوئی۔ تو پھر کراہت کیسے رہی۔

لا یمکن حملہ علی العاریۃ لیکن میرے نزدیک اس پر یہ اشکال ہے کہ جو لوگ اسے عاریت پر محمول کرتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیہ ام ایمنؓ کو بھی عاریت پر حمل کرتے ہیں۔ جیسے کہ حافظؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ام ایمنؓ نے اسے ملکیت گمان کیا تھا۔ حالانکہ ملکیت نہ تھی۔

حدیث نمبر ۱۷۰۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّؓ يَقُوْلُ نَزَلَ اَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍؓ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى سَعْدٍ فَاَتٰى عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ اَوْ خَيْرِكُمْ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ فَقَالَ تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِيْ ذَرَارِيَّهُمْ قَالَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ وَرُبَمَا قَالَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ قریظہ والے حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلہ پر اتر

آئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی طرف قاصد بھیجا تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ تو جب آپ مسجد کے قریب پہنچے تو آپؐ نے انصار سے فرمایا۔ کہ اپنے سردار یا اپنے بہتر آدمی کی طرف اٹھو۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر راضی ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کے لڑائی کے قابل لوگ قتل کر دیئے جائیں۔ اور ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ دیا۔ اور کبھی فرماتے کہ بادشاہانہ فیصلہ کیا۔ جب بنو قریظہ نے بدعہدی کی تو حضرت سعدؓ کو بھی سخت غصہ آیا۔ کیونکہ یہ ان کے حلیف تھے۔ اور دشمنوں سے مل گئے تھے۔

حضرت سعدؓ کو اس غزوۂ خندق میں ایک زخم آیا تھا۔ جس پر انہوں نے دعا مانگی تھی۔ یا اللہ! اگر قریش سے مسلمانوں کی کوئی جنگ باقی ہو۔ تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھیو۔ ورنہ اگر اتنا ضرور رہو۔ کہ بنو قریظہ کا فیصلہ اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ اس پر ان کا بہتا ہوا خون بند ہو گیا۔ اور آپؐ نے ان کا خیمہ اپنے قریب لگوایا۔ تاکہ برابر تیمارداری کرتے رہیں۔ جب بنو قریظہ کا محاصرہ ہوا تو آپؐ نے ان سے فرمایا۔ ہماری وجہ سے تم قلعہ کا دروازہ مت کھولو۔ اس میں کئی سیاسی مصالح تھے۔ ایک تو یہ کہ اوس قبیلہ کو شکایت کا موقعہ نہ ملے کہ آپؐ نے ان کو قتل کیوں نہ کیا۔ اس لئے آپؐ نے ان بنو قریظہ سے کہا کہ حضرت سعدؓ تمہارے متعلق جو فیصلہ کریں اسے مان لو۔ ان کو سابقہ تعلقات کی بنا پر توقع تھی کہ وہ ہماری رعایت کریں گے۔ دوسرے اوس کے لوگ خوش ہو جائیں گے۔ کہ ہمارے سردار کو حکم مقرر کیا گیا ہے۔ اگر وہ کوئی رعایت بھی کرے گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ وہ گدھے پر سوار تشریف لائے۔ کیونکہ زخم گہرا ہونے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور ورم آگیا تھا۔ تو حضرت سعدؓ نے فیصلہ دیا کہ ان کے نوجوان لڑائی کے قابل لوگ قتل کر دیئے جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے غدر کیا تھا۔ حالانکہ یہ اوس کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے حلیف تھے مشرکین اور دیگر دشمنانِ اسلام سے ایسا معاملہ نہیں کیا گیا۔ وجہ یہ کہ یہ لوگ دانا دشمن تھے۔ باری تعالیٰ بھی ان سے سخت برہم تھے۔ لہٰذا ان پر تشدد ہوا۔ یا اھل الکتاب اٰمنوا من قبل ان نطمس وجوھا (الآیۃ)

قوموا الی سیدکم سے امام نوویؒ نے استدلال کیا ہے کہ کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز نہیں۔ کیونکہ آپؐ نے اسے فعل اعاجم قرار دیا ہے۔ لا تقوموا لی کما تقوم الاعاجم بمعاظمھم کہ جس طرح عجمی لوگ اپنے بڑوں

کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تم میرے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔ اور حضرت معاذؓ کی روایت ہے۔ کہ من سرہ ان یقوم لی احد فلیتبوأ مقعدہ فی النار۔ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ کوئی اس کے لئے کھڑا ہو۔ تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہیئے۔ تو معلوم ہوا کہ امام نوویؒ کا استدلال صحیح نہیں۔ ورنہ انصار کی تخصیص کی کیا ضرورت تھی۔ سب مسلمانوں کو تعظیم کا حکم دیا جاتا۔ دوسرے قوموا الی سیدکم ہے سیدکم نہیں فرمایا۔ قوموا الی سیدکم کے معنیٰ قوموا الی تنزیل سیدکم ہمارے فقہاء نے قیام للقادم کے لئے یباح لاباس کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی۔ کہ کھڑا نہ ہونے سے حقد اور کینہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا قیام کی اجازت دی گئی۔ ورنہ در حقیقت اجازت نہیں تھی۔ ابن حجرؒ کا قول صحیح ہے۔ اس سے قیام مولود کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ وتعزروہ وتوقروہ کے اوّل مخاطب صحابہ کرامؓ تھے۔ وہاں حقیقتاً قدوم ہوتا تھا۔ جس پر صحابہ کرامؓ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ مولود میں تو در حقیقت قدوم بھی نہیں ہے۔ تو اس پر التزام کیسے صحیح ہوگا۔

حدیث نمبر ۳۷۱۸ حدثنا زکریا بن یحییٰ الخ عن عائشۃؓ قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ حِبَّانُ بْنُ الْعَرِقَةِ رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ اخْرُجْ إِلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْنَ فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلُوا عَلَى حُكْمِهِ فَرَدَّ الْحُكْمَ إِلَى سَعْدٍ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ فِيهِمْ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى النِّسَاءُ وَالذُّرِّيَّةُ وَأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ قَالَ هِشَامٌ فَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَؓ أَنَّ سَعْدًا قَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْرَجُوهُ اللّٰهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ

فَأَبْقِنِي لَهُ حَتَّى أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ وَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتَتِي فِيهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ خندق کی لڑائی میں حضرت سعدؓ زخمی ہو گئے۔ قریش کے آدمی جس کو حبان بن العرقہ کہا جاتا تھا۔ اس نے تیر پھینکا تھا۔ جو ان کے بازو کی رگ میں لگا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگا دیا۔ تاکہ نزدیک سے ان کی بیمار پرسی کرتے رہیں۔ جب آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے گھر کو واپس ہوئے تو ہتھیار اتار کر غسل کیا۔ تو جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس اس حال میں آئے کہ وہ اپنے سر سے غبار کو جھاڑ رہے تھے۔ فرمایا! حضرت! آپؐ نے تو ہتھیار اتار دیئے ہیں۔ واللہ! میں نے ابھی انہیں نہیں اتارا۔ آپؐ ان کی طرف روانہ ہوں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں۔ تو انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ پس آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ان کا محاصرہ کیا۔ تو وہ آپؐ کے فیصلہ کرنے پر راضی ہو گئے۔ آپؐ نے فیصلہ حضرت سعدؓ کے سپرد کر دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہوں۔ کہ ان کے لڑاکے نوجوان قتل کر دیئے جائیں۔ ان کی عورتیں اور چھوٹے بچے قیدی بنائے جائیں۔ اور ان کا مال و دولت تقسیم کر دیا جائے۔ ہشام فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے خبر دی ہے۔ کہ حضرت سعدؓ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! آپؐ کو بخوبی علم ہے کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی محبوب نہیں کہ میں تیری رضا کے لئے ان لوگوں سے جہاد کروں جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا۔ اور اسے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپؐ نے ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی کی طرح ڈال دی ہے۔ پس اگر قریش کی لڑائی کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ تو مجھے ان کے لئے باقی رکھ تاکہ میں تیری رضا کے لئے ان سے جہاد کروں۔ اگر آپ نے ان کی لڑائی کو اٹھا لیا ہے۔ تو میرے اس زخم کو چالو کر دے۔ اور اسی میں میری موت واقع کر دے۔ پس ان کے سینہ سے خون جاری ہو گیا۔ مسجد میں بنو غفار کا خیمہ تھا۔ خون بہتا ہوا اچانک اہل مسجد تک پہنچ گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہم تک پہنچ رہا ہے۔ پس کیا دیکھتے ہیں۔

کہ وہ تو حضرت سعدؓ کے زخم کا خون بہہ رہا ہے۔ پس اسی زخم سے ان کی شہادت واقع ہوئی۔ ان کی موت سے عرش رحمٰن کانپ اٹھا۔ ستر ہزار فرشتہ ان کے جنازہ کے ہمراہ تھا۔ (قسطلانی)

حدیث نمبر ۳۷۱۹ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ وَزَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اهْجُ الْمُشْرِكِينَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ ان کی ہجو کرو۔ اور جبرائیلؑ تمہارے ساتھ ہیں۔ ابراہیم نے زیادہ بیان کیا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریظہ کی لڑائی میں حضرت حسان بن ثابتؓ سے فرمایا کہ تم مشرکین کی اشعار میں مذمت کرو۔ بے شک جبرائیلؑ تمہارے ساتھ ہیں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ

وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلًا وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِأَنَّ أَبَا مُوسَى

حدیث نمبر ۳۷۲۰ جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَوْفَ بِذِي قَرَدٍ وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَثَعْلَبَةَ وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ سَمِعْتُ جَابِرًا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ فَلَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ وَأَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقَرَدِ۔

ترجمہ۔ غزوہ ذات الرقاع کے بارے میں۔ یہ لڑائی محارب خصفۃ بن بنی ثعلبہ بن غطفان کی جماعت سے ہوئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نخل کے مقام پر قیام فرمایا تھا۔ جو مدینہ سے دو دن کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ غزوہ خیبر کے بعد تشریف لائے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۲۰۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ خوف میں اپنے اصحابؓ کو ساتویں غزوہ غزوت ذات الرقاع میں نماز خوف پڑھائی۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد میں صلوۃ خوف پڑھائی ہے۔ اور دوسری سند میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام نخل سے ذات الرقاع کی طرف روانہ ہوئے۔ تو قبیلہ غطفان کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی۔ لیکن ان سے لڑائی نہیں ہوئی۔ بلکہ لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا دھمکایا۔ تو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو رکعت صلوۃ خوف پڑھائی۔ اور چوتھی سند میں سلمہؓ سے مروی ہے کہ یوم القرد میں میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیا۔

حدیث نمبر ۳۷۲۱ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ أَبِي مُوسَىؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ وَّنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي وَكُنَّا نَلُفُّ عَلَى أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلَى أَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ أَبُو مُوسَى بِهٰذَا ثُمَّ كَرِهَ ذَاكَ قَالَ مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک غزوہ میں ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے اور ہم چھ آدمی تھے۔ ہمارے درمیان صرف ایک اونٹ تھا۔ جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ اس سفر میں ہمارے پاؤں زخمی ہوگئے۔ میرے تو پاؤں زخمی ہوتے اور ناخن بھی گر گئے تو ہم اپنے پاؤں پر کپڑے کے چیتھڑے لپیٹتے تھے۔ پس اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا۔ کیوں کہ

اس میں ہم اپنے پاؤں پہ کپڑے کے ٹکڑوں کی پٹیاں باندھتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے یہ حدیث بیان تو کر دی۔ لیکن پھر وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ نیکی ہم نے اس لئے نہیں کی تھی۔ کہ میں اس کا ذکر کرتا پھروں۔ گویا کہ اپنے نیک عمل کو ظاہر کرنا پسند نہ کیا۔ عمل کا چھپانا افضل ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بعض نے کہا کہ پتھریلی زمین میں چلنا پڑتا تھا۔ مجاہدین کے جوتے پھٹ گئے تھے۔ اور پیدل چلنے سے پاؤں زخمی ہو گئے۔ جن پہ چیتھڑے باندھے گئے۔ بعض نے کہا جس مقام پہ یہ غزوہ واقع ہوا۔ وہاں مختلف رنگوں کے پہاڑ تھے۔ کوئی سفید۔ کوئی کالے اور کوئی سرخ تھے۔ جیسے کہ چیتھڑے مختلف الوان کے ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ذوات الالوان یعنی مختلف رنگوں والے جھنڈے بنائے گئے تھے۔

محارب ایک قبیلہ ہے۔ غطفان جدّ اعلیٰ ہے۔ جن کا ایک بطن ثعلبہ ہے۔ اور اس کا چھوٹا بطن خصفہ ہے۔ اور اس کا چھوٹا بطن محارب ہے۔

فنزل نخلا نخل ایک مقام کا نام ہے۔ جہاں پہ نخلات بہت تھے۔ اور بعض نے حقیقی معنی مراد لئے ہیں۔ اہل سیر نے غزوہ ذات الرقاع میں بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض نے قبل از خیبر بعض نے بعد از خیبر اور بعض نے قبل از تبوک اور بعض نے کہا بعد از خندق اور قریظہ واقع ہوا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے۔ کہ قبل از خیبر واقع ہوا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ بعد از خیبر واقع ہوا۔ پھر اعتراض ہوگا۔ کہ اسے غزوۂ خیبر کے بعد ذکر کیا جاتا۔ تو شاید اس طرف اشارہ کرتا ہو۔ کہ ذات الرقاع دو مختلف غزووں کا نام ہے۔ ایک قبل از خیبر اور دوسرا بعد از خیبر یہ امام بیہقیؒ نے کہا ہے۔ اب امام بخاریؒ اس پہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ غزوۂ خیبر میں آپؐ کے پاس آئے تھے۔ کیونکہ یہ یمن سے ایک کشتی میں سوار ہو کر بھٹک گئے۔ اور حبشہ پہنچ گئے۔ وہاں حضرت جعفر طیارؓ سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دن وہاں رہ کر سب کے سب حضرات مدینہ منورہ کے قریب بندر پہ پہنچے۔ پھر پیدل چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ابھی غنائم خیبر تقسیم نہیں کئے تھے۔ ان حضرات کو غنائم سے حصّہ دیا گیا۔

صلّی باصحابہ فی الخوف الخ غزوہ خندق تک تو صلوٰۃ خوف کا حکم معلوم نہیں ہوتا۔ آپؐ نے صلوٰۃ وسطیٰ کو ترک کیا ہے۔ اور بعض دفعہ ظہر، عصر اور مغرب کو ترک کرنا پڑا۔ تو بعض نے کہا۔ کہ صلوٰۃ خوف کا حکم غزوہ ذات الرقاع میں نازل ہوا۔ بعض نے غزوۂ عسفان میں کہا۔ اور بعض غزوہ ذو قرد میں کہا۔ جو ایک

مقام ہے جہاں صلوٰۃ خوف کو ادا کیا گیا۔

فی غزوۃ السابقۃ یہ امام بخاریؒ کی دوسری دلیل ہے۔ کہ یہاں صراحۃً غزوہ سابعہ کا ذکر ہے۔ پہلا بدر۔ دوسرا احد۔ تیسرا خندق۔ چوتھا قریظہ۔ پانچواں مریسیع اور چھٹا خیبر ہے۔ اور ساتواں ذات الرقاع ہے۔ تو نص سے ثابت ہوا کہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے۔

نعتقبہ نوبت بنوبت سوار ہونا۔ نقب بمعنی سوراخ ہو جانا زخمی ہونا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وھی غزوۃ محارب خصفۃ ص ۵۹۲ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ثعلبہ محارب کا جد ہے۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ غطفان اور محارب چچازاد بھائی ہیں۔ تو اعلیٰ ادنیٰ کی طرف کیسے منسوب ہوگا۔ لہٰذا صحیح وہ ہے جو باب لاحق میں ہے۔ وبنی ثعلبہ واؤ عطف کے ساتھ۔ چنانچہ کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ محارب خصفہ و بنی ثعلبہ بن غطفان بواؤ العطف۔ ترجمہ میں ان مختلف آثار کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف کے بارے میں جو اختلاف ہے۔ اس کو بیان کرنا ہے کہ پہلے پہل صلوٰۃ خوف کس مقام پر پڑھی گئی۔ تو روایات میں جمع کی صورت یہ ہے۔ کہ اوّلیت کی قید نہ لگائی جائے۔ صرف یہ کہا جائے کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غزوات میں صلوٰۃ خوف ادا فرمائی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ خلاصہ بحث یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ابن اسحاق کے نزدیک بنو النضیر کے واقعہ کے بعد ہوا ہے اور خندق سے پہلے ۴ھ میں اور ابن سعد و ابن حبان کے نزدیک محرم ۵ھ میں ہوا۔ امام بخاریؒ کا میلان یہ ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔ بایں ہمہ اسے غزوہ خیبر سے پہلے ذکر کر دیا۔ یا تو اصحاب مغازی کی رائے کو امام بخاریؒ نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ قبل از خیبر اس کا وقوع ہے۔ یا یہ رواۃ کا تصرف ہے۔ یا اس نام کے دو غزوات کی طرف اشارہ ہے۔ بہر حال جمہور کا مسلک یہ ہے کہ پہلے پہل صلوٰۃ خوف آپؐ نے غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی ہے۔ پھر اختلاف ہوا۔ کہ وہ کس سن میں ہے۔ سن چار۔ پانچ۔ چھ یا سات میں ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اوّلیت کی قید نہ لگائی جائے۔ بس آپؐ نے غزوہ ذات الرقاع۔ ذی قرد۔ غزوہ انمار میں صلوٰۃ خوف ادا کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۲۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ

عَمَّنْ شَهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلّٰى صَلٰوةَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهٗ وَطَائِفَةٌ وِّجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّتِيْ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وُجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ وَقَالَ مُعَاذٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَذَكَرَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ قَالَ مَالِكٌ وَّ ذٰلِكَ اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِيْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ تَابَعَهُ اللَّيْثُ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهٗ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَنِيْ اَنْمَارٍ۔

ترجمہ۔ حضرت صالح بن خوات اس صحابی سے روایت کرتے ہیں جو غزوہ ذات الرقاع میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صلوٰۃ خوف ادا کرتے وقت حاضر تھا۔ تو لشکر کے ایک گروہ نے آپؐ کے ہمراہ صف باندھی اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابل میں کھڑا رہا۔ جو طائفہ آپؐ کے ہمراہ تھا آپؐ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ اس وقت تک کھڑے رہے کہ ان لوگوں نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ پھر کر گئے اور دشمن کے سامنے جا کر صف بندی کی۔ دوسرا طائفہ آیا۔ تب آپؐ نے ان کو دوسری رکعت پڑھائی۔ جو باقی رہ گئی تھی۔ پھر آپؐ ٹیک کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ پھر آپؐ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔ اور معاذ دوسری سند سے حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم مقام نخل میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پھر انہوں نے صلوٰۃ خوف کا ذکر کیا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت جابرؓ ان تمام صورتوں سے اچھی صورت ہے جو میں نے صلوٰۃ خوف کے بارے میں سنی ہیں۔ لیث نے معاذ کی متابعت کی۔ قاسم بن محمد حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بنی انمار میں ان کو صلوٰۃ خوف پڑھائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صلوٰۃ خوف میں یہ طریقہ شوافع۔ مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں مرغوب ہے۔ کہ امام ایک رکعت ادا کر لینے کے بعد کھڑا رہے۔ اور مقتدی اپنی نماز کو تمام کریں۔ پھر دوسرا

طائفہ آئے۔ اس صورت میں سلام مع طائفہ اخریٰ ہوا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسرا طائفہ دوسری رکعت کو پورا کرے۔ حضرت امام اعظمؒ ابن عمرؓ کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔ جس میں قلب موضوع نہیں ہے کہ امام مقتدیوں کا انتظار کرے۔

غزوہ بنی انمار بعض نے کہا یہی غزوہ ذات الرقاع ہے۔ اور بعض نے کہا۔ یہ کوئی دوسرا غزوہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۲۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ يَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ مِنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وُجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُ هٰؤُلَاءِ إِلَى مَقَامِ أُولٰئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ ثُمَّ يَرْكَعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں۔ کہ امام قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔ اور ایک گروہ امام کے ساتھ رہے اور دوسرا دشمن کی طرف جائے۔ کہ ان کے چہرے دشمن کی طرف ہوں۔ جو لوگ امام کے ہمراہ ہیں امام ان کو ایک رکعت پڑھائے۔ پھر وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں۔ خود بخود ایک رکعت کا رکوع کریں اور اسی جگہ دو سجدے کریں۔ پھر یہ لوگ اُن لوگوں کی جگہ چلے جائیں وہ جماعت آئے امام انہیں رکعت پڑھائے۔ تو امام کی دو رکعت ہوگئیں۔ پھر وہ لوگ رکوع کریں اور دو سجدے کریں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام نے ان کے اتمام سے پہلے سلام پھیرا۔ دراصل یہ حدیث مرسل ہے۔ سہل بن ابی حثمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صغیر السن تھے۔ اور اس روایت میں تین تابعی مدنی ہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۲۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

ترجمہ۔ یہ حدیث اس سند سے مرفوع ہوگئی۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَهْلٍ حَدَّثَهُ قَوْلَهُ۔

کہ انہوں نے اپنا قول بیان کیا۔

حدیث نمبر ۳۷۲۵ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ صَفَّيْن۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ نجد کی طرف ایک غزوہ میں مَیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ پس جب دشمن سے ہمارا آمنا سامنا ہوا تو ہم نے ان کے لئے دو صفیں بنالیں۔

حدیث نمبر ۳۷۲۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ أَبِيهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَقَامُوا فِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ فَجَاءَ أُولٰئِكَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ وَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طائفہ کو نماز پڑھائی۔ اور دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر جن لوگوں نے ایک رکعت پڑھ لی تھی۔ وہ پھرے اور ان حضرات کی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور جو دشمن کے مقابل میں تھے وہ آئے۔ تو آپؐ نے انہیں ایک رکعت پڑھائی پھر ان پر سلام پھیرا۔ پھر یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اپنی رکعت قضا کی۔ اور وہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنی رکعت قضا کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ ابن عمرؓ کی روایت احنافؒ کا مستدل ہے۔ صلوٰۃ خوف کی پندرہ صورتیں ہیں۔ جمہور سوائے دو کے باقی سب کو جائز کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۲۷ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَ أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ

فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ قَالَ جَابِرٌ فَنِمْنَا نَوْمَةً ثُمَّ إِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَا فَجِئْنَاهُ فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ لِي مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قُلْتُ اللّٰهُ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَبَانُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ تَخَافُنِي قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ اللّٰهُ فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ اسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ وَقَاتَلَ فِيهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَصَلَّى الْخَوْفَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ صَلٰوةَ الْخَوْفِ وَإِنَّمَا جَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ خَيْبَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ نے خبر دی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لئے گیا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی آپؐ کے ہمراہ واپس لوٹے۔ تو صحابہ کرامؓ کو قیلولہ کے وقت نے ایک ایسی وادی میں پالیا۔ جس میں جھاڑ کے بڑے بڑے درخت بہت تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا۔ لوگ ان جھاڑ کے درختوں میں پھیل گئے۔ اور درختوں کا سایہ تلاش کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ اور اپنی تلوار اس درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ

ہم لوگ گہری نیند سو گئے۔ پھر کیا سنتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے ہیں۔ پس ہم لوگ دوڑ کر آپ کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا ہے۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے میری تلوار سونت لی۔ جب کہ میں سویا ہوا تھا۔ پس میں جب بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں ننگی تھی۔ تو میرے سے کہنے لگا۔ کہ آپ کو اب میرے سے کون بچائے گا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ بچائیں گے۔ پس وہ یہ بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی۔ اور ابان اپنی سند سے حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب ہم کسی سایہ دار درخت کے پاس آتے تھے۔ تو وہ آپ کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ تو مشرکوں کا ایک آدمی آیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی۔ اس نے اس کو نیام سے نکال کر کہا۔ کہ کیا آپ میرے سے ڈرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ تو اس نے کہا۔ میری طرف سے آپ کی کون حفاظت کرے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کریں گے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے اس کو ڈانٹا ڈپٹا۔ اور نماز کے لئے تکبیر کہی گئی۔ آپ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر یہ لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اور آپ نے دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ تو آپ کی چار رکعتیں ہو گئیں اور قوم کی دو رکعتیں۔ مسدد اپنی سند سے ابی بشر سے راوی ہیں۔ کہ اس مشرک آدمی کا نام غورث بن الحارث تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں محارب خصفہ قبیلہ سے لڑائی کی۔ اور ابوالزبیر حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ نخل کے مقام پر تو آپ نے صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوۂ نجد میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صلوٰۃ خوف پڑھی ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ خیبر کی لڑائی کے موقعہ پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عضاہ ایک خاص قسم کا ببول کا بڑا درخت ہے۔ قائلہ دوپہر کی گرمی کا وقت۔ صلتاً بمعنی مصلوت یعنی تلوار کا سونتنا اور نیام سے نکالنا۔

فصلی بطائفۃ رکعتین الخ یہ ایسی صورت ہے کہ جس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ کیونکہ اگر قصر ہے تو سب کو قصر کرنا چاہیئے۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود چار کیوں پڑھتے۔ تو اس کی توجیہ یہ

کی گئی۔ کہ آپؐ قصر کی مسافت تک نہیں پہنچے تھے۔ تو آپؐ نے جماعت کے ساتھ چار رکعت پڑھیں۔ اور قوم نے جماعت کے ساتھ دو دو رکعت پڑھی۔ اور دو دو رکعت انہوں نے الگ الگ ادا کیں۔ دوسری توجیہ امام طحاویؒ کی ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب فرائض ایک وقت میں دو مرتبہ پڑھے جاتے تھے۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے۔ کہ قصر کی مسافت تھی۔ کہ آپؐ نے فرائض کی دو رکعت پہلے طائفہ کو پڑھائی۔ اور دوسرے طائفہ کے وقت آپؐ متنفل تھے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ جب کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے۔ یہ توجیہ امام نوویؒ نے کی ہے۔ جن کے نزدیک ایسی اقتداء جائز ہے۔

انما جاء ابو هریرہؓ یہ دوسری دلیل ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ

مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيعِ قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَقَالَ النُّعْمَانُ ابْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيثُ الْإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيعِ۔

ترجمہ۔ خزاعہ کے قبیلہ بنو المصطلق کا غزوہ جسے غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ یہ غزوہ ۶ھ میں واقع ہوا ہے۔ لیکن موسیٰ بن عقبہ کا کہنا ہے کہ وہ ۴ھ میں ہوا۔ نعمان بن راشد امام زہریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ افک کا واقعہ غزوہ مریسیع میں ہوا تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۲۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ۔

ترجمہ۔ ابن محیریز فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا۔ تو میں نے ابوسعید خدریؓ کو دیکھا تو میں ان کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ اور عزل کے متعلق سوال کیا۔ تو حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ بنو المصطلق میں روانہ ہوئے۔ تو ہمیں عرب کی قیدی عورتیں دستیاب ہوئیں۔ پس ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی۔ کیونکہ ہمیں بیویوں سے الگ رہنا گراں گزرا۔ تو اور ہم نے عزل کرنا پسند کیا۔ پس ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا۔ کہ ہمیں خیال آیا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ تو آپؐ سے اس کے متعلق دریافت کرنے سے پہلے عزل کرنا کیسے جائز ہوگا۔ تو ہم نے آپؐ سے اس بارے سوال کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم پہ لازم ہے کہ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ کوئی جی جو قیامت کے دن تک ہونے والا ہے۔ وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس غزوہ کو مریسیع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مریسیع کے مقام پہ واقع ہوا۔ اور جن مشرکین سے لڑائی ہو وہ قبیلہ بنو المصطلق تھا۔

سالتہ عن العزل عزل کے معنی ہیں کہ جماع کرتے وقت حمل کے خوف سے منی کو فرج سے باہر نکالے۔ باندی سے بوجہ کمزوری نسب کے یا بوجہ کمی ثمن کے عزل کرنا جائز ہے۔ اور حرہ بیوی سے اس صورت میں جائز ہے۔ جب کہ وہ بیمار ہو اور حمل ہو جانے سے مزید کمزور ہو جانے کا خدشہ ہو۔

عزبۃ شدت خواہش نکاح وجماع کو کہتے ہیں۔ عزل کرنے کو یہود وأد خفی یعنی بچے کو زندہ درگور کر دینے سے تعبیر کرتے تھے۔ اس لئے صحابہ کرام کو کراہت معلوم ہوتی تھی کہ کہیں یہود کا اتباع نہ ہو جائے۔

ما علیکم الا تفعلوا معلوم ہوا کہ عزل کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ البتہ عزل نہ کرنا بہتر ہے۔ ما علیکم یعنی عدم فعل تم پہ واجب نہیں ہے۔ یا لا زائدہ ہے کہ اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ امام بخاریؒ نے جو حضرت ابوہریرہؓ کی موجودگی سے غزوہ ذات الرقاع کے بعد از خیبر پہ استدلال کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ نجد کی طرف غزوات متعددہ ہیں ممکن ہے وہ اس غزوہ میں حاضر ہوئے ہوں۔ جو بعد از خیبر واقع ہوا ہے۔

بنو المصطلق یہ خذیمہ بن سعد کا لقب ہے۔ جو خزاعہ کا ایک بطن ہے۔ خزاعہ کی وجہ تسمیہ

یہ ہے کہ وہ اپنی قوم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور مکہ میں مقیم ہو گئے۔ اور خذیمہ کو مصطلق حسن آواز کی وجہ سے کہا جاتا تھا۔ اور خزاعہ قبیلہ کا یہ پہلا آدمی تھا جس نے گانا شروع کیا۔ اور مریسیع مرسوع کی تصغیر ہے۔ یہ خزاعہ کا چشمہ تھا۔ فرع اور اس کے درمیان ایک دن کا فاصلہ تھا۔ بہر حال غزوہ بنو المصطلق اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہوا۔ اور اسی میں آیت تیمم نازل ہوئی۔ عزل کے بارے میں علماء کا اختلاف ہوا۔ امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ باندی سے عزل کرنے کی مطلقاً اجازت دیتے ہیں۔ حرہ سے اس کی اجازت پر موقوف ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۲۸ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ فَلَمَّا أَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ وَهُوَ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَّاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرِ يَسْتَظِلُّوْنَ وَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَعَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْنَا فَإِذَا أَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا أَتَانِيْ وَأَنَا نَائِمٌ فَاخْتَرَطَ سَيْفِيْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰی رَأْسِيْ مُخْتَرِطٌ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ اللّٰهُ فَشَامَهٗ ثُمَّ قَعَدَ فَهُوَ هٰذَا قَالَ وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ نجد کے غزوہ میں ہم جہاد کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ کہ آپؐ کو سخت گرمی نے ایک ایسی وادی میں آلیا۔ جس میں ببول کے بڑے بڑے بہت سے درخت تھے۔ تو آپؐ نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا کہ آپؐ اس کے سایہ سے مستفید ہونا چاہتے تھے۔ اور آپؐ اپنی تلوار اس پر لٹکا دی۔ لوگ سایہ حاصل کرنے کے لئے دوسرے درختوں کے نیچے پھیل گئے۔ ہم اسی حالت میں تھے۔ کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا۔ ہم فوراً آئے تو ایک دیہاتی آپؐ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا جب میں سویا ہوا تھا تو یہ آیا۔ میری تلوار نیام سے نکال لی۔ پس میں بیدار ہوا تو یہ میرے سر پہ کھڑا ہوا تھا۔ تلوار سونتی ہوئی تھی۔ کہنے لگا کہ آپؐ کو میرے سے کون بچا سکتا ہے۔ میں نے کہا اللہ! تو اس نے تلوار پھر نیام کے اندر کر دیا اور بیٹھ گیا۔ پس وہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی سزا دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ حدیث جابر پہلے باب کی ہے۔ ناسخین نے غلطی سے اس کو اس باب میں لکھ دیا ہے۔ یا اس لئے کہ اس میں غزوہ نجد کی تصریح ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا غزوہ بنو المصطلق سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اگر غزوہ نجد کے تحت اس واقعہ کا ذکر آ گیا ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور متقاربین ہونے کی وجہ سے راوی نے اسے ایک غزوہ کا حکم دے دیا۔ غالب یہ ہے کہ یہ قصہ حاشیہ پر تھا۔ ناسخ نے اسے اس باب میں ذکر کر دیا۔

شامہ بمعنی غمدہ یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نیام میں کر دیا۔ بعض شراح کی یہی تاویل ہے۔ جو مشہور ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اثر ملائکہ سے مرعوب ہو کر خود اس شخص نے اسے نیام میں رکھ لیا۔

بَابُ غَزْوَةِ اَنْمَارٍ

حدیث نمبر ۳۷۲۹ حَدَّثَنَا آدَمُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ اَنْمَارٍ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَطَوِّعًا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ انمار میں اپنی اونٹنی پر نفل نماز پڑھتے دیکھا۔ جب کہ آپؐ مشرق کی طرف منہ کرنے والے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس میں استقبال قبلہ ضروری نہیں۔ اور رکوع و سجود اشارہ سے جائز ہے۔ وضع الجبہہ علی الارض واجب نہیں۔ مگر گاڑی خواہ اس کو بیل کھینچے یا انجن کھینچے اس کا حکم ظہر دابہ کا نہیں ہے۔ وہ خود زمین پر چل رہی ہے۔ اس لئے استقبالِ قبلہ بھی واجب ہوگا۔ اور رکوع و سجود اشارۃً جائز نہ ہوگا۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

تشریح از قاسمی بنو انمار قبیلہ بجیلہ کی شاخ ہے۔ اس غزوہ کا ذکر غزوہ بنی المصطلق سے پہلے ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس کے بعد حدیث افک کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جو غزوہ بنی المصطلق میں واقع ہوا۔ تو غزوہ بنو انمار کو ان دونوں کے درمیان داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ یہ ناسخین کی غلطی ہے۔ یا یہ کہ امام بخاریؒ نے ترتیب ابواب کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ یہ دونوں

غزوات کی مناسبت کا لحاظ کیا گیا ہے۔

بَابُ حَدِيثِ الْإِفْكِ

الْإِفْكُ وَالْأَفْكُ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ يُقَالُ إِفْكُهُمْ وَأَفْكُهُمْ وَأَفَكَهُمْ۔

حدیث نمبر ۳۷۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ؒ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَائِشَةَ ؓ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنْ حَدِيثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ أَوْعَى لِحَدِيثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمُ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ ؓ وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ قَالُوا قَالَتْ عَائِشَةُ ؓ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ ؓ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَكُنْتُ أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي فَلَمَسْتُ صَدْرِي فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ ظَفَارِ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ قَالَتْ وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يَرْحَلُونِي فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ عَلَيْهِ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَهْبُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ وَحَمَلُوهُ

وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوا وَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي وَوَاللَّهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ وَهَوَى حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلَى يَدِهَا فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ وَهُمْ نُزُولٌ قَالَتْ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَ الْإِفْكِ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ قَالَ عُرْوَةُ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ كَانَ يُشَاعُ وَيُتَحَدَّثُ بِهِ عِنْدَهُ فَيُقِرُّهُ وَيَسْتَمِعُهُ وَيَسْتَوْشِيهِ وَقَالَ عُرْوَةُ أَيْضًا لَمْ يُسَمَّ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ أَيْضًا إِلَّا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَمِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ فِي نَاسٍ آخَرِينَ لَا عِلْمَ لِي بِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ عُصْبَةٌ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنَّ كِبْرَ ذَلِكَ يُقَالُ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ أَنْ يُسَبَّ عِنْدَهَا حَسَّانُ وَتَقُولُ إِنَّهُ الَّذِي قَالَ۔

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي ؎
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ تِيكُمْ ثُمَّ
يَنْصَرِفُ فَذٰلِكَ يُرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ حِينَ نَقَهْتُ
فَخَرَجْتُ مَعَ أُمِّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَكَانَ مُتَبَرَّزَنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ
إِلَّا لَيْلًا إِلٰى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ تَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيبًا مِّنْ بُيُوتِنَا قَالَتْ
وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ قِبَلَ الْغَائِطِ وَكُنَّا نَتَأَذّٰى بِالْكُنُفِ
أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ
أَبِي رُهْمِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ
أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَابْنُهَا مِسْطَحٌ قِبَلَ بَيْتِي حِينَ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا
فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ
أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَتْ أَيْ هَنْتَاهُ وَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ قَالَتْ
وَقُلْتُ مَا قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ قَالَتْ فَازْدَدْتُ مَرَضًا
عَلٰى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلٰى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تِيكُمْ فَقُلْتُ لَهُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ
قَالَتْ وَأُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا قَالَتْ فَأَذِنَ لِي رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِأُمِّي يَا أُمَّتَاهُ مَاذَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ
قَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَيْكِ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ
رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ
أَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا قَالَتْ فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَصْبَحْتُ
لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ أَصْبَحْتُ أَبْكِي قَالَتْ وَدَعَا رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِينَ
اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْأَلُهُمَا وَيَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ قَالَتْ فَأَمَّا
أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِي يَعْلَمُ
مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ أُسَامَةُ أَهْلَكَ

وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا وَّ أَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَآءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَّ سَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ فَقَالَ أَيْ بَرِيْرَةُ هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يُرِيْبُكِ قَالَتْ بَرِيْرَةُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا قَطُّ أَغْمِصُهُ غَيْرَ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ قَالَتْ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَّهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ يَّعْذِرُنِيْ مِنْ رَّجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْهُ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا وَّلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَّا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَّمَا يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِيْ إِلَّا مَعِيْ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ أَخُوْ بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْذِرُكَ فَإِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بِنْتَ عَمِّهِ مِنْ فَخِذِهِ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ قَالَتْ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَّلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ وَلَوْ كَانَ مِنْ رَّهْطِكَ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ يُّقْتَلَ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ قَالَتْ فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰى هَمُّوْا أَنْ يَّقْتَتِلُوْا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَتْ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَتُوْا وَسَكَتَ قَالَتْ فَبَكَيْتُ يَوْمِيْ ذٰلِكَ كُلَّهُ لَا يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ وَّلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ قَالَتْ وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِيْ وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا يَرْقَأُ لِيْ

دمع ولا اكتحل بنوم حتى اني لاظن ان البكاء فالق كبدي فبينا
ابواي جالسان عندي وانا ابكي فاستأذنت علي امرأة من الانصار
فاذنت لها فجلست تبكي معي قالت فبينا نحن على ذلك دخل رسول
الله صلى الله عليه وسلم علينا فسلم ثم جلس قالت ولم يجلس
عندي منذ قيل ما قيل قبلها وقد لبث شهرا لا يوحى اليه في شأني
بشيء قالت فتشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جلس ثم
قال اما بعد يا عائشة انه بلغني عنك كذا وكذا فان كنت بريئة
فسيبرئك الله وان كنت الممت بذنب فاستغفري الله وتوبي اليه
فان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه قالت فلما قضى
رسول الله صلى الله عليه وسلم مقالته قلص دمعي حتى ما احس منه قطرة
فقلت لابي اجب رسول الله صلى الله عليه وسلم عني فيما قال فقال ابي
والله ما ادري ما اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت لامي اجيبي
رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما قال قالت امي والله ما ادري ما
اقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت وانا جارية حديثة السن
لا اقرأ من القرآن كثيرا اني والله لقد علمت لقد سمعتم هذا
الحديث حتى استقر في انفسكم وصدقتم به فلئن قلت لكم اني
بريئة لا تصدقوني ولئن اعترفت لكم بامر والله يعلم اني منه
بريئة لتصدقني فوالله لا اجد لي ولكم مثلا الا ابا يوسف حين
قال فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون ثم تحولت واضطجعت
على فراشي والله يعلم اني حينئذ بريئة وان الله مبرئي ببراءتي ولكن
والله ما كنت اظن ان الله منزل في شأني وحيا يتلى لشأني في نفسي كان
احقر من ان يتكلم الله في بامر ولكن كنت ارجو ان يرى رسول الله صلى الله
عليه وسلم في النوم رؤيا يبرئني الله بها فوالله ما رام رسول الله صلى الله

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِنَ الْعَرَقِ مِثْلُ الْجُمَانِ وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِّنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْهِ قَالَتْ فَسُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ أَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ قَالَتْ فَقَالَتْ لِي أُمِّي قُومِي إِلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ فَإِنِّي لَا أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَتْ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ الْعَشْرَ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ وَاللّٰهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ إِلَى قَوْلِهِ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ بَلَى وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِي فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي فَقَالَ لِزَيْنَبَ مَا ذَا عَلِمْتِ أَوْ رَأَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ قَالَتْ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنِي مِنْ حَدِيثِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي قِيلَ لَهُ مَا قِيلَ لَيَقُولُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ أُنْثَى قَطُّ قَالَتْ ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ تہمت کی حدیث۔ ابن شہابؒ فرماتے ہیں۔ ہمیں عروۃ بن زبیر۔ سعید بن مسیب۔ عقبہ بن وقاص۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ

تہمت لگانے والے نے جو کچھ کہا اس کے جواب میں ان سب لوگوں نے کچھ کچھ حصہ مجھے بیان کیا۔ بعض دوسرے کی بنسبت حدیث کو زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں۔ اور ان کا سیاق سباق سے زیادہ تعلق ہے۔ میں نے ان میں سے ہر ایک سے حدیث کو محفوظ کیا ہے۔ جو حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں۔ بعض کی حدیث دوسری حدیث کی تصدیق کرتی ہے۔ اگرچہ بعض بعض سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ کہ جب کسی سفر پہ جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے تھے۔ جس کا قرعہ نکل آتا آپؐ اس کو ہمراہ لے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ایک غزوہ میں میرا قرعہ نکل آیا۔ تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ یہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں ایک پردہ دار شغدف میں سوار کی جاتی اور اتاری جاتی تھی۔ بہرحال ہم چلے یہاں تک کہ آپؐ اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹے۔ اور لوٹتے ہوئے ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ تو رات کو کوچ کرنے کا اعلان ہو گیا۔ جب کوچ کرنے کا اعلان ہوا تو میں قضاء حاجت کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ چلتے چلتے لشکر سے آگے نکل گئی۔ پس جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو گئی۔ تو اپنے ٹھکانے پہ واپس آئی۔ میں نے اپنے سینے کو ٹٹولا۔ تو میرا ظفار مقام کے خرمہرہ کا ہار ٹوٹ چکا تھا۔ میں ہار تلاش کرنے کے لئے واپس آئی۔ تو تلاش کرنے میں مجھے دیر لگ گئی۔ فرماتی ہیں کہ وہ لوگ جو میرے کجاوے کو کس کر کوچ کرایا کرتے تھے۔ انہوں نے میرے شغدف کو اٹھایا۔ اور میرے اس اونٹ پہ اسے کس دیا۔ جس پہ میں سواری کرتی تھی۔ ان کا گمان تھا۔ کہ میں شغدف کے اندر ہوں۔ کیونکہ اس وقت عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ وہ بھاری بھرکم نہیں ہوتی تھیں۔ اور نہ ہی گوشت نے انہیں ڈھانپ کر موٹا کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ تھوڑا سا کھانا کھایا کرتی تھیں۔ پس ان کو شغدف کا ہلکا پھلکا ہونا محسوس نہ ہو سکا۔ جب کہ انہوں نے اسے اٹھایا۔ اور اسے اونٹ پہ رکھا۔ اور میں ایک نوخیز لڑکی تھی۔ جس کی عمر پندرہ سال تھی۔ پس انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیئے۔ جب لشکر جا چکا تو مجھے میرا ہار مل گیا۔ پس میں ان کے پڑاؤ کی جگہ آئی جہاں نہ ان میں سے کوئی پکارنے والا اور نہ ہی کوئی جواب دینے والا تھا۔ پس میں نے اپنی اسی جگہ کا قصد کیا جہاں میرا ٹھکانا تھا۔ کیونکہ میرا گمان تھا کہ کسی پڑاؤ پہ جا کر وہ مجھے گم پائیں گے۔ تو میری

طرف واپس آئیں گے۔ پس دریں اثنا میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی۔ کہ نیند کا غلبہ ہوا تو میں سو گئی۔ حضرت صفوانؓ بن المعطل السلمی ثم الذکوانی لشکر کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لئے رہتے تھے وہ صبح کے وقت میری جگہ تک پہنچے۔ انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا جثہ دیکھا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے پردہ کے حکم سے پہلے دیکھا تھا۔ اس لئے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا۔ تو اس کے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھنے سے میں بیدار ہو گئی۔ وہ مڑے اپنی اونٹنی بٹھائی اس کے اگلے ہاتھ کو روندا میں اس کی طرف اٹھ کر سوار ہو گئی۔ وہ پیدل اونٹنی کو کھینچتے ہوئے عین دوپہر کے وقت سخت گرمی میں ہم لشکر کے اندر پہنچ گئے۔ وہ لوگ پڑاؤ کرنے والے تھے۔ پس پھر تو طوفان باندھنے والے مجھ پر تہمت لگا کر ہلاکت کا سامان کرنے لگے۔ اور اس طوفان کی لڑائی کا سرپرست عبداللہ بن ابی بن سلول منافق تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ اسی کے پاس پر دپیگنڈا کیا جاتا۔ باتیں ہوتیں۔ پس وہ اس کا اقرار کرتا اور کان لگا کر سنتا اور اسی کے ہاں بحث ومباحثہ ہوتا۔ نیز! حضرت عروہؓ اہل افک میں اور کسی کا نام نہیں سوائے ان تین آدمیوں کے نام نہیں لیا جاتا۔ ایک حضرت حسان بن ثابتؓ۔ مسطحؓ بن اثاثہ۔ اور حمنہؓ بنت جحش دوسرے لوگ بھی تھے۔ جن کے ناموں کا مجھے علم نہیں ہے۔ البتہ وہ ایک چھوٹا سا گروہ تھا۔ جیسے اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔ عصبۃ منکم۔ لیکن ان میں سے بڑی کارگذاری والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ پسند نہیں کرتی تھیں کہ ان کے پاس حضرت حسانؓ بن ثابت کو برا بھلا کہا جائے۔ وہ فرماتی تھیں کہ یہ وہ شخص ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہا ہے۔ ؎ کہ میرا باپ اور اس کا والد اور میری آبرو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر قربان ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم جب مدینہ پہنچے تو میں مہینہ بھر بیمار رہی اور لوگ افک والوں کی باتوں کا چرچا کر رہے تھے۔ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔ البتہ میں اس بیماری میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ لطف اور مہربانی نہیں محسوس کرتی تھی جو میں عموماً اپنی بیماری کے وقت دیکھا کرتی تھی۔ بس اتنا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے پاس تشریف لاتے۔ تو سلام کرنے کے بعد صرف اتنا فرماتے کہ وہ کیسی ہے یا اس کا کیا حال ہے پھر چلے جاتے۔ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی تھی۔ لیکن مجھے اس شرارت کا کوئی علم نہیں تھا۔ جب میں بیماری کی

وجہ سے بہت کمزور ہو گئی تو ایک دن میں گھر سے باہر نکلی تو میرے ہمراہ مناصع یعنی بیت الخلاء کی طرف حضرت ام مسطحؓ بھی باہر گئیں۔ اور ہم قضاء حاجت کے لئے صرف رات کے وقت نکلا کرتی تھیں۔ کیونکہ ہمارے گھروں کے نزدیک ابھی بیت الخلاء نہیں بنائے گئے تھے۔ اور ہمارا حال پہلے عرب کے لوگوں جیسا تھا۔ کہ ہم قضاء حاجت کے لئے جنگل کی طرف جاتے تھے۔ ہمیں گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے بدبو سے تکلیف پہنچتی تھی۔ بہر حال میں اور حضرت ام مسطحؓ چل پڑیں۔ ام مسطح ابی رھم بن عبدالمطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھی۔ ان کی ماں ام سلمیٰ صخر بن عامر کی بیٹی تھی۔ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خالہ لگتی تھیں۔ اور ان کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب تھے۔ قضاء حاجت سے فارغ ہونے کے بعد میں اور ام مسطحؓ واپس آ رہی تھیں کہ ام مسطحؓ اپنی گرم چادر میں پھسلنے کی وجہ سے گر پڑیں۔ تو فرمانے لگیں اے مسطح تو ہلاک ہو جائے۔ میں نے یہ سن کر ان سے کہا۔ کہ آپ نے بہت بُرا کہا۔ کہ آپ ایک ایسے شخص کو بُرا بھلا کہہ رہی ہیں۔ جو بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکا ہے۔ اس نے کہا۔ اے بھولی! کیا تو نے وہ نہیں سنا جو وہ کہتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے۔ تو اس نے مجھ پر طوفان برپا کرنے والوں کی باتوں سے مجھے آگاہ کیا۔ جس سے میری بیماری میں اور اضافہ ہو گیا چنانچہ میں گھر واپس آئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول میرے پاس تشریف لا کر سلام کیا۔ میرا حال پوچھا۔ میں نے میکے جانے کی اجازت مانگی۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے والدین کی طرف سے اس خبر کی تصدیق کر دوں۔ تو آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میکے جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے اپنی ماں سے آ کر پوچھا کہ یہ لوگ کیا باتیں کرتے پھرتے ہیں۔ اس نے کہا بیٹی! دل کو نہ لگاؤ۔ اپنے اوپر سہولت کرو۔ کیونکہ جو عورت اپنے خاوند کی محبوبہ اور حسینہ ہو۔ اور اس کی سوکنیں بھی ہوں۔ تو اکثر وہ اس کی عیب چینی کیا کرتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کتنا تعجب ہے۔ کہ لوگ اس کا چرچا کر رہے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ بس میں تو رات بھر روتی رہی۔ یہاں تک کہ صبح کر دی۔ کہ میرے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ اور نہ ہی مجھے سرمہ کے برابر نیند آتی تھی۔ بہر حال میں صبح تک روتی رہی۔ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ ابن ابی طالب اور اسامہؓ بن زیدؓ کو اس وقت بلایا جب کہ وحی کے آنے میں دیر لگ گئی۔ آپؐ ان سے سوال کرتے اور اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں مشورہ طلب کرتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نے تو آپ کی اہلیہ محترمہ کی

برأة کے متعلق جو وہ جانتے تھے وہ بتلایا اور جو اپنے طور پہ وہ جانتے تھے اس کی اطلاع بھی کی بہرحال حضرت اسامہؓ فرمانے لگے کہ حضرت! وہ آپ کی اہلیہ ہیں ہم تو ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے۔ لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ پہ کوئی پابندی نہیں لگائی۔ ان کے سوا اور عورتیں بہت ہیں۔ ویسے آپؐ ان کی باندی سے دریافت فرمائیں وہ آپؐ کو سچ سچ بتادیں گی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہؓ کو بلا کر پوچھا کہ اے بریرہ تونے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس نے تمہیں پریشان کیا ہو۔ حضرت بریرہؓ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے تو ان کے خلاف کوئی عیب کی بات نہیں دیکھی سوائے اس کے وہ نوخیز لڑکی ہے۔ گھر کا آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے گھر کی بکری آکر کھا جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پہ کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں لوگوں سے مدد طلب کرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت اس شخص کے بارے میں کون میری مدد کرتا ہے جس کی ایذا رسانی میرے گھر والوں تک پہنچ گئی ہے۔ واللہ! میں تو اپنے گھر والوں پہ سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔ اور جس آدمی کا تہمت کے سلسلہ میں وہ لوگ ذکر کرتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی سوائے خیر کے میں اور کچھ نہیں جانتا۔ وہ میرے گھر والوں کے پاس میرے ہمراہی کے سوا کبھی کوئی نہیں داخل ہوا۔ فرماتی ہیں کہ حضرت سعدؓ جو بنو عبدالاشہل کے بھائی ہیں اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میں آپؐ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر وہ شخص اوس کے قبیلہ سے ہے۔ تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اگر وہ ہمارے بھائی خزرج کے قبیلہ سے ہے۔ تو آپؐ حکم دیں ہم آپؐ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ فرماتی ہیں کہ خزرج کا ایک آدمی اٹھا۔ کہ حضرت حسانؓ کی والدہ اس کے قبیلہ سے ان کی چچا زاد بہن تھی۔ وہ سعد بن عبادہ تھے۔ جو خزرج کے سردار تھے۔ فرماتی ہیں کہ وہ واقعہ سے پہلے بہت نیک آدمی شمار ہوتے تھے۔ لیکن اب انہیں ان کی خاندانی غیرت نے برانگیختہ کیا۔ حضرت سعدؓ سے کہنے لگے کہ آپ نے ٹھیک نہیں کہا۔ کہ اللہ کی قسم! آپؐ اس خزرجی کو نہ قتل کریں گے۔ اور نہ ہی آپ کو ان کے قتل کرنے کی قدرت ہے۔ اگر وہ آپ کے قبیلہ کا آدمی ہوتا تو آپ اس کا قتل کیا جانا پسند نہ کرتے۔ حضرت اسید بن حضیرؓ جو حضرت سعدؓ کے چچا زاد بھائی تھے اٹھ کر سعد بن عبادہؓ سے کہنے لگے۔ کہ تو نے غلط کہا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم اس شخص کو ضرور قتل کریں گے تو منافق ہے۔

اور منافقوں کی حمایت کرتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے۔ یہاں تک وہ لڑائی کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پہ کھڑے کھڑے ان کو ٹھنڈا کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بھی خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی چپ ہو گئے۔ فرماتی ہیں کہ وہ سارا دن میں روتی رہی نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے دن بھر نیند آتی تھی۔ فرماتی ہیں۔ صبح کو میرے ماں باپ میرے پاس آئے جب کہ میں دو راتیں مسلسل اور ایک دن کامل رو چکی تھی۔ نہ مجھے ذرہ بھر نیند آتی تھی اور نہ ہی میرے آنسو تھمتے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا۔ کہ کہیں میرا رونا میرے جگر کو نہ پھاڑ ڈالے۔ پس دریں اثنا کہ میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی۔ کہ انصار کی ایک عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ جسے میں نے اجازت دے دی۔ پس وہ بھی میرے پاس آکر بیٹھی اور رونے لگی۔ فرماتی ہیں کہ دریں اثنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے سلام کیا۔ پھر بیٹھ گئے۔ اور جب سے یہ قصہ ہوا تھا اس وقت سے آج تک میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ اور مہینہ بھر انتظار کے باوجود میرے بارے میں کچھ وحی آپؐ پہ نازل نہیں ہوتی تھی۔ پس آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے ہی کلمہ تشہد پڑھا۔ پھر فرمایا اما بعد اے عائشہ! آپ کی طرف سے اِس اِس طرح تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ اگر تم پاک وصاف ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہیں بری قرار دے دیں گے۔ اگر تم نے گناہ کا کام کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔ اور اس کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ ابھی آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو ختم کی تھی کہ میرے آنسو تھم گئے۔ یہاں تک کہ مجھے اس کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے اس قصہ کے بارے میں جواب دیں۔ میرے باپ نے کہا واللہ میں نہیں جانتا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ اس بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں۔ میری ماں نے کہا واللہ! میں بھی نہیں جانتی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ پس میں خود بولی اور میں نوخیز لڑکی تھی۔ میں نے بہت قرآن نہیں پڑھا تھا۔ میں نے کہا واللہ! میں جانتی ہوں کہ آپ لوگ میرے خلاف یہ بات سن چکے ہو۔

یہاں تک کہ وہ تمہارے دلوں میں قرار پکڑ چکی ہے۔ اور تم اس کو سچا سمجھ چکے ہو۔ اب اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ میں پاک دامن ہوں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے۔ اگر میں کسی معاملہ کا اقرار کر لوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم مجھے سچا سمجھو گے اور اللہ کی قسم میرا اور تمہارا حال ایسا ہے جیسا کہ یوسفؑ کے والد یعقوبؑ نے فرمایا تھا۔ میرے لئے صبر جمیل ہے اور جو کچھ تم لوگ بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔ پھر میں منہ پھیر کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اور اللہ جانتا ہے۔ کہ میں اس وقت پاک دامن ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور میری براءت نازل فرمائیں گے۔ اور واللہ میرا یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائیں گے جو قیامت تک تلاوت کی جائے گی۔ میں اپنے آپ کو اس سے حقیر سمجھتی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کلام فرمائیں۔ لیکن مجھے امید تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند کے اندر کوئی خواب دکھایا جائے گا۔ جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری قرار دیں گے۔ فرماتی ہیں۔ واللہ ابھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس سے جدا نہیں ہوئے تھے۔ اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل کی گئی۔ تو آپؐ کو اس سختی نے آپکڑا جو نزول وحی کے وقت آپؐ کو گھیرا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ پسینہ چھوٹے چھوٹے موتیوں کی طرح آپؐ سے بہنے لگا۔ یہ قولِ باری تعالیٰ کا بوجھ تھا جو سخت جاڑے کے دن کے اندر آپؐ پر نازل کیا گیا۔ فرماتی ہیں کہ جب یہ کیفیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھل گئی تو آپؐ ہنس رہے تھے۔ اور پہلا کلمہ جو آپؐ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا۔ کہ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! تجھے اللہ تعالیٰ نے بری قرار دیا ہے۔ فرماتی ہیں۔ میری والدہ نے مجھے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھو اور شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا۔ واللہ! میں آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکریہ کے لئے نہیں اٹھوں گی۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کروں گی۔ جس نے میری براءت نازل فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان الذین جاؤا بالافک سے دس آیات تک نازل فرمائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صراحۃً میری براءت والی آیات نازل فرمائی۔ اولئک مبرءون الخ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ رشتہ داری اور فقیری کی وجہ سے حضرت مسطحؓ پر خرچ کرتے تھے۔ فرمانے لگے اللہ کی قسم! میں تو اب مسطحؓ پر کچھ بھی خرچ نہیں کروں گا۔ کیونکہ اس نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں یہ پارٹ ادا کیا ہے۔ کہ دشمنوں کی سازش میں شامل ہو گئے۔ تو

تو اللہ تعالیٰ نے ولا یأتل اولوا الفضل سے لے کر غفور رحیم تک نازل فرمائی۔ جس پہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ واللہ کیوں نہیں، میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائیں۔ پس حضرت مسطحؓ کو وہ خرچہ پھر دینا شروع کر دیا جو ان پہ اس سے پہلے خرچہ کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ اب میں ان کا یہ نفقہ کبھی بند نہیں کروں گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے میرے معاملہ کے بارے پوچھا اور حضرت زینبؓ سے فرمایا کہ تو کیا جانتی ہے اور تو نے کیا دیکھا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں تو اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ رکھتی ہوں۔ کہ میں نے نہ تو سنا اور نہ دیکھا۔ واللہ! مجھے خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔ حضرت عائشہؓ یہی بی بی تھی۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات میں سے میرا مقابلہ کیا کرتی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسے ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے بچا لیا۔ لیکن ان کی بہن حمنہؓ بنت جحش ان کی خاطر لڑائی کرتی رہتی تھی۔ چنانچہ وہ بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو کر ہلاکت کا شکار ہوئی۔ ابن شہابؒ زہری فرماتے ہیں کہ یہ بیان کردہ حدیث مجھے ان حضرات کی طرف سے پہنچی۔ پھر عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ وہ شخص جس کو اس قصّہ میں متّہم کیا گیا یعنی حضرت صفوان بن معطلؓ وہ فرماتے ہیں سبحان اللہ! مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں نے آج تک کبھی کسی عورت کا ستر نہیں کھولا فرماتی ہیں کہ وہ اس واقعہ کے بعد اللہ کے راستہ میں شہید ہو گئے۔ اگر ان کا کچھ بھی قصور ہوتا تو وہ شہادت کا اعزاز حاصل نہ کرتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ان الذین جاؤا بالافک آیت کریمہ میں افک بمعنی کذب کے ہے۔ اس کے اندر جو اسم جنس ہے اس کے اندر بھی کئی لغات ہیں۔ اور اس سے فعل بھی بنتا ہے۔ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ جو لفظ متعدد مقام پہ آئے۔ تو اس کا مشتق بیان فرما دیتے ہیں۔ افک بفتح الہمزہ وبکسرہا جیسے نَجَسٌ ونَجِسٌ میں جیم کو مفتوح اور مکسور پڑھتے ہیں۔ نظیر صرف ایک لفظ کے فتح اور کسرہ میں ہے۔ مصدر اِفک ہے و اَفَکٌ ہے۔ ماضی اَفَکَھم ہے۔

حدثنا عبد العزیز الخ امام ابن شہابؒ زہری نے اپنے چار اساتذہ سے طویل حدیث تو نہیں سنی۔ البتہ اس کا بعض حصہ کسی سے سنا اور بعض کسی دوسرے سے۔ لیکن جمیع حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ افک کے معنی صرف یعنی پھیرنے کے بھی آتے ہیں۔ اس لئے کہ کذب بہت سے چیزوں سے پھیر

دیتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ افکہ من افک ای صرفہ من صرف۔

اقرع بین ازواجہ آپؐ پر تسویہ بین النساء یعنی باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا۔ بلکہ ترجی من تشاء منھن کہ آپؐ جس کو چاہیں پیچھے کر دیں جس کو چاہیں ٹھکانا دے دیں۔ اس عدم ایجاب کے باوصف آپؐ اپنی ازواج میں عدل کیا کرتے تھے۔ یعنی کھانے پینے اور رات گزارنے میں انصاف ہوتا تھا۔ چونکہ سفر میں یہ صورت ممکن نہیں تھی۔ اس لئے قرعہ اندازی کرتے تھے۔ تاکہ ان کے دلوں کو تسلی ہو۔ ھودج پالکی کی طرح شغدف بنایا جاتا تھا۔ آذن لیلۃ بالرحیل قاعدہ یہ تھا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے ایک گھنٹہ امیر قافلہ ندا دیتا تھا۔ الفلاح الفلاح یا اس کے مناسب جو الفاظ ہوتے وہ پکارتا تھا۔ تو ہر مسافر تیاری کر لیتا۔ دوسری ندا پر اونٹوں پہ اسباب لاد دیا جاتا اور تیسری ندا پہ قافلہ چل پڑتا تھا۔

عقد لی بن جزع ظفار ظفار یمن میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں خرمہرہ کے ہار لائے جاتے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہ ناخن کی مانند ہوتے تھے۔ لم یھبلن ھبل کے معنی موٹا ہونا۔ علقہ وہ مقدار جو انگلی میں لٹکائی جائے۔ شئی قلیل کفایہ ہے۔ بعد ما استمر مرور سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی چلے جانے کے ہیں۔ لیس بھا منھم داع ولا مجیب یہ ایک محاورہ ہے۔ میدان کے جو خالی ہونے سے کنایہ ہے۔ ذکوانی من وراء الجیش قافلہ والوں کی عادت ہوتی تھی۔ کہ چند آدمی مقرر کر لیتے تھے جو قافلہ کی روانگی ڈیڑھ دو گھنٹہ بعد آتے۔ اگر کوئی آدمی قافلہ سے بچھڑ جاتے یا کوئی سامان رہ جائے۔ تو وہ اس کو لے کر قافلہ میں پہنچا دے۔ حضرت صفوان بن المعطلؓ کی یہ ڈیوٹی تھی۔ جلباب وہ چادر جو تمام بدن کو ڈھانپ لے۔ بجائے برقعہ کے اسے استعمال کیا جاتا تھا۔ ھوی بمعنی سقط۔ نزل۔ فوطئ علی یدھا عادت یہ ہے کہ کسی ناتجربہ کار کو اونٹ پہ سوار کرنے کے لئے اونٹ کے گھٹنوں کو دباتے ہیں۔ تاکہ وہ کھڑا نہ ہو جائے۔ موغرین سخت گرمی میں آنے والے۔ عبد اللہ بن ابی ابی اس کے باپ کا نام تھا۔ اور سلول اس کی ماں کا نام۔ لہذا ابن سلول مرفوع ہوگا۔

ھلک بن ھلک افترا پردازی سے کنایہ ہے۔ الذی تولی کبرہ فلہ عذاب عظیم فرمایا گیا ہے۔ متولی کبر الافک میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت حسانؓ بن ثابت کا نام لیتے ہیں اور بعض نے عبد اللہ بن ابی کے متعلق کہا ہے جیسے روایت سے ثابت ہے یہ قبیلہ خزرج کے آدمی تھے۔

انہ کان یشاع یہ متولی کبر ہونے کی علت ہے۔ کہ یہ افک کی گفتگو کی تصدیق کرتا تھا۔ اور اسے بنا سنوار کر پھیلاتا تھا۔ کسی طرح تردید نہیں کرتا تھا۔ لیستوشیہ زینت دینا۔ عصبہ جماعت کو کہتے ہیں۔ جو دس آدمیوں سے کم پر مشتمل ہو۔ تقول الذی قال یہ حضرت حسان بن ثابتؓ تھے۔ اور زمانہ جاہلیت میں شاعر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ افک میں حصہ لینے کے باوجود حضرت عائشہؓ ان کا احترام کرتی تھیں اور ان کے بارے میں برا بھلا سننا پسند نہ کرتی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت سے مدحیہ قصائد کہے تھے۔ ان میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔ ان ابی ووالدہ الخ مقصد یہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر فدائی ہو اس کی شان میں گستاخی نہ کرنی چاہیئے۔ وھو یریبنی ھو ضمیر شان کی مبہم بعد کا جملہ اس کی تفسیر ہے۔ کیف تیکم ای کیف ھذہ یہ فرمان آپؐ کا خادمہ وغیرہ سے ہوتا تھا۔ لیکن مجھ سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ نقھت نقاہت اس ضعف کو کہتے ہیں جو بیماری زائل ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ اب تو عام ضعف کو کہنے لگے۔ مناصع ایک جگہ کا نام ہے جہاں عورتیں قضاء حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ ام مسطح حضرت صدیق اکبرؓ کی خالہ زاد بہن ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ کی پھوپھی ہوئیں۔

امر العرب الاول امر بمعنی عادت۔ الاول۔ ممکن ہے العرب کی صفت ہو۔ اور ممکن ہے امر کی صفت ہو۔ فی البریۃ ای لقضاء الحاجۃ فی البریۃ۔ بریۃ شہر کے باہر کی زمین کو کہتے ہیں۔

تعس مسطح یہ جملہ بد دعا کے لئے ہے۔ کہ خدا مسطح کو زمین پر اوندھا گرا دے۔ ای ھنتاہ ای ھذہ یعنی اے فلانی بھولی بھالی۔ اولم تسمعی ای لم تسمعی ما قال کے معنی میں ہے۔

ھونی علیک ای خففنی علیک اس لئے کہ جو عورت خوب صورت ہو۔ اور اس کی سوکنیں بھی ہوں۔ تو اس پر طرح طرح سے افترا پردازی کی جاتی ہے۔ تو ماں نے نصیحت کی کہ دل کو نہ لگاؤ اپنے حال پر رحم کرو۔ الاکثرن علیھا ای کثرن فی الافتراءات ازواج مطہرات میں سے کسی بی بی نے افک میں حصہ نہیں لیا۔ البتہ حضرت زینبؓ بنت جحش جو ازواج مطہرات کی دوسری پارٹی کی لیڈر تھیں۔ ان کی بہن حمنہ بنت جحش نے اپنی بہن کی طرفداری میں افک میں اس لئے حصہ لیا کہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے گر جائیں۔ اور حضرت زینبؓ آپؐ کی منظور نظر بن جائیں۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ حضرت حمنہؓ اپنی بہن حضرت زینبؓ کے اشارہ سے کام کر رہی ہے۔ لقلما ای لیس الامر قط نفی

کی تاکید کے لئے ہے۔ لا ہمرقاء بمعنی ٹھہرنا۔ منقطع ہونا۔ لا اکتحل بنوم یعنی نیند کا سرمہ بھی نہیں لیتی تھی۔ سرمہ تھوڑی مقدار میں لیا جاتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ تھوڑی سی نیند بھی نہیں آتی تھی۔

استلبث الوحی ای تاخر وحی کو دیر ہوگئی۔ آپؐ کا منشاء یہ تھا۔ کہ اگر وحی کے ذریعہ اہل افک کی تصدیق ہو جائے۔ تو میں حضرت عائشہؓ کو طلاق دے دوں۔ اگر ان کی براءت ثابت ہو جاتی ہے تو اہل افک کی تکذیب کی جائے۔ مہینہ بھر وحی نہ آئی۔ تو آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ کو مشورہ کیلئے بلایا۔ جن کے جوابات میں اختلاف ہے۔ حضرت اسامہؓ کا مقصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کی براءۃ تھا۔ اور حضرت علیؓ کا مطمح نظر یہ تھا کہ چونکہ واقعہ افک سے آپؐ پر جو گرانی طاری ہے۔ وہ بھی زائل ہو جائے۔ اور اہل خانہ کی براءت بھی ہو جائے۔ یقینی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے زیادہ غیرت مند تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ انا اغیر الناس واللہ اغیر منی یہ اس وقت کا فرمان ہے۔ جب حضرت سعدؓ نے فرمایا تھا کہ میں بیوی کے ساتھ زنا کی حالت میں گواہ کیسے تلاش کر سکتا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا حضرت سعدؓ غیرت مند ہیں۔ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے سے زیادہ غیرت والے ہیں۔ بنا بریں دونوں جوابوں میں فرق آیا۔ حضرت عائشہؓ حضرت اسامہؓ کے جواب کو پسند کرتی ہیں کیونکہ ان کے جواب میں خالص ان کی براءۃ تھی۔ حضرت علیؓ کا مقصد ان کی براءۃ کے ساتھ ساتھ آپؐ سے گرانی کا زائل کرنا بھی تھا۔ اس جواب کو حضرت عائشہؓ نے پسند نہیں فرمایا۔

اھلک ای ھی اھلک امسک اھلک کے معنی ہیں۔ والنساء سواھا کثیر یہ کلمہ آپؐ کے ثقل کو دور کرنے کے لئے تھا۔ اور سل الجاریۃ یہ براءۃ کے لئے تھا۔ کہ باندی ہر وقت گھر میں ان کے ساتھ رہتی ہے۔ مالکہ البیت کے حالات سے خوب واقف ہوتی ہے۔ یہ براءۃ دعوی الشئ ببینۃ کے طور پر ہے۔ پہلے براءۃ بغیر بینہ کے طور پر ہے۔ جواب نفی کے ساتھ دیا ہے۔ عفیفہ بریئیہ کے الفاظ نہیں کہے گئے۔ اور حضرت علیؓ کی براءۃ نہایت قوی ہے۔ جو ان کی فصاحت وبلاغت۔ ذکاوت اور علم عظیم پر دلالت کرتی ہے۔ ھل رأیت من شیئ یریبک کیونکہ عادت ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان جب کوئی اجنبیہ ہو۔ تو براہِ راست ان کے تعلقات قائم نہیں ہو سکتے۔ فاحشہ عورت ایسا کر سکتی ہے۔ حدثیۃ السبن جاریہ جو کسی سے واقف نہ ہو وہ براہِ راست تعلقات پیدا نہیں کر سکتی۔ درمیان میں کسی کو واسطہ بناتی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہؓ سے پوچھا کہ اگر تو نے کوئی شک وشبہ کی

چیز دیکھی ہو۔ تو بتلا دے۔ تنام عن عجین اھلھا یہ امور خانہ داری کے عیوب میں سے ہے۔ کہ اس قدر غافل ہیں کہ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں بکری آٹا کھا جاتی ہے۔ فاحشہ اور چالاک عورت تو کسی کو موقعہ نہ اعتراض کا نہیں دیتی۔ لیکن ایسی غافلہ عورت کی طرف زنا کی نسبت کیسے کی جا سکتی ہے۔

قالت فقام رسول اللہ الخ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے جمیع ازواج مطہراتؓ سے پوچھا۔ سب نے براۃ بیان کی۔ حتیٰ کہ ہیڈ پارٹی حضرت زینبؓ نے بھی براۃ کر دی۔ فاستعذر ای طلب العذیہ عذیہ بمعنی ناصر۔ اور بعض نے کہا طلب عذر کے معنی ہیں۔ کہ میں عبد اللہ بن ابی کو اس معاملہ میں سزا دینا چاہتا ہوں۔ تو مجھے معذور سمجھنا۔ من یعذرنی اس سزا دینے میں میری کون مدد کرے گا۔

فان کنت بریئۃ الخ چونکہ حرف ان شرطیہ امور مشکوکہ پہ داخل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپؐ کو ان کی براۃ میں شک ہے۔ ان کنت الممت کا جملہ بھی شک پہ دال ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے نزدیک دونوں جانب برابر ہیں براۃ میں تردد ہے۔ حالانکہ تعلقات اخلاق اور محبت کا تقاضا تھا۔ کہ آپؐ اس شک کی مدافعت کرتے۔ اور پدری شفقت کا تقاضا تھا کہ ماں باپ بھی کھل کر براۃ کا اظہار کرتے۔ لیکن نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدافعت کا جوش آیا۔ نہ صدیق اکبرؓ کو اور نہ ہی والدہ ام رومانؓ کو آپ کی براۃ پہ یقین آیا۔ وہ بھی شک میں رہے۔ ان امور کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو غصہ آیا۔ آنسو تھم گئے۔ خود جواب دینے کے لئے تیار ہو گئیں۔ اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ لا اجد لی ولکم مثلاً چونکہ حضرت عائشہؓ کی عمر تھوڑی تھی۔ قرآن مجید کثرت سے نہیں پڑھا تھا۔ کہنے لگیں مجھے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ رہا۔ عذر بیان کرتی ہیں کہ ابو یوسف کیوں کہا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال یعقوب علیہ السلام جیسی ہے۔ جنہوں نے فصبرٌ جمیل الخ فرمایا تھا۔ میں بھی اس مصیبت میں صبر جمیل کرتی ہوں۔ اللہ تعالےٰ سے مدد خواہ ہوں کہ وہ میری برأت نازل فرمائیں۔ یہاں حضرت عائشہؓ نے فصاحت و بلاغت کے مطابق کلام کیا ہے۔ چونکہ زیادہ انکار نہیں تھا۔ اس لئے زیادہ مؤکدات نہیں لائے گئے۔ کیونکہ جس قدر انکار ہو اس قدر مؤکدات لائے جاتے ہیں۔ یہاں بھی آپؐ نے براۃ سے انکار نہیں کیا۔ ماں باپ نے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن ان کے یہ افعال کہ براۃ کو بیان نہیں کیا۔ پاکدامنی کے لئے جوش نہیں دکھایا۔ گویا کہ ان کی طرف سے انکار ہے۔ اس لئے مؤکدات ذکر کئے۔ واللہ۔ لقد علمت وغیرہ فرمایا۔

حتی استقر فی انفسکم جاگزین ہوجانا کیونکہ جب کسی چیز کو بار بار بیان کیا جائے۔ تو وہ جاگزین ہوجاتی ہے۔ اس لئے کہ قوت واہمہ خلاق ہے۔ فلسفہ والے یہی کہتے ہیں۔

واللہ لیعلم انی منہ بریئۃ لتصدقنی الخ اس سے اپنی برأت بھی بیان کرگئیں۔ اوران پہ الزام بھی دھر دیا۔ جمان سچے موتی۔ تسامینی سمو سے ماخوذ ہے۔ بمعنی بلندی۔ مسامات بمعنی بلندی کو چاہنا۔ حضرت زینبؓ ایک بی بی تھیں۔ جو حضرت عائشہؓ کا مقابلہ کرتی تھیں۔ ایک تو اس لئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن لگتی تھیں۔ دوسرے فوق السموات ان کا نکاح ہوا تھا۔ جس سے حضرت زیدؓ سے طلاق کے بعد ان کی دلداری مقصود تھی۔ چنانچہ وہ ہمیشہ اپنی فوقیت جتلایا کرتی تھیں، لیکن بایں ہمہ انہوں نے کوئی غلط بات نہیں کہی۔

فعصمہا اللہ بالورع چونکہ یہ چمڑے کا کام کرتی تھیں۔ اس کی آمدنی کا ۲/۳ حصہ فی سبیل اللہ خرچ کرکے ام المساکین کہلائیں۔ اور ۱/۳ حصہ سے اپنی ضروریات کا تکفل کرتی تھیں۔ سخاوت شرافت کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ازواج مطہرات نے اپنے متعلق سوال کیا۔ کہ ازواج میں سے کون سی بی بی سب سے پہلے آپؐ کو آکر ملے گی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اطولکن یدا یعنی جس کا لمبا ہاتھ ہوگا۔ بیبیوں نے ہاتھ ناپے تو حضرت سودہؓ کے ہاتھ لمبے تھے۔ لیکن سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تب سب کو معلوم ہوا کہ اطولکن یدا سے آپؐ کی مراد سخاوت تھی۔

من کنف انثی محدثین کے ہاں مشہور یہ ہے۔ کہ حضرت صفوان عنین تھے۔ اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ زنا سے کنایہ ہو کہ انہوں نے کسی عورت کا ستر نہیں کھولا۔ کنف وہ کپڑا جو عورت کو چھپاتا ہے۔

ثم قتل بعد ذلک الخ یہ بھی ان کی برأۃ کی دلیل ہے اور شہادت نصیب ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وھو یریبنی فی وجعی ص۵۹۴/۲۴ ضمیر شان کی ہے بعد کا جملہ اس کی تفسیر ہے۔ ماکشفت من کنف انثی قط یعنی فی حرام۔

تشریح از شیخ زکریاؒ کوکب میں ہے۔ فی الحرام لا فی الجاھلیۃ ولا فی الاسلام یعنی کبھی حرام کا ارتکاب نہیں کیا۔ نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ ہی زمانہ اسلام میں۔ کنف وہ کپڑا جس سے ستر کو چھپایا جائے۔ یہ عدم جماع سے کنایہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ عنین تھے۔ لیکن یہ ثابت نہیں۔ اس لئے کہ ان کی بیوی نے شکایت کی تھی۔ کہ میں روزہ رکھتی ہوں۔ یہ افطار کرا دیتا ہے۔ تو

حضرت صفوانؓ نے جواب دیا تھا کہ میں نوجوان ہوں صبر نہیں کر سکتا۔

حدیث نمبر ۳۷۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ لِيَ الْوَلِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ أَبَلَغَكَ أَنَّ عَلِيًّاؓ كَانَ فِيْمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَؓ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ قَدْ أَخْبَرَنِيْ رَجُلَانِ مِنْ قَوْمِكَ أَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ لَهُمَا كَانَ عَلِيٌّؓ مُسَلِّمًا فِيْ شَأْنِهَا فَرَاجَعُوْهُ فَلَمْ يَرْجِعْ وَقَالَ مُسَلِّمًا بِلَا شَكٍّ فِيْهِ وَعَلَيْهِ كَانَ فِيْ أَصْلِ الْعَتِيْقِ كَذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ولید بن عبدالملک بن مروان اموی نے مجھے کہا کہ کیا تمہیں یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ حضرت علیؓ بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر زنا کی تہمت لگائی۔ میں نے کہا نہیں۔ لیکن تیری قوم کے دو آدمیوں نے مجھے خبر دی ہے۔ ایک تو ابو سلمہ عبدالرحمٰن ہیں۔ اور دوسرے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا تھا۔ کہ حضرت علیؓ ان کے معاملہ میں صحیح و سالم تھے۔ انہوں نے کوئی حصہ نہیں لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت علیؓ کو بنو امیہ سے بغض تھا۔ ادھر خوارج کو حضرت علیؓ سے بغض تھا۔ وہ لوگ الذی تولی کبرہ کا مصداق حضرت علیؓ کو قرار دیتے تھے۔

کان علی مسلما یعنی قذف سے سالم تھے۔ اور اگر مسلّم ہو تو بھی ساکت کے ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ قاذفین میں سے نہیں تھے۔ ورنہ حد قذف لگتی۔ اور بعض نسخوں میں مسیئاً کی ساتھ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قاذفین میں سے تو نہیں تھے۔ لیکن چونکہ ان کا جواب حضرت عائشہؓ کو ظاہری طور پر پسند نہیں آیا۔ اس لئے انہوں نے ان کو مسیئاً کہا۔ لیکن ہشام کہتے ہیں کہ میری روایت میں مُسیئاً کا لفظ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ مسلّماً بالفتح کے معنی سالم کردہ شدہ اور مُسلِماً بکسر اللام کے معنی ہیں۔ ساکتاً اور بعض نسخوں میں مُسیئاً بمعنی بدگمان کے ہے۔ قائل سب کا ایک ہے۔ کہ حضرت علیؓ قاذفین میں تو نہیں تھے۔ لیکن بدگمانی رکھتے تھے۔ یا یہ کہ قاذفین کے ساتھ ان کا سلام و کلام تھا۔ ان کی تردید نہیں کرتے تھے۔ کرمانیؒ بھی فرماتے ہیں کہ اسارۃ سے مراد ان کا مقولہ والنساء سواھا کثیر ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ أَنَا وَعَائِشَةُ إِذْ وَلَجَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَتْ فَعَلَ اللَّهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ فَقَالَتْ أُمُّ رُومَانَ وَمَا ذَاكِ قَالَتِ ابْنِي فِيمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيثَ قَالَتْ وَمَا ذَاكِ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ وَأَبُو بَكْرٍ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمًّى بِنَافِضٍ فَطَرَحْتُ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا فَغَطَّيْتُهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَأْنُ هَذِهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَتْهَا الْحُمَّى بِنَافِضٍ قَالَ فَلَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحُدِّثَ بِهِ قَالَتْ نَعَمْ فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتْ وَاللَّهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْذِرُونِي مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ قَالَتْ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عُذْرَهَا قَالَتْ بِحَمْدِ اللَّهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ وَلَا بِحَمْدِكَ۔

ترجمہ۔ مسروق بن اجدع کہتے ہیں کہ حضرت ام رومانؓ جو حضرت عائشہؓ کی والدہ ہیں انہوں نے مجھے حدیث بیان کی۔ وہ کہتی ہیں کہ میں اور حضرت عائشہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ کہ انصار کی ایک عورت اچانک اندر گھس کر کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو ہلاک کرے اور اس نے کو بھی دیا۔ ام رومانؓ فرماتی ہیں کہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا بھی ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے یہ افترا پردازی کی ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے وہ کہنے لگی اس اس طرح ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سن چکے ہیں۔ اس نے کہا ہاں سن چکے ہیں۔ پھر پوچھا ابوبکرؓ۔ اس نے کہا ہاں وہ بھی سن چکے ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ان کو آرام نہ آیا۔ یہاں تک کہ کپکپی کے ساتھ بخار چڑھ گیا۔ تو میں نے ان پر ان کے کپڑے ڈال کر انہیں ڈھانپ لیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو پوچھا ان کا کیا

حال ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کپکپی کے ساتھ ان کو بخار چڑھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ شاید اس بات کی وجہ سے جو پھیلائی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں وجہ تو وہی ہے۔ حضرت عائشہؓ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ فرمانے لگیں واللہ! اگر میں قسم اٹھاؤں تو تم مجھے سچا نہیں سمجھو گے۔ اور اگر میں کوئی بات کہوں تو میرا عذر قبول نہیں کرو گے۔ میرا اور تمہارا حال یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے۔ جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتی ہوں۔ ام رومانؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر کر چلے گئے۔ مجھے کچھ بھی نہ کہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں ان کی عذر براۃ کو بیان فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ یہ جو کچھ ہوا سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہوا۔ وہی میرے شکریہ کے حقدار ہیں۔ نہ آپؐ اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص میرے شکریہ کا مستحق ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | حدثنا ابو عبد اللہ الخ یہ مؤلف کے کسی تلمیذ کی عبارت ہے جو بہت سے نسخوں میں نہیں ہے۔ اور حدیث مسروق حدیث طویل کے مخالف ہے تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ سوال کرنا اور غشی کا دورہ پڑنا دو مرتبہ واقع ہوا ہے۔ اسی طرح آپؐ نے بھی متعدد بار سوال کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ماذاک قالت کذا وکذا یہ حضرت ام رومانؓ کی طرف پہلے پہل خبر پہنچی ہے۔ حدیث میں بہت اختصار ہے تو قالت عائشہ سمع الخ ص ۵۹۷/۱ یہ بہت سے ان امور پر مرتب ہے جو اس جگہ ذکر نہیں کئے گئے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۳ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ کَانَتْ تَقْرَأُ اِذْ تَلِقُوْنَہٗ بِاَلْسِنَتِکُمْ وَتَقُوْلُ الْوَلْقُ الْکَذِبُ قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ وَکَانَتْ اَعْلَمَ مِنْ غَیْرِھَا بِذٰلِکَ لِاَنَّہٗ نَزَلَ فِیْھَا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اِذْ تَلَقَّوْنَہٗ کی بجائے اِذْ تَلِقُوْنَہٗ بکسر اللام پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ ولق کا معنی جھوٹ ہے۔ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ وہ اس قرأت کو غیر کی بنسبت خوب جانتی ہیں۔ کیونکہ یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے۔ قرأت متواترہ اذ تلقّونہ ہے۔ ان کی قرأت لام کے کسرہ سے ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | لانہ نزل فیھا ص ۵۹۷/۱ لیکن ان کے بارے میں آیت کا نازل

ہونا ان کے علم کے زائد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ان آیات کا نزول اگرچہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں ہے لیکن اس کے مخاطب تو الذین جاؤا بالافک والے ہیں۔ حضرت عائشہؓ ولق کے معنی کذب کے لے رہی ہیں۔ لیکن خطابی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی جھوٹ بولنے میں جلدی کرنا ہے۔ اور تلقی کے معنی لینے اور قبول کرنے کے ہیں۔ اور فراء کہتے ہیں۔ ولق کا معنی چلنے اور جھوٹ بولنے میں ہمیشگی اختیار کرنا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ فیمن حدث الحدیث جن لوگوں نے افک میں حصہ لیا ان میں حضرت حسان بن ثابتؓ اور عبداللہ بن ابی کے نام مشہور ہیں۔ ان میں سے کسی کی والدہ کا موجود ہونا مشہور نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ کہا جائے کہ ممکن ہے ان میں سے کسی کی رضاعی والدہ ہو۔

ولئن حلفت ای علی براءتی لا تصدقونی۔ ولئن قلت یعنی اگر میں یہ عذر بیان کردوں کہ ہار کے تلاش کرنے کی وجہ سے لشکر سے پیچھے رہ گئی تھی تو تم میرا عذر قبول نہ کرو گے۔

لا یحمد احدا ولا یحمدک یہ کلمات ناز برداری کے انداز میں کہے اور ان پر ناراضگی کا اظہار کہ میرے اخلاق اور احوال سے واقف ہونے کے باوصف شک و تردد کا شکار ہو گئے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۴ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الخ عَنْ اَبِیْهِ عُرْوَةَ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَؓ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَاِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ عَائِشَةُؓ اسْتَاذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هِجَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِيْ قَالَ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ هِشَامًا عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَبَبْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلَيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت حسانؓ کو برا بھلا کہنے لگا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا انہیں برا بھلا نہ کہو۔ وہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جھگڑا کیا کرتا تھا اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت حسانؓ نے مشرکین کی مذمت و ہجو بیان کرنے کے لئے آپؐ سے اجازت طلب کی۔ تو آپؐ نے فرمایا میرے نسب کا کیا کرو گے۔ انہوں نے فرمایا میں آپؐ کو ان مشرکوں سے ایسے نکال لوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے

بال نکال لیا جاتا ہے۔ دوسری سند سے عروہؓ فرماتے ہیں کہ حسانؓ کو بُرا بھلا اس لئے کہتا تھا کہ افک کے قصہ میں حضرت عائشہؓ پر بہت کچھ کہا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۵ حدثنی بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی عَائِشَۃَ وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ یُنْشِدُهَا شِعْرًا یُشَبِّبُ بِاَبْیَاتٍ لَّهٗ وَقَالَ۔ ؎

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِیْبَۃٍ !
وَتُصْبِحُ غَرْثٰی مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

فَقَالَتْ لَهٗ عَائِشَۃُ لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَاْذَنِیْ لَهٗ اَنْ یَّدْخُلَ عَلَیْكِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ فَقَالَتْ وَاَیُّ عَذَابٍ اَشَدُّ مِنَ الْعَمٰی فَسَالَتْ لَهٗ اِنَّهٗ كَانَ یُنَافِحُ اَوْ یُهَاجِیْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوا تو حضرت حسان بن ثابتؓ ان کے پاس بیٹھے ان کو شعر پڑھ کر سنا رہے تھے۔ اور کچھ اپنے اشعار سے ہی ان کے محاسن ذکر کر رہے تھے۔ چنانچہ کہا ؎ پاکدامن ہے۔ صاحبِ وقار ہے۔ کسی تہمت کے ساتھ متہم نہیں ہے۔ اور وہ بھولی بھالی عورتوں کی غیبت کر کے ان کے گوشت کھانے سے بھوکی ہے۔ جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ تم تو ایسے نہیں ہو۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا۔ کہ ان کو اندر داخل ہونے کی اجازت کیوں دیتی ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں۔ کہ جو شخص ان میں سے اس طوفان کی بڑائی کا متولّی بنا اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اندھے پن سے بڑا سخت عذاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حسان نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا۔ چونکہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقابلہ اور ہجو کا جواب دیتے تھے۔

یشبب تشبیب کے معنی ہیں عشق اور محبت کی باتوں کا ذکر کرنا حصان ای ھی حصان

بمعنی عفیفہ پاکدامن۔ رزان باوقار باحوصلہ۔ ریبۃ بمعنی تہمت۔ عیب۔ تزن ای تتہم۔ غرثی بھوکے منہ والی۔ والذی تولی کبرہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت حسان بن ثابتؓ ہیں۔ اور پہلی روایت میں آیا کہ عبداللہ بن ابی ہے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ پہلی روایت قوی ہے یا یہ حضرت ہشام کا قول ہے۔ حضرت عائشہؓ اس کا انکار نہیں کرتیں۔ یا یہ لفظ عام ہے۔ اس میں عبداللہ بن ابی اور حسان بن ثابتؓ دونوں شامل ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لکنک لست کذلک ص۵۹۷/۱۷ مقصد یہ ہے کہ تیری ممدوحہ حضرت عائشہؓ تو ایسی ہے۔ لیکن تم ان صفات سے متصف نہیں ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ عام طور پہ شراح یہی کہتے ہیں کہ تم ان صفات سے متصف نہیں ہو۔ تم نے غیبت کی اور ایک عفیفہ پہ تہمت لگائی۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے۔ کہ اگرچہ تم نے اپنی زبان سے میری یہ صفات بیان کی ہیں۔ لیکن تم مجھے ایسا گمان نہیں کرتے۔ تبھی تو اہل افک میں شامل ہوگئے۔ یہ اس لئے کہ وہ توبہ کرنے میں مبالغہ اختیار کریں۔ صاحب تیسیر کی عبارت سے میری توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ دای عذاب اشد الخ ص۵۹۷/۱۷ حضرت مسروقؒ نے جو کہا تھا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ الذی تولی کبرہ میں داخل ہیں۔ تو حضرت عائشہؓ نے اسے تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عمی سے بڑا عذاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ ورنہ حقیقی جواب یہ تھا کہ توبہ خالص سے ان کے گناہ کی مغفرت ہوگئی۔ نیز! اندھا ہونا اگرچہ ہر مبتلی بہ کے لئے مطلق عذاب نہیں ہے۔ لیکن جو اس میں مبتلا ہو جائے اس کے بارے میں جرم کی سزا سے خالی نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مسروقؒ نے کہا حضرت عائشہؓ نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور ان کے قول کو قبول کر لیا۔ کتاب التفسیر میں بھی شیخؒ کا یہ قول آرہا ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ ای عذاب الخ یعنی اللہ تعالٰے نے ایک مرتبہ انہیں دنیا میں اس جرم کی سزا دے دی ہے۔ شاید دوسری مرتبہ اس کی سزا نہ دی جائے۔ اس صورت میں الذی تولی کبرہ سے عبداللہ بن ابی اور حسان بن ثابتؓ دونوں مراد ہوں گے۔ اور عذاب سے عام عذاب مراد ہوگا۔ خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی ہو۔ علامہ سندھی فرماتے ہیں۔

کہ حضرت عائشہؓ کا یہ کلام علی احتمال الغرض ہے۔ ورنہ ان کے اپنے کلام میں آرہا ہے۔ کہ الذی تولی الخ کا مصداق عبداللہ بن ابی متعین ہے۔ تو اب حضرت حسانؓ کا من جملہ الذی تولی الخ کا مصداق ہوں گے۔ کتاب شہادت میں اور کتاب التفسیر میں حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن ابی کی تعیین کا قول کیا ہے۔ میرے نزدیک بھی یہی مناسب ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول حضرت حسانؓ کے بارے میں بطور فرض اور تسلیم کے ہے۔ تاکہ ان کی تنصیص کی خلاف ورزی نہ ہو۔

بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

ترجمہ۔ کہ اللہ تعالٰی ان مومنین سے راضی ہو گئے جنہوں نے ایک درخت کے نیچے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۶ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَتَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قُلْنَا اللهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ فَقَالَ قَالَ اللهُ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ وَّكَافِرٌ بِيْ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللهِ وَبِرِزْقِ اللهِ وَبِفَضْلِ اللهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ والے سال روانہ ہوئے۔ اتفاق سے ایک رات ہمیں بارش نے آگھیرا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر

جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں سے کچھ تو مجھ پہ ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ میرے سے کفر کرنے والے ہوگئے۔ جنہوں نے کہا کہ ہم پہ اللہ کی رحمت اس کے رزق اور فضل کی بدولت بارش ہوئی۔ تو یہ تو مجھ پہ ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہیں اور جنہوں نے کہا کہ ہم فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی۔ تو وہ ستارے پر ایمان لانے والے اور میرے سے کفر کرنے والے ہوئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حدیبیہ ایک چشمہ کا نام ہے۔ جو کہ مکہ معظمہ کے قریب تھا جہاں پہ آپ نے اپنے عساکر کو اتارا۔ غزوۂ خندق میں ۵ھ کفار نے دس ہزار لشکر سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ہتھیار تو ہر سپاہی اپنے ساتھ لایا تھا۔ لیکن باقی خرچہ قریش کے ذمہ تھا۔ ادھر بدر کی لڑائی میں بھی انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اور ہر منزل پر لشکر کو کھانا کھلانا پڑا تھا۔ مکہ سے مدینہ تک کئی منزلیں تھیں۔ اور غزوۂ خندق میں بھی ان کو کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ان کی مالی حالت بالکل کمزور ہو گئی تھی۔ تو آپ نے فرما دیا تھا کہ اس تنگی کی وجہ سے اب وہ لوگ ہم پہ حملہ آور نہیں ہو سکیں گے۔ اب انشاء اللہ ہم حملہ آور ہوں گے۔ ان حالات میں آپ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پہ آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ یہ اونٹنی بہت مہذب تھی۔ اس کو اٹھانے میں بہت کوشش کی گئی۔ مگر اونٹنی نے نہ اٹھنا تھا اور نہ اٹھی۔ جس پہ آپ نے فرمایا حبسها حابس الفیل کہ اس اونٹنی کو ہاتھیوں کو روکنے والی ذات نے روک لیا ہے۔ آپ کے ہمراہ ڈیڑھ ہزار تجربہ کار مہاجرین و انصار تھے۔ سب کے سب نہایت غصہ میں تھے اور انتقام لینے کے جذبہ سے سرشار تھے۔ صرف حکم کے منتظر تھے۔ باری تعالیٰ جنگ کرانا نہیں چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرما دیا۔ کہ حرم کی بے حرمتی کے سوا باقی جس بات پہ وہ مجھ سے معاہدہ کریں گے میں کر لوں گا۔ بس یہ کہنا تھا کہ اونٹنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ کو حکم تھا کہ آپ نے لڑائی کرنے میں پہل نہیں کرنی۔ بنا بریں آپ سیدھے بیت اللہ کی طرف نہیں گئے۔ بلکہ حدیبیہ کی طرف سے چکر کاٹ کر گئے اور حرم سے باہر حدیبیہ کے مقام پہ ٹھہر گئے۔ ان معتمرین کے خیمے تو حل میں تھے۔ نماز پڑھنے کی جگہ حرم میں تھی۔ قریش اجتماع کر کے اپنی دودھ دینے والی اونٹنیاں لے کر پہنچ گئے۔ تاکہ دودھ پی کر گزارہ کر لیں کھانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

اس طرح برابر لڑتے رہیں گے۔ آپؐ نے خود بھی فرمایا۔ قاصدوں کے ذریعہ پیغام بھی بھیجا کہ ہم عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ ہمارا لڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ ہماری تلواریں نیاموں میں بند ہیں۔ قصہ کوتاہ اس سال کے لئے صلح ہو گئی۔ بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔ اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف ہو گئے۔ ان کے بارے میں بھی معاہدہ ہو گیا۔ لیکن معاہدہ کی شرائط مسلمانوں کے لئے ذلت آمیز تھیں۔ کہ اس سال تو مسلمان واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال صرف تین دن کے لئے مکہ میں داخل ہوں۔ جو کافر مسلمان ہو کر آپؐ کے پاس جائے اسے ضرور واپس کرنا ہوگا اور جو مسلمان مکہ میں جائے گا۔ ہم اسے واپس نہیں کریں گے۔

الغرض یہ ایسے امور تھے کہ ان سے حرمات اللہ کی تعظیم باقی رہتی تھی۔ اور قتل و قتال کی نوبت نہیں آتی تھی۔ اس لئے آپؐ نے صلح کر لی۔ لیکن مسلمان جو امیدیں لے کر آئے تھے ان پر پانی پھر گیا۔ بالخصوص جب حضرت ابو جندلؓ اپنی زنجیریں کاٹ کر آپؐ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ صلح نامہ لکھا جا رہا تھا۔ صلح نامہ لکھنے والا ابو جندلؓ کا باپ سہیل تھا۔ جو اس پر اڑ گیا۔ کہ جب تک میرے بیٹے ابو جندل کو واپس نہ کیا جائے گا۔ میں صلح نامہ پر دستخط نہیں کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابھی صلح نامہ کی تکمیل نہیں ہوئی اس کی شرطوں پر عمل کیسے ممکن ہے۔ لیکن سہیل نے ضد سے کام لیا۔ آخر حضرت ابو جندلؓ کو مجبوراً واپس کرنا پڑا۔ جس کی واپسی صحابہ کرام پر بڑی گراں گزری۔ بالخصوص حضرت عمرؓ کو اس سے بڑی کوفت ہوئی۔ آپؐ سے اور حضرت ابو بکرؓ سے مناظرہ کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ عمرؓ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں۔ ہمیں ان کی اطاعت کرنی ہے۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد آپؐ نے اعلان فرما دیا کہ عمرہ کا احرام کھول دیا جائے۔ جانوروں کو ذبح کر دیا جائے۔ سر منڈا دیئے جائیں۔ کئی مرتبہ دہرانے کے باوجود کوئی بھی اس امر کی تعمیل کے لئے تیار نہ ہوا۔ جس کی وجہ سے آپؐ پر بہت گرانی طاری ہوئی۔ خیمہ میں تشریف لائے تو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا۔ کہ آپؐ اپنا سر مبارک منڈوا دیں اپنی اونٹنی ذبح کر دیں۔ چنانچہ آپؐ کے اس طرح کرنے پر سب حضرات نے عمل کیا۔ لیکن ان کے قلوب بہت غمگین تھے۔ اور قبل ازیں وہ لوگ بیعت علی الموت بھی کر چکے تھے۔ بہر حال ان حالات میں بغیر عمرہ کئے آپؐ واپس لوٹے ہیں۔ تو انا فتحنا لک فتحا مبینا آیت نازل ہوئی۔ مفسرین حضرات فرماتے ہیں

کہ یہی ذلت آمیز صلح فتح مکہ کا باعث بنی۔ نفرت وعناد ختم ہوا۔ باہمی میل وجول سے قرآن مجید سن لینا فتح کا واقعہ ہے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ دو سال کے قلیل عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ یہی حال ہمارا ہندوستان میں ہوا۔ کہ ہم مسلمان دو تین لاکھ کی تعداد میں ہند میں آئے۔ ہندوؤں کی بیٹیوں سے شادیاں کیں۔ تبلیغ کے ذریعہ لاکھوں کو مسلمان بنایا۔ ہندوؤں کا غصہ ہم پر حق بجانب ہے۔ لیکن ہمیں تنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے۔ نفرت، عناد لبغض کی فضا ختم کر کے انہیں تلطف اور تبلیغ سے مسلمان بنائیں وہ تو ہماری بنجیری ہیں۔ ایک ہزار سال تک ہم نے ان پر حکومت کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۳۷ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ أَنَّ أَنَسًا أَخْبَرَهُ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ جو سب کے سب ذی قعدہ کے مہینہ میں تھے۔ سوائے اس عمرہ کے جو آپؐ کا حج کے ساتھ تھا۔ ایک عمرہ تو حدیبیہ سے ذی قعدہ میں دوسرا عمرہ قضا جو اگلے سال ذی قعدہ میں اور تیسرا عمرہ جعرانہ سے جہاں آپؐ نے حنین کی غنیمتوں کو تقسیم فرمایا۔ یہ بھی ذی قعدہ میں تھا۔ اور چوتھا اپنے حج کے ساتھ تھا ذی الحجہ میں۔

حدیث نمبر ۳۷۳۸ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ أَبَاهُ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ قَالَ انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ والے سال روانہ ہوئے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ درحقیقت ہر چیز کا محرک باری تعالیٰ ہے۔ حتیٰ کہ کواکب کا بھی۔ تو چاہیئے تھا کہ جناب باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جاتا۔ مگر اس کی بجائے مطرنا بنجم کہتا ہے۔ یہ ناشکری ہے۔ اگرچہ بعض نجوم کا غروب ہونا اور بعض نجوم کا طلوع کرنا ظاہر حیثیت سے مواسم کے تغیر و تبدل کا باعث بنتا ہے۔ مگر دراصل مؤثر حقیقی باری تعالیٰ ہیں۔ لہٰذا انہیں کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۹ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی الخ عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ تَعُدُّوْنَ اَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَّنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عَشَرَةَ مِائَةً وَّالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهٗ فِيْهَا فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ اِنَّهَا اَصْدَرَتْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابُنَا۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ تم لوگ تو فتح فتح مکّہ کو شمار کرتے ہو۔ حالانکہ فتح مکّہ بھی فتح ہے۔ لیکن ہم تو فتح اعظم حدیبیہ کے دن جو بعیت رضوان ہوئی اس کو فتح گنتے ہیں۔ ہم جناب نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ چودہ سو آدمی تھے۔ اور حدیبیہ ایک کنواں ہے۔ جس سے ہم نے پانی کھینچنا شروع کیا تو ہم نے اس کے اندر ایک قطرہ پانی کا نہ چھوڑا۔ پس اس کی خبر جناب نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پہنچی تو آپؐ اس کنویں کے پاس تشریف لائے۔ آکر اس کے کنارے بیٹھ گئے۔ پھر پانی کا ایک برتن منگایا اس سے وضو بنائی۔ پھر کلی کی دعا فرمائی۔ پھر اس پانی کو کنویں میں ڈال دیا۔ پس ہم نے اس کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر ہم اس کے پاس سے جو کچھ ہم نے چاہا لوٹاتے رہے۔ یعنی ہم بھی اور ہماری سواری کے اونٹ بھی سیر ہو کر واپس ہوئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کانت مع حجتہ عمرۃ الخ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم قارن تھے۔ جس کو امام اعظمؒ افضل کہتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ مفرد تھے۔ وہ اسی کو افضل کہتے ہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ متمتع تھے ان کے نزدیک

وہی افضل ہے۔

عمرۃ من الحدیبیۃ اگر اشکال پیدا ہو کہ اس عمرہ کے تو افعال ادا نہیں کئے گئے تو یہ عمرہ کیسا ہوا۔ جواب یہ ہے کہ عمرہ کا احرام تو باندھا گیا تھا۔ سوق ھدی بھی کیا تھا۔ ان افعال کی وجہ سے اسے عمرہ کہا جاتا ہے۔ جعرانہ کا عمرہ چونکہ رات کو ہوا تھا۔ بعض حضرات صحابہ کو اس کا علم ہوسکا اور بعض کو نہ ہوا۔ آپؐ عشاء کے بعد عمرہ ادا کرنے تشریف لے گئے تھے۔ اور صبح کی نماز واپس آکر پڑھائی تھی۔

اربعۃ عشرمأۃ اس روایت میں چودہ سو کی نفری کا ذکر ہے۔ بعض میں پندرہ سو اور بعض میں تیرہ سو تو ان میں کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ تیرہ سو احرار تھے۔ ایک سو غلام تھے۔ اور ایک سو آدمی اور مل گئے تھے۔

ثم دعا باناء یہ تو بالفعل کے لئے تھا اور مستقبل کے لئے ثم صببتہ فیھا پر عمل کیا گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ نحن نعد الفتح بیعۃ الرضوان ص۵۹۸ کیونکہ یہ بیعت صلح فتح مکہ کا باعث بنی۔ اس لئے کہ صلح حدیبیہ بہت سے فوائد کا سبب ثابت ہوئی۔ مثلاً اسلام کی اشاعت ہوئی۔ مسلمانوں کے عادات وخصائل سے لوگوں کو واقفیت ہوئی۔ جنگ بندی کی وجہ سے آمد ورفت آسان ہوئی۔ تجارت کو فروغ ملا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ کراع الغمیم کے مقام پر جب صحابہ کرام کا اجتماع ہوا تو آپؐ نے نزول وحی کے بعد انا فتحنا لک فتحا مبینا آیت تلاوت کی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا او فتح ھو کیا یہ فتح ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں یہی فتح ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ قدیم سے اس میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ آیات کی مرادمیں اختلاف کی وجہ سے اختلاف ہوگیا۔ اس جگہ فتح سے صلح حدیبیہ مراد ہے۔ کیونکہ وہی فتح مبین کا مبدء ثابت ہوئی۔ امن قائم ہوا۔ لڑائی بند ہوگئی۔ جو لوگ اسلام میں داخل ہونے سے ڈرتے تھے۔ ان کو آسانی ہوگئی۔ مدینہ تک پہنچنا سہل ہوگیا۔ چنانچہ اسی دوران حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ جیسے جرنیل مسلمان ہو کر مدینہ پہنچے۔ اس طرح اسباب بہ اسباب پیدا ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ فتح مکمل ہوگئی۔ دو سال کے عرصہ میں چودہ سو سے بڑھ کر فتح مکہ تک مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔

اور اس سورۃ میں جو اثابھم فتحا قریبا اس سے فتح خیبر مراد ہے ۔ یہی قول صحیح ہے ۔ اور اذا جاء نصر اللہ والفتح سے فتح مکہ مراد ہے ۔ جس پر آپؐ نے فرمایا لا الھجرۃ بعد الفتح ای فتح مکۃ اس تقریر پر تمام اشکالات رفع ہو جائیں گے اور اقوال مجتمع ہو جائیں گے ۔

حدیث نمبر ۳۷۰۴ حَدَّثَنِیْ فَضْلُ بْنُ یَعْقُوْبَ الخ اَنْبَاَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ اَنَّھُمْ کَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَۃِ اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَۃٍ اَوْ اَکْثَرَ فَنَزَلُوْا عَلٰی بِئْرٍ فَنَزَحُوْھَا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَی الْبِئْرَ وَقَعَدَ عَلٰی شَفِیْرِھَا ثُمَّ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّآئِھَا فَاُتِیَ بِہٖ فَبَصَقَ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ دَعُوْھَا سَاعَۃً فَاَرْوَوْا اَنْفُسَھُمْ وَرِکَابَھُمْ حَتّٰی ارْتَحَلُوْا ۔

ترجمہ ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں ۔ کہ ہم حدیبیہ کے موقعہ پر چودہ سو یا اس سے زیادہ افراد تھے ۔ کنوئیں پر اترے تو اس کا سارا پانی کھینچ لیا ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی کے ختم ہونے کی خبر دی ۔ آپؐ آکر کنوئیں کی من پر بیٹھ گئے ۔ پھر فرمایا کہ ایک ڈول پانی کا لے آؤ ۔ جو لایا گیا ۔ آپؐ نے اس میں لب مبارک ڈالی ۔ اور دعا فرمائی ۔ پھر فرمایا کہ اس کو تھوڑی دیر کے لئے اپنی حالت پر چھوڑ دو ۔ بعد ازاں ان لوگوں نے اپنے آپ کو بھی سیراب کیا ۔ اور اپنی سواریوں کو سیراب کیا ۔ پھر وہاں سے مدینہ کے لئے کوچ کیا ۔

حدیث نمبر ۳۷۰۱ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَۃِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ یَدَیْہِ رَکْوَۃٌ فَتَوَضَّأَ مِنْھَا ثُمَّ اَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالَکُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ عِنْدَنَا مَآءٌ نَتَوَضَّأُ بِہٖ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا فِیْ رَکْوَتِکَ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ فِی الرَّکْوَۃِ فَجَعَلَ الْمَآءُ یَفُوْرُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ کَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا فَقُلْتُ لِجَابِرٍ کَمْ کُنْتُمْ یَوْمَئِذٍ قَالَ لَوْ کُنَّا مِائَۃَ اَلْفٍ لَکَفَانَا کُنَّا خَمْسَ عَشَرَۃَ مِائَۃً ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقعہ پر لوگ پیاسے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑے کا برتن تھا۔ جس سے آپؐ نے وضو بنائی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ جس سے ہم وضو کریں۔ اور اسے پی لیں مگر وہی جو آپؐ کی چھاگل میں ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ چھاگل کے اندر رکھا تو پانی آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح ابلنے لگا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا۔ کہ آپ لوگ اس دن کتنی تعداد میں تھے۔ انہوں نے فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا۔ ویسے ہم پندرہ سو تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۲ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يَقُوْلُ كَانُوْا اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً فَقَالَ لِيْ سَعِيْدٌ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ كَانُوْا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةَ الَّذِيْنَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَابَعَهٗ اَبُوْدَاوٗدَ۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے تھے کہ وہ چودہ سو تھے۔ تو مجھے حضرت سعیدؒ نے فرمایا کہ مجھے حضرت جابرؓ نے حدیث بیان فرمائی۔ کہ وہ پندرہ سو آدمی تھے۔ جنہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر یوم حدیبیہ میں بیعت کی۔ ابو داؤد نے اس کی متابعت کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۳ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَنْتُمْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ وَكُنَّا اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَةٍ وَّلَوْ كُنْتُ اُبْصِرُ الْيَوْمَ لَاَرَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ تَابَعَهُ الْاَعْمَشُ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ الخ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اَوْفٰى كَانَ اَصْحَابُ الشَّجَرَةِ اَلْفًا وَّثَلٰثَ مِائَةٍ وَّكَانَتْ اَسْلَمُ ثُمُنَ الْمُهَاجِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن آپؐ نے ہمیں فرمایا۔ کہ تم

روئے زمین کے رہنے والوں میں سے بہتر لوگ ہو۔ اور ہم چودہ سو افراد تھے۔ اگر آج میں تمہیں دکھا سکتا اور نابینا نہ ہوتا تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھاتا۔ اعمش نے ان کی متابعت کی ہے۔ کہ واقعی چودہ سو آدمی تھے۔ اور عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اصحاب شجرہ تیرہ سو تھے۔ اور قبیلہ بنو اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لوکنت ابصرت الیوم ص۵۹۸ یہ ان کا گمان شدت و ثوق کی وجہ سے تھا۔ ورنہ وہ جان چکے تھے کہ مکان شجرہ تو نا معلوم کرا دیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قد علم انہ قد جھل کی تائید سعید بن المسیّب کے باپ کی روایت سے ہوتی ہے کہ جب ہم اگلے سال گئے۔ تو ہم اس جگہ کو بھول گئے کوشش کے باوجود اس جگہ کے معلوم ہونے پہ قادر نہ ہو سکے۔ اس لئے حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب محمدؐ کو تو علم نہ ہو سکا اور تم نے جان لیا۔ اور ابن سعد نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس آکر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈرایا دھمکایا اور ان کے حکم پہ وہ درخت کاٹ دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ کا اس درخت کے مکان کے پاس سے گذر ہوا تو لوگوں سے پوچھا وہ درخت کس جگہ پہ تھا۔ کوئی کہتا تھا یہاں تھا کوئی کہتا اس جگہ تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا بھائی چلو درخت تو چلا گیا۔ قسطلانیؒ شفاء الغرام میں فرماتے ہیں۔ کہ بئر حدیبیہ کی وہی جگہ ہے جہاں آج کل جدہ کے راستہ میں بئر شمس ہے۔ لیکن درخت اور حدیبیہ آج ان کا پتہ نہیں چلتا۔ کہ کہاں تھے۔ باقی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ حرم میں داخل ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کچھ حصہ حرم میں اور کچھ حل میں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الفا وثلث مائۃ کچھ لوگ بعد میں آکر ملے تو چودہ سو ہو گئے۔ اس طرح روایات جمع ہو گئیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ عدد کے بارے میں روایات مختلف تھیں۔ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ یہ ہے کہ جب مدینہ سے چلے تو تیرہ سو ۱۳۰۰ اور آکر ملے تو چودہ سو ۱۴۰۰ اور ملے تو پندرہ سو ہو گئے۔ علامہ بیہقی فرماتے ہیں۔ کہ ترجیح چودہ سو ۱۴۰۰ کی روایت کو ہے۔ اکثر حضرات اسی کو بیان کرتے ہیں۔ تو جن لوگوں نے زیادتی نقل کی ہے۔ وہ خدم حشم بچوں اور عورتوں کو بھی شامل ہوں گے۔ چنانچہ بعض نے سولہ سو ۱۶۰۰

اور بعض نے سترہ سو بھی نقل کئے ہیں۔ اسی لئے کرمانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ بعض نے اکابر کا اعتبار کیا۔ اور بعض نے اوساط کا اور بعض نے اصاغر کو بھی شامل کر لیا۔

تشریح از قاسمی انتم خیر اہل الارض اس میں اصحاب شجرہ کی فضیلت بیان ہوئی۔ اگرچہ اس وقت حضرت عثمانؓ نہیں تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے بیعت کر لی تھی۔ اور بیعت بھی ان کے لئے تھی۔ تو اس سے حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ پہ فضیلت لازم نہ آئے گی۔ لو کنت ابصر الیوم حضرت جابرؓ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

کانت اسلم الخ واقدی نے کہا ہے کہ حدیبیہ قبیلہ بنو اسلم سو تھے۔ تو مہاجرین آٹھ سو ہوں گے۔ اور باقی انصار حضرات ہوں گے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۴ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ اَنَّهٗ سَمِعَ مِرْدَاسًا الْاَسْلَمِيَّ يَقُوْلُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبَضُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت مرداس اسلمیؓ فرماتے ہیں جو اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ کہ نیک لوگ اٹھا لئے جائیں گے۔ پھر نہایت صالح پھر ان سے زیادہ صالح اٹھا لئے جائیں گے۔ پھر نیکوں کے چلے جانے کے بعد جو بچ رہیں گے وہ ایسے ردی ہوں گے جیسے ردی کھجور اور ردی جو ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کا کچھ بھی اعتبار نہیں کریں گے۔ یعنی ان کی حیا کمات بمابہ ہو گی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حفالہ ردی چیز اس کا استعمال تمر میں ہوتا ہے اور کفالہ کا استعمال شعیر میں ہوتا ہے۔ اور خثالہ گیہوں وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَ وَاَحْرَمَ مِنْهَا لَا اُحْصِيْ كَمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ سُفْيَانَ حَتّٰى سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ لَا اَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِيِّ الْاِشْعَارَ وَالتَّقْلِيْدَ فَلَا اَدْرِيْ يَعْنِيْ مَوْضِعَ الْاِشْعَارِ وَالتَّقْلِيْدِ اَوِ الْحَدِيْثَ كُلَّهٗ۔

ترجمہ۔ مروان و مسور بن مخرمہؓ دونوں فرماتے ہیں۔ کہ حدیبیہ والے سال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار سے کچھ اوپر صحابہ کرام کی معیت میں روانہ ہوئے۔ جب ذی الحلیفہ پہ پہنچے تو قربانی کے جانور کو ہار پہنائے۔ ان کا پہلو زخمی کر کے اس پہ خون ملا۔ اور وہاں سے احرام باندھا۔ میں بے شمار مرتبہ سفیان سے سن چکا ہوں یہاں تک کہ میں نے سنا وہ فرماتے تھے مجھے امام زہریؒ سے نہ تو اشعار یاد ہے اور نہ ہار ڈالنا یاد ہے۔ پس میں نہیں جانتا کہ اشعار اور تقلید کی جگہ کونسی تھی یا ساری حدیث مجھے یاد نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | لقول لا احفظ الخ ص ۵۹۸/۲۴ ظاہر یہ ہے کہ نسیان طاری ہونے سے پہلے وہ اپنی بیان کردہ حدیث کا انکار کر رہے ہیں۔ تو اب معنی ہوں گے۔ کہ مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ اشعار اور تقلید کا انکار کر رہے تھے یا سالم حدیث کا انکار تھا۔ تو موضع الاشعار سے موضع ہذا اللفظ مراد ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ موضع اشعار ہی مراد ہو۔ کہ ھدی کے کون سے حصہ پہ زخم لگایا جائے۔ تو اب معنی ہوں گے کہ وہ جگہ کی تعیین کا انکار کر رہے ہیں۔ کہ آیا وہ دائیں جانب تھا یا بائیں جانب تھا۔ تو یہ انکار جو پہلے ذکر کر چکے ہیں اس کا انکار ہوگا۔ تو معنی ہوں گے کہ اس حدیث میں مجھے اور کچھ یاد نہیں۔ سوائے اس کے جو میں تمہیں روایت کر چکا ہوں۔ باقی جگہ کی تعیین مجھے روایت نہیں کی گئی تو میں کیسے اس کی روایت کر سکتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ یہ انکار اشعار کی جگہ اور اس کی کیفیت کا تھا یا سالم حدیث کا تھا۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ لا احصی کم سمعتہ یہ علی بن مدینی کا کلام ہے۔ اور عنقریب یہ حدیث اسی باب میں سفیان بن عیینہؒ سے آ رہی ہے۔ جو علی بن مدینی کی حدیث سے اتم ہے۔ اس میں ہے حفظت بعضہ وثبتنی معمر کہ مجھے اس حدیث کا بعض حصہ یاد ہے اور معمر نے مجھے ثابت قرار دیا۔ جو میں نے زہری سے سنا تھا۔ یعنی قلد الھدی۔ اشعرہ واحرم منھا بعمرۃ اس قدر عبارت کو معمر نے ٹھیک کہا ہے۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ یہاں کچھ کلام حذف ہو گیا ہے۔ صحیح عبارت یہ ہے۔ کہ الانکار علی ھذا لیس انکارا لاینکرہ اولاً یعنی اس صورت میں ما ذکرہ اولاً کا انکار نہیں ہوگا۔

• بنا بریں سفیان کے نسیان عارض کرنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی۔

حدیث نمبر ۳۷۴۶ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ الخ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ

بِالْحُدَيْبِيَةِ لَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ اَنَّهُمْ يَحِلُّوْنَ بِهَا وَهُمْ عَلٰى طَمَعٍ اَنْ يَّدْخُلُوْا مَكَّةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ اَوْ يُهْدِيَ شَاةً اَوْ يَصُوْمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا۔ کہ جوئیں ان کے چہرہ پر گر رہی ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں انہیں سر منڈانے کا حکم دیا۔ آپؐ نے یہ واضح نہ کیا کہ یہ لوگ حدیبیہ میں ہی احرام کھول کر حلال ہو جائیں گے۔ جب کہ ان کو امید تھی کہ وہ مکہ میں داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا۔ کہ وہ سولہ رطل کی مقدار چار سیر گندم چھ مسکینوں کو کھلائیں یا ایک بکری کا ہدیہ بھیجیں یا تین روزے رکھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اشعر اشعار سے ماخوذ ہے۔ اونٹنی وغیرہ کو داغ دیا جاتا۔ اور اس کا خون باقی بدن پر مل دیا جاتا تھا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ ھدی کا جانور ہے۔

لم یبین لھم آپؐ نے اور صحابہ کرامؓ نے ذی الحلیفہ سے احرام باندھا تھا آٹھ دن میں مکہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ کفار قریش نے روک لیا۔ اس پر بھی کئی دن گزر گئے۔ جس سے حضرت کعب بن عجرہؓ کے جوئیں پڑ گئیں۔ اور بہت زیادہ پڑ گئی تھیں۔ یہاں تک ہنڈیا پکا رہے تھے۔ تو منہ پر گر پڑتی تھیں۔ نہ مارنے کی اجازت تھی اور نہ ہی احرام کی حالت میں پکڑ کر پھینکنے کی اجازت تھی۔ ورنہ فدیہ دینا پڑتا۔ آپؐ نے ان کو سر منڈانے کا حکم دیا۔ راوی کا کہنا یہ ہے کہ یہ فدیہ حلق کرنے کی پاداش میں تھا۔ احرام کھولنے کی وجہ سے نہیں تھا۔ اور حلق کا حکم اس تکلیف کی وجہ سے تھا۔ حصر کی وجہ سے تحلل کے لئے نہیں تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۴ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِيْهِ اَسْلَمَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلَى السُّوْقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَاَةٌ شَابَّةٌ فَقَالَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلَكَ زَوْجِيْ وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا وَّاللّٰهِ مَا يُنْضِجُوْنَ كُرَاعًا وَّلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَّلَا ضَرْعٌ وَّخَشِيْتُ اَنْ تَاْكُلَهُمُ الضَّبُعُ

وَاَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ اِيْمَاءَ الْغِفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ اَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى بَعِيْرٍ ظَهِيْرٍ كَانَ مَرْبُوْطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَّثِيَابًا ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهٖ ثُمَّ قَالَ اقْتَادِيْهِ فَلَنْ يَفْنٰى حَتّٰى يَاْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَكْثَرْتَ لَهَا قَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى اَبَا هٰذِهٖ وَاَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ اَصْبَحْنَا نَسْتَفِيْءُ سُهْمَانَهُمَا فِيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ اپنے آقا کے ہمراہ بازار کی طرف جا رہا تھا۔ کہ ایک نوجوان عورت پیچھے سے حضرت عمرؓ کو آکر ملی۔ کہنے لگی امیر المومنین میرا خاوند ہلاک ہو گیا۔ اور پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا۔ واللہ! ان کے پاس بکری کا کھر بھی نہیں ہے جس کو وہ پکائیں اور کھائیں اور نہ ہی ان کی کھیتی ہے۔ کہ اس سے غلّہ برآمد ہوا اور نہ ہی کوئی دودھ دینے والی بکری ہے کہ دودھ پی کر گزارہ کریں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں انہیں بجّو نہ کھا جائیں۔ میں خفاف بنت ایمار غفاری کی بیٹی ہوں۔ یعنی اگر میں کہیں روزی کی تلاش کے لئے چلی گئی تو انہیں بجّو کھا جائیں گے۔ تنہا ہوں۔ ان کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ خفاف کے باپ دادا صحابی تھے۔ میرا باپ جناب نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر تھا۔ تو حضرت عمرؓ آگے نہ بڑھے وہیں اس عورت کے پاس رُک گئے۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ قریبی نسب مبارک ہو۔ پھر ایک قوی اونٹ جو گھر میں بندھا ہوا تھا۔ اس کی طرف گئے۔ اور اس پہ دو بورے لاد دیئے۔ جن میں غلّہ بھر دیا۔ اور ان دونوں بورے کے اوپر کچھ خرچہ اور کپڑے بھی رکھ دیئے۔ اونٹ کی مہار اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ فرمایا اس کو کھینچ کر لے جاؤ۔ انشاء اللہ یہ ختم نہیں ہوگا کہ اللہ تعالٰی تمہارے لئے خیر وکشادگی لے آئے گا ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین یہ تو آپ نے بہت سا مال واسباب اس کو دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تیری ماں تجھے گم کرے۔ واللہ! بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے باپ اور اس کے بھائی نے ایک زمانہ تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پھر انہوں نے اس کو فتح کر لیا۔ بایں ہمہ ہم پھر ان دونوں کا

غنیمت کا حصّہ طلب کرتے جو فئی کے مال سے تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عمرؓ ملکی انتظامات کے لئے دن رات چکر لگایا کرتے تھے۔ اسی اثناء میں یہ نوجوان عورتؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر بیکسی کا ذکر کیا۔ جس پہ حضرت عمرؓ نے اس سے بہتر سلوک کیا۔

ینضجون نضج بمعنی پکانا۔ کراع بکری کا کُھر جو اس کا سستا حصّہ ہے۔

لاتأکلھم الضبع بعض نے ضبع سے قحط مراد لیا ہے۔ اور بعض نے اسے حقیقی معنی پہ محمول کیا ہے۔ اور بجّو چھوٹی چیزوں پہ حملہ کرنے میں مشہور ہے۔ بچّہ۔ گدھ اور مردہ وغیرہ کو پکڑ کر کھا جایا کرتا ہے۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ ان بچوں کے پاس کھانے پینے کا سامان نہیں ہے یا قحط کا خوف ہے۔ اور اگر میں مزدوری کرنے کے لئے ان کو تنہا گھر میں چھوڑ جاؤں تو شاید کوئی بجّو ان کو اٹھا کر کھا نہ جائے۔

بنسب قریب کیونکہ قریش اور غفار کنانہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ **تستفیٔ فیٔ** اس مال کو کہتے ہیں۔ جو ارھاب اور ڈر کی وجہ سے کفار چھوڑ کر جائیں۔ اور مسلمان اس کے مالک ہو جائیں۔ اس مال فیٔ میں غانمین کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اصبحنا تستفیٔ اس سے تنبیہ کرنا ہے۔ کہ اس خاندان کو یہ فضیلت حاصل ہے اور یہی زیادہ مال دینے کا باعث ہے۔ چونکہ یہ فیٔ کا مال تھا۔ جس کے یہ لوگ مستحق تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۴۸ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ الخ عَنْ اَبِیْهِ مُسَیَّبٍ قَالَ لَقَدْ رَأَیْتُ الشَّجَرَةَ ثُمَّ اَتَیْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ اَعْرِفْهَا قَالَ مَحْمُوْدٌ ثُمَّ اُنْسِیْتُهَا بَعْدُ۔

ترجمہ۔ مسیّب بن حزنؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے بیعت الرضوان کے درخت کو دیکھا تھا۔ پھر بعد میں جو میں اس کے پاس آیا۔ تو میں اسے نہ پہچان سکا۔ محمود فرماتے ہیں کہ بعد میں وہ درخت مجھے بھلوا دیا گیا۔

حدیث نمبر ۳۷۴۹ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ الخ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ

انطلقت حاجا فمررت بقوم يصلون قلت ما هذا المسجد قالوا هذه الشجرة حيث بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم بيعة الرضوان فاتيت سعيد بن المسيب فاخبرته فقال سعيد حدثني ابي انه كان فيمن بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت الشجرة قال فلما خرجنا من العام المقبل نسيناها فلم نقدر عليها فقال سعيد ان اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم لم يعلموها وعلمتموها انتم فانتم اعلم ۔

ترجمہ۔ حضرت طارق بن عبد الرحمن فرماتے ہیں۔ کہ میں حج کرنے کی نیت سے چل پڑا تو میرا گذر ایک ایسی قوم کے پاس ہوا جو نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیسی مسجد ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ یہ وہ درخت ہے۔ جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعۃ الرضوان لی تھی۔ تو میں سعید بن المسیبؓ کے پاس آیا۔ ان کو میں نے اس واقعہ کی خبر دی۔ تو حضرت سعیدؓ نے فرمایا مجھے میرے باپؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے درخت کے نیچے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم اگلے سال حج کے لئے نکلے تو ہمیں اس درخت کی جگہ بھلوا دی گئی۔ جس کے معلوم کرنے پہ ہم قادر نہ ہو سکے۔ تو حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وہ درخت معلوم نہ ہو سکا۔ اور تم نے اسے معلوم کر لیا۔ تو تم بہت جاننے والے ہوتے۔

حدیث نمبر ۳۷۵۰ حدثنا موسیٰ الخ عن ابیہ مسیبؓ انہ کان ممن بایع تحت الشجرۃ فرجعنا الیہا العام المقبل فعمیت علینا ۔

ترجمہ۔ حضرت مسیبؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ جب اگلے سال ہم اس کی طرف واپس لوٹے تو وہ درخت ہم پہ مشتبہ ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳۷۵۱ حدثنا قبیصۃ الخ عن طارق قال ذکرت عند سعید بن المسیبؓ الشجرۃ فضحک فقال اخبرنی ابی وکان شہدھا۔

ترجمہ۔ طارقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؓ کے پاس درخت کا ذکر کیا گیا۔ تو

وہ ہنس پڑے۔ فرمایا مجھے میرے باپ نے خبر دی اور وہ اس درخت کے نیچے بیعت لیتے وقت حاضر تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۵۲ حَدَّثَنَا اٰدَمُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ اَبِیْ اَوْفٰیؓ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَۃِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاہُ قَوْمٌ بِصَدَقَۃٍ قَالَ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ فَاَتَاہُ اَبِیْ بِصَدَقَتِہٖ فَقَالَ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ جو اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لوگ اپنا صدقہ خیرات لے کر آتے تو آپؐ فرماتے اے اللہ! ان پہ رحمت نازل فرما۔ چنانچہ میرا باپ بھی آپؐ کے پاس اپنی زکوٰۃ لے کر آئے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اے اللہ آل ابی اوفیٰ پہ رحمت نازل فرما۔

حدیث نمبر ۳۷۵۳ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ الْحَرَّۃِ وَالنَّاسُ یُبَایِعُوْنَ لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَنْظَلَۃَ فَقَالَ ابْنُ زَیْدٍ عَلٰی مَا یُبَایِعُ ابْنُ حَنْظَلَۃَ النَّاسَ قِیْلَ لَہٗ عَلَی الْمَوْتِ قَالَ لَا اُبَایِعُ عَلٰی ذٰلِکَ اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ شَھِدَ مَعَہُ الْحُدَیْبِیَۃَ۔

ترجمہ۔ عباد بن تمیمؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب حرّہ کی لڑائی کا واقعہ پیش آیا۔ تو لوگ عبداللہ بن حنظلہ کے لئے بیعت کر رہے تھے۔ تو عبداللہ ابن زید نے پوچھا۔ کہ ابن حنظلہ لوگوں سے کس چیز پہ بیعت لے رہا ہے۔ کہا گیا کہ موت پہ بیعت لے رہا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے موت پہ بیعت نہیں کروں گا۔ اور وہ عبداللہ بن زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قیل لہ علی الموت اگر اشکال ہو کہ بیعت تو علی العبادۃ لی جاتی ہے۔ اور فعل اختیاری ہوتا ہے۔ موت پہ تو کسی کو اختیار نہیں ہوتا تو پھر اس پہ بیعت کیسی؟ تو کہا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کرتے رہیں گے۔ بھاگیں گے نہیں یہاں تک کہ

ہم مرجائیں۔ اس پہ بیعت ہوئی جو فعل اختیاری ہے اور عبادت ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۵۴ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الخ حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيهِ۔

ترجمہ۔ ایاس بن سلمۃ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے حدیث بیان کی اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جمعہ کی نماز ادا کر کے واپس پھرتے تھے۔ تو دیواروں کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ جس سے سایہ حاصل کیا جا سکتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لیس للحیطان ظل الخ اہل ظواہر اور امام احمدؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ کہ قبل از زوال جمعہ ہو جاتا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ ظل نستظل فیہ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ ادائیگی نماز بعد از زوال تھی۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں کوئی دو تین منزلہ عمارتیں نہیں تھیں۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی دیواریں ہوتی تھیں۔ اگر سایہ ہو بھی سہی تو اس میں چلا نہیں جا سکتا تھا۔ تو نفی ایسے سایہ کی ہے مطلق سایہ کی نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مدینہ کا جو عرض البلد ہے۔ بعض ایام میں زوال کے وقت اس کا سایہ ہوتا ہی نہیں۔ تو بھی لیس للحیطان ظل کہنا صحیح ہوا۔ کہ خطبہ پڑھا۔ نماز پڑھی پھر آ گئے۔ تو ابھی تک سایہ نہ پڑا تھا۔

حدیث نمبر ۳۷۵۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ۔

ترجمہ۔ یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے پوچھا کہ کس چیز پہ تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم الحدیبیہ میں بیعت کی تھی۔ فرمایا موت پر بیعت کی تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۵۶ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ الخ قَالَ لَقِيتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ فَقُلْتُ طُوبَى لَكَ صَحِبْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتَهُ

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثْنَا بَعْدَهُ ۔

ترجمہ۔ مسیبؒ فرماتے ہیں کہ میری حضرت براء بن عازبؓ سے ملاقات ہوئی ۔ میں نے ان سے کہا آپ کے لئے کتنی خوش قسمتی کی بات ہے ۔ کہ آپؓ جناب رسول اللہ کی صحبت نصیب ہوئی اور آپؓ نے درخت کے نیچے آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت بھی کی ۔ انہوں نے فرمایا بھتیجے! تم نہیں جانتے ہم نے آپؐ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کرلیں ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ما احدثنا بعدا باوجودیکہ ان حضرات کو رضی اللہ عنہم کی بشارت دی گئی تھی ۔ اور انہیں صحبت نبوی کا شرف بھی حاصل تھا ۔ مگر کسر نفسی کے طور پر یہ حضرات فرمایا کرتے تھے ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم لوگ فتنوں میں مبتلا ہو گئے ۔ کہیں باری تعالیٰ ان پر ہم سے مؤاخذہ نہ کریں اس لئے ڈرتے رہتے ہیں ۔

حدیث نمبر ۳۷۵۷ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الخ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ثابت بن الضحاکؓ خبر دیتے ہیں ۔ کہ انہوں نے درخت کے نیچے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی ۔

حدیث نمبر ۳۷۵۸ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ قَالَ أَصْحَابُهُ هَنِيئًا مَرِيئًا فَمَا لَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ قَالَ شُعْبَةُ فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ أَمَّا إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَعَنْ أَنَسٍ وَأَمَّا هَنِيئًا مَرِيئًا فَعَنْ عِكْرِمَةَ ۔

ترجمہ ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انا فتحنا الخ فرمایا ۔ یہ حدیبیہ ہے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے فرمایا کہ ھنیئًا ہے جس میں کوئی گناہ نہیں اور مریئًا ہے کہ اس میں کوئی تکلیف نہیں ۔ لیکن ہمارے لئے کیا ہوگا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ۔ لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات ۔ شعبہ فرماتے ہیں ۔ میں کوفہ میں آیا ۔ تو یہ ساری کی ساری حدیث میں نے قتادہ سے روایت کی ۔ پھر جب میں کوفہ سے واپس لوٹا تو میں نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ

انا فتحنا لک فتحا مبینًا کی تفسیر تو حضرت انسؓ سے ہے۔ اور ھنیئًا مریًا حضرت عکرمہ سے ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ انا فتحنا لک الخ یہ چار آیات آپؐ پہ نازل ہوئیں چونکہ یہ ایک نعمت تھی۔ اس لئے ھنیئًا مریًا (رچتا بچتا) کہا گیا۔ اور عرب کی عادت ہے کہ کھانے کے بعد ھنیئًا مریًا کہا کرتے ہیں۔ کیونکہ نعمت جب صحت کے ساتھ پچ بھی جائے۔ تو ایک بڑی نعمت ہے۔ بنا بریں جب آپؐ کو یہ بشارت سنائی گئی۔ تو صحابہ کرامؓ نے ھنیئًا مریًا کہا۔ لیکن ہمارے لئے کچھ نہیں تو صحابہ کرام کی بشارت کے لئے لیدخل اللہ المؤمنین الخ یہ آیات نازل ہوئیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ھنیئًا مریًا لک منہ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لیغفر لک اللہ یہ آپؐ کے لئے ھنیئًا مریًا ہے۔ انا فتحنا الآیہ نہیں۔ کیونکہ فتح کی بشارت اور اس کے فوائد میں تو شریک ہیں۔ آپؐ کی خصوصیت لیغفر لک اللہ میں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ظاہر لفظ سے معلوم ہوتا تھا کہ ھنیئًا مریًا۔ انا فتحنا الخ پر مرتب ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے دفعیہ وہم کر دیا۔ کہ فتح کے فوائد میں تو سب شریک ہیں۔ لیغفر لک اللہ میں آپؐ کی خصوصیت کا اس لئے سوال ہوا کہ ہمارے لئے کیا ہے۔ تو لیدخل اللہ والی آیت نازل ہوئی۔ اگر انا فتحنا میں بھی خطاب آپؐ کو ہے۔ لیکن اشتراک سب کا ہے۔ کما تقدم۔

حدیث نمبر ۳۷۵۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ مَجْزَاةَ ابْنِ زَاهِرٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ قَالَ اِنِّيْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَعَنْ مَجْزَاةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اِسْمُهُ اُهْبَانُ بْنُ اَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكٰى رُكْبَتَهُ وَكَانَ اِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً۔

ترجمہ۔ حضرت مجزاۃ بن زاہر اسلمی اپنے باپ زاہرؓ سے روایت کرتے ہیں جو ان لوگوں میں سے تھے جو شجرۃ میں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں گدھے کے گوشت کی ہانڈیوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ندا دینے والے نے اعلان کیا۔

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں گدھے کے گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں اور مجزاہ ان میں سے ہی ایک ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جو اصحاب شجرہ میں سے تھا جن کا نام اصبان رضی اللہ عنہ بن اوس تھا۔ ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی۔ چنانچہ جب وہ سجدہ کرتے تھے تو اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے تھے۔

تشریح از قاسمی ممن شھد الشجرۃ لحوم حمر کی نہی غزدہ خیبر میں نازل ہوئی اس جگہ اس حدیث کا ذکر ممن شہد الشجرۃ کی مناسبت سے ہے۔ حضرت اصبان بن اوس وہی صحابی ہیں جن سے بھیڑیئے نے کلام کیا اور ایمان لانے کی رغبت دلائی تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أُتُوا بِسَوِيقٍ فَلَاكُوهُ تَابَعَهُ مُعَاذٌ۔

ترجمہ۔ حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ جو اصحاب الشجرہ میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے پاس ستو لایا گیا۔ پس انہوں نے اسے چبایا اور منہ میں گھمایا۔ اصحاب شجر کی مناسبت سے یہ حدیث وارد ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۷۰۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الخ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ قَالَ إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ فَلَا تُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ۔

ترجمہ۔ ابو جمرہ بن عمران فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عائذ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن ابی عدی سے پوچھا وہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اصحاب الشجرہ میں سے تھے۔ کیا وتر توڑے جا سکتے ہیں۔ فرمایا جب تم نے رات کے اول حصہ میں وتر پڑھ لئے ہیں۔ تو پھر آخر رات میں وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنی نقض وتر کے معنی ہیں کہ جب کسی شخص نے اول حصہ رات میں وتر پڑھ لئے آخر رات کو جاگ آگئی۔ تہجد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں اجعلوا آخر صلوٰتکم الوتر کہ رات کی آخری نماز وتر ہو تو وتر توڑ کر ایک رکعت ملا کر

شفع بنا لیا جائے۔ ادھر آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو حکم دیا لا تنم الا علی وتر۔ کہ وتر پڑھ کر سویا کرو۔ تو جب اول رات میں وتر پڑھ لئے تو آخر صلوٰۃ وتر نہ رہے۔ تو ایک جماعت کا کہنا ہے کہ وتر کو توڑ کر ایک رکعت ملا کر شفع بنا لے تہجد کے بعد وتر پڑھے۔ یہ ابن عمرؓ کا مذہب ہے۔ لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ آخریت کا حکم استحباب کے لئے ہے۔ ایجاب کے لئے نہیں کیونکہ کیونکہ آپ سے وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنے کا ثبوت ہے۔ اور ادھر لا توتر من آخرہ والی صحیح روایت بھی موجود ہے۔ شوافعؒ مالکیہؒ اور احنافؒ کا یہی قول ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۲ حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْهِ اَسْلَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيْرُ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ يَسِيْرُ مَعَهٗ لَيْلًا فَسَاَلَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَلَمْ يُجِبْهُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا عُمَرُ نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ لَا يُجِيْبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيْرِيْ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ اَمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ وَخَشِيْتُ اَنْ يَّنْزِلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ فَمَا نَشِبْتُ اَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَّصْرُخُ بِيْ قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ يَّكُوْنَ نَزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ وَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَّهِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔

ترجمہ۔ حضرت اسلم مولیٰ عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں چل رہے تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھی رات کے وقت آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ کسی مسئلہ کے بارے میں حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا پھر انہوں نے پوچھا تو بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ پوچھا تو بھی آپ نے جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ اپنے آپ کو خطاب کر کے کہنے لگے اے عمر! تجھے تیری ماں گم کرے کہ تو نے تین مرتبہ نہایت اصرار کے

ساتھ آپؐ سے سوال کیا۔ ہر مرتبہ آپؐ کوئی جواب نہیں دیتے۔ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی اور مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نازل نہ ہو۔ پس میں نہیں ٹھہرا تھا کہ ایک زوردار آواز سے مجھے کوئی پکارنے لگا۔ میں دل میں کہنے لگا کہ شاید میرے بارے میں قرآن نازل ہو چکا ہے۔ بہرحال میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ آج رات مجھ پر ایک سورۃ فتح نازل ہوئی ہے۔ جو میرے نزدیک دنیا کی ان سب چیزوں سے پسندیدہ ہے جن پر سورج نکل چکا ہے۔ پھر آپؐ نے انا فتحنا الخ پڑھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صلح حدیبیہ کے بعد صحابہ کرام کبیدہ خاطر واپس ہوئے۔ پہلی منزل پر حضرت عمرؓ نے کوئی سوال کرنا چاہا۔ چونکہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ اس لئے آپؐ نے جواب نہیں دیا اور حضرت عمرؓ صلح نامہ کے بارے میں بہت جھگڑے تھے۔ خود فرماتے ہیں۔ کہ دخول اسلام کے بعد مجھے اتنے شبہات پیش نہیں آئے جتنے اس موقعہ پر پیش آئے۔ کیونکہ شرائط ایسے تھے جن کو یہ مسلمانوں کی ذلت کا باعث سمجھتے تھے۔ دیگر مسلمان بھی غصہ میں تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی مخاطبت ہوئی جس کا انہیں بعد میں احساس ہوا۔ چنانچہ اس جرأت کی تلافی میں کئی نوافل پڑھے اور کئی غلام آزاد کئے۔ بہرصورت آپؐ نے انا فتحنا الخ سورۃ سنائی۔ نزرت ای کررت یعنی بار بار سوال کیا ہے۔ صلح حدیبیہ سے خیر جزیل حاصل ہوئی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ یا فتحنا بمعنی قضیناک کے ہے۔ کہ ہم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپؐ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں گے اور آپؐ کے اصحاب بھی ہوں گے۔ اور امن و آشتی سے بیت اللہ کا طواف کریں گے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَبَعَثَ عَيْنًا لَّهُ مِنْ خُزَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بِغَدِيرِ الْأَشْطَاطِ أَتَاهُ عَيْنُهُ قَالَ إِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوا لَكَ جُمُوعًا وَّقَدْ جَمَعُوا

لَكَ لَاحَابِيْشَ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوْكَ فَقَالَ أَشِيْرُوْا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيْلَ إِلَى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَصُدُّوْنَا عَنِ الْبَيْتِ فَإِنْ يَأْتُوْنَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَإِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوْبِيْنَ قَالَ أَبُوْبَكْرٍؓ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجْتَ عَامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ لَا نُرِيْدُ قَتْلَ أَحَدٍ وَّلَا حَرْبَ أَحَدٍ فَتَوَجَّهْ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ قَالَ امْضُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہ و مروان دونوں کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ والے سال ایک ہزار سے کچھ زائد اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے۔ تو قربانی کے جانور کو ہار ڈالا۔ اس کا کدھا زخمی کر کے خون کو ملا۔ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور قبیلہ بنو خزاعہ سے اپنا ایک جاسوس بھیجا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے جب غدیر اشطاط کے مقام پر پہنچے تو آپؐ کے جاسوس نے آکر کہا کہ قریش نے آپؐ کے لئے مختلف قبائل کی جماعتیں اکٹھی کر لی ہیں۔ وہ آپؐ سے لڑنے والے ہیں اور آپؐ کو بیت اللہ سے روکنے والے ہیں۔ اور آپؐ کو منع کرنے والے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ کہ کیا تم مناسب سمجھتے ہو۔ کہ میں ان کے اہل و عیال اور بچوں پر حملہ کر دوں۔ جو ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ لوگ ہمارے پاس آگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں میں سے ایک جاسوس ہم سے کاٹ لیا ہے۔ گویا کہ ہم نے بھیجا ہی نہیں۔ اگر وہ نہ آئے تو ہم ان کے بال بچوں کو لوٹ کر انہیں لڑائی کی حالت میں چھوڑ دیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! آپؐ تو بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلے ہیں۔ نہ تو ہم کسی کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی سے ہماری لڑائی لڑنے کا ارادہ ہے۔ پس آپؐ بیت اللہ کی طرف سیدھے جائیں۔ پس جو شخص ہمیں اس سے روک دے گا۔ ہم اس سے لڑائی کریں گے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر چلے چلو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ روایت بالتفصیل کتاب الشروط میں گذر چکی ہے۔ اس جگہ اس کا بعض حصہ ذکر کیا گیا ہے۔

عینا من خزاعۃ یہ جاسوس اگرچہ غیر مسلم تھا۔ مگر خلوص سے خدمت انجام دیتا تھا۔ اس لئے آپؐ نے حالات معلوم کرنے کے لئے ان کو بھیجا۔

احابیش مختلف قبائل کو کہتے ہیں جن میں اکثر قبائل بنو قارہ کے تھے۔ ان سے قریش نے مخالفت کی تھی۔ جبشی ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس کے نیچے ان لوگوں نے قسم اٹھائی تھی اس لئے ان کو احابیش الاشطاط کہنے لگے۔ یہ لوگ حدیبیہ والے سال مکہ چلے گئے تھے۔ آپؐ نے مشورہ طلب کیا۔ کہ آیا ان کے بال بچوں کو پکڑ لیا جائے۔ یا سیدھے مکہ چلا جانا چاہیئے۔ ان لوگوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ آپؐ نہ تو کسی کو قتل کرنے اور نہ ہی کسی سے لڑائی لڑنے کے ارادہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ منازل احابیش پہ آپؐ حملہ نہ کریں۔ سیدھے مکہ چلے جائیں۔ جو رکاوٹ ڈالے اس سے لڑائی کریں۔ ممکن ہے یہ خبر غلط نکلے اگر ہم ان کی منازل تک پہنچ گئے۔ تو پھر ہمیں لڑنا پڑے گا۔ گویا ہم نے کوئی جاسوس بھیجا ہی نہیں تھا۔ اگر خبر صادق ہوتی۔ تو ہم نے ان کے اہل وعیال کو لوٹ کر بہت زک پہنچائی اور قریش کے احباب کو لوٹا۔ بہرحال آپؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے سیدھے بیت اللہ روانہ ہونے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الی عیالھم وذراری ھؤلاء ص۶۰۰ س۲۳ اس سے مراد وہ کفار ہیں جو قریش کے حلیف تھے۔ اور قریش کی مدد کے لئے مکہ چلے گئے تھے۔ ان کے بال بچے پیچھے رہ گئے تھے۔

قطع عنا عینا اس سے مراد مشرکوں کی جماعت ہے۔ کہ جب وہ کفار اپنے اہل وعیال کی طرف واپس آئیں گے۔ تو اہل مکہ کے ہمراہ ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہوگا۔ تو ہم ان کی جماعت کو قتل کردیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب وہ لوگ واپس آئیں گے تو مکہ کی طرف جاسوس بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ کہ ہم اس میں کفار کے اجتماع کا پتہ لگائیں۔ کیونکہ وہاں مکہ میں سوائے قریش کے کوئی اور باقی نہیں ہوگا۔ جاسوس بھیج کر خبر منگانے کی حاجت نہیں رہے گی۔ کیونکہ وہاں مکہ میں ان قریش کے سوا اور کوئی نہیں ہوگا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ کیونکہ اس صورت میں عمرہ چھوڑنا پڑتا تھا۔

حالانکہ اسی کے لئے نکلے تھے۔ اور لوگوں میں بھی یہ مشہور ہو گیا تھا کہ عمرہ کرنے گئے ہیں۔ اگر قتل و قتال میں مشغول ہو گئے۔ تو ایک قسم کی دھوکہ دہی ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شراحؒ نے اس لفظ کی تشریح میں بہت اختلاف کیا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو معنی متعین کئے ہیں۔ یعنی جماعت مراد لی ہے۔ میرے نزدیک بھی یہی معنی بہتر ہیں۔ اس لئے کہ بعض روایات میں عیناً کی بجائے عنقا کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی شخص اور طائفہ و جماعت کے متعین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے مشورہ لیا۔ کہ جن لوگوں نے قریش سے حلف لیا ہم ان کی جگہوں پہ جا کر ان کے بال بچوں کو قیدی بنالیں اگر وہ ان کی مدد کے لئے آ گئے۔ تو وہ ان میں مشغول ہو جائیں گے اور ہم اکیلے قریش سے محاربہ کریں گے۔ چنانچہ حدیث حدیبیہ میں یہ بھی ہے۔ اگر وہ نجات پا گئے۔ تو یہ ایک جماعت ہو گی۔ جس کو اللہ تعالے نے ہم سے کاٹ دیا۔ تو اس طرح ان کی تعدادِ کفر کم ہو جائے گی۔ اور ان کی قوت کمزور ہو جائے گی۔ ابن قیم اور عینی بھی لفظ عنق کو اختیار کیا ہے۔ اور اعناق روسا کو کہتے ہیں۔ مولانا مکیؒ نے اپنی تقریر میں ایک اور طریقہ سے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ کہ یہ جاسوس آپؐ نے مدینہ سے روانہ ہوتے وقت بھیجا تھا۔ کیونکہ مدینہ میں ہی آپؐ کو خبر مل گئی تھی کہ مشرکین آپؐ کے خلاف جمع ہو چکے ہیں۔ اور ان امیل کے معنی اترک قریش مکۃ رامیل الی بلدان الاحابیش اور کرمانیؒ نے من المشرکین جار مجرور کا تعلق قطع سے کیا ہے۔ یعنی قطع منہم ای سوس یعنی پھر جاسوس بھیجنے کا کوئی فائدہ اور اثر ظاہر نہ ہو گا۔ بلکہ ایسا ہو گا کہ ہم نے جاسوس بھیجا ہی نہیں ہے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور لوٹ مار کا ارادہ ترک کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۶۴ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يُخْبِرَانِ خَبَرًا مِّنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ فَكَانَ فِيْمَا اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ لَمَّا كَاتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ وَكَانَ فِيْمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو

وَاَنَّهُ قَالَ لَا يَاْتِيْكَ مِنَّا اَحَدٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهُ اِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَاَبٰى سُهَيْلٌ اَنْ يُّقَاضِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوْا فَتَكَلَّمُوْا فِيْهِ فَلَمَّا اَبٰى سُهَيْلٌ اَنْ يُّقَاضِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ كَاتَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا جَنْدَلِ ابْنَ سُهَيْلٍ يَّوْمَئِذٍ اِلٰى اَبِيْهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَاْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ مِّنَ الرِّجَالِ اِلَّا رَدَّهُ فِيْ تِلْكَ الْمُدَّةِ وَاِنْ كَانَ مُسْلِمًا فَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَكَانَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ مِّمَّنْ خَرَجَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عَاتِقٌ فَجَاءَ اَهْلُهَا يَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْجِعَهَا اِلَيْهِمْ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا اَنْزَلَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ وَعَنْ عَمِّهٖ قَالَ بَلَغَنَا حِيْنَ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرُدَّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَبَلَغَنَا اَنَّ اَبَا بَصِيْرٍ فَذَكَرَهُ بِطُوْلِهٖ ـ

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ نے مروان اور مسور بن مخرمہ دونوں سے عمرہ حدیبیہ کے بارے میں خبر دی کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے حدیبیہ کے دن صلح نامہ لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو سہیل بن عمرو کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپؐ کے پاس ہم میں سے جو شخص بھی آئے گا اگرچہ وہ آپؐ کے دین پر کیوں نہ ہو۔ مگر آپؐ کو اسے ہمارے پاس واپس کرنا پڑے گا۔ اور آپؐ ہمارے اور اس کے درمیان راستہ کھول دیں گے۔ سہیل تو اسی شرط صلح پہ اڑا ہوا تھا۔ اور مومنون اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اسے گراں سمجھتے تھے اور

اس بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ اور سہیل یہی کڑوی گولی کھلانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کے بغیر صلح نہیں ہوسکتی۔ بالآخر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط بھی لکھ دی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن سہیل کے بیٹے حضرت ابو جندلؓ کو واپس کر دیا بلکہ مردوں میں جو آدمی بھی آپؐ کے پاس مسلمان ہو کر آتا اسے واپس کر دیا جاتا اگرچہ وہ مسلمان بھی ہوتا۔ اسے اس مدت میں واپس کیا جاتا رہا۔ اور مؤمنین عورتیں بھی ہجرت کر کے آئیں۔ چنانچہ امّ کلثومؓ بنت عتبہ بن ابی معیط بھی ان لوگوں میں تھی جو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ نوجوان لڑکی تھی۔ جس کے گھر والے اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس لانے کے لئے آتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن عورتوں کے بارے میں لا ترجعوھن الی الکفار والی آیت نازل فرمائی۔
ابن شہاب فرماتے ہیں۔ کہ مجھے عروۃ بن الزبیرؓ نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مؤمن عورتوں کا امتحان لیتے تھے۔ جو ہجرت کر کے آپؐ کے پاس آتی تھیں۔ اس آیت کے مطابق یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات الخ اور ابن شہاب اپنے چچا محمد بن مسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ ہمیں یہ بھی خبر پہنچی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا۔ کہ آپؐ مشرکین کی طرف ان کا وہ خرچہ بھی واپس کریں۔ جو انہوں نے اپنی مہاجرات بیویوں پر خرچ کیا ہے۔ اور پھر ابو بصیرؓ کا تفصیلی قصہ ذکر کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صلح نامہ حدیبیہ کے لکھے جانے کے بعد جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو چند عورتیں بھی ہجرت کر کے آپؐ کے پاس آئیں۔ چونکہ صلح نامہ میں رجل کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ اس لئے عورتوں کو واپس نہیں کیا گیا۔

عاتق بمعنی نوجوان عورت جو چودہ پندرہ برس کی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے تخصیص کر دی۔ لفظ من اگرچہ عام تھا۔ لیکن اس صفت کی تخصیص کر دی گئی۔ عہد شکنی نہیں ہوئی بلکہ صراحۃً حکم آگیا۔ لا ترجعوھن الی الکفار پہلی توجیہ کے مطابق لفظ احد روایت بالمعنی کے طور پر ہوگا۔ ورنہ اصل روایت میں لفظ رجل ہے۔ اور دوسری توجیہ

میں لاتمسکوا بعصم الکوافر کے ذریعہ اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

وبلغنا ان ابا بصیر الخ حضرت ابو بصیرؓ بھی مکہ سے بھاگ کر آئے تھے۔ آپؐ نے حسب معاہدہ ان کو بھی واپس کر دیا۔ لیکن جب یہ مقام ذی الحلیفہ پہ پہنچے۔ تو کھجور کھاتے کھاتے ان نگران شخصوں میں سے ایک کی تلوار لی اور اسے قتل کر دیا۔ اور دوسرا بھاگتا ہوا مسجد نبوی پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔ قتل صاحبی وانا مقتول میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے۔ اور میں قتل ہونے والا ہوں۔ ادھر ابو بصیرؓ بھی پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو لڑائی کو بھڑکانے والا ہے۔ تو یہ سمجھ گئے۔ کہ آپؐ مجھے پھر قریش کے حوالہ کرنے والے ہیں۔ تو انہوں نے مدینہ سے دور کچھ فاصلہ پہ ایک جھونپڑی بنالی۔ وہاں بیٹھ گئے۔ اب جو مسلمان بھی مکہ سے بھاگ کر آتا وہ ان کے پاس پہنچ جاتا۔ ایک جماعت بن گئی۔ قریش کا جو قافلہ شام کی طرف جاتا یہ لوگ اس پہ حملہ کر کے مال و اسباب لوٹ لیتے۔ آدمیوں کو قتل کر دیتے۔ جس سے ان کے پاس بہت کچھ مال بھی جمع ہو گیا۔ آخر قریش نے خود ہی آدمی بھیج کر یہ شرط منسوخ کرائی۔ جس پہ آپؐ کو مجبور کیا گیا تھا۔ اور پھر یہ لوگ بھی مدینہ پہنچ گئے۔

حدیث نمبر ۲۷۶۵ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِی الْفِتْنَةِ فَقَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَیْتِ صَنَعْنَا کَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَیْبِیَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حجاج بن یوسف ثقفی کے فتنہ کے زمانہ میں عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ تو فرمانے لگے۔ اگر ہمیں بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم ایسا ہی کریں گے جیسا کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا تھا۔

چنانچہ انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اس وجہ سے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یعنی جس سال حجاج بن یوسف حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کے

ساتھ قتال کے لئے آیا ہے۔ یہ زمانہ عبد الملک بن مروان کی خلافت کا ہے، عراق اور حجاز حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کے قبضہ میں تھے۔ عبد الملک نے ان کو قتل کرنے کے لئے حجاج بن یوسف کو بھیجا تو وہ حوالی مکہ میں آکر مقیم ہوگیا۔ ان حالات جنگ میں حج وعمرہ ممکن نہیں تھا۔ تو ابن عمرؓ نے احرام تو باندھ لیا۔ فرمایا اگر بیت اللہ تک پہنچ گئے تو عمرہ کے افعال کریں گے ورنہ جیسے حدیبیہ میں آپؐ نے عمرہ کا احرام کھول دیا تھا ہم بھی ایسا کریں گے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهُ اَهَلَّ وَقَالَ اِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَتَلَا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے احرام باندھ لیا اور فرمایا کہ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ آگئی۔ تو میں ایسے کروں گا جیسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ جب کہ کفار قریش نے آپؐ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی تھی۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ اللہ کے رسول میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ بَعْضَ بَنِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهُ لَوْ اَقَمْتَ الْعَامَ فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ لَّا تَصِلَ اِلَى الْبَيْتِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ اَصْحَابُهُ وَقَالَ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً فَاِنْ خُلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَاِنْ حِيلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَا اُرٰى شَاْنَهُمَا اِلَّا وَاحِدًا اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِيْ فَطَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا وَّسَعْيًا وَّاحِدًا حَتّٰى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا۔

ترجمہ۔ حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بعض بیٹوں نے ان سے کہا کہ آپ اس سال گھر پر اقامت کریں۔ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

انہوں نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے تو کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے جانور ذبح کر دیئے۔ آپؐ نے سر منڈوایا اور آپؐ کے اصحاب نے سر کے بال کٹوائے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے عمرہ اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ کھول دیا گیا۔ تو میں بیت اللہ کا طواف کروں گا۔ اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ آ گئی۔ تو میں وہ کروں گا جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ کچھ دیر چلے پھر فرمایا۔ کہ میں حج اور عمرہ دونوں کا حال ایک سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے حج اور عمرہ دونوں واجب کئے ہیں۔ یعنی میں قارن ہوں۔ پھر انہوں نے ایک طواف اور سعی کی پھر دونوں نے اکٹھے احرام کھولا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ قارن کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔ شوافع کا استدلال اس روایت سے ہے۔ نسائی اور موطا امام محمدؒ کی روایت ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے حج اور عمرہ کو جمع کیا۔ ان کے لئے دو طواف اور دو سعی کئے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مستدل ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۶۸ حَدَّثَنِیْ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِیْدِ الخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ النَّاسَ یَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَیْسَ کَذٰلِكَ وَلٰکِنَّ عُمَرَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَۃِ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰہِ اِلٰی فَرَسٍ لَّہٗ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ یَاْتِیْ بِہٖ لِیُقَاتِلَ عَلَیْہِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُبَایِعُ عِنْدَ الشَّجَرَۃِ وَعُمَرُ لَا یَدْرِیْ بِذٰلِكَ فَبَایَعَہٗ عَبْدُ اللّٰہِ ثُمَّ ذَھَبَ اِلَی الْفَرَسِ فَجَاءَ بِہٖ اِلٰی عُمَرَ وَعُمَرُ یَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَاَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُبَایِعُ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَھَبَ مَعَہٗ حَتّٰی بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھِیَ الَّتِیْ یَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَقَالَ ھِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّاسَ

كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَفَرَّقُوا فِي ظِلَالِ الشَّجَرِ فَإِذَا النَّاسُ مُحْدِقُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ انْظُرْ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ أَحْدَقُوا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُونَ فَبَايَعَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عُمَرَ فَخَرَجَ فَبَايَعَ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہیں۔ کہ ابن عمرؓ اپنے باپ عمرؓ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیبیہ کے دن حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک انصار کے آدمی کی طرف گھوڑا لانے کے لئے بھیجا۔ تاکہ اس پر سوار ہو کر جنگ میں حصہ لیا جائے۔ جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شجرہ کے پاس صحابہ کرامؓ سے بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے آپؐ سے بیعت کر لی۔ پھر گھوڑے کی طرف گئے اسے لا کر حضرت عمرؓ کے سپرد کیا۔ حضرت عمرؓ اس وقت جنگ کے لئے زرہ لگا رہے تھے۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے ان کو خبر دی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ چل پڑے۔ حضرت عبداللہ بھی ان کے ہمراہ گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ پس یہ قصہ ہے جس کو لوگ بیان کرتے پھرتے ہیں کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام لائے۔ اور دوسری سند ھشام میں خود ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جو درختوں کے سائے کے نیچے پھیل گئے۔ پس اچانک لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھراؤ کئے ہوئے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے عبداللہ! دیکھو لوگوں کا کیا حال ہے کہ لوگوں نے آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھراؤ کیا ہوا ہے۔ پس انہوں نے لوگوں کو پایا کہ وہ آپؐ سے بیعت کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے بیعت کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس واپس آکر بتایا تو وہ گئے اور بیعت کی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | عند رجل من الانصار ص۶۰۱ ۲۲ وہ انصاری آدمی لشکر کے ایک کنارے پر تھا۔ جس سے حضرت عمرؓ نے قتال کے لئے گھوڑا مانگا۔ کیونکہ ان حضرات کا گمان

یہ تھا کہ کفار قریش کے ساتھ لامحالہ لڑائی ہو کر رہے گی۔ اور دوسری حدیث میں جو ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور گھیراؤ کرنے والی قوم کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ کو ان دونوں کام کے لئے بھیجا ہے۔ تو انہوں نے گھوڑا بھی لاکر دیا۔ اور قوم کی خبر بھی لاتے اور خود بھی بیعت کر آئے۔ اب راویوں نے ان میں سے ہر ایک کو الگ بیان کیا۔ دونوں کو اکٹھا بیان نہیں کیا۔

فھی التی یتحدث الناس اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر بیعت اسلام معلوم ہوتی ہے۔ پس جس شخص کو حضرت عمرؓ کے اسلام فی المدینہ کا علم نہیں۔ جب اس نے بیعت کا لفظ سنا تو اس نے سمجھا کہ ابن عمرؓ اپنے باپ سے پہلے بیعت الاسلام کر کے آتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو بیعت رضوان تھی۔ حضرت عمرؓ تو مکہ میں مسلمان ہو چکے تھے۔ اور جس شخص کو بیعت رضوان کا اور اسلام عمرؓ کا علم ہے۔ وہ تو واقعہ کو اسی طرح جانتا ہے۔ جیسا کہ نفس الامر میں ہے۔ اس کو لفظ بیعت سے دھوکہ نہیں لگتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ جس طرح شیخ گنگوہیؒ نے جمع بین الحدیثین کیا ہے۔ حافظؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور جمع یوں بھی ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اپنے بیٹے عبداللہ کو گھوڑا لانے کے لئے بھیج رہے ہوں۔ دریں اثنا لوگوں کو آپؐ کے پاس جمع دیکھا تو فرمایا کہ ان کا حال بھی معلوم کرتے آنا۔ کہ یہ کیوں جمع ہو رہے ہیں۔ تو حضرت عبداللہؓ نے پہلے قوم کا حال معلوم کیا۔ جس کے نتیجہ میں بیعت کر لی۔ پھر گھوڑا لاکر حاضر کیا اور باپ کو لوگوں کے اجتماع کا حال بتایا۔ انہوں نے آکر بعد ازاں بیعت کی۔ اور ابن عمرؓ نے بھی دوسری مرتبہ بیعت کر لی۔ اس طرح روایات جمع ہو جاتی ہیں۔ اور ایک بیعت ہجرت ہے جو مدینہ میں ہوئی۔ تو اس طرح تین روایات ہو گئیں۔

حدیث نمبر ۳۷۶۹ حدثنا ابنُ نُمَيْرٍ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِي اَوْفٰى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اعْتَمَرَ فَطَافَ فَطُفْنَا مَعَهٗ وَصَلّٰى وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا نَسْتُرُهٗ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيْبُهٗ اَحَدٌ بِشَيْءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ نے قضا عمرہ کیا ہے۔ تو ہم آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پس آپؐ نے طواف کیا۔ اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ طواف کیا۔ آپؐ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپؐ نے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ لگائی تو ہم مکہ والوں سے آپؐ کی حفاظت کر رہے تھے کہ کہیں کوئی آپؐ کو تکلیف نہ پہنچائے۔

تشریح از قاسمیؒ | امام بخاریؒ اس حدیث کو اس باب میں اس لئے لاتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ عمرہ حدیبیہ میں آپؐ کے ہمراہ تھے اور شجرہ کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔ نیز! عمرۃ القضاء میں بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۷۰ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَبُوْ وَائِلٍ لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ مِنْ صِفِّيْنَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَخْبِرُهُ فَقَالَ اتَّهِمُوا الرَّأْيَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ يَوْمَ أَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَرُدَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَهُ لَرَدَدْتُ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلٰى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ قَبْلَ هٰذَا الْأَمْرِ مَا نَسُدُّ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا انْفَجَرَ عَلَيْنَا خُصْمٌ مَا نَدْرِيْ كَيْفَ نَأْتِيْ لَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سہل بن حنیفؓ صفین سے واپس آئے۔ تو ہم ان میں سے احوال معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے تو اپنی رائے قتال میں پکی کر لی ہے۔ اور مجھے کوتاہی میں متہم کرتے ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں کبھی مصلحت کی بنا پر جنگ میں کوتاہی برتی جاتی ہے۔ اور وقت ضرورت کوتاہی نہیں کی جاتی۔ دیکھو میں حضرت ابو جندلؓ کے واپس کئے جانے کے دن اگر مجھے طاقت ہوتی تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو رد کر دیتا۔ لیکن مصلحتیں اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ اور ہمارا حال یہ تھا کہ اس معاملہ سے پہلے جب ہم کسی مشکل کام کے لئے تلواریں اپنے کندھوں پر رکھتے تھے۔ تو وہ تلواریں ہمیں ایسے معاملہ تک پہنچاتی تھیں جس کی سہولت کو ہم

سمجھتے تھے۔ مگر یہ فتنہ ایسا ہے کہ اگر ہم اس کے ایک کنارے کو بند کرتے ہیں۔ تو دوسرا کنارہ ہم پر بہہ پڑتا ہے۔ پس ہم حیران ہیں کہ کیا رویہ اختیار کریں۔ اس لئے میں نے تو مسلمانوں کے خون کی حفاظت اور مسلمانوں کو لڑائی سے بچانے کے لئے قتال کو ترک کر دیا ہے۔ یہ فتنہ بڑا مشکل ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگ ہے۔ دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | نستخبرہ فقال انتھوا الخ ص۶۰۲ روایت میں اختصار ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کما اتیناہ نستخبرہ فبین لنا ما خبری لہ ولاصحابہ بنا۔ یعنی جب ہم ان سے حالات معلوم کرنے کے لئے گئے تو انہوں نے وہ واقعات سنائے جو ان کو اور ان کے ساتھیوں کو وہاں پیش آئے۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے لشکریوں سے کہا جو صلح سے انکار کر رہے تھے۔ اور جنگ کو پسند کرتے تھے۔ بلکہ لوگوں کو اس کی ترغیب دے رہے تھے۔ تو انہوں نے ہماری رائے کو متہم کر دانا۔ حالانکہ مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی مصلحت کا یہی تقاضا تھا کہ صلح کر لی جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مسند احمد میں یہ حدیث مفصل مرقوم ہے۔ کہ صفین میں جب اہل الشام قتل ہونے لگے۔ تو ایک ریت کے ٹیلے کے پیچھے پناہ پکڑی۔ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی تجویز پر کتاب اللہ کو حکم بنانے کا اعلان کیا گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ایک چال ہے۔ خوارج نے کہا کہ ہم ٹیلے کے پیچھے جا کر ان کا صفایا کرتے ہیں۔ تو اس موقعہ پر حضرت سہل بن حنیفؓ نے فرمایا کہ لوگو! ذرا اپنی رائے پر غور کر لو۔ مصلحت صلح کرنے میں ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس حدیث پر اشکال ہے۔ کہ جب ابو وائل خود صفین کی جنگ میں موجود تھے۔ انہیں سہل بن حنیفؓ سے احوال پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ مسند احمد کی مفصل روایت اور خود بخاری کی روایت ہے کہ ابو وائل کہتے ہیں۔ میں خود صفین میں موجود تھا۔ کہ سہل بن حنیفؓ اٹھ کر کہنے لگے۔ اتھموا رأیکم الخ۔

حدیث نمبر ۳۷۷۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَؓ قَالَ اَتٰى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ

عَلٰی وَجْہِیْ فَقَالَ اَیُؤْذِیْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِیْنَ اَوِ انْسُكْ نَسِیْكَةً قَالَ اَیُّوْبُ لَا اَدْرِیْ بِاَیِّ هٰذَا بَدَاَ۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ حدیبیہ کے زمانہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ تو جوئیں میرے چہرہ پر گر رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تیرے سر کی جوئیں تجھے تکلیف دے رہی ہیں۔ میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا سر منڈوا دو۔ اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ یا ایک جانور ذبح کرو۔ ایوب فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کس سے ابتدا کی۔

حدیث نمبر ۲۷۷۳ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَیْبِیَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ قَالَ وَكَانَتْ لِیْ وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰی وَجْهِیْ فَمَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُؤْذِیْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب کہ ہم احرام باندھے ہوئے تھے۔ اور مشرکین مکہ نے ہمیں روک دیا تھا۔ اور میرے سر پہ لمبے لمبے بال تھے۔ تو جوئیں میرے چہرہ پہ گرنے لگیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس سے گذر ہوا۔ تو آپؐ نے پوچھا۔ کیا تیرے سر کی جوئیں تجھے تکلیف دی رہی ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزے کا فدیہ دے یا صدقہ کرے یا قربانی ذبح کرے۔

بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ

ترجمہ۔ باب عکل اور عرینہ والوں کا قصہ

حدیث نمبر ۳۷۷۳ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْاَعْلٰی ... اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوْا بِالْاِسْلَامِ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا اَهْلَ ضَرْعٍ وَّلَمْ نَكُنْ اَهْلَ رِيْفٍ وَّاسْتَوْخَمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَّرَاعٍ وَّاَمَرَهُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا فِيْهِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَاَمَرَهُمْ فَسَمَرُوْا اَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوْا اَيْدِيَهُمْ وَتُرِكُوْا فِيْ نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوْا عَلٰى حَالِهِمْ قَالَ قَتَادَةُ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ وَقَالَ شُعْبَةُ ... عَنْ قَتَادَةَ مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَنَسٍ قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ عُكْلٍ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ میں آئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انہوں نے اسلام کا کلمہ پڑھا۔ کہنے لگے یا نبی اللہ! ہم مال مویشی والے لوگ ہیں۔ کھیتی باڑی نہیں ہے۔ ہمیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ ہمارے کچھ اونٹ اور چرواہا ہے۔ ان کے پاس جاؤ۔ وہاں ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ پس وہ گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ حرۃ کے نواح میں تھے تو اسلام کے بعد انہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ آپؐ کے چرواہے حضرت یسارؓ کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی خبر پہنچی تو آپؐ نے ان کی تلاش کے لئے ایک فوجی دستہ بھیجا۔ پکڑے گئے۔ پس آپؐ نے ان کے

متعلق حکم دیا۔ کہ ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں اور ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ اور حرہ کے کنارے ان کو پھینک دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اسی حال میں مر گئے۔ قتادہ اسی سند سے فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث بھی پہنچی کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ وخیرات کی ترغیب دیتے تھے اور ناک کان کاٹنے سے منع کرتے تھے۔ شعبہ کی سند میں صرف عرینہ کا ذکر ہے اور یحییٰ کی سند میں عکل کا ہے۔ دونوں کا نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنی اس حدیث میں ناسًا کہا گیا ہے۔ تعداد نہیں بتلائی گئی۔ بعض روایات میں تعداد سات ہے۔ تین عکل سے اور چار عرینہ سے مل جاتا ہے یا اس کا برعکس ہے۔

تکلموا بالاسلام درحقیقت یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے۔ زبانی کلامی کلمہ پڑھا تھا۔ وخم بیماری کو بھی کہتے ہیں۔ جس میں پیٹ اور آب وہوا کے موافق نہ آنے کو بھی وخم کہتے ہیں۔ ریف زراعت کو کہتے ہیں۔ اہل زرع یعنی کھیتی باڑی والے تو ایک جگہ رہ سکتے ہیں۔ لیکن اہل ضرع مال مویشی والے خانہ بدوش ہوتے ہیں۔ ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ الطلب جمع طالب کی۔

حدیث نمبر ۳۷۷۴ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰی اَبِیْ قِلَابَۃَ وَکَانَ مَعَہٗ بِالشَّامِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ یَوْمًا قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ ہٰذِہِ الْقَسَامَۃِ فَقَالُوْا حَقٌّ قَضٰی بِہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَضَتْ بِہَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَکَ قَالَ وَاَبُوْ قِلَابَۃَ خَلْفَ سَرِیْرِہٖ فَقَالَ عَنْبَسَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ فَاَیْنَ حَدِیْثُ اَنَسٍ فِی الْعُرَنِیِّیْنَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَۃَ اِیَّایَ حَدَّثَہٗ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ قَالَ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ صُہَیْبٍ عَنْ اَنَسٍ مِّنْ عُرَیْنَۃَ وَقَالَ اَبُوْ قِلَابَۃَ عَنْ اَنَسٍ مِنْ عُکْلٍ ذَکَرَ الْقِصَّۃَ۔

ترجمہ۔ ابو رجاء جو ابو قلابہ کے غلام ہیں وہ ان کے ہمراہ شام میں تھے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ طلب کیا کہ تم لوگ قسامۃ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا وہ حق ہے۔ اس کا فیصلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور آپ سے پہلے

خلفاء نے بھی کیا۔ ابو قلابہ خلیفہ کے تخت کے پیچھے بیٹھے تھے۔ عنبسۃ بن سعید اموی نے کہا کہ عرنیین کے بارے میں جو حضرت انسؓ کی حدیث ہے۔ وہاں کہاں جائے گی کہ جس میں قصاص لیا گیا ہے۔ ابو قلابہ نے کہا یہ حدیث مجھے خود حضرت انس بن مالکؓ نے بیان فرمائی۔ البتہ عبد العزیز عن انس من عرینہ کہتے ہیں اور ابو قلابہ عن انس من عکل کہتے ہیں۔ پھر قصہ بیان کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قسامۃ کا مسئلہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پیش ہوا جس میں وہ بہت حیران و پریشان تھے۔ لوگوں سے مشورہ لیا۔ قسامۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی مقتول محلہ میں پایا جائے اور اس کا قاتل معلوم نہ ہو سکے۔ شک و شبہ بھی کسی پہ نہ ہو۔ تو حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مدعیٰ علیہم پچاس قسمیں اٹھائیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ پہلے مدعیٰ علیہ قسم اٹھائے پھر دوسرے لوگ اور مدعی بھی قسم اٹھائے۔ حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ مدعی کے ذمہ تو بینہ گواہ ہوتے ہیں۔ مدعیٰ علیہ قسم اٹھائے اس کے بعد اسے دیت دینی پڑے گی۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ قسم کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے۔ اگر لوث پایا جائے۔ یعنی کوئی دشمن وغیرہ یا شک و شبہ ہو۔ تو اولیاء مقتول پچاس قسمیں اٹھائیں۔ لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ لوث کی صورت میں قصاص لیا جائے گا۔ امام صاحبؒ کے نزدیک قصاص نہیں ہے دیت ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے یہی مسئلہ پیش ہوا کہ آیا قسامۃ میں قصاص ہے یا نہیں ہے۔ اگر مدعیٰ علیہم قسمیں نہ اٹھائیں۔ تو امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت تک ان کو قید میں رکھا جائے۔ جب تک کہ قسم کھانے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔

قالوا الحق یعنی القصاص حق تو عمر بن عبد العزیزؒ نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ کیا تمہارا بھی یہی مشورہ ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ آپ نے مجھ سے سوال کر کے مجھے ان لوگوں کے سامنے ڈال دیا ہے۔ اب سنو! اگر چند آدمی پچاس قسمیں کھا کر کہیں کہ فلاں آدمی نے حمص میں زنا کیا ہے۔ ہم نے دیکھا نہیں تو کیا اس پہ حد زنا جاری ہو گی۔ اسی طرح کسی نے کہا۔ کہ وہ فلاں شخص نے چوری کی۔ ہم نے اسے چوری کرتے دیکھا نہیں۔ لیکن پچاس قسمیں کھا لیتے ہیں۔ تو حد سرقہ اس پہ جاری ہو گی۔ ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جواب تھا کہ نہیں۔ تو اخف الحدود میں قسموں کا اعتبار نہیں ہے۔ قتل تو اہم ہے۔ جب کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا نہیں۔

تو پچاس قسموں پر اعتبار کر کے قصاص کیوں لیا جاتا ہے۔ انہوں نے حضرت انسؓ کی روایت پڑھی۔ کہ لایحل دم امرء مسلم الا بثلث قتل نفس ارتداد اور زنا تو عنبسہ نے اس حصر پہ اعتراض کیا۔ کہ دیکھو عرنیین کے واقعہ میں قصاص کیوں لیا گیا۔ تو ابوقلابہ نے فرمایا۔ کہ وہ تو قطاع الطریق تھے۔ مرتد ہو گئے۔ قتل نفس بھی کیا۔ تو ان تینوں امور کی وجہ سے ان سے قصاص لیا گیا۔ تو عرنیین کی روایت اس حصر کے خلاف نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں امام بخاریؒ امام صاحبؒ کے ساتھ ہیں۔ اور سب ائمہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | **اھل ضرع** ص۶۰۲ س۱۶ یہ صفرا کی بیماری کا اور آب و ہوا کے موافق نہ آنے کا سبب ذکر کیا۔ کیونکہ وہ لوگ دودھ کے عادی تھے گندم کی روٹی اور جو سے تو صفرا کا پیدا ہونا لازمی تھا۔ باقی قسامۃ کا مسئلہ امام بخاریؒ اپنے محل پہ بیان فرمائیں گے۔

سولہواں پارہ ختم ہوا۔ الحمدللہ علی ذلک۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ بروز منگل بوقت تین بجے شام

سترھواں پارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے رحم والا

باب غزوۃ ذات القرد

وھی الغزوۃ التی أغاروا علی لقاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل خیبر بثلاث.

ترجمہ۔ یہ وہ غزوہ ہے جس میں خیبر سے تین دن پہلے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر غارت اور لوٹ مار کی۔

حدیث نمبر ۳۷۷۵ حدثنا قتیبۃ الخ سمعت سلمۃ بن الاکوع یقول خرجت قبل أن یؤذن بالأولی وکانت لقاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترعی بذی قرد قال فلقینی غلام لعبد الرحمٰن بن عوف فقال أخذت لقاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت من أخذھا قال غطفان قال فصرخت ثلث صرخات یا صباحاہ قال فاسمعت ما بین لابتی المدینۃ ثم اندفعت علی وجھی حتی أدرکتھم وقد أخذوا یستقون من الماء فجعلت أرمیھم بنبلی وکنت رامیا وأقول أنا ابن الأکوع الیوم یوم الرضع وأرتجز حتی استنقذت اللقاح منھم واستلبت منھم ثلثین بردۃ قال وجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس فقلت یا نبی اللہ قد حمیت القوم الماء وھم عطاش فابعث إلیھم الساعۃ فقال یا ابن الأکوع

مَلَكْتَ فَاسْجِحْ قَالَ ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ حَتّٰى دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ میں پہلی اذان سے پہلے گھر سے نکلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیاں ذی قرد میں چر رہی تھیں۔ مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نوکر ملا۔ جس نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑلی گئی ہیں۔ میں نے پوچھا کون پکڑ کر لے گیا ہے۔ اس نے کہا۔ غطفان کے لوگ لے گئے۔ تو میں نے دستور کے مطابق تین چیخیں لگائیں۔ کہ یا صباحاہ کہ صبح کے وقت ڈاکہ پڑ گیا۔ تو مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کی آبادی کو یہ آواز سنوادی۔ اور میں خود جلدی سے دوڑ لگا کے ان کو اس حال میں جا پکڑا کہ وہ پانی پینا شروع کر رہے تھے۔ میں چونکہ تیر انداز تھا۔ اس لئے میں نے انہیں تیر مارنے شروع کر دیئے۔ اور یہ رجز یہ شعر پڑھتا تھا۔ کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج کا دن کمینے لوگوں کی تباہی کا دن ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ساری اونٹنیاں ان سے چھڑالیں۔ اور ان کی تیس ۳۰ چادریں بھی میں نے چھین لیں۔ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگ بھی پہنچ گئے۔ میں نے کہا یا نبی اللہ! وہ لوگ پیاسے تھے۔ میں نے پانی پینے سے ان کو روک دیا۔ پس ابھی آپؐ ان کے پیچھے آدمی بھیجیں۔ تاکہ انہیں پکڑ لایا جائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابن الاکوع آپ اپنی اشیاء کے مالک بن گئے۔ اب ان پر نرمی کریں۔ فرماتے ہیں کہ پھر ہم واپس لوٹے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی اونٹنی عضباء پر پیچھے بٹھایا۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذی قرد ایک جگہ کا نام ہے۔ جو مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ پیادوں میں حضرت سلمہ بن الاکوعؓ نہایت تیز رفتار تھے۔ اور دوڑتے ہوئے اونٹ کو پکڑ کر اس پر چڑھ جاتے تھے۔ اور اس کے سوار کو قتل کر دیتے۔ جیسے غزوۂ حنین میں ایک واقعہ پیش آیا۔ اور سواروں میں حضرت قتادہؓ نہایت تیز رفتار تھے۔

یا صباحاہ عادت عرب کی یہ تھی۔ کہ صبح کے وقت لوٹ مار کرتے تھے۔ تو اپنی قوم کو اطلاع دینے کے لئے یا صباحاہ کا نعرہ لگاتے۔ اسے تصبیح کہتے تھے۔

رضع جمع راضع کی بمعنی لئیم کمینہ۔ اصلی معنی تو دودھ پینے والے ہیں۔ لئیم وہ کنجوس جو خود تو خرچ نہ کرے دوسرے کو خرچ کرتے ہوتے دیکھ کر اسے دکھ ہو۔ رضیع وہ شخص کہلاتا تھا۔ گائے۔ بھینس اونٹنی کا دودھ دوہتا نہیں تھا۔ تھن کو منہ لگا کر پیتا۔ تاکہ کوئی فقیر آواز سن کر آنہ جائے۔ تو جو شخص اتنا کنجوس ہو کہ وہ دودھ دوہنے کی آواز بھی نہیں سنانا چاہتا وہ لئیم نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ فرزدق شاعر سے کسی نے پوچھا۔ کہ اشعر الناس کون ہے۔ تو وہ اسے اپنے باپ کے پاس لے لیا۔ جو تھن سے دودھ پی رہا تھا۔ کہا دیکھو کتنا لئیم ہے۔ اس کے پوتے بچے چیختے رہتے ہیں۔ وہ ان کو دودھ نہیں پلاتا۔ بایں ہمہ میں افتل اور ضریر سے لڑتا رہتا ہوں۔ تو اشعر الناس میں ہوں کہ اپنے عیب کو ثابت نہیں ہونے دیتا۔

یوم الرضع یعنی لئیموں کے ہلاک ہونے کا دن ہے۔ استنقذت اللقاح چونکہ حضرت سلمہؓ تیرانداز تھے۔ تیر پھینکتے تھے جو ان کو جا کر لگتے تھے۔ وہ خفت کے لئے بھاگتے ہوئے چادریں چھوڑتے جاتے تھے۔ اور یہ ان پر پتھر رکھ دیتے تھے۔ اس طرح انہوں نے تیس[۳۰] چادریں جمع کر لیں اور اونٹنیاں بھی چھڑالیں۔

ملکت فاسجح یہ ایک ضرب المثل ہے۔ یعنی جو شخص اپنا مقصد حاصل کر چکا ہے۔ اسے تشدد نہ کرنا چاہیئے۔ البتہ قبل از غلبہ تشدد کر سکتا ہے۔ تو ملکت فاسجح اے قدرت علیھم وغلبت فارفق یعنی جب تم نے غلبہ حاصل کر لیا تو اب ان پر نرمی کرو۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی عمر بھی بہت تھی۔ اسی وجہ سے امام بخاریؒ کے پاس جو ان کی ثلاثیات ہیں وہ اکثر انہیں حضرت سلمہؓ سے ہیں۔ کہ امام بخاریؒ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین آدمیوں کا واسطہ ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ

ترجمہ۔ باب خیبر کی جنگ کا قصہ

حدیث نمبر ۳۷۷۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ اَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ

حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ أَدْنٰى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

ترجمہ۔ حضرت سوید بن نعمانؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ وہ خیبر والے سال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب ہم صہبار مقام تک پہنچے جو خیبر کے قریب واقع ہے۔ آپؐ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر توشے منگائے تو سوائے ستو کے کچھ نہ لایا گیا۔ پس آپؐ نے اس کو بھگونے کا حکم دیا۔ جسے آپؐ نے بھی کھایا اور ہم نے بھی کھایا۔ پھر آپؐ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہ بنائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خیبر ایک شہر کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے آٹھ برید کے فاصلہ پر ہے۔ جس میں یہودیوں کے بہت سے چھوٹے چھوٹے قلعے تھے۔ جہاں ان کی بڑی طاقت جمع ہو گئی تھی۔ آپؐ جب مدینہ تشریف لائے ہیں تو اس وقت مدینہ اور خیبر میں یہود رہتے تھے۔ بنو نضیر بنو خزرج کے علاوہ بنو قینقاع بھی تھے۔ بنو نضیر تو جلا وطن ہوئے۔ بنو قریظہ قتل کر دیئے گئے۔ حیی بن اخطب سردار خیبر بھی بنو قریظہ کے ہمراہ قتل کر دیئے گئے۔ جو بہت بڑا مالدار تھا۔ جب یہ بنو نضیر کے ہمراہ مدینہ سے نکلا ہے۔ تو اپنا خزانہ جو چمڑے کی ایک مشک میں سونا چاندی بھرا ہوا تھا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا چاندی لے جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ اگر تم نے اپنا خزانہ چھپایا۔ تو پھر عہد معاہدہ ختم ہو جائے گی۔ اس شرط کو ان لوگوں نے قبول کیا تھا۔ جب آپؐ نے حیی بن اخطب کے خزانہ کے متعلق پوچھا تو بتلایا گیا کہ ذاتی نفقات اور جنگی کاموں میں خرچ ہو چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابھی تو تھوڑا زمانہ گزرا ہے۔ وہ ختم کیسے ہو گیا۔ بہر حال آپؐ نے حضرت علیؓ کی حفاظت میں ان کا گھر سپرد کر دیا۔ حضرت علیؓ نے اس کے لڑکے کو ایک جگہ گھومتے پھرتے دیکھا۔ انہیں شک گزرا کہ یہاں کوئی شے ضرور ہے۔ بیت المال کے لئے میت کی جائداد معلوم کرنے کے لئے دشواری ہوتی تھی۔ تو قاعدہ یہ تھا۔ کہ مرتے وقت میت کی آنکھ جس طرف ہوتی یا متوجہ ہوتا اس جگہ کو کھودا جاتا تو عموماً

اشرفیاں نکلتی تھیں۔ ایک شخص کا واقعہ ہے کہ مرتے وقت اس نے بارہ تیرہ اشرفیاں دہی کے ساتھ کھالی تھیں۔ صرف تین چار باقی رہ گئی تھیں۔ جب معلوم کرایا گیا۔ تو سب اشرفیاں اس کے پیٹ سے نکل آئیں۔ بہرحال حضرت علیؓ نے اس جگہ کو کھودنے کا حکم دیا۔ تو وہاں سے اشرفیاں نکلیں۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اب ہمارے ساتھ تمہارا معاہدہ نہیں رہا۔ تو حدیبیہ کے بعد آپؐ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۷۷۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَسِرْنَا لَيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ يَا عَامِرُ أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا أَبْقَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

وَأَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا إِنَّا إِذَا صِيْحَ بِنَا أَبَيْنَا

وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا السَّابِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْلَا أَمْتَعْتَنَا بِهِ فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتّٰى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيْدَةٌ ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِيْ فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ أَوْقَدُوْا نِيْرَانًا كَثِيْرَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ النِّيْرَانُ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ تُوْقِدُوْنَ قَالُوْا عَلٰى لَحْمٍ قَالَ عَلٰى أَيِّ لَحْمٍ قَالُوْا عَلٰى لَحْمِ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْرِيْقُوْهَا وَاكْسِرُوْهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْ نُهَرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ أَوْ ذَاكَ فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيْرًا فَتَنَاوَلَ بِهِ سَاقَ يَهُوْدِيٍّ لِيَضْرِبَهُ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ فَأَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ

فَمَاتَ مِنْهُ قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوا قَالَ سَلَمَةُ رَاٰنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِيْ قَالَ مَالَكَ قُلْتُ لَهُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ زَعَمُوْا اَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ اِنَّ لَهُ اَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ اَصْبَعَيْهِ اِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشٰى بِهَا مِثْلَهُ۔

ترجمہ: حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ پس رات بھر ہم چلتے رہے۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے حضرت عامرؓ سے کہا کہ کیا اپنے اشعار میں سے آپ ہمیں کچھ نہیں سناتے۔ کہ اس طرح سفر قطع ہو۔ حضرت عامرؓ ایک شاعر آدمی تھے۔ تو وہ اتر کر حدی پڑھتے ہوئے قوم کی اونٹنیوں کو ہانکنے لگے۔ فرماتے تھے۔ اے اللہ! اگر آپ کی توفیق نہ ہوتی تو نہ ہمیں ہدایت نصیب ہوتی نہ ہم صدقہ خیرات کرتے۔ اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ پس جب تک ہم زندہ رہیں ہماری بخشش فرما۔ تجھ پہ قربان ہو۔ اور جب ہماری دشمنوں سے لڑائی شروع ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ اور ہم پہ سکون واطمینان نازل کرنا۔ کیونکہ جب ہمیں غیر حق کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو ہم انکار کرتے ہیں۔ اور بلند آوازیں دے کر ہمارے خلاف انہوں نے مدد طلب کی ہے۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدی پڑھ کے اونٹوں کو ہانکنے والے کون ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے بتلایا کہ حضرت عامر بن الاکوعؓ ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کی اس پہ رحمت ہو۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا۔ کہ اے نبی اللہ! اس کی شہادت واجب ہوگئی۔ کاش آپؐ ہمیں کچھ عرصہ اس سے فائدہ حاصل کرنے دیتے۔ یعنی وہ زندہ رہتا تو ہمیں نفع دیتا۔ بہرحال ہم خیبر میں پہنچے۔ تو ہم نے خیبر والوں کا محاصرہ کیا۔ جس کی وجہ سے ہمیں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ہمیں ان پہ فتح نصیب فرمائی۔ جس دن فتح ہوئی اسی کی شام کو صحابہ کرامؓ نے خوب آگ روشن کی۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ یہ آگ کس چیز پہ روشن یا جلائی جارہی ہے۔ کہا گوشت پک رہا ہے۔ پوچھا کس کا گوشت ہے۔ صحابہؓ نے بتلایا کہ گھریلو گدھے کا گوشت ہے۔ آپؐ نے فرمایا گوشت گرا دو اور ہانڈیاں توڑ ڈالو۔ تو ایک آدمی بولا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ گوشت

گرا کر ہانڈیاں دھولیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا ایسا ہی سہی۔ پس جب دشمنوں کے مقابلہ میں صف بندی ہوئی۔ حضرت عامر بن الاکوعؓ کی تلوار چھوٹی تھی۔ تو وہ اس کو ایک یہودی کی پنڈلی پہ مارنا چاہتے تھے۔ اتفاق کی بات کہ ان کی تلوار کی دھار حضرت عامرؓ کے گھٹنے کے ایک کنارے کو لگی جس سے وہ وفات پا گئے۔ فرماتے ہیں جب صحابہ کرامؓ خیبر سے واپس ہوئے۔ تو حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے مجھے غمگین دیکھا۔ آپؐ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ پوچھا کیوں غمگین ہو۔ میں نے کہا۔ میرا باپ اور ماں آپؐ پہ قربان ہوں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ عامر نے خودکشی کی ہے۔ اس لئے اس کے سارے اعمال اکارت گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کہا ہے غلط کہا ہے۔ بے شک اس کے لئے تو دوہرا ثواب ہے۔ ایک طاعتِ الٰہی میں کوشش کرنے کا۔ دوسرے جہاد فی سبیل اللہ کا۔ تو آپؐ نے دونوں انگلیوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بے شک وہ طاعت الٰہی میں کوشش کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ تھا۔ کوئی عربی مشکل سے ہی اس جیسا ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ هنیهات رجزیہ اشعار کو کہتے ہیں۔ الا تسمعنا الخ پہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ اشعار تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے بتلائے گئے ہیں۔ اور اس کا انہیں کو حضرت عامرؓ کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ یہ اشعار دونوں کے ہیں۔ سرقہ نہیں۔ بلکہ یہ خیالات کا توافق ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ اشعار تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہیں۔ جن کو عامرؓ نے یاد کر لیا تھا۔ اس لئے ان کی طرف منسوب کر دیئے گئے۔

فاغفر فداء لک لک کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اس صورت میں انتشار ضمائر لازم آئے گا۔ لیکن جب فاغفر کے معنے فاداہ بالمغفرۃ کے ہوں تو پھر تشتت ضمائر لازم نہیں آئے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ ایک ہی کلام میں ضمائر مختلف چیزوں کی طرف راجع ہوں۔ اس میں قباحت نہیں بلکہ بلاغت میں داخل ہے۔ جیسے صفت التفات میں ہوا کرتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ فداء اور فاغفر کی ضمائر دونوں کا مرجع لفظ جلالت یعنی اللہ تعالیٰ ہیں۔ لیکن فداء کے معنی طاعت کے ہیں۔ معنی ہوں گے۔ نحن مطیعون لک کا طاعۃ

مفدی لہ۔ کہ ہم تیرے ایسے اطاعت گزار ہیں۔ جیسے مفدی لہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ صیح لڑائی کے لئے شور مچانا۔ قال یرحمہ اللہ عادت یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے متعلق یرحمہ اللہ فرما دیتے تو وہ غزدہ میں شہید ہو جاتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ من هنيهاتك ص۶۰۳ س۱۳ حضرات شراح نے هنيهات کی نسبت حضرت عامرؓ کی طرف کرنے کے جوابات دے کر تکلف کیا ہے۔ حالانکہ نسبت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ اشعار پڑھنے والے اور سنانے والے کے ہوں۔ بلکہ اضافت کے لئے ادنیٰ ملابستہ بھی کافی ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جو اشعار تمہیں یاد ہوں وہ سناؤ۔ تو رادی کان عامر رجلا شاعراً کہنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اشعار بھی انہیں کے ہوں بلکہ بسا اوقات شاعر کسی غیر کے اشعار سے رجز کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ هنيهات هنيهة کی جمع ہے جو هنة کی تصغیر ہے۔ اس سے مراد رجزیہ اشعار ہیں۔ اور حافظؒ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ ممکن ہے ان اشعار میں دونوں شعراء کا توارد ہوا ہو۔ کیونکہ دونوں کے اشعار میں کمی بیشی ہے۔ کہ ایک کے اشعار میں کچھ ابیات ایسے ہیں جو دوسرے کے اشعار میں نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ عامرؓ نے ابن رواحہؓ کے اشعار سے مدد لی ہو۔

وانی ای ازی علی حزنا چنانچہ عنقریب کتاب الادب میں آرہا ہے۔ کہ رأنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاجبًا ای مستغیر اللون اور بعض میں ہے۔ انا ابکی میں رو رہا تھا۔

تشریح از قاسمی سیرت حلبی میں ہے کہ اس شہر کا نام خیبر اس لئے رکھا گیا کہ اس کو خیبر نامی شخص نے آباد کیا تھا۔ جو یثرب کا بھائی تھا۔ جس نے مدینہ آباد کیا۔

اور بعض نے کہا۔ خیبر لغتِ یہود میں قلعہ کو کہتے ہیں۔ یہ شہر مضبوط قلعوں والا تھا۔ حدیبیہ سے واپسی پر ایک مہینہ ٹھہرنے کے بعد محرم ۷ھ میں آپؐ خیبر پر حملہ آور ہوئے۔

فداء لک اللہ تعالیٰ کے بارے میں فداء کہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ اس شخص کے ساتھ مختص ہے۔ جس پر فناء کا امکان ہو۔ اللہ تعالیٰ فنا سے منزہ ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ کہ اس سے دعاء مقصود نہیں ہے۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ فداء لک میں لام تعلیل کے لئے ہے۔

یعنی تیری وجہ سے ہم اپنے آپ کو قربان کرتے ہیں۔ یا فداءً لبیک و لدینک کے معنی ہوں گے کہ تیرے نبی یا تیرے دین پر قربان ہوں۔

حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ الخ قَالَ نَشَابِہَا یعنی حاتم نے شابہا کی بجائے نشابہا پڑھا ہے۔ ھا ضمیر مجرور حرب کی طرف اور نشا کے معنی شب اکبر یعنی بہت کم کسی عربی نے ان کی طرح جنگ کو بھڑکایا ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۷۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی خَیْبَرَ لَیْلًا وَّکَانَ اِذَا اَتٰی قَوْمًا بِلَیْلٍ لَمْ یُغِرْ بِہِمْ حَتّٰی یُصْبِحَ فَلَمَّا اَصْبَحَ خَرَجَتِ الْیَہُوْدُ بِمَسَاحِیْہِمْ وَمَکَاتِلِہِمْ فَلَمَّا رَاَوْہُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰہِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِیْسُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت خیبر پہنچے۔ اور آپؐ کی عادت تھی۔ جب کسی قوم کے پاس رات کے وقت پہنچتے تو صبح ہونے تک ان کے قریب نہیں جاتے تھے۔ پس یہاں بھی جب آپؐ نے صبح کی۔ تو یہود اپنے پھاوڑے اور زنبیلیں لے کر نکلے۔ انہوں نے جب آپؐ کو دیکھا۔ تو کہنے لگے۔ واللہ یہ تو محمدؐ اور اس کا لشکر ہے۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیبر تباہ ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جاتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مساحی جمع مسحاۃ کی بمعنی پھاوڑہ۔ مکاتل جمع مکتل کی۔ بمعنی زنبیل۔ خربت خیبر۔ یہ بد دعا آپؐ نے اس لئے فرمائی۔ کہ جب آپؐ نے یہود کو آلات زراعت نکالے ہوئے دیکھا جو ذلت کی علامت ہے۔ کہ ان کے ساتھ آلات حرب نہیں تھے۔ جو عزت کی نشانی ہے۔ تو آپؐ نے اس سے نیک فالی حاصل کی۔ کہ یہ آلات تو تخریب کے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں۔ کہ خود لفظ خیبر میں خرابت کا مادہ ماخوذ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ان کے بھاگنے سے آپؐ نے اخذ کیا۔ اور ممکن ہے آئندہ تلاوت کردہ آیت کے بھروسہ پر آپؐ نے

خربت خیبر فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۷۷۹ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً فَخَرَجَ اَهْلُهَا بِالْمَسَاحِي فَلَمَّا بَصُرُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَاَصَبْنَا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاِنَّهَا رِجْسٌ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم صبح سویرے خیبر میں پہنچے۔ تو خیبر والے اپنے پھاوڑے لے کر نکلے۔ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واللہ محمدؐ اور لشکر ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اکبر خیبر تباہ ہوگیا۔ بے شک ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں۔ تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے۔ پس ہم گدھے کا گوشت پکانے لگے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ نجس ہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهٗ جَاءٍ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اُفْنِيَتِ الْحُمُرُ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَهْلِيَّةِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ وَاِنَّهَا لَتَفُوْرُ بِاللَّحْمِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آنے والا آیا۔ اور کہا کہ گدھے کھائے جارہے ہیں۔ تو آپؐ خاموش رہے۔

پھر دوسری مرتبہ آکر کہا۔ کہ گدھے کھائے جا رہے ہیں۔ پھر بھی آپؐ خاموش رہے۔ پھر تیسری مرتبہ اس نے آکر کہا۔ کہ گدھے تو فنا کئے جا رہے ہیں۔ تو آپؐ نے منادی کو حکم دیا جس نے لوگوں میں اعلان کیا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول تمہیں گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔ تو ہانڈیاں الٹا دی گئیں۔ کیونکہ وہ گوشت کے ساتھ جوش مار رہی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۸۱۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ قَرِيبًا مِّنْ خَيْبَرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَتَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِأَنَسٍ مَا أَصْدَقَهَا فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصْدِيقًا لَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز خیبر کے قریب اندھیرے میں ادا کی۔ پھر فرمایا اللہ اکبر خیبر برباد ہو گیا۔ کیونکہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں پہنچتے ہیں۔ تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ پس یہودی لوگ گلیوں میں دوڑ رہے تھے۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑاکے نوجوانوں کو قتل کرنے کا اور عورتوں بچوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔ قیدی عورتوں میں حیی بن اخطب کی بیٹی بی بی صفیہؓ بھی تھیں۔ جو پہلے حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصہ میں آئیں۔ لوگوں کی سفارش پہ حضور انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہو گئیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آزاد ہونے کو ان کا مہر قرار دیا۔ عبدالعزیز بن صہیب نے ثابت سے پوچھا کہ کیا ابو محمد تم نے حضرت انسؓ سے پوچھا تھا۔ کہ آپؐ نے بی بی صفیہؓ کو کیا مہر دیا۔ ثابت نے اپنے سر ہلا کر اس کی تصدیق کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | حضرت بی بی صفیہؓ ام المومنین حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔

خیبر کی لڑائی میں ان کا شوہر قتل ہو گیا۔ اور یہ قیدی ہو کر پکڑی گئیں۔ حضرت دحیہ کلبیؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ کے مطابق سبایا میں جو قیدی عورت چاہو لے لو۔ حسن وجمال کی وجہ سے انہوں نے بی بی صفیہؓ کو پسند کیا۔ چونکہ یہ شاہزادی تھیں۔ عام آدمی جب شاہزادی سے رشتہ کرے تو عدم موافقت کی وجہ سے عموماً جھگڑا ہوتا ہے۔ ان کے درمیان جھگڑا ہوا۔ آپؐ نے ان کو بلوا کر حقیقت معلوم کی۔ جو بالکل صحیح تھی۔ تو آپؐ نے ان کو بطور صفیہ کے اپنے پاس رکھا۔ صفیہ اس کو کہتے ہیں جسے بادشاہ اپنے لئے منتخب کر لے۔ حضرت دحیہؓ سے کہا گیا۔ کہ تم کوئی دوسری پسند کر لو۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ بی بی صفیہؓ نے ایک رات خواب دیکھا تھا۔ کہ آسمان سے چاند اتر کر میری گود میں آیا ہے۔ جب اس نے یہ خواب اپنے باپ سے ذکر کیا۔ تو اس نے انہیں طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا۔ کہ کیا تو بادشاہِ حجاز کے ہاں جانا چاہتی ہے۔ حالانکہ اس بیچاری کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ قید ہونے کے بعد اس طمانچہ کا اثر ان کے چہرہ پہ باقی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے اپنا سارا واقعہ بتلایا۔ آپؐ نے اس پہ اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گئیں۔ آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔ آزاد کرتے وقت اس کے نکاح کا مہر عتق کو قرار دیا گیا۔ جو کہ آپؐ کی خصوصیات میں سے ہے۔ یا یہ کہ مہر تھا جو فوری نہیں دیا گیا۔ مہر کے مسئلہ میں شوافعؒ اور احنافؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ جو انشاء اللہ مہر کے بیان میں آئے گا۔

حدیث نمبر ۳۷۸۲ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ سَبَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ فَاَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ ثَابِتٌ لِاَنَسٍ مَا اَصْدَقَهَا قَالَ اَمْهَرَهَا نَفْسَهَا فَاَعْتَقَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی صفیہ کو قیدی بنالیا۔ پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ ثابت نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے حق مہر کیا مقرر کیا۔ فرمایا مہر ان کی ذات تھی۔ کہ اسے آزاد کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۸۳ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقِيلَ مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ سَيْفَهُ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے۔ کہ خیبر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین آمنے سامنے ہوئے۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف واپس آگئے۔ اور دوسرے اہل خیبر کے اپنے لشکر کی طرف لوٹے۔ تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسا شخص تھا۔ جو جماعت سے الگ ہوجانے والے یا تنہا رہنے والے کو نہیں چھوڑتا تھا۔ مگر اس کا پیچھا کرتا۔ اور اسے اپنی تلوار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ کہا جانے لگا کہ آج کے دن جس قدر یہ شخص ہمارے

کام آیا ہے اور کوئی نہیں آیا۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن وہ جہنمیوں میں سے ہے۔ اس قوم سے ایک شخص نے ذمہ لیا۔ کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ جہاں وہ ٹھہرتا تھا یہ بھی ٹھہر جاتا۔ جہاں وہ جلدی سے چلتا یہ بھی جلدی چلنا شروع کر دیتا۔ کہتے ہیں کہ وہ آدمی سخت زخمی ہو گیا۔ پس اپنی موت کو جلدی طلب کیا۔ بایں صورت کہ اپنی تلوار کو زمین پہ رکھ دیا۔ اور اس کی دھار اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دی۔ پھر اپنی تلوار پہ زور دیا۔ اور خودکشی کر لی۔ یہ آدمی آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا ہوا۔ اس نے بتلایا کہ وہ آدمی جس کے متعلق آپؐ نے ابھی ذکر فرمایا تھا۔ کہ وہ جہنمی ہے۔ لوگوں نے آپؐ کے اس قول کو بڑا عظیم سمجھا میں ان کا ضامن بن گیا۔ چنانچہ میں اس کی تلاش میں نکلا پھر وہ سخت زخمی ہو گیا۔ اور موت کو جلدی طلب کرنے کے لئے اس نے اپنی تلوار کی نوک کو تو زمین پہ رکھا۔ اور اس کی دھار اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ دی۔ پھر اس پہ زور دیا۔ اور خودکشی کر لی۔ اس وقت آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی بظاہر لوگوں کے سامنے جنتیوں والے کام کرتا ہے۔ حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے۔ اور اس طرح کوئی آدمی بظاہر لوگوں کے سامنے جہنمیوں والے کام کرتا ہے۔ لیکن انجام کار جنتی ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | رجل لا یدع الخ اس شخص کا نام قزمان تھا۔ شاذہ وہ بکری جو ریوڑ سے الگ ہو کر چرے۔ اور فاذہ وہ جو ابتدا ہی سے الگ ہو۔ مراد یہ ہے کہ وہ کسی کو نہیں چھوڑتا اپنی تلوار کی نوک پہ رکھ لیتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | انہ من اھل النار یعنی اول وہ جہنم میں ہوگا۔ سزا بھگت کر پھر جنت میں داخل ہوگا۔ کیونکہ خودکشی معصیت ہے۔ اور معصیت پہ خلود فی النار نہیں ہوتا۔ اس توجیہ پہ اس کو منافق قرار دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | قطب گنگوہیؒ کی توجیہ ظاہر ہے۔ کہ اگر اس شخص کا نفاق کسی طرح ثابت ہو جائے۔ تو حدیث اپنے ظاہر پہ ہے۔ چنانچہ کتاب الجہاد میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

باب لایقول فلان شہید میں مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے حاشیہ میں ہے کہ اس آدمی کا نام قزمان تھا۔ جس کا شمار منافقین میں تھا۔ چنانچہ وہ غزوۂ احد سے غائب رہا۔ عورتوں کے عار دلانے پر جہاد میں آیا۔ قتال کیا اور سخت قتال کیا۔ آخر خودکشی کرلی۔ تو ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی علم ہو گیا ہو۔ کہ یہ شخص مؤمن نہیں منافق ہے یا خودکشی کو حلال سمجھنے کی وجہ سے مرتد ہے۔ یا معصیت کی سزا بھگت کر آخر اس سے نکل کر جنت میں داخل ہو گا۔ اس قصہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں کہ اُحد میں پیش آیا یا خیبر میں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی تصریح ہے۔ کہ خیبر میں پیش آیا۔ سہل بن سعدؓ اسے احد میں بتلاتے ہیں۔ امام بخاریؒ حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت کو خیبر میں لے آتے ہیں۔ جس سے اس کی خیبر میں تعیین ہو گئی۔

حدیث نمبر ۳۷۸۴ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَؓ قَالَ شَهِدْنَا خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَّعَهُ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ اَشَدَّ الْقِتَالِ حَتّٰى كَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحَةِ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا اَسْهُمًا فَنَحَرَ بِهَا نَفْسَهٗ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ اِنْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ قُمْ يَا فُلَانُ فَاَذِّنْ اَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ الخ وَقَالَ شَبِيْبٌ الخ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ الخ عَنْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم خیبر میں حاضر ہوئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے متعلق جو آپؐ کے ہمراہ تھا۔ اور اسلام کا دعوی کرتا تھا۔ فرمایا۔ یہ جہنمی ہے۔ پس جب لڑائی شروع ہو گئی۔ تو اس آدمی نے نہایت سخت لڑائی لڑی۔ یہاں تک کہ اس کو بہت زخم لگے۔ قریب تھا کہ بعض لوگ شک کرتے۔ مگر اس شخص نے

زخموں کے درد کو سخت محسوس کیا۔ اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اور اس میں سے کئی تیر نکالے اور اپنے آپ کو ان تیروں سے ذبح کر دیا۔ کچھ مسلمان جلدی سے دوڑ کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچا کر دیا۔ کہ فلاں شخص نے اپنا سینہ زخمی کر کے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے فلاں! تم اٹھ کر اعلان کر دو۔ کہ جنت میں ایماندار کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کسی بدکار آدمی سے دین کو تقویت پہنچا دیتا ہے۔ معمر نے اس کی متابعت کی۔ شبیب نے اپنی سند سے ابو ہریرہؓ کی روایت کو نقل کیا ہے۔ اور کئی سندوں میں سعید سے موقوف روایت کی ہے۔

تشریح از قاسمی فنحر بها نفسه اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے تیر مار کر خودکشی کی۔ اور پہلی روایت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس نے تلوار سے خودکشی کی۔ تو کہا جائے گا۔ کہ ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔ پہلے تیر سے زخمی کیا ہو۔ بعد ازاں اس نے تلوار مار کر اپنا کام تمام کر دیا۔

قال شبیب الخ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ جو روایت شبیب اور معمر کے واسطہ سے ہے۔ وہ راجح ہے۔ باقی روایات مختلف ہیں۔ جو راجح روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

حدیث نمبر ۳۷۸۵ **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ أَوْ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَفَ النَّاسُ عَلٰى وَادٍ فَرَفَعُوْا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيْرِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْبَعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَنِيْ وَأَنَا أَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ لِيْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پر حملہ کرنے کے لئے نکلے یا فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو لوگوں نے ایک وادی سے اوپر کو جھانکا تو انہوں نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنے اوپر نرمی کرو۔ تم کسی بہرے اور غیر حاضر کو نہیں پکار رہے ہو۔ تم ایک خوب سننے والے اور قریب خدا کو پکارتے ہو۔ جو تمہارے ساتھ ہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا۔ آپؐ نے مجھ سے سنا۔ کہ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتلاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے کہا کیوں نہ یا رسول اللہ! میرا باپ اور ماں آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ نے فرمایا وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ کلمۃ من کنز الخ کلمہ کو خزانہ کہنا یا تو بطور مجاز کے ہے۔ کہ اس کلمہ کے پڑھنے سے کنوز جنت حاصل ہوں گے۔ یا حقیقی معنی ہیں۔ کہ نفس کلمہ قیامت کے دن خزانہ بن جائے گا۔ کیونکہ جو چیز یہاں مرغوب فیہا ہے۔ وہاں کے اعتبار سے خزانہ ہے۔ تو ممکن ہے یہ کلمہ ہی خزانہ ہو۔

انا اقول لاحول اخفا تو حضرت ابو موسیٰؓ بطور وظیفہ کے پڑھ رہے تھے یا لوگوں کے چلانے اور شور مچانے کی وجہ سے پڑھ رہے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۸۶ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَثَرَ ضَرْبَةٍ فِيْ سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ فَقَالَ هٰذِهِ ضَرْبَةٌ اَصَابَتْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِيْبَ سَلَمَةُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلٰثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔

ترجمہ۔ یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کی پنڈلی میں تلوار

کے زخم کا اثر دیکھا تو پوچھا اے ابو مسلم یہ تلوار کا زخم کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ زخم پنڈلی کو خیبر کی لڑائی میں پہنچا تھا۔ لوگ تو کہنے لگے کہ سلمہؓ قتل کر دیا گیا۔ لیکن میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس زخم پر تین مرتبہ تھوکا۔ تو مجھے اس گھڑی تک کوئی شکایت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ روایت ثلاثیات بخاری میں سے ہے۔ کہ امام بخاریؒ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ نفث کا معنی ہے کہ سانس کو اس طرح پھونکنا کہ تھوڑی سی تھوک بھی ساتھ نکلے۔

حدیث نمبر ۳۷۸ **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَؒ عَنْ سَهْلٍ قَالَ الْتَقَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَاقْتَتَلُوْا فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ إِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِي الْمُسْلِمِيْنَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا فَضَرَبَهَا بِسَيْفِهٖ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَجْزَأَ أَحَدُهُمْ مَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ إِنَّهٗ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالُوْا أَيُّنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَأَتَّبِعَنَّهٗ فَإِذَا أَسْرَعَ وَأَبْطَأَ كُنْتُ مَعَهٗ حَتّٰى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهٖ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ فَأَخْبَرَهٗ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَإِنَّهٗ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں۔ کہ بعض غزوات میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکوں کی جھڑپ ہوئی۔ پس خوب لڑائی ہوئی۔ فارغ ہو کر ہر قوم اپنے اپنے لشکر کی طرف چلے گئے۔ مسلمانوں میں ایک ایسا آدمی تھا۔ جو مشرکین کے کسی الگ ہونے والے اور

تنہا چلنے والے کو نہیں چھوڑتا تھا۔ اس کے پیچھے لگ کر اسے اپنی تلوار سے مار ڈالتا۔ کہا گیا یا رسول اللہ! جس قدر یہ شخص کام آیا ہے مسلمانوں میں سے اور کوئی اس طرح کام نہیں آیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ بایں ہمہ وہ جہنمیوں میں سے ہے۔ تو صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ تو پھر ہم سے کون سا آدمی جنتی ہوگا۔ تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا۔ میں ضرور اس کا پیچھا کروں گا۔ پس جب وہ جلدی کرتا یا دیر کرتا یہ اس کے ساتھ ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا۔ اور اپنی موت کو جلدی دعوت دی اس طرح کہ اپنی تلوار کے قبضہ والی جگہ کو زمین پر رکھا۔ دھار والا حصہ اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھا پھر اس پر اپنے آپ کو لاد دیا۔ اس طرح خودکشی کر لی۔ وہ تابع آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا ہوا۔ تو اس نے سارے واقعہ کی آپؐ کو خبر دی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بظاہر لوگوں کے سامنے کوئی شخص جنت والوں کے کام کرتا ہے۔ لیکن ہوتا وہ جہنم والوں سے ہے۔ اور کوئی بظاہر لوگوں کے سامنے جہنم والوں کے کام کرتا ہے۔ لیکن ہوتا وہ جنت والوں میں سے ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۸۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْخُزَاعِيُّ الخ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ نَظَرَ أَنَسٌ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَأَى طَيَالِسَةً فَقَالَ كَأَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُودُ خَيْبَرَ۔

ترجمہ۔ ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے بصرہ میں جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے زرد چادریں سر پر رکھی ہوئی ہیں۔ فرمانے لگے یہ لوگ تو اب ایسے لگتے ہیں۔ گویا کہ وہ خیبر کے یہودی ہیں۔ جس سے طیالسہ کے اوڑھنے کی کراہت معلوم ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۷۸۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ رَمِدًا فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَحِقَ فَلَمَّا بِتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِي فُتِحَتْ قَالَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ يُفْتَحُ عَلَيْهِ فَنَحْنُ نَرْجُوهَا فَقِيلَ هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ

فَفَتَحَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں۔ کہ خیبر کی لڑائی میں حضرت علیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ جب کہ آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ حضرت سے کہنے لگے کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا۔ پس یہ کہہ کر روانہ ہوتے اور آپؐ سے جاکر ملے۔ پس ہم نے وہ رات بسر کی جس میں خیبر فتح ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں کل جھنڈا دوں گا یا کل جھنڈا ایسا شخص پکڑے گا۔ جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اس کے ہاتھ پہ فتح ہوگی۔ پس ہم لوگ اس کی امید لگائے رکھے۔ پس کہا گیا کہ علیؓ آ گئے ہیں۔ آپؐ نے جھنڈا ان کو دیا۔ جس کے ہاتھ پہ فتح ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ طیالسہ جمع طیلسان کی چھوٹی زرد چادر جو سر پہ اوڑھی جاتی تھی۔ اس روایت کے لانے کی کیا غرض ہے۔ یا تو اہل بصرہ کو تشبیہ بالیہود سے روکنا ہے۔ یا بتلانا ہے کہ حضرت انسؓ غزوہ خیبر میں شریک تھے۔ اور پچھلی روایت قزمان منافق کے بارے میں تھی۔ عورتوں نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ اس لئے اس نے یہ قدم اٹھایا۔ اس روایت سے آجکل کے مولویوں کو جبق حاصل کرنا چاہیئے جو اپنے علم پہ مغرور ہو کر دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ کہ کہیں قزمان جیسا ان کا حال نہ ہو جائے۔ کہ ایمان سلب ہو جائے۔ ہمیں اپنے سے کم لوگوں کی عزت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان کا یقین ہمارے یقین سے پختہ ہے۔ اور ان کی کمائی حلال کی ہے۔ اپنی حلال کمائی سے ہمیں کھلاتے پلاتے ہیں۔ حالانکہ عامۃ المسلمین کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں۔ کہ معرفت باری برآنکس حرام است کہ خود را از کافر فرنگی بہتر داند۔ حضرت مجددؒ کے زمانہ میں فرنگی سے زیادہ حقیر کوئی نہیں تھا۔

کان علیؓ رمدا حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ آپؐ کے چلے جانے کے بعد ان کو بے چینی لاحق ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو میدان جہاد میں ہوں اور میں آرام سے پیچھے بیٹھا رہوں۔ یہ شجاع کی عادت کے خلاف ہے۔ چل پڑے اور کسی خیمے میں قیام پذیر ہوئے۔ آپؐ ہر روز ایک نہ ایک آدمی کو جھنڈا عطا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا۔

جس سے اللہ اور رسول اللہ محبت کرتے ہیں اسی کے ہاتھ پر فتح ہو گی۔ اس کی تفصیل اگلی روایت میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۹۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوا أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقِيلَ هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللهِ فِيهِ فَوَاللهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا۔ کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح نصیب کریں گے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو گا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ پس لوگوں نے رات اس حالت میں بسر کی کہ رات پر غور کرتے رہے کہ آپؐ جھنڈا کس کو دیں گے۔ جب لوگوں نے صبح کی۔ تو سویرے سویرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک ان میں سے یہی امید لگائے ہوئے تھا۔ کہ آپؐ جھنڈا اسے دیں گے۔ پس اچانک آپؐ نے پوچھا کہ علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ ہیں جن کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کی طرف آدمی بھیجو۔ چنانچہ انہیں لایا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں

لب مبارک ڈالا۔ اور ان کے لئے دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ انہیں کوئی درد و بیماری نہیں ہے۔ تو آپؐ نے جھنڈا انہیں دے دیا۔ تو حضرت علیؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا اپنی حالت پر رہو۔ یہاں تک کہ جب تم ان کے صحنِ میدان میں اترو۔ تو ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اور اس بارے میں جو جو اللہ کے احکام ان پر واجب ہیں ان کی انہیں خبر دو۔ پس واللہ تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے تو تیرے لئے سرخ جانوروں (اونٹوں) سے بہتر ہے۔ سرخ اونٹ عرب کے ہاں عمدہ مال شمار ہوتا تھا۔ یہاں خیر الدنیا مراد ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ ۔۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهٗ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِیْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ ثُمَّ قَالَ لِیْ اٰذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَتُهٗ عَلٰى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّیْ لَهَا وَرَاءَهٗ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ حَتّٰى تَرْكَبَ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر میں آئے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر قلعہ فتح کیا۔ تو آپؐ کے سامنے بی بی صفیہؓ کا حسن بیان کیا گیا۔ وہ حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ اس کا خاوند کنانہ بن الربیع اس لڑائی میں مارا گیا تھا۔ اور یہ دلہن بنی ہوئی تھیں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔ آپؐ ان کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب سدّ الصہبا مقام تک پہنچے تو بی بی صفیہؓ حیض سے پاک ہو گئیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ہمبستر ہوئے۔ تو صبح کو ایک چھوٹے سے چمڑے کے دسترخوان پر

کھجور، پنیر اور گھی سے مرکب ایک حلوہ بنایا پھر مجھے حکم دیا کہ ارد گرد کے لوگوں کو اطلاع کر دوں۔ پس یہی بی بی صفیہؓ کا ولیمہ تھا۔ پھر ہم مدینہ کو روانہ ہوئے۔ تو میں نے آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اپنی گرم چادر کے ساتھ اپنے پیچھے ان کو لپیٹ رہے تھے۔ تاکہ وہ محفوظ ہو جائیں۔ پھر آپؐ اپنے اونٹ پر بیٹھ گئے۔ اور اپنا گھٹنا ان کے چڑھنے کے لئے رکھ دیا، حضرت صفیہؓ نے اپنا پاؤں آپؐ کے گھٹنے پر رکھا اور سوار ہو گئیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حلت ای طہرت من الحیض یضع رکبتہ آپؐ نے فرمایا۔ میرے گھٹنا پر پاؤں رکھ کر چڑھ جاؤ۔ لیکن انہوں نے بے ادبی کے خوف سے اپنی پنڈلی رکھی اور اونٹ پر چڑھ گئیں۔ دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۹۲ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَامَ عَلٰی صَفِیَّۃَ بِنْتِ حُیَیٍّ بِطَرِیْقِ خَیْبَرَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ حَتّٰی اَعْرَسَ بِھَا وَکَانَتْ فِیْمَنْ ضُرِبَ عَلَیْھَا الْحِجَابُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے راستہ میں تین دن تک بی بی صفیہؓ بنت حیی کے لئے قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس سے دلہن کے حقوق ادا کئے۔ اور وہ ان عورتوں میں سے تھیں جن پر پردہ ڈالا گیا۔

حدیث نمبر ۳۷۹۳ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ سَمِعَ اَنَسًا یَقُوْلُ اَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ خَیْبَرَ وَالْمَدِیْنَۃِ ثَلٰثَ لَیَالٍ یُبْنٰی عَلَیْہِ بِصَفِیَّۃَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی وَلِیْمَتِہٖ وَمَا کَانَ فِیْھَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ وَّمَا کَانَ فِیْھَا اِلَّا اَنْ اَمَرَ بِلَالًا بِالْاَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَاَلْقٰی عَلَیْھَا التَّمْرَ وَالْاَقِطَ وَالسَّمْنَ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِحْدٰی اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوْ مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُہٗ قَالُوْا اِنْ حَجَبَھَا فَھِیَ اِحْدٰی اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنْ لَّمْ یَحْجُبْھَا فَھِیَ مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُہٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّالَھَا خَلْفَہٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ

کے درمیان تین راتیں قیام فرمایا۔ جس میں آپؐ بی بی صفیہؓ سے عروسی کے حقوق ادا کرتے تھے۔ پس میں نے مسلمانوں کو آپؐ کے ولیمہ کی طرف دعوت دی۔ جس میں نہ تو روٹی تھی اور نہ ہی گوشت تھا اس میں سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ چمڑے کے دسترخوان بچھائے جائیں جن پر انہوں نے کھجور، پنیر اور گھی لاکر رکھا جو ایک قسم کا حیس یعنی حلوہ بن گیا۔ پس جو مسلمان نکاح اور ولیمہ میں نہیں تھے وہ کہنے لگے کہ معلوم نہیں یہ امہات المؤمنین میں سے ہیں یا باندی ہیں جن کا آپ کا دایاں ہاتھ مالک ہے۔ پس اگر آپؐ نے ان پر پردہ کھینچ دیا تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ اگر پردہ نہیں کھینچا تو وہ باندیوں میں سے ہیں۔ پس جب آپؐ نے کوچ کیا تو اپنے پیچھے ان کے لئے جگہ بنائی اور پردہ کھینچا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اقط کے معنی پنیر کے ہیں۔ لیکن پنیر کھٹی ہوتی ہے جسے پکایا جاتا ہے۔ مگر اقط میں دودھ اور دہی کو ملایا جاتا ہے۔ وطأ بمعنی فرش تیار کرنا تاکہ زیادہ بیٹھنے سے تکلیف نہ ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فقال المسلمون ص۶۰۶ س۱۵ یہ تردد ان لوگوں کو ہوا جو نکاح اور ولیمہ میں حاضر نہیں تھے۔ جو دونوں میں یا ایک میں حاضر تھے۔ ان کو معاملہ کی حقیقت معلوم تھی۔ اور ممکن ہے کہ یہ تردد نکاح اور ولیمہ سے پہلے کا ہو۔ تو عبارت میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ظاہر حدیث پر اشکال تھا کہ جب ان حضرات نے ولیمہ کی دعوت کھالی۔ تو ان کو تردد کیوں ہوا۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے دو توجیہات بیان فرمائیں۔ کہ یا تو یہ تردد نکاح اور ولیمہ سے پہلے تھا۔ یا جو لوگ ولیمہ اور نکاح میں حاضر نہیں تھے۔ ان کو تردد ہوا۔ حافظؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔ اس میں ہے کہ یہ تردد اوّل حال میں تھا۔ بعد ازاں واضح ہوگیا کہ بی بی صفیہؓ آپؐ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ البتہ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ نکاح بغیر گواہوں کے تھا کیونکہ اگر گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہوتا تو نہ صحابہ کرام پر یہ نکاح مخفی ہوتا اور نہ انہیں تردد ہوتا۔ لیکن ممکن ہے کہ تردد کرنے والے محفل نکاح میں موجود نہ ہوں۔ اگر تسلیم بھی کرلیا جائے۔ کہ یہ نکاح بغیر شہود کے تھا۔ تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہوگا۔ کہ بغیر ولی

اور بغیر شہود کے نکاح ہوا۔ جیسے حضرت زینبؓ بنت جحش کا نکاح بغیر ولی اور شہود آپؐ کے خصائص میں سے ہو۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تردد ولیمہ سے پہلے تھا۔ ولیمہ کے بعد تردد نہیں رہا کیونکہ ولیمہ تو حرۃ پر ہوا کرتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ تردد والوں نے دعوت ولیمہ کو عام دعوت سمجھا ہو ولیمہ نہ سمجھا ہو۔

حدیث نمبر ۳۷۹۴ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍؓ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِيْ خَيْبَرَ فَرَمٰى اِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِاٰخُذَهٗ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے ایک تھیلا پھینکا جس میں چربی تھی۔ میں کودا تاکہ اسے پکڑ دوں۔ میں نے دیکھا تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے تو مجھے شرم آگئی۔ اس کے لینے سے رک گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لاٰخذہ الخ اگرچہ غنیمت کا مال تقسیم سے پہلے لینا جائز نہیں مگر کھانے پینے کی چیزیں اور آلات حرب کا لے لینا جائز ہے۔ اس تھیلہ کو اس طرح لینا دلالت کرتا ہے کہ ان کا جہاد اسی مال و اسباب کے لئے تھا۔ اس لئے انہیں شرم آگئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے لینا چھوڑ دیا۔

حدیث نمبر ۳۷۹۵ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ وَ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ عَنْ نَافِعٍ وَحْدَهٗ وَلُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ عَنْ سَالِمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی میں لہسن کے کھانے اور گھریلو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔ نہی عن اکل الثوم تو محض نافع سے ہے اور لحوم الحمر الاھلیۃ سالم سے مروی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۹۶ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ

وَعَنْ اَكْلِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے ۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی کے دن عورتوں کے متعہ سے منع کر دیا ۔ اور اس طرح گھریلو گدھے کے کھانے سے بھی منع کر دیا ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ متعۃ النساء کو خیبر میں منع فرما دیا ۔ صرف غزوہ اوطاس میں تین دن کے لئے حلت ہوئی وہ بھی اضطرار کی حالت میں پھر ہمیشہ کے لئے اسے حرام قرار دے دیا ۔ عرب اپنی عادت کے مطابق سفر میں سہولت کے لئے متعہ کیا کرتے تھے ۔ لیکن اس سے توالد و تناسل اور نسب میں فرق پڑتا تھا ۔ اس لئے حجۃ الوداع میں ہمیشہ کے لئے اس سے ممانعت کر دی گئی ۔ محققین یہی فرماتے ہیں کہ نسخ متعہ تو ایک ہی مرتبہ ہوا ۔ یوم اوطاس میں اضطراراً اجازت دی گئی ۔ متعہ کے معنی ہیں ۔ النکاح الذی بلفظ التمتع الی وقت معین الخ

حدیث نمبر ۳۷۹۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے خیبر کی لڑائی کے دن منع فرمایا ۔

حدیث نمبر ۳۷۹۸ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے خیبر کے دن منع فرما دیا ۔

حدیث نمبر ۳۷۹۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھوں کے گوشت سے تو منع فرمایا البتہ گھوڑے کے گوشت کھانے کی رخصت دے دی ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لحوم حمر اهلیۃ کو آپؐ نے اولاً منع نہیں فرمایا بلکہ تین دفعہ سکوت کے بعد فرمایا۔ ان اللہ ورسولہ ینھیان الخ اس کی حرمت کی وجہ بعض نے یہ بتلائی۔ کہ مال غنیمت کے تینتیس گدھے تقسیم سے پہلے پکائے گئے تھے۔ جن کا خمس نہیں نکالا گیا تھا۔ اس لئے ان کے گوشت کھانے کی ممانعت کردی گئی۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ حمولۃ الناس کی وجہ سے ممانعت ہوئی۔ کہ مدینہ تک پہنچنے کے لئے سواریاں نہیں تھیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ سباع بہائم کی کھانے کی ممانعت ہے۔ یعنی ذاتی طور پر ان میں حلت نہیں۔ کیونکہ اس کے گوشت میں ایسی خرابی ہے۔ جو انسان کے لئے مضر صحت ہے۔ خواہ حماقت کا مادہ ہو یا کوئی اور وجہ مثلاً نجاست کا کھانا یہ ممانعت کا باعث ہو۔ بہرحال جن لوگوں کے نزدیک اعذار کی وجہ سے ممانعت ہے۔ ان کے ہاں آج بھی کھانا جائز ہوگا۔ لیکن جمہور ائمہ کا یہ مسلک ہے۔ کہ یہ حرمت قطعی اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ حمار وحشی نہایت چست وچالاک ہوتا ہے۔ وہ نجاست بھی نہیں کھاتا اور وہ چیزیں بھی اس میں مفقود ہیں۔ جو حمر اہلیہ میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے ان کا کھانا آج بھی جائز ہے۔ گورخر کی حلت پر سب کا اتفاق ہے۔

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں صاحبین اور امام شافعیؒ اجازت دیتے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ سے تین روایات ہیں۔ حرمت۔ کراہت اور اباحت۔ اباحت کی طرف رجوع ثابت ہے۔ جو لوگ کراہت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ آلۂ جہاد کی وجہ سے عارضی کراہۃ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ذاتی کراہت ہے۔ مباح والوں کی دلیل یہی حدیث رخص فی الخیل ہے۔ اور جو حرمت کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال ابوداؤد اور نسائی کی روایت سے ہے۔ خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لحوم الخیل آپؐ نے گھوڑے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل قرآنی آیت الخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ سے ہے کہ اس میں اکبر منافع اکل کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے پہلی آیت میں انعام کے بیان میں اکل کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۰۰ حدثنا سعید بن سلیمان الخ سمعت ابن ابی اوفی

اَصَابَتْنَا مُجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ فَاِنَّ الْقُدُوْرَ لَتَغْلِيْ قَالَ وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَاكُلُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَيْئًا وَّاهْرِيْقُوْهَا قَالَ ابْنُ اَبِيْ اَوْفٰى فَتَحَدَّثْنَا اَنَّهٗ اِنَّمَا نَهٰى عَنْهَا لِاَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ نَهٰى عَنْهَا اَلْبَتَّةَ لِاَنَّهَا كَانَتْ تَاكُلُ الْعَذِرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں ہمیں بھوک نے ستایا کیونکہ ہماری ہانڈیاں اُبل رہی تھیں اور کہا بعض پک چکی تھیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آکر اعلان کیا۔ کہ گدھوں کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ کھاؤ بلکہ سارا گرا دو۔ ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں۔ ہمیں صحابہ کرام بیان کرتے تھے۔ کہ آپؐ نے ان کے گوشت کھانے سے اس لئے منع کیا کہ ان کا خمس نہیں نکالا گیا تھا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ ان کی ممانعت قطعی طور پر ہے۔ کیونکہ یہ گندگی و نجاست کو کھاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۰۱ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰىؓ اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابُوْا حُمُرًا فَطَبَخُوْهَا فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْفِئُوا الْقُدُوْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ اور عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے۔ کہ وہ غزوۂ خیبر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ کہ انہوں نے گدھوں کو ذبح کیا اور انہیں پکانے لگے۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی پہنچا اس نے اعلان کیا۔ کہ یہ ہانڈیاں الٹ دو۔

حدیث نمبر ۳۸۰۲ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَابْنَ اَبِيْ اَوْفٰىؓ يُحَدِّثَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدْ نَصَبُوا الْقُدُوْرَ اَكْفِئُوا الْقُدُوْرَ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ اور ابن ابی اوفیٰؓ دونوں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا۔ جب کہ صحابہ کرامؓ نے ہانڈیاں چولہے پہ دھری ہوئی تھیں۔ کہ ان ہانڈیوں کو الٹ دو۔

حدیث نمبر ۳۸۰۳ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنِ الْبَرَاءِ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ ۔

ترجمہ ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں ۔ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیا ۔ پھر پہلی حدیث کی طرح حدیث بیان کی ۔

حدیث نمبر ۳۸۰۴ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الخ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ أَنْ نُلْقِيَ الْحُمُرَ الْأَهْلِيَّةَ نِيْئَةً وَنَضِيْجَةً ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِأَكْلِهِ بَعْدُ ۔

ترجمہ ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں ۔ کہ غزوۂ خیبر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ۔ کہ گھریلو گدھے کا گوشت خواہ کچا ہو یا پکا ہو ۔ ہم اسے پھینک دیں ۔ اس کے بعد پھر آپؐ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا ۔

حدیث نمبر ۳۸۰۵ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَا أَدْرِي أَنَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ كَانَ حَمُولَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمْ أَوْ حَرَّمَهُ فِي يَوْمِ خَيْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ۔ کہ میں نہیں جانتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گوشت کھانے سے اس لئے منع فرمایا ۔ کہ وہ لوگوں کی سواریاں ہیں ۔ تو آپؐ نے پسند نہ فرمایا کہ ان کی سواریاں ختم ہو جائیں ۔ یا آپؐ نے ان کو خیبر کے دن یعنی حمر اہلیہ کے گوشت کو حرام قرار دے دیا ۔

حدیث نمبر ۳۸۰۶ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحٰقَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا قَالَ فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی

لڑائی میں غنیمت کا مال اس طرح تقسیم کیا کہ گھوڑے سوار کے لئے دو حصے اور پیدل کے لئے ایک حصہ۔ اور نافعؒ نے اس کی تفسیر یوں کی ہے۔ کہ جب کسی کے ہمراہ جہاد میں گھوڑا ہو۔ تو اس کو تین حصے ملیں گے۔ اگر اس کے لئے گھوڑا نہ ہو تو پھر ایک حصہ ملے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ تقسیم غنیمت میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں۔ کہ فارس مجاہد کے لئے دو سہم ہیں اور راجل پیادہ کے لئے ایک سہم ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک فارس کے لئے تین سہم اور راجل کے لئے ایک سہم جیسا کہ نافعؒ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ تابعی کی تفسیر ہے۔ امام صاحبؒ پر حجت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو واقعہ منقول ہے۔ جس کو ابو داؤدؒ نے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے فارس کو دو سہم دیئے ہیں۔ اس لئے کہ خیبر کی لڑائی میں پندرہ سو صحابہ کرامؓ تھے۔ جو صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ جن میں تین سو گھوڑے سوار تھے۔ خیبر کو دو حصوں میں بانٹا گیا۔ ایک حصہ تو عامہ مسلمانوں کی ضروریات کے لئے رکھا گیا اور نصف مال غنیمت مجاہدین غازیین میں تقسیم ہوا۔ جس کے اٹھارہ حصے بنائے گئے۔ جن میں سے چھ سو فارس کو دیئے اور بارہ سو راجلین (پاپیادہ) میں تقسیم ہوئے۔ چنانچہ ابو داؤد ص۲۶ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

اعطی الفارس سھمین والراجل سھما اس تفصیل سے امام اعظمؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ نافعؒ کی تفسیر سے تو لازم آتا ہے کہ اسہام اکیس ۲۱ ہوں۔ حالانکہ تفصیل میں اٹھارہ اسہام ہیں۔ تو ابن عمرؓ نے جو فرمایا للفرس سھمین فرس جمع فارس کی شہسوار۔ یعنی فارس مع فرس کے دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ یہی امام صاحبؒ کا مسلک ہے۔ اور اموال خیبر کو دو حصوں میں اس لئے بانٹا گیا کہ اموال ارض خیبر میں آدھا فیئ کا مال تھا جو بلا کسی لڑائی کے مسلمانوں کو حاصل ہوا اور آدھا مال غنیمت تھا۔ جس کو مسلمانوں نے جنگ کر کے حاصل کیا۔ تو مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کیا گیا اور مال فیئ کو بیت المال میں نوائب المسلمین کے لئے رکھا گیا۔ تو حضرت نافعؒ کی جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہ اس کے مطابق نہیں۔ ابن عمرؓ کے قول میں جو للفرس ہے وہ فارس کی جمع ہے۔ جس کی تائید راجل کے لفظ سے ہوتی ہے۔ جو اس کا مقابل ہے۔ تو فارس کے دو حصے اور راجل کا ایک حصہ ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فسرہ نافع مثلہ ابن عمرؓ کی عبارت میں دونوں معنی کا احتمال تھا۔ ایک یہ کہ فارس کے لئے دو حصے اور راجل کے لئے ایک حصہ۔ تو حضرت نافعؒ کے قول سے دوسرا احتمال کی تعیین کر دی۔ کہ گھوڑے کے لئے دو حصے اور پیدل کے لئے ایک حصہ ہو گا۔ اس کی تفصیل مذاہب کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۰ حدثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ... أَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ قَالَ مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ فَقَالَ إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ فَقَالَ جُبَيْرٌ وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ میں اور حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مطالبہ کیا۔ کہ آپؐ نے خیبر کے خمس میں سے بنو المطلب کو تو دیا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ ہمارا نسب بھی عبد مناف میں جا کر ایک ہو جاتا ہے۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک چیز ہیں۔ کہ جاہلیت اور اسلام میں الگ نہیں ہوتے۔ کہ حنیف بنی کنانہ میں اکٹھے نظر بند ہوتے تھے۔ پس حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد الشمس جن میں سے حضرت عثمانؓ تھے۔ اور بنو نوفل جس میں سے جبیر بن مطعمؓ تھے کچھ حصہ نہ دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ مطلب۔ ہاشم۔ عبد الشمس اور بنو نوفل۔ ہاشم کی اولاد میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ ہیں۔ اور عبد شمس میں سے حضرت عثمانؓ ہیں۔ اور بنو نوفل میں سے حضرت جبیرؓ بن مطعم ہیں۔ خمس خیبر میں سے آپؐ نے بنو مطلب کو دیا۔ بنو عبد الشمس اور بنو نوفل کو محروم رکھا۔ جس پہ ان حضرات نے اعتراض کیا کہ جیسے بنو مطلب آپؐ کے قریب ہیں۔ بنو عبد الشمس اور بنو نوفل بھی قریب ہیں کہ یہ بھی عبد مناف میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اس قرابت میں ہم بھی برابر کے شریک ہیں۔ البتہ بنو ہاشم کی قرابت میں ہم شریک نہیں ہو سکتے۔ پھر

ہمیں خمس میں سے کیوں محروم رکھا گیا۔ آپؐ نے جو جواب دیا وہ اس پر مبنی ہے کہ مطلب کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی اور اس نے بنو النجار کی ایک عورت سے شادی کر لی جس سے عبد المطلب پیدا ہوا۔ ہاشم نے بھی مدینہ میں شادی کی تھی۔ مرگِ موت میں انہوں نے مطلب سے کہا تھا۔ کہ بنو النجار میں ایک بچہ ہے اس کو لانا وہ جا کر لے آئے۔ لوگوں نے اسے عبد المطلب کہنا شروع کر دیا۔ تو عبد المطلب نے مطلب کے گھر پر پرورش پائی۔ جاہلیت اور اسلام میں جب بنو المطلب پر کوئی مصیبت پڑتی تھی۔ تو بنو عبد المطلب ان کا ساتھ دیتے اور جب بنو عبد المطلب پر مصیبت پڑتی تو بنو المطلب ان کا ساتھ دیتے تھے۔ چنانچہ خیف بنو کنانہ میں بنو المطلب بنو عبد المطلب بنو ہاشم کے ساتھ جا کر رہے۔ عبد شمس اور نوفل نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو جاہلیت اور اسلام میں بنو المطلب اور بنو ہاشم کا ساتھ رہا ہے۔ اس لئے ذوالقربیٰ کے طور پر ان کو بھی سہم دیا گیا۔ جو امداد و اعانت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے بنو المطلب بنو ہاشم کی مدد و اعانت کی وجہ سے حصہ ملا۔ بنو عبد شمس اور بنو نوفل نے ساتھ نہیں دیا۔ اس لئے تمہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

حدیث نمبر ۳۸۰۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخَوَانِ لِي أَنَا أَصْغَرُهُمْ أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ وَالْآخَرُ أَبُو رُهْمٍ إِمَّا قَالَ بِضْعٌ وَإِمَّا قَالَ فِي ثَلَاثَةٍ وَخَمْسِينَ أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي فَرَكِبْنَا سَفِينَةً فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ وَكَانَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا يَعْنِي لِأَهْلِ السَّفِينَةِ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ مَنْ هَذِهِ قَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ الْحَبَشِيَّةُ هَذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هَذِهِ قَالَتْ

أَسْمَاءُ نَعَمْ قَالَ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ كَلَّا وَاللّٰهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ وَكُنَّا فِي دَارِ أَوْ فِي أَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ بِالْحَبَشَةِ وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ وَفِي رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَايْمُ اللّٰهِ لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى أَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذٰى وَنُخَافُ وَسَأَذْكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْأَلُهُ وَاللّٰهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيغُ وَلَا أَزِيدُ عَلَيْهِ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَمَا قُلْتِ لَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا قَالَ لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنْكُمْ وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ وَلَكُمْ أَنْتُمْ أَهْلَ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ قَالَتْ فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسٰى وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونِي أَرْسَالًا يَسْأَلُونِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ أَفْرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسٰى وَإِنَّهُ لَيَسْتَعِيدُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنِّي قَالَ أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ أَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْأَشْعَرِيِّينَ بِالْقُرْآنِ حِينَ يَدْخُلُونَ اللَّيْلَ وَأَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ أَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ وَإِنْ كُنْتُ لَمْ أَرَ مَنَازِلَهُمْ حِينَ نَزَلُوا بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ حَكِيمٌ إِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ أَوْ قَالَ الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ إِنَّ أَصْحَابِي يَأْمُرُونَكُمْ أَنْ تَنْظُرُوهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم جب یمن میں تھے۔ تو ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت پر روانہ ہونے کی خبر پہنچی۔ ہم ہجرت کی نیت سے گھر سے نکلے۔ میں اور میرے دو بھائی جن میں سے میں سب سے چھوٹا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام ابو بردہؓ اور دوسرے کا ابو رہمؓ تھا۔ دوسرے لوگ پچاس سے زائد تھے یا باون اور ترپن آدمی وہ بھی میری قوم کے تھے۔

ہم ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ باد مخالف کی وجہ سے کشتی نے ہمیں نجاشی بادشاہ کے پاس حبشہ میں پہنچا دیا۔ اتفاقاً حبشہ میں ہماری ملاقات حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے ہوئی۔ تو ہم بھی ان کے ساتھ مقیم ہوگئے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد ہم اکٹھے ہی مدینہ کی طرف آئے۔ تو اتفاق سے ہماری ملاقات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوئی جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا۔ اور کچھ حضرات صحابہ کرام میں سے ہم کشتی والوں سے کہتے تھے کہ ہجرت کرنے میں ہم نے تم سے سبقت کرلی ہے۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ جو ان لوگوں میں شامل تھیں جو ہمارے ساتھ حبشہ سے مدینہ کو آئے۔ تو وہ حضرت حفصہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آئیں۔ اور وہ بھی اپنے خاوند حضرت جعفرؓ کے ہمراہ نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ پس حضرت عمرؓ اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب کہ حضرت اسماءؓ بی بی حفصہؓ کے پاس تھیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسماءؓ کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہے۔ وہ بولیں کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اچھا یہ حبشہ والی ہے اور سمندری سفر کرنے والی ہے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم نے ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی ہے۔ اس لئے ہم تمہاری بنسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں۔ جب یہ حضرت اسماءؓ کو غصہ آیا۔ فرمانے لگیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ واللہ! تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ آپؐ تمہارے بھوکے کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور ناواقف جاہل کو وعظ کرکے مسائل بتاتے تھے۔ اور ہم ایسی سرزمین میں تھے جو دور دراز ہے۔ اور دشمنوں کی وجہ سے مبغوض ہے یعنی حبشہ میں تھے۔ اور ہماری یہ کاوش اللہ اور اس کے رسول کے لئے تھی۔ اللہ کی قسم! اس وقت تک نہ میں کھانا کھاؤں گی اور نہ ہی پانی پیوں گی۔ جب تک کہ جو کچھ تم نے کہا ہے۔ وہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کرلوں۔ ہمیں تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ ہمیں ڈرایا دھمکایا جاتا رہا۔ میں اس بات کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کردوں گی۔ اور اس بارے میں میں ان سے دریافت کروں گی واللہ! نہ تو میں کوئی جھوٹی بات کہوں گی اور نہ ہی توڑ مروڑ کر پیش کروں گی اور نہ ہی بڑھا چڑھا کر بیان کروں گی۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو حضرت اسماءؓ نے کہا۔

اے اللہ کے نبی! حضرت عمرؓ نے اس اس طرح کہا ہے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کہ پھر تو نے کیا جواب دیا۔ وہ بولیں۔ میں نے اس اس طرح جواب دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم سے زیادہ میرے قریب کوئی حقدار نہیں۔ حضرت عمرؓ کو اور ان کے ساتھیوں کو ایک ہجرت کا ثواب ملے گا اور تمہیں اے کشتی والو! دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا۔ یعنی ایک ہجرت حبشہ دوسری ہجرت الی المدینہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ اور دوسرے کشتی والوں کو میں دیکھ رہی ہوں۔ کہ فوج در فوج آکر میرے سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتے تھے۔ گویا کہ دنیا کی کوئی چیز ان کو زیادہ خوش کرنے والی نہیں تھی اور نہ ہی ان کے لئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کوئی بڑی عظمت والی چیز تھی۔ حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اسماءؓ فرماتی تھیں۔ کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو موسیٰؓ بار بار اس حدیث کو میرے سے دہرواتے تھے اور ابو بردہؓ جناب ابو موسیٰؓ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں اشعری ساتھیوں کی آواز کو پہچان لیتا ہوں۔ جب کہ وہ رات کے وقت وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ اور اس طرح رات کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت ان کی آوازوں کے ذریعہ ان کی جگہوں کو بھی معلوم کر لیتا ہوں۔ اگرچہ دن کے وقت جب وہ کہیں مقیم ہوتے ہیں۔ تو میں نے ان کے ٹھکانوں کو نہیں دیکھا ہوتا۔ اور ان میں سے حضرت حکیمؓ تھے۔ جب وہ کسی گھوڑ سوار دستے سے یا دشمن سے جنگ کرتے تو فرط شجاعت سے ان سے کہتے کہ میرے ساتھی تم حکم دے رہے ہیں۔ کہ ان کا انتظار کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | مخرج النبی سے ہجرت الی المدینہ مراد ہے۔ اور ممکن ہے۔ بعثت نبوی مراد ہو۔ مگر پہلا احتمال زیادہ قریب ہے۔

سبقناکم بالھجرۃ یعنی آج تفاخر بالانساب نہیں رہا۔ بلکہ تفاخر بالتقوی رہ گیا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے۔

ان تنظروھم یہ انتظار سے ماخوذ ہے۔ احتمال ہے کہ دشمنوں سے کہہ رہے ہوں۔ کہ ہم تو پیدل ہیں ذرا ہمارے گھوڑ سواروں کا انتظار کرو۔ تاکہ ہم مل کر قتال کریں اگر خیل مسلمین مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ اپنے گھوڑ سواروں سے کہہ رہے ہیں کہ ذرا انتظار کرو۔ تاکہ ہمارا پیدل

دستہ آجائے تو مل کر دشمنوں پر حملہ کریں۔ یعنی ان کا مشغلہ جہاد ہی رہتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات کا کلام اتفاقاً اس مقالہ تک پہنچا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کا حضرت اسماءؓ سے یہ کلام تحدیث نعمت کے طور پر ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں پہلے ہجرت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ایسی گفتگو لبسا اوقات ساتھیوں اور دوستوں میں ہوجایا کرتی ہے۔ اس سے تفاخر مقصود نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ظاہر اس لئے کہ حضرت عمرؓ کی ہجرت الی المدینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہے۔ اور حضرت اسماءؓ اور ان کے ساتھیوں کی ہجرت ہجرت نبوی کے بعد ہے۔ جس پر چھ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ فتح خیبر کے موقعہ پر آئے ہیں۔ میرے نزدیک دوسرا احتمال راجح ہے۔ کہ تحدیث نعمت کے طور پر یہ گفتگو ہوئی۔ چنانچہ ابن سعد میں ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے فرمایا۔ کہ یا رسول اللہ کچھ لوگ ہم پر فخر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم لوگ مہاجرین اولین میں سے نہیں ہو۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ تمہیں تو دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لیس باحق منکم حضرت عمرؓ کا بھلا ہو کہ انہوں نے ایسے طریقہ سے خطاب کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی اسماءؓ کو راضی کر دیا۔ لیکن اس سے ان کو زیادتی ثواب کی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ وہ تم سے زیادہ حقدار نہیں۔ بلکہ سب مسلمان بہت سے استحقاقات میں برابر ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ظاہراً ان کی دوسرے مہاجرین پر فضیلت لازم آتی ہے۔ لیکن یہ فضیلت علی الاطلاق نہیں بلکہ اس حیثیت سے فضیلت ہے۔ ورنہ امت کا اتفاق ہے کہ حضرت عمرؓ افضل الامت ہیں۔ تو جزئی فضیلت حاصل ہوئی۔ کلی فضیلت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ان لاعرف اصوات رفقۃ ص۶۰۸ اس میں اشعری حضرات کی مدح ہے۔ کہ وہ قرآن مجید کو آواز بنا کر پڑھتے ہیں۔ اور جب لوگ اپنے بستروں پر آرام کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ لوگ جہراً قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ ایسا جہر ہے جس سے

دوسروں کو تکلیف نہیں پہنچتی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ منھم حکیم اذا لقی الخیل اس کلام میں حضرت حکیمؓ کی مدح سرائی ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھیوں سے پہلے دشمن کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور انہیں جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یعنی وہ فرط شجاعت سے دشمن سے بھاگتے نہیں بلکہ انہیں للکارتے ہیں۔ اور میرے نزدیک خیل سے خیل عدو مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مشرکین کے سواروں کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اکیلے ہوتے ہیں۔ وہ ان سے ڈرتے نہیں ہیں۔ یہ بھی کمال شجاعت کی دلیل ہے۔ چنانچہ غزوہ اوطاس میں آرہا ہے کہ وہ ایک صاحب سے فرما رہے ہیں تمہیں شرم نہیں آتی ثابت قدم رہ کر دشمن کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔

حدیث نمبر ۲۸۰۹ حَدَّثَنِی اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنْ اِفْتَتَحَ خَیْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَلَمْ یَقْسِمْ لِاَحَدٍ لَمْ یَشْهَدِ الْفَتْحَ غَیْرَنَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح خیبر کے بعد حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے ہمارے لئے غنیمت کے مال میں حصہ مقرر کیا۔ ہمارے علاوہ جو شخص بھی فتح خیبر میں حاضر نہیں ہوا۔ اسے حصہ نہیں دیا۔

حدیث نمبر ۲۸۱۰ حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ افْتَتَحْنَا خَیْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَّلَا فِضَّةً اِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْاِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَادِی الْقُرٰی وَمَعَهٗ عَبْدٌ لَّهٗ یُقَالُ لَهٗ مِدْعَمٌ اَهْدَاهُ لَهٗ اَحَدُ بَنِی الضِّبَابِ فَبَیْنَمَا هُوَ یَحُطُّ رَحْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهٗ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتّٰی اَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ هَنِیْئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِیْ اَصَابَهَا یَوْمَ خَیْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا

الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَجَاءَ رَجُلٌ حِيْنَ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِرَاكٍ أَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ هٰذَا شَيْئٌ كُنْتُ أَصَبْتُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ أَوْ شِرَاكَيْنِ مِنْ نَّارٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ خیبر کو ہم نے فتح کیا۔ لیکن مال غنیمت میں نہ تو ہمیں سونا ملا اور نہ ہی چاندی ملی۔ البتہ ہمیں غنیمت میں گائے۔ اونٹ۔ گھڑ اسباب اور باغات ملے۔ وہاں سے فارغ ہوکر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جب وادی القریٰ میں پہنچے اور آپ کے ہمراہ ایک غلام تھا۔ جس کو مدعم کہا جاتا تھا۔ جو بنو الضباب کے ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کے طور پہ دیا تھا۔ دریں اثنا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا۔ کہ اسے ایک ایسا تیر آکر لگا جس کا مارنے والا معلوم نہ ہو سکا۔ جس کے لگنے سے اس غلام کی موت واقعی ہوگئی۔ لوگ کہنے لگے۔ اس کی شہادت کس قدر مبارک ہے۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بے شک وہ چادر گرم غنیمت کے غیر تقسیم شدہ مال میں سے جو اس نے لی تھی وہ اس پہ آگ کو بھڑکا رہی ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔ تو کوئی ایک تسمہ اور کوئی دو تسمے لے کر آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں نے اس کو لے لیا تھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آگ کا ایک تسمہ ہے۔ یا دو تسمیں ہیں۔ اب میں کیا کروں۔ ان کی تقسیم کیسے ممکن ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ سهم عائر وہ تیر جس کا مارنے والا معلوم نہ ہو سکے۔ مدعم نے ایک گرم چادر سرقہ کی تھی۔ جو حقوق العباد میں سے ہے۔ شہادت کے متعلق ارشاد ہے۔ السیف محاء للذنوب الا الدین کہ تلوار تمام گناہوں کو مٹا دینے والی ہے۔ مگر قرضہ جو حقوق العباد میں سے ہے وہ معاف نہیں ہوگا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہاں کہ ان کی شہادت تو ہے مگر حقوق العباد بھی ان پہ باقی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ بلی والذی نفسی بیدہ ص۶۰۸/۱۲ کلمہ بلیٰ اس جگہ لانے کے معنی ہیں۔ کہ ان کے لئے شہادت نہیں جب کہ حقوق العباد اس کے ذمہ باقی ہیں اور شاید

کلمہ بلیٰ اس جگہ ایسے مستعمل ہے جیسے ہندی زبان میں کلمہ ہاں !! استعمال کیا جاتا ہے۔ جس میں آواز کو لمبا کیا جاتا ہے اور لہجہ بدل دیا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا کلمہ بلیٰ نے شراح کو مشکل میں ڈال دیا۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ بلیٰ نہیں بلکہ بل تھا۔ جسے تصحیف کرکے بلیٰ بنا دیا۔ اور مسلم کی روایت میں کلاّ وارد ہوا ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے کہ ایسا نہیں جیسا کہ تم لوگ گمان کرتے ہو۔ بلکہ یہ غلول ہے جس کی سزا جہنم ہے اور غلول کے بارے میں وعید ہے۔ یَأْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

حدیث نمبر ۳۸۱۱ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَا اَنْ اَتْرُکَ اٰخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَیْسَ لَھُمْ شَیْءٌ مَا فُتِحَتْ عَلَیَّ قَرْیَۃٌ اِلَّا قَسَمْتُھَا کَمَا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ وَلٰکِنِّیْ اَتْرُکُھَا خِزَانَۃً لَھُمْ یَقْتَسِمُوْنَھَا۔

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر مجھے اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ آخر میں جو لوگ آئیں گے وہ خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ ان کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ تو جو بستی فتح ہوتی اس کی اراضی کو میں مجاہدین میں تقسیم کر دیتا۔ جیسے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اراضی خیبر کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ لیکن میں ان اراضی کو آنے والے مسلمانوں کے لئے خزانہ کے طور پر چھوڑتا ہوں تاکہ وہ اسے تقسیم کرلیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ منقولہ اشیاء تو غانمین میں تقسیم کی جاتی رہی ہیں۔ لیکن غیر منقولہ اشیاء میں امام کو اختیار ہے۔ کہ انہیں تقسیم کرے یا مصالح عامہ کے لئے اسے رکھ لے۔ حضرت عمرؓ نے اسی پر عمل فرمایا۔ کہ اراضی کو تقسیم نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی عَنْ عُمَرَ قَالَ لَوْلَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِیْنَ مَا فُتِحَتْ عَلَیْھِمْ قَرْیَۃٌ اِلَّا قَسَمْتُھَا کَمَا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کو فکر نہ ہوتی تو جو بھی آبادی مجھ پر فتح ہوتی رہیں اس کی اراضی کو اس طرح بانٹ دیتا جیسے آپؐ نے خیبر کی اراضی کو بانٹا تھا۔

تشریح از قاسمی اگر اشکال ہو کہ حضرت عمرؓ کو غانمین کے حق کو دبانے کا کیا اختیار ہے تو کہا جائے گا کہ غانمین کو بیع ہبہ وغیرہ سے راضی کر کے تمام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیں۔ ممکن ہے لوگوں پر بخل کا غلبہ ہو جائے۔ اور آخر الناس کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑیں۔

حدیث نمبر ۳۸۱۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَؓ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ قَالَ لَهُ بَعْضُ بَنِي سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُعْطِهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَؓ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ وَاعَجَبَاهُ لِوَبْرٍ تَدَلّٰى مِنْ قُدُومِ الضَّانِ وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَؓ يُخْبِرُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَانًا عَلٰى سَرِيَّةٍ مِّنَ الْمَدِينَةِ قِبَلَ نَجْدٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَؓ فَقَدِمَ أَبَانُ وَّأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحَهَا وَإِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لَلِيفٌ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَؓ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا تَقْسِمْ لَهُمْ قَالَ أَبَانُ وَأَنْتَ بِهٰذَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ مِنْ رَأْسِ ضَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَانُ اجْلِسْ فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سعید بن عاصؓ کو خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے نجد کی طرف ایک فوجی دستہ بھیجا۔ جس کی کمان ابانؓ کمد ہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابانؓ اور ان کے ساتھی خیبر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا اور ان کے گھوڑوں کے حزام لیف میں سے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ ان لوگوں کو غنیمت کا حصہ نہ دیں۔ تو ابانؓ نے کہا۔ اچھا تم بھی یہ بات کرتے ہو۔ اے لومڑ! تم دوس کے پہاڑ ضان کی چوٹی سے اتر کر یہ بات کرتے ہو۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابانؓ! تم بیٹھ جاؤ۔ اور آپؐ نے ان کو غنیمت سے حصہ نہ دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۴ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَنَّ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ أَقْبَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ

أَبُو هُرَيْرَةَ يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ وَقَالَ أَبَانُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ وَاعَجَبًا لَكَ وَبْرٌ تَدَأْدَأَ مِنْ قُدُومِ ضَانٍ يَنْعَى عَلَيَّ امْرَأً أَكْرَمَهُ اللهُ بِيَدِي وَمَنَعَهُ أَنْ يُهِينَنِي بِيَدِهِ ۔

ترجمہ۔ میرے دادا سعید مجھے خبر دیتے ہیں کہ ابان بن سعیدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور آپؐ پر سلام کیا۔ تو حضرت ابوہریرہؓ نے کہا۔ یارسول اللہ! یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ تو ابانؓ نے ابوہریرہؓ سے کہا۔ تجھ پر تعجب ہے۔ تو ایک لومڑ ہے جو ضان پہاڑ سے نیچے اتر کر مجھے اس شخص کی موت کا طعنہ دیتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے عزت دی کہ وہ شہید ہو گئے۔ اور مجھے اس کے ہاتھ سے میری توہین کرنے سے اسے روک دیا۔ کہ اگر میں کفر کی حالت میں اس کے ہاتھ سے مارا جاتا تو جہنم رسید ہوتا۔ اس سے میری توہین ہوتی۔ تو مجھے کفر سے نجات ملی ان کو شہادت کا مقام ملا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وبر ایک جنگلی جانور ہے۔ جو چھوٹے قد کا ہوتا ہے بلّی کے برابر۔ اسے بقر اسماعیل بھی کہتے ہیں۔ نعمان بن قوقل کو ابانؓ نے غزوۂ احد میں شہید کیا تھا اور وہ غزوۂ خیبر سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت ابانؓ انصار میں سے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا مقصد یہ تھا کہ ایسے قاتل کو غنیمت سے حصّہ نہ ملے۔

قدوم الضان دوس قبیلہ ابوہریرہؓ کا ایک پہاڑ ہے۔ چونکہ حضرت ابوہریرہؓ پست قد تھے۔ اس لئے حضرت ابانؓ نے ان کو وبر سے تشبیہ دے کر طنز کیا۔

لیف ایک خاص قسم کا درخت ہے جس کی چھال کو کوٹا جاتا ہے۔ اور لیف کھجور کے پتوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ جس سے تکیہ وغیرہ بھرے جاتے ہیں۔ جو اہل ثروت لوگ ہیں وہ تو گھوڑے کے حزام چمڑے سے بناتے ہیں۔ اور غریب لوگ لیف یعنی کمبال سے بناتے ہیں۔ حزم جمع حزام وہ تنگ جو گھوڑے کی کمر میں باندھا جاتا ہے۔ تدلّی و تدادر اور تحدّد کے معنی لڑھک جانا۔ قدوم ضان پہاڑ کا نام ہے اور اس کے معنی چوٹی کے ہیں۔ تو حضرت ابانؓ کا اعتراض یہ تھا کہ تم ضان سے آکر ہماری تقسیم میں خلل انداز ہوتے ہو۔ ضال بمعنی جھاڑی کے بیر۔ اور سلم ببول کو کہتے ہیں۔ جو لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ ان کے انساب محفوظ ہوتے ہیں۔ شہریوں کے

انساب اس قدر محفوظ نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان میں خلط ملط ہوتا رہتا ہے۔ یہی حال عرب کا تھا۔ دیہاتی لوگ محفوظ النسب والے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پہاڑ اور جنگلات میں رہنے والوں کی عزت اور عظمت محفوظ رہتی ہے۔ شہر میں عزت گرجاتی ہے۔ اور بعض روایات میں ضال کے الفاظ ہیں۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ ایک جنگلی آدمی آکر ہمارے عیوب بیان کررہا ہے۔ یا ہماری قسمت میں خلل انداز ہو رہا ہے۔ جس کا انہیں کوئی حق نہیں۔ اگر ابان ابن قوقل کے ہاتھوں قتل ہوجاتے تو اسلام سے محروم ہوکر داخل فی النار ہوتے۔ ابن قوقل کو عزت ملی کہ وہ میرے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۸۱۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ كَرَاهِيَةً لِمَحْضَرِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُ

عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَا عَسِيتُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي وَاللهِ لَآتِيَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَقَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللهُ عَلَيْكَ وَلٰكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبًا حَتّٰى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَمْوَالِ فَلَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ وَحَدَّثَ أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللهُ بِهِ وَلٰكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي هٰذَا الْأَمْرِ نَصِيبًا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبْتَ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ وہ ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مانگتی تھیں۔ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے بغیر لڑائی کے ان کو مال دیا تھا۔ کچھ مدینہ میں کچھ فدک میں اور کچھ خیبر کے خمس سے باقی بچا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہیں چلتی۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔ البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اس مال فئی میں سے خرچہ کھا سکتا ہے۔ واللہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں سے کسی چیز کو اس حالت سے تبدیلی نہیں

کروں گا جس حالت پہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ اور ان میں میں اسی طرح عمل پیرا ہوں گا جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے۔ بہرحال حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے پاس ان اموال میں سے کسی چیز کو سپرد کرنے سے انکار کر دیا تو اسی وجہ سے حضرت فاطمہؓ ابوبکر صدیقؓ پہ ناراض ہو گئیں۔ پس انہیں چھوڑ دیا۔ مرتے دم تک ان سے پھر بات چیت نہیں کی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ پس جب ان کی وفات ہو چکی تو ان کے شوہر حضرت علیؓ نے راتوں رات انہیں دفن کر دیا۔ اور اس کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو نہ دی۔ اور خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت علیؓ کی لوگوں کے اندر وجاہت اور وقار تھا۔ جب ان کی وفات ہو گئی۔ تو حضرت علیؓ نے لوگوں کی توجہ کو بدلا ہوا پایا۔ جس پہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے مصالحت اور بیعت کا پروگرام بنایا۔ کیونکہ ان چھ مہینوں میں حضرت علیؓ نے بیعت نہیں کی تھی۔ تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ بشرطیکہ آپ کے ہمراہ اور کوئی نہ ہو۔ کیوں کہ وہ حضرت عمرؓ کی حاضری کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ پیغام سننے پہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ آپ ان کے پاس اکیلے نہ جائیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا مجھے امید نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی بدسلوکی کریں گے۔ واللہ! میں ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ان حضرات کے پاس تشریف لے گئے۔ تو حضرت علیؓ نے کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا کہ ہمیں آپ کی بزرگی اور وہ فضائل جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں ہمیں پورا اعتراف ہے۔ ہم اس بھلائی کا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجی ہے حسد نہیں کرتے۔ یعنی ہمیں آپ کی خلافت پہ حسد نہیں ہے۔ لیکن یہ شکوہ ضرور ہے کہ خلافت کے معاملہ میں منفرد رہے ہم سے مشورہ نہیں کیا۔ ہم لوگ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے مشاورت کا حق تو رکھتے تھے۔ باتیں سنتے سنتے حضرت ابوبکرؓ کی آنکھیں بہہ پڑیں آنسو جاری ہو گئے۔ پھر جب ابوبکرؓ بولے۔ تو فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت میری اپنی قرابت سے مجھے زیادہ عزیز ہے کہ میں اس کا لحاظ کروں اور صلہ رحمی کا حق ادا کروں۔ لیکن یہ جو ان اموال فے میں

میرے اور آپ کے درمیان اختلاف ہوگیا ہے۔ تو یاد رکھئے۔ اس میں بھلائی کے اندر کوتاہی نہیں کروں گا اور ان اموال میں جو طریقہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ میں اس کو ضرور اختیار کروں گا۔ جس پر حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔ کہ آپ سے بیعت کا وعدہ زوال کے بعد کا ہے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے جب ظہر کی نماز سے فراغت حاصل کی۔ تو منبر پر چڑھ گئے۔ کلمہ شہادت پڑھا۔ اور حضرت علیؓ کی شان اور مرتبہ ذکر کیا۔ اور بیعت میں دیر کرنے اور اس کے عذر کو ذکر کیا۔ جو انہوں نے بیان کیا تھا۔ پھر بخشش طلب کرنے کے لئے استغفار پڑھا۔ حضرت علیؓ نے اٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی عظمتِ شان کو بیان کیا۔ اور بتلایا۔ کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اس کا باعث ابوبکرؓ پر حسد کرنا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان فضائل کا انکار کرنا ہے۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالٰی نے انہیں برتری عطا فرمائی ہے۔ لیکن ہم اس خلافت کے معاملہ میں مشورہ کی حد تک اپنا کچھ نہ کچھ حق ضرور سمجھتے تھے۔ جس میں ہمیں نظر انداز کر کے تفرد کا مظاہرہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے ہمارے دلوں میں ناراضگی پیدا ہوئی اس بیان پر مسلمان خوش ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ اے علیؓ! تو نے ٹھیک کہا۔ اور مسلمان حضرت علیؓ کے قریب ہو گئے۔ جب کہ انہوں نے امر بالمعروف یعنی مبایعت کی طرف رجوع کر لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس روایت کی بنا پر روافض نے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر اپنی بہت غضبناکی کا اظہار کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ خود حضرت ابوبکرؓ کے پاس نہیں گئیں۔ قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجا۔

توجیہات فاطمہؓ یہ نہ تو حضرت فاطمہؓ کا قول ہے اور نہ ہی ان کا فعل معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ امام زہریؒ کا قول ہے یا حضرت عروہؒ کا انتزاع ہے یا حضرت عائشہؓ کا۔ اگر بالفرض یہ انتزاع صحیح ہو۔ تو خطا کس کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ خبر واحد ہے۔ جو ہمارے اعتبار سے ظنی ہے۔ مگر صحابی کے اعتبار سے تو قطعی ہے۔ جس کو وہ کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتے۔ نیز! حضرت فاطمہؓ نے اس روایت کا انکار بھی نہیں کیا۔ بلکہ جب حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ جھگڑتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ان دونوں حضرات سے دوسرے اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں قسم دے کر پوچھا۔

کہ کیا ما ترکنا صدقہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یا نہیں۔ تو سب نے اقرار کیا کہ واقعی یہ فرمانِ رسول ہے۔ تو جب حضرت ابو بکرؓ فرمانِ نبوی پہ عمل کر رہے ہیں۔ تو ان پہ غضب ناک ہونا یہ حضرت فاطمہؓ کی خطا تھی۔ کیونکہ وہ تو معصوم نہیں ہیں۔ تو ناراض ہونا ترک سلام و کلام کر دینا اگر اسی بنا پہ ہے تو پھر حضرت فاطمہؓ خطا دار ہیں۔ اگر صدیق اکبرؓ اس فرمانِ نبوی پہ اس طرح عمل نہ کرتے جیسے آپؐ نے کیا تھا۔ بلکہ ذوی القربیٰ پر تقسیم کر دیتے تو پھر ان پہ اعتراض تھا۔ اور اس میں خود ان کا بھی بھلا تھا۔ کہ ان کی بیٹی عائشہؓ کو ثمن سے حصہ ملتا۔ لیکن جب وہ فرمانِ نبوی پہ عمل پیرا ہیں تو خطا حضرت فاطمہؓ کی ہے اور اس میں کوئی استحالہ بھی نہیں۔ کیونکہ بغیر انبیاء اور ملائکہ کے اور کوئی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ بایں ہمہ یہ توجیہ اس لئے قابل قبول نہیں کہ حضرت فاطمہؓ صحابیہ ہیں۔ اور بتول کے لقب سے ملقب ہیں۔ کہ دنیا سے الگ تھلگ رہنے والی تھیں۔ طلب دنیا کے لئے کسی پہ ناراض ہونا اور وہ بھی اس شخص پہ جو فرمانِ نبوی پہ عمل کرے یہ شانِ صحابیت کے خلاف ہے۔ جب کہ ایک ادنیٰ صوفی تارک دنیا ہو کر دنیا کے تخت و تاج کو لات مار کر فقر اختیار کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ تخت و تاج کو چھوڑ کر فقر اختیار کرتے ہیں۔ تو حضرت فاطمہؓ بتول کی اولاد میں سے ایک معمولی فرد تو دنیا سے اجتناب کرے ناممکن ہے کہ نبوت کی گود میں پرورش پانے والی بیٹی دنیا کے لئے اس قدر بیتاب ہو۔ حالانکہ خود ان کا بیٹا حضرت حسنؓ دنیا سے نفور ہے بہت بڑا لشکر ان کے ہمراہ تھا۔ اس فوج کو دیکھ کر حضرت امیر معاویہؓ گھبرا گئے۔ اور پیغام بھیجا کہ اس لڑائی کے نتیجہ میں فتح جس کو بھی ہو مجھے فکر ہے کہ ان بیوگان اور یتامیٰ کا تکفل کون کرے گا۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ میں تکفل کر دوں گا۔ بایں ہمہ سلطنت پر لات مار دی۔ مدینہ منورہ چلے آئے۔ اور فرمایا۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ الغرض بیٹا تو سلطنت پہ لات مار کر زہد اختیار کرے اور ماں جو جگر گوشۂ رسول ہے۔ وہ دنیا کی وجہ سے غضب ناک ہو۔ مہاجرت کرے اور آپؐ کے فرمان پہ عمل کرنے سے سلام و کلام ترک کر دے۔ اور شوہر نامدار حضرت علیؓ کا یہ حال ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جنت کو تین روٹیوں پہ خریدا ہے۔

الذین یطعمون الطعام مسکینا و یتیما و اسیرا یہ آیت ان کے بارے میں نازل

ہوئی۔ جب کہ افطاری کا کھانا مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیا۔ دوسرے خود حضرت فاطمہؓ جن کو چکی پیسنے کی وجہ سے گٹھے پڑ گئے تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خادمہ لینے کے لئے جاتی ہیں۔ خادمہ نہیں ملی۔ بلکہ اس کے بدلہ تسبیحات فاطمی کی تعلیم دی گئی۔ اس وقت تو آپ کی زندگی میں زہد کی تعلیم تھی۔ آپ کی وفات کے بعد وہ زہد کو خیرباد کہہ کر طالبِ دنیا بن جائیں۔ یہ بہت بعید ہے۔ یہ اسی بخاری شریف میں گزر چکا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے قریب ان کے کان میں ایک بات کہی تو یہ رونے لگیں۔ پھر دوسری بات کان میں بتلائی تو ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے یک وقت کسی کو روتے اور ہنستے ہوئے نہیں دیکھا سوائے فاطمۃ الزھراؓ کے۔ آپؐ کی زندگی میں آپؐ کا راز افشا نہ کیا۔ آپؐ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کے استفسار پر فرمایا کہ پہلی مرتبہ آپؐ نے بتلایا کہ اس بیماری میں میری وفات ہو جائے گی۔ جس پہ مجھے رونا آگیا۔ دوسری مرتبہ فرمایا کہ سب سے پہلے اہلِ بیت میں سے تم ہی آکر مجھے ملوگی اور تم جنت کی سیدۃ النساء ہوگی جس پہ میں ہنس پڑی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی آمد و رفت اور سلام و کلام کم ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے پہلے بھی تکلم نہیں تھا۔ غیر ذی رحم محرم تھیں۔ تکلم نہیں ہوا۔ اور یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کاش! میرا جنازہ مرد نہ پڑھاتا جس پہ میرے جسم کی ہیئت بھی ظاہر نہ ہوتی۔ حضرت اسماءؓ نے گہوارہ کا ذکر کیا تو بہت خوش ہوئیں۔ تو جو مستورہ مرنے کے بعد اپنے جسم کی ہیئت کو بھی دکھانا پسند نہیں کرتیں۔ وہ طلبِ میراث کے لئے کہاں ماری ماری پھرتی ہوگی۔ یہ محض افتراء ہے۔ تو ھجران اس وجہ سے ہوا۔ اور لم تکلمہ بھی صحیح ہوا۔ کہ آمد و رفت کہاں تھی کہ ان سے کلام ہوتا۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس مطالبہ کو چھوڑ دیا اور پھر اس بارے میں کوئی نہیں کیا۔ دوسرے اس وقت فتنہ ارتداد کی وبا پھیل گئی تھی۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ تو جیوش کی روانگی کے اہتمام میں تھے۔ انہیں اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ ان سے ہمکلام ہوتے۔ تو غصہ کی وجہ سے ھجران اور عدم کلام یہ راوی کا انتزاع ہے۔ واقعات اس کے خلاف ہیں۔ مزید برآں وہ پہلے بھی ان کا آنا جانا نہیں تھا۔ رنج و غم کے عالم میں ان کا آنا اور کلام کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہے تو وجدات

یہ اختراعِ راوی ہوا۔ دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ وجد کے معنی جیسے غم وغصہ کے آتے ہیں ایسے حزن کے بھی آتے ہیں۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔ بجد الحمام ولو کوجدی الخ اس میں وجد بمعنی حزن کے ہے۔ تو یہاں بھی وجدت بمعنی حزنت کے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے حزن وملال رہتا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ ان کی دلداری کے لئے چھ ماہ تک گھر سے باہر نہیں نکلے۔

لم یوذن بھا ابابکر اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے ان کو اطلاع نہیں دی۔ پھر یہ منقول نہیں کہ آیا حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا یا نہ ہوا۔ وہ جنازہ میں شریک ہوئے یا نہ ہوئے۔ نماز جنازہ کس نے پڑھائی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے پڑھائی۔ لیکن ریاض نضرۃ میں ابن سعد کے حوالہ سے ہے۔ کہ نماز جنازہ ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی خود حضرت علیؓ نے آگے کھڑا کیا کہ آپ ہمارے حاکم ہیں۔ یہ آپ کا حق ہے۔ لیکن یہ حدیث بقیہ امور سے ساکت ہے۔ لم یبایع تلک الاشھر حضرت علیؓ اولاً تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین وتدفین میں مصروف رہے۔ بعد ازاں حضرت فاطمہؓ کی دلداری کے لئے حزن وملال کو دور کرتے رہے۔ اور میراث نہ ملنے اور خلافت نہ ملنے کا عذر تو لنگ ہے۔ جو ان کی شان ارفع کے لائق نہیں ہے۔ لیحضر عمرؓ کیونکہ یہ جانتے تھے۔ کہ اگر حضرت عمرؓ آگئے تو سخت کلامی کریں گے۔ تلطف نہیں ہوگا۔ ما عسیتم عسیٰ کے معنی اشفاق کے ہیں۔ کہ مجھے کوئی ڈر نہیں۔ کہ میرے سے بدسلوکی ہوگی۔

احب الی ان اصل من قرابتی بعد ازاں ابوبکر صدیقؓ نے یہ بھی فرمایا کہ خلافت کے معاملہ میں آپ سے مشورہ اس لئے نہیں کیا گیا۔ کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے۔ منا امیر ومنکم امیر پہ آگئے۔ چونکہ قریش کی سیادت کو ہر ایک تسلیم کرتا تھا۔ اس لئے میری بیعت تو اچانک واقع ہوئی۔ کوئی میٹنگ ہوتی۔ ایجنڈا جاری ہوتا آپ کو نہ بلایا جاتا تو پھر اعتراض تھا۔ بفتۃ مبایعت میں آپ سے مشورہ نہیں ہو سکا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا اَلْآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب ہم لوگ کھجور سے سیر ہوں گے۔ یعنی اب پیٹ بھر جائے گا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۷ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ مَا شَبِعْنَا حَتّٰی فَتَحْنَا خَيْبَرَ۔

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیٹ بھر کر نہیں کھایا یہاں تک کہ ہم نے خیبر کو فتح کیا تب سیری ہوئی۔

بَابُ اِسْتِعْمَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ خَيْبَرَ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر والوں پر حاکم مقرر کرنا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۸ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ بِالثَّلٰثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ الخ حَدَّثَاهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَخَا بَنِيْ عَدِيٍّ مِنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى خَيْبَرَ فَاَمَّرَهُ عَلَيْهَا وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ الخ مِثْلَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر ایک حاکم مقرر فرمایا۔ جو عمدہ قسم کی کھجور لے کر آیا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا خیبر کے تمام کھجور اسی طرح ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ واللہ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دو صاع کے بدلے اس عمدہ کھجور کا ایک صاع لیتے ہیں۔ اور دو صاع کو تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ تمام کھجور کو دراہم

میں بیچ ڈالو۔ پھران دراہم سے یہ عمدہ کھجور خرید کرو۔ تاکہ ہم جنس کے تبادلہ میں سود نہ بن جائے۔ عبدالعزیز اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بنی عدی کے ایک بھائی کو خیبر کی طرف بھیجا اور اس کو اس پر حاکم مقرر فرمایا۔ عبدالمجید کی سند میں بھی اسی طرح ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خیبر سے زمین کا خراج وصول کرنے کے لئے حضرت سواد بن غزیہؓ کو عامل بناکر بھیجا گیا۔ جنہوں نے وصولی ایسے طریقہ سے کی جس سے سودی کاروبار کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔

جنیب عمدہ کھجور الجمع ردی کھجور۔ یہ حیلہ آپؐ نے حرمت ربٰوا سے بچنے کے لئے فرمایا۔ کیونکہ التمر بالتمر کا فرمان ہے۔ معلوم ہوا کہ حرام سے بچنے کے لئے کوئی حیلہ کیا جائے تو جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ تاکہ حرام کا ارتکاب نہ ہو۔ بلکہ بسا اوقات مستحب اور واجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نقود میں جب تبادلہ ہو تو ایک آدھ پیسہ ضرور ڈال دینا چاہیئے۔ ان حیلوں پر امام بخاریؒ کو بہت غصہ آیا ہے۔ چنانچہ کتاب الحیل لکھ کر حضرت امام اعظمؒ پر طعن کیا ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حیلہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔ حیلہ کی نظیر خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ارکض برجلک الخ غرضیکہ حرام سے بچنے کے لئے حیلہ جائز ہے۔ اگر کوئی اور غرض ہو جیسے واجب شدہ چیز سے گریز کرنا تو یہ ناجائز ہے۔ جیسے چھ ماہ تک زیورات بیوی کے نام اور چھ ماہ تک شوہر کے نام۔ اس طرح نہ سال تمام ہوگا نہ زکوٰۃ واجب ہوگی یہ ناجائز ہے۔

بَابُ مُعَامَلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ خَيْبَرَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر والوں سے اراضی و باغات پر معاملہ کرنا۔

حدیث نمبر ۳۸۱۹ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ إِسْمٰعِيلَ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اراضی خیبر یہودیوں کو اس شرط پر دے دیں کہ وہ ان کو ٹھیک ٹھاک کرنے کا بندوبست کریں۔ اس میں کھیتی باڑی کریں گے جس سے ان کو پیداوار کا آدھا حصہ ملے گا۔

بَابُ الشَّاةِ الَّتِي سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ رَوَاهُ عَنْ عَائِشَةَ رض عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ وہ بکری جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیبر میں زہر ملایا گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری کا ہدیہ لایا گیا جس میں زہر تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اہل خیبر سے معاملہ بطریق مزارعت تھا یا مقاسمت پر تھا۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ مزارعت اور مخابرۃ میں کوئی جزء مشاع یعنی مشترک متعین کر دیا جاتا ہے۔ یہ احناف اور شوافع کے نزدیک جائز ہے۔ اور آج کل فتویٰ بھی اسی پر ہے لیکن حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ خیبر کو عنوۃ تلوار کے زور سے فتح کیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اہل خیبر پر جزیہ لازم تھا۔ پھر خراجی زمین ان کو دی گئی۔ اس سے جزیہ اور خراج وصول کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں منقول نہیں ہے۔ کہ آپؐ نے اس کے علاوہ کوئی جزیہ یا خراج وصول کیا ہو۔ تو حضرت امام صاحبؒ اسے خراج مقاسمۃ پر محمول کرتے ہیں۔ اور اس کا امام کو اختیار ہے۔ کہ وہ خراجی زمین اہل جزیہ کو دے دے۔

الشاة التي فيها سم جس یہودیہ نے زہر ملایا تھا۔ اس کا نام زینب بنت الحارث ہے سلام بن مشکم اس کا شوہر تھا۔ وہ کھانا پکا کر لائی۔ جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپؐ کی عادت تھی۔ کہ ہدیہ پیش کنندہ کی تالیفِ قلب کے لئے قبول کر لیتے تھے۔ اور کھا بھی لیتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو لقمہ نے منہ میں پہنچتے ہی اطلاع کر دی کہ مجھ میں زہر ہے آپؐ نے اسے پھینک دیا۔ لیکن براء بن معرورؓ نے کھایا جس کے اثر کی وجہ سے فوراً ان کا انتقال ہو گیا۔ آپؐ نے یہودیہ کو بلوا کر پوچھا۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے یہ امتحاناً ایسا کیا تھا۔ آپؐ نے اپنے طور پر تو اسے معاف کر دیا۔ لیکن براء بن معرورؓ کے قصاص میں اسے قتل کرا دیا۔

بَابُ غَزْوَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

ترجمہ۔ باب زید بن حارثہ کا غزوہ۔

حدیث نمبر ۳۸۲۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلَى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَايْمُ اللهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو ایک قوم پر امیر مقرر کیا۔ تو کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر طنز کیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر تم لوگ اس کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو تو ان سے پہلے ان کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ اور اللہ کی قسم! وہ امارت کے لائق تھا۔ کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے مجھے زیادہ محبوب تھا۔ اور بے شک یہ حضرت اسامہؓ ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت اسامہؓ کی عمر اس وقت سترہ برس کی تھی۔ آپؐ نے ان کو اس وقت امیر بنایا جب کہ اکابر صحابہ مہاجرین اور انصار موجود تھے۔ لوگوں نے طعن و تشنیع شروع کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا۔ کہ زمانہ جاہلیت کے دستور کو مٹایا جائے۔ جس میں قابلیت ہو اس کو امیر بنایا جائے۔

بزرگی بعقل است نہ بسال ٭ تونگری بدل است نہ بہ مال

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یہ اور غزوہ ہے۔ غزوہ موتہ اور ہے۔ جس کا صراحۃً الگ آگے آرہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس میں بھی حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا گیا تھا۔ جس پر حضرت جعفرؓ نے فرمایا تھا۔ کہ مجھے یہ خیال نہیں تھا۔ کہ آپؐ ہم پر زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ امض فانك لاتدری ای ذلك خیر یعنی تم نہیں جانتے۔ کہ ان میں سے بہتر کون ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ نے اس پر تنبیہ کر دی۔ اور کلمہ بلٰی کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بلٰی لا کے معنی میں ہے۔ اور شاید جیسے ہندی زبان میں اس موقعہ پر ہاں کہتے ہیں۔ یہ بلٰی ایسے ہے۔ چنانچہ جہاں سخت انکار ہو تو وہاں جو ہاں کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کو مرے ہوئے آٹھ دن گذر گئے۔ اب کوئی شخص کہے کہ میں کل اس سے کلام کر رہا تھا۔ تو اس پر شدید انکار اس طرح بھی کیا جاتا ہے۔ کہ جی ہاں ضرور کیا ہوگا۔ واللہ اسے تو مرے ہوئے آٹھ دن گذر چکے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہاں پر کلمہ بلٰی اپنے اصلی معنی پر ہے۔ کہ آپؐ تقریر فرما رہے ہیں۔ کہ شہادت بھی اور یہ معصیت بھی ہے اور معصیت شہادت کے منافی نہیں ہے۔ اور میں نے اوجز کے اندر اس کی تفصیل لکھی ہے اور ثابت کیا ہے کہ شہادت سیئات کا کفارہ ہوتی ہے۔ سوائے قرضے کے۔

بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ

ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ عمرۂ قضاء کو حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۲ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ لَمَّا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبٰى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ عَلٰى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا هٰذَا مَا قَاضَانَا عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لَا نُقِرُّ بِهٰذَا لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ مَا مَنَعْنٰكَ

شَيْئًا وَلٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ امْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَلِيٌّ لَا وَاللّٰهِ لَا أَمْحُوْكَ أَبَدًا فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ السِّلَاحَ إِلَّا السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ وَأَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَّتْبَعَهُ وَأَنْ لَّا يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُّقِيْمَ بِهَا فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا قُلْ لِصَاحِبِكَ أُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِيْ يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ دُوْنَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيْهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ قَالَ عَلِيٌّ أَنَا أَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ وَقَالَ زَيْدٌ ابْنَةُ أَخِيْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ أَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ وَقَالَ لِزَيْدٍ أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَا تَتَزَوَّجُ بِنْتَ حَمْزَةَ قَالَ إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا۔ تو اہل مکہ نے آپؐ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے ان سے ان شرائط پر صلح کر لی۔ کہ آپؐ آئندہ سال اس میں تین دن تک ٹھہر سکیں گے۔ جب معاہدہ لکھا جانے لگا۔ تو انہوں نے لکھا۔ کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ ہم تو اس کا اقرار نہیں کریں گے۔ اگر ہمیں یقین ہوتا۔ کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہم آپ کو کسی چیز سے نہ روکتے۔ لیکن آپؐ تو محمد بن عبداللہ ہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپ رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ نہیں۔ واللہ میں تو کبھی

آپؐ کا نام نہیں مٹاؤں گا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دستاویز خود لے لی۔ حالانکہ آپؐ اچھی طرح لکھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن معجزانہ طور پر آپؐ نے لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد بن عبداللہ نے لکھا ہے۔ کہ وہ مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گے۔ مگر یہ کہ ان کی تلوار نیام میں ہوگی۔ اور یہ کہ آپؐ اہل مکہ میں سے کسی کو نکال کر نہیں لے جائیں گے۔ اگر وہ ان کے پیچھے جانے کا ارادہ کرے۔ اور یہ کہ اگر آپؐ کے صحابہ کرام میں سے کوئی مکہ میں مقیم ہونے کا ارادہ کرے تو آپؐ کسی کو ایسا کرنے سے نہیں روکیں گے۔ پس جب آپؐ اگلے سال مکہ میں داخل ہوئے۔ اور تین دن کی مدت گذر چکی تو مکہ والے حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ آپ اپنے صاحب سے کہیں کہ وہ اب ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں کیونکہ مدت ختم ہو چکی ہے۔ تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے تو حضرت حمزہؓ کی بیٹی پیچھے دوڑتی ہوئی پکارتی تھی۔ اے چچا۔ اے چچا۔ جس کو حضرت علیؓ نے ہاتھ سے پکڑ کر لے لیا۔ اور حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ اس کو لے لو۔ یہ تو تمہارے چچا کی بیٹی ہے جس کو میں نے اٹھا لیا ہے۔ لیکن اس کے بارے میں حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ جھگڑنے لگے۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے میں نے اسے پکڑا ہے اور وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا۔ کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ اور حضرت زیدؓ نے فرمایا۔ کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے لئے فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے اور حضرت علیؓ سے فرمایا تو میرے سے ہے۔ اور میں تیرے سے ہوں۔ اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا۔ تو میری پیدائش اور اخلاق میں میری مانند ہے۔ اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور آزاد کردہ غلام ہے۔ اور حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپؐ خود حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ جس سے میرا نکاح نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ

عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ اِلَّا سُيُوْفًا وَلَا يُقِيْمُ بِهَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ فَلَمَّا اَنْ اَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا اَمَرُوْهُ اَنْ يَّخْرُجَ فَخَرَجَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے۔ تو کفار قریش آپؐ اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگئے۔ تو آپؐ نے اپنی قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ اور حدیبیہ میں ہی اپنا سر مبارک منڈوا لیا۔ اور ان سے اس بات پر صلح کر لی۔ کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور یہ کہ ہتھیار اٹھا کر نہیں آئیں گے۔ مگر یہ کہ تلواریں نیام میں ہوں گی۔ اور مکہ میں اتنے دن قیام کریں گے۔ جس قدر قریش پسند کریں گے۔ پس آپؐ دوسرے سال عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جیسا کہ ان سے صلح کی تھی۔ اسی طرح مکہ میں داخل ہوئے۔ جب تین دن تک قیام کر لیا۔ تو قریش نے کہا۔ آپؐ تشریف لے جائیں تو آپؐ مکہ سے روانہ ہوگئے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۴ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَاِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ كَمْ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعًا سَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ قَالَ عُرْوَةُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ فَقَالَتْ مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةً اِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهٗ وَمَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبَ قَطُّ۔

ترجمہ۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عروۃ بن الزبیرؓ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ چار عمرے کئے۔ پھر ہم نے حضرت عائشہؓ کے دانتوں پر مسواک کرنے کی آواز سنی۔ تو حضرت عروہؓ نے پوچھا۔

ام المؤمنین! کیا جو کچھ ابو عبدالرحمٰن فرما رہے تھے آپ اسے سن رہی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپؐ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا عمرہ نہیں کیا۔ جس میں ابن عمرؓ حاضر نہ ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ آپؐ نے ماہ رجب میں کبھی کوئی عمرہ نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَمِعَ ابْنَ اَبِي اَوْفٰىؓ يَقُولُ لَمَّا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرْنَاهُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِكِيْنَ وَمِنْهُمْ اَنْ يُّؤْذُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے غلاموں سے اور خود مشرکین سے حفاظت کی۔ کہ کہیں یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

حدیث نمبر ۳۸۲۶ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهٗ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ وَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ الثَّلٰثَةَ وَاَنْ يَّمْشُوْا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ وَزَادَ ابْنُ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَامِهِ الَّذِي اسْتَاْمَنَ قَالَ ارْمُلُوْا لِيَرَى الْمُشْرِكُوْنَ قُوَّتَهُمْ وَالْمُشْرِكُوْنَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ عمرہ قضا کرنے کے لئے مکہ میں آئے تو مشرکین مکہ کہنے لگے کہ تمہارے پاس

صحابہ کرام کا وفد آیا ہے۔ جس کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ طواف کے تین پھیروں میں پہلوانوں کی طرح چلو۔ دونوں رکنوں کے درمیان عام حالت میں چلتے رہو۔ سب سات پھیروں میں اسی طرح رمل کرنے کا حکم اس لئے نہ دیا۔ کہ ان پر شفقت اور مہربانی کرنا مقصود تھا۔ اور ابن سلمہ کی سند میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال مکہ میں تشریف لائے۔ جس میں آپؐ قضا عمرہ کے لئے امن طلب کیا تھا۔ تو آپؐ نے صحابہ کرام کو رمل کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ مشرکین کو اپنی طاقت وقوت دکھائیں۔ اور مشرکین مکہ کے پہاڑ قعیقعان کی طرف تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُفْيَانَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف رمل کے ساتھ کیا۔ اور صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑ لگائی۔ تاکہ مشرکین کو اپنی طاقت دکھائیں۔

حدیث نمبر ۳۸۲۸ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَؓ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَبَنٰى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَمَاتَتْ بِسَرِفَ وَزَادَ ابْنُ اِسْحٰقَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَؓ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے احرام کی حالت میں نکاح کیا۔ اور حلال ہونے کی حالت میں ان سے ہمبستری کی۔ اور حضرت میمونہؓ اسی سرف کے مقام پر ان کی وفات ہوئی جہاں ان کا نکاح ہوا تھا۔ اور ابن اسحاق کی سند میں ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے عمرۃ القضاء میں نکاح کیا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے یہ بھی تھا کہ امسال مسلمان واپس چلے جائیں اگلے سال عمرہ ادا کریں۔ اور تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ آپؐ نے

احصار بالعدو کی وجہ سے احرام کھول دیا۔ اور ایک احصار بالمرض والخوف بھی ہوتا ہے۔ جس کے امام ابو حنیفہؒ قائل ہیں۔ آئندہ سال ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر اور دیگر چھوٹے چھوٹے غزوات سے فارغ ہوئے۔ تو ماہ ذیقعدہ ۷ھ میں عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اسے عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے۔ قضاً بایں معنی کہ گزشتہ سال کی قضاء ہے۔ یعنی قضا بمعنی مقاضاۃ یعنی صلح کی وجہ سے بنا بریں امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ احصار کی وجہ سے قضا واجب نہیں ہوتی۔ حضرت امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص نے نفل عبادت شروع کی۔ تو لا تبطلوا اعمالکم کے تحت اس کا اتمام واجب ہے۔ اگر ادا نہ کر سکا تو قضاً واجب ہے۔ لہٰذا امام اعظمؒ کے نزدیک اگر احصار کی وجہ سے قضاً ہو تو قضاء ضد ادا ہے۔ اور شوافعؒ فرماتے ہیں کہ قضاً بمعنی مقاضات یعنی صلح کے ہے۔ مگر ادا کے معنی نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ذی الحلیفہ سے احرام باندھا۔ پھر مکہ میں داخل ہو کر افعالِ عمرہ ادا کئے۔ تو یہ ادا ہوئی۔

واللہ لا امحوک ابداً یہ پر زور الفاظ میں نافرمانی ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ ہر نافرمانی معصیت نہیں ہوتی۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم دیا تھا کہ امامت کراؤ۔ تعمیل ارشاد تو کی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے تو پیچھے ہٹ گئے۔ تو یہ نافرمانی شوکت اور عزت اور ادب برقرار رکھنے کے لئے تھی جو معصیت میں داخل نہیں۔ دوسرے حضرت علیؓ نے قرائن سے معلوم کر لیا۔ کہ امر ایجاب کے لئے نہیں ہے۔

فکتب ھٰذا الخ بعض شراح کہتے ہیں کہ معجزانہ طور پر حقیقت پر محمول ہے۔ کہ آپؐ نے امی ہونے کے باوصف پھر بھی لکھ دیا۔ اگرچہ آپؐ نے پہلے سے لکھنا نہیں سیکھا تھا۔ لیکن بطور اعجاز کے لکھ دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اُمّی کے یہ معنی نہیں کہ بالکل لکھنا نہ جانتا ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ لیس یحسن الخ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ کتب بمعنی امر الکتابۃ کے ہیں۔ یعنی محو تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کیا۔ پھر امر کیا کہ اس طرح لکھو۔

لا یدخل مکۃ السلاح جب صحابہ کرامؓ مکہ کے قریب پہنچے تو ان سے ہر قسم کے ہتھیار مکہ سے

باہر رکھوا دیئے گئے۔ محض تلواروں کو میان میں رہنے دیا گیا۔

فتبعتہ ابنۃ حمزۃ ؒ حضرت امیر حمزہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسباً چچا تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ اس رضاعت کے اعتبار سے لڑکی نے یا عم کہا۔ اور حضرت فاطمہ رضؓ نے بھی رضاعت کے اعتبار سے چچا کہا۔ ورنہ نسب میں وہ ان کے دادا لگتے تھے۔ مدینہ میں آنے کے بعد اس لڑکی کی پرورش کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ حضرت زید رضؓ نے فرمایا۔ حضرت حمزہ رضؓ سے میری مواخاۃ تھی۔ اس لئے اس کی پرورش کا حق مجھے پہنچتا ہے۔ حضرت جعفر رضؓ فرماتے تھے ان کی خالہ میرے پاس ہے۔ حضرت علی رضؓ فرماتے تھے کہ حضرت فاطمہ رضؓ ان کی رضاعی بہن ہیں۔ لیکن آپؐ نے خالہ کے حق میں حضانۃ کا فیصلہ کرتے ہوئے لڑکی حضرت جعفر رضؓ کو دے دی۔ معلوم ہوا کہ حقِ حضانۃ ان عورتوں کو ہے جو ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں۔

انت منی و انا منک ؒ اگرچہ حضرت علی رضؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی خصوصیات ہیں۔ مگر حضرت علی رضؓ چچا زاد بھائی بھی ہیں۔ تو من تبعیضیہ نہیں ہوسکتا۔ ورنہ نکاح فاطمہ رضؓ صحیح نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کو من اتصالیہ کہا جائے گا اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے۔ جب دو شخصوں میں روحانی مقاربت ہو۔ اس لئے فضیلت کلی لازم نہیں آتی۔ جس سے استحقاقِ خلافت ثابت ہو۔ کیونکہ ایسے الفاظ تو آپؐ نے اشعریوں کے بارے میں فرمائے ہیں۔ فھم منی و انا منھم اس سے روحانی تعلق ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس سے دوسروں پر فضیلت کلی لازم نہیں آتی۔ یہ الفاظ آپؐ نے تسلی دینے کے لئے فرمائے تھے۔

قال علی الاتتزوج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کے خاندان میں سے کسی سے شادی نہیں کی بلکہ دوسرے خاندانوں سے رشتہ ازدواج قائم ہوا۔ اس میں ایک سیاسی مصلحت تھی۔ کہ جب کسی سے تعلق مصاھرت قائم ہو جائے تو دشمنی کم ہو کر ہمدردی اور محبت استوار ہوتی ہے۔ داماد کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اسی مصلحت کی بنا پر مغل بادشاہوں نے راجواڑوں کی لڑکیوں سے شادیاں کیں۔

قال اربعاً حضرت ابن عمر رضؓ کی تیرہ نسیانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ عمرے چار ہیں۔ اور ایک عمرہ آپؐ نے رجب میں ادا کیا۔ قال اربعاً احدھن فی رجب کے الفاظ

رہ گئے ہیں۔ یعنی بین الرکنین خانہ کعبہ مستطیل بنا ہوا ہے۔ حطیم جانبِ شمال میں قریباً چھ گز ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں بیت اللہ کے اندر داخل تھا۔ جب بیت اللہ کی دیواریں بوسیدہ ہوگئیں تو قریش نے پانچویں مرتبہ اس کی تعمیر شروع کی۔ چندہ کم ہونے کی وجہ سے بیت اللہ کا ایک حصہ جسے حطیم کہا جاتا ہے اسے الگ کر دیا گیا۔ حرام کا پیسہ تعمیر بیت اللہ پہ نہیں لگایا۔ اس لئے بیت اللہ کے شمالی دو کنارے بنائے ابراہیمی پہ نہیں ہیں۔ جنوب کی طرف جو دو رکن ہیں۔ رکن یمانی اور رکن شامی وہ دونوں بنائے ابراہیمی پہ ہیں۔ طواف حجر اسود سے شروع کیا جاتا ہے۔ چونکہ قریش مکہ جانبِ جنوب میں تھے۔ اس لئے رکن یمانی اور شامی کے درمیان رمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور سات پھیروں میں مشقت کی وجہ سے رمل کا حکم نہیں ہوا۔

تزوج میمونہؓ حضرت میمونہؓ سے بمقام سرف حالتِ احرام میں نکاح ہوا۔ یہ احنافؒ کا مستدل ہے۔ اور اسی سرف کے مقام پہ ان کا انتقال ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قال اربعا حضرت ابن عمرؓ کا مقولہ میں احدٰھن فی رجب بھی تھا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کا اعتراض چار عمرے ہونے پر نہیں تھا بلکہ عمرہ رجب نام رکھنے پہ اعتراض تھا کہ انہیں نسیان ہو گیا۔ آپؐ نے رجب میں کبھی عمرہ ادا نہیں کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ہندی نسخہ میں احدٰھن فی رجب کے الفاظ نہیں ہیں لیکن مصری نسخہ میں جس پہ حاشیہ سندھی چڑھا ہوا ہے۔ عینی، قسطلانی اور عسقلانی سب کے نسخوں میں احدٰھن فی رجب کے الفاظ موجود ہیں۔ تو ظاہر یہ ہے کہ ہندی نسخہ میں سہو کاتب کی وجہ سے رہ گیا۔

لیری المشرکین ص۱۱۶ح۳ **تشریح از شیخ گنگوہیؒ** ایک ہی شے کے مختلف اسباب ہوا کرتے ہیں۔ تو اب منافات نہیں ہوگی کہ رمل کرنا تو بی بی ہاجرہ سے سنت قدیمہ چلی آرہی ہے۔ کہ انہوں نے بین الجبلین دوڑ لگائی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ لیری المشرکین قوۃ اس پہ مبنی ہے کہ حدیث میں الفاظ ہیں۔ سعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبیت وبین الصفا والمروۃ لیکن یہ اراءۃ

رمل طواف کے اندر تھی۔ سعی بین الصفا والمروۃ کے لئے نہیں تھی۔ ابن عباسؓ نے مسند احمد میں ایک اور سبب بھی ذکر کیا ہے۔ ھو سعی ابنیا ابراھیم اور تیسرا سبب حضرت ہاجرہ کی سنت قدیمہ کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور کتاب الانبیاء قصہ ابراھیم میں علامہ عینیؒ کے کلام میں بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ غَزْوَةِ مُوْتَةَ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ

ترجمہ۔ باب غزوۃ موتہ کا بیان جو شام کے ملک میں ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۹ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ الخ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ وَقَفَ عَلٰی جَعْفَرٍ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ قَتِيْلٌ فَعَدَدْتُّ بِهٖ خَمْسِيْنَ بَيْنَ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ لَيْسَ مِنْهَا شَيْئٌ فِيْ دُبُرِهٖ يَعْنِيْ فِيْ ظَهْرِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ خبر دیتے ہیں۔ وہ غزوہ موتہ کے موقعہ پہ حضرت جعفرؓ کے اوپر جاکر کھڑے ہوتے جب کہ وہ شہید ہو چکے تھے۔ پس میں نے ان کے زخم گنے تو نیزے اور تلوار کے پچاس زخم تھے۔ جن میں سے کوئی پیٹھ کے اندر نہیں تھا۔ سب سامنے تھے۔ یہ ان کی شجاعت کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۳۰ اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ مُوْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنْتُ فِيْهِمْ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلٰى وَوَجَدْنَا مَا فِيْ جَسَدِهٖ بِضْعًا وَّتِسْعِيْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّرَمْيَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر حضرت زیدؓ شہید ہو جائیں تو پھر امیر حضرت جعفرؓ ہوں گے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو

توعبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس غزوہ میں ان حضرات کے اندر شامل تھا۔ ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو تلاش کرتے کرتے مقتولین میں جاکر پایا۔ اوران کے جسم میں جو نیزے تیر اور تلوار کے زخم پائے وہ نوے سے بھی کچھ اوپر تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۱ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَّ جَعْفَرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت زیدؓ۔ جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر ان کی خبر آنے سے پہلے سنائی۔ فرمایا کہ حضرت زیدؓ نے جھنڈا پکڑا تو شہید کر دیئے گئے۔ پھر حضرت جعفرؓ نے پکڑا تو وہ شہید ہو گئے۔ تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جھنڈا کو پکڑا تو وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ فرمایا یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار حضرت خالد بن ولیدؓ نے پکڑا۔ انتہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح نصیب فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۸۲۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ سَمِعْتُ عَائِشَةَؓ تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍؓ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَؓ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ قَالَتْ عَائِشَةُؓ وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِيْ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ قَالَ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّنْهَاهُنَّ قَالَ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتٰى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ اَنَّهُ لَمْ يُطِعْنَهُ قَالَ فَاَمَرَ اَيْضًا فَذَهَبَ ثُمَّ اَتٰى فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا

نزعمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاحث فی افواھھن من التراب قالت عائشۃ فقلت ارغم اللہ انفک فواللہ ما انت تفعل وما ترکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العناء۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابن حارثہؓ۔ جعفر ابن ابی طالبؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ کہ آپؐ میں حزن وملال کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں دروازے کی دراز سے جھانک رہی تھی۔ کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! حضرت جعفرؓ کے خاندان کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپؐ نے حکم دیا ان کو جا کر روک دو۔ وہ آدمی گیا اور واپس آکر کہنے لگا۔ کہ میں نے ان کو روکا ہے۔ لیکن وہ کہنا نہیں مانتیں۔ آپؐ نے پھر بھی اسے حکم دیا وہ گیا اور واپس آکر کہنے لگا۔ کہ واللہ! وہ ہم پر غالب آگئی ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ ان کے مونہوں میں مٹی ڈالو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ تیری ناک خاک آلودہ کرے۔ واللہ! نہ تو تو وہ کام انجام دیتا ہے اور نہ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے سے باز آتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۳۲ حدثنی محمد بن ابی بکرؒ قال کان ابن عمرؓ اذا حیا ابن جعفرؓ قال السلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔

ترجمہ۔ حضرت عامر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب حضرت جعفرؓ کے صاحبزادے عبداللہ پر سلام کرتے تھے تو کہتے کہ اے دو پروں والے کے بیٹے تجھ پر سلام ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | غزوہ موتہ جمادی الاول ۸ھ میں واقع ہوا اور فتح مکہ رمضان ۸ھ میں ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ رومیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کو قتل کر دیا۔ حالانکہ بین الاقوامی دستور کے مطابق سفراء کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ تو سفیر کا قتل اعلان جنگ تھا۔ پہلے رومیوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی تھی۔ سفیر کے قتل سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی۔ بلقا رشام کے قریب ایک جگہ ہے۔ اس کے قریب موتہ واقع ہے۔ آپؐ نے کچھ آدمیوں کو رومیوں سے لڑائی کے لئے بھیجا۔ تو اس جیش پر حضرت زید بن حارثہؓ

کو امیر مقرر کیا۔ ان کے قتل پر جعفرؓ اور جعفرؓ کے قتل ہونے پہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی تقرری فرمائی۔ یہ تینوں حضرات شہید ہوگئے۔ رومیوں نے جب حضرت جعفرؓ کے دائیں ہاتھ کو کاٹ ڈالا تو انہوں نے جھنڈا دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ جب وہ بھی کاٹ دیا گیا تو گھٹتے ہوئے جھنڈے کو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے پکڑا وہ بھی شہید ہوگئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مسلمان ہوگئے تھے۔ اور اس لشکر میں شامل تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو چکے تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ پیچھے ہٹ کر پھر آگے بڑھے۔ رومیوں نے سمجھا کہ ان کو کمک پہنچ گئی ہے۔ اس لئے آگے بڑھے ہیں۔ تو شدید قتال ہوا اور فتح مسلمانوں کے حصہ میں آئی۔ نو یا آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ میں ٹوٹی ہیں۔

بضعا وتسعین اس روایت سے نوے سے اوپر اور پہلی روایت سے پچاس زخم کی تعداد معلوم ہوئی۔ تو ان میں منافات نہیں۔ ایک تو اس لئے کہ عدد قلیل عدد کثیر کا معارض نہیں ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلے نیزے اور تلوار کے پچاس زخم کا ذکر تھا۔ رمیہ یعنی تیر کے زخم کا ذکر نہیں تھا۔ اس روایت میں تیر کے زخموں کا ذکر بھی ہے۔ لہذا تعداد بڑھ گئی۔

قبل یأتیہ الخبر یعنی ابھی تک کسی مخبر کے ذریعہ آپؐ کو ان حضرات کی شہادت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ کہ آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی۔ آپؐ لوگوں کو ان کی شہادت کی خبر سنا رہے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

لقد غلبننا یا تو وہ عورتیں بے اختیار ہو کر رو رہی تھیں۔ یا انہوں نے سمجھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے کہنے کی پرواہ نہیں کی۔

فاحث فی افواھھن من التراب ایک معنی تو اس کے یہ ہیں کہ چھوڑ دو۔ ان کے منہ میں مٹی جھونکو۔ نہیں مانتیں تو نہ مانیں۔ یا حقیقی معنی مراد ہیں۔ کہ ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ چونکہ وہ بڑے بڑے خاندان کی مستورات تھیں۔ اس لئے مٹی ڈالنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی۔

یا ابن ذی الجناحین جب ان کے دونوں بازو کٹ گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے بازو کے بدلے انہیں جنت میں دو جناح دیئے گئے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ

جنت میں چلتے پھرتے ہیں۔ بنا بریں آپؐ ان کو ذو الجناحین کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ابن عمرؓ آپ کے صاحبزادے کو ابن ذی الجناحین کہہ کر سلام کیا کرتے تھے اور باپ جعفر طیار کے نام سے مشہور ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۸۲۴ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ یَقُوْلُ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِیْ یَدِیْ یَوْمَ مُوْتَۃَ تِسْعَۃُ اَسْیَافٍ فَمَا بَقِیَ فِیْ یَدِیْ اِلَّا صَفِیْحَۃٌ یَمَانِیَّۃٌ۔

ترجمہ۔ حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ موتہ کی لڑائی میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ میرے ہاتھ میں سوائے یمنی چوڑی تلوار کے کچھ بھی باقی نہ رہا۔

حدیث نمبر ۳۸۲۵ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ حَدَّثَنِیْ قَیْسٌ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ یَقُوْلُ لَقَدْ دُقَّ فِیْ یَدِیْ یَوْمَ مُوْتَۃَ تِسْعَۃُ اَسْیَافٍ وَصَبَرَتْ فِیْ یَدِیْ صَفِیْحَۃٌ لِیْ یَمَانِیَّۃٌ۔

ترجمہ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اور میرے ہاتھ میں صرف ایک چوڑی یمنی تلوار بچ گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور فتح حاصل کی۔

حدیث نمبر ۳۸۲۶ حَدَّثَنِیْ عِمْرَانُ بْنُ مَیْسَرَۃَ الخ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ رَوَاحَۃَ فَجَعَلَتْ اُخْتُہٗ تَبْکِیْ وَاجَبَلَاہُ وَاکَذَا وَاکَذَا تُعَدِّدُ عَلَیْہِ فَقَالَ حِیْنَ اَفَاقَ مَا قُلْتِ شَیْئًا اِلَّا قِیْلَ لِیْ اَنْتَ کَذَالِکَ۔

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ تو ان کی ہمشیرہ رو رو کر کہتی تھیں۔ او میرے پہاڑ! او فلاں او فلاں وہ ان کے مناقب گن گن کر روتی تھیں۔ جب ان کو افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ جو کچھ تو نے میرے صفات کہے ہیں۔ مگر مجھے کہا گیا۔ کیا تو ایسے ہی تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جعلت اخته عمرہ تبکی یہ واقعہ غزدۂ موتہ سے پہلے کا ہے۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بیمار ہوئے۔ اور ان پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ تو ان کی بہن نے سمجھا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو زمانہ جاہلیت کی عادت کے مطابق واجبلاہ وغیرہ کہتی تھیں یہ ندبہ تھا۔ قیل انت کذاک یعنی فرشتے بطور طعنہ کے کہتے تھے۔ کیوں صاحب تم پہاڑ تھے۔ یہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔

لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ اس سے عذاب آخرت مراد ہے۔ بہر حال جب ان کی ہمشیرہ کو اس کا علم ہوا تو جب انہیں معلوم ہوا غزدۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ تو پھر یہ نہیں روئیں حقیقت یہ ہے کہ کبھی محبت بے وقوفی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانچ سو برس تک سر نیچا رکھیں گے۔ اور یہی بے وقوفی محبت امت مسلمہ کے ان لوگوں کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت سے نکالتے ہیں۔ اور روافض نے حضرت علیؓ کی تعریف میں غلو کرتے ہوتے انہیں الٰہ کہہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یا علی یھلک فیک طائفتان مفرط و مفرط دو گروہ تمہاری وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ ایک زیادتی کرنے والے دوسرے کوتاہی کرنے والے۔ اور یہ خبیث ادھر تو حضرت علیؓ کو عالم ما کان وما یکون مانتے ہیں اور ان کو بے غیرت بھی ثابت کرتے ہیں۔ حضرت ام کلثومؓ بنت علی کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا۔ تو کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان کی گردن میں چادر ڈال کر مدینہ کی گلیوں میں گھسیٹتے رہے۔ اور بے حیائی سے کافی کلینی میں ہے۔ اول فرج غصب عنا فرج ام کلثوم الخ

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الا قیل لی انت کذاک ص۱۱ فرشتوں کا یہ قول اس بنا پر ہے کہ انہیں علم تھا۔ کہ حضرت عبداللہؓ اپنے گھر والوں کو یہ خبر دے کر انہیں منکرات سے روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تاکہ وہ ان کی موت پر نوحہ وغیرہ نہ کریں۔ کیونکہ اگر ان کو اس کا علم نہ ہو۔ تو وہ حضرت عبداللہؓ کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔ کیونکہ وہ خود تو ان منکرات پر راضی نہ تھے۔ بلکہ ان کے فعل سے بری تھے۔

لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ یعنی کوئی جی کسی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اور جو کچھ

انہوں نے کیا نہ توان کے حکم سے تھا اور نہ ہی ان کی رضامندی سے تھا۔ اسی لئے ان سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جیسے رفیع الشان صحابی کی شان کے لائق ہے۔ کہ وہ ایسے منکرات پر کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۳۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍؓ قَالَ أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَؓ بِهٰذَا فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر بے ہوشی طاری ہوئی اور سابق حدیث میں جو آیا ہے وہ ان سے کہا گیا۔ تو جب ان کی وفات ہوئی تو وہ ان پر نہیں روئیں۔ اور اسی مناسبت سے اس سے پہلی حدیث کو اس باب میں لاتے ہیں۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍؓ إِلَى الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جہینہ قبیلہ کی ایک شاخ حرقات کی طرف بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۸۳۸ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الخ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرُقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حرقہ کی طرف بھیجا۔ پس ہم نے اس قوم پر صبح کے وقت حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی۔ میں اور ایک انصاری آدمی کفار کے ایک آدمی سے ملے۔ جب ہم نے اس کو ڈھانپ لیا یا گھیر لیا تو وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے لگا۔ انصاری بھائی تو رک گیا۔ لیکن میں نے اسے اپنا نیزہ مارا جسے میں نے قتل کر دیا۔ پس جب ہم مدینہ واپس آئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ اے اسامہ! کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے بعد آپ نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے کہا حضرت! وہ تو قتل سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھنے والا تھا۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر اس کلمہ کو دوہراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج کے دن سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حرقات جمع حرقہ کی۔ چند آدمیوں نے اپنے دشمنوں کو جلا دیا تھا۔ ان کی اولاد کو حرقات کہا جانے لگا۔ جو جہینہ کا ایک بطن ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ حتی تمنیت الخ ص ۶۱۲ بسا اوقات انسان بالذات اپنے مقاصد پر نظر رکھتا ہے۔ اور جو مفاسد اس سے لازم آتے ہیں اس کی طرف ان کی نگاہ نہیں ہوتی۔ بنابریں حضرت اسامہؓ کی یہ تمنّی اس لئے تھی کہ وہ اس جرم عظیم سے بری ہو جاتے۔ اور اس جنایت پر جو عتاب حاصل ہوتا اس کے ڈر کی وجہ سے تمنّا کر دی اور اس کو نہ دیکھا۔ کہ اس سے تو کفر سے تلبث لازم آئے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ دیگر شراح کی توجیہات سے الطف ہے۔ چنانچہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تمنا ایسے اسلام کی تھی جس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مبالغہ ہے۔ حقیقت مراد نہیں ہے۔ حافظؒ اس کے معنی کرتے ہیں۔ کہ میرا اسلام آج ہوتا کیونکہ ان الاسلام یھدم ما قبلہ۔ کہ اسلام لانے سے پہلے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ تو یہ گناہ مٹانے کی تمنّا ہوئی۔ عدم اسلام کی تمنا نہ ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۸۲۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الخ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍؓ وَمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ الخ مِثْلَهُ

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں حصہ لیا۔ اور جو سرایا آپؐ نے روانہ کئے ان میں بھی نکلا اس طرح نو غزوات ہوئے۔ ایک مرتبہ ہم پر ابوبکرؓ امیر تھے۔ اور دوسری مرتبہ حضرت اسامہ بن زیدؓ تھے۔ عمرو بن حفص کی سند میں بھی ایسا ہی ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۴۰ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمِ الضَّحَّاكُ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِؓ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا۔

ترجمہ۔ حضرت سلمۃ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شامل ہوا۔ اور ایک غزوہ میں ابن حارثہ کے ساتھ بھی جہاد کیا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہم پر عامل مقرر فرمایا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِؓ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَذَكَرَ خَيْبَرَ وَالْحُدَيْبِيَةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَّيَوْمَ الْقَرَدِ قَالَ يَزِيْدُ وَنَسِيْتُ بَقِيَّتَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمۃ بن الاکوعؓ سے مروی ہے۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں جہاد کیا۔ انہوں نے خیبر، حدیبیہ، حنین اور یوم القرد کا ذکر کیا۔ یزید راوی کہتے ہیں۔ کہ بقیہ غزوات کے نام میں بھول گیا۔ چار تو یہ ہوئے۔ غزوہ فتح۔ غزوہ طائف اور غزوہ تبوک تین یہ ہوئے۔ اس طرح سات غزوات ہو گئے۔ اور غزوہ تبوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ اور جن میں نو غزوات کا ذکر ہے۔ تو ممکن ہے۔ غزوہ وادی القریٰ جو خیبر کے بعد ہوا۔ اور عمرۃ القضاء کو بھی شمار کر لیا ہو۔

بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ وَمَا بَعَثَ حَاطِبُ بْنُ اَبِی بَلْتَعَةَ

اِلٰی اَهْلِ مَکَّةَ یُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ غزوہ فتح اور وہ جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے جو اہل مکہ کو خط بھیجا جس میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حملہ کی خبر دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۴۲ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَیْرُ وَالْمِقْدَادُ فَقَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰی تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِیْنَةً مَّعَهَا کِتَابٌ فَخُذُوْا مِنْهَا قَالَ فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰی بِنَا خَیْلُنَا حَتّٰی اَتَیْنَا الرَّوْضَةَ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِیْنَةِ قُلْنَا لَهَا اَخْرِجِی الْکِتَابَ قَالَتْ مَا مَعِیَ کِتَابٌ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْکِتَابَ اَوْ لَنُلْقِیَنَّ الثِّیَابَ قَالَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَاَتَیْنَا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِیْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِلٰی اُنَاسٍ بِمَکَّةَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا حَاطِبُ مَا هٰذَا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَیَّ اِنِّیْ کُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِیْ قُرَیْشٍ یَقُوْلُ کُنْتُ حَلِیْفًا وَلَمْ اَکُنْ مِّنْ اَنْفُسِهَا وَکَانَ مَنْ مَّعَکَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ یَحْمُوْنَ اَهْلِیْهِمْ وَاَمْوَالَهُمْ فَاَحْبَبْتُ اِذْ فَاتَنِیْ ذٰلِکَ مِنَ النَّسَبِ فِیْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ یَدًا یَحْمُوْنَ قَرَابَتِیْ وَلَمْ اَفْعَلْهُ ارْتِدَادًا عَنْ دِیْنِیْ وَلَا رِضًا بِالْکُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَکُمْ فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دَعْنِیْ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰی مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ السُّوْرَةَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ ہم تینوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج کر فرمایا۔ کہ چلتے رہو یہاں تک کہ جب تم خاخ کے باغ تک پہنچو تو وہاں ایک اونٹنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس خط ہے وہ لے آؤ۔ فرماتے ہیں کہ ہم چل پڑے۔ کہ ہمیں ہمارے گھوڑے دوڑاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم اس باغ کے پاس پہنچے تو واقعی وہاں پہ ایک اونٹنی سوار عورت جا رہی تھی۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو۔ وہ کہنے لگی کہ میرے پاس خط نہیں ہے۔ پس ہم نے اس سے کہا کہ تمہیں خط نکالنا پڑے گا۔ یا ہم تیرے کپڑے اتار پھینکیں گے۔ تو اس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں کے جھوڑے سے نکال کر دیا۔ جس کو لے کر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس میں حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے مشرکین کے کچھ لوگوں کی طرف لکھا ہوا تھا۔ جس کے ذریعہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ راز ان کو بتا رہے تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! آپؐ میرے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ میں قریش کا حلیف تھا ان کے خاندان میں سے نہیں تھا۔ اور آپؐ کے ہمراہ جس قدر مہاجرین حضرات ہیں۔ ان سے ان کی رشتہ داریاں ہیں۔ جس سے وہ ان کے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کریں گے۔ میں نے سوچا جب یہ میرا نسبی رشتہ ان سے نہیں ہے۔ تو میں ایک احسان ان پہ دھر دوں۔ جس کی وجہ سے میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام اپنے دین سے پھر جانے کی وجہ سے نہیں کیا اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے کیا ہے۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار! بے شک اس شخص نے سچ سچ کہہ دیا ہے۔ پھر بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکا ہے۔ تمہیں کیا پتہ کہ شاید اللہ تعالیٰ

نے اہلِ بدر پر جھانک کر فرما دیا ہو۔ کہ تم جو چاہو عمل کرو۔ میں تمہیں بخش چکا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم انہیں اپنی محبت اور دوستی کا یقین دلاتے ہو۔ فقد ضل سواء السبیل تک پڑھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اہم مقصد مکہ معظمہ کو دشمنوں کے قبضہ سے آزاد کرایا جائے۔ اس لئے کہ یہ گھر محض عبادت الٰہی کے لئے بنایا گیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا۔ طہر بیتی للطائفین الخ کیونکہ یہ مقام تمام دنیا میں ایسی نسبت رکھتا تھا۔ جو شہنشاہی محل سرائے رکھتا ہے۔ دشمن اگر محل کے اردگرد پر غالب ہو جائے تو اس قدر فکر مندی نہیں ہوتی۔ جس قدر پایہ تخت پر غلبہ سے ہوتا ہے۔ جو کسی کو پایہ تخت سے نکال دے۔ کمال اسی کا ہوتا ہے۔ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت تھے۔ اور اطراف وجوانب میں بھی بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ سوائے حضرت زید کے جو حضرت عمرؓ کے چچا تھے۔ اور ورقہ بن نوفل کے اور کوئی موحد نہیں تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ تک پیغام توحید پہنچایا۔ جس پر موحدین کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ آپؐ تیرہ برس تک عدم تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا رہے۔ لیکن جب کوئی اثر نمودار نہ ہوا۔ تو آپؐ مع صحابہ کرام کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ صلح حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی تھی۔ صلح کی شرائط میں یہ بھی تھا۔ کہ حلفاء سے بھی چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے گی۔ بنو بکر قریش کے حلفاء تھے۔ اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلفاء تھے۔ باوجود شرک کے آپؐ نے ان تعلقاتِ قدیمہ کی وجہ سے انہیں حلیف بنا لیا۔ بنو خزاعہ میں سے کسی نے بنو بکر کے ایک تاجر کو قتل کر ڈالا۔ تو بنو بکر نے ایک خزاعی کو قتل کر ڈالا۔ اس کے انتقام میں انہوں نے ان کے تین آدمی قتل کر دیئے۔ جن کا انتقام لیا گیا۔ اس طرح ان کی عداوت قائم رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد لوگوں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ کی۔ عداوت ویسے باقی رہی۔ صلح حدیبیہ کے بعد بنو خزاعہ مطمئن تھے۔ کہ معاہدہ کی وجہ سے دس برس تک نہ تو قریش ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی بنو بکر حملہ کریں گے۔ لیکن ایک رات کدید کے مقام پر جو حرم سے باہر حل میں ہے۔ بنو بکر جو پہلے سے تیار تھے۔ انہوں نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اور قتال کرتے ہوئے حرم میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو روکا کہ کم از کم

حرم میں قتال نہ کرو۔ جس پر بنو بکر نے کہا۔ کہ ہم نے ثار یعنی بدلہ لینا ہے۔ مگر وہ برابر قتل کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے۔ پھر تو جنگ رک گئی۔ انہوں نے سمجھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دور ہیں ان کو کیسے اطلاع ہو گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اطلاع دی۔ اور بنو خزاعہ نے ایک وفد کے ذریعہ سے آپؐ کو مطلع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے لئے تیاری کا حکم دے دیا۔ کیونکہ عہد شکنی کی پہل قریش اور ان کے حلفاء سے ہوئی۔ جس پر قریش نے کوشش کی کہ تجدید عہد ہو جائے۔ چنانچہ اس کے لئے انہوں نے ایک وفد بھیجا۔ جن میں ابوسفیان بھی تھا۔ انہوں نے خزاعیوں کو دیکھا کہ وہ مدینہ سے واپس آرہے تھے۔ کہ ان کے اونٹوں کی مینگنیوں سے یثرب کی کھجور کی گٹھلیاں نکلیں۔ بہر حال ابوسفیان پہلے پہل اپنی بیٹی ام حبیبہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا۔ تو حضرت ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ کر رکھ دیا۔ جس پر یہ خفا ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے کوئی بات چیت نہ کی۔ تو یہ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے بھی صاف جواب دے دیا۔ وہاں سے مایوس ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس چونٹیاں بھی ہوں گی تو تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔ حضرت علیؓ کے پاس گیا انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی طرف رہنمائی کی۔ انہوں نے بھی صاف جواب دے دیا۔ کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ حضرت حسینؓ سے کہا تم نواسے ہو۔ تم امان دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا یہ بچے ہیں۔ ان کی امان کا کیا اعتبار ہے۔ آخر حضرت علیؓ کے کہنے پر ابوسفیان مسجد نبوی میں چلا کر کہہ آیا۔ کہ میں نے مکہ والوں کو امان دے دی۔ وہ یہ کہہ کر چلا آیا۔ اور مکہ والوں کو آکر خبر دی۔ لیکن آپؐ نے لشکر کو تجہیز کا حکم دے دیا۔ چند منزلیں طے کر کے روزہ افطار کیا۔ اور ایک مقام پر رات بسر کی۔ حضرت عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بغلہ یعنی خچر لئے ہوئے رات کو پھر رہے تھے۔ کہ تین آدمیوں کی آواز سنی۔ وہ ابوسفیان، بدیل اور حکیم تھے۔ انہوں نے اس میدان میں بہت آگ دیکھ کر پوچھا کہ اتنا بڑا قبیلہ کون ہے۔ جس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے۔ اب اس عذاب سے بچنے کی سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنی اور

پنی قوم کے لئے پناہ طلب کرو۔ بدیل اور حکیم تو واپس چلے گئے۔ ابو سفیان کو حضرت عباسؓ نے آپؐ کے بغلہ پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ چونکہ یہ اسلام کا بڑا دشمن ہے۔ اس لئے اسے قتل کر دینا چاہیئے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی عدی کے خاندان کا ہوتا تو تم ایسا ہرگز نہ کہتے۔ حضرت عباسؓ بغلہ دوڑا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان سے کہا کہ تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ تو اس نے اقرار کیا۔ کہ اگر واقعی متعدد الٰہ ہوتے تو ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔ واقعی اللہ ایک ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا میری رسالت کا اقرار کیوں نہیں کرتے۔ اس نے کہا ابھی نفس میں کدورت باقی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت عباسؓ کے سپرد کیا کہ اچھا اسے کل میرے سامنے پیش کرنا۔ صبح کو اس نے رسالت کا بھی اقرار کر لیا۔ جس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ شخص بڑائی پسند ہے۔ اس کی بڑائی کے لئے کچھ فرما دیجیئے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ من دخل دار ابی سفیانؓ فھو آمن ومن دخل بیت اللہ فھو آمن ومن اغلق بابا علی نفسہ فھو آمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ فلاں گھاٹی پر ابو سفیان کو لے جا کر لشکر کا نظارہ کراؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ جس پر اس نے جا کر قریش مکہ کو لشکر کی کثرت کی اطلاع دی اور امان کی بھی خبر کر دی۔ یہ غزوہ فتح مکہ رمضان شریف میں واقع ہوا ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ

ترجمہ۔ رمضان شریف میں غزوہ فتح کا واقع ہونا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ الْمَاءَ الَّذِي بَيْنَ قُدَيْدٍ وَعُسْفَانَ اَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتّٰى

اِنْسَلَخَ الشَّهْرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح میں رمضان کے اندر جہاد کیا۔ دوسری سند ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب کدید چشمہ پر پہنچے جو قدید وعسفان وادیوں کے درمیان ہے تو آپؐ نے روزہ افطار کیا۔ پھر برابر افطار کئے رکھا۔ یہاں تک ماہ رمضان گزر گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۴ حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِیْ رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَمَعَہٗ عَشَرَۃُ اٰلَافٍ وَّ ذٰلِكَ عَلٰی رَأْسِ ثَمَانِ سِنِیْنَ وَنِصْفٍ مِنْ مَّقْدَمِہِ الْمَدِیْنَۃَ نَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَّعَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی مَکَّۃَ یَصُوْمُ وَیَصُوْمُوْنَ حَتّٰی بَلَغَ الْکَدِیْدَ وَهُوَ مَآءٌ بَیْنَ عُسْفَانَ وَقُدَیْدٍ اَفْطَرَ وَ اَفْطَرُوْا قَالَ الزُّهْرِیُّ وَاِنَّمَا یُؤْخَذُ مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاٰخِرُ فَالْاٰخِرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے جب کہ آپؐ کے ہمراہ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اور یہ واقعہ آپؐ کے مدینہ آنے سے آٹھویں سال کے اختتام اور نصف پر تھا۔ یعنی آخری نصف۔ تو آپؐ اور آپؐ کے ہمراہ مسلمان مدینہ سے مکہ کی طرف چلے۔ آپؐ نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا اور آپؐ کے صحابہ کرام بھی روزہ سے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ جب کدید کے چشمہ پر پہنچے جو عسفان اور قدید کے درمیان ہے تو آپؐ نے روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور صحابہ کرامؓ نے بھی افطار کیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لیا جاتا ہے جو اوّل کے لئے ناسخ ہوتا ہے۔ تو سفر میں آخری عمل افطار ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فلم یزل مفطراً تاکہ قوت سلب نہ ہو جائے۔ جمہور یہی فرماتے ہیں۔ کہ مجاہدین کو افطار کرنا چاہیئے۔ سفر میں مشقت سخت ہوتی ہے۔

ومعہ عشرۃ آلاف اکثر ائمہ کا یہی قول ہے آپؐ کے ہمراہ دس ہزار آدمی مجاہد تھے۔
بعض بارہ ہزار اس بنا پر کہتے ہیں کہ دس ہزار مدینہ سے چلے اور دو ہزار بعد میں آکر مل گئے۔
یا یہ کہ دس ہزار مہاجرین وانصار تھے۔ دو ہزار اسلم۔غفار۔جہینہ۔مزینہ اور سلیم کے آکر مل گئے۔

تشریح از قاسمی راس ثمان سنین ونصف لیکن صحیح سبع سنین ونصف ہے۔
کیونکہ ربیع الاول اور رمضان تک چھ ماہ نصف سنت ہوتا ہے۔ تو معمر کی روایت کا
مدار اس پر ہے کہ سال کی تاریخ محرم سے ہو۔ اور جب دوسرے سال کے دو یا تین مہینے ہو
جائیں تو اسے بھی سال شمار کر لیا جائے۔ یا یوں کہا جائے۔ آٹھویں سال کا آخر اول ربیع الاول تھا
اور اس کا مابعد نصف ہوا۔

الآخر فالآخر سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ جس نے اوّل رمضان میں روزہ
رکھ لیا اب اسے افطار نہیں کرنا چاہیئے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ کا آخری عمل افطار فی
رمضان ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۴۵ حَدَّثَنِیْ عَیَّاشُ بْنُ الْوَلِیْدِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ
قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ اِلٰی حُنَیْنٍ وَّالنَّاسُ
مُخْتَلِفُوْنَ فَصَائِمٌ وَّمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی رَاحِلَتِہٖ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ
لَّبَنٍ اَوْ مَاءٍ فَوَضَعَہٗ عَلٰی رَاحَتِہٖ اَوْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ ثُمَّ نَظَرَ اِلَی النَّاسِ
فَقَالَ الْمُفْطِرُوْنَ لِلصُّوَّامِ اَفْطِرُوْا وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الخ خَرَجَ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَقَالَ حَمَّادٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف
کے مہینہ میں حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ لوگ روزہ دار تھے اور کچھ افطار کرنے والے تھے۔
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی میں ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے۔ تو دودھ یا پانی کا پیالہ
منگوایا اور اس کو اپنی ہتھیلی پر یا اپنی اونٹنی پر رکھا۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھا تو افطار کرنے

والوں نے روزہ داروں سے کہا کہ اب روزہ توڑ دو۔ عبدالرزاق کی سند میں عام الفتح کا ذکر ہے۔ اسی طرح دوسری سند میں ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۴۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَافَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَأَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَقُولُ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سفر اختیار فرمایا اور روزہ رکھا۔ جب عسفان مقام پہ پہنچے تو پانی کا برتن منگوا کر دن کے وقت پانی پیا۔ تاکہ یہ لوگوں کو دکھائیں۔ پس آپؐ نے روزہ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ مکہ میں تشریف لے آئے۔ ابن عباسؓ فرماتے تھے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور افطار بھی کیا۔ پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | **الی حنین** رمضان شریف میں مکہ فتح ہوا۔ بعد ازاں حنین کی لڑائی ہوئی۔ پھر اوطاس پہ حملہ کیا گیا۔ پھر چوبیس دن تک طائف کا محاصرہ ہوا۔ یہاں تک کہ ذی قعدہ کا چاند نظر آ گیا۔ آپؐ جعرانہ مقام تک پہنچے۔ رات کے وقت عمرہ کر کے آخر ماہ واپس مدینہ منورہ پہنچے۔

تشریح از قاسمی | غزوہ حنین شوال ۸ھ میں واقع ہوا۔ جب کہ فتح مکہ ۱۷ رمضان المبارک میں ہوئی۔ آپؐ وہاں انیس ۱۹ دن مقیم رہے۔ برابر قصر نماز دو رکعت ادا کرتے رہے۔ تو یقیناً خروج الی حنین شوال میں ہوگا۔ طبری نے تہذیب میں افطر والے ساتھ یا عصاۃ کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس روایت میں امام بخاریؒ منفرد ہیں۔

بَابُ اَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا کہاں گاڑا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۷ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْهِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ وَّحَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ وَّبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُوْنَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى اَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ فَاِذَا هُمْ بِنِيْرَانٍ كَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ مَا هٰذِهٖ لَكَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ بُدَيْلُ ابْنُ وَرْقَاءَ نِيْرَانُ بَنِيْ عَمْرٍو فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ عَمْرٌو اَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ فَرَاٰهُمْ نَاسٌ مِّنْ حَرَسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكُوْهُمْ فَاَخَذُوْهُمْ فَاَتَوْا بِهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ احْبِسْ اَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ حَطْمِ الْخَيْلِ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمُرُّ كَتِيْبَةً كَتِيْبَةً عَلٰى اَبِيْ سُفْيَانَ فَمَرَّتْ كَتِيْبَةٌ قَالَ يَا عَبَّاسُ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ هٰذِهٖ غِفَارُ قَالَ مَا لِيْ وَلِغِفَارَ ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَمَرَّتْ سُلَيْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اَقْبَلَتْ كَتِيْبَةٌ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ هٰؤُلَاءِ الْاَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا اَبَا سُفْيَانَ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ

فَقَالَ اَبُوْسُفْيَانَ يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيْبَةٌ وَهِيَ اَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ وَرَايَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَلَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ اَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ مَا قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ كَذَبَ سَعْدٌ وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيْهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسٰى فِيْهِ الْكَعْبَةُ قَالَ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهٗ بِالْحَجُوْنِ قَالَ عُرْوَةُ وَاَخْبَرَنِيْ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ هٰهُنَا اَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ قَالَ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَنْ يَّدْخُلَ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُدًى فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ خَالِدٍ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ حُبَيْشُ بْنُ الْاَشْعَرِ وَكُرْزُ بْنُ جَابِرٍ الْفِهْرِيُّ۔

ترجمہ۔ حضرت عروۃ ابن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال چل پڑے تو قریش مکہ کو بھی اطلاع پہنچ گئی۔ تو ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء یہ تینوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کرنے کے لئے نکلے۔ پس وہ چلتے چلتے مقام مر الظہران تک پہنچ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑی آگ ہے۔ گویا عرفہ حج کی آگ ہے۔ پس ابوسفیان کہنے لگا۔ کہ یہ تو عرفات کی آگ کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ بدیل بن ورقاء نے کہا کہ یہ قبیلہ بنو عمرو کی آگ معلوم ہوتی ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ قبیلہ بنو عمرو ان سے بہت تھوڑا ہے۔ ان تینوں کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظوں نے دیکھ لیا۔ ان کے پاس پہنچ کر انہیں پکڑ لیا۔ اور ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ ابوسفیان تو مسلمان ہو گیا۔ باقی دو مکہ واپس چلے گئے۔ جب آپ چلنے لگے تو حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ کہ گھوڑوں کے ازدحام کے پاس ابوسفیان کو روک لو۔

تاکہ وہ مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ سکے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے انہیں روک لیا۔ تو قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گزرنے لگے۔ ایک ایک فوجی دستہ ابوسفیان کے پاس سے گزرتا تھا۔ چنانچہ ایک لشکر گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے فرمایا۔ قبیلہ غفار کے سپاہی ہیں۔ کہنے لگا میری بنو غفار سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔ پھر قبیلہ جہینہ کے لوگ گزرے تو بھی اسی طرح کہا۔ جب قبیلہ سعد بن ھذیم گزرا تو بھی ایسے کہا۔ پھر قبیلہ سلیم گزرا تو اسی طرح کہا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا لشکر گزرا جس کی مثال اس نے نہیں دیکھی تھی۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا یہ انصار مدینہ ہیں۔ جن کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ ہیں۔ جن کے ہمراہ جھنڈا بھی تھا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا۔ اے ابوسفیان! آج تو قتلِ عظیم کا دن ہے۔ آج کعبہ کو حلال سمجھا جائے گا۔ ہماری جو مرضی ہوگی اس میں کارروائی کریں گے۔ تو ابوسفیان کہنے لگا۔ اے عباسؓ! ذمہ داری یا صلح حدیبیہ والا کا دن مبارک ہے۔ پھر ایسا لشکر آیا یہ تمام لشکروں سے عدد کے اعتبار سے چھوٹا تھا۔ جس میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے مخصوص اصحابؓ تھے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیرؓ بن العوامؓ کے ہمراہ تھا۔ پس جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ابوسفیان کے پاس سے ہوا۔ تو ابوسفیان نے کہا کیا آپؐ نہیں جانتے جو کچھ حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا۔ آپؐ نے پوچھا اس نے کیا کہا۔ انہوں نے بتلایا کہ اس اس طرح کہا۔ آپؐ نے فرمایا۔ حضرت سعدؓ نے صحیح نہیں کہا۔ آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت بڑھائیں گے۔ اور ایسا دن ہے جس میں کعبہ کو پوشاک پہنائی جائے گی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کا جھنڈا حجون میں گاڑ دیا جائے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نافع بن جبیرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضرت عباسؓ سے سنا جو حضرت زبیرؓ بن العوام سے کہہ رہے تھے۔ کہ ابوعبداللہ! اسی جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے بالائی حصہ کداء سے داخل ہوں۔ اور خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کداء سے داخل ہوئے۔ اس دن حضرت خالد بن ولیدؓ کے گھوڑ سوار دستے سے دو آدمی شہید ہوئے۔

وہ حبیش بن الاشعر اور کرز بن جابر الفہری ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | مکہ میں داخل ہونے کے دو راستے ہیں۔ ایک غربی جانب کا اسفل کا راستہ اور دوسرا شرقی جانب جو بالائی حصّہ ہے۔ جانب غرب میں بحر احمر یعنی بحر قلزم پڑتا ہے۔ اور جدہ مکہ معظمہ سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پہ واقع ہے۔ جانب غرب کو اسفل مکہ اور جانب شرق کو اعلیٰ مکہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسفل مکہ سے داخل ہوئے۔ جہاں سے آپؐ گزرے اس محلّہ کا نام حجون ہے۔ جسے آج کل جنۃ المعلیٰ کہا جاتا ہے اور اعلیٰ مکہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ جو تم سے مقابلہ کرے اسے قتل کردو۔ اور جو تعرض نہ کرے اسے چھوڑ دو۔ اس طرح مجھے صفا پہاڑی پہ آکر ملو۔ حضرت ابوہریرہؓ کو بھی اسی راستے داخل ہونے کا حکم دیا۔ حطم کے معنی توڑنے کے ہیں۔ حطم خیل سے تنگ جگہ مراد ہے۔ ملحمہ۔ سخت لڑائی جس میں فوجوں کا التحام ہو۔ یعنی فوجیں ایک دوسرے میں داخل ہوجائیں۔ یہ سخت لڑائی سے کنایہ ہے۔ ذمار بمعنی حفاظت کرنا۔

ان یدخل من اعلیٰ مکۃ من کداء مگر یہ غلط ہے۔ بلکہ ان کو کُدی سے داخل ہونے کا حکم ہوا تھا۔ جو کہ اسفل مکہ میں ہے اور آپؐ کدا ار اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | کذب سعد ص۶۱۴ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس سے وہ ہے جس کو حضرت سعدؓ نے سمجھا کہ کعبہ کی تحلیل اور حلال سمجھنا ہے۔ وہ تو بعینہٖ اس کی تعظیم ہے۔ کیونکہ کعبہ کفر اور شرک کی گندگیوں سے پاک ہوجائے گا۔ بہرحال دونوں کلاموں کا مقصد ایک ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی بادشاہ خواب میں دیکھے کہ اس کے سارے دانت گر پڑے ہیں۔ جس سے وہ ڈر اٹھے۔ تو ایک زاہد اسے یہ تعبیر بتلائے کہ اس کی اولاد بلکہ اولاد الاولاد اس کی زندگی میں موت کا شکار ہوجائیں گے اور دوسرا عالم اس کی تعبیر یہ بتلائے کہ بادشاہ کی عمر دراز ہوگی۔ غرض دونوں کی ایک ہے۔ تعبیر کا فرق ہے۔ ایسے یہاں بھی مقصد ایک ہے تعبیر مختلف ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ ہذا یوم الذمار ای خوش روز است ہلاکت را۔ کہ یہ ہلاکت کا دن بہتر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت اس طرح بڑھائیں گے۔

کہ مشرکین قتل کر دیئے جائیں گے۔ بتوں کو توڑ دیا جائے گا۔ اور شعائر اسلام قائم ہوں گے۔ تستحل الکعبہ سے حضرت سعد بن عبادہؓ کی یہی مراد تھی۔ اس طرح حضرت سعدؓ اور کلام نبوی کا مطلب ایک ہوگا۔ لیکن ابوسفیان کو اس نکتہ کی اطلاع نہیں ہوسکی۔ میرے نزدیک یہ توجیہ حضرت سعدؓ کی شان کے نہایت مناسب ہے۔ لیکن ظاہر روایات سے قتل عظیم کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ یوم الملحمۃ سے یوم المقتلۃ العظمیٰ مراد ہے۔ یوم النھار سے ابوسفیان کی مراد یوم الھلاک ہے۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ کعبہ کی تعظیم اس طرح ہوئی کہ اسلام کا اظہار ہوا۔ حضرت بلالؓ نے خانہ کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ اور بتوں کو توڑا گیا اور تصویروں کو مٹایا گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۸ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ يَّقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى نَاقَتِهٖ وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ يَّجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِيْ لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے موقعہ پر اپنی اونٹنی پر دیکھا۔ کہ آپؐ سورۃ فتح گا گا کر پڑھ رہے تھے۔ اگر مجھے اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہو جائیں گے۔ تو میں بھی اسی طرح گا کر سناتا۔ جیسے آپؐ نے گا کر سنایا۔

حدیث نمبر ۳۸۴۹ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهٗ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِّنْ مَّنْزِلٍ ثُمَّ قَالَ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ قِيْلَ لِلزُّهْرِيِّ وَمَنْ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ قَالَ وَرِثَهٗ عَقِيْلٌ وَّطَالِبٌ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِيْ حَجَّتِهٖ وَلَمْ يَقُلْ يُوْنُسُ حَجَّتَهٗ وَلَا زَمَنَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فتح مکہ کے زمانہ میں پوچھا۔ یا رسول اللہ! کل آپؐ کہاں اتریں گے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی جگہ چھوڑی ہے۔ جہاں ہم پڑاؤ کریں۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ کوئی مومن کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی کافر کسی مومن کا وارث ہوگا۔ امام زہریؒ سے پوچھا گیا کہ ابوطالب کی جائداد کا وارث کون ہوا۔ اس نے کہا۔ عقیل اور طالب وارث ہوئے۔ معمر کی سند میں این تنزل غدًا فی حجتہ یعنی سوال حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہوا۔ لیکن یونس نے نہ فی حجتہ کہا ہے اور نہ ہی زمن الفتح ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابوطالب کے تین بلکہ چار بیٹے تھے۔ عقیل اور طالب تو کافر ہے۔ اور یہی ان کی جائداد کے وارث ہوئے۔ اور انہوں نے ابوطالب اور عبدالمطلب کے تمام مکانات کو بیچ ڈالا۔ چونکہ حضرت جعفرؓ اور علیؓ مسلمان ہوگئے تھے۔ اس لئے وہ ان کے وارث نہ بن سکے۔ اگر یہ وارث ہوتے تو آپؐ ان کے گھر اترتے۔

حدیث نمبر ۳۸۵۰ حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلُنَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اِذَا فَتَحَ اللّٰهُ الْخَيْفُ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان شاء اللہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح نصیب کی تو ہماری منزل خیف ہوگی۔ جہاں پر مشرکوں نے کفر پر ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۸۵۱ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِىْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حنین کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا۔ کہ ان شاء اللہ کل ہمارا پڑاؤ خیف بنو کنانہ میں ہوگا۔ جہاں قریش مکہ نے کفر پر قائم رہنے کے لئے ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ حین اراد حنینا ص ۶۱۴/۹ اس سے مراد وہ سفر ہے۔

جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد چلنے کا ارادہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد واقع ہوا ہے۔ اس لئے آپ کا یہ سفر کا ارادہ حنین غزوہ فتح میں ہے۔ اس تنبیہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ حافظ فرماتے ہیں کہ روایات مختلف ہیں۔ کسی میں ہے کہ یہ سفر غزوہ فتح میں ہے۔ کسی میں حجۃ الوداع ہے۔ اور احتمال ہے کہ تعدد واقعہ ہو۔

تشریح از قاسمی خیف بفتح الخاء پہاڑ کا ڈھلوان جو سیل مار سے اونچا ہو۔ اور بڑے پہاڑ سے اترنے کی جگہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیف بنی کنانہ میں اللہ تعالیٰ کے انعام کا شکریہ ادا کرنے کے لئے قیام فرمایا کہ مکہ فتح ہوا۔ اسلام کا غلبہ ہوا۔ کفر جس کے لئے اتنا اہتمام ہوا وہ باطل ثابت ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۵۲ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلْهُ قَالَ مَالِكٌ وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا نُرَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب مکہ میں داخل ہوئے۔ تو آپؐ کے سر پر خود تھا۔ پس جب آپؐ نے اس کو اتارا تو ایک آدمی نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں کو تھامے ہوتے ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا گمان یہ ہے واللہ اعلم کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن احرام باندھے ہوئے نہیں تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ واقعہ یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دن محرم نہیں تھے۔ کیونکہ سر پر مغفر تھا۔ جو احرام کے منافی ہے۔ اس طرح واحدیہ آپؐ کی خصوصیت پر محمول ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لم یکن فیما نری الخ ص ۶۱۲ ممکن ہے آپؐ نے احرام

باندھا ہو۔ لیکن ضرورت حفظ کے لئے ہتھیار پہن لیا ہو اور بعد میں اس کا کفارہ ادا کیا ہو۔

تشریح از شیخ زکریا | مؤطا امام مالکؒ میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ البتہ ابن شہاب زہریؒ نے یہ زیادتی بیان کی ہے۔ کہ جو ہندی نسخہ میں ہے مصری میں نہیں ہے۔ اوجز میں میں نے اس حذف کی ترجیح ذکر کی ہے۔ کیونکہ مشہور یہی ہے کہ امام مالکؒ کا کلام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں خود کے ساتھ داخل ہونا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کہ آپؐ محرم نہیں تھے۔ اور ظاہر یہی ہے۔ کیونکہ بعد ازاں آپؐ کا احرام سے فارغ ہونا منقول نہیں ہے۔ اور مروی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ احلت لی ساعۃ من نہار کہ دن کی ایک گھڑی کے لئے میرے لئے کعبہ حلال کیا گیا۔ تو یہ آپؐ کی خصوصیت ہو گی۔ اس لئے امام مالکؒ نے فرمایا۔ لم یکن یومئذ محرما اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپؐ نے کسی ضرر کی وجہ سے سر کو خود سے ڈھانپ لیا ہو۔ پھر اس کا فدیہ ادا کر دیا ہو۔ اور اصحاب سنن اربعہ نے حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ دخل یوم مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء بغیر احرام الخ کہ آپؐ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر پر کالی پگڑی تھی۔

حدیث نمبر ۳۸۵۳ حَدَّثَنَا صَدَقَۃُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَیْتِ سِتُّوْنَ وَثَلٰثُ مِائَۃِ نُصُبٍ فَجَعَلَ یَطْعَنُہَا بِعُوْدٍ فِیْ یَدِہٖ وَیَقُوْلُ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کو آپؐ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے چوک دیتے تھے اور فرماتے تھے۔ حق آ گیا اور باطل بزل ہو گیا۔ اور نہ تو ابتدا کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی اسے لوٹا سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ باطل تو زائل اور ہلاک ہے۔

تشریح از قاسمیؒ | ابن خطل کا نام عبداللہ تھا۔ جو مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا۔ اور اس نے ناحق ایک آدمی کو قتل بھی کیا تھا۔ اس نے دو باندیاں رکھی تھیں۔ جو جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ھجو گایا کرتی تھیں۔ تو اس کو زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا کرکے اس کی گردن اڑادی گئی۔ جن لوگوں کے قتل کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ ان میں عبداللہ بن سرحؓ تھا جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوا۔ بعدازاں وہ مرتد ہو گیا۔ جس کو حضرت عثمانؓ نے پناہ دی اور وہ دوبارہ مسلمان ہو کر فاتح افریقہ بنا۔ جس کو حضرت عثمانؓ نے انعام دیا تھا۔ دوسرا آدمی عکرمہؓ بن ابی جہل تھا۔ وہ اور اس کا باپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی میں سخت تھے۔ آپ نے اس کا خون معاف قرار دیا۔ تو وہ یمن بھاگ گیا۔ اس کی بیوی جو مسلمان ہو گئی تھی۔ اسے یمن سے لے کر آئی۔ تو پھر یہ مسلمان ہو گیا۔ احسن اسلامہ۔ اور تیسرا آدمی معبار بن الاسود تھا۔ جو فتح کے دن نہیں ملا۔ بعد میں مسلمان ہو گیا۔ جس نے آپ کی صاحبزادی بی بی زینبؓ کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا۔ جب کہ ان کے خاوند ابوالعاص نے انہیں مدینہ بھیجا تھا۔ تو وہ ایک پتھر پر گریں۔ حاملہ تھیں ان کا حمل گر گیا۔ اور برابر خون بہتا رہا۔ جو ان کی موت کا باعث بنا۔ اور ایک ہندہ جو ابوسفیان کی بیوی تھی۔ جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔ لیکن یہ بعد میں مسلمان ہو گئی۔ اور ان میں سے ایک کعب بن زبیر تھا۔ جو آپ کی ہجو کرتا تھا۔ یہ بھی بعد میں مسلمان ہو گیا۔ اور ایک وحشی قاتل حمزہؓ تھا۔ مگر وہ طائف بھاگ گیا۔ پھر مسلمان ہو گیا۔ ان میں سے ایک مقیس بن ضبابہ تھا جو مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا۔ ایک انصاری نے اسے قتل کیا۔ اور ان میں سے ایک نویرث بن نقید تھا۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔ اس کو حضرت علیؓ بن ابی طالب نے قتل کیا۔ کذا فی سیرۃ الحلبی۔

حدیث نمبر ۳۸۵۴ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَکَّۃَ اَبٰی اَنْ یَّدْخُلَ الْبَیْتَ وَفِیْہِ الْاٰلِھَۃُ فَاَمَرَ بِھَا فَاُخْرِجَتْ فَاُخْرِجَ صُوْرَۃُ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ فِیْ اَیْدِیْھِمَا مِنَ الْاَزْلَامِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ لَقَدْ عَلِمُوْا مَا اسْتَقْسَمَا بِھَا قَطُّ ثُمَّ دَخَلَ الْبَیْتَ فَکَبَّرَ فِیْ نَوَاحِی الْبَیْتِ وَخَرَجَ وَلَمْ یُصَلِّ فِیْہِ تَابَعَہٗ مَعْمَرٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں

تشریف لائے۔ تو آپؐ نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ جب تک ان میں معبودان باطلہ ہیں۔ پس آپؐ نے ان کے نکالنے کا حکم دیا تو سب نکال دیئے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی مورتی کو جب نکالا گیا۔ تو ان کے ہاتھوں میں تقسیم قسمت کے تیر تھے۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان پر خدا کی مار ہو۔ یہ خوب جانتے تھے کہ ان دونوں حضرات نے ان تیروں سے کبھی قسمت تقسیم طلب نہیں کی۔ پھر آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اور بیت اللہ کے اطراف میں اللہ اکبر کہا۔ باہر تشریف لائے اس میں نماز نہیں پڑھی معمر نے متابعت کی۔

بَابُ دُخُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ

ترجمہ۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کی بلند جانب سے داخل ہونا۔

حدیث نمبر ۳۸۵۵ قَالَ اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ مُرْدِفًا اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍؓ وَمَعَهُ بِلَالٌؓ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتّٰى اَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍؓ وَبِلَالٌؓ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَمَكَثَ فِيْهِ نَهَارًا طَوِيْلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَرَآءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَاَلَهُ اَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيْتُ اَنْ اَسْاَلَهُ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ کے بالائی حصہ کداء سے اپنی اونٹنی پر سوار داخل ہوئے۔ کہ آپؐ نے

حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ردیف بنایا ہوا تھا۔ اور آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ تھے۔ جو کعبہ کے دربانوں میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی اونٹنی کو مسجد حرام میں بٹھا دیا۔ اور عثمانؓ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کے دروازے کی چابی لے آئیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ جب کہ آپؐ کے ہمراہ اسامہ بن زیدؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ تھے۔ پس آپؐ نے بیت اللہ کے اندر دن کا بہت سا حصہ گزارا۔ تکبیر نماز اور دعا مانگتے رہے۔ پھر باہر نکلے تو لوگ گھسنے کے لئے دوڑنے لگے۔ پس پہلا شخص جو بیت اللہ میں داخل ہوا وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے۔ جنہوں نے حضرت بلالؓ کو دروازے کے پیچھے کھڑا ہوا پایا۔ ان سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کہاں نماز پڑھی۔ تو انہوں نے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جہاں آپؐ نے نماز پڑھی تھی۔ (مثبت روایت منفی پر مقدم ہوگی) اس حدیث سے بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہوا۔ لیکن حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپؐ نے کتنی رکعت نماز پڑھی۔ لیکن گزر چکا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ نے فرمایا۔ دو رکعت پڑھی ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حجبہ جمع حاجب کی بمعنی دربان۔ حاجب ان لوگوں کو کہتے تھے جن کے پاس بیت اللہ کے دروازے کی چابی ہوتی تھی۔ اور وہ لوگ خانہ کعبہ کی دربانی کرتے تھے۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپؐ اعلیٰ مکہ کداء سے داخل ہوئے اور حضرت خالدؓ کدیٰ سے داخل ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ من اعلی مکۃ ص۶۱۴/۱۹ اعلیٰ مکہ سے مکہ میں داخل ہونا فتح مکہ سے فراغت کے بعد ہے۔ تاکہ آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوں۔ اور پہلے جو داخلہ اسفل مکہ سے ہوا۔ وہ قبل از فتح اول داخلہ مکہ ہے۔ تو اب روایات میں تنافی نہیں رہے گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس تقریر سے قطب گنگوہیؒ نے دونوں روایات کو جمع فرمایا ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں یہی کچھ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولاً کدیٰ سے داخل ہوتے اور ثانیاً کداء سے داخلہ ہوا۔ کیونکہ کدیٰ مدینہ کے راستہ میں پڑتا ہے۔

پھر امر فتح سے فراغت کے بعد جب کہ اسباب وغیرہ کدا میں رکھ دیا تو کدا ر بیت اللہ میں داخلہ کے لئے دہاں سے کدا ر تشریف لائے۔ حضرت والا کی یہ تقریر تمام شراح کے خلاف ہے۔ اور امام بخاریؒ کا میلان بھی شراح کے قول کی طرف ہے۔ کیونکہ ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ دخول مکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلیٰ مکہ۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ حین فتحھا۔ حالانکہ پہلے حدیث میں آچکا ہے۔ کہ امر خالدًا ان یدخل مکۃ من اعلی مکۃ من کداء بالمد ودخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کدی بالقصر۔ حالانکہ یہ صحاح کی آئندہ روایات کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان میں ہے۔ دخل خالد من اسفل مکۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلاھا۔ تو مولانا مکیؒ کی تقریر میں جو ہے۔ کہ کدی بالقصر اقرب من طریق مدینہ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ وجہ یہ ہے۔ کہ کدا ر بالمد یہ اقرب من طریق مدینہ ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ محصب میں تھیں۔ جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا تھا تاکہ روانگی میں آسانی ہو۔

حدیث نمبر ۳۸۵۶ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ الخ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ الَّتِي بِاَعْلَى مَكَّةَ تَابَعَهُ اَبُو اُسَامَةَ وَوُهَيْبٌ فِي كَدَاءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال جس کدا ر سے داخل ہوئے وہ مکہ کے بالائی حصہ میں ہے۔ ابو اسامہ اور وہیب نے کدا ر کے لفظ میں ان کی متابعت کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۵۷ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْهِ عُرْوَةَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے سال مکہ کے بالائی حصہ کدا ر سے مکہ میں داخل ہوئے۔

بَابُ مَنْزِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ

ترجمہ۔ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں پڑاؤ کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۵۸ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ مَا اَخْبَرَنَا اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الضُّحٰى غَيْرُ اُمِّ هَانِئٍ فَاِنَّهَا ذَكَرَتْ اَنَّهٗ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِيْ بَيْتِهَا ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ قَالَتْ لَمْ اَرَهٗ صَلّٰى صَلٰوةً اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ۔

ترجمہ: ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں سوائے ام ھانیؓ کے اور کسی نے یہ اطلاع نہیں دی۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشراق کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ وہی ذکر کرتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا۔ پھر آٹھ رکعت نماز اشراق پڑھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس دن کی نماز سے زیادہ خفیف نماز پڑھتے میں نے آپؐ کو نہیں دیکھا۔ مگر آپؐ رکوع اور سجدہ پورا ادا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ام ھانیؓ حضرت علیؓ کی ہمشیرہ ہیں۔ ان سے قرابت قریبہ بھی تھی۔ اس لئے ان کے گھر جا کر غسل فرمایا۔ اور صلی ثمان رکعات اور صلوٰۃ ضحیٰ آٹھ رکعت پڑھی۔ ابن ابی لیلیٰ کو سوائے ام ھانیؓ کے اور کسی ذریعہ سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ حالانکہ اور بھی روایت کرنے والے ہیں۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ قیام تو آپؐ نے خیف بنی کنانہ میں کیا۔ کیا بیت ام ھانیؓ میں صرف غسل کیا اور اشراق پڑھی۔ پھر خیف کی طرف واپس چلے گئے۔

باب حدیث نمبر ۳۸۵۹ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور

سجدہ میں سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اور اللھم اغفرلی پڑھا کرتے تھے۔

شرح از قاسمیؒ | چونکہ قرآن مجید میں فسبح بحمد ربک واستغفرہ ارشاد ربانی کی تعمیل کرتے تھے۔ جس میں تسبیح حمد اور استغفار کا حکم ہے۔ فتح الباری میں اس باب میں اس حدیث کے لانے کی وجہ مذکور ہے۔ کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ کے نازل ہونے کے بعد جب بھی آپؐ کوئی نماز پڑھتے تھے۔ تو یہ دعا ضرور پڑھا کرتے تھے۔ اور فتح سے فتح مکہ مراد ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۰ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِيْ مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا الْفَتٰى مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِّثْلُهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ قَالَ فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ فَدَعَانِيْ مَعَهُمْ قَالَ وَمَا رَأَيْتُهٗ دَعَانِيْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّيْ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اُمِرْنَا اَنْ نَحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهٗ اِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِيْ وَلَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِيْ يَا ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَكَذَاكَ تَقُوْلُ قُلْتُ هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اللّٰهُ لَهٗ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا قَالَ عُمَرُ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب عمرؓ مجھے بدر کے شیوخ میں شامل فرمایا کرتے تھے۔ تو ان میں سے بعض یعنی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا۔ کہ اس نوجوان کو ہم شیوخ کے ہمراہ کیوں شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ ان جیسے ہمارے بیٹے بھی ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جس کی فضیلت علمی کو تم لوگ بھی جانتے ہو۔ چنانچہ ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کو بھی بلوایا اور مجھے بھی ان کے ہمراہ بلوایا۔ میں سمجھ گیا مجھے اس لئے بلوایا ہے۔ تاکہ انہیں میری برتری دکھلائیں۔ تو انہوں نے پوچھا اس سورۃ کے متعلق تم لوگ کیا کہتے ہو۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ بعض نے کہا کہ نصرت اور فتح کے بعد ہمیں

تحمید اور استغفار کا حکم ہے۔ بعض نے کہا ہم نہیں جانتے۔ اور بعض نے کچھ بھی نہ کہا۔ میرے سے پوچھا اے ابن عباسؓ! کیا اسی طرح ہے۔ جس طرح یہ کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی موت کی اطلاع اللہ نے دی۔ الفتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ یہ آپؐ کے اجل وموت کی علامت ہے۔ پس آپ تسبیح وتحمید اور استغفار کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں بھی اس سے یہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | انہ ممن قد علمتم اگرچہ حضرت ابن عباسؓ صغیر سن تھے۔ مگر صاحب تفقہ اور صاحب علم تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی شوریٰ کا ممبر بنایا اور دوسروں پر انہیں ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ نہایت ذکی تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کی برتری ثابت کرنے کے لئے اذا جاء نصر اللہ والفتح کے متعلق سوال کیا۔ بعض نے اس سے ایک قاعدہ کلیہ استنباط کیا۔ لیکن ابن عباسؓ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں خطاب محض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ کہ فتح مکہ ہو گئی۔ اب آپ تسبیح اور استغفار میں مشغول ہو جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معارف قرآنی سمجھنے کے لئے صرف زباندانی کافی نہیں۔ اور نہ ہی ہر ایک سمجھ معتبر ہے۔ بلکہ ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو علوم متداولہ کے علاوہ ایسا فہم رکھتا ہو۔ جس سے استنباط مسائل ہو سکے۔ اسی بنا پر مجتہد کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ اہل بیت کے پاس کوئی خصوصی چیز ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ بس ایک فہم عطا کردہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۱ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلَ الخ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَّلَا يَعْضِدُ بِهَا شَجَرًا فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ يَاْذَنْ لَكُمْ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِيْ فِيْهَا سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِاَبِيْ شُرَيْحٍ مَّا ذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْخَرْبَةُ الْبَلِيَّةُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو شریح عدوی نے عمرو بن سعید سے اس وقت یہ کہا۔ جب کہ وہ مکّہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا۔ اے امیر! مجھے اجازت دو میں تمہیں وہ بات بیان کروں۔ جس کو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فتح مکہ کے دن دوسری صبح کو فرمائی۔ میرے دونوں کانوں نے اس کو سنا۔ میرے دل نے اسے محفوظ کیا اور جب آپؐ بول رہے تھے۔ تو میری دونوں آنکھوں نے آپؐ کو دیکھا۔ کہ آپؐ نے اللہ کی حمد بیان کی ثنا کہی۔ پھر فرمایا۔ بیشک مکہ کو اللہ تعالےٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ لوگوں نے اسے حرام نہیں کیا۔ کسی مسلمان کے حلال نہیں جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے۔ کہ وہ اس میں ناحق خون بہائے اور نہ ہی اس کے کسی درخت کو کاٹے۔ پس اگر کوئی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قتال مکّہ سے رخصت حاصل کرنا چاہے۔ تو اس سے کہہ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اجازت دی تھی۔ تمہیں تو اجازت نہیں دی۔ اور آپؐ کو صرف دن کی ایک گھڑی میں اجازت ملی۔ پھر اس کی حرمت آج کے دن کل کی طرح واپس آگئی۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ حاضر غائب کو پہنچا دے۔ تو ابن شریحؓ سے پوچھا گیا۔ کہ پھر عمرو بن سعید نے تمہیں کیا جواب دیا۔ کہنے لگا۔ اے ابو شریح! میں تیرے سے زیادہ اس حدیث کو جاننے والا ہوں۔ حرم کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ ہی قاتل کو جو خون بہا کر بھاگ آئے۔ اور نہ ہی کسی فسادی کو جو فساد برپا کر کے بھاگ آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بالامس اس میں الف لام عہد کا ہے۔ اس سے امس فتح مکہ مراد ہے۔ عمرو بن سعید ایک فاسق فاجر حاکم ہے۔ اس نے حرمتھا کحرمتھا بالامس کو نہیں مانا۔ اور تاویل میں ان الحرم لا یعیذ عاصیاً الخ کہا۔ پہلے تو حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ اس کے مصداق نہیں۔ کیونکہ انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔ بلکہ اولیٰ بالخلافت ہیں۔ کیونکہ وہ صحابی رسول ہیں۔ اور یزید سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ تو یہ کلمہ حق ارید بھا الباطل کہ کلمہ تو سچ ہے۔ مگر اس سے باطل مراد لیا گیا ہے۔ بلکہ اگر کسی فار بالدم نے مکہ میں جا کر پناہ لی۔ تو من دخلہ کان آمنا کے مطابق وہ مامون ہوگا۔ کیونکہ من دخلہ الخ اگرچہ خبر ہے۔ مگر انشاء کے معنی میں ہے۔ ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ۔ مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ یعنی اگر وہ تعدی کریں تو تب تم قتال کر سکتے ہو۔ امام صاحبؒ کا یہی مسلک ہے۔ کہ قاتل سے حرم میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اسے مضطر کر کے حل میں لایا جائے گا۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے حرم میں قصاص لینا جائز ہے۔ ان کا مستدل یہی عمرو بن سعید کا قول ہے۔ حالانکہ یہ صحابی کے قول کو رد کر رہا ہے اور جابر و ظالم حاکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ کہ وہ مکہ معظمہ میں فتح والے سال فرما رہے تھے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

بَابُ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ فتح مکہ کے زمانہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں قیام کرنا۔

حدیث نمبر ۳۸۶۳ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَقَمْنَا

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرًا نَقْصُرُ الصَّلٰوةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس دن قیام کیا کہ ہم نمازیں قصر کرتے رہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ اس روایت کو فتح مکہ کے باب میں لائے ہیں۔ حالانکہ اکثر حضرات اسے حجۃ الوداع میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے فتح مکہ کے موقعہ پہ ایسا کیا ہو۔ مصنفؒ کے طرز کلام سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور ترجمہ میں جو لفظ مقام ہے۔ اس کی مدت اقامت کے معنی لینا اس بنا پہ ہے۔ وہ ظرف زمان ہے۔ اگر مصدر میمی ہو تو مضاف محذوف ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت انسؓ کی اس روایت سے مدت اقامت دس دن معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کی اگلی روایت سے انیس[19] دن ثابت ہوتے ہیں۔ بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت حجۃ الوداع کے بارے میں ہے۔ جس میں آپؐ نے مکہ میں اس موقعہ پہ دس دن قیام کیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوم الرابع میں مکہ کے اندر داخل ہوئے اور رابع عشر یعنی چودہ تاریخ کو واپس لوٹے۔ اس طرح یہ دس[10] دن ہو گئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی اقامت دو مختلف سفروں کے اندر ہے۔ اور ترجمہ سے مطابقت اس صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ حدیث انسؓ کو فتح مکہ پہ محمول کیا جائے۔ قطب گنگوہیؒ کا اشارہ بھی اسی طرف ہے۔ بقولہ ظاہر صیغ المؤلف اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں بھی اسی پہ جزم ہے۔ درحقیقت اقامہ مکہ فی الفتح کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کسی روایت میں انیس[19] دن۔ کسی میں سترہ دن۔ کسی میں پندرہ دن۔ اور کسی میں اٹھارہ دن۔ علامہ بیہقیؒ نے جمع کی صورت یہ بتلائی کہ انیس[19] دن میں یوم دخول و یوم خروج شامل ہیں۔ اٹھارہ میں ایک دن اور سترہ دن کی روایت میں دخول و خروج کے دن کو خارج کر دیا۔ اور راوی نے اصل سترہ دن کو قرار دیا اور یوم دخول و خروج خارج کر دیا۔ تو پندرہ بچ گئے۔ اکثر روایات صحیحہ ہیں۔ سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ نے اقل عدد خمس عشر کو لیا ہے۔ امام بخاریؒ نے چونکہ یہ سب روایات کو اس باب میں نقل کیا ہے۔

جس سے ان کا میلان تسعۃ عشر کی راجیت کی طرف ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۴ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَکَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ یَوْمًا یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں انیس ۱۹ دن قیام کیا اور مسافر والی دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۵ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَقَمْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقْصُرُ الصَّلٰوةَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَنَحْنُ نَقْصُرُ مَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَاِذَا زِدْنَا اَتْمَمْنَا۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ انیس دن مقیم رہے۔ جب کہ ہم نمازیں قصر کرتے تھے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ انیس ۱۹ دن کے درمیان قصر کرتے تھے۔ اگر اس سے زیادہ قیام ہوتا تو پھر ہم پوری نماز پڑھتے تھے۔

بَابٌ وَقَالَ اللَّیْثُ الخ حدیث نمبر ۳۸۶۵ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ ابْنِ صُعَیْرٍ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهٗ عَامَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ عبداللہ بن ثعلبہ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال اپنے چہرے پر مسح کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۶۶ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الخ قَالَ اَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ وَزَعَمَ اَبُوْ جَمِیْلَةَ اَنَّهٗ اَدْرَكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ مَعَهٗ عَامَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ ابو جمیلہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے۔ اور فتح مکہ کے سال آپؐ کے ہمراہ روانہ بھی ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلَهُ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُونَ يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَهُ أَوْحَى إِلَيْهِ أَوْ أَوْحَى اللَّهُ بِكَذَا فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَلِكَ الْكَلَامَ وَكَأَنَّمَا يُغْرَى فِي صَدْرِي وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُولُونَ اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللَّهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلُّوا كَذَا فِي حِينِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ أَلَا تُغَطُّونَ عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي بِذَلِكَ الْقَمِيصِ۔

ترجمہ۔ ابو قلابہ نے مجھے کہا۔ کہ کیا آپ عمرو بن ثعلبہ سے مل کر ان سے واقعہ نہیں پوچھتے میں نے کہا ان سے مل کر میں نے پوچھ لیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایسے چشمہ پر آباد تھے جو لوگوں کی گزرگاہ تھا۔ ہمارے پاس سے قافلے سوار گزرتے تھے۔ پس ہم ان سے پوچھتے تھے۔ کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ لوگوں کا کیا حال ہے۔ اور یہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا آدمی کون ہے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ان کا کہنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجا ہے۔ اس کی طرف وحی کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس اس طرح وحی کی ہے۔ میں یہ سب کلام یاد کر لیتا تھا۔ گویا کہ وہ میرے سینے میں قرار پکڑتا ہے یا پڑھا جاتا ہے۔ اور عرب کے لوگ اپنے اسلام کے بارے

میں فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ کہتے تھے کہ ان کو اپنی قوم کے ساتھ چھوڑ دو۔ پس اگر وہ ان پر غالب آگیا تو واقعی نبی برحق اور سچا ہے۔ پس جب اہل فتح کا واقعہ رونما ہوا۔ تو ہر قوم نے اپنے اسلام لانے میں جلدی کی۔ میرا باپ بھی میری قوم سے پہلے ان کا اسلام لے کر گیا۔ پس جب واپس آیا۔ تو کہنے لگا واللہ! میں تمہارے پاس اللہ کے سچے نبی کی طرف سے آرہا ہوں۔ اس نے فرمایا ہے۔ کہ فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کرو اور فلاں نماز فلاں وقت ادا کرو۔ پس جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو۔ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن انہیں میرے سوا کوئی بھی زیادہ قرآن رکھنے والا نہ ملا۔ کیونکہ میں قافلے والوں سے قرآن مجید حاصل کیا کرتا تھا۔ پس انہوں نے مجھے اپنے آگے کھڑا کر دیا۔ اور میں چھ یا سات سال کی عمر کا لڑکا تھا۔ اور میرے اوپر ایک چھوٹی چادر تھی۔ جب سجدہ میں جاتا تھا تو میرے سے سکڑ جاتی تھی۔ تو قبیلے کی ایک عورت نے ان سے کہا کہ اپنے قاری کی سرین تو ہم عورتوں سے ڈھانپ رکھو۔ پس انہوں نے میرے لئے کپڑا خریدا اور میرے لئے ایک قمیص تیار کر لی۔ پس میں اتنا اور کسی چیز پہ خوش نہیں ہوا جتنی خوشی مجھے اس قمیص کے ملنے سے حاصل ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۸۶۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰی اَخِیْهِ سَعْدٍ اَنْ یَّقْبِضَ ابْنَ وَلِیْدَةِ زَمْعَةَ وَقَالَ عُتْبَةُ اِنَّهٗ ابْنِیْ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فِی الْفَتْحِ اَخَذَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِیْدَةِ زَمْعَةَ فَاَقْبَلَ بِهٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَقْبَلَ مَعَهٗ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ هٰذَا ابْنُ اَخِیْ عَهِدَ اِلَیَّ اَنَّهٗ ابْنُهٗ قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ یَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا اَخِیْ هٰذَا ابْنُ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِهٖ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی ابْنِ وَلِیْدَةِ زَمْعَةَ فَاِذَا اَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ هُوَ اَخُوْكَ یَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِهٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ أَبُوهُرَيْرَةَ يَصِيحُ بِذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعدؓ کو وصیت کی کہ زمعہ کی باندی کے بیٹے عبدالرحمٰن کو وہ قبضے میں لے لیں۔ کیونکہ وہ عتبہ کا بیٹا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ تشریف لائے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو پکڑ لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے لے آئے اور ان کے ہمراہ عبد بن زمعہ بھی آیا۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ بچہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ جس نے مجھے وصیت کی تھی۔ کہ یہ ان کا بیٹا ہے۔ عبد بن زمعہ نے کہا یا رسول اللہ یہ میرا بھائی زمعہ کا بیٹا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے بستر پہ پیدا ہوا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف غور سے دیکھا تو وہ عتبہ بن ابی وقاص کے ہمشکل تھا۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عبدؓ بن زمعہ یہ بچہ تیرا ہے۔ کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے۔ اس لئے کہ اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سودہؓ! تو اس سے پردہ کرلے۔ کیونکہ آپؐ نے اس کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص سے دیکھی۔ ابن شہاب اسی سند سے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ فراش والے کا ہے۔ یعنی عورت جس کے نکاح میں ہو بچہ اسی کا ہوگا اور زانی کے لئے پتھر ہے کہ وہ محروم ہے۔ بچے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یا اس کے لئے رجم ہے۔ بشرطیکہ وہ محصن ہو۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ اونچی آواز کے ساتھ اس حدیث کا اعلان کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۶۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَهُ قَالَ

عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ قَالَ أُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ ایک عورت فاطمہ مخزومیہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوہ فتح مکہ کے موقعہ پر چوری کی۔ تو اس کی قوم حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنانے پر مجبور ہوئی۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نے اس عورت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ فرمایا کہ اللہ کی حدود میں سے کسی ایک حد کے اندر سفارش کرتے ہو۔ حضرت اسامہؓ نے فرمایا۔ میری توبہ یا رسول اللہ! میرے لئے بخشش طلب فرمائیں۔ پس جب زوال کے بعد کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالٰی کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا اما بعد۔ تم سے پہلے لوگوں کو اس چیز نے ہلاک کیا۔ کہ جب ان کا بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے۔ شرعی سزا نہیں دیتے تھے۔ اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر شرعی حد قائم کرتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر بالفرض فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرے گی۔ تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور عورت کے متعلق حکم دیا۔ تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اچھی طرح

توبہ کی۔ اور قبیلہ بنی سلیم کے کسی آدمی سے شادی کی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد جب بھی وہ آتی تو میں اس کی ضرورت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۸۷۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ حَدَّثَنِي مُجَاشِعٌ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخِي بَعْدَ الْفَتْحِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْتُكَ بِأَخِي لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ ذَهَبَ أَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيهَا فَقُلْتُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهُ قَالَ أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ وَالْجِهَادِ فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبَدٍ بَعْدُ وَكَانَ أَكْبَرَهُمَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاشعؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد میں اپنے بھائی کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے بھائی کو اس لئے لے کر آیا ہوں۔ تاکہ ہجرت پر آپؐ اس سے بیعت لیں۔ آپؐ نے فرمایا ہجرت الی المدینہ والے اس کا ثواب لے کر چلے گئے۔ میں نے کہا پھر آپؐ کس چیز پر بیعت لیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسلام۔ ایمان اور جہاد پر بیعت لوں گا۔ بعد ازاں میری ملاقات ابو معبد سے ہوئی۔ جوان دونوں سے بڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا مجاشعؓ نے سچ کہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذھب اھل الھجرۃ اس میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔ اس سے خاص ہجرت مراد ہے۔ جو فتح مکہ سے پہلے تھی۔ حبشہ کی طرف یا مدینہ کی طرف فتح مکہ کے بعد جب مکہ دار الاسلام بن گیا۔ تو اب اس سے ہجرت کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ تو یہ خصوصی ہجرت ہوئی۔ اب اگر عام الفاظ ہجرت کے وارد ہوں۔ تو اس کو ہجرت مخصوصہ پر محمول کیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی ایسا دار الحرب ہے۔ جس میں شعائر اسلام کی کما حقہ ادائیگی نہیں ہوتی بلکہ ان پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس وقت ہجرت ضروری ہوگی۔ اگر شعائر اسلام کما حقہ ادا نہ ہوتے ہوں۔ اور مجبور بھی نہ کیا جاتا ہو۔ تو اس وقت ہجرت مستحب ہوگی۔ تو لا ھجرۃ الیوم یا بعد رسول اللہ یا لا ھجرۃ بعد الفتح کے الفاظ وارد ہوں تو اس سے

یہی ہجرت مکہ مراد ہوگی۔ لیکن مطلق ہجرت کی نفی نہ ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا میں ہجرت کا حکم مستضعفین اور مجبور مسلمانوں کے لئے ہجرت کا حکم باقی ہے۔ چنانچہ، لاھجرۃ بعد الفتح ای فتح مکہ کا لفظ بھی اس خصوصیت پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اب ہجرۃ من مکہ کا حکم باقی نہیں۔

حدیث نمبر ۱۔ ۳۸۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ، عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ انْطَلَقْتُ بِاَبِیْ مَعْبَدٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُبَایِعَہٗ عَلَی الْھِجْرَۃِ قَالَ مَضَتِ الْھِجْرَۃُ لِاَھْلِھَا اُبَایِعُہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ وَالْجِھَادِ فَلَقِیْتُ اَبَا مَعْبَدٍ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ وَقَالَ خَالِدٌ اَنَّہٗ جَاءَ بِاَخِیْہِ مُجَالِدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاشع بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ابو معبدؓ کو لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپؐ ہجرت پر اس سے بیعت لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہجرت تو اہل ہجرت کے ساتھ فضل و ثواب لے کر چلی گئی۔ اب میں اسلام اور جہاد پر اس سے بیعت لوں گا۔ میں نے ابو معبد سے مل کر اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا۔ مجاشع نے سچ کہا۔ خالد اپنی سند سے بتلاتے ہیں کہ وہ مجاشع اپنے بھائی مجالد کو لے کر آئے تھے۔

حدیث نمبر ۲۔ ۳۸۷ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، عَنْ مُجَاھِدٍ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَؓ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُھَاجِرَ اِلَی الشَّامِ قَالَ لَا ھِجْرَۃَ وَلٰکِنْ جِھَادٌ فَانْطَلِقْ فَاعْرِضْ نَفْسَکَ فَاِنْ وَجَدْتَ شَیْئًا وَّاِلَّا رَجَعْتَ وَقَالَ النَّضْرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ لَا ھِجْرَۃَ الْیَوْمَ اَوْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا۔ کہ میں شام کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اب ہجرت نہیں ہے۔ لیکن جہاد ہے۔ پس جہاد کے لئے چلو اور اپنے آپ کو جہاد کے لئے پیش کر دو۔ اگر جہاد میں سے کچھ حصہ مل جائے۔

توفبہا ورنہ واپس آجاؤ۔ اور نضر سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ آج کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہجرت نہیں ہے حدیث سابق کی طرح بیان کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۷۳ حَدَّثَنِی اِسْحٰقُ بْنُ یَزِیْدَ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ کَانَ یَقُوْلُ لَاھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی۔

حدیث نمبر ۳۸۷۴ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَۃَ مَعَ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ فَسَاَلَھَا عَنِ الْھِجْرَۃِ فَقَالَتْ لَا ھِجْرَۃَ الْیَوْمَ کَانَ الْمُؤْمِنُ یَفِرُّ اَحَدُھُمْ بِدِیْنِہٖ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَخَافَۃَ اَنْ یُّفْتَنَ عَلَیْہِ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَقَدْ اَظْھَرَ اللّٰہُ الْاِسْلَامَ فَالْمُؤْمِنُ یَعْبُدُ رَبَّہٗ حَیْثُ شَاءَ وَلٰکِنْ جِھَادٌ وَّنِیَّۃٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی فرماتے ہیں۔ کہ میں عبید بن عمیر کے ہمراہ حضرت عائشہؓ سے ملنے کے لئے گیا۔ تو انہوں نے ان سے ہجرت کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ آج ہجرت باقی نہیں ہے۔ پہلے مومن آدمی اپنے دین کو لے کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ آج فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے۔ پس مومن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرسکتا ہے۔ لیکن جہاد اور ہجرت کی نیت کا ثواب باقی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ولکن جہاد ونیتہ یعنی جہاد بالفعل ہو یا جہاد بالقوۃ ہو۔ لیکن جہاد کا حصر صرف جنگ کرنے میں نہیں بلکہ جہاد بالمال جہاد باللسان اور جہاد بالقلم سب کو شامل ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ جاھدوا باموالکم وانفسکم۔ دوسری روایت میں ہے۔ والسنتکم اور حدیث میں آتا ہے۔ من اعان غازیا فقد غزا من جھز غازیا فلہ مثل اجرہ۔ جس نے غازی کی مدد کی یا اسے سامان جہاد تیار کر دیا اس کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا۔ الحاصل اگر

جہاد بالفعل نہ ہو۔ تو اس کی نیت ہونی چاہیئے۔ مگر نیت کے یہ معنی نہیں کہ نیت کر کے بیٹھ جاؤ۔ تیاری نہ کرو۔ اسے جہاد نہیں کہتے۔ ایسا تو منافقین بھی کرتے تھے۔ نیت کا معیار واعدوا لھم ما استطعتم الخ کو قرار دیا گیا ہے۔ آج کل بہانہ یہ ہے کہ امام نہیں کس کے پیچھے چل کر جہاد کریں۔ حالانکہ امام بھی تو ہم نے پیدا کرنا ہے۔ آخر نماز باجماعت کے لئے امام تلاش کیا جاتا ہے۔ تو جہاد کے لئے امام آسمان سے نہیں اترے گا۔ بلکہ ہم میں سے کسی کو امام بنا کر کھڑا کر دیں۔ جہاد کے لئے بھی اجتماعی قوت پیدا کر کے امام بنا لینا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۵ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهِيَ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ وَلَمْ تَحْلِلْ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنَ الدَّهْرِ لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوْتِ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهٗ حَلَالٌ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِ هٰذَا اَوْ نَحْوِ هٰذَا رَوَاهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت مجاہد مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے اس دن سے حرمت والا بنایا ہے۔ جس دن سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی حرمت سے قیامت کے دن تک حرام ہے۔ میرے سے پہلے بھی کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور نہ ہی میرے بعد حلال ہوگا۔ اور میرے لئے بھی دن کی یا دہر کی صرف ایک گھڑی کے لئے حلال ہوا۔ پس اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے۔ نہ ہی اس کے کانٹے کو کاٹا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کترا جائے۔ اور اس کی گری پڑی چیز کسی کے لئے حلال نہیں۔ مگر اعلان کرنے والے کے لئے اٹھانا جائز ہے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب نے فرمایا یارسول اللہ! اذخر بوٹی ہمارے لوہاروں

اور گھروں کی ضروریات کے لئے ہے۔ پس آپ نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا مگر اذخر کتر ن بوٹی حلال ہے۔ ابن جریج ابن عباس سے اور ابو ہریرہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے اس حدیث کو مرفوع بنادیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حرام بحرام اللہ ای بتحریم اللہ بہت سے احکام ایسے ہیں جو لوگوں نے بنا لئے تھے۔ جیسے ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ۔

لا ینفر بمعنی ڈرانا۔ ہٹانا۔ خلا بمعنی تر گھاس۔ لقطہ اور جگہوں کا لقطہ بھی تعریف کے لئے اٹھالینا جائز ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ اس کی تعریف ضرور کرنی چاہیئے۔ مکہ معظمہ کے ملتقطات کے لئے زیادہ سختی ہے انہیں نہیں اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ حاجیوں کا مال ہوتا ہے۔ جن کے تلاش کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ بنابریں شوافعؒ اور مالکیہ لا تحل لقطتھا الا لمنشد کا مفہوم مخالف لیتے ہیں کہ لقیط اسے مالک کے نہ ملنے کے بعد خرچ کر سکتا ہے۔ مگر احناف فرماتے ہیں۔ کہ لقیط کو کسی صورت استعمال کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر ذوالحاجت ہو تو خرچ کرلے۔ مالک ملنے پر ادا کرنا ہوگا۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ دیگر مقامات کا انشاد ممکن ہے مکہ کا انشاد ممکن نہیں ہے۔ دور دراز کے لوگوں کی تلاش مشکل ہے۔

اذخر ایک خوشبودار گھاس ہے۔ جب کہ اسے جلایا جائے۔ تو آگ اسے جلدی پکڑتی ہے۔ سونا۔ چاندی۔ لوہا پگھلانے کے لئے اور چھتوں پہ ڈالنے کے لئے اور قبروں میں ڈالنے کے لئے اسے استعمال میں لاتے ہیں۔ اس لئے اس کی اجازت دی گئی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ حنین کے دن کو یاد کرو۔ جب کہ تمہاری کثرت نے تمہیں عجب میں ڈال دیا۔ پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ بلکہ اللہ کی زمین باوجود فراخی کے تم پہ تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پہ سکون نازل فرمایا۔ غفور رحیم۔

حدیث نمبر ۳۸۷۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ رَاَيْتُ بِيَدِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى ضَرْبَةً قَالَ ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قُلْتُ شَهِدْتَ حُنَيْنًا قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ ۔

ترجمہ۔ حضرت اسماعیل خبر دیتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کے ہاتھ میں تلوار کا زخم دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ زخم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کی لڑائی میں لگایا گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ حنین میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا اس سے پہلے بھی حاضر ہو چکا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ طائف مکہ سے بعض راستوں سے سترہ اٹھارہ گھنٹے کا سفر ہے۔ اور بعض راستوں سے تین دن کے فاصلہ پر ہے۔ اور حنین مکہ معظمہ سے بارہ تیرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو اطراف وجوانب کے لوگوں کو غصہ آیا۔ تو مالک بن عوف نصری نے لوگوں کو بھڑکایا۔ ان میں سے قبیلہ ہوازن کے لوگ تیراندازی میں بہت مشہور تھے۔ یہ سب مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمانوں کی جمعیت دس ہزار تھی۔ دو ہزار عتقاء مکہ سے ساتھ مل گئے۔ غزوہ حنین سے پہلے مسلمانوں کا اتنا اجتماع کبھی نہیں ہوا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ دیگر غزوات میں قلیل التعداد ہو کر ہم غالب رہے۔ اب میدان حنین میں بارہ ہزار جمع ہیں۔ پہلے غزوات میں دگنے تگنے کفار سے مقابلہ میں غالب رہتے تھے آج معاملہ برعکس ہے۔ مالک بن عوف نصری کے ساتھ چار ہزار کی جمعیت ہے۔ یہ ہمارے سامنے کہاں ٹھہر سکتی ہے۔ جس سے مسلمانوں میں غرور پیدا ہو گیا۔ غرور کی حالت میں رجوع الی اللہ کہاں رہتا ہے۔ اس غرور نے مسلمانوں کو دھوکے میں رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں غرور پسند نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جو سر اٹھائے تو اسے نیچا کر دکھائے۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ ہماری تواضع تو ریاء اور منافقت کی ہوتی ہے۔ اس کا رنگ تو قلب اور روح میں پیدا ہونا چاہیئے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شوال کی چھٹی یا ساتویں تاریخ کو حنین کے میدان میں اترے ہیں۔ جہاں ہوازن اور

ثقیف وغیرہ نے اجتماع کر رکھا تھا۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ کفار نے ایک چال چلی۔ کہ وہ بھاگ پڑے۔ مسلمانوں نے انہیں لوٹنا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے یہ غافل ہو گئے۔ وہ تیار کھڑے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ جس سے بہت سے مسلمان چھلنی ہو گئے۔ جس سے لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ننتر آدمی رہ گئے۔ آپؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا جن کی آواز آٹھ میل تک جاتی تھی کہ اصحاب شجرہ۔ انصار۔ مہاجرین کو آواز دو۔ ان کی زوردار آواز بجلی کا اثر کر گئی۔ بھاگنے والے یکبارگی واپس لوٹے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغلہ پر سوار تھے۔ ابو سفیانؓ نے لگام پکڑی ہوئی تھی۔ حضرت عباسؓ رکاب تھامے ہوئے تھے۔ آپؐ بغلہ سے اترے۔ مٹی اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی جو ان کی آنکھوں میں جا کر پڑی۔ جس سے ان کے قلوب مرعوب ہو گئے۔ ادھر مہاجرین اور انصار بھی پہنچ گئے۔ مل کر بھرپور حملہ کیا۔ جس سے کفار کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قبل ذلک ص۶۱۸ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے ان سے اول لڑائی میں حاضر ہونے کا سوال کیا۔ یا انہوں نے اسلام میں داخل ہونے کا سوال کیا۔ تو اس صورت میں یہ جواب دینا صحیح ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ سائل کا مقصد یہ تھا کہ حنین سے پہلے کون سے غزوہ میں شمولیت ہوئی۔ اول مشاہد حدیبیہ ہے۔ لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ غزوہ خندق میں حاضر تھے۔ وہ صحابی بن صحابی ہیں۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ قبل ذلک سے حدیبیہ مراد ہے۔ تو یہ تحت الشجرہ بیعت کرنے والوں میں سے ہوتے۔ یہ آخری صحابی ہیں جن کی کوفہ میں وفات ہوئی۔ ۸۶ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ تو منشا سوال کا غزوات میں حاضری ہے۔ حضور اسلام نہیں۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عُمَارَةَ أَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ

فَقَالَ اَمَّا اَنَا فَاَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ لَمْ يُوَلِّ وَلٰكِنْ عَجِلَ سَرَعَانُ الْقَوْمِ فَرَشَقَتْهُمْ هَوَازِنُ وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِرَاْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو اسحاقؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت براءؓ سے سنا۔ جب کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ جس نے آکر پوچھا کہ اے ابو عمارہ کیا تم نے حنین کی لڑائی میں پیٹھ کر کے شکست قبول کر لی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری۔ لیکن قوم کے جلد باز لوگوں نے بھاگنے میں جلدی کی تو ہوازن کے تیر اندازوں نے انہیں اپنے تیروں سے چھلنی کر دیا۔ اور ابو سفیان بن الحارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر کے سر کو پکڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ میں ہی نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں ہی عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لم یول الخ کسی قوم کی فتح و شکست کا مدار سپہ سالار پر ہوتا ہے۔ تو صحابی کا انہ یول کہنا صحیح ہوا۔ کہ اگر ہم بھاگ گئے تو اس کا کیا اعتبار ہے ہمارے سالار تو نہیں بھاگے۔ قرآن مجید میں جو ثم ولیتم مدبرین فرمایا گیا۔ اس کی وجہ لکن عجل سرعان القوم کہ جلد بازوں نے لوٹنا شروع کیا۔ غفلت میں مارے گئے۔ رشق کے معنی چھید ڈالنا۔ انا ابن عبد المطلب میں تین اشارے ہیں۔ یمن کے ایک کاہن نے عبد المطلب کے متعلق کہا تھا۔ کہ ان کے ایک ہاتھ میں دولت ہے اور دوسرے میں نبوت ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ اس کا مصداق میں ہوں۔ دوسرا اشارہ یہ ہے۔ کہ عبد المطلب نے خواب دیکھا کہ ان کے خاندان میں ایک بادشاہ ہوگا۔ آپؐ اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ اور تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ قریش میں جتنا وقار عبد المطلب کا تھا اور کسی سردار کا نہیں تھا۔ اور وہ شجاع مشہور تھے۔ تو آپؐ فرما رہے ہیں کہ میں بھاگنے والا نہیں ہوں۔ میں تو شجاع کا بیٹا ہوں۔ الولد مستر لابیہ بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے۔ تو آپؐ ثابت قدم رہے۔ آپؐ کے ساتھ تین آدمی بنو ہاشم کے علیؓ عباسؓ سامنے تھے۔ اور ابو سفیانؓ باگ تھامے ہوئے تھے۔ اور ابن مسعودؓ بائیں جانب تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۷۸ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الخ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قِيْلَ لِلْبَرَاءِ

وَاَنَا اَسْمَعُ اَوَلَّيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا كَانُوْا رُمَاةً فَقَالَ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔

ترجمہ۔ ابواسحاقؒ سے مروی ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ سے پوچھا گیا۔ جب کہ میں سن رہا تھا۔ کہ کیا حنین کی لڑائی میں تم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے۔ ہوازن کے لوگ غضب کے تیرانداز تھے۔ کہ ان کا تیر خطا نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے ان کو چھید ڈالا پس آپؐ نے فرمایا کہ میں ہی نبی ہوں جس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حدیث نمبر ۳۸۷۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قَيْسٍ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ لٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً وَاِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ انْكَشَفُوْا فَاَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ فَاسْتُقْبِلْنَا بِالسِّهَامِ وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَاِنَّ اَبَا سُفْيَانَ اٰخِذٌ بِزِمَامِهَا وَهُوَ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ قَالَ اِسْرَائِيْلُ وَزُهَيْرٌ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَغْلَتِهٖ۔

ترجمہ۔ ابواسحاق سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے حضرت براءؓ سے سنا۔ جب کہ قیس کے ایک آدمی نے ان سے سوال کیا۔ کہ کیا حنین کی لڑائی میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ شکست تو سالار کے بھاگنے سے ہوتی ہے۔ ہمارے سپہ سالار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں بھاگے۔ بات یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ بڑے تیرانداز تھے۔ جب ہم نے ان پہ حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر بھاگے۔ ہم مسلمان فاتح لوگ غنیمتوں کے جمع کرنے پہ ٹوٹ پڑے تو ہمارا استقبال تیروں سے کیا گیا۔ اور میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سفید خچر پہ سوار دیکھا۔

جب کہ ابوسفیانؓ ان کے خچر کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔ آپؐ فرما رہے تھے۔ میں واقعی نبی ہوں یہ کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ اسرائیل اور زہیر کی روایت ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے نیچے اتر آئے۔

حدیث نمبر ۳۸۸۰ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ زَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ وَكَانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُونَا تَائِبِينَ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا هَذَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ۔

ترجمہ۔ عروۃ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ مروان اور مسور بن مخرمہؓ دونوں انہیں خبر دیتے ہیں۔

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اموال اور عورتوں اور بچوں کی واپسی کا مطالبہ کرتے تھے۔ تو آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور فرمایا۔ کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جو تم صحابہ کو دیکھ رہے ہیں۔ اور میرے نزدیک پسندیدہ بات وہی ہے جو سچی ہو۔ پس آپ لوگ دونوں میں سے ایک چیز واپس لے سکتے ہیں یا قیدی بال بچے یا اموال، میں نے تو تمہارا بہت انتظار کیا۔ اور واقعی جب آپؐ طائف سے واپس لوٹے تو دس سے زیادہ راتیں ان کا انتظار کیا کہ قیدیوں کو تقسیم نہیں کیا۔ پس جب ان پہ واضح ہو گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو میں سے صرف ایک چیز واپس لوٹانے والے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی عورتوں اور بچوں کو واپس لینا پسند کرتے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوتے۔ پس اللہ تعالے کی اس طرح حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا اما بعد! بے شک تمہارے بھائی ہوازن والے تائب ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہم ان کے قیدی عورتیں اور بچے واپس کر دیں۔ پس تم میں سے جو شخص خوشی سے واپس کرنا چاہے۔ تو اس کی مرضی وہ اسی طرح کر لے۔ اور جو شخص یہ چاہے کہ اسے اپنے حصّہ کے مطابق ہم اس کا معاوضہ پہلے آنے والے اس مال سے دیں گے۔ جو اللہ تعالے ہم پہ غنیمت بھیجے گا۔ تو وہ اس طرح کرے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم خوش دلی سے ایسا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح ہمیں علم نہیں ہو سکے گا۔ کہ کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی۔ پس واپس لوٹ کر اپنا معاملہ اپنے نمائندوں کے سپرد کرو تو لوگ واپس لوٹے تو ان کے نمائندوں نے ان سے بات چیت کی۔ پھر واپس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لوٹ کر خبر دی۔ کہ انہوں نے خوشدلی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبایا واپس کرنے کی اجازت دے دی۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ سبایا ہوازن کے بارے میں یہ قصہ مجھ تک پہنچا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | عرب کا دستور تھا کہ جب وہ سخت لڑائی لڑتے تھے۔

تو اہل وعیال اور مال مویشی کو ہمراہ لاتے تھے۔ تاکہ لڑنے والے کو معلوم رہے کہ اگر اس نے شکست کھائی۔ تو یہ سب کا سب مال مویشی اہل وعیال دشمنوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ یہی مالک بن عوف نصری نے ان سے کہا تھا تاکہ یہ لوگ بے جگری سے لڑیں۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا تھا۔ کہ انشاء اللہ یہ سب مال ومتاع ہمارے پاس غنیمت میں آئے گا۔ ارید بن صمہ نے مالک بن عوف نصری سے کہا کہ تم سخت جان ہو کر لڑو۔ تمہارا مال ومتاع میرے پاس محفوظ رہے۔ لیکن یہ لوگ کہنے لگے۔ کہ تو بوڑھا آدمی ہے تیری عقل بھی بوڑھیا ہے۔ غرضیکہ اس کا کہنا نہ مانا سب مال واسباب لے کر آئے۔ اگرچہ لڑائی بڑی سخت ہوئی۔ مگر امداد الٰہی مسلمانوں کے لئے آسمان سے بادل بن کر اتری اور چیونٹی کی طرح پھیل گئی۔ قبیلہ ہوازن بُری طرح شکست کھا گیا۔ اور ان کا زور شور جاتا رہا۔ مال واسباب سب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے تھے۔ بارہ ہزار بکریاں اور اونٹ تھے سونا چاندی بے شمار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال غنیمت اس وقت تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ ان قبائل میں سے جو لوگ بھاگ کر قلعہ طائف میں محصور ہو گئے تھے۔ آپؐ ان کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی دن محاصرہ کے بعد وہاں سے واپس آکر جعرانہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ ہوازن کے لوگ تائب ہو کر مسلمان ہو جائیں۔ تو میں مجاہدین سے کہوں گا کہ ان کا مال انہیں واپس کر دیا جائے۔ لیکن جب انہوں نے آنے میں بہت تاخیر کی۔ تو آپؐ نے جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کیا۔ جب مال تقسیم ہو چکا۔ تو ہوازن کے چند آدمی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور اموال وسبایا کی واپسی کی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا۔ تقسیم سے قبل سب اہل ومال تمہارا واپس کر دیا جاتا۔ اب تم دو میں سے ایک چیز لے سکتے ہو۔ یا تو سبایا لے لو یا مال مویشی۔ انہوں نے مال مویشی چھوڑ دیا۔ اور قیدی عورتوں اور بچوں کو واپس لینے پہ رضامند ہو گئے۔ چونکہ یہ مال مجاہدین کا تھا۔ اس لئے آپؐ نے ان سے اجازت لینے کے لئے نمائندوں کے ذریعہ اجازت حاصل کی۔

حدیث نمبر ۱۳۸۸ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ لَمَّا

قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِعْتِكَافٍ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَفَائِهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب حنین سے واپس لوٹے تو حضرت عمرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس منت کے متعلق پوچھا جو اعتکاف کے زمانہ جاہلیت میں مانی تھی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منت پوری کرنے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت میں ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تھی۔ اور بعض روایات میں اعتکاف لیل اور بعض میں اعتکاف یوم ولیلہ واقع ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ادائیگی کا حکم دیا اس پر بظاہر شبہ ہوتا ہے۔ کہ وجوب نذر کے لئے نیت ضروری ہے۔ جاہلیت میں تو نیت کے اہل نہیں تھے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ روایت میں وجوب کے الفاظ نہیں ہیں۔ آپؐ نے بطور استحباب کے ان کو حکم دیا کیونکہ یہ مستحسن فعل تھا۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف ایک دقیقہ کے عکوف کو بھی کہتے ہیں۔ اور صوم کو بھی فرض کہتے ہیں۔ اور ان کے ہاں یوم ولیلہ سے کم کا اعتکاف نہیں ہوتا۔ اگرچہ امام محمدؒ ایک دقیقہ کے اعتکاف کو بھی اعتکاف کہتے ہیں۔ اور صوم کو بھی ضروری نہیں کہتے۔ یہ روایت ان کا مستدل ہے۔ لیکن آگے ایک مفصل روایت آرہی ہے۔ جس میں صوم یوم اعتکاف لیلہ کا ذکر ہے۔ وہ روایت امام صاحبؒ کا مستدل ہے۔ جس کی تفصیل مسلم شریف میں موجود ہے۔ حضرت عمرؓ مکہ معظمہ میں معتکف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جاریہ دی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو شور وغل سنا تو ابن عمرؓ کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ دیکھو یہ کیسا شور ہے۔ انہوں نے واپس آکر بتلایا کہ جن سبایا ہوازن کو آپؐ نے آزاد کر دیا ان کا شور وغل ہے۔ تو انہوں نے بھی اپنی باندی کو آزاد کر دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | شاید حضرت عمرؓ نے اس اعتکاف کو اس مدت تک اس لئے

مؤخر کر دیا ہو۔ کہ فتح مکہ سے پہلے امن نہیں تھا۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت گنگوہیؒ کی یہ توجیہ ظاہرا درست ہے۔ کیونکہ فتح مکہ سے پہلے مکہ میں قیام کرنا خصوصاً عمرؓ جیسے شخص کے لئے مشکل تھا۔ اور میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا تو حضرت عمرؓ کو اپنی نذر یاد آگئی۔ اس لئے آپؐ سے سوال کیا۔ جس کو پورا کرنے کا حکم دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۸۲ حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَّرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَّجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ رَجَعُوا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَّهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُهُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنِّي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَاهَا اللّٰهِ إِذًا لَّا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِّنْ أُسُدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطِهِ فَأَعْطَانِيهِ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کے سال روانہ ہوئے۔ پس جب ہماری جنگ کفار سے شروع ہوئی۔ تو مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ پس میں نے ایک مشرک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے۔

تو میں نے اس کے کندھے کے پٹھے پر پیچھے سے تلوار کا وار کیا۔ جس سے میں نے اس کی زرہ کو کاٹ دیا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ اور مجھے اس طرح جھپیٹا کہ جس سے مجھے موت سامنے نظر آنے لگی۔ خدا کا کرنا یہ کہ موت نے اس کو آپکڑا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پس میں عمرؓ سے آ کر ملا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق ہوا ہے۔ بہر حال مسلمان جب جنگ سے واپس لوٹے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر اعلان فرمایا۔ جس نے کسی کو قتل کیا ہے۔ اور اس پہ اس کے گواہ ہوں تو اس کا چھوڑا ہوا مال اسی کا ہوگا۔ میں نے کہا میرے لئے کون گواہی دیتا ہے۔ مگر کوئی نہ بولا۔ تو میں بیٹھ گیا۔ پھر آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا۔ پھر میں نے اٹھ کر کہا۔ میرے لئے کون گواہی دیتا ہے۔ کوئی نہ بولا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بات کو دہرایا۔ میں پھر کھڑا ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ ابو قتادہ یہ کیا ماجرا ہے۔ تو میں نے سب واقعہ کی آپؐ کو اطلاع دی۔ تو اسود نامی ایک شخص نے کہا اس نے سچ کہا ہے۔ اس کا مال میرے پاس ہے۔ آپؐ ہی اس کو میری طرف سے راضی کر دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا واللہ ایسا نہیں ہوگا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی طرف قصد نہیں فرمائیں گے۔ جو اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے قتال کرتا رہا ہے۔ پس آپؐ اس کا مسلوبہ مال تجھے دے دیں گے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدیق اکبرؓ نے سچ کہا ہے۔ پس تم وہ مال ان کو دے دو۔ چنانچہ اس نے وہ مال مجھے دے دیا۔ جس سے میں نے بنو سلمہ میں ایک باغ خریدا۔ پس یہ پہلا مال تھا جس سے میں اسلام کے اندر مالدار ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۸۳ قَالَ اللَّيْثُ الخ اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ نَظَرْتُ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَخْتِلُهٗ مِنْ وَّرَآئِهٖ لِيَقْتُلَهٗ فَاَسْرَعْتُ اِلَى الَّذِيْ يَخْتِلُهٗ فَرَفَعَ يَدَهٗ لِيَضْرِبَنِيْ وَاَضْرِبُ يَدَهٗ فَقَطَعْتُهَا ثُمَّ اَخَذَنِيْ فَضَمَّنِيْ ضَمًّا شَدِيْدًا حَتّٰى تَخَوَّفْتُ ثُمَّ تَرَكَ فَتَحَلَّلَ وَدَفَعْتُهٗ ثُمَّ قَتَلْتُهٗ وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُوْنَ

وَانْهَزَمْتُ مَعَهُمْ فَإِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهُ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَالَ أَمْرُ اللهِ ثُمَّ تَرَاجَعَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ سِلَاحُ هَذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍؓ كَلَّا لَا يُعْطِهِ أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعُ أَسَدًا مِنْ أُسْدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا فَكَانَ أَوَّلَ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب حنین کی لڑائی شروع ہوئی تو میں نے ایک مسلمان آدمی کو دیکھا جو ایک مشرک آدمی سے لڑ رہا تھا۔ اور ایک دوسرا مشرک اس کو پیچھے سے دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہتا تھا۔ تو اس نے مجھے تلوار مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ تو میں نے اس سے پہلے اس کے ہاتھ پہ تلوار کا وار کر کے اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا۔ اس نے مجھے پکڑ کر سخت جھینپڑا یہاں تک کہ مجھے موت کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا پھر اس نے مجھے قتل کرنے کے لئے بھرپور حملہ کیا جس کو میں نے روک لیا۔ بالآخر میں نے اسے قتل کر دیا۔ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ میں بھی ان کے ساتھ شکست خوردہ ہو گیا۔ اچانک ان لوگوں میں مجھے حضرت عمر بن الخطابؓ نظر آئے۔ جنہوں نے شکست قبول نہیں کی تھی۔ تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کا حکم ایسا ہی تھا۔ پھر بھاگتے ہوئے لوگ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹے۔ مل کر حملہ کیا تو شکست فتح سے بدل گئی۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا۔ جس شخص نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پہ وہ گواہ قائم کر دے تو اس کے ہتھیار وغیرہ اس

قاتل کے ہوں گے۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے مقتول پر گواہ تلاش کئے تو کوئی شخص میرے لئے گواہی دینے کو تیار نہ ہوا۔ پس میں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے سوجھی کہ اس کا ذکر میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دوں۔ تو آپؐ کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ وہ مقتول جس کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اس کے ہتھیار میرے پاس ہیں۔ پس آپؐ اس کو میری طرف سے راضی کر دیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے ہتھیار قریش کے ایک چھوٹی سی چڑیا کو آپؐ دے دیں۔ اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ دیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے قتال کرتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور وہ اسلحہ وغیرہ مجھے ادا فرمایا۔ جس سے میں نے ایک باغ خرید کیا۔ پس یہ پہلا مال تھا۔ جسے اسلام کے اندر میں نے اپنا سرمایہ بنایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جولۃ بمعنی تقدم و تاخر، شکست۔ حبل عاتق گردن اور کندھوں کے درمیان کا حصہ۔ من قتل قتیلا یہ قتیل باعتبار ما یؤول کے ہے۔ جیسے انی اعصر خمرا میں ہے۔ سلب جو چیز مقتول کے بدن پر ہو۔ خواہ وہ کپڑے ہوں۔ ہتھیار ہو۔ یا کوئی اور چیز ہو۔ لاھا اللہ بمعنی لا واللہ۔ واؤ قسمیہ کی بجائے ھاء زیادہ تاکید قسم کے لئے لایا جاتا ہے۔ مخرف میوہ چننے کی جگہ۔ مراد بستان ہے۔ خرف میوہ کو کہتے ہیں۔ تاثل بمعنی اصل مال قرار دینا۔ اصیبغ چھوٹی سی چڑیا۔ جو کسی کام کی نہیں ہوتی۔ تشبیہ ردی اور خسیس ہونے میں ہے۔

بَابُ غَزَاةِ اَوْطَاسٍ

ترجمہ۔ باب غزوۂ اوطاس کا بیان

حدیث نمبر ۳۸۸۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ لَمَّا فَرَغَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَیْنٍ بَعَثَ اَبَا عَامِرٍ عَلٰی جَیْشٍ اِلٰی اَوْطَاسٍ فَلَقِیَ دُرَیْدَ ابْنَ الصِّمَّۃِ فَقُتِلَ دُرَیْدٌ وَھَزَمَ اللّٰہُ

أَصْحَابَهُ قَالَ أَبُو مُوسَى وَبَعَثَنِي مَعَ أَبِي عَامِرٍ فَرُمِيَ أَبُو عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَنْ رَمَاكَ فَأَشَارَ إِلَى أَبِي مُوسَى فَقَالَ ذَاكَ قَاتِلِي الَّذِي رَمَانِي فَقَصَدْتُ لَهُ فَلَحِقْتُهُ فَلَمَّا رَآنِي وَلَّى فَاتَّبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ أَقُولُ لَهُ أَلَا تَسْتَحْيِي أَلَا تَثْبُتُ فَكَفَّ فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَيْنِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهُ ثُمَّ قُلْتُ لِأَبِي عَامِرٍ قَتَلَ اللَّهُ صَاحِبَكَ قَالَ فَانْزِعْ هَذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي أَقْرِئِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ اسْتَغْفِرْ لِي وَاسْتَخْلَفَنِي أَبُو عَامِرٍ عَلَى النَّاسِ فَمَكَثَ يَسِيرًا ثُمَّ مَاتَ فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ عَلَى سَرِيرٍ مُرْمَلٍ وَعَلَيْهِ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ رِمَالُ السَّرِيرِ بِظَهْرِهِ وَجَنْبَيْهِ فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ أَبِي عَامِرٍ وَقَالَ قُلْ لَهُ اسْتَغْفِرْ لِي فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ فَقُلْتُ وَلِي فَاسْتَغْفِرْ فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا قَالَ أَبُو بُرْدَةَ إِحْدَاهُمَا لِأَبِي عَامِرٍ وَالْأُخْرَى لِأَبِي مُوسَى۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں۔ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو عامرؓ کو ایک لشکر پر حاکم مقرر کر کے اوطاس کی طرف روانہ فرمایا۔ جس کی درید بن الصمہ سے مٹھ بھیڑ ہوگئی۔ درید نے ان کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے شکست سے دوچار کیا ہوا تھا۔ یوں کہ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی ابو عامرؓ کے ہمراہ روانہ کیا تھا۔ حضرت ابو عامرؓ کے گھٹنے میں تیر لگا جو جشمی نے انہیں مارا تھا۔ وہ تیر ان کے گھٹنے میں جم گیا۔ میں جب ان کے پاس پہنچا۔ تو میں نے پوچھا اے چچا! تجھے کس نے تیر مارا ہے تو انہوں نے ابو موسیٰ کو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ میرا قاتل ہے۔ جس نے مجھے تیر مارا ہے۔ میں نے

اس کا پیچھا کر کے اسے جالیا۔ پس جب اس نے مجھے دیکھا تو پیٹھ دے کر بھاگا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ اور اس سے کہتا جاتا تھا۔ کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ جم کر مقابلہ نہیں کرتا۔ پس وہ رک گیا۔ اب ہم ایک دوسرے کو تلوار سے زخمی کرنے لگے۔ بالآخر میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر میں نے اپنے چچا ابو عامرؓ سے آکر کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے صاحب تیر مارنے والے کو قتل کر دیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس تیر کو زور لگا کر نکالو۔ میں نے اسے زور سے کھینچا تو اس سے پانی ٹپک پڑا۔ کہنے لگے بھتیجے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا سلام پڑھنا اور ان سے کہنا کہ وہ میرے لئے مغفرت طلب فرمائیں۔ اور ابو عامرؓ نے اپنی جگہ مجھے لوگوں پر امیر مقرر کیا۔ پس تھوڑی دیر ٹھہر کر انہوں نے دم توڑ دیا۔ واپس آکر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر حاضر ہوا۔ آپؐ ایک کھجور کے پتوں سے بُنی ہوئی چارپائی پر آرام فرما تھے۔ جس پر آپؐ کا بستر تھا۔ اور چارپائی کے کھجور کے بان نے آپؐ کی پیٹھ اور دونوں پہلوؤں پر نشان چھوڑے تھے۔ پس میں نے آپؐ کو اپنی اور ابو عامرؓ کی خبر سے آگاہ کیا۔ اور یہ کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپؐ نے پانی منگا کر وضو بنائی۔ پھر دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پس فرمایا اے اللہ! عبید ابو عامرؓ کی مغفرت فرما۔ جب کہ میں آپؐ کے دونوں بغلوں کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آپؐ نے مزید فرمایا۔ اے اللہ! ابو عامرؓ کو قیامت کے دن بہت سی مخلوقات اور لوگوں پر فوقیت اور برتری عطا فرمانا۔ میں نے عرض کی حضرت! میرے لئے بھی مغفرت کی دعا فرمائیں۔ تو آپؐ نے ابو موسیٰؓ کے لئے دعا فرمائی۔ اے اللہ! عبد اللہ بن قیسؓ کے گناہ معاف کر دے۔ اور قیامت کے دن اسے شرافت والے مکان میں داخل فرما۔ ابو بردہؓ فرماتے ہیں۔ ان دو دعاؤں میں سے ایک ابو عامرؓ کے لئے تھی اور دوسری حضرت ابو موسیٰؓ کے لئے تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اوطاس بھی حنین کی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام ہے۔ ہوازن کی ایک جماعت شکست کھا کر یہاں پر جمع ہو رہی تھی۔ آپؐ نے اوطاس کی طرف جیش بھیج دیا۔ کہ شاید یہ لوگ درید بن حشمہ کے ساتھ مل کر پھر حملہ نہ کر دیں۔ تو ان کو جمع نہ ہونے دیا جائے۔

فنتزا منه الماء نزا کے معنی نکلنا اور بہنے کے ہیں۔ اور ماء سے مراد خون ہے۔ ممکن ہے۔ کہ وہ خاص پانی جو بعض اعضا میں رہتا ہے وہ نکلا ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ص۶۱۸ س۱۹ امر اللہ یعنی بالآخر اللہ کا حکم غالب آیا۔
اصیبغ ص۶۱۹ س۲ ظاہر یہ ہے کہ اصیبغ سے مراد لومڑی ہے۔ یا ایک قسم کی چھوٹی سی چڑیا ہے۔ اگر یہ اسم اور علم نہ ہو تو مجازاً وصفی معنی کے اعتبار سے حقارت اور ضعف میں تشبیہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ لغت میں کہیں اصیبغ کے معنی لومڑی کے نہیں ملتے۔ البتہ اصبغ پرندے کے ساتھ حقارت اور ضعف میں تشبیہ ہے۔ جس کو شراح نے نقل فرمایا ہو اور بعض میں غین کی بجائے عین ہے۔ تو ضبع کی تصغیر ہو گئی۔ جس کے ساتھ ضعف انتر اس میں تشبیہ دی گئی۔ کہ یہ بچوں کی طرح گھٹیا درندہ ہے۔ اور اصیبغ کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔ یہی میرے نزدیک بہتر توجیہ ہے۔ جس کے معنی رنگیلا کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فاشار ابی موسیٰ ص۶۱۹ س۱۷ ابو موسیٰ کی طرف اشارہ اس لئے نہیں کیا کہ وہ ان کا قاتل ہے۔ بلکہ اشارہ کیا کہ اس کو قتل کر دو۔ کیونکہ قاتل تو وہ دوسرا آدمی تھا۔ تو ابو موسیٰ کو اشارہ کیا کہ اس کو پکڑو اور اس سے میرا بدلہ لو۔
فنزا منہ الماء خون کی بجائے پانی کا نکلنا۔ گھائل ہونے اور مرجانے کی نشانی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اشار الی ابو موسیٰ یعنی ابو موسیٰ کو اشارہ کیا کہ اس حبشی قاتل سے بدلہ لو۔ چنانچہ مسلم میں بھی ایسا ہی ہے۔ نزا منہ الماء مجمع میں ہے۔ کہ نزف ای جری دمہ الم ینقطع علم الاشحان۔ یہی وجہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اسے داغ دیا جاتا ہے۔ تاکہ خون بند ہو جائے۔ ورنہ جان کے تلف ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ حنین میں شکست کھا جانے کے بعد ہوازن کے لوگ تتر بتر ہو گئے۔ کچھ طائف چلے گئے۔ کچھ نخلہ کی طرف اور کچھ اوطاس کی طرف گئے۔ تو اوطاس والوں کی طرف آپؐ نے حضرت ابو عامرؓ اور ابو موسیٰؓ اشعری کو بھیجا تو یکے بعد دیگرے امیر جیش تھے۔ درید کو قتل کرنے والا ربیعہ بن رفیع ہے۔
علیہ فراش صحیح یہ ہے کہ ما علیہ فراش اس پر کوئی بستر نہیں تھا۔ تو ما نافیہ رہ گیا ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ الطَّآئِفِ فِیْ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ
قَالَہٗ مُوْسٰی بْنُ عُقْبَۃَ۔

غزوہ طائف ۸ھ شوال کے مہینہ میں واقع ہوا۔ طائف مکہ کے قریب تین مراحل پہ مشرق کی طرف ایک شہر ہے۔ جہاں انگور بہت ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک صحت افزا مقام ہے۔ وجہ تسمیہ کے بارے میں ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اللّٰھم ارزقھم من الثمرات حجاز کی مقدس زمین اس کی متحمل نہیں تھی۔ بنا بریں جبرائیلؑ نے شام سے ایک قطعہ زمین کا اٹھا کر اسے خانہ کعبہ کا طواف کرایا۔ اور اسے اونچائی پہ رکھ دیا۔ اس کے اندر وہ میوہ جات پائے جاتے ہیں۔ جو گرم ملکوں میں نہیں ہوا کرتے۔ بعض نے کہا طوفان نوحؑ کے زمانہ میں زمین پانی کے اوپر ہو گئی ہے۔ ای طافت علی الماء قبیلہ بنو ثقیف کے لوگ یہاں پر آکر قلعہ بند ہو گئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۸۸۵ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ الخ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رضی اللہ عنہا دَخَلَ عَلَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِیْ مُخَنَّثٌ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ لِعَبْدِاللّٰہِ بْنِ اُمَیَّۃَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الطَّآئِفَ غَدًا فَعَلَیْکَ بِابْنَۃِ غَیْلَانَ فَاِنَّھَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلَنَّ ھٰؤُلَاۗءِ عَلَیْکُنَّ قَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ وَقَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ الْمُخَنَّثُ ھِیْتٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ تو میرے پاس ایک ہیجڑا بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے سنا۔ کہ وہ عبد اللہ بن ابی امیۃؓ سے کہہ رہا تھا۔ کہ اے عبد اللہ! دیکھو! اگر اللہ تعالٰی نے طائف تم پہ فتح کر دیا۔ تو تم غیلان کی بیٹی کو پکڑ لینا۔ اس لئے کہ وہ چار شکنوں کے ساتھ آتی ہے۔ اور آٹھ شکنوں سے جاتی ہے۔ یعنی وہ خوب موٹی ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ تمہارے پاس نہ آیا کریں۔ ابن جریج فرماتے ہیں۔ کہ مخنث ھیت یعنی ہیجڑے کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مخنث خنث سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ٹوٹنے کے ہیں۔ عورتوں کی طبیعت میں انکساری کلام اور چال ڈھال میں نزاکت اور ٹوٹا پن پایا جاتا ہے۔ جو شخص طبعی طور پر عورتوں کی سی انکساری کرے وہ تو مجبور ہے۔ لیکن جو جان بوجھ کر تشبہ بالنساء کرے۔ اس پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ بہرحال ہر ایک مرد و عورت کو اپنے امتیاز کے ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ چونکہ اس مخنث میں طبعی انکساری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا۔ کہ یہ اولی الاربہ یعنی صاحب شہوت میں سے نہیں ہے۔ ان میں سرے سے شہوت کا مادہ نہیں۔ ان سے پردہ نہ ہونا چاہیئے۔ غلمان بن سلمہ کی لڑکی خوب موٹی تازی تھی۔ اور موٹی عورتیں عرب کے یہاں پسندیدہ ہیں۔

عکن موٹاپے کی وجہ سے جب توند بڑھ جاتی ہے۔ تو چار خط شکن کے درمیان میں پڑ جاتے ہیں۔ جو کہ پچھلی طرف سے آٹھ شکن معلوم ہوتے ہیں۔ اس مخنث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ازاں مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ جب حضرت عمر بن الخطابؓ کی خلافت کا دور آیا تو آپ سے کہا گیا۔ کہ اب وہ کمزور اور بوڑھا ہو گیا ہے تو آپ نے اسے مدینہ میں آنے کی اجازت دے دی۔

حدیث نمبر ۳۸۸۶ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ الخ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا وَزَادَ وَهُوَ مُحَاصِرُ الطَّائِفِ يَوْمَئِذٍ۔

ترجمہ۔ محمود کی سند میں ہشام کے یہ الفاظ زائد ہیں۔ کہ آپؐ نے اس دن طائف کا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۸۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ لَمَّا حَاصَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا قَالَ إِنَّا قَافِلُوْنَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً نَقْفُلُ فَقَالَ اغْدُوْا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَأَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ إِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَأَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ

مَرَّةً فَتَبَسَّمَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلَّهُ بِالْخَبَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا۔ تو ان سے کوئی چیز حاصل نہ ہوئی (نہ صلح نہ فتح) تو آپؐ نے فرمایا انشاء اللہ کل ہم لوگ واپس لوٹنے والے ہیں۔ صحابہ کرام پر یہ بات گراں گزری۔ کہ ہم اس حال میں جائیں گے۔ کہ ہم نے طائف کو فتح نہ کیا۔ اور کبھی کہا کہ ہم ایسے لوٹائے جائیں گے جس پر آپؐ نے فرمایا کہ صبح سویرے لڑائی شروع کر دو۔ صبح کو لڑائی شروع ہوئی تو انہیں بہت زخم پہنچے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل ہم واپس لوٹ جانے والے ہیں۔ تو یہ بات ان کو پسند آئی۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ اور کبھی سفیان کہتے ہیں کہ آپؐ مسکرا دیئے۔ حمیدی فرماتے ہیں کہ سفیان نے یہ ساری خبر ہمیں بیان کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جو لوگ حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہوئے۔ وہاں پر لڑائی شروع ہو جانے کی وجہ سے یہ شکست خوردہ حنین اور اوطاس سب طائف میں جمع ہو گئے۔ اور آس پاس کی بستیوں سے کھانے پینے کا سامان جمع کر لیا۔ قلعہ کی دیوار مضبوط تھی اور اس کے اندر پانی بھی کافی تھا۔ ان کا پختہ خیال تھا کہ مسلمان محاصرہ کریں گے۔ چنانچہ وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ کم از کم مدت حصار پندرہ اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوجی جب قلعہ کے پاس پہنچے تو ان کفار نے اوپر سے تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں نے جواباً تیر اور پتھر پھینکے۔ لیکن وہ خطا جاتے تھے۔ کیونکہ اوپر والے کا نشانہ خطا نہیں جاتا نیچے والے کا خطا جاتا ہے۔ کفار نے ایک برس کا ساز و سامان مہیا کر رکھا تھا۔ مسلمانوں میں اتنی ہمت نہ تھی۔ بنا بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ مشورہ میں نوفل بن معمر دیلمی نے کہا۔ کہ ان کی مثال لومڑی جیسی ہے۔ کہ اگر کوئی لومڑی کے سوراخ پر جما رہے تو بالآخر وہ اسے پکڑ لے گا۔ اگر چھوڑ کر چلا جائے تو پھر اسے نہیں پکڑ سکتا۔ تو لومڑی سے کیا ڈر ہے۔ یہ تھوڑی سی جماعت ہے۔ ان سے ضرر کا کوئی اندیشہ نہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ انا قافلون الخ مگر لوگوں کی رائے اس کے خلاف تھی۔ بہرحال آپؐ نے انہی کی رائے کو ترجیح دی۔ کیونکہ آپؐ کے ہاں ڈکٹیٹریت پسندیدہ نہیں تھی۔ جب فوج زخمی ہوئی۔ تو پھر

واپس لوٹنا پڑا۔ کیونکہ اوپر سے آنے والے تیروں کی مدافعت نہیں ہو سکتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۸۸۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ اَبُوْ عُثْمَانَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَبَا بَكْرَةَ وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِیْ اُنَاسٍ فَجَاءَ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا سَمِعْنَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ وَقَالَ هِشَامٌ سَمِعْتُ سَعْدًا وَاَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ قُلْتُ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا قَالَ اَجَلْ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَاَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنَزَلَ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الطَّائِفِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت سعدؓ سے جو اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر پھینکنے والے ہیں۔ اور ابو بکرۃ سے جو چند لوگوں کے ساتھ طائف کے قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے تھے۔ پس وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو یہ دونوں فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ آپؐ فرماتے تھے کہ جس نے جان بوجھ کر اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کی تو جنت اس پر حرام ہے۔ ہشام اپنی سند سے ابو عثمان سے بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت سعدؓ اور ابو بکرۃؓ سے سنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ کے پاس ایسے دو آدمی گواہی دے رہے ہیں۔ جو تجھے کافی ہیں۔ انہوں نے کہا بالکل ہاں کیونکہ ایک ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور دوسرا وہ ہے جو طائف کے قلعہ سے تیئس ۲۳ آدمیوں میں سے تیسرے آدمی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتر کر آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابوبکرہ کا اصلی نام نفع بن مہران ہے۔ اور بکرہ سیڑھی کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکرۃ ثقیف کے غلاموں میں سے ہیں۔ جنہوں نے مشورہ کیا۔ کہ ہم کیوں نہ

اسلام لے آئیں۔ تورات کے وقت انہوں نے قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگائی۔ اور رسیوں کے ذریعہ اتر آئے۔ جس میں حضرت نفع بن مہران کا بہت دخل تھا۔ اس لئے ان کو ابوبکرۃ کہا گیا۔ تسوّر بمعنی اوپر کو چڑھ کر پھر نیچے اترے۔

فالجنۃ علیہ حرام یہ حکم اس وقت تو صحیح ہے جب کہ نسبت الی غیراب کو حلال سمجھے۔ اگر حلال نہ سمجھے بلکہ کسی علت کی بنا پر اس سے کام نکالے۔ تو جنت میں دخول اول نہیں ہوگا۔ سزا بھگت کر پھر داخل جنت ہوگا یا یہ حکم تغلیظاً ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۸۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ أَبِي مُوسٰى رض قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَلَا تُنْجِزُ لِي مَا وَعَدْتَنِي فَقَالَ لَهُ أَبْشِرْ فَقَالَ قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبْشِرْ فَأَقْبَلَ عَلَى أَبِي مُوسٰى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ رَدَّ الْبُشْرٰى فَاقْبَلَا أَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا وَأَبْشِرَا فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ جب کہ آپؐ جعرانہ میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے نزول فرماتے تھے۔ اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آکر کہنے لگا۔ کہ میرے لئے جو آپؐ نے وعدہ کیا ہے اسے پورا نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ خوش ہوجاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ یہ البشر تو آپؐ نے بہت دفعہ کہا ہے۔ تو آپؐ حضرت ابوموسیٰؓ اور بلالؓ کی طرف غضب ناک حالت میں متوجہ ہوئے۔ فرمایا اس دیہاتی نے تو بشارت کو رد کر دیا ہے۔ پس اب تم آؤ اور قبول کرو۔ انہوں نے کہا ہم نے قبول کیا۔ پس آپؐ نے ایک پانی کا

پیالہ منگوایا۔ اس میں ہاتھ مبارک اور چہرہ انور دھویا اور اس میں کُلّی کا پانی ڈالا۔ پھر فرمایا۔ اس کو پیو۔ اپنے چہرے اور سینے پہ اس پانی کو پلٹو۔ اور خوشی حاصل کرو۔ چنانچہ انہوں نے پیالہ کو لیا اور جس طرح آپؐ نے فرمایا تھا۔ اسی طرح کیا۔ تو پردہ کے پیچھے سے حضرت امّ سلمہؓ نے پکار کر فرمایا۔ کہ اپنی ماں کے لئے بھی کچھ بچا لینا۔ تو انہوں نے اس میں سے کچھ حصّہ ان کے لئے بچا لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ جعرّانہ ایک منزل کا نام ہے۔ جو مکّہ سے خارج حرم قریباً اٹھارہ میل دور ہے۔ بین مکہ ومدینہ کی بجائے صحیح بین مکہ والطائف ہے۔ کیونکہ یہ طائف سے واپسی کا واقعہ ہے۔ اس طرح باب سے مطابقت ہو جائے گی۔ دنیا کے اندر سب سے افضل پانی یہی ہے۔ جس کے اندر آپؐ نے ہاتھ دھوئے اور کلی کا پانی ڈالا۔ دوسرا پانی وہ ہے جو بعد میں چشمہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۰ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعِرَّانَةِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ مَعَهُ فِيهِ أُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِالطِّيبِ فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى بِيَدِهِ أَنْ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذٰلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي يَسْأَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَأُتِيَ بِهِ فَقَالَ أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ۔

ترجمہ۔ حضرت یعلیٰ فرمایا کرتے تھے۔ کہ کاش میں آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھتا جب کہ آپؐ پہ وحی نازل ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جعرانہ میں تھے۔ اور آپؐ پر ایک کپڑے کے ذریعہ سایہ کیا گیا تھا۔ اس مقام پر آپؐ کے ہمراہ کچھ صحابہ بھی تھے۔ کہ اچانک ایک دیہاتی آگیا۔ جس پر ایسا جبہ تھا۔ جو خوشبو سے لت پت تھا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپؐ کا کیا حکم ہے جس نے عمرہ کا احرام ایسے جبہ میں باندھا جو خوشبو سے لت پت ہونے کے بعد پہنا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے یعلیٰؓ کو اشارہ کیا کہ آؤ۔ اور نزولِ وحی کی حالت کو دیکھو۔ چنانچہ یعلیٰؓ آئے اور اپنا سر اس خیمہ کے اندر داخل کیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ آپؐ کا چہرہ سرخ ہے۔ سانس پھولا ہوا ہے اس طرح ایک گھڑی تک حال رہا۔ پھر یہ حالت کھل گئی۔ فرمایا وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا۔ پس اُسے ڈھونڈھ کر لایا گیا۔ پس آپؐ نے فرمایا وہ خوشبو جو تم نے لگا رکھی ہے۔ اس کو تین مرتبہ دھو ڈالو۔ اور جبہ کو کھینچ لو۔ پھر عمرہ میں اسی طرح افعال ادا کرو۔ جیسے اپنے حج میں کرتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ متضمخ ای متخلط بالطیب خوشبو سے لت پت بڑا ہوا۔ فادخل راسہ ای فی القبۃ یغط سانس کے آنے کی خرخراہٹ۔ اما الطیب الذی بک احرام کے بعد خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ البتہ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے۔ کپڑوں پر لگانا جائز نہیں۔ بدن پر اگر خوشبو کا اثر باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ جس خوشبو کا اثر بدن پر احرام کے بعد باقی رہے اسے جائز نہیں کہتے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ وہ آپؐ کے نعرق یعنی چوٹی پر خوشبو لگاتی تھیں جس کا اثر باقی رہتا تھا۔ لہذا اس کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے جو مؤخر ہے تو ناسخ ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وعلیہ ثوب قد اظل بہ ص۲۱۰ دھوپ سے بچنے کے لئے کپڑا کا سایہ کیا گیا تھا۔ اور معہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس کپڑے کے سائے میں کچھ اور صحابہ کرام بھی تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ بھی اہم ہے۔ لیکن میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ فیہ کی ضمیر محل کی طرف راجع ہے ثوب کی طرف نہیں ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے سے لپٹے ہوئے تھے۔ حضرت یعلیٰؓ نے اس میں اپنا سر داخل کیا تھا۔

کیونکہ دوسری حدیث میں ہے۔ فستر بثوب فرفع عمر طرف الثوب فنظرت الیہ اور مسند احمد میں ہے۔ علیہ ستر مستور من الشمس فادخلت رأسی معھم فی الستر۔

حدیث نمبر ۳۸۹۱ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَكَأَنَّهُمْ وَجَدُوا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِي وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِي كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيبُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رِحَالِكُمْ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا الْأَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں۔ جب حنین کی لڑائی میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی ورسول پر غنیمت کا انعام فرمایا۔ تو آپؐ نے ان لوگوں میں مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ جن کے دلوں کو مالوف کرنا تھا۔ اور انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ پس گویا کہ وہ ناراض ہو گئے۔ اس وجہ سے کہ جو مال لوگوں کو ملا انہیں نہ ملا۔ یا اس وجہ سے جو کچھ لوگوں کو ملا۔ ان کو کچھ بھی نہ ملا۔ تو آپؐ نے ان کو خطبہ دیا اور فرمایا۔ اور گروہ انصار کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا تھا کہ میری بدولت اللہ تعالےٰ نے تمہیں راہ دکھلائی۔ اور تم تتر بتر تھے۔ کہ میری وجہ سے اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔ پھر تم محتاج تھے میری وجہ سے اللہ تعالےٰ نے تمہیں غنی کر دیا۔ جب بھی آپؐ کوئی بات فرماتے تو وہ کہتے کہ واقعی اللہ اور اس کے رسول کا سب سے بڑا احسان ہے۔ آپؐ نے پوچھا۔ کہ

اللہ کا رسول کوئی بات کہتا ہے تو تم اللہ ورسول امن کہہ دیتے جواب دینے سے تمہیں کس چیز نے روکا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے تو تم کہہ سکتے تھے۔ کہ آپؐ واقعی فلاں فلاں چیز کو لائے ہیں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے نبی کو اپنے گھروں کو لے جاؤ۔ اگر ہجرت کا ثواب عظیم نہ ہوتا تو میں انصار کا آدمی ہوتا۔ اگر لوگ کسی نشیبی اور اونچی جگہ پر چلتے تو میں انصار کی وادی اور ان کی چٹان پر چلتا۔ انصار تو شعار ہیں جو کپڑا بدن سے ملصق ہوتا ہے۔ اور دوسرے لوگ دثار ہیں جو شعار کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ عنقریب تم میرے بعد ترجیحات دیکھو گے کہ جن میں تم کو نظر انداز کیا جائے گا۔ پس تم صبر کرنا۔ حتیٰ کہ میرے حوض کوثر پر آ کر ملنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | ولم یعط الانصار شیئًا الخ بظاہر حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس غزوہ حنین کے غنیمت کے مال میں سے انصار کو جو غانمین تھے کچھ نہ ملا۔ بلکہ مؤلفۃ القلوب کو دیا گیا۔ تو یہ کیسے صحیح ہوا۔ واقدی وغیرہ نے جواب دیا۔ کہ چونکہ آپؐ کو خمس میں اختیار ہے۔ اس لئے آپؐ نے انہیں محروم رکھا۔ ابن قیمؒ اور اکثر شراح کی یہی رائے ہے۔ اور بعض نے کہا۔ یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔ جس طرح آپؐ چاہیں تصرف کریں۔ انصار نے کہا۔ تعطی قریشا وصنا دید نجد وسیوفنا تقطر من دمائھم یعنی آپؐ قریش اور نجد کے سرداروں کو دے رہے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواریں ابھی تک ان کے خون سے تر بتر ہیں۔ اور یہ خبر بھی آپؐ کو پہنچی کہ آپؐ مکہ چھوڑ کر مدینہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ جب کہ قریش نے آپؐ کو نکال دیا تھا۔ اب چونکہ مکہ فتح ہو چکا ہے۔ یہ خبر گرم ہوئی کہ آپؐ شاید مکہ میں مقیم ہوں گے۔ جس کی تائید ان رعایات سے ہوتی ہے۔ جس میں انصار سے زیادہ قریش کا خیال رکھا گیا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ مکہ میں قتل عام ہوگا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کے الیوم یوم الملحمہ کہنے پر آپؐ ناراض ہوئے۔ جھنڈا ان سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا۔ اس کے برعکس قریش سے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم ان وجوہ سے انصار کو خیال ہوا کہ آپؐ پر قومی حمیت کا غلبہ ہوا ہے۔ اس لئے رعایات کر رہے ہیں۔ آپؐ نے انصار کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ تم یہ کہہ سکتے تھے۔ کہ جئتنا مکذبا فصدقناک وجئتنا عائلا فواسیناک وجئتنا مخذولا فنصرناک یعنی آپؐ

پاس اس حال میں آئے کہ آپؐ کو جھٹلایا گیا تھا۔ تو ہم نے آپؐ کی تصدیق کی۔ آپؐ ہمارے پاس محتاج ہو کر آئے تو ہم نے آپؐ سے ہمدردی کی۔ آپؐ کی کوئی امداد کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہم نے آپؐ کی مدد کی۔ لیکن یہ سب کچھ آپؐ نے بطور تواضع کے فرمایا تھا۔ ورنہ نصرت اور مواسات سب کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔

لکنت امرأمن الانصار اس سے انتقالِ نسب مقصود نہیں۔ بلکہ جماعت کی فضیلت بیان کرنا ہے۔ ہر ایک کو چار چار اونٹ حصہ میں آئے تھے۔ یہ مالِ خمس تھا۔ بعض شراح فرماتے ہیں۔ کہ انصار اور مہاجرین کو اس غنیمت کے مال سے اس لئے محروم رکھا۔ اور مالِ غنیمت طلقاء کو دے دیا۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ جب ھوازن نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ تو سوائے چند مجاہدین کے سب غانمین بھاگ کھڑے ہوئے۔ ولوا مدبرین والی آیت اس میں صریح ہے۔ اب جو کچھ نصرت ہوئی وہ نصرت الٰہی۔ نزول ملائکہ اور آپؐ کے مٹی پھینکنے سے ہوا۔ تو اب یہ سب مال فیئ ہوا۔ اور فیئ میں اللہ اور اس کے رسول کو تقسیم کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ غانمین کا حق نہیں ہوتا۔ جب انصار اور مہاجرین بھاگ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے پرتلہ کی مانند ایک بادل بھیجا جس سے کفار پر رعب طاری ہو گیا۔ جس سے کفار بھاگ گئے اور مسلمان آپؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ تو یہ لوگ مستحق غنیمت کے تھے ہی نہیں۔

لکنت امرأمن الانصار کہ اگر شبہ ہو کہ مہاجرین قریش میں سے ہیں۔ اور قریش کا نسب انصار سے افضل ہے۔ تو یہ تمنا کیسی ہوئی تو کہا جائے گا۔ کہ کبھی نسبت باعتبار وطن کے ہوتی ہے کبھی باعتبار عقیدہ اور اعمال کے ہوتی ہے۔ اس مقام پر بتلانا ہے کہ نسب میں انتقال حرام ہے۔ لیکن آپؐ باعتبار دار کے انصار کی طرف نسبت ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں دار کی نسبت اپنی طرف باعتبار وطن کے اختیار کرتا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ نسبت باعتبار صناعت کے ہے۔ مہاجرین کا کام یہ ہے کہ وہ مسافرت اور غربت اختیار کریں۔ اور انصار کی صنعت یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہ کر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کریں۔ تو آپؐ فرماتے ہیں اگر صناعت ہجرت میں فضیلت نہ ہوتی تو میں صناعتِ انصار کو اختیار کرتا۔ تو انتسابِ ولادت نہ ہوا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ آپؐ کو انتسابِ ولادت بھی

انصار سے ہے۔ کیونکہ آپؐ کی دادی عبدالمطلب کی ماں بنونجار میں سے ہے۔ اور آباء کے اعتبار سے بنو ہاشم سے ہے۔ اور بسا اوقات ماں کے قرابتداروں کے اعتبار سے انتساب ہوتا ہے۔ چنانچہ اولادِ علیؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتساب باعتبار امہات کے ہے۔ بنا بریں حضرات حسنینؓ ابن رسول اللہ کہا جاتا ہے۔ اور ابنی ھذا سید انہ حضرت ابراھیمؑ کی ذریت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کو ذریت ابراہیمؑ سے باعتبار امہات کے قرار دیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نسب کبھی دادا کی طرف سے اور کبھی نانا کی طرف سے جاملتا ہے۔ تو آپؐ فرما رہے ہیں کہ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو بوجہ کمالاتِ انصار کے تو میں انتساب ولادت میں بھی انصار کی طرف منسوب ہوتا۔

ولو سلک الناس وادیًا وشعبًا مدینہ منورہ میں تین وادیاں ہیں جو بارش کے دنوں میں دریا کی طرح چلتی ہیں۔ جو دو تین دن کے بعد خشک ہو جاتی ہیں۔ تو رود کو ہی ہوئی۔ اور جس میں ہمیشہ پانی چلتا رہے۔ اسے بھی وادی کہتے ہیں۔ راستے عموماً انہی وادیوں کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ قبائل جو راستے اختیار کرتے وہ مقید ہوتے تھے۔

شِعب وہ راستہ جو پہاڑ کے درمیان ہو۔ خواہ وہ پہاڑ کے پھٹ جانے کی وجہ سے ہو۔ یا اس کے بغیر ہو۔ تو آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ اگر انصار سفر کرتے ہوئے جو راستہ وادی یا شِعب کا اختیار کریں تو میں ان کی رفاقت اختیار کروں گا۔ اس سے انصار کی فضیلت بیان ہوئی۔

الانصار شِعار شِعار وہ کپڑا بدن کے جو بالوں سے متصل ہو۔ یہ بطانۃ اور خاصہ سے کنایہ ہے۔ کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ یہ انصار میرے خواص میں سے ہیں۔ جن پہ مجھے اعتماد ہے۔ جن پر اعتماد نہ ہو اُسے دثار سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے دعا فرمائی۔ یہ کلمات سن کر انصار رو پڑے۔ یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ تو آپؐ نے دعا سے ان کی تسلّی کر دی۔ کہ میں اس وقت تم سے اثرۃ نہیں کر رہا۔ کہ مشترک چیز کسی کے لئے خاص کر دی جائے۔ چنانچہ بنو امیہ آئے انہوں نے اپنے قبیلہ والوں کو حقوق دیئے۔ انصار کو نظر انداز کر دیا۔ جس کی شکایت حضرت امیر معاویہؓ سے کی گئی۔ تو انہوں نے فرمایا آپؐ نے

تمہیں کیا حکم دیا تھا۔ فرمایا اصبروا تو امیر معاویہؓ نے فرمایا۔ صبر کرو۔ بنو عباس نے بھی یہی رویہ اختیار کیا انصار کے حقوق کسی نے نہیں پہچانے۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا کہ تم پہ تشدد ہوگا صبر کرنا۔ میں تمہارے حقوق حوض کوثر پہ دلواؤں گا۔ جس سے تمہارا اجر مکافات عمل ہوگا۔ یہ تسلی کے الفاظ ارشاد ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | او کانھم وجدوا منہ ۶۲/۱۴ دونوں جملوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے جملہ میں اوّل کلام پہ فاء داخل ہے۔ دوسرے جملہ میں نہیں ہے۔ یہ فرق بھی محدثین کے نزدیک کوئی تھوڑا نہیں ہے۔ اس پہ تنبیہ ضروری تھی۔ اور بعض شراح نے معنوی طور پہ فرق بیان کیا ہے۔ لیکن وہ ٹھیک نہیں۔ تکلف و تعسف ہے۔ جو نہ موجب تردید ہے۔ کہ اس کی بنا پہ حرف تردید او کو لایا جاتا یا کلام کا اعادہ کیا جاتا۔ جیسے معنوی تاویلات میں مشاہد ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | اس لفظ تکرار کا فائدہ نسخہ ہندیہ کے مطابق ہے۔ اور اس توجیہ کو مولانا حسین علیؒ پنجابی نے اپنی تقریر میں نقل کیا ہے۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں نہیں ہے۔ مصری نسخوں کے اندر صرف ایک دفعہ ذکر ہوا ہے تکرار نہیں ہے۔ نہ متون میں اور نہ ہی شروح میں تکرار ہے۔ اور کرمانیؒ نے تکرار کا فائدہ یہ بیان کیا ہے۔ کہ پہلا جملہ غضب سے ہے۔ اور دوسرا حزن سے ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ اذا وجد فی نفسہ ای غضب و وجد اذا حزن۔ اور دونوں کے درمیان فرق مصادر میں ہوگا۔ وجد بالفتح اور غضب موجدۃً۔

فی مذھب اھل الحدیث چنانچہ باب الاستنثار میں حدیث عائشہؓ کے اندر ہے۔

اتینا بالقناء اور دوسری سند میں بالقناء ہے۔ تو تعریف۔ تنکیر کا فرق ہوا۔ ھکذا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ولو شئتم قلتم منہ ۶۲/۱۷ آپؐ نے یہ اس لئے فرمایا۔ تاکہ بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ ان کے احسانات تو تھے۔ لیکن انہوں نے ذکر نہیں کئے۔ جب آپؐ نے ان کے احسانات جتلائے۔ اور ان کو حکم دیا کہ تم بیان کرو۔ لیکن انہوں نے بیان کیا۔ تو ان کی طرف سے تسلیم ہوگیا۔ کہ ان کے یہ احسانات معتد بہ نہیں ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ان پہ ہوئے تھے۔ تو یہ ان کی طرف سے منت

نہیں ہے۔ ورنہ وہ ان کو گن گن کر بیان کرتے۔ لیکن یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا سبب ذکر کیا ہے۔ یہ نہ تقریر پنجابی میں ہے نہ تقریر مکی میں اور نہ ہی شروح بخاری میں ہے۔

اور حدیث ابو سعید میں ہے کہ۔ اتیتنا مکذبا فصدقناک ومخذولا فنصرناک وطریدًا فآویناک وعائلا فواسیناک۔ جس پر انصار نے جواب دیا۔ بل المن علینا بللہ ورسولہ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے ان کے پاس نہ آتے تو انصار کو یہ فضائل کیسے حاصل ہوتے۔ اور آپؐ کا یہ سب کچھ فرمانا تواضع اور انصاف کے طور پر ہے۔ ورنہ حجۃ بالغہ اور منت ظاہرہ سب اللہ کے رسول کی ہے۔ جس پر آپؐ نے الا ترضون کہہ کر ان کو متنبہ کیا کہ اس احسان عظیم سے تم غافل ہو۔ دنیا فانی کے اسباب لے کر کیا کرو گے اور کب تک کھاؤ گے۔

حدیث نمبر ۳۸۹۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ أُنَاسٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حِينَ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي رِجَالًا الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ أَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ فَقَالَ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ أَمَّا رُؤَسَاؤُنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا وَأَمَّا نَاسٌ مِنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَاِنِّی اُعْطِی رِجَالًا حَدِیْثِیْ عَهْدٍ بِکُفْرٍ اَتَاَلَّفُهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی رِحَالِکُمْ فَوَاللّٰهِ لَمَا تَنْقَلِبُوْنَ خَیْرٌ مِّمَّا یَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَضِیْنَا فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَتَجِدُوْنَ اُثْرَةً شَدِیْدَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ عَلَی الْحَوْضِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمْ یَصْبِرُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ھوازن کے اموال میں سے انعام کیا تو انصار کے کچھ لوگوں نے کہا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سَو اونٹ دینے شروع کر دیئے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کرے۔ کہ آپؐ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ ہماری تلواریں ابھی تک ان کے خون سے تر بتر ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی گفتگو بیان کی گئی۔ تو آپؐ نے انصار کی طرف آدمی بھیج کر انہیں چمڑے کے ایک خیمے کے اندر جمع کیا۔ ان کے ساتھ اور کسی کو نہ بلایا۔ پس وہ لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پوچھا۔ کہ یہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ تو انصار کے سمجھ دار لوگوں نے جواب دیا۔ کہ یا رسول اللہ! ہمارے سرداروں نے تو یہ بات نہیں کہی۔ ہاں البتہ ہم میں سے کچھ لوگ جو نو عمر ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کرے جو قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواریں ابھی ان کے خون سے تر بتر ہیں۔ اس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کا زمانہ کفر کے قریب ہے۔ میں ان کی دلجوئی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اموال لے کر جائیں۔ اور تم اللہ کے نبی کو اپنے گھروں میں لے جاؤ۔ واللہ! جو چیز تم لے کر لوٹو گے وہ اس سے بہتر ہے۔ جو وہ لوگ لے کر واپس لوٹیں گے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم راضی ہو چکے ہیں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ کہ عنقریب تم سخت ترجیحات دیکھو گے۔

پس تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول سے ملو گے۔ پس میں حوض کوثر پر موجود ہوں گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ انصار نے صبر نہ کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۳ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ فَغَضِبَتِ الْأَنْصَارُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا بَلَى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمتوں کا مال قریش میں تقسیم کیا تو انصار ناراض ہو گئے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے جائیں۔ اور تم اللہ کے رسول کو لے جاؤ۔ انہوں نے جواب میں کہا کیوں نہیں۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ فرمایا اگر لوگ کسی وادی یا پہاڑی راستہ میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور ان کے پہاڑی راستہ پر چلوں گا۔

تشریح از قاسمیؒ علامہ واقدی نے لکھا ہے۔ کہ آپؐ نے انصار کو بلا کر فرمایا۔ کہ آؤ میں تمہیں بحرین کا علاقہ لکھ دیتا ہوں جو تمہارے لئے خاص ہو گا۔ اس میں اور کسی کا دخل نہیں ہو گا۔ اور یہ علاقہ افضل فتوحات میں سے تھا۔ تو انہوں نے انکار کیا۔ کہ ہمیں دنیا کی ضرورت نہیں ہے۔

لسلکت وادیا ارض حجاز کثیر الاودیہ والشیاب تھی۔ جو راستہ رئیس اختیار کرتا تھا۔ ساری قوم اس کے تابع ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ راستہ ختم ہو جاتا۔ ایک وجہ اور بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ وادی سے رائے اور مذہب مراد ہو۔ ویسے تو متبوع کل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن اس جگہ انصار کی موافقت اور غیروں پر ان کی ترجیح مراد ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ان کی وفاداری اور حسن جوار کو پسند فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ

لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ الْتَقَى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ آلَافٍ وَالطُّلَقَاءُ فَأَدْبَرُوا قَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ لَبَّيْكَ نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ فَأَعْطَى الطُّلَقَاءَ وَالْمُهَاجِرِينَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالُوا فَدَعَاهُمْ فَأَدْخَلَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَاخْتَرْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب حنین کی لڑائی شروع ہوئی۔ تو آپ کی مٹھ بھیڑ قبیلہ ہوازن سے ہوئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار آدمی اور طلقاء بھی تھے۔ لیکن یہ سب پیٹھ دے کر بھاگ گئے۔ آپؐ نے فرمایا او انصار کی جماعت انہوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں حاضر ہیں۔ اور آپؐ کے سامنے کھڑے ہیں۔ تو اپنے خچر سے اترے۔ اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پس مشرکین شکست کھا گئے۔ تو آپؐ نے غنیمت کا مال طلقاء اور مہاجروں کو دیا۔ اور انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ پس انہوں نے جو کچھ کہنا تھا تو آپؐ نے ان کو ایک خیمہ کے اندر طلب فرمایا۔ ارشاد ہوا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے جاؤ۔ جس پر انہوں نے کہا کہ ہم راضی ہیں۔ پس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگ وادی کے راستہ سے چلیں اور انصار پہاڑی راستہ سے چلیں تو میں انصار کا پہاڑی راستہ اختیار کروں گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ طلقاء جمع طلیق کی۔ وہ لوگ جن کو آپؐ نے نہ قتل کیا تھا اور نہ ہی قید کیا تھا۔ بلکہ فرمایا۔ انتم طلقاء تو ان میں سے دو ہزار آدمی آپؐ کے ہمراہ ہو لئے۔ بعض ان میں سے کفر پر قائم رہے۔ جیسے ابوسفیان بن حرب وابنہ معاویہ اور حکیم بن حزام

جو بعد میں اسلام لائے۔ جن کے بارے میں آپؐ نے لا تثریب علیکم الیوم فرمایا تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۵ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ جَمَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اِنَّ قُرَیْشًا حَدِیْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ وَّمُصِیْبَةٍ وَّاِنِّیْ اَرَدْتُّ اَنْ اُجِیْزَهُمْ وَاَتَأَلَّفَهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْیَا وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی بُیُوْتِكُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِیًا وَّسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِیَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَ الْاَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کچھ لوگوں کو جمع کیا۔ پس فرمایا۔ کہ قریش تازہ تازہ جاہلیت اور مصیبت سے گزرے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میں ان کو انعام دوں اور دلجوئی کروں۔ کیا تم اس پہ راضی نہیں ہو۔ کہ لوگ تو دنیا لے کر جائیں۔ اور تم اپنے گھروں کو اللہ کے رسول کو لے جاؤ۔ انہوں نے کہا۔ کیوں نہ۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر لوگ وادی کا راستہ چلیں اور انصار پہاڑی راستہ پہ چلیں تو میں انصار کی وادی یا انصار کے پہاڑی راستہ پہ چلوں گا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۶ حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ لَمَّا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِسْمَةَ حُنَیْنٍ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مَا اَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَتَغَیَّرَ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی مُوْسٰی لَقَدْ اُوْذِیَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی غنیمت کا مال تقسیم کیا تو انصار کے ایک آدمی نے کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ نہیں کیا۔ پس میں آکر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ جس سے آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کی رحمت ہو موسیٰؑ پہ۔ کہ انہیں اس سے بھی زیادہ

تکلیف دی گئی۔ پس انہوں نے صبر کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قریش کی لڑائیوں کی وجہ سے تجارت میں بہت نقصان ہوا تھا۔ ادھر جاہلیت کی بدولت بھی نقصان پہنچا۔ آپؐ نے ان کی تلافی مافات۔ تالیف قلوب اور جبر نقصان کی بنا پر ایسے کیا۔

رجل من الانصار یہ منافق شخص تھا جس کا نام منت بن قشیر تھا۔ اس کی بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ اذیات پہنچائی گئیں۔ جن پر انہوں نے صبر کیا۔ ان کو آدر تک کہا گیا۔ کہ ان کے خصیے پھولے ہوئے ہیں۔ حالانکہ انبیاءؑ کو ایسی بیماریوں سے منزہ رکھا جاتا ہے۔ جن سے لوگوں کو نفرت ہو۔ آپؐ کو بھی اذیت پہنچی مگر اس کا صدمہ اتنا نہیں۔

حدیث نمبر ۳۸۹۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا أَعْطَى الْأَقْرَعَ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَأَعْطَى نَاسًا فَقَالَ رَجُلٌ مَا أُرِيدَ بِهٰذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ مُوسٰى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب حنین کی لڑائی کا دن ہوا۔ تو آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ترجیح دی۔ چنانچہ اقرع کو سو اونٹ دیئے۔ اور عیینہ کو بھی اسی طرح دیئے۔ اور بھی کچھ لوگوں کو اس طرح دیا۔ تو ایک آدمی نے کہا۔ کہ اس تقسیم مال میں اللہ کی رضا نہیں چاہی گئی۔ تو میں نے کہا کہ میں اس کی ضرور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے۔ کہ ان کو اس سے زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ جن پر انہوں نے صبر کیا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعَمِهِمْ

وَذَرَارِيِّهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ الآفٍ مِّنَ الطُّلَقَاءِ فَادْبَرُوا عَنْهُ حَتّٰى بَقِيَ وَحْدَهُ فَنَادَى يَوْمَئِذٍ نِدَاءَ انِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا الْتَفَتَ عَنْ يَمِيْنِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَاَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيْرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِيْنَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا كَانَتْ شَدِيْدَةٌ فَنَحْنُ نُدْعٰى وَيُعْطَى الْغَنِيْمَةَ غَيْرُنَا فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ فَسَكَتُوْا فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوْزُوْنَهُ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَاَخَذْتُ شِعْبَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ هِشَامٌ يَا اَبَا حَمْزَةَ وَاَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ قَالَ وَاَيْنَ اَغِيْبُ عَنْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ جب حنین کی لڑائی ہوئی۔ تو ھوازن، غطفان اور ان کے علاوہ قبائل کے لوگ اپنے جانوروں اور اہل وعیال کو لے کر آئے تھے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس ہزار اور طلقاء تھے۔ جنہوں نے آپؐ سے پیٹھ پھیر لی یہاں تک کہ آپؐ اکیلے باقی رہ گئے۔ پس اس دن آپؐ نے دو پکاریں دیں۔ جن میں خلط ملط نہیں تھا۔ آپؐ نے دائیں طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے انصار کا گروہ! انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ آپؐ خوش ہوں۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اور آپؐ سپید خچر پہ سوار تھے۔ جس سے آپؐ نیچے اترے۔ فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پس مشرکین شکست کھا گئے۔ اور آپؐ کو اس دن بہت غنائم حاصل ہوئیں۔ جن کو آپؐ نے مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کر دیا۔

اور انصار کو کچھ بھی نہ دیا۔ پس انصار نے کہا۔ پس جب کوئی سخت مصیبت ہو تو ہمیں بلایا جاتا ہے۔ اور غنیمت کا مال ہمارے علاوہ دوسروں کو دیا جاتا ہے۔ پس آپؐ کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے ان کو ایک خیمہ میں جمع کیا۔ آپؐ نے پوچھا۔ اے گروہ انصار! یہ کیا بات مجھے پہنچی ہے۔ پس وہ خاموش رہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ اور گروہِ انصار کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ لوگ تو دنیا کو لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو گھیر گھار کر اپنے گھروں کو لے جاؤ۔ پس انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ ہاں ہم راضی ہیں۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر لوگ وادی کا راستہ چلیں اور انصار پہاڑی راستہ پر چلیں۔ تو میں انصار کا پہاڑی راستہ لوں گا۔ ہشام کہتے ہیں۔ میں نے کہا اے ابو حمزہ کیا آپ وہاں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ میں وہاں سے غائب کب ہوا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بقی وحدہ حالانکہ آپؐ کے ساتھ ستر آدمی تھے۔ تو حتی بقی وحدہ مقبلا کے معنی ہوں گے آپ اکیلے آگے بڑھے۔ کیونکہ آپؐ کا ارادہ ہوا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔ مگر ابوسفیان بن الحارث بغلہ کی لگام پکڑے ہوتے تھے۔ انہوں نے نہ جانے دیا۔ یا حتی بقی وحدہ مع الخواص کے معنی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ عشرۃ الاف من الطلقاء ص۶۲۱ ج۲ من الطلقاء میں من عشرۃ الأف کا بیان نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو خلافِ واقع ہے۔ بلکہ راوی آلاف پر کلام کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ پھر دو ہزار طلقاء کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا۔ اور ان کے منہ سے من الطلقاء کے لفظ نکلے۔ راوی نے اشارہ کو تو ذکر نہیں کیا۔ صرف بولے ہوئے الفاظ ذکر کر دیئے۔ اس وجہ سے کلام میں خلط ملط ہو گیا۔ غور کر کے سوچنا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی توجیہ اجود ہے۔ روایت کی تغلیط کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ توجیہ اس پر موقوف ہے۔ کہ طلقاء دو ہزار ہوں۔ حالانکہ یہ شراحؒ کی تصریح کے خلاف ہے۔ چنانچہ حافظؒ وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ طلقاء اس تعداد تک نہیں پہنچے تھے۔ بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہ تھے۔ اس لئے بعض نے حرف عطف مقدر مانا ہے۔ اور اہلِ سیر کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ طلقاء دو ہزار تھے۔ چنانچہ مجمع میں ہے۔ خرج الی

حنین فی اثنی عشر الفا من اھل المدینۃ والفین من الطلقاء۔ کہ حنین میں آپؐ کے ہمراہ دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار طلقاء تھے۔

باب السَّرِيَّةِ الَّتِي قِبَلَ نَجْدٍ

ترجمہ۔ وہ لشکر جو نجد کی طرف بھیجا گیا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۹ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيهَا فَبَلَغَتْ سِهَامُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا وَّنُفِّلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا فَرَجَعْنَا بِثَلٰثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ میں بھی اس لشکر میں شامل تھا۔ تو ہمارے غنیمت کے حصے میں بارہ اونٹ تھے۔ اور ہمیں ایک ایک اونٹ اور انعام میں ملا۔ تو اس طرح ہم تیرہ تیرہ اونٹ لے کر واپس لوٹے۔

تشریح از قاسمیؒ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ کہ سریہ میں ایک سو سے پانچ سو تک افراد ہوتے ہیں۔ بعض نے کم و بیش نقل کیا ہے۔ اہل مغازی کے نزدیک یہ سریہ غزوہ فتح سے پہلے کا ہے۔ یعنی شعبان ۸ھ میں واقع ہوا ہے۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِؓ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو جذیمہ کی طرف حضرت خالد بن الولیدؓ کو بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۹۰۰ حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ الخ عَنْ اَبِيهِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِؓ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَّقُولُوا أَسْلَمْنَا فَجَعَلُوا يَقُولُونَ

صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا جنہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ اچھی طرح اسلمنا نہیں کہہ سکتے تھے۔ تو انہوں نے صبأنا صبأنا کہنا شروع کیا۔ پس حضرت خالدؓ نے قتل کرنا اور قید کرنا شروع کیا۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو اس کا قیدی سپرد کر دیا۔ یہاں تک کہ جب ایک دن ہوا تو حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی اپنے قیدی کو قتل کرے۔ جس پر میں نے کہا کہ واللہ میں تو اپنے قیدی کو قتل کروں گا اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ حتیٰ کہ ہم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اس کا ہم نے اس سے ذکر کیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ اے اللہ! جو کچھ حضرت خالدؓ نے کیا ہے۔ میں اس سے آپ کی طرف بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ یہ دو مرتبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ صابی اس شخص کو کہا جاتا تھا جو اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر ستاروں کی پرستش کرنے لگے۔ مسلمانوں کو بھی صابی اسی بنا پر کہا جاتا تھا کہ انہوں نے بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ صبأنا کہنے کے باوجود حضرت خالد بن ولیدؓ نے قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ابن عمرؓ اور ان کے ساتھیوں نے ان کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق چونکہ انہوں نے بلا تحقیق یہ قتل اور اسارت کا حکم دیا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔ اور براءۃ کا اظہار کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لا یقتل رجل منا اسیرہ ص۶۲۲ انہوں نے قیدیوں

کو اس لئے قتل نہ کیا کہ انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا۔ **فغضب** بنابریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالدؓ پر غضب ناک ہوئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ حضرت خالدؓ نے جلدی میں ان کو قتل اور قید کرلیا۔ تحقیق نہ کی جلدی میں حکم دے دیا۔ ورنہ صبأنا کا مطلب پوچھتے۔ لیکن آپؐ نے حضرت خالدؓ سے قصاص اس لئے نہ لیا کیونکہ وہ ان سے قتال کرنے پر مامور تھے۔ جب تک وہ مسلمان نہ ہوجائیں۔ اور صبأنا کا کلمہ محتمل ہے۔ جس کے معنے ہوتے **خرجنا من دین الیٰ دین** اب نامعلوم اس دین سے ان کی کیا مراد تھی۔ اسلام یا کچھ اور۔ چونکہ یہ کلمہ انتقال اسلام کی طرف صریح نہیں تھا۔ اس لئے حضرت خالدؓ مجبور تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ انہوں نے لفظ اسلام سے نفرت کا اظہار کرنے کے لئے صبأنا کہا ہو۔ اور ان کی فرمانبرداری سے گھن کرتے ہوں۔ تو یہ دین اسلام کا اقرار نہ ہوا۔ صبأنا کہہ کر خواہ مخواہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسلمنا کہہ دیتے تو کام بن جاتا۔

بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ

وَيُقَالُ اَنَّهَا سَرِيَّةُ الْاَنْصَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز مدلجی کا سریہ جسے سریۃ الانصار بھی کہا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ فَغَضِبَ فَقَالَ اَلَيْسَ اَمَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّطِيْعُوْنِيْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا فَجَمَعُوْا فَقَالَ اَوْقِدُوْا نَارًا فَاَوْقَدُوْهَا فَقَالَ ادْخُلُوْهَا فَهَمُّوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَّيَقُوْلُوْنَ فَرَرْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ

فَمَا زَالُوا حَتّٰى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهٗ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ فِى الْمَعْرُوْفِ۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جن پر انصار کے ایک آدمی کو حاکم بنایا۔ اور انہیں حکم دیا کہ اس کی فرمانبرداری کرنا۔ پس وہ کسی وجہ سے ان پر ناراض ہو گیا۔ کہنے لگا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ کہنے لگے کیوں نہیں۔ تو اس نے کہا لکڑیاں جمع کرو۔ جب وہ جمع کر چکے تو کہا آگ جلاؤ۔ جب آگ دہکنے لگی تو کہا کہ اس کے اندر گھس جاؤ۔ پس انہوں نے قصد کر لیا تھا۔ لیکن بعض ایک دوسرے کو روکنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہم تو آگ سے بھاگ کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ پس وہ اسی حال پر رہے۔ یہاں تک کہ آگ بجھ گئی۔ اور حاکم کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ اگر وہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے۔ تو پھر قیامت کے دن تک اس آگ سے نہ نکلنے پاتے۔ حاکم کی فرمانبرداری دین کی مشہور باتوں میں ہوتی ہے۔ معصیت میں نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فهمو الخ ص ۶۲۲/۱۲ یعنی بعض نے آگ میں گھسنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور بعض ایک دوسرے کو گھسنے سے روک رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ ایک نوجوان نے ان سے کہا کہ جلدی نہ کرو۔

بَابُ بَعْثِ اَبِىْ مُوْسٰى وَمُعَاذٍ اِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ۔ حجۃ الوداع سے پہلے حضرت ابو موسیٰؓ اور معاذؓ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۹۰۲ حَدَّثَنَا مُوْسٰى الخ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى مِخْلَافٍ قَالَ وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلٰى عَمَلِهٖ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِذَا سَارَ فِىْ اَرْضِهٖ كَانَ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَحْدَثَ بِهٖ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِىْ اَرْضِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَبِىْ مُوْسٰى فَجَاءَ يَسِيْرُ عَلٰى بَغْلَتِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدِ اجْتَمَعَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَاِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ اِلٰى عُنُقِهٖ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذٌ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَيُّمَ هٰذَا قَالَ هٰذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ قَالَ لَا اَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ اِنَّمَا جِيْئَ بِهٖ لِذٰلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا اَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ فَاَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَالَ اَتَفَوَّقُهٗ تَفَوُّقًا قَالَ فَكَيْفَ تَقْرَاُ اَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ اَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَاَقُوْمُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِىْ مِنَ النَّوْمِ فَاَقْرَاُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِىْ فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِىْ كَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِىْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبردہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰؓ اور معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا۔ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنے اپنے دارالخلافۃ کی طرف بھیجا۔ کیونکہ یمن کے دو دار الخلافے تھے۔ پھر فرمایا کہ تم دونوں لوگوں پر آسانی کرنا تنگی نہ کرنا۔ خوشخبری دینا نفرت نہ دلانا۔ پس ہر ایک اپنی اپنی کارکردگی کے لئے چل پڑا۔ فرماتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا معمول تھا۔ کہ جب وہ اپنے ساتھی کی عملداری کے قریب گزرتا تو ایک دوسرے کی زیارت کر کے صحبت کی تجدید کر لیتا اور اس کو ضرور سلام کر کے جاتا۔ چنانچہ حضرت معاذؓ اپنے ساتھی حضرت ابوموسیٰؓ کی عملداری کے قریب پہنچے تو اپنے خچر پر سوار ان کے یہاں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰؓ بیٹھے ہوئے ہیں۔ لوگ جمع ہیں۔ اور ایک آدمی ان کے پاس ہے۔ جس کی مشکیں کسی ہوئی ہیں۔ کہ دونوں ہاتھ پیچھے سے گردن تک بندھے ہوئے ہیں۔

حضرت معاذؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ سے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کافر بن گیا ہے۔ یعنی مرتد ہو گیا۔ فرمایا میں اس وقت تک اپنے خچر سے نہیں اتروں گا جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے۔ ابو موسیٰؓ نے فرمایا اسی لئے تو اسے لایا گیا ہے۔ پس تم اتر آؤ۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ جب تک وہ قتل نہیں کیا جاتا میں نہیں اتروں گا۔ چنانچہ اس کے بارے میں حکم دیا گیا۔ پس وہ قتل ہو گیا۔ تب حضرت معاذؓ اترے۔ اور حضرت عبداللہؓ سے پوچھنے لگے آپ قرآن کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تو وقفہ وقفہ سے پڑھتا ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا اے معاذؓ! آپ نوافل میں قرآن کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رات کے پہلے حصہ میں سو جاتا ہوں پھر اس حال میں کھڑا ہوتا ہوں۔ کہ میں نے نیند کا کچھ حصّہ پورا کر لیا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے جو میرے مقدّر میں لکھا ہے اسے پڑھتا ہوں۔ پس میں اپنی نیند کو بھی اسی طرح باعث ثواب سمجھتا ہوں جس طرح اپنے قیام اللیل کو موجب ثواب سمجھتا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یمن کے دو حصّے ہیں۔ ہر حصّہ کو مخلاف کہا جاتا تھا خلیفہ کے رہنے کی جگہ۔ جو حصہ پہاڑی پہ واقع ہے اسے مخلافِ اعلیٰ کہتے ہیں اور دوسرے کو مخلافِ اسفل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰؓ اور معاذؓ کو ہر ایک حصّہ پہ والی بنا کر بھیجا۔ یمن میں یہودیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کہ اسلام میں داخل ہو کر پھر مرتد ہو جاتے تھے۔ جس سے ان کا مقصد اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنا ہوتا تھا۔

تفوق فواق سے ماخوذ ہے۔ اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ کو فواق الناقہ کہتے ہیں۔ اتفوقہ تفوقا مقصد یہ ہے کہ میں تھوڑی دیر کے بعد پڑھتا رہتا ہوں۔

فاحتسب نومتی الخ نیند اور راحت اس لئے موجب ثواب بن جاتی ہے۔ کہ وہ عبادت کا ذریعہ اور وسیلہ بن گیا۔ وسیلہ بھی عبادت ہے۔ اگر اشکال ہو کہ مرتد کو اس اہتمام سے قتل کرنا لا اکراہ فی الدین کے خلاف ہے۔ تو کہا جائے گا کہ دین میں داخل ہونے کے لئے کوئی جبر نہیں۔ لیکن داخل ہونے کے بعد جو اسلامی قوانین و احکام کی خلاف ورزی کرے گا ڈسپلن باقی رکھنے کے لئے اسے سزا دی جائے گی۔ ارتداد کی سزا قتل ہے جیسے

محصن سے زنا کی سزا رجم ہے۔ اگر اسلام جبر کرتا تو ذمّی کافر سے جزیہ قبول نہ کیا جاتا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ التفوق تفوقاً ص۱۲۲ مقصد یہ ہے کہ میں ساری رات نہیں سوتا۔ وقفہ وقفہ کے بعد قرآن مجید پڑھتا رہتا ہوں۔ البتہ تھوڑی استراحۃ اور آرام طلبی کے بعد پھر قرآن پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ التفوق کے متعلق حافظؒ فرماتے ہیں کہ میں دن رات تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ہمیشہ قرآن پڑھتا رہتا ہوں۔ چنانچہ فواق فاقہ ہی ہے۔ کہ ایک مرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہ کر اسے چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ دودھ کو اتار لے۔ پھر اسے دوہیا جائے۔ اسی طرح معمول بنا لیا جائے۔ مولانا مکیؒ نے اپنی تقریر میں لکھا ہے کہ دونوں قرأتوں کے درمیان تھوڑا سا وقفہ کر کے پھر شروع کر دیتا ہوں۔

حدیث نمبر ۳۹۰۳ حَدَّثَنِی اِسْحٰقُ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ فَسَاَلَہٗ عَنْ اَشْرِبَۃٍ تُصْنَعُ بِھَا فَقَالَ وَمَا ھِیَ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِاَبِیْ بُرْدَۃَ مَا الْبِتْعُ قَالَ نَبِیْذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِیْذُ الشَّعِیْرِ فَقَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ رَوَاہُ جَرِیْرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ تو ان سے ان مشروبات کے متعلق پوچھا گیا جو وہاں بنائے جاتے تھے۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ کہا بتع اور مزر ہیں۔ میں نے ابوبردہؓ سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ بتع تو شہد کا نچوڑ (جوس) ہے۔ اور مزر جَو کا نچوڑ (جوس) ہے۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جریر نے اس کو روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ اَبِیْہِ اَبِیْ بُرْدَۃَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَدَّہٗ اَبَا مُوْسٰی وَمُعَاذًا اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنَّ اَرْضَنَا بِھَا شَرَابٌ مِّنَ الشَّعِیْرِ الْمِزْرُ وَشَرَابٌ مِّنَ الْعَسَلِ الْبِتْعُ

فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ فَانْطَلَقَا فَقَالَ مُعَاذٌ لِأَبِي مُوسَى كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ قَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَنَامُ وَأَقُومُ فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فَجَعَلَا يَتَزَاوَرَانِ فَزَارَ مُعَاذٌ أَبَا مُوسَى فَإِذَا رَجُلٌ مُوثَقٌ فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَهُودِيٌّ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ فَقَالَ مُعَاذٌ لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ تَابَعَهُ الْعَقَدِيُّ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ وَكِيعٌ الخ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ جَرِيرٌ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابوبردہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت معاذؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ پس ان سے فرمایا کہ تم آسانی کرنا لوگوں پر تنگی نہ کرنا۔ خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا۔ اور ایک دوسرے کا کہنا ماننا پس حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا۔ اے اللہ کے نبی! ہمارے علاقہ میں کچھ مشروبات ہیں جو سے جو بنتا ہے وہ مزر ہے اور جو شہد سے تیار ہوتا ہے وہ بتع کہلاتا ہے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ پس وہ دونوں یہ نصائح سن کر چل پڑے۔ حضرت معاذؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے پوچھا۔ آپ نوافل میں قرآن مجید کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ کبھی کھڑے ہو کر کبھی بیٹھ کر اور کبھی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر غرضیکہ وقفہ وقفہ سے قرآن مجید پڑھتا ہوں۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا بھائی میں سوتا ہوں پھر کھڑے ہو کر نوافل میں قرآن مجید پڑھتا ہوں۔ اور نیند کو بھی میں قیام کی طرح ثواب سمجھتا ہوں۔ پس ان کے لئے ایک خیمہ لگایا گیا۔ جہاں پر وہ دونوں حضرات آکر ایک دوسرے کی زیارت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذؓ حضرت ابوموسیٰؓ سے ملنے آئے۔ تو دیکھا ایک آدمی بندھا ہوا ہے۔ پوچھا یہ کون ہے۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ یہ یہودی ہے۔ جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا۔ میں اس کی گردن ضرور اڑاؤں گا۔ عقدی اور وہب نے شعبہ سے متابعت کی ہے۔ اور وکیع نے شعبہ سے عن سعید عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابوموسیٰؓ سے یہ روایت مرسلاً اور متصلاً دونوں طرح سے مروی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یسرا ولا تعسرا کا یہ معنی نہیں کہ حدود و قصاص میں نرمی کرو۔ وہاں تو لا تاخذکم بھما رحمۃ کا حکم ہے سو اس مقام پر امور دینویہ اور امور انتظامی میں نرمی کرنے کا حکم ہے۔ تطاوعا کا مطلب ہے کہ ایک دوسرے کی اطاعت کرو۔ باہمی اختلاف سے لوگوں کو پریشان نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد صحابہ کرامؓ میں تقلید شخصی پائی جاتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۹۰۵ حَدَّثَنِیْ عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِیْدِ الخ حَدَّثَنِیْ اَبُوْمُوْسٰی الْاَشْعَرِیُّ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَرْضِ قَوْمِیْ فَجِئْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُنِیْخٌ بِالْاَبْطَحِ فَقَالَ اَحَجَجْتَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ قَیْسٍ قُلْتُ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ کَیْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ لَبَّیْکَ اِھْلَالٌ کَاِھْلَالِکَ قَالَ فَھَلْ سُقْتَ مَعَکَ ھَدْیًا قُلْتُ لَمْ اَسُقْ قَالَ فَطُفْ بِالْبَیْتِ وَاسْعَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ حِلَّ فَفَعَلْتُ حَتّٰی مَشَطَتْ لِی امْرَاَۃٌ مِّنْ نِّسَاءِ بَنِیْ قَیْسٍ مَکَثْنَا بِذٰلِکَ حَتَّی اسْتُخْلِفَ عُمَرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی قوم کے علاقہ یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ میں اس حال میں آپؐ کے بلاوا پر حاضر ہوا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابطح یعنی خیف بنی کنانہ میں اونٹنی بٹھا کر پڑاؤ کرنے والے تھے۔ تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا۔ اے عبداللہ بن قیسؓ کیا تم نے حج کا احرام باندھا ہے۔ میں نے کہا۔ یارسول اللہ! ہاں میں نے احرام باندھا ہے۔ آپؐ نے پوچھا احرام باندھتے وقت تم نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا لبیک یہ احرام ایسا ہے جیسا کہ آپؐ کا احرام ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تو نے قربانی کا جانور چلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ میں نے سوق ھدی نہیں کیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم متمتع ہو جاؤ۔ کہ بیت اللہ کا طواف کرو۔ اور صفا اور مروۃ کے درمیان دوڑ لگاؤ۔ پھر عمرہ سے حلال ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ بنو قیس قبیلہ کی ایک عورت نے مجھے کنگھا کیا۔ ہم اسی دستور تمتع پر قائم رکھے گئے۔ یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے

گئے تو انہوں نے حج تمتع سے منع کر دیا۔ بلکہ حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ سفر کرنے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذؓ کو آپؐ نے ۹ھ میں حاکم بنا کر یمن بھیجا تھا۔ اور حجۃ الوداع ۱۰ھ میں واقع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عرب میں اعلان کرا دیا۔ کہ احکام حج سیکھنے کے لئے سب لوگ جمع ہوں اور تمام والیوں کو بھی جمع ہونے کا حکم دیا۔ اسی کے مطابق حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بھی تشریف لائے۔ منیخ اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ۔ البطحا وہی خیف بنی کنانہ ہے۔ اجبت ای نویت الحج اور اھللت بالحج کیونکہ یہ چھ ذی الحجہ کو پہنچے ہیں۔ جو لوگ سائق ھدی نہیں تھے۔ آپؐ نے اس سال ان سب کو حکم دیا کہ وہ فسخ الحج الی العمرۃ کریں۔ یعنی اپنے حج کو عمرہ سے بدل لو۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا یہ اسی سال کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ اہل عرب اشہر حج میں افعال عمرہ کو افجر الفجور شمار کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عقیدہ کو باطل قرار دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ ذی الحلیفہ میں اعلان کر دیا۔ کہ قد دخلت العمرۃ فی الحج کہ عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ پھر جعرانہ میں اعلان فرمایا۔ پھر عمرہ کے افعال پورے کرنے کے بعد حلال ہونے کا حکم دیا اور فرمایا الحل کلہ یعنی پوری طرح حلال ہو جاؤ۔ کہ بیوی سے ہمبستری بھی کر سکتے ہو۔ یہ بات صحابہ کرام کو گراں گذری۔ جس پہ آپؐ نے سختی سے حکم دیا۔ کہ پورے حلال ہو جاؤ۔ تب صحابہ کرام حلال ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰؓ اسی پہ عمل کرتے رہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کر دیا تھا۔ کہ جو فسخ الحج الی العمرۃ کرے گا۔ اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ حضرت ابو موسیٰؓ کو حضرت عمرؓ کا حکم ناگوار گذرا۔ کہنے لگے کہ حضرت عمرؓ اپنی رائے سے حکم دیتے ہیں۔ جس پہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اتموا الحج والعمرۃ للہ اور سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی پہ دال ہے۔ کہ آپؐ نے احرام نہیں کھولا۔ بلکہ محرم رہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حکم اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔

تشریح از قاسمیؒ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ مختار یہی ہے۔ کہ مطلقاً تمتع سے ممانعت نہیں بلکہ اشہر الحج میں عمرہ کر کے پھر حج کا احرام باندھا جائے۔ تو نہی تنزیہی ہوئی جس سے حج مفرد کی ترغیب دینا مقصود ہے۔ ورنہ حج تمتع کے جواز پہ بلا کراہت پہ اجماع امت ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۶ حَدَّثَنَا حِبَّانُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِيْ قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَّشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ طَوَّعَتْ طَاعَتْ وَأَطَاعَتْ لُغَةٌ طِعْتُ وَطُعْتُ وَأَطَعْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں فرمایا کہ عنقریب تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس آؤ گے۔ جب آپ ان کے پاس آئیں تو سب سے پہلے انہیں کلمہ شہادت کی دعوت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ کلمہ شہادت پڑھنے میں تمہارا کہنا مان لیں۔ تو انہیں بتلاؤ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں تم پہ پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں۔ تو انہیں خبر دو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پہ زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے محتاجوں پہ خرچ کی جائے گی۔ اگر وہ اس پہ عمل پیرا ہوں۔ تو ان کے عمدہ اموال سے بچو۔ زکوٰۃ میں درمیانہ مال لو۔ اور زکوٰۃ لینے میں مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو۔ کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ وہ مظلوم کی بددعا جلد مقبول ہوگی۔ قال ابو عبد اللہ امام بخاریؒ الفاظ غریبہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں جو طوّعت لہ نفسہ ہے۔ اس کے معنی طاعت کے ہیں۔ اور اطاعت بالہمزہ بھی طاعت بغیر ہمزہ کے ایک لغت ہے۔ اور متکلم ماضی کا صیغہ طِعت بکسر الطا اور طُعت بضم الطا

اور اطعت بزیادۃ الہمزہ سب ہم معنی ہیں۔ اور طوع کراہت کی ضد ہے۔ اطاع بمعنی انقاد۔

حدیث نمبر ۳۹۰۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ اَنَّ مُعَاذًا لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَقَرَاَ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ زَادَ مُعَاذٌ الخ عَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَرَاَ مُعَاذٌ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ فَلَمَّا قَالَ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهٗ قَرَّتْ عَيْنُ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن میمونؒ سے مروی ہے کہ جب حضرت معاذؓ یمن پہنچے۔ تو انہوں نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ تو انہوں نے واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا تو قوم کے ایک آدمی نے کہا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی والدہ کی خوشی کی وجہ سے آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔ معاذ بصری نے یہ الفاظ زائد کئے ہیں۔ کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو جہاں آپؐ نے اموال پر حاکم بنا کر بھیجا وہاں انہیں نماز کا بھی امام بنایا۔ جنہوں نے صبح کی نماز میں سورۃ نساء پڑھی۔ جب انہوں نے اتخذ اللہ الخ پڑھا تو آپ کے پیچھے سے ایک آدمی نے کہا ام ابراہیمؑ کی آنکھ خوشی سے ٹھنڈک والی ہوگی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فان ھم اطاعوک الخ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احکام تدریجاً فرض ہوئے ہیں۔ لیکن کہا جائے گا کہ احکام تو یکبارگی فرض ہوئے ہیں۔ البتہ تبلیغ تدریجی طور پر ہونے چاہییں۔ تاکہ لوگ متنفر نہ ہوں۔

قرت عین الخ غیر شعوری طور پر اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔ بظاہر یہ ہے کہ کلام مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ بنابریں حضرت معاذؓ نے ان سے تعرض نہیں کیا۔ لیکن کہا جائے گا۔ کہ ممکن ہے۔ انہوں نے فساد صلوٰۃ کا حکم سنایا ہو۔ جس کو راوی نے ذکر نہیں کیا۔ ورنہ جمہور ائمہ کلام الناس کو مفسد صلوٰۃ قرار دیتے ہیں۔ خواہ عامداً ہو یا ناسیاً ہو عالماً ہو یا جاہلاً ہو۔ احنافؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ شاید حضرت معاذؓ نے یہ سمجھا ہو کہ جاہل اور اعرابی کا کلام مفسد صلوٰۃ نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد حسن مکی کی تقریر میں ہے۔ کہ ایسی صورت میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ ذکر میں داخل ہے۔ کیونکہ یہ ثناء علی المسلم ہے۔ پھر بھی ہمارے نزدیک

مکروہ ہے۔ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے ایک تیسرا جواب نقل کیا ہے۔ کہ ممکن ہے وہ آدمی خارج صلوٰۃ ہو۔ جواز دعا فی الصلوٰۃ کے بارے میں در مختار میں ہے۔ کہ مطلقاً سوال مغفرت سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ الی آخرہ۔

بَابُ بَعْثِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ اِلَی الْیَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ۔ حجۃ الوداع سے پہلے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور خالد بن الولیدؓ کو یمن کی طرف بھیجنا۔

حدیث نمبر ۳۹۰۸ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الخ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَؓ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِؓ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِیًّاؓ بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهٗ فَقَالَ مُرْ اَصْحَابَ خَالِدٍؓ مَنْ شَآءَ مِنْهُمْ اَنْ یُّعَقِّبَ مَعَكَ فَلْیُعَقِّبْ وَمَنْ شَآءَ فَلْیُقْبِلْ فَكُنْتُ فِیْمَنْ عَقَّبَ مَعَهٗ قَالَ فَغَنِمْتُ اَوَاقٍ ذَوَاتِ عَدَدٍ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ یمن کو بھیجا۔ بعد ازاں حضرت علیؓ کو ان کی جگہ بھیج دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ خالدؓ کے ساتھیوں کو حکم دو کہ ان میں سے جو چاہے تمہارے ساتھ یمن کو لوٹے اور جو چاہے مدینہ واپس چلا آئے۔ تو میں بھی ان لوگوں میں سے تھا۔ جو حضرت علیؓ کے ہمراہ پیچھے رہ گئے تھے۔ چنانچہ مجھے بہت سے اوقیہ (سونے کا سکہ ہے) غنیمت میں ملے۔

حدیث نمبر ۳۹۰۹ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْهِ بُرَیْدَةَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیًّاؓ اِلٰی خَالِدٍؓ لِیَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ اُبْغِضُ عَلِیًّاؓ وَقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْتُ لِخَالِدٍؓ اَلَا تَرٰی اِلٰی هٰذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ یَا بُرَیْدَةُ تُبْغِضُ عَلِیًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تُبْغِضْهُ فَاِنَّ لَهٗ فِی الْخُمُسِ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

ترجمہ۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت خالدؓ کی طرف خمس قبضہ میں کرنے کے لئے بھیجا۔ مجھے حضرت علیؓ سے اس وقت بغض پیدا ہوگیا۔ جب کہ ایک باندی سے جماع کرنے کے بعد غسل کر چکے۔ جس پہ میں نے حضرت خالدؓ سے شکایت کی۔ کہ اس کو دیکھتے نہیں۔ کہ اس نے خمس میں خیانت کی۔ کہ بغیر اذن کے باندی لے لی۔ اور بغیر استبراء رحم کے جماع کرلیا۔ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو میں نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے پوچھا اے بریدہؓ تم اس وجہ سے علیؓ سے بغض رکھنے لگے۔ میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا اس سے بغض نہ رکھو۔ اس کا تو خمس میں اس باندی سے بھی زیادہ حق ہے۔ چنانچہ پھر وہ حضرت علیؓ سے محبّت کرنے لگے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | قد اغتسل الخ جس شخص سے بغض ہو اس کی ہر بات عیب معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ حضرت علیؓ نے مالِ غنیمت میں غلول کیا ہے۔ حالانکہ وہ خمس لینے آئے تھے۔ اور ذوالقربیٰ ہونے کی وجہ سے خمس میں ان کا حق تھا۔ چنانچہ آپؐ فرمارہے ہیں۔ کہ ابھی انہوں نے اپنے حق سے تھوڑا وصول کیا ہے۔ البتہ یہ اشکال رہے گا۔ کہ استبراء رحم سے پہلے حضرت علیؓ نے کیسے جماع کرلیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جاریہ باکرہ تھی یا حائضہ تھی۔ اسی رات حیض سے فارغ ہوئی۔ تو حضرت علیؓ اس سے متمتع ہوتے۔ اور ممکن ہے۔ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی قید میں کافی عرصہ رہنے کو استبراء پہ محمول کرلیا۔ البتہ یہ اشکال ضرور باقی رہے گا۔ کہ حضرت خالد بن ولیدؓ والی تھے۔ اس کی موجودگی میں ان کو تصرف کا کیا حق حاصل تھا۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کی جگہ والی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت سے تصرف کیا۔ جس کا ان حضرات کو علم نہ ہوسکا۔ اس لئے شکایت پیدا ہوئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلّی کرلی۔ تو پھر کوئی گلہ شکوہ نہ رہا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ابغض علیاً ص۶۲۳ ۲۴ بغض اس لئے پیدا ہوا کہ انہوں نے باندی سے جماع کرلیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | اور ایک روایت میں ہے۔ کہ لنصیب آل علی فی الخمس افضل من وصیفۃ قال فما کان احد من الناس احب الیّ من علی یعنی اس باندی سے آلِ علی

کا حصہ خمس میں زیادہ ہے۔ تو حضرت علیؓ احب الناس ہو گئے۔

حدیث نمبر ۳۹۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ۔ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِي أَدِيمٍ مَقْرُوظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَّأَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ وَّزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَّمَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ مُشَمَّرُ الْإِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ قَالَ وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَّتَّقِيَ اللَّهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَّكُونَ يُصَلِّي فَقَالَ خَالِدٌ وَّكَمْ مِّنْ مُّصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ قُلُوبَ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ قَالَ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَّتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَأَظُنُّهُ قَالَ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے کچھ سونے کا ٹکڑا بھیجا۔ جو رنگے ہوئے چمڑے کی ادھوڑی میں تھا۔ جس سے اس کی مٹی الگ نہیں کی گئی تھی۔ یعنی اسے پگھلایا نہیں گیا تھا۔ جس کو آپؐ نے چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ عیینہؓ بن بدر۔ اقرعؓ بن حابس۔ زید الخیل جس کا

نام آپؐ نے زید الخیر رکھا تھا۔ اور چوتھا آدمی یا تو علقمہؓ تھا یا عامر بن الطفیلؓ تھا۔ لیکن تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ وہ علقمہ بن علاثہ العامری تھا۔ کیونکہ عامر بن الطفیل عامری اس سے پہلے مر چکا تھا۔ پس آپؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا۔ کہ ان لوگوں کی بنسبت ہم لوگ اس مال کے زیادہ حقدار تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کیا تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے۔ حالانکہ میں تو آسمان والوں کا امین ہوں۔ میرے پاس تو صبح و شام آسمان کی خبریں آتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کی دونوں آنکھیں گڑھی ہوئی تھیں۔ اس کے رخسارے کی دونوں ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ پیشانی اٹھی ہوئی تھی۔ داڑھی گھنی تھی۔ سر کے بال منڈے ہوئے تھے۔ اور لنگی کو اونچا رکھنے والا جس کا نام ذوالخویصرہ تھا۔ اور یہ سب علامات خوارج کی ہیں۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ سے ڈریں۔ آپؐ نے فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہو۔ کیا میں روئے زمین کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کا حقدار نہیں ہوں۔ کہ میں اللہ تعالےٰ سے ڈروں۔ راوی کہتے ہیں کہ جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو حضرت خالد بن الولیدؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ کہ حضرت! بہت سے نماز پڑھنے والے زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں۔ جو ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دل ٹٹولتا پھروں۔ اور نہ ہی مجھے ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم ملا ہے۔ پھر جب وہ پیٹھ دے کر جا رہا تھا۔ تو آپؐ اس کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔ فرمایا کہ اس کی نسل سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ کہ کتاب اللہ کی تلاوت سے ان کی زبانیں تر ہوں گی۔ لیکن وہ قرآن ان کی ہنسلیوں سے آگے نہیں بڑھے گا۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر میں نے ان کو پالیا۔ تو ایسے قتل کر دوں گا۔ جیسے ثمود کی قوم کا قتل ہوا۔ کہ بالکل تہس نہس ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لیعقب معک تعقیب عساکر کا مطلب یہ ہے کہ لشکر کو واپس آجانے کے بعد لوٹ جانے کا حکم دینا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ سپاہیوں کو چار ماہ تک لشکر میں رہنے کی اجازت دیتے تھے۔ پھر واپس گھر بھیج دیتے تھے۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ

گشت کے دوران ایک عورت کا گانا سنا۔ جو اپنے خاوند کے فراق میں غمگین تھی۔ صبح کو حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ تم کتنا عرصہ خاوند کے بغیر رہ سکتی ہو۔ اس نے کہا چار ماہ تک صبر کر سکتی ہوں۔ تو آپ چار ماہ کے بعد فوجیوں کو رخصت پر بھیج دیتے تھے۔ تو جو فوج کسی جگہ مقرر ہوتی جب اسے واپس بلا کر اس کی جگہ دوسری فوج کو بھیجتے تو اس جانے کو تعقیب اور جانے والے کو معقبین کہا جاتا ہے۔ اور ان آنے والوں میں سے جو واپس جانا چاہے اسے اجازت ہے۔ آنا جانا یہ تعقیب کہلاتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۹۱ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الخ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِسِعَايَتِهِ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ قَالَ وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب جب اپنی ولایت یمن سے آئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ اے علیؓ! تم نے کس چیز سے احرام باندھا تھا۔ کہا جس سے اللہ کے نبی نے احرام باندھا۔ فرمایا چونکہ تم ھدی لائے ہو۔ اس لئے جیسے تم محرم ہو اسی طرح محرم ٹھہرے رہو۔ اور حضرت علیؓ آپ کے لئے یمن سے ھدی لائے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لا قتلنهم قتل ثمود الخ ۶۲۴/۹ ان کا قتل اس لئے جائز ہوا۔ کہ انہوں نے امام کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اگرچہ ذوالخویصرہ کے اندر یہ سبب قتل موجود تھا کیونکہ اس نے ایسا کلمہ بولا جس کی سیاستہً سزا قتل تھی۔ لیکن مصلحت کی وجہ سے آپؐ نے اس کے قتل سے روک دیا۔ تاکہ لوگ آپؐ کی صحبت سے متنفر نہ ہو جائیں۔ اور اشاعت دین میں خلل نہ پڑ جائے۔ لیکن اسلام شائع ذائع ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اب تالیف قلوب سے مسلمانوں کو مستغنی کر دیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بنا بریں اب ان خوارج کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ وہ علم بغاوت بلند کریں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جنگ نہروان میں ہزارہا خارجیوں کو

قتل کیا۔ اور بعد کے خلفاء بھی ان سے نبرد آزما رہے ۔ پہلے پہل ان کا خروج حضرت علیؓ کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کا ظہور و غلبہ نہیں ہوا۔ شبیب خارجی کی بیوی غزالہ نے سال بھر تک حجاج بن یوسف ثقفی ظالم کو محل سے مسجد تک نہ نکلنے دیا۔

اقامت غزالۃ سوق الضراب بین العراقین حولاً قمیصاً عاملاً (کاملاً) کہ غزالہ نے بصرہ اور کوفہ کے درمیان سال بھر تک تلوار زنی کا بازار گرم رکھا۔

حدیث نمبر ۳۹۱۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ انَّهُ ذُكِرَ لِابْنِ عُمَرَ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ فَقَالَ اَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَاَهْلَلْنَا بِهٖ مَعَهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً وَّكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيٌ فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ مِّنَ الْيَمَنِ حَاجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ اَهْلَلْتَ فَاِنَّ مَعَنَا اَهْلَكَ قَالَ اَهْلَلْتُ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَمْسِكْ فَاِنَّ مَعَنَا هَدْيًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے ذکر کیا گیا۔ کہ حضرت انسؓ انہیں حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔ کہ عمرہ اور حج دونوں کا آپؐ نے احرام باندھا تھا۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا۔ ہم نے بھی آپؐ کے ہمراہ حج کا احرام باندھا۔ پس جب ہم لوگ مکہ پہنچے۔ تو جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں تھا۔ ان کو آپؐ نے فرمایا کہ اسے اب عمرہ بنالو اور بعد ازاں حلال ہو جاؤ۔ چونکہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قربانی کا جانور موجود تھا۔ پس علیؓ بن ابی طالب یمن سے حج کے ارادہ سے آئے تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کہ احرام باندھتے وقت تم نے کیا نیت کی تھی۔ تمہاری بیوی ہمارے ساتھ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام پر احرام کی نیت کی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پس اسی احرام پر رک جاؤ۔ کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی کے جانور موجود ہیں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذِی الْخَلَصَةِ

ترجمہ۔ باب ذی الخلصہ کے غزوہ کا بیان۔

حدیث نمبر ۳۹۱۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ وَالْكَعْبَةُ الشَّامِيَةُ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَنَفَرْتُ مِنْ مِائَةٍ وَخَمْسِيْنَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جاہلیت میں ایک گھر تھا۔ جسے ذوالخلصہ کہا جاتا تھا۔ اور اسے کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ بھی کہتے تھے۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا۔ کہ کیا تم مجھے ذوالخلصہ سے آرام نہیں پہنچاتے۔ تو میں ڈیڑھ سو گھوڑے سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ تو ہم نے وہاں جاکر اسے توڑا پھوڑا اور جو لوگ اس کے آس پاس ملے انہیں قتل کر دیا۔ جس کی خبر آکر ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ تو آپؐ نے ہمارے لئے اور ہمارے قبیلہ احمس کے لئے دعا فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۹۱۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ قَالَ لِي جَرِيْرٌ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ جَرِيْرٍ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ قَالَ

فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے آرام نہیں پہنچاتے۔ ذی الخلصہ قبیلہ خثعم میں ایک گھر تھا۔ جسے کعبہ یمانیہ کے نام سے پکارتے تھے۔ تو میں اپنے قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سوار لے کر چل پڑا اور یہ لوگ گھوڑوں والے تھے۔ میں اچھی طرح ٹک کر گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ تو آپؐ نے میرے سینہ میں مکا مارا۔ کہ جس سے میں نے اپنے سینہ میں آپؐ کی انگلیوں کے نشان دیکھے۔ پھر فرمایا۔ اے اللہ! اسے ٹکا کے بٹھا دے اور اسے کامل مکمل کر دے۔ پس انہوں نے وہاں جا کر اسے توڑا۔ اس کو آگ لگا دی۔ تو حضرت جریرؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد بھیجا۔ جس نے آکر کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں آپؐ کے پاس اس حال میں آیا ہوں کہ اس بت خانہ کو خارشی اونٹ کی طرح خاکستری رنگ بنا دیا ہے۔ تو آپؐ نے پانچ مرتبہ احمس کے گھوڑوں اور ان کے شہسواروں کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قبیلہ خثعم کے لوگوں نے ایک گھر بنایا۔ جس میں ایک بت رکھا تھا۔ بیت اللہ کو وہ کعبہ شامیہ کہا کرتے تھے۔ اور اس کو کعبہ یمانیہ اور بت کو خلصہ کہتے تھے۔ حضرت جریرؓ جو قبیلہ بجیلہ کے فرد ہیں۔ ان کو اس بت کے گرانے کے لئے بھیجا گیا۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذوالخلصہ۔ کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ یہ تینوں اس بت کدہ کے نام ہیں۔ مگر در حقیقت تینوں نام نہیں ہو سکتے۔ تو بعض نے کہا کہ راوی کو وہم ہو گیا اور بعض نے کہا۔ الکعبہ الشامیہ میں واؤ استیناف کے لئے ہے۔ اور والکعبۃ ھی الشامیہ کے معنی ہیں۔ پڑھنے میں غلطی ہو گئی۔ اور بعض نے کہا کہ چونکہ بعض بلاد کی نسبت سے یہ گھر شمال میں پڑتا تھا۔ اس لئے کعبہ شامیہ کہا گیا۔ اور بعض بلاد کی نسبت جنوب میں تھا۔ اس لئے اسے کعبہ یمانیہ کہا گیا۔

دعا لنا ولاحمس احمس والے قبیلہ بجیلہ کے حلیف ہیں۔ جو احمس بن عون بن انمار کی طرف منسوب ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۱۵ حدثنا یوسف بن موسیٰ عن جریرؓ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تریحنی من ذی الخلصۃ فقلت بلیٰ فانطلقت خمسین ومائۃ فارس من احمس وکانوا اصحاب خیل وکنت لا اثبت علی الخیل فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فضرب یدہ علی صدری حتی رایت اثر یدہ فی صدری وقال اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا قال فما دفعت عن فرس بعد قال وکان ذو الخلصۃ بیتا بالیمن لخثعم وبجیلۃ فیہ نصب یعبد یقال لہ الکعبۃ قال فاتاھا فحرقھا بالنار وکسرھا قال ولما قدم جریر الیمن کان بھا رجل یستقسم بالازلام فقیل لہ ان رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھھنا فان قدر علیک ضرب عنقک قال فبینما ھو یضرب بھا اذ وقف علیہ جریرؓ فقال لتکسرنھا ولتشھدن ان لا الہ الا اللہ او لاضربن عنقک قال فکسرھا وشھد ثم بعث جریر رجلا من احمس یکنی ابا ارطاۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا رسول اللہ والذی بعثک بالحق ما جئت حتی ترکتھا کانھا جمل اجرب قال فبرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خیل احمس ورجالھا خمس مرات۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ کعبہ یمانی میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ کہ تم مجھے اس ذی الخلصہ کو تباہ کر کے راحت نہیں پہنچا سکتے۔ میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! پس میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو گھوڑے سوار لے کر چل پڑا۔ جو گھوڑوں کی سواری کے ماہر تھے۔ اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا بلکہ گر پڑتا تھا۔ جس کا ذکر میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پہ مارا۔ جس کا نشان میں نے اپنے سینہ میں دیکھا اور آپؐ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! اس کو جم کر بیٹھنے کی توفیق عطا فرما اور اسے کامل مکمل بنا دے۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی

گھوڑے سے نہیں گرا۔ اور ذوالخلصۃ یمن میں قبیلہ خثعم اور بجیلہ کا ایک گھر تھا۔ جس میں مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کی پوجا پاٹ ہوتی تھی۔ اس پہ جانور بھی ذبح کئے جاتے تھے جسے کعبہ کہا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت جریرؓ اس بتکدے کے پاس آئے۔ اسے آگ سے جلادیا۔ اور اس کی عمارت کو توڑ پھوڑ دیا۔ راوی کا کہنا ہے۔ کہ جب حضرت جریرؓ یمن میں تشریف لائے۔ تو وہاں پہ ایک آدمی تھا جو تیروں سے لوگوں کی قسمت کے فیصلے کرتا تھا۔ اسے کہا گیا کہ یہاں پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نمائندہ موجود ہے۔ اگر اسے تجھ پہ قدرت حاصل ہوگئی تو وہ تیری گردن اڑا دے گا۔ پس دریں اثنا کہ وہ اپنی کارگذاری پہ لگا ہوا تھا۔ کہ حضرت جریرؓ ان کے سر پہ جاکر کھڑے ہو گئے۔ پس اس سے کہا کہ یا تو ان تیروں کو توڑ کر کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ پڑھ لو۔ ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس نے ان قسمت کے تیروں کو توڑ پھوڑ دیا اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ پھر حضرت جریرؓ نے احمس قبیلہ کا ایک آدمی جس کی کنیت ابوارطاۃ تھی اس کو جناب نبی اکرم علیہ وسلم کی خدمت میں خوشخبری دینے کے لئے بھیجا۔ جب وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہنے لگا یارسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس حال میں آپؐ کے پاس آیا ہوں۔ کہ اس بتکدہ کو ایسی حالت میں چھوڑ آیا ہوں۔ گویا کہ وہ خارشی اونٹ ہے جسے تارکول مل دیا گیا ہے۔ جس پہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے گھوڑوں اور ان کے شہسواروں کے لئے برکت کی دعا پانچ مرتبہ فرمائی۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ

وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَجُذَامٍ قَالَهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عُرْوَةَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ۔

ترجمہ۔ زنجیروں والا غزوہ اسماعیل بن خالد کے قول کے مطابق یہ غزوہ لخم اور جذام قبائل کا ہے۔ اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت عروۃ نے فرمایا کہ یہ بلاد بلی۔ عذرہ اور بنی القین پہ مشتمل ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۱۶ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلٰی جَیْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ عَائِشَۃُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْھَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا فَسَکَتُّ مَخَافَۃَ اَنْ یَجْعَلَنِیْ فِیْ اٰخِرِھِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمان سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضؓ کو جیش ذات السلاسل پر امیر بنا کر بھیجا۔ فرماتے ہیں جب میں واپسی پر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ حضرت! آپؐ کو تمام لوگوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا حضرت عائشہ رضؓ۔ میں نے پوچھا مردوں میں سے آپؐ نے فرمایا ان کا باپ ابوبکر رضؓ پھر میں نے پوچھا پھر کون ہے فرمایا حضرت عمر رضؓ ہیں۔ پس آپؐ نے چند آدمیوں کے نام گنے۔ میں اس خدشہ سے خاموش ہو گیا کہ کہیں مجھے سب سے آخر میں نہ کر دیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذات السلاسل کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس غزوہ میں کفار نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہاں ایک پانی کا چشمہ تھا۔ جو دائماً جاری تھا۔ تو اس جگہ کو ذات السلاسل کہنے لگے۔ اس غزوہ کے امیر سالار حضرت عمرو رضؓ بن العاص تھے۔ اور ان کے لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ بھی شامل تھے۔ بنابریں ان کو خیال پیدا ہوا کہ شاید میں آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اس لئے آپؐ نے مجھے امیر لشکر بنایا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو اس کے خلاف واقع ہوا۔

تشریح از قاسمیؒ یہ ذات السلاسل وادی القریٰ کے پیچھے مدینہ سے دس دن کے فاصلہ پر ہے۔ یہ غزوہ ۸ھ جمادی الاخریٰ میں واقع ہوا۔ قضاعہ کے مختلف قبائل جمع ہو کر مدینہ پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا۔ جن کی سرکوبی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو مہاجرین اور انصار کا لشکر دے کر امیر بنایا اور انہیں سفید جھنڈا دیا۔ پھر ان کی کمک کے لئے دو سو۲۰۰ آدمیوں پر مشتمل حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضؓ کی سیادت میں لشکر بھیجا۔ فرمایا

آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ نے جب امام صلوٰۃ بننے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان کو روک دیا کہ امیر لشکر میں ہوں۔ تم تو امداد کے لئے آئے ہو۔ امامتِ صلوٰۃ میرا حق ہے۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ نے ان کی اطاعت کی۔ تو عمرو بن العاصؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر یہ حضرات بلاد بلی۔ عذرہ۔ طے کی طرف چلے۔

بَابُ ذَهَابِ جَرِيْرٍ إِلَى الْيَمَنِ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ کا یمن کی طرف جانا۔

حدیث نمبر ۳۹۱۷ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ الخ عَنْ جَرِيْرٍؓ قَالَ كُنْتُ بِالْبَحْرِ فَلَقِيْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ ذُوْ عَمْرٍو لَئِنْ كَانَ الَّذِيْ تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلٰى أَجَلِهٖ مُنْذُ ثَلٰثٍ وَأَقْبَلَا مَعِيْ حَتّٰى إِذَا كُنَّا فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِيْنَةِ فَسَأَلْنَاهُمْ فَقَالُوْا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُوْ بَكْرٍؓ وَالنَّاسُ صَالِحُوْنَ فَقَالَا أَخْبِرْ صَاحِبَكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُوْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَرَجَعَا إِلَى الْيَمَنِ فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍؓ بِحَدِيْثِهِمْ قَالَ أَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِيْ ذُوْ عَمْرٍو يَا جَرِيْرُؓ إِنَّ بِكَ عَلَيَّ كَرَامَةً وَإِنِّيْ مُخْبِرُكَ خَبَرًا إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيْرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِيْ آخَرَ فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوْا مُلُوْكًا يَغْضَبُوْنَ غَضَبَ الْمُلُوْكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوْكِ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں یمن میں تھا۔ کہ یمن کے دو آدمی ذو کلاع اور ذو عمرو سے میری ملاقات ہوئی۔ میں ان دونوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرنے لگا۔ تو ان سے ذو عمرو نے کہا۔ کہ اگر تم نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

ذکر کیا ہے۔ تو میں بھی تمہیں ان کے متعلق خبر دیتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تین دن گذر چکے ہیں۔ اور وہ دونوں میرے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم نے کچھ راستہ طے کیا تھا۔ کہ ہمیں مدینہ کی طرف سے ایک قافلہ آتے ہوئے نظر آیا۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے۔ اور لوگ ان سے راضی ہیں۔ تو وہ دونوں کہنے لگے کہ اپنے خلیفہ کو ہماری طرف سے خبر دینا کہ ہم تو آرہے تھے۔ اور اگر اللہ نے چاہا تو شاید ہم عنقریب واپس آئیں گے اور یمن کی طرف واپس چلے گئے۔ جن کے حالات سے میں نے حضرت ابوبکرؓ کو آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ تم ان کو کیوں نہ لائے۔ کچھ عرصہ بعد مجھے ذو عمرو نے کہا کہ اے جریرؓ! آپ کو ہم پر شرافت اور برتری حاصل ہے۔ کہ آپ کی وجہ سے ہم مسلمان ہوئے اور یہ کہ میں آپ کو ایک اصولی بات بتاتا ہوں۔ کہ عرب کے لوگو! تم اس وقت تک بھلائی کے ساتھ رہو گے۔ جب تک تمہارا یہ معمول رہا کہ جب ایک امیر کی ہلاکت تم نے مشورہ سے امیر مقرر کیا۔ لیکن جب یہ امارت تلوار کے زور سے آئی۔ تو پھر وہ خلفاء بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔ بادشاہوں کی طرح ان کا غصہ ہوگا۔ اور بادشاہوں کی طرح ان کی ناراضگی ہوگی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ذوکلاع اور ذوعمرو اہل کتاب میں سے تھے۔ اور کتب سابقہ کے اچھی طرح عالم تھے۔ لقد مر علی اجلہ الخ ان کو یا تو علم نجوم اور کہانت سے معلوم ہوا۔ یا کتب سابقہ سے یا الہام کے ذریعہ سے علم ہوا۔ یا کسی آنے والے نے سرًّا انہیں خبر کر دی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ انا قد جئنا ص۱۲۵/۱۴ ہم لوگ زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق سے آرہے تھے۔ لیکن جب آپؐ کی رحلت کی اطلاع ہوئی۔ تو ہم اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے واپس جا رہے ہیں۔ انشاء اللہ ہم جلدی خلیفہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوں گے العیاذ باللہ ہمارا واپس جانا ارتداد کی وجہ سے نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ اصابہ میں حافظؒ نے نقل کیا ہے کہ ذوکلاع اور ذوعمرو دونوں حضرت جریرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہوگئے۔ اور ذی کلاع نے مسلمان ہونے کے تشکریہ میں چار ہزار غلام آزاد کر دیئے۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حاضر ہوا اور ان سے روایت بھی کی ہے۔

اور صفین کی لڑائی میں حضرت امیر معاویہؓ کے ہمراہ تھا۔ اور وہیں قتل ہوا۔ کہتے ہیں ذوالکلاع اور ذوعمرو دونوں اپنی قوم کے سردار تھے۔ مسلمان ہوکر آرہے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں۔ لیکن وہ پہنچ نہ سکے۔

بَابُ غَزْوَةِ سَيْفِ الْبَحْرِ

وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيْرًا لِقُرَيْشٍ وَأَمِيْرُهُمْ أَبُوْ عُبَيْدَةَ۔

ترجمہ۔ سمندر کی کنارے کا غزوہ جس میں قریش کے قافلہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا سالار حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تھے۔ یعنی عامر بن عبداللہ الجراح فہری قرشی۔

حدیث نمبر ۳۹۱۸ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِؓ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَخَرَجْنَا وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يَقُوْتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيْلٌ قَلِيْلٌ حَتّٰى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيْبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ مَا تُغْنِيْ عَنْكُمْ تَمْرَةٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَنِيَتْ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوْتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهَا الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهٖ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ساحل سمندر کی طرف بھیجا۔ جن پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو امیر مقرر کیا۔ یہ لشکر تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ ہم ابھی راستہ ہی میں تھے۔ کہ ہمارا توشہ خوراک ختم ہوگیا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے لشکر کو اپنے توشہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ تو کھجور کے دو تھیلے بھر گئے۔ جس میں سے ہر روز وہ ہمیں تھوڑی تھوڑی غذا دیتے تھے۔ یہاں تک وہ بھی ختم ہوگیا۔ تو وہ ہمیں صرف ایک ایک

کھجور کا دانہ دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ ایک دانہ کھجور کا تمہیں کیا کام دیتا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا۔ واللہ! جب وہ ختم ہوگئے۔ تو ہم نے اس ایک ایک دانہ کو بھی گم پایا۔ پھر ہم سمندر تک پہنچے۔ تو اچانک ایک چھوٹے پہاڑ کی مانند ایک بڑی مچھلی ملی۔ جس کو قوم نے اٹھارہ راتوں تک کھایا۔ پھر حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کے پہلوؤں میں سے دو پہلو کے کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک اونٹنی پر کجاوہ کسا گیا۔ جس کو ان دونوں پہلوؤں کے نیچے سے گذارا گیا۔ تو وہ اتنا اونچے تھے کہ وہ کجاوہ ان کی بلندی تک نہ پہنچ سکا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ سیف بمعنی ساحل وکنارہ۔ بحر سے بحر قلزم مراد ہے۔ یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔ آپؐ کو اطلاع ملی کہ اہل مکہ کا کوئی قافلہ گزرنے والا ہے۔ تو آپؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت تین سو کا لشکر بھیجا۔

قلیل قلیل اس کا رسم الخط اسی طرح ہے۔ مگر اسے منصوب پڑھا جاتا ہے۔

ای یقوتنا قلیلاً قلیلاً۔ ظراب بمعنی چھوٹا پہاڑ۔

حدیث نمبر ۳۹۱۹ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِؓ یَقُوْلُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مِائَۃِ رَاکِبٍ اَمِیْرُنَا اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِؓ نَرْصُدُ عِیْرَ قُرَیْشٍ فَاَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَہْرٍ فَاَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِیْدٌ حَتّٰی اَکَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّیَ ذٰلِکَ الْجَیْشُ جَیْشَ الْخَبَطِ فَاَلْقٰی لَنَا الْبَحْرُ دَابَّۃً یُقَالُ لَہَا الْعَنْبَرُ فَاَکَلْنَا مِنْہُ نِصْفَ شَہْرٍ وَّادَّہَنَّا مِنْ وَّدَکِہٖ حَتّٰی ثَابَتْ اِلَیْنَا اَجْسَامُنَا فَاَخَذَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِہٖ فَنَصَبَہٗ فَعَمَدَ اِلٰی اَطْوَلِ رَجُلٍ مَّعَہٗ قَالَ سُفْیَانُ مَرَّۃً ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِہٖ فَنَصَبَہٗ وَاَخَذَ رَجُلًا وَّبَعِیْرًا فَمَرَّ تَحْتَہٗ قَالَ جَابِرٌ وَّکَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلٰثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلٰثَ جَزَائِرَ ثُمَّ اِنَّ اَبَا عُبَیْدَۃَ نَہَاہُ وَکَانَ عَمْرٌو یَقُوْلُ اَخْبَرَنَا اَبُوْ صَالِحٍ اَنَّ قَیْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِاَبِیْہِ کُنْتُ فِی الْجَیْشِ فَجَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ

قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نُهِيْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم تین سو۳۰۰ سواروں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بھیجا۔ ہمارے امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ تھے۔ ہم قریش کے اونٹوں کے قافلہ کا انتظار کر رہے تھے۔ پس ہم سمندر کے کنارے آدھا مہینہ ٹھہرے رہے۔ جس میں ہمیں سخت بھوک نے ستایا۔ یہاں تک کہ ہم درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ اسی لئے اس لشکر کا نام جیش الخبط پڑ گیا۔ پس سمندر نے ہماری طرف ایک مچھلی پھینکی۔ جس کو عنبر کہا جاتا ہے۔ ہم اس سے آدھا مہینہ کھاتے رہے۔ اور اس کی چربی سے ہم نے تیل بھی لگایا۔ جس سے ہمارے جسم کمزوری سے ٹھیک ہو گئے۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ نے اس مچھلی کے ایک پہلو کی ہڈی کو لے کر کھڑا کر دیا۔ پھر لشکر میں سے ایک لمبے قد والے آدمی کا قصد کیا۔ سفیان کبھی کہتے ہیں۔ کہ اس کی پسلی کی ہڈی کو کھڑا کر کے گاڑ دیا۔ اور ایک آدمی اور ایک اونٹ کو اس کے نیچے سے گزار دیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ قوم میں سے ایک آدمی تھا۔ جس نے ایک مرتبہ تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر دوسری مرتبہ تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر تیسری مرتبہ تین اونٹ ذبح کئے۔ پھر چوتھی مرتبہ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کو ذبح کرنے سے روک دیا۔ عمرو راوی کہتے ہیں۔ کہ ہمیں ابوصالح نے خبر دی۔ کہ قیس بن سعدؓ نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اس لشکر میں موجود تھا۔ پس لشکری بھوکے ہوئے۔ تو مجھے حکم ہوا کہ اونٹ ذبح کرو۔ میں نے ذبح کر دیا۔ پھر بھوکے ہوئے تو مجھے دوسری مرتبہ حکم ہوا۔ کہ اونٹ ذبح کرو تو میں نے ذبح کر دیا۔ پھر بھوکے ہوئے تو تیسری مرتبہ ذبح کرنے کا حکم ملا۔ تو میں نے ذبح کر دیا۔ پھر بھوکے ہوئے تو مجھے اونٹ ذبح کرنے کا حکم ملا۔ فرمایا کہ مجھے روک دیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خبط ببول کے پتے۔ القی لنا البحر دابۃ درحقیقت وہ مچھلی تھی۔ چلنے کے اعتبار سے اسے دابۃ کہا گیا۔ کل ما یدب علی الارض۔ عنبر ایک قسم کی گھاس ہے۔ جو کہ ساحل کے کنارے پر ہوتی ہے۔ یہ عنبر مچھلی اس پر عاشق ہوتی ہے۔ وہ اسے کھا کر قے کرتی ہے یا پاخانہ پھینکتی ہے۔ اسے اعلیٰ درجہ کا عنبر کہا جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی نعمت دنائت اور رذالت سے خالی نہیں ہے۔ انسان اگر غور کرے تو اس عالم کی ہر

چیز اسے قابل نفرت معلوم ہوگی۔ مگر ہم غافل ہیں۔ اسی کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ عالم علوی کو ہم نے چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قال سفیان مرۃ الخ ص ۶۲۶ دونوں عبارتوں میں فرق ظاہر ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں اطول رجل کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں ذکر نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بخاری کے نسخوں میں اختلاف ہے۔ ہندی نسخہ میں پہلی روایت میں من اعضائہ ہے اور دوسری میں من اضلاعہ ہے۔ اور کرمانی کے نسخہ میں دونوں جگہ من اضلاعہ ہے۔ قال قال سفیان مرۃ مکان اضلاعہ اعضائہ۔ اور قطب گنگوہیؒ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ دونوں میں فرق اطول کے ذکر اور عدم ذکر کے اعتبار سے ہے۔ تو اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ نھاہ ص ۶۲۶ کیونکہ یہ باپ کے مال سے تجارت کرتے تھے۔ اگرچہ باپ کی طرف سے اذن صریح نہیں تھا۔ مگر دلالۃً اجازت تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ قیس بن سعدؓ نے جب لوگوں میں بھوک دیکھی۔ کہ کوئی ذبح کرنے کے لئے مجھے اونٹ دے دے تو میں مدینہ میں اسے کھجور دے دوں گا۔ تو جہینہ کے ایک آدمی نے اس کا نسب پوچھ کر اس سے سودا کر لیا۔ پانچ اونٹ پانچ وسق کے بدلے خرید لئے۔ اور صحابہ کی ایک جماعت نے اس کے لئے گواہی دی۔ تو حضرت عمرؓ نے اسے روک دیا۔ کیونکہ قیس کا کوئی مال نہیں تھا۔ لیکن ایک اعرابی کے طعن پر قیس کے باپ سعد نے اسے چار باغ ہبہ کر دیئے۔ کہ کم از کم ایک باغ سے پچاس وسق حاصل ہوتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیسؓ کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ سخاوت تو اس گھرانے کی خصوصی علامت ہے۔ اور حضرت ابو عبیدۃؓ نے ان قیسؓ کو ذبح کرنے سے اس لئے روک دیا۔ کہ پھر سواری کے لئے جانور نہیں رہیں گے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے ذمہ پر قرض لیتے تھے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اس نوجوان پر تعجب ہے کہ اپنا مال تو اس کا ہے نہیں۔ غیر کے مال کے لئے قرضہ لے رہا ہے۔ روایت میں تھیت ان سے پوچھا تمہیں کس نے روکا۔ کہا میرے امیر ابو عبیدۃؓ نے روکا ہے۔ پوچھا گیا۔

کیوں۔ تو کہا کہ اس کا مال تو ہے نہیں دوسروں پہ قرضہ لے رہا ہے۔ کیونکہ مال تو اس کے باپ کا ہے۔ تو میں نے کہا میرا باپ تو اباعد کے قرضے ادا کرتا ہے۔ میں تو اس کا بیٹا ہوں۔ میرا قرضہ کیوں نہیں ادا کرے گا۔ پھر حدیث باب میں تین دن نحر کا ذکر ہے۔ اور ہر دن تین اونٹ ذبح کئے۔ حالانکہ جھنی سے تو صرف پانچ اونٹ لئے تھے۔ تو زرقانی نے روایات کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ پہلے وہ چھ اونٹ انہوں نے ذبح کئے جو خود ان کے پاس تھے۔ پھر جھنی سے پانچ اونٹ قرض لئے۔ جن میں سے تین کو ذبح کیا۔ پھر روک دیئے گئے۔ اور مسند احمد میں چار مرتبہ تین تین اونٹ ذبح کرنے کا ذکر ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ انحر سے مراد ایجاد فعل نہیں۔ کیونکہ حکایت کے وقت نہ تو لشکر تھا نہ بھوک تھی۔ وقت گزر چکا تھا۔ بلکہ اس امر سے مراد اغراء اور ترغیب دینا ہے۔ معنی ہوئے کہ تم نے ذبح کئے ہوتے۔ جیسے اقرأ فلان اقرأ فلان میں ترغیب مقصود ہے۔ ایجاد فعل مطلوب نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ انحر کے معنی ہے ذبح کئے ہوئے۔ انحر ذبح کئے ہوئے۔

حدیث نمبر ۳۹۲۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبْطِ وَاُمِّرَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا فَاَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهٗ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَخَذَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِّنْ عِظَامِهٖ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهٗ نَا اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ كُلُوْا فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ اَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَاَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَاَكَلَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جیش الخبط میں ہم بھی جہاد کے لئے گئے۔ اور ہم پر حضرت ابوعبیدہؓ کو امیر مقرر کیا گیا۔ ہمیں سخت بھوک نے ستایا تو سمندر نے ایک مردہ مچھلی پھینکی۔

اس جیسی ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ جسے عنبر کہا جاتا تھا۔ پس ہم اس میں سے آدھا مہینہ کھاتے رہے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی۔ جس کے نیچے سے اونٹ سوار گزر گیا۔ ابو الزبیر خبر دیتے ہیں۔ انہوں نے حضرت جابرؓ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ کھاؤ۔ پس جب ہم لوگ مدینہ آئے تو ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس روزی کو کھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نکالی ہے۔ ہمیں بھی کھلاؤ۔ اگر اس کا کچھ حصہ تمہارے پاس ہو تو بعض نے آپؐ کو دیا جس کو آپؐ نے تناول فرمایا۔

تشریح از قاسمیؒ ایک روایت میں اٹھارہ رات کا ذکر ہے۔ دوسری میں نصف شہر کا۔ اور ایک روایت میں اقمنا شہراً ہے۔ تو رفع تعارض کی صورت یہ ہوگی۔ کہ دراصل اٹھارہ راتیں ہیں۔ نصف شہر میں کسر کو حذف کر دیا۔ اور شہر میں کل مدت اقامت ذکر ہوئی۔ جوع شدید سے قبل اور بعد سب زمانہ ایک ماہ کا تھا۔ واللہ اعلم۔

عنبر کہتے ہیں ایک بہت بڑی مچھلی ہے۔ یہ عنبر کی خوشبو اس کا پاخانہ ہے یا اس کی قے اور اس کی لمبائی پچاس گز ہے۔ طافیہ کے بغیر باقی سب مچھلی حلال ہے ذبح کی ضرورت نہیں۔

بَابُ حَجِّ اَبِیْ بَکْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ

ترجمہ۔ ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا لوگوں کو حج کرانا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۱ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقَ بَعَثَهٗ فِی الْحَجَّةِ الَّتِیْ اَمَّرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ یَوْمَ النَّحْرِ فِیْ رَهْطٍ یُؤَذِّنُ فِی النَّاسِ لَا یَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِکٌ وَّلَا یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حج میں بھیجا۔ جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے امیر بنایا تھا۔ قربانی کے دن وہ ایک جماعت کے ساتھ لوگوں میں اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد

کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور نہ ہی کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف کر سکے گا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۲ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَجَاءٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ کَامِلَةً بَرَاءَةٌ وَاٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ النِّسَاءِ یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ آخری سورۃ جو کامل اتری وہ سورۃ براۃ ہے۔ اور آخری آیت جو آخر میں اتری وہ سورۃ نساء کی یہ آیت ہے۔ یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَةِ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نویں سال مکہ بھیجا تاکہ حج کے موقعہ پر لوگوں کو احکام سنائیں۔ اگر ان پر عمل پیرا ہوں تو فبہا ورنہ جن لوگوں نے معاہدہ کو نہیں توڑا ان کے لئے مدت مقرر کر دی۔ اور جن سے معاہدہ تھا۔ ان کے لئے بھی اعلان تھا۔ کہ فلاں مدت تک ہمارا معاہدہ ہے۔ بعد ازاں معاہدہ نہیں رہے گا۔ اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ ننگے بدن کوئی حج نہ کرے۔ چونکہ اگلے سال آپؐ نے حج کے لئے جانا تھا۔ اس لئے یہ احکام پہنچائے گئے۔ لیکن معاہدہ برقرار رکھنے یا توڑنے کا اعلان خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے یا آپؐ کا کوئی قریبی کرتا۔ تب اس کا اعتبار ہوتا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نویں دسویں جد میں جا کر شریک ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ قریبی تھے۔ اس لئے ان کے بعد معاہدات کے اعلان کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا۔

تشریح از قاسمیؒ کاملۃ بعض آیات کے اعتبار سے کہا گیا ورنہ بہت سی آیات وہ ہیں جو وفات نبوی کے سال سے پہلے نازل ہوئیں۔ اگر اشکال ہو کہ سورۃ براۃ کو حج ابوبکر سے کیا مناسبت ہے تو جواب یہ ہے کہ اس میں اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا حج ابوبکرؓ کے موقعہ پر نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اس حدیث کو باب سے مناسبت ہو گئی۔ آخر سورۃ خاتمۃ اور ایک نسخہ میں آخر آیت ہے۔ صحیح یہی ہے۔ وہ سورۃ بمعنے قطعہ کی تاویل کی جائے گی۔

بَابُ وَفْدِ بَنِیْ تَمِیْمٍ

ترجمہ: بنو تمیم کا وفد ۹ھ کے اواخر میں آیا جب کہ آپؐ جعرانہ سے واپس تشریف لائے۔

حدیث نمبر ۳۹۲۳ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ اَتٰی نَفَرٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْبَلُوا الْبُشْرٰی یَا بَنِیْ تَمِیْمٍ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَرُئِیَ ذٰلِکَ فِیْ وَجْہِہٖ فَجَآءَ نَفَرٌ مِّنَ الْیَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰی اِذْ لَمْ یَقْبَلْہَا بَنُوْ تَمِیْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں۔ کہ بنو تمیم کا ایک گروہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ بنو تمیم جنت میں داخل ہونے کی بشارت قبول کرو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ نے ہمیں بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ پس اب ہمیں کچھ مال بھی عطا فرمائیے۔ تو یہ ناراضگی آپؐ کے چہرہ انور میں دیکھی گئی۔ کہ ان لوگوں نے دنیا کو ترجیح دی۔ آخرت سے بے فکر ہیں۔ پھر یمن کی ایک جماعت آئی۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم بشارت کو قبول کرو۔ بنو تمیم نے قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے قبول کر لیا۔

بَابٌ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ غَزْوَۃُ عُیَیْنَۃَ بْنِ حِصْنِ ابْنِ حُذَیْفَۃَ بْنِ بَدْرٍ بَنِی الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ بَعَثَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِمْ فَاَغَارَ وَاَصَابَ مِنْہُمْ نَاسًا وَسَبٰی مِنْہُمْ نِسَآءً۔

ترجمہ: عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کا بنو تمیم کی شاخ بنو العنبر سے جہاد کرنا آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ جس نے ان پر لوٹ مار کی۔ اور ان میں سے کچھ لوگ قتل کیے۔ اور ان کی کچھ عورتوں کو قیدی بنایا۔

حدیث نمبر ۳۹۲۴ حَدَّثَنِیْ زُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَؓ قَالَ لَا اَزَالُ اُحِبُّ بَنِیْ تَمِیْمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُہَا فِیْہِمْ ہُمْ اَشَدُّ اُمَّتِیْ عَلَی الدَّجَّالِ

وَكَانَتْ فِيهِمْ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وُلْدِ إِسْمٰعِيلَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ أَوْ قَوْمِي ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ تین خصلتیں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنو تمیم کے بارے میں سنی تھیں ان کی وجہ سے میں ہمیشہ ان سے محبت کرنے لگا۔ ایک تو یہ کہ وہ دجال کے مقابلہ میں لڑے۔ ساری امت سے زیادہ سخت ہوں گے ۔ دوسرے ان میں ایک قیدی عورت حضرت حضرت عائشہؓ کے پاس تھی۔ آپؐ نے ان سے فرمایا اسے آزاد کرو۔ کیونکہ یہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہے۔ اور تیسرے یہ کہ جب ان کے صدقات آئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ میری قوم کے صدقات ہیں تو اس نسبت شریفہ سے مجھے محبت ہو گئی۔

حدیث نمبر ۳۹۲۵ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى الخ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِؓ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍؓ أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ ابْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ عُمَرُؓ بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍؓ مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي قَالَ عُمَرُؓ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِي ذٰلِكَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا حَتَّى انْقَضَتْ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ بنی تمیم کا ایک سوار قافلہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ ان پر قعقاعؓ بن معبد بن زرارۃ کو امیر مقرر کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں بلکہ اقرعؓ بن حابس کو امیر نامزد کیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تمہارا مقصد تو صرف میری مخالفت کرنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مخالفت مقصود نہیں۔ بلکہ صلاحیت مدنظر ہے۔ پس دونوں حضرات جھگڑ پڑے۔ یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ تو اس بارے میں یہ آیت اتری ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے بڑھ چڑھ کر نہ بولو۔ یہاں تک کہ آیت لاتشعرون تک ختم ہوتی۔

تشریح از قاسمی حضرت عیینہؓ بن حصن کے ہمراہ پچاس آدمی تھے۔ جن میں کوئی انصاری اور مہاجر نہیں تھا۔ انہوں نے خزاعہ پر حملہ کیا۔ ان کے گیارہ مرد اور گیارہ عورتیں اور تیس ۳۰ بچے قیدی بنائے۔ جن کے چھڑانے کے لئے ان کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سردار مقرر کرنے کی درخواست کی۔ جس پر شیخینؓ کا جھگڑا ہوا۔ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے۔

بَابُ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ

ترجمہ۔ عبدالقیس کے ایلچیوں کا بیان۔

حدیث نمبر ۳۹۲۶ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ الخ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ إِنَّ لِي جَرَّةً يُنْتَبَذُ لِي نَبِيذٌ فَأَشْرَبُهُ حُلْوًا فِي جَرٍّ إِنْ أَكْثَرْتُ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ فَأَطَلْتُ الْجُلُوسَ خَشِيتُ أَنْ أَفْتَضِحَ فَقَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ حَدِّثْنَا بِجُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ إِنْ عَمِلْنَا بِهٖ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ وَنَدْعُو بِهٖ مَنْ وَرَاءَنَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ مَا انْتُبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو جمرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا۔ کہ میرے پاس ایک مٹکا ہے جو میرے لئے نبیذ تیار کرتا ہے۔ پس میٹھا میٹھا میں مٹکے سے پیتا رہتا ہوں۔ اگر زیادہ پی لوں پھر قوم کے پاس بیٹھ جاؤں اور میرا بیٹھنا دراز ہو جائے۔ تو مجھے خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ نشہ ہو جانے کی وجہ سے میں رسوا نہ ہو جاؤں۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عبدالقیس کا وفد جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ قوم کا آنا مبارک ہو۔ جو نہ رسوا ہوئے اور نہ ہی شرمندہ ہوئے بلکہ قید ہوئے بغیر مسلمان ہو کر آئے۔ پس کہنے لگے یا رسول اللہ! بے شک ہمارے اور آپؐ کے درمیان کہ مضر قبیلہ کے مشرک لوگ ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم صرف اشہر حرم میں آپؐ کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔ آگے پیچھے نہیں آسکتے۔ ہمیں دین کے معاملہ میں سے ایک مختصر بات بتلایئے۔ جس پہ عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہوں۔ اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی دعوت دیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے روکتا ہوں۔ ایمان باللہ۔ تمہیں کیا پتہ ہے کہ ایمان باللہ کیا چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینا ہے۔ اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ غنیمت کے اموال میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اور چار برتن۔ جن میں نبیذ بنایا جاتا ہے ان سے منع کرتا ہوں۔ وہ دبا۔ کدو کا مرتبان۔ نقیر سبز گھڑا اور روغنی مرتبان ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت منقذ بن حبانؓ کے تجارت کرتے ہوئے مدینہ آنے پر اس قبیلہ سے تعلق قائم ہوا ہے۔ کہ بحرین کے لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ قدوم وفد عبد القیس اس میں اس وفد میں تیرہ چودہ سوار سردار تھے۔ باقی لوگ پیدل تھے۔ ان کی مجموعی تعداد چالیس تھی۔

خزایا خزیان سے ہے۔ بمعنی رسوائی۔ ندامیٰ ندمان اور ندامت سے ہے۔ جس کے معنی پشیمانی کے ہیں۔ بحرین عرب کے مشرقی کنارہ پہ واقع ہے۔ جو کہ خلیج فارس سے ملتا ہے۔ اور حجاز بحر قلزم کے قریب مغربی کنارہ پہ ہے۔ مضر اور ربیعہ میں باہمی لڑائی رہتی تھی۔ ایام اشہر حرم میں آنا جانا ممکن ہوتا تھا۔ غیر اشہر حرم میں آنا جانا مشکل تھا۔

ان تعطوا من المغانم الخمس آپؐ نے چار چیزوں کا فرمایا تھا۔ مگر تفصیل میں پانچ امور ذکر ہوئے۔ جب کہ اقام الصلوٰۃ کو مجرور پڑھا جائے۔ اگر مرفوع ہو۔ تو پہلی بات ایمان باللہ اور اس کی تفسیر شہادۃ الخ سے اعطاء خمس تک ایمان باللہ کی تفسیر ہوگی۔ تو یہ سب ایک چیز ہوئی باقی تین کا ذکر نہ ہوگا۔ تو ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ مجرور کی صورت میں پانچ چیزیں ذکر ضرور ہوئیں۔ لیکن ان تعطوا مامور بہ نہیں ہے۔ ہر وقت کرنے کی چیزوں کا تو ذکر ہوا۔ اور جو چیز خاص وقت میں ہوتی تھی۔ تتمیماً للفائدہ فائدہ کو پورا کرنے کے لئے آپؐ نے اس کا ذکر بھی کر دیا۔ اگر

اقام الصلوٰۃ مرفوع ہو اور یہ سب امور ایمان کامل کے اجزاء ہوں گے۔ تو راوی نے اختصاراً باقی تین کا ذکر نہیں کیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان باللہ سے پہلے ہی متصف تھے۔ کیونکہ حضرت منقذ بن حبانؓ کے ذریعہ ان کو ایمان باللہ کی تعلیم دی جا چکی تھی۔ اس کا ذکر اس جگہ تبعاً ہے۔ اقام الصلوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔ جو نہایت ضروری ہیں۔ اور حج کے ایام ابھی آئے نہیں تھے۔ اور نہ ہی ابھی تک اس کے تفصیلی احکام بتلائے گئے۔ اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا۔

انھٰکم عن اربع یعنی چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں۔ دُباء میں مسامات کم ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سکر اور نشہ جلد آجاتا ہے۔ حنتم رنگین گھڑا روغنی۔ مزفت زفت بمعنی رال سے ماخوذ ہے۔ جس کی وجہ سے مسامات بند ہو جاتے ہیں۔ اور نشہ جلدی پیدا ہو جاتا ہے۔ اوّلاً آپؐ نے ان چار سے منع فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اوعیہ یعنی برتن کسی چیز کو حرام نہیں کرتے اس لئے حکم دیا۔ کہ ان برتنوں کو استعمال میں لے آؤ۔ اور سکر و نشہ سے بچو۔ ابتداء میں چونکہ شراب سے نفرت دلائی تھی۔ اس لئے ممانعت ہوئی۔ بعد میں نبیذ بنانے کی اجازت دے دی گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قدم وفد عبد القیس ص۱۲/۶ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی غرض اس استدلال سے یہ ہے۔ کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وجہ سے تھی۔ کہ ان برتنوں میں نشہ جلدی آجانے کا گمان تھا۔ اور مسکر نشہ آور چیز کا پینا حرام ہے۔ بنا بریں نبیذ کبھی نہ بنانا چاہیئے کہ کہیں جلدی نشہ نہ پیدا ہو جائے۔ تو قول ابن عباسؓ سے لطیف اشارہ ہوا کہ منبوذ تب ناجائز ہے۔ جب حد سکر کو پہنچ جائے ورنہ ممانعت نہیں ہے۔ اور منبوذ ابی جمرہ حد سکر کو نہیں پہنچا تھا۔ دیگر شراح بخاریؒ اس نکتہ کو نہیں پہنچ سکے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ وان کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیذ تاحال نشہ آور نہیں ہوا تھا۔ البتہ شرب کثیر اور طوالتِ جلوس سکر کا باعث بن جاتے۔ جس سے میں لوگوں کے سامنے رسوا ہوتا۔ اب ابن عباسؓ سے انہوں نے سوال کیا۔ جس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایسے نبیذ کا پینا حلال نہیں ہے۔ کیونکہ نبیذ جرّہ سے مطلقاً ممانعت واقع ہوئی ہے۔ خواہ نشہ کثرت اور اطالت کے بعد ہو۔ کیونکہ کل مسکر حرام کا حکم ہے۔

یہاں پہ یہ بات قابلِ غور ہے۔ وفد عبد القیس کے دوسری مرتبہ آنے میں کفار مضر حائل نہیں تھے۔ وہ پہلی حاضری کے وقت حائل تھے۔ جو ۸ھ فتح مکہ سے قبل ہوئی۔ ۹ھ میں سنۃ الوفود کے اندر کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اس لئے امام بخاریؒ کا قدم وفد عبد القیس کہنا صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ اس مرتبہ صرف تیرہ سوار تھے۔ جن کا بڑا اشتج تھا۔ اور پہلی مرتبہ چالیس آدمی تھے۔ جن میں تیرہ سوار سردار تھے۔ باقی ان کے اتباع تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۲۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَشْيَاءَ نَأْخُذُ بِهَا وَنَدْعُوا إِلَيْهَا مَنْ وَرَاءَنَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانُ بِاللهِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو جمرہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے ابن عباسؓ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ عبد القیس کا وفد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! ہمارا یہ قبیلہ ربیعہ میں سے ہے۔ ہمارے اور آپؐ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں۔ ہم آپؐ تک سوائے اشہر حرم کے نہیں پہنچ سکتے۔ پس ہمیں چند ایسے امور کا حکم دیں۔ جن کو ہم تھامیں۔ اور ہمارے پیچھے جو لوگ ہیں۔ ان کو بھی اس کی طرف دعوت دیں۔ فرمایا میں تم کو چار امور کا حکم دیتا ہوں اور چار سے تمہیں روکتا ہوں۔ الایمان باللہ تو لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے۔ ایک گرہ لگائی۔ دوسرا نماز کو پابندی سے قائم کرنا ہے۔ مال کی زکوٰۃ دینا ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ غنیمت کا مال حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرو۔ اور تمہیں دبا، حنتم، نقیر اور مزفت سے منع کرتا ہوں۔

حدیث نمبر ۳۹۲۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ

اَرْسَلُوْا اِلٰى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالُوْا اِقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاِنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّكِ تُصَلِّيْهِمَا وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ وَكُنْتُ اَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ النَّاسَ عَنْهُمَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا فَاَخْبَرْتُهُمْ فَرَدُّوْنِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِيْ اِلٰى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا وَاِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْخَادِمَ فَقُلْتُ قُوْمِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقُوْلِيْ تَقُوْلُ اُمُّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَمْ اَسْمَعْكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَاِنْ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِيْ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ اَبِيْ اُمَيَّةَ سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِنَّهٗ اَتَانِيْ اُنَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْاِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت کریب ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ازھر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کریب کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا کہ ہم سب کی طرف سے سلام کہہ کر ان سے ان دو رکعات کے متعلق پوچھنا ہے جو عصر کے بعد ہیں۔ کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ان کو پڑھا کرتی ہیں، حالانکہ ہمیں تو یہ خبر پہنچی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان دو رکعتوں کی وجہ سے لوگوں کو مارتا تھا۔ تو کریب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان حضرات کا پیغام پہنچایا۔ جس پر انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو۔ میں نے واپس جا کر ان کو اطلاع کی۔ انہوں نے پھر مجھے وہی پیغام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والا دے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

میں نے بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ ان دو رکعات کے پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ لیکن خود ایک مرتبہ آپؐ نے عصر کی نماز پڑھ کر میرے پاس تشریف لائے۔ میرے پاس انصار کے قبیلہ بنی حرام کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔ آپؐ نے ان دونوں رکعات کو پڑھا۔ تو میں نے آپؐ کی طرف ایک خادمہ کو بھیجا۔ جس سے میں نے کہا کہ آپؐ کے پہلو میں جا کر کھڑی ہو جا۔ اور آپؐ سے عرض کر دے کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں یا رسول اللہ! کیا آپؐ ان کے پڑھنے سے روکا نہیں کرتے تھے۔ اور اب میں دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ ان کو پڑھ رہے ہیں۔ تو آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ پس اس لڑکی نے ایسا کیا۔ آپؐ کے اشارہ سے وہ خادمہ پیچھے ہٹ گئی۔ پس جب آپؐ فارغ ہو کر پھرے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوامیہ کی بیٹی! تو نے عصر کے بعد دو رکعت کے متعلق پوچھا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ اپنی قوم کی طرف سے اسلام لے کر آئے۔ جنہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعت سے غافل کر دیا۔ یہ وہی دو رکعات ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عائشہؓ سے تین روایات بہت مضطرب واقع ہوئی ہیں۔ ایک تو عصر کے بعد کی دو رکعات کے بارے میں۔ دوسری روایت صلوٰۃ اللیل کے بارے میں۔ اور تیسری حج کے بارے میں۔ کہ آیا حضرت عائشہؓ متمتعہ تھیں۔ قارنہ تھیں یا مفردہ تھیں۔ چونکہ عصر کے بعد کی دو رکعت والی روایت میں اضطراب ہے۔ بنابریں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نوافل ذوات الاسباب کا عصر کے بعد پڑھنا جائز ہے۔ واجب ہونا ضروری نہیں۔ حضرت امام اعظمؒ اس اضطراب کی وجہ سے عصر کے بعد ہر قسم کے نفل کو ناجائز کہتے ہیں۔ کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ام سلمہؓ نے ان کو خبر دی۔ ان کو خود علم نہیں۔ دوسری جگہ فرماتی ہیں کہ مجھے علم ہے۔ اس کے علاوہ قولی روایت میں ہے۔ فنہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ بعد العصر قبل الغروب الخ تو ان قولی روایات کو ترجیح ہوگی۔ یا آپؐ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔ اور قضا نماز کو ہمیشہ پڑھتے رہنا نہ آپؐ نے ایسا کیا اور نہ ہی امت کو ایسے کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ صبح کی نماز کو آپؐ نے قضا پڑھی۔ لیکن ہمیشہ اسے نہیں پڑھا گیا۔ اور ان حضرات کا لوگوں کو مارنا یہ بھی نہی کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۲۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثِيْ يَعْنِيْ قَرْيَةً مِنَ الْبَحْرَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ پہلا جمعہ جو مسجد نبوی کے بعد ادا کیا گیا ہے۔ وہ مسجد عبد القیس میں ہے۔ جو بحرین کے جواثی بستی میں ادا کیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ جواثی میں پڑھا گیا۔ ۸ھ تک مسجد نبوی کے سوا اور کسی جگہ جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ حالانکہ عوالی کے قریٰ موجود تھے۔ ان قریٰ میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ بعض نے لفظ قریہ سے استدلال کیا ہے۔ کہ مصر کی کوئی قید نہیں۔ لیکن کہا جائے گا۔ کہ قریہ کا اطلاق بلاد پر بھی ہوتا ہے۔ قولہ انزل علی رجل من القریتین عظیم۔ قریتین سے بلدتین مراد ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ بستی میں جمعہ جائز ہو جائے۔ اور جواثی میں تو چار ہزار آدمی آباد تھے۔ اسے بستی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد ہوا۔ جو صرف بارہ آدمیوں پہ جمعہ جائز کہتے ہیں۔ اور بعض قریٰ مسکنہ فی الصیف والشتاء یعنی جن بستیوں میں گرمی اور سردی کے موسم میں سکونت اختیار کی جائے۔ یہ شرط بھی صحیح نہیں۔ جیسے امام احمدؒ اس کی شرط لگاتے ہیں۔ کیونکہ مسجد نبوی کے بعد عوالی اور حوالی میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ پہلا جمعہ ۸ھ میں بحرین کے جواثی میں پڑھا گیا ہے۔

بَابُ وَفْدِ بَنِيْ حَنِيْفَةَ وَحَدِيْثِ ثُمَامَةَ بْنِ اُثَالٍ

ترجمہ۔ باب بنی حنیفہ کے ایلچیوں کے اور ثمامہ بن آثال کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۳۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ قَالَ لَا وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللَّهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھوڑسوار فوجی دستہ نجد کی طرف بھیجا جو قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو پکڑ کر لائے۔ جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ جسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ پوچھا اے ثمامہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اس نے جواب دیا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس خیر ہی خیر ہے۔ اگر آپؐ مجھے قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے جس کا بدلہ لیا جائے گا۔ اگر آپؐ مجھ پر احسان کریں گے تو یہ احسان آپؐ کا ایک قدر دان پر ہوگا۔ اور اگر آپؐ مال چاہتے

ہیں۔ تو جس قدر آپؐ چاہیں آپؐ کو ملے گا۔ پس آپؐ نے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ دوسری صبح ہوئی۔ پھر آپؐ نے اس سے پوچھا۔ کہ اے ثمامہ اب سلوک کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا وہی ہے جو کچھ میں آپؐ سے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپؐ احسان کریں گے۔ تو ایک شکر گزار پر آپؐ کا احسان ہوگا۔ پس آپؐ نے اس کو تیسری صبح تک اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر اس سے پوچھا۔ اے ثمامہ کیا خیال ہے۔ اس نے جواب دیا وہی جو آپؐ سے کہہ چکا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ تو وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ کی طرف چلا۔ غسل کر کے پھر مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اے محمد! واللہ! آپؐ کے چہرہ سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک کوئی چہرہ نہیں تھا۔ اب آپؐ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ واللہ! کوئی شہر آپؐ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہیں تھا۔ اب سب شہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ واللہ! کوئی دین آپؐ کے دین سے زیادہ مبغوض نہیں تھا۔ اب آپؐ کا دین سب دینوں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا کہ آپؐ کے گھوڑ سوار دستے نے مجھے پکڑ لیا۔ اب جیسے حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خوش خبری سنائی اور عمرہ کرنے کا انہیں حکم دیا۔ پس جب وہ مکہ میں آئے۔ کہ کسی کہنے والے نے اس سے کہا کہ تو آبائی دین سے پھر گیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں صابی نہیں ہوا۔ لیکن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسلمان ہو گیا ہوں۔ واللہ! اب ایسا نہیں ہوگا۔ تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔ جب تک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہیں دیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قبیلہ بنو حنیفہ سرزمین یمامہ میں سکونت پذیر تھا۔ اسی قبیلہ میں سے مسیلمہ کذاب تھا۔ حضرت ثمامہؓ قبیلہ کے سردار تھے۔ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مکہ کو جا رہے تھے کہ محمدی فوج نے انہیں پکڑ لیا۔ جس نے مسلمانوں کے چند آدمی بھی قتل کئے تھے۔ آپؐ نے تین دن تک انہیں مسجد کے ستون سے باندھے رکھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد کفار کو قتل کرنا نہیں تھا بلکہ کفر کو مٹانا تھا۔ اس لئے جب آپؐ نے اس کے اندر

اسلام کی صلاحیت و رغبت محسوس کی تو اسے چھوڑ دیا۔

واللہ تأتیکم من الیمامۃ حبۃ حنطۃ اس سے معلوم ہوا کہ ترک موالات جائز ہے۔ چنانچہ جب کفار مکہ تنگ ہوئے۔ اور عاجز آگئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر اور قرابت کا واسطہ دے کر کہلا بھیجا۔ کہ غلہ نہ روکا جائے۔ آپ کے کہنے پر حضرت ثمامہؓ نے غلہ بھیجنا شروع کیا۔

حدیث نمبر ۳۹۱ حدثنا ابو الیمان الخ عن ابن عباسؓ قال قدم مسیلمۃ الکذاب علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یقول ان جعل لی محمد من بعدہ تبعتہ وقدمہا فی بشر کثیر من قومہ فاقبل الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ثابت بن قیس بن شماس وفی ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطعۃ جرید حتی وقف علی مسیلمۃ فی اصحابہ فقال لو سألتنی ہذہ القطعۃ ما اعطیتکہا ولن تعدو امر اللہ فیک ولئن ادبرت لیعقرنک اللہ وانی لاراک الذی اریت فیہ ما رایت وہذا ثابت یجیبک عنی ثم انصرف عنہ قال ابن عباسؓ فسألت عن قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک اری الذی اریت فیہ ما رایت فاخبرنی ابو ہریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا انا نائم رایت فی یدی سوارین من ذہب فاہمنی شانہما فاوحی الی فی المنام ان انفخہما فنفختہما فطارا فاولتہما کذابین یخرجان بعدی احدہما الاسود العنسی والآخر مسیلمۃ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ مسیلمہ کذاب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آکر کہنے لگا۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد خلافت میرے لئے مقرر کر دیں۔ تو میں آپ کی پیروی کروں گا۔ اور وہ اپنی قوم کے بہت سے لوگ ہمراہ لے کر آیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف تشریف لائے۔ اور آپ کے ہمراہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس

تھے۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی کا ایک ٹکڑا تھا۔ کہ آپؐ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس آکر ٹھہر گئے۔ فرمایا کہ اگر تو مجھ سے لکڑی کا یہ ٹکڑا مانگے تو تجھے نہیں دوں گا اور اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں جو فیصلہ فرمایا ہے کہ تو جہنمی ہے۔ اور مقتول ہوگا۔ تو اس سے آگے تجاوز نہیں کرے گا۔ اور اگر تو نے میری اطاعت سے پیٹھ پھیری تو یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا۔ اور بے شک میرا گمان تمہارے متعلق وہی ہے جو مجھے تمہارے متعلق خواب میں دکھایا گیا ہے۔ ضروری باتیں میں نے کہہ دی ہیں۔ باقی تمہاری لمبی تقریر کا جواب قوم کے خطیب حضرت ثابتؓ ہیں۔ جو میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے۔ چنانچہ پھر آپؐ اس کے پاس سے چلے گئے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے متعلق دریافت کیا۔ انک الذی اریت فیہ ما رأیت کا کیا مطلب ہے۔ تو مجھے حضرت ابوہریرہؓ نے خبر دی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دریں اثنا میں سویا ہوا تھا۔ کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ جن کے حال نے مجھے پریشان کر دیا۔ تو خواب میں ہی مجھے وحی کی گئی۔ کہ آپؐ ان میں پھونک ماریں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ تو میں نے اس کی تعبیر ان دو کذابوں سے دی جن کا میرے بعد خروج ہوگا۔ ایک ان میں سے اسود عنسی ہوگا اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ رأیت فی یدی سوارین سونے کا زیور عورت کی زینت ہے۔ آپؐ نے جب ان کو وضع الشئی فی غیر محلہ کے مطابق دیکھا تو کذابین سے تعبیر دی۔

یخرجان بعدی ای بعد خروجی وسطوتی۔ اسود عنسی کے تابع دو جن تھے۔ جن میں سے ایک کا نام سحیق اور دوسرے کا شقیق تھا۔ جو اسے حوادث یومیہ کی خبر دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ صنعاء پر غالب آگیا۔ اور باذان کی عورت مرزبانہ سے اس نے نکاح کیا۔ بہرحال وہ جنّ دور کے قبائل کی خبریں اس کے پاس لاتے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کی نبوّت کی ترویج ہوئی۔ فیروز دیلمیؓ نے اسود عنسی کو قتل کر کے اطلاع دی۔ اور مسیلمہ کو حضرت حبشیؓ نے قتل کیا تھا۔ جس نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ ہرقل کے قول کے مطابق پہلے عرب میں نبوّت

کھی ہی نہیں۔

تشریح از قاسمیؒ فتح الباری میں ہے کہ کنگن اور اس طرح کے دوسرے زیورات جو عورتوں کے لائق ہیں۔ ان کی تعبیر مردوں کے لئے یہ ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے اور ایسے امور پیش آئیں گے جن سے خوشی نہیں ہوگی۔

فطارا سے اشارہ ہے کہ ان دونوں کو ذلت حاصل ہوگی۔

حدیث نمبر ۳۹۳۲ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَؓ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِيْ كَفِّيْ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ فَاُوْحِيَ اِلَيَّ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَاَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ اَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبُ صَنْعَاءَ وَصَاحِبُ الْيَمَامَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا۔ کہ مجھے زمین کے خزانے دیئے گئے۔ پس میری دونوں ہتھیلیوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے۔ جو مجھ پہ گراں گزرے۔ پس مجھے وحی کی گئی۔ کہ میں ان کو پھونک مار دوں۔ چنانچہ میں نے پھونک ماری تو وہ چلے گئے۔ جس کی تعبیر میں نے ان کذابین سے دی۔ جن کے درمیان میں ہوں۔ ایک صنعاء والا دوسرا یمامہ والا۔

تشریح از قاسمیؒ صنعاء یمن کا دارالخلافہ ہے۔ جس میں آخر عہد نبوت میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جس کو آپؐ کی وفات کے وقت فیروز دیلمی نے قتل کیا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فاز فیروز فیروز کامیاب ہوگیا۔ اور یمامہ بھی یمن میں ایک شہر ہے۔ جو مکہ سے چار مراحل پہ واقع ہے۔ مسیلمہ کذاب کو وحشی قاتل حمزہؓ نے خلافت صدیقی میں قتل کیا۔

حدیث نمبر ۳۹۳۳ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ اَبَارَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُوْلُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَاِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ اَخْيَرُ مِنْهُ اَلْقَيْنَاهُ وَاَخَذْنَا الْاٰخَرَ فَاِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً

مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهِ فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا مُنَصِّلُ الْأَسِنَّةِ فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيهِ حَدِيدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ إِلَّا نَزَعْنَاهُ وَأَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ وَسَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ يَقُولُ كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا أَرْعَى الْإِبِلَ عَلَى أَهْلِي فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوجِهِ فَرَرْنَا إِلَى النَّارِ إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو رجاءؒ عطاردی فرماتے ہیں۔ کہ ہم پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔ پس جب ہم کوئی اچھا پتھر پا لیتے۔ تو اس کو پھینک دیتے اور دوسرا لے لیتے۔ جب ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا۔ تو ہم مٹی کا ایک ڈھیر بنا لیتے۔ پھر ایک بکری لا کر اس پر دودھ دوہ لیتے پھر اس کا طواف کرتے پس جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا۔ تو ہم کہتے کہ یہ نیزوں کی دھاریں نکال لینے کا زمانہ ہے۔ پس ہم کسی نیزے کو نہیں چھوڑتے تھے۔ جس میں دھار ہوتی یا کوئی تیر جس میں دھار ہوتی۔ مگر ہم اسے کھینچ لیتے اور پھر رجب کا مہینہ ہیں۔ اسے پھینک دیتے۔ اور اسی سند کے ساتھ ابو رجاءؒ کہتے ہیں۔ کہ جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ میں ایک نوجوان لڑکا تھا۔ جو گھر والوں کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ پس جب ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ قوم اور فتح مکہ کی خبر پہنچی تو ہم آگ کی طرف بھاگے۔ یعنی مسیلمہ کذاب کو نبی مان لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ منصل الاسنۃ ای ننزع نصل الاسنۃ سنان اور رمح نیزہ نصل اس کی بھال۔ منصل الاسنۃ یعنی بھالے کو نیزے سے نکالنے والا۔ فلا ندع رمحا الخ اس کی تفسیر ہے۔

بَابُ قِصَّةِ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ

ترجمہ۔ اسود عنسی کا قصہ

حدیث نمبر ۳۹۳۴ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

بْنِ عُتْبَةَ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ فِي دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَتْ تَحْتَهُ اِبْنَةُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَهِيَ اُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَهُوَ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ خَطِيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضِيْبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ اِنْ شِئْتَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْاَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَاَلْتَنِيْ هٰذَا الْقَضِيْبَ مَا اَعْطَيْتُكَهُ وَاِنِّيْ لَاَرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْهِ مَا اُرِيْتُ وَهٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَسَيُجِيْبُكَ عَنِّيْ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ ذَكَرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُرِيْتُ اَنَّهُ وُضِعَ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَاُذِنَ لِيْ فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِيْ قَتَلَهُ فَيْرُوْزٌ بِالْيَمَنِ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ۔

ترجمہ۔ ابن عبیدہ بن نشیط جن کا دوسری جگہ عبداللہ نام ہے۔ کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں اطلاع پہنچی کہ مسیلمہ کذّاب مدینہ آیا ہوا ہے۔ اور وہ دار بنت الحارث میں مقیم ہے۔ درآنحالیکہ حارث بن کریز کی بیٹی اس کے نکاح میں تھی جو عبداللہ بن عامر کی ماں تھی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے۔ جب کہ آپؐ کے ہمراہ ثابت بن قیس بن شماسؓ تھا۔ جس کو خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی۔ پس آپؐ اس کے پاس آکر ٹھہرے۔ اور اس سے ہمکلام ہوئے۔ مسیلمۃ علیہ ما علیہ نے آپؐ سے کہا۔ کہ اگر آپؐ چاہیں تو اپنے بعد خلافت اور حکومت ہمارے حوالے کردیں۔ آپؐ کی زندگی میں وہ حکومت آپؐ کے

پاس رہے گی۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر تو کھجور کی یہ چھڑی مانگنا چاہے تو یہ بھی میں تجھے نہیں دوں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی شخص ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔ یہ ثابتؓ بن قیس ہیں۔ اب میری طرف سے یہی تمہیں جواب دیں گے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کردہ خواب کے متعلق پوچھا تو ابن عباسؓ نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا۔ کہ مجھے دکھایا گیا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں دو کنگن سونے کے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جن سے میں گھبرا گیا۔ اور ان کو ناپسند کیا۔ مجھے حکم ہوا۔ تو میں نے انہیں پھونک ماری تو وہ دونوں اُڑ گئے۔ جن کی تعبیر میں نے جھوٹے مدعیان نبوت سے دی جن کا میرے بعد غلبہ ہوگا۔ عبید اللہ فرماتے ہیں کہ ایک تو ان میں سے اسود عنسی ہے۔ جس کو فیروز دیلمی نے یمن میں قتل کر دیا۔ اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہے جو یمامہ میں قتل ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ مقصد یہ ہے کہ اس روایت کے اندر لفظ ابن کے ساتھ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ دوسری سند سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبد اللہ ہے جو ثقہ ہے۔ اس کا بھائی موسیٰ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ موسیٰ بہت ضعیف ہیں۔ اور عبد اللہ موسیٰ سے اسّی سال بڑا ہے۔ قالہ شیخ زکریاؒ۔

بَابُ قِصَّةِ اَهْلِ نَجْرَانَ

ترجمہ۔ باب نجران کے نصاریٰ کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۲۵ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ الخ عَنْ حُذَيْفَةَ رضی قَالَ جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ اَنْ يُلَاعِنَاهُ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَا تَفْعَلْ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا اِنَّا نُعْطِيْكَ مَا سَاَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا اَمِيْنًا وَلَا تَبْعَثْ

مَعَنَا اِلَّا اَمِیْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ مَعَکُمْ رَجُلًا اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَہٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ یَا اَبَا عُبَیْدَۃَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ ۔

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ عاقب اور سید جو نجران کے سردار تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کریں۔ تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا۔ کہ مباہلہ نہ کرو۔ کیونکہ اگر آپؐ سچ مچ نبی ہوئے۔ اور ہم نے ان سے مباہلہ کر لیا۔ تو پھر نہ تو ہم کو فلاح نصیب ہوگی اور نہ ہی ہماری نسل ہمارے بعد کامیاب ہوگی۔ تو انہوں نے آکر آپؐ سے کہا کہ جو کچھ بدل صلح آپؐ ہم سے چاہتے ہیں۔ وہ ہم آپؐ کو دیں گے۔ جس کے قبض کرنے کے لئے آپؐ ہمارے ہمراہ ایک امانتدار آدمی بھیجیں۔ ہمارے ساتھ امین کے بغیر اور کوئی نہ بھیجیں۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں تمہارے ساتھ ایسا امانتدار بھیجوں گا۔ جو کہ حق امانت پوری دیانتداری سے ادا کرے گا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار کرتے رہے۔ کہ کون خوش قسمت ایسا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو عبیدہؓ بن الجراح تم اٹھو۔ جب وہ کھڑے ہوگئے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ یہ ہماری امت کا امین ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۳۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ جَاءَ اَھْلُ نَجْرَانَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ابْعَثْ لَنَا رَجُلًا اَمِیْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ اِلَیْکُمْ رَجُلًا اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَہُ النَّاسُ فَبَعَثَ اَبَا عُبَیْدَۃَ بْنَ الْجَرَّاحِ ۔

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ کہ اہل نجران حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے۔ کہ ہمارے مال کو قبض کرنے کے لئے ایک امین آدمی روانہ فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں تمہاری طرف ایسا امین بھیجوں گا جو پوری طرح امانت دار ہوگا۔ تو اس کے لئے لوگ انتظار کرتے رہے۔ تو آپؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بھیجا۔

حدیث نمبر ۳۹۳۷ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ ... عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِؓ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اس امت کا امین حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نجران مکہ معظمہ سے سات مراحل پہ واقع ہے۔ یہاں کے لوگ نصرانی ہو گئے تھے۔ جو نصارٰی حبشہ کے تحت تھے سابرہہ اہل حبشہ کی طرف سے ان پہ عامل مقرر تھا۔ جس کی وجہ سے نصرانیت کی اشاعت ہو گئی تھی۔

تشریح از قاسمیؒ عاقب کا نام عبد المسیح تھا۔ اور سید کا نام ایہم تھا۔ جو اکابر نصارٰی نجران میں سے تھے۔ جو مسلمان تو نہ ہوئے۔ لیکن ایک ہزار حلہ رجب میں ایک ہزار صفر میں اور ہر حلہ کے ساتھ ایک اوقیہ پہ صلح ہو گئی۔

بَابُ قِصَّةِ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ

ترجمہ۔ عمان اور بحرین کا قصہ۔

حدیث نمبر ۳۹۳۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ... سَمِعَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِؓ يَقُوْلُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَاَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثًا فَلَمْ يَقْدِمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍؓ اَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنِيْ قَالَ جَابِرٌؓ فَجِئْتُ اَبَا بَكْرٍؓ فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلٰثًا قَالَ فَاَعْطَانِيْ قَالَ جَابِرٌؓ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَاَلْتُهٗ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَلَمْ

يُعطِنِي فَقُلْتُ لَهُ قَدْ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي فَقَالَ أَقُلْتَ تَبْخَلُ عَنِّي وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَءُ مِنَ الْبُخْلِ قَالَهَا ثَلَاثًا مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ وَعَنْ عَمْرٍو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ جِئْتُهُ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ فَقَالَ خُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ کہ اگر بحرین کا مال آگیا۔ تو میں تجھے اس قدر دوں گا اس قدر دوں گا اس قدر دوں گا تین مرتبہ فرمایا۔ بحرین کا مال اس وقت تک نہ آیا۔ کہ یہاں تک کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ پس جب وہ مال حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے منادی کا حکم دیا۔ کہ وہ اعلان کرے۔ جس شخص کا کوئی قرض جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو۔ یا آپؐ نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو۔ تو وہ میرے پاس آئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ہاں حاضر ہوا۔ اور میں نے انہیں خبر دی۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر بحرین کا مال آگیا۔ تو تین مرتبہ فرمایا کہ اتنا مال تجھے دوں گا۔ بہر حال مجھے انہوں نے مال دے تو دیا۔ لیکن اس کی صورت یہ ہوئی۔ کہ میں اس اعلان کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے ملا۔ میں نے ان سے مانگا۔ پس انہوں نے مجھے نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ مانگا تو مجھے نہ دیا۔ تیسری دفعہ مانگا۔ تو مجھے نہ دیا۔ تو میں نے ان سے کہا۔ کہ ایک مرتبہ میں آپ کے پاس آیا۔ آپ نے مجھے نہیں دیا۔ دوسری مرتبہ آیا تو آپ نے نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو بھی آپ نے نہیں دیا۔ پس اگر دینا ہے تو دے دو۔ یا میرے سے بخل کرنا ہے تو یہ بھی بتا دو۔ انہوں نے فرمایا۔ کیا تم یہی کہتے ہو کہ میں تم سے بخل کر رہا ہوں۔ بخل سے بڑی بیماری اور کون ہو سکتی ہے۔ یہ کلمہ انہوں نے تین مرتبہ فرمایا۔ کہنے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ بھی تم سے روکنے کا ارادہ نہیں کیا۔ مگر میں چاہتا تھا کہ ذرا ٹھہر کر تجھے دوں گا۔ عمرو اپنی سند سے ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے تھے۔ کہ میں ابوبکرؓ کی خدمت میں آیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ان کو شمار کرو۔ میں نے شمار کیا۔ تو وہ پانچسو درہم

تھے۔ فرمایا۔ اسی طرح دو مرتبہ اور لے لو۔

بَابُ قُدُومِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ

وَاَهْلِ الْيَمَنِ وَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ

ترجمہ۔ قبیلہ اشعر اور یمن والوں کا آنا اور ابوموسیٰؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اہل یمن میرے میں سے ہیں۔ اور میں ان میں سے ہوں۔

حدیث نمبر ۳۹۳۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِيْ مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِيْنًا مَا نُرٰى ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّاُمَّهٗ اِلَّا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ كَثْرَةِ دُخُوْلِهِمْ وَلُزُوْمِهِمْ لَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں اور میرا بھائی یمن سے مدینہ آئے اور کچھ عرصہ ہم ٹھہرے رہے۔ ہم یہی سمجھتے رہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی والدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے ہیں۔ کیونکہ ان کا آنا جانا بہت تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹے رہتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۳۹ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ اَبُوْمُوْسٰى اَكْرَمَ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ جَرْمٍ وَاِنَّا لَجُلُوْسٌ عِنْدَهٗ وَهُوَ يَتَغَدّٰى دُجَاجًا وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ فَدَعَاهُ اِلَى الْغَدَاءِ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُهٗ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهٗ قَالَ هَلُمَّ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ حَلَفْتُ لَا اٰكُلُهٗ فَقَالَ هَلُمَّ اُخْبِرْكَ عَنْ يَمِيْنِكَ اِنَّا اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَاَبٰى اَنْ يَّحْمِلَنَا فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ اَنْ لَّا يَحْمِلَنَا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُتِيَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ فَلَمَّا قَبَضْنَاهَا قُلْنَا تَغَفَّلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَمِيْنِهٖ لَا نُفْلِحُ بَعْدَهَا اَبَدًا فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ حَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنْ لَّا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهَا ۔

ترجمہ۔ حضرت زھدم فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت ابو موسیٰؓ کوفہ کے امیر ہو کر آئے تو اس قبیلہ جرم نے بڑی عزت افزائی کی۔ ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ مرغی کا ناشتہ کر رہے تھے۔ اور قوم میں ایک اور آدمی بیٹھا تھا جس کو انہوں نے صبح کے کھانے کی طرف دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں نے تو مرغی کو حرام گندگی کھاتے دیکھا ہے۔ جس سے مجھے گھن ہو گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا آؤ کھالو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔ آپ سے زیادہ نظافت پسند اور کون ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو قسم کھائی ہے۔ کہ میں اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا۔ تمہیں تمہاری قسم کے متعلق بھی بتلاتا ہوں۔ ہمارے قبیلہ اشعر کے کچھ لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری کے اونٹ مانگنے لگے۔ آپ نے ہمیں سواری مہیا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے پھر سواری کا مطالبہ کیا۔ آپ نے قسم کھالی۔ کہ آپ ہمیں سواری مہیا نہیں کریں گے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہرے ہوں گے۔ کہ آپ کے پاس غنیمت کے اونٹ آگئے۔ جن میں سے پانچ اونٹ ہمیں دینے کا حکم فرمایا۔ جب ہم نے ان اونٹوں پر قبضہ کر لیا۔ تو ہمیں خیال آیا کہ ہم نے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قسم سے غافل کر دیا ہے۔ اس کے بعد تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! آپ نے تو قسم کھالی تھی۔ کہ میں تمہیں سواری مہیا نہیں کروں گا اب آپ نے ہمیں سواری عطا کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ لیکن جب میں کسی بات پر قسم کھالیتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ کو اچھا سمجھتا ہوں تو پھر وہی کرتا ہوں جو اچھا اور بہتر ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اشعر یمن کا رہنا والا ایک قبیلہ ہے۔ تو اہل الیمن ذکر العام بعد الخاص ہوگا۔

هم منى وانا منهم میں من تبعیضیہ نہیں ہے۔ بلکہ اتصال اور قرب کے لئے ہے۔

جیسے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا۔ کہ علی منّی وانا منہ جس سے روافض ان کی کلی فضیلت ثابت کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے انہیں خلافت کا حق دار قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ کلمہ آپؐ نے اور کسی کے حق میں نہیں فرمایا۔ خصوصاً خلفاء راشدین کے بارے میں تو نہیں فرمایا۔ لیکن اگر اتصال کی بجائے بعضیت مراد لی جائے۔ پھر تو حضرت فاطمہؓ سے آپ علی المرتضیٰ کا نکاح صحیح نہیں رہے گا۔ اور اس جگہ آپ اشعریوں کے لئے اتصال ثابت فرما رہے ہیں۔ تو ان کلمات سے فضیلت کلی اور استحقاقِ خلافت ثابت کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ حضرت ابو موسیٰؓ کے دو بھائی تھے۔ ایک کا نام ابو رہم اور دوسرے کا ابو بردہ تھا۔

اکرم ھذا الحی من جرم چونکہ قبیلہ جرم بھی یمن کا رہنے والا تھا۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں کوفہ کے امیر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تو اس قرابت کی وجہ سے انہوں نے قبیلہ جرم کی تعظیم و تکریم کی۔

استحملناہ غزوۂ تبوک میں شمولیت کے لئے اشعریین کے پاس سواریاں نہیں تھیں جس پر انہوں نے آپؐ سے جا کر سواری مانگی۔ آپؐ کسی اور وجہ سے ناراض تھے۔ آپؐ نے سواری دینے سے انکار کر دیا۔ بلکہ قسم کھالی۔ پھر قسم کے خلاف ان کو سواریاں دے دیں۔ کیونکہ قسموں کو برّ اور تقویٰ چھوڑنے کا بہانہ نہ بنانا چاہیئے۔ لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اکرم ھذا الحی من جرم ص۶۲۹ / ۲۴ اس سے مراد قبیلۂ زھدم ہے۔ جن کے پاس حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جا کر مقیم ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | کرمانیؒ نے کہا کہ زھدم اہلِ یمن میں سے نہیں ہے۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زھدم بھی جرمی قبیلہ میں سے ہے۔ جیسا کہ عنقریب کتاب الایمان والنذور میں آرہا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اتی بنھب ابل ص۶۳۰ / ۱ بعض روایات میں ہے۔ کہ آپؐ نے ان اونٹوں کو خرید کر لیا تھا۔ تو جمع کی صورت یہ ہوگی۔ کہ ممکن ہے کہ اس شخص سے خرید کیا ہو۔ جس کے حصہ میں یہ مال غنیمت آیا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | چنانچہ غزوۂ تبوک میں آرہا ہے۔ کہ آپؐ نے چھ اونٹ

حضرت سعدؓ سے خرید فرمائے۔ اور دو دو کر کے ان کو دیئے۔ البتہ اونٹوں کی تعداد کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کسی میں تین کسی میں پانچ اور کسی میں چھ ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہوگی۔ کہ تین تو جوڑی تھی۔ پانچ کل تھے۔ چھٹا تبعاً دے دیا۔ یا اسے تعدد واقعات پر محمول کیا جائے کہ ایک مرتبہ تو ان کے قدوم کے وقت دیئے۔ اور دوسری مرتبہ غزوۂ تبوک میں عطا فرمائے۔ پہلے واقعہ میں پانچ اونٹ اور دوسرے میں چھ اونٹ تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍؓ قَالَ جَاءَتْ بَنُو تَمِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبْشِرُوا يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا أَمَّا إِذْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ قَالُوا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں۔ کہ بنو تمیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے بنو تمیم! خوشخبری حاصل کرو۔ انہوں نے کہا۔ کیا آپؐ نے کئی مرتبہ ہمیں بشارتیں نہیں سنائیں۔ اب کچھ ہمیں دیں بھی سہی۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہو گیا۔ کہ یہ لوگ تو آخرت سے غافل ہیں صرف طالب دنیا ہیں۔ پھر کچھ لوگ یمن سے آ گئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ کہ تم بشارت قبول کر لو۔ بنو تمیم نے تو قبول نہیں کی۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! ہم نے قبول کر لی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ هٰهُنَا وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْيَمَنِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ ایمان اس جگہ ہے اور ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور دور دور رہنا اور دلوں کا سخت ہونا یہ اونٹوں کی دُموں کی جڑوں کے پاس آواز دینے والوں کے اندر ہے جہاں سے شیطان کے دو کنارے نکلتے ہیں۔ یعنی وہ ربیعہ اور مضر ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | الایمان ھٰھنا اگر اشکال ہو کہ ایمان تو مہاجرین سے شروع ہوا۔ اور بعد میں انصار میں آیا۔ تو آپؐ اہل یمن کے لئے کیسے فرما رہے ہیں۔ تو بعض حضرات نے جواب دیا۔ کہ ایمان یمان باعتبار نسب کے ہے۔ کیونکہ اوس اور خزرج یمن کے رہنے والے تھے۔ نیک لوگ سبا چھوڑ کر مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ درحقیقت یہ اہل یمن ہیں۔ تو اوس و خزرج کے اعتبار سے الایمان ھٰھنا فرمایا گیا۔ اور بعض نے باعتبار مکان کے کہا ہے۔ کہ اس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ کیونکہ مکہ تہامہ میں ہے اور تہامہ یمن کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ آپؐ کا یہ ارشاد غزوۂ تبوک میں ہوا ہے۔ اور تبوک سے مکہ اور مدینہ جانب جنوب میں ہیں۔ آپؐ نے جانب جنوب کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس میں مکہ و مدینہ اور یمن سب داخل ہو گئے۔ یہ تین تاویلیں مشہور ہیں۔ جن کا مدار اسی پر ہوا۔ مہاجرین اور انصار کا ایمان سب سے افضل ہے۔ لیکن ان تمام تاویلات کو اگلی حدیث اتاکم اھل الیمن ھم ارق افئدۃً الخ بالکل قطع کرتی ہے۔ کیونکہ کُم کا خطاب مہاجرین اور انصار میں شامل نہیں۔ بلکہ قطعہ یمن ان سے الگ ہے۔ تو ممکن ہے کہ اہل یمن میں کوئی ایسی خصوصیت ہو۔ جو اہل حجاز میں نہ ہو۔ بنا بریں آپؐ نے الایمان یمان فرمایا ہو۔ اور فضیلت کلیہ مہاجرین اور انصار کو حاصل ہو۔

فداد بہت زور سے چلا کر آواز کرنے والا۔ چونکہ اونٹ کے لئے ایک خاص آواز ہوتی ہے۔ جو بلند آواز سے کہی جاتی ہے۔ آپؐ نے قلب کی سختی فدادین کے لئے فرمائی۔ کیونکہ ہر چیز کی صحبت مؤثر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے شیر اور چیتے کی کھال پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ ایسے دیگر درندوں کے گوشت اور کھال میں بھی تاثیر ہے۔ کہ کہیں درندگی نہ آ جائے۔ اس لئے درندوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا گیا۔

من حیث تطلع قرنا الشیطان طلوع شمس جانب شرق سے ہوتا ہے۔ تو قرنا الشیطان سے قبیلہ ربیعہ اور مضر مراد ہوں گے۔ جو کہ جانب شرق میں آباد تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَاَلْيَنُ قُلُوْبًا الْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِیْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ وَالسَّكِيْنَةُ الْوَقَارُ فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ وَقَالَ غُنْدُرٌ الخ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے پاس یمن والے آئے ہیں۔ جن کے دل کی جھلّی نہایت باریک ہے۔ اور ان کے دل بڑے نرم ہیں۔ ایمان یمن والوں کا اور حکمت بھی یمن والوں کی۔ فخر اور بڑائی اونٹ والوں میں ہوتی ہے۔ اور بردباری اور وقار بکری والوں میں ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فؤاد اس جھلّی کو کہتے ہیں۔ جو قلب کو گھیرے ہوئے ہو۔ اگر یہ جھلّی رقیق اور پتلی ہوگی۔ تو باہر کی نصیحت وغیرہ دل کے اندر اثر کرے گی۔ ورنہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر حق اہل یمن کے قلوب میں آسانی سے اثر کرتا ہے۔ حکمت دانش مندی یعنی اصابۃ فی القول والعمل والعقیدہ کو کہتے ہیں۔ کہ بات بھی صحیح ہو اور عمل بھی ٹھیک ہو۔ آپؐ نے جہات کے اعتبار سے روئے زمین کو تقسیم فرمایا۔ اہل مشرق کو سخت دل والے فرمایا۔ اور جنوب والوں کو باریک دل والا۔ اور اہل شام کے لئے بھی سخت دل والا فرمایا ہے۔ اہل مغرب کے لئے کچھ نہیں فرمایا۔ ارض یمن انبیاء کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ علماء اور صلحاء میں سے امام ابوالحسن اشعری اور امام شافعیؒ کی ولادت یمن میں ہوئی ہے۔ اور امام اعظمؒ اگرچہ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ مگر ولادت یمن میں ہوئی۔ اس زمانہ میں فخر و خیلاء اہل مشرق میں پایا جاتا تھا۔ آپؐ نے اس زمانہ میں باعتبار قطعات اور معاشات کے یہ تقسیم فرمائی تھی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وقار اور سکینہ دوسروں میں نہیں پایا جاتا تو حدیث سے صرف اثبات مقصود ہے۔ دوسروں سے نفی کرنا حدیث اس سے ساکت ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۳ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْفِتْنَةُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یمنیوں کا ہے۔ اور فتنہ وفساد اس جگہ ہوگا۔ جہاں سے شیطان کا کنارہ نکلتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۴ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْیَمَنِ اَضْعَفُ قُلُوْبًا وَاَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ یَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ یَمَانِیَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں۔ کہ دل بڑے نرم ہیں اور ان کی جھلیاں بڑی باریک ہیں۔ جو امر حق کو جلد قبول کرتی ہیں۔ سمجھ اور دانش یمن والوں کی اور درستگی اور دانش مندی بھی یمنیوں کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۴۵ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَیَسْتَطِیْعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ اَنْ یَّقْرَءُوْا كَمَا تَقْرَأُ قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَوْشِئْتَ اَمَرْتُ بَعْضَهُمْ یَقْرَأُ عَلَیْكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ اَقْرَءْ یَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَیْدُ بْنُ حُدَیْرٍ اَخُوْ زِیَادِ بْنِ حُدَیْرٍ اَتَاْمُرُ عَلْقَمَةَ اَنْ یَّقْرَأَ وَلَیْسَ بِاَقْرَئِنَا قَالَ اَمَا اِنَّكَ اِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْمِكَ وَقَوْمِهٖ فَقَرَأْتُ خَمْسِیْنَ اٰیَةً مِّنْ سُوْرَةِ مَرْیَمَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَیْفَ تَرٰى قَالَ قَدْ اَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا اَقْرَأُ شَیْئًا اِلَّا وَهُوَ یَقْرَؤُهٗ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى خَبَّابٍ وَعَلَیْهِ خَاتَمٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَلَمْ یَاْنِ لِهٰذَا الْخَاتَمِ اَنْ یُّلْقٰى قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَیَّ بَعْدَ الْیَوْمِ فَاَلْقَاهُ رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ حضرت خبابؓ تشریف لے آئے۔ کہنے لگے کہ اے ابو عبدالرحمن! کیا یہ نوجوان آپ کے شاگرد اسی طرح قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں۔ جس طرح آپ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ اگر

آپ چاہیں تو ان میں سے کسی کو حکم دیں وہ آپ کو پڑھ کر سنائے گا۔ انہوں نے فرمایا ہاں ایسا کرتا ہوں۔ تو فرمایا اے علقمہ تم پڑھو۔ تو زید بن حدیر جو زیاد بن حدیر کا بھائی ہے۔ اس نے کہا۔ کیا آپ علقمہ کو پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ تو ہم میں سے زیادہ قرآت کرنے والا نہیں ہے۔ تو ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ کہ تم چاہو تو میں تمہیں وہ بات بتلاؤں جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری اور اس کی قوم کے بارے میں فرمائی۔ بہر حال حضرت علقمہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سورۃ مریم کی پچاس آیات کی تلاوت کی۔ تو حضرت عبداللہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا رائے ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس نے بہت اچھا پڑھا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ میں پڑھ سکتا ہوں وہی یہ بھی پڑھ سکتے ہیں پھر حضرت خبابؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جن پر سونے کی انگوٹھی تھی۔ فرمایا کیا ابھی اس انگوٹھی کے پھینکنے کا وقت نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا۔ آج کے دن کے بعد آپ اس کو مجھ سے نہیں دیکھیں گے۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے اسے پھینک دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت علقمہ قبیلہ نخع کے آدمی ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ نخع کی اس قدر تعریف فرمائی۔ کہ مجھے شوق لاحق ہوا کہ میں قبیلہ نخع سے ہوتا۔ اور زید بن حدیر قبیلہ بنو اسد میں سے تھے۔ جن کی آپؐ نے مذمت فرمائی۔ فرمایا جہینہ وغیرہا خیر من بنی اسد غطفان اور اسی فضیلت کی وجہ سے ابن مسعودؓ نے ان کو قرآت کرنے میں ترجیح دی۔ کیونکہ قبیلہ نخع یمن کا رہنے والا ہے۔ اس طرح باب سے مناسبت ہو گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ هٰؤلاء الشباب ص۶۳۰ ۱۴ حضرت ابن مسعودؓ کے ان شاگردوں کی طرف اشارہ ہے جو اس وقت مجلس میں حاضر تھے۔ زید بن حدیر بھی ان میں شامل تھے۔ جن کو رشک کی بنا پر یہ کہنا پڑا۔ ما اقرءُ شیئًا الخ اس سے مساوات ثابت کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ ابن مسعودؓ کی غرض یہ تھی کہ اگرچہ یہ دونوں میرے تلمیذ ہیں۔ لیکن علقمہ کا اصل زید کے اصل سے بہتر ہے۔ کیونکہ علقمہ نخعی ہیں۔ جن کے قبیلہ کے لئے آپؐ نے دعا فرمائی ہے۔ اور تم بنو اسد سے ہو۔ جن کی آپؐ نے مذمت فرمائی ہے۔

ما اقرءُ شیئًا الخ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس میں حضرت علقمہ نخعی کی بڑی منقبت ہے۔

کہ ابن مسعودؓ نے مساوات فی القرآۃ کی شہادت دی۔ چنانچہ حافظؒ نے تہذیب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علقمہ اپنے استاد ابن مسعودؓ سے مشابہ تھے۔ سمتاً و ھدیاً۔

تشریح از قاسمیؒ سونے کی انگوٹھی کے متعلق یا تو حضرت خبابؓ کو نہی کا علم نہیں۔ یا وہ نہی تنزیہ پر محمول کرتے تھے۔ ابن مسعودؓ نے نہی تحریمی کہا تو فوراً اس پہ عمل کیا۔

بَابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَّالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ

ترجمہ۔ باب دوس قبیلے اور طفیل بن عمرو دوسی کا بیان۔

حدیث نمبر ۳۹۴۶ **حَدَّثَنَا** اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ عَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّاْتِ بِهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ طفیل بن عمرو دوسی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا۔ انہوں نے نافرمانی کی اور اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ پس آپؐ ان کے بارے میں بد دعا فرمائیں۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اے اللہ دوس قبیلہ کو اسلام کی ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ۔

حدیث نمبر ۳۹۴۷ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِی الطَّرِيْقِ۔

يَا لَيْلَةً مِنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا ۵
عَلٰى اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

وَاَبَقَ غُلَامٌ لِّیْ فِی الطَّرِيْقِ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ فَبَيْنَا اَنَا عِنْدَهٗ اِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ فَقَالَ لِیَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا غُلَامُكَ فَقُلْتُ هُوَ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَاَعْتَقْتُهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ جب میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ تو راستے میں یہ شعر کہتا تھا۔

سے اے رات! وہ کس قدر لمبی ہے اور کس قدر تکلیف والی ہے۔ اس کے باوجود اس نے مجھے کفر کے علاقہ سے نجات دے دی ہے۔

راستہ میں میرا ایک غلام تھا جو بھاگ گیا۔ پس جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور بیعت کرلی۔ تو دریں اثنا کہ میں ابھی آپؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک میرا غلام نمودار ہوا۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوہریرہؓ! یہ تیرا غلام حاضر ہے۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اب یہ اللہ کے لئے ہے۔ پس میں نے اسے آزاد کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قبیلہ دوس بھی یمن کا رہنے والا ہے۔ اس قبیلہ میں سے سب سے پہلے طفیل بن عمرو دوسی آکر مسلمان ہوا ہے۔ اور اسلام کی ترویج کے لئے اس نے آپؐ سے ایک علامت طلب کی۔ آپؐ کی دعا سے اس کی آنکھوں کے درمیان روشنی پیدا ہوگئی جس پر انہوں نے کہا۔ حضرت! اس کو تو برص پر محمول کیا جائے گا۔ تو آپؐ کی دعا سے اس کے کوڑے میں روشنی پیدا ہوگئی۔ بعد ازاں انہوں نے اپنے قبیلہ میں جاکر اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کے والد مسلمان ہوئے۔ حضرت ابوہریرہؓ اور دو تین اور آدمی مسلمان ہوگئے۔ باقی افراد قبیلہ نے اسلام قبول نہ کیا۔ جس کی انہوں نے بارگاہِ نبوّت میں شکایت کرکے ان کے حق میں بددعا کی درخواست کی۔ لیکن آپؐ نے بجائے بددعا کے ان کے حق میں دعا کی۔ اللّٰھم اھد دوسًا۔ کہ اے اللہ! دوس قبیلہ کو ہدایت نصیب فرما۔ چنانچہ اس کی بدولت سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ اور یہ اسّی گھرانے مسلمان کرکے خیبر میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مدینہ میں رہے۔ بعد ازاں یمامہ میں شہید ہوئے۔ اللّٰھم ارحم علیہ۔

بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّئٍ وَحَدِيثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ۔

ترجمہ۔ باب بنی طے کے ایلچیوں اور عدی بن حاتم کا قصّہ۔

حدیث نمبر ۳۹۴۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الخ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْنَا عُمَرَ فِي وَفْدٍ فَجَعَلَ يَدْعُو رَجُلًا رَجُلًا وَيُسَمِّيهِمْ فَقُلْتُ

اَمَا تَعْرِفُنِیْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ بَلٰی اَسْلَمْتَ اِذْ کَفَرُوْا وَاَقْبَلْتَ اِذْ اَدْبَرُوْا وَوَفَیْتَ اِذْ غَدَرُوْا وَعَرَفْتَ اِذْ اَنْکَرُوْا فَقَالَ عَدِیٌّ فَلَا اُبَالِیْ اِذًا۔

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک وفد کی شکل میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ایک ایک آدمی کا نام لے کر پکارتے تھے۔ پس میں نے کہا۔ اے امیر المؤمنین کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں، تم اسلام لائے جب کہ تیرے قبیلہ کے لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو تو سامنے آیا۔ جب انہوں نے غداری کی تو تو نے اسلامی عہد کو نبھایا۔ اور جب انہوں نے اسے اوپرا سمجھا تو تو نے اسلام کو پہچانا جس پر حضرت عدیؓ نے فرمایا۔ اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قبیلہ طیئ بھی یمن کے قبائل میں سے ہے۔ حاتم طائی مشہور سخی اسی قبیلہ کا فرد تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ عدی بن حاتم نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر سنی۔ تو یہ روم کی طرف بھاگ گیا۔ اور نصرانیت کو اختیار کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد حقانیت اسلام کی تفتیش کے لئے آئے۔ لیکن قبل ازیں ان کی بہن قیدی ہو کر آپؐ کے پاس پہنچ چکی تھی۔ اسارت سے نجات کے لئے ان سے کہا گیا۔ کہ تم فصیح بلیغ ہو۔ اس طرح کلام کرو۔ جس کی وجہ سے تم پر شفقت کی جائے۔ چنانچہ اس نے فی البدیہہ کہا۔

ھلک الوالد۔ غاب الوافد فامنن علی من اللہ علیک ۔ کہ میرا باپ ہلاک ہو گیا۔ وفد کے لوگ غائب ہو گئے۔ اب آپؐ مجھ پر احسان فرمائیں۔ اللہ کی طرف سے آپؐ پر رحمت ہو گی۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ جب وہ گھر پہنچی تو عدی بن حاتمؓ بھی پھرتا پھراتا گھر واپس آیا۔ تو ان کی بہن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ سے آگاہ کیا۔ تو یہ مدینہ آ کر مسلمان ہوئے ہیں۔ اور ترمذی میں ہے کہ جب عدی بن حاتم مدینہ میں آیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ عدی بن حاتم ہے۔ کیونکہ آپؐ نے اس سے قبل فرمایا تھا۔ کہ مجھے اللہ سے امید ہے۔ کہ وہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں کر دے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فلا ابالی ص۶۳۲ یعنی جب آپ میرے حال سے واقف ہیں۔

تو اب مجھے پرواہ نہیں ہے۔ کہ آپؓ نے میرے احوال کی تفتیش میں مجھے پیچھے کیوں رکھا اور مجھ سے پہلے سوال کیوں نہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اسلمت اذ کفروا الخ سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کا قبیلہ مرتد ہو گیا۔ اور انہوں نے صدقات وغیرہ روک لئے۔ لیکن حضرت عدی بن حاتمؓ نے اسلامی عہد کو پورا کیا۔ اور صدقات بھی باقاعدگی سے پہنچائے۔ اور جو جو لوگ ان کی اطاعت میں تھے۔ ان کو مرتد ہونے سے روکا۔ اہل علم کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ لا ابالی۔ کہ جب آپ میری شان سے واقف ہیں۔ تو اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ کہ آپ نے دوسروں کو مجھ پر مقدم کیوں کیا۔ چنانچہ امام احمدؒ کی روایت میں ہے۔ کہ جب میں اپنی قوم کے ہمراہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا تو میں نے سامنے آکر عرض کی۔ جس پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اور عینی میں ہے۔ کہ جب آپ کو میرا یہ مرتبہ معلوم ہے۔ تو میری سعادت کے لئے یہی کافی ہے۔ طی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ یہ پہلا شخص ہے۔ جس نے کنوئیں کی من بنوائی اور اسی طرح اور مناہل پر بھی من بنوائی۔ اس کا نام جلہمہ تھا۔

اس پر سترھواں پارہ ختم ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔
بارہ جمادی الاوّل ۱۴۰۱ھ بوقت دس بجے قبل از دوپہر
حجۃ الوداع سے اٹھارواں پارہ شروع ہو رہا ہے۔

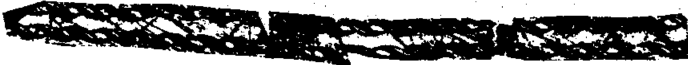

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٹھارہواں پارہ

بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

ترجمہ۔ باب حجۃ الوداع کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۳۹۴۹ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلْيُهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فَقَدِمْتُ مَعَهٗ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنَ الْمِنٰى وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب ہم حجۃ الوداع کے موقعہ پہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ تو ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو۔ پس وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے۔ پھر وہ اس وقت احرام

نہ کھولے ۔ جب تک اکٹھا دونوں سے فارغ نہ ہوجائے ۔ پس بی بی فرماتی ہیں ۔ کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ میں پہنچی تو میں حائضہ تھی ۔ نہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا ۔ اور نہ ہی صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑ لگائی ۔ جس کا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا ۔ پس آپ نے فرمایا ۔ سر کے مینڈھیوں کے بال کھول دو ۔ کنگھا کرو ۔ اور حج احرام باندھ لو اور افعال عمرہ کو چھوڑ دو ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا ۔ پس جب ہم لوگ افعال حج سے فارغ ہو گئے ۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے ہمراہ تنعیم کے میقات کی طرف بھیجا ۔ جس سے میں نے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا ۔ جس پہ آپ نے فرمایا ۔ پس یہ عمرہ تیرے اس عمرہ کی جگہ ہو گیا ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ۔ کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا ۔ انہوں نے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ پہاڑی کے درمیان سعی بھی کی ۔ پھر وہ حلال ہو گئے ۔ اور بعد ازاں انہوں نے دوسرا طواف منیٰ سے واپسی کے بعد کیا ۔ لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا ۔ انہوں نے صرف ایک طواف کیا ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مناسب یہ تھا کہ حجۃ الوداع کا بیان غزوہ تبوک کے بعد ہوتا ۔ کیونکہ غزوہ ۹ھ میں واقع ہوا اور حجۃ الوداع ۱۰ھ کا واقعہ ہے ۔ تو یہ تقدیم یا سہواً ہوئی ہے ۔ یا کاتب کی غلطی ہے ۔ بہر حال حجۃ الوداع اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے اخیر میں ایسے الفاظ ذکر فرمائے ۔ جن سے وداعی معلوم ہوتی تھی ۔ اس خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دین کا خلاصہ بیان فرمایا ۔ اور آخر میں فرمایا ۔ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ تو اس موادعہ کی وجہ سے اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اور اسے حجۃ البلاغ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں جمیع عرب کو تبلیغ کی گئی ۔ جس سے اسلام کا ایک اہم فریضہ تکمیل کو پہنچا ۔ بنا بریں اسے حجۃ الاسلام بھی کہا جاتا ہے ۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھبیس ۲۶ ذیقعدہ ۱۰ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے ۔ اور چار ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے ہیں ۔ اور آٹھویں کی صبح کو منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے ۔ اور نویں تاریخ کی صبح تک پانچ نمازیں وہاں پڑھی ہیں ۔ اور نویں کی ظہر کو عرفات پہنچے ہیں ۔ ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت جمع کر کے پڑھا ۔ مغرب و عشاء دونوں کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا ۔ پھر صبح کی نماز کے بعد روانہ ہو کر واپس منیٰ پہنچے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے دور سے پہلے اشہر حج میں عمرہ کرنا افجر الفجور شمار کیا جاتا تھا۔ آپ نے اس عقیدہ کے ابطال و بطلان کیلئے ذوالحلیفہ میں عمرہ کے احرام باندھنے کا اعلان فرمایا۔ دیگر عوام نے محض حج ہی کا احرام باندھا کیونکہ ابھی نفرت موجود تھی۔ البتہ ازواج مطہرات نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

فلیھلل بالحج مع العمرۃ اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپؐ قارن تھے۔ ہجرت سے پہلے تو اللہ کو معلوم ہے۔ کہ آپؐ نے کتنے بار حج ادا کئے۔ لیکن اس پہ اتفاق ہے۔ کہ ہجرت کے بعد آپؐ نے صرف ایک حج کیا ہے۔ اور وہی آپؐ کا آخری حج ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا آپؐ قارن تھے۔ متمتع تھے یا مفرد تھے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ ابتدا ہی سے قارن تھے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ اپنے ابتدا ہی سے مفرد تھے۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ متمتع تھے۔ چونکہ مجمع کثیر تھا۔ اس لئے ہر ایک کو رائے قائم کرنے میں اختلاف پیش آیا۔ امام طحاویؒ نے ایک رسالہ لکھ کر ان تینوں اقوال کو جمع کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ، ابن ھمامؒ اور محققین احناف وشوافع فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ یقیناً ابتدا میں مفرد تھے۔ لیکن مکہ پہنچنے سے پہلے قارن ہو گئے۔ پھر شوافع فرماتے ہیں کہ احرام حج میں عمرہ داخل کیا۔ کیونکہ عقیدہ باطلہ کا ازالہ کرنا تھا۔ بنابریں وہ حج افراد کو افضل کہتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضلیت پر عمل کرتے ہوئے قِران کا احرام باندھا۔ اب حضرت عائشہؓ کے احرام باندھنے میں روایات مختلفہ ہیں۔ چنانچہ اسی طرح حضرت عائشہؓ سے تین جگہ اضطراب واقع ہوا ہے۔ ایک حج میں دوسرا صلوٰۃ لیل میں اور تیسرا رکعتین بعد العصر میں۔ چونکہ روایات صحیحہ ہیں۔ ان میں اضطراب کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ شوافعؒ حضرت عائشہؓ کی روایات کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ اس پہ تو سب کا اتفاق ہے۔ کہ آپؐ سائق ھدی تھے۔ یعنی قربانی کا جانور ساتھ لئے ہوئے تھے۔ اور ھدی کی تکمیل مکہ میں ہوئی۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا۔ فلیھلل بالحج مع العمرۃ۔ تو اس امر کی وجہ سے آپؐ ضرور قارن ہوئے۔ امام نوویؒ بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ابتدا میں قِران کو تسلیم نہ کرتے ہوئے افراد کو افضل کہتے ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں۔ فلیھلل بالحج مع العمرۃ یہ آپؐ کا ارشاد تو میقات پہ احرام باندھتے وقت ہے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بیدا میں اللھم لبیک بحجۃ و عمرۃ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اور یہ تلبیہ قارن کے علاوہ اور کوئی نہیں

کہہ سکتا۔ اگر ابتداء میں مفرد ہوتے تو یہ تلبیہ کے کلمات کیسے فرماتے۔ چنانچہ جب حضرت انسؓ سے کہا گیا۔ کہ آپؐ ابتداء میں مفرد تھے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کیا تم ہمیں بچہ سمجھتے ہو۔ ہم نے آپؐ کو ابتداء میں قارن کا تلبیہ سنا ہے۔ بنابریں ابن قیمؒ اور ابن تیمیہؒ محققین اسی طرف ہیں۔ کہ آپؐ ابتداء میں ہی قارن تھے۔ اور اس وقت آپؐ کے ہمراہ ایک لاکھ چھبیس ہزار اور کم از کم اسی ہزار آدمی تھے۔ حتی یحل منھما جمیعا متمتع تو افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد درمیان میں حلال ہو جاتا ہے۔ مگر قارن دونوں احراموں سے ایک ہی وقت حلال ہوتا ہے۔ درمیان میں حلال ہو ہی نہیں سکتا حضرت عائشہؓ نے ذوالحلیفہ پر عمرہ کا احرام باندھا۔ مقام سَرِف پر جو مکہ معظمہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں پر یہ حائضہ ہو گئی اور رو رہی تھیں۔ آپؐ نے تسلّی دی۔ بنابریں یہ قیام مکّہ کے دوران طواف اور سعی نہ کر سکیں۔ آپؐ سے انہوں نے تین مرتبہ شکایت کی۔ ایک مقام سَرِف میں دوسرے مِنیٰ کے جاتے وقت اور تیسری شکایت تیرھویں تاریخ کو جب آپؐ مدینہ روانہ ہونے والے تھے۔

شکوت الی رسول اللہ غالبًا یہ دوسری شکایت ہے۔ جب کہ آپؐ مِنیٰ کی طرف آٹھویں تاریخ کو جا رہے تھے۔ ان کے بارے میں بھی سب کا اتفاق ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ نے ابتداء میں احرام بالعمرۃ باندھا تھا۔ پھر قارنہ ہوئیں یا مفردہ۔ شوافعؒ فرماتے ہیں قارنہ ہو گئیں۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے ان سے مِنیٰ جاتے وقت فرمایا۔ کہ عمرہ فسخ کر دو۔

انقضی رأسک اس سے معلوم ہوا کہ فسخ عمرہ کے بعد مفردہ رہ گئیں۔ شوافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ نے احرام عمرہ پر احرام حج کا حکم دیا ہے۔ عمرہ فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ احنافؒ کے دلائل میں انقضی رأسک امتشطی مینڈھیاں کھولنا اور کنگھا کرنا۔ یہ احرام عمرہ کے منافی افعال ہیں۔ اور دعی العمرۃ کے الفاظ تو صراحۃً دال ہیں کہ عمرہ فسخ ہو گیا۔

ارسلنی یہ تیسری شکایت ہے۔ کہ آپؐ لوگ تو دو دو عبادتوں حج اور عمرہ کا ثواب لے کر جاؤ۔ اور میں صرف حج کے ثواب کی مستحق ہوں۔ عمرہ کا ثواب نہ ملا۔ اس سے بھی فسخ عمرہ کی تائید ہوتی ہے۔ شوافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ کا منشا یہ تھا کہ پہلے تو حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کرنے کا ارادہ تھا۔ اب الگ الگ کرنے کی اجازت دیجیئے۔ نیز! اس پر بھی اتفاق ہے۔ کہ دونوں کے

افعال میں جنایت کرنے سے دو دم واجب ہوں گے۔ تو احرام میں تداخل بالاتفاق ہوا۔ اور جنایت میں عدم تداخل بھی بالاتفاق ہوا۔ البتہ طواف اور سعی کے تداخل کے حنابلہؒ اور شوافعؒ قائل ہیں۔ احنافؒ تداخل کے قائل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا طوافک بالبیت والصفا والمروۃ یکفیک لحجتک وعمرتک اس سے شوافعؒ حضرت عائشہؓ کو قارنہ ثابت کرتے ہیں۔ احنافؒ ان کی مفردہ ہونے کے کوشاں ہیں۔ اگرچہ احنافؒ کو بھی تاویل کرنی پڑتی ہے۔ لیکن شوافعؒ کو ان سے زیادہ تاویل کرنی پڑے گی۔ انقضی راسک شوافعؒ کھلانے کے معنے لیتے ہیں۔ اور احنافؒ سر کھولنے کے معنی کرتے ہیں۔

طوافک بالبیت کے معنی یہ لیتے ہیں کہ ثواب میں یہ طواف حج اور عمرہ کے لئے کافی ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ عمرہ کا احرام باندھ چکی تھیں۔ انہوں نے ادائیگی افعال میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ چونکہ تم نے مشقت برداشت کی ہے۔ اجرک علی قدر نصبک اس لئے حج اور عمرہ دونوں کا ثواب ملے گا۔ جیسے عمرہ حدیبیہ کا ثواب ملا۔ تنعیم مکہ معظمہ سے چار میل کے فاصلہ پر حل میں واقع ہے۔ جسے اب مسجد عائشہ سے یاد کیا جاتا ہے۔

ھٰذہ مکان عمرتک الخ اس سے معلوم ہوا کہ پہلا عمرہ فسخ ہو چکا۔ ورنہ مکان کے لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔ بدل تو تب ہو سکتا ہے۔ جب کہ پہلے عمرہ فسخ ہو چکا ہو۔

فانما طافوا طوافا واحدا اس کے ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ قران کرنے والوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔ دخول سے خروج تک۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ حج اور عمرہ ہر ایک سے حلال ہونے کے لئے ایک ایک طواف کیا۔ ای طوافا واحدا للحل منھما جیسے پہلے جملہ سے ہر ایک کے لئے الگ الگ طواف کرنا معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ سوق ھدی شوافعؒ پہلے معنی لیتے ہیں۔ اور احنافؒ فرماتے ہیں۔ کہ حج کے لئے طواف اور سعی علیحدہ ہے اور عمرہ کے لئے علیحدہ ہے۔ کیونکہ ایک تو معطوف علیہ میں یہی صورت ہے۔ للحل منھما جمیعا۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ آپؐ کا ارشاد فلیھلل بالحج مع العمرۃ ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعا اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ دوسرے معنی لیے جائیں۔ علاوہ ازیں تمام محدثین اور فقہا یوم دخول مکہ میں آپؐ کا طواف اور

سعی تسلیم کرتے ہیں۔ اور دسویں تاریخ کو بھی آپؐ سے طواف اور سعی ثابت ہے۔ تو جب یہ مسئلہ متفق علیہا ہوا کہ آپؐ نے سائق ھدی ہوتے ہوئے دو طواف اور دو سعی کی ہیں، تو پھر حضرت عائشہؓ کا طاف طوافاً واحداً تمہارے معنی کے مطابق کیسے صحیح ہوگا۔ اگر ہمارے معنی مراد لئے جائیں۔ تو بلا تکلف مسئلہ صحیح ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۹۵۰ حدثنا عمرو بن علی الخ عن ابن عباسؓ اذا طاف بالبیت فقد حل فقلت من این قال ھذا ابن عباسؓ قال من قول الله تعالی ثم محلها الی البیت العتیق ومن امر النبی صلی الله علیه وسلم اصحابه ان یحلوا فی حجة الوداع قلت انما کان ذلک بعد المعرف قال کان ابن عباسؓ یراه قبل وبعد۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو جاتے تو قبل از سعی اور حلق راس احرام سے حلال ہو جاتے۔ تو ابن جریج کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عطار سے پوچھا کہ کہاں سے فرمایا۔ کہ یہ ابن عباسؓ ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ میرا استدلال اللہ تعالیٰ کے قول سے ہے۔ کہ پھر حلال کی جگہ بیت عتیق ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ طواف کے بعد حلال ہو جاؤ۔ تو ابن جریج کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو عرفات کے ٹھہرنے کے بعد کا حکم ہے۔ تو عطارؒ نے فرمایا۔ کہ ابن عباسؓ وقوف بالعرفۃ سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں احرام کھولنے کے قائل تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | عمرہ کرنے والا اگر طواف سے فارغ ہو کر بغیر قصر یا حلق اور سعی کے حلال ہو جائے گا۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ہے۔ جمہور علماء کے مسلک کے خلاف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں۔ کہ رمی بالجمرۃ کے بعد حاجی حلال ہو جاتا ہے۔ الا النساء طواف زیارۃ کے بعد مکمل احلال ہوگا۔ تو بعد وقوف عرفہ حلال ہونے کا حکم ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ کا اپنا اجتہاد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں صحابہ کرام کو فسخ الحج الی العمرۃ کا حکم دیا تھا۔ جو اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔ تو یہ روایت دلیل نہ بن سکے گی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اذا طاف بالبیت فقد حل ص۲۳۸ شراح نے ابن عباسؓ

کے اس کلام سے وہ معنی مراد لئے ہیں۔ جو جمہور علماء کی رائے کے خلاف ہے۔ یعنی یہ کہ حاجی محض طواف کر لینے سے ہی حلال ہو جائے گا۔ اس کے بعد کسی دوسرے امر کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے کلام کی ایسی توجیہ ممکن ہے جو جمہور کی رائے کے خلاف نہ ہو۔ وہ یہ کہ بالفعل حلال ہونا مراد نہ لیا جائے۔ بلکہ حِلّ کے معنی ہوں۔ کہ حِلّ کے وقت میں داخل ہو گیا۔ جس سے اس کو حلال ہونے کی قدرت حاصل ہو گئی۔ جیسے اذا وجبت الشمس فقد افطر الصائم یعنی غیبوبۃ شمس کے وقت صائم افطار کے وقت میں داخل ہو گیا۔ اور اسے افطار کی قدرت حاصل ہو گئی۔ یہ نہیں کہ اسے بالفعل افطار حاصل ہو گیا۔ کسی چیز کے کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی۔ تو جب ان کی مراد یہ ہوئی۔ تو اب ان کے کلام کو معتمر پہ محمول کیا جائے۔ یا حج کرنے والے پر حمل کیا جائے۔ پہلی صورت میں معتمر پر طواف کے بعد اب اور کوئی چیز واجب نہیں رہی۔ کیونکہ سعی بین الصفا والمروۃ تو طواف کے توابع میں سے ہے۔ اس کو الگ کوئی چیز شمار نہ کیا جائے۔ اگر حاجی مراد ہو تو طواف سے طواف زیارت مراد ہو گا نہ کہ طواف قدوم مراد ہے۔ تو اب معنی یہ ہوں گے۔ کہ حاجی جب طواف قدوم کے بعد ارکان حج سب کے سب ادا کر لے۔ پھر طواف زیارت کرے۔ جو کہ رکن حج ہے۔ تو اب وہ حلال ہو جائے گا۔ یہ تو متفق علیہا مسئلہ ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ابن عباسؓ کے کلام کے یہ معنی لئے جائیں۔ کہ حاجی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حج کو عمرہ کی طرف فسخ کر سکتا ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ جمہور آئمہ کے مسلک کے خلاف ہے۔ مگر کتاب وسنت میں اس کی اصل موجود ہے۔ کیونکہ حجۃ الوداع میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کرام کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر لیں۔ تو ان کا کلام بالکلیۃ جمہور کے مخالف نہ ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہو گی۔ کہ ان کو فسخ کا حکم نہیں پہنچا یا یہ کہ یہ فسخ کا حکم اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔ اور اسی طائفہ صحابہ کے لئے مختص تھا۔ جس سے عمرہ فی اشہر الحج افجر الفجور کے عقیدہ کو باطل کرنا تھا۔ الحاصل ابن عباسؓ کے کلام کے تین محمل ہو سکتے ہیں۔ البتہ حضرت عطاؒ بن رباحؒ کا استدلال نہ تو آیت سے ان وجوہ مذکورہ پر منطبق ہوتا ہے۔ اور نہ روایت سے۔ مگر ایک بعید سی تاویل یہ ہو سکتی ہے۔ کہ حرم جب ھدی کے حلال ہونے کی جگہ ہے۔ تو محرم کے لئے بھی حلال ہونے کا سبب بن جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت ابن عباسؓ کی توجیہات ثلاثہ جو قطب گنگوہیؒ نے بیان

فرمائی ہیں۔ جن سے ان کا قول جمہور کے موافق ہوجاتا ہے۔ یہ بہترین توجیہات ہیں۔ لیکن جمیع شراح کے نزدیک ابن عباسؓ کا کلام جمہور کے مخالف ہے۔ چنانچہ محشی مولانا احمد علی سہارن پوری نے قسطلانیؒ اور کرمانیؒ سے یہی نقل کیا ہے۔ فقد حل ای من احرامہ قبل السعی والحلق۔ اور یہی ابن عباسؓ کا مشہور مذہب ہے۔ اور یہ سلف وخلف جمہور علماء کے مذاہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ حاجی محض طواف قدوم سے حلال نہیں ہوجاتا۔ حافظؒ نے ابن بطال کا قول نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس ترجمہ سے غرض ان لوگوں کا رد کرنا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ معتمر جب طواف سے فارغ ہوجائے۔ تو قبل از سعی حلال ہوجاتا ہے۔ اور مسلم میں روایت ابن عباسؓ اس طرح ہے۔ لا یطوف بالبیت حاج ولا غیرہ الا احل اور قتادہ کے طریق سے ہے کہ ابن عباسؓ سے کسی شخص نے کہا۔ یہ کیا فتویٰ ہے۔ من طاف بالبیت حل۔ جس پر انہوں نے فرمایا۔ سنۃ نبیکم وان رغمتم تو ان سب روایات مذکورہ سے ثابت ہوا۔ کہ ابن عباسؓ کا مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے۔ بہت تھوڑے لوگوں نے ان کا اتباع کیا ہے۔ جیسے اسحاق بن راہویہ قسطلانیؒ نے بھی ابن عباسؓ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔

فالمراد بالطواف طواف الزیارۃ الخ لیکن اس پر اشکال ہوگا۔ کہ حدیث الباب میں تو ہے۔ انما کان ذلک بعد المعرف الخ اور ابن عباسؓ کا مشہور مذہب یہ نقل کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بعد الطواف مطلقاً حلال ہونے کے قائل ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ شیخ گنگوہیؒ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ عرفات سے پہلے کوئی طواف نہ کرے۔ جیسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ابن عمرؓ کا مناظرہ بھی ہے۔ کہ ہم ابن عباسؓ کے قول کو لیں یا آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا اعتبار کریں۔ فقد حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطاف بالبیت قبل ان یاتی الموقف الخ

ھذہ المسئلۃ الخ ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور جماہیر سلف وخلف یہ فرماتے ہیں کہ فسخ الحج الی العمرۃ اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔ جس میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابطال عقیدہ کے لئے صحابہ کرام کو فسخ کرنے کا حکم دیا تھا۔ البتہ امام احمدؒ اور اہل ظاہر فرماتے ہیں۔ یہ حکم فسخ اب بھی باقی ہے۔ اور ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل ہیں۔

بالآیۃ ولا الروایۃ مولانا حسین علیؒ پنجابی کی تقریر میں ہے کہ محلھا الی البیت میں ھا ضمیر بدنہ

کی طرف راجع ہے۔ تو اس صورت میں ابن عباسؓ کے نزدیک قبل المغرب قربانی کے جانور کا ذبح کرنا جائز ہوگا۔ اور منحر جمیع ارضِ حرم ہوگا۔ اور جو لوگ شعائر سے مناسک مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک محلھا کے معنی ہوں گے۔ کہ لوگوں کا اپنے احرام سے حلال ہونا الی البیت العتیق یعنی طوافِ زیارت کے بعد ہوگا۔ لیکن مفسرین کے نزدیک پہلے معنی مشہور ہیں۔ البتہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں۔ کہ محل ھذہ الشعائر کلھا الطواف بالبیت العتیق اور شعائر میں وقوف بعرفہ۔ وقوف مزدلفہ۔ رمی جمار حلق وغیرہ سب داخل ہیں۔ لیکن جمہور مفسرین کا قول اقرب الی التحقیق ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | انما کان ذلک بعد المعرف ص۲۱۳ ۱۰ | ابن عباسؓ کے استدلال بالآیۃ پر ابن جریجؒ نے اعتراض کیا ہے۔ کہ آیت میں محلھا سے مراد تو وقوف بعرفہ کے بعد ہے۔ کیونکہ قربانی تو وقوف بعرفہ کے بعد ہوتی ہے۔ تو انہوں نے خود ہی جواب دیا کہ آیت میں اگرچہ نحر بعد الوقوف مراد ہے۔ لیکن ابن عباسؓ حکم کو عام کرتے ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ان کی یہ تعمیم عموم لفظ پر مبنی ہے۔ کیونکہ آیت میں حلّ قبل الوقوف یا بعد الوقوف کی کوئی قید نہیں ہے۔ اگرچہ واقع یہی ہے۔ کہ بعد الوقوف مراد ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ محض حرم میں داخل ہونے اور بیت اللہ تک پہنچ جانے سے حلال ہونے کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اگرچہ ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ابن عباسؓ کا طرز استدلال اس کے بھی جواز کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر ابن عباسؓ کا یہ بھی مذہب ہو۔ پھر تو احرام بغیر فائدہ کے رہ جائے گا۔ کہ اس سے کوئی فعل حج روانہ ہوا۔ حالانکہ حج میں احرام تو وضوء فی الصلوٰۃ کی طرح ہے۔ کہ جس وضوء سے کوئی عبادت ادا نہ کی جائے۔ وہ غیر معتمد علیہ ہے۔ اسی طرح جب تک احرام سے کوئی حج کی عبادت نہ کی جائے۔ وہ لاحاصل ہے۔ اور کچھ نہیں تو صرف طواف ہی اس سے ادا کر دیا جائے۔ باقی ابن جریجؒ نے حضرت عطاؒ پر روایت کے استدلال پر اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ روایت منسوخۃ العمل ہے۔ پس اس سے استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی ثابت ہے۔ کہ جواز الفسخ اسی ایک مرتبہ کے ساتھ مختص تھا۔ بنابریں استدلال بالروایت اعتراض وارد کرنا سرے سے صحیح نہ ہوگا استدلال پر نقض تو تب ہوتا جب خود استدلال صحیح ہوتا۔ اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ استدلال بالروایہ صحیح ہے تو اس پر اعتراض وارد ہوگا۔ کہ اسی صورت میں تو صرف وصول الی البیت اور اس کے طواف

سے ہی محرم کو حلال قرار دے دیا۔ حالانکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حلال ہوئے تھے۔ وہ تو محض طواف سے نہیں بلکہ قصر یا حلق کرانے کے بعد حلال ہوئے۔ اور یہ توجیہ ہماری توجیہات ثلاثہ میں سے ایک کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ ظاہر اس توجیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن عباسؓ جواز فسخ الحج الی العمرۃ کے قائل تھے۔ اور ان کا استدلال حضرات صحابہ کرام کے فعل سے ہوگا۔ کیونکہ اس حکم کے فسخ کا ان کو علم نہیں ہوسکا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ مقام شبہات اور اوہام سے خالی نہیں ہے۔
وعلی اللہ التوکل وبہ الاعتصام۔

تشریح از شیخ زکریا اور جمہور کا استدلال مسلم کی روایت ابی ذر سے ہے۔
کانت المتعۃ فی الحج لاصحاب محمد خاصۃ یعنی فسخ الحج الی العمرۃ۔ اور نسائی میں ہے کہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے پوچھا یارسول اللہ! یہ فسخ الحج الی العمرۃ ہمارے لئے خاص ہے یا عام لوگوں کے لئے بھی یہ حکم ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ بل لنا خاصۃ۔ لیکن ابن عباسؓ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جو اب بھی جواز فسخ الحج الی العمرۃ کے قائل ہیں۔ کما تقدم من قریب واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حدیث نمبر ۱۴۹۵ حَدَّثَنَا بَیَانٌ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ اَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ کَیْفَ اَھْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّیْکَ بِاِھْلَالٍ کَاِھْلَالِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ طُفْ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ حِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَاَتَیْتُ اِمْرَاَۃً مِّنْ قَیْسٍ فَفَلَتْ رَاْسِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں وادی بطحاء میں آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے پوچھا۔ کیا تم نے حج کا احرام باندھا ہے۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپؐ نے پوچھا۔ تم نے کیسے احرام باندھا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ لبیک میرا احرام اس طرح ہے جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم بیت اللہ کا طواف کرو۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرو۔ پھر حلال ہوجاؤ۔ پس میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر میں قبیلہ قیس کی ایک عورت کی طرف آیا۔ جس نے میرے سر سے جوئیں نکالیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بالبطحاء ای حال کونہ ما زاد بالبطحاء یہ وہی خیف بنی کنانہ ہے۔ فلت رأسی جوئیں نکالیں۔ طف بالبیت الخ یہ فسخ الحج الی العمرہ کے لئے ہے۔ جو اسی سال کے ساتھ مختص تھا۔

حدیث نمبر ۳۹۵۳ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَزْوَاجَهُ یَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ فَمَا یَمْنَعُكَ فَقَالَ لَبَّدْتُ رَاْسِیْ وَقَلَّدْتُّ هَدْیِیْ فَلَسْتُ اَحِلُّ حَتّٰى اَنْحَرَ هَدْیِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت حفصہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو حجۃ الوداع کے سال حکم دیا۔ کہ وہ احرام کھول دیں حضرت حفصہؓ نے پوچھا۔ آپؐ کو احرام کھولنے سے کس چیز نے روکا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے اپنے سر کو گوند لگایا ہے۔ اور قربانی کے جانور کو ہار پہنایا ہے۔ پس میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا۔ جب تک میں اپنی قربانی کو ذبح نہ کرلوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ تلبید کے معنی ہیں گوند کے ساتھ بالوں کو جمایا تاکہ گرد و غبار داخل نہ ہو۔ اور اونٹ کی حرکت کی وجہ سے بالوں میں انتشار پیدا نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ دیر تک احرام کے ساتھ رہنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اگر عمرہ کے بعد حلال ہو جاتے تو پھر ایسا اہتمام نہ کرتے۔ وقلدت ھدی اور ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہے۔ وقرنت یہ الفاظ صراحۃً قران پر دال ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۵۴ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً مِنْ خَثْعَمَ اِسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِیْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِیْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ اَدْرَكَتْ اَبِیْ شَیْخًا كَبِیْرًا لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّسْتَوِیَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ یَقْضِیْ اَنْ اَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں فتویٰ پوچھا۔ جب کہ حضرت فضل بن عباسؓ آپؐ کے ردیف تھے۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ! بیشک اللہ کے فریضہ حج جو اپنے بندوں پہ ہے۔ وہ میرے باپ پر اس وقت واجب ہوا جب کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے کہ وہ سواری پہ ٹھیک طرح سے نہیں بیٹھ سکتے۔ کیا میں اس کی طرف سے قضا کر سکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں کر سکتی ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں پہ اشکال ہے کہ حج قدرت میسرہ پہ موقوف ہے۔ قدرت ممکنہ کافی نہیں۔ بلکہ زاد و راحلہ کا مالک ہو۔ اہل و عیال کو نفقہ مہیا کر جائے۔ تو جب اس عورت کا باپ غیر مستطیع تھا۔ کہ راحلہ پہ بیٹھ کر سفر نہیں کر سکتا تھا۔ تو اس پہ حج کیسے فرض ہوا۔ کیونکہ قرآن مجید میں من استطاع الیہ سبیلا کی قید ہے۔ تو جب اصل پہ حج فرض نہیں تو نیابت کے کیا معنی ہوئے۔ اس کے کئی جوابات دئے گئے ہیں۔ کہ حج اس پہ فرض نہیں تھا نفلی حج تھا۔ دوسرا اس سے نیابت کر سکتا ہے۔ یہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ آپؐ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ اس پہ حج فرض ہے۔ بلکہ فرض کے معنی حکم فرض کے نہیں بلکہ نفل کے ہیں۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ شیخاً کبیراً ادرکت کا مفعول نہیں ہے۔ بلکہ وہ کہتی ہے۔ کہ جب اللہ تعالے نے اپنے بندوں پہ حج فرض کیا تو میرا باپ شیخ کبیر تھا۔ اللہ تعالیٰ فوق الطاقۃ واجب نہیں کرتا۔ تو کیا میں اس کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہوں۔ آپؐ نے حج نفل میں اس کو حج بدل کی اجازت دے دی۔ دوسری جماعت کہتی ہے۔ کہ جو شخص زاد و راحلہ کا مالک تو ہے۔ لیکن ادا نہیں کر سکتا۔ تو حج اس پہ فرض ہوا۔ تو وہ احجاج کرے۔ جس کی ایک صورت یہ ہے۔ کہ ایک آدمی کسی بڑے مرض میں مبتلا ہوا۔ مال تو اسے میسر ہے۔ تو ایک جماعت کہتی کہ جب وہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو حج فرض نہیں ہوا۔ جب اصل نہیں تو نیابۃ بھی نہ ہوگی۔ دوسری جماعت کہتی ہے۔ کہ حج کے لئے استطاعت اور ملک شرط ہے۔ وہ پایا جاتا ہے۔ اب اگر وہ خود احجاج نہیں کر سکتا تو دوسرے کسی شخص سے حج کرالے۔ احنافؒ اسی کے قائل ہیں۔ پھر استطاعت کے ہونے میں احنافؒ کا اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ استطاعت میں قدرت ذاتیہ کو شرط قرار نہیں دیتے۔ صاحبین قدرت ذاتیہ کو استطاعت میں شرط قرار دیتے ہیں۔ تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب آیت حج اتری تو میرا باپ شیخ کبیر تھا۔ حج علی الفور واجب الادا نہیں تھا۔ تاخیر کی

وجہ سے سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کی طرف سے نیابت کر سکتی ہو۔

حدیث نمبر ۲۹۵۵ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَھُوَ مُرْدِفٌ اُسَامَۃَ عَلَی الْقَصْوَآءِ وَمَعَہٗ بِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَۃَ حَتّٰی اَنَاخَ عِنْدَ الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ ائْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ فَجَآءَہٗ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَہُ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاُسَامَۃُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ ثُمَّ اَغْلَقُوْا عَلَیْھِمُ الْبَابَ فَمَکَثَ نَھَارًا طَوِیْلًا ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُوْلَ فَسَبَقْتُھُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَآئِمًا مِّنْ وَّرَآءِ الْبَابِ فَقُلْتُ لَہٗ اَیْنَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلّٰی بَیْنَ ذَیْنِکَ الْعَمُوْدَیْنِ الْمُقَدَّمَیْنِ وَکَانَ الْبَیْتُ عَلٰی سِتَّۃِ اَعْمِدَۃٍ سَطْرَیْنِ صَلّٰی بَیْنَ الْعَمُوْدَیْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ وَجَعَلَ بَابَ الْبَیْتِ خَلْفَ ظَھْرِہٖ وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْھِہِ الَّذِیْ یَسْتَقْبِلُکَ حِیْنَ تَلِجُ الْبَیْتَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجِدَارِ قَالَ وَنَسِیْتُ اَنْ اَسْاَلَہٗ کَمْ صَلّٰی وَعِنْدَ الْمَکَانِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ مَرْمَرَۃٌ حَمْرَآءُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ فتح مکہ کے سال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت اسامہؓ کو اپنی قصواء اونٹنی پہ ردیف بنایا ہوا تھا۔ اور آپ کے ہمراہ حضرت بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ بھی تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی اونٹنی کو بیت اللہ کے پاس بٹھلا دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ کہ چابی لے آؤ۔ تو آپ کے لئے دروازہ کھولا گیا۔ جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت اسامہؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمانؓ داخل ہوئے۔ پھر دروازہ ان پہ بند کر دیا گیا۔ دن کا بہت لمبا وقفہ آپ اندر ٹھہرے رہے۔ پھر باہر تشریف لائے تو لوگوں نے اندر داخل ہونے میں جلدی کی۔ میں ان سب سے آگے بڑھا تو حضرت بلالؓ کو دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ان اگلے دو ستونوں کے درمیان پڑھی۔ اور بیت اللہ چھ ستونوں پہ دو قطاروں میں قائم تھا۔ تو آپ نے اگلی قطار کے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی اور بیت اللہ کے دروازے کو اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھا۔ اور اپنا چہرہ اس سمت کی طرف رکھا۔

جو آپ کے سامنے آتا ہے۔ جب کہ آپ بیت اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ جہت جو آپؐ کے اور دیوار کے درمیان ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں یہ حضرت بلالؓ سے پوچھنا بھول گیا۔ کہ آپؐ نے کتنی رکعت نماز پڑھی۔ اور اس مکان کے پاس جہاں آپؐ نے نماز پڑھی۔ مرمر کا ایک خوب صورت سرخ پتھر ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ واقعہ حدیث فتح مکہ کا ہے اور باب حجۃ الوداع کا ہے۔ شارح قسطلانیؒ نے بھی یہ اشکال وارد کیا ہے۔ جس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا آپؐ خانہ کعبہ میں ایک مرتبہ داخل ہوئے ہیں یا دو مرتبہ فتح مکہ سے پہلے تو دخول نہیں ہوا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ فتح مکہ میں اندر داخل ہو کر تماثیل اور مورتیوں کو توڑا ہے۔ اور حجۃ الوداع میں آپؐ نے اندر نماز پڑھی ہے۔ تو اگر یہ واقعہ حجۃ الوداع پر محمول ہو۔ تو پھر عام فتح مکہ وہم راوی پر محمول ہوگا۔ اگر فتح مکہ کا ہے تو پھر صحیح ہوگا۔ گو مؤلفؒ اس جماعت کے قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ جو دخول فتح مکہ کے قائل ہیں جو ایک دفعہ کے دخول کے قائل ہیں۔ کہ آپؐ نے نماز بھی فتح مکہ کے موقع پر اندر پڑھی ہے اور بس۔ مگر چونکہ ایک جماعت حجۃ الوداع پر بھی اسے محمول کرتی تھی۔ تو ان کے قول پر اس واقعہ کو حجۃ الوداع میں ذکر کر دیا۔ اور ممکن ہے کہ وہم راوی نہ ہو۔ جزء اوّل عام الفتح پر محمول ہو۔ اور جزء ثانی حجۃ الوداع پر محمول ہو۔ جسے ثم غلقوا علیھم الباب سے شروع کیا۔ اس کے زمانہ کو ذکر نہیں کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ففتح لہ الباب ص۶۳۱/۲۱ واقعہ کی تصریح فتح مکہ کے لئے ہے۔ اور حدیث کو حجۃ الوداع کے باب میں لائے ہیں۔ تو ایک اختلافی مسئلہ کو ثابت کرنا ہے۔ کہ آیا حجۃ الوداع میں دخول البیت ہوا ہے یا نہیں۔ تو اس حدیث سے ثابت کر دیا۔ کہ حجۃ الوداع میں بھی دخول ہوا ہے۔ یہ حدیث لا کر اپنے مدعیٰ پر تنبیہ کر دی۔ کہ جب یوم الفتح میں بیت اللہ کے اندر دخول ہوا ہے۔ حالانکہ اس سفر کا مقصد صرف جہاد اور غزوہ تھا۔ بیت اللہ کی زیارت مقصود نہ تھی۔ تو حج میں تو بطریق اولیٰ دخول ہوگا۔ کیونکہ یہ سفر حج تو محض زیارت بیت اللہ کے لئے تھا۔ اور حجۃ الوداع میں دخول البیت کی صریح روایت بھی موجود ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ ام المؤمنین کے پاس واپس تشریف لائے تو چہرہ پر حزن وملال تھا۔

جب ان کے پاس سے گئے تھے۔ تو خوشی اور سرور تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ دخول البیت کر کے میں نے امت کو تعب اور مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ کہ اب ہر ایک اندر گھسنے کی سعی کرے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ صحابیہ کا نام اصل میں رہ گیا۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد میں اس کی تصریح ہے۔ اگرچہ حدیث میں دخولِ حجۃ کی تصریح نہیں۔ لیکن شیخؒ نے بذل میں اس کے حجۃ الوداع ہونے کی دلیل یہ بتلائی ہے کہ حضرت عائشہؓ عام الفتح میں آپؐ کے ہمراہ نہیں تھیں۔ البتہ حجۃ الوداع میں تھیں۔ اور حدیثِ عائشہؓ کو ترمذی اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے۔ اس لئے ابن حبان فرماتے ہیں۔ کہ یہ دو وقتوں کی دو خبریں ہیں۔ حجۃ الوداع اور فتح مکہ کی۔ لیکن سُہیلی نے دونوں دخول حجۃ الوداع کے قرار دیئے ہیں۔ کہ یوم النحر میں بیت اللہ میں داخل ہوئے کوئی نماز نہیں پڑھی۔ دوسری صبح داخل ہوئے تو نماز پڑھی اس طرح مثبت اور نافی میں جمع ہو جائے گی۔ اس کو دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔

عند المکان الخ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا مصلّٰی ہے جو دروازے کے سامنے بیت اللہ سے خارج ہونے کے بعد آپؐ نے پڑھی ہے۔ لیکن اغلقوا علیھم الباب کے الفاظ اس سے ربا، کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۵۶ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْھُمَا اَنَّ صَفِیَّۃَ بِنْتَ حُیَیٍّ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَابِسَتُنَا ھِیَ فَقُلْتُ اِنَّھَا قَدْ اَفَاضَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَطَافَتْ بِالْبَیْتِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتی ہیں۔ کہ حجۃ الوداع میں حضرت صفیہؓ بنت حیی حائضہ ہو گئیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا وہ ہمیں روکنے والی ہے۔ میں نے کہا کہ اے رسول اللہ! وہ طواف افاضہ کر چکی ہے۔ طواف وداع نہیں کیا۔ یعنی وہ بیت اللہ کے طوافِ زیارۃ سے فارغ ہو چکی ہے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ اب وہ مدینہ کی طرف چل پڑے ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ایک طواف فرض ہے ۔ جسے طوافِ زیارۃ ، طوافِ صدر اور طوافِ افاضہ کہا جاتا ہے ۔ جس کا بارھویں کی شام تک وقت ہے ۔ تاخیر پر ایک دم دینا پڑے گا ۔ اگر کوئی عورت حیض و نفاس کی وجہ سے تاخیر کرے ۔ تو اس کا حج اس وقت تک ادا نہیں ہو گا ۔ جب تک یہ طواف نہ کرے ۔ البتہ تاخیر پر دم جبر نہ دینا ہو گا ۔ دوسرا طوافِ وداع ہے ۔ جو آفاقی کے لئے واجب ہے ۔ حائضہ عورت کو طوافِ زیارۃ کے لئے تو ٹھہرنا پڑے گا ۔ لیکن طوافِ وداع کے لئے ٹھہرنا ضروری نہیں ۔ چنانچہ حضرت صفیہؓ ام المومنین حائضہ ہوئیں ۔ آپؐ کا گمان تھا ۔ کہ شاید انہوں نے طوافِ افاضہ نہیں کیا ۔ جس پر آپؐ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا ۔ جب معلوم ہوا کہ طوافِ افاضہ کر چکی ہیں تو آپؐ نے روانگی کا حکم دے دیا ۔ اور تیسرا طوافِ قدوم ہے جو سنت ہے ۔

حدیث نمبر ۷۹۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا وَلَا نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ فَحَمِدَ اللهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِيْ ذِكْرِهٖ وَقَالَ مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَ اُمَّتَهٗ اَنْذَرَهٗ نُوْحٌ وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاِنَّهٗ يَخْرُجُ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَاْنِهٖ فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ عَلٰى مَا يَخْفٰى عَلَيْكُمْ ثَلَاثًا اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهٗ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ اَلَا اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ اَوْ وَيْحَكُمْ اُنْظُرُوْا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کی باتیں کرتے تھے ۔ حالانکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں تھے ۔ لیکن ہمیں معلوم نہیں تھا ۔ کہ حجۃ الوداع کیا چیز ہے ۔ پس اللہ کی حمد بیان کی اور اس کی ثنا کی ۔ پھر مسیح دجال کا ذکر کیا اور اس کے ذکر کو خوب طول دیا ۔

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو اس سے نہ ڈرایا ہو۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اور ان کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو اس سے ڈرایا ہے۔ وہ تمہارے ظاہر ہوگا۔ جس کا حال تم پر پوشیدہ نہیں رہے گا۔ پس تم پر پوشیدہ نہ رہے۔ کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اور وہ دجّال اس کی دائیں آنکھ کانی ہوگی۔ گویا کہ اس کی آنکھ ایک ابھرا ہوا انگور ہے۔ خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے مال اس طرح تم پر حرام کئے ہیں۔ جس طرح اس دن یوم نحر کی حرمت ہے۔ تمہارے اس شہر کی اور تمہارے اس مہینہ کی حرمت ہے۔ خبردار! کیا میں تم تک احکام شریعت پہنچا چکا سب نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ تمہارے لئے افسوس ہوگا۔ دیکھنا کہیں میرے بعد پھر کافروں والے کام نہ شروع کر دینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لا ندری ما حجۃ الوداع ص۶۳۲ ظاہراً اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات شیخینؓ اور دیگر اہل فضل وکمال تو حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ کو جانتے تھے۔ مگر عامۃ الناس تقلیداً نام تو حجۃ الوداع لیتے تھے۔ لیکن وجہ تسمیہ نہیں پہچانتے تھے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ وجہ تسمیہ کا علم نہیں ہوتا۔ لیکن وہ نام استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اور حجۃ الوداع کے نام کی ابتداء کی وجہ یوں سمجھ میں آتی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا۔ لعلی لا اراکم بعد عامی ھذا کہ شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہ دیکھ سکوں۔ تو عام لوگوں نے تو یہ سمجھا کہ اس سال کے بعد پھر ایسے اجتماع کے ساتھ آپؐ حج نہیں کریں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے اسے حجۃ الوداع کہا۔ جب آپؐ کا اسی سال وصال ہوگیا۔ تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپؐ کی یہ الوداعی کسی خاص گروہ کے ساتھ مختص نہیں تھی۔ بلکہ آپؐ عوام اور خواص سب سے رخصت ہو رہے تھے۔ اور نہ ہی یہ رخصتی اس سال کے حج میں جمع ہونے والے عوام کے لئے تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ غایت محبّت کی وجہ سے ہمارا وہم وگمان ہی نہیں تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے الوداع ہو رہے ہیں۔ ویسے ہم حجۃ الوداع کہتے تھے۔ لیکن مراد کو نہیں سمجھتے تھے۔ پھر جب وفات ہو چکی تو سب کو معلوم ہوا کہ آپؐ الوداع ہو کر وصیت فرما رہے ہیں۔ یضرب بعضکم رقاب بعض الخ اور اس کی مزید تائید اللھم اشھد

سے بھی ہوئی۔ الظاھر الخ اس لئے فرمایا کہ روایات کثیرہ سے واضح ہے۔ کہ اذا جاء نصر اللہ الخ جب نازل ہوئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو آپؐ کے وصال کا علم ہو گیا۔

لا یبعد بعض نسخوں میں لا کا حرف ہے بعض میں نہیں ہے۔ لفظ لا زائد ہو تو یہ دلیل ہے کہ بعض کو وجہ تسمیہ کا علم تھا۔ اور لا کا حرف موجود ہو تو تب بھی عامۃ الناس کے متعلق ہوگا۔ کہ کوئی آدمی وجہ تسمیہ نہ جانتا ہو۔ دوسروں کی تقلید میں وہ اس کا نام لے رہا ہو۔

لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلم کی روایت میں اس سے زیادہ واضح ہے۔ خذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذا۔ اس طرح کی اور روایات بھی ہیں۔ جن سے قرب وفات کا علم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسے حجۃ الوداع کہا گیا۔ اور حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس حج کے بعد آپؐ نے مدینہ سے اور کوئی حج نہیں کیا۔ اور حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے اس میں احکام شرعیہ کی تبلیغ کی۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ اور اسے حجۃ التمام والکمال بھی کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسی میں آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ نازل ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۹۵۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَۃَ غَزْوَۃً وَاَنَّہٗ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّۃً وَاحِدَۃً لَمْ یَحُجَّ بَعْدَهَا حَجَّۃَ الْوَدَاعِ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ وَبِمَکَّۃَ اُخْرٰی۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات میں شمولیت فرمائی۔ اور ہجرت کے بعد آپؐ صرف ایک ہی حج حجۃ الوداع کیا ہے۔ جس کے بعد آپؐ نے کوئی حج نہیں کیا۔ ابواسحاق فرماتے ہیں کہ دوسرا حج مکہ معظمہ میں تھا۔ جو ہجرت سے پہلے تھا۔ جو ملۃ ابراہیمی کے مطابق تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ نے ہجرت سے پہلے صرف ایک حج کیا ہے۔ حالانکہ بیعات عقبات ثلاثہ حج کے موقعہ پر ہوئی ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ راوی کو ایک کا علم ہو سکا۔ کیونکہ زید بن ارقم انصاری ہیں۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ میں حج کے لئے گئے تھے۔ تو انہوں نے اپنے علم کے مطابق روایت بیان کی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۵۹ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنْ جَرِیْرٍ عَنِ النَّبِیِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِيْرٍ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

ترجمہ۔ حضرت جریرؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں ان سے فرمایا۔ کہ جریر لوگوں کو چپ کراؤ۔ پھر فرمایا میرے بعد کفر کا طریقہ اختیار نہ کرنا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بعض نے اسے حلال سمجھنے والے پر محمول کیا ہے اور ممکن ہے۔ کفار معنی مثل کنار کے ہو۔ چنانچہ بعض روایات میں ضلالاً کا لفظ ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۶۰ **حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى** الخ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ اَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ ذُو الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاِنَّ دِمَآءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاَحْسِبُهٗ قَالَ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْاَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضُلَّالًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُّبَلَّغُهٗ يَكُوْنُ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ فَكَانَ مُحَمَّدٌ اِذَا ذَكَرَهٗ يَقُوْلُ صَدَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ زمانہ اسی طرح پھر آیا۔ جیسے اس کی حالت اس دن تھی جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ سال بارہ مہینہ کا ہے۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین تو مسلسل ہیں۔ ذوالقعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور مضر قبیلہ والا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ یہ کون سا مہینہ ہے۔ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ جس پہ آپؐ خاموش ہو گئے۔ ہمیں گمان ہوا کہ عنقریب آپؐ اس کا کوئی اور نام بدل کر رکھ دیں گے۔ فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ جس پہ آپؐ خاموش ہو گئے۔ ہم نے سمجھا۔ کہ آپؐ اس کا کوئی نام عنقریب تجویز کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا بلدہ مکرمہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا دن ہے۔ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ آپؐ پھر بھی خاموش رہے۔ جس سے ہمیں گمان ہوا۔ کہ عنقریب آپؐ اس کا کوئی نام تجویز کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا یہ یوم النحر قربانی کے ذبح کرنے کا دن نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک تمہارے خون تمہارے اموال اور محمد بن سیرین فرماتے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ تمہاری عزتیں اور آبروئیں تم پہ اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت اس شہر کے اندر تمہارے اس مہینہ میں ہے۔ عنقریب تم اپنے ربؐ سے ملاقی ہو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ خبردار! تم لوگ میرے بعد اُلٹے گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ خبردار! تم میں سے حاضر غائب کو پہنچا دے۔ شاید ان پہنچائے ہوئے میں سے کوئی سننے والوں سے زیادہ اس پیغام کو محفوظ کرنے والا ہو۔ محمد بن سیرین جب حدیث کو ذکر کرتے تھے۔ تو کہتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا کیا میں تم تک پہنچا چکا۔ دو مرتبہ ایسے فرمایا۔

تشریح الشیخ مدنیؒ عرب کے لوگ اپنے مفاد کی خاطر مہینوں کو آگے پیچھے کر لیا کرتے تھے۔ جسے نسیئۃ کہا جاتا تھا۔ تو حسن اتفاق سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اصلی ترتیب آگئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ السنة اثنا عشر ص ۶۳۲ س ۱۲ محرم تو منصرف ہے اور صفر سے اگر مقرر مہینہ مراد لیا جائے پھر تو وہ غیر منصرف ہوگا اور غیر مقرر مراد ہو تو پھر منصرف ہوگا۔ ربیع کے دونوں مہینہ منصرف ہیں۔ اور جمادی کے دونوں مہینہ غیر منصرف ہیں۔ رجب کا حال ماہ صفر کی طرح ہے۔ رمضان اور شعبان دونوں غیر منصرف ہیں۔ شوال۔ ذوالقعدہ اور ذی الحجہ تینوں منصرف ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ المحرم ہمیشہ معرف باللام ہوتا ہے۔ اور اس پر علمیت کا غلبہ ہے۔ اور اعلام میں تصرف وتغیر نہیں ہوا کرتا۔ صفر محرم کے بعد کا مہینہ ہے۔ کبھی منصرف اور کبھی غیر منصرف ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ یحلون المحرم صفرا یہ منصرف ہے۔ اور جب غیر منصرف ہوتا ہے۔ تو اس میں دو سبب معرفۃ اور ساعۃ ہے۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے معین وغیر معین کے فرق سے اسے واضح کیا ہے۔

الربیع عرب کے نزدیک ربیع دو ہیں۔ ایک ربیع شہور اور دوسرا ربیع الزمان ہے اور ربیع الشہور دو ہیں۔ ربیع الاول وربیع الثانی۔ جو دراصل شہر ربیع الاول وشہر ربیع الثانی ہیں۔ اول وآخر اعراب میں وصف ہونے کی وجہ سے تابع ہیں۔

جمادیٰ مؤنثہ ہے۔ یہ دونوں غیر منصرف ہیں۔ ان میں دو سبب تانیث اور علمیت ہیں۔ اور مفتاح الصحاح میں ہے۔ جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ بفتح ہوگی۔

رجب کے متعلق قمر الاقمار میں ہے۔ رجب بغیر تنوین کے غیر منصرف ہے۔ علمیۃ اور عدل کی وجہ سے۔ کیونکہ قسم میں معین ہوکر مستعمل ہوتا ہے۔ علیٰ صوم رجب اور رجب منون منصرف ہوگا کیونکہ دو سبب نہیں ہیں۔ کیونکہ رجب معین نہ ہونے کی وجہ سے علمیۃ زائل ہوگئی۔ اور رمضان شعبان غیر منصرف ہیں۔ علمیۃ اور الف نون زائدتان کی وجہ سے۔ رمضان رمضار سے ہے۔ جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ وجہ تسمیہ کے بارے میں قسطلانیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ جب عرب اپنی قتل وغارت کی عادات چھوڑ دیں تو ماہ محرم ہے۔ جب ان کے بدن کمزور اور رنگ زرد پڑ جائیں تو صفر ہے۔ جب باغات پھل پھول لے آئیں۔ خوشبوئیں مہکنے لگیں تو ربیعان ہیں۔ جب پھلوں کی قلت ہو جائے۔ اور پانی جم جائے۔ تو یہ جمادیان ہیں۔ نہریں چالو ہو جائیں اور درخت سرسبز ہو جائیں تو یہ رجب ہے۔ جب اونٹنیوں کے بچے ماؤں سے الگ ہو جائیں اور قبائل پھیل جائیں تو یہ شعبان ہے۔

اور فضا میں گرمی آجائے اور سخت گرمی اور انگارے دہکنے لگیں۔ تو یہ رمضان ہے۔ جب بادل قلیل ہوں۔ مکھیاں بہت ہوں۔ اور جانوروں نے دمیں اٹھائی ہوں تو یہ شوال ہے۔ اور جب تجار سفروں سے بیٹھ جائیں تو یہ ذوالقعدہ ہے۔ اور جب ہر طرف سے عازمین حج کے قافلے جا رہے ہوں۔ تو یہ ذی الحجہ ہے۔

حدیث نمبر ۲۹۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْيَهُودِ قَالُوا لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِينَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا فَقَالَ عُمَرُ أَيَّةُ آيَةٍ قَالُوا اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ مَكَانٍ أُنْزِلَتْ أُنْزِلَتْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ۔

ترجمہ۔ ابن شہاب فرماتے ہیں۔ کہ یہود کے کچھ لوگوں نے کہا۔ اگر یہ آیت ہمارے اندر نازل ہوتی۔ توہم اس دن کو یوم عید بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سی آیت ہے۔ انہوں نے کہا۔ الیوم اکملت لکم دینکم الخ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ مجھے معلوم ہے جس جگہ یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ اس وقت نازل ہوئی۔ جب کہ آپؐ عرفات کے میدان میں وقوف کرنے والے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | اناسا من الیھود اور ترمذی میں رجلا من الیھود ہے۔ چونکہ اس جماعت یہود کے سردار کعب احبار تھے۔ اس لئے رجلاً کہا۔ جماعت ہمراہ تھی تو اناسا من الیھود کہا۔ بعض علماء کا کہنا ہے۔ کہ کعب احبار عہد صدیقی میں مسلمان ہوگئے۔ اور بعض کا کہنا ہے۔ کہ نہیں۔ عہد نبوی میں ہی مسلمان ہوگئے تھے۔ احبار ان کو اس لئے کہا جاتا تھا۔ کہ یہ کتب سابقہ کے عالم تھے۔ اکملت لکم میں خطاب جمیع مذاہب کو ہے۔ چونکہ ایسی آیت کسی مذہبی کتاب میں نہیں اتری تھی۔ اس لئے نعمتوں کے شکریہ کے طور پر ایک دن خوشی کا مقرر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پہلے ادیان توحید میں متفق تھے۔ فروع میں کمال ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچا۔ کہ الیوم اکملت لکم فرمایا گیا۔ اس کے بعد کوئی کمال نہ ہوگا۔ بلکہ نقصان ہی ہوگا۔

تشریح از قاسمی | حضرت عمرؓ کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہم اس کی فضیلت سے غافل

نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آیت یوم عیدین میں نازل ہوئی۔ یوم جمعہ یوم عرفہ۔

حدیث نمبر ۳۹۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى يَوْمَ النَّحْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ تو بعض لوگ ہم میں سے وہ تھے جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اور بعض وہ تھے جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ پس جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا۔ انہوں نے یوم النحر سے پہلے احرام نہیں کھولا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ وَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ مِثْلَهٗ۔

حدیث نمبر ۳۹۶۳ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدٍ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قُلْتُ اَفَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرًا اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ

دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَيُضَرُّ بِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِىْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ رَثٰى لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں۔ کہ حجۃ الوداع میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ اس بیماری کی وجہ سے جس کے سبب میں موت کے قریب پہنچ گیا تھا۔ پس میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے تو بیماری نے اس حد تک پہنچا دیا ہے۔ جو آپؐ دیکھ رہے ہیں۔ اور میں مال دار آدمی ہوں۔ میری وارث صرف میری ایک لڑکی ہے۔ کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا چلو اس کا آدھا کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا ایک تہائی۔ آپؐ نے فرمایا ایک تہائی بھی بہت ہے۔ کیونکہ اپنے ورثا کو غنی بنا کر چھوڑ جاؤ۔ یہ بہتر ہے۔ کہ تم ان کو محتاج چھوڑ جاؤ۔ ہتھیلی پھیلا کر لوگوں سے مانگتے پھریں۔ سن لو! جو خرچہ بھی کرو گے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ اس کا تمہیں ثواب ملے گا۔ حتیٰ کہ روٹی کا وہ لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب ہو گا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے مکہ میں رہ جاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم پیچھے نہیں رہو گے۔ انشاء اللہ تمہاری عمر دراز ہو گی۔ جو عمل بھی اس میں تم اللہ کی رضامندی کے لئے کرو گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا مرتبہ اور بلندی کو بڑھائیں گے۔ اور شاید تمہیں اتنی زندگی ملے۔ کہ کچھ لوگ تم سے نفع اٹھائیں گے۔ فتوحات کے ذریعہ۔ اور دوسرے مشرکین اور منافقین کو تم سے نقصان پہنچے گا۔ پھر آپؐ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو برقرار رکھنا۔ ان کو اپنی ایڑیوں پہ نہ پھیر دینا۔ کہ وہ اپنے سیدھے حال سے واپس آجائیں۔ لیکن سختی میں پڑنے والا سعد بن خولہ ہے۔ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حال پہ رحم کھا رہے تھے۔ کہ وہ مکہ میں وفات پا گئے۔ جہاں سے وہ ہجرت کر گئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اھلّ رسول اللہ بالحج پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ آپؐ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ اور اس حدیث میں اھلّ بالحج کے الفاظ ہیں۔ پہلے تو یہاں فقط کے الفاظ نہیں۔ دوسرے یہاں معطوف محذوف ہے۔ اور ایسے ہوا کرتا ہے۔ ورنہ

روایات میں تعارض ہوگا۔ شوافع فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ پہلے مفرد تھے۔ پھر عمرہ کو داخل کیا۔ علامہ عینیؒ ابن حجرؒ اور نوویؒ وغیرھم یہی تاویل کرتے ہیں۔ لیکن امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء ہی سے قارن تھے۔ جیسا کہ پچھلی روایت سے معلوم ہوا۔

اشفیت منہ ای اشرفت یعنی اس کی وجہ سے موت کو جھانک رہا تھا۔ آپؐ نے پانی پہ دم کر کے ان پہ چھڑکا جس سے وہ ہوش میں آئے اور یہ سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔

بلغ بی من الوجع چونکہ حضرت سعدؓ غزوات میں شمولیت کی وجہ سے غنیمت کے مال کے باعث مالدار ہوگئے تھے۔ اس لئے اس کی تقسیم کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اور ان کی بیٹی بھی ذو مال ہوگئی تھی۔

لست تنفق الخ یہ ایک شبہ کا دفعیہ ہے۔ کہ ترکہ جب میرے بال بچوں پہ خرچ نہ ہوا۔ تو مجھے اس سے کیا فائدہ ہوا۔ یعنی زندگی میں صدقہ و خیرات کر جاؤں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اگرچہ تم نفقہ واجبہ بھی ادا کرو جس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ تو اس کا بھی اجر ملے گا۔ کیونکہ بیوی کا خرچہ واجب ہے۔

اخلف بعد اصحابی الخ چونکہ یہ مہاجر تھے۔ مکہ میں سخت علیل ہوگئے۔ خیال آیا کہ اگر مکہ میں ہی انتقال ہوگیا تو شاید ہجرت کا ثواب حبط ہو جائے۔ تو آپؐ نے تسلی دی۔ کہ ابھی تم نے نہیں مرنا۔ بلکہ تم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اور مشرکین اور منافقین کو نقصان ہوگا۔ چنانچہ فاتح فارس ہوئے۔ عہد فاروقی میں قادسیہ کی لڑائی میں سپہ سالار تھے۔

لکن البائس الخ حضرت سعد بن خولہؓ عرفات کے میدان میں سر کے بل اونٹنی سے گر پڑے۔ اس طرح مقام ہجرت میں ان کی وفات ہوگئی۔ جس پہ آپؐ نے اظہار حزن کیا۔

البائس سختی میں پڑنے والا۔ ذو حاجۃ۔

حدیث نمبر ۳۹۶۴ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ اَخْبَرَھُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَاْسَہٗ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ ان حضرات کو خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر مبارک منڈوایا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حلق راسہ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حج اور عمرہ کے علاوہ کہیں سر منڈوانا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ آپؐ ہمیشہ سر پہ بال رکھا کرتے تھے۔ جو کبھی وفرہ کبھی جمّہ وغیرہ کی مقدار میں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۶۵ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الخ أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَؓ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے کچھ اصحاب نے حجۃ الوداع میں سر منڈوایا اور بعض نے بال کٹوائے۔

حدیث نمبر ۳۹۶۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍؓ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ يَسِيْرُ عَلَى حِمَارٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ وہ گدھیا پر سوار ہو کر آئے۔ جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ کے مقام پہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ پس میری گدھیا صف کے آگے سے گذر رہی تھی۔ پھر یہ اس سے اتر کر لوگوں کے ساتھ قطار میں شامل ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابن عباسؓ بعض مقتدیوں کے آگے سے گذرے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے نہیں گذرے۔ چونکہ سترۃ الامام سترۃ القوم ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان پہ کوئی سرزنش نہیں کی گئی۔

حدیث نمبر ۳۹۶۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا شَاهِدٌ عَنْ سَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہؓ سے حجۃ الوداع میں آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی رفتار کے بارے میں پوچھا۔ جب کہ میں بھی موجود تھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ عام طور پر تو عنق یعنی درمیانی رفتار ہوتی تھی۔ جب راستہ کی کشادگی مل جاتی تو پھر دوڑاتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۶۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ اَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ صَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوایوبؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ حجۃ الوداع میں انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھے ادا کی ہے۔ یہ جمع بین الصلوتین تاخیر کے ساتھ تھی۔ ظہر اور عصر میں جمع تقدیم تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عنق اور نص اونٹ کی چال کے نام ہیں۔ اونٹ کی تیز رفتاری اس کی گردن سے معلوم ہوتی ہے۔ متوسط درجہ کی چال عنق کہلاتی ہے۔ اور تیز رفتاری کو نص کہتے ہیں۔ فجوۃ بمعنی فرجہ۔

بَابُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ۔

ترجمہ۔ جنگ تبوک کا بیان جس کو غزوۃ عسرت بھی کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۶۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الخ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ اَرْسَلَنِیْ اَصْحَابِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ اِذْهُمْ مَعَهٗ فِیْ جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِیَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَقُلْتُ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنَّ اَصْحَابِیْ اَرْسَلُوْنِیْ اِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ عَلٰی شَیْءٍ وَّوَافَقْتُهٗ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا اَشْعُرُ وَرَجَعْتُ حَزِيْنًا مِنْ مَّنْعِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ مَّخَافَةِ اَنْ يَّكُوْنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِیْ نَفْسِهٖ عَلَیَّ فَرَجَعْتُ اِلٰی اَصْحَابِیْ فَاَخْبَرْتُهُمُ الَّذِیْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اَلْبَثْ اِلَّا سُوَيْعَةً اِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُّنَادِیْ اَیْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ فَاَجَبْتُهٗ فَقَالَ اَجِبْ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْكَ فَلَمَّا اَتَیْتُہٗ قَالَ خُذْ ھٰذَیْنِ الْقَرِیْنَیْنِ وَھٰذَیْنِ الْقَرِیْنَیْنِ لِسِتَّةِ اَبْعِرَةٍ اِبْتَاعَھُنَّ حِیْنَئِذٍ مِنْ سَعْدٍ فَانْطَلِقْ بِھِنَّ اِلٰی اَصْحَابِكَ فَقُلْ اِنَّ اللّٰہَ اَوْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْمِلُكُمْ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ فَارْكَبُوْھُنَّ فَانْطَلَقْتُ اِلَیْھِمْ بِھِنَّ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْمِلُكُمْ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ وَلٰكِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اَدَعُكُمْ حَتّٰی یَنْطَلِقَ مَعِیْ بَعْضُكُمْ اِلٰی مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَظُنُّوْا اَنِّیْ حَدَّثْتُكُمْ شَیْئًا لَمْ یَقُلْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لِیْ اِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَلَنَفْعَلَنَّ مَا اَحْبَبْتَ فَانْطَلَقَ اَبُوْمُوْسٰی بِنَفَرٍ مِنْھُمْ حَتّٰی اَتَوُا الَّذِیْنَ سَمِعُوْا قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْعَہٗ اِیَّاھُمْ ثُمَّ اِعْطَاھُمْ بَعْدُ فَحَدَّثُوْھُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَھُمْ بِہٖ اَبُوْمُوْسٰی۔

ترجمہ۔ حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے میرے ساتھیوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ میں ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریاں طلب کروں۔ کیونکہ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جیش عسرۃ میں جا رہے تھے۔ اور یہ غزوہ تبوک کا موقعہ تھا۔ پس میں نے جا کر عرض کی یا رسول اللہ! میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپؐ انہیں سواریاں مہیا کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں تمہیں کسی چیز پہ سوار نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے آپؐ سے ملنے کا اس وقت اتفاق ہوا کہ آپؐ اس وقت کسی وجہ سے غضب ناک تھے۔ مجھے اس کا علم نہ ہو سکا۔ میں آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روک دینے کی وجہ سے غمگین ہو کر لوٹا اور اس خوف سے بھی کہ کہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں مجھ پہ ناراض نہ ہو جائیں۔ میں نے واپس لوٹ کر اپنے ساتھیوں کو اس بات کی اطلاع کی جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائی تھی۔ بس ایک تھوڑی سی دیر گذری ہوگی۔ کہ میں نے حضرت بلالؓ کی آواز سنی۔ جو پکار رہے تھے کہ عبداللہ بن قیسؓ کہاں ہے۔ جب مجھے ملے تو کہنے لگے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلا رہے ہیں۔ جلدی چلو۔ جب میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے

فرمایا کہ یہ اکٹھے بندھے ہوئے دو اونٹ لے لو۔ اور یہ جوڑا بھی لے لو۔ ان چھ اونٹوں کے متعلق فرمایا جن کو آپؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے خرید لیا تھا۔ مجھے فرمایا کہ ان کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ۔ اور ان سے کہو۔ کہ اللہ تعالٰی نے یہ کہا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے یہ سواریاں بھیجی ہیں۔ پس تم ان پر سوار ہو کر جہاد کرو۔ میں ان سواریوں کو لے کر ان کے پاس گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری سواری کے لئے ان کو بھیجا ہے۔ لیکن واللہ! میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ تمہارے کچھ آدمی میرے ساتھ ان لوگوں کی طرف چلیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ گفتگو سنی تھی۔ کہیں تم یہ گمان نہ کرو۔ کہ میں نے تمہیں کوئی ایسی بات آ کر کہی تھی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو۔ انہوں نے میرے سے کہا کہ واللہ! آپ ہمارے نزدیک سچے ہیں۔ ویسے آپ کی مرضی۔ آپ جو چاہیں ہم وہی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو موسٰیؓ ان کے کچھ آدمی لے کر ان آدمیوں کے پاس پہنچے۔ جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تھی۔ پہلے آپؐ نے ان کو سواریاں دینا روک دیا۔ اس کے بعد ان کو دے بھی دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے انہیں اسی طرح بتلایا۔ جس طرح حضرت ابو موسٰیؓ نے ان کو بات بتلائی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ غزوہ موتہ سے قبل ہی رومیوں سے جنگ چھڑ گئی تھی۔ اور غزوہ موتہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ آپؐ کے سفیر کو حدود شام میں قتل کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کی سالاری میں ان کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ حضرت زیدؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ سب شہید ہو گئے۔ بالآخر حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ پہ فتح ہوئی۔ بعد ازاں آپؐ کو اطلاع ملی۔ کہ ہرقل بادشاہِ روم نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بہت سی فوج جمع کر کے بھیج دی ہے۔ تو آپؐ نے غزوہ تبوک کے لئے تیاری شروع کی رجب ۹ھ کا واقعہ ہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ تبوک کا مقام مدینہ سے سترہ اٹھارہ منزل دور شام کے قریب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی۔ کہ جب کسی غزوہ کے جانے کا پروگرام ہوتا۔ تو توریہ کر لیتے تھے۔ جانا کہیں ہوتا اس طرف کی کسی اور جگہ کا نام لے لیتے۔ تاکہ منافقین دشمنان اسلام کو خبردار نہ کر دیں۔ لیکن چونکہ یہ سترہ اٹھارہ منزل دور کا سفر تھا۔ گرمی کا سخت موسم، فصل پکے

ہوئے۔اس لئے آپؐ نے صاف اعلان کر دیا۔کہ ہم تبوک کی طرف جا رہے ہیں۔اس غزوہ میں سب سے زیادہ آپؐ کے پاس تیس ہزار فوجی تھے۔بعض نے چالیس ہزار کہا ہے۔اور بعض نے ستر ہزار بھی کہا ہے۔جنہوں نے تیس ہزار کہا۔انہوں نے کہا۔کہ دس ہزار گھوڑوں پر سوار تھے۔اور باقی بیس ہزار اونٹوں پر سوار تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام تبوک پہنچے ہیں۔تو کوئی جیش مقابلہ میں نہیں آیا۔بیس دن آپؐ نے وہاں پر قیام کیا۔اور گرد و نواح کی ریاستوں پر قابض ہوئے۔اس غزوہ کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں۔کیونکہ مال کی تنگی تھی۔کھجوریں پک رہی تھیں۔دیگر ساز و سامان بھی قلیل تھا۔خوراک ختم ہو گئی۔تو کھجور پر اکتفا کیا وہ ختم ہو گئیں تو گٹھلیاں چوس چوس کر گزارا کیا۔پانی نہیں ملا۔تو اونٹ ذبح کر کے اس کی اوجھڑی سے پانی نکالا۔دس دس آدمی نوبت بنوبت ایک ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔بدیں وجہ اسے غزوۂ عُسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔

ھذین القرینین اونٹوں اور بیلوں میں عادت ہے۔کہ دو مناسب اونٹوں اور بیلوں کو آپس میں ملا کر باندھ دیا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے ان کا بھاگنا مشکل ہو جاتا ہے۔تو آپؐ نے چھ اونٹوں کے دو قرین ان کو دیئے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اذ ھم معہ فی جیش العسرۃ ص۶۳۳ س۱۵ اذ ظرفیہ او تعلیلیۃ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | جیش العسرۃ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ امام بخاریؒ نے اسے حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا ہے۔حالانکہ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہے اور یہ رجب ۹ھ میں واقع ہوا ہے۔شاید امام بخاری نے عمداً اس کو مؤخر کیا ہے۔کیونکہ یہ آخر المغازی ہے۔جس پر انہوں نے کتاب المغازی کو ختم کیا ہے۔جس کا پہلے انہوں نے ترجمہ باندھا ہے۔دوسرے ترتیب کا امام بخاریؒ نے التزام بھی نہیں کیا۔اور میرے نزدیک بھی یہی ہے۔کہ امام بخاریؒ سے غلطی نہیں ہوئی اور نہ ہی مشائخ کی غلطی ہے امام بخاریؒ نے عمداً ایسا کیا ہے۔وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے۔کہ غزوہ فتح کے بعد سے وفود کا سلسلہ آ رہا تھا اس کثرت سے وفود آئے کہ ان کا سلسلہ حجۃ الوداع تک جاری رہا۔اس لئے ان کی انتہا بیان کرنے کے لئے حجۃ الوداع کا باب باندھا۔کیونکہ حجۃ الوداع کا غزوہ تبوک کے بعد ہونا تو مشہور و معروف تھا۔اور فتح مکہ سے پہلے اور حجۃ الوداع کے بعد وفود کا آنا نادر الوقوع تھا۔واللہ اعلم بالصواب

حدیث نمبر ۳۹۷۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْهِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی تَبُوْكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِیًّا فَقَالَ اَتُخَلِّفُنِیْ فِی الصِّبْیَانِ وَالنِّسَآءِ قَالَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ الخ سَمِعْتُ مُصْعَبًا۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت علیؓ کو گھریلو معاملات میں نگران بنا کے پیچھے چھوڑ گئے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیا آپؐ بچوں اور عورتوں میں مجھے پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے علیؓ! کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تم میرے ایسے قائم مقام ہو۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین تھے۔ لیکن یاد رکھو۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ابوداؤد نے سماع کی تصریح کرتے ہوئے کہا۔ سمعت مصعبًا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ پہلے تو آپؐ غزوات میں جاتے وقت حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم اور دیگر حضرات کو جن کی شجاعت مشہور نہیں ہوتی تھی ان کو جانشین بنا جاتے تھے۔ چونکہ اب کی مرتبہ سفر دور دراز کا تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ کو نگران بنا گئے جن کی جوانی اور شجاعت مشہور تھی۔ منافقین نے یہ خبر اڑا دی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ گئے ہیں۔ تو انہوں نے جا کر پڑاؤ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم میرے خلیفہ ہو۔ لیکن بغیر نبوت کے خلیفہ ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام تو خلیفہ بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ روافض اس سے آپؓ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ تشبیہ تو محض قائم مقامی میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو نگران بنایا۔ میں تمہیں امور خانگی کا نگران بناتا ہوں۔ نماز پڑھانا حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کے ذمہ لگایا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام تو موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال پہلے وفات پا گئے۔ وہ تو وقتی طور پر نگران تھے نہ کہ ممات کے بعد خلیفہ بنے۔ اگر حضرت علیؓ کی خلافت مطلقہ ہوتی تو امام صلوٰۃ بھی وہی سنبھالتے۔ حالانکہ امام الناس حضرت ابن ام مکتومؓ تھے۔ پھر خبر واحد اجماع کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حدیث نمبر ۳۹۷۱ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ الخ عَنْ اَبِیْهِ یَعْلَی بْنِ اُمَیَّةَ

قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُسْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْلٰى يَقُوْلُ تِلْكَ الْغَزْوَةُ اَوْثَقُ اَعْمَالِيْ عِنْدِيْ قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ صَفْوَانُ قَالَ يَعْلٰى فَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَقَدْ اَخْبَرَنِيْ صَفْوَانُ اَيُّهُمَا عَضَّ الْاٰخَرَ فَنَسِيْتُهُ قَالَ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَانْتَزَعَ اِحْدٰى ثَنِيَّتَيْهِ فَاَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ قَالَ عَطَاءٌ وَحَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَيَدَعُ يَدَهُ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا كَاَنَّهَا فِيْ فِيْ فَحْلٍ يَقْضَمُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت یعلیٰ بن امیہؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں غزوہ عسرہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ اور حضرت یعلیٰؓ فرماتے تھے۔ کہ اس غزوہ کی شمولیت میرے نزدیک میرے تمام اعمال میں سے زیادہ قابل بھروسہ تھی۔ اور یعلیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ میرا ایک اجرتی تھا۔ جو دوسرے آدمی سے لڑ پڑا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا۔ عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت صفوان نے تو مجھے بتلایا تھا۔ کہ کسی نے دوسرے کو دانتوں سے کاٹا۔ لیکن میں بھول گیا۔ بہرحال جس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچ لیا تو اس کے اگلے دو دانتوں میں سے ایک دانت ٹوٹ کر گر پڑا۔ تو وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے اس کے دانت کا قصاص باطل قرار دے دیا۔ عطاءؒ فرماتے ہیں۔ میرا گمان یہ ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ کے اندر چھوڑ دیتا۔ تاکہ تو اسے اس طرح کاٹ کھائے جس طرح گویا کہ وہ نر اونٹ کے منہ میں ہے۔ جس کو وہ کاٹ کر کھا رہا ہے۔

بَابُ حَدِيْثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍؓ

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالکؓ کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اس نے ان تین آدمیوں کی

توبہ قبول کرلی جو پیچھے رکھے گئے تھے ۔

حدیث نمبر ۴۰۶۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ قَالَ كَعْبٌ لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهَا إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا كَانَ مِنْ خَبَرِي أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْغَزَاةِ وَاللّٰهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِي قَبْلَهُ رَاحِلَتَانِ قَطُّ حَتَّى جَمَعْتُهُمَا فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيرًا فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرٌ وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ يُرِيدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ أَنْ سَيَخْفَى لَهُ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحْيُ اللّٰهِ وَغَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ وَتَجَهَّزَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ فَطَفِقْتُ أَغْدُو لِكَيْ أَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَأَقُولُ فِي نَفْسِي أَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادَى بِي حَتَّى اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَأَصْبَحَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ
جِهَازِيْ شَيْئًا فَقُلْتُ اَتَجَهَّزُ بَعْدَهٗ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ
فَغَدَوْتُ بَعْدَ اَنْ فَصَلُوْا لِاَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ
ثُمَّ رَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ بِيْ حَتّٰى اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ
وَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ فَاُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِيْ فَعَلْتُ فَلَمْ يُقَدَّرْ لِيْ ذٰلِكَ
فَكُنْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَطُفْتُ فِيْهِمْ اَحْزَنَنِيْ اَنِّيْ لَا اَرٰى اِلَّا رَجُلًا مَغْمُوْصًا عَلَيْهِ النِّفَاقُ اَوْ رَجُلًا
مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ مَا فَعَلَ
كَعْبٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَبَسَهٗ بُرْدَاهُ وَنَظَرُهٗ فِيْ
عِطْفِهٖ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَا قُلْتَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا
عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَعْبُ بْنُ
مَالِكٍ فَلَمَّا بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ تَوَجَّهَ قَافِلًا حَضَرَنِيْ هَمِّيْ وَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ
الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ بِمَاذَا اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ غَدًا وَاسْتَعَنْتُ عَلٰى ذٰلِكَ
بِكُلِّ ذِيْ رَاْيٍ مِنْ اَهْلِيْ فَلَمَّا قِيْلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ اَنِّيْ لَمْ اَخْرُجْ مِنْهُ اَبَدًا
بِشَيْءٍ فِيْهِ كَذِبٌ فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهٗ وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ
فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ فَطَفِقُوْا
يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ وَكَانُوْا بِضْعَةً وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ
مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ
وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَجِئْتُهٗ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ
الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِيْ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِيْ

مَا خَلَّفَكَ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ فَقُلْتُ بَلٰى إِنِّي وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ
عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنْ سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ
وَلَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلًا وَلٰكِنِّي وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ
حَدِيثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهِ عَنِّي لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يُسْخِطَكَ عَلَيَّ
وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عَفْوَ اللّٰهِ
لَا وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوٰى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي
حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا هٰذَا فَقَدْ
صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيكَ فَقُمْتُ وَسَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ
فَاتَّبَعُونِي فَقَالُوا لِي وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا
وَلَقَدْ عَجَزْتَ أَنْ لَا تَكُونَ اعْتَذَرْتَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُونَ قَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوا يُؤَنِّبُونِي حَتّٰى
أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِي أَحَدٌ
قَالُوا نَعَمْ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيلَ لَكَ فَقُلْتُ
مَنْ هُمَا قَالُوا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ
فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيهِمَا أُسْوَةٌ فَمَضَيْتُ
حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي وَنَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ
كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلٰثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوا
لَنَا حَتّٰى تَنَكَّرَتْ فِي نَفْسِي الْأَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِي أَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ
خَمْسِينَ لَيْلَةً فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ
وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ وَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلٰوةَ
مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ وَآتِي رَسُولَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَیَّ اَمْ لَا ثُمَّ اُصَلِّیْ قَرِيْبًا مِنْهُ فَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰی صَلٰوتِیْ اَقْبَلَ اِلَیَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ اَعْرَضَ عَنِّیْ حَتّٰی اِذَا طَالَ عَلَیَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ مَشَيْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِیْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ يَا اَبَا قَتَادَةَ اُنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُّ لَهُ فَنَشَدْتُّهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُّ لَهُ فَنَشَدْتُّهُ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَيْنَایَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِیْ بِسُوْقِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا نَبَطِیٌّ مِنْ اَنْبَاطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُهُ بِالْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ مَنْ يَدُلُّ عَلٰی كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيْرُوْنَ لَهُ حَتّٰی اِذَا جَاءَنِیْ دَفَعَ اِلَیَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ فَاِذَا فِيْهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَاْتُهَا وَهٰذَا اَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتّٰی اِذَا مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً مِّنَ الْخَمْسِيْنَ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِیْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَاَتَكَ فَقُلْتُ اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا وَاَرْسَلَ اِلٰی صَاحِبَیَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِیْ الْحَقِیْ بِاَهْلِكِ فَتَكُوْنِیْ عِنْدَهُمْ حَتّٰی يَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ كَعْبٌ فَجَاءَتْ امْرَاَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدِمَهُ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبْكِ قَالَتْ اِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا بِهِ حَرَكَةٌ اِلٰی شَیْءٍ وَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِیْ مُنْذُ كَانَ مِنْ اَمْرِهِ مَا كَانَ اِلٰی يَوْمِهِ هٰذَا فَقَالَ لِیْ بَعْضُ اَهْلِیْ لَوِ اسْتَاْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِي امْرَأَتِكَ كَمَا أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدِمَهُ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا أَسْتَأْذِنُ فِيهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِينِي مَا يَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ فِيهَا وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ حَتّٰى كَمُلَتْ لَنَا خَمْسُونَ لَيْلَةً مِّنْ حِينَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صُبْحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً وَأَنَا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِنَا فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللّٰهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ أَوْفٰى عَلٰى جَبَلِ سَلْعٍ بِأَعْلٰى صَوْتِهِ يَا كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ أَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَّأَذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا صَلّٰى صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُونَ وَرَكَضَ إِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَّسَعٰى سَاعٍ مِنْ أَسْلَمَ فَأَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُ إِيَّاهُمَا بِبُشْرَاهُ وَاللّٰهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُونِي بِالتَّوْبَةِ يَقُولُونَ لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ قَالَ كَعْبٌ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّانِي وَاللّٰهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ وَلَا أَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ قُلْتُ أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ

قمر و کنا نعرف ذلک منه فلما جلست بین یدیه قلت یا رسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسول اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امسک علیک بعض مالک فھو خیر لک قلت فانی امسک سھمی الذی بخیبر فقلت یا رسول اللہ ان اللہ انما نجانی بالصدق وان من توبتی ان لا احدث الا صدقا ما بقیت فواللہ ما اعلم احدا من المسلمین ابلاہ اللہ فی صدق الحدیث منذ ذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن مما ابلانی ما تعمدت منذ ذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یومی ھذا کذبا وانی لارجوا ان یحفظنی اللہ فیما بقیت وانزل اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین الی قولہ وکونوا مع الصادقین فواللہ ما انعم اللہ علی من نعمۃ قط بعد ان ھدانی للاسلام اعظم فی نفسی من صدقی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا اکون کذبتہ فاھلک کما ھلک الذین کذبوا فان اللہ قال للذین کذبوا حین انزل الوحی شر ما قال لاحد فقال تبارک وتعالی سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الی قولہ فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین قال کعب وکنا تخلفنا ایھا الثلاثۃ عن امر اولئک الذین قبل منھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین حلفوا لہ فبایعھم واستغفر لھم وارجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا حتی قضی اللہ فیہ فبذلک قال اللہ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا ولیس الذی ذکر اللہ مما خلفنا عن الغزو وانما ھو تخلیفہ ایانا وارجاؤہ امرنا عمن حلف لہ واعتذر الیہ فقبل منہ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؓ جو اپنے باپ کے ان کے بیٹوں میں سے قائد تھے جب کہ وہ نابینا ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالکؓ سے سنا۔ وہ اپنے غزوہ تبوک سے

پیچھے رہ جانے کا قصہ بیان کرتے تھے۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا۔ میں سوائے غزوۂ تبوک کے اور کسی غزوہ میں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شمولیت کی تھی۔ اور کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا۔ علاوہ اس کے میں غزوۂ بدر سے پیچھے رہ گیا تھا۔ جس سے پیچھے رہنے والے کسی پر بھی آپؐ نے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو محض قریش کے قافلہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مسلمانوں کو اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی مدت مقرر کئے جمع کر دیا تھا۔ اور میں بیعت عقبہ میں جب کہ ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا آپؐ سے معاہدہ کیا تھا۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھا۔ اور اس کے بدلہ میں میں بدر کی حاضری کو زیادہ پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ غزوۂ بدر بیعتِ عقبہ کی بنسبت لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔ اور اس کا بڑا چرچا ہے۔ بہرحال میرا واقعہ یہ ہے۔ کہ جب کہ میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گیا۔ تو اس سے قبل نہ میں اتنا طاقتور تھا اور نہ ہی آسودہ حال تھا۔ واللہ! اس سے پہلے میرے پاس سواری کی دو اونٹنیاں کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں۔ یہ اللہ کا انعام تھا کہ اس غزوہ میں میرے پاس دو سواری کی اونٹنیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا۔ کہ جب کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو کسی اور مقام کا توریہ کر لیتے۔ تاکہ دشمن خبردار نہ ہو جائے۔ چونکہ یہ غزوۂ تبوک سخت گرمی کے موسم میں تھا۔ اور سفر بھی دور دراز کا تھا۔ جس میں چٹیل جنگلات عبور کرنے تھے۔ اور دشمن کی تعداد کثیر بھی لاکھوں تک تھی۔ بنا بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے ان کے معاملہ کو کھول کر بیان کر دیا۔ تاکہ وہ اپنے جہاد کے لئے خوب سامان تیار کر لیں۔ اس لئے آپؐ نے ان کو وہ سمت اور مقام بتلا دیا جس کی طرف آپؐ ارادہ فرما رہے تھے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی جماعت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھی۔ جو تیس ۳۰ ہزار اور کسی غزوہ میں نہیں تھی۔ ان فوجیوں کے لئے کوئی رجسٹر دیوان نہیں جو ان کی گنتی کو محفوظ رکھتا۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ کتاب حافظ سے دیوان اور دفتر مراد ہے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ اس دفتری نظام کے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی شخص اگر غائب ہونا چاہتا تو کثرت جیش کی وجہ سے وہ چھپ سکتا تھا۔ جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ کی وحی نازل نہ ہو۔ نیز! یہ جہاد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موسم میں کیا جب کہ پھل پک چکے تھے اور لوگ سایوں کے نیچے رہنا پسند

کرتے تھے۔ بہر صورت آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کی اور مسلمان بھی آپکے ہمراہ تیار ہوئے۔ میں بھی صبح سویرے ان کے پاس تیاری کے لئے آتا۔ ایسے ہی واپس ہو جاتا تھا۔ میں نے تیاری کا کوئی سامان نہ کیا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا۔ کہ مجھے تو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ فوراً انتظام کر لوں گا۔ پس اس طرح یہ حال مجھے ڈھیل دیتا رہا۔ یہاں تک کہ لوگوں کی کوشش سخت ہو گئی اور انہوں نے اپنا انتظام کر لیا۔ اور صبح کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ میں نے اپنا کوئی سامان بھی تیار نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا کہ میں ایک دو دن بعد تیاری کر کے ان کو جا لوں گا۔ پس جب وہ لوگ فاصلہ پہ چلے گئے۔ تو میں تیاری کرنے کے لئے صبح سویرے گیا۔ لیکن واپس آ گیا۔ جب کہ میں نے کچھ بھی تیار نہ کیا تھا۔ پھر دوسری صبح کو گیا اور خالی واپس آ گیا۔ کوئی تیاری نہ کر سکا۔ پس میرا یہی حال رہا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ مجاہدین تو جلدی اپنی منزل پہ پہنچ گئے۔ اور میں غزوہ سے دور رہ گیا اور اور میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ سواری کس کر جلدی ان حضرات کو پا لوں گا۔ کاش! کہ میں ایسے کر پاتا۔ لیکن میں کچھ نہ کر سکا۔ اب میرا حال یہ ہوگا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب بھی میں لوگوں میں گھومتا پھرتا ہوں گا۔ تو مجھے یہ غم کھائے جا رہا تھا۔ کہ میں تو اب ان میں ایک ایسا آدمی معلوم ہوں گا جس کو نفاق کا طعنہ دیا جائے یا وہ آدمی جس کو اللہ تعالےٰ نے کمزوری کی وجہ سے معذور قرار دے دیا ہو۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں مجھے یاد نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ آپؐ مقامِ تبوک تک پہنچ گئے۔ آپؐ تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کعبؓ کو کیا ہو گیا۔ بنو سلمہ کے ایک آدمی عبداللہ بن انیسؓ نے کہا یا رسول اللہ! اب وہ بڑا آدمی ہو گیا ہے۔ عمدہ لباس اور بڑائی نے اسے روک دیا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو بڑا اور اپنے لباس کو عمدہ سمجھنے لگا ہے۔ مالدار ہو گیا ہے۔

ناز پروردہ تنعم نہ برد راہ بد است

حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا۔ تو نے ٹھیک نہیں کہا۔ واللہ! یا رسول اللہ! ہمیں بھلائی کے سوا اس پر اور کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ لوٹ رہے ہیں تو مجھے فکر دامن گیر ہوئی۔ اور جھوٹ گھڑنے لگا۔ اور میں سوچتا تھا کہ کل آپؐ کے غصہ اور ناراضگی سے میری کس طرح خلاصی ہوگی۔ اس سلسلہ میں میں نے اپنے گھر کے لوگوں سے جو دانشور تھے۔ ان سے بھی مدد لی۔ پس جب مجھے کہا گیا۔ کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب واپس پہنچ گئے ہیں تو سب جھوٹ موٹ اور باطل خیالات میرے ذہن سے نکل گئے۔ اور میں سمجھ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے میں کسی ایسی بات سے نہیں نکل سکتا جس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہو۔ پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ کہنے کا عزم کر لیا۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ کا دستور تھا۔ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے۔ تو مسجد سے ابتدار کرتے۔ اس میں دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرتے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لئے بیٹھ جاتے۔ پس جب آپ نے ایسا کر لیا۔ تو پیچھے رہ جانے والے لوگ آکر اپنے عذر و معذرت بیان کرنے لگے اور قسمیں کھا کر اپنا عذر بیان کرتے تھے۔ وہ کئی اسّی سے زیادہ تعداد میں تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہری اعذار کو قبول کر لیتے ان سے بیعت لیتے اور مغفرت کی دعا طلب کرتے۔ اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے۔ پس میں بھی حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ پر سلام کیا۔ تو آپ ناراضی ظاہر کرنے والے آدمی کی طرح مسکرا دئے۔ فرمایا آگے آؤ۔ میں چلتے چلتے آپ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ جس پر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیوں پیچھے رہ گئے۔ کیا تم نے سواری خرید نہیں کر لی تھی۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ واللہ! اگر میں آپ کے علاوہ کسی اور اہل دنیا کے پاس بیٹھا ہوتا۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ میں عذر معذرت کر کے اس کے غصہ سے آسانی سے نکل سکتا ہوں۔ کیونکہ مجھے جھگڑے پر استعداد ہے۔ لیکن واللہ! میں جانتا ہوں۔ کہ اگر میں آج آپ سے جھوٹ باتیں کر کے آپ کو راضی کر لوں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اصل حقیقت بتلا کر آپ کو مجھ پر ناراض کر دیں گے۔ اور اگر میں آپ سے سچ سچ بات بیان کر دوں۔ تو آپ مجھ پر ناراض تو ہوں گے۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے معاف کر دے گا۔ ایسا معاملہ نہیں۔ واللہ! مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ بلکہ واللہ! میں جب آپ سے پیچھے رہا ہوں تو اس وقت سے پہلے میں کبھی اتنا طاقتور نہ تھا اور نہ ہی آسودہ حال تھا۔ جس پر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن اس شخص نے سچ سچ کہہ دیا ہے۔ پس اٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ فرمائیں۔ پس میں اٹھ کھڑا ہوا۔ تو بنی سلمہ کے کچھ آدمی میرے پیچھے چل پڑے۔ اور میرے سے کہنے لگے واللہ! ہم جانتے ہیں کہ تم نے اس سے پہلے کوئی ایسا سنگین جرم نہیں کیا کیا آپ اس سے عاجز تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا عذر بیان کر دیتے جو دوسرے پیچھے رہنے والوں نے کیا ہے۔ پھر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا

تمہارے گناہ کے لئے کافی ہوجاتا۔ پس وہ مجھے برابر ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے واپس جانے کا ارادہ کرلیا۔ کہ میں اپنے آپ کی تکذیب کروں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا میرے جیسا کسی اور نے بھی کیا ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ ہاں! دو آدمی اور ہیں۔ جنہوں نے تمہاری طرح سچ بات کہی ہے ان کو بھی یہی حکم سنایا گیا ہے جو تمہیں کہا گیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ایک تو مرارہ بن الربیع عمری ہیں اور دوسرے ھلال بن امیہ واقفی ہیں۔ پس انہوں نے میرے سامنے ایسے دو آدمیوں کا ذکر کیا جو نیک تھے اور بدر میں حاضری دے چکے تھے۔ جن کی پیروی میرے لئے ضروری تھی۔ چنانچہ جب انہوں نے مجھے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں بھی ان کے طریقہ پر چلا۔ اب جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں سے بالخصوص ہم تینوں سے بات چیت کرنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو روک دیا۔ پس لوگ ہم سے الگ ہوگئے اور انہوں نے ہم سے رخ بدل لیا۔ یہاں تک زمین بھی ہمارے بارے میں بدل گئی۔ پس اب وہ زمین نہیں رہی تھی جسے میں پہچانتا تھا۔ پس اس حالت میں ہماری پچاس راتیں بیت گئیں۔ لیکن وہ میرے دو ساتھی تو ٹک کر اپنے گھروں میں رونے بیٹھ گئے۔ میں ان میں سے نوجوان اور طاقتور تھا۔ مجھے تو باہر نکلنا تھا۔ میں نماز میں مسلمانوں کے ہمراہ حاضر ہوتا۔ بازاروں میں گھومتا پھرتا تھا۔ اور مجھ سے بات چیت کوئی نہیں کرتا تھا۔ نماز کے بعد میں آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپؐ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے میں آپؐ کو سلام کرتا۔ میں اپنے دل میں کہتا کہ دیکھوں سلام کا جواب دینے میں آپؐ کے ہونٹ مبارک حرکت کرتے ہیں یا نہیں۔ پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جاکر نماز پڑھتا۔ اور چوری چھپے میں آپؐ کی طرف نگاہ کرتا۔ پس جب میں اپنی نماز میں شروع ہوتا تو آپؐ میری طرف متوجہ ہوتے۔ اور جب میں آپؐ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپؐ میرے سے روگردانی فرمالیتے۔ یہاں تک کہ لوگوں کا یہ سخت رویہ میرے اوپر دراز ہوا۔ تو میں حضرت ابوقتادہؓ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ جو میرا چچازاد بھائی تھا۔ اور تمام لوگوں میں سے مجھے زیادہ محبوب تھا۔ پس میں نے اس کو سلام کیا۔ تو واللہ! اس نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا۔ ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر بات دہرائی۔ اور اسے اللہ کی قسم دی۔ پھر بھی وہ خاموش رہے۔ تیسری بار بات

دہرائی۔ اور اسے اللہ کی قسم دی پھر بھی وہ خاموش رہے۔ میں نے تیسری بار بات دہرائی۔ اور انہیں قسم دے کر پوچھا۔ پس ان کی زبان سے صرف یہ ایک کلمہ ہی نکلا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ پس میرے آنسو بہ نکلے۔ اور میں پیچھے ہٹ کر اترنے کے لئے دیوار پر چڑھا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک اور واقعہ پیش آیا۔ میں مدینہ کے بازار میں جارہا تھا۔ کہ شام کے کاشتکاروں میں سے ایک کاشتکار جو مدینہ میں غلہ بیچنے کے لئے آیا تھا۔ پوچھ رہا ہے۔ کہ کوئی کعب بن مالکؓ کا اتہ پتہ بتائے۔ لوگوں نے اسے میری طرف اشارہ کیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے غسان کے بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ تمہارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ سخت برتاؤ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے کوئی ذلت اور ضائع ہونے کی جگہ نہیں بنائی۔ ہمارے پاس آجاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ ہمدردانہ سلوک کریں گے۔ پس جب میں نے اس خط کو پڑھا۔ تو میں نے کہا۔ اب یہ ایک اور آزمائش آگئی۔ پس میں نے ایک تنور کا قصد کیا اور اس خط کو اس میں جھونک دیا جو جلنے لگا۔ الغرض پچاس میں سے چالیس راتیں تو اس حال میں گزر گئیں۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آکر یوں کہتا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے بھی الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا طلاق دے دوں اور کیا کروں۔ اس نے کہا نہیں۔ بلکہ تم اس سے الگ تھلگ رہو۔ اس کے قریب نہ جاؤ۔ میرے دوسرے دوساتھیوں کے پاس بھی ایسا پیغام بھیجا۔ میں نے تو اپنی بیوی سے کہا۔ کہ تو اپنے میکے میں چلی جا۔ اور اس وقت تک ان کے پاس رہ جا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمادیں۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ھلال بن امیہؓ کی بیوی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی۔ یا رسول اللہ! کہ ھلال بن امیہؓ ایک بے کس بے سہارا بوڑھا آدمی ہے۔ جس کا کوئی بھی خدمت کرنے والا نہیں ہے۔ کیا آپؐ ناپسند کریں گے۔ اگر میں اس کی خدمت کروں آپؐ نے فرمایا نہیں۔ البتہ وہ تمہارے قریب نہ آئے۔ یعنی ہمبستر نہ ہو۔ اس نے کہا حضرت واللہ! اس میں تو کسی چیز کی طرف جنبش ہی نہیں۔ جس دن سے اس کے ساتھ یہ سلوک ہوا ہے۔ رونے کے سوا اس کا اور کوئی کام نہیں ہے۔ بس برابر روئے جارہا ہے۔ مجھے بھی میرے گھر کے لوگوں نے کہا۔ کہ تم بھی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت طلب کرلو۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ھلال بن امیہؓ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی۔ میں نے کہا۔ واللہ! میں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب نہیں کروں گا۔ نامعلوم جب میں اجازت طلب کروں تو آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ میں تو نوجوان آدمی ہوں۔ پس اس کے بعد کوئی دس راتیں گزری ہوں گی جب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ سلام و کلام کرنے سے لوگوں کو روکا ہوگا یہاں تک کہ پچاس راتیں پوری ہوگئیں۔ پس میں پچاس راتیں گزرنے کے بعد دوسری صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر میں اپنے گھروں میں کسی گھر کی چھت پہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور ہمارا وہ حال ہوچکا تھا۔ جس کا اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ کہ میں اپنی جان سے بھی تنگ آگیا تھا۔ اور اللہ کی زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہوگئی تھی۔ کہ اچانک میں نے ایک چیخنے والے کی آواز سنی جو جبل سلع پہ چڑھ کر اونچی آواز سے کہہ رہا تھا۔ کہ اے کعب بن مالکؓ خوش ہوجاؤ۔ فرماتے ہیں کہ میں سجدے میں گر گیا۔ اور جان گیا کہ اب کشادگی آگئی ہے۔ اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز ادا کرلینے کے بعد لوگوں کو بتلایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری توبہ قبول کرلی ہے۔ تو لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لئے دوڑے۔ اور میرے ان دو ساتھیوں کی طرف بھی بشارت دینے والے دوڑے اور میری طرف ایک شخص گھوڑے کو دوڑا کر آیا۔ اور قبیلہ اسلم کا ایک خوب دوڑ لگانے والا دوڑ کر پہاڑ پہ چڑھ گیا۔ اور مجھے آواز دی یقیناً آواز گھوڑے سے تیز چلنے والی تھی۔ پس جب میرے پاس وہ شخص پہنچ گیا جس کی بشارت کی آواز میں نے پہلے سنی تھی۔ تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کو پہنا دیئے۔ یہ اس کی خوشخبری سنانے کا انعام تھا۔ واللہ! اس دن ان دو کپڑوں کے سوا میرے پاس اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جس کا میں مالک ہوتا۔ تو میں نے دو اور کپڑے کسی سے عاریت لے کر پہن لئے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں فوج در فوج مجھے لوگ ملتے اور مجھے توبہ کے قبول ہونے پہ مبارک بادی دیتے ہوئے کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا تمہاری توبہ قبول کرلینا تمہارے لئے مبارک ہو۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ اور آپؐ کے اردگرد صحابہ کرام کا مجمع تھا۔

توحضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اٹھ کر جلدی چل کر میری طرف آئے۔ اور میرے سے مصافحہ کیا۔ اور مجھے مبارکباد دی۔ واللہ! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی صاحب اٹھ کر میری طرف نہ آئے۔ میں حضرت طلحہؓ کا یہ احسان نہیں بھول سکتا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ سلام پڑھا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کہ آپؐ کا چہرۂ انور خوشی سے دمک رہا تھا۔ فرمایا کہ خوش ہو جاؤ۔ جب سے تمہیں تمہاری ماں نے جنا ہے جتنے دن تم پہ گزرے ہیں۔ ان میں بہتر دن آج کا دن ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ توبہ کا اعلان آپؐ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی۔ جب آپؐ کو خوشی لاحق ہوتی۔ تو آپؐ کا چہرہ انور ایسے روشن ہو کر چمکتا گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اور ہم آپؐ کی یہ عادت پہچانتے تھے۔ پس جب میں آپؐ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ! چونکہ یہ کوتاہی مال کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس لئے میری توبہ کی تکمیل اس طرح ہوگی۔ کہ میں اپنے سب مال سے دستبردار ہوتا ہوں۔ اب یہ مال اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ وخیرات ہے۔ جس پہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مال کا کچھ حصہ روک لو۔ آخر بال بچوں پہ بھی خرچ کرنا ہے۔ یہ تیرے لئے بہتر ہوگا۔ میں نے کہا حضرت! مجھے جو خیبر سے غنیمت کا حصہ ملا تھا۔ مجھے وہی کافی ہے۔ اسے میں نے روک لیا ہے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات عطا فرمائی ہے۔ اس لئے اب میری توبہ کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ اب میں سچ کے سوا جب تک میری زندگی ہے۔ اور کچھ نہیں بولوں گا۔ اور اللہ کی قسم! مسلمانوں میں سے میں کسی کو نہیں جانتا۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے سچی بات کی وجہ سے اس طرح آزمایا ہو۔ جس خوب صورتی سے مجھے آزمایا ہے۔ جب سے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ اس دن سے لے کر آج کے دن تک میری آزمائش سے کسی اور کی اچھی آزمائش ہوئی ہو۔ یہ میرا ہی نصیب تھا۔ اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اس دن سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا قصد نہیں کیا۔ اور مجھے امید ہے کہ بقیہ زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ آیت

نازل فرمائی۔ لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین الخ کو نوا مع الصادقین تک۔ پس واللہ!
اسلام کی طرف ہدایت کے بعد جس قدر نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کی ہیں۔ ان میں سے میرے دل
میں اس سے بڑا کوئی انعام نہیں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچی
بات کہی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کے سامنے جھوٹ بولنے سے بچا لیا۔ ورنہ میں بھی ان لوگوں
کی طرح ہلاک ہو جاتا جن لوگوں نے آپؐ سے جھوٹ موٹ باتیں کہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی
نازل کرتے وقت ایسا بدتر قول کسی کے لئے نہیں کہا۔ جو ان جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں
فرمایا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔ سیحلفون باللہ لکم الخ ان اللہ لا یرضی عن القوم
الفاسقین۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کی بات مان لی۔ ان سے بیعت لے لی۔ اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی۔ ہم
تین آدمیوں کے معاملہ کو مؤخر کیا گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملہ
کو اس وقت تک پیچھے کر دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں فیصلہ فرما دیا۔ پس
اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ علی الثلثۃ الذین خلفوا۔ یہ ہمارا پیچھے رہنا جس کو اللہ تعالیٰ
ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ غزوہ سے پیچھے رہنا نہیں تھا۔ بلکہ ہمارے توبہ کے معاملہ کو پیچھے رکھنا مراد ہے۔
کہ دوسروں کے عذر معذرت قبول کر لئے گئے۔ اور ہمارے معاملہ کو پچاس دن تک مؤخر رکھا۔
تو وہ ہمیں پیچھے رکھنا یہ تھا۔ کہ ہمارے معاملہ کو ان لوگوں کے معاملہ سے پیچھے کر دیا۔ جنہوں نے آپؐ
کے سامنے قسمیں کھائیں۔ اور عذر معذرت کئے۔ جن کو آپؐ نے قبول فرما لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت کعب بن مالکؓ کی عمر طبعی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی
بینائی جاتی رہی۔ ان کا بیٹا عبداللہ بن کعبؓ ان کا قائد بنا۔ ولقد شھدت مع رسول اللہ الخ اس
پر شبہ ہوتا تھا۔ کہ آپ غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
پر عتاب نہ فرمایا۔ مگر اس نعمت عظمیٰ سے تو محروم رہے جو اہل بدر کو نصیب ہوئی۔ تو اس کا
انہوں نے جواب دیا۔ کہ بیعت عقبہ ثانیہ جو اسلام کی اشاعت کا باعث بنی۔ میں اس میں حاضر
تھا۔ جو غزوۂ بدر سے افضل ہے۔

راحلتان۔ اگرچہ لوگوں کے پاس اونٹنیاں ہوتی تھیں۔ لیکن راحلۃ سواری کے قابل نہ ہوئیں

سے ایک ہوتی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی مثال اونٹ کی سی بتائی ہے۔ کہ جیسے سو اونٹوں میں سے سواری کے قابل ایک راحلہ ہوتا ہے۔ انسانوں میں سے بھی اسی طرح سو میں سے ایک قابل نکلتا ہے۔ مغازہ وہ چٹیل میدان جس میں تفاؤل یعنی نیک فالی کے طور پر کامیابی سے نکلنے کا خیال ہو۔ اھبہ تیاری۔ یتمادی بما بمعنی تأخر۔ تفارط الغزو یعنی غزوہ کے ایام گزر گئے۔ اور بعید ہو گئے۔ جلسہ ہرادہ یعنی چادر اور تہبند نے اس کو روک لیا ہے۔ یا یہ کہ وہ دوشالہ اوڑھتا ہے۔ اور غریب ایک شال سے گزارہ کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ کثرت مال نے اسے روک لیا ہے۔ ونظرہ فی عطفیہ یعنی جسمانی قوت اور جوانی تو یہ اعجاب نفس اور تکبر سے کنایہ ہوا۔ اظل قادماً یعنی سایہ ڈھلتے ہوئے آئے۔ یعنی قریب آگئے۔ جلد بمعنی قوت کلام۔ جھگڑے کا مادہ۔ تأنیب بمعنی ملامت کرنا۔

فقال اللہ ورسولہ اعلم اگر شبہ ہو کہ یہ کلام تو ہو گیا۔ حالانکہ انہیں کلام کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ تو جواب یہ ہے اس کلام سے تخاطب مقصود نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے اپنے اعتقاد کا اظہار کیا۔ اور جو شخص قسم کھائے کہ میں فلاں سے ہم کلام نہیں ہوں گا اور وہ اللہ ورسولہ اعلم کہے تو حانث نہ ہوگا۔ یہ فقہی مسئلہ ہے۔ نبطی بمعنی فلاح غلہ فروش کاشت کار۔ ملک غسان غالباً جبلہ بن ایہم ہے۔ جو کہ بعد میں مسلمان ہوا۔ ایک دن وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ کسی مسلمان کا اس کی لنگی پر پاؤں آگیا۔ جس پر اس نے اسے تھپڑ رسید کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ قصاص دینا پڑے گا۔ ایک رات کی مہلت مانگ کر یہ بھاگ گیا۔ اور مرتد ہو کر پھر نصرانی بن گیا۔ یا ممکن ہے کہ اور بادشاہ ہو۔ غسان کے لوگ اوس و خزرج کے ہم نسب تھے۔ جنہوں نے ایک زمانہ میں اوس و خزرج کی امداد بھی کی تھی۔ جب کہ یہود نے ان کو تنگ کر رکھا تھا۔ کیونکہ ان یہودی بادشاہ نے اعلان کر رکھا تھا۔ کہ جو شخص بھی شادی کرے اس کی دلہن پہلی رات بادشاہ کے پاس رہے گی۔ پھر دولہا کے پاس جاکر آباد ہوگی۔ ایک مرتبہ ایک دلہن باہر پھر رہی تھی۔ جس پر اس کے بھائی نے اسے عار دلائی۔ وہ بولی شرم تمہیں آنی چاہیئے۔ کہ کل تم مجھے ایک غیر زوج کے پیش کرنے والے ہو۔ جس پر اس کے بھائی نے یہودی بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اس طرح ان کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ جس پر غسانیوں نے ان کی امداد کی۔ جس کی وجہ سے بنو قریظہ اور بنو النضیر ان سے بدکتے رہتے تھے۔ اور دب کر رہتے تھے۔

سمعت صوت صارخ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا الخ واقعہ یہ ہوا کہ تہجد کی نماز کے وقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ آیتِ توبہ نازل ہوئی۔ جس کی اطلاع آپؐ نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ کو دی۔ جنہوں نے اسی وقت اطلاع کرنی چاہی۔ جس پہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ صبح کی نماز کے بعد اطلاع کر دی جائے گی۔ جلدی کی ضرورت نہیں۔ صبح کو حضرت زبیر بن عوامؓ نے گھوڑا تیار کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے سبقت کر کے جبل سلع پہ چڑھ کر بلند آواز کر کے خبر دے دی۔ بعض نے کہا۔ وہ حمزہ بن عمرو اسلمی تھے۔ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کان من خبری ص۶۳۴ یہاں سے تخلف غزوہ تبوک کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ پہلے حصہ کا اس سے تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تو بیعت عقبہ کی غزوۂ بدر پہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔

راحلتان ص۶۳۴/۱۲ راحلہ سواری کے قابل تو بہت تھوڑی اونٹنیاں ہوتی ہیں۔ جس کے پاس دو راحلہ ہوں وہ تو مالدار شمار ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لوگ تو سو اونٹوں کی طرح ہیں جس میں سے سواری کے قابل ایک ہوتا ہے۔ اسی طرح سو آدمیوں میں سے ایک قابل ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ راحلہ بہترین عمدہ اور کامل الاوصاف اونٹنی کو کہتے ہیں۔ جو خوب صورت بھی ہو اور اچھی نسل کی ہو۔ اور بعض نے کہا کہ راحلہ عمدہ اونٹ کو کہتے ہیں۔ تو اس صورت میں حرف ہاء مبالغہ کے لئے ہوگا۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ راحلہ حمولہ کے معنی میں ہے۔ جو بار برداری کے لئے ہو۔ سواری کے لئے نہ ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اشتد بالناس الجد ص۶۳۴/۱۷ مقصد یہ ہے کہ کوچ کا وقت قریب آ گیا۔ وتفارط الغزو یعنی اہل الغزو دور چلے گئے۔

ما علمنا علیہ الا خیرا ص۶۳۴/۲۲ یہ تعدیل کے الفاظ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے رہ گئے ہیں۔ ورنہ وہ پیچھے رہنے والے نہیں تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ کتاب الشہادت میں گزر چکا ہے۔ کہ ان الفاظ سے عموماً تعدیل کی جاتی ہے۔ عطف کنارہ اور جانب کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ عن کلامنا ایھا الثلاثۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مجرم

اور فاسق سے قطع تعلق کرنا جائز ہے۔ خواہ وہ ترک کلام وسلام سے ہو یا کسی اور صورت میں ہو۔ ان منافقین کے ساتھ کلام وسلام سے اس لئے نہیں روکا گیا۔ کہ انہوں نے اعذار بیان کئے تھے۔ اگرچہ وہ ان میں جھوٹے تھے۔ لیکن ان کو مجرم نہیں گردانا گیا۔ اس لئے کہ زمرۂ معذورین میں آگئے تھے۔ خواہ ان کے اعذار قابل قبول تھے یا نہ تھے۔ نیز! اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کا باطن خبیث ہو اور ظاہر اچھا ہے۔ تو اس سے قطع تعلق کرنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ جائز نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا کتاب ادب میں امام بخاریؒ نے بھی اسی سے استدلال کیا ہے۔ کہ ہر فاسق سے ترک تعلق جائز نہیں ہے۔ اور حدیث الباب سے ظاہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کا اعتبار کرتے تھے۔ رموز و اسرار کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے۔ اور ان کے جھوٹ پر گرفت نہیں کرتے تھے۔ پس حضرت کعبؓ کے متعلق فرمادیا۔ اما ھذا فقد صدق۔ جس پر علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کہ تحقیق توبہ کے لئے ادنیٰ ندامت کافی ہے۔ اور جب وہ ثابت ہو جائے تو اسے رد نہ کیا جائے۔ البتہ شرائط تین ہیں۔ ماسبق پر ندامت۔ تلافی مافات اور عدم اصرار۔ لیکن یہ بھی ہے کہ عوام کے لئے جو خواص پر گرفت کی گئی۔ جیسے ان تینوں حضرات سے مسلسل پچاس دن تک بائیکاٹ کیا گیا۔ تو خواص کو عوام پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ امام بخاریؒ کتاب الشہادت میں کیف تعرف توبتہ کے ذیل میں اس کو بیان کر چکے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا ارشاد بھی گزر چکا ہے۔ کہ من اظھر لنا خیرا أمناہ وقربناہ ولیس الینا من سریرتہ شیئ اللہ محاسبتہ فی سریرتہ الخ کہ ہم تو ظاہر کو دیکھیں گے۔ ہمارا اسی پر عمل ہوگا۔ باطن کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور آپؐ کا ارشاد ہے۔ لا اشق بطونھم۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ھذا ایضا من البلاء ص۶۳۵/۲۲ کہ یہ بھی ایک امتحان تھا۔ کہ مجھے کفر کی طرف رغبت دی گئی۔ شاید میرے اندر کوئی نسبت کفر محسوس کی گئی۔ نیز! ملک غسان کفر اور ارتداد کی دعوت دینا اس کا آزمائش ہونا ظاہر ہے۔ شاید اسی موقعہ پر کہا گیا ہے۔

الجنس یمیل الی الجنس ؎ کند ہم جنس با ہم جنس مرداز

واللہ لا املک غیرھما یومئذ الخ ص۶۳۶/۱ ظاہر یہ ہے کہ دراہم و دنانیر میں سے کوئی چیز ان کے پاس موجود نہ تھی۔ اگرچہ ملک میں تھی۔

تشریح از شیخ زکریا حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ تیممت بمعنی قصدت کے ہے۔ کہ میں نے اس خط کو

تنور میں پھینک کر جلا دیا۔ یہ عمل حضرت کعبؓ کی قوت ایمانی اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ ایسے موقعہ پر جب کہ بائیکاٹ کا یہ عالم ہو۔ کہ کلام وسلام بند ہے۔ کوئی توجہ نہیں کرتا۔ کمزور آدمی تو بیزار ہو جاتا ہے۔ اور جاہ ومال کی طرف رغبت کرتا ہے۔ انسان کہتا ہے۔ کہ مقاطعہ کرنے والوں کو چھوڑ۔ کچھ دن آرام سے گزریں گے۔ جب کہ ایک بادشاہ کی طرف سے امن اور خوشحالی کا پیغام پہنچ چکا ہے۔ اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمہیں دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے اس کو ایک امتحان سمجھا۔ انہوں نے سرے سے اس خط کو ہی جلا دیا۔ کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اور کوئی جواب بھی نہیں دیا۔ حالانکہ شعراء لوگ تو ایسے موقعہ سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جب کہ قریب و نسیب بھی انہیں اس کی ترغیب دے رہے ہوں۔ جس پہ ان کا دین وایمان غالب آیا۔ کسی طرح کے جھکاؤ کا اظہار نہ ہونے دیا۔ واقعی اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما کا مصداق تھے۔

لا املک غیرھما حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ جنس ثیاب مراد ہے۔ کہ اور کوئی کپڑے میرے پاس نہیں تھے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے۔ لا املک یومئذ ثوبین غیرھما اس کی تائید انخلع من مالی صدقۃ اقوی اور اسیر کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ اور امسک علیک بعض مالک فھو خیر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے املاک اور بھی تھے۔ یہاں کپڑوں کی نفی ہو رہی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یعنی یہ آپؐ کی کوشش سفارش اور دعا کا نتیجہ ہے یا اللہ کا فضل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے وہ واقعی لطیف ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ جب ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نزول آیت کی خبر نہ تھی۔ بلکہ اتنا فرمایا تھا۔ ابشر بخیر یوم الخ تو ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا کہ آیا یہ معافی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر باعث افتخار ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی براۃ جب آسمان سے اتری تو وہ اس پر فخر کرتی تھیں۔ حضرت زینبؓ ام المؤمنین باقی ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں کہ میرا نکاح آسمانوں پہ ہوا۔ سید القراء حضرت ابی بن کعبؓ فخر کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا۔ کہ آپؐ ان کو قرآن سنائیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فس علی ندا ولیس الذی ذکر اللہ الخ ص ۶۳۶ / ۲۶ حضرت کعبؓ کا

مقصد یہ ہے۔ کہ علی الثلاثۃ الذین خلفوا الخ میں مخلفین عن الغزو مراد نہیں۔ کیونکہ وہ تو انشی کے قریب تھے۔ بلکہ اس سے مراد ہم تین ہیں۔ جن کی توبہ مؤخر کی گئی۔ دوسروں کی توبہ ہم سے پہلے قبول کر لی گئی تھی۔ اس لئے کہ اگر مدار تخلف عن الغزو ہوتا پھر تین کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا حافظؒ بھی فتح الباری میں یہی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت کعبؓ علی الثلثۃ الذین خلفوا کی تفسیر تخلف عن التوبہ سے کرتے ہیں۔ تخلف عن الغزو مراد نہیں ہے۔ اور حضرت عکرمہ بھی الذین خلفوا عن التوبۃ سے تفسیر کرتے ہیں۔ دوسرے ولیس للذی ذکر اللہ الخ یہ ترکیب کے اعتبار سے صحیح نہیں بنتا۔ کیونکہ ظاہر عبارت یوں ہونی چاہیئے۔ لیس الذی ذکرہ اللہ۔ جیسا کہ بخاری کے ایک نسخہ میں ایسے ہی ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ معنی یہ ہوں۔ کہ لیس الوجہ للذی ذکرہ اللہ تخلیفنا عن الغزو جب کہ کلمہ من زائد مانا جائے۔ ممکن ہے اصل عبارت یوں ہو۔ لیس مما غلفنا عن الغزو چونکہ لیس کا اسم ظاہر نہیں تھا۔ راوی نے اس کو ظاہر کر دیا۔ کہ یوں کہنا چاہتے تھے۔ للذی ذکرہ بقولہ وعلی الثلاثۃ الذین الخ

تشریح از شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ ہندی نسخہ کی عبارت یہی ہے۔ لیکن حاشیہ کے نسخہ میں لیس الذی ہے۔ اور یہی عبارت شروح اربعہ میں ہے۔ کہ انہوں نے للذی کے لفظ کو چھیڑا نہیں۔ تو اصل عبارت یوں ہوئی۔ لیس الذی ذکرہ اللہ تخلفنا عن الغزو بلکہ وہ تخلف عن التوبہ ہے۔

بَابُ نُزُولُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجْرَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حجر میں پڑاؤ کرنا۔

حدیث نمبر ۳۹۷۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى أَجَازَ الْوَادِيَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حجر کے مقام سے جو منازلِ ثمود ہیں آپؐ کا گزر ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اے مسلمانو! ان لوگوں کے ٹھکانوں سے

روتے ہوئے گذرو۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ کیونکہ کہیں تم پر وہ عذاب نہ ٹوٹ پڑے۔ جن کا وہ لوگ شکار ہوئے۔ پھر آپؐ نے سر مبارک کو اپنی چادر سے چھپا لیا۔ اور جلدی چل کر وادی کو عبور کر لیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی طرف جاتے ہوئے منازلِ ثمود سے گزرے۔ جن کو مدائن صالح کہا جاتا ہے۔ وہاں پر ایک سو تیس بستیاں تھیں۔ پتھروں کو تراش کر ان سے مکانات بنائے تھے۔ جن میں ہر قسم کی راحت اور عیش کا سامان تھا۔ جن کے نشانات آج بھی موجود ہیں۔

لاتدخلوا مساکن الخ باری تعالیٰ کا عذاب دو قسم ہوتا ہے۔ ایک عذاب عام دوسرا عذاب خاصہ ہوتا ہے۔ اس سرزمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب الٰہی کا مشاہدہ کیا تھا۔ چونکہ یہ عذاب عامہ تھا۔ اسی قوم کے ساتھ مختص نہ تھا۔ بلکہ وہ زمین بھی مغضوب علیہا تھی۔ جس میں یہ نہیں دیکھا جاتا۔ کہ کون مجرم ہے اور کون مطیع ہے۔ بلکہ جو بھی وہاں پر جا کر ٹھہرے وہ عذاب الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جیسے بعض انبیاء نے بیت المقدس پر پہنچ کر فرمایا۔ اے اللہ! اس میں تو غیر مجرم بھی تھے۔ ان پر عذاب کیوں ہوا۔ تو جواب ملا۔ اتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصہ۔ تو اس مقام پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا۔ کہ تم لوگ اگر اس مقام سے روتے ہوئے گزرو گے۔ تو نجات پا جاؤ گے۔ ورنہ ٹھہرنے کی صورت میں تم بھی معذب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔ کہ اس کے کنویں کا پانی نہ خود پیو اور نہ ہی جانوروں کو پلاؤ۔ چونکہ واقعہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا تھا۔ اس مناسبت سے یہ حدیث ذکر کی گئی۔

حدیث نمبر ۳۹۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْحِجْرِ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِثْلَ مَا اَصَابَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان صحابہ کرام سے فرمایا جو حجر کے مقام تک پہنچ چکے تھے۔ کہ تم لوگ ان عذاب دیئے ہوئے لوگوں کے پاس سے روتے ہوئے گزرو۔ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ پہنچ جائے۔ جو ان کو پہنچا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لاصحاب الحجر میں لام بمعنی عن کے ہے۔ اور اصحاب حجر سے قوم ثمود

مراد ہے۔ جس میں ان کی کیفیت اور حالت بیان کی جارہی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ لام بمعنی عند کے ہو۔ یعنی جب آپؐ ان کے قریب پہنچے تو لا تدخلوا کا حکم دیا۔ یا اصحاب حجر سے صحابہ کرام بوجہ ادنیٰ ملابستہ کے مراد ہوں۔ لیکن یہ معنی بعید تو ہیں لیکن تکلف سے خالی ہیں۔

باب حدیث نمبر ۳۹۷۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ اَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَعْضِ حَاجَتِهٖ فَقُمْتُ اَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَ ذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ عَلَيْهِ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهٖ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت سے فارغ ہو گئے۔ تو میں کھڑے ہو کر آپؐ پہ پانی ڈالنے لگا۔ میرا یقین ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا۔ پس آپؐ نے چہرۂ انور کو دھویا۔ پھر اپنے دونوں بازو دھونے لگے۔ تو آپؐ کے جبّہ کی آستین تنگ ہو گئی۔ تو آپؐ نے اپنے جبّہ کے نیچے سے دونوں بازو نکال کر ان کو دھویا۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں موزوں کا مسح کیا۔

حدیث نمبر ۳۹۷۶ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مُخَلَّدٍ الخ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ حَتّٰى اِذَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهٖ طَابَةُ وَهٰذَا اُحُدٌ جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ غزوۂ تبوک سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس آرہے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کو جھانک کر دیکھا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ یہ طابہ ہے۔ جہاں کے باشندے اچھے ہیں۔ اور یہ اُحد پہاڑ ہے۔ جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۷۷ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَّلَا وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچے۔ تو فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں۔ کہ جس راستے پر تم چلے اور جس وادی کو تم نے عبور کیا وہ تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ مدینہ میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں وہ مدینہ میں تھے۔ کہ ان کو عذر نے روک رکھا تھا۔ ان کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ تھیں۔ نیت پر ثواب ملتا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ معذور جب کسی عذر کی وجہ سے کوئی کام چھوڑ دے تو اسے کام کرنے والے کا ثواب ملے گا۔

بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فارس کے بادشاہ کسریٰ اور روم کے بادشاہ قیصر کو خطوط روانہ فرمانا۔

حدیث نمبر ۳۹۰۸ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ مَزَّقَهٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ذریعہ کسریٰ بادشاہ کی طرف بھیجا۔ انہیں حکم دیا کہ پہلے وہ خط بحرین کے رئیس کو دیں وہ کسریٰ کی طرف پہنچائے گا۔ پس جب اس نے آپؐ کا خط پڑھا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ میرا گمان ہے کہ ابن المسیب نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بد دعا کی۔ کہ جس طرح انہوں نے میرے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ بھی پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہلاک ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہوا۔

تشریح از شیخ مدنی اہل سیر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط کب بھیجے ہیں۔ بعض نے ۶ھ کہا ہے اور بعض نے ۹ھ بتلایا ہے۔ امام بخاریؒ نے دونوں روایتوں پر عمل کیا۔ وہاں بھی ذکر کر دیا اور یہاں بھی غزوۂ تبوک کے بعد ذکر کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا قبول ہوئی۔ کسریٰ پر اس کا بیٹا شیرویہ مسلط ہوا۔ جس نے اس کا پیٹ چاک کر کے ہلاک کر دیا۔ یکے بعد دیگرے چودہ بادشاہ ہلاک ہوئے۔ اور خلافت فاروقی میں یہ سلطنت تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔

حدیث نمبر ۳۹۷۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ الخ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِيَ اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ أَصْحَابَ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرٰى قَالَ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ اِمْرَأَةً۔

ترجمہ۔ حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جمل کی لڑائی میں اللہ تعالے نے ایک کلمہ سے فائدہ پہنچایا۔ جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ بعد اس کے کہ قریب تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ مل کر ان کی ہمراہی میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑائی میں شامل ہو جاتا۔ وہ بات یہ تھی۔ کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔ کہ فارس کے لوگوں نے کسریٰ کی بیٹی بوران بنت شیرویہ کو اپنی ملکہ بنایا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ وہ قوم کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ جنہوں نے اپنی حکومت کا والی ایک عورت کو بنایا ہوا ہو۔

یہ حدیث کتاب کسریٰ کا تتمہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والانامہ کو پھاڑنے والے کو اس کے بیٹے نے پیٹ پھاڑ کر قتل کر دیا۔ جب بیٹا زہر سے مر گیا تو اس کی بیٹی بوران کو ملکہ بنایا گیا۔ اس طرح کتاب المغازی سے مناسبت ہوئی۔

حدیث نمبر ۳۹۸۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ يَقُولُ أَذْكُرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الْغِلْمَانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ نَتَلَقَّى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً مَعَ الصِّبْيَانِ نَتَلَقَّى النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ۔

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں لڑکوں کے ہمراہ ثنیۃ الوداع تک ہم گئے۔ کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کر رہے تھے۔ جب کہ آپؐ غزوۂ تبوک سے واپس آرہے تھے۔

بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَوَفَاتِهِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا اور وفات پاجانا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ کہ آپؐ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس ایک دوسرے سے جھگڑا کروگے۔

حدیث نمبر ۳۹۸۱ قَالَ يُوْنُسُ رح قَالَتْ عَائِشَةُ رضی کَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَا عَائِشَةُ رضی مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ اَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں فرماتے تھے۔ جس بیماری میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ اے عائشہ! اس کھانے کا درد میں برابر محسوس کر رہا ہوں۔ جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ پس یہ اس کا وقت ہے۔ کہ اس زہر کی وجہ سے میں محسوس کر رہا ہوں۔ کہ میرے دل کی رگ پھٹ رہی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بظاہر اس باب کی مناسبت کتاب المغازی سے معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن کہا جائے گا۔ کہ کبھی غزوہ کے معنی مطلقاً کسی مکان کے قصد کرنے کے بھی آتے ہیں۔ اسی معنی کے اعتبار سے حجۃ الوداع کو ذکر کیا گیا تھا۔ اسی مناسبت سے مرض النبی کو بیان فرمایا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور مقربین لایموتون بل ینقلون کہ انبیاء علیہم السلام پر موت نہیں آتی۔ بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے

مقام تک منتقل کئے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مقربین پر فنائیت نہیں آتی۔ بلکہ ان کے لئے انتقال من مکان الی آخر ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے مرض النبی کو کتاب المغازی میں ذکر کیا گیا۔

ابھری ایک رگ ہے جو پیٹھ سے ہو کر گزرتی ہے۔ جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ جب وہ پھٹتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ آپ کو قرب الموت میں اس کا علم ہوا۔ اس اعتبار سے آپ بھی شہید ہوئے۔ اگرچہ انتقال فراش (بستر) پر ہوا۔

حدیث نمبر ۳۹۸۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے مغرب کی نماز میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ والمرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کوئی نماز نہ پڑھائی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا لیا۔ قبض کر لیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ هذا اوان وجدت انقطاع ابهری ص ۶۳۷/۲۴ وہ زہر آج تک مغلوب اور چھپا ہوا تھا۔ جب کمزوری آگئی تو طبیعت پر غلبہ ہوا۔ قوت مدافعت نہ کر سکی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اوانُ اگر مرفوع ہے تو خبر ہونے کی بنا پر ہے۔ فتح ہے تو پھر مبنی کی طرف اضافت ہونے کی وجہ سے ہے۔ معنی ہوں گے۔ هذا زمان صادفت فيه انقطاع ابهری۔ ابہر دل کی رگ ہے۔ جس کے انقطاع سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہایہ میں ہے پیٹھ سے گزرتی ہوئی دل تک پہنچتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۸۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِثْلَهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ فَقَالَ أَجَلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ فَقَالَ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کو اپنے قریب رکھتے تھے۔ جس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ

نے ان سے کہا۔ کہ ان جیسے تو ہمارے بیٹے بھی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس کی فوقیت جان لو گے۔ تو حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے اذا جاء نصر اللہ الخ آیت کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی وفات کی اطلاع دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

حدیث نمبر ۳۹۸۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍؒ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْعُهٗ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَا شَانُهٗ اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ فَنَسِيْتُهَا۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ یوم الخمیس تمہیں کیا معلوم کہ وہ یوم الخمیس کیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس قلم دوات اور کاغذ لے آؤ۔ تاکہ تمہیں ایسی دستاویز لکھ دوں۔ جس کے بعد تم ہرگز کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ پس لوگ آپس میں دینے نہ دینے پر جھگڑنے لگے۔ کسی نبی کے پاس باہمی جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ کیا بے فائدہ بات سمجھتے ہو۔ پس یہ لوگ آپ کو اپنے ارادے سے لوٹانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ جس حال میں میں اس وقت ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ اور آپؐ نے ان کو تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک تو یہ فرمایا۔ کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ اور جو لوگ وفد بن کر آئیں ان کو ایسے عطایا دو جیسے میں دیا کرتا ہوں۔ تیسری سے خاموش ہو گئے۔ یا میں بھول گیا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابن عباسؓ کے اس قول پر روافض نے بڑا شور مچایا۔ اس کو حدیثِ قرطاس کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یوم الاثنین یعنی پیر کے دن ہوئی ہے۔ اس سے کئی دن پہلے یوم الخمیس میں ائتونی اکتب لکم کتابا فرمایا ہے۔ جس پر صحابہ کرام میں تنازع ہوا۔ بعض کا کہنا تھا۔ اهجر استفهموه کیا یہ ہذیان ہے جو بیماری کی شدت میں انسان سے ہذیان ہو جاتا ہے۔ اس کو ہجر

کہتے ہیں۔ تنازع کی بنا پر آپؐ نے دستاویز نہ لکھی۔ روافض کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے لئے خلافت لکھ دینا چاہتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور انکار کرنے والے حضرت عمرؓ ہیں۔ جن پر طرح طرح سے الزام دھرے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامور بالتبلیغ ہیں۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کا ارشاد موجود ہے۔ کسی کے خوف سے آپؐ تبلیغ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کا فرمان ہے۔ خصوصاً ایسی چیز کو تو چھوڑ نہیں سکتے۔ جو گمراہی سے بچاتی ہو۔ اور آپؐ نے اختلاف کی پرواہ بھی کبھی نہیں کی۔ جس پر تاریخ شاہد ہے۔ کہ آپؐ نے اپنی وفات کی خبر سنا دی۔ حجۃ الوداع میں کسی کی پرواہ کئے بغیر ایک دائمی دستور امت کو دے گئے۔ تن تنہا اللہ کی توحید کا پیغام دوست، دشمن تک پہنچایا۔ ایسی بات تھی تو حضرت عمرؓ کو روک دیتے۔ جیسے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ان کو روکا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کو محدث کہا گیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ وہ صائب الرائے تھے۔ ان کی رائے کے مطابق کئی مقامات پر نزول قرآن ہوا۔ ایسے آدمی نے اگر روک دیا تو ضرور اس میں مصلحت ہوگی۔ اور ان کی رائے پر خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کیا ہے۔ چلو! تسلیم ہے کہ تنازع کی وجہ سے اس وقت دستاویز نہ لکھی گئی۔ یوم الخمیس کے بعد تو تین چار دن آپؐ زندہ رہے۔ ان ایام میں کسی سے لکھوا لیتے۔ نیز! قبل ازیں الیوم اکملت لکم دینکم الخ آیت نازل ہو چکی ہے۔ اب اگر گمراہی سے روکنے والی کوئی چیز باقی رہ گئی تھی۔ تو پھر تکمیل دین کے کیا معنی ہوں گے۔ منٰی اور عرفات میں احکام شرعیہ کی تبلیغ کر کے آپؐ پوچھتے ہیں۔ ھل بلغت تمام حاضرین بیک زبان ہو کر کہتے ہیں۔ نعم۔ آپؐ نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ بنائً علیہ معلوم ہوتا ہے۔ آپؐ کوئی نئی بات بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ یا تو مفصلات کو مجملاً بیان کرنا چاہتے تھے۔ یا پہلی باتوں میں سے کسی بات کی تاکید کرنا چاہتے تھے۔ جس کے لئے حضرت عمرؓ آپؐ کو تکلیف دینا نہیں چاہتے تھے۔ لہذا فہم فاروقی کو فہم ابن عباسؓ پر ترجیح دی جائے گی۔ تاکہ اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہو۔ مجتہدین کے لئے جو مراتب رکھے گئے ہیں۔ وہ ان کو حاصل ہوں۔ ورنہ آخر میں آپؐ نے تین چیزوں کی وصیت کی تھی۔ جس پر حضرت عمرؓ عمل پیرا ہوئے۔ نیز! حضرت ابن عباسؓ بھی حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپؐ لکھ دیتے۔ تو منافقین اور روافض کو حضرت عمرؓ پر

اعتراض کی گنجائش نہ رہتی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لن تضلوا بعدہ ابدًا ص۶۳۸ مفہوم مخالف کے طور پر اس جملہ کا یہ مقتضی نہیں کہ کتابت نہ ہوئی۔ اس لئے گمراہی آگئی۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اگر عدم کتابت سے کوئی چیز ثابت ہوئی تو احتمال گمراہی ہے۔ اور اس کے درجات مختلف ہیں۔ مثلاً انصار اور مہاجرین کا اختلاف اور حضرت سعد بن عبادہؓ کا اختلاف بھی ایک قسم کی گمراہی ہے۔ اگر خلافت لکھ دی جاتی تو ایسی گمراہی بھی واقع نہ ہوتی۔ حالانکہ سوائے سعد بن عبادہؓ کے بقیہ انصار اور مہاجرین اس گمراہی پر بھی قائم و دائم نہیں رہے۔ سب جھگڑا ختم ہو گیا۔ اسی طرح خلافت صدیقی کے بارے میں عرصہ چھ ماہ تک کا خلاف وہ بھی ایک قسم کی گمراہی تھی۔ کہ اجماع صحابہ کا خلاف ہوا۔ لیکن اس کا بھی جلد ازالہ ہو گیا۔ اور وہ بھی اجماعِ امت کی طرف رجوع کر گئے۔ اگر دستاویز لکھی جاتی تو اس قسم کے شبہات پیش نہ آتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے لن تضلوا بعدہ کا عجیب فائدہ بتلایا ہے اس مسئلہ پر بحث کتاب العلم۔ کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔ اور تیسری بات کو داؤدی سے حافظؒ نے نقل کیا ہے۔ وہ وصیت بالقرآن ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ جیش اسامۃ کی روانگی ہے۔ اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ وہ لا تتخذوا قبری وثنا یعبد۔ کہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کرنے لگو۔ اور بعض بین والصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم اور بھولنے والے سعید بن جبیرؓ ہیں یا بقول سفیان سلیمان ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۸۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ يَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ

مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَنْ يَّكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتٰبَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا وقت قریب آیا۔ جب کہ آپؐ کے گھر کے اندر کچھ لوگ جمع تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قلم دوات کاغذ لے آؤ۔ تاکہ تمہیں میں ایسی دستاویز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ بعض حضرات نے کہا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے۔ جب کہ ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے۔ پس ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ لیکن گھر والوں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ پس وہ جھگڑنے لگے۔ بعض کا کہنا تھا۔ کہ آپؐ کے کاغذ دوات قریب کر دیا جائے۔ تاکہ آپؐ ایسی دستاویز لکھ دیں۔ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ بعض اس کے خلاف کہتے تھے۔ جب یہ بے فائدہ کلام اور اختلافی باتیں زیادہ ہونے لگیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ عبید اللہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے۔ کہ یہ پوری مصیبت پر مصیبت تھی۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے کتاب لکھ دینے میں اختلاف اور شور و شغب کی وجہ سے حائل ہوگئی۔

تشریح از قاسمیؒ حضرت ابن عباسؓ اس نہ لکھنے کو پوری مصیبت قرار دے رہے ہیں چونکہ حضرت عمرؓ ابن عباسؓ سے افقہ تھے۔ کیونکہ اگر وہ کتاب احکام دین پر مشتمل تھی۔ تو وہ الیوم اکملت الخ کے اندر آچکی۔ کہ قیامت کے حوادث کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نصًا یا دلالۃً آ گیا۔ تاکہ اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہو۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ترک کتابت کو مناسب سمجھا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ ورنہ بعد کے ایام میں لکھوا سکتے تھے۔ تو یہ واقعہ بھی حضرت عمرؓ کے موافقات میں سے ہوا۔

حدیث نمبر ۳۹۸۶ حَدَّثَنَا يُسْرَةُ بْنُ صَفْوَانَ الخ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ؓ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ فَسَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ

ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِهِ يَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو بلایا۔ اور ان سے آہستہ سے ایک بات کی جس سے وہ رو پڑیں۔ پھر دوسری دفعہ بلاکر کوئی ایسی خفیہ بات کی جس سے وہ ہنس پڑیں۔ ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ جو آپؐ نے خفیہ بات کی۔ وہ یہ تھی کہ آپؐ کی وفات اسی بیماری میں واقع ہوگی جس میں آپؐ نے وفات پائی۔ جس پر میں رو پڑی۔ پھر مجھ سے خفیہ بات کی۔ تو مجھے بتلایا کہ آپؐ کے خاندان میں سے سب سے پہلے میں ہی آپؐ کے پیچھے جاؤں گی۔ جس پر میں ہنس پڑی۔

حدیث نمبر ۳۹۸۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُولُ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الْآيَةَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتی تھی کہ کسی نبی پر وفات نہیں۔ یہاں تک کہ اسے دنیا اور آخرت میں اختیار دیا جاتا ہے۔ تو میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی اس بیماری میں سنا جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ جب کہ آپؐ کو سخت کھانسی نے آپکڑا۔ فرماتے تھے۔ کہ ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب آپؐ کو اختیار دیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۸۸ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرَضَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بیماری لاحق ہوئی۔ جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ تو فرمانے لگے۔ فی الرفیق الاعلیٰ۔

تشریح از شیخ مدنی رفیق اعلیٰ سے بعض نے باری تعالیٰ مراد لیا ہے۔ بعض نے انبیاء علیہم السلام مراد لئے۔ بعض نے کہا۔ ملائکہ مراد ہیں۔ یا وہ مکان مراد ہے جن میں ان کی مرافقت حاصل ہوتی ہے وہ جنت ہے۔ اور بعض نے آسمان مراد لیا ہے۔ بہر حال مختلف اقوال ہیں۔ اور واقدی کی کتاب میں ہے۔ کہ دایہ حلیمہ کے پاس دودھ پیتے وقت جو اول کلمہ آپؐ نے بولا وہ اللہ اکبر تھا۔ اور آخری کلمہ جو آپؐ کی زبان سے نکلا وہ الرفیق الاعلیٰ تھا۔

حدیث نمبر ۳۹۸۹ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ رض قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ صَحِیْحٌ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَمْ یُقْبَضْ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یَرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ ثُمَّ یُحَیَّا اَوْ یُخَیَّرَ فَلَمَّا اشْتَکٰی وَحَضَرَہُ الْقَبْضُ وَرَاْسُہٗ عَلٰی فَخِذِ عَائِشَۃَ رض غُشِیَ عَلَیْہِ فَلَمَّا اَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُہٗ نَحْوَ سَقْفِ الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی فَقُلْتُ اِذًا لَا یُجَاوِرُنَا فَعَرَفْتُ اَنَّہٗ حَدِیْثُہُ الَّذِیْ کَانَ یُحَدِّثُنَا وَھُوَ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رض ام المومنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی کی حالت میں فرماتے تھے۔ کہ کسی نبی کی اس وقت تک وفات نہیں ہوتی یہاں تک کہ انہیں ان کا جنت کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ پھر ان کو سلام کیا جاتا ہے یا انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ پس جب آپؐ بیمار ہوئے اور وفات کا وقت قریب آگیا۔ جب کہ آپؐ کا سر مبارک یعنی میری (عائشہ کی) ران پر تھا۔ تو آپؐ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو آپؐ ٹکٹکی باندھ کر گھر کی چھت کی طرف دیکھنے لگے پھر فرمایا اللھم فی الرفیق الاعلیٰ جس پر میں نے کہا۔ کہ اب آپؐ ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ تو مجھے وہ آپؐ کی حدیث یاد آگئی جو آپؐ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہی ثم یحیی او یخیر ص۶۳۸/۲ یہ راوی کی طرف سے شک کا اظہار ہے۔ مدعی اور مقصد ایک ہے۔ کیونکہ ملک الموت کی طرف سے سلام کرنا آپؐ سے اجازت طلب کرنا ہے۔ گویا کہ یہ تخییر ہے۔ ورنہ جن فرض کو حتمی طور پر ادا کرنا ہے اس میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریا تمام شراح نے بھی رد کو شک راوی پر محمول کیا ہے اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں یہی ہے۔ کہ ان پر سلام کیا جاتا ہے یا انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ہے۔

کہ دخول کے لئے اجازت طلب کر کے سلام کرنا اور ہے اور تحیہ اور ہے۔ اس لئے شک پر محمول نہ کیا جائے۔ بلکہ بغیر اجازت کے موسیٰ علیہ السلام پہ داخل ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تھپیڑ رسید کیا تھا۔ تو یہ سلام دخول ہوگا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ رض دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ رض عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُسْنِدَتُہٗ اِلٰی صَدْرِیْ وَمَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سِوَاکٌ رَطْبٌ یَسْتَنُّ بِہٖ فَاَبَدَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَصَرَہٗ فَاَخَذْتُ السِّوَاکَ فَقَصَمْتُہٗ وَنَفَضْتُہٗ ثُمَّ دَفَعْتُہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِہٖ فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْہُ فَمَا عَدَا اَنْ فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَہٗ اَوْ اِصْبَعَہٗ ثُمَّ قَالَ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ثَلَاثًا ثُمَّ قَضٰی وَکَانَتْ تَقُوْلُ مَاتَ بَیْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رض جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ جب کہ میں آپ کو اپنے سینہ کا سہارا دے کر بیٹھی تھی حضرت عبدالرحمٰن رض کے پاس تازہ مسواک تھی۔ جس سے وہ مسواک کر رہے تھے۔ پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اسے دیکھتے رہے۔ میں نے مسواک ان سے لے کر چبائی۔ اسے جھاڑا پاک صاف کیا۔ پھر اسے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ جس سے آپ نے مسواک کی۔ میں نے آپ کو اس سے پہلے اچھی طرح مسواک کرتے نہیں دیکھا۔ پس اتنی دیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنے سے فارغ ہوئے تو اپنا ہاتھ یا اپنی انگلی مبارک اوپر کو اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا۔ فی الرفیق الاعلیٰ پھر آپ کی قضا آ گئی۔ اور فخر سے حضرت عائشہ رض فرمایا کرتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میری جھولی اور ٹھوڑی کے درمیان ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہی احسن منہ ص ۶۳۸/۲۶ مقصد حضرت عائشہ رض کا یہ ہے کہ یہ مسواک کرنا نہایت عمدگی طاقت اور آداب معلومہ کو ادا کرنے کی صورت میں تھا۔ اس لئے اچھا طریقہ تھا۔

تشریح از شیخ زکریا مولانا مکی کی تقریر میں ہے۔ فابدہ یعنی دیر تک دیکھتے رہے۔

یہ استنان آخری عند الموت ہے اور اس سے پہلے وہ اور تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ دو مرتبہ مسواک کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔ اور روایت میں ابدہ کی بجائے امدہ آیا ہے۔ دونوں کے معنی ہیں۔ ای مدّ نظرہ الیہ۔ قصم کے معنی توڑنا۔ اور قضم کے معنی چبانے کے ہیں۔ توڑنا لمبائی کی وجہ سے یا حضرت عبد الرحمٰنؓ کے مسواک کرنے کی جگہ کو توڑ دیا۔ اور بعض روایات میں حجر علیؓ آیا ہے۔ جس کے سب رواۃ رافضی ہیں۔ اس لئے لا یحتج بہ۔

حدیث نمبر ۳۹۹۱ حَدَّثَنِیْ حِبَّانُ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اشْتَکٰی نَفَثَ عَلٰی نَفْسِہٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْہُ بِیَدِہٖ فَلَمَّا اشْتَکٰی وَجَعَہُ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ طَفِقْتُ اَنْفُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِیْ کَانَ یَنْفِثُ وَاَمْسَحُ بِیَدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْہُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہو جاتے تو معوّذات (قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس) سے اپنے بدن پہ دم کرتے تھے۔ اور اپنا ہاتھ اپنے بدن پہ پھیرتے تھے۔ پس جب آپؐ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ تو میں معوّذات سے آپؐ پہ اس طرح کرتی تھی جس طرح آپؐ دم کرتے تھے۔ اور آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو آپؐ کے بدن پہ پھیرتی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وامسح بید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶۳۹ ج ۲ یعنی معوّذات پڑھ کر دم کر کے پھر آپؐ کا ہاتھ آپؐ کے بدن پہ پھیرتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ باب فضل المعوّذات میں بھی اسی طرح آرہا ہے۔ کہ معوّذات کو پڑھ کر آپؐ کا برکت والا ہاتھ آپؐ کے بدن پہ پھیرتی تھیں۔ بہر حال پہلے نفث وقرأت اور بعد ازاں مسح ہوتا تھا۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر رات کا یہی معمول تھا۔ کہ قرأت کر کے دم کرتے۔ پھر ہاتھ پھیرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۹۹۲ حَدَّثَنَا مُعَلَّی بْنُ اَسَدٍ الخ اَنَّ عَائِشَۃَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّہَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْغَتْ اِلَیْہِ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ وَہُوَ

مُسْنِدٌ اِلَیَّ ظَهْرَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں۔ کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اور موت سے پہلے آپؐ کی طرف کان لگایا۔ جب کہ آپؐ نے اپنی پیٹھ کا میرے لئے سہارا لیا ہوا تھا۔ فرماتے تھے۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما۔ مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ تک پہنچا دے۔

حدیث نمبر ۳۹۹۳ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُؓ لَوْلَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا۔ جس سے پھر کھڑے نہ ہو سکے۔ کہ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ اسے مسجد بنایا جائے گا۔ تو میں آپؐ کی قبر کو ظاہر کر دیتی۔ کیونکہ آپؐ کو بھی مسجد بنائے جانے کا خطرہ تھا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۴ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهٗ اسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْاَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَاَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بِالَّذِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍؓ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُؓ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ هُوَ عَلِيٌّؓ وَكَانَتْ عَائِشَةُؓ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِيْ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهٗ قَالَ هَرِيْقُوْا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ اَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّيْ اَعْهَدُ اِلَى النَّاسِ فَاَجْلَسْنَاهُ فِيْ مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ

تِلْكَ الْقِرَبِ حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا بِيَدِهٖ اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ فَصَلّٰى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ وَاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍؓ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ يَقُوْلُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَدْ رَاجَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ وَمَا حَمَلَنِيْ عَلٰى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَقَعْ فِيْ قَلْبِيْ اَنْ يُّحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهٗ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهٗ اَبَدًا وَاِلَّا كُنْتُ اَرٰى اَنَّهٗ لَنْ يَّقُوْمَ اَحَدٌ مَّقَامَهٗ اِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهٖ فَاَرَدْتُّ اَنْ يَّعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ مُوْسٰى وَابْنُ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں۔ جب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار اور آپؐ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں بیماری کے دن گزارنے کی اجازت مانگی۔ تو انہوں نے آپؐ کو اجازت دے دی۔ تو آپؐ اس حال میں تشریف لائے۔ کہ آپؐ کے دونوں قدم زمین پہ خط کھینچتے تھے۔ آپ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر آئے۔ عبید اللہ فرماتے ہیں۔ جب میں نے حضرت ابن عباسؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی جو حضرت عائشہؓ نے کہا تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا۔ کہ کیا تم جانتے ہو وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا۔ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا وہ حضرت علیؓ تھے۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کرتی ہیں۔ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کرتی ہیں۔ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لاتے۔ اور آپؐ کی بیماری سخت ہوگئی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ مجھے ایسی سات مشکوں کا پانی ڈالو جن کے تسمے نہ کھولے گئے ہوں۔ شاید میں لوگوں کو وصیت کر سکوں۔ تو ہم نے آپؐ کو حضرت حفصہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ٹب میں بٹھا دیا۔ پھر ہم ان مشکوں سے آپؐ پر پانی انڈیلتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ کہ بس تم کر چکیں۔ پھر آپؐ لوگوں کے پاس تشریف لے آئے۔ ان کو نماز پڑھائی اور انہیں خطبہ دیا۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

نے فرمایا۔ کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا دورہ پڑتا تھا۔ تو آپؐ اپنے چہرۂ انور سے اپنی کالی کملی کو پھینک دیتے تھے۔ یعنی پس جب گھٹن محسوس کرتے تو چہرۂ انور سے اپنی کملی کو ہٹا لیتے تھے۔ پس آپؐ اسی حال میں تھے۔ کہ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔ گویا کہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا آپؐ اس سے ڈراتے تھے۔ کہ تم ایسا نہ کرنا۔ (بنانا نہ تربت میری کو صنم تم) اور عبید اللہ یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ امامتِ صلوٰۃ کے بارے میں میں بار بار رجوع کرتی تھی۔ کہ کسی طرح آپؐ حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانے سے رک جائیں۔ اور اس کثرت مراجعت کا باعث یہ بات تھی۔ کہ میرے دل میں آیا۔ کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کسی کو آپؐ کی جگہ پر کھڑا کرنا پسند نہیں کریں گے۔ اگر کوئی آپؐ کے مصلّٰی پر کھڑا بھی ہو گیا۔ تو لوگ اس سے بدفالی پکڑیں گے۔ پس میرا ارادہ یہ تھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ابوبکرؓ سے ٹل جائیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ یہ روایت ابن عمر و ابو موسیٰ اور ابن عباس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عرض بیمار کی خبر گیری کرنا۔

تشریح از قاسمیؒ من سبع قرب حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ سات کے عدد کو زہر اور جادو کے اثر کو زائل کرنے میں خاص دخل ہے۔ اس کے اثر کے ازالہ کے لئے آپؐ نے سات مشکوں کا پانی منگوایا۔

یحذر ما صنعوا قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کی قبور کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی تعظیم شان کے لئے انہیں قبلہ بناتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو ایسے کرنے سے روکا گیا۔ البتہ اگر کوئی شخص تبرک کے طور پر انبیاء اور صلحاء کے مزارات کے پاس نماز کی جگہ بنائے۔ قبر سامنے نہ ہو۔ تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

الا کنت خیر جاری میں ہے کہ اگر میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہو جاتی۔ کہ لوگ بعد امامت کے آپ سے محبت کریں گے۔ اور بدفالی نہیں پکڑیں گے تو میں بار بار اصرار نہ کرتی۔

حدیث نمبر ۳۹۹۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ فَلَا اَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کا سر میرے

سینے کی ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا پس میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی موت کی سختی کو ناپسند نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حاقنہ یعنی سینے کی ہنسلی اور ذاقنہ ٹھوڑی کو کہتے ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ قرب موت میں سختی اور تکلیف رضائے باری کے خلاف نہیں۔البتہ دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔کہ مؤمن کی موت ایسے آسانی سے ہوتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی آسانی کے ساتھ نکلتا ہے۔تو کہا جائے گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے بھی اسی طرح پرواز کیا چنانچہ حضرت عائشہؓ کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔مقدمات موت اور سکرات کی سختی سے تو خود آپؐ نے مدد مانگی ہے۔اللّٰھم اعنی علی غمرات الموت وسکرات الموت۔

حدیث نمبر ۳۹۹۶ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ الخ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ کَعْبِ بْنِ مَالِکِ الْاَنْصَارِیُّ وَکَانَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ اَحَدُ الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ تِیْبَ عَلَیْہِمْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍؓ اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍؓ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْعِہِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ فَقَالَ النَّاسُ یَا اَبَا حَسَنٍ کَیْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئًا فَاَخَذَ بِیَدِہٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَہٗ اَنْتَ وَاللّٰہِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاُرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُتَوَفّٰی مِنْ وَّجْعِہٖ ھٰذَا اِنِّیْ لَاَعْرِفُ وُجُوْہَ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِذْھَبْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْاَلْہُ فِیْمَنْ ھٰذَا الْاَمْرُ اِنْ کَانَ فِیْنَا عَلِمْنَا ذٰلِکَ وَاِنْ کَانَ فِیْ غَیْرِنَا عَلِمْنَاہُ فَاَوْصٰی بِنَا فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّا وَاللّٰہِ لَئِنْ سَاَلْنَاھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاھَا لَا یُعْطِیْنَاھَا النَّاسُ بَعْدَہٗ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اَسْاَلُھَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک انصاریؓ خبر دیتے ہیں۔اور ان کے والد کعب بن مالکؓ ان تین آدمیوں میں سے ایک تھے۔جن کی توبہ قبول ہوئی تھی۔وہ فرماتے ہیں۔کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے ان کو خبر دی۔فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس بیماری

میں باہر آئے جس میں آپؐ کی وفات ہوگئی۔ تو لوگوں نے پوچھا۔ اے ابو الحسن! حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کیسے گزاری۔ فرمایا بحمد اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تندرست تھے۔ تو حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان سے کہا واللہ! تم تین دن کے بعد لاٹھی کے غلام ہوگے۔ واللہ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جان رہا ہوں۔ کہ آپؐ عنقریب اس بیماری کی وجہ سے وفات پا جائیں گے۔ کیونکہ موت کے وقت جو بنو عبد المطلب کے چہروں کی حالت ہوتی ہے وہ میں خوب پہچانتا ہوں۔ پس ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپؐ سے دریافت کریں۔ کہ یہ خلافت کا معاملہ کس شخص کے لئے ہوگا۔ اگر ہمارے اندر رہے تو ہمیں معلوم ہونا چاہیئے۔ اور اگر ہمارے علاوہ کسی اور کے لئے ہے۔ تو اس کا بھی ہمیں علم ہونا چاہیئے۔ پس آپؐ ہمیں وصیت کر جائیں۔ جس پہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ واللہ! اگر ہم نے اس بارے میں آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا۔ بالفرض آپؐ نے اس خلافت کو ہم سے روک دیا۔ تو پھر ہمیں لوگ کبھی آپؐ کے بعد خلافت نہیں دیں گے۔ واللہ! میں تو اس بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے رہا۔ میں تو نہیں پوچھوں گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ مرض میں ایک چیز سنبھالنے کی ہوتی ہے۔ چونکہ حضرت علیؓ ناتجربہ کار تھے۔ اس لئے ان کو اس چیز کا علم نہ ہوا۔ حضرت عباسؓ تجربہ کار تھے۔ انہیں اس کا احساس ہوگیا۔

عبد العصا الخ یعنی لاٹھی کا مملوک بمعنی مامور محکوم بن جاؤ گے۔ یہ حضرت عباسؓ کی فراست تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ **فلنسألہ** ص ۶۳۹ س ۲۶ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حضرات حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت کا یقین نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ان حضرات اہل بیت نے یہ سمجھا کہ خلافت کے لئے افضلیت ضروری نہیں ہے۔ شاید یہاں خلافت ایسے ہو جیسے دوسرے بادشاہوں وغیرہ میں ہوتی ہے۔ کہ بادشاہ کا قائم مقام اس کا بیٹا ہو اور بیٹے کے نہ ہونے کی صورت میں اس کے بنو اعمام چچاؤں کی اولاد خلافت سنبھالے۔ تو اس سے اس اجماع کی خلاف ورزی نہیں ہوگی جو حضرت صدیق اکبرؓ کی افضلیت پر قائم ہوچکا تھا۔

لا یعطیناھا ص ۶۳۹ س ۲۷ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت علیؓ آج بھی خلافت میں رغبت رکھنے والے تھے۔ حالانکہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ کہ اس حکومت و خلافت کا وہ شخص زیادہ مستحق ہے جو اس سے سخت نفرت کرنے والا ہو۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت مناقب ابی بکرؓ کی روایات سے واضح ہو چکی ہے۔ اور مناقب ثابت رسول اللہ میں بھی گذر چکا ہے۔ کہ خود حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تدخرینا فدینا یا ابابکرؓ اور سیوطیؒ نے اپنی کتاب در میں حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت لیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کی مذمت کی اور ابو بکرؓ کی مدح فرمائی۔ ارشاد ہوا۔ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین الآیۃ۔ اور حضرت علیؓ سے اشاعت میں یہ بھی منقول ہے۔ کہ آپ علیؓ نے فرمایا ابو بکر خیر من مؤمن آل فرعون۔ کیونکہ اس نے اپنا ایمان چھپایا تھا۔ اور ابو بکرؓ نے اپنا ایمان ظاہر کیا۔ اور بھی روایات ہیں۔

لا یعطینا الخ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے دل میں خلافت کی تمنا موجود تھی۔ اور بعض روایات میں ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیا ہمارے بغیر بھی کوئی اس خلافت کی لالچ رکھتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ میرا یہی گمان ہے۔ اور عنقریب ایسا ہوگا۔ بلکہ ابن سعد میں ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی۔ تو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کر دوں پھر دوسرے لوگ بھی تمہاری بیعت کر لیں گے۔ لیکن حضرت علیؓ نے ایسا نہ کیا۔ اور ابن ابی لیلیٰ کی روایت کے آخر میں ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کاش میں حضرت عباسؓ کا کہنا مان لیتا۔

حدیث نمبر ۳۷۹۹ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍؓ يُصَلِّي لَهُمْ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍؓ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ أَنَسٌ وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلٰوتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهٖ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ۔

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ دریں اثنا کہ مسلمان پیر کے دن فجر کی نماز میں تھے۔

اور حضرت ابوبکرؓ ان کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ کھولا۔ اور مسلمانوں کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسکراتے پھر ہنس دیئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ اپنی ایڑیوں پہ پیچھے ہٹ آئے۔ تاکہ صف میں پہنچ جائیں۔ ان کا گمان یہ تھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی وجہ سے مسلمان نماز سے نکل جاتے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔ کہ اپنی نماز پوری کرو۔ پھر حجرہ میں چلے گئے۔ اور پردہ کو نیچے لٹکا دیا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۸ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ اِلٰخ اَنَّ عَائِشَةَؓ کَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّ مِنْ نِّعَمِ اللّٰهِ عَلَیَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّیَ فِیْ بَیْتِیْ وَفِیْ یَوْمِیْ وَبَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ وَاَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَیْنَ رِیْقِیْ وَرِیْقِهٖ عِنْدَ مَوْتِهٖ دَخَلَ عَلَیَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِیَدِهِ السِّوَاكُ وَاَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَیْتُهٗ یَنْظُرُ اِلَیْهِ وَعَرَفْتُ اَنَّهٗ یُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ اٰخُذُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَّعَمْ فَتَنَاوَلْتُهٗ فَاشْتَدَّ عَلَیْهِ وَقُلْتُ اُلَیِّنُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَّعَمْ فَلَیَّنْتُهٗ وَبَیْنَ یَدَیْهِ رَکْوَةٌ اَوْ عُلْبَةٌ یَّشُكُّ عُمَرُ فِیْهَا مَاءٌ فَجَعَلَ یُدْخِلُ یَدَیْهِ فِی الْمَاءِ فَیَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ یَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ یَدَهٗ فَجَعَلَ یَقُوْلُ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی حَتّٰی قُبِضَ وَمَالَتْ یَدُهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں۔ کہ مجھ پہ اللہ تعالےٰ کے انعامات میں سے یہ ہے کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں میری باری کے دن میری ٹھوڑی اور سینے کے درمیان واقع ہوئی۔ اور بے شک اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی وفات کے وقت میری اور آپؐ کی تھوک کو جمع کر دیا۔ میرے بھائی عبدالرحمٰنؓ اس حال میں میرے پاس آئے کہ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ اور میں آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دینے والی تھی۔ آپؐ کو میں نے دیکھا کہ نہایت غور سے ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے محسوس کر لیا کہ آپؐ مسواک کرنا پسند کرتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا۔

کہ میں آپؐ کے لئے ان سے لے لوں۔ آپؐ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ کیا۔ کہ ہاں لے لو۔ پس میں نے مسواک ان سے لے لی۔ لیکن آپؐ پر مرض کا شدید دورہ پڑا۔ جس کے بعد میں نے پوچھا کہ کیا مسواک کو آپؐ کے لئے نرم کر لوں۔ آپؐ نے پھر بھی اپنے سر کو ہلا کر اشارہ کیا کہ ہاں نرم کر دو۔ پھر آپؐ نے مسواک کو دانتوں پر پھیرا آپؐ کے سامنے چمڑے کا برتن یا لکڑی کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ راوی عمر کو شک گزرا ہے۔ جس میں پانی تھا۔ آپؐ پانی میں اپنے دونوں ہاتھوں کو داخل کرتے تھے۔ اور دونوں ہاتھ منہ مبارک پر پھیرتے تھے۔ اور لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ کہ واقعی موت کے لئے سختیاں ہیں۔ پھر ہاتھ کھڑا کر کے فرماتے۔ رفیق اعلیٰ میں جانا پسند کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوئی اور آپؐ کا ہاتھ جھک گیا۔

حدیث نمبر ۳۹۹۹ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْئَلُ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ یَقُوْلُ اَیْنَ اَنَا غَدًا یُرِیْدُ یَوْمَ عَائِشَۃَ فَاَذِنَ لَہٗ اَزْوَاجُہٗ یَکُوْنُ حَیْثُ شَاءَ فَکَانَ فِیْ بَیْتِ عَائِشَۃَ حَتّٰی مَاتَ عِنْدَھَا قَالَتْ عَائِشَۃُ فَمَاتَ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ کَانَ یَدُوْرُ عَلَیَّ فِیْہِ فِیْ بَیْتِیْ فَقَبَضَہُ اللّٰہُ وَاِنَّ رَاْسَہٗ لَبَیْنَ نَحْرِیْ وَسَحْرِیْ وَخَالَطَ رِیْقُہٗ رِیْقِیْ ثُمَّ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِیْ بَکْرٍ وَّمَعَہٗ سِوَاکٌ یَسْتَنُّ بِہٖ فَنَظَرَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَہٗ اَعْطِنِیْ ھٰذَا السِّوَاکَ یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْطَانِیْہِ فَقَضِمْتُہٗ ثُمَّ مَضَغْتُہٗ فَاَعْطَیْتُہٗ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِہٖ وَھُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰی صَدْرِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس مرض میں جس میں آپؐ نے وفات پائی۔ پوچھتے تھے فرماتے میں کل کہاں ہوں گا۔ میں کل کہاں ہوں گا۔ آپؐ حضرت عائشہؓ کی باری کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے۔ تو آپؐ کی بیویوں نے آپؐ کو اجازت دے دی۔ کہ جہاں چاہیں آپؐ رہ سکتے ہیں۔ تو آپؐ حضرت عائشہؓ کے گھر میں رہے۔ یہاں تک کہ انہیں یہاں آپؐ کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں۔ کہ آپؐ کی وفات اسی دن میں ہوئی۔ جس دن گھومتے پھرتے۔ آپؐ میرے گھر میں تشریف لاتے تھے۔ پس آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا۔ جب کہ آپؐ کا سر مبارک میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔ اور مسواک کی بدولت آپؐ کی لب مبارک میری لب سے رل مل گئی۔ پھر

فرماتی ہیں۔ کہ عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ آئے۔ تو ان کے پاس مسواک تھی۔ جس کو وہ استعمال کر رہے تھے۔ جس کی طرف آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غور سے دیکھا۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ اے عبد الرحمٰن! یہ مسواک مجھے دے دو۔ پس اس نے وہ مجھے دے دیا۔ جس کو میں نے استعمال کی جگہ کو کاٹا۔ پھر اسے میں نے چبایا۔ پھر میں نے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ جس کو آپؐ نے اس حال میں استعمال فرمایا۔ کہ آپؐ میرے سینے کی طرف سہارا لینے والے تھے۔

حدیث نمبر ۴۰۰۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَكَانَتْ إِحْدَانَا تُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَفِي يَدِهِ جَرِيدَةٌ رَطْبَةٌ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً فَأَخَذْتُهَا فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا ثُمَّ نَاوَلَنِيهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ أَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان واقع ہوئی۔ اور ہم میں سے کوئی آدمی آپؐ کو اس دعا سے اللہ کی پناہ میں دیتا جو دعا آپؐ بیمار ہونے کے وقت پڑھتے تھے۔ پس میں نے وہی تعوذ دعا پڑھنی شروع کی۔ تو آپؐ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور فرمایا رفیق اعلیٰ میں رفیق اعلیٰ میں اور میرے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کا ایسی حالت میں گذر ہوا کہ اس کے ہاتھ میں کھجور کی تر ٹہنی تھی۔ جس کی طرف آپؐ نے غور سے دیکھا۔ مجھے گمان گذرا کہ آپؐ کو اس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے سرے کو چبایا۔ اسے جھاڑا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیا۔ جس سے آپؐ نے اس طرح مسواک کیا جو مسواک کرنے کا اچھا طریقہ تھا۔ پھر آپؐ نے وہ مجھے دے دیا۔ پھر آپ کا ہاتھ نیچے گر گیا۔ یا وہ مسواک آپؐ کے ہاتھ سے گر گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آخری دن اور آخرت

کے پہلے دن مسواک کی وجہ سے میری اور آپؐ کی تھوک کو جمع کر دیا۔

حدیث نمبر ۴۰۰۱ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ اَنَّ عَائِشَۃَؓ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اَبَا بَکْرٍؓ اَقْبَلَ عَلٰی فَرَسٍ مِنْ مَسْکَنِهٖ بِالسُّنْحِ حَتّٰی نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ یُکَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی عَائِشَۃَؓ فَتَیَمَّمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغَشًّی بِثَوْبِ حِبَرَۃٍ فَکَشَفَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ اَکَبَّ عَلَیْهِ فَقَبَّلَهٗ وَبَکٰی ثُمَّ قَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ وَاللّٰهِ لَا یَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَیْكَ مَوْتَتَیْنِ اَمَّا الْمَوْتَۃُ الَّتِیْ کُتِبَتْ عَلَیْكَ فَقَدْ مُتَّهَا قَالَ الزُّهْرِیُّؒ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ اَبَا بَکْرٍؓ خَرَجَ وَعُمَرُ اَنْ یَجْلِسَ فَاَقْبَلَ النَّاسُ اِلَیْهِ وَتَرَکُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍؓ اَمَّا بَعْدُ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اِلٰی قَوْلِهِ الشّٰکِرِیْنَ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَکَاَنَّ النَّاسَ لَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰیَۃَ حَتّٰی تَلَاهَا اَبُوْ بَکْرٍؓ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ کُلُّهُمْ فَمَا اَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ اِلَّا یَتْلُوْهَا فَاَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِؒ اَنَّ عُمَرَؓ قَالَ وَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ اَبَا بَکْرٍؓ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتّٰی مَا تُقِلُّنِیْ رِجْلَایَ وَحَتّٰی اَهْوَیْتُ اِلَی الْاَرْضِ حِیْنَ سَمِعْتُهٗ تَلَاهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں۔ کہ حضرت ابو بکرؓ اپنی رہائش گاہ سُنح سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہوتے۔ لوگوں سے بالکل ہم کلام نہ ہوئے۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے گھر آکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا۔ جو دھاری دار یمنی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے چہرۂ انور سے کپڑا کھولا۔ پھر اوندھے منہ گرتے ہوئے آپؐ کو بوسہ دیا۔ اور رونے لگے۔ پھر فرمایا میرے باپ اور ماں آپؐ پر قربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کے لئے دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ پس یہ موت جو آپؐ کے لئے لکھی جا چکی تھی۔ پس وہ تو آچکی اب دوسری کوئی موت آنے کی نہیں

امام زہریؒ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکرؓ جب گھر سے باہر نکلے تو حضرت عمرؓ لوگوں سے بات چیت کر رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا۔ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ تو لوگ حضرت ابوبکرؓ کی طرف ٹوٹ پڑے۔ اور حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ امّا بعد! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ اور جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے رسول ہیں۔ جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے۔ شاکرین تک آیت کو پڑھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ واللہ! گویا کہ لوگوں کو پہلے اس آیت کے اترنے کا علم نہیں تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے تلاوت کیا۔ پس سب کے سب لوگ اب اس آیت کو ان سے لے رہے ہیں۔ اب تو میں نے جس انسان کو سنا وہ اسی آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ حضرت سعید بن مسیّبؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ! میں نے تو صرف ابوبکرؓ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا۔ پس میں تو مدہوش و پریشان ہو گیا۔ یہاں تک کہ میرے دونوں پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اور جب میں نے اس آیت کو تلاوت کرتے ہوئے سنا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں تو میں زمین پر گر پڑا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اہل مدینہ کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ حضرت عمرؓ تو تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ کہنے لگے جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا کہا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ آپؐ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ میاں کے پاس گئے ہیں۔ عنقریب واپس آجائیں گے۔ آپ کی موت سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ یہ حضرت صدیق اکبرؓ کا حوصلہ تھا۔ کہ خود بھی ثابت قدم رہے۔ اور دوسروں کو بھی حوصلہ دیا۔

الموتتین ایک موت تو وہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کہتے ہیں۔ جب کہ وہ کتاب تورات لینے کے لئے گئے تھے۔ اور دوسری موت حقیقی یا جسمانی اور روحانی موت مراد ہے۔ کہ جسم پر موت آگئی۔ روح زندہ ہے اور اس کا تعلق پھر جسم اطہر کے ساتھ قائم ہو گیا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحقیق کے مطابق جو آپ کی کتاب آبِ حیات میں درج ہے۔ کہ تھوڑی سی دیر کے لئے انقطاع ہوا۔ روح مبارک جسدِ پاک سے نکلی نہیں۔ جیسے ایک چراغ کو طاق کے اندر رکھ دیا جائے۔ بہر حال آپؐ پر

دو موتیں نہیں آئیں گی۔ دوسرے لوگوں کی طرح کہ ان پہ دونوں قسم کی موت آتی ہے۔
نعقرت جیسے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں تو مدہوش ہو جاتا ہے۔ تقلّنی اقلال سے ہے۔ جس کے معنی اٹھانے کے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | فی یومی ص۶۴۰ س۱۶ یعنی آپؐ کی عادت کے مطابق باری ہوتی تو آج میری باری کا دن ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | جیسے پہلے حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔ کان یدور علی فیہ فی بیتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء سر کے درد سے ہوئی۔ جب کہ آپؐ بیت عائشہؓ میں تھے۔ پھر مرض کا غلبہ ہوا تو آپؐ بیت میمونہؓ میں تھے۔ پھر بیبیوں سے بیت عائشہؓ میں بیماری کے دن گذارنے کی اجازت مانگی۔ جو انہوں نے دے دی۔ آپؐ بارہ دن بیمار رہے۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو اشراق کے وقت پیر کے دن وفات ہوئی۔ لیکن اس اشکال کا کسی شارح نے جواب نہیں دیا۔ کہ جب آپؐ بارہ دن بیمار رہے اور آپؐ کی نو بیویاں تھیں۔ تو پھر حضرت عائشہؓ کی باری کیسے پیر کے دن آگئی۔ البتہ جمع الوسائل کی تحقیق کے مطابق اگر دس دن مدت علالت ہو تو پھر ان کی باری اس دن بارہ کو آسکتی ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ھبہ کر دی تھی۔ تو حضرت عائشہؓ کی دو باری ہوگئی۔ اگرچہ مسلسل نہ ہو متفرق ہو۔ تو اس بنا پر ممکن ہے کہ آپؐ کی مرض کی ابتدا بیت عائشہ میں ہوئی ہو۔ حضرت سودہؓ کی باری میں اور تیسرا دن حضرت عائشہؓ کی اپنی اصلی باری کا ہو۔ تو اس صورت میں بھی بارھواں دن حضرت عائشہؓ کا بنتا ہے۔ اگر بدایۃ مرض بیت میمونہ سے ہو تو پھر کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا۔ جس کی تائید ابن سعد کی روایت سے ہوتی ہے کہ بدایۃ مرض بیت میمونہ سے ہوئی تھی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | من کان یعبد محمداً ص۶۴۰ س۲۴ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ کی بجائے محمد اسم ذات استعمال کیا۔ کیونکہ رسول اللہ کی صورت میں وصفِ رسالۃ کی طرف نگاہ ہوتی۔ لیکن یہاں تو مقصود ذات پاک تھی۔ جس میں وصفِ رسالۃ ملحوظ نہیں تھی۔ کیونکہ وصف رسالۃ کا تعلق تو مرسل سے ہوتا ہے۔ مرسل باری تبارک وتعالیٰ ہیں۔ ان سے علاقہ منقطع نہیں ہوا۔ اگر رسالت منقطع ہوتی تو پھر اس وصف سے آپؐ کا ذکر مناسب نہیں تھا۔ اس لئے ذات کا ذکر ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | تعبیر بمحمد کا عجیب نکتہ قطب گنگوہیؒ نے بیان فرمایا اور کسی شارح نے

اس کا تعرض نہیں کیا اور نہ ہی وہ ایسے نکات بیان کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۰۲ حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ الخ عَنْ عَائِشَۃَؓ وَ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ قَبَّلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِہٖ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کو بوسہ دیا۔

حدیث نمبر ۴۰۰۳ حَدَّثَنَا عَلِیٌّ الخ قَالَتْ عَائِشَۃُؓ لَدَدْنَاہُ فِیْ مَرَضِہٖ فَجَعَلَ یُشِیْرُ اِلَیْنَا اَنْ لَّا تَلُدُّوْنِیْ فَقُلْنَا کَرَاھِیَۃُ الْمَرِیْضِ لِلدَّوَآءِ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَلَمْ اَنْھَکُمْ اَنْ تَلُدُّوْنِیْ قُلْنَا کَرَاھِیَۃُ الْمَرِیْضِ لِلدَّوَآءِ فَقَالَ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ فِی الْبَیْتِ اِلَّا لُدَّ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَّا الْعَبَّاسَ لَمْ یَشْھَدْکُمْ رَوَاہُ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ الخ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہم نے آپؐ کی بیماری کی حالت میں زبردستی آپؐ کے منہ میں دوائی ڈالی۔ ذات الجنب کی بیماری کے لئے عود ہندی اور زیتون مفید رہتا ہے۔ آپؐ نے ہماری طرف اشارہ فرمایا۔ کہ میرے منہ میں زبردستی دوائی مت ڈالو۔ ہم سمجھے جیسے مریض دوائی کو پسند نہیں کرتا اس کی بنا پر آپؐ ہمیں روک رہے ہیں۔ چنانچہ جب آپؐ کو افاقہ اور آرام آیا۔ تو آپؐ نے پوچھا۔ کہ کیا میں نے تمہیں منہ میں زبردستی دوائی ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا۔ ہم نے کہا کہ یہ مریض کا دوائی کو ناپسند کرنے کی بنا پر ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ گھر میں کوئی آدمی باقی نہ رہے۔ کہ میرے سامنے زبردستی اس کے منہ میں دوائی ڈالی جائے۔ علاوہ حضرت عباسؓ کے کہ وہ دوائی ڈالنے کے وقت تمہارے پاس حاضر نہیں تھے۔ چنانچہ سب کو لدود کیا گیا۔ حتیٰ کہ حضرت میمونہؓ روزہ دار کا لدود بھی ہوا۔ یہ لدود قصاصاً تھا۔ کیونکہ انہوں نے آپؐ کی نہی پر عمل نہ کیا۔ اور دوسروں نے ان کو روکا نہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذُکِرَ عِنْدَ عَائِشَۃَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصٰی اِلٰی عَلِیٍّ فَقَالَتْ مَنْ قَالَہٗ لَقَدْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ لَمُسْنِدَتُہٗ اِلٰی صَدْرِیْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَانْخَنَثَ فَمَاتَ فَمَا شَعَرْتُ فَکَیْفَ اَوْصٰی اِلٰی عَلِیٍّ۔

ترجمہ۔ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی طرف کوئی وصیت کی ہے۔ یعنی خلافت وغیرہ کی وصیت کی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ کس نے کہا ہے۔ میں نے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ میں آپؐ کو اپنے سینہ کی طرف سہارا دینے والی تھی۔ کہ آپؐ نے کھانسنے کے لئے ایک تھال منگوایا۔ پس ایک طرف جھک گئے۔ آپؐ کی وفات ہوگئی۔ مجھے پتہ نہ چل سکا۔ تو حضرت علیؓ کے لئے کیسے وصیت کر لی۔ آخر تک تو میں موجود رہی ہوں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فکیف اوصی الی علی ص۶۴۱ حضرت عباسؓ کا قول گزر چکا ہے۔ کہ اے علیؓ! آپؐ کی وفات کے تین دن بعد تم عبد العصا یعنی محکوم ہوگے۔ جس پہ حضرت علیؓ نے کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور نہ ہی کوئی شے انہوں نے اس بارے میں ذکر کی۔ اور یہ معلوم ہے کہ آپؐ اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ زندہ رہے ہیں۔ وصیت اگر ہو سکتی تھی تو زندگی کے آخری لمحہ میں ہو سکتی تھی۔ آخری وقت کی وصیت کا حضرت عائشہؓ انکار کر رہی ہیں۔ بایں ہمہ اگر آپؐ نے خروج الی الناس اور ان کو خطبہ دیتے وقت وصیت کی ہوتی تو صحابہؓ میں سے کسی نے تو سنا ہوتا کوئی اس کی حکایت کرتا۔ حالانکہ کوئی بھی روایت و حکایت نہیں کرتا۔ چلو مان لیا کہ آپؐ نے خلوت میں یا خفیہ طور پر حضرت علیؓ سے کلام کیا ہوتا تو کوئی ان میں سے اس کی روایت کرتا۔ اگر روایت نہ بھی کرتا تو آپؐ کے کلام کی تعیین تو کر سکتا تھا کہ آپؐ نے یہ کلمات فرمائے۔ ان سب احتمالات میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے۔ تو علی وصی رسول اللہ کیسے بن گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بلکہ حضرت علیؓ کی جانب سے خود تصریحات ہیں۔ کہ ہماری کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ماخصنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسند احمد میں جو کاغذ، قلم دوات لانے کا قصہ ہے۔ تو اس میں احکام صدقات اور اخراج الکفار من جزیرۃ العرب کا ذکر ہے۔ خلافت کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ صریح تو آپؐ کا فرمان حضرت عائشہؓ سے ہے۔ ادعی لی اباک الخ تو اس میں تو صراحت ہے کہ آپؐ خلافت لکھ دینا چاہتے تھے۔ مگر آپؐ نے اسے چھوڑ دیا۔ یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر الخ

حدیث نمبر ۲۵۰۰ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ طَلْحَۃَ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ اَبِیْ اَوْفٰیؓ اَوْصَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ کَیْفَ کُتِبَ

عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ اَوْ اُمِرُوْا بِهَا قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے پوچھا کہ کیا آپؐ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کی وصیت فرمائی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو میں نے کہا تو پھر آپؐ نے لوگوں کو وصیت کرنا کیوں ضروری قرار دیا۔ یا فرمایا کہ لوگوں کو اس کا حکم کیوں دیا گیا۔ فرمایا ہاں! آپؐ نے کتاب اللہ کی وصیت فرمائی۔ تو اولاً نفی وصیۃ بالمال والخلافت کی ہوئی۔ اور ثانیاً اثبات وصیۃ بکتاب اللہ کا ہوا۔ یعنی احکام کتاب اللہ کی وصیت فرمائی۔

حدیث نمبر ۲۰۰۶ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن الحارثؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں نہ تو دینار چھوڑا نہ درہم چھوڑا نہ کوئی غلام اور نہ کوئی باندی چھوڑی۔ سوائے ایک سفید خچر کے۔ جس پر آپؐ سواری کرتے تھے۔ اور اپنے ہتھیار کے اور خیبر اور فدک کی اس زمین کے جس کو آپؐ نے مسافروں وغیرہ کے لئے صدقہ کر دیا کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔

حدیث نمبر ۲۰۰۷ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُؓ وَاكَرْبَ اَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا اَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُؓ يَا اَنَسُؓ اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہوئے۔ اور بے ہوشی آپؐ پر طاری ہونے لگی۔ تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا۔ اے ہائے اباجان کی پریشانی! تو آپؐ نے جواب دیا۔ کہ آج کے دن کے بعد آپ کے باپ پر کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ پس جب آپؐ کی وفات ہوگئی۔ تو

حضرت فاطمہؓ بولیں۔ اے ابا جان۔ جس کے رب نے انہیں بلایا تو اس نے لبیک کہہ کر جواب دیا۔ اے ابا جان! جنت الفردوس آپؐ کا ٹھکانا ہے۔ اے ابا جان ہم جبرائیلؑ کو آپؐ کی وفات کی خبر دیتے ہیں۔ پس جب آپؐ دفن کر دیئے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا اے انسؓ! تو لوگوں نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنے لگے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الی جبرائیل ننعاہ ص ۶۴۱ / ۱۲ اگرچہ جبرائیلؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بخوبی علم تھا۔ مگر اس کلام سے حسرت وافسوس کا اظہار کرنا ہے۔ جیسے رب انی وضعتھا انثی بی بی مریم کی والدہ نے بطور حسرت کے کہا تھا۔ یا یہ بتلانا مقصود ہے کہ متکلم بھی اس خبر سے واقف ہے۔ جیسے حافظ قرآن سے کہا جائے۔ حفظت القرآن۔ یعنی مجھے بھی تیرے حافظ قرآن ہونے کا علم ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مختار الصحاح میں ہے۔ النعی خبر الموت الناعی ھو الذی یاتی بخبر الموت تو ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ جبرائیل علیہ السلام کو موت کی خبر دے رہی ہیں۔ جنہیں آپؐ کی وفات کا علم نہیں تھا۔ حالانکہ وہ تو جانتے تھے۔ تو قطب گنگوہیؒ نے اس شبہ کے دو جواب دیئے۔ جو فن معانی کے مطابق ہیں۔ کہ کبھی متکلم کا کلام سے مقصد افادۂ خبر ہوتا ہے۔ اور کبھی اپنے عالم خبر ہونے کا فائدہ دینا ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات جملہ خبریہ تحزن اور تحسر کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے امراۃ عمران نے کہا تھا۔ رب انی وضعتھا انثی اور دوسرے متکلم کے عالم بالخبر ہونے کی اطلاع جیسے حفظت القرآن لمن حفظ القرآن البتہ ایک روایت میں الی جبرائیل لنناہ وارد ہے۔ جس میں فاعل کی ضمیر ربؐ کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں قطب گنگوہیؒ کا اشکال وارد نہیں ہوگا۔ اگر یہ اشکال ہو کہ یہ تو نوحہ ہے۔ جس سے ممانعت کی گئی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ نوحہ مباحہ ہے۔ جس میں جاہلیت کے اکاذیب نہیں ہیں۔

واکرب اباہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کہا گیا۔ جس پر آپؐ نے کوئی نکیر نہیں کیا۔ بلکہ اس کی تقریر فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ موت کے قریب میت کے لئے اظہار غم وحزن جائز ہے۔ اور بعد وفات کے بھی ایسے اوصاف ذکر کرنے جائز ہیں جو موصوف میں پائے جاتے ہوں۔ جیسے حضرت فاطمہؓ بعد الوفات کہتی ہیں۔ جن سے آپؐ در حقیقت متصف تھے۔ باقی حضرت انسؓ نے حضرت فاطمہؓ کے سوال کا جواب ادب کی رعایت سے نہیں دیا۔ کہ ہم نے تو آپؐ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ الامر فوق الادب۔

بَابُ اٰخِرُ مَا تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری کلمات بولے۔

حدیث نمبر ۴۰۰۸ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِيْ رِجَالٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ اَنَّهٗ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهٖ وَرَاْسُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهٗ اِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ اِذًا لَا يَخْتَارُنَا وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ قَالَتْ فَكَانَتْ اٰخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن مسیبؒ نے اہل علم کی ایک مجلس میں خبر بیان کی کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تندرست تھے تو فرماتے تھے۔ کہ اس وقت تک کسی نبی کی وفات نہیں ہوتی یہاں تک کہ انہیں اپنا جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ پھر دنیا اور آخرت میں انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ پس جب آپؐ پر شدت کا دورہ پڑا تو آپؐ کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ آپؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا۔ تو آپؐ نے ٹکٹکی باندھ کر گھر کی چھت کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے دل میں کہا کہ اب آپؐ ہمارے ساتھ دنیا میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ پھر مجھے وہ حدیث یاد آگئی جو آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ فرماتی ہیں۔ پس وہ آخری کلمہ جو آپؐ بول سکے وہ اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ تھا۔

بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کب ہوئی۔

حدیث نمبر ۴۰۰۹ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ

وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ دونوں سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد مکہ معظمہ میں دس سال اقامت پذیر رہے کہ آپؐ پر قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔ تین سال تک وحی کا انقطاع رہا۔ اس طرح تیرہ سال بعد از نبوت ہو گئے اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔

حدیث نمبر ۴۱۰۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ تو آپؐ ترسیٹھ ۶۳ سال کی عمر کے تھے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۱ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلٰثِيْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایسے حال میں ہوئی کہ آپؐ نے اپنی زرہ تیس ۳۰ صاع گندم کے بدلے ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔ جس کا نام ابوالشحم تھا۔ تو یہ آپؐ کا آخری حال ہوا۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کے لشکر کو اپنی اس بیماری میں روانہ کرنا جس میں آپؐ کی وفات ہو گئی۔

حدیث نمبر ۴۱۰۲ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ الخ عَنْ أَبِيْهِ ابْنِ عُمَرَؓ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ فَقَالُوْا فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِيْ أُسَامَةَ وَإِنَّهٗ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ اٹھارہ سالہ

نوجوان کو ایک لشکر کا سردار بنایا۔ جس میں اکابر صحابہ بھی موجود تھے۔ تو لوگوں نے ان کے بارے میں چہ میگویاں شروع کر دیں۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کچھ تم لوگوں نے حضرت اسامہؓ کے بارے میں کہا ہے وہ سب کچھ مجھ تک پہنچ چکا ہے۔ بہرحال سالار وہی رہیں گے۔ کیونکہ وہ سب لوگوں میں سے مجھے زیادہ پیارے ہیں۔ چنانچہ بدھ کے دن آپؐ کو سخت بخار چڑھا۔ سر میں شدید درد ہوا افاقہ کے بعد یوم الخمیس میں آپؐ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کا جھنڈا باندھا۔ جویریدہ اسلمیؓ نے ان کو پہنچایا۔ جب کہ وہ مقام جرف میں لشکر انداز تھے۔

حدیث نمبر ۴۰۱۳ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِّلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا۔ جس پر حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو افسر مقرر فرمایا۔ تو لوگوں نے ان کی افسری پر اعتراض کیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ آج اگر تم لوگ اس کی افسری پر طعنہ کرتے ہو۔ تو اس سے پہلے اس کے باپ کی افسری پر بھی طعن و تشنیع کر چکے ہو۔ اللہ کی قسم! وہ افسری کے لائق تھے۔ کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے مجھے محبوب تھے۔ اب ان کے بعد ان کے بیٹے اسامہؓ سب سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔

باب حدیث نمبر ۴۰۱۴ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ الخ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ مَتٰى هَاجَرْتَ قَالَ خَرَجْنَا مِنَ الْيَمَنِ مُهَاجِرِيْنَ فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ فَاَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهٗ مَا الْخَبَرُ فَقَالَ دَفَنَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ خَمْسٍ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِيْ بِلَالٌ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ فِي السَّبْعِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ۔

ترجمہ۔ حضرت صنابحیؒ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابو الخیرؒ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کب ہجرت کی۔

انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ یمن سے ہجرت کر کے آ رہے تھے۔ جب ہم جحفہ کے مقام پر پہنچے تو ہمیں ایک اونٹ سوار ملا۔ جس سے میں نے پوچھا۔ کہ خیر ہے کوئی خیر کی خبر سناؤ۔ اس نے کہا آج سے پانچ دن پہلے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے آ رہے ہیں۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے لیلۃ القدر کے بارے میں بھی کچھ سنا ہے۔ اس نے کہا ہاں! مجھے حضرت بلالؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے خبر دی۔ کہ وہ رمضان شریف کی ستائیسویں ۲۷ تاریخ کو ہوتی ہے۔ بہرحال جیش اسامۃ ابھی مقام جرف میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ کہ آپؐ کی وفات ہو گئی۔ تو سب سے پہلا کام جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کیا کہ باوجود مخالفت کے جیش اسامہ کو روانہ کیا۔ یہ اوّل ربیع الآخر ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔ وہ اہل اُبنا کے اوپر حملہ آور ہوئے۔ بہت سوں کو قتل کیا اور بہتوں کو قیدی بنایا ان کے مکانات جلا دیئے اور کھجور کے باغات بھی جلائے اور اپنے باپ کے قاتل کو بھی قتل کیا۔ مدینہ واپس آئے تو مسلمانوں کا کوئی آدمی شہید نہیں ہوا تھا۔ اہل مدینہ اور مہاجرین کھلے کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خوش ہو کر ان کا استقبال کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ لشکر تین ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ جن میں سات سو افراد قریش کے تھے۔

بَابُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات میں بنفس نفیس شمولیت فرمائی۔

حدیث نمبر ۴۰۱۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ الخ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقمؓ سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تم نے کتنے غزوات میں شمولیت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ سترہ غزوات میں۔ تو میں نے پوچھا۔ خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات میں حصہ لیا۔ انہوں نے فرمایا انیس غزوات ہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ الخ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں حضرت البراءؓ نے حدیث بیان کی۔ کہ میں نے جناب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پندرہ غزوات میں شمولیت کی۔

حدیث نمبر ۴۱۰۷ حَدَّثَنِی اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الخ عَنْ اَبِیْهِ بُرَیْدَةَ قَالَ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً۔

ترجمہ۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سولہ غزوات میں شمولیت کی۔

راقم السطور:۔ محمد عبد السلام قاسمی۔ ۲۹۴۔ بی۔ شاہ رکن عالم کالونی۔ ملتان شہر۔ فون۔ ۵۶۱۵۵۳

كِتَابُ التَّفْسِيرِ

کتاب قرآن کی تفسیر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

شروع ساتھ نام اللہ کے جو بہت رحم والا مہربان ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اِسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ الرَّحِيْمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ كَالْعَلِيْمِ وَالْعَالِمِ۔

ترجمہ۔ رحمٰن اور رحیم دونوں رحمت مصدر کے اسم صفت مشبہ ہیں مبالغہ کے لئے رحیم اور راحم ہم معنی ہیں۔ جیسے علیم اور عالم مگر علیم اور رحیم میں مبالغہ ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

وَسُمِّيَتْ اُمَّ الْكِتٰبِ اَنَّهُ يُبْدَأُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَيُبْدَأُ بِقِرَاءَتِهَا فِي الصَّلٰوةِ وَالدِّيْنُ الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِالدِّيْنِ بِالْحِسَابِ مَدِيْنِيْنَ مُحَاسَبِيْنَ۔

ترجمہ۔ سورۃ الفاتحہ کے بارے میں جو کچھ فضائل وارد ہوئے ہیں اور فاتحۃ الکتاب کے علاوہ اس سورت کا نام امّ الکتاب بھی رکھا گیا ہے۔ کیونکہ صحیفوں میں اس کے لکھنے سے ابتداء کی جاتی ہے۔ اور نماز میں اس کے پڑھنے سے شروع کیا جاتا ہے۔ اور دین کے معنی بدلے کے ہیں۔ خواہ بدلہ خیر کا ہو۔ یا شر کا۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے۔ کما تدین تدان جیسے کروگے ویسے بھروگے۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ کہ دین کا معنی حساب ہے۔ جیسے مدینین کے معنی حساب کئے گئے لوگوں کے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۱۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰی قَالَ کُنْتُ اُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ فَدَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْہُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ فَقَالَ اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ ثُمَّ قَالَ لِیْ لَاُعَلِّمَنَّکَ سُوْرَۃً ھِیَ اَعْظَمُ السُّوَرِ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِیْ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ قُلْتُ لَہٗ اَلَمْ تَقُلْ لَاُعَلِّمَنَّکَ سُوْرَۃً ھِیَ اَعْظَمُ سُوْرَۃٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ھِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُہٗ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن المعلیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ پس میں آپؐ کو جواب نہ دے سکا یعنی لبیک نہ کہہ سکا۔ فارغ ہو کر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لئے جواب نہ دے سکا۔ آپؐ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول کی دعوت قبول کرو۔ جب وہ تمہیں بلائیں۔ پھر آپؐ نے مجھے فرمایا۔ کیا تمہیں ایک ایسی سورۃ نہ سکھلاؤں جو قرآن مجید میں سب سورتوں سے بڑی عظمت والی ہے۔ تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے۔ پھر آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پس آپؐ نے مسجد سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے کہا۔ کیا آپؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں آپؐ کو ایک ایسی سورۃ سکھلاؤں گا۔ جو قرآن مجید سے بڑی عظمت والی سورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ الحمد للہ رب العالمین ہے۔ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جسے مجھے دی گئی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ تفسیر فسر سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بیان اور وضوح کے ہیں اور اس میں خصوصیت کتاب اللہ اور کلامِ رسول کی نہیں۔ بلکہ لغت میں تعمیم ہے۔ البتہ عرفِ شرع میں بیان کلام اللہ کے ساتھ مختص ہو گیا ہے۔ پھر دوسری تخصیص یہ ہے کہ تفسیر اور تاویل دو الگ الگ ہوں گی۔ حضرت ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں۔ کہ تفسیر بیان مراد کلام اللہ بکلام رسولہ یعنی کلام باری تعالیٰ کی مراد پیغمبر خدا کے ذریعہ معلوم ہو سکتی ہے۔ بنا بریں تفسیر بالرائے حرام قرار دی گئی۔ چنانچہ ائمہ تفسیر ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ سب یہی فرماتے ہیں۔ اور تاویل اس کو کہتے ہیں۔ کہ جس معنی کا آیات تحمل کر سکیں۔ تاویل بالرائے درست ہے۔ احتمالاتِ آیات کو تاویل میں بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے متعلق فرمایا گیا۔ لاتحصی عجائبہ کہ اس کے عجائب کی کوئی گنتی نہیں۔ متاخرین مفسرین کلام میں ہم ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو متقدمین کے کلام

میں نہیں ملتیں۔ تو اسے تفسیر نہ کہا جائے گا۔ اس کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے زیادہ واضح کیا ہے۔ کہ تفسیر کے لئے تین شرائط ہیں (۱) کلام اللہ کے مطابقی معانی یعنی حقیقی معنی یا مجاز متعارف لئے جائیں (۲) سیاق وسباق اس معنے کے مخالف نہ ہو۔ (۳) قرون اولیٰ جن کے دور میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے اس آیت کے اس معنی کو سمجھا ہو۔ اگر کسی معنی میں یہ تینوں شرائط موجود ہیں تو یہ تفسیر ہوگی۔ اگر دو شرطیں پائی جائیں تو تاویل قریب ہے اگر ایک شرط ہو تو تاویل بعید ہے۔ اگر ان شرائط ثلاثہ میں سے کوئی شرط بھی نہ پائی جائے تو یہ تحریف ہے۔ اس وضاحت کی اس لئے ضرورت پیش آئی۔ کہ معتزلہ۔ شیعہ۔ قدری۔ جبری۔ اہل سنت والجماعت سب کے سب دلیل میں قرآن کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ وجوہ یومئذ ناضرة الی ربھا ناظرة میں معتزلی ناظرة کو بمعنی منتظرة کے لیتا ہے۔ اور الیٰ کے معنی الاء ربھا کے لیتا ہے۔ اہل سنت والجماعت رؤیت الیٰ ربھا کے معنی لیتے ہیں۔ سنّی معتزلی سے کہتا ہے کہ تمہاری تاویل سیاق کے مخالف ہے۔ کیونکہ انتظار میں نضرت اور ترو تازگی نہیں آسکتی۔ بلکہ انتظار کی وجہ سے تو عبوستہ اور زردی آتی ہے۔ دوسری شرط یہ تھی۔ کہ قرن اولیٰ میں اس آیت کے کیا معنی سمجھے گئے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام نے ناظرة الیٰ ربھا کے معنی یہی رائیتہ کے لئے ہیں۔ اس کے خلاف ان سے منقول نہیں۔ اور الیٰ کے معنی آلاء کے لینا یہ مجاز متعارف نہیں۔ لہٰذا یہ تفسیر صحیح نہ ہوگی۔

علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ التاویل وسیع۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی فوج غلبہ حاصل کرنے والی تھی۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مغلوبیت کے خوف سے اس جنگ کو ٹالنا چاہا۔ تو قرآن مجید کو حضرت عمرو بن العاصؓ کی تجویز پر نیزوں پر اٹھا لیا گیا۔ اور سفید جھنڈا لہرا کر ان الحکم الا للّٰہ کا نعرہ لگا دیا۔ تو فوج علیؓ کے نوجوانوں نے جنگ لڑائی بند کر دی۔ اور حَکم مقرر کرنے پر تیار ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ فریقین کے حکم مقرر ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے رہے۔ ان الحکم الا للّٰہ کلمۃ حق ارید بھا الباطل کہ کلمہ تو حق ہے۔ لیکن اس سے مراد باطل ہے۔ جب فیصلہ خلاف ہوا تو یہی شیعان علیؓ نے دونوں رہنماؤں کو کافر قرار دیا۔ حضرت علیؓ نے ان کے سمجھانے کے لئے حضرت ابن عباسؓ کو بھیجا۔ فرمایا۔ کہ کلام اللہ سے ان کو نہ سمجھانا حدیث نبوی سے ان کو راہ راست پر لانا۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات تو ذو وجوہ ہیں۔ احادیث نے ان کو بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔ وانزلنا علیک القرآن لتبیّن للناس کہ ہم قرآن آپؐ پر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ آپؐ لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت کر دیں۔

چنانچہ ابن عباسؓ کے سمجھانے پر آٹھ ہزار خارجی واپس آگئے۔ چار ہزار اپنی ضد پر قائم رہے۔ یہ لقیہ باز نہیں تھے۔ نڈر اور بہادر تھے۔ چنانچہ شبیب خارجی کی بیوی حجاج بن یوسف ثقفی جیسے ظالم کا سال بھر تک مقابلہ کرتی رہی ہے۔ جامع مسجد میں اس کا آنا مشکل کردیا تھا۔ اقامت غزالہ سوق الضراب بین العراقین حولاً قمیئاً اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کو دو مرتبہ خارجیوں نے پکڑ کر توبہ کرنے پر مجبور کیا۔ امام صاحبؒ نے خود بھی توبہ کی اور ان سے بھی توبہ کرائی۔ یہ لوگ مرتکب کبیرہ کو کافر سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے امام صاحبؒ سے توبہ کرائی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا۔ ہر فعل ارتداد پر دلالت نہیں کرتا۔ دیکھو مجھ سے کوئی فعل کفر کا سرزد نہیں ہوا۔ تم نے مجھے خواہ مخواہ کافر سمجھا۔ لہٰذا تم بھی توبہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے بھی توبہ کی۔ غرضیکہ قرآن مجید اجمال ہے۔ اس کی تفسیر سنۃ الرسول سے کرنی چاہیئے۔ چونکہ اہل سنت والجماعت اسی طریقہ پر تفسیر کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حضرات ان شروط ثلاثہ کو ملحوظ رکھ کر تفسیر کرتے ہیں۔ یہ شروط اس معنی پر قرینہ ہوتی ہیں۔ امام بخاریؒ اس مقام پر تفسیر سے عام معنی مراد لیتے ہیں۔ بیان ما یتعلق بالآیۃ۔ یعنی لغوی معانی کے علاوہ شان نزول کے اختلاف کو دور کرنا۔ قرأت کا اختلاف بیان کرنا۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ معنی الجملہ کی تبیین کرے۔ امام بخاریؒ نے اس جگہ زیادہ تر حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر معانی پر اعتماد کیا ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ کو اس بارے میں امتیازی شان حاصل ہے۔ ایک تو آپؐ نے ان کے بارے میں دعا فرمائی۔ اللھم علمہ الکتاب وفقھہ فی الدین۔ اے اللہ انہیں کتاب سکھلا دے۔ اور دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور ان کے بارے میں فرمایا۔ ان لہ لسانا سؤلا وقلبا عقولا۔ اگرچہ آپ صغارِ صحابہ میں سے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا زمانہ بہت مختصر ہے۔ ان کو لغتِ عرب پر عبور حاصل تھا۔ اور قرآن مجید کا سمجھنا لغتِ عرب میں مہارت پیدا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ کأسا دھاقا میں دھاق کے معنی چھلکنے کے ہیں۔ اہلِ مکہ کے یہاں استعمال نہیں۔ البتہ اہل عرب اسے استعمال کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے جب کسی قرآنی لفظ کا معنی پوچھا جاتا تھا۔ تو وہ معنی تبلاکر استشہاد میں اشعارِ جاہلیت پیش کرتے تھے۔ جو ان کو ازبر ہوتے تھے۔ تو ان سے کہا جاتا کہ ھل وجدت فی کلام العرب اگرچہ اشعارِ جاہلیت میں فحش اور بے ادبی کی باتیں بہت ہوتی ہیں۔ لیکن کلام اللہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے کلامِ عرب کا احاطہ ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ علیکم بدواوین العرب۔ متنبی وغیرہ کے اشعار سے ہم استدلال اس لئے نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ متولدین میں سے ہیں۔ اسلام سے پہلے جو

شعراء جاہلیت گزرے ہیں۔ ان کے کلام سے استدلال ہوگا۔ بنا بریں امام بخاریؒ حضرت ابن عباسؓ کے کلام پر اعتبار کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی دوسرے حضرات سے بھی لیتے ہیں۔

الرحمٰن یہ لفظ اگرچہ لغت عرب میں مستعمل تھا۔ لیکن قریش مکہ کے یہاں قلیل الاستعمال تھا۔ اس لئے وہ کہتے تھے ما الرحمٰن رحمٰن اور رحیم کا مادہ ایک رحمت ہے۔ صیغے دونوں مبالغہ کے ہیں۔ لیکن زیادہ الفاظ کی وجہ سے رحمان میں مبالغہ زیادہ ہے۔ زیادۃ اللفظ تدل علیٰ زیادۃ المعنی مشہور جملہ ہے۔ اور مشہور یہ ہے۔ کہ رحمان کا اطلاق باری تعالےٰ پر دنیا کے اعتبار سے ہے۔ کہ آپ کی رحمت دنیا میں وسیع ہے۔ جو فاسق۔ کافر اور مطیع و مسلم سب کو شامل ہے۔ اور رحیم باعتبار آخرت کے ہیں۔ کہ آخرت میں آپ کی رحمت مؤمنین و مسلمین کے ساتھ مختص ہوگی۔ البتہ باعتبار کیف کے رحمت اخروی زیادہ ہے۔ اور باعتبار کم اور متعلقات کے رحمت دنیا وسیع ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا۔ باری تعالےٰ باعتبار دنیا کے رحمٰن تربیت کے لحاظ سے ہیں۔ کیونکہ تربیت کہتے ہیں کہ کسی چیز کو تدریجاً اس کے کمال تک پہنچانا۔ تاکہ اس کے نتائج پیدا ہونے لگیں۔ تو یہ تربیت بغیر رحمت کے نہیں ہوسکتی۔ اور نتائج کا تحفظ بھی بغیر رحمت کے نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا تربیت کے لحاظ سے رحمان اور نتائج حاصلہ کی حفاظت کے اعتبار سے رحیم کہا گیا۔ امام بخاریؒ ان فروق کے درپے نہیں ہے۔ دوسرے حضرات مفسرین انہیں بیان کرتے ہیں۔

رحیم بروزن فعیل۔ کبھی یہ وزن فاعل کے معنی میں آتا ہے اور کبھی مفعول کے معنی میں۔ تو امام بخاریؒ نے بتلادیا۔ کہ رحیم راحم کے معنی میں ہے۔ اگر سوال ہو۔ کہ فعیل کا وزن تو استمرار و دوام پر دلالت کرتا۔ فاعل فاعل استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ تو رحیم میں دوام ہوگا راحم میں نہیں ہوگا۔ تو پھر رحیم راحم کے معنی میں کیسے ہوا۔ تو کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ کا یہ مقصد نہیں کہ رحیم دوام سے نکل گیا۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ فعیل بمعنی فاعل کے ہے۔ جیسے علیم بمعنی عالم کے ہے۔ تفسیر میں جملہ وجوہ کا لحاظ ضروری نہیں۔ جو چیز نقل سے مل گئی اسے بیان کردیا۔

بسم اللہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماسبق سے فصل کے لئے بتلایا گیا۔ اسی بنا پر امام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ البسملۃ اٰیۃ واحدۃ انزلت لفصل السور تو امام صاحبؒ اسے مستقل آیت مانتے ہیں۔ جو فصل کے لئے نازل ہوئی۔ امام شافعیؒ اسے جزء سورۃ مانتے ہیں۔

ام الکتاب ام کے معنی مبدء کے ہیں۔ اگرچہ وہ اس سے نہ نکلتی ہو اور پیدا ہوتی ہو۔ لیکن توسعًا

ہر مبدء کو ام کہا گیا۔ اگر شبہ ہو کہ قرآن کی ابتدا تو اقرء باسم ربک سے ہوئی ہے۔ تو سورۃ فاتحہ مبدء کیسے ہوگی۔ تو امام بخاریؒ نے جواب دیا۔ کہ کتابت فی المصاحف میں اس سے ابتدا کی جاتی ہے۔ اور نماز میں قرأت بھی اسی سے شروع ہوتی ہے۔ بایں معنی مبدء ہوا۔

الدین کے متعدد معانی آتے ہیں۔ طریقہ موصلہ۔ جزاء۔ مذہب وغیرہ۔ اصلی معنی جزاء کے ہیں۔ کما تدین تدان ای کما تعمل تجزی۔ دین بمعنی عمل بطور مشاکلہ کے ہے۔ کہ ایک معنی کو قرب کی وجہ سے دوسرے معنی کا لباس پہنا دیا جائے۔ جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا واطبخوا لی جبۃ وقمیصا۔ حضرت مجاہدؒ دین کے معنی حساب کے لیتے ہیں۔ جیسے غیر مدینین بمعنی غیر محاسبین کے ہے۔ اور أرأیت الذی یکذب بالدین۔ اے بالحساب تو دین کے اندر دو معنی ہوئے۔ جزاء اور حساب۔

استجیبوا للہ وللرسول الخ یہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ کہ جب اللہ کا رسول پکارے تو استجابت واجب ہے۔ خواہ نماز میں ہو یا خارج صلوٰۃ۔ پھر شوافعؒ فرماتے ہیں کہ نماز اس سے فاسد نہ ہوگی۔ تو یہ خصوصیات نبویہ میں سے ہو جائے گی۔ لیکن اکثر حضرات ائمہ کا یہ مسلک ہے۔ کہ استجابت، واجب ہے۔ نماز کا توڑ دینا ضروری ہے۔ جیسے کسی پریشان حال کی فریاد رسی اور مال کے چوری ہونے کی وجہ سے نماز توڑ دی جاتی ہے۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی قضا کرے۔

والقرآن العظیم حضرت شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے موافقین فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مجید تمام کا تمام اعظم ہے۔ کسی آیت کو کسی دوسری آیت پر فضیلت نہیں ہے۔ لیکن جمہور ائمہ کا مسلک یہ ہے۔ کہ چونکہ احادیث نبویہ میں بعض آیات کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور وہ فضیلت باعتبار ثواب کے ہے۔ اس سے دوسری آیات کی تحقیر و تذلیل مقصود نہیں۔

السبع المثانی والقرآن العظیم کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔ ایک تو یہی کہ سورۃ فاتحہ میں سات آیات ہیں۔ اسی بنا پر امام اعظمؒ انعمت علیہم پر وقف کرتے ہیں۔ شوافعؒ حضرات چونکہ بسم اللہ کو جزء سورۃ مانتے ہیں۔ اس لئے وہ انعمت علیہم پر وقف نہیں کرتے۔ امام صاحبؒ کا قول اس لئے راجح ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جو قسمت الفاتحۃ بینی وبین عبدی والی روایت نقل کی ہے۔ اگر بسملہ کو داخل مانا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حصہ میں ساڑھے چار آیات اور بندے کے حصہ اڑھائی آیات رہ جاتی ہیں۔ اور بعض حضرات نے سبع مثانی کا مصداق پہلی سبع طوال کو قرار دیا ہے۔ سورۃ بقرہ سے سورۃ انفال تک۔ اور بعض نے

سبع مثانی باعتبار مضامین کے کہا ہے۔ تبشیر تنذیر احکام قصص وغیرہ۔ دیگر حضرات نے اور بھی مصداق بیان کئے ہیں۔ لیکن راجح یہی ہے جس کو امام بخاریؒ نے بیان فرمایا۔ اور مثانی مثنٰی کی جمع ہے۔ جس کے معنی تکرار کے ہیں۔ تو اس سورۃ مثانی اس اعتبار سے کہا گیا تھا۔ مرۃ بعد اخرٰی۔ نماز میں بار بار دہرائی جاتی ہے۔ یا نزول کئی بار ہوا ہے۔ اور بعض نے حمد و ثنا پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اسے مثانی کہا ہے۔ اور بعض نے تکرار الفاظ کی وجہ سے مثانی کہا ہے۔ الرحمٰن الرحیم۔ ایاک اور صراط کے الفاظ مکرر ہیں۔ اور بعض نے کہا۔ سبع مثانی خود قرآن مجید ہے۔ کہ اولاً وہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک اور پھر وہاں سے آپؐ کے قلب اطہر پر نزول ہوتا رہا۔ اس تقدیر پر من تبعیضیہ ہوگا۔ اور پہلی صورتوں میں من تبیینیہ تھا۔ اور بعض نے کہا کہ خود یہی سورۃ فاتحہ قرآن عظیم ہے۔ جو امم سابقہ میں سے کسی کو نہیں دی گئی۔ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم سے یہی سورۃ مراد ہے۔ تو اس صورت میں عطف تفسیری ہوگا۔ اور جو لوگ عطف کو تغایر کے لئے کہتے ہیں۔ ان کے یہاں قرآن عظیم اس حصہ کو کہا جائے گا۔ جو سورۃ فاتحہ کے علاوہ ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کو قرآن عظیم اس لئے کہا گیا کہ قرآن مجید کے سب مضامین اس سورۃ میں جمع ہیں۔ بعض محققین کا کہنا ہے۔ کہ قرآن مجید کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں اور اس کا خلاصہ بسملہ میں اور بسملہ کا خلاصہ حرف باء میں بیان کیا گیا ہے۔ جو الصاق کے لئے ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے چمٹ جاؤ۔ اور یہ سورۃ تعلیم آداب حضوری کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اس لئے سب سورتوں سے افضل ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الرحمٰن الرحیم ص ۶۴۲/۹ امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ ان دونوں کا معنی اور مادۂ اشتقاق ایک ہے۔ اگرچہ فاعل کا اکثر استعمال حدوث کے معنی میں ہوتا ہے اور فعیل کا دوام پہ دلالت کرتا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتا ہے۔ جب کہ اصل معنی فعل کے رہنے دیئے جائیں اور زائد معنی سے انہیں خالی کر لیا جائے۔ اور فعیل کا لفظ صفات خلقیہ میں اس لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کہ ان صفات کو حدوث سے خالی کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے موصوف پر کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرتا کہ یہ صفت اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔

مدینین بمعنی محاسبین ص ۶۴۲/۱۳ یہ اطلاق احد المسادبین علی الآخر ہے۔ کیونکہ حساب جزا اور سزا کے لئے ہوتا ہے۔ اور جزا اور سزا بغیر محاسبہ کے ممکن نہیں تو دونوں میں تلازم کی نسبت ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ تفسیر فسر سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کھولنے اور بیان کرنے کے ہیں۔ تفسیر اور تاویل کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا تفسیر بیان المراد باللفظ اور تاویل

بیان المراد بالمعنی مطلب یہ ہے کہ تفسیر کا طریقہ روایت ونقل ہے اور تاویل کا طریقہ درایۃ اور عقل ہے۔ تو اس طرح قرآن عربی کے سمجھنے میں لسان عربی کی معرفت ضروری ہوئی۔ صاحب الفیضؒ فرماتے ہیں کہ پہلے پہل جن لوگوں نے قرآن مجید کی خدمت کی ہے۔ وہ ائمہ نحو ہیں۔ اگر امام بخاریؒ بھی ان کا طریقہ اختیار کرتے تو اچھا ہوتا۔ لیکن انہوں نے ابو عبیدہ معمر کا طریقہ اختیار کیا۔ کہ مفردات الفاظ کی تفسیر بیان کی جس میں ترتیب اور تہذیب ملحوظ نہیں ہے۔ اس لئے اس کی طرح ان کی تفسیر میں اقوال مرجوحہ آگئے ہیں اور کسی ترتیب کا لحاظ نہیں کیا۔ اس لئے طالبین کے لئے ان کی تفسیر کا سمجھنا مشکل ہوگیا۔ کیونکہ نقد وتہذیب کی طرف انہوں نے بالکل توجہ نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ابو عبیدہ کی طرح ان کے نزدیک مجاز کے اصطلاحی معنی نہیں ہیں۔ بلکہ لفظ کے استعمالات کے موارد کو مجاز کہا ہے۔

الرحمٰن الرحیم قسطلانیؒ تو فرماتے ہیں کہ دونوں لفظ رحمت سے مشتق ہیں۔ بعض حضرات نے اسے غیر مشتق مانا ہے۔ کیونکہ عرب نے کہا ما الرحمٰن۔ جواب یہ ہے کہ وہ لوگ تو اس کی صفت اور موصوف سے جاہل تھے۔ اس لئے ما الرحمٰن کہا من الرحمٰن نہیں کہا۔ اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان الرحمٰن خلقت الرحیم وشققت لھا اسما من اسمی الخ کہ میں ہی رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا کیا۔ اور اس کے لئے اپنے نام میں سے نام نکالا۔ تو یہ اشتقاق پر نص ہے۔ الرحمٰن فعلان کے وزن پر اسم ہے۔ رحم سے۔ اور رحیم فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے۔ اور رحمت کے معنی لغت میں رقت القلب کے ہیں۔ جس سے وہ تفضل اور احسان کرنا چاہتا ہے۔ رحم بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ما فیہا پر مڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور باری تعالیٰ کے بارے میں حقیقی معنی تو محال ہیں۔ البتہ مجازی معنی تفضل اور احسان کے مراد لئے جاتے ہیں۔

یعنی اصل معناھما الخ یہ جو امام بخاریؒ نے فرمایا کہ الرحیم والراحم بمعنی اس کے متعلق فرمارہے ہیں۔ کہ رحیم صفت مشبہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ اسم مفعول کے معنی میں نہیں۔

مدینین سے قطب گنگوہیؒ نے یہ بیان فرمایا کہ دین کے اصلی معنی تو جزاء کے ہیں۔ چونکہ حساب جزاء کو لازم ہے۔ اس لئے اطلاق اللازم علی الملزوم ہو۔ اور صاحب جلالین نے غیر مدینین بمعنی مجزبین کے لیا ہے۔ اور امام راغبؒ نے فرمایا کہ دین بمعنی شریعت کے عاریۃً ہے۔ اور بل تکذبون بالدین میں مجاہدؒ نے دین بمعنی حساب کے لیا ہے۔ تو مالک یوم الدین یوم الحساب اور یوم الجزاء کے معنی ہوں گے۔ اور بھی بہت

سے دین کے معانی بیان کئے جاتے ہیں۔ عادت، عمل، حکم، حال، خلق، طاعۃ، قہر اور ملت، ورع، سیاست۔ آخر میں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ تفسیر میں مختلف سورتوں کی متفرق آیات ذکر کرتے ہیں۔ اگرچہ ادنیٰ مناسبۃ ہو۔ تو جب سورۃ فاتحہ میں مالک یوم الدین آیا تو آیت کی مناسبت سے سورۃ انفطار اور سورۃ واقعہ کی آیات ذکر فرمادیں۔

بَابُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

ترجمہ۔ باب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کا بیان۔

حدیث نمبر ۴۰۱۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَمَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگیا اس کے سب پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ من وافق قولہ الخ بعض حضرات نے توافق باعتبار زمان کے کہا ہے۔ اور بعض نے توافق حضور قلب مراد لیا ہے۔ اور ملائکہ سے اس جگہ وہ فرشتے مراد ہیں۔ جو ہر وقت ہر ہر فرد کے اور جماعت کے ساتھ رہتے ہیں۔ لیکن دوسری روایت میں ہے۔ کہ اذا قالت الملائکۃ فی السماء تو توافق زبانی آسمانی فرشتوں کے توافق سے مطلوب ہے۔ یعنی ملأ اعلیٰ کے ملائکہ ہمارے ساتھ ہی آمین کہیں گے۔

صراط مستقیم خط مستقیم تو اس کو کہتے ہیں جو اقصر خطوطاً یعنی سب سے چھوٹا خط۔ تو صراط مستقیم سے واضح راستہ اور کثیر الورود مراد ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں منعم علیہم چار ذکر ہوئے۔ منا النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ اور اس کے لئے تین چیزیں ذکر ہوئیں۔ منعم علیہ وہ ہے جو ضلالت اور غضب کی وجہ سے شوخی نہ کرتا ہو۔ جیسے یہود کرتے تھے۔ دوسرے منعم علیہ وہ ہوا کہ اس میں شوخی تو

نہ ہو اور گمراہی بھی نہ ہو۔ کہ نصاریٰ ضالاً ہیں۔ جن لوگوں پر انعامات ہوئے وہ انبیاء۔ صدیقین وغیرھم۔ نہ وہ گمراہ ہیں۔ اور نہ ہی شوخی کی وجہ سے ان پر غضب ہوا ہے۔ امت محمدیہ دونوں سے بچنا چاہتی ہے۔

اھدنا تثبت کے لئے کہتا ہے۔ کہ ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھنا یا ہدایت کلی مشکک ہے جو درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ اس سے زائد اور بلند مرتبہ کو طلب کرتا ہے۔ لہٰذا تحصیل حاصل کا اعتراض نہیں وارد ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اس مقام پر یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے۔ کہ حضرات محدثین کے یہاں تفسیر عام ہے۔ خواہ کسی کلمہ کی شرح کرنا ہو۔ یا کلام سے جو قصہ متعلق ہے۔ اس کی تفصیل بیان کی جائے۔ یا نفضیلت بیان کی جائے۔ یا جو چیزیں سورۃ تمام کرنے کے بعد پڑھی جاتیں ان کا بیان ہوگا۔ اور کم از کم تفسیر میں یہ بھی داخل ہے۔ کہ قرآن مجید کا لفظ حدیث میں آگیا۔ اب پہلے امور کا تفسیر میں داخل ہونا تو ظاہر ہے۔ لیکن لفظ قرآن کا حدیث میں وارد ہونا یہ تفسیر میں کیسے داخل ہے اس میں خفا تھا۔ اس لئے اس کا نکتہ یہ ہے۔ کہ لفظ حدیث لفظ قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں جگہ قرآن وحدیث میں ایک ہی معنی مراد ہیں۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کبھی کسی قصہ یا کلام میں لفظ کے معنی نہیں واضح ہوتے۔ حدیث اس کو واضح کر دیتی ہے۔ یا مراد واضح نہیں ہوتی۔ تو حدیث کے لفظ سے مراد واضح ہو جاتی ہے۔ یا یہ لفظ کسی قصہ کے علاوہ کسی اور جگہ آگیا۔ تو اگر آدمی آیت و روایۃ دونوں کا لحاظ کرے گا۔ تو مقصد سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ معلوم رہے کہ مصنفؒ کی تفسیر متاخرین حضرات کی تفسیر کے مطابق نہیں ہے۔ کہ اس میں مغلقات کا حل ہو۔ مسائل کی تحقیق ہو۔ بلکہ ان کا مقصد اس حدیث کا لانا ہے۔ جس کا کسی طرح سے لفظ قرآن سے مناسبت ہو۔ امام مسلمؒ کی کتاب میں تفسیر بالکل مختصر ہے۔ اور سب سے زیادہ ترمذی میں ہے۔ صحاح ستہ میں سے اور کسی کے اندر تفسیر نہیں ہے۔ البتہ ابوداؤد میں کتاب الحروف بھی تفسیر میں داخل ہے۔ جو امام بخاریؒ کے طریقہ کے مطابق ہے۔ بنابریں علامہ عینیؒ کا امام بخاریؒ پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہوگا۔ کہ باب غیر المغضوب علیھم میں نہ تو باب کا لانا مناسب ہے اور نہ ہی حدیث الباب کا تفسیر سے تعلق ہے۔ بلکہ اس حدیث کو باب فضل القرآن میں ذکر کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن جب امام بخاریؒ کا طرز تفسیر کا ضابطہ معلوم ہو گیا۔ تو پھر اعتراض کرنا سعی لاحاصل ہے۔ اس لئے قطب گنگوہیؒ نے جو تنبیہ فرمائی ہے اس سے امام بخاریؒ کی تفسیر پہ وارد ہونے والے سب اعتراضات رفع ہو جائیں گے۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

بَابُ قَوْلِهٖ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

ترجمہ۔ باب وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی تفسیر۔

حدیث نمبر ۴۰۲۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ذَنْبَهٗ فَيَسْتَحْيِيْ اِئْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهٗ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ مَا لَيْسَ لَهٗ بِهٖ عِلْمٌ فَيَسْتَحْيِيْ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرٰةَ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْ رَّبِّهٖ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَنْطَلِقُ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُقَالُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ اِلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ سَاجِدًا مِثْلَهٗ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ يَعْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن مؤمن لوگ جمع ہوکر کہیں گے کہ کاش ہم کسی سے اپنے رب کی طرف شفاعت طلب کرتے تو عذاب حشر سے نجات ملتی۔ تو وہ حضرت آدمؑ کے پاس آکر کہیں گے۔ کہ آپ تمام لوگوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ کرایا ہے۔ اور تمام اشیاء کے نام آپ کو بتلائے اور سکھلائے ہیں۔ پس آپ ہمارے لئے اپنے ربّ سے سفارش کریں تاکہ وہ ہمیں ہمارے اس مکان عذاب سے راحت پہنچائیں۔ وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ وہ اپنی لغزش یاد کر کے شرما جائیں گے۔ کہیں گے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کا پہلا رسول ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا ہے۔ وہ بھی کہیں گے کہ میں تمہارے اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ وہ اپنے اس سوال کو یاد کریں گے جس کا انہیں علم نہیں تھا۔ وہ بھی شرما جائیں گے۔ فرمائیں گے۔ کہ تم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں تمہارے اس مرتبہ کا نہیں ہوں۔ یہ میرا مقام نہیں۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ جو اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ ہمکلامی بخشا۔ اور انہیں تورات عطا فرمائی۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ وہ اپنے اس قتل خطا کو یاد کریں گے۔ جو ناحق ان سے صادر ہوا۔ پس اپنے رب کے سامنے جانے سے شرما جائیں گے۔ فرمائیں گے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ کے کلمہ کُن سے پیدا ہوئے اور اس کی روح ہیں۔ تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس مرتبہ کا اہل نہیں ہوں۔ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کا ایسا بندہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کردی ہیں پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے کہنے پر چل پڑوں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے ربّ سے حاضری کی اجازت طلب کروں گا۔ تو مجھے مقام محمود پر حاضری کی اجازت مل جائے گی۔ پس جب میں اپنے ربّ کو دیکھوں گا۔ تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا مجھے چھوڑ دیں گے۔ پھر کہا جائے گا۔ آپؐ اپنا سر مبارک اٹھائیں جو مانگیں آپؐ کو دیا جائے گا۔ جو کہیں گے آپؐ کی بات سنی جائے گی اور جس کی آپؐ سفارش کریں گے۔ آپؐ کی سفارش قبول کی جائیں گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔ اور ان تحمیدی کلمات سے اللہ کی حمد وثنا بیان کروں گا جو اس وقت وہ مجھے سکھلائیں گے پھر میں سفارش کروں گا۔ پس

میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ جن کو میں جنت میں داخل کردوں گا۔ پھر اللہ میاں کے ہاں واپس آؤں گا۔ پس جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو اس طرح کروں گا۔ جیسے پہلے کیا تھا۔ پھر سفارش کروں گا۔ پھر ایک حد مقرر کی جائے گی۔ جن کو میں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری کے بعد چوتھی مرتبہ آکر کہوں گا۔ کہ جہنم میں ان لوگوں کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ جن کو قرآن نے روک دیا ہے۔ اور ان پہ ہمیشگی واجب ہو چکی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ الا من حبسہ القرآن سے اللہ تعالےٰ عز وجل کا فرمان خالدین فیھا مراد ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اذا رأیت ربی مثلہ ص۶۴۳ ای باقی الکلام مثل ما تقدم۔

تشریح از شیخ زکریا قسطلانیؒ میں ہے ای افعل مثل ما سبق من السجود ورفع الرأس وغیرہ اور مشکوٰۃ میں شیخین کی روایت سے اس کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس میں اعود الثالثۃ کا ذکر بھی ہے۔

بَابٌ قَالَ مُجَاهِدٌ إِلَى شَيَاطِينِهِمْ أَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُشْرِكِينَ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ اللّٰهُ جَامِعُهُمْ عَلَى الْخَاشِعِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا قَالَ مُجَاهِدٌ بِقُوَّةٍ يَعْمَلُ بِمَا فِيهِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ مَرَضٌ شَكٌّ صِبْغَةَ دِينٌ وَمَا خَلْفَهَا عِبْرَةٌ لِمَنْ بَقِيَ لَا شِيَةَ فِيهَا لَا بَيَاضَ وَقَالَ غَيْرُهُ يَسُومُونَكُمْ يُوَلُّونَكُمْ الْوَلَايَةُ مَفْتُوحَةٌ مَصْدَرُ الْوَلَاءِ وَهِيَ الرُّبُوبِيَّةُ وَإِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِيَ الْإِمَارَةُ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحُبُوبُ الَّتِي تُؤْكَلُ كُلُّهَا فُومٌ فَادَّارَأْتُمْ اخْتَلَفْتُمْ وَقَالَ قَتَادَةُ فَبَاءُوا فَانْقَلَبُوا وَقَالَ غَيْرُهُ يَسْتَفْتِحُونَ يَسْتَنْصِرُونَ شَرَوْا بَاعُوا رَاعِنَا مِنَ الرُّعُونَةِ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يُحَمِّقُوا إِنْسَانًا قَالُوا رَاعِنًا لَا تَجْزِي لَا تُغْنِي ابْتَلَى اخْتَبَرَ خُطُوَاتِ مِنَ الْخَطْوِ وَالْمَعْنَى آثَارَهُ۔

ترجمہ۔ مجاہد کی تفسیر ہے۔ شیاطینھم سے منافقین اور مشرکین ان کے ساتھی مراد ہیں۔ محیط الخ کہ اللہ ان کو جمع کرنے والا ہے۔ علی الخاشعین سے سچے اور پکے مومن مراد ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ خذوا ما اتیناکم بقوۃ میں قوۃ کے معنی ہیں کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے اس پہ عمل کرو۔ آگے ابو العالیۃ کی تفسیر ہے۔ مرض سے مراد شک یعنی کفر و ایمان میں تردد ہے۔ صبغۃ اللہ صبغۃ سے دین مراد ہے۔

ما خلفها کہ جو لوگ باقی رہ گئے ان کے لئے مقام عبرت ہے۔ لاشیۃ فیھا کہ اس میں کوئی سفید دھبہ نہیں ہے۔ ان حضرات کے علاوہ ابو عبید کی تفسیر ہے۔ یسومونکم کہ تمہارے والی بنتے تھے ولایۃ اگر واؤ کی فتح سے ہے تو وہ دلاء کی مصدر ہے جس کے معنی پے درپے کرنے کے ہیں۔ اگر ولایۃ بکسر الواؤ ہے۔ تو پھر اس کے معنی حکومت کے ہیں۔ اور فومھا میں بعض حضرات نے فرمایا۔ جو جو دانے کھائے جاتے ہیں وہ سب فوم ہیں۔ فادارأتم اختلفتم کہ ایک دوسرے پہ ٹالتے تھے۔ آگے قتادہ کی تفسیر ہے۔ باؤا بمعنی انقلبوا لوٹے۔ یستفتحون یعنی مدد طلب کرتے ہیں۔ شروا بمعنی باعوا بیچنے کے معنی ہیں۔ راعنا رعونۃ سے ہے۔ جس کے معنی حماقت کے ہیں۔ یہودی جب کسی انسان کو احمق بناتے۔ تو کہتے راعنا لاتجزی کہ لاتغنی کہ کام نہیں آئے گا۔ ابتلی امتحان لیا آزمایا۔ خطوات خطوۃ کی جمع ہے۔ نشان قدم کے معنی ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | وما خلفھا ص ۶۴۳ یعنی خلف کا لفظ ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ جو گزر چکے ہیں۔ جیسے سلف و خلف۔ لیکن اس مقام پہ یہ معنی مراد نہیں ہیں۔

یولونکم مقصد یہ ہے۔ واؤ۔ لام اور یا میں قرب اور دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اگر استعمال میں ولایۃ بکسر الواؤ امارت کے ساتھ مختص ہے اور بفتح الواؤ الوہیۃ کے لئے ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | ما خلفھا قطب گنگوہیؒ نے تنبیہ کر دی۔ کہ خلف کبھی بمعنی سبق کے آتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں خلف کو قدام کی ضد کہا گیا ہے۔ تو اسم بھی ہوگا اور ظرف بھی بنے گا۔ اور زجاج فرماتے ہیں خلفھم سے مراد وہ اعمال ہیں جو کر چکے اور ما بین ایدیھم سے امور آخرت مراد ہیں۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے تنبیہ فرمادی۔ کہ خلف اس جگہ سبق کے معنی میں نہیں بلکہ بقی کے معنی میں ہے۔ اور نکالا لما بین یدیھا ای عقوبۃ لما خلا من ذنوبھم اور ما خلفھا ای عبرۃ لمن بقی بعدھم من الناس کہ بعد والوں کے لئے عبرت ہے۔ یولونکم مختار صحاح میں ہے۔ ولی بمعنی قرب و دنا۔ الولایۃ یہ ابو عبیدہ کا کلام ہے۔ اور ھنالک الولایۃ للہ الحق سورۃ کہف میں ہے۔ اگرچہ یہ کلمہ سورۃ بقرہ میں نہیں۔ بلکہ سورۃ کہف میں ہے۔ امام بخاریؒ اس کلمہ کو اس جگہ اس لئے لائے ہیں۔ کہ یسومونکم کی تفسیر جو یولونکم سے کی گئی ہے۔ اس کی تائید ہو جائے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ۔ باب فلا تجعلوا للہ انداداً و انتم تعلمون کی تفسیر

حدیث نمبر ۴۰۲۱ حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ قُلْتُ اِنَّ ذٰلِکَ لَعَظِیْمٌ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَکَ تَخَافُ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَکَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَۃَ جَارِکَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اللہ کے نزدیک کون سا گناہ بہت بڑا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا مثل اور شریک بنائے۔ حالانکہ تجھے اسی نے پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا۔ واقعی یہ تو بہت بڑا گناہ ہے۔ میں نے کہا۔ پھر کون سا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گا۔ میں نے پوچھا۔ پھر کون سا بڑا گناہ ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرتا رہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى الخ

قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْمَنُّ صَمْغَۃٌ وَالسَّلْوٰى طَيْرٌ۔

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ منّ تو ایک گوند کی طرح کھمن ہے۔ سلوٰی بٹیر پرندہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ المنّ صمغۃ گوند کی مانند ترنجبین کو کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے برتنوں پہ رات ایک چیز جم جاتی تھی۔ جو شہد کی طرح میٹھی ہوتی تھی۔ اور درختوں پہ جمع ہو جاتی تھی۔ الکماءۃ برسات کی چھتری۔ بعض اسے شیطان کی چھتری کہتے ہیں۔ برسات کے موسم میں زمین سے اگتی ہے۔ کمارۃ کو من المنّ کہا گیا ہے۔ یہ تشبیہ بلیغ ہے۔ جس طرح منّ بغیر مشقت کے حاصل ہوتی تھی اسی طرح یہ چھتری (کھمبی) بھی بغیر مشقت کے حاصل ہوتی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ جو منّ بنی اسرائیل پہ نازل ہوئی تھی وہ اصل الاصول ہے۔ اسی مادہ سے اب یہ زمین سے اگتی ہے جو بہت

لذیذ ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۲۲ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُ هَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن زیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ برساتی چھتری من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ المن صمغتہ ص۶۴۳/۱۴ من کو صمغ سے تشبیہہ دی گئی۔ کہ وہ درختوں کی ٹہنیوں پر جم جاتی ہے۔ اگرچہ وہ صمغ نہیں ہے۔ کیونکہ صمغ (چیڑھ) تو درخت سے نکلتی ہے۔ ترنجبین اس طرح نہیں کہ وہ درخت سے نکلے۔ کیونکہ وہ ترنجبین ایک ایسی چیز ہے۔ جو ایک مخصوص درخت پر شبنم کی طرح اتر کر جم جاتی ہے جو ہمارے ملک میں نہیں پائی جاتی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ من کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔ کہ من درختوں پر اترتی ہے۔ جس کو لوگ شوق سے کھاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ترنجبین کی طرح ایک چیز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شہد کی طرح ایک شربت ہے جسے پانی ملا کر پیتے ہیں۔ مصنفؒ نے حضرت سعید بن زیدؓ کی روایت ذکر کی ہے۔ الکماۃ من المن کی مناسبت سے خطابیؒ پر رد کر رہے ہیں۔ جو فرماتے ہیں کہ کماۃ من کی ایک قسم ہے۔ جو ترنجبین کی طرح ایک چیز ہے۔ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوئی تھی۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ کماۃ ایک درخت ہے جو خودرو ہے۔ بغیر تعب اور مشقت کے پیدا ہوتا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ کہ محض کماۃ کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے۔ اگر سرمہ میں ملایا جائے تو بہتر ہے۔ شیخ صالح المحدث نے محض کماۃ کا پانی سرمہ کے طور پر استعمال کیا تو ان کا نور بصارت واپس آگیا۔ الحمدللہ۔

بَابٌ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ الخ

رَغَدًا وَاسِعٌ كَثِيْرٌ۔

حدیث نمبر ۴۰۲۳ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِيْلَ لِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى اَسْتَاهِهِمْ فَبَدَّلُوْا وَقَالُوْا حِطَّةٌ حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ بنی اسرائیل سے کہا گیا۔ کہ تم بیت المقدس کے دروازے سے سر جھکائے ہوئے داخل ہو اور حطۃ کہو۔ کہ ہمارے گناہ معاف کردے۔ پس وہ اس حال میں داخل ہوئے۔ کہ اپنی سرینوں پر کھسک کر چلتے تھے۔ اور حطۃ کو بدل دیا۔ کہنے لگے حنطۃ۔ تفسیر حبۃ فی شعرۃ سے کی گئی جو کلام مہمل ہے جو انہوں نے بطور استہزاء کے یہ کلمہ کہا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی تا مور حطۃ حبۃ یعنی انہوں نے حطۃ کی بجائے حبۃ فی شعرۃ کہا ہے۔ اور بعض نسخوں میں حنطۃ حبۃ ہے۔ شاید انہوں نے دونوں لفظوں کو جمع کر دیا ہو۔ یا بعض نے حبۃ فی شعرۃ کہا۔ جو ایک مہمل کلام ہے۔ جس سے ان کا مقصد سخریہ اور استہزاء تھا۔

تشریح از شیخ زکریا حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل نے قول اور فعل دونوں میں مخالفت کی۔ سجدہ کرنے کا حکم تھا تو سرین کے بل چلنے لگے۔ یہ عملی مخالفت ہے۔ حطۃ کہنا تھا۔ تو حبۃ فی شعرۃ کہہ کر قولی مخالفت کی۔

بَابُ قَوْلِهِ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ

وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرَ وَمِيكَ وَسَرَافِ عَبْدٌ إِيلُ اللهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں۔ جبر میک اور سراف کے معنی عبد کے ہیں اور ایل اللہ کا نام ہے

حدیث نمبر ۴۲۰۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ بِقُدُومِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي اَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ فَمَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدُ اِلَى اَبِيهِ اَوْ اِلَى اُمِّهِ قَالَ اَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرِيلُ اٰنِفًا قَالَ جِبْرِيلُ قَالَ نَعَمْ قَالَ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَاِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا طَعَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ

فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهُتٌ وَإِنَّهُمْ إِنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ يَبْهَتُونِي فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيكُمْ قَالُوا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا قَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوا أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالُوا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَانْتَقَصُوهُ قَالَ فَهٰذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا سنا تو وہ اپنی زمین میں پھل چن رہے تھے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تین چیزوں کے متعلق پوچھنے لگے اور کہا کہ نبی کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ قیامت قائم ہونے کی پہلی نشانی کیا ہے۔ دوسرا اہل جنت کی پہلی خوراک کیا ہوگی۔ تیسرے یہ کہ بچے کو باپ یا ماں کے مشابہ کون سی چیز کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھے جبرائیلؑ ان کے متعلق خبر دے کر گئے ہیں۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا۔ جبرائیلؑ! آپؐ نے فرمایا ہاں! جبرائیل! تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو فرشتوں میں سے یہود کا دشمن ہے۔ جس پر رد کرتے ہوئے آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ یہ ہے۔ جو شخص جبرائیل کا دشمن ہے تو وہ ہوتا رہے۔ اس کا قصور صرف یہ ہے۔ کہ وہ آپؐ کے قلب اطہر پر اللہ تعالیٰ کی وحی اتارتا ہے۔ یہ تو کوئی جرم نہیں۔ فرمایا۔ قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے۔ جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک اکٹھا کرے گی۔ اور پہلی خوراک جس کو جنت والے کھائیں گے وہ بڑی مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو وہ بچہ کو اپنی شکل وصورت پر کھینچ لیتا ہے۔ اور جب عورت کا پانی آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو وہ اپنی شکل وصورت پر کھینچ لیتا ہے۔ تو عبداللہ بن سلامؓ نے پڑھا اشھد الخ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! یہود بہت ہی بہتان تراش لوگ ہیں۔ آپؐ کے سوال کرنے سے پہلے اگر انہیں میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا۔ تو

وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ پس یہود آئے۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کہ عبداللہ بن سلام تمہارے میں کیسے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم میں سے بہتر اور ہمارے بہتر باپ کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ فرمایا بتلاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو کہنے لگے اللہ اس کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ پس اس پر حضرت عبداللہ بن سلامؓ باہر نکل کر کہنے لگے۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ۔ تو کہنے لگے کہ وہ تو ہم میں سے بدترین آدمی اور ہمارے بدترین آدمی کا بیٹا ہے۔ پس اور بھی ان کے نقائص بیان کئے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! مجھے اسی بات کا خطرہ تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا

حدیث نمبر ۴۰۲۵ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ عُمَرُؓ اَقْرَؤُنَا اُبَيٌّ وَاَقْضَانَا عَلِيٌّ وَاِنَّا يَقُوْلُ لَا اَدَعُ شَيْئًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہم میں سے سب سے بڑے قاری حضرت اُبیؓ ہیں۔ اور ہم میں سے بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔ حالانکہ ہم البتہ حضرت اُبیؓ کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت اُبیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس بات کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں۔ وہ آیت بھلوا دیتے ہیں۔ نأت بخیر منھا تو ہم اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت اُبیؓ نسخ قرآن کے قائل نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ بعض آیات میں نسخ ثابت ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ننسھا نسا سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں۔ جیسے انما النسیئ زیادۃ فی الکفر میں ہے۔

اقرء عہد نبوی میں اس شخص کو کہا جاتا تھا۔ جو کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ جو زیادہ تر

حافظ ہوتے تھے۔ حضرت اُبی بن کعبؓ کا مشغلہ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنا رہتا تھا۔ اور اقضیٰ حضرت علیؓ تھے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں حدیث السن ہوں۔ یعنی نوخیز نوجوان ہوں۔ فصل خصومات کی اہلیت نہیں رکھتا۔ تو آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا۔ جس کی برودۃ مجھے آج تک نہیں بھولی۔ اس کی وجہ سے انشراح صدر ہوا۔ کہ کسی فیصلے میں پیچھے رہنے کی نوبت نہیں آئی۔ اس لئے ان کو اقضیٰ کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ بعض مشکل قضایا میں حضرت علیؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض قضایا میں فرمایا۔ کہ یہ قضیہ ایسا مشکل ہے۔ کہ ابوالحسن بھی اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ قضیۃ لا اباحسن لھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصل خصومات والی (حاکم) اور خلیفہ ہی انجام دیتا تھا۔ یعنی عدلیہ اور انتظامیہ ایک ہی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب کام بہت زیادہ ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے عدلیہ اور انتظامیہ کو الگ الگ کر دیا۔ تو محکمہ قضاء حضرت عمرؓ کے زمانہ سے الگ ہوا۔ تو حدیث الباب میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ حضرت ابی بن کعبؓ ہمارے میں سے اقرء ہیں۔ لیکن ان کی بعض قرآت ایسی ہیں۔ جو اولاً آپؐ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور بعد ازاں ما ننسخ من اٰیۃ کی رو سے منسوخ ہو گئی۔ لیکن حضرت ابی بن کعبؓ ان آیات کو منسوخ الحکم تو مانتے ہیں۔ منسوخ التلاوۃ نہیں مانتے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے۔ کہ بعض آیات منسوخ الحکم اور منسوخ التلاوۃ ہیں۔ بعض صرف منسوخ الحکم ہیں اور بعض منسوخ التلاوۃ ہیں۔ منسوخ الحکم نہیں ہیں۔ بحث گذر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ۔

حدیث نمبر ۴۰۲۶ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ وَ شَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَزَعَمَ اَنِّيْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِيْدَهٗ كَمَا كَانَ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ فَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ

نے فرمایا۔ حدیث قدسی ہے۔ کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں۔ آدم کے بیٹے نے مجھے جھٹلایا۔ حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں تھا۔ اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میں اس بندے کو اس طرح لوٹانے پر قادر نہیں ہوں جس طرح وہ پہلے تھا۔ اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے۔ کہ اس کا کہنا ہے۔ کہ میری اولاد ہے۔ حالانکہ میں بیوی یا اولاد رکھنے سے پاک ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اللہ تعالے کے نزدیک ابتدائً پیدا کرنے اور اعادہ میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ جب ہماری نسبت سے اعادہ تو اھون ہے۔ تو باری تعالے کے لئے کیسے مشکل ہوگا۔ جس نے بغیر نمونہ کے پہلے پیدا کیا ہے۔ فلسفی کہتا ہے کہ اعادہ معدوم محال ہے۔ کیونکہ تشخصات نہیں لوٹ سکتے۔ البتہ مثل پیدا ہو سکتا ہے۔ اور تشخص میں زمان و مکان وغیرہ کو داخل کرتے ہیں۔ مگر بحث یہ ہے کہ تشخص کس چیز کا نام ہے۔

شتم لغت میں ہر اس فعل کو کہتے ہیں۔ جس میں شاتم مشتوم کی تحقیر اور تذلیل کرتا ہو۔ ولد کی ضرورت بقاء نوع کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب کہ شخص باقی رہنے والا نہ ہو۔ شمس و قمر کو توالد و تناسل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان کے اشخاص موجود رہتے ہیں۔ نباتات۔ حیوانات وغیرہ کے اشخاص باقی نہیں رہتے۔ بلکہ وہ معدوم ہو جاتے ہیں۔ تو ان کا مثل رہنا ضروری ہے۔ باری تعالیٰ اس سے منزہ ہیں کہ ان کی مثل ہو۔ ولد کے لئے مثل ہونا ضروری ہے۔ ورنہ بصورت دیگر اس کی توہین ہے۔ گدھے اور انسان میں کسی قدر تو شرکت ہے۔ مگر ممکن اور واجب الوجود میں تو کسی قسم کی شرکت نہیں۔ بنا بریں باری تعالے کے لئے بیٹا ٹھہرانے میں شتم کا درجہ اور بڑھ جائے گا۔ ایسے کسی ممکن کو اس کی بیوی قرار دیا جائے تو اس میں اس سے زیادہ توہین ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى مَثَابَةً يَثُوْبُوْنَ يَرْجِعُوْنَ۔

ترجمہ۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى کی تفسیر (اسی سورت میں) مثابہ کا لفظ ہے۔ اس کا معنی مرجع یعنی لوٹنے کی جگہ اس سے یثوبون یعنی لوٹتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۰۲۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ عُمَرُؓ وَافَقْتُ اللّٰهَ

فِيْ ثَلَاثٍ أَوْ وَافَقَنِيْ رَبِّيْ فِيْ ثَلَاثٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ قَالَ وَبَلَغَنِيْ مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهٖ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ إِنِ انْتَهَيْتُنَّ أَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِّنْكُنَّ حَتّٰى أَتَيْتُ إِحْدٰى نِسَائِهٖ قَالَتْ يَا عُمَرُ أَمَا فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعِظُ نِسَاءَهٗ حَتّٰى تَعِظَهُنَّ أَنْتَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَسٰى رَبُّهٗ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُّبْدِلَهٗ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ الْآيَةَ وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ انا سَمِعْتُ أَنَسًا عَنْ عُمَرَؓ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے تین امور میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی یا میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی۔ ایک تو یہ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کاش! آپؐ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی دوسری بات یہ ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ کے پاس نیک و بد آدمی آتے رہتے ہیں۔ اگر آپؐ امہات المومنین کو پردہ کا حکم دیتے تو بہتر ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ اور تیسرے یہ کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج پر ناراضگی کی خبر پہنچی۔ تو میں نے ان بیبیوں کے پاس آکر کہا۔ کہ تم آپؐ کو ستانے سے باز آجاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویاں بدل دے گا۔ یہاں تک کہ میں جب آپؐ کی بعض بیویوں یعنی حضرت زینبؓ کے پاس پہنچا۔ تو وہ کہنے لگیں۔ اے عمر! کیا اللہ کا رسول اپنی بیویوں کو نصیحت نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ تم ان کی خیر خواہی کرنے لگے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمٰت۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق دے دیں۔ تو قریب ہے اس کا ربؑ اسے تم سے بہتر بیویاں بدل دے۔ جو مسلمان اور فرمانبردار ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق قریباً چودہ پندرہ مقامات پر آیات نازل ہوئی ہیں۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحق ینطق علی لسان عمرؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے۔ کہ پہلی امتوں میں محدث اور ملہم لوگ ہوتے تھے۔ میری امت میں حضرت عمرؓ محدث ہیں۔
اس حدیث میں تین مقام کا ذکر ہے۔ اور کسی عدد کا ذکر کرنا زائد کو منع نہیں کرتا۔ بہرحال حکم الٰہی ان کی رائے کے تابع نہیں۔ بلکہ ان کی رائے کے موافق نازل ہوا۔

مقام ابراھیم ایک پتھر کا نام ہے۔ بنار کعبہ کے وقت جب ابراہیم علیہ السلام کو پتھر اٹھانے اور دیواریں اونچی لے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت لوگ مکہ میں موجود نہیں تھے۔ جن سے تعاون حاصل کیا جاتا۔ تو باری تعالےٰ نے جنت سے دو پتھر نازل فرمائے۔ جن پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے۔ جس قدر اونچا نیچا ہونا ہوتا ان کے حکم کے مطابق یہ پتھر اونچے نیچے ہوتے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ یہ دونوں پتھر یاقوت کے تھے۔ جو جنت سے آئے تھے۔ جن کا نور سلب ہو گیا۔ تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد ایک پتھر کو حجرِ اسود کی شکل میں کھڑا کیا گیا۔ جو بنو آدم کے ذنوب کو مقناطیس کی طرح کھینچنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا۔ اور مقامِ ابراہیم کا پتھر ابھی تک سفید ہے۔ حجرِ اسود کو مشرقی جنوبی کونے پر نصب کیا گیا۔ اور دوسرے کو باب کعبہ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ جس کے اردگرد چھوٹا سا حجرہ بنایا گیا۔ جس میں وہ اب تک محفوظ چلا آتا ہے۔ ایام جاہلیت میں وہ اسی طرح بند رہتا تھا۔ جیسے اب ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ! اس حجرِ اسود کو درمیان میں لے کر مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنا دیا جائے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک جماعت کہتی ہے مصلّٰی علیہ نہیں مصلّٰی الیہ ہے۔ جس کا حکم رکعتی الطواف ہے۔ طواف کے سات اشواط میں سے ہر شوط پر حجرِ اسود کی تقبیل کرنا۔ اور اس کے قریب خانہ کعبہ کا شرقی جانب دروازہ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تو مشرق و مغرب میں دو دروازے بنائے تھے۔ مگر قریش نے اپنے مفاد کے لئے ایک دروازہ کر دیا۔ اشواط کے اختتام پر رکعتی الطواف ادا کرنا واجب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مقامِ ابراہیم پہ پہنچ کر خانہ کعبہ کو اپنے مواجہہ پر کرے۔ حجرِ اسود اور خانہ کعبہ کے درمیان مقامِ ابراہیم کو رکھے۔ اگر اژدحام کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ تو پھر مسجد حرام میں جس جگہ چاہے رکعتی الطواف پڑھ سکتا ہے۔

من مقام ابراھیم میں اس توجیہ پر من زائدہ ہوگا۔ اور مقام ابراہیم سے پتھر مراد ہوگا۔ اور بعض حضرات مقام ابراہیم سے کعبہ مراد لیتے ہیں۔ تو اس وقت من تبعیضیہ ہوگا۔ ای اتخذوا بعض الکعبۃ مصلّٰی الیہ اور بعض نے تمام حرم مع بیت اللہ مراد لیا ہے۔ اس پر بھی من تبعیضیہ ہوگا۔ تو مصلّٰی

سے مصلّی فیہ مراد ہوگا۔ رکعتی الطواف کے لئے حکم یہی ہے۔ کہ حرم کے اندر پڑھی جائیں۔ حدودِ حرم سے باہر ادا کرنے میں کلام ہے۔ اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ مقام ابراہیم سے مشاہد حج مراد ہوں۔ چونکہ ان کے بیان کرنے والے ابراہیمؑ ہیں۔ اس لئے اس سے مشاعر ومشاہد حج مراد لئے گئے۔ اور مصلّی سے محلاً فیہ ہوں گے۔ امام بخاریؒ پہلی توجیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

دوسری بات یہ تھی۔ کہ ابھی تک نزول آیت حجاب نہیں ہوا تھا۔ ہر فاسق وصالح آپؐ کے پاس آتا جاتا تھا۔ آپؐ ان کو تبلیغ کرتے، مناظرہ ہوتا، سب کے سب مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ مشرک، منافق وفاسق بھی ہوتے تھے۔ ان کی نگاہیں ازواج مطہرات پر پڑتی تھیں۔ اس لئے ان کو حضرت عمرؓ نے حجاب میں بیٹھنے کا مشورہ دیا۔ تو لاتبرجن تبرج الجاھلیۃ نازل ہوئی۔

یدنین علیھن من جلابیبھن او لیبدلن اللہ رسولہ میں او بمعنی الّا ان کے ہے۔

اما فی رسول اللہ الخ ای لیس کفایۃ فی رسول اللہ الخ مایعظ نسائہ تو اس پر عسٰی ربہ الخ آیت نازل ہوئی۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ الخ

اَلْقَوَاعِدُ اَسَاسُهٗ وَاحِدَتُهَا قَاعِدَةٌ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ وَاحِدُهَا قَاعِدٌ۔

ترجمہ۔ قواعد جمع قاعدہ کی جس کے معنی بنیاد کے ہیں اور جو قواعد عورتوں کے لئے ہیں اس کی واحد قاعد ہے۔ یعنی تا تانیث کے ساتھ جو مفرد ہے اس کے معنی اساس کے ہیں۔ اور جس قواعد کا مفرد قاعد ہے بغیر تا کے ہے وہ عورت جو حیض۔ ولد اور زوج سے بیٹھ جائے۔

حدیث نمبر ۴۰۲۸ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرَيْ اَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ وَاقْتَصَرُوْا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ الَّذِيْنِ يَلِيَانِ الْحَجَرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تیری قوم قریش نے جب کعبۃ اللہ کی تعمیر شروع کی اور انہیں ابراہیمؑ کی بنیادوں سے تعمیر کو روک دیا۔ کیونکہ چندہ کم ہو گیا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ اس کو ابراہیمی بنیادوں پہ نہیں لوٹا دیتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تیری قوم کفر سے نئی نئی نہ نکلی ہوتی تو میں ایسے کر دیتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ یقیناً یہ بات حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں۔ کہ آپؐ نے ان دو رکنوں کو ہاتھ لگانا چھوڑ دیا۔ جو حطیم کے متصل ہیں۔ کیونکہ بیت اللہ کی تعمیر ابراہیمؑ کی رکھی ہوئی بنیادوں پر پوری نہیں ہوئی تھی۔ کچھ گز زمین چھوڑ دی گئی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ القواعد من النساء یہ الفاظ سورۃ نور کی آیت کے ہیں۔ لیکن اتحاد لفظی کی بنا پر محض فرق بیان کرنے کے لئے اس مقام سے اسے ذکر کر دیا۔ قواعد کا تعلق جب اساس وغیرہ سے ہو۔ تو اس کا مفرد قاعدہ ہو گا۔ اور قواعد من النساء میں قواعد کا مفرد قاعد ہو گا۔ چونکہ قعود عن الحیض والنکاح والولد عورتوں کے ساتھ مختص ہے۔ اس لئے تا لانے کی ضرورت نہیں۔ جیسے حائض میں تا کی ضرورت نہیں۔

ان قومک میں جمیع قریش مراد ہیں۔ محض حضرت عائشہؓ کی قوم مراد نہیں۔ کیونکہ محض ان کے قبیلہ کے لوگ شامل نہیں تھے۔ بلکہ سب قریش تھے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا۔

حدیث نمبر ۴۰۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتٰبِ يَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ۔ الْاٰيَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ اہل کتاب یعنی یہود اپنی کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے۔ اور اہل اسلام کے لئے اس کی تفسیر عربی زبان میں کرتے تھے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نہ تو تم اہل کتاب کی تصدیق کرو۔ ممکن ہے۔ وہ کلام محرّف ہوا در نہ اسے جھٹلاؤ۔ ممکن ہے حق ہو۔ بلکہ یوں کہو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتاری گئی۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

حدیث نمبر ۴۰۲۳ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ الخ عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَّ كَانَ يُعْجِبُهٗ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى اَوْ صَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ صَلّٰى مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ قَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَ الَّذِىْ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ وَّقُتِلُوْا لَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف سولہ[۱۶] یا سترہ ماہ منہ کر کے نماز پڑھی۔ آپؐ چاہتے یہی تھے۔ کہ آپؐ کا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ نے عصر کی نماز بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھی۔ قوم نے بھی آپؐ کے ہمراہ اس طرف نماز پڑھی۔ تو ان میں سے ایک جس نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ ایک مسجد قباء والوں کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ جو رکوع کی حالت میں تھے۔ اس نے کہا۔ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکّہ کی طرف نماز پڑھ کر آیا ہوں۔ تو وہ لوگ جس حالت میں تھے۔ اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے۔ اور جو لوگ تحویل قبلہ سے پہلے وفات پا چکے یا کچھ آدمی

قتل ہو چکے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہم ان کے بارے میں کیا کہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے۔ کہ وہ تمہاری نمازیں ضائع کرے تم نے تو حکم کی تعمیل کی تمہیں پورا ثواب ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهِ وَكَذَالِكَ جَعَلْنَكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

حدیث نمبر ۴۰۳۱ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ رَاشِدٍ الخ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعٰى نُوْحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُقَالُ لِأُمَّتِهٖ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا أَتَانَا مِنْ نَّذِيْرٍ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّأُمَّتُهٗ فَيَشْهَدُوْنَ أَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ فرمائیں گے لبیک اے میرے رب میں حاضر ہوں۔ وسعدیک۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ کہ کیا آپ نے میرے احکام کی تبلیغ کی تھی۔ وہ فرمائیں گے۔ ہاں۔ تو ان کی امت سے پوچھا جائے گا۔ کہ انہوں نے تمہیں تبلیغ کی تھی۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے۔ کوئی شخص تمہارے لئے گواہی دے گا۔ وہ فرمائیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہے۔ پس یہ لوگ گواہی دیں گے۔ کہ واقعی نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری تصدیق کے لئے گواہی دیں گے۔ جرح ہو گی کہ تمہیں کیسے علم ہوا۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی کہ ان انبیاء اور رسل نے تبلیغ کی پس ہم نے ان کی تصدیق کی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ وجل ذکرہ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ کہ اس طرح ہمارا یہ انعام ہے کہ ہم نے تمہیں عادل امت

بنایا، تاکہ سرکاری گواہ کی حیثیت سے تم لوگوں پر گواہی دو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر گواہ ہوں گے۔ وسط کا معنی عدل ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ الخ

حدیث نمبر ۴۰۳۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ بَيْنَا النَّاسُ يُصَلُّوْنَ الصُّبْحَ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ اِذْ جَاءَ جَاءٍ فَقَالَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرْاٰنًا اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا فَتَوَجَّهُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ دریں اثنا لوگ مسجد قباء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک آنے والے نے آکر کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا ہے۔ کہ وہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیں۔ پس تم بھی اس کی طرف منہ کرو۔ پس وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ اِلٰى عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

حدیث نمبر ۴۰۳۳ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِیْ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرے سوا اب ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ بیت المقدس اور بیت اللہ مراد ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ الخ

حدیث نمبر ۴۰۳۴ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ بَيْنَمَا النَّاسُ فِی الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ اَلَا فَاسْتَقْبِلُوْهَا

وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا بِوُجُوهِهِمْ إِلَى الْكَعْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ دریں اثنا لوگ صبح کی نماز میں قباؔ کے اندر تھے کہ ایک آدمی نے ان سے آکر کہا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آج رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتر چکا ہے۔ اور آپؐ کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ آپؐ کعبہ کی طرف منہ کریں۔ خبردار! تم لوگ بھی اسی طرف منہ کرو۔ لوگوں کا منہ شام کی طرف تھا۔ تو انہوں نے اپنے چہروں کو کعبہ کی طرف پھیر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ حدیث باب کو آیۃ کریمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی۔ کہ مسلمانوں نے محض ایک شخص کی خبر سے آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔ بخلاف اہل کتاب کے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر قسم کے دلائل پیش کر دیئے گئے تھے۔ اتباع نہیں کیا۔

بَابُ قَوْلِهِ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ الآية

حدیث نمبر ۴۰۳۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ دریں اثنا قبا میں لوگ صبح کی نماز میں تھے۔ کہ اچانک ایک آنے والا ان کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن اتر چکا ہے اور آپؐ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ پس تم بھی اسی کی طرف منہ کرو۔ جب کہ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ پس وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الذین اٰتینا ھم الکتٰب ص۶۴۵/۱۳ آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اہل کتاب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ کہ آپؐ وہی نبی موعود ہیں جن کی تعریفیں تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ابتداءً بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ اور

آخرمیں تحویل قبلہ ہوگی۔ تو آپؐ آخرکار کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیں گے۔ تو اس حیثیت سے ان کی پہچان تحویل قبلہ کے معاملہ سے ہوگئی۔ تو اب اس حدیث کو اس باب میں لانے کے لئے یعرفونہ کی ضمیر تحویل کی طرف راجع کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کیونکہ اس کے بغیر بھی مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو پہچاننا آپؐ کے جمیع احوال کا پہچاننا ہے۔ جو آپؐ کے ساتھ مخصوص ہیں خصوصاً تحویل قبلہ کا معاملہ تو تورات میں آپؐ کی علامت کے طور پر لکھا ہوا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ حدیث بیان کی ہے۔ قسطلانی کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں اپنے بیٹے کی بنسبت آپؐ کو بہتر طریق سے جانتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے اپنے ولد میں شک ہوسکتا ہے کہ کہیں اس کی ماں نے خیانت کی ہو۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ امام بخاریؒ نے اس مقام پہ کئی باب باندھے ہیں۔ اور ان میں اس رکوع کی کئی آیات ذکر فرمائی ہیں۔ اور ہر باب میں وہی ایک حدیث تحویل قبلہ والی ذکر فرمائی ہے۔ اور یہ طریقہ امام بخاریؒ نے سورۃ منافقین میں اختیار کیا ہے۔ شراح میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے اس کی بہترین توجیہ بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ شیخ مکیؒ فرماتے ہیں۔ یہ سورۃ منافقون ابن ابی کے قصہ میں دفعہ واحدۃ نازل ہوئی ہے۔ تعدد آیات اور تکرار قصہ سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے۔ کہ ان آیات میں سے کوئی آیت اس قصہ سے باہر نہیں ہے۔ یہی توجیہ یہاں بھی چلے گی۔ کہ یہ تمام آیات تحویل قبلہ کے واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ علامہ عینیؒ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کہ یکتمون ای صفۃ النبیؐ واستقبال الکعبۃ۔ الحدیث۔

تشریح از قاسمیؒ | امام بخاریؒ کا مقصود حدیث کو دونوں بابوں میں لانے سے یہ ہے۔ کہ عدم اتباع کا مفہوم جو آیت کریمہ سے لیا گیا ہے۔ وہ جمیع اہل کتاب کو شامل نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض جیسے عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں۔ اشک فی ابنی ولا اشک فی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ نظم دانی میں الذین اتیناھم الکتب یعرفونہ الخ اس تخصیص کی طرف اشارہ ہے اور ثانیاً تنصیص فی المومنین کے لئے طوسی حدیث کو ذکر کیا۔ کہ خواہ وہ مومنین اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب ان دونوں کا حال ایک ہے۔ وہ حق کو نہیں چھپاتے۔ بلکہ بغیر کسی توقف کے جلدی حق کو قبول کرتے ہیں۔ تو اس

طرح آیت کریمہ کا مقصود بھی بیان ہوگیا اور احادیث کے درمیان مطابقت اور موافقت بھی ہوگئی۔
یعرفونہ کی ضمیر مفعول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنعتہ وصفتہ کی طرف راجع ہوگی۔ بعض نے اس کا مرجع قرآن اور بعض نے تحویل قبلہ بتا دیا ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ النبی بنعتہ مرجع ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ الخ

حدیث نمبر ۴۰۳۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صَرَفَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ تک نماز پڑھی۔ پھر آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے قبلہ کی طرف پھیر دیا۔ اور یہ تحویل قبلہ کا واقعہ ۲ھ ۱۵ رجب المرجب بعد الزوال کا ہے۔ اور بارہ ربیع الاول پیر کے دن مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اس لئے کہ کسر کو شمار کرکے سترہ اور کسر حذف کر دیا جائے تو سولہ ماہ بنتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهِ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ شَطْرَهُ تِلْقَاءَهُ۔

حدیث نمبر ۴۰۳۷ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ الخ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ بَيْنَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ فَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَاسْتَدَارُوْا كَهَيْئَتِهِمْ فَتَوَجَّهُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا لوگ صبح کی نماز میں قباء کے اندر تھے کہ اچانک ایک آدمی نے آکر کہا کہ آج رات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ قرآن اترا ہے۔ پس آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ کعبہ کی طرف منہ کریں۔ پس تم بھی اس کی طرف منہ کرو۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں پھر گئے۔

اور کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ پہلے ان کا منہ شام کی طرف تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ

حدیث نمبر ۴۰۳۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْقِبْلَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ دریں اثنا لوگ قبار کے اندر صبح کی نماز میں تھے۔ کہ اچانک ایک آنے والے نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات وحی اتر چکی ہے۔ اور آپ کو استقبال کعبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ پس تم بھی اس کا استقبال کرو۔ جب کہ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ پس وہ لوگ قبلہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح از قاسمیؒ بعض روایات میں صلوٰۃ العصر اور بعض میں صلوٰۃ الظہر مراد ہے۔ تو جمع کی صورت یہ ہے۔ کہ مسجد بنی سلمہ میں صلوٰۃ عصر کی نماز میں تحویل قبلہ ہوئی۔ قبار خارج مدینہ ہے۔ ان کو دوسرے روز صبح کی نماز میں اطلاع ہوئی۔ اور استقبال قبلہ کا بار بار حکم اس لئے دیا گیا۔ کہ نسخ کا معاملہ پہلے پہل اسلام میں واقع ہوا۔ اس لئے اس کی مرآت مرآت تاکید کی ضرورت تھی۔ یا احوال مختلفہ پر محمول ہے۔ انفرادی اجتماعی۔ سفر و حضر سب کے احکام بتلائے گئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ الخ

شَعَآئِرُ عَلَامَاتٌ وَاحِدَتُهَا شَعِيْرَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلصَّفْوَانُ الْحَجَرُ وَيُقَالُ الْحِجَارَةُ الْمُلْسُ الَّتِيْ لَا تُنْبِتُ شَيْئًا وَالْوَاحِدَةُ صَفْوَانَةٌ بِمَعْنَى الصَّفَا وَالصَّفَا لِلْجَمْعِ۔

ترجمہ۔ شعائر بمعنی نشانیاں۔ اس کا مفرد شعیرۃ بمعنی علامت ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ صفوان کے معنی

پتھر کے ہیں۔ اور بعض نے کہا چکنا پتھر جو کچھ نہیں اگاتا۔ اس کا واحد صفوانۃ ہے۔ جس کے معنی چٹیل کے ہیں۔ اور الصفا سب کے لئے ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۳۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِيهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِؓ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَمَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُؓ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطَّوَّفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ جب کہ میں نوعمر نوجوان تھا۔ کہ اللہ تعالٰی کے اس قول کے بارے میں فرمائیے۔ ان الصفا والمروۃ الخ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس آیت کے ذریعہ ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ ہرگز ایسا نہیں۔ اگر ایسے ہوتا جیسے تم کہتے ہو۔ تو پھر کلام الٰہی میں یوں ہوتا۔ لاجناح علیہ ان لایطوف بھما۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت کریمہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو اسلام لانے سے پہلے حج کرنے کے لئے مناۃ بت کے لئے احرام باندھتے تھے۔ جو قدید مقام کے مقابل تھا۔ اساف اور نائلہ صفا اور مروۃ پہاڑیوں پر دو بت تھے۔ جن کے درمیان طواف کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ جب اسلام آگیا تو دوسرے مسلمانوں کی طرح انہوں نے بھی اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو یہ آیت ان الصفا والمروۃ نازل ہوئی۔

حدیث نمبر ۴۰۴۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ كُنَّا نَرَى أَنَّهُمَا مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ أَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ الخ

ترجمہ۔ حضرت عاصم بن سلیمان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے صفا و مروۃ کے درمیان طواف

کرنے کے بارے میں دریافت کیا۔ فرماتے ہیں۔ ہم تو اسے جاہلیت کا معاملہ سمجھتے تھے۔ پس جب اسلام آگیا تو ہم ان کے طواف کرنے سے رک گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان الصفا والمروۃ الخ نازل فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ شعرہ مایشعر بہ یعنی جو چیزیں دین کے لئے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کہ ان کو دیکھ کر وہ دین یاد آجاتا ہے۔ ان کو شعائر کہا جائے گا۔ ایسے جو زمان یا مکان اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت رکھے گا انہیں بھی شعائر اللہ کہا جائے گا۔ جیسے شعائر اللہ میں سے مساجد اور قرآن مجید ہے۔ ایسے صفا و مروہ کو بھی شعائر اللہ میں سے کہا گیا ہے۔

صفوان مطلق پتھر کو کہتے ہیں اور ایسے پتھر کو املس کہتے ہیں جس پہ کوئی اگانے والی مٹی نہ ہو۔ اب ایک خصوصی پہاڑی کو صفا کہا جاتا ہے۔ یا تو اس لئے کہ اس کے پتھر املس ہیں۔ یا بغیر کسی قید کے صفا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح مروہ بھی ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جو صفا کی شمالی جانب کو ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی دوڑنے کی جگہ ہے۔ جب کہ ان کے درمیان وادی تھی اب تو مٹی بھر دی گئی ہے۔ ان دونوں پہاڑیوں پہ زمانہ جاہلیت میں دو بت اساف اور نائلہ رکھے ہوئے تھے۔ بعض قبائل کو ان سے تعلق تھا اور بعض کا تعلق مناۃ وغیرہ سے تھا۔ مشہور تھا کہ منات۔ اساف اور نائلہ کے درمیان عداوت تھی۔ ان کے متعلقین کے درمیان بھی عداوت پھیل گئی۔

مناۃ طاغیہ مقام قدید پہ تھا۔ جو لوگ اس سے متعلق تھے۔ وہ خانہ کعبہ کا طواف تو کرتے تھے۔ لیکن صفا و مروہ پر نہیں جاتے تھے۔ اور جو اساف اور نائلہ سے تعلق رکھتے وہ مناۃ طاغیہ کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اب دونوں قبائل اسلام لائے۔ تو اساف اور نائلہ کے متعلقین کہنے لگے کہ اب ہم مسلمان ہوگئے ہیں۔ ہمیں بتوں کا طواف نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ جاہلیت کا عمل ہے۔ اور منات والوں کو دو شبہ پیش آئے۔ ایک تو کراہت طبعی تھی۔ دوسرے جاہلیت کا فعل تھا۔ جس پہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نصیحت فرمائی۔ کہ صفا اور مروۃ اللہ تعالیٰ کی یادگاریں ہیں۔ ان کے درمیان طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بظاہر لاجناح کہنے سے ان کا طواف کرنا واجب اور فرض ثابت نہیں ہوتا۔ حالانکہ شوافعؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک سعی بین الصفا والمروۃ ارکان حج میں سے ہے۔ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ امام احمدؒ کی مشہور روایت یہ ہے۔ کہ سعی کرنا سنت ہے۔ غرضیکہ مباح اسے کوئی نہیں کہتا۔ جو لاجناح کا مصداق ہے۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے یہی پوچھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے۔

ایسا نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گناہ کی نفی تو فرض وواجب سنن اور مباحات کے کرنے میں ہے۔ فرض وہ ہے۔ مایثاب فاعلہ یعاتب تارکہ ویکفر جاحدہ۔ کہ جس کے کرنے والے کو ثواب ملے چھوڑنے والے کو سزا ملے۔ اور انکار کرنے والے کی تکفیر کی جائے۔ واجب وہ ہے۔ یثاب فاعلہ ویعاتب تارکہ ولا یکفر جاحدہ۔ کہ کرنے والے کو ثواب نہ کرنے والے کو سزا اور انکار کرنے والے کی تکفیر نہ کی جائے۔ اور سنّت وہ ہے۔ یثاب فاعلہ یعاتب تارکہ ولا یکفر جاحدہ کہ جس کے کرنے والے کو ثواب نہ کرنے والے کو عتاب اور اس کا منکر کافر نہ ہوگا۔ مباح وہ ہے۔ یثاب فاعلہ ولا یعاتب تارکہ ولا یکفر جاحدہ۔ مباح یہ کہ جس کے کرنے والے کو ثواب نہ کرنے والوں کو ملامت بھی نہ ہوگی اور منکر کی تکفیر بھی نہ کی جائے گی۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے لاجناح فرمایا۔ کہ اس کے کرنے پر گناہ نہیں ہے۔ جس میں چار چیزیں آ سکتی ہیں۔ ممکن ہے فرض ہو واجب ہو سنّت ہو یا مباح ہو۔ حضرت عروہؓ نے عدم طواف پر نفی جناح سمجھا۔ حالانکہ یہ حرام اور مکروہ پر ہوتی ہے۔ اور یہ بات آیت سے سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ یہ اینچ پیچ کیوں کیا گیا۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ شبہ ان لوگوں کو ترک یعنی عدم طواف میں نہیں تھا۔ بلکہ شبہ طواف کرنے میں تھا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت اس جگہ مختصر ہے۔ دوسری جگہ دونوں فریقوں کا ذکر آجائے گا۔ اس جگہ تو محض ایک فریق کا ذکر ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ

الصفوان الحجر ص۶۴۵/۲۷ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حجر سے جنس پتھر مراد ہے۔ تو اتنی قدر میں تو دونوں تفسیروں میں اختلاف نہیں ہے۔ اور ملاستہ کی قید لگا کر شاید حضرت ابن عباسؓ اس تفسیر سے جنس کی تعیین کرنا چاہتے ہیں۔ نوع مقصود نہیں۔ اس صورت میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ جب اس کی تفسیر سے جمع مراد لیا جائے۔ تو پھر اعتراض ہوگا۔ کہ اس کی طرف تو آیت کریمہ کے اندر مفرد کی ضمیر راجع ہے۔ جمع کیسے مراد ہوگی۔

مثل صفوان علیہ تراب تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ صفوان اسم جنس ہے۔ جو مفرد اور جمع دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ ہاں مفرد اور جمع میں فرق اس طرح ہوگا۔ کہ مفرد میں تا زائدہ لائی جائے گی۔ صفوانۃ کہا جائے گا۔ اور جمع کے لئے صفا۔ تو اب ابن عباسؓ اور دوسری تفسیر میں مخالفت نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ صفا کا اطلاق مفرد و جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ البتہ مفرد کی تخصیص تا زائد کرکے کی جائے گی۔ بنا بریں قولہ بمعنی الصفا کا تعلق صفوان سے ہوگا۔ صفوانۃ سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ صراحت ہوگئی۔ کہ صفوان

جمع ہے صفوانۃ جمع نہیں ہے۔ تو صفا اور صفوان ہم معنی ہوں گے۔ کہ یہ دونوں کے معنی میں جمع ہیں کیونکہ دونوں اسم جنس ہیں۔ جن کا مفرد اور جمع دونوں پہ اطلاق صحیح ہے۔ البتہ مفرد میں تا زائدہ کو لایا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کا میلان یہی ہے۔ کہ دونوں قول میں کوئی اختلاف نہیں۔ حالانکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن عباسؓ کے نزدیک الصفوان حجر مطلق ہے اور ان کے غیر کے نزدیک حجارۃ الملس ہے۔ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ الحجارۃ الملس مطلق حجر کا نام نہیں۔ جیسا کہ ابن عباسؓ فرمارہے ہیں۔ بلکہ الملاس کی شرط ہے۔ اور قولہ للجمیع اس جمع سے جنس مراد ہے۔ تو صفوان اور صفا دونوں جنس ہوتے جمع نہ ہوتے۔ چنانچہ صاحب جمل بھی فرماتے ہیں کہ صفوان اسم جنس ہے جس کا مفرد صفوانہ ہے۔ اور ابن اثیر کا کہنا ہے کہ صفوان حجر الملس والجمع صفی اور بعض نے اسے جمع کہا ہے۔ جس کا مفرد صفوانۃ ہے۔ تو یہ بعینہٖ قول ابن عباسؓ ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا اَضْدَادًا وَاحِدُهَا نِدٌّ۔

ترجمہ۔ بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا انداد پکڑ رکھے ہیں۔ انداد بمعنی اضداد جس کا مفرد نِدٌّ ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۴۰ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً وَقُلْتُ اُخْرٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا اُدْخِلَ النَّارَ وَقُلْتُ اَنَا مَنْ مَاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُوْا لِلّٰهِ نِدًّا اُدْخِلَ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ فرمایا۔ اور میں نے دوسرا کلمہ کہا۔ چنانچہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرگیا۔ کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور شریک کو پکارتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اور میں نے یہ کہا کہ جو شخص اس حال میں مرا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کر کے نہیں پکارتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ قال دونوں کا ایک ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قلت انا من مات الخ ص۱۶۴۶ یہ مفہوم مخالف نہیں ہے۔ بلکہ لازم معنی حدیث ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ لازم معنی اس لئے ہے۔ کہ مشرک کا جہنم میں داخل ہونا مومن کے جہنم میں نہ داخل ہونے کے کو مستلزم ہے۔ کیونکہ جنّت اور نار کے سوا کوئی اور دار نہیں ہے۔ پس لازم ہے کہ وہ جنّت میں داخل ہوگا۔

بَابُ قَوْلِهِ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى

الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُؤَدِّي بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ مِمَّا كُتِبَ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَتَلَ بَعْدَ قَبُولِ الدِّيَةِ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو! مقتولین کے بارے میں تمہارے اوپر قصاص (بدلہ) فرض کیا گیا ہے۔ آزاد بدلے آزاد کے۔ غلام بدلے غلام کے۔ عورت بدلے عورت کے۔ اور جس شخص کو اپنے بھائی کے خون سے کچھ معاف کر دیا جائے۔ معافی یہ ہے کہ قتل عمد میں وہ خون بہا قبول کرلے۔ تو دستور کے مطابق اس کا پیچھا کرنا ہے۔ اور اچھی طرح ادا کرنا ہے۔ یعنی مشہور طریقہ سے اس کا پیچھا کرے۔ اور وہ اچھی طرح سے دیت ادا کرے۔ یہ حکم تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے۔ ان لوگوں کی بنسبت جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ کہ ان پر قصاص فرض تھا معافی کی صورت نہیں تھی۔ پس اس کے بعد اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی قبول دیت کے بعد قتل کر دے۔

حدیث نمبر ۴۰۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ الخ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۴۳ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ الخ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الرُّبَيِّعَ عَمَّتَهُ

كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ فَطَلَبُوا إِلَيْهَا الْعَفْوَ فَأَبَوْا فَعَرَضُوا الْأَرْشَ فَأَبَوْا فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَوْا إِلَّا الْقِصَاصَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ نَضْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَنَسُ كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ان کی پھوپھی ربیعؓ نے کسی باندی کے اگلے دو دانت توڑ دیئے۔ ربیع کی قوم نے اس کے لئے معافی طلب کی جاریہ کی قوم نے انکار کر دیا۔ پس ان کے سامنے دیت پیش کی گئی تو ان لوگوں نے دیت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پس وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر قصاص پر اڑ گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دے دیا۔ حضرت انسؓ کے چچا انسؓ بن نضر نے کہا۔ یا رسول اللہ! کیا میری بہن ربیع کے دانت توڑے جائیں گے۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس کے اگلے دو دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے انسؓ! کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے۔ تو قوم راضی ہو گئی اور انہوں نے حضرت ربیعؓ کو معاف کر دیا۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اگر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالے ان کی قسم کو پورا کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بنو اسرائیل میں قتل عمد کی انتقام میں صرف دو صورتیں تھیں۔ قصاص یا عفو۔ تیسری کوئی صورت نہیں تھی۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر آسانی کر دی گئی۔ کہ ان کے لئے تیسری صورت قبول دیت کی بڑھا دی گئی۔ پھر قتل عمد کے موجب میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ کہ قتل عمد کا موجب اصلی قصاص ہے۔ دیت اور عفو اولیاء مقتول کی مرضی پر موقوف ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ موجب اصلی قصاص اور دیت ہے۔ یعنی اولیاء مقتول قبول دیت پر مجبور کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک مجبور نہیں کئے جاسکتے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے شوافع استدلال پکڑتے ہیں۔ لیکن احنافؒ جواب دیتے ہیں کہ موجب اصلی تو قصاص ہے۔ امت محمدیہ پر اتنی تسہیل ہے کہ اگر اولیاء مقتول راضی ہوں تو دیت دی جاسکتی ہے۔ ابن عباسؓ کے قول سے وہ چیز ثابت نہیں ہوتی جو شوافعؒ

چاہتے ہیں۔ عُفی بمعنی ترک ہے۔ یعنی اگر قصاص ترک کر دیا جائے۔ ان میں سے کسی ایک کا موجب اصلی ہونا روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔

فمن عُفی لہ من اخیہ شیئ یعنی اولیاء مقتول میں سے اگر کوئی بعض قصاص معاف کر دے یا نفس مال کا عفو کر دے۔ تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اہل انجیل کے لئے عفو متعین کر دیا گیا تھا۔ ان کے لئے قصاص اور عفو نہیں تھا۔ اہل تورات کے لئے قصاص اور عفو تھا دیت نہیں تھی۔ روایت باب شوافع کا مستدل ہے۔ اور ربیع والی روایت احناف کا مستدل ہے۔

لاتکسر ثنیتہا یہ انکار کے طور پر نہیں فرمایا ورنہ کفر لازم آئے گا۔ بلکہ وہ خبر دے رہے ہیں کہ اگرچہ آپ نے تو قصاص کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن اس کا ثنیہ توڑا نہیں جائے گا۔ جس پر آپ نے ان من عباد اللہ من اقسم الخ فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کان فی بنی اسرائیل القصاص الخ اگر اشکال ہو کہ بنو اسرائیل میں دیت تو شائع ذائع تھی۔ تو کہا جائے گا کہ یہ ان کی طرف سے کتاب اللہ کی تغییر و تحریف تھی۔ ورنہ اصلی حکم قصاص اور عفو تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ خازن میں ہے۔ کہ تورات میں زانی محصن پر رجم کا حکم تھا۔ جس کو انھوں نے تبدیل کر دیا۔ کہ بنو قریظہ پر بنو النضیر کو فضیلت تھی۔ اگر بنو نضیر کا کوئی آدمی قتل کر دیتا تو وہ نصف دیت کرتے۔ بنو قریظہ بنو نضیر کا کوئی آدمی قتل کر دیتے تو ان کو کامل دیت دینی پڑتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ان کا مقدمہ آیا تو آپ نے دیت برابر کر دی۔ قصاص تو تھا ہی۔

بَابُ قَوْلِهٖ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۰۴۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ كَانَ عَاشُوْرَآءُ يَصُوْمُهٗ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَآءَ صَامَهٗ وَمَنْ شَآءَ لَمْ يَصُمْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ اہل جاہلیت عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ جب رمضان کی فرضیت

نازل ہوئی۔ تو آپؐ نے فرمایا جو شخص چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس کا روزہ نہ رکھے۔

حدیث نمبر ۱۸۴۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَاشُورَاءُ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَا شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو اب جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے جو چاہے افطار کرے۔

حدیث نمبر ۱۸۴۶ حَدَّثَنِیْ مَحْمُودٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ الْاَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُ فَقَالَ الْيَوْمُ عَاشُورَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَادْنُ فَكُلْ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس حضرت اشعثؓ بن قیس کندیؓ اس وقت تشریف لائے۔ جب کہ حضرت عبداللہؓ کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت اشعثؓ نے فرمایا آج تو عاشوراء کا دن ہے۔ تو ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ پس اب قریب ہو جاؤ اور کھانا کھاؤ۔

حدیث نمبر ۱۸۴۷ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ الْفَرِيْضَةَ وَتُرِكَ عَاشُورَاءُ فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یوم عاشوراء کا روزہ جاہلیت میں قریش رکھتے تھے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ملت ابراہیمی کی پیروی میں روزہ رکھتے تھے۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے۔ تو بھی اس عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ اور اس کے روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ لیکن جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو رمضان کا روزہ فرض رہ گیا اور عاشوراء چھوڑ دیا گیا۔ پس اب جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے اس کا روزہ نہ رکھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | چونکہ امور مفروضہ کی تحریر و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ان کے لئے

کُتب فرض وغیرہ کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ چونکہ عرب کے لوگ روزہ کے عادی نہ تھے۔ لہٰذا ان کو بہلا پھسلا کر اس کا عادی بنایا گیا۔ فرمایا گیا کہ یہ روزہ تم پر ایسے لازم ہے۔ جیسے امم سابقہ پر لازم تھا۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ جس سے نفس کو تکلیف ہو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ کما کتب کمال تشبیہ ہے۔ کہ رمضان شریف کا روزہ امم سابقہ پر بھی فرض تھا۔ لیکن جمہور کے نزدیک نفس صیام میں تشبیہ ہے۔ امم سابقہ پر تو عتاب اور سزا کے طور پر ہوتا تھا۔ لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے تقویٰ کا باعث ہے۔ ایاما معدودات میں بھی ترغیب مقصود ہے۔ کہ تھوڑے سے روزے ہیں گنتی کے اور گنتی عدد قلیل کی ہوتی ہے۔ عدد کثیر کو گنا نہیں جاتا۔

صوم عاشوراء کے بارے میں احنافؒ اور مصنفؒ کا یہی مسلک ہے۔ کہ پہلے صوم عاشوراء فرض تھا۔ بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ محض استحباب باقی ہے۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صوم عاشوراء کے بعد ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہ۔ چودہ اور پندرہ کے روزے فرض کئے گئے۔ وہ بھی منسوخ ہوئے۔ اس کے بعد رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ ایاما معدودات سے صوم ایام بیض کی تائید ہوتی ہے۔ قریش میں زمانۂ جاہلیت سے یہ دستور چلا آرہا تھا۔ کہ وہ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپؐ جب مدینہ پہنچے تو یہود کو دیکھا وہ بھی یوم عاشوراء کا روزہ یوم تشکر کے طور پر رکھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہم اگر زندہ رہے تو نو ۹ اور دس ۱۰ محرم دو دن کا روزہ رکھیں گے۔ اور فرمایا نحن احق بموسیٰ منکم کہ تمہاری بنسبت ہم موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہیں۔ کہ ان کی تقلید کریں۔ شوافعؒ صوم یوم عاشوراء کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں۔ اس مقام سے ایک مسئلہ یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ صوم فرض کی تبییت یعنی رات کے وقت سے نیت کرنا ضروری نہیں۔ احنافؒ یہی فرماتے ہیں۔ شوافعؒ رات سے نیت کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ احنافؒ کا استدلال صوم یوم عاشوراء سے ہے۔ کہ آپؐ نے عاشوراء کے دن اعلان فرمایا۔ کہ جس شخص نے اس وقت تک کچھ نہ کھایا ہو۔ وہ اس وقت سے اپنے آپ کو صائم سمجھے۔ شوافعؒ کے نزدیک تبییت ضروری ہے۔ اس لئے وہ صوم یوم عاشوراء کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَقَالَ عَطَاءٌ يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهٖ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِي الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ اِذَا خَافَتَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا اَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ وَاَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ اِذَا لَمْ يُطِقِ الصِّيَامَ فَقَدْ اَطْعَمَ اَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا اَوْ عَامَيْنِ كُلَّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا خُبْزًا وَّلَحْمًا وَاَفْطَرَ قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ يُطِيْقُوْنَهٗ وَهُوَ اَكْثَرُ۔

ترجمہ۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پھر تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اسے دوسرے دن گنتی کے روزہ رکھنا چاہیے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان پر ایک مسکین کے کھانے کا کفارہ ہے۔ اور جو اس سے زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اگر تمہیں روزے کے بے حساب ثواب کا علم ہو۔ تو روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ حضرت عطا تابعیؒ فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالےٰ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ تمام قسم کے امراض سے روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ حضرت حسنؒ بصری اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ دودھ پلانے والی اور حمل والی عورت جب انہیں اپنی ذات پر یا بچے کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ تو وہ دونوں روزہ چھوڑ سکتے ہیں۔ لیکن بعد میں انہیں قضا کرنا ہوگا۔ اور بوڑھا خرانٹ جب روزے کی طاقت نہ رکھے تو افطار کرے۔ حضرت انسؓ بہت بوڑھے ہو جانے کے بعد ایک سال تک یا دو سال تک ہر دن ایک مسکین کو روٹی اور گوشت کا کھانا کھلاتے تھے۔ اور روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اور عام قراۃ میں یطیقونہ ہے اور یہی اکثر ہے اور بعض میں یطوقونہ بھی آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ یعنی اس کی طاقت نہیں رکھتے ان کو افطار کی اجازت ہے۔ البتہ کفارہ دینا ہوگا۔

حدیث نمبر ۴۰۴۸ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ الخ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ

هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيْرَةُ لَا يَسْتَطِيْعَانِ أَنْ يَصُوْمَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا۔

ترجمہ۔ حضرت عطاءؒ تابعی نے ابن عباسؓ سے سنا وہ وعلی الذین یطوقونہ الخ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اس کا حکم بوڑھے خرانٹ مرد اور بڑی عمر کی عورت کے لئے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | فعدۃ من ایام اخر الخ اس میں معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای من افطر فعدۃ من ایام اخر۔ جمہور فرماتے ہیں کہ جس روزہ میں نقصان کا خدشہ ہو۔ اس میں افطار ہے۔ نقصان کا مطلب یہ ہے کہ ہلاکت نفس یا ہلاکت عضو کا خطرہ ہو اس میں افطار جائز ہے۔ حضرت عطاء بن رباحؒ اور امام بخاریؒ کا مسلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں تعمیم ہے۔ کہ ہر مریض کو افطار کا حق ہے۔ خواہ ہلاکت کا خطرہ ہو یا نہ ہو۔ امام صاحبؒ مرضعہ اور حاملہ کو مریض کا حکم دیتے ہیں۔ جب عذر مرض چلا جائے۔ تو قضا کرے۔ اور بعض حضرات نے ان دونوں کو شیخ کبیر کے حکم میں کہا ہے۔ کہ مرضعہ اور حاملہ کی طرف سے فدیہ دیا جائے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ فدیہ بھی ہو اور قضا بھی ہو۔ اذا لم یطق الصیام فقد افطر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ الخ اکثر حضرات اس آیت کو منسوخ کہتے ہیں۔ کہ کہ ابتداء اسلام میں روزہ ہر ایک پر لازم نہیں کیا گیا۔ طاقت والے کے لئے احد الامرین یعنی فدیہ دینا یا روزہ رکھنے کا اختیار تھا۔ اور فدیہ طعام مسکین سے عبارت ہے۔ اگر کسی نے دو تین کو کھلا دیا تو فھو خیر لہ کا مصداق ہوگا۔ اس کے بعد دوسری آیت فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ اس اختیار کو منسوخ کر دیتی ہے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع اور بہت سے صحابہ کرام اسی کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اس کو منسوخ قرار نہیں دیتے۔ بلکہ شیخ کبیر کے بارے میں آج بھی اس کا حکم باقی ہے۔ ان کی قرآت میں یطوقونہ کے الفاظ بھی ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) کہ بالکل روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو۔ اس کا قطعی حکم ہے۔ کہ وہ روزہ نہ رکھے قضا کرے۔ دوسری صورت وہ ہے جس کو ابن عباسؓ لے رہے ہیں۔ کہ حالت شباب میں صوم کی طاقت تھی۔ ادا نہ کر سکا۔ اب شیخ کبیر ہو گیا۔ روزہ رکھنے سے عاجز ہے۔ تو اسے فدیہ دینا ہوگا۔ جو روزے کا بدل ہوگا۔ تیسری صورت وہ ہے جس کو حضرت قتادہ بیان کر رہے ہیں۔ کہ آیت شیخ کبیر کے بارے میں خاص ہے۔ جو صوم کی طاقت رکھتا ہے۔ مگر روزہ رکھنا شاق اور گراں گزرتا ہے۔ اسے افطار

اور فدیہ میں سے ایک کا اختیار ہے۔ مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ لیطیقونہ میں ہمزہ افعال کا سلب کے لئے ہے۔ یا لا مقدر مانا جائے۔ یا لیطوّقون پڑھا جائے تو پھر آیت منسوخ نہ ہوگی۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے۔ کہ آیت کو اصلی معنی پر رکھا جائے۔ اور لیطیقونہ کی ضمیر منصوب فدیہ کی طرف راجع ہو۔ جو کہ لفظاً مؤخر ہے۔ لیکن معنیً مقدم ہے۔ البتہ ضمیر مذکر کا اشکال رہے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ فدیہ سے طعام مسکین مراد ہے۔ تو ضمیر کا مرجع بھی وہی بنے گا۔ اب راجع اور مرجع میں مطابقت ہوگئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یفطر من المرض کلہ ص۶۴۷ اگر حضرت عطاؒ کے قول کے یہ معنی لئے جائیں کہ جواز فطر ہلاک نفس یا مشقۃ شدیدہ پر موقوف نہیں ہے۔ بالکل افطار ہر اس مرض میں جائز ہے۔ جس سے روزہ اس کو نقصان پہنچاتا ہو۔ خواہ ہلاکت یا مشقۃ شدیدہ تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ تو اس صورت میں ان کا قول جمہور کے خلاف نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | عام طور پر شراح حضرات حضرت عطاء اور دیگر حضرات کے اقوال میں فرق کرتے ہیں۔ لیکن حافظؒ نے جو روایت عبد الرزاق کی نقل کی ہے اس سے افادہ شیخ گنگوہیؒ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ابن جریج نے حضرت عطاؒ سے پوچھا۔ کون سی بیماری رمضان میں افطار کا باعث ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ المرض کلہ تو میں نے کہا اگر کسی نے روزہ رکھا پھر اس پر بیماری کا غلبہ ہوگیا تو کیا افطار کرے انہوں نے کہا ہاں افطار کرے۔ اسی طرح کا ایک قصہ خود امام بخاریؒ کا اپنے شیخ اسحاق بن راہویہؒ کے ساتھ پیش آیا۔ کہ امام بخاریؒ نیشاپور میں قدرے بیمار ہو گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ تو ان کے شیخ اسحاق بن راہویہ ان کی بیمار پرسی کے لئے آئے۔ اور پوچھا۔ اے ابوعبد اللہ آپ نے روزہ چھوڑ دیا۔ رخصت پر عمل کرنے میں آپ نے جلدی کر دی۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ مرض مبیح الفطر میں تین قول ہیں۔ (۱) ہر بیماری سے افطار جائز ہے۔ یہ مسلک حسن بصری اور ابن سیرینؒ کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رخصت مرض مہلک اور شدیدہ کے ساتھ مختص ہے۔ یہ اکثر فقہاء کا قول ہے۔ اور تیسرا قول اصم کا ہے جو مطلق کو اکمل الاحوال پر حمل کرتے ہیں۔ جو روزہ رکھنے سے مشقت میں پڑ جائے۔ یہی مسافر کا حکم ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ الخ

حدیث نمبر ۴۰۴۹ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض اَنَّهٗ قَرَاَ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر رض نے فدیۃ طعام مسکین پڑھا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۵۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ كَانَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتّٰى نَزَلَتْ اٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا مَاتَ بُكَيْرٌ قَبْلَ يَزِيْدَ۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ رض فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ان پر ایک مسکین کے کھانے کا کفارہ ہے۔ تو جو شخص چاہتا تھا روزہ نہ رکھ کر کفارہ دے دیتا تھا یہاں تک کہ وہ آیت اتری جو اس کے بعد ہے۔ یعنی فمن شھد الخ تو اس نے اسے منسوخ کر دیا۔ امام بخاری رح فرماتے ہیں کہ بکیر کی وفات یزید سے پہلے ہو چکی ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۵۱ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَءُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ يَقُوْلُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُحَمَّلُوْنَهٗ قَالَ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ الَّذِيْ لَا يُطِيْقُ الصَّوْمَ اُمِرَ اَنْ يُّطْعِمَ كُلَّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا قَالَ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا يَقُوْلُ وَمَنْ زَادَ وَاَطْعَمَ اَكْثَرَ مِنْ مِّسْكِيْنٍ فَهُوَ خَيْرٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رض علی الذین یطوقون الخ کی قرات کرتے تھے۔ یعنی جن لوگوں کو تکلیف دی گئی ہے روزہ اٹھوایا گیا ہے۔ فرماتے تھے کہ وہ بوڑھا خرانٹ آدمی ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے حکم دیا کہ وہ ہر دن روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلاتے۔ اور من تطوع خیرا یعنی جس شخص نے زیادہ کیا اور ایک مسکین سے زیادہ کو کھلا دیا تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

تشریح از شیخ مدنی رح حضرت ابن عباس رض کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ شیخ کبیر کے بارے میں حکم بتلایا گیا۔ اور حضرت سلمہ رض بن اکوع اسے منسوخ کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت ابن عباس رض صغار صحابہ میں سے ہیں۔ سلمہ بن اکوع رض کبار میں سے ہیں۔ لہذا ابن عباس رض کا قول معتبر

نہ ہوگا۔ دوسرا ابن عباسؓ علی الاطلاق منسوخ ہونے کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم شیخ کبیر کے بارے میں یہ حکم باقی ہے۔ تو اس آیت کے دوسرے افراد کے بارے میں منسوخیت کا حکم ہے۔ تو جمہور کے مسلک کا خلاف نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قال ابن عباس لیست بمنسوخة ص۶۴۸ اس تاویل کے اختلاف کا مدار اس پہ ہے۔ کہ جو لوگ یطیقون کے معنی استطاعت کے لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک آیت منسوخ ہے۔ اور جو اس کی تفسیر عدم استطاعت سے کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا حکم ابھی باقی ہے منسوخ نہیں۔ یطوّقون یدشدون کی طرح ہے۔ کہ روزہ مشقت اور ہلاکت کے قریب پہنچانے میں گلے کا طوق بن گیا۔ تو اصل مسئلہ میں اختلاف نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | نور الانوار میں ہے۔ علی الذین یطیقونہ میں تا تو کلمہ لا محذوف ہے۔ ای لا یطیقونہ یا ہمزہ سلب کے لئے ہے۔ قال ایک ہے۔ کہ جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں۔ ان پہ فدیہ ہے۔ جو قضاً بمثل غیر معقول اور اگر ظاہر پہ محمول کرو۔ تو پھر آیت منسوخ ہوگی۔ کہ ابتدا اسلام میں اختیار تھا۔ جو درجہ بدرجہ منسوخ ہوا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ایک تفسیر کے مطابق آیت منسوخ ہے۔ اور دوسری تفسیر پہ محکم ہے۔ اور شیخ کبیر کے بارے میں فدیہ واجب ہے۔ کیونکہ اس کے ذمہ قضاء نہیں ہے۔ حاملہ اور مرضعہ کے بارے میں فدیہ مستحب ہے۔ کیونکہ قضا ان پہ لازم ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | مات بکیر قبل یزید الخ ص۶۴۸ س۱۳ تو یہ روایت الاکابر عن الاصاغر ہوگی کہ بکیر اپنے شیخ کی وفات سے پہلے انتقال کر گئے۔ کیونکہ بکیر کی وفات ۱۲۰ھ میں ہے اور یزید کی وفات ۱۴۷ھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس روایت اکابر عن الاصاغر میں کلام ہے۔ جب تک ولادت کی تحقیق نہ ہو یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۰۵۲ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الخ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ قَالَ لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوْا لَا يَقْرَبُوْنَ النِّسَآءَ رَمَضَانَ كُلَّهٗ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُوْنُوْنَ اَنْفُسَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

وَعَفَا عَنْكُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جب رمضان کے روزے رکھنے کا حکم نازل ہوا تو سارا رمضان بھر لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔ اور کچھ لوگ جماع کے بارے میں خیانت کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ تم لوگ اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرلی اور معافی دے دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ رفث ہر اس کلام کو کہتے ہیں جو خاوند بیوی کے درمیان جماع کا باعث بنے۔ یا جو چیز جماع کے لئے ہو۔ خواہ وہ فعل ہو یا قول ہو۔ زوج زوجہ کے لئے پردہ ہے اور زوج زوج کے لئے پردہ ہے۔ کہ خاوند اپنی خواہش جماع کو پورا کرکے بے حیائی سے بچ جاتا ہے۔ اور ظاہراً بھی لباس زینت ہے۔ کہ شادی شدہ شخص کو باعزت باوقار مانا جاتا ہے۔ غیر شادی شدہ رنڈوا اور لوفر شمار ہوتا ہے۔ ابتداء اسلام میں یہ تھا کہ عشاء کے بعد سے روزہ رکھا جاتا تھا۔ اگر کوئی عشاء سے پہلے سو جائے۔ نہ کھایا نہ پیا اور نہ جماع کر سکا۔ تو پھر وہ دوسرے دن تک روزے سے رہتا۔ عرب میں قوت رجولیت کاملہ تھی۔ وہ لوگ عشاء تک تو کھانے پینے میں مصروف رہتے۔ جماع کی نوبت نہ آتی تھی۔ کیونکہ ممانعت تھی۔ صبر نہ ہو سکا۔ خیانت ہو جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ اور حضرات بھی اس میں مبتلا ہوئے۔ خدمت اقدس میں شکایت لے آئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ لا یقربون النساء رمضان کلہ ص ۶۴۷/۱۹ یعنی سونے کے بعد عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت تھی۔ اور حکم میں اس قدر سختی کہ سو لینے کے بعد نہ کھانا نہ پینا نہ جماع۔ یہ اس لئے تھا تاکہ بعد میں آنے والوں کو معلوم ہو کہ صحابہ کرام باوجود حاجت الی النساء اور سخت جماع کے وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہوئے سمعنا واطعنا کہتے تھے۔ یہود کی طرح سمعنا وعصینا نہیں کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اختیار کی حد سے نکل کر بھی تسلیم کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ احادیث میں وارد ہے۔ یاکلون ویشربون ویأتون النساء ما لم ینا موا۔ یعنی جب تک سوتے اس سے پہلے کھاتے پیتے اور جماع کرتے تھے۔ جب سو جاتے پھر رک جاتے۔ قطب گنگوہیؒ نے تینوں اکل شرب اور جماع سے ممانعت کی۔ حکمت بیان کرکے ایک عجیب طریقہ اختیار کیا ہے جو اور کسی شارح نے اختیار نہیں کیا۔ وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام باوجود

سخت تقاضا جماع کے اور بیش بہا قوت کے ان کو جماع سے اس لئے روکا گیا۔ کیونکہ اطاعت اور فرمانبرداری کی شرافت بعد میں آنے والوں پر ثابت کرنی تھی۔ ان کی قوت جماع کا یہ حال تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں ان کے پاس ایک عورت نے اپنے مرد کی شکایت بیان کی کہ ان کا خاوند ہر دن اور رات میں سات مرتبہ جماع کر کے تھکا دیتا ہے۔ اس سے ان حضرات کی قوت مردمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کو جماع سے روکنا بڑا صبر آزما معاملہ تھا۔ جس کو ان حضرات نے بخوشی قبول فرمایا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے رمضان کی راتوں میں جماع کرنے کی انہیں اجازت دے دی۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ الٰى الْعَاكِفُ الْمُقِيْمُ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۳ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ اَخَذَ عَدِيٌّ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ حَتّٰى كَانَ بَعْضُ اللَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَبِيْنَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادَتِيْ قَالَ اِنَّ وِسَادَتَكَ اِذًا لَعَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں۔ کہ عدی نے ایک سفید اور دوسرا سیاہ تاگا لیا۔ یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ کہ اس نے غور سے دیکھا پس وہ تاگے ظاہر نہ ہوئے۔ پس جب صبح ہوئی تو کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے وہ تاگے اپنے سرہانے کے نیچے رکھ دیئے۔ فرمایا۔ تو اس وقت تیرا سرہانہ چوڑا ہوگا۔ کہ سفید اور سیاہ تاگے اس کے نیچے آگئے۔

حدیث نمبر ۴۰۵۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ اَهُمَا الْخَيْطَانِ قَالَ اِنَّكَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا اِنْ اَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کہ سفید تاگہ سیاہ تاگے سے جدا ہو اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا یہ دونوں تاگے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس وقت

تو تیری گدی چوڑی ہو گی۔ اگر تو نے دو تاگوں کو دیکھا بلکہ وہ تورات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۵۵ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ وَأُنْزِلَتْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ وَلَمْ يُنْزَلْ مِنَ الْفَجْرِ وَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَهُ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوا إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں۔ کہ کلوا واشربوا الخ تو اتر چکی تھی۔ لیکن من الفجر کا نزول نہیں ہوا تھا۔ اور آدمیوں کا یہ حال تھا کہ جب وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے۔ تو ان میں سے ایک اپنے دونوں پاؤں میں سفید اور سیاہ تاگہ باندھ لیتا اور اس وقت تک برابر کھاتا رہتا۔ یہاں تک کہ ان دونوں تاگوں کا دیکھنا واضح ہوجاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد من الفجر اتارا۔ تو پھر ان کو معلوم ہوا کہ ان دو تاگوں سے مراد تورات اور دن ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | خیط ابیض اور اسود سے ممکن ہے۔ کہ روئی کا سفید و سیاہ تاگہ مراد ہو۔ یا صبح کی سفیدی اور سیاہی کا احتمال بھی ہے۔ تو من الفجر کے لفظ نے اس کی تعیین کردی۔ کہ خیط ابیض سے صبح کی سپیدی مراد ہے۔

ان وسادتک اذاً تعریض کہا جاتا ہے۔ کہ یہ غباوۃ اور بے وقوفی سے کنایہ ہوتا ہے۔ کیونکہ عرض تفا عرض وسادۃ کو لازم ہے۔ اور عرض وسادہ بے وقوفی کی علامت ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ان ابصرت الخیطین ای تحت وسادتک کیونکہ محض دیکھنے سے اس عمر ہانے کا چوڑا ہونا لازم نہیں۔ جب تک اسے اس قید سے مقید نہ کیا جائے۔

وکان رجال اذا ارادوا الخ ص ۶۴۷/۲۷ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب لوگوں نے اس سے یہ معنی نہیں سمجھے تھے۔ بلکہ بعض کا یہ حال تھا۔ اور دوسروں نے وہی معنی سمجھے جو میں ارادہ کر رہا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | تفسیر معالم میں ہے۔ کہ ان وسادتک اذاً لعریض کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ تیری نیند بہت ہے۔ تو وسادہ سے نیند مراد ہوگی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وسادہ سے وہ جگہ مراد ہے۔ جہاں انسان اپنا سر رکھتا ہے۔ اور جب عرب یہ کہتے ہیں کہ فلاں عریض القفا تو اس سے

مراد عبادت اور غفلت ہوگی۔ مطلب یہ ہوگا۔ کہ رات اور دن تیرے سرہانے کے نیچے آ گئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ تو اس پر عریض القفا ہی سوتا ہوگا۔ جو غافل اور غبی ہوگا۔

فیہ دلالۃ الخ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ تاگے سرہانے کے نیچے رکھ دیتے تھے اور بعض ٹانگوں میں باندھ دیتے تھے۔ تو دونوں احتمال صحیح ہیں۔ جس پر آپؐ نے نکیر فرمایا۔ کہ اس سے تو صبح کا تاگہ سفید و سیاہ مراد ہے۔ کہ صبح صادق تک کھا پی سکتے ہو۔

بَابُ قَوْلِهِ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۶ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانُوْا إِذَا أَحْرَمُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَتَوُا الْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهٖ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ زمانۂ جاہلیت میں جب احرام باندھ لیتے اور کسی ضرورت کی وجہ سے گھر آنا ہوتا تو گھر کی پچھلی دیوار سے گھر میں آتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ نیکی یہ نہیں ہے کہ گھر کی پیٹھ سے گھروں میں داخل ہو۔ بلکہ نیکوکار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

بَابُ قَوْلِهِ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ أَتَاهُ رَجُلَانِ فِيْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِؓ فَقَالَا إِنَّ النَّاسَ صَنَعُوْا وَأَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ يَمْنَعُنِيْ أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ أَخِيْ فَقَالَا أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَقَالَ قَاتَلْنَا

حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَّكَانَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ وَاَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ فُلَانٌ وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمُعَافِرِيِّ اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ تَحُجَّ عَامًا وَّتَعْتَمِرَ عَامًا وَّتَتْرُكَ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ عَلِمْتَ مَا رَغَّبَ اللّٰهُ فِيْهِ قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ اِيْمَانٍ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالصَّلٰوةِ الْخَمْسِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَاَدَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ قَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا اِلٰى قَوْلِهٖ اَمْرِ اللّٰهِ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ قَالَ فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا قَتَلُوْهُ وَاِمَّا يُعَذِّبُوْهُ حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِيْ عَلِيٍّ وَّعُثْمَانَ قَالَ اَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللّٰهُ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا اَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُ وَاَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُهٗ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ هٰذَا بَيْتُهٗ حَيْثُ تَرَوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے جنگ کے زمانہ میں دو آدمی حضرت ابن عمرؓ کے پاس آ کر کہنے لگے۔ کہ لوگ جنگ و جدال میں خون بہا کر ضائع ہو رہے ہیں۔ آپ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ پس آپ باہر نکل کر اس جنگ و جدال کا فیصلہ کیوں نہیں کرتے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ مجھے اس بات نے روکا ہے۔ کہ اللہ تعالے نے مسلمان بھائی کے خون بہانے کو حرام قرار دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کیا اللہ تعالے نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ تم ان لوگوں سے اس وقت تک لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ہم تو ان مشرکوں کے ساتھ اس وقت تک لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شرک کا فتنہ نہ رہا۔ اور دین و قانون اللہ تعالے کے لئے رہ گیا۔ اور تم لوگ یہ چاہتے ہو۔ کہ تم آپس میں لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ و فساد برپا رہے۔ اور دین و قانون غیر اللہ کے لئے ہو جائے۔

اور عثمان بن صالح کی سند سے مزید کہا۔ حضرت نافعؒ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور آکر کہنے لگا۔ کہ اے ابو عبدالرحمٰن کیا وجہ ہے کہ آپؓ ایک سال حج کرتے ہیں اور دوسرے سال عمرہ کے لئے جاتے ہیں۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کو آپ نے چھوڑ دیا ہے۔ اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں کس قدر رغبت دلائی ہے۔ فرمایا اے بھتیجے! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ پہلے تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے۔ پھر پانچ نمازیں پڑھنی ہیں۔ اور رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھنا ہے۔ چوتھے مال کی زکوٰۃ ادا کرنی ہے۔ پانچویں بیت اللہ کا حج کرنا ہے۔ تو اس نے کہا۔ اے ابو عبدالرحمٰن! کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی کتاب کے اندر ذکر کیا ہے۔ تم نے اس کو نہیں سنا۔ ترجمہ آیت۔ کہ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم ہے۔ کہ اس وقت تک ان سے لڑائی جاری رکھو۔ یہاں تک کہ فتنہ و فساد بند ہو جائے۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا۔ اس پر ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمل کر لیا۔ اس وقت اسلام تھوڑا تھا۔ پس مسلمان آدمی کی اس کے دین کے بارے میں آزمائش ہوتی تھی۔ یا تو مخالفین اسے قتل کر دیتے یا اسے عذاب میں مبتلا کرتے۔ یہاں تک کہ اب اسلام بہت ہو گیا۔ پس وہ شرک والا فتنہ نہیں رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت عثمانؓ کے فرار کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور تمہیں اس کو معافی دینا پسند نہیں ہے۔ رہ گئے حضرت علیؓ۔ وہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور آپؐ کے داماد ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ یہ ان کا گھر ہے۔ جہاں سے تم دیکھ رہے ہو۔ کہ وہ ابیات رسول کے درمیان ہے۔ بہرحال وہ منزلاً اور منزلۃً آپؐ کے قریب ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یزید کے تخت پر بیٹھنے سے چند حضرات نے اختلاف کیا۔ کیونکہ یزید نہ تو مستحق خلافت تھا اور نہ ہی اس کی خلافت مشورۃ الناس سے قائم ہوئی تھی۔ سیدنا حسینؓ۔ ابن الزبیرؓ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ نے نہ تو ولیعہدی کی بیعت کی تھی اور نہ ہی خلافت کو مانا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کا حضرت حسنؓ سے معاہدہ تھا کہ ان کی وفات کے بعد وہ تخت نشین ہوں گے۔ لیکن امام حسنؓ وفات پا گئے۔ امیر معاویہؓ زندہ تھے۔ حضرت حسینؓ سے عہد نہیں تھا۔ اس لئے اپنی زندگی میں انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تھی۔ ان مذکورہ بالا چار حضرات نے بیعت سے بدیں وجہ انکار کیا کہ بیک وقت دو امیروں

کے لئے بیعت نہیں ہوسکتی۔ یزید کے تخت نشین ہونے کے بعد اس نے مخالفین کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی جس نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا۔ جس کے بعد واقعہ حرہ پیش آیا۔ اور دوسرا واقعہ سیدنا حسینؓ کی شہادت کا ظاہر ہوا۔ یزید کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ حسین عنبری سردار نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ادھر مروان بن حکم جو حاکم مدینہ تھا۔ اس نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ وہ کمزور تھا۔ ویسے بھی چھ ماہ کے اندر اندر اس کی وفات ہوگئی۔ تو عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا۔ جس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کنارہ کش رہے۔ سفک دمار یعنی خون ناحق بہنے کے خطرہ کے پیش نظر انہوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔ دل سے نہیں مانتے تھے۔ یہ ایسا تھا جیسے تغلب کی حکومت کو سفک دمار کے خوف سے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ان الناس ضیعوا فرمایا گیا۔ طرفداران یزید نے فتنہ ابن الزبیرؓ پیدا کیا۔ اس طرح دو جماعتیں ہوگئیں۔ ایک نے حضرت ابن الزبیرؓ کا ساتھ دیا۔ اور دوسری عبدالمالک بن مروان کی حامی بن گئی۔ جو ابن الزبیرؓ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے۔ غرضیکہ ان لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ کو ابن الزبیرؓ سے لڑنے کے لئے اکسایا۔ جس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں تو کسی مسلمان کا خون بہانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تو اس پر ان لوگوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالےٰ کا یہ حکم نہیں ہے۔ قاتلوھم حتّٰی لاتکون فتنۃ ای شرک وظلم جس پر ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ مشرکین اور کفار سے لڑ کر ہم نے شرک اور ظلم کا خاتمہ کر دیا۔ اب تم اس لئے لڑتے ہو۔ کہ دین دنیا داروں کے ہاتھ آجائے۔ اور عبداللہ بن الزبیرؓ دین دار کو تم اچھا نہیں سمجھتے۔

عن نافع ان رجلاً قیل حکیم کذا فی العینی۔ فاصلحوا بینھما اس آیت سے انہوں نے استدلال کیا۔ کہ مسلمان باغیوں سے لڑنا درست ہے۔ چونکہ آپ عظیم شخصیت ہیں۔ اس لئے آپ فریقین میں صلح کرا سکتے ہیں۔

اما عثمانؓ فکان اللہ عفا عنہ سائل خارجی تھا جو شیخین کی فضیلت کا قائل تھا۔ اور ختنین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو داماد وں کی تنقیص کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ جنگ احد میں فرار کر گئے تھے۔ تو ابن عمرؓ نے جواباً فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے عفا اللہ عنہم فرما کر انہیں معافی دے دی ہے۔ تم انہیں کیوں معاف نہیں کرتے۔ رہ گئے حضرت علیؓ تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی بھی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات کے درمیان حضرت فاطمہؓ کا حجرہ تھا۔

جس میں حضرت علیؓ رہتے تھے۔ تو ان کو منزلاً و منزلۃً دونوں طرح سے قرب حاصل ہے۔ کیونکہ جنوبی جانب حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے حجرے تھے۔ بیچ میں حضرت فاطمہؓ کا حجرہ تھا۔ اس کے پیچھے دیگر ازواج مطہرات کے حجرات تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے خفا ہوتے تو اپنے قریب جگہ نہ دیتے۔ خوارج کا اعتراض درست نہیں ہے۔ وہ تو منزل کے اعتبار سے قریب اور قرابۃ کے اعتبار سے بھی قریب ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ان تخرج الخ ص ۶۴۸ کہ باغی اور سرکش لوگوں کا قتال کریں۔ تاکہ فتنہ و فساد کا انسداد ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اور آیت کریمہ میں لاتکون فتنۃ میں فتنہ سے شرک مراد ہے۔ وہ ہم ختم کر چکے۔ اب مسلمانوں میں مقاتلہ کر کے ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا یہ میری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ قاتلوا التی تبغی الخ باغی لوگوں سے لڑنے کے لئے عدد اور عُدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ افراد اور اسلحہ میرے پاس نہیں ہے۔ کہ میں ان سے قتال کر سکوں۔ لہٰذا سکوت اور تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | مولانا مکیؒ کی تقریر میں سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ باغی مسلمانوں سے قتال بغیر شوکت اور قدرت کے ممکن نہیں۔ جو ہمیں حاصل نہیں ہے۔ قتال کفار سے ہم فارغ ہو گئے۔ اور اب لیس کقتالکم علی الملک کہ اب تو صرف ملک کے لئے لڑنا رہ گیا ہے۔ جیسا کہ مروان اس کے بیٹے عبد الملک اور عبد اللہ بن الزبیرؓ کے درمیان واقع ہوا۔ تو ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی۔ کہ ایسی حالت میں جب کہ کسی فریق کا حق پر ہونا اور دوسرے کا باطل پر ہونا واضح نہ ہو۔ قتال کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ جب کسی کا باغی ہونا واضح ہو جائے تو اس سے لڑنا واجب ہے۔ حتّٰی تفیٓء الی امر اللہ۔ جمہور امت کا یہی مسلک ہے۔ ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف اور عبد اللہ بن الزبیرؓ کی جنگ ہوئی۔ جس میں حضرت ابن الزبیرؓ قتل کر دیئے گئے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کی وفات اوائل ۷۴ھ میں ہوئی۔ اور ابن عمرؓ یہاں تک کنارہ کش رہے کہ اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ کے حکم کے باوجود وہ تحکیم کے واقعہ میں حاضر نہیں ہوئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ التَّهْلُكَةُ وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۸ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ حُذَیْفَةَ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ قَالَ نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ ۔

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قربات الٰہیہ میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ کفار سے جنگ میں مسلمانوں پر خرچ کرو تاکہ وہ قوی ہو کر ان کا مقابلہ کر سکیں۔ اگر تم نے مال سے محبت کر کے جہاد وغیرہ پر خرچ نہ کیا۔ تو دشمن قوی ہو کر تمہیں ہلاک کر دے گا۔ تو یہ امساک اور حب المال ہمیشہ کی ہلاکت کا سبب ثابت ہوگی۔

بَابُ قَوْلِهِ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ ۔

حدیث نمبر ۴۰۵۹ حَدَّثَنَا آدَمُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ الْكُوفَةِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ فِدْيَةٍ مِنْ صِيَامٍ فَقَالَ حُمِلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ هٰذَا أَمَا تَجِدُ شَاةً قُلْتُ لَا قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ لِكُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ وَاحْلِقْ رَأْسَكَ فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن معقل فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت کعب بن عجرہؓ کے پاس جا کر اس مسجد یعنی مسجد کوفہ میں بیٹھا۔ میں نے ان سے روزہ کے فدیہ کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں اٹھا کر لایا گیا کہ جوئیں میرے چہرہ پر گر کر پھیل رہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تیری یہ مشقت اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کیا تمہارے پاس بکری ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ ہر مسکین کو دو سیر گندم دو۔ اور سر منڈا لو۔ تو پس یہ آیت خاص کر میرے بارے میں نازل ہوئی۔ جس کا حکم تمہارے لئے عام ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ الخ ہمارے نام نہاد صوفی اور دلی اس آیت کو بہت پڑھتے ہیں۔ اور جب کوئی اہم کام ہوتا ہے۔ تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ کہ خطرہ ہے دشمن کی فوج اور ہتھیار زیادہ ہیں۔ لہٰذا جہاد کو ترک کر دو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دو۔ لیکن

ترمذی شریف میں یہ روایت حضرت ابوایوب انصاریؓ سے اس طرح مروی ہے کہ قسطنطنیہ پر جب مسلمانوں نے حملہ کیا۔ اور رومی فوج پر مسلمانوں کا بھرپور حملہ ہوا۔ تو کسی شخص نے کہا کہ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جس پر حضرت ابوایوبؓ انصاری ناراض ہوئے۔ فرمایا یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ ہم انصار نے چپکے چپکے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اب تک ہم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت امداد کی ہے۔ یہاں تک کہ اب مسلمان بہت ہو گئے ہیں۔ جنگوں میں شرکت کی وجہ سے ہمارے باغات خشک ہو گئے۔ خصوصاً کھجور کے درخت جلدی خشک ہو گئے۔ اب اگر ہم غزوۂ تبوک میں شامل ہوئے۔ تو ہمارے باغات تباہ ہو جائیں گے۔ لہٰذا جہاد میں شمولیت ترک کر کے باغات اور کھیتوں کی خبرگیری کرو۔ جس پر یہ آیت لاتلقوا بایدیکم الخ نازل ہوئی۔ کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ الی التھلکۃ بعزمکم ترک الجھاد۔ یعنی جہاد کو چھوڑ دینا ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مال کے خراب ہونے کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ ترکِ جہاد کی صورت میں دشمن قوی ہو جائے گا۔ تم پر غالب آ کر تمہیں ذلیل کر دے گا۔ کیونکہ دشمن جب تک رعب نہ دیکھے وہ برابر لشکرکشی کرتا رہتا ہے۔ الغرض جہاد سے مال ضائع ہوگا اور ترکِ جہاد سے اولاد ضائع ہوگی۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ جملہ لاتلقوا بایدیکم انفقوا کے بعد لایا گیا ہے۔ پہلے معنی یہ تھے۔ کہ تمہارا مال کو جمع کرنا اور جہاد چھوڑ دینا یہ تھلکہ ہے۔ اب معنی ہوں گے۔ کہ تمہارا مال کو جمع کرنا اور خرچ فی سبیل اللہ نہ کرنا یہ تھلکہ ہے۔ تو اب کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگرچہ شان نزول یہی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوایوبؓ انصاری فرما رہے ہیں۔ کہ التھلکۃ میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔ ای عزمکم ترک الجھاد ہے یا عزمکم جمع الاموال ہے۔ لیکن مورد کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ آج کل لوگ خطرہ کا بہانہ بناتے ہیں۔ جواب یہ ہے۔ کہ یہاں عموم ہے نہیں کہ تم خصوص کا خیال کرو۔ حدیث سے خصوص معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ دو آدمی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتے ہیں۔ ایک وہ مسافر جو آخری شب اپنی محبوب نیند کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کرتا ہے۔ تہجد پڑھتا ہے۔ دوسرا وہ ہے۔ جو دشمن سے قتال کر رہا ہے۔ مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ یہ تنہا دشمنوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔ یہاں تو تھلکہ قطعی اور یقینی ہے۔ مگر یہ شخص احب الناس الی اللہ ہے۔ اگر اس کے خلاف ہوتا تو ابغض الناس بنتا۔ آپؐ خود بدر کے میدان میں پریشان تھے۔ نہ تلواریں نہ گھوڑے نہ فوج

ادھر دشمن ہر طرح کے کیل کانٹے سے مسلح تھا۔ بایں ہمہ آپ ؐ تین سو تیرہ آدمی لے کر ایک ہزار کے مقابل نکلتے ہیں۔ یہ بھی تمہارا تھلکہ تھا۔ آج ہم انگریز سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ انگلینڈ کی آبادی چار کروڑ ہے۔ ہم ہندوستانی چالیس کروڑ ہیں۔ مسلمان دس کروڑ ہیں۔ ہمارے تو پیشاب سے بھی انگریز بہہ جائے۔ لیکن پھر بھی لا تلقوا الخ رہ جاتا ہے۔ غزوۂ یرموک میں دشمن تین لاکھ ہے۔ حکومت پشت پناہ ہے۔ مسلمان اٹھتی ہزار ہیں۔ جن کو جمیع اطراف سے جمع کر کے حضرت فاروق اعظم ؓ نے بھیجا تھا۔ یہ بھی تھلکہ تھا۔ مگر مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ قادسیہ کی جنگ میں فارسی حکومت مسلمانوں کے مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے۔ فوج کیل کانٹے سے مسلح ہے۔ اور سپاہی بہادر اور جنگجو ہیں۔ رستم پہلوان کمان کرتا ہے۔ ادھر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی کمان میں جنگ شروع ہوتی ہے۔ فوج دشمن کی فوج سے ایک تہائی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم ہے۔ مقابلہ کے بعد فتح مسلمانوں کو ہوتی ہے۔

الغرض معلوم ہوا۔ کہ التھلکہ میں الف لام عموم کے لئے نہیں خصوص پر محمول ہے۔ دشمن کو قتل کرنا اس پر رعب ڈالنا ضروری ہے۔ بسا اوقات ایک آدمی بہت کام کر جاتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ اکیلے جماعتوں کو شکست دے دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک آدمی کی بدولت دشمن مرعوب ہو جائے۔ جس سے دشمن مغلوب ہو۔ اور مسلمانوں کا جذبۂ شہادت رنگ لائے۔ اور بھی کئی مصالح ہو سکتے ہیں۔ سب روایات صحاح کی ہیں۔ قسطنطنیہ پر سات مرتبہ حملہ ہوا۔ ساتویں مرتبہ فاتح سلطان محمد تھے۔ تین مرتبہ عربوں نے حملہ کیا۔ اور چار مرتبہ ترکوں نے حملہ کیا۔ چھ بار مسلمان ناکام رہے۔ ہمت نہیں ہاری۔ حضرت عمر ؓ اور امیر معاویہ ؓ کے عہد میں حملے ہوئے۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ باب فمن کان مریضاً۔ آیت میں ہے۔ لا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ الخ یعنی دسویں ذی الحجہ تک سر کو نہ منڈواؤ یعنی احرام نہ کھولو۔ اگر کوئی مریض ہے۔ جس کو سر منڈوانا ضروری ہے۔ یا سر میں کوئی تکلیف دہ چیز پیدا ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے محرم نے سر کو منڈوا لیا تو اسے فدیہ دینا پڑے گا۔ وہ تین چیزوں میں سے ایک ہے۔ تین دن کے روزے۔ بکری کی قربانی۔ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ

حدیث نمبر ۴۰۶۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ... عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ اُنْزِلَتْ اٰيَةُ الْمُتْعَةِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْاٰنٌ يُحَرِّمُهٗ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَاْيِهٖ مَاشَاءَ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں۔ کہ تمتع کی آیت تو کتاب اللہ میں نازل ہوئی ہے اور ہم نے یہ حج تمتع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا ہے۔ قرآن میں اس کی حرمت نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی مرتے دم تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمتع سے منع کیا۔ اب اپنی رائے سے جو شخص چاہے کہتا رہے۔ اس سے مراد حضرت عمرؓ ہیں یا حضرت عثمانؓ ہیں۔ جو ہر عبادت کا الگ الگ حکم دیتے تھے۔ حج اور عمرہ کو جمع نہیں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حج کے تین اقسام ہیں۔ افراد، تمتع اور قران حج افراد کے اندر میقات سے احرام باندھ کر دسویں ذی الحجہ تک اسی حالت میں رہتا ہے۔ طواف زیارت ادا کرکے پھر احرام کھولا جاتا ہے۔ تمتع میں دخول مکہ کے بعد افعال عمرہ ادا کرکے حلال ہو جاتا ہے۔ پھر یوم ترویہ میں احرام باندھ کر افعال حج ادا کرنے کے بعد دسویں تاریخ کو حلال ہوتا ہے۔ اس میں آسانی ہے۔ منہیات کا ارتکاب نہیں کرنا پڑتا۔ اور قران میں زیادہ سختی ہے۔ کہ اس میں برابر دسویں تاریخ تک احرام کی حالت میں رہنا پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے۔ راجح قول یہی ہے۔ بہت سے آدمیوں نے حج کا احرام باندھا تھا۔ آپؐ نے ان سے عمرہ کا احرام بندھوا کر انہیں متمتع بنایا۔ اب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگوں کو حج تمتع سے منع کیا جاتا ہے۔ تمتع اصطلاحی لفظ ہے۔ ایک تو قران اور افراد کا قسیم ہے۔ اور ایک دوسرا تمتع لغوی ہے۔ بان یتمتع الرجل بسفر واحد لعمرۃ وحجۃ یعنی کہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ سے نفع حاصل کرے۔ دونوں پر ہی تمتع کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے تمتع اور قران کا احرام باندھنے سے بالکل منع کر دیا تھا۔ دوسرے فسخ الحج الی العمرۃ کو بھی منع کر دیا۔ فسخ الحج الی العمرۃ تو بالاتفاق زمانۂ سعادتؐ کے ساتھ مختص ہے۔ آپؐ نے فرما دیا تھا۔ لکم خاصۃ۔ حضرت عمرؓ کی ہیبت کی وجہ لوگ ان کا خلاف کرنے

سے ڈرتے تھے۔ البتہ مشورے کھلے دل سے دیتے تھے۔ کسی کا لحاظ نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک بڑھیا نے قنطار مقنطرہ والی آیت پڑھ کے ان کو خاموش کر دیا تھا۔ اور ایک مرتبہ منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ اگر میں قرآن و سنت کے خلاف حکم دوں تو تم لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کروگے۔ حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ اس تلوار سے تکلے کی طرح تیرے بل نکال لیں گے۔ جس پہ حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے۔ کہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ دین کے محافظ موجود ہیں۔ اس رعب و داب کے باوجود راتوں کو گشت کر کے لوگوں کے حالات معلوم کرتے تھے۔ تو حضرت عمران بن حصینؓ اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قال رجل برأیہ ما شاء۔ لیکن یہ حضرت عمرؓ کا روکنا اپنی رائے سے نہیں تھا۔ کیونکہ فسخ الحج الی العمرۃ تو آپؐ کے ارشاد کے مطابق لکم خاصۃً تھا۔ اور اتموا الحج والعمرۃ للہ بھی فسخ حج الی العمرۃ کو منع کرتا ہے۔ اور سنت نبوی بھی اسی پہ دال ہے۔ کہ آپؐ رمی جمرہ عقبہ تک برابر احرام میں رہے۔ حضرت عمرؓ نے تمتع اور قران سے اس لئے منع کیا۔ تاکہ لوگ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ ادا کر کے خانہ کعبہ کو چھوڑ نہ دیں۔ بلکہ برابر آتے رہیں۔ تو یہ منع تحریمًا نہیں بلکہ مصلحتًا تھی۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

حدیث نمبر ۴۰۶۱ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُوالْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَّتَّجِرُوْا فِی الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز تین بازاریں تھیں۔ تو مسلمانوں نے حج کے موسم میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا۔ جس پہ یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ مواسم حج میں رزق طلب کرنے کے لئے تجارت کرنا گناہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عرب میں سوائے ایام حج کے دوسرے اوقات میں اجتماع الناس ممکن نہیں تھا۔ صرف اشہر حرم میں لوگ مجتمع ہوتے تھے۔ جس میں خرید و فروخت ہوتی تھی۔ البتہ ایام منیٰ میں خالص مناسک حج کے لئے اجتماع ہوتا تھا۔ عکاظ۔ مجنہ۔ ذوالمجاز تینوں بازاروں میں شوال کے

مہینہ میں تجارت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ جب اسلام آیا۔ تو مسلمان لوگوں کو خیال ہوا کہ چونکہ ایام حج میں تجارت کرنا جاہلیت کا طریقہ تھا۔ تجارت کی وجہ سے فریضہ حج خالص نہیں رہ سکتا۔ بلکہ گناہ ہوگا۔ اسی لئے اس خیال کی تغلیط کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ ضمناً تجارت کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ۔

حدیث نمبر ۴۰۶۲ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ ثُمَّ يَقِفُ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضُ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ قریش اور ان کے ہم مسلک لوگ مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے۔ اور اپنا حمس نام رکھتے تھے۔ باقی عرب کے لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے۔ جب اسلام آیا۔ تو اللہ تعالٰے نے اپنے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ عرفات میں آئیں۔ وہاں وقوف کریں پھر وہاں سے لوٹیں۔ یہ اللہ تعالٰے کے قول کا مطلب ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قریش کے ساتھ بعض دوسرے قبائل بنو خزاعہ اور بنو عامر اور بنو ثقیف وغیرہ بھی تھے۔ اس لئے من دان دینھا فرمایا گیا۔ قریش کہا کرتے تھے۔ نحن قطین بیت اللہ۔ اس لئے ہم حدود حرم سے باہر نہ جائیں گے۔ منٰی۔ مزدلفہ تو حدود حرم میں ہیں۔ لیکن عرفات حدود حرم سے باہر ہے۔ اس لئے قریش اور ان کے موافقین وقوف کے لئے مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے۔ دوسری اقوام عرفات میں وقوف کرتی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ بھی وقوف عرفات کا تھا۔ قریش کی جاری کردہ بدعات میں سے یہ بھی تھا۔ کہ وہ وقوف عرفات نہیں کرتے تھے۔

حمس حماسہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی شدت کے ہیں۔ چونکہ قریش دوسروں کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو حمس کہتے تھے۔

حدیث نمبر ۴۰۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يَطُوْفُ

الرجل بالبيت ما كان حلالاً حتى يهل بالحج فإذا ركب إلى عرفة فمن تيسر له هدية من الإبل أو البقر أو الغنم ما تيسر له من ذلك أي ذلك شاء غير ان لم يتيسر له فعليه ثلثة أيام في الحج وذلك قبل يوم عرفة فإن كان آخر يوم من الأيام الثلثة يوم عرفة فلا جناح عليه ثم لينطلق حتى يقف بعرفات من صلوة العصر إلى أن يكون الظلام ثم ليدفعوا من عرفات إذا أفاضوا منها حتى يبلغوا جمعاً الذي يبيتون به ثم ليذكروا الله كثيراً وأكثروا التكبير والتهليل قبل أن تصبحوا ثم أفيضوا فإن الناس كانوا يفيضون وقال الله تعالى ثم أفيضوا من حيث أفاض الناس واستغفروا الله إن الله غفور رحيم حتى ترموا الجمرة۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ متمتع جب تک حلال ہے۔ وہ بیت اللہ کا طواف کرسکتا ہے۔ یہاں تک کہ آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔ پھر جب وہ عرفات کی طرف سوار ہو کر جانے لگے تو جس شخص کو قربانی کا جانور میسر ہو۔ خواہ اونٹ ہو یا گائے یا بکری۔ ان میں سے جو بھی اسے آسانی سے مل جائے۔ اور جس کو آسانی سے یہ میسر نہ ہوں۔ تو اس پر تین دن کے روزے حج کے ایام میں ہیں۔ جو یوم عرفہ سے پہلے پہلے ہوں۔ اگر ان تینوں دنوں میں سے آخری دن عرفہ کے دن کا روزہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر وہاں منیٰ سے چل کر عرفات میں وقوف کرے۔ صلوٰۃ عصر سے لے کر غروب آفتاب تک جب تاریکی آجائے۔ پھر یہ لوگ عرفات سے لوٹ کر روانہ ہوں۔ یہاں تک کہ مزدلفہ میں پہنچیں۔ جہاں پر اسفار یعنی خوب روشنی تک رہنا ہوگا۔ پھر وہ اللہ تعالےٰ کو بہت یاد کریں۔ یا اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا اکثر ورد کریں۔ لیکن یہ سب کچھ صبح کرنے سے پہلے پہلے ہو۔ پھر وہاں سے لوٹیں۔ کیونکہ غیر حمس لوگ بھی یہاں سے لوٹتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ افیضوا الخ

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ مسلکِ احناف کے موافق ہے۔ نویں تاریخ سے پہلے جن تاریخوں میں چاہے روزہ رکھے۔ اگر اس سے پہلے روزہ نہ رکھ سکے۔ یہاں تک کہ دسویں اور گیارھویں تاریخ ہوگئی۔ تو پھر ھدی کا ذبح کرنا ضروری ہوگا۔ مالکیہ اور شوافع اس کے قائل

نہیں ہیں۔ بلکہ روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ حتی یقضہ لعرفات من صلوۃ العصر الی ان یکون الظلام ان یظہر الظلام جمع بین الصلوتین تقدیم کے لئے امام صاحبؒ کے نزدیک چند شرائط ہیں۔ یوم عرفہ ہو۔ احرام ہو۔ اور مسجد نمرہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو۔ تو پھر جمع بین الصلوتین جائز نہیں۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک اور شرائط ہیں۔ استغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم حتی ترموا الجمرۃ۔ یہ ذکر۔ اذکار۔ تسبیح وتہلیل۔ استغفار وتوبہ اس وقت تک جاری رہیں۔ یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کرے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً۔

حدیث نمبر ۴۰۶۴ حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی نصیب ہو۔ اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَقَالَ عَطَاءٌ اَلنَّسْلُ الْحَيْوَانُ۔

حدیث نمبر ۴۰۶۵ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهٗ قَالَ اَلْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اس حدیث کا رفع کرتی ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض آدمی وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔

لدادۃ بمعنی شدید الخصومۃ خصام جمع خصم کی جھگڑالو۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۰۶۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا خَفِيْفَةً ذَهَبَ بِهَا هُنَاكَ وَتَلَا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ فَلَقِيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِؓ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ قَالَتْ عَائِشَةُؓ مَعَاذَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا وَعَدَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ مِنْ شَيْئٍ قَطُّ اِلَّا عَلِمَ اَنَّهٗ كَائِنٌ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ وَلٰكِنْ لَّمْ يَزَلِ الْبَلَاءُ بِالرُّسُلِ حَتّٰى خَافُوْا اَنْ يَّكُوْنَ مَنْ مَّعَهُمْ يُكَذِّبُوْنَهُمْ فَكَانَتْ تَقْرَؤُهَا وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا مُثَقَّلَةً۔

ترجمہ۔ ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباسؓ وظنوا انھم قد کذبوا ذال کی تخفیف سے پڑھتے تھے۔ اور اس آیت کو اس آیت کی طرف لے جاتے تھے۔ جو سورۃ بقرہ میں ہے متٰی نصر اللہ یعنی انبیاء کے پاس اس حد تک پہنچ گئی۔ اور حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متٰی نصر اللہ الآیۃ۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ کہ میری ملاقات حضرت عروۃ بن الزبیرؓ سے ہوئی۔ میں نے ان کے سامنے حضرت ابن عباسؓ کا قول ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ حضرت عائشہؓ تو اس سے اللہ کی پناہ مانگتی تھیں۔ کہ انبیاء کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جھوٹ کہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نبی سے جو بھی وعدہ کیا۔ اس نبی کو تو یقین تھا۔ کہ وہ اس کی موت سے پہلے پہلے ضرور ہو کر رہے گا۔ جھوٹ کا تو احتمال نہیں ہے۔ البتہ اللہ کے رسولوں پر مصائب برابر آتے رہے۔ یہاں تک کہ انبیاء کو اپنے ساتھیوں سے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ ان کو جھٹلانہ دیں۔ تو وہ قد کذبوا تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ظنوا انھم قد کذبوا یہ سورۃ یوسف کی آیت ہے۔ اور اس کو حضرت ابن عباسؓ اس تفسیر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ کہ ام حسبتم کے ساتھ لما یاتکم الخ باساء بؤس سے ہے اور ضراء ضر سے ہے۔ یعنی شدت فقر و شدت مرض اس کی تائید میں ابن عباسؓ سورۃ یوسف کی آیت کو پیش کرتے ہیں۔ یہاں کوئی مذہبی اختلاف نہیں۔ بلکہ قرأۃ کا اختلاف

ہے۔ ابن عباسؓ سورۃ یوسف کی آیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ متقدمین پر جو حالتیں گذری ہیں۔ وہ تم کو ضرور پہنچیں گی۔ پھر بہشت میں داخلہ ملے گا۔ وہ حالت مستھم البأساء والضراء کہ فقر و فاقہ شدت مرض سے دوچار ہوئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی۔ عالم مایوسی میں رسولوں کو بھی گمان ہو گیا۔ کہ نصرت کا وعدہ ان سے جھوٹ کہا گیا۔ حتی غایت کے لئے مُغَیِّیٰ یعنی جس کی غایت ہے۔ وہ محذوف ہے۔ ای طال علیھم الیأس واستبطأ عنھم النصر حتی اذا استیئس الرسل۔ یعنی ان پر سختیاں دور ہو گئیں۔ اور نصر ایزدی کے آنے میں دیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ رسل مایوس ہو گئے۔ تو استیئس کا فاعل رسل ہوئے۔ ظنوا کا فاعل بھی الرسل ہے۔ اور کذبوا فعل مجہول کا نائب فاعل بھی الرسل ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ رسول ناامید ہو گئے۔ کہ اب اللہ کی مدد نہیں آتی۔ تو کُذِبوا فعل مجہول کے معنی ہوئے کہ رسول جھوٹ بولے گئے العیاذ باللہ وہ جھوٹ بولنے والا کون ہے۔ یا تو اللہ تعالٰی ہیں یا ملائکہ ہیں۔ جب یہ تفسیر ابن عباسؓ حضرت عائشہ کو سنائی گئی۔ تو وہ اللہ کی پناہ مانگنے لگیں۔ انہوں نے فرمایا۔ قرآت قد کذّبوا تشدید ذال کے ساتھ ہے۔ یعنی لوگ ان کو جھٹلائیں گے۔ تو اس صورت میں وہ اعتراض وارد نہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالٰی کے بارے میں کذب کا احتمال رسولوں کو تھا۔ لیکن پھر اشکال ہے۔ کہ ظنّوا کیسے صحیح ہوگا۔ کیونکہ ظن اور علم تو درکنار واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی ان کو جھٹلایا۔ تو دونوں قرآت میں تعارض ہوا۔ جس کے بارے میں حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا۔ ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ کذبوا بالتخفیف پڑھنا جائز ہے اور نہ بالتشدید کذّبوا پڑھنا جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسولوں کے ساتھ دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ جنہوں نے جھٹلایا۔ دوسرے وہ جو ایمان تولائے تصدیق بھی کی۔ لیکن مصائب اور بلایا کی شدت اور زیادتی کی وجہ سے بول پڑے۔ جیسا کہ حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ۔ دلالت کرتا ہے۔ تو اب معنی یہ ہوئے۔ اذا استیئس الرسل ای من القوم وھم الکفار وظنوا انھم قد کذبوا ای من جھۃ المؤمنین جب انبیاء کفار سے مایوس ہو گئے اور مومنوں کی طرف سے جھٹلائے جانے کا گمان ہوا۔ تب نصرت الٰہی نازل ہوئی۔ اس تقریر سے حضرت عائشہؓ کی قرآت واضح ہو گئی۔ جس نے کذبوا بالتخفیف قرآت کو باطل کر دیا۔ حالانکہ ابن عباسؓ کی قرآت متواترہ ہے۔ تو اس کی وجہ وہی ہے جو ابن عباسؓ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ لبسا اوقات

مقام توبیخ اور مقام ملامت میں ایسی چیز کی نسبت کردی جاتی ہے۔ جو اس میں نہیں پائی جاتی۔ جیسے کسی باپ کے بیٹے نے ان کے والد ہونے کا انکار نہیں کیا۔ لیکن نافرمانی کی بنا پر وہ کہتا ہے۔ کہ خدا کی قسم! تو مجھے باپ نہیں سمجھتا۔ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے بارے فرمایا گیا۔ وظن ان لن نقدر علیہ یعنی یونس علیہ السلام نے گمان کیا۔ کہ ہم اس پر ہرگز قدرت نہیں رکھتے۔ چونکہ یہ مقام ملامت ہے۔ بلاغت کا تقاضا ہے۔ کہ ایسی بات کی نسبت کی جائے۔ جس سے توبیخ ہو جائے۔ ایسے یہاں ان لوگوں نے یہ گمان نہیں کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ جھوٹ بولا۔ لیکن جب کثرت سے سوال کرنے لگے۔ متی نصر اللہ اور بار بار رنج و ملال کا اظہار کیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کو ہمارے وعدوں پر یقین نہیں ہے۔ ہم نے ان سے جھوٹ کہا۔ جیسے حضرت جابرؓ کے بار بار سوال کرنے پر کہ آپؐ کا وعدہ پورا کرو۔ اتبخل کیا بخل کرتے ہو۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ بخل سے بڑا مرض تو اور کوئی نہیں ہے۔ آخر میں انہوں نے آپؐ کے وعدہ کو پورا کر دیا۔ تو حضرت ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں۔ کہ اذا استیئس الرسل کو ام حسبتم الخ کی طرف لے جاؤ۔ جو سورۃ بقرہ میں ہے۔ لما یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم تو اب وہ چیز نہ پائی گئی۔ جس سے حضرت عائشہؓ تعوذ کر رہی ہیں۔ کیونکہ حقیقۃً ظن نہیں پایا گیا۔ جیسے حضرت یونس علیہ السلام کا یہ فعل کہ وہ بغیر اذن الٰہی کے نینوا سے بچوں اور عورتوں کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ تو ملامت ہے کہ ایسا انہیں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ کیا ہم ان کو لینے پر قادر نہیں تھے۔ چنانچہ بیوی کو کوئی بادشاہ لے گیا۔ بچے دریا میں ڈوب گئے۔ خود چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ آیت کریمہ کا ورد کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جان بخشی کر دی۔ بیوی بھی مل گئی بچے بھی واپس مل گئے۔

ذھب بھا ای الایۃ اور ھناک سے سورۂ بقرہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی آیت حتی یقول الرسول الخ کو تلاوت کیا۔ کہ ظنوا انھم قد کذبوا اس کے ساتھ لاحق کیا جائے۔ اس طرح دونوں آیات اور قرأت میں تطبیق ہو گئی۔ لیکن ان دونوں کا مدار اس پر ہے۔ کہ ضمائر میں انتشار نہ کیا جائے۔ انھم۔ ظنوا وکذبوا سب کا مرجع الرسل ہو۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ ظنوا کی ضمیر کا مرجع اتباع الرسل ہیں۔ یعنی ظن المؤمنون۔ کذبوا ای المؤمنون یعنی اتباع کہیں کہ ہم سے رسولوں نے جھوٹ بولا۔ یا ہم سے خدا نے جھوٹ کہا۔ اور الذین اتقوا جو اس آیت سے پہلے ہے۔ وہ دلالت کرتا ہے کہ یہ مضمون مؤمنین کے لئے ہے۔ اور مومنوں کو یہ گمان ہو جانا کوئی مستبعد نہیں۔ اور رسل سے ایسا گمان

محال ہے۔ اس وقت کذبوا کے معنی حقیقی ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان کے مجازی معنی لئے تھے اور کذبوا بمعنی انتزعوا کے ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ الاٰیۃ

حدیث نمبر ۴۰۶۷ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ اِذَا قَرَءَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ فَاَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَاَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِىْ فِيْمَا اُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ اُنْزِلَتْ فِىْ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضٰى وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ قَالَ يَاْتِيْهَا فِىْ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ الخ

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب قرآن مجید پڑھتے تھے۔ تو فارغ ہونے سے پہلے کسی سے کلام نہیں کرتے تھے۔ ایک دن میں آپ کے پاس قرآن مجید پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔ کہ آپ نے سورۃ بقرہ کو پڑھا۔ اور ایک مکان نساؤکم الخ تک پہنچے تو مجھ سے فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کس کے بارے میں اتری ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ فلاں فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی جو وطی فی الدبر یعنی عورتوں کی پچھلی طرف سے جماع کرتے ہیں۔ پھر وہ آگے گذر گئے۔ تلاوت کرتے رہے۔ اور عبد الصمد کی سند میں ہے۔ کہ ابن عمرؓ نے فرمایا۔ انی شئتم فرمایا۔ کہ اس کی دبر میں آسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۶۸ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَّرَآئِهَا جَاءَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہود کہتے تھے جب کوئی شخص اپنی بیوی سے پچھلی طرف سے آکر جماع کرے۔ تو اس کا بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ جس طرف سے تم چاہو۔ ان سے جماع کر سکتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | انی شئتم الخ اس کے معنی اور حکم میں اختلاف ہے۔ قرن اول

میں بھی اختلاف رہا۔ اور بعد میں بھی اختلاف رہا ہے۔ کہ انّی بمعنی کیف کے ہے۔ یا انّی بمعنی این کے ہے جس نے انّی بمعنی کیف کہا۔ اس نے لواطت کی ممانعت ثابت کی اور جس نے انّی بمعنی این کے کہا اس نے لواطت کو یعنی وطی فی الدبر کو جائز کہا۔ روافض انّی بمعنی این کے لیتے ہیں۔ اور بعض صحابہ سے بھی ایسا منقول ہے۔ لیکن جمہور صحابہ وائمہؒ انّی بمعنی کیف کے فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایات مختلفہ ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت نافعؒ کو قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ اور قرآن سناتے وقت کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ لیکن نساؤکم حرث لکم کے بارے میں فرمایا کہ نزلت فی کذا وکذا۔ دوسری جگہ تصریح ہے۔ ای فی اتیان النساء فی ادبارھن جیسا کہ ابن راہویہ نے کہا ہے۔ اکتفا بھی ایک بلاغت کی صفت ہے۔ جس میں کہ کسی چیز کو مصالح کی بناپر ما قبل پر اکتفا کر کے انسے حذف کر دیا جائے۔ یأتیھا فی ای فی دبرھا۔ اور بعض روایات میں فی قبلھا ہے۔ لیکن وہ دوسری روایات کے خلاف ہے۔ بہرحال مصنفؒ نے ابن عمرؓ کی روایات مجملاً ذکر کی ہیں۔ جن سے ان کا مسلک صحیح واضح نہیں ہوتا۔ بعض سے لواطت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اور صاحبزادہ سالمؒ سے یہ بھی روایت ہے۔ کہ نافعؒ نے میرے باپ پر تہمت لگائی۔ میرا باپ لواطت کے جواز کے قائل نہیں تھے۔ مگر پھر بھی ان کی روایت حضرت نافعؒ کی روایت کے مطابق ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے بھی مختلف روایات ہیں۔ بعض سے جواز اور بعض سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ البتہ ابوداؤد میں ابن عمرؓ کا قول فیصلہ کن موجود ہے۔ ابوداؤد صـ۲۹۴ ملعون من اتی امرأتہ فی دبرھا۔ اور جابرؓ کی روایت جاء الولد احول وارد ہے۔ اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے غلطی ہوئی۔ خدا ان کی مغفرت کرے۔ ابن عباسؓ انصار کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ کہ وہ انصار اپنی عورتوں سے کروٹ پر جماع کرتے ہیں۔ اور قریش عورتوں کو بالکل ننگا کر کے ہر طرف سے مقبلات مدبرات قبُل میں جماع کرتے ہیں۔ اور تائید میں انّی شئتم مستقبلات مستلقیات ومتدبرات تو اس طرح ابن عباسؓ نے تفصیل کر دی۔ ترمذی شریف صـ۱۱۹ پر ہے۔ من اتی حائضاً او امرأتہ فی دبرھا او کاھناً فقد کفر۔ اور صـ۱۲۹ پر اعرابی کی روایت ہے۔ ولا تأتوا النساء فی اعجازھن۔ غرضیکہ اس قسم کی روایات کثرت سے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لواطت کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کا غلط ہونا کئی وجوہ سے ہے۔ آیت کریمہ یسئلونک عن المحیض قل ھو اذیٰ یعنی اذی کی وجہ سے قبُل میں جماع کرنے سے منع کیا گیا۔ تو جیسے قبل محلِ نجاست ہے ایسے دُبر بھی محلِ نجاست ہے۔ جیسے وہ ممنوع یہ بھی ممنوع ہوگا۔ غالباً

اسی لئے اس کے بعد نساؤکم حرث لکم فرمایا گیا نیز! قُبل تو محل حرث ہے۔ دُبر محلِ حرث نہیں۔ بلکہ محلِ فرث ہے۔ لہٰذا انّی کے ایسے معنی لئے جائیں جو حرث کے معنی کو زائل نہ کریں۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ انّی واقعی کبھی بمعنی کیف اور کبھی بمعنی این آتا ہے۔ جیسے انّی لک ھذا ای من این لک ھذا اور کبھی انّی بمعنی کیف۔ جیسے انّی یکون فی ولد ولم یمسسنی بشر ای کیف یکون لی ولد۔ اس اشتراک کی وجہ سے انّی کے وہ معنی لیئے جائیں گے جو حرث کے مناسب ہوں۔ کیف کے معنی لینا متفق علیہ ہیں۔ دوسرے معنی عموم مشترک کے طور پہ ہوں گے جو نا جائز ہیں۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر انّی کے معنی این کے بھی لئے جائیں۔ فأتوا حرثکم انّی شئتم ای من این شئتم یعنی جس جانب سے آؤ آؤ۔ قُبل میں تو محلِ حرث مأتی فیہ متعین کر دیا گیا۔ جانب کی تعمیم پر ابن عباسؓ کی روایت دلالت کرتی ہے اور حضرت جابرؓ کی روایت اس کے موافق ہے۔ کہ مأتی فیہ قُبل ہے۔ جس سے یہود کے دعوی کی تردید کی گئی ہے۔ چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اگر عموم مراد لیا جائے جس سے لواطت کی اباحت ثابت ہو تو پھر ممانعت کی روایات موجود ہیں۔ محترم ہونے کی وجہ سے ان کو ترجیح ہوگی۔ تو ان احادیث متواترہ سے آیت کی تخصیص کی جائے گی۔ تو انّی بمعنی کیف کے متعین ہو گیا۔ یا مأتی فیہ محل حرث کے ساتھ مختص ہو۔ پھر انّی بمعنی من این بھی ہو سکتا ہے۔ جمہور کا یہی قول ہے اور وہ جو صاحبِ ہدایہ نے امام مالکؒ کا جواز لواطت کا قول نقل کیا ہے۔ چونکہ ان سے روایات مختلفہ منقول ہیں۔ لہٰذا ان کا مسلک متعین نہ ہو سکا۔ مالکیہ اس کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں۔ کہ اباحت کا قول نقل کرنے والے مفتری ہیں۔ آخر میں اگر شبہ ہو کہ حضرت جابرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیت کا شانِ نزول یہود کے بارے میں ہے۔ ابن عباسؓ انصار کا واقعہ روایت کرتے ہیں تو ان میں کوئی تزاحم نہیں۔ ایک آیت کے دو سبب نزول ہو سکتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | یا تیھا فی الخ ۶۷۹/۲۱ یہاں فی جارہ کا مجرور ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ فی دُبرھا کے ذکر کو قبیح سمجھا گیا۔ اور زبان کو اس کے ذکر سے محفوظ کیا گیا۔ اور ابن عمرؓ کے اس قول کو علماء کرام نے جمہور کے خلاف پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ اس سے وطی فی الدبر کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ جب کہ حرث سے عورت مطلق مراد لی جائے خاص موضع وطی مراد نہ لیا جائے جیسا کہ دوسرے حضرات نے اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ چونکہ دُبر محل حرث نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں وطی کرنا جائز نہ ہوگا۔ اگر حرث سے مراد عورت اور اس کا محل وطی بتمامھا مراد لیا جائے۔ کیونکہ تمام عورت

بچے کی پیدا ہونے کی جگہ اور اس کے اگنے کی جگہ ہے۔ تو معنی ہوں گے۔ فأتوا انسو تکم من این شئتم هٰذا۔ تو صحیح یہ ہے۔ کہ ابن عمرؓ کے کلام کا معنی وہ لیا جاتے۔ تو جمہور کے کلام کے موافق ہو تو یا تیھا فی میں فی بمعنی من کے ہو۔ یا یوں کہا جائے۔ کہ مضاف مجرور محذوف ہے۔ وہ جانب ہے۔ معنی ہیں ایتوھا فی ای جھا تھا شئتم لا فی ای صما مھا شئتم یعنی عورت کی جس جانب سے چاہو جماع کر سکتے ہو۔ یہ نہیں کہ جس سوراخ میں چاہو جماع کر سکتے ہو۔

قولہ اذا جامعھا من د رائھا الخ تو یہ آیت سے ردّ مردود کے مطابق ہوگا۔ اس میں محل فرث کا کوئی دخل نہیں کہ اس سے اس کی اباحت ثابت کی جاتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ نے ابن عمرؓ سے مختلف روایات نقل کی ہیں۔ جس میں تصریح ہے۔ کہ یہ آیت ایتان النساء فی ادبارھن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ مسئلہ ایسا مشہور ہے۔ کہ لوگوں نے اس پہ جزء لکھے ہیں۔ جزء محمد بن سحنون وغیرہ۔ ابن عباسؓ کی جو روایت ابوداؤد میں ہے۔ اس میں ہے کہ انصار کی ایک عورت کے بارے میں آیت اتری۔ انّی شئتم مقبلات مدبرات ملقیات فی الفرج کان المرد علی حسب المردود کہ یہود یہ کہتے تھے۔ کہ جو دُبُر کی طرف سے قُبُل میں جماع کرے تو بچہ احول پیدا ہوگا۔ تو بچہ دُبُر سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ قبل سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے تردید بھی اسی کے موافق ہوگی۔ مسلم کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ اذا اتیت امرأۃ من دبرھا فی قبلھا (الحدیث) یہ سب روایات ابن عباسؓ کے قول کی تائید کرتی ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ۔

حدیث نمبر ۴۰۶۹ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الخ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ اُخْتٌ تُخْطَبُ اِلَيَّ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ الخ اَبُوْ مَعْمَرٍ الخ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَاَبٰى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ۔

ترجمہ۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ کی بہن کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی۔ پس اس کو اس وقت تک چھوڑے رکھا یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہوگئی۔ پس ابوالبداح خاوند نے رحیل کا خطبہ کیا تو ان کے بھائی معقل نے انکار کر دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ جب کہ تم اپنی بیویوں کو طلاق دو، پھر وہ اپنی عدت کو پہنچیں تو اگر وہ اپنے خاوند سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں نہ روکو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | حضرت معقل بن یسارؓ کی ہمشیرہ کے بارے میں لوگوں نے خطبہ کیا۔ تو انہوں نے ان کا ایسے آدمی سے نکاح کر دیا۔ جو مالی اعتبار سے کمزور تھا البتہ حافظ قرآن تھا۔ کئی دن گزرنے کے بعد اس کو خاوند نے طلاق دے دی۔ اور عدت بھی ختم ہوگئی۔ دوسرے لوگوں کی طرح اس زوج اوّل ابوالبداح نے بھی خطبہ کیا۔ حضرت معقل بن یسارؓ کی مرضی نہیں تھی۔ لیکن ان کی بہن رُحیل راضی تھی۔ بھائی کو غصہ تھا۔ کہ اس نے اس کی بہن سے سلوک بھی اچھا نہیں کیا تھا اور دورانِ عدت رجوع بھی نہیں کیا۔ تو آیت کریمہ میں بتلایا کہ یہ کوئی وجہ نکاح نہ کرنے کی نہیں ہے۔ جب خاوند بیوی راضی ہیں تو ان کے نکاح کو نہ روکو۔

بَابُ قَوْلِهِ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (اِلٰى) بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ، يَعْفُوْنَ يَهَبْنَ۔

حدیث نمبر ۴۲۰۷ حَدَّثَنِیْ اُمَيَّةُ الخ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الْاُخْرٰى فَلِمَ تَكْتُبُهَا اَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ اَخِیْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْهُ مِنْ مَّكَانِهٖ۔

ترجمہ۔ جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں۔ اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن انتظار کریں الخ حضرت ابن الزبیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے کہا۔ کہ اس آیت کو تو دوسری آیت اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن کو حاملہ عورتوں کی

عدت وضع حمل ہے۔ تو آپ نے اس کو کیوں نہیں لکھا۔ یا آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اے بھتیجے! میں نے کسی چیز کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کیا۔ ہر ایک کو اپنے مقام پر رہنے دیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۷۰ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ اَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّصِيَّةً اِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرَ اِخْرَاجٍ قَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَاءَتْ اعْتَدَّتْ عِنْدَ اَهْلِهٖ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنٰى فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُكْنٰى لَهَا وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ الخ عَنْ مُجَاهِدٍ بِهٰذَا وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا فِيْ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ نَحْوَهٗ۔

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ والذین یتوفون منکم الخ یہ عدت عورت کو اپنے خاوند کے ورثا کے پاس گزارنا واجب تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے متاعًا الی الحول غیر اخراج الخ نازل فرمائی۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ وہ عدت جو پہلی آیت میں مذکور ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پورا سال کر دی۔ جو پہلے سات مہینے اور بیس راتیں ہوتی تھیں۔ یہ وصیت ہے چاہے وہ اپنی اس وصیت کے مطابق ادلیا زوج کے ہاں رہ کر گذارے۔ اگر چاہے تو وہاں سے نکل جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ غیر اخراج یعنی انہیں نکالا جائے۔ اگر وہ خود بخود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو یہ عدت جیسے

تھی ویسے ہی اس پر واجب ہے۔ یہ مجاہد سے منقول ہے۔ اور ابن عباسؓ سے عطاؒ روایت کرتے ہیں۔ کہ اس آیت نے اس کی عدت خاوند کے ورثا کے پاس گزارنے کو منسوخ کر دیا۔ اب جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اسے نکالا تو نہ جائے۔ اور عطاؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر چاہے تو وصیت کے مطابق اولیائے زوج کے پاس عدت گزارے اگر چاہے تو وہاں سے چلی جائے۔ فلاجناح علیکم فیما فعلن عطاؒ فرماتے ہیں۔ پھر میراث کا حکم اس کے لئے آگیا۔ تو اس کی رہائش کی ذمہ داری منسوخ ہو گئی۔ اب جہاں چاہے عدت گزارے۔ رہائش اس کے لئے واجب نہیں ہے۔ دوسری سندوں سے بھی یہی حکم ثابت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۷۲ حَدَّثَنِیْ حِبَّانُ الخ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی مَجْلِسٍ فِیْهِ عُظْمٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَفِیْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ لَیْلٰی فَذَکَرْتُ حَدِیْثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ فِیْ شَاْنِ سُبَیْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَلٰکِنْ عَمَّهٗ کَانَ لَا یَقُوْلُ ذٰلِکَ فَقُلْتُ اِنِّیْ لَجَرِیْءٌ اِنْ کَذَبْتُ عَلٰی رَجُلٍ فِیْ جَانِبِ الْکُوْفَةِ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِیْتُ مَالِکَ بْنَ عَامِرٍ اَوْ مَالِکَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ کَیْفَ کَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِی الْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِیَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَتَجْعَلُوْنَ عَلَیْهَا التَّغْلِیْظَ وَلَا تَجْعَلُوْنَ لَهَا الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰی بَعْدَ الطُّوْلٰی وَقَالَ اَیُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ لَقِیْتُ اَبَا عَطِیَّةَ مَالِکَ بْنَ عَامِرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک محفل میں بیٹھا تھا۔ جس میں انصار کے بڑے بڑے حضرات موجود تھے۔ اور ان میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی تھے۔ تو میں نے عبداللہ بن عتبہ کی روایت ذکر کی۔ جو سبیعہ بنت الحارث کے بارے میں تھی۔ تو عبدالرحمٰن بولے کہ ان کے چچا تو اس کے قائل نہیں تھے۔ تو میں نے کہا۔ میں بڑا جرأت مند ہوں گا اگر میں نے کوفہ کے کسی کنارے میں کسی شخص پر جھوٹ بولا اور انہوں نے اپنی آواز کو اور بلند کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے نکلا اور مالک بن عامر یا مالک بن عوف سے جا کر ملا۔ ان سے پوچھا۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول اس عورت کے بارے میں کیا ہے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔ جب کہ وہ حاملہ ہو۔ تو انہوں نے کہا۔

ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کیا تم اس عورت پر سختی کرتے ہو۔ اور اس کے لئے رخصت پر عمل نہیں کرتے کہ سورۃ نسأ قصریٰ جس میں اولات الاحمال الخ ہے وہ سورۃ نسأ طولیٰ یعنی سورۃ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جس میں حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن معلوم ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ الذین یتوفون الخ سے متوفی عنھا زوجھا کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہے۔ اور وصیۃ لازواجھم متاعاً الی الحول سے ایک سال عدت ثابت ہوتی ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ایک سال عدت کا حکم ابتداءِ اسلام میں تھا۔ جس کو اس آیت چار ماہ دس دن والی نے منسوخ کر دیا۔ اور مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہیں۔ جو قریباً تین ماہ میں ممکن ہیں۔ کیونکہ اگر حیض کے اقل ایام لئے جائیں اور طہر کے اکثر اقل ایام لئے جائیں تو عدت انتالیس [39] دن میں ختم ہو سکتی ہے۔ اگر حیض کے اکثر ایام اور طہر کے اقل ایام لئے جائیں تو عدت دو ماہ میں ختم ہو جائے گی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک عدت ثلٰثۃ قروء یعنی تین حیض ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین طہر ہیں۔ اس مدت کی تعیین اس لئے کر دی گئی تاکہ بچّہ کے ہونے یا نہ ہونے کا علم حاصل ہو جائے۔ طلاق میں زوج موجود ہوتا ہے۔ وہ اپنے بچّہ کا تفحص اور تلاش کرے گا۔ لیکن جب زوج مر گیا۔ تو چار ماہ دس دن کی عدت میں بچّہ کے اندر چار ماہ میں نفخ روح ہو جائے گا۔ دس دن میں وہ حرکت کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اس لئے اس میں یہ احتیاط کی گئی۔ اس مقام پر اگرچہ تلاوت میں دونوں مدتوں میں ترتیب ہے۔ کہ منسوخ بعد میں ہے اور ناسخ پہلے ہے۔ مگر نزول کے اعتبار سے یہ ترتیب نہیں ہے۔ جس پر ابن الزبیرؓ نے اعتراض کیا۔ کہ منسوخ آیت کو بعد میں کیوں لکھا گیا ہے۔ یا اس کو قرآن مجید میں کیوں لایا گیا۔ اسے تو ترک کر دینا بہتر تھا۔ تدعھا ای لم تدعھا یعنی اسے کیوں رہنے دیتے ہو۔ اسے ترک کر دینا چاہیئے تھا۔ دوسری توجیہ یہ بیان کی گئی۔ کہ عدت واجبہ جس کا گزارنا ضروری ہے۔ وہ چار ماہ دس دن ہے۔ وہ بیتِ زوج میں گزارتی ہے۔ جس سے جدا ہونا جائز نہیں ہے۔ دوسری عدت سات ماہ بیس [2] دن ہے۔ جس میں ورثا کو خرچہ اور مکان مہیا کرنا لازم ہے۔ وصیۃً ای لیوصوا وصیۃً۔ تو یہ دوسری عدت مستحبہ ہوئی جس میں نسخ کا قول نہ کرنا پڑے گا۔

قال ابن عباسؓ متوفی عنھا زوجھا کے بارے میں جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ ایسی عورت

اپنے خاوند کے گھر ایام عدت گزارے۔ اگر کوئی عذر درپیش ہو۔ جس کی وجہ سے بیت زوج میں عدت گزارنا ممکن نہیں تو دوسری جگہ انتقال ہو سکتا ہے۔ مثلاً سفر میں تھے۔ بہرحال جمہور یہی فرماتے ہیں کہ یتاخرہ عدت منسوخ ہے۔ اور جس کی تلاوت پہلے ہے وہ ناسخ ہے۔ جس کی نظیریں قرآن مجید میں ملتی ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا تھا کہ وفات سے پہلے تمتع الی الحول کی وصیت کر دینی چاہیئے۔ جس سے وجوب نفقہ و سکنیٰ کی طرف اشارہ ہوا۔ لیکن عطاء کے قول میں جمہور کے مسلک کی بہت مخالفت معلوم ہوتی ہے۔ کہ آیت ثانیہ یعنی متاعاً الی الحول نے عدۃ عند اھلھا کو منسوخ کر دیا۔ یعنی اسے تمام کی تمام عدت بیت زوج میں گزارنا ضروری نہیں۔ تو اس ثانیہ آیت سے سکنیٰ منسوخ ہوا۔ کہ چار ماہ دس دن کے لئے سکنیٰ ہے۔ اور نہ ہی سات مہینے بیس دن کے لئے سکنیٰ ہے۔ باقی رہ گیا نفقہ تو جب اسے میراث مل گئی اب نفقہ کا مطالبہ نہ زوج سے باقی رہا اور نہ ہی ورثاء کے ذمہ رہا۔ بنا بریں سکنیٰ اور نفقہ دونوں ختم ہو گئے۔ یہ عطاء اور مجاہد کا قول جمہور کے یہاں مقبول نہیں۔ عطاء اور مجاہد کا اس پہ تو اتفاق ہے۔ کہ آیت ثانیہ منسوخ نہیں ہے۔ لیکن مجاہد نے چار ماہ دس دن عدت کو واجب مانا اور سات ماہ بیس دن کو مستحب کہا۔ اور عطاء نے کچھ زیادتی کی۔ کہ عدت خواہ کچھ بھی ہو۔ جب اسے میراث مل گئی تو فان خرجن کے تحت نہ تو سکنیٰ ضروری رہا اور نہ ہی نفقہ ضروری رہا۔

حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ متوفی عنھا زوجھا عدت چار ماہ دس دن بیت زوج میں گزارے۔ اس کے بعد اس کے لئے نہ سکنیٰ ہے نہ نفقہ ہے۔ اسی طرح حاملہ عورت جب بیت زوج میں عدت گزارے گی۔ تو نفقہ بھی ضروری ہوگا۔ حضرت علیؓ کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا یہی قول ہے۔ کہ حاملہ عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے۔ وضع حمل ابعد ہے تو وہ ہوگی۔ ورنہ چار ماہ دس دن ابعد ہے تو وہ گزارے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ دونوں حضرات فرماتے ہیں۔ کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ خواہ زوج کی وفات کے دو گھنٹہ بعد ہی وضع حمل ہو جائے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | نسختھا الاٰیۃ الاخریٰ ص۶۵۰ وہ دوسری آیت وہی ہے جس کے لئے باب منعقد ہوا ہے۔ اس وجہ سے روایت کا لانا صحیح ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | وہ آیت یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا ہے۔ جس کے لئے باب منعقد ہوا۔ حضرت ابن الزبیرؓ کے سوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب متاعاً الی الحول الخ

والی آیت اربعہ اشھر وعشراً والی آیت سے منسوخ ہے۔ تو اسے قرآن مجید میں کیوں لکھا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے۔ کہ اگرچہ آیت منسوخہ ہے۔ لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قرآن مجید سے نکالنے کا حکم نہیں دیا۔ چونکہ امر توفیقی ہے۔ ہم نے اس آیت کو مصحف میں موجود پایا تو اس کو باقی رکھا۔ تو آیت منسوخ الحکم اور مثبت التلاوت ہوگی۔ جس کے کئی فائدے ہیں۔ ایک تو تلاوت کا ثواب ہے۔ دوسرے سلف میں سے ان حضرات کا اتباع ہے جو اسے منسوخ نہیں مانتے۔ بلکہ سال کے کچھ حصّہ کو خاص کر لیا گیا۔ اور کچھ کو باقی رکھا گیا۔ کہ عورت کے لئے وصیت ہے کہ چاہے تو وہ خاوند کے گھر اقامت کر سکتی ہے۔ جیسے مجاہدؒ فرما رہے ہیں۔ اگرچہ جمہور کی رائے اس کے خلاف ہے۔ بہر حال یہ مقام ہے۔ کہ جہاں ترتیب تلاوت میں ناسخ منسوخ سے مقدم ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | کانت ھذہ العدة تعتد ص۶۵۴ مجاہدؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ دونوں آیتوں میں سے کوئی منسوخ نہیں۔ اور پہلی آیت نزول میں دوسری آیت سے مقدم ہے۔ حکم یہ ہے کہ عورت پر واجب ہے کہ چار ماہ اور دس دن عدّت گذارے۔ ورثاء پر یہ واجب ہے۔ کہ اس عدّت کی مدت گذر جانے کے بعد بھی سال بھر تک وہ اسے نان نفقہ دیتے رہیں۔ اگر چار ماہ دس دن کی مدت سے زائد عرصہ میں ورثاء کے سکنٰی سے جانا چاہے تو اسے اس کی اجازت ہے۔ گویا یہ میراث کے حکم نازل ہونے سے پہلے اس حکم کا بیان کر دیا۔ جب آیت میراث نازل ہوگئی۔ تو اب شوہروں کے ذمہ عورتوں کے بارے میں وصیّت کر جانا واجب نہ رہا۔ تو وہ سکنٰی اور نفقہ کا تمتع بھی ساقط ہو گیا۔ تو اس صورت میں عطاءؒ اور مجاہدؒ کے کلام میں کوئی منافات نہیں رہے گی۔ اور اسی ابن عباسؓ کے کلام میں بھی تنافی نہیں ہوگی۔ کیونکہ ان دونوں نے ایک حکم بیان کیا ہے۔ تو اب فالعدة کما ھی واجب علیھا کا معنی یہ ہوگا۔ کہ عورت اس مدت عدت کا انتظار کرے اور کسی سے نکاح نہ کرے۔ اگرچہ اسے یہ اجازت ہے کہ جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ اور حضرت عطاءؒ کے کلام کا حاصل یہ ہوگا۔ کہ عورت اپنے متوفی خاوند کے گھر عدّت گذارنے کی مکلف ہے۔ لیکن جب آیت وصیة لازواجھم نازل ہوئی تو مدتِ عدّت ختم ہونے سے پہلے اس کو خاوند کے گھر سے نکلنے کی اجازت ہے اور خاوندوں کو حکم ہے۔ کہ وہ اپنے ورثاء کو وصیت کر جائیں کہ وہ ان کی بیویوں کو گھر سے نہ نکالیں۔ لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی تو اب یہ حق بھی عورتوں سے ساقط ہو گیا۔ اب صرف یہ حکم باقی رہ گیا۔ کہ وہ اپنی

عدت کی مدت چار ماہ دس دن جہاں چاہے گزار سکتی ہے۔ اور یہ حکم جمہور کے خلاف ہے۔ کہ پہلی آیت دوسرے کے لئے ناسخ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا محمد حسن مکیؒ نے اس بحث میں بسط سے کلام کیا ہے۔ وہ نسختھا کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ جاہلیت میں متوفی عنہا زوجہا کی مدت ایک سال تک ہوتی تھی۔ جو وہ اپنے گھر میں گزارتی تھی۔ اس سال کے بارے میں وصیت کا حکم نازل ہوا تو اسلام میں بھی ایک سال عدت برقرار رہی۔ پھر تربص والی آیت اتری۔ تو عدت چار ماہ دس دن رہ گئی۔ اور سال کے باقی حصّہ کی عدت منسوخ ہو گئی۔ اور ابن الزبیرؓ کے نزدیک فان خرجن کے معنی یہ ہیں۔ کہ خواہ عدت ایک سال یا چار ماہ دس دن اس عورت کو اس مدت عدت میں اس گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ تربص فی بیت الزوج خاوند کے گھر ٹھہرے رہنا واجب ہے۔

غیر اخراج یعنی جیسے عورت پر استقرار واجب ہے ایسے ورثا زوج پر بھی واجب ہے کہ اس کو اپنے ہاں ٹھہرائیں۔ نکلنے پر مجبور نہ کریں۔ تو عطاء یہی فرما رہے ہیں۔ وجوب عدت عدا ملھا وصیت ورثاً دونوں سے متعلق ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ غیر اخراج کا تعلق صرف وصیت کی صورت میں ہے۔ ویسے تو عورت جہاں چاہے ایام عدت گزار سکتی ہے۔ تو سکنیٰ مدت عدت اور وصیت دونوں صورتوں میں منسوخ ہوا۔ بلکہ اب تو اس کے لئے وصیت کرنا بھی لازم نہ رہا۔ تو ان کی دوسری تقریر میں تین امور ہوئے۔ وجوب العدۃ وہ تربص اربعۃ اشھر وعشر ہے۔ دوسری اس مدت عدت میں اپنے خاوند کے گھر سکونت رکھنا ہوگی۔ تیسرے زوج پر وصیت لازم ہے کہ مدتِ عدت کے بعد سال کے ختم ہونے تک نفقہ اور سکنٰی کی وصیت کر جائے۔ تو اب مجاہدؒ کے نزدیک فان خرجن الخ وجوب تربص الخ کے لئے ناسخ نہیں ہے۔ بلکہ عورت کو اختیار ہے۔ کہ مدت وصیت میں جہاں چاہے سکونت اختیار کر سکتی ہے۔ اور عطاءؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں جہاں چاہے عدت گزارے۔ فان خرجن دوسرے امر کے لئے ناسخ ہوا۔ اس سے اپنے شیخ ابن عباسؓ کے مذہب بیان کرنے میں دونوں کے توافق ہو گیا۔ اور آیت میراث سے تیسرا امر وصیت واجبہ بھی منسوخ ہو گئی۔ ابن عباسؓ کی روایت بھی جمہور کے مسلک کے خلاف نہیں۔ بلکہ وہ بھی عدت حول کو اربعۃ اشھر سے منسوخ مانتے ہیں۔

ما ذھب الیہ الجمھور الخ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ کہ آیت تربص اربعۃ اشھر کا نزول آیت سے

مقدم ہے جس میں وصیت تمام حول ہے۔ جو تلاوت میں پہلے ہے۔ اس قول کی انہیں ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ناسخ منسوخ سے پہلے ہوتا ہے۔ تو اس کی صورت انہوں نے یہ نکالی کہ معتدہ پر عدت تربص اربعۃ اشہر واجب کی اور ورثامیت پر یہ واجب کیا۔ کہ معتدہ ان کے پاس سات ماہ اور بیس دن رہے۔ سال کو مکمل کرنے کے لئے اگر وہ ان کے پاس رہنا چاہے۔ مفسرین میں سے اس کا کوئی قائل نہیں۔ اور نہ ہی فقہائیں سے اس کا کوئی قائل ہے۔ بلکہ سب کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آیت حول منسوخ ہے۔ اور سکنیٰ عدت کے تابع ہے۔ جب حول منسوخ ہو کر عدت چار ماہ دس دن رہ گئی۔ تو سکنیٰ بھی منسوخ ہو جائے گا۔ جاننا چاہیئے کہ اس جگہ تین مسائل ہیں۔ جو اختلافی ہیں ایک تو یہ ہے۔ کہ متوفی عنھا زوجھا کا سکنیٰ زوج پر واجب ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ اس عورت کو عدت اس گھر میں گزارنی چاہئے جہاں اسے خاوند کی موت کی خبر پہنچی۔ خواہ سکنیٰ اس کا اپنا ہو یا خاوند کا۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ معتدہ کو ایام عدت میں دن اور رات کے وقت اپنی ضروریات کے لئے نکلنا جائز ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس پر سب علماء متفق ہیں۔ کہ لا نفقۃ لھا اور ہمارے نزدیک اصح یہ ہے کہ سکنیٰ واجب ہے۔ اگرچہ حاملہ بھی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ بدائع میں ہے۔ کہ معتدہ عن وفات کے لئے نہ نفقہ ہے نہ سکنیٰ ہے۔ متوفی کا مال ورثہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ولکن عمر لا یقول ذلک ص۶۵۰/۱۴ عبداللہ بن عتبہ حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد تھے۔ جب استاد اس کا قائل نہیں تو شاگرد بھی قائل نہ ہوگا تو اس کی طرف نسبت کرنا جھوٹ ہوگا۔ اسی لئے انی ... ان کذبت سے رد کرنا صحیح ہوا۔

فلقیت مالک بن عامر یہ دونوں ابن مسعودؓ کے شاگرد ہیں۔ اتجعلون علیھا التغلیظ۔ یہ ان لوگوں پر رد کرتا ہے جو ابعد الاجلین کو عدت قرار دیتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ تہذیب کے اندر عبداللہ بن عتبہ کو ابن مسعودؓ کے تلامذہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اور میرے نزدیک انی بری ان کذبت کا تعلق اس سے ہے۔ کہ اہل مجلس کے اشارہ الی الکذب کو ناپسند کیا۔ جیسا کہ سورۃ طلاق کی تفسیر میں آرہا ہے۔ عمہ یعنی ابن مسعودؓ اس کے قائل نہیں۔ ابن لیلیٰ سے یہی منقول ہے۔ حالانکہ ابن مسعودؓ سے اس کے خلاف مشہور ہے۔ ممکن ہے پہلے وہ ابن لیلیٰ کے قول کے قائل ہوں۔ بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ جس کا ان کو علم نہیں ہو سکا۔ علامہ کرمانیؒ نے نقل کیا ہے۔

کہ ابن مسعودؓ نے تغلیظ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ چار ماہ دس دن عدت گذر جائے اور ابھی وضع حمل نہ ہوا ہو۔ تو حمل نو ماہ سے بڑھ کر چار سال تک جا سکتا ہے۔ تو اس صورت میں عورت پر سختی ہوگئی۔ حالانکہ وہ حلال ہو چکی تھی۔ اسی لئے اگر وہ اربعۃ اشہر سے کم میں وضع حمل ہو جائے تو اسے رخصت پہ عمل کرنے دیا جائے۔ اربع سنین شوافع کے نزدیک اکثر مدت حمل ہے۔ اور اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى الخ

حدیث نمبر ۳۷۰ ۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ مَلَأَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ اَوْ اَجْوَافَهُمْ شَكَّ يَحْيٰى نَارًا۔

ترجمہ۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا۔ کہ ان کفار نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی عصر کی نماز سے روک دیا ہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو اور ان کے گھروں یا ان کے پیٹوں کو آگ سے بھرے۔ بیوت اور اجواف میں یحییٰ کو شک ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ مُطِيْعِيْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے تابعدار ہو کر کھڑے رہو۔

حدیث نمبر ۴۷۰ ۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ اَحَدُنَا اَخَاهُ فِيْ حَاجَتِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں۔ کہ پہلے ہم نماز میں بات چیت کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ایک اپنے بھائی سے اپنی ضرورت کے متعلق بات کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت اتری۔ حافظوا الخ

ترجمہ۔ تمام نمازوں کی خوب نگرانی کرو۔ بالخصوص درمیانی نماز عصر کی اور اللہ کے سامنے چپ چاپ

ہو کر کھڑے رہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | قانتین ای مطیعین ص۶۵ ادر اطاعت کی حد یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز سے رک جائے۔ جو حضورِ قلب کے خلاف ہو۔ ان میں سے بات چیت کرنا بھی ہے۔ بنا بریں اس حدیث کا اس باب میں لانا صحیح ہو گیا جو وجوبِ سکوت پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | حضرت ابن مسعودؓ نے قانتین کی تفسیر مطیعین سے کی ہے۔ جو ترجمہ میں واقع ہے۔ اور ابن عباسؓ سے مصلین یعنی نماز پڑھنے والے تفسیر منقول ہے۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ قنوت میں یہ سب داخل ہیں۔ رکوع، خشوع، طولِ قیام، آنکھ کا پست رکھنا، تواضع و انکساری اور خوفِ الٰہی اور اصح تفسیر وہ ہے جو زید بن ارقمؓ سے مروی ہے۔ کہ قنوت سے سکوت مراد ہے۔ یعنی لوگوں سے بات چیت کرنے سے چپ رہے۔ ویسے چپ سادھ لینا مراد نہیں ہے۔ کیونکہ نماز میں تو قرآن پڑھنا ہے اور ذکر و تسبیح کہنا ہے۔ اور امام راغبؒ نے کہا ہے۔ کہ قنوت لزوم الطاعۃ مع الخضوع۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَا اَمِنْتُمْ الاٰیۃ

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ كُرْسِيُّهٗ عِلْمُهٗ يُقَالُ بَسْطَةً زِيَادَةً وَّفَضْلًا اَفْرِغْ اَنْزِلْ وَلَا يَؤُدُهٗ لَا يُثْقِلُهٗ اٰدَنِيْ اَثْقَلَنِيْ وَالْاٰدُ وَالْاَيْدُ الْقُوَّةُ اَلسِّنَةُ نُعَاسٌ يَتَسَنَّهْ يَتَغَيَّرْ فَبُهِتَ ذَهَبَتْ حُجَّتُهٗ خَاوِيَةٌ لَا اَنِيْسَ فِيْهَا عُرُوْشُهَا اَبْنِيَتُهَا اَلسِّنَةُ نُعَاسٌ نُنْشِزُهَا نُخْرِجُهَا اِعْصَارٌ رِيْحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْاَرْضِ اِلَى السَّمَآءِ كَعَمُوْدٍ فِيْهِ نَارٌ وَّقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلْدًا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَّقَالَ عِكْرِمَةُ وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيْدٌ اَلطَّلُّ النَّدٰى وَهٰذَا مَثَلُ عَمَلِ الْمُؤْمِنِ يَتَسَنَّهْ يَتَغَيَّرْ۔

ترجمہ۔ مشکل الفاظ کی تفسیر نقل فرماتے ہیں۔ کہ ابن جبیرؒ نے فرمایا۔ وسع کرسیہ کے معنی علم کے ہیں۔ بسطۃً فی العلم میں زیادہ اور فضیلت کے معنی ہیں۔ افرغ علینا بمعنی اتار ہم پر۔ یؤدہ گراں گزرنا۔ چنانچہ کہتے ہیں اٰدنی یعنی بوجھل کر دیا گراں کر دیا۔ ویسے آد اور اید کے معنی قوت و طاقت کے ہیں۔

بُھِتَ حیران رہ گیا۔ کہ اس کی دلیل چلی گئی کوئی جواب نہ دے سکا۔ خاویۃ جس میں کوئی جلیس نہ ہو۔ عروشھا یعنی ان کی عمارتیں گری پڑی تھیں۔ سنۃ کے معنی اونگھ کے ہیں۔ ننشزھا یعنی ہم ان کو نکالیں گے۔ اعصار اس سخت آندھی کو کہتے ہیں۔ جو زمین سے آسمان تک چلے۔ جیسے ستون میں آگ ہوتی ہے۔ ابن عباسؓ کی تفسیر میں ہے۔ صلدا چٹیل جس میں کوئی چیز نہ ہو۔ اور آگے عکرمہؒ کی تفسیر ہے۔ وابل کے معنی سخت بارش اور طل تری، شبنم۔ یہ مومن کے عمل کی مثال ہے۔ کہ وہ بہرصورت مفید ہوتا ہے۔ یتسنہ کے معنی تبدیل ہونے کے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۲۵۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ کَانَ اِذَا سُئِلَ صَلٰوۃَ الْخَوْفِ قَالَ یَتَقَدَّمُ الْاِمَامُ وَطَائِفَۃٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُصَلِّیْ بِھِمُ الْاِمَامُ رَکْعَۃً وَتَکُوْنُ طَائِفَۃٌ مِّنْھُمْ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ الْعَدُوِّ لَمْ یُصَلُّوْا فَاِذَا صَلَّوا الَّذِیْنَ مَعَہٗ رَکْعَۃً اِسْتَاْخَرُوْا مَکَانَ الَّذِیْنَ لَمْ یُصَلُّوْا وَلَا یُسَلِّمُوْنَ وَیَتَقَدَّمُ الَّذِیْنَ لَمْ یُصَلُّوْا فَیُصَلُّوْنَ مَعَہٗ رَکْعَۃً ثُمَّ یَنْصَرِفُ الْاِمَامُ وَقَدْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَیَقُوْمُ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَیْنِ فَیُصَلُّوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ رَکْعَۃً بَعْدَ اَنْ یَنْصَرِفَ الْاِمَامُ فَیَکُوْنُ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَیْنِ قَدْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَاِنْ کَانَ خَوْفٌ ھُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِکَ صَلُّوْا رِجَالًا قِیَامًا عَلٰی اَقْدَامِھِمْ اَوْ رُکْبَانًا مُسْتَقْبِلِی الْقِبْلَۃِ اَوْ غَیْرَ مُسْتَقْبِلِیْھَا قَالَ مَالِکٌ قَالَ نَافِعٌ لَا اَرٰی عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ ذَکَرَ ذٰلِکَ اِلَّا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب صلوٰۃ خوف کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو وہ فرماتے ہیں۔ کہ امام آگے بڑھے اور لوگوں کا ایک گروہ بھی اس کے ساتھ ہو جس کو امام ایک رکعت نماز پڑھائے۔ اور ایک گروہ ان کے درمیان اور دشمن کے درمیان ہو۔ ابھی نماز نہ پڑھیں۔ جب امام کے ہمراہ والے لوگ ایک رکعت پڑھ لیں۔ تو وہ ان لوگوں کی جگہ پر ہٹ کر آجائیں۔ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ اور یہ لوگ سلام نہ پھیریں۔ اور وہ لوگ آگے بڑھیں جنہوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی وہ امام کے ہمراہ ایک رکعت نماز ادا کریں۔ پھر امام سلام پھیر کر ہٹ جائے۔

جب کہ وہ دو رکعت نماز مسافر پڑھ چکا ہے۔ پھر ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک امام کی فراغت کے بعد اپنے طور پر ایک رکعت پڑھیں۔ اس طرح ان میں سے ہر گروہ دو رکعت نماز مسافر ادا کرلے گا۔ اگر خوف اس سے زیادہ سخت ہو۔ تو پھر پیدل اپنے پاؤں پر کھڑے اور سوار ہو کر خواہ قبلہ کی طرف منہ کرنے والے ہوں یا قبلہ رُو نہ ہوں۔ وہ نماز ادا کریں۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ کیفیت صلوٰۃ خوف ابن عمرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ذکر کرتے تھے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ کرسیہ علمہ ص ۶۵۱/۲۴ کرسی کی تفسیر علم سے اس لئے کی گئی۔ کہ آیت میں مقصود اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت بیان کرنا ہے۔ کیونکہ کرسی تو بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جو احاطۂ علمی کی مقتضی نہیں ہے۔ لہٰذا بیان کر دیا کرسی کے معنی مجازاً علم کے ہیں۔ اس لئے کہ جو شخص کسی چیز بیٹھنے والا ہو۔ وہ اس پر سب سے زیادہ قدرت رکھنے والا اور دوسروں کی بنسبت اس کے حال کو زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔ تو جس چیز کو کرسی گھیرے ہوئے ہے۔ وہ شخص اس پر قادر بھی ہوگا۔ اور اس کا جاننے والا بھی ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ کرسیہ علمہ سے اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ یہاں درحقیقت نہ کوئی کرسی ہے۔ اور نہ ہی کوئی کرسی پر بیٹھنے والا ہے۔ بلکہ مجازاً اس سے علم مراد ہے۔ اور تفسیر جلالین میں ہے۔ کرسیہ ای احاطہ علمہ اور بعض نے کہا۔ ملکہ اور بعض نے نفس کرسی مراد لی جو عظمت پر مشتمل ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ ما فی السمٰوٰت السبع فی الکرسی الا کدراھم سبعۃ القیت فی ترس الخ یعنی ساتوں آسمان کرسی کے احاطہ میں اس طرح ہیں جس طرح سات درہم ایک ڈھال کے اندر ہوں۔ اور صاحب جمل فرماتے ہیں۔ کہ لغۃً کرسی لبعض کا بعض کے اندر جڑ جانے کو کہتے ہیں۔ اور جس کرسی پر انسان بیٹھتا ہے اس کی لکڑیاں بھی ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہیں۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کرسی سے علم اس لئے مراد لیا گیا۔ کیونکہ عادت ہے کہ اہل علم علم کی اشاعت کے لئے کرسی پر بیٹھتا ہے۔ تو گویا کہ یہ محل علم ہوگئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے۔ کہ بھت یہاں پر اپنے مشہور معنی میں نہیں ہے۔ کہ جس کی عقل چلی جائے بلکہ وہ شخص جس کے پاس کوئی دلیل نہ رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل مبہوت تو اس شخص

کو کہتے ہیں جو حیرانی کی وجہ سے اس درجہ پہ پہنچ جائے کہ اس کی عقل کام نہ کرے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ بل تأتیھم بغتۃً فتبھتھم جو حیران کر دے۔ لیکن اس جگہ وہ شخص مراد ہے جس کے پاس کوئی حجت نہ رہے۔ جلالین میں بھت بمعنی تحیّر کے ہے۔ اور صاحب جمل فرماتے ہیں کہ فعل ان افعال میں سے ہے جو مجہول مستعمل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے معنی مبنی للفاعل بمعنی تحیّر و دھش کے ہیں۔ تو الذی کفر فاعل ہوگا نائب فاعل نہیں ہوگا۔

عروشھا ابنیتھا یعنی تسمیۃ الکل باسم الجزء کے طور عرش ویسے تو چھت کو کہتے ہیں۔ لیکن مراد اس سے کل عمارت ہے۔ کیونکہ عروش دراصل چھت کو کہتے ہیں۔ اور چھت کے گرنے سے ساری عمارت کا تباہ ہونا لازم نہیں آتا۔ عروش بمعنی ابنیہ سے ساری عمارتوں کا تباہ و برباد ہونا مراد لیا گیا۔ تو اس طرح چھتوں کے گرنے سے ویرانی مراد ہوئی۔

یعنی عرش کے اصلی معنی چھت کے ہیں۔ خاویہ علی عروشھا کے معنی صاحب جمل اور بیضاوی نے یہ بیان کئے ہیں۔ کہ پہلے چھتیں گریں بعد ازاں باقی عمارت گر گئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | وظل الندی وھذا مثل عمل المؤمن ص۶۵۰/۲۵ یعنی مؤمن کا تھوڑا سا عمل بھی نجات کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اس کے پاس اصل ایمان موجود ہے۔ بخلاف کافر کے کہ اس کی تمام مساعی رائیگاں ہیں۔ خواہ کتنے اعمال ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | جلالین میں ہے۔ طل مطر خفیف یصیبھا و یکفیھا کیونکہ وہ اونچائی پہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کے نقصانات کثیر ہوں یا قلیل۔ بہر صورت اس کو فائدہ دیں گے۔ جیسے ٹیلے پہ کھیتی بہر صورت فائدہ مند ہے۔ خواہ بارش کثیر ہو یا قلیل ہو۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا

حدیث نمبر ۴۲۷۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِؓ قُلْتُ لِعُثْمَانَ هٰذِهِ الْاٰیَةُ الَّتِیْ فِی الْبَقَرَةِ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا (اِلٰی) غَیْرَ اِخْرَاجٍ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاُخْرٰی فَلِمَ تَکْتُبُهَا قَالَ تَدَعُهَا یَا ابْنَ اَخِیْ لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِّنْهُ مِنْ مَّکَانِهٖ قَالَ حُمَیْدٌ اَوْ نَحْوَ هٰذَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن الزبیرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ کہ یہ آیت جو سورۃ بقرہ میں ہے۔ الذین یتوفون الخ اس کو تو دوسری آیت جس میں اربعۃ اشھر وعشرا کا ذکر ہے اس نے منسوخ کردیا ہے۔ آپ نے اس آیت کو اس جگہ کیوں لکھ دیا۔ تو انہوں نے جواباً فرمایا۔ کہ بھتیجے! ہم نے اس کو اس لئے چھوڑ دیا۔ کہ ہم قرآن مجید کے کسی حصہ کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کرتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ والذین یتوفون یہ باب آیت منسوخہ کی تفسیر کے لئے منعقد ہوا ہے۔ اور پہلا باب آیت ناسخہ کی تفسیر کے لئے تھا۔ تو اس طرح تکرار نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ دونوں ترجموں کا مقصد الگ الگ ہے۔ پہلے ترجمہ سے مقصود چار ماہ دس دن کا بیان کرنا تھا۔ اور اس ترجمۃ الباب سے مقصود مدۃ الحول کی منسوخی کا بیان کرنا ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى الخ

حدیث نمبر ۴۰۷۷ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ۔ فَصُرْهُنَّ قَطِّعْهُنَّ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابراہیمؑ کی نسبت شک کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ جب کہ انہوں نے کہا۔ اے میرے رب! مجھے دکھلادے۔ کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ فرمایا کہ تمہارا اس پر ایمان نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں ایمان تو ہے۔ لیکن دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں۔ تاکہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔ صرھن کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق جب یہ کہا کہ حضرت ابراہیمؑ کو احیاء موتی میں شک تھا۔ تو آپؐ اس کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ان کا شک تھا تو ہم زیادہ شک کرنے کے اہل ہیں۔ کیونکہ الولد سرّ لابیہ بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے۔ نسی آدم فنسی ذریتہ

جحد آدم جحد ذریتہ" کے مطابق ہمیں بھی شک ہوتا۔ لیکن جب ہمیں شک نہیں ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام کو بھی شک نہیں ہوگا۔ اگر شبہ ہو۔ کہ بسا اوقات باپ کافر ہوتا ہے۔ بیٹا مسلمان۔ بیٹا کافر تو باپ مسلمان ہوتا ہے۔ جیسے ابراہیمؑ کا مسلمان ہونا اور ان کے باپ آذر کا کافر ہونا مشہور ہے۔ پھر دوسری توجیہ یہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔ نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض تو ان کو ملکوت السموات والارضین کا علم دیا گیا۔ فلما جن علیہ اللیل الخ کے بعد جب انہوں نے لا احب الافلین کا نعرہ لگایا۔ کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جس پر فرمایا گیا۔ تلک حجتنا آتیناھا ابراھیم الخ کہ ملکوت السموات والارض کا علم ان کو ابتدا سے عطا کیا گیا۔ اور یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دکھلائی گئیں۔ تو جس کو نہیں دکھلائی گئیں وہ تو شک نہیں کرتا۔ جس کو ایسا علم اور تجربہ حاصل ہو وہ کیسے شک کر سکتا ہے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ اتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً تو جب آپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں متبوع ہوئے اور آپؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تابع ہوئے۔ اور یہ تابعیت ایسے ہے۔ جیسے شہزادہ نقیب اور چوبدار کے تابع ہوتا ہے۔ تو اگر متبوع کے اندر شک ہوتا تو تابع میں بطریق اولیٰ شک ہوگا۔ لیکن جب تابع میں نہیں تو متبوع میں بھی نہیں۔

چوتھی توجیہ میں بعض نے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کسر نفسی کے طور پر ہے۔ کہ ھضماً للنفس بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام شک کرنے والے نہیں ہو سکتے۔

پانچواں جواب یہ ہے۔ کہ آپؐ کا ارشاد اس وقت کا ہے۔ جب کہ آپؐ کو اپنی سیادت اور سرداری کا علم نہیں تھا۔ بہر حال ابراہیمؑ کا سوال نہ تو احیاء موتیٰ کے بارے میں ہے۔ اور نہ شک کے طور پر ہے۔ بلکہ کیفیت احیاء مطلوب ہے۔ اور یہ ہو سکتا ہے۔ کہ نفس شیئ کا علم ہو اور اس کی کیفیت معلوم نہ ہو۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ (اِلٰی قَوْلِهٖ) یَتَفَکَّرُوْنَ۔

حدیث نمبر ۴۰۷۸ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الخ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ یَوْمًا لِاَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ

نَزَلَتْ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ قَالُوا اللّٰهُ اَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُوْلُوْا نَعْلَمُ اَوْ لَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهَا شَيْئٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ اَخِيْ قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ اَيُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطٰنَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِيْ حَتّٰى اَغْرَقَ اَعْمَالَهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یہ آئندہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایود احدکم الخ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ جس پہ حضرت عمرؓ ناراض ہوئے۔ یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اے امیر المؤمنین! میرے دل میں اس آیت کے بارے میں کچھ علم ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بھتیجے! کہو اور اپنے آپ کو چھوٹا ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھو۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اس آیت میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کون سے عمل کی تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کسی نہ کسی عمل کی مثال ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے خود فرمایا۔ کہ یہ مثال ایسے مالدار آدمی کی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ بلند وبرتر کی فرمانبرداری کرتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پہ شیطان مسلط کر دیا۔ جس نے اس سے گناہوں کا ارتکاب کرایا۔ کہ اس کے سارے اعمال صالحہ کو ضائع کرا دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ واللہ اعلم ص ۶۵۱ س ۱۱ حضرت عمرؓ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واضح فرق تھا۔ کہ جب صحابہ کرام واللہ اعلم کا کلمہ آپؐ کے سامنے ذکر کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ آپؐ معلم تھے۔ تعلیم دینے کے لئے مبعوث تھے۔ تو واقعی تعلیم کی صورت میں واللہ ورسولہ اعلم نقصان دہ نہیں تھا۔ بخلاف اس مقام کے کہ حضرت عمرؓ تو ان کے ممتحن تھے۔ کہ دیکھیں یہ جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ تو جب اللہ اعلم سے جواب دیا۔ تو حضرت عمرؓ پہ معاملہ رَل مل گیا۔ کیونکہ ایسا جواب تو عالم اور جاہل دونوں دے سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ پہ واضح نہ ہو سکا۔ کہ کون جانتا ہے اور کون نہیں جانتا۔

قال ابن عباس لعمل ص ۶۵۱ س ۱۳ لعمل میں تنوین تنکیر کی ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی عمل ضرور ہے جس کا مجھے علم نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اس لئے ناراض ہوئے کہ وہ تو ان حضرات کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ کہ جس کو علم ہو وہ سامعین کو بتلادے۔ لیکن انہوں نے ایسا جواب دیا۔ جس میں عالم جاہل برابر ہیں مقصود حاصل نہ ہوا۔ علامہ سیوطیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کو جو جواب حضرت عمرؓ نے دیا ہے۔ اس کی تفصیل نقل کی ہے۔ کہ ابن آدم کا وہ عمل مراد ہے۔ جس کی جنت کے داخلہ کے لئے اس کو ضرورت ہے۔ مگر اس کو پیرانہ سالی نے آگھیرا۔ اہل وعیال بہت ہیں۔ اس حالت میں کچھ کر نہیں سکتا۔ حالانکہ قیامت کے دن ایسے عمل کا وہ زیادہ محتاج ہوگا۔ اے بھتیجے! تو نے سچ کہا۔

بَابُ قَوْلُهُ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا يُقَالُ أَلْحَفَ عَلَيَّ وَأَلَحَّ عَلَيَّ وَأَحْفَانِي بِالْمَسْأَلَةِ فَيُحْفِكُمْ يُجْهِدْكُمْ.

ترجمہ۔ الحاف کے معنی الحاح اور چمٹ چمٹ کر سوال کرنا۔ یحفکم یجہدکم کہ تمہیں مشقت میں ڈال دیا۔

حدیث نمبر ۴۰۷۹ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ الخ سَمِعْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَلَا اللُّقْمَتَانِ إِنَّمَا الْمِسْكِينُ الَّذِي يَتَعَفَّفُ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ يَعْنِي قَوْلَهُ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جس کو ایک دانہ کھجور یا دو دانے یا ایک لقمہ اور دو لقمے واپس کر دیں۔ مسکین تو وہ ہے جو سوال کرنے سے بچتا ہے۔ اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھ کر تائید حاصل کر سکتے ہو۔ ترجمہ۔ کہ وہ لوگ لوگوں سے چمٹ چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔

تشریح از قاسمیؒ لایسألون الناس الحافاً ایک مقصد یہ ہے کہ وہ سوال تو کرتے ہیں۔ لیکن الحاح نہیں کرتے یا سرے سے سوال ہی نہیں کرتے۔ فیحفکم سے بتلا دیا کہ الحاف اور احفاً ایک ہیں۔ جس کے معنی جہد ومشقت ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اَلْمَسُّ الْجُنُوْنُ۔

حدیث نمبر ۴۰۸۰ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبٰوا قَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات سود کے بارے میں نازل ہوئیں۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لوگوں کو پڑھ کر سنایا پھر شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا۔

تشریح از قاسمی یتخبطہ الشیطٰن من المس میں مس سے جنون مراد ہے۔ یعنی سود خوار ایسے گرتے پڑتے ہوں گے جیسے مجنون گرتا پڑتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی سود خوار کے پیٹ میں اس کو بھردے گا جس سے وہ بوجھل ہو جائے گا۔

حرم التجارۃ فی الخمر اگرچہ حرمت خمر اور اس کی تجارت کی حرمت سود کی حرمت سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اس جگہ اس کا ذکر یا تو اس وجہ سے ہے۔ کہ حرمت خمر پہلے نازل ہوئی اور اس کی تجارت کی حرمت کا بعد میں نزول ہوا یا تاکیداً اور مبالغۃً ذکر کیا گیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجلس میں کوئی ایسا آدمی موجود ہو جس کو تحریم تجارت خمر کا علم نہ ہو۔ تو آپؐ نے اس کی اطلاع کے لئے یہ فرما دیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا يُذْهِبُهٗ۔

حدیث نمبر ۴۰۸۱ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَاتُ الْاَوَاخِرُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں ان میں احل اللہ البیع وحرم الربوا بھی ہے یمحق اللہ الربوا بھی ہے۔ تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر

تشریف لائے اور مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر ان کو تلاوت کیا اور شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ینذھبہ صفحہ ۶۵۱ اس تفسیر سے یہ بتلانا ہے کہ محق کے معنی مٹانے کے ہیں۔ تو اس کا اعلیٰ درجہ مراد ہے جو اصل کو بھی لے جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قطب گنگوہیؒ نے اس تفسیر سے تنبیہ فرمادی کہ محق کے اصلی معنی تو نقص کے ہیں۔ ینذھبہ سے اس کی تفسیر سے اس کے کمال کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ چیز گھٹتے گھٹتے اس کا منتھیٰ یہ ہوتا ہے کہ وہ بالکل ختم ہوجاتی ہے۔ جیسے یمحق الکافرین صاحب جلالین فرماتے ہیں ای یھلکھم اور بیضاوی میں ہے۔ المحق نقص الشیئی قلیلاً قلیلاً اور امام سیوطیؒ نے حضرت ضحاک سے نقل کیا ہے۔ لایبقی منہ لاھلہ شیئی کہ آخرت میں مال والوں کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاعْلَمُوْا

حدیث نمبر ۴۲۰۸ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰیَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَرَاَهُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِی الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب سورہ بقرہ کی آخر آیات نازل ہوئیں۔ جن میں یہ آیت بھی شامل ہے۔ کہ اگر تم سود سے باز نہ آئے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو پھر تمہاری مرضی جو کچھ عمل کرتے رہو۔ تو آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو مسجد کے اندر جاکر ان کو پڑھ کر سنائیں اور شراب کی تجارت کو بھی حرام قرار دیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اگر کوئی تنگدست ہو تو اس کو آسانی تک مہلت دے دو۔ اگر صدقہ کر دو۔ اگر تمہیں اس کے ثواب کا علم ہو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۸۳ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُنَّ عَلَيْنَا ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں۔ جن میں آیت بالا بھی ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر یہ آیات ہمیں پڑھ کر سنائیں۔ پھر شراب کی تجارت کی حرمت کو بیان فرمایا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وان کان ذو عسرۃ ص۶۵۱ ج۲ اس روایت کو اس باب میں لانے کی مناسبت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ہے۔ وہ تو قرضدار کو مہلت دینا اور اس پہ صدقہ کرنا ہے۔ تو جو شخص اصل مال سے زیادہ وصول کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا مبغوض ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شیخ گنگوہیؒ نے جو حدیث کی مناسبت ترجمہ سے ثابت فرمائی ہے۔ وہ بھی بہترین توجیہ ہے۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ مؤلف نے ایک ہی روایت پر کئی تراجم قائم کئے ہیں۔ اس سے تبلانا ہے آیات ربوٰا اور آیات دین سب کی سب ان آیات آخر سورۃ بقرہ سے مراد ہیں۔ علامہ عینیؒ نے بھی یہی جواب ذکر کیا ہے کہ یہ آیت بھی آیات ربوا سے متعلق ہے۔ اس لئے اس کو ان آیات کے ساتھ ذکر کر دیا۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ ان کان ذو عسرۃ اگرچہ خبر ہے۔ لیکن معنی میں امر کے ہے ای فانظروہ الی میسرۃ اور غیر جاری میں ہے۔ کہ ان آیات کے تراجم میں ان احادیث کو اس لئے لاتے ہیں۔ تاکہ ان آیات کی قرأت کا زمان۔ مکان معلوم ہو جاتے۔ اور تجارت الخمر کا حکم بھی بیان ہو جائے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللهِ۔

ترجمہ۔ اس دن سے ڈرو جس دن میں تم اللہ کی طرف لوٹو گے۔

حدیث نمبر ۴۰۸۴ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الرِّبَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ آخری آیت جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہوئی وہ سود کی آیت ہے۔

تشریح از قاسمیؒ طبرانی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ آخری آیت اتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ ہے۔ اس جگہ آیت الربوٰا کو فرمایا تو مؤلفؒ ابن عباسؓ کے دونوں قول کو جمع فرما رہے ہیں۔ کہ آخری آیت آیۃ الربوٰا ہے۔ جس کے بعد آپؐ صرف سات راتیں زندہ رہے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

ترجمہ۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے تم ظاہر کرتے ہو یا اس کو چھپاتے ہو۔ اللہ تعالےٰ تم سے ان کا حساب لے گا۔ پھر جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اللہ تعالےٰ کو ہر چیز پہ قدرت حاصل ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۸۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَؓ اَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ الخ

ترجمہ۔ ابن عمرؓ جو اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ ان تبدوا یہ آیت منسوخ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ آیت اپنے مدلول ظاہری کے اعتبار سے دلالت کرتی ہے۔ کہ قلب کے جتنے خطورہیں ان سب پر مواخذہ ہوگا۔ ھاجس وہ خطرہ جو دل میں کھٹکے اور گزر جائے۔ خاطر جس میں کچھ توقف ہو۔ حدیث النفس جس خطرہ میں نفس کو لذت محسوس ہو۔ ھم وہ ہے۔ کہ نفس نے اس کی خواہش کے بعد خفیف سا ارادہ کرلیا۔ عزم یہ ہے کہ ارادہ پختہ ہو جائے۔ بفضلہ تعالےٰ صرف عزم پر مؤاخذہ ہے۔ باقی سب خطرات معاف ہیں۔

لایکلف اللہ الخ کے نزول سے پہلے ھواجس۔ خواطر، ھموم سب پر مؤاخذہ معلوم ہوتا تھا۔ جس سے صحابہ کرام کو پریشانی لاحق ہوئی۔ کہ ایسا تو کوئی شخص نہیں۔ جس کے قلب میں خلاف شریعت ھواجس و خواطر نہ گزریں۔ اور وللہ ملک السمٰوٰت والارض سے بتلایا گیا کہ اللہ مالک ہے۔

اور مالک اپنی مملوک میں ہر قسم کے تصرفات کا حق رکھتا ہے۔ تو شاید ان خواطر اور ھواجس پہ بھی مؤاخذہ فرمالیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ جب ہم اپنی ملکیت میں ہر قسم کا تصرف کر سکتے ہیں۔ تو باری تعالےٰ کی ملکیت کا تو کیا کہنا۔ تو صحابہ کرامؓ نے دربار نبوی میں اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم بنی اسرائیل کی طرح سمعنا وعصینا کہتے ہو۔ تمہیں سمعنا واطعنا کہنا چاہیئے۔ یہ جواب باری تعالےٰ کو پسند آیا۔ تو آیت لا یکلف اللہ نفسًا الخ نازل فرمائی۔ کہ جو افعال عزم و ارادہ سے ہوں گے۔ ان پہ مواخذہ ہوگا۔ خواہ وہ افعال قلبیہ ہوں یا جو جوارح سے ہوں۔ ھواجس خواطر۔ حدیث النفس اور ھم ان اعمال میں داخل نہیں۔ ان پہ مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اب صرف عزم بالجزم کی صورت رہ گئی ہے۔ یا افعال جوارح پہ ان کا مؤاخذہ ہوگا۔ اسی کو فرمایا گیا۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ الخ اگر اشکال ہو کہ نسخ اخبارات میں نہیں ہوتا۔ بلکہ انشاءات اور احکام میں ہوتا ہے۔ کیونکہ نسخ کے معنی ہیں۔ رفع حکم شرعی الخ تو اس جگہ قد نسخھا الآیۃ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اخبار دو قسم ہیں۔ اخبار محضہ جیسے امم ماضیہ یا مستقبلہ کے اخبار (۲) بعض وہ اخبار ہیں۔ جو صورۃً خبریں۔ لیکن ان سے انشاءات منتزع ہوتے ہیں۔ جیسے کتب علیکم الصیام اس کا معنی ہے۔ صوموا شھر رمضان۔ ایسے للہ علی الناس حج البیت یہ جملہ خبریہ مستلزم انشاء کو ہے۔ اس کے معنی حجوا کے ہوں گے۔ ایسے ہی لا یکلف اللہ نفسًا خبر ہے۔ مگر مستلزم انشاء کو ہے۔ تو نسخ باعتبار لازم کے ہوا۔ اور بعض فرماتے ہیں۔ کہ نسخ اس جگہ اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ متقدمین کے نزدیک نسخ بمعنی تخصیص کے بھی آتے ہیں۔

ان تبدوا ما فی انفسکم میں ما عموم کے لئے تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ سب خطور پہ مؤاخذہ ہوگا۔ لیکن لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا سے خواطر۔ ھواجس نکل گئے۔ تو قصر تخصیص ہوا۔ مخصّص دلالت کرتا ہے۔ کہ ارادہ پہلے ہی سے تمام کا نہ تھا۔ بلکہ بعض کا تھا۔ جس کی تعیین مخصّص نے کردی۔ کیونکہ تخصیص کے معنی ہیں۔ قصر الحکم علی بعض افرادہ اور تخصیص تو اخبارات اور انشاءات دونوں پہ ہوتی ہے۔ البتہ نسخ صرف انشاءات میں ہوتا ہے۔ تیسری توجیہ وہ ہے۔ جس کو امام سیوطیؒ اور شاہ ولی اللہؒ لیتے ہیں۔ کہ ما فی انفسکم سے اوّل مرتبہ ہی نیات فاسدہ اور اعمال قلبیہ مراد ہیں۔ کہ حسد۔ کبر۔ عجب وغیرہ پہ مؤاخذہ ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے سمجھا نہیں کہ اس سے مراد کیا ہے۔ تو

بارگاہِ ایزدی سے اس کا بیان آگیا۔ تو اب نہ نسخ ہوا نہ تخصیص ہوئی۔ بلکہ ابتدا ہی سے افعال قلبیہ ارادیہ مراد ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قد نسخت ان تبدوا الخ اس جگہ نسخ سے تخفیف مراد ہے کیونکہ نسخ تو احکام میں ہوتا ہے۔ اور یہاں ایسا نہیں۔ مقصود یہ ہوا کہ اس امت سے اللہ تعالٰی نے تخفیف فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چنانچہ حافظؒ بھی فرمارہے ہیں۔ کہ نسخ سے مراد تخفیف ہے۔ کہ اگرچہ محاسبہ ہوگا۔ لیکن مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں نسخ سے تخصیص مراد ہو۔ کیونکہ متقدمین کثرت سے نسخ کا اطلاق تخصیص پر کرتے آئے ہیں۔ اور محاسبہ ان عزائم کا ہوگا۔ جن میں انسان شروع ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ خطرات وھواجس پر مؤاخذہ نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے۔ کہ باری تعالٰی کی اخبار میں نسخ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے تو کذب لازم آتا ہے۔ البتہ جن اخبار کا امرونہی سے تعلق ہے۔ ان میں نسخ جائز ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَقَالَ

ابْنُ عَبَّاسٍ اِصْرًا عَهْدًا وَّيُقَالُ غُفْرَانَكَ مَغْفِرَتُكَ فَاغْفِرْ لَنَا۔

حدیث نمبر ۴۰۸۶ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ الخ عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحْسِبُهُ ابْنَ عُمَرَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ قَالَ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ نے اصر کے معنی عہد کے کئے ہیں۔ جو لازم المعنی ہیں۔ کیونکہ اصر کے اصلی معنی شیئ ثقیل کے ہیں۔ کیونکہ وفاء بالعہد سخت ہوتا ہے۔ اس لئے اسے بھی اصر کہا گیا۔ غفرانک کا مصدر ہے۔ کہ ہم تیری بخشش مانگتے ہیں۔

سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تُقَاةٌ وَتَقِيَّةٌ وَاحِدَةٌ، صِرٌّ بَرْدٌ، شَفَا حُفْرَةٍ مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ، وَهُوَ حَرْفُهَا تُبَوِّئُ تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا، اَلْمُسَوَّمُ الَّذِيْ لَهُ سِيْمَاءٌ بِعَلَامَةٍ اَوْ بِصُوْفَةٍ اَوْ بِمَا كَانَ رِبِّيُّوْنَ الْجَمِيْعُ وَالْوَاحِدُ رِبِّيٌّ تَحُسُّوْنَهُمْ تَسْتَاْصِلُوْنَهُمْ قَتْلًا، غُزًّا وَاحِدُهَا غَازٍ، سَنَكْتُبُ سَنَحْفَظُ نُزُلًا ثَوَابًا، وَيَجُوْزُ وَمُنْزَلٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ كَقَوْلِكَ اَنْزَلْتُهُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَالْخَيْلُ الْمُسَوَّمَةُ الْمُطَهَّمَةُ، اَلْحِسَانُ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ وَحَصُوْرًا لَا يَاْتِي النِّسَاءَ وَقَالَ عِكْرِمَةُ مِنْ فَوْرِهِمْ مِنْ غَضَبِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُخْرِجُ الْحَيَّ النُّطْفَةَ تَخْرُجُ مَيِّتَةً وَيُخْرِجُ مِنْهَا الْحَيَّ، اَلْاِبْكَارُ اَوَّلُ الْفَجْرِ وَالْعَشِيُّ مَيْلُ الشَّمْسِ اُرَاهُ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ۔

ترجمہ۔ تقاۃ اور تقیہ دونوں مصدر ہیں۔ دونوں کے معنی بچنے کے ہیں۔ فیھا صِرٌّ بمعنی ٹھنڈک کے۔ کنتم علی شفا حفرۃ جیسے کنویں کا کنارہ ہوتا ہے۔ ایسے جہنم کے گڑھے کا کنارہ ہوگا۔ تبوّئ لشکر گاہ میں ٹھکانا دے رہے تھے۔ المسوم وہ گھوڑا جو علامت زدہ ہو۔ وہ نشان خواہ کسی داغ کی صورت میں ہو۔ یا کسی اون یا کسی چیز سے ہو۔ ربیون یہ جمع ہے۔ ربّی کی وہ عالم جو رب کی طرف منسوب ہو۔ تحسونھم قتل کرکے ان کی بیخ کنی کرتے تھے۔ غُزًّا جمع غازٍ کی ہے۔ سنکتب عنقریب ہم اسے محفوظ کر دیں گے۔ نزلاً کے معنی ثواب کے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ کہ نزلاً منزل من عند اللہ جو اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہو۔ جیسے انزلتہ اور مجاہد کی تفسیر میں ہے۔ الخیل المسومۃ وہ گھوڑے مراد ہیں جو لمبے قد کے اور خوب صورت عمدہ ہوں۔ آگے ابن جبیر کی تفسیر ہے۔ حصوراً وہ شخص جو عورتوں سے ہمبستر نہ ہو۔ اگرچہ خواہش

رکھتا ہو۔ عکرمہؒ کی تفسیر میں ہے۔ من فورھم کے معنی ان کے غضب ناک ہونے کے ہیں۔ آگے مجاہد کی تفسیر ہے۔ یخرج الحی یعنی نطفہ جو مردہ حالت میں نکلتا ہے۔ اور اس سے زندہ پیدا ہوتا ہے۔ ابکار فجر کا اوّل وقت اور عشی کے معنی ہیں۔ سورج کا یہاں تک ڈھل جانا کہ غروب تک پہنچ جائے۔

بَابُ مِنْهُ اٰیَاتٌ مُّحْکَمٰتٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْحَلَالُ وَ الْحَرَامُ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ یُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَا یُضِلُّ بِهٖ اِلَّا الْفَاسِقِیْنَ وَکَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِکْرُهٗ وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ وَکَقَوْلِهٖ وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی زَیْغٌ شَکٌّ، ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ الْمُتَشَبِهَاتُ وَالرَّاسِخُوْنَ یَعْلَمُوْنَ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ۔

ترجمہ۔ یہ سب متشابہات کی تفسیر ہیں۔ کیونکہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاسق گمراہ ہے۔ جس کی گمراہی بڑھتی رہتی ہے۔ اس کی تصدیق دوسری آیت نے کی۔ کہ جو بے عقل لوگ ہیں یہ شرک کی نجاست ان پہ ہوتی ہے۔ اس طرح ہدایت یافتہ کی ہدایت بڑھتی رہتی ہے۔ تو اس کی ضد ضلالتہ بھی بڑھتی رہے گی۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ آیت محکمہ تو حلال حرام ہیں اور باقی سب متشابہ ہیں۔ جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ زیغ بمعنی شک ابتغاء الفتنۃ سے متشابہات ہے۔ اور راسخ فی العلم جانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم اس پہ ایمان لائے

حدیث نمبر ۴۰۸۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ اٰیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ سَمَّی اللّٰهُ فَاحْذَرْهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت ھو الذی انزل الخ کو تلاوت کیا۔ اور فرمایا۔ جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے۔ جو متشابہات کا پیچھا کرتے ہیں۔ تو یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کا اللہ تعالےٰ نے نام لیا ہے۔ پس ان سے بچتے رہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | المسومة المتی الخ ص۱۶۵/۸ عادت یہی ہے کہ نشانی ان گھوڑوں کو لگائی جاتی ہے۔ جو خوب صورت اور لمبی قد اور پتلی کمر والے ہوں۔ تو دونوں تفسیروں میں کوئی فرق نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | یعنی مصداق کے اعتبار سے دونوں تفسیروں میں کوئی فرق نہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | سنحفظ اشارہ ہے کہ یہاں کتابت کے حقیقی معنی مراد نہیں۔ بلکہ مجازاً اس سے حفظ مراد ہے۔ اور یہ تفسیر بلازم ہے۔

یخرج منها الحی خروج سے اس جگہ حالات کی تبدیلی مراد ہے۔ کیونکہ نطفہ کی پیدائش کے بعد مضغہ۔ سقط جنین وغیرہ یہ انقلابی حالات ہیں۔ جو اصل نطفہ پر وارد ہوتے ہیں۔ گویا کہ یہ حالات مخرج ہوئے نکالے ہوئے۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف۔

واخر متشابھات یصدق بعضہ کی ضمیر متشابھات جمع کی طرف راجع ہے۔ باعتبار قرآن ہونے کے۔ وانی اعیذھابک وذریتھا من الشیطٰن الرجیم۔

حدیث نمبر ۴۰۸۸ حَدَّثَنِی عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ اِلَّا وَالشَّيْطٰنُ يَمَسُّهٗ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ اِيَّاهُ اِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنِّیْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوتا۔ جسے پیدائش کے وقت شیطان نے چونکا نہ دیا ہو۔ پس وہ شیطان کے چونکے سے چیخ مار کر روتا ہے۔ مگر بی بی مریم اور اس کا بیٹا عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔ حضرت ابوہریرہؓ تائید میں فرماتے ہیں کہ یہ ان کی ماں کی دعا کی برکت سے تھا۔ کہ اے اللہ! بی بی مریم اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ کہ شیطان مردود کا ان پہ اثر نہ ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | متشابہات اور محکمات کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محکمات وہ ہوں گے جو ایک دوسرے پہ صادق آتے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ متشابہات میں داخل ہو گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مقابلہ کی وجہ سے آیات محکمات کی تعریف یہی ہو گی۔ کہ

وہ ایک دوسرے پر صادق نہ آئیں گے۔ لفظ اگرچہ عام ہے۔ مگر مراد اس سے خاص ہے۔ تو اب معنی ہوں گے۔ بعض آیات وہ ہیں۔ جو اپنے معانی میں متفردہ ہیں۔ کہ دوسری آیات ان پر صادق نہیں آتیں۔ اور بعض وہ ہیں جو صادق آتی ہیں۔ تو پہلی محکمات اور دوسری متشابہات ہوں گی۔ اب یہاں پر ایک چیز باقی رہ گئی۔ وہ یہ کہ آیت مایعلم تاویلہ الا اللہ۔ پہلی تقریر کے مطابق ہر اہل علم متشابہ کو جانتا ہے۔ کیونکہ اس تقسیم اور تفسیر کی رو سے وہ بھی محکمات میں داخل ہے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ ماتشابہ سے مراد غیر متشابہات ہیں۔ جن کا علم صرف اللہ تعالےٰ کو ہے۔ علماء کو نہیں ہے۔ تو ماتشابہ منہ کو تو صرف اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ اور متشابہات بمعنی یصدق بعضہا علی البعض کو علماء بھی جانتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا کیونکہ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت متشابہات کے معنی متناسبات کے ہوں گے۔ جو ایک دوسرے پر صادق آتے ہیں۔ اور ماتشابہ منہ سے مراد وہ آیات ہوں گی۔ جن کے معانی غلط ملط ہو جائیں کہ وہ سمجھے نہیں جاتے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ الفتنۃ المتشابہات اس بنا پر فتنہ کی تفسیر متشابہات سے کی گئی جس کے معنی ظاہر نہ ہوں۔ غلط ملط ہو جائیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اصحاب زیغ قرآن مجید میں وہ آیات تلاش کرتے ہیں۔ جن کے معانی خفیہ ہیں ظاہر نہیں ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ لوگوں کے اعتقادات خراب کریں۔ اور ایسے شبہات پیدا کریں جس سے عوام الناس گمراہ ہو جائیں۔

تشریح از شیخ زکریا علامہ سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں محکم اور متشابہ کی خوب بحث کی ہے۔ دراصل متشابہ دو قسم ہے۔ ایک تو وہ جس کے معنی محکم کی طرف لوٹ کر سمجھ میں آجاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو کسی صورت سمجھ میں نہیں آتے۔ انہیں کی طرف اہل زیغ کا میلان ہوتا ہے۔ جیسے نصاریٰ نے روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے استدلال کیا۔ لیکن آیت محکمہ ان ھو الا عبد انعمنا علیہ کو چھوڑ دیا۔ محکم میں یہ احتمالات نہیں ہوتے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ الآیۃ

اَلِیْمٌ مُؤْلِمٌ مُوْجِعٌ مِنَ الْاَلَمِ وَهُوَ فِیْ مَوْضِعِ مُفْعِلٍ۔

حدیث نمبر ۴۰۸۹ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ يَمِيْنَ صَبْرٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَانْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ قَالَ فَدَخَلَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ وَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قُلْنَا كَذَا وَكَذَا قَالَ فِيَّ اُنْزِلَتْ كَانَتْ لِيْ بِئْرٌ فِيْ اَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّنَتُكَ اَوْ يَمِيْنُهٗ فَقُلْتُ اِذًا يَحْلِفُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مال روکنے والی قسم کھائی جس سے وہ کسی مسلمان آدمی کو کاٹنا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوں گے۔ اس کی تصدیق میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالےٰ کے عہد اور اپنی قسموں سے دنیا کا قلیل مال خریدنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت اشعث بن قیس داخل ہونے پر پوچھنے لگے۔ کہ ابو عبدالرحمٰنؓ نے تمہیں کون سی حدیث سنائی۔ ہم نے کہا کہ فلاں فلاں حدیث بیان کی۔ انہوں نے فرمایا وہ تو میرے بارے میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا کنواں تھا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یا تو تم گواہ پیش کرو۔ یا اس کی قسم کا اعتبار کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ تو اس وقت قسم اٹھالے گا۔ وہ تو بے پرواہ آدمی ہے۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مرکاوٹ کی قسم اس لئے اٹھاتا ہے۔ تاکہ کسی مسلمان کا مال دبالے۔ تو وہ اللہ تعالےٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوں گے۔

حدیث نمبر ۲۷۰۹ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى اَنَّ رَجُلًا اَقَامَ سِلْعَةً فِي السُّوْقِ فَحَلَفَ فِيْهَا لَقَدْ اُعْطِيَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطَهٗ لِيُوْقِعَ فِيْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَنَزَلَتْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الخ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن اوفیٰؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک آدمی جو اپنا اسباب بازار میں چالو کرنے کے لئے قسم اٹھاتا ہے۔ کہ اسے یہ مال اسے اتنے میں ملا ہے۔ جتنے میں اسے نہیں ملا تھا۔ وہ اس قسم سے کسی مسلمان کو دھوکے میں ڈالنا چاہتا ہے۔ تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الذین یشترون الخ

حدیث نمبر ۴۰۹۱ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الخ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا تَخْرِزَانِ فِي بَيْتٍ أَوْ فِي الْحُجْرَةِ فَخَرَجَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَدْ أُنْفِذَ بِإِشْفًى فِي كَفِّهَا فَادَّعَتْ عَلَى الْأُخْرَى فَرُفِعَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَأَمْوَالُهُمْ ذَكِّرُوهَا بِاللّٰهِ وَاقْرَءُوا عَلَيْهَا إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ فَذَكَّرُوهَا فَاعْتَرَفَتْ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی ملیکہؒ سے مروی ہے کہ دو عورتیں اپنے گھر یا حجرے کے اندر جوتے بنانے کا کام کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک اس حال میں باہر نکلی تو اس کی ہتھیلی میں موچی کی آر آر پار ہوئی تھی اس کا مقدمہ حضرت ابن عباسؓ کے پیش کیا گیا۔ جس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر لوگوں کو ان کے دعوے کی بنا پر دیا جائے۔ تو وہ لوگوں کے خون اور مال کو وہ دعویٰ لے جائے گا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس مدعیہ کو اللہ کے نام سے نصیحت کر دو اور اس پر یہ آیت کریمہ تلاوت کر دو۔ ان الذین یشترون الخ تو اس نے اقرار کر لیا۔ جس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

بَابُ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الخ سَوَاءٍ قَصْدٍ۔

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى الخ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍؓ قَالَ حَدَّثَنِي

أبو سفيان من فيه إلى فيّ قال انطلقت في المدة التي كانت بيني وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فبينا أنا بالشام إذ جيئ بكتاب من النبي صلى الله عليه وسلم إلى هرقل قال وكان دحية الكلبي جاء به فدفعه إلى عظيم بصرى فدفعه إلى هرقل قال فقال هرقل هل ههنا أحد من قوم هذا الرجل الذي يزعم أنه نبي فقالوا نعم قال فدعيت في نفر من قريش فدخلنا على هرقل فأجلسنا بين يديه فقال أيكم أقرب نسبا من هذا الرجل الذي يزعم أنه نبي فقال أبو سفيان فقلت أنا فأجلسوني بين يديه وأجلسوا أصحابي خلفي ثم دعا بترجمانه فقال قل لهم إني سائل هذا عن هذا الرجل الذي يزعم أنه نبي فإن كذبني فكذبوه قال أبو سفيان وايم الله لولا أن يؤثروا علي الكذب لكذبت ثم قال لترجمانه سله كيف حسبه فيكم قال قلت هو فينا ذو حسب قال فهل كان من آبائه ملك قال قلت لا قال فهل كنتم تتهمونه بالكذب قبل أن يقول ما قال قلت لا قال أيتبعه أشراف الناس أم ضعفاؤهم قال قلت بل ضعفاؤهم قال يزيدون أو ينقصون قال قلت لا بل يزيدون قال هل يرتد أحد منهم عن دينه بعد أن يدخل فيه سخطة له قال قلت لا قال فهل قاتلتموه قال قلت نعم قال فكيف كان قتالكم إياه قال قلت تكون الحرب بيننا وبينه سجالا يصيب منا ونصيب منه قال فهل يغدر قال قلت لا ونحن منه في هذه المدة لا ندري ما هو صانع فيها قال والله ما أمكنني من كلمة أدخل فيها شيئا غير هذه قال فهل قال هذا القول أحد قبله قلت لا ثم قال لترجمانه قل له إني سألتك عن حسبه فيكم فزعمت أنه فيكم ذو حسب وكذلك الرسل تبعث في أحساب قومها

وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ مَلِكٌ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ
آبَائِهِ مَلِكٌ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ وَسَأَلْتُكَ عَنْ أَتْبَاعِهِ
أَضُعَفَاؤُهُمْ أَمْ أَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ
وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ
فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ
يَذْهَبُ فَيَكْذِبُ عَلَى اللهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ
دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا وَكَذَالِكَ
الْإِيمَانُ إِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوبِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ
فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذَٰلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ
قَاتَلْتُمُوهُ فَزَعَمْتَ أَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوهُ فَتَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ
سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُونَ مِنْهُ وَكَذَٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ثُمَّ تَكُونُ
لَهُمُ الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَكَذَٰلِكَ الرُّسُلُ
لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ هَٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا
فَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هَٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيلَ
قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَ يَأْمُرُكُمْ قَالَ قُلْتُ يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ
وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ إِنْ يَكُ مَا تَقُولُ فِيهِ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ
أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ
لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ
مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى هِرَقْلَ
عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ
الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ أَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ
عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ وَيَا أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ إِلَىٰ قَوْلِهِ اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ عِنْدَهُ وَكَثُرَ اللَّغَطُ وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا قَالَ فَقُلْتُ لِأَصْحَابِيْ حِيْنَ خَرَجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِيْ كَبْشَةَ أَنَّهُ لَيَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا بِأَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَدَعَا هِرَقْلُ عُظَمَاءَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ آخِرَ الْأَبَدِ وَأَنْ يَثْبُتَ لَكُمْ مُلْكُكُمْ قَالَ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمْ فَدَعَا بِهِمْ فَقَالَ إِنِّيْ إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ مِنْكُمُ الَّذِيْ أَحْبَبْتُ فَسَجَدُوْا لَهُ وَرَضُوْا عَنْهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوسفیانؓ نے دو بدو مجھ سے یہ بات کی کہ اس مدت میں جس میں ہمارے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح تھی۔ میں چلا۔ دریں اثنا کہ میں شام میں تھا۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک والا نامہ ہرقل قیصر روم کی طرف لایا گیا۔ جس کو حضرت دحیہ کلبیؓ لائے تھے۔ جنہوں نے پہلے وہ خط بصریٰ کے حاکم کو دیا۔ بصریٰ کے حاکم نے وہ خط ہرقل تک پہنچایا۔ ہرقل نے پوچھا کہ یہ آدمی جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ یہاں پر اس کی قوم کا کوئی آدمی موجود ہے۔ لوگوں نے بتلایا کہ موجود ہے۔ تو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مجھے بلوایا گیا۔ ہم ہرقل کے پاس پہنچے۔ جس نے ہم سب کو اپنے سامنے بٹھلا دیا۔ اور پوچھا کہ تم میں سے کون شخص نسب کے اعتبار سے اس نبی کے زیادہ قریب ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں ان کا قریبی ہوں۔ تو مجھے بادشاہ کے سامنے بٹھلا دیا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھلا دیا۔ پھر ترجمان کو بلا کر کہا۔ ان لوگوں سے کہو کہ میں اس ابوسفیان سے اس نبی کے متعلق حالات پوچھتا ہوں۔ اگر مجھے یہ جھوٹ بتلائے تو تم اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ واللہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا۔ کہ یہ لوگ میری طرف سے جھوٹ نقل کرتے پھرتے رہیں گے۔ تو میں جھوٹ بول لیتا۔ پھر اس نے ترجمان سے کہا۔ کہ اس سے پوچھو۔ اس شخص کا تمہارے اندر حسب و نسب کیسا ہے۔ میں نے کہا۔ وہ ہمارے اندر شریف خاندان والے ہیں۔ اس نے پوچھا آپؐ کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا تم لوگوں نے اس دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے۔

میں نے کہا نہیں۔ پوچھا کیا ان کی پیروکاری بڑے لوگ کرتے ہیں یا کمزور لوگ کرتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ بلکہ کمزور لوگ کرتے ہیں۔ پھر کہا کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ وہ تو بڑھ رہے ہیں۔ پھر پوچھا کیا ان میں سے کوئی ایک دین میں داخل ہوجانے کے بعد ناراض ہوکر پھر جاتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا تمہاری ان سے لڑائی بھی ہوتی ہے۔ میں نے کہا ہوتی ہے۔ پوچھا پھر تمہاری ان سے کیسے رہتی ہے۔ میں نے کہا لڑائی ہمارے اور ان کے درمیان ڈول کی طرح ہے۔ کبھی وہ ہمیں زک پہنچاتے ہیں اور کبھی ہم انہیں مصائب کا نشانہ بناتے ہیں۔ پھر پوچھا کیا اس نے کبھی تم سے بدعہدی بھی کی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ حالانکہ ہم صلح کی مدت میں تھے۔ جس کا ہمیں علم نہیں تھا کہ وہ اس مدت میں ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہے۔ واللہ! یہی ایک موقع تھا۔ جس میں میں ان کی تنقیص کر سکتا تھا۔ مگر مجھے جرأت نہ ہوئی۔ پھر اس نے پوچھا کہ ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعوائے نبوت کیا ہے میں نے کہا نہیں۔ تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا۔ ان سے کہو۔ کہ میں نے تم سے آپؐ کا حسب ونسب پوچھا۔ تو تم نے کہا۔ کہ وہ ہمارے اندر شریف خاندان سے متعلق ہیں۔ اللہ کے رسول بھی اسی طرح شرفار گھرانے سے بھیجے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا۔ کہ کیا ان کے آبار واجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کہہ سکتا تھا۔ کہ وہ اپنے آبار واجداد کی حکومت طلب کرتا ہے۔ پھر میں نے تم سے ان کے پیروکاروں کے متعلق پوچھا کہ وہ کمزور قسم کے لوگ ہیں یا بڑے بڑے چوہدری ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ کمزور درجہ کے موچی۔ تیلی۔ جولاہے ہیں۔ اور انبیار ورسل کے یہی پیروکار ہوا کرتے ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ اس دعوای سے پہلے کبھی جھوٹی بات تم نے سنی ہے۔ تو تو نے بتلایا کہ نہیں۔ تو میں جان گیا۔ کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ بولنے کا روادار نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ کیسے بولنے لگا۔ پھر میں نے تم سے پوچھا۔ کہ کیا ان کے دین میں داخل ہوجانے کے بعد کوئی شخص دین پہ ناراض ہوکر اس سے پھر گیا ہے۔ تم نے کہا۔ نہیں۔ اور اسی طرح ایمان دلوں کی وضاحت میں داخل ہوجائے۔ تو وہ نہیں نکلتا۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ یہ پیروکار بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔ تو تم نے کہا۔ وہ تو بڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح ایمان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام ہوجائے۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ تمہاری ان سے لڑائی بھی ہوتی ہے۔ تم نے بتلایا کہ تم ان سے جنگ آزمائی کرتے رہتے ہو۔ اور تمہارے اور ان کے درمیان ڈول کی طرح برابر رہتی ہے۔ کہ کبھی وہ تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں اور کبھی تم ان کو نقصان پہنچاتے ہو۔ تو انبیار اور رسل اسی طرح ان کا

امتحان لیا جاتا ہے۔ لیکن انجام کار انہیں کا ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کبھی وہ بدعہدی بھی کرتا ہے۔ تم نے کہا۔ بدعہدی نہیں کرتا۔ اسی طرح رسل وانبیاء بدعہدی نہیں کیا کرتے۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ یہ دعوٰی ان سے پہلے بھی کسی نے کیا ہے۔ تو نے کہا نہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر کسی نے ان سے پہلے یہ دعوٰی کیا ہوتا۔ تو میں کہتا کہ یہ آدمی ہے۔ جو اس بات کی اقتدا کر رہا ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے۔ پھر اس نے پوچھا کن چیزوں کا حکم دیتا ہے۔ تو میں نے کہا۔ کہ وہ ہمیں نماز۔ زکوٰۃ۔ صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ جو کچھ تو نے ان کے بارے میں تبلایا ہے۔ وہ حق ہے۔ تو وہ یقیناً نبی ہے۔ اور مجھے علم تھا کہ ابھی ان کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور مجھے گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر میں ان کی طرف پہنچ سکتا۔ تو میں ان کی زیارت کرنے کو پسند کرتا ہوں۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ اور یقینی بات ہے۔ کہ اس کی سلطنت میرے قدموں تک پہنچے گی۔ پھر اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ منگایا اور اس کو پڑھا۔ تو اس کا مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے۔ روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف ہے۔ جو ہدایت کی پیروی کرے اس پہ سلامتی ہو۔ اما بعد۔ میں تمہیں اسلام کی توحید کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ۔ بچ جاؤ گے۔ اگر اسلام لے آئے تو تمہیں اللہ تعالےٰ دوہرا ثواب عطا فرمائے گا۔ اگر تم نے روگردانی کی تو ان کسانوں کا جو تمہاری رعایا ہیں ان کا گناہ بھی تم پہ ہوگا۔ ترجمہ آیت۔ اے کتاب والو! اس درمیانہ بات کی طرف آؤ۔ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اشهدوا بانا مسلمون تک پڑھا۔ جب والا نامہ کی پڑھائی سے فارغ ہوا۔ تو اس کے پاس سے آوازیں اٹھنے لگیں۔ اور شور و غل بہت ہونے لگا۔ ہمارے متعلق حکم ہوا۔ چنانچہ ہم نکال دیئے گئے۔ جب ہم نکل رہے تھے۔ تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے کا کام تو بن گیا۔ کہ بنو الاصفر یعنی رومیوں کا بادشاہ بھی اس سے ڈر رہا ہے۔ پس مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے غلبہ کا یقین ہو گیا۔ بنیاد وہاں سے پڑی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اسلام میں داخل کر لیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہرقل نے روم کے بڑے بڑے لوگوں کو بلایا اور انہیں ایک مکان میں اکٹھا کر لیا۔ اور ان سے کہنے لگا۔ کہ اے روم کے لوگو! کہ کیا تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیابی اور ہدایت کی ضرورت ہے۔ اور یہ کہ تمہارا ملک بھی باقی رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح نفرت کا اظہار کر کے دروازوں

کی طرف بھاگے۔ وہ بند کر دیئے گئے تھے۔ کہنے لگا ان کو میرے پاس واپس بلاؤ۔ جب آئے تو کہنے لگا۔ کہ میں نے تو تمہارا امتحان لیا تھا۔ کہ تم اپنے دین پر کتنا پختہ ہو۔ پس جو چیز میں چاہتا تھا۔ وہ میں نے دیکھ لی۔ تو عادت کے مطابق سب نے اسے سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے۔ تشریح گذر چکی ہے۔

بَابُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ الخ

حدیث نمبر ۴۰۹۳ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ اَكْثَرَ اَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ نَخْلًا وَّكَانَ اَحَبَّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بِيْرُحَآءِ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّآءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قَامَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بِيْرُحَآءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَّائِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَّائِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْطَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ مَالٌ رَّابِحٌ۔

ترجمہ۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوطلحہؓ مدینہ میں سب انصار سے زیادہ کھجوروں کے باغ والے تھے۔ اور سب سے زیادہ عمدہ اور محبوب مال ان کے نزدیک بیرحا تھا۔ جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کرتے تھے اور اس میں اچھا عمدہ پانی پیتے تھے۔ پس جب آیت لن تنالوا البر الخ نازل ہوئی۔ تو حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی نیکی نہیں حاصل

کر سکتا۔ جب تک اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کرو۔ اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خیرات ہے۔ اور میں اس نیکی اور ذخیرہ کی اللہ تعالیٰ کے یہاں امید کرتا ہوں۔ پس اے اللہ کے رسول! جہاں اللہ تعالیٰ آپؐ کو سمجھائے آپؐ وہاں سے خرچ کریں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مبارک ہو یہ مال تو آنے جانے والی چیز ہے یہ مال تو آنے جانے والی چیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو کچھ تم نے کہا۔ وہ سب کچھ میں نے سن لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں خرچ کریں۔ تو حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ تو حضرت ابو طلحہؓ نے اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنے چچا کی اولاد کو بھی حصہ دیا۔ عبداللہ بن یوسف فرماتے ہیں کہ ایک روایت مال رابح ہے۔ یعنی یہ مال نفع دینے والا ہے۔ لیکن یحییٰ بن یحییٰ نے امام مالکؒ پر اسے مال رائح پڑھا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۹۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانٍ وَّاُبَيٍّ وَّاَنَا اَقْرَبُ اِلَيْهِ وَلَمْ يَجْعَلْ لِيْ مِنْهَا شَيْئًا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابو طلحہؓ نے حضرت حسان اور حضرت اُبیؓ کو تو حصہ دیا۔ حالانکہ میں ان کا زیادہ قریبی تھا۔ مجھے اس میں سے کچھ نہ دیا کیونکہ حضرت انسؓ ان کے عیال میں داخل تھے۔ ابیب ہونے کی وجہ سے محروم رہے۔ ان کی والدہ امّ سلیمؓ نے حضرت ابو طلحہؓ سے نکاح کر لیا تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

ترجمہ۔ فرما دیجیے تورات لے آؤ۔ پس اس کو پڑھو۔ اگر تم سچے ہو۔

حدیث نمبر ۴۰۹۵ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَاَةٍ قَدْ زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ بِمَنْ زَنَا مِنْكُمْ قَالُوْا نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا فَقَالَ لَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرٰةِ الرَّجْمَ فَقَالُوْا لَا نَجِدُ فِيْهَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا الَّذِيْ يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَطَفِقَ يَقْرَأُ مَا دُوْنَ يَدِهٖ وَمَا وَرَائَهَا وَلَا يَقْرَأُ اٰيَةَ الرَّجْمِ فَنَزَعَ يَدَهٗ عَنْ اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا هٰذِهٖ فَلَمَّا رَاَوْا ذٰلِكَ قَالُوْا هِيَ اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا مِنْ حَيْثُ مَوْضِعُ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ فَرَاَيْتُ صَاحِبَهَا يَحْنَأُ عَلَيْهَا يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ یہودی لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زانی مرد اور عورت کو لے آئے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا۔ تم لوگ اپنے زنا کرنے والے شخص کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم توان کا منہ کالا کر لیتے ہیں اور انہیں کوڑے مارتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تمہاری تورات میں سنگسار کرنے کا حکم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہم تو اس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تورات لاؤ اگر تم سچے ہو تو اسے پڑھ لو۔ تو ان کے مدرس عبداللہ بن صوریا نے جو انہیں تورات کا درس دیتا تھا۔ اپنی ہتھیلی آیتِ رجم پر رکھ دی۔ تو اس نے اپنے ہاتھ سے ذرے اور اس کے بعد والے کو تو پڑھا۔ آیت رجم کو نہیں پڑھتا تھا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے اس کا ہاتھ آیت رجم سے کھینچا پس فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ جب یہود نے اس کو دیکھا تو کہنے لگے واقعی یہ تو آیت رجم ہے۔ توان دو زانیوں کے متعلق حکم ہوا کہ مسجد نبوی کے قریب جہاں جنازہ گاہ ہے وہاں انہیں سنگسار کیا گیا۔ میں نے عورت کے آشنا کو دیکھا کہ وہ اس عورت پر جھکتا تھا۔ پتھروں سے اس کو بچاتا تھا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فجعلها فی حسان وابی وانا اقرب الیہ ص۵۴۲ /۱۸ یعنی میں پرورش کے اعتبار سے ابوطلحہؓ کے قریب تھا۔ اور وہ دونوں نسب کے اعتبار سے قریب تھے۔ اس میں شکایت نہیں بلکہ وجہ ترجیح کو بیان کرنا ہے۔ کہ اگرچہ میں تربیت اور معاشرہ کے اعتبار سے قریب تھا۔ لیکن چونکہ وہ لوگ نسب کے اعتبار سے قریب تھے۔ اس لئے ان کو اختیار کیا گیا۔ کتاب الوصایا میں ان چاروں حضرات کا سلسلہ نسب بیان ہو چکا ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الخ

حدیث نمبر ۴۰۹۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ تم بہتر امت ہو۔ تو لوگوں کی بھلائی کے لئے بھیجی گئی ہے۔ فرمایا بہتر لوگوں میں سے لوگوں کے لئے وہ ہیں جو ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لائیں۔ یہاں تک کہ وہ انہیں اسلام میں داخل کریں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ خیر النّاس للنّاس ص۶۵۴ ج۲ اس میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ للنّاس جار مجرور کا تعلق خیر سے ہے اخرجت سے نہیں ہے۔ معنی یہ ہوں گے۔ کہ تم خیر الامم لوگوں کی بھلائی کی وجہ سے ہو۔ یہ نہیں کہ تم جتنی امتیں لوگوں کے لئے بھیجی گئی ہیں ان میں سے بہتر امت ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ کنتم خیر امّة کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کا اختلاف ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اخرجت للنّاس میں لام صلہ خیر امّة کا ہے۔ جیسا ابو ہریرہؓ فرما رہے ہیں۔ کہ لوگوں کی بھلائی کی وجہ سے بہتر ہو۔ اور بعض نے اسے اخرجت کا صلہ قرار دیا۔ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالےٰ نے لوگوں کے لئے کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بہتر نہیں بھیجی۔ چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں۔ کنتم للنّاس خیر امّة۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں۔ خیر بعض النّاس لبعضھم ای انفعھم لھم۔ یعنی جو لوگوں کے اسلام لانے کا سبب بنیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ تو فرماتے۔ انتم خیر امّة پھر تو ہم سب خیر امت تھے۔ لیکن ارشاد ہے۔ کنتم یہ خاص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ یا جو لوگ ان جیسے کام کریں گے۔ کیونکہ تمہارے اندر احمر و اسود سرخ سیاہ سب ایمان لاتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ الخ

حدیث نمبر ۴۰۹۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ فِينَا نَزَلَتْ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا قَالَ نَحْنُ

طَائِفَتَانِ بَنُو حَارِثَةَ وَبَنُو سَلَمَةَ وَمَا نُحِبُّ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَمَا يَسُرُّنِيْ أَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ لِقَوْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جب کہ تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا قصد کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار تھا۔ فرماتے ہیں۔ وہ دو گروہ بنو حارثہ اور بنو سلمہ تھے۔ ہم پسند نہیں کرتے تھے۔ یا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا کہ یہ نہ اترتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ناصر ہے۔ کہ اس نے بزدلی سے بچا لیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ۔

ترجمہ۔ یعنی آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۹۸ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رض اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ رَوَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کے بعد سنا۔ فرماتے تھے۔ اے اللہ! فلاں۔ فلاں۔ فلاں پر لعنت فرما۔ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ترجمہ۔ آپ کو کسی معاملہ کا اختیار نہیں ہے۔ اس کو اسحاق نے زہری سے روایت کیا۔

حدیث نمبر ۴۰۹۹ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ عَلٰى اَحَدٍ اَوْ يَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَ

سَلَمَةَ بْنِ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِي بَعْضِ صَلَاتِهِ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِأَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْئٌ۔"

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لئے بددعا کرنے یا دعا کرنے کا ارادہ فرماتے۔ تو رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھتے۔ پس بسا اوقات جب سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہتے۔ تو فرماتے اے اللہ! ولید بن ولید۔ سلمۃ بن ھشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اور اے اللہ! اپنی پکڑ قبیلہ مضر پر سخت کر دے۔ اور وہ پکڑ حضرت یوسف علیہ السلام کے سات سال کی قحط سالی کی صورت میں ہو۔ یہ بلند آواز سے فرماتے تھے۔ اور اپنی بعض نمازوں میں یعنی فجر کی نمازیں فرماتے۔ عرب کے چند قبائل کے بارے میں فرماتے۔ اے اللہ! فلاں فلاں پر لعنت نازل فرما۔ یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے لیس لک من الامر شیئ نازل فرمایا۔

بَابُ قَوْلِهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْ أُخْرٰكُمْ الخ

وَهُوَ تَأْنِيْثُ آخِرِكُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ فَتْحًا أَوْ شَهَادَةً۔

ترجمہ۔ اور اللہ کا رسول تمہارے آخر میں پکارتا تھا۔ اخری آخر کی تانیث ہے اور احدی الحسنیین سے فتح اور شہادت مراد ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۰ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍؓ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍؓ وَأَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ فَذٰلِكَ إِذْ يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ أُخْرٰهُمْ وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں۔ کہ اُحد کی لڑائی میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل دستے، تیر اندازوں پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو افسر مقرر فرمایا تھا۔ پس وہ شکست کھا کر بھاگے،

تو یہی اللہ کا قول ہے۔ کہ جب کہ اللہ کا رسول انہیں پیچھے سے بلا رہا تھا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سوائے بارہ آدمیوں کے اور کوئی باقی نہیں رہا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ سورۃ آل عمران | تقاۃ کا معنی بچاؤ۔ یمین صر بالا کی ہوتی ہوا یار ذ کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی۔ کہ جس کھیتی سے وہ باد صرصر گذرتی ہے اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

متشابھات متشابھہ قرآن مجید کو اس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ کہ اس کی آیات مضامین میں دوسری آیات کے مشابہ ہوتی ہیں۔ کتاباً متشابھاً اس اعتبار سے ہے۔ اور کبھی اس حیثیت سے کہا جاتا ہے۔ کہ کچھ معانی قریب اور مشابہ ان معانی کے ہیں۔ جو ناجائز ہیں۔ تو رل مل گئے۔ جیسے ید۔ وجہ۔ قدم وغیرہ باری تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا۔ جن سے شبہ ہوتا ہے۔ کہ شاید یہ ہاتھ پاؤں چہرہ انسان کی طرح ہوں گے۔ مؤلفؒ اس جگہ کچھ غلطی کر رہا ہے۔ کیونکہ اس جگہ متشابہ کے وہ معنی نہیں جو ایک دوسرے پر صادق آتے ہوں۔ یصدق بعضھم بعضاً بلکہ یشبہ الحق بالباطل ہے۔ اور اما الذین فی قلوبھم زیغ الخ اس کی تائید کرتا ہے۔ تو یصدق بعضہ بعضاً نہ ہوا۔ البتہ ان دونوں معنی میں متشابہ کا استعمال ہوتا ہے۔ محکمات فقہاء کے نزدیک وہ آیات جن کے معانی واضح اور ظاہر ہوں نسخ کا احتمال نہ رکھتی ہوں۔ یا وہ اصول مذاہب ہیں جن میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ مجاہدؒ نے محکمات کی تفسیر حلال و حرام سے کی ہے۔

باب انی اعیذھا بک و ذریتھا الخ ص ۶۵۲۔ یہ حضرت عمرانؑ کی بیوی کی دعا ہے۔ الا مریم وابنھا اس سے تخصیص معلوم ہوتی ہے۔ جس پہ زمخشری نے اعتراض کیا ہے۔ کہ یہی ظاہر معنی مراد لئے جائیں۔ تو پھر ان دو کے سوا جس قدر انبیاء اور صلحاء ہیں۔ سب مس شیطان سے محفوظ نہ ہوں۔ حالانکہ شیطان کے تأثرات سے الا عبادک المخلصین کا ارشاد موجود ہے۔ تو صاحب کشاف نے ظاہر معنی ترک کر دیئے۔ امام رازیؒ نے اس اعتراض کو نقل کر کے جوابات دیئے ہیں۔ جو چل نہیں سکتے۔ ایک یہ بھی ہے۔ کہ امام رازیؒ نے روایت کا انکار کر دیا۔ کہ خبر واحد نص قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن محققین حضرات فرماتے ہیں۔ کہ واقعی تخصیص ان دونوں کی ہے۔ لیکن مس کے شر سے مخلصین کو بچا لیا۔ مس ان دونوں کے سوا سب کو ہوا۔ تو یہ فضیلت جزئیہ ہو گی۔ اس سے انبیاء علیہم السلام پہ فضیلت کلیہ لازم نہیں آتی۔ اس توجیہ پہ حصر حقیقی ہوا۔ چنانچہ دوسری روایت میں ہے۔ کہ ان کو

شیطان نے مس کرنا چاہا۔ لیکن اس کا اثر جھلی تک ہوا۔ جسم تک اثر نہیں پہنچا۔ صاحب کشاف فرماتے ہیں۔ کہ مس شیطان سے تمکن علی الاغوار مراد ہے۔ اور وہ سوائے ان دو کے باقی سب کے لئے ہے۔ اس وقت بھی حصر حقیقی ہوگا۔ اگر شبہ ہو۔ کہ شیطان کا اغوار تو اس وقت ہوگا جب ممسوس کسی فعل پر قادر ہو۔ بچہ تو کسی فعل پر قادر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ذو اختیار نہیں ہے۔ یہ حشویہ کا اعتراض ہے۔ جس پر صاحب کشاف نے کہا۔ کہ مس بالفعل مراد نہیں بلکہ مسّ بالقوۃ مراد ہے۔ کہ جب بچہ بڑا ہوگا۔ تو اس وقت شیطان کو اغوار کی قدرت حاصل ہوگی۔ لیکن اہل السنت والجماعت کہتے ہیں۔ کہ چونکہ بچپن میں انفعالی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے شیطان اسی وقت سے اغوا کی صلاحیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ آئندہ یہ صلاحیت کام آسکے۔ اور چونکہ اس سے حقیقی مراد ہے۔ کہ ان دونوں ماں بیٹے کے علاوہ نزع شیطان سے کوئی محفوظ نہیں رہا۔

دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ مسّ سے نزع شیطان حقیقی مراد ہے۔ البتہ زمانہ خاص حضرت بی بی مریمؑ اور عیسیٰؑ کا مراد ہے۔ اس زمانہ میں ان دونوں کے سوا کوئی محفوظ نہیں تھا۔ جیسے فضلتکم علی العٰلمین میں مفسرین حضرات فرماتے ہیں۔ کہ العٰلمین فی زمانھم مراد ہے۔ نہ وہ جمیع انبیاء سے افضل تھے نہ خاتم الانبیاء سے اور نہ ہی خیر القرون سے افضل تھے۔ اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل تھے۔ تو ایسے یہاں بھی فی زمانھما مراد ہوگا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح جب حضرت علیؓ سے ہوا۔ تو آپؐ نے یہی دعا مانگی۔ اللھم انی اعیذھا بک وذریتھا الخ ایسے حضرت علیؓ کے لئے بھی دعا فرمائی۔ تو وہاں بھی استغراق حقیقی نہیں ہے بلکہ استغراق عرفی ہے لہذا صاحب کشاف اور امام رازیؒ کی توجیہات صحیح نہ ہوں گی۔ اس مسّ کی وجہ سے بچّہ روتا ہے۔

باب قولہ ان الذین یشترون الخ یمین صبر۔ صبر کے معنی حبس کے ہیں۔ تو یمین صبر وہ ہے۔ جس پر کسی کو روکا جائے۔ مدعی جب گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ تو یمین صبر وہ ہوئی جو مدعی کے دعویٰ کے بعد متحقق ہو۔ ای علی محلوف یمین صبر۔

حدثنا علی اقام سلعتہ یعنی اپنے اسباب کو رواج دینا چاہتا ہے۔ جیسے اقامت غزالۃ سوق الضراب الخ میں ہے۔

حدثنا نصر بن علی الخ تخرزان جوتا یا موزے کا سینا۔ اشفی وہ سوئی (آلہ) جس سے چمڑے

کو سیا جائے۔ اور ابرہ کپڑا سینے کی سوئی کو کہتے ہیں۔

بدعواھم ای بمجرد دعواھم بغیر بیّنۃ وبغیر یمین۔ بہرحال آیت پہ شبہ ہوتا ہے۔ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت برّ کے بارے میں ہے یا بیع کے بارے میں ہے یا صحاح کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہود کے بارے میں ہے۔ لیکن کہا جائے گا۔ اسباب نزول میں منازعت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک آیت مختلف اسباب کے بارے میں نازل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہر سبب کو سبب نزول سمجھنا ضروری نہیں۔ بلکہ انزلت فی کذا بسا اوقات نزول کے بعد بھی ہوتا ہے۔ تو مفسرین حضرات فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کی عادت یہ ہے۔ کہ وہ ہر اس چیز کو شانِ نزول یا سببِ نزول بتلاتے ہیں۔ کہ جس کا آیت کے مضمون یا حکم سے کوئی تعلق ہو۔ تفسیر اتقان میں یہی کہا گیا ہے۔

باب قل یا اھل الکتٰب تعالوا الخ من فیہ الی فیّ سے مراد بالمشافہ گفتگو کرنا مراد ہے۔ جب کہ درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہو۔ بصریٰ شہر اب موجود نہیں ہے۔ بلکہ اب اس کی جگہ حوران اور شرق اردن آباد ہیں۔

باب لن تنالوا البرّ الخ بیرحاء ایک شخص کا نام تھا۔ جس کی طرف یہ کنواں منسوب تھا اور یہ کنواں ایک باغ میں واقع تھا۔ اگر بیرحار ہو تو پھر یہ اس باغ کا نام ہے۔ یہ باغ بہت سرسبز تھا۔ جس کے درخت بہت گنجان تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ چڑیا اس کی ٹہنیوں میں پھنس گئی۔ جسے باہر نکلنے کی جگہ نہ مل سکی۔ جس پہ انہوں نے فرمایا۔ کہ اس مال نے مجھے اپنی طرف مائل کیا۔ جس کو میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں میں بانٹ دیا۔ جس پہ لن تنالوا الخ نازل ہوئی۔

باب قل فأتوا بالتوراۃ ص۶۵۴ تحمیمھا حمم بمعنی کوئلہ سے ماخوذ ہے۔ تحمیم ای تسوید الوجہ بالحمیم چونکہ تورات میں زانی کا حکم قرآن مجید کے حکم کے مطابق تھا۔ اس لئے آپؐ نے بطور الزام کے ان سے پوچھا۔ عبداللہ بن صوریا ان کا مدرّس تھا۔ جس نے چالاکی سے آیتِ رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ اسے بھانپ گئے۔ ہاتھ کو کھینچا اور آیت رجم پڑھی۔

باب قولہ کنتم خیر امّۃ۔ للناس جار مجرور کا تعلق خیر سے ہے۔ کہ ناس جو اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی خیریت طلب کی جائے۔ ایک خیریت طلبی یہ ہے کہ مصائب دنیا سے نجات مل جائے۔

اور دوسری صورت یہ ہے۔ کہ آخرت کی بہتری کو طلب کیا جائے۔ یہ سب سے بہتر ہے۔ اور یہ چیز امم سابقہ میں نہیں پائی جاتی۔ پھر وہ عام ہے۔ کہ وہ خیریت طلبی ایک قوم کی ہو۔ شہر کی ہو یا ملک کی ہو۔ سب سے بہتر یہی ہے۔ کہ خیریت طلبی آخرت کے اعتبار سے تمام لوگوں کے لئے ہو۔ بنا بریں مذہب اسلام کی اشاعت اور بتدریج زیادہ ہوئی۔ اسی وجہ سے لوگوں نے اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ کیونکہ ہمارے پیغمبر ساری دنیا کی طرف بھیجے گئے تھے۔ ہمیں بھی تمام دنیا کی خیریت طلبی کرنی چاہیئے فرقہ وارانہ جذبات سے غیر مسلم اقوام کی خیریت طلبی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ فرقہ واریت سے نفرت زیادہ بڑھتی ہے۔ آج ہم اس کے اندر کوتاہی زیادہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ فرمایا گیا۔ یأتون بھم فی السلاسل فی اعناقھم الخ وہ سلاسل خواہ ظاہرہ ہوں یا باطنہ ہوں۔ کہ اخلاق اور احسان کی تلوار سے ان کو اسلام میں داخل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بابر نے ہمایوں کو یہی لکھا تھا۔ کہ اسلام میں قتلِ عام کی اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ مقصود انسانیت کا ختم کرنا نہیں ہے۔ بلکہ مدافعت کی صورت میں قید کرنا۔ اور پھر ان کو آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ الحاصل اس طرح کی ہمدردی اور کسی امت میں نہیں پائی جاتی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ احدی الحسنیین فتحا و شھادہ ص۱/۶۵۵ امام بخاریؒ اس آیت کو اس جگہ تفسیر کے لئے نہیں لائے۔ بلکہ یہ بیان کرنا ہے۔ کہ جیسے بیان فرمایا۔ کہ اخریٰ آخر کی تانیث ہے۔ آخر بفتح الخاء کی نہیں۔ تاکہ افعل تفضیل نہ بن جائے۔ کیونکہ اسم تفضیل کو مفضل علیہ کو تقاضا کرتا ہے۔ اور اس جگہ اس کو کسی دوسری چیز پر فضیلت دینا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کے آخر میں نہیں تھے۔ کہ اس پر اسم تفضیل صادق آئے۔ اسی طرح الحسنیٰ کے اندر فی ذاتہ حسن شہادت اور حسن فتح بیان کرنا مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ ان کو کسی دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ تو احدی الحسنیین کا ذکر فی غیر محلہ نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریا امام بخاریؒ پر شراحؒ نے اعتراض کیا۔ کہ قولہ تعالیٰ ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین تو سورۃ براءۃ کی آیت ہے۔ اس کی تفسیر تو وہاں ہونی چاہیئے تھی۔ اس جگہ اس کو غیر محل میں لایا گیا۔ تو قطب گنگوہیؒ نے ان کے اس شبہ کا دفعیہ کیا۔ کہ اس جگہ مقصود تفسیر نہیں۔ بلکہ نظیر بیان کرنا ہے۔ کہ جیسے اخریٰ آخر کی تانیث ہے۔ ایسے حسنیین حسنیٰ کا تانیث ہے۔ اور وہ حسنیٰ شہادت ہے والوجہ فی ذلک امام بخاریؒ کی نظر بہت دقیق ہے۔ کیونکہ اگر اخریٰ آخر بفتح الخاء کی تانیث ہو۔

تو اس سے تاخر وجودی پر دلالت نہ ہو سکے گی۔ البتہ اخری مؤنث ہے۔ لیکن اس میں تفضیل مطلوب نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت پیچھے نہیں تھے۔ کچھ تاخر تھا۔ جیسے حسنیٰ اسم تفضیل ہے۔ لیکن اس سے تفضیل کے معنی نہیں لئے گئے۔ اس طرح اُخراہی اسم تفضیل ہے۔ لیکن اس سے تفضیل کے معنی مقصود نہیں ہیں۔ اور یہ شہادت غزوۂ احد کی ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَمَنَةً نُّعَاسًا۔

حدیث نمبر ۴۱۰۱ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ غَشِيَنَا النُّعَاسُ وَنَحْنُ فِيْ مَصَافِنَا يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ فَجَعَلَ سَيْفِيْ يَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَاٰخُذُهٗ وَيَسْقُطُ وَاٰخُذُهٗ۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا۔ کہ اُحد کی لڑائی میں جب ہم میدان جنگ میں تھے تو ہمیں اونگھ نے ڈھانپ لیا۔ پس میری تلوار میرے ہاتھ سے گرتی تھی۔ میں اسے پکڑتا تھا۔ پھر گرتی تھی اور میں اسے پکڑتا تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔

اَلْقَرْحُ الْجِرَاحُ، اسْتَجَابُوْا اَجَابُوْا يَسْتَجِيْبُ، يُجِيْبُ،

ترجمہ۔ قرح کے معنی زخم کے ہیں۔ استجابوا بمعنی اجابوا کے ہے۔ یستجیب یجیب کے معنی میں ہے۔ اور سین طلب کے لئے نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ استجابوا اجابوا ص ۶۵۵/۱۶ یعنی سین طلب کے لئے نہیں ہے لیکن اس کو اختیار اس لئے کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے۔ کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم ماننے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ گویا کہ یہ ان کے دل کی بات تھی۔ اور دل سے ہی پیدا ہونے والی تھی۔ کسی کے کہنے سننے کا اس میں دخل نہیں تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علماء شراحؒ نے اس نکتہ سے خاموشی اختیار کی۔ صرف اتنا کہا کہ

استحباب بمعنی ایجاب کے ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ نے فقد استکمل الایمان کے معنے اکمله کے کئے ہیں اور سین کی زیادۃ کو مبالغہ کے لئے قرار دیا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو الگ کر کے اس سے اکمال دین طلب کیا۔ تو اس کا ذاتی تقاضا ہوا۔

بَابُ اَنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ۔

حدیث نمبر ۴۱۰۲ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا۔ جب ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب آپؐ سے کہا گیا۔ کہ تمہارے لئے لوگ جمع ہو چکے ہیں۔ پس ان سے بچو۔ تو اس بات نے بجائے خوف کے ان کے ایمان میں زیادتی کر دی۔ اور کہنے لگے ہمیں تو اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۳ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ اٰخِرُ قَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو ان کا آخری قول یہ تھا۔ اللہ مجھے کافی ہے اور وہ میرا بہترین کارساز ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ) سَيُطَوَّقُوْنَ كَقَوْلِكَ طَوَّقْتُهٗ بِطَوْقٍ۔

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے فضل سے بخل اور کنجوسی کرتے ہیں۔ عنقریب یہ مال ان کے گلے کا ہار بنے گا۔ طوقتہ بطوق کہ میں نے اس کو ہار پہنایا۔

حدیث نمبر ۴۱۰۴ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِىْ بِشِدْقَيْهِ يَقُولُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے مال دیا ہے۔ پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ تو اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنایا جائے گا۔ جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ جو اخبث شیطان کی نشانی ہے۔ قیامت کے دن اس کے گلے کا ہار بنایا جائے گا۔ جو اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا۔ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ ولا یحسبن الذین یبخلون الخ۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا۔

ترجمہ۔ اے مسلمانو! تم اہل کتاب اور مشرکوں کی طرف سے بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے۔

حدیث نمبر ۴۱۰۵ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الخ اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ وَّاَرْدَفَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍؓ وَرَآءَهٗ يَعُوْدُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِىْ بَنِى الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَالَ حَتّٰى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ فَاِذَا فِى الْمَجْلِسِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَفِى الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَؓ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ اَنْفَهٗ بِرِدَآئِهٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوْا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ

إلى الله وقرأ عليهم القرآن فقال عبد الله بن أبي ابن سلول أيها المرء إنه
لا أحسن مما تقول إن كان حقا فلا تؤذنا به في مجلسنا ارجع إلى
رحلك فمن جاءك فاقصص عليه فقال عبد الله بن رواحة بلى يا رسول
الله فاغشنا به في مجالسنا فإنا نحب ذلك فاستب المسلمون والمشركون
واليهود حتى كادوا يتثاورون فلم يزل النبي صلى الله عليه وسلم
يخفضهم حتى سكنوا ثم ركب النبي صلى الله عليه وسلم دابته
فسار حتى دخل على سعد بن عبادة فقال له النبي صلى الله عليه وسلم
يا سعد ألم تسمع ما قال أبو حباب يريد عبد الله بن أبي قال كذا
وكذا قال سعد بن عبادة يا رسول الله اعف عنه واصفح عنه فوالذي
أنزل عليك الكتاب لقد جاء الله بالحق الذي أنزل عليك لقد اصطلح
أهل هذه البحيرة على أن يتوجوه فيعصبونه بالعصابة فلما أبى الله
ذلك بالحق الذي أعطاك الله شرق بذلك فذلك فعل به ما رأيت
فعفا عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان النبي صلى الله عليه وسلم
وأصحابه يعفون عن المشركين وأهل الكتاب كما أمرهم الله ويصبرون
على الأذى قال الله عز وجل ولتسمعن من الذين أوتوا الكتاب من
قبلكم ومن الذين أشركوا أذى كثيرا الآية وقال الله ود كثير من
أهل الكتاب لو يردونكم من بعد إيمانكم كفارا حسدا من عند
أنفسهم إلى آخر الآية وكان النبي صلى الله عليه وسلم يتأول العفو
ما أمره الله به حتى أذن الله فيهم فلما غزا رسول الله صلى الله عليه
وسلم بدرا فقتل الله به صناديد كفار قريش قال ابن أبي ابن سلول
ومن معه من المشركين وعبدة الأوثان هذا أمر قد توجه فبايعوا
الرسول صلى الله عليه وسلم على الإسلام فأسلموا۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے

گدھے پر سوار ہوتے جس کے اوپر فدک والی کملی پڑی ہوئی تھی۔ اور آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ واقعہ بدر سے پہلے آپؐ بنوالحارث بن الخزرج میں حضرت سعد بن عبادہؓ سردار خزرج کی بیمار پرسی کے لئے جا رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی محفل سے ہوا۔ جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین بھی تھا۔ اور یہ واقعہ اس کے مسلمان ہونے سے پہلے کا ہے۔ پس مجلس میں ملے جلے لوگ تھے۔ مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہود اور مسلمان تھے اور اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی موجود تھے۔ پس جس وقت محفل کو گدھے کے پاؤں سے اڑی غبار نے ڈھانپ لیا۔ تو عبداللہ بن ابی نے اپنی چادر سے اپنی ناک کو ڈھانک لیا۔ پھر کہنے لگا۔ کہ ہم پر غبار نہ اڑاؤ۔ بہرحال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس والوں پر سلام کیا۔ پھر ذرا ٹھہر کر سواری سے اُترے۔ اور ان لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دی۔ اور قرآن مجید بھی پڑھا۔ جس پر عبداللہ بن ابی بولا۔ کہ جو کچھ آپؐ کہہ رہے ہیں۔ اگر حق ہے تو اس سے اچھا اور کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن آپؐ ہمیں ہماری مجلسوں میں تنگ نہ کریں۔ اپنے ٹھکانے پر واپس جائیں جو شخص آپؐ کے پاس آئے۔ اس پر بیان کریں۔ جس پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بولے۔ یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ ضرور آپؐ ہماری مجلسوں میں آیا کریں ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔ کہ آپؐ ہر جگہ ہمیں قرآن سنائیں۔ جس پر مسلمان مشرکون اور یہود آپس میں گالی گلوچ پر اتر آئے۔ قریب تھا کہ لڑائی بھڑک اٹھتی۔ پس آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو چپ کراتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ چپ ہو کر ٹھنڈے ہو گئے۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس تشریف لے آئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اے سعدؓ! تمہیں معلوم نہیں جو کچھ ابوحباب عبداللہ بن ابی نے کہا۔ وہ اس اس طرح کہتا تھا۔ تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ اس کو معاف کر دیں اور اس سے درگزر کریں۔ وہ بیچارہ حسد کے مارے مجبور ہے۔ کیونکہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپؐ پر کتاب کو اتارا۔ اب تو اللہ تعالیٰ اس حق کو لے آیا۔ جس کو اس نے آپؐ پر اتارا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے اس شہر والوں نے اتفاق کر لیا تھا۔ کہ اس کو تاج پہنائیں گے۔ اور سرداری کی دستار باندھیں گے۔ پس اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ جس کی وجہ سے اس کو

اُچھو لگ گیا۔ کہ وہ حسد میں مبتلا ہوگیا۔ پس اس حق نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جو آپؐ دیکھ رہے ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا۔ بلکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کرام برابر اہل کتاب اور مشرکین سے درگذر کرتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف لڑائی کرنے کی اجازت دے دی۔ اور برابر ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آپ لوگ اہل کتاب اور مشرکوں کی طرف سے بہت تکلیف دہ باتیں سنیں گے۔ اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ بہت سے اہل کتاب تو یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پھر کفر کی طرف لوٹا دیں۔ یہ ان کی طرف سے حسد کی وجہ سے ہے۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے معافی کرنے کے بارے میں اس حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔ جو فاعفوا واصفحوا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا۔ اس پر اس وقت تک عمل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان سے قتال کی اجازت ملی۔ چنانچہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی لڑی۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے سردار کفار کو قتل کر دیا۔ تو ابن ابی ابن سلول اور ان کے ساتھیوں نے کہا۔ جو مشرکین اور بت پرستوں میں سے تھے۔ کہ اس دین کا معاملہ تو اب واضح ہوگیا۔ تو اسلام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لو۔ چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | فدکیہ فدک مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے۔
قطیفہ بمعنی گرم چادر یعنی حمار کا چار جامہ۔

اھل ھذہ البحیرہ ای اھل ھذہ البلدۃ اور بعض نے کہا۔ کہ مدینہ کو بحیرہ اس خصوصیت کی بنا پر کہا گیا۔ کہ اس میں تین نہریں بہتی ہیں۔ شرق پھندا لگ گیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا الخ

حدیث نمبر ۴۱۰۶ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّؓ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَزْوِ

وَتَخَلَّفُوْا عَنْهُ وَفَرِحُوْا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَذَرُوْا إِلَيْهِ وَحَلَفُوْا وَأَحَبُّوْا أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَنَزَلَتْ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ منافق لوگوں کا یہ حال تھا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور یہ لوگ آپ سے پیچھے رہ جاتے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیٹھ جانے پر خوش ہوتے۔ پس جب آپؐ غزوہ سے واپس تشریف لے آتے تو یہ لوگ عذر بہانے پیش کرتے قسمیں اٹھاتے۔ بایں ہمہ جو کچھ انہوں نے نہیں کیا تھا۔ اس پر یہ چاہتے تھے۔ کہ ان کی تعریف و ثنا کی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ یہ لوگ خوش نہ ہوں۔

حدیث نمبر ۴۲۰۱ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَهُ أَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهِ اذْهَبْ يَا رَافِعُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَا أُوْتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُوْنَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَمَا لَكُمْ وَلِهٰذِهِ إِنَّمَا دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوْهُ إِيَّاهُ وَأَخْبَرُوْهُ بِغَيْرِهِ فَأَرَوْهُ أَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوْا إِلَيْهِ بِمَا أَخْبَرُوْهُ عَنْهُ فِيْمَا سَأَلَهُمْ وَفَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ حَتّٰى قَوْلِهِ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أُوْتُوْا وَيُحِبُّوْنَ أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ۔

ترجمہ۔ مروان بن حکم حاکم مدینہ نے اپنے دربان سے کہا کہ اے رافع! حضرت ابن عباسؓ کے پاس جاؤ۔ اور ان سے پوچھو کہ اگر کوئی شخص اس انعام پر خوش ہو جو اسے دیا گیا ہے۔ اور پسند کرے جو کچھ اس نے نہیں کیا۔ اس پر اس کی تعریف کی جائے۔ تو کیا اس کو بھی عذاب دیا جائے گا۔ اس وقت تو ہم سب کے سب عذاب کے مستحق ہوں گے۔ جس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تمہیں

کیا ہو گیا۔ کہ تم عام معنی مراد لیتے ہو یہ تو ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلوایا اور ان سے کسی چیز کے متعلق پوچھا اس کو تو انہوں نے چھپالیا۔ اور اس کے علاوہ دوسری بات کی خبر کر دی۔ اور سمجھنے لگے جو کچھ آپؐ نے ان سے پوچھا اور انہوں نے اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ اس پر وہ آپؐ سے تعریف وثنا کا مطالبہ کرنے لگے۔ اور جو کچھ انہوں نے چھپالیا تھا۔ اس پر خوش ہونے لگے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ پھر ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب الخ اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول یفرحون بما اوتوا الخ عبدالرزاق نے ابن جریج سے اس کی متابعت کی۔

حدیث نمبر ۴۱۰۸ حدثنا ابن مقاتل الخ اخبرہ ان مروان بہذا الخ

تشریح از شیخ مدنیؒ غزوہ تبوک میں منافقین نے ایسا کیا تھا۔ اور دیگر غزوات میں بھی وہ ایسے ہی کہا کرتے تھے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہود کا فعل تھا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک آیت کے متعدد شان نزول ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس پر اشکال ہے۔ کہ ابن عباسؓ کا یہ قول مسلک جمہور کے خلاف ہے۔ کیونکہ حکم عام ہوتا ہے۔ اور مورد خاص ہوا کرتا ہے۔ اہل کتاب جو عمل کر رہے ہیں۔ اگر وہ فرائض کا ترک ہے۔ تو یہود وغیرہ سب معذب ہوں گے۔ اگر وہ مستحبات کو ترک کر رہے ہیں۔ پھر وہ شہرت کے خواہاں ہیں۔ تو پھر عذاب تو نہ ہوگا۔ البتہ مستحق ملامت ہوں گے۔ یہ جمہور کا مسلک ہے۔ اور ابن عباسؓ کا صرف اہل کتاب کے لئے کہنا یہ محض ان کا مسلک ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ اذ اخذ اللہ میثاق الذین الخ یہ آیت بالاتفاق یہود کے بارے میں ہے۔ لیکن اس پر کہا جائے گا۔ کہ واقعی یہ آیت یہود کے بارے میں ہے۔ مگر اگر امت محمدیہ ایسے اعمال کرے اور اس پر مؤاخذہ نہ ہو۔ تو امت محمدیہ مستثنیٰ نہیں ہے۔ ممکن ہے ابن عباسؓ کا مقصد یہ ہو کہ شان نزول میں تم شریک ہو۔ یا یہ حکم زیادہ تقبیح کے لئے ہو۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فقال ابن عباسؓ مالکم وبھذہ ص۶۵۶ / ۲۲ ابن عباسؓ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے۔ جیسے سائل نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ آیت کا مصداق وہ شخص ہے جو اپنے گمان کے مطابق کہتا ہے۔ کہ نہ کمی کروں گا نہ زیادتی کروں گا۔ تو کسی مسلمان کا اپنی نیکی پر خوش ہونا اور نہ کئے ہوئے پر تعریف کے طلب گار ہونا یہود کے معاملہ

کے برابر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو کتمان حق پر حمد و ثنا کے خواہاں تھے۔ جو فعل حرام ہے۔ اسی طرح مسلمان کا کسی انعام پر خوش ہونا وہ بھی یہود کے خبر دینے کے مماثل نہیں ہے۔ جو وہ اپنی کتاب کی خبر بتا کر دیتے ہیں۔ پھر وہ اس پہ بغلیں بجاتے ہیں۔ پس اگر کوئی مسلمان یہود کی طرح کسی فعلِ حرام کا ارتکاب کرے گا۔ پھر وہ چاہتا ہے کہ اس پہ میری تعریف بھی کی جائے۔ یا کوئی افترا پہ دانستہ کرتا ہے پھر اپنے کئے پر خوش ہوتا ہے تو بلاشک اس کی ان کرتوتوں پہ ضرور مؤاخذہ ہوگا۔ تو ابن عباسؓ کے کلام کا ماحصل یہ ہوا کہ جس نے یہود جیسا کام کیا وہ آیت کے مطابق یہود کی طرح معذب ہوگا تو ان دونوں افعال میں جو سائل نے ذکر کیا اور جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی بہت بڑا فرق ہے تو نہ تو نص مورد کے ساتھ مختص ہوئی نہ ہی ہر شخص مؤاخذہ سے بری ہوا۔ جیسا کہ مروان نے سمجھا تھا۔

تشریح از شیخ زکریا ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اذ اخذ اللہ میثاق الآیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبیخ اور اہل کتاب کو ڈانٹ ہے۔ جنہوں نے سابق انبیاء علیہم السلام کی زبانی عہد کیا تھا۔ کہ وہ نبی آخر الزمان پہ ایمان لائیں گے۔ اور ان کی مدد کریں گے۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے کتمان کیا۔ اور اس کے عوض حقیر دنیا کا مال لیا۔ تو اس سے امت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کو تنبیہ ہے۔ اگر انہوں نے یہی اہل کتاب کا وطیرہ اختیار کیا۔ تو ان کو بھی وہی سزا ملے گی جو اہل کتاب کو ملی۔ علماء کا فرض ہے کہ جو کچھ علم نافع ان کے پاس ہے اسے صرف کریں۔ اور اس میں سے کچھ بھی نہ چھپائیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ من سئل عن علم فکتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من نار۔ یعنی جس شخص سے کوئی علمی مسئلہ پوچھا جائے پس وہ اسے چھپائے گا تو اسے قیامت کے دن جہنم کی لگام ڈالی جائے گی۔ اور یفرحون بما اوتوا الآیہ سے وہ ریاکار مراد ہیں جو جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ تاکہ اس سے مال کثیر جمع ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت مٹا دیں گے اور وہ برابر قلت کا شکار ہوگا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیہ

حدیث نمبر ۴۱۰۸ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَۃَؓ فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّاَ وَاسْتَنَّ فَصَلّٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس رات گزاری۔ تو کچھ دیر آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے بات چیت کی۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہا تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور آسمان کی طرف دیکھا۔ اور ان فی خلق السمٰوٰت والارض الخ اس آیت کو پڑھا۔ پھر کھڑے ہوتے وضو کیا۔ مسواک کی۔ گیارہ رکعت تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت سنت فجر پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | فتحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اھلہ ساعۃً اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد بات چیت فرمائی ہے۔ تو سمر بعد العشاء ثابت ہوا۔ امام بخاریؒ اس روایت کو جلد اول میں نہیں لائے۔ جس سے بعض شراح کو اشکال پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمر بعد العشاء کی کوئی روایت ثابت نہیں تو انہوں نے انام غلیمۃ سے اس کا اثبات کیا تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ الخ

حدیث نمبر ۴۱۰۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطُرِحَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةٌ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طُوْلِهَا فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَاَ الْاٰيَاتِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ حَتّٰى خَتَمَ

ثُمَّ اَتٰی شَنًّا مُعَلَّقًا فَاَخَذَهٗ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّیْ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰی رَاْسِیْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِیْ فَجَعَلَ يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پاس رات بسر کی۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ آج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ضرور دیکھوں گا۔ چنانچہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بستر بچھایا گیا۔ آپؐ تو اس کی لمبائی میں سو گئے۔ پھر رات کو اٹھے تو اپنے چہرہ سے نیند کے آثار مٹانے لگے۔ پھر سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں۔ یہاں تک کہ اسے ختم کیا۔ پھر ایک پرانے لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف تشریف لائے اس سے پانی لیا وضو بنائی۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں نے بھی کھڑے ہو کر اسی طرح کیا جس طرح آپؐ نے کیا تھا۔ کہ میں آ کر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سر پہ رکھا۔ پھر میرے کان کو پکڑ کر ملنے لگے۔ تم ایک دوگانہ۔ دو دوگانے۔ حتی کہ چھ دوگانے نماز پڑھی پھر وتر ادا کئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔

حدیث نمبر ۴۱۱۰ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِیْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهٗ فِیْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِيْلٍ اَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِيْلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰی شَنٍّ

مُعَلَّقَۃٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ وَأَخَذَ بِأُذُنِيْ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت میمونہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گزاری جو ان کی خالہ لگتی تھیں۔ تو وہ فرماتے ہیں۔ میں تو بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والے بستر کی لمبائی میں سو گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے۔ یہاں تک کہ آدھی رات ہوگئی یا اس سے تھوڑا سا پہلے یا اس سے تھوڑا سا بعد میں۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ سے نیند کو ملنے لگے پھر سورۂ آل عمران کی خاتمہ والی دس آیات پڑھیں۔ پھر ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف گئے۔ اس سے وضو کیا۔ جس کو آپؐ نے اچھی طرح سے بنایا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی۔ میں نے بھی ایسے کیا۔ جیسے آپؐ نے کیا تھا۔ پھر میں چل کر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا۔ اور میرے دائیں کان کو ملا۔ پس آپؐ نے چھ دوگانے نماز پڑھی۔ پھر وتر ادا کئے۔ پھر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے آکر اطلاع کی۔ تو آپؐ نے دو ہلکی پھلکی رکعتیں سنت فجر پڑھی پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

بَابُ قَوْلِهٖ رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ الْآيَۃ

حدیث نمبر ۴۱۱۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ اِلٰخ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبردیتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک رات حضرت میمونہؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزاری جو ان کی خالہ لگتی تھیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں تو بستر کی چوڑائی میں لیٹ گیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے گھر والے بستر کی لمبائی میں لیٹ گئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک سوئے رہے۔ یہاں تک کہ جب آدھی رات ہوگئی یا اس سے تھوڑا پہلے یا اس سے تھوڑا بعد۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نیند سے بیدار ہوئے۔ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے چہرہ انور سے اپنے ہاتھ کے ساتھ نیند کو پونچھنے لگے۔ یعنی اس کے آثار زائل کئے۔ پھر سورۃ آل عمران کی خاتمہ کی دس آیات پڑھیں۔ پھر ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف کھڑے ہوئے۔ وہاں سے پانی لے کر وضو بنانی شروع کی تو اپنے وضو کو اچھی طرح بنایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں بھی اٹھا اور اسی طرح کیا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر میں چل کر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پہ رکھا اور میرے دائیں کان کو ملنے لگے۔ پھر دو دو رکعتیں چھ مرتبہ پڑھیں۔ پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے آکر اطلاع کی تو آپؐ نے کھڑے ہو کر دو ہلکی سی رکعتیں سنت فجر ادا کی۔ پھر باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واھلہ فی طولھا وسادۃ کے معنی تکیہ کے ہیں۔ اگر اشکال ہو۔ کہ وسادۃ پہ کیسے سویا جا سکتا ہے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ وسادۃ پہ سر رکھنا مراد ہے۔ اور حضرت میمونہؓ نے تکیہ کی لمبائی میں سر رکھا۔ اور ابن عباسؓ نے عرض وسادہ میں سر رکھا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ وسادۃ کے معنی فراش یعنی بستر کے بھی آتے ہیں۔ اس صورت میں کوئی اشکال وارد نہ ہوگا۔ یفتلھا فتل کے معنی ملنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بچوں کے کان پکڑنا اور ان کو ملنا اس سے حافظہ میں زیادتی ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | اضطجع فی طولھا ص۶۵ س۱۴ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مراہق لڑکے کی موجودگی میں اپنی اہلیہ کے ساتھ لیٹنا جائز ہے۔ البتہ ذوشعور سویا ہوا ہو تو ان کی موجودگی میں ہمبستری نہیں کرنا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ | جمع الوسائل میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے۔ کہ کسی محرم باشعور کی موجودگی میں بغیر ہمبستری کرنے کے اپنی بیوی کے ساتھ سوجانا جائز ثابت ہوا۔ اگرچہ بعض روایات میں وارد ہے۔ کہ حضرت میمونہؓ اس رات حائضہ تھیں۔ اور ابن عباسؓ صرف آپؐ کی رات کی عبادت کو دیکھنے آئے تھے۔ شاید وہ نہ سوئے ہوں۔ یا بہت تھوڑی نیند کی ہو۔ اور اوجز کے اندر بھی بتلایا ہے۔ کہ وسادہ سے بستر مراد ہے۔ لیکن میرے اور میرے مشائخ کے نزدیک راجح یہ ہے۔ کہ اس سے تکیہ مراد ہے۔ کیونکہ ابو زراعہ کی روایت میں ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے اپنی خالہ سے کہا۔ کہ مجھے بستر کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی چادر بچھا کر لیٹ جاؤں گا اور اپنا سر تمہارے تکیہ کے عرض میں رکھ لوں گا۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ وسادہ سے بستر مراد لینا ضعیف ہے۔

سورۃ النساء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ يَسْتَنْكِفُ يَسْتَكْبِرُ قِوَامًا قِوَامُكُمْ مِنْ مَعَايِشِكُمْ لَهُنَّ سَبِيلًا يَعْنِي الرَّجْمَ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ وَقَالَ غَيْرُهُ مَثْنَى وَثُلَاثَ يَعْنِي اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثًا وَأَرْبَعًا وَلَا تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ یستنکف کے معنی غرور اور گھمنڈ کرنے کے ہیں۔ قواماً یعنی تمہاری زندگی کو قائم رکھنے والا ہے۔ لھن سبیلاً شادی شدہ کے لئے رجم ہے اور کنوارے کے لئے کوڑے ہیں۔ ابن عباسؓ کے غیر کی تفسیر ہے۔ مثنٰی دو دو۔ تین تین اور چار چار کے معنی میں ہے۔ اہلِ عرب چار سے آگے نہیں بڑھتے۔

بَابُ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى

حدیث نمبر ۴۲۱۲ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَائِشَةَؓ أَنَّ رَجُلًا كَانَتْ لَهُ يَتِيمَةٌ فَنَكَحَهَا وَكَانَ لَهَا عَذْقٌ وَكَانَ يُمْسِكُهَا عَلَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ لَهَا مِنْ نَفْسِهِ شَيْءٌ فَنَزَلَتْ فِيهِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى أَحْسِبُهُ قَالَ كَانَتْ شَرِيكَتَهُ فِي ذَلِكَ الْعَذْقِ وَفِي مَالِهِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ آدمی کی پرورش میں ایک یتیم لڑکی تھی جس سے اس نے نکاح کر لیا۔ اور اس یتیمہ کا کھجور کا باغ تھا۔ اس یتیمہ کو محض اس باغ کے خوف کی وجہ سے روک رکھا تھا۔ اپنی طرف سے اس نے کوئی مہر وغیرہ نہیں دیا۔ تو آیت نازل ہوئی۔ اگر تمہیں خدشہ ہو۔

کہ یتامی کے بارے میں ان کی حق رسی میں انصاف نہیں کرسکو گے۔ توان کے علاوہ دوسری دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر سکتے ہو۔ ان کا مہر دباکر ان پر ظلم نہ کرو۔

حدیث نمبر ۴۲۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَقَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي هٰذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَنُهُوا عَنْ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا لَهُنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ فَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَإِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى فِي آيَةٍ أُخْرَى وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيمَتِهِ حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ قَالَتْ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا عَنْ مَنْ رَغِبُوا فِي مَالِهِ وَجَمَالِهِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ إِذَا كُنَّ قَلِيلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ۔

ترجمہ۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اے میرے بھانجے! یتیم لڑکی جو کسی اپنے وارث کی پرورش میں ہوتی تھی۔ اور وہ اس کے مال میں شریک ہوتی۔ جس کو اس کا مال اور حسن تو پسند ہوتا۔ وہ ولی اس سے نکاح اس طریقہ پر کرنا چاہتا کہ اس کے مہر میں انصاف نہ ہو۔ کہ اس کو اس قدر مہر دے۔ جو اس کو دوسرا دیتا ہے۔ تو ان کو ایسی یتیم لڑکیوں کے نکاح کرنے سے روک دیا گیا البتہ اگر وہ ان سے انصاف کریں اور ان تک وہ مہر مثل ان کے طریقہ پر پہنچائیں۔ تو پھر نکاح کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کریں۔ ان کی حق تلفی نہ کریں۔ حضرت عروۃؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے حکم دریافت کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ یہ لوگ عورتوں کے بارے میں آپؐ سے حکم طلب کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دوسری آیت میں یہ ہے۔ کہ تم ان کے نکاح کرنے سے بے رغبتی کرتے ہو۔ جیساکہ وہ یتیمہ تھوڑے مال اور کم حُسن والی ہو۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جن یتیم بچیوں کے مال اور جمال میں رغبت رکھنے کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ ان سے روک دیا گیا۔ مگر اگر قلیل المال والجمال سے انصاف کریں۔ تو پھر اجازت ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | مثنیٰ وثلاث ورباع۔ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے۔ فعال کا وزن رباع سے زائد نہیں آتا۔ حالانکہ لغت میں رباع سے زائد بھی موجود ہے۔ اب گفتگو عدول میں ہے۔ کہ ثنتین ثنتین کی جگہ پہ مثنیٰ لایا گیا ہے۔ اور ثلاث ثلاثۃ ثلاثۃ مکررۃ کا قائم مقام ہے۔ جمہور علماً تو اسی پہ حمل کرتے ہیں۔ کہ تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کی اجازت مقابلۃ الجمع بالجمع کے طور پہ ہے۔ جس کا ہر ایک کو حق ہے۔ ایک آدمی کو چار سے زائد عورتوں سے نکاح میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ تو خوارج اور ملاحدہ اور روافض کا یہ کہنا کہ اٹھارہ کی اجازت ہے۔ غلط ہوگا۔ کیونکہ یہاں مقابلہ الجمع بالجمع ہے جو تقسیم پہ دال ہے۔ بعض اہل بدع ۹ تک کی اجازت ثابت کرتے ہیں۔ اہلسنت والجماعۃ نے تقسیم اور توزیع پہ محمول کیا۔ مجموعہ کی اجازت نہیں۔

ان خفتم الخ اس آیت کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایات مختلف ہیں۔ بعض مختصرہ اور بعض طویلہ۔ بسا اوقات مختصرہ کو دیکھ کر طویلہ سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا درست نہیں ہے۔ عرب کی عادت تھی۔ کہ چچا کی بیٹی اگر حسین مالدار ہو۔ تو اس سے نکاح کر لیتے۔ ولی ہونے کی وجہ سے مہر ادا نہ کرتے۔ اگر حسین نہ ہوتی یا مال نہ ہوتا۔ تو نہ کسی اور سے نکاح کر دیتا اور نہ ہی خود نکاح کرتا تھا۔ تاکہ مال میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ اگر نکاح کرتا تو اس کے حقوق ادا نہ کرتا۔ اور گذر گذران بھی اچھی طرح نہ کرتا تھا۔ اگر حسینہ جمیلہ ہے۔ نکاح تو کرتا ہے۔ مگر مہر تھوڑا دیتا ہے۔ یا معاشرت اچھی نہیں کرتا۔ تو حکم ہوا کہ اگر تم اس بدصورت اور قلیل المال کے حقوق ادا نہیں کر سکتے۔ تو کسی اور سے نکاح کر دو۔ اور خود اس کے پرسانِ حال بن جاؤ۔ اور خوب صورت لڑکی کے بارے میں یہ تھا کہ اگر کسی دوسرے کے پاس چلی گئی تو دوسرا ان کی خبرگیری نہیں کرے گا۔ میں اس سے نکاح کر کے اس کی خوب خبرگیری کروں گا۔ بہرحال یتامٰی کے بارے میں اصلاحِ احوال کا حکم ہوا کہ بہرصورت

ان کے حقوق کی ادائیگی کی جائے۔

استفتوا رسول اللہ الخ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ جب خود پورا مہر نہیں دے سکتے اور دوسرے کو دینے سے مال میں شریک ہونے کا خوف ہے۔ تو حکم نازل ہوا۔ کہ اگرچہ تم ولی ہو۔ عورت خواہ قلیلۃ المال والجمال ہو یا کثیر المال والجمال۔ دونوں صورتوں میں اگر تم حقوق کی ادائیگی کر سکتے ہو۔ تو خود نکاح میں رکھو۔ ورنہ دوسرے سے نکاح کر دو۔ رد کو نہیں۔

بَابُ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ الخ

وَبِدَارًا اَىْ مُبَادَرَةً اَعْتَدْنَا اَعْدَدْنَا اَفْعَلْنَا مِنَ الْعَتَادِ۔

ترجمہ۔ بدارًا مبادرۃ کا اسم مصدر ہے۔ جلدی کرنا۔ اعتدنا افعال کی ماضی ہے۔ عتاد سے مشتق ہے۔ جس کے معنی گننے کے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۱۴ حَدَّثَنِىْ اِسْحٰقُ الخ عَنْ عَائِشَةَ رضؓ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِىْ مَالِ الْيَتِيْمِ اِذَا كَانَ فَقِيْرًا اَنَّهٗ يَاْكُلُ مِنْهُ مَكَانَ قِيَامِهٖ عَلَيْهِ بِالْمَعْرُوْفِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضؓ اللہ تعالےٰ کے اس قول کے بارے میں فرماتی ہیں۔ کہ جو شخص مالدار ہو وہ تو یتیم کے مال کھانے سے بچتا رہے۔ اور جو محتاج ہو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ یہ یتیم کے مال کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب کہ کوئی محتاج ہو۔ تو جو کچھ وہ خدمت مالِ یتیم کے بارے میں انجام دیتا ہے۔ اس کے بدلہ دستور کے مطابق یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اعتدنا بمعنی اعددنا۔ مصنفؒ بتلا رہے ہیں۔ اعتدنا میں تا اصلی ہے۔ یا تا دال سے بدلی ہوئی ہے۔ اصل میں اعددنا تھا۔ اس آیت کریمہ سے مال یتامیٰ کا حکم بیان ہوا۔ کہ یتیم جب بالغ ہو جائے تو اس کا مال اس کو واپس کر دیا جائے۔ دوران حفاظت اگر نگران فقیر ہو۔ تو اسراف نہ کرے۔ مشہور طریقہ سے اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔

مکان قیامہ علیہ ای مقدار قیامہ۔ یعنی جتنی اس نے خدمت کی ہے۔ اس کے مطابق مال لے اس سے زیادہ نہ لے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ قواماً لکم من معایشکم ص۶۵۵ س۲۶ یہ اس قواماً کی تفسیر ہے جو سورۃ فرقان میں وارد ہے۔ جس کے معنی اقتصادی میانہ روی کے ہیں۔ کہ جس سے گذر بسر اچھی ہو سکے۔ اس مقام پر مصنفؒ نے قیاماً کی تفسیر نہیں بیان کی۔ بلکہ قواماً کی تفسیر کی ہے۔ اشارہ ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ سورۃ فرقان میں ہے۔ وکان بین ذلک قواماً۔ جلالین میں اس کے معنی وسط کے بیان کئے گئے ہیں۔ قطب گنگوہیؒ نے جو معنی بیان کئے ہیں۔ کلام اس کا بھی محتمل ہے لیکن اکثر شراح فرماتے ہیں۔ کہ اس کا تعلق آیت نساء سے ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے قیاماً کی تفسیر قواماً سے کی ہے۔ مشہور قرأۃ قیاماً ہے۔ اور ایک قرأت میں بکسر القاف اور واؤ کے ساتھ قِواماً بھی وارد ہے جو ابن عمرؓ کی قرأت ہے۔ چنانچہ امام راغبؒ فرماتے ہیں۔ القیام والقوام اسم لما یقوم بہ الشیٔ یقوم بمعنی یثبت کے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اموال سے تمہاری زندگی کی ضروریات وابستہ ہیں۔ بے وقوف لوگوں یعنی عورتوں اور بچوں کو مال دے کر ضائع نہ کرو۔ ورنہ معیشت تنگ ہو جائے گی۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ الخ

حدیث نمبر ۴۱۵۱ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حُمَيْدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ قَالَ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ تَابَعَهٗ سَعِيْدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اذا حضر القسمۃ الخ والی آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر تقسیم وراثت کے وقت اولوا القربیٰ حاضر ہوں تو ان کو بھی میراث میں سے دیا جائے۔ حالانکہ جب آیت میراث سے ورثاء کے حصص مقرر کر دیئے گئے۔ کہ جو کچھ مال ہے وہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے تو پھر اولی القربیٰ وغیرھم کو کیا دیا جائے گا۔ جب کہ کچھ بچا ہی نہیں۔ اس لئے جمہور علماء فرماتے ہیں۔ کہ یہ حکم ایتاء ذی القربیٰ کا حکم آیت میراث نازل ہونے سے پہلے تھا۔ بعد میں منسوخ ہو گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخہ نہیں۔ بطور مروّت کے ورثاء سے کہا گیا۔ کہ میراث تقسیم کرتے وقت تم اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ ان کو دے دو۔

اور قولوا لھم قولاً معروفاً بھی اسی پر دال ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ آیت منسوخ نہیں البتہ لوگوں نے اس پر عمل کرنا ترک کر دیا کیونکہ ورثاء دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو ورثاء میراث کے مستحق ہیں۔ دوسرے اولوالارحام اور مساکین ہیں۔ جو میراث سے محروم ہیں۔ لیکن تقسیم کے وقت آگئے۔ تو اگر یہ حکم ایجابی ہے اور اگر استحبابی ہے تو منسوخ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ وھی محکمۃ ص۶۵۸ س۱۵ اگر امر استحبابی ہے تو پھر منسوخ نہیں آیت محکمہ ہے ایجابی ہے تو منسوخ ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۱۱۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍؓ فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ مَاشِيَيْنِ فَوَجَدَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهُ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَاَفَقْتُ فَقُلْتُ مَا تَاْمُرُنِيْٓ اَنْ اَصْنَعَ فِيْ مَالِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَنَزَلَتْ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ قبیلہ بنی سلمہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ پیدل چل کر میری بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ میرا حال یہ تھا۔ کہ مجھے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ہوش پایا یہ کہ میں کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ پس آپؐ نے پانی منگایا جس سے آپؐ نے وضو کر کے مجھ پر چھینٹے مارے تو بے ہوشی سے مجھے آرام آگیا۔ میں نے عرض کی کہ آپؐ یا رسول اللہ میرے مال کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں کہ میں اس میں کیسے کروں۔ تو آیت یوصیکم اللہ الخ نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ یوصیکم اللہ الخ ص۶۵۸ س۱۶ اس سے مراد آیت میراث ہے۔ تاکہ وہ آیت کلالہ کو بھی شامل ہو جائے۔ جو آخر نساء میں ہے۔ کیونکہ کلالہ کا مسئلہ بھی حضرت جابرؓ کے متعلق ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس تقریر سے شیخ گنگوہیؒ نے حدیث پر اشکال کا دفعیہ کیا ہے۔ کہ حضرت جابرؓ کے بارے میں تو سورۃ نساء کی آخری آیت کلالہ ہے۔ جن کے اصول و فروع نہیں تھے۔

جواب یہ ہے۔ کہ اس جگہ آیت میراث مراد ہے۔ اور کلالہ والی آیت کے حضرت جابرؓ کے بارے میں نازل ہونا کوئی معارض نہیں، نزول کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ جواب اس لئے صحیح نہیں۔ کہ کلالہ کے معنی میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا۔ مال موروث ہے۔ بعض نے کہا۔ میّت کا نام ہے۔ بعض نے کہا۔ نو وارث کا نام ہے۔ تو استدلال صحیح نہ ہوا۔ کیونکہ یستفتونک آخر الامر میں نازل ہوئی اور آیت میراث بہت مدت پہلے سعد بن ربیع کے ورثاء کے بارے میں نازل ہو چکی ہے۔ جو غزوۂ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ جنہوں نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں ان کی والدہ اور ایک بھائی پیچھے چھوڑا تھا۔ جس کا سارا مال بھائی نے لے لیا تھا۔ اس پر آیت میراث نازل ہوئی۔ لیکن اس میں بھی کوئی منافات نہیں ہو سکتا ہے۔ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہو۔

بَابُ قَوْلِهِ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ۔

حدیث نمبر ۱۱۴۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا أَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ وَالثُّلُثَ وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ زمانۂ جاہلیت میں مال صرف لڑکے کے لئے اور وصیت ماں باپ کے لئے ہوتی تھی۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا۔ چنانچہ نر کا حصّہ دو عورتوں کے حصّہ کے برابر رکھا۔ ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصّہ۔ جب کہ اولاد ہو۔ اگر نہ ہو تو تیسرا حصّہ ہے۔ اور بیوی کے لئے آٹھواں حصّہ ہے۔ جب کہ اولاد ہو۔ اگر میّت کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو چوتھا حصّہ ملے گا۔ اور خاوند کو اولاد کی عدم موجودگی میں آدھی جائداد اور اولاد کی موجودگی میں چوتھا حصّہ ملے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ابتداء اسلام بلکہ زمانۂ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا کہ میّت کی ساری جائداد اولاد کو ملتی تھی۔ والدین کے لئے وصیت کر جاتا تو وہ مستحق ہوتے تھے ورنہ نہیں۔

عورتوں کو تو بالکل نہیں دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا جو جنگ میں امداد نہیں کر سکتے۔ وہ میراث کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ یہ وراثت تو قرابت کی بنا پر ہے۔ آج کل بھی لوگوں پر یہی خبط سوار ہے۔ کہ عورتیں محروم الارث ہوں۔ شریعت نے اس کی تحدید کر دی۔

بَابُ قَوْلِهٖ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا الخ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لَا تَقْهَرُوْهُنَّ حُوْبًا اِثْمًا، تَعُوْلُوْا، تَمِيْلُوْا، نِحْلَةً اَلنِّحْلَةُ الْمَهْرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ لا تعضلوھن کے معنی ان پر قہر و ظلم نہ کرو۔ روکو نہیں۔ حوب کے معنی گناہ کے۔ تعولوا کے معنی جھکاؤ۔ نحلہ خوشدلی سے مہر ادا کرو۔

حدیث نمبر ۴۱۱۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّيْبَانِيُّ وَذَكَرَهٗ اَبُو الْحَسَنِ السُّوَآئِيُّ وَلَا اَظُنُّهٗ ذَكَرَهٗ اِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ قَالَ كَانُوْا اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ اَوْلِيَآءُهٗ اَحَقَّ بِامْرَاَتِهٖ اِنْ شَآءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَاِنْ شَآءُوْا زَوَّجُوْهَا وَاِنْ شَآءُوْا لَمْ يُزَوِّجُوْهَا فَهُمْ اَحَقُّ بِهَا مِنْ اَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اہل عرب کا یہ حال تھا۔ جب ان کا کوئی آدمی مرجاتا تو اس کے وارث اس کی بیوی کے زیادہ حقدار ہوتے۔ اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا۔ چاہتے تو کسی اور سے اس کا نکاح کر دیتے۔ اگر چاہتے تو سرے سے اس کی شادی نہ کرتے۔ گویا کہ وہ اس کے خاندان والوں کی بنسبت عورت کے زیادہ حقدار تھے۔ جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! تمہارے لئے عورتوں کا زبردستی وارث بننا حلال نہیں۔ اور ان پر قہر نہ کرو۔ تاکہ تم ان سے کچھ مہر کا حصہ وصول کرو جو تم نے اس کو دیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ | عرب کی عادت یہ تھی۔ کہ جب کوئی آدمی مرجاتا تو اس کی

8/1

بیوہ کا وارث بھی میت کا وارث ہوتا تھا۔ پھر چاہے اپنے نکاح میں رکھے۔ چاہے کسی دوسرے سے نکاح کرکے حق مہر خود وصول کرلے۔ چاہے نکاح ہی نہ کرے۔ تو شریعت نے اس جبر کو اٹھادیا۔ کہ اگر وہ بیوہ میت کے بھائی سے بطیب خاطر نکاح کرنا چاہے۔ تو اسے کرنے دو۔ ورنہ مجبور نہ کرو۔ اور جو حق مہر اس کو دیا گیا ہے اس کا کچھ حصہ بھی واپس نہ لو۔ نحلۃ کے معنی عطیہ کے ہیں۔ مہر بھی بطور عطیہ کے دیا جاتا ہے۔

کسی عضو کا عوض نہیں ہوتا۔ ان شأتم وجھا ای علی صدا قھا او بدرنھا و نہ وجوھا و اخذوا صداقھا۔

بَابُ قَوْلِهِ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ

مَوَالِيَ أَوْلِيَاءُ وَرَثَةٌ عَاقَدَتْ هُوَ مَوْلَى الْيَمِينِ وَهُوَ الْحَلِيفُ وَالْمَوْلَى أَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْمَلِيكُ وَالْمَوْلَى مَوْلًى فِي الدِّيْنِ۔

ترجمہ۔ ہر ایک کے لئے ہم نے وارث بنائے ہیں۔ اس مال کے جو ان کے والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑ کر جائیں۔ موالی اولیا بمعنی وارث کے ہے۔ ایک مولی معاہدہ کا ہوتا ہے۔ جس کو مولی الیمین اور حلیف کہتے ہیں۔ چچازاد بھائی کو بھی مولی کہا جاتا ہے۔ مولی انعام کرنے والا۔ آزاد کرنے والا آزاد کیا ہوا۔ اور مولی بادشاہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور مولی دین کے ساتھی کو کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۱۹ حَدَّثَنِي الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ قَالَ وَرَثَةً وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نُسِخَتْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنَ النَّصْرِ وَالرِّفَادَةِ وَالنَّصِيْحَةِ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصِي لَهُ سَمِعَ أَبُوْ أُسَامَةَ إِدْرِيْسَ وَسَمِعَ إِدْرِيْسُ طَلْحَةَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ولکل جعلنا موالی میں موالی بمعنی ورثہ کے ہے۔ اور وہ لوگ جن کے ساتھ تمہاری قسمیں بندھ چکی ہیں۔ جب مہاجرین حضرات مدینہ میں آئے۔ تو

مہاجر انصاری کا وارث ہوتا اس کا قریبی رشتہ نہیں ہوتا تھا۔ اس بھائی چارہ کی وجہ سے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم کیا تھا۔ جب آیت ولکل جعلنا الخ نازل ہوئی تو وہ وراثت منسوخ ہوگئی۔ اب مولی الیمین وہ ہیں۔ جو مدد اور نصرت اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں۔ میراث ختم ہوگئی۔ اب اس کے لئے وصیت کی جاتی ہے۔

موالی جمع مولی کے جس کے متعدد معانی آتے ہیں۔ مولی بمعنی وارث جن سے عقد ایمان ہو۔ اس حلیف کو بھی مولی کہا جاتا ہے۔ چچا زاد بھائی۔ آزاد کرنے والا آزاد ہونے والا اور بادشاہ کو بھی اور جس سے دینی دوستی ہو اس کو بھی مولی کہتے ہیں۔ تو رافضیوں کا من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں ایک معنی کو متعین کر کے حضرت علیؓ کو احق بالخلافۃ ثابت کرنا غلط ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے موالی کی تفسیر وارثوں سے کی ہے۔

لکل جعلنا موالی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص کے جو ورثا موجود ہوں۔ وہ سب وارث ہوں گے۔ حالانکہ حلفاء کو اس میراث میں سے کچھ حصّہ نہیں ملتا۔

والذین عاقدت ایمانکم اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب ورثا مال لے گئے۔ تو مولی الموالات کو کیا ملے گا۔ تو بعض لوگوں نے کہا۔ کہ والذین عاقدت ایمانکم پہلی آیت ولکل جعلنا موالی سے منسوخ ہے۔ البتہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ مال تو ان کو ملے گا نہیں۔ ہاں نصیحت۔ خیر خواہی۔ نصرت اور معاونت کے اعتبار سے یہ آیت منسوخ نہیں۔ تو سوائے میراث کے باقی امور میں اپنے معنی پہ ہے۔ لیکن اگر حلیف کے لئے وصیت کر گیا ہے تو ثلث مال میں سے اس کو دیا جائے گا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اولیاء ورثۃ ص ۶۵۸ / ۲۶ مولی کے کئی معانی ہیں۔ ان میں سے وارث بھی ہے۔ اور مولی الیمین بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے چند معانی ذکر کئے ہیں۔ اہل لغت نے اور معانی بھی بتائے ہیں۔ محبت پڑوسی مددگار۔ سسر۔ تابع متوتی۔ مساوی۔ عبد۔ ابن الاخ۔ شریک ندیم اور معلم القرآن بھی حدیث میں آیا ہے۔ کہ جس نے کسی کو کتاب اللہ کی ایک آیت سکھلا دی وہ مولی ہے۔

باب قوله إن الله لا يظلم مثقال ذرة يعني زنة ذرة

حدیث نمبر ۴۲۱۴ حدثني محمد بن عبد العزيز عن أبي سعيد
الخدري رضي الله عنه أن أناسا في زمن النبي صلى الله عليه وسلم قالوا يا رسول
الله هل نرى ربنا يوم القيامة قال النبي صلى الله عليه وسلم نعم
هل تضارون في رؤية الشمس بالظهيرة ضوء ليس فيها سحاب
قالوا لا قال وهل تضارون في رؤية القمر ليلة البدر ضوء ليس
فيها سحاب قالوا لا قال النبي صلى الله عليه وسلم ما تضارون
في رؤية الله عز وجل يوم القيامة إلا كما تضارون في رؤية أحدهما
إذا كان يوم القيامة أذن مؤذن يتبع كل أمة ما كانت تعبد
فلا يبقى من كان يعبد غير الله من الأصنام والأنصاب إلا يتساقطون
في النار حتى إذا لم يبق إلا من كان يعبد الله بر أو فاجر وغبرات
أهل الكتاب فيدعى اليهود فيقال لهم من كنتم تعبدون قالوا كنا
نعبد عزير بن الله فيقال لهم كذبتم ما اتخذ الله من صاحبة
ولا ولد فماذا تبغون فقالوا عطشنا ربنا فاسقنا فيشار ألا تردون
فيحشرون إلى النار كأنها سراب يحطم بعضها بعضا فيتساقطون
في النار ثم يدعى النصارى فيقال لهم من كنتم تعبدون قالوا كنا
نعبد المسيح ابن الله فيقال لهم كذبتم ما اتخذ الله من صاحبة
ولا ولد فيقال لهم ماذا تبغون كذلك مثل الأول حتى إذا لم
يبق إلا من كان يعبد الله من بر أو فاجر أتاهم رب العالمين
في أدنى صورة من التي رأوه فيها فيقال ماذا تنتظرون تتبع كل
أمة ما كانت تعبد قالوا فارقنا الناس في الدنيا على أفقر
ما كنا إليهم ولم نصاحبهم ونحن ننتظر ربنا الذي كنا نعبد

فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ کچھ لوگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہتے تھے۔ یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھ سکیں گے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا دوپہر کے وقت اس روشنی میں جس میں کوئی بادل نہ ہو۔ تمہیں سورج کے دیکھنے میں کوئی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس طرح قیامت کے دن تمہیں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں۔ مگر جیسے سورج اور چاند میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا۔ کہ ہر امت جس جس کی عبادت کرتی تھی اس کے پیچھے جائے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔ وہ ان سب کے ہمراہ جہنم میں جاکر گریں گے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کے عبادت گذاروں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔ خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار یا یہ اہل کتاب کے بقایا ہوں۔ تو یہود کو بلوایا جائے گا۔ تو ان سے پوچھا جائے گا تم کس کی عبادت کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہم تو عزیرؑ اللہ کے بیٹے کی عبادت کرتے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اس کا بیٹا ہے۔ پس بتاؤ اب تمہیں کیا چاہیئے۔ کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہم تو پیاسے ہیں۔ ہمیں پانی پلایا جائے۔ تو اشارہ کیا جائے گا۔ کہ پانی پینے کے لئے کیوں نہیں اترتے۔ تو ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔ گویا کہ وہ ریتا ہے جو دور سے پانی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو توڑ رہا ہوگا۔ پس وہ سب جہنم میں زبردستی گر پڑیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلوایا جائے گا۔ ان سے بھی پوچھا جائے گا۔ تم کس کی عبادت کرتے رہے۔ کہیں گے ہم تو اللہ کے بیٹے مسیحؑ کی عبادت کرتے رہے۔ تو ان سے کہا جائے گا تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی بیٹا ہے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا تم کیا چاہتے ہو۔ پس وہ اسی طرح پہلوں کی طرح جواب دیں گے۔ اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہوگا۔ کہ وہ جہنم میں ایک دوسرے کے بعد گرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کے عبادت گذار باقی بچ جائیں گے۔ جن میں نیکوکار اور بدکار سب ہوں گے۔ تو رب العالمین ان کے پاس ایسی قریبی

شکل میں آئیں گے۔ جس کے اندر انہوں نے رب کو دیکھا تھا۔ تو ان سے کہا جائے گا۔ کہ تم کس کا انتظار کرتے ہو۔ ہر امت تو اپنے معبود کے ساتھ چلی گئی۔ تو وہ کہیں گے۔ کہ سخت احتیاج کے حالات میں بھی دنیا میں ہم ان لوگوں سے الگ تھلگ رہے۔ ہم نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ اب ہم اپنے اس رب کا انتظار کر رہے ہیں۔ جس کی ہم عبادت کرتے تھے۔ تو فرمائیں گے۔ میں تمہارا رب ہوں۔ تو کہیں گے ہم تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں مانتے۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ کہیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اب دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کو اپنے رب میں شبہ کس بنا پر تھا۔ آیا اس وجہ سے کہ باری تعالیٰ مکان اور جہت سے منزہ ہیں۔ آنکھ کا نور ان چیزوں کو دیکھتا ہے۔ جو نہ تو بہت قریب ہوں اور نہ ہی بہت بعید ہوں۔ اور مکان سے بھی محدود ہو۔ تو باری تعالیٰ کی رؤیۃ میں انہیں شبہ تھا۔ کیونکہ قریب بعید کے لئے حجاب ہوتا ہے۔ قائم قاعد کے لئے حجاب ہوتا ہے۔ تو جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو شبہ تیسری توجیہ کی بنا پر تھا۔ کہ امم سابقہ کے لوگ بڑی بڑی قامت والے تھے۔ ہم چھوٹے قد والے ہیں۔ بڑے قد والے حاجب بن جائیں گے۔ تو ہم باری تعالیٰ کو کیسے دیکھ سکیں گے۔ وہ شبہات نہیں جو معتزلہ کو پیش آتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ ضوء اور سحاب کے معنی صحو کے ہیں۔ اور صحو صفائی کو کہتے ہیں۔ کہ آسمان بالکل صاف و شفاف ہو۔ اور آفتاب میں شانِ جلدی ہے۔ اور بدر میں شانِ حجابی ہے۔ جو آنکھ اس کو دیکھتی ہے وہ اسے ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ اطباء کہتے ہیں کہ چودھویں کے چاند کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا بصارت کو بڑھاتا ہے۔ یہاں تک ماہتاب اور آفتاب کی دو حالتیں ذکر کی گئی ہیں۔ بدر کی ایک قوی اور دوسری کمزور حالت ہے۔ سورج کی دوپہر کے وقت حالت قویہ ہے۔ کہ سورج اس وقت شباب حرارت پہ ہوتا ہے۔ فلا یبقی من کان یعبد غیر اللہ الخ یہ روایت مختصرہ ہے۔ روایت طریہ میں ہے۔ کہ ہر ایک معبود باطل کی صورت سامنے آجائے گی۔ تو دونوں عابد اور معبود جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے عباد کے اور یہ ظلم نہیں اس لئے کہ ایک ظلم بمعنی اعم ہے۔ کہ تصرف فی ملک الغیر ہو۔ تمام دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ

کا ملک ہے۔ للہ ملک السموات والارض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء یہ ظلم تو اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ البتہ وضع الشیئ فی محلہ اس کو عدل کہتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ کہ عدل باری تعالیٰ پر واجب نہیں۔ اگر ظلم اللہ تعالیٰ سے ہو جائے تو کوئی محال نہیں بلکہ جائز ہے۔ کہ کسی حکمت کی بنا پر ہو۔ جس سے مقصد عابد کو بتلانا ہو۔ کہ تیرا معبود اتنا عاجز نہیں کہ جہاں بھیجنا چاہے۔ اور جو کچھ اس سے کرنا چاہے۔ وہ سب اس کے اختیار میں ہے۔ تو یہ عدل کے خلاف نہ ہوگا۔ کنا نعبد عزیر بن اللہ۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم کے مطابق چاہیئے تھا۔ کہ عزیر اور مسیح بھی اپنے عابدین کے ہمراہ جہنم میں جاتے۔ لیکن ارشاد ربانی ہے۔ الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون تو ان حضرات کو جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ ما کا مصداق نہیں ہیں۔ آج عراق میں ایک ایسی قوم ہے۔ جو ابلیس کو خدا مانتی ہے۔ بلکہ عراق کے ہر گاؤں کا الگ مذہب ہے۔ غرضیکہ انسانوں میں سے جو غیر اللہ معبود ہیں۔ اگر وہ کافر ہیں۔ تو عابدین کے ساتھ وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ اگر موحد ہیں تو پھر الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ کے مطابق وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

فی ادنیٰ صورۃ ای اقرب صورۃ یا ادنیٰ دون سے ماخوذ ہے کہ سابقہ صورت کے مغایر صورت میں آئیں گے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے باری تعالیٰ کو کسی صورت میں دیکھا ہوگا اس وقت ظہور سابقہ صورت میں نہیں بلکہ اس کے اقرب پر ظہور ہوگا۔ یا مغایر ہوگی۔ یہ دوسرے معنی دوسری روایت کے مطابق ہیں۔ جس میں غیر صورت کے الفاظ ہیں۔ لیکن عرب کے لوگ صورت جسم اس کو کہتے ہیں جو ہیئت سطح اور جسم کے احاطہ سے پیدا ہوتی ہے۔ باری تعالیٰ اس مادیت سے منزہ ہیں۔ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے۔ کہ صورت اس معنی میں منحصر نہیں۔ بلکہ صفت کے معنی بھی آتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ یعنی صفت المسئلہ کذا ہے۔ اور کبھی حقیقی معنی پر بھی اطلاق ہوتا ہے یہاں صورت بمعنی صفت کے ہے۔ اور رؤیۃ سے رؤیۃ قلبیہ مراد ہے۔

فی صفتہ اعتقموھا ای علقموھا محدثین کی ایک جماعت کا کہنا ہے۔ کہ دراصل باری تعالیٰ ظاہر نہیں ہوں گے۔ بلکہ امتحاناً باری تعالیٰ کسی فرشتہ کو ظاہر کریں گے۔

اتاھم ربنا میں اتیان بمعنی ظہور کے ہے۔ اتیان کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف نقل مکانی

کے لئے نہیں۔ کیونکہ باری تعالٰے مکانیت سے منزّہ ہیں۔ چونکہ یہ فرشتہ دعوٰی کرنے کے اعتبار سے اب سمجھا جا رہا ہے۔ اس لئے اتاھم ربنا بمعنی ظھر ربنا کے معنی ہوں گے۔ تو بامر اللہ کسی خلق کا ظہور ہوا۔ دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ خود باری تعالٰے متصف بصفۃ اخرٰی ہو کر ظاہر ہوں گے۔ تو اب مجازی معنی نہ لینے پڑیں گے۔

تیسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ صورۃ کے معنی صفۃ کے اور رؤیۃ کے معنی تصرف کے لئے جائیں۔ کیونکہ ہر ایک سے باری تعالٰے کی مخاطبت ہو چکی ہے۔ الست بربکم فرمایا گیا۔ تو قیامت کے دن باری تعالٰے اس کو یاد دلائیں گے۔ کہ ایک مرتبہ باری تعالٰے سے مکالمہ ہو چکا ہے۔ ممکن ہے اس وقت رؤیۃ باری تعالٰے بھی ہوئی ہو۔ جسے دنیا میں آ کر ہم نے بھلا دیا۔ قیامت میں جمیع ما قدمت و اخرت یاد آجائیں گی۔ اسی طرح صورت باری تعالٰے بھی یاد آجائے گی۔ جو یوم الست میں دیکھی تھی۔ اب جب یاد آجانے کے بعد ظہور ہو گا۔ تو وہ اس صورت کے مغایر صورت میں ظہور ہو گا۔ تیسری توجیہ اہل تصوف کرتے ہیں۔ کہ باری تعالٰے کی صورت کا ظہور اس طرح پر نہ ہو گا۔ جو کہ دنیا میں تنزیہات کو مقتضی ہے۔ بلکہ تجلیات کی صورت میں ہو گا۔ یعنی لیس کمثلہ شیئ کے مطابق ہو گا جس کا ادراک ہمارے شاعر نہیں کر سکتے۔ اور محققین حضرات نے فرمایا۔ کہ باری تعالٰے درحقیقت ان سب امور سے منزّہ ہیں۔ البتہ لوگوں کی مخاطبت کے لئے نور و نار کی شکل میں ظہور ہو گا۔ جیسے موسٰی علیہ السلام کے لئے نار میں تجلی ہوئی۔ تو اگر نور و نار کی شکل مادی ہو۔ تو اس سے باری تعالٰے کا مادی ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ تجلی حضرت موسٰی علیہ السلام پر پڑی تھی۔ خر موسٰی صعقًا اور اللہ نور السمٰوٰت والارض فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ نور باری تعالٰے سے نہایت کم درجہ کی چیز ہے۔

الغرض ہمارے سمجھانے کے لئے ان تجلیات میں اور کیفیات میں ظہور ہوا۔ تو اب صورت اپنے حقیقی معنی پر ہو گی۔ اور ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے۔ کہ عالم ذرّ میں یہ خطاب ہوا۔ جس میں سب بنی آدم بصورت ذرّ ظاہر ہوئے۔ اور باری کو دیکھا۔ اور ذرّ کے معنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ہیں۔ تو وہ ذات متجلیہ جو عالم ذرّ میں نظر آئی تھی۔ یاد آگئی جس کے دیکھنے کا آج بھی شوق موجود ہے۔ مومنوں کو یہ صورت متجلیہ نظر آئے گی۔ تو وہ مطمئن ہوں گے۔ کافر جو رؤیۃ سے محروم ہوں گے۔ وہ بے چین و بے قرار ہوں گے۔

چوتھی توجیہ صوفیاء کرام کی یہ ہے۔ کہ جب انسان نماز شروع کرتا ہے۔ تو یناجی ربہ اپنے رب

سے سرگوشی کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ تمہارا رب تمہارے آگے ہوتا ہے۔ تو محققین فرماتے ہیں کہ نمازی کے سامنے باری تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے۔ جب واصل الی اللہ پر اس تجلی کا ظہور ہوتا ہے تو وہ ایسا مستغرق ہوتا ہے۔ کہ اگر سر پر کوئی مصیبت آپڑے تو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ بغداد میں ایک عاشق اپنی معشوقہ کو دیکھتے ہوئے برف کی سردی کو برداشت کرتا رہا۔ اور ایسے کلکتہ میں ایک شخص نے میم کی لڑکی کے سامنے انگارا اٹھالیا۔ جس کا اسے احساس بھی نہ ہوا۔ تو وہ جو حضرت علیؓ کے بارے میں آتا ہے۔ کہ نماز کی حالت میں ان کے بدن سے تیر نکالا گیا۔ جس کا ان کو پتہ نہ چل سکا۔ یہ حالت استغراق تھی۔ تو جب عشق مجازی میں انسان سردی۔ گرمی اور اثرات سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو معشوق حقیقی کے عشق میں مصائب کا متحمل کیوں نہ ہوگا۔ چونکہ نماز کی حالت مؤمنین کو تجلی باری تعالیٰ سے مناسبت ہو چکی تھی۔ اب جب قیامت میں اس کا ظہور ہوگا۔ تو نماز کی حالت کے مغایر ہوگا۔ اسی کو رأوا فیھا سے تعبیر کیا گیا۔ تو اس وقت یہ لوگ نہ سجدہ کریں گے اور نہ ہی اتباع کریں گے۔

کنا نعبد جو تھی توجیہ کا زیادہ قرینہ ہے۔

فیقولون لا نشرک باللہ یہ روایت مختصر ہے۔ طویلہ روایت میں ہے۔ کہ پھر باری تعالیٰ دوسری صورت میں ظہور فرمائیں گے۔ جس کو دیکھ کر سب مؤمنین سجدہ میں گر جائیں گے۔ منافقین جو پہلی حالت میں مؤمنین کے شریک تھے۔ اب ان کی پشت تختہ بن جائے گی۔ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | ان اللہ لا یظلم ۲/ ص ۶۵۹ ترجمۃ الباب میں روایت کا یہ لفظ بر و فاجر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ایمان قلیل کا اعتبار نہ ہو۔ تو یہ ظلم ہوگا۔ نیز ابر نکرہ واقع ہوا ہے۔ اور ادنی مؤمن بھی بار یعنی نیکوکار ہوتا ہے۔ تو اس کو بھی من جملہ ابرار کے شمار کیا جائے گا۔ کیونکہ اگر یہ ان میں داخل نہ ہو تو پھر لازم آئے گا۔ کہ بر کے بعض افراد کو اس کے عمل کا بدلہ نہ ملے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔

یعنی ذرہ ص ۶۵۹/۲ اس تشریح سے ایک وہم کا دفعیہ کر دیا۔ جو مثقال کے لفظ مشترک سے پیدا ہوتا تھا۔ کہ مثقال مطلق وزن کے معنی میں اور مقدار کے معنی میں آتا ہے۔ اور وزن اور مقدار مخصوص۔ غبرات اھل الکتاب حالانکہ یہ کفر میں دوسرے کفار کے ہمراہ تھے۔ مگر ظاہری طور پر

وہ دعویٰ کرتے تھے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کی عبادت نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ ان کا اعتقاد تھا۔ کہ یہ دونوں ابن اللہ ہیں تو ان کی عبادت ان کے اعتقاد فاسد کے مطابق اللہ کی عبادت ہو گئی۔ تو یہ اشتراک باللہ ہوا۔ جس پہ ان کو سزا ملے گی۔ ظاہری دعویٰ کے اعتبار سے باقی رہ گئے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ علامہ عینیؒ نے حدیث کی ترجمہ سے مناسبت اس طرح ثابت کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنین اور کافرین کے درمیان اپنے عدل عظیم سے فیصلہ فرمائیں گے۔ کسی پہ ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔

مثقال دراصل مقدار وزن کو کہتے ہیں۔ اور عرف میں سونے کے دینار کو کہا جانے لگا اور عرف فقہاء میں یہی دوسرے معنی مشہور ہیں۔ اور عینی میں ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مثقال وزن دینار کو کہتے ہیں۔ اور بس۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ہر وزن کو مثقال کہا جاتا ہے۔

ذرۃ کی مقدار کے بارے میں قسطلانیؒ نے فرمایا۔ کہ دراصل بہت چھوٹی چیونٹی کو کہا جاتا ہے۔ جس کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ اور مٹی کے ذرے کو جسے ہوا اڑا کر لاتی ہے۔

غبرات حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ غبرات جمع غُبر کی جو غابر کی جمع ہے۔ اور غابر باقی کو کہتے ہیں اس جگہ اہل کتاب کے توحید پرست مراد ہیں۔ اگرچہ حدیث میں ان اہل کتاب موحدین کا انجام ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن جب طواغیت جہنم میں ہیں تو معلوم یہ عباد بھی ان کے ہمراہ جہنم میں ہوں گے۔

فادرد ھم النار ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا بھی ان کے انجام پہ دلالت کرتا ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا اَلْمُخْتَالُ وَالْخَتَّالُ وَاحِدٌ نَطْمِسُ نُسَوِّيَهَا حَتّٰى تَعُوْدَ كَاَقْفَائِهِمْ طَمَسَ الْكِتَابَ مَحَاهُ سَعِيْرًا وُّقُوْدًا۔

ترجمہ۔ کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے۔ اور ان سب پہ آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔ مختال اور ختال کے ایک ہی معنی ہیں۔ متکبر۔ نطمس ان کے چہروں کو برابر کر دیں گے۔ یہاں تک کہ

ان کی گدیوں کی طرح ہو جائیں گے اور طمس کا مفعول کتاب ہو تو مٹانے کے معنی ہیں۔ سعیدًا دیکھنے والی۔

حدیث نمبر ۴۱۲۱ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى بَلَغْتُ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا قَالَ أَمْسِكْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن مرۃؓ فرماتے ہیں۔ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائش کی۔ کہ آپؐ پر قرآن پڑھوں۔ میں نے کہا حضرت! آپؐ پہلیں قرآن پڑھوں۔ حالانکہ قرآن تو آپؐ پر اتارا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی اور سے بھی قرآن مجید سنوں۔ میں نے آپؐ پر سورۃ نساء تلاوت کی۔ یہاں تک کہ میں جب اس آیت تک پہنچا۔ فکیف اذا جئنا الخ تو آپؐ نے فرمایا۔ رک جاؤ۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپؐ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ختل بمعنی دھوکہ دینا۔ ختال کثیر الختل مختال بھی اسی کو کہتے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے مختال کو خیلاء سے لیا ہے۔ وہ اس کے معنی متکبر کے لیتے ہیں۔ طمس کے اصلی معنی مٹانے کے ہیں۔ نطمس یعنی ناک۔ رخسارے جو ایک خاص طریقہ سے اٹھے ہوتے ہیں۔ ان کو مٹا دیں۔ فاذا عیناہ تذرفان آپؐ کا رونا کس بنا پر تھا۔ بعض نے سرور کی وجہ سے کہا ہے کہ آپؐ کو اس پر خوشی ہوئی۔ کہ اپنی امت کے خود شاہد ہوں گے۔ کیونکہ شہادت میں جب اپنا کوئی عزیز اور قریب ہو۔ تو مشہود علیہ بے فکر ہوتا ہے۔ کہ یہ شاہد ایسی کوئی بات نہیں کرے گا۔ جس سے مشہود علیہ کو ضرر پہنچے۔ بلکہ ادائیگی شہادت میں خاص خیال رکھتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا۔ ان تعذبھم فانھم عبادک۔ غرضیکہ جب آپؐ اپنی امت پر شہید ہوں گے۔ تو ہمدردی کی وجہ سے امت کو بچا لیں گے۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو ہمدردی نہ کرتا۔ اس سے آپؐ کو خوشی ہوئی۔ جس سے آنسو بھی بہہ نکلے۔ اور یہ خوشی کا آنسو ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس لئے بیٹے کو قرۃ العین آنکھ کی ٹھنڈک کہا جاتا ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ آپؐ رنج و فکر کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ قیامت کی ہولناکیاں، امت

کی نزاکت اور انسانوں کی کمزوریاں آپؐ کے پیش نظر تھیں۔ جس سے آپؐ کو خیال ہوا کہ امت کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَآئِطِ صَعِيْدًا وَجْهَ الْاَرْضِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَتِ الطَّوَاغِيْتُ الَّتِىْ يَتَحَاكَمُوْنَ اِلَيْهَا فِىْ جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ وَّفِىْ اَسْلَمَ وَاحِدٌ وَّفِىْ كُلِّ وَاحِدٍ كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ وَقَالَ عُمَرُ الْجِبْتُ السِّحْرُ وَالطَّاغُوْتُ الشَّيْطٰنُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ الْجِبْتُ بِلِسَانِ الْحَبْشَةِ شَيْطٰنٌ وَالطَّاغُوْتُ الْكَاهِنُ

ترجمہ۔ صعید کے معنی روئے زمین۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ طواغیت وہ سرداران تھے۔ جن کے پاس لوگ فیصلے کرانے جاتے تھے۔ جہینہ میں ایک تھا۔ ایک قبیلہ اسلم میں تھا۔ اس طرح ہر قبیلہ میں ایک ہوتا۔ کھان جن پہ شیطان نازل ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جبت کے معنی جادو کے ہیں۔ اور طاغوت شیطان ہے۔ اور عکرمہؒ فرماتے ہیں۔ کہ حبشہ کی زبان میں جبت شیطان کو اور طاغوت نجومی کو کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ الخ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ قَالَتْ هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِاَسْمَآءَ فَبَعَثَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ طَلَبِهَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَيْسُوْا عَلٰى وُضُوْءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يَعْنِىْ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضرت اسماءؓ کا ہار میرے سے گم ہو گیا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لئے کچھ آدمی بھیجے۔ پس نماز کا وقت آگیا۔ تو نہ تو ان لوگوں کے پاس پانی تھا۔ اور نہ ہی تلاش کرنے سے انہیں ملا۔ پس انہوں نے بے وضو نماز پڑھ لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | کانت الطواغیت ص۶۵۹ ۲۱ یہ بتوں کے نجومی تھے۔ کیونکہ خود بتوں کی طرف فیصلہ لے جانا ممکن نہیں ہے۔

وقال عمر الجبت دونوں قولوں میں تعبیر کا فرق ہے۔ ورنہ مدعیٰ تو ایک ہی ہے۔ کیونکہ دونوں

لفظوں میں سے ہر ایک کا اطلاق جادو اور شیطان پہ صحیح ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں۔ طواغیت طاغوت کی جمع ہے۔ شیطان اور بت دونوں کو جمع اور لفظ مذکر اور مؤنث سب صورتوں میں اطلاق آتا ہے۔ طبری فرماتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک طاغوت کے اصلی معنی تو سرکش جو بعید من اللہ ہو۔ یا کسی انسان کی عبادت کرے یا کسی شیطان کی۔ یا کسی حیوان یا پتھر کی۔ تو ان کی اتباع ہمیشہ ان کے متعلق ہی اتباع کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یا یہ کہ ان کے اتباع قہراً جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ اور طبری کی تحقیق کے مطابق ہے۔ سحر اور کاہن بھی اسی میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جلالین میں ہے کہ جبت اور طاغوت قریش کے دو بت تھے۔ اور صاحب جمل نے اس بارے میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے۔ اور مزید برآں کہ انسان کی شکل میں شیطان ہوتا تھا جس کے پاس فیصلے لے جاتے تھے اس کو طاغوت کہا جاتا تھا۔

بَابْ قَوْلِهٖ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ذَوِی الْاَمْرِ۔

حدیث نمبر ۴۲۲۳ حَدَّثَنَا صَدَقَۃُ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ قَالَ نَزَلَتْ فِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حُذَافَۃَ بْنِ قَیْسِ بْنِ عَدِیٍّ اِذْ بَعَثَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِیَّۃٍ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت اطیعوا اللہ الخ حضرت عبداللہ بن حذیفہؓ کے بارے میں اتری۔ جب کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اولی امر کی تفسیر ذوی الامر سے کرتے ہوئے اشتراک کے وہم کا دفعیہ کیا ہے۔ کیونکہ کلمہ اولی جس طرح لفظ ذا کی جمع کے لئے آتا ہے۔ اس طرح وہ مستقل جمع کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔ الست بابن الاولی سعدوا وسادوا۔ کیا میں ان لوگوں کا بیٹا نہیں ہوں جو نیک بخت اور سردار تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ کو اولی الامر کی تفسیر ذو الامر سے کرنے کی ضرورت اسی لئے پیش آئی۔ کہ اولی کا لفظ دونوں میں مشترک ہے۔ جمع ذو کے معنی بھی اور الذی موصول کی جمع بھی ہے۔ اور شاعر کے کلام میں اولی سعدوا وسادوا بمعنی الذین سعدوا وسادوا کے ہے۔

اور رضی شرح کافیہ میں ہے۔ کہ الّذی کی جمع من غیر لفظہ الاولیٰ بروزن العلیٰ ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

حدیث نمبر ۴۲۱۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فِيْ شَرِيْجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَآءَ اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَآءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجُدُرِ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَآءَ اِلٰى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهٗ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ اَحْفَظَهُ الْاَنْصَارِيُّ كَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا بِاَمْرٍ لَّهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ قَالَ الزُّبَيْرُ فَمَا اَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ اِلَّا نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حرۃ کے ایک غول کے بارے میں حضرت زبیرؓ کا ایک انصاری سے جھگڑا ہو گیا۔ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زبیر! تم اپنی زمین کو پانی پلا کے پھر اپنے ہمسائے کے لئے چھوڑ دو۔ انصاری بولا یا رسول اللہ! یہ فیصلہ آپؐ نے اس لئے دیا ہے کہ زبیرؓ آپؐ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ جس پہ آپؐ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے زبیرؓ! پانی پلا کر۔ پھر اس وقت تک پانی کو روکے رکھو جب تک وہ دیوار کی طرف نہ لوٹے پھر اپنے پڑوس کے لئے چھوڑ دو۔ اور آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کا حق اپنے صریح حکم سے پورا کر دیا۔ جب کہ انصاری نے آپؐ کو ناراض کر دیا۔ حالانکہ آپؐ نے پہلے اپنے حکم سے ایسا اشارہ فرمایا تھا۔ جس میں دونوں کے لئے گنجائش تھی۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میرا گمان ہے۔ کہ یہ آیات اسی بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن ہو نہیں سکتے۔ جب تک اپنے باہمی جھگڑوں کا فیصل کنندہ آپؐ کو نہ مانیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ شریج مسیل الماء وہ غول جہاں پانی بہتا ہے۔ پہاڑوں میں پانی جذب نہیں ہوتا بلکہ بہتا ہے۔ اس کے بہنے کی جگہ کو شریج کہتے ہیں۔ حرہ پہاڑی حصہ ہے جس کے زمین دوز پہاڑ ہیں۔ کہیں اونچا کہیں نیچا۔ اس پہاڑی حصہ کے اندر جہاں زمین ہے وہاں باغات لگے ہوتے ہیں۔ اس میں بعض باغات ایسے ہیں۔ جہاں پانی پہاڑ کھود کر بڑی تکلیف کے بعد پہنچایا جاتا ہے۔ اور بعض باغات کو ان شریج کے ذریعہ پانی آتا تھا۔ حضرت زبیرؓ کا باغ اونچائی پر تھا۔ اور انصاری کا نیچے تھا۔ ان دونوں میں پانی کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ انصاری کہتا تھا کہ پانی چھوڑ دیا کرو۔ پہلے میں اپنے باغ کو پانی پلا لوں۔ پھر آپ پلانا۔ حضرت زبیرؓ نہیں مانتے تھے۔ آپؐ نے اقرب فالاقرب کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت زبیرؓ کو اجازت دے دی کہ وہ پہلے اپنے باغ کو پانی پلا لیا کریں۔ تھوڑا سا پانی اپنے درختوں کو پلا کر پھر چھوڑ دیا کریں۔ یہ صلح کی بنا پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ ورنہ حق یہ تھا۔ کہ جب اقرب کی ضروریات سے فارغ ہو جائے۔ تو پھر چھوڑ دے۔ اس پر انصاری کو غصہ آیا۔ جس پر آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو ان کا پورا حق جتلایا۔ یہ حکم عدل کا تھا۔ اور پہلا حکم صلح کی بنا پر تھا۔

احفظہ اغضبہ اب گفتگو یہ ہے۔ کہ انصاری نے آپؐ پر بڑا سنگین الزام لگایا۔ کہ اس کے عقیدہ کے مطابق آپؐ مروّت کی بنا پر کبھی عدل نہیں کرتے۔ بنا بریں بعض شراح نے کہا کہ یہ انصاری منافق تھا۔ جس نے زبانی کلامی کلمہ شہادت پڑھا تھا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے۔ کہ منافقین کو انصار نہیں کہا جاتا تھا۔ اس لئے کہ انصار تو مخلصین کا نام ہے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جھگڑا حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت زبیرؓ کے درمیان ہوا۔ تو پھر اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ انصاری مخلص تھا۔ مگر اس کو یہ حکم معلوم نہیں تھا۔ کہ ہمارے اوپر ہر چھوٹے بڑے جلیل اور حقیر سب میں اطاعت رسول واجب ہے۔ اور آپؐ کی معصومیت کا بھی علم نہیں تھا۔ اس پر فلا وربک الخ سے تنبیہ کر دی گئی۔ تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ بتقاضائے بشریت یہ کلام ان سے صادر ہوا۔ جیسے حضرت ماعز اسلمیؓ سے زنا سرزد ہوا۔ اور بعض سے سرقہ بتقاضائے بشریت سے انبیاء علیہم السلام محفوظ ہوتے ہیں۔ دوسرا کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ یہ جواب زیادہ قابل اعتماد ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔

حدیث نمبر ۴۱۲۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ نَّبِيٍّ يَمْرَضُ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ خُيِّرَ ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا۔ مگر اس کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کے اندر اختیار دیا جاتا ہے۔ اور آنحضرت کی جس بیماری میں وفات ہوئی ہے۔ تو آپؐ کو سخت پکڑنے آدبایا۔ پس میں نے آپؐ کو فرماتے سنا۔ ترجمہ۔ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ وہ انبیاء ہیں۔ صدیقین ہیں۔ شہداء ہیں۔ اور نیک بخت لوگ ہیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ بس اب آپ کو اختیار دے دیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ بحۃ آواز کا سخت ہو جانا۔ وہ خرخراہٹ جو حلق میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جب کہ بلغم حلق میں آجائے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَى الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۔

حدیث نمبر ۴۱۲۶ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ ۔

ترجمہ۔ حضرت عبید اللہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ کہ میں اور میری والدہ ان لوگوں میں تھے جو کمزور سمجھے جاتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ آیت پہلے رکوع میں ہے۔ جس میں قتال کی دو وجہ

بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ دوسرے ان کمزور لوگوں کی حفاظت کیلئے جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کے چند رکوع بعد میں ہے۔ کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ قَالُوا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا۔ یعنی جو لوگ دار الحرب مرے یا مارے گئے۔ ان سے محاسبہ ہوتا ہے۔ کہ تم نے کفار کا ساتھ کیوں دیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم کمزور تھے۔ تو کہا گیا کیا اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی۔ کہ تم اس کی طرف ہجرت کر جاتے۔ اس کے بعد آتا ہے۔ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ۔ ان کے لئے عفو کا حکم ہے۔ مؤلفؒ نے پہلی آیت میں داخل کر دیا۔ ممن عذرہ اللہ حالانکہ معذور تو دوسری آیت میں داخل ہیں۔ تو اشکال ہوا۔ کہ مصنفؒ اس حدیث کو اس جگہ ذکر نہ کرتے۔ بلکہ دوسری آیت میں لے آتے۔ جواب یہ ہے کہ اس جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں معذور قرار دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ بھی ان کی مدد کو ضروری فرما رہے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اور ان کی والدہ انہیں مستضعفین میں سے تھے۔ ان کی مدد کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ تو اس حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ صرف اس کا تعلق دوسری آیت سے ہے۔ صحیح نہ ہوا۔ بلکہ دونوں آیات کے متعلق ہے۔ اگرچہ ابن عباسؓ اپنے آپ کو دوسری آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس جگہ انہیں قابلِ امداد بتلانا ہے۔

حدیث نمبر ۴۲۱۲ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍؓ تَلَا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ قَالَ کُنْتُ اَنَا وَاُمِّیْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰہُ وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ حَصِرَتْ ضَاقَتْ تَلْوُوْا اَلْسِنَتَکُمْ بِالشَّھَادَۃِ وَقَالَ غَیْرُہٗ اَلْمُرَاغَمُ اَلْمُھَاجَرُ رَاغَمْتُ ھَاجَرْتُ قَوْمِیْ مَوْقُوْتًا مُؤَقَّتًا وَقْتَہٗ عَلَیْھِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے الا المستضعفین الخ آیت تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ میں اور میری والدہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہے۔ اور ابن عباسؓ سے اگلی تفسیر منقول ہے۔ حصرت کے معنی تنگ ہونے کے۔ تلووا السنتکم کہ کلمہ شہادت پڑھنے میں تم اپنی زبانوں کو مروڑ لیتے ہو۔ ابن عباسؓ کے غیر کی تفسیر ہے۔ المراغم کے معنی مہاجر کے ہیں۔

راغمت یعنی میں نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ موقوتا مقرر شدہ وقتہ علیھم ان پر وقت مقرر کر دیا۔

بَابُ قَوْلِهِ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَدَّدَهُمْ فِئَةٌ جَمَاعَةٌ۔

بدد بمعنی متفرق کر دیا۔ اور فئۃ کے معنی جماعت کے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۲۸ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أُحُدٍ وَّكَانَ النَّاسُ فِيهِمْ فِرْقَتَيْنِ فَرِيقٌ يَّقُولُ اقْتُلْهُمْ وَفَرِيقٌ يَّقُولُ لَا فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَقَالَ إِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ اُحد سے واپس آئے۔ تو لوگوں کے ان منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک کہتا تھا۔ ان کو قتل کر دو۔ دوسرا کہتا قتل نہ کرو۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ منافقین کے بارے میں تمہارے دو گروہ کیوں ہو گئے۔ ان کو تو قتل کر دینا چاہیئے تھا۔ فرمایا کہ مدینہ پاک ہے وہ کھوٹ کو ایسے دور کرتا ہے۔ جیسے آگ چاندی کے کھوٹ کو دور کرتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نفی خبث کی کئی صورتیں ہیں۔ کہ میل کچیل کو دفع کر دیا جائے یا خود وہ میلی کچیلی چیز چلی جائے۔ جیسے بخار والا اعرابی چلا گیا۔ اور ایک صورت یہ بھی کہ کوئی نعش وہاں سے نکال لی جائے۔ زمین قبول نہ کرے۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ بقیع غرقد میں سے منافقین کی نعشوں کو نکالا گیا اور عارفین کو ان کی قبروں میں دفن کر دیا گیا۔ حالانکہ آپ کا حکم ہے کہ کسی میت کو قبر سے نہ نکالا جائے۔ لیکن منافقین کو بقیع غرقد میں دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن زمین نے ان کو قبول نہ کیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ۔

اَفْشَوْهُ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ يَسْتَخْرِجُوْنَهٗ حَسِيْبًا كَافِيًا اِلَّا اِنَاثًا الْمَوَاتَ حَجَرًا اَوْ مَدَرًا اَوْ مَا اَشْبَهَهٗ مَرِيْدًا مُتَمَرِّدًا فَلَيُبَتِّكُنَّ بَتَّكَهٗ قَطَعَهٗ قِيْلًا وَّقَوْلًا وَاحِدٌ طَبَعَ خَتَمَ۔

ترجمہ۔ جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے۔ تو اس کو خوب پھیلاتے ہیں۔ اذاعۃ کے معنی افشا کے ہیں۔ استنباط کے معنی نکالنے کے۔ حسیبًا بمعنی کافی۔ اناثًا مردہ چیزیں جن میں روح نہ ہو۔ خواہ وہ پتھر ہوں یا کوئی مٹی کا ڈھیلا یا اس سے مشابہ اور مرید کے معنی سرکش کے ہیں۔ بتکہ قطع کرنا۔ کاٹنا۔ قیل اور قول کے ایک معنی ہیں۔ طبع بمعنی ختم مہر لگا دی گئی۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ۔

ترجمہ۔ جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے۔ اس کی سزا جہنم ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۲۹ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ الخ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ اخْتَلَفَ فِيْهَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ فَرَحَلْتُ فِيْهَا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَسَاَلْتُهٗ عَنْهَا فَقَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ هِيَ اٰخِرُ مَا نَزَلَ وَمَا نَسَخَهَا شَيْءٌ۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں۔ کہ کوفہ والوں کا اس آیت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ تو میں اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے حضرت ابن عباسؓ کے پاس کوچ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ آیت من یقتل مؤمنا الخ یہ آخری نازل شدہ آیت ہے۔ جس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قاتل عمد ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس آیت کو ابن عباسؓ فرما رہے ہیں۔ کہ یہ آخر ما نزل ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔

کہ جمیع آیات قرآنیہ میں سے آخری آیت ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ قتل کے بارے میں جس قدر آیات نازل ہوئی ہیں۔ ان میں سے یہ آخری آیت ہے۔ جس کو کسی نے نسخ نہیں کیا۔ اس کے مقابل میں سورۃ فرقان کی آیت ہے۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ کہ جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتے ہیں۔ بلکہ اس کی برائیوں کو مٹا دیتے ہیں۔ ابن عباسؓ والی آیت سورۃ نساء جزئی ہے اور سورۃ فرقان کی آیت کلی ہے۔ اور مدنی آیت مکی آیت کے لئے ناسخ ہوتی ہے۔ ان روایات ابن عباسؓ کو سورۃ فرقان میں بھی لایا گیا ہے۔ ان میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ذرہ یکتہ نسختھا اٰیۃ المدینۃ التی فی سورۃ النساء تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ قاتل مؤمن کے لئے توبہ نہیں ہے۔ اور اختلف اھل الکوفۃ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جمیع اہل سنت کا مسلک یہ ہے۔ کہ اس کی توبہ قبول ہے۔ ابن عباسؓ نے جو جواب سعید بن جبیر کو دیا اس میں دونوں کو جمع کر دیا ہے۔ کہ سورۃ فرقان والی آیت مشرک کے بارے میں ہے۔ اور سورۃ نسأ کی آیت قاتل مؤمن کے بارے میں ہے۔ کہ اس کے لئے توبہ نہیں ہے۔ تو دونوں آیات کا محمل الگ الگ بتلایا گیا۔ تو نسخ نہ ہوا۔ الحاصل ابن عباسؓ کی روایات مختلفہ ہیں۔ نفس مسئلہ میں جمہور کا مسلک یہ ہے۔ کہ توبہ سے ہر جرم معاف ہو جاتا ہے۔ خواہ کفر و شرک ہو یا قتل نفس ہو۔ جس پر واقعات حدیث شاہد ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے ننانوے آدمی قتل کئے تھے۔ جس کے پاس توبہ کے لئے جاتا وہی ویلک مالک توبۃ۔ بالآخر وہ بیت المقدس کی طرف چلتا ہے۔ ملک الموت نے چلنے کی طاقت سلب کر لی۔ تو بیٹھ کر رینگتا تھا۔ جب بیٹھ کر چلنے اور رینگنے کی طاقت نہ رہی۔ اس کے مرجانے کے بعد ملائکہ عذاب اور ملائکہ رحمت میں اختلاف ہوا۔ باری تعالیٰ نے زمین کو تنگ ہو جانے کا حکم دیا۔ تو بیت المقدس کی طرف قرب پر ملائکہ رحمت لے گئے۔ تو جب امم سابقہ میں قتل نفس کی توبہ قبول ہے۔ تو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زیادہ مستحق ہوگی۔ دوسرے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء والی آیت کو قتل سے پہلے اور اس کے بعد لایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت ہوگی۔ تیسرے اللہ یغفر الذنوب جمیعًا میں قتل مؤمن بھی داخل ہے۔ لاتقنطوا من رحمت اللہ بھی ہے۔ ان آیات کی بنا پر اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔ کہ توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ قتل نفس بھی معاف ہو جائے گا۔ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں۔ کہ مرتکب کبیرہ کافر ہو جاتا ہے۔ وہ مخلد فی النار ہوگا۔ جمہور کے مسلک پر کہ قاتل نفس کی

توبہ قبول ہے۔ نفس آیت اور ابن عباسؓ کی روایت سے اشکال ہوتا ہے۔ ایک جماعت اس کا جواب یہ دیتی ہے۔

کہ خلود کے معنی تابید اور دوام کے نہیں بلکہ کبھی خلود مکث طویل کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے معلقات میں چٹانوں کو خوالد کہا گیا ہے۔ تو آیت میں خلود مکث طویل کے لئے ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ حکم مستحل کے لئے ہے۔ یعنی جو قتل مؤمن کو حلال سمجھتا ہے۔ وہ مخلّد فی النار ہوگا۔ اگر مستحل نہ ہو تو توبہ قبول ہوگی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ فجزاءُہ جہنم ان جوزی کہ باری تعالےٰ کے یہاں ہر فعل کی جزا متعین ہے۔ لیکن قیامت کے دن مجموعہ اعمال پہ سزا ہوگی۔ قتل نفس مؤمنہ کی سزا خلود جہنم ہے۔ تو قاتل کے عمل مفرد کا یہ اثر ہوا۔ مجموعہ اور مرکب اعمال کا اثر اور ہوگا۔ کہ نہ خلود جہنم اور نہ خلود جنت ہوگا۔ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ کہ صدق دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ انشاءاللہ قبول ہوگی۔ اگر وہ عاصی بلا توبہ مرگیا۔ تو وہ باقی اہل معاصی کی طرح ہے۔ اللہ تعالےٰ چاہے تو معاف کردے۔ چاہے عذاب میں مبتلا کریں۔ گویا اگر کوئی موحّد بلا توبہ کے مرگیا۔ تو کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ مؤبد فی النار نہ ہوگا۔ تو فجزاءُہ جہنم میں مفرد عمل کا اثر بیان کیا گیا ہے۔ تو اس صورت میں خالدین فیہا سے تابید مراد ہوگی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اہل سنّت والجماعت اور معتزلہ و خوارج کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ اس پہ تو سب کا اتفاق ہے۔ کہ توبہ ضرور قبول ہوگی۔ لیکن اس میں اختلاف رہا۔ کہ جو موحّد بغیر توبہ کے مرگیا۔ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جہنم کی سزا اگر نہ ملے تو یہ عدل کے خلاف ہے۔ اہل سنّت والجماعت فرماتے ہیں کہ اس کا معاملہ اللہ تعالےٰ کے سپرد ہے۔ یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء اس میں توبہ کا کوئی ذکر نہیں۔ توبہ سے تو شرک بھی معاف ہوجاتا ہے۔ تو قاتل کی توبہ کیوں مقبول نہ ہوگی۔ ابن عباسؓ کی طرح حضرت حسن بصریؒ بھی اس قبولیت توبہ کے قائل نہیں ہیں۔ جمہور کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ جب ایک اسرائیلی سنو کے قاتل کی توبہ قبول ہے تو محمدی نے کیا گناہ کیا ہے۔ کہ اس کی توبہ قبول نہ ہو۔ جبکہ شرک بھی توبہ سے معاف ہے۔ تو باقی معاصی کی معافی بھی ہوسکتی ہے۔ بہر حال یہ مشیت ایزدی پہ موقوف ہے۔ توبہ کی قبولیت پہ بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اس بحث میں ابن عباسؓ اور ان کے موافقین کو بالکل مدمقابل کہنا پڑے گا۔ لیکن اس کا ایک جواب یہ بھی دیا

جاتا ہے۔ کہ ابن عباسؓ کا ارشاد لاتوبۃ لہ وانی لہ توبۃ یہ تغلیظاً تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں خونریزی بہت ہو رہی تھی۔ خوارج اور روافض سے مقاتلہ ہوا۔ اور خود اہل سنت میں اختلاف رونما ہوا۔ جنگ جمل میں دس ہزار مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ تو انہوں نے مصلحت کی بنا پر سفک دماء سے روکا۔ حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے لاتوبۃ لہ نہیں فرمایا۔ بلکہ انی لہ توبۃ فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس کو توبہ کی توفیق کہاں مل سکتی ہے۔ اگر توفیق مل گئی تو اس سے سکوت ہے تو اس وقت قول ابن عباسؓ جمہور کے خلاف نہ ہوگا۔ لاتوبۃ لہ روایت بالمعنی ہوگی۔ اب دوسرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ سورۃ نساء کی آیت کو آیت فرقان کے لئے ناسخ کہا گیا ہے۔ اور دوسری جگہ یہ ہے کہ یہ دونوں ناسخ منسوخ نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں مطابق اور محکم ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب ابن عباسؓ کا مسلک جمہور کے مسلک کے موافق تھا۔ جب ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو کبھی کسی صورت کو ذکر کر دیتے۔ کبھی دفع الوقتی کے لئے دوسری صورت کو ذکر کر دیا۔ ان کا اصلی مقصد خونریزی کو روکنا تھا۔ کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ ان اموالکم ودماءکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ بلدکم ھذا وشھرکم ھذا الحدیث تو یہ سب تغلیظاً تھا۔ کہ تمہارے اموال۔ خون اور عزتیں تم پر ایسے حرام ہیں جیسے اس شہر کی اس ماہ کی اور اس دن کی حرمت ہے۔ یہ ہم اس لئے کہتے ہیں۔ کہ نسخ ہمیشہ انشاءات میں ہوتا ہے۔ یہاں تو دونوں جملے اخبارات میں سے ہیں۔ من یقتل مؤمنا الخ اور الامن تاب وامن الخ تو اخبارات میں نسخ نہ ہوگا۔

دوسری توجیہ یہ ہے۔ کہ ایک نسخ کے معنی رفع حکم شرعی الی حکم آخر مثلہ اور دوسرے نسخ کے معنی تخصیص کے ہیں۔ یہاں یہی معنی ہیں۔ جیسے ان الذین یدعون مع اللہ الٰھا آخر الخ اس کے افراد اہل جاہلیت اور اہل اسلام وغیرہ سب ہو سکتے تھے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ یہ اہل جاہلیت کے لئے ہے۔ اور سورۃ نساء والی مسلمانوں پر محمول ہے۔ تو منسوخ کے معنی مخصوص کے ہوتے۔ اس کو کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا۔ تو اب لم ینسخھا شیئ کہنا صحیح ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ | الا اناثا یعنی موات پتھروں پر اناث کا اطلاق اس وجہ سے ہے۔ کہ تشبیہ دی گئی ہے۔ کہ تکلیف زیادہ نفع بالکل نہیں۔ دوسرے ان بتوں کے ناموں

میں تانیث کا لحاظ کیا گیا ہے۔ لات۔ منات۔ عزیٰ وغیرہ۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں گزرا جس کے لئے کوئی نہ کوئی بت نہ ہو۔ جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اور اس کا نام انثی بنی فلاں رکھتے تھے۔ جیسے ہندوؤں کے ہاں لکشمی دیوی سیتا وغیرہ بتوں کے نام ہیں۔ اور قسطلانیؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس میں روح نہ ہو۔ جیسے پتھر لکڑی وغیرہ وہ اناث ہے۔ اور وہ اپنے بتوں کے نام بھی اناث کے نام پر رکھتے تھے۔

طبع بمعنی ختم۔ طبع اللہ علی قلوبھم میں طبع بمعنی مہر کر دینے کے ہیں۔ چونکہ طبع کثیر المعانی تھا۔ اس لئے دفع وہم کے لئے ختم معنی متعین کر دیئے۔ لغت میں اس کے معنی ڈھالنے کے بھرنے کے وغیرہ کے آتے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ فجزاءہ جھنم ص۶۶۱ س۱۸ شاید اس سے قاتل نفس کے عذاب کی تخفیف کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ کفر تو اعظم الجنایات ہے۔ تو اس کی عظمت پر واعد لھم عذابا عظیما دلالت کرتا ہے۔ تو فی ذاتہ عذاب میں عظمت ہوئی۔ دوسرے کی نسبت کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ یا اس میں عظمت فساق مومنین جہنم میں داخل ہونے والوں کے اعتبار سے ہے کہ وہ لوگ تو خالدین نہ ہوں گے۔ یہ اس میں خالد ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا شیخ گنگوہیؒ نے اس سے تنبیہ فرمائی۔ کہ آخر آیت میں جو اعد لھم عذابا عظیما ہے۔ کہ اس قاتل کی سزا کافر کی سزا سے بھی بڑھ جائے گی۔ کیونکہ خلود کافر کی سزا ہے۔ تو خالدا سے معلوم ہوا اس کے لئے بھی خلود ہے۔ تو برابر ہو گئے۔ تو آخر آیت سے اس وہم کا دفعیہ کر دیا۔ کہ عذابا عظیما میں عظمت یا تو فی نفسہ مراد ہے۔ یا یہ کہ یہ عظمت دوسرے فساق مسلمانوں کے اعتبار سے ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا السِّلْمُ وَالسَّلَمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ۔

حدیث نمبر ۴۲۱۳ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَا تَقُوْلُوْا

لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ كَانَ رَجُلٌ فِىْ غُنَيْمَةٍ لَّهٗ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَتَلُوْهُ وَاَخَذُوْا غُنَيْمَتَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِىْ ذٰلِكَ اِلٰى قَوْلِهٖ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تِلْكَ الْغُنَيْمَةُ قَالَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ السَّلَامَ ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ۔ کہ یہ آیت کہ جو شخص تم پہ سلام ڈالے اس کو یہ نہ کہو ۔ کہ تو مومن نہیں ہے ۔ ابن عباسؓ اس کا شان نزول بیان کرتے ہیں ۔ کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا ۔ کہ مسلمان وہاں پہنچ گئے ۔ اس نے کہا السلام علیکم ۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا ۔ اور اس کی بکریاں پکڑ کر لے آئے ۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ عرض الحیٰوۃ الدنیا سے وہی بکریاں مراد ہیں ۔ اور ابن عباسؓ نے الف کے ساتھ السلام بھی قرآت کی ہے ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قرآن مجید میں السلام ۔ السلم و السّلم تینوں قرآت ہیں ۔ سلم کے معنی صلح اور تابعداری کے ہیں ۔ مسئلہ یہی ہے ۔ کہ جب وہ شخص تابعداری کا اظہار کر رہا ہے ۔ تو ہمیں ظاہر پہ عمل کرنا چاہیئے ۔ خواہ وہ دل سے کہے یا نہ کہے ۔ سلام کے یہی معنی ہیں ۔ اور ایک سلام کے معنی تحیہ کے بھی آتے ہیں ۔ اکثر لغت میں یہی مستعمل ہے ۔ البتہ انقیاد تابعداری کے معنی بھی آتے ہیں ۔ جیسے کہ سِلم اور سَلم کے معنی ہیں ۔ اگر سلام کے معنی تحیہ کے ہوں ۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جب وہ تم پہ سلام و تحیہ کر رہا ہے ۔ تو اس سے یہ نہ کہنا چاہیئے ۔ کہ تو مومن نہیں ہے ۔ مقصد یہ ہے ۔ کہ جہاد میں پوری وضاحت کے بعد معاملہ کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ شریعت کا مدار ظاہر پہ ہے باطن پہ نہیں ہے ۔ جیسے آپؐ نے حضرت اسامہؓ کو بے احتیاطی پہ ڈانٹا تھا ۔ یاد رہے کہ یہ حکم جہاد کا ہے ۔ ہر جگہ کا یہ حکم نہیں ہے ۔ دار الحرب میں اگر کوئی کافر السلام علیکم کہے جو اس کی حقیقت کو نہیں جانتا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ۔

بَابُ لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔

حدیث نمبر ۱۴۳۱ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ۔۔۔ اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِىَّؓ

اَنَّهٗ رَاٰى مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ فِي الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَخْبَرَنَا اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْلٰى عَلَيْهِ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَجَاءَهٗ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍؓ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ اَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُّ وَكَانَ اَعْمٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تُرَضَّ فَخِذِيْ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ آیت لایستوی القاعدون الخ لکھوا رہے تھے۔ کہ اسی لکھوانے کے دوران حضرت ابن ام مکتومؓ تشریف لے آئے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! اگر میں جہاد کی طاقت رکھتا تو میں ضرور جہاد میں حصہ لیتا اور وہ نابینا صحابی تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی۔ جب کہ آپؐ کی ران میری ران پر تھی۔ جو مجھ پر ثقل وحی کی وجہ سے اتنا گراں گذری کہ مجھے گمان ہوا کہ میری ران پاش پاش نہ ہو جائے۔ پس وہ حالت وحی کی آپؐ سے جدا ہوئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے غیر اولی الضرر نازل فرمائی۔ کہ تکلیف والے آدمی معذور ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہ آیت مجاہدین کی فضیلت اور قاعدین عن الجہاد کی تنقیص کے لئے نازل ہوئی۔ جس پر حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو شبہ ہوا۔ کہ اگر میں اعمیٰ نہ ہوتا تو ضرور جہاد کرتا۔ جس پر غیر اولی الضرر نازل ہوا۔ اب یہاں اشکال ہے۔ کہ ایک روایت میں ہے۔ کہ آپؐ اولاً اور القار کر رہے تھے۔ اسی حال میں حضرت بن ام مکتومؓ تشریف لائے۔ باب کی تیسری روایت میں ہے۔ کہ وہ آپؐ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ ان میں تنافی نہیں کہ پہلے ابن ام مکتومؓ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپؐ نے حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی کو بلوایا تو یہ سامنے آگئے۔ اور کہا انا ضریر۔ میں تو نابینا ہوں۔ جس پر غیر اولی الضرر نازل ہوا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ لایستوی القاعدون الخ میں الفاظ عام ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجاہدین اور قاعدین کسی جگہ بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ اس کو مخصوص کر رہے ہیں۔ ممکن ہے یہی مخصوص وصف ہو۔

جس کی وجہ سے بدریین کو فضیلت حاصل ہوئی۔ جس سے وہ تمام صحابہ کرام میں افضل شمار ہونے لگے۔ یہ تفضیل تو مسلّم ہے۔ لیکن آیت کا کیا مطلب ہے۔ جمہور فرماتے ہیں۔ کہ شانِ نزول خاص ہوتا ہے۔ حکم عام ہوا کرتا ہے۔ یہاں ابن عباسؓ کا مقصد شان نزول کی خصوصیت بیان کرنا ہے۔ حکم بیان کرنا نہیں ہے۔ حکم یہ ہے کہ مجاہدین اور قاعدین دیگر معاملات میں برابر ہیں۔ تو یہ صرف ان کی رائے ہوگی۔

حدیث نمبر ۴۲۳۲ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الخ عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَكَتَبَهَا فَجَاءَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍؓ فَشَكَا ضَرَارَتَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ جب آیت لا یستوی الخ نازل ہوئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو بلوایا۔ تو انہوں نے اس آیت کو لکھ لیا۔ تو ابن ام مکتومؓ تشریف لائے۔ اور اپنی بے بصارتی کا شکوہ کیا۔ تو اللہ تعالے نے غیر اولی الضرر نازل فرمایا۔

حدیث نمبر ۴۲۳۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْا فُلَانًا فَجَاءَهُ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ وَالْكَتِفُ فَقَالَ اكْتُبْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَخَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا ضَرِيْرٌ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب آیت لا یستوی القاعدون الا نازل ہوئی۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فلاں شخص کو بلاؤ۔ پس وہ تشریف لائے تو ان کے ساتھ دوات بھی تھی۔ تختی اور پٹھا بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا لکھو۔ لا یستوی القاعدون الخ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت ابن ام مکتومؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا۔

یا رسول اللہ! میں تو نابینا ہوں۔ پس اسی جگہ یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں غیر اولی الضرر بھی تھا۔

حدیث نمبر ۴۱۳۴ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنْ بَدْرٍ وَالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں۔ کہ لا یستوی القاعدون الخ بدر سے بیٹھ جانے والے اور بدر کی طرف کوچ کرنے والے مراد ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت براءؓ کی روایت میں پہلے غیر اولی الضرر کو روایت نہیں کیا۔ دوسری مرتبہ زیادتی کو بھی ساتھ پڑھ دیا۔ اور بعض نے کہا۔ کہ دوسری بار اسی طرح مکمل نازل ہوا۔ جس میں غیر اولی الضرر موجود تھا۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ الخ

حدیث نمبر ۴۱۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الخ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُو الْاَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلٰٓى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيْهِ فَلَقِيْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرْتُهٗ فَنَهَانِىْ عَنْ ذٰلِكَ اَشَدَّ النَّهْىِ ثُمَّ قَالَ اَخْبَرَنِى ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ يُكَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِى السَّهْمُ فَيُرْمٰى بِهٖ فَيُصِيْبُ اَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهٗ اَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ الخ رَوَاهُ اللَّيْثُ عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو الاسود فرماتے ہیں۔ کہ اہل مدینہ کے خلاف عبد اللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں ایک لشکر ترتیب دیا گیا۔ جس میں میرا نام بھی لکھ دیا گیا۔ تو میری ملاقات حضرت عکرمہؒ ابن عباسؓ کے غلام سے ہوئی۔ جن کو میں نے اس واقعہ سے مطلع کیا۔ تو انہوں نے مجھے اس سے سختی سے منع کیا۔ پھر فرمایا حضرت ابن عباسؓ نے مجھے خبر دی۔ کہ مسلمانوں کے کچھ لوگ مشرکین کے

ہمراہ تھے۔ کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت کو بڑھا دیتے تھے۔ غالباً یہ بدر کا واقعہ ہے۔ جب کہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر پھینکا جاتا تھا۔ جو ان میں سے کسی ایک کو لگ جاتا۔ بس وہ قتل ہو جاتا یا تلوار ماری جاتی تو وہ مقتول ہو جاتا۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ کہ جن لوگوں نے کفر کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پہ ظلم کیا۔ جب فرشتے ان کو وفات دیں گے۔ تو انہوں نے پوچھا تم کس گروہ میں تھے۔ کہ ہم تو زمین پہ کمزور سمجھے جاتے تھے۔ تو فرشتوں نے ان سے کیا کہا۔ اللہ کی زمین فراخ نہیں تھی۔ کہ تم اس کی طرف ہجرت کر کے چلے جاتے۔ غرضیکہ ان کو ہجرت پہ قدرت تھی ہجرت نہ کی۔ اس کے برعکس کفار مکہ کا ساتھ دیا۔ البتہ مستضعفین مستثنیٰ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس جگہ توفی کا فاعل ملائکہ جمع لایا گیا ہے اور کسی جگہ توفاھم ملک الموت الذی اکل لھم اور کسی جگہ توفتہ رسلنا کے الفاظ ہیں۔ تو جمع کی صورت یہ ہوگی۔ کہ سردار تو ان فرشتوں کا صرف عزرائیل علیہ السلام ایک فرشتہ ہے۔ پھر اس کے تحت معاونین اور جیوشس ہیں۔ پھر ان کے بھی مراتب ہیں۔ کہ ان کے تحت چھ ملائکہ ہیں تین مؤمنین کے لئے اور تین کفار کے لئے۔ پھر ان کے تحت جیوش ہیں۔ تو کبھی فعل کی نسبت ملک اعظم کی طرف کی جاتی ہے۔ اور کبھی نیچے والے ملائکہ کی طرف نسبت کر دی ہے۔

فیما کنتم ما غیر ذوالعقول کے لئے ہے۔ کہ فی ای عمل کنتم اگر ذوی العقول کے لئے ہو تو معنی ہوں گے فی ای فریق کنتم اور یہ سوال توبیخاً اور زجراً ہے۔ جو جیش حضرت ابن زبیرؓ کے مقابلہ میں مکہ معظمہ بھیجا گیا تھا۔ عبدالملک بن مروان یا یزید کے زمانہ میں یہ لشکر روانہ ہوا۔ تو اس میں عبدالرحمن بن نوفل ابوالاسود کا نام بھی لکھا گیا۔ اور یہ حضرت زبیرؓ کی پرورش میں رہ چکے تھے۔ اب جب یہ لشکر میں جانے لگے۔ تو حضرت عکرمہ نے انہیں ملامت کی۔ کہ تم ابن زبیرؓ کے مقابل میں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں قتال کے لئے نہیں جا رہا۔ بلکہ ایسے ہی جا رہا ہوں۔ جس پہ حضرت عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کر کے پڑھی۔ کہ مشرکین کی جماعت کو بڑھا دا کرنے پہ ان الذین توفاھم الخ نازل ہوئی۔ تو تم چونکہ ابن الزبیرؓ کے مقابلہ میں فتنہ پردازان اسلام کی تعداد بڑھانے کے لئے جا رہے ہو۔ تو ان کثر سواد قوم فھو منھم

جو کسی جماعت کی تعداد بڑھائے گا۔ خواہ جنگ نہ بھی کرے تو وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ لہذا تم بھی عذاب کے مستحق ہوگے۔ شام میں بنو امیہ کی حکومت تھی۔ تو ابن الزبیرؓ کے مقابلہ کے لئے اہل مدینہ سے بھی ایک لشکر تیار ہوا۔ جن کا سردار حسین تمیری تھا۔ اس نے آکر مکہ کا حصار کیا۔ دریں اثنا یزید کی موت کی خبر پہنچی۔ تو اس نے حصار کو ترک کر دیا۔ اور حضرت ابن الزبیرؓ کا تابعدار بن گیا۔ جس کے بعد ابن الزبیرؓ کا تسلط اور بڑھ گیا۔ بنو امیہ نے شام میں یزید کی موت کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کو تخت پر بٹھلایا۔ اس نے اپنے پہلے خطبہ میں کہہ دیا کہ یہ ملک میرے دادا نے غصب کیا ہے۔ خلافت بنو ہاشم کا حق ہے۔ اس پر بنو امیہ نے انہیں زہر دے کر کام تمام کر دیا۔ اس کی خلافت چالیس دن تک بتلائی جاتی ہے۔ چھ ماہ مروان بن الحکم خلیفہ رہا۔ پھر خلافت بنو امیہ سے ضعف شروع ہو گیا۔ اور ابن الزبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ ادھر مروان کے بعد عبد الملک بن مروان تخت پر بٹھلایا گیا۔ جو سمجھدار ہونے کے علاوہ سخی بھی تھا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی خزانے کے منہ کھول دیئے۔ اس میں ذاتی قابلیت اتنی نہ تھی۔ مگر سخاوت کی وجہ سے مقبولِ عام ہو گیا۔ ادھر ابن الزبیرؓ کفایتِ شعار تھے۔ جو تھوڑا خرچ کرتے تھے۔ ایک تو ان میں بخل کا مادہ تھا۔ دوسرے ان میں خاندان پرستی بھی تھی۔ جس کی وجہ سے ابن عباسؓ نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباسؓ کے جلا دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ یہ مقبول عام تھے۔ عبد الملک نے موقعہ غنیمت سمجھ کر فوج بھیج دی۔ جس نے ابن عباسؓ کو بچا لیا۔ اس وجہ سے بھی وہ عبد الملک مقبول عام ہو گیا۔ ابن عباسؓ نے پھر کبھی ان کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ کسی اور جگہ چلے گئے۔ ان امور کی وجہ سے ابن الزبیرؓ کی حکومت زوال پذیر ہوئی۔

الغرض حضرت عکرمہ کا مقصد یہ تھا۔ کہ مشرکین کی تکثیر سواد کر کے تم بھی مستحق عذاب خواہ تمہاری نیت لڑنے کی نہ ہو۔ جیسے بدر میں کچھ مسلمان مشرکوں کے ساتھ مل کر مارے گئے۔ اور عذاب کے مستحق ہوئے۔

بَابُ قَوْلِهِ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الخ

حدیث نمبر ۴۲۳۶ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ قَالَ كَانَتْ أُمِّيْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میری ماں بھی ان لوگوں میں تھی۔ جن کو اللہ تعالٰے نے معذور قرار دیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ الخ

حدیث نمبر ۴۱۳۷ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذْ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَّسْجُدَ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب سمع اللہ الخ کہا۔ تو سجدہ کرنے سے پہلے کھڑے کھڑے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اور ولید بن ولید کو بھی بچالے۔ اور جو کمزور مسلمان ہیں ان کی نجات کا سامان فرما۔ اے اللہ! اپنی پکڑ قبیلہ مضر پر سخت کردے۔ ان کی پکڑ یوسف علیہ السلام کے سات سال کی قحط کی صورت میں ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ عیاش بن ابی ربیعہ ابوجہل کا اخیافی بھائی تھا۔ اور سلمہ بن ہشام حقیقی بھائی تھا۔ دونوں قریش کے صنادید میں سے تھے۔ ان کے لئے رمضان شریف میں دعا کی گئی۔ تو وہ عید الفطر کے موقعہ پر رہا ہوکر مدینہ پہنچ گئے۔ ان کے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے قریش اور بھی حسد کی آگ میں جلتے تھے۔ آپؐ نے قبیلہ مضر پر بد دعا فرمائی۔ تو اتنا زبردست قحط پڑا کہ انہوں نے آکر آپؐ سے دعا کرائی۔ تب کہیں قحط دور ہوا۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ۔

حدیث نمبر ۴۱۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ كَانَ جَرِيْحًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہو۔ یا تم بیمار ہو تو ہتھیار اتار رکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ زخمی تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ چونکہ ہتھیار اتار دینا۔ یہ اعدوا لهم ما استطعتم کے خلاف تھا۔ جس پر لوگوں نے ان کو ملامت کی۔ تو آیت نازل ہوئی کہ وہ زخمی ہیں ان کو اجازت ہے۔ لیکن اجازت کے ساتھ یہ بھی حکم ہے۔ کہ دشمنوں سے غافل نہ رہو۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ۔

حدیث نمبر ۴۱۳۹ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ قَالَتْ عَائِشَةُؓ هُوَ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْيَتِيْمَةُ هُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا فَاَشْرَكَتْهُ فِيْ مَالِهٖ حَتّٰى فِي الْعَذْقِ فَيَرْغَبُ اَنْ يَّنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ اَنْ يُّزَوِّجَهَا رَجُلًا فَيَشْرَكُهٗ فِيْ مَالِهٖ بِمَا شَرِكَتْهُ فَيَعْضُلُهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ کسی آدمی کے پاس یتیم لڑکی ہوتی تھی۔ جو اس کا متولی بھی ہوتا اور اس کا وارث بھی ہوتا تھا۔ پس وہ لڑکی شریک ہو جاتی۔ حتیٰ کہ کھجور کے خوشہ میں تو وہ مال کی خاطر اس سے نکاح کرنا پسند کرتا۔ لیکن کسی دوسرے سے اس لئے نکاح نہیں کر دیتا تھا۔ کہ کہیں وہ اس کے مال میں لڑکی کی شراکت کی وجہ سے شریک نہ ہو جائے۔ پس وہ اسے نکاح کرنے سے روک دیتا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ یہ لوگ آپؐ سے عورتوں کے بارے

میں حکم پوچھتے ہیں۔ الخ

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت عائشہؓ کی یہ روایت کہیں مجمل آئی ہے۔ اور کہیں مفصل وارد ہوئی ہے۔ ایک آیت صیف گرمی کے موسم میں اتری اور ایک شتا یعنی سردی کے موسم میں اتری۔ یہ آیت پہلے گذر چکی ہے۔ کہ اگر تمہیں انصاف نہ کرنے کا خوف ہو تو ان سے نکاح نہ کرو۔ اور یہ آیت شتا سردی میں اتری ہے۔ جس سے حکم نکاح معلوم ہوتا ہے۔ اس میں بعض مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ جھگڑا میراث میں واقع ہوا ہے۔ عرب کی عادت تھی۔ کہ ترکہ لڑکیوں اور چھوٹے بچوں کو نہیں دیتے تھے۔ جو لوگ میدانِ جنگ میں دست دبازو بنیں وہی میراث کے حقدار ہیں۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیئے تھا۔ کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو میراث ملتی وہ تو کما نہیں سکتے۔ بڑی اولاد تو کما سکتی ہے۔ اور عورتیں تربیت کرتی ہیں۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی میراث دو۔ اب صحابہ کرامؓ کو بڑی مشکل پیش آئی۔ کیونکہ یہ میراث دینا ان کی عادت کے خلاف تھا۔ رسوم مروجہ کو بدلنا پڑتا تھا۔ تو بار بار آپؐ سے سوال کرتے تھے۔ خواہش یہی تھی کہ کہیں یہ حکم بدل جائے۔ تو دیگر مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ یستفتونک فی النساء ای فی یتامی النساء التی لا تؤتونھن الخ یعنی تم ان کے نکاح میں رغبت رکھتے ہو۔ لیکن انہیں میراث نہیں دیتے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق دیا جائے۔ کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ تو اس آیت سے تاکید ہو گئی۔ تو حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیت میراث کے بارے میں ہے۔ امام مسلمؒ نے اسے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

یتامی النساء کی صورت یہ ہوتی تھی۔ کہ ایک آدمی مر گیا۔ تو چچا اور بھتیجے کو ولی بنا گیا۔ اب چچا کی لڑکی اس لئے حلال ہے کہ وہ دادا کی میراث میں شریک تھے۔ اور لڑکیاں دو طرح کی تھیں۔ مرغوبہ فیھا پسندیدہ۔ جب کہ کثیرۃ المال والجمال ہو۔ تو اب خطرہ یہ تھا۔ کہ اگر کہیں باہر اس کا نکاح کر دیا۔ تو خاوند مال میں شریک ہو جائے گا۔ بنا بریں اس لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا۔ لیکن نکاح کے بعد اس کا مہر پورا ادا نہیں کرتا۔ گذر بسر صحیح نہیں ہوتی۔ کیونکہ مہر کا مطالبہ کرنے والی صرف یہی ہے۔ دوسری وہ یتیمہ تھی۔ کہ مال کی وجہ سے تو پسندیدہ ہے۔ مگر

قلیلۃ الجمال والمال ہونے کی وجہ سے نکاح تو کرلیا۔ لیکن حقوق معاشرت پورے ادا نہیں کرتا۔ کثیر المال اس وقت ہوتی تھی جب کہ میت کا کوئی بیٹا وارث نہ ہو۔ یا باپ اس کے لئے کوئی وصیت کرجائے۔ اگر مرغوب عنہا ہے۔ تو پھر اجنبی سے نکاح کر دیتے۔ تو باری تعالےٰ نے ہر ظلم کی حالت سے منع کر دیا۔ کہ اگر تم عدل نہیں کر سکتے۔ مہر اور حقوق معاشرت پورے ادا نہیں کرتے۔ تو اس سے نکاح مت کرو۔ جب یہ آیت اتری ہے۔ تو لوگوں میں کھلبلی مچ گئی اور لڑکیوں کی پرورش میں حیل و حجت کرنے لگے۔ تو باری تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ ہم نے جو آیت صیف میں فرمایا۔ کہ اگر تمہیں رشتہ داری اور ولایت کا لحاظ تھا۔ تو مرغوبہ عنہا بھی تمہاری رشتہ دار ہے۔ اس صورت میں اس کا لحاظ کیوں نہیں کرتے۔ اس لئے ہم نے حکم دیا کہ مرغوبہ فیہا سے بھی نکاح نہ کرو۔ جیسے مرغوبہ عنہا سے نکاح نہیں کرتے۔ رشتہ داری اور ہمدردی کا لحاظ ہر موقعہ پر ہونا چاہیئے۔ اب تم مرغوبہ فیہا یا مرغوبہ عنہا سے تب نکاح کر سکتے ہو۔ جب کہ عدل کرو۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم نے مرغوبہ فیہا سے نکاح بلا عدل کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ تم مرغوبہ عنہا سے نکاح نہیں کرتے ہو۔ تو یہ روایت مجملہ ہے۔ جس پر اشکال پیدا ہوتا ہے۔ اور مطلب واضح نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس مطلب کو ص۶۵۸ پر حضرت عائشہؓ کی روایت مفصلہ واضح کرتی ہے۔ فی النساء ای فی اعطاء میراث النساء۔

وما یتلی علیکم یہ اجنبی زید و کرم کے موافق ہے۔ یہ حکم خداوندی ہے۔ ما کتب لھن و ترغبون ان تنکحوھن الخ اس سے حق مہر اور حقوق معاشرت مراد ہیں۔

والمستضعفین یہ بھی حکم کرتا ہے۔ کہ لا تأکلوا اموال الیتامیٰ ظلماً یہ حکم ہے۔ اس کے بعد فرمایا گیا۔ ان تنکحوھن بالقسط۔ بنا بریں جمہور یہی معنے لیتے ہیں۔ کہ ان سب امور کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ آیت میراث کے لئے بھی ہوسکتی ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شِقَاقٌ تَفَاسُدٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ يَحْرِصُ عَلَيْهِ كَالْمُعَلَّقَةِ لَا هِيَ اَيِّمٌ وَلَا ذَاتُ زَوْجٍ نُشُوْزًا بُغْضًا۔

حدیث نمبر ۴۱۴۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَائِشَةَ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيدُ أَنْ يُفَارِقَهَا فَتَقُولُ أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي ذٰلِكَ۔

ترجمہ۔ شقاق کے معنی بماہمی فساد۔ شح کے معنی حریصانہ خواہش۔ معلقہ جو نہ رانڈ ہو اور نہ خاوند والی ہو۔ نشوز کے معنی بغض کے ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے بغض یا روگردانی محسوس کرے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آدمی کے پاس کوئی عورت ہوتی جس سے وہ معاشرت ٹھیک نہیں رکھنا چاہتا ہے۔ کہ اسے جدا کر دے۔ تو عورت کہتی کہ میں تجھے اپنے حالات معاشرت میں حلال کرتی ہوں۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یعنی ہم کو میت کے عدل میں تکلیف دی گئی۔ مجامعت میں تکلیف نہیں دی گئی۔ کیونکہ وہ تو رغبت پر منحصر ہے۔ ولا تمیلوا کل المیل بھی نہ کرو۔ کہ اسے لٹکی ہوئی بنادو۔ کہ نہ اس کو مال دو اور نہ اس کے حقوق ادا کرو۔ تو یہ تو نہ ایم ہوئی نہ رانڈ ہوئی کیونکہ اس کا خاوند ہے اور نہ ذات زوج ہوئی۔ کہ اس کے حقوق ادا نہیں ہوتے۔

تقول اجعلک یہ صلح کی تفسیر ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَسْفَلَ النَّارِ نَفَقًا سَرَبًا۔

حدیث نمبر ۴۱۴۱ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الخ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِي حَلْقَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَاءَ حُذَيْفَةُ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ خَيْرٍ مِنْكُمْ قَالَ الْأَسْوَدُ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

فَتَفَرَّقَ اَصْحَابُهٗ فَرَمَانِیْ بِالْحِصَا فَاَتَیْتُهٗ فَقَالَ حُذَیْفَۃُ عَجِبْتُ مِنْ ضِحْکِهٖ وَقَدْ عَرَفَ مَا قُلْتُ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰی قَوْمٍ کَانُوْا خَیْرًا مِّنْکُمْ ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ۔

ترجمہ۔ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہم حضرت عبد اللہؓ کے حلقہ درس میں تھے۔ کہ حضرت حذیفہؓ تشریف لائے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا۔ پھر فرمایا۔ کہ نفاق ان لوگوں پر اتارا گیا۔ جو تم سے بہتر تھے۔ اسود نے کہا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں۔ کہ منافقین کا ٹھکانا جہنم کے نچلے طبقہ میں ہے۔ تو حضرت عبد اللہؓ مسکرا دیئے۔ اور حضرت حذیفہؓ مسجد کے ایک کنارے میں جا کر بیٹھ گئے۔ پس حضرت عبد اللہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے شاگرد تتر بتر ہو گئے۔ تو حضرت حذیفہؓ نے میری طرف کنکری پھینکی۔ میں ان کے پاس پہنچا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ مجھے حضرت عبد اللہؓ کی ہنسی سے تعجب ہوا۔ حالانکہ جو کچھ میں نے کہا۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ بیشک نفاق ان لوگوں پر اتارا گیا۔ جو لوگ تم سے بہتر تھے۔ پھر انہوں نے توبہ کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نفاق دو قسم ہے۔ ایک نفاق فی العقیدہ اس کی سزا درک اسفل ہے۔ اور دوسرا نفاق فی العمل ہے۔ کہ عقیدہ تو درست ہے۔ لیکن اس کے اعضاء اس عقیدہ کے موافق عمل نہیں کرتے۔ اس کے متفاوت درجات ہیں۔ اس جگہ حضرت حذیفہؓ کی مراد نفاق فی العمل ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ اسفل النار ص۶۶۲ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے ایک وہم کا دفعیہ کیا ہے۔ جو کلمہ من سے پیدا ہوتا تھا۔ کہ شاید منافقین کا مقام جہنم سے کہیں باہر ہوگا۔ جیسے کہتے ہیں۔ ھذا اسفل منہ تو اس تفسیر سے بیان فرمایا۔ کہ من اسم تفضیل کا صلہ نہیں ہے۔ بلکہ من بیانیہ ہے۔ تو اب درک اسفل کا جہنم کے علاوہ کوئی اور مقام نہ ہوا۔ جو اس جہنم سے کم ہو۔ اور آیت کریمہ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ الاسفل کو معرف باللام لایا گیا ہے۔ اور اسم تفضیل تعریف باللام کے بعد صلہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ پس منافقین کا مقام نہ تو جہنم سے گھٹیا ہوا اور نہ ہی اس سے خارج ہوا۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت شیخ گنگوہیؒ نے بہترین تفسیر فرمائی۔ کیونکہ قسطلانیؒ بھی فرماتے ہیں۔ کہ جہنم کے سات طبقات ہیں۔ منافق اس کے نچلے طبقہ میں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ درک اسفل کچھ گھر ہیں۔ جن کے دروازے ہیں۔ جن سے جہنم کو ڈھکا جاتا ہے اور اور نیچے اوپر سے ان پہ آگ دہکائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانیت کے درجات میں اسفل السافلین میں اس کا مقام ہے۔ کیونکہ کفر کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو چھپایا۔ اس لئے کفار سے اس کا عذاب زیادہ سخت ہوا۔ اور احادیث میں جو تین خصائل والے کو منافق کہا گیا ہے وہ تغلیظاً ہے۔

لا یحتاج الی صدقہ کیونکہ ابن حاجب نے لکھا ہے۔ کہ اسم تفضیل کی استعمال تین طرح سے ہوتی ہے۔ مضاف۔ کلمہ من اللہ معرف باللام تو اب ان میں سے دو کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے۔

ادون من النار جلالین میں ہے۔ منافقین درک اسفل من النار وھو قعرھا اور جمل میں ہے۔ والقعر الاخیر درک۔ جہنم کے سات طبقات ہیں۔ طبقہ علیا میں مؤمن گناہگار رہیں گے۔ جس کو جہنم کہا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ لظی ہے جو نصاریٰ کے لئے۔ تیسرا حطمہ ہے جو یہود کے لئے۔ چوتھا سعیر ہے جو صابئین کے لئے۔ پانچواں سقر ہے مجوس کے لئے۔ چھٹا جحیم ہے اہل شرک کے لئے اور ساتواں ھاویہ ہے جو منافقین کے لئے ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ نفقا سربا سرنگ۔ اس سے وجہ اشتقاق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ جس طرح سرنگ کا ظاہر تو زمین کے برابر ہوتا ہے۔ لیکن باطن اس کا غیر ہوتا ہے۔ اس طرح منافق چھپاتا کچھ ہے ظاہر کچھ کرتا ہے۔ اور نیز! اس وجہ سے بھی منافق کہتے ہیں۔ کہ اس میں بھی منفق یعنی مذہب اور مسلک ہے۔

تشریح از شیخ زکریا حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ نفقاً کا لفظ سورۃ نساء کا نہیں۔ یہ تو سورۃ انعام کا لفظ ہے۔ اس جگہ اس کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ منافق اسی سے مشتق ہے۔ کیونکہ نفاق اظہار غیر ما یبطن کو کہتے ہیں۔ تو وجہ اشتقاق بتلانا مقصود ہوا۔

عجبت من ضحکہ تعجب اس لئے ہوا کہ انہوں نے ضحک پہ اکتفا کیا اور جاننے سمجھنے کے باوجود میرے کلام کی وضاحت نہیں کی۔ میرا مقصد لوگوں کو ڈرانا تھا کہ جب خیر القرون نفاق سے

محفوظ نہیں تھے۔ اگرچہ وہ مدت نفاق میں نیار نہیں رہے تھے۔ تو جب ان میں نفاق سرایت کر گیا۔ جس سے بعد میں انہوں نے توبہ کی۔ تو تمہارے زمانہ میں اس کا وقوع اولیٰ ہے۔ لہذا تم لوگ نفاق سے ڈرتے رہو۔ بے خوف نہ رہو۔ توبہ اور استغفار میں مشغول رہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ طبقہ صحابہ طبقہ تابعین سے بہتر تھا۔ لیکن وہ نفاق میں مبتلا ہوئے اور بعض مرتد ہو گئے۔ تو ان سے خیریت چلی گئی۔ اور بعض ان میں سے تائب ہوئے تو خیریت واپس آ گئی۔ حضرت حذیفہؓ کا مقصد یہ تھا۔ کہ تم لوگ تو خیر القرون نہیں ہو۔ تمہیں بطریق اولیٰ ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ اعمال کا اعتبار خاتمہ سے ہوتا ہے۔ کہیں اپنے ایمان پہ وثوق کر کے نہ بیٹھ جاؤ۔ ایمان خارج بھی ہو سکتا ہے۔

مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ نفاق سے نفاق عملی مراد ہے۔ اور حضرت حذیفہؓ کی مراد بھی یہی نفاق عملی تھا۔ جس سے وہ لوگوں کو بچانا چاہتے تھے۔ کہ تم لوگ یہ نہ سمجھو۔ کہ ہم ایسے بڑے عالم سے علم حاصل کر رہے ہیں۔ اور لوگ ہمارے مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی نفاق فی العمل ہے اور مجھے حضرت عبداللہ کے ضحک پر تعجب ہے۔ کہ میری مراد کو جاننے کے باوجود انہوں نے آپ لوگوں کو نہیں سمجھایا۔ اور ہنس کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

بَابُ قَوْلِهٖ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَيُوْنُسَ وَهَارُوْنَ وَسُلَيْمَانَ۔

حدیث نمبر ۴۲۱۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی کو لائق نہیں ہے۔ کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔

حدیث نمبر ۴۲۱۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى

نَقَدْ كَذَبَ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ جس نے کہا۔ کہ میں یونس بن متیٰؑ سے بہتر ہوں۔ اس نے جھوٹ کہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قرآن مجید کی آیات میں جس قدر عتاب حضرت یونسؑ پہ ہوا ہے۔ اور کسی نبی پہ نہیں ہوا۔ اذ ذهب مغاضباً۔ وظن ان لن نقدر علیہ اور دوسری جگہ فرمایا۔ اذ ابق الی الفلک المشحون یہ نہایت عتاب کے الفاظ ہیں۔ فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت۔ یہ ملامت کے الفاظ ہیں۔ اذ نادی وھو مکظوم۔ الا ان تدرکہ۔ یہ بھی ملامت کی چیز ہے۔

الغرض بہت سخت الفاظ ان کے بارے میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اس سے اشتباہ کا خطرہ تھا۔ کہ کہیں عہد نبوی یا اس کے بعد لوگ یہ نہ کہنے لگ جائیں۔ کہ یونس بن متیٰؑ نبی نہیں تھے۔ یا ہم اس سے بہتر ہیں یا ہمارا پیغمبر ان سے بہتر ہے۔ کیونکہ کوئی ادنیٰ مومن یہ نہیں کہہ سکتا۔ لن نقدر علیہ۔ اور ان کی جلد بازی یہ ہے کہ چالیس دن کے بعد عذاب الہٰی کا وعدہ تھا۔ جب عذاب نہ آیا۔ تو حکم الہٰی کا انتظار کئے بغیر بال بچے لے کر بھاگ پڑے۔ بیوی ایک بادشاہ لے گیا۔ بچے دریا میں ڈوبے۔ خود تنہا رہ گئے۔ کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ قرعہ اندازی میں تینوں مرتبہ ان کا نام نکلا۔ سمندر میں پھینکے گئے۔ چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ آیت کریمہ کے ورد سے نجات ملی۔ ان واقعات کی بنا پہ اگر کوئی کہے۔ کہ میں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر یہی ہے۔ تو آپؐ فرماتے ہیں۔ فقد کذب اگر انا سے قائل مراد ہو تو پھر فقد کذب ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ ان یونس لمن المرسلین فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث کے متعلق دونوں قول ہیں۔ کہ انا سے کنایہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قائل مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس نے مجھے یونسؑ سے بہتر کہا اس نے جھوٹ کہا۔ اگر اشکال ہو کہ آپؐ تو افضل الانبیاء ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ انا سید ولد آدم لا فخر انا اول شافع واول مشفع یوم القیامۃ وانا اول من ینشق الارض اور اپنے لئے مقام محمود ثابت فرماتے ہیں۔ تو جب آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سردار ہوئے۔ تو پھر فقد کذب کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ ایک جواب یہ ہے کہ آپؐ کا یہ فرمان اس

وقت کلی ہے۔ جب آپؐ کو اپنی افضلیت کا علم نہیں تھا۔ یہ افضل الانبیاء کا علم نہ تھا اور نہ افضل الخلائق کا علم تھا۔ تو جب علم ہو گیا تو اما بنعمۃ ربک فحدث کے مطابق فرما دیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپؐ کا یہ ارشاد ھضماً للنفسہ ہے۔ تواضع اور انکساری کی بنا پر فرمایا۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ اگر صاحب کمال اپنے کمالات کی نفی کرنے لگے۔ تو چونکہ انسان میں کوئی ذاتی کمال نہیں، سب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کمالات ہیں۔ تو انسان قسم میں حانث نہ ہوگا۔ یہ تصوف کا باب اول ہے۔ کہ اپنے کمالات سے غافل ہو جائے۔ دوسرے کے کمالات کے گن گائے۔ اسی لئے مجددالف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

معرفت باری برانکس حرام است۔ کہ ہر کہ خود را از کافر فرنگی بہتر داند۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ باعتبار نفس رسالت کے فرما رہے ہیں۔ کیونکہ نفسِ رسالت میں تو سب برابر ہیں۔ جیسے کلی مشکک میں نفسِ ماہیت کے اندر سب افراد مشترک ہوتے ہیں۔ پھر اشدیہ اور ضعف میں تفاوت ہو جاتا ہے۔ ایسے نفس رسالت میں سب شریک البتہ مراتب میں تفاوت ہوگا۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یونسؑ کے دامن تقدس کو منزہ کرنا چاہتے ہیں۔

لکل مکان مقال چونکہ آیات بالا کو دیکھنے کے بعد شاید لوگ ان کے تقدس میں شک کرتے۔ اور آپؐ کی تنقیص کرتے۔ تو یہاں یونسؑ کے دامن تقدس کو سنبھالنا ہے اور لوگوں کی غلط فہمی کو دور کرنا ہے اور جب تحدیث نعمت کا وقت آئے گا تو اپنے کمالات بیان کئے جائیں گے۔ بہر حال کسی نبی کی تنقیص نا قابل برداشت ہے۔

بَابُ قَوْلِهٖ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ

وَالْكَلَالَةُ مَنْ لَّمْ يَرِثْهُ اَبٌ اَوِ ابْنٌ هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ۔

ترجمہ۔ کلالہ وہ شخص ہے جس کا وارث نہ تو باپ ہو اور نہ بیٹا ہو۔ تکللہ النسب جیسے نسب نے ایک طرف کر دیا ہو۔

حدیث نمبر ۴۱۴۴ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ وَآخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ کہ آخری سورۃ جو نازل ہوئی وہ سورۃ براۃ اور آخری آیت نازل ہونے والی یہ آیت کلالہ ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ تکلله النسب ص۶۶۲/۱۵ یعنی جسے نسب نے تھکا دیا ہو۔ عاجز کر دیا ہو۔ کہ نہ اس کا بیٹا رہا ہے اور نہ باپ رہا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ قسطلانیؒ نے فرمایا۔ کہ کتب لغت میں کلالہ مصدر بمعنی کلال ہے۔ قوت کا چلے جانا۔ عاجز ہو جانا۔ ازہریؒ فرماتے ہیں۔ کہ وہ میت جس کا والد اور ولد نہ ہو۔ وہ کلالہ ہے۔ وارث کو بھی کلالہ کہتے ہیں۔ اور وراثت کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے۔ عصبات کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ لم اقل فی الکلالۃ شیئًا کہ کلالۃ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ولد والد لیس لہ اب او ابن یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے۔

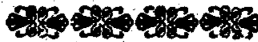

سورۃ نساء پر جلد ششم اختتام پذیر ہوئی۔ انشاء اللہ العزیز سورۃ مائدہ سے جلد ہفتم شروع ہوگی

کتابت:۔ محمد عبدالسلام قاسمی غفرلہٗ۔ "القاسمی" ۲۹۴۔ بی۔ شاہ رکن عالم کالونی ملتان شہر

۲۱/۲/۱۹۹۹ء بروز اتوار فون:۔ ۵۶۱۵۵۳ (۰۶۱)

سُورَةِ المَائِدَةِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حُرُمٌ وَاحِدُهَا حَرَامٌ فَبِمَا نَقْضِهِمْ بِنَقْضِهِمْ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهِ تَبُوْءَ تَحْمِلَ وَقَالَ غَيْرُهُ الْإِغْرَاءُ التَّسْلِيطُ دَائِرَةٌ دَوْلَةٌ أُجُوْرَهُنَّ مُهُوْرَهُنَّ مَخْمَصَةٌ مَجَاعَةٌ قَالَ سُفْيَانُ مَافِي الْقُرْاٰنِ آيَةٌ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْئٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰاةَ وَالْإِنْجِيْلَ الخ مَنْ اَحْيَا هَا يَعْنِيْ مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا اِلَّا بِحَقٍّ حَيِيَ النَّاسُ مِنْهُ جَمِيْعًا شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وسنة المهيمن الامين القران امين اى امين علےٰ كل كتاب قبله.......

ترجمہ حرم کی واحد حرام ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ ما مصدر یہ ہے التی کتب بمعنے التی جعل اللہ کے معنی ہے تبوء کے معنی اٹھانے کے ہیں اغراء کے معنی مسلط کرنا ہے دائرہ کے معنی گھومنے کے ہیں اجور ھن کے معنی حق مہر کے ہیں مخمصہ کے معنی بھوک کے ہیں حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی کوئی آیت مجھ پر سب سے زیادہ سخت نہیں ہے تم کچھ نہیں ہو جب تک توراۃ اور انجیل پر عمل پیرانہ ہوں۔ احیاھا کہ جس نے ان کے نفس کے قتل کو حرام سمجھا مگر حق کے ساتھ۔ تو اس نے اس کی وجہ سے تمام لوگوں کو زندہ کیا شرعۃ کے معنی راستہ اور طریقہ کے ہیں مھیمن کے معنی امین کے ہیں قرآن بھی امین ہے کہ جس قدر کتابیں اس سے پہلے اتری ہیں ان سب کا امین ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مھیمن بمعنے محافظ چونکہ امین بھی حفاظت کرتا ہے اس لئے اسے بھی مھیمن کہتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حرم ۸۱۔۶۶۲ اس کا واحد حرام ہے حرمت نہیں ہے۔ جعل اللہ یعنی اس جگہ فرض کے معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ تقدیر اور تعین کے معنی میں ہے تبوء تحمل یعنی تبوء اس جگہ کو وطن بنالینا کے معنی نہیں بلکہ حمل کے معنی ہیں۔ اور تبوء کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس حمل کے معنی کا لحاظ ہے۔ جس سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ اس کبیرہ کے جرم کا ارتکاب کرنے میں وہ اس میں گھس گیا۔ جیسے مکان متمکن کا احاطہ کرلیتا ہے۔ گویہ کہ وہ مجرم اس کبیرہ کے احاطہ میں آگیا۔ اجور ھن کے معنی مھور ھن کے اس لئے کئے گئے تاکہ جواز متعہ کا وہم نہ ہو اور مھر کو اجر سے تعبیر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس کی ادائیگی کی ترغیب دینا ہے۔ کیونکہ بضعہ (اندام نہانی) کا عوض ہے۔ تو حق مہر کا روکنا ایسا ہوگا جیسے مزدور کی اجرت کو روک دیا جائے۔ جو واقعی معیوب ہے۔ من احیاھا جب احیا زندہ کرنا رب تعالیٰ کی صفت خاصہ تھی جس کو مجاز پر محمول کرنا واجب تھا اس لئے اس کے معنی بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ انتم حرم جلالین میں ہے محرمون اور جمل میں ہے۔ انتم حرم جمع حرام صفت مشبہ بمعنے اسم فاعل ہے کتب اللہ لکم طبری فرماتے ہیں قدرھا لا بسکنی بنی اسرائیل۔ تبوء باثمی واثمك ای تحمل اثمی و اثمك الخ تبوء کے بارے میں میں راغب فرماتے ہیں۔ اصل بواء مساوات الا جزاء فی المکان جیسے نبوت کے معنی منافات الاجزا کے ہیں۔ اجورھن مھورھن ۔ حضرت گنگوہیؒ نے آیات قرآنیہ کے جو نکات بیان فرمائے ہیں دیگر شراح حضرات کی شروح اس سے خالی ہیں۔ جوازالمتعه خازن میں ہے کہ آج حرمت متعہ پر سب امت کا اجماع ہے کتاب وسنت نے اسکی حرمت بیان فرمائی ہے اور یہ سب اہل علم کا قول ہے لا رخصه منهاالمضطر ولاغیره احیا ها خازن میں بھی ہے کہ مجازی معنی نجات من الهلاك کے ہیں۔

باب قوله اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

حدیث(٤٢٥٥)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لِعُمَرَ اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ آيَةً لَوْ نَزَلَتْ فِيْنَا لَا تَّخَذْ نَاهَا عِيْدًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَأَ عْلَمُ حَيْثُ اُنْزِلَتْ وَاَ يْنَ اُنْزِلَتْ وَاَيْنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حِيْنَ اُنْزِلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ وَاِنَّا وَاللّٰهِ بِعَرَفَةَ قَالَ سُفْيَانُ :وَاَشُكُّ كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمْ لَا (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ) الحديث ....

ترجمہ۔ یہود نے حضرت عمر سے کہا کہ ایک آیت جس کو تم لوگ پڑھتے ہو اگر وہ ہمارے اندر نازل ہوتی تو ہم اسے عید بنا لیتے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں کس لئے یہ اتری کہاں اتری اور جناب رسول اللہ ﷺ اسوقت کہاں تھے جب یہ آیت اتری تو عرفہ کا دن تھا عرفات کا میدان تھا اللہ کی قسم ہم سب عرفات میں تھے۔ سفیان کہتے ہیں مجھے شک ہے کہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں وہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ الخ ہے۔

باب قَوْلِهِ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

تَيَمَّمُوْا تَعَمَّدُوْا اٰمِّيْنَ عَامِدِيْنَ اَمَّمْتُ وَتَيَمَّمْتُ وَاحِدٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمَسْتُمْ وَتَمَسُّوْهُنَّ وَاللَّاتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَالْاِفْضَاءُ النِّكَاحُ...

ترجمہ۔ تیمم کے معنی قصد کرنا آمین قصد کرنیوالے امت تفعیل اور تیممت تفعل ایک معنی میں ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں لامستم تمسو هن دخلتم افضاء کے معنی نکاح کے ہیں۔

حدیث(٤٢٥٦)حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ حَتّٰى اِذَا كُنَّا

ترجمہ۔ حضرت عائشہ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں۔ کہ کسی سفر میں ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ جب مقام بیداء ذات الجیش

2/2

بِالْبَيْدَآءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌلِي فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَاَتَى النَّاسُ إِلٰى أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رضی اللہ عنہ فَقَالُوْا: أَلَا تَرٰى مَاصَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبِالنَّاسِ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَقَالَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ وَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى فَخِذِيْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا الخ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: وَمَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا الْعِقْدُ تَحْتَهُ....

حديث (٤٢٥٧) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانُ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا سَقَطَتْ قِلَادَةٌ لِيْ بِالْبَيْدَاءِ وَنَحْنُ دَاخِلُوْنَ الْمَدِيْنَةَ فَاَنَاخَ النَّبِيُّ ﷺ وَنَزَلَ فَثَنٰى رَأْسَهُ فِيْ حِجْرِيْ رَاقِدًا اَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَلَكَزَنِيْ لَكْزَةً شَدِيْدَةً وَقَالَ: حَبَسْتِ النَّاسَ

کے پاس پہنچے۔ تو میرا ہار ٹوٹ کر گر پڑا۔ جناب رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش کے لئے رک گئے۔ دوسرے لوگ بھی آپؐ کے ہمراہ رک گئے۔ جبکہ وہ نہ کسی چشمہ پر تھے اور نہ ہی خود ان کے پاس پانی تھا۔ لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے آکر شکایت کرنے لگے کہ آکر دیکھتے نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے کیا کام کیا ہے جناب رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو اس حال میں روک رکھا ہے کہ نہ تو وہ کسی چشمے کے پاس ہیں اور نہ ہی خود ان کے پاس پانی موجود ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ڈانٹ پلائی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہہ ڈالا۔ اور اپنے ہاتھ سے میری کمر میں چونکے دیتے رہے اور مجھے ملنے جلنے سے جناب رسول اللہ ﷺ کے میری ران پر ہونے نے روک دیا پس جناب رسول اللہ ﷺ جب صبح کو اٹھے تو پانی نہیں تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی تو سب لوگوں نے تیمم کیا حضرت اسید بن حضیرؓ نے فرمایا کہ اے آل ابی بکر یہ تمھاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ میرا ہار اس کے نیچے تھا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بیداء میں میرا ہار گر گیا جبکہ ہم مدینہ میں داخل ہونے والے تھے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی اونٹنی بٹھلا دی اتر پڑے اور سونے کی حالت میں اپنا سر میری جھولی میں رکھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے تو مجھے سینہ پر سخت مکے لگائے اور فرمانے لگے کہ تو نے اپنے ہار کی وجہ سے لوگوں کو روک لیا جناب رسول اللہ ﷺ کے

فِیْ قَلَادَةٍ فَبِیَ الْمَوْتُ لِمَکَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ قَدْ اَوْ جَعَنِیْ ثُمَّ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَسْتَیْقَظَ وَحَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ یُوْجَدْ فَنَزَلَتْ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَاقُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ ... فَقَالَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ لَقَدْ بَارَکَ اللّٰہُ لِلنَّاسِ فِیْکُمْ یَااٰلَ اَبِیْ بَکْرٍ مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَرَکَةٌ لَھُمْ ......

ہونے کی وجہ سے تو مجھے موت نے آگھیرا۔ کہ والد نے مجھے بہت درد پہنچایا۔ پھر جب نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو صبح کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ پانی تلاش کیا گیا جو نہ مل سکا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی و۔ یاایھا الذین آمنوا اذا قمتم الخ تو اسید بن حضیرؓ نے فرمایا کہ اے آل ابی بکر تمھاری وجہ سے اللہ تعالے نے لوگوں کو برکت عطا فرمائی۔ تم لوگوں کے لئے برکت ہو۔

باب قول اللّٰہ فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ

حدیث..(۴۲۵۸) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ وَحَدَّثَنِیْ حَمْدَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ الْمِقْدَادُ یَوْمَ بَدْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَا نَقُوْلُ لَکَ کَمَاقَالَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ لِمُوْسٰی فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّاھٰھُنَاقَاعِدُوْنَ وَلٰکِنِ اَمْضِ وَنَحْنُ مَعَکَ فَکَاَنَّہٗ سُرِّیَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَرَوَاہُ وَکِیْعٌ..اَنَّ الْمِقْدَادَ قَالَ ذَالِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن حضرت مقدادؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یارسول اللہ۔ ہم آپؐ کو ایسے نہیں کہیں گے۔ جیسے بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ تو اور تیرا رب جا کر لڑے۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن آپ چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ پس گویا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے فکرمندی دور ہوگئی۔

باب قولہ اِنَّمَاجَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا الخ اَلْمُحَارِبَةُ لِلّٰہِ اَلْکُفْرُبِہٖ

حدیث(۴۲۵۹) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدُاللّٰہِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّہٗ کَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَبْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ فَذَکَرُوْاوَذَکَرُوْافَقَالُوْاوَقَالُوْاقَدْاَقَادَتْ بِھَاالْخُلَفَاءُ فَالْتَفَتَ اِلٰی اَبِیْ قِلَابَةَ وَھُوَ خَلْفَ ظَھْرِہٖ فَقَالَ مَاتَقُوْلُ یَاعَبْدَاللّٰہِ بْنَ زَیْدٍ اَوْقَالَ مَاتَقُوْلُ

ترجمہ۔ ابو قلابہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ پس انہوں نے حدیث قسامۃ کو ذکر کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ خلفاءؓ نے بھی اس قسامۃ کے مطابق فیصلہ کیا تو عمر بن عبدالعزیزؒ ابی قلابہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جوان کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے

يَا اَبَا قِلَابَةَ قُلْتُ: مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا فِي الْإِسْلَامِ اِلَّا رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ اِحْصَانٍ، اَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ، بِغَيْرِ نَفْسٍ، اَوْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ﷺ فَقَالَ عَنْبَسَةُ: حَدَّثَنَا اَنَسٌ بِكَذَا وَكَذَا قُلْتُ اِيَّايَ حَدَّثَ اَنَسٌ قَالَ قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَكَلَّمُوْهُ فَقَالُوْا قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هٰذِهِ الْاَرْضَ فَقَالَ: هٰذِهٖ نَعَمٌ لَنَا تَخْرُجُ فَاخْرُجُوْا فِيْهَا فَاشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَخَرَجُوْا فِيْهَا فَشَرِبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا وَاسْتَصَحُّوْا وَمَالُوْا عَلَى الرَّاعِيْ فَقَتَلُوْهُ وَاطَّرَدُوا النَّعَمَ فَمَا يُسْتَبْطَأُ مِنْ هٰؤُلَاءِ قَتَلُوا النَّفْسَ وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَخَوَّفُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ تَتَّهِمُنِيْ قَالَ حَدَّثَنَا بِهٰذَا اَنَسٌ قَالَ: وَقَالَ يَا اَهْلَ كَذَا اِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَا اُبْقِيَ هٰذَا فِيْكُمْ وَمِثْلُ هٰذَا ونقل هذا الحدیث........

فرمانے لگے اے عبداللہ بن زید یا ابو قلابہ تم کیا کہتے ہو میں نے کہا میں تو سمجھتا ہوں کہ اسلام کے اندر کسی شخص کا قتل کرنا حلال نہیں جبتک کہ وہ شادی کے بعد زنا نہ کرے یا کسی جی کو ناحق قتل نہ کرے۔ یا اللہ اور اس کے رسولؐ سے ڈاکہ زنی کے ذریعہ لڑائی مول لے۔ حضرت عنبسہ نے فرمایا۔ کہ ہمیں تو حضرت انسؓ نے یہ عرنیین والی حدث بیان کی ہے۔ میں نے کہا مجھے ہی حضرت انسؓ نے حدیث بیان کی فرمایا کہ عکل اور عرینہ کے لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زبانی کلامی اسلام کا کلمہ پڑھا کچھ عرصہ بعد پھر کہنے لگے کہ ہمیں اس ملک کی آب و ہوا موافق نہیں ہے۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہمارے اونٹ چراہ گاہ کی طرف گئے ہوئے ہیں تو ان کے یہاں چلے جاؤ۔ ان کے دودھ اور پیشاب کو پیو چنانچہ وہ لوگ گئے اور ان کے پیشاب اور دودھ کو پیا اور تندرست ہو گئے۔ اور چرواہے پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا اور اونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔ پس ان کے قصاص کے جرائم میں سے کوئی چیز باقی نہ رہی تھی۔ کہ انہوں نے ناحق ایک جی کو قتل کیا۔ اور ڈاکہ زنی کر کے اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑائی مول لی۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو سخت پریشان کیا۔ کہ آپؐ کے راعی کو قتل اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ تو عنبسہ نے تعجب کرتے ہوئے سبحان اللہ کہا تو ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم مجھے روایت کرنے میں تہمت لگاتے ہو۔ عنبسہ نے کہا۔ حضرت انسؓ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی تھی۔ ابو قلابہ کہتے ہیں عنبسہ نے کہا اے شام والو بے شک تم خیر برکت کے ساتھ رہو گے جب تک یہ یا اس جیسا آدمی تمھارے اندر موجود ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ ماتقول یا ابا قلابہ ... خلاصہ یہ ہے کہ ابو قلابہ نے موجبات قتل کو صرف تین میں بند کر دیا جن میں قسامۃ داخل نہیں ہے۔ تو قسامۃ میں قتل جائز نہیں ہے پھر عنبسہ نے حدیث عرنیین کو بیان کر کے قتل کو ڈاکہ زنی میں بند کر دیا کہ محاربین قتل ہوئے۔ حالانکہ ان تینوں امور میں سے کوئی بھی اس میں نہیں تھا۔ عنبسہ کا مقصد یہ تھا۔ کہ جواز قتل ان تین میں منحصر نہیں ہے جیسا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ تو ابو قلابہ نے اس کا جواب دیا کہ عرنیین ان تینوں امور سے خارج نہیں ہیں۔

تو حدیث سے حصر پر اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ پھر عنبسہ کا سبحان اللہ کہنا۔ تعجب کے لیے اور ابو قلابہ کے کلام کی تصدیق کے لیے ہے۔ لیکن چونکہ یہ کلمہ کبھی انکار کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اس لئے ابو قلابہ نے سوال کیا کہ تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت انسؓ نے یہ حدیث تو ہمیں بھی بیان کی تھی۔ تو ابو قلابہ کے دعوی کی تصدیق کر دی کہ قسامۃ سے قتل کو چھوڑ دیا جاتا ہے احناف کا مسلک بھی یہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے قادت بھاالخلفاء صحیح نہیں ہے اس لیے کہ نہ تو جناب رسول اللہ ﷺ اور نہ ہی خلفاء میں سے کسی نے قسامۃ پر قصاص لیا۔ بلکہ عبد الملک بن مروان نے قسامۃ پر قصاص لیا تھا جس کی وجہ سے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو مشورہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ قطب گنگوہیؒ کے افادہ کی تائید حدیث باب کرتی ہے۔ نیز باب القسامۃ میں آرہا ہے کہ عنبسہ نے کہا۔ لا ولکن جئت بالحدیث علی وجھه وھو المذھب۔۔ احنافؒ اور شوافعؒ کا یہی مسلک مشہور ہے۔ البتہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ قسامۃ کی بعض صورتوں میں قصاص کے قائل ہیں۔

یاد رہے کہ اکثر شراح کے نزدیک مشہور یہ ہے عمر بن عبد العزیزؒ قسامۃ کے قائل نہیں تھے۔ اور امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ دونوں حضرات قسامۃ کا انکار کرتے ہیں۔ نفس قسامۃ کا انکار نہیں کرتے۔ احناف کا مسلک بھی یہی ہے۔ قسامۃ جائز۔ قصاص بعد القسامۃ ناجائز ہے۔

باب قَوْلِهِ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ

حدیث (۴۲۶۰) حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ فَاَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَاَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثنيتها يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ الحدیث.....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ربیع نے انصار کی ایک نوجوان لڑکی کا اگلا دانت توڑ دیا تو اس کی قوم قصاص کا مطالبہ کرتے ہوئے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے بھی قصاص کا حکم دیا۔ حضرت انس بن مالکؓ کے چچا انس بن النضرؓ نے کہا یا رسول اللہ واللہ میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائیگا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے انس کتاب اللہ کا فیصلہ قصاص ہے۔ بعد ازاں قوم راضی ہو گئی اور انہوں نے دیت قبول کر لی جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ تعالے ان کی قسم کو پورا کر دیں۔

باب قوله يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

حدیث(۴۲۶۱)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ وَاللهُ يَقُوْلُ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جو شخص تجھے یہ بیان کرے کہ جناب محمد ﷺ نے اتری ہوئی وحی میں سے کوئی چیز چھپالی ہے تو اس نے وہ جھوٹ کہا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے فرماتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول رب کی طرف سے جو کچھ آپ کی طرف اتارا جائے اس کی تبلیغ کرو۔

باب قوله لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ

حدیث(۴۲۶۲)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَؓ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللهِ وَبَلٰى وَاللهِ .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت لا یئواخذکم اللہ۔ اس آدمی کے اس قول کے بارے میں اتری جو اپنی بات میں لا واللہ بلی واللہ یعنی واللہ ایسا نہیں ہے واللہ ایسا کیوں نہیں ہے۔

حدیث (۴۲۶۳)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ رَجَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ اَبَاهَا كَانَ لَا يَحْنَثُ فِيْ يَمِيْنٍ حَتّٰى اَنْزَلَ اللهُ كَفَّارَةَ الْيَمِيْنِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لَا اَرٰى يَمِيْنًا اُرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَةَ اللهِ. وَفَعَلْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ان کے باپ کسی قسم کو توڑا نہیں کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالے نے قسم کا کفارہ نازل فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ جس چیز پر قسم کھالی اور مجھے معلوم ہوا کہ اس کے خلاف کرنا بہتر ہے تو میں اللہ تعالے کی رخصت کو قبول کر لیتا اور جو بہتر ہو تا وہی کرتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یمین لغو کی تعریف میں بین الائمہ اختلاف ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو قسم بطور عادت کے بلا قصد انسان کی زبان سے نکل جائے وہ یمین لغو ہے۔ کیونکہ انسان کو بچپن سے قسم کھانے کی عادت پڑجاتی ہے۔ چنانچہ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ بچپن میں ہمیں قسم کھانے پر مار پڑتی تھی۔ امام شافعیؒ اسے یمین لغو کہتے ہیں جو بلا قصد بطور عادت کے ہو۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ انسان اپنے ظن غالب کے مطابق اپنے زمانہ ماضی کے کسی فعل کے خلاف پر قسم کھائے یعنی زمانہ ماضی میں کام کیا جو اسے یاد نہیں رہا۔ اس پر قسم کھالی کہ میں نے نہیں کیا یہ یمین لغو ہے۔ اگر جان بوجھ کر قسم کھالیتا ہے۔ کہ میں نے نہیں کیا۔ حالانکہ کر چکا ہے۔ تو اسے یمین غموس کہتے ہیں۔ اور آئندہ زمانہ کے لئے جو کرنے نہ کرنے کی قسم کھائے۔ یہ یمین منعقدہ ہے

یہ آیت قرآن مجید میں دو مقام پر آئی ہے۔ ایک سورہ بقرہ میں ۔بماکسبت قلو بکم۔ اس سے یمین غموس مراد ہے۔ یمین لغو میں کسب قلب کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ اور سورۃ مائدہ میں۔ عقدت ایمانکم۔ یہ مستقبل کے لئے ہے۔ یہ یمین منعقدہ ہے۔ جس کے توڑنے پر دس مساکین کے طعام کا کفارہ ہے حدیث میں جو یمین لغو کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تفسیر کیخلاف ہے۔ لیکن در حقیقت مخالف نہیں۔ کیونکہ یمین کی جس قسم میں قصد اثم کو داخل ہو وہ یمین غموس ہے۔ اگر گناہ کا قصد نہ ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو قسم کھانے کا قصد نہ ہو۔ یا ظن غالب کے طور پر قصد کیا۔ لیکن گناہ کا قصد نہیں تو یہ دونوں یمین لغو ہیں۔ لوگوں نے اس کے افراد میں سے ایک کا ذکر کیا دوسرے کا نہیں حضرت عائشہؓ بھی ان دو میں سے ایک کو لیتی ہیں۔ تو یمین بغیر کسب وبغیر قصد اثم دونوں یمین لغو ہیں۔ قصد کا نہ ہونا اور ظن غالب دونوں داخل ہیں۔

باب قوله يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَاتُحَرِّمُوا طَيِّبٰتِ مَاأَحَلَّ اللهُ لَكُمْ

ترجمہ ۔اے ایمان والو جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان میں سے پاکیزہ کو حرام نہ کرو۔

حدیث (٤٢٦٤) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ كُنَّا نَغْزُو امَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَيْسَ مَعَنَانِسَاءٌ فَقُلْنَاالَانَخْتَصِيْ؟ فَنَهَانَاعَنْ ذَالِكَ فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذَالِكَ اَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْءَةَ بِالثَّوْبِ، ثُمَّ قَرَاءَ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَاأَحَلَّ اللهُ لَكُمْ....

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد پر جاتے تھے۔ اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں۔ پس ہم نے کہا کیا ہم خصی نہ ہو جائیں۔ تو آپؐ نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔ اور اس کے بعد ہمیں متعہ کی اجازت دیدی کہ ہم عورت سے کپڑے کے بدلے شادی کر لیں۔ پھر تائید میں لا تحرموا۔ آیت کو پڑھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ عرب میں رطوبت کم ہے اور حرارت زیادہ ہے۔ جو مردوں میں قوت رجولیت زیادہ پیدا کرتی ہے۔ رطوبت کم کرنے والی ہوتی ہے۔ حرارت اور خشکی کی وجہ سے قوت رجولیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ سفر میں دو تین ماہ رہنے کی وجہ سے بغیر عورت کے صبر نہیں کر سکتے۔ بنابریں انہوں نے خصی ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ تاکہ قوت باہ کم ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ نے اجازت نہیں دی کیونکہ ایک تو اس سے نسل انسانی کم ہوتی ہے۔ دوسرے اللہ تعالے کی خلق کو بدلنا ہے۔ اور تیسرے کفران نعمت ہے کہ اللہ تعالے نے اسے مرد پیدا کیا اور یہ قوت مردی کو ضائع کر رہا ہے۔ جو کبھی موجب ہلاکت بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ تو آپؐ نے نکاح متعہ کی اجازت دی جو غزوۂ خیبر میں منسوخ ہو گیا۔ پھر غزوۂ اوطاس میں محض تین دن کے لئے اجازت ہوئی پھر ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو گیا۔ کتاب وسنت سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ ابن مسعودؓ کا لا تحرموا۔ سے استدلال اجازت کے وقت کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ حرمت المتعہ ابدا کی روایت ان کو

نہیں پہنچی جب حرمت متعہ ابدی کی اطلاع ہوئی تو ابن مسعودؓ نے رجوع کر لیا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اجازت اضطرار کی بنا پر تھی۔ ابن عباسؓ اباحۃ المتعہ کے قائل تھے۔ بعد میں رجوع کر لیا۔ (کذافی مسلم)

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لایؤ اخذ کم اللہ ۶۶۴۔ ۷ یہ حضرت عائشہ کا اجتہاد ہے کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے امام شافعیؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کیونکہ وہ نزول قرآن کے وقت موجود تھیں اور غیر کی بنسبت مراد آیت کو بہتر جاننے والی ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کا اجتہاد ہے حدیث مرفوع نہیں ہے اگر اشکال ہو کہ حدیث ابوداؤد مرفوع ہے تو کہا جائے گا کہ خود امام ابوداؤد نے حدیث کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ کا کہنا صحیح ہوا کہ کوئی حدیث مرفوع اس بارے میں نہیں ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ لا تحرموا ۶۶۴۔ ۲۱ آیت سے مقصد خصی ہونے سے روکنا ہو سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس جگہ تو شیخؒ نے لا یبعد سے ذکر فرمایا ہے۔ لیکن کتاب النکاح میں جزم و یقین سے بیان کیا ہے کہ اس آیت سے تبتل اور خصی ہونے کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور اکثر مفسرین کا میلان اسی طرف ہے۔ اگرچہ احتمال یہ ہے کہ حرمت متعہ مراد ہو۔ چنانچہ جلالین میں اس تبتل والی حدیث کو بیان کیا ہے۔ ابن کثیر میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت منقول ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا نقطع مذاکیر نا ونترك شهواتنا کہ ہم اپنے آلۂ تناسل کاٹ دیں گے اور اپنی نفسانی خواہشات چھوڑ دیں گے۔

باب قوله إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْأَزْلَامُ الْقِدَاحُ يَقْتَسِمُونَ بِهَا فِي الْأُمُورِ، وَالنُّصُبُ أَنْصَابٌ يَذْبَحُونَ عَلَيْهَا وَقَالَ غَيْرُهُ الزَّلَمُ الْقِدْحُ لَا رِيشَ لَهُ وَهُوَ وَاحِدُ الْأَزْلَامِ وَالْاسْتِقْسَامُ أَنْ يُجِيلَ الْقِدَاحَ فَإِنْ نَهَتْهُ انْتَهَى وَإِنْ أَمَرَتْهُ فَعَلَ مَا تَأْمُرُهُ وَقَدْ أَعْلَمُوا الْقِدَاحَ أَعْلَامًا بِضُرُوبٍ يَسْتَقْسِمُونَ بِهَا، وَفَعَلْتُ مِنْهُ قَسَمْتُ وَالْقُسُومُ مِنْهُ الْمَصْدَرُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ الازلام وہ تیر تھے جس سے معاملات میں اپنی قسمت طلب کرتے تھے۔ نصب وہ آستان (مورتیاں) جن پر جا کر جانور ذبح کرتے تھے۔ غیر ابن عباسؓ نے فرمایا الزلم تیر جس کے پر لگا ہوا نہ ہو ازلام کا مفرد ہے۔ اور استقسام یہ ہوتا ہے کہ وہ تیروں کو گھماتے تھے پس اگر وہ روک دیتے تو رک جاتے اور جن امور کے کرنے کا وہ حکم دیتے وہ کرتے تھے اور تیروں پر کئی طرح کی نشانیاں لکھ رکھی تھیں جن سے اپنی قسمت طلب کرتے تھے۔ اس کا مجرد قسمت آتا ہے۔ قسوم اس کا مصدر ہے۔

حديث(٤٢٦٥) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَإِنَّ بِالْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ لَخَمْسَةَ أَشْرِبَةٍ وَمَا فِيهَا شَرَابُ الْعِنَبِ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ شراب کی حرمت اس حال میں نازل ہوئی کہ بے شک مدینہ میں ان دنوں پانچ قسم کی شراب چالو تھی جن میں انگور کی شراب نہیں تھی۔

حديث(٤٢٦٦) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَا كَانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيخِكُمْ هٰذَا الَّذِي تُسَمُّونَهُ الْفَضِيخَ فَإِنِّي لَقَائِمٌ أَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَفُلَانًا وَفُلَانًا إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ فَقَالُوا وَمَا ذَاكَ قَالَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَالُوا أَهْرِقْ هٰذِهِ الْقِلَالَ يَا أَنَسُ قَالَ فَمَا سَأَلُوا عَنْهَا وَلَا رَاجَعُوهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہماری شراب سوائے فضیح کے اور کوئی نہیں ہوتی تھی۔ جسے کھجور کے ڈوکے سے بنایا جاتا تھا پس میں کھڑے ہو کر ابو طلحہؓ اور فلاں فلاں کو پلا رہا تھا کہ ایک آدمی نے آکر کہا۔ کیا تمہیں خبر نہیں پہنچی۔ وہ بولے وہ کیا خبر ہے اسنے کہا کہ شراب حرام قرار دی گئی ہے تو انہوں نے کہا کہ اے انسؓ شراب کے ان مٹکوں کو انڈیل دو حضرت انسؓ فرماتے ہیں اس آدمی کی خبر کے بعد نہ تو انہوں نے کسی سے اس کی حرمت کے متعلق پوچھا اور نہ ہی بار بار اس کے متعلق رجوع کیا پھر شراب کی طرف انہوں نے رجوع نہ کیا۔

حديث(٤٢٦٧) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَبَّحَ أُنَاسٌ غَدَاةَ أُحُدٍ الْخَمْرَ فَقُتِلُوا مِنْ يَوْمِهِمْ جَمِيعًا شُهَدَاءَ وَذَالِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِهَا..

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ احد کی صبح کو کچھ لوگوں نے شراب لی پھر اسی دن سب شہید ہو کر قتل ہوئے۔ یہ حرمت شراب سے پہلے کا واقعہ ہے۔

حديث(٤٢٦٨) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ عَلٰى مِنْبَرِ النَّبِيِّ ﷺ يَقُولُ أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ..

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ سے ممبر نبی اکرم ﷺ پر سنا فرماتے تھے۔ اما بعد اے لوگو شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے وہ پانچ قسم کی ہے انگور سے۔ کھجور سے۔ شہد سے۔ گندم اور جو سے اور اور شراب جو عقل کو نشہ کی وجہ سے چھپالے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ قداح۔ بغیر بھالے کے جو تیر ہے۔ ان پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ کسی پر افعل کسی پر لا تفعل اور کوئی خالی ہوتا تھا۔ غرضیکہ جب کسی شخص کو کسی کام کے کرنے نہ کرنے میں تردد ہوتا تو وہ یہ تیر پھینکتا تھا۔

نصاب۔ وہ گاڑے ہوئے پتھر کبھی توان پر مورت ہوتی اور کبھی مورت نہیں ہوتی تھی جن کے نام پر آستانوں پر جانور ذبح کئے جاتے تھے یحیل۔ بمعنے یدیر ہر پھینکنے والا ہر باری پر سود رہم لیتا تھا۔ یہ ایک قسم کا جوا اور لاٹری تھی۔ خمر دراصل انگور کی شراب کو کہتے تھے۔ ورنہ ہر اناج کی شراب کا نام الگ تھا۔ البتہ مجازاً ایک دوسرے پر اطلاق کر لیتے تھے۔ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت خمر یعنی انگور کی شراب نہیں تھی۔ حضرت امام اعظمؒ خمر العنب کو نجس العین قرار دیتے ہیں اس کا ایک قطرہ بھی نجس العین ہے قابلہ وکثیرہ حرام نشہ آور ہو یا نہ ہو۔ علاج معالجہ۔ قوت حاصل کرنے اور شغلی طور پر ہر طرح سے حرام ہے۔ حضرت امام صاحبؒ نے جس قدر تشدد اس شراب کے بارے میں کیا ہے اور شراب کی کسی قسم کے بارے میں اتنا تشدد نہیں کیا۔ مگر افسوس غیر مقلد اسی پر امام صاحبؒ کو مطعون کرتے ہیں اگر انگور کے علاوہ کوئی اور شراب ہو۔ بشرطیکہ اس کی مقدار قلیل نشہ آور نہ ہو۔ تو تداوی اور تقوی کے لیے جب صالح حکیم حاذق کہہ دے تو جائز ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ شراب کی سب اقسام برابر ہیں۔ قلیل کثیر ہر حالت میں حرام ہے۔ اسی پر فتوی ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ حضرت امام صاحبؒ انگور کی شراب کے علاوہ دوسری خمور کو نجاستہ خفیفہ پر محمول کرتے ہیں۔ آپ کا استدلال ابن عمرؓ کی روایت سے ہے جس میں ہے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو اس وقت خمر عنب نہیں تھی۔ حکم منع میں کوئی اختلاف نہیں البتہ تخفیف میں اختلاف ہے۔

فضیخ… بسر (ڈوکہ) کا نچوڑ ہے۔ اهرق هذه القلال۔ یہ امتثال امر کی بے نظیر مثال ہے۔ کہ ادھر حکم حرمت پہنچا اور صحابہ کرام نے شراب کے مٹکوں کو اوندھا کر دیا۔ شراب مدینہ کی گلیوں میں ندی کی طرح بہہ رہی تھی۔ کیونکہ مسلمان کی شان میں ارشاد نبوی ہے۔ المؤمن کجمل الف حیث قید انقاد حیث انیخ اناخ (الحدیث) مومن کی مثال نکیل دار اونٹ کی طرح ہے۔ جدھر کھینچا جائے کھچا چلا جائے۔ جہاں بٹھلا دیا جائے بیٹھ جائے۔ جمہور کا استدلال حدیث باب کے آخری الفاظ سے ہے۔ الخمر ماخامر العقل شراب وہ ہے جو عقل کو چھپا لے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ فما سألوا عنها ۶۶۴-۱۹ اس حدیث سے صحابہ کرام کی شان امتثال واضح ہوتی ہے۔ کہ جہاں شریعت کا حکم پہنچا اس پر عمل پیرا ہو گئے۔ جس سے روکا فوراً اس سے رک گئے۔ رضی اللہ عنہم۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرات صحابہ کرام کے قلوب میں آنحضرت ﷺ کی انتہائی درجہ کی عظمت تھی کتاب الشروط میں عروہ بن مسعود کی تقریر گذر چکی ہے۔ حکایات صحابہ میں کئی روایات ہیں۔ جن سے شان صحابہ نمایاں ہوتی ہے۔ کہ امتثال امر میں سبقت کرنے والے تھے۔

باب قوله لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا اِلٰى قَوْلِهٖ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔

حدیث (۴۲۶۹) حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعمَانِ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ الْخمرَ الَّتِیْ اُھْرِ یْقَتُ الْفَضِیْخُ وَزَادَنِیْ مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِی النُّعْمَانِ قَالَ کُنْتُ سَاقِیَ الْقَوْمِ فِیْ مَنْزِلَ اَبِیْ طَلْحَۃَفَنزَلَ تَحْرِیْمُ الْخَمرِ فَاَمَرَ مُنَا دِیًافَنَادٰی فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَۃَاَخرُجْ فَانظُرْ مَاھٰذَا الصَّوْتُ قَالَ فَخَرجْتُ فَقُلْتُ ھٰذَا مُنَادٍ یُنَادِیْ اَلَااِنَّ الْخَمرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ لِیْ اذْھَبْ فَاھرِقْھَا قَالَ فَجَرَتْ فِیْ سِکَکِ الْمَدِیْنَۃِقَالَ وَکَانَتْ خَمرُھُمْ یَوْمَئِذٍ الْفَضِیْخَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قُتِلَ قَوْمٌ وَھِیَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ قَالَ فَاَنْزَلَ اللہُ لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَاطَعِمُوْا.....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں جو شراب انڈیلی گئی وہ فضیخ تھی جو کھجور کے ڈوکے کی ہوتی ہے۔ روایت میں زائد ہے کہ میں ابو طلحہ کے گھر میں قوم کو شراب پلانے والا تھا۔ کہ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ تو آنحضرت ﷺ نے ایک اعلان کرنیوالے کو حکم دیا جس نے اعلان کرنا شروع کیا حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا اے انس باہر جاکر دیکھو کہ یہ کیسی آواز ہے میں نے واپس آکر کہا کہ منادی اعلان کر رہا ہے کہ شراب حرام ہو چکی ہے۔ تو مجھے انہوں نے حکم دیا کہ جاؤ اور اسے گرادو تو شراب مدینہ کی گلیوں میں ندی کی طرح بہہ رہی تھی۔ اور ان دنوں لوگوں کی شراب فضیخ یعنی کھجور والی تھی کچھ لوگ احد کی لڑائی میں قتل ہو گئے کہ یہ شراب انکے پیٹوں میں تھی۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

ایمان والے جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں جو کچھ حرمت سے قبل انہوں نے کھایا پیا اس پر گناہ نہیں ہے۔

باب قوله لَاتَسْاَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ۔

حدیث (۴۲۷۰) حَدَّثَنَا مُنْذِرُ بْنُ الْوَلِیْدِ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ خُطْبَۃً مَاسَمِعْتُ مِثْلَھَاقَطُّ قَالَ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَااَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًاوَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا قَالَ فَغَطّٰی اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ وُجُوْھَھُمْ لَھُمْ حَنِیْنٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِیْ قَالَ فُلَانٌ فَنزلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ لَاتَسْاَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ. رَوَاہُ النَّظْرُ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَۃَعَنْ شُعْبَۃَ.....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسا خطبہ دیا کہ اس جیسا خطبہ نہیں سنا آپؐ نے فرمایا اگر تم لوگ وہ کچھ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے اصحاب رسول ﷺ نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا جب کہ روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی تو ایک آدمی نے پوچھا میرا باپ کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا فلاں جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ بہت پوچھ گوچھ نہ کرو۔

حدیث(۴۲۷۱)حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اسْتِهْزَاءً فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مَنْ أَبِيْ وَيَقُوْلُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ أَيْنَ نَاقَتِيْ فَأَنْزَلَ اللهُ فِيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَسْئَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْاٰيَةِ كُلِّهَا...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جناب رسول اللہ ﷺ سے بطور مذاق کے سوال کرتے تھے کوئی کہتا میرا باپ کون ہے۔ کوئی کہتا جس کی اونٹنی گم ہوتی تھی کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔ تو اللہ تعالے نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو بہت چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا کرو۔ اگر وہ ظاہر ہو گئیں تو تمھیں بری لگیں گی یہاں تک ساری آیت کی تلاوت سے فارغ ہوئے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لهم حنین ۶۶۵۔۳ یہ رونا اس خدشہ کے پیش نظر تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے کہیں اللہ تعالے ناراض نہ ہو جائیں۔ استہزاء یہ مزاق کا موقع اس لئے ملتا کہ آنحضرت ﷺ اپنی خوش خلقی اور نرم مزاجی کی وجہ سے ایسی باتیں سن لیتے تھے۔ اور یہ ابتدا اسلام میں تھا۔ بعد میں تو یہ حال ہو گیا کہ آپ ﷺ کی مجلس میں ایسے خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سخط رسوله ۔چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حفصہؓ سے کہا تھا۔ کہ کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ کے ناراض ہونے سے اللہ کی ناراضگی سے بے خوف ہو جاتی ہو۔ سببه حسن الخلق۔ یہ آپؐ کے اخلاق حسنہ مشہور تھے۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ استہزاء سے حقیقۃ ٹھٹھا مخول مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو کفر ہے۔ بلکہ وہ کلام مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کی شان میں بظاہر گستاخی ہو جیسے آج میں نے کیا کھایا یا میرے گھر کیا پکے گا جیسے عبداللہ بن خذافہ نے پوچھا تھا میرا باپ کون ہے۔ حالانکہ انہیں علم تھا جس پر ان کی والدہ نے فرمایا اگر آپؐ کسی اور کا نام لے دیتے تو تو نے مجھے ساری قوم کے سامنے رسوا کر دیا تھا۔

باب قوله مَاجَعَلَ اللهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَاسَائِبَةٍ وَّلَاوَصِيْلَةٍ وَّلَاحَامٍ وَإِذْقَالَ اللهُ يَقُوْلُ قَالَ اللهُ وَإِذْ هٰهُنَا صِلَةٌ الْمَائِدَةُ أَصْلُهَا مَفْعُوْلَةٌ كَعِيْشَةٍ رَاضِيَةٍ وَتَطْلِيْقَةٍ بَائِنَةٍ وَالْمَعْنٰى مِيْدَبِهَا صَاحِبُهَا مِنْ خَيْرٍ يُقَالُ مَادَنِيْ يَمِيْدُنِيْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ...

ترجمہ۔ اذ قال اللہ میں لفظ قال یقول کے معنی میں ہے اور اذ کا لفظ اس جگہ صلہ ہے یعنی زائد ہے کیونکہ اذ ماضی کے لئے ہوتا ہے۔ اس جگہ مستقبل مراد ہے۔ مائدہ دستر خوان کو کہتے ہیں یہاں فاعل بمعنی مفعول کے ہیں جیسے عیشۃ راضیہ میں بمعنی مرضیہ کے ہے اور تطلیقۃ بائنہ میں ای مطلقہ مبانہ لیکن قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مثال صحیح نہیں بائنہ اپنے اصلی معنی قاطعۃ کے ہے۔ اور اس کا مادہ اگر ماد یمید ہے جس کے معنی حرکت دینے کے ہیں تو وہ دستر خوان ہے

جس پر کھانا چنا ہوا ہو۔ صاحب دستر خوان کی طرف خیر کو حرکت دی جاتی ہے۔ یا ماد یمید عطیہ کے معنی میں ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں متوفیک آپکو وفات دینے والا ہے یا مارنے والا ہے۔ اب نہیں بلکہ آئندہ زمانہ میں۔ اگر اب وفات ہو جائے تو پھر یہود کا مقصد پورا ہوتا ہے تسلی کہاں ہوئی۔

حدیث (۴۲۷۲) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ؒ قَالَ الْبَحِيْرَةُ الَّتِىْ يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ فَلَا يَحْلُبُهَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ الَّتِىْ كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ لَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِى النَّارِ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ وَالْوَصِيْلَةُ النَّاقَةُ الْبِكْرُ تُبَكِّرُ فِىْ اَوَّلِ نِتَاجِ الْاِبِلِ ثُمَّ تُثَنِّىْ بَعْدُ بِاُنْثٰى وَكَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهُمْ لِطَوَاغِيْتِهِمْ اِنْ وَصَلَتْ اِحْدَاهُمَا بِالْاُخْرٰى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ وَالْحَامُ فَحْلُ الْاِبِلِ يَضْرِبُ الضِّرَابَ الْمَعْدُوْدَ فَاِذَا قَضٰى ضِرَابَهُ وَدَعُوْهُ لِلطَّوَاغِيْتِ وَاَعْفَوْهُ مِنَ الْحَمْلِ فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَسَمَّوْهُ الْحَامِىَ وَقَالَ لِىْ اَبُو الْيَمَانِ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ ؓ سَمِعْتُ النَّبِىَّ ﷺ نَحْوَهُ وَرَوَاهُ ابْنُ الْهَادِ........

ترجمہ۔ حضرت سعید بن مسیبؒ تابعی فرماتے ہیں کہ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں کہ جس کا دودھ بتوں کے نام روک لیا جاتا تھا۔ لوگوں میں سے۔ کوئی اس کا دودھ نہیں دوہ سکتا تھا۔ اور سائبہ وہ اونٹنی جس کو بتوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے اس پر کوئی چیز نہیں لادی جاتی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی انتڑیاں کھینچتا تھا۔ کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے ان سانڈھوں کا رواج ڈالا۔ وصیلہ۔ وہ نوجوان اونٹنی جو پہلے پہل مادہ بچہ جنے پھر اس کے بعد بھی دوسرا مادہ جنے تو اسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے کہ یہ ایک مادہ دوسری مادہ سے مل گئی ہے۔ جن کے درمیان کوئی نر نہیں ہے۔ والحام۔ وہ سانڈھ اونٹ ہوتا تھا جو ایک محدود جفتی کرتا تھا جب اس کی وہ جفتی کی تعداد پوری ہو جاتی۔ مثلاً دس ہے۔ تو اسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے۔ اور اس کو بار برداری سے معافی دے دیتے کہ اس پر کوئی چیز نہ لادی جاتی تھی۔ اور اس کا نام حام تھا کہ اسنے آپ کو بچا لیا۔ باقی دو سندوں سے اس حدیث کو مرفوع کر دیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اذقال اللہ .. میں اذا زائدہ ہے۔ جو تحسین کلام کے لئے لایا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حواریین نے کہا کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے جو ہم پر آسمان سے ایسا دستر خواں نازل کرے جس پر کھانا چنا ہو۔

مائدہ ...ماد یمید حرکت کرنے کے معنی میں ہے۔ یا مائدہ بمعنی میدہ ہے۔ حرکت دیا ہوا تو مجاز عقلی ہوگا۔ یا مجاز لغوی ہے۔

کہ اسم فاعل بمعنی اسم مفعول ہے۔مائدہ وہ دستر خوان جس پر کھانا چنا ہو جو عالی جگہ سے سائل کی طرف اتارا جائے۔متوفیک کے معنی حضرت ابن عباسؓ ممیتك کے لیتے ہیں۔اس کی دو تفسیریں ہیں۔توفی کے معنی ہیں کسی اجل یا کام کا پورا کرنا۔حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ جب ان کے حواریوں نے بیوفائی کی۔کہ ان میں سے ایک شخص دشمنان عیسی یہود سے جاملا۔اور قتل کا ارادہ کرنے والوں کو آپ کا اتہ پتہ بتایا۔تو اس پر باری تعالے نے حضرت عیسی علیہ السلام کو چار بشارتیں دی ہیں۔ دو بالفعل اور دو مستقبل کے لئے ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ ہم آپکو ان غداروں کے درمیان سے اٹھالیتے ہیں۔کیونکہ انسان جب لوگوں کی بے وفائیوں سے تنگ آجاتا ہے۔تو وہاں سے منتقل ہونا چاہتا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کی خاطر اپنی ساری زندگی صرف کر دی۔جگہ جگہ جاکر تبلیغ کی۔اپنے لئے کوئی گھر نہ بنایا۔لوگ پھانسی پر لٹکانے کے لئے تیار ہو گئے۔تو فرمایا..من انصاری الی اللہ ...بارہ حواریوں نے کہا..نحن انصار اللہ... لیکن ان میں سے بھی ایک خائن نکلا۔پھر بھی حضرت عیسی علیہ السلام صابر رہے۔انہیں پر عمل پیرا رہے۔لیکن یہ عمل بھی غیر مؤثر ثابت ہوا ہو اسرائیل نے کچھ عرصہ بعد پھر تلوار اٹھالی۔چنانچہ ریڈنگ یہودی نے تلوار اٹھا کر برطانیہ کو تہس نہس کر دیا۔غرضیکہ حضرت عیسی علیہ السلام سے باری تعالی فرماتے ہیں۔کہ اب ہم آپ کو یہاں سے منتقل کریں گے۔اگر چہ ابن عباسؓ یہاں متوفیك.. کا یہ معنے نہیں لیتے۔لیکن...اللہ یتوفی الانفس....میں اور...اللہ الذی یتوفکم باللیل...میں فرمایا گیا۔جس میں یقیناً میت کے معنے نہیں لے گئے بلکہ توفی کے معنی پورے کرنے کے لئے گئے ہیں۔

قادیانیوں نے حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ممیتک کا سہارا لیا حالانکہ اگر حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہوتے تو صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آخر زمانہ میں نزول مسیحؑ ہوگا۔اس سے مرزا قادیانی کا مسیح بننا کیسے لازم آگیا۔

حضرت امام بخاریؒ نے قول ابن عباسؓ کو تعلیقاً ذکر کیا ہے کوئی سند بیان نہیں کی۔امام بخاریؒ تو مرسل حدیث سے دلیل نہیں پکڑتے۔ تعلیقات کیسے مستدل بن گئیں۔تو جب انکے نزدیک روایت صحیح نہیں ہوئی تو استدلال کیسا۔یہ تو ایسا ہوا۔غف۔غف میرا نام محمد یوسف بلکہ توفی کے معنی اقامت فی الارض کے ہیں۔تو توفی بالفعل مراد ہوئی۔اگر متوفی کے معنی ممیتک کے بھی ہوں تو اس میں زمانہ کا ذکر نہیں ہے کیونکہ اسم فاعل تو حال اور مستقبل دونوں کو شامل ہوتا ہے۔تو یہاں معنی ہوں گے ممیتک فی المستقبل اور رافعک بالفعل یقینی بات ہے کہ جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع آسمانی کے کئی سال بعد نصاری کو غلبہ حاصل ہوا کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے کسی نصرانیہ عورت سے شادی کی جس سے بچہ پیدا ہوا۔پھر جاکر غلبہ حاصل ہوا۔تو تمھارا ابھی یہی دعوی ہے۔ کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا انتقال ہوگا۔لیکن نزول من السما کے بعد بیاہ کریں گے۔ان کے بچے پیدا ہونگے۔چالیس سال تک حکومت کریں گے۔ساری دنیا میں اسلام پھیلے گا۔پھر وفات ہوگی۔اور آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے۔یہ سب تقریر اس وقت ہے جب حضرت ابن عباسؓ کا قول ثابت ہو جائے۔ورنہ پہلے تو وہی قابل بحث ہے۔

قادیانی بھی یہی کہتے کہ مرزا قادیانی کے سوا آج تک کسی نے مسیح ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔لیکن اکاذیب مرزا مشہور ہیں۔

ایسے جھوٹے کو مسیح کون مانتا ہے۔اگر سوال ہو کہ پھر حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے ۔۔انی متوفیك۔کیوں فرمایا گیا۔وجہ وہی ہے کہ جب بے چینی لاحق ہو۔قوم سے تنگ آگئے تو تسلی دی گئی کہ موت دینے والا میں ہوں۔یہ لوگ آپ کو نہیں مار سکتے۔فی الحال ہم آپکو اپنی طرف اٹھالیتے ہیں۔اٹھاتے وقت نیند طاری کر دی گئی۔وماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم بل رفعہ اللہ الیہ نہ توانہوں نے عیسی علیہ السلام کو قتل کیا نہ ہی پھانسی پر لٹکایا بلکہ انہیں شبہ میں ڈال دیا گیا۔کہ عیسیٰ کا حواری مقتول ہوا۔بلکہ اللہ تعالے نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔آنحضرت ﷺ کی تبلیغ جب کارگر ثابت ہوئی۔لوگ دھڑادھڑ اسلام میں داخل ہونے لگے۔تو آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔پریشانی دور ہوگئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔یسیبو نھا...۶۶۵۔۷ قطب گنگوہیؒ نے اگرچہ اس کا تعرض نہیں کیا لیکن مولانا مکیؒ نے اس جگہ بسط سے تقریر لکھی ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ سائبہ یا ہر وہ جانور یا مال جو غیر اللہ کے لئے چھوڑ دیا جائے۔تو جب تک اس پر کوئی قبضہ نہ کرے وہ مالک کے ملک سے خارج نہیں ہوتا۔اگرچہ وہ خود بھی کہے کہ میں نے اپنے ملک سے اسے نکال دیا۔جب کوئی شخص مالک کی اجازت سے قبضہ کر لے گا تب مالک کے ملک سے خارج ہوگا۔اور قابض کے ملک میں داخل ہوگا جب مالک نے اس نیت فاسدہ کے ساتھ دوسرے کو قبض کرا دیا ہے تو اس کا قبضہ مخلوط بالمعصیۃ یعنی گناہ سے خلط ہو جائے گا۔جس سے مقبوض کے اندر حرمت پکی ہو جائے گی۔کہ وہ کبھی مرتفع نہ ہو سکے گی البتہ اگر مالک قابض کے قبضہ سے پہلے اپنی نیت بدل لے۔تو پھر حرمت رفع ہو جائے گی۔یہ مال مغضوب کی طرح ہو جائے گا۔البتہ مال مغضوب کی حرمت اجازت مالک سے ساقط ہو جائے گی۔مال لغیر اللہ کی حرمت مؤبدہ رہے گی۔اذ قال اللہ قال بمعنی یقول کے ہے اور اذ زائدہ ہے جو فعل محذوف کا صلہ ہے۔جملہ یقول اللہ سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

تطلیقه بائنه ۔۔اس میں مبانہ بمعنے مبانہ کے ہے۔اسم فاعل بمعنے اسم مفعول جیسے مائدہ بمعنے میدہ کے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ قال بمعنے یقول ہے۔اذ صلہ۔سے مراد یہ نہیں کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔بلکہ مراد یہ ہے کہ معنی اصلی ماضی کے مراد نہیں۔مضارع مراد ہے۔اور متن متین میں ہے۔کہ حروف زیادہ کو حروف الصلہ بھی کہتے ہیں۔کیونکہ یہ حروف زیادہ فصاحت کا وسیلہ بنتے ہیں۔مؤکدات اور محسنات اور تطلیقہ بائنہ بمعنے منقطعہ کے ہے۔ تو امام بخاریؒ کی تمثیل صحیح ہوئی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ متو فیك ممیتك ۶۶۵۔۹ اس میں آپ کی موت کا بیان ہے۔کہ کب ہوگی۔رفع سے پہلے کی توفی کا اس میں ذکر نہیں۔تاکہ مشہور کا خلاف لازم آئے۔کیونکہ آپ تو زندہ اٹھائے گئے۔حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام پر دشمنوں کی ایذارسانی سخت ہوگئی اور وہ تنگ ہوگئے۔تو اللہ تعالے نے وحی بھیجی۔کہ یہ لوگ آپ کو نہیں مار سکتے۔ مارنے والا تو میں ہوں۔پس آپ صبر کریں۔یہاں تک کہ آپ کا اجل آجائے۔پھر مزید احسان جتلایا کہ میں اپنی طرف آپ کو اٹھانے والا ہوں۔

تاکہ مصائب برداشت کرنا آسان ہو جائے۔ کہ بس خلاصی کا زمانہ موت کے زمانہ سے بالکل قریب ہے۔ پھر دوسرا انعام ذکر فرمایا کہ مطہرك من الذين كفروا یعنی میں آپ کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔ ان کی گندیاں آپ تک نہیں پہنچ سکیں گی۔ تو تین مراتب ہوگئے۔ متوفیک۔ پہلا مرتبہ ہے جس میں خلاصی کی نوید ہے۔ لیکن اس میں تاخیر ہے۔ دوسرا مرتبہ رافعک کا ہے۔ اس میں مدد و نصرت کی جلدی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ اور تیسرا مرتبہ مطہرک میں نصرت کا وعدہ ہے۔ لیکن اس میں تعجل نہیں ہے۔ بہر حال ان مراتب میں یکے بعد دیگر ترقی ہے۔ جس میں آپکی ذات کے محفوظ ہونے کے وعدے مکمل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد چوتھا انعام آپکے متبعین پر ذکر فرمایا۔ تاکہ اپنی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد متبعین کی فکر نہ رہے۔ ان کے متعلق بشارت سنادی۔ کہ وہ قیامت تک کفار پر غالب رہیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جلالین میں ہے۔ متوفيك اى قابضك ورافعك الى من الدنيا من غير موت۔ اور جمل میں دو توجیہ بیان کی گئیں۔ ایک تو یہ کہ۔ انی متوفى اجلك ومؤخرك وعاصمك من ان يقتلك الكفار الى ان تموت حتف انفك من غير ان تقتل با يدى الكفار رافعك الى سمائى ... اور دوسری توجیہ میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل میں رافعک الی و متوفیک کیونکہ پہلے رفع سماء ہوئی۔ اس کے بعد وفات ہوگی۔ اور واؤ مطلق جمع کے لئے ہے۔ گویا توفی کو اگر موت کے معنی میں لیا جائے۔ تو وہ بعد رفعہ ونزولہ الی الارض کے ہے۔ اور بیضاوی کی عبارت۔ متوفيك اى مستوفى اجلك ومؤخرك الى اجلك المسمى عاصما اياك من قتلهم ... اس لئے فیض الباری میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ تقدیم و تاخیر کلام فصیح میں ہوتی رہتی ہے۔ جیسے واسجدی وارکعی میں ہے۔ اور آپ نے احادیث و آثار متواترہ نزول عیسی کے بارے میں نقل فرمائے ہیں۔ بلکہ اس پر امت کا اجماع نقل ہے۔ اور کتب احادیث کے اندر لو كان موسى حيالماوسعه الااتباعى .. جس میں عیسی کے لفظ کی زیادتی ہے۔ وہ غلط ہے۔ مطہرک۔ کے معنی جلالین میں مبعدک اور جمل میں ہے۔ مبعدك اى مخرجك من بينهم . کہ انکے درمیان سے آپ کو نکالنے والا ہوں وجاعل الذين اتبعوك او صدقو ابيوتك من المسلمين والنصارى .. اور جمل میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ خطاب عیسی علیہ السلام کو ہے اور دوسرا یہ کہ یہ خطاب محمد ﷺ کو ہے۔ من الذین کفروا پر وقف تام ہوگا۔ عقیدۃ الاسلام میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے بھی یہ چار مراتب بحر محیط سے نقل کئے ہیں۔ کہ اولاً عیسیؑ کو خبر دی کہ اللہ تعالے ہی آپ کو وفات دیگا۔ آپ کے دشمنوں کو غلبہ نہیں دے گا۔ وہ آپ تک پہنچ نہیں سکیں گے دوسرے درجہ میں بشارت دی۔ کہ آسمان کی طرف اٹھا کر ملائکہ میں رکھا جائیگا۔ جہاں مدت العمر آسانی کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مشغول رہیں گے تیسرے درجہ میں بشارت ہوئی کہ۔ کفار کے زمرہ سے آپ کو اولاً آخراً پاک رکھا جائیگا یہ زمانہ رفع اور نزول تک کو شامل ہوگا۔ چونکہ توفی اور رفع ایک زمان کے ساتھ خاص تھا اس لیے ان کو مقدم کیا گیا۔ پھر تطہیر کو لائے۔ جو باقی ازمنہ کو شامل ہے۔ اسے مؤخر لائے۔ ان تین بشارتوں کے بعد جو آپ کی ذات سے متعلق تھیں۔ چوتھے درجہ پر متبعین کی فوقیت کی بشارت دی تاکہ اس سے آپ کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور دل کو سرور حاصل ہو۔ اس بشارت کو سب سے آخر میں لائے۔ کیونکہ اس کا تعلق

آپ کی ذات سے نہیں۔ بلکہ اتباع کے ساتھ تھا۔ تواس طرح آپ کو سرور علے سرور حاصل ہوا۔

باب قوله وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔

ترجمہ۔ جبتک میں ان کے اندر رہا میں ہی ان کا نگران تھا جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ہی ان پر نگران تھے کیونکہ آپ تو ہر چیز پر گواہ ہیں۔

حديث (٤٢٧٣) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهٗ (الخ) قَالَ اَلَا وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ اَلَا وَاِنَّهٗ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُصَيْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَاتَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اِلٰى قَوْلِهِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ فَيُقَالُ اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ اے لوگو! تم قیامت کے دن اللہ تعالے کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔ جبکہ تم ننگے پیر ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے ہوگے۔ جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ ترجمہ جیسے ہم نے پہلی پیدائش کی اسی طرح ہم دوبارہ انہیں لوٹائینگے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے جس کو ہم کرنے والے ہیں۔ غرلا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حشر بجمیع اجزاء ہوگا پھر فرمایا خبردار مخلوق میں سے پہلا شخص جس کو پہلے پہل پوشاک پہنائی جائے گی وہ ابراھیمؑ ہونگے۔ اور یہ کہ میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے۔ جنہیں بائیں طرف لے جایا جائیگا جس پر میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں فرمایا جائیگا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ دین میں نئی باتیں پیدا کیں۔ تو میں ایسے کہونگا جیسے عبد صالح عیسٰیؑ نے فرمایا کہ جبتک میں ان میں رہا ان کا نگران تھا کہ یہ لوگ برابر اپنی ایڑیوں کو پھرتے رہے جب سے کہ آپ ان سے جدا ہوئے۔

باب قَوْلِهٖ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ

حديث (٤٢٧٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِنَّكُمْ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ تم قیامت کے دن

مَحشُورُونَ وَاِنَّ نَاسًا يُؤخَذُ بِهِم ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُولُ كَمَا قَالَ العَبدُ الصَّالِحُ وَ كُنتُ عَلَيهِم شَهِيدًا

اٹھائے جاؤ گے۔ اور کچھ لوگوں کو دائیں جانب لے جایا جائیگا تو میں ایسے کہونگا جیسے عبد الصالح عیسیٰ نے فرمایا کنت علیھم شھیدا

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ غیر اللہ کے نام جو جانور چھوڑے جاتے ہیں۔ وہ جائز نہیں۔ آج کل جو لوگ چڑھاوے چڑھاتے ہیں وہ مالکان کے ملک سے نہیں نکلتے۔ اگر مجاورین کے ملک کو دیں تو پھر وہ انہیں بیچ سکتے ہیں۔ البتہ ان چڑھاووں کی وجہ سے لوگ مبتلا بالشرک ہو جائیں گے۔ يُكسٰى يَومَ القيامت ابراهيم ۔ یہ آپ کو جزوی فضیلت حاصل ہوئی۔ یا یہ کہ آنحضرت ﷺ کے کفن کو زمین نہیں کھائیگی۔ آپؐ تو اسی کفن میں محشور ہونگے۔ دوسرے لوگ جو ننگے اٹھینگے ان میں سب سے پہلے ابراہیمؑ کو پوشاک پہنائی جائے گی کیونکہ بوجہ اللہ انہیں ننگا کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا۔

اصحابی ۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔ مدینہ مکہ اور بحرین کے علاوہ باقی سب جگہ رخنے ڈالے گئے یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ کہ اسود عنسی بھی نبوت کا دعویدار تھا۔ جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے تین دن پہلے مارا گیا۔ بعض لوگ اسؓ کے بھی معتقد ہو گئے۔ طلیحہ متنبی کے بھی متبع تھے۔ بعض لوگ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے۔ بعض اسلام پر تو رہے لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کو ایک سال تک ان سے قتال کرنا پڑا۔ بعض مرتدین مارے گئے۔ اکثر اسلام کی طرف واپس آ گئے۔ اس کے متعلق یارب اصحابی فرمایا جا رہا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ فلما توفیتنی ۔ اس سے پہلے جو توفی مذکور ہے۔ یہ توفی اس سے عام ہے۔ اولی یہ ہے کہ اسے رفع پر محمول کیا جائے۔ موت پر حمل نہ کیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ چنانچہ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ لماتوفيتنى اى بالرفع الى السمأ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ انى متوفيك ورافعك ۔ توفی کا معنی ہے کسی چیز کو پورا پورا لینا۔ موت بھی اس کی ایک قسم ہے۔ اور جلالین میں ہے فلماتوفيتنى اقبضتنى با الرفع الى السماء ۔ صاحب جمل فرماتے ہیں۔ اخذتنى وافيا باالرفع الى السماء او متوفى يستعمل فى اخذالشئ وافيا اوكاملا والموت نوعٌ منه ۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں تو پھر فلماتوفيتنى ۔ کیوں فرما رہے ہیں۔ لیکن یہ سوال اس صورت میں ہے جبکہ سوال وجواب یوم رفعہ الى السماء ہو لیکن اگر سوال وجواب قیامت کے دن ہو جیسا کہ شیخ اور جمہور فرماتے ہیں۔ تو پھر کوئی اشکال نہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِتْنَتُهُمْ مَعْذِرَتُهُمْ مَعْرُوْشَاتٍ مَا
يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذَالِكَ لانذركم يعني اهل
مكه حَمُوْلَةً مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا وَلَلَبَسْنَا لَشَبَّهْنَا يَنْأَوْنَ
يَتَبَاعَدُوْنَ تُبْسَلُ تُفْضَحُ اُبْسِلُوْا اُفْضِحُوْا بَاسِطُوْا
اَيْدِيْهِمُ الْبَسْطُ الضَّرْبُ اسْتَكْثَرْتُمْ اَضْلَلْتُمْ كَثِيْرًا
ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ جَعَلُوا اللهِ مِنْ ثَمَرَاتِهِمْ وَمَالِهِمْ
نَصِيْبًا وَلِلشَّيْطَانِ وَالْاَوْثَانِ نَصِيْبًا اَمَّا اشْتَمَلَتْ يَعْنِيْ
هَلْ تَشْتَمِلُ اِلَّا عَلٰى ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَلِمَ تُحَرِّمُوْنَ بَعْضًا
وَتُحِلُّوْنَ بَعْضًا مَسْفُوْحًا مُهْرَاقًا صَدَفَ اَعْرَضَ اُبْلِسُوْا
اُوْيِسُوْا وَاُبْسِلُوْا اُسْلِمُوْا سَرْمَدًا دَائِمًا اسْتَهْوَتْهُ اَضَلَّتْهُ
تَمْتَرُوْنَ تَشُكُّوْنَ وَقْرٌ صَمَمٌ وَاَمَّا الْوِقْرُ فَاِنَّهُ الْحِمْلُ
اَسَاطِيْرُ وَاحِدُهَا اُسْطُوْرَةٌ وَاِسْطَارَةٌ وَهِيَ التُّرَّهَاتُ
اَلْبَأْسَاءُ مِنَ الْبَأْسِ وَيَكُوْنُ مِنَ الْبُؤْسِ جَهْرَةً مُعَايَنَةً
الصُّوَرِ جَمَاعَةُ صُوْرَةٍ كَقَوْلِهِ سُوْرَةٌ وَسُوَرٌ مَلَكُوْتٌ
مُلْكٌ مِثْلَ رَهَبُوْتٍ خَيْرٌ مِنْ رَحَمُوْتٍ وَيَقُوْلُ
تُرْهَبُ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تُرْحَمَ جَنَّ اَظْلَمَ يُقَالُ عَلَى اللهِ
حُسْبَانُهُ اَيْ حِسَابُهُ وَيُقَالُ حُسْبَانًا مَرَامِيَ
وَرُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ مُسْتَقَرٌّ فِي الصُّلْبِ وَمُسْتَوْدَعٌ

ترجمہ۔ ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کہ لم تکن فتنتهم
میں فتنہ معذرت کے معنی میں ہے انکی عذرداری یہ ہو گی واللہ
اینماکنامشرکین انشا ء جنات معروشات۔۔وہ انگور
وغیرہ جنکو چھتوں پر چڑھایا جاتا ہے۔لانذرکم بہ میں خطاب
اہل مکہ کو ہے۔حمولۃ جن پر باربردا ری کی جاتی ہے۔
للبسنا بمعنے خلط ملط کردیا۔ینادون بمعنے دور ہونا۔تبسل
ابسلوا۔بمعنے رسوا ہونا۔باسطوابسط کے معنی مارنے کے
ہیں۔استکثرتم کہ تم نے بہتوں کو گمراہ کیا۔ذرامن الحرث
کھیتی پیدا تو اللہ تعالے نے کی۔لیکن ان لوگوں نے اپنے
پھلوں اور اموال میں سے کچھ حصہ تو اللہ کے لئے کر دیا۔
کچھ حصہ شیطان اور بتوں کے لئے۔اماشتملت۔جب وہ
ارحام نر اور مادہ پر مشتمل ہیں تو بعض کو حرام اور بعض کو حلال
کیوں قرار دیتے ہو۔یا سب حرام یا سب حلال یہ تفریق کیسی
دمامسفو حا ۔بہایا ہوا خون۔صدف۔بمعنے روگردانی کرنا
ابلسواناامید ہونا۔سلموا۔سپرد کئے گئے ۔سرمد۔کے
معنی ہمیشہ۔استهوته ۔۔گمراہ کردیا۔تمترون ۔۔شک کرنا
وقرتو ۔۔بہرے پن کو کہتے ہیں اور وقر بکسر الواو
بوجھ کے معنی ہیں۔اساطیر ۔۔جمع اسطورۃ کی ہے استطارہ
بھی کہتے ہیں۔جس کے معنی اباطیل کے ہیں۔باسا۔۔باس
بمعنے سختی کے ہے اور بوس۔نعمت کی ضد کو بھی کہا جاتا ہے۔

فِی الرَّحْمِ الْقِنْوُا الْعِذْقُ وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ اَیْضًا قِنْوَانٌ مِثْلُ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ ... جھرۃ آنکھوں کے سامنے۔ صور صورت کی جمع ہے جیسے سورۃ کی جمع سور ہے۔ ملکوت ملک کے معنی میں ہیں۔ جیسے کہتے ہیں

رھبوت رحموت سے بہتر ہے۔ ڈرانا مہربانی کرنے سے بہتر ہے۔ اور کہے تیرا ڈرانا رحم کرنے سے بہتر ہے۔ جن۔ کے معنی تاریک ہونا۔ علی اللہ حسبانا۔ یعنی اللہ کے ذمہ ہے۔ ان کا حساب اور۔ حسبان۔ ان ستاروں کو بھی کہتے ہیں۔ جو شیطان کے لئے چونکا لیتے ہیں مستقر۔ قرار کی جگہ باپ کی پیٹھ ہے۔ نطفہ اور امانت ماں کے رحم میں رکھا جاتا ہے۔ القنو بمعنے خوشہ کھجور تثنیہ اور جمع قنوان ہے جیسے صنو اور صنوان۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ملک اور ملکوت میں مادہ تو ایک ہے۔ واؤ اور تا کی زیادتی سے معنی میں کثرت آنی چاہیے تھی۔ لیکن فرماتے ہیں۔ کہ جیسے رھبوت اور رحموت میں زیادتی معنی نہیں ہے۔ ایسے یہاں بھی تغیر نہیں آیا۔ ترھب خیر من ان ترحم۔ کہا جاتا ہے کہ حاکم گرم بھلا اور تاجر نرم بھلا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فتنتھم۔ ۶۶۵۔ ۲۷۔ یعنی مضاف محذوف ہے۔ معذرۃ فتنتھم وہ جرائم مراد ہیں جن کا انہوں نے دنیا میں ارتکاب کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ فتنہ سے وہ معذرت مراد ہے جس کے ذریعہ وہ خلاصی کا وہم کرینگے لیکن قطب گنگوہیؒ نے جو توجیہ جرائم سے کر کے مضاف محذوف مانا ہے۔ اس کی تائید امام رازیؒ کے قول سے ہوتی ہے۔ کہ فتنہ سے مراد اس جگہ ان کا مت پرستی میں مبتلا ہونا ہے۔ ابن عباسؓ کی تفسیر ہے ...شر کھم فی الدنیا ...از گنگوہیؒ للبسنا۔ اشتباہ پڑ جانا۔ یعنی اگر ہم فرشتہ اتارتے تو وہ بھی بشکل انسان ہوتا۔ کیونکہ فرشتہ کو اصلی شکل میں دیکھنے کی انسان میں طاقت نہیں ہے۔ اگر انسانی شکل میں آتا تو ہم جنس نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم و تعلم کا مقصد پورا نہ ہوتا۔ جب انسانی شکل میں آتا تو پھر وہی سوال وارد ہوتا جیسے انسان کے بھیجنے پر ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خازن میں ہے کہ۔ بشر کو طاقت نہیں کہ فرشتہ کو اسکی اصلی شکل میں دیکھ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتے انبیاؑ علیہم السلام کے پاس بشری صورتوں میں آتے رہے۔ جیسے جبرائیلؑ دحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ باسطوا ایدیھم۔ بسط سے اس جگہ ضرب مراد ہے۔ یعنی موت کے وقت ہاتھ پھیلا کر مارینگے۔ یا عذاب دینگے۔ اور صاحب جمل فرماتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کفار کی ارواح نکلنا نہ چاہینگی تو فرشتے انہیں ماریں گے۔ یہاں تک کہ ارواح نکل آئیں۔ سرمدا دائما۔ ۶۶۶۔ ۴۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ظاہر یہ ہوا کہ مصنفؒ کا مقصد اس سے اس تعارض کو رفع کرنا ہے۔ جو بظاہر سورہ انعام اور سورہ قصص کی آیات میں ہوتا ہے۔ کیونکہ سورہ انعام میں ہے جعل اللیل سکنا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات سکون اور قرار سے متصف ہے۔

نیز ! لیل سرمد کے ساتھ بھی متصف ہے چنانچہ لیل سرمد کہا جاتا ہے۔ اور سورہ قصص میں تصریح ہے کہ رات کو قرار نہیں۔ ان جعل اللیل سرمدا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ سرمد اگرچہ اس جگہ دوام کے معنی میں ہے۔ لیکن جہاں لیل کی صفت ہے وہاں دوام کے معنی نہیں بلکہ وہاں طول مراد ہے۔ اس طرح سکون بھی رات کی صفت فی حدذاته ہی نہیں ہے۔ بلکہ جو انسان اور جانور اس میں سکون پکڑتے ہیں اس کے اعتبار سے ہے۔ اگر لیل ساکن ہوتی تو پھر ہمیشہ رہتی۔ کبھی ختم نہ ہوتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ واللہ اعلم

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابو عبید فرماتے ہیں کہ جو چیز منقطع نہ ہو اسے سرمد کہتے ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ اس سرمد کا ذکر مناسب نہیں۔ کیونکہ وہ تو سورہ قصص میں واقع ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ نے رفع تعارض کی توجیہ بیان کر کے سب شراح سے سبقت لے گئے کہ سکون اور قرار آیت میں دوام کے معنی میں نہیں جیساکہ لیل سرمد سے اسم ہوتا ہے بلکہ طول کے معنی ہیں تو اللہ تعالے نے رات اور دن کو اپنی دو نعمتیں قرار دیا جو یکے بعد دیگر آتی ہیں کیونکہ دن کو تھکا ماندا انسان رات میں سکون حاصل کرتا ہے تو کسب معاش کے لئے ضوء نہار کی ضرورت ہے۔ راحت و سکون کے لئے رات کی تاریکی ضرورت ہے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان.....

رهبوت خیر من رحموت. تشریح از قطب گنگوہیؒ حاصل یہ ہے کہ مقام خشیت مقام رجا سے اعلے اور افضل ہوتا ہے کیونکہ ڈرنے والا کچھ کرے گا۔ امید رکھنے والا تو مشقتیں برداشت نہیں کرتا۔ اسلئے قرآن مجید میں انذار ابشار سے زیادہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ ملکوت میں واؤ اور تا زائد تانی ہیں۔ مبالغہ کے لئے جیسے رھبوت اور رحموت میں مبالغہ ہے۔ ڈراتے رہو تا کہ دین حاصل کرے رحم نہ کرو کہیں تعلیم چھوڑ نہ دے۔

باب قوله وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ

حدیث (۴۲۷۵) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیب کی چابیاں پانچ ہیں۔ ترجمہ آیت اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے کوئی جی نہیں جانتا کہ کل کیا کمائیگا اور نہ ہی کوئی جی یہ جانتا ہے کہ کس زمین میں اس کی موت واقع ہو گی بیشک اللہ تعالے خوب جاننے والا خبردار ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس آیت میں غیب کو عام رکھا گیا ہے۔ یعلم مافی البر والبحر اسی طرح ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین عموم پر دلالت کرتے ہیں کہ جمیع جزئیات کا علم اسی کو ہے۔ مفاتح۔ بمعنے مفتح کی ظرف مکان ہے یا مفتح کی یا مفتاح کی جمع ہے۔

اگر مفاتح کی جمع ہے تو غیب کو امتعہ منقلہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ عندہ ۔ حصر کیلئے مقدم کیا گیا۔ لایعلمہا الا ھو۔ سے تاکید کردی گئی۔ تو جب غیب کی چابیاں اللہ تعالے کے پاس ہوں۔ تو ان خزانوں کا علم بھی اسی کو ہوگا۔ اس کے بعد غیب کی جزئیات کا ذکر کیا گیا۔ غیب کی تخصیص اسلیئے کی گئی کہ اس کا مقابل شاہد ہے۔ جو کہ درپردہ نہیں ہے یا دلائل عقلیہ سے معلوم ہوتا ہے اس آیت سے پانچ اشیا کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے سورہ نمل کی آیت لایعلم من فی السموات والارض الغیب الااللہ۔ سے تعمیم ثابت ہوتی ہے۔ ماتدری نفس۔ کو تکرار سے اس لئے لایا گیا تاکہ تعمیم معلوم ہو غرضیکہ ان مختلف آیات سے باری تعالے کا کلیات وجزئیات سب کا احاطہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اہلسنت والجماعۃ کا یہی مسلک ہے۔ اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کہ۔ الایعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔

فلاسفہ نے علم بالجزئیات کے متعلق کچھ بحث کی ہے جو صحیح نہیں۔ وہ علم الجزئی علی وجہ الجزئی کا انکار کرتے ہیں۔ مگر وہ علم الجزئی علی وجہ الکلی کا وہ بھی انکار نہیں کرتے جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ باری تعالے کا جان لینا یہ جمیع جزئیات کے علم کو متلزم ہے اور یہ علم دائما ہے وہ ہر جزئی کا بالتفصیل علم نہیں مانتے حالانکہ باری تعالے پر کوئی کیفیت مخفی نہیں۔ بلکہ ہر جزی اور ہر کلی کو جانتے ہیں۔ اس کے بعد اب مخلوقات میں سے کسی کا ان مغیبات کو جاننا اسکی کئی صورتیں ہیں۔ ایک تو علم بالذات ہے۔ مخلوقات میں سے کسی کو ان مغیبات کا علم ذاتی نہیں۔ بلکہ جیسے اس کا وجود عطائی ہے۔ ایسے اس کا علم جزی وکلی اعطائی ہے۔ اس کے بعد مخلوق میں سے کسی ایک فرد کا جمیع اشیا کے علم اعطائی کے اعتبار سے احاطہ کرسکتا ہے یا نہیں اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ تمام اشیا کا احاطہ کسی کے لئے ممکن نہیں ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مخلوقات میں سے جس کو بھی جس قدر اشیا کا علم دیا گیا ہے۔ ان میں سے سب سے اعلم کون ہے۔ اہلسنت والجماعۃ کا مسلک یہ ہے کہ علوم شرعیہ میں سب سے اعلم آنحضرت ﷺ ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ اعطیت علم الاولین والاخرین ۔۔ مجھے اولین اور آخرین سب کا علم دیا گیا ہے۔ علوم شرعیہ کی قید اس لئے لگائی گئی تاکہ وہ علوم نکل جائیں جن سے آپ منزہ ہیں چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ اللھم انی اعوذبک من علم لاینفع وماعلمناہ الشعر وماینبغی لہ ۔ شعر بھی علم ہے انسان اسے قابل مدح سمجھتا ہے۔ لیکن مقام نبوت کے مناسب نہیں ہے اسطرح نجوم۔ کہانت۔ سحر وغیرہ مقام نبوت کے مناسب نہیں ہیں بلکہ یہ علوم رذیلہ۔ یا جو علوم شان نبوت اور مقام قرب کے مناسب نہیں ان میں کوئی دوسرا آپ سے اعلم ہو جائے۔ شعر میں متنبی اعلم ہو۔ یا ھدھد کہتا ہے۔ احاطت بمالم تحط بہ۔ اور آپ کا ارشاد ہے۔ ان من العلم لجھلا۔ غرضیکہ اگر آپ ان علوم کے عالم نہ ہوں۔ تو یہ نہ آپ کی شان کو بڑھا سکتے ہیں اور نہ گھٹا سکتے ہیں۔ اب اس سے ہر ہر جزی کا احاطہ کرنا بھی خارج ہوگیا ہے۔ اولیا اللہ کو آنحضرت ﷺ کے طفیل میں بہت تھوڑا حصہ مل رہا ہے۔ جو ہماری نسبت سے بہت بڑا ہے۔ نیز ! آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ انما انا قاسم واللہ یعطی ۔۔ اللہ دیتا ہے میں بانٹنے والا ہوں۔ وہ بھی علوم شرعیہ ہونگے کیونکہ مکونات کا علم باری تعالے کے لئے ضروری ہے۔ مقام نبوت کے لئے ضروری نہیں۔ اسی طرح احاطہ جزئیات باری تعالے کا خاصہ ہے شان نبوت کے خلاف ہے۔ تو اب لایظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی۔ استدلال صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ الا میں استثناء منقطع ہے تو پھر لکن من ارتضی من رسول کے معنی ہونگے۔ اگر استثنا متصل ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر اللہ تعالے اپنے برگزیدہ بندوں پر

علم غیب ظاہر کردیتے ہیں۔جو عنده مفاتيح الغيب معارض ہے جس کا جواب یہ ہے کہ ہر جزئی و کلی کا علم علی وجہ الاتم تو باری تعالےٰ کو ہے بعض اولیا اور انبیا کو جو مکونات کا علم دیا جاتا ہے۔وہ نہ محیط ہے نہ علے وجہ الاتم ہے۔بلکہ بما شاء ہے۔تو جہاں علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔وہ احاطہ اور علے وجہ الاتم کی نفی ہے۔اس پر فرمایا ولا یحیطو ن بشئ من علمه الا بماشاء۔ کے ساتھ احاطہ ہو جاتا ہے۔اور جو نصوص علم غیب ثابت کریں۔وہاں علم غیب علے وجہ من الوجوہ ہو۔یہی ہمارے اکابر کا مسلک ہے۔جہلاء نے یہ خبر پھیلادی۔کہ جب پیر مرشد ہر فعل کو ہر حرکت وسکون کو جانتا ہے۔تو آنحضرت ﷺ بطریق اولی جانتے ہونگے۔لیکن یہ جاہل لوگ علم ذاتی اعطائی ازلی وغیرہ کا کوئی فرق نہیں کرتے۔حالانکہ ان میں بہت بڑا فرق ہے۔یہ لوگ اولیا کی بہت کرامتیں واقعیہ اور غیر واقعیہ بیان کرتے ہیں۔کرامت کا تو انکار نہیں لیکن ان کی وجہ سے جاہلوں کے عقائد میں فساد پیدا ہوتا ہے۔جاہل پیر اپنے جاہل مرید معتقد بنانے کے لئے اپنی کرامات پیش کرتا ہے اس طرح مرید نے اپنے پیر کے لئے علم ثابت کیا۔جس نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو آڑ بنایا اور انکے لئے علم ثابت کرنے میں آنحضرت ﷺ کو آڑ بنایا۔قیاس دوڑایا کہ جب ان اولیا کو علم ہے تو آپؐ کو کیوں نہ ہوگا۔اس لئے آپ عالم ماکان ویکون ہیں۔حالانکہ آپؐ خود علم نجوم علم کہانت۔سحر اور۔شر کی نفی فرمارہے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کے متعلق شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں بگفت احوال مابرق جہاں است دمے پیدا ودیگر دم نہاں است۔گہے بر طارم اعلے نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ دیدم۔آپؐ فرماتے ہیں۔لی مع الله وقت لا یسعنی فيه ملك مقرب ولا نبي مرسل لا دائما۔واقعہ افک میں آنحضرت ﷺ مہینہ بھر پریشان رہتے ہیں۔وحی کے آنے پر تسلی ہوتی ہے۔اونٹ کے نیچے حضرت عائشہؓ کا ہار پڑا ہے۔آپ کو علم نہیں ہوتا۔حضرت مرزا مظہر جاناںؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ باری تعالےٰ نے ہمیں تمام روئے زمین کی سیر مثل کف دست کرائی۔لیکن یہ حالت ہمیشہ کی نہیں ہے۔کبھی کبھی ہوتی ہے۔اس تقریر پر اگر شبہ ہو۔کہ جو چیز مقام نبوت کے لائق نہیں ہے۔وہ مقام الوہیت کے لائق کیسے ہوگی۔تو کہا جائے گا کہ باری تعالےٰ تو ہر صالح۔طالح۔اچھی اور بری سب چیز کے خالق ہیں خالق کو اپنی مخلوق کی ہر ہر جزئی کا علم ضروری ہے۔اور ہر بری اور اچھی چیز کا پیدا کرنا باعث کمال ہے۔منصب نبوت کے لئے ہر جزئی کا علم ضروری نہیں۔مناسبات نبوت کا علم ضروری ہے۔تو علوم شرعیہ کی قید ان وجوہ سے ضروری ہوئی۔مفاتح الغیب۔میں الف ولام استغراق کا ہونا چاہئے۔کیونکہ عہد کا کوئی مقام نہیں۔مفاتح کا جمع ہونا بھی اسی کا متقاضی ہے۔کہ استغراق ہو۔لیکن روایت کے اندر پانچ اشیا کا ذکر ہوا اگرچہ ان میں حصر نہیں مگر بعض لوگ اسے حصر پر محمول کرتے ہیں۔جو تکلف سے خالی نہیں۔پانچ کا ذکر اس لئے ہوا کہ آنحضرت ﷺ سے ان کے متعلق پوچھا گیا تھا۔تو ان کا ذکر کرنا مازاد کی نفی نہیں کرتا۔یا ان لوگوں میں جن پر یہ آیت اتری۔ان کے مباحث ان پانچ چیزوں میں ہوا کرتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ نہ یہاں حصر ہے۔اور نہ حصر ہونا چاہیے۔آیت میں استغراق معلوم ہوتا ہے۔اس لئے بعض محدثین نے کہا کہ آیت میں استغراق ہے۔اور روایت میں خصوصیت ہے۔حالانکہ وہ اس کے بعض افراد ہیں۔اکثر محدثین کا یہی قول ہے۔اور بعض محدثین کے نزدیک مفاتح الغیب میں الف لام عہد کا ہے۔ان سے وہ مفاتح الغیب مراد ہیں جو حدیث میں ہیں۔مصنفؒ کی رائے یہی معلوم ہوتی ہے۔کہ مفاتح ان میں بند ہیں کیونکہ مفاتح وہ ہوں جن کا تعلق مبدأ سے بھی ہو

اور منتہاعالم یعنی معاد کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہوں۔ معاد سے متعلق علم ساعۃ ہے اور جو مغیبات خاص نوع انسانی کے مبداء اور معاد سے متعلق ہوں وہ لاتدری نفس بای ارض تموت میں ہے اور بعض مغیبات معاش تمام عالم سے تعلق رکھتے ہیں وہ ینزل الغیث میں ہے۔ اور ماذاتکسب غدامعاش نوع انسانی کے ساتھ خاص ہے خلاصہ یہ ہوا۔ کہ مغیبات دو قسم ہیں۔ بعض کا تعلق عالم کے شخص اکبر سے ہے اور بعض کا تعلق شخص اصغر سے ہے۔ تو یہ پانچ قسم کے تعلقات ہوئے۔ باقی مغیبات ان کے ساتھ بطور جزئی کے تعلق رکھتے ہیں یا بطور اولویۃ کے تعلق رکھتے ہیں تو اس طرح حصر صحیح ہو گیا۔ مگر یہ تکلف ہے۔ جن کو علم دیا گیا وہ جمیع جوانب کا نہیں۔ وما اوتیتم من العلم الاقلیلا تو دوسرے لوگوں کا علم اولا علم نہیں اگر ہے تو محیط نہیں۔ پھر ذاتی نہیں۔ غرضیکہ ہر طرح سے مخلوق کا علم ناقص ہے البتہ آنحضرت ﷺ مخلوق میں سے اعلم ہیں۔ وہ بھی علوم شرعیہ کے اعتبار سے۔

باب قُلْ هُوَالْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ (الخ) يَلْبِسَكُمْ يَخْلِطَكُمْ مِنَ الْاِلْتِبَاسِ يَلْبِسُوا يَخْلِطُوا شِيَعًا فِرَاقًا۔

ترجمہ۔ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے عذاب بھیج دے بس خلط ملط ہو شیعاً فرقے۔

حدیث (۴۲۷۶) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ الْاٰيَةُ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا اَهْوَنُ اَوْقَالَ هٰذَا اَيْسَرُ .

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ آیت قل ھو القادر نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہلکا یا یہ آسان ہے۔

تشریح از شیخ مدنی" ۔وھو القادر علی ان یبعث۔ یہ عذاب بھی بہت سخت ہے۔ اس کے متعلق آپ کی دعا قبول ہوئی بوجھك ای بذاتك اومن تحت ارجلك ... یعنی دھنس جائیں۔ یہ بھی سخت عذاب ہے۔ اس کے متعلق بھی آپؐ کی دعا قبول ہوئی اویلبسکم شیعا۔ یہ پہلے دو عذابوں کی بہ نسبت اھون البلیتین ہے۔ اسکے متعلق آپ کی دعا قبول نہیں ہوئی کہ آجتک جھگڑے فساد۔ قتل وقتال برابر چل رہا ہے۔

باب قوله لَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ

حدیث (۴۲۷۷) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ لم یلبسوا والی آیت نازل ہوئی تو آپؐ کے اصحاب نے فرمایا کہ ہم میں سے

بِظُلْمٍ قَالَ اَصْحَابُه وَاَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَنَزَلَتْ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ...... کس نے ظلم نہیں کیا۔ پس آیت نازل ہوئی کہ شرک بڑا ظلم ہے

باب قَوْلِهٖ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

حدیث (۴۲۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنِي ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ ﷺ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى الحديث ....

حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کسی بندے کے لائق نہیں ہے کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

حدیث (۴۲۷۹) حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ کسی بندے کے لائق نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

باب قَوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الاية)

حدیث (۴۱۷۰) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى. اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍؓ اَفِي (سورة ص) سَجْدَةٌ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ تَلَا وَوَهَبْنَا اِلٰى قَوْلِهٖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ثُمَّ قَالَ هُوَ مِنْهُمْ زَادَ يَزِيْدُ عَنْ مُجَاهِدٍ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ نَبِيُّكُمْ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِمْ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت مجاہد نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کیا سورہ صاد میں سجدہ ہے! انہوں نے فرمایا ہاں ہے۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی کہ ان انبیاءؑ کی آپؐ پیروی کریں پھر فرمایا داودؑ انہیں میں سے تھے۔ یزید بن ھارون نے مزید کہا کہ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا تو فرمایا کہ تمہارے نبیؐ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جنہیں حکم دیا گیا کہ آپؐ ان کی اقتدا کریں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ابن عباسؓ کے قول کے مطابق سورہ ص میں سجدہ ہے۔ جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو ان امور پر تنبیہ کی گئی جو ان کی شایان شان نہیں تھے۔ وہ قصہ جو امراۃ عوریا۔ کا قاضیؒ بیضاویؒ نے نقل کیا ہے۔ وہ اسرائیلی واقعہ ہے جس کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کی خواہش ان کو ضرور تھی جس پر متنبہ کیا گیا۔

حضرت داؤدؑ بالاخانہ میں عبادت میں مصروف تھے کہ دو آدمی محراب پھلانگ کر آئے باقی واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ نعجہ دنبے کی مؤنث دنبی کو کہتے ہیں۔ اور نعجہ کبھی عورت کو بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے جب فیصلہ سنایا۔ تو وہ سائل مسکرا دئے۔ اور کہا۔ لقد حکم علی نفسہ جس کو حضرت داؤدؑ نے سمجھ لیا۔ اور سجدہ میں گر گئے۔ ابھی تک کوئی عملی صورت پیش نہیں آئی تھی بلکہ ایک داعیہ پیدا ہوا۔ در نزدیکاں رابیش بود۔ حیرانی کے مطابق تنبیہ کی گئی۔ جس کے شکریہ میں آپ نے سجدہ کیا۔ اور فرمایا کہ ہم اقتدا سجدہ کرتے ہیں امام اعظمؒ۔ اور امام شافعیؒ دونوں اس پر متفق ہیں۔ کہ قران مجید میں سجدۂ تلاوت چودہ ہیں۔ امام مالکؒ۔ گیارہ فرماتے ہیں۔ اور امام احمدؒ پندرہ کے قائل ہیں۔ امام اعظمؒ عزائم میں سے سورہ حج کے اندر ایک سجدہ کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ سورہ حج میں دو سجدے مانتے ہیں۔ سورہ۔ ص۔ کا سجدہ عزائم میں سے نہیں مانتے۔ نماز میں ہو تو نہ کرے۔ خارج صلوۃ پڑھے تو پھر سجدہ کرے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ۔ آنحضرت ﷺ نے آیت سجدہ۔ ص۔ کو پڑھا اور خود سجدہ کیا۔ جسے ابن عباسؓ فرما رہے ہیں کہ آپ کو ان انبیاؑ کی اقتداء کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اور ہمیں آپ کی اقتدا کا حکم ہے۔ لھذا ہمیں بھی سجدہ کرنا پڑے گا۔ ابن عباسؓ کی یہ روایت احناف کی حجۃ ہے۔ اور سجدہ حج کے دوسرے سجدے کے متعلق امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ وہ تلاوت کا سجدہ نہیں بلکہ۔ وارکعوا۔ کے قرینہ سے سجدہ صلوتیہ ہے۔

باب قَوْلِهٖ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ الْبَعِيْرُ وَالنَّعَامَةُ وَالْحَوَايَا الْمَبْعَرُ وَقَالَ غَيْرُهٗ هَادُوْا صَارُوْا يَهُوْدًا وَاَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى هُدْنَا تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ ....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر کھر والا اونٹ اور شتر مرغ ہے۔ حوایا۔ سے انتڑیاں مراد ہیں۔ ھادوا یہودی بن گئے۔ ھدنا ہم نے توبہ کی اور ھائد کا معنی توبہ کرنے والا ہے۔

حدیث (۴۲۸۱) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ لَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهَا جَمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْهَا وَقَالَ اَبُوْ عَاصِمٍ .. مثله

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے ہیں اللہ تعالے یہود کو مارے جب اللہ تعالے نے ان پر جانوروں کی چربی کو ان پر حرام کیا تو انہوں نے اسے پگھلایا پھر اس کو بیچ کر کھانے لگے۔

باب قَوْلِهٖ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

حدیث (۴۲۸۲) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں۔ اسی وجہ سے بے حیائی کے

الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَاوَمَابَطَنَ وَلَاشَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ قُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَرَفَعَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ وَكِيْلٌ حَفِيْظٌ وَمُحِيْطٌ بِهِ قُبُلًا جَمْعُ قَبِيْلٍ وَالْمَعْنَى أَنَّهُ ضُرُوْبٌ لِلْعَذَابِ، كُلُّ ضَرْبٍ مِنْهَا قَبِيْلٌ زُخْرُفٌ كُلُّ شَيْءٍ حَسَّنْتَهُ وَوَشَّيْتَهُ وَهُوَ بَاطِلٌ فَهُوَ زُخْرُفٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ حَرَامٌ وَكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَحْجُوْرٌ وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهُ وَيُقَالُ لِلْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ حِجْرٌ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى وَأَمَّاالْحِجْرُ فَمَوْضِعُ ثَمُوْدَ وَمَاحَجَّرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِنْ مَقْتُوْلٍ وَأَمَّاحَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ ....

ظاہری باطنی سب کاموں کو حرام قرار دیا اور اللہ تعالے کے نزدیک اپنی تعریف سے زیادہ کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے اس لئے اپنی مدح خود فرمائی ہے۔ میں نے ابو دائل سے پوچھا کیا تو نے اسے حضرت عبداللہؓ سے سنا اس نے کہا ہاں پھر میں نے کہا کہ انہوں نے آپ کی طرف نسبۃ کر کے اسے مرفوع کیا انہوں نے کہا ہاں۔ کیا امام بخاری مشکل الفاظ کے معانی بیان کرتے ہیں۔ علے کل شئ وکیل میں وکیل بمعنے حفاظت کرنے والا اور گھیرا ڈالنے والا۔ قبلا۔ قبیل کی جمع ہے۔ جس کے معنی صنف اور قسم کے ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ یہ عذاب کی قسمیں ہیں۔ ان میں سے عذاب کی ہر قسم کو قبیل کہا گیا۔ زخرف۔ ہر وہ شئ جس کو تم خوبصورت بناؤ۔ اور اس میں جڑاؤ کرو حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ تو یہ زخرف ہے۔ حرث۔ حجر۔ کھیتی حرام ہر روکی ہوئی چیز کو حجر محجور کہتے ہیں۔ اور حجر اس عمارت کو بھی کہتے ہیں جس کو تم نے بنایا ہو۔ مؤنث گھوڑی کو بھی حجر کہتے ہیں۔ عقل کو بھی حجر اور حجی کہتے ہیں۔ اور حجر ثمود کا علاقہ بھی ہے اور زمین کا جو حصہ تم الگ کرلو اس کو بھی حجر کہتے ہیں اسی وجہ سے حطیم البیت کا نام حجر رکھا گیا۔ گویا کہ وہ محطوم کے معنی میں ہے۔ جیسے قتیل مقتول کے معنی میں ہے اور حجر الیمامہ ایک منزل اور پڑاؤ کا نام ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ غیرت یہ ہے کہ اپنے محبوب میں کسی کی شرکت کو گوارا نہ کرے یہ وصف غیرت ہے۔ باری تعالے سب سے زیادہ غیرت والے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالے سے زیادہ کوئی مدح کو پسند کرنے والا نہیں۔ اسلئے حمد و ثنا کو عبادت کہا گیا ہے۔ وکیل حفیظ محیط ۶۶۷۔۶ وکالت اس جگہ اپنے اصلی معنی میں نہیں۔ بلکہ اس سے وہ دو صفیں مراد ہیں جو وکیل کے لئے لازم ہیں۔ ایک حفاظت نگرانی۔ دوسرے۔ احاطہ کرنا۔ تاکہ اسے سپرد کردہ کام میں تصرف کرنے کا پورا اختیار مل جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چنانچہ صاحب جمل فرماتے ہیں وکیل بمعنے متولی امور یعنی اپنے تمام امور اللہ کے سپرد کردو اور عبادت اسی میں منحصر ہو۔ قطب گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اس جگہ توکیل شرعی مراد نہیں ہے۔ بلکہ لغوی معنی ہیں۔ انه ضروب للعذاب..

یعنی عذاب کی کئی قسمیں ہیں۔اور انواع ہیں۔میرے نزدیک یہ تفسیر اپنے محل پر نہیں۔بلکہ یہ سورہ کہف میں جو آتا ہے۔یأیتھم العذاب قبلا۔ صاحب جلالین فرماتے ہیں قبلا بمعنے مقابلہ۔وعیاناوھو القتل یومٔ بدر چنانچہ علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں کہ سورہ کہف قبلا بمعنے اصناف العذاب کے ہے۔اس جگہ کاتب نے سہواً نقل کردیا ہے۔

بَاب قَوْلِهٖ هَلُمَّ شُهَدَاءَ كُمْ لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ هَلُمَّ لِلْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمْعِ باب لَايَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا۔

حدیث(۴۲۸۳) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَاِذَا رَاٰهَاالنَّاسُ اٰمَنَ مَنْ عَلَيْهَا فَذَاكَ حِيْنَ لَايَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ . . .

ترجمہ۔حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع کریگا۔جب لوگ اس منظر کو دیکھیں گے تو لوگ بھی اس وقت روئے زمین پر ہونگے سب ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کا ایمان کسی جی کو فائدہ نہیں دیگا۔جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا۔

حدیث (۴۲۸۴) حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ ..عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا .فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَاٰهَاالنَّاسُ اٰمَنُوْا اَجْمَعُوْنَ وَذٰلِكَ حِيْنَ لَايَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا ثُمَّ قَرَأَ الْاٰيَةَ.....

ترجمہ۔حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا جب سورج مغرب سے نکلے گا اور لوگ اسے دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئینگے حالانکہ اس وقت کا ایمان سودمند نہ ہوگا۔پھر آیت کو پڑھا گویا کہ یہ حضور موت کا ایمان ہے۔جو فائدہ مند نہیں ہوتا۔

سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَرِيَشًا الْمَالُ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ فِي الدُّعَاءِ وَفِيْ غَيْرِهٖ عَفَوْا كَثُرُوْا وَكَثُرَتْ اَمْوَالُهُمْ اَلْفَتَّاحُ الْقَاضِيْ افْتَحْ بَيْنَنَا اقْضِ بَيْنَنَا نَتَقْنَا الجبل رَفَعْنَا اَنْبَجَسَتْ انْفَجَرَتْ مُتَبَّرٌ خُسْرَانٌ آسٰى اَحْزَنُ تَأْسَ تَحْزَنْ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَنْ لَّا تَسْجُدَ اَنْ تَسْجُدَ يَخْصِفَانِ اَخَذَا الْخِصَافَ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ وَيَخْصِفَانِ الْوَرَقَ بَعْضَهٗ اِلٰى بَعْضٍ سَوْاٰتِهِمَا كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجَيْهِمَا وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ هٰهُنَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ اِلٰى مَا يُحْصٰى عَدَدُهَا الرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ قَبِيْلُهٗ جِيْلُهُ الَّذِيْ هُوَ مِنْهُمْ ادَّارَكُوْا اجْتَمَعُوْا وَمَشَاقُّ الْاِنْسَانِ وَالدَّابَّةِ كُلُّهُمْ يُسَمّٰى سُمُوْمًا وَاحِدُهَا سَمٌّ وَهِيَ عَيْنَاهُ وَمَنْخِرَاهُ وَفَمُهٗ وَاُذُنَاهُ وَدُبُرُهٗ وَاِحْلِيْلُهٗ غَوَاشٍ: مَا غُشُّوْا بِهٖ نُشُرًا مُتَفَرِّقَةً نَكِدًا قَلِيْلًا يَغْنَوْا يَعِيْشُوْا حَقِيْقٌ حَقٌّ اسْتَرْهَبُوْهُمْ مِنَ الرَّهْبَةِ تَلَقَّفُ تَلْقَمُ طَائِرُهُمْ حَظُّهُمْ طُوْفَانٌ مِنَ السَّيْلِ وَيُقَالُ

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں وریاشا ریش کی جمع ہے۔ مال کے معنی ہیں دعا وغیرہ میں زیادتی کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ پسند نہیں کرتا۔ عفوا کا معنی کثیر ہوگئے۔ اوران کے مال بہت ہوگئے۔ الفتاح کے معنی فیصلہ کرنے والا۔ افتح بیننا ہمارے درمیان فیصلہ فرما۔ نتقنا الجبل پہاڑ کو اٹھایا انبجست بمعنے پھٹ گیا۔ متبر کے معنی نقصان کے ہیں۔ اسی غم کھانا۔ تاس۔ غم نہ کھا۔ ابن عباسؓ کے غیر نے یہ تفسیر کی ہے ان لاتسجد۔ میں لازائد ہے۔ ان تسجد۔ کے معنی ہیں۔ یخصفان جنۃ کے پتوں کو لپیٹنے لگے۔ اور پتوں کو ایک دوسرے پر چپکانے لگے۔ سواتھما۔ ننگ شرمگاہ سے کنایہ ہے۔ الی حین۔ اس جگہ یوم القیامۃ مراد ہے عرب کے نزدیک حین کا لفظ ایک گھڑی سے لیکر غیر متناہی عدد تک چلا جاتا ہے۔ ریاش وریش ایک ہیں ظاہر لباس کو کہتے ہیں قبیلہ سے اس کی وہ جماعت مراد ہے جس میں سے وہ خود ہے ادارکوا۔ جمع ہوتا ہے۔ انسان کا ہر تنگ سوراخ مسام کہلاتا ہے خواہ وہ جانور کا ہو۔ سموم جمع سم کی ہے اور وہ سوراخ۔ ۹۔ ہیں دو آنکھیں۔ دو نتھنے۔ ایک منہ دو کان۔ وبر اور آلہ تناسل غواش۔ جس سے ڈھانپے جائیں غاشیہ کی جمع ہے۔ نشرا۔ کے معنی متفرقہ کے ہیں۔ نکدا۔ معنی تھوڑا۔ یغنوا۔ آباد ہونا حقیق بمعنے حق کے ہے۔

لِلْمَوْتِ الْكَثِيرِ الطُّوفَانُ الْقُمَّلُ الْحَمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ عُرُوشٌ وَعَرِيشٌ بِنَاءٌ سُقِطَ كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِي يَدِهِ الْأَسْبَاطُ قَبَائِلُ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَعْدُونَ يَتَعَدَّوْنَ يُجَاوِزُونَ تَعْدُ تُجَاوِزْ شُرَّعًا شَوَارِعَ بَئِيسٍ شَدِيدٍ أَخْلَدَ قَعَدَ وَتَقَاعَسَ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ نَأْتِيهِمْ مِنْ مَأْمَنِهِمْ كَقَوْلِهِ تَعَالَى فَأَتَاهُمُ اللهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا مِنْ جِنَّةٍ مِنْ جُنُونٍ فَمَرَّتْ بِهِ اسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ يَنْزَغَنَّكَ يَسْتَخِفَّنَّكَ طَيْفٌ مُلِمٌّ بِهِ لَمَمٌ وَيُقَالُ طَائِفٌ وَهُوَ وَاحِدٌ يَمُدُّونَهُمْ يُزَيِّنُونَ وَخِيفَةً خَوْفًا وَخُفْيَةً مِنَ الْإِخْفَاءِ وَالْآصَالُ وَاحِدُهَا أَصِيلٌ وَهُوَ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ كَقَوْلِهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ......

استر ھبوا. رھبۃ سے ہے۔ جسکے معنی خوب کے ہیں۔ تلقف لقمہ بنالینا۔ طائرھم۔ بمعنے ان کا حصہ۔ طوفان۔ سیلاب کو بھی کہتے ہیں۔ اور موت کثیر کو بھی طوفان کہتے ہیں۔ القمل۔ جوئیں جو چھوٹی چیچڑی کے مشابہ ہوں۔ عروش۔ عمارت کی چھت سقط۔ بمعنے شرمسار ہونا گویا کہ اپنے ہاتھ میں گرایا گیا اسباط۔ بنو اسرائیل کے قبائل۔ یعدون اور متعدون۔ کے معنی آگے بڑھنے کے ہیں۔ تعد۔ تجاوز کرنا۔ شرعا سڑکیں جو پانی پر بنائی جائیں۔ بئیس کے معنی سخت۔ اخلد۔ بیٹھ گیا پیچھے ہٹ گیا۔ سنستدرجھم۔ آہستہ آہستہ ہم انکی جگہ آئیں گے۔ جیسے ارشاد ہے کہ اللہ تعالے کا عذاب اس جگہ سے آیا جہاں سے انہیں گمان نہیں تھا۔ مابصاحبھم من جنۃ۔ میں جنہ بمعنے جنون کے ہے فمرت بہ۔ حمل بر قرار رہا یہاں تک کہ اسکو پورا کیا۔ ینزغنک خفیف کر دیا۔ طیف وہ وسوسہ جو نازل ہو۔ طائف اس کا واحد ہے یمدونہم خوبصورت بنادیا۔ خفیہ کے معنی خوف کے۔

خفیہ کے معنی پوشیدہ کے۔ آصال۔ اصیل کا واحد ہے۔ عصر سے مغرب کے درمیان جیسے۔ بکرۃ واصیلا۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ الحلم۔ چیچڑے کو کہتے ہیں۔ اس کے کئی اقسام ہیں۔ الحلم سب سے بڑا چیچڑا۔ قرادۃ۔ جو حلم سے قدرے چھوٹا ہو۔ حنانہ۔ جو قرادۃ سے چھوٹی ہو۔ قمامہ۔ جو حنانہ سے چھوٹی ہو۔ یہ ایک قسم کا عذاب تھا جو قبطیوں پر بوجہ نافرمانی کے نازل ہوا تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ تا تیھم من ما منھم ۔یہ معنی مابعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے کئے گئے ہیں۔ من حیث لا یعلمون کیونکہ جو شخص کسی نہ جاننے والے کو پکڑتا ہے۔ گویا کہ وہ اپنی جگہ سے پکڑا گیا۔ فاتاھم اللہ۔ معنی میں اتحاد کی وجہ سے لایا گیا ہے۔ یمدونھم یزینون ..... سے ان کے کھینچنے کا طریقہ بیان کیا۔ کہ ان کے آبا کو گمراہ کرنے کا یہ طریقہ تھا۔ خیفہ اور خفیہ کو فرق بیان کرنے کے لئے لایا گیا

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ استدراج درجہ بدرجہ کسی کو پکڑنا۔ یمدونھم۔ صاحب جلالین فرماتے ہیں کہ گمراہی میں کفار کے بھائی شیطان ان کو کھینچتے ہیں تو یہ۔ الذین اتقوا۔ بمقابل ہونگے۔ سورہ اعراف کے اول میں ہے۔ تضرعا و خفیہ اور آخر میں تضرعا و خیفہ انکا فرق بیان کیا۔ افضل العبادات میں اخفا ہے یا اظہار اس میں تفصیل ہے بعض وقت اظہار افضل ہوتا ہے اور بعض وقت اخفا افضل ہوتا ہے۔

باب قول اللّٰہ عز وجل اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ

حدیث (۴۲۸۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ قُلْتُ اَنْتَ سَمِعْتَ ھٰذَا مِنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ نَعَمْ وَرَفَعَہٗ قَالَ لَااَحَدَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ فَلِذَا لِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَابَطَنَ وَلَااَحَدَ اَحَبَّ اِلَیْہِ الْمِدْحَۃُ مِنَ اللّٰہِ فَلِذَالِكَ مَدَحَ نَفْسَہٗ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ نے اس حدیث کا رفعہ کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالے سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں اسی وجہ سے اس نے بے حیاؤں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ ظاہری یا باطنی ہوں اور کوئی ایسا نہیں جس کو اللہ تعالے سے زیادہ اپنی مدح پسند ہو یہی وجہ ہے کہ اس نے خود اپنی حمد و ثنا بیان فرمائی

باب وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَہٗ رَبُّہٗ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَرِنِیْ اَعْطِنِیْ

ترجمہ۔ جب موسیٰؑ ہمارے وعدے پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا۔ تو کہنے لگے اے میرے رب مجھے دیجئے تاکہ میں آپ کی طرف دیکھوں فرمایا تو مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر پہاڑ اپنی جگہ پر برقرار رہے تو قریب ہے کہ آپ بھی مجھے دیکھ لیں۔ پس جب انکے رب نے پہاڑ کی طرف تجلی کی۔ تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے تیری ذات پاک ہے۔ میری آپ سے توبہ ہے میں تو سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ارنی بمعنے اعطنی کے ہے۔

حدیث (۴۲۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْیَھُوْدِ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَقَدْ لُطِمَ وَجْھُہٗ وَقَالَ یَامُحَمَّدُ اِنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِكَ مِنَ الْاَنْصَارِ لَطَمَ فِیْ وَجْھِیْ قَالَ ادْعُوْہُ فَدَعَوْہُ فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْھَہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ مَرَرْتُ بِالْیَھُوْدِیِّ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْبَشَرِ فَقُلْتُ وَعَلٰی مُحَمَّدٍ فَاَخَذَتْنِیْ غَضْبَۃٌ فَلَطَمْتُہٗ قَالَ لَاتُخَیِّرُوْنِیْ مِنْ بَیْنِ الْاَنْبِیَاءِ فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَكُوْنُ

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک یہودی آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ اس کے چہرہ پر تھپڑ رسید تھا۔ کہنے لگا یا محمدؐ! تیرے اصحاب انصار میں سے ایک آدمی نے مجھے چہرے پر تھپڑ مارا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو بلاؤ۔ تو لوگوں نے اسے بلایا۔ آپؐ نے پوچھا تو نے اس کے چہرہ پر تھپڑ کیوں مارا ہے کہنے لگا یارسول اللہ میرا گزر اس یہودی کے پاس سے ہوا میں نے سنا یہ کہہ رہا تھا کہ قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰؑ کو تمام انسانوں میں سے چن لیا۔ میں نے کہا۔ محمد ﷺ پر بھی تو مجھے غصہ آیا جس پر میں نے تھپڑ رسید کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انبیا علیھم السلام

4/1

أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ قَالَ فَإِذَا أَنَا بِمُوسٰى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِيْ أَفَاقَ قَبْلِيْ أَمْ جُزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ الحديث ...

کے درمیان میری برتری ظاہر نہ کرو۔ کیونکہ لوگ جب قیامت کے دن بے ہوش ہونگے۔ تو سب سے پہلے مجھے بیہوشی سے افاقہ ہوگا۔ پس میں کیا دیکھونگا کہ حضرت موسی علیہ السلام عرش الٰہی کے ایک پائے کو تھامے ہوئے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ مجھ سے پہلے ان کو افاقہ ہوا یا کوہ طور کی جھلک کا انہیں بدلہ دیا گیا کہ وہ محفوظ رہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ لطم۔ چپت رسید کرنا۔ یہ چپت اس لئے لگائی کہ اس یہودی نے موسی علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی تھی حالانکہ۔ آنحضرت ﷺ افضل الرسل بلکہ افضل البشر ہیں۔ صاعقہ۔ متعدد ہونگے کیونکہ مختلف احکام جاری کرنے ہیں جیسے ریل گاڑی چلتی ہے اور اس کے لئے سیٹی بجتی ہے پہلا مرتبہ تو فنا عالم کے لئے صور پھونکا جائے گا۔ دوسری مرتبہ مردوں کو قبور سے اٹھایا جائیگا۔ تیسری مرتبہ سفارش کے لئے۔ اور چوتھی مرتبہ حساب کے لئے ہوگا۔ حشر الناس کے لئے جب صاعقہ ہوگا تو سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کو ہوش آئیگی تو موسی علیہ السلام کو عرش الٰہی تھامے ہوئے دیکھیں گے۔ یہ ان کی فضیلت جزئیہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی فضیلت کلیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لاتخیرونی من الانبیا۔ یا تو اس وقت کا ارشاد ہے جب آپ کو انا سید ولد آدم کا علم نہیں تھا۔ یا ایسی فضیلت بیان کی جائے جس سے دوسرے حضرات کی تنقیص ہوتی ہو۔ ویسے تو تلك الرسل فضلنابعضهم علی بعض .. خود ارشاد ربانی ہے۔ بہر حال دوسرے حضرات کی اہانت کا پہلو نہ ہو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ارنی اعطنی ..۲۲۸..۔۶۔ اس تفسیر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ ارنی۔ افعال قلوب میں سے ہے۔ جس کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس کا مفعول محذوف ہو۔ بخلاف اعطا کے کہ اس کا مفعول عموماً مقدر ہوتا ہے۔ اس لئے ارنی بمعنی اعطنی کے کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ دیگر مفسرین حضرات کو مفعول ثانی مقدر ماننے کی ضروری پیش آئی ہے۔ چنانچہ صاحب جلالین فرماتے ہیں۔ ارنی نفسك انظر اليك صاحب جمل فرماتے ہیں کہ معنی میں لكنی من رؤ يتك فان فعلت بی ذالك انظر اليك۔ اس طرح شرط و جزا کنایہ ہوگا دیگر مفسرین نے بھی مفعول ثانی مقدر مانا ہے۔ ابن عباسؓ نے ارنی کے معنی اعطنی کے بیان فرمائے ہیں ضرورت اس لئے پیش آئی کہ شرط اور جزا میں اتحاد لازم نہ آئے۔ اس لئے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ رؤیت سے رؤیۃ قلبی نہیں بلکہ رؤیت بصری مراد ہے۔ معنی ہونگے۔ اعطنی رؤيتك بالنصر انظر اليك ......

باب قوله الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى

حدیث (٤٢٨٧) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَائُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ ......

ترجمہ۔ حضرت سعید بن زیدؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بارشی چھتری من سلوی میں سے ہے۔اس کا پانی آنکھ کی بیماریوں کیلئے شفا ہے

باب قوله قُلْ يَااَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

حدیث (٤٢٨٨) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ، سَمِعْتُ اَبَاالدَّرْدَاءؓ يَقُوْلُ كَانَتْ بَيْنَ اَبِیْ بَكْرٍؓ وَعُمَرَؓ مُحَاوَرَةٌ فَاغْضَبَ اَبُوْبَكْرٍ ؓ وَعُمَرَؓ فَانْصَرَفَ عُمَرُ عَنْهُ مُغْضَبًا فَاتَّبَعَهُ اَبُوْ بَكْرٍ يَسْئَلُهُ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَهُ فَلَمْ يَفْعَلْ حَتّٰى اَغْلَقَ بَابَهُ فِیْ وَجْهِهٖ فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍؓ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ الدَّرْدَاءِؓ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَّا صَاحِبُكُمْ هٰذَا فَقَدْ غَامَرَ قَالَ وَنَدِمَ عُمَرُؓ عَلٰى مَا كَانَ مِنْهُ فَاَقْبَلَ حَتّٰى سَلَّمَ وَجَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَصَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْخَبَرَ قَالَ اَبُوالدَّرْدَاءِؓ وَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَجَعَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَاَنَا كُنْتُ اَظْلَمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْ لِیْ صَاحِبِیْ هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْ لِیْ صَاحِبِیْ اِنِّیْ قُلْتُ يَااَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ... فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍؓ صَدَقْتَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ غَامَرَ سَبَقَ بِالْخَيْرِ........

ترجمہ۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کچھ تکرار ہو گئی جس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو ناراض کر دیا وہ غضبناک ہو کر چلے گئے حضرت ابوبکرؓ انکے پیچھے پیچھے چل پڑے ان سے معافی طلب کرتے تھے۔لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا۔حتی کہ اپنے آگے دروازہ بند کر لیا۔جس پر حضرت ابوبکرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں ہم لوگ آپؐ کے پاس بیٹھے تھے۔جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمھارا ساتھی شاید کسی سے جھگڑا کر کے آیا ہے۔ادھر حضرت عمرؓ کو اپنے کئے پر پشیمانی لاحق ہوئی۔ وہ بھی آئے اور سلام کر کے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔اور اپنا واقعہ جناب رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ واقعہ سن کر جناب رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ پر ناراض ہونے لگے۔لیکن حضرت ابوبکرؓ برابر کہتے جارہے تھے یارسول اللہ میں نے ہی ان پر ظلم کیا تھا۔ کیونکہ البادی اظلم ہوتا ہے۔لیکن اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھی کو چھوڑنے والے ہو کیا تم میرے ساتھی کو چھوڑنے والے ہو سنو! جب میں کہتا تھا ترجمہ آیت اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تو تم کہتے تھے کہ آپؐ نے جھوٹ کہا۔ اور ابوبکرؓ کہتے تھے آپؐ نے سچ کہا۔

امام بخاریؒ اس غامر کے معنی بھلائی میں سبقت کرنے والا کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ سابق بالخیر یہ تفسیر اس جگہ کے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ غامر پانی کی کثرت کے لئے آتا ہے۔ بلکہ اس جگہ مناسب معنی یہ ہیں کہ غالب فی الخصومۃ ۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ غامر سابق بالخیر ۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ روایت میں اس کے یہی معنی مراد ہیں بلکہ غرض یہ بتلانا ہے کہ غامر اس معنی میں بھی آتا ہے۔ اور روایت کو بھی اس معنی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ ۔ غامر ۔ کی تفسیر ۔ سابق بالخیر ۔ سے کرنا مستغرب ہے۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے جواب دیا کہ امام بخاریؒ کی غرض غامر کے دوسرے معنی بتلانا مقصود ہے۔ امام کرمانی اور علامہ عینیؒ دونو فرماتے ہیں کہ غامر باب مفاعلہ سے ہے۔ اسی سبق بالخیر او خاصم اور امام راغبؒ فرماتے ہیں غمر کے اصلی معنی کسی شی کے اثر کو زائل کرنا ہے۔ اسلئے اس ماء کثیر کو غمر۔ کہتے ہیں جس کے سیلاب کا اثر زائل ہو گیا ہو۔ رجل سخی اور تیز رو گھوڑے کو بھی تشبیھا غامر کہتے ہیں۔ مولانا مکیؒ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں کہ غامر کے معنی میں سخت جھگڑے میں داخل ہوا۔ اور یقینی بات ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا جھگڑا خیر ہی کے اندر ہو گا اس لئے غامر بمعنے سابق بالخیر کے لئے ہیں۔

باب قوله وَخر مُوسٰى صعقا فيه اَبُوْ سعيد وَاَبُوْهُرَيْرَه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ۔

ترجمہ ۔ یعنی اس بارے میں حضرت ابو سعید اور ابو ھریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

باب قَوْلِهٖ حِطَّةٌ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ

حديث (۴۲۸۹) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قِيْلَ لِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ . فَبَدَّلُوْا فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى اَسْتَاهِهِمْ وَ قَالُوْا حَبَّةٌ فِيْ شَعَرَةٍ ..

ترجمہ ۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ تم لوگ بیت المقدس کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حطة کہتے ہوئے آؤ تو ہم تمھارے گناہ معاف کر دیں گے لیکن انہوں نے دونوں کو تبدیل کر دیا۔ اپنی سرینوں کے بل داخل ہوئے ۔ اور حطة کی بجائے دانہ ہے خوشہ کے اندر کہنے لگے گویا کہ انہوں نے پوری مخالفت کی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ادخلوا الباب سجدا ۲۸-۲۶۸ باب سے مسجد کا وہ دروازہ مراد ہے جو کپڑے کا بنا ہوا ان کے ہمراہ تھا۔ حکم یہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک دروازے پر سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں اور جھک رہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ باب سے باب القریۃ۔ یا باب القبہ مراد ہے۔ جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ بیت المقدس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں داخل نہیں ہوئے۔ البتہ اس کے بعد داخل ہوئے ہیں۔ قبہ۔ خیمہ کا ایک چھوٹا سا گول گھر تھا جو بمنزلہ محراب کے تھا۔ لیکن عام طور پر مفسرین کے نزدیک باب بیت المقدس یا باب اریحا ہے سجدا ای منحنین جھکتے ہوئے داخل ہو۔ متواضع ہو کر نفس سجود مراد نہیں۔

باب قوله خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ الْعُرْفَ وَالْمَعْرُوْفَ

حدیث (۴۲۹۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ... اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ فَنَزَلَ عَلٰى ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِاِبْنِ اَخِيْهِ يَا ابْنَ اَخِيْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَأْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ قَالَ سَاَسْتَاْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَأْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ حَتّٰى هَمَّ اَنْ يُوْقِعَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ ﷺ خُذِ الْعَفْوَ وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ.....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عیینہ بن حصنؓ اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس مہمان ہوئے یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمرؓ اپنے قریب رکھتے تھے اور قراء قرآن حضرات ہی حضرت عمرؓ کی مجالس کے ساتھی ہوتے تھے اور انہیں سے انکا مشورہ ہوتا تھا۔ خواہ وہ ادھیڑ عمر ہوں یا نوجوان ہوں تو حضرت عیینہ نے حر بن قیس اپنے بھتیجے سے کہا کہ حضرت امیر المؤمنین کے پاس تمہارا ایک مقام ہے میری ان سے ملاقات کروا دو انہوں نے کہا عنقریب تمہاری ملاقات کرادونگا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حر نے عیینہ کے لئے حضرت عمرؓ سے ملاقات کا وقت لے لیا جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو کہنے لگے اے ابن خطابؓ یہ کیا مصیبت ہے واللہ نہ تو آپ ہمیں مال کثیر دیتے ہیں اور نہ ہی ہمارے درمیان عدل وانصاف سے فیصلہ کرتے ہیں جس پر حضرت عمرؓ ناراض ہو گئے یہانتک کہ انہوں نے اس پر حملہ کرنے کا قصد کر لیا تو حر نے کہا اے امیر المؤمنین اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ سے

فرمایا ہے معاف کرنا شیوہ بناؤ مشہور بات کا حکم کرو اور جاہلوں سے درگذر کرو۔ یہ جاہلوں میں سے ہے اس پر گرفت نہ کریں۔ واللہ! جب حضرت عمرؓ سے حرنے یہ آیت تلاوت کی تو ذرا بھی آگے نہ بڑھے کیونکہ کتاب اللہ کے حکم پر وہ رک جانے والے تھے۔

حدیث (۴۲۹۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللهُ إِلَّا فِي أَخْلَاقِ النَّاسِ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِؓ قَالَ أَمَرَ اللهُ نَبِيَّهُ أَنْ يَأْ خُذَ الْعَفْوَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ أَوْ كَمَا قَالَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ خذ العفو کہ اللہ تعالے نے اسے لوگوں کے اخلاق کے لئے ہی نازل فرمایا ہے اور عبداللہ کی سند میں ہے کہ عبداللہ ابن الزبیر نے فرمایا اللہ تعالے نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے۔ کہ اخلاق الناس میں سے معاف کرنے کو اختیار کریں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ خذ العفو۔ عیینہ بن حصن اپنے قبیلہ کا مطاع تھا۔ تھا جاہل لیکن ان کا بھتیجا حر بن قیس نہایت سمجھدار تھا۔ جس کی بنا پر حضرت عمرؓ نے انہیں اپنی پارلیمنٹ کا ممبر بنا رکھا تھا۔ کہ ان سے مشورہ لیتے تھے۔ عیینہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھا۔ یہ مال ملنے کی شکایت کرتا تھا۔ حالانکہ اب تو اس کا حصہ نہیں رہا تھا۔ اسکی شکایت پر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا۔ جب حر بن قیس نے خذ العفو۔ آیت پڑھی تو فوراً ہی غصہ ہرن ہو گیا۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ کہ غصہ آئے تو فوراً اسے ضبط کر لیا جائے۔ الکاظمین الغیظ۔۔ خصوصاً جہال کی باتوں پر صبر کرنا چاہیے۔

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَوْلُهُ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ الْاَنْفَالُ الْمَغَانِمُ قَالَ قَتَادَةُ رِيْحُكُمُ الْحَرْبُ يُقَالُ نَافِلَةٌ عَطِيَّةٌ .....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں انفال سے غنیمتیں مراد ہیں۔ تذھب ریحکم میں قتادہ ریح سے مراد لڑائی لیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نافلہ کے معنی عطیہ کے ہیں۔

حدیث (۴۲۹۲) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِیْمِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ نَزَلَتْ فِیْ بَدْرٍ الشَّوْکَةُ الْحَدُّ مُرْدِفِیْنَ فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ رَدِفَنِیْ وَاَرْدَفَنِیْ ای جَاءَ بَعْدِیْ ذُوْقُوْا بَاشِرُوْا وجربوا وَلَیْسَ هٰذَامن ذَوْقِ الْفَمِّ فَیَرْکُمَهُ یَجْمَعُهُ شَرِّدْ فَرِّقْ وَاِنْ جَنَحُوْا طَلَبُوْا اسلم واسلم والسلام واحد یُثْخِنَ یَغْلِبَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُکَاءً اِدْخَالُ اَصَابِعِهِمْ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ وَتَصْدِیَةً الصَّفِیْرُ لِیُثْبِتُوْكَ لِیَحْبِسُوْكَ ....

ترجمہ حدیث۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے سورۂ انفال کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ وہ بدر کی لڑائی کے بارے میں اتری ہے غیر ذات الشوکۃ۔ شوکہ کے معنی۔ حد۔ وہ قافلہ تھا۔ مردفین۔ بمعنے فوج کے بعد فوج۔ دراصل ردفنی مجرد ہو یا ردفنی مزید ہو دونوں کے معنی کہ میرے بعد آیا۔ ذوقوا۔ سے منہ کا چکھنا نہیں عذاب کا بھگتنا اور اس کا تجربہ کرنا ہے۔ یرکمہ۔ جمع کرنا۔ شرد کے معنی جدا کرنا۔ جنحوا۔ طلب کرنا سلم اسلم۔ اور سلام تینوں ایک کے ہیں جس کے معنی سلامتی کے ہیں۔ یثخن کے معنی غلبہ حاصل کرنا۔ مجاہدؒ کی تفسیر ہے مکا کے معنی ہیں اپنی انگلیوں کو اپنے مونہوں میں ڈالنا یا تالی بجانا۔ تصدیہ کے معنی سیٹی بجانا۔ یثبتوک کا معنی قید کرنا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ۹۶۶۔۱۲ انفال کی تفسیر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ عموماً نفل کا اطلاق خصوصی اس انعام پر ہوتا ہے۔ جو امام کسی سپاہی کی خدمات پر دیتا ہے۔ جو یہاں مراد نہیں ہے۔ اور نافلہ کے ترجمہ میں عطیہ کا ذکر لغوی معنی پر تنبیہ کرنے کیلئے ہے۔ تصدیہ الصفیر۔ اس تفسیر کے مطابق مکا اور تصدیہ میں یہ فرق ہوگا کہ مکا میں انگلیوں کو منہ میں داخل کر کے سیٹی بجائی جاتی ہے۔ اور تصدیہ میں بغیر ادخال کے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نفل بالفتح اور نفل بسکون الفا غنیمت کی اس زیادتی کو کہتے ہیں جو کسی غازی کو دیا جاتا ہے۔ تصدیہ اور مکا میں امام بخاریؒ کی تفسیر کی بنا پر فرق بیان کرنے کی ضرورت پڑی ورنہ عام مفسرین مکا تالی بجانا کو اور تصدیہ سیٹی بجانا کو کہتے ہیں۔ جلالین میں ہے کہ مکا سیٹی ہے اور تصدیہ تالی بجانا ہے۔

باب اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُکْمُ قَالَ هُمْ نَفَرٌ مِنْ بَنِیْ عَبْدِالدَّارِ ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالے کے نزدیک برے چوپایہ وہ بہرے اور گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے۔ یہ عبد الدار کے لوگ تھے۔

باب قَوْلِهٖ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۔

ترجمہ۔ استجیبوا کے معنی بغیر طلب کے قبول کرنے کے ہیں ۔ لمایحییکم جو تمھارے حال کے مطابق ہو اصلاح کرے۔

حدیث (۴۲۹۳) حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰیؓ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّیْ فَمَرَّ بِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَدَعَانِیْ فَلَمْ اٰتِهٖ حَتّٰی صَلَّيْتُ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَاْتِیَ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ ثُمَّ قَالَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِيَخْرُجَ فَذَكَرْتُ لَهٗ وَقَالَ مُعَاذٌ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ بِهٰذَا وَقَالَ هِیَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ.....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید بن المعلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پاس جناب رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ تو آپ نے مجھے بلایا میں نے جب تک نماز نہ پڑھ لی۔ آپ کے پاس نہ آیا پھر حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا میرے پاس آنے سے تم کو کس چیز نے روکا کیا اللہ تعالے نے یہ نہیں فرمایا اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو۔ جب وہ تمہیں بلائیں پھر فرمایا کہ اپنے باہر نکلنے سے پہلے تمہیں ایک سورۃ سکھلاؤنگا۔ جو قرآن کی سب سے بڑی سورۃ ہے جب رسول اللہ ﷺ جانے لگے تو میں نے آپ کو یاد دلایا پھر معاذ نے دوسری سند سے اس حدیث کو ذکر کرتے ہوئے کہا وہ سورۃ الحمد للہ رب العالمین ہے۔ جو سات آیات ہیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ لمایحییکم یصلحکم ۶۶۲۔۱۹ جب حیوۃ کے حقیقی معنی نہیں لئے جاسکتے تو معنی مجازی کی طرف رجوع کیا۔ جس سے وہ امور اور احکام مراد ہیں جو اخروی حیات میں فائدہ بخش ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ کیونکہ حیوۃ دنیا کا استجابہ سے کوئی تعلق نہیں اس لئے صاحب جلالین فرماتے ہیں کہ امر دین مراد ہے جو حیات ابدی کا سبب ہے۔ سدی نے اس سے ایمان اور قتادہ نے قرآن مراد لیا ہے کہ وہ حیات قلوب کا باعث ہے۔ بعض نے حق اور بعض نے شہادت مراد لی ہے۔

باب قَوْلِهٖ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ

ترجمہ۔ جبکہ قریش مکہ نے کہا اے اللہ ! اگر یہ جو کچھ محمد ﷺ کہہ رہے ہیں

فَامْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَاسَمَّى اللّٰه مَطَرًا فِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا عَذَابًا وَتُسَمِّيهِ الْعَرَبُ الْغَيْثَ وَهُوَ قَوْلُهُ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا

تیرے پاس سے حق ہے۔ تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نازل فرمایا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالے نے مطر عذاب کے لئے استعمال کیا ہے اہل عرب بارش کو غیث کہتے ہیں۔

ترجمہ آیت کہ ان کے ناامید ہونے کے بعد اللہ تعالے بارش نازل کرتا ہے۔

حدیث (۴۲۹۴) حَدَّثَنِىْ اَحْمَدُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَالْحَقُّ الخ فَنَزَلَتْ وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ..

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ابو جہل عمر بن ھشام نے کہا تھا کہ اگر یہ حق ہے تو ہم پر پتھر برسا۔ جس پر اگلی آیت اتری کہ جب تک آپ محمد ﷺ ان کے درمیان ہیں یا وہ استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالے ان کو عذاب میں مبتلا نہیں کریگا۔ اللہ تعالے ان کو عذاب کیوں نہ دے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ فامطر علینا یہ ابو جہل کی انتہائی بے عقلی ہے وگرنہ اگر قرآن مجید کی حقانیت ثابت ہو جائے تو ھدایت کی دعامانگتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے کسی شخص سے پوچھا کہ زیادہ بے وقوف کون ہے۔ تو اس نے جواب دیا جنہوں نے یہ کہا تھا ان کان ھوالحق۔ جس پر امیر معاویہؓ خاموش ہوگئے۔ کیونکہ یہ جواب قریش نے دیا تھا۔

باب قَوْلِهٖ تعالٰى وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

حدیث (۴۲۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ اَبُوْجَهْلٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَالْحَقُّ الخ فَنَزَلَتْ وَمَاكَانَ اللّٰهُ الخ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے کہا اے اللہ ہم پر پتھر برسا تو ماکان اللہ لیعذبھم والی آیت نازل ہوئی۔

باب قَوْلِهٖ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدين كله لله

حدیث (٤٢٩٦) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ. عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَجُلًا جَاءَهٗ فَقَالَ يَا اَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ اَلَا تَسْمَعُ مَاذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَمَا يَمْنَعُكَ اَلَّا تُقَاتِلَ كَمَاذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ اَغْتَرُّ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ وَلَا اُقَاتِلُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَغْتَرَّ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ الَّتِيْ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا اِلٰى آخِرِ الاية قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ قَدْفَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ كَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا يَقْتُلُوْهُ وَاِمَّا يُوْثِقُوْهُ حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فَلَمَّارَاٰى اَنَّهٗ لَا يُوَافِقُهٗ فِيْمَا يُرِيْدُ قَالَ فَمَاقَوْلُكَ فِيْ عَلِيٍّؓ وَعُثْمَانَؓ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ مَاقَوْلِيْ فِيْ عَلِيٍّؓ وَعُثْمَانَؓ اَمَّا عُثْمَانُؓ فَكَانَ اللّٰهُ قَدْ عَفَاعَنْهُ فَكَرِهْتُمْ اَنْ يَعْفُوْاعَنْهُ وَاَمَّا عَلِيٌّؓ فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَخَتَنُهٗ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ وَهٰذِهٖ ابْنَتُهٗ اَوْ بِنْتُهٗ حَيْثُ تَرَوْنَ..

ترجمہ۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا اے ابو عبد الرحمٰن ! اللہ تعالے نے جو اپنی کتاب میں ذکر فرمایا تو نے اسے نہیں سنا۔ ترجمہ اگر مؤمنوں کے دوگروہ آپس میں لڑپڑیں تو صلح کرا ڈالو۔ پس آپ اللہ کے حکم کے مطابق قتال کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا بھتیجے! اس آیت سے دھوکہ کھاکر میں قتال نہ کروں یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اس آیت سے دھوکہ دیا جاؤں کہ ترجمہ۔ جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کریگا اس کی سزا جہنم ہے۔ پھر اس نے کہا اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جبتک کہ فتنہ ختم نہ ہو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ اس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے دور میں کر چکے ہیں جبکہ اسلام تھوڑا تھا۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے بارے میں ہوتی تھی یا تو کفار اسے قتل کر دیتے تھے یا اسے باندھ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب اسلام کثیر ہو گیا تو اب کوئی فتنہ اور آزمائش نہیں رہی پس جب اس نے دیکھا کہ ابن عمرؓ کسی طرح اس کی رائے کی موافقت نہیں کرتے۔ تو پھر کہنے لگا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے۔ تو ابن عمرؓ نے فرمایا میں علیؓ اور عثمانؓ کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ سنو ! حضرت عثمانؓ کو تو اللہ تعالے معاف کر چکے۔ تم ہو کہ اسے معافی دینا پسند نہیں کرتے۔ رہ گئے حضرت علیؓ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔ اور آپؐ کے داماد ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ یہ سامنے انکی بیٹی کا مکان ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو۔

حدیث (٤٢٩٧) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَؒ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍؒ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا اَوْاِلَيْنَا

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک خارجی

ابْنُ عُمَرَؓ فَقَالَ رَجُلٌ كَيْفَ تَرَى فِي قِتَالِ الْفِتْنَةِ قَالَ وَهَلْ تَدْرِي مَاالْفِتْنَةُ كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِيْنَ وَكَانَ الدُّخُوْلُ عَلَيْهِمْ فِتْنَةً، وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ لِلْمُلْكِ .....

آدمی نے ان سے کہا کہ فتنہ کی لڑائی میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا جانتے ہو فتنہ کیا چیز ہے۔ حضرت محمد ﷺ مشرکین سے قتال کرتے تھے۔ مشرکین کے پاس جانا فتنہ تھا کہ وہ قتل کرتے تھے یا قید کرتے تھے وہ دین کے لئے تھا تمھارے قتال کی طرح نہیں کہ یہ تو ملک کے لئے ہے۔

تشریح از قطب گنگوھیؒ۔ اغتر بھذہ الایۃ ۶۷۰۔۹ یعنی میں اس آیت کو ظاہر سے پھیرتا ہوں۔ اور اس کی تاویل کرتا ہوں۔ یعنی اس آدمی نے جو دعوی کیا تھا اس کو تسلیم کر لیا جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ قتل جائز ہے جیسا کہ تمھارا گمان ہے تو جائز پر عمل کرنا واجب نہیں۔ اگر یہ قتل جائز نہیں تو پھر ہمیشہ کا عذاب لازم ہے۔ تو جلب منفعت سے دفع مضرت ضروری ہے۔ کیونکہ معاملہ جب حرام اور واجب میں آجائے تو پھر اس کا چھوڑ دینا واجب ہے۔ اقدام سے گریز کرنا چاہیے۔ حتی لا تکون فتنۃ ۶۷۰۔۱۱ حضرت ابن عمرؓ نے آیت کو مورد کے ساتھ خاص نہیں کیا کہ قتال صرف مشرکین سے کرنا ہے۔ حالانکہ مورد خاص ہوتا ہے۔ حکم عام ہوتا ہے۔ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ بلکہ مقصود ابن عمرؓ کا یہ ہے کہ آیت کا مورد وہ ہونا چاہیے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ یہ بلکل واضح ہے۔ جس مین کوئی خفا نہیں اس پر اس قتال کو قیاس نہ کیا جائے۔ جس میں القیاس ہو۔ اب حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کے ساتھ قتال کرنا مشتبہ ہے۔ نہیں معلوم کہ حق پر کون ہے۔ اگرچہ قرینہ یہ ہے کہ ابن الزبیرؓ حق پر ہیں۔ اور حجاج بن یوسف باطل پر ہے۔ لیکن مظنون کو متیقن پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ میں اس دھوکہ مین نہیں پڑتا۔ کہ آیت میں تاویل کر کے ظاہر کو چھوڑ دوں۔ کیونکہ اصلاح بین المسلمین کی کوشش وہ کرے جس کو مدافعت کی طاقت ہو۔ اور فریقین پر غلبہ رکھتا ہو۔ جب مجھے وہ طاقت حاصل نہیں تو میں ان سے قتال کیسے کر سکتا ہوں۔ علیحدگی مناسب ہے۔ بلکہ ان حالات میں اگر میں قتال میں شمولیت کروں۔ تو فتنہ کی زیادتی کا باعث ہوگا۔ علامہ عینیؒ اور کرمانیؒ کا کہنا یہ ہے۔ کہ میرا اس آیت میں تاویل کر کے قتال سے رک جانا بہتر ہے۔ دوسری آیت میں تاویل کرنے سے جس میں ہر مؤمن کے قتل پر سخت وعید ہے۔ جزاء ہ جھنم العبرۃ لعموم اللفظ یہ مسئلہ اختلافی مشہور ہے احنافؒ کے نزدیک عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ خصوص سبب کا اعتبار نہیں ہوتا۔ جیسا کتب فقہ میں مرقوم ہے اور اصح بھی یہی ہے۔ چنانچہ آیت ظھار سلمہ بن صخر کے بارے میں اتری۔ آیت لعان ہلالؓ کے بارے میں۔ اور آیت قذف حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں اتری۔ لیکن ان کا تعدیہ دوسروں کی طرف ہوا۔ اس پر امام سیوطیؒ نے اتقان میں بڑی بحث کی ہے۔

باب قول اللہ یا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ

حديث (۴۲۹۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا نَزَلَتْ اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ الاية فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ فَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ اَنْ لَا يَفِرَّ عِشْرُوْنَ مِنْ مِائَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَتْ الآنَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكُمْ ...فَكَتَبَ اَنْ لَا يَفِرَّ مِائَةٌ مِنْ مِائَتَيْنِ وَزَادَ سُفْيَانُ مَرَّةً نَزَلَتْ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ .. قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ وَاُرَى الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِثْلَ هٰذَا لحديث.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری ترجمہ۔ کہ اگر تم میں سے بیس ۲۰ صبر کرنے والے ہوئے تو وہ دوسو ۲۰۰ پر غالب آجائیں گے تو مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا کہ ایک آدمی دس ۱۰ کے مقابلہ سے نہ بھاگے اور سفیان نے کئی مرتبہ کہا کہ بیس ۲۰ دوسو ۲۰۰ کے مقابلہ سے نہ بھاگیں پھر آیت نازل ہوئی ترجمہ کہ اب اللہ تعالے نے تم سے تخفیف فرمائی۔ اب ان پر فرض کیا گیا کہ سو ۱۰۰ آدمی دوسو ۲۰۰ کے مقابلہ سے نہ بھاگیں۔ اور سفیان نے ایک مرتبہ یہ لفظ زائد کہے کہ حرض المؤنین علے القتال کہ مؤمنوں کو قتال پر آمادہ کریں تو سفیان اور ابن شبرمۃ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اسی طرح ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ علم خداوندی کے متعلق لوگوں کو شبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہاں پر فرمایا گیا۔ الآن خفف الله عنكم... کہ جب لڑائی سے بھاگنا کبائر میں سے ہے۔ یہاں ضعف کی وجہ سے پہلا حکم منسوخ ہوا کہ پہلے تھا کہ دس کے مقابل ایک پیچھے نہ ہٹے۔ اب ہے کہ دو کے مقابل میں ایک کو پیچھے ہٹنا جرم ہے۔ تو جیسے۔ الآن کا تعلق خفف سے ہے۔ ایسے علم سے بھی ہے۔ تو اشکال ہوتا ہے کہ کیا پہلے اللہ تعالے کو علم نہیں تھا۔ اور دوسری جگہ پر ہے۔ لمایعلم الله الذين جاهدو امنكم۔ اور کہیں فرمایا گیا۔ كان الله به عليما۔ تو ان الفاظ کا ماضی اور حال کی وجہ سے علم باری تعالے میں حدوث کا شبہ ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ ازلی قدیم ہے۔ تو بعض حضرات نے جواب دیا کہ یہاں مجاز مرسل ہے یعنی جیسے رحمت اور غضب ہیں۔ معانی حقیقیہ نہیں بلکہ معانی مجازیہ لئے جاتے ہیں۔ کہ ان میں نتائج کا اعتبار ہوتا ہے حدوث اور انفعالیۃ مقصود نہیں ہوتی۔ ایسے علم حادث کا استعمال بھی بطور عواقب کے ہے۔ کہ علم بالشئ سے تمیز مقصود ہے۔ و علم ان فيكم ضعفاا وميزاه فيكم ضعف۔ یعنی علم تو باری تعالے کو ازل سے تھا۔ لیکن اس کا ظہور اس وقت کیا۔ تو سب جگہ یہی معنی ہونگے کہ علم سے تمیز من الناس مراد ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس جگہ بھی علم باری مقید بالحال والاستقبال والماضی ہے۔ اس سے حقیقی علم مراد نہیں بلکہ مجازی تمیز بین الناس ہوگا تو اس سے حدوث لازم نہیں آئیگا۔ یہ توجیہ بلا تکلف ہر جگہ چلتی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ علم سے امتحان مراد ہے ...یعلم من یتبع الرسول ای لیمتحن من یتبّع الرسول اور علم اور امتحان میں علاقہ سببیت کا یا لزوم کا ہے اس لئے امتحان مراد ہوا۔ مگر یہ توجیہ ہر جگہ نہیں چلتی۔ جیسے۔ الان خفف۔ میں یہ توجیہ نہیں چل سکتی۔ کیونکہ امتحان لینے کی وجہ سے تغیر نہیں ہو سکتا۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ علم بمعنے رؤیۃ کے ہے۔ اور رؤیۃ وجود مرئی کے بعد ہوتی ہے۔ علم باری تعالے کا قدیم ہے۔ لیکن رؤیۃ صفات تکوینیہ میں سے ہے۔ یا صفت قدیم اور اس کا تعلق حادث ہے۔ تو لما یعلم اللہ۔ بمعنے لیری اللہ الذین جاھدو ا...... تو صفت رؤیۃ قدیم ہوگی اس کا تعلق حادث سے ہوگا۔ یہ توجیہ بھی تقریبا ہر جگہ چل سکتی ہے۔ عموما محدثین یہ تین توجیہات بیان کرتے ہیں۔ کہ علم بمعنے تمیز امتحان اور رؤیۃ۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ مجاز لغوی ہے۔ جس قدر صیغے حال مستقبل یا ماضی کے ہیں ان سب کو ماضی کے معنی میں لیا جائے تو لما یعلم اللہ معنی میں لماعلم اللہ کے ہوگا۔ لنعلم من یتبع الرسو ل ..میں ..لعلمنامن یتبع الرسو ل۔ لیکن یہ مجاز لغوی بھی ہر جگہ نہیں چل سکتا۔ جیسے الآن علم ا ن فیکن ضعفا۔ کیونکہ علم ازلی ہے الان اس کے خلاف ہے۔

پانچویں توجیہ۔ یہ ہے کہ معنی حقیقی مراد ہیں پھر علم دو قسم ہے۔ اجمالی اور تفصیلی۔ اجمالی تو قدیم ہے اور تفصیلی حادث ہے اس پر اشکال ہوگا۔ کہ علم اجمالی میں بعض چیزیں مخفی ہوتی ہیں اور علم تفصیلی میں وہ ظاہر ہو جاتی ہیں۔ تو اگر حال اور مستقبل کے صیغوں میں علم تفصیلی لیا جائے۔ تو ماضی کے صیغوں میں علم اجمالی ہوگا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ازل میں بعض چیزیں باری تعالے پر مخفی رہیں۔ اگر مخفی ہوں تو پھر خلق اور تقدیر کیسے ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالے کا علم اجمالی اور تفصیلی ہمارے علم اجمالی تفصیلی جیسا نہیں کہ اس پر اشکال ہو بلکہ باری تعالے کا علم اجمالی منشا کے اعتبار سے ہے۔ یعنی جس علم کا منشا ذات باری تعالے ہو۔ وہ علم اجمالی ہے جیسے باری تعالے کو اپنا اور اپنی صفات ذاتیہ کا علم ا زل میں بتمام صفاتہ ہوا۔ ا س کی وجہ سے خلق ہے۔ تو منشا عالم ا س وقت ذات و صفات ہونگے۔ جب منشا معلومات ہوں تو جب وہ چیزیں دنیا میں پائی جائینگی۔ تو علم باری تعالے بوجود الاشیا۔ کما ھی علیہ۔ تفصیلی ہوگا۔ یہ حادث ہوگا۔ اس کی مثال ہمارے ہاں یہ ہے کہ۔ جب کوئی انجینیر مکان بناتا ہے تو پہلے وہ اپنے ذہن میں مکان کا نقشہ مرتب کرتا ہے پھر کاغذ پر کھینچ کر اس میں تغیر و تبدل کرتا ہے نقشہ کے مطابق بعدا زا ں مکان بناتا ہے۔ مکان بناتے وقت ایک نقشہ اس کے سامنے متحضر ہوتا ہے جو اس کاغذ والے نقشہ کا اثر ہوتا ہے اور کاغذ والا نقشہ ذہن کا اثر ہے۔ بعینہ اگرچہ ہمارا علم ناقص ہے۔ لیکن باری تعالے کا کامل علم کی صورت یہ ہوئی کہ قبل الخلق پہلے ایک نقشہ عالم متحضر ہوا۔ پھر کتاب مبین کی صورت میں کاغذ پر کھینچا گیا۔ پھر اس کا استحضار بعد وجود الاشیا ہوا یہ علم حادث ہے۔ اور یہی ذریعہ ثواب وعقاب ہے۔ اور مدح وملامت کا باعث ہے۔ ا نسان جو جزا و سزا کا مستحق بنتا ہے۔ وہ وجود خارجی کے بعد ہوتا ہے اور یہ علم تفصیلی ہے جسے علم حالی کہتے ہیں۔ اور یہ اس اجمالی علم باری تعالے سے زیادہ واضح نہیں ہے۔ بلکہ وہی چیزیں اس میں ہیں بنابریں کہیں باری تعالے اپنے علم اجمالی کو یوں بیان کرتے ہیں کان اللہ بکل شئ علیما اور کہیں علم تفصیلی لنعلم من یتبع الرسول یہ محققین کی رائے ہے۔ اور یہی اقرب ہے۔

چھٹی توجیہ۔ یہ ہے کہ جس قدر مکونات ہیں ا ن سب کا علم باری تعالے کو ہے۔ باعتبار علم ا زلی کے تمام چیزیں وہاں موجود ہیں لیکن یہ چیزیں باعتبار تکوین کے آپس میں مرتب ہیں۔ اور علم باری میں سب کے ساتھ تعلق ایک ہی وقت ہوا۔ تو وجود مکونات میں ترتیب ہوئی۔

اس بنا پر کبھی تو باری تعالے اپنے علم ازلی کے اعتبار سے گفتگو کرتے ہیں اس وقت ماضی۔ حال اور استقبال کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور کبھی ترتیب کے اعتبار سے گفتگو کرتے ہیں ایک ہی چیز میں مختلف اعتبارات ہوتے ہیں۔ اس لئے اس جگہ مختلف صیغے استعمال کرنے کی نوبت آتی ہے۔ جیسے علم ان فیکم ضعفا ...باری تعالے کا ارشاد ہے کہ تمھارے اندر ضعف پیدا ہوا تو ہم نے پہلے حکم کو بدل دیا۔ رحمت کا یہی تقاضا ہے۔ اگر علم ازلی کے اعتبار سے ہو تو ماضی کا صیغہ استعمال ہو گا۔ اگر ترتیب کا لحاظ ہو تو پھر حال اور مستقبل کا صیغہ استعمال ہو گا۔ یہ قول تقریبا معیۃ دہریہ والوں کا ہے کہ سب چیزیں بیک وقت موجود تھیں۔ حال۔ استقبال اور ماضی ہمارے اعتبار سے ہے وہاں کوئی زمانہ نہیں تھا۔ اس کی مثال وہ اس رسی سے بیان کرتے ہیں جو چھت پر ہو۔ جو حصہ اس کا سامنے آئیگا۔ اسے حال کہا جاتا ہے۔ اور جو گذر گیا اسے ماضی کہا جاتا ہے تو طوفان نوح وغیرہ وہ موجود مانتے ہیں لیکن زمانہ کے احاطہ سے بالاتر مانتے ہیں یہ اشراقیہ اور صوفیا کا قول ہے۔ مگر مشائیہ نے اس کی مٹی بہت پلید کی۔ کیونکہ اشراقیہ کا یہ قول سمجھ سے بالکل بالاتر ہے۔ زمانہ کی قید سے بالاتر کیسے مانا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہم اس زمانہ میں مقید ہیں۔ ہمارے سامنے یہی زمانہ آئیگا۔ یہ توجیہ بھی اقرب الی التحقیق ہے۔ ساتویں توجیہ۔ یہ ہے کہ کبھی علم بالواسطہ ہوتا ہے۔ اور کبھی بلاواسطہ ہوتا ہے۔ جیسے کبھی نار کا علم دخان کے ذریعہ سے ہوا۔ اور کبھی بغیر دخان کے۔ لیکن علم بالواسطہ اور بلاواسطہ کبھی ایک دوسرے میں محو ہو جاتے ہیں۔ جیسے کبھی نار کو بھی دیکھا اور دخان کو بھی دیکھا۔ وہاں واسطہ کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ باری تعالے کو علم بالواسطہ بھی ہے اور بلاواسطہ بھی ہے۔ جب علم ازلی کو بیان کیا جائیگا تو وہ علم بلاواسطہ ہے اور جب علم لایزالی ہو تو وہ بالواسطہ ہو گا۔ کہ باپ کے ذریعہ سے بیٹے کا علم ہو اجب ہم سے گفتگو ہوتی ہے تو وہ علم بالواسطہ کے ذریعہ ہوتی ہے کیونکہ ہماری عادت یہی ہے کہ ہم علم بالواسطہ کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں اور کبھی علم بلاواسطہ کے ذریعہ اپنی زبان میں ہم سے گفتگو کرتے ہیں۔ الآن خفف اللہ ....سے ہماری زبان میں گفتگو کی جارہی ہے علم ازلی میں باری تعالے کو سب چیزوں کا علم تھا۔

آٹھویں توجیہ یہ ہے۔ کہ مجاز بالحذف ہے۔ لنعلم ای یعلم رسولنا وعبادنا... ایسے علم۔ ان فیکم ضعفا او علم رسول اللہ و المؤمنون ان فیکم ضعیفا۔ اور بسا اوقات افعال انبیاء اور مؤمنین کو باری تعالے نے اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں۔ جیسے۔ مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی ....

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ واری الامر بالمعروف ....یعنی جب آمرون بالمعروف والناہون عن المنکر مخالفین سے نصف یا ان سے اکثر ہوں تو امر نہی واجب ہے۔ اگر کم ہوں تو واجب نہیں اگرچہ افضل یہ ہے کہ پھر امر و نہی کرنا چاہئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کے اندر بہت تفصیل لکھی ہے منجملہ شروط کے یہ بھی ہیں کہ اگر امر و نہی پر قادر ہو عاجز دل میں تو برا سمجھ سکتا ہے۔ عمل میں نہیں لاسکتا۔ صرف عجز حسی نہیں بلکہ اگر تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو تب بھی وجوب ساقط ہے اگر فائدہ کی توقع نہ ہو تب بھی وجوب ساقط ہے لیکن پھر بھی مستحب ہے کہ شعائر اسلام کا اظہار کرے افضل الجهاد كلمة حق عند السلطان جائر

باب قَوْلِهٖ الآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ

حدیث (۴۲۹۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ شَقَّ ذَالِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حِيْنَ فُرِضَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَا يَفِرَّوَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ فلماجَاءَ التَّخْفِيْفُ فَقَالَ الآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ .... قَالَ لَمَّا خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خُفِّفَ عَنْهُمْ ..

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب آیت ان یکن منکم نازل ہوئی۔ تو مسلمانوں پر گراں گزرا جب کہ ان پر یہ فرض کر دیا گیا کہ ایک آدمی دس کے مقابلہ سے نہ بھاگے پھر جب تخفیف آئی کہ اب ہم نے تم سے تخفیف کر دی تو فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے ان سے عدد میں تخفیف کر دی تو اس قدر صبر میں بھی ان سے تخفیف کر دی گئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ضعف سے یا تو ضعف بدن مراد ہے۔ یا ضعف بصیرۃ ہے۔ ابن عباسؓ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالے پہلے پہل مسلمانوں کو بڑا صبر دیا تھا۔ جبکہ وہ تھوڑے تھے۔ بہت ہو گئے تو صبر میں کمی آ گئی۔

سُوْرَةُ بَرَاءَةْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلِيْجَةً كُلُّ شَيْءٍ اَدْخَلْتَهُ فِيْ شَيْءٍ الشُّقَّةُ السَّفَرُ الْخَبَالُ الْفَسَادُ وَالْخَبَالُ الْمَوْتُ لَاتَفْتِنِّيْ لَا تُوَبِّخْنِيْ كَرْهًا وَكُرْهًا وَاحِدٌ مُدَّخَلًا يُدْخَلُوْنَ فِيْهِ يَجْمَعُوْنَ يُسْرِعُوْنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ ائْتَفَكَتْ انْقَلَبَتْ بِهَا الْاَرْضُ اَهْوٰى اَيْ اَلْقَاهُ فِيْ هُوَّةٍ عَدْنٍ خُلْدٍ عَدَنْتُ بِاَرْضٍ اَقَمْتُ وَمِنْهُ مَعْدِنٌ وَيُقَالُ فِيْ مَعْدِنِ صِدْقٍ فِيْ مَنْبَتِ صِدْقٍ اَلْخَوَالِفُ

ترجمہ۔ ولیجہ کے معنی گھسیٹنا جبکہ کسی چیز کو دوسری میں زبردستی داخل کرے۔ شقہ۔ کے معنی سفر کے ہیں۔ خبال کے معنی خسارے کے ہیں۔ اور خبال موت کو بھی کہتے ہیں لاتفتنی یعنی مجھے ڈانٹ ڈپٹ مت کرو۔ کرھا او کرھا ایک میں زبردستی کرنا۔ مدخلا سرنگ داخل ہونے کی جگہ یجمعون۔ جلدی کرنا۔ المؤتفکات۔ قوم لوط کی وہ بستیاں جو الٹ دی گئیں۔ جس سے زمین بدل گئی کہ عالی سافل ہو گئے اور پتھروں کی بارش ہوئی۔ اور سورہ نجم میں والمؤتفکۃ اھوی

الْخَالِفُ الَّذِيْ خَلَفَنِيْ فَقَعَدَ بَعْدِيْ وَمِنْهُ يَخْلُفُهُ فِي الْغَابِرِيْنَ وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ النِّسَاءُ مِنَ الْخَالِفَةِ وَاِنْ كَانَ جَمْعَ الذُّكُوْرِ فَاِنَّهُ لَمْ يُوْجَدْ عَلٰى تَقْدِيْرِ جَمْعِهٖ اِلَّا حَرْفَانِ فَارِسٌ وَفَوَارِسُ وَهَالِكٌ وَهَوَالِكُ الْخَيْرَاتُ وَاحِدُهَا خَيْرَةٌ وَهِيَ الْفَوَاضِلُ مُرْجَوْنَ مُؤَخَّرُوْنَ الشَّفَا شَفِيْرٌ وَهُوَ حَدُّهٗ وَالْجُرُفُ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُوْلِ وَالْاَوْدِيَةِ هَارٍ هَائِرٍ يُقَالُ تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ اِذَا انْهَدَمَتْ وَانْهَارَتْ مِثْلُهٗ لَاَوَّاهٌ شَفَقًا وَفَرَقًا وَقَالَ الشَّاعِرُ: اِذَا قُمْتُ اَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ تَاَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِيْنِ ..

یہ اسطر دا ذکر ہوا۔اھو ا عمیق گڑھا میں ڈالا۔عدن کے معنی ہمیشہ رہنا۔عدنت بارض الرحمت فیہ۔اس سے معدن کان کو کہتے ہیں۔جس سے سونا چاندی نکالا جاتا ہے۔اور کہا جاتا ہے۔ معدن صدق یعنی سچائی کی کان جہاں سے صدق پھوٹتا ہے الخوالف خالف کی جمع ہے وہ شخص جو مجھے پیچھے چھوڑ کر میرے بعد بیٹھ جائے۔اس سے یخلفہ ہے جو باقی رہنے والے کے معنی میں آتا ہے۔اور یہ بھی جائز ہے۔کہ خوالف سے عورتیں مراد ہوں۔اور یہ خالفہ کی جمع ہو۔اگرچہ یہ جمع مذکر کا صیغہ ہے۔مگر اس وزن پر جمع صرف دو آتے ہیں۔فارس کی جمع فوارس اور ھالک کی جمع ھوالک ہے۔اگرچہ شاہق کی جمع شواھق اور ناکس کی جمع نواکس ہے اور داجن کی جمع دواجن ہے۔مگر یہ پانچوں فواعل فاعل کی جمع شاذ ہیں۔الخیرات کا واحد خیرۃ جس کے معنی فضیلت کے ہیں تو خیرات بمعنے فواضل کے ہوگا۔مرجون۔یعنی پیچھے کئے ہوئے الشفا اور شفیر کے معنی کنارہ کے ہیں۔الجرف سیلابوں اور وادیوں سے جو حصہ پھٹ جائے۔ھار بمعنے گرنے والا۔کہا جاتا ہے تہورت البئر جبکہ کنواں گر جائے۔انھارت بھی اس کی طرح ہے یعنی گرنے کے معنی ہیں۔لاواہ۔خوف اور ڈر کے مارے بہت آہ وزاری کرنے والا چنانچہ شاعر کہتے ہیں کہ جب میں رات کے وقت اس اونٹنی پر کجاوہ کسنے کے لئے اٹھتا ہوں۔تو وہ غمناک آدمی کی طرح آہیں بھرتی ہے

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ھوہ۔بمعنے گڑھا۔خوالف جمع خالف کی وہ شخص جو دوسرے کے قائم مقام ہو۔اسی وجہ سے اولاد کو خوالف کہتے ہیں۔اگر خوالف خالفہ کی جمع ہے تو پھر اس سے عورتیں مراد ہوں گی۔لیکن اس صورت میں اشکال ہوگا کہ فواعل کے وزن پر صرف چند صیغے آتے ہیں۔اواہ۔کثرت سے آہ بکا کرنے والا۔انسان کو جب کثرت سے تکلیف پہنچے یا کسی پر رحم آئے تو آہ آہ کرتا ہے۔یہاں پر حضرت ابراھیمؑ خوف باری تعالے اور امت پر شفقت کی وجہ سے آہ آہ کرنے والے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔اھوی۔۱۷۔۶۔۲۔یہ لفظ اس سورت کا نہیں ہے۔بلکہ سورۂ نجم کا ہے جس کو تائید کے لئے لائے ہیں کیونکہ المؤتفکات سے سقوط اور انقلاب مراد ہے۔جیسا کہ المؤتفکہ اھوی۔میں صراحۃ گرنے کے معنی لئے گئے ہیں۔وان کان جمع الذکور اس سے اشارہ ہے کہ خوالف کا جمع خالفہ کی ہونا شاذ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ کے افادہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اولا والموتفکات ذکر کیا جو سورہ براۃ میں وارد ہے صاحب جمل نے اس کے معنی المنقلبات ۔ الٹی ہوئی بستیاں کیا ہے۔ جن کو اللہ تعالے نے اوپر نیچے کر دیا۔ وہ قوم لوط کی بستیاں تھیں لیکن سورۂ نجم میں اس لفظ کا ذکر واضح ہے۔ المؤتفکۃ اھوی ۔ جس کے بارے میں صاحب جلالین فرماتے ہیں ۔ وھی قریٰ قوم لوط اھوی اسقطھابعد رفعھا الی السماء مقلوبۃ الی الارض .... عام مفسرین نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ کہ اھوی ۔ کے معنی ہر اٹھانے کے بعد الٹا گرانا۔ اور ھوہ ۔ کے معنی گہرے گڑھے کے ہیں جو غار بن جائیگا۔ اشار بذالك .. خوالف .. خالف کی جمع ہے۔ خالف وہ شخص جو کسی کی جگہ پر بیٹھ جائے۔ ارشاد ربانی ہے۔ فاقعدوا الخالفین اخلفه فی العابرین جس کے میت ہوگئی ہو اس کے لئے دعا کی جاتی ہے پھر امام بخاریؒ خوالف کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے یہ خالفہ کی جمع ہو تو عورتیں مراد ہونگی جو پچھلے گھر میں رہ جاتی ہیں لیکن اس پر اشکال تھا جس کا جواب دیا کہ فواعل پر جمع فاعلہ شاذ ہے۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ آیت میں عاجز مرد عورتیں اور بچے مراد ہیں۔

باب قَوْلِهٖ بَرَأَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُذُنٌ يُصَدِّقُ تُطَهِّرُهُمْ بِهَا وَ تُزَكِّيْهِمْ وَنَحْوُهَا كَثِيْرٌ فِى الْقُرَانِ وَالزَّكٰوةَ الطَّاعَةَ وَالْاِخْلَاصُ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ لَا يَشْهَدُوْنَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُضَاهُوْنَ يُشَبِّهُوْنَ۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ اذن کے معنی وہ آدمی جو ہر سنی ہوئی بات کی تصدیق کرے۔ یطهر هم ویز کیهم اسطرح قران مجید میں بہت آتا ہے۔ زکوۃ کے معنی طاعت اور اخلاص کے ہے لایؤتون الزکوۃ کہ کلمۂ توحید کی شہادت نہیں دیتے۔ یضاھؤن ان کی مشابہت کرتے ہیں۔

حدیث (۴۳۰۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلَالَةِ وَآخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ بَرَائَةُ . . .

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ آخری آیت جو اتری وہ کلالہ کے بارے میں ہے اور آخری سورہ نازل ہونے والی سورہ براۃ ہے۔

باب قَوْلِهٖ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ۔ سِيْحُوْا ۔ سِيْرُوْا ۔

حدیث (۴۳۰۱) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِىْ اَبُوْبَكْرٍ فِىْ تِلْكَ الْحَجَّةِ

ترجمہ ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس حج ۹ھ کے موقع پر اطلاع کنندگان

فِی الْمُؤَذِّنِیْنَ بَعَثَهُمْ یَوْمَ النَّحْرِ یُؤَذِّنُوْنَ بِمِنًی اَنْ لَا یَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا یَطُوْفَ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ قَالَ حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ اَرْدَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ وَاَمَرَهٗ اَنْ یُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةؓ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِیٌّؓ یَوْمَ النَّحْرِ فِیْ اَهْلِ مِنًی بِبَرَاءَةٍ وَاَنْ لَا یَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا یَطُوْفَ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ قال ابو عبداللہ اٰذَنَهُمْ اَعْلَمَهُمْ...

میں بھیجا تھا جنہوں نے دسویں کے دن منی کے مقام پر یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کریگا اور نہ ہی کوئی ننگے بدن بیت اللہ کا طواف کریگا۔ حمید بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ بعد ازاں جناب رسول اللہ ﷺ حضرت علی بن ابی طالبؓ کو ان کے پیچھے بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ براءۃ کا اعلان کریں۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی ہمارے ساتھ دسویں کے دن منی والوں میں براءت کا اعلان کرتے تھے اور یہ کہ کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگے بدن بیت اللہ کا طواف کرے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں آذنھم کا معنی کہ ان کو اعلان سنایا۔

باب قَوْلِهٖ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ آذَنَهُمْ اَعْلَمَهُمْ

حدیث (۴۳۰۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَؒ اَنَّ اَبَاهُرَیْرَةؓ قَالَ بَعَثَنِیْ اَبُوْبَكْرٍ فِیْ تِلْكَ الْحَجَّةِ فِی الْمُؤَذِّنِیْنَ بَعَثَهُمْ یَوْمَ النَّحْرِ یُؤَذِّنُوْنَ بِمِنًی اَلَّا یَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا یَطُوْفَ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ قَالَ حُمَیْدٌ ثُمَّ اَرْدَفَ النَّبِیُّ ﷺ بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ فَاَمَرَهٗ اَنْ یُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةؓ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِیٌّؓ فِیْ اَهْلِ مِنًی یَوْمَ النَّحْرِ بِبَرَاءَةٍ وَاَنْ لَا یَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا یَطُوْفَ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ.....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس سال مجھے حضرت ابوبکرؓ نے اعلان کرنے والوں میں بھیجا جنہوں نے یوم النحر منی کے اندر یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی ننگے بدن بیت اللہ کا طواف کرے حمیدؒ فرماتے ہیں کہ ان کے پیچھے جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو بھیجا جن کو براءۃ کے اعلان کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ہمارے ساتھ یوم النحر اھل منی کے اندر براءۃ کا اعلان کیا۔ اور یہ بھی کہ کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔

باب قوله اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ

حدیث (۴۳۰۳) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَنَّ اَبَاهُرَیْرَةؓ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَابَكْرٍؓ بَعَثَهٗ فِی الْحَجَّةِ الَّتِیْ

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ خبر دیتے کہ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں اس حج کے زمانہ میں بھیجا جس میں

اَمَّرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِيْ رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ اَنْ لَّا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ فَكَانَ حُمَيْدٌ يَقُوْلُ يَوْمَ النَّحْرِ يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرُ مِنْ اَجْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ..

جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں حجۃ الوداع سے پہلے امیر بنا کر بھیجا تھا ایک ایسی جماعت میں جو لوگوں کے اندر اعلان کرتی تھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے حمید فرماتے تھے یوم النحر یوم الحج الاکبر۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے۔

باب فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ

حدیث (۴۳۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنْ اَصْحَابِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِلَّا ثَلٰثَةٌ وَلَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ اِلَّا اَرْبَعَةٌ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اِنَّكُمْ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلعم تُخْبِرُوْنَا لَا نَدْرِيْ فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَبْقُرُوْنَ بُيُوْتَنَا وَيَسْرِقُوْنَ اَعْلَاقَنَا قَالَ اُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ اَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ مِنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ اَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهُ...

ترجمہ۔ حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس امت کے اصحاب میں سے صرف تین باقی رہ گئے ہیں اور منافقین میں سے صرف چار رہ گئے۔ جس پر ایک دیہاتی بولا کہ آپ لوگ جناب محمد ﷺ کے صحابہ ہیں جو ہمیں ایسی خبریں سناتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں اور ہمارا عمدہ مال چوری کر کے لے جاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ تو بدمعاش لوگ ہیں۔ اب ان میں سے صرف چار باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو بہت بوڑھا ہے۔ اگر وہ ٹھنڈا پانی پی لے تو فساد معدہ کی وجہ سے اس کی ٹھنڈک نہ پائے یہ اس کی دنیا کی سزا ہے۔

باب قَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔۔ الاية

حدیث (۴۳۰۵) حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ.....

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہیں کہ تم میں سے ایک کا خزانہ قیامت کے دن ایک گنجا اژدھا بن جائے گا۔

5/2

حدیث (۴۳۰۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ عَلَى أَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ قُلْتُ مَا أَنْزَلَكَ بِهَذِهِ الْأَرْضِ قَالَ كُنَّا بِالشَّامِ فَقَرَأْتُ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ قَالَ مُعَاوِيَةُ مَا هَذِهِ فِينَا مَا هَذِهِ إِلَّا فِي أَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ قُلْتُ إِنَّهَا لَفِينَا وَفِيهِمْ ...

ترجمہ۔ حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں۔ کہ مقام ربذہ میں میرا گذر حضرت ابوذر غفاریؓ کے پاس سے ہوا۔ تو میں نے پوچھا آپ کو اس زمین میں کونسی چیز لے آئی انہوں نے فرمایا ہم شام کے ملک میں تھے۔ کہ میں نے یہ آیت پڑھی ترجمہ جو لوگ سونے اور چاندی کو گاڑ کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالے کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں۔ بلکہ اہل کتاب کے بارے میں ہے فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یہ آیت ہمارے اور ان اہل کتاب دونوں کے بارے میں ہے۔ دربار خلافت میں شکایت کے بعد مجھے یہاں بھیجا گیا

باب قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ

حدیث (۴۳۰۷) قَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَؓ فَقَالَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكُوةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَ اللَّهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ ......

ترجمہ۔ حضرت خالد بن اسلمؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ جارہے تھے کہ انہوں نے فرمایا۔ یہ وعید زکوۃ کے حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے۔ جب زکوۃ کا حکم نازل ہوا تو اللہ تعالے نے اسے اموال کی طہارت کا ذریعہ بنادیا۔

باب إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ الْقَيِّمُ هُوَ الْقَائِمُ

حدیث (۴۳۰۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ....

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی بکرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ زمانہ پھر پھرا کر اسی شکل پر آگیا ہے جس دن اللہ تعالے نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینہ کا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین متصل ہیں۔ ذیقعدہ۔ ذوالحجہ اور محرم اور مضر والا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

باب قَوْلِهٖ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ مَعَنَا نَاصِرُنَا السَّكِيْنَةُ فَعِيْلَةٌ مِنَ السُّكُوْنِ

حدیث (۴۳۰۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَارِ فَرَأَيْتُ آثَارَ الْمُشْرِكِيْنَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ لَوْاَنَّ اَحَدَ هُمْ رَفَعَ قَدَ مَهُ رَأْنَا قَالَ مَاظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ. حضرت ابوبکرؓ نے مجھے حدیث سنائی کہ غار ثور میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ تو میں نے مشرکوں کے قدموں کو دیکھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر ان میں سے کسی ایک نے اپنا قدم اٹھالیا تو ہمیں دیکھ لیگا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان دو کے متعلق تمھارا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔

حدیث (۴۳۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ حِيْنَ وَقَعَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الزُّبَيْرِ قُلْتُ اَبُوْ هُ الزُّبَيْرُ وَاُمُّهٗ اَسْمَاءُ، وَخَالَتُهٗ عَائِشَةُ وَجَدُّهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَجَدَّ تُهٗ صَفِيَّةُ فَقُلْتُ لِسُفْيَانَ اِسْنَادُهٗ فَقَا لَ حَدَّثَنَا فَشَغَلَهٗ اِنْسَانٌ وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ جُرَيْجٍ........

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بات اس وقت کہی جب انکے درمیان اور ابن الزبیرؓ کے درمیان بیعت کے بارے اختلاف واقع ہوا تو میں نے کہا کہ انکی عظمت کا میں معترف ہوں کہ ان کا باپ زبیر ہے ان کی والدہ اسما ہے۔ اور ان کی خالہ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین ہے۔ اور ان کا نانا ابوبکرؓ اور انکی دادی حضرت صفیہ ہے۔ میں نے سفیان سے کہا اس کی سند بیان کرو تو انہوں نے حدثنا کہا تھا کہ انسان نے ان کو مشغول کر لیا۔ ابن جریج نے کچھ نہ کہا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ رفع قدمه ۔رفع سے مراد قدم کی طرف دیکھنا ہے۔ اور عادت یہ ہے کہ قدم اس وقت تک نہیں اٹھتا جب تک انسان اس جگہ کو نہ دیکھ لے جہاں سے قدم اٹھایا ہے اور جہاں رکھا ہے۔ خصوصا ان پہاڑوں میں تو یہی معاملہ ہوتا ہے شاعر کہتا ہے ترجمہ۔ چلنے سے پہلے اپنے پاؤں رکھنے کی جگہ کا اندازہ کرلے کیونکہ جو غفلت سے پھسل کر کیچڑ پر چڑھا وہ گہرے پانی میں گھس گیا

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسلم میں اس کی تصریح ہے کہ ان سے اگر کسی نے اپنے قدموں کو دیکھ لیا تو ہمیں اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لے گا اور حضرت ابوبکرؓ نے جب ان کی آواز سنی تو گھبرا گئے جس پر آپؐ نے فرمایا۔ لا تحزن ان اللہ معنا ترجمہ۔ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے یعنی وہ ہماری مدد کرنے والا ہے۔ شعر کی تحقیق یہ ہے کہ۔ قدر ۔امر کا صیغہ ہے۔ رجل۔ سے قدم مراد ہیں خطو کے معنی چلنے کے ہیں اور قدم اٹھانے کے ہیں۔ زلق کیچڑ کو کہتے ہیں۔ الجا۔ گہرے پانی میں گھسنا۔ قلت ابوه الزبیر یہ ابن عباس کا مقولہ ہے کہ میں تو انہیں خلافت کا اھل سمجھتا ہوں یہ بات انہوں نے اپنے دل میں کہی۔ اسنادہ۔ اسناد کا سوال اس لئے کیا انہوں نے روایت عنعنہ سے ذکر کیا تھا

تشریح از شیخ زکریاؒ - هذه مقولة ابن عباس - سے قطب گنگوہیؒ نے قسطلانیؒ کا رد کیا ہے جو اسے ابن ابی ملیکہ کا مقولہ قرار دیتے ہیں۔ اور حافظؒ نے اصابہ میں اور امام بخاریؒ نے خود ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے۔ جس میں وہ ابن الزبیرؓ کے متعلق فرماتے ہیں -عفيف الاسلام قارى القرآن ابوه حوارى رسول الله صلعم وامه بنت الصديق وجدته صفية عمة رسول الله صلعم وعمة ابيه خديجه بنت خويله - اسنادہ چونکہ سائل کی رکاوٹ کی وجہ سے تحدیث نہ ہو سکی تو احتمال تھا کہ شاید درمیان میں کوئی واسطہ ہو۔ اس لئے امام بخاریؒ نے دوسرے طریق سے حدیث کی تخریج ابن جریج سے کر دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ - یزید کی وفات کے بعد جب حضرت عبداللہ بن الزبیر نے خلافت کا دعوی کیا۔ تو اہل حجاز۔ عراق مصر اور خراسان کے اور شام کے اکثر مسلمانوں نے انکی بیعت کرلی۔ پھر شام پر مروان بن الحکم کا غلبہ ہو گیا۔ اور انہوں نے ضحاک بن قیس کو جو ابن الزبیر کی طرف سے گورنر تھا اسے قتل کر دیا۔ حضرت محمد بن حنفیہ اور ابن عباسؓ حضرت حسینؓ کی شہادت کے زمانہ سے مکہ میں مقیم تھے تو ابن الزبیرؓ نے ان دونوں حضرات کو بیعت کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا ہم اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جبتک مسلمان ایک خلیفہ پر متفق نہیں ہو جاتے۔ خواہ وہ آپ ہی کیوں نہ ہوں۔ ابن زبیرؓ نے ان دونو حضرات پر سختی کی بلکہ محاصرہ کر کے جلانے کا پروگرام بنایا۔ جس کی خبر مختار ثقفی کو پہنچی اس نے ایک لشکر بھیج کر ان حضرات کی خلاصی کرائی۔ اور ابن الزبیرؓ سے قتال کے لئے کہا۔ تو وہ دونوں رک گئے اور طائف چلے گئے۔ ان دونوں حضرات کا لوگوں پر کافی اثر رسوخ تھا۔ ابن الزبیرؓ کی ان حضرات پر سختی کی وجہ سے لوگوں نے ان کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا۔

حدیث (۴۳۱۱) حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ ابْنُ اَبِىْ مُلَيْكَةَ وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَىْءٌ فَغَدَوْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَقُلْتُ اَتُرِيْدُ اَنْ تُقَاتِلَ ابْنَ الزُّبَيْرِؓ فَتُحِلَّ حَرَمَ اللّٰهِ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَبَنِىْ اُمَيَّةَ مُحِلِّيْنَ وَاِنِّىْ وَاللّٰهِ لَا اُحِلُّهُ اَبَدًا قَالَ قَالَ النَّاسُ بَايِعْ لِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقُلْتُ وَاَيْنَ بِهٰذَا الْاَمْرِ عَنْهُ اَمَّا اَبُوْهُ فَحَوَارِىُّ النَّبِىِّ ﷺ يُرِيْدُ الزُّبَيْرَؓ وَاَمَّا جَدُّهُ فَصَاحِبُ الْغَارِ يُرِيْدُ اَبَابَكْرٍؓ وَاُمُّهُ ذَاتُ النِّطَاقِ يُرِيْدُ اَسْمَاءَ اَمَّا خَالَتُهُ

ترجمہ۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ میں کچھ چپقلش تھی۔ میں صبح سویرے حضرت ابن عباسؓ کے پاس پہنچا میں نے پوچھا کہ کیا آپ ابن الزبیرؓ سے قتال کر کے حرم اللہ کو حلال کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا اللہ کی پناہ! یہ تو اللہ تعالے نے ابن الزبیر اور بنو امیہ کے لئے مقدر کر دیا ہے کہ وہ حرم پاک کی بے حرمتی کریں۔ واللہ! میں تو کبھی اس کی بے حرمتی نہیں کروں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابن الزبیرؓ کی بیعت کر لو میں نے کہا کہ وہ اس خلافت کے معاملہ سے دور نہیں ہیں۔ بلکہ حقدار ہیں۔ پھر ان کے فضائل گنوائے کہ ان کا باپ جناب نبی اکرم ﷺ کا حواری یعنی حضرت زبیرؓ

فَامُّ الْمُؤْمِنِيْنَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ وَاَمَّا عَمَّتُهٗ فَزَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ يُرِيْدُ خَدِيْجَةَ وَاَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ ﷺ فَجَدَّتُهٗ يُرِيْدُ صَفِيَّةَ ثُمَّ عَفِيْفٌ فِي الْاِسْلَامِ قَارِئٌ لِلْقُرْاٰنِ وَاللّٰهِ اِنْ وَصَلُوْنِيْ وَصَلُوْنِيْ مِنْ قَرِيْبٍ وَاِنْ رَبُّوْنِيْ رَبَّنِيْ اَكْفَاءٌ كِرَامٌ فَاٰثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْاُسَامَاتِ الْحُمَيْدَاتِ يُرِيْدُ اَبْطُنًا مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ بَنِيْ تُوَيْتٍ وَبَنِيْ اُسَامَةَ وَبَنِيْ اَسَدٍ اِنَّ ابْنَ اَبِي الْعَاصِ بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ يَعْنِيْ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ وَاِنَّهٗ لَوّٰى ذَنَبَهٗ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ .....

انکا نانا غار کا ساتھی ہے۔ یعنی ابو بکرؓ انکی والدہ کو ذات النطاقین کا لقب ملا ہے یعنی حضرت اسماؓ اور انکی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ ہے۔ اور انکی پھوپھی حضرت خدیجہؓ جناب نبی اکرم ﷺ کی بیوی ہے۔ یہ مجازا کہا ورنہ وہ انکے باپ زبیر کی پھوپھی ہیں اور جناب نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ انکی حقیقی دادی ہے۔ انکے باپ کی ماں ہے۔ پھر خود انکا اپنا یہ حال ہے کہ اسلام میں پاکدامن ہیں۔ قرآن کے قاری ہیں۔ واللہ اگر ان امویوں نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ ایک قریبی رشتہ دار سے اچھا سلوک کریں گے۔ کیونکہ عبد المطلب امیہ کا چچازاد بھائی ہے۔ جو مروان بن حکم کا دادا ہے۔ اور عبد المطلب ابن عباس کا دادا ہے۔ اگر وہ میری تربیت کریں گے تو شریف ہم عصروں کی تربیت کریں گے کہ ہمارا اور ان کا کفو ایک ہے لیکن ابن الزبیرؓ نے ہماری بجائے بنو تویت۔ بنو اسامہ اور بنو حمید جو بنو اسد کے قبائل ہیں اور خویلد بن اسد ابن زید کا دادا ہے۔ انکو اختیار کیا ہے اب ابو العاص کا بیٹا عبد الملک بن مروان مقابل میں آکر فخر سے آگے آگے چلتا ہے اور ابن الزبیرؓ کا حال یہ ہے کہ وہ دم دبا کر پیچھے ہٹ رہا ہے اکڑ کر مقابلہ نہیں کرتا۔

حدیث (۴۳۱۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ لِابْنِ الزُّبَيْرِ قَامَ فِيْ اَمْرِهٖ هٰذَا فَقُلْتُ لَاُحَاسِبَنَّ نَفْسِيْ لَهٗ مَا حَاسَبْتُهَا لِاَبِيْ بَكْرٍؓ وَلَا لِعُمَرَ وَلَهُمَا كَانَا اَوْلٰى بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْهُ وَقُلْتُ ابْنُ عَمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَابْنُ اَخِيْ خَدِيْجَةَ وَابْنُ اُخْتِ عَائِشَةَ فَاِذَا هُوَ يَتَعَلّٰى عَنِّيْ وَلَا يُرِيْدُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ مَا كُنْتُ اَظُنُّ اَنِّيْ

ترجمہ۔ ابن ابی ملیکہ خبر دیتے ہیں کہ ہم ابن عباسؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ابن الزبیر کے حال پر تعجب نہیں کرتے۔ کہ اس خلافت کے معاملہ کے لئے اٹھ کھڑا ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ جسقدر میں نے اس کی معاونت کے لئے اپنے نفس کا محاسبہ کیا ہے اسقدر میں نے شیخین۔ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے فضائل بیان نہیں کئے۔ حالانکہ وہ ہر بھلائی کے مستحق ہیں۔ کیونکہ ان کے مناقب لوگوں میں مشہور ہیں۔ ابن الزبیر کے نہیں ہیں میں تو کہتا ہوں کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔

اَعْرِضُ هٰذَامِنْ نَفْسِيْ فَيَدَعُهُ وَمَااُرَاهُ يُرِيْدُخَيْرًا وَاِنْ كَانَ لَابُدَّانْ يُرَبَّنِيْ بَنُو عَمِّيْ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يُرَبَّنِيْ غَيْرُهُمْ........

اور حضرت زبیر کے بیٹے۔ اور ابو بکر صدیقؓ کے نواسے اور خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھتیجے اور حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں۔ بایں ہمہ وہ میرے سے اپنے آپ کو برتر سمجھتے ہیں۔ مجھے اپنے خواص میں سے نہیں سمجھتے۔ میرا گمان تو یہ تھا کہ میں اس نیاز مندی کو اپنے سے ظاہر کروں اور ان کو چھوڑ دوں اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ میری اس روگردانی کو اچھا سمجھیں گے اگرچہ ضروری ہے کہ میرے چچازاد بھائی بنوامیہ میرے وارث نہیں۔ یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اس سے کہ بنو عم کے علاوہ کوئی اور لوگ میرے وارث بنیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بنوامیہ عبد مناف میں بنو عبدالمطلب کے شریک ہیں کیونکہ عبد مناف کے چار بیٹے تھے عبد شمس کی اولاد میں سے بنوامیہ ہیں۔ مطلب اور ھاشم جن سے بنوھاشم ہیں۔ بنوامیہ سے حضرت ابن عباسؓ اور محمد بن حنفیہؒ کا نسب زیادہ قریب ہے۔ بنواسد کی نسبۃ جو خویلہ کا باپ ہے۔ واللہ ان وصلونی ... یہاں کلام میں تقدم و تاخر ہے۔ اثر التویتات۔ مقدم ہے۔ اور ان وصلوتی مؤخر ہے۔ قد نیتہ۔ یعنی تبختر کی چال۔ توی ذنبہ ... کتا جب تنگ ہوتا ہے۔ تو وہ دم سمیٹ لیتا ہے۔ یہ کنایہ ہے کہ مالی امور سے عاجز ہو گیا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عبدالملک بن مروان نے عراق وغیرہ ان سے چھین لیا ان کے بھائی مصعب کو قتل کر دیا ابن الزبیر مجبور ہو کر مکہ میں شہید ہو گئے۔ اس روایت کی تفصیل اگلی روایت کرتی ہے۔ یتعلی علی یعنی میرے پاس روگردانی کر کے برتری حاصل کرنا چاہتا ہے یربینی غیر ھم ... تربیت کے معنی جس طرح پرورش کے آتے ہیں۔ ایسے سزا دینے اور حکم دینے کے بھی آتے ہیں۔ یہاں دونو معنی ہو سکتے ہیں۔ غرضیکہ ان تینوں روایات کو ملانے سے معنی زیادہ واضح ہوتے ہیں۔ اور تیسری روایت میں دوسری روایت کے مقابل میں تربیہ کے معنی سختی کرنے کے ہو سکتے ہیں۔ مگر ظاہر معنی پرورش کرنے کے ہیں۔

باب قَوْلِهٖ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَتَاَلَّفُهُمْ بِالْعَطِيَّةِ

حدیث (۴۳۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍؓ قَالَ بُعِثَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهُ بَيْنَ اَرْبَعَةٍ وَقَالَ اَتَاَلَّفُهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَا عَدَلْتَ فَقَالَ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت علیؓ نے کچھ مال بھیجا جس کو آپؐ نے چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ میں ان کی دل رکھنی کرنا چاہتا ہوں ایک آدمی ذوالخویصرہ اٹھ کر کہنے لگا آپؐ نے انصاف نہیں کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو دین سے نکل جائیں گے۔

باب قَوْلِهِ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَلْمِزُوْنَ يَعِيْبُوْنَ جُهْدَ هُمْ وَ جَهْدَهُمْ طَاقَتَهُمْ

حدیث (۴۳۱۴) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيْ قَالَ لَمَّا اُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ كُنَّا نَتَحَامَلُ فَجَاءَ اَبُوْ عَقِيْلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ وَجَاءَ اِنْسَانٌ بِاَكْثَرَ مِنْهُ فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هٰذَا وَمَا فَعَلَ هٰذَا الْاٰخَرُ اِلَّا رِيَاءً فَنَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں صدقہ و خیرات کا حکم دیا جاتا تو ہمارے پاس مال ہوتا نہیں تو ہم بار برداری محنت مزدوری کرتے تو ابو عقیل نصف صاع۔ دو سیر گندم لائے تو دوسرا انسان اس سے زیادہ لایا تو منافقین کہتے۔ اللہ تعالے اس تھوڑے سے صدقے سے بے پرواہ ہے اور جو زیادہ لایا ہے اس لئے ایسا نام و نمود کے لئے کیا ہے۔ تو آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ منافقین میں سے بعض وہ لوگ جو ان مؤمنین پر عیب چینی کرتے ہیں جو صدقات میں فرماں برداری کرنے والے ہیں۔ کہ زیادہ سے زیادہ خرچ کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی عیب لگاتے ہیں جو اپنی طاقت سے زیادہ نہیں رکھتے۔

حدیث (۴۳۱۵) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُ بِالصَّدَقَةِ فَيَحْتَالُ اَحَدُنَا حَتّٰى يَجِيْءَ بِالْمُدِّ وَاِنَّ لِاَحَدِهِمُ الْيَوْمَ مِائَةَ اَلْفٍ كَاَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاری فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں صدقہ و خیرات کا حکم دیتے ہم میں سے ایک محنت مزدوری کر کے ایک سیر گندم لے آتا۔ اور آج ان میں سے ایک کے پاس ایک لاکھ روپے ہے پھر بھی خیرات نہیں کرتا راوی کہتے ہیں کہ اس سے اپنی ذات کی طرف اشارہ تھا کہ ہم آج مال کثیر کے مالک ہیں لیکن خرچ کرنے سے ہچکاتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ما فعل ھذا الاخر کہتے ہیں کے وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے اور بعض نے حضرت عثمان بن عفانؓ کا نام لیا جنہوں نے دو ہزار درہم اور بعض نے چار ہزار درہم لانے کا ذکر ہے تو منافقین نے کہا کہ یہ تو ریاکاری کی وجہ سے دے رہے ہیں۔

باب اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً

حدیث (۴۳۱۶) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی منافق کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا مخلص صحابی عبداللہ بن

جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ اَنْ يُعْطِيَهُ قَمِيْصَهُ يُكَفِّنُ فِيْهِ اَبَاهُ فَاَعْطَاهُ ثُمَّ سَأَلَهُ اَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ فَقَامَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ رَبُّكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا خَيَّرَنِيَ اللّٰهُ فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَاتَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ..وَسَازِيْدُهُ عَلَى السَّبْعِيْنَ قَالَ اِنَّهُ مُنَافِقٌ قَالَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَلَاتَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ .....

عبد اللہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے عرض کی کہ آپ اپنی قمیص مبارک عطا فرمائیں تاکہ وہ اس میں اپنے باپ کو کفنا سکے پس آپؐ نے قمیص عطا کر دی پھر اس نے دوسری درخواست کی کہ آپؐ انکی نماز جنازہ پڑھادیں آپؐ نماز پڑھانے کے ارادہ سے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔اور جناب رسول اللہ ﷺ کا کپڑا پکڑ کر کہنے لگے یارسول اللہ آپؐ اس کا جنازہ پڑھتے ہیں جس کے لئے دعا کرنے سے تیرے رب نے آپ کو روک دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالے نے مجھے اختیار دیا ہے کہ آپؐ ان منافقین کے لئے مغفرت طلب کریں۔یا نہ کریں اگر آپؐ ستر دفعہ بھی مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالے انہیں معاف نہیں کریگا۔آپؐ نے فرمایا میں ستر سے زیادتی کرلونگا فرمایا وہ تو منافق ہے فرماتے ہیں بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کا نماز جنازہ پڑھی جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ترجمہ۔کہ ان منافقین میں سے جو بھی مرجائے آپ انکی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا کریں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔اگرچہ عرف میں اس طرز کلام کے معنی یہی ہیں کہ آپ ان کے لئے استغفار مت کریں لیکن لغت کے اعتبار سے کلمہ اوا کی وجہ سے تخییر مراد ہوسکتی ہے۔اور ایسے۔سبعین مرۃ کے عرفی معنی روکنے کے ہیں لیکن لغت میں یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ ستر دفعہ بھی استغفار کرنے پر مغفرت نہیں کرینگے۔اس سے زائد میں قبول ہوگی یا یہ مسکوت عنہ کے درجہ میں ہے۔اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا۔تو حضرت عمرؓ نے دامن پکڑ لیا کیونکہ عرفی معنی کے اعتبار سے اس سے ممانعت معلوم ہوتی ہے مگر جیسے فقہا فرماتے ہیں کہ ایک کلام کے سو معانی ہوں ان میں سے ننانوے میں کفر کا احتمال ہو۔اور صرف ایک معنی میں اسلام کا احتمال ہو تو الاسلام یعلو ولا یعلی کے تحت ایسے شخص کو مسلمان کہا جائیگا۔اسکی تکفیر نہ کی جائیگی۔اسی طرح آپ نے بھی تو مقتضائے نبوت کے مطابق معانی قریبہ کو ترک کر کے معانی بعیدہ کو اختیار کیا۔لیکن جب ممانعت صراحۃ آگئی تب آپؐ رک گئے۔اگر شبہ ہو کہ قرآن مجید میں۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار اوریاایها النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیهم کے تغلیظی الفاظ موجود ہیں بایں ہمہ آپؐ کبھی رئیس المنافقین کے لئے قمیص عطا فرماتے ہیں کبھی نماز پڑھاتے ہیں کبھی استغفار کرتے ہیں۔حالانکہ عبد اللہ بن ابی

منافقین کا سردار ہے۔ قصہ افک میں اس نے طوفان برپا کیا۔ غزوہ احد میں اپنے تین سو افراد کو الگ کر کے لے گیا۔ غرضیکہ اس نے آپ کی آٹھ سالہ مدنی زندگی کو تلخ کر دیا تھا۔ یہ حسن سلوک آپؐ کے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے تھا۔ جن سے لوگوں کو یقین ہو گیا۔ کہ آنحضرت ﷺ میں نفسانیت اورانانیت نہیں ہے۔ یقیناً یہ نبی ہیں جیسے بابر نے کہا کہ اسلام احسان اور تلطف کی تلوار سے پھیلا۔ ہم ان اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر خود اس کے قبیلہ کے ہزاروں آدمی مسلمان ہو گئے۔ بلکہ سب اہل عرب پر اس کا گہرا اثر پڑا۔ چند منافقین رہ گئے ورنہ سارا عرب مسلمان ہو گیا۔ یہ تبلیغی مصالح تھے جو بار آور ثابت ہوئے۔

حدیث(۴۳۱۷) حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ عَنْ ... عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ اُبَیِّ بْنُ سَلُوْلَ دُعِیَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِیُصَلِّیَ عَلَیْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَثَبْتُ اِلَیْهِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُصَلِّیْ عَلٰی ابْنِ اُبَیٍّ وَقَدْ قَالَ یَوْمَ کَذَا وَ کَذَا وَ کَذَا قَالَ اُعَدِّدُ عَلَیْهِ قَوْلَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اَخِّرْ عَنِّیْ یَا عُمَرُؓ فَلَمَّا اَکْثَرْتُ عَلَیْهِ قَالَ اِنِّیْ خُیِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ اَعْلَمُ اَنِّیْ اِنْ زِدْتُ عَلَی السَّبْعِیْنَ یُغْفَرْ لَهٗ لَزِدْتُ عَلَیْهَا قَالَ فَصَلّٰی عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ یَمْکُثْ اِلَّا یَسِیْرًا حَتّٰی نَزَلَتِ الْاٰیَتَانِ مِنْ بَرَآئَةَ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ اِلٰی قَوْلِهٖ وَهُمْ فٰسِقُوْنَ قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ...

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا جب آپ رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ کے لئے کھڑے تو میں کود کر آپ کی طرف گیا اور میں نے کہا یارسول اللہ ! کیا آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ جس نے فلاں دن اس اس طرح کہا تھا۔ اس کی باتیں گنوا تا تھا۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے اور فرمایا اے عمر! میرے سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ پس جب میں نے بہت اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا۔ جس کو میں نے پسند کر لیا اگر مجھے علم ہو تا کہ ستر دفعہ سے زائد کرنے پر اللہ تعالے اس کی مغفرت فرمادیں گے تو میں اس سے بھی زیادہ کرتا بہر حال جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔ پھر جب فارغ ہو کر پھرے تو ابھی تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہونگے سورہ براۃ کی دو آیات نازل ہوئیں۔ کہ آپ ان منافقین کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھائیں اور نہ ہی ان کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا کریں۔ چونکہ یہ لوگ بہت فاسق بد معاش ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی جرأت پر تعجب ہوا جو میں نے رسول ﷺ پر کی تھی حالانکہ مصلحتیں تو اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔

باب قَوْلِهٖ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ

حدیث(۴۳۱۸) حَدَّثَنِی اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَیٍّ جَاءَ ابْنُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَعْطَاهُ قَمِیْصَهٗ وَاَمَرَهٗ اَنْ یُّکَفِّنَهٗ فِیْهِ ثُمَّ قَالَ یُصَلِّیْ عَلَیْهِ فَاَخَذَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِثَوْبِهٖ فَقَالَ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ وَهُوَ مُنَافِقٌ وَقَدْ نَهَاكَ اللّٰهُ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قَالَ اِنَّمَا خَیَّرَنِیَ اللّٰهُ اَوْ اَخْبَرَنِی اللّٰهُ فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ قَالَ سَاَزِیْدُهٗ عَلٰی سَبْعِیْنَ قَالَ فَصَلّٰی عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصَلَّیْنَا مَعَهٗ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْهِ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب عبداللہ ابن ابی کی وفات ہوئی۔ تو اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ مخلص صحابی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے انہیں اپنی قمیص دے کر حکم دیا کہ اس کو اس قمیص میں کفناؤ۔ پھر آپؐ اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ کا دامن پکڑ لیا۔ اور فرمایا آپؐ اس کا نماز جنازہ پڑھتے ہیں جو منافق ہے۔ اور اللہ تعالے نے آپ کو انکی بخشش طلب کرنے سے روک دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مجھے اللہ تعالے نے اختیار دیا ہے۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ اگر آپؐ استغفار کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ستر مرتبہ ان کے لئے مغفرت طلب کریں پھر بھی اللہ تعالے ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ آپؐ نے فرمایا میں ستر پر زیادہ کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی ہم نے بھی آپؐ کے ہمراہ نماز پڑھی پھر آپؐ پر یہ آیت اتاری گئی لا تصل علی احد ولا تقم علی قبرہ ......

باب قَوْلِهٖ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ

حدیث(۴۳۱۹) حَدَّثَنَا یَحْیٰی اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِیْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ وَاللّٰهِ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنْ نِّعْمَةٍ بَعْدَ اِذْ هَدَانِیَ اللّٰهُ اَعْظَمَ مِنْ صِدْقِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ لَّا اَكُوْنَ كَذَبْتُهٗ فَاَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا حِیْنَ اُنْزِلَ الْوَحْیُ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ.....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ کعب بن مالک سے میں نے سنا جبکہ وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ واللہ! اسلام کی ہدایت کے بعد اللہ تعالے کی نعمتوں میں مجھ پر سب سے بڑا انعام اللہ تعالے کا یہ ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سچ سچ کہہ دیا میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اگر خدا نخواستہ ایسا ہوتا

تو میں بھی ایسے ہلاک ہو تا جیسے جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے جبکہ ان کے بارے میں وحی اتاری گئی۔ ترجمہ۔ کہ جب آپ لوگ ان کے پاس واپس آئیں گے تو یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم لوگ ان سے درگزر کرو پس اے مسلمانو! اب آپ اگر ان سے روگردانی کرلیں۔ یہ گندے لوگ ہیں ان کا ٹھکانا جھنم ہے۔ جو ان کے کئے کی سزا ہو گی۔

باب قوله يحلفون لكم لترضوا عنهم فان ترضوا عنهم فان الله لا يرضى عن القوم الفاسقين وقوله وَآخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

حديث (۴۳۲۰) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ.... حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَنَا اَتَانِيْ اللَّيْلَةَ آتِيَانِ فَابْتَعَثَانِيْ فَانْتَهَيْنَا اِلٰى مَدِيْنَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ كَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَاءٍ قَالَا لَهُمْ اذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِيْ ذٰلِكَ النَّهْرِ فَوَقَعُوْا فِيْهِ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ فَصَارُوْا فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَا لِيْ هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَا اَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيْحٌ فَاِنَّهُمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.....

ترجمہ۔ حضرت سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات دو آنے والوں نے مجھے آکر اٹھایا تو ہم ایک ایسے شہر تک پہنچے جس کو ایک سونے کی اور دوسری چاندی کی اینٹ سے بنایا گیا تھا۔ پس وہاں ہمیں کچھ ایسے آدمی ملے جن کے آدھے تمھارے دیکھے ہوئے میں سے بہت ہی خوبصورت اور آدھے تمھارے دیکھے ہوئے میں سے بدترین شکل کے تھے۔ تو ان دو فرشتوں نے ان بدصورت لوگوں سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں غوطہ لگاؤ چنانچہ انہوں نے جاکر غوطہ لگایا۔ پھر جب وہ ہمارے پاس لوٹے تو وہ بدصورتی ان سے زائل ہو چکی تھی۔ پس وہ بہترین شکل میں ہو گئے تھے انہی فرشتوں نے مجھے کہا کہ یہ عدن کا باغ ہے اور یہ آپ کا گھر ہے۔ پھر انہوں نے بتلایا کہ وہ لوگ جن میں سے کچھ خوبصورت تھے اور کچھ بدشکل تھے پس یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے کچھ نیک اور کچھ برے عمل خلط ملط کئے تھے۔ سو اللہ تعالے نے انہیں معافی دے دی۔

باب قَوْلِهٖ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ

حدیث(۴۳۲۱)حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ سَعِيدِابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيهِ قَالَ لَمَّاحَضَرَتْ اَبَاطَالِبِ الْوَفَاةُدَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدَهُ اَبُوْ جَهْلٍ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي اُمَيَّةَفَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَيْ عَمِّ قُلْ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوجَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي اُمَيَّةَيَا اَبَاطَالِبِ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِعَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ اُنْهَ عَنْكَ فَنَزَلَتْ مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ.......

ترجمہ۔ حضرت سعید بن میسّب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی موت کا وقت آیا تو جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ جبکہ اسکے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بیٹھے تھے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے چچا جان آپ کلمہ لاالہ الااللہ پڑھ کر اللہ کی توحید کا اقرار کر لیں۔ تاکہ میں اس کی بدولت تیرے لئے اللہ تعالے کے پاس جھگڑ سکوں۔ جس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے اس سے کہا کہ۔ اے ابو طالب کیا تم ملۃ عبد المطلب سے روگردانی کر رہے ہو تو وہ رک گیا جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تیری بخشش کی دعا کرتا رہونگا جب تک کہ مجھے تمھاری دعا سے نہ روکا جائے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ کہ نبی اور مومنوں کے لائق نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت طلب کریں۔ اگرچہ وہ انکے قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔ بعد اس کے کہ ان پر واضح ہو گیا وہ تو جہنمی لوگ ہیں۔

باب قَوْلِهٖ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ

حدیث(۴۳۲۲)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَعَلَى الثَّلَاثَةِالَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ..قَالَ فِيْ آخِرِ حَدِيْثِهٖ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةًاِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ.

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالک اپنی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالے نے ان تین آدمیوں کی توبہ قبول فرمائی جن کا معاملہ موخر کیا گیا تھا تو آخر حدیث میں انہوں نے فرمایا بیشک میری توبہ میں سے یہ ہی کہ میں اپنے مال سے الگ تھلگ ہو جاؤں جو جہاد میں شرکت سے مانع رہا اور میرا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے صدقہ ہے۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مال کا کچھ حصہ روک لو وہ تمھارے گزر بسر کے لئے بہتر ہو گا۔

باب قَوْلِهٖ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا

حدیث(۴۳۲۳)حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ هُوَ اَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ تِيْبَ

ترجمہ۔ حضرت کعب بن مالک جو ان تین آدمیوں میں سے ایک تھے جنکی توبہ قبول ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ کبھی

عَلَيْهِمْ اَنَّهٗ لَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ
غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ غَيْرَ غَزْوَتَيْنِ غَزْوَةِ الْعُسْرَةِ وَغَزْوَةِ
بَدْرٍ قَالَ فَاَجْمَعْتُ صِدْقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ضُحًى
وَكَانَ قَلَّمَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ سَافَرَهٗ اِلَّا ضُحًى وَكَانَ
يَبْدَءُ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ
عَنْ كَلَامِيْ وَكَلَامِ صَاحِبَيَّ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ كَلَامِ
اَحَدٍ مِنَ الْمُتَخَلِّفِيْنَ غَيْرِنَا فَاجْتَنَبَ النَّاسُ كَلَامَنَا
فَلَبِثْتُ كَذٰلِكَ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ الْاَمْرُ وَمَا مِنْ شَيْءٍ
اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فَلَا يُصَلِّيَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ
اَوْ يَمُوْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَكُوْنَ مِنَ النَّاسِ بِتِلْكَ
الْمَنْزِلَةِ فَلَا يُكَلِّمُنِيْ اَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ
فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَوْبَتَنَا عَلٰى نَبِيِّهٖ ﷺ حِيْنَ بَقِيَ الثُّلُثُ
الْاٰخِرُ مِنَ اللَّيْلِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ اُمِّ سَلَمَةَ
وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مُحْسِنَةً فِيْ شَاْنِيْ مَعْنِيَّةً فِيْ
اَمْرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا اُمَّ سَلَمَةَ تِيْبَ عَلٰى
كَعْبٍ قَالَتْ اَفَلَا اُرْسِلُ اِلَيْهِ فَاُبَشِّرُهٗ قَالَ اِذًا
يَحْطِفُكُمُ النَّاسُ فَيَمْنَعُوْنَكُمُ النَّوْمَ سَائِرَ اللَّيْلَةِ
حَتّٰى اِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الْفَجْرِ اٰذَنَ
بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَكَانَ اِذَا اسْتَبْشَرَ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ
حَتّٰى كَاَنَّهٗ قِطْعَةٌ مِنَ الْقَمَرِ وَكُنَّا اَيُّهَا الثَّلٰثَةُ الَّذِيْنَ
خُلِّفُوْا خلفنا عَنِ الْاَمْرِ الَّذِيْ قُبِلَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ

کسی غزوہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہے سوائے
ان دو غزوے یعنی غزوہ عسرۃ اور غزوہ بدر کے۔ فرماتے ہیں کہ
میں نے دل میں پکا عہد کر لیا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے
چاشت کے وقت سچ ہی کہوں گا اور آنجناب ﷺ کی عادت
مبارکہ تھی کہ جب بھی کسی سفر سے واپس آتے تو چاشت کے
وقت تشریف لاتے ابتدا مسجد سے کرتے وہاں دو رکعت تحیۃ
المسجد ادا کرتے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے اور میرے
دونوں ساتھیوں سے سلام وکلام بالکل روک دیا تھا۔ اور ہمارے
سوا دوسرے پیچھے رہنے والوں میں سے کسی کے کلام کرنے سے
نہیں روکا تھا پس لوگ ہمارے سلام وکلام کرنے سے بچتے تھے
کچھ عرصہ تک میں اسی حال پر ٹھہرا رہا۔ یہانتک کہ معاملہ لمبا
ہو گیا۔ اور مجھے سوائے اس کے کسی چیز کا غم نہیں تھا۔ کہ اگر میں
مر گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ میرا جنازہ نہیں پڑھیںگے۔ یا جناب
رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا میں تو لوگوں سے اسی حال میں رہا
تو ان میں سے نہ تو کوئی بعد ازاں میرے سے کلام کرے گا اور نہ
کوئی ہماری نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔ پس اللہ تعالے نے اپنے
نبی اکرم ﷺ پر ہماری توبہ کے متعلق وحی اس وقت نازل فرمائی
کہ ابھی رات کا آخری تیسرا حصہ باقی تھا۔ اور جناب رسول اللہ
ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے پاس تھے۔ اور حضرت ام سلمہؓ میرے
بارے میں اچھی رائے رکھنے والی تھی اور میری اعانت کرنے والی
تھیں۔ یا میرا لحاظ رکھنے والی تھیں۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ حضرت کعبؓ کی توبہ قبول ہو گئی
انہوں نے فرمایا کیا میں ابھی اس کے پاس آدمی بھیج کر بشارت
سنا دوں۔ آپؐ نے فرمایا اس وقت تو لوگ آپ لوگوں پر

اعْتَذَرُوْا حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَنَا التَّوْبَةَ فَلَمَّا ذُكِرَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمُتَخَلِّفِيْنَ وَاعْتَذَرُوْا بِالْبَاطِلِ ذُكِرُوْا بِشَرِّ مَا ذُكِرَ بِهٖ اَحَدٌ قَالَ اللّٰهُ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ...

ازدہام کردیں گے پس تمہیں بقیہ رات کی نیند سے روک دینگے بہر حال جب جناب رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو آپ ؐ نے ہماری توبہ اللہ تعالے کے قبول کر لینے کی اطلاع دی اور آنحضرت ﷺ جب کبھی خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ انور ایسے چمکتا تھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔اور ہم وہ تین لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے ہمارے معاملہ کو ان لوگوں کے معاملہ سے پیچھے کر دیا گیا تھا جن لوگوں کی معذرت کی بنا پر توبہ قبول کر لی گئی تھی یہاں تک اللہ تعالے نے ہمارے لئے توبہ کا حکم نازل فرمایا۔ پس جب ان لوگوں کا ذکر کیا جاتا جن پیچھے رہ جانے والوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا اور غلط طور پر عذر داری بیان کی۔ تو ان کو اس برے طریقہ سے یاد کیا جاتا جس برے طریقہ سے کوئی یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے فرماتے ہیں جب آپ لوگ ان کے پاس واپس لوٹے تو یہ لوگ تمہاری طرف عذر بہانے کریں گے آپ ؐ فرمادیں عذر معذرت مت کرو۔ ہم تم پر اعتبار نہیں کرتے۔ ہمیں تمہاری باتوں سے اللہ تعالے نے خبر دار کر دیا ہے۔ پس اب تو اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال کو دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو۔

باب قوله يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ

ترجمہ۔اے ایمان والو! اللہ تعالے سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

حديث (٤٣٢٤) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوْكَ فَوَ اللّٰهِ مَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَبْلَاهُ اللّٰهُ فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ اَحْسَنَ مِمَّا اَبْلَانِيْ مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا كَذِبًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﷺ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ......

ترجمہ۔حضرت کعب بن مالک ؓ اپنی حدیث بیان کرتے ہیں جبکہ وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے فرماتے ہیں فرمایا اللہ کی قسم! میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کو اللہ تعالے نے سچی بات کہنے میں اچھی طرح آزمایا ہو۔ جس طرح مجھے اس نے آزمایا جب سے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس سچائی کا ذکر کیا اس وقت سے آج تک میں نے کبھی بھی جھوٹ کہنے کا قصد نہیں کیا۔ پس اللہ تعالے نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی۔ لقد تاب اللہ سے لیکر کونوا مع الصادقین تک۔

باب قوله لقد جائكم رسول من انفسكم عزيز عليه ماعنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف الرحيم من الرأفة

حدیث (٤٣٢٥) حدثنا ابو اليمان ...

ان زيد بن ثابت الانصاري وكان ممن يكتب الوحي قال ارسل الي ابو بكر مقتل اهل اليمامة وعنده عمر فقال ابو بكر ان عمر اتاني فقال ان القتل قد استحر يوم اليمامة بالناس واني اخشى ان يستحر القتل بالقراء في المواطن فيذهب كثير من القران الا ان تجمعوه واني لارى تجمع القران قال ابو بكر قلت لعمر كيف افعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عمر هو والله خير فلم يزل عمر يراجعني فيه حتى شرح الله لذالك صدري ورأيت الذي رأى عمر قال زيد بن ثابت وعمر عنده جالس لا يتكلم فقال ابو بكر انك رجل شاب عاقل ولا نتهمك كنت تكتب الوحي لرسول الله فتتبع القران فاجمعه فوالله لو كلفني نقل جبل من الجبال ما كان اثقل علي مما امرني به من جمع القران قلت كيف تفعلان شيئا لم يفعله النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابو بكر هو والله خير فلم ازل اراجعه حتى شرح الله صدري للذي شرح الله له صدر ابي بكر وعمر

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابت الانصاری جوان لوگوں میں سے تھے جو وحی الٰہی لکھا کرتے تھے فرماتے ہیں۔ کہ یمامہ کی لڑائی میں صحابہ کرام کے قتل ہو جانے کے موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ نے میرے پاس قاصد بھیجا جبکہ حضرت عمرؓ آپ کے پاس تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ میرے پاس آکر کہنے لگے کہ یمامہ کی لڑائی میں صحابہ کرام کا قتل سخت کثرت سے ہو گیا۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر اسی طرح قرأصحابہ کرامؓ کا قتل کئی لڑائیوں میں سخت ہوتا رہا تو قران مجید کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائیگا۔ کیونکہ جب حافظ قران نہیں رہیں گے تو قران کیسے باقی رہے گا۔ تو میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ قران مجید کو اوراق میں جمع کرو میری رائے یہ ہے کہ قران مجید کو اوراق اور سینوں سے جمع کر لیا جائے۔ ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں وہ کام کیسے کروں جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا واللہ یہ بہتر کام ہے۔ جس میں امت کی بھلائی ہے پھر برابر وہ بار بار اسے دہراتے رہے یہانتک کہ اللہ تعالے نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا۔ اور میں بھی وہی سمجھنے لگا جو حضرت عمرؓ نے سمجھا تھا حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان کے پاس چپکے بیٹھے تھے بات نہیں کرتے تھے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے زید۔ تم نوجوان سمجھدار ہو۔ اور ہم نے کبھی جھوٹ کی تہمت بھی تم پر نہیں لگائی اور آپ جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی لکھتے رہے ہیں۔

فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُهٗ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْاَكْتَافِ وَالْعُسُبِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُ مِنْ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ اٰيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ لَمْ اَجِدْهُمَا مَعَ اَحَدٍ غَيْرِهٖ لَقَدْجَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اِلٰى اٰخِرِهَا وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِيْ جُمِعَ فِيْهَا الْقُرْاٰنُ عِنْدَ اَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ تَابَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ مَعَ خُزَيْمَةَ اَوْ اَبِيْ خُزَيْمَةَ فان تولوافقل حسبی اللّٰہ لاالٰہ الاھو علیه توکلت وھو رب العر ش العظیم ....

پس آپ قرآن مجید کو تلاش کر کے جمع کریں پس اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کی نقل مکانی کرنے کی تکلیف دیتے۔ تو وہ مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا۔ جسقدر جمع قرآن ثقیل تھا۔ جس کا انہوں نے مجھے حکم دیا تھا۔ پھر بھی میں نے ٹالنے کے لئے کہا کہ آپ دونوں شیخ وہ کام کیوں کرتے ہیں جسکو جناب نبی اکرم ﷺ نے نہیں کیا تو ابو بکرؓ بولے واللہ یہ کام بہتر ہے۔ پس میں برابر اسے دہراتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالے نے میرا سینہ بھی اس کام کیلئے کھول دیا۔ جس کے لئے اللہ تعالے نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سینہ کو کھولا تھا۔ پس میں اس کام کے لئے کھڑا ہو گیا۔ پس میں نے لکھے ہوئے قرآن کو تلاش کر کے جمع کرنا شروع کیا تو میں اسنے کاغذ کے ورقوں سے کتیف کی ہڈیوں سے اور کھجور کی چھڑیوں سے اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سورۃ توبہ کی آخری دو آیات مجھے خزیمہ انصاری کے پاس ملیں۔ اس کے سوا میں نے اور کسی کے پاس ان کو لکھا ہوا نہ پایا۔ لقدجائکم رسول تو یہ صحیفے حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالے نے ان کو وفات دی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالے نے انہیں وفات دے دی۔ پھر حضرت عمرؓ کی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس رہے۔ عثمان بن عمرو نے اس کی متابعت کی ہے۔ اور سند کے آخر میں کہا۔ مع خزیمه یا مع ابی خزیمه ۔دوسری آیت۔فان تولوا فقل حسبی اللّٰہ لاالٰہ ھو علیه توکلت وھو رب العرش العظیم ---ہے۔

تشریح از مدنیؒ۔ جنگ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوئی تھی اس میں ایک ہزار سے زائد مسلمان شہید ہوئے بعض نے بارہ سو بتائے ہیں۔ اور بعض نے چودہ سو۔ ان میں سے زیادہ تر حفاظ تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کو فکر لاحق ہوئی کہ حفاظ اگر اس طرح لڑائیوں میں کام آتے رہے تو پھر قرآن مجید کی حفاظت کا کیا انتظام ہوگا شیخین میں مشورہ ہوا حضرت زید بن ثابت انصاری کاتب وحی کو قرآن جمع کرنے کا حکم ہوا۔ جس نے پہلے تو اسے بدعۃ سمجھا پھر شیخین کی طرح اللہ تعالے نے ان کا بھی شرح صدر کر دیا تو جمع قرآن فی المصاحف کا کام شروع ہوا اس سے معلوم ہوا کہ محض وہی کام سنۃ نہیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہوا ہو اور جو نہ ہوا ہو وہ بدعت ہو بلکہ ضابطہ یہ ہے کہ جو چیز مامور بہ کا موقوف علیہ ہے وہ اگر واجب ہے تو یہ بھی واجب اگر وہ فرض ہے تو یہ بھی فرض ہوگا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہے اہل لسان کو زبر زیر لگانے کی ضرورت نہیں ہے عجمیوں میں قرآن مجید زبر زیر کے ساتھ پڑھا جائیگا

وہ آجر ضرور ہونگے۔ ایسے ہم لوگ قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے مامور ہیں۔ جو جمع کرنے پر موقوف ہے تو جمع قرآن بدعت نہ ہوگا رقاع جمع رقع کی معنے ٹکڑے کے خواہ وہ کاغذ کا ہو یا چمڑے کا۔ عسب عسیب کی جمع ہے۔ کھجور کی شاخ جو جوڑی ہوتی ہے اس پر قرآن مجید لکھا جاتا تھا بہر حال اس طرح حضرت عثمانؓ کے دور میں صرف لغۃ قریش پر جمع کرنے کا اتفاق ہوا تا کہ امت میں اختلاف رونما نہ ہو اسلیئے وہ جامع القران کہلائے۔

سُورَةُ يُونُسَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَاخْتَلَطَ فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ مُحَمَّدٌ ﷺ وَقَالَ مُجَاهِدٌ خَيْرٌ يُقَالُ تِلْكَ آيَاتُ يَعْنِيْ هٰذِهِ اَعْلَامُ الْقُرْاٰنِ وَمِثْلُهُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ اَلْمَعْنٰى بِكُمْ دَعْوَاهُمْ دُعَاءُ هُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَنَوْا مِنَ الْهَلَكَةِ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ فَاتَّبَعَهُمْ وَاَتْبَعَهُمْ وَاحِدٌ عَدْوًا مِنَ الْعُدْوَانِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ قَوْلُ الْاِنْسَانِ لِوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ اِذَا غَضِبَ اللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ لَهٗ فِيْهِ وَالْعَنْهُ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ لَاُهْلِكَ مَنْ دُعِيَ عَلَيْهِ وَلَاَمَاتَهٗ اَحْسَنُوْا الْحُسْنٰى مِثْلُهَا

ترجمہ۔ فاختلط به نبات الارض۔ یعنی پانی کے ذریعہ ہر قسم کی انگوری پیدا ہوئی۔ اور کفار کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اولاد اختیار کی۔ وہ پاک ہے اولاد سے بے پرواہ ہے وہ سب کام خود چلانے والا ہے اسے اولاد کی کیا ضرورت ہے۔ ان لهم قدم صدق میں زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس سے جناب محمد ﷺ مراد ہیں مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے خیر مراد ہے تلك ایات کہا جاتا ہے کہ تلك سے اسم اشارہ قریب مراد ہے اور آیات سے قرآن مجید کی نشانیاں مراد ہیں۔ اور اس کے مثل ہے جرین بهم ربكم دعواهم معنے دعاء هم احيط معنے ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ اسی سے۔ احاطت به خطيئته ہے۔ فا تبعهم واتبعهم باب افتعال اور افعال ایک ہیں عدوا عدوا ن مجاہد کی تفسیر ہے۔ لو یعجل اللہ جیسے انسان اپنی اولاد اور مال سے کہتا ہے اے اللہ تو اس میں برکت نہ دے اور اس پر لعنت کر۔ یقضی الیهم اجلهم کہ جس پر

6/2

حُسۡنٰی وَزِیَادَۃٌ مَغۡفِرَۃٌ وَقَالَ غَیۡرُہٗ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجۡھِہٖ الۡکِبۡرِیَاءُ اَلۡمُلۡکُ ..... بد دعا کی گئی اس کو ہلاک کر دے۔ اور اس کو موت دے دے احسن الحسنی ۔میں حسنی تو نیکی کا بدلہ نیکی اور زیادۃ سے مغفرت مراد ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ زیادہ سے مراد اللہ تعالےٰ کی ذات کی طرف دیکھنا ہے۔ اورلہ الکبر یاء ۔سے ملک مراد ہے۔ قدم کے معنی پیش خیمہ کے ہیں۔ اور جب صدق سے مراد خیر ہو تو پھر قدم بمعنے مقدم کے ہو گا یعنی خیر کو ان کے لئے پہلے سے رکھ رکھا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔فنبت ۶۷۶۔۶۶ فاختلط ۔کا ظاہر تقاضا کرتا تھا کہ اختلاط سے پہلے نبات کا وجود ہو۔ اسلئے اسکی تفسیر کی ضرورت پیش آئی کہ اختلاف سے نبت مراد ہے۔ چونکہ انگوری کا اگنا جلدی ہو تا ہے۔ تو گویا کہ جب پانی اترا اس نبات اگ گئی اس کو فاختلط الماء بالنبات سے تعبیر کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔اس کی توضیح یوں ہے کہ سورہ یونس میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ انمامثل الحیو ۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض ممایا کل الناس الایۃ چونکہ اصل باءؔ میں الصاق ہے۔ تو ظاہر آیت سے معلوم ہو تا ہے۔ کہ نبات الارض پانی سے مل گئی گویا کہ اس کا وجود اختلاط سے پہلے کا ہے۔ حالانکہ اختلاط کے بعد انگوری پیدا ہوتی ہے۔ تو ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر اختلط بمعنے نبت سے فرمائی پھر شیخ گنگوہیؒ نے اسکی توجیہ میں فرمایا کہ انگوری کے جلدی اگنے کو اختلط سے تعبیر کیا گیا۔ اور عام مفسرین کے نزدیک یہ باسبیۃ کا ہے۔ چنانچہ جلالین میں ہے۔ فا ختلط بہ او بسببہ نبات الارض ۔کہ بعض بعض سے چپک گیا امام رازیؒ کی اس کی تفسیر میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو باسبیت کی ہے فاختلط بہ نبات الارض او بسبب ھذ المأ النازل من اسماء یعنی بارش کی وجہ سے قسم قسم کی انگوریاں پیدا ہوئیں جو ایک دوسرے سے مل گئیں ۔ گویا وہ نزول المطر سے پہلے نہیں اگی تھیں دوسرا احتمال یہ ہے کہ بیج اگ تو گیا لیکن اس میں نمو نہیں آیا تھا۔ جب بارش اتری اور یہ انگوری اس سے مل گئی اس اتصال کی وجہ سے اب انگوری پھوٹ پڑی یقال تلک آیات ۶۷۷۔ از قطب گنگوہیؒ ۔یعنی ھذہ سے یہ بتلانا ہے۔ کہ لفظ تلک اگرچہ اسم اشارہ بعید کے لیے موضوع ہے لیکن اس جگہ یہ مراد نہیں۔ بلکہ یہی قرآنی آیات مراد ہیں دوسری کتب سماویہ کی آیات مراد نہیں ہیں تاکہ بعد کے معنی صحیح ہو سکیں۔ جیسے اس جگہ اسم اشارہ قریب کی جائے اسم اشارہ بعید کو رکھا گیا ہے۔ ایسے۔ جرین بکم۔ کی جائے۔ بھم۔ کو رکھا گیا ہے۔ تو تشبیہ محض وضع کلمہ وموضع کلمہ اخری کے اندر ہوئی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ۔تلک آیا ت الکتا ب الحکیم۔ میں تلک سے ھذہ ہے۔ اور وہ آیات اعلام القرآن ہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسم اشارہ جو غائب کے لئے ہو وہ کبھی حاضر کے لئے بھی استعمال ہو جاتا ہے۔

عربی دان حضرات اس کا نکتہ خوب سمجھتے ہیں۔ مثلہ او مثل المذکور وجہ مماثلت یہ ہے کہ جیسے تلک بمعنے ھذہ کے ہے۔ ایسے بھم بمعنے بکم کے ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلے صرف الکلام من الخطاب الی الغیبتہ ہے اور پہلے اسم اشارہ کو غائب سے حاضر کی طرف پھیر اگیا ہے اور اس میں نکتہ کلام میں مبالغہ پیدا کرنا ہے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے اس مقام کا جو حق ادا کیا ہے۔ دیگر شراح نے اس محل کا حق ادا نہیں کیا بلکہ سرے سے اسے ذکر ہی نہیں کیا۔ احسنوا الحسنی وزیادة۔ ص ۶۷۷۔۔ ۴۔۔ از شیخ گنگوہیؒ۔ چونکہ زیادۃ اس بات پر موقوف تھی کہ جو اجر احسان پر ملتا ہے۔ اسکی تعیین ہو جائے تاکہ زیادہ کی مقدار معلوم ہو سکے۔ تو فرمایا۔ مثلھا حسنی۔ یعنی محسنین کو ایک تو حسنی کو بدلہ حسنی ملے گا۔ اور اس پر مزید بر ان انعام بھی ہو گا۔ تو مثلھا حسنی۔ میں حسنی یا تو ضمیر مجرور کا بیان ہے۔ یا نسبۃ المثل الی ضمیرہ سے تمیز واقع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مثلھا حسنی کا معنی ہے کہ مثل الحسنة جزائها تو حسنی سے جزأ مراد ہوئی۔ چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس جملہ کی تفسیر تین الفاظ کی تفسیر کی محتاج ہے۔ پہلا لفظ تو للذین احسنوا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے۔ للذین ذکرو اکلمه لااله الاالله.... دوسرا لفظ الحسنی ۔ ہے ابن انباری فرماتے ہیں کہ یہ احسن کی تانیث ہے۔ اور اہل عرب ہر حالت محبوبہ پر اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ زمخشری کہتے ہیں۔ المثوبة الحسنی مراد ہے۔ اور تیسرا لفظ زیادہ ہے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔

باب قَوْلُهُ وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهُ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ نُنَجِّيْكَ نُلْقِيْكَ عَلٰى نَجْوَةٍ مِنَ الْاَرْضِ وَهُوَ النَّشَزُ الْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ۔

حدیث (۴۳۲۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَالْيَهُوْدُ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ ظَهَرَ فِيْهِ مُوْسٰى عَلٰى فِرْعَوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِاَصْحَابِهٖ اَنْتُمْ اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْهُمْ فَصُوْمُوْا۔۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں نے یوم عاشورا کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ پوچھنے پر انہوں نے بتلایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے اس کا شکریہ ادا کر رہے ہیں تو جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا تم لوگ ان کی بنسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہو پس تم بھی روزہ رکھو۔

سُوْرَۃُ ھُوْدٍ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ اَبُوْمَیْسَرَۃَ الْاَوَّاہُ الرَّحِیْمُ بِالْحَبَشِیَّۃِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَادِئَ الرَّأْیِ مَاظَھَرَ لَنَا وَقَالَ مُجَاھِدٌ الْجُوْدِیُّ جَبَلٌ بِالْجَزِیْرَۃِ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ یَسْتَھْزِؤُنَ بِہٖ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَقْلِعِیْ اَمْسِکِیْ عَصِیْبٌ شَدِیْدٌ لَاجَرَمَ بَلٰی وَفَارَالتَّنُّوْرُ نَبَعَ الْمَاءُ وَقَالَ عِکْرِمَۃُ وَجْہُ الْاَرْضِ..

ترجمہ۔ابو میسرۃ فرماتے ہیں کہ حبشی زبان میں اواہ کے معنی رحیم کے ہیں۔ابن عباس کی تفسیر ہے۔بادی الرای کے معنی جوبات ہمارے سامنے ظاہر ہوئی۔اور مجاہد فرماتے ہیں کہ جودی جزیرہ عرب میں موصل کے قریب ایک پہاڑ ہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ انك لانت الحلیم قوم کا مقصد آپ سے مذاق کرنا تھا۔ابن عباس کی تفسیر ہے اقلعی اے آسمان اپنا پانی روک لے۔عصیب کے معنی سخت اور لاجرم بمعنے بلی کیوں نہیں کے ہے۔وفار التنور۔پانی ابل پڑا اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ تنور سے روئے زمین مراد ہے۔

باب اَلَااِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْہُ وَقَالَ غَیْرُہٗ

وحاق بمعنے نزل حیق بمعنے ینزل یؤس فعول کے وزن پر مایوس ہونے والا مجاہد کی تفسیر ہے۔تبتئس بمعنے تحزن یثنون صدورھم سینہ پھیرنے سے مراد حق بات میں شک وشبہ پیدا کرنا۔یستخفو امنہ یعنی اللہ تعالے سے چھپنا چاہتے ہیں اگر ان کا بس چلے

حدیث (۴۳۲۷) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقْرَأُ اَلَااِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ قَالَ سَأَلْتُہٗ عَنْھَا فَقَالَ اُنَاسٌ کَانُوْا یَسْتَحْیُوْنَ اَنْ یَتَخَلَّوْا فَیُفْضُوْا اِلَی السَّمَاءِ وَاَنْ یُجَامِعُوْا نِسَاءَ ھُمْ فَیُفْضُوْا اِلَی السَّمَاءِ فَنَزَلَ ذٰلِکَ فِیْھِمْ.....

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ سے سنا کہ وہ۔الایثونی صدورھم پڑھتے تھے۔محمد بن عباد فرماتے ہیں میں نے اس آیت کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کچھ لوگ جب پاخانہ پیشاب کے لئے جاتے ہیں تو انہیں حیا آتی تھی کہ وہ آسمان کی طرف رخ کرلیں گے اپنی بیوی سے ہمبستری کرتے وقت بھی آسمان کی طرف رخ ہو جائیگا۔توان کے بارے میں یہ آیت اتری

حدیث (۴۳۲۸) حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَرَءَ اَلَااِنَّھُمْ تَثْنُوْنِیْ صُدُوْرُھُمْ قُلْتُ

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ نے الاانھم مثنونی پڑھا تو میں نے کہا اے ابو العباس یہ الاتثنونی۔کیا چیز ہے انہوں نے فرمایا

يَا اَبَاالْعَبَّاسِ مَاتَثْنُوْنِیْ صُدُوْرُهُمْ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُجَامِعُ امْرَأَتَهٗ فَيَسْتَحِيْ اَوْيَتَخَلّٰى فَيَسْتَحِيْ فَنَزَلَتْ اَلَااِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ .....

کہ آدمی جب اپنی بیوی سے جماع کرتا تھا تو اسے حیادامنگیر ہوتی یا پاخانہ پھرتا تو حیا گھیر لیتی جس پر یہ آیت نازل ہوئی الا یثنو نی ....

حدیث (۴۳۲۹) حَدَّثَنَاالْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌوقَالَ قَرَءَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَااِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرُهُمْ عَلٰى حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابُهُمْ وَقَالَ غَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْتَغْشُوْنَ يُغَطُّوْنَ رُؤُوْسَهُمْ سِيْءَ بِهِمْ سَاءَظَنُّهٗ بِقَوْمِهٖ وَضَاقَ بِهِمْ ذرعا باضيا فه بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ بِسَوَادٍوَقَالَ مُجَاهِدٌ اُنِيْبُ اَرْجِعُ.....

ترجمہ۔ عمرو فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے الا انھم یثنو ن صدورھم علی ۔کی قرأت کی ہے۔ یستغشون ۔ یعنی وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے تھے۔سیئ بھم کہ ان کا اپنی قوم کے متعلق برا گمان ہوا۔وضاق ۔یعنی مہمانوں کی وجہ سے ان کا سینہ تنگ ہوا۔ بقطع من الیل ۔یعنی رات کی تاریکی میں مجاہد نے انیب کے معنی ارجع کے کئے ہیں۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ شك وامتروأ فى الحق۔ سے ثنی کی تفسیر کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے ان لوگوں کے سینہ پھیرنے کا سبب کیا تھا کہ جب ان کو اللہ تعالی کے علم میں شک وشبہ گذرا تو اسکی وجہ سے سینہ پھیرنے لگے تاکہ اللہ تعالی سے چھپ جائیں۔ تو حق سے مراد اللہ تعالے کا وہ علم ہوا جو ہر چیز کو احاطہ کرنے والا ہے۔ دونوں روایتوں سے یہ ثابت ہوا کہ آیت کا نزول مؤمنین اور کافرین دونوں کے بارے میں ہے۔ لیکن فرق یہ ہوگا کہ مؤمن لوگ تو سخت خشیۂ الہی کی وجہ سے ایسا کرتے تھے اور کفار منافقین کو علم الہی میں شک تھا تو اب یہ اشکال نہ رہا۔ کہ مؤمن صفات الہیہ کے علم سے کیسے جاہل رہ سکتا ہے۔ نیز ! یہ حال سب مؤمنوں کا نہیں تھا بلکہ بعض کا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ۔یثنو ن ثنی سے مشتق ہے جس کے معنی حق میں شک وشبہ کرنے کے ہیں عینیؒ بھی فرماتے ہیں کہ ثنی صدر سے پہلو بچانا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں شک وامترا ۔یہ مجاہد کی تفسیر ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ منافقین جب منافقانہ کلام کرتے۔ تو راز داری کے لئے ایک دوسرے کے سینہ کو قریب کر لیتے تھے تاکہ اللہ تعالے کو اطلاع نہ ہو سکے جس کی وہ اپنے نبی کو خبر کر دیں گے۔ تو اس پر آیت کا نزول ہوا چنانچہ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی جو شیریں زبان اور نہایت چالاک تھا۔ چکنی چپڑی باتیں آپؐ سے کرتا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ دشمنی اور عداوت کی وجہ سے اپنے سینہ کی باتوں کو چھپاتے ہیں۔ اور بعض کافر گھر میں داخل ہو کر پردہ لٹکا لیتے پیٹھ کو ٹیڑھا کرتے اور کپڑے سے منہ کو چھپا لیتے اور کہتے کہ کیا اللہ تعالے ان حالات میں ہمارے دلوں کے حالات کو جانتا ہے۔

اس پر آیت نازل ہوئی اور صاحب جمل نے بھی اس کا نزول منافقین کے بارے میں کہا ہے البتہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ حیادار مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو پہلے قول پر مذمت ہوگی۔ دوسرے قول پر مدح ہوگی۔

باب وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

حدیث (۴۳۳۰) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللهُ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ يَدُ اللهِ مَلْاٰى لَاتَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَقَالَ اَرَئَيْتُمْ مَااَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَافِيْ يَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيْزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ اے انسان! تو خرچ کر میں تجھ پرخرچ کرونگا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اوپر ہے جس میں ہمیشہ رات اور دن خرچہ میں کمی نہیں کرتا فرمایا دیکھتے نہیں ہو جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے اسوقت سے کس قدر خرچ کررہے ہیں۔ جس نے آپ کے ہاتھ کے اندر کے مال کو کم نہیں کیا۔ جبکہ اللہ کا عرش پانی پر تھا اور آپکے ہاتھ میں ترازو ہے جس کو نیچے اور اوپر کرتے رہتے ہیں کسی کی روزی بڑھا دی کسی کی کم کردی۔ اعتراك ۔ عروت سے باب افتعال ہے۔ جس کے معنے پیش آنا لگ جانا۔ اور اسی سے۔ یعروہ ہے اور اعترانی ہے۔ اخذبنا صيتها کے معنی ملک اور بادشاہی کے ہیں۔ عنيد اوعنو د اور عاند ۔ تینوں کے ایک معنی ہیں۔ اور یہ تجبر کی تاکید ہے۔ استعمركم ۔ یعنی تمہیں اس میں آباد کیا۔ اعمرته الدار فهي عمرى کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ حویلی اور مکان اس کو آباد کرنے کیلئے دیدیا۔ نكرهم اور انكرهم واستنكرهم ۔ یعنی مجرد افعال اور استفعال تینوں میں ایک معنی ہیں۔ اوپرا سمجھا۔ حمید مجید ماجد اور محمود کا فعیل ہے۔ حمد سے گویا فعیل فاعل اور مفعول کے معنی میں ہے۔ سجيل سخت اور بڑے کے معنی میں کہتے ہیں سجیل اور سجین میں لام اور نون زائد ہونے میں مشابہ ہیں۔ چنانچہ تمیم بن مقبل شاعر کہتا ہے ورجلة يضربون البيض ضاحية ضربا تو اصى به الابطال سجينا ۔ ترجمہ۔ بہت سے پیادے ہیں جو دشمنوں کی کھوپڑیوں پر چاشت کے وقت ایسی سخت تلوار زنی کرتے ہیں جس کے بہادر لوگ ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں۔ والی مدین ای الی اهل مدين ۔ مدین ایک شہر ہے جیسے وسئل القرية معنی اہل القرية کے ہے اور سل العير ۔ معنی میں سل اهل العير کے ہے۔ وارا، کم ظهريا پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ یعنی اسکی طرف توجہ نہ کی۔ اور کہا جاتا ہے جب کوئی آدمی اپنی ضرورت پوری نہ کرسکے۔ تو کہتے ہیں۔ ظهرت بحاجتى کہ تو نے میری ضرورت کو پیٹھ کے پیچھے کردیا۔ اور ظہریا۔ کے اس جگہ معنی یہ ہیں کہ کوئی جانور یا برتن لے لیتے جس سے عند الضرورت مدد لیتے۔ اراذلنا سقاطنا ۔ یعنی ہمارے کمیں لوگ۔ اجرامی اجرمت کا مصدر ہے اور بعض کہتے ہیں۔ کہ افعال مجرد کے معنی میں ہے۔ اجرمت جرمت واحد ہیں۔ علی اجرامی ۔ میرا جرم میرے ذمہ ہے۔ الفلک اور فلک واحد اور جمع دونوں کے لئے ہے بمعنے کشتی۔ واحد سفینہ اور جمع سفن۔ مجراها ٹھہرنے کی جگہ یہ اجریت کا مصدر ہے

اور ارسیت حبست کے معنی میں ہے اور مرساھا۔ بھی پڑھا گیا ہے۔ جو رست ہے ہے۔ بسم اللہ مجریھا و مرساھا کہ اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور رکنا ہے۔ ھما دونوں جگہ محذوف ہو کر مبتدا ہو گا۔ اور ایک قرأۃ میں مجریھا و مرسیھا۔ پہلی قرأۃ میں دونوں مصدر تھے۔ اس قرأۃ میں دونوں اسم فاعل ہونگے۔ یہی من فعل بھا کے ہیں۔ اور سورہ سبا میں جو فی قدور راسیات۔ آیا ہے تو وہاں راسیات کے معنی ثابتات کے ہیں کہ پکی ہوئی ہنڈیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ھو تاکید التجبر ۶۷۸۔ا۔ یعنی جبار عنید دو مترادف الفاظ تاکید کیلئے لائے گئے ہیں والظھری ھھنا۔ یعنی اس جگہ عون اور مدد کے معنی میں مستعمل ہیں۔ ھھنا سے اشارہ آیت کے ظاہر کی طرف نہیں ہے۔ کیونکہ جو معنی ھھنا کے بعد بیان کئے ہیں۔ وہ آیت میں مراد نہیں ہیں قولہ مجریھا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ دو نسخے ہیں جن کے اندر خلط ملط واقع ہوا ہے ایک تو مجریھا و مرسیھا۔ من فعل بہ ہے۔ دوسرا۔ مجرھا و مرسھا من فعل بہ ناسخ نے پہلے کا تعلق دوسرے سے کر دیا جو غلط ہے حواشی کتب سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جو عبارت اس نسخہ میں موجود ہے۔ او من فعل بہ مجہول کے صیغہ کے ساتھ وہ فعل متعدی ہے فعل مجہول نہیں ہے۔ کیونکہ باب افعال کا اصل تعدیہ ہے۔ تو مجہول بول کر متعدی مراد لینا صحیح ہو گیا۔ تو جب معنی یہ ہوئے مجریھا و مرسیھا۔ فاعل من فعل متعدی کے وزن پر پڑھا جائے تو پھر اس کا باب افعال سے ہونا ظاہر ہے۔ مگر یہ تکلیف ہے۔ البتہ غلطی سے بچنے کے لئے یہ توجیہ صحیح ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تاکید کا فائدہ شیخ نے ذکر فرمایا باقی شراح کا کلام اس سے خالی ہے صاحب جمل فرماتے ہیں عنید کا معنی سرکش۔ عنود۔ عنید۔ عاند اور معاند سب کے ایک معنی ہیں مخالف اور مقابلہ کرنے والا۔ حمید مجید میں حامد اور محمود کے اندر مبالغہ بیان کیا گیا ہے۔ الظھری۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں۔ کہ الظھری ھھنا۔ یعنی ہمارے کلام میں نہ کہ آیت مذکورہ ہیں۔ دابہ اور دعا کو ظھریا اس لئے کہا گیا کہ توبرا وغیرہ انسان ہمیشہ اپنے پیچھے رکھتا ہے۔ اور دابہ کو کجاوے کے پیچھے چرنے کے لئے باندھ دیتا ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک پیٹھ کے پیچھے ہوا۔ مجریھا۔ سے امام بخاریؒ نے مجریھا و مرسھا۔ کہ اللہ کے نام سے ہی اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے۔ اس کلام کی شرح میں شراح کے کلام میں خلط ملط ہو گیا۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو عبارت کی تصحیح کی ہے وہ نہایت واضح ہے کرمانیؒ فرماتے ہیں مجراھا ای مسیرھا و مرساھا ای موقفھا۔ دونوں مصدر ہیں۔ اجرا اور ارسا کے معنی میں ہیں اور بفتح المیم بھی قرأۃ ہے۔ سیر اور حبس کے مبنی للفاعل یہی معنی من فعل بھا کے ہیں۔ اور بلفظ المجہول بھی ہے۔ ای مجری بھا اور علامہ عینیؒ نے بضم المیم دونوں کو مصدر میمی قرار دیا ہے۔ اور بفتح المیم کوفیوں کی قرأۃ ہے۔ اور قسطلانیؒ نے بضم المیم وسکون الیاء وکسر الراء قرأۃ نقل کی ہے۔

باب قوله وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ

اشہاد کا واحد شاہد ہے جیسے اصحاب کا واحد صاحب ہے۔

حدیث (۴۳۳۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ قَالَ بَيْنَا ابْنُ عُمَرَ يَطُوفُ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَوْقَالَ يَا ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِي النَّجْوَىٰ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يُدْنَىٰ الْمُؤْمِنُ مِنْ رَبِّهِ وَقَالَ هِشَامٌ يَدْنُو الْمُؤْمِنُ حَتّٰى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ فَيُقَرِّرُهٗ بِذُنُوْبِهٖ تَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا يَقُولُ رَبِّ اَعْرِفُ يَقُولُ اَعْرِفُ مَرَّتَيْنِ فَيَقُولُ سَتَرْتُهَا فِي الدُّنْيَا وَاَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ ثُمَّ تُطْوٰى صَحِيْفَةُ حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْاٰخَرُوْنَ اَوِالْكُفَّارُ فَيُنَادٰى عَلٰى رُؤُسِ الْاَشْهَادِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ . .

ترجمہ۔ حضرت صفوان بن محرز فرماتے ہیں کہ دریں اثنا حضرت ابن عمرؓ طواف کر رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی سامنے آگیا کہنے لگا اے ابو عبدالرحمٰن یا اے ابن عمرؓ کیا آپ نے نجوی کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ سے کچھ سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں جناب نبی اکرم ﷺ سے میں نے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ مؤمن اپنے رب کے قریب ہوگا۔ اور ھشام کا قول ہے کہ مؤمن اپنے رب کے اتنا قریب ہوگا کہ اللہ تعالے اپنا کنارہ اس پر رکھ دیں گے اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائیں گے۔ کہ کیا فلاں گناہ کا اعتراف کرتے ہو۔ وہ کہے گا کہ اے رب میں اسے پہچانتا ہوں۔ دو مرتبہ کہیگا۔ پس اللہ تعالے فرمائیں گے کہ میں نے دنیا میں اس پر پردہ پوشی کی تھی۔ آج میں اسے معاف کرتا ہوں پھر اس کی نیکیوں کے رجسٹر لپیٹ دیے جائیں گے۔ لیکن دوسرے لوگ یا کفار کو لوگوں کے سامنے پکارا جائیگا ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے خلاف جھوٹ کہا تھا۔ خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

باب قَوْلِهٖ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۔ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ الْعَوْنُ الْمُعِيْنُ رَفَدْتُهٗ اَعَنْتُهٗ۔

ترجمہ۔ تواحد کے معنی مدد کے ہوئے ترکنوا بمعنی جھکاؤ۔ فلولا کان فھلا کان کے معنی میں ہے اور اترفو بمعنے ہلاک کئے گئے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زفیر کے معنی سخت آواز اور شھیق کے معنی کمزور آواز۔

حدیث (۴۳۳۲) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ ثُمَّ قَرَاَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ.......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالے ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہانتک کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر اسے چھوڑتا نہیں ہے۔ نگیر دنگیر دا گر گیر سخت گیر د۔ پھر یہ آیت پڑھی ترجمہ اسی طرح تیرے رب کی پکڑ۔ جب وہ کسی ظالم بستی والوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ دردناک اور سخت ہوتی۔

باب قولہ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ ذَالِكَ ذِكْرٰی لِلذَّاكِرِیْنَ۔۔

ترجمہ۔ زلفا ساعات بعد ساعات یکے بعد دیگرے رات کی گھڑیاں جو قریب قریب ہوں اسی سے مزدلفہ کا نام رکھا گیا کہ آدم اور حوا کے قریب ہونے کی جگہ ہے اور زلف درجہ بعد درجہ کو کہتے ہیں اور زلفی قربی کے معنی میں مصدر ہے۔ ازدلفوا کے معنی جمع ہونا ازلفنا اجمعنا۔

حدیث (۴۳۳۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ.... عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ لَهٗ ذٰلِكَ فَاُنْزِلَتْ عَلَيْهِ اَقِمِ الصَّلٰوةَ قَالَ الرَّجُلُ اِلٰی هٰذِهٖ قَالَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِيْ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ۔ کہ نماز کو دن کے دونوں کناروں میں ادا کرو اور رات کی گھڑیوں میں نماز پڑھو بیشک نیکیاں انسان کی برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ یاد کرنے والوں کیلئے نصیحت ہے۔ اس آدمی نے پوچھا یہ خاص میرے لئے ہے۔ آپؐ نے فرمایا میری امت کا جو شخص بھی اس پر عمل کریگا ان سب کیلئے ہے۔

سُوْرَۃُ یُوْسُفَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ل فضیل عن حصین عن مجاہد متکا الاترج وقال فضیل الاترج با لحبشیة... یعنی حبشی زبان میں سیب کو متکا کہتے ہیں۔ ابن عیینہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔ متکا ہر وہ چیز ہے جس کو چھری سے کاٹا جائے۔ اور قتادہ کی تفسیر ہے۔ لذو علم۔ وہ عالم جو اپنے علم مطابق عمل کرنے والا ہے۔ اور ابن جبیر فرماتے ہیں کہ صواع وہ فارسی پیالہ جس کے دونوں کنارے ملتے ہوں۔ عجمی لوگ اس سے پانی ہیں۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ تفندون۔ جاہل قرار دینا۔ اور غیر ابن عباس کی تفسیر ہے غیابہ۔ ہر وہ چیز جو تجھ سے کسی چیز کو چھپا لے۔

وہ غیابۃ ہے۔ الجب۔ اس کنویں کو کہتے ہیں جس کی منڈیر نہ بنی ہو۔ بمؤمن لنا۔ ہمیں سچا سمجھنے والا نہیں ہے۔ اشدہ۔ پختگی کہ نقصان کے شروع ہونے سے پہلے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ بلغ اشدہ ۔ وبلغوا اشدھم ۔ اپنی پختگی کو پہنچ گئے۔ اور بعض نے تفسیریوں کی ہے۔ کہ اشد جمع ہے۔ جس کا واحد شد ہے۔ متکا۔ وہ تکیہ جس کا تو سہارا لیکر شراب پینے کے لئے یا کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔ تو انہوں نے ان لوگوں کے قول کو باطل قرار دے دیا۔ تو اس کا معنی سیب کرتے ہیں۔ اور کلام عرب میں اترج کا لفظ مستعمل نہیں ہے۔ جب ان پر حجت قائم کی گئی کہ متکا۔ تو گو تکیہ کے لئے کلام عرب میں مستعمل ہے۔ تو وہ اس سے برے قول کی طرف بھاگے۔ کہنے لگے یہ تو متک بسکون التاء ہے حالانکہ متک کے معنی تو فرج کے کنارے کے ہیں۔ چنانچہ عورت کے لئے متکا۔ اور مرد کے لئے ابن المتکا کہا جاتا ہے۔ پس اگر وہاں مجلس میں سیب تھے تو وہ تکیہ لگانے کے بعد استعمال ہوئے شغفھا۔ کہا جاتا ہے کہ الی شغافھا۔ اور شغاف دل کے غلاف کو کہتے ہیں۔ تو معنی ہوئے کہ یوسف کی محبت عورت کے غلاف قلب تک پہنچ چکی ہے۔ اور ایک قرأۃ میں شعفھا۔ تو یہ مسعوف میں سے ہوگا۔ وہ شخص جس کو کسی کی محبت نے جلا دیا ہو۔ اصب الیھن۔ انکی طرف میلان کرونگا۔ اضغاث احلام۔ وہ خواب جنکی کوئی تعبیر نہ ہو۔ اضغاث۔ ضغث کی جمع ہے۔ نمیر۔ میرۃ سے ہے۔ طعام وغلہ کا لینا۔ کیل بعیر۔ یعنی وہ بوجھ جس کو اونٹ اٹھا سکے۔ آوی الیہ۔ یعنی اپنی طرف ملا لیا۔ السقایۃ۔ بھرتی کرنے کا آلہ ہے تفتؤ۔ لاتزال کے معنی میں ہے۔ حرضا محرضا۔ غم نے تجھے پگھلا دیا ہے۔ تحسسو بمعنے خبر کی ٹوہ لگاؤ۔ مزجاۃ بمعنے تھوڑی۔ غاشیۃ۔ وہ سخت عذاب جو بڑا ہو۔

تشریح از شیخ مدنی ۔ متکا ۔ اور متکاء بھی ہے جو متکاء پڑھتے ہیں وہ تکیہ کے معنی لیتے ہیں۔ اور متکا بسکون التاء پڑھتے ہیں وہ اس کے معنی اترنج (سیب) کے لیتے ہیں۔ جو لوگ اس کے معنی اترنج کے لیتے ہیں ان کے قول کو باطل اس لئے قرار دیا گیا کہ کلام عرب میں متکا کا معنی اترنج۔ مستعمل نہیں۔ تو قائلین نے جواب دیا کہ ہم تو اسے متکا بسکون التاء پڑھتے ہیں۔ جس کے معنی اترنج کے ہیں تو ابو عبیدنے ان پر رد کیا۔ کہ متک کے معنی تو شرمگاہ کے کنارے کے آتے ہیں یہ معنی تو اترنج سے بھی بڑے ہیں۔ کیونکہ متکا تو ختنہ کرنے والی عورت کو کہا جاتا ہے۔ اور قرأۃ متواترہ کے بھی خلاف ہے۔ مصنف نے ابو عبیدہ کی روایت مبہم نقل کی ہے۔ جس سے تعقید مرتفع نہیں ہوئی کیونکہ متکا کی تفسیر پہلے خود اترنج سے نقل کر چکے ہیں۔ حالانکہ ابو عبید کا قول غلط ہے۔ کہ متکا ترنج کے معنی پر مستعمل نہیں ہے۔ بلکہ یہ لغت حبشہ میں مستعمل ہے۔ چونکہ سیب تکیہ لگانے کے بعد لائے جاتے ہیں۔ اس لئے متکا اور متکاء دونوں صحیح ہونگے۔ تو طعام کا نام بطور متکا بطور استعارہ کے رکھا گیا۔ متکاء اسم مفعول ہے۔ اتکا سے ہے۔

تشریح از قطب گنگوہی ۔ لذو علم۔ ۶۷۹۔۱ اس تفسیر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ علم وہی معتبر ہے جس کی غایت عمل ہو۔ اور جو علم عمل سے خالی ہو علم نہیں ہے۔ چونکہ مقام مدح کا ہے۔ لہذا لئے ذو علم عامل بما علم مراد ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آگے لما علمناہ ہے اگر ان دو لفظوں کے الگ الگ معنی نہ کئے جائیں تو تکرار لازم آئیگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص علم کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ لا یکون عالماوہ عالم نہیں ہے بعض حضرات نے بماعلمناہ۔ میں ما کو مصدریہ یا موصولہ قرار دیا ہے۔ کہ ہماری تعلیم کی وجہ سے وہ لوگ خود عالم ہوئے۔ تو اس میں کوئی خاص مدد نہیں ہے۔ بس توجیہ شیخ گنگوہیؒ کی بہتر رہے گی۔ کہ ذو علم سے عمل اور بماعلمناہ سے تعلیم مراد ہو۔ الذی یلتقی طرفاہ ایسا پیالہ جس کے دونوں جانب سرے پر مل جاتے ہوں وہ ہو سکتا ہے جیسے فقراء لمبا سا پیالہ یعنی کاسۂ گدائی لیکر دروازوں پر پھرتے رہتے ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ وہ چاندی کا تھا اور بعض میں ہے کہ سونے کا تھا جس سے بادشاہ پانی پیتا تھا۔ اور وہ جوہر سے مرصع بھی تھا۔ لیس فی کلام العرب الاترج۔۔ از شیخ گنگوہیؒ یعنی متکا اترج کے معنی میں کلام عرب میں نہیں ہے۔ ظاہر کلام امام بخاریؒ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اترج کلام عرب میں نہیں ہے۔ تو شیخ نے تنبیہ فرمادی کہ متکا کی تفسیر اترج سے کرنا کلام عرب میں نہیں ہے کیونکہ گفتگو متکاً کے بارے میں ہو رہی ہے۔ اترج کے بارے میں نہیں ہو رہی۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ قراۃ متواترہ متکاً ہے۔ اور متک بسکون التا قراۃ شاذہ ہے۔ جس کی تفسیر اترج سے کی گئی۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ قراۃ شاذہ غلط ہے کیونکہ بتک بفظ تُصل ہے۔ اور اسکی اترج سے تفسیر کرنا غلط ہے کیونکہ کلام عرب میں متک اترج کے معنی میں نہیں آیا علاوہ ازیں مصر کی عورتوں کا کھانا اترج نہیں تھا وہ کوئی اور چیز تھی جس کو چھری سے کاٹا جاتا تھا۔ جیسے گوشت وغیرہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ وہ طعام اترج تھا تو اس کی صورت یہ ہو گی کہ پہلے تکیے لگائے گئے بعد از اں سیب ہاتھ میں لیکر اس کو چھری سے کاٹا جاتا ہو گا۔ تو متکاءً پہلے اور اترج بعد میں ہو گا۔ تو اب متک کی طرف لفظ کو لے جانے کی کیا ضرورت رہ گئی۔ فان کان ثم اترنج فا نہ بعد المتکا ۔ ص ۶۷۹۔۔ ۷ از شیخ گنگوہیؒ یہ تسلیمی جواب ہے کہ متکاً کلام عرب میں اترج کے معنی میں ہو تو پھر بھی لفظ اتکاً سے خلاصی ممکن نہیں اسلئے کہ معنی ہونگے کہ امراۃ العزیز نے تکیہ لگانے کے بعد ان کو اترج دیئے تو اس تقدیر پر بھی لفظ اتکا ضروری ہوا۔ لھذا متکاءً تا مشدد سے عدل کرنا مناسب نہیں ہے۔ تو متکاً بمعنے موضع الاتکاً کے ہو گا۔ اور اگر متک بسکون التا بمعنے طرف بظر بھی مراد ہو۔ تو پھر بھی معنی صحیح ہیں۔ فرق صرف یہ ہو گا کہ مؤلف نے متکاً باب تفعیل کا مفعول لیا اور لوگوں نے مضاف محذوف کر لیا۔ کہ موضع وضع البظر معنی مجلس یا تکیہ جو بھی ہو مراد ہو سکتا ہے۔ یا اطلاق حال اور مراد محل ہو گا۔ تو قطب گنگوہیؒ نے اصلاح کر دی کہ متک کے مراد بظر نہیں بلکہ موضع وضع البظر ہے بعینہ متکا ہے۔ تفتؤا ای لاتزال تو کلمہ لا اس جگہ مقدر ہو گا (از شیخ گنگوہی)

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تفتؤ کے معنی تزال کے ہیں۔ لا حرف نفی محذوف ہے۔ دیگر شراح نے بھی یہی توجیہ بیان کی نے۔

باب قَوْلِهٖ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ

حدیث (۴۲۲۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَرِيْمُ بْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا شریف بیٹا شریف کا پوتا شریف کا اور پڑپوتا شریف کا وہ یوسفؑ ہے جو یعقوبؑ کے بیٹے اسحاقؑ کے

يَعْقُوبُ بْنُ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ ... پوتے اور ابراھیمؑ کے پڑپوتے تھے جو شرافت کا مجسمہ تھے۔

باب قَوْلِهِ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهِ اٰيٰتٌ لِلسَّائِلِيْنَ

حدیث (۴۳۳۵) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ... عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ النَّاسِ اَكْرَمُ قَالَ اَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ بْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِيْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا تَابَعَهُ اَبُوْ اُسَامَةَ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ عنداللہ سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو ان میں سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ انہوں کہا ہم اس کے متعلق آپؐ سے سوال نہیں کر رہے کہ خاندانی شرافت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہے کہ جو خود نبی تھے اللہ کے نبی کے بیٹے اور اللہ کے نبی کے پوتے اور خلیل اللہ کے پڑپوتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس حسبی شرافت کے متعلق نہیں پوچھتے۔ تو آپؐ نے فرمایا عرب کے نسبی کانوں کے متعلق دریافت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں اسی سے ہمارا سوال ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ دور جاہلیۃ میں جو لوگ تم میں سے بہتر تھے وہی اسلام میں بہتر ہونگے بشرطیکہ دین میں سمجھ پیدا کر لیں ابو سامہ نے متابعت کی۔

باب قَوْلِهِ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ سَوَّلَتْ بمعنى زَيَّنَتْ

حدیث (۴۳۳۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ قَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَاقَالُوْا فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ كُلٌّ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيْثِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَاِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِيْ اللّٰهَ وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ قُلْتُ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَجِدُ مَثَلًا اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ کے بارے میں جب اہل افک نے جو کہا۔ تو اللہ تعالے نے آپ کو بری قرار دیا ان کی حدیث کا ایک ایک ٹکڑا ان حضرات نے مجھے بیان کیا جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو پاکدامن ہے تو اللہ تعالے عنقریب تیری پاکدامنی کا اظہار فرمادیں گے اگر تو نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ تعالے سے معافی مانگو اور اس کی طرف توبہ کرو۔ تو میں نے کہا واللہ میری مثال تو یوسفؑ کے باپ کی طرح ہے۔ جنہوں نے فرمایا تھا۔ ترجمہ میرے لئے

مَاتَصِفُوْنَ وَاَنْزَلَ اللهُ اِنَّ الَّذِيْنَ جَاؤُا بِالْاِفْكِ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ.....

توصبر جمیل ہے جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر میں اللہ تعالے سے مدد مانگتی ہوں اور اللہ تعالے نے الذین جاؤ بالافک دس آیات براۃ میں نازل فرمائیں ۔

حديث (۴۳۳۷) حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنِيْ اُمُّ رُوْمَانَ وَهِيَ اُمُّ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا اَنَا وَعَائِشَةُؓ اَخَذَتْهَا الْحُمّٰى فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَعَلَّ فِيْ حَدِيْثٍ تُحُدِّثَ قَالَتْ نَعَمْ وَقَعَدَتْ عَائِشَةُؓ قَالَتْ مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ بل سولت لكم انفسكم امر افصبر جميل....

ترجمہ۔ حضرت ام رومان جو حضرت عائشہؓ کی والدہ ماجدہ ہیں حدیث بیان کرتی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ دریں اثنا میں اور حضرت عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت عائشہؓ کو سخت بخار نے آگھیرا جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے پوچھا شاید اس تھمت والی بات کی وجہ سے ہے جو بیان کی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور حضرت عائشہؓ اٹھکر بیٹھ گئیں کہنے لگیں میرا اور تمھارا حال یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے پھر آیت بل سولت لکم انفسکم امر افصبر جمیل پڑھی۔

بَاب قَوْلِهٖ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا هيتلك قَالَ عِكْرِمَةُ هَيْتَ لَكَ بِالْحَوْرَانِيَّةِ هَلُمَّ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ تَعَالَهْ۔

حديث (۴۳۳۸) حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ هَيْتَ لَكَ قَالَ اِنَّمَا نَقْرَءُهَا كَمَا عُلِّمْنَاهَا.....

ترجمہ۔ یعنی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں هيتلك ہم اس کو ایسے پڑھیں گے جیسے ہمیں سکھایا گیا ہے۔ مثواہ کے معنی مقام کے ہیں۔ الفیا بمعنے وجدا پالیا۔ الفوا آباء ھم جمع غائب اور الفینا جمع متکلم ہے اور ابن مسعودؓ سے بل عجبت دونوں طرح سے مروی ہے ویسخرون وہ مذاق کرتے تھے۔

حديث (۴۳۳۹) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ عَبْدِاللهِ اَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اَبْطَؤُا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْاِسْلَامِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ قریش جب اسلام لانے میں جناب نبی اکرم ﷺ سے پیچھے ہٹ گئے اور دیر کردی۔ تو آنحضرت ﷺ نے بددعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ سات سالہ قحط سالی سے میری طرف سے کفایت فرما جس طرح سات سال قحط سالی کے یوسفؑ کے زمانہ میں تھے

اَكَلُوا لْعِظَامَ حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ اِلَى السَّمَاءِ فَيَرَىٰ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَامِثْلَ الدُّخَانِ قَالَ اللّٰهُ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ قَالَ اللّٰهُ اِنَّا كَاشِفُوا لْعَذَابِ قَلِيْلًا وَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَمَضَتِ الْبَطْشَةُ.

چنانچہ قریش کو اس قدر قحط سالی نے تنگ کیا ہر چیز کو جلا کر رکھ دیا۔ یہاں تک مرداروں کی ہڈیاں کھانے لگے۔ اور حالت یہاں تک پہنچی کہ آدمی آسمان کی طرف نگاہ کرتا تو اپنے اور آسمان کے درمیان اسے مثل دھواں کے نظر آتا چنانچہ اس کو اللہ تعالے فرماتے ہیں۔ ترجمہ پس اس دن کا انتظار کرو جس دن آسمان واضح دھواں لائے گا اور دوسری جگہ اللہ تعالے فرماتے ہیں بیشک ہم تھوڑی مدت کے لئے عذاب کھولنے والے ہیں بیشک تم پھر اس کی طرف لوٹ کر آنے والے ہو۔ پس قیامت کے دن ہی ان سے عذاب کھول دیا جائیگا فرمایا دھواں بھی گذر چکا ہے۔ اور بدر کی سخت پکڑ بھی گذر چکی ہے۔

قالت هيت لك۔ ص ۶۸۰۔۔۔۴۔۔۔ از قطب گنگوہیؒ۔ ابن مسعودؓ نے اسے بضم التاء پڑھا ہے دوسرے فتح التاء سے پڑھتے اور اسی پر ابو وائل کے اعتراض کا دارومدار ہے۔ کہ جمہور کا اختلاف کیا۔ جیسا کہ ابن مسعود نے جمہور کا خلاف بل عجبت کے اندر کیا ہے کہ جمہور تاء کا فتح پڑھتے ابن مسعود ضمہ پڑھتے ہیں۔ مؤلفؒ سورہ صافات کی آیت کو محض اختلاف کی نظیر بیان کرنے کے لئے لائے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ قسطلانیؒ نے ہیت لک۔ میں نو قرأت ذکر فرمائی ہیں۔ جن میں سے چار شاذ ہیں اور پانچ معروف ہیں۔ اور صاحب جمل نے اختلاف قرأت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب اس کلمہ کی لغات ہیں اور یہ کلمہ اسم فعل بمعنے ھلم ہے یعنی لک میں لام تبین کے لئے ہے۔ اور بعض نے اقول لک نکالا ہے۔ اگر اشکال ہو۔ کہ بل عجبت ویسخرون۔ سورۃ صافات کی آیت ہے مؤلف اس کو یہاں پر کیسے لایا۔ تو جواب یہ ہے کہ محض بیان کے لئے کہ جیسے ابن مسعود ھیت کی تاء پر ضمہ پڑھتے ہیں ایسے عجبت کی تاء پر بھی ضمہ پڑھتے ہیں ھیت عجبت اور ترجمہ اور حدیث میں مناسبۃ اس طرح ہوئی کہ ابو سفیان نے حضور ﷺ کو صلہ رحمی کا واسطہ دیکر معافی کی درخواست کی۔ چنانچہ آپؐ نے قوم کو معاف کر دیا جس طرح یوسف علیہ السلام نے امرأۃ العزیز کو معاف کر دیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ

ترجمہ۔ حاشا سے پاکدامنی بیان کی ہے اور استثنا ہے حصحص کے معنی واضح کے ہیں۔

حدیث (۴۳۴۰) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالے لوطؑ پر رحم فرمائے کاش وہ رکن شدید اللہ تعالٰے کی طرف پناہ پکڑتے اور اگر میں

وَلَوْلَبِثْتُ فِی السِّجْنِ مَالَبِثَ یُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِیَ وَنَحْنُ اَحَقُّ مِنْ اِبْرَاھِیْمَ اِذْقَالَ لَهٗ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ الحدیث ...

جیل خانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ یوسفؑ رہے۔ تو میں رہائی کی دعوت کو ضرور قبول کر لیتا اور ہم ابراھیم سے زیادہ شک کے لائق ہیں جبکہ اللہ تعالے نے ان سے فرمایا کیا آپ ایمان نہیں رکھتے۔ فرمایا کیوں نہیں۔ سوال اس لئے کیا ہے تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اللہ تعالے کے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس امرد نوجوانوں کی شکل میں پہنچے آپ کی قوم اغلام بازی کی عادی تھی۔ فرمایا هذا یوم عصیب حضرت لوطؑ نے ان سے کہا کہ هؤلاء بناتی۔۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اپنی لڑکیوں کو زنا کیلئے پیش کر رہے ہیں۔ لیکن بناتی سے خود انکی اپنی بیویاں مراد ہیں۔ اور بڑے بوڑھوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر عورت کو بیٹی کر کے پکارتے ہیں اور نوجوان کو بیٹا کہتے ہیں۔ ایسے لوطؑ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے تمھاری بیویاں موجود ہیں ان سے شہوات پوری کرو ورنہ انکی دو چار لڑکیاں ساری قوم کو کیسے پوری ہو سکتی تھی۔ بہر حال قوم نے ایک نہ سنی۔ جس پر لوطؑ نے فرمایا لو کان لی بکم قوۃ اگر مجھے تمھارے مقابلہ کی طاقت ہوتی۔ سا وی الی رکن شدید حضرت لوطؑ بابل کے رہنے والے ہیں۔ وہاں سے حضرت ابراھیمؑ اور بی بی سارہؓ کے ساتھ ہجرت کر کے آ گئے۔ جو کہ حضرت سارہ کے بھائی لگتے تھے۔ ان کو قبیلہ سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ ان کے پاس کوئی خاندانی قبیلہ نہیں تھا جیسے شعیبؑ کے پاس قبیلہ تھا جو انکی مدد کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو ستایا گیا تو بنو ھاشم آپؐ کی مدد کے لئے کھڑا ہو گیا۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کی حمایت میں اس کا قبیلہ نہ ہو ان ظاہری اسباب پر نظر کرتے ہوئے لوطؑ نے فرمایا آوی الی رکن شدید۔ حالانکہ یہ انکی شان کے مطابق نہ تھا اللہ تعالے سے مدد طلب کرتے جیسے ابراھیمؑ کو منجنیق پر بٹھلا کر آگ میں پھینکا گیا۔ تو جبرائیلؑ امداد کے لئے پہنچے جس پر ابراھیمؑ نے فرمایا۔ کہ علمك بحالی یغنی عن سو الی۔۔ تو لوطؑ کو بھی گھبراہٹ کا اظہار کرنے کی بجائے اللہ تعالے سے مدد طلب کرنی چاہیے تھی کیونکہ اللہ تعالے ان کے بھیجنے والے تھے وہی ان کے ذمہ وار تھے۔ اس لئے آپ پر رحم فرما رہے ہیں۔ گناہ نہیں تھا۔ بہر حال رکن شدید اللہ تعالے سے غافل ہو گئے۔ لو لبثت فی السجن یوسف علیہ السلام نے رہائی پانے والے قیدی ساتھی سے خود کہا تھا۔ اذکرنی عندربك کہ میری رہائی کیلئے ان سے کہنا اور خود ہی رب اسجن احب الی فرمایا جس دعا کو باری تعالے نے قبول فرمایا اللہ تعالے کی ذات بے نیاز ہے۔ نزدیکاں بیش بود حیرانی کے مطابق جب اللہ تعالے سے غافل ہوئے تو اسقدر بے اعتنائی ہوئی کہ سات سال یا بارہ سال تک قید خانہ میں رکھا یہ ایک بات کا خمیازہ تھا کہ بادشاہ کو کیوں کہلا بھیجا۔ اذکرنی عند ربك۔ بہر حال تضرع اور عاجزی کے بعد توجہ ہوئی۔ بادشاہ کو خواب کی تعبیر کے لئے ان کی ضرورت پڑی تو اکڑ کر بیٹھ گئے۔ حالانکہ رضا بالقضا کے خلاف تھا۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کہ اگر داعی میرے پاس آتا تو میں فوراً ساتھ ہو جاتا۔ بظاہر آنحضرت ﷺ میں عدم استقلال معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے کہا کہ یہ آپؐ تواضعاً فرما رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ

آنحضرت ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام سے ایک الزام کا دفعیہ کر رہے ہیں کہ ان کا یہ اقدام جاہ عزت کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ ان میں صبر کی اسقدر قوت تھی۔ جو مجھ میں نہیں ہے۔ تو آپؐ نے ان کی شان کو بڑھایا یہ دونوں جواب مصنفین کے ہیں۔ محققین حضرات فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ میں شان عبدیت نمایاں تھی۔ جن میں شان عبدیت زیادہ ہو وہ زیادہ محبوب ہوتا ہے چنانچہ آپ کی افضلیت شان عبدیت سے بیان کی جاتی ہے۔ اور خطاب بھی عبدیت سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ۔ عبدیت سلوک کا اعلیٰ مقام ہے۔ جس کا تقاضا ہے کہ معبود و محبوب جو کچھ کہے یا جو کچھ کرانا چاہے۔ بسر و چشم اسے قبول کرنا چاہیے۔ اس کو مقام رضا بالقضا کہتے ہیں۔ اس درجہ میں۔ حضرت یوسف علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے کم ہیں۔ کہ راضی ہیں ہم اس میں صنم جس میں ہو تیری رضا انہوں نے اس مقام کا خلاف کیا ہے۔ ایک بزرگ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے مصائب میں کبھی آہ وزاری نہ کی تھی مرض بڑھتا گیا تو ندا آئی جبتک آہ وزاری نہیں کروگے شفا نصیب نہیں ہوگی۔ اس لئے تضرع وزاری پر رحمت باری متوجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کہ اگر تم گناہ نہ کروگے تو اللہ تعالےٰ تمھیں برباد کر کے ایسے لوگوں کو لائینگے جو معاصی کا ارتکاب کریں گے۔ جس پر شان غفاری کا مظاہرہ ہوگا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ غفور کا لفظ لایا ہی اس لئے ہے تاکہ تم گناہ کرو اور ہم بخشیں جیسے بادشاہ اپنے ندیم سے اپنی شیون کے مطابق کلام کرتا ہے۔ احکم الحاکمین بھی کل یوم ھو فی شان ہیں تو آنحضرت ﷺ نے توکل کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اور تضرع و دعا کو بھی نہیں چھوڑا۔

باب قَوْلِهٖ حَتّٰىٓ اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ

حدیث (۴۳۴۱) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ لَهٗ وَ هُوَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰىٓ اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ قَالَ قُلْتُ اَكُذِبُوْا اَمْ كُذِّبُوْا قَالَتْ عَائِشَةُ كُذِّبُوْا قُلْتُ فَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا اَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ قَالَتْ اَجَلْ لَعَمْرِيْ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا بِذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهَا وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا قُلْتُ فَمَا هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَتْ هُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَاْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت عروہؓ سے فرمایا جبکہ وہ ان سے اس آیت انستیئس الرسل۔ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ میں نے کہا کیا کذبوا ہے یا کذبوا ہے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کذبوا میں نے کہا کہ ان کو تو یقین تھا کہ ان کی قوم انہیں جھٹلا چکی ہے۔ تو گمان کے کیا معنی ہیں انہوں نے کہا کہ میری زندگی کی قسم ان کو تو یقین تھا گمان نہیں تھا۔ پس میں نے ان سے کہا تو پھر تو ظنوا انہم قد کذبوا صحیح ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی پناہ ! اللہ کے رسول اپنے رب سے ایسا گمان نہیں کر سکتے تو میں نے پوچھا پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے فرمایا وہ رسولوں کے پیرو کار تھے جو اپنے رب پر ایمان تو لے آئے۔ اور رسولوں کی تصدیق بھی کی لیکن جب ان پر مصائب کا دور لمبا ہو گیا اور اللہ کی مدد

اِذَاسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ کَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنَّتِ الرُّسُلُ اَنَّ اَتْبَاعَهُمْ قَدْ کَذَّبُوْهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُاللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ.....

ان سے پیچھے رہ گئی تو رسول تو اپنی تکذیب کرنے والی قوم سے مایوس ہو گئے اور رسولوں نے گمان کیا کہ کہیں انکے اتباع انکی تکذیب نہ شروع کر دیں۔ ایسے موقعہ پر اللہ تعالے کی مدد ان کو پہنچی۔

حدیث (۴۳۴۲) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ..... اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ فَقُلْتُ لَعَلَّهَا کُذِبُوْا مُخَفَّفَةً قَالَتْ مَعَاذَاللّٰهِ نَحْوَهُ......

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عروۃؒ نے خبر دی کہ میں نے کہا کہ شاید کذبوا مخفف ہو مشدد ہو تو انہوں نے فرمایا اللہ کی پناہ۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَبَاسِطِ کَفَّيْهِ مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِیْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَیْرَهُ کَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِیْ یَنْظُرُ اِلٰی خَیَالِهٖ فِی الْمَاءِ مِنْ بَعِیْدٍ وَهُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَتَنَاوَلَهُ وَلَا یَقْدِرُ..........

ترجمہ۔ ابن عباس کی تفسیر ہے۔ الباسط کفیہ۔ مشرک کی مثال ہے جو اللہ تعالے کے ساتھ دوسرے معبود کی عبادت بھی کرتا ہے۔ اس پیاسے کی طرح ہے۔ جو دور سے اپنے خیال کے مطابق پانی دیکھتا ہے چاہتا ہے کہ اسے حاصل کرے لیکن اس پر قدرت نہیں ہوتی۔ غیر ابن عباس کی تفسیر سخر بمعنے ذلل کے ہے کہ کام میں لگا دیا۔ متجاورات۔ کہ معنی قریب ہونے والے۔ المثلات۔ کا مفرد مثلہ ہے۔ جس کے معنی مشابہ اور مماثل کے ہیں اللہ تعالے فرماتے ہیں مگر مانند ان لوگوں کے واقعات کے جو گزر چکے ہیں۔ بمقدار۔ میم مصدریہ ہے۔ قدر کے معنی اندازے کے ہیں معقبات۔ وہ نگران فرشتے جو ایک دوسرے کے بعد آتے جاتے رہتے ہیں۔ اسی سے عقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے کے نشان قدم پر آجائے چنانچہ کہا جاتا ہے عقبت فی اثرہ شدید المحال۔ سخت عذاب والا۔ کباسط کفیہ۔ پانی کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے۔ تاکہ پانی پر قبضہ کرے رابیا۔ ربا۔ یربو سے ہے جس کے معنے زیادہ ہونے اور بڑھنے کے ہیں متاع ہر وہ چیز جس سے تو فائدہ حاصل کرے جفا بمعنے جھاگ اجفات القدر اس وقت بولتے ہیں جب ہنڈیا ابل رہی ہو اور اس پر جھاگ چڑھ آئے پھر ٹھر جائے تو جھاگ بلا فائدہ پہنچائے چلی جاتی ہے

پس اسی طرح اللہ تعالے حق کو باطل سے الگ کر لیتا ہے۔ المھاد کے معنی بستر کے ہیں۔ یدرؤن۔ دفع کرنا کہتے ہیں درأتہ ای دفعتہ سلام علیکم یہ یقولون کا مقولہ ہے۔ والیہ متاب۔ اس کی طرف میرا لوٹنا ہے۔ افلم ییأس واضح نہیں ہوا۔ قارعۃ۔ مصیبت۔ فاملیت۔ ڈھیل دینا یہ ملی اور ملاوۃ سے مشتق ہے۔ اسی سے ملیا ہے جس کا معنی طول مدت کے ہیں۔ وھجرنی ملیا۔ اور فراخ اور لمبی زمین کو ملا من الارض کہتے ہیں اشق بمعنے اشد سخت کے معنی ہیں۔ یہ مشقت سے ماخوذ ہے معقب مغیر آگے مجاہد کی تفسیر ہے۔ متجاورات۔ قریب قریب یہ اچھے اور عمدہ ٹکڑے ہیں۔ اور اس میں سے خبیث زمین شور ہے۔ صنوان دو کھجور کے درخت یا اس سے زیادہ جن کی جڑ ایک ہو۔ بغیر صنوان جو تنہا ہو۔ لماء واحد پانی ایک ہے۔ ثمرات مختلف ہیں۔ یہ بنو آدم کے نیک اور خبیث کی مثال ہے۔ جن کا باپ ایک ہوتا ہے۔ اسحاب الثقال۔ بھاری بادل وہ جس میں پانی ہو۔ کباسط کفیہ۔ یعنی زبان سے پانی کو پکارتا ہے اور ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے مگر وہ ریلے کا پانی کبھی اس کے پاس نہیں آئیگا سالت اودیۃ بقدرھا۔ کہ وادی کا پیٹ اپنی وسعت کے مطابق بھر جاتا ہے۔ زبدا رابیا۔ سیلاب کی جھاگ لوہے اور زیور کا کھوٹ جو اوپر چڑھ کر آتا ہے۔

باب قَوْلِهِ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ ۔ غیض بمعنے نقص کم ہونا

حدیث (۴۳۴۳) حَدَّثَنِیْ اِبْرٰهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ لَا يَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى يَاْتِی الْمَطَرُ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ غیب کی چابیاں پانچ ہیں جن کو اللہ تعالے کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کل کیا ہوگا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رحموں مین کیا کمی ہوتی ہے۔ اس کا سوا اللہ تعالے کے کسی کو علم نہیں ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی سوائے اللہ تعالے کے۔ اور کوئی جی نہیں جانتا کہ کس زمین میں اس کی موت آئے گی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ینظر الی الماء بعض حضرات نے کہا کہ ینظر الی ظلہ فی الماء کہ پانی میں اپنا سایہ دیکھ کر کہیگا کہ مجھے پانی لادو۔ یہ مشرک کی مثال بیان کی گئی۔ یقبض علے الماء یہ دوسری توجیہ ہے۔ جس میں مجاز بالحذف نہیں ہے۔ کباسط کفیہ۔ یدعو یہ باسط کے معنی میں تصرف کیا۔ کہ ان کے معنی پکارنے کے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ کذلک یمیز الحق کہ ہنڈیا کے ابال کی طرح باطل کا شور و غل ہوتا ہے۔ بعد ازاں ایسے مٹ جاتا ہے کہ اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ پہلے تو یہ جاننا چاہیئے کہ امام بخاریؒ نے سورۃ کی آیات کی لغات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ حق وباطل کی تمیز کو مثال سے واضح کیا ہے۔ اما الذبد فیذھب۔ اسی طرح حق باقی رہتا ہے۔ باطل چلا جاتا ہے۔ جس کا نام ونشان بھی نہیں رہتا۔ توانزل من السماء۔ یہ قران کی مثال ہے اور اودیہ قلوب کی مثال ہے۔ اور قلوب اپنی صلاحیت کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اماالزبد یہ باطل کی مثال ہے۔ جو کچھ بھی فائدہ بخش نہیں ہے۔ اور قطب گنگوہیؒ نے زبد المتاع کو غوغا باطل سے تشبیہ دی ہے۔ جو پہلے پہل تو بہت شور وغل برپا کرتا ہے آخر میں فنا ہو جاتا ہے۔

سُوْرَۃُ اِبْرَاھِیْمَ ؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ هَادٍ دَاعٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَدِيْدٌ۔

پیپ اور خون کو کہتے ہیں۔ ابن عیینہ کی تفسیر ہے۔ اذکروا نعمت اللہ علیکم سے اللہ تعالےٰ کے وہ انعامات مراد ہیں جو اس نے تم پر کئے یا وہ حوادث ہیں جن میں تم مبتلا ہوئے۔ اور مجاہد فرماتے ہیں۔ من کل ماسالتموہ یعنی جنکی طرف تم رغبت کرتے ہو۔ یبغو نھاعوجا۔ یعنی ان کے لئے ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہو۔ تاذن اور اذنکم دونوں کے معنی اعلام اور بتلانے کے ہیں۔ ردو االیدیھم ۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے۔ جو امورات الٰھیہ سے اپنے آپکو روکتے ہیں۔ مقامی۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے ان کے سامنے آپ کو کھڑا کریگا۔ من ورائہ قدام آگے کے معنی ہیں۔ لکم تبعا۔ اس کا مفرد تابع ہے۔ جیسے غائب کی جمع غیب آتی ہے۔ بمصرخکم۔ استصرختی مجھ سے مدد طلب کی۔ یستصرخہ مضارع صراخ سے ولا خلال یہ خاللتہ خلالا کی مصدر ہے۔ جائز ہے کہ خلہ کی جمع خلال ہو۔ اجتثت جڑ سے اکھیڑ دی گئی۔

باب قَوْلِهٖ شَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

حدیث (۴۳۴۴) حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اَخْبِرُوْنِیْ بِشَجَرَۃٍ تُشْبِهُ اَوْ کَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپؐ نے فرمایا مجھے ایسا درخت بتلاؤ جو مسلمان آدمی کے مشابہ ہے کہ نہ تو اس کا پتہ گرتا ہے۔

لَایَتَحَاتُّ وَرَقُهَا وَلَاتُؤتِی اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ وَرَاَیْتُ اَبَابَکْرٍؓ وَعُمَرَؓ لَایَتَکَلَّمَانِ فَکَرِهْتُ اَنْ اَتَکَلَّمَ فَلَمَّا لَمْ یَقُوْلُوْا شَیْأً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هِیَ النَّخْلَةُ فَلَمَّا قُمْنَا قُلْتُ لِعُمَرَ یَا اَبَتَاهُ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ مَامَنَعَکَ اَنْ تَکَلَّمَ قَالَ لَمْ اَرَکُمْ تَکَلَّمُوْنَ فَکَرِهْتُ اَنْ اَتَکَلَّمَ اَوْاَقُوْلَ شَیْأً قَالَ عُمَرُؓ لَاَنْ تَکُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کَذَا وَکَذَا۔

اور نہ ہی وہ ہر وقت پھل دیتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے جی میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہے لیکن میں شیخین ابو بکرؓ و عمرؓ کو دیکھا کہ وہ نہیں بول رہے تو میں نے بات کرنا پسند نہ کیا۔ جب ان حضرات نے کچھ نہ بتلایا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ پس جب کھڑے ہونے لگے تو میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے ابا جان ! میرے جی میں آیا تھا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ تو انہوں نے فرمایا پھر تم بولنے سے کیوں رک گئے انہوں نے فرمایا کہ آپ حضرات میں سے کوئی نہیں بول رہا تھا تو میں نے بولنا پسند نہ کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم یہ کہہ دیتے تو میرے لئے اس چیز یعنی سرخ جانوروں سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔

باب قوله یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

حدیث (۴۳۴۵) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْمُسْلِمُ اِذَاسُئِلَ فِی الْقَبْرِ یَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر میں مسلمان سے پوچھا جائیگا تو وہ گواہی دیگا کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں یہی اللہ تعالے کے قول کا مطلب ہے کہ اللہ تعالے ایمان والوں کو قول ثابت پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں قائم رکھے گا۔

باب قَوْلِهٖ اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ کُفْرًا اَلَمْ تَعْلَمْ کَقَوْلِهٖ اَلَمْ تَرَکَیْفَ اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا الْبَوَارُ الْهَلَاکُ بَارَیَبُوْرُبَوْرًا قَوْمًا بُوْرًا هٰلِکِیْنَ ۔۔۔

ترجمہ۔ الم تعلم بھی الم تر کی طرح ہے جیسے الم تر کیف الم ترالی الذین خرجوا ہے یعنی رؤیۃ بالابصار ممکن نہیں اسلئے مضاف محذوف ہو او بدلو اشکر نعمة اللّٰه کفرا اور بوار کے معنی ہلاکت ہے جو باب نصر ینصر سے ہے۔قوما بورا ہلاک ہونے والی قوم۔

حدیث(۴۳۴۶)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ "أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا قَالَ وَهُمْ كُفَّارُ أَهْلِ مَكَّةَ ...

ترجمہ۔ حضرت عطاؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا کہ الم ترالی الذین بدلو ا کا مصداق کفار اہل مکہ ہیں۔

سُورَةُ الحِجرِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ الْحَقُّ يَرْجِعُ إِلَى اللهِ وَعَلَيْهِ طَرِيقُهُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ "لَعَمْرُكَ لَعَيْشُكَ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ أَنْكَرَهُمْ لُوطٌ وَقَالَ غَيْرُهُ كِتَابٌ مَعْلُومٌ أَجَلٌ لَوْمَا لَوْمَا تَأْتِينَا هَلَّا تَأْتِينَا شِيَعٌ أُمَمٌ وَالْأَوْلِيَاءُ أَيْضًا شِيَعٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُهْرَعُونَ مُسْرِعِينَ لِلْمُتَوَسِّمِينَ لِلنَّاظِرِينَ قَالَ سُكِّرَتْ غُشِّيَتْ بُرُوجًا مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَوَاقِحَ مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً حَمَإٍ جَمَاعَةُ حَمْأَةٍ وَهُوَ الطِّينُ الْمُتَغَيِّرُ وَالْمَسْنُونُ الْمَصْبُوبُ تَوْجَلْ تَخَفْ دَابِرَ آخِرَ الْإِمَامُ كُلَّمَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَيْتَ بِهِ الصَّيْحَةُ الْهَلَكَةُ

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ صراط علی مستقیم۔ سے مراد یہ ہے کہ حق سب اللہ کے طرف لوٹتا ہے اور اسی کی طرف حق کا راستہ ہے۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر ہے لعمرک تیری زندگی کی قسم! قوم منکرون۔ جن کو لوط علیہ السلام نے اوپرا سمجھا۔ غیر ابن عباس کی تفسیر ہے کتاب معلوم سے اجل اور موت معلوم مراد ہے۔ لوما بمعنے ھلا کے ہے۔ شیع امتیں اور دوست کو بھی شیع کہتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ یہرعون بمعنے جلدی کرنے والے۔ متوسمین۔ دیکھنے والے شکرت ابصارھم یعنی انکی آنکھیں ڈھانپ دی گئیں۔ بروجا۔ سورج اور چاند کی منزلیں ۔لواقح۔ ملاقح ملقحہ کی جمع ہے۔ ارسلنا الریاح لواقح۔ پانی کا بوجھ اٹھانے والی ہوائیں بھیجیں۔ حما۔ حماء کی جمع ہے۔ بدبو دار گارا مسنون پلٹا ہوا۔ لاتوجل ڈرو مت۔ دابر معنے آخر۔

الامام وہ چیز جس کا تو قصد کرے اور اس سے ہدایت حاصل کرے۔ صیحہ۔ سے ہلاکت کی چنگھاڑ مراد ہے۔

بَاب قَوْلِهٖ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ

حدیث (۴۳۴۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اِذَا قَضَى اللّٰهُ الْاَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَالسِّلْسِلَةِ عَلٰى صَفْوَانٍ قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهٗ صَفَوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذٰلِكَ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْ قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُوا السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُوا السَّمْعِ هٰكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِيَدِهٖ وَفَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنٰى نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ فَرُبَّمَا اَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ اَنْ يَرْمِيَ بِهَا اِلٰى صَاحِبِهٖ فَيُحْرِقُهٗ وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتّٰى يَرْمِيَ بِهَا اِلَى الَّذِيْ يَلِيْهِ اِلَى الَّذِيْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ حَتّٰى يُلْقُوْهَا اِلَى الْاَرْضِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ حَتّٰى تَنْتَهِيَ اِلَى الْاَرْضِ فَتُلْقٰى عَلٰى فَمِ السَّاحِرِ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُصَدَّقُ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا يَكُوْنُ كَذَا وَكَذَا فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا لِلْكَلِمَةِ الَّتِيْ سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ ..الحدیث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ اس روایت کو جناب نبی اکرم ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا جب اللہ تعالے آسمان کے اندر کسی معاملہ کا فیصلہ کرتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالے کے فرمان کی تابعداری میں اپنے پروں کو اس طرح مارتے ہیں جس طرح چکنے پتھر پر زنجیر کھینچی جائے یہ علی مدینی کا قول تھا غیر علیؒ نے صفوان پڑھا ہے۔ بہر حال اللہ تعالے اپنا وہ قول فرشتوں تک پہنچاتے ہیں۔ پس جب ان کے دلوں سے گھبرہٹ دور ہوتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تمھارے رب نے کیا کہا۔ تو ایک دوسرے کو وہ بات حق بتلاتے ہیں۔ جو اللہ تعالے نے فرمائی وہ بلند وبرتر ہے۔ تو اس کلمہ کو چوری کرنے والے جن سن لیتے ہیں۔ اور سمع کے چوری کرنے والے اس طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے اسکو بیان کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں کشادگی پیدا کر دی اور ایک کو دوسرے پر کھڑا کر دیا۔ پس بسا اوقات شہاب ثاقب اس سننے والوں کو پالیتا ہے۔ اپنے ساتھی تک پہنچانے سے پہلے پہلے تو اسے جلا دیتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ اسے نہیں پاتا تو وہ اپنے ساتھ والے تک پہنچا دیتا ہے۔ جو اپنے نیچے والے تک پھینکتا ہے۔ یہانتک وہ اس کلمہ کو زمین تک ڈال دیتا ہے۔ اور بسا اوقات سفیان فرماتے ہیں کہ زمین تک پہنچا دیتا ہے تو وہ جادوگر کے منہ تک ڈال دیا جاتا ہے۔ جو اس کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے ملاتا ہے جس کی وجہ سے اسکی بات کو سچا سمجھا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کیا اس نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں چیز کی خبر نہیں دی تھی۔ تو پس ہم نے اس کو سچ پایا یہ اس کلمہ کی وجہ سے ہوا جو انہوں نے آسمان سے سنا تھا

حدیث (۴۳۴۸) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اِذَا قَضَی اللّٰہُ الْاَمْرَ وَقَالَ عَلٰی فَمِ السَّاحِرِ قُلْتُ لِسُفْیٰنَ قَالَ سَمِعْتَ عِکْرِمَۃَ سَمِعْتَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لِسُفْیٰنَ اِنَّ اِنْسَانًا رَوٰی عَنْکَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یَرْفَعُہٗ اَنَّہٗ قَرَءَ فُرِّغَ قَالَ سُفْیَانُ ھٰکَذَا قَرَءَ عَمْرٌو فَلَا اَدْرِیْ سَمِعَہٗ ھٰکَذَا اَمْ لَا قَالَ سُفْیَانُ وَھِیَ قِرَءَتُنَا.....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالے کسی معاملہ کا فیصلہ فرماتے ہیں راوی کے الفاظ ہیں کہ وہ کلمہ جنات جو تشی سے سن کر جادوگر کے منہ میں ڈال دیتے ہیں اور دوسری سند میں عکرمہ سے ہے کہ جادوگر کے منہ میں ڈال دیتے ہیں پھر ایک سند میں حضرت ابو ھریرۃؓ سے فزع کے الفاظ منقول ہیں پھر حدیث کے مرفوع ہونے کے بارے میں عمرو سے سمعت کے الفاظ مروی ہیں اور سفیان سے حدثنا کے۔

باب قَوْلِہٖ وَلَقَدْ کَذَّبَ اَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ

حدیث (۴۳۴۹) حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لِاَصْحَابِ الْحِجْرِ لَاتَدْخُلُوْا عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ فَاِنْ لَمْ تَکُوْنُوْا بَاکِیْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْھِمْ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِثْلُ مَا اَصَابَھُمْ..

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اصحاب حجر سے فرمایا کہ تم لوگ اس قوم پر داخل ہو تو روتے ہوئے داخل ہو۔ اگر تم نہیں روتے تو پھر سرے سے ان پر داخل نہ ہو۔ کہیں تم پر بھی وہ مصیبت نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوئی۔

باب وَقَوْلِہٖ لَقَدْ اٰتَیْنَاکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ

حدیث (۴۳۵۰) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰی قَالَ مَرَّ بِیَ النَّبِیُّ ﷺ وَاَنَا اُصَلِّیْ فَدَعَانِیْ فَلَمْ اٰتِہٖ حَتّٰی صَلَّیْتُ ثُمَّ اَتَیْتُ فَقَالَ مَامَنَعَکَ اَنْ تَاْتِیَ فَقُلْتُ کُنْتُ اُصَلِّیْ فَقَالَ اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید بن المعلی فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پاس سے جناب نبی اکرم ﷺ کا گذر ہوا آپ نے مجھے بلایا تو میں نے جبتک نماز نہ پڑھ لی آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ جب میں آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے پوچھا تجھے میرے پاس آنے سے کس چیز نے روکا میں نے کہا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا آپؐ نے فرمایا کیا اللہ تعالے کا یہ ارشاد نہیں ہے۔

ثُمَّ قَالَ اَلاَ اُعَلِّمُکَ اَعْظَمَ سُوْرَۃٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَهَبَ النَّبِیُّ ﷺ لِیَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَکَّرْتُهٗ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهٗ ..

ترجمہ۔ کہ اے ایمان والو! اللہ تعالے اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہو پھر فرمایا کہ مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے میں تجھے ایک ایسی سورت سکھلاؤنگا جو قرآن مجید میں سب سے بڑے درجہ والی سورۃ ہے تو جب آپؐ مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ کرنے لگے تو میں نے آپ کو یاد دلایا آپؐ نے فرمایا وہ سورۃ الحمد للہ رب العالمین ہے۔ یہی سبع مثانی اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

حدیث (۴۳۵۱) حَدَّثَنَا آدَمُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُمُّ الْقُرْاٰنِ هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ام القرآن ہی السبع المثانی والقرآن العظیم ہے۔

باب قَوْلِهٖ الَّذِیْنَ جَعَلُوْا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ الْمُقْتَسِمِیْنَ الَّذِیْنَ حَلَفُوْا وَمِنْهُ لَااُقْسِمُ اَیْ اُقْسِمُ وَتُقْرَأُ لَاُقْسِمُ قَاسَمَهُمَا حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ یَحْلِفَالَهٗ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَقَاسَمُوْا تَحَالَفُوْا۔۔۔

ترجمہ۔ عضین کا معنی قسمیں کھانے والے ہیں اس سے ہے لااقسم یعنی قسم کھاتا ہوں لیکن اسے لااقسم پڑھا جائیگا قاسمھا کے معنی ان کیلئے قسم کھائی اور ان دونوں نے اس کے لئے قسم نہیں اٹھائی۔ مجاہد کہتے ہیں تقاسموا کے معنی باہمی قسم اٹھانا ہے۔

حدیث (۴۳۵۲) حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَلَّذِیْنَ جَعَلُوْا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ قَالَ هُمْ اَهْلُ الْکِتَابِ جَزَّؤُهُ اَجْزَاءً فَاٰمَنُوْا بِبَعْضِهٖ وَکَفَرُوْا بِبَعْضِهٖ ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ الذین جعلوا القرآن عضین سے مراد اہل کتاب ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو حصے بخرے کر دیا بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر کیا۔

حدیث(۴۳۵۳)حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوسٰی عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ کَمَا اَنْزَلْنَا عَلَے الْمُقْتَسِمِیْنَ قَالَ اٰمَنُوْا بِبَعْضٍ وَ کَفَرُوْا بِبَعْضٍ اَلْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ المقتسمین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کیا وہ یہود ونصاری ہیں۔

باب قَوْلِهٖ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَأْتِیَکَ الْیَقِیْنُ قَالَ سَالِمُ الْمَوْتُ

سُوْرَۃُ النَّحْلِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رُوْحُ الْقُدُسِ جِبْرَائِیْلُ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ فِیْ ضَیْقٍ یُقَالُ اَمْرٌ ضَیْقٌ وَضَیِّقٌ مِثْلُ هَیْنٍ وَهَیِّنٍ وَلَیْنٍ وَلَیِّنٍ وَمَیْتٍ وَمَیِّتٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ اِخْتِلَافِهِمْ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمِیْدُ تَکَفَّأُ مُفْرَطُوْنَ مَنْسِیُّوْنَ وَقَالَ غَیْرُهٗ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ هٰذَا مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ وَذَالِكَ اَنَّ الْاِسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَمَعْنَاهَا الْاِعْتِصَامُ بِاللّٰهِ شَاکِلَتِهٖ نَاحِیَتِهٖ قَصْدُ السَّبِیْلِ الْبَیَانُ الدِّفْءُ مَا اسْتَدْفَأْتَ تُرِیْحُوْنَ بِالْعَشِیِّ وَتَسْرَحُوْنَ بِالْغَدَاةِ بِشِقٍّ یَعْنِیْ الْمَشَقَّةَ عَلٰی تَخَوُّفٍ تَنَقُّصٍ الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً

ترجمہ۔روح اللہ اور روح الامین۔جرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ضیق کے معنی تنگی یہ صفت یا کے سکون اور یا کی تشدید دونوں سے آتا ہے جیسے ھین وھین اور میت ومیت ہے ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔تقلبھم کے معنی آنے جانے کے ہیں مجاہد فرماتے ہیں کہ تمید کے معنی جھکاؤ کے ہیں۔مفرطون پیچھے رکھے ہوئے۔غیر مجاہد کی تفسیر ہے۔ فاذا قرأت میں تقدیم تاخیر ہے کیونکہ استعاذہ قراۃ سے پہلے ہوتا ہے۔اور اس استعاذہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے پر بھروسہ کیا جائے شاکلہ کے معنی طرف کے ہیں۔ قصد السبیل سے مراد بیان ووضاحت ہے۔ الدفۂ وہ چیز جس سے گرمی حاصل کی جائے۔ تریحون شام کو واپس لوٹنا اور تسرحون صبح کو جانوروں کو

وَهِيَ تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ وَكَذٰلِكَ النَّعَمُ الْاَنْعَامُ جَمَاعَةُ النَّعَمِ سَرَابِيلَ قُمُصٌ تَقِيكُمُ الْحَرَّ واماسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ فَاِنَّهَا الدُّرُوعُ دَخَلًا بَيْنَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يصح فَهُوَ دَخَلٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ حَفَدَةً مِنْ وَلَدِ الرَّجُلِ السَّكَرُ مَاحُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا وَالرِّزْقُ الْحَسَنُ مَااَحَلَّ اللّٰهُ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَدَقَةَ اَنْكَاثًا هِيَ خَرْقَاءُ كَانَتْ اِذَا اَبْرَمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍؓ الْاُمَّةُ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ وَالْقَانِتُ الْمُطِيعُ ....

چرانے کے لیئے جانا۔ بشق کا معنی مشقت ہے۔ تخوف معنی گھٹنا۔ انعام کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کیلئے استعمال ہو تا ہے اور اسی طرح نعم کا لفظ بھی جو انعام کا مفرد ہے۔ سرابیل قیمیں جس سے سردی گرمی کا بچاؤ ہو تا ہے۔ اور جنگ میں بچاؤ کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جنہیں زرہ کہا جاتا ہے۔ دخلا۔ ہر وہ چیز جو ٹھیک نہ ہو۔ وہ دخل ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حفدہ۔ آدمی کی اولاد کو کہتے ہیں۔ السکر جس کے پھل سے نشہ آور چیز بنائی جائے۔ اور رزق حسن جو اللہ تعالی نے حلال بنایا ہے۔ ابن عینیہ صدقہ سے تفسیر نقل کرتے ہیں انکاثا ٹکڑے ٹکڑے کرنا ایک بے وقوف عورت تھی جو کاتنے کے بعد اٹیا کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کان ابراھیم امة واحدہ میں امہ کے معنی خیر اور بھلائی کی تعلیم دینے والا اور قانت کے معنی فرمانبردار کے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ فاستعذ باللہ ص ۶۸۳۔ ۱۵ اس میں بظاہر تقدیم و تاخیر ہے کیونکہ قراۃ اور استعاذہ میں وہ ترتیب نہیں ہے جو آیت کے اندر مذکور ہے۔ بلکہ استعاذہ قراۃ پر مقدم ہوتا ہے۔ بنابریں یہ تاویل جمہور کی تاویل کے خلاف نہیں ہو گی کیونکہ جمہور اذا قرأت کے معنی اذا اردت القرآۃ کے لیتے ہیں تو دونوں کا مال ایک ہو گا۔ مؤلف کا کلام بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ نے کلام امام بخاریؒ اور قول جمہور میں تطبیق بیان کر دی۔ کہ اذا اردت القراۃ کے معنی ایک ہیں ظاہر آیت پر ابن سیرین اور داؤد ظاہری کا عمل ہے کہ وہ قراۃ قرآنی کے بعد استعاذہ کرتے ہیں۔ صاحب جمل فرماتے ہیں۔ کہ قراۃ سے پہلے استعاذہ اکثر فقہا اور محدثین کا مسلک ہے۔ جس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ استعاذہ کے ذریعہ وسوسہ سے بچنے کی ضرورت تو قراۃ سے پہلے ہے۔ جب تلاوت ہو گئی پھر کیا ضرورت باقی رہی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ شاکلتہ ص ۶۸۳۔ ۱۶ ونیتہ یہ لفظ اس سورت کا نہیں ہے غالباً اس مقام پر اس کے لانے کی وجہ یہ ہو۔ کہ قراۃ قران میں مقصود محض اللہ کی رضا ہو۔ نام و نمود یا اور کوئی غرض نہ ہو۔ بنابریں اس مناسبت سے شاکلہ کا ترجمہ نیت بہتر ہو گا اور دوسرے مقام پر ناحیہ مناسب ہے۔ تاکہ فائدہ کے بعد دوسرا فائدہ حاصل ہو تو اس توجیہ پر نیتہ کا نسخہ مناسب ہو گا۔ ناحیہ غیر مناسب رہیگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شاکلتہ کا لفظ سورۃ نحل میں نہیں بلکہ سورۃ بنی اسرائیل میں وارد ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ نے اس کو اس جگہ ذکر نہیں کیا سورۃ بنی اسرائیل میں ذکر کیا ہے۔ جھاں شاکلتہ کے معنی ناحیۃ کے لئے ہیں۔ اور حافظؒ نے دونوں جگہ ذکر کیا ہے شاکلہ کے معنی مثل کے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ السکر ماحرم من ثمرتھا احسانات بیان ہو رہے ہیں جو نشہ آور پھل نہیں ہیں۔ احسان بندی توان سے ہوگی۔ شاید یہاں وہی۔ مقدار مراد ہو جو نشہ آور نہ ہو۔ تو احسان جتلانا صحیح ہوگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے چونکہ آیت مکیہ ہے اور محرمات کی تحریم مدینہ میں ہوئی ہے۔ لھذا نزول آیات کے وقت ان نعمتوں کا احسان جتلانا صحیح ہو جائیگا۔ حرمت بعد میں آئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن عباسؓ کی تفسیر سے سکر سے مراد وہ پھل مراد ہونگے۔ جن سے نشہ آور حرام چیزیں بنتی ہیں اور رزق حسن سے اللہ تعالے کے حلال کردہ ثمرات مراد ہونگے اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں اگرچہ یہ آیت تحریم سے پہلے کی ہے لیکن کراھۃ پر دال ہے۔ تو آیت میں عتاب اور منت دونوں کا ذکر ہوا۔ اور سورۃ مائدہ کی آخری آیت مدنی تحریم کے لئے ہوگی۔ اسلئے قطب گنگوہیؒ نے دونوں اقوال کو اختیار کر کے آیت کی توجیہ بیان فرمائی ہے۔

باب وَقَوْلِهٖ مِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

حدیث (۴۳۵۴) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ ... عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَدْعُوْا ... اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں۔ کنجوسی اور سستی۔ اور اس بڑھاپے سے جس میں قوی اور عقل میں نقص آئے۔ اور قبر کے عذاب سے دجال کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں

سُوْرَةُ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث (۴۳۵۵) حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ سَمِعْتُ

ترجمہ۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ سورۃ بنی اسرائیل

ابنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ اِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِيْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ يَهُزُّوْنَ وَقَالَ غَيْرُهٗ نَغَضَتْ سِنُّكَ اَيْ تَحَرَّكَتْ وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَخْبَرْنَاهُمْ اَنَّهُمْ سَيُفْسِدُوْنَ وَالْقَضَاءُ عَلٰى وُجُوْهٍ وَقَضٰى رَبُّكَ اَمَرَ رَبُّكَ وَمِنْهُ الْحُكْمُ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ وَمِنْهُ الْخَلْقُ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ نَفِيْرًا مَنْ يَنْفِرُ مَعَهٗ وَلِيُتَبِّرُوْا يُدَمِّرُوْا مَا عَلَوْا حَصِيْرًا مَحْبِسًا مَحْصَرًا فَحَقَّ وَجَبَ مَيْسُوْرًا لَيِّنًا خِطْاً اِثْمًا وَهُوَ اسْمٌ مِنْ خَطِئْتُ وَالْخَطَاءُ مَفْتُوْحٌ مَصْدَرُهٗ مِنَ الْاِثْمِ خَطِئْتُ بِمَعْنٰى اَخْطَاْتُ لَنْ تَخْرِقَ لَنْ تَقْطَعَ وَاِذْهُمْ نَجْوٰى مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَيْتُ فَوَصَفَهُمْ بِهَا وَالْمَعْنٰى يَتَنَاجَوْنَ رُفَاتًا حُطَامًا وَاسْتَفْزِزْ اسْتَخِفَّ بِخَيْلِكَ الْفُرْسَانِ وَالرَّجْلُ وَالرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ حَاصِبًا الرِّيْحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ اَيْضًا مَا تَرْمِيْ بِهِ الرِّيْحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمٰى بِهٖ فِيْ جَهَنَّمَ وَهُوَ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْاَرْضِ ذَهَبَ وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الْحَصْبَاءِ وَالْحِجَارَةِ تَارَةً مَرَّةً وَجَمَاعَةً تِيَرَةٌ وَتَارَاتٌ لَاَحْتَنِكَنَّ لَاَسْتَاْصِلَنَّهُمْ يُقَالُ احْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ اسْتَقْصَاهُ طَائِرُهٗ حَظُّهٗ

اور کہف اور مریم کے بارے میں فرمایا کہ یہ پہلی عمدہ سور تو
میں سے ہیں۔اور قصص انبیا اور اخبار امم کے اعتبار سے قد
ہیں۔اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ ینغضون کے معنی حرکت
دینے کے ہیں۔اور غیر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نغضت سنک
جب دانت اپنی جگہ پر ٹھہرتے ہوئے حرکت کرنے لگے
قضینا کے اس جگہ معنی خبر دینے کے ہیں ویسے قضا کئی معانی میں
آتا ہے۔قضی ربک یعنی تیرے رب نے حکم دیا۔اور ایک معنی
ان میں سے فیصلہ کرنے کے بھی ہیں۔جیسے یقضی بینہم اور ایک
معنی پیدا کرنے کے بھی ہیں۔جیسے فقضاھن سبع سموات او خلقھن
نفیرا قوم اور قبیلہ کا وہ شخص جو کسی کے ساتھ چل پڑے لیتبرو
جو سرکشی کرے اسکو ہلاک وبرباد کردے۔ حصیرا باندھنے کی
جگہ۔فحق بمعنے وجب میسور بمعنے نرم بات خطاء گناہ کے معنی
ہیں۔یہ خطئت کا اسم ہے اور خطا بفتح الخا اسکی مصدر ہے گناہ کے
معنی ہیں۔اور خطئت بمعنے اخطئت کے متعدی رہے۔لن تخرق
خرق کے معنی پھاڑنا منقطع کرنا۔واذھم نجوی۔یہ ناجیت بمعنی
سرگوشی کرنا کی مصدر ہے جس سے ان کا حال بیان کیا ہے کہ وہ
آپس میں سرگوشی کرتے ہیں۔رفاتا ریزہ ریزہ کرنا۔استفز
دوڑ آنا ۔ خیل گھوڑے والرجل اور رجالہ بمعنے پیدل جس کا واح
راجل ہے۔جیسے صاحب کی جمع صحب اور تاجر کی جمع تجر آتی ہے
حاصبا وہ سخت آندھی جو کنکریاں اڑانے والی ہو۔حاصب اسی ہو
کو کہتے ہیں جو کنکریاں اڑائے اسی سے حصب جہنم ہے یعنی جہ
ایندھن جھنم میں پھینکا جائے وہ حصب ہے اور حصب فی الارض
اس وقت کہتے ہیں جب زمین میں چلا جائے۔اور حصب حصبا
سے مشتق ہے۔پتھر کی کنکریاں۔تارۃ باری کے معنی میں ہیں

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلُّ سُلْطَانٍ فِي الْقُرْاٰنِ فَهُوَ حُجَّةٌ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ لَمْ يُحَالِفْ اَحَدًا ......

جسکی جمع تارات اور تیر کی آتی ہے۔ لاحتنکن یعنی جڑ اکھیڑ کر رکھ دونگا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس جو کچھ علم تھا فلاں اس کی انتہا کو پہنچ گیا۔ طائرہ کے معنی حصہ کے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی سلطان کا لفظ آیا ہے اس کے معنی حجت اور دلیل کے ہیں۔ ولی من الذل ذلت کا والی جو کسی سے حلف عہد معاہدہ نہ کرے۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ علو مفعول لقوله يدمروا ۶۸۳۔ ۲۷ از شیخ زکریاؒ اور امام بخاریؒ نے لیتبروا کی تفسیر یدمروا سے کی ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے تنبیہ فرمائی کہ ماعلوا اس کا مفعول ہے اور ما سے شہر مراد ہیں جن پر ان کا غلبہ ہوا۔ چنانچہ صاحب جلالین فرماتے ہیں ليتبروا اى يهلكوا ماعلوا اى ماغلبوا عليه صاحب جمل نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ اور امام راغب فرماتے ہیں تدمیر کے معنی کسی شے پر ہلاکت کو داخل کرنا ہے۔

باب قوله اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام

حدیث (۴۳۵۶) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ بِاِيْلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ اِلَيْهِمَا فَاَخَذَ اللَّبَنَ قَالَ جِبْرَائِيْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بیت المقدس میں جس رات آپ کو سیر کرائی گئی آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو پیالے شراب اور دودھ کے لائے گئے۔ جن کی طرف آپؐ نے دیکھا پھر ان میں سے دودھ کے پیالے کو لے لیا۔ جبرائیلؑ نے فرمایا۔ کہ اس اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے۔ جس نے آپ کو فطری امر کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اگر آپؐ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ غوت امتك۔ وجہ یہ ہے کہ نبیؐ اور امت میں درخت اور دانے کی نسبت ہے۔ نبی جو فعل کرے گا اس کا امت پر اثر پڑے گا اگر بالفرض آپؐ شراب کو پی لیتے تو امت کا میلان بھی آپؐ کے میلان کی وجہ سے خمر کی طرف ہو جاتا۔

حدیث (۴۳۵۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے میں نے سنا جبکہ قریش نے معراج کے بارے میں مجھے جھٹلادیا تو میں حطیم کے اندر کھڑا ہو گیا۔

فَجَلَّىَ اللهُ لِىْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَااَنْظُرُ اِلَيْهِ .....

اللہ تعالے نے بیت المقدس جو میرے لئے کھول دیا تو میں اس بیت المقدس کی نشانیوں کو دیکھ دیکھ کر ان کو بتلاتا تھا اور

یعقوب بن ابراھیم کی سند میں ہے کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا جبکہ بیت المقدس کی طرف مجھے سیر کرائی گئی۔ نحو اور قاصف کے معنی ہر وہ آندھی جو جس چیز پر گذرے اسے توڑ کے رکھ دے۔

باب ولقعد كرمنا بنى آدم كرمنا

وَاَكْرَمْنَاوَاحِدٌ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ عَذَابَ الْحَيٰوةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ خِلَافَكَ وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ وَنَاَى تَبَاعَدَ شَاكِلَتِهٖ نَاحِيَتِهٖ وَهِيَ مِنْ شَكْلِهٖ صَرَّفْنَا وَجَّهْنَا قَبِيْلًامُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةًوَقِيْلَ الْقَابِلَتُه لِاَ نَّهَا مُقَامِلَتُهَا وَتُقْبِلُ وَلَدَهَا خَشْيَةَ الْاِ نْفَاقِ اَنْفَقَ الرَّجُلُ اُنفق وَنَفِقَ الشَّيْءُ ذَهَبَ قَتُوْ رًامُقْتِرٌ الانفاق لِلْاَذْقَانِ مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ وَالْوَ احِدُ ذَقَنٌ وَقَا لَ مُجَاهِدٌ مَوْ فُوْرًاوَافِرًا تَبِيْعًا ثَائِرًا وَقَا لَ ابْنُ عَبَّا سٍ نَصِيْرًاخَبَتْ طَفِئَتْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَاتُبَذِّرْ لَاتُنْفِقْ فِي الْبَاطِلِ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍرِزْقٍ مَثْبُوْرًامَلْعُوْنًا لَا تَقْفُ لَاتَقُلْ فَجَا سُوْا تَيَمَّمُوْايُزْجِي الْفُلْكَ يُجْرِى الْفُلْكَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ الْوُجُوْهِ.....

ترجمہ۔ کرمنا اور اکرمنا ایک معنی ہیں۔ عزت دینا۔ ضعف الحیٰوۃ سے مراد زندگی اور موت کا عذاب مراد ہے۔ خلافک اور خلفک دونوں برابر ہیں تیرے پیچھے نای کے معنی دور ہونا شاکلتہ کے معنی کنارہ۔ شکلتہ سے مشتق ہے کہ میں نے اس سے کنارہ کشی کی۔ صرفنا پھیر دیا متوجہ کیا قبیلا کے معنی سامنے دیکھنا قابلہ کو دایا بھی اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ والدہ کے سامنے ہوتی ہے۔ اور اس کے بچے کا استقبال کرتی ہے خشیۃ الانفاق جب آدمی خرچ کرتا ہے تو مفلس ہو جاتا ہے۔ نفق الشی جب کوئی چیز چلی جائے۔ قتورا کنجوسی کرنے والا اذقان ذقن کی جمع ہے دونوں جبڑوں کے جمع ہونے کی جگہ (ٹھوڑی) اور مجاہد کی تفسیر ہے موفورا بمعنے پورا۔ تبیعا بدلہ لینے والا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مدد کرنے والا کے معنی ہیں خبت بجھ جانا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں لاتبذر غلط طریقہ پر خرچ نہ کرو ابتغاء رحمة رزق طلب کرنا۔ مثبورا معنی ملعون۔ لاتقف بمعنے نہ کہہ فجاسوا قصد کرنا یزجی الفلك کشتیوں کو چلاتا ہے یخرون للاذقان چہروں کے بل گرتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ قولہ وقیل القابلہ ص۶۸۴۔۱۴۔ یہاں سے آیت کی تفسیر کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ قبیلا کی مناسبت سے دائی کو قابلہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی بالمقابل سامنے ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا کی تفسیر میں جلالین کے اندر ہے۔ مقابلہ وعیانا چنانچہ امام بخاریؒ نے بھی معائنہ مقابلہ سے تفسیر کی ہے۔ قیل القابلہ۔ سے توہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید یہ بھی قبیلہ کی تفسیر ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ نے اس وہم کا دفعیہ کر دیا کہ یہ تفسیر نہیں بلکہ مقابلہ کہ مناسبت سے قابلہ کا ذکر آگیا۔ کہ وہ بھی فرج کے سامنے ولادت کے وقت بیٹھتی ہے۔ چنانچہ عینی میں ہے۔ کہ قابلہ وہ عورت ہے جو عند الولادۃ بچہ کو لیتی ہے اس کا استقبال کرتی ہے۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ آیت کے اندر لفظ قبیل بمعنے مقابلہ کے ہے قبیل قابلہ کے معنی میں بھی آتا ہے اگرچہ وہ اس جگہ مراد نہیں ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے قبیل اور قبول قابلہ کو کہتے ہیں۔

باب قَوْلِهٖ وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا الْاٰيَةَ

حدیث (۴۳۵۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ لِلْحَيِّ اِذَا كَثُرُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَمِرَ بَنُوْ فُلَانٍ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ کو جب وہ مالدار ہو جاتے تھے تو کہتے تھے کہ امر ہو فلاں۔ کہ فلاں قبیلہ امیر ہو گیا۔ اور حمیدی کی سند میں صرف امر ہے۔

باب قوله ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا

حدیث (۴۳۵۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا ذٰلِكَ يُجْمَعُ النَّاسُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا۔ پس آپ کی طرف بازو کا گوشت اٹھا کر لایا گیا جو آپ کو پسندیدہ تھا۔ جس میں سے آپ نوچ نوچ کر کھانے لگے۔ پھر فرمایا کہ میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس وجہ سے ہوگا سب لوگ جمع ہونگے۔ پہلے پچھلے سب ایک میدان میں جمع ہونگے جن کو پکارنے والا سنا سکے گا اور آنکھ ان میں سرایت کر جائے گی اور سورج بہت قریب ہو جائے گا۔ تو لوگوں کو

8/1

مِنَ الْغَمِّ والكرب مالايطيقون ولايحتملو ن
فَيَقُوْلُ النَّاسِ اَلَاتَرَوْنَ مَاقَدْ بَلَغَكُمْ اَلَاتَنْظُرُوْنَ مَنْ
يَشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ
عَلَيْكُمْ بِاٰدَمَ فَيَاْتُوْ نَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَنْتَ
اَبُوالْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰه بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهٖ
وَاَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْالَكَ اشْفَعْ لَنَااِلٰى رَبِّكَ
اَلَاتَرٰى اِلٰى مَانَحْنُ فِيْهِ اَلَاتَرٰى اِلٰى مَاقَدْبَلَغَنَا
فَيَقُوْلُ اٰدَمُ اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ
يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنَّهٗ قد
نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهٗ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْ ا
اِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْ ا اِلٰى نُوْحٍ فَيَاْتُوْ نَ نُوْحًا
فَيَقُوْلُوْنَ يَا نُوْحُ اِنَّكَ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ فِيْ اَهْلِ
الْاَرْضِ قَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًاشَكُوْرًااِشْفَعْ لَنَا اِلٰى
رَبِّكَ اَلَاتَرٰى اِلٰى مَانَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّيْ قَدْ
غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًالَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ
يَغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنَّهٗ قَدْ كَانَتْ لِيْ دَعْوَةٌ
دَعَوْتُهَاعَلٰى قَوْمِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى
غَيْرِيْ اِذْهَبُوْااِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ
يَا اِبْرَاهِيْمُ اَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ
اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَانَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ
لَهُمْ اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًالَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ

اندوہ اور پریشانی اسقدر پہنچے گی جس کی وہ لوگ نہ طاقت رکھیں
گے اور نہ اسے برداشت کر سکیں گے پس لوگ کہنے لگیں گے
کہ کیا تم اس کو دیکھتے نہیں ہو جو تمھیں پہنچ چکی پس کوئی ایسا شخص
دیکھو جو تمھارے رب کی طرف تمھاری سفارش کرے تو ایک
دوسرے کو کہیں گے کہ۔ حضرت آدمؑ کے پاس جاکر فریاد کرو
پس وہ آدمؑ کے پاس آئیں گے ان سے کہیں گے کہ آپ تمام
انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے دست قدرت سے
تمھیں پیدا کیا۔ اور اپنی روح تمھارے اندر پھونکی اور فرشتوں کو
حکم دیا جنہوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ پس آپ اپنے رب کی طرف
ہماری سفارش کریں۔ کیا آپ اس مصیبت کو نہیں دیکھتے جس
میں ہم لوگ مبتلا ہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ وہ کس حد تک
ہم تک پہنچ چکی ہے تو حضرت آدمؑ فرمائیں گے کہ میرے رب آج
اسقدر غضبناک ہیں کہ اس سے پہلے اس جیسا غصہ کبھی نہیں آیا
اور نہ ہی اس کے بعد ایسا غصہ کبھی آیگا۔ اور یہ کہ مجھے اس سے
درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا۔ مگر میں نے کہا نہ مانا
پس مجھے تو اپنی ذات کی فکر پڑی ہے تین مرتبہ فرمائیں گے۔ تم
میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت نوحؑ کے پاس
جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے اور ان سے
کہیں گے اے نوح علیہ السلام بیشک آپ تو زمین والوں کی
طرف سب سے پہلے رسول ہیں۔ اور آپ کو اللہ تعالےٰ نے عبد
شکور کہہ کر ذکر فرمایا ہے۔ پس آپ ہمارے لئے اپنے رب کے
پاس سفارش کریں۔ کیا آپ اس مصیبت کو نہیں دیکھتے جس
میں لوگ مبتلا ہیں۔ وہ فرمائیں گے کہ میرا رب آج اسقدر غصہ
میں ہے کہ ایسا اس سے پہلے کبھی غضبناک نہ ہوئے تھے۔

مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ اِنِّيْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا
لَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى
غَيْرِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ
يَا عِيْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ
وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اشْفَعْ
لَنَا اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى اِنَّ رَبِّيْ
قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ
وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِيْ
نَفْسِيْ نَفْسِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ
ﷺ فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى
مَا نَحْنُ فِيْهِ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ
سَاجِدًا لِّرَبِّيْ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ
الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِيْ ثُمَّ يُقَالُ
يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ
فَاَرْفَعُ رَأْسِيْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ
يَا رَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ
لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ
الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ
الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ

اور نہ ہی اس کے بعد ایسے کبھی غضبناک ہونگے۔ مجھے تو ایک دعا کا اختیار تھا جس کو میں اپنی قوم کے خلاف استعمال کر چکا۔ اب تو مجھے اپنی ذات کی فکر پڑی ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت ابراھیمؑ کے پاس جاؤ۔ پس لوگ ان کے پاس آکر کہیں گے اے ابراھیمؑ! کہ آپ اللہ کے نبی اور اس کے خلیل ہیں۔ جو زمین والوں کی طرف بھیجے گئے۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس سفارش کریں۔ کیا آپ اس مصیبت کو نہیں دیکھ رہے جس میں ہم لوگ مبتلا ہیں۔ وہ ان سے فرمائیں گے۔ کہ میرا رب آج اسقدر ناراض ہے ایسا غصہ آپ کو نہ ہی پہلے آیا اور نہ کبھی بعد میں آیگا میں تو بظاہر تین جھوٹی باتیں کہہ چکا ہوں جن کو ابو حبان راوی نے حدیث میں بیان کیا ہے۔ مجھے تو اپنی ذات کی فکر ہے۔ تو میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰؑ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے اے موسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے اپنی رسالت اور ہمکلامی سے لوگوں پر نوازا ہے۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کریں۔ دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ پس فرمائیں گے کہ میرا رب آج اسقدر غصہ میں ہیں کہ آج سے پہلے اور آج کے بعد ایسے غضبناک کبھی نہیں ہوئے۔ میں تو ایک ایسے جی دار کو قتل کر چکا ہوں جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں تھا۔ مجھے تو اپنی پڑی ہے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت عیسیٰؑ کے پاس جاؤ تو وہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس جا کر ان سے کہیں گے کہ اے عیسیٰؑ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کا وہ کلمہ ہیں جن کو اس سے حضرت بی بی مریمؑ کی طرف ڈالا اور آپ نے

الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى.....

لوگوں سے اس وقت کلام کیا جبکہ آپ گہوارے میں تھے اور بالکل بچے تھے۔آپ ہمارے لئے سفارش کریں۔جس حال میں ہم لوگ ہیں کیا آپ اس کو نہیں دیکھ رہے تو حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے کہ آج میرا رب اسقدر غضبناک ہے۔کہ ایسا غصہ نہ کبھی پہلے آیا اور نہ کبھی ایسا بعد میں آئیگا۔اور آپ نے کسی گناہ کا تذکرہ نہ کیا البتہ پھر بھی نفسی نفسی کہتے رہے۔فرمایا میرے غیر کے پاس جاؤ بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں جاؤ لوگ جناب محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونگے۔اور آکر کہیں گے کہ اے محمد ﷺ! آپ تو اللہ کے رسول ہیں۔اور خاتم الانبیاء ہیں۔جنکی اگلی پچھلی لغزشیں اللہ تعالےٰ نے معاف کردی ہیں۔آپ اپنے رب کی طرف ہماری سفارش کریں۔جس حال میں ہم ہیں۔کیا آپ اسکو نہیں دیکھ رہے تو میں چل پڑوں گا۔اور عرش الٰہی کے نیچے آکر اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤنگا۔پھر اللہ تعالےٰ میرے اوپر اپنی تعریفات کو کھول دیگا اور اپنے حسن کی تعریف کے وہ کلمات کھول دیگا جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے ہونگے بعد ازاں کہا جائیگا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ جو مانگو گے دیا جائیگا۔جس کی سفارش کروگے قبول کی جائیگی۔تو میں اپنا سر اٹھاتے ہوئے کہونگا اے میرے رب میری امت کی بخشش کردے اے میرے رب میری امت کی بخشش کردے تو حکم ہوگا کہ اے محمد ﷺ! کہ جنت کے دروازوں سے دائیں جانب کے دروازے سے اپنی امت کے ان لوگوں کو داخل کیجئے جن پر کوئی حساب نہیں ہے۔اور وہ لوگ اس کے سوا دوسرے دروازوں میں بھی لوگوں کے شریک ہونگے پھر فرمایا قسم ہے اس ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔کہ جنت کی دہلیزوں میں سے چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جس قدر مکہ اور حمیر کے درمیان ہے۔یا جتنا مکہ اور بصری کے درمیان ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اول الرسل اس لئے کہا گیا۔کہ حضرت آدم علیہ السلام تو صرف اپنی اولاد کی طرف مبعوث ہوئے۔جو کفار نہیں تھے۔بلکہ ان کو حکم تھا کہ اپنی اولاد کو ایمان اور اطاعت الٰہی کی تعلیم دیں۔اسی طرح حضرت ادریسؑ اور شیثؑ کا حال تھا۔بخلاف نوحؑ کے کہ ان کو کفار اہل ارض کی طرف مبعوث کیا گیا۔جنہوں نے سب سے زیادہ مدت پائی اور سخت اذیتیں برداشت کیں۔حضرت عیسیٰؑ کا کوئی گناہ ذکر نہیں ہوا۔البتہ نسائی میں ہے کہ مجھے الٰہ بنایا گیا اور یہ بھی روایات میں آیا ہے کہ آج اگر اللہ تعالےٰ میری مغفرت کردے تو مجھے یہی کافی ہے اور حمیر قبیلہ کا شہر صنعاء مراد ہے اور بصری شام کا شہر ہے۔

باب قَوْلِهٖ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا

حدیث (۴۳۶۰) حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ خُفِّفَ عَلٰى دَاوٗدَ الْقِرَاءَةُ فَكَانَ يَاْمُرُ بِدَابَّتِهٖ لِتُسْرَجَ فَكَانَ

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرۃؓ جناب اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ پر زبور کا پڑھنا آسان کردیا گیا تھا چنانچہ جانور پر زین کسنے کا حکم دیتے تھے

يَقْرَأُ قَبْلَ اَنْ يَفْرُغَ يَعْنِي الْقُرْآنَ ... تو وہ قرآن کو زین کے جانے سے پہلے پہلے پڑھ لیتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ زبور کا معنی مکتوب ہے حضرت داؤد علیہ السلام پر جو کتاب اتاری گئی اسکی ڈیڑھ سو سورتیں تھیں جن میں نہ کوئی حکم تھا نہ حلال اور حرام تھا سب کی سب آیات وسور تسبیحات اور تحمیدات پر مشتمل تھیں جن کو وہ طی زبان کی وجہ سے تھوڑی دیر میں پڑھ لیتے تھے

باب قوله قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۔

حديث (٤٣٦١) حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ كَانَ نَاسٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَاسًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ الْجِنُّ وَتَمَسَّكَ هٰؤُلَاءِ بِدِيْنِهِمْ زَادَ الْاَشْجَعِيُّ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ الاية

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ انسانوں میں سے جنوں کی عبادت کرتے تھے جن تو مسلمان ہو گئے۔ لیکن یہ لوگ اپنے دین پر ڈٹے رہے اشجعی نے قل ادعوا کے الفاظ زائد نقل کئے۔

باب قوله اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ

حديث (٤٣٦٢) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ قَالَ كَانَ نَاسٌ مِّنَ الْجِنِّ كانوا يَعْبُدُوْنَ فَاَسْلَمُوْا ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ الذین یدعون آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جنوں کے کچھ لوگوں کی عبادت کی جاتی تھی جو مسلمان ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جو قول بیان ہوا ہے وہ اگلی آیت کے مطابق ہے جس کو اس جگہ لانے کی وجہ مصنفؒ نے ذکر دی۔ کہ اشجعی نے قل الدعوا۔ کی زیادتی کی ھے جس سے ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ہو جاتی ہے۔ یعنی الی ربھم الوسیلۃ کی تفسیر میں ابن مسعودؓ کا قول مطابق ہے۔ کہ جن تو مسلمان ہو گئے لیکن انسان عابدین نے جن معبودین کی پیروی نہ کی اور وسیلہ کے معنی قربت کے ہیں۔

باب قوله وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

حديث (٤٣٦٣) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ وماجعلنا الرؤیا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس رؤیا سے رؤیا قلبی نہیں بلکہ رؤیا بصری

اُرِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ... الحديث .

مراد ہے جو لیلۃ الاسرٰی میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دکھلایا گیا اور شجر ملعونہ سے زقوم (تھوہر) کا درخت مراد ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ رؤیا کا اطلاق رؤیا قلبی اور بصری دونوں پر ہوتا ہے۔ رؤیا عین تو باعث فتنہ ہے۔ رؤیا قلبی باعث فتنہ نہیں بن سکتا۔ اس سے اہل السنۃ والجماعۃ نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معراج جسمانی ہے۔ روحانی نہیں۔ روایت نہایت قوی ہے اور آیت اسی پر دلالت کرتی ہے جس کو حضرت ابن عباسؓ فرمارہے ہیں۔

باب قَوْلِهٖ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا قَالَ مُجَاهِدٌ صَلٰوةَ الْفَجْرِ

حدیث (۴۳۶۴) حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ . عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَضْلُ صَلٰوةِ الْجَمِيْعِ عَلٰى صَلٰوةِ الْوَاحِدِ خَمْسَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ دَرَجَةً وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ اِقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ، الاية

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جماعت کی نماز کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے پر پچیس درجہ زیادہ ہے۔ اور رات اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ حضرت ابوھریرۃؓ فرماتے تھے اگر تم چاہو تو دلیل میں یہ آیت پڑھ لو۔ کہ فجر میں قران پڑھنا حاضر کیا ہوا ہے۔ کہ اس پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں چونکی پہرہ بدلتا ہے۔

باب قَوْلِهٖ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

حدیث (۴۳۶۵) حَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبَانٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ يَصِيْرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًى كُلُّ اُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُوْلُوْنَ يَا فُلَانُ اشْفَعْ يَا فُلَانُ اشْفَعْ حَتّٰى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذٰلِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن جماعتیں بن بن کر پھر رہے ہونگے یہانتک کہ ہر امت پہلے اپنے نبی کی اتباع میں جائینگے کہینگے اے فلاں! ہماری سفارش کر اے فلاں نبی ہماری سفارش کر یہانتک کہ سفارش جناب نبی اکرم ﷺ تک پہنچے گی پس وہ مقام شفاعت ہے۔ جس مقام محمود پر اللہ تعالٰے آپؐ کو فائز کریگا۔

حدیث (۴۳۶۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی شخص اذان سننے کے بعد

مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَ نِ الَّذِىْ وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِىْ يَوْ مَ الْقِيَامَةِ . رَوَاهُ حَمْزَةُ (الخ)

یہ دعا مانگے کہ اے اللہ جو اس مکمل دعا کا اور قائم ہونے والی نماز کا رب اور مالک ہے۔ حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ قرب اور برتری عطا فرما۔ اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائیگی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ملا علی قاریؒ نے مرقات میں لکھا ہے کہ والدرجۃ الرفیعہ کی زیادتی جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کو میں نے کسی روایت میں نہیں دیکھا۔

باب قوله وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَا نَ زَهُوْقًا يَزْهَقُ يَهْلِكُ

حديث (٤٣٦٧) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ. عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّوْنَ وَثَلٰثُ مِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُوْدٍ فِىْ يَدِهٖ وَيَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ.....

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ مورتیاں رکھی ہوئی تھیں جن کو آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے چوک دیتے تھے تو وہ زمین پر گر جاتی تھی۔ آپؐ فرماتے تھے حق آگیا باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل مٹنے والا ہے۔ حق آگیا باطل نہ اب ظاہر ہو گا اور نہ واپس آئیگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ باوجودیکہ مورتیاں اور بت شیشے کے ساتھ دیواروں میں جمادیئے گئے تھے لیکن وہ آپ کی لکڑی کے اشارہ سے گر پڑتے تھے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا ورنہ ان کا گرانا ممکن تھا۔

باب قَوْلِهٖ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ

ترجمہ۔ روح کے بارے میں یہ لوگ آپؐ سے سوال کرتے ہیں۔

حديث (٤٣٦٨) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِىْ حَرْثٍ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى عَسِيْبٍ اِذْ مَرَّ الْيَهُوْدُ فَقَالَ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک کھیتی میں تھا جبکہ آپؐ ایک کھجور کی ٹہنی کا سہارا لئے ہوئے تھے کہ یہود کی

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَقَالَ مَارَابَكُمْ اِلَيْهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَايَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهٗ فَقَالُوْا سَلُوْهُ فَسَأَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَاَمْسَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ يُوْحٰى اِلَيْهِ فَقُمْتُ مَقَامِيْ فَلَمَّانَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَااُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّاقَلِيْلًا (الاية).....

کی ایک جماعت کا گذر ہوا وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آنحضرت ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کرو تو ایک نے کہا کہ تمھیں اس کی طرف کیا فکر ہے۔ اور دوسرے نے کہا کہ آپ کہیں کوئی ایسا جواب نہ دے دیں جس کو تم ناپسند کرو۔ بہر حال فیصلہ ہوا سوال کرنا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے روح کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ آپ نبی اکرم ﷺ جواب دینے سے رک گئے کوئی جواب نہ دیا میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی ہو رہی ہے۔ تو میں اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آیت پڑھی ترجمہ۔ یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیں کہ وہ میرے رب کے حکم میں سے ہے۔ تمھیں تو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

باب قَوْلِهٖ وَلَاتَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَاتُخَافِتْ بِهَا

حدیث (۴۳۶۹) حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَاتَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ. قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ كَانَ اِذَاصَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْقُرْاٰنِ فَاِذَاسَمِعَ الْمُشْرِكُوْنَ سَبُّوا الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَنْزَلَهٗ وَمَنْ جَاءَ بِهٖ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ ﷺ وَلَاتَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ اَيْ بِقِرَاَتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ فَيَسُبُّوا الْقُرْاٰنَ وَلَاتُخَافِتْ بِهَاعَنْ اَصْحَابِكَ فَلَاتُسْمِعُهُمْ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰالِكَ سَبِيْلًا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ ولاتجهر بصلوتك کی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب جناب رسول اللہ ﷺ مکہ معظمہ میں چھپے ہوئے ہوتے تھے جب اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے تو قرآن مجید پڑھتے وقت اپنی آواز کو بلند کرتے تھے جب کفار مشرکین سن لیتے تو قرآن مجید کو اس کے اتارنے والے کو اور جو اسے لے آیا ہے ان سب کو گالی دیتے تھے۔ تو اللہ تعالے نے اپنے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا کہ نماز میں اپنی قرآۃ کو بلند آواز سے نہ پڑھو۔ کہ جسے مشرکین سن کر قرآن کو گالی دینے لگیں۔ اور نہ ہی اپنے اصحاب سے اتنا آہستہ پڑھو کہ ان کو سنا نہ سکو۔ بلکہ جہر اور مخافتہ کے درمیان ایک راستہ تلاش کرو۔

حدیث (۴۳۷۰) حَدَّثَنِيْ طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ ولاتجهر بصلاتك قَالَتْ اُنْزِلَ ذٰلِكَ فِي الدُّعَاءِ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ولاتجهر بصلوتك یہ دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ دعا نہ اونچی آواز میں ہو نہ پست میں بلکہ درمیانی حالت ہو۔

سُورَۃُ الکہفِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ مُجَاهِدٌ تَقْرِضُهُمْ تَتْرُكُهُمْ وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ وَقَالَ غَيْرُهُ جَمَاعَةُ الثَّمَرِ بَاخِعٌ مُهْلِكٌ أَسَفًا نَدَمًا الْكَهْفُ الْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ وَالرَّقِيمُ الْكِتَابُ مَرْقُومٌ مَكْتُوبٌ مِنَ الرَّقْمِ رَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا شَطَطًا إِفْرَاطًا الْوَصِيدُ الْفِنَاءُ وَجَمْعُهُ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَيُقَالُ الْوَصِيدُ الْبَابُ مُؤْصَدَةٌ مُطْبَقَةٌ آصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَهُ بَعَثْنَاهُمْ أَحْيَيْنَاهُمْ أَزْكَى أَكْثَرُ وَيُقَالُ أَحَلُّ وَيُقَالُ أَكْثَرُ رَيْعًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ لَمْ تَنْقُصْ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الرَّقِيمُ اللَّوْحُ مِنْ رَصَاصٍ كَتَبَ عَامِلُهُمْ أَسْمَاءَهُمْ ثُمَّ طَرَحَهُ فِي خِزَانَتِهِ فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلَى آذَانِهِمْ فَنَامُوا وَقَالَ غَيْرُهُ وَأَلَتْ تَئِلُ تَنْجُو وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْئِلًا مَحْرِزًا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا لَا يَعْقِلُونَ .....

ترجمہ۔ مجاہد تقرضھم کی تفسیر تترکھم سے کرتے ہیں کہ تو ان کو اس حال میں چھوڑدے ثمر کے معنی سونے اور چاندی کے ہیں۔ اور غیر مجاہد نے کہا کہ ثمر ثمرہ کی جمع ہے۔ باخع کے معنی ہلاک کرنے والا۔ اسف۔ کے معنی پشیمانی اور کہف پہاڑی غار کو کہتے ہیں۔ رقیم کے معنی کتاب کے ہیں۔ جو رقم سے مشتق ہے۔ مرقوم بمعنے مکتوب۔ ربطنا علے قلوبھم کہ ہم نے ان کے دلوں میں صبر القا کیا ۔ جیسے لولا اربطنا علی قلبھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں ہے۔ شططا کے معنی زیادتی کے ہیں۔ وصید۔ گھر کے صحن کو کہتے ہیں۔ جس کی جمع وصائد اور وصد آتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وصید کے معنی دروازے کے ہیں۔ مؤصدۃ اسی سے ہے جس کے معنی ڈھکا ہوا آصد الباب ہمزہ اور واؤ دونوں سے مستعمل ہے۔ بعثناھم کے معنی ہیں ہم نے ان کو زندہ کیا۔ اور ازکی کے معنی اکثر کے ہیں اور بعض نے زیادہ حلال کے معنی کئے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ جو زیادہ برکت والا ہو۔ ابن عباسؓ اکلھا۔ تینوں پر رفع پڑھتے ہیں۔ لم تظلم کے معنی ہیں کمی نہیں ہوئی۔ اور سعید نے ابن عباسؓ سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔ الرقیم کہ تانبے کی ایک تختی تھی جس پر حاکم وقت نے اصحاب کہف کے نام لکھ کر اسے اپنے خزانہ میں محفوظ کر لیا تھا فضرب اللہ علے آذانھم۔ کہ مطلب یہ ہے کہ وہ پوری طرح سوگئے۔ اور غیر ابن عباس کی تفسیر ہے الت ماضی۔ اور تئل مضارع کے معنی نجات دینے کے ہیں۔ یعنی موئل کے معنی نجات کی جگہ اور مجاہد کی تفسیر میں موئلا کے معنی حفاظت کی جگہ کے ہیں لایسطیعون السمع سے

مراد یہ ہے کہ وہ سمجھتے نہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ رقیم رقم سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی لکھنے کے ہیں۔ ان حضرات کو اصحاب کہف بھی کہا جاتا ہے۔ اور اصحاب رقیم یہ چند نوجوان تھے جو توحید کے عقیدہ کی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے۔ بادشاہ وقت نے ان کے نام لکھوا کر خزانہ میں رکھوا لئے تھے۔ جیسے شق القمر کا واقعہ لکھا ہوا چین اور مالابار کے خزانہ میں پایا گیا۔ جس کی بنا پر مالابار کا بادشاہ مسلمان ہو گیا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لہ ثمر ص ۶۸۷۔ ۳ کیونکہ دونوں بحر پھلوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ثمر کی تفسیر ذھب اور فضہ سے کی گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام راغبؒ بھی فرماتے ہیں۔ کہ ثمر ثمار کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مال فائدہ بخش مراد ہے۔ نیز ثمر درخت کے ہر اس فائدہ کا نام ہے جسے کھایا جائے۔ مفرد ثمر اور جمع ثمار اور ثمرات ہے۔ اور حافظؒ نے مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ قران مجید میں جہاں کہیں ثمر بضم الثاء ہے اس سے مراد مال ہے۔ اور جو بفتح الثاء ہے اس سے نبات مراد ہے۔ تو شراحؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ ثمر کے معنی میں اختلاف ہے۔ درخت کے پھل کو بھی ثمر کہتے ہیں۔ اور مال ذھب وفضہ کو بھی ثمر کہتے ہیں۔ بعثناھم ص ۶۸۷۔ ۶

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں بعث سے بعث بعد الموت مراد نہیں بلکہ اس نیند سے بیدار کرنا مراد ہے۔ جس میں اصحاب کہف مبتلا تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ نے حضرت عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب کہف بادشاہوں کی اولاد تھے جن کا مسئلہ بعث میں اختلاف ہو گیا۔ کہ بعث روح اور جسد دونوں کا ہو گا۔ یا صرف روح کا ہو گا۔ تو اللہ تعالے نے ان پر موت طاری کر کے بعد ازاں انہیں زندہ کر کے دکھلا دیا کہ روح اور جسد دونوں کا احیاء ہو گا۔ تحسبھم ایقاظا وھم رقود۔ اسی پر دال ہے۔ اور قطب گنگوہیؒ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ احیاء سے مراد ایقاظ من المنام مراد ہے۔

باب قَوْلِهٖ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

حدیث (۴۳۷۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَرَقَهٗ وَفَاطِمَةَ وَقَالَ اَلَا تُصَلِّيَانِ.....

ترجمہ۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور فاطمہؓ کو رات کے وقت بیدار کر کے فرمایا۔ کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہماری ارواح اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ بیدار کرنا نہ کرنا اس کے اختیار میں ہے جس پر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی کہ انسان جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ روایت میں اختصار ہے حضرت علیؓ کے جواب پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ حضرت علیؓ تشریعات کو تقدیر سے رد کر رہے ہیں حالانکہ تقدیر تو صرف پریشانی کو دفع کرنے کے لئے ہوتی ہے احکام شرعیہ سے تکوینی امور سے بچنے کیلئے تقدیر کی وضع نہیں ہے۔ بلکہ رنج و غم کے افراط اور خوشی کے افراط کے لئے ہے۔ اگر احکام شرعیہ میں بھی تقدیر کو استعمال کیا جائے تو پھر انبیاؑ کی بعثت کا مقصد فوت ہو جائیگا۔ رجما بالغیب جو واضح نہ ہو۔ فرطا۔ بمعنے ندامت اور پشیمانی۔ سرادقھا۔ میں ضمیر نار کی طرف راجع ہے جس کے سراپردہ بھی دنیا کے سراپردہ کی طرح ہیں۔ وہ حجرہ جس کو قناتوں سے گھیر لیا جائے۔ یحاورہ۔ محاورہ سے ہے۔ باہمی باتیں کرنا۔ لکنا ھو اللہ ربی۔ اصل میں لکن انا ھو اللہ ربی تھا۔ الف کو تخفیف کے لئے حذف کر کے ایک نون کو دوسرے میں مدغم کر دیا گیا۔ اس طرح لکنانن گیا۔ زلقا۔ پھسلنا۔ جس میں قدم نہ جم سکے۔ ھنالک الولایۃ یہ ولی کی مصدر ہے۔ عقبا۔ عاقبۃ عقبی اور عقبہ ایک ہیں جس کے معنی آخرت کے ہیں۔ قبلا۔ قبلا۔ اور قبلا۔ تینوں لغات ہیں جس کے معنی نئے سرے سے کرنے کے ہیں۔ لید حضوا۔ زائل کریں۔ دحض کے معنی پھسلنے کے ہیں۔

باب قَوْلِهٖ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۔ زمانہ اور اس کی جمع احقاب آتی ہے۔

حدیث (۴۳۷۲) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ اِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ اَنَّ مُوْسٰى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوْسٰى صَاحِبَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ مُوْسٰى قَامَ خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اِنَّ لِيْ عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ مُوْسٰى يَا رَبِّ فَكَيْفَ لِيْ بِهٖ قَالَ تَاْخُذُ مَعَكَ حُوْتًا فَتَجْعَلُهٗ

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا۔ کہ نوف بکالی کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ خضرؑ والے وہ موسیٰ بنو اسرائیل والے نہیں ہیں۔ کوئی دوسرے ہیں۔ جس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس اللہ کے دشمن نے ٹھیک نہیں کہا۔ مجھے تو حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن بنی اسرئیل میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں کونسا آدمی زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ جس پر اللہ تعالے ناراض ہوئے کہ انہوں نے علم کو اللہ کی طرف کیوں نہ لوٹایا۔

فِیْ مِکْتَلٍ فَحَیْثُ مَافَقَدْتَ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ فَاَخَذَ
حُوْتًا فَجَعَلَهٗ فِیْ مِکْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهٗ بِفَتَاهُ
یُوْشَعَ ابْنِ نُوْنٍ حَتّٰی اِذَا اَتَیَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا
رُؤُسَهُمَا فَنَامَا وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِی الْمِکْتَلِ
فَخَرَجَ مِنْهُ فَسَقَطَ فِی الْبَحْرِ فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی
الْبَحْرِ سَرَبًا وَاَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوْتِ جِرْیَةَ الْمَاءِ
فَصَارَ عَلَیْهِ مِثْلَ الطَّاقِ فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ نَسِیَ صَاحِبُهٗ
اَنْ یُّخْبِرَهٗ بِالْحُوْتِ فَانْطَلَقَا بَقِیَّةَ یَوْمِهِمَا وَلَیْلَتِهِمَا
حَتّٰی اِذَا کَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ مُوْسٰی لِفَتَاهُ آتِنَا
غَدَاءَ نَالَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا وَلَمْ یَجِدْ
مُوْسٰی النَّصَبَ حَتّٰی جَاوَزَ الْمَکَانَ الَّذِیْ اَمَرَ اللّٰهُ
بِهٖ فَقَالَ لَهٗ فَتَاهُ اَرَاَیْتَ اِذْ اَوَیْنَا اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ
نَسِیْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسَانِیْهُ اِلَّا الشَّیْطَانُ اَنْ اَذْکُرَهٗ
وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا قَالَ فَکَانَ لِلْحُوْتِ
سَرَبًا وَلِمُوْسٰی وَفَتَاهُ عَجَبًا فَقَالَ مُوْسٰی ذٰلِكَ مَا
کُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰی آثَارِهِمَا قَصَصًا قال رجعا
یقصان اثارهما حَتّٰی انْتَهَیَا اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِذَا
رَجُلٌ مُسَجًّی ثَوْبًا فَسَلَّمَ عَلَیْهِ مُوْسٰی فَقَالَ
الْخَضِرُ وَاَنّٰی بِاَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُوْسٰی
قَالَ مُوْسٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ نَعَمْ اَتَیْتُكَ لِتُعَلِّمَنِیْ
مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ اِنَّكَ لَمْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا

واللہ اعلم کہہ دیتے۔ تو اللہ تعالے نے آپ کی طرف وحی بھیجی
کہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ علم رکھنے
والا ہے۔ موسی علیہ السلام نے پوچھا اے میرے رب میں اس
تک کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ فرمایا تو ایک بڑی مچھلی اپنے ہمراہ لیکر
اسے زنبیل میں ڈال دے پس جہاں تم اس مچھلی کو گم پاؤ پس وہی
تمھارا منزل مقصود ہے انہوں نے بھون بھان کر زنبیل میں
ڈال دی پھر چل پڑے اور آپ کے ہمراہ آپ کا شاگرد نوجوان
یوشع بن نون بھی چل پڑا یہانتک کہ جب صخرۃ تک پہنچے تو
دونوں نے سر رکھا اور سوگئے۔ مچھلی زنبیل کے اندر تڑپی اور اس
سے نکل کر سمندر میں جاگری۔ جس نے سرنگ کی طرح سمندر
میں اپنا راستہ بنالیا کہ اللہ تعالے نے مچھلی سے پانی کا بہاؤ روک
لیا جو طاق آلے کی طرح ہوگیا۔ پس جب موسی علیہ السلام بیدار
ہوئے تو آپ کا ساتھی مچھلی کے متعلق بتلانا بھول گیا تو وہ دونوں
بقیہ دن رات چلتے رہے جب دوسری صبح ہوئی تو موسی علیہ السلام
نے اپنے شاگرد سے پوچھا کہ ناشتہ لاؤ۔ ہمیں تو اس سفر سے
بہت تھکاوٹ محسوس ہوئی ہے۔ حالانکہ موسیٰ کو اس سے پہلے
تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی۔ جبتک اس مکانہا سے آگے نہ گذر گئے
جس کا اللہ تعالے نے انہیں حکم دیا تھا پس شاگرد نے آپ سے کہا
کہ دیکھئے جب ہم نے صخرہ (پتھر) کے پاس پڑاؤ کیا تھا۔ تو میں
مچھلی کے متعلق بتلانا بھول گیا اور یہ سب شیطان کا کام ہے۔ کہ
اس نے آپ سے ذکر کرنا بھلوا دیا وہ مچھلی تو عجیب انداز میں
سمندر کے اندر راستہ بنا کر چلی گئی۔ فرماتے ہیں کہ وہ مچھلی کیلئے تو
راستہ بنا۔ موسیٰ اور ان کے شاگرد کے لئے تعجب کا باعث بنا جس
پر موسیٰ نے فرمایا اسی کو تو ہم طلب و تلاش کر رہے تھے۔

يَا مُوسٰى اِنِّيْ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهُ وَاَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهُ فَقَالَ مُوسٰى سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْاَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُمْ اَنْ يَحْمِلُوْهُمْ فَعَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوْهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ لَمْ يَفْجَاْ اِلَّا وَالْخَضِرُ قَدْ قَلَعَ لَوْحًا مِنْ اَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ بِالْقَدُوْمِ فَقَالَ لَهُ مُوسٰى قَوْمٌ قَدْ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ اِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَتِ الْاُوْلٰى مِنْ مُوسٰى نِسْيَانًا قَالَ وَجَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ مَا عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا مِثْلُ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِيْنَةِ فَبَيْنَهُمَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ اِذْ اَبْصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ رَاْسَهُ بِيَدِهٖ فَاقْتَلَعَهٗ بِيَدِهٖ فَقَتَلَهٗ فَقَالَ لَهُ مُوسٰى

تو اپنے نشان قدم پر الٹے واپس لوٹے یہانتک کہ اس پتھر کے پاس پہنچ گئے۔ اس راستہ کے اندر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آدمی کپڑے سے لپٹا ہوا چت لیٹا ہوا ہے۔ جن پر موسیٰ نے سلام کیا جس پر خضرؑ نے فرمایا کہ اس سرزمین کے اندر سلام کہاں سے آگیا تو انہوں نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے پوچھا موسیٰ ہو اسرائیل! میں نے کہا ہاں! میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں۔ تاکہ ہدایت کی وہ بات جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو سکھلائی ہے۔ وہ آپ مجھے بھی سکھلائیں انہوں نے فرمایا۔ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ اے موسیٰ! کہ میں اللہ تعالےٰ کے سکھلائے ہوئے ایک علم پر ہوں جس کو آپ نہیں جانتے اور آپ کو جو علم اللہ تعالےٰ نے سکھلایا ہے اسے میں نہیں جانتا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ میں آپ کی حکم عدولی نہیں کرونگا۔ تو حضرت خضرؑ نے فرمایا اگر آپ میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں تو اس وقت کسی چیز کے متعلق سوال نہ کریں جبتک میں خود اس کا آپ سے تذکرہ نہ کروں پس دونوں سمندر کے کنارے چل رہے تھے کہ ایک کشتی کا گذر ہوا جن سے سوار ہونے کے متعلق انہوں نے بات چیت کی جس پر ان لوگوں سے خضرؑ کو پہچان کر بغیر کرایہ کے انہیں سوار کر لیا۔ پس جب یہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے۔ تو تھوڑی دیر گذری تھی کہ خضرؑ نے کلھاڑے سے کشتی کے ایک تختہ کو توڑ دیا۔ جس پر موسیٰؑ نے فرمایا ان لوگوں نے بغیر کرایہ کے ہمیں سوار کیا آپ انکی کشتی توڑ پھوڑ کر انہیں غرق کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ایک عظیم کام کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ هٰذَا اَشَدُّ مِنَ الْاُوْلٰى قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَاتُصَاحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةِ نِ اسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْ ا هُمَا فَوَجَدَافِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ قَا لَ مَائِلٌ فَقَامَ الْخَضِرُ فَاَقَامَهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ مُوْ سٰى قَوْمٌ اَتَيْنَا هُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْ نَا وَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ اِلٰى قَوْلِهٖ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَدِدْ نَا اَنَّ مُوْ سٰى كَانَ صَبَرَ حَتّٰى يَقُصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَءُ وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَكَانَ يَقْرَأُ وَاَمَّاالْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَا نَ اَبَوَا هُ مُؤْمِنَيْنِ......

کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ فرمایا آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ فرمائیں۔ اور مجھے میرے معاملہ میں تنگی کی تکلیف نہ دیں راوی فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پہلی موسیٰؑ کی بھول تھی، راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ایک چڑیا آئی جو کشتی کے ایک کنارے پر آکر بیٹھی اور اس نے سمندر میں سے چونچ مار کر پانی پی لیا جس پر خضرؑ نے فرمایا۔ کہ میرا اور آپ کا علم اللہ تعالے کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا اس چڑیا نے دریا میں سے کمی کر دی ہے۔ پس دونوں حضرات کشتی سے نکل کر ساحل سمندر پر چل رہے تھے۔ کہ خضرؑ نے ایک لڑکے کو دیکھا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا خضرؑ نے اپنے ہاتھ سے اس کے سر کو پکڑا اور اپنے ہاتھ کی مدد سے اسے توڑ کر قتل کر دیا۔ موسیٰؑ نے فرمایا۔ کہ آپ نے پاکباز جان کو بغیر کسی قصاص کے قتل کر دیا۔ یہ تو آپ نے اوپرا کام کیا فرمایا کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ یہ اعتراض پہلے سے زیادہ سخت تھا۔ موسیٰؑ نے فرمایا اگر میں نے اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا آپ کو میرے پاس سے عذر قوی حاصل ہو گیا ہے۔ پس دونوں چل پڑے۔ ایک بستی والوں کے پاس پہنچ کر ان سے کھانا طلب کیا جنہوں نے مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔ ان دونوں حضرات نے اس بستی کی دیوار کو اس حال میں پایا کہ وہ ٹوٹنا چاہتی تھی۔ یعنی جھکی ہوئی تھی۔ تو حضرت خضرؑ نے کھڑے ہو کر اس کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا جس پر موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس ہم لوگ آئے پس نہ انہوں نے ہمیں کھانا کھلایا اور نہ ہماری مہمانداری کی۔ کاش! آپ اس کام پر کچھ اجرت لے لیتے تو ہمیں کھانا خرید کرنے میں مدد حاصل ہوتی فرمایا پس یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت ہے۔ پھر ان تینوں کی تعبیر بتائی کہ جس پر آپ صبر نہ کر سکے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہماری یہ خواہش تھی کہ موسیٰؑ کچھ اور صبر کر لیتے تو اللہ تعالے ہمیں ان دونوں حضرات کے اور حالات بیان فرماتے۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ یہ آیت بھی پڑھتے تھے ترجمہ۔ کہ ان کے آگے

ایک بادشاہ تھا جو صحیح سالم کشتیوں کو چھین لیتا تھا۔ اور یہ آیت بھی پڑھتے تھے۔ ترجمہ۔ کہ وہ لڑکا کافر تھا اس کے ماں باپ مؤمن تھے ممکن ہے بچے کی محبت میں ان کے ایمان کا امتحان ہوتا۔

باب قَوْلِهٖ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا مَذْهَبًا يَسْرُبُ يَسْلُكُ وَمِنْهُ سَارِبٌ بِالنَّهَارِ

سربا سرنگ کے معنی ہے۔ یسرب چلنا اسی سے سارب بالنہار ہے دن میں چلنے والا۔

حدیث (۴۳۷۳) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ اَنَا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ بَيْتِهٖ اِذْ قَالَ سَلُوْنِيْ قُلْتُ اَيْ اَبَا عَبَّاسٍ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ بِالْكُوْفَةِ رَجُلٌ قَاصٌّ يُقَالُ لَهٗ نَوْفٌ يَزْعُمُ اَنَّهٗ لَيْسَ بِمُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَمَّا عَمْرٌو فَقَالَ لِيْ قَالَ قَدْ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ وَاَمَّا يَعْلٰى فَقَالَ لِيْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِيْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُوْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذَكَّرَ النَّاسَ يَوْمًا حَتّٰى اِذَا فَاضَتِ الْعُيُوْنُ وَرَقَّتِ الْقُلُوْبُ وَلّٰى فَاَدْرَكَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْاَرْضِ اَحَدٌ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ لَا فَعَتَبَ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَى اللّٰهِ قِيْلَ بَلٰى قَالَ اَيْ رَبِّ وَاَيْنَ قَالَ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ قَالَ اَيْ رَبِّ اجْعَلْ لِيْ عَلَمًا اَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهُ فَقَالَ لِيْ عَمْرٌو قَالَ حَيْثُ يُفَارِقُكَ الْحُوْتُ وَقَالَ لِيْ يَعْلٰى قَالَ خُذْ نُوْنًا مَيِّتًا حَيْثُ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَاَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهٗ فِيْ مِكْتَلٍ فَقَالَ لِفَتَاهُ لَا اُكَلِّفُكَ

ترجمہ۔ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے گھر میں ان کے پاس تھا کہ آپ نے فرمایا مجھ سے سوال کرو۔ میں نے کہا اے ابو العباس اللہ تعالے مجھے آپ پر قربان کرے۔ کوفہ میں ایک قصہ گو آدمی ہے جس کو نوف کہا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ موسی بنو اسرائیل نہیں ہے۔ البتہ عمرو کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ کے اس دشمن نے جھوٹ کہا یعلی کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابی بن کعبؓ نے حدیث بیان کی فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موسی رسول اللہ ﷺ نے ایک دن لوگوں کو وعظ سنائی۔ یہانتک کہ لوگوں کی آنکھیں بہہ پڑیں اور دل رقیق ہو گئے۔ موسی علیہ السلام جب واپس ہوئے۔ تو ایک آدمی ان سے آکر ملا اور کہنے لگا۔ کہ اے اللہ کے رسول! روئے زمین پر کیا کوئی ایسا شخص ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھنے والا ہو آپؑ نے فرمایا نہیں جس پر اللہ تعالے نے ان پر عتاب فرمایا کہ انہوں نے علم کو اللہ تعالے کے سپرد کیوں نہ کیا۔ کہا کیوں نہیں ایسا آدمی موجود ہے۔ تو انہوں نے پوچھا اے میرے رب وہ کہاں ہے۔ فرمایا مجمع البحرین میں۔ پوچھا اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمائیں جس کے ذریعے میں اس کو

اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنِیْ بِحَیْثُ یُفَارِقُكَ الْحُوْتُ قَالَ مَا كَلَّفْتَ كَثِیْرًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ اِذْقَالَ مُوْسٰی لِفَتَاهُ یُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ لَیْسَتْ عَنْ سَعِیْدٍ قَالَ فَبَیْنَمَا هُوَ فِیْ ظِلِّ صَخْرَةٍ فِیْ مَكَانٍ ثَرْیَانَ اِذْ تَضَرَّبَ الْحُوْتُ وَمُوْسٰی نَائِمٌ فَقَالَ فَتَاهُ لَا اُوْقِظُهٗ حَتّٰی اِذَا اسْتَیْقَظَ نَسِیَ اَنْ یُخْبِرَهٗ وَتَضَرَّبَ الْحُوْتُ حَتّٰی دَخَلَ الْبَحْرَ فَاَمْسَكَ اللّٰهُ عَنْهُ جِرْیَةَ الْبَحْرِ حَتّٰی كَاَنَّ اَثَرَهٗ فِیْ حَجَرٍ، قَالَ لِیْ عَمْرٌو هٰكَذَا كَاَنَّ اَثَرَهٗ فِیْ حَجَرٍ وَحَلَّقَ بَیْنَ اِبْهَامَیْهِ وَاللَّتَیْنِ تَلِیَانِهِمَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا قَالَ قَدْ قَطَعَ اللّٰهُ عَنْكَ النَّصَبَ لَیْسَتْ هٰذِهٖ عَنْ سَعِیْدٍ اَخْبَرَهٗ فَرَجَعَا فَوَجَدَا خَضِرًا قَالَ لِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَلٰی طِنْفِسَةٍ خَضْرَاءَ عَلٰی كَبِدِ الْبَحْرِ قَالَ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ مُسَجًّی بِثَوْبِهٖ قَدْ جَعَلَ طَرَفَهٗ تَحْتَ رِجْلَیْهِ وَطَرَفَهٗ تَحْتَ رَأْسِهٖ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ مُوْسٰی فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهٖ وَقَالَ هَلْ بِاَرْضِیْ مِنْ سَلَامٍ مَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا مُوْسٰی قَالَ مُوْسٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا شَاْنُكَ قَالَ جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ اَمَا یَكْفِیْكَ اَنَّ التَّوْرَاةَ بِیَدَیْكَ وَاَنَّ الْوَحْیَ یَاْتِیْكَ یَا مُوْسٰی اِنَّ لِیْ عِلْمًا لَا یَنْبَغِیْ لَكَ اَنْ تَعْلَمَهٗ وَاِنَّ لَكَ عِلْمًا لَا یَنْبَغِیْ لِیْ اَنْ اَعْلَمَهٗ فَاَخَذَ طَائِرٌ بِمِنْقَارِهٖ

جان سکوں۔ عمرو کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے فرمایا جس جگہ تمھاری مچھلی تم سے جدا ہو جائے وہاں پر وہ اللہ کا بندہ موجود ہے یعلی کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ایک مردہ مچھلی لے لیں جس جگہ اس میں روح پھونکی جائے۔ وہ مقام ہے۔ تو انہوں نے ایک مچھلی کو لیا اور اسے بھون کر ایک زنبیل میں ڈال دیا۔ اور اپنے نوجوان شاگرد سے فرمایا کہ میں تمھیں اور کوئی تکلیف نہیں دیتا سوائے اس کے کہ جہاں تم سے مچھلی جداء ہو جائے اس مقام کی مجھے اطلاع دینا۔ اس نے کہا کہ یہ کوئی بڑی تکلیف نہیں ہے پس یہی اللہ عزوجل کا قول ہے۔ اذقال موسی لفتاہ ۔وہ نوجوان یوشع بن نون تھے۔ اس کی عبارت سعید سے مروی نہیں ہے فرمایا دریں اثنا کہ حضرت موسیٰ ایک تر و تازہ مکان جو پتھر کے سائے میں تھے کہ مچھلی تڑپی۔ جبکہ حضرت موسیٰ سوئے ہوئے تھے تو نوجوان شاگرد نے سوچا کہ میں آپ کو بیدار نہ کروں یہاںتک کہ آپ خود نہ جاگ اٹھیں جب آپ جاگ اٹھیں گے تو آپ کو اس واقعہ کی اطلاع کر دونگا۔ مچھلی پھڑ پھڑا کر سمندر میں داخل ہو گئی۔ تو اللہ تعالے نے اس سے سمندر کا بہاؤ روک لیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا نشان قدم پتھر میں ثبت ہو گیا ہے اور عمرو کے الفاظ یہ ہیں کہ پتھر میں نشان ایسے پڑ گئے کہ انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھوں اور ان دو انگلیوں کے درمیان حلقہ بنالیا جو انگوٹھا کے متصل ہیں۔ تو موسیٰ نے فرمایا ہمیں تو اس سے سخت تھکاوٹ پہنچی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالے تھکاوٹ تمھارے سے دور فرمائے اور یہ سعید سے مروی نہیں ہے۔ کہ شاگرد نے حضرت موسیٰ کو واقعہ کی خبر دی تو دونوں واپس لوٹے اور خضر علیہ السلام کو پالیا۔ عثمان بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ وہ سمندر کے

مِنَ الْبَحْرِ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَاعِلْمِي وَعِلْمُكَ فِي جَنْبِ
عِلْمِ اللّٰهِ كَمَا اَخَذَ هٰذَا الطَّائِرُ بِمِنْقَارِهٖ مِنَ الْبَحْرِ حَتّٰى
اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ وَجَدَا مَعَابِرَ صِغَارًا تَحْمِلُ اَهْلَ
هٰذَا السَّاحِلِ اِلٰى اَهْلِ هٰذَا السَّاحِلِ الْاٰخَرِ عَرَفُوْهُ
فَقَالُوْا عَبْدُ اللّٰهِ الصَّالِحُ قَالَ قُلْنَا لِسَعِيْدٍ خَضِرٌ قَالَ
نَعَمْ لَا نَحْمِلُهٗ بِاَجْرٍ فَخَرَقَهَا وَوَتَدَ فِيْهَا وَتَدًا قَالَ
مُوْسٰى اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا
قَالَ مُجَاهِدٌ مُنْكَرًا قَالَ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ
صَبْرًا كَانَتِ الْاُوْلٰى نِسْيَانًا وَالْوُسْطٰى شَرْطًا
وَالثَّالِثَةُ عَمَدًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ
مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهٗ قَالَ يَعْلٰى قَالَ سَعِيْدٌ
وَجَدَ غِلْمَانًا يَلْعَبُوْنَ فَاَخَذَ غُلَامًا كَافِرًا ظَرِيْفًا
فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ بِالسِّكِّيْنِ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَمْ تَعْمَلْ بِالْحِنْثِ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ
قَرَءَ هَا زَكِيَّةً زَاكِيَةً مُسْلِمَةً كَقَوْلِكَ غُلَامًا زَكِيًّا
فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيْدُ اَنْ يَنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ
سَعِيْدٌ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَهٗ فَاسْتَقَامَ قَالَ يَعْلٰى
حَسِبْتُ اَنَّ سَعِيْدًا قَالَ فَمَسَحَهٗ بِيَدِهٖ فَاسْتَقَامَ
لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ سَعِيْدٌ اَجْرًا نَاكُلُهٗ
وَكَانَ وَرَائَهُمْ وَكَانَ اَمَامَهُمْ قَرَءَ هَا ابْنُ عَبَّاسٍؓ
اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَزْعُمُوْنَ عَنْ غَيْرِ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ هُدَدُ بْنُ

درمیان ایک سبز رنگ کے غالیچہ پر بیٹھے تھے۔ سعید بن جبیرؒ کے
الفاظ ہیں کہ وہ اپنے کپڑے سے اس طرح ڈھکے ہوئے تھے کہ
کپڑے کا ایک حصہ تو اپنے دونوں پاؤں کے نیچے کر لیا تھا اور
دوسرا کنارہ اپنے سر کے نیچے کر لیا تھا۔ تو حضرت موسیٰؑ نے
ان پر سلام کہا۔ تو انہوں نے اپنا چہرہ کھولا۔ فرمایا کہ میرے
ملک میں یہ کیسا سلام ہے۔ آپ کون ہیں۔ فرمایا میں موسی
فرمایا موسی بنو اسرائیل ہیں۔ فرمایا ہاں! فرمایا کیا حال ہے۔ کیسے
آنا ہوا فرمایا میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ ہدایت
سکھلائیں جو آپ کو سکھلایا گیا ہے۔ فرمایا کیا وہ تورات جو آپ
کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ آپ کو کافی نہیں ہے اور وہ وحی جو آپکے
پاس آتی ہے وہ کافی نہیں ہے۔ اے موسی! میرے پاس ایک
ایسا علم ہے وہ آپ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ آپ اسے
جانیں۔ اور آپ کے پاس ایسا علم ہے جو میرے جاننے کے لائق
نہیں ہے۔ ایک پرندہ نے سمندر سے اپنی چونچ میں پانی لیا۔ خضر
فرمانے لگے کہ واللہ میرا اور آپ کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ
میں ایسا ہے۔ جیسا اس پرندہ نے سمندر سے اپنی چونچ میں پانی
لیا ہے۔ بہر حال یہ دونوں حضرات ایک کشتی میں سوار ہوئے تو
چھوٹی چھوٹی کشتیاں دیکھیں جو اس کنارے کے لوگوں کو اٹھا کر
دوسرے کنارے اور اس کنارے کے لوگوں کو اس کنارے
پہنچاتے تھے تو انہوں نے آپ کو پہچان لیا۔ کہنے لگے یہ تو اللہ کا
نیک بندہ ہے۔ ہم نے سعید سے کہا کہ انکی مراد خضرؑ ہیں فرمایا
ہاں! کہا ہم ان کو اٹھا کر لے جانے کا کرایہ نہیں لینگے۔ لیکن
انہوں نے کشتی کو توڑ کر اس میں ایک میخ ٹھوک دی اللہ تعالے
کا ارشاد ہے کہ موسیٰؑ نے فرمایا کہ آپ نے کشتی کو اس لئے پھاڑ دیا

9/1

بُدَدٍ الْغُلَامُ الْمَقْتُوْلُ اسْمُهٗ يَزْعُمُوْنَ جَيْسُوْرٌ مَلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا فَاَرَدْتُّ اِذَاهِيَ مَرَّتْ بِهٖ اَنْ يَّدَعَهَا لِعَيْبِهَا فَاِذَا جَاوَزُوْا اَصْلَحُوْهَا فَانْتَفَعُوْا بِهَا وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ سَدُّوْهَا بِقَارُوْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ بِالْقَارِ كَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ وَكَانَ كَافِرًا فَخَشِيْنَا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا اَنْ يَّحْمِلَهُمَا حُبُّهٗ عَلٰى اَنْ يُّتَابِعَاهُ عَلٰى دِيْنِهٖ فَاَرَدْنَا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا هُمَا بِهٖ اَرْحَمُ مِنْهُمَا بِالْاَوَّلِ الَّذِيْ قَتَلَ خَضِرٌ وَزَعَمَ غَيْرُ سَعِيْدٍ اَنَّهُمَا اُبْدِلَا جَارِيَةً وَاَمَّا دَاؤُدُ بْنُ اَبِيْ عَاصِمٍ فَقَالَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ اِنَّهَا جَارِيَةٌ... الحدیث

کہ آپ کشتی والوں کو ڈبو ڈالیں۔ آپ نے تو ایک اوپرا کام انجام دیا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ کہ امراً بمعنے منکراً کے ہے۔ فرمایا۔ میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ ہمارے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ پہلا اعتراض۔ بھول چوک سے۔ دوسرا شرط کے طور پر اور تیسرا جان بوجھ کر تھا چنانچہ فرمایا کہ میری بھول چوک پر آپ گرفت نہ کریں۔ اور میرے معاملہ میں سختی کر کے مجھے تکلیف نہ دیں۔ وہ دونو ایک لڑکے سے ملاقی ہوئے تو خضرؑ نے اسے قتل کر دیا۔ یعلی راوی فرماتے ہیں کہ سعید کے الفاظ ہیں۔ کہ کچھ لڑکوں کو کھیلتے ہوئے پایا تو ایک کافر عقلمند لڑکے کو پکڑ کر اسے لٹا دیا اور اسے چھری سے ذبح کر دیا۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ آپ نے ایک پاکباز جان کو ناحق قتل کر دیا جس نے کوئی گناہ کا عمل نہیں کیا تھا حضرت ابن عباسؓ اس کو زکیہ زا کیہ پڑھتے تھے جس سے مراد مسلمان ہیں جیسے کہتے ہیں غلاماً زکیا پھر وہ دونوں چل پڑے ایک دیوار کو پایا جو ٹوٹنے کی وجہ سے گرنے کا ارادہ رکھتی تھی جس کو آپ نے سیدھا کھڑا کر دیا۔ سعید نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اپنا ہاتھ اونچا کر کے ٹھیک کر دیا۔ یعلی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ سعید نے کہا کہ انہوں نے اپنے دو ہاتھوں سے لیپ کر کے سیدھا کر دیا اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے سکتے تھے۔ سعید کہتے ہیں کہ ایسی اجرت جس کو ہم کھانے کے لئے استعمال کرتے۔ وکان وراۂھم۔ ورائے کے معنی امام یعنی آگے کے ہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے امامھم کی قرأت کی ہے۔ ملک۔ غیر سعید سے مروی ہے کہ وہ بادشاہ ھدد بن بدد تھا اور قتل کیا۔ جانے والا لڑکا کہتے ہیں کہ جیسور تھا۔ بہر حال وہ بادشاہ ہر کشتی کو چھین کر لے لیتا تھا۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ جب کشتی اس کے پاس سے گزرے تو عیب ناک ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑ دے۔ پس جب یہ لوگ اس سے آگے بڑھ جائیں گے تو کشتی کو ٹھیک کر لیں گے اور اس سے نفع حاصل کریں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے شیشہ سے اس سے پر کر لیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تارکول سے اسے بھر دیا۔ کان ابواہ مؤمنین ۔ لڑکا کافر تھا۔ ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ کافر لڑکا ان کو سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کر دے۔ کیونکہ اس بچہ کی محبت والدین کو اس کے دین اختیار کر لینے پر آمادہ کر دیتی۔ تو ہمارا ارادہ ہوا کہ ان کا رب ان کو ان سے بہتر پاکباز اور جوان پہلے بچہ کی بنسبۃ زیادہ رحم کرنے والا ہو۔ غیر سعید کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے اس بچہ کے بدلے ایک لڑکی عطا فرمائی۔ داؤد بن ابی عاصم بہت سے حضرات سے نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ لڑکی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ سرادق۔ سراپردہ کا معرب ہے۔ سراپردہ وہ قنات جو چاروں طرف کھڑی کی جائے اس کو عربی میں سرادق کہتے ہیں۔ اذقال موسی لفتاہ کذب عدواللہ۔ لفظ عدواللہ کا اطلاق نوف بکالی پر حقیقی معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ زجراور تغلیظاً ہے کہ غصہ میں یہ الفاظ استعمال فرمایا۔ علے کبد البحر ۔ای وسط البحر ۔حالانکہ آپ صخرۃ پر تھے۔ تو کہا جائے گا کہ محاذی وسط البحر کے معنی ہیں۔ یا یہ کہ پہلے وسط میں تھے۔ پھر پتھر پر دیکھا۔ تو وسط بحر سے جزیرہ مراد ہوگا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ سرادقھا۔ مقصد یہ ہے کہ سرادق کا اطلاق اس مقام پر مجازاً ہے۔ کہ سرے سے مراد فصیل اور وہ دیوار ہے جو احاطہ کئے ہوئے ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر حقیقی معنی پر حمل کیا جائے تو پھر حرارت کا نفوذ ممکن نہیں ہوگا۔ نیز ! روایات میں تصریح ہے کہ جھنم کے فصیلوں کی چوڑائی اور اس کے باقی طبقات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو سرادق سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جھنم کے سرادق چار دیواریں ہیں۔ جنکی کشادگی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ قال ذکر الناس یو ما۔ قال کا فاعل یا نبی اکرم ﷺ ہیں۔ یا راوی ہیں۔ پھر موسیٰؑ نے جو سائل کے جواب میں اعلم نفسی فرمائی وہ اپنے گمان کے مطابق فرمائی۔ نفس الامر کے اعتبار سے نفی نہیں فرمائی۔ تو یہ ان روایات کے خلاف نہیں ہوگا۔ جس میں ھل تعلم احد ااعلم منك۔ کیونکہ یہ سوال جواب مجیب کے اعتقاد اور اس کے علم کے مطابق ہے۔ خواہ وہ اپنے علم کی تصریح کرے یا نہ کرے۔ تو اب ان دونوں جملوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ ھل تعلم احد ااعلم منك۔ اور ھل احد اعلم منک۔ کیونکہ ان کا مآل ایک ہے۔ یہی صورت دونوں کے جواب میں ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے تین مقام پر اس حدیث پر بحث کی ہے۔ کتاب العلم میں۔ کتاب الانبیاء میں۔ اور تیسرا یہ مقام ہے ذبح با سکین ۔ بعض روایات میں آیا کہ سر پھوڑ دیا۔ ممکن ہے۔ کہ تھوڑا تھوڑا کاٹا ہو۔ اور کچھ حصہ اس کے بدن کے ساتھ لٹکتا ہوا رہ گیا ہو ممکن ہے۔ پہلے پتھر سے سر کو پھوڑا ہو پھر چھری سے ذبح کر دیا ہو تو اس طرح روایات میں تطبیق ہو جائیگی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ لو شئت لاتخذت علیه اجر ا ص۶۸۹...۱۸۔ یہاں پر دو اشکال ہیں ایک تو یہ کہ ہاتھ سے اشارہ کر کے دیوار کو ٹھیک کر دینا یہ قلیل عمل تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر اجرت لینے کا مشورہ دیا حالانکہ وہ مقدور رقم انکی غذا کو کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ یہ تین حضرات تھے اور اجرت نہایت قلیل ہوتی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ اشارہ بالید سے پہلے اگر ان لوگوں سے معاملہ طے کر لیا جاتا۔ تو وہ یقیناً اتنی مقدار اجرت مقرر کرتے جو ان تینوں کی غذا کو کافی ہوتی۔ تو اس طرح انکی غذا کا انتظام ہو جاتا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھوک پر صبر کیوں نہ کیا۔ جلدی اسباب کی فکر میں پڑ گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام مستغنی رہے۔ حالانکہ صاحب شریعت موسیٰ علیہ السلام بالیقین ان سے افضل تھے۔

تواس کا جواب یہ ہے کہ توکل ترک اسباب کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ترک اعتماد کا نام ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اگرچہ اسباب کی طرف نظر کی لیکن ان پر اعتماد نہیں کیا۔ تو موسی علیہ السلام کا توکل خضر علیہ السلام کے توکل سے زیادہ ہوا۔ کیونکہ انہوں نے اسباب کو بالکل چھوڑ دیا۔ اور حضرت موسیٰؑ کا توکل اسباب کو پیش نظر رکھ رکھا تھا۔ یہ اپنے اپنے مرتبہ کی بات ہے۔ نیز! حضرت خضر علیہ السلام کو تو موضع غذا اور مطعم منکشف ہو گیا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس لئے وہ نہ گھبرائے۔ اور حضرت موسی نبی اللہ پر وہ منکشف نہ ہو بلکہ مخفی رہا۔ اس لئے پریشان ہو کر اسباب کے اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ان سب امور میں بہر صورت اللہ تعالے پر اعتماد تھا۔ کہ وہ ضرور اسباب مہیا کر دیگا۔

<u>تشریح از شیخ زکریاؒ</u>۔ توکل کے بارے میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ توکل ترک الکسب بالبدن اور ترک التدبیر بالقلب اور سقوط علی الارض کو کہتے ہیں وہ جاہل ہیں۔ کیونکہ یہ شریعت میں حرام ہے بلکہ اسباب مقطوعہ۔ مظنونہ۔ اور موہومہ سب کو اختیار کیا جائے۔ اور اس کی دلیل حضرت صدیق اکبرؓ کا طریقہ ہے جو انہوں نے بیعت خلافت کے بعد اختیار کیا کہ کپڑوں کی گٹھڑی لے کر بازار چلے گئے۔ تاکہ کسب معاش کریں۔ جس کو مسلمانوں نے ناپسند کیا۔ اور آپ کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ تو صدیق اکبرؓ پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے توکل کو چھوڑ دیا۔ بلکہ بر توکل زانوئے اشتر ببند پر عمل کیا البتہ طریق کسب کی کچھ شرائط ہیں کہ بقدر ضرورت پر کفایت کرے حریص نہ ہو فخر و کبر کے لئے حاصل نہ کرے ذخیرہ نہ کیا جائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے در ثمین میں لکھا ہے کہ میں نے خواب میں جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اسباب کا اختیار کرنا افضل ہے یا ترک اسباب احسن ہے۔ تو دل ترک اسباب کی طرف مائل تھا اور طبیعت اسباب کے اختیار کرنے کی طرف مائل تھی چنانچہ مولانا گنگوہیؒ نے کوکب میں لکھا ہے کہ توکل کا اعلے مرتبہ یہ ہے کہ اسباب کا ارتکاب کیا جائے۔ شرط یہ ہے کہ ان پر اعتماد نہ ہو بھروسہ پھر بھی اللہ تعالے پر ہو۔ کیونکہ امام رازیؒ ان آیات کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ تینوں مسائل اس بات میں مشترک ہیں کہ انبیاء اللہ علیہم السلام کے احکام ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں۔ جن کے بندے مکلف گردانے جاتے ہیں۔ اور خضرؑ کے واقعات بواطن پر مبنی تھے جن کا انسان مکلف نہیں ہے۔ اللہ تعالے نے انسان کو قوت عقلیہ عطا فرمائی ہے جس سے وہ امور ظاہریہ میں غور کرنے سے بواطن کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ اس اعتبار سے خضرؑ کو اعلم کہا گیا۔ ورنہ امت میں سے اعلم حضرت موسی علیہ السلام تھے۔ رحماء من الرحیم ۔۶۸۹۔ ۲۷ از قطب گنگوہیؒ امام بخاریؒ نے دو توجیہات پر تنبیہ فرمائی ہے پہلی تو یہ ہے کہ رحم رحم سے مشتق ہے۔ رحم کشف کے وزن پر ہے۔ جو رحمت سے زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ یہ صیغہ صفت کا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ رحم رحیم سے ہے۔ اور رحیم رحمت سے مشتق ہے۔ تو جب رحیم کی بنا مبالغہ پر ہے۔ اور رحم بھی مبالغہ پر دلالت کرتا ہے تو مناسب ہے کہ رحم کا اشتقاق رحیم سے ہو۔ رحمت سے نہ ہو۔ کیونکہ رحمت مبالغہ سے خالی ہے۔ اور رحم مبالغہ پر مشتمل ہے۔ البتہ اس صورت میں مشتق سے اشتقاق لازم آئے گا۔ جو نقصان دہ نہیں ہے۔ اسلئے کہ اشتقاق کا معنی ہے کہ۔ دو لفظوں میں حروف اصلیہ کے اندر مناسبت پائی جائے۔ یہی ضابطہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ کرمانیؒ اور علامہ عینیؒ تو فرماتے ہیں کہ رحم رحم سے مشتق ہے۔ جس کے معنی قرابۃ کے ہیں جو رحمت سے زیادہ مبالغہ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ رحمت صرف رقۃ قلب کو کہتے ہیں۔ وہ قرابۃ کو بھی مستلزم ہے البتہ اس کے برعکس رحمت قرابۃ کو مستلزم نہیں۔ اشتقاق کے بارے میں قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کون احد اللفظین شار کالآخر فی المعنی بنتا ہے۔ اور کتاب الانبیاء میں امام بخاریؒ کا قول گزر چکا ہے۔ کہ حطیم البیت کو حجر اس لئے کہتے ہیں۔ کہ محطوم سے مشتق ہے۔ جیسے قتیل بمعنے مقتول آتا ہے۔ اور باب صفت النار میں ہے۔ الحصب مشتق من الحصباء۔

باب قَوْلِهٖ فَلَمَّاجَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا۔ اِلٰى قَوْلِهٖ عَجَبًا

صنعا کے معنی عملا کے ہے۔ اور حولا بمعنے تحول بدلنے کے ہے۔ قال ذلك ماكنا نبغ...امر ونكرا داهية۔ ایک مصیبت ہے ینقض اور منقاض جیسے کہ دانت ٹوٹتا ہے۔ لتخذت اور اتخذت دونوں ایک ہیں۔ رحما رحیم سے ہے جو رحمۃ سے زیادہ مبالغہ پر مشتمل ہے اور یظن گمان کیا جاتا ہے۔ یہ رحیم سے مشتق ہے اور مکہ معظمہ کو ام الرحم کہا جاتا ہے۔ وہاں رحمت سے مشتق ہے۔ کہ اس مکہ میں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

حدیث (٤٣٧٤) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ..

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍؓ قَالَ قُلْتُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍؓ اِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعَمُ اَنَّ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَيْسَ مُوْسَى الْخَضِرِ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ۔ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَامَ مُوْسٰىؑ خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَقِيْلَ لَهٗ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ قَالَ اَنَا۔ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ وَاُوْحٰى اِلَيْهِ بَلٰى عَبْدٌ مِنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ اَيْ رَبِّ كَيْفَ السَّبِيْلُ اِلَيْهِ۔ قَالَ تَأْخُذُ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ فَحَيْثُ مَافَقَدْتَ الْحُوْتَ فَاتَّبِعْهُ وَقَالَ فَخَرَجَ مُوْسٰى وَمَعَهٗ فَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ بیشک نوف البکالی کہتا ہے کہ موسیٰ بنی اسرائیل خضرؑ والا موسیٰ نہیں ہے وہ کوئی اور ہے تو فرمایا کہ اللہ کے دشمن نے ٹھیک نہیں کہا۔ ہمیں حضرت ابی بن کعبؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کی ہے۔ فرمایا کہ موسیٰؑ بنی اسرائیل۔ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون زیادہ علم رکھنے والا ہے فرمایا میں! جس پر اللہ تعالےٰ ناراض ہوئے۔ کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی طرف علم کو نہ لوٹایا اور آپ کی طرف وحی کی گئی کیوں نہیں۔ ہاں مجمع البحرین میں میرے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جو تیرے سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ پوچھا اے میرے رب! ان تک پہنچنے کا راستہ کیسے ہے۔ فرمایا کہ زنبیل میں ایک مچھلی لو جہاں مچھلی کو گم پاؤ وہاں اس کے پیچھے چلے جاؤ فرماتے ہیں کہ

وَمَعَهُمَا الْحُوْتُ حَتّٰى انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَنَزَ لَا
عِنْدَهَا قَالَ فَوَضَعَ مُوْسٰى رَاْسَهٗ فَنَامَ قَالَ سُفْيَانُ
وَفِيْ حَدِيْثِ غَيْرِ عَمْرٍو قَالَ وَفِيْ اَصْلِ الصَّخْرَةِ
عَيْنٌ .يُقَالُ لَهَ الْحَيٰوةُ لَا يُصِيْبُ مِنْ مَائِهَا شَئٌ اِلَّا
حَيِيَ فَاَصَابَ الْحُوْتُ مِنْ مَاءِ تِلْكَ الْعَيْنِ قَالَ
فَتَحَرَّكَ وَانْسَلَّ مِنَ الْمِكْتَلِ فَدَخَلَ الْبَحْرَ فَلَمَّا
اسْتَيْقَظَ مُوْسٰى قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَاءَ نَا الْاٰيَةَ وَلَمْ
يَجِدِ النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ مَا اُمِرَ بِهٖ قَالَ لَهٗ فَتَا هُ
يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ
نَسِيْتُ الْحُوْتَ الْاٰيَةَ .قَالَ فَرَجَعَا يَقُصَّانِ فِيْ
آثَارِهِمَا فَوَجَدَا فِي الْبَحْرِ كَالطَّاقِ مَمَرَّ الْحُوْتِ
فَكَانَ لِلْفَتَى عَجَبًا وَلِلْحُوْتِ سَرَبًا قَالَ فَلَمَّا انْتَهَيَا
اِلَى الصَّخْرَةِ اِذَا هُمَا بِرَجُلٍ مُسَجًّى بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ
عَلَيْهِ مُوْسٰى قَالَ وَاَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ اَنَا
مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ .قَالَ نَعَمْ قَالَ
هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا قَالَ
لَهُ الْخَضِرُ يَا مُوْسٰى اِنَّكَ عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ
عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ وَلَا اَعْلَمُهٗ وَاَنَا عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ
عَلَّمَنِيْهِ اللّٰهُ لَا تَعْلَمُهٗ قَالَ بَلْ اَتَّبِعُكَ قَالَ فَاِنِ
اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ
ذِكْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ فَمَرَّتْ بِهِمَا

حضرت موسیٰؑ روانہ ہوئے آپؑ کے ہمراہ آپؑ کا شاگرد نوجوان
یوشع بن نونؑ بھی تھا۔ اور ان کے ساتھ مچھلی بھی تھی پس جب
یہ حضرات صخرہ کے پاس پہنچے تو وہاں اس کے پاس پڑاؤ کیا۔
موسیٰ نے سر رکھا اور سو گئے۔ سفیان غیر عمرو کی حدیث میں کہتے
ہیں۔ کہ صخرہ کے بنیاد میں ایک چشمہ تھا جسے عین الحیوۃ کہا جاتا تھا
اس کے پانی کا کچھ حصہ کسی کو لگ جاتا تو وہ زندہ ہو جاتی پس مچھلی
کو بھی اس چشمہ کے پانی کا کچھ حصہ لگ گیا۔ پس وہ پھڑکی اور
زنبیل سے باہر نکل کر سمندر میں داخل ہو گئی۔ جب موسیٰ
بیدار ہوئے تو اپنے شاگرد سے فرمایا کہ صبح کا کھانا لے آؤ۔ راوی
کہتے ہیں کہ موسیٰؑ کو تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ حکم
کردہ جگہ سے آگے بڑھ گئے۔ آپؑ کے شاگرد یوشع بن نون
بولے دیکھئے جب ہم نے پتھر کے پاس پڑاؤ کیا تھا تو میں مچھلی کے
متعلق بتلانا بھول گیا الآیہ تو دونوں الٹے پاؤں واپس لوٹے
تو سمندر میں آنے کی طرح ایک سوراخ پایا جو مچھلی کی گذرگاہ
تھی۔ جو نوجوان کے لئے تعجب کا باعث تھا۔ اور مچھلی کے لئے
سرنگ تھا۔ پس یہ دونوں حضرات جب پتھر کے پاس پہنچے تو
دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ہے جو کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے حضرت موسیٰ
نے اسے سلام کیا۔ وہ بولا اس تری زمین میں سلام کہاں۔
آگیا۔ فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ پوچھا موسیٰ بنو اسرائیل فرمایا ہاں
فرمایا کیا میں آپ کے پیچھے پیچھے اس شرط پر چل سکتا ہوں کہ
کچھ ہدایت اللہ تعالے نے آپ کو سکھلائی ہے وہ آپ مجھے
سکھلادیں۔ حضرت خضرؑ نے ان سے فرمایا آپ بھی اللہ
طرف سے ایک علم رکھتے ہیں جو آپ کو اللہ تعالے نے سکھایا
ہے جس کو میں نہیں جانتا اور میں اللہ تعالے کے علم میں۔

سفینۃ فعرف الخضر فحملوھم بغیر نول یقول
بغیر اجر فرکبا السفینۃ قال ووقع عصفور علی
حرف السفینۃ فغمس منقارہ البحر فقال الخضر
لموسی ما علمک وعلمی وعلم الخلائق فی علم
اللہ الا مقدار ما غمس ھذا العصفور منقارہ قال
فلم یفجأ موسی اذ عمد الخضر الی قدوم فخرق
السفینۃ فقال لہ موسی قوم حملونا بغیر نول
عمدت الی سفینتھم فخرقتھا لتغرق اھلھا لقد
جئت الآیۃ فانطلقا اذا ھما بغلام یلعب مع الغلمان
فاخذ الخضر برأسہ فقطعہ قال لہ موسی اقتلت
نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا قال الم
اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا الی قولہ فابوا
ان یضیفوھما فوجدا فیھا جدارا یرید ان ینقض
قال بیدہ ھکذا فاقامہ فقال لہ موسی انا دخلنا
ھذہ القریۃ فلم یضیفونا ولم یطعمونا لو شئت
لتخذت علیہ اجرا قال ھذا فراق بینی وبینک
سأنبئک بتأویل ما لم تستطع علیہ صبرا فقال
رسول اللہ ﷺ وددنا ان موسی صبر حتی یقص
علینا من امرھما قال وکان ابن عباس یقرأ وکان
امامھم ملک یأخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا
واما الغلام فکان کافرا ....الحدیث

ایک علم رکھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھلایا ہے جس کو آپ
نہیں جانتے فرمایا کیوں نہیں میں آپ کی پیروی کرونگا۔ فرمایا اگر
تم میرے ساتھ چلتے ہو۔ تو جبتک اس کا تذکرہ میں خود تم سے نہ
کروں تم کسی چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو۔ سمندر
کے کنارے کنارے دونوں چل پڑے۔ ان کے پاس سے ایک
کشتی کا گذر ہوا۔ حضرت خضرؑ پہچان لئے گئے۔ تو ان لوگوں نے
ان کو بغیر کرایہ کے اپنی کشتی میں سوار کر لیا۔ پس کشتی میں سوار
یہ سفر کر رہے تھے کہ ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آکر بیٹھی۔
جس نے سمندر میں اپنی چونچ کو ڈبویا تو خضرؑ نے موسیٰؑ سے فرمایا
کہ آپ کا علم اور میرا علم بلکہ تمام مخلوق کا علم اللہ تعالےٰ کے علم
کے مقابلہ میں اتنا ہے۔ جس قدر اس چڑیا نے اپنی چونچ کو ڈبویا
ہے۔ پس موسیٰؑ نہ ٹھہرے تھے کہ خضرؑ نے ایک کلھاڑا لیکر کشتی
کو پھاڑ ڈالا۔ تو موسیٰؑ بولے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں بغیر
کرایہ کے سوار کیا۔ آپ نے انکی کشتی کو پھاڑ دیا تاکہ کشتی والوں
کو ہلاک کر دیں۔ یہ آپ نے اوپرا کام کیا۔ پھر چل پڑے تو ایک
بچہ بچوں کے ہمراہ کھیل رہا تھا۔ خضرؑ نے اس کو سر سے پکڑا اور
اس کا سر کاٹ ڈالا۔ حضرت موسیٰؑ بولے آپ نے ایک پاکباز جی
کو بغیر کسی جی کے قتل کر دیا۔ آپ نے تو ایک اوپرا معاملہ کیا فرمایا
میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہنے پر صبر
نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ کے اس قول تک کہ ان بستی والوں
نے انکی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے اس
بستی میں ایک دیوار کو دیکھا جو جھکی ہوئی تھی۔ جس کو ہاتھ
کے اشارے سے انہوں نے بالکل سیدھا کر دیا۔ موسیٰؑ بولے ہم
اس بستی میں داخل ہوئے ان لوگوں نے نہ ہماری مہمانی کی

اور نہ ہمیں کھانا کھلایا۔ کاش آپ ان سے کچھ اجرت لے لیتے تو بہتر ہوتا۔ فرمایا پس یہ آپ کے اور میرے جدائی کا وقت ہے۔ آپ کو ان باتوں کی تعبیر بتلاؤں گا جس پر آپ صبر نہیں کر سکے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہم چاہتے تھے کہ موسیٰ صبر کرتے تو ہمیں ان دونوں کے معاملہ میں سے اللہ تعالے کچھ اور بیان فرماتے۔ ابن عباسؓ کان امامھم کی قراۃ کرتے تھے۔ کہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر سالم کشتی کو چھین لیا کرتا تھا اور وہ لڑکا کافر تھا۔

باب قَوْلِهٖ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا

حدیث (۴۳۷۵) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ مُصْعَبٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبِیْ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا هُمْ حُرُوْرِيَّةٌ قَالَ لَا هُمُ الْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى اَمَّا الْيَهُوْدُ فَكَذَّبُوْا مُحَمَّدًا وَاَمَّا النَّصَارٰى فَكَفَرُوْا بِالْجَنَّةِ وَقَالُوْا لَا طَعَامَ فِيْهَا وَلَا شَرَابَ وَالْحَرُوْرِيَّةُ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَكَانَ سَعْدٌ يُسَمِّيْهِمُ الْفَاسِقِيْنَ ......

ترجمہ۔ حضرت مصعب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا کہ قل ھل ننبئکم سے کیا حروریہ فرقہ مراد ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں زیادہ کھانے میں اعمال کے اعتبار سے پڑنے والے وہ یہودی اور نصرانی ہیں یہودی تو اس لئے کہ انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلایا نصرانیوں نے بہشت کا انکار کیا کہتے ہیں۔ کہ اس میں نہ کھانا ہوگا نہ پینا اور حروریہ فرقہ خوارج وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالے سے عہد و پیمان کرنے کے بعد اسے توڑ دیا اور حضرت سعدؓ ان کا نام فاسق رکھتے تھے۔

باب قَوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

حدیث (۴۳۷۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّهٗ لَيَاْتِی الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَقَالَ اقْرَاُوْا فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا وَعَنْ يَحْيٰى بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ مِثْلَهٗ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے راوی ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن ایک ایسا بڑا آدمی جو موٹا ہوگا وہ آئیگا لیکن اللہ تعالے کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہیں ہوگا پڑھ لو یہ آیت کریمہ۔ ترجمہ ہم قیامت کے دن نہ ان کے لئے کوئی وزن قائم کریں گے۔ دوسری سند سے بھی ایسا ہی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بات یہ ہے کہ ترازو توان لوگوں کے لئے قائم ہوگا جن کے اعمال ملے جلے ہیں۔ کچھ نیک اور کچھ برے لیکن کفار کے لئے تو میزان ہی نصب نہ ہوگی۔ یہ ان کی حقارت کی طرف اشارہ ہے۔

سُوْرَةُ مَرْيَمَ

كٓهٰيٰعٓصٓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَبْصِرْ بِهِمْ وَاَسْمِعِ اللّٰهُ يَقُوْلُهُ وَهُمُ الْيَوْمَ لَا يَسْمَعُوْنَ وَلَا يُبْصِرُوْنَ فِيْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ يَعْنِيْ قَوْلَهُ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرِ الْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ اَسْمَعُ شَيْءٍ وَاَبْصَرُهُ لَاَرْجُمَنَّكَ لَاَشْتِمَنَّكَ وَرِئْيًا مَنْظَرًا وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ تَؤُزُّهُمْ تُزْعِجُهُمْ اِلَى الْمَعَاصِيْ اِزْعَاجًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِدًّا عِوَجًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وِرْدًا عِطَاشًا اِثَاثًا مَالًا اِدًّا قَوْلًا عَظِيْمًا رِكْزًا صَوْتًا غَيًّا بُكِيًّا جَمَاعَةُ بَاكٍ صِلِيًّا صَلٰى يَصْلٰى نَدِيًّا وَالنَّادِيْ مَجْلِسًا وقال مجاهد فليمدد فليدعه.......

ترجمہ ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کہ ابصر بھم واسمع یہ جملہ اللہ تعالے فرمائیں گے حالانکہ وہ لوگ آج کے دن نہ سنتے ہونگے نہ دیکھتے ہونگے۔ گمراہی واضح میں ہونگے۔ واسمع بھم والبصر۔ مراد کفار ہیں جو اس دن حکم الٰہی کو زیادہ سننے والے اور زیادہ دیکھنے والے ہونگے۔ لارجمنک۔ میں ضرور تجھے گالی دونگا وریا۔ کے معنی منظر کے ہیں۔ ابن عینیہ کی تفسیر ہے کہ توزھم کہ شیاطین انکو گناہوں کی طرف بھڑ کاتے ہیں اور مجاہد نے ادا کی تفسیر ٹیڑھے پن سے کی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ الی جھنم وردا۔ سے مراد پیاسے ہیں۔ اثاثا کے معنی مال کے ہیں ادا قول عظیم۔ رکز کے معنی آواز خفی عتیا سرکش بجیا یہ باک کی جمع رونے والا۔ صلیا یصلی داخل ہونا ندیا اونادی کے معنی مجلس کے ہیں۔ مجاہد کی تفسیر ہے کہ فلیمدد پس اسکو چھوڑ دو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ اللہ یقولہ فی الاخرۃ ص۶۹۱۔۸ یعنی یہ کفار آج دنیا میں تو نہ اللہ تعالے کی بات سنتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں۔ لیکن آخرت میں کس قدر سننے والے دیکھنے والے ہونگے۔ تو اس کی تفسیر فی ضلال مبین سے کر دی۔ پھر اسمع بھم والبصر کی تفسیر کرنے کا ارادہ فرمایا تو کہا کفار قیامت کے دن خوب سننے والے دیکھنے والے ہونگے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت قطب گنگوہیؒ ۔ کے افادہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالے اسمع بھم وابصر فرمائیں گے جس کو یوم یاتوننا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو لایسمعون لایبصرون یہ فی ضلال مبین کی تفسیر ہو گی۔ تو فسرہ بمعنے عبرہ کے ہوگا کہ کلام الٰہی میں اس کو فی ضلال مبین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عتیا ۱۱-۶۹۱

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ جیسے بجیا باک کی جمع ہے ایسے عتیاً عات کی جمع ہے۔ لیکن بجیا پر قیاس کرتے ہوئے اس کی تفسیر کو ترک کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ سورۃ مریم میں دو لفظ ہیں۔ عتیا اور بکیا اشد علی الرحمن عتیا اور خرو اسجدا و بکیا یہ دونوں جمع ہیں۔ ہندی نسخہ میں عتیا موجود ہے باقی شروح میں نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے تو عتیا کی تفسیر نہیں کی۔ لیکن شیخ گنگوہیؒ نے جمع عات کہہ کر تفسیر کر دی۔ بعض نے اسے مصدر کہا ہے۔ اور اس کے معنی جرأۃ کے کئے ہیں۔ اور جمل میں ہے کہ جرأۃ بمعنے معصیة کے ہے۔ ضال مضل کے عذاب میں فرق ہوا۔ مقلد کے عذاب سے مضل کا عذاب زیادہ ہو گا۔

باب قَوْلِهٖ وَاَنْذِرْ هُمْ یَوْ مَ الْحَسْرَةِ

حدیث (٤٣٧٧) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یُؤْتٰی بالموت کھیأۃ کبش املح فینادی مناد یااھل الجنة فیشرئبون وینظرون فیقول ھل تعرفون ھذا فیقولون نعم ھذا الموت وکلھم قدراہ ثم ینادی یا اھل النار فیشرئبون وینظرون فیقول ھل تعرفون ھذا فیقولون نعم ھذا لموت وکلھم قدراہ فیذبح ثم یقول یااھل الجنة خلود فلاموت ویا اھل النار خلو د فلامو ت ثم قرء وانذر ھم یو م الحسرة اذ قضی الامر وھم فی غفلہ وھؤلاء فی غفلة اھل الدنیا وھم لایؤمنون.....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ موت کو ایک رنگدار مینڈھے کی شکل میں لایا جائیگا۔ تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا۔ اے جنت والو! وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ پوچھے گا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو۔ وہ کہیں گے ہاں یہ تو موت ہے اور ہر ایک ان میں سے اسے دیکھ چکا ہو گا پھر ندا دیگا۔ اے جھنم والو! وہ بھی سر اٹھا کر دیکھیں گے کہیگا کیا اس کو پہچانتے ہو وہ کہیں گے ہاں یہ تو موت ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک اسے دیکھ چکا ہو گا۔ پس اسے ذبح کر دیا جائے گا پھر کہیگا اے جنت والو! اب ہیشگی ہے موت نہیں ہو گی۔ اے جھنم والو! ہیشگی ہے موت نہیں ہو گی۔ پھر یہ آیت پڑھی ترجمہ ان کو حسرت والے دن سے ڈراؤ جس دن معاملہ کا فیصلہ کر دیا جائیگا۔ آج یہ لوگ غفلت میں ہیں یعنی یہ اہل د

غفلت میں ہیں ایمان نہیں لاتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ موت کے معنی ہیں مفارقۃ الروح عن الجسد جو ایک عرض ہے۔ اس کا ذبح کیسے ہوگا۔ تو بعض حضرات نے فرمایا کہ موت سے فرشتہ مؤکل مراد ہے۔ یا کنایہ ہے کہ موت اب نہیں آسکتی۔ لیکن محققین حضرات فرماتے ہیں کہ جیسے حیات مخلوق ہے۔ ایسے موت بھی مخلوق ہے۔ در حقیقت موت مفارقۃ نہیں۔ بلکہ مفارقۃ اس کا اثر ہے۔ جیسے شمس یعنی دھوپ زوال ظلمت کا نام نہیں بلکہ ایک خاص کیفیت کا نام ہے جو ظاہرۃ بنفسھا و مظہرۃ لغیر ہا ہے۔ الحاصل موت مخلوق ہے۔ باری تعالے فرماتے ہیں خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم اس کی شکل رنگدار مینڈھے کی ہے جس کی سفیدی زیادہ اور سیاہی کم ہوگی۔ جیسے حیات کی شکل فرس ابلق کی ہوگی۔

باب قوله ومانتنزل الا بامر ربك

حديث (٤٣٧٨) حدثنا ابو نعيم عن ابن عباسؓ قال قال النبیﷺ لجبرائيل مايمنعك ان تزورنا اكثر مما تزور نافنزلت ومانتنزل ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جبرائیلؑ سے فرمایا کہ آپ کو ہم سے اکثر ملاقات کرنے سے کونسی رکاوٹ ہے تو آیت نازل ہوئی ترجمہ کہ ہم تو تیرے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں اسی کے لئے ہے جو کچھ سامنے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے۔

باب قوله افرأيت الذى كفربایاتنا وقال لاوتين مالا وولدا

حديث (٤٣٧٩) حدثنا الحميدی عن مسروقؓ قال سمعت خبابا قال جئت العاص بن وائل السهمی اتقاضاه حقالی عنده قا ل لااعطيك حتی تكفر بمحمدؐ فقلت لاحتی تموت ثم تبعث قال وانی لميت ثم مبعو ث قلت نعم قال ان لی هناك مالا وولدا فاقضيكه فنزلت هذه الاية افرأيت الذی رواه الثوری ....

ترجمہ۔ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب بن الارتؓ سے سنا فرماتے تھے کہ میں عاص بن وائل سھمی کے پاس اپنے ایک قرضہ کی ادائیگی کا تقاضا کرتا تھا تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے اس وقت تک نہیں دونگا جبتک حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا انکار نہ کروگے میں نے کہا میں تو ایسا کرنیکا نہیں یہانتک کہ تو مر جائے۔ اور پھر اٹھایا جائے اس نے کہا اچھا میں مرنے والا ہوں اور پھر اٹھایا جاؤنگا۔ میں نے کہا ہاں! تو اس نے کہا وہاں میرے پاس مال او ر اولاد ہوگا تجھے ادا کر دونگا۔ اس پر یہ آیت اتری ترجمہ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ کہتا ہے کہ آخرت میں مجھے مال اور اولاد ملے گی۔

باب قَوْلِهٖ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَالرَّحْمٰنِ عَهْدًا اقال موثقا

حدیث (۴۳۸۰) حَدَّثَنَامُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ خُبَّابٍؓ قَالَ كُنْتُ قَيْناً بِمَكَّةَ فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ سَيْفًا فَجِئْتُ اَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَااُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قُلْتُ لَااَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ حَتّٰى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يُحْيِيْكَ قَالَ اِذَا اَمَاتَنِى اللّٰهُ ثُمَّ بَعَثَنِىْ وَلِىَ مَالٌ وَوَلَدٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اَرَاَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيَاتِنَا عبدا قَالَ مَوْثِقًا لَمْ يَقُلِ الْاَشْجَعِىُّ عَنْ سُفْيَانَ سَيْفًا وَلَامَوْثِقًا.... الحديث

ترجمہ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار کا کام کر رہا تھا۔ پس میں نے عاص بن وائل کے لئے تلوار بنادی پھر میں اس سے اسکی قیمت کا مطالبہ کرنے کیلئے آیا۔ تو وہ کہنے لگا کہ میں اس وقت تک تمھیں قرضہ نہیں دونگا یہانتک کہ محمد ﷺ کے ساتھ کفر کرو۔ میں نے کہا کہ میں تو اس وقت تک محمد ﷺ سے کفر نہیں کرونگا یہانتک کہ اللہ تعالے تجھے موت دے دے پھر تجھے زندہ کردے اس نے کہا جب اللہ تعالے مجھے ماریگا پھر مجھے زندہ کریگا تو یقیناً میرے پاس مال ہوگا اولاد ہوگی تو اس پر آیت اتری ترجمہ کیا غیب کی اسے اطلاع ہوئی ہے یا اللہ تعالے کے پاس سے اس کو کوئی پروانہ ملاہے۔ اشجعی نے سفیان سے سیف اور موثقا کا لفظ نقل نہیں کیا۔

باب كَلَّا سَنَكْتُبُ مَايَقُوْلُ ويأتينا وَنَمُدُّلَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا

حدیث (۴۳۸۱) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ خُبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًافِى الْجَاهِلِيَّةِوَكَانَ لِىْ دَيْنٌ عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ فَاَتَاهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا اُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَااَكْفُرُحَتّٰى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يُبْعَثَ قَالَ فَذَرْنِىْ حَتّٰى اَمُوْتَ ثُمَّ اُبْعَثَ فَسَوْفَ اُوْتٰى مَالًاوَوَلَدًافَاَقْضِيْكَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ.........

ترجمہ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار کا کام کرتا تھا میرا عاص بن وائل پر قرضہ تھا جس کے پاس میں ادائیگی کا مطالبہ کرنے کے لئے گیا تو اس نے کہا کہ یہ قرضہ میں اس وقت تک نہیں دونگا یہانتک کہ تم محمد ﷺ سے کفر کرو۔ میں نے کہا واللہ میں تو کفر نہیں کرونگا۔ یہانتک اللہ تعالے تجھے موت دے اور پھر تجھے زندہ کرے۔ اس نے کہا تم بس اس وقت تک مجھے چھوڑ دو یہانتک کہ میں مرجاؤں پھر زندہ کر کے اٹھایا جاؤں تو عنقریب مجھے مال اور اولاد ملے گی تو پھر میں قرضہ ادا کردونگا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

باب قوله وَنَرِثُهُ مَايَقُوْلُ وَيَأْتِيْنَا فَرْدًاالاية قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَلْجِبَالُ هَدًّا هَدْمًا

حدیث(۴۲۷۲)حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَاَتَيْتُهُ اَتَقَاضَاهُ. فَقَالَ لَا اَقْضِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لَنْ اَكْفُرَ بِهٖ حَتّٰى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ وَاِنِّيْ لَمَبْعُوْثٌ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ فَسَوْفَ اَقْضِيْكَ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰى مَالٍ وَّوَلَدًا قَالَ فَنَزَلَتْ اَفَرَئَيْتَ الَّذِيْ .....

ترجمہ۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک لوہار آدمی تھا۔ میرا عاص بن وائل پر قرضہ تھا۔ میں تقاضا کرنے لئے اس کے پاس آیا اس نے کہا میں تو تیرا قرضہ ادا نہیں کرونگا یہانتک تو محمد ﷺ سے کفر کرے میں نے کہا میں آپؐ کے ساتھ کبھی کفر نہیں کرونگا یہانتک کہ تو مر جائے اور پھر زندہ ہو جائے۔ اس نے کہا کیا یقیناً میں مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھایا جاؤنگا۔ تو جب میں مال اور اولاد کی طرف واپس آؤنگا تو تیرا قرضہ ادا کر دونگا تو اس پر یہ آیت اتری۔ یہ کچھ کہہ رہا ہے ہم اسے لکھنے کا حکم دینگے۔ اور اس کو عذاب میں خوب کھینچیں گے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اس مال اور دولت کے ہم وارث ہونگے اور یہ ہمارے پاس تنہا آیگا۔

سُوْرَةُ طٰهٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ بِالنَّبَطِيَّةِ طٰهٰ يَارَجُلُ يُقَالُ كُلُّ مَالَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ اَوْ فِيْهِ تَمْتَمَةٌ اَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ اَزْرِيْ ظَهْرِيْ فَيُسْحِتَكُمْ يُهْلِكَكُمْ الْمُثْلٰى تَانِيْثُ الْاَمْثَلِ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ يُقَالُ خُذِالْمُثْلٰى خُذِالْاَمْثَلَ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا يُقَالُ هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِيْ الْمُصَلَّى الَّذِيْ يُصَلّٰى فِيْهِ فَاَوْجَسَ اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيْفَةً لِكَسْرَةِ الْخَاءِ فِيْ جُذُوْعِ عَلٰى جُذُوْعِ خَطْبُكَ بَالُكَ مِسَاسَ مَصْدَرُ مَاسَّهٗ

ترجمہ۔ ابن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ نبطی زبان میں طٰہٰ کے معنی یارجل کے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص طٰہٰ ہے جو ایک حرف بھی نہ بول سکے یا اس کی زبان میں لکنت ہو جس کی وجہ سے وہ تمتم فا فا کہتا ہو۔ یہی لکنت ہے۔ ازری۔ میری پیٹھ کو مضبوط کرے۔ یسحتکم۔ تمھیں ہلاک کر دے۔ المثلی یہ امثل کی تانیث ہے۔ کہ تمھارے دین کو لے جائیں۔ خذالمثلی۔ کہا جاتا ہے کہ خذالامثل کے معنی میں ہے۔ ثم ائتوا صفا کہتے ہیں کہ کیا آج تم مصلی یعنی وہ جائے نماز جہاں نماز ادا کی جاتی ہے اور جس خوف کو چھپایا۔ خیفہ بمعنے خوف خا کے کسرہ کی وجہ سے۔ خیفہ کی واؤ کو یا

مِسَاسًا لَنَنْسِفَنَّهٗ لِنَذْرِيَنَّهٗ قَاعًا يَعْلُوْهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِيْ مِنَ الْاَرْضِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ الْحُلِيِّ الَّذِيْ اسْتَعَارُوْا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ فَقَذَفْتُهَا فَأَلْقَيْتُهَا اَلْقٰى صَنَعَ فَنَسِيَ مُوْسٰى هُمْ يَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَاَ الرَّبَّ لَايَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا الْعِجْلُ هَمْسًا حِسُّ الْاَقْدَامِ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى عَنْ حُجَّتِيْ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا فِي الدُّنْيَا وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَمْثَلُهُمْ اَعْدَلُهُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ هَضْمًا لَايُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ عِوَجًا وَادِيًا اَمْتًا رَابِيَةً سِيْرَتَهَا حَالَتَهَا الْاُوْلٰى اَلنُّهٰى اَلتُّقٰى ضَنْكًا الشَّقَاءُ هَوٰى شَقِيَ الْمُقَدَّسِ الْمُبَارَكِ طُوًى اسْمُ الْوَادِيْ بِمَلْكِنَا بِاَمْرِنَا مَكَانًا سُوًى مُنْصَفٌ بَيْنَهُمْ يَبَسًا يَابِسًا عَلٰى قَدَرٍ مَوْعِدٍ لَاتَنِيَا تَضْعُفَا .....

سے بدلا گیا۔ فی جذوع النخل میں فی حرف بمعنے علے کے ہے خطبک تمھارا کیا حال ہے۔ مساس مصدر ہے ماسہ مساساً چھونا لننسفنہ ہم اسے ریزہ ریزہ کر کے دریا میں پھینک دیں گے۔ قاعا وہ چٹیل میدان جس پر پانی چڑھ جائے اور صفصف ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ مجاہد کی تفسیر ہے کہ فی زینۃ القوم سے وہ زیورات مراد ہیں جو فرعون والوں سے مانگ کر لائے تھے قذفتھا میں نے اس کو پھینکا۔ القی بنایا فنسی موسی وہ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ موسی علیہ السلام اپنے رب سے چوک گئے۔ لا یرجع کا مرجع عجل (بچھڑا ہے) ھمسا پاؤں کی کھسکھساہٹ۔ حشرتنی اعمی یعنی میری دلیل سے مجھے اندھا کر دیا حالانکہ میں تو دنیا میں بینا تھا ابن عینیہ فرماتے ہیں کہ امثلھم کے معنی اعدلھم درمیانہ راستہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ھضما ظلم نہیں ہوگا۔ کہ اسکی نیکیوں میں سے کمی کی جائے۔ عوجا سے مراد وادی ہے اور امت سے ٹیلا مراد ہے۔ سیرتھا پہلی حالت۔ النھی اولی النھی سے اہل تقوی کے معنی ہیں۔ ضنکا بدبختی۔ ھوی بدبخت ہوا۔ مقدس کے معنی مبارک طوی وادی کا نام ہے بملکنا اپنے حکم سے۔ مکانا سوی ان کے درمیان کا مکان۔ یبسا خشک۔ علی قدر وعدے کے مطابق تینا سستی کرنا القی از قطب گنگوہیؒ بنانے کو القا اس لئے تعبیر کیا گیا کہ زرگر سونے اور چاندی کو پگھلانے کے بعد سانچے میں ڈالتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فاخرج لھم عجلا۔ مدارک میں ہے کہ سامری نے ان زیورات کے متعلق بنو اسرائیل سے کہا کہ حربی کا مال تمھارے لئے حلال نہیں ہے۔ اس لئے ان سے لیکر ایک آگ کے گڑھے میں ڈال کر ان سے بچھڑا تیار کر لیا۔ جس میں حضرت جبرائیلؑ کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی ڈال دی۔ جس سے وہ آواز کرنے لگا۔ اسی کو بنو اسرائیل کا رب کہنے لگا۔ عوجا کی تفسیر وادی سے ہے۔ اس لئے کی کہ وہ پانی کی گذرگاہ ہوتی ہے۔ جو ٹیڑھے پن سے خالی نہیں ہوتی۔

باب قوله واصطنعتك لنفسي

حدیث (۴۳۸۳) حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِلْتَقٰی اٰدَمُؑ وَمُوْسٰی قَالَ مُوْسٰی لِاٰدَمَ اَنْتَ الَّذِیْ اَشْقَیْتَ النَّاسَ وَاَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ. قَالَ لَهٗ اٰدَمُ اَنْتَ الَّذِیْ اصْطَفَاكَ اللّٰہُ بِرِسَالَتِهٖ وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِهٖ وَاَنْزَلَ عَلَیْكَ التَّوْرَاةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَجَدْتَهَا كُتِبَ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَنِیْ قَالَ نَعَمْ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی اَلْیَمُّ الْبَحْرُ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور موسیٰؑ کی ملاقات ہوگئی تو موسیٰؑ نے حضرت آدمؑ سے کہا کہ آپ وہ ہیں جنہوں نے لوگوں کی زندگی بدعیش کردی۔ اوران کو جنت سے نکلوادیا۔ جس کے جواب میں آدمؑ نے فرمایا کیا آپ تو وہ ذات ہیں جس کو اللہ تعالے نے رسالت کیلئے چھانٹ لیا اور اپنی ذات کے لئے منتخب فرمالیا اور آپ پر تورات نازل فرمائی۔ فرمایاہاں! پوچھا کیا آپ نے اس تورات میں یہ پایا کہ اللہ تعالے نے میرے پیدا کرنے سے پہلے یہ بات مجھ پر لکھدی تھی۔ فرمایاہاں! تو اس طرح آدمؑ موسیٰؑ پر غالب آگئے اور الیم کے معنی سمندر کے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حضرت آدمؑ اور موسیٰؑ کی ملاقات کہاں ہوئی ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو دنیا میں آنے کے بعد مشقتیں پیش آئیں۔ لھذا پیدائش سے پہلے تو ملاقات کا امکان نہیں پھر یا تو دنیا میں لیلۃ المعراج ملاقات ہوئی جیسے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی ملاقات لیلۃ المعراج میں سب انبیاءؑ سے ہوئی۔ ایسے حضرت موسیٰؑ کی ملاقات بھی ہوئی ہو۔ لیکن اشکال ہوگا کہ معراج تو آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ تو کہا جائیگا۔ کہ اگرچہ معراج آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے لیکن اسراءمیں ملاقات ہوئی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ معراج آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اور انبیاءؑ کو بھی ہوئی ہے۔ کسی کو کنوئیں میں۔ کسی کو مچھلی کے پیٹ میں۔ وغیرہ وغیرہ مگر ان خصوصیات کے ساتھ کہ آسمانوں پر معراج آپؐ کی خصوصیت ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ہردو کی وفات کے بعد ان کو زندہ کر کے ملاقات کرائی گئی ہو۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی بعثت ایک اکھڑ قوم کی طرف ہوئی۔ پیدائش بھی ایک آزمائشی وقت میں ہوئی۔ جس کے بعد بہت مصائب جھیلے اور بڑی مشکل سے اپنی قوم کو بچا کرلے گئے۔ ان کی نافرمان قوم کو چالیس سال تک میدان تیہ میں رکھا گیا۔ جس میدان تیہ میں حضرت موسیٰؑ کی وفات ہوئی۔ تو ان مصائب کثیرہ کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ نے حضرت آدمؑ سے شکایت کی کہ اگر آپ گندم دانہ نہ کھاتے ہم آرام سے جنت میں رہتے۔ مصائب کا سامنانہ کرنا پڑتا۔ حضرت آدم تمھیں خلد سے آنا کیا تھا۔ تھے تو دانا پر یہ نہ جانا کہ یہ دانہ کیا تھا۔ جس کا جواب حضرت آدمؑ نے یہ دیا کہ یہ تقدیری امر ہے کہ میری پیدائش سے پہلے اسے میری قسمت میں لکھ دیا گیا میں کیا کر سکتا تھا لیکن اب اشکال یہ ہے کہ۔ یہ جواب تو ہر کافر۔ ہر ڈاکو۔ چور دے سکتا ہے کہ یہ جرم میری قسمت میں لکھا تھا۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ مجھے

ملامت کیوں کرتے ہو۔ ہاتھ کیوں کاٹتے ہو۔ یہی نہیں بلکہ پھر تو تبلیغ۔ بعثت انبیا اور ارسال کتب سب بے فائدہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہی جواب ایک یہودی نے دیا تھا۔ نیز ! فحج آدم موسیٰ کہہ کر آنحضرت ﷺ بھی اس جواب کو پسند فرمار ہے ہیں لیکن یہ جواب مسئلہ تقدیر کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ انسان مجبور تب ہوتا ہے۔ جبکہ اس سے قدرت سلب ہو جائے۔ حالانکہ باری تعالے نے جیسے انسان کو ارادہ اور علم دیا ہے ایسے قدرت بھی عطا کی ہے۔ جو فعل قدرت اور ارادہ کے بغیر صادر ہو گا۔ اس میں انسان مجبور ہے۔ اور جس فعل میں ارادہ اور اختیار کا دخل ہو اس میں انسان مجبور نہیں ہے۔ جیسے رعشہ والے کی حرکت اور غیر رعشہ والے کی حرکت میں واضح فرق ہے۔ ایسے اس میں بھی اگر باری تعالے کوئی صفت ہمارے ارادہ اور قدرت کو سلب کر رہی ہے۔ تو اس میں ہم مجبور ہیں۔ اگر قدرت سلب نہیں تو فعل اختیاری ہے۔

الغرض تقدیر ازلی ہے۔ جس کی تحریر ام الکتاب میں ہو چکی ہے۔ البتہ ہمارے اندر جو قدرت وارادہ ہے۔ وہ مسلوب نہیں ہے نصوص سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ باری تعالے کا ارادہ اور قدرت بھی ہے۔ شیطان نے بھی یہی اعتراض کیا تھا کہ یہ حکم عدولی میری تقدیر میں لکھی جا چکی تھی۔ تو جواب دیا گیا جب تمہیں حکم ہوا۔ تم نے اپنے اختیار سے دلیل دیتے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ تمہیں کیسے علم ہو گیا کہ ہم نے یہ لکھا ہے یا نہیں۔ اب اشکال یہ ہے کہ عالم تکلیف میں کسی فعل بد پر کسی کو ملامت کرنے کا یہ فائدہ اس کو اس فعل سے روکنا ہوتا ہے لیکن اب جو موسیٰ ملاقات کر رہے ہیں اس سے سوائے اپنے دل کی تسکین کے اور کوئی مقصد نہیں ہو سکتا بنابریں آنحضرت ﷺ فحج آدم کہہ کر بتلا رہے ہیں کہ یہ معاملہ عالم برزخ کا تھا۔ عالم دنیا میں تو حضرت آدمؑ امر تقدیری کہہ کر جواب نہیں دے سکتے تھے کیونکہ عالم تکلیف میں تقدیر کا سہارا نہیں لیا جا سکتا۔ اور عالم برزخ میں ملامت کرنا صحیح نہیں۔

غرضیکہ عالم تکلیف میں حضرت آدمؑ مغلوب تھے اور عالم برزخ میں غالب رہے۔ حضرت موسیٰ نے دونوں عالم کے احکام کو ایک جیسا قرار دے دیا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عالم تکلیف میں بھی ملامت کرنے کا حق اس وقت رہتا ہے جبکہ معصیت سے توبہ نہ کی ہو اگر توبہ کی ہو اور وہ قبول بھی ہو جائے تو ملامت کرنے کا حق باقی نہیں رہتا حضرت آدمؑ نے توبہ کی جو قبول ہوئی۔ فتاب علیہ فرمایا گیا اس طرح حضرت آدمؑ غالب رہے۔ لیکن پھر اشکال ہو گا کہ حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم نبی اس سے کیسے غافل رہے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ سوال وجواب باب ملامت میں سے نہیں ہے بلکہ بطور شکایت کے محض رنج وغم کو دور کرنے کے لئے تقدیر سے استدلال کیا تکالیف شرعیہ میں تقدیر کا سہارا لینا صحیح نہیں ہے۔ تو حضرت موسیٰ بطور شکایت کے محض غم دور کرنے کے لئے فرمارہے ہیں اور آدمؑ بھی تقدیر سے استدلال کر کے تسکین وتسلی کر رہے ہیں۔ اس طرح دونوں حضرات کی تشفی وتسلی ہو گئی۔

باب قوله وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ

حديث (٤٣٨٤) حَدَّثَنِىْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرٰهِيْمَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ لَمَّاقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَالْيَهُوْدُ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوْا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِىْ ظَهَرَ فِيْهِ مُوْسٰى ؑ عَلٰى فِرْعَوْنَ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ نَحْنُ اَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْهُمْ فَصُوْمُوْهُ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود نے یوم عاشورا کا روزہ رکھا ہوا تھا آپؐ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس میں حضرت موسیؑ فرعون پر غالب آئے تھے ہم بطور شکریہ کے روزہ رکھتے ہیں جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کی بنسبۃ حضرت موسیؑ کے زیادہ قریب ہیں پس تم مسلمان بھی اس دن کا روزہ رکھو۔

باب قوله فَلَايُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى

حديث (٤٣٨٥) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ حَاجَّ مُوْسٰى آدَمَ فَقَالَ لَهٗ اَنْتَ الَّذِىْ اَخْرَجْتَ النَّاسَ مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ وَاَشْقَيْتَهُمْ قَالَ قَالَ آدَمُ يَامُوْسٰى اَنْتَ الَّذِىْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ اَتَلُوْمُنِىْ عَلٰى اَمْرٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَنِىْ اَوْ قَدَّرَهٗ عَلَىَّ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَنِىْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰى

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیؑ حضرت آدمؑ سے جھگڑ پڑے کہنے لگے آپ تو وہ آدمی ہیں جس نے اپنی لغزش کے سبب لوگوں کو بہشت سے نکال دیا۔ اور انکی زندگی تلخ کر دی تو آدمؑ نے فرمایا اے موسی! تو وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالے نے اپنی رسالات اور ہم کلامی سے نوزا۔ کیا آپ مجھے ایسے معاملہ پر ملامت کرتے ہیں جس کو اللہ تعالے نے میری پیدائش سے پہلے مجھ پر لکھ دیا تھا۔ یا فرمایا کہ وہ میری پیدائش سے پہلے میرے لئے مقدر کر دیا گیا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ اسی طرح حضرت موسیؑ پر غالب رہے۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث (۴۳۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفُ وَمَرْيَمُ وَطٰهٰ وَالْأَنْبِيَاءُ هُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِيْ وَقَالَ قَتَادَةُ جُذَاذًا قَطَّعَهُنَّ قَالَ الْحَسَنُ فِيْ فَلَكٍ مِثْلِ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ يَسْبَحُوْنَ يَدُوْرُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَفَشَتْ رَعَتْ يُصْحَبُوْنَ يُمْنَعُوْنَ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً قَالَ دِيْنُكُمْ دِيْنٌ وَّاحِدٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ حَصَبُ حَطَبُ بِالْحَبَشِيَّةِ وَقَالَ غَيْرُهُ أَحَسُّوْا تَوَقَّعُوْا مِنْ أَحْسَسْتُ خَامِدِيْنَ هَامِدِيْنَ حَصِيْدٌ مُسْتَأْصَلٌ يَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ لَا يُعْيُوْنَ وَمِنْهُ حَسِيْرٌ وَحَسَرْتُ بَعِيْرِيْ عَمِيْقٌ بَعِيْدٌ نُكِسُوْا رُدُّوْا صَنْعَةَ لَبُوْسٍ الدُّرُوْعِ تَقَطَّعُوْا أَمْرَهُمْ اخْتَلَفُوْا الْحَسِيْسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ آذَنْتُكَ أَعْلَمْنَاكَ آذَنْتُكُمْ إِذَا أَعْلَمْتَهُ فَأَنْتَ وَهُوَ سَوَاءٌ لَمْ تَغْدِرْ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ تُفْهَمُوْنَ ارْتَضٰى رَضِيَ التَّمَاثِيْلُ الْأَصْنَامُ السِّجِلُّ الصَّحِيْفَةُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے۔ کہ سورۃ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ اور انبیاء یہ پہلی عمدہ سورتوں میں سے ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں۔ اور قدیم مضامین پر مشتمل ہیں۔ کہ اجلہ انبیاء کا ان میں ذکر ہے۔ حضرت قتادہ تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جذاذا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ کل فی فلک یسبحون فلک گول چیز جیسے کاتنے کا تکلہ۔ اسبح کے معنی گھومنے پھرنے کے ہیں ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کہ نفشت کے معنی چرنے کے ہیں۔ یصحبون روکے گئے امتکم کہ تمہارا دین ایک ہے۔ عکرمہؓ کی تفسیر ہے۔ کہ حصب حبشی زبان میں سوختنی لکڑی کو کہتے ہیں۔ اور غیر عکرمہ کی تفسیر ہے احسست سے ماخوذ ہے توقع رکھنا محسوس اور مشاہدہ کرنا خامدین بجھنے والے۔ حصید جڑ سے کٹا ہوا اس کا اطلاق مفرد تثنیہ اور جمع پر برابر ہوتا ہے۔ لا یستحسرون تھکتے نہیں اسی سے حسیر ہے تھکا ہوا حسرت بعیری میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا۔ عمیق کل فج عمیق بمعنے بعید (دور) نکسوا نکسوا علی رؤسھم الٹے کفر کی طرف پھیر دیئے گئے۔ صنعۃ لبوس زرہ کے معنی ہیں۔ تقطعوا امرھم اپنے معاملہ میں اختلاف کیا۔ حسیس حس جرس اور ھمس سب کے ایک معنی ہیں پوشیدہ آواز۔ آذناک ہم نے تم کو اطلاع دی جبکہ آپ اور وہ اس اطلاع میں برابر ہوں۔ کہ تجھے معذور نہ قرار

دیاجائے۔ مجاہد کی تفسیر ہے لعلکم تفلحون شاید کہ تمھیں سمجھادیا جائے۔ ارتضٰی رضی مجرد کے معنی میں ہے۔ التماثیل سے موزتیاں مراد ہیں السجل دستاویز کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ۔ فی فلک میں بعض لوگ حرف فی کو ظرفیہ قرار دیتے ہیں لیکن مؤلف ؒ اسے تشبیہ کے لئے کہہ رہے ہیں فلک المغزل تکلے کی طرح فلک وضعی مراد ہے۔

باب قوله كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ

حديث (۴۳۸۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عُرَاةً غُرْلًا كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ أَلَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ إِلَى قَوْلِهِ شَهِيدٌ فَيُقَالُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ إِلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ تم قیامت کے دن اللہ بزرگ وبرتر کی طرف ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے ترجمہ آیت۔ جیسے کہ ہم نے اول پیدائش میں ابتدا کی اسی طرح ہم واپس لوٹائینگے یعنی ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے پھر بیشک پہلا شخص جس کو قیامت کے دن پوشاک پہنائی جائیگی وہ ابراھیم ؑ ہونگے خبردار! کچھ لوگ میری امت کے لائے جائینگے۔ جنہیں بائیں طرف جہنم کے پکڑا جائیگا۔ میں کہونگا اے میرے رب! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ کہا جائیگا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی باتیں داخل کر دیں۔ تو میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے عیسیٰ ؑ نے فرمایا کہ جبتک میں ان میں موجود رہا تو انکی نگرانی کرتا رہا جب میری وفات ہوگئی تو آپ ہی نگران رہے۔ پس کہا جائیگا کہ یہ لوگ برابر اپنی ایڑیوں پر کفر کی طرف پھرتے رہے۔ جب سے کہ آپ ان سے جدا ہوئے۔ بطور مجاز کے جناۃ العرب کو اصحابی کہا جائیگا جو قبائل عرب آپ کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے۔ مخلص صحابہ نے ان کا مقابلہ کیا۔ مسیلمہ کذاب اسود عنسی کے طلسم کو پاش پاش کیا۔

سُوْرَۃُ الحَجِّ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ الْمُخْبِتِيْنَ الْمُطْمَئِنِّيْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِىْ اُمْنِيَّتِهٖ اِذَا حَدَّثَ اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِىْ حَدِيْثِهٖ فَيُبْطِلُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ وَيُحْكِمُ اٰيَاتِهٖ وَيُقَالُ اُمْنِيَّتُهٗ قِرَاءَتُهٗ اِلَّا اَمَانِىَّ يَقْرَءُوْنَ وَلَا يَكْتُبُوْنَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَشِيْدٍ بِالْقِصَّةِ وَقَالَ غَيْرُهٗ يَسْطُوْنَ يَفْرُطُوْنَ مِنَ السَّطْوَةِ وَيُقَالُ يَسْطُوْنَ يَبْطُشُوْنَ وَهُدُوْا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ اُلْهِمُوْا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِسَبَبٍ بِحَبْلٍ اِلٰى سَقْفِ الْبَيْتِ تَذْهَلُ تُشْغَلُ. الحدیث

ترجمہ۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ مخبتین کے معنی ہیں مطمئن ہونے والے۔ ابن عباس فی امنیتہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ بات کرتے تھے تو شیطان آپ کی بات میں کوئی چیز ڈال دیتا تھا۔ تو شیطان کی بات کو اللہ تعالے مٹا دیتے اور اپنی آیات کو مضبوط کر دیتے۔ اور کہا جاتا ہے کہ امنیۃ کے معنی قرأت کے ہیں۔ تو الا امانی کے معنی ہونگے پڑھتے ہیں۔ لکھتے نہیں ہیں۔ مجاہد کی تفسیر ہے کہ مشید کے معنی ہیں چونے سے لیپ دیا جائے اور غیر مجاہد کی تفسیر ہے یسطون زیادتی کرتے ہیں۔ حملہ کرتے ہیں یہ سطوۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی غلبہ کے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یسطون کے معنی پکڑنے کے ہیں ھداو کے معنی الہام کئے جانے کے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فلیمدد بسبب میں سبب کے معنی رسی کے ہیں اور الی السماء سے مراد گھر کی چھت ہے۔ تذھل کے معنی مشغول ہونے کے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ سورۃ نجم کو جب آپ نے پڑھا تو جو لوگ اس وقت موجود تھے جن وانس۔ مشرک۔ مؤمن سب کے سب سجدہ میں گر پڑے۔ صاحب جلالین کہتے ہیں۔ کہ جب آپ اس آیت پر پہنچے۔ افرأیتم اللات والعزی۔ تو شیطان نے آپ پر تلك الغرانيق العلى ان شفاعتهن لترتجى القاء کردیا۔ مشرکین نے اپنے بتوں کی مدح سرائی قرار دیا۔ کہ آپ تو ہمارے الھہ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ آج ذکر آگیا ہے۔ اس لئے آپ کی متابعت کرنی چاہئے۔ بنابریں انہوں نے بھی سجدہ کیا۔ اس روایت کو طبرانی اور حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے جس پر قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے سخت تنقید کی کہ اولا تو یہ روایت ثابت نہیں کہ کبھی شیطانی القاء آپکو ہوا ہو اگر روایت

ثابت بھی ہو جائے چونکہ عقل و نقل کے خلاف ہے اس لئے قابل اعتبار نہ ہو گی۔ اس لئے کہ خبر واحد جب خبر متواتر یا قضیہ عقلیہ کے خلاف ہو۔ تو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے یہاں پر نص قطعی سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ پر شیطان کا تسلط نہیں ہو سکتا۔ دوسرے عقل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اگر شیطان کا تسلط ایسا ہو۔ تو پھر وحی الٰہی میں جو غلط ملط کرانا چاہے وہ کرا سکتا ہے۔ تو وحی پر اعتماد نہیں رہیگا۔ اور خود شیطان کہتا ہے۔ الا عبادک المخلصین ۔ تیرے مخلص بندوں پر میرا تسلط نہیں ہو گا۔ اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ خواب میں شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا۔ تو پھر یقظہ میں کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ دیگر احادیث بھی اسی مضمون پر دلالت کرتی ہیں۔ الغرض قاضی عیاضؒ اور امام نوویؒ نے بڑی شدومد کے ساتھ انکار کیا ہے۔ چاہیے تھا کہ صاحب جلالین اس روایت کو ذکر نہ کرتے کیونکہ یہ روایت نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ جس پر بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ شیطان نے آپؐ سے یہ الفاظ کہلوائے نہیں بلکہ آپ کی آواز میں شیطان نے یہ الفاظ کہے۔ آپ کی آواز نہیں تھی اس صورت میں روایۃً ودرایۃً کوئی محذور لازم نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ غزوۂ احد میں بھی شیطان نے آواز لگائی تھی ان محمدا قد قتل ۔ لیکن یہ جواب بھی تسلی بخش نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی وحی الٰہی قابل اعتماد نہیں رہتی البتہ تیسرا جواب قرین قیاس ہے۔ کہ ہمیشہ سے عادت چلی آہی ہے۔ کہ اہل حق جب کوئی حق مسئلہ بیان کرتے ہیں تو اہل باطل اہل حق سے بد ظن کرنے کے لئے انکی تعلیمات میں اپنی طرف سے بڑھا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ جیسے بریلویوں نے اہل دیوبند کو بدنام کرنے لئے غلط باتیں انکی طرف منسوب کی ہیں۔ اور قران مجید میں بھی وجعلنا لکل نبی عدوا من الجن والانس الایتہ۔ بنابریں جب آپؐ کوئی حکم ارشاد فرماتے تو منافقین اور مشرکین آپ کی باتوں میں کمی بیشی کر کے لوگوں کو سناتے جس سے منافرت اور مخالفت بڑھتی تھی۔ تو جب آیت میں اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ۔ فرمایا گیا تو ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تمنی کے معنی قرأ کے لیتے ہیں۔ کہ جب آپؐ قرأۃ کرتے تو شیطان القاکر تا تھا جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ نقل کے وقت کمی بیشی کرتے تھے۔ اور اسی کو نشر کرتے تھے۔ اس نقل کو تمنی سے تعبیر کیا گیا آیت کو اس معنی پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ عند النقل شیاطین جن وانس کمی زیادتی کرتے ہیں۔ تو ابن عباس سے دو تفسیریں منقول ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ التمنی امنیتہ کے معنی حدث کے ہیں۔ یہ معنی ظاہر ہیں۔ دوسرے معنی قرأت کے ہیں کہ جب آپؐ تلاوت کرتے ہیں تو شیاطین قرأۃ کے وقت تو القا نہیں کرتے بلکہ نقل کے وقت القا کرتے ہیں لیکن اس پر شبہ ہوتا ہے کہ روایت میں ہے کہ مشرکین سنتے ہی سجدہ میں گر پڑے پھر سجدہ کرنے کے کیا معنی ہونگے۔ کیونکہ القا تو نقل کے وقت ہوا ہے۔ اس کا جوب یہ دیا جاتا ہے۔ کہ چونکہ آیت میں ان کے ائمہ کا تذکرہ آگیا جس کو سن کر خوشی کے مارے سجدہ میں گر پڑے لیکن پھر بھی اشکال ہے کہ الٰہ باطلہ کی مدح سرائی تو نہیں بلکہ یہاں تو استفہام انکاری ہے۔ کفار مکہ تو ان بتوں کو بنات اللہ مانتے تھے۔ جو ان کے معبود بنے ہوئے تھے۔ کفار مکہ بھی اہل لسان تھے اس انکار پر اور محض ذکر پر وہ کیسے خوشی کا اظہار کر سکتے تھے لہذا یہ توجیہ نہیں چل سکتی۔ تو بعض حضرات نے یہ توجیہ بیان فرمائی۔ کہ مشرکین کا سجدہ کرنا کوئی مستبعد نہیں ہے اس لئے کہ کفار بھی اللہ تعالے کی ربوبیتہ کے قائل تھے۔ ان بتوں کو محض وسیلہ کہہ کر پوجتے تھے۔ لیقربونا الی اللہ زلفی کہا کرتے تھے کہ جیسے بڑے حکام کی رضا حاصل کرنے کے لئے چھوٹے حکام کو راضی کیا کرتے ہیں۔ آج بھی

بہت سے بدعتی پیروں کی پوجا کرتے ہوئے ہر موقعہ پر کہتے ہیں امداد کن امداد کن یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأللہ ۔ یہ وہی شرک ہے جسکی خبر آنحضرت ﷺ نے دی کہ جو کچھ بنواسرائیل نے کیا وہ سب کچھ میری امت میں ہو کر رہے گا۔ بہر حال وہ مشرک لوگ بھی اللہ تعالے کو مانتے تھے۔ جب فاسجدوا للّٰہ واعبدوہ ۔ کا حکم سنایا ان کو بھی اس سے انکار نہیں تھا وہ تو صرف وحدانیت کے مخالف تھے۔ تو یہ حکم سن کر سجدہ میں گر پڑے۔ تاکہ مسلمانوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے۔ کہ تم اللہ تعالے کو سجدہ نہیں کرتے۔ یہ توجیہ پہلی توجیہات کی بنسبۃ اقرب الی الحق ہے۔ وہ توجیہات تو عقل ونقل کے خلاف ہیں۔ ایک جواب محققین صوفیاؒ نے دیا ہے۔ کہ قران مجید کے الفاظ عظمت اور جلال سے بھرے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی قرأت بھی جلال وعظمت سے بھری ہوئی ہے۔ اور بسا اوقات ایک آدمی اپنی روحانی طاقت سے اپنے تھوڑے سے الفاظ سے قلوب کو متاثر کر لیتا ہے۔ جس کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ ان من البیان لسحرا۔ چنانچہ مسٹر گاندھی چند منٹ تقریر کرتا۔ اور سب کچھ منوالیتا ہے اور سر سید اپنی قوت کلامی کی وجہ سے چند منٹ تقریر کر کے ہزاروں روپے چندہ جمع کر لیتا ہے۔ اور بعض اہل اللہ کے متعلق سنا کہ انہوں نے ایک کلمہ کہا تو لوگ رونے لگے۔ فرشتہ نے حضرت ابراہیمؑ کے سامنے اللہ کا نام لیا تو رونے لگے اور امیر شاہ خان کا واقعہ بھی اسی طرح بیان کیا جاتا ہے چنانچہ ۱۳ ھ میں مولانا گنگوہیؒ نے حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ کو بیان کیا۔ اور اللہ کا نام لیا تو سب حاضرین جلسہ رونے لگے۔ تو یہ خداداد قوتیں ہیں جن میں تفاوت ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کو یہ قوت کفار سے بہت زیادہ عطا کی جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ میں ایک قراءۃ کی قوت تھی۔ دوسرے قرآن کی قوت تیسرے ان لوگوں کی قوت فہم ان تینوں قوتوں نے تمام مجمع کو گھیر لیا۔ جس کی وجہ سے تمام حاضرین سجدہ میں گر پڑے اور یہ حقیقت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں اس قسم کی چیزیں پائی جاتی تھیں۔ تو حضرت شاہ ولی اللہؒ اور دیگر حضرات صوفیاؒ فرماتے ہیں۔ کہ مشرکین کا سجدہ کرنا تلک الغرانیق العلی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ قران مجید کی عظمت کے پیش نظر بلا اختیار سجدے میں گر پڑے۔ البتہ امیہ بن خلف نے سجدہ نہ کیا۔ یہ اسکی بدبختی تھی اور اس طرح ہوا کرتا ہے۔ ایک شیخ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس کے ایک مرید نے جب لعل وجواہر کو دیکھا تو شکایت کی کہ میں آپ کے پاس دنیا کی غرض سے نہیں آیا تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ تمھارا قلب تو اس پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ میں نے بارہا توجہ کی۔ لیکن اس کو اس قابل نہیں پایا کہ وہ متاثر ہو۔ ابو جہل نے کتنے معجزات دیکھے لیکن آخر دم تک کافر رہا متاثر نہ ہوا۔ دوسرے معنی تمنی کے آرزو کے ہیں۔ نبی کی بعض آرزوئیں بار آور ہوتی ہیں۔ اور بعض نہیں ہوتیں۔ آپؐ سے کہا گیا کہ آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر ڈال دیں یا کوئی کتاب ہمارے پاس آجائے جس کو ہم پڑھ لیں۔ تو اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ کہ جب آیات الٰہی ان کے پیش کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں سحر محمد کہ آپ نے جادو کر دیا۔ تو پیغمبر کی تمناؤں کو پورا نہ کیا گیا۔ پیغمبر کی تمنا تھی کہ کسی طرح یہ لوگ اللہ تعالے پر ایمان لے آئیں۔ لیکن یہ تمنا پوری نہ ہوئی تو جب آنحضرت ﷺ نے آرزو کی۔ تو شیطان نے اور آرزوئیں ملا دیں۔ جن کو نسخ کر دیا گیا۔ یہ توجیہ مصنفؒ نے ذکر نہیں فرمائی۔

باب قوله وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى

حدیث (۴۳۸۸) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَا اٰدَمُ یَقُوْلُ لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ فَیُنَادِیْ بِصَوْتٍ اِنَّ اللّٰهَ یَأْمُرُكَ اَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّیَّتِكَ بَعْثًا اِلَی النَّارِ قَالَ یَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ اُرَاهُ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ فَحِیْنَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَیَشِیْبُ الْوَلِیْدُ وَتَرَی النَّاسَ سُكَارٰی وَمَا هُمْ بِسُكَارٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَی النَّاسِ حَتّٰی تَغَیَّرَتْ وُجُوْهُهُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مِنْ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ ثُمَّ اَنْتُمْ فِی النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِیْ جَنْبِ الثَّوْرِ الْاَبْیَضِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَیْضَاءِ فِیْ جَنْبِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ تَرَی النَّاسَ سُكَارٰی وَمَا هُمْ بِسُكَارٰی قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ وَقَالَ جَرِیْرٌ بِسُكْرٰی وَمَا هُمْ بِسُكْرٰی ..... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالے قیامت کے دن آدمؑ سے فرمائیگا۔ اے آدم! وہ کہیں گے اے ہمارے رب میں حاضر ہوں۔ پس ایک مہیب آواز سے ندا دی جائیگی کہ اللہ تعالے آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی اولاد میں سے ایک جماعت کو جھنم کی طرف نکالیں وہ پوچھیں گے اے میرے رب! وہ جھنمیوں کی جماعت کس قدر ہے۔ حکم ہوگا کہ ہر ہزار میں سے میرا گمان ہے۔ نو سو ننانوے ۹۹۹ تو اس وقت حاملہ عورت اپنا حمل گرا دیگی چہ بوڑھا سفید بال ہو جائیگا۔ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ نشہ میں ہونگے جبکہ وہ نشہ والے نہیں ہونگے۔ لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا۔ تو یہ بات لوگوں پر گراں گذری جس سے ان کے چہرے بدل گئے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ یاجوج وماجوج میں سے نو سو ننادوے ہونگے اور تم میں سے ایک ہوگا۔ پھر تم لوگوں میں ایسے ہونگے جیسے کالا بال سفید بیل کے پہلو میں یا سفید بال کالے بیل کے پہلو میں ہوتا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تم جنت کے لوگوں کا ایک چوتھائی ہونگے۔ ہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم جنتیوں کی تہائی ہوگے۔ جس پر ہم نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم جنتیوں کا نصف ہوگے جس پر ہم نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ابو اسامہ نے اعمش سے نقل کیا ہے تری الناس سکاری وما ھم بسکاری اور من کل الف تسع مائۃ وتسع وتسعین اور جریر نے سکری وما ھم بسکری پڑھا ہے

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ منکم واحد ۶۹۴۔۱۸ یہ خطاب جماعت صحابہ کرام کو ہے جس سے مقصود ان کو تسلی دینا ہے تو یاجوج وماجوج

کا امت محمد یہ علیہ سے زیادہ اور کثیر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کثرت کے باوجود وہ امت محمد یہ کی زمین میں سے کیسے سما سکیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت قطب گنگوہیؒ کے افادہ سے ایک وہم کا ازالہ کرنا مقصود ہے۔ وہ یہ کہ جب یاجوج وماجوج اس کثرت کے ساتھ ہونگے تو ان کی رہائش کیلئے دنیا کی اراضی سے کئی گنا اراضی کے اندر وہ سما سکیں گے لیکن ظاہر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ امت محمد یہ سے اضعاف مضاعف ہونگے۔ حالانکہ جمیع امم سے اضعاف مضاعف ہونگے جب کثیر ہوئے تو لازماً وہ پھیلیں گے حضرت قتادہ کی روایت ہے کہ یاجوج وماجوج کے بائیس قبیلہ ہیں اکیس کے آگے تو ذوالقرنین نے دیوار بنادی۔ ایک قبیلہ کسی غزوہ میں غائب ہوگیا۔ وہ ترک ہیں جو سد سکندری کے پیچھے باقی رہ گئے۔ قرب قیامت میں سد سکندری کے گرنے سے وہ دنیا میں پھیل کر فساد برپا کریں گے۔ جن پر قیامت برپا ہوگی۔

باب قوله وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ شَكٍّ

حدیث (۴۳۸۹) حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْمَدِيْنَةَ فَاِنْ وَلَدَتْ اِمْرَاَتُهٗ غُلَامًا وَ نُتِجَتْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ صَالِحٌ وَاِنْ لَّمْ تَلِدِ امْرَاَتُهٗ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنُ سُوْءٍ.....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کوئی آدمی مدینہ آتا اگر اس کی بیوی بچہ جنتی یا اسکی گھوڑی کے بچہ پیدا ہوتا تو کہتا یہ دین ٹھیک ہے۔ اگر بیوی بچہ نہ جنتی اور گھوڑی کے بھی کچھ نہ ہوتا تو کہتا کہ یہ دین برا ہے۔

باب قوله هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ

حدیث (۴۳۹۰) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّهٗ كَانَ يُقْسِمُ فِيْهَا اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ نَزَلَتْ فِيْ حَمْزَةَ وَصَاحِبَيْهِ وَعُتْبَةَ وَصَاحِبَيْهِ يَوْمَ بَرَزُوْا فِيْ يَوْمِ بَدْرٍ رَوَاهُ سُفْيَانُ.....

ترجمہ۔ حضرت ابو ذرؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ یہ آیت ھذا خصمان۔ حضرت حمزہ اور ان کے ساتھیوں اور عتبہ اور ان کے دو ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں ھل من مبارز کہتے ہوئے میدان میں نکلے۔

حدیث (۴۳۹۱) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّجْثُوْ بَيْنَ يَدَیِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَيْسٌ وَفِيْهِمْ نَزَلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ بَارَزُوْا

ترجمہ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ میں پہلا شخص ہونگا جو قیامت کے دن گھٹنوں کے بل جھگڑے کیلئے الرحمٰن کے سامنے بیٹھوں گا۔ قیس فرماتے ہیں کہ انہیں کے بارے میں یہ آیت ھذان خصمان۔ نازل ہوئی فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جو بدر کی لڑائی میں آمنے سامنے مقابلہ کے لئے آئے

اَلْيَوْمَ بَدْرٍ عَلِيٍّ وَحَمْزَةُ وَعُبَيْدَةُ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ........

حضرت علیؓ۔ حمزہؓ اور عبیدہ جن کے مقابل شیبہ بن ربیعہ عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ سَبْعَ طَرَائِقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ لَهَا سَابِقُوْنَ سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ خَائِفِيْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ بَعِيْدٌ بَعِيْدٌ فَاسْئَلِ الْعَادِيْنَ الْمَلَائِكَةَ لَنَاكِبُوْنَ الْعَادِلُوْنَ كَالِحُوْنَ عَابِسُوْنَ مِنْ سُلَالَةٍ الْوَلَدُ وَالنُّطْفَةُ سُلَالَةٌ وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُوْنُ وَاحِدٌ وَالْغُثَاءُ الزَّبَدُ وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ وَمَالَا يُنْتَفَعُ بِهٖ........

ترجمہ۔ابن عیینہ کی تفسیر میں ہے کہ سبع طرائق سے سات آسمان مراد ہیں جو فرشتوں کے راستے ہیں۔ لھا سابقون وہ نیک بختی کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ قلوبھم وجلۃ ڈرنے والے۔ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کہ ھیھات کے معنی بعید کے ہیں فاسئل العادین گننے والے فرشتے مراد ہیں۔ ناکبون راستے سے پھرنے والے۔ کالحون منہ بگاڑنے والے۔ من سلالۃ بچہ یا نطفہ جو اندر سے کھچ کر آتا ہے۔ یقولون بہ جنۃ میں جنہ اور جنون ایک ہے پاگل پن غثاء جھاگ اور ہر وہ چیز جو پانی سے اٹھے اور نفع نہ دے۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مِنْ خِلَالِهٖ مِنْ بَيْنِ اَضْعَافِ السَّحَابِ سَنَا بَرْقِهٖ الضِّيَاءُ مُذْعِنِيْنَ يُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِي مُذْعِنٌ اَشْتَاتًا وَشَتّٰى وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِيُّ الْمِشْكٰوةُ الْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ وَقَالَ

ترجمہ۔من خلالہ کہ بادل کی تہوں سے پانی نکلتا ہے سنا برقہ میں سنا کے معنی روشنی کے ہیں۔ مذعنین تابعدار مستخزئی جس کے معنی فرمانبردار کے ہیں اشتاتا شتی شتات اور شت کے ایک معنی ہیں مختلف۔سعد بن عیاض ثمالی کی

ابْنُ عَبَّاسٍ ؓ سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنَا هَا بَيَّنَّاهَا وَقَالَ غَيْرُهٗ سُمِّيَ الْقُرْاٰنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ وَسُمِّيَتِ السُّوْرَةُ لِاَنَّهَا مَقْطُوْعَةٌ مِنَ الْاُخْرٰى فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْاٰنًا وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ تَاْلِيْفَ بَعْضِهٖ اِلٰى بَعْضٍ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا جَمَعْنَاهُ وَاَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ اَيْ مَا جُمِعَ فِيْهِ فَاعْمَلْ بِمَا اَمَرَكَ وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ اللّٰهُ وَيُقَالُ لَيْسَ لِشِعْرِهٖ قُرْاٰنٌ اَيْ تَاْلِيْفٌ وَسُمِّيَ الْفُرْقَانَ لِاَنَّهٗ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَيُقَالُ لِلْمَرْاَةِ مَا قَرَاَتْ سَلًى قَطُّ اَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِيْ بَطْنِهَا وَلَدًا وَقَالَ فَرَضْنَاهَا اَنْزَلْنَا فِيْهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً وَمَنْ قَرَاَ فَرَضْنَاهَا يَقُوْلُ فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ بَعْدَكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا لَمْ يَدْرُوْا لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ ......

تفسیر ہے کہ مشکوہ طاق کو حبشی زبان میں کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سورۃ انزلناھا کے معنی ہم نے بیان کیا۔ کرتے ہیں غیر ابن عباسؓ کا قول ہے کہ قرآن کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس میں سورتیں جمع ہیں اسلئے قرآن ہوا۔ اور سورہ کے معنی ٹکڑا آسکی وجہ تسمیہ یہی ہے۔ کہ ایک سورۃ دوسری سورت سے منقطع اور الگ ہے۔ جب بعض کو بعض سے ملایا جائے تو قرآن نام رکھا گیا۔ اور ان علینا جمعہ و قرآنہ میں بھی بعض کو بعض سے جوڑنے کے معنی ہیں۔ پس جب ہم اس کو جمع کریں اور اسے باہم جوڑ دیں تو آپؐ جمع شدہ کی پیروی کریں یعنی جس کا اللہ تعالے نے آپ کو حکم دیا اس پر عمل کریں جس سے روکا ہے اس سے رک جائیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کے شعر میں قرآن نہیں ہے۔ یعنی جوڑ نہیں ہے۔ اور فرقان اس قرآن کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیتا ہے۔ اور عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی بچہ دانی میں کچھ بھی بچہ بچی جمع نہیں کیا اور فرمایا کہ فرضناھا کہ ہم نے اس سورۃ میں مختلف فرائض نازل کئے۔ اور جو تخفیف سے فرضناھا پڑھتا ہو اس کے نزدیک کے معنی ہونگے ہم نے تم پر فرض کر دیا۔ اور ان لوگوں پر بھی جو تمھارے بعد ہونگے مجاہد اوالطفل الذین لم یظھروا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ عورتوں کی پوشیدگیوں کو نہیں جانتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام بخاریؒ نے قرآن مجید کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ قرآن یا تو قرن بمعنے جمع سے ماخوذ ہے یا قراۃ بمعنے پڑھنے سے ہے۔ اور قرآن کی وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قراۃ بمعنے تلاوت کے۔ کہ قرآن یتلو کے معنی میں ہے۔ لیکن امام بخاریؒ اس توجیہ کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے۔ صرف قراۃ اور قرآن کے معنی لیتے ہیں۔ سلی اس جھلی کو کہتے ہیں جس کے اندر بچہ ہوتا ہے۔

باب قَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ الاٰيه

حدیث (۴۳۹۲) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ اَنَّ عُوَيْمِرًا اَتٰى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ وَكَانَ سَيِّدَ بَنِيْ عَجْلَانِ فَقَالَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ فِيْ رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ سَلْ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَاَتٰى عَاصِمٌؓ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسَائِلَ فَسَاَلَهٗ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَرِهَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا قَالَ عُوَيْمِرٌؓ وَاللّٰهِ لَا اَنْتَهِيْ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَجَاءَ عُوَيْمِرٌؓ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاَمَرَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْمُلَاعَنَةِ بِمَا سَمَّى اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فَلَاعَنَهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ حَبَسْتُهَا فَقَدْ ظَلَمْتُهَا فَطَلَّقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً لِمَنْ كَانَ بَعْدَهُمَا فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُنْظُرُوْا فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اَسْحَمَ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيْمَ الْاَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرًا اِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اُحَيْمِرَ كَاَنَّهٗ وَحَرَةٌ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرًا اِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضرت عویمرؓ بنی عجلان کے سردار عاصم بن عدیؓ کے پاس آکر کہنے لگے کہ آپ لوگ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے آدمی کو قابل اعتراض حالت میں پائے۔ اگر وہ اسے قتل کر دیتا تو کیا تم اسے قصاصا قتل کر دو گے یا کیسے کرو گے جناب رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں میرے لئے سوال کریں۔ تو حضرت عاصمؓ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر کہا یارسول اللہ! پھر واقعہ بیان کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسے مسائل پوچھنے کو پسند نہ فرمایا واپسی پر جب حضرت عویمرؓ نے ان سے دریافت کیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایسے مسائل کو پسند نہیں کرتے بلکہ عیب ناک سمجھتے ہیں۔ حضرت عویمرؓ نے اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ میں تو اس وقت تک نہیں رکو نگا جبتک اس بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال نہ کرلوں۔ چنانچہ حضرت عویمرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے یارسول اللہ اگر کوئی آدمی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھے تو کیا وہ اسے قتل کر سکتا ہے۔ کہ پھر اس کو آپ لوگ قصاصا قتل کر دینگے یا وہ کیسے کرے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارے اور تمھاری بیوی کے بارے میں اللہ تعالے نے قرآن اتارا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے ان کو لعان کرنے کا حکم دیا جیسا کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید اپنی کتاب میں اس کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ اس نے بیوی سے لعان کرنے کے بعد کہا یارسول اللہ! اگر اب میں اس کو اپنے پاس روک لوں تو اس پر ظلم ہو گا۔ پس اسے طلاق دے دی۔

اَلَّذِیْ نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ تَصْدِیْقِ عُوَیْمِرٍ فَکَانَ بَعْدُ یُنْسَبُ اِلٰی اُمِّہٖ ...الحدیث

تو ان دونوں کے بعد لعان کرنے والوں کیلئے یہی طریقہ مقرر ہو گیا بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ عورت ایسا بچہ پیدا کرے جو کالے رنگ کا ہو۔ سیاہ آنکھوں والا موٹی سرین والا چھوٹی موٹی پنڈلیوں والا تو میرا گمان ہے کہ عویمر نے اس عورت کے خلاف جو کچھ کہا صحیح کہا۔ اگر وہ ایسا بچہ جنے جو سرخ رنگ کے کپڑے کی طرح سرخ ہو تو پھر میرا گمان یہ ہے کہ عویمر نے اس پر جھوٹ بولا ہے۔ بالآخر اس عورت نے بچہ اسی وصف پر جنا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے عویمرؓ کی تصدیق بیان کی تھی۔ پس اس کے بعد وہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہو کر پکارا جاتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت عویمرؓ قبیلہ بنو عجلان کے آدمی ہیں۔ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو زنا کرتے دیکھا زانی بھاگ گیا تو یہ اپنے سردار عاصم بن عدی کے پاس آئے اور ان سے مسئلہ دریافت کیا وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے سمجھا کہ یہ کوئی فرضی مسئلہ ہے واقعہ نہیں ہے۔ اس لئے آپؐ نے اس کو عیب کی نگاہ سے دیکھا۔ حضرت عاصمؓ کبیدہ خاطر واپس ہوئے تو حضرت عویمرؓ خود مسئلہ پوچھنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان کے پہنچنے سے پہلے لعان کی آیات نازل ہو چکی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے دونوں کو بلا کر پہلے تو انہیں سمجھایا بعد ازاں حضرت عویمرؓ نے پانچ قسمیں کھالیں۔ عورت سے کہا گیا کہ دیکھ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے۔ پہلے وہ ٹھٹکی مگر بعد ازاں اس نے بھی پانچ قسمیں اٹھالیں جس کے بعد حضرت عویمرؓ نے اس عورت کو تین طلاق دے دیں۔ کذبت علیہا ان امسکتھا بعد ذلک۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آیا نفس لعان سے طلاق پڑ جاتی ہے یا نہیں بلکہ قضا قاضی کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ محض لعان سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یا تو زوج طلاق دے یا قاضی تفریق کرے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ محض نفس لعان سے ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کے ملاعنہ کے بعد طلاق پڑ جاتی ہے۔ لیکن روایت میں فکانت سنتہ لمن کان بعدھما۔ کے الفاظ ہیں جو حضرت امام اعظمؒ کی حجت ہے کہ نفس لعان سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ تفریق قاضی کی ضرورت ہے یا زوج طلاق دے دے۔ امام صاحبؒ رجم کے لئے شہادت اور اقرار کو موجب قرار دیتے ہیں۔ حمل کو رجم کا سبب قرار نہیں دیتے۔ باقی حضرات اسے موجب رجم قرار دیتے ہیں۔ وحرہ سرخ رنگ کے گرگٹ کو کہتے ہیں حضرت عویمرؓ کی رنگت بالکل سرخ تھی۔

باب وَالْخَامِسَۃَ اَنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ

حدیث (۴۳۹۳) حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاؤُدَ اَبُو الرَّبِیْعِ عَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍؓ اَنَّ رَجُلًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ رَجُلًا

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ بتلایئے اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنی بیوی کے ہمراہ

ی مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ
انْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمَا مَاذُكِرَ فِي الْقُرْاٰنِ مِنَ التَّلَاعُنِ فَقَالَ
ہٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ قُضِيَ فِيْكَ وَفِيْ امْرَأَتِكَ
الَ فَتَلَاعَنَا وَاَنَا شَاهِدٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ
فَارَقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً اَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ
كَانَتْ حَامِلًا فَاَنْكَرَ حَمْلَهَا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعٰى اِلَيْهَا
ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيْرَاثِ اَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ
مَافَرَضَ اللّٰهُ لَهَا الحديث ....

زنا کرتا دیکھ کر قتل کر دے تو کیا آپ اسے قصاصاً قتل کر دینگے یا وہ کیا کرے۔ تو اللہ تعالے نے ان کے بارے میں لعان کا حکم نازل فرمایا جو قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمھارے اور تمھاری بیوی کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے لعان کیا اور میں جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود و حاضر تھا پس آپ نے اس عورت کو جدا کر دیا اب یہی طریقہ ہو گیا کہ دونوں لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی کر دی جائے۔ وہ عورت حاملہ تھی مرد نے حمل کا انکار کر دیا تو ان کا بیٹا ماں کی طرف منسوب ہو کر پکارا جاتا تھا پھر وراثت کے بارے میں بھی یہی طریقہ رائج ہوا کہ وہ لڑکا ماں کا وارث بنے گا۔ اور ماں اسکی وارث ہو گی۔ پس اللہ تعالے نے اس عورت کے لئے یہ مقرر کر دیا۔

باب قَوْلِهٖ وَيَدْرَءُ عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ

حدیث(٤٣٩٤) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهٗ عِنْدَ
النَّبِيِّ ﷺ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ
الْبَيِّنَةَ اَوْ حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى
اَحَدُنَا عَلٰى اِمْرَأَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ
فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ الْبَيِّنَةَ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ
فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنِّيْ لَصَادِقٌ
فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِيْ مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ
جِبْرَائِيْلُ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ
فَقَرَءَ حَتّٰى بَلَغَ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ھلال بن امیہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی بیوی پر شریک بن سحما کے ساتھ زنا کا الزام لگایا۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا گواہ پیش کرو یا تمھاری پیٹھ پر حد قذف لگائی جائیگی اس نے کہا یارسول اللہ! کیا ہمارا کوئی آدمی جب اپنی بیوی کے ہمراہ کسی کو زنا کرتا دیکھے تو وہ گواہ تلاش کرنے کیلئے جائے بہر حال آپ نبی اکرم ﷺ یہی فرماتے رہے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمھاری پیٹھ پر حد قذف قائم ہو گی۔ جس پر حضرت ھلال نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے۔ بیشک میں اس معاملہ میں سچا ہوں۔ پس ضرور بالضرور اللہ تعالے حکم نازل فرما کر میری پیٹھ کو حد قذف سے بچالینگے۔ تو جبرائیلؑ نازل ہوئے اور آپ پر یہ آیت اتاری گئی۔ الذین یرمون ازواجھم سے

فَانصَرَفَ النَّبِیُّ ﷺ فَاَرْسَلَ اِلَیْھَا فَجَاءَ ھِلَالٌ فَشَھِدَ وَالنَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَکُمَا کَاذِبٌ فَھَلْ مِنْکُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَھِدَتْ فَلَمَّا کَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوْھَا وَقَالُوْا اِنَّھَا مُوْجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَتَلَکَّأَتْ وَنَکَصَتْ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّھَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا اَفْضَحُ قَوْمِیْ سَائِرَ الْیَوْمِ فَمَضَتْ وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَبْصِرُوْھَا فَاِنْ جَائَتْ بِہٖ اَکْحَلَ الْعَیْنَیْنِ سَابِغَ الْاَلْیَتَیْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَیْنِ فَھُوَ لِشَرِیْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَجَائَتْ بِہٖ کَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَوْلَا مَا مَضٰی مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ لَکَانَ لِیْ وَلَھَا شَانٌ الحدیث ....

ان کان من الصادقین تک پڑھا۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے وہاں سے پھر کر اس عورت کی طرف آدمی بھیجا تو حضرت ہلالؓ نے تو گواہی دے دی جبکہ جناب نبی اکرم ﷺ برابر فرماتے رہے کہ اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک نہ ایک ضرور جھوٹا ہے پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ پھر وہ عورت اٹھی اور اس نے گواہی دینی شروع کی۔ پس جب وہ پانچویں شہادت تک پہنچی تو لوگوں نے اسے ٹھہرا دیا اور کہا کہ اب یہ آخری شہادت تفریق واجب کرنے والی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ رک گئی اور پیچھے ہٹنے لگی ہمیں گمان ہوا کہ شاید وہ شہادت سے لوٹ رہی ہے پھر کہنے لگی ساری زندگی میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کرونگی پس لعان پوری کرنے میں چلی گئی۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا بچہ جنے جو سرمگی آنکھوں والا کابل سرین والا موٹی پنڈلیوں والا ہو تو وہ شریک بن سحما کا بیٹا ہے۔

چنانچہ اس نے انہی اوصاف والا بیٹا جنا جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ کا فیصلہ لعان والا نہ گذرا ہوتا تو پھر میرا اور اس عورت کا ایک حال ہوتا کہ اس پر حد زنا قائم کرتا۔

باب قوله وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

حدیث (۴۳۹۵) حَدَّثَنَا مُقَدَّمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَجُلًا رَمٰی امْرَاَتَہٗ فَانْتَفٰی مِنْ وَلَدِھَا فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاَمَرَ بِھِمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَتَلَاعَنَا کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ قَضٰی بِالْوَلَدِ لِلْمَرْاَةِ فَرَّقَ بَیْنَ الْمُتَلَاعِنَیْنِ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگایا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس عورت کے بچے سے اپنی نسبت کی نفی کر دی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں خاوند بیوی کو لعان کرنے کا حکم دیا جیسا کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے پھر ولد کا فیصلہ عورت کیلئے کیا اور دونوں لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی کر دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ہلال بن امیہ کا یہ دوسرا واقعہ ہے پہلا واقعہ حضرت عویمرؓ کا تھا دونوں قریب ہیں اور دونوں میں زانی شریک بن سحما ہے۔

باب قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآؤُ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ الاية اَفَّاكٌ كَذَّابٌ

حدیث (۴۳۹۶) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ .. عَنْ عَائِشَةَ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ قَالَتْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَیٍّ وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص واقعہ افک کا سرغنہ بناوہ عبداللہ بن ابی تھا۔ آگے وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کو تلاوت کیا۔

حدیث (۴۳۹۷) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُكَیْرٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ وَسَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَعُقْبَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَیْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ حَدِیْثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ حِیْنَ قَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَاقَالُوْا فَبَرَّءَ هَا اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكُلٌّ حَدَّثَنِیْ طَائِفَةً مِنَ الْحَدِیْثِ وَبَعْضُ حَدِیْثِهِمْ یُصَدِّقُ بَعْضًا وَاِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ اَوْعٰی لَهٗ مِنْ بَعْضٍ الَّذِیْ حَدَّثَنِیْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ اَقْرَعَ بَیْنَ اَزْوَاجِهٖ فَاَیَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَهٗ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَقْرَعَ بَیْنَنَا فِیْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِیْ فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ فَاَنَا اُحْمَلُ فِیْ هَوْدَجِیْ وَاُنْزَلُ فِیْهِ فَسِرْنَا حَتّٰی اِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهٖ تِلْكَ وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِیْنَةِ قَافِلِیْنَ اٰذَنَ لَیْلَةً بِالرَّحِیْلِ فَقُمْتُ حِیْنَ اٰذَنُوْا بِالرَّحِیْلِ فَمَشَیْتُ

ترجمہ۔ حضرت عروۃ حضرت عائشہؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب باہر جانا چاہتے ہیں تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے پس جس کے نام کا قرعہ نکل آتا اسے آپؐ رسول اللہ ﷺ اپنے ہمراہ سفر میں لے جاتے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ایک غزوہ یعنی بنی المصطلق میں جب آپؐ جہاد کے لئے جانے لگے تو ہمارے درمیان قرعہ ڈالا اتفاق سے قرعہ میں میرا نام نکلا تو نزول حجاب کے بعد میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں روانہ ہوئی مجھے میرے کجاوہ باپردہ میں سوار بھی کیا جاتا تھا اور اتارا بھی جاتا تھا۔ بہرحال ہم لوگ بنی المصطلق تک چلتے رہے۔ یہاںتک کہ جب آپؐ رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہوئے۔ اور واپس لوٹے تو ہم لوٹتے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچ گئے ایک رات کوچ کرنے کا اعلان ہوا۔ اعلان کے وقت میں اٹھ کر قضائے حاجت کیلئے چلی گئی یہاںتک کہ لشکر سے آگے نکل گئی۔ پس جب میں قضائے حاجت سے فارغ ہوئی۔ تو میں اپنے ٹھکانا کی طرف پہنچی کیا دیکھتی ہوں کہ اظفار کے خرمہرہ کا میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے میں اس کو تلاش کرنے کے لئے گئی تو اس کی تلاش میں مجھے دیر لگ گئی۔ وہ جماعت جو میری سواری پر کجاوہ کسا کرتی تھی

حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِيْ اَقْبَلْتُ
اِلٰى رَحْلِيْ فَاِذَا عِقْدٌ لِّيْ مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ
فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ وَحَبَسَنِيْ اِبْتِغَاءُهٗ وَاَقْبَلَ الرَّهْطُ
الَّذِيْنَ كَانُوْا يَرْحَلُوْنَ لِيْ فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ
فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ كُنْتُ رَكِبْتُ وَهُمْ
يَحْسَبُوْنَ اَنِّيْ فِيْهِ وَكَانَ النِّسَاءُ اِذْ ذَاكَ خِفَافًا
لَمْ يُثْقِلْهُنَّ اللَّحْمُ اِنَّمَا تَاْكُلُ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ
يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِيْنَ رَفَعُوْهُ وَكُنْتُ
جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا
فَوَجَدْتُ عِقْدِيْ بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ
مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلَا مُجِيْبٌ فَاَمَمْتُ مَنْزِلِيَ
الَّذِيْ كُنْتُ بِهٖ وَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِيْ فَيَرْجِعُوْنَ
اِلَيَّ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسَةٌ فِيْ مَنْزِلِيْ غَلَبَتْنِيْ عَيْنِيْ
فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ
الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ فَاَدْلَجَ فَاَصْبَحَ عِنْدَ
مَنْزِلِيْ فَرَاٰى سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ فَاَتَانِيْ فَعَرَفَنِيْ حِيْنَ
رَاٰنِيْ وَكَانَ يَرَانِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ
بِاسْتِرْجَاعِهٖ حِيْنَ عَرَفَنِيْ فَخَمَّرْتُ وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ
وَاللّٰهِ مَا يُكَلِّمُنِيْ كَلِمَةً وَّلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ
اِسْتِرْجَاعِهٖ حَتّٰى اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ فَوَطِئَ عَلٰى يَدَيْهَا
فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِيَ الرَّاحِلَةَ حَتّٰى اَتَيْنَا الْجَيْشَ

اور میرے کجاوہ کو اٹھا کر رکھتے تھے۔ پس انہوں نے میرے اس
اونٹ پر کجاوہ کس دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ ان کو گمان
ہوا کہ میں ھودج کے اندر ہوں۔ کیونکہ اس وقت عورتیں ہلکی
پھلکی ہوتی تھیں۔ گوشت ان کو بوجھل نہیں کرتا تھا اس لئے کہ
وہ تھوڑا سا کھانا کھاتی تھیں۔ اس لئے جب انہوں نے ھودج کو
اٹھایا تو اس کا ہلکا پن انہیں محسوس نہ ہوا اور میں نوخیز لڑکی تھی
پس انہوں نے اونٹ کو کھڑا کیا اور چل دیئے لشکر کے چلے جانے
کے بعد مجھے ہار مل گیا۔ میں ان کے ٹھکانوں پر واپس آئی تو نہ
وہاں کوئی پکارنے والا اور نہ کوئی جواب دینے والا تھا ہو کا عالم تھا
پس میں اپنی اس جگہ پر ٹک کر بیٹھ گئی جہاں میرا قیام ہوا تھا
مجھے گمان تھا کہ جب وہ لوگ مجھے گم پائیں گے تو میری طرف
واپس آئینگے۔ پس میں اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی سحری کا وقت تھا
نیند کا غلبہ ہوا تو میں سو گئی۔ حضرت صفوان بن المعطل ؓ سلمی ثم
ذکوانی لشکر کے پیچھے گری پڑی چیز کو اٹھانے کے لئے رہتے تھے
تو وہ اندھیرے میں چل کر صبح کو میرے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔
اور سوئے ہوئے انسان کے جسم کو دیکھا تو میرے پاس آئے
جب انہوں نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا۔ کیونکہ حجاب کے نزول
سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ تو جب انہوں نے مجھے پہچانا تو
انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ان کے اس پڑھنے سے میں جاگ اٹھی
میں نے فوراً اپنا چہرہ اپنی لمبی چادر سے چھپا لیا۔ اللہ کی قسم اس نے
میرے ساتھ ایک کلمہ تک نہیں بولا اور نہ ہی میں نے اس سے
سوائے انا للہ کے پڑھنے کے کوئی دوسرا کلمہ سنا یہانتک کہ انہوں
نے اپنی اونٹنی بٹھلائی۔ اس کے اگلے ہاتھوں کو میرے اوپر
چڑھنے کے لئے روندا تو میں اس پر سوار ہو گئی وہ مجھے لئے ہوئے

بَعْدَ مَانَزَلُوْا مُوْغِرِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ فَهَلَكَ مَنْ
هَلَكَ وَكَانَ الَّذِيْ تَوَلَّى الْاِفْكَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ بْنُ
السَّلُوْلِ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَفَاشْتَكَيْتُ حِيْنَ قَدِمْتُ
شَهْرًاوَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ فِيْ قَوْلِ اَصْحَابِ الْاِفْكِ
لَااَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَالِكَ وَهُوَ يَرِيْبُنِيْ فِيْ وَجْعِي
اِنِّيْ لَااَعْرِفُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اللُّطْفَ الَّذِيْ كُنْتُ
اَرٰى مِنْهُ حِيْنَ اَشْتَكِيْ اِنَّمَايَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ
ﷺ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ كَيْفَ تِيْكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ
فَذَاكَ الَّذِيْ يَرِيْبُنِيْ وَلَااَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ
بَعْدَ مَا نَقِهْتُ فَخَرَجَتْ مَعِيَ اُمُّ مِسْطَحٍ ؓ قِبَلَ
الْمَنَاصِعِ وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا وَكُنَّا لَاتَخْرُجُ اِلَّا لَيْلًا اِلٰى
لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِنْ بُيُوْتِنَا
وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاُوَّلِ فِي التَّبَرُّزِ قَبْلَ الْغَائِطِ
فَكُنَّا نَتَاَذّٰى بِالْكُنُفِ اَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوْتِنَا
فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ اَبِيْ رُهْمِ بْنِ
عَبْدِ مَنَافٍ وَاُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُاَبِيْ
بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ فَاَقْبَلْتُ اَنَا
وَاُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِيْ قَدْ فَرَغْنَا مِنْ شَاْنِنَافَعَثَرَتْ اُمُّ
مِسْطَحٍ فِيْ مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا
بِئْسَ مَاقُلْتِ اَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا قَالَتْ اَيْ
هَنْتَاه اَوَلَمْ تَسْمَعِيْ مَاقَالَ قُلْتُ وَمَاقَالَ قَالَتْ كَذَا

اونٹنی کو کھینچتے ہوئے لشکر تک پہنچ گئے۔ جو عین دوپہر کے وقت
سخت گرمی میں پڑاؤ کر چکے تھے۔ پھر تو تہمت لگا کر جنہوں نے
تباہ ہونا تھا وہ تباہ ہوئے۔ اور اس تہمت لگانے کا سرغنہ
عبداللہ بن ابی تھا۔ پس جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو مجھے مہینہ بھر
بخار کی شکایت رہی۔ اور لوگ افک والوں کی باتوں کی وجہ سے
خوب پروپیگنڈہ کر رہے تھے۔ مجھے اس واقعہ کا کوئی علم نہ تھا البتہ
مجھے بیماری میں یہ بات ضرور پریشان کرتی تھی کہ اب کی مرتبہ
میں جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف وہ لطف مہربانی نہیں دیکھتی
تھی۔ جو عموماً میری بیماری کے وقت آپؐ فرمایا کرتے تھے پس
اندر تشریف لاتے سلام کر کے پوچھتے کہ اس کا کیا حال ہے پھر
واپس چلے جاتے۔ پس اس سلوک سے میں ضرور پریشان
ہوتی اور مجھے اس شرارت کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ یہانتک کہ
کمزوری کے بعد ایک رات میں بی بی ام مسطح کے ساتھ بیت الخلاء
کی طرف روانہ ہوئی یہ ہماری قضائے حاجت کی جگہ تھی جس کی
طرف ہم صرف رات کے وقت ہی نکلا کرتی تھیں۔ اور یہ
اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ ہم نے گھروں کے پاس پاخانے نہیں
بنائے تھے قضاء حاجت کے بارے میں ہمارا اور یہ پہلے عرب
لوگوں کا تھا۔ کہ وہ باہر نشیبی جگہ کی طرف جایا کرتے تھے کیونکہ
گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے ہمیں اذیت پہنچتی تھی۔ بدبو
سے تنگ پڑتے تھے۔ بہر حال میں اور ام مسطحؓ روانہ ہوئیں۔
وہ ابورہم بن عبد مناف کی بیٹی تھی اس کی والدہ صخر بن عامر
کی بیٹی تھی۔ اور وہ خود حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خالہ لگتی
تھی ان کا بیٹا مسطح بن اثاثہ تھا پس میں اور حضرت ام مسطح قضائے
حاجت سے فارغ ہونے کے بعد جب اپنے گھر کو واپس لوٹے تو

وَكَذَا فَاَخْبَرَتْنِىْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰى مَرَضِىْ فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِىْ دَخَلَ عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تِيْكُمْ فَقُلْتُ اَتَأْذَنُ لِىْ اَنْ اٰتِىَ اَبَوَىَّ قَالَتْ وَاَنَا حِيْنَئِذٍ اُرِيْدُ اَنْ اَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا قَالَتْ فَاَذِنَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجِئْتُ اَبَوَىَّ فَقُلْتُ لِاُمِّىْ يَا اُمَّتَاهُ مَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ قَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِىْ عَلَيْكِ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا قَالَتْ فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى اَصْبَحْتُ لَا يَرْقَاُ لِىْ دَمْعٌ وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتّٰى اَصْبَحْتُ اَبْكِىْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِىَّ ابْنَ اَبِىْ طَالِبٍ وَاُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْىُ يَسْتَاْمِرُهُمَا فِىْ فِرَاقِ اَهْلِهٖ قَالَتْ فَاَمَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَاَشَارَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالَّذِىْ يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ اَهْلِهٖ وَبِالَّذِىْ يَعْلَمُ لَهُمْ فِىْ نَفْسِهٖ مِنَ الْوُدِّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهْلَكَ وَمَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا وَاَمَّا عَلِىُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَاِنْ تَسْاَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَرِيْرَةَ فَقَالَ اَىْ بَرِيْرَةُ هَلْ رَاَيْتِ مِنْ شَىْءٍ يُرِيْبُكِ قَالَتْ بَرِيْرَةُ

اپنی گرم چادر کے اندر حضرت ام مسطح کا پاؤں الجھ گیا جس سے وہ گر پڑیں تو اپنے بیٹے مسطح کو بد دعا دینے لگیں کہ اے تو مر جائے میں نے اس سے کہا کہ یہ آپ نے برا کلمہ کہا کیا آپ اس شخص کو کوستی ہیں جو بدر کی لڑائی میں حاضر ہوا۔ وہ فرمانے لگیں او بھولی تم نے نہیں سنا جو کچھ وہ کہتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے تو اس نے مجھے اہل افک کا پورا قصہ سنایا جس نے میری بیماری میں اضافہ کر دیا۔ جب میں اپنے گھر واپس آئی اور جناب رسول اللہ ﷺ حسب معمول تشریف لائے اور پوچھا کہ وہ کیسی ہے تو میں نے اجازت طلب کی کہ والدین کے گھر جانا چاہتی ہوں میرا مقصد یہ تھا کہ ماں باپ سے اس خبر کے بارے میں کچھ یقین حاصل کروں تو آپ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں ماں باپ کے گھر پہنچ گئی۔ میں نے ماں سے پوچھا اے امی جان! یہ لوگ کیا باتیں کرتے پھرتے ہیں انہوں نے فرمایا پیاری بیٹی اپنے حال پر رحم کرو۔ واللہ جو عورت اپنے خاوند کے ہاں حسینہ جمیلہ ہو وہ اس سے محبت بھی کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ وہ سوکنیں اس پر حسد کی وجہ سے بڑھا چڑھا نہ کریں۔ تو میں نے کہا سبحان اللہ کس قدر تعجب ہے۔ کہ لوگوں میں میری اس بات کا چرچا ہو رہا ہے فرماتی ہیں رات بھر روتے روتے میں نے صبح کر دی کہ نہ میرے آنسو رکتے تھے اور نہ ہی میں نے نیند کا سرمہ لگایا کہ تھوڑی سی نیند بھی آئی نیند اچاٹ ہو گئی۔ صبح تک میں روتی رہی تو آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب اور اسامہ بن زیدؓ کو بلوایا جبکہ وحی کے آنے میں دیر ہو گئی تو آپ ان دونوں حضرات سے اپنی بیوی کو جدا کرنے میں مشورہ لینا

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ رَأَیْتُ عَلَیْهَا اَمْرًا اَغْمِصُهُ عَلَیْهَا اَکْثَرَ مِنْ اَنَّهَا جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِیْنِ اَهْلِهَا فَتَأْتِی الدَّاجِنُ فَتَأْکُلُهُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَعْذَرَ یَوْمَئِذٍ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَیٍّ ابْنِ السَّلُوْلِ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ یَعْذِرُنِیْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِیْ اِذَاهُ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ اَهْلِیْ اِلَّا خَیْرًا وَلَقَدْ ذَکَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَیْهِ اِلَّا خَیْرًا وَمَا کَانَ یَدْخُلُ عَلٰی اَهْلِیْ اِلَّا مَعِیَ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْذِرُكَ مِنْهُ اِنْ کَانَ مِنَ الْاَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهٗ وَاِنْ کَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا اَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عِبَادَةَ وَهُوَ سَیِّدُ الْخَزْرَجِ وَکَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰکِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِیَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ کَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهٗ وَلَا تَقْدِرُ عَلٰی قَتْلِهٖ فَقَامَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ کَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهٗ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ فَتَثَاوَرَ الْحَیَّانِ الْاَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰی هَمُّوْا اَنْ یَقْتَتِلُوْا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ فَلَمْ یَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُخَفِّضُهُمْ حَتّٰی سَکَتُوْا وَسَکَتَ قَالَتْ

چاہتے تھے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو وہ بات بتلائی جو آپؐ کے گھر والوں کی برأت کے بارے میں وہ جانتے تھے۔ اور جو ذاتی طور پر وہ ان کے لئے محبت و پیار کو جانتے تھے فرمایا یا رسول اللہ آپؐ اپنے گھر والوں کو روکے رکھیں ہم سوائے بھلائی کے ان کے اندر کوئی چیز نہیں جانتے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپؐ اس کو طلاق دے دینگے تو اللہ تعالے نے آپؐ پر کوئی تنگی نہیں کی ان کے سوا عورتیں بہت ہیں۔ اور معاملہ کی صفائی کے لئے فرمایا کہ انکی باندی سے پوچھ لیجئے۔ وہ آپ کو سچ سچ بتادیگی کیونکہ دن رات ساتھ رہنے والی سے کوئی راز پوشیدہ نہیں ہوتا چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہؓ کو بلوایا ان سے آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم نے کوئی ایسی حرکت دیکھی ہے جس سے تمھیں شک گزرتا ہو حضرت بریرہؓ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دیکر بھیجا ہے۔ میں نے ان سے کوئی ایسی حرکت نہیں دیکھی جس سے میں ان پر کوئی عیب لگاسکوں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ ایک نوخیز لڑکی ہے گھر والوں کا آٹا گوندکر سوجاتی ہے۔ گھر کی پالتو بکری آکر اسے کھاجاتی ہے۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اسی دن عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں مدد طلب فرمائی۔ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت اس شخص کے خلاف کون میری مدد کرتا ہے جس کی ایذارسانی میرے گھر والوں تک جاپہنچی ہے۔ واللہ میں اپنے گھر والوں کے بارے میں سوائے خیر و بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتا۔ اور یہ لوگ ایک شخص کا نام لیتے ہیں جس کے متعلق میں

فمكثت يومي ذلك لا يرقالي دمع ولا اكتحل
بنوم قالت فاصبح ابواى عندي وقد بكيت
ليلتين ويوما لا اكتحل بنوم ولا يرقالي دمع
يظنان ان البكاء فالق كبدي فبيناهما جالسان
عندي وانا ابكي فاستأذنت على امرأة من الانصار
فاذنت لها فجلست تبكي معي قالت فبينا نحن
على ذلك دخل علينا رسول الله ﷺ فسلم ثم
جلس قالت ولم يجلس عندي منذ قيل لي ما قيل
قبلهما وقد لبث شهرا لا يوحى اليه في شأني
قالت فتشهد رسول الله ﷺ حين جلس ثم قال
اما بعد يا عائشة فانه قد بلغني عنك كذا وكذا فان
كنت بريئة فسيبرئك الله وان كنت الممت بذنب
فاستغفري الله وتوبي اليه فان العبد اذا اعترف
بذنبه ثم تاب الى الله تاب الله عليه قالت فلما
قضى رسول الله ﷺ مقالته قلص دمعي حتى
ما احس منه قطرة فقلت لابي اجب رسول الله
ﷺ فيما قال قال والله ما ادري ما اقول
لرسول الله ﷺ فقلت لامي اجيبي رسول الله
ﷺ قالت ما ادري ما اقول لرسول الله ﷺ
قالت فقلت وانا جارية حديثة السن لا اقرأ كثيرا
من القرآن اني والله لقد علمت لقد سمعتم

خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا اور وہ کبھی میرے گھر میں میرے
بغیر داخل نہیں ہوا۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ
اٹھ کھڑے ہوئے۔ فرمانے لگے یا رسول اللہ میں اس شخص کیلئے
آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ اگر وہ اوس کے قبیلہ کا آدمی ہے تو
میں اس کی گردن اڑا دونگا۔ اگر ہمارے بھائیوں قبیلہ خزرج میں
سے ہے تو آپ حکم دیں آپؐ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ فرماتی ہیں
خزرج کے سردار سعد بن عبادۃ اٹھے اس سے پہلے وہ بہت نیک
آدمی تھے۔ لیکن اب اسے قومی حمایت نے برانگیختہ کیا تو حضرت
سعدؓ سے کہنے لگے کہ تو نے ٹھیک نہیں کہا۔ اللہ کی بقا کی قسم!
تو اس کو قتل نہیں کریگا اور نہ ہی تجھے اس خزرجی کے قتل کرنے
کی قدرت ہے۔ تو اسید بن حضیرؓ اٹھ کھڑے ہوئے جو حضرت
سعد کے چچازاد بھائی لگتے تھے سعد بن عبادۃؓ سے کہا کہ آپ نے
ٹھیک نہیں کہا اللہ کی بقا کی قسم! ہم ضرور قتل کریں گے تو منافق
اور منافقوں کی پاسداری کرتے ہوئے ان کی طرف سے جھگڑتا
ہے اس پر دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے۔ یہانتک کہ
مرنے مارنے پر تیار ہو گئے جناب رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے
تھے برابر ان دونوں قبائل کو ٹھنڈا کرتے رہے یہانتک کہ وہ لوگ
چپ ہو گئے اور آپؐ خود بھی چپ ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی
ہیں کہ اس دن تو میرا یہ حال تھا کہ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور
نہ ہی میں نیند کا سرمہ لگا سکی۔ صبح کو میرے ماں باپ میرے پاس
آئے تو میں دو راتیں اور ایک دن کامل رو چکی تھی کہ نہ میں نے
نیند کا سرمہ لگایا تھا اور نہ میرے آنسو تھمے تھے۔ میرے والدین
کا یہ گمان تھا۔ کہ میرا رونا میرے جگر کو پھاڑ دیگا دریں اثنا یہ
دونوں میرے پاس تھے۔ اور میں برابر رو رہی تھی کہ انصار کی

هٰذَا الْحَدِيْثَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ فِىْ اَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهٖ فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّىْ بَرِيْئَةٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّىْ بَرِيْئَةٌ لَاتُصَدِّقُوْنِىْ بِذٰلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّىْ مِنْهُ بَرِيْئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّىْ وَاللّٰهِ مَااَجِدُلَكُمْ مَثَلًا اِلَّاقَوْلَ اَبِىْ يُوْسُفَ قَالَ فَصَبْرٌجَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ قَالَتْ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِىْ قَالَتْ وَاَنَا حِيْنَئِذٍ اَعْلَمُ اِنِّىْ بَرِيْئَةٌ وَاَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّءُ نِى بِبَرَائَتِىْ وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَاكُنْتُ اَظُنُّ اِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ فِىْ شَأْنِىْ وَحْيًا يُتْلٰى وَلَشَأْنِىْ فِىْ نَفْسِىْ كَانَ اَحْقَرَ مِنْ اَنْ يَّتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِىَّ بِاَمْرٍيُتْلٰى وَلٰكِنْ كُنْتُ اَرْجُوْاَنْ يَرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِى النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّءُ نِى اللّٰهُ بِهَا قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَاخَرَجَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَاَخَذَهٗ مَا كَانَ يَاْخُذُهٗ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتّٰى اِنَّهٗ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ وَهُوَ فِىْ يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِىْ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّاسُرِّىَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سُرِّىَ عَنْهُ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا يَاعَائِشَةُ اَمَّااللّٰهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ فَقَالَتْ اُمِّىْ قُوْمِىْ اِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَااَقُوْمُ اِلَيْهِ لَا اَحْمَدُ اِلَّااللّٰهَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآؤُ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ

تھی کہ انصار کی ایک عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی میں نے اسے اجازت دے دی۔ تو وہ میرے پاس آکر بیٹھی اور میرے ساتھ رونے لگی ہم لوگ اسی حال میں تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے سلام کیا پھر بیٹھ گئے۔ فرماتی ہیں کہ اس حادثہ کے بعد آپ کبھی میرے پاس آکر نہیں بیٹھے تھے اور وحی کا انتظار کرتے کرتے مہینہ گذر گیا۔ کہ میرے بارے میں کوئی وحی نہ آئی تو آپ نے بیٹھتے ہی کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر فرمایا امابعد اے عائشہ! مجھے تیرے بارے میں ایسی ایسی خبریں پہنچی ہیں اگر تو بری اور پاکدامن ہے تو عنقریب اللہ تعالے تیری برأت کا اعلان فرمادینگے۔ اگر تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ تعالے سے معافی مانگو اور اسکی طرف توبہ کرو۔ کیونکہ بندہ جب گناہ کا اقرار کرلے اور اللہ تعالے کی طرف توبہ کرلے تو اللہ تعالے اس کی توبہ قبول کرلیتے ہیں۔ فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی گفتگو پوری کرلی تو میرے آنسو سمٹ گئے۔ یہانتک کہ ان میں سے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا تو میں نے ابا جان سے کہا کہ آپ جناب رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں جواب دیں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا واللہ میں نہیں جانتا کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی بات کا کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی امی جان سے کہا کہ جو کچھ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس بارے میں آپ ان کو جواب دیں وہ بھی فرمانے لگیں۔ کہ میں نہیں جانتی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بات کا میں کیا جواب دوں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے بولنا شروع کیا۔ میں نوخیز نوجوان لڑکی تھی بہت مرتبہ قرآن نہیں پڑھا تھا میں نے کہا واللہ آپ لوگ یہ بات اسقدر سن چکے ہیں کہ اس نے

الْعَشْرَ الْآيَاتِ كُلَّهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فِيْ بَرَاءَتِيْ وَقَالَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحِ بْنِ اُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهٖ مِنْهُ وَفَقْرِهٖ وَاللّٰهِ لَا اُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا بَعْدَ الَّذِيْ قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ فَرَجَعَ اِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِيْ كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَنْزِعُهَا مِنْهُ اَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْاَلُ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ اَمْرِيْ فَقَالَ يَازَيْنَبُ مَا ذَا عَلِمْتِ اَوْرَاَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْمِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ مَاعَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا قَالَتْ وَهِيَ الَّتِيْ كَانَتْ تُسَامِيْنِيْ مِنْ اَزْوَاجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ وَطَفِقَتْ اُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيْمَنْ هَلَكَ مِنْ اَصْحَابِ الْاِفْكِ ...... الحدیث

تمھارے دلوں میں قرار پکڑ لیا ہے۔ اور تم اسے سچا سمجھ چکے ہو اگر میں تم سے کہوں کہ میں بری اور پاکدامن ہوں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں پاکدامن ہوں۔ تو آپ لوگ اس بارے میں مجھے سچا نہیں سمجھو گے۔ اور اگر میں اس تہمت کا اقرار کرلوں اور اللہ تعالے جانتا ہے کہ میں بری ہوں تم مجھے سچا قرار دو گے۔ میری اور تمھاری مثال تو یوسفؑ کے باپ کے قول کی طرح ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے لئے تو صبر جمیل ہے جو کچھ تم کہتے ہو اس میں میں اللہ تعالے سے مدد مانگتی ہوں فرماتی ہیں کہ بعد ازاں میں منہ پھیر کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ فرماتی ہیں میں خوب جانتی تھی کہ میں بری ہوں اللہ تعالے میری برأت کو ضرور ظاہر فرمانے والے ہیں۔ لیکن واللہ میرا یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالے میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائینگے جس کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ کیونکہ میں اپنے دل میں اپنے حال کو اتنا حقیر سمجھتی تھی۔ کہ اللہ تعالے میری برأۃ کے معاملہ میں ایسا کلام نازل فرمائینگے جس کی تلاوت کی جاتی رہے گی۔ البتہ مجھے اتنی امید ضرور تھی کہ اللہ تعالے جناب رسول اللہ ﷺ کو نیند میں کوئی ایسا خواب دکھادینگے۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالے میری برأت بیان فرمادیں گے۔ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ ﷺ کھڑے نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی شخص باہر نکلا تھا۔ کہ آپؐ پر نزول وحی ہونے لگا اور اس سختی نے آپ کو آگھیرا جو عموماً نزول وحی کے وقت گھیر اکرتی تھی۔ یہانتک کہ موتیوں کی طرح پسینہ گرنے لگا۔ حالانکہ یہ سخت سردی کا دن تھا۔ لیکن یہ پسینہ اس وحی کے بوجھ کی وجہ سے تھا۔ جو آپؐ پر نازل ہوئی تھی۔ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے وہ حالت کھل گئی تو اس حال میں کھلی کہ آپؐ ہنس رہے تھے۔ پس پہلا کلمہ جو آپؐ بولے یہ تھا کہ اے عائشہؓ! اللہ تعالے نے تجھے بری قرار دے دیا ہے۔ میری ماں بولی جاؤ آپ کی طرف اٹھ کر شکریہ ادا کرو میں نے کہا واللہ! میں آپ کی طرف اٹھ کر نہیں جاؤں گی۔ میں تو صرف اللہ تعالے کا شکر و ثنا کرونگی جس نے آسمانوں سے میری برات نازل فرمائی۔ وہ بھی ایک آیت نہیں پوری دس آیات۔ ان الذین جاءوا بالافك ـــــ نازل فرمائیں۔ جب میری برأت اللہ تعالے نے نازل فرمائی تو میرے باپ ابوبکرؓ مسطح بن اثاثہ پر

رشتہ داری اور محتاجی کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے۔ فرمانے لگے حضرت عائشہؓ کے بارے میں جو کچھ اس نے چرچہ کیا ہے۔ اس کے بعد تو میں مسطح پر کچھ بھی خرچ نہیں کرونگا۔ جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی کہ فضل اور وسعت والے رشتہ داروں پر اب امداد روکنے کی قسم نہ کھائیں ...۔ جس پر ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ کیوں نہیں واللہ میں تو اللہ تعالے کی بخشش کو پسند کرتا ہوں۔ تو وہ مالی امداد جو مسطح پر خرچ کرتے تھے واپس لوٹادی۔ اور فرمانے لگے اب کبھی میں انکی امداد سے ہاتھ نہیں کھینچونگا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے میرے معاملہ کے بارے میں پوچھا فرمایا اے زینب تو اس بارے میں کیا جانتی ہے اور کیا دیکھا ہے انہوں نے فرمایا یارسول اللہ میں تو اپنے کانوں اور آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہوں۔ نہ میں نے کچھ دیکھا نہ کچھ سنا۔ میں تو بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتی۔ فرماتی ہیں حالانکہ یہی ایک بی بی تھی جو ازواج مطہرات میں سے میرا مقابلہ کرتی تھی۔ لیکن اللہ تعالے نے پرہیزگاری کی وجہ سے اسے محفوظ رکھا اور بچالیا۔ البتہ انکی بہن حمنہ انکی وجہ سے لڑتی رہتی تھی۔ تو وہ بھی اصحاب افک کے زمرہ میں آکر تباہ ہو گئی۔

باب قوله وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَمَسَّكُمْ

حديث (۴۳۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ اُمِّ رُوْمَانَؓ اُمِّ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا رُمِيَتْ عَائِشَةُؓ خَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت ام رومانؓ حضرت عائشہؓ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

وقال مجاهد تلقونه يرديه بعضكم عن بعض مجاہد کی تفسیر ہے کہ تلقونہ چرچا کرتے تھے تفیضون تم گھستے تھے کہتے تھے۔

باب قوله اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

حديث (۴۳۹۹) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَؓ تَقْرَءُ اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ تلقونہ کو تخفیف تا سے پڑھتی تھیں

باب قوله ولولا اذ سمعتموه قلتم مايكون لنا ان نتكلم بهذا سبحنك هذا بهتان عظيم

حديث (۴۴۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ اسْتَأْذَنَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ

ترجمہ۔ حضرت ابن ابی ملیکہؒ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی وفات سے تھوڑا سا پہلے حضرت ابن عباسؓ

قَبْلَ مَوْتِهَا عَلٰى عَائِشَةَؓ وَهِيَ مَغْلُوبَةٌ قَالَتْ اَخْشٰى اَنْ يُّثْنِيَ عَلَيَّ فَقِيْلَ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمِنْ وُجُوْهِ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَتْ اِئْذَنُوْا لَهٗ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدِيْنَكِ قَالَتْ بِخَيْرٍ اِنِ اتَّقَيْتُ قَالَ فَاَنْتِ بِخَيْرٍ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ زَوْجَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَنْكِحْ بِكْرًا غَيْرَكِ وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَآءِ وَدَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ خِلَافَهٗ فَقَالَتْ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَاَثْنٰى عَلَيَّ وَوَدِدْتُ اَنِّيْ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ..... الحدیث

ؓ نے داخلہ کی اجازت مانگی۔ جبکہ وہ موت کی پریشانیوں میں مغلوب تھیں فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آکر وہ میری تعریف وثنانہ شرع کردیں۔ جس سے عجب کا ڈر ہے۔ پس ان سے کہا گیا وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور مسلمانوں میں سے ذی وجاہت آدمی ہیں۔ فرمایا اچھا آنے دو۔ داخل ہو کر فرمانے لگے آپ اپنے آپ کو اس وقت کس حالت میں پاتی ہیں فرمایا اگر میں پرہیزگار ہوئی تو خیر سے ہوں۔ فرمایا انشاءاللہ آپ تو خیر وبرکت سے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں آپکے سوا آپ نے کسی اور باکرہ عورت سے نکاح نہیں کیا۔ اور تمھاری صفائی آسمان سے نازل ہوئی۔ ابن الزبیرؓ ان کے خلاف داخل ہوئے کہ ابن عباس خارج ہو رہے تھے۔ اور وہ داخل ہو رہے تھے۔ فرمانے لگیں ابن عباسؓ نے تو داخل ہو کر میری تعریف کرڈالی جس کا مجھے خدشہ تھا۔ اور میں یہ جانتی ہوں کہ کاش میں بھولی بسری ہوتی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یثنی علی کہ ابن عباسؓ نے میرے پاس آکر میری تعریف کرنی ہے۔ اور عادت ہے کہ تعریف کے وقت عجب اور کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ جو کہ عند اللہ نہایت ہی مبغوض ہے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ بہت سے فضائل اور کمالات کی مالکہ ہیں لیکن اپنی مدح سرائی کی وجہ سے ابن عباسؓ کو اجازت نہیں دیتی۔ بی بی مریمؑ کی طرح فرماتی ہیں کاش میں بھولی بسری ہوتی خلافہ کا مطلب یہ ہے کہ بعد خروجه متصلا۔ کہ ان کے باہر چلے جانے کے بعد فورا یہ داخل ہوئے۔ قیل ابن عم ۶۹۹ از قطب گنگوہیؒ چونکہ حضرت عائشہؓ ابن عباسؓ کو داخلہ کی اجازت نہیں دے رہی تھیں۔ ان کو واپس کرنے کا قصد فرمایا۔ تو اس پر آپ کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمن نے کہا کہ وہ حضور انور ﷺ کے قریبی ہیں۔ اور لوگوں میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ تب انہوں نے اجازت دے دی۔

ولم ينكح بكرا غيرك مقصد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تم سے محبت کرتے تھے۔ تو سبب کو مسبب کے قائم مقام کیا۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا کسی سے محبت کرنا وہ اس کے لئے باعث عزت وفخر ہے۔ اور نجات کا سبب ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکی کی تقریر میں ہے کہ مجھے خدشہ ہے کہ وہ آکر میری تعریف کرینگے اس لئے میں اجازت نہیں دیتی تو ان کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمن نے قرابۃ نبوی اور وجیہ بین المسلمین کے سبب اجازت طلب کی اور ان کے لئے اجازت مانگنے والے ان کے غلام ذکوان تھے۔ اور ذکوان کی روایت میں ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ آپ کو محبوب تھیں اور آنحضرت ﷺ طیب سے ہی محبت کرتے تھے تو آپ حبیبہ بھی ہیں اور طیبہ بھی ہیں۔

حدیث(۴۴۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی عَنِ الْقَاسِمِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اِسْتَأْذَنَ عَلٰی عَائِشَةَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ..الحدیث

ترجمہ۔ حضرت قاسمؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی باقی حدیث سابق کی طرح بیان کیا لیکن نسیامنسیا کا ذکر نہیں کیا۔

باب قَوْلِهٖ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا

حدیث(۴۴۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا قُلْتُ اَتَأْذَنِيْنَ لِهٰذَا قَالَتْ اَوَ لَيْسَ قَدْ اَصَابَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ قَالَ سُفْيَانُ تَعْنِيْ ذَهَابَ بَصَرِهٖ فَقَالَ حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثٰى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ قَالَتْ لٰكِنْ اَنْتَ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت حسان بن ثابتؓ آکر حضرت عائشہؓ کے پاس آنے کی اجازت طلب کرتے تھے تو حضرت مسروقؒ نے کہا کہ کیا آپ ایسے شخص کو اجازت دیتی ہیں جس نے آپ کی تہمت میں بھر پور حصہ لیا فرمایا کیا اس کو بہت بڑا عذاب نہیں پہنچا سفیان کہتے ہیں کہ انکی مراد نابینا ہونے سے ہے۔ پس حضرت حسانؓ نے فرمایا پاکدامن ہے عقلمند ہے کبھی کسی شک وشبہ سے متہم نہیں ہوئیں وہ بھولی بھالی عورتوں کے عیوب بیان کرنے سے بھولی ہوگئی ہے فرمایا تم تو ایسے نہیں ہو قصہ افک میں خوب غیبت کی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ولکن انت ۷۹۹۔۸ حضرت عائشہؓ نے یہ کلمہ اس لیے ارشاد فرمایا تا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ توبہ واستغفار میں مزید کوشش کریں اور آئندہ ایسے فعل کا ارتکاب کرنے سے اجتناب کریں جو کہ عند اللہ کرامت اور عزت کا باعث ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ حدیث کتاب المغازی میں گزر چکی ہے۔ حضرت عائشہؓ کے قول کی توجیہ جو قطب گنگوہیؒ نے یہاں بیان فرمائی ہے اس سے میری توجیہ بیان کردہ کی تائید ہوتی ہے۔

باب قَوْلِهٖ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

حدیث(۴۴۰۳) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ عَلٰی عَائِشَةَ فَشَبَّبَ وَقَالَ حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثٰى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ .قَالَتْ لَسْتَ كَذَاكَ قُلْتُ تَدَعِيْنَ مِثْلَ هٰذَا يَدْخُلُ عَلَيْكِ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ

ترجمہ۔ حضرت مسروق تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آکر تعریفی اشعار پڑھنے لگے۔ حصان رزان۔ فرمایا تم تو ایسے نہیں ہو میں نے کہا اے بی بی! آپ بھی تو ایسے آدمی کو اپنے پاس آنے کیلئے چھوڑ دیتی ہیں حالانکہ اللہ تعالے نے ان کے بارے میں نازل کیا ہے کہ

وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ فَقَالَتْ وَاَیُّ عَذَابٍ اَشَدُّ مِنَ الْعَمٰی قَالَتْ وَقَدْ كَانَ یَرُدُّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الحدیث......

جولوگ اس طوفان کے سر غنہ بنے ان میں سے اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ فرمایا اندھے پن سے زیادہ عذاب اور کیا ہوگا۔ فرماتی ہیں میں اسے اس لئے آنے دیتی ہوں کہ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ وای عذاب اشد من العمی ۶۹۹۔۱۲ یہ حضرت عائشہؓ کی طرف سے تسلیمی جواب ہے کہ مانا وہ اس طوفان کا سر غنہ ہے لیکن جو اللہ تعالے نے ان کے لئے سزا کا وعدہ کیا اس کی مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہو گیا اس لئے اجازت دے دی۔ یہ حدیث بھی مغازی میں گذر چکی ہے۔

باب قَوْلِهٖ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

حدیث (۴۴۰۴) قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَاْنِیَ الَّذِیْ ذُكِرَ وَمَا عَلِمْتُ بِهٖ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیَّ خَطِیْبًا فَتَشَهَّدَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَشِیْرُوْا عَلَیَّ فِیْ اُنَاسٍ اَبَنُوْا اَهْلِیْ وَاَیْمُ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَهْلِیْ مِنْ سُوْءٍ وَاَبَنُوْهُمْ بِمَنْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَیْهِ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ وَلَا یَدْخُلُ بَیْتِیْ قَطُّ اِلَّا وَاَنَا حَاضِرٌ وَلَا غِبْتُ فِیْ سَفَرٍ اِلَّا غَابَ مَعِیْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ ائْذَنْ لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ تَضْرِبَ اَعْنَاقَهُمْ وَقَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِی الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ اُمُّ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْ رَهْطِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ فَقَالَ كَذَبْتَ اَمَا وَاللّٰهِ اَنْ لَوْ كَانُوْا مِنَ الْاَوْسِ مَا اَحْبَبْتَ اَنْ تَضْرِبَ اَعْنَاقَهُمْ حَتّٰی كَادَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب میرے بارے میں تہمت کا چرچا ہونے لگا تو مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اللہ تعالے کی حمد وثنا بیان کی۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا امابعد مجھے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنہوں نے میرے گھر والوں پر تہمت لگائی ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو اپنی اہلیہ پر کسی قسم کی برائی کا علم نہیں رکھتا اور جس شخص کے ساتھ انہوں نے تہمت لگائی ہے۔ اس پر بھی کسی طرح کی برائی کا مجھے علم نہیں ہے وہ میرے گھر کبھی اکیلا داخل نہیں ہوا البتہ یہ کہ میں موجود ہوں اور میں جب کسی سفر میں چلا جاؤں تو وہ بھی میرے ساتھ سفر میں غائب رہتا ہے۔ تو حضرت سعد بن عبادۃؓ اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے ہم ان لوگوں کی گردنیں اڑا دیں۔ بنی خزرج کا ایک آدمی اٹھا اور حضرت حسان بن ثابتؓ کی والدہ اس آدمی کے قبیلہ کی عورت تھی۔ تو اس نے کہا تو نے

أَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ شَرٌّ فِي الْمَسْجِدِ وَمَاعَلِمْتُ فَلَمَّاكَانَ مَسَاءُ ذٰلِكَ الْيَوْمِ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ وَمَعِيَ أُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ وَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ اَیْ اُمَّ تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ وَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا اَتَسُبِّيْنَ ابْنَكِ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَانْتَهَرْتُهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَااَسُبُّهُ اِلَّافِيْكِ فَقُلْتُ فِيْ اَیِّ شَانِيْ قَالَتْ فَبَقَرَتْ لِيَ الْحَدِيْثَ فَقُلْتُ وَقَدْ كَانَ هٰذَا قَالَتْ نَعَمْ وَاللّٰهِ فَرَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِيْ كَاَنَّ الَّذِيْ خَرَجْتُ لَهٗ لَااَجِدُ مِنْهُ قَلِيْلًاوَلَا كَثِيْرًا اَوَوَعَكْتُ فَقُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرْسِلْنِيْ اِلٰى بَيْتِ اَبِيْ فَاَرْسَلَ مَعِيَ الْغُلَامَ فَدَخَلْتُ الدَّارِ فَوَجَدْتُ اُمَّ رُوْمَانَ فِي السُّفْلِ وَاَبَابَكْرٍ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَءُ فَقَالَتْ اُمِّيْ مَاجَاءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ فَاَخْبَرْتُهَا وَذَكَرْتُ بِهَا الْحَدِيْثَ وَاِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَامِثْلَ مَابَلَغَ مِنِّيْ فَقَالَتْ يَابُنَيَّةُخَفِّضِيْ عَلَيْكِ الشَّانَ فَاِنَّهٗ وَاللّٰهِ لَقَلَّ مَاكَانَتِ امْرَاَةٌ حَسْنَاءُ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَاضَرَائِرُ اِلَّا حَسَدْنَهَا وَقِيْلَ فِيْهَا وَاِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مِثْلَ مَابَلَغَ مِنِّيْ قُلْتُ وَقَدْ عَلِمَ بِهٖ اَبِيْ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ نَعَمْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ فَسَمِعَ اَبُوْبَكْرٍ صَوْتِيْ

ٹھیک نہیں کہا۔ واللہ اگر وہ اس قبیلہ میں سے ہوتے تو تو کبھی انکی گردنیں اڑانا پسند نہ کرتا۔ بات نے اتنا طول پکڑ لیا کہ قریب تھا کہ اوس اور خزرج کے درمیان مسجد کے اندر ہی فساد برپا ہو جاتا مجھے کچھ بھی علم نہیں تھا۔ جب اس دن کی شام ہوئی تو میں اپنی ضرورت کے لئے باہر نکلی میرے ساتھ ام مسطحؓ تھی میرا پاؤں پھسل گیا تو کہنے لگی مسطح تیرا ناس ہو۔ میں نے کہا اے اماں! اپنے بیٹے کو برا بھلا کہتی ہو۔ وہ چپ ہو گئی۔ پھر دوسری مرتبہ میرا پاؤں پھسلا تو پھر اس نے کہا مسطح تیرا ناس ہو۔ میں نے پھر اس سے کہا کہ تو اپنے بیٹے کو برا بھلا کہتی ہو۔ پھر تیسری مرتبہ میرا پاؤں پھسلا تو پھر اس نے کہا مسطح تیرا ناس ہو جس پر میں نے اسے ڈانٹا وہ کہنے لگی واللہ! میں تو تیری وجہ سے اس کو برا بھلا کہتی ہوں میں نے پوچھا میرے کون سے حال میں آپ اسے کوستی ہیں فرماتی ہیں کہ اس نے مجھے پوری بات کھول کر سنادی میں نے کہا اچھا یہ ہو چکا ہے۔ اس نے کہا ہاں! واللہ تو ایسا ہو چکا ہے۔ تو میں اپنے گھر واپس لوٹی جس ضرورت کے لئے میں نکلی تھی۔ اس کا تو تھوڑا بہت کچھ بھی میں نے نہ پایا۔ اور مجھے سخت بخار چڑھ گیا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ مجھے میرے باپ کے گھر بھیج دیجئے تو آپ نے میرے ساتھ میرا خادم بھیج دیا میں گھر میں داخل ہوئی تو میری والدہ ام رومانؓ کسی کام میں مشغول تھی اور میرے والد ابو بکرؓ اوپر گھر میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ میری ماں نے مجھ سے پوچھا کہ پیاری بیٹی! کیسے آنا ہوا میں نے ان کو بتلایا اور وہ بات بھی ذکر کر دی لیکن جو کوفت مجھے پہنچی تھی ان کو تو کچھ احساس بھی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ تو مصائب جھیل چکی تھی کہنے لگیں بیٹی! فکر نہ لگاؤ

وَهُوَ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَءُ فَنَزَلَ فَقَالَ لِاُمِّی مَاشَانُهَا
قَالَتْ بَلَغَهَا الَّذِیْ ذُكِرَ مِنْ شَانِهَا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ
قَالَ اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ اَیْ بُنَيَّةُ اِلَّا رَجَعْتِ اِلٰی بَيْتِكِ
فَرَجَعْتُ وَلَقَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْتِیْ فَسَاَلَ
عَنِّیْ خَادِمَتِیْ فَقَالَتْ لَاوَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا اِلَّا
اَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتّٰی تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَاكُلَ
خَمِيْرَهَا اَوْ عَجِيْنَهَا وَانْتَهَرَهَا بَعْضُ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ
اَصْدِقِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی اَسْقَطُوْا لَهَا بِهٖ
فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُ عَلَيْهَا اِلَّامَايَعْلَمُ
الصَّائِغُ عَلٰی تِبْرِ الذَّهَبِ الْاَحْمَرِ وَبَلَغَ الْاَمْرُ اِلٰی
ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِیْ قِيْلَ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ
مَاكَشَفْتُ كَنَفَ اُنْثٰی قَطُّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُتِلَ
شَهِيْدًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَتْ وَاَصْبَحَ اَبَوَایَ عِنْدِیْ
فَلَمْ يَزَالَا حَتّٰی دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ صَلَّی
الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَقَدْ اِكْتَنَفَنِیْ اَبَوَایَ عَنْ يَمِيْنِیْ
وَشِمَالِیْ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّابَعْدُ
يَا عَائِشَةُ اِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوْءً اَوْ ظَلَمْتِ فَتُوْبِیْ
اِلَی اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ قَالَتْ وَقَدْ
جَاءَ تِ امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَهِیَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ
فَقُلْتُ اَلَا تَسْتَحْيِیْ مِنْ هٰذِهِ الْمَرْاَةِ اَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا
فَوَعَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَالْتَفَتُّ اِلٰی اَبِیْ فَقُلْتُ

اپنے حال کو اپنے اوپر ہلکا کرو کیونکہ واللہ ایسا کم ہی ہوا ہے کہ ایک
عورت حسینہ جمیلہ ایسے آدمی کے پاس ہو جو اس سے محبت کرتا
ہو۔ اور اس کی سوکنیں بھی ہوں پھر وہ اس پر حسد نہ کریں۔ اور
اس کے بارے میں قیل و قال نہ ہو۔ میں نے محسوس کیا کہ
میرے جیسی پریشانی اس کو نہیں پہنچی۔ میں نے پوچھا کیا میرے
باپ کو اس واقعہ کا علم ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے پوچھا
اور جناب رسول اللہ ﷺ کو اس نے کہا ہاں! اور رسول اللہ ﷺ
کو بھی علم ہے۔ میرا دل بھر آیا آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور میں
رونے لگی۔ حضرت ابو بکرؓ نے جو اوپر کوٹھے میں قرآن پڑھ رہے
تھے میری آواز سنی تو نیچے اتر آئے میری ماں سے پوچھا اس کا کیا
حال ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ تہمت والی بات ان کو پہنچ چکی ہے
تو حضرت ابو بکرؓ کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ فرمانے لگے اے
بیٹی! میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ تم اپنے گھر واپس چلی جاؤ
چنانچہ میں واپس آگئی جناب رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف
لائے۔ تو میری خادمہ سے میرے بارے میں دریافت فرمایا۔
اس نے کہا واللہ! میں تو ان پر میں کوئی عیب نہیں جانتی سوائے
اس کے وہ سو جاتی ہے۔ گھر کی بکری آکر اس کا آٹا یا خمیر یا گوندھا
ہوا آٹا کھا جاتی ہے۔ آپؐ کے کسی صحابی نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ
جناب رسول اللہ ﷺ کو سچ سچ بتلاؤ۔ یہاں تک کہ کھلے لفظوں میں
اس سے کہا تو وہ بولی سبحان اللہ! اللہ کی قسم! میں اس کے متعلق
کوئی عیب نہیں جانتی بلکہ جیسے سنار سرخ سونے کی ڈلی کے
متعلق جانتا ہے۔ میں بھی اسی طرح انہیں کھرا سمجھتی ہوں۔ یہ
واقعہ اس شخص کو بھی پہنچا جس کے متعلق تہمت لگائی گئی تھی
وہ بولا سبحان اللہ! اللہ کی قسم میں نے تو آجتک کسی عورت کے

اَجِبْهُ قَالَ فَمَاذَا اَقُوْلُ فَالْتَفَتُّ اِلٰى اُمِّى فَقُلْتُ اَجِيْبِهٖ فَقَالَتْ اَقُوْلُ مَاذَا فَلَمَّا لَمْ يُجِيْبَاهُ تَشَهَّدْتُّ فَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَاَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قُلْتُ اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّىْ لَمْ اَفْعَلْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنِّىْ لَصَادِقَةٌ مَاذَاكَ بِنَافِعِىْ عِنْدَكُمْ لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ بِهٖ وَاُشْرِبَتْهُ قُلُوْبُكُمْ وَاِنْ قُلْتُ اِنِّىْ فَعَلْتُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّىْ لَمْ اَفْعَلْ لَتَقُوْلُنَّ قَدْ بَاءَ تْ اِعْتَرَفَتْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِهَا وَاِنِّىْ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُلِىْ وَلَكُمْ مَثَلًا وَالْتَمَسْتُ اسْمَ يَعْقُوْبَ فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهِ اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ حِيْنَ قَالَ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ وَاُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ سَاعَتِهٖ فَسَكَتْنَا فَرُفِعَ عَنْهُ وَاِنِّىْ لَاَتَبَيَّنُ السُّرُوْرَ فِىْ وَجْهِهٖ يَمْسَحُ جَبِيْنَهٗ وَيَقُوْلُ اَبْشِرِىْ يَا عَائِشَةُؓ فَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَاءَ تَكِ قَالَتْ وَكُنْتُ اَشَدَّ مَا كُنْتُ غَضَبًا فَقَالَ لِىْ اَبَوَاىَ قُوْمِىْ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ وَلَا اَحْمُدُهٗ وَلَا اَحْمَدُ كُمَا وَلٰكِنْ اَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِىْ اَنْزَلَ بَرَاْءَتِىْ لَقَدْ سَمِعْتُمُوْهُ فَمَا اَنْكَرْتُمُوْهُ وَلَا غَيَّرْتُمُوْهُ وَكَانَتْ عَائِشَةُؓ تَقُوْلُ اَمَّا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِدِيْنِهَا فَلَمْ تَقُلْ اِلَّا خَيْرًا وَاَمَّا اُخْتُهَا حَمْنَةُ فَهَلَكَتْ فِيْمَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِىْ يَتَكَلَّمُ فِيْهِ مِسْطَحٌؓ وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْمُنَافِقُ عَبْدُ اللّٰهِ

کپڑے کا کنارہ نہیں کھولا وہ تو حصور تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ شہید فی سبیل اللہ ہو کر قتل کیا گیا۔ کہ اسے صداقت پر شہادت نصیب ہوئی۔ فرماتی ہیں دوسری صبح کو میرے ماں باپ میرے پاس آکر بیٹھے پس وہ ابھی ہلے نہیں تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ جبکہ آپؐ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ پھر اس حال میں میرے پاس تشریف لائے کہ میرے ماں باپ نے میرے دائیں اور بائیں مجھے گھیر رکھا تھا پس آپ نے آتے ہی اللہ تعالے کی حمد و ثنابیان فرمائی پھر امابعد کہہ کر فرمایا اے عائشہؓ اگر تو نے برائی کا ارتکاب کیا ہے یا فرمایا کہ تو نے ظلم کیا ہے۔ تو اللہ تعالے کی طرف توبہ کرو وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت آکر دروازے پر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے کہا کیا آپ کو اس عورت سے شرم نہیں آتی کہ وہ کیا ذکر کرتی پھرے گی بہر حال جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے وعظ و نصیحت فرمائی میں نے اپنے باپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ جواب دیں انہوں نے فرمایا میں کیا کہہ سکتا ہوں پھر امی جان سے میں نے کہا آپ جواب دیں وہ بھی بولیں میں کیا کہوں جب ان دونوں نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اللہ تعالے کی حمد و ثنابیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر امابعد کہہ کر میں نے بولنا شروع کیا۔ واللہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ واللہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اور اللہ گواہ ہے کہ میں سچی ہوں۔ تو تمہارے نزدیک میرا یہ قول مجھے کوئی نفع دینے والا نہیں ہوگا۔ کیونکہ تم خوب چرچا کر چکے ہو۔ اور تمہارے دلوں میں وہ تہمت پلادی گئی ہے کہ وہ اب جم گئی۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ میں نے یہ برا کام

بْنُ اُبَيٍّ وَهُوَ الَّذِيْ كَانَ يَسْتَوْشِيْهِ وَيَجْمَعُهُ وَهُوَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ هُوَ وَحَمْنَةُ قَالَ فَحَلَفَ اَبُوْبَكْرٍ اَنْ لَا يَنْفَعَ مِسْطَحَ بِنَافِعَةٍ اَبَدًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا يَاْتَلِ اُولِي الْفَضْلِ مِنْكُمْ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ يَعْنِيْ اَبَابَكْرٍ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ يَعْنِيْ مَسْطَحَ فِيْ قَوْلِهٖ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ حَتّٰى قَالَ اَبُوْبَكْرٍ بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا اِنَّا لَنُحِبُّ اَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَعَادَ لَهٗ بِمَا كَانَ يَصْنَعُ ....

کیا ہے۔ اور اللہ تعالے جانتا ہے کہ میں نے نہیں کیا تو تم لوگ ضرور کہو گے کہ یہ لوٹ آئی اور اپنے اوپر اس نے گناہ اقرار کر لیا واللہ میری اور تمھاری مثال اور کوئی نہیں اور یعقوب علیہ السلام کا نام لیتی رہی لیکن میں اس کے کہنے پر قادر نہ ہو سکی۔ کہا تو یہ کہا کہ ابویوسف کی مثال ہے جبکہ انہوں نے فرمایا فصبر جمیل۔ اسی گھڑی میں آنحضرت ﷺ پر وحی کا نزول ہونے لگا تو ہم خاموش ہو گئے۔ پس آپؐ سے وہ کیفیت اٹھالی گئی تو میں آپؐ کے چہرہ انور میں خوشی کو واضح دیکھ رہی تھی۔ جبکہ آپؐ پسینہ پونچھتے ہوئے فرمار ہے تھے اے عائشہؓ! خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالے نے تمھاری براءۃ نازل فرمادی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں سخت ناراض تھی۔ کہ میرے والدین نے مجھے کہا کہ شکریہ ادا کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کی طرف اٹھ کر چلی جاؤ۔ میں نے کہا واللہ میں نہ تو آنحضرت ﷺ کے لئے کھڑی ہونگی اور نہ ہی ان کا شکریہ ادا کرونگی۔ اور نہ تم دونوں کا شکریہ ادا کرونگی البتہ میں اس اللہ تعالے کا شکریہ ادا کرونگی جس نے آسمانوں سے میری براءۃ نازل فرمائی تم لوگوں نے تہمت کو سنا تو آپ لوگوں نے اس کا نہ انکار کیا اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی لائے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت زینبؓ بنت جحش انکی دینداری کی وجہ سے اللہ تعالے نے اسے بچالیا۔ اس نے سوائے خیر بھلائی کے اور کوئی کلمہ نہ کہا۔ البتہ اس کی ہمشیرہ حضرت حمنہؓ وہ تباہ ہونے والوں میں تباہ ہو گئی۔ جن لوگوں نے اس تہمت کا چرچا کیا ان میں وہ مسطح۔ حسان بن ثابتؓ اور یہ منافق عبداللہ بن ابی وہ اسے بنا سنوار کر اسی کا چرچا کرتا اور اس کے لئے لوگوں کو جمع کرتا تھا۔ ان میں سے اس تہمت لگانے کا سرغنہ وہی منافق اور حمنہ تھی۔ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی۔ کہ مسطح کو اب کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچائینگے جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا يَاْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ الی اخر آیت اس سے ابوبکر صدیقؓ مراد ہیں جنہوں نے خرچہ نہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اولی القربی والمساکین سے مسطح مراد ہے۔

الی قوله اَلَا يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ حتی کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا واللہ اے ہمارے رب بیشک ہم تو اس کو پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالے ہماری مغفرت کر دے۔ چنانچہ جو سلوک وہ ان کے ساتھ کرتے تھے۔ اس کو ان کے لئے لوٹا دیا۔

باب قوله وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

حديث(٤٤٠٥)قَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ عَنْ عَا ئِشَةَ قَالَتْ يَرْحَمُ اللهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْاُوَ لَ لَمَّانَزَلَ اللهُ وَلْيَضْرِبْنَ شَقَقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهٖ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالے پہلی مہاجرہ عورتوں پر رحم فرمائے جب اللہ تعالے نے ولیضربن بخمرھن نازل فرمائی۔ تو انہوں نے اپنی گرم چادروں کو چیر کر دوپٹے بنالئے جن سے انہوں نے اپنے سینے اور گردنیں ڈھانک لیں۔

حديث (٤٤٠٦)حَدَّثَنَااَبُوْنُعَيْمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُوْلُ لَمَّانَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ اَخَذْنَ اُزُرَهُنَّ فَشَقَقْنَهَا مِنْ قِبَلِ الْحَوَاشِيْ فَاخْتَمَرْ نَ بِهَا......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت و لیضربن بخمرھن نازل ہوئی تو مہاجرات نے اپنی چادروں کو کناروں کی طرف سے چیر لیا اور ان کے خمار بنا کر گردن اور سینہ کو چھپالیا زمانہ جاہلیۃ میں دوپٹے لٹکتے ہوتے تھے جس سے سینہ اور ہار کھلے نظر آتے تھے اب سینہ اور گردن چھپانے کا حکم نازل ہوا۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا مَاتَسْفِيْ بِهِ الرِّيْحُ مَدَّ الظِّلَّ مَابَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ سَاكِنًادَائِمًاعَلَيْهِ دَلِيْلًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ خِلْفَةً مَنْ فَاتَهُ مِنَ الَّيْلِ عَمَلٌ اَدْرَكَهُ بِالنَّهَارِ اَوْفَاتَهُ بِالنَّهَارِ اَدْرَكَهُ بِالَّيْلِ وَقَالَ الْحَسَنُ هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَاشَيْءٌ اَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ اَنْ يَرٰى حَبِيْبَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُبُوْرًا وَيْلًاوَقَالَ غَيْرُهُ السَّعِيْرُ مُذَكَّرٌ وَالتَّسَعُّرُ الْاِضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيْدُ تُمْلٰى عَلَيْهِ تُقْرَأُ عَلَيْهِ مِنْ اَمْلَيْتُ وَ اَمْلَلْتُ الرَّسُّ الْمَعْدِنُ وَجَمْعُهُ رِسَاسٌ مَايَعْبَأُ يُقَالُ مَاعَبَاْتُ بِهِ شَيْأًلَايُعْتَدُّ بِهِ غَرَامًاهَلَاكًاوَقَالَ مُجَاهِدٌ وَعَتَوْا طَغَوْا قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ لَمَاعَاتِيَةٍ عَتَتْ عَنِ الْخُزَّانِ ......

ترجمہ۔ابن عباس کی تفسیر ہے کہ ھباءمنثورا سے وہ ذرے مراد ہیں جنہیں ہوا اڑاتی ہے مدالظل طلوع فجر سے پہلے طلوع الشمس کے درمیان کاوقت۔ساکنا کے معنی ہمیشہ اور دلیل سے طلوع شمس مراد ہے۔خلفۃ جس شخص سے رات کا عمل چوک جائے تووہ اسے دن میں حاصل کرلے۔دن کو فوت ہو تو رات کو حاصل کر لے۔حضرت حسن بصریؒ کی تفسیر ہے۔ ھب لنامن ازواجنا قرۃ اعین یعنی اللہ کی عبادت میں ہماری آنکھ ٹھنڈی کریں کیونکہ مؤمن کے لئے اس سے بڑی آنکھ کی ٹھنڈک کیاہوگی کہ وہ اپنے محبوب کواللہ کی عبادت میں دیکھے ابن عباسؓ فرماتے ہیں ثبور کے معنی ہلاکت کے ہیں۔اور غیر ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔السعیر مذکر ہے۔تسعر اوراضطرام کے معنی سخت دہکانے کے ہیں۔تملی علیہ قراملاء کے معنی پڑھنا یہ املیت او امللت سے ماخوذ ہے۔رس بمعنے کان یہ کنواں تھا یا بستی یا اصحاب الا خدود تھے اس کی جمع رساس آتی ہے مایعبأ کہتے ہیں کہ ماعبات بہ شیأ یعنی میں نے اس کی کوئی

پرواہ نہیں کی۔اس پر کوئی اعتبار نہیں کیا۔ غراما بمعنے ہلاک مجاہد کی تفسیر ہے۔ عتوا سرکشی کرنا۔ ابن عینیہ عاتیہ بریح صرصر عاتیہ۔ میں جو عاتیہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے خازنوں میں سرکشی کی۔ کہ بلا کیل ووزن نکل پڑیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فی طاعۃ اللہ ۱۰۷ ۔ مقصد یہ ہے کہ اس ٹھنڈک سے وہ ٹھنڈک مراد ہے جو طاعت الٰہی کی وجہ سے حاصل ہو۔ پھر ماشئ الخ سے اس پر دلیل قائم کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت حسن بصریؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ ٹھنڈک دنیا کی مراد ہے یا آخرت کی انہوں نے فرمایا دنیا کی کہ بندہ اپنی اولاد اور اہل کو طاعت الٰہی میں مشغول دیکھے۔ چنانچہ جلالین میں ہے۔ تراھم مطیعین لک ۔

باب قَوْلِهِ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ

حدیث (٤٤٠٧) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ. حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُ عَلٰى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا ..... الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ کیا کافر قیامت کے دن چہرے کے بل اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا کیا جو ذات دنیا کے اندر دو پاؤں پر چلانے پر قدرت رکھنے والی ہے۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن اسی کو چہرے کے بل چلائے حضرت قتادہ نے فرمایا کیوں نہیں ہمارے رب کی عزت کی قسم

باب قوله وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ

حدیث (٤٤٠٨) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ سَئَلْتُ اَوْسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللّٰهِ اَكْبَرُ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ ثُمَّ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ ثُمَّ اَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ قَالَ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ تَصْدِيْقًا لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا آنحضرت رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا گناہ بڑا ہے۔ فرمایا کہ تو اللہ تعالےٰ کا شریک بنائے حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا پھر کونسا بڑا ہے فرمایا کہ پھر یہ کہ تو اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کردے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائیگا۔ میں نے پوچھا پھر کونسا ہے۔ فرمایا کہ اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔ تو آپؐ کے قول کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی والذین یدعون ....

حدیث (۴۴۰۹) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى .
اِنَّ سَئَلَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍؓ هَلْ لِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً مُتَعَمِّدً مِنْ تَوْبَةٍ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ لَايَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ فَقَالَ سَعِيْدٌ قَرَأْتُهَا عَلٰى ابْنِ عَبَّاسٍؓ كَمَا قَرَأْتَهَا عَلَيَّ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكِّيَّةٌ اُرَاهُ نَسَخَتْهَا اٰيَةٌ مَدَنِيَّةٌ الَّتِيْ فِيْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ......

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے پوچھا گیا کہ جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو کیا اسکی توبہ ہے تو میں نے ان پر یہ آیت پڑھی۔ والذین لایقتلون تو حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ جس طرح تم نے اس آیت کو مجھ پر پڑھا ہے اسی طرح میں نے بھی حضرت ابن عباسؓ پر پڑھا تھا۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت مکیہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کو مدنی آیت جو سورۃ النسأ میں ہے۔ اس نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔

حدیث (۴۴۱۰) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ...
عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍؓ قَالَ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ فِيْ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ فَرَحَلْتُ فِيْهِ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَزَلَتْ فِيْ اٰخِرِ مَانَزَلَ وَلَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ......

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مؤمن کے قتل کے بارے میں کوفہ والوں کا اختلاف ہوا۔ تو اس بارے میں میں نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف رحلت کی جنہوں نے فرمایا کہ یہ تو آخری آیت اتری ہے اس کو کسی نے نسخ نہیں کیا۔ یہ حکم انکا زجرا اور تغلیظا تھا۔

حدیث (۴۴۱۱) حَدَّثَنَا اٰدَمُ .....عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍؓ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ قَالَ لَاتَوْبَةَ لَهٗ وَعَنْ قَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَلَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ .قَالَ كَانَتْ هٰذِهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.......

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالے کے اس قول کے بارے میں پوچھا۔ فجزاءہ جہنم۔ انہوں نے فرمایا واقعی قاتل مومن کے لئے کوئی توبہ نہیں ہے اور اللہ تعالے کے اس قول کے متعلق پوچھا ولایدعون مع اللہ الھاآخر ۔ تو فرمایا کہ زمانہ جاہلیۃ میں ایسا ہوتا تھا۔

باب يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا

حدیث (۴۴۱۲) حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍؓ ...
قَالَ ابْنُ اَبْزٰى سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا.....وَقَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ لَايَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ حَتّٰى بَلَغَ اِلَّا مَنْ تَابَ فَسَأَلْتُهٗ

ترجمہ۔ حضرت ابن ابزی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالی کے اس قول کے متعلق پوچھا گیا و من یقتل مؤمنا متعمدا۔ اور الذین لایقتلون النفس۔ الذین من تاب تک پہنچے تو ان کے متعلق میں نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل مکہ نے کہا ہم نے تو اللہ کے برابر بھی کر لیا

فَقَالَ لَمَّانَزَلَتْ قَالَ اَهْلُ مَكَّةَفَقَدْ عَدَلْنَابِاللهِ وَقَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِيْ وَاٰتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللهُ اِلَّامَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرًارَّحِيْمًا ..

اور نفس حرام کو بھی قتل کر لیا۔ اور بے حیاؤں کا بھی ارتکاب کیا تو اس پر الامن تاب و آمن ۔ نازل ہوئی کہ توبہ سے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

باب اِلَّامَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

حدیث (۴۴۱۳) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ... اَمَرَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبْزٰى. اَنْ اَسْأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍؓ عَنْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَسَأَلْتُهٗ فَقَالَ لَمْ يَنْسَخْهَاشَيْءٌ وَعَنْ وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ ......

ترجمہ۔ ابن ابزی کے حکم کے مطابق میں نے حضرت ابن عباسؓ سے ان دو آیتوں کے بارے میں دریافت کیا۔ ومن یقتل مؤمنا ۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔ اور۔ ایت الذین لایدعون یہ شرک والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

باب قوله فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا هلكة

حدیث (۴۴۱۴) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ .... عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُاللهِ خَمْسَةٌ قَدْ مَضَيْنَ الدُّخَانُ وَالْقَمَرُ وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا هِلَاكًا ...

ترجمہ۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ یہ پانچوں نشانیاں گذر چکی ہیں۔ دخان۔ شق القمر۔ روم کا غلبہ۔ اور سخت پکڑ اور ہلاکت ۔ فسوف یکون لزاما ای ھلاکا ....

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ دخان سے وہ قحط کا عذاب مراد ہے جو سات سال تک قریش کو پیش آیا۔ اور بطشہ سے بدر کی لڑائی مراد ہے۔ جس میں قریش کی کمر ٹوٹ گئی۔ فسوف یکون لزاما سے بھی وہی بدر میں قریش کی ہلاکت مراد ہے۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَعْبَثُوْنَ تَبْنُوْنَ هَضِيْمٌ يَتَفَتَّتُ اِذَامُسَّ

حضرت مجاہد کی تفسیر ہے کہ تعبثون کے معنی کرنے کے ہیں

12/2

مُسَحَّرِيْنَ الْمَسْحُوْرِيْنَ اللَّيْكَةُ وَالْاَيْكَةُ جَمْعُ اَيْكَةٍ وَهِيَ جَمِيْعُ شَجَرٍ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِظْلَالُ الْعَذَابِ اِيَّاهُمْ مَوْزُوْنَ مَعْلُوْمٍ كَالطَّوْدِ كَالْجَبَلِ لَشِرْذِمَةٌ طَائِفَةٌ قَلِيْلَةٌ فِي السَّاجِدِيْنَ الْمُصَلِّيْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ كَاَنَّكُمْ الرِّيْعُ الْاَيْفَاعُ مِنَ الْاَرْضِ وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَاَرْيَاعٌ وَاحِدُهُ الرَّيْعَةِ مَصَانِعَ كُلُّ بَنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ فَرِهِيْنَ مَرِحِيْنَ فَارِهِيْنَ بِمَعْنَاهُ وَيُقَالُ فَارِهِيْنَ حَاذِقِيْنَ تَعْثَوْا وَهُوَ اَشَدُّ الْفَسَادِ وَعَاثَ يَعِيْثُ عَيْثًا الْجِبِلَّةَ الْخَلْقَ جُبِلَ خُلِقَ وَمِنْهُ جُبُلًا وَجِبِلًا وَجِبْلًا يَعْنِي الْخَلْقَ ....

ھضیم۔ جب چھویا جائے تو ریزہ ریزہ ہو جائے۔ مسحرین۔ جادو شدہ۔ اللیکہ اور ایکہ ایکہ کی جمع ہے درختوں کا جھنڈ۔ یوم الظلہ جس دن عذاب الٰہی نے ان پر سایہ ڈالا تھا موزون کا معنی معلوم ہے۔ کالطود۔ بمعنے پہاڑ۔ شرذمۃ کے معنی تھوڑی جماعت۔ الساجدین سے نمازی مراد ہیں ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کہ لعلکم تخلدون میں لعل بمعنے کان کے ہے۔ الریع زمین کا اونچا ٹیلہ اسکی جمع ریعۃ ارياع آتی ہے۔ اور واحد الریعہ ہے۔ مصانع ہر عمارت مصنعہ ہے۔ فرھین مغرور ہو کر چلنے والے۔ فارھین بھی اسی معنی میں ہے۔ اور کہتے ہیں فارھین کے معنی ماہر کے بھی آتے ہیں۔ تعثوا سخت فساد برپا کرنا۔ عاث۔ یعیث۔ عیثا۔ یعنی اجوف یائی ہے۔ الجبلہ خلق کے معنی میں ہے۔ جبل بمعنے خلق اسی سے جبلا جبلا اور جبلا آتا ہے۔ بمعنے خلق۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آیت کے الفاظ میں تبنون ہے پھر تعبثون کی تفسیر تبنون سے کرنا تحصیل حاصل ہے۔ غالبا سہو ناقلین ہو گیا اصل میں تبنون عبثا یا تبنون ظلما تھا۔ اس کے ساقط ہونے کی وجہ سے اشکال پیدا ہوا۔ اس طرح لفظ موزون بھی آیت میں نہیں ہے تو سہو ناسخ ہو گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ھضیم کی تفسیر یتفتت سے مقصد یہ ہے کہ۔ ھضیم کا اطلاق صلاحیت کی بنا پر ہے۔ یہ نہیں کہ بالفعل ھضیم ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نخل طلعها هضيم۔ میں حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں تازہ اور نرم خوشہ جب ہاتھ لگاؤ تو پھیل جائے جلالین میں ہے ھضیم لطیف مین:

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ الليكه والايكة ۷۰۲ ۔ دونوں طرح سے قرأت ہے۔ اللیکہ بھی دراصل ایکہ ہے۔ لیکن ہمزہ میں تخفیف کر دی گئی۔ اور معرف باللام کا اطلاق جمع پر اس لئے ہوتا ہے کہ الف ولام عہد کا ہے اور معہود وہ درخت ہیں جہاں وہ لوگ سکونت رکھتے تھے۔ یا لام استغراق ہے کہ وہ تمام درخت اپنے اجتماع اور آپس میں لپٹ جانے کی وجہ سے گویا کہ وہی درخت ہیں اور کوئی چیز نہیں ہے وھی جمیع شجر۔ یہ مفرد کا ترجمہ ہے۔ جمیع کا نہیں۔ بلکہ جمیع کا معنی مجموع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ شیخ گنگوہیؒ کی طرف سے امام بخاریؒ کے کلام کی بہترین توجیہ ہے ورنہ شراح نے امام بخاری کے کلام کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ مولانا محمد حسن مکی کی تقریر میں ہے کہ قوله جمع ايكة او جماعة اشجار. تو ایکہ کے معنے مطلق اشجار کے ہونگے اور جمع بمعنے جماعت کے ہوگا۔ ظاہر یہی ہے کہ الليحه اور الایکہ دونوں معروف بلام الاستغراق ہیں۔ جو ایکہ نکرہ کی جمع ہے۔ باعتبار معنی کے اگرچہ یہ معنی یہاں مراد نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب الایکہ تو ان کا لقب مشہور تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ واحد الریعۃ اس میں واحد کی اضافۃ ریعہ کی طرف سے ہے۔ تو اس صورت میں ریعہ کی یا متحرک ہوگی۔ تو اس سے پہلے جو اتبنون بکل ریع ہے تو یہ اس کا بیان ہوگا۔ البتہ اس صورت میں تکرار لازم آئیگا۔ تو ممکن ہے کہ اضافہ ہو۔ لیکن ریعہ کی یا یا ساکنہ ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ واحد اور ریعہ دونوں کے درمیان ہا ضمیر واقع نہ ہو اگر ان دونوں کے درمیان ضمیر حائل ہو تو پھر عبارت یوں ہوگی۔ واحد ہ الریعۃ۔ تو اس وقت ریعہ بسکون الیا ہونا لازم ہے۔ تو اب اس سے مراد ریعہ اور ریع کے درمیان فرق بیان کرنا مقصود ہوگا۔ کہ الریع اسم جنس ہے۔ اور ریعہ واحد ہے۔ تو وحدت پر نص ہوگی۔ کیونکہ تاء وحدت کی لاحق ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میرے نزدیک کرمانی کے نسخہ میں ہے۔ ارياع واحد الريعه اور ہندی نسخہ میں ہے ارياع واحد الريعة ضمیر کے ساتھ۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں الريع المكان المرتفع۔ اونچی جگہ جو دور سے نظر آئے۔ والواحدة ريعة جلالین میں ہے ريع مكان مرتفع اور جمل میں ہے۔ الريع بكسر الرأو فتحها جمع ريعة جس کے لغت میں معنی ہیں المكان المرتفع .....

باب قوله وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ

حديث (٤٤١٥) قَالَ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ رَاٰى اَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب کہ بیشک ابراھیمؑ قیامت کے دن اپنے باپ کو دھوئیں گے کہ ان پر غبار ہے اور دھوئیں کی طرح سیاہی ہے۔

حديث (٤٤١٦) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ اَنْ لَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ.........

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہ ابراھیمؑ کی اپنے باپ سے ملاقات ہوگی۔ تو وہ فرمائیں گے کہ اے میرے رب! آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو آپ مجھے رسوا نہیں کریں گے۔ اس سے بڑی رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ جہنم میں اس حال کے اندر ہو

تو اللہ تعالے فرمائیں گے کہ میں نے کافروں پر جنت کو حرام کیا ہے۔ وہ اس میں داخل نہیں ہونگے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ وَلَا تُخْزِنِیْ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آیات مختلف نازل ہوئی ہیں۔ جب باپ نے وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۔ کہا تو آپ نے فرمایا۔ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ۔ اور سَلَامٌ عَلَيْكَ ۔ کے الفاظ ہیں پھر ابراہیمؑ کی دعا ہے۔ وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۔ اور یہ بھی فرمایا وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ۔ لیکن سورۃ توبہ میں ہے۔ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ کہ مشرک ماں باپ کے لئے مغفرت کی دعا مت کرو۔ تو لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ کیا۔ تو اس کے جواب میں فرمایا گیا وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِیَّاهُ کہ ابراہیمؑ کی دعا تو ایک وعدہ پر مبنی تھی۔ جب باپ کا شرک اور دشمن الہی ہونا واضح ہو گیا تو تبرء منه .. کہ اس سے بری اور بیزار ہو گئے۔ یہاں بھی روایت مختصر ہے۔ دوسری جگہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ روز قیامت جب ابراہیمؑ کا اصرار بڑھیگا تو انہیں حکم ہوگا کہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھو تو یک بارگی دیکھنے سے انہیں جو کا چہ نظر آئیگا۔ جس پر ابراہیمؑ نفرت کا اظہار کریں گے۔ اور یہ مسخ حسب الاعمال ہوگا۔ اس سے پہلے وہ جبتک انسانی صورت میں تھا۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے حسب وعدہ ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ پھر بیزار ہو گئے۔

باب قوله وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ اَیْ مِنْ جَنَاحِكَ

حدیث (۴۴۱۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ .. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ صعد النبی ﷺ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ یُنَادِیْ یَا بَنِیْ فِهْرٍ یَا بَنِیْ عَدِیٍّ لِبُطُوْنِ قُرَیْشٍ حَتّٰی اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یَّخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا لِیَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَآءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَّقُرَیْشٌ فَقَالَ اَرَاَیْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَیْلًا بِالْوَادِیْ تُرِیْدُ اَنْ تُغِیْرَ عَلَیْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْكَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب کہ آیت وانذر ۔ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ تو آپ نبی اکرم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارنے لگے۔ او بنو فھر او بنی عدی یہ قریش کے قبائل جب اکٹھے ہو گئے اس صورت میں کہ اگر کوئی آدمی خود نہیں آسکتا تھا تو اپنا نمائندہ بھیجا تاکہ دیکھے کہ کیا ہے پس ابولہب اور قریش کے لوگ آئے جس پر آپؐ نے فرمایا مجھے بتلاؤ اگر میں تمھیں خبر دوں کہ وادی میں دشمن کا گھوڑ سوار لشکر ہے جو تم پر لوٹ مچانا چاہتا ہے تو کیا تم لوگ مجھے سچا قرار دو گے سب نے کہا ہاں ہم نے آپؐ پر سوائے سچائی کے اور کسی چیز کا تجربہ نہیں کیا تو فرمایا میں تمھیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمھیں ڈرانے والا ہوں۔ جس پر ابولہب بولا! کہ ساری زندگی آپ کیلئے ہلاکت ہو کہ نقل کفر کفر نہ باشد کیا تم نے اسی کے لئے جمع کیا تھا جس پر آیت۔

تَبَّتْ یَدَآاَبِیْ لَھَبٍ ... نازل ہوئی۔ کہ ابولھب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں اور وہ خود بھی ہلاک ہو۔

حدیث (۴۴۱۸) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ حِیْنَ اَنْزَلَ اللہُ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ قَالَ یَامَعْشَرَ قُرَیْشٍ اَوْ کَلِمَۃً نَحْوَھَا اشْتَرُوْا اَنْفُسَکُمْ لَااُغْنِی عَنْکُمْ مِنَ اللہِ شَیْئًا یَابَنِیْ عَبْدِالْمَنَافِ لَااُغْنِیْ عَنْکُم مِنَ اللہِ شَیْئًا یَاعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَااُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللہِ شَیْئًا وَیَا صَفِیَّۃُ عَمَّۃَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ لَااُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللہِ شَیْئًا وَیَافَاطِمَۃُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ ﷺ سَلِیْنِیْ مَاشِئْتَ مِنْ مَالِیْ لَااُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللہِ شَیْئًا تَابَعَہٗ اَصْبَغُ ......

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۔ نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر فرمانے لگے اے قریش کی جماعت یا اسطرح کا کوئی اور کلمہ فرمایا۔ کہ اپنے آپ کو طاعت کے ذریعہ عذاب الٰہی سے خرید کر لو۔ کیونکہ میں تمھارے لئے اللہ کے عذاب سے کچھ بھی کام نہیں آسکوں گا اے بنو عبد مناف میں تمھارے کچھ کام نہیں آؤنگا۔ اے عباس بن عبد المطلب چچا جان! میں تمھارے کچھ کام نہیں آسکونگا۔ اے بی بی صفیہ جناب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں تمھارے کچھ کام نہیں آؤنگا اے فاطمہ، محمد ﷺ کی بیٹی! جو کچھ میرے مال میں سے چاہے تو میرے سے مانگ لے لیکن اللہ کے عذاب سے میں تمھارے لئے کام نہیں آؤنگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اگر یہاں اشکال ہو۔ کہ آنحضرت ﷺ حضرت عباسؓ۔ بی بی صفیہ اور بی بی فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا کہ لااغنی عنکم من اللہ شیئا۔ کہ میں تمھارے کچھ کام نہیں آؤنگا حالانکہ آپؐ کی شفاعت عامہ اور خاصہ حق ہے۔ اس میں گناہوں کی معافی اور عذاب کا دفع ہونا بھی ہے تو پھر لااغنی کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ تو ایک جواب تو اس کا یہ ہے کہ ابھی تک آپ کو اپنی شفاعت کبری وصغری کا علم نہیں تھا۔ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شفیع چھڑا نہیں سکتا اس کا کام تو صرف التجا کرنا ہے۔ اگر قبول ہوجائے تو فبھا ونعمت۔ ورنہ جبر نہیں کرسکتا۔ تو آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ میں چھڑا تو نہیں سکتا۔ شفاعت کرونگا وہ اس کے مخالف نہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آپؐ کی شفاعت اور اس طرح دوسرے اولیا اور صلحا کی شفاعت بغیر اذن اللہ نہیں ہوگی۔ تو آپؐ فرمارہے ہیں کہ میں خود ذاتی طور پر کچھ نہیں کرسکتا۔ باری تعالے کا شفاعت کی اجازت دینا اس کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ اسے چھوڑانا چاہتے ہیں۔ تو یہ بھی شفاعت کے خلاف نہ ہوگا۔ بلکہ باذن اللہ کی قید سے مقید ہے۔ تو لَااُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللہِ شَیْئًا بِغَیْرِ اِذْنِ اللہِ ۔

سُوْرَۃُ النَّمْلُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْخَبَا مَاخَبَاْتَ لَاقِبَلَ لَھُمْ لَاطَاقَۃَ لَھُمْ الصَّرْحُ کُلُّ مِلَاطٍ اتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِیْرِ وَالصَّرْحُ الْقَصْرُ وَجَمَاعَتُہٗ صُرُوْحٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ سَرِیْرٌ کَرِیْمٌ حُسْنُ الصَّنْعَۃِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ مُسْلِمِیْنَ طَائِعِیْنَ رَدِفَ اقْتَرَبَ جَامِدَۃً قَائِمَۃً اَوْزِعْنِیْ اجْعَلْنِیْ وَقَالَ مُجَاھِدٌ نَکِّرُوْا غَیِّرُوْا وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ یَقُوْلُہٗ سُلَیْمَانُ وَالصَّرْحُ بِرْکَۃُ مَاءٍ ضَرَبَ عَلَیْھَا سُلَیْمَانُ قَوَارِیْرَ اَلْبَسَھَا اِیَّاہُ ...

ترجمہ۔ خبا وہ چیز جسے تو چھپالے۔ لا قبل۔ بمعنے طاقت۔ الصرح ہر وہ چنائی جو شیشہ سے بنائی جائے۔ یعنی بنیادیں شیشہ کی ہوں۔ اور الصرح محل کو بھی کہتے ہیں جس کی جمع صروح آتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ عرش عظیم وہ شرافت والا تخت مراد ہے۔ جس کی بناوٹ بھی بہتر ہو اور اسکی قیمت بھی گراں ہو۔ مسلمین کے معنی فرمانبردار ہو کر۔ ردف بمعنے قریب ہونا۔ جَامِدَۃً اَلْجِبَالِ تَحْسَبُھَا جَامِدَۃً اَیْ قَائِمَۃً۔ اوزعنی۔ مجھے ایسی توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکریہ ادا کروں۔ مجاہدؒ کی تفسیر ہے نکروا اسے تبدیل کردو۔ اوتینا العلم یہ حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں۔ الصرح پانی کا وہ حوض جس پر حضرت سلیمانؑ نے شیشہ جڑ دیا تھا۔ یعنی شیشہ سے اسے ڈھانپ لیا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ صرح بمعنے بلاط وہ گارا جس کو شیشے کے ٹکڑوں کے ساتھ ستونوں میں بنایا گیا ہو بلقیس کے تخت کو وادی سبا سے فلسطین میں منگوایا گیا۔ اس سے بلقیس کو نصیحت کرنا مقصود تھا۔ کہ جیسا تیرا تخت تیرا مظہر تھا ایسے شمس یعنی سورج مظہر ایزدی ہے۔ اس تخت کو ہم نے منگوالیا۔ لھذا الشمس جو مظہر ہے اسکی عبادت مت کرو۔ اصل کی عبادت کرو۔ برکۃ بمعنے حوض یہ سمجھانے کا دوسرا طریقہ تھا۔ کہ صرح پنڈلی کھولنے کا محل نہیں ہے بلکہ وہ تو حوض کے پانی کا مظہر ہے۔ پانی میں کشف ساق ہونا چاہئے۔ مظہر یعنی محل سے وہ معاملہ نہ کرنا چاہئے جو ذات سے کیا جاتا ہے اب اس کو سمجھ آیا کہ شمس تو صفات باری کا مظہر ہے اس کے ساتھ باری تعالے کا معاملہ نہ کیا جائے یہ توجیہ صاحب نورالانوار کی توجیہ کے مخالف ہے۔ کہ بلقیس جنات کی ملکہ تھی۔ حضرت سلیمانؑ کے پاس اسم اعظم کا اثر تھا۔ جو غیر جنس کے پاس تھا جنات نے سلیمانؑ کو نفرت دلانے کے لئے کہا کہ بلقیس کی تو پنڈلیاں خراب ہیں تو پنڈلیاں دیکھنے کے لئے انہوں نے بلقیس کو اس محل سے گذارا۔ لیکن یہ توجیہ غلط ہے۔ ظاہر آیت اس کا ابا کرتا ہے بلکہ حضرت سلیمانؑ اس کو سمجھانا چاہتے تھے۔ اس کے عقل کے

فتور اور پنڈلیوں کے بالوں کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ مسلمین ۷۰۲ ۔ ۲۴ ۔ مسلمین کی تفسیر طائعین سے کرنے کی غرض یہ ہے کہ یہ لازم نہ آئے کہ ملکہ بلقیس کو اولاً اسلام لانے پر مجبور کیا گیا۔ بایں ہمہ حکم یہ تھا کہ اگر وہ جزیہ ادا کریں تو ان سے قبول کر لیا جائے۔ تو اسلام کی تفسیر انقیاد سے اس لئے کی گئی تاکہ دونوں احکام کو شامل ہو جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ نے بھی ابن عباسؓ سے یہی نقل کیا ہے۔ کہ مسلمین ای منا قدین لامر سلیمان علیه السلام ۔ اور ابن جریج نے مقرین بدین الاسلام ۔ سے تفسیر کی ہے لیکن طبری نے پہلی تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ جلالین میں ہے مناقدین یعنی میں اس سے پہلے تو حربی ہونے کی وجہ سے اس کے مال کو لے سکتا ہوں۔ مسلمان ہونے کے بعد یہ اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام تو ان کے مال کی حفاظت کا حکم دیتا ہے۔ اوتینا العلم ۷۰۲ ۔ ۲۵ ۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ مفسرین حضرات کے قول کے مطابق بظاہر یہ حضرت سلیمانؑ کا مقولہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر اسے بلقیس کا مقولہ قرار دیا جائے۔ تو پھر یہ تفسیر اوتینا من کل شیٔ ۔ پر مبنی ہوگی۔ جس میں تفسیر پر اکتفا ہوا مفسر کا ذکر نہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ صاحب جمل فرماتے ہیں کہ اوتینا العلم ۔ میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ بلقیس کا مقولہ ہو۔ تو پھر قبلھا کی ضمیر معجزہ کی طرف راجع ہوگی۔ جس پر سیاق دلالت کرتا ہے۔ اس وقت معنی ہونگے کہ ہمیں سلیمانؑ کی نبوت کا علم اس معجزہ کے ظاہر ہونے سے پہلے دے دیا گیا۔ کیونکہ قبل ازیں اس نے ہدہد کا معاملہ دیکھا تھا۔ اور ہدیہ کے رد ہونے سے بھی معلوم ہوا کہ یہ نبی ہے کوئی دنیاوی بادشاہ نہیں ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ۔ حضرت سلیمانؑ کا کلام ہو۔ تو اس صورت میں قبلھا کی ضمیر بلقیس کی طرف راجع ہوگی۔ تو معنی آیت کے یہ ہونگے کہ حضرت سلیمانؑ اور ان کے اتباع نے جب اس کا قول کانہ هو سنا تو کہنے لگے کہ اس نے جواب ٹھیک دیا۔ اللہ تعالے کی قدرت کو جان لیا اور حضرت سلیمانؑ کی نبوت کی صحت کا ان امور سے اس کو یقین ہو گیا۔ تو اس کا ہمیں پہلے سے علم ہو گیا واوتینا من کل شیٔ ۔ ظاہر یہ ہوا کہ اوتینا من کل شیٔ یہ مقولہ حضرت سلیمانؑ کا ہے۔ اور اوتیت من کل شیٔ یہ مقولہ بلقیس کا ہے میرے عزیز مولوی محمد یونسؒ نے مراد شیخ گنگوہیؒ کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ کا قول ہے اوتینا العلم یقوله سلیمانؑ۔ اس پر دو احتمال ہیں۔ مقولہ سلیمانؑ کا ہو جیسا کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ بلقیس کا مقولہ ہو۔ تو اس صورت میں بھی قول سلیمانؑ کی طرف راجع کیا جا سکتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اوتینا من کل شیٔ جو اوتینا العلم کا مفسر ہے۔ اس میں صرف تفسیر پر اکتفا کیا کہ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ لِقَوْلِهٖ سُلَيْمَانَ ۔ لیکن مفسر نے واوتینا من کل شیٔ کا ذکر نہ کیا۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يُقَالُ اِلَّاوَجْهَهٗ اِلَّامُلْكَهٗ وَيُقَالُ اِلَّامَااُرِيْدُ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَاءُ اَلْحُجَجُ.....

ترجمہ۔ کہاجاتا ہے کہ اِلَّاوَجْهَهٗ بمعنے مملکہ کے ہے اور یہ بھی کہاجاتا ہے الا کہ اس سے اللہ تعالے کی رضا نہیں چاہی گئی اور مجاہد نے الابنا کی تفسیر حجج اور دلائل سے کی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جو لوگ شئ کا اطلاق باری تعالی پر جائز کہتے ہیں ان کے نزدیک الاوجہ کے معنی ملکہ وجلالہ وذاتہ کے کرتے ہیں اس صورت میں استثنا متصل ہو گا۔ اور جن لوگوں کے نزدیک شئ کا اطلاق باری تعالے پر ممنوع ہے ان کے نزدیک الاوجہ کی تفسیر یہ ہوگی کہ اس میں اللہ تعالے کی ذات مطلوب نہیں ہے۔ معنی ہونگے کہ اللہ تعالے ہلاک نہیں ہونگے تو استثنا منقطع ہو گا

باب قوله اِنَّكَ لَاتَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

حدیث (۴۴۱۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّاحَضَرَتْ اَبَاطَالِبِ الْوَفَاةُجَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ اَبَاجَهْلٍ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَقَالَ اَيْ عَمِّ قُلْ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ بِهَا عِنْدَاللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيْدَ اِنِهٖ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ اٰخِرُ مَاكَلَّمَهُمْ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰى اَنْ يَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ

ترجمہ۔ حضرت میسبؓ فرماتے ہیں جب ابو طالب کی وفات کاوقت آیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ اسکے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ بیٹھے ہوئے ہیں فرمایا اے چچاجان! آپ کلمہ لاالہ الااللہ پڑھ لیں تاکہ میں اس کلمۂ توحید کی وجہ سے تیرے لئے اللہ تعالے کے پاس جھگڑ سکوں جس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ کیا آپ ملت عبدالمطلب سے پھر کر بے رغبتی کر رہے ہیں۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ برابر یہ کلمہ اس پر پیش کرتے رہے۔ اور وہ دونوں اپنی وہی گفتگو دہراتے رہے۔ یہانتک کہ ابو طالب نے جو آخری کلمہ بولا وہ یہی تھا کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَاللهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ اُنْهَ عَنْكَ فَاَنْزَلَ اللهُ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَاَنْزَلَ اللهُ فِيْ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِنَّكَ لَاتَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ.......

اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ میں اس وقت تک تیرے لئے مغفرت طلب کرتا رہونگا جبتک کہ مجھے تجھ سے روکا نہیں جاتا۔ جس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ترجمہ۔ نبی اور مؤمنوں کے لئے لائق نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت طلب کریں۔ اور ابو طالب کے بارے میں اللہ تعالے نے آیت نازل فرمائی جس میں جناب رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا ترجمہ آیت کہ جس شخص کو آپ پسند کریں اسے آپ ہدایت نہیں دے سکتے۔ لیکن اللہ تعالے جسے چاہے ہدایت دے دے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُوْلِي الْقُوَّةِ لَايَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ لَتَنُوْءُ لَتُثْقِلُ فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰى الْفَرِحِيْنَ الْمَرِحِيْنَ قُصِّيْهِ اتَّبِعِيْ اَثَرَهٗ وَقَدْ يَكُوْنُ اَنْ يَّقُصَّ الْكَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ عَنْ جُنُبٍ عَنْ بُعْدٍ وَعَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ وَعَنِ اجْتِنَابٍ اَيْضًا نَبْطِشُ وَنَبْطُشُ يَأْتَمِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ الْعُدْوَانُ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّيْ وَاحِدٌ اٰنَسَ اَبْصَرَ الْجَذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ وَالشِّهَابُ فِيْهِ لَهَبٌ وَالْحَيَّاتُ اَجْنَاسٌ الْجَانُّ وَالْاَفَاعِيْ وَالْاَسَاوِدُ رِدْءًا مُعِيْنًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَدِّقُنِيْ وَقَالَ غَيْرُهٗ سَنَشُدُّ سَنُعِيْنُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا مَقْبُوْحِيْنَ مُهْلَكِيْنَ وَصَّلْنَا بَيَّنَّاهُ وَاَتْمَمْنَاهُ يُجْبٰى يُجْلَبُ بَطِرَتْ اَشِرَتْ فِيْ اُمِّهَا رَسُوْلًا اُمُّ الْقُرٰى مَكَّةُ وَمَا حَوْلَهَا تُكِنُّ تُخْفِيْ اَكْنَنْتُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے اولی القوۃ کہ مردوں کی ایک جماعت ان چابیوں کو نہیں اٹھا سکتی۔ لتنوء۔ بوجھل ہونا فارغا حضرت موسیٰ کی یاد سے فارغ ہو گئی۔ ولفرحین۔ اکڑ اکڑ کر چلنے والے۔ قصیہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جاؤ۔ اور کبھی کلام کو بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے نحن نقص علیک میں ہے۔ عن جنب دور کے معنی میں اور جنابۃ سے بھی آتا ہے۔ ایک ہی معنی ہیں کہ پاکی سے دور ہو گیا۔ اور اجتناب بھی اسی سے آتا ہے کہ پرہیز کر گیا۔ دور ہو گیا۔ نبطش از ضرب اور نبطش از باب نصر گرفت کرنے کے معنی ہیں۔ یأتمرون مشورہ کرتے ہیں۔ عدوان عداء اور تعدی ایک ہیں زیادتی کرنا۔ جذوۃ لکڑی کا وہ سخت ٹکڑا جس پر شعلہ والی آگ نہ ہو۔ اور جس میں شعلہ ہو وہ شھاب ہے۔ الحیات سانپوں کی کئی قسمیں ہیں۔ الجان پتلا تیز رفتار۔ افاعی اژدھا۔ الاساود کالے رنگ کا سانپ ردء مدد کرنے والا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو میری تصدیق کرے۔ اور غیر ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ سنشد ک میں عنقریب تمھاری مدد کرونگا۔ جب تم نے کسی شے کو غلبہ دے دیا

الشَّیْءَ اَخْفَیْتُهٗ وَ کَنَنْتُهٗ اَخْفَیْتُهٗ وَاَظْهَرْتُهٗ وَیْکَاَنَّ اللّٰهَ مِثْلُ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ یُوَسِّعُ عَلَیْهِ وَیُضَیِّقُ عَلَیْهِ........

توتم اس کے لئے بازو بن گئے۔ مقبوحین ہلاک ہونے والے وصلنا ہم نے اس کو بیان کیا اور اسے پورا مکمل کر دیا۔ یجبی۔ کھینچے گئے۔ بطرت خراب ہونا۔ فی امھار سولا ام القری مکہ اور اس کے ارد گرد کو کہتے ہیں۔ تکن چھپانا باب افعال سے اکتنان کے معنی چھپانے کے ہیں۔ اور ثلاثی مجرد میں جب کنت تو آئے تو اس کے معنی چھپانا اور ظاہر کرنا دونو کے آتے ہیں۔ ویکأن اللہ یہ الم تر کی طرح ہے۔ یبسط ویقدر فراخ کرتا ہے۔ اور تنگ کرتا ہے۔ ردأ یصدقنی۔ شیخ گنگوہی ؒ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ کہ رداً کے معنی معین کے۔ ہیں اور یصدقنی۔ سے مدد طلب کرنے کی غرض بتلائی ہے۔ وہ میری تصدیق کرکے مدد کرے۔ تو گویا رداً عونا تو لفظ کا ترجمہ ہوا۔ اور یصدقنی۔ تفسیر ہوگئی۔ تو تکرار لازم نہ آیا۔ عینی ؒ اور قسطلانی ؒ نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

باب قوله تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ

حدیث (۴۴۲۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَقَاتِلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ لَرَادُّكَ اِلٰی مَعَادٍ قَالَ اِلٰی مَكَّةَ ....

ترجمہ۔ کہ مکہ کی طرف لوٹانے والے ہیں۔

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ مُجَاهِدٌ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ضَلَلَةً گمراہ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ ....

ترجمہ۔ مبصرین کے معنی دیکھنے والے لیکن مستبصرین سے گمراہ لوگ مراد ہیں جو اپنے آپ کو اھل بصیرت سمجھتے تھے۔ جیسے عاد اور ثمود کی قوم تھی۔ اِنَّمَا هِیَ بِمَنْزِلَةِ فَلَیَمِیْزَ اللّٰهُ كَقَوْلِهٖ لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ۔ یعنی لیعلم سے حدوث علم نہیں بلکہ علم اللہ ذلک علم قدیم کے معنی میں ہے۔ یہ لیمیز اللہ کی طرح ہے کہ جو بات علم ازلی میں آگئی وہ ممتاز ہوگئی۔ اثقالا مع اثقالھم بوجھ کے معنی ہیں۔

الم غلبت الروم۔ فلایربوا ۔ یعنی جس شخص نے اس لئے دیا کہ وہ اس سے افضل چاہتا ہے تو اس کے لئے ثواب نہیں ہوگا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ام القریٰ کا اطلاق دراصل اس بڑی آبادی پر ہوتا ہے جو چھوٹی چھوٹی بستیوں کے درمیان واقع ہو۔ لیکن مکہ مکرمہ جب ارد گرد کی آبادیوں میں سے ایک بڑی آبادی تھی۔ تو اب اس پر ہی ام القریٰ کا استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ قرآن مجید

میں اسی صفت کے ساتھ واقع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔مکہ معظمہ کو ام القریٰ اس لئے بھی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اسی کی زمین پھیلائی گئی۔ اور ابن جریج فرماتے ہیں کہ ام القریٰ مکہ کو اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ درمیان زمین کے واقع ہے۔ اور صاحب جلالین اور صاحب جمل فرماتے ہیں۔ فی امها سے مراد اعظمها ہے۔ کیونکہ عادت اللہ یہی ہے کہ ہمیشہ رسولوں کو شہروں میں بھیجا گیا۔ کیونکہ ان کے بسنے والے عموماً عقلمند سمجھدار اور شریف ہوتے ہیں۔ اور اشراف لوگ عموماً شہروں میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں لتنذر ام القریٰ ومن حولها مراد ہوا ہے۔ ویلك ان الله ان دونوں کو الگ الگ لکھا تاکہ اس لفظ میں اور اس کی تفسیر میں مطابقت ہو جائے۔ جیسے الم تران الله میں دونوں لفظ الگ الگ ہیں۔ تو ویک الگ کلمہ ہوا اور ان اللہ دوسرا کلمہ ہوا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔علم الله ۔یعنی دلالہ علے الاستقبال مراد نہیں ہے۔ بلکہ علم ازلی قدیم ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ کا مقصد یہ ہے کہ ظاہرا صیغہ مضارع سے زمان استقبال معلوم ہوتا ہے۔ لیکن وہ یہاں مراد نہیں ہے۔ اس لئے صاحب جلالین نے اس کے معنی علم مشاہدہ کے کئے ہیں۔ اور صاحب جمل نے کہا علم مشاہدہ اور علم ظہور تاکہ تجدد علم اللہ تعالے لازم نہ آئے۔ اور اسی کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے۔ هی بمنزلة لیمیز الله الخبیث ۔ تو لیعلم لیمیز کے معنی میں ہوگا کیونکہ علم اور تمیز میں ملازمت ہے۔ اور الم غلبت الروم میں مجاہد کی تفسیر ہے۔ یحبرون یعنی ینعمون ۔عیش و عشرت کرتے ہیں۔ فلانفسهم یمهدو ۔یعنی اپنے بستروں کو برابر کرتے ہیں۔ الودق کے معنی بارش کے ہیں۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ هل لكم مما ملكت ایمانكم۔ یعنی تم ڈرتے ہو کہ کہیں تمھارے مملوک تمھارے وارث نہ بن جائیں جیسے تم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہو۔ یصدعون متفرق ہوتے ہیں۔ فاصدع بھی اسی سے ہے۔ اور غیر ابن عباسؓ نے کہا ضعف بضم الضاد و بفتحها دونوں لغت ہیں۔ اور مجاہد کی تفسیر ہے کہ ۔السوئی برا کرنا جو برائی کرنے والوں کی سزا ہے۔

حدیث (۴۴۲۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ .. عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ فِيْ كِنْدَةَ فَقَالَ يَجِيْءُ دُخَانٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ بِاَسْمَاعِ الْمُنَافِقِيْنَ وَاَبْصَارِهِمْ وَيَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَفَزِعْنَا فَاَتَيْتَ ابْنَ مَسْعُوْدٍؓ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَغَضِبَ فَجَلَسَ فَقَالَ مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ

ترجمہ۔ حضرت مسروق تابعی فرماتے ہیں۔ کہ محلہ کندہ میں ایک آدمی حدیث بیان کر رہا تھا۔ کہنے لگا قیامت کے دن کے قریب دھواں آئیگا جو منافقین کے کان اور انکی آنکھوں کو پکڑ لے گا۔ اور مومن کو زکام کی طرح پکڑیگا۔ پس ہم اس سے گھبرا گئے تو میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس پہنچا جو تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ تو اس واقعہ سے ناراض ہو کر سیدھے بیٹھ گئے فرمانے لگے جو شخص علم رکھتا ہو وہ تو کہے۔ اور جو علم نہیں رکھتا

فَلْیَقُلِ اللہُ اَعْلَمُ فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ یَّقُوْلَ لِمَا لَا یَعْلَمُ لَا اَعْلَمُ فَاِنَّ اللہَ قَالَ لِنَبِیِّہٖ قُلْ مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ وَاِنَّ قُرَیْشًا اَبْطَؤُا عَنِ الْاِسْلَامِ فَدَعَا عَلَیْھِمُ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلَیْھِمْ بِسَبْعٍ کَسَبْعِ یُوْسُفَ فَاَخَذَتْھُمْ سَنَۃٌ حَتّٰی ھَلَکُوْا فِیْھَا وَاَکَلُوْا الْمَیْتَۃَ وَالْعِظَامَ وَیَرَی الرَّجُلُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کَھَیْئَۃِ الدُّخَانِ فَجَآءَہٗ اَبُوْ سُفْیَانَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَاْمُرُ بِصِلَۃِ الرَّحِمِ وَاِنَّ قَوْمَکَ قَدْ ھَلَکُوْا فَادْعُ اللہَ فَقَرَءَ فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ اِلٰی قَوْلِہٖ عَآئِدُوْنَ فَیُکْشَفُ عَنْھُمْ عَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اِذَا جَآءَ ثُمَّ عَادُوْا اِلٰی کُفْرِھِمْ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَۃَ الْکُبْرٰی یَوْمَ بَدْرٍ وَلِزَامًا یَوْمَ بَدْرٍ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ اِلٰی سَیَغْلِبُوْنَ وَالرُّوْمُ قَدْ مَضٰی ......

وہ کہے کہ اللہ بہتر جاننے والا ہے اور یہ بھی علم ہے کہ انسان جو چیز نہیں جانتا اس کے متعلق کہدے کہ میں نہیں جانتا۔ کیونکہ اللہ تعالے اپنے نبی سے فرماتے ہیں۔ فرماد یجئے میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ اور نہ ہی تکلف کرنے والوں میں سے ہوں واقعہ یہ ہے کہ قریش نے جب اسلام لانے سے گریز کیا تو آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے ان کو بد دعا دی اے اللہ انکے خلاف میری امداد سات سال کے قحط سے کر دے جیسے کہ قحط سات سال کا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ تو انکو قحط سالی نے آگھیرا یہانتک کہ اس میں بہت سے ہلاک ہو گئے اور کچھ مردار اور ہڈیاں کھانے لگے۔ اور آدمی آسمان اور زمین کے درمیان دھواں دیکھتا تھا۔ ابو سفیان نے آنحضرت ﷺ کے پاس آکر کہا۔ اے محمد ﷺ! آپ تو صلہ رحمی کا حکم دینے کے لئے آئے ہیں۔ آپ کی قوم مر رہی ہے اللہ تعالے سے ان کے لئے دعا کیجئے۔ تو پھر انہوں نے اس آیت کو پڑھا۔ فارتقب یوم تأتی السمأ بدخان مبین ۔ عائدون تک پڑھا۔ تو یہ عذاب آخرۃ ان سے دور کر دیا گیا۔ جبکہ وہ آگیا تھا۔ پھر وہ کفر کی طرف لوٹ گئے۔ تو یہ مطلب اللہ کے قول کا ہے۔ کہ ہم نے ان کو بڑی گرفت میں لیا وہ بدر کی لڑائی ہے۔ لزاما سے بھی بدر کی لڑائی مراد ہے۔ اور الم غلبت الروم ۔ اور الروم بھی گذر چکا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ کان متکنا فغضب وجلس ۷۰۳ ۔ ۲۱ ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے قصہ گو واعظ پر نکیر اس لئے کیا کہ آیت کی تفسیر میں جس دخان کا ذکر ہے۔ وہ دخان نہیں جو روایت میں ہے۔ اگرچہ فی نفسہ واقعہ روایت صحیح ہے۔ مگر آیت کی تفسیر میں اس کا ذکر صحیح نہیں ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ روایت سرے سے ابن مسعودؓ کو پہنچی نہیں تھی۔ اسلئے انہوں نے انکار کر دیا لیکن یہ جواب اس لئے درست نہیں کہ صحابی کی شان سے ارفع ہے کہ ایسی روایت ان سے مخفی ہو۔ جس کا وہ انکار کر دیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو فائدہ بیان کیا ہے وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی جلالت شان کے لائق

ہے۔اوراس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے۔جو سورۃ دخان کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں۔لیکن ظاہر سیاق حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے قصہ گو پر مطلقارد کیا ہے۔کیونکہ اس واعظ نے اسے آیت کی تفسیر میں ذکر نہیں کیا۔بلکہ علامات قیامت میں ذکر کیا ہے اس کی مزید تشریح حضرت شیخ نے کوکب الدری میں کی ہے جس میں تفسیر سورۃ دخان کے بارے میں توروایات کو لائے ہیں اوراسے علامات قیامت میں شمار کرلیا ہے۔فرماتے ہیں کہ آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔آیت میں جو دخان کا ذکر ہے۔اس سے مراد تووہی ہے جو ابن مسعودؓ فرمارہے ہیں۔اور سیاق سباق آیت کا بھی یہی تقاضا ہے۔اگرچہ آیت کواس معنی پر بھی حمل کیا جاسکتا ہے۔جو قصہ گو بیان کررہا ہے۔ کہ وہ اشراط ساعۃ میں سے ہے۔اورابن مسعودؓ نے اس بناپراس کارد کیا کہ اس نے تفسیر بغیر کسی سند اور نقل کے بیان کی۔حالانکہ ورود روایات کے بارے میں عقل کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔بلکہ وہ تو نقل پر موقوف ہوتے ہیں۔

باب قوله لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ لِدِيْنِ اللّٰهِ خَلْقُ الْاَوَّلِيْنَ دِيْنُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْفِطْرَةِ الْاِسْلَامُ

ترجمہ۔خلق اللہ سے دین اللہ مراد ہے۔خلق الاولین سے بھی پہلے لوگوں کا دین مراد ہے اور فطرۃ سے اسلام مراد ہے۔

حدیث (۴۴۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا .....

ترجمہ۔حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں۔کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ اسے یہودی۔نصرانی۔اور مجوسی بناتے ہیں جیساکہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے۔کیاتم نے ان میں سے کوئی کان اورناک کٹا دیکھا پھر فرماتے تھے یہ فطرۃ اللہ ہے جس پر اللہ تعالے نے مخلوق کو پیدا کیا اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی ہے یہی پکا دین۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اسلامی فطرت سے مراد یوم الست کا عہد ہے جس پر انسان پیدا ہوتا ہے۔پھر ماں باپ کا اثر دیکھ کران کے دین کو قبول کرلیتا ہے۔ یھودانه وینصر انه کے صرف یہ معنی نہیں کہ وہ نصرانیہ وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں۔بلکہ انسان فطری طور پر مقلد پیدا ہوا ہے۔بہت سے معاملات میں ماں باپ کا اثر قبول کرلیتا ہے۔چاہئے تھا اس کے ذاتی کردار پر فیصلہ کیا جاتا لیکن احکام شرعیہ میں وہ ماں باپ کے تابع ہوتا ہے اب اشکال ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو قتل کردیا کہ وہ کافر تھا۔اس کے کفر کا ذکر اگرچہ قرآن مجید میں نہیں ہے لیکن احادیث میں ہے کہ طبع کافرا اس سے بڑھ کر احادیث میں ہے کہ جب بچہ رحم مادر میں ہوتا ہے تورحم میں ہی اس کے متعلق سعید اور شقی لکھا جاتا ہے۔جس کا جواب یہ ہے کہ کل مولو د یولد علی الفطرہ کا یہ مطلب نہیں ہے۔کہ ابھی سے وہ مسلم بنایا گیا۔بلکہ اس کی طبیعت میں عہد الست ہوتا ہے۔پھر آثار خارجیہ کی وجہ سے طبیعت میں تغیر پیدا ہوجاتا ہے۔ان مجموعہ آثار سے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔چنانچہ روایت میں ہے کہ آدمی ماں کے پیٹ میں سعید و شقی لکھا جاتا ہے۔

اس کا معنی یہ نہیں کہ ابتداء ہی سے اس پر آثار سعادت وشقاوت ظاہر ہونگے بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہے شقاوت کے اعمال کرتا رہیگا خاتمہ سعادت پر ہوگا۔ یا سعادت کے اعمال کرتا رہے گا خاتمہ شقاوت پر ہوگا۔ تو طبع کافرا کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ بچہ بطن ام میں بھی شقی لکھا ہوا تھا ابتداء میں آثار ظاہر نہ ہوئے۔ وسط یا آخر میں کایا پلٹ گئی کافر ہوگیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ انسان اربعہ عناصر سے مرکب ہے۔ اجزا ہوائیہ۔ ارضیہ۔ ناریہ۔ اور مائیہ۔ ایک طریقہ پر رکھے ہوئے نہیں ہیں۔ اس مادہ کی وجہ سے کیفیات میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ روح اور فطرت ایک ہے۔ جیسے بجلی کی طاقت تو ایک ہے۔ لیکن اس کا ظہور بجلی کے قمقموں میں مختلف طریق سے ہوتا ہے۔ ایسے جسمانی کیفیات پر بھی اخلاق کا مدار ہے۔ روح اور جسم دونوں ملکر اخلاق پیدا کرتے ہیں۔ تو **کل مولو د یولد علی الفطرہ ای علی روحہ**۔ جب جسمانی اجزا اس سے ملینگے۔ تو روحانی طاقت وہ نہ رہے گی۔ بلکہ اعمال جسم کی حیثیت سے ظاہر ہونگے۔ روحانی طاقت سے ظاہر نہیں ہوتے۔ چونکہ روح انسانی تین چیزوں سے مرکب ہے۔ روح حیوانی۔ جسم انسانی اور روح ملکوتی ان پر غذاؤں کا اثر بھی پڑتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک لڑکا دیکھا گیا جس کو بچپن میں شیر کا گوشت کھلایا جاتا تھا جو باقی لڑکوں کی بنسبت زیادہ غصہ کرتا ہے۔ لھذا اب روایات میں کوئی تعارض نہ رہا۔ کیونکہ خلق علی الفطرۃ میں روح مراد ہے۔ اور طبع کافرا مجموعہ روح اور جسم کا اثر مراد ہے۔ یا فقط جسم کا اثر ہے۔ اور بعض حضرات نے **کل مولو د** میں عموم نہیں رکھا۔ بلکہ فطرت سے جبلت خصوصی مراد لی ہے۔ جس میں قبول دین کی صلاحیت ہو۔ اور بعض حضرات نے ابواہ میں حقیقی معنی مراد نہیں لئے۔ بلکہ نفس ارضی اور روح ملکوتی مراد لیا ہے۔ جن کا اپنا اپنا اثر ہوتا ہے۔

سُوۡرَۃُ لُقۡمَانُ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب قوله لاتشرك باالله ان الشرك لظلم عظيم

حدیث (۴۴۲۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ .... عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا اَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ اِيْمَانَهٗ بِظُلْمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهٗ لَيْسَ بِذَاكَ اَلَاتَسْمَعُ اِلٰى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملایا۔ ان کیلئے امن ہے تو یہ اصحاب رسول اللہ ﷺ پر گراں گذری کہنے لگے ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ہو تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہر گناہ مراد نہیں ہے کیا تم نے لقمان کا قول نہیں سنا جو اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ بیشک شرک بہت بڑا گناہ ہے۔

باب قوله اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

حدیث (٤٤٢٤) حَدَّثَنِی اِسْحَاقُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ یَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ یَمْشِیْ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْاِیْمَانُ قَالَ الْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَلِقَائِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْاٰخِرِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْاِسْلَامُ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَاتُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَتُقِیْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِیَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْاِحْسَانُ قَالَ الْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَی السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ سَاُحَدِّثُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا اِذَا وَلَدَتِ الْمَرْاَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا وَاِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُؤُسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا فِیْ خَمْسٍ لَایَعْلَمُهُنَّ اِلَّااللّٰهُ اِنَّ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ رُدُّوْا عَلَیَّ فَاَخَذُوْا لِیَرُدُّوْا فَلَمْ یَرَوْا شَیْئًا فَقَالَ هٰذَا جِبْرَائِیْلُ جَاءَ لِیُعَلِّمَ النَّاسَ دِیْنَهُمْ..... الحدیث

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے لئے کھلے میدان میں باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک ایک آدمی چلتا ہوا آگیا۔ تو اس نے کہا یارسول اللہ! ایمان کیا چیز ہے آپؐ نے فرمایا ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ تو اللہ پر ایمان لائے اس کے فرشتوں پر اس کے رسولوں پر اور اس سے ملاقات کرنے پر یقین کرے اور آخری اٹھائے جانے پر بھی یقین ہو پھر پوچھا یارسول اللہ! اسلام کی حقیقت کیا ہے آپؐ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اللہ تعالےٰ کی اس حال میں عبادت کرے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے اور یہ کہ نماز کو پابندی سے ادا کرے۔ اور فرضی زکوۃ کو ادا کرے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اس نے کہا یارسول اللہ احسان کیا چیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی اس طرح عبادت کرو۔ گویا کہ تم اسی کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم نہیں دیکھ رہے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ پھر پوچھا یارسول اللہ! قیامت کب ہوگی۔ فرمایا جس سے پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے اس کے بارے میں زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ لیکن عنقریب میں تمھیں اس کی چند نشانیاں بیان کروں گا۔ پس جب عورت اپنی مالکہ کو جنیگی تو اس قیامت کی نشانی ہوگی۔ اور جب ننگے پاؤں اور ننگے بدن والے لوگ لوگوں کے سردار ہونگے۔ تو یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے۔ جبکہ وہ لوگ ان پانچ باتوں میں فکر مند ہونگے۔ جن کو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ترجمہ آیت۔ بیشک اللہ تعالےٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے۔ اور وہی بارش نازل کرتا ہے۔ اور بچہ دانیوں کے اندر جو کچھ ہے اس کا علم بھی اسی کو ہے۔ پھر وہ آدمی مڑ کر چلا گیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس واپس لاؤ۔ انہوں نے واپس لانے کی

کوشش شروع کی۔ تو انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ آپؐ نے فرمایا وہ جبرائیلؑ تھا جو لوگوں کو ان کا دین سکھلانے آیا تھا۔

حدیث (۴۴۲۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ أَنَّ عَبْدَاللهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَءَ إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غیب کی چابی پانچ چیزیں ہیں پھر ان اللہ عندہ علم الساعۃ آیت کو پڑھا۔

سُورَةُ تَنزِيلُ السَّجْدَةِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَهِيْنٍ ضَعِيفٍ نُطْفَةُ الرَّجُلِ ضَلَلْنَا هَلَكْنَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ الْجُرُزُ الَّتِي لَاتُمْطَرُ إِلَّا مَطَرًا لَايُغْنِي عَنْهَا شَيْئًا نَهْدِ نُبَيِّنْ......

ترجمہ۔ حضرت مجاہد کی تفسیر ہے۔ کہ مھین کے معنی کمزور کے ہیں جس سے آدمی کا نطفہ مراد ہے ضللنا۔ کے معنی ہم ہلاک ہو گئے ابن عباسؓ فرماتے ہیں الجرز اس زمین کو کہتے ہیں جس پر بارش نہ برسے اگر برسے تو وہ اس کے کچھ کام نہ آسکے۔ یھد ۔ کے معنی واضح کرنا ہے۔

باب قوله فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ

حدیث (۴۴۲۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللهِ.. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَاأُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَاخَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَؓ اِقْرَأُوا إِنْ شِئْتُمْ فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ وَقَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ مِثْلَهُ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالے کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں کسی کان نے سنی نہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا کھٹکا ہوا۔ پھر حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تصدیق کے لئے اس آیت کو پڑھ لو۔ ترجمہ کہ کوئی جی ان نعمتوں کو نہیں جانتا تا جو اس کی آنکھ کی ٹھنڈک کا باعث ہوں گی جو ان کے لئے چھپا کر رکھ دی گئی ہیں۔

حدیث (۴۴۲۷) حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ .. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰهُ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِ الصَّالِحِیْنَ مَالَاعَیْنٌ رَاَتْ وَلَااُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَاخَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا مِنْ بَلْهَ مَااُطْلِعْتُمْ عَلَیْهِ ثُمَّ قَرَءَ فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔کہ اللہ تعالے فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں کسی کان نے سنی نہیں۔اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا کھٹکا ہوا وہ تمھارے لئے ذخیرہ ہے۔سوائے اس کے تم ان پر مطلع نہیں کئے گئے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ من بلہ مااطلعتم علیہ۔۷۰۴ ۔۲۶ ۔من کلمہ زائدہ ہے۔اور بلہ کے معنی حسب ہے۔یعنی تمھیں وہ کافی ہے جو اسکی تصدیق میں قرآن کے اندر ذکر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔بلہ کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا دع کے معنی میں ہے۔بعض نے سوی اور غیر کے معنی کئے ہیں تو معنی ہونگے چھوڑو وہ ایک ذخیرہ جس پر تمھیں مطلع نہیں کیا گیا۔اور اجل کے معنی بھی آتے ہیں۔تو معنی ہونگے ذخیرہ ہے۔ہاں تمھیں اس پر مطلع نہیں کیا گیا۔البتہ حافظؒ نے خطابی کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ معانی اس صورت میں ہے جب بلہِ سے پہلے من نہ ہو اگر من کلمہ ہو تو پھر کیف اور اجل کے معنی ہوتے ہیں۔غیر اور سوی اور فضل کے معنی بھی نقل کئے گئے ہیں۔

سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ مُجَاهِدٌ صَیَاصِیْهِمْ قُصُوْرِهِمْ

ترجمہ۔ مجاہد صیاصی کے معنی محلات کرتے ہیں

حدیث (۴۴۲۸) حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَامِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِهٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ فَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالًا فَلْیَرِثْهُ عُصْبَتُهٗ مَنْ كَانُوْا فَاِنْ تَرَكَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روائت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی مومن ایسا نہیں مگر میں ہی دنیا اور آخرت میں اس کا وارث ہوں۔اگر چاہو تو تصدیق میں یہ آیت پڑھ لو ترجمہ۔کہ نبی تو مومنوں کی جانوں سے ان کے زیادہ قریب یعنی وارث ہے پس جو مومن مال چھوڑ جائے اس کے تو وارث اس کے قریبی رشتہ دار ہونگے جو بھی ہوں البتہ اگر وہ

دِيْنًا اَوْضِيَاعًا فَلْيَأْتِنِيْ وَاَنَا مَوْلَاهُ ....

قرضہ چھوڑ جائے یا کنگال کنبہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے میں اس کا ولی ہوں۔

باب قوله اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۤءِهِمْ

حدیث (۴۴۲۹) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ اِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت زید بن حارثہ جو جناب رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ہم انہیں زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے۔ یہاںتک کہ قرآن نازل ہوا۔ کہ لے پالک لڑکوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارا کرو۔ یہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہتر بات ہے۔

باب قوله فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَابَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا نَحْبَهٗ عَهْدَهٗ اَقْطَارِهَا جَوَانِبِهَا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا لَاَعْطَوْهَا۔

ترجمہ۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر لیا۔ بعض انتظار کر رہے ہیں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ نحبہ۔ کے معنی عہد و پیمان کے ہیں۔ اقطار کے معنی کنارے کے ہیں۔ لاتوھا۔ آنے کے نہیں بلکہ دینے کے معنی ہیں۔

حدیث (۴۴۳۰) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ.. عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ نُرٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ اَنَسِ بْنِ النَّضْرِؓ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ.......

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت انس بن النضرؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ آیت مؤمنون میں سے بعض ایسے مرد بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا۔

حدیث (۴۴۳۱) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ .... اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ قَالَ لَمَّا نَسَخْنَا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَقَدْتُ اٰيَةً مِنْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَءُهَا لَمْ اَجِدْهَا مَعَ اَحَدٍ اِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ ...اَلَّذِيْ جَعَلَ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے حکم سے جب ہم سب لکھی ہوئی دستاویزات کو مصاحف میں لکھ رہے تھے تو مجھے سورۃ احزاب کی ایک آیت لکھی ہوئی کسی کے پاس نہ ملی۔ جس کو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس ملی جن کی گواہی کو جناب رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَهَادَتَهٗ شَهَادَةِ رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ

گواہی کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ یہی آیت من المؤمنین رجال تھی۔

باب قوله قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاوَزِيْنَتَهَا التَّبَرُّجَ اَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَاسُنَّةَاللّٰهِ اسْتَنَّهَا جَعَلَهَا

ترجمہ۔ تبرج یہ ہے کہ عورت اپنے خوبصورت حصوں کو باہر نکالے۔

حديث (۴۴۳۲) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَان اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ هَا حِيْنَ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ يُّخَيِّرَ اَزْوَاجَهٗ فَبَدَءَ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّيْ ذَاكِرٌلَكَ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَسْتَعْجِلِيْ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِيْ اَبَوَيْكِ وَقَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَاْمُرَانِيْ بِفِرَاقِهٖ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِلٰى تَمَامِ الْاٰيَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهٗ فَفِيْ اَيِّ هٰذَا اَسْتَأْمِرُ اَبَوَيَّ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةِ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں۔ کہ جب اللہ تعالے نے آپ کو اپنی بیویوں کو اختیار دینے کا حکم دیا۔ تو آپؐ نے آکر میرے پاس سے ابتداء کی۔ فرمایا میں ایک بات کا تم سے ذکر کرنے والا ہوں اسکے جواب دینے میں جلدی نہ کرنا جبتک اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کر لیں۔ جبکہ آپؐ جان چکے تھے کہ میرے ماں باپ مجھے آپؐ سے جدائی اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دینگے۔ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالے کا ارشاد ہے یاایھاالنبی قل لازواجك پوری دو آیات پڑھ لیں میں نے کہا کہ حضرت میں ان میں سے کس چیز کے بارے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ طلب کروں میں تو اللہ اور اسکے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں مجھے دنیا کی ضرورت نہیں ہے۔

باب قوله وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةِ وَقَالَ قَتَادَةُ وَاذْكُرْنَ مَايُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ الْقُرْاٰنُ وَالسُّنَّةُ وَالْحِكْمَةُ

ترجمہ۔ قتادہ فرماتے ہیں آیات سے مراد قران وسنۃ اور دانش وحکمت ہے۔

حدیث (۴۴۳۳) قَالَ اللَّیْثُ اَنَّ عَائِشَۃَؓ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ قَالَتْ لَمَّا اُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِتَخْیِیْرِ اَزْوَاجِہٖ بَدَءَ بِیْ فَقَالَ اِنِّیْ ذَاکِرٌ لَکِ اَمْرًا فَلَا عَلَیْکِ اَنْ لَا تَعْجَلِیْ حَتّٰی تَسْتَأْمِرِیْ اَبَوَیْکِ قَالَتْ وَقَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَیَّ لَمْ یَکُوْنَا یَأْمُرَانِیْ بِفِرَاقِہٖ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَالَ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ قَالَتْ فَقُلْتُ فَفِیْ اَیِّ ھٰذَا اَسْتَأْمِرُ اَبَوَیَّ فَاِنِّیْ اُرِیْدُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ قَالَتْ ثُمَّ فَعَلَ اَزْوَاجُ النَّبِیِّ ﷺ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ تَابَعَہٗ مُوْسَی بْنُ اَعْیَنَ.. عَنْ عَائِشَۃَؓ مِثْلَہ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیویوں کو اختیار دینے کا حکم دیا گیا تو آپؐ نے میرے سے ابتدا کی۔ فرمایا میں ایک بات تمھیں ذکر کرنے والا ہوں۔ جب تک اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کر لیں اس کے جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ فرماتی ہیں کیونکہ آپ کو علم تھا کہ میرے ماں باپ مجھے آپؐ سے جدائی کا حکم نہیں دینگے فرماتی ہیں کہ پھر آپؐ نے فرمایا اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔ یاایھا النبی۔۔ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا حضرت! ان میں سے کس چیز کے اندر میں اپنے ماں باپ سے مشورہ طلب کروں۔ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہوں۔ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو باقی بیویوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح میں نے کہا تھا۔ موسی بن اعین نے اس کی متابعت کی ہے

باب قولہ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاہُ

حدیث (۴۴۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ نَزَلَتْ فِیْ شَاْنِ زَیْنَبَ ابْنَۃِ جَحْشٍؓ وَ زَیْدِ بْنِ حَارِثَۃَ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت تخفی فی نفسك حضرت زینب بنت جحشؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ان آیات میں حضرت زینب بنت جحش کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش آپؐ کی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ اس زمانہ میں فخر بالانساب نہایت زوروں پر تھا۔ چونکہ حضرت زینبؓ قریش کے بڑے خاندان میں سے تھیں۔ آپ نے اس فخر کو مٹانے کے لئے ان کو حضرت زید سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت زیدؓ کو حضرت خدیجہؓ نے خریدا تھا۔ حارثہؓ ان کے والد ہیں۔ اگر چہ وہ بھی عرب میں سے تھے لیکن قریش میں سے نہیں تھے۔ حضرت زیدؓ کا قبیلہ کسی دوسرے قبیلہ سے مغلوب ہو گیا تھا۔ جنہوں نے ان کے قبیلہ کے بچوں کو گرفتار کر لیا۔ جن میں حضرت زیدؓ بھی شامل تھے۔ غلام بنا کر بکتے رہے۔ بالا خر حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے۔ جنہوں نے ان کو آنحضرت ﷺ کے حوالہ کر دیا۔ آپؐ نے انہیں آزاد کر کے متبنی یعنی لے پالک بنا لیا۔ پہلے ان کا نکاح حضرت ام ایمنؓ

سے تھا۔ جن سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے۔ حضرت زینبؓ سے نکاح کے وقت حضرت ام ایمن ان کے نکاح میں نہیں تھیں۔ بہر حال جب حضرت زینبؓ سے نکاح کے متعلق کہا گیا اس وقت زید پر مولیٰ کا اطلاق ہوتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے سامنے نکاح کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ جس پر ماکان لھم الخیرۃ آیت نازل ہوئی۔ تو یہ حضرات خاموش ہو گئے۔ نکاح ہو گیا لیکن تعلی یعنی خاندانی بڑائی کی وجہ سے زوجین میں موافقت نہ ہو سکی۔ جس سے کچھ عرصہ بعد حضرت زیدؓ تنگ آگئے۔ اور طلاق کی اجازت چاہی۔ آپ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللهَ۔ فرماتے رہے۔ کہ بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس پر بھی شکایات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ کہ حضرت زید طلاق دینا چاہتے تھے۔ اور آپؐ۔ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ۔ فرماتے رہے۔ یہاںتک کے واقعہ پر مفسرین کا اتفاق ہے۔ لیکن آگے قاضی بیضاویؒ اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ حضرت زیدؓ کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت زینبؓ کے سر پر اوڑھنی نہیں تھی۔ جس پر آپؐ نے سبحان اللہ مقلب القلوب خالق النور۔ فرمایا جس کو حضرت زینبؓ نے سن لیا جب حضرت زید گھر تشریف لائے تو حضرت زینبؓ نے ان سے اس کا تذکرہ کیا جس پر حضرت زیدؓ فرمانے لگے چونکہ حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کو پسند آگئی ہیں اس لئے اب اس کو اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں ہے۔ لھذا وہ بار بار آکر آنحضرت ﷺ سے طلاق دینے کی اجازت مانگتے تھے۔ یہ مفسرین حضرات تو آنحضرت ﷺ کی محبت میں حمل کرتے ہیں۔ لیکن دراصل حضرت زیدؓ نے تنگ آکر طلاق دیدی جب عدت ختم ہو گئی تو حضرت زیدؓ کو واسطہ بنا کر خطبہ کے لئے بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ میں مشورہ کرونگی۔ خیر یہ تو دوسری روایات سے بھی ثابت ہے۔ لیکن حضرت زینبؓ سے آپ کو عشق اور فریفتگی ہو گئی۔ جس کو قاضی بیضاویؒ بیان کر رہے ہیں۔ اگر چہ وہ بہت بڑے عالم آدمی ہیں لیکن اس کا قاضی عیاضؒ اور دیگر اکابر نے انکار کیا ہے۔ دراصل اولا یہ واقعہ سندا ثابت نہیں ہے۔ اگر روایات سندا ہیں تو وہ قویہ نہیں ہیں۔ دوسرے ان آیات کریمہ میں باری تعالے نے کہیں ظاہر نہیں فرمایا۔ کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت زینبؓ سے محبت تھی۔ اسلئے طلاق دلوائی۔ حالانکہ واللہ مبدیہ۔ کہ اللہ ظاہر کرنے والا ہے فرمایا گیا۔ کہ لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اس کا ارادہ اس لئے کیا گیا تاکہ لوگوں سے یہ رسم مٹ جائے۔ کہ اہل عرب متبنی کی بیوی سے نکاح کو حرام سمجھتے تھے۔ جیسے حقیقی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے۔ تو جس چیز کا ابداء ہے اخفاء بھی اسی کا ہونا چاہئے۔ آپؐ آنحضرت ﷺ بھی یہی چاہتے تھے۔ کہ کسی طرح یہ رسم مٹ جائے کیونکہ بعض رسوم ایسی تھیں جن کے مٹانے میں بڑی کاوش سے کام لیا گیا۔ چنانچہ عرب اشہر حج میں عمرہ کرنے کو افجر الفجور کہتے تھے۔ آپؐ نے اس عقیدہ کو باطل کرنے کے لئے تین دفعہ حرم میں پہنچنے کے بعد اعلان کیا کہ جو سائق ھدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے۔ صحابہ کرام پوچھتے ہیں ای حل کونسا حلال آپؐ فرماتے کل الحل۔ کہ بالکل حلال ہو جاؤ باوجودیکہ صحابہ کرام آپؐ کے بہت مطیع تھے۔ لیکن آپ کو بھی اور صحابہ کرام کو بھی پس و پیش ہوا۔ سچ ہے بعض مرتبہ اطاعت میں بھی رکاوٹ پیش آجاتی ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ حدیبیہ کے موقعہ پر سر منڈوانے اور ھدی کو ذبح کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ لیکن کوئی ایسا کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ جب آنحضرت ﷺ نے خود عمل کر کے دکھایا پھر تمام صحابہ کرام آپؐ کے فعل کو دیکھ کر ٹوٹ پڑے سر منڈوادیا اور جانور ذبح کئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے صحابہ کرام یہ سمجھے کہ شاید یہ حکم حتمی نہ ہو ممکن ہے باری تعالے ہماری کمزوری کو دیکھ کر اس حکم کو بدل دینگے۔

پس و پیش اسلئے ہوا جب آپ نے خود عمل کر کے دکھادیا تو سب احتمال ختم ہو گئے اور یہ واقعہ ہے کہ تاثیر میں مصلح کے عمل کو بھی دخل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام اعظمؒ کے پاس ایک عورت بچہ کو لے کر آئی۔ کہ یہ بچہ میٹھا بہت کھاتا ہے۔ اسے روک دیجئے۔ آپ امامؒ نے فرمایا کہ کل لے آنا جب کل کو بچہ لے آئی تو آپ نے بچہ سے فرمایا کہ مٹھائی کھانا چھوڑ دو۔ پوچھنے پر وجہ بیان فرمائی کہ کل میں نے خود مٹھائی کھائی تھی رات کو توبہ کی اب میری نصیحت کا اثر ہوگا۔ تو ایسے یہاں بھی آپؐ خود متبنی کی بیوی سے نکاح نہ کرنے کی رسم کو مٹانا چاہتے ہیں لکھنو کے فرنگی محل کے علماء نکاح بیوگان کرنے کا فتوی دیتے رہے لیکن اپنے خاندان میں کئی بیوگان بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں کی طرح ہمارے قلوب میں بھی نکاح بیوگان کی نفرت بیٹھ گئی ہے۔ مسلمانوں نے ہندوؤں سے رشتے ناطے کئے۔ ہندوؤں والی نفرت آج بھی برابر انکی اولاد میں رچی پچی ہوئی ہے۔ حضرت مولنا محمد قاسم نانوتویؒ نے دیوبند میں نکاح بیوگان کی تحریک چلائی۔ لوگوں نے آپ کی بوڑھی بہن کے متعلق کہا تو مولانا مرحوم نے اپنی بہن سے کہا مجھے معلوم ہے تمھارا نکاح کرنے کا زمانہ نہیں ہے۔ لیکن تمھارے نکاح کر لینے سے آنحضرت ﷺ کی ایک سنت زندہ ہوتی ہے۔ چنانچہ پھر صدیقی شیوخ میں نکاح بیوگان کی ترویج ہو گئی عرب میں پہلے بھی رائج تھی اب بھی رائج ہے۔ ہندوؤں کے رائج نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ادعیا یعنی لے پالک کی بیوی سے نکاح کرنے کو رائج کرنا چاہتے تھے۔ یہ نہیں کہ محبت کی وجہ سے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا۔ اس کو باری تعالے نے ظاہر فرمایا تو اخفاء بھی اسی کا ہوگا۔ اگرچہ بشری امور میں انبیاء بھی کاحد الناس لوگوں کی طرح ہیں۔ لیکن یہاں تو واقعہ کے بھی خلاف ہے۔ جس کا روایات سے ثبوت نہیں اور نہ ہی آیات اس کی محتمل ہیں۔ بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نکاح حضرت زینبؓ سے بعض کے نزدیک ۵ ھ میں اور بعض کے نزدیک ۶ ھ میں ہوا حضرت زینبؓ کی وفات ۲۰ ھ میں ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی وفات ۱۱ ھ میں ہوتی ہے۔ عورتوں کا شباب جلدی شروع ہوتا ہے اور جلدی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس مردوں کا شباب دیر سے شروع ہوتا ہے اور دیر سے ختم ہوتا ہے۔ تیس برس کی عمر میں مردوں کا شباب ہوتا ہے چالیس برس تک کہولت کا زمانہ ہے اس عمر میں عورتیں آئسہ ہو جاتی ہیں۔ غرضیکہ حضرت زینبؓ سے نکاح کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر چھپن برس کی تھی اور حضرت زینبؓ پینتیس سال کی عمر کی تھی دونوں کا شباب ڈھل چکا ہے ایسے وقت میں عشق و محبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے حضرت زینبؓ آپ کی پھوپھی زاد ہیں۔ جن کو پہلے بھی دیکھا جبکہ طرفین کا عالم شباب تھا۔ اس وقت عشق و محبت نہیں ہوا۔ اب زمانہ شیخوخت میں طبعی طور پر بھی عشق و محبت مستعبد ہے۔ تیسرے اس وقت آپؐ غزوہ احد سے فارغ ہو چکے ہیں دشمنوں کا ہر وقت خطرہ لاحق ہے۔ قسم و قسم کے تفکرات ہیں۔ ان حالات میں عشق و محبت کی باتیں بہت بعید ہیں۔ اور وہ بھی ایسے شخص سے جو نبی ہو جو کئی طرح کے تفکرات میں گھرا ہوا ہو۔ بنابریں وہی معنی لئے جائیں گے جن کا آیت میں ابداء کیا گیا ہے کہ آپ تو مامور تھے کہ متبنی کی بیوی سے نکاح کریں تاکہ رسم بد کا خاتمہ ہو عشق و محبت کی وجہ سے آپؐ نے نکاح نہیں کیا۔ تو بعض مفسرین کا یہ قول عشق و محبت کا درایۃً وروایۃً دونوں طرح سے صحیح ثابت نہ ہوا۔ اس طرح پادری آرید اور دیگر غیر مسلموں کا آپؐ پر اعتراض کرنا بے جا ہوگا۔ بالفرض اگر ثابت بھی ہو جائے تو چونکہ طبعی طور پر انسان پر شہوت اور عشق و محبت کا جذبہ رکھا گیا ہے۔ پیغمبر بھی اس سے خالی نہیں۔ البتہ پیغمبر سے

اس کا فعل خلاف شریعت صادر ہو جائے یہ بہت مشکل ہے۔ یوسف علیہ السلام کا واقعہ اس کی دلیل ہے۔ اسی بنا پر آپؐ سے سبحان اللہ کے الفاظ صادر ہوئے کسی خلاف شرع فعل کا ارتکاب نہیں کیا۔ کیونکہ انبیاؑ معاصی سے معصوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو جب حضرت زیدؓ بار بار طلاق دینے کا تقاضا کرتے ہیں۔ تو آپؐ فوراً اس کو اجازت دے دیتے بلکہ خود اس کی خواہش کرتے۔ بار بار امسك عليك زوجك واتق الله ۔ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا مدت عدت میں بھی خاموش رہے۔ کسی بیتابی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس کے بعد خود حضرت زیدؓ کو وکیل بنا کر بھیجا۔ تو ان واقعات کے پیش نظر شہوت پرستی کا طعنہ لغو وباطل ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ جیسی عالی نسب والی عورت کی مرضی کے خلاف حضرت زیدؓ جیسے آزاد کردہ غلام سے شادی کر دی حضرت زیدؓ نے اس کی قدر نہ کی نباہ نہ سکے۔ طلاق دے دی۔ تو اب آنحضرت ﷺ کو مکافات کی فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ ایک عالی خاندان کی عورت نے محض میرے کہنے پر میرے متبنی سے نکاح کر لیا۔ اب اس کو طلاق مل چکی ہے۔ مجھے حضرت زینبؓ کی دلجوئی اس طرح کرنی چاہئے کہ میں خود ان سے نکاح کر لوں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا کیا یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔

بَاب قوله تُرْجِيَ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ۔۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ تُرْجِىُ تُؤَخِّرُ اَرْجِهُ اَخِّرْهُ ۔۔

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ترجی کے معنی پیچھے کرنے کے ہیں۔ ارجہ کے معنی اسے پیچھے کر دے۔

حدیث (۴۴۳۵) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَى اللَّاتِيْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَاَقُوْلُ اَتَهَبُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى تُرْجِىْ مَنْ تَشَاءُ قُلْتُ مَا اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں میں غیرت آتی تھی جو اپنے آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ کے ھبہ کر دیتی تھیں۔ میں کہا کرتی تھی کہ کیا کوئی عورت اپنے آپ کو ھبہ کر سکتی ہے۔ پس جب اللہ تعالے نے یہ آیت ترجی من تشاء نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ کہ آپؐ ان عورتوں میں سے جس کو چاہیں پیچھے ہٹا دیں۔ جس کو چاہیں اپنے پاس ٹھکانا دیں اور جن کو آپؐ نے الگ کر دیا ہے۔ ان میں سے جس کو طلب کر لیں آپؐ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو اس پر میں نے کہا۔ کہ سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالے آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ مَا اَرٰى رَبَّكَ ۷۰۶ ۔ یعنی جس عورت کو آپؐ پسند کرتے ہیں اللہ تعالے نے آپ کو آزادی دے رکھی ہے پس ہر عورت آپؐ کی باندی اور مملوکہ کی طرح ہے اب اس تقریر سے حضرت عائشہؓ کے کنت اغار علی اللاتی

سے مناسبت ظاہر ہو جائیگی۔ کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ اپنے آپ کو ھبہ کرنے والی عورت نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا اس لئے کہ اس نے تو اپنی جان بخشی کی ہے۔ جس کی تصدیق آیت نے اور اس کے حکم نے کر دی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ نے ترجی من تشاء کی تفسیر میں چند اقوال نقل کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے معنی یہ ہیں آپؐ جس کو چاہیں روک لیں جس کو چاہیں طلاق دے دیں۔ دوسرا یہ کہ ان میں سے جس کو آپؐ چاہیں بغیر طلاق کے الگ کر دیں اور اس کی باری کسی دوسری بی بی کو دے دیں۔ تیسرا یہ کہ جو عورت اپنے آپ کو آپؐ کے ھبہ کرے اس کے بارے میں آپ کو اختیار ہے چاہے یہ ھبہ قبول کریں یا رد کر دیں۔ آیت کے الفاظ ان تینوں معانی کا احتمال رکھتے ہیں۔ اور حدیث باب سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ صاحب جمل ترجی من تشاء کے تحت لکھتے ہیں کہ واہبات کی حلت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ آپ کو اپنی بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم بیان کر رہے ہیں۔ بہر حال علماءؒ نے اس آیت کی تاویل میں بہت اختلاف کیا ہے۔ اصح القول یہ ہے کہ باری مقرر کرنے کے بارے میں آپؐ پر وسعت کی گئی۔ کہ آپؐ پر زوجات میں باری مقرر کرنا واجب نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود آپؐ باری کا لحاظ کرتے تھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ابتداء میں آپؐ پر قسم بین الزوجات واجب تھی۔ اس آیت سے منسوخ ہو گئی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے یہی منقول ہے جس کو شامیؒ نے بیان کیا ہے۔ کہ باری مقرر کرنا سرے سے آپؐ پر واجب نہیں تھا۔ یہی شوافعؒ اور مالکیہؒ کا مذہب بیان کیا جاتا ہے۔

حدیث (٤٤٣٦) حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَسْتَأْذِنُ فِيْ يَوْمِ الْمَرْاَةِ مِنَّا بَعْدَ اَنْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ..... فَقُلْتُ لَهَا مَاكُنْتِ تَقُوْلِيْنَ قَالَتْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهٗ اِنْ كَانَ ذَاكَ اِلَيَّ فَاِنِّيْ لَا اُرِيْدُ يَارَسُوْلَ اللهِ اَنْ اُوْثِرَ عَلَيْكَ اَحَدًا تَابَعَهٗ عَبَّادٌ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ اس آیت ترجی من تشاء ۔ کے نازل ہونے کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ ہم میں ہر عورت کی باری کے بارے میں اجازت طلب کرتے تھے تو میں نے آپؐ سے پوچھا کہ آپ کیا فرماتی تھیں۔ فرماتی ہے کہ میں آپؐ سے کہا کرتی تھی کہ اگر یہ اختیار آپؐ نے مجھ کو دیا ہے تو اے اللہ کے رسول! میں آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتی

تشریح از قاسمیؒ۔ جن عورتوں نے آنحضرت ﷺ کو جان بخشی کی وہ حضرت خولہ بنت حکیم۔ ام شریک۔ فاطمہ بنت شریح اور زینب بنت خزیمہ ہیں۔ طبری کی روایت کے مطابق ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جان بخشی کے باوجود آنحضرت ﷺ نے ان میں سے کسی سے ہمبستری نہیں کی۔

باب قوله لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنَاهُ

قال اناه ادراکه یعنی کھانے کے پکنے کا انتظار کرنے نہ بیٹھ جاؤ۔ ای یأتی اناء ہ مجرد میں باب ضرب سے ہے۔ لعل الساعة تکون قریبا فعیل کا صیغہ جب اسے کسی مؤنث کی صفت بنایا جائے تو قرینة کہا جائیگا۔ اور جب یہ ظرف بدل بنے اور اس سے صفاتی معنی مراد نہ ہوں۔ تو پھر مؤنث سے ھَا کو ہٹالیا جاتا ہے۔ اس طرح واحد۔ تثنیہ جمع میں اس کے الفاظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے ہیں۔

حدیث (۴۴۳۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ عُمَرُؓ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَدْخُلُ عَلَیْکَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْحِجَابِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ اٰیَةَ الْحِجَابِ .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب حضرت عمرؓ نے عرض کی یارسول اللہ! آپؐ کے پاس نیکو کار بدکار ہر قسم کے آدمی آتے رہتے ہیں۔ اگر آپؐ امھات المؤمنین یعنی اپنی بیویوں کو پردہ کا حکم دیں تو بہتر ہوگا۔ جس پر اللہ تعالے نے پردے کی آیت نازل فرمائی۔

حدیث (۴۴۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ وَاِذَا ھُوَ کَاَنَّہٗ یَتَھَیَّأُ لِلْقِیَامِ فَلَمْ یَقُوْمُوْا فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِکَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِیُّ ﷺ لِیَدْخُلَ فَاِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ اِنَّھُمْ قَامُوْا فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَنَّھُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا فَجَاءَ حَتّٰی دَخَلَ فَذَھَبْتُ اَدْخُلُ فَاَلْقَی الْحِجَابَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ......

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے شادی کی۔ تو دعوت ولیمہ کے لئے لوگوں کو بلایا۔ جنہوں نے کھانا کھایا پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ جب بھی جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہونے کی تیاری کرتے تو وہ لوگ کھڑے نہیں ہوتے تھے جب آپؐ نے ان کا یہ حال دیکھا تو آپؐ خود کھڑے ہو گئے جب آپؐ کھڑے ہوئے تو کھڑے ہونے والے بھی کھڑے ہو گئے۔ لیکن صرف تین آدمی بیٹھے رہے۔ پس جب نبی اکرم ﷺ اندر آنے کا ارادہ کرتے تو یہ لوگ پھر بھی بیٹھے رہے۔ بالآخر یہ تین بھی کھڑے ہو گئے تو میں نے جا کر آنحضرت نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی کہ وہ لوگ بھی چلے گئے ہیں۔ تو آپؐ آئے اور اندر داخل ہوئے۔ میں اندر داخل ہونے لگا تو آپؐ نے پردہ کی چادر لٹکا دی جو میرے اور آپؐ کے درمیان حائل ہو گئی۔ جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہو۔

حدیث (۴۴۳۹) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍؓ اَنَا اَعْلَمُ النَّاسِ بِھٰذِہِ الْاٰیَةِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ سب لوگوں سے زیادہ اس آیت حجاب کے وقت کو جاننے والا ہوں۔

اٰيَةِ الْحِجَابِ لَمَّا اُهْدِيَتْ زَيْنَبُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ مَعَهٗ فِي الْبَيْتِ صَنَعَ طَعَامًا وَّدَعَا الْقَوْمَ فَقَعَدُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ وَهُمْ قُعُوْدٌ يَتَحَدَّثُوْنَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ الاية اِلٰى قَوْلِهٖ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ فَضُرِبَ الْحِجَابُ وَقَامَ الْقَوْمُ ....

جب حضرت زینبؓ بیاہی ہوئی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائی گئی۔ وہ آپؐ کے ہمراہ آپؐ کے گھر میں تھیں۔ تو آپؐ نے دعوت ولیمہ کا کھانا تیار کیا۔ اور قوم کو دعوت دی۔ جو کھانے کے بعد بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ گھر سے باہر جاتے پھر واپس آجاتے۔ جبکہ وہ لوگ برابر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی ترجمہ اے ایمان والو! بغیر اجازت کے نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو۔ من وراء الحجاب تک آیت کو پڑھا پس پردہ ڈال دیا گیا اور قوم اٹھ کھڑی ہوئی۔

حديث (٤٤٤٠) حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعْمَرٍ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍؓ بِخُبْزٍ وَّلَحْمٍ فَاُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا فَيَجِيْءُ قَوْمٌ فَيَاْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ فَيَاْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ فَدَعَوْتُ حَتّٰى مَا اَجِدُ اَحَدًا اَدْعُوْا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا اَجِدُ اَحَدًا اَدْعُوْا قَالَ ارْفَعُوْا طَعَامَكُمْ وَبَقِيَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُوْنَ فِي الْبَيْتِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَانْطَلَقَ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَؓ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَتْ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ كَيْفَ وَجَدْتَ اَهْلَكَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فَتَقَرّٰى حُجَرَ نِسَائِهٖ كُلِّهِنَّ يَقُوْلُ لَهُنَّ كَمَا يَقُوْلُ لِعَائِشَةَؓ وَيَقُلْنَ لَهٗ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ فَاِذَا ثَلٰثَةُ رَهْطٍ فِي الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُوْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ شَدِيْدَ الْحَيَاءِ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحشؓ کے ولیمہ پر روٹی اور گوشت سے تواضع کی۔ مجھے ہی کھانے کے لئے بلاوے پر بھیجا گیا۔ پس کچھ لوگ آکر کھانا کھاتے تھے اور باہر چلے جاتے تھے پھر دوسرا گروپ آکر کھانا کھاتا تھا اور باہر نکل جاتا۔ میں برابر دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ مجھے کوئی ایسا شخص نہ ملا جسے میں دعوت دیتا۔ جس پر میں نے عرض کی یا نبی اللہ! اب ایسا کوئی شخص نہیں بچا جس کو میں دعوت دوں۔ تو آپؐ نے فرمایا پس اپنا بچا ہوا کھانا اٹھالو۔ تین آدمی باقی رہ گئے جو گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ باہر نکلے تاکہ یہ لوگ بھی نکلیں۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی طرف چلے وہاں جاکر فرمایا کہ اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔ انہوں نے بھی جواب میں کہا اور آپؐ پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔ آپؐ نے اپنی نئی گھر والی کو کیسے پایا اللہ تعالے آپ کے لئے بابرکت بنائے۔ پس آپؐ اپنی تمام بیویوں کے حجرات میں گھوم گئے آپؐ ان سے وہی فرماتے تھے جو حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا

فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَمَا اَدْرِیْ اَخْبَرْتُهٗ اَوْ اُخْبِرَ اَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوْا فَرَجَعَ حَتّٰی اِذَا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِیْ اُسْكُفَّةِ الْبَابِ دَاخِلَةً وَاُخْرٰی خَارِجَةً اَرْخَی السِّتْرَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ وَاُنْزِلَتْ اٰیَةُ الْحِجَابِ ..

اور وہ بیبیاں وہی جواب دیتی تھیں جو حضرت عائشہؓ نے دیا تھا پس آپ گھوم پھر کر جب گھر واپس آئے تو وہ تینوں آدمی ابھی تک گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اور آنحضرت نبی اکرم ﷺ سخت حیادار تھے۔ آپ کچھ کہے بغیر پھر حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی طرف چلے گئے۔ مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے آپ کو آکر اطلاع دی یا آپ کو کسی اور ذریعہ سے اطلاع دی گئی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں۔ تب آپ واپس گھر تشریف لائے۔ یہانتک کہ آپ نے اپنے گھر کے دروازے کی دھلیز میں قدم رکھا ہوگا۔ کہ ایک پاؤں اندر داخل ہوا اور دوسرا ابھی باہر تھا۔ کہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا۔ جبکہ آیت حجاب نازل ہو گئی۔

حدیث (۴۴۴۱) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ بَنٰی بِزَیْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَاَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا ثُمَّ خَرَجَ اِلٰی حُجَرِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ كَمَا كَانَ یَصْنَعُ صَبِیْحَةَ بِنَائِهٖ فَیُسَلِّمُ عَلَیْهِنَّ وَیَدْعُوْ لَهُنَّ وَیُسَلِّمْنَ عَلَیْهِ وَیَدْعُوْنَ لَهٗ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰی بَیْتِهٖ رَاٰی رَجُلَیْنِ جَرٰی بِهِمَا الْحَدِیْثُ فَلَمَّا رَاٰهُمَا رَجَعَ عَنْ بَیْتِهٖ فَلَمَّا رَاٰی الرَّجُلَانِ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ رَجَعَ عَنْ بَیْتِهٖ وَثَبَا مُسْرِعَیْنِ فَمَا اَدْرِیْ اَنَا اَخْبَرْتُهٗ بِخُرُوْجِهِمَا اَمْ اُخْبِرَ فَرَجَعَ حَتّٰی دَخَلَ الْبَیْتَ وَاَرْخَی السِّتْرَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ وَاُنْزِلَتْ اٰیَةُ الْحِجَابِ وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ مِثْلَهٗ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت زینب بنت جحشؓ سے شب زفاف گذاری تو دعوت ولیمہ میں لوگوں کو روٹی اور گوشت سے خوب سیر کیا۔ بعد ازاں آپ حضرات امہات المؤمنین کے حجرات کی طرف تشریف لے گئے۔ جیساکہ زفاف کی رات کے بعد صبح کو آپ کے جانے کا معمول تھا۔ پس آنحضرت ﷺ ان بیویوں پر سلام کہتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ بیبیاں سلام کا جواب دیتیں اور آپ کے لئے دعا کرتیں۔ جب گھوم پھر کر آپ واپس گھر تشریف لائے۔ تو دو آدمیوں کو دیکھا کہ ان میں ابھی بات جیت جاری ہے۔ پس جب آپ نے ان کو دیکھا تو گھر سے واپس آگئے جب نبی اکرم ﷺ کو ان دو آدمیوں نے گھر سے واپس ہوتے دیکھا تو جلدی سے کود ے پس مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو ان کے نکل جانے کی اطلاع دی یا کسی اور ذریعہ سے آپ کو اطلاع ہوئی۔ تو آپ واپس گھر آکر گھر میں داخل ہوئے۔ اور اپنے اور میرے درمیان پردہ لٹکا دیا۔ حال یہ ہے کہ پردہ کی آیت نازل ہو چکی تھی۔ ابن ابی مریم نے بھی اپنی سند سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

حدیث (۴۴۴۲) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ خَرَجَتْ سَوْدَةُؓ بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيْمَةً لَاتَخْفٰى عَلٰى مَنْ يَعْرِفُهَا فَرَاٰهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ فَقَالَ يَاسَوْدَةُ اَمَا وَاللّٰهِ مَاتَخْفَيْنَ عَلَيْنَا فَانْظُرِيْ كَيْفَ تَخْرُجِيْنَ قَالَتْ فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَيْتِيْ وَاِنَّهٗ لَيَتَعَشّٰى وَفِيْ يَدِهٖ عَرْقٌ فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ فَقَالَ لِيْ عُمَرُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَاِنَّ الْعَرْقَ فِيْ يَدِهٖ مَاوَضَعَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پردہ مقرر ہونے کے بعد حضرت سودہؓ اپنی کسی ضرورت کے لئے باہر نکلیں وہ موٹی تازی عورت تھیں جو شخص ان کو پہچانتا تھا اس پر چھپ نہیں سکتی تھیں۔ تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے انہیں دیکھ لیا۔ فرمانے لگے اے سودۃ! خبردار واللہ تو ہم پر چھپ نہیں سکی۔ دیکھ تو کیسے باہر نکل رہی ہے فرماتی ہیں کہ وہ واپس ہو کر لوٹیں اور جناب رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے۔ شام کا کھانا کھا رہے تھے اور گوشت والی ہڈی آپؐ کے ہاتھ میں تھی۔ پس حضرت سودۃؓ نے اندر داخل ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں اپنے کسی کام کیلئے باہر نکلی تھی تو حضرت عمرؓ نے مجھے اس اس طرح کہا۔ فرماتی ہیں کہ پس آپؐ کی طرف وحی ہونے لگی پھر اسکی کیفیت زائل ہو گئی اور وہ ہڈی ابھی آپؐ کے ہاتھ میں تھی جس کو آپؐ نے رکھا نہیں تھا تو فرمایا شان یہ ہے کہ تمھیں اجازت مل چکی ہے کہ اپنی کسی ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حضرت انسؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوا کہ تین آدمی تھے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو آدمی تھے۔ تو تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ایک تو عدد کے مفہوم کا اعتبار نہیں ہوتا۔ دوسرے ممکن ہے تین میں سے ایک آپؐ کا اضطراب محسوس کر کے چلا گیا ہو۔ باقی دو رہ گئے۔ اور حافظؒ نے یہ جواب بھی لکھا ہے کہ بات چیت تو دو آدمی کرتے ہیں تیسرا خاموش بیٹھا ہوتا ہے۔

باب قوله اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

حدیث (۴۴۴۳) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ اَفْلَحُ اَخُوْ اَبِي الْقُعَيْسِ بَعْدَ مَا اُنْزِلَ الْحِجَابُ فَقُلْتُ لَا اٰذَنُ لَهٗ حَتّٰى اَسْتَأْذِنَ فِيْهِ النَّبِيَّ ﷺ فَاِنَّ اَخَاهُ اَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ اَرْضَعَنِيْ وَلٰكِنْ اَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ اَبِي الْقُعَيْسِ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت افلح ابوالقعیس کے بھائی نے حجاب نازل ہونے کے بعد میرے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے کہا میں تو اس وقت تک اجازت نہیں دونگی۔ جبتک اس بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ مانگ لوں کیونکہ اسکے بھائی ابوالقعیس نے تو مجھے دودھ نہیں پلایا لیکن ابوالقعیسؓ کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے پس جناب

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِنَّ اَفْلَحَ اَخَا اَبَا الْقُعَيْسِ اسْتَأْذَنَ فَاَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ حَتّٰى اسْتَأْذِنَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَأْذَنِيْنَ عَمَّكِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ اَرْضَعَنِيْ وَلٰكِنْ اَرْضَعَتْنِيْ امْرَأَةُ اَبِي الْقُعَيْسِ فَقَالَ ائْذَنِيْ لَهٗ فَاِنَّهٗ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ قَالَ عُرْوَةُ فَلِذٰلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ ؓ تَقُوْلُ حَرِّمُوْا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُوْنَ مِنَ النَّسَبِ

نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لے آئے تو میں نے کہا یارسول اللہ! بیشک افلح اخو ابو القعیس کے بھائی نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا یہاںتک کہ آپؐ سے اجازت طلب کروں۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ اپنے چچا کو اجازت دینے سے تجھے کس چیز نے روکا۔ میں نے کہا یارسول اللہ! مرد نے مجھے دودھ نہیں پلایا لیکن ابو القیس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے جس پر آپؐ نے فرمایا۔ اس کو اجازت دے دووہ تو تمھارا چچا ہے تیرا دایاں ھاتھ خاک آلود ہو۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رضاعت سے بھی وہی رشتے حرام قرار دو جو نسب سے حرام قرار دیتے ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بظاہر حدیث ترجمۃ الباب سے مطابقت نہیں رکھتی۔ لیکن جواب یہ ہے کہ آیتین میں ہے **لا جناح عليهن في ابائهن**۔ اور حدیث میں ہے **فانه عمك**۔ اور حدیث میں آتا ہے **العم صنف الاب** کہ چچا باپ کے مشابہ ہے۔ دراصل یہ حدیث لا کر امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جن کے نزدیک عورت اپنے چچا اور ماموں کے پاس بھی دوپٹہ نہیں اتار سکتی۔

باب قوله اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ صَلٰوةُ اللّٰهِ ثَنَاؤُهٗ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَصَلٰوةُ الْمَلَائِكَةِ الدُّعَاءُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ؓ يُصَلُّوْنَ يُبَرِّكُوْنَ لَنُغْرِيَنَّكَ لَنُسَلِّطَنَّكَ ۔

ترجمہ۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کا درود یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کی تعریف بیان فرمائیں۔ اور فرشتوں کا درود آپؐ کے بارے میں دعا کرنا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ یصلون کہ فرشتے برکت کی دعا کرتے ہیں **لنغرنك** کا معنی ہے مسلط کرنا۔

حدیث (۴۴۴۴) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيٰى .... عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ؓ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ قَالَ قُوْلُوْا

ترجمہ۔ حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپؐ پر سلام کرنا یہ تو ہمیں معلوم ہے۔ صلوۃ کیسے پڑھیں۔ آپؐ نے فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ......

ترجمہ۔اے اللہ محمد ﷺ اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسے آپ نے آل ابراھیم پر بھیجی بیشک آپ حمد والے اور بزرگی والے ہیں۔ اے اللہ! محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جیسے آپ نے آل ابراھیم پر برکت نازل فرمائی۔بیشک آپ تعریف اور بزرگی والے ہیں۔

حدیث (۴۴۴۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللہِ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللہِ ھٰذَاالتَّسْلِیْمُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اَبُوْصَالِحٍ عَنِ اللَّیْثِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا یارسول اللہ یہ سلام کرنا تو ہم پہچان گئے۔آپؐ پر صلوۃ کیسے بھیجیں۔آپ نے فرمایا تم یوں کہو ترجمہ۔اے اللہ! محمد اپنے بندے اور رسول پر رحمت نازل فرما۔جیسے آپ نے خاندان ابراھیم پر نازل فرمائی اور محمد ﷺ اور آل محمد پر ایسے برکت فرما جیسے تونے ابراھیمؑ پر برکت فرمائی۔ابو صالح لیث سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کمابارکت علیٰ ابراھیم فرمایا۔

حدیث (۴۴۴۶) حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ حَمْزَۃَ. عَنْ یَزِیْدَ وَقَالَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ ....

ترجمہ۔اس سند میں علےٰ ابراھیم ہے۔آل کا لفظ نہیں اور بارک کے جملہ میں محمد وآل محمد اور ابراھیم اور آل ابراھیم کا ذکر ہے۔

باب قوله وَلَاتَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْامُوْسٰی

حدیث (۴۴۴۷) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اِنَّ مُوْسٰی کَانَ رَجُلًا حَیِیًّا وَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بہت حیادار آدمی تھے اس لئے وہ ننگے نہیں نہایا کرتے تھے تو پتھر والا واقعہ پیش آیا کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہت ہی مرتبہ والے تھے۔

سُوْرَةُ سَبَا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یقال معاجزین مسابقین بمعجزین بفائتین ۔ کہا جاتا ہے معاجزین کے معنی ہیں آگے بھاگ کر جانے والے۔ **بمعجزین** ۔ کے معنی ہیں چوک جانے والے۔ اور **معاجزین** ۔ کے معنی غلبہ حاصل کرنے والے یعنی اس میں مبالغہ ہے۔ **سبقوا** بمعنے **فاتوا** چوک گئے۔ **لایعجزون بمعنے لایغوثون یسبقونا یعجزونا** ۔ ہمیں عاجز کردیا۔ تو معجزین بمعنے فائتین اور معاجزین بمعنے مغالبین۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے عجز کو ظاہر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ معشار عشرۃ بمعنے دسواں حصہ۔ الأکل بمعنے الثمر پھل کے معنی ہیں باعد وبعد یعنی باب مفاعلہ اور تفعیل ایک معنی ہیں دوری پیدا کرنا۔ **وقال مجاهد لایعزب لایغیب** ۔ غائب نہیں ہوتا۔ **العرم السد**۔ ایک بند تھا۔ **ماء احمر ارسله فی السد**۔ سرخ پانی جس کو بند میں چھوڑ دیا۔ **فشقه هدمه وحفر الوادی فارتفعتا عن الجنبتین وغاب عنهما المأ فیسبتا ولم یکن الماء الاحمر من السد ولکن کان عذابا ارسله الله علیهم من حیث شاء**۔ ترجمہ۔ پس اس سیلاب نے بند کو توڑ دیا۔ ایک وادی سی کھود دی اور اس بند کے دونوں کناروں سے باغات ضائع ہو گئے کہ باغ کا نام ونشان بھی نہ رہا۔ کیونکہ پانی باغوں سے غائب ہو گیا تو وہ سوکھ گئے۔ اور یہ سرخ پانی بند کا نہیں تھا۔ بلکہ یہ اللہ کا عذاب تھا جس کو اللہ تعالے نے جہاں سے چاہا بھیج دیا۔ **وقال عمر وبن شرجیل المسناة بلحن اهل الیمن** ۔ ترجمہ۔ عمر بن شرجیل فرماتے ہیں کہ اہل یمن کی بولی میں العرم اونچے ٹیلے کو کہتے ہیں۔ غیر عمرو بن شرجیل نے کہا کہ العرم ایک وادی کا نام ہے۔ السابغات الدروع یعنی کامل زریں۔ **وقال مجاهد نجازی نعاقب** بدلہ دینا۔ **اعظکم بواحدة ای بطاعة الله**۔ یعنی میں تمہیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کی اطاعت ہو۔ **مثنی وفرادی واحد اثنین التناوش الردمن الاخرة الی الدنیا** ۔ یعنی آخرت سے دنیا کی طرف واپسی نہیں ہوگی۔ **وبین مایشتهون من مال اوولد اوزهرة** ۔ یعنی جو کچھ وہ مال۔ اور اولاد اور زینت چاہیں گے۔ **باشیاعهم بامثالهم** ۔ اشیاع کے معنی امثال کے ہیں۔ **قال ابن عباس کالجواب کالجوبة من الارض**۔ جواب جمع جابیہ کی بڑا حوض کہتے ہیں کہ ان کے ٹپ کڑھا اتنے بڑے ہوتے تھے ایک ہزار آدمی اس کے گرد بیٹھ کر کھا سکتے تھے۔ **والخمط الاراك** ۔ پیلو کا درخت۔ **والاثل الطرفأ**۔ جھاڑ کا درخت۔ **والعرم الشدید**۔ عرم عریمہ سے ہے جس کے معنی شدید اور سخت کے ہیں۔

<u>تشریح از شیخ مدنی</u>ؒ ۔ سبا ایک وادی کا نام تھا۔ جس کی وجہ سے پانی کی فروانی تھی۔ علاقہ سر سبز رہتا تھا کثرت سے باغات تھے اور قسم وقسم کے پھل میوے لگتے تھے۔ کوئی موذی جانور نہیں ہوتا تھا۔ اور ان باغات کا سلسلہ وادی کے دونوں جانب چلا گیا تھا۔ اسلئے اسے

جنتین سے تعبیر کیا گیا۔ وہاں کی بسنے والی قوم کو بھی سبا کہا گیا۔ خوشحالی کے نتیجہ میں جب یہ لوگ فسق وفجور میں مبتلا ہو گئے۔ ان کو خبر دی گئی کہ اس سد (بند) کو چوہے کھود دیں گے تو ان لوگوں نے بہت سی بلیاں پال لیں۔ ایک مرتبہ کچھ بلیاں ایک چوہے کے پیچھے بھاگیں۔ تو ایک گذر گاہ (سوراخ) سے گھس گیا جس سے پانی کی گذر گاہ اور بھی وسیع ہو گئی۔ جب زور کا سیلاب آیا۔ تو اس بند کی دیوار آہستہ آہستہ کمزور ہوتی گئی جب سیل عرم کا ریلہ یکبارگی آیا۔ تو وہ پانی ہر ماہ الگ الگ نالی سے جاتا تھا۔ وہ یکبارگی بہہ گیا۔ جس نے تمام باغات کا ناس مارا۔ ان باغات کی بجائے بیری اور پیلو کے درخت اگ آئے۔ مسفاة کاریز کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ نہر جو زمین کے نیچے نیچے بنائی جاتی ہے۔ اس کا پانی سرخ رنگ کا ہو گیا۔ جو زہریلا ہوتا ہے۔ گدلا پانی نشوونما کا باعث بنتا ہے۔ سیل عرم کے سرخ پانی نے دیوار کو منہدم کر دیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ماء احمر ۷۰۸۔۱۳۔ یہ اس سد یعنی بند کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالے نے جو فرمایا ہے۔ ارسلنا علیھم سیل العرم۔ یہ ما ارسلنا کا بیان ہے پھر عرم کی تینوں تفسیریں قریب قریب ہیں۔ ان میں کوئی بہت اختلاف نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ العرم کے معنی شدة اور فساد کے ہیں۔ **قولہ السدیہ العرم** کی تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ اس قصہ کی تمہید ہے جس کو ماٗ احمر سے بیان کیا ہے۔ اور انکی دوسری تقریر میں ہے کہ عرم سے مراد وہ بند ہے۔ اور بند سے وہ دیواریں مراد ہیں جنہوں نے باغوں کو گھیر رکھا تھا۔ تاکہ جانوروں اور سیلابوں سے محفوظ رہیں۔ اور السیل سے وہ سیلاب مراد ہے۔ جو اللہ تعالے نے اس وادی سے بھیجا جس وادی سے باغات کو سینچتے تھے تو اس سیلاب نے ان باغات کی دیواروں کو اکھاڑ پچھاڑ دیا اب پانی دیواروں کے پاس بہنے کی بجائے باغوں کے کناروں میں بہنے لگا۔ دیواروں کی جگہیں گہری ہو گئیں۔ جس سے پانی گہرا بہنے لگا اب باغات اونچے رہ گئے کہ پانی ان تک نہیں پہنچتا تھا اس لئے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے باغات خشک ہو گئے۔ اور دیواروں کی جگہ وادی چلنے لگی۔ خلاصہ یہ بتلانا ہے کہ سیل کی اضافت عرم کی طرف اس اعتبار سے نہیں ہے کہ یہ سیلاب اس وادی سے نکلا تھا۔ بلکہ اس اعتبار سے اضافة ہے کہ سیلاب نے اس بند کو آکر چیرا جس سے وہ وادی میں بدل گئیں۔ المسناة وہ دیواریں ہیں جو حائط سے چھوٹی ہوتی ہیں۔ عطاٗ اور قتادہ فرماتے ہیں۔ العرم قوم سبا کی وادی کا نام ہے۔ تفاسیر الثلاثة جن کو امام بخاریؒ نے بیان فرمایا ہے۔ الاول بقولہ العرم السد اور دوسرا العرم المسناة اور تیسرا بقولہ الوادی۔ اور بعض نے کہا العرم اس بڑے چوہے کا نام ہے جس نے اس بند کو خراب کیا۔

باب قولہ فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ

حدیث (۴۴۴۸) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَؓ يَقُوْلُ اِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ اِذَا قَضَى اللهُ الْاَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرةؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالے جب آسمان میں کسی معاملہ کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں۔ تو فرشتے اللہ تعالے کے فرمان کے سامنے جھکاؤ کے لئے اپنے پروں کو اس طرح مارتے ہیں گویا کہ

بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَاَنَّهٗ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهٗ فَوْقَ بَعْضٍ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِكَفِّهٖ فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيْهَا اِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ ثُمَّ يُلْقِيْهَا الْاٰخَرُ اِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ حَتّٰى يُلْقِيَهَا عَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِ اَوِ الْكَاهِنِ فَرُبَّمَا اَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ اَنْ يُلْقِيَهَا وَرُبَّمَا اَلْقَاهَا قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَهٗ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُقَالُ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِىْ مِنَ السَّمَاءِ ......

صاف پتھر پر زنجیر کھینچی جارہی ہے۔ پس جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے۔ تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تمھارے رب نے کیا فرمایا تو جو کچھ اللہ تعالے نے فرمایا ہوتا ہے اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بالکل حق ہے۔ وہ بلند و برتر ہے تو سنی ہوئی بات کو چوری کرنے والے جن بھی اسے سن لیتے ہیں اور وہ سرقہ کرنے والے اس طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں سفیانؒ نے اپنی ہتھیلی سے اس کی کیفیت بیان فرمائی۔ ہتھیلی کو ایک طرف کیا اور انگلیوں کے درمیان جدائی کی۔ تو وہ اس کلمہ حق کو سن کر اپنے نیچے والے تک پہنچاتا ہے۔ وہ دوسرا اپنے نیچے والے تک پہنچاتا ہے۔ یہاںتک کہ وہ کسی جادوگر یا نجومی کے کان میں ڈالتا ہے۔ کبھی تو اس کے پہنچانے سے پہلے شہاب ثاقب اسے پالیتا ہے۔ اور کبھی اس کے پانے سے پہلے وہ کلمہ پہنچا لیتا ہے۔ تو ساحر یا نجومی اس کے ساتھ سو ۱۰۰ جھوٹ ملالیتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ کیا فلاں دن اس نے ہمیں اس اس طرح نہیں کہا تھا تو وہ کلمہ جو آسمان سے سنا گیا تھا اس کی وجہ سے اس کے جھوٹ کو بھی سچا سمجھا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اذا قضی اللہ الامر ...ای اذا تکلم اللہ بالوحی ضربت الملائکۃ ۔ ضرب اجنحہ سے مراد پروں کا سمیٹنا ہے۔ کانہ سلسلة علی صفوان ۔ بعض حضرات نے تو فرمایا کہ یہ ضرب ملائکہ کی تشبیہ ہے۔ اور بعض نے کہا پروں کی آواز کی تشبیہ دی ہے۔ اور بعض نے قول مسموع کو سلسلہ صفوان سے تشبیہ دی ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ فحرفھا ۷۰۸ ۔ ۲۱ ۔ فحرفھا سے اس طرف اشارہ کیا۔ کہ ہاتھ سیدھا کر کے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کو ٹیڑھا کر کے کیفیت سمجھائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے راوی کے قول کی صورت اشارہ بھا محرفۃ سے بتلائی۔ کہ ہاتھ سیدھا اور برابر رکھ کر شکل نہیں بتلائی بلکہ اسے ٹیڑھا کر کے بعض انگلیوں کو بعض کے اوپر کھڑا کر کے صورت سمجھائی۔

باب قوله اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ

حدیث (۴۴۴۹) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ صَعِدَ النَّبِیُّ ﷺ الصَّفَا ذَاتَ یَوْمٍ فَقَالَ یَا صَبَاحَاہُ فَاجْتَمَعَتْ اِلَیْہِ قُرَیْشٌ قَالُوْا مَالَکَ قَالَ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ الْعَدُوَّ یُصَبِّحُکُمْ اَوْ یُمَسِّیْکُمْ اَمَا کُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِیْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ فَقَالَ اَبُوْلَھَبٍ تَبًّا لَّکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب نبی اکرم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ کر فرمانے لگے کہ صبح کے وقت ڈاکہ پڑ گیا۔ جس پر قریش جمع ہو گئے۔ تو انہوں نے پوچھا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے بتلاؤ اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ دشمن تم پر صبح کو حملہ کرنے والا ہے یا شام کو حملہ کرنے والا ہے۔ تو کیا تم لوگ مجھے سچا سمجھو گے۔ انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا بیشک میں تمھیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے پہلے ڈرانے والا ہوں ابولہب بولا العیاذ باللہ آپؐ کے لئے خرابی ہو کیا آپ نے اسی لئے ہمیں جمع کیا۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے یہ سورۃ تبت یدا نازل فرمائی۔

سُوْرَۃُ الْمَلٰئِکَۃِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ مُجَاھِدٌ اَلْقِطْمِیْرُ لِفَافَۃُ النَّوَاۃِ مُثْقَلَۃٌ مُثَقَّلَۃٌ وَقَالَ غَیْرُہٗ اَلْحَرُوْرُ بِالنَّھَارِ مَعَ الشَّمْسِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحَرُوْرُ بِاللَّیْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّھَارِ وَغَرَابِیْبُ اَشَدُّ سَوَادًا اَلْغِرْبِیْبُ الشَّدِیْدُ السَّوَادِ.

ترجمہ۔ مجاہد کی تفسیر ہے کہ قطمیر گٹھلی کے پردہ کو کہتے ہیں مثقلہ و مثقلہ یعنی مثقلہ تخفیف اور تشدید دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ غیر مجاہد کی تفسیر ہے الحرور کہ دن کے وقت دھوپ کے ساتھ ساتھ سخت گرمی ہو۔ اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ الحرور رات کی گرمی اور سموم دن کی گرمی ہے۔ غرابیب سود۔ جمع ہے۔ سخت سیاہ۔ الغریب مفرد سخت سیاہ کے معنی ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حرور کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ وہ گرم ہوا جو دن کو چلتی ہے لیکن ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جو گرم ہوا رات کو چلے اسے حرور کہتے ہیں اور جو دن کو چلے اسے سموم کہتے ہیں۔ صرصر ان دونوں سے عام ہے۔ گویا غیر ابن عباسؓ کوئی فرق نہیں کرتے۔

سُوْرَۃُ یٰسٓ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَزَّزْنَا شَدَّدْنَا يَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمُ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ لَايَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ وَلَايَنْبَغِي لَهُمَاذٰلِكَ سَابِقُ النَّهَارِ يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَيْنِ نَسْلَخُ نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَيَجْرِيْ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ مِثْلِهِ مِنَ الْاَنْعَامِ فَكِهُوْنَ مُعْجَبُوْنَ جُنْدٌ مُحْضَرُوْنَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ الْمَشْحُوْنَ الْمُوْقَرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَائِرُكُمْ مَصَائِبُكُمْ يَنْسِلُوْنَ يَخْرُجُوْنَ مَرْقَدِنَا مَخْرَجِنَا اَحْصَيْنَاهُ حَفِظْنَاهُ مَكَانَتِهِمْ وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ ......

ترجمہ۔ مجاہد کی تفسیر ہے۔ فعززنا۔ ہم نے مضبوط کیا یا حسرۃ علے العباد۔ یعنی انہوں نے جو اللہ کے رسولوں کا مذاق اڑایا آج وہ ان کے لئے حسرت کا باعث ہوگا۔ ان تدرك القمر کا مطلب یہ کہ ان میں کسی کی روشنی دوسرے کی روشنی کو چھپا نہیں سکتی۔ اور نہ ہی یہ ان دونوں کی شان کے لائق ہے۔ سابق النھار۔ کہ دونوں تیز رفتاری کے ساتھ ایک دوسرے کی تلاش میں ہیں۔ نسلخ ان میں سے ایک کو دوسرے سے نکالتے ہیں۔ اور ہر ایک ان میں سے چالو ہوتا ہے۔ من مثلہ۔ یعنی ان چوپاؤں میں سے۔ فکھون غرور اور عجب میں پڑے ہوئے۔ محضرون یہ لشکر بن کر حساب کے وقت حاضر ہونگے۔ اور عکرمہ سے بیان کیا جاتا ہے مشحون کے معنی بھر ہوئے۔ ابن عباسؓ نے طائرکم کے معنی تمھاری مصیبتیں سے کیا ہے۔ ینسلون نکلیں گے۔ مرقدنا ہمارے نکلنے کی جگہ۔ احصیناہ ہم نے اس کو محفوظ کرلیا ہے۔ مکانتھم اور مکانھم کے ایک معنی ہیں حثیث کے معنی تیز چلنے کے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ان تدرک القمر ۷۰۹ ۔ ۳ یعنی سورج اور چاند میں سے ہر ایک کے لئے تو زمان کی مقدار مقرر ہے۔ ان میں سے کوئی دوسرے کو نہیں پاسکتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ کسی کے لئے لائق نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو چھپالے۔ یعنی اپنے وقت میں نہ کوتاہی کرتے ہیں نہ زیادتی کرتے ہیں۔ جب یہ دونوں جمع ہو جائینگے اور ایک دوسرے کو پالیں گے۔ تو قیامت قائم ہو جائے گی۔

اللہ تعالے کا ارشاد ہے جمع الشمس والقمر۔ اور جمل میں ہے کہ رات ختم ہونے سے پہلے دن داخل نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح دن ختم ہونے سے پہلے رات نہیں آسکتی بلکہ ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے ہیں کوئی اپنے وقت سے پہلے نہیں آسکتا کہ سورج رات کو نکل جائے یا چاند دن کو طلوع کرے اور اسکی روشنی ہو ویسے تو چاند دن کو نظر آتا ہے لیکن اسکی روشنی نہیں ہوتی سورج کی روشنی غالب ہوتی ہے

باب قوله وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ

حدیث (۴۴۵۰) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِی الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ. فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ سورج غروب ہونے کے وقت میں مسجد میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا کہ آپؐ نے پوچھا اے ابوذر! تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاکر غروب ہوتا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ عرش الٰہی کے نیچے جاکر سجدہ کرتا ہے۔ یہی مطلب اللہ تعالے کے اس قول کا ہے۔ کہ سورج اپنے قرار کی جگہ کی طرف چل رہا ہے۔ اور یہ غلبہ والے خوب جاننے والے مولا کا نظام الاوقات ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لفظ مستقر میں احتمال ہے کہ وہ اسم ظرف ہو۔ ای لمکان استقرارھا اور اس کا مستقر تحت العرش ہے۔ جس کا ہمیں علم نہیں۔ اگر اشکال ہو کہ سورج ہر وقت حرکت میں رہتا ہے۔ کرہ ارض پر اگر ہمارے ہاں دن ہے تو امریکہ رات ہے۔ وہاں دن ہے تو ہمارے ہاں رات ہے۔ تو پھر سجدہ کیسے کر سکتا ہے۔ جواب میں کہا جائیگا کہ ممکن ہے سجدہ خفیفہ کرتا ہو۔ اور اس کی حرکت حادث ہو۔ جس کی ضرور ابتدا ہو گی۔ وہ تحت العرش سے ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مستقر ظرف زمان ہو۔ کہ تحت العرش اس کے استقرار کا زمانہ ہو۔ کیونکہ ہر حرکت سکون کے لئے ہوا کرتی ہے۔ اور شمس میں دو حرکتیں ہیں ایک حرکت وضعی ہے۔ اور دوسری حرکت عینی ہے آجکل سائنسدان کہتے ہیں کہ شمس کے لئے حرکت عینی ہے۔ فیثاغورس تو اسے پہلے سے مانتے تھے۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ مستقر مصدر میمی ہو۔ تو معنی ہونگے تجری لاستقرارھا کیونکہ حرکت سکون طلب کرنے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ رہا زمین کا سکون تو یہ شریعت سے ثابت نہیں بنا بریں نہ اس کا انکار کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ باب کی دونوں روایتیں پہلی توجیہ کی تائید کرتی ہیں کہ مستقر ظرف مکان ہے علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی نے اشکالات نقل کر کے اس حدیث صحیح کے مطابق توجیہ کی ہے کہ جسم دو قسم ہے جسم شہودی تو برابر چلتا رہتا ہے جسم مثالی عرش الٰہی کے نیچے سجدہ ریز ہو کر اس جسم شہودی سے مل جاتا ہے۔ شمس نور ہے اسکے آنے جانے سے خرق والتیام فلک لازم نہیں آتا۔ جیسے عینک کے شیشے سے نور بصر نفوذ کر جاتا ہے۔ شیشہ نہیں ٹوٹتا۔ اور جسد مثالی کو فلسفی مانتے ہیں۔

حدیث (۴۴۵۱) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا. قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ.

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے والشمس تجری لمستقر لھا کے متعلق سوال کیا توآپؐ نے فرمایااس کا مستقر عرش الٰہی کے نیچے ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جن حضرات نے مستقر ظرف زمان کہا ہے۔ تو مستقر سے مراد یوم القیامت ہوگا۔ کہ قیام قیامت تک سورج چلتا رہے گا۔اس کی حرکت منقطع نہیں ہوگی۔اور جو حضرات اسے ظرف مکانی کہتے ہیں۔ تو مستقر تحت العرش ہوگا جو جانب زمین کے متصل ہے۔ کیونکہ زمین بھی ساری مخلوقات کے لئے تحت العرش ہے۔اور اس کے لئے چھت کی مانند ہے۔اور زمین گول نہیں ہے جیسے اہل السنۃ کا قول ہے۔ بلکہ وہ عرش قبہ کی طرح ہے۔ جس کے پائے بھی ہیں۔ جس کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔اور تیسرے معنی یہ ہیں کہ استقرا سے اس کی آسمان میں بلندی کو بتلانا ہے۔ جہاں اس کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج ٹھہرا ہوا ہے۔ تعجب ہے کہ قاضی بیضاویؒ جیسا متبحر عالم فلسفیوں سے مرعوب ہو کر اس صحیح حدیث کی توجیہ کو ذکر نہیں فرماتے۔ علامہ آلوسیؒ نے مقدمات باندھ کر صحیح حدیث کے مطابق توجیہ بیان کی ہے۔اور عجیب طریقہ سے فلسفیوں کا رد کیا ہے۔ فیہ نظر روح المعانی۔

سُوْرَةُ الصَّافَّاتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ يُرْمُوْنَ وَاصِبٌ دَائِمٌ لَازِبٌ لَازِمٌ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ يَعْنِي الْحَقَّ الْكُفَّارُ تَقُوْلُهٗ لِلشَّيْطَانِ غَوْلٌ وَقَعٌ وَجَعُ بَطْنٍ يُنْزَفُوْنَ لَاتَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ قَرِيْنٌ شَيْطَانٌ يُهْرَعُوْنَ كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ يَزِفُّوْنَ النَّسَلَانُ فِی الْمَشْیِ .....

ترجمہ۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ من مکان بعید سے ہر مکان مراد ہے۔ یقذفون پھینکے جائینگے۔ واصب معنی ہمیشہ کے ہیں۔ لازب کے معنی لازم۔ تاتوننا عن الیمین سے حق مراد ہے۔ یہ کافر لوگ شیطان سے کہینگے غول پیٹ کا درد ینزفون اس سے ان کی عقول زائل نہیں ہونگی۔ قرین ساتھی شیطان مراد ہے۔ یھرعون جلدی دوڑتے ہوئے۔ یہ دوڑ کی ایک قسم ہے ہراولۃ۔ یزفون چلنے میں جلدی کرتے ہیں۔

وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللهِ وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ سَتُحْضَرُوْنَ لِلْحِسَابِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ الْمَلَائِكَةُ صِرَاطُ الْجَحِيْمِ سَوَاءُ الْجَحِيْمِ وَوَسْطِ الْجَحِيْمِ لَشَوْبًا يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ مَدْحُوْرًا مَطْرُوْدًا بَيْضٌ مَكْنُوْنٌ اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ يُذْكَرُ بِخَيْرٍ يَسْتَسْخِرُوْنَ يَسْخَرُوْنَ بَعْلًا رَبًّا ......

بین الجنۃ نسبا۔ کفار قریش جنوں سے نسب ثابت کرتے ہوئے کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالے کی بیٹیاں ہیں۔ اور انکی مائیں جنوں کے سرداروں کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی اولاد کیسے بن سکتے ہیں۔ کیونکہ تحقیق جنوں کو معلوم ہے کہ وہ حساب کے لئے حاضر کئے جائیں گے اور ابن عباسؓ کی تفسیر ہے نحن الصافون کہ فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ تو ان غلاموں کا اللہ سے کیا رشتہ ہو سکتا ہے۔ صراط الجحیم۔ سواء الجحیم۔ جھنم کا درمیانہ درجہ۔ لشوبا کہ ان کا کھانا گرم پانی کے ساتھ ملا ہوا ہو گا۔ مدحورا بھگایا ہوا۔ بیض مکنون یعنی محفوظ چھپے ہوئے موتی۔ ترکناہ علیہ یعنی بعد میں آنے والوں میں بھلائی خیر سے یاد کیا جائیگا۔ یستسخرون میں سین اور تا طلب کے لئے نہیں۔ مذاق کرنے کے معنی ہیں۔ بعلا بمعنے رب۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ من کل مکان ۷۰۹۔ ۱۳ اس تفسیر سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ مکان بعید میں مکان کی تنوین تنکیر کے لئے ہے جو عموم کا فائدہ دیتی ہے۔ تاکہ علے سبیل البدلیۃ ہر مکان کو شامل ہو جائے۔ تو اس طرح عموم حاصل ہو جائیگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہاں چند باتیں ہیں۔ پہلے تو یہ کہ امام بخاریؒ **یقذفون بالغیب من مکان بعید** کو سورۃ الصافات میں لائے ہیں۔ حالانکہ یہ آیت سورۃ صافات کی نہیں۔ بلکہ سورۃ سبا کی ہے۔ شاید امام بخاریؒ نے اسے **یقذفون من کل جانب دحورا** کی مناسبت سے ذکر کیا ہے۔ اور یہ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ وہ بعض الفاظ کو دوسرے بعض الفاظ کی مناسبت سے ذکر کر دیا کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے امام بخاری کی تفسیر من کل مکان سے کی ہے۔ جس کو شیخؒ نے واضح کر دیا کہ یہ تنوین سے مستفاد ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کی یہ تفسیر من کل مکان سورۃ سبا کی آیت کے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ سورۃ سبا میں ہے **وقد کفروا بہ من قبل ویقذفون بالغیب من مکان بعید** ۔ من مکان کا لفظ اس آیت میں تعمیم کا مقتضی نہیں ہے۔ چنانچہ جمل میں ہے مکان بعید ان کان فاسدوھم ۔ ہے اور ان کا غلط گمان ہے جو مرتبہ علم اور صدق سے بہت دور ہے۔ اس میں تعمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اور مجاہد کی یہ تفسیر سورۃ سبا کی نہیں ہے بلکہ **سورۃ صافات کی آیت یقذفون من کل جانب قال یرمون من کل مکان دحورا او مطرودین** تو میرے نزدیک یہ سہو کاتب پر محمول ہے۔ لفظ میں تشابہ کی وجہ سے ایسا ہوا۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ ۔ تاتوننا عن الیمین۔ ایمان یمین کنایہ ہے۔ انکی گفتگو کے حق ہونے سے معنی یہ ہونگے کہ تم لوگ

ہمارے سامنے ظاہر کرتے تھے۔ کہ جو کچھ تم ہم سے کہہ رہے ہو۔ وہ حق ہے۔ اور صحیح ہے۔ قولہ لاتذھب عقولھم از شیخ گنگوہیؒ یہ نفی کی تفسیر ہے منفی کی نفی۔ اگر چہ اس جگہ ہر نفی کا ذکر نہیں ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ نے عن الیمین کی تفسیر جن سے کی ہے کہ چھپ کر آتے تھے۔ اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ تو اس صورت میں لفظ حق یمین کی تفسیر ہو گی۔ تا تونا من جهه الحق۔ الکفار مبتدأ ہے اور تقولہ اس کی خبر ہے کہ یہ بات کفار شیاطین سے کہیں گے اور جن کی روایت پر معنی ہونگے کہ جن کفار شیاطین سے کہیںگے اس صورت میں لفظ کفار کی صفت ہو گی۔ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں اس کے کئی معانی بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ ہے یمین خیرات اور سعادات سے استعارہ ہے۔ اس لئے کہ جانب ایمن جانب ایسر سے بوجوہ افضل ہے۔ اس لئے خیرات اور سعادات سے استعار ہو سکتا ہے۔ کہ تم ہمیں دھوکہ دیتے تھے اور ہمیں وہم دلاتے تھے کہ اس دعوت دین سے تمہارا مقصود حق کی نصرت اور حق کو تقویت پہنچانا ہے۔ اتدعون بعلا الغۃ اہل یمن میں رب کو کہتے ہیں اور بغوی فرماتے ہیں کہ بعل ان کے ایک بت کا نام تھا جس کی عبادت کرتے تھے۔ بعلبک اسی سے ہے۔ لھذا شیخ گنگوہیؒ نے لاتذھب عقولھم کے متعلق اشارہ کیا۔ کہ یہ ینزفون مثبت کی تفسیر نہیں ہے۔ کیونکہ نزف کے معنی فساد کے ہیں کہ اس شراب میں کسی قسم کی خرابی نہیں ہو گی۔ نہ تو مستی آئیگی نہ دوران سر ہو گا۔ اور نہ ہی عقل مستور ہو گی۔

باب وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

حدیث (۴۴۵۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِاللهِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَايَنْبَغِيْ لِاَحَدٍاَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا مِنَ ابْنِ مَتّٰى ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کے لائق نہیں ہے۔ کہ نفس نبوت میں حضرت یونس بن متی سے بہتر ہو۔

حدیث (۴۴۵۳) حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے یوں کہا کہ میں نفس نبوت میں حضرت یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ اس نے جھوٹ کہا۔

سُوْرَۃُ صٓ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیث (٤٤٥٤) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بَشَّارٍ عَنِ الْعَوَّامِ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ السَّجْدَةِ فِی صٓ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْجُدُ فِيْهَا ....

ترجمہ۔ میں نے حضرت مجاہد سے سورۃ ص کے اندر سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالے نے ہدایت دی پس انکی ہدایت کی پیروی کرو چنانچہ ابن عباسؓ اس میں سجدہ کیا کرتے تھے۔

حدیث (٤٤٥٥) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةِ ص فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مِنْ أَيْنَ سَجَدْتَ فَقَالَ أَوَمَا تَقْرَأُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ فَكَانَ دَاوٗدُ مِمَّنْ أُمِرَ نَبِيُّكُمْ أَنْ يَّقْتَدِیَ بِهٖ فَسَجَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ........

ترجمہ۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ آپ کس دلیل سے سورۃ ص میں سجدہ تلاوت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ ومن ذریته داؤد وسلیمان اولئك ..... تو داؤد علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جن کی اقتداٗ کرنے کا تمھارے رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا۔ عجاب عجیب کے معنی ہیں۔ القط صحیفہ دستاویز اس جگہ حسنات کا رجسٹر مراد ہے۔

اور مجاہد نے فرمایا فی عزۃ۔ معاذین یعنی تکبر اور قومی حمیة کی وجہ سے کفر کیا۔ الملة الاخرۃ۔ سے ملت قریش مراد ہے۔ الاختلاق بمعنے جھوٹ الاسباب. طرق السمأ فی ابوابها. آسمان کے وہ راستے جو ان کے دروازوں میں ہیں۔ جند ما هنالك مخروم ۔ یعنی قریش کا لشکر ہے جو یہاں پر شکست خوردہ ہوگا۔ اولئك الاحزاب . القرون الماضیه ۔ گذشتہ زمانے کے لوگ۔ فواق۔ بمعنے رجوع۔ قطنا ای عذابنا اتخذناهم سخریا کہ مذاق کرنے کیلئے ہم نے ان کا گھراؤ کیا۔ اتراب۔ امثال کے معنی ہیں۔ وقال ابن عباسؓ الاید القوۃ فی العبادۃ الابصار جو اللہ تعالے کے معاملہ میں بصیرت رکھتے ہیں عن ذکر ربی من ذکر ربی۔ کے معنی ہیں۔ طفق مسحا یمسح اعراف الخیل

وعراقیھا ۔ کہ گھوڑوں کی گردن کے بالوں اور انکی پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ الاصفاد ہنوں میں جکڑے ہونگے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ ملۃ الآخرۃ قریش اپنے گمان باطل کے مطابق اپنے آپ کو آخری ملت کہتے تھے۔ کیونکہ وہ یہودیۃ اور نصرانیہ کو تو مانتے نہیں تھے۔ اب آخر میں صرف ملۃ حنفیہ رہ گئی تھی۔ اتخذ ناھم سخریا احاطہ مسخریہ کو لازم ہے۔ اس لئے کہ وہ لوگ جب کسی کا مذاق اڑاتے تھے۔ تو اس کو اپنے درمیان میں کر لیتے تا کہ ہر ایک کو استھزاء کی پوری قدرت حاصل ہو۔ اس لئے احطناھم سے تفسیر کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ اور عینیؒ نے ملۃ آخرۃ کی تفسیر ملۃ قریش سے کی ہے۔ بعض مفسرین اس سے ملۃ نصرانیہ مراد لیتے ہیں۔ اور اس کا آخری ملۃ ہونا ظاہر ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کی تفسیر ملۃ القریش سے کی ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے اسکی عجیب توجیہ لی ہے۔ جس کا تعرض نہ تو شراح نے کیا ہے۔ اور نہ مفسرین نے کیا ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ نے بھی ملۃ نصاری سے ایک تفسیر کی ہے۔ اور دوسری تفسیر ملۃ قریش سے ہے۔ تو اکابر کے اقوال میں غور کرنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا قول احطناھم اگر احاطہ سے ہے تو یہ اتخذ ناھم سخریا کی تفسیر ہے۔ اور افادۃ میں حضرت گنگوہیؒ نے اس کی توجیہ بیان کر دی ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم تو دنیا میں ان کو اشرار میں سے سمجھتے تھے۔ اور ان کا گھراؤ کر کے مذاق کرتے تھے۔ آج وہ جھنم میں موجود ہیں۔ جو ہمیں نظر نہیں آرہے۔ اور دمیاطیؒ کے قول کے مطابق اخطانا یہ ام زاغت عنھم الابصار کی تفسیر ہو جائیگی۔ امام بخاریؒ کا سیاق پہلے معنی کو ترجیح دیتا ہے۔

باب قوله هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

حدیث (٤٤٥٦) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ وَاَرَدْتُ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا گذشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے سامنے آگیا تا کہ میری نماز کو مجھ پر خراب کرے۔ لیکن اللہ تعالے نے مجھے اس پر قدرت دے دی۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں۔ یہانتک صبح کو آؤ تو تم سب کے سب اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آگئی۔ ترجمہ آیت کہ اے اللہ! مجھے ایسی حکومت عطاء فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ روح راوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے اسے نامراد کر کے واپس کیا۔

باب قوله وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ

حدیث (۴۴۵۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ يَاأَيُّهَاالنَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهٖ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ وَاللهُ اَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يَقُوْلَ لِمَالَايَعْلَمُ اللهُ اَعْلَمُ قَالَ اللهُ لِنَبِيِّهٖ ﷺ قُلْ مَاأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَمَاأَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ. وَسَاحَدِّثُكُمْ عَنِ الدُّخَانِ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ دَعَاقُرَيْشًا اِلَى الْاِسْلَامِ فَاَبْطَؤُا عَلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ فَحَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى اَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُوْدَ حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ يَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ دُخَانًا مِنَ الْجُوْعِ قَالَ اللهُ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ....قَالَ فَدَعَوْا رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ اِلٰى اَنَّكُمْ عَائِدُوْنَ فَيُكْشَفُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَكَشَفَ ثُمَّ عَادُوْا فِيْ كُفْرِهِمْ فَاَخَذَهُمُ اللهُ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ اللهُ تَعَالٰى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ .....

ترجمہ۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ توانہوں نے فرمایااے لوگو! جو شخص کچھ جانتا ہے وہ تو اسے بیان کرے اور جو نہیں جانتاوہ یوں کہے کہ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ کیونکہ یہ بھی علم میں سے جو شخص کسی چیز کو نہیں جانتا۔ وہ اس کے متعلق کہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے اپنے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا آپؐ فرمادیں میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور میں تمھیں دھوئیں کے بارے میں حدیث بیان کرونگا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کو اسلام کی دعوت دی۔ تو انہوں نے اس پر دیر لگادی۔ تو آپؐ نے بددعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! ان کے خلاف تو میری مدد فرما۔ کہ سات سال قحط میں مبتلا ہوں جیسے کہ سات سال یوسفؑ کے زمانہ میں قحط آیا تھا۔ پس قحط سالی نے ان کو آپکڑا۔ یہانتک کہ ہر چیز کو اس نے کاٹ کرر کھ دیا۔ یہانتک کہ وہ لوگ مردار اور چمڑے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ یہانتک کہ آدمی اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کی وجہ سے دھواں دیکھتا تھا۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں ترجمہ۔ کہ انتظار کرو یہانتک کہ آسمان پر واضح دھواں چھاجائے جو لوگوں کو ڈھانپ لے۔ یہ سخت دردناک عذاب ہے۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دعامانگی اے ہمارے رب ہم سے یہ عذاب کھولدے ہم ایمان لانے والے ہونگے۔ الی انکم عائدون۔ پس قیامت کے دن کچھ دیر کے لئے عذاب ہٹادیا جائیگا۔ فرماتے ہیں اللہ تعالے نے دھواں کھول دیا۔ تو پھر اپنے کفر کی طرف لوٹ آئے تو اللہ تعالی نے پھر ان کو بدر کی لڑائی میں پکڑ لیا۔ جس کو اللہ تعالے یوں بیان فرماتے ہیں۔ ترجمہ جس دن کو ہم ان کی سخت گرفت کریں گے جو بہت بڑی ہو گی۔ چنانچہ صنادید قریش سب مارے گئے۔ مکہ میں کہرام مچ گیا۔

سُوْرَةُ الزُّمَرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ مُجَاهِدٌ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ يُجَرُّ عَلٰى وَجْهِهِ فِي النَّارِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالٰى أَفَمَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا ذِي عِوَجٍ لَبْسٍ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ مَثَلٌ لِآلِهَتِهِمُ الْبَاطِلِ وَالْإِلٰهِ الْحَقِّ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بِالْأَوْثَانِ خَوَّلْنَا أَعْطَيْنَا الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ الْقُرْآنِ وَصَدَّقَ بِهِ الْمُؤْمِنُ يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ هٰذَا الَّذِي أَعْطَيْتَنِي عَمِلْتُ بِمَا فِيهِ مُتَشَاكِسُونَ الشَّكِسُ الْعَسِرُ لَا يَرْضٰى بِالْإِنْصَافِ وَرَجُلًا سِلْمًا يُقَالُ سَالِمًا صَالِحًا اِشْمَأَزَّتْ نَفَرَتْ بِمَفَازَتِهِمْ مِنَ الْفَوْزِ حَافِّينَ أَطَافُوا بِهِ مُطِيفِينَ بِحِفَافَيْهِ بِجَوَانِبِهِ مُتَشَابِهًا لَيْسَ مِنَ الْاِشْتِبَاهِ وَلٰكِنْ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي التَّصْدِيقِ ......

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ یتقی بوجھہ کا مطلب یہ ہے کہ اسے چہرہ کے بل کھینچ کر جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اور یہ اللہ تعالے کے اس قول کا مطلب ہے کہ کیا جس شخص کو جھنم میں ڈالا جائیگا وہ بہتر ہے۔ یا وہ جو امن سے آئیگا۔ ذی عوج بمعنے خلط ملط ہو۔ رجلا سلما لرجل یہ انکے معبودان باطلہ اور سچے معبود کی مثال بیان کی ہے۔ الذین من دونہ سے مراد ان کے بت ہیں جن سے وہ تجھے ڈراتے ہیں۔ خولنا کے معنی ہم نے دیا۔ الذی جاء بالصدق سے قرآن مراد ہے۔ جو سچائی کو لایا۔ اور صدق بہ سے مؤمن مراد ہے۔ جو قیامت کے دن یہ کہتا ہوا آئیگا کہ یہ قرآن ہے جس کو آپ نے ہمیں دیا۔ جس کے اندر جو کچھ تھا ہم نے اس پر عمل کیا۔ متشاکسون الشکس وہ تنگ دل آدمی جو انصاف پر راضی نہ ہو۔ رجلا سالما اور نیک بخت آدمی۔ اشمازت کافروں کے دل نفرت کرتے ہیں۔ بمفازتہم فوز کامیابی کے معنی ہیں۔ حافین اس کو گھماتے ہیں گھمانے والے ہیں۔ بحافیہ جوانب کنارے مراد ہیں۔ مشابھا یہ اشتباہ سے نہیں ہے لیکن تصدیق میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

<u>تشریح از قطب گنگوہیؒ</u>۔ رجلا سلما لرجل ۷۱۰..۲۲۔ کہا جاتا ہے سالما بمعنے صالح اور سالم کی تفسیر صالح سے اس پر مبنی ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان جو عبد مشترک ہوگا وہ شرکاء میں سے کسی کے لائق نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے۔ کہ صلاح الغلام آقاؤں کی صلاحیت سے کنایہ ہو کیونکہ الناس علیٰ دین ملوکھم۔ اور آدمی اپنے ساتھی کی خصلت پکڑتا ہے۔ تو آقاؤں کی صلاحیت نیک بختی غلام کی نیک بختی میں اثر کریگی۔ اس طرح اگر آقا نیک نہیں ہوگا تو غلام بھی نیک نہیں ہوگا۔

تواب معنی یہ ہو جائیں گے کہ جو عبد دو جھگڑنے والوں کے درمیان مشترک ہو گا۔ یا وہ دونوں تنگ پڑنے والے نہیں ہو نگے بنابریں پس وہ عبد یا توسرے سے مشترک نہیں رہیگا۔ یا نیک بخت دو آقاؤں کے درمیان مشترک ہو گا۔ تو یہ دونوں صورتیں رجلا سلما لرجل کے اندر داخل ہیں یعنی یہ کہ وہ صالح اور لائق ہو جس کے بعد یقیناً جدائی واقع ہو گی کہ وہ ایک کا ہو کر رہیگا۔ بہتوں کے درمیان مشترک نہیں رہیگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سلما لرجل۔ جلالین میں ہے کہ اللہ تعالے نے مشرک اور موحد کی مثال بیان فرمائی ہے۔ کہ ایک غلام ہے جس میں کئی لوگ شریک ہیں جو جھگڑالو اور بد اخلاق ہیں۔ یہ مشرک کی مثال ہے۔ رجلا سالما یعنی خالص ایک کا ہو کر رہے۔ یہ موحد کی مثال ہے۔ تو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ بہتوں کا غلام پریشان ہو گا۔ ایک کے غلام کو کوئی حیرانی اور پریشانی نہیں ہو گی۔

باب قوله يَاعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

حدیث (۴۴۵۸) حَدَّثَنِىْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ نَاسًا مِنْ اَهْلِ الشِّرْكِ كَانُوْا قَدْ قَتَلُوْا وَاَكْثَرُوْا وَزَنَوْا وَاَكْثَرُوْا فَاَتَوْا مُحَمَّدًا ﷺ فَقَالُوْا اِنَّ الَّذِىْ تَقُوْلُ وَتَدْعُوْا اِلَيْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا اَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَنَزَلَ يَاعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا.........

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کچھ مشرک لوگ تھے جنہوں نے قتل کئے اور بہت قتل کئے اور زنا کیا اور بہت مرتبہ زنا کیا۔ پس وہ جناب محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہنے لگے بیشک جو کچھ آپؐ فرماتے ہیں اور اس کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ بہتر اور اچھا ہے۔ کاش ہمیں آپؐ یہ بھی بتلاتے کہ بیشک جو کچھ ہم نے کیا ہے۔ اس کا کفارہ بھی ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ۔ جو لوگ اللہ تعالے کے سوا کسی دوسرے خدا کو نہیں پکارتے اور نہ ہی اس جی کو قتل کرتے ہیں جس کو اللہ تعالے نے حرام کیا۔ البتہ حق کی صورت میں قتل جائز ہے۔ اور زنا نہیں کرتے۔ دوسری آیت یہ نازل ہوئی ترجمہ۔ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔

باب قوله مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

حدیث (۴۴۵۹) حَدَّثَنَا اٰدَمُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ جَاءَ حِبْرٌ مِّنَ الْاَحْبَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّا نَجِدُ اَنَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ السَّمٰوٰتِ عَلٰى اِصْبَعٍ وَالْاَرَضِيْنَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ عَلٰى

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ یہود کے پادریوں میں سے ایک بڑا عالم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ ہم نے تو تورات میں پایا ہے۔ کہ اللہ تعالے نے سب آسمانوں کو ایک انگلی پر اور سب زمینوں کو دوسری انگلی پر اور پانی کو تیسری انگلی پر اور ترمٹی کو چوتھی انگلی پر اور باقی

إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ عَلٰى إِصْبَعٍ وَالثَّرٰى عَلٰى إِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلَائِقِ عَلٰى إِصْبَعٍ فَيَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَصْدِيْقًا لِقَوْلِهِ الْحَبْرِ ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَاقَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ...

ساری مخلوقات کو پانچویں انگلی پر رکھے گا۔ پس فرمائیگا کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئی۔ حبر کی بات کی تصدیق کرنے کی وجہ سے پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ وماقدروا اللہ حق قدرہ ترجمہ۔ اللہ تعالے کی قدر و منزلت انہوں نے نہ پہچانی جس قدر اسکا مرتبہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ فضحک النبی...... یہ آپ کا ضحک یا تو اس وجہ سے تھا کہ حبر کے قول سے اس بارے میں جو کچھ قرآن مجید میں ہے اس کی تصدیق ہو گئی۔ یا اس بنا پر تھا کہ یہود کہتے تھے۔ ید اللہ مغلولۃ کہ اللہ کے ہاتھ بند ہیں۔ جس پر آپ کو ہنسی آئی۔

باب قوله وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ....

ترجمہ۔ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن اللہ کی مٹھی میں ہو گی اور سارے آسمان اللہ کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہونگے۔ اللہ تعالے پاک ہے اور جن چیزوں کو وہ شریک کرتے ہیں اللہ تعالے ان سے بلند و برتر ہے۔

حدیث (۴۴۶۰) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمٰوٰتِ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوْكُ الْأَرْضِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالے زمین کو مٹھی میں لے لیگا۔ اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔ پھر فرمائیگا میں ہی بادشاہ ہوں۔ زمین کے بادشاہ لوگ کہاں ہیں۔

باب قوله وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ ...

ترجمہ۔ جس دن صور میں پھونک ماری جائیگی تو جسقدر لوگ آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب کے سب بے ہوش ہو کر گر پڑینگے۔ مگر جسے اللہ تعالے چاہے بچائے پھر اس میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائیگی پس اچانک لوگ کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہونگے۔

حدیث (۴۴۶۱) حَدَّثَنِی الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ یَّرْفَعُ رَأْسَهٗ بَعْدَ نَفْخَةِ الْاٰخِرَةِ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی مُتَعَلِّقٌ بِالْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَكَذٰلِكَ كَانَ اَمْ بَعْدَ النَّفْخَةِ . .

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرةؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہونگا جو دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد اپنے سر کو اٹھاؤں گا۔ پس اچانک کیا دیکھوں گا حضرت موسیٰؑ عرش الٰہی سے چمٹے ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ آیا وہ اسی طرح تھے یا نفخہ کے بعد ایسے ہو گئے۔

حدیث (۴۴۶۲) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ سَمِعْتُ اَبَاهُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا قَالَ اَبَیْتُ قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَیْتُ قَالَ اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَیْتُ وَیَبْلٰی كُلُّ شَیْءٍ مِنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا عَجْبَ ذَنْبِهٖ فِیْهِ یُرَكَّبُ الْخَلْقُ ......

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرةؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دونوں صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہو گا لوگوں نے پوچھا اے ابوھریرةؓ چالیس دن۔ فرمایا میں انکار کرتا ہوں۔ سائل نے کہا چالیس سال۔ فرمایا کہ میں انکار کرتا ہوں۔ پوچھا چالیس مہینے فرمایا میں انکار کرتا ہوں البتہ اتنا کہونگا کہ انسان کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائیگی سوائے دم کی ہڈی کے کہ اسی سے مخلوق کو جوڑا جاتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ظاہر حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ دم کی ہڈی فنا نہیں ہو گی یہی جمہور کا مسلک ہے۔ لیکن امام مزنی انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ بھی فنا ہو جائیگی۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسکی فنا مٹی سے نہیں ہو گی بلکہ بلا تراب فنا آئیگی۔ جیسے بلا ملک موت کے اللہ تعالے موت طاری کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ مُجَاهِدٌ حٰمٓ مَجَازُهَا مَجَازُ اَوَائِلِ السُّوَرِ وَیُقَالُ بَلْ هُوَ اسْمٌ لِقَوْلِ شُرَیْحِ بْنِ اَبِیْ اَوْفَی الْعَبْسِیِّ یُذَكِّرُنِیْ حٰمٓ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ فَهَلَّا

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ حم کا حکم سورتوں کے اوائل کا حکم ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ نام ہے بوجہ قول شریح ابن ابی اوفی عبسی کے۔ ترجمہ مجھے سورة حم یاد دلاتا ہے جبکہ نیزے آجارہے ہیں آنے سے پہلے حم کی تلاوت

تَلَا حٰمٓ قَبْلَ التَّقَدُّمِ الطَّوْلُ التَّفَضُّلُ دَاخِرِيْنَ خَاضِعِيْنَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِلَى النَّجَاةِ الْاِيْمَانِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ يَعْنِي الْوَثَنَ يُسْجَرُوْنَ يُوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ تَمْرَحُوْنَ تَبْطَرُوْنَ وَكَانَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يُذَكِّرُ النَّارَ فَقَالَ رَجُلٌ لِمَ تُقَنِّطُ النَّاسَ قَالَ وَاَنَا اَقْدِرُ اَنْ اُقَنِّطَ النَّاسَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا .. وَيَقُوْلُ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَلٰكِنَّكُمْ تُحِبُّوْنَ اَنْ تُبَشَّرُوْا بِالْجَنَّةِ عَلٰى مَسَاوِيْ اَعْمَالِكُمْ وَاِنَّمَا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ مَنْ عَصَاهُ ....

کیوں نہ کی۔ تو اعراب کی وجہ سے اس شعر میں حم سورۃ کا نام ہے۔ اگر اسم نہ ہوتا تو اعراب نہ آتا۔ ذی الطول کا معنی فضیلت والے۔ داخرین ذلیل اور جھکتے ہوئے۔ اور مجاہد کی تفسیر ہے تمام بخاری میں اسکے سوا اسکی کوئی تفسیر نہیں ہے الی النجاۃ یعنی ایمان کی طرف۔ لیس لہ دعوۃ بت مراد ہے۔ کہ جن بتوں کی اللہ تعالے کے سوا عبادت کرتے ہو انکی کوئی مقبول دعا نہیں ہے یسجرون کہ انکے ذریعہ آگ دہکائی جائیگی تمرحون اکڑتے ہو فخر کرتے ہو۔ العلاء بن زیاد لوگوں کو جھنم کی آگ کا ذکر کر کے ڈراتے تھے۔ تو ایک شخص نے ان سے کہا۔ کہ لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے قدرت ہے کہ میں لوگوں کو مایوس کروں۔ جبکہ اللہ تعالے فرماتے ہیں

اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ زیادتی کرنے والے جہنمی ہیں۔ لیکن تمھیں یہ پسند ہے کہ برے اعمال کے باوجود تم لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنانا چاہتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالے محمد ﷺ کو جنت کی خوشخبری سنانے والا اس شخص کی طرف بھیجا جو آپ کی اطاعت کرے اور جو آپ کی نافرمانی کرے اسے جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ مجازها ای حکمها حکم اوائل السور۔ یعنی ان کا حکم حروف مقطعات جیسا ہے جس سے مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ اہل عرب کو تنبیہ کرنا ہے۔ کہ ہمارا کلام بھی ان حروف سے مرکب ہے۔ اگر یہ کسی بشر کا کلام ہوتا تو کوئی وجہ نہیں تم ایسا کلام نہ بنا سکتے۔ معلوم ہوا کہ یہ کلام ربانی ہے۔ اور وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان منفردات حروف کا ایک مستقل عالم ہے۔ میم کو حضرت موسیٰ سے مناسبت ہے۔ جن لوگوں کو ان حروف کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ تمام عالم میں تصرف کرتا رہتا ہے۔ اسلئے کہ ان منفردات کے کچھ خواص ہیں۔ اور ان میں بہت قوتیں ودیعت ہیں۔ تو جو الم کی حقیقت کو جان لیگا وہ اس سے سورۃ کے تمام مضمون کو جان لیتا ہے۔ تو یہ ایک جوہر ہے جس کو اول سورۃ میں بیان کیا گیا۔ شیخ اکبرؒ نے اسکی زیادہ تحقیق کی ہے۔ لیکن یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ شیخ اکبرؒ کو بعض لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے پاس کچھ لوگ عیسائی بیٹھے ہیں اور کچھ متنورین ہیں۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ جن لوگوں نے میری کتابوں کو نہیں سمجھا وہ عیسائی بن گئے۔ اور جنہوں نے سمجھا وہ مؤمن اور متنور (نورانی) تھے اور بعض نے ان کو سورۃ کا نام بتلایا جن کا استدلال

شریح بن ابی اوفی عبسی کے کلام سے ہے۔ شریح حضرت علیؓ کے حامیوں میں سے تھا۔ حضرت طلحہؓ اور اہل بصرہ نے جب حضرت عائشہؓ کو بتلایا کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دئے گئے ہیں۔ آپ ہمارا ساتھ دیں تاکہ ہم خون عثمانؓ کا بدلہ لے سکیں۔ دونوں طرف کی فوجیں آمنے سامنے ہو گئیں۔ تو حضرت عائشہؓ کے لشکر میں حضرت طلحہؓ اور ان کے صاحبزادے محمد بن طلحہ بھی تھے۔ جو بڑے عابد زاہد تھے۔ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہتے تھے۔ لیکن اپنے والد کی اتباع میں یہ بھی حضرت عائشہؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ ان کے سر پر سیاہ پگڑی تھی حضرت علیؓ نے فرمادیا تھا۔ لاتقتلوا صاحب العمامة السوداء۔ کہ میدان میں ان کالی پگڑی والے کو قتل نہ کرنا۔ کیونکہ یہ جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے۔ بلکہ والد کی اتباع میں آئے ہیں۔ خدا کا کرنا دیکھئے کہ محمد بن طلحہ میدان جنگ میں اترے۔ شریح بن ابی اوفی سے اسکی مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ شریح نے اپنا نیزہ انکی طرف مائل کیا جس پر انہوں نے حم پڑھا جو حضرت علیؓ کے فوجیوں کا نشان تھا۔ بایں ہمہ شریح نے انہیں قتل کر دیا۔ اور کہا کہ یہ حم جنگ میں آنے سے پہلے پڑھتے اب جبکہ نیزہ بازی زوروں پر ہے ایسے وقت میں حم کا پڑھنا کوئی سود مند نہیں ہے۔ شاجر مشتبک یعنی نیزے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ حم سے اشارہ الالمودة فی القربی کی طرف ہے۔ کہ آپؐ نے قریش سے اجرت علی التبلیغ نہیں طلب کی صرف قرابت داروں کی دوستی اور محبت طلب کی ہے۔ لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ پھر تو اسے حم عسق میں لانا چاہئے تھا۔ اس بنا پر دوسرا جواب یہ ہے کہ غارت کے وقت مؤمنین کا شعار حم لاینصرون ہوا کرتا تھا۔ حضرت علیؓ نے اپنے حامیوں کیلئے یہی شعار مقرر کیا تھا۔ محمد بن طلحہ نے جب اسے پڑھا تو مقصد یہ تھا کہ میں حضرت علیؓ کے حامیوں میں سے ہوں۔ لیکن شریح نے ان کا کام تمام کر دیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ اتقتلون رجلاان یقول ربی الله۔ کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ جب شریح نے نیزہ مارنا چاہا تو محمد بن طلحہ نے کہا کہ کیا تم ایک مسلمان آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جس پر شریح نے کہا کہ اس بات کا خیال پہلے کرتے کہ مسلمان پر تلوار نہ اٹھاتے۔

حدیث (۴۴۶۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللهِ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنُ عَمْرِ وبْنُ الْعَاصِؓ اَخْبِرْنِيْ بِاَشَدِّ مَاصَنَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ اِذْ اَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِيْ مُعَيْطٍ فَاَخَذَ بِمَنْكَبِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَلَوَى ثَوْبَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ خَنْقًا شَدِيْدًا فَاَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍؓ فَاَخَذَ بِمَنْكِبِهٖ وَدَفَعَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَقَالَ اَتَقْتُلُوْنَ

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ مجھے قریش مشرکین کی وہ سخت ترین کارستانی بتلاؤ جو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روا رکھی ہو۔ فرمایا کہ دریں اثنا جناب رسول اللہ ﷺ صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک عقبہ بن ابی معیط نے آتے ہی آپ رسول اللہ ﷺ کے کندھے کو پکڑا اور آپ کی گردن میں اپنا کپڑا لپیٹ کر سختی سے آپ کا گلہ دبالیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے آکر اس کا کندھا پکڑ کر فرمایا اور جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بچاؤ کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم ایک

رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآئَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ.......

ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے واضح دلائل لایا ہے

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ اِئْتِیَا طَوْعًا اَعْطِیَا قَالَتَا اَتَیْنَا طَائِعِیْنَ اَعْطَیْنَا وَقَالَ الْمِنْھَالُ عَنْ سَعِیْدٍ قَالَ رَجُلٌ لِّابْنِ عَبَّاسٍ ؓ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْقُرْاٰنِ اَشْیَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَیَّ قَالَ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا رَبَّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ فَقَدْ کَتَمُوْا فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ وَقَالَ وَالسَّمَآءُ بَنَاھَا اِلٰی قَوْلِہٖ دَحَاھَا. فَذَکَرَ خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ اِلٰی طَائِعِیْنَ فَذَکَرَ فِیْ ھٰذِہٖ خَلْقَ الْاَرْضِ قَبْلَ السَّمَاءِ. وَقَالَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا. عَزِیْزًا حَکِیْمًا. سَمِیْعًا بَصِیْرًا فَکَاَنَّہٗ کَانَ ثُمَّ مَضٰی فَقَالَ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ فِی النَّفْخَۃِ الْاُوْلٰی ثُمَّ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ

ترجمہ۔ طاؤسؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ائتیا طوعا اعطیا دینے کے معنی میں ہے آنے کے معنی نہیں ہوتے جیسے فلما اتینا میں دینے کے معنی ہیں آنے کے معنی نہیں ہیں۔ منہالؒ سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ قرآن مجید میں چند مقامات ایسے ہیں جن میں مجھے اختلاف نظر آتا ہے۔ پہلا تو یہ کہا فلاانساب بینھم یو مئذ ولا یتسألون۔ اور دوسری جگہ ہے اقبل بعضھم علے بعض یتسائلون۔ دوسرا مقام ہے۔ لایکتمون اللہ حدیثا۔ اور دوسری جگہ ہے ربنا ماکنا مشرکین۔ اس آیت کے اندر ہے کہ انہوں نے کتمان کیا۔ تیسری جگہ یہ ہے کہ ایک آیت میں ہے والسماء بنا ھا الی قولہ دحاھا۔ تو اس آیت میں آسمان کی پیدائش زمین کی پیدائش سے پہلے ذکر ہے۔ پھر دوسری جگہ فرمایا۔ انکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الی طائعین۔ اس آیت میں ذکر ہے کہ خلق ارض خلق سماء سے پہلے ہے۔ اور چوتھا مقام یہ ہے۔ کان اللہ غفورا رحیما عزیزا حکیما سمیعا بصیرا.

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّامَنْ شَاءَ اللّٰهِ فَلَااَنْسَابَ عِنْدَ ذٰلِكَ وَلَايَتَسَآئَلُوْنَ ثُمَّ فِي النَّفْخَةِ الْاٰخِرَةِ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَسَائَلُوْنَ وَاَمَّاقَوْلِهٖ مَاكُنَّا مُشْرِكِيْنَ وَلَايَكْتُمُوْنَ اللّٰه ...... فَاِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُلِاَهْلِ الْاِخْلَاصِ ذُنُوْبَهُمْ وَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ تَعَالَوْا نَقُوْلُ لَمْ نَكُنْ مُشْرِكِيْنَ فَخُتِمَ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ فَتَنْطِقُ اَيْدِيْهِمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ عَرَفَ اِنَّ اللّٰهَ لَايُكْتَمُ حَدِيْثًا وَعِنْدَهٗ يَوَدُّالَّذِيْنَ كَفَرُوْا الاية وَخَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰهُنَّ فِيْ يَوْمَيْنِ اٰخَرِيْنَ ثُمَّ دَحَاالْاَرْضَ وَدَحْيُهَا اَنْ اَخْرَجَ مِنْهَا الْمَاءَ وَالْمَرْعٰى وَخَلَقَ الْجِبَالَ وَالْجِمَالَ وَالْاٰكَامَ وَمَابَيْنَهُمَافِيْ يَوْمَيْنِ اٰخَرِيْنَ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ دَحَاهَا وَخَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَجُعِلَتِ الْاَرْضُ وَمَافِيْهَامِنْ شَيْءٍ فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ وَخُلِقَتِ السَّمٰوٰتُ فِيْ يَوْمَيْنِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا سَمّٰى نَفْسَهٗ ذٰلِكَ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ اَيْ لَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا اِلَّااَصَابَ بِهِ الَّذِيْ اَرَادَفَلَايَخْتَلِفُ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنُ فَاِنَّ كُلًّامِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَمْنُوْن مَحْسُوْبٍ اَقْوَاتَهَا اَرْزَاقَهَا فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا مِمَّا اَمَرَ بِهٖ نَحِسَاتٍ مَشَائِيْمَ وَقَيَّضْنَالَهُمْ قُرَنَاءَ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ

گویا کہ پہلے تھے اب نہیں ہیں۔ کیونکہ کان ماضی کے لئے۔ ماضی میں تھے اب گذر گیا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے جوابا فرمایا۔ کہ پہلے مقام میں فلا انساب بینھم۔ یہ نفخہ اولی کے وقت ہوگا۔ جب کہ صور پھونکا جائیگا تو آسمان اور زمین میں جسقدر لوگ ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر جسے اللہ تعالے چاہے۔ اس وقت نہ تو کوئی نسب کا سلسلہ چلیگا۔ اور نہ ہی بے ہوشی کے عالم میں ایک دوسرے سے سوال کرینگے۔ پھر جب نفخہ ثانیہ ہوگا۔ اس وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کرینگے۔ تو تعارض نہ رہا۔ دوسرا مقام وما کنا مشرکین کہ بات کو نہیں چھپائیں گے بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالے خالص توحید والوں کے گناہوں کی مغفرت فرمائیں گے تو مشرک کہیں گے کہ آؤ ہم اللہ تعالے سے کہیں کہ ہم مشرک نہیں تھے تو ان کے مونہوں پر مہر لگادی جائیگی۔ ان کے ہاتھ پاؤں بولنے لگیں گے اس وقت معلوم ہوگا کہ اللہ تعالے کے پاس بات چھپائی نہیں جاسکتی۔ اس وقت کافر پسند کریں گے۔ لو تسوی بھم الارض۔ رہ گیا خلق الارض فی یومین ثم خلق السماء۔ پھر آسمان کا قصد کر کے ان کو سات بنائیں گے۔ دونوں کے اندر پھر زمین کا دحو ہوگا۔ اس کا دحو یعنی بچھانا یہ ہے کہ اس سے پانی نکالا۔ چراگاہ بنائیں۔ پہاڑ اور اونٹ اور ٹیلے پیدا کئے۔ اور جو کچھ آسمان زمین کے درمیان ہے یہ سب دوسرے دو دنوں میں پیدا ہوگا۔ تو خلق کے بعد یہ دحو ہوا۔ اور خلق الارض فی یومین۔ تو زمین اور جو کچھ اشیاء اس کے اندر ہیں وہ چار دن میں پیدا کی گئی۔ اور سات آسمان دو دنوں میں پیدا ہوئے۔ تو خلق سماء پہلے ہے خلق ارض بعد میں ہوئی۔ بناء آسمان پہلے اور دحو ارض بعد میں ہوئی۔ اس طرح تعارض

عِنْدَ الْمَوْتِ اِهْتَزَّتْ بِالنَّبَاتِ وَرَبَتْ اِرْتَفَعَتْ وَقَالَ غَيْرُهُ مِنْ اَكْمَامِهَا حِيْنَ تَطْلُعُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ بِعَمَلِيْ اَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٰذَا سَوَاءً لِلسَّائِلِيْنَ قَدَّرَهَا سَوَاءً فَهَدَيْنَا هُمْ دَلَلْنَا هُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَقَوْلِهٖ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ وَكَقَوْلِهٖ هَدَيْنَا هُ السَّبِيْلَ وَالْهُدٰى الَّذِيْ هُوَ الْاِرْشَادُ بِمَنْزِلَةِ اَصْعَدْنَاهُ مِنْ ذٰلِكَ قَوْلِهٖ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ يُوْزَعُوْنَ يُكَفُّوْنَ مِنْ اَكْمَامِهَا قِشْرُ الْكُفُرَّى هِيَ الْكُمُّ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ اَلْقَرِيْبُ مِنْ مَحِيْصٍ حَاصَ حَادَ مِرْيَةٍ وَمُرْيَةٍ وَاحِدٌ اَيْ اِمْتِرَاءٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اَلْوَعِيْدُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ؓ اَلَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ

رفع ہو گیا۔ رہا چوتھا آخری مقام کان اللہ غفورا رحیما۔ یہاں اللہ تعالے نے اپنے نام گنوائے ہیں۔ کہ وہ ہمیشہ سے ان سے متصف ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالے جس چیز کا ارادہ فرماتے ہیں۔ پس اسی کو ارادہ پہنچتا ہے۔ تو قرآن مجید میں اختلاف پیدا نہ کرو۔ سب کچھ اللہ تعالے کے پاس سے ہے۔ اور مجاہد کی تفسیر ہے کہ ممنون غیر ممنون یعنی بغیر حساب کے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ممنون کے معنی منقطع ہے کہ ان کا ثواب غیر منقطع ہوگا۔ اقواتھا کے معنی رزق کے ہیں۔ امرھا سے وہ جن کا حکم دیا گیا۔ نحسات کے معنی منحوس اور بدبخت کے ہیں۔ قیضنالھم قرناء۔ یعنی موت کے وقت ہم ان پر فرشتے اتاریں گے۔ اھتزت کہ انگوری کے ساتھ حرکت کریگی۔ ربت پھر وہ انگوری اٹھیگی۔ من اکمامھا جب خوشے نکلیں گے۔ ھذا لی یعنی یہ تو میں اپنے عمل کی وجہ سے اس کا حقدار ہوں۔ سواء للسائلین۔ سائلین کے لئے ان کو برابر اندازہ فرمایا۔ ھدینا ھم یہاں راستہ دکھانے کے معنی ہیں کہ ہم نے ان کو خیر وشر دونوں بتلادئے۔ جیسے ھدیناہ النجدین میں دکھلانے کے معنی ہیں ایسے ھدیناہ السبیل میں دکھلانے کے معنی ہیں۔ اور وہ ھدی جو ارشاد اور ایصال الی المطلوب کے معنی ہیں اس کی منزل تو ابھی بہت دور ہے۔ جس میں ہم اسے چڑھائینگے یہ معنی اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ میں ہیں۔ یوزعون روکے جائیں گے۔ من اکمامھا قشر خوشے کا لفافہ جسے کفری کہتے ہیں وہ تو کم کہلاتا ہے۔ پھر اس سے چھلکا دور ہو کر خوشہ نکلتا ہے۔ الی حمیم اور قریبی دوست ہے۔ حمیم قریب ای صدیق۔ من محیص حاص بمعنے حاذ بھاگنا تو محیص بھاگنے کی جگہ۔ مریۃ اور مریہ دونوں کے ایک معنی ہیں۔ شک کرنا۔ اور مجاہد اعملوا ما شئتم کی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے وعید اور دھمکی ہے۔ آگے ابن عباسؓ کی تفسیر التی ھی احسن وہ اچھی خصلت یہ ہے کہ غصہ کے وقت صبر سے کام لے اور بدسلوکی کے وقت معافی دے۔ جب یہ کام کرینگے تو اللہ تعالے انہیں بچالینگے۔ اور ان کے دشمن ایسے جھکینگے گویا کہ وہ قریبی دوست ہیں

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ تختلف علی ... اس شخص کو چار شبہات پیش آئے۔ تین میں تو تناقص ہے اور ایک کے نفس معنی میں اشکال ہے۔ ایک آیت میں تسأل کی نفی ہے۔ اور دوسری میں اس کا اثبات ہے۔ ایک آیت میں ہے کہ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا۔

اور دوسری آیت میں ہے کہ کفار کہیں گے ماکنا مشرکین۔ یہاں کتمان حدیث پایا جاتا ہے۔ اور تیسرا شبہ یہ ہے کہ سورۃ نازعات میں ہے والارض بعد ذلك دحاھا سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا دحو (بچھانا) یہ خلق سماء کے بعد ہے۔ اور سورۃ حم سجدہ میں خلق الارض فی یومین پھر فرمایا ثم استوی الی السماء۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سماویات کو خلق ارض کے بعد پیدا کیا گیا ہے۔ اور چوتھا اشکال یہ ہے کہ کان اللہ غفورا رحیما...... میں کان ماضی کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے ان صفات کے ساتھ متصف تھے۔ اب وہ صفات نہیں رہیں۔ جیسے کان زید غنیا کے معنی ہیں۔ پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ نفخات مختلف ہیں جیسے دنیا میں مختلف گھنٹیاں بجتی ہیں۔ ایسے ایک نفخہ ہوگا جس میں قیام قیامت ہوگا۔ دوسرے نفخہ میں تمام دنیا کو زندہ کرنا ہوگا اور تیسرے میں ظہور عرش الٰہی ہوگا اس میں موجودین فی الحشر کو بے ہوش کیا جائیگا سب سے پہلے آپ ہوش میں آئیں گے اور حضرت موسیٰ کو دیکھیئے کہ وہ عرش الٰہی کے پائے کو تھامے ہوئے ہونگے اور چوتھا نفخہ حساب کے شروع کرنے کا ہوگا۔ اس میں ایک دوسرے سے سوال جواب اور جرح قدح ہوگی۔ اسی کے مطابق ابن عباسؓ جواب دے رہے ہیں۔ کہ تیسرے نفخہ میں لایتسائلون ہوگا۔ اور چوتھے نفخہ میں یتسائلون ہوگا۔ توجب از منہ مختلف ہوگئے تو تناقض نہ رہا۔ دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ جب موحدین کے گناہ معاف کئے جائیں گے تو یہ دیکھ کر مشرکین اپنے آپکو موحد ثابت کرنے لگیں گے تاکہ انکے ذنوب بھی معاف ہوجائیں۔ تب ان کے مونہوں پر مہر لگادی جائیگی۔ ہاتھ اور پاؤں گواہیاں دینگے اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالے سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔ تو کتمان اور وقت ہوا عدم کتمان اور وقت ہوا۔ تناقض نہ رہا۔ تیسرے اشکال کا جواب چند وجوہ سے دیا گیا۔ کہ خلق اور دحو میں فرق ہے۔ دحو کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں زمین میں منافع کی ہیں انہیں مکمل کیا جائے۔ کہ چشموں۔ نہروں پہاڑوں اونٹ وغیرہ کے مواد رکھے جائیں جنکی بدولت روئے زمین کے باشندے زندگی بسر کر سکیں بیشک خلق ارض خلق سماء سے پہلے ہے۔ اور دحو ارض خلق سماء کے بعد ہوا ہے۔ تواب فرق ہوگیا بعض حضرات نے اس کا برعکس کیا ہے۔ کہ ثم بمعنے واؤ کے ہے۔ جیسے ان الذی ساد ثم ساد ابوہ میں وساد ابوہ کے معنی ہیں۔ ثم ثم استوی الی السما میں ثم بمعنے واؤ کے ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ ثم محض ترتیب ذکری کے لئے ہے۔ حقیقی ترتیب مراد نہیں ہے۔ چوتھے اشکال کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ کینونۃ اپنے معنی پر ہے۔ کہ باری تعالے نے روزازل میں اپنے لئے تسمیہ کیا ۔نام رکھنا تو ختم ہوگیا۔ غفور ورحیم وغیرہ صفات باقی رہ گئے۔ تو معنی اس طرح ہونگے کہ کان تسمیة الله تعالے غفورا رحیما فی زمان الماضی ثم انقطع ۔دوسری توجیہ یہ ہے کہ کان اپنے اصلی معنی پر نہیں بلکہ کبھی دوام اور تحقیق کے لئے بھی آتا ہے۔ تو یہاں بھی کان بمعنے دام کے ہے الم یزل کذلک۔ اس لئے بعض شراح فرماتے ہیں لم یزل کذلک سے دوسری توجیہ کی طرف اشارہ ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ائتیا ای اعطیاہ ۔سے تفسیر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جب ارض وسماً کو ائتیاہ کا حکم ہوا وہ اس وقت خود ہی موجود نہ تھے۔ تو ان سے اتیان کا ارادہ کیسے صحیح ہوگا۔ البتہ ان سے وجود اور تکون طلب کیا گیا۔ تو اعطیاہ تو وہ موجود ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔امام بخاریؒ نے فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے اتیان کے

معنی اعطاء کرنے کی جو توجیہ بیان کی ہے۔وہ بہت عمدہ ہے کہ اس سے وہ اشکال وارد نہیں ہو تا جس سے شراح پریشان ہوئے ہیں۔چنانچہ قسطلانی فرماتے ہیں ائتیا اور اتینا اتیان سے ماخوذ ہے۔جس کے معنی مجی یعنی آنے کے ہیں تو اعطاء سے اس کی تفسیر کیسے صحیح ہو گی۔ تو بعض نے جواب دیا کہ ایتاء مواتاۃ بمعنے موافقۃ کے ہے۔ تو ہر ایک نے جوان کے مناسب حال تھا اس میں توافق کیا۔اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ اتیا اعطیاہ کے معنی ہیں۔ تو ایتا کا وزن افعلا اکرما کی طرح ہے۔اور اعطیا او طاعة من نفسکما قالتا اعطینا الطاعة ۔اور قاضی عیاض وغیرہ فرماتے ہیں کہ اتی اس جگہ اعطی کے معنی میں نہیں ہے۔بلکہ مجی بمعنے انفعال کے ہے۔ تو مفسرینؒ معنی کرتے ہیں جینا بما خلقت فیکما واظهر اۃ قالتا اجینا بالمنافع والمصالح اور بعض نے کہا یہ امر تسخیر کے لئے ہے۔ای کونا نکانتا تو اس صورت میں یہ حکم قبل خلقهما ہو گا اور پہلی صورت میں یہ حکم بعد خلقهما ہو گا۔اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ اعطیا مااقتضی منکما من وجود کما وخروجکمامن کتم العدم الی الوجود ۔ تو اس صورت میں خطاب اس چیز کو ہو گا جو علم الہی میں ہے۔ یہ معنی لطیف ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔الهدی هو الارشاد ۱۷۔۱۸ ۔خلاصہ یہ ہے کہ ھدایت کے دو معنی ہیں کبھی دلالت اور راہ دکھانے کے جیسا کہ بیان ہوا اور کبھی ایصال الی المطلوب جو اپنی مراد پر فائز ہو گیا۔ایک نسخہ میں اصعاد صاد کے ساتھ ہے دوسرے میں اسعاد سین کے ساتھ ہے۔ سین والا اسعاد زیادہ ظاہر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ۔ توھدیناھم کی تفسیر دللناھم سے کی۔ کہ اس میں دلالۃ مطلقہ مراد ہے۔ جیسا کہ دو جگہ اور بھی یہی معنی ہیں۔اور الھدی ھو الارشاد اس پر دلالۃ موصلہ الی البغیہ ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے ارشاد اور اسعاد سے تعبیر کیا ہے۔اور بعض نسخوں میں صاد کے ساتھ الاصعاد ہے۔ تو معنی ہو نگے کہ ہم نے اس کو مطلوب پر چڑھادیا۔

باب قوله وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ

حدیث(٤٤٦٤)حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ ...قَالَ كَانَ رَجُلَانِ مِنْ قُرَيْشٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ ثَقِيْفٍ اَوْ رَجُلَانِ مِنْ ثَقِيْفٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ قُرَيْشٍ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَتَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ حَدِيْثَنَا قَالَ بَعْضُهُمْ يَسْمَعُ بَعْضَهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَئِنْ كَانَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آیت ما کنتم تسترون...کا شان نزول یہ ہے کہ قریش کے دو آدمی تھے اور قبیلہ ثقیف سے ان کا داماد تھا یا دو آدمی ثقیف کے تھے تو ان کا داماد قریش میں سے تھا۔جو ایک گھر میں جمع تھے پس ایک دوسرے سے کہنے لگے۔کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالے ہماری باتیں سنتا ہے۔ تو کسی نے کہا کہ بعض سنتا ہے بعض نہیں جس پر دوسرے نے کہا اگر بعض سن لیتا ہے تو تحقیق سب کی سب

يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ فَاُنْزِلَتْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ

سنتا ہوگا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ وہ دو آدمی صفوان اور ربیعہ تھے جو امیہ بن خلف کے بیٹے تھے۔

باب قوله ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمْ

حديث (٤٤٦٥) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ اِجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَيْتِ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ اَوْثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ كَثِيْرَةٌ شَحْمُ بُطُوْنِهِمْ قَلِيْلَةٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ فَقَالَ اَحَدُهُمْ تَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ مَانَقُوْلُ قَالَ الْاٰخَرُ يَسْمَعُ اَنْ جَهَرْنَا وَلَايَسْمَعُ اَنْ اَخْفَيْنَا وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنْ كَانَ يَسْمَعُ اِذَا جَهَرْنَا فَاِنَّهُ يَسْمَعُ مَا اَخْفَيْنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ وَكَانَ سُفْيَانُ يُحَدِّثُنَا بِهٰذَا .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ بیت اللہ کے پاس دو قریش اور ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قریش اکھٹے ہوئے۔ جن کے پیٹ کی چربی زیادہ تھی۔ اور دلوں کی سمجھ تھوڑی تھی۔ ان میں سے ایک نے پوچھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ تعالے سنتا ہے۔ دوسرا بولا کہ اگر ہم زور سے جھرا کوئی بات کریں تو وہ سنتا ہے۔ اگر آہستہ بات کریں تو نہیں سنتا۔ تیسرا بولا! اگر ہماری جھری باتوں کو سنتا ہے تو جب ہم آہستہ بات کرتے ہیں اس کو بھی سنتا ہے۔ جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ماکنتم تستترون......

باب قوله فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ

حديث (٤٤٦٦) حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بِنَحْوِهٖ .... سُوْرَةُ حٰمٓ عٓسٓقٓ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَقِيْمًا لَاتَلِدُ رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا الْقُرْاٰنُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَذْرَءُ كُمْ فِيْهِ نَسْلٍ بَعْدَ نَسْلٍ لَاحُجَّةَ بَيْنَنَا لَاخُصُوْمَةَ طَرْفٍ خَفِيٍّ ذَلِيْلٍ وَقَالَ غَيْرُهٗ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ يَتَحَرَّكْنَ وَلَايَجْرِيْنَ فِي الْبَحْرِ شَرَعُوْا اِبْتَدَعُوْا ....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ عقیما کی تفسیر بانجھ سے کی جو بچہ نہ جنے۔ روحا من امرنا سے قرآن مراد ہے۔ مجاہد کی تفسیر ہے یذرء کم فیہ۔ جو تمھیں رحم کے اندر نسلا بعد نسل بڑھاتا ہے۔ لاحجۃ بیننا جھگڑا نہیں ہے۔ ینظرون من طرف خفی کہ ذلیل آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ غیر مجاہد کی تفسیر ہے فیظللن رواکد علے ظہرہ کہ سمندر کی پیٹھ پروہ کشتیاں ٹھہری ہوئی ہیں۔ کہ حرکت کرتی ہیں اور سمندر میں بہتی نہیں ہیں۔ شرعوا یعنی نئے سرے سے اسے چالو کیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ یظللن رواکد۔ رواکد کی تفسیر یتحرکن سے اس لئے کردی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ پانی کی پیٹھ پر ٹھہرنا کیسے ممکن ہے۔ کہ قرار ہو اور سرے سے حرکت نہ ہو۔ اگرچہ فی نفسہ یہ بھی ممکن ہے۔ مگر عادۃً بعید سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے نہ اسکی ضرورت ہے اور نہ آیت کے معنی اس پر موقوف ہیں۔ کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کشتیاں بہتی نہیں ہیں۔ یہ نہیں کہ بالکل حرکت نہیں کرتیں۔ کیونکہ حرکت کرتی ہیں۔ مگر بہتی نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ رواکد کی تفسیر یتحرکن ولا یجرین فی البحر کا مطلب یہ ہے کہ دریائی موجوں کی وجہ سے پریشان کن تھپیڑے کھاتی ہیں۔ لیکن ہوا کے ٹھہراؤ کی وجہ سے سمندر میں بہہ نہیں جاتیں۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں یتحرکن اویضربن بالا مواج کہ موجوں کے ساتھ ٹکراتی ہیں سمندر میں بہہ نہیں جاتیں۔ تو اس سے وہ اعتراض رفع ہو گیا۔ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ یتحرکن کا لفظ نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ کیونکہ رواکد کی تفسیر سواکن سے کی گئی ہے۔ اور سواکن حرکت کیسے کرینگی۔ لیکن معلوم رہے کہ سکون و حرکت امور نسبیہ میں سے ہیں۔ اس لئے مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ رکود علے ظہر البحر سے مراد امساک عن الجری ہے۔ امساک عن الحرکت نہیں ہے۔ کیونکہ حرکت سے رک جانا تو محال ہے۔ تو عدم جری مراد ہوا عدم حرکت نہ ہوا۔

باب قوله اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

حدیث (۴۴۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهٖ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ عَجِلْتَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْهِمْ قَرَابَةٌ فَقَالَ اِلَّا اَنْ تَصِلُوْا مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے الاالمودة فی القربی کے بارے میں پوچھا گیا تو سعید بن جبیر ان کے شاگرد نے کہا کہ قربی آل محمد ﷺ مراد ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تو نے جواب دینے میں جلدی کی قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں۔ کہ جس میں آنحضرت ﷺ کی قرابت و رشتہ داری نہ ہو۔ تو آپؐ نے فرمایا خبردار! جو قرابت میرے اور تمھارے درمیان ہے اس کو ملاؤ اس کا لحاظ کرو۔ مقصد یہ ہے کہ جمیع قریش آپؐ کے قرابۃ دار ہیں۔ صرف بنو ھاشم مراد نہیں ہیں۔ جیسا کہ سعید بن جبیر کے قول سے وہم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روافض وہی معنی لیتے ہیں جو سعید بن جبیرؒ لے رہے ہیں۔ کہ قربت داروں سے محبت کرو۔ کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے حضرت فاطمہؓ کی شادی تو مدینہ میں ہوئی ہے۔ حضرت حسنینؓ تو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اسلئے عام قربداری مراد ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ تو کوکب دری میں مفصل کلام کر چکے ہیں۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ القربی

الف ولام عوض مضاف الیہ ہے۔ اور مضاف الیہ آل محمدؐ ہے۔ تو اس صورت میں استثنا متصل ہوگا۔ تو مودۃ سے صلہ رحمی مراد ہو گی۔ اور تقریر لاہوری میں ہے۔ کہ ابن عباسؓ کی توجیہ کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اے اہل عرب میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا صرف یہ چاہتا ہوں کہ قرابت کا لحاظ کر کے مجھے ضرر نہ پہنچاؤ۔ اگر اقربا سے محبت مراد لی جائے تو پھر وہ اجرت ہو جائیگی جس کی آپؐ نفی فرما رہے ہیں۔ اس لئے ابن عباسؓ کی تفسیر صحیح ہوگی۔

سُوْرَةُ حٰمٓ الزُّخْرُفُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَلٰى اُمَّةٍ اِمَامٍ وَقِيْلِهٖ يَارَبِّ تَفْسِيْرُهٗ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَلَا نَسْمَعُ قِيْلَهُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَوْلَا اَنْ اَجْعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا لَجَعَلْتُ لِبُيُوْتِ الْكُفَّارِ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ مِنْ فِضَّةٍ وَهِيَ دَرَجٌ وَسُرُرٌ فِضَّةٍ مُقْرِنِيْنَ مُطِيْقِيْنَ اٰسَفُوْنَا اَسْخَطُوْنَا يَعْشُ يَعْمٰى وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ اَيْ تُكَذِّبُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ ثُمَّ لَا تُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهِ. وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ مُقْرِنِيْنَ يَعْنِي الْاِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ الْجَوَارِيْ جَعَلْتُمُوْهُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا فَكَيْفَ تَحْكُمُوْنَ لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ يَعْنُوْنَ الْاَوْثَانَ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

ترجمہ۔ مجاہد نے علے امۃ کی تفسیر امام سے کی ہے۔ اور ابن عباسؓ دین سے وقیلہ یارب اسکی تفسیر یہ ہے کہ ان لوگوں کا گمان یہ ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ اور سرگوشی کی باتیں اور ان کی گفتگو کو نہیں سنتے ابن عباسؓ فرماتے ہیں لو لا ان یکون کہ کیوں نہ میں نے سب کے سب لوگوں کو کافر بنا دیا کہ میں کفار کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتا ان کی سیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں اور چارپائیاں بھی چاندی کی بنا دیتا۔ مقرنین طاقت اور قوت رکھنے والے اسفونا انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا۔ یعش عشوہ اندھا ہونا مجاہد فرماتے ہیں افنضرب عنکم الذکر کہ تم لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہو۔ پھر یہ کہ تمھیں اس پر سزا نہیں دی جائے گی مثل الاولین۔ پہلے لوگوں کا طریقہ۔ مقرنین ملے ہوئے اونٹ گھوڑے خچر اور گدھے۔ ینشا فی الحلیۃ یعنی وہ لڑکیاں جن کا اٹھان ہی زیب اور زینت کے اندر ہو۔ تم نے ان کو رحمٰن کی اولاد قرار دے دیا۔ یہ کیسے فیصلہ کرتے ہو لوشاء الرحمن یعنی اگر اللہ تعالی چاہتا تو ہم ان بتوں کی

مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ الْاَوْثَانِ اِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ فِيْ عَقِبِهٖ وَلَدِهٖ مُقْتَرِنِيْنَ يَمْشُوْنَ مَعًا سَلَفًا قَوْمُ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمَثَلًا عِبْرَةً يَصِدُّوْنَ يَضِجُّوْنَ مُبْرِمُوْنَ مُجْمِعُوْنَ اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّنِيْ بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ الْعَرَبُ تَقُوْلُ نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ وَالْخَلَاءُ وَالْوَاحِدُ وَالْاِثْنَانِ وَالْجَمِيْعُ مِنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ يُقَالُ فِيْهِ بَرَاءٌ لِاَنَّهٗ مَصْدَرٌ وَلَوْ قَالَ بَرِيْءٌ لَقِيْلَ فِي الْاِثْنَيْنِ بَرِيْئَانِ وَفِي الْجَمِيْعِ بَرِيْئُوْنَ وَقَرَءَ عَبْدُاللّٰهِ اِنَّنِيْ بَرِيْءٌ بِالْيَاءِ وَالزُّخْرُفُ الذَّهَبُ مَلَائِكَةً يَخْلُفُوْنَ يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ......

عبادت نہ کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے ان بتوں کو تو اس کا علم نہیں ہے۔ اللہ تعالے تو جانتے ہیں پھر ہمیں روک کیوں نہیں دیا۔ فی عقبہ اولاد ہے۔ مقترنین یعنی جڑے ہوئے ساتھ چلتے ہیں۔ سلفا یعنی قوم فرعون کفار امت محمدیہ کے سلف ہیں۔ اور مثلا کے معنی عبرت کے ہیں۔ یصدون چیختے ہیں یا اعراض کرتے ہیں۔ مبرمون جمع کرنے والے یا پکار کرنے والے۔ اول العابدین۔ یعنی اول المؤمنین۔ اننی براء مما تعبدون عرب کہتے ہیں کو ہم تو آپؐ سے بری اور الگ ہیں۔ واحد تثنیہ۔ جمع۔ مذکر اور مؤنث سب میں برا کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ مصدر ہے۔ اور بعض نے کہا بریٔ یا کے ساتھ ہے تو پھر تثنیہ میں بریان اور جمع میں بریون کہا جائیگا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت اننی بریٔ یاء کی ہے۔ والزخرف کے معنی سونے کے ہیں۔ ملائکۃ یخلفون کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔

<u>تشریح از قطب گنگوہیؒ</u>۔ لو لا ان جعل ۱۳۔۷۔۱۴۔ یعنی لو لا کراھیۃ ذلک۔

<u>تشریح از شیخ زکریاؒ</u>۔ اکثر مفسرین نے تو یہی تفسیر بیان کی ہے کہ اگر سارے لوگ طلب دنیا اور آخرت کی ترجیح میں ایک ہو جاتے لیکن جلالین میں ہے لو لا خوف الکفر علی المومن۔ کہ اگر مؤمنوں پر کفر کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم کافر کو بہت کچھ دیتے۔ پھر مؤمن کہتا۔ رحمتیں تیری اغیار کے کاشانوں پر۔ برق گرتی ہیں تو بیچارے مسلمانوں پر۔ کیونکہ ہمارے نزدیک تو دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر نہیں ہے۔ آخرت مؤمن کے لئے رکھی ہے۔ اور صاحب جمل کے نزدیک مضاف محذوف ہے۔ ای لو لا خوف ان یکون الناس۔ لیکن اللہ تعالے کی طرف سے خوف کی نسبۃ صحیح نہیں بہتر وہی توجیہ ہے۔ جو قاضی بیضاویؒ نے کی ہے۔ لو لا ان یرغبوا۔ اور زمخشریؒ نے لو لا کراھتہ ان یجتمعوا علی الکفر۔ غرض یہ ہے کہ کراھۃ الاجتماع علی الکفر یہ کافروں کو نعمتیں دینے سے مانع ہے۔

افنضرب عنکم الذکر ۱۳۔۷۔۱۶ علامہ عینیؒ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کیا ہم ان مکذبین بالقران سے اعراض کرینگے اور انہیں اس تکذیب پر سزا نہیں دینگے۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم تمھیں عبث چھوڑ دیں نہ تمھیں حکم دیں اور نہ ہی مناھی بتلائیں۔ اور بعض نے کہا کہ نزول قرآن ہی ان کے لئے عتاب ہے۔ کیونکہ اس میں ان کے احوال کھول کر بیان ہوئے ہیں۔ اور قتادہ کی تفسیر ہے کہ اگر

یہ قرآن اٹھالیا جائے جبکہ اوائل امت نے اس کورد کیا تو سب ھلاک ہو جاتے۔ لیکن عرصہ بیس ۲۰ سال تک اللہ تعالے اسکی طرف بلاتے رہے یہ اس کی رحمت ہے۔

باب قوله نَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ

حديث (٤٤٦٨) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَءُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَامَالِكُ ....

ترجمہ۔ حضرت یعلیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ وہ منبر نبوی پر اس آیت کو پڑھ رہے تھے۔ ترجمہ۔ جہنمی پکاریں گے اے مالک داروغہ جہنم! تیرا رب ہمارے اوپر فیصلہ کرے تا کہ ہمیں کچھ راحت ہو۔

وَقَالَ قَتَادَةُ مَثَلًا لِلْاٰخِرِيْنَ عِظَةً وَقَالَ غَيْرُهُ مُقْرِنِيْنَ ضَابِطِيْنَ يُقَالُ فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ ضَابِطٌ لَهُ وَالْاَكْوَابُ الْاَبَارِيْقُ الَّتِيْ لَاخَرَاطِيْمَ لَهَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ اَيْ مَاكَانَ فَاَنَا اَوَّلُ الْاٰنِفِيْنَ وَهُمَا لُغَتَانِ رَجُلٌ عَابِدٌ وَعَبِدٌ وَقَرَءَ عَبْدُ اللهِ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ وَيُقَالُ اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ الْجَاحِدِيْنَ مِنْ عَبِدَ يَعْبَدُ وَقَالَ قَتَادَةُ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ جُمْلَةِ الْكِتَابِ اَصْلِ الْكِتَابِ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ. قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ مُشْرِكِيْنَ وَاللهِ لَوْاَنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنِ رُفِعَ حَيْثُ رَدَّهُ اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ لَهَلَكُوْا فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ عُقُوْبَةُ الْاَوَّلِيْنَ جُزْءًا اِعْدَلًا ......

ترجمہ۔ حضرت قتادہ کی تفسیر میں بعض مقامات میں اختلاف ہے۔ مثلا للآخرین میں مثل کے معنی نصیحت کے ہیں اور غیر قتادہ نے مقرنین کی تفسیر ضابطین سے کی ہے۔ کہتے ہیں فلاں مقرن لفلان کہ اس کو باندھنے والا ہے۔ الاکواب وہ کوزے جنکی ٹونٹی نہ ہو۔ اول العابدین آنفین کہ میں پہلا نفرت کرنے والا ہوں۔ اس میں دو لغت ہیں۔ رجل عابد وعبد حضرت عبداللہ کی یہ قرأت ہے چنانچہ کہا جاتا ہے اول العابدین جاحدین انکار کرنے والا۔ عبد یعبد اور قتادہ کی تفسیر ہے فی ام الکتاب جملہ کتاب اور اصل کتاب کے معنی ہیں۔ اور مسرفین کے معنی مشرکین کے ہیں۔ مطلب ہوا۔ واللہ اگر یہ قرآن اس وجہ سے اٹھالیا جائے کہ اس امت کے اوائل نے اسے رد کر دیا تھا تو سب ہلاک ہو جاتے۔ اور مثل الاولین میں مثل کے معنی سزا اور عقوبۃ کے ہیں۔ جزء اعدلا کہ کچھ عبادت اللہ کی اور کچھ غیر اللہ کی۔

سُوْرَةُ دُخَان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رَهْوًا طَرِيْقًا يَابِسًا عَلَى الْعَالَمِيْنَ اى عَلٰى مِنْ بَيْنِ ظَهْرَيْهِ فَاعْتِلُوْهُ ادْفَعُوْهُ وَزَوَّجْنَا هُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ اَنْكَحْنَا هُمْ حُوْرًا عَيْنًا يَحَارُ فِيْهَا الطَّرْفُ تَرْجُمُوْنَ الْقَتْلُ وَرَهْوًا سَاكِنًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ كَالْمُهْلِ اَسْوَدُ كَمُهْلِ الزَّيْتِ وَقَالَ غَيْرُهُ تُبَّعٌ مُلُوْكُ الْيَمَنِ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ يُسَمّٰى تُبَّعًا لِاَنَّهٗ يَتْبَعُ صَاحِبَهٗ وَالظِّلُّ يُسَمّٰى تُبَّعًا لِاَنَّهٗ يَتْبَعُ الشَّمْسَ ....

ترجمہ۔ مجاہد کی تفسیر ہے کہ رھوا خشک راستہ عالمین جولوگ اس وقت ان کے درمیان تھے فاعتلوہ اس کو دفع کرو زوجناھم کہ ہم ان سے ایسی حوروں کا نکاح کرائینگے جو موٹی آنکھوں والی ہونگی کہ جن میں آنکھ حیرت زدہ رہ جائیگی۔ ترجمون میں رجم بمعنے قتل کرنے کے ہے واترك البحر رهوا بمعنے ساکن اور ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کہ تلچھٹ کی طرح کالا جیسے زیتون کی تلچھٹ ہوتی ہے۔ اور غیر ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کہ تبع یمن کے بادشاہوں کو کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو تبع کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے پہلے ساتھی کی پیروی کرتا تھا۔ اور سائے کو بھی تبع کہتے ہیں کہ وہ سورج کی پیروی کرتا ہے۔

باب فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ وَقَالَ قَتَادَةُ فَارْتَقِبْ فَانْتَظِرْ۔

حضرت قتادہ نے ارتقب کی تفسیر انتظر سے کی ہے انتظار کرو۔

حدیث (۴۴۶۹) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ مَضٰى خَمْسٌ اَلدُّخَانُ وَالرُّوْمُ وَالْقَمَرُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ پانچ واقعات گذر چکے ہیں۔ دھواں۔ غلبہ روم چاند کا ٹکڑے ہونا اور گرفت اور عذاب ہلاکت ہے۔

باب قوله وَيَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ

حدیث (۴۴۷۰) حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح ہوا کہ

قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ اِنَّمَا كَانَ هٰذَا لِاَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اسْتَعْصَوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دَعَا عَلَيْهِمْ بِسِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ فَاَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ حَتّٰى اَكَلُوا الْعِظَامَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ اِلَى السَّمَاءِ فَيَرٰى مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ قَالَ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَسْقِ اللّٰهَ لِمُضَرَ فَاِنَّهَا قَدْ هَلَكَتْ قَالَ لِمُضَرَ اِنَّكَ لَجَرِيْءٌ فَاسْتَسْقٰى فَسُقُوْا فَنَزَلَتْ اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ فَلَمَّا اَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ عَادُوْا اِلٰى حَالِهِمْ حِيْنَ اَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ قَالَ يَعْنِيْ يَوْمَ بَدْرٍ ......

قریش نے جب نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی کی۔ تو قحط سالی کی ان پر بد دعا کی جیسے کہ یوسفؑ کے زمانہ میں سات سال کی قحط سالی آئی تھی۔ پس ان کو قحط سالی اور مشقت نے اس طرح پکڑا کہ وہ ہڈیاں کھانے لگے۔ پس آدمی آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے اپنے اور آسمان کے درمیان مشقت اور سختی کی وجہ سے دھویں کی طرح نظر آتا تھا۔ تو اللہ تعالے نے فارتقب یوم ...... نازل فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک وفد آیا جنہوں نے کہا یا رسول اللہ قبیلہ مضر کے لئے بارش کی دعا فرمایئے وہ تو ہلاک و برباد ہو چکے ہیں۔ آپؐ نے اس مضری آدمی سے کہا کہ تو بڑا جرأت مند ہے بہر حال آپؐ نے ان کیلئے بارش کی دعا کی تو ان پر مینہ برسا۔ پس اللہ تعالے نے آیت نازل فرمائی انکم عائدون۔ تم تو پھر لوٹنے والے ہو۔ پس چنانچہ جب ان کو راحت اور وسعت حاصل ہوئی تو پھر وہ اپنے اس حال کی طرف لوٹ آئے جو ان کو راحت کے وقت حاصل تھا

تو پھر اللہ تعالے نے نازل فرمایا یوم نبطش بیشک ہم بدلا لینے والے ہیں فرمایا کہ اس سے مقصد بدر کی لڑائی ہے۔

باب قوله رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ۔

حدیث (۴۴۷۱) حَدَّثَنَا يَحْيٰي .عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ تَقُوْلَ بِمَا لَا تَعْلَمُ اللّٰهُ اَعْلَمُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهٖ مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اِنَّ قُرَيْشًا لَمَّا غَلَبُوا النَّبِيَّ ﷺ وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ قَالَ اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ اَكَلُوْا فِيْهَا الْعِظَامَ وَالْمَيْتَةَ مِنَ الْجَهْدِ حَتّٰى جَعَلَ اَحَدُهُمْ يَرٰى مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ كَهَيْاَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجُوْعِ قَالُوْا رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنْ كَشَفْنَا عَنْهُمْ فَعَادُوْا فَدَعَا رَبَّهٗ فَكَشَفَ عَنْهُمْ فَعَادُوْا فَانْتَقَمَ اللّٰهُ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ الحديث

ترجمہ۔ مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس حاضر ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی علم میں داخل ہے کہ جس چیز کو انسان نہیں جانتا اس کے متعلق کہے کہ اللہ بہتر جاننے والا ہے بیشک اللہ تعالے اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ یوں کہو میں تکلف کرنے والا نہیں ہوں۔ واقعہ بیشک قریش جناب نبی اکرم ﷺ پر غالب آگئے اور آپؐ کی خوب نافرمانی کی۔ تو آپؐ نے بد دعا کی کہ اے اللہ ان کے خلاف

سات سالہ قحط سالی کی صورت میں میری مدد فرمایئے کہ سات سالہ قحط سالی یوسفؑ کے زمانہ میں تھی۔ چنانچہ ان کو قحط سالی نے ایسا سخت پکڑا کہ وہ اس دوران ہڈیاں اور مردار کھانے لگے۔ یہاںتک ان کا ایک آدمی اپنے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح دیکھتا تھا۔ یہ سب کچھ بھوک کی وجہ سے تھا کہنے لگے اے ہمارے رب اگر ہم سے اس عذاب کو کھول دیا تو ہم ایمان لے آئینگے۔ لیکن آپؐ سے کہا گیا کہ اگر ان سے عذاب کھولا گیا دور کیا گیا تو پھر یہ لوٹ کر وہی کچھ کرنے لگیں گے۔ بہر حال آپؐ نے اپنے رب سے دعا مانگی۔ اللہ تعالے نے ان سے اس عذاب کو دور کر دیا۔ پھر لوٹ کر وہی کرنے لگے تو اللہ تعالے نے ان سے بدر کے دن انتقام لیا۔ پس اسی کو اللہ تعالے نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔ یوم یاتی السماء بدخان سے انامنتقمون تک۔

باب قوله اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْجَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ اَلذِّكْرُوَالذِّكْرٰى وَاحِدٌ

حدیث (۴۴۷۲) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّادَعَاقُرَيْشًا كَذَّبُوْهُ وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَاَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ يَعْنِيْ كُلَّ شَيْئٍ حَتّٰى كَانُوْايَاْكُلُوْنَ الْمَيْتَةَ فَكَانَ يَقُوْمُ اَحَدُهُمْ فَكَانَ يَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ مِثْلَ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوْعِ ثُمَّ قَرَءَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ اِلٰى اَنَّكُمْ عَائِدُوْنَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَلْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى يَوْمَ بَدْرٍ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے قریش کو توحید کی دعوت دی۔ تو انہوں نے آپؐ کو جھٹلا دیا اور آپؐ کی حکم عدولی کی۔ تو آپؐ نے بددعا فرمائی اے اللہ! میری ان کے خلاف سات سالہ قحط سالی سے ایسے امداد فرمایئے سات سالہ قحط سالی یوسفؑ کے دور میں تھی۔ چنانچہ ان کو خشک سالی ایسے لاحق ہوئی کہ انکی ہر چیز کو لے گئی۔ حتی کہ وہ لوگ مردار کھانے لگے۔ پس ان میں ایک کھڑا ہوتا تھا تو اس کو اپنے اور آسمان کے درمیان دھواں جیسا نظر آتا تھا۔ یہ مشقت اور بھوک کی وجہ سے تھا۔ پھر یہ آیات پڑھیں۔ فارتقب حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ان سے اللہ تعالی عذاب کو کھول دینگے فرمایا بطشۃ الکبری بدر کی لڑائی ہے

باب قوله ثُمَّ تَوَلَّوْاعَنْهُ وَقَالُوْامُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ

حدیث (۴۴۷۳) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ وَقَالَ قُلْ مَااَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالے نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور فرمایا آپؐ کہدیں کہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں پس جب رسول اللہ ﷺ نے قریش کو دیکھا

فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا رَاٰی قُرَیْشًا اسْتَعْصَوْا عَلَیْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلَیْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ یُوْسُفَ فَاَخَذَتْهُمُ السَّنَةُ حَتّٰی حَصَّتْ كُلَّ شَیْءٍ حَتّٰی اَكَلُوا الْعِظَامَ وَالْجُلُوْدَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ حَتّٰی اَكَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَیْتَةَ وَجَعَلَ یَخْرُجُ مِنَ الْاَرْضِ كَهَیْئَةِ الدُّخَانِ فَاَتَاهُ اَبُوْسُفْیَانَ فَقَالَ اَیْ مُحَمَّدُ اِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّكْشِفَ عَنْهُمْ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ تَعُوْدُوْا بَعْدَ هٰذَا فِیْ حَدِیْثِ مَنْصُوْرٍ ثُمَّ قَرَاَ فَارْتَقِبْ اِلٰی عَائِدُوْنَ . اَیُكْشَفُ عَذَابُ الْاٰخِرَةِ فَقَدْ مَضَی الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَقَالَ اَحَدُهُمُ الْقَمَرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الرُّوْمُ ....

کہ وہ آپؐ کے خلاف نافرمانی کرنے پر اتر آئے ہیں۔ تو آپؐ نے بد دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! میری ان کے خلاف سات سالہ قحط سالی سے مدد فرما جیسے سات سالہ قحط سالی یوسف علیہ السلام کی تھی۔ تو آپؐ کی دعا قبول ہوئی۔ قریش کو خشک سالی نے یہاں تک پکڑا کہ انکی ہر ایک چیز کو لے گئی۔ حتی کہ وہ ہڈیاں اور چمڑے کھانے لگے۔ ان میں سے ایک کہتا تھا۔ کہ حتی کہ انہوں نے چمڑے اور مردار تک کھائے۔ اور زمین سے دھوئیں کی شکل میں نکلنے لگا۔ تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ابو سفیانؓ حاضر ہوئے۔ کہنے لگے اے محمد ﷺ! تیری قوم تو ہلاک و برباد ہو چکی پس آپؐ اللہ تعالے سے دعا کریں۔ کہ یہ عذاب ان سے کھول دے۔ پس آپؐ نے دعا فرمائی پھر فرمایا کہ اس کے بعد تم پھر کفر کی طرف عود کرو گے۔ یہ منصور کی حدیث میں ہے۔

پھر اس آیت کو پڑھا۔ فارتقب یوم تاتی السماء ...... الی عائدون۔ کیا یہ دوسرا عذاب بھی کھول دیگا۔ تو دخان۔ سخت پکڑ۔ اور ہلاکت سے گذر چکے ہیں۔ اور ان میں سے ایک القمر اور دوسرا الروم کو کہتا تھا کہ یہ بھی گذر چکے۔

باب اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ اِلٰی قَوْلِهٖ مُنْتَقِمُوْنَ

حدیث (۴۴۷۴) حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَمْسٌ قَدْ مَضَیْنَ اللِّزَامُ وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ وَالْقَمَرُ وَالدُّخَانُ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ یہ پانچ واقعات گذر چکے ہلاکت۔ روم۔ سخت پکڑ چاند اور دھوئیں کا واقعہ گذر چکا۔

سُوْرَةُ الْجَاثِیَه

جاثیه مستوفزین علی الرکب۔ یعنے ڈر کے مارے گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے۔ وقال مجاهد نستنسخ نکتب۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ نسخہ کے معنی لکھنے کے ہیں۔ نستنسخ ہم لکھتے ہیں۔ ننسا کم نترککم ہم تم کو چھوڑ دینگے۔

باب وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ

حدیث (۴۴۷۵) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ اللّٰهُ يُؤْذِيْنِيْ ابْنُ اٰدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ آدم کا بیٹا مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ جبکہ وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے۔ حالانکہ میں خود ہی زمانہ ہوں۔ میرے ہی ہاتھ میں سب معاملہ ہے۔ رات اور دن کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ غیر ذی ارادہ کا فعل ذوارادہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ایسے کسی چیز کی دہر کی طرف نسبت کرنا خواہ زمانہ فلک الافلاک کی حرکت کا نام ہو۔ یا کسی اور چیز کا وہ ذوارادہ نہیں ہے۔ ضرور اس کی نسبت اس کے خالق ذوارادہ کی طرف ہوگی۔ تو انا الدھر کے معنی ہونگے انا خالق الدھر اور مصرف الدھر یہ تو مشہور توجیہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ زمانہ مقدار حرکت کا نام ہے۔ مگر کونسی حرکت کا۔ اگر فلک الافلاک کی حرکت مراد ہو۔ تو اس پر اشکال وارد ہوتا ہے۔ کہ اس کی مقدار کے لئے بھی کوئی زمانہ ہونا چاہئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مالعرض کے لئے تو مابالذات کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن مابالذات کے لئے مابالذات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے بعد مجرد کے لئے مکان وحیز کی ضرورت نہیں۔ ایسے فلک الفلاک کی حرکت کے لئے بھی کوئی زمانہ نہیں۔ یہ فلاسفہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ لیکن محققین فرماتے ہیں کہ اس کے اوپر بھی ایک حرکت ہے۔ اور وہ صفۃ ارادہ کی حرکت ہے۔ جس کی دو جانب ہیں ایک جانب کا تعلق حوادث سے ہے۔ اسے زمانہ کہا جاتا ہے۔ اور دوسری جانب کا تعلق جناب باری تعالے کی ذات سے ہے۔ جسے دہر کہا جاتا ہے۔ تو مقصد یہ ہوا کہ یہ تصرف اور انقلاب میری صفۃ ارادہ کا ظہور ہے۔ اس لئے جس چیز کا بھی ظہور ہوگا وہ میری طرف منسوب ہوگی اس کو گالی نہ دو ورنہ مجھے گالی دینا ہوگا۔ اور وہ صفات جن کا تعلق حوادث سے ہے۔ ان کو صفات حقیقیہ محضہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ ذوات الاضافہ کہا جاتا ہے۔ تعلق بالحوادث کے اعتبار سے ان صفات میں تغیر اور انقلاب آتا رہتا ہے۔ لیکن تعلق بذات الباری کے اعتبار سے ان میں تغیر نہیں ہے۔ بہر حال دہر کو گالی نہیں دینا چاہئے۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تُفِيْضُوْنَ تَقُوْلُوْنَ قَالَ بَعْضُهُمْ اَثَرَةٍ وَّاُثْرَةٍ وَّاَثَارَةٍ بَقِيَّةُ عِلْمٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ تفیضون تم کہتے ہو۔ اور بعض نے کہا۔ اثرۃ۔ اثرۃ۔ واثارۃ بمعنے بقیہ علم۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں

16/1

بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ لَسْتَ بِاَوَّلِ الرُّسُلِ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَرَأَيْتُمْ هٰذِهِ الْاَلِفُ اِنَّمَا هِيَ تُوْعَدُ اِنْ صَحَّ مَاتَدْعُوْنَ لَايَسْتَحِقُّ اَنْ يُّعْبَدَ وَلَيْسَ قَوْلُهٗ اَرَأَيْتُمْ بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ اِنَّمَاهُوَ اَتَعْلَمُوْنَ اَبَلَغَكُمْ اَنْ مَاتَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ خَلَقُوْا شَيْئًا ....

بدعا من الرسل ۔ کہ آپ کوئی پہلے رسول نہیں ہیں ۔ اور غیر ابن عباسؓ فرماتے ہیں ۔ ارأیتم کے الف کفار مکہ کو دھمکی دینا ہے کہ اگر تمھارا یہ دعوی صحیح ہے کہ من دون اللہ کی عبادت کی جائے تو وہ مستحق عبادت نہیں ہے ۔ ارأیتم میں رؤیۃ عین مراد نہیں بلکہ رؤیۃ قلبی مراد ہے ۔ وہ اتعلمون کے معنی میں مطلب ہو گا کہ کیا تم جانتے ہو کیا تمھیں یہ بات پہنچی ہے ۔ کہ جن بتوں کو اللہ کے سوا پکارتے ہو کیا انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قل ارأیتم ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی اخبرونی مجھے خبر دو ۔ تو تقدیر عبارت یوں ہو گی کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے ۔ اور تم نے اس سے کفر کیا تو کیا تم ظالم نہیں ہو جس پر **لایھدی القوم الظالمین** دلالت کرتا ہے ۔ **ھذہ الالف** سے اس ہمزہ کی طرف اشارہ ہے جو ارأیتم کے اول میں ہے ۔ اس سے کفار مکہ کو ڈرایا گیا ہے ۔ کہ اگر اپنے گمان کے مطابق اپنے دعوے میں سچے ہو ۔ تو من دون اللہ مخلوق ہیں اور مخلوق مستحق عبادت نہیں ہو سکتا ۔ مستحق عبادت اللہ ہے جو خالق کل شئی ہے ۔

باب قوله وَالَّذِىْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا اَتَعِدَانِنِىْ

حديث (٤٤٧٦) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اسْتَعْمَلَهٗ مُعَاوِيَةُ ؓ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ لِكَىْ يُبَايَعَ لَهٗ بَعْدَ اَبِيْهِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ شَيْئًا فَقَالَ خُذُوْهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ ؓ فَلَمْ يَقْدِرُوْا فَقَالَ مَرْوَانُ اِنَّ هٰذَا الَّذِىْ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَالَّذِىْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا ...... فَقَالَتْ عَائِشَةُ ؓ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْنَا شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ عُذْرِىْ ....

ترجمہ ۔ یوسف بن ماھک فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مروان حجاز کا گورنر تھا جس نے اپنے خطبہ میں یزید بن معاویہ کا ذکر کرنا شروع کیا ۔ تاکہ باپ کے بعد ان کے لئے بیعت لی جائے ۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے جواب میں کوئی بات کہی تو مروان نے کہا ان کو پکڑو ۔ وہ جلدی سے حضرت عائشہؓ کے گھر میں گھس گئے ۔ جس کی وجہ سے وہ انہیں پکڑ نہ سکے ۔ تو مروان بولا یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری ہے ۔ والذی قال ...... تو حضرت عائشہؓ نے پردے کے پیچھے سے فرمایا ۔ کہ قرآن میں سے اللہ تعالے نے ہمارے بارے میں کچھ بھی نازل نہیں فرمایا ۔ سوائے اس حصہ کے جس میں میری صفائی بیان کی گئی ہے ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ حضرت امیر معاویہؓ کی جب حضرت حسنؓ سے صلح ہوئی تو طے پایا کہ حضرت امیر معاویہؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہونگے۔ خدا کے کرنے کہ حضرت حسنؓ کا ان سے پہلے انتقال ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو خیال آیا یا مروان عامل مدینہ کی تجوز ہوئی کہ اب خلافت بنو امیہ میں رہنی چاہئے۔ حالانکہ حضرت حسنؓ کے بعد حضرت حسینؓ خلافت کے مستحق تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے یزید کی خلافت کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ مروان پر جب اعتراض ہوا کہ باپ کے بعد بیٹا ولی عہد ہو۔ یہ تو ہرقل بادشاہ روم کا طریقہ ہے۔ جس پر مروان کو غصہ آیا اس نے معترض حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ جو حضرت عائشہؓ کے گھر میں گھس گئے۔ جس سے ان کو نکالا نہیں جا سکتا تھا۔ تو مروان کہنے لگا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنے باپ کے حق میں بھی گستاخی کی تھی جس پر یہ آیت والذی قال لو الدیه...... ان کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے اس کی تردید کی۔ کہ یہ غلط ہے۔ قرآن مجید میں سوائے میری برأت کے اور کوئی آیت ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی یہ آیت تو ایک کافر عاق الوالدین کے بارے میں اتری ہے۔

باب قوله فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ عَارِضُ السَّحَابُ

حدیث (۴۴۷۷) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ عَنْ عَائِشَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَاحِكًا حَتّٰى اَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ قَالَتْ وَكَانَ اِذَا رَاٰى غَيْمًا اَوْ رِيْحًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوْا رِجَاءَ اَنْ يَكُوْنَ فِيْهِ الْمَطَرُ وَاَرَاكَ اِذَا رَاَيْتَهٗ عُرِفَ فِيْ وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُؓ مَا يُؤْمِنُنِيْ اَنْ يَكُوْنَ فِيْهِ عَذَابٌ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيْحِ وَقَدْ رَاٰى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالَ هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اسقدر ہنستا نہیں دیکھا کہ میں نے آپؐ کے گلہ کا کوا دیکھ لیا ہو۔ آپؐ صرف مسکرا دیتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ کوئی بادل دیکھتے یا آندھی دکھائی دیتی تو آپؐ کے چہرہ سے پریشانی معلوم ہوتی تھی۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اس امید پر کہ اس میں بارش ہوگی۔ اور میں آپؐ کو دیکھتی ہوں۔ کہ آپؐ جب ان کو دیکھتے ہیں تو پریشانی آپؐ کے چہرہ سے پہچانی جاتی ہے۔ فرمایا اے عائشہؓ! مجھے بے خوفی نہیں ہے۔ ممکن ہے اس میں عذاب ہو۔ ایک قوم آندھی سے بھی عذاب دی گئی۔ اور ایک قوم نے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر بارش برسانے والا ہے۔ نہیں بلکہ دردناک عذاب کی آندھی ہے۔ جس کو تم لوگ جلدی مانگتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ اس روایت میں تو حتی رأیت لهواته ہے دوسری میں حتی بدت نواجذہ آیا ہے تو رفع تعارض کی ایک

توجیہ یہ ہوگی کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے آپؐ نے ایسے ہنسی نہیں ہنسے بلکہ تبسم فرمایا۔ دوسری توجیہ کہ غالب احوال میں ایسا ہوتا تھا کبھی بدت نواجذہ غالب احوال نہیں ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ تبسم سے بدت نواجذہ ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کامل ضحک کی نفی فرما رہی ہیں تو قہقہہ کی نفی ہوئی۔ عرف فی وجہ الکراھیۃ یہ نزدیکاں بیش بود حیرانی کے مطابق تھا۔

سُوْرَةُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

اَوْزَارَهَا اٰثَامَهَا حَتّٰی لَا يَبْقٰى اِلَّا مُسْلِمٌ عَرَّفَهَا بَيَّنَهَا وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلِيُّهُمْ عَزَمَ الْاَمْرُ جَدَّ الْاَمْرُ لَا تَهِنُوْا لَا تَضْعُفُوْا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَضْغَانَهُمْ حَسَدَهُمْ اٰسِنٍ مُتَغَيِّرٍ.....

ترجمہ۔ اوزار کا معنی گناہ ہے۔ مسلمان کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ عرفها معنے واضح کر دیا۔ اضغان کے معنی حسد۔ آسن کے معنی متغیر ہونے والا۔

باب قوله وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ

حدیث (۴۴۷۸) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَهُ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مخلوقات کو پیدا کرنے کے بعد فارغ ہو چکا تو رحم کھڑی ہو گئی جس نے رحمان کی پناہ پکڑلی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا رک جا۔ کہنے لگی یہی مقام ہے اس شخص کا جس نے قطع رحمی سے تیرے ساتھ پناہ پکڑی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو تجھے ملائے میں اسے ملاؤں اور جو تجھے توڑ ڈالے میں اسے توڑ ڈالوں۔ رحم بولی کیوں نہ اے میرے رب یہ ٹھیک ہے فرمایا تو یہی ہوگا۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں اگر تصدیق چاہتے ہو تو وتقطعوا ارحامکم کو پڑھو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مشہور یہ ہے کہ رحم ایک علاقہ اور تعلق نسبی کا نام ہے۔ جس کا کوئی وجود نہیں۔ لھذا اس کا کھڑا ہونا حقیقت پر محمول نہیں ہوگا۔ بلکہ بطور تمثیل کے ہوگا۔ رحم کو شخص کے ساتھ تشدد میں تشبیہ دی گئی ہے۔ حقو کمر کی اس جگہ کو کہتے ہیں۔

جہاں پر کمر بند باندھا جاتا ہے۔جب کوئی پناہ پکڑ تا ہے۔ تو مقصد ازار چادر باندھنے کی جگہ کو پکڑ لیتا ہے۔ چونکہ باری تعالے بقید ازار سے منزہ ہیں اس لئے التجا کے معنی ہونگے۔ کہ باری تعالے نے اسے پناہ دے دی۔ محققین حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ کہ اعراض اس عالم مثال میں جواہر بن جائیں گے۔ اگر چہ اس عالم میں اعراض ہیں۔ بہر حال صلہ رحمی کی بارگاہ ایزدی میں اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ اور واقعی ہے بہت مشکل کیونکہ بسا اوقات اسے توڑنا پڑتا ہے۔ لیکن اسکی زیادہ تر تعلیم دی گئی ہے۔ اور قطع رحمی پر وعیدات نازل ہوئی ہیں۔ تعمی ابصارھم بھی فرمایا گیا۔ کہ آنکھیں اندھی ہوجائینگی۔ دیگر دو سندوں کے ساتھ اقرؤوماشئتم کو جناب رسول اللہ ﷺ کا قول نقل کیا گیا ہے۔

سُوْرَةُ الْفَتْحِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ السَّحْنَةُ وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ التَّوَاضُعُ شَطْأَهُ فِرَاخَهُ فَاسْتَغْلَظَ غَلُظَ سُوْقِهِ السَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرَةِ وَيُقَالُ دَائِرَةَ السُّوْءِ كَقَوْلِكَ رَجُلُ السَّوْءِ وَدَائِرَةُ السُّوْءِ الْعَذَابُ تُعَزِّرُوْهُ تَنْصُرُوْهُ شَطْأَهُ شَطْؤُا سُنْبُلِ تَنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا اَوْثَمَانِيًا وَسَبْعًا فَيَقْوٰى بَعْضَهُ بِبَعْضٍ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى فَاٰزَرَهُ قَوَّاهُ وَلَوْكَانَتْ وَاحِدَةً لَمْ تَقُمْ عَلٰى سَاقٍ وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِذْخَرَجَ وَحْدَهُ ثُمَّ قَوَّاهُ بِاَصْحَابِهِ كَمَاقَوَّى الْحَبَّةَ بِمَايَنْبُتُ مِنْهَا ......

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ سیماھم سحنہ تروتازگی جو عبادت کی وجہ سے چہرے پر نرمی سے پیدا ہوتی ہے۔ سحنہ ای لین البشرۃ تواضع بھی سیما کی تفسیر ہے جن کو منصور نے حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے۔ شطأہ فراخ کے معنی ہیں۔ فاستغلظ گاڑھا اور مضبوط ہوا۔ سوق وہ بال ہے جو پودے کو اٹھانے والی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ دائرۃ السوٗ یہ تیرے قول رجل السوٗ کی طرح ہے۔ اور دائرۃ السوٗ سے مراد عذاب ہے۔ تعزروہ آپ کی مدد کرو۔ شطأ خوشے کی بال ہے۔ جسے دانہ دس آٹھ اور سات کی تعداد میں اگاتا ہے۔ جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ اسی کو اللہ تعالے کے اس قول نے بیان کیا ہے۔ فآزرہ یعنی اس کو قوت دی۔ اگر ایک بال ہوتی تو ساق پر کھڑی نہ ہوسکتی۔ یہ ایک مثال ہے۔ جو اللہ تعالے نے اپنے نبی ﷺ کو بتلائی ہے۔ کہ آپ اکیلے توحید کو لیکر کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ تعالے نے صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ آپ کو قوت عطا فرمائی۔ جیسے دانے کو اس سے اگنے والی چیزوں سے قوت بخشتا ہے۔

باب قوله انا فتحنا لك فتحا مبينا

حدیث (۴۴۷۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ اَسْلَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَسِيْرُ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ يَسِيْرُ مَعَهٗ لَيْلًا فَسَأَلَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ سَأَلَهٗ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهٗ فَلَمْ يُجِبْهُ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِؓ ثَكِلَتْ اُمُّ عُمَرَ نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذَالِكَ لَايُجِيْبُكَ قَالَ عُمَرُؓ فَحَرَّكْتُ بَعِيْرِيْ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ اَمَامَ النَّاسِ وَخَشِيْتُ اَنْ يُنْزَلَ فِي الْقُرْاٰنُ فَمَانَشِبْتُ اَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِيْ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ يَكُوْنَ نَزَلَ فِيَّ الْقُرْاٰنُ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَءَ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ....

ترجمہ۔ حضرت اسلمؒ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں چل رہے تھے کہ رات کے وقت حضرت عمرؓ بھی آپؐ کے ہمراہ چل رہے تھے تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے کسی مسئلہ کے بارے میں آپؐ سے پوچھا جس کا آپ رسول اللہ ﷺ نے جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ پوچھا تو آپؐ نے جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ پوچھا تو بھی آپؐ نے جواب نہ دیا حضرت عمرؓ فرمانے لگے عمر کی ماں اسے گم کرے۔ تو نے تین مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اصرار کے ساتھ پوچھا آپؐ نے تجھے جواب نہیں دیا۔ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی اور لوگوں سے آگے نکل گیا۔ اور مجھے خطرہ لاحق تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نازل نہ ہو جائے پس میں تھوڑی دیر نہیں ٹھہرا تھا کہ ایک زوردار آواز کو میں نے سنا جو مجھے زوردار آواز سے پکار رہا تھا مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن مجید نہ اترا ہو پس میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ پر سلام کیا جس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایک صورت نازل ہوئی ہے جو تمام دنیا کی ان چیزوں سے مجھے زیادہ محبوب ہے جن پر سوج نے طلوع کیا ہے پھر آپؐ نے سورۃ انافتحنا لك فتحا مبينا پڑھی۔

حدیث (۴۴۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ اَنَسٍؓ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ ..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فتح مبین سے صلح حدیبیہ مراد ہے۔

حدیث (۴۴۸۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ بن مُغَفَّلٍؓ قَالَ قَرَءَ النَّبِيَّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نے سورۃ فتح پڑھی اور اس میں

يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ سُوْرَةَ الْفَتْحِ فَرَجَّعَ فِيْهَا قَالَ مُعَاوِيَةَ لَوْ شِئْتَ اَنْ اُحْكِيَ لَكُمْ قِرْأَةَ النَّبِيِّ ﷺ لَفَعَلْتُ.

آپ نے اپنی آواز کو خوب لوٹا موٹا کر پڑھا۔ معاویہ بن قرۃ فرماتے ہیں کہ اگر میں جناب نبی اکرم ﷺ کی قرأت کی نقل اتارنا چاہوں تو میں ایسا کر سکتا ہوں۔

باب قوله لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ

حديث (٤٤٨٢) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اِنَّهٗ سَمِعَهٗ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ غَفَرَاللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا ....

ترجمہ۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ رات کو اسقدر قیام کرتے کہ آپؐ کے دونوں پاؤں سوج جاتے۔ تو آپؐ سے کہا گیا کہ اللہ تعالے نے تو آپؐ کی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی ہیں پھر کیوں مشقت اٹھاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ ہوں۔

حديث (٤٤٨٣) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ عَائِشَةَؓ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ غَفَرَاللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا فَلَمَّا كَثُرَلَحْمُهٗ صَلّٰى جَالِسًا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَقَرَءَ ثُمَّ رَكَعَ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ رات کو اسقدر کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے کہ آپؐ کے دونوں پاؤں پھٹ جاتے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یارسول اللہ! آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالے نے آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی ہیں۔ فرمایا کیا میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اللہ کا بندہ شکر گذار ہوں پھر جب آپؐ کے بدن پر گوشت زیادہ ہو گیا اور کھڑے ہونے کی ہمت نہ رہی۔ تو آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے قرأت کر کے پھر رکوع کرتے تھے۔

باب قوله اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

حديث (٤٤٨٤) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِؓ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْقُرْاٰنِ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ قَالَ فِي التَّوْرَاةِ يَاَيُّهَاالنَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے۔ کہ بیشک یہ آیت تو قرآن مجید میں ہے۔ یاایھاالنبی انا ارسلناک شاہدا و مبشرا ونذیرا لیکن تورات میں یوں ہے۔ یا ایھاالنبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و حرزا یعنی ان پڑھ لو...

وَحِرْزً الاُمِّيِّنَ اَنْتَ عَبْدِىْ وَرَسُوْلِىْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَاغَلِيْظٍ وَلَاسَخَّابٍ بِالْاَسْوَاقِ وَلَايَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَعْفُوْا وَيَصْفَحُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ يَقُوْلُوْالَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ فَيُفْتَحَ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا وَاٰذَانًا صُمًّا وَقُلُوْبًا غُلْفًا......

عربوں کی حفاظت کرنے والا آپؐ میرے بندے اور میرے رسول ہیں میں نے آپؐ کا نام متوکل بھروسہ کرنے والا رکھا ہے۔ آپؐ بد خلق اور سخت دل نہیں اور نہ ہی بازاروں میں شور مچانے والے ہیں۔ اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے لیتے ہیں۔ بلکہ معاف کرتے ہیں درگذر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالے اس وقت تک آپؐ کو وفات نہیں دیگا یہانتک کہ یہ ٹیڑھی ملت کو آپؐ کے ذریعہ سیدھا کھڑا کیا جائے۔ بایں صورت وہ کلمہ لاالہ الا اللہ پڑھ لیں۔ پس اللہ تعالے اس کلمہ توحید کی بدولت اندھی آنکھوں کو کھول دیگا اور بہرے کان کو۔ اور ڈھکے ہوئے دلوں کو کھول دیگا۔

باب قوله هُوَالَّذِىْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ

حدیث (۴۴۸۵) حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَقْرَءُ وَفَرَسٌ لَهُ مَرْبُوْطٌ فِى الدَّارِ فَجَعَلَ يَنْفِرُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ فَنَظَرَ فَلَمْ يَرَشَيْئًا وَجَعَلَ يَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ........

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ایک صحابی نبی اللہ ﷺ قرآن پڑھ رہا تھا اور اس کا گھوڑا حویلی میں بندھا ہوا تھا۔ تو گھوڑا بدکنے لگا۔ اس آدمی نے باہر نکل کر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا۔ اور وہ برابر بدکتا رہا۔ پس صبح کو آکر جناب نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا یہ سکینہ تھا جو قرآن کی بدولت نازل ہوا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ سکینہ سکون سے ماخوذ ہے حضرت اسید بن حضیر صحابی رسول نے بادل کی ٹکڑی کو دیکھا تھا جس میں چراغ جل رہے تھے بعض نے کہا سکینہ جماعت ملائکہ ہے جن لوگوں سے ان کا تعلق ہوتا ہے ان کے قلوب میں سکون اور اطمینان آجاتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ سکینہ ایک مخلوق ہے جس کے حاملین ملائکہ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قلوب میں سکون حاصل ہوتا ہے۔

باب قوله اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

حدیث (۴۴۸۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَلْفً وَّاَرْبَعَ مِاَئةٍ..

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حدیبیہ کی لڑائی میں ایک ہزار چار سو ۴۰۰ تھے۔

حدیث (٤٤٨٧) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ الْمُزَنِيِّ، قَالَ اِنِّيْ مِمَّنْ شَهِدَالشَّجَرَةَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْخَذْفِ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الْمُغَفَّلِ الْمُزَنِيَّ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن المغفل مزنیؓ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو شجرۃ کی بیعت میں حاضر تھے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے چھوٹی کنکری پھینکنے سے منع فرمایا اور عقبہ بن صھبان فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن المغفل المزنی سے سنا کہ آپؐ نے غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا

حدیث (٤٤٨٨) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُبْنُ الْوَلِيْدِ. عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِؓ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ.

ترجمہ۔ حضرت ثابت بن الضحاک سے مروی ہے جو اصحاب شجرہ میں سے تھے۔

حدیث (٤٤٨٩) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ السُّلَمِيُّؓ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ اَتَيْتُ اَبَا وَائِلٍؓ اَسْئَلُهٗ فَقَالَ كُنَّا بِصِفِّيْنَ فَقَالَ رَجُلٌ اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْنَ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتَابَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيٌّؓ نَعَمْ فَقَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ اِتَّهِمُوْااَنْفُسَكُمْ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَايَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ يَعْنِي الصُّلْحَ الَّذِيْ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ نَرٰى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا فَجَاءَ عُمَرُؓ فَقَالَ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ اَلَيْسَ قَتْلَانَافِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ. قَالَ بَلٰى قَالَ فَفِيْمَ اُعْطِيَ الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا وَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمُ اللّٰهُ بَيْنَنَا فَقَالَ يَاابْنَ الْخَطَّابِؓ اِنِّيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللّٰهُ اَبَدًا فَرَجَعَ مُتَغَيِّظًا فَلَمْ يَصْبِرْ حَتّٰى جَاءَ اَبَابَكْرٍ فَقَالَ يَااَبَابَكْرٍ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ يَاابْنَ الْخَطَّابِ

ترجمہ۔ حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت ابو وائلؓ صحابی کے پاس آیا تاکہ میں ان سے کچھ دریافت کروں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم صفین کی لڑائی میں تھے کہ ایک آدمی نے کہا کہ کیا تم ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھتے جو اللہ تعالے کی کتاب کی طرف بلاتے ہیں۔ جس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں ہم قرآنی فیصلہ پر تیار ہیں۔ تو سھل بن حنیف نے کہا کہ تم اپنے آپ کو انکار قتال میں ملامت کرتے ہو۔ کیونکہ صلح تو مسلمانوں کے درمیان ہے۔ آپؐ نے تو ہماری کراہتہ کے وجود کفار سے صلح کر لی۔ چنانچہ حدیبیہ کے دن ہم نے اس صلح کو بھی دیکھا جو جناب نبی اکرم ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان ہوئی۔ اگر ہم قتال کا فیصلہ کرتے تو ہم ضرور لڑتے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ حضور انور ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارے دشمن کافر باطل پر نہیں ہیں۔ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جھنم میں نہیں جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیوں نہیں۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر

اِنَّهٗ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَلَنْ يُّضَيِّعَهُ اللّٰهُ اَبَدًا فَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ ....

پھر کس وجہ سے ہمیں اپنے دین میں ذلت دی جارہی ہے کہ ہم بغیر عمرہ کئے واپس جائیں۔ اور اللہ تعالے ہمارے درمیان جنگ کا فیصلہ نہ کرے جس پر آپؐ نے فرمایا اے ابن الخطابؓ بیشک میں اللہ کا رسول بھی ہوں۔ اللہ تعالے مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا چنانچہ وہ غضبناک واپس لوٹے۔ چین نہ آیا یہانتک کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آکر یہی کہا کہ اے ابوبکرؓ! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں انہوں نے فرمایا۔ اے ابن الخطابؓ بیشک آپؐ اللہ کے رسول ہیں جن کو اللہ تعالے کبھی ضائع نہیں کریگا۔ پس سورۃ فتح نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لايبقى الامسلم ۷۱۵۔۲۶۱ اس سے امام بخاریؒ نے حتى تضع الحرب او زارها کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ اوزار سے جنگی ہتھیاروں کا بوجھ مراد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جبتک کفار مسلمان نہ ہو جائیں۔ یا عہد میں داخل ہوں۔ یہ قتل اور قید کرنے کی غرض وغایت ہے۔ قسطلانیؒ فرماتے ہیں لایبقی الا مسلم او مسالم مطلب یہ ہوا کہ ضرب وشداد کی انتہا یہ ہے کہ اہل حرب اپنے شرک اور معاصی کو ترک کردیں کہ انکی شان وشوکت زائل ہو جائے۔ یا نزول عیسیٰؑ ہو جائے ورنہ جنگ جاری رہے گی۔

فقال عليؓ نعم ۷۱۷۔ ۱۸ يعني انا اولى بالاجابة کہ جب کتاب اللہ کی طرف بلایا جائے۔ تو میں اس کے قبول کرنے کا

سُوْرَةُ الْحُجُرَاتِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا تُقَدِّمُوْا لَا تَفْتَاتُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِهٖ امْتَحَنَ اَخْلَصَ ....

ترجمہ۔ لاتقدموا کا مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس اچانک نہ آجایا کرو۔ یہانتک کہ اللہ تعالے آپ کی زبان پر فیصلہ نہ کردے۔ امتحن خالص کرلے چھانٹ لے۔

باب تَنَابَزُوْا يُدْعَاءِ بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ يَلِتْكُمْ يَنْقُصْكُمْ اَلَتْنَا نَقَصْنَا

ترجمہ۔ کہ اسلام کے بعد کفر کے ساتھ نہ پکارو یعنی اب یہودی نصرانی وغیرہ نہ کہو یلتکم کم نہیں کریگا التنا کم کردیا

باب قوله لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الایه

تَشْعُرُوْنَ تَعْلَمُوْنَ وَمِنْهُ الشَّاعِرِ تَشْعُرُوْنَ کا معنی جانتے ہو شاعر اسی سے ہے۔

حدیث (۴۴۹۰) حَدَّثَنَا يَسْرَةُ بْنُ صَفْوَانَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَادَ الْخَيِّرَانِ اَنْ يَّهْلِكَا اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَفَعَ اَصْوَاتَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ قَدِمَ عَلَيْهِ رَكْبُ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَاَشَارَ اَحَدُهُمَا بِالْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ اَخِيْ بَنِيْ مَجَاشِعٍ وَاَشَارَ الْاٰخَرُ بِرَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ نَافِعٌ لَا اَحْفَظُ اسْمَهٗ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ مَا اَرَدْتَ اِلَّا خِلَافِيْ قَالَ مَا اَرَدْتُ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا فِيْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى يَسْتَفْهِمَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ ذٰلِكَ عَنْ اَبِيْهِ يَعْنِيْ اَبَا بَكْرٍ.......

ترجمہ۔ ابن ابی ملیکہؒ سے مروی ہے قریب تھا کہ دو اختیار دئے ہوئے آدمی حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کو ہلاک کر دیتے۔ کہ ان دونوں نے اپنی آوازوں کو جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بلند کر لیا جبکہ قبیلہ بنو تمیم کا ایک قافلہ آپؐ کے پاس آیا تو ان میں سے ایک نے اقرع بن حابس کے بارے میں مشورہ دیا جو بنو مجاشع کا بھائی ہے اور دوسرے نے کسی دوسرے آدمی کا مشورہ دیا نافع فرماتے ہیں مجھے ان کا نام یاد نہیں رہا۔ جس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تم نے تو ہمیشہ میری مخالفت کا ارادہ کر رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں میں نے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا۔ بہر حال اس معاملہ میں دونوں کی آوازیں اونچی اور بلند ہو گئیں۔ جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ ابن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ برابر جناب رسول اللہ ﷺ کو سناتے رہتے یہانتک کہ پوری طرح بات کو سمجھ لیتے۔ ابن الزبیرؓ نے اس جملہ کو اپنے نانا ابو بکرؓ سے ذکر نہیں کیا۔

حدیث (۴۴۹۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهٗ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهٗ جَالِسًا فِيْ بَيْتِهٖ مُنَكِّسًا رَأْسَهٗ فَقَالَ لَهٗ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو گم پایا اور اس کے متعلق پوچھا تو ایک آدمی نے کہا کہ میں آپؐ کے لئے اس کی خبر لیکر آتا ہوں۔ چنانچہ اس کے پاس گئے۔ تو دیکھا وہ گھر میں بیٹھے ہیں۔ اور اپنے سر کو جھکائے ہوئے ہیں۔ پوچھا تمھارا کیا حال ہے اس نے کہا برا حال ہے۔ کہ وہ تو اپنی آواز کو جناب نبی اکرم ﷺ کی آواز پر بلند کرتے تھے جس کی وجہ سے اس کے اعمال

فَاَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ ﷺ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوْسٰى فَرَجَعَ اِلَيْهِ الْمَرَّةَ الْاٰخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيْمَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ......

ضائع ہو گئے ۔اور وہ اہل نار میں سے ہو گیا تو وہ آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا حضرت اس نے اس اس طرح کہا ہے۔ موسی راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص دوسری مرتبہ ایک بہت بڑی خوش خبری لیکر اس کی طرف واپس لوٹا۔ کہ آپؐ نے اس سے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ تم جہنمیوں میں سے نہیں ہو بلکہ تو اہل جنت میں سے ہے۔

باب قوله اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ

حديث (۴۴۹۲) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِؓ اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ اَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدٍ وَقَالَ عُمَرُؓ بَلْ اَمِّرِ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ مَا اَرَدْتَ اِلَّا خِلَافِيْ فَقَالَ عُمَرُؓ مَا اَرَدْتُ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِيْ ذٰلِكَ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ حَتَّى انْقَضَتْ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ خبر دیتے ہیں کہ قبیلہ بنو تمیم کا ایک قافلہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضرت قعقاع بن معبد کو ان پر امیر مقرر فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بلکہ اقرع بن حابسؓ کو امیر بنائیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم نے تو میری مخالفت کا ارادہ کر رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا۔ بہر حال دونوں جھگڑ پڑے یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یاایھاالذین آمنو ا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ یہانتک کہ آیت ختم ہو گئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ امام بخاریؒ نے باب باندھا لیکن اس کے مطابق روایت نہیں لائے۔ شاید ان کی شرط کے مطابق روایت نہیں ملی اسلئے حدیث کو ذکر نہیں کیا۔ اسلئے محض باب قولہ تعالی ولوا انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم آیت کو ذکر کر دیا۔

سُوْرَةُ قٓ

رَجْعٌ بَعِيْدٌ رَدٌّ فُرُوْجٍ فُتُوْقٍ وَاحِدُهَا فَرْجٌ وَرِيْدٌ

ترجمہ۔ رجع بعید دنیا کی طرف لوٹنا بعید ہے نہیں ہونے والا

فِیْ حَلْقِهٖ وَالْحَبْلُ حَبْلُ الْعَاتِقِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَاتَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْ عِظَامِهِمْ تَبْصِرَةً بَصِيْرَةً حَبَّ الْحَصِيْدِ الْحِنْطَةُ بَاسِقَاتٍ الطِّوَالُ اَفَعَيِيْنَا فَاَعْيٰى عَلَيْنَا وَقَالَ قَرِيْنُهٗ الشَّيْطَانُ الَّذِيْ قُيِّضَ لَهٗ فَنَقَّبُوْا ضَرَبُوْا اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ لَايُحَدِّثُ نَفْسَهٗ بِغَيْرِهٖ حِيْنَ اَنْشَاَكُمْ وَاَنْشَاَ خَلَقَكُمْ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ رَصَدٌ سَائِقٌ وَشَهِيْدٌ اَلْمَلَكَيْنِ كَاتِبٌ وَشَهِيْدٌ شَهِيْدٌ شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ لُغُوْبٍ النَّصَبُ وَقَالَ غَيْرُهٗ نَضِيْدٌ الْكُفُرّٰى مَادَامَ فِيْ اَكْمَامِهٖ وَمَعْنَاهُ مَنْضُوْدٌ بَعْضُهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ اَكْمَامِهٖ فَلَيْسَ بِنَضِيْدٍ فِيْ اَدْبَارِ النُّجُوْمِ وَاَدْبَارِ السُّجُوْدِ كَانَ عَاصِمٌ يَفْتَحُ الَّتِيْ فِيْ قٓ وَيَكْسِرُ الَّتِيْ فِي الطُّوْرِ وَتُكْسَرَانِ جَمِيْعًا وَتُنْصَبَانِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْخُرُوْجِ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْقُبُوْرِ ....

فروج چیر اس کا واحد فرج ہے۔ حبل الورید۔ ورید گلے کی رگ ہے اور حبل گردن کی رگ ہے مجاہد فرماتے ہیں ما تنقص الارض یعنی زمین انکی ہڈیاں نہیں کھائیگی۔ تبصرۃ بصیرت عبرت۔ حب الحصید کٹی ہوئی کھیتی کا دانہ گندم۔ باسقات لمبی کھجوریں۔ افعیینا اعیا عاجز کرنا۔ یعنی کیا ہم پر دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے۔ قرینہ سے وہ شیطان مراد ہے جو انسان کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ فنقبوا فی البلاد۔ شہروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ القی السمع۔ جو کسی دوسرے کی بات نہ کرے بلکہ توجہ سے بات سنے۔ حین انشاکم۔ خلقکم۔ رقیب عتید تاڑ رکھنے والا مستعد۔ سائق و شھید دو فرشتے ہیں ایک لکھنے والا۔ دوسرا قلب و غیب کی گواہی دینے والا۔ لغوب تھکاوٹ۔ غیر مجاہد کی تفسیر ہے نضید تہ بہ تہ وہ کھجور کی پھول کی کلی جو لفافہ کے خول میں ہوتی ہے۔ وہ لفافہ کے خول کے اندر ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ جب لفافہ سے نکل آئے تو پھر تہ بہ تہ نہیں رہتی پھیل جاتی ہے۔ فی ادبار النجوم وادبار السجود۔ ستاروں کے پیچھے اور سجدوں کے بعد حضرت عاصم قاری سورۃ ق میں تو فتح کے ساتھ پڑھتے تھے اور سورۃ طور میں کسرہ کے ساتھ اور دونوں پر کسرہ بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور نصب بھی پڑھی جاتی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ یوم الخروج جس دن لوگ قبروں سے باہر نکلیں گے۔

باب قوله وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ

حدیث (۴۴۹۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ. عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُلْقٰى فِي النَّارِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ قَدَمَهٗ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جہنم میں لوگ پھینکے جائیں گے اور وہ کہے گی کیا کوئی اور زیادہ ہے۔ یہانتک کہ اللہ تعالے اپنا قدم اس میں رکھ دینگے تو وہ بولے گی بس بس۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ بعض حضرات نے یضع قدمہ کے مجازی معنی مراد لئے ہیں۔ کہ جب باری تعالے اس کی تذلیل کریں گے تو اس وقت اسے کچھ نہیں ملے گا۔ قدم رکھنا ذلیل کرنا۔ اور بعض نے کہا قدم ایک مخلوق ہے جس کو باری تعالے جھنم کیلئے مقرر کریں گے۔ جس سے اس کا پیٹ بھر جائیگا۔ خواہ وہ اس وقت کی پیدا شدہ ہو یا اس سے پہلے کی۔ یہ مجاز لغوی ہوگا۔ تیسرے معنی حقیقی ہیں کہ باری تعالے کے لئے قدم ہے۔ کما یلیق بشانہ کاقدامنا جیسے باری تعالے کے لئے وجہ۔ ید عین۔ ساق وغیرہ ہیں۔ کما یلیق بشانہ لا کو جو ھناوایدینا واعیننا۔ کیونکہ ہم مخلوق میں بھی ہاتھ۔ آنکھ کان۔ قدم وغیرہ ایک قسم کے نہیں ہوتے بلکہ کما یلیق بشان المخلوق ہوتے ہیں طویل آدمی کے ہاتھ اس کے مناسب ہوتے ہیں۔ اسی طرح دراصل باری تعالے کے لئے قدم ہیں۔ لیکن جب باری تعالے کی حقیقت کو نہیں جانتے تو اس کے قدم کی حقیقت کو کیسے جان سکتے ہیں۔ باری تعالے اس کو اپنے قدم سے دبالینگے تو دوزخ بھر جائیگی اور قط قط کہنے لگے گی۔

حدیث (۴۴۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰی الْقَطَّانُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَفَعَهٗ وَاَكْثَرُ مَا كَانَ يُوْقِفُهٗ اَبُوْسُفْيَانَ يُقَالُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ فَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدَمَهٗ عَلَيْهَا فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ ....

ترجمہ حضرت ابو ھریرۃؓ اس حدیث کا رفع کرتے ہیں اور راکثر ابو سفیان ان سے موقوف حدیث بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جہنم سے کہا جائیگا کہ کیا تو بھر گئی۔ تو وہ کہے گی کیا کچھ اور زیادہ ہے تو رب تبارک وتعالے اپنا قدم اس پر رکھدینگے تو وہ کہے گی بس بس۔

حدیث (۴۴۹۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ مَالِیَ لَايَدْخُلُنِیْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِلْجَنَّةِ اَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابٌ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهٗ فَتَقُوْلُ قَطٍ قَطٍ قَطٍ فَهُنَالِكَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بہشت اور دوزخ نے باہمی جھگڑا کیا بس جہنم نے کہا کہ مجھے تو مغرور اور جابر لوگوں پر مسلط کیا گیا بہشت کہے گی کہ میرے اندر تو صرف کمزور اور رذیل لوگ داخل ہوں گے اللہ تبارک وتعالی نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے تیرے ذریعہ میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں رحمت کرتا ہوں۔ اور جہنم سے فرمایا کہ تو تو میرا عذاب ہے۔ تیرے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس کو میں چاہوں عذاب دیتا ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے لئے بھر دینا ہوگا پس جہنم اس وقت تک پُر نہیں ہوگی جبتک اللہ تعالے

تَمْلَتِیْ وَیُزْوٰی بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ وَلَا یَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا وَاَمَّا الْجَنَّةَ فَاِنَّ اللّٰهَ یُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا . . .

اس میں اپنا پاؤں نہیں رکھیں گے جس پر وہ کہیگی بس بس۔ پس وہ اس وقت بھر جائیگی اور اس کا بعض حصہ بعض کی طرف مڑ جائیگا

اللہ تعالے اپنی مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم نہیں کریگا۔ اور جنت کے لئے اللہ تعالے نئے سرے سے ایک مخلوق پیدا کریگا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔۱۹۔۷۔۵ لایدخلنی الا ضعفأالناس ۔اس جگہ دونوں کا جھگڑا پورے طریقہ پر بیان نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جنت کے مقالہ میں جو کچھ ذکر ہوا وہ محاجۃ نہی بلکہ وہ عجز وانکساری کی خبر دیتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا یہ مقالہ علو مکان پر دلالت کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اس کے ضعف اور غرباء ملوک اور جبابرہ بنادئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ مالی لایدخلنی۔ یہ اپنی عاجزی اور دوسرے کے غلبہ کا اعتراف ہے۔ محاجۃ کی تو یہ شان نہیں ہوا کرتی۔ بنابریں قطب گنگوہیؒ نے جو محاجۃ کی توجیہ بیان فرمائی ہے۔ وہ صحیح اور واضح ہے۔ اس صورت میں ہر ایک۔ ایک دوسرے پر غلبہ کا دعوی کریگا۔ میرے نزدیک یوں کہنا مناسب ہوگا۔ کہ جھنم نے متکبرین کی طرح گفتگو کی کہ میں ایسا میں ایسا۔ اور جنت نے متواضعین کا طریقہ اختیار کیا۔ کیونکہ وہ متواضعین کا ٹھکانا ہے۔ اور کوکب میں شیخ گنگوہیؒ نے یوں فرمایا۔ کہ ہر ایک اپنی عظمت بتلائیگی کہ ضعفا بڑے بنا کر مجھ میں داخل کئے جائیں گے۔ اور جھنم کہے گی کہ میں کبریٰ ہوں اس لئے کہ میرے اندر کبراء اور ضعفاء دونوں ہونگے۔ تو دونوں میں اللہ تعالے فیصلہ فرمائیں گے۔ کہ تم دونوں کو فضیلت جزئیہ حاصل ہے۔

باب قوله فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ

حدیث (۴۴۹۶) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا لَیْلَةً مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَنَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَةَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا قَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَءَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ الحدیث . . . . . .

ترجمہ۔ حضر جریر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک رات جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے چودھویں رات کے مکمل چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بے شک عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ کہ کوئی اس کے دیکھنے میں کوئی دھکا پیل نہیں پس اگر تم کر سکتے ہو تو سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے کے بعد کی نماز پر مغلوب نہ ہو جائے۔ تو ایسا کرلو پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الخ .

حدیث (۴۴۹۷) حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَرَهٗ اَنْ يُّسَبِّحَ فِيْ اَدْبَارِ الصَّلٰوتِ كُلِّهَا يَعْنِيْ قَوْلَهٗ وَاِدْبَارِ السُّجُوْدِ........

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انہیں جناب نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ تمام نمازوں کی ادائیگی کے بعد تسبیح سبحان الله پڑھا کریں اور یہی ادبار السجود کی مراد ہے۔

سُوْرَةُ وَالذَّارِيَاتِ

وَقَالَ عَلِيٌّ الرِّيَاحُ وَقَالَ غَيْرُهٗ تَذْرُوْهُ تُفَرِّقُهٗ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ تَاْكُلُ وَتَشْرَبُ فِيْ مَدْخَلٍ وَّاحِدٍ وَّيَخْرُجُ مِنْ مَّوْضِعَيْنِ فَرَاغَ فَرَجَعَ فَصَكَّتْ فَجَمَعَتْ اَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ بِهٖ جَبْهَتَهَا وَالرَّمِيْمُ نَبَاتُ الْاَرْضِ اِذَا يَبِسَ وَدِيْسَ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ اَيْ لَذُوْسَعَةٍ وَّكَذٰلِكَ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ يَعْنِي الْقَوِيَّ زَوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى وَاخْتِلَافُ الْاَلْوَانِ حُلْوٌ وَّحَامِضٌ فَهُمَا زَوْجَانِ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ اِلَيْهِ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ مَا خَلَقْتُ اَهْلَ السَّعَادَةِ مِنْ اَهْلِ الْفَرِيْقَيْنِ اِلَّا لِيُوَحِّدُوْنَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ خَلَقَهُمْ لِيَفْعَلُوْا فَفَعَلَ بَعْضٌ وَّتَرَكَ بَعْضٌ وَّلَيْسَ فِيْهِ حُجَّةٌ لِّاَهْلِ الْقَدَرِ وَالذَّنُوْبُ الدَّلْوُ الْعَظِيْمُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَرَّةٍ صَيْحَةٌ ذَنُوْبًا سَبِيْلًا الْعَقِيْمُ الَّتِيْ لَا تَلِدُ

ترجمہ۔ علیؓ فرماتے ہیں کہ الذاریات سے ہوائیں مراد ہیں۔ اور غیر علی کا کہنا ہے۔ تذروہ وہ ہوائیں اسے جدا کرتی ہیں تتر بتر کردیتی ہیں۔ فی انفسکم اپنے اندر غور نہیں کرتے۔ کہ ایک سوراخ منہ سے کھاتے ہو پیتے ہو۔ لیکن پیشاب پاخانہ دوالگ الگ راستوں سے نکلتا ہے۔ رجع بمعنے لوٹے۔ صکت اپنی انگلیوں کو جمع کر کے مکا بنا کر پیشانی پر مارا۔ رمیم زمین کی وہ انگوری جب سوکھ جائے۔ یا گاہ دی جائے۔ انا موسعون بیشک ہم فراخی والے ہیں۔ اسی طرح علے الموسع قدرہ میں موسع بمعنے قوی کے ہے۔ زوجین نر و مادہ اور رنگوں کا مختلف ہونا۔ میٹھا اور کھٹا۔ بھی زوجین ہیں۔ ففروا اللہ کے عذاب کی طرف سے بھاگ کر اللہ کی طرف جاؤ۔ الا لیعبدون۔ یعنی دونوں فریق میں سے نیک بختوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ اللہ کی توحید بیان کریں۔ اور بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ان کو پیدا کیا تاکہ عبادت کا کام کریں۔ اب بعض نے کیا اور بعض نے چھوڑ دیا تو ان دو تاویلوں کے بعد قدریہ معتزلہ کے لئے آیت حجت نہ رہی

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ؓ وَالْحُبُكُ اسْتِوَاءُ هَا وَ حُسْنُهَا فِيْ غَمْرَةٍ فِيْ ضَلَالَتِهِمْ يَتَمَادُوْنَ وَقَالَ غَيْرُهُ تَوَاصَوْا تَوَاطَئُوا وَقَالَ مُسَوَّمَةً مُعَلَّمَةً مِنَ السِّيْمَا ......

الذنوب بڑے ڈول کو کہتے ہیں۔ مجاہد کی تفسیر ہے صرة چنگھاڑ ذنوبا راستہ۔ العقیم وہ عورت جو بچہ نہ جنے (بانجھ) اور ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ کہ حبک سے مراد اس کا برابر ہونا۔ خوبصورت ہونا۔ فی غمرۃ سے گمراہی مراد ہے جس میں وہ سرکشی کرتے ہیں۔ اور غیر ابن عباسؓ کی تفسیر ہے تواصوا۔ کہ موافقت کرتے ہیں اور کہا مسومۃ علامت زدہ یہ سیما بمعنے علامت سے ماخوذ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ماخلقت الجن والانس الالیعبدون اس حصر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے ہر ایک کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو چاہیئے کہ اس کے علاوہ کوئی کام نہ کریں کیونکہ علت اور معلول کا یہی تقاضہ ہے۔ حالانکہ بہت سے لوگ عبادت نہیں کرتے۔ تو باری تعالے کے ارادہ کا خلاف ہوا جو کسی کی مجال نہیں ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ الجن والانس میں الف لام عہد کا ہے۔ ای ماخلقت اھل السعادت من الجن والانس۔ یعنی جن اور انس میں جو اہل سعادت ہیں وہ عبادت کریں گے۔ ہر جن اور انس کو عبادت کے لئے نہیں بنایا۔ بلکہ اہل السعادت عبادت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ تو اب تلازم باقی رہا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ خلق دو قسم ہے۔ ۱۔ خلق جبلہ واختیار اور دوسرا خلق تکلیف اور اختیار یعنی امتحان ہے۔ جب باری تعالے کسی کی جبلت پیدا کرتے ہیں تو اس میں تخلف نہیں ہوتا۔ بلکہ جیسے آگ کو جس طبیعت پر پیدا کیا ہے وہ کام کریگی۔ آگ کو جلانے کے لئے۔ پانی کو تری کے لئے پیدا کیا۔ اب آگ سے پانی کا کام نہیں ہو سکتا اور پانی سے آگ کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس جبلہ الٰہیہ کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ اور دوسرا خلق امتحان واختیار کے لئے ہے کہ ہم احکام جاری کر کے امتحان لینا چاہتے ہیں۔ تو خلق جبلہ میں تکلیف نہیں البتہ خلق اختیار کے اندر تکلیف ہے کہ **فعل بعضھم وترک بعضھم** معتزلہ نے اس آیت سے تین باتوں پر استدلال کیا۔ معتزلہ کہتے ہیں۔ کہ ارادہ مشیئۃ۔ رضا۔ امر۔ خلق اور محبت یہ چھ چیزیں متعلق بالخیر ہوتی ہیں۔ اہلسنت والجماعت کہتے ہیں کہ محبت۔ امر۔ رضاء۔ یہ تو خیر کے ساتھ متعلق ہیں۔ لیکن ارادہ مشیت اور خلق ان کا تعلق خیر اور شر دونوں سے ہوتا ہے۔ جس پر بکثرت آیات دلالت کرتی ہیں۔ تو معتزلہ نے ان چھ چیزوں کو مخصوص بالخیر کر لیا۔ اور کہا کہ شر موجود ہے لیکن باری تعالے کے ارادہ سے نہیں ہے۔ بلکہ بندے کے ارادہ سے وجود میں آیا۔ آیت سے استدلال کرتے ہوئے۔ کہتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالے نے جن اور انس کو عبادت کے لئے پیدا کیا۔ اور عبادت فعل خیر ہے۔ امام بخاریؒ نے اس آیت کی دو توجیہیں کی ہیں۔ کہ آیت اہل سعادۃ کے ساتھ مختص ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ خلق تو اس کے لئے ہے۔ اب کوئی کرے نہ کرے اس کا اختیار ہے۔ تو اس طرح آیت معتزلہ کا مستدل نہ بن سکیگی۔ کیونکہ باری تعالے نے اہل سعادۃ سے ارادہ خیر کیا ہے۔ اگر استغراق ہوتا تو پھر تمھاری دلیل بن سکتی یا خلق تکلیف محض عبادت کے لئے ہے۔ ارادہ تکوین اس کے لئے نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ معتزلہ کا یہ ہے کہ افعال باری تعالی **معلل بالاغراض** ہوتے ہیں۔ **لیعبدون** کی لام تعلیل اس پر دال ہے۔ اہلسنت والجماعۃ کہتے ہیں کہ باری تعالی کے افعال **معلل بالاغراض** نہیں ہیں۔

کیونکہ غرض تب ہوتی ہے جبکہ اس کے حصول کے واسطے فعل کو کیا جائے۔اور ہر چیز کی علۃ غایہ لدی الاحتیاج ہوتی ہے۔اور باری تعالےٰ ہر چیز سے مستغنی ہیں۔واللہ غنی وانتم الفقراء تو باری تعالےٰ کسی چیز کے محتاج نہیں۔اگرچہ افعال باری تعالےٰ حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتے یہ اور بات ہے۔تو اہلسنت والجماعۃ نے لزوم غرض کا انتفاء کیا۔حکمت اور ثمرہ کی نفی نہیں کرتے۔تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں۔العبد خالق لافعالہ کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔اہلسنت والجماعۃ کا مسلک ہے کہ بندہ کسی فعل کا خالق نہیں معتزلہ نے آیت سے استدلال کیا کہ لیعبدون میں عبادت کی نسبۃ عباد کی طرف کی گئی ہے۔لھذا وہ خالق ہوا۔اہلسنت والجماعۃ فرماتے ہیں۔کہ نسبت کسب کے اعتبار سے ہے خلق کے اعتبار سے نہیں۔خالق اللہ ہے۔کاسب بندہ ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔الا لیعبدون ۱۹۔۷ ۱۹ دونوں تاویلوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی توجیہ میں جن اور انس سے صرف اہل سعادت اور صلحاً مراد ہیں۔اور دوسری تاویل میں اگرچہ عام مراد ہے۔لیکن بدبخت لوگ وہ کام نہ کر سکے جو ان سے چاہا گیا تھا۔

ولیس فیہ حجۃ لاہل القدر ۱۹۔۷ ۳۰ اہل قدر اس کے قائل ہیں۔کہ شر بغیر ارادہٗ الٰہی کے وقوع پذیر ہوتا ہے۔اور یہ کہ شر اللہ کی مخلوق نہیں ہے۔یہ آیت انکی حجۃ اس لئے نہیں بن سکتی۔کہ کسی چیز کا مراد نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ مخلوق نہ ہو۔تو شر مخلوق ہے لیکن مراد نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ آیت کو تخصیص پر محمول کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔کہ غیر عابدین موجود ہیں۔اگر ظاہر پر حمل کریں تو علہ اور معلول میں تنافی ہوگی۔تو خلاصہ یہ ہوا کہ پہلی تاویل میں لفظ عام ہے۔مراد خصوص ہے۔یعنی اہل سعادت مراد ہیں اور دوسری تاویل میں عموم باقی ہے۔لیکن بمعنی استعداد کے ہے۔کہ اللہ تعالےٰ نے ان میں عبادت کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔اب کوئی کرے نہ کرے یہ اس کا اختیار ہے جیسے کہتے ہیں البقرہ مخلوقۃ للحرث بیل کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔کبھی بیل ایسے ہوتے ہیں جو کھیتی باڑی نہیں کرتے۔باربرداری کرتے ہیں۔لیس فیہ حجۃ لا ھل القدر جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خلق سے مراد خلق تکلیف واختیار ہے خلق جبلہ نہیں۔معتزلہ نے آیت سے استدلال کیا ہے۔کہ ارادہ الٰہی کا تعلق اس سے نہیں ہے۔جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا کسی چیز سے معلل ہونا۔یہ اس کو مستلزم نہیں کہ وہ مراد بھی ہو۔یا یہ کہ غیر مراد نہ ہو۔اور اس عبارت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ افعال باری تعالےٰ ضرور معلل ہوتے ہیں جیسے لیعبدون سے سمجھا جاتا ہے۔تو جواب یہ ہے کہ کسی مقام پر تعلیل کا واقع ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ تعلیل ہو۔ہم بھی جواز تعلیل کے قائل ہیں لیکن وجوب تعلیل کے نہیں۔اور تیسرا مسئلہ تھا کہ بندوں کی طرف عبادت کی نسبۃ سے معلوم ہوا کہ افعال مخلوقۃ للعباد ہیں۔تو جواب یہ ہے کہ عباد کی طرف نسبۃ کسب کے اعتبار ہے۔خلق کے اعتبار سے نہیں ہے۔آیت کے اندر اور تاویلات بھی ہیں جن کو مطولات میں ذکر کیا گیا ہے۔مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔اہل السعادۃ کی تخصیص معتزلہ کے شبہ کو زائل کرنے کے لئے ہے۔کہ جب اللہ تعالےٰ نے سب کو توحید کے لئے پیدا کیا تو بعض مشرک کیوں ہیں۔

تو یہ خلاف غرض باری کے ہوا جو معلوم یہ ہوا کہ عباد اپنے افعال اختیار یہ کے خالق ہیں۔ اللہ کا ان میں دخل نہیں۔ جواب یہ دیا کہ آیت اہل سعادت کے بارے میں ہے جن سے توحید کا تخلف ممکن نہیں ۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ

وَقَالَ قَتَادَةُ مَسْطُوْرٍ مَكْتُوْبٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الطُّوْرِ الْجَبَلُ فِي السَّرْيَانِيَّةِ رَقٍّ مَنْشُوْرٍ صَحِيْفَةٍ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ سَمَاءٌ وَالْمَسْجُوْرِ الْمُوْقَدِ وَقَالَ الْحَسَنُ تُسْجَرُ حَتّٰى يَذْهَبَ مَاءَهَا فَلَا يَبْقٰى فِيْهَا قَطْرَةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلَتْنَاهُمْ نَقَصْنَاهُمْ وَقَالَ غَيْرُهُ تَمُوْرُ تَدُوْرُ اَحْلَامُهُمْ الْعُقُوْلُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْبَرُّ اللَّطِيْفُ كِسْفًا قِطْعًا الْمَنُوْنُ الْمَوْتُ وَقَالَ غَيْرُهُ يَتَنَازَعُوْنَ يَتَعَاطُوْنَ ......

ترجمہ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں مسطور کا معنی لکھا ہوا مجاہد فرماتے ہیں کہ طور سریانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ رق منشور سے دستاویز مراد ہیں۔ السقف المرفوع آسمان ہے المسجور کا معنی دہکایا ہوا اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ سمندروں کو اسقدر دہکایا جائیگا۔ کہ ان کا پانی چلا جائیگا۔ اور انکے اندر ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ مجاہد فرماتے ہیں التناھم کم کر دیا۔ اور غیر مجاہد کی تفسیر ہے کہ تمور کے معنی گھومتی ہے احلامھم عقلیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں البر کے معنی باریک کے ہیں۔ کسفا کے معنی ٹکڑا۔ ریب المنون میں منون بمعنے موت اور غیر ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یتنازعون ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔

حدیث (۴۴۹۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ. فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَءُ بِالطُّوْرِ ....

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ میں بیمار رہتی ہوں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سوار ہو کر لوگوں سے پیچھے ہٹ کر طواف کرو۔ پس میں نے طواف کیا تو آپ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے ایک کونے میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جس میں سورۃ الطور پڑھتے تھے۔

حدیث (۴۴۹۹) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ آپؐ مغرب کی نماز میں

يَقْرَءُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ فَلَمَّا بَلَغَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوْا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَا يُوْقِنُوْنَ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ كَادَ قَلْبِيْ اَنْ يَّطِيْرَ قَالَ سُفْيَانَ .... لَمْ اَسْمَعْهُ زَادَ الَّذِيْ قَالُوْالِيْ

سورہ طور پڑھ رہے تھے جب آپ اس آیت تک پہنچے۔ ترجمہ کیا یہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے پیدا کئے گئے ہیں یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ یہ لوگ یقین نہیں رکھتے۔ یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں۔ یا یہ داروغے مقرر ہوئے ہیں۔ قریب تھا کہ میرا دل اڑ جاتا ہے۔ سفیان اپنی سند سے بتاتے ہیں۔ کہ یہ زیادتی میں نے نہیں سنی۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ذُوْمِرَّةٍ ذِيْ قُوَّةٍ قَابَ قَوْسَيْنِ حَيْثُ الْوَتَرِ مِنَ الْقَوْسِ ضِيْزٰى عَوْجَاءُ وَاَكْدٰى قَطَعَ عَطَاءَهٗ رَبُّ الشِّعْرٰى هُوَ مِرْزَمُ الْجَوْزَاءَ الَّذِيْ وَفّٰى وَفِيْ مَافُرِضَ عَلَيْهِ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ سَامِدُوْنَ الْبَرْطَمَةُ هُوَ ضَرْبٌ مِنَ اللَّهْوِ وَقَالَ عِكْرِمَةُ يَتَغَنَّوْنَ بِالْحِمْيَرِيَّةِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اَفَتُمَارُوْنَهٗ اَفَتُجَادِلُوْنَهٗ وَمَنْ قَرَءَ اَفَتَمْرُوْنَهٗ يَعْنِيْ اَفَتَجْحَدُوْنَهٗ مَازَاغَ الْبَصَرُ بَصَرُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمَاطَغٰى وَلَا جَاوَزَ مَارَاٰى فَتَمَارَوْا كَذَّبُوْا وَقَالَ الْحَسَنُ اِذَا هَوٰى غَابَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَغْنٰى وَاَقْنٰى اَعْطٰى فَاَرْضٰى ....

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ذو مرتین میں مرہ بمعنے قوت کے ہے۔ قاب قوسین کمان کی تانت جہاں ہوتی ہے۔ ضیزی ٹیڑھی بھونڈی۔ اکدی۔ اس کا دینا بند کر دیا۔ رب الشعری جوزاء ستارے کی گذرگاہ ہے۔ الذی وفی یعنی جو احکام آپ پر فرض کئے گئے ان کو پورا کر دیا۔ ازفت الازفہ قریب آنے والی قیامت قریب آگئی۔ سامدون ایک قسم کا کھیل کھیلنے والے ہیں۔ اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ حمیری زبان میں گانا شروع کر دیتے۔ ابراھیم نے کہا۔ افتمارونہ کیا تم آپ سے جھگڑتے ہو۔ اور جن لوگوں نے اسے افتمرونہ پڑھا اس کا معنی کہ تم انکار کرتے ہو۔ مازاغ البصر۔ آنکھ محمد ﷺ کی نہیں پھری وماطغی اور جس چیز کو دیکھا اس سے آگے نہیں بڑھی بلکہ وہیں جم کر رہ گئی۔ فتماروا جھٹلایا۔ حسن بصری فرماتے ہیں۔ اذا ھوی

غائب ہو گیا۔ابن عباسؓ کی تفسیر ہے اغنی واقنی لف نشرعه کے مطابق ہے۔کہ اتنا دیا کہ راضی کر دیا۔

حدیث (۴۵۰۰) حَدَّثَنِیْ یَحْیٰ عَنْ مَسْرُوْقٍؒ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَؓ یَا اُمَّتَاهُ هَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ فَقَالَتْ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِیْ مِمَّا قُلْتَ اَیْنَ اَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ مِنْ حَدَّثَکَهُنَّ فَقَدْ کَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ فَقَدْ کَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ . وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ فَقَدْ کَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ کَتَمَ فَقَدْ کَذَبَ ثُمَّ قَرَأَتْ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَلٰکِنَّهٗ رَاٰی جِبْرَائِیْلَ فِیْ صُوْرَتِهٖ مَرَّتَیْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت مسروقؒ تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ اے امی جان! کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔انہوں نے جواب میں فرمایا کہ جو کچھ تو نے کہا ہے اس سے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کہاں ہے۔ تو ان تین باتوں سے یعنی بہت دور ہے جو شخص یہ باتیں تمھیں بیان کرے اس نے جھوٹ کہا جو تجھے حدیث بیان کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے جھوٹ کہا۔ پھر دلیل میں یہ آیت پڑھی ترجمہ۔اس کو آنکھیں نہیں پاسکتیں وہ آنکھوں کو پالیتا ہے۔وہ باریک بین اور خبر دار ہے۔دوسری آیت۔ترجمہ کہ کسی انسان کے لائق نہیں ہے۔کہ اللہ تعالے اس سے ہم کلام ہو سوائے وحی کے یا پردے کے پیچھے۔دوسری یہ بات جو تمھیں بیان کرے کہ کل کی بات کو آپؐ جانتے ہیں۔تو اس نے بھی جھوٹ کہا پھر اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی ترجمہ کوئی جی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائیگا۔اور تیسری بات یہ ہے کہ جو تمھیں بتلائے کہ آپؐ نے کوئی چیز چھپالی تو اس نے جھوٹ کہا۔کیونکہ آپ کو تو حکم ہے اے رسول جو کچھ آپ کی طرف نازل ہوا سے پہنچاؤ۔لیکن آپؐ نے جبرائیلؑ کو دو مرتبہ اپنی اصل شکل میں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ سورۂ نجم کی ان آیات کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حضرت جبرائیلؑ کو دیکھا ہے۔باری تعالے کو نہیں دیکھا۔ایک جماعت جن میں حضرت عائشہؓ اور ابن مسعودؓ بھی شامل ہیں۔فرماتے ہیں۔کہ یہ دنو۔تدنی یعنی قریب ہونا اور لٹکنا۔یہ حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ ہے۔آپؐ نے جبرائیلؑ کو ہزار بار دیکھا لیکن وہ کبھی آدمی کی شکل میں آتے تھے۔کیونکہ فرشتہ اور جن میں اللہ تعالے نے یہ طاقت رکھی ہے۔کہ وہ جس شکل میں آئیں متشکل ہو سکتے ہیں۔اور کبھی فرشتہ کی شکل میں آتے تھے۔آپؐ نے حضرت جبرائیلؑ کو اپنی اصلی ملکوتی شکل میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ایک زمانہ فترت میں جبکہ وحی کا انقطاع ہوا۔دوسرے لیلۃ المعراج میں اصلی شکل میں دیکھا۔کہ ان کے چھ سو پر تھے۔جن کی وجہ سے افق کو گھیر رکھا تھا۔فاوحی الی عبده میں عبده سے عبد اللہ مراد ہے۔اگر عبده کی ضمیر جبرائیلؑ کی طرف راجع ہو تو صحیح نہیں ہے۔جبکہ دنی اور تدلی کی ضمیر جبرائیلؑ کی طرف راجع ہے۔تو عبد اللہ کی ضمیر غیر مذکور

کی طرف راجع ہوگی۔ جو متعین فی الاذھان ہے۔ جیسے توارت بالحجاب میں شمس مراد ہے۔ الغرض ان سب آیات کے اندر جبرائیلؑ کا دیکھنا مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ مطلقا رؤیۃ باری تعالے کا منع کرتی ہیں۔ جب ان کے بھانجے عروہ نے پوچھا تو فرمانے لگیں۔ قف شعری مما قلت۔ جوکہ قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں ہے لاتدرکہ الابصار...... لیکن ایک طائفہ صحابہ کرامؓ کا جن میں ابن عباسؓ وغیرہم ہیں۔ وہ ان کے خلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ جبرائیلؑ کو نہیں بلکہ آپؐ نے باری تعالے کو دیکھا ہے۔ خلۃ ابراھیم کو دی گئی۔ ہمکلامی کا شرف موسیٰؑ کو نصیب ہوا اور رؤیت آنحضرت ﷺ کو عنایت فرمائی۔ توجب صحابہ کرام میں اختلاف ہے۔ تو ہم کون فیصلہ کرنے والے ہیں اور کس کا اتباع کریں حالانکہ حکم بایہم اقتدیتم اھتدیتم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔۔ متعدد آیات ان کے فضائل میں نازل ہوئی ہیں۔ بنابریں جب کسی مسئلہ میں ان کا اختلاف ہو تو ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم کسی کا تخطیۂ کریں۔ جبکہ ایک طرف ابن عباس جیسا حبر الامۃ ہو جو رئیس المفسرین کے خطاب سے صحابہ میں مشہور ہیں۔ اور دوسری طرف حضرت عائشہؓ اور ابن مسعودؓ ہیں۔ انکی جلالت شان بھی واضح ہے۔ تو تخطیۂ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ترجیح دی جاسکتی ہے۔ تواب بحث وقوع رؤیۃ باری تعالے میں ہوئی۔ کیونکہ اہلسنت والجماعۃ کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ رؤیۃ باری تعالے ان آنکھوں سے ممکن ہے۔ معتزلہ اور خوارج اسے غیر ممکن کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک رؤیۃ کے لئے چند شرائط ہیں۔ ۱۔ مرئی کا کثیف ہونا۔ اگر مرئی لطیف ہو۔ اگرچہ وہ مادی کیوں نہ ہو اس کی رؤیۃ نہیں ہوسکتی۔ جیسے ہوا ہے اس کی رؤیۃ نہیں باری تعالے کی لطافت کے تو کیا کہنے؟ وہ توسب سے بڑھی ہوئی ہے۔ ملائکہ کی لطافۃ ان سے کم ہے۔ بعد ازاں جنات اور پھر ہوا لطیف ہے یہ نظر نہیں آتے۔ ۲ مرئی کا کچھ بعید ہونا۔ غایۃ درجہ کا قرب اور بعد مانع رؤیۃ ہے جیسے قرب کی وجہ سے آنکھ اپنی بینائی اور پلکوں کو نہیں دیکھ سکتی۔ ایسے غایت بعد بھی نہ ہو۔ بلکہ قرب اور بعد کے درمیان توسط ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ نور اور روشنی موجود ہو۔ اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آئیگا۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ مرئی مکانی ہو۔ باری تعالےان سب سے منزہ ہیں۔ بلکہ وہ تو تمام اعراض وجواہر سے منزہ ہیں۔ اور اقرب الی حبل الورید ہیں اسی طرح وہ مکانی بھی نہیں ہیں۔ ان شرائط کے تحت معلوم ہوا کہ رؤیۃ باری تعالے مستحیل ہے۔ نہ دنیا میں ہوسکتی اور نہ آخرت میں ممکن ہے۔ آیات اور روایات ان کے نزدیک سب محول عن الظاہر یعنی پھیری ہوئی ہیں البتہ اشاعرہ۔ ماتریدیہ اور محدثین سب کے سب امکان رؤیۃ کے قائل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں رؤیۃ نام ہے اس علم کا جو عادی طور پر ان اشیاء کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوتا ہے۔ یہ شرائط عقلیہ نہیں بلکہ عادیہ ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں **الرؤیۃ نو ع من العلم یحصل فینا عادۃ عقب فتح العین حذاء شئ مادی ذی لون کثیف اذاکا ن بینھا وبینہ مسافۃ متوسطۃ وکان ھنالك نور یعنی رؤیتہ** ایک قسم کا علم ہے۔ جو عادۃ ہمارے اندر آنکھ کھولنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ مادی چیز کے سامنے ہو۔ جو رنگ والی اور کثیف اور لطیف ہو۔ جبکہ اس کے اور ہمارے درمیان درمیانی فاصلہ ہو۔ اور وہاں روشنی بھی ہو۔ اور جو چیزیں عادی ہوتی ہیں ان کے لئے عقلی لزوم نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ باری تعالے ہمیں دیکھتے ہیں۔ اور وہ حدقہ عین مکاں مادہ وغیرہ سب سے منزہ ہیں ۔ اگر رؤیۃ کے لئے یہ چیزیں ضروری ہوئیں تو باری تعالے کے دیکھنے کا انکار کیا جاتا حالانکہ وہ تو دیکھتے ہیں سمیع بصیر ہیں۔ اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ پھر فرشتہ ہمیں دیکھتا ہے۔

اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ لطیف ہیں کثیف نہیں اس طرح جنات ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ اور فرشتے بھی انکو دیکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ شرائط عادیہ ہیں۔ عقلی نہیں۔ اگر باری تعالے یہ قوت رؤیۃ ہمارے کان میں پیدا کر دیتے تو ضرور ہم دیکھتے عین وغیرہ کا ہونا ضروری نہ ہو اور حقیقت میں یہ آنکھیں روح کے اندر ہیں۔ یہ حدقہ (ڈھیلا) کی آنکھ تو اس عین روح کے لئے عینک ہے۔ اگر روح کی آنکھ کھلی ہوئی ہو۔ تو مشائیوں کی طرح چھ چھ سو میل کی چیز نظر آتی ہے۔ اور ایسے چین کا اندھا اندلس کے مچھر کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ روحانی بینائی ہے۔ اس پر کوئی استحالہ نہیں۔ چنانچہ ریاضت کرنے والوں کو خواہ وہ ہندو ہوں۔ یہ چیز حاصل ہے۔ کوئی اولیا اللہ کی تخصیص نہیں۔ جوگی مشائی وغیرہ دیکھ سکتا ہے۔ کاندھلے کا واقعہ ہے۔ کہ شاہ عبد الرحیمؒ توجہ دے رہے تھے۔ لڑکوں نے ان کی نقل اتاری۔ ان کو بلا کر لایا گیا۔ جو لڑکا پیر بنا ہوا تھا۔ اس سے فرمایا کہ آنکھ بند کرو۔ تو وہ گھبرا کر اٹھا۔ حضرت شیخ الھندؒ فرماتے ہیں کہ قلب کے اندر ایک ایسی چیز اٹھی جس سے میں گھبرا کر اٹھا تو وہ لڑکا بیان کرتا تھا۔ کہ میں گھر میں لحاف کے اندر سویا ہوا تھا۔ تو مجھے درختوں کے پتے پتے دکھائی دیتے تھے۔ الحاصل اہلسنت والجماعۃ کا اتفاق ہے۔ کہ رؤیۃ کے لئے یہ شرائط عادیہ ہیں عقلیہ نہیں ہیں۔ اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ کہ آخرت میں جب انسانی قویٰ متغیر ہو جائیں گے۔ اور روح بدن سے منفصل ہو گی۔ جبکہ **اذالشمس کورت** کا تحقق ہو گا۔ تو علمت نفس ماقدمت واخرت۔ یعنی جب سورج لپیٹ لیا جائیگا تو ہر جی جو کچھ اس نے آگے بھیجا ہے یا پیچھے چھوڑ آیا ہے اس کو جان لے گا تو قویٰ طاقتور ہو جائینگے۔ آج تو ہمیں کوئی چیز یاد نہیں رہتی۔ دوسرے خود اس دنیا میں ان قویٰ کے درمیان تفاوت ہے۔ چنانچہ عرب میں ایک عورت تھی جو کئی سو میل کے فاصلہ سے اشیاء کو دیکھ لیتی تھی اور اپنے قبیلہ کو خبر کرتی تھی۔ بنابریں اہلسنت والجماعۃ کا اس پر بھی اتفاق ہے۔ کہ آخرت میں رؤیۃ باری تعالے کا وقوع ہونے والا ہے۔ آیات وروایات بکثرت اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور عاشق کے لئے یہ بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ دردمندے عشق را دارو بجز دیدار نیست۔ اس دنیا میں تو حجابات واقع ہیں۔ بیوی۔ بیٹا۔ ماں باپ وغیرہم حاجب ہیں۔ لیکن آخرت میں جب یہ سب حجابات منقطع ہوں گے۔ تو عاشق حقیقی مؤمن کو ضرور دیدار محبوب ہو گا۔ چنانچہ کفار کو ڈرایا گیا ہے۔ کلا انہم یومئذ لمحجوبون۔ کہ وہ کفار اس دن حجاب میں رکھے جائیں گے۔ عاشق کے لئے یہ کافی ہے کہ اسے محبوب نہ دکھایا جائے الغرض آخرت میں رؤیۃ باری کا وقوع ہو گا دنیا میں اس کا امکان ہے اگرچہ وقوع نہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **رب ارنی انظر الیك** اگر رؤیۃ ممکن نہ ہوتی تو مستحیل کا سوال نہ کرتے۔ باری تعالے نے بھی جواب میں امکان کی نفی نہیں کی۔ لن اریٰ نہیں فرمایا بلکہ فعلیۃ کی نفی فرمائی کہ لن ترانی تو ہرگز نہیں دیکھ سکتا اس پر زمخشریؒ نے کہا کہ حرف لن امکان کی نفی کرتا ہے جس پر علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب عقود الجمان میں لکھا ہے کہ زمخشریؒ کے مقولہ کی بہت سے اماموں نے تردید کی ہے۔ کہا ہے کہ حرف لن وقوع کی نفی کرتا ہے۔ امکان کی نفی نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ باری تعالے نے اپنی رؤیۃ کو معلق کر دیا **انظر الی الجبل ان استقر مکانه فسوف ترانی** کہ اگر پہاڑ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے اور استقرار جبل ممکن ہے۔ اور تعلیق بالممکن ممکن ہوتی ہے۔ باری تعالے وجود میں جمیع کائنات ظل ہے۔ جب اصلی چیز آجائیگی تو ظل معدوم ہو جائیگا باری تعالے کی تجلی کے بعد پہاڑ معدوم ہو گیا حضرت موسیٰ حواس باختہ ہو گئے۔ **خر موسی صعقا** بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

توامکان دنیا آخرت دونوں کا ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ کو بھی دنیا میں رؤیۃ ہوتی تو حضرت موسیٰؑ کے طور کی طرح کوئی چیز تحمل نہ کر سکتی۔ بنابریں آپؐ کو دنیا سے اٹھا کر ایسے عالم میں لے جایا گیا۔ جہاں کے قویٰ نہایت قوی ہیں کیونکہ وہاں کی چیزوں میں تغیر نہیں آتا۔ نیز! آپؐ کی طاقت کو بھی بڑھا دیا گیا۔ سینہ چاک کر کے قلب کو ملی ایمانا وحکمۃ کہ قلب ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ تو ایسے عالم میں جہاں کی چیزیں ظل نہیں ہیں۔ اور نہ ہی وہاں کوئی مکان ہے۔ اس جگہ رؤیت ہونے میں کیا استحالہ ہے۔ بنابریں ایک جماعت صحابہ کرام کے دور سے لیکر آجتک وقوع رؤیت باری کی قائل چلی آرہی ہے۔ امام حسن بصریؒ کعب احبار۔ امام احمدؒ اور اشاعرہ علے الاطلاق وقوع رؤیۃ کے قائل ہیں البتہ حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ وقوع رؤیۃ کے منکر ہیں۔ جو آیات اس پر دلالت کرتی ہیں ان کو رؤیۃ جبرائیل پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت مسلم میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں متردد ہیں. نورانی اراہ نور ہے میں کہاں دیکھ سکتا ہوں سے نفی معلوم ہوتی اور نورانی اراہ۔ نورانی ہیں میں نے دیکھا ہے اس سے اثبات معلوم ہوتا ہے۔ نور قوی نہ ہو جیسے چودھویں کے چاند کا تو اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ اور جو نور قوی ہو جیسے باری تعالے کا تو اسے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اسلئے بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ چنانچہ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ اعتقادی ہے عملی نہیں ہے۔ روایات متعارضہ ہیں۔ جو آحاد ہیں ان سے اعتقادی مسئلہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے توقف کرنا چاہئے۔ اصحاب امام احمدؒ اور دوسرے حضرات اثبات کے قائل ہیں۔ لیکن پھر ان میں اختلاف واقع ہوا۔ کہ آیا آپؐ نے قلب سے دیکھا یا آنکھ سے۔ قلب سے دیکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو باری تعالے کا علم ہو ابلکہ رؤیۃ سے علم مخصوصہ مراد ہے۔ جو کہ آنکھوں کے کھلنے اور شعاع کے مرئی پر پڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔ تو اس رؤیت کو باری تعالے نے آپؐ کے قلب میں پیدا کر دیا تھا۔ اور محققین علماء فرماتے ہیں کہ قلب سے قلب صنوبری مرادؒ نہیں بلکہ قلب روحانی مراد ہے۔ جس میں آنکھیں بھی ہیں۔ اور یہ صنوبری آنکھیں اس کا آلہ ہیں جو عینک کا کام دیتی ہیں۔ جب روح بدن سے نکل جاتی ہے۔ تو آنکھوں کے موجود ہونے کے باوجود دیکھنا بند ہو جاتا ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ راہ بفؤادہ کہ قلب سے دیکھا اور ابن خزیمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ راہ بفوادہ وقلبہ اور ایک روایت یہ بھی ہے۔ راہ بعینہ ۔ لیکن ابن عباسؓ کی روایت راہ بفوادہ والی قوی۔ اور مشہور ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس طرح تطبیق دی ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ کا انکار رؤیۃ عین سے ہے۔ اور ابن عباسؓ حسن بصری اور کعب احبار رؤیۃ قلبی کا اثبات کرتے ہیں۔ تو بہتر صورت یہی ہے کہ۔ دونوں روایات میں تطبیق دی جائے۔ حضرت عائشہؓ نے رؤیۃ باری کو مستبعد قرار دیا۔ اور استدلال میں دو آیات پیش کیں لاتدرکہ الابصار۔ لیکن اس میں ادراک احاطہ کی نفی ہے۔ رؤیۃ کی نفی نہیں ہے۔ اس لئے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اپنے استدلال میں حضرت عائشہؓ نے کوئی روایت پیش نہیں کی۔ استنباطات سے کام چلاتی ہیں۔ حالانکہ مسلم شریف میں روایت موجود ہے حضرت مسروق نے جب حضرت عائشہؓ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا انا اول هذه الامة سألت رسول الله ﷺ عن ذلك فقال رايت جبرائيل ۔ کہ میں امت کا پہلا فرد ہوں جس نے جناب رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا میں نے جبرائیلؑ کو دیکھا ہے۔ تو روایت موجود ہوئی امام نوویؒ نے آیت لاتدرکہ ...... کا جواب یہ دیا کہ ادراک احاطہ کو کہتے ہیں۔

بسااوقات انسان کسی چیز کو دیکھتا ہے لیکن اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ تو لا تدرکہ الابصار۔ رؤیۃ کے منافی نہ ہوا دوسرا جواب یہ ہے کہ لا تدرکہ الابصار سلب عموم کے لئے ہے۔ یعنی لیس کل کے معنی میں ہے۔ اور لیس کل الابصار تدرکہ۔ تو یہ سالبہ کلیہ کا سور ہوا عموم سلب نہیں ہے ہم بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ تمام ابصار باری تعالے کو نہیں دیکھیں گی۔ بلکہ کفار نہیں دیکھ سکینگے۔ تو ممکن ہوا کہ بعض ابصار قیامت کے دن باری تعالے کو دیکھ لیں۔ اور یہ آیت سلب عموم والی اس کے بھی منافی نہیں کہ لیلۃ المعراج میں آنحضرت ﷺ نے باری تعالے کو دیکھا تیسرا جواب اسکے قریب قریب ہے کہ لا تدرکہ الابصار میں ابصار عام میں سے بعض مخصوص ہیں جیسا کہ **وجوہ یومئذ ناضرہ الی ربھا ناظرۃ** کہ کچھ چہرے باری تعالے کو دیکھنے والے ہونگے۔ تو عام مخصوص منہ البعض ہوا۔ حضرت عائشہؓ کا دوسرا استدلال۔ **ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الاوحیا او من وراء حجاب** سے تھا یہاں باری تعالے کے کلام کرنے کو تین چیزوں پر موقوف کیا گیا۔ کہ تکلم باری تعالے بذریعہ وحی ہوگا یا من وراء حجاب ہوگا۔ یا کسی فرشتہ کو بھیجا جائیگا۔ اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن تکلیم سے رؤیت کی نفی نہیں ہوتی۔ ممکن ہے رؤیۃ بغیر تکلیم کے ہو اور ایسے لیلۃ المعراج میں ہوا ہو۔ کہ رؤیۃ بغیر تکلیم کے وقوع پذیر ہوئی ہو۔ ان وجوہ کی بنا پر اہل السنّت والجماعۃ کا راجح قول یہی ہے کہ لیلۃ المعراج میں رؤیۃ باری کا وقوع ہوا ہے۔ اور مسلم کی روایت کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انا اول ھذہ الامۃ...... یہاں سوال ان دو آیات کے بارے میں ہے جن کو حضرت عائشہؓ نے مسروق کے سامنے پیش کیا۔ **انہ راٰہ بالافق المبین . ولقد راٰہ نزلۃ اخری** واقعی ان میں رؤیۃ جبرائیل کا ذکر ہے۔ رؤیۃ باری تعالے کے متعلق کوئی سوال نہیں۔ اس کو ہم دوسری روایات سے ثابت کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت قطب گنگوہیؒ نے اس مقام پر رؤیۃ النبی ﷺ سے تعرض نہیں کیا۔ کیونکہ وہ کوکب دری میں اس پر مبسوط بحث کر چکے ہیں۔ سورۃ انعام اور سورۃ النجم کی آیات کی تفسیر میں اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ابن عباسؓ کی تصریح ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالے کا دیدار کیا ہے۔ صحیح مسلک ہے۔ اور بخاری شریف میں شریک راوی کی روایت میں ہے کہ **دنی الجبار رب العزۃ فتدلی** اس سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ اور شریک راوی کی روایت کی کئی توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ لیکن جب یہ مسلم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے **انی لاراکم خلف ظھری**۔ کہ میں تمھیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھ سکتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا دیکھنا ایک جہت کے ساتھ مختص نہیں تھا بغیر مقابلہ کے بھی آپ دیکھتے تھے۔ تو جب یہ صورت دنیا میں آپ کے لئے ممکن ہے۔ تو لیلۃ المعراج میں بطریق اولی اس کا وقوع ہوا ہوگا۔ کیونکہ اس رات تو بہت سے خوارق عادت واقعات رونما ہوئے ہیں۔ پھر حضرت قطب گنگوہیؒ نے اپنے رسالہ امداد السلوک میں تحقیق کر کے لکھا ہے کہ فکان قاب قوسین کا مصداق آنحضرت ﷺ کا قرب باری تعالے سے بیان کرنا ہے نہ کہ جبرائیل کا قرب مقصود ہے۔ اور اسی کو ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکوۃ میں بیان کیا ہے۔ جہاں حدیث سوال جبرئیل من الایمان کی تشریح کی ہے۔ کہ قاب قوسین آنحضرت ﷺ کا وہ مقام ہے جہاں نہ جبرائیلؑ پہنچ سکے نہ جمیع کروبین اور نہ ہی کوئی نبی اور رسول حتی کہ صفی اور خلیل بھی نہیں پہنچ سکے۔ اور روضہ رسول اللہ ﷺ پر جب مجھے اتفاق ہوتا ہے

تو مواجھہ مبارک کی بجائے میں آنحضرت ﷺ کے پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پڑھتا تھا اور اس میں آپؐ کے وہ اوصاف رفیعہ کہہ کر پکارتا جن کا قرآن وحدیث میں ذکر ہے۔ مثلاً الصلوة والسلام عليك من بيده لواء الحمد يوم القيامة والصلوة والسلام عليك يامن دنى فتدلى فكان قاب قوسين اوادنى ......اس وقت میرا اپنے دل سے مناظرہ شروع ہو جاتا کہ مشہور تفسیر کے مطابق اس کا مصداق جبرائیل کیسے ہو سکتے ہیں۔ جو واقعی تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ سے تو مفضول ہیں۔ آیت کریمہ میں مفضول کا قرب تو بیان ہو اور افضل کا قرب بیان نہ ہو بلکہ افضل کے قرب بالمفضول کو احسان جتلایا جائے۔ یعنی افضل مفضول کے قریب ہوا یہ کیا احسان ہوا۔ نیز! یہ کھٹکا بھی دل میں آیا کہ جب آنحضرت ﷺ لیلۃ المعراج میں اس جسد اطہر کے ساتھ جنت میں داخل ہوئے ہیں اور اہلسنت والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ جنت میں باری تعالے کا دیدار ہو گا۔ تو پھر آپؐ کی رؤیۃ کیوں ممکن نہیں غرضیکہ قطب گنگوہیؒ کی تحقیق انیق سے دل کو تسلی ہوئی۔ اور روضۂ اقدس کی حاضری کے موقعہ پر الصلوۃ والسلام علیک یامن دنی فتدلی...... کہہ کر صلوۃ وسلام بھیجتا رہا۔

نیز قطب گنگوہیؒ نے صاحب جمل کی تحقیق کو بھی اپنے رسالہ میں قلمبند فرمایا ہے۔ جزاء اللہ احسن الجزاء۔

باب قوله فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى حَيْثُ الْوَتَرِ مِنَ الْقَوْسِ

حدیث (۴۵۰۱) حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ عَنْ عَبْدِاللهِ ؓ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآاَوْحٰى ......قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ ؓ اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرَائِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جبرائیل کو دیکھا جن کے چھ سو پر تھے۔

باب قوله فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآاَوْحٰى

حدیث (۴۵۰۲) حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ ؓ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعودؓ خبر دیتے ہیں کہ محمد ﷺ نے جبرائیلؑ کو اصلی شکل میں دیکھا۔ جبکہ ان کے چھ سو پر تھے۔

باب قوله لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

ترجمہ۔ آپؐ نے اپنے رب کی بڑی بڑی قدرت کی نشانیاں دیکھیں۔

حدیث (۴۵۰۳) حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ ....عَنْ عَبْدِاللهِ ؓ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے لقد رای من آیات ربہ الکبری

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی قَالَ رَاٰی رَفْرَفًا اَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ .....

کے متعلق مروی ہے کہ آپؐ نے سبز رفرف کو دیکھا جس نے آسمانوں کو روک رکھا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ رفرف بمعنی ریشمی چادر اور بعض نے کہا کہ رفرف سبز فرش کو کہتے ہیں۔

باب قوله اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی

حدیث (۴۵۰۴) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَاللّٰتَ وَالْعُزّٰی کَانَ اللّٰتُ رَجُلًا یَلُتُّ سَوِیْقَ الْحَاجِّ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے ستو بھگویا کرتا تھا۔

حدیث (۴۵۰۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلْفِهٖ وَاللّٰتَ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْیَتَصَدَّقْ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور اپنی قسم میں یوں کہا کہ قسم ہے لات اور عزی کی تو وہ لاالہ الااللہ کلمہ پڑھے۔اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ میں تمھارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں تو اسے صدقہ دینا چاہئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ یلت لت سے ماخوذ ہے بمعنے ستو بھگونا جو کہ ہر چیز کا کفارہ اس کی ضد سے ہوتا ہے۔لھذا لات اور عزی کی قسم کھانے سے شرک کی بو پائی گئی۔ تو اس کا ازالہ کلمہ توحید پڑھ کر کیا جائے۔اور ایسے مقامرہ جوا کھیلنا فسق ہے۔اس کا کفارہ صدقہ سے کرنا چاہئے۔لات اور عزی دو بتوں کے نام ہیں جنکی قریش اور قبیلہ غطفان پوجا کرتے تھے۔ قصد تعظیم کی بنا پر ان کی قسم کھانا کفر ہے۔ اس لئے عود فی الاسلام کے لئے کلمہ توحید کا کہنا ضروری ہے۔اسی طرح صدقہ مالی گناہوں کا کفارہ ہوا کرتا ہے۔

باب قوله ومناة الثالثة الاخری

حدیث (۴۵۰۶) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ .... قُلْتُ لِعَائِشَةَؓ فَقَالَتْ اِنَّمَا کَانَ مَنْ اَهَلَّ بِمَنَاةَ الطَّاغِیَةِ الَّتِیْ بِالْمُشَلَّلِ لَایَطُوْفُوْنَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص مناۃ طاغیہ جو مشلل میں تھا وہ لوگ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہیں کرتے تھے۔ تو اللہ تعالے نے ان الصفا والمروۃ والی آیت نازل فرمائی۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی طواف کیا اور

مِنْ شَعَائِرِاللّٰهِ ..... فَطَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُوْنَ قَالَ سُفْيَانُ مَنَاةُ بِالْمُشَلَّلِ مِنْ قُدَيْدٍ وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ ..... قَالَتْ عَائِشَةُ نَزَلَتْ فِيْ الْاَنْصَارِ كَانُوْا هُمْ وَغَسَّانَ قَبْلَ اَنْ يُسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ بِمَنَاةَ مِثْلَهُ وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ وَمَنَاةُ صَنَمٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ قَالُوْا يَانَبِيَّ اللّٰهِ كُنَّا لَانَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَاوَالْمَرْوَةَ تَعْظِيْماً لِمَنَاةَ نَحْوَهُ ....

دوسرے مسلمانوں نے بھی طواف کیا۔ سفیان فرماتے ہیں کہ مناۃ قدید میں مثلل کے مقام پر ایک بت تھا۔ اور عبدالرحمان کی سند میں ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یہ آیت انصار اور غسان کے ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام لانے سے پہلے مناۃ سے احرام باندھتے تھے۔ اور معمر کی سند ہے کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انصار کے کچھ آدمی ان لوگوں میں سے تھے جو مناۃ سے احرام باندھتے تھے۔ اور مناۃ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بت تھا تو ان لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم تو مناۃ کی تعظیم کی وجہ سے صفا اور مروہ کا طواف نہیں کرتے تھے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

باب قوله فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْهُ

حدیث (۴۵۰۷) حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ .... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ تَابَعَهُ ابْنُ طَهْمَانَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورۃ النجم میں آپ نبی ﷺ نے سجدہ کیا۔ تو آپؐ کے ساتھ مسلمانوں مشرکوں جنوں اور انسانوں سب نے سجدہ کیا۔ طھمان نے متابعت کی۔

حدیث (۴۵۰۸) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ .... عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ اَوَّلُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ فِيْهَا السَّجْدَةُ النَّجْمِ قَالَ فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَسَجَدَ مَنْ خَلْفَهُ اِلَّا رَجُلٌ رَأَيْتُهُ اَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَسَجَدَ عَلَيْهِ فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كَافِرًا وَهُوَ اُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ........

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ پہلی سورۃ جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی وہ سورۂ نجم ہے۔ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی سجدہ کیا جو آپؐ کے پیچھے تھے۔ سوائے ایک آدمی کے جس کو میں نے دیکھا کہ اس نے مٹھی بھر مٹی لی اور اس پر سجدہ کیا جس کو اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ کافر ہو کر مارا گیا۔ وہ امیہ بن خلف تھا۔

سُوْرَةُ اِقْتَرَبَ السَّاعَةُ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُسْتَمِرٌّ ذَاهِبٌ مُزْدَجَرٌ مُتَنَاهِي وَازْدُجِرَ فَاسْتُطِيْرَ جُنُوْنًا دُسُرٍ اَضْلَاعُ السَّفِيْنَةِ لِمَنْ كَانَ كُفِرَ يَقُوْلُ كُفِرَ لَهٗ جَزَاءً مِّنَ اللّٰهِ مُحْتَضَرٌ يَحْضُرُوْنَ الْمَاءَ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ مُهْطِعِيْنَ النَّسَلَانُ الْخَبَبُ السِّرَاعُ وَقَالَ غَيْرُهٗ فَتَعَاطٰى فَعَاطَهَا بِيَدِهٖ فَعَقَرَهَا الْمُحْتَظِرِ كَحِظَارٍ مِنَ الشَّجَرِ مُحْتَرِقٍ ازْدُجِرَ افْتُعِلَ مِنْ زَجَرْتُ كُفِرَ فَعَلْنَا بِهٖ وَبِهِمْ مَافَعَلْنَا جَزَاءً لِمَا صُنِعَ بِنُوْحٍ وَاَصْحَابِهٖ مُسْتَقِرٌّ عَذَابٌ حَقٌّ يُقَالُ الْاَشَرُ الْمَرَحُ وَالتَّجَبُّرُ........

ترجمہ۔ مجاہد کی تفسیر ہے کہ مستمر کا معنی جانے والا۔ مزدجر کا معنی رکنے والا۔ وازدجر جو جنوں کی وجہ سے اڑالیا جائے دسر کشتی کے ٹکڑے جن کو میخوں سے ٹھوکا جائے۔ اور بعض نے میخیں مراد لی ہیں۔ لمن کان کفرای کفر لہ۔ یعنی نوحؑ کے ساتھ جنہوں نے کفر کیا یہ انکی سزا ہے۔ جو اللہ تعالے کی طرف سے بدلہ ہے۔ محتضر کہ کہ چشمہ پانی پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور ابن جبیرؒ فرماتے ہیں مھطعین اہطاع کے معنی جلدی کرنے کے ہیں نسلان تیز دوڑ کو کہتے ہیں۔ خبب تاکید اسکی تفسیر ہے۔ جسکے معنی تیز دوڑنے کے ہیں۔ اور غیر ابن جبیر نے کہا فتعاطی جس نے اونٹنی کو اپنے ہاتھ سے پکڑا پھر اسے ذبح کر دیا۔ محتظر درخت کی وہ باڑ جو جلی ہوئی ہو۔ ازدجر۔ زجرت مجرد سے باب افتعال کی ماضی مجہول ہے۔ کفر یعنی ان لوگوں کے ساتھ جو کچھ ہم نے سلوک کیا یہ اس کا بدلہ تھا۔ جو انہوں نے نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا۔ مستقر سچا عذاب اور کہا جاتا ہے۔ الاشر آکڑ خواں اور بڑائی کرنا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ کفرلہ ظاہر یہ ہے کہ قول لہ کا تعلق جزا کے قول سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے انکے ساتھ سلوک کیا وہ ان لوگوں کی سزا تھی جنہوں نے نوحؑ سے کفر کیا اور ان پر ایمان نہ لائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ کفرلہ سے مراد نوح علی نبینا وعلیہ السلام مراد ہیں۔ اور جلالین میں ہے کفرلہ سے نوحؑ مراد ہیں اور جمل میں ہے۔ لہ مفعول لہ منصوب ہے۔ چنانچہ حافظ فرماتے ہیں کہ اغرقوا لاجل نوحؑ۔

باب قوله وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا

حدیث (۴۵۰۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ .....
عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اشْهَدُوْا......

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر گرا۔ اور دوسرا ٹکڑا اس سے ورے گرا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہو۔

حدیث (۴۵۱۰) حَدَّثَنَا عَلِيٌّ .....عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا اشْهَدُوْا اشْهَدُوْا ....

ترجمہ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ چاند پھٹ گیا اور ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ تو وہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ تو آپؐ نے ہم سے فرمایا کہ گواہ رہو۔ گواہ رہو۔

حدیث (۴۵۱۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍؒ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ.......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔

حدیث (۴۵۱۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ سَاَلَ اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مکہ والوں نے آنحضرت ﷺ سے فرمائش کی کہ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ پس آپؐ نے ان کو چاند پھٹنے کا معجزہ دکھایا۔

حدیث (۴۵۱۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَيْنِ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ انشقاق القمر یہ آپ کا معجزہ ہے۔ جو جبل ابو قبیس پر واقع ہوا۔ جو مکہ معظمہ کا ایک پہاڑ ہے۔ اور یہ واقعہ معمولی اجتماع میں نہیں ہوا بلکہ ایک مجمع کثیر میں ہوا ہے اگر اشکال ہو کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا مستحیلات میں سے ہے کیونکہ خرق والتیام کے محال ہونے پر فلاسفہ کے دلائل ہیں۔ اور معجزہ ہمیشہ ممکنات میں ہوتا ہے۔ اگر اس معجزہ کو مان لیا جائے تو پھر فلک کا خرق التیام لازم آئیگا۔ جو ناجائز ہے۔ اس کا جواب صاحب میبذی نے خوب دیا۔ اور خرق والتیام والوں کی خوب خبر لی ہے۔ دوسرا شبہ یہ ہے۔ کہ اگر یہ واقعہ ظہور پذیر ہو چکا ہوتا تو ساری روئے زمین پر بدر کی طرح مشہور ہوتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ رات کے وقت پیش آیا۔ جبکہ رات کا اکثر حصہ گذر چکا تھا۔ اور اکثر لوگ سو چکے تھے۔ کم جاگ رہے تھے۔ بنابریں اس واقعہ کی شہرت کماحقہ نہ ہو سکی۔ نیز ! بعض

علاقے ایسے بھی ہیں جہاں ادھر شفق غائب ہوئی تو صبح صادق ظاہر ہو گئی۔ ان لوگوں کو تورات کا وقت بھی نہ ملا۔ وہ واقعہ کو کیا دیکھتے۔ تو اختلاف مطالع کی وجہ سے سارے عالم میں شہرت نہ ہوئی۔ مزید براں چین اور مالابار کے خزانوں میں رصاص کی ایک تختی ملی جس پر یہ واقعہ لکھا ہوا پایا گیا۔ کیونکہ اس وقت نوابوں۔ راجاؤں اور بادشاہوں کا دستور تھا۔ کہ ایسے عجوبہ واقعات کو وہ لوگ تختی پر لکھوا کر اپنے خزانوں میں رکھ لیا کرتے تھے۔ جزیرہ مالابار کے راجہ کو تلاش کے بعد یہ تختی ملی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ ایسے بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ لیکن ان کی شہرت نہ ہو سکی۔ دوسرے اعلان اور شہرت کے جو آلات آج موجود ہیں۔ ریڈیو۔ ٹیلی ویژن لاؤڈ سپیکر لاسلکی نظام یہ ذرائع ابلاغ اس وقت موجود نہ تھے۔ اس لئے بھی شہرت نہ ہوئی۔ نیز یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جانوروں۔ پرندوں۔ اور جنوں کو مطیع بنانا اتنا مشکل نہیں جس قدر اجرام فلکیہ میں تاثر اور تصرف کرنا مشکل ہے۔ اگرچہ خارق عادت کے طور پر کیوں نہ ہو۔ البتہ انبیاؑ علیہم السلام کے واقعات بتلاتے ہیں کہ انہوں نے آفتاب کو جو متحرک تھا۔ حرکت کرتے کرتے اسے بالکل ساکن کر دیا۔ جیسے حضرت یوشع بن نونؑ کا واقعہ مشہور ہے۔ کہ قتال کے وقت ان کے زمانہ میں سورج ساکن ہو گیا۔ ایسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت علیؓ کے واقعات ہیں کہ سورج غروب ہونے کے بعد واپس آگیا۔ تو ایسے آپؐ کا یہ انشقاق قمر کا معجزہ کامل اور اکمل معجزہ ہے۔ جو وقوع پذیر ہوا لیکن چاند میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا۔ جیسے آفتاب میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر چیز کی اصل سکون ہے حرکت تو اک عارضی ہے۔ تو آفتاب کو ساکن کرنا کوئی مستبعد نہ ہوا۔ کیونکہ سکون تو اصلی ہے۔ کل شئ یرجع الی اصلہ مشہور مقولہ ہے۔ کیونکہ عارضی چیز کا ترک کرنا اور اصلی کی طرف لوٹانا یہ محال نہیں ہے۔ تو انبیاؑ سابقین کے معجزات رد شمس اور سکون شمس یہ محال نہیں البتہ انشقاق قمر بظاہر مشکل نظر آتا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کا یہ معجزہ دوسرے انبیاؑ کے معجزات کی بنسبت اعلے اور اکمل ثابت ہوا۔ نیز! یہ بھی قوی دلیل ہے۔ کہ اگر آفتاب کو ٹکڑے کیا جاتا تو فلسفیوں کی طرح کہا جاتا ہے۔ کہ آفتاب اپنی گرمی اور حرکت کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ چنانچہ فلاسفہ کا قول ہے۔ کہ آفتاب کی حرکت اور گرمی کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بن کر ستارے ہو گئے۔ اس کے برعکس ماہتاب کی حقیقت رطوبت والی ہے۔ اس کی چاندنی میں بیٹھنا مسرت کا باعث بنتا ہے۔ بلکہ اس کی وجہ سے سمندر میں مدوجزر جوار بھاٹا آتا ہے۔ پھلوں میں شیرینی آتی ہے۔ غرضیکہ یہ چاند محافظ رطوبت ہے۔ بایں ہمہ اس میں انشقاق ہو جائے یہ اعلے درجہ کا معجزہ ہو گا۔ اس کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ انشقاق قمر آیت من آیات اللہ ہے۔ یا آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہے۔ دونوں طرح کے اقوال ہیں لیکن در حقیقت اس میں کوئی تعارض نہیں اسلئے کہ اگر اسے قیامت کی علامت قرار دیا جائے تو آیت من آیات اللہ ہوا۔ اور اس اعتبار سے کہ اس معجزہ کی فرمائش آنحضرت ﷺ سے کی گئی جس کا ظہور اللہ تعالے نے آپؐ کے ہاتھ پر کر دیا۔ تو یہ معجزہ ہوا۔ اب یہ اعتراض رہ جاتا ہے۔ کہ چاند کا ایک ٹکڑا تو پہاڑ کے نیچے چلا گیا اور دوسرا ٹکڑا کھڑا رہا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ حقیقت پر محمول نہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک ٹکڑا ساکن ہو گیا۔ اور دوسرا حرکت کرتا رہا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حرکت میں تو دونوں مشغول رہے۔ البتہ ایک مشرق کو حرکت کرتا رہا اور دوسرا مغرب کو اور یہ جو کہا گیا کہ پہاڑ کے نیچے چلا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

باب قوله تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ الى قوله فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ قَالَ قَتَادَةُ اَبْقَى اللّٰهُ سَفِيْنَةَ نُوْحٍ حَتّٰى اَدْرَكَهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ۔۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو باقی رکھا یہانتک کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے اسے دیکھا۔

حدیث (۴۵۱۴) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَءُ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فهل من مدکر دال مهمله سے پڑھتے تھے۔

باب قوله وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ قَالَ مُجَاهِدٌ هَوَّنَّا قِرَائَتَهٗ ۔۔۔۔

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے اس کی قرأت آسان کردی۔

حدیث (۴۵۱۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَءُ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ......

ترجمہ حضرت عبداللہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ فهل من مدکر بالدال المهمله پڑھا کرتے تھے۔

باب قوله اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ

ترجمہ۔ گویا کہ وہ جڑوں سے اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ ان لوگوں کو کھجور کے تنوں سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ ہوائیں ان کے سروں کو اڑا کر لے گئیں اور ان کے جثوں کو پھینک گئیں۔ اس مقام پر نخل کی صفت منقعر مذکر ظاہر لفظ کی بنا پر ہے اور نخل خاویہ میں تانیث معنی کے اعتبار سے ہے۔

حدیث (۴۵۱۶) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا سَاَلَ الْاَسْوَدَ

ترجمہ۔ ابواسحاق سے مروی ہے کہ انہوںؒ نے ایک آدمی سے سنا جس نے حضرت اسود سے پوچھا کہ فهل من مدکر

فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِؓ يَقْرَؤُهَا فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ وَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَءُ هَا فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ دَالًا ......

بالدال ہے۔ یا مذکر بالذال ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبداللہؓ سے سنا جو اسے فھل من مدکر بالدال پڑھتے تھے اور فرماتے تھے میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا جو اسے فھل من مدکر دال سے پڑھتے تھے۔

باب قوله فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ

حدیث (۴۵۱۷) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَرَءَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ .....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اسے فھل من مدکر پڑھتے تھے۔

باب قوله وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ

حدیث (۴۵۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَرَءَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ فھل من مدکر دال سے پڑھتے تھے۔

باب قوله وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

اشیاعکم یعنی ہم نے ان امتوں کو ہلاک کر دیا جو کفر میں تمھارے مشابہ تھیں۔ کیا تم میں سے کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے جو جان لے یہ سب کچھ سچ تھا۔ اور عبرت حاصل کرے۔

حدیث (۴۵۱۹) حَدَّثَنَا يَحْيٰ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ پر فھل من مدکر کی قرأت کی تو آپؐ نے تائید کرتے ہوئے فرمایا فھل من مدکر۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اشکال ہو کہ ان چھ تراجم میں ایک ہی حدیث کے تکرار کی کیا مناسبت ہے تو جواب یہ ہے کہ اس سورۃ کے ان چھ مقامات پر فھل من مدکر دال مھملہ کے ساتھ وارد ہے۔

باب قوله سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ

حدیث (۴۵۲۰) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ یَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَ وَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَاءْ لَاتُعْبَدْ بَعْدَ الْیَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍؓ بِیَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّكَ وَهُوَ یَثِبُ فِی الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ یَقُوْلُ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بدر کی لڑائی میں ایک خیمہ کے اندر دعا کر رہے تھے اے اللہ! میں تجھ سے تیرا عہد اور وعدہ نصرت طلب کر تا ہوں اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے دن کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو کافی ہے آپؐ نے اپنے رب سے دعا کرنے میں بہت مبالغہ کر لیا۔ جبکہ آپؐ زرہ کے اندر کودتے تھے پس آنحضرت ﷺ خیمہ سے باہر نکل کر پڑھ رہے تھے سیهزم الجمع ...... کہ عنقریب یہ جماعت شکست کھا جائیگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

باب قوله بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ مِنَ الْمَرَارَةِ۔

ترجمہ۔ بلکہ قیامت ہی ان کے وعدہ کا وقت ہے اور وہ قیامت سخت مصیبت والی ہے اور کڑوے ذائقہ والی ہے۔ امر مرارة سے مشتق ہے جس کے معنی کڑوے کے ہیں۔

حدیث (۴۵۲۱) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اِنِّیْ عِنْدَ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَؓ قَالَتْ لَقَدْ اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ بِمَكَّةَ وَاِنِّیْ لَجَارِیَةٌ اَلْعَبُ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ مکہ معظمہ میں حضرت محمد ﷺ پر وحی نازل ہوئی جبکہ میں ایک نوجوان لڑکی تھی جو کھیل رہی تھی بل الساعة موعد هم۔

حدیث (۴۵۲۲) حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ لَهٗ یَوْمَ بَدْرٍ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْیَوْمِ اَبَدًا فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍؓ بِیَدِهٖ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ بدر کی لڑائی کے دن ایک خیمہ میں یہ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! میں تجھ سے تیرا عہد اور وعدہ نصرت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو آج کے بعد ہمیشہ کے لئے۔

وَقَالَ حَسْبُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰے رَبِّكَ وَهُوَ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ ......

تیری عبادت نہ کی جائے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ اے اللہ کے رسول آپ کو یہ دعا کافی ہے۔ آپؐ نے تو اپنے رب سے مانگنے میں بہت مبالغہ کر لیا۔ آپؐ ذرہ پوش تھے۔

جب خیمہ سے باہر نکلے تو یہ فرمارہے تھے کہ عنقریب یہ جماعت شکست کھا جائیگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔ بلکہ قیامت ہی انکا وعدہ ہے اور قیامت سخت عذاب والی اور کڑوے ذائقہ والی ہے۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ يُرِيْدُ لِسَانَ الْمِيْزَانِ وَالْعَصْفُ بَقْلُ الزَّرْعِ اِذَاقُطِعَ مِنْهُ شَيْءٌ قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَ فَذٰلِكَ الْعَصْفُ وَالرَّيْحَانُ وَرَقُهٗ وَالْحَبُّ الَّذِيْ يُؤْكَلُ مِنْهُ وَالرَّيْحَانُ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ الرِّزْقُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَالْعَصْفُ يُرِيْدُ الْمَاْكُوْلُ مِنَ الْحَبِّ وَالرَّيْحَانُ النَّضِيْجُ الَّذِيْ لَمْ يُؤْكَلْ وَقَالَ غَيْرُهٗ وَالْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَقَالَ الضَّحَّاكُ الْعَصْفُ التِّبْنُ وَقَالَ اَبُوْمَالِكٍ الْعَصْفُ اَوَّلُ مَايَنْبُتُ تَسْمِيَّهِ النَّبَطُ هَبُوْرًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ وَالْمَارِجُ اللَّهَبُ الْاَصْفَرُ وَالْاَخْضَرُ الَّذِيْ يَعْلُو النَّارَاِذَا اُوْقِدَتْ قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُجَاهِدٍ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ لِلشَّمْسِ

ترجمہ۔ الوزن سے ترازو کی زبان مراد ہے۔ کہ اسے سیدھا رکھو تاکہ وزن صحیح رہے۔ العصف کھیتی کی وہ سبزی جس کے پکنے سے پہلے کاٹ لیا جائے۔ یہ غضب ہے۔ جسے خوید کہتے ہیں۔ الریحان کھیتی کے پتے اور حب وہ دانہ ہے اس سے جو کھایا جاتا ہے۔ اور کلام عرب میں ریحان روزی کو کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ عصف وہ دانہ ہے جو کھایا جاتا ہے۔ یہ مراد ہے۔ اور ریحان وہ دانہ جو پکنے کے قریب ہو لیکن اسے کھایا نہیں جاتا اور دوسرے نے کہا العصف یہ گندم کا پتہ ہے۔ اور ضحاک کہتے ہیں۔ کہ العصف بھوسہ کو کہتے ہیں۔ ابومالک کہتے ہیں کہ عصف وہ انگوری جو پہلے پہلے اگتی ہے۔ جس کو کاشتکار ھبور العینی بور کہتے ہیں۔ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ عصف گندم کے پتے اور ریحان روزی کے معنی ہیں۔ مارج وہ زرد اور سبز شعلہ جو آگ پر بلند ہوتا ہے۔ جبکہ آگ کو دہکایا جائے۔ اور بعض نے مجاہد سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔ رب المشرقین سردی کے موسم میں

فِی الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ وَمَشْرِقٌ فِی الصَّیْفِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ مَغْرِبُهَا فِی الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِ لَا یَبْغِیَانِ لَا یَخْتَلِطَانِ الْمُنْشَاٰتُ مَا رُفِعَ مِنْ قِلْعُهٗ مِنَ السُّفُنِ فَاَمَّا مَالَمْ یُرْفَعْ قِلْعُهٗ فَلَیْسَ بِمُنْشَاٰةٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَنُحَاسٌ الصُّفْرُ یُصَبُّ عَلٰی رُؤُسِهِمْ یُعَذَّبُوْنَ بِهٖ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ یَهُمُّ بِالْمَعْصِیَةِ فَیَذْکُرُ اللّٰهَ فَیَتْرُکُهَا الشُّوَاظُ لَهَبٌ مِنْ نَارٍ مُدْهَامَّتَانِ سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّیِّ صَلْصَالٍ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ کَمَا یُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَیُقَالُ مُنْتِنٌ یُرِیْدُوْنَ بِهٖ صَلَّ یُقَالُ صَلْصَالٌ کَمَا یُقَالُ صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْاِغْلَاقِ وَصَرْصَرَ مِثْلَ کَبْکَبْتُهٗ یَعْنِیْ کَبَبْتُهٗ فَاکِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَیْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاکِهَةِ وَاَمَّا الْعَرَبُ فَاِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاکِهَةً کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی فَاَمَرَهُمْ بِالْمُحَافَظَةِ عَلٰی کُلِّ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ اَعَادَ الْعَصْرَ تَشْدِیْدًا لَهَا کَمَا اُعِیْدَ النَّخْلُ وَالرُّمَّانُ وَمِثْلُهَا اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَکَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ وَقَدْ ذَکَرَهُمْ فِیْ اَوَّلِ قَوْلِهٖ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَقَالَ غَیْرُهٗ اَفْنَانٍ اَغْصَانٍ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ مَایُجْتَنٰی قَرِیْبٌ

سورج نکلنے کی جگہ اور گرمی میں اس کے نکلنے کی الگ جگہ ہوتی ہے۔ رب المغربین میں گرمی و سردی کی جائے غروب مراد ہے۔ لا یبغیان دونوں سمندر آپس میں رل مل نہیں جاتے۔ منشاءات وہ کشتیاں جن کے بادبان اٹھے ہوئے ہوں۔ جن کے بادبان اٹھے ہوئے نہ ہوں وہ منشاءات نہیں کہلاتے ہیں۔ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ نحاس سے وہ پیتل مراد ہے جو ان کے سروں پر پگھلا کر اونڈیلا جائیگا۔ جس سے ان کو عذاب دیا جائیگا۔ خاف مقام ربہ یعنی جو گناہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلے۔ پھر اللہ کو یاد کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیتا ہے۔ الشواظ آگ کا شعلہ مدھامتان جو سر سبزی کی وجہ سے سیاہ ہوں صلصال وہ مٹی کیچڑ جو ریت کے ساتھ مل جائے تو ایسے بجنے لگے جیسے ٹھیکری بجتی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ صلصال کے معنی بدبودار کے ہیں مقصد یہ ہے کہ اصل میں صل تھا بدبودار کے معنی میں جسے رباعی مزید بنایا گیا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ صر الباب کہ بند کرتے وقت دروازہ نے آواز کی تو صر سے صرصر بنا اور کببتہ سے کبکبتہ بنا۔ فاکھہ و نخل و رمان اور بعض لوگ مثل امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نخل اور رمان پھل اور میوہ نہیں ہے۔ پس جس نے قسم کھائی کہ کوئی پھل نہیں کھائیگا اس نے کھجور اور انار کھالیا تو حانث نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمر میں غذائیت ہے۔ بعض مقامات پر لوگ اسے روٹی کی بجائے استعمال کرتے ہیں اور رمان میں دوائیت ہے۔ لھذ حانث نہ ہوگا۔ لیکن اگر عرف کے علاوہ ان سے تفکہ کی نیت کرلے تو بالاتفاق حانث ہو جائیگا۔ اب امام بخاریؒ اس مسلک پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کلام عرب میں تمر، نخل اور رمان کو فواکہ میں شمار کرتے ہیں۔ لھذا حانث ہوگا۔ باقی رہ گیا عطف

وَقَالَ الْحَسَنُ فَبِاَیِّ اٰلَاءِ ...... نِعَمِهٖ وَقَالَ قَتَادَةُ رَبِّکُمَا الْجِنَّ وَالْاِنْسَ وَقَالَ اَبُوالدَّرْدَاءِ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ یَغْفِرُ ذَنْبًا وَیَکْشِفُ کَرْبًا وَیَرْفَعُ قَوْمًا وَیَضَعُ اٰخَرِیْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَرْزَخٌ حَاجِزٌ اَلْاَنَامُ الْخَلْقُ نَضَّاخَتَانِ فَیَّاضَتَانِ ذُوالْجَلَالِ ذُوالْعَظْمَةِ قَالَ غَیْرُهٗ مَارِجٌ خَالِصٌ مِنَ النَّارِ یُقَالُ مَرَجَ الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَهٗ اِذَا خَلَّاهُمْ یَعْدُوْا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مَرَجَ اَمْرُالنَّاسِ مَرِیْجٍ مُلْتَبِسٍ مَرَجَ اخْتَلَطَ الْبَحْرَیْنِ مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَکْتَهَا سَنَفْرُغُ سَنُحَاسِبُکُمْ لَایَشْغَلُهٗ شَیْءٌ عَنْ شَیْءٍ وَهُوَ مَعْرُوْفٌ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ یُقَالُ لَاَتَفَرَّغَنَّ لَكَ وَمَابِهٖ شُغْلٌ یَقُوْلُ لَاٰخُذَنَّكَ عَلٰی غِرَّتِكَ ......

تغایر کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ فضیلت کے لئے تخصیص بعد التعمیم ہے۔ جیسے حافظوا علے الصلوات کے بعد الصلوۃ الوسطی عصر کی نماز کی محافظت کی زیادہ تاکید کی گئی۔ کیونکہ وہ مشغولیت کا وقت ہوتا ہے۔ تو ایسے اس مقام پر بھی نخل اور رمان کا اعادہ عام کے بعد خاص کا اعادہ ہے۔ اور اسی طرح الم ترا...... من فی السموات و من فی الارض عام کے بعد کثیر من الناس اور کثیر حق علیہ العذاب کا اعادہ ہے۔ حالانکہ من فی السموات و من فی الارض میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ یہ عطف الخاص علے العام ہوا۔ لیکن اس پر یہ شبہ ہے کہ نکرہ کلام مثبت میں عموم کا فائدہ نہیں دیتا۔ لھذا فاکھۃ میں عموم نہ ہوگا۔ بخلاف آیتین کے ان میں نقطہ عام ہے۔ غیر مجاہد کی تفسیر ہے۔ افنان یعنی ٹہنیاں۔ وجنى الجنتين دان کہ ان دونوں باغوں کا چناجانے والا پھل نزدیک ہوگا۔ اور حسنؒ کی تفسیر ہے بای آلاء بمعنے اسکی نعمتیں۔ اور قتادہ کی تفسیر ہے کہ ربکما میں کما کا خطاب جن اور انس کو ہے۔

ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ کل یوم ھو فی شان کہ ہر دن اللہ تعالے الگ الگ حال میں ہیں۔ کسی کا گناہ بخش رہے ہیں کسی کی پریشانی دور کر رہے ہیں کسی قوم کو اٹھا رہے ہیں کسی کو گرا رہے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ برزخ کے معنی آڑ کے ہیں۔ الانام بمعنے مخلوق۔ نضاختان خیر و برکت بہانے والے یا پانی کو خوب بہانے والے ہیں۔ ذوالجلال عظمت اور بڑائی والا۔ اور غیر ابن عباسؓ کی تفسیر ہے مارج خالص آگ جو دھواں سے خالی ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ مرج الامیر امیر نے اپنی رعایا کو کھلا چھوڑ دیا کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں مرج امر الناس لوگوں کا معاملہ خلط ملط ہوگیا۔ امر مریج بمعنے ملتبس رلا ملا چنانچہ مرج بمعنے اختلط کے آتا ہے۔ البحرین چنانچہ مرجت دابتک اس وقت بولتے ہیں جب آپ نے جانور کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا ہو۔ تو دونوں دریاؤں کو آزاد چھوڑ دیا کہ ملتے نہیں ہیں۔ سنفرغ کا مطلب ہے کہ ہم ان کا محاسبہ کرینگے۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالے کو کسی کام نے مشغول کر رکھا ہے۔ جس سے فراغت پائی ہے۔ اور کلام عرب میں مشہور معروف ہے لا تفرغن لک حالانکہ اسے کوئی مشغولیت نہیں ہوتی مقصد یہ ہے کہ میں تجھے غفلت کی حالت میں ضرور پکڑونگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ :- قال بعضھم سے امام بخاریؒ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ پر تنقید کی ہے کہ اسلئے حضرت امام صاحبؒ

فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں فاکھہ یعنی پھل نہیں کھاؤنگا۔ اب اس نے تمر کھجور یا انار کھالیا۔ تو حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ وہ حالف حانث نہیں ہوگا۔ دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص حانث ہو جائیگا۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں عرب۔ بصرہ۔ مکران کے لوگ اکثر کھجور پر زندگی بسر کرتے ہیں کھانا نہیں کھاتے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہمارے گھر دو دو ماہ تک آگ نہیں جلتی تھی۔ اور زندگی کا گذارہ کھجور اور پانی پر ہوتا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ اس میں غذائیت ہے۔ اور رمان انار اور سیب بطور دوا کے استعمال کئے جاتے ہیں۔ تو ان میں فاکھیت نہ رہی۔ غذائیت اور دوائیت آگئی اور امام صاحبؒ کے نزدیک ایمان یعنی قسموں کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے۔ لھذا تمر اور رمان کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ نیز ! فاکھۃ و نخل و رمان میں عطف مغایرات کا تقاضا کرتا ہے۔ لھذا نخل اور رمان فاکھۃ کے مغایر ہوگا۔ دیگر ائمہ فرماتے ہیں۔ کہ عطف مغایرت کے لئے نہیں۔ بلکہ عطف خاص علے العام کے قبیلہ سے ہے۔ جیسے حافظوا علے الصلوات والصلوۃ الوسطی میں۔ اور کثیر من الناس میں عطف خاص علے العام ہے۔ لیکن ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں تو الصلوات اور کثیر کے الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہیں اس لئے بعد میں ان کی تخصیص کی گئی۔ لیکن فاکھۃ تو مفرد ہے جس پر نخل اور رمان کا عطف ہے جس سے تغایر معلوم ہوتا ہے۔

<u>تشریح از شیخ مدنیؒ</u>۔ فبای آلاء ربکما تکذبان۔ پر اشکال وارد ہوتا ہے۔ کہ علم معانی میں ہے۔ کہ کلام میں تکرار یا کثرت اضافہ مخل فی الفصاحۃ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر کلام میں یہ دستور ہے کہ جس شاعر کا کوئی شعر اچھا معلوم ہو یا کسی کلام میں کوئی خوبی پائی جائے یا کسی گویے کے بند میں کوئی ندرت پائی جائے۔ یا کوئی دردناک کلام ہو۔ تو اسے باربار لوٹایا جاتا ہے۔ ایسے نصیحت اور خوشی کے وقت بھی کلام میں تکرار پایا جاتا ہے۔ تو اس طرح قرآن میں نصیحت اور مسرت کے لئے فبای آلاء ربکما کا تکرار کیا گیا۔ کیونکہ تذکیر تین طرح ہے۔ تذکیر بآلاء اللہ اللہ تعالے کی نعمتیں یاد دلا کر نصیحت کی جائے۔ تذکیر بایام اللہ عذاب کے واقعات یاد دلا کر عبرت دلائی جائے۔ تذکیر بمابعد الموت موت کے بعد کے واقعات بتائے جاتے ہیں۔ مقصد ترغیب و ترھیب ہوتا ہے۔ کہ اگر افعال حسنہ کروگے تو یہ نعمتیں ملیں گی۔ اگر افعال سیئہ کا ارتکاب کیا تو عذاب میں مبتلا ہوگے۔ تاکہ لوگ آخرت کی فکر کریں۔ تذکیر بایام اللہ میں امم سابقہ کے واقعات نصیحت اور عبرت کے لئے لائے جاتے ہیں۔ اور تذکیر بآلاء اللہ میں نعمتوں کا ذکر تکرار کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ شاید لوگ ان نعمتوں میں رغبت کر کے گناہوں سے بچیں اور نیکیاں کر کے نعمتیں حاصل کریں۔ اس لئے فبای الاء ربکما..... کا تکرار کیا گیا۔

باب قوله وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ

حدیث (۴۵۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَافِیْهِمَا وَجَنَّتَانِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ ان دوباغوں کے علاوہ دوباغ ایسے ہونگے جن کے برتن اور جو کچھ ان میں ہوگا وہ سب

مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ ....

چاندی کا ہو گا۔اور دیگر دو ایسے باغ ہو نگے جن کے برتن اور ان کے اندر کی دوسری چیزیں سب سونے کی ہو نگی۔اور لوگوں اور ان کے رب کو دیکھنے کے درمیان سوائے کبریائی کی چادر کے جو چہرہ انور پر ہو گی اور کوئی چیز حائل نہیں ہو گی۔اور یہ دیدار جنت عدن میں ہو گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ یرید لسان المیزان ۷۲۳۔۶ کیونکہ جب ترازو کی زبان ٹھیک سیدھی ہو گی تو وزن ٹھیک ہو گا نہ اس میں کمی ہو گی اور نہ ہی زیادتی ہو گی قولہ والعصف ورق الحنطہ یا خاص گندم کے پتے کو کہتے ہیں اور ضحاک نے کہا العصف بھوسہ کو کہتے ہیں۔مطلقا خواہ کسی چیز کا ہو۔المنشاٰت یعنی وہ کشتیاں جن کا بادبان اٹھا ہوا ہو۔تو اس صورت میں من زائدہ ہو گا کلمہ ما کا بیان نہ ہو گا۔قال بعضھم چونکہ ان حضرات کے نزدیک قسموں کا اعتبار عرف پر ہے۔تو رمان اور نخل ان کے نزدیک فاکہۃ نہ ہو گا۔تو فاکہۃ میں کیسے داخل ہو گا۔ہاں البتہ ہمارے عرف اہل ہند میں یہ فاکہۃ ہے۔لھذا حالف حانث ہو گا۔اور یہ حضرات کلام عرب میں ان کے فواکہ ہونے کا انکار نہیں کرتے۔اس لئے ان پر اعتراض صحیح نہ ہو گا۔رہ گئی آیت قرآنیہ ان کا اس سے استدلال نہیں ہے جس کے جواب کی ضرورت لاحق ہو بایں ہمہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ اس مقام پر تخصیص بعد تعمیم مزید فائدہ کے لئے ہے۔کہ فاکہیۃ کے علاوہ غذائیت اور دوائیت بھی پائی جاتی ہے یا ان کی فاکھیت میں نقصان ہے۔جیسے الصلوات کے بعد صلوۃ وسطی میں مزید فضیلت ہے۔وہ یہاں بھی مراد ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔لسان المیزان حضرت قطب گنگوہیؒ کے افادہ میں سے ثابت ہوا کہ زبان کا سیدھا رکھنا وزن کے برابر کے لئے مفید ہے یہ ظاہر ہے۔والحب ذوالعصف والریحان عصف اور ریحان کے الفاظ کی تفسیر میں امام بخاریؒ نے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعض کے نزدیک عصیف صرف گندم کے ورق کو کہتے ہیں اور تقریر مکی میں ہے کہ عصف انگوری اور ورق دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔اور ریحان اس کا صرف ورق ہے۔اور حب سے کچا دانہ مراد ہے۔اور ریحان سے رزق جو انسان اور دواب دونوں کے لئے ہو۔یرید الماٰکول کا مطلب یہ ہے کہ اس انگوری کے اندر جو دانہ ہے وہ کھانے کے لائق ہو جائے۔لیکن ابھی کچا ہو پکا نہ ہو۔لم یوکل کا مطلب ہوا کہ پختہ تو ہے لیکن کھایا نہیں جاتا۔اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ العصف بقل الزرع فراء اور ابن کیسان سے منقول ہے۔کہ ورق ہر شے کا وہ ہے جس سے دانہ نکلتا ہے۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ورق الزرع تو وہ سبز خوید ہے جس کا سرا کاٹ لیا جائے جب سوکھ جائے تو وہ عصف ہے۔الجوار المنشاٰت تقریر مکی میں ہے۔کہ جن کشتیوں کو بادبان لے جاتے ہیں وہ منشاٰت ہیں۔اور جو پانی کے اندر بڑے بڑے بانس ڈالکر کشتیوں کو چلاتے ہیں وہ منشاٰت نہیں ہیں۔اور جلالین میں ہے المنشاٰت المحدثات یعنی مصنوعات۔قال بعضھم سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔اور بعضھم سے صرف امام ابو حنیفہؒ مراد نہیں بلکہ فراء اور ابن کیسان کا بھی یہی مسلک ہے۔کہ رمان اور نخل فاکھہ نہیں ہے۔کیونکہ نخل کا پھل فاکھہ بھی ہے۔اور غذا بھی ہے۔اور رمان فاکھہ اور دواء ہے امام بخاریؒ ان حضرت پر

تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اہل عرب اسے فاکھہ شمار کرتے ہیں۔ اور آیت کریمہ میں عطف خاص علے العام ہے۔ اور وہ آیت کریمہ سے عموم اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ یہ مقام امتنان واحسان ہے۔ اسلئے فاکھۃ میں عموم ہوگا۔ لیکن گذر چکا ہے کہ یہ عطف المفرد علے المفرد ہے۔ جن کا ذکر خصوصی مزید فضیلت کے لئے ہے۔ مبنی الایمان العرف یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ شوافع کے نزدیک ایمان کا مدار حقیقت لغویہ پر ہے۔ مالکیہ کے نزدیک استعمال قرآنی پر ہے۔ اور امام احمدؒ کے نزدیک نیۃ پر مدار ہے۔ اور احناف کے نزدیک عرف پر مدار ہے جبکہ محتمل کی نیت نہ ہو۔ اور اختلاف زمان سے اختلاف عرف بھی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبین کے دور میں عرف بدل گیا ان کے نزدیک نخل ورمان فواکہ میں شمار ہے۔ فواکہ۔ تقریر مکی میں ہے۔ کہ فاکھۃ عرف اہل کوفہ میں انہیں اگرچہ اصل کے اندر فاکھہ میں داخل ہے۔ کیونکہ اہل کوفہ بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں بطور تفکہ کے نہیں کرتے۔ تو تفکہ کے معنی مغلوب ہو گئے۔ تو ان کے عرف میں فاکھہ نہ رہا۔ قولہ الالمزید فیھما...... چنانچہ نورالانوار میں ہے کہ حقیقت کو کبھی اس لئے ترک کیا جاتا ہے کہ لفظ کسی ایسے معنی کے لئے موضوع ہے جس میں قوت ہو۔ تو جس میں یہ معنی ناقص ہونگے وہ نکل جائیگا یا جس پر نقصان تھا۔ تو زائد نکل جائیگا جیسے کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائیگا۔ تو یہ مچھلی کے گوشت کو شامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ لحم التحام سے ہے۔ جس کے معنی شدت کے ہیں۔ اور شدت بغیر خون کے ہوتی نہیں اور مچھلی میں خون نہیں ہوتا۔ لھذا یہ قسم لحم سمک کو شامل نہیں ہوگی۔ اگرچہ قرآن مجید میں لحم طری کا اطلاق اس پر کیا گیا ہے لیکن ماخذ لفظ کی وجہ سے حانث نہ ہوگا۔ دوسرے عرف میں مچھلی کو بیچنے والے کو عرف میں بائع اللحم نہیں کہتے۔ اور اس کے برعکس حلف بالکل الفاکھہ کے جس نے پھل نہ کھانے کی قسم کھائی۔ تو یہ قسم انگور۔ انار اور کھجور کو شامل نہیں ہوگی۔ کیونکہ ان میں تفکہ سے زائد معنی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ بعض بلاد میں یہ غذائیت اور دواء کا کام دیتے ہیں۔ تو ناقص میں داخل نہیں ہونگے۔

باب حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَلْحُوْرَاءُ سَوْدَاءُ الْحَدَقِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَقْصُوْرَاتٌ مَحْبُوْسَاتٌ قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَاَنْفُسُهُنَّ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ قَاصِرَاتُ لَا یَبْغِیْنَ غَیْرَ اَزْوَاجِهِنَّ ......

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حوراء آنکھ کے ڈھیلے کی سیاہی کو کہتے ہیں۔ اور مجاہد کی تفسیر ہے۔ مقصورات کے معنی بند کی ہوئی۔ کہ جنکی آنکھیں اور ان کے اجساد صرف اپنے شوہروں تک بند کئے گئے ہیں۔ قاصرات کہ اپنے خاوندوں کے سوا کسی کو طلب نہیں کرتیں۔

حدیث (۴۵۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی .. عَنْ اَبِیْهِ اَوْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ خَیْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ مُجَوَّفَةٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو موسی اشعریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ خول والے موتیوں کا ایک خیمہ ہے جس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے اس کے ہر کونے میں کچھ بیویاں ہیں جو دوسروں کو نہیں دیکھتیں جن پر مومن لوگ

عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا اَهْلٌ مَايَرَوْنَ الْاٰخِرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَافِيْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ كَذَا اٰنِيَتُهُمَا وَمَافِيْهِمَا وَمَابَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ ....

آتے جاتے ہونگے۔ اور دوباغ ہیں جن کے برتن اور جو کچھ ان دونوں کے اندر رہے وہ سب چاندی کے ہونگے۔ اور اس طرح دوباغ ہونگے کہ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب سونے کا ہوگا۔ اور لوگوں کے اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان کبریائی کی چادر ہوگی جو چہرہ انور پر ہوگی۔ اور یہ جنت عدن کے اندر دیدار ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اھل الحلہ غربہ اور شکلہ وہ نازنین عورتیں جن کے چلنے پھرنے اور کلام کرنے میں نزاکت ہو۔

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رُجَّتْ زُلْزِلَتْ بُسَّتْ فُتَّتْ وَلُتَّتْ كَمَايُلَتُّ السَّوِيْقُ الْمَخْضُوْدُ الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَيُقَالُ اَيْضًا لَاشَوْكَ لَهٗ مَنْضُوْدٍ الْمَوْزُ وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ اِلٰى اَزْوَاجِهِنَّ ثُلَّةٌ اُمَّةٌ يَحْمُوْمٍ دُخَانٍ اَسْوَدَ يُصِرُّوْنَ يُدِيْمُوْنَ اَلْهِيْمُ الْاِبِلُ الظِّمَاءُ لَمُغْرَمُوْنَ لَمُلْزَمُوْنَ رَوْحٌ جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ اَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ وَقَالَ غَيْرُهٗ تُفَكَّهُوْنَ تَعْجَبُوْنَ عُرُبًا مُثَقَّلَةً وَاحِدٌ هَاعَرُوْبٌ مِثْلُ صُبُوْرٍ وَصُبُرٍ يُسَمِّيْهَااَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَاَهْلُ الْمَدِيْنَةِ الْغَنِجَةَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ رجت کپکپادی گئی۔ بست ٹکڑے ٹکڑے ریزہ ریزہ کر کے بھگویا جائیگا۔ جیسے ستو ریزہ ریزہ کر کے بھگوئے جاتے ہیں۔ المخضود سدر مخضود وہ بیری جو پھلوں کے بوجھ سے بوجھل ہو۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بیر جس میں کانٹے نہ ہوں منضود کیلا جو تہ بہ تہ رکھا ہو۔ العرب وہ نازنین عورتیں جو اپنے خاوندوں کی پسندیدہ محبوبہ ہوں۔ ثلۃ بمعنے جماعت۔ یحموم وہ دھواں جو کالا ہو۔ یصرون جو ہمیشہ رہتے ہوں۔ الھیم پیاسا اونٹ۔ لمغرمون چمٹے ہوئے۔ روح کے معنی باغ اور خوشحالی۔ اور ریحان کے معنی رزق کے ہیں۔ ننشئکم جس مخلوق میں ہم چاہیں تمھیں پیدا کریں گے۔ اور غیر مجاہد کی تفسیر ہے تفکھون تعجب دلائے گئے۔ کہ کھیتی پر

وَقَالَ فِیْ خَافِضَةٌ لِقَوْمٍ اِلَی النَّارِ وَرَافِعَةٌ اِلَی الْجَنَّةِ مَوْضُوْنَةٍ مَنْسُوْجَةٍ وَمِنْهُ وَضِیْنُ النَّاقَةِ وَالْکُوْبُ لَااٰذَانَ لَهٗ وَلَاعُرْوَةَ وَالْاَبَارِیْقُ ذَوَاتُ الْاٰذَانِ وَالْعُرٰی مَسْکُوْبٍ جَارٍ وَفُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ مُتْرَفِیْنَ مُتَمَتِّعِیْنَ مَاتُمْنُوْنَ هِیَ النُّطْفَةُ فِیْ اَرْحَامِ النِّسَاءِ لِلْمُقْوِیْنَ لِلْمُسَافِرِیْنَ وَالْقِیُّ الْقَفْرُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ بِمُحْکَمِ الْقُرْاٰنِ وَیُقَالُ بِمَسْقَطِ النُّجُوْمِ اِذَا سَقَطْنَ وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعُ وَاحِدٌ مُدْهِنُوْنَ مُکَذِّبُوْنَ مِثْلُ لَوْتُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ فَسَلَامٌ لَّکَ اَیْ مُسَلَّمٌ لَکَ اِنَّکَ مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ وَاُلْقِیَتْ اِنْ وَهُوَ مَعْنَاهَا کَمَاتَقُوْلُ اَنْتَ مُصَدَّقٌ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِیْلٍ اِذَاکَانَ قَدْ قَالَ اِنِّیْ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِیْلٍ وَقَدْ یَکُوْنُ کَالدُّعَاءِ لَهٗ کَقَوْلِكَ فَسَقْیًا مِنَ الرِّجَالِ اِنْ رَفَعْتَ السَّلَامَ فَهُوَ مِنَ الدُّعَاءِ تُوْرُوْنَ تَسْتَخْرِجُوْنَ اَوْرَیْتُ اَوْقَدْتُ لَغْوًا بَاطِلًا تَاْثِیْمًا کَذِبًا ....

کیا آفت اتری۔ عربا یعنی را کے ضمہ کے ساتھ عروب اس کا واحد ہے۔ جیسے صبور کی جمع صبر اہل مکہ ایسی نازنین عورت کو العربۃ مدینہ والے غنجہ اور عراق والے شکلہ کہتے ہیں۔ اور خافضہ کے بارے میں کہا کہ ایک قوم جھنم کی طرف جاکر ذلیل ہوگی اور دوسری جنت کی طرف جاکر بلند ہوگی۔ موضونہ بنی ہوئی کہ انکی چارپائیاں سونے سے بنی ہونگی۔ اسی سے وضین الناقۃ اونٹنی کی خرجین توبرا جو خوب بنا ہوا ہوتا ہے۔ کوکب وہ لوٹے جن کے نہ تو کان ہوں اور نہ ہی اس کے کڑے ہوں۔ اور اباریق وہ لوٹے جن کے کان اور کڑے ہوں۔ مسکوب جاری پانی فرش مرفوعہ وہ قالین جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہوں مترفین نعمتوں میں پلے ہوئے۔ ماتمون جو نطفے اپنی بیویوں کے رحموں میں ٹپکاتے ہو۔ للمقوین مسافروں کے لئے۔ قی چٹیل میدان کو کہتے ہیں جس میں کچھ نہ ہو۔ مواقع النجوم قرآن کی محکم آیات کیونکہ قرآن کو نجم کہا گیا۔ کہ وہ تھوڑا تھوڑا اترا ہے اور بعض نے کہا کہ ستاروں کے ڈوبنے کے مقامات جبکہ وہ گرتے ہیں۔ مواقع اور موقع جمع مفرد ایک ہیں مدھنون جھٹلانے والے جیسے لو تدھن فیدھنون ای یکذبون فسلام لک یعنی تجھ پر سلام کرنے والا ہے۔ بیشک آپ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہیں۔ تو اس کلام میں لفظ ان محذوف ہے۔ لیکن معنی میں مطلوب ہے۔ جیسے انت مصدق مسافر عن قلیل۔ جبکہ انک مسافر عن قلیل کہہ چکا ہو۔ اور کبھی لفظ سلام دعا کے لئے ہوتا ہے جیسے سقیا من الرجال تو اگر لفظ سلام پر رفع پڑھو تو پھر دعا کے لئے ہے۔ تورون نکالتے ہو۔ اوریت میں نے آگ دہکائی۔ لغو کے معنی باطل کے اور تاثیما کے معنی جھوٹ کے ہیں۔ طلح منضود وہ کیلا جو تہ بہ تہ رکھا ہو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ القیت ان وھومعنا ھا ۔ ۲۴ ۷ یعنی لفظ ان حذف کر دیا گیا ہے جو یہاں مراد ہے۔ ان رفعت السلام رفع کی طرف عدول دوام حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ سلام لک میں اشارہ ہے کہ کلمہ ان محذوف ہے۔ اصل میں انک من اصحاب الیمین تھا معنی میں مراد ہے۔ جیسے انت مصدق مسافر عن قلیل۔ اصل میں انک مسافر عن قلیل تھا۔ کلمہ ان محذوف ہے۔ لیکن معنی میں مراد ہے اور کبھی لفظ سلام مخاطب کے لئے۔ دعا کی طرح ہوتا ہے۔ جیسے سقیا اصل میں سقاک اللہ سقیا تھا۔ تو معنی ہونگے یسلمون علیک اور قاضی بیضاویؒ نے فرمایا۔ کہ رفع مبتدا ہونے کی وجہ سے ہے جس سے دوام اور عموم مقصود ہے۔ تجدد اور حدوث مراد نہیں ۔

باب قوله وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ

حدیث (۴۵۲۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِی ظِلِّهٖ مِائَةَ عَامٍ لَايَقْطَعُهَا وَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ......

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرةؓ اس کو جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں اونٹ سوار سو سال تک چلتا رہے تو اسے نہیں طے کر سکیگا۔ اگر چاہو تو تصدیق کیلئے اس آیت کو پڑھ لو فی ظل ممدود دراز سائے ہونگے۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ

قَالَ مُجَاهِدٌ جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ مُعَمَّرِيْنَ فِيْهِ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ مِنَ الضَّلَالَةِ اِلَى الْهُدٰى وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ جُنَّةٌ وَّسِلَاحٌ مَوْلٰى لَكُمْ اَوْلٰى بِكُمْ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ يُقَالُ الظَّاهِرُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَالْبَاطِنُ كُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا اَنْظِرُوْنَا انْتَظِرُوْنَا ....

ترجمہ۔ مجاہد کی تفسیر ہے کہ مستخلفین معمرین کے معنی میں ہے لمبی عمر دیئے گئے یعنی من الظلمات الی النور میں ظلمات سے گمراہی اور نور سے ہدایت مراد ہے۔ منافع للناس یعنی ڈھال اور ہتھیار۔ مولکم یعنی تمھارے زیادہ قریب ہے۔ لئلایعلم میں لام زائد ہے۔ لیعلم اھل الکتاب کے معنی میں کہا جاتا ہے کہ ھوالظاہر ہر چیز پر علم کے اعتبار سے ظاہر ہیں۔ اور علم کے اعتبار سے ہر چیز میں پوشیدہ ہیں۔ انظرونا یعنی ہمارا انتظار کرو۔

سُوْرَةُ الْمُجَادِلَةِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُحَادُّوْنَ يُشَاقُّوْنَ كُبِتُوْا أُخْزُوْا مِنَ الْخِزْيِ اِسْتَحْوَذَ غَلَبَ ....

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں مخالفت کرتے ہیں۔ کبتوا یعنی رسوا کیے جائینگے یہ خزی سے ماخوذ ہے استحوذ بمعنے غلب

سُوْرَةُ الْحَشْرِ

اَلْجَلَاءُ الْاِخْرَاجُ مِنْ اَرْضٍ اِلٰى اَرْضٍ

ترجمہ۔ جلاء کا معنی ہیں ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف نکال دینا جلاوطن کر دینا۔

حدیث (٤٥٢٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ ....عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ قَالَ التَّوْبَةُ هِيَ الْفَاضِحَةُ مَازَالَتْ تَنْزِلُ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ حَتّٰى ظَنُّوْا اَنَّهَا لَمْ تُبْقِ اَحَدًا مِنْهُمْ اِلَّا ذُكِرَ فِيْهَا قَالَ قُلْتُ سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ بَدْرٍ قَالَ قُلْتُ سُوْرَةُ الْحَشْرِ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ بَنِي النَّضِيْرِ........

ترجمہ۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ سورۃ توبہ کیا ہے۔ فرمایا وہ تو ذلیل وخوار کرنے والی ہے۔ کیونکہ اس میں برابر منھم منھم نازل ہو تارہا۔ یہانتک لوگ گمان کرنے لگے کہ اس سورۃ نے ان میں سے کسی منافق کو نہیں چھوڑا۔ کہ جس کا ذکر اس سورۃ میں نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے سورۃ انفال کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو بدر کی جنگ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر میں نے سورۃ حشر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ قبیلہ بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حدیث(۴۵۲۷) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ الْحَشْرِ قَالَ قَالَ سُوْرَةُ بَنِي النَّضِيْرِ ....

ترجمہ۔ حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سورۃ الحشر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سورۃ حشر کو سورۂ بنی النضیر کہو۔

باب قوله مَاقَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ نَخْلَةٍ مَالَمْ تَكُنْ عَجْوَةً اَوْبَرْنِيَّةً

ترجمہ۔ لینہ کھجور کو کہتے ہیں جبکہ عجوۃ اور برنی نہ ہو۔

حدیث (۴۵۲۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَاقَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ اَوْتَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بنو النضیر کے کھجوروں کے باغ کو جلادیا اور بعض کو کاٹ دیا۔ یہی بویرہ کا مقام ہے۔ تو اللہ تعالے نے آیت نازل فرمائی جو کچھ تم کھجور کو کاٹتے ہویا اسے اپنی جڑوں پر باقی رہنے دیتے ہو تو یہ سب اللہ تعالے کی اجازت سے ہے تاکہ وہ فاسق منافقوں کو رسوا اور ذلیل کریں۔

باب مَآاَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

حدیث(۴۵۲۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عن عمر قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَاصَّةً يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَتِهٖ ثُمَّ يَجْعَلُ مَابَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو النضیر کے اموال اس فے کے مال میں سے ہے جو اللہ تعالے نے اپنے رسول پر کیا جو اس مال میں سے ہے جس پر مسلمانوں نے نہ تو گھوڑے دوڑائے اور اونٹ دوڑائے پس یہ مال اللہ کے رسول کیلئے تھا جس میں سے آپ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے ایک سال کا خرچہ کرتے تھے جو کچھ بچ رہتا اس کو ہتھیاروں کی خرید اور گھوڑوں کی خرید میں صرف کرتے یہ جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری تھی۔

باب قوله مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ

حديث (۴۵۳۰) مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَوَشِّمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ يَعْقُوْبَ فَجَاءَ تْ فَقَالَتْ اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اِنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ وَمَالِيَ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَابَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَاوَجَدْتُ فِيْهِ وَمَاتَقُوْلُ وَقَالَ اِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ اَمَّاقَرَأْتِ وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهُ قَالَتْ فَاِنِّيْ اَرٰى اَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَهٗ قَالَ فَاذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْأً فَقَالَ لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَاجَامَعْتُنَا ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے سوئی سے بدن پر نشان بنانے والی اور بنوانے پر لعنت فرمائی ہے۔اس طرح چہرے سے بال کھچوانے والی پر لعنت فرمائی اور جو خوبصورتی کے لئے اپنے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنے والی ہیں۔جو اللہ تعالے کی پیدائش کو تبدیل کرنے والی ہیں ان پر لعنت فرمائی ہے۔ یہ حدیث قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت کو پہنچی جسے ام یعقوب کہا جاتا تھا۔وہ آکر کہنے لگی کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔کہ آپ اس صفت والی عورت پر لعنت کرتے ہیں فرمایا جس پر اللہ کا رسول اور جو کتاب اللہ میں ہے وہ لعنت کرے تو میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں۔وہ کہنے لگی کہ ان دو تختیوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ تو میں نے سب پڑھا ہے۔جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ تو میں نے اس کے اندر نہیں پایا جس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اگر تو اچھی طرح قرآن پڑھتی تو اسے ضرور پا لیتی کیا تو نے نہیں پڑھا۔ ما اتاکم الرسول جو کچھ اللہ کا رسول دے اسے لے لو اور جس سے روک دے اس سے رک جاؤ۔ کہنے لگی ہاں کیوں نہیں پڑھا۔فرمایا تو بس آپ نے ان سے منع فرمایا ہے۔ وہ کہنے لگی میں نے تو تیرے گھر والوں کو یہ کرتے دیکھا ہے۔فرمایا اب جاکر دیکھو۔پس اس نے جاکر دیکھا تو اس کو اپنی ضرورت کی کوئی چیز نظر نہ آئی۔پس فرمایا کہ اگر وہ ایسی ہوتی تو ہماری صحبت میں نہ رہ سکتی۔

حديث (۴۵۳۱) حَدَّثَنَا عَلِيٌّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ فَقَالَ سَمِعْتُهٗ مِنْ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ يَعْقُوْبَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ مِثْلَ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس عورت پر لعنت فرمائی جو اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال ملانے والی ہے۔سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو ایک عورت ام یعقوب نامی سے سنا جس نے حضرت عبد اللہ سے روایت عبدالرحمن بن عابس سے مثل منصور کی روایت کے سنی۔

باب قوله وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ

حديث (۴۵۳۲) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُس عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ اُوْصِىَ الْخَلِيْفَةَ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَنْ يُعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَاُوْصِىَ الْخَلِيْفَةَ بِالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلُ اَنْ يُهَاجِرَ النَّبِىُّ ﷺ اَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَعْفُوَعَنْ مُسِيْئِهِمْ ....

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آنے والے خلیفہ کو پہلے ہجرت کرنے والوں کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ کہ وہ ان کا حق پہچانیں اور ان انصار کے متعلق بھی خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں جنہوں نے دار ہجرت مدینہ کو اور ایمان کو لازم پکڑا۔ کہ ان کی صداقت ظاہر ہو گئی۔ یہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ہجرت کرنے سے پہلے اور مہاجرین حضرات کے آنے سے پہلے انہوں نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا۔ وصیت اس بات کی ہے کہ ان میں سے نیکی کرنے والوں کی نیکی قبول کرے اور ان میں سے برائی کرنے والے کو معاف کرے۔

باب قوله وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ الاية

اَلْخَصَاصَهُ اَلْفَاقَةُ اَلْمُفْلِحُوْنَ اَلْفَائِزُوْنَ بِالْخُلُوْدِ اَلْفَلَاحِ اَلْبَقَاءِ حَىَّ عَلَى الْفَلَاحِ عَجِّلْ وَقَالَ الْحَسَنُ حَاجَةً حَسَدًا..

ترجمہ۔ خصاصہ کے معنی بھوک اور مفلحون جو ہمیشگی کے ساتھ کامیاب ہونے والے۔ فلاح کے معنی باقی رہنے کے ہیں حی علی الفلاح کا معنی کہ فلاح کی طرف جلدی کرو اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں لایجدون فی صدورهم حاجة بمعنی حسدا

حديث (۴۵۳۳) حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ ...... عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتَى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَابَنِى الْجَهْدُ فَاَرْسَلَ اِلٰى نِسَائِهٖ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَ هُنَّ شَيْأً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَا رَجُلٌ يُضَيِّفُ هٰذَا اللَّيْلَةَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَقَالَ لِاِمْرَأَتِهٖ ضَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر کہنے لگا یارسول اللہ! کہ مجھے تو مشقت اور بھوک نے ستایا ہے۔ پہلے تو آپؐ نے اپنے گھر والوں کے پاس بھیجا۔ ان کے پاس اسے کوئی چیز نہ ملی۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ خبردار کوئی آدمی ہے جو آج رات اس شخص کو مھمان بنائے تو اللہ تعالے اس پر رحم فرمائیگا۔ انصار میں سے ایک آدمی حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہو کر کہنے لگا یارسول اللہ! میں مھمان نوازی کرونگا۔

لَاتَدَّخِرِيهِ شَيْئاً قَالَتْ وَاللّٰهِ مَاعِنْدِيْ اِلَّاقُوْتُ الصِّبْيَةِ قَالَ فَإِذَا اَرَادَ الصِّبْيَةُ الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيهِمْ وَتَعَالٰى فَاَطْفِئِي السِّرَاجَ وَنَطْوِى بُطُوْنَنَا اللَّيْلَةَ فَفَعَلَتْ ثُمَّ غَدَا الرَّجُلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَقَدْ عَجَبَ اللّٰه اَوْضَحِكَ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ....

چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔ اپنی بیوی ام سلیمؓ سے کہا کہ یہ شخص جناب رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپا کر نہ رکھو۔ وہ کہنے لگی اللہ کی قسم! میرے پاس تو صرف بچوں کی خوراک پڑی ہے۔ وہ بولے جب بچے شام کے کھانے کا ارادہ کریں تو کسی بہانے سے ان کو سلادو اور خود ہمارے پاس چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے آکر اسے بجھادو۔ اور آج کی رات اپنے اپنے پیٹوں کو باندھ لیں گے یعنی بھوکا رکھیں گے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو وہ شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فلاں مرد ابو طلحہؓ اور فلاں عورت ام سلیمؓ کے سلوک کو پسند فرمایا۔ اور خوش ہوئے۔ اور یہ آیت نازل فرمائی۔ یہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود انہیں بھوک اور فقر لاحق ہو۔ یہ غیر ضروری کھانا تھا جو بچوں کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ ورنہ بچوں کا نفقہ تو واجب ہے۔ ضیافت واجب نہیں ہے۔

سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَاتَجْعَلْنَا فِتْنَةً لَّاتُعَذِّبْنَا بِاَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ هٰؤُلَاءِ عَلَى الْحَقِّ مَااَصَابَهُمْ هٰذَا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ اُمِرَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ ....

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں لا تجعلنا فتنۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان کافر ظالموں کے ہاتھوں سے سزا نہ دیجئے کیونکہ پھر یہ لوگ کہتے پھریں گے کہ اگر مسلمان حق پر ہوتے تو ان کو ہمارے ہاتھوں یہ مصیبت لاحق نہ ہوتی۔ عصم الکوافر کافر منکوحہ عورتیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے اصحابہ کرامؓ کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ اپنی عورتوں کو چھوڑ دیں جو مکہ میں کفر کی حالت میں رہ گئیں ہیں۔ کیونکہ خاوند کا اسلام ان کے نکاح کو قطع کر دیتا ہے۔ تو مشرکات کو نکاح میں رکھنے سے منع کر دیا گیا۔

باب لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ

حدیث (۴۵۳۴) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ

اَنَّهٗ سَمِعَ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ رَافِعٍؓ كَاتِبَ عَلِيٍّؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيًّاؓ يَقُوْلُ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَا وَالزُّبَيْرَؓ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ الْخَاخِ فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَذَهَبْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى اَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ فَقُلْنَا اَخْرِجِي الْكِتَابَ قَالَتْ مَامَعِيَ مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَاَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَاِذَا فِيْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِمَّنْ بِمَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَاهٰذَا يَاحَاطِبُ قَالَ لَاتَعْجَلْ عَلَيَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ امْرَاً مِنْ قُرَيْشٍ وَلَمْ اَكُنْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُوْنَ بِهَا اَهْلِيْهِمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ فَاَحْبَبْتُ اِذَا فَاتَنِيْ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ اَنْ اَصْطَنِعَ اِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُوْنَ قَرَابَتِيْ وَمَافَعَلْتُ ذٰلِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِيْنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ شَهِدَ بَدْرًا وَمَايُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ.

ترجمہ۔ حضرت عبید اللہ بن ابی رافعؓ جو حضرت علیؓ کے میر منشی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا فرماتے تھے کہ مجھے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم پر بھیجا۔ فرمایا برابر چلتے رہو یہاںتک خاخ کے باغ تک جب پہنچ جاؤ تو وہاں پر ایک اونٹ سوار عورت ہوگی جس کے پاس ایک خط ہے۔ اس خط کو اس سے لے آؤ۔ پس ہم روانہ ہوئے کہ ہمیں ہمارے گھوڑے دوڑاتے تھے یہاںتک کہ ہم اس باغ تک پہنچ گئے پس واقعی وہاں پر ایک اونٹ سوار عورت تھی جس سے ہم نے کہا کہ خط نکالو! اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ پس ہم نے اس سے کہا کہ یا تو خط نکالو یا اپنے کپڑے اتارو۔ تو اس نے اپنے بالوں کے جھوڑے سے خط نکال دیا جس کو لیکر ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے تھا۔ جو مشرکین مکہ کے نام تھا جس میں جناب نبی اکرم ﷺ کے بعض معاملات کی ان کو اطلاع دے رہے تھے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیں میں حلف کے اعتبار سے قریش کا آدمی ہوں۔ لیکن ان کے نسب میں سے نہیں ہوں۔ باقی جتنے مہاجرین آپؐ کے ہمراہ ہیں۔ ان سب کی قریش سے قریبی رشتہ داریاں ہیں۔ جن کی بدولت وہ قریش ان کے اہل عیال اور ان کے اموال کی جو مکہ میں ہیں حفاظت کریں گے۔ میں نے سوچا کہ جب میرا نسب ان میں نہیں ہے تو کوئی ایسا احسان ان کے ساتھ کروں جس کی وجہ سے وہ میری قرابت کا لحاظ کریں۔ یہ کام میں نے نہ تو کفر کی وجہ سے کیا ہے۔

19
1

فَقَالَ اعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. قَالَ عَمْرٌو وَنَزَلَتْ فِيهِ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ قَالَ لَا أَدْرِيْ الْآيَةَ فِي الْحَدِيْثِ أَوْ قَوْلِ عَمْرٍو ......

اور نہ ہی اپنے دین سے پھر جانے کی وجہ سے کیا ہے جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بیشک اس شخص نے تمہیں سچ سچ کہدیا ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اسکی گردن اڑادوں پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ حاطب بدر کی لڑائی میں حاضر ہو چکا ہے تو کیا علم ہے کہ شاید اللہ تعالے نے اہل بدر پر جھانک کر فرمادیا ہو۔ کہ جو کچھ چاہو تم عمل کرتے رہو میں تمھاری بخشش کر چکا ہوں عمرو فرماتے ہیں اس کے بارے میں یہ آیت اتری۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ آیت حدیث علی کے اندر ہے یا عمرو کا قول ہے۔ سفیانؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حدیث سنانے کے لئے میں نے حضرت عمروؓ سے اسے محفوظ کیا جس کا ایک حرف بھی میں نے نہیں چھوڑا اور میرا گمان ہے کہ میرے سوا اس کو کسی نے یاد نہیں کیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قال سفیان ۲۶ ۷۔ ۱۷ اس کلمہ کو حدیث کے اندر داخل کرنا دوسرے حضرات سے صادر ہوا ہے۔ لیکن مجھے عمروؓ نے اس کلمہ کو حدیث کے اندر ذکر نہیں کیا یا مطلب یہ ہے کہ اس کلمہ کو حدیث کے اندر داخل کرنا یہ غیر عمرو سے سرزد ہوا ہے لیکن عمرو بن دینار نے اسکی تصریح نہیں کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ کہ سفیان بن عیینہ کا کہنا ہے کہ اس کلمہ کا حدیث کے اندر داخل کرنا یہ دوسرے لوگوں کی روایات میں ہے لیکن مجھے جو عمرو بن دینار سے یاد ہے۔ وہ وہی ہے جس کو میں نے روایت کیا جس میں نزول آیت کا ذکر نہیں ہے۔ اور میں نے ان کی روایت کا کوئی لفظ نہیں چھوڑا اور میرا گمان ہے کہ میرے سوا عمرو بن دینار سے اس حدیث کو کسی نے محفوظ نہیں کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سفیانؒ اس زیادتی پر جزم ویقین نہیں رکھتے۔ چنانچہ نسائی میں ہے کہ زیادتی مدرج راوی ہے۔ قطب گنگوہیؒ نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے کہ اس کلمہ کا ادخال غیر عمرو سے ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قِيْلَ لِسُفْيَانَ فِيْ هٰذَا فَنَزَلَتْ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا فِيْ حَدِيْثِ النَّاسِ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو مَا تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا وَمَا أَرٰى أَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِيْ ......

ترجمہ۔ ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا کہ سفیان سے کہا گیا کہ حاطب ہی کے بارے میں یہ آیت اتری لاتتخذوا عدوی سفیان نے کہا لوگ ایسا ہی روایت کرتے ہیں میں نے جتنا عمرو بن دینار سے سنا تھا اس کو خوب یاد رکھا ایک حرف نہیں چھوڑا اور میں نہیں سمجھتا کہ میرے سوا کسی نے اس حدیث کو عمرو سے خوب یاد رکھا ہو۔

باب قوله إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

حدیث (۴۵۳۵) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ..... أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْآيَةِ بِقَوْلِ اللّٰهِ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر اس مؤمنہ عورت کا اس آیت کے مطابق امتحان لیتے تھے جو آپ کی طرف ہجرت کر کے آتی تھی۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے ترجمہ۔ کہ اے نبی! جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں تو آپ ان سے بیعت لیں۔ غفور رحیم تک۔

اِذَاجَاءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌرَّحِيْمٌ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ اَقَرَّبِهٰذَاالشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَا تِ قَالَ لَهَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا وَلَاوَاللّٰهِ مَامَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَا يَعَةِ مَايُبَايِعُهُنَّ اِلَّابِقَوْلِهٖ قَدْ بَايَعْتُكِ عَلٰى ذٰلِكَ تَابَعَهٗ يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ اِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَعُمْرَةَ.........

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مؤمن عورتوں میں سے جو بھی اس شرط کا اقرار کر لیتی تو آپ اپنے کلام سے فرما دیتے کہ میں نے تم سے بیعت لے لی۔ واللہ! کہ بیعت کرتے وقت آپؐ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ پس آپؐ قد بایعتک کہہ کر ان سے بیعت لیتے تھے۔ یونس اور معمر اور عبدالرحمٰن نے اس کی متابعت کی۔ البتہ اسحاق بن راشد نے۔ عروہ و عمرۃ سے روایت کیا ہے۔

باب قوله اِذَاجَاءَ كَ الْمُؤْمِنَاتِ

حديث (٤٥٣٦) حَدَّثَنَا اَبُوْمُعْمَرٍ .....

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَءَ عَلَيْنَا اَنْ لَّايُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًاوَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ فَقَبَضَتِ امْرَاَةٌ يَدَهَا فَقَالَتْ اَسْعَدَتْنِيْ فُلَانَةٌ اُرِيْدُ اَنْ اَجْزِيَهَافَمَاقَالَ لَهَاالنَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَانْطَلَقَتْ وَرَجَعَتْ فَبَايَعَهَا.........

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ تو ہم پر آپؐ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالے کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرنا۔ اور آپؐ نے ہمیں نوحہ خوانی سے منع فرمایا۔ تو ایک عورت نے اپنا ہاتھ روک لیا کہنے لگی کہ فلاں عورت نے نوحہ خوانی میں میری امداد کی تھی میں اسے بدلہ دینا چاہتی ہوں۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے کچھ نہ کہا۔ پس وہ آپؐ کے پاس سے چلی گئی۔ واپس آکر اس نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حديث (٤٥٣٧) حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَايَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ قَالَ اِنَّمَاهُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ اللّٰهُ لِلنِّسَاءِ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ لایعصینک فی معروف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک شرط تھی جو اللہ تعالے نے عورتوں کے لئے شرط رکھی۔

حديث (٤٥٣٨) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ...

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ فرماتے ہیں کہ

سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَتُبَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّاتُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَاتَزْنُوْاوَلَاتَسْرِقُوْا وَقَرَأَ اٰيَةَ النِّسَاءِ وَاَكْثَرُ لَفْظِ سُفْيَانَ قَرَءَ الْاٰيَةَ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْهَاشَيْئًافَسَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَاِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهٗ تَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍفِي الْاٰيَةِ ....

نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ کیا تم میرے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کرتے ہو۔ کہ تم اللہ تعالے کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ نہ زنا کرو گے اور نہ چوری کرو گے۔ اور اس آیت کی قرأت کی۔ اور سفیان کا لفظ اکثر یہ ہے۔ کہ آیت کو پڑھا۔ پس جس شخص نے تم میں سے ان کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ تعالے دے گا۔ اور جس نے ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا پس اس کو سزا دی گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جس نے ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا پس اللہ تعالے نے اس کی پردہ پوشی کی پس وہ اللہ کی طرف ہے۔ اگر چاہے تو اسے عذاب دے اگر چاہے تو اس کی مغفرت کرے۔ عبدالرزاق نے اس کی متابعت کی ہے۔

حدیث (۴۵۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ ؓ وَعُمَرَ ؓ وَعُثْمَانَ ؓ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيْهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ فَنَزَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ حِيْنَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتّٰى اَتَى النِّسَاءَ مَعَ بِلَالٍ ؓ فَقَالَ يَااَيُّهَاالنَّبِيُّ ...... حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْاٰيَةِ كُلِّهَاثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ اَنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكَ وَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَايَدْرِي الْحَسَنُ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ وَبَسَطَ بِلَالٌ ؓ ثَوْبَهٗ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ؓ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ میں عید الفطر کے موقعہ پر جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز میں حاضر تھا۔ اور حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کے ہمراہ بھی میں نے نماز پڑھی سب نے اس نماز کو خطبہ سے پہلے پڑھا اس نماز کے بعد آپ خطبہ پڑھتے تھے۔ پھر جناب نبی اکرم ﷺ منبر سے نیچے اترتے تھے گویا میں ابھی آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بٹھلا رہے تھے۔ پھر آپ مردوں کو چیرتے ہوئے حضرت بلال ؓ کے ہمراہ عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ پھر آپ نے یہ آیت یاایھا النبی...... تلاوت کی۔ یہاں تک کہ جب اس کی قرأت سے فارغ ہوئے۔ تو فراغت کے بعد آپ نے فرمایا اے عورتو! تم اسی حال میں رہو۔ اس پر ایک عورت نے کہا جس کے سوا اور کسی نے آپ کو جواب نہ دیا تھا۔ ہاں یارسول اللہ! حسن بصری نہیں جانتے کہ وہ عورت کون تھی۔ وہ اسماء بنت یزید تھی۔

تو آپؐ نے فرمایا صدقہ خیرات کرو۔ اور حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلادیا۔ تو عورتیں اپنی بڑی چھوٹی انگوٹھیاں حضرت بلالؓ کے کپڑا میں ڈالنے لگیں۔

سُوْرَۃُ الصَّفِّ

قَالَ مُجَاهِدٌ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ اَیْ مَنْ تَبِعُنِیْ اِلَی اللّٰہِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مَرْصُوْصٌ مُلْصَقٌ بَعْضُہٗ بِبَعْضٍ وَقَالَ غَیْرُہٗ بِالرَّصَاصِ ....

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ من انصاری کا مطلب کون اللہ کی طرف جاتے ہوئے میری پیروی کرتا ہے۔ یا میرا ساتھ دیتا ہے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مرصوص معنے مضبوط جو ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں۔ اور غیر ابن عباسؓ نے کہا کہ پیتل سے مضبوط کئے گئے ہوں۔

باب یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُہٗ اَحْمَدُ

حدیث (۴۵۴۰) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ عَنْ اَبِیْہِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ ....

ترجمہ۔ حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ بیشک میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں۔ احمد ہوں۔ اور میں ماحی ہوں۔ میرے ذریعہ اللہ تعالے کفر کو مٹائیگا۔ اور میں حاشر ہوں میرے قدموں پر میرے زمانہ نبوت میں لوگوں کو جمع کیا جائیگا اور میں آخری پیغمبر ہوں۔

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ

باب قوله وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَقَرَءَ عُمَرُؓ فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ

حدیث (۴۵۴۱) حَدَّثَنِیْ عَبْدُالْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ...عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَاُنْزِلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ یُرَاجِعْهُ حَتّٰی سَأَلَ ثَلَاثًا وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَدَهٗ عَلٰی سَلْمَانَؓ ثُمَّ قَالَ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورہ جمعہ اتری جس میں ہے کہ دوسرے وہ لوگ جو ابھی تک ان کے ساتھ آکر نہیں ملے۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ پس آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا یہانتک کہ تین مرتبہ آپؐ سے اسکا سوال کیا۔ اور ہمارے درمیان حضرت سلمان فارسی بھی تھے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک حضرت سلمانؓ پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر ایمان کہکشاں کے پاس بھی ہوگا تو ان کے آدمی یا ان کا ایک آدمی اس کو ضرور حاصل کر کے رہے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ رجل من ھؤلاء۔ یہ روایت صحاح ستہ میں سے صحیح بخاری کی ہے۔ سب سے پہلے اس کے مصداق حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ پھر امام بخاریؒ اور پھر خواجہ حبیب عجمی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ امام اعظمؒ سب سے پہلے اہل فارس میں سے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فانطلقت ورجعت ۲۶۔۷۲۶ یعنی نوحہ خوانی میں اس کی مدد نہ کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس حدیث کی توجیہ میں کئی اقوال ہیں۔ قطب گنگوہیؒ نے ان میں سے ایک کا ذکر کیا ہے۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں تفصیل یوں ہے۔ فانطلقت کہ اس عورت نے بیعت کرلی اور اپنی بیعت میں نوحہ کی امداد کو مستثنی کر لیا پھر جا کر واپس آئی اور مدد کرنے پر دوبارہ بیعت کی۔ کیونکہ جب گئی تھی تو اس نے اس عورت کی نوحہ میں امداد بالکل نہیں کی تھی۔ اور اسعاد کے معنی ہیں دوسری عورت کے ساتھ کھڑے ہو کر رونا اور بین کرنا۔ اور نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اسعاد کے بعد آکر بیعت کی تو ام عطیہ کو رخصت دینا یہ خصوصیت پر محمول ہوگا۔ غیر کو نوحہ کی اجازت حلال نہیں۔ لیکن اس حدیث کی بنا پر مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ اصل نوحہ حرام نہیں ہے۔ البتہ جس کے ساتھ افعال جاہلیۃ ہوں۔ جیسے گریبان پھاڑنا چہرہ نوچنا وغیرہ وہ ممنوع ہے۔ لیکن عام علماء کا مسلک مطلقا نیاحۃ کی تحریم ہے۔ باقی آپؐ کی اجازت کو تنزیہ پر محمول کیا جائیگا۔ بعد ازاں وعیدات نازل ہوئیں تو نیاحۃ حرام ہو گئی۔ قرطبیؒ کی تحقیق یہی ہے۔ حافظؒ نے مختلف جوابات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اقرب الاقوال یہ ہے کہ نیاحۃ پہلے مباح تھی پھر مکروہ تنزیہی ہوئی۔ بعد ازاں حرام ٹھہری۔

باب وَإِذَا رَأَوْ تِجَارَةً

حدیث (۴۵۴۲) حَدَّثَنِیْ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ اَقْبَلَتْ عِيْرٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَثَارَ النَّاسُ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِذَا رَاَوْ تِجَارَةً اَوْ لَهْوَنِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا..

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے ایک دن ایک غلہ بیچنے والا قافلہ آیا ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے۔ تو لوگ آپ کو چھوڑ کر ٹوٹ پڑے۔ مگر بارہ آدمی آپؐ کے ساتھ رہ گئے باقی جدا ہو گئے جن میں خلفاراشدین شامل تھے تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی جب یہ لوگ کوئی تجارتی سامان دیکھتے ہیں اور مشغلہ نظر آتا ہے تو اسکی طرف پھیل جاتے ہیں۔

سُوْرَةُ اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ .اِلَى الْكَاذِبُوْنَ

حدیث (۴۵۴۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَجَآءٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ فِیْ غَزَاةٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ اُبَیٍّ .يَقُوْلُ لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ .....وَلَوْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِهٖ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّیْ اَوْ لِعُمَرَؓ فَذَكَرَهٗ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَدَعَانِیْ فَحَدَّثْتُهٗ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَیٍّ وَاَصْحَابِهٖ فَحَلَفُوْا مَاقَالُوْا فَكَذَّبَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصَدَّقَهٗ فَاَصَابَنِیْ هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِیْ مِثْلُهٗ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِی الْبَيْتِ فَقَالَ لِیْ عَمِّیْ مَااَرَدْتَ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک جہاد میں تھا غالباوہ غزوۂ تبوک ہے۔ یا غزوۂ بنی المصطلق کہ میں نے عبد اللہ بن ابی سے سنا جو کہتا تھا جو لوگ آپؐ کے ارد گرد جمع ہیں ان پر خرچ نہ کرو۔ تاکہ یہ لوگ بھاگ جائیں۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس سے واپس مدینہ پہنچے تو ہمارے عزیز لوگ ان ذلیلوں کو مدینہ سے نکال دینگے۔ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا سے یا حضرت عمرؓ سے کر دیا۔ جنھوں نے یہ خبر جناب نبی اکرم ﷺ تک ذکر کر دی آپؐ نے مجھے بلایا تو میں نے آپ کو بات پوری بیان کر دی۔ آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کی طرف آدمی بھیجا تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے تو

اِلٰی اَنْ کَذَّبَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَمَقَتَکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِذَاجَاءَ کَ الْمُنَافِقُوْنَ فَبَعَثَ اِلَیَّ النَّبِیُّ ﷺ فَقَرَءَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ صَدَّقَکَ یَازَیْدُ .....

یہ بات نہیں کی۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دیا۔ اور اسے سچا قرار دیا۔ تو اس کی وجہ سے مجھے ایک سخت غم لاحق ہوا کہ ایسا غم مجھے کبھی لاحق نہیں ہوا۔ پس میں گھر میں بیٹھ گیا۔ میرے چچا نے مجھ سے کہا کہ اس بیان سے تمھارا کیا مقصد تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تجھے جھوٹا قرار دیا اور تجھ سے ناراض وغصہ ہوئے۔ تو اللہ تعالے نے اذاجاءک المنافقون نازل فرمائی۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے پاس آدمی بھیج کر یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اے زید! اللہ تعالے نے تیری تصدیق کر دی۔ جس سے مجھے خوشی حاصل ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ **اذاجاءك المنا فقون** یہ غزوہ تبوک تھا۔ یا غزوۂ **بنی المصطلق** تھا جس میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ منافقین جمع ہوئے۔ تو ان کے درمیان جھگڑا واقع ہوا۔ پہلے تو مہاجرین تھوڑے تھے اور انصار زیادہ تعداد میں تھے۔ مہاجرین بعد میں بہت ہو گئے۔ تو کسی معاملہ پر ان کا انصار سے جھگڑا ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی کہنے لگا کہ مہاجرین کو ہم نے پالا ہے۔ یہ آج ہم سے جھگڑتے ہیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہم مہاجرین کو امداد دینا بند کر دیں گے۔ اور ان کو مدینہ سے نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقمؓ اسکی یہ ساری گفتگو سن رہے تھے جنھوں نے جا کر آنحضرت ﷺ کو اطلاع کی۔ آپؐ نے عبداللہ بن ابی سے پوچھا تو اس نے قسم کھا کر انکار کر دیا۔ آپؐ نے اس کی بات کو درست مان لیا۔ اور حضرت زید بن ارقمؓ کی بات کو جھٹلا دیا۔ وہ غمگین ہو کر گھر میں بیٹھ گئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی ابن ابی کو جھوٹا قرار دیا گیا اور ابن ارقمؓ کی تصدیق ہوئی۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں۔ کہ منافقین گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ واقعی آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ یعنی وہ کاذب فی الاعتقاد ہیں یہ صاحب تلخیص کی تحقیق ہے لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ **ان المنا فقین لکاذبون** کا رجوع **لیخرجن الاعز منها الاذل** کی طرف ہے کہ ابن ابی نے کہا تھا ہم عزیز ہیں مہاجرین ذلیل ہیں ہم مدینہ پہنچ کر ان کو نکال دینگے۔ جس کا ابن ابی نے آپؐ کے سامنے انکار کر دیا تھا۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ یہ منافق جھوٹا ہے اس نے یہ الفاظ ضرور کہے ہیں۔ تو کذب کا رجوع اس قول کی طرف ہوا چنانچہ مطول میں علامہ تفتازانی نے اس کو بیان کیا ہے ۔

باب قوله اتَّخَذُوْا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً

ترجمہ۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے **یجتنون بها** یعنی ان قسموں کے ذریعہ اپنے خون اور مال کو چھپاتے ہیں۔

حدیث (۴۵۴۴) حَدَّثَنَا اٰدَمُ . عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَؓ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے

قَالَ كُنْتُ مَعَ عَمِّي فَسَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنَ سَلُوْلٍ يَقُوْلُ لَاتُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَقَالَ أَيْضًا لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ. فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي فَذَكَرَ عَمِّي لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيِّ وَاَصْحَابِهٖ فَحَلَفُوْا مَاقَالُوْا فَصَدَّقَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَكَذَّبَنِيْ فَاَصَابَنِيْ هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهٗ قط فَجَلَسْتُ فِيْ بَيْتِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِذَاجَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَاتُنْفِقُوْا..... اِلٰى قَوْلِهٖ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَاالْاَذَلَّ فَاَرْسَلَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَءَهَا عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْصَدَّقَكَ....

چچا کے ہمراہ تھا۔ کہ میں نے عبداللہ بن ابی سلول کی زبانی سنا۔ جو کہہ رہا تھا کہ جو مہاجر لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر خرچ مت کرو تاکہ وہ آپؐ کے پاس سے منتشر ہو کر بھاگ جائیں۔ نیز یہ بھی کہ اگر ہم مدینہ واپس لوٹے تو عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے ضرور نکال دیگا۔ میں نے اپنے چچا سے اسکی گفتگو کا ذکر کیا۔ میرے چچا نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے عبداللہ بن ابی کی طرف پیغام بھیجکر اسے اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا۔ جنہوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہم نے کچھ نہیں کہا۔ پس آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کو سچا قرار دیا اور مجھے جھٹلا دیا۔ جس پر مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ اس جیسا صدمہ مجھے کبھی لاحق نہیں ہوا۔ چنانچہ میں غمزدہ اپنے گھر میں بیٹھ گیا جس پر اللہ تعالے نے آیات نازل فرمائیں اذاجاءک المنافقون سے لاتنفقوا علے من عند رسول اللہ اور لیخرجن الاعز منہا الاذل تو آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے میری طرف پیغام بھیجا پھر یہ آیات مجھ پر پڑھیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمھاری تصدیق فرمائی ہے۔

باب قوله ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْاثُمَّ كَفَرُوْافَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَايَفْقَهُوْنَ

حديث (٤٥٤٥) حَدَّثَنَا اٰدَمُ ... سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ قَالَ لَمَّا قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ لَاتُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰهِ....وَقَالَ اَيْضًا لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ....اَخْبَرْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَلَامَنِي الْاَنْصَارُ وَحَلَفَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ مَاقَالَ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ اِلَى الْمَنْزِلِ فَنِمْتُ فَاَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَتَيْتُهٗ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب عبداللہ بن ابی نے لاتنفقوا...... کہا اور نیز یہ بھی کہا لیخرجن الاعز تو میں نے اپنے چچا کے واسطہ سے جناب نبی اکرم ﷺ کو اسکی اطلاع کی جس پر انصار نے مجھے ملامت شروع کی اور عبداللہ بن ابی نے قسم کھائی کہ اس نے یہ نہیں کہا۔ تو میں اپنے گھر واپس لوٹ کر سو گیا۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلوایا۔ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمھیں

فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ وَنَزَلَ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

سچا قرار دیا ہے اور یہ آیات نازل ہوئیں هم الذين يقولون لاتنفقوا ......

باب قوله وَاِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ

حديث (٤٥٤٦) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ الْاَرْقَمِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ سَفَرٍ اَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ اُبَيِّ لِاَصْحَابِهٖ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَ لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ ......فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَاَخْبَرْتُهٗ فَاَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيِّ فَسَأَلَهٗ فَاجْتَهَدَ يَمِيْنَهٗ مَا فَعَلَ قَالُوْا كَذَّبَ زَيْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّا قَالُوْا شِدَّةً حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقِيْ فِيْ اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ فَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُؤُسَهُمْ......

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک ایسے سفر میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جس میں لوگوں کو سخت مصیبت پیش آئی۔ تو عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا لاتنفقوا اور لئن رجعنا الی المدینة بھی کہا تو میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی۔ آپؐ نے عبداللہ بن ابی کی طرف آدمی بھیج کر اس سے پوچھا تو اس نے اپنی قسم میں پوری کوشش کر کے کہا کہ اس نے نہیں کہا۔ لوگ کہنے لگے کہ زیدؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ کہا تو ان کے اس کہنے سے میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا یہاںتک کہ اللہ تعالے نے میری تصدیق اس آیت میں نازل فرمائی۔ اذاجاءك پس جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو بلایا تاکہ آپؐ ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو انہوں نے اعراض کرتے ہوئے اپنے سروں کو ہلایا۔

باب قوله خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ

قَالَ كَانُوْا رِجَالًا اَجْمَلَ شَيْءٍ

ترجمہ۔ فرماتے ہیں کہ وہ خوبصورت لوگ تھے

باب قوله وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ

حَرَّكُوْا اسْتَهْزَؤُا بِالنَّبِيِّ ﷺ وَيُقْرَءُ بِالتَّخْفِيْفِ مِنْ لَوَيْتُ لَوَوْا رُؤُسَهُمْ

ترجمہ۔ یعنی سر کو ہلا کر جناب نبی اکرم ﷺ سے مذاق کرتے ہیں اور تشدید کی بجائے لو وارؤسهم بھی پڑھا گیا کہ انہوں نے اپنے سروں کو مروڑ کر کہا۔

حدیث(٤٥٤٧)حَدَّثَنَا عُبَیْدُاللّٰہُ بْنُ مُوْسٰی عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ ؓ قَالَ کُنْتُ مَعَ عَمِّی فَسَمِعْتُ عَبْدُاللّٰہُ بْنُ اُبَیٍّ بْنَ سُلُوْلٍ یَقُوْلُ لَاتُنْفِقُوْاعَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَذَکَرْتَ ذٰلِکَ لِعَمِّی فَذَکَرَ عَمِّی لِلنَّبِیِّ ﷺ فَدَعَانِیْ فَحَدَّثْتُہٗ فَاَرْسَلَ اِلٰی عَبْدِاللّٰہِ ابْنُ اَبِیْ وَاَصْحَابِہٖ فَحَلَفُوْا مَاقَالُوْا وَکَذَّبَنِی النَّبِیَّ ﷺ وَصَدَّقَھُمْ فَاَصَابَنِیْ غَمٌّ لَمْ یُصِبْنِیْ مِثْلُہٗ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِیْ بَیْتِیْ وَقَالَ عَمِّی مَااَرَدْتَ اِلٰی اَنْ کَذَّبَکَ النَّبِیُّ ﷺ وَمَقَتَکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِذَاجَآءَ کَ الْمُنَافِقُوْنَ وَاَرْسَلَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَرَءَ ھَا وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ صَدَّقَکَ ....

ترجمہ ۔ زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں ۔کہ میں اپنے چچا کے ہمراہ تھا کہ میں نے عبد اللہ بن ابی بن سلول کو کہتے سنا کہ جو لوگ آپؐ کے پاس ہیں ان پر مت خرچ کرو جس کا ذکر میں نے اپنے چچا سے کیا۔ میرے چچا نے جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا۔ تو آپؐ نے مجھے بلوایا میں نے آپ کو وہ خبر بیان کی۔ آپؐ نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے قسم اٹھائی کہ انہوں نے نہیں کہا۔ تو آپ نبی اکرم ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دیا۔ اور انہیں سچا قرار دیا۔ جس پر مجھے ایسا غم لاحق ہوا کہ ایسا غم کبھی لاحق نہیں ہوا۔ تو میں گھر میں بیٹھ گیا۔ میرے چچا مجھے کہنے لگے کہ اس سے تمھارا کیا مقصد تھا یہاں تک جناب نبی اکرم ﷺ نے تجھے جھوٹا قرار دیا۔ اور تجھ پر سخت ناراض ہوئے۔ تو اللہ تعالے نے اذا جاءک المنافقون ..... کی آیات نازل فرمائیں جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے پاس آدمی بھیجا۔ پس آپؐ نے ان آیات کو مجھ پر پڑھا اور فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمھیں سچا قرار دیا ہے۔

باب قولہ سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَھُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ لَنْ یَّغْفِرَاللّٰہُ لَھُمْ اِنَّ للّٰہ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ

حدیث (٤٥٤٨)حَدَّثَنَا عَلِیٌّ .... سَمِعْتُ جَابِرَ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ کُنَّا فِیْ غَزَاۃٍ قَالَ سُفْیَانُ مَرَّۃً فِیْ جَیْشٍ فَکَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ رَجُلًامِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِ ی یَاآلَ الْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُھَاجِرِیْ یَاآلِ الْمُھَاجِرِیْنَ فَسَمِعَ ذٰلِکَ

ترجمہ ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے۔ اور کبھی سفیان کہتے ہیں کہ ہم ایک لشکر میں تھے کہ مہاجر آدمی نے ایک انصاری کی دبر پر تھپڑ مارا تو انصاری انصار کو مدد کے لئے پکارنے لگا اور مہاجر مہاجرین کہہ کر پکارنے لگا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو سنا تو فرمانے لگے کہ یہ کیا جاہلیۃ کا نعرہ ہے۔ انہوں نے بتلایا۔ یا رسول اللہ ایک مہاجر نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَابَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ. قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًامِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ فَقَالَ فَعَلُوْهَا وَاَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ دَعْنِيْ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعْهُ لَايَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ وَكَانَتِ الْاَنْصَارُ اَكْثَرَمِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ ثُمَّ اِنَّ الْمُهَاجِرِيْنَ كَثُرُوْا بَعْدُ قَالَ سُفْيَانُ حَفِظْتُهٗ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرًا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ......

کسی انصاری کو دبر پر تھپڑ مارا آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑو یہ توبدبو دار کلمہ ہے۔ عبداللہ بن ابی کو اس کی خبر ہوئی تو کہنے لگے کیا مہاجر یہ کرنے لگے۔ لیکن واللہ اگر ہم مدینہ واپس پہنچے تو عزیز ذلیل کو مدینہ سے ضرور نکال دیگا۔ یہ خبر جناب نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو حضرت عمرؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ لوگ کہتے پھرینگے محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کروارہا ہے۔ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصار مہاجرین سے زیادہ تھے لیکن اس کے بعد مہاجرین بہت ہو گئے۔ سفیان کہتے ہیں میں نے اس حدیث کو عمرو سے محفوظ کیا ہے۔ اور عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ کسع دبر پر تھپڑ مارنے کو کہتے ہیں۔ دعوی جاہلیۃ یعنی حق اور باطل کا پتہ چلائے بغیر اہل دیوان کی مدد کیلئے دوڑ پڑے حالانکہ مغلوب کی امداد کرنی چاہئے تھی ظالم کو اسکے ظلم سے روکا جاتا محض عصبیت اور قومیت پر لڑائی نہیں کرنی چاہئے۔

باب قوله هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَاتُنْفِقُوْا

حدیث (۴۵۴۹) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ..... اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ حَزِنْتُ عَلٰى مَنْ اُصِيْبَ بِالْحَرَّةِ فَكَتَبَ اِلٰى زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَبَلَغَهٗ شِدَّةُ حُزْنِيْ يَذْكُرُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَشَكَّ ابْنُ الْفَضْلِ فِيْ اَبْنَاءِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ غزوہ حرہ میں شہید ہوئے ان پر مجھے بہت ملال ہوا۔ تو حضرت زید بن ارقمؓ کو جب میری سخت غمگینی کا علم ہوا تو انہوں نے میری طرف خط لکھا جس میں وہ ذکر کرتے تھے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ فرماتے تھے اے اللہ انصار کی اور انصار کے بیٹوں کی مغفرت فرما۔ ابن الفضل کو شک ہے کہ آپؐ نے ابناء ابناء الانصار بھی فرمایا یا نہیں۔

اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ فَسَأَلَ اَنَسٌ بَعْضَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ فَقَالَ هُوَ الَّذِیْ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا الَّذِیْ اَوْفَی اللّٰهُ لَهٗ بِاِذْنِهٖ

تو حضرت انسؓ نے اپنے بعض ان ساتھیوں سے پوچھا جو ان کے پاس تھے فرمایا یہ زید بن ارقم وہ شخص ہیں جن کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جن کے کانوں کی اللہ تعالیٰ نے تصدیق کی ہے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ غزوہ حرہ ۶۳ھ میں واقع ہوا ہے۔ جبکہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے مدینہ پر لشکر کشی کی۔ حرہ کے مقام پر سخت جنگ ہوئی۔ جس میں بہت سے صحابہ کرام خصوصا انصار بہت شہید ہوئے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ھوالذی یقول......اس واقعہ کی مناسبت سورہ سے ظاہر ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد اسی غزوہ میں ہوا جو اس سورت کے اندر ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ سے مطابقت حدیث کے آخری الفاظ سے ہے۔ وہ ھذا الذی اوفی اللہ لہ باذنہ ہے۔ اسلئے کہ جب حضرت زید بن ارقمؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن ابی کی گفتگو بیان کی تو آپؐ نے فرمایا اے زید! شاید تمہارے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔ انہوں نے فرمایا نہیں جب آیت ان کی تصدیق میں نازل ہوئی۔ تو آپؐ حضرت زید کو پیچھے سے جا کر ملے اور ان کو ہلایا اور فرمایا اے لڑکے تیرے کان نے پوری وفا کی۔ کہ جو کچھ ان کے کانوں نے سنا اللہ تعالےٰ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ گویا کہ اس کے کان اس سنی ہوئی بات کی تصدیق کے ضامن ہیں۔ تو کان اپنی ضمان کو پورا کرنے والے ہوئے۔ اور مولانا مکی کی تقریر میں ہے۔ یہ سورہ عبداللہ بن ابی کے واقعہ میں دفعۃً واحدۃً نازل ہوئی ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض مختلف آیات لانے اور بار بار اس قصہ کو لوٹانے سے یہ ہے کہ یہ احتمال ختم ہو جائے کہ شاید ان آیات میں سے کوئی آیت اس قصہ کے علاوہ کسی اور میں اتری ہو۔ اور امام بخاریؒ نے سورہ بقرہ میں اور آخری چند ابواب میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ کہ ان سب آیات کا تعلق اسی ایک واقعہ سے ہے۔

باب قوله يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ الى آخر الاية

حدیث (۴۵۵۰) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ ....

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا فِيْ غَزَاةٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ فَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ فَسَمَّعَهَا اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ ﷺ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوْا كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے کہ ایک مہاجر نے کسی انصاری کی دبر پر لات مار دی۔ یا تھپڑ مار دیا۔ تو انصاری بولا اے انصاریو! میری مدد کو پہنچو۔ مہاجر کہنے لگا مہاجرو! تم میری امداد کو پہنچو میری فریاد ہے۔ پس یہ کلمات اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو سنوا دیئے۔ آپؐ نے پوچھا یہ کیا واقعہ ہے۔ بتلایا گیا کہ ایک مہاجر نے کسی انصاری کے مارا ہے۔ تو انصاری نے انصار کو مدد کے لئے پکارا

رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِیُّ یَا آلِ الْاَنْصَارُ وَقَالَ الْمُهَاجِرِیُّ یَا آلَ الْمُهَاجِرِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ وَقَالَ جَابِرٌؓ وَکَانَتِ الْاَنْصَارُ حِیْنَ قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ اَکْثَرَ ثُمَّ کَثُرَ الْمُهَاجِرُوْنَ بَعْدُ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُبَیٍّ اَوَ قَدْ فَعَلُوْا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ دَعْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ دَعْهُ لَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا یَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ ....

اور مھاجری مھاجروں کو مدد کے لئے پکارا۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ عصبیت کا نعرہ بدبودار کلمہ ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جب جناب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے تو انصار زیادہ تھے اس کے بعد مھاجرین کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ عبداللہ بن ابی کہنے لگا۔ کہ کیا مھاجرین نے ایسا کیا ہے۔ واللہ اگر ہم مدینہ واپس پہنچے تو عزیز ذلیل کو نکال دیگا۔ جس پر حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا۔ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔ آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو یہ لوگ باتیں نہ کرتے پھریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آپؐ اس شہرت سے بچنا چاہتے ہیں۔ کہیں اس سے لوگوں کو آپؐ سے نفرت نہ ہو جائے۔ اس بنا پر ہمارے فقہاء فرماتے ہیں کہ نبی بشر ہوتا ہے۔ لیکن اس میں وہ عیوب نہیں ہوتے جنکی وجہ سے لوگوں کو اس سے نفرت پیدا ہو۔ جیسے برص جذام وغیرہ کی بیماریوں سے پیغمبر محفوظ ہوتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ نے جو مخلص مسلمان تھے۔ اپنے باپ کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور کہا جبتک تم یہ نہ کہدو کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ اعز ہیں اور میں اذل ہوں۔ اس وقت تک تیرے اونٹ کی نکیل کو نہیں چھوڑونگا۔ چنانچہ اس نے ایسا کیا کہ تمام لوگوں کے سامنے اپنے ذلیل ہونے کا اقرار کیا۔ ابن ابی برابر اپنے بیٹے کو روکتا رہا کہ میرے اونٹ کی نکیل مت پکڑو۔ لیکن ان کے بیٹے اس وقت تک برابر نکیل پکڑے رہے۔ جبتک اقرار نہیں کرالیا۔

سُوْرَۃُ التَّغَابُنْ

وَقَالَ عَلْقَمَةُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ هُوَ الَّذِیْ اِذَا اَصَابَتْهُ مُصِیْبَةٌ رَضِیَ وَعَرَفَ اَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں یهد قلبه کا مطلب یہ ہے کہ مومن وہ ہے جب اس پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے تو اس پر راضی ہو جائے اور سمجھ لے کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہے۔

سُوْرَةُ الطَّلَاق

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَبَالَ اَمْرِهَا جَزَاءَ اَمْرِهَا

حدیث (٤٥٥١) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ. اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَاِنْ بَدَالَهُ اَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ ....

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی جس کا ذکر حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کیا جس پر آپؐ سخت ناراض ہوئے۔ پھر فرمایا کہ اس سے رجوع کرے پھر طہر تک اسے روکے رکھے پھر جب وہ حیض آنے کے بعد پاک ہو جائے۔ پس اب اگر اسے طلاق دینے کی ضرورت ظاہر ہو تو طہر کی حالت میں اسے طلاق دے۔ ہمبستر ہونے سے پہلے۔ بس یہی وہ عدت ہے۔ جس کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی ؒ۔ عورتوں کی پیدائش بقاء نسل کیلئے ہے۔ اور عورتیں شقائق الناس ہیں۔ اور انہیں ھن لباس لکم فرمایا گیا ہے۔ ان ارشادات کا تقاضا تھا کہ عورت کو کبھی طلاق نہ دی جائے۔ لیکن بسا اوقات زوجین کے درمیان ایسی منافرت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کے دین و دنیا خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے اس خطرہ سے نبٹنے کے لئے طلاق کی اجازت تو دی۔ لیکن ساتھ ہی اسے ابغض المباحات بھی کہا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی جس میں طبعی طور پر انسان کو عورت کے پاس جانے سے نفرت ہوتی ہے۔ بنابریں اس وقت کی طلاق کا اعتبار نہیں کیونکہ اس وقت رغبت نہیں ہوتی تو طہر کی طلاق کا اعتبار ہوگا چنانچہ اسی بنا پر آپؐ نے فليراجعها فرمایا۔

باب قوله وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ وَاحِدُ هَاذَاتَ حَمْلٍ

حدیث (٤٥٥٢) حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ

اَخْبَرَنِیْ اَبُوْسَلَمَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ جَالِسٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَفْتِنِیْ فِیْ امْرَاَةٍ وَلَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِاَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اٰخِرُ الْاَجَلَيْنِ قُلْتُ اَنَا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَنَا مَعَ ابْنِ اَخِیْ يَعْنِیْ اَبَا سَلَمَةَ فَاَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهٗ كُرَيْبًا اِلٰی اُمِّ سَلَمَةَ يَسْاَلُهَا فَقَالَتْ قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةِ وَهِیَ حُبْلٰی فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهٖ باربعین لیلة فخطبت فانکحها رسول الله ﷺ وَكَانَ اَبُو السَّنَابِلِ فِيْمَنْ خَطَبَهَا وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ...... عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ كُنْتُ فِیْ حَلْقَةٍ فِيْهَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ لَيْلٰی وَكَانَ اَصْحَابُهٗ يُعَظِّمُوْنَهٗ فَذَكَرَ اٰخِرَ الْاَجَلَيْنِ فَحَدَّثْتُ بِحَدِيْثِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ فَضَمَّنِیْ لِیْ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ قَالَ مُحَمَّدٌ فَفَطِنْتُ لَهٗ فَقُلْتُ اِنِّیْ اِذًا لَجَرِیْءٌ اِنْ كَذَبْتُ عَلٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ فِیْ نَاحِيَةِ الْكُوْفَةِ فَاسْتَحْيٰی وَقَالَ وَلٰكِنْ عَمُّهٗ لَمْ يَقُلْ ذٰلِكَ فَلَقِيْتُ اَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ فَسَاَلْتُهٗ فَذَهَبَ يُحَدِّثُنِیْ حَدِيْثَ سُبَيْعَةَ فَقُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ فِيْهَا شَيْئًا فَقَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ اَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ وَلَا تَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا

کے پاس ایک آدمی آیا جبکہ ان کے پاس حضرت ابوہریرۃؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگا کہ مجھے اس عورت کے بارے میں فتویٰ بتلاؤ جس نے اپنے خاوند کی وفات کے بعد چالیس راتوں میں بچہ جن لیا۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ وہ آخری عدت گذارے میں نے کہا کہ قرآن میں تو ہے کہ حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کریں۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا کہ میں تو اپنے بھتیجے ابوسلمہ کے ساتھ ہوں تو حضرت ابن عباسؓ نے اپنے غلام کریبؓ کو حضرت ام سلمہؓ ام المؤمنین کے پاس بھیجا جن سے مسئلہ پوچھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ سبیعہ اسلمیہ کا خاوند ایسی حالت میں شہید ہوا کہ انکی یہ بیوی حاملہ تھی جس نے ان کی موت کے چالیس رات بعد وضع حمل کرلی۔ پس اس سے خطبہ کیا گیا تو آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح کردیا ابوالسنابل ان سے خطبہ کرنے والوں میں سے تھے۔ اور سلیمان ابن حرب کی سند میں ہے کہ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسے حلقہ میں تھا جس میں عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ بھی تھے جن کے تلامذہ انکی تعظیم کرتے تھے تو انہوں نے بھی آخرالاجلین ذکر کیا میں نے سبیعہ بنت الحارث کی حدیث بیان کی۔ حضرت عبداللہ بن عتبہ سے فرماتے ہیں ان کے بعض شاگرد مجھے چمٹ گئے۔ محمد فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا۔ میں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عتبہ پر جھوٹ بولا تو یہ میری بڑی جسارت ہوگی۔ اور وہ کوفہ کے ایک کونے میں رہتے تھے۔ ان کو تو شرم آگئی لیکن ان کے چچا اس کے قائل نہ ہوئے۔ تو میری ملاقات ابوعطیۃ مالک بن عامر سے ہوئی جن سے میں نے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے مجھے حضرت سبیعہؓ کی حدیث سنائی۔ تو میں نے ان سے

الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰی بَعْدَ الطُّوْلٰی وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ....

پوچھا کہ آپ نے اس بارے میں کچھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی سنا ہے۔ تو انہوں نے کہا ہم حضرت عبداللہؓ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم نے اس بیچاری پر سختی کر دی

اس پر رخصت کا اطلاق کیوں نہیں کرتے۔ البتہ سورۃ النسأ چھوٹی یہ سورۃ النسا بڑی کے بعد نازل ہوئی ہے۔ سورۃ طلاق میں اسکی عدت اولات الاحمال کہ حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کرلیں۔ تضمین کا معنی ہے ہونٹ کاٹنا۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ کسی کو ٹوکا جائے قاله المدنی"۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ

باب يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ
باب تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

حدیث (۴۵۵۳) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ....

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ جناب ابن عباسؓ نے فرمایا۔ جب کوئی شخص کہے تو مجھ پر حرام ہے۔ تو اسے کفارہ یمین ادا کرنا ہوگا۔ تمہارے لئے نبی اکرم رسول اللہ ﷺ بہتر نمونہ ہیں۔ کہ آپؐ نے کفارہ یمین ادا کیا۔

حدیث (۴۵۵۴) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى .... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَيَمْكُثُ عِنْدَهَا فَوَاطَيْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ عَلٰى اَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ اِنِّيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس شہد پیا کرتے اور اس وجہ سے ان کے پاس کچھ دیر ٹھہر جایا کرتے تھے۔ میں نے اور بی بی حفصہؓ نے اتفاق کر لیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپؐ تشریف لائیں تو وہ کہے کیا آپؐ نے مغافیر کھایا ہے۔ کیونکہ مجھے آپؐ سے مغافیر کی بدبو آتی ہے تو آپؐ نے فرمایا نہیں

قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ اَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِيْ بِذٰلِكَ اَحَدًا ......

البتہ میں نے حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس شہد پیا ہے۔ پس میں ہر گز اس کا اعادہ نہیں کرونگا۔ جبکہ میں نے قسم کھالی ہے۔ پس اس کی کسی کو اطلاع نہ دینا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ فی الحرام یکفر یعنی اگر کوئی شخص یوں کہے کہ انت علی حرام تو کیا اس سے طلاق واقع ہو گی یا نہیں اگر واقع نہیں تو پھر یہ یمین ہے۔ جس کا کفارہ ادا کرنا ہو گا۔ جمہور فرماتے ہیں کہ زوجہ کی تحریم اور ہے۔ دیگر اشیاء کی تحریم اور ہے۔ اگر غیر زوجہ کو حرام کر دیا۔ تو یہ یمین ہے۔ اگر زوجہ کو حرام کر دیا تو اس سے طلاق واقع ہو گی۔ کیونکہ یہ لفظ کنایات طلاق میں سے ہے۔ لیکن متاخرین احنافؒ فرماتے ہیں۔ چونکہ عرف میں یہ طلاق صریح ہے۔ لھذا اس سے طلاق رجعی واقع ہو گی۔ بائنہ نہیں ہو گی۔ اس کی زیادہ تفصیل کتاب الطلاق میں آئیگی۔ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تھی۔ کہ بعد از نماز عصر ازواج مطہرات کی خبر گیری کے لئے ان کے حجرات میں تشریف لے جاتے تھے۔ ازواج مطہرہ کی دو پارٹیاں بن گئی تھیں۔ ایک کی لیڈر حضرت عائشہؓ تھیں اور دوسری کی حضرت زینبؓ آپؐ حضرت زینبؓ کے پاس زیادہ دیر ٹھہر جاتے۔ کیونکہ وہ آپ کو شہد پلاتی تھیں۔ مخالف پارٹی کی میٹنگ ہوئی۔ مکر سوچا اور عورت کا مکر گھوڑے کا چکر اونٹ کی پکڑ اور ہاتھی کی دھکڑ مشہور ہے۔ تجویز یہ پاس ہوئی۔ کہ جب بھی کسی کے پاس آپؐ تشریف لائیں تو ہر ایک ملی ملی یہی کہے کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بدبو آتی ہے۔ مغافیر ایک قسم کا بدبودار درخت ہے۔ جس کو عرب پانی میں حل کر کے پیتے تھے اس سے بدبو آتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کو بدبو سے نفرت تھی۔ ان کے اس رویہ پر آپؐ نے قسم کھالی۔ کہ آئندہ شہد نہیں پیونگا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ اے اللہ کے نبی آپؐ حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرتے ہیں۔ کیا اس سے آپؐ بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ قسم کا کفارہ ادا کریں اور حلال چیز کو استعمال میں لائیں۔

باب قوله تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ

باب قوله قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

حديث (٤٥٥٥) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ..... عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ قَالَ مَكَثْتُ سَنَةً اُرِيْدُ اَنْ اَسْئَلَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ اٰيَةٍ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَسْئَلَهٗ هَيْبَةً لَهٗ حَتّٰى خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَهٗ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے ایک آیت کریمہ کے متعلق پوچھنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن سال بھر تک مجھے موقعہ نہ ملا۔ کہ میں ان سے سوال کرتا۔ انکی ہیبت اور رعب کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔ یہانتک کہ وہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو میں بھی

فَلَمَّا رَجَعْتُ وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَدَلَ إِلَى الْأَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَهُ قَالَ فَوَقَفْتُ لَهُ حَتَّى فَرَغَ ثُمَّ سِرْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَزْوَاجِهِ فَقَالَ تِلْكَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ قَالَ فَقُلْتُ وَاللَّهِ إِنِّي كُنْتُ لَأُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ هَذَا مُنْذُ سَنَةٍ فَمَا أَسْتَطِيعُ هَيْبَةً لَكَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ مَا ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدِي عِلْمٍ فَسَلْنِي فَإِنْ كَانَ لِي عِلْمٌ خَبَّرْتُكَ بِهِ قَالَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ وَاللَّهِ إِنْ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعُدُّ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِنَّ مَا أَنْزَلَ وَقَسَمَ لَهُنَّ مَا قَسَمَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا فِي أَمْرٍ أَتَأَمَّرُهُ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتِي لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقُلْتُ لَهَا مَالَكِ وَلِمَا هَهُنَا فِيمَا تَكَلُّفُكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ فَقَالَتْ لِي عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ مَا تُرِيدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ وَإِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانًا فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ رِدَائَهُ مَكَانَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَ لَهَا يَا بُنَيَّةُ إِنَّكِ لَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَاللَّهِ إِنَّا لَنُرَاجِعُهُ فَقُلْتُ تَعْلَمِينَ عَنِّي أُحَذِّرُكِ عُقُوبَةَ اللَّهِ وَغَضَبَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَا بُنَيَّةُ لَا تَغُرَّنَّكِ هَذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا

انکے ہمراہ روانہ ہوا جب ہم واپس ہوئے تو راستہ میں مرالظہران ظہران کے مقام پر حضرت عمرؓ قضائے حاجت کے لئے ایک پیلو کے درخت کی طرف پھرے میں ان کے لئے ٹھہر گیا یہانتک وہ فارغ ہو لئے پھر میں ان کے ساتھ چلا تو میں نے کہا امیر المؤمنین وہ کون دو بیبیاں ہیں جنہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے خلاف آپس میں تعاون اور اتفاق کر لیا تھا۔ یہانتک کہ آپ کی غیرت انکی غیرت پر بڑھ گئی۔ اور آپ نے اپنے اوپر حرام کر دیا انہوں نے فرمایا وہ حفصہؓ اور عائشہؓ تھیں۔ میں نے کہا واللہ! میں ایک سال سے اس کے متعلق آپ سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن آپ کی ہیبۃ اور رعب کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ جس چیز کے بارے میں تمہارا گمان ہو۔ کہ میرے پاس اس کا علم ہے تو اس کے متعلق ضرور پوچھو اگر مجھے علم ہوا تو میں تمھیں ضرور خبر دونگا۔ پھر تفصیل سے حضرت عمرؓ نے قصہ سنایا کہ واللہ! زمانہ جاہلیت میں ہم عورتوں کو کوئی اختیار نہیں دیتے تھے۔ یہانتک کہ اللہ تعالے نے ان کے بارے میں احکام نازل فرمائے۔ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا میں حکام کے بارے میں فکر مند تھا تو میری بیوی کہنے لگی اگر اس اس طرح کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ میں نے اس سے کہا کہ جن معاملات کو میں طے کرنا چاہتا ہوں تمھیں ان میں زحمت گوارا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہنے لگی اے عمر بن الخطاب! آپ تو پسند نہیں کرتے کہ آپ کو کوئی واپسی جواب دیا جائے۔ حالانکہ تیری بیٹی تو جناب رسول اللہ ﷺ کو واپسی جواب دیتی ہے یہانتک وہ آج ان پر غضبناک ہو گئے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ اسی جگہ اٹھ کھڑے ہوئے اپنی چادر سنبھالی اور حضرت حفصہ بیٹی کے

حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِيَّاهَا يُرِيْدُ عَائِشَةَ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ لِقَرَابَتِيْ مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ عَجَبًا لَكَ يَاابْنَ الْخَطَّابِ دَخَلْتَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى تَبْتَغِيْ اَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَزْوَاجِهٖ فَاَخَذَتْنِيْ وَاللّٰهِ اَخْذًا كَسَرَتْنِيْ عَنْ بَعْضٍ مَاكُنْتُ اَجِدُ فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهَا وَكَانَ لِيْ صَاحِبٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اِذَا غِبْتُ اَتَانِيْ بِالْخَبَرِ وَاِذَا غَابَ كُنْتُ اَنَا اٰتِيْهِ بِالْخَبَرِ وَنَحْنُ نَتَخَوَّفُ مَلِكًا مِنْ مُلُوْكِ غَسَّانَ ذُكِرَ لَنَااَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يَسِيْرَ اِلَيْنَا فَقَدِ امْتَلَأَتْ صُدُوْرُنَا مِنْهُ فَاِذَاصَاحِبِي الْاَنْصَارِيُّ يَدُقُّ الْبَابَ فَقَالَ افْتَحِ افْتَحْ فَقُلْتُ جَاءَ الْغَسَّانِيُّ فَقَالَ بَلْ اَشَدُّ مِنْ ذَالِكَ اعْتَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَزْوَاجَهٗ فَقُلْتُ رَغِمَ اَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ فَاَخَذْتُ ثَوْبِيْ فَاَخْرُجُ حَتّٰى جِئْتُ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَشْرُبَةٍ لَهٗ يَرْقٰى عَلَيْهَا بِعُجْلَةٍ وَغُلَامٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَسْوَدُ عَلٰى رَأْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ قُلْ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَذِنَ لِيْ قَالَ عُمَرُ فَقَصَصْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيْثَ اُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّهٗ لَعَلٰى حَصِيْرٍ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ شَيْءٌ وَتَحْتَ رَأْسِهٖ ۔

پاس پہنچ گئے۔ اور ان سے کہنے لگے اے بیٹی! کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ کو واپسی جواب دیتی ہے۔ یہاںتک کہ وہ آج ناراض ہو گئے ہیں۔ بی بی حفصہؓ نے فرمایاواللہ! یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔ ہم برابر آپ کو واپسی جواب دیتی ہیں۔ میں نے کہا اے میری بیٹی میری طرف سے جان لو کہ میں تمھیں اللہ تعالے کے عذاب اور رسول اللہ ﷺ کے غضب سے ڈراتا ہوں۔ اور تجھے وہ عورت جس کے حسن نے اسے عجب میں ڈال دیا ہے۔ اور یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ ان کا منشا حضرت عائشہؓ سے تھا۔ فرماتے ہیں کہ وہاں سے روانہ ہو کر میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس حاضر ہوا۔ کیونکہ میری ان سے قریبی رشتہ داری تھی میں نے ان سے اس بارے میں بات چیت کی جس پر حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا۔ اے عمر بن الخطاب! تمھارے لئے تعجب ہے۔ کہ تم ہر معاملہ میں دخل دیتے ہو۔ یہاںتک کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور انکی بیویوں کے معاملات میں بھی مداخلت کرنے لگے ہو۔ واللہ! حضرت ام سلمہؓ نے مجھے تو آڑے ہاتھوں ایسالیا۔ کہ جس نے میرے غصہ وغضب کو جو مجھے لاحق ہو گیا تھا اسے توڑ کے رکھ دیا۔ پس میں اس کے پاس سے نکل کھڑا ہوا۔ میرا ایک انصاری ساتھی تھا جب میں کہیں چلاجاتا تو وہ مجھے حالات بتلاتا تھا۔ اور جب وہ کہیں جاتا میں اس کو حالات سے باخبر رکھتا۔ ہمیں غسان کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ ہمیں بتلایا گیا تھا کہ وہ ہمارے اوپر حملہ کرنے کی فکر میں ہے۔ جس سے ہمارے سینے خوف سے بھر گئے تھے۔ پس اچانک میرا اس انصاری ساتھی نے دروازہ کھٹکھٹایا کہنے لگا کھولو! کھولو!

وَسَادَةٌ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ وَاِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوبًا وَعِنْدَ رَأْسِهِ اَهَبٌ مُعَلَّقَةٌ فَرَأَيْتُ اَثَرَ الْحَصِيرِ فِي جَنْبِهِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ فِيمَا هُمَا فِيهِ وَاَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ ....

میں نے پوچھا کیا غسانی بادشاہ آگیا ہے۔ اس نے کہا بلکہ اس سے سخت معاملہ پیش آیا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں سے الگ ہو گئے۔ میں نے کہا حفصہؓ اور عائشہؓ ناکام ہوں یہ سب ان کی کارگذاری کا نتیجہ ہے۔ تو میں نے کپڑے سنبھالے گھر سے نکل کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک جناب رسول اللہ ﷺ اپنے ایک بالا خانہ پر تشریف فرماتھے۔ جس پر ایک سیڑھی کے ذریعہ چڑھا جاتا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک کالا غلام اس سیڑھی کے سرے پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا آنحضرت ﷺ سے جا کر کہو کہ حضرت عمر بن الخطاب ملنا چاہتے ہیں۔ پس آپؐ نے میرے لئے اجازت مرحمت فرمائی تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ حدیث بیان کی۔ جب میں حضرت ام سلمہؓ کے واقعہ پر پہنچا تو آپؐ مسکرادیئے۔ جبکہ آپؐ ایسی کھجور کی چٹائی پر آرام فرمارہے تھے کہ آپؐ اور اس چٹائی کے درمیان کوئی گدا وغیرہ نہیں تھا۔ آپؐ کے سرہانے ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ اور آپؐ کے پاؤں کی طرف کیکر کے پتے پھلیاں پانی میں بھگوئی ہوئی تھیں اور آپ کے سرہانے رنگے ہوئے چمڑے کا مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ چٹائی کے چتوں کے نشانات آپؐ کے پہلو میں نمایاں دیکھے۔ جنکی وجہ سے مجھے رونا آگیا۔ آپؐ نے پوچھا کیوں روتے ہو میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ کسریٰ فارس اور قیصر روم کے کافر بادشاہ تو دنیا کی زیب وزینت میں ہیں۔ اور آپ اللہ کے رسول اس حال میں ہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کیا تم راضی نہیں ہو۔ کہ ان کافروں کے لئے دنیا فانی ہے۔ اور ہمارے لئے باقی رہنے والی آخرت ہے۔ روایت مع تشریح گذر چکی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب وقوله اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهِ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ اَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ. فِيهِ عَائِشَةُؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ۔

حدیث (۴۵۵۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ ...... سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ يَقُولُ اَرَدْتُ اَنْ اَسْأَلَ عُمَرَؓ فَقُلْتُ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ میں حضرت عمرؓ سے پوچھوں۔ تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین! وہ دو بیبیاں کون تھیں جنہوں نے جناب نبی اکرم رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کیا۔

مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمَا اَتْمَمْتُ كَلَامِيْ حَتّٰى قَالَ عَائِشَةُؓ وَحَفْصَةُؓ ..

میں نے ابھی اپنے کلام کو پورا نہیں کیا تھا کہ انہوں نے فرمایا وہ میری بیٹی حفصہ اور صدیق کی بیٹی عائشہؓ تھیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فما اتممت کلامی ۲۵۷۳۰۔ یہ کلام ان روایات کے منافی نہیں ہو سکتا جن میں درج ہے کہ حضرت عمرؓ نے مکمل قصہ بیان فرمایا۔ کیونکہ ممکن ہے حضرت عمرؓ نے سائل کی تسلی کے لئے پہلے تو ان دونوں کا نام بتلادیا پھر پورا قصہ بیان کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چنانچہ حدیث الباب میں ہے کہ انکے کلام کے تمام کرنے سے پہلے آپ نے ہمیں ان دونوں کے نام بتلادئے۔ اور پہلی روایات سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عمرؓ نے پورا قصہ بیان فرمایا۔ تو قطب گنگوہیؒ نے توجیہ یہ بیان فرمائی کہ ممکن ہے حضرت عمرؓ نے نام بتلا کر پہلے تو سائل کا جواب دیا۔ پھر فائدہ کی تکمیل کے لئے پورا واقعہ ذکر فرمادیا۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ایک دوسرا قول نقل کیا ہے کہ اذا سر النبی میں تحریم عسل وشہد کا واقعہ مذکور ہے جو حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب ہے اور تحریم ماریہ قبطیہ کا واقعہ حضرت حفصہؓ کی طرف منسوب ہے۔ آیت ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ یہ دونوں واقعے قریب الوقوع ہیں۔ چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں کہ نزول آیت کا سبب یہ دونوں واقعہ ہیں۔ اور اس مقام پر ایک تیسرا سبب بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے لئے ہوگی۔ اس کو سیوطیؒ نے در منثور میں صاحب جمل اور قاضی بیضاویؒ نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ بیضاوی میں ہے حدثنا وهو تحريم مارية لاالعسل او ان الخلافة بعده لابی بکرؓ وعمرؓ۔ باقی بحث کتاب المظالم میں گذر چکی ہے

باب قوله اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا صَغَوْتُ وَاَصْغَيْتُ مِلْتُ لِتَصْغٰى لِتَمِيْلَ

باب وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرَائِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ..

ظَهِيْرٌ عَوْنٌ تَظَاهَرُوْنَ تَعَاوَنُوْنَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاَدِّبُوْهُمْ ---

ترجمہ۔ ظہیر کے معنی مددگار۔ تظاهرون ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔
مجاہد فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو اور گھر والوں کو تقوی اللہ کے ذریعہ جہنم سے بچاؤ اور ان کو ادب سکھلاؤ۔

حدیث (۴۵۵۷) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنْتُ أُرِيدُ اَنْ اَسْأَلَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَمَكَثْتُ سَنَةً لَمْ اَجِدْ لَهُ مَوْضِعًا حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَهُ حَاجًّا فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرَانَ ذَهَبَ عُمَرُ لِحَاجَتِهٖ فَقَالَ اَدْرِكْنِيْ بِالْوُضُوْءِ فَاَدْرَكْتُهٗ بِالْاِدَاوَةِ فَجَعَلْتُ اَسْكُبُ عَلَيْهِ وَرَأَيْتُ مَوْضِعًا فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَمَا اَتْمَمْتُ كَلَامِيْ حَتّٰى قَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ ....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ارادہ رکھتا تھا کہ میں ان دو بیبیوں کے متعلق پوچھوں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کیا۔ تو میں سال بھر تک رکا رہا۔ کہ مجھے کوئی موقعہ نہ ملا یہانتک کہ میں ان کے ہمراہ حج کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ پس جب ہم واپسی پر مقام مرالظہران پر پہنچے تو حضرت عمرؓ اپنی قضائے حاجت کیلئے گئے اور مجھے فرمایا کہ میرے لئے وضو کا پانی لاؤ۔ پس میں ایک برتن لے کر آیا جس سے میں آپ پر پانی انڈیلنے لگا تو مجھے سوال کا موقعہ مل گیا۔ میں نے پوچھا امیر المؤمنین وہ دو بیبیاں کون ہیں۔ جنہوں نے آپ کے خلاف محاذ بنایا تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابھی اپنا کلام پورا نہیں کیا تھا کہ انہوں نے فرمایا وہ دونوں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہ تھیں۔

باب عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ

حدیث (۴۵۵۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو وَابْنُ عَوْنٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ پر غیرت کرنے کے لئے جناب نبی اکرم ﷺ کی بیبیاں اکٹھی ہوئیں تو میں نے ان سے کہا قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ان کے بدلہ ان صفات والی نیک بیبیاں دے دے جو تم سے بہتر ہونگیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ لفظ غیرت کا ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کو کسی کبریا قومیت کی بنا پر تبدیل کرنے کا ارادہ کیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ غیرت دراصل عصبیت اور کبر کو کہتے ہیں۔ تغیر سے اس کی تفسیر باللازم ہے۔ جو غضب اور غصہ پر منتج ہوتی ہے۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ

تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ. اَلتَّفَاوُتُ الْاِخْتِلَافُ وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ تَمَیَّزُ تَقَطَّعُ مَنَاكِبِهَا جَوَانِبِهَا تَدَّعُوْنَ وَتَدْعُوْنَ مِثْلَ تَذَّكَّرُوْنَ وَتَذْكُرُوْنَ وَیَقْبِضْنَ یَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَافَّاتٍ بَسْطُ اَجْنِحَتِهِنَّ وَنُفُوْرٍ الْكُفُوْرُ..

ترجمہ۔ تفاوت کے معنی اختلاف کے ہیں اور یہی تفوت کے معنی ہیں۔ تمیز پھٹ جانا۔ مناکبھا معنی کنارے اطراف تدعون وتدعون تذکرون وتذکرون کی طرح ہیں۔ یقبضن یعنی اپنے پروں کو مارتے ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں صافات اپنے پروں کو پھیلانے والے اور نفور بل لجو افی عتو ونفور بمعنے کفور معنی کفر اور سرکشی میں گھس گئے۔

سُوْرَةُ قَلَم

نٓ وَالْقَلَمِ وَقَالَ قَتَادَةُ حَرْدٍ جِدٍّ فِیْ اَنْفُسِهِمْ اپنی کوشش قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا لَضَالُّوْنَ اَضْلَلْنَا مَكَانَ جَنَّتِنَا کہ ہم اپنے باغ کی جگہ سے بھٹک گئے

وَقَالَ غَیْرُهٗ كَالصَّرِیْمِ كَالصُّبْحِ اِنْصَرَمَ مِنَ اللَّیْلِ وَاللَّیْلِ اِنْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ وَهُوَ اَیْضًا كُلُّ رَمْلَةٍ اِنْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ وَالصَّرِیْمُ اَیْضًا الْمَصْرُوْمِ مِثْلُ قَتِیْلٍ وَمَقْتُوْلٍ.

ترجمہ۔ صریم۔ جدا ہونے والا۔ جیسے صبح رات سے جدا ہوتی ہے۔ اور رات دن سے جدا ہوتی ہے۔ اور اسی طرح ہر چھوٹا ٹیلہ بڑے ٹیلے سے الگ ہوتا ہے۔ اور صریم مصروم کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے قتیل مقتول کے معنی میں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ کالصریم کالصبح انصرم ۷۳۱۔۱۱ تشبیہ درختوں کے باقی رہنے میں ہے کہ گویا کہ ان کے اوپر پھل نہیں جیسے صبح۔ جب اس سے رات جدا ہوتی ہے تو معاملہ اس طرح ہو جاتا ہے۔ گویا کہ رات تھی نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے کالصریم سے اشارہ کیا کہ یہ اضداد میں ہے۔ صبح کی طرح جو رات سے جدا ہوئی اور رات کی طرح جو دن سے جدا ہوئی گویا صریم کا اطلاق رات کی سیاہی اور دن کی سپیدی دونوں پر ہوتا ہے اور بیضاوی میں ہے کالصریم اس باغ کی طرح جسکے پھل کاٹ لئے گئے ہوں کہ وہاں کچھ بھی باقی نہ رہا ہو تو فعیل بمعنے مفعول کے ہوگا۔ صریم بمعنے مصروم یا جلنے اور کالے ہونے کی وجہ سے رات کی طرح ہے اور سخت سوکھ جانے کی وجہ سے صبح کی سپیدی کی طرح تھی۔ صریم اسلئے کہا گیا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا ہو گیا۔

باب قوله عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيمٍ

حدیث (۴۵۵۹) حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيمٍ قَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لَهُ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ......

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قریش کا ایک آدمی تھا جس کا بکری کے کان کی طرح کان کے پاس ایک ٹکڑا گوشت کا زائد بڑھا ہوا تھا۔

حدیث (۴۵۶۰) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخَزَاعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ......

ترجمہ۔ حضرت حارث بن وہب خزاعی فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ کیا تمھیں جنتی لوگ نہ بتلاؤں۔ ہر خود کمزور اور کمزور سمجھا گیا۔ اگر اللہ تعالے پر قسم کھائے تو اللہ تعالے اس کی قسم کو پورا کرے۔ اور کیا تمھیں جہنمی لوگ نہ بتلاؤں ہر مغرور سخت دل۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ زنمہ گوشت کا وہ ٹکڑا جو جزو بدن نہ ہو۔ بلکہ ویسے زائد نکل آئے۔ ولید بن مغیرہ قریش میں سے نہیں تھا اس لئے اس کو زنیم کہتے تھے۔ اس لئے کہ وہ دعی تھا۔ اور بعض اسے حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ کہ اس کے کان کے قریب گوشت کا ایک ٹکڑا زائد لٹکتا تھا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کی ایک انگلی زائد تھی۔ اور یہ بہت متکبر تھا۔ اور بعض نے اس سے اخنس بن شریق مراد لیا ہے۔ عتل غلیظ القلب اور فظ غلیظ اللسان کو کہتے ہیں۔ متضعف جو اپنے آپ کو کمزور سمجھتا ہو اور لوگ اسے کمزور سمجھیں۔ جواظ جو اپنے چلنے میں مچلتا ہو۔ اور بعض نے کہا بہت کھانے والا۔

باب يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ

ترجمہ۔ جب پنڈلی کھولی جائیگی

حدیث (۴۵۶۱) حَدَّثَنَا اٰدَمُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ يُكْشَفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ وَيَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَّسُمْعَةً فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَّاحِدًا......

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے ہیں کہ ہمارے رب اپنی پنڈلی کھولیں گے۔ تو ہر مؤمن مرد اور عورت انؒ کو سجدہ کرینگے اور باقی وہ لوگ رہ جائینگے جو دنیا میں دکھاوے اور شہرت کے لئے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن انکی پیٹھ ایک تختی کی طرح ہو جائیگی۔ جس کی وجہ سے وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ساق کا کھولنا ایک جماعت اسے مجاز پر محمول کرتی ہے۔ کہ لوگوں کی عادت ہے جب کوئی مشقت کا کام ہو تو اس سختی کی حالت میں کشف ساق ہوتا ہے۔ تو کشف ساق شدت عظیمہ سے کنایہ ہوا۔ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ کشف ساق کنایہ ہے۔ بعض صفات باری تعالے کے ظہور سے کما یلیق بشانہ۔

سُوْرَةُ الْحَاقَّة

عِيْشَةٍ رَاضِيَةٍ يُرِيْدُ فِيْهَا الرِّضٰى الْقَاضِيَةَ الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى الَّتِىْ مُتُّهَا لَمْ اُحْىَ بَعْدَهَا مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ اَحَدٌ يَكُوْنُ لِلْجَمِيْعِ وَلِلْوَاحِدِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ الْوَتِيْنُ نِيَاطُ الْقَلْبِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ طَغٰى كَثُرَ وَيُقَالُ بِالطَّاغِيَةِ بِطُغْيَانِهِمْ وَيُقَالُ طَغَتْ عَلَى الْخُزَّانِ كَمَا طَغَى الْمَاءُ عَلٰى قَوْمِ نُوْحٍ ....

ترجمہ۔ راضیہ وہ زندگی جس میں رضاء الٰہی مطلوب ہو۔ القاضیہ یعنی وہ پہلی موت جو میں مرا ہوں۔ اس کے بعد زندگی دی جاتی۔ اور عنہ حاجزا حد کا لفظ جمع اور واحد دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس لئے حاجزین کہنا صحیح ہوا جو ارشاد ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وتین دل کی رگ ہے۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کہ طغی بمعنے کثیر ہوتا ہے۔ اور جھنم طاغیہ اسکی طغیانی اور سرکشی کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ داروغوں پر سرکشی کریگی جیسے قوم نوح پر پانی نے سرکشی کی تھی تھمتا نہیں تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ لم احی بعدھا اس زیادتی کے بغیر مطلقا ختم ہونا مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو پایا گیا جبکہ اس پر موت آگئی۔ مطلوب اس موت سے بچنا ہے جس کے بعد زندہ ہونا ہو۔ خوب سمجھ لو للجمیع لو قوعہ فی حیز النفی۔ کیونکہ وہ تحت النفی ہے۔ اسلئے عموم کا فائدہ دیگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یلیتھا کانت القاضیہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کانت الموتة الا ولی القاطعه لامری من احی بعد ھا لایکون بعث ولا جزاء۔ جلالین میں ہے۔ کہ دنیا کی موت میری زندگی قطع کرنے والی ہوتی کہ میری بعثت نہ ہوتی۔ قوله فمامنکم من احد عنه حاجزین ۔ عنہ کی ضمیر قتل کی طرف راجع ہے۔ اور بعض نے کہا مرجع رسول اللہ ﷺ ہیں۔ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ احد کا لفظ جمع اور واحد دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ نکرہ تحت النفی واقع ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یناط یتعلق بہ الشیٔ یناط قلب سے وہ رگ مراد ہے۔ جو گردن سے لیکر قلب تک ہے گویا اس سے معلق ہے اس کے کٹنے سے زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

سُوْرَۃ سَاَلَ سَائِلٌ

وَالْفَصِیْلَۃُ اَصْغَرُ اٰبَائِہِ الْقُرْبٰی اِلَیْہِ یَنْتَمِی مَنِ انْتَمٰی لِلشَّوٰی اَلْیَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْاَطْرَافِ وَجِلْدَۃُ الرَّأْسِ یُقَالُ لَھَا شَوَاۃٌ وَمَا کَانَ غَیْرَ مَقْتَلٍ فَھُوَ شَوًی وَالْعِزُوْنَ الْحِلَقُ وَالْجَمَاعَاتُ وَوَاحِدُھَا عِزَۃٌ ....

ترجمہ۔ فصیلہ قریبی رشتہ داروں میں سے چھوٹا قبیلہ۔ ینتمی انتمی سے منسوب ہونا۔ شوی دونوں ہاتھ دونوں پاؤں۔ کنارے کے اعضاء اور سر کا چمڑہ اس کو شواۃ کہا جاتا ہے اور جس کے کٹنے سے موت نہ آئے وہ شوی ہے۔ عزون حلقے اور جماعتیں۔ اس کا واحد عزۃ ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ماکان غیر مقتل فھو شوی۔ آیت کے معنی مرادی بیان کرنے کے بعد تعمیم بیان کی ہے کہ شوی ہر وہ عضو جس کے کٹنے سے موت واقع نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شوی کی تفسیر میں اقوال مختلفہ ہے۔ جلد الراس سر کی کھال۔ محاسن الوجہ بعض پٹھے۔ اور ایڑی۔ بعض نے گوشت مراد لیا جس میں ہڈی نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ آگ ان کا نہ گوشت چھوڑیگی نہ کھال بلکہ سب کو جلا دیگی۔ اور تقریر مکی میں ہے کہ صرف کھال مراد ہے۔ شوی اور شواۃ میں ایسے فرق ہے جیسے تمر اور تمرہ میں ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا۔ اَطْوَارًا طور کی جمع ہے۔

طَوْرًا کَذَا وَطَوْرًا کَذَا یُقَالُ عَدَا طَوْرَہٗ اَیْ قَدْرَہٗ وَالْکُبَّارُ اَشَدُّ مِنَ الْکُبَارِ وَکَذٰلِکَ جُمَّالٌ وَجَمِیْلٌ لِاَنَّھَا اَشَدُّ مُبَالَغَۃً وَکُبَّارٌ الْکَبِیْرُ وَکُبَارًا

ترجمہ۔ طورا۔ حالت بحالت کبھی نطفہ کبھی مضغہ وغیرہ اور طور کا معنی قدر بھی آتا ہے۔ الکبار تشدید کے ساتھ کبار تخفیف والے سے زیادہ سخت ہے۔ جیسے جمال و جمیل ہے۔

اَيْضًا بِالتَّخْفِيْفِ وَالْعَرَبُ تَقُوْلُ رَجُلٌ حَسَّانٌ وَجَمَالٌ وَحَسَّانٌ مُخَفَّفٌ دَيَّارًا مِنْ دَوْرٍ وَلٰكِنَّهٗ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ كَمَا قَرَءَ عُمَرُ الْحَيُّ الْقَيَّامُ وَهِيَ مِنْ قُمْتُ وَقَالَ غَيْرُهٗ دَيَّارًا اَحَدًا تَبَارًا هَلَاكًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِدْرَارًا يَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَقَارًا عَظَمَةً ....

ترجمہ۔ کیونکہ اس میں سخت مبالغہ ہے۔اور بعض نے کہا کبار بمعنے کبیر اور کبار تخفیف کے ساتھ بھی یہی معنی ہیں عرب کہتے ہیں رجل حسان وجمال وحسان تخفیف کے ساتھ کے بھی یہی معنی ہیں۔ دیارا دور سے ماخوذ ہے۔ لیکن کہا گیا ہے فیعال کے وزن پر دوران سے ماخوذ ہے۔ جیسے کہ حضرت عمرؓ نے الحی القیام پڑھا ہے۔ جو قمت سے ماخوذ ہے۔ اور ان کے غیر فرماتے ہیں۔دیار ا احد ا کے معنی میں ہے ۔ تبارا کے معنی ہلاکت کے ہیں۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں مدرارا کہ ایک دوسرے کے پیچھے ہونگے۔ وقار کے معنی عظمت کے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ لکنه فیعال اس لئے کہ اگر فعال ہوتا تو ددارا پڑھا جاتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔رب لاتذر علے الارض من الکافرین دیارا۔ اس کا اشتقاق دور سے ہے اور وزن فعال ہے۔ کیونکہ اس کا اصل دیوار تھا۔ اس کا وزن فعال نہیں ہے۔ اور مولانا مکی کی تقریر میں ہے کہ کبار اور کبار دونوں بمعنے کبیر کے ہیں۔ لیکن کبار میں کبار سے مبالغہ زیادہ ہے۔ القیام قیوم یہ بھی وزن فیعال ہے۔

باب وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا

حدیث (۴۵۶۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَارَتِ الْاَوْثَانُ الَّتِيْ كَانَتْ فِيْ قَوْمِ نُوْحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ اَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ وَاَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَاَمَّا يَغُوْثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِيْ غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَاَ وَاَمَّا يَعُوْقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَاَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِاٰلِ ذِي الْكَلَاعِ وَنَسْرٌ اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا اَوْحَى الشَّيْطَانُ

ترجمہ۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ وہ بت جو قوم نوح کے اندر تھے عرب کے اندر بعد میں آئے چنانچہ ودمۃ الجندل میں کلب قبیلہ کا اور سواع قبیلہ ھذیل کا بت تھا۔اور یغوث قبیلہ مراد پھر قبیلہ بنی غطف کا۔ سبا کے پاس جوف کے مقام میں اور یعوق قبیلہ ھمدان کا بت تھا۔اور نسر قبیلہ حمیر کا جو ذوالکلاع کے خاندان میں سے ہے۔ نسر اور اس طرح دوسرے چار نام قوم نوح کے چند نیک آدمیوں کے نام تھے جب وہ ہلاک ہوئے تو شیطان نے ان کی قوم کی طرف القاء کیا کہ ان کی ان مجلسوں میں آستانے بنائے جائیں جہاں وہ بیٹھ کر

اِلٰی قَوْمِهِمْ اَنْ اَنْصِبُوْا اِلٰی مَجَالِسِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ اَنْصَابًا وَّسَمُّوْهَا بِاَسْمَائِهِمْ . فَفَعَلُوْ افَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰی اِذَاهَلَكَ اُولٰئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ..

عبادت کرتے تھے۔اور ان آستانوں کا نام انہیں کے نام پر رکھا جائے۔ پس انہوں نے ایسا کیا کہ ان کی پوجا نہیں کی جاتی تھی۔ یہانتک کہ جب یہ لوگ ہلاک ہو گئے اور علم مٹ گیا تو ان کی پوجا کی جانے لگی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ کانت فی قوم ۲۳۲۷۔۲ یہ تو اس وقت ہوا جبکہ ان میں کفر پھیل گیا۔اور باقی لوگوں کو طوفان کے بعد شیطان نے بتوں وغیرہ کی پہچان کرائی۔ نسر ۲۳۲۷۔۴ پہلے بیان ہو چکنے کے بعد بھی مزید تاکید کے لئے لفظ کو ذکر کیا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔علامہ عینیؒ نے محمد بن کعب سے ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے یہی ود سواع وغیرہ جب ان میں سے ایک کی وفات ہوئی تو باقی غمگین ہوئے۔ تو شیطان نے انہیں بتلایا کہ میں تمھیں اس کی صورت بنا دیتا ہوں جب اسکی طرف نظر کرو گے تو وہ تمھیں یاد آجائیگا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ بنادو تو اس نے پیتل اور شیشے کی اس کی تصویر میں مسجد بنا کر رکھ دی۔ پھر جب دوسرا مرا۔ تو اسکی مورتی بھی اسی طرح بنائی گئی۔ یہانتک کہ سب مر گئے۔ تو زندگی تلخ ہو گئی یہانتک کہ ان لوگوں نے اللہ تعالے کی عبادت بھی چھوڑ دی۔ تو شیطان نے لوگوں سے کہا کہ تمھیں کیا ہو گیا کہ تم نے اپنے اور اپنے آباء واجداد کے معبود کی عبادت نہیں کرتے کیا تم انہیں اپنی نماز کی جگہ پر نہیں دیکھتے۔ تو ان لوگوں نے اللہ تعالے کو چھوڑ کر ان مورتیوں کی عبادت شروع کر دی یہانتک کہ اللہ تعالے نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا اور فی العرب بعد کے بارے میں قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ بھی ان مورتیوں کی پوجا کرتے یہانتک کہ یہ سب مورتیاں طوفان میں ڈوب گئیں۔ جب پانی ختم ہو گیا تو شیطان نے ان کو نکال کر زمین میں پھیلا دیا۔ نسراً علامہ عینیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ پانچ نام ان کے نیک لوگوں کے تھے۔ امام بخاریؒ پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ نسرا کا جب ذکر پہلے آچکا تو دوبارہ اسے کیوں لایا گیا قطب گنگوہیؒ نے اس اشکال کو رفع کرتے ہوئے فرمایا اس کے مزید حالات بیان کرنے کیلئے تاکیداً ذکر فرمایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے ان کے معبودان باطلہ کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے ان مورتیوں کو معبود بنالیا۔ پھر نسر اسماء رجال سے ان کے ابتدائی کفر کے حالات بیان کئے کہ نیکوں کا تصور کرتے کرتے بت پرستی تک پہنچ گئے۔ جیسے کہ ہمارے زمانہ میں پیر پرستی بڑھتے بڑھتے بت پرستی تک منتج ہوئی ہے۔

سُوْرَةُ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ

وَقَالَ الْحَسَنُ جَدُّ رَبِّنَا غِنَا رَبِّنَا وَقَالَ عِكْرِمَةُ

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جد ربنا انه تعالی

جَلَالُ رَبِّنَا وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ اَمْرُ رَبِّنَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِبَدًا اَعْوَانًا ....

جدربنا میں جد کے معنی غنی کے ہیں۔ عکرمہ کے نزدیک جلال کے ہیں اور ابراھیم کے ہاں امر ربنا کے معنی ہیں۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر ہے۔ لبداً بمعنے مددگار۔

حدیث (۴۵۶۳) حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ اِسْمَاعِيلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي طَائِفَةٍ مِنْ اَصْحَابِهِ عَامِدِيْنَ اِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ فَقَالُوْا مَالَكُمْ قَالُوْا حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالَ مَاحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ اِلَّامَاحَدَثَ. فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوا مَاهٰذَا الْاَمْرُ الَّذِي حَدَثَ فَانْطَلَقُوْا فَضَرَبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا يَنْظُرُوْنَ مَاهٰذَا الْاَمْرُ الَّذِي حَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ قَالَ فَانْطَلَقَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِنَخْلَةٍ وَهُوَ عَامِدٌ اِلَى سُوْقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهِ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ تَسَمَّعُوْا لَهُ فَقَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ رَجَعُوْا اِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا يَاقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ہمراہ سوق عکاظ کا قصد کرتے ہوئے چلے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ جنات اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈالدی گئی۔ اور جنات پر شھاب ثاقب بھیجے گئے تو شیاطین اپنی قوم کے پاس واپس آکر سوچ بچار کرنے لگے۔ کہ ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیوں رکاوٹ ڈال دی گئی اور شھاب ثاقب ہم پر کیوں مسلط کردیئے گئے۔ یہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ تم زمین کے شرقی اور غربی کناروں میں گھوم پھر کر پتہ چلاؤ۔ کہ یہ رکاوٹ کیسے پیش آگئی۔ چنانچہ وہ زمین کے شرقی اور غربی کناروں میں پھیل گئے۔ جو لوگ تھامہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے وہ جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے۔ جو عکاظ کے بازار کا قصد کئے جارہے تھے۔ جبکہ آپؐ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھارہے تھے تو جب ان جنوں نے قرآن مجید سنا تو خوب کان لگا کر سننے لگے۔ پس آپس میں کہنے لگے کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوگئی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی قوم کے پاس واپس جاکر کہنے لگے۔ کہ اے ہماری قوم! ہم نے تو ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو ہدایت کا راستہ بتلاتا ہے۔ پس ہم تو اس پر ایمان لائے۔ اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے اور اللہ تعالے نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل فرمائی۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے ترجمہ۔ فرمادیجئے میری طرف

اَحَدًا وَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی نَبِیِّہٖ ﷺ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ وَاِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَیْہِ قَوْلَ الْجِنِّ

وحی کی گئی ہے۔ کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن کان لگا کر سنا تو آپ کی طرف جنوں کے اس قول کی وحی کی گئی۔

سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلُ

وَقَالَ مُجَاھِدُوَ تَبَتَّلْ اَخْلِصْ وَقَالَ الْحَسَنُ اَنْکَالًا قُیُوْدًا مُنْفَطِرٌ بِہٖ مُثْقَلَۃٌ بِہٖ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَثِیْبًا مَّھِیْلًا اَلرَّمْلُ السَّائِلُ وَبِیْلًا شَدِیْدًا ..

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ تبتل کے معنی ہیں الگ تھلگ ہو کر کسی کے لئے خالص ہو جانا اور حسن بصری کی تفسیر ہے انکالاً معنی زنجیریں۔ منفطر به بوجھل اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کثیباً مھیلاً ریت کا وہ ٹیلا جس کی ریت بہہ رہی ہو وبیل کے معنی سخت کے ہیں۔

سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرُ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَسِیْرٌ شَدِیْدٌ قَسْوَرَۃٍ رِکْزُ النَّاسِ وَاَصْوَاتِھِمْ ....

ترجمہ۔ لوگوں کی کھسکھساہٹ اور انکی آوازیں۔

قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ اَلْاَسَدُ وَکُلُّ شَدِیْدٍ قَسْوَرَۃٍ مُّسْتَنْفِرَۃٌ نَافِرَۃٌ مَذْعُوْرَۃٌ ....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں عسیر کے معنی مشکل کے ہیں۔ اور قسورہ کے معنی آوازیں۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں شیر اور ہر سخت چیز کو قسورہ کہتے ہیں۔ مستنفرہ بمعنے نفرت کرنے والے۔ ڈرے ہوئے۔

حدیث (٤٥٦٤) حَدَّثَنَا يَحْيٰى .... سَأَلْتُ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمَانِ عَنْ اَوَّلِ مَانَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُلْتُ يَقُوْلُوْنَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ فَقَالَ اَبُوْسَلَمَةَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِؓ عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهٗ مِثْلَ الَّذِىْ قُلْتُ فَقَالَ جَابِرٌؓ لَااُحَدِّثُكَ اِلَّامَاحَدَّثَنَا رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَيْتُ جُوَارِىْ هَبَطْتُ فَنُوْدِيْتُ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِىْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِىْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ اَمَامِىْ فَلَمْ اَرَشَيْئًا وَنَظَرْتُ خَلْفِىْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا فَرَفَعْتُ رَأْسِىْ فَرَأَيْتُ شَيْئًا فَاَتَيْتُ خَدِيْجَةَؓ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِىْ وَصُبُّوْا عَلَىَّ مَاءً ا بَارِدًا قَالَ فَدَثَّرُوْنِىْ وَصَبُّوْ عَلَىَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَنَزَلَتْ يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ......

ترجمہ۔ یحیٰی بن ابی کثیر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ قرآن کا پہلے پہل کون سا حصہ نازل ہوا۔انہوں نے کہایاایھاالمدثر میں نے کہا لوگ تو کہتے ہیں کہ اقرءباسم ربک الذی خلق سب سے پہلے نازل ہوئی ہے تو ابو سلمہؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس بارے میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سوال کیا۔ تو مین نے اس کو اسی طرح کہا جیسے تم نے مجھے کہا۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا ہم تو تم لوگوں کو وہی حدیثیں بیان کرتے ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان فرمائی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے غار حراء میں چلہ کشی شروع کی جب اپنے اس اعتکاف کو پورا کر لیا۔ تو میں پہاڑی سے نیچے اترا تو مجھے ندا دی گئی۔ میں نے اپنے داہنی طرف دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ بائیں طرف دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا۔ آگے دیکھا پیچھے دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے سر اٹھا کے اوپر کو دیکھا تو کچھ نظر آیا۔ پس میں حضرت خدیجہؓ کے پاس آیا جن سے میں نے کہا کہ مجھ پر کمبل ڈالو۔ اور مجھ پر ٹھنڈا پانی انڈیلو چنانچہ انہوں نے مجھ پر کملی ڈالی اور ٹھنڈا پانی پلٹا۔ فرماتے ہیں تو یاایھاالمدثر...... نازل ہوئی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ اول مانزل سورۂ مدثر کو کہتے ہیں۔ جب معارضہ کیا گیا تو فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے ایسے ہی سنا ہے۔ تو دراصل اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ سورۂ اقرء باسم ربلک غار حرا میں نازل ہوئی۔ وہ اول مانزل علی الاطلاق ہے۔ اور سورۂ مدثر اول مانزل بعد الفترۃ ہے۔ جو کہ حرا میں نازل نہیں ہوئی۔ چنانچہ اگلے صفحہ پر الملك الذی جاء نی بحرا جالس علی الکرسی موجود ہے جو صراحۃً دلالۃ کرتا ہے۔ کہ وحی پہلے آچکی تھی۔ تین سال کے انقطاع وحی کے بعد پھر لگاتار نزول ہوا۔

باب قوله قُمْ فَاَنْذِرْ

حدیث (٤٥٦٥) حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ مِثْلَ حَدِیْثِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْمُبَارَكِ.

روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں نے غار حرا میں چلہ کشی کی جیسے کہ عثمان بن عمر نے علی بن المبارک سے روایت کیا ہے

باب وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

حدیث (۴۵۶۶) حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا سَلَمَةَ اَیُّ الْقُرْاٰنِ اُنْزِلَ اَوَّلَ فَقَالَ یَاۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ اُنْبِئْتُ اَنَّهٗ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ فَقَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِؓ اَیُّ الْقُرْاٰنِ اُنْزِلَ اَوَّلَ فَقَالَ یَاۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ اُنْبِئْتُ اَنَّهٗ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ. فَقَالَ لَا اُخْبِرُكَ اِلَّا بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَاوَرْتُ فِیْ حِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَیْتُ جِوَارِیْ هَبَطْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ الْوَادِیَ فَنُوْدِیْتُ فَنَظَرْتُ اَمَامِیْ وَخَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰی عَرْشٍ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاَتَیْتُ خَدِیْجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِیْ وَصُبُّوْا عَلَیَّ مَاءً بَارِدًا فَاُنْزِلَ عَلَیَّ یَاۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ....

ترجمہ۔ حضرت یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو سلمہؓ سے پوچھا کہ قرآن مجید کا کونسا حصہ اول نازل ہوا۔ انہوں نے فرمایا یاایھاالمدثر میں نے کہا مجھے تو بتلایا گیا ہے کہ اقرأ باسم ربك پہلے پہل نازل ہوئی ابو سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے اس کے متعلق سوال کیا کہ کونسی سورہ قرآن کی سب سے پہلے اتری انہوں نے فرمایا کہ یاایھاالمدثر میں نے ان سے کہا کہ مجھے تو یہ خبر ملی ہے کہ اقرأ باسم ربك پہلے اتری ہے۔ انہوں نے فرمایا میں تمھیں وہی چیز بتلا رہا ہوں جو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ چنانچہ آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں غار حرا میں اعتکاف بیٹھا جب اس اعتکاف کو میں نے پورا کیا تو میں پہاڑی سے نیچے اتر آیا۔ پس میں جب وادی کے پیٹ میں پہنچ گیا تو مجھے ندا آئی۔ تو میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ فرشتہ آسمان اور زمین کے درمیا تخت پر بیٹھا ہے۔ تو میں حضرت خدیجہؓ کے پاس آیا جس سے میں نے کہا کہ مجھ پر کملی ڈالو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی پلٹو تو مجھ پر یہ آیت اتری یَاۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ...

باب قوله وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ

حدیث (۴۵۶۷) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُكَیْرٍ. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَهُوَ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا جبکہ آپؐ وحی کے انقطاع

يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَنِيْ بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَدَثَّرُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اِلٰى وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ وَهِيَ الْاَوْثَانُ........

کے متعلق بیان فرمارہے تھے۔اس حدیث کے اندر آپؐ نے فرمایا۔کہ دریں اثنا میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی۔میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا۔جو آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا تھا۔پس میں اس سے خوف کے مارے گر پڑا۔پھر بی بی خدیجہؓ کے پاس لوٹا۔تو میں نے کہا کہ مجھے کملی میں لپیٹو۔کملی میں لپیٹو تو انہوں نے مجھے کملی میں ڈھانپ لیا۔جس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی یاایھاالمدثر الی الرجز فاھجر۔یہ نماز کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے۔اور رجز بتوں کو کہتے ہیں۔

باب قوله وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ـ يَقُوْلَ الرِّجْزُ وَالرِّجْسُ الْعَذَابُ

حدیث (۴۵۶۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ......اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ قِبَلَ السَّمَاءِ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَنِيْ بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اَهْلِيْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاهْجُرْ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ الْاَوْثَانُ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ ..

ترجمہ۔حضرت جابر بن عبداللہؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا جبکہ آپؐ انقطاع وحی کے متعلق بیان فرمارہے تھے۔کہ دریں اثنا میں چل رہا تھا۔کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی۔ میں نے آسمان کی طرف اپنی نگاہ اٹھا کر دیکھا پس اچانک وہ فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا۔وہ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔جسکی وجہ سے میں خوفزدہ ہوا۔حتی کہ میں زمین پر گر پڑا۔ہوش آنے کے بعد میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا۔میں نے کہا مجھے کملی لپیٹو کملی لپیٹو۔توانہوں نے مجھ کو کملی میں لپیٹا۔تو اللہ تعالے نے یاایھاالمدثر......نازل فرمائی۔فاھجر تک۔ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ رجز بت ہیں۔پھر وحی کثیر ہوگئی۔اور لگاتار آنے لگی ان احادیث سے واضح ہوا۔یاایھا المدثر انقطاع وحی کے بعد اول مانزل ہے۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ ای القرآن نزل اول ۴۳۳۷۔ ۱ یہ اول مانزل سے سوال فترۃ الوحی کے بعد کے متعلق ہے۔ جیسا کہ خود حضرت جابرؓ کی روایت اس پر دال ہے۔ فرماتے ہیں۔ فاذ الملک الذی جاء فی بحراء اس سے معلوم ہوا کہ نزول القرآن اولا حقیقی نہیں بلکہ اضافی بعد الفترۃ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی سے استدلال کیا ہے۔ کہ ثیابک فطھر کی تفسیر میں خود روایت جابرؓ کے اندر تصریح ہے: کہ آنحضرت ﷺ فترۃ الوحی کے بعد کے متعلق بیان فرما رہے تھے۔ دوسری دلیل فاذاالملک...... ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی پہلے ہو چکا تھا۔ اور علامہ سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں بسط سے کلام کیا ہے۔ اس میں ہے الصحیح اول مانزل اقرء باسم ربک۔ شیخین نے حضرت عائشہؓ سے یہی روایت کیا ہے۔ دوسرا جوب یہ دیا جاتا ہے۔ کہ اول مانزل سورۃ المدثر کا مطلب یہ ہے کہ سورہ کاملہ کے نزول کا سوال تھا تو بیان ہوا کہ وہ سورہ مدثر ہے۔ بخلاف سورۂ اقرء کے اس میں پہلے پانچ آیات نازل ہوئیں۔ کامل سورۃ بعد میں نازل ہوئی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اول مانزل للنبوۃ وہ اقرء ہے۔ اور اول مانزل للرسالۃ ایھاالمدثر ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اول مانزل بسبب متقدم جس سے تدثر واقع ہوا وہ رعب کی وجہ سے ہے۔ وہ تو یاایھاالمدثر ہے۔ اور جو بغیر سبب متقدم کے نازل ہوا وہ اقرء باسم ربک ہے۔ اور پانچواں جواب یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے اپنے اجتھاد سے اول مانزل فرمایا ہے۔ روایت نہیں ہے۔ روایت حضرت عائشہؓ کی ہے۔ جو متقدم ہے اس کو ترجیح ہوگی۔ عمدہ جواب پہلا اور آخری ہے۔ اور میرے نزدیک ایک تیسرا قول ہے۔ وہ یہ کہ اول مانزل سورۃ الفاتحہ ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ابن عباسؓ سے یہی قول نقل کیا گیا ہے۔ اول سورۃ نزلت فاتحہ الکتاب و قال ابن حجر الذی ذھب الیہ اکثر الائمہ بقول ابن حجر۔ اکثر ائمہ کا یہی قول ہے ممکن ہے اقرء اور مدثر کے بعد اول مانزل سورۃ الفاتحہ ہو۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ اول مانزل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ میرے نزدیک یہ مستقل مسلک نہیں ہے۔ بلکہ نزول سورہ مع نزول بسملہ کے طور پر ہے۔ تو قول فیصل یہ ہوا کہ اول مانزل حین تتابع الوحی یاایھاالمدثر ہے۔

سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ

وَقَوْلُهٗ لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ سُدًى هَمَلًا لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ سَوْفَ اَتُوْبُ سَوْفَ اَعْمَلُ لَاوَزَرَلَاحَصَنَ ....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں سدی کا معنی بے فائدہ ہے بیکار۔ لیفجر اولیدوم علے فجورہ کہ عنقریب توبہ کرلونگا۔ عنقریب نیک عمل کرونگا۔ لاوزر کہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔

21/2

حدیث (۴۵۶۹) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ حَرَّكَ بِهٖ لِسَانَهٗ وَوَصَفَ سُفْيَانُ يُرِيْدُ اَنْ يَحْفَظَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ......

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی۔ تو آپؐ اس کے لئے اپنی زبان کو حرکت دیتے تھے۔ سفیان بیان کرتے ہیں آپ کا منشا یہ تھا کہ آپؐ اسے یاد کرلیں۔ تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ترجمہ۔ آپؐ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں تاکہ آپؐ حفظ کرنے میں جلدی کریں۔

باب قوله اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ

حدیث (۴۵۷۰) حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى...... قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَرِّكُ بِهٖ شَفَتَيْهِ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لَهٗ لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ يَخْشٰى اَنْ يَنْفَلِتَ مِنْهُ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ اَنْ نَجْمَعَهٗ فِيْ صَدْرِكَ وَقُرْاٰنَهٗ اَنْ تَقْرَءَهٗ فَاِذَا قَرَءْنَاهُ يَقُوْلُ اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اَنْ نُبَيِّنَهٗ عَلٰى لِسَانِكَ ......

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ پر جب وحی اترتی تھی۔ تو آپؐ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ پس آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ اپنی زبان کو نہ ہلائیں اس خوف سے کہ کہیں وحی آپؐ سے ضائع نہ ہو جائے۔ بیشک ہمارے ذمہ ہے۔ کہ ہم اس کو آپؐ کے سینہ میں جمع کریں اور یہ کہ ہم اس کو پڑھیں۔ پس جب ہم اس کو پڑھیں یعنی وحی نازل ہو۔ تو آپؐ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔ پس ہمارے ہی ذمہ اس کا بیان ہے۔ کہ ہم آپؐ کی زبان پر اس کو بیان کریں گے۔

باب قوله فَاِذَا قَرَءْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَرَاْنَاهُ بَيَّنَّاهُ فَاتَّبِعْ اِعْمَلْ بِهٖ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں پس جب ہم اس قرآن کو آپ پر واضح کریں۔ آپؐ اس پر عمل کریں۔

حدیث (۴۵۷۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا نَزَلَ جِبْرَائِيْلُ بِالْوَحْيِ وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهٖ لِسَانَهٗ

حضرت ابن عباسؓ نے لا تحرک بہ لسانک کے بارے میں فرمایا۔ کہ جب جبرائیلؑ وحی لیکر اترتے تھے تو جناب نبی اکرم ﷺ اپنی زبان اور ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ پس اس سے آپ کو بڑی دشواری پیش آتی ۔ اور یہ سختی آپ سے پہچانی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالے نے وہ آیت اتاری جو لا اقسم بیوم القیامۃ

وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَانَ يُعْرَفُ مِنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْاٰيَةَ الَّتِیْ فِیْ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ..... قَالَ عَلَيْنَا اَنْ نَجْمَعَه فِیْ صَدْرِكَ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا اَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَابَيَانَهٗ اَیْ عَلَيْنَا اَنْ نُبَيِّنَهٗ بِلِسَانِكَ قَالَ فَكَانَ اِذَااَتَاهُ جِبْرَائِيْلُ اَطْرَقَ فَاِذَاذَهَبَ قَرَءَهُ كَمَاوَعَدَهُ اللّٰهُ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى تَوَعُّدٌ .....

میں ہے۔ کہ آپؐ جلدی یاد کرنے کے لئے زبان کو نہ ہلائیں۔ بیشک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمانا اور پڑھنا۔ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کو آپؐ کے سینہ میں جمع کریں۔ فاتبع قرآنہ کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم قرآن کو اتاریں تو آپ کان لگا کر سنیں۔ ثم علینا بیانہ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کو آپؐ کی زبان سے بیان کرائیں۔ فرماتے ہیں کہ اب آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب بھی جبرائیلؑ آپؐ کے پاس آتے تو آپؐ سر جھکا لیتے پھر وہ چلے جاتے تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق آپؐ اس کی قرأت کرتے۔ اولی لک فاولی یہ دھمکی ہے کہ اس کیلئے ہلاکت ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ

يُقَالُ مَعْنَاهُ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ وَهَلْ تَكُوْنُ جَحْدًا وَتَكُوْنُ خَبَرًا وَهٰذَامِنَ الْخَبَرِ يَقُوْلُ كَانَ شَيْئًا فَلَمْ يَكُنْ مَذْكُوْرًا وَذَالِكَ مِنْ حِيْنَ خَلْقِهٖ مِنْ طِيْنٍ اِلٰى اَنْ يُنْفَخَ فِيْهِ الرُّوْحُ اَمْشَاجٍ الْاَخْلَاطُ مَاءُ الْمَرْءَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ الدَّمُ وَالْعَلَقَةُ وَيُقَالُ اِذَا خُلِطَ مَشِيْجٌ كَقَوْلِكَ خَلِيْطٌ وَمَمْشُوْجٌ مِثْلَ مَخْلُوْطٍ وَيُقَالُ سَلَاسِلًا وَاَغْلَالًا وَلَمْ يُجِزْهُ بَعْضُهُمْ مُسْتَطِيْرًا مُمْتَدًّا الْبَلَاءُ وَالْقَمْطَرِيْرُ الشَّدِيْدُ ....

ترجمہ۔ ھل اتی ...... کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی ہے انسان پر ایک زمانہ آچکا ہے۔ اور ھل جحد معلوم ہو۔ اور یکون اسکی خبر ہو۔ تو معنی ہونگے۔ کہ انسان ایک ایسی چیز تھا جو قابل ذکر نہیں تھی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ اللہ تعالے نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ یہانتک کہ اس میں روح پھونکی گئی۔ امشاج کے معنی خلط ملط کہ عورت اور مرد کا پانی رل ملکر خون بنا پھر لوتھڑا بنا۔ اور کہا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز رل مل جائے تو اسے مشج کہتے ہیں جیسے خلیط اور ممشوج۔ تو خلیط بمعنے مخلوط کے ہوگا۔ سلا سلاً و اغلالاً۔ اور بعض نے تنوین کو جائز نہیں قرار دیا۔

يُقَالُ يَوْمٌ قَمْطَرِيْرٌ وَيَوْمٌ قُمَاطِرٌ وَالْعَبُوْسُ وَالْقَمْطَرِيْرُ وَالْقُمَاطِرُ الْعَصِيْبُ اَشَدُّ مَايَكُوْنُ مِنَ الْاَيَّامِ فِي الْبَلَاءِ وَقَالَ غَيْرُهٗ اَسْرَهُمْ شِدَّةَ الْخَلْقِ وَكُلُّ شَيْءٍ شَدَدْتَهٗ مِنْ قَتَبٍ فَهُوَ مَاْسُوْرٌ……

مسطیر جس کی مصیبت دراز ہو۔ قمطریر کا معنی سخت کہا جاتا ہے۔ یوم قمطریر ویوم قماطیر والعبوس قمطریر۔ قماطر اور عصیب ان مصیبت کے دنوں کو کہتے ہیں جن میں آزمائش زیادہ سخت ہو۔ اور غیرہ فرماتے ہیں۔ اسرھم پیدائش کی سختی۔ اور ہر شے جس کو لکڑی سے کس دیا جائے وہ ماسور ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ۷۳۴۔ ۸ فلم یکن مذکوراً یہاں نفی شئت کی نہیں ہے کیونکہ اس وقت وہ شئی تو تھی لیکن منفی اس کا مذکور ہونا ہے۔ کہ قابل ذکر چیز نہیں تھی۔ الدم والعلقۃ اس سے اشارہ کیا۔ کہ تمام دور نطفہ پر ہی وارد ہوتے ہیں۔ پس دم علقہ وغیرہ میں سے ہر ایک گویا کہ نطفہ ہے۔ جو ایک صورت سے دوسری صورت میں تبدیل ہوتا ہے۔ جو یکے بعد دیگرے حالات پیش آتے ہیں۔ خون بنا لو تھڑا ہوا مضغہ بنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ مذکوراً شیئا کی صفت ہے۔ تو انتفاء موصوف نہ ہوا بلکہ انتفاء صفت ہوا من نطفۃ امشاج علامہ عینیؒ فرماتے ہیں امشاج کی تفسیر اخلاط سے کی ہے اور امشاج مشج کی ہے لیکن معنی واحد کے ہیں کیونکہ یہ نطفہ کی صفت ہے۔ جیسے امۃ اعشار اور ثوب اخلاق کہا جاتا ہے۔ اور ماء المرأۃ وماء الرجل یہ اخلاط کی تفسیر ہے۔ یعنی یہ دونوں پانی رحم میں جمع ہوتے ہیں تو ان دونوں کے ملنے سے بچہ ہوتا ہے۔ آدمی کا پانی سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کی منی زرد اور پتلی ہوتی ہے پس جو غالب آیا بچہ اسی کے مشابہ ہوگا۔ تو الدم والعلقہ دراصل ثم الدم ثم العلقہ ثم المضغہ ثم اللحم ثم العظم ثم ینشأ اللہ خلقاً آخر اسی لئے شیخؒ نے نطفہ کو ہی ان مختلف ادوار کا اصل قرار دیا ہے اسی لئے جلالین میں ہے من نطفۃ امشاج اختلاط من ماء المرأۃ وماء الرجل اور جمل میں ہے کہ امشاج نطفہ کی صحت ہے۔ کیونکہ نطفہ مفرد جمع کے معنی میں ہے کیونکہ اس پر مختلف ادوار گذرتے ہیں۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ مشج اول مشج الماء پھر مشج الدم ثم مشج العلقہ۔ تو باعتبار مراتب کے جمع ہے۔

وَالْمُرْسَلَاتِ

جِمَالَاتٌ حِبَالٌ اِرْكَعُوْا صَلُّوْا لَايَرْكَعُوْنَ لَايُصَلُّوْنَ وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ لَايَنْطِقُوْنَ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَاكُنَّا مُشْرِكِيْنَ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ فَقَالَ اِنَّهٗ ذُوْاَلْوَانٍ

ترجمہ۔ جمالات صفر کشتی کے بڑے بڑے رسے ارکعوا معنی ہیں کہ نماز پڑھو۔ لا یرکعون کہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے لاینطقون اور واللہ ربنا ماکنا مشرکین

مَرَّۃً یَنۡطِقُوۡنَ وَمَرَّۃً یُخۡتَمُ عَلَیۡھِمۡ ...... کے بارے میں پوچھا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ آج ہم ان کے مونہوں پر مہریں لگادیں گے تو فرماتے ہیں کہ وہ دن دور نگا ہو گا کبھی وہ بولیں گے اور کبھی ہم ان پر مہر لگادینگے تو پھر دوسرے اعضاء بولینگے

حدیث (۴۵۷۲) حَدَّثَنِیۡ مَحۡمُوۡدٌ عَنۡ عَبۡدِاللّٰہِؓ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ فَاُنۡزِلَتۡ عَلَیۡہِ وَالۡمُرۡسَلَاتِ وَاِنَّا لَنَتَلَقَّاھَا مِنۡ فِیۡہِ فَخَرَجَتۡ حَیَّۃٌ فَابۡتَدَرۡنَاھَا فَسَبَقَنَا فَدَخَلَتۡ جُحۡرَھَا فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ وُقِیَتۡ شَرَّکُمۡ کَمَا وُقِیۡتُمۡ شَرَّھَا

ترجمہ۔ عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ آپؐ پر سورہ المرسلات نازل ہوئی ہم اس کو جناب کے منہ سے حاصل کر رہے تھے۔ کہ سانپ نمودار ہوا۔ ہم لوگ اس کی طرف لپکے لیکن وہ ہم سے آگے بھاگ کر اپنے بل میں گھس گیا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تمھارے شر سے اس طرح بچ نکلا جس طرح تم لوگ اس کے شر سے محفوظ رہے۔

حدیث (۴۵۷۳) حَدَّثَنَا عَبۡدَۃُ بۡنُ عَبۡدِاللّٰہِ عَنۡ عَبۡدِاللّٰہِ مِثۡلَہٗ وَتَابَعَہٗ اَسۡوَدُ حَدَّثَنَا قُتَیۡبَۃُ قَالَ عَبۡدُاللّٰہِ بَیۡنَا مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ فِیۡ غَارٍ اِذۡ نَزَلَتۡ عَلَیۡہِ... وَالۡمُرۡسَلَاتِ فَتَلَقَّیۡنَاھَا مِنۡ فِیۡہِ وَاِنَّ فَاہُ لَرَطۡبٌ بِھَا اِذۡ خَرَجَتۡ حَیَّۃٌ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَیۡکُمۡ اقۡتُلُوۡھَا قَالَ فَابۡتَدَرۡنَاھَا فَسَبَقَتۡنَا قَالَ فَقَالَ وُقِیَتۡ شَرَّکُمۡ کَمَا وُقِیۡتُمۡ شَرَّھَا ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ہم ایک غار میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ آپؐ پر سورہ المرسلات نازل ہوئی۔ ہم اس کو آپؐ سے بالمشافہ حاصل کر رہے تھے۔ اور ابھی اس سورۃ سے آپؐ کا منہ تر تھا یعنی ابھی ابھی اتر کر ختم ہوئی تھی کہ اچانک ایک سانپ نکلا جس کے متعلق آپؐ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔ ہم اس کی طرف لپکے لیکن ہم سے آگے نکل گیا۔ آپ نے فرمایا وہ تمھارے شر سے بچ نکلا جس طرح تم اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

باب قوله انها ترمی بشرر کا لقصر

حدیث (۴۵۷۴) حدثنا محمد بن کثیر قال سمعت ابن عامر انها ترمی بشرر کا لقصر قال کنا نرفع الخشب بقصر ثلثه اذرع او اقل فنرفعه للشتاء فنسمیه القصر.......

ترجمہ۔ حضرت ابن عامرؓ فرماتے ہیں کہ شرر کالقصر کہ ہم لوگ محل پر تین گز کی لکڑی یا اس سے کم چڑھا رہے تھے کہ سردی سے بچاؤ کے لئے اسے ہم اونچا کر رہے تھے تو ہم اس کا نام قصر رکھتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ قصر اصل میں محل کو کہتے ہیں جس سے شرر کی مناسبت معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ تو ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو لکڑی تین گز کی یا اس سے کم ہو موسم سرما میں گرمی حاصل کرنے کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ اسے قصر کہتے ہیں۔ تو اب بڑی بڑی چنگاریوں کی مناسبت اس سے واضح ہو گئی۔

باب قوله كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ

حدیث (٤٥٧٥) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ؓ تَرْمِي بِشَرَرٍ كُنَّا نَعْمِدُ اِلَى الْخَشَبَةِ ثَلٰثَةَ اَذْرُعٍ وَفَوْقَ ذٰلِكَ فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيْهِ الْقَصَرَ كَاَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ حِبَالُ السُّفُنِ تُجْمَعُ حَتّٰى تَكُوْنَ كَاَوْسَاطِ الرِّجَالِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ ترمی بشرر کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم تین گز یا اس سے اوپر کی لکڑی کا قصد کرتے تھے پس اسے سردی دور کرنے کے لئے اسے اونچا کرتے تھے تو اس کا نام ہم قصر رکھتے تھے۔ کانہ جمالات صفر۔ کشتیوں کے موٹے موٹے رسے جن کو جمع کیا جاتا ہے تو وہ ایسے ہو جاتے ہیں۔ جیسے مردوں کی کمریں ہوتی ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ واوساط الرجال ۷۳۵۔۱ اوساط جمع اوسط کی جو مردوں کی دو کھوکھ کے درمیان ہوتی ہے۔ جسے کمر کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جمالات کی تفسیر ان رسوں سے کی گئی جن سے کشتیاں باندھی جاتی ہیں اگر جمالة بکسر الجیم ہو تو پھر یہ جمع جمالة کی ہے اور جمالة جمع جمل جو زوج الناقة ہوتا ہے۔ حتی تکو ن کاوساط الرجال سے قطب گنگوہیؒ نے ایک وہم کا دفعیہ کیا ہے۔ کہ رجال سے مراد متوسط قد کے لوگ ہیں۔ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ رسے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مضبوط اور گاڑھے ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کہ آدمی کی کمر مضبوط ہوتی ہے۔ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے مانند کمر ہائے رجال مردوں کی کمر کی طرح۔

باب قوله هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ

حدیث (٤٥٧٦) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ؓ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ غَارٍ اِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ فَاِنَّهُ لَيَتْلُوْهَا وَاِنِّيْ لَاَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ وَاِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا اِذْ وَثَبَتْ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک غار میں تھے۔ کہ آپ پر سورۃ المرسلات نازل ہوئی۔ آپ اسے تلاوت کر رہے تھے اور میں اس کو آپ کے دہن مبارک سے حاصل کر رہا تھا کہ ابھی

عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اقْتُلُوْهَا فَابْتَدَرْنَا هَا فَذَهَبَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا قَالَ عُمَرُ حَفِظْتُهُ مِنْ اَبِيْ فِيْ غَارٍ بِمَنًا

آپ کا منہ اس سے تر تھا۔ کہ ابھی آپ کی لعاب مبارک خشک نہیں ہوئی تھی۔ کہ اچانک ایک سانپ ہم پر کودا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اسے جان سے مار دو۔ ہم اسکی طرف لپکے ہی تھے کہ وہ بھاگ گیا۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ تمھارے شر سے بچ گیا۔ جیسے تم اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ عمر فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے باپ کی طرف سے یہ الفاظ یاد ہیں کہ وہ غار منیٰ میں تھا جہاں سورہ المرسلات نازل ہوئی۔

عَمَّ يَتَسَآئَلُوْنَ

قَالَ مُجَاهِدٌ لَايَرْجُوْنَ حِسَابًا لَايَخَافُوْنَهٗ لَايَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا لَايُكَلِّمُوْنَهٗ اِلَّااَنْ يَّاْذَنَ لَهُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهَّاجًا مَضِيئًا عَطَاءً حِسَابًا جَزَاءً كَافِيًا اَعْطَانِيْ مَا اَحْسَبَنِيْ اَيْ كَفَانِيْ ......

ترجمہ۔ مجاہد کی تفسیر میں ہے لایخافون حسابہ کہ انہیں حساب کا کوئی خوف لاحق نہیں تھا۔ رجا اضداد میں سے ہے۔ امید وبیم کے معنے آتے ہیں۔ لایملکون کہ وہ لوگ اللہ تعالے سے اس وقت تک ہم کلام نہیں ہونگے جبتک اللہ تعالے ان کو بولنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وھاجا روشن کرنے والا۔ **عطاء حسابا** یعنی پورا پورا بدلہ کہتے **اعطانی ماحبسی** مجھے اتنا دیا کہ جو مجھے کافی ہو گیا۔

باب قوله يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

حدیث (۴۵۷۷) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ ..... عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَابَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالَ اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتَ قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتَ ثُمَّ يُنْزِلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُوْنَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دونوں صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا۔ میں نے پوچھا چالیس دن فرمایا مجھے انکار ہے۔ پھر پوچھا چالیس ماہ کا فرمایا مجھے اس سے بھی انکار ہے۔ پھر فرمایا چالیس سال۔ فرمایا اس سے بھی مین نے انکار کیا۔ بہر حال فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالے آسمان سے پانی اتارینگے جس سے لوگ

كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَيْءٌ اِلَّا يَبْلٰى اِلَّا عَظِمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنْبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ....

ایسے اگنے شروع ہو جائیں گے۔ جیسے سبزی اگتی ہے۔ انسان کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہو گی کہ جو بوسیدہ اور گل سڑ نہ گئی ہو۔ سوائے ایک دم کی ہڈی کے جس سے قیامت کے دن مخلوقات کو جوڑا جائیگا۔

سُوْرَۃُ وَالنّٰزِعَاتِ

قَالَ مُجَاهِدٌ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى عَصَاهُ وَيَدَهُ وَيُقَالُ النَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ وَالْبَاخِلِ وَالْبَخِلِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَلنَّخِرَةِ الْبَالِيَةُ وَالنَّاخِرَةُ الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِيْ تَمُرُّ فِيْهِ الرِّيْحُ فَيَنْخَرُ وَالطَّامَّةُ تَطُمُّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ الْحَافِرَةُ اِلَّتِيْ اَمْرُنَا الْاَوَّلُ اِلَى الْحَيٰوةِ وَقَالَ غَيْرُهُ اَيَّانَ مُرْسٰهَا مَتٰى مُنْتَهَاهَا وَمُرْسَى السَّفِيْنَةِ حَيْثُ تَنْتَهِيْ ....

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ الایۃ الکبری لاٹھی اور ید بیضاء کا معجزہ مراد ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ناخرہ اور نخرہ دونوں برابر ہیں جیسے طامع اور طمع باخل وبخل اور بعض نے فرق بیان کیا کہ نخرہ تو بوسیدہ ہڈی ہے۔ اور ناخرہ وہ ہڈی جو کھوکھلی ہو جس کے اندر سے ہوا گذر جاتی ہو۔ جس سے وہ آواز کرتی ہے۔ طامۃ جو ہر چیز پر بلند ہو جائے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ حافرہ یعنی مرنے کے بعد پھر اپنے پہلے معاملہ کی زندگی کی طرف لوٹائے جائینگے حافرہ وہ راستہ جس سے انسان اپنے نشان چھوڑتے ہوئے گزر کر آیا ہو۔ اور بعض کہتے ہیں حافرہ سے وہ زمین مراد ہے جس میں قبور ہوں۔ اور غیر ابن عباسؓ کی تفسیر ہے کہ ایان مرسٰھا آخری ٹھکانا۔ اور کشتی کا مرسیٰ وہ ہے۔ جہاں تک کشتی پہنچ کر رک جائے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کا آخری مستقر کیا ہو گا۔

حدیث (۴۵۷۸) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍؓ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بِاِصْبَعَيْهِ هٰكَذَا بِالْوُسْطٰى وَالَّتِيْ تَلِى الْاِبْهَامَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ ....

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنی دو انگلیوں سے یوں اشارہ کر رہے تھے۔ یعنی درمیانی اور وہ انگلی جو انگوٹھے کے ساتھ ملی ہے۔ کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ

بھیجے گئے ہیں مقصد یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم کی بعثت علامات قیامت میں سے ہے۔ اور یہ دونوں قریب قریب ہیں۔

سُوْرَۃُ عَبَسَ

كَلَحَ وَاَعْرَضَ وَقَالَ غَيْرُهُ مُطَهَّرَةٌ لَايَمَسُّهَا اِلَّاالْمُطَهَّرُوْنَ وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا جَعَلَ الْمَلَائِكَةَ وَالصُّحُفَ مُطَهَّرَةً لِاَنَّ الصُّحُفَ لَايَقَعُ عَلَيْهَا التَّطْهِيْرُ فَجَعَلَ التَّطْهِيْرُ لِمَنْ حَمَلَهَا اَيْضًا سَفَرَةٌ اَلْمَلَائِكَةُ وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ سَفَرْتُ اَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ وَجُعِلَتِ الْمَلَائِكَةُ اِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللّٰهِ وَتَاْدِيَتِهٖ كَالسَّفِيْرِ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ وَقَالَ غَيْرُهُ تَصَدّٰى تَغَافَلَ عَنْهُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَمَّايَقْضِ لَايَقْضِىْ اَحَدٌ مَااُمِرَبِهٖ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ تَرْهَقُهَاتَغْشَاهَا شِدَّةٌ مُسْفِرَةٌ مُشْرِقَةٌ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ كَتَبَةٍ اَسْفَارًا كُتُبًا تَلَهّٰى تَشَاغَلُ يُقَالُ وَاحِدُ الْاَسْفَارِ سِفْرٌ ......

ترجمہ۔ عبس منہ بگاڑا اور پھیر لیا اور ان کے غیر نے فرمایا مطھرۃ جسے پاک لوگوں کے سوا کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا وہ فرشتے ہیں اور یہ المدبرات امرا کی طرح ہے یعنی جیسے مدبرات گھوڑوں کی صفت ہے۔ اس طرح مطھرۃ ملائکہ کی صفت ہے کیونکہ صحیفوں پر تو تطہر واقع نہیں ہوتی وہ تو خود پاک ہیں اسلئے جو حاملین صحف ہیں فرشتے یہ ان کی صفت ہو گی۔ جیسے صحف خود بخود پاک ہیں۔ ایسے فرشتے بھی پاک ہیں ان کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ دوسروں کو پاک کرنے والے ہیں۔ سفرۃ فرشتے مراد ہیں اس کی مفرد سافر ہے۔ سفرت میں نے ان کے درمیان صلح کرا دی۔ فرشتے جب وحی لیکر اترتے ہیں اور پھر اسے ماموربہ تک پہنچا دیتے ہیں تو گویا اس سفیر کی طرح ہیں جو قوم کے درمیان اصلاح کرتے ہیں اور اس کے غیر کی تفسیر ہے تصدی جب کسی سے غافل ہو جائے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلکہ تصدّی کہتے ہیں جب کوئی سر اٹھا کر کسی کو دیکھے تو آپ مشرک سے غافل نہیں ہوئے بلکہ جو دوڑتا ہوا آیا تھا اس سے غافل ہوئے۔ اور مجاہد فرماتے ہیں لمایقض جب کسی نے اس کام کو پورا نہ کیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ترھقھا اس کو سختی نے ڈھانپ لیا۔ مسفرۃ چمکنے والے بایدی سفرہ لکھنے والے فرشتے۔ اسی سے اسفارا کتابوں کو کہتے ہیں۔ تلھی غافل ہونا اور کہا جاتا ہے کہ اسفار کا مفرد سفر ہے۔

حدیث (۴۵۷۹) حَدَّثَنَا اٰدَمُ ....

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهٗ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ وَمَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَءُ وَهُوَ یَتَعَاهَدُهٗ وَهُوَ عَلَیْهِ شَدِیْدٌ فَلَهٗ اَجْرَانِ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس حافظ کا حال جو قرآن مجید کو پڑھتا رہتا ہے ان لکھنے والے عزت والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور اس کا حال جو قرآن کو پڑھتا ہے۔ اور اس کا التزام کرتا ہے حالانکہ سوء حفظ کی وجہ سے اس کا پڑھنا اس پر گراں ہے۔ تو اس کو دوہرا ثوب ہوگا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ لایقع علیها التطهیر ۷۳۵۔۱۸ یعنی نجاست کے قبول کرنے کے بعد جو تطہیر واقع ہوتی ہے وہ تو صحف پر واقع نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خود پاک وصاف ہیں۔ تو مطہر کا اطلاق مجازاً ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ المطہر صحف کی صفت حقیقۃً ہے۔ اور ملائکہ کی مجازاً یا اس کا برعکس۔ کہ ملائکہ کی حقیقۃً اور صحف کی مجازاً ہے۔ پہلی صورت میں یقع علیھا التطہیر کا نسخہ اثبات صحیح ہو جائیگا۔ اور دوسری صورت میں نفیاً یا اثباتاً ہر ایک کی صفت بنے گی۔ لکل مضاوجہ۔ نیز! پہلی توجیہ کی بناء پر جبکہ صحف کی صفت ہو۔ تو یہ اس وقت ہے کہ جب نجس ہونے کی صلاحیت اور قابلیت اس میں پہلے سے نہ ہو۔ اور دوسری صورت میں صفت تب ہوگی جبکہ پہلے سے اس میں تنجس کی صلاحیت ہو۔ اس قاعدہ کے بیان کرنے کے بعد اب مطہرۃ کے معنی ہونگے کہ صحیفے فی ذاتہا پاک ہیں۔ جیسے کہ اس سورۃ میں ذکر کیا گیا۔ اور لایمسہ الاالمطہرون میں مطہر کا اطلاق مجازاً ہوگا۔ جیسے حامل محمول کی صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ جیسے فالمدبرات امراً میں مدبرات خیول کی صفت واقع ہے۔ تو مجازاً یہ راکبین کی صفت بھی ہوگا۔ یہ اسلئے ہے کہ فرشتے اس قسم کے تطہر سے متصف نہیں ہیں۔ دوسری صورت میں مطہرۃ کا صحف پر اطلاق مجازاً ہوگا۔ کیونکہ درحقیقت لایمسہ الاالمطہرون میں مطہر فرشتہ کی صفت ہے۔ کیونکہ فرشتہ ہر قسم کے گناہوں اور نجاستوں سے پاک ہوتا ہے۔ حدث اصغر ہو یا اکبر ہو۔ رہ گئے صحیفے ان پر تطہیر واقع نہیں ہوتی۔ کیونکہ نہ وہ نجاست کو قبول کرتے ہیں اور نہ اس کی ان میں صلاحیت ہے۔ تو لازمی ہے کہ یہ حاملین صحف کی صفت ہوگی۔ جیسے مدبرات راکبین کے واسطہ سے خیول کی صفت ہے۔ اور یہاں اس جگہ اس کے برعکس ہے۔ کہ تطہیر کو صحف اور حاملین دونوں کا وصف بنایا گیا۔ تو یہ تقریر تکلف سے خالی نہ ہوئی۔ کیونکہ ظاہر عبارت اس مدعی کے لئے مفید نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ کی جاسکتی ہے۔ کہ تطہیر کو صحف کی صفت حاملین کے واسطہ اور توسل سے بنایا جائے۔ جیسا کہ وہ اصالۃً صحف کی صفت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جب صحف تطہیر سے متصف ہوئے۔ تو فرشتے بھی اس سے متصف ہونگے۔ کیونکہ وہ تو حاملین صحف ہیں۔ اس لئے لایمسہ الاالمطہرون فرمایا گیا۔ جیسے المدبرات امراً میں تدبیر دراصل غزاۃ کی صفت ہے لیکن حاملین یعنی خیول بھی اس سے متصف ہوئے۔ تو المدبرات امرا کہا گیا۔ اور جن نسخوں میں کلمہ لا موجود ہے اس کی توجیہ یہ ہوگی۔

کہ صحف کافروں کے ہاتھ لگنے سے پاک ہیں۔ یا جو کلام اللہ نہیں ہیں۔ اس سے پاک ہیں۔ بلکہ یہ وحی خالص ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ مطھرۃ بالذات ملائکہ کی صفت ہے۔ علاقۃ مجاورۃ کی وجہ سے اسے صحف کی صفت بنایا گیا۔ جیسے مدابرات بالذات راکب کی صفت ہے لیکن اسے مرکوب کی صفت بنایا گیا تو مجاورت کے علاقہ کی وجہ سے ایسا معلوم ہوا ہے۔ تو جعل الملائکۃ والصحف مطھرۃ کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ملائکہ در حقیقت مطہرہ ہیں۔ اور صحف مجازاً مطہرہ ہیں۔ کیونکہ تطہیر کا تقاضا ہے کہ اس سے قبل نجاسۃ لگ چکی ہو۔ لیکن وہ تو پائی نہیں گئی لھذا تطہیر حقیقۃ واقع نہ ہوگی کیونکہ صحف تو بذاتھا پاک ہیں تو جیسے صحف مطہر ہوئے ایسے ملائکہ بھی مطھرۃ پیدا ہوئے۔ وہاں بھی نجاست کا تلوث نہیں پایا گیا۔ نیز صحف سے قرآن مجید کے وہ صحف مراد ہیں جو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں جن کو وہاں پر فرشتے مس کرتے ہیں ولہ اجران ای اجر القرأۃ واجر التعب۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

اُنْكَدَرَتْ اُنْتَثَرَتْ وَقَالَ الْحَسَنُ سُجِّرَتْ ذَهَبَ مَاءُهَا فَلَا تَبْقٰى قَطْرَةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْمَسْجُوْرُ الْمَمْلُوْءُ وَقَالَ غَيْرُهٗ سُجِّرَتْ اُفْضِىَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَصَارَتْ بَحْرًا وَّاحِدًا وَالْخُنَّسُ تَخْنِسُ فِىْ مَجْرَاهَا تَرْجِعُ وَتَكْنِسُ تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ تَنَفَّسَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ وَالظَّنِيْنُ الْمُتَّهَمُ وَالضَّنِيْنُ يُضَنُّ بِهٖ وَقَالَ عُمَرُ النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ يُزَوَّجُ نَظِيْرَهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ قَرَءَ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ عَسْعَسَ اَدْبَرَ۔

ترجمہ۔ انکدرت ستارے ٹوٹ کر زمین پر گر پڑینگے اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں سجرت کہ سمندروں کا پانی اڑ جائیگا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے گا۔ اور مجاہد فرماتے ہیں مسجور کا معنی ہے بھرا ہوا تو پھر یہ اضداد میں سے ہوگا۔ اور غیر مجاہد کی تفسیر ہے کہ سجرت کا مطلب یہ ہے کہ سمندروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر ایک سمندر بنا دیا جائیگا۔ والخنس وہ ستارے جو اپنے جاری ہونے کی جگہ میں واپس آتے والے ہیں۔ تکنس چھپ جاتے ہیں۔ جیسے ہرن اپنے مسکن میں چھپ جاتے ہیں۔ تنفس جب دن چڑھ آتا ہے۔ الظنین اگر حرف ظاء کے ساتھ ہے تو مظنہ سے ہوگا جس کے معنی تہمت کے ہیں۔ تو ظنین بمعنے متہم اور ضنین اگر بالضاد ہے تو ضن بخل کو کہتے ہیں۔ تو مطلب ہوا کہ آپ تعلیم اور تبلیغ میں بخل کرنے والے نہیں ہیں۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ النفوس زوجت یعنی آدمی اپنے ہم مثل اہل جنت یا اہل جھنم سے بیاہا جائیگا۔ ثم تائید میں یہ آیت پڑھی کہ ظالم لوگوں کو اور انکی بیویوں کو جمع کیا جائیگا۔ اور بعض نے کہا کہ مومنوں کی شادی حور عین سے ہوگی۔ اور کافروں کی شیاطین سے ہوگی۔

اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو اس کا نیک ساتھی تھا جنت میں وہی اس کا قرین ہوگا۔ اذا عسعس رات جب پیٹھ پھیر گی۔ اور صبح کی روشنی جب پھیلے گی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ انکدار کے معنی ہیں نور کا چلا جانا اور سیاہی کا آجانا اس کے لازمی معنی انتشار کے کئے گئے یعنی جو اسکے نور کا باعث تھا وہ منقطع ہو گیا۔ مسجر کے معنی جلد کو خشک کر دینا ایک تفسیر یہی ہے۔ اور دوسری یہ ہے کہ سجر کے معنی بھر دینے کے ہیں۔

اِذَالسَّمَاءُ انْفَطَرَتْ

وَقَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ فُجِّرَتْ فَاضَتْ وَقَرَءَ الْاَعْمَشُ وَعَاصِمٌ فَعَدَلَكَ بِالتَّخْفِيْفِ وَقَرَأَ اَهْلُ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِيْدِ وَاَرَادَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ وَمَنْ خَفَّفَ يَعْنِي فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ شَاءَ اِمَّا حَسَنٌ وَاِمَّا قَبِيْحٌ طَوِيْلٌ اَوْ قَصِيْرٌ ......

ترجمہ۔ ربیع بن خثیم نے کہا فجرت کے معنی بہہ پڑنے کے ہیں۔ اعمش اور عاصم کی قرأۃ عدلک تخفیف کے ساتھ ہے اور اہل حجاز شد پڑھتے ہیں۔ عدلک یعنی درمیانی پیدائش نہ چھوٹا نہ بڑا بلکہ مناسب اعضاء والا۔ اور جو شد نہیں پڑھتے ان کے نزدیک معنی ہونگے کہ جس شکل میں اس نے چاہا بنادیا۔ اچھی شکل یا بد صورت لمبا قد یا چھوٹا قد۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ

قَالَ وَمُجَاهِدٌ رَانَ ثَبْتُ الْخَطَايَا ثُوِّبَ جُوْزِيَ وَقَالَ غَيْرُهُ الْمُطَفِّفُ لَا يُوَفِّيْ .....

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ران گناہ راسخ ہو گئے کہ زنگ چڑھ گیا۔ اور ثوب معنی بدلہ اور سزا دی گئی۔ اور غیر مجاہد کی تفسیر ہے کہ مطفف وہ شخص ہے جو پورا نہ دے۔

حدیث (۴۵۸۰) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ. عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ترجمہ آیت جس دن لوگ اپنے رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ یہانتک

اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ ....

ان میں سے ایک اپنے پسینہ میں اسقدر شرابور ہوگا کہ پسینہ ان کے دونوں کانوں کے نصف تک پہنچا ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فعدلك تخفیف اور تشدید دونوں طرح ہے۔ تشدید کی صورت میں معتدل الاطراف متناسب الاعضاء۔اور تخفیف کی صورت میں پھیرنے کے معنی ہیں کہ جس صفت میں چاہا پھیر دیا۔ چنانچہ جلالین میں ہے فعدلك بالتخفيف والتشديد معتدل الخلق اورمتناسب الاعضاء کہ ہاتھ پاؤں ایک دوسرے سے لمبے نہ ہوں۔ جمل میں ہے کہ کوفیوں نے اسے مخفف پڑھاہے اور باقی نحویوں نے اسے مشدد پڑھاہے۔اور معنی وہی تعدیل اور عدول کے لئے ہیں۔

اِذَا السَّمَاۤءُ انْشَقَّتْ

قَالَ مُجَاهِدٌ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ يَأْخُذُ كِتَابَهٗ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ وَسَقَ جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ وَظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ اَنْ لَّا يَرْجِعَ اِلَيْنَا ....

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ کتابہ بشمالہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کو پروانہ پیٹھ کے پیچھے سے ملے۔ وسق جو جانور وغیرہ جمع کرے۔ لن یحور لن یرجع ایسا کہ ہماری طرف واپس آنے کا گمان نہیں تھا۔

حدیث (۴۵۸۱) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ . سَمِعْتُ عَائِشَةَؓ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ اَحَدٌ يُحَاسَبُ اِلَّا هَلَكَ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ اَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا قَالَ ذَاكَ الْعَرْضُ يُعْرَضُوْنَ وَمَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ ....

ترجمہ۔ تین سند ذکر کرنے کے بعد ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن جس کا حساب ہو اوہ ہلاک ہو گیا۔ میں نے کہا یارسول اللہ اللہ تعالے مجھے آپؐ پر قربان کرے۔ کیا اللہ تعالے نے نہیں فرمایا۔ ترجمہ آیت کہ جس کو پروانہ اس کے داہنی ہاتھ میں ملاپس عنقریب اس کا آسان حساب لیا جائیگا۔ فرمایاوہ تو محض پیشی ہوگی جس میں لوگ رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ لیکن جس کا مناقشہ ہواکہ اس سے اچھی پچھی پوچھی گئی وہ ہلاک ہو گیا۔ کہ عذاب جہنم میں مبتلا ہوگا۔

باب قوله لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ

ترجمہ۔ طبق کے معنی حال ہے۔

حدیث(۴۵۸۲)حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ حَالًا بَعْدَ حَالًا قَالَ هٰذَا نَبِيُّكُمْ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں طبقا عن طبق کا معنی ایک حال سے دوسرے حال پر سوار ہوئے اس طرح تمھارے نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ طبق کا معنی حال ہے۔اور حال سے حالت دنیوی مراد ہے۔کہ کبھی غالب اور کبھی مغلوب۔یا دنیاوی زندگی اور اس کے بعد کی زندگی برزخ کی۔اور پھر آخرت کی زندگی ہوگی۔اور تیسری توجیہ یہ ہے۔کہ جیسے دنیا میں حالات مختلفہ رہے کہ پہلے طفولیت کا دور آیا۔پھر شباب کا دور پھر شیخوخت کا اس طرح عالم برزخ میں مختلف حالات ہونگے۔

سُوْرَةُ بُرُوْجِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْاُخْدُوْدُ شَقٌّ فِي الْاَرْضِ فَتَنُوْا عَذَّبُوْا ....

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اخدود کا معنی زمین کے اندر جو کھائی ہو اور فتنوا یعنی عذاب دے گئے۔

سُوْرَةُ الطَّارِقِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ذَاتِ الرَّجْعِ سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ ذَاتَ الصَّدْعِ تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ ......

ترجمہ۔ ذات الرجع سے مراد بادل ہے جو بارش لیکر لوٹتا ہے۔اور ذات الصدع سے زمین مراد ہے۔جو سبزیوں اور انگوریوں سے پھٹ پڑتی ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ایک بادشاہ نے ایک جادوگر اپنے پاس رکھ رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے دشمنوں پر غالب آجاتا تھا۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا۔ تو اس نے بادشاہ سے کہا۔ کہ ایک نوجوان لڑکا مجھے دے دو جس کو اپنا سحر سکھادوں کیونکہ میرے مرنے کے دن قریب آگئے ہیں۔ لڑکا جب گھر سے جاتا۔ راستے میں ایک راہب رہتا تھا جسکی باتیں اسے پسند آتی تھیں لڑکا کچھ دیر کے لئے اس کے پاس بیٹھ جاتا تھا۔ جس پر ساحر نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ لڑکے نے آکر راہب کو بتلایا۔ اس نے کہا کہ اگر تم سے ساحر دیر کا سبب پوچھے تو کہدینا کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا۔ اگر گھر والے پوچھیں تو کہنا کہ ساحر نے روک لیا تھا۔ اتفاقاً ایک دن راستہ میں اژدھا پڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے لوگ بہت تنگ آچکے تھے۔ لڑکے نے آزمائش کرنا چاہی۔ پتھر اٹھا کر کہا اے پروردگار عالم اگر راہب سچا ہے تو اس پتھر سے اژدھا کو قتل کر دیجئے۔

چنانچہ پتھر پھینکنے سے اژدھا مر گیا۔ جس سے لوگوں میں اس کی شہرت ہو گئی۔ راھب نے اس سے کہا کہ اب تم مجھ سے بڑھ گئے ہو۔ تمھاری شہرت ہو چکی ہے۔ اب ضرور تمھاری آزمائش ہو گی۔ میرا نام نہ بتلانا۔ لڑکا ابرص۔ اکمہ وغیرہ کی بیماریوں کو اللہ کا نام لیکر زائل کرتا تھا۔ بادشاہ کے ندیم نے اس کی شہرت سنی تو تحفے تحائف لیکر آیا لڑکے نے بادشاہ کے ندیم سے کہا میں ان بیماریوں کو اچھا نہیں کرتا میرا رب یہ بیماریاں دور کرتا ہے تم موحد بن جاؤ تو تمھاری بیماری بھی دور ہو جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب یہ ندیم بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔ بادشاہ کے پوچھنے پر ندیم نے کہا کہ میرے رب نے مجھے تندرستی عطا فرمائی۔ بادشاہ کو اچھا ہوا۔ تو اس نے اسے پیٹنا شروع کیا۔ جس پر اس نے لڑکے کا نام بتلا دیا۔ جب لڑکے کو پکڑ کر مارا پیٹا گیا۔ تو اس نے راھب کا نام بتلا دیا۔ راھب کو پکڑا گیا۔ جب وہ اس کی الوہیت کا قائل نہ ہوا۔ تو اسے آرے سے دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے بعد لڑکے کو لایا گیا اس سے کہا گیا کہ تم راھب کے دین سے پھر جاؤ ورنہ تمھارا بھی وہی حشر ہو گا لڑکے نے انکار کیا تو اس کو پہاڑ کے اوپر سے گرانے کے لئے لے گئے۔ جب پہاڑ پر پہنچ کر اسے گرانے لگے۔ تو اس نے کہا **اللھم اکفھم** اے اللہ ان کو کافی ہو جا۔ تو پہاڑ پر زلزلہ آیا وہ سب لوگ مر گئے اور یہ زندہ بچ گیا۔ بادشاہ نے اور چند لوگوں کے ہمراہ دریا کی طرف بھیجا تو وہاں بھی یہی دعا پڑھی۔ اور صحیح سالم واپس آگیا۔ پوچھنے پر اس لڑکے نے کہا کہ تم مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکتے۔ البتہ ایک صورت ہے۔ کہ تم لوگ مجھے رسی سے باندھ لو۔ اور میرے ترکش میں سے تیر نکال لو **بسم اللہ رب ھذا الغلام** پڑھ کر میری طرف تیر پھینکو جس سے میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ واقعہ ایسے ہی ہوا سب لوگوں نے کہہ دیا **آمنا برب ھذا الغلام** جس سے بادشاہ کو بڑی تشویش لاحق ہوئی۔ کہ پہلے ایک کی فکر تھی اب ساری مملکت موحد بن گئی۔ تو اس نے خندقیں کھدوالیں جن میں آگ دہکائی گئی۔ اور موحدین کو ان میں پھینکا گیا۔ ایک موحدہ عورت کو لایا گیا۔ جس کی گود میں بچہ تھا۔ جب اس کو آگ میں ڈالنے لگے تو عورت نے ڈر کے مارے کلمہ کفر زبان پر لانا چاہا۔ جس پر اس کا بچہ بول پڑا کہنے لگا۔ کہ تم صبر کرو۔ تمھارے اور میرے لئے نجات اسی میں ہے۔ چنانچہ جب ماں بیٹے کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ بھڑک اٹھی۔ بادشاہ اور اس کے ارکان دولت جو خندقوں کے اردگرد کرسیوں پر بیٹھے تھے ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جس سے وہ سب کے سب جل کر مر گئے اسی کو قتل **اصحاب الاخدود** کہا جاتا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى

حدیث (۴۵۸۳) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ..... عَنِ الْبَرَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رضی اللہ عنہ وَابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ رضی اللہ عنہ فَجَعَلَا يُقْرِئَانِنَا الْقُرْاٰنَ ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ رضی اللہ عنہ وَبِلَالٌ رضی اللہ عنہ

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ پہلے پہل جو شخص اصحاب رسول ﷺ میں سے ہمارے پاس آیا وہ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت ابن ام مکتومؓ تھے جنھوں نے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا۔ پھر حضرت عمارؓ۔ حضرت بلالؓ اور

وَسَعْدٌ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِيْنَ ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ جَاءَ فَمَا جَاءَ حَتّٰى قَرَأْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى فِي سُوَرٍ مِثْلِهَا.

حضرت سعدؓ تشریف لائے۔ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ بیس ۲۰ آدمیوں کی جماعت کے ساتھ آئے۔ پھر خود جناب نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو میں نے اہل مدینہ کو دیکھا کہ انہیں اور کسی چیز سے ان کو اتنی خوشی نہیں ہوئی جس قدر وہ لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر خوش ہو گئے حتی کہ میں نے بچیوں اور بچوں کو دیکھا کہ وہ کہتے پھرتے تھے کہ یہ اللہ کا رسول ہمارے پاس آ گیا ہے۔ پس آپؐ کے تشریف لانے تک میں سبح اسم ربک اور اس جیسی کئی سورتیں پڑھ چکا تھا۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ النَّصَارٰى وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ بَلَغَ إِنَاهَا وَحَانَ شُرْبُهَا حَمِيْمٍ اٰنٍ بَلَغَ إِنَاهُ لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً شَتْمًا الضَّرِيْعُ نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ الشِّبْرِقُ يُسَمِّيْهِ أَهْلُ الْحِجَازِ الضَّرِيْعَ إِذَا يَبِسَ وَهُوَ سُمٌّ بِمُسَيْطِرٍ بِمُسَلَّطٍ وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّيْنِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِيَابَهُمْ مَرْجِعَهُمْ ....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ عاملہ ناصبۃ کا مصداق نصاری ہیں۔ اور مجاہد فرماتے ہیں عین آنیۃ کہ اس کے پکنے اور کھولنے کو پہنچ گیا۔ کہ اس کے پینے کا وقت آگیا۔ حمیم آن جو سخت گرم جو اپنے پکنے کے وقت کو پہنچ جائے۔ لاغیۃ کے معنی گالی۔ الضریع ایک سبزی ہے جسے شبرق کہتے ہیں جس کا نام اھل حجاز ضریع رکھتے ہیں۔ جبکہ وہ سوکھ جائے۔ حالانکہ وہ زہر ہے۔ مسیطر مسلط کے معنی ہیں جسے صاد اور سین دونوں سے پڑھا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ایاب کے معنی لوٹنے کے ہیں۔

وَالْفَجْرِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْوَتْرُ اللّٰهُ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ

مجاہد فرماتے ہیں کہ الوتر اللہ تعالے ہیں ارم عاد قدیم

الْقَدِيْمَةِ وَالْعِمَادُ اَهْلُ عَمُوْدٍ لَايُقِيْمُوْنَ يَعْنِيْ اَهْلَ خِيَامٍ سَوْطَ عَذَابٍ الَّذِيْنَ عُذِّبُوْا بِهٖ اَكْلًا لَّمًّا السَّفُّ وَجَمًّا الْكَثِيْرُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ فَهُوَ شَفْعٌ السَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوَتْرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَقَالَ غَيْرُهٗ سَوْطَ عَذَابٍ كَلِمَةٌ تَقُوْلُهُ الْعَرَبُ لِكُلِّ نَوْعٍ مِنَ الْعَذَابِ يَدْخُلُ فِيْهِ السَّوْطُ لَبِالْمِرْصَادِ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تُحَاضُّوْنَ تَحَافَظُوْنَ وَتَحُضُّوْنَ تَأْمُرُوْنَ بِاِطْعَامِهٖ الْمُطْمَئِنَّةُ الْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ وَقَالَ الْحَسَنُ يَآاَيَّتُهَا النَّفْسُ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ قَبْضَهَا اطْمَاَنَّتْ اِلَى اللّٰهِ وَاطْمَاَنَّ اللّٰهُ اِلَيْهَا وَرَضِيَتْ عَنِ اللّٰهِ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَمَرَ بِقَبْضِ رُوْحِهَا وَاَدْخَلَهَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَجَعَلَهٗ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ وَقَالَ غَيْرُهٗ جَابُوْا نَقَبُوْا مِنْ جَيْبِ الْقَمِيْصِ قُطِعَ لَهٗ جَيْبٌ يَجُوْبُ الْفَلَاةَ يَقْطَعُهَا لَمًّا لَمَمْتُهٗ اَجْمَعُ اَتَيْتُ عَلٰى اٰخِرِهٖ .....

قدیم بانسوں والے العماد ستون والے جو کہیں اقامت نہیں کرتے۔ یعنی یہ خیمہ والے خانہ بدوش۔ سوط عذاب وہ لوگ جن کو کوڑے سے عذاب دیا گیا۔ اکلا لما السف یعنی انتہا تک کھاجانا۔ جما کے معنی کثیر کے ہیں۔ اور مجاہد کی تفسیر ہے کہ ہر وہ شے جس کو اللہ نے پیدا کیا وہ شفع ہے اور آسمان بھی شفع جوڑا ہے۔ الوتر صرف اللہ تبارک وتعالے ہیں۔ اور غیر مجاہد کی تفسیر ہے کہ سوط عذاب یہ ایک کلمہ ہے جس کو اہل عرب استعمال کرتے ہیں۔ ہر قسم کے اس عذاب کے لئے جس میں تازیانہ داخل ہو۔ مرصاد یعنی اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ وہ تاک میں ہے۔ تحاضون تم ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہو۔ اور تحضون کہ مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم دیتے ہو۔ المطمئنۃ وہ ذات جو ثواب کو سچا قرار دینے والا ہو۔ اور حسن بصری فرماتے ہیں۔ یاایتھا النفس۔ جب اللہ تعالے اس جی کو قبض کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ نفس اللہ تعالے کی طرف سے مطمئن ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالے اس سے مطمئن ہوتے ہیں وہ ذات اللہ تعالے سے راضی اور اللہ تعالے اس سے راضی ہوتا ہے۔

تب اللہ تعالے اس کے قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور اسے جنت میں داخل کردیتے ہیں۔ اور اسے اپنے نیک بندوں میں سے بنادیتے ہیں اور غیر مجاہد نے کہا جابوا کاٹ دیتے ہیں جیب القمیص اس وقت بولتے ہیں جب قمیص کے لئے گریبان کاٹ دیا جائے۔ یجوب العلاۃ جبکہ جنگل کو کاٹ لے طے کرلے۔ لمالمتہ اس کو جمع کرلیا اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ یعنی القدیمہ ۷۳۶۔ ۲۵ القدیمہ اس لفظ کی تفسیر ہے جو اس جگہ مذکور نہیں ہے۔ کیونکہ عاد دو قسم ہے۔ اول۔ اور ثانی مؤلف نے بیان کردیا۔ آیت میں ان دو میں سے قدیمہ مراد ہے۔ سوط عذاب کی تفسیر الذی عذبوا بہ سے تو ظاہر ہے۔ لیکن الذی عذبوا بہ میں خفاء ہے۔ کیونکہ جمع کا صیغہ لایا گیا تو سوط کی صفت ہونا ممکن نہیں ہے۔ حالانکہ مقصود تو اسی کو بیان کرنا تھا

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ عاد کے دو قبیلے تھے عاد اولیٰ اور عاد اخیرہ۔ عاد اولیٰ کی طرف القدیمہ سے

اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ارم انکی زمین کا نام ہے۔ جس میں وہ آباد تھے۔ الذین عذبوا بہ فنیہ خفاء تمام بخاری کے متون اور شروح میں الذی عذبوا ہے۔ لیکن ہندی نسخہ میں الذین عذبوا ہے۔ جس کی توجیہ ممکن ہے۔ الذین عذب لفظ سوط کی تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ ضمیر مجرور کا بیان ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ عاد اور ثمود کی اقوام پر جو عذاب تھا وہ صرف نافرمانوں اور کافروں پر تھا۔ مؤمنین اور مطیعین محفوظ رہے تو اس سے دفع توہم کیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ الذین لفظ جمع کے ساتھ السوط کی صفت ہو جیسے الذین طغوا فی البلاد۔ فرعون ذی الاوتاد کی صفت ہے۔ چنانچہ جلالین میں ہے۔ سوط عذاب یہ ایک قسم کا عذاب تھا۔ اور صاحب جمل فرماتے ہیں کہ عاد کی قوم ریح سے ثمود کی قوم صیحہ سے اور فرعون کی قوم غرق سے ہلاک ہوئیں۔ فکلا اخذنا بذنبہ کہ ہر ایک کو ہم نے ان کے گناہ کے بدلے انہیں پکڑا۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ جمع لفظ مفرد کی صفت ہے۔ اس کے نظائر قرآن میں بہت ہیں۔

سُوْرَةُ لَا اُقْسِمُ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ بِهٰذَا الْبَلَدِ مَكَّةَ لَيْسَ عَلَيْكَ مَا عَلَى النَّاسِ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ وَوَالِدٍ اٰدَمُ وَمَا وَلَدَ لُبَدًا كَثِيْرًا النَّجْدَيْنِ الْخَيْرُ وَالشَّرُّ مَسْغَبَةٌ مَجَاعَةٌ مَتْرَبَةٍ السَّاقِطُ فِي التُّرَابِ يُقَالُ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَةَ فَقَالَ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ ......

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں ھذا البلد سے مراد مکہ ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپؐ کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہے جو اور لوگوں پر ہے۔ والد سے مراد آدمؑ ہیں۔ لبداً کے معنی کثیر کے ہیں نجدین دو راستے خیر اور شر کے ہیں۔ مسغبۃ کے معنی بھوک کے ہیں متربہ جو شخص مٹی میں گرا پڑا ذلیل ہو لا اقتحم جحد کے معنی ہیں لم یقتحم العقبۃ کہ یہ گھاٹی میں نہ گھسا پھر گھاٹی کی تفسیر فرمائی وہ گردن کا آزاد کرنا ہے اور بھوکے کو کھانا کھلانا ہے

سُوْرَةُ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ مُجَاهِدٌ بِطَغْوَاهَا مَعَاصِيْهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اَيْ عُقْبٰى اَحَدٍ ......

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ طغواھا سے مراد ان کی نافرمانیاں ہیں۔ عقبھا سے ہر ایک کا انجام مراد ہے۔

حدیث (٤٥٨٤) حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ اِسْمَاعِيلَ .... اَخْبَرَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَمْعَةَ ؓ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِىْ عَقَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا اَنْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيْزٌ عَارِمٌ مَنِيْعٌ فِىْ رَهْطِهٖ مِثْلَ اَبِىْ زَمْعَةَ وَذَكَرَ النِّسَاءَ فَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ يُضَاجِعُهَا مِنْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِىْ ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ وَقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ..... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَ اَبِىْ زَمْعَةَ عَمِّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زمعہؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا جس میں آپؐ نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور اس شخص کا تذکرہ کیا جس نے اسے ذبح کیا تھا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اذانبعث اشقاھا اس اونٹنی کا کام تمام کرنے کے لئے ایک ایسا آدمی ذمہ لیکر اٹھا جو اپنی برادری میں عزت والا جو بڑا خبیث فسادی تھا اور نہایت طاقتور تھا جیسے ابو زمعہ جو عبداللہ بن زمعہ کے دادا ہیں وہ قدار بن سالف تھا۔ پھر آپؐ نے عورتوں کے حقوق کا ذکر فرمایا۔ فرمانے لگے کہ تمھارا ایک آدمی اپنی بیوی کو مارنے کا قصد کرتا ہے اور اس طرح مارتا ہے جس طرح نوکر کو پیٹا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ دن کے آخری حصہ میں اس سے ہمبستر ہو۔ تو پھر کھسیانا ہونا پڑے گا۔ پھر آپؐ نے لوگوں کو ضرطہ مارنے پر ہنسنے پر نصیحت فرمائی۔ فرمایا ایسے کام سے کیوں ہنستا ہے جس کو وہ خود کرتا ہے۔ اور ابو معاویہ کی سند میں ہے۔ مثل ابی زمعہ جو حضرت زبیر بن العوامؓ کے چچا ہیں۔

وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ؓ بِالْحُسْنٰى بِالْخَلَفِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَرَدّٰى مَاتَ وَتَلَظّٰى تَوَهَّجُ وَقَرَاَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ تَتَلَظّٰى ....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بالحسنی سے خلق وہ ثواب مراد ہے۔ جو نفقہ کے بعد ملتا ہے۔ جس پر کافر کو یقین نہیں ہوتا۔ تردی کے معنی مر گیا۔ تلظی بھڑکتا ہے۔ اور عبید بن عمیر نے تتلظی قرأت کی ہے۔

باب وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى

حدیث (٤٥٨٥) حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ عَلْقَمَةَؓ قَالَ دَخَلْتُ فِيْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ عَبْدِاللّٰهِ الشَّامَ فَسَمِعَ بِنَا اَبُوالدَّرْدَاءِؓ فَاَتَانَا فَقَالَ اَفِيكُمْ مَنْ يَقْرَءُ فَقُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَاَيُّكُمْ اَقْرَءُ فَاَشَارُوا اِلَيَّ فَقَالَ اقْرَءْ فَقَرَأْتُ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ ءَ اَنْتَ سَمِعْتَهَا مِنْ فِيْ صَاحِبِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَاَنَا سَمِعْتُهَا مِنْ فِي النَّبِيِّ ﷺ وَهٰؤُلَاءِ يَاْبُوْنَ عَلَيْنَا.......

ترجمہ۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملک شام میں داخل ہوا تو حضرت ابوالدرداءؓ صحابی رسول نے ہمارے متعلق سنا تو ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ پوچھا کیا تمھارے اندر کوئی ایسا شخص ہے جو قاری قرآن ہو ہم نے نعم سے جواب دیا کہ ہاں موجود ہے۔ پھر پوچھا تم میں سے زیادہ قاری کون ہے۔ تو ان لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ توانہوں نے کچھ قرأت کرنے کی فرمائش کی تو میں نے پڑھا والذکر والانثی توانہوں نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے استاد کے منہ سے اس کو سنا میں نے کہاہاں جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے اسے جناب نبی اکرم ﷺ کے منہ سے سنا تھا۔ اور یہ لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں۔

باب قوله وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى

حدیث (٤٥٨٦) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَدِمَ اَصْحَابُ عَبْدِاللّٰهِؓ عَلٰى اَبِي الدَّرْدَاءِؓ فَطَلَبَهُمْ فَوَجَدَهُمْ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَقْرَءُ عَلٰى قِرَاَةِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ كُلُّنَا قَالَ فَاَيُّكُمْ اَحْفَظُ فَاَشَارُوا اِلٰى عَلْقَمَةَؓ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَهُ يَقْرَءُ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قَالَ عَلْقَمَةُؓ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَءُ هٰكَذَا وَهٰؤُلَاءِ يُرِيْدُوْنِيْ عَلٰى اَنْ اَقْرَءَ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ

ترجمہ۔ حضرت ابراھیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد حضرت ابوالدرداءؓ صحابی رسول سے ملنے کے لئے آئے۔ تو حضرت ابوالدرداءؓ نے ان کو تلاش کر کے پالیا پس ان سے پوچھا تم میں سے کون شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراۃ پر قرآن مجید پڑھتا ہے۔ علقمہؒ نے کہا ہم میں ہر ایک انکی قراۃ کی طرح قراۃ کر سکتا ہے۔ انہوں نے پوچھا تم میں سے زیادہ حافظ کون ہے۔ ان حضرات نے حضرت علقمہؒ کی طرف اشارہ کیا۔ توانہوں نے پوچھا کہ آپ نے ان کو واللیل اذا یغشی کیسے پڑھتے ہوئے سنا۔ تو علقمہؒ نے

وَالْاُنْثٰى وَاللّٰهُ لَا اُتَابِعُهُمْ .... فرمایا۔ والذکر والانثی حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا تم لوگ گواہ رہو میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح سنا۔ اور یہ لوگ میرے سے چاہتے ہیں کہ میں وماخلق الذکر والانثی پڑھوں واللہ میں انکی پیروی نہیں کرونگا۔

باب فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى

حدیث (۴۵۸۷) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ ...... عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فِيْ جَنَازَةٍ فَقَالَ مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَفَلَانَتَّكِلُ فَقَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ....

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ کی نماز میں ہم بقیع الفرقد میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کا ٹھکانا جنت یا جہنم میں نہ لکھا جا چکا ہو۔ تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ پھر ہم تقدیر پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں عمل کرتے رہو۔ ہر ایک کو اپنے ٹھکانے حاصل کرنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ پھر امامن اعطی واتقی کو تلاوت فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ ابن مسعودؓ کی قراۃ والذکر والانثی ہے جسے غیر مقلد حضرت ابن مسعودؓ کے نسیانات میں سے شمار کرتے ہیں حالانکہ حضرت ابو الدرداءؓ انکی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے منہ سے والذکر والانثی سنا ہے اور قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ تو زیادہ سے زیادہ اختلاف قراۃ پر محمول ہوگا۔ حضرت ابن مسعودؓ بھولے نہیں ہیں۔ اور ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ اس کے خلاف اہل شام کی اتباع نہیں کرونگا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ والذکر والانثی ۴۳۷ - ۱۸ پہلے پہل والذکر والانثی نازل ہوا بعد ازاں وماخلق اترا شاید ابن مسعودؓ اس پر واقف نہ ہو سکے۔ یا ممکن ہے وہ دونوں قراتوں کو جائز سمجھتے ہوں۔ لیکن وہ خود اسی قراۃ کو پسند کرتے تھے۔ جو جناب نبی اکرم ﷺ نے انہیں پڑھائی تھی۔ اسی طرح ابو الدرداءؓ نے بھی کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداءؓ کا یہ فرمانا کہ میں انکی پیروی نہیں کرونگا۔ حالانکہ وماخلق الذکر والانثی قراۃ متواترہ ہے۔ تو شاید والذکر والانثی کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہو۔ جس کا علم حضرت ابو الدرداءؓ کو نہ ہو سکا ہو۔ متابعت اس لئے نہیں کرتے کہ انہوں نے خود جناب نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح سن چکے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ

مصاحف عثمانی کی جب اشاعت ہوئی۔ تو ہر منسوخ کو اس سے حذف کر دیا گیا۔ جن کا ان کو علم نہ ہو سکا۔ لیکن تعجب کی یہ بات ہے کہ حفاظ کوفہ اس قرأت کو علقمہ اور ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں۔ اور کوئی قرأۃ ان دونوں حضرات تک منتہی ہوتی ہے۔ لیکن کوفہ والوں میں سے کوئی بھی اس طرح قرأۃ نہیں کرتا۔ اور اس طرح اہل شام بھی حضرت ابو الدرداءؓ کی قرأۃ نقل کرتے ہیں۔ لیکن کوئی اس طرح قرأۃ نہیں کرتا۔ جس سے خوب واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ تو حضرت قطب گنگوہیؒ نے اسے تعدد نزول پر محمول کیا۔ جسے شراح نے نسخ سے تعبیر کیا مآل ایک ہی ہے۔

باب قوله وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى

حدیث (۴۵۸۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ.......
عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ..

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پھر حدیث کو ذکر کیا۔

باب قوله فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى

حدیث (۴۵۸۹) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ..
عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ جَنَازَةٍ فَاَخَذَ عُوْدًا يَنْكُتُ فِي الْاَرْضِ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ اَوْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ. فَقَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى الاية وَقَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِيْ بِهٖ مَنْصُوْرٌ فَلَمْ اُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ......

ترجمہ۔ حضرت علیؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نبی اکرم ﷺ ایک جنازہ میں تھے کہ آپؐ نے ایک لکڑی لی اور زمین کھر چنے لگے۔ پس آپؐ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کے لئے اس کا ٹھکانا جہنم یا جنت میں لکھ دیا گیا ہے۔ تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر ایک کو آسانی کر دی جاتی ہے۔ اما من اعطی واتقی پڑھا۔ شعبہ فرماتے ہیں منصور نے یہ حدیث مجھے بیان کی۔ پس حدیث سلیمان کے خلاف اس کو نہیں سمجھتا۔

باب قوله وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى

حدیث (۴۵۹۰) حَدَّثَنَا يَحْيٰى ....
عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا

مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّاوَقَدْ كُتِبَ لَهٗ مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَانَتَّكِلُ قَالَ لَااِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّامَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى

تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانا جنت میں سے اور جہنم میں سے لکھا جا چکا ہے۔ ہم نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ہر ایک کے لئے اس کا عمل آسان کیا جاتا ہے پھر آیت پڑھی امامن اعطی......

باب قوله وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى

حدیث(۴۵۹۱)حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّافِيْ جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَاَتَانَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهٗ وَمَعَهٗ مِخْصَرَةٌ فَنَكَسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهٖ ثُمَّ قَالَ مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ مَامِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ اِلَّاقَدْ كُتِبَ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً اَوْسَعِيْدَةً فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَانَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيْرُ اِلٰى اَهْلِ السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ اَهْلِ الشَّقَاءِ فَسَيَصِيْرُ اِلٰى عَمَلِ اَهْلِ الشِّقَاءِ قَالَ وَاَمَّا اَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ اَهْلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا اَهْلِ الشِّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ اَهْلِ الشِّقَاءِ ثُمَّ قَرَءَ فَاَمَّامَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى .....

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بقیع الغرقد میں ہم لوگ ایک جنازہ میں تھے کہ ہمارے پاس جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ ہم لوگ بھی آپؐ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپؐ کے ساتھ ایک لاٹھی تھی۔ پس آپؐ نے سر جھکالیا۔ اور اپنی اس لاٹھی کو زمین پر مارنے لگے۔ پھر فرمایا تم میں کوئی جی پیدا شدہ ایسا نہیں مگر اس کا ٹھکانا بہشت اور دوزخ میں لکھا جا چکا ہے۔ اور یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت ہوگا۔ جس پر ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم اپنی کتاب پر بھروسہ نہ کریں۔ اور عمل کو چھوڑ دیں۔ پس جو شخص ہم میں سے نیک بخت ہوگا۔ وہ اہل سعادت کی طرف چلا جائیگا۔ اور جو اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ اہل شقاوت کے اعمال کی طرف پھریگا۔ آپؐ نے فرمایا اہل سعادت کو اہل سعادت کے اعمال کی توفیق دی جاتی ہے اور اہل شقاوۃ کو اہل شقاوۃ کے اعمال کی توفیق ملتی ہے پھر آپؐ نے فامامن اعطی واتقی کو پڑھا۔

باب قوله فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى

حدیث(۴۵۹۲)حَدَّثَنَا اٰدَمُ ...عَنْ عَلِيٍّ

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ جَنَازَةٍ فَاَخَذَ شَيْئًا فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهِ الْاَرْضَ فَقَالَ مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَانَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اَمَّامَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ اَهْلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشِّقَاءِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَءَ اَمَّامَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى.......

ایک جنازہ میں تھے پس آپ نے ایک چیز یعنی لکڑی کو پکڑا اور اس سے زمین کھودنے لگے۔ پھر فرمایا تم میں سے ہر ایک کیلئے اس کا ٹھکانا جہنم یا جنت میں سے لکھا جا چکا ہے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم اپنی کتاب پر بھروسہ نہ کریں اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا عمل جاری رکھو ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق ملتی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پس جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا۔ اسے اہل سعادت کے عمل کی توفیق ملے گی۔ اور جو اہل شقاوت میں سے ہے اس کیلئے اہل شقاوت کے عمل آسان کئے جائیں گے۔ پھر آپ نے امامن اعطی آیت کو تلاوت کیا۔

تشریح از شیخ مدنی ۔ واللیل اذا یغشی سورۃ کے تحت جسقدر روایات ہیں۔ ان میں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے ہر ایک کے لئے ایک مقام مقرر کر دیا ہے۔ جس کے مطابق وہ عمل کریگا۔ جبراً کوئی داخل نہیں ہوگا۔ جس نے عمل صالح کیا۔ اسی کیلئے آسانی کر دی گئی۔ اگر عمل بد کا ارادہ کیا تو باری تعالے اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان مجبور نہیں ہے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالے نے اپنے مختلف مظاہر بیان فرمائے ہیں۔ رات کی تاریکیوں میں اہل اللہ مراقبہ کرتے ہیں۔ اور اس میں مناجات اچھی طور سے ہوتی ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ لیا لی الشتاء ربیع الابرار اور ان راتوں مین چور ڈاکو اپنا اپنا کام انجام دیتے ہیں۔ وماخلق الذکر والانثی یعنی دونوں ایک باپ کی اولاد ہیں۔ مگر ان میں طبعی اختلاف ہے۔ ان قسموں میں اختلاف طبعی کو بیان کیا گیا ہے باری تعالے اس میں اپنی صفت کا اظہار کرتے ہیں۔ کوئی سخی ہے۔ کوئی بخیل ہے۔ اور باری تعالے کی صفت احیاء بھی ہے اور اماتت بھی ہے۔

سُوْرَةُ وَالضُّحٰى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَاللَّيْلِ اِذَاسَجٰى اسْتَوٰى وَقَالَ غَيْرُهٗ اَظْلَمَ وَسَكَنَ عَائِلًا فَاَغْنٰى ذَاعَيَالٍ.

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ واللیل اذاسجی برابر اور سیدھی ہوتی ہے۔ غیر مجاہد اس کے معنی کرتے ہیں تاریک ہو جاتی ہے ساکن ہو جاتی ہے۔ عائلاً عیالدار۔

باب قوله مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلٰى

حدیث(۴۵۹۳)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ سُفْيَانُ قَالَ اشْتَكٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَجَاءَ تِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَامُحَمَّدُ ﷺ اِنِّي لَاَرْجُوْا اَنْ يَكُوْنَ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ لَمْ اَرَهٗ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَاسَجٰى......

ترجمہ۔ حضرت جندب بن سفیانؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے تو دو تین راتیں قیام اللیل نہ کر سکے۔ تو ایک عورت آکر کہنے لگی اے محمد! مجھے امید ہے کہ تیرا شیطان تجھے چھوڑ چکا ہے۔ میں اسے دو تین راتوں سے نہیں دیکھ رہی کہ وہ تیرے قریب آئے۔ جس پر اللہ تعالے نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کے وقت کی جب وہ چھا جائے۔ نہ آپؐ کے رب نے آپؐ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپؐ سے ناراض ہوا ہے۔

باب قوله مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلٰى۔ يُقْرَءُ بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ بِمَعْنًى وَاحِدٍ مَاتَرَكَكَ رَبُّكَ۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مَاتَرَكَكَ وَمَا اَبْغَضَكَ

حدیث(۴۵۹۴)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ سَمِعْتُ جُنْدُبًا الْبَجَلِيَّ قَالَتْ اِمْرَأَةٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَرٰى صَاحِبَكَ اِلَّا اَبْطَأَكَ فَنَزَلَتْ مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلٰى

ترجمہ۔ جندب بجلیؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ میں سمجھتی ہوں تیرے ساتھی نے آپؐ سے تاخیر کر لی۔ چھوڑ دیا تو آیت ماودعك الخ نازل ہوئی۔

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وِزْرَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْقَضَ اَثْقَلَ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَيْ مَعَ ذٰلِكَ الْعُسْرِ يُسْرًا اٰخَرَ كَقَوْلِهٖ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا اِلَّا

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ وزرک سے وہ گناہ مراد ہیں جو زمانہ جاہلیۃ میں ہوئے انقض بوجھل کر دیا۔ مع العسر یسرا ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس تنگی کے ساتھ دوسری آسانی ہے۔

اِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ وَلَنْ یَغْلِبَ عُسْرٌیُسْرَیْنِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَانْصَبْ فِیْ حَاجَتِكَ اِلٰی رَبِّكَ وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ....

کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ تم ہمارے ساتھ دو نیکیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو۔ تو ایک عسر دو یسروں پر غالب نہیں آسکتا۔ مجاہد کی تفسیر ہے فانصب یعنی اپنی ضرورت کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ اپنے رب کی طرف۔ اور ابن عباسؓ سے ذکر کیا جاتا ہے۔ الم نشرح لك صدرك کہ اللہ تعالے نے آپؐ کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ هُوَالتِّیْنُ وَالزَّیْتُوْنُ الَّذِیْ یَاْکُلُ النَّاسُ یُقَالُ فَمَا یُکَذِّبُكَ فَمَاالَّذِیْ یُکَذِّبُكَ بِاَنَّ النَّاسَ یُدَانُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ کَاَنَّهٗ قَالَ وَمَنْ یَقْدِرُ عَلٰی تَکْذِیْبِكَ بِا الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ.......

ترجمہ۔ ترجمہ مجاہد فرماتے ہیں تین انجیر اور زیتون سے وہی مراد ہیں جسے لوگ کھاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے فمایکذ بک پس کیا چیز ہے جس میں یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں۔ وہ یہ بات ہے کہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلے دیے جاتے ہیں گویا کہ فرمایا یعنی ثواب اور سزا کی تکذیب پر کون قادر ہے۔

حدیث (۴۵۹۵) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ فِیْ سَفَرٍ فَقَرَءَ فِی الْعِشَاءِ فِیْ اِحْدَی الرَّکْعَتَیْنِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ.

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک سفر میں تھے کہ عشاء کی دو رکعتوں میں سے ایک کے اندر آپؐ نے والتین والزیتون کو پڑھا۔

سُوْرَةُ اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث (۴۵۹۶) وَقَالَ قُتَیْبَةُ عَنِ الْحَسَنِ

ترجمہ۔ حضرت قتیبہ کی تفسیر ہے۔ حضرت

قَالَ اكْتُبْ فِي الْمُصْحَفِ فِي أَوَّلِ الْإِمَامِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاجْعَلْ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ خَطًّا وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَادِيَهُ عَشِيْرَتَهُ الزَّبَانِيَةُ الْمَلَائِكَةُ وَقَالَ مَعْمَرٌ الرُّجْعٰى الْمَرْجِعُ لَنَسْفَعًا قَالَ لَنَأْخُذَا وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّوْنِ وَهِيَ الْخَفِيْفَةُ سَفَعْتُ بِيَدِهٖ أَخَذْتُ

حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اوائل قرآن میں مصحف کے اندر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو اور اس کو دو سورتوں کے درمیان فصل بناؤ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ نادیہ کے معنی قبیلے کے ہیں۔ زبانیہ فرشتے اور معمر فرماتے ہیں الرجعی لوٹنے کی جگہ لنسفعاً فرمایا ہم ضرور پکڑینگے۔ اور لنسفعن نون خفیفہ کے ساتھ بھی ہے سنفعت بیدہ میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑا۔

حدیث (۴۵۹۷) حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ بُكَيْرٍ. أَنَّ عَائِشَةَؓ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَلْحَقُ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتَ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى خَدِيْجَةَؓ فَيَتَزَوَّدُ بِمِثْلِهَا حَتّٰى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ إِلٰى قَوْلِهٖ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ پہلے پہل جناب رسول اللہ ﷺ نے جس چیز سے ابتدا فرمائی وہ نیند کے سچے خواب تھے چنانچہ جو خواب بھی آپؐ دیکھتے وہ صبح پھٹنے کی طرح صحیح آتا۔ بعد ازاں آپ کو خلوت پسند آئی تو آپؐ غار حراء میں چلے گئے۔ وہاں عبادت کرتے تھے تحنث کا معنی عبادت کرنے کے ہیں۔ تو وہاں آپؐ کئی کئی راتیں عبادت میں مشغول رہتے۔ گھر والوں کے پاس نہیں لوٹتے تھے۔ اور اس کے لئے توشہ ہمراہ لے جاتے۔ جب ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آکر اس کی مانند اسکی اور مقدار میں توشہ لے جاتے۔ یہاںتک حق یعنی وحی آپؐ کے پاس آگئی۔ جبکہ آپؐ غار حراء میں تھے۔ ایک فرشتہ آیا اس نے کہا پڑھیے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو پڑھنے والا نہیں ہوں۔ تو اس نے مجھے پکڑا اور خوب بھینچا۔ یہاںتک کہ مجھے مشقت نے آگھیرا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر کہا کہ پڑھو! میں نے کہا کہ میں قرأت کرنے والا نہیں ہوں اس نے پھر مجھے دوسری مرتبہ بھینچا جس سے مجھے مشقت محسوس ہوئی تو اسنے مجھے چھوڑ دیا تو کہا کہ پڑھو۔ میں نے پھر کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ فَرَجَعَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
تَرْجُفُ بَوَادِرُہٗ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی خَدِیْجَۃَ فَقَالَ
زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَزَمَّلُوْہُ حَتّٰی ذَھَبَ عَنْہُ الرَّوْعُ
قَالَ لِخَدِیْجَۃَ اَیْ خَدِیْجَۃُ مَالِیَ خَشِیْتُ عَلٰی
نَفْسِیْ فَاَخْبَرَھَا الْخَبَرَ فَقَالَتْ خَدِیْجَۃُ کَلَّا اَبْشِرْ
فَوَاللّٰہِ لَایُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا فَوَاللّٰہِ اِنَّکَ لَتَصِلُ
الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ
الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ
الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِہٖ خَدِیْجَۃُ حَتّٰی اَتَتْ بِہٖ وَرَقَۃَ بْنَ
نَوْفَلَ وَھُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِیْجَۃَ اَخِی اَبِیْھَا وَکَانَ امْرَأً
تَنَصَّرَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَکَانَ یَکْتُبُ الْکِتَابَ الْعَرَبِیَّ
وَیَکْتُبُ مِنَ الْاِنْجِیْلِ بِالْعِبْرَانِیَّۃِ مَاشَاءَ اللّٰہُ
اَنْ یَّکْتُبَ وَکَانَ شَیْخًا کَبِیْرًا قَدْعَمِیَ قَالَتْ
خَدِیْجَۃُ یَاابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِیْکَ قَالَ وَرَقَۃُ
یَاابْنَ اَخِیْ مَاذَا تَرٰی فَاَخْبَرَہُ النَّبِیُّ ﷺ خَبَرَ
مَارَاٰی فَقَالَ وَرَقَۃُ ھٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ اُنْزِلَ عَلٰی
مُوْسٰی لَیْتَنِیْ فِیْھَا جَذَعٌ لَیْتَنِیْ اَکُوْنُ حَیًّا ذَکَرَ
حَرْفًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَوَ مُخْرِجِیَّ ھُمْ قَالَ
وَرَقَۃُ نَعَمْ لَمْ یَاْتِ رَجُلٌ بِمَا جِئْتَ بِہٖ اِلَّا اُوْذِیَ
وَاِنْ یُّدْرِکْنِیْ یَوْمُکَ حَیًّا اَنْصُرْکَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا
ثُمَّ لَمْ یَنْشَبْ وَرَقَۃُ اَنْ تُوُفِّیَ وَفَتَرَ الْوَحْیُ فَتْرَۃً

اس نے مجھے پکڑ کر تیسری مرتبہ بھینچا یہانتک کہ مجھے مشقت نے آگھیرا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر کہا **اقرء باسم ربلک الذی خلق وعلم الانسان مالم یعلم** ۔ یہ پانچ آیات پڑھیں انکو لیکر جناب رسول اللہ ﷺ واپس ہو گئے کہ آپؐ کے کندھے کا گوشت کانپتا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے کملی سے ڈھانپ لو۔ مجھے کملی سے ڈھانپ لو۔ انہوں نے کپڑا لپیٹا یہانتک کہ آپؐ سے خوف وہراس اور گھبراہٹ دور ہوئی۔ تو بی بی خدیجہؓ سے فرمانے لگے اے خدیجہ مجھے کیا ہو گیا۔ مجھے تو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ پھر انہیں پورا واقعہ سنایا حضرت خدیجہؓ نے سن کر فرمایا ہرگز نہیں کوئی خوف نہ کرو خوشی حاصل کرو۔ واللہ! اللہ تعالے آپؐ کو رسوا نہیں کرینگے کیونکہ آپؐ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ بات سچی کرتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اور غریبوں کو کمائی کے قابل بناتے ہیں۔ اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حق کے مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر وہ حضرت خدیجہؓ آپؐ کو لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں۔ جو حضرت خدیجہؓ کا چچازاد بھائی تھا یعنی آپؐ کے باپ کے بھائی کا حقیقی بیٹا تھا۔ وہ زمانہ جاہلیۃ میں نصرانی ہو گیا تھا۔ اور عربی کتاب لکھتا تھا اور انجیل کو عربی زبان میں عبرانی سے ترجمہ کرتا تھا۔ جو کچھ اللہ تعالے اس سے چاہتا لکھواتا تھا۔ وہ ورقہ بہت بوڑھا ہو کر نابینا ہو چکا تھا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا اے میرے چچازاد بھائی اپنے بھتیجے سے سنو یہ کیا کہتا ہے۔ اس نے پوچھا بھتیجے تو نے کیا دیکھا ہے۔ تو جو کچھ جناب نبی اکرم ﷺ نے دیکھا تھا اس کی ان کو اطلاع کی۔ تو ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہ فرشتہ ہے جو موسی علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں اس دور میں

حَتّٰی حَزِنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ ......اَنَّ جَابِرَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فِيْ حَدِيْثِهٖ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَنِيْ بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَفَرِقْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَدَثَّرُوْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ وَهِيَ الْاَوْثَانُ الَّتِيْ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَعْبُدُوْنَ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ ......

طاقتور جوان ہوتا اور کاش میں زندہ رہتا کچھ اور حرف بھی ذکر کیا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا یہ لوگ مجھے نکال دینے والے ہونگے۔ ورقہ نے کہا ہاں تمھیں نکال کھڑا کرینگے کیونکہ جو شخص بھی آپ جیسا حق لیکر آیا ہے۔ اسے ہمیشہ تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ اگر میری زندگی میں آپ کی نبوت کا دور آگیا تو میں آپ کی بھرپور امداد کرونگا۔ پس ورقہ تھوڑا ہی عرصہ ٹھہرا ہوگا کہ وفات پاگیا۔ اور وحی رک گئی۔ جس سے آپ رسول اللہ ﷺ غمزدہ ہوئے۔ محمد بن شہاب زہری فترۃ وحی کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے انقطاع وحی کے زمانہ کی حدیث بیان کرتے تھے کہ دریں اثنا کہ میں چل رہا تھا۔

کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حراء میں میرے پاس آیا تھا۔ و، آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ جس سے میں گھبرا گیا۔ گھر واپس آکر میں نے کہا کہ مجھے گرم کپڑا لپیٹو! تو ان لوگوں نے مجھے لپیٹ دیا تو اللہ تعالے نے یاایھاالمدثر قم فانذر نازل فرمایا۔ ابوسلمۃ فرماتے ہیں الرجز وہ بت ہیں جنکی اہل جاہلیت پوجا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ پھر لگاتار وحی آنے لگی۔

باب خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

حدیث (۴۵۹۸) حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ بُكَيْرٍ. عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ اَوَّلُ مَابُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلی چیز جس کی رسول اللہ ﷺ سے ابتداء ہوئی وہ اچھے خواب تھے اس کے بعد ایک فرشتہ آیا اس نے کہا ترجمہ اپنے پیدا کرنے والے کے نام سے اقراء باسم ..... پڑھیں۔

باب قوله اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ

حدیث (۴۵۹۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں

عَنْ عَائِشَةَ اَوَّلُ مَابُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فَجَائَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ....

سب سے پہلے جس کی رسول اللہ ﷺ سے ابتداء ہوئی وہ سچے خواب تھے پھر حضرت جبریل تشریف لائے اور فرمایا ترجمہ اپنے پیدا کرنے والے کے نام سے پڑھیں ۔

باب قوله اَلَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

حديث (٤٦٠٠) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ.....قَالَتْ عَائِشَةُ فَرَجَعَ النَّبِىُّ ﷺ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِىْ زَمِّلُوْنِىْ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ..

ترجمہ ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آئے تو فرمایا مجھے کملی لپیٹو پھر باقی حدیث کو ذکر کیا گیا۔

باب قوله كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ

حديث (٤٦٠١) حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَبُوْجَهْلٍ لَئِنْ رَاَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّىْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَاَطَاَنَّ عَلٰى عُنُقِهٖ فَبَلَغَ النَّبِىَّ ﷺ فَقَالَ لَوْفَعَلَهٗ لَاَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ تَابَعَهٗ عَمْرُوبْنُ خَالِدٍ

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابو جھل کہنے لگا اگر میں نے محمد ﷺ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو میں ضرور آپ کی گردن روند ڈالوں گا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو اسے فرشتے پکڑ لیتے

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ هل تربصون بنا ...... یہ تو کفار کے گمان کا بیان ہے۔ کہ وہ میرے ایک کے منتظر تھے۔ لیکن مسلمان تو دو نیکیوں کے متمنی تھے۔ ایک ثواب دوسرا غنیمت اور یہی ان کا عین مدعی تھا۔ جو وہ ایک عسر سے دو یسر حاصل کرنا چاہتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ واقعی کفار تو مسلمانوں کے متعلق اجر اور شہادت کو نیکی گمان نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ تو صرف مال غنیمت کو حسنیٰ شمار کرتے تھے۔ لیکن مؤمن لوگ تو اجر اور شہادت حسنیٰ کے اعلےٰ مراتب میں سے شمار کرتے تھے۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ تقریر نحویوں کے قول کے مطابق ہے۔ کہ جب نکرہ کا اعادہ ہو تو غیر اولیٰ مراد ہوتا ہے۔ تو یسرا نکرہ ہے۔ جسے دوبارہ نکرہ لایا گیا۔ اور العسر معرفہ ہے۔ اعادہ کے بعد عین اولیٰ ہوگا۔ اس مقام پر تشبیہ اس طرح ہے کہ جس طرح مؤمنین کے لئے تعدد حسنیٰ ثابت ہے اس طرح تعدد یسر بھی ثابت ہے۔ چنانچہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ جنگ کی ایک مشقت کے مقابلہ میں مسلمانوں کو دو یسر حاصل ہیں اچھی کامیابی اور عمدہ ثواب اور امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ مسلمانوں کو مصائب میں مبتلا دیکھ کر منافق لوگ خوش ہوتے تھے۔ اس سے اللہ تعالے

نے منافقوں کو جواب دیا ہے کہ مسلمان جب جہاد کے لئے جاتا ہے تو اگر مغلوب اور مقتول ہوا تو ایک تو دنیا میں اچھے نام شہید کے ساتھ اسے یاد کیا جائیگا۔ اور آخرت میں ثواب عظیم کا مستحق ہوگا۔ جو اللہ تعالے نے شہداء کے لئے تیار رکھا ہے۔ اگر غالب آگیا تو دنیا میں مال حلال غنیمت پر کامیابی حاصل کی۔ دوسرے غازی اسلام کے لقب سے پکارا جائیگا۔ جو اسکی بہادری اور جوانمردی کی دلیل ہے۔ اور دوسرے آخرت میں ثواب عظیم حاصل کریگا۔ لیکن منافق جب وہ گھر میں بیٹھ گیا۔ تو وہ بزدل کمزور اور خسیس امور کی طرف منسوب ہوگا۔ جس میں عورتیں اور بچے اس کے ساتھ شریک ہیں۔ علاوہ ازیں انہیں اپنی جانوں اموال اور اولاد کا کھٹکا لگا رہیگا۔ اگر اسی حال میں مرگئے تو آخرت میں عذاب عظیم دائم کی طرف منتقل ہونگے۔ اور اللہ تعالے ان کے قتل کی اجازت دے دینگے۔ کہ انہیں کو قتل کرنے قید کرنے اور لوٹ مار کرنے کی مسلمانوں کو اجازت ہوگی۔ یہ حدیث کتاب الجهاد میں گذر چکی ہے۔ وہاں پر امام بخاریؒ هل تربصون بنا...... کے تحت حدیث هرقل کو لائے ہیں۔ وہاں حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالے کے رسولوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ لیکن انجام کار غلبہ انہیں کا ہوگا۔ کہ کفار پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اگر شکست ہوئی تو عاقبۃ انہیں کے لئے ہوگی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ الذی یأکل الناس اس سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ تین اور زیتون دو پہاڑ ہیں۔ فرمایا نہیں یہ وہی پھل ہیں جنہیں انسان کھاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ عینیؒ نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ تین سے وہ پہاڑ مراد ہے کہ جس پر دمشق واقع ہے۔ اور الزیتون سے وہ پہاڑ جس پر بیت المقدس واقع ہے۔ تو مجاہد کی تفسیر سے امام بخاریؒ نے اس کا رد کیا کہ تین اور زیتون وہ ہیں جنہیں لوگ کھاتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ تین سے مسجد اصحاب کہف اور زیتون سے مسجد ایلیاء مراد ہے۔ اور بھی اقوال ہیں لیکن راجح الذی یأکل الناس ہے۔ قسطلانیؒ نے ان کی قسم کی خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ تین ایک بہترین پھل ہے۔ اس کی فضیلت یہ ہے کہ یہ ایک لطیف غذا ہے۔ جو جلدی ہضم ہوتی ہے۔ اور کثیر النفع دوا ہے۔ بلغم کو تحلیل کرتی ہے۔ گردے صاف کرتی ہے۔ اور مثانہ کی پتھری کو زائل کرتی ہے۔ اور بواسیر کے لئے مفید ہے وغیرها۔ اور زیتون سالن کا کام دیتا ہے۔ اس کا تیل کثیر المنافع ہے۔ ان وجوہ سے ان کو قسم میں لایا گیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ اجعل بين السورتين خطا ۔ اس سے مسلک احناف کی تائید ہوتی ہے کہ بسملہ ایک مستقل آیت قرآن ہے۔ جو دو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے آتی ہے۔ جب ایک مرتبہ اس کو لکھ دیا جائے۔ تو ہر سورۃ کے اول میں ہر مرتبہ اس کے لکھنے کی ضررت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ فی اول الامام سے اول القرآن مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صرف اول قرآن میں بسملہ کا لکھنا کافی ہے۔ پھر ہر دو صورتوں کے درمیان بطور علامت فصل کے اسے لایا جاتا ہے۔ قرأ سبعہ میں یہی حضرت حمزہؒ کا مسلک ہے۔ اور یہی حسن بصریؒ کا مسلک ہے۔ کہ بسملہ صرف اول فاتحہ میں لکھا جائے۔ اور باقی ہر سورتوں میں کسی علامت سے فصل کیا جائے ان کا استدلال

اس سورۃ اقرأ سے بھی ہے جس میں بسملہ کا ذکر نہیں ہے۔ الحاصل بسملہ قرآن میں سے ہے۔ پھر تین مسلک ہیں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ سورۃ نمل کے علاوہ بسملہ قرآن کا حصہ نہیں ہے۔ یہ امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ اور دوسرا مسلک شوافعؒ کا ہے۔ کہ یہ بسملہ ہر سورۃ کا جزو ہے اور فاتحہ کا بھی ہے۔ اور تیسرا مسلک احنافؒ ہے کہ بسملہ قرآن کا جزو تو ہے لیکن نہ فاتحہ کا جزو ہے۔ اور نہ ہی ہر سورۃ کے اوائل کا حصہ ہے بلکہ یہ مستقل آیت للفصل ہے۔ کیونکہ انا اعطیناک الکوثر بغیر بسملہ کے تین آیات ہیں۔ سورہ ملک بغیر بسملہ کے تیس آیات ہیں۔ مفصلات میں اس کی بحث ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قولہ اقرء کا مفعول وہ آیات ہیں جو اس کے بعد جبرائیلؑ پڑھائیں گے۔ اقرء مقروء خود یہی آیات ہیں۔ جنکی ابتدا اقرء سے ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اقرء مقروء کو تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے مفسرین کا اس میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا وہ کتاب ہے جو جبرائیلؑ لائینگے۔ اور صاحب جمل فرماتے ہیں کہ اقرء مایوحی الیک کیونکہ جو متصل بالامر ہے۔ وہی یقیناً مقروء ہو گا۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہ امر محض تنبیہ کے لئے ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے نفس قرأۃ مطلوب ہو جس پر اس کے بعد قادر ہونگے۔ حتی بلغ معی الجهد جاننا چاہیے کہ امام بخاریؒ نے سورۃ اقرأ پر چار باب باندھے ہیں اور ان میں بدء الوحی کی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اور پانچویں باب میں اور حدیث لائے ہیں۔ شاید اس سے اشارہ کرنا ہو۔ کہ سورۃ اقرء کی پہلی پانچ آیات بدء الوحی میں نازل ہوئی ہیں۔ كلا لئن لم ينته کے ترجمہ میں ایک اور حدیث ذکر کی۔ جو ابو جہل کے قصہ سے متعلق ہے۔ چنانچہ جلالین میں ہے کہ سورۃ اقرء مکیہ ہے۔ جس میں انیس آیات ہیں۔ مالم یعلم تک نزول قرآن کی اول آیات ہیں جو غار حراء میں نازل ہوئیں۔ اور بقول صاحب جمل وہ پانچ آیات ہیں۔ لم ینشب ورقة ان توفی ورقہ کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ شام کے علاقہ کی طرف چلا گیا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ بلاد لخم و جذام تک پہنچا تھا کہ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ وہ مبعث نبویؐ کے تھوڑا عرصہ بعد مکہ معظمہ میں فوت ہوا ہے۔ بلاذری وغیرہ نے یہی نقل کیا ہے۔ بنا بریں ورقہ کے اسلام اور صحابی ہونے میں اختلاف واقع ہوا۔ خلق الانسان من علق جمل میں ہے کہ خلق الانسان یہ خلق ثانی خلق اول کی تفسیر ہے۔ ابہام کے بعد تفصیل خلق انسان کی عظمت شان کے پیش نظر ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خلق مسطقا کل شئ ہو اور خلق الانسان تخصیص کے طور پر ہو۔

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يُقَالُ الْمَطْلَعُ هُوَ الطُّلُوْعُ وَالْمَطْلِعُ هُوَ الْمَوْضِعُ ترجمہ۔ کہا جاتا ہے کہ مطلع مصدر میمی ہے نکلنا اور

اَلَّذِیْ یُطْلُعُ مِنْهُ اِنَّااَنْزَلْنَاهُ اَلْهَاءُ کِنَایَةٌ عَنِ الْقُرْاٰنِ اَنْزَلْنَامَخْرَجُ الْجَمْعِ وَالْمُنْزِلُ هُوَاللّٰهُ وَالْعَرَبُ تُؤَکِّدُفِعْلَ الْوَاحِدِ فَتَجْعَلُهٗ بِلَفْظِ الْجَمْعِ لِیَکُوْنَ اَثْبَتَ وَاَوْکَدَ ....

بعض نے اسے اسم ظرف۔ وہ جگہ جہاں سے طلوع ہو۔ انزلناہ کی ھا سے قرآن مراد ہے۔ اور جمع کا صیغہ لایا گیا حالانکہ اتارنے والے تو صرف اللہ تعالے ہی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب واحد کے فعل کو تاکید کے لئے جمع کے صیغہ سے ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ فعل خوب ثابت اور مؤکد ہو جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ انا انزلناہ مخرج الجمع نحاۃ اسے تعظیم کے لئے کہتے ہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ مشہور ہے یہ جمع تعظیم کے لئے ہے۔ تاکید کے لئے نہیں۔ جمع بین القولین کی صورت یہ ہوگی۔ جمع تعظیم اور توکید دونوں کے لئے ہے۔

سُوْرَةُ لَمْ یَکُنْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُنْفَکِّیْنَ زَائِلِیْنَ قَیِّمَةٌ اَلْقَائِمَةُ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ اَضَافَ الدِّیْنَ اِلَی الْمُؤَنَّثِ ....

ترجمہ۔ منفکین کے معنی ہیں زائل ہونے والے قیمہ بمعنے قائمہ کے ہیں دین القیمہ میں دین مذکر کی اضافۃ مؤنث کی طرف اس تاویل پر ہے۔ کہ دین بمعنے ملۃ کے ہے۔ یا تا مبالغہ کے لئے ہے جیسے علامۃ میں۔

حدیث (۴۶۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍؓ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَءَ عَلَیْكَ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ......قَالَ وَسَمَّانِیْ قَالَ نَعَمْ فَبَکٰی ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تم پر سورہ لم یکن الذین کفروا پڑھوں انہوں نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے فرمایا ہاں تو رو پڑے۔

حدیث (۴۶۰۳) حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاُبَیٍّؓ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے

اَنْ اَقْرَءَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اُبَيٌّ اللّٰهُ سَمَّانِيْ لَكَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّاكَ فَجَعَلَ اُبَيٌّ يَبْكِيْ قَالَ قَتَادَةُ فَاُنْبِئْتُ اَنَّهٗ قَرَءَ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ......

کہ تم کو قرآن پڑھ کر سناؤں جس پر حضرت ابیؓ نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالے نے آپؐ کے سامنے میرا نام لیا۔ فرمایا اللہ تعالے نے آپ کا نام لیا۔ تو حضرت ابیؓ رونے لگے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ آپؐ نے انہیں لم یکن الذین کفروا...... سنائی۔

حدیث (٤٦٠٤) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ دَاؤُدَ .....عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍؓ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرِئَكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّانِيْ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن سناؤں۔ بولے کیا اللہ تعالے نے آپؐ سے میرا نام لیا۔ فرمایا ہاں۔ فرمانے لگے کہ رب العالمین کے پاس میرا ذکر کیا گیا آپؐ نے فرمایا ہاں تو ان کی آنکھیں آنسو سے بہہ پڑیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امرنی ان اقرء علیک ۷۴۱۔۳ اس میں تین مسئلے ہیں۔ ایک تو حضرت ابی بن کعبؓ کی تخصیص دوسرے سورہ لم یکن...... کی تخصیص۔ تیسرے حضرت ابیؓ کا رونا۔ کوکب دری میں حضرت قطب گنگوہیؒ نے مختصر عبارت میں جواب دیا ہے کہ اس سورہ میں اہل کتاب کا ذکر ہے۔ اس مناسبت سے اسکی تخصیص ہوئی۔ اور ان کا رونا شوق اور اللہ تعالے کے حکم سے لذت حاصل کرنے کے طور پر ہے۔ حافظؒ نے مناقب میں بیان کیا ہے کیونکہ حضرت ابیؓ سید القرأ بنتا تھا۔ اس لئے ان کو حکم ہوا کہ وہ آپؐ سے اسکی قرأت سیکھیں۔ کیونکہ وہ حفظ قرآن میں سب سے مقدم تھے۔ تاکہ قرآن مجید کا دور کرنا سنۃ نبوی بن جائے۔ اور اصابہ میں ہے کہ بعد میں حضرت ابیؓ سید القرأ کہلائے۔ اور حضرت عمرؓ انہیں سید المسلمین فرمایا کرتے تھے۔ اور تراویح کی امامت ان کے سپرد فرمائی۔ اور دوسرے مسئلہ کے بارے میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس سورت میں اہل کتاب کا قصہ مذکور ہے۔ اور حضرت ابیؓ احبار یہود میں سے تھے۔ بنابریں آپؐ انہیں اہل کتاب کے احوال معلوم کرانا چاہتے تھے۔ اور تیسرے مسئلہ کے بارے میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ انکے رونے کی وجہ تعجب ہے کہ کہاں میں اور کہاں باری تعالے کا میرے کمتر جیسے کا نام لینا۔ یا اس مرتبہ رفیعہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے یا اس نعمت کے شکریہ میں عاجز رہنے کے خوف سے رونا شروع کر دیا۔ اور چوتھا مسئلہ یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل دین عند اللہ حنیفیہ ہے اور یہودیۃ نصرانیۃ اور مجوسیۃ نہیں ہے۔

سُوْرَةُ اِذَا زُلْزِلَتِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يُقَالُ اَوْحٰى لَهَا وَاَوْحٰى اِلَيْهَا وَوَحٰى لَهَا وَوَحٰى اِلَيْهَا وَاحِدٌ .....

ترجمہ۔ کہا جاتا ہے کہ اوحی مزید فیہ کا صلہ لام ہو یا الی اس طرح مجرد وحی لہا اوحی الیہا سب کے معنی ایک ہیں

باب فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ

حدیث (٤٦٠٥) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ .... عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ لِلرَّجُلِ اَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ وَ اَمَّا الَّذِيْ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ فِيْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا ذٰلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ كَانَ لَهٗ حَسَنَاتٍ وَلَوْ اَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ اٰثَارُهَا وَاَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهٗ وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ اَنْ يَسْقِيَ بِهٖ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهٗ وَهِيَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ اَجْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا وَلَا ظُهُوْرِهَا فَهُوَ لَهٗ سِتْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً فَهِيَ عَلٰى ذٰلِكَ وِزْرٌ وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑا تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو آدمی کیلئے ثواب کا باعث بنتا ہے۔ دوسرا آدمی کے لئے پردہ ہے۔ اور تیسرا آدمی کے لئے وبال بوجھ ہے۔ پس وہ گھوڑا جو مالک کے لئے اجر وثواب کا باعث بنتا ہے یہ وہ گھوڑا ہے۔ جسے اس نے جہاد فی سبیل اللہ کیلئے باندھ رکھا ہے۔ پس اس کو کسی چراہ گاہ یا باغ میں لمبی باگ سے باندھ دیتا ہے۔ پس اس لمبی باگ کے اندر چراگاہ اور باغ میں جو کچھ اسے تکلیف پہنچتی ہے وہ اس مالک کے لئے باعث ثواب ہے۔ بلکہ اس کے لئے نیکیاں لکھی جائینگی۔ اور اگر اس گھوڑے نے اس لمبی باگ کو توڑ دیا۔ ایک یا دو قدم وہ دوڑا تو اس کے قدموں کے نشان اور اسکی گوبر ولید وغیرہ مالک کے لئے نیکیاں ہونگی۔ پھر وہ کسی نہر کے پاس سے گذرتا ہے۔ اور وہ اس سے پانی پی لیتا ہے۔ حالانکہ اس کا مالک اس کے پانی پلانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ تو سب امور اس کے لئے نیکیاں شمار ہونگی۔ تو یہ گھوڑا اس آدمی کے لئے اجر وثواب ہوا اور جس شخص نے اسے لوگوں سے مستغنی ہونے اور ان کے

مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ فِيْهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ......

اموال سے بچنے کے لئے باندھ رکھا ہے۔ پھر اس کی گردن اور اس کی پیٹھ میں اللہ تعالے کا حق نہیں بھولتا۔ کہ اس کی زکوۃ بھی ادا کرتا ہے اور سواری کے لئے بھی دے دیتا ہے۔ تو یہ گھوڑا اس کے لئے پردہ ہوگا۔ جس نے گھوڑے کو فخر اور دکھلاوے اور مسلمانوں سے دشمنی کے لئے باندھ رکھا ہے۔ تو وہ اپنے مالک کے لئے وبال ہوگا۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کے بارے میں کوئی خصوصی حکم تو نازل نہیں فرمایا۔ البتہ یہ آیت جو اکیلی اور جامع ہے۔ ترجمہ۔ کہ جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کمائی تو وہ اس کا اجر پائیگا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کمائی تو وہ اس کو بھی دیکھے گا۔

باب قوله وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

حدیث (٤٦٠٦) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ .... عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ قَالَ لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے گدھوں کی زکوۃ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کوئی خصوصی حکم تو ان کے بارے میں مجھ پر نازل نہیں ہوا البتہ یہ آیت جامع اور منفرد ہے۔ کہ جس نے ذرہ بھر نیکی کمائی اس کا ثواب دیکھے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کمائی وہ اس کو دیکھے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ رادفی ۱۴۱ ۔۷ ۱۰ امام بخاریؒ کی غرض اس سے یہ ہے کہ چار الفاظ کا معنی تو ایک ہے۔ البتہ اس کی استعمال کلمہ الی۔ لام سے آتی ہے۔ تو اس کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالے نے زمین کو کلام کرنے کا حکم دیا اور اسے اس بارے میں اجازت دی۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالے زمین کو زندہ فرمائینگے اور اسے بولنے کی اجازت ہوگی۔ یہی اہلسنت کا مسلک ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ زمین ہر عبد اور باندی پر اس عمل کی گواہی دیگی جو انہوں نے اس پر انجام دیے ہیں۔

سُوْرَةُ وَالْعَادِيَاتِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْكَنُوْدُ الْكَفُوْرُ يُقَالُ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا رَفَعْنَ بِهٖ غُبَارًا لِحُبِّ الْخَيْرِ مِنْ اَجْلِ

ترجمہ۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ کنود کے معنی ناشکرا کفر کرنے والا۔ اثرن بہ نقعا کہ اپنے ٹاپوں سے

حُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ لَبَخِيْلٌ وَيُقَالُ لِلْبَخِيْلِ شَدِيْدٌ حُصِّلَ مُيِّزَ ....

غبار اڑاتے ہیں۔لحب الخیر میں لام اجلیہ ہے یعنی مال کی محبت کی وجہ سے انسان بخیل ہے۔ شدید بخیل کو کہا جاتا ہے۔ حصل جو سینوں میں ہے اسے الگ کر لیا جائیگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جلالین میں ہے۔شدید بڑا سخت ہے کہ مال کے بارے میں بخل کرتا ہے۔اور صاحب جمل فرماتے ہیں کہ شدید بمعنے قوی کے ہے۔کہ جو مال سے محبت رکھنے کی طاقت رکھنے والا ہے۔یا شدید بمعنے فاعل کے ہے۔جو اپنی ہمیانی کو باندھ کر رکھنے والا ہے۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ كَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ يَرْكَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا كَذٰلِكَ النَّاسُ يَجُوْلُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ كَالْعِهْنِ كَأَلْوَانِ الْعِهْنِ وَقَرَءَ عَبْدُاللّٰهِ كَالصُّوْفِ ....

ترجمہ۔ٹڈیوں کا دَل جو ایک دوسرے پر چڑھ جاتا ہے اس طرح لوگ ایک دوسرے میں گھوم پھر رہے ہونگے کالعھن یعنی کپاس کے رنگوں کی طرح اور حضرت عبد اللہ نے عھن کی بجائے صوف پڑھا ہے۔اون کی طرح ہونگے۔غوغاء کے معنی آواز جو اڑتے وقت پیدا ہوتی ہے۔

توجب حساب کے لئے انہیں پکارا جائیگا تو لوگ ٹڈی دل کی طرح پھیلے ہونگے۔اور کثیر ہونگے۔اور صفت عاجزی اور تذلیل کی وجہ سے اجابت کرینگے۔اور جراد سے تشبیہ اس بارے میں ہے کہ وہ ایک سمت کو چلیں گے۔دوسری جہت کا رخ نہیں کرینگے۔ **کلعھن** تفسیر کبیر میں ہے کہ عھن اس اون کو کہتے ہیں جو مختلف رنگوں والی ہو۔تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اون کے گالوں کی طرح اڑ رہے ہونگے۔

سُوْرَةُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَلتَّكَاثُرُ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ

وَالْعَصْرِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يُقَالُ الدَّهْرُ أُقْسِمُ بِهِ. ترجمہ۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالے نے زمانہ کی قسم کھائی ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحُطَمَةُ اسْمُ النَّارِ مِثْلُ سَقَرَ وَلَظٰى ترجمہ۔ جس طرح سقر اور لظی جھنم کے نام ہیں ایسے الحطمہ بھی اس کا نام ہے۔

سُوْرَةُ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَبَابِيْلَ مُتَتَابِعَةً مُجْتَمِعَةً ترجمہ۔ ابابیل وہ چڑیاں جو اکٹھی ہو کر ایک دوسرے کے پیچھے چلیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں سجیل پتھر اور کیچڑ سے مل کر جو کھنگر بنتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سِجِّيْلٍ مِنْ سَنْكٍ وَكِلٍ ......

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ والعصر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں دہر۔ وقت عصر۔ اور مابعد الزوال تا غروب۔ اور امام رازیؒ نے ایک چوتھا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی قسم کھائی۔ باری تعالے جو اپنی مخلوق کی قسم کھاتے ہیں وہ مقسم بہ اپنے کثیر المنافع ہونے کی وجہ سے اللہ تعالے کی توحید کی دلیل ہوتی ہے۔ اور بعض حضرات ان سے پہلے لفظ رب محذوف مانتے ہیں۔ تاکہ غیر اللہ کی قسم سے بچا جائے۔ سجیل۔ سنگ اور گل کا معرب ہے۔ اور بعض نے سجیل سے دیوان مکتوب مراد لیا ہے۔ جس میں کفار کا عذاب لکھا ہوا ہے۔ حجارة من العذاب المكتوب...... کے معنی میں ہے۔

سُوْرَةُ لِاِیْلَافِ قُرَیْشٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لِاِیْلَافِ اَلِفُوا ذٰلِكَ فَلَا یَشُقُّ عَلَیْهِمْ فِی الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِ وَاٰمَنَهُمْ مِنْ کُلِّ عَدُوِّهِمْ فِیْ حَرَمِهِمْ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ لِنِعْمَتِیْ عَلٰی قُرَیْشٍ ....

ترجمہ۔ قریش پر یہ سردی گرمی کا کوچ مالوف کر دیا جو ان پر گراں نہیں تھا۔ اور وہ اپنے حرم کے اندر ہر قسم کے دشمن سے محفوظ تھے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ یہ قریش پر میرا انعام ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لایلاف کے لام کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس لام کا تعلق اس قصہ سے ہے جو اس سے پہلے کی سورۃ میں ہے۔ کہ اللہ تعالے نے حبشہ والوں کو کعصف ماکول کر دیا۔ یعنی اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا کہ قریش باقی رہیں۔ یا الفوا کے متعلق ہے۔ اور بعض نے کہا اعجب بنعمتی علی قریش اور بعض نے فلیعبدوا کے متعلق کہا اور فاء معنی شرط کے لئے ہے۔ فان لم یعبدوہ لسائر نعمہ فلیعبدوہ لایلافھم۔ امام بخاریؒ نے لایلاف کی دو تفسیر کی ہیں۔ پہلی الفوا ذلک اور دوسری تفسیر ابن عیینہ کی نقل کی ہے۔ جس کا تعلق پہلی سورۃ سے ہے۔ کہ اصحاب فیل جنہوں نے تخریب کعبہ کا ارادہ کیا ان کو ہلاک کر دیا۔ لایلاف قریش ای لنعمتی علی قریش بوجہ قریش پر انعام کرنے کے۔ اور جمل میں ایک لطیفہ درج ہے کہ سب قرا کا اس پر اتفاق ہے کہ ثانی لایلاف میں یاء کو باقی رکھا جائے۔ حالانکہ مصاحف میں اس کے سقوط پر اتفاق ہے۔ اور پہلے یاء کے باقی رکھنے اور سقوط میں قراء کا اختلاف ہے۔ حالانکہ سب مصاحف میں وہ اس کے اثبات خطاء پر اتفاق ہے۔ تو یہ دلیل اول ہے۔ کہ قراء نے ہمیشہ نقل کا اتباع کیا ہے محض خط اور رسم کا اتباع نہیں کیا۔

سُوْرَةُ اَرَاَیْتَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ یَدُعُّ یَدْفَعُ عَنْ حَقِّهٖ یُقَالُ هُوَ مِنْ دَعَوْتُ یُدَعُّوْنَ یُدْفَعُوْنَ سَاهُوْنَ لَاهُوْنَ وَالْمَاعُوْنَ الْمَعْرُوْفُ کُلُّهٗ وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ الْمَاعُوْنُ الْمَاءُ

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ یدع جس کو اپنے سے دھکے دے اور کہا جاتا ہے کہ دعت سے ماخوذ ہے۔ یدعون یعنی دھکے مارے جائیں گے۔ ساھون جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ اَعْلَاهَا الزَّكٰوةُ الْمَفْرُوْضَةُ وَاَدْنَاهَا عَارِيَةُ الْمَتَاعِ ....

ماعون ہر مشہور چیز جیسے پیالہ یا پانی اور بعض عرب کہتے ہیں کہ ماعون سے مراد پانی ہے۔اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس کا اعلیٰ درجہ تو فرض کی ہوئی زکوۃ ہے اور اس کا ادنی درجہ اسباب بیت کی عاریۃ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے ماعون کی تفسیر میں تین قول نقل کئے ہیں پہلا تو یہ ہے کہ ہر وہ مشہور معروف چیز ہے جس کا لوگوں نے آپس کے اندر معمول بنایا ہوا ہے۔ جیسے لوٹا۔ پیالہ۔ ہنڈیا وغیرہ۔اور دوسرا قول ہے کہ ماعون سے پانی مراد ہے جو قریش کی زبان میں ہے۔اور تیسرا قول عکرمۃ کا ہے کہ اعلیٰ درجہ مفروضہ زکوۃ ہے۔اور ادنی درجہ گھر کا اسباب ہے۔جو کسی کو عاریۃ پر دیا جائے۔ جیسے ڈول کلھاڑا وغیرہ۔ چھلنی اور بعض نے کہا کہ ماعون ہر وہ چیز جس کا روکنا جائز نہیں ہے۔ جیسے پانی نمک اور آگ وغیرہ۔اور جمل میں ہے کہ ماعون اصل میں قلیل چیز کو کہتے ہیں۔ زکوۃ معروف اور صدقہ کو اس لئے ماعون کہتے ہیں کہ یہ قلیل من الکثیر ہے۔ خلاصہ آیت کریمہ کا یہ ہے۔ کہ کنجوسی پر ڈانٹنا ہے۔ کہ ان قلیل اور حقیر چیزوں کے دینے سے بخل نہ برتا جائے۔اور خازن میں ہے کہ ماعون معن سے ہے جس کے معنی شئ قلیل کے ہیں یا یہ اعانت کا اسم مفعول ہے معون۔

اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ شَانِئَكَ عَدُوُّكَ

حدیث (۴۶۰۸) حَدَّثَنَا اٰدَمُ ....

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ ﷺ اِلَى السَّمَاءِ قَالَ اَتَيْتُ عَلٰى نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا يَا جِبْرَائِيْلُ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کو آسمانوں کی معراج نصیب ہوئی تو آپؐ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی نہر کے پاس پہنچا جس کے دونوں کنارے موتیوں کے خیمہ ہیں۔جو کھوکھلے ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیا ہے آپ نے فرمایا یہ نہر کوثر ہے۔

حدیث (۴۶۰۹) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ..

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَ سَأَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ قَالَتْ نَهَرًا اُعْطِيَهٗ نَبِيُّكُمْ ﷺ شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ

ترجمہ ۔ حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے انا اعطیناک کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جس کے کناروں میں ہر ایک پر

دُرٌّ مُجَوَّفٌ اٰنِيَتُهٗ كَعَدَدِ النُّجُوْمِ رَوَاهُ زَكَرِيَّا......

موتی کھوکھلے ہیں جس کے برتن ستاروں کی تعداد کی طرح ہیں

حديث (٤٦١٠) حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض اَنَّهٗ قَالَ فِى الْكَوْثَرِ هُوَ الْخَيْرُ الَّذِىْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ قَالَ اَبُوْ بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ رض فَاِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ نَهَرٌ فِى الْجَنَّةِ قَالَ سَعِيْدُ النَّهَرُ الَّذِىْ فِى الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِىْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کوثر وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالے نے آپ کو عطا فرمائی ابوبشر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیرؓ سے کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ کوثر جنت کے اندر ایک نہر ہے۔ سعیدؓ نے فرمایا کہ وہ نہر جو جنت کے اندر ہے۔وہ بھی اسی خیر میں سے ہے۔ جو اللہ تعالے نے آپ کو عطا فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔ کہ سعید بن جبیرؓ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ کا خیر کثیر کہنا جمہور کے قول کے خلاف نہیں ہے اسلئے کہ وہ نہر بھی خیر کثیر کا ایک فرد ہے اور اس کے بارے میں اقوال کثیرہ ہیں۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں کوثر سے نبوت مراد ہے۔ حسنؒ فرماتے ہیں کہ کوثر سے قرآن مراد ہے بعض نے توحید بعض نے شفاعت کبریٰ بعض نے معجزات اور بعض نے الفقه فی الدین مراد لیا ہے البتہ بقول حافظؒ نہر کی تخصیص جناب نبی اکرم ﷺ کے الفاظ سے ہو گی۔ قال هل تدرون ماالكوثر هو نهر اعطانيه...

قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُقَالُ لَكُمْ دِيْنُكُمْ الْكُفْرُ وَلِىَ دِيْنِ الْاِسْلَامُ وَلَمْ يَقُلْ دِيْنِىْ لِاَنَّ الْاٰيَاتِ بِالنُّوْنِ فَحُذِفَتِ الْيَاءُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهُوَ يَهْدِيْنِ وَيَسْقِيْنِ وَقَالَ غَيْرُهٗ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ الْاٰنَ وَلَا اُجِيْبُكُمْ فِيْمَا بَقِىَ مِنْ عُمُرِىْ وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ وَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔

ترجمہ۔ کہا جاتا ہے کہ لکم دینکم یعنی کفر اور میرے لئے میرا دین یعنی اسلام ہے۔ دینی اس لئے نہیں فرمایا کہ آیات کا اختتام کلمہ نون پر ہے۔ یا کو اس طرح حذف کیا گیا جیسے یهدین اور یسقین میں حذف کیا گیا ہے دراصل یهدینی و یسقینی تھا اور غیر نے فرمایا لا اعبد ماتعبدون یعنی جن کی تم اب عبادت کرتے ہو۔ میں انکی عبادت نہیں کرونگا۔ اور اپنی عمر کے باقی حصہ میں بھی تمھاری دعوت قبول نہیں کرونگا۔

ولاانتم عابدون پس تم ان لوگوں کی عبادت کرنے والے ہو جن کے بارے میں اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ **ماانزل الیک من ربک** جو تیرے رب کی طرف سے آپ کی طرف اتار اگیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی سرکشی اور کفر کو بڑھادیگا وہ کبھی توحید کی طرف نہیں آئینگے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لااعبد ما تعبدون ۷۴۲۔۲۱ حافظؒ فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے آپ کو اپنے معبودان باطلہ کی عبادت کی دعوت دی۔ تاکہ ہم آپ کے ایک اللہ کی عبادت کریں تو آپ نے فرمایا جن معبودان باطلہ کی تم زمانہ جاہلیۃ میں عبادت کرتے رہے۔ میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔ اور نہ تم اس ایک الٰہ کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں زمانہ جاہلیۃ اور اسلام میں عبادت کر رہا ہوں اور نہ ہی اب میں تمھارے معبودوں کی عبادت کرونگا۔ اور نہ ہی مابقی زندگی میں تمھاری اس دعوت کو قبول کرونگا۔ معلوم ہوا کہ یہ حکم ان لوگوں کے بارے میں ہے جن کے بارے میں علم الٰہی میں آچکا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے۔ اس لئے آپ کو ان کے احوال کی خبر دے دی گئی۔ کیونکہ ان کی شقاوت ظاہر ہو چکی ہے۔ اور اسی طرف امام بخاریؒ نے اپنے قول ھم الذین...... سے اشارہ کیا ہے۔ تو یہ دونوں آیات دو زمانوں پر محمول ہونگی۔ حال اور استقبال پر اور اسی کی طرف امام بخاریؒ کا میلان معلوم ہوتا ہے۔

اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث (۴۶۱۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ ......عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ مَاصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صَلٰوةً بَعْدَ اَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ اِلَّا يَقُوْلُ فِيْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ اذاجاء نصر اللہ والفتح نازل ہونے کے بعد جب بھی آپ نبی اکرم ﷺ کوئی نماز پڑھتے تھے تو اس میں یہ دعا پڑھتے تھے سبحانك اللھم ربنا ترجمہ اے اللہ ہمارے رب تو پاک ہے۔ ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں اے اللہ! میری مغفرت فرما۔

حدیث (۴۶۱۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ يَتَاَوَّلُ الْقُرْاٰنَ.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے رکوع و سجود میں یہ دعا کہتے تھے۔ سبحانك اللھم ربنا وبحمدك اغفرلی قرآن مجید کے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔

باب قول الله وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ أَفْوَاجًا

حدیث(۴۶۱۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ ......عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ اَنَّ عُمَرَ ؓ سَأَلَهُمْ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى اِذَاجَاءَ نَصْرُاللّٰهِ وَالْفَتْحُ قَالُوْا فَتْحُ الْمَدَائِنِ وَالْقُصُوْرِ قَالَ مَاتَقُوْلُ يَابْنَ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ اَجَلٌ اَوْ مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ نُعِيَتْ لَهُ نَفْسُهُ

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اصحاب بدر سے اللہ تعالے کے اس قول کے بارے میں پوچھا اذا جاء نصر اللہ...... انہوں نے جواب دیا کہ اس فتح سے شہروں اور محلات شاہی کی فتح مراد ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے ابن عباسؓ تم کیا کہتے ہو۔ فرمایا اس سے آپؐ کی موت یا ضرب المثل جو محمد ﷺ کے لئے بیان کی گئی جس میں آپؐ کی ذات کی موت کی آپؐ کو خبر دی گئی ہے۔

باب قوله فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۔ تَوَّابٌ عَلَى الْعِبَادِ وَالتَّوَّابُ مِنَ النَّاسِ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ ۔

ترجمہ ۔ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اسکی پاکی بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں۔ بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ تواب وہ اپنے بندوں پر رجوع کرنے والا ہے۔ اور لوگوں میں سے تواب وہ ہوتا ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو۔

حدیث (۴۶۱۴) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ ......عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ كَانَ عُمَرُ ؓ يُدْخِلُنِيْ مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ فَكَاَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ فَقَالَ لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِثْلُهٗ فَقَالَ عُمَرُ ؓ اِنَّهٗ مِنْ عَلِمْتُمْ فَدَعَاهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَدْخَلَهٗ مَعَهُمْ فَمَارُئِيْتُ اَنَّهٗ دَعَانِيْ يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ قَالَ مَاتَقُوْلُوْنَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِذَاجَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اُمِرْنَا اَنْ نَحْمَدَ اللّٰهَ

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اشیاخ بدر کے زمرہ میں مشورہ کے وقت مجھے ان میں داخل کرتے تھے۔ ان میں بعض حضرات جیسے عبدالرحمٰن بن عوفؓ گویا کہ اس وجہ سے اپنے دل میں ناراض ہوتے تھے بلکہ فرمایا کہ آپؓ ان کو ہمارے ساتھ کیوں داخل کرتے ہیں۔ آخر ان جیسے ہمارے بیٹے بھی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس وجہ سے جو تم جانتے ہو وہ حضور ﷺ سے قرابۃ یا انکی ذہانت اور قرآن دانی ہے اور مسند عبدالرزاق میں ہے کہ ان له لسانا سئولا وقلبا عقولا۔ کہ اس وجہ سے کہ اس کی زبان آپؐ سے بہت

وَنَسْتَغْفِرُهُ إِذَانُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَقَالَ لِيْ اَكَذَاكَ تَقُوْلُ يَا اِبْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُوْلُ قُلْتُ هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَعْلَمَهُ لَهُ قَالَ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ...... فَذٰلِكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ...... فَقَالَ عُمَرُ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَقُوْلُ ....

سوال کرنے والی اور سمجھ دار دل ان کو عطا ہوا ہے۔ پس ایک دن ان کو بلوایا اور مشائخ بدر کے ساتھ بٹھادیا۔ پس میں نہیں سمجھتا تھا کہ مجھے اس دن اس لئے بلایا ہے۔ کہ انہیں دکھانا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ آپ حضرات اللہ تعالے کے اس قول کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ تو ان میں سے بعض نے فرمایا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب بھی ہماری مدد کی جائے یا کوئی ملک وعلاقہ ہم پر فتح ہو جائے تو ہم اللہ تعالے کی حمد وثنا بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں۔اور کچھ حضرات بالکل خاموش رہے۔انہوں نے کچھ بھی نہ کہا۔ تو حضرت عمرؓ نے میرے سے پوچھا کہ اے ابن عباسؓ آپ بھی اسی طرح کہتے ہیں میں نے کہا نہیں۔بولے تو کیا کہتا ہے۔ میں نے کہا یہ اللہ تعالے نے اپنے رسول کو انکی موت کے وقت کی اطلاع دی ہے۔ فرمایا اذا جاء نصر اللہ والفتح۔یہ آپ کی موت کی نشانی ہے۔ پس آپ اللہ کی حمد کے ساتھ اسکی پاکی بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس سورت سے میں بھی وہی کچھ جانتا ہوں جو تم کہتے ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قال اجل ۳۴۳۔۷ شاید ابن عباسؓ نے دخول الناس فی الاسلام افواجاً سے آنحضرت ﷺ کے اجل کو استنباط کیا ہو۔یا تسبیح واستغفار کے حکم سے نکالا ہو۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ان دو استنباط کی طرف دو ترجموں سے اشارہ کیا ہے پہلا ترجمہ ورأیت الناس ید خلون...... ہے اور دوسرا **افسبح بحمد ربك** ہے اور شیخ گنگوہیؒ نے کوکب میں ایک عجیب تقریر بیان فرمائی ہے۔ کہ جب امر تبلیغ مکمل ہو گیا۔اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے گے۔ تو اب آپ ہماری طرف آنے کی تیاری شروع کریں اور تسبیح واستغفار میں مشغول ہو جائیں۔ کیونکہ آپ کا وطن اصلی تو دار عالیہ ہے۔اس دنیا میں تو آپ ایک مسافر یا عابر سبیل کے طور پر تھے اس لئے فرمایا **اللهم الحقنی بالرفیق الاعلی**۔اور ہمارے شیخ المشائخ شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی میں اس مقام پر لکھتے ہیں۔ کہ حضرات انبیاؑ علیہم السلام کا مسکن اصلی دار آخرت ہے۔ اس دنیا میں تو محل عذرات اور کدورات ہے۔ ایک ضرورت خاصہ کے لئے تشریف لائے جب وہ ضرورت پوری ہو گئی۔ تو اپنے مسکن کو واپس چلے گئے۔ اور ضرورت دنیاوی چار امور ہیں۔ نفس اور شیطان کی طرف سے دین کی اشاعت کے بارے میں روکاوٹیں کفار کی شان وشوکت اور منافقین کا غلبہ جو کفار کی مضرت سے زیادہ سخت ہے۔ انبیا سابقین نفس وشیطان کی مضرتوں سے بچانے کے لئے مبعوث ہوئے۔ کیونکہ یہی تمام مضرتوں کی اصل ہیں۔ جن پر غلبہ کفار ومنافقین مترتب ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے نبی اکرم ﷺ ان چاروں مصلحتوں کے لئے مبعوث ہیں۔ مکائد نفس وشیطان سے بھی بچایا اور کفار ومنافقین کے غلبہ سے محفوظ کیا اس لئے آپ کو جہاد کا حکم ہوا۔ باغی۔ڈاکو کے قتل کرنے کا حکم ہوا۔ حدود شرعی اور تعزیرات کے قائم کرنے کا ارشاد ہوا۔

پس جب یہ چاروں امور آپؐ کے زمانہ میں پورے ہو کر خلافت کبریٰ یعنی خلفائے راشدین تک معاملہ پہنچ گیا۔ تو اللہ تعالے نے اپنے حبیب کو مقام اعلیٰ کی طرف طلب کر لیا۔ اور آپؐ کے دل میں رفیق اعلیٰ کا شوق پیدا ہو گیا۔ اس سورت کے اندر اللہ تعالے نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بنابریں اس سورت کو سورۃ تودیع بھی کہتے ہیں۔

تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَابٌ خُسْرَانٌ تَتْبِیْبٌ تَدْمِیْرٌ

ترجمہ۔ تباب کا معنی نقصان گھاٹا اور تتبیب کا معنی ہلاکت و بربادی

حدیث (٤٦١٥) حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ یَا صَبَاحَاهُ فَقَالُوْا مَنْ هٰذَا فَاجْتَمَعُوْا اِلَیْهِ فَقَالَ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَیْلًا تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا مَا جَرَّبْنَا عَلَیْكَ كَذِبًا فَقَالَ اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ مَا جَمَعْتَنَا اِلَّا لِهٰذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ هٰكَذَا قَرَءَهَا الْاَعْمَشُ یَوْمَئِذٍ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت وانذر عشیرتك الاقربین ۔ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور ان میں سے اپنے مخلص لوگوں کو اللہ تعالے کے عذاب سے ڈراؤ نازل ہوئی۔ تو آپؐ گھر سے روانہ ہو کر صفا پہاڑ پر چڑھ گئے اور چیخ کر فرمایا یا صباحاہ لوگ کہنے لگے۔ یہ کون ہے تو سب آپؐ کے پاس اکھٹے ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے بتلاؤ۔ اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کی نچلی طرف ایک گھوڑ سوار لشکر نکل کر حملہ کر رہا ہے تو کیا تم لوگ مجھے سچا سمجھو گے سب نے کہا کہ ہم نے آجتک آپ پر جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا۔ یعنی زندگی بھر جھوٹ نہیں بولا۔ تو آپؐ نے فرمایا میں تمھیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔ ابولھب بولا۔ العیاذ باللہ! آپؐ کے لئے ہلاکت ہو کیا آپؐ نے اسی کے لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے تو یہ سورہ تبت یدا نازل ہوئی کہ ابولھب ہلاک ہو جبکہ وہ ہلاک ہو گیا تو اعمش نے اسی طرح قد کے ساتھ اسے پڑھا ہے۔

باب قوله وَتَبَّ مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ

ترجمہ۔ وہ ہلاک ہو گیا نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی کام آئی

حدیث (۴۶۱۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ اِلَى الْبَطْحَاءِ فَصَعِدَ اِلَى الْجَبَلِ فَنَادٰى يَاصَبَاحَاهُ فَاجْتَمَعَتْ اِلَيْهِ قُرَيْشٌ فَقَالَ اَرَأَيْتُمْ اِنْ حَدَّثْتُكُمْ اَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ اَوْ مُمَسِّيْكُمْ اَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِيْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ اَبُوْلَهَبٍ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا تَبًّا لَّكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ اِلٰى اٰخِرِهَا ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ بطحاء کی طرف تشریف لے گئے۔ اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اور اونچی آواز سے پکارا یاصباحاہ جو جسے فریاد کے وقت پکارا جاتا ہے۔ تو قریش آپؐ کی طرف جمع ہوئے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے بتلاؤ اگر میں تمھیں بیان کروں کہ دشمن صبح کو یا شام کو تم پر حملہ کرنے والا ہے۔ تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے سب نے کہا ہاں! تو آپؐ نے فرمایا میں تمھیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے پہلے ڈرانے والا ہوں۔ جس پر ابولہب بولا کیا اسی کے لئے آپؐ نے ہمیں جمع کیا تھا العیاذ باللہ آپؐ کے لئے ہلاکت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے تبت یدا ابی لھب آخر سورۃ تک نازل فرمائی۔

باب سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ

ترجمہ۔ عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا

حدیث (۴۶۱۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَبُوْلَهَبٍ تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ابولھب بولا! العیاذ آپؐ کے لئے ہلاکت ہو کیا آپؐ نے اسی کے لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ تو سورہ تبت یدا نازل ہوئی۔

باب قوله وَامْرَأَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۔

ترجمہ۔ اور اسکی بیوی لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھانے والی ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ تَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ يُقَالُ مِنْ مَسَدِ لِيْفِ الْمُقْلِ وَهِيَ السِّلْسِلَةُ الَّتِيْ فِي النَّارِ .....

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ حمالۃ الحطب مشرکین کی طرف آپؐ کی چغلخوری کرتی تھی۔ ایک دن لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھا کر لا رہی تھی۔ کہ رسی اس کے گلے میں پھنس گئی جس سے وہ ہلاک ہو گئی۔ جس کی گردن میں کھجور کے ریشہ کا رسہ ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ مسد کھجور کا ریشہ ہے۔ یا یہ وہ زنجیر ہے جو جھنم میں اس کے گلے میں ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ لفظ تب تو اس سورۃ میں ہے۔ اور تباب سورۃ مؤمن میں ہے۔ ما کید فرعون الا فی تباب۔ اور سورہ ہود میں ہے ما زادوھم غیر تتبیب۔ قولہ تبت یہ بد دعا ہے اور وتب اخبار ہے اور ید کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اسنے ان ہاتھوں سے آپ کو پتھر مارا جس سے آنحضرت ﷺ کی ایڑی زخمی ہو گئی۔ جس سے خون بہنے لگا اور اس کا نام عبدالعزی کی بجائے ابولھب کنیۃ اسلئے ذکر کی گئی کہ جب اہل نار میں سے تھا اور اسکا انجام نار ذات لھب ہے تو اس کا حال اس کی کنیت کے موافق ہوا لھذا مناسب تھا کہ اسی کا ذکر کیا جاتا اور حمالۃ الحطب ابولھب کی بیوی کا نام ام جمیل بنت حرب تھا جو حضرت ابو سفیان کی بہن تھی جو آپؐ کے راستہ میں کانٹے دار بوٹی پھیلا دیتی تھی۔ آپؐ اس کو ایسے روندتے تھے جیسے کوئی ریشم کو روندتا ہے اگر سوال ہو کہ شریف خاندان کی فرد ہو کر لکڑیاں خود کیوں اٹھاتی تھی تو جواب یہ ہے کہ بخل اور خستہ کی وجہ سے ایسا کرتی تھی۔ یا حضرت نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں سے دشمنی کے اظہار کے لئے خود ہی کانٹے ان کے راستہ میں پھیلا دیتی تھی ابن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ زنجیر جھنم ستر گز چوڑی ہو گی جو اس کے اندر داخل ہو کر دبر سے نکلے گی۔ اور باقی حصہ اس کی گردن میں پڑا ہو گا۔

سُوْرَةُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يُقَالُ لَا يُنَوَّنُ اَحَدٌ اَىْ وَاحِدٌ . یعنی احد میں تنوین نہیں پڑھی جاتی جبکہ حالت وصل ہو۔ ویسے احد اور واحد کے ایک معنی ہیں۔

حدیث (۴۶۱۸) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ ......

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِىْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِىْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّاىَ فَقَوْلُهٗ لَنْ يُعِيْدَنِىْ كَمَابَدَءَنِىْ وَلَيْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَىَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّاشَتْمُهٗ اِيَّاىَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِّىْ كُفُوًا اَحَدٌ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ آدم کے بیٹے نے مجھے جھٹلایا۔ حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں تھا اور اس نے مجھے گالی دی۔ حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ اس کا وہ کہنا ہے کہ جب اللہ تعالے نے مجھے ابتداء پیدا کیا ہے تو وہ مجھے دوبارہ نہیں اٹھائیگا۔ حالانکہ پہلے پیدا کرنا بھی مجھ پر اس کے اعادہ سے آسان نہیں ہے بلکہ ابتداء اور اعادہ دونو آسان ہیں۔ اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالے نے کسی کو بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں تنہا ہوں بے پرواہ ہوں نہ میں نے جنا اور نہ ہی میں جنا گیا ہوں اور نہ ہی کوئی میرا ساتھی ہے۔

2

بَاب قَوْلِهِ اللّٰهُ الصَّمَدُ وَالْعَرَبُ تُسَمِّيْ أَشْرَافَهَا الصَّمَدَ وَقَالَ أَبُوْ وَائِلٍ هُوَالسَّيِّدُ الَّذِيْ انْتَهٰى سُوْدَدُهٗ۔

ترجمہ۔ اللہ الصمد عرب کے لوگ اپنے سرداروں کو صمد کہتے تھے۔ اور ابو وائل کا قول ہے سیدوہ آدمی ہے جس تک سیادۃ جاکر ختم ہوتی ہو۔

حدیث (٤٦١٩) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ ...... عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَأَمَّا تَكْذِيْبُهٗ إِيَّايَ يَقُوْلُ إِنِّيْ لَنْ أُعِيْدَهٗ كَمَا بَدَأْتُهٗ وَأَمَّا شَتْمُهٗ إِيَّايَ أَنْ يَقُوْلَ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَأَنَا الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا أَحَدٌ كُفُوًا وَكَفِيْئًا وَاحِدٌ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہیں تھا۔ اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے یہ مناسب نہیں تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالے اسے ہرگز دوبارہ نہیں پیدا کریگا۔ جیسا کہ اس نے اس کو ابتدا بنایا۔ اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالے نے اولاد بنالی ہے۔ حالانکہ میں تو وہ آخری سردار ہوں جس نے نہ تو جنا اور نہ ہی جنا گیا۔ اور نہ اس کے لئے کوئی ساجھی ہے۔ کفوا۔ کفیا۔ کفا۔ سب کے ایک معنی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تمام محدثین امام بخاریؒ کی طرح کہتے ہیں کہ احد اور واحد ہم معنی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ان میں فرق ہے۔ واحد بالصفات اور احد بالذات ہے۔ امام راغب اصفہانی نے اس کے استعمال کی چھ وجوہ لکھی ہیں۔ واحد عدد کا مفتح ہے۔ اور احد عدد کی بالکل نفی کرتا ہے۔ احد پر تجزی اور تکثیر صحیح نہیں ہے۔ اور واحد مفرد ہے۔ کہ اس سے غیر اللہ متصف ہوسکتا ہے۔ اللہ الصمد علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ عرب کے نزدیک صمد شرافت کو کہتے ہیں۔ اسلئے اپنے سردار اشراف کو صمد کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس سردار پر شرافت اور سیادت کے اقسام مکمل ہوجائیں وہ صمد ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ صمد وہ ہے۔ جس کے حوائج میں لوگ محتاج ہوں وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔

سُوْرَةُ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ غَاسِقٍ اَللَّيْلُ اِذَا وَقَبَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ يُقَالُ هُوَ اَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ الصُّبْحِ وَفَلَقِ الصُّبْحِ وَقَبَ اِذَا دَخَلَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ وَاَظْلَمَ.

ترجمہ۔ مجاہد فرماتے ہیں غاسق سے رات مراد ہے وقب سے سورج کا غروب ہونا کے معنی ہیں اور یہ غروب شمس صبح کے جدا ہونے اور صبح کے پھٹنے سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔ وقب جبکہ ہر چیز میں داخل ہو جائے۔ اور تاریک ہو جائے۔

حدیث (۴۶۲۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ. عَنْ زِرٍّ قَالَ سَأَلْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍؓ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فَقَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ قِيْلَ لِيْ فَقُلْتُ فَنَحْنُ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو زرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سید القراء حضرت ابی ابن کعبؓ سے معوذتین کے متعلق پوچھا کہ آیا یہ قرآن کا حصہ ہیں یا نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے جیسے کہا گیا ہے میں نے اسی طرح کہا۔ پس ہم بھی اسی طرح کہیں گے جس طرح جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

سُوْرَةُ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَلْوَسْوَاسُ اِذَا وُلِدَ خَنَسَهُ الشَّيْطَانُ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ ذَهَبَ وَاِذَا لَمْ يُذْكَرِ اللّٰهُ ثَبَتَ عَلٰى قَلْبِهٖ ....

ترجمہ۔ ابن عباسؓ سے ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ وسواس جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے سامنے آجاتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو شیطان چلا جاتا ہے۔ اور جب اللہ کا نام نہ لے تو وہ اس کے دل پر جم کر بیٹھ جاتا ہے۔

حدیث (۴۶۲۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ زِرٍّ قَالَ سَأَلْتُ اُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ قُلْتُ اَبَا الْمُنْذِرِ اِنَّ اَخَاكَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ اُبَيٌّ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِيْ قِيْلَ لِيْ قُلْ فَقُلْتُ نَحْنُ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ..

ترجمہ۔ حضرت زرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا تو میں نے کہا اے ابو منذر آپ کے بھائی حضرت ابن مسعودؓ تو اس اس طرح فرماتے ہیں کہ معوذتین قرآن مجید میں سے نہیں ہیں۔ تو حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا میں نے اس بارے میں خود جناب رسول اللہ سے پوچھا تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ جسکے متعلق مجھے کہا گیا کہ کہہ دے تو میں نے

اسی طرح کہا۔ فرمایا ہم تو اسی طرح کہیئے۔ جس طرح جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ وہ آیات ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت ابن مسعودؓ معوذتین کو قرآنیۃ سے نکالتے ہیں اس مقام پر تو تصریح نہیں ہے۔ البتہ دوسری روایات میں ہے کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ معوذتین قرآن مجید میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو دعا کے لئے تھیں۔ قرآن مجید کا جزو نہیں ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سید القرآء فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں خود جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے جواب دیا۔ کہ قیل لی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ پھر اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اور مابین الدفتین کو قرآن کہا گیا ہے جو کہ مصحف عثمانی تھا تو جمہور صحابہ کرام انہیں قرآن مانتے ہیں اور تمام کتب حدیث کی روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دو سورتیں میرے نزدیک احب ہیں وہ یہ معوذتین ہیں اور آپؐ نے صبح کی نماز میں انہیں پڑھا ہے جن سے انکی قرآنیۃ معلوم ہوتی ہے۔ تو ابن مسعودؓ اس کا انکار کیوں کرتے ہیں۔ دوسرے قرآن پر اجماعیت کیسے باقی رہی۔

قاضی ابو بکر باقلانی جو ائمہ کلام میں سے ہیں اور شیخ اشعری کے شاگرد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے معوذتین کے وحی الٰہی ہونے کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ وہ فرماتے تھے کہ ان کو مصحف میں نہ لکھا جائے۔ بلکہ مصحف میں اس کو لکھو جس کی کتابت کا آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ معوذتین کی کتابت کے بارے میں آپ کا کوئی ارشاد نہیں ہے۔ ویسے آپؐ نے لوگوں کو یاد کرا دیا۔ قاضی عیاضؒ اور دیگر حضرات بھی یہی کہتے ہیں۔ دوسرا قول امام نوویؒ سید شریف جرجانی اور دیگر حضرات کا ہے جس کو امام فخر الدین رازیؒ نے اختیار کیا ہے۔ کہ قرآن کا مجمع علیہ اور متواتر ہونا آپؐ کے زمانہ سے آجتک قطعی ہے۔ مابین الدفتین کلام اللہ ہے۔ اس میں معوذتین بھی داخل ہیں تو سب کا اجماع ہوا اور جن روایات سے انکی قرآنیۃ کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ وہ اخبار آحاد ہیں اخبار متواترہ نہیں ہیں۔ اگر چہ انکی سند صحیح بھی ہو پھر بھی وہ قطعیت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ ان میں ظنیۃ ہے۔ ظنی قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تیسرا قول علامہ ابن کثیرؒ اور ان کے موافقین کا ہے۔ کہ ابن مسعودؓ کو انکی قرآنیۃ کا پہلے علم نہیں تھا۔ بعد میں صحابہ کرام کے اجماع سے ان کو اس کا علم ہوا۔ جس کو انہوں نے تسلیم کیا۔ تو مابین الدفتین کی قرآنیۃ پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سألت ابی ابن کعب ۷۴۲۔۱۰ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سورۂ فاتحہ اور معوذتین قرآن مجید میں سے ہیں۔ جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور ابن مسعودؓ سے جو کچھ منقول ہے وہ باطل ہے۔ بلکہ قرأۃ عاصمؒ کے مطابق صحیح یہ ہے۔ کہ حضرت ابن مسعودؓ بھی اس کے قائل ہیں کہ فاتحہ اور معوذتین قرآن مجید ہے۔ اور بحر العلومؒ نے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابن مسعودؓ تک جو قرآن کا سلسلہ پہنچا ہے۔ اس میں بالاتفاق ابن مسعودؓ بھی معوذتین کو قرآن مجید میں داخل سمجھتے ہیں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ حضرت ابن مسعودؓ رمضان شریف میں مسجد نبوی کے اندر صلوۃ تراویح میں جس امام کی اقتداء کرتے تھے وہ معوذتین کی قرأت کرتا تھا۔ ابن مسعودؓ اس پر کوئی نکیر نہیں کرتے تھے۔ تو انکی طرف انکار کی نسبۃ غلط ثابت ہوئی۔

بلکہ اسانید صحاح سے یہ ثابت ہے کہ قرأۃ عاصم۔ قرأۃ حمزہ۔ قرأۃ کسائی و قرأۃ خلف سب کی سب ابن مسعودؓ تک پہنچتی ہیں۔ ان کی قرأت میں معوذتین اور فاتحہ جز ُ قرآن ہیں۔ اور اس میں داخل ہیں۔ جو سند اس کے خلاف ہو گی۔ وہ غلط فاحش ہو گی۔ وہ ان اسانید صحاح کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ معارضہ کے وقت اسانید صحاح کا اعتبار ہو گا۔ اور کا نہیں۔

الوسواس اذاولد ۔ مولانا محمد حسن مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ وسواس ولادت کے وقت سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ شیطان ولادت کے وقت بچے کو مس کرتا ہے۔ خنسه الشيطان۔ یہ نیا کلام ہے۔ جو خناس کی تفسیر ہے ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ معنی یہ ہوا کہ شیطان آدمی کے قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جب ذکر الٰہی کیا تو وسوسہ چلا گیا۔ ورنہ وہ قلب میں جڑ پکڑ لیتا ہے۔ اور میرے نزدیک اذا خنسہ کلام مستقل ہے۔ اس طرح اذا ذکر اللہ عزوجل بھی کلام مستقل ہے۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔ کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پہلو میں اپنی انگلی سے چونکا مارتا ہے۔ گویا کہ اس کے تسلط کی یہ ابتداء ہوتی ہے۔ اس خنسہ شیطان سے بچہ چیخ کر روتا ہے تو امام بخاریؒ کا یہ قول اذا ذکر اللہ ذھب۔ یہ نیا مستقل کلام ہوا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ اذا ذکر الله خنس تاخر واذاغفل وسوس اور لغت میں خنس کے معنی رجع وانقبض کے مشہور و معروف ہیں۔ اور صاحب تیسیرؒ نے اس سے مشروعیۃ اذان فی اذان المولود کو ثابت کیا ہے۔ کیونکہ شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے۔ تو ذکر اللہ سے یہی اذان مولود مراد ہوئی۔ اس بنا پر یہ سارا کلام ایک جملہ ہو گا۔ دو جملے نہ ہوئے۔ تو اقرء سے لیکر اس مقام تک قریباً تین ورق بیاض ہیں۔ جس میں قطب گنگوہیؒ کے افادات نہیں مل سکے۔ شیخ زکریاؒ نے دیگر کتب سے ان افادات کو جمع کیا ہے۔ جزاه الله احسن الجزأ. قاله المرتب۔

کتاب ابواب فضائل القرآن ص ۷۴۳۔۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب كَيْفَ نُزُلُ الْوَحْيِ وَاَوَّلُ مَانَزَلَ ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَلْمُهَيْمِنُ الْاَمِيْنُ الْقُرْاٰنُ اَمِيْنٌ عَلٰى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهٗ----

ترجمہ باب۔ وحی کیسے نازل ہوئی اور پہلے پہل کیا اترا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں المھیمن کا معنی امین ہے اور قرآن مجید ہر اس کتاب کا امین ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی۔

حدیث (۴۶۲۲) حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں

مُوسٰی اَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَةُ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا لَبِثَ النَّبِیُّ ﷺ بِمَکَّةَ عَشَرَ سِنِیْنَ یُنْزَلُ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ وَبِالْمَدِیْنَةِ عَشَرًا ....

دونوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں دس سال مقیم رہے کہ آپؐ پر قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔ اور دس سال مدینہ منورہ میں ٹھہرے رہے۔

حدیث (۴۶۲۳) حَدَّثَنَا مُوسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ ...... عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَتْ اُنْبِئْتُ اَنَّ جِبْرَائِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ وَعِنْدَهٗ اُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَ یَتَحَدَّثُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا اَوْکَمَا قَالَ قَالَتْ هٰذَا دِحْیَةُ فَلَمَّا قَامَ وَاللّٰهِ مَاحَسِبْتَهٗ اِلَّا اِیَّاهُ حَتّٰی سَمِعْتُ خُطْبَةَ النَّبِیِّ ﷺ یُخْبِرُ جِبْرَائِیْلَ اَوْکَمَا قَالَ قَالَ اَبِیْ فَقُلْتُ لِاَبِیْ عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمانؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بتلایا گیا کہ حضرت جبرائیلؑ جب نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو حضرت ام سلمہؓ آپؐ کے پاس موجود تھیں پس آپؐ ان سے باتیں کرنے لگے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا یہ کون تھا یا اس قسم کا اور کلمہ فرمایا انہوں نے فرمایا یہ حضرت دحیہ کلبیؓ ہیں۔ پس جب آپؐ کھڑے ہو گئے تو واللہ میں یہی گمان کرتی رہی کہ وہ حضرت دحیہؓ ہیں یہانتک کہ جب میں نے آپ نبی اکرم ﷺ کا خطبہ سنا جس میں آپؐ جبرائیل کے متعلق خبر دے رہے تھے۔ یا جیسے ابو عثمان نے کہا میرے باپ نے ابو عثمان سے پوچھا کہ یہ آپ نے کس سے سنا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے سنا۔ تو حدیث مرفوع ہو گئی۔

حدیث (۴۶۲۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَامِنَ الْاَنْبِیَاءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مَامِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ وَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی انبیا میں سے ایسا نہیں گذرا جسے ایک یا ایک سے زیادہ معجزہ ایسا دیا گیا۔ جس کو مشاہدہ کر کے لوگ ایمان لاتے رہے۔ البتہ مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے۔ وہ قرآن کی وحی ہے۔ جو اللہ تعالے نے میری طرف وحی فرمائی۔ جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں۔ کہ قیامت تک آنے والے اکثر لوگ میری پیروی کرنے والے ہونگے۔ کیونکہ اللہ کا کلام ہے۔ وہ باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ تو قیامت تک اس کے پیروکار رہینگے۔

حدیث (۴۶۲۵) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَابَعَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ قَبْلَ وَفَاتِهٖ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اَکْثَرَ مَاکَانَ الْوَحْیُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات سے پہلے اکثر وحی اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ پر وفات کے قریب نازل فرمائی۔ ازاں بعد

ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ .....

رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی۔

حدیث (۴۶۲۶) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُباً يَقُوْلُ اشْتَكَى النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً اَوْلَيْلَتَيْنِ فَاَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَامُحَمَّدُ مَاأُرَى شَيْطَانَكَ اِلَّاقَدْ تَرَكَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلٰى .....

ترجمہ ۔ حضرت جندب فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بیمار ہو گئے ۔ ایک رات یا دو راتیں عبادت تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے ۔ تو ایک عورت عوراً بنت حرب زوجہ ابی لھب حمالة الحطب آپ کے پاس آکر کہنے لگی کہ میں یہی سمجھتی ہوں کہ تیرا شیطان تجھے چھوڑ گیا ہے ۔ تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ ترجمہ قسم ہے چاشت اشراق کے وقت کی اور رات کی جبکہ وہ چھا جاتی ہے ۔ نہ تیرے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی بغض رکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ مھیمن کے معنی محافظ کے ہیں جو کہ امین ہوا کرتا ہے۔اس لئے مھیمن کے لازمی معنی امین کے لئے گئے پیغمبروں کے معجزات تو بہت سے ہوتے ہیں لیکن ایک خصوصی سند ان کے پاس ہوتی ہے۔ جو ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی ہے۔ جس کا وہ برابر اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس کو آیت کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابراً اکمہ وابرص دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس کو کوئی خصوصی آیت نہ دی گئی ہو۔ اگر وہ آیت بڑی تھی تو اس کے مطابق لوگ ایمان لائے۔ اگر چھوٹی تھی تو اتنی مقدار میں لوگ ایمان لائے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ آیت قرآن مجید دی گئی جس کے ذریعہ لوگوں کو تحدی اور چیلنج کیا گیا یہ نہ عملیات میں سے ہے اور نہ ہی ان معجزات میں سے ہے کہ جو انبیاؑ کی زندگی تک باقی رہیں۔ انکی زندگی کے ساتھ وہ بھی ختم ہو جائیں مطلب یہ ہے کہ انبیا سابقین کے لئے معجزہ خاصہ عملی ہوتا تھا۔ جو انکی زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا معجزہ علمی ہے۔ جس کا ارتفاع قیامت تک نہیں ہوگا۔ اور علم اشرف چیز ہے۔ جبتک یہ معجزہ باقی رہیگا لوگ برابر ایمان لاتے رہینگے۔ یہ خصوصی معجزہ ہے۔ ورنہ آپ کے معجزات ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ البتہ معجزہ خاصہ قرآن مجید ہے۔ جس کی اکیس ہزار آیات ہیں۔ اور ہر تین آیات کے ساتھ تحدی کی گئی ہے ۔ تو سات ہزار آیات سے تحدی ہوئی جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی کر سکتا ہے۔ جیسے لبید شاعر نے قرآن مجید سننے کے بعد شاعری ترک کر دی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ فضیلت خصلة حمیدہ کو کہتے ہیں۔ علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں لکھا ہے کہ لوگوں میں اختلاف ہوا کہ قرآن مجید کا کوئی حصہ دوسرے سے افضل ہے یا نہیں۔ علامہ اشعریؒ۔ باقلانیؒ ۔ اور ابن حبانؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب جمیع قرآن کلام اللہ ہے تو فضیلت ممنوع ہو گی۔ تاکہ مفضل علیہ کا نقص لازم نہ آئے۔ لیکن جمہور ائمہؒ تفضیل کے قائل ہیں۔ کیونکہ ظواہر احادیث اس پر دال ہیں

تعجب ہے کہ امام غزالیؒ جیسا شخص بھی تفضیل کا قائل نہیں۔ البتہ جس کو اللہ تعالے نے نور بصیرۃ عطا فرمایا ہے۔ اس کو آیت الکرسی آیۃ مداینہ سورۂ اخلاص اور سورت تبت یدا میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے یٰسین قلب القرآن۔ فاتحہ الکتاب افضل سور القرآن آیت الکرسی۔ سیدۃ آی القرآن قل ھواللہ احد تعدل ثلث القرآن اس طرح بیشمار احادیث فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ اس جگہ امام بخاریؒ نے باب کیف نزل الوحی فرمایا ہے۔ اور اول کتاب میں باب کیف کان بدء الوحی الی رسو ل اللہ نیز! اس جگہ فرمایا اول ما نزل اور اول کتاب میں فرمایا اول مابدء تو حافظؒ فرماتے ہیں کہ نزول کا تقاضا ہے کہ من ینزل بہ کا وجود تھا وہ آنے والا فرشتہ تھا۔ اور وحی عام ہے خواہ وہ انزال سے ہو یا الہام سے ہو۔ نیند میں ہو یا بیداری میں لیکن حافظؒ کا یہ فائدہ صرف ترجمہ کے جزء ثانی سے تعلق رکھتا ہے میرے نزدیک دونوں تراجم میں فرق یہ ہے کہ کیف کان بدء الوحی میں وحی کی تعمیم بیان کرنا ہے خواہ قرآن ہو یا کچھ اور۔ کیف نزل وحی میں یہ ملحوظ ہے کہ نزول قرآن کی کیفیت کیا تھی جس کو فضائل قرآن میں ذکر کیا گیا۔ خواہ وہ ابتداً ہو یا نہ ہو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ امین ۷۴۴۔۱۸ امین سے مراد مصدق ہے۔ کیونکہ امین مالک امانت کی اس کے دعویٰ میں تصدیق کرتا ہے۔ اس کو جھٹلاتا نہیں ہے۔ اس طرح قرآن مجید پہلی کتابوں اور پہلے رسولوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔ قرآن مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ تو مھیمن کی تفسیر امین سے کی گئی۔ اور مھیمن اللہ تعالے کے اسماء میں سے بھی ہے۔ تو اصل میں یہ مؤیمن تھا جس میں ہمزہ کو ہاء سے بدلا گیا جس کے معنی ہیں الامین الصادق وعدہ۔ تو حافظؒ ابن عباسؓ کے کلام کی توجیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید جمیع کتب منزلہ کے احکام کی تصدیق کرنے والا ہے۔ کیونکہ جس قدر احکام اس کے اندر ہیں وہ یا تو ماسبق کو برقرار رکھنے والے ہیں یا ان کو منسوخ کرنے والے ہیں یا نئے احکام ہیں تو محدد کی فضیلت پر دال ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ مامثلہ امن علیہ البشر ۷۴۴۔۲۶۶ تو اس کی اور اس جیسے معجزہ کی شان یہ ہے کہ متحدی بہ اسکی تصدیق کرے تو یہ اس کا معجزہ خصوصی ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں مامن الانبیاء نبی یہ کلام دال ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک ایسا خصوصی معجزہ ہو جو مشاہدین کے ایمان کا موجب بنے اور نبی کی تصدیق کرے۔ اور معاندین کا اصرار اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ تو مامثلہ امن علیہ البشر میں ما موصولہ ہے۔ جو اعطی کا مفعول ثانی واقع ہو رہا ہے۔ اور مثلہ مبتدا امن اسکی خبر اور یہ جملہ ما کا صلہ ہے۔ اور مثل بول کر اس سے عین شئ یا اس کا مساوی مراد لیا جاتا ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ ہر نبی کو ایک معجزہ یا اس سے زیادہ معجزے اس لئے دیئے جاتے ہیں تاکہ مشاہدین انسان اس پر ایمان لے آئیں۔ تو علیہ بمعنے لام کے ہوگا۔ یا مؤحدہ کے معنی میں ہے۔ علیٰ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ علے غلبہ کو متضمن ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ معجزہ کو دیکھنے والا ایمان لانے میں مغلوب ہو جاتا ہے اس کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں

کہ اس کلام کے معنی میں کئی اقوال ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی کو معجزات دئے جاتے ہیں۔ جس کی مثال انبیاؑ سابقین میں موجود ہوتی ہے ان معجزات کو دیکھ کر لوگ ایمان لے آتے ہیں لیکن میرا معجزہ عظیمہ قرآن مجید جس کی مثل پہلے کسی کو نہیں دی گئی۔ اس لئے میرے تابعین زیادہ ہونگے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جو معجزہ مجھے ملا ہے اس میں سحر کا تخیل نہیں آسکتا بخلاف دوسرے انبیاؑ کے معجزات کے کہ ان میں سحر کا تخیل آگیا۔ جیسے ساحرین موسیٰ نے عصاموسوی کو سحر خیال کیا۔ تیسرا یہ ہے کہ انبیاؑ سابقین کے معجزات انبیاؑ کے زمانہ کے ساتھ ختم ہو گئے۔ لیکن ہمارے نبی کا معجزہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ اور چوتھا احتمال یہ ہے کہ پہلے انبیاؑ کے معجزات حسی تھے جن کا مشاہدہ آنکھوں سے ہوتا تھا۔ جیسے ناقہ صالح عصاموسیٰ۔ لیکن قرآن کا مشاہدہ بصیرۃ سے ہوگا۔ تو اس کے تابع اکثر ہونگے۔ کیونکہ جو شخص سر کی آنکھ سے مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ تو مشاہدہ کے ختم ہونے سے ختم ہو جائیگا۔ لیکن جو عقل کی آنکھ سے مشاہدہ کرتا ہے وہ باقی رہیگا۔ بعد میں آنے والا ہر عقلمند اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اور طیبیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ علیہ حال واقع ہو رہا ہے۔ ای مغلوباً علیہ فی التحدی۔ مطلب یہ ہوا کہ کوئی نبی جس کو معجزہ دیا گیا۔ اس کی صفت یہ ہے کہ لوگ اس کے مشاہدہ کے بعد ایمان لانے پر مجبور ہو گئے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر کا چرچا تھا۔ مافوق السحر معجزہ نے لوگوں کو ایمان لانے پر مغلوب کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا زور تھا طب سے اعلیٰ معجزہ نے احیا موتی۔ ابراء . برص واکمہ نے لوگوں کو مغلوب کر لیا جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بلاغت وفصاحت کا چرچا تھا تو قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت نے عرب کو مغلوب کر لیا۔ پانچویں وجہ یہ بھی ذکر کی جاتی ہے۔ دیگر انبیاؑ کے معجزات کی اگر حقیقۃً کوئی مثل نہیں تھی لیکن صورۃ مثل کا احتمال تھا۔ قرآن مجید ایسا معجزہ ہے کہ اس کی مثل نہ صورۃ ہے نہ حقیقیۃ ہے۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ میرے نزدیک ایک اقرب توجیہ یہ ہے کہ انبیاؑ سابقین کے معجزات بسبب ظہور کے ایمان لانے کا سبب تھے۔ میرا معجزہ وحی متلو ہے جس کا اعجاز کمال عقل اور حدت نظر سے ہو سکتا ہے تو ایسے لوگوں سے ایمان کی امید اکثر اور اغلب ہے۔ کہ قرآن کی برکت سے لوگوں کے دل ایمان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں۔ نیز علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ کلمہ انما حصر کے لئے ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات صرف قرآن مجید میں منحصر نہیں ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ آپؐ کا اعظم اور افید معجزہ قرآن پاک ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ تابع علے رسولہ قبل وفاتہ ۷۴۵۔۲ کیونکہ نزول وحی حسب ضرورت ہوتا ہے۔ جب ضروریات زیادہ ہوں تو نزول وحی بھی اکثر ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تابع ...... کے معنی علامہ عینیؒ بیان فرماتے ہیں کہ انزل اللہ تعالی الوحی متتابعا ومتواترا اکثر مما کان وکان ذلک قرب وفاتہ۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت ﷺ پر وفات کے قریب لگاتار متواتر اور اکثر وحی نازل فرمائی۔ جس میں راز یہ تھا کہ فتح مکہ کے بعد کثرت سے آپؐ کے پاس وفود آنے لگے۔ جنہوں نے احکام کے بارے میں بہت سوالات کئے جن کے جوابات وحی کے ذریعہ دئے گئے۔ اس لئے قبل از موت وحی کا نزول زیادہ ہوا۔ ثم توفی رسول اللہ ...... حتی توفاہ اللہ۔ غایت بیان ہے۔ اور آخری وحی اول وحی کے خلاف نازل ہوئی۔ کیونکہ اول بعثت میں وحی کا نزول ہوا پھر تین سال تک انقطاع رہا۔ پھر کثرت سے

وحی آنے لگی۔ نیز! مکہ میں نزول وحی کے دوران لمبی لمبی سورتیں نازل نہیں ہوئیں۔ ہجرت کے بعد سور طوال نازل ہوئیں۔ کیونکہ ان میں تفصیل سے احکام ذکر کیئے گئے۔ اور آپؐ کا آخری زمانہ پہلے زمانہ کے اعتبار سے اکثر نزولاً ہے اس اعتبار سے حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبتؐ ہو گئی۔ کہ آخری وقت نزول وحی کی یہ کیفیت تھی۔

باب نَزَلَ الْقُرْاٰنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ وَالْعَرَبِ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ

حدیث(۴۶۲۷)حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ ..... اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ فَاَمَرَ عُثْمَانُؓ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِؓ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِؓ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَنْ يَّنْسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ لَهُمْ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ عَرَبِيَّةٍ مِنْ عَرَبِيَّةِ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهَا بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ۔ سعید بن العاصؓ۔ عبدؓ اللہ بن الزبیرؓ۔ اور عبدالرحمن بن الحارث بن ھشامؓ کو حکم دیا۔ کہ ان سورتوں اور آیات کو صحیفوں میں لکھیں۔ اور ان سے یہ بھی فرمایا کہ جب تمھارا اور زید بن ثابتؓ کا قرآن مجید کی عربیہ میں اختلاف ہو تو پھر لغت قریش پر لکھو۔ کیونکہ قرآن مجید انہی کی زبان میں اترا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

حدیث (۴۶۲۸)حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ ...... اَنَّ يَعْلٰىؓ كَانَ يَقُوْلُ لَيْتَنِيْ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَلَمَّا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ اُظِلَّ عَلَيْهِ وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ اَحْرَمَ فِيْ جُبَّةٍ بَعْدَمَا تَضَمَّخَ بِطِيْبٍ فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَاَشَارَ عُمَرُؓ اِلٰى يَعْلٰى اَنْ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلٰىؓ فَاَدْخَلَ رَاْسَهٗ فَاِذَا هُوَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذَالِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ اَيْنَ الَّذِيْ يَسْئَلُنِيْ

ترجمہ۔ بیشک حضرت یعلیٰؓ خواہش رکھتے تھے کہ جس وقت آپؐ پر وحی کا نزول ہوتا ہے۔ کاش اس وقت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی حالت دیکھتا چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ جعرانہ میں تھے۔ اور آپؐ پر کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا۔ اور آپؐ کے ساتھ کچھ صحابہ کرام کے لوگ تھے۔ تو آپؐ کے پاس ایک ایسا آدمی آیا جو خوشبو سے لت پت تھا۔ آکر کہنے لگا اے اللہ کے رسول! اس آدمی کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے۔ جس نے خوشبو کے ساتھ لت پت ہونے کے بعد ایک جبہ کے اندر احرام باندھا۔ پس آپؐ نے کچھ دیر انتظار کیا پس آپؐ کی طرف وحی آگئی۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت لیلیٰؓ کی طرف اشارہ کیا کہ آؤ اور اس حالت نبوی کو دیکھو تو حضرت لیلیٰؓ نے اپنا سر

عَنِ الْعُمْرَةِ اٰنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِيْئَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَاَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ ....

خیمہ کے اندر داخل کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کا چہرہ سرخ لال ہے۔ اس طرح آپ کچھ دیر تک سخت آواز کرتے رہے۔ پھر جب وہ حالت آپؐ سے زائل ہوئی۔ تو آپؐ نے پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی عمرہ کے متعلق مجھ سے سوال کیا تھا۔ چنانچہ اس کو تلاش کر کے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا پس آپؐ نے فرمایا کہ جو خوشبو تم کو لگی ہے اسے تو تین مرتبہ دھوڈالو۔ اور جبے کو کھینچ پھینکو پھر اپنے عمرہ میں اسی طرح کرو جس طرح اپنے حج میں کرتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بظاہر روایت کو ترجمۃ الباب سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ تکلف کر کے یوں کہا جاتا ہے۔ کہ آپؐ نے جو حضرت لیلیٰؓ کو تعلیم دی تو آیت بھی اسی کے مطابق نازل ہوئی۔ اور وہ تعلیم عربی زبان میں دی گئی۔ در اصل یہ تکلف ہے نزول القرآن ...... کا یہ باب بطور فصل کے ہے۔ ورنہ یہ باب بھی باب اول میں داخل ہے۔ اور اس فصل باب کو بطور افادہ زائدہ لایا گیا جس سے کیفیت نزول بھی معلوم ہوتی ہے۔ اور نزول قرآن بلسان قریش بھی ثابت ہے۔ دوسری روایت باب اول کے بالکل مطابق ہے۔

باب جَمْعِ الْقُرْاٰنُ

حدیث (۴۶۲۹) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍؓ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْبَكْرٍؓ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ عِنْدَهٗ قَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ اِنَّ عُمَرَؓ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ اسْتَحَرَّ لَقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرًا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ لِعُمَرَؓ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ عُمَرُؓ هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُؓ يُرَاجِعُنِيْ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب یمامہ والوں کا قتل ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بلوا بھیجا۔ میں پہنچا تو حضرت عمر بن الخطابؓ ان کے پاس موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے آکر کہا ہے کہ یمامہ کی لڑائی میں قرآن کے قاریوں کا قتل سخت ہوا ہے۔ مجھے خطرہ ہے اگر اس طرح مختلف مقامات پر قراء حضرات قتل ہوتے رہے۔ تو قرآن مجید کا بہت سا حصہ چلا جائیگا میری رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کو جمع کرنے کا آپ حکم دیں۔ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپؐ وہ کام کیوں کرتے ہیں۔ جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ کام بہتر ہے پس برابر حضرت عمرؓ میرے سے سوال وجواب کرتے رہے۔

حَتّٰی شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرِیْ لِذٰلِکَ وَرَاَیْتُ فِیْ ذٰلِکَ الَّذِیْ رَاٰی عُمَرُؓ قَالَ زَیْدٌؓ قَالَ اَبُوْبَکْرٍؓ اِنَّکَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَانَتَّھِمُکَ وَقَدْکُنْتَ تَکْتُبُ الْوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْہُ فَوَاللّٰہِ لَوْ کَلَّفُوْنِیْ نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَاکَانَ اَثْقَلَ عَلٰی مِمَّا اَمَرَنِیْ بِہٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ کَیْفَ تَفْعَلُوْنَ شَیْئًا لَمْ یَفْعَلْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ ھُوَ وَاللّٰہِ خَیْرٌ فَلَمْ یَزَلْ اَبُوْبَکْرٍؓ یُرَاجِعُنِیْ حَتّٰی شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرِیْ لِلَّذِیْ شَرَحَ لَہٗ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍؓ وَعُمَرَؓ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُہٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰی وَجَدْتُ اٰخِرَ سُوْرَۃِ التَّوْبَۃِ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَۃَؓ الْاَنْصَارِیِّ لَمْ اَجِدْھَا مَعَ اَحَدٍ غَیْرِہٖ لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ حَتّٰی خَاتِمَۃَ بَرَاءَۃٍ فَکَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ اَبِیْ بَکْرٍؓ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَؓ حَیَاتَہٗ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَۃَ بِنْتِ عُمَرَؓ ....

یہاتنک کہ اللہ تعالے نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا اب میری بھی وہی رائے ہو گئی۔ جو حضرت عمرؓ کی رائے ہے حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آپ ایک نوجوان سمجھدار آدمی ہیں۔ اور ہم نے آجتک تمھیں کسی مکالمہ میں متھم بھی نہیں گردانا۔ جبکہ آپؐ جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی بھی لکھتے رہے ہیں۔ پس آپؐ قرآن کو تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر دیں۔ واللہ اگر یہ حضرات مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے نقل کرنے کی تکلیف دیتے تو وہ مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا۔ جب جمع قرآن کا انہوں نے مجھے حکم دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ ایسا کام کیوں کرتے ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا واللہ وہ بہتر کام ہے۔ پس برابر حضرت ابوبکرؓ میرے سے سوال وجواب کرتے رہے۔ یہاتنک کہ اللہ تعالے نے میرے سینہ کو اس چیز کے لئے کھول دیا جس کے لئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سینہ کو کھولا تھا تو میں نے تلاش کر کے قرآن مجید کو کھجور کی لکڑیوں سے باریک پتھروں سے اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہاتنک کہ سورۃ توبہ کا آخری حصہ مجھے حضرت ابوخزیمہ انصاریؓ کے پاس ملا۔ جس کو ان کے علاوہ میں نے اور کسی کے پاس نہ پایا۔ لقد جائکم رسول من انفسکم ...... سورۂ براۃ کے خاتمہ تک۔ پس یہ صحیفے حضرت ابوبکرؓ کے پاس انکی وفات تک رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کی زندگی تک ان کے پاس رہے۔ پھر وہ حضرت حفصہ بنت عمرؓ ام المؤمنین کے پاس رہے۔

حدیث (۴۶۳۰) حَدَّثَنَا مُوْسٰی ......

اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍؓ حَدَّثَہٗ اَنَّ حُذَیْفَۃَ بْنَ الْیَمَانِؓ قَدِمَ عَلٰی عُثْمَانَؓ وَکَانَ یُغَازِیْ اَھْلَ الشَّامِ فِیْ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور وہ اہل شام سے لڑائی میں مصروف تھے۔ جبکہ آرمینیہ اور

فَتح اَرْمِيْنِيَةَ وَاَذْرَبَائِيجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَافْزَعَ حُذَيْفَةَ اخْتِلَافُهُمْ فِى الْقِرَأَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَآاَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِكْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ يَخْتَلِفُوْا فِي الْكِتَابِ اخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰى حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِىْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِى الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكَ فَاَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ ابْنِ هَشَّامٍ فَنَسَخُوْهَا فِى الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلٰثَةِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى اِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِى الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰى حَفْصَةَ وَاَرْسَلَ اِلٰى كُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوْا وَاَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِىْ كُلِّ صَحِيْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ يُّحْرَقَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِىْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ اٰيَةً مِنَ الْاَحْزَابِ حِيْنَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ قَدْ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَءُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

آذربائجان کی اہل عراق سے فتح ہوئی۔ تو حضرت حذیفہؓ کو قراۃ قرآن میں ان کے اختلاف نے ان کو گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین اس امت کو کتاب اللہ میں اختلاف کرنے سے بچاؤ جس طرح یہود اور نصاریٰ نے کتاب اللہ میں اختلاف ڈالا۔ تو حضرت عثمانؓ نے ام المؤمنین حفصہؓ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ اوراق ہمیں دے دو تاکہ ہم انہیں دستاویزات میں لکھ سکیں پھر وہ ہم آپ کو واپس کر دینگے۔ چنانچہ انہوں نے وہ اوراق حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے زید بن ثابتؓ۔ عبداللہ بن الزبیرؓ اور سعید بن العاصؓ اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ھشامؓ کو حکم دیا کہ ان اوراق کو صحیفوں میں لکھدو نیز! حضرت عثمانؓ نے ان تین قریش حضرات سے فرمایا کہ جب تمھارا حضرت زید بن ثابت سے قرآن کے کسی حصہ مین اختلاف ہو جائے۔ تو اس کو زبان قریش میں لکھو۔ کیونکہ یہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسے کیا یہانتک کہ یہ اوراق ان حضرات نے جب صحیفوں میں لکھدئے تو وہ اوراق حضرت حفصہؓ کو واپس کر دئے۔ اور یہ لکھے ہوئے صحیفے اطراف عالم میں بھجدئے اور ان کے ماسوا جس قدر قرآن کے صحیفے تھے ان کو جلادیا۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ خارج بن زید بن ثابت نے حضرت زید بن ثابتؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ سورۃ احزاب کی ایک آیت صحیفے لکھتے وقت میں نے گم پائی جس کو میں نے جناب رسو اللہ ﷺ سے اس کو پڑھتے سنا تھا پس ہم نے اس کو ڈھونڈھا تو اسے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پایا۔ من المؤمنین رجال ...... جس کو ہم نے

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ الاية فَالْحَقْنَاهَا فِيْ سُوْرَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ ... صحیفہ کی اس سورت میں شامل کر دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جمع الصدور تھا جمع سطور نہیں تھا۔ چنانچہ کئی سو آدمی مکمل حافظ تھے۔ اور ویسے ٹکڑے ٹکڑے قرآن تو بہتوں کو یاد تھا۔ ایک جگہ جمع نہ کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ آیات نازل ہو رہی تھیں۔ بعض ان میں سے منسوخ التلاوت ہونے والی تھیں اور بعض منسوخ الحکم بنابریں سب کی کتابت کی نوبت نہ آئی محض سینوں میں ان کو محفوظ کیا گیا جنگ یمامہ میں قریباً ستر قراً مکمل حافظ شہید ہو گئے۔ جن کو پورا قرآن یاد تھا۔ بنابریں خوف اضاعۃ قرآن کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو فکر دامن گیر ہوئی۔ تو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ قرآن کو جمع تو کیا گیا۔ لیکن ترتیب آیات تھی۔ ترتیب سور نہیں تھی۔ اضاعت کا خوف تو جاتا رہا البتہ آرمینیہ۔ آذربائیجان کے میدانوں میں حضرت حذیفہؓ نے دیکھا کہ لوگ مختلف قبائل کی زبانوں میں قرآن پڑھتے ہیں۔ جس سے شدید اختلاف پیدا ہوا۔ قرآن مجید تو آپؐ پر لغت قریش پر نازل ہوا تھا۔ آسانی کے لئے دوسرے قبائل کو اپنی اپنی لغات پر پڑھنے کی اجازت تھی۔ ہر ایک کا طریق ادا اور لہجہ الگ تھا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو سکین چھری بولتے سنا۔ ورنہ ہم تو مدیہ بولا کرتے تھے۔ تو سہولت کے لئے سات لغات پر پڑھا جانے لگا۔ کوئی لغت قریش پر پڑھتا تھا کوئی لغت ہو تمیم پر یاد کرتا تھا۔ تو کوئی لغت ھذیل پر عرب سے باہر آرمینیہ اور آذربائیجان میں حضرت حذیفہ نے اختلاف لغات دیکھا تو حضرت عثمانؓ سے کہا۔ کہ امت کو اختلاف سے بچاؤ۔ تو پھر انہوں نے ایک ہی لغت قریش پر قرآن مجید جمع کر دیا۔ اب ان کے بچوں کو حفظ کرنے میں آسانی ہو گئی۔ کہ طریق ادا میں دشواری نہ رہی پانچ قرآنی مصحف لکھے گئے۔ ایک کوفہ کی طرف بھیجا۔ ایک عراق کی طرف اور ایک اپنے پاس رکھا۔ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ سات مصاحف تیار کرائے گئے۔ شام اور بحرین کی طرف الگ الگ بھیجے گئے۔ ان یحرق۔ دوسری روایات میں ہے کہ ان کو وہیں دفن کر دیا جلانے کا حکم نہیں دیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ مع اهل العراق یہ شام سے متعلق ہے۔ اہل شام کی طرح اہل عراق سے بھی جنگ تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کانت مع اهل العراق سے وہم ہوتا ہے کہ اہل عراق بھی کافر تھے جس طرح کہ اہل شام کافر تھے۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے دفع توہم کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل عراق اور اہل شام دونوں غازی اور مجاہد تھے۔ اور علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اہل شام کو تیاری کا حکم دیا کہ اہل عراق کے ساتھ جمع ہو کر آرمینیہ اور آذربائیجان کی لڑائیوں میں حصہ لیں۔ اور کفار کو فتح کریں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ آرمینیہ خلافت عثمانؓ میں فتح ہوا۔ اس وقت اہل عراق میں امیر لشکر سلمان بن ربیعہ باہلی تھا۔ جب شام اور اہل عراق حضرت عثمانؓ کے حکم پر اکٹھے ہو گئے۔ تو امیر العسکر اہل شام میں سے حبیب بن مسلمہ فہری تھا۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ مجملہ ان مجاہدین کے تھے۔ اور اہل مدائن پر حاکم تھے۔ اور مدائن عراق کے مضافات میں ہے۔ یہ غزوہ جس میں اہل شام اور اہل عراق مجاہدین

جمع ہوئے۔ یہ ۲۵ پچیس ہجری میں واقع ہوا۔ جو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا دوسرا یا تیسرا سال ہے۔ معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ نے حدیث باب پر جمع القرآن کا ترجمہ باندھا ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں مصحف میں جمع اس لئے نہ ہو سکی۔ کہ بعض احکام منسوخ التلاوۃ منسوخ الحکم ہونے کا انتظار تھا۔ جب آپ کا دور ختم ہوا تو اللہ تعالے نے حفاظت قرآن کی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے خلفائے راشدین کو جمع قرآن کا الہام کیا۔ اگرچہ سارا قرآن آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں لکھا جا چکا تھا۔ لیکن وہ ایک جگہ پر جمع نہیں تھا اور نہ ہی سورتوں کی ترتیب تھی۔ دوسری مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بمشورہ حضرت عمرؓ قرآن کو جمع کیا گیا۔ تیسری مرتبہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں لغت قریش پر قرآن کو جمع کیا اور مصاحف کو مختلف بلاد میں روانہ فرمایا۔ یہ سن پچیس ہجری میں ہوا۔ علامہ سیوطیؒ تفسیر اتقان میں فرماتے ہیں کہ ترتیب الآیات تو توقیفی ہے۔ جو روایات کے مطابق آنحضرت ﷺ کے حکم سے عمل میں لائی گئی اس لئے ترتیب الآیات توامر واجب اور حکم لازم ہے البتہ ترتیب سور بعد میں ہوئی۔ اس سے جمع القرآن اور تالیف قرآن میں فرق واضح ہو گیا۔

باب کَاتِبِ النَّبِیِّ ﷺ

حدیث (۴۶۳۱) حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ بُکَیْرٍ..
قَالَ اِنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَبُوْبَکْرٍؓ فَقَالَ اِنَّکَ کُنْتَ تَکْتُبُ الْوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاتَّبِعِ الْقُرْاٰنَ فَتَتَبَّعْتُ حَتّٰی وَجَدْتُ اٰخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ اٰیَتَیْنِ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَةَ الْاَنْصَارِیِّ لَمْ اَجِدْ ھُمَا مَعَ اَحَدٍ غَیْرِہٖ لَقَدْ جَاۗءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ..

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے کاتب کا بیان۔
چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے میرے پاس پیغام بھیج کر بلوایا اور فرمایا۔ کہ تم جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی کو لکھا کرتے تھے۔ پس قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو۔ تو میں نے تلاش شروع کی۔ یہانتک سورۂ توبہ کے آخری حصہ کی صرف دو آیتیں حضرت ابو خزیمہ انصاریؓ کے پاس ملیں ان کے سوا اور کسی کے پاس لکھی ہوئی نہیں تھیں لقد جاء کم رسول من انفسکم ......

حدیث (۴۶۳۲) حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوْسٰی
عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَایَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ادْعُ لِیْ زَیْدًا وَلْیَجِئْ بِاللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ وَالْکَتِفِ اَوِالْکَتِفِ وَالدَّوَاةِ ثُمَّ قَالَ اکْتُبْ .....

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت لایستوی القاعدون ...... نازل ہوئی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت زیدؓ کو بلاؤ وہ تختی دوات اور کندھے کی ہڈی یا کندھے کی ہڈی اور دوات لے آئے۔ پھر حکم دیا کہ لایستوی القاعدون پوری آیت لکھو۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے حضرت عمرو بن ام مکتوم نابینا بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا

لَا يَسْتَوِا لْقَاعِدُوْنَ ...... وَخَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ ﷺ عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ الْاَعْمٰى قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ فَمَاتَأْمُرُنِيْ فَاِنِّيْ رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا لَايَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْ مِنِيْنَ غَيْرَ اُوْلِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ....

یارسول اللہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ کیونکہ میں تو نابینا آدمی ہوں تواس آیت کی بجائے یوں نازل ہوا۔ لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر ......

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ لیجی باللوح والدواۃ والکتف ۲۷۴۶۔۲۱ تختی اور کندھے کی ہڈی کو اکھٹے اس لئے طلب فرمایا کہ اگر کتف پرنہ سما سکے تو تختی پر لکھا جائے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ دونوں کو اختیاری طور پر طلب فرمایا جو مرضی آئے وہ لے آئیں گویا کہ اختیار تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے جو توجیہ بیان فرمائی ہے اس کو اور کسی شارح نے بیان نہیں فرمایا۔ یہ آپ کی دقت نظری کا نتیجہ ہے۔ للہ درہ نیز ! امام بخاریؒ نے ترجمہ کاتب النبی باندھا لیکن حدیث میں صرف حضرت زید بن ثابتؓ کا ذکر ہے۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ تو مدینہ منورہ میں کتابت وحی کرتے تھے اور مکہ مکرمہ میں قریش کے عبداللہ بن سعد بن ابی شرح لکھتے تھے جو بعد میں مرتد ہو گئے۔ اور فتح مکہ کے موقع پر پھر مسلمان ہو گئے۔ خلفائے اربعہ بھی کاتبین میں سے ہیں۔ زبیر بن العوامؓ۔ خالدؓ اور ابان جو سعید بن العاص کے بیٹے ہیں۔ اور حنظلہ الربیع اسدی اور معیقیب بن ابی فاطمہ اور عبداللہ بن الارقم زہری بھی ہیں۔ سرجیل بن حسنہ اور عبداللہ بن رواحہ بھی شامل ہیں۔ لیکن ان اسما کو شرط بخاری پر نہ ہونے کی وجہ سے درج نہیں کیا گیا۔

باب اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

ترجمہ۔ قرآن مجید سات لغات پر نازل کیا گیا

حدیث (۴۶۳۳) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ ؓ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَقْرَأَنِيْ جِبْرَائِيْلُ ؑ عَلٰى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهٗ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِيْدُهٗ وَيَزِيْدُنِيْ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے جبرائیلؑ نے ایک لغت پر قرآن پڑھایا میں نے ان سے پھر درخواست کی۔ تو میں برابر ان سے زیادتی طلب کرتا رہا۔ اور وہ بڑھاتے رہے یہاں تک کہ سات لغات تک انتہا ہوئی۔

حدیث (۴۶۳۴) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ.

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ

أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ ابْنَ حَكِيْمٍ يَقْرَءُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِيْ حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَأَتِهٖ فَإِذَا هُوَ يَقْرَءُ عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَمْ يُقْرِءْنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهٗ فِي الصَّلٰوةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَءَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُكَ تَقْرَءُ قَالَ أَقْرَئَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ كَذَبْتَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَقْرَئَنِيْهَا عَلٰى غَيْرِ. مَا قَرَأْتَ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ أَقُوْدُهٗ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ إِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَءُ بِسُوْرَةِ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوْفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَرْسِلْهُ اِقْرَءْ يَا هِشَامُ فَقَرَءَ عَلَيْهِ الْقِرَأَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُهٗ يَقْرَءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ اقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَءْتُ الْقِرَأَةَ الَّتِيْ أَقْرَأَنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ....

میں نے حضرت ھشام بن حکیم سے سنا کہ وہ سورۃ فرقان جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پڑھ رہے تھے۔ میں نے ان کی قرأت کو کان لگا کر سنا تو وہ بہت سے ان زائد حروف پر پڑھ رہے تھے جو مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھائے تھے۔ پس قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر دیتا۔ لیکن میں نے بمشکل صبر سے کام لیا۔ یہانتک کہ انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے اس کے گلے میں چادر ڈال کر کھینچا اور ان سے پوچھا کہ تمھیں یہ سورہ جو میں نے تجھے پڑھتے ہوئے سنی ہے کس نے پڑھائی۔ وہ بولے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ مجھے پڑھائی۔ میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمھاری قرأت کے خلاف پڑھایا ہے۔ تو میں اسے کھینچتا ہوا جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لیکر آیا اور میں نے کہا کہ میں نے اس کو سورۂ فرقان ان زائد حروف پر پڑھتے سنا ہے جو آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس بیچارے کو چھوڑ دو فرمایا اے ھشام تم پڑھو۔ توانہوں نے اسی قرأت میں آپؐ پر پڑھا جس قرأت میں میں نے ان سے سنا تھا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ سورۃ اسی طرح اتاری گئی۔ پھر مجھے فرمایا اے عمر! تم پڑھو میں نے اس قرءۃ پر پڑھا جو مجھے آپؐ نے پڑھائی تھی۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح اتاری گئی یہ قرآن مجید سات قرأتوں پر نازل ہوا پس جو تمھیں آسان ہو اسی کو پڑھو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ انتھی الی سبعۃ احرف۔ اس جملے کے معنی میں قریباً پینتیس اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ بعض قابل قبول ہیں لیکن ان میں سے بعض قابل قبول نہیں ہیں۔ ان اقوال کو شراح بخاری نے بیان کیا ہے۔ آج اگر وہ لغات ہمارے سامنے ہوتیں تو ان کو سمجھ سکتے۔ لیکن ہمارے پاس صرف ایک حرف پر قرآن موجود ہے اختلاف لغات کئی طریق سے ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک

اختلاف لفظی ہوتا ہے۔ معنی میں اتحاد ہوتا ہے۔ جیسے بعض جگہ ھلم اور بعض جگہ تعال اور بعض جگہ اقبل استعمال ہوتا ہے۔ الفاظ مختلف اور معنی واحد ہیں۔ اور بعض لغات میں مضارع کے اتین کے صیغوں پر فتح نہیں پڑھتے بلکہ کسرہ پڑھتے ہیں۔ تَعلمون کی جائے تِعلمون پڑھتے ہیں۔ ان اختلاف کی وجہ سے حفظ قرآن مجید میں اشکال پیش آتا تھا۔ جس پر آپؐ نے لغات فصیحہ مشہورہ سبعہ میں پڑھنے کی اجازت حاصل کی ان لغات پر پڑھنے سے معانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بعض میں لا یضارون پڑھا جاتا ہے۔ اور بعض میں لا یضاررون ادغام سے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کلمہ کو سات لغات پر پڑھا جائے بلکہ جس کلمہ میں اختلاف ہے۔ اس کی سات لغات ہیں یعنی انکی انتہا سات تک ہوتی ہے۔ نیز !اختلاف کبھی الفاظ مترادفہ کی وجہ سے اور حرکات کی وجہ سے اور کبھی صلات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس سے فساد کا خطرہ پیدا ہوا خود جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ حیات میں ھشام بن حکیم کی اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے درمیان اختلاف ہوا۔ چونکہ اس وقت خود جناب رسول اللہ ﷺ سمجھانے والے موجود تھے۔ تو یہ اختلاف منجر الی الفساد نہیں ہوا لیکن حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے جب اسے منجر الی الفساد دیکھا تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں اسے ایک لغت پر جمع کر دیا گیا۔ اب اشکال یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے سہولت کر دی تھی۔ تو حضرت عثمانؓ نے اس کا خلاف کیوں کیا۔ بلکہ جس امر کو اس جدوجہد سے حاصل کیا گیا۔ اس کے نسخ کرنے کا حضرت عثمانؓ کو کیا اختیار تھا۔ تو کہا جائیگا کہ اس کی علۃ تو معلوم ہو گئی۔ کہ تسہیل کیلئے اجازت حاصل کی گئی۔ لیکن جیسے اولاً مؤلفۃ القلوب کو مال دیا جاتا تھا۔ باوجودیکہ قرآن مجید میں مصارف زکوٰۃ میں یہ سہم موجود ہے لیکن اس کو اٹھا دیا گیا کیونکہ علت ختم ہو گئی الاسلام یعلو البتہ فقہا میں سے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اب بھی اگر ضرورت لاحق ہو تو تالیف قلب کر کے اسلام میں داخل کر لینا چاہیئے۔ لیکن حضرت امام اعظمؒ اس کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ فرماتے ہیں اب اس کی ضرورت نہیں۔ اسلام بے نیاز ہو گیا۔ البتہ محققین احنافؒ اجازت دیتے ہیں۔ ایسے حفظ قرآن میں سہولت پیدا کرنے کیلئے اختلاف کی بڑھتی ہوئی رو کو روکتے ہوئے حضرت عثمانؓ نے باجماع صحابہ اسے ایک لغت قریش پر جمع کر دیا جس سے بچوں کے لئے حفظ قرآن اب آسان ہو گیا۔ اس سے نسخ لازم نہیں آتا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ الی سبعہ احرف ۷۴۷۔ اقرب الی التحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید ایک ہی لغت لغت قریش پر نازل ہوا۔ جب سہولت کے لئے زیادتی طلب کی گئی تو زیادتی کر دی گئی۔ اب جس لغت میں قرأت ممکن ہو اس کی اجازت دی گئی۔ تو نزول قرآن کی سب سات لغات کی طرف نسبۃً مجازاً ہے۔ اس اعتبار سے کہ اب یہ سات لغات ایک لغت نازلہ کے حکم میں ہو گئے۔ کہ نماز میں انکی قرأت جائز ہے۔ جنابت اور حیض وغیرہ کی حالت میں قرأت کرنا حرام ہے۔ نیز !اس مقام پر سبعۃ احرف سے سات قرأت متواترہ جو قرأ میں شائع ذائع ہیں وہ مراد نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب ایک لغت کے حکم میں ہیں۔ اور ایک ہی لغت کے الفاظ کا اختلاف اس میں کوئی آسانی نہیں۔ مثلاً مالک۔ ملک اور ملاک وغیرہ سب کے سب کو زبان پر ادا کرنا آسانی اور تنگی میں برابر ہے البتہ یہاں لغات مختلفہ مراد ہیں اور دوسری روایت جس میں حضرت ھشام بن حکیم کا قصہ مذکور ہے۔ ممکن ہے اس سے اختلاف بحسب اللغات مراد ہو۔ یا یہ اختلاف

سبعہ متواترہ میں ہو کیونکہ یہ اختلاف ثانی میں حضرت عمرؓ کے حملہ آور ہونے کا باعث بن سکتا ہے۔ کیونکہ الفاظ قرآن میں تھوڑی سی تبدیلی بھی جائز نہیں ہے۔ تو اس حدیث کے اندر سبعہ احرف سے ممکن ہے سبعہ لغات مراد ہوں۔ یا قرآت سبعہ متواترہ اختلافی مراد ہوں۔ جو حضرت عمرؓ کے حملہ آور ہونے کا سبب بنا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسادرۃ حملہ آوری ان قرآت میں اعراب وغیرہ کے اختلاف کی وجہ سے ہو۔ جو قرأت سبعہ میں واقع ہے۔ لیکن جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے کلام میں اختلاف بحسب اللغات پر محمول فرمایا۔ پھر بھی ہمارا مدعی بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ کیونکہ جب نزول القرآن سات لغات پر ہوا تو اولی اور افضل یہ ہے کہ اعراب وغیرہ کے اختلاف پر نکیر نہ کیا جائے۔ تو اس اعتبار سے نزول القرآن علی سبعة احرف کے دونوں جگہ ایک ہی معنی مراد ہونگے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ مقام بھی معرکۃ الاراء ہے جس میں مباحث مختلف ہیں۔ اوجز میں ہے کہ اس حدیث کو سبعہ احرف سے قرأت سبعہ جو اب رائج الوقت ہیں۔ مراد لینا خلاف الاجماع ہے۔ بلکہ مکی بن ابی طالب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جو شخص حضرت عاصم نافع کسائی وغیرہ کی قرأت کو حدیث کے سبعہ احرف کا مصداق قرار دیتا ہے۔ یہ عظیم غلطی پر ہے۔ کیونکہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ ان ائمہ کے علاوہ جو دوسرے حضرات سے قرأت ثابت ہے اور وہ مصحف عثمانی کے موافق ہے۔ وہ قرآن نہ ہو تو بالکل غلط ہے۔ لیکن اظہر یہی ہے کہ حدیث میں سبعہ احرف سے قراٰۃ السبعۃ مراد ہیں۔ جس پر قسطلانیؒ نے فرمایا۔ کہ حافظ ابن حجرؒ ان حروف کی تعیین نہ کر سکے جن میں حضرت عمر اور ھشام بن حکیم کا اختلاف ہوا۔ البتہ اس سورۃ میں جو متواتر اور شاذ کا اختلاف تھا اس کو جمع کر دیا۔ اور قاضی عیاضؒ نے مشارق الانوار میں لکھا ہے کہ سبعہ احرف سے سبعہ لغات مراد ہیں۔ یا سبعہ قرأت یا سبعہ احکام اور بھی اقوال ہیں۔

باب تَالِيفَ الْقُرْاٰنُ

ترجمہ۔ یعنی قرآن مجید کی ایک سورۃ کی آیات کو جمع کرنا یا مصحف میں سورت کو مرتب کر کے جمع کرنا ہے۔

حدیث (۴۶۳۵) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰی ....اَخْبَرَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ مَاهَكَ قَالَ اِنِّيْ عِنْدَ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ جَاءَ هَا اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اَيُّ الْكَفَنِ خَيْرٌ قَالَتْ وَيْحَكَ وَمَا يَضُرُّكَ قَالَ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَرِيْنِيْ مُصْحَفَكِ قَالَتْ لِمَ قَالَ لَعَلِّيْ اُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ يُقْرَءُ غَيْرَ مُؤَلَّفٍ قَالَتْ وَمَا يَضُرُّكَ اٰيَةً قَرَأْتَ قَبْلُ اِنَّمَا نَزَلَ اَوَّلَ مَا نَزَلَ

ترجمہ۔ حضرت یوسف بن ماھکؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ ام المؤمنین کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عراقی آدمی آیا جس نے پوچھا کفن کونسا اچھا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ تیرے لئے افسوس ہے۔ تجھے کیا نقصان دیتا ہے جو کفن بھی ہو کافی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اے ام المؤمنین آپ اپنا مصحف مجھے دکھلائیں انہوں نے فرمایا کیوں۔ عراقی نے کہا کہ شاید میں اس کے مطابق قرآن مجید کی تالیف کر سکوں۔ کیونکہ ہمارے ملک میں مصحف ابن مسعود غیر مؤلف پڑھا جاتا ہے۔

مِنْهُ سُوْرَةٌ مِنَ الْمُفَصَّلِ فِيهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حَتّٰى إِذَا ثَابَ النَّاسُ إِلَى الْإِسْلَامِ ثُمَّ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوْ نَزَلَ أَوَّلَ شَيْءٍ لَاتَشْرَبُوا الْخَمْرَ لَقَالُوْا لَا نَدَعُ الْخَمْرَ أَبَدًا وَلَوْنَزَلَ لَاتَزْنُوْا لَقَالُوْا لَانَدَعُ الزِّنَا أَبَدًا لَقَدْنَزَلَ بِمَكَّةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ وَإِنِّيْ لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ وَمَانَزَلَتْ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا وَأَنَا عِنْدَهُ قَالَ فَأَخْرَجَتْ لَهُ الْمُصْحَفَ فَأَمْلَتْ عَلَيْهِ آيَ السُّوْرَةِ.............

جو مصحف عثمانی کے خلاف ہے۔ فرمایا تجھے کوئی نقصان نہیں جس حصہ کو بھی پہلے پڑھو کوئی حرج نہیں سنو! پہلے پہل جو قرآن نازل ہوا وہ سورۃ مفصل کی تھی جس میں بہشت اور دوزخ کا ذکر تھا۔ یہانتک جب لوگ اسلام میں دوڑ دوڑ کر آنے لگے۔ تو بعد ازاں حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے۔ اگر اول میں لاتشربوا الخمر شراب نہ پیو کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو شراب کو کبھی نہیں چھوڑینگے۔ اس طرح اگر لاتزنوا زنا نہ کرنے کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہتے ہم زنا کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں محمد ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جب کہ میں ایک چھوکری تھی جو کھیل رہی تھی۔

آیت یہ ہے بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے۔ جو بڑی مصیبت والی اور کڑوی ہے۔ سورۂ بقرہ اور نسا جن میں احکام کا ذکر ہے یہ اس وقت نازل ہوئیں جبکہ مدینہ میں میں آپ نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھی۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنا مصحف نکالا او سورتوں کی آیات اس کو لکھوائیں۔

حدیث (٤٦٣٦) حَدَّثَنَا آدَمُ.....سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ وَطٰهٰ وَالْأَنْبِيَاءِ إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِيْ......

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعودؓ سورۂ بنی اسرائیل کہف .مریم . طٰهٰ اور انبیاء کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ پہلی عمدہ سورتیں ہیں اور یہ قدیمہ میں سے ہیں۔

حدیث (٤٦٣٧) حَدَّثَنَا أَبُوالْوَلِيْدِ.....سَمِعَ الْبَرَاءَؓ قَالَ تَعَلَّمْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ قَبْلَ أَنْ يَقْدَمَ النَّبِيُّ ﷺ........

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے مدینہ آنے سے پہلے میں سبح اسم ربک سیکھ چکا تھا۔

حدیث (٤٦٣٨) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ......قَالَ عَبْدُاللّٰهِؓ قَدْ عَلِمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَءُ هُنَّ اثْنَيْنِ اثْنَيْنِ فِيْ رَكْعَةٍ فَقَامَ عَبْدُاللّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں ان ہم مثل سورتوں کو جانتا ہوں۔ جنہیں جناب نبی اکرم ﷺ ایک رکعت میں دو دو سورتیں پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ

وَدَخَلَ مَعَهٗ عَلْقَمَةُ وَخَرَجَ عَلْقَمَةُ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ عِشْرُوْنَ سُوْرَةً مِنْ اَوَّلِ الْمُفَصَّلِ عَلٰى تَالِيْفِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ اٰخِرُهُنَّ مِنَ الْحَوَامِيْمِ حٰمٓ الدُّخَانُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ ....

کھڑے ہوئے جبکہ ان کے ہمراہ علقمہ داخل ہوئے تھے۔ اور وہ اب نکلنے لگے تو ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ وہ مفصلات کی پہلی بیس ۲۰ سورتیں ہیں جو ابن مسعودؓ کی ترتیب پر ہیں۔ جن کا آخری حم الدخان اور عم یتسالون ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ قرآن مجید کی ترتیب دو قسم ہے۔ آیات کی ترتیب جو بالاجماع توقیفی ہے۔ کیونکہ آیات کی ترتیب خود آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں رکھو۔ اور اس آیت کو فلاں سورۃ میں۔ دوسری تالیف سور ہے۔ جس کے اندر اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ بھی توقیفی ہے۔ کہ جب آخر عمر میں حضرت جبرائیلؑ دو مرتبہ آپؐ سے قرآن کا دور کرنے آئے تھے تو وہ اسی موجودہ ترتیب پر تھا۔ لیکن بعض فرماتے ہیں کہ ترتیب سور توقیفی نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عثمانؓ کا اجتہاد ہے۔ خواہ وہ اجتہاد آنحضرت ﷺ کے کسی فعل سے مستنبط ہو یا کسی اور طریقہ سے ہو۔ تو سور کی ترتیب کا اس اعتبار سے توقیفی ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے اب اشکال تھا کہ نزول میں اس ترتیب کو کیوں ملحوظ نہ رکھا گیا۔ تو حضرت عائشہؓ اس کا جواب دیتی ہیں۔ کہ ابتداء میں لوگوں کے قلوب منقاد اور فرمانبردار نہیں تھے۔ اسلئے اس وقت احکام نازل نہ ہوئے۔ لوگ متنفر ہو جاتے۔ جب لوگوں کے دلوں میں انقیاد کا مادہ پیدا ہو گیا۔ تو اب احکام کی سورتیں مثلاً سورۂ بقرہ و نساء وغیرہ نازل کی گئیں۔ آج جو ہمارے ہاں قابل اعتماد ترتیب ہے وہ یہی مصحف عثمانی والی ترتیب ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ آخرھن من الحوامیم ۷ ۲۶ ـ ۲۷ یعنی ان سورتوں کے آخر میں۔ حوامیم ہیں۔ اس سے ان کا حقیقی آخر ہونا لازم نہیں آتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث باب سے معلوم ہوتا تھا کہ الدخان اور عم یتسائلون میں سے عم یتسائلون آخر ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے اس توہم کا دفعیہ کیا کہ اس سے حقیقی آخر ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ یہ سور ترتیب کے اعتبار سے آخر ہیں اور بھی آخر ہو سکتی ہیں۔

بَابُ كَانَ جِبْرَائِيْلُ يَعْرِضُ الْقُرْاٰنَ

ترجمہ۔ جبرائیلؑ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔

وَقَالَ مَسْرُوْقٌ عَنْ عَائِشَةَؓ عَنْ فَاطِمَةَؓ اَسَرَّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ جِبْرَائِيْلَؑ يُعَارِضُنِيْ

ترجمہ۔ حضرت فاطمہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے راز داری کے طور پر مجھے بتلایا کہ حضرت جبرائیلؑ ہر سال میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔

بِالْقُرْاٰنِ کُلَّ سَنَةٍ وَاَنَّهٗ عَارَضَنِی الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَلَا اَرَاهُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِی ....

اور اس سال دو مرتبہ میرے ساتھ دور کیا۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ میری وفات قریب آگئی ہے۔

حدیث (۴۶۳۹) حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ قَزَعَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَیْرِ وَاَجْوَدَ مَا یَکُوْنُ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِاَنَّ جِبْرَائِیْلَ کَانَ یَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰی یَنْسَلِخَ یَعْرِضُ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِیَهٗ جِبْرَائِیْلُ کَانَ اَجْوَدَ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ بھلائی کی سخاوت کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینہ میں ہوتی تھی۔ کیونکہ جبرائیلؑ رمضان شریف کے مہینہ کی ہر رات آپؐ سے ملاقی ہوتے تھے یہانتک کہ مہینہ ختم ہو جاتا۔ جس میں جناب رسول اللہ ﷺ ان پر قرآن کا دور کرتے تھے۔ پس جبرائیلؑ آپؐ سے ملتے تو آپؐ سخت آندھی سے بھی زیادہ بھلائی کی سخاوت کرنے والے ہوتے۔

حدیث (۴۶۴۰) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ یَزِیْدَ.. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ کَانَ یُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ الْقُرْاٰنُ کُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعُرِضَ عَلَیْهِ مَرَّتَیْنِ فِی الْعَامِ الَّذِیْ قُبِضَ وَکَانَ یَعْتَکِفُ کُلَّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ فِی الْعَامِ الَّذِیْ قُبِضَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ پر قرآن مجید کا دور ہر سال ایک مرتبہ ہوتا تھا جس سال آپؐ کی وفات ہوئی۔ اس سال دو مرتبہ دور قرآن ہوا اور ویسے ہر سال آپؐ دس دن اعتکاف بیٹھتے تھے جس سال وفات ہوئی اس سال بیس ۲۰ دن اعتکاف بیٹھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ چونکہ حفظ قرآن اور بیان قرآن کا ذمہ خود باری تعالے نے لیا تھا۔ بنابریں اس ذمہ داری کے مطابق مدارسۃ یعنی دور کرنے کے لئے جبرائیلؑ کو بھیجا جاتا تھا۔

بَابُ الْقُرَّاءِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے حفاظ کتنے تھے۔

حدیث (۴۶۴۱) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ مَسْرُوْقٍ ذَکَرَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍؓ فَقَالَ

ترجمہ۔ حضرت مسروق سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ذکر کرتے تھے

لَااَزَالُ اُحِبُّهٗ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ وَسَالِمٍؓ وَمُعَاذٍؓ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍؓ ....

تو فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ قرآن مجید کو چار آدمیوں سے حاصل کرو۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ سالمؓ معاذؓ اور ابی بن کعبؓ سے۔

حديث(٤٦٤٢)حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ. قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُاللّٰهِؓ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْاَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِضْعًا وَسَبْعِيْنَ سُوْرَةً وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ اِنِّيْ مِنْ اَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَمَااَنَا بِخَيْرِهِمْ قَالَ شَقِيْقٌ فَجَلَسْتُ فِي الْحِلَقِ اَسْمَعُ مَايَقُوْلُوْنَ فَمَاسَمِعْتُ رَدًّايَقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ ....

ترجمہ۔ شقیق کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ہمیں خطبہ دیا۔ فرمایا کہ واللہ! میں نے خود جناب رسول اللہ ﷺ کے منہ سے ستر ۷۰ سے اوپر کچھ سورتوں کو حاصل کیا ہے واللہ اصحاب النبی ﷺ جانتے ہیں کہ میں ان سب میں سے کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والا ہوں حالانکہ میں ان میں سے بہتر نہیں ہوں۔ شقیق تابعی فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے مختلف حلقوں میں بیٹھتا تھا اس بات کو سننے کیلئے کہ وہ کیا کہتے ہیں پس میں نے کسی کی تردید نہیں سنی جو اس کے سوا کہتا ہو۔

حديث(٤٦٤٣)حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُبْنُ كَثِيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَءَ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ سُوْرَةَ يُوْسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَاهٰكَذَا اُنْزِلَتْ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَحْسَنْتَ وَوَجَدَ مِنْهُ رِيْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ اَتَجْمَعُ اَنْ تُكَذِّبَ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَتَشْرَبَ الْخَمْرَ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ .....

ترجمہ۔ حضرت علقمہؓ تابعی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حمص کے شہر میں تھے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے سورۃ یوسف کی تلاوت کی تو ایک شخص نے کہا اس طرح نہیں اتاری گئی۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا میں نے تو جناب رسول اللہ ﷺ پر جب اس کو پڑھا تھا تو آپؐ نے اسے اچھا قرار دیا تھا۔ اور اس کے منہ سے شراب کی بو کو پایا۔ تو فرمایا کہ کتاب اللہ کی تکذیب اور شراب خوری دونوں کو جمع کرتے ہو۔ پھر اس پر حد شرب قائم کی۔

حديث(٤٦٤٤)حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ مَسْرُوْقٍؓ قَالَ عَبْدُاللّٰهِؓ وَاللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ مَااُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ اَيْنَ اُنْزِلَتْ وَلَااُنْزِلَتْ اٰيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ

ترجمہ۔ حضرت مسروقؓ تابعی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اس اللہ کی قسم ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ کتاب اللہ میں کوئی سورۃ نازل نہیں ہوئی مگر میں خوب جانتا ہوں کہ کہاں اتری اور اسطرح کتاب اللہ کی

فِيمَ أُنْزِلَتْ وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي بِكِتَابِ اللهِ تَبْلُغُهُ الْإِبِلُ لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ........

کی کوئی آیت نہیں اتری مگر میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اگر میں جانتا ہوتا۔ کہ کوئی شخص ایسا ہے جو کتاب اللہ کو میرے سے زیادہ جاننے والا ہے اور اونٹ اس تک پہنچ سکتے ہیں تو میں ضرور ان پر سوار ہو کر اس تک پہنچتا۔

حدیث (۴۶۴۵) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنَاقَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍؓ وَمُعَاذُبْنُ جَبَلٍؓ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍؓ وَأَبُوْزَيْدٍؓ تَابَعَهُ الْفَضْلُ........

ترجمہ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں سارے قرآن کو کس نے حفظ کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا چار آدمی ہیں۔ جو سب کے سب انصار میں سے ہیں۔ ابی بن کعبؓ۔ معاذ بن جبلؓ زید بن ثابتؓ اور ابو زید جن کے نام میں اختلاف ہے۔ سعد بن عمرو یا قیس بن اسکن۔

حدیث (۴۶۴۶) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ.. عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَمْ يَجْمَعِ الْقُرْآنَ غَيْرُ أَرْبَعَةٍ أَبُو الدَّرْدَاءِؓ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍؓ وَزَيْدُبْنُ ثَابِتٍؓ وَأَبُوْ زَيْدٍؓ قَالَ وَنَحْنُ وَرِثْنَاهُ........

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی۔ تو سوائے چار آدمیوں کے قرآن مجید کو اور کسی نے یاد نہیں کیا تھا ایک ابو الدرداءؓ ہیں دوسرے معاذ بن جبلؓ تیسرے زید بن ثابتؓ اور چوتھے ابو زیدؓ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم اس کے وارث ہوئے۔

حدیث (۴۶۴۷) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ.....عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ عُمَرُؓ عَلِيٌّؓ أَقْضَانَا وَأُبَيٌّؓ أَقْرَءُ نَا وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ لَحَنِ أُبَيٍّؓ وَأُبَيٌّؓ يَقُولُ أَخَذْتُهُ مِنْ فِي رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَلَا أَتْرُكُهُ لِشَيْءٍ قَالَ اللهُ تَعَالَى مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم سب میں سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا حضرت علیؓ ہے اور ہم میں سے سب سے بڑا قاری حضرت ابیؓ ہے بیشک ہم حضرت ابیؓ کی قرأت کو نہیں چھوڑیں گے۔ کیونکہ حضرت ابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بالمشافہ جناب رسول اللہ ﷺ کے منہ سے لیا ہے۔ پس کسی چیز کی وجہ سے میں اسے نہیں چھوڑونگا۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا آپ کو بھلا دیتے ہیں۔ تو ہم اس سے بہتر یا اسکی مانند لے آتے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ لم یجمع القرآن غیر اربعة۔ بظاہر حصر معلوم ہوتا ہے لیکن ملا علی قاریؒ نے مرقات میں لکھا ہے کہ یہ کلام حصر کیلئے نہیں۔ کیونکہ جنگ یمامہ میں ستر قراء شہید ہوئے جو وفات نبوی کے قریب کا واقعہ ہے۔ نیز !اس میں خلفائے اربعہ کا ذکر نہیں ہے۔ ان جیسا حریص علے الخیر حفظ قرآن کو کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ حالانکہ ہمارے اس گئے گذرے زمانہ میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں حفاظ پائے جاتے ہیں۔ تیسرے مھاجرین کا ذکر نہیں ہے۔ تو حدیث انسؓ کے ابو بکر باقلانی نے کئی جواب دئے ہیں۔(۱) مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں۔(۲) جمع علے جمیع الوجوہ والقراۃ مراد ہو۔(۳) ناسخ منسوخ کا علم ان چار کے سوا کسی کو نہیں۔(۴) تلقی سے مراد بلاواسطہ جناب رسول اللہ ﷺ سے حاصل کرنا ہے۔(۵) یہ حصر اپنی دانست کے مطابق ہے۔(۶) جمع سے کتابت مراد ہے۔ کہ بعض نے محض حفظ کیا اور ان چار نے حفظ بھی کیا اور لکھا بھی۔ یا جمع سے سمع وطاعت مراد ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ محض احتمالات ہیں۔ دراصل یہ اوس وخزرج کا مقابلہ ہوا جس کو ابن جریر نے نقل کیا ہے۔ کہ اوس نے اپنے چار حضرات با کمال ذکر کئے تو خزرج نے اپنے چار حفاظ قرآن کو پیش کیا۔ بنابریں حضرت انسؓ خزرجی فرماتے ہیں کہ ہم اس کے وارث بنے اور ابو زید حضرت انسؓ کے چچاؤں میں سے ہیں تو وہ بھی خزرجی ہوئے

باب فَضْلِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

حدیث(۴۶۴۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُعَلّٰی ؓ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّیْ فَدَعَانِی النَّبِیُّ ﷺ فَلَمْ اُجِبْهُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ كُنْتُ اُصَلِّیْ قَالَ اَلَمْ یَقُلِ اللّٰهُ اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةً فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهٗ الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید بن المعلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھنے میں مصروف تھا کہ اچانک جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلا لیا جس پر شغل کی وجہ سے میں لبیک نہ کہہ سکا۔ جب نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ! میں نماز پڑھ رہا تھا اسلئے حاضر نہ ہو سکا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمھیں پکارے تو فوراً اس پر لبیک کہو اور حاضر ہو جاؤ۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مسجد سے خارج ہونے سے پہلے کیا میں تمھیں ایسی سورت نہ سکھلاؤں جو قرآن مجید میں سب سے بڑی عظمت والی سورۃ ہے۔ میں نے ہاں میں جواب دیا جس پر آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مسجد میں مشغول رہے۔ جب ہم نے مسجد سے نکلنا چاہا تو میں نے یاد دلاتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ آپؐ نے قرآن مجید کی ایک عظیم سورہ سکھلانے کا وعدہ فرمایا تھا وہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ الحمد للہ رب العالمین ہے یہ سورۃ فاتحہ سبعہ مثانی اور وہ قرآن عظیم ہے جسے مجھے دیا گیا ہے۔

حدیث (۴۶۴۹) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ کُنَّا فِیْ مَسِیْرٍ لَّنَا فَنَزَلْنَا فَجَاءَتْ جَارِیَةٌ فَقَالَتْ اِنَّ سَیِّدَ الْحَیِّ سَلِیْمٌ وَاِنَّ نَفَرَنَا غَیْبٌ فَهَلْ مِنْکُمْ رَاقٍ فَقَامَ مَعَهَا رَجُلٌ مَا کُنَّا نَاْبُنُهٗ بِرُقْیَةٍ فَرَقَاهُ فَبَرَءَ فَاَمَرَلَهٗ بِثَلٰثِیْنَ شَاةً وَسَقَانَا لَبَنًا فَلَمَّا رَجَعَ قُلْنَا لَهٗ اَتُحْسِنُ رُقْیَةً اَوْ کُنْتَ تَرْقِیْ قَالَ لَا مَا رَقَیْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْکِتَابِ وَقُلْنَا لَا تُحْدِثُوْا شَیْئًا حَتّٰی نَاْتِیَ اَوْ نَسْئَلَ النَّبِیَّ ﷺ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ ذَکَرْنَاهُ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ وَمَا کَانَ یُدْرِیْهِ اَنَّهَا رُقْیَةٌ اَقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِیْ بِسَهْمٍ وَقَالَ اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ الخ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ بِهٰذَا ....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے کہ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا تو ایک لڑکی آکر کہنے لگی کہ ہمارے قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور ہمارے قبیلہ کے لوگ موجود نہیں ہیں وہ گھروں سے باہر ہیں۔ کیا تم سے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے تو وہ میرے ساتھ چلے۔ تو ایک آدمی اس کے ساتھ جانے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جس کو ہم جھاڑ پھونک کرنے والا گمان نہیں کرتے تھے جس نے جاکر جھاڑ پھونک کیا جس سے وہ سردار تندرست ہو گیا جس نے انعام کے طور پر تیس ۳۰ بکریاں دینے کا حکم دیا۔ اور ہم سب کو اس نے دودھ بھی پلایا۔ تب وہ صحابی واپس لوٹا تو ہم نے اس سے پوچھا کہ تم جھاڑ پھونک کرنے میں مہارت رکھتے ہو یا جھاڑ پھونک کیا کرتے ہو اس نے کہا نہیں میں نے تو صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے۔ تو ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان بکریوں میں ابھی کوئی حصہ نہ کرو جب تک ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر اس کے متعلق سوال نہ کرلیں۔ پس جب ہم لوگ مدینہ واپس پہنچے تو ہم نے اس واقعہ کا آپؐ سے تذکرہ کیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اسے کس نے بتایا تھا کہ سورۂ فاتحہ منتر ہے۔ بہر حال بکریوں کو ساتھیوں پر تقسیم کرو اور میرا حصہ بھی اس میں مقرر کرلو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ ولا تحدیوم شیئا یعنی ان بکریوں میں کسی قسم کا تصرف نہ کرو نہ تو انہیں تقسیم کرو اور نہ کسی کو ہبہ اور بخشش کرو۔ یہ حدیث کتاب الاجارۃ میں گذر چکی ہے اور جھاڑ پھونک کے بارے میں اور دیگر مسائل حدیث کے بارے میں وہاں طویل بحث ہو چکی ہے۔ تاہم اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کی آیات اور ذکر اللہ سے جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے اور اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ کیونکہ قرآن پڑھنا اور پھونک مارنا افعال مباحہ میں سے ہیں۔ اور شرح السنۃ میں ائمہ اربعہ کا یہی مسلک نقل کیا گیا ہے البتہ اسے پیشہ نہ بنایا جائے۔

باب فَضْلُ الْبَقَرَةَ

حدیث(٤٦٥٠)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَرَءَ بِاٰيَتَيْنِ وَبِسَنَدِ اَبِیْ نُعَيْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ قَرَءَ بِالْاٰيَتَيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ . الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رات کے کسی حصہ میں سورۃ بقرہ کی آخر کی دو آیات پڑھ لیں تو وہ اسے قیام لیل سے کافی ہو جائیں گی یا شرور اور مصائب سے حفاظت کریں گی۔

حدیث(٤٦٥١) قَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَ رْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَصَّ الْحَدِيْثَ فَقَالَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَءْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ لَنْ يَزَالَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظًا وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ ذَاكَ شَيْطَانٌ الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے فطرانہ کے غلہ کی حفاظت کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔ تو ایک آنے والا میرے پاس آیا اور غلہ کے چلو بھرنے لگا۔ جسے میں نے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تیرا معاملہ ضرور جناب رسول اللہ ﷺ کے پیش کرونگا۔ پھر ساری حدیث بیان کی۔ بالآخر شیطان نے کہا جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ نگران تمھارے ساتھ رہے گا دوسرے صبح تک شیطان تمھارے قریب نہیں آئیگا۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تھا تو وہ بہت جھوٹا لیکن تم سے سچی بات کہہ گیا۔ وہ شیطان تھا جو انسانی شکل میں چوری کرتا ہوا پکڑا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ۔ کفتاہ...... ایک جماعت کہتی ہے۔ کہ ان دو آیتوں کو نماز میں پڑھنا قیام الیل سے کافی ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ صلوۃ میں پڑھنے سے بھی قیام الیل کا ثواب ملیگا۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرأۃ قرآن سے کافی ہو گا۔ تو یہ ادنی ماتجزبہ الصلوۃ ہو گا۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ کفتاہ عن مکائد الشیطان کہ شیطان کی چیرہ دستیوں سے کفایت اور حفاظت کریگی۔ اور ۔ہ آمن الرسول سے آخر تک ہے۔

باب فَضْلِ سُوْرَةِ الْکَهْفِ

حدیث (۴۶۵۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یَقْرَءُ سُوْرَ ةَ الْکَهْفِ وَاِلٰی جَانِبِهٖ حِصَانٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَیْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْا وَتَدْنُوْا وَجَعَلَ فَرَسُهٗ یَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَذَکَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ تِلْكَ السَّکِیْنَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ......

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے طرف ایک عمدہ گھوڑا دو باگوں سے بندھا ہوا تھا تو اس شخص کو ایک بدلی نے آگھیرا۔ جو قریب سے قریب تر ہوتی جاتی تھی۔ اور گھوڑے نے اس سے بدکنا شروع کر دیا جب صبح ہوئی تو وہ شخص صحابی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا۔ یہ سکون اور اطمینان کی بدلی تھی۔ جو قرآن مجید کی بدولت نازل ہوئی تھی۔

باب فَضْلِ سُوْرَةِ الْفَتْحِ

حدیث (۴۶۵۳) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ..... عَنْ اَبِیْهِ اَسْلَمَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَسِیْرُ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ یَسِیْرُ مَعَهٗ لَیْلاً فَسَاَلَهٗ عُمَرُ عَنْ شَیْءٍ فَلَمْ یُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَلَمْ یُجِبْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَلَمْ یُجِبْهُ فَقَالَ عُمَرُ ثَکِلَتْكَ اُمُّكَ نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ کُلَّ ذٰلِكَ لَایُجِیْبُكَ قَالَ عُمَرُؓ فَحَرَّکْتُ بَعِیْرِیْ

ترجمہ۔ حضرت اسلم محضرمیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رات کے وقت کسی سفر میں چل رہے تھے۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ بھی ان کے ہمراہ جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کسی چیز کے بارے میں آپؐ سے سوال کیا۔ جس کا جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب نہ دیا۔ پھر پوچھا تو بھی کوئی جواب نہ ملا۔ تیسری مرتبہ پوچھا تو کچھ جواب نہ ملا۔ حضرت عمرؓ اپنے آپ سے کہنے لگے عمر تمھیں تمھاری ماں گم کرے۔ تو نے تین مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سے بڑھ چڑھ کر سوال کیا

حَتّٰی کُنْتُ اِمَامَ النَّاسِ وَخَشِیْتُ اَنْ یَنْزِلَ فِیَّ قُرْاٰنٌ فَمَا نَشِبْتُ اَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا یَصْرُخُ قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ یَکُوْنَ نَزَلَ فِیَّ قُرْاٰنٌ قَالَ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ اللَّیْلَةَ سُوْرَةٌ لَھِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَءَ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا۔

لیکن ہر مرتبہ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید کوئی ناراضگی ہو۔ تو فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کو ایڑ لگائی یہانتک کہ میں سب لوگوں سے آگے ہو گیا۔ البتہ مجھے یہ خدشہ ضرور تھا۔ کہ کہیں میرے بارے میں قرآن کا کوئی حصہ نازل نہ ہو جائے۔ لیکن میں ابھی تھوڑی دیر ٹھہرا نہیں تھا کہ میں نے ایک چیخنے والے کی پکار کو سنا جو مجھے آواز دے رہا تھا میں نے دل میں کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ نازل ہو جائے۔ بہر حال میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ پر سلام پڑھا تو آپ نے فرمایا آج رات مجھ پر ایک ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے۔ جو میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ جن پر سورج نے طلوع کیا ہے۔ پھر آپ نے انا فتحنالک فتحا مبینا سورۃ فتح کی قرأۃ فرمائی۔

تشریح از قطب گنگوہی ۔ لقد خشیت ان ینزل فی القرآن ۷۴۹۔ ۲۷ حضرت عمرؓ خوب جانتے تھے کہ میرا آگے بڑھ جانا اور آپ سے دور ہو جانا اگر وحی نے نازل ہونا تھا تو یہ اس سے مانع نہیں ہو سکتا۔ بایں ہمہ وہ آگے اس لئے چلے گئے۔ کہ بار بار سوال کرنے سے میں آنحضرت ﷺ کی پریشانی کا باعث بنا۔ جب میں دور چلا جاؤں گا تو جو پریشانی آپ کو لاحق ہوئی وہ دور ہو جائیگی۔ اور جب غصہ ٹھنڈا ہو جائیگا تو وحی میرے بارے میں نازل نہیں ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریا ۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے جیساکہ طبرانی نے ابن مسعود سے اسکی تصریح نقل کی ہے کہ یہ عمرۃ الحدیبیہ کا واقعہ ہے۔ اور بعض رواۃ کے نزدیک وہ مقام ضجنان ہے۔ اور بعض کے نزدیک کراع الغمیم ہے۔ اور بعض نے مقام جحفہ کو قرار دیا ہے ان میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ سب مقامات ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ فلم یجبہ سے معلوم ہوا کہ ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں۔ بعض دفعہ خاموشی جواب ہوتا ہے۔ البتہ حضرت عمرؓ کا بار بار سوال کرنا تو اس وجہ سے تھا کہ ان کا گمان ہو شاید آپ نے نہیں سنا۔ یا کوئی اہم مسئلہ ہو جس کو انہوں نے پوچھا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے بعد ازاں انہیں جواب دیا ہو۔ جس کا انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ اور آپ نے اولاً نزول وحی میں مشغول ہونے کی وجہ سے جواب نہ دیا ہو۔ اور صاحب تیسیر نے لکھا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کو خیال گذرا کہ میرے سوال کرنے میں بے ادبی ہو گئی۔ اس لئے اونٹ کو بھگا کر لے گئے۔ کہ کہیں قرآن میرے بارے میں نازل نہ ہو جائے۔

باب فَضْلِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

حدیث (۴۶۵۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ

ترجمہ۔ حضرت ابی سعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَجُلاً سَمِعَ رَجُلاً یَقْرَءُ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ یُرَدِّدُھَا فَلَمَّا اَصْبَحَ جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ وَکَانَ الرَّجُلَ یَتَقَالُّھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَزَادَ اَبُوْمَعْمَرٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ اَخِیْ قَتَادَۃُ بْنُ النُّعْمَانِ اَنَّ رَجُلاً قَامَ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ ﷺ یَقْرَءُ مِنَ السَّحَرِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ لَایَزِیْدُ عَلَیْھَا فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اَتَی رَجُلُ النَّبِیِّ ﷺ نَحْوَہٗ .....

ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے سنا کہ وہ قل ھواللہ احد پڑھ رہا ہے۔ اور اسے بار بار دھرا رہا ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ گویا کہ وہ اس کو حقیر سمجھ رہا تھا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ بیشک سورہ اخلاص تو قرآن مجید کے تیسرے حصہ کے برابر ہوتی ہے۔ اور ابوالعمر نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں۔ کہ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں۔ میرے بھائی قتادۃ بن النعمان نے مجھے بتلایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی نے سحری کے وقت کھڑے ہو کر قل ھو اللہ احد کو پڑھا جس پر کسی چیز کا اضافہ نہیں کر رہا تھا۔ جب ہم لوگ صبح میں داخل ہوئے تو ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر اس طرح قصہ بیان کیا۔

حدیث (۴۶۵۵) حَدَّثَنَا عُمَرُبْنُ حَفْصٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاَصْحَابِہٖ اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَقْرَءَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فِیْ لَیْلَۃٍ فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْھِمْ وَقَالُوْا اَیُّنَا یُطِیْقُ ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ اَللّٰہُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ قَالَ الْفِرَبْرِیُّ سَمِعْتُ اَبَاجَعْفَرٍ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ مُرْسَلٌ وَعَنِ الضَّحَّاکِ الْمَشْرِقِیِّ مُسْنَدٌ.

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص ایک رات میں قرآن کا تیسرا حصہ پڑھنے سے قاصر ہے۔ تو یہ بات صحابہ کرام کو شاق گذری۔ کہنے لگے کہ ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ یارسول اللہ ! تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ الواحد الصمد ثلث قرآن ہے۔ فربری فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ یہ روایت ابراھیم کے واسطہ سے مرسل ہے لیکن ضحاک مشرقی کے واسطہ سے مسند ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ثلث القرآن یا تو یہ برابری اجر و ثواب میں ہے۔ یا مضامین میں معادلہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایک حصہ احکام ہیں۔ اور ایک حصہ توحید و صفات پر مشتمل ہے۔ قل ھو اللہ احد میں توحید و صفات پائی جاتی ہیں۔ نیز ! یاد رہے کہ امام بخاریؒ عموماً منقطع پر لفظ مرسل اطلاق کرتے ہیں ورنہ اصطلاحیہ نہیں ہے۔ اور متصل پر مسند کا اطلاق بھی انکی ایجاد ہے۔

باب فَضْلِ الْمُعَوَّذَاتِ

حدیث (٤٦٥٦) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى يَقْرَءُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوَّذَاتِ وَيَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهٗ كُنْتُ اَقْرَءُ عَلَيْهِ اَمْسَحُ بِيَدِهٖ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب بھی جناب رسول اللہ ﷺ بیمار ہو جاتے تھے تو آپؐ اوپر معوذتین قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس پڑھا کرتے تھے اور بدن پر دم کرتے تھے اور جب آپؐ کی بیماری سخت ہو جاتی یعنی ہوش نہ رہتی۔ تو میں یہ سورتیں آپؐ پر دم کرتی تھی اور آپؐ کے ہاتھ کی برکت کی امید رکھتے ہوئے اس کو آپؐ کے بدن پر پھیرتی تھی۔

حدیث (٤٦٥٧) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَءَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ وَيَبْدَءُ بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب ہر رات کو اپنے بستر پر آرام کرنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر لیتے پھر ان میں تین سورتیں پڑھ کر دم کرتے قل هوا لله احد. قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ پھر بدن کے جس قدر حصہ تک ممکن ہوتا ان دونوں کو بدن پر پھیرتے۔ جس کی ابتداء آپؐ اپنے سر مبارک سے کرتے۔ اور اپنے چہرے کے اس حصہ سے کرتے جو بدن کے اگلے حصہ میں ہے۔ ایسا ہر رات تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفث پہلے ہو۔ اور قرأۃ معوذتین بعد میں ہو حالانکہ اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہے۔ تو یہ سہو راوی پر محمول ہوگا۔ اس لئے کہ قرأۃ کے توسل اور برکت سے انسانی بدن کی حفاظت ہوتی ہے۔ یا تقدیم نفث کی وجہ جادوگروں کی مخالفت کرنا ہے۔ واللہ اعلم

باب نُزُوْلِ السَّكِيْنَةِ وَالْمَلَائِكَةِ عِنْدَ قِرَأَةِ الْقُرْاٰنِ

ترجمہ۔ قرآن مجید پڑھتے وقت سکینہ اور فرشتوں کا اترنا۔

حدیث(٤٦٥٨)وَقَالَ اللَّيْثُ ......عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَءُ مِنَ اللَّيْلِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَفَرَسُهُ مَرْبُوْطٌ عِنْدَهُ إِذْجَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ فَقَرَءَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَنَتِ الْفَرَسُ ثُمَّ قَرَءَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَكَانَ ابْنُهُ يَحْيٰ قَرِيْبًا مِنْهَا فَاشْفَقَ اَنْ تُصِيْبَهُ فَلَمَّا اجْتَرَّهُ رَفَعَ رَأْسَهُ اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى مَايَرَاهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَهُ اِقْرَءْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اِقْرَءْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَاشْفَقْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ تَطَأَ يَحْيٰ وَكَانَ مِنْهَا قَرِيْبًا فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَانْصَرَفْتُ اِلَيْهِ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ اِلَى السَّمَاءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيْحِ فَخَرَجْتُ حَتّٰى لَا اَرَاهَا قَالَ اَتَدْرِيْ مَاذَاكَ قَالَ لَاقَالَ تِلْكَ الْمَلٰئِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَاَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ اِلَيْهَا لَا تَتَوَارٰى مِنْهُمْ قَالَ ابْنُ الْهَادِ وَحَدَّثَنِيْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ خَبَّابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ ....

ترجمہ ۔ حضرت اسید بن حضیرؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جب وہ رات کے وقت سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے۔اور انکا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا۔ تو اچانک وہ کودنے لگا۔ تو وہ پڑھنے سے خاموش ہو گئے تو گھوڑے کو بھی سکون آگیا۔ پھر جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔ تو گھوڑا کودنے لگا یہ خاموش ہو گئے تو وہ ٹھہر گیا۔ پھر پڑھنا شروع کیا تو گھوڑا کودنے لگا۔ تو یہ نماز سے پھرے کیونکہ ان کا لڑکا یحیٰ گھوڑے کے قریب تھا۔ انہیں ڈر لگا کہ کہیں گھوڑا بچے کو گزند نہ پہنچائے۔ پس جب انہوں نے اپنے بچے یحیٰ کو اس خطرناک مکان سے کھینچ لیا اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا جب صبح ہوئی۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ کو واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابن حضیر پڑھتے رہتے اور ابن حضیرؓ پڑھتے رہتے۔ انہوں نے جواباً کہا یارسول اللہ ﷺ! میں تو ڈر گیا تھا کہ کہیں میرے بیٹے یحیٰ کو روند نہ ڈالے جو اس کے قریب پڑا تھا۔ بہر حال میں نے سجدہ سے اپنا سر اٹھایا اور اس بچہ کی طرف پھر کر آیا تو میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہنڈ ہو نگے چھاتے کی طرح بدلی ہے جس میں چراغوں کی طرح روشنی ہے۔ پس وہ چلی گئی یا عرجت ہے تو اوپر کو چڑھ گئی یہاں تک کہ میں اسے نہ دیکھ سکا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

آپؐ نے فرمایا یہ فرشتوں کی جماعت تھی جو تمہاری آواز کے لئے قریب آگئی اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کے وقت لوگ ان کو آنکھوں سے دیکھتے جو ان سے چھپ نہ سکتے۔ ابن الہاد فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث عبداللہ بن خباب نے ابو سعید خدری عن اسید بن حضیر سے بیان کی ہے

<u>تشریح از قطب گنگوہیؒ</u> ۔ ینظر الناس الیها ۷۵۰ اگر ایسا ہو جاتا تو یہ حضرت اسید بن حضیرؓ کی کرامت ہوتی۔

ورنہ عادت یہ ہے کہ اگرچہ فرشتے ہمارے اندر رہتے ہیں لیکن پھر بھی نہیں دیکھے جاسکتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ تقدیر معلق کے طور پر جناب نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ اگر یہ قرأۃ جاری رکھتے تو فرشتے لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاتے۔ ورنہ صرف فرشتے کے حاضر ہونے سے ان لوگوں کے سامنے ظاہر ہونا لازم نہیں آتا۔ اور علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کے کسی فرد کا فرشتوں کو دیکھنا جائز ہے۔ صحیح یہ ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ فرد صالح ہو اور اسکی آواز بھی اچھی ہو۔ تو اس حدیث سے ایک تو قرأۃ قرآن کی فضیلت ثابت ہوئی۔ دوسرے یہ کہ قرأۃ قرآن نزول رحمت اور حضور ملائکہ کا باعث ہے۔ اور ماتتواری منھم سے اشارہ ہے کہ فرشتے استغراق کی وجہ سے عدم اختفاء پر مدام رہتے۔ حالانکہ چھپے رہنا ان کی شان ہے۔ اور اس حدیث سے حضرت اسید بن حضیر کی منقبت ثابت ہوئی۔ نیز ! سورۂ بقرہ کی فضیلت اور خشوع فی الصلوۃ کی فضیلت بھی واضح ہوئی۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دنیاوی امور میں مشغول ہو جانا اگرچہ وہ امر مباح کیوں نہ ہو۔ خیر کثیر کے فوت ہو جانے کا باعث بن جاتا ہے۔ اگر امر غیر مباح ہو وہ تو بطریق اولی محرومی کا باعث ہوگا۔

باب مَنْ قَالَ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ جو کچھ مصحف میں موجود ہے آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے یہی چھوڑا ہے۔ اس سے زائد کچھ نہیں ہے۔

حدیث(۴۶۵۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَشَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ عَلٰى ابْنِ عَبَّاسٍؓ فَقَالَ لَهٗ شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ اَتَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ شَيْءٍ قَالَ مَاتَرَكَ اِلَّا مَابَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قَالَ وَدَخَلْنَا عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِؒ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ مَاتَرَكَ اِلَّا مَابَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ .....

ترجمہ۔ حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ فرماتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو آنحضرت ﷺ کے عم زاد ہونے کی وجہ سے زیاہ واقف حال تھے۔ تو شداد بن معقلؒ نے اسے کہا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ نے قرآن مجید کا کوئی حصہ چھوڑ دیا۔ انہوں نے فرمایا جو کچھ قرآن مجید کی ان دو جلدوں کے درمیان ہے وہی آپؐ نے چھوڑا ہے۔ پھر ہم محمد بن حنیفہؒ کے پاس گئے جو حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں۔ ان سے ہم نے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ دفتین کے درمیان ہے وہی آپؐ نے چھوڑا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں سے روافض پر رد کرنا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ تیس پارے سے زائد اور دس پارے قرآن مجید کے تھے۔ جو اہل السنۃ والجماعۃ کے خوف سے حضرت علیؓ نے چھپائے۔ جو برابر انکی اولاد میں چلے آرہے ہیں۔ اور ان آخری پاروں میں۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ لیکن یہ سب ان کا جھوٹ ہے۔ اگر کوئی حصہ زائد ہوتا تو حضرت محمد بن حنفیہؒ کو ضرور علم ہوتا۔

کیونکہ وہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں وہ تو صرف مابین الدفتین کو قرآن مجید کہہ رہے ہیں۔ اور اس طرح ابن عباسؓ آپؐ کے عم زاد ہیں

باب فَضْلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ

ترجمہ۔ قرآن مجید کی باقی کلاموں پر فضیلت کے بیان میں۔

حدیث (٤٦٦٠) حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ کَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَرِیْحُهَا طَیِّبٌ وَالَّذِیْ لَایَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ کَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَلَارِیْحَ لَهَا وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ لَا یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِیْحَ لَهَا ......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اسکی مثال سیب کی طرح ہے۔ جس کا ذائقہ اچھا اور خوشبو بھی اچھی۔ اور جو قرآن نہیں پڑھتا اسکی مثال کھجور کی طرح ہے۔ جس کا ذائقہ اچھا ہے لیکن اس کی خشبو نہیں ہے۔ اور جو فاسق فاجر قرآن پڑھتا ہے اسکی مثال نازبوٹی (بیری) کی طرح ہے جسکی خوشبو اچھی ہے ذائقہ کڑوا ہے۔ اور فاسق بد معاش قرآن مجید نہیں پڑھتا۔ اسکی مثال کوڑتمبے کی طرح ہے جس کا ذائقہ کڑوا اور خوشبو بلکل نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ پھلوں میں سے سیب کی تخصیص اس لئے کی گئی۔ کہ اس کا ذائقہ اور خوشبو دونوں عمدہ ہیں۔ علاوہ ازیں اس کا حجم بڑا ہے۔ خوش شکل ہے۔ اور جن اس کے قریب نہیں آتا۔ یہ بات قرآن کے مناسب ہے۔ اور اس کے دانے کا غلاف سفید ہوتا ہے۔ جو مؤمن کے قلب کے مناسب ہے۔ ان وجوہ سے یہ افضل الفواکہ ہوا۔ جس طرح کہ قرآن افضل الکلام ہے۔

حدیث (٤٦٦١) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُکُمْ فِیْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ کَمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَمَغْرِبِ الشَّمْسِ وَمَثَلُکُمْ وَمَثَلُ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی کَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ یَعْمَلُ لِیْ اِلٰی نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰی قِیْرَاطٍ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تمھاری عمریں گذشتہ امم کے مقابلہ میں ایسی ہیں۔ جیسے عصر کی نماز اور سورج غروب ہونے کے درمیان کا وقت ہوتا ہے۔ اب سنو! تمھاری اور یہود ونصاری کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے کچھ مزدور کام پر لگائے۔ کہنے لگا کون شخص ہے جو میرے لئے ایک قیراط اجرت پر دوپہر تک کام کرے تو یہود نے وہ کام

فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ اِلَى الْعَصْرِ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى ثُمَّ اَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مِنَ الْعَصْرِ اِلَى الْمَغْرِبِ بِقِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ قَالُوْا لَا قَالَ فَذَاكَ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ شِئْتُ..

اپنے ذمہ لے لیا۔ پھر بولا کون شخص ہے جو دوپہر سے لیکر عصر تک ایک قیراط اجرت پر میرے لئے کام کرے تو اس کی ذمہ داری نصاری نے لے لی ۔ پھر ہم لوگوں نے دو دو قیراط اجرت پر عصر سے مغرب تک کام کیا۔ تو یہود و نصاری اعتراض کرنے لگے کہ عمل ہمارا زیادہ اور اجرت تھوڑی۔ مالک نے کہا کہ بتلاؤ میں نے تمھارے حق اجرت سے کوئی کمی کی ہے کہنے لگے نہیں۔ تو فرمایا یہ میرا کرم و فضل ہے میں جس کو چاہوں دے دوں کسی کو کیا اعتراض ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ نحن اکثر اعمالاً ۵۱۷۔۱۳ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں امتوں کے درمیان مقابلہ اور موازنہ وقت کے اعتبار سے نہیں۔ بلکہ مشقت کے اعتبار سے ہے۔ کہ عبادات کی ادائیگی میں امم سابقہ نے بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ بخلاف امۃ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے کہ وہ اقل اعمالاً و اکثر جزاءً ہے۔ جس کا مشاہدہ لیلۃ القدر. عشر ذوالحجہ کے روزے۔ عرفہ وغیرہ کے روزے ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ عمل تھوڑا اور جزا زیادہ اس طرح قرآن مجید ہے جو سھل ہے اس کا حجم چھوٹا ہے بایں ہمہ اس کے قاری کو بے انتہا ثواب اور اجر ملتا ہے اس لئے کہ اس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ یہ ثواب خارج صلوۃ اور بے وضو پڑھنے پر ہے جب باوضو ہو اور قرآن کو نماز میں پڑھے تو اس کے اجر و ثواب کی کوئی حد نہیں ہے۔ مزید براں قاری قرآن کی جو قدر منزلت ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ جس کا روایات میں بسط و تفصیل کے ساتھ بیان موجود ہے اس تقریر سے روایت کو ترجمہ سے مطابقت ثابت ہو جائے گی ورنہ بظاہر روایت میں قرآن کا ذکر نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نحن اکثر عملاً واقل عطاءً پر جو اشکال وارد ہوتا تھا علماء کرام نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔ قطب گنگوہیؒ کا جواب بھی ان میں سے ایک ہے۔ اور حافظؒ نے ایک جواب یہ بیان کیا ہے کہ تشبیہ اور تمثیل من کل الوجوہ نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ احادیث میں کہیں تصریح نہیں ہے کہ یہ دونوں قومیں اکثر اعمالاً تھیں۔ اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ اکثر عملاً سے اکثر زماناً ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے ان کے زمانہ میں اعمال شاقہ ہوں۔ جیسے کہ لاتحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا سے معلوم ہوتا ہے قرأۃ خارج الصلوۃ بغیر طہر چنانچہ مشکوۃ میں بروایہ ترمذی دارمی موجود ہے۔ کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا۔ اس کو اس کے بدلہ ایک نیکی کا ثواب ملیگا۔ اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہو گی۔ اور احیاء العلوم میں حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے حدیث منقول ہے۔ جس میں بغیر وضو اور خارج صلوۃ باوضو اور داخل صلوۃ کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ اور دیلمی نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ من قرأہ فی غیر صلوۃ کا ن لہ بکل حر ف عشر حسنا ت ...... اور قاری کے اعزاز و اکرام کے بارے میں

اپنے رسالہ فضائل القرآن میں چالیس حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو اردو زبان میں شائع ہو چکا ہے۔ مطابقۃ الروایت بالترجمہ کو علامہ عینیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ اس امت کو دیگر امم پر فضیلت قرآن مجید کی بدولت ہے۔ جس پر عمل کرنے کا امت محمدیہ کو حکم دیا گیا ہے تو جب ان کی فضیلت قرآن مجید کی بدولت ثابت ہوئی تو خود قرآن کی فضیلت بھی ثابت ہو گئی۔ جس سے بڑی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے قسطلانیؒ اور کرمانیؒ نے یہ بھی توجیہ ذکر فرمائی ہے جن سے علامہ عینیؒ نے اخذ کیا ہے۔

بَاب الْوَصَاةِ بِكِتَابِ اللّٰهِ

حدیث (٤٦٦٢) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ أَوْفٰىؓ أَوْصَى النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أُمِرُوا بِهَا وَلَمْ يُوصِ قَالَ أَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ ....

ترجمہ۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اوفیؓ سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ نے کسی چیز کی وصیت فرمائی۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر لوگوں پر وصیۃ کرنا کیوں فرض کیا گیا۔ لوگوں کو تو وصیت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور خود وصیت نہیں فرمائی۔ فرمایا کہ آپؐ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔

بَاب مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو قرآن مجید کو گانے سے نہیں پڑھتا۔

وقوله تعالى أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ.

حدیث (٤٦٦٣) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ أَنَّهٗ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ ﷺ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ وَقَالَ صَاحِبٌ لَهٗ يُرِيدُ يَجْهَرُ بِهٖ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو کسی چیز کے لئے اسقدر اجازت نہیں دی جسقدر کہ نبی کو قرآن کے گانے کی اجازت دی ہے۔ ان کے ایک شاگرد فرماتے تھے کہ اس سے آپ کا منشا یہ تھا کہ اونچی آواز سے قرآن کو پڑھتے تھے

حدیث (٤٦٦٤) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالے نے کسی چیز کی اسقدر

مَاأَذِنَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَتَغَنَّى بِالْقُرْاٰنِ قَالَ سُفْيَانُ تَفْسِيْرُهٗ مَايَتَغَنّٰى بِهٖ ......

اجازت نہیں دی جسقدر اپنے نبی کو قرآن سے غنا حاصل کرنے کی فرمائی۔ چنانچہ سفیان اسکی تفسیر یہی غنی حاصل کرنے سے کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بعض روایات میں لم یاذن اللہ بشیٔ ...... آیا ہے۔ یاذن اذن سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی کان لگانا۔ توجہ کرنا۔ اگر اذن سے ماخوذ ہو تو اجازت دینے کی معنی ہونگے۔ اس معنی کے اعتبار سے تغنی کی اجازت قرآن کے ساتھ مخصوص ہوگی۔ بعض روایات میں لبنی اور بعض میں للبنی وارد ہوا ہے۔ اگر اذن بمعنے توجہ کرنے کے ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ نبی جب تغنی بالقرآن کرتے ہیں تو اللہ تعالے توجہ فرماتے ہیں اور دوسرے معنی کے اعتبار سے تغنی سے حسن صورت مراد ہوگا۔ اسی بناپر بعض حضرات نے متغنی کی تفسیر تجہر سے کی ہے۔ اور بعض نے تغنی کو غنا سے ماخوذ مانا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص مستغنی بالقرآن نہیں بلکہ دوسری کتب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالے اس کی طرف متوجہ نہ ہونگے۔ اور استغنا بالقرآن کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ دنیا اور اولاد میں وقت کو صرف نہ کرے۔ دنیا خود بخود آئیگی۔ قرآن سے غنا حاصل کرو۔ مصنفؒ اسکا معنی ثانی کی تائید فرمارہے ہیں۔ کہ قرآن مجید جس کے پاس ہے وہ دنیا کی باقی سب اشیا سے مستغنی ہوجائے۔ خواہ وہ تورات اور انجیل کیوں نہ ہو۔ اس لئے اس کے تحت آیت اولم یکفہم...... لائے ہیں۔ آج ہم لوگوں میں ان دونوں میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ ہم لوگ قال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً کا مصداق ہیں اور بعض حضرات نے تغنی بالقران کے معنی ملازمۃ کے لئے ہیں۔ اویتشاغل بالقران ولایتشاغل بغیرہ کہ قرآن مجید میں مشغول رہے۔ دوسرے مشاغل چھوڑدے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ تغنی بالقران سے التحزن فی القران مراد ہے۔ کہ غم واندوہ کے ساتھ قرآن پڑھنا چاہئے۔ مصنفؒ استغنا بالقرآن کے معنی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور استدلال میں آیت قرآن پیش فرماتے ہیں۔ ترجمہ۔ کیاان کو یہ کافی نہیں۔ ہم نے آپ کی طرف ایک کتاب اتاری جوان پر پڑھی جاتی ہے۔

بَابُ اِغْتِبَاطِ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ

ترجمہ۔ قرآن والے پر رشک کرنا

حدیث (٤٦٦٥) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ .....

اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَاحَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَقَامَ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَرَجُلٌ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ غبطہ تو صرف دو آدمیوں پر کرنا چاہئے۔ ایک تو وہ ہے جس کو اللہ تعالی نے کتاب اللہ کی دولت دی اور وہ اس کو رات کی گھڑیوں میں کھڑے ہوکر پڑھتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جس کو اللہ تعالی نے مال عطا فرمایا وہ اسے رات اور دن کی گھڑیوں میں خرچ کرتا رہتا ہے

حدیث(٤٦٦٦)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَيَتْلُوْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ فَسَمِعَهُ جَارٌلَهُ فَقَالَ لَيْتَنِيْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَااُوْتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَايَعْمَلُ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَيُهْلِكُهُ فِي الْحَقِّ فَقَالَ رَجُلٌ لَيْتَنِيْ مِثْلَ مَااُوْتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَايَعْمَلُ ....

ترجمہ ۔ حضرت ابوھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غبطہ دو آدمیوں پر ہونا چاہئے۔ایک آدمی تووہ ہے جس کواللہ تعالے نے قرآن سکھلایا۔وہ صبح وشام کی گھڑیوں میں اس کی تلاوت کرتا ہے۔جس کواس کے ہمسائے نے سنا تو کہنے لگا کاش ! مجھے بھی قرآن کی ایسی تعلیم دی جاتی جیسے فلاں کو دی گئی ۔ تو میں بھی اسی کی طرح عمل کرتا جس طرح وہ عمل کر رہاہے ۔ اور دوسرا وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالے نے مال دیا ہو پس وہ اس کو حق کے راستہ میں خرچ کر تا رہتا ہے۔ پس ایک آدمی کہتا ہے۔کہ کاش! مجھے بھی ایسا مال ملتا جیسے کہ فلاں کو ملا ہے تو میں بھی ایسے عمل کرتا جیسے کہ وہ عمل کررہا ہے

تشریح از قاسمیؒ ۔ لاحسد...... ۷۵۱ امام بخاریؒ نے اغباط کا ترجمہ قائم کر کے اشارہ کر دیا کہ حدیث میں لاحسد سے غبطہ مراد ہے۔جس کو مبالغہ کے لئے حسد سے تعبیر کیا گیا ہے۔کہ قرآن اور مال حق کے سوا اور کسی چیز پر رشک نہ کرنا چاہئے۔غبطہ کے قابل یہی دو ہیں۔غبطہ یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا نہ کرے۔اور حسد میں زوال نعمت کی تمنا ہوتی ہے۔

باب خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

ترجمہ۔ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

حدیث (٤٦٦٧)حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ ....عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ قَالَ وَاَقْرَأَنِيْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيْ اِمْرَةِ عُثْمَانَ حَتّٰى كَانَ الْحَجَّاجُ قَالَ وَذٰلِكَ الَّذِيْ اَقْعَدَنِيْ مَقْعَدِيْ هٰذَا ....

ترجمہ ۔ حضرت عثمانؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو پڑھے اور پڑھائے ۔ سعد بن عبیدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دور میں ابو عبد الرحمٰن نے مجھے پڑھانے کے لئے بٹھلایا یہانتک کہ حجاج ثقفی کے دورولایت تک یہ سلسلہ قائم رہا۔وہ فرماتے تھے یہی حدیث ہے جس نے مجھے اس تعلیمی مرکز پر بٹھایا ہے۔

حدیث (٤٦٦٨)حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ ..... عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ

ترجمہ ۔ حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے زیادہ

اِنَّ اَفْضَلَکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ...... فضیلت والا وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا ہے۔ یا اس کو سکھاتا ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اقرأنی ابو عبدالرحمٰن...... قطب گنگوہیؒ نے تو اس کا تعرض نہیں کیا۔ البتہ تقریر مکی میں ہے۔ اقرء عبدالرحمٰن جس میں لفظ نی موجود نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ابو عبدالرحمٰن بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر میں بھی یہ لفظ نی نہیں ہے۔ اور بخاری کے مصری نسخوں میں بھی نہیں ہے۔ اور کرمانی میں یہ اقرأنی یعنی مفعول ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ ذلک کے مناسب ہے۔ تو اب مطلب یہ ہوگا کہ ان حضرات نے یہ قرآن مجھے پڑھایا جس نے مجھے اس منصب جلیل پر پہنچایا۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ اول خلافت عثمان اور اول ولایت حجاج میں بہتر ۷۲ سال کا وقفہ ہے۔ اور آخر خلافت عثمانؓ اور اول ولایت حجاج علے القرآن اڑتیس ۳۸ سال کا فاصلہ ہے۔ جس سے ابو عبدالرحمٰن کے اقرأ کی انتہا اور ابتدا کی تعیین نہیں ہو سکتی۔ اور اقرءنی کا قائل سعد بن عبیدہ ہے اور ذلک الذی سے حدیث مرفوع کی طرف اشارہ ہے۔ نیز! امام بخاریؒ نے دو سندیں ذکر کر کے بتلایا کہ دو طریقے محفوظ ہیں۔ اور عبدالرحمٰن کا حضرت عثمانؓ سے سماع ثابت ہے۔

حدیث (۴۶۶۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ اِنَّهَا قد وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ فَقَالَ مَالِيْ فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيْهَا قَالَ اَعْطِهَا ثَوْبًا قَالَ لَا اَجِدُ قَالَ اَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَاعْتَلَّ لَهٗ فَقَالَ مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ...

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ ایک عورت (حضرت خولہ) جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی۔ کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے لئے بخش کیا ہے۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے عورتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ تو ایک آدمی مجلس میں سے بول پڑا آپ اس کی میرے سے شادی کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا مہر میں اسے ایک کپڑا دے دو وہ بولا میرے پاس تو نہیں ہے آپؐ نے فرمایا کوئی چیز تو دے دو اگرچہ وہ لوہے کی انگوٹھی کیوں نہ ہو۔ وہ شخص غمناک ہوا۔ آپؐ نے پوچھا کچھ قرآن بھی تجھے یاد ہے۔ اس نے کہا ہاں فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اس قرآن کی بدولت جو تمہیں یاد ہے میں نے اس عورت کا تیرے ساتھ نکاح کر دیا۔ مامعك من القرآن سے ترجمہ ثابت ہوا۔ شوافعؒ کے نزدیک بمامعك میں باء بدلیہ کا ہے۔ اور احنافؒ کے نزدیک باء سببیۃ کا ہے۔ مہر میں مال کا ہونا ضروری ہے۔ ان تبتغوا باموالکم ۔ اور تعلیم قرآن مال نہیں ہے۔ لھذا بدل نہ ہوا۔

بَابُ الْقِرَاۃِ عَنْ ظَهْرِ الْقَلْبِ

ترجمہ۔ قرآن کو حفظ و یاد سے پڑھنا

حدیث (۴۶۷۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ

اَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ لِاَهَبَ لَكَ نَفْسِيْ فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ اِلَيْهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَأْسَهُ رَأَتِ الْمَرْءَةُ اَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اذْهَبْ اِلٰى اَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاوَجَدْتُ شَيْئًا قَالَ انْظُرُوْا وَلَوْ خَاتِمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَاوَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاخَاتَمَ مِنْ حَدِيْدٍ وَلٰكِنْ هٰذَا اِزَارِيْ قَالَ سَهْلٌ مَالَهٗ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاتَصْنَعُ بِاِزَارِكَ اِنْ لَبِسْتَهٗ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَاِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى طَالَ مَجْلِسُهٗ ثُمَّ قَامَ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَاَمَرَبِهٖ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ مَعِيَ سُوْرَةُ كَذَا سُوْرَةُ كَذَا وَعَدَّهَا قَالَ اَتَقْرَءُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ......

ایک عورت جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی۔ کہ میں تو اس لئے آئی ہوں کہ اپنی جان کو ھبہ کر دوں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی پس نگاہ کو اوپر لے گئے اور نیچے لے آئے۔ پھر سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ جب عورت نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ فیصلہ نہیں دیا۔ تو وہ بیٹھ گئی۔ تو آپؐ کے ایک صحابی اٹھ کر کہنے لگے یارسول اللہ ! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو میرے سے اس کا نکاح کر دیجئے۔ آپؐ نے پوچھا تمھارے پاس کچھ مال ہے۔ وہ کہنے لگا یارسول اللہ واللہ ! میرے پاس مال نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا گھر جاؤ دیکھو شاید کوئی چیز مل جائے۔ چنانچہ وہ گیا پھر واپس آکر کہنے لگا واللہ یارسول اللہ! کچھ نہیں ملا آپؐ نے فرمایا دیکھو کوئی لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ چنانچہ وہ گیا پھر واپس آکر کہنے لگا۔ واللہ یارسول اللہ ! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی۔ لیکن یہ میرا تہبند ہے۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں اس بیچارے کی اوپر کی چادر بھی نہیں تھی۔ کہنے لگا اس تہبند کا آدھا حصہ اس کا ہوگا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیری اس لنگی کو وہ کیا کرے گی۔ اگر تو نے اسے باندھا تو اس پر لنگی کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔ اگر اس نے لنگی باندھ لی تو تیرے لئے کچھ نہ بچے گا تو وہ آدمی بہت دیر تک بیٹھا رہا پھر کھڑا ہو کر جانے لگا جب آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے اسے پیٹھ پھیر کر جانے والا دیکھا تو حکم دیا کہ اس کو بلایا جائے۔ چنانچہ جب وہ آیا تو آنحضرت ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کتنا قرآن تمھیں آتا ہے اس نے کہا فلاں فلاں سورۃ آتی ہے چند کے نام گنوائے۔ آپؐ نے فرمایا کیا ان کو یاد و حفظ سے پڑھ سکتے ہو۔ اس نے نعم کہہ کر ہاں میں جواب دیا

آپ نے فرمایا جاؤ! اس یاد قرآن کی بدولت میں نے تجھے اس کا مالک بنا دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ صعد النظر...... سے مخطوبہ کو دیکھنے کا جواز معلوم ہوا۔ لفظ تملیک سے نکاح صحیح ہے۔ مہر میں مال کا ہونا ضروری ہے۔ اور قبل از نکاح متعین ہو جانا چاہئے تاکہ بعد میں جھگڑا نہ ہو۔ بلکہ عورت کے لئے انفع ہے کہ قبل الدخول کچھ نہ کچھ اسے مل جانا چاہئے۔ خدانخواستہ اگر قبل الدخول طلاق واقع ہو جائے تو نصف مہر مسمی کی مستحق بنے گی۔

بَابُ اِسْتِذْكَارِ الْقُرْاٰنِ وَتَعَاهُدِهٖ

ترجمہ۔ قرآن کو یاد کرتے رہنا چاہئے اور اس کا خوب دھیان رکھے۔

حدیث (۴۶۷۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ قرآن والے کی مثال اس بندھے ہوئے اونٹ والے کی طرح ہے۔ اگر اس کی نگرانی کرتا رہا تو اس کو اپنے پاس روک رکھیگا۔ اگر چھوڑ دیا تو چلا جائیگا۔

حدیث (۴۶۷۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِئْسَ مَا لِاَحَدِهِمْ اَنْ يَقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ فَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں کے لئے یہ بہت برا ہے کہ کوئی کہے مجھے تو فلاں فلاں آیت بھول گئی۔ بھولی نہیں بلکہ بھلوا دی گئی۔ پس ہمیشہ قرآن کو پڑھتے رہو۔ کیونکہ وہ آدمیوں کے سینوں سے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ سخت بھاگنے والا ہے۔

حدیث (۴۶۷۳) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْاِبِلِ فِيْ عُقُلِهَا ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ کہ قرآن مجید کو دھیان سے پڑھتے رہا کرو کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ قرآن مجید اونٹ کے اپنے رسے سے نکل جانے سے زیادہ سخت چھوٹ جانے والا ہے۔

باب الْقِرَأَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

ترجمہ۔ جانور پر سوار ہو کر قرأۃ قرآن کرنا جائز ہے

حدیث (٤٦٧٤) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ...... سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ يَقْرَءُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ سُوْرَةُ الْفَتْحِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ فتح مکہ کے دن اونٹنی پر سوار سورۂ فتح پڑھ رہے تھے۔

باب تَعْلِيْمُ الصِّبْيَانِ الْقُرْاٰنِ

ترجمہ۔ بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا۔

حدیث (٤٦٧٥) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ ......عَنْ سَعِيْدِ بْنُ جُبَيْرٍؓ قَالَ اِنَّ الَّذِىْ تَدْعُوْ نَهُ الْمُفَصَّلَ هُوَ الْمُحْكَمُ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ تُوُفِّيَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا ابْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَقَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ ....

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کے جس حصہ کو تم لوگ مفصل کہتے ہو۔ وہ درحقیقت محکم ہے۔ فرماتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا جب جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی ہے میں دس ۱۰ سال کی عمر کا تھا جبکہ میں محکم کے بڑے حصہ کو پڑھ چکا تھا۔

حدیث (٤٦٧٦) حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ ...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ جَمَعْتُ الْمُحْكَمَ فِيْ عَهْدِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهٗ وَمَاالْمُحْكَمُ قَالَ الْمُفَصَّلُ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں محکم کو یاد کر چکا تھا میں نے پوچھا المحکم کیا ہے فرمایا المفصل ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مفصل سورہ ق۔ فتح۔ محمد۔ یا حجرات سے لیکر آخر قرآن کو کہتے ہیں اس لئے کہ ان کی آیات میں فصل زیادہ ہے۔ محکم اس جگہ متشابہ کی ضد نہیں بلکہ اس سے غیر منسوخ مراد ہے۔ اگرچہ قل یاایھا الکافرون۔ آیت سیف سے منسوخ ہے لیکن بقول ابن عباسؓ منسوخ نہیں ہے۔ نیز ! ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت بارہ یا تیرہ سال کی عمر کے تھے۔ انا ابن عشر سنین میں کسور کو حذف کر دیا ہے۔ بہر حال قریب البلوغ تھے۔ تعلیم الصبیا ن کا ترجمہ ثابت ہوا۔

باب نِسْيَانِ الْقُرْاٰنِ وَهَلْ يَقُوْلُ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ـ

حدیث (٤٦٧٧) حَدَّثَنَا رَبِيْعُ بْنُ يَحْيٰى.. عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا يَقْرَءُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا مِنْ سُوْرَةِ كَذَا ....

ترجمہ ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سنا جو مسجد میں قرآن پڑھ رہا تھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالے اس پر رحمت فرمائے اس نے مجھے فلاں سورۃ کی فلاں آیت یاد دلادی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ فلا تنسیٰ...... معلوم ہوا کہ نسیت کیت میں نہی وزجر اسباب نسیان اختیار کرنے سے ہے۔ کہ تغافل نہ کرایسے اگر نسیان ہو جائے تو وہ اللہ تعالے کی طرف سے ہے۔ جیسا کہ الا ماشاء اللہ کے استثنا سے مفہوم ہوتا ہے۔ اگلی روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ تو قرآن کو دھیان سے پڑھتے رہنا چاہئے۔ اس سے تغافل لائق نہیں۔ اگر بایں ہمہ نسیان ہو جائے تو یہ تنبیہ ہے بھلوادینا ہے نسیان بھلانا نہیں ہے۔ جس پر مواخذہ نہیں۔ لهذا قرآن مجید کے پڑھنے پڑھانے سے غفلت نہ برتے کہ نسیت کہنے کی نوبت آئے۔

حدیث (٤٦٧٨) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ وَقَالَ اَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا تَابَعَهٗ عَلِيٌّ.

ترجمہ ۔ کہ فلاں فلاں آیتوں کو میں فلاں سورۃ سے گرا چکا تھا۔ کہ وہ نسیان کی وجہ سے ایسا ہوا۔

حدیث (٤٦٧٩) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ رَجَاءٍ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا يَقْرَءُ فِيْ سُوْرَةٍ بِاللَّيْلِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا اٰيَةً كُنْتُ اُنْسِيْتُهَا مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا..

ترجمہ ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رات کے وقت ایک آدمی کو ایک سورۃ پڑھتے ہوئے سنا۔ جس پر فرمایا اللہ تعالے اس پر رحم فرمائے اس نے تو مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلادی جس کو مجھے فلاں فلاں سورۃ سے بھلوادیا گیا تھا۔

حدیث (٤٦٨٠) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ ......عَنْ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا َحَدِهِمْ يَقُوْلُ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ ....

ترجمہ ۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ کسی شخص کے لئے لائق نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں فلاں فلاں آیت کو بھول گیا۔ بلکہ وہ اسے بھلوادی گئیں۔

بَاب مَنْ لَمْ يَرَ بَأْسًا اَنْ يَّقُوْلَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَ سُوْرَةُ كَذَا۔۔

ترجمہ۔باب اس شخص کے بارے میں جسے سورۂ بقرۃ یافلاں سورۃ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حديث(٤٦٨١)حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَءَ بِهِمَا فِىْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ......

ترجمہ۔حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں۔کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ کے آخر کی دو آیتیں ایسی ہیں جس شخص نے ہر رات کے وقت ان کو پڑھ لیا تو وہ اسے کافی ہو جائیں گی۔

حديث(٤٦٨٢) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ .... اَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنَ حَزَامٍ يَقْرَءُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِىْ حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهٖ فَاِذَا هُوَ يَقْرَءُهَا عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكِدْتُ اُسَاوِرُهٗ فِى الصَّلٰوةِ فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَبَّبْتُهٗ فَقُلْتُ مَنْ اَقْرَءَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِىْ سَمِعْتُكَ تَقْرَءُ قَالَ اَقْرَءَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهٗ كَذَبْتَ فَوَاللّٰهِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَهُوَ اَقْرَءَنِىْ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِىْ سَمِعْتُكَ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَقُوْدُهٗ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَءُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوْفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيْهَا وَاِنَّكَ اَقْرَءْتَنِىْ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ

ترجمہ۔حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حضرت ھشام بن حکیم بن حزامؓ کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا تو میں نے انکی قرأت کو کان لگا کر سنا تو وہ اس سورہ کو کئی زیادہ حروف پر پڑھ رہے تھے جو مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھائے تھے قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان سے الجھ پڑتا۔لیکن سلام پھیرنے تک میں نے ان کا انتظار کیا۔پھر میں نے ان کے گلے میں کپڑا ڈال کر پوچھا کہ جو کچھ میں نے تجھے پڑھتے سنا ہے یہ کس نے تجھے پڑھایا۔تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھایا۔میں نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا۔اللہ کی قسم! جناب رسول اللہ ﷺ نے وہ سورۃ جو میں نے تم سے سنی ہے مجھے اور طریقہ پر پڑھائی ہے۔بہر حال میں ان کو کھینچ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے سورۂ فرقان ان سے زائد حروف کے ساتھ سنی ہے جو آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائے۔حالانکہ سورۂ فرقان تو آپؐ نے ہی

فَقَالَ يَاهِشَامُ اقْرَءْهَا فَقَرَءَهَا الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ اقْرَءْ يَاعُمَرُ فَقَرَءْتُهَا الَّتِي اَقْرَءَنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ حُرُوْفٍ فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنْهُ.........

مجھے پڑھائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے ھشام! اس سورۃ کو پڑھو تو اس نے اس طریقہ پر اسے پڑھا جس طرح میں نے ان سے سنی تھی۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح ہی یہ سورۃ نازل ہوئی۔ پھر مجھے فرمایا اے عمرؓ! تم اسے پڑھو۔ تو میں نے اس قراۃ پر پڑھی جو آپؐ نے مجھے پڑھائی تھی۔ اس پر بھی آپؐ نے فرمایا اسی طرح اتاری گئی۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن مجید سات قرأتوں پر اتارا گیا ہے۔ جس طرح سہولت ہو پڑھ لیا کرو۔

حدیث (۴۶۸۳) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ... عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ قَارِئًا يَقْرَءُ مِنَ اللَّيْلِ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا اٰيَةً اَسْقَطْتُهَا مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے رات کے ایک حصہ میں مسجد کے اندر ایک قاری کو سنا جو قرآن پڑھ رہا تھا۔ جس پر آپؐ نے فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اس نے تو مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلادی جس کو میں فلاں فلاں سورۃ سے نسیاناً ساقط کر چکا تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ نسیان القرآن ۷۵۳ اس باب کی روایات سے ثابت ہوا کہ لفظ نسیان کا اطلاق اور اس کی آنحضرت ﷺ کی طرف نسبۃ کرنا مکروہ نہیں ہے۔ البتہ جان بوجھ کر غفلت برتنا اور برابر دھیان سے نہ پڑھتے رہنا جو نسیان کا باعث ہے وہ ممنوع ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ نے اس مقام کی بسط سے تفصیل کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھتے رہنا چاہئے اس سے غفلت نہ برتی جائے جو موجب نسیان ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں فلاں آیت یا سورۃ کو بھول گیا ہوں۔ تو گویا وہ اقرار کر رہا ہے اور اپنی مذلت کر رہا ہے۔ کہ اس نے قرآن مجید پڑھنے کا التزام نہیں کیا۔ جس سے نسیان پیدا ہو گیا۔ بل نسی ماضی مجہول ہے۔ اگر اپنے طور پر التزام واہتمام کیا پھر بھی بھول گیا۔ تو خالق باری تعالےٰ کی طرف سے ہے جس میں اپنی عبودیت اور اس کی قدرت ربوبیۃ کا اقرار و استیلام ہے اور بعض نے کہا نسی کے معنی ہے۔ کہ تعاہد اور التزام میں کوتاہی پر نسیان کی سزا دی گئی۔ اور تیسرے معنی یہ ہیں کہ انسیت کے فاعل خود جناب نبی اکرم ﷺ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے۔ کہ وہ نسیان کی نسبۃ میری طرف کرے بلکہ اللہ تعالےٰ کے نسخہ کی حکمت کے تحت مجھے بھلوادیا۔ چنانچہ علامہ عینیؒ بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ انکار نسیت کے اطلاق پر نہیں ہے البتہ اسباب نسیان

اختیار کرنے کی ممانعت ہے۔ سبعۃ احرف کی تفسیر سبع لغات۔ سبع قرأت سبع احکام سے کی گئی ہے۔

بابُ التَّرْتِيلِ فِي الْقُرْآنِ

ترجمہ۔ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے بارے میں۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا وَقَوْلِهِ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَمَا يُكْرَهُ أَنْ يُهَذَّ كَهَذِّ الشِّعْرِ يُفْرَقُ يُفَصَّلُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَرَقْنَاهُ فَصَّلْنَاهُ ....

ترجمہ۔ ترتیل کا مطلب یہ ہوگا کہ تلاوت قرآن میں جلدی نہ کرنی چاہئے۔

حديث (٤٦٨٤) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَبُو وَائِلٍ غَدَوْنَا عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ رَجُلٌ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّا قَدْ سَمِعْنَا الْقِرَاءَةَ وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقُرَنَاءَ الَّتِي كَانَ يَقْرَءُ بِهِنَّ النَّبِيُّ ﷺ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حم .....

ترجمہ۔ حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ ہم صبح سویرے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے۔ تو ایک آدمی نے بتلایا کہ میں نے گذشتہ رات مفصل کی تلاوت کی ہے جس پر انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ تو اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھنا ہوا ہم نے تو جناب رسول اللہ ﷺ کی قرأت سنی ہے۔ اور مجھے وہ ہم مثل سورتیں یاد ہیں جن کو جناب نبی اکرم ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ وہ اٹھارہ سورتیں مفصلات میں سے ہیں۔ اور دو آل حم میں سے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ سورتین من ال حم کی یہ دو سورتیں دخان اور عم یتساءلون مفصل کی اٹھارہ سورتوں میں داخل نہیں ہیں۔ دوسرے عدد کا مفہوم معتبر نہیں ہوتا۔ لھذا اسبق کے منافی نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ سوال کا جواب ہے۔ کہ عنقریب گذرا ہے کہ مفصلات بیس سورتیں ہیں۔ یہاں پر اٹھارہ کہا گیا ہے۔ دوسرے اس جگہ حم کو مفصل میں شمار کیا گیا ہے اس مقام پر انہیں مفصلات میں سے نکالا جارہا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ عدد کا مفہوم معتبر نہیں۔ معظم بیس ۲۰ ہیں۔ اور آل حم کا مطلب یہ ہے کہ وہ سورتیں جن کے اوائل میں حم آتا ہے۔ یا الف ولام جنس کا ہے کہ وہ سورتیں جو جنس حوامیم میں سے ہیں۔ اور علامہ قسطلانیؒ نے جواب یوں دیا ہے۔ کہ ثمان عشر حم و عم یتساءلون کے علاوہ ہیں۔ اور سب پر مفصل کا اطلاق تغلیباً ہے۔ اس طرح عشرون ۲۰ کہنا صحیح ہوگیا۔ ورنہ دخان مفصل میں سے نہیں ہے۔ اور ممکن ہے حضرت ابن مسعودؓ کی

تالیف کے مطابق سورۂ جاثیہ مقدم ہو اور سورۃ دخان مؤخر ہو۔ اور تالیف غیرہ میں دخان مقدم اور جاثیہ مؤخر ہے اور عشرون پر مفصل کا اطلاق تغلیبا ہو۔

حدیث (٤٦٨٥) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ قَالَ كَانَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا نَزَلَ جِبْرَائِيْلُ بِالْوَحْيِ وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهٖ لِسَانَهٗ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَا نَ يُعْرَفُ مِنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِيْ لَاۤ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ...... اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ. قَالَ عَلَيْنَا اَنْ نَجْمَعَهٗ فِي صَدْرِكَ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَءْ نَا هُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا اَنْزَلْنَا هُ فَاسْتَمِعْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ قَالَ اِنَّ عَلَيْنَا اَنْ نُبَيِّنَهٗ بِلِسَانِكَ قَالَ فَكَانَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرَائِيْلُ اَطْرَقَ فَاِذَا ذَهَبَ قَرَأَهٗ كَمَا وَعَدَ هُ اللّٰهُ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ لاتحرك به لسانك کی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جبرائیلؑ وحی لے کر آتے تھے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ اپنی زبان اور ہونٹوں کو اس کے ساتھ ہلاتے رہتے تھے۔ جس سے آپ کو کوفت ہوتی تھی۔ اور یہ سختی آپؐ سے پہچانی جاتی تھی۔ تو اللہ تعالے نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۂ لااقسم بیوم القیامۃ میں ہے۔ ترجمہ آیت کہ آپؐ جلدی جلدی وحی کو محفوظ کرنے کے لئے زبان کو نہ ہلایا کریں۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اسے آپؐ کے سینہ میں جمادیں۔ اور اس کا پڑھنا بھی ہمارے ذمہ رہا۔ پس جب ہم وحی کو پڑھیں اور آپؐ اس پڑھنے کی پیروی کریں۔ یعنی جب ہم اسے اتاریں تو آپ کان لگا کر سنیں۔ پھر اس کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی ہمارے ذمہ ہے کہ ہم آپؐ کی زبان کے ذریعہ اس کو بیان کرائیں۔ چنانچہ جب جبرائیلؑ وحی لے کر آپؐ کے پاس آتے تو آپؐ سر جھکا کر بیٹھے رہتے۔ جب وہ چلے جاتے تو اللہ تعالے کے وعدے کے مطابق آپؐ اسے پڑھ کر لوگوں کو سناتے۔

بَابُ مَدِّ الْقِرَاْةِ

ترجمہ۔ قراۃ کو کھینچ کر پڑھنا کہ حرف حرف واضح ہو کر پڑھا جائے۔

حدیث (٤٦٨٦) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَتَادَةُ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قِرَاْةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَا نَ يَمُدُّ مَدًّا........

ترجمہ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے جناب نبی اکرم ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ خوب کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔

حدیث(۴۶۸۷)حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ عَنْ قَتَادَةَ. قَالَ سُئِلَ اَنَس كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ ....

ترجمہ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی قرأت کیسے ہوتی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ مدّ والی ہوتی تھی۔ پھر انہوں نے خود پڑھ کر بتلایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں بسم اللہ کے حرف مد کو اشباع کے ساتھ پڑھتے یعنی جس حرف کے بعد الف۔ واؤ یا یا ہو اس کو خوب اشباع یعنی واضح کر کے پڑھتے تھے۔ بسم اللہ میں لفظ جلالت سے میم کو مد کرتے پھر رحمٰن کی میم کو خوب کھینچتے۔ پھر رحیم میں حاء کو کھینچ کر پڑھتے۔

بابُ التَّرْجِيْعِ

ترجمہ۔ ترجیع کا مطلب ہر وہ تلاوت ہے جس میں خشوع اور تدبر پایا جائے۔ گانے والوں کی گرگری نہ ہو۔ جو سر تال سے پڑھا جائے۔

حدیث(۴۶۸۸)حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الْمُغَفَّلِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَءُ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهٖ اَوْجَمَلِهٖ وَهِيَ تَسِيْرُبِهٖ وَهُوَ يَقْرَءُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ اَوْمِنْ سُوْرَةِ الْفَتْحِ قِرَاءَةً لَيِّنَةً يَقْرَءُ وَهُوَ يُرَجِّعُ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو اپنی اونٹنی یا اپنے اونٹ پر جو آپؐ کو لیکر چل رہا تھا۔ سورۃ فتح یا سورۃ فتح کا کچھ حصہ پڑھتے ہوئے دیکھا جو نہایت نرم قراۃ تھی آپؐ ترجیع کے ساتھ قرأت کر رہے تھے۔ کہ آپؐ کی آواز لوٹ لوٹ کر معلوم ہوتی تھی اسلئے کہ آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اس کے چلنے کی وجہ سے آواز میں ترجیع معلوم ہوتی تھی۔

بابُ حُسْنِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ

ترجمہ۔ قرآن کو خوبصورت آواز سے پڑھنا چاہئے

حدیث(۴۶۸۹)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَهٗ يَا اَبَامُوْسٰى لَقَدْ اُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ خود جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو موسیٰ! تمھیں تو داؤد علیہ السلام کے خاندان کی آوازوں میں سے ایک خوبصورت آواز دی گئی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مزمار سے حسن صوت مراد ہے جو بلا تکلف اور تصنع کے خوبصورتی سے ہو۔ آل داؤد میں آل لفظ مقحم ہے جس سے مراد داؤد علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ ان کے خاندان میں سے کسی کے حسن صوت کی خبر مشہور نہیں ہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ کو لحن داؤدی عطا ہوا تھا۔ جس کی آپؐ تعریف فرمارہے ہیں۔

باب مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْمَعَ الْقُرْاٰنَ مِنْ غَيْرِهٖ ۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو دوسرے سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہے۔

حدیث (۴۶۹۰) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ اقْرَءْ عَلَيَّ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ اَقْرَءُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں مجھے جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کی کہ آپؐ پر تو قرآن اتارا گیا ہے آپ کو میں کیسے پڑھ کر سناؤں آپؐ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی دوسرے سے میں قرآن مجید سنوں۔

باب قَوْلِ الْمُقْرِئِ لِلْقَارِئِ حَسْبُكَ ۔

ترجمہ۔ جس پر قرآن پڑھا جا رہا ہے وہ پڑھنے والے سے کہے تو بس رک جا یہ کہنا کیسا ہے

حدیث (۴۶۹۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ ......عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ اقْرَءْ عَلَيَّ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَءُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ نَعَمْ فَقَرَءْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءَ حَتّٰى اَتَيْتُ اِلٰى هٰذِهِ الاية فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا قَالَ حَسْبُكَ الْاٰنَ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا۔ کہ مجھ پر قرآن پڑھو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ پر اتارا گیا۔ اور میں آپؐ پر پڑھوں آپؐ نے فرمایا ہاں اسی طرح ہوگا۔ تو میں نے سورۃ نسا پڑھنی شروع کی جب میں آیت تک پہنچا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔ اور آپ کو آپ کی امت کے لوگوں کے خلاف گواہ لایا جائیگا۔ تو آپؐ نے فرمایا اب بس کرو کافی ہے۔ تو میں نے غور سے آپ کو دیکھا تو آپؐ کی دو آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

بَاب فِیْ کَمْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَاقْرَؤُوْا مَاتَیَسَّرَ مِنْهُ ۔

ترجمہ۔ کتنے عرصہ میں قرآن پڑھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جسقدر آسانی سے چاہو قرآن مجید پڑھ لیا کرو۔

حدیث (۴۶۹۲) حَدَّثَنَا عَلِیٌّ قَالَ قَالَ لِی ابْنُ شُبْرُمَةَ نَظَرْتُ کَمْ یَکْفِی الرَّجُلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ اَجِدْ سُوْرَةً اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثِ اٰیَاتٍ فَقُلْتُ لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقْرَأَ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثِ آیَاتٍ ....

ترجمہ۔ ابن شبرمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے غور کیا کہ آدمی کو نماز میں کتنا قرآن پڑھنا کافی ہوگا۔ تو مجھے تین آیات سے کم والی کوئی سورۃ نہ ملی۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ کسی شخص کے مناسب نہیں کہ وہ تین آیات سے کم کی قرأت نماز میں کرے۔

حدیث (۴۶۹۳) وَقَالَ سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ وَلَقِیْتُهٗ وَهُوَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَذَکَرَ النَّبِیَّ ﷺ اَنَّ مَنْ قَرَءَ بِالْاٰیَتَیْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ لَیْلَةٍ کَفَتَاهُ ....

ترجمہ۔ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے میری ملاقات اس وقت ہوئی جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کررہے تھے تو جناب نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں ایک رات میں پڑھ لیں وہ اسے قیام لیل سے کافی ہوجائیں گی۔ یا نماز میں کافی ہوجائیں گیں۔

حدیث (۴۶۹۴) حَدَّثَنَا مُوْسٰی عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ اَنْکَحَنِیْ اَبِیْ امْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ فَکَانَ یَتَعَاهَدُ کَنَّتَهٗ فَیَسْئَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَتَقُوْلُ نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ لَمْ یَطَأْ لَنَا فِرَاشًا وَلَمْ یُفَتِّشْ لَنَا کَنَفًا مُذْ اَتَیْنَاهُ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِکَ عَلَیْهِ ذَکَرَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ الْقِنِیْ بِهٖ فَلَقِیْتُهٗ بَعْدُ فَقَالَ کَیْفَ تَصُوْمُ قَالَ کُلَّ یَوْمٍ قَالَ وَکَیْفَ تَخْتِمُ قَالَ کُلَّ لَیْلَةٍ قَالَ صُمْ فِیْ کُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فِی الْجُمُعَةِ قُلْتُ اُطِیْقُ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ اَفْطِرْ یَوْمَیْنِ وَصُمْ یَوْمًا

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے ایک شریف خاندان کی عورت سے میری شادی کرادی پس وہ برابر اپنی بہو سے اس کے خاوند کے متعلق پوچھتے رہتے تھے۔ وہ کہتی کہ وہ آدمی تو بہت اچھا ہے۔ اس نے ہمارا بستر کبھی نہیں روندا۔ یعنی ہمارے ساتھ لیٹا نہیں ہے۔ اور جب سے ہم اس کے پاس آئے ہیں۔ اس نے کبھی ہمارے پہلو کو نہیں ٹٹولا۔ یعنی جماع نہیں کیا۔ کنف سے ستر مراد ہے۔ جب اسی حال پر ایک عرصہ گزر گیا تو میرے باپ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے مجھے ملاؤ اس کے بعد میری آپؐ سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے پوچھا

قَالَ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَام صِيَامَ يَوْمٍ وَاِفْطَارَ يَوْمٍ وَاقْرَءْ فِيْ كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً فَلَيْتَنِيْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَذٰلِكَ اِنِّيْ كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ فَكَانَ يَقْرَءُ عَلٰى بَعْضِ اَهْلِهِ السُّبْعَ مِنَ الْقُرْاٰنِ بِالنَّهَارِ وَالَّذِيْ يَقْرَؤُهٗ يَعْرِضُهٗ مِنَ النَّهَارِ لِيَكُوْنَ اَخَفَّ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّتَقَوّٰى اَفْطَرَ اَيَّامًا وَاَحْصٰى وَصَامَ مِثْلَهُنَّ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتْرُكَ شَيْئًا فَارَقَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فِيْ ثَلٰثٍ وَفِيْ خَمْسٍ وَاَكْثَرُهُمْ عَلٰى سَبْعٍ ......

روزہ نفلی کیسے رکھتے ہو۔ میں نے کہا ہر روز روزہ سے رہتا ہوں۔ فرمایا قرآن مجید کیسے ختم کرتے ہو۔ میں نے کہا ہر رات ایک ختم کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھا کرو اور ہر مہینے میں ایک ختم قرآن کیا کرو۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا ہر ہفتہ میں تین دن روزے رکھا کرو۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا دو دن افطار کرو ایک دن روزہ رکھو۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا پھر بہترین روزہ داؤد علیہ السلام کا رکھو۔ کہ ایک دن روزہ ہو ایک دن افطار ہو اور ہر سات راتوں میں ایک مرتبہ قرآن ختم کیا کرو۔ پس کاش! میں جناب رسول اللہ ﷺ کی رخصت اور سہولت کو قبول کر لیتا۔ آج یہ حال ہے کہ اب میں عمر رسیدہ ہو گیا۔ اور کمزور و ناتواں ہوں۔ چنانچہ وہ بعض گھر والوں پر دن کے وقت ساتواں حصہ قرآن کا پڑھتے۔ اور وہ حصہ جو رات کو پڑھتے اس کا دن کے وقت دور کرتے۔ تاکہ رات کے وقت ان پر ہلکا رہے یعنی یاد رہے۔ اور جب قوت حاصل کرنا چاہتے تو کئی کئی دن افطار کرتے اور انہیں شمار کرتے۔ پھر ان کے برابر روزے رکھتے۔ اس کو مکروہ سمجھتے ہوئے کہ کوئی ایسی چیز ان سے نہ چھوٹ جائے جس پر جناب نبی اکرم ﷺ ان سے جدا ہوئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے تین دن میں بعض نے پانچ دن میں اور اکثر حضرات نے سات دن میں قرآن مجید ختم کرنے پر اتفاق کیا ہے۔

حدیث (۴۶۹۵) حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ كَمْ تَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ. حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِيْ شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّيْ اَجِدُ قُوَّةً حَتّٰى قَالَ فَاقْرَاْهُ فِيْ سَبْعٍ وَلَاتَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ ہر ماہ میں ایک ختم قرآن پڑھا کرو۔ میں نے کہا میں اپنے اندر طاقت زیادہ پاتا ہوں یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہر سات دن میں ختم قرآن پڑھا کرو اس سے زیادہ نہ پڑھو۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام نوویؒ نے فرمایا کہ اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ مدت ختم قرآن میں کوئی تحدید نہیں ہے۔ یہ احوال اور اشخاص پر موقوف ہے۔ جو شخص علم و تدبر سے پڑھنا چاہے۔ اس لئے مستحب ہے۔ کہ اتنی مدت میں ختم کرے کہ اس کے مقصود تدبر و تفکر میں فرق نہ پڑے۔ اور جو شخص دین کے اہم معاملات یا مصالح المسلمین میں مشغول ہے۔ اس کے لئے اسقدر مستحب ہے کہ ان مھمات دین میں خلل نہ پڑے۔ اگر کسی کو ایسی اہم مصروفیت نہیں ہے۔ تو جس قدر زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھ سکتا ہے پڑھ لے۔ یہانتک کہ اکتانہ جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سال میں دو مرتبہ ختم قرآن بہتر ہے۔ کیونکہ مرض وفات میں جبرائیل علیہ السلام نے دو مرتبہ آپؐ سے دو کیا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ چالیس دن سے زیادہ ختم قرآن میں تاخیر نہ کرے۔ ملتقط من فتح الباری۔

باب الْبُكَاءِ عِنْدَ قِرَأَةِ الْقُرْاٰنِ

ترجمہ۔ قرآن مجید پڑھتے وقت رونا کیسا ہے اس بارے میں کیا حکم ہے۔

حدیث (٤٦٩٦) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ ﷺ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اقْرَءْ عَلَیَّ قَالَ قُلْتُ اَقْرَءُ عَلَیْكَ وَعَلَیْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اشْتَهِی اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ قَالَ فَقَرَأْتُ النِّسَاءَ حَتّٰی اِذَا بَلَغْتُ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِیْدًا قَالَ لِیْ كُفَّ اَوْ اَمْسِكْ فَرَأَیْتُ عَیْنَیْهِ تَذْرِفَانِ یَعْنِی تَسْفَحَانِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے کہا کہ آپؐ پر اتارا گیا ہے۔ تو آپؐ پر کیسے پڑھوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ میں کسی دوسرے سے قرآن مجید سنوں۔ تو میں نے سورۃ نساء پڑھنی شروع کی جب اس آیت پر پہنچا جئنا بك علے هؤلاء شهيدا تو آپؐ نے فرمایا رک جاؤ۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔ ثابت ہوا کہ قراۃ قرآن کے وقت رونا جائز ہے۔

حدیث (٤٦٩٧) حَدَّثَنَا قَیْسُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ ﷺ اِقْرَءْ عَلَیَّ قُلْتُ اَقْرَءُ عَلَیْكَ وَعَلَیْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ مجھ پر قرآن پڑھو میں نے کہا آپؐ پر پڑھوں حالانکہ آپؐ پر قرآن اتارا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ میں دوسرے سے قرآن مجید کو سنوں۔

بَاب مَنْ رَّايَا بِقِرَأَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ تَاَكَّلَ بِهٖ اَوْ فَخَرَ بِهٖ۔

ترجمہ۔ جس نے قرأۃ قرآن سے ریاکاری کی یا اسے کھانے کا ذریعہ بنایا یا اسکے سبب فسق وفجور میں مبتلا ہوا۔

حدیث (٤٦٩٨) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ عَلِيٌّؓ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ يَاْتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاِسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ....

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ آئینگے نوعمر ہونگے بے وقوف عقلوں والے ہونگے۔ مخلوقات کی باتوں میں سے بہتر باتیں ان کی زبان پر ہونگی۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو استعمال کرینگے۔ دین اسلام سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ ایمان انکی ہنسلیوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ پس جہاں بھی ان میں سے کوئی ملے تو ان کو قتل کردو۔ کیونکہ جو شخص انہیں قتل کریگا قیامت کے دن وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

حدیث (٤٦٩٩) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ......عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَخْرُجُ فِيْكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلٰوتَكُمْ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ وَيَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَنْظُرُ فِي النَّصْلِ فَلَا يَرٰى شَيْئًا وَيَنْظُرُ فِي الْقِدْحِ فَلَا يَرٰى شَيْئًا وَيَنْظُرُ فِي الرِّيْشِ فَلَا يَرٰى شَيْئًا وَيَتَمَارٰى فِي الْفُوْقِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تمھارے اندر ایسے لوگ ظاہر ہونگے جنکی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو حقیر اور کم درجہ سمجھوگے۔ اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں اور اپنے دیگر اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں ہیچ سمجھوگے۔ قرآن مجید پڑھینگے جو انکی ہنسلیوں سے آگے نہیں بڑھیگا۔ دین سے ایسے کورے نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ اس کے پھل کو دیکھوگے اس پر کوئی چیز نظر نہیں آئیگی اس کی لکڑی کی طرف نظر کرو کچھ دکھائی نہیں دیگا۔ اس کے پر کو دیکھو اس پر بھی کچھ دکھائی نہ دے گا۔ اور تیر کے تانت کی جگہ میں دیکھنے والے کو شک گذرے گا۔ غرضیکہ کہیں

خون کا نشان دکھائی نہیں دیتا حالانکہ تیر شکار کے اندر سے ہو کر آیا ہے۔ ایسے ہی ان ریاکاروں کو دین سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

حدیث (۴۷۰۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ اَبِیْ مُوسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَیَعْمَلُ بِهٖ كَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَرِیْحُهَا طَیِّبٌ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِیْ لَایَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَیَعْمَلُ بِهٖ كَالتَّمْرَةِ فَطَعْمُهَا طَیِّبٌ وَلَارِیْحَ لَهَا وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ كَالرَّیْحَانَةِ رِیْحُهَاطَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَایَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ كَالْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ اَوْخَبِیْثٌ وَرِیْحُهَا مُرٌّ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اس مؤمن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے سیب کی طرح ہے۔ جس کا ذائقہ اچھا ہے۔ اور خوشبو بھی اچھی ہے۔ اور وہ مؤمن جو نہ تو قرآن پڑھتا ہے اور نہ اس پر عمل کرتا ہے اس کھجور کی طرح ہے جس کا ذائقہ اچھا لیکن اس کی خوشبو نہیں ہے۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اس نازبوٹی کی طرح ہے جسکی خوشبو تو اچھی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہے۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآن مجید نہیں پڑھتا حنظل (کوڑتمے) کی طرح جس کا ذائقہ کڑوا اور خبیث ہے اور اس کی بو بھی کڑوی ہے۔

باب اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَاائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ۔

ترجمہ۔ قرآن مجید کو اس وقت تک پڑھتے رہو جبتک تمھارے دل مانوس ہوں اور جمے رہیں

حدیث (۴۷۰۱) حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانَ ... عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَاائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ

ترجمہ۔ حضرت جندب بن عبداللہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اس وقت تک قران مجید پڑھتے رہو جب تک تمھارے دل جڑے رہیں۔ پس جب اختلاف پیدا ہونے لگے تو اس سے اٹھ کھڑے ہو۔

حدیث (۴۷۰۱) حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ عَلِیٍّ. عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اقْرَءُوْالْقُرْاٰنَ مَاائْتَلَفَتْ عَلَیْهِ قُلُوْبُكُمْ فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ تَابَعَهُ الْحَارِثُ وَلَمْ یَرْفَعْهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا قَوْلَهٗ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ

ترجمہ۔ حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ قرآن کو پڑھتے رہو جبتک اس پر تمھارے دل جمے رہیں جب اختلاف پڑنے لگے تو اس سے اٹھ کھڑے ہو جاؤ حارثؒ نے اس کی متابعت کی حماد بن سلمہ نے اسے موقوف قرار دیا۔ مرفوع نہیں کہا۔ منذر نے بھی اسے جندب کا قول قرار دیا۔ حدیث مرفوع نہیں کہا اور ابن عون نے

عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ عَنْ عُمَرَ قَوْلَهٗ وَجُنْدُبٌ اَصَحُّ وَاَكْثَرُ ......

اسے حضرت عمر کا قول قرار دیا لیکن زیادہ صحیح اور اکثر جندب ہے اور حدیث بھی مرفوع ہے۔ جب کہ خود ان سے مروی ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ پھر یہ کہ اگر موقوف ہے تو حضرت عمرؓ پر موقوف ہے یا جندب کا قول ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطب گنگوہیؒ کا فائدہ بیان کردہ واضح ہے۔ کیونکہ پہلی روایت مرفوع ذکر ہوئی۔ پھر امام بخاریؒ نے شعبہ سے اسے موقوفاً نقل کیا کہ یہ جندب کا قول ہے۔ مرفوع حدیث نہیں ہے۔ پھر ابن عون نے اسے حضرت عمرؓ کا قول قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ فیصلہ فرماتے ہیں کہ روایت حضرت جندب کی ہے یہی صحیح ہے۔ اور اکثر کا قول یہی ہے۔ اور رفع کرنے والے ثقات اور حفاظ ہیں بخلاف روایت ابن عون کے جو شاذہ ہے۔ اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔

حدیث (۴۷۰۳) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَءُ اٰيَةً سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ خِلَافَهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ فَاقْرَءَ اَكْبَرُ عِلْمِيْ قَالَ فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَاَهْلَكَهُمْ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو سنا جو ایک آیت ایسے طریقہ پر پڑھ رہا تھا۔ کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس کے خلاف سنا تھا۔ تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ آپؐ نے فرمایا تم دونوں ٹھیک ہو دونوں اسی طرح پڑھا کرو۔ میرا غالب گمان ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بیشک تم سے پہلے لوگوں نے کتاب اللہ میں اختلاف کیا تو اللہ تعالے نے ان کو ہلاک کر دیا یا اس اختلاف نے انہیں تباہ کر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یعنی جبتک اہل قرأۃ کے قلوب میں الفت رہے تو پڑھتے رہو۔ جب اختلاف پیدا ہونے لگے تو جھگڑا نہ کرو اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا اختلاف قرأت اور لغات میں تھا جن کو اختلاف چھوڑ دینے کا حکم ہوا۔ تاکہ ایک دوسرے کی قرأت کا انکار نہ کر بیٹھیں جو اللہ تعالے کے منزل کے انکار پر منتج ہوگا۔ اور آپؐ نے دونوں کو محسن کہہ کر رفع نزاع کر دیا۔ غالباً اسی کے باعث امام بخاریؒ ابن مسعودؓ کی روایت کے بعد لائے ہیں کہ اختلاف نہ ہو۔ قرأت اور لغات سب برحق ہیں۔ ان کو وجہ نزاع نہ بناؤ واللہ اعلم بالصواب۔

كِتَابُ النِّكَاحِ

بسم الله الرحمن الرحيم

باب التَّرْغِيْبُ فِى النِّكَاحِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى فَانْكِحُوا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسآءِ

حديث (٤٧٠٤) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِى مَرْيَمَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا وَاَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَاتَاَخَّرَ قَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاِنِّىْ اُصَلِّى اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ اٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ اٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللهِ اِنِّىْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّىْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّىْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّىْ ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ تین لوگ حضرت نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کے گھروں کی طرف آئے جو جناب نبی اکرم ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ جب انہیں بتلایا گیا تو گویا کہ انہوں نے اسے بہت ہی قلیل سمجھا پھر کہنے لگے ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں آپؐ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ تو ان میں ایک نے اپنا پروگرام بتایا کہ میں تو اب سے ہمیشہ ساری رات نماز پڑھنے میں گذارونگا۔ دوسرا بولا کہ میں تو اب زندگی بھر روزے رکھونگا بالکل افطار نہیں کرونگا۔ تیسرا بولا کہ میں تو عورتوں سے الگ تھلگ ہونگا۔ میں کبھی شادی نہیں کرونگا۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ ان کی طرف تشریف لائے۔ فرمایا کہ تمہیں لوگ ہو جنہوں نے اس اس طرح کہا ہے۔ سنو ! خبردار میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالٰے سے ڈرنے والا ہوں۔ اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں۔ افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں ۔ پس جس شخص نے میرے طریقہ سے بے رغبتی کی وہ میرے میں سے نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے ترغیب النکاح کے ترجمہ کے ذیل میں فانکحوا ماطاب لکم الایۃ آیت قرآنی لائے ہیں

ترغیب نکاح پر استدلال اس طرح ہوگا۔ کہ جب فانکحوا امر ہے جو کم از کم ندب اور استحباب کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ لھذا ندب سے ترغیب نکاح ثابت ہوئی۔ ثلث رھط میں رھط کا لفظ تین نفر سے نو تک کے لئے ہوتا ہے۔ وہ تین حضرات حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور عثمان بن مظعونؓ تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ لقالوھا ۷۵۷ یعنی اپنے بارے میں انہوں نے اس عبادت کو قلیل سمجھا اگرچہ جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے یہ عبادت کثیرہ تھی۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ طاعت احکام الٰہی بقدر ضرورت ہوتی ہے۔ عبادت سے مقصود مغفرت ہے۔ جب آپؐ کے سب گناہ معاف ہو چکے۔ تو ضرورت کم ہوئی۔ لھذا قلیل عبادت بھی کافی ہوگی۔ انی اخشاکم ۷۵۷ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کی ضرورت محض مغفرت کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ دارومدار تو خشیة الٰھی پر ہے جو اخشی یعنی زیادہ ڈرنے والا ہوگا وہ طاعت کا زیادہ محتاج ہوگا۔ بایں ہمہ گناہ بھی ہر شخص کے مرتبہ کے موافق ہوتے ہیں۔ حسنات الابرار سیئات المقربین نیک لوگوں کی نیکیاں نزدیکیوں کی برائیاں شمار ہوتی ہیں کہ نزدیکاں رابیش بود حیرانی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ لقالوھا حافظؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک نے یہی سمجھا کہ یہ عبادت تھوڑی ہے۔ دوسرے ہم آپکے مرتبہ کو کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ آپؐ تو بخشے ہوئے ہیں۔ جو شخص اس مرتبہ کا نہ ہو اسے عبادت میں مبالغہ کرنا چاہئے۔ لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ یہ لازم نہیں ہے۔ اخشاکم سے اشارہ ہے کہ دارومدار خشیت الٰہی پر ہے۔ مقام ربوبیة کے مد نظر مقام عبودیت حاصل کیا جائے۔ جیسا حدیث عائشہؓ میں ہے افلا اکون عبدا شکورا تو مقام عبودیت کا تقاضا ہے کہ رسالت ٓمین کے منشا کے مطابق عبادت کی جائے دوسری وجہ یہ ہے کہ عبادت میں تشدید کرنے والا آخر اکتا جائیگا جس کے نتیجہ میں عبادت چھوٹ جائیگی لیکن میانہ روی سے عبادت کرنے والے کو دوام حاصل ہوگا۔ اور خیر العمل مادیم علیه بہتر عمل وہ ہے جس میں مدام و ہمیشگی ہو۔ فی کل مرتبة یحسبھا چنانچہ حسنات الابرار سیئات المقربین مشہور مقولہ ہے۔ اور قطب گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ظلم کے مطابق بدلہ لینا جائز ہے۔ لیکن اچھا ہے کہ معاف کردے۔ بدی سے بدی سھل باشد جزا۔ گر مردی احسن الی من اساء۔ کہ برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے لیکن اگر برائی والے کو معاف کردو تو یہ جوانمردی ہوگی۔ امام رازیؒ نے لیغفر لك اللہ ماتقدم من ذنبك وماتأخر پر اشکال کے کئی جوابات دئے ہیں۔ احسن اور افضل جواب یہ ہے کہ ذنب سے مراد ترك الافضل والاکمل والاولی والاجزای توجب آنحضرت ﷺ کو ترک اولی پر عتاب ہوا تو اس پر ذنب کا اطلاق صحیح ہوگا۔ اور جب اخشی الناس واتقاالناس عبادت کا محتاج ہے تو ہم گناہ گاروں کو عبادت کی زیادہ احتیاجی ہے لیکن اللہ تعالےٰ کی شفقت اور رحمت ہے کہ آپؐ نے ہر عبادت میں اعتدال پر رہنے کا حکم دیا تاکہ بندہ اکتا نہ جائے ان اللہ لایملوا حتی تملوا اللہ تعالیٰ تنگ نہیں پڑتے یہانتک کہ تم تنگ نہ پڑجاؤ۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ فتح الباری میں ہے کہ سنت سے مراد طریقہ ہے۔ اور رغبت عنہ سے اعراض یعنی ترک طریقہ نبویؐ

مراد ہے لیس منی یعنی وہ میری اتباع میں سے نہیں ہے۔ اور بعض نے لیس منی اولیس علی ملتی تو اس کا اعتقاد معصی الکفر ہوگا۔

حدیث (۴۷۰۵) حَدَّثَنَا عَلِیٌّ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ اَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّاتُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی قَالَتْ یَاابْنَ اُخْتِی الْیَتِیْمَةُ اَکُوْ نَ فِیْ حَجْرِ وَلِیِّهَا فَیَرْغَبُ فِیْ مَالِهَا وَجَمَالِهَا یُرِیْدُ اَنْ یَتَزَوَّجَهَا بِاَدْنٰی مِنْ سُنَّةِ صَدَاقِهَا فَنُهُوْا اَنْ یَنْکِحُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ یُقْسِطُوْا لَهُنَّ فَیُکْمِلُوا الصِّدَاقَ وَاُمِرُوْا بِنِکَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ ......

ترجمہ۔ حضرت عروہ ؓ نے حضرت عائشہ ؓ سے اللہ تعالے کے اس قول کے متعلق سوال کیا۔ ترجمہ اگر تمھیں یتیم لڑکیوں کے بارے میں خطرہ ہو کہ ان سے عدل وانصاف نہیں کر سکوگے۔ پھر دوسری عورتوں سے نکاح کر لو جو تمھیں اچھی لگیں ...... فرمایا اے میرے بھانجے ! یتیم لڑکی اپنے وارث کی پرورش میں ہوتی تھی۔ جو اس کے مال اور خوبصورتی کی وجہ سے اس سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتا تھا لیکن چاہتا یہ تھا کہ اس یتیمہ سے نکاح کم حق مہر پر ہو جائے۔ تو انہیں روک دیا گیا۔ کہ ان سے نکاح نہ کرو البتہ اگر ان سے عدل وانصاف کرتے ہوئے اسے پورا حق مہر ادا کیا جائے تو پھر ان سے نکاح کی اجازت ہے۔ ورنہ ان کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم ہوا بہر حال انکی حق تلفی نہ ہونے پائے۔

باب قَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَهَلْ یَتَزَوَّجُ مَنْ لَّااَرَبَ لَهٗ فِی النِّکَاحِ ۔۔

ترجمہ۔ باب نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ جو شخص تم سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہے اسے ضرور شادی کر لینی چاہئے اس لئے کہ یہ نکاح انسان کی آنکھ کو غیر محرم سے روکنے والی اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ کیا جس کو نکاح کی حاجت نہیں اس کے لئے شادی کرنا ضروری ہے۔

حدیث (۴۷۰۶) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ کُنْتُ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ ؓ فَلَقِیَهٗ عُثْمَانُ ؓ بِمِنًا فَقَالَ یَااَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ اِنَّ لِیْ اِلَیْکَ حَاجَةً فَخَلَیَا فَقَالَ عُثْمَانُ ؓ هَلْ لَّکَ یَا اَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ

ترجمہ۔ حضرت علقمہ تابعی فرماتے ہیں کہ میں حج کے موقعہ پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اپنے استاد کے ہمراہ تھا کہ منی کے مقام پر حضرت عثمانؓ کی ان سے ملاقات ہوگئی جنہوں نے ان سے کہا اے ابو عبد الرحمن مجھے تم سے ایک کام ہے چنانچہ دونوں تنہائی میں چلے گئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے

فِيْ اَنْ نُزَوِّجَكَ بِكْرًا تُذَكِّرُكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ فَلَمَّا رَأٰى عَبْدُاللّٰهِ اَنْ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ اِلٰى هٰذَا اَشَارَ اِلَيَّ فَقَالَ يَا عَلْقَمَةُ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ اَمَا لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ لَقَدْ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ ......

فرمایا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا تم چاہتے ہو کہ ایک نوجوان لڑکی سے تمھاری شادی کر دی جائے۔ جو تمھیں تمھارے معمولات یاد دلاتی رہے۔ حضرت عبداللہؓ کو اس کی ضرورت نہیں تھی تو انہوں نے میری طرف اشارہ کیا فرمایا اے علقمہ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو وہ فرمارہے تھے کہ اگر آپ یہ فرمارہے ہیں تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا تھا کہ اے نوجوانوں کے گروہ جو شخص تم میں سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہے اسے ضرور شادی کرنی چاہئے۔ اور جس کو طاقت نہیں ہے وہ برابر روزے رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے خصی کر دینا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نکاح کے لغوی اور شرعی معنی میں اختلاف ہے۔ جس کو میں نے اوجز المسالک میں بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کلام عرب میں نکاح کے اصلی معنی وطی اور جماع کے ہیں۔ لیکن وجالی کہتے ہیں کہ عقد او روطی دونوں کے لئے کلام عرب میں استعمال ہوتا ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ حقیقی معنی عقد کے ہیں اور وطی مجازی معنی ہیں حنفیہؒ کے نزدیک اصل وطی کے معنی ہیں اور عقد کے معنی مجازی ہیں۔ اور تیسرا مسلک یہ ہے کہ دونوں معنی میں اشتراک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی عبادت ایسی نہیں جو آدمؑ سے لیکر آج تک چلی آرہی ہے۔ حتی کہ جنت میں بھی مشروع ہوگی۔ وہ ایمان اور نکاح ہے۔ بنابریں اہل ظواہر کے نزدیک نکاح فرض عین ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک عندالتوقان یعنی شدت خواہش کے وقت واجب ہے۔ ویسے سنۃ مؤکدہ ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ ترجمہ باندھ کر اشارہ کر دیا۔ کہ نکاح سنت ضرور ہے جسے حاجۃ نہ ہو وہ نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ جیسے عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی بے رغبتی دکھائی اور نوجوان علقمہ کے لئے سفارش فرمائی۔ نیز! روایت سے معلوم ہوا کہ نوجوان لڑکی سے شادی نشاط اور قوت کا باعث ہے۔ جس پر تجربہ شاہد ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کو حضرت عثمانؓ نے خستہ حالت میں دیکھا تو خیال آیا کہ نوجوان بیوی کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ خستہ حالی ہے۔ لیکن ابن مسعودؓ نے اس پیشکش کو اپنے مشاغل علمی کی وجہ سے ٹھکرادیا۔ بہر حال اس سے ترغیب نکاح ضرور واضح ہوئی۔ وجاء کے اصلی معنی خصیتین کو کوٹ دینے کے ہیں۔ یہاں خصی ہونا مراد ہے۔ ایک دوروزے کسر شہوت کے لئے کافی نہیں بلکہ روزہ التزام شہوت توڑنے کا موجب بن جاتا ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعِ الْبَاءَةَ فَلْيَصُمْ۔

ترجمہ۔ جو شخص نکاح کے لوازمات کی طاقت نہیں رکھتا نان نفقہ مہر ادا نہیں کر سکتا وہ روزے رکھے

حدیث(۴۷۰۷)حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ. قَالَ عَبْدُاللّٰهِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ شَبَابًا لَانَجِدُ شَيْئًا فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نوجوان لڑکے تعلیم حدیث کے لئے آنحضرت نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ رہتے تھے۔ ہمارے پاس مال واسباب کچھ نہیں تھا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اے نوجوانوں کی جماعت! جو شخص تم میں سے نکاح کے لوازمات کی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور شادی کرے اس لئے کہ یہ نکاح آنکھ کو نیچے رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے بالالتزام روزے رکھنے چاہئیں۔ کیونکہ یہ اس کے لئے شہوت کو توڑنے والا وجاء ہے۔

باب كَثْرَةِ النِّسَاءِ

حدیث (۴۷۰۸)حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ مَيْمُونَةَ بِسَرِفٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهِ زَوْجَةُ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوهَا وَلَاتُزَلْزِلُوهَا وَارْفُقُوا فَإِنَّهُ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ تِسْعٌ كَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَايَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ .....

ترجمہ۔ حضرت عطاء بن الحاج تابعی فرماتے ہیں کہ سرف کے مقام پر حضرت میمونہؓ کے جنازہ میں ہم لوگ حضرت ابن عباسؓ کے ہمراہ حاضر تھے تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ حضرت میمونہ جناب نبی اکرم ﷺ کی بیوی ہے پس تم لوگ جب ان کے جنازہ کو اٹھاؤ تو نہ تو اسے ہلانا اور نہ ہی پریشان کرنا کہ ادھر ادھر لئے پھرو بلکہ نرمی سے لے چلو۔ کیونکہ یہ آپ کی موت کے بعد بھی بیوی ہے جو افق کی مستحق ہے۔ ویسے آپ کی نو بیویاں تھیں ان میں سے آٹھ کیلئے آپ باری مقرر کرتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت سودہؓ کی باری نہیں آتی تھی کیونکہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ھبہ کر دی تھی۔ تو جب آنحضرت ﷺ ان کے حقوق کا لحاظ کرتے تھے تو ہمیں بھی ازواج مطہرات کے حقوق کا لحاظ کرنا چاہئے ان میں سے تعظیم اور تکریم ہے جس پر ارفقوا کا جملہ دلالت کرتا ہے۔

حدیث(۴۷۰۹)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ...... عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلٰى نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَهُ تِسْعُ نِسْوَةٍ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک ہی رات میں اپنی بیویوں سے ہمبستر ہوتے تھے۔ جبکہ آپ کی نو بیویاں تھیں۔

باب قَالَ لِیْ خَلِیفَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث (۴۷۱۰) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحَکَمِ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍؒ قَالَ قَالَ لِی ابْنُ عَبَّاسٍؓ هَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ لَا قَالَ فَتَزَوَّجْ فَاِنَّ خَیْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَکْثَرُهَا نِسَاءً ا.......

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے میرے سے پوچھا کیا تم نے شادی کر لی ہے میں نے کہا نہیں آپؓ نے فرمایا شادی ضرور کرو اسلئے کہ اس وقت کا بہترین آدمی وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں آنحضرت ﷺ کی

ازواج مطہرات درج ذیل ہیں۔ سودةؓ. عائشةؓ. حفصةؓ. ام سلمةؓ. زینب بنت حجشؓ. ام حبیبهؓ. جویریةؓ. صفیةؓ. میمونةؓ.

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ کی فضیلت دو طرح سے ثابت فرمائی ایک رتبہ تو یہ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی زوجہ تھیں۔ دوسرا یہ کہ آپ ان ازواج میں سے تھیں جنکی باری مقرر ہوتی تھی گویا کہ وہ مرغوب فیھا تھیں۔ اور نو کا عدد ذکر کر کے کثرت تو ثابت کر دی لیکن یہ آپؐ کے خصائص میں سے ہے امت کے لئے چار سے زائد بیویوں کو بیک وقت جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

باب مَنْ هَاجَرَ اَوْ عَمِلَ خَیْرًا لِتَزْوِیجِ امْرَأَةٍ فَلَهُ مَانَوٰی ..

ترجمہ۔ جو شخص ہجرت یا کوئی اور نیک عمل محض کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے کرتا ہے تو جو اس کی نیت ہے اس کے مطابق جزا ملے گی۔

حدیث (۴۷۱۱) حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ قَزَعَةَ. عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ الْعَمَلُ بِالنِّیَّةِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَانَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فهجرته اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوْ اِمْرَأَةٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ مَاهَاجَرَ اِلَیْهِ.......

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمل کا ثواب نیت کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے تو اس کو نیت کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہجرت کرنے کا ثواب ملے گا اور جس کی ھجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہے تو اس کی ہجرت کا ثواب بھی اسی کے مطابق ہوگا۔ جس نیت سے اس کی طرف ہجرت کی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حافظؒ نے فرمایا کہ ترجمہ میں دو چیزیں تھیں ھجرت اور عمل خیر حدیث سے ہجرت کو ثابت کیا اور عمل خیر کو استنباط کیا کیونکہ ہجرت بھی عمل خیر ہے۔

باب تَزْوِيجِ الْمُعْسِرِ الَّذِي مَعَهُ الْقُرْآنُ وَالْإِسْلَامُ فِيهِ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ۔ کسی ایسے تنگدست سے شادی کر دینا جس کے پاس قرآن اور اسلام ہے اس بارے میں حضرت سھلؓ کی روایت جناب نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔

حدیث (۴۷۱۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍؓ قَالَ كُنَّا نَغْزُوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللهِ أَلَا نَسْتَخْصِي فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد میں جاتے تھے ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں۔ ہم نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم لوگ خصی نہ ہو جائیں تاکہ زنا سے محفوظ رہیں آنحضرت ﷺ نے ہمیں اس سے روک دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ کو دو احادیث سے ثابت کیا ہے۔ حضرت سھل بن سعدؓ کی روایت میں تو صراحۃ ہے کہ محض حفظ قرآن کے سبب اس واھبہ کو تیرے ملک میں دیتا ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت سے اس طرح استدلال کیا کہ جب آپؐ نے اختصاء سے روک دیا۔ حالانکہ وہ لوگ عورتوں کی طرف محتاج تھے اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے تو تزويج المعسر بما معهم من القرآن ثابت ہوئی۔ تو حدیث سے ترجمہ نصاً اور دوسرے استدلالاً ثابت ہوا۔

باب قَوْلِ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ انْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ شِئْتَ حَتّٰى أُنْزِلَ لَكَ عَنْهَا رَوَاهُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ۔

ترجمہ۔ کسی آدمی کا اپنے بھائی سے یہ کہنا کہ دیکھو میری دو بیویوں میں سے جو تمھیں پسند آئے میں تمھاری خاطر اس سے اتر جاؤں یعنی تمھارے لئے اُسے طلاق دے دوں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اسے روایت کرتے ہیں۔

حدیث (۴۷۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قَالَ قَدِمَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ فَاٰخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ سَعْدِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّؓ وَعِنْدَالْاَنْصَارِيِّ امْرَأَتَانِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ اَنْ يُّنَاصِفَهٗ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلُّوْنِيْ عَلَى السُّوْقِ فَاَتَى السُّوْقَ فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ اَقِطٍ وَشَيْئًا مِنْ سَمْنٍ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ اَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَهْيَمْ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَقَالَ تَزَوَّجْتُ اَنْصَارِيَّةً قَالَ فَمَاسُقْتَ قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ اَوْلِمْ وَلَوْبِشَاةٍ ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن الربیع انصاریؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا انصاری کے پاس دو بیویاں تھیں تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے پیشکش کی کہ ان کے اہل اور مال کو نصف نصف کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بولے اللہ تعالی تمھارے مال میں تمھارے لئے برکت پیدا کرے مجھے تو بازار کا راستہ بتلاؤ۔ چنانچہ وہ بازار تشریف لائے کچھ پنیر اور کچھ گھی میں انہیں نفع ہوا۔ چند دن کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا کہ زرد رنگ کی خوشبو کے ان پر نشانات ہیں۔ فرمایا او عبدالرحمٰن مبارک ہو یہ کیسا رنگ ہے۔ فرمایا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے۔ پوچھا اسے مہر کیا دیا ہے فرمایا کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا دیا ہے۔ فرمایا اگرچہ ایک بکری ہو ولیمہ ضرور کرو۔ کئی بار یہ حدیث گذر چکی ہے۔

باب مَايُكْرَهُ مِنَ التَّبَتُّلِ وَالْخِصَاءِ

ترجمہ۔ الگ تھلگ مجرد رہنا اور خصی ہونا مکروہ ہے

حدیث (۴۷۱۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍؓ يَقُوْلُ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍؓ التَّبَتُّلَ وَلَوْاَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا ....

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ پر الگ تھلگ مجرد رہنے کو رد کر دیا اگر آپؐ اسے اسکی اجازت دے دیتے تو ہم اکثر طالب علم خصی ہو جاتے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بظاہر جواب یہ ہونا چاہئے تھا کہ لو اذن له لنتبتلنا لیکن تبتل کا مبالغہ خصاء میں ہے۔ کہ ہم سرے سے بناء کو ہی ختم کر دیتے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ کیونکہ وجود شهوة تبتل کے منافی ہے۔ لھذا اخصاء ہی متعین ہوا۔ تاکہ مطلوب حاصل ہو جائے چنانچہ اختصاء کے باوجود جانوروں میں شہوت باقی رہتی ہے۔ اختصاء سے ممانعت کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ مقصد شریعت کا

تکثیر نسل ہے۔ تناکحوا وتناسلوا ارشاد نبوی ہے۔ اختصاء سے مسلمان قلیل ہو جائیںگے۔ کفار کی کثرت ہو گی۔ اور بعثت محمدیہ کے خلاف ہے۔ بنابریں اختصاء سے منع فرمادیا۔ حلق وغیرہ بھی اسی میں داخل ہیں۔

حدیث (۴۷۱۵) حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ یَقُوْلُ لَقَدْ رَدَّ ذٰلِكَ یَعْنِی النَّبِیَّ ﷺ عَلٰی عُثْمَانَؓ وَلَوْ اَجَازَ لَهُ التَّبَتُّلَ لَاخْتَصَیْنَا.

ترجمہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ پر تبتل کو رد کر دیا۔ اگر آپؐ انہیں تجرد کی زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

حدیث (۴۷۱۶) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ. عَنْ قَیْسٍؒ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ کُنَّا نَغْزُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَیْسَ لَنَا شَیْءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِیْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ لَمْ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْکِحَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَءَ عَلَیْنَا یَااَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَاتَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کے لئے جاتے تھے۔ جبکہ ہمارے پاس کچھ مال ومتاع نہیں ہوتا تھا ہم نے عرض کی کیا ہم لوگ خصی ہو کر نامرد نہ ہو جائیں آپؐ نے ہمیں اس سے منع فرمادیا۔ پھر آپؐ نے ہمیں اجازت دے دی کہ ہم عورت سے ایک کپڑے کے عوض بھی نکاح کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی ترجمہ آیت اے ایمان والو! اللہ تعالے کی حلال کردہ پاکیزہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو اور حد سے آگے نہ بڑھو بیشک اللہ تعالے حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

حدیث (۴۷۱۷) قَالَ اَصْبَغُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ رَجُلٌ شَابٌّ وَاَنَا اَخَافُ عَلٰی نَفْسِیْ الْعَنَتَ وَلَا اَجِدُمَااَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ فَسَکَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَکَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَکَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَااَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِّ عَلٰی ذٰلِكَ اَوْ ذَرْ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں مجھے اپنی ذات پر زنا کا خطرہ ہے۔ اور میں اسقدر مال نہیں رکھتا کہ میں اس سے عورتوں سے نکاح کروں آپؐ خاموش رہے پھر میں نے اسی طرح کہا آپؐ پھر بھی خاموش رہے میں نے تیسری بار اسی طرح کہا آپؐ خاموش رہے چوتھی باز جب میں نے ایسا کہا تو آپؐ نے فرمایا اے ابو ہریرۃؓ جس تقدیر سے تم ملاقی ہونے والے ہو اس پر قلم خشک ہو گیا اس پر خواہ تم خصی ہو یا خصی ہونا چھوڑ دو۔ اور بعض نسخوں میں اختصه کا لفظ ہے جس کا معنی وہی خصی ہونا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ لاتحرموا...... تبتل اور اختصاء کی حرمت پر آیت کریمہ کی دلالت ظاہر ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں تحریم طیبات لازم آتی ہے۔ کہ پاکیزہ حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بظاہر اس حدیث ابن مسعودؓ سے نکاح متعہ کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ جس کا بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ شاید نسخ نکاح متعہ کا حکم ان کو نہ پہنچا ہو۔ جب حکم معلوم ہو گیا تو انہوں نے نکاح متعہ کو چھوڑ دیا۔ قطب گنگوہیؒ نے جو تقریر فرمائی ہے اس کی بنا پر اس جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ خلاصہ تقریر شیخ کا یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ آیت کریمہ سے نہی عن الاختصاء پر دلیل قائم کر رہے ہیں۔ کیونکہ اختصاء میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تحریم ازدواج ہے۔ جو طیبات ہیں۔ لم اخص لنا یہ جملہ معترضہ ہے اس کا اختصاء سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور سورۃ مائدہ کی تفسیر میں شیخؒ فرما چکے ہیں کہ اس آیت سے اختصاء کی نہی ثابت ہوتی ہے۔ اور حاشیہ پر تحریر فرمایا کہ اس آیت کا نزول اختصاء کے بارے میں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس میں تہدید ہے کہ تم کچھ کرو یا نہ کرو تقدیر الٰہی نافذ ہو کر رہے گی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جمیع امور ازل تقدیر الٰہی میں طے ہو چکے ہیں۔ خصی ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں تقدیر نے ضرور واقع ہونا ہے۔

بَاب نِكَاحِ الْأَبْكَارِ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ لِعَائِشَةَؓ لَمْ يَنْكِحِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِكْرًا غَيْرَكِ۔

ترجمہ۔ کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنا ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے بغیر کسی اور کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

حدیث (۴۷۱۸) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ...... عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيْهِ شَجَرَةٌ قَدْ اُكِلَ مِنْهَا وَوَجَدْتَ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا فِيْ اَيِّهَا تُرْتِعُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ! بتلایئے اگر ایک وادی میں آپ کا پڑاؤ ہو جس میں کچھ درخت ایسے ہیں جن سے کھایا جا چکا ہے۔ اور آپؐ ایسا درخت پائیں جس سے کچھ بھی نہیں کھایا گیا۔ تو کون سے درخت میں آپؐ اپنا اونٹ چرنے کے لئے چھوڑینگے۔

بَعِيْرَكَ قَالَ فِي الَّذِي لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا يَعْنِي اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَهَا ......

آپ نے فرمایا اسی کے اندر جس سے کچھ بھی نہ کھایا گیا۔ اس مثال سے ان کا منشا یہ تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے سوا اور کسی باکرہ عورت سے شادی نہیں کی۔

حدیث (۴۷۱۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ ...... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُرِيْتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ اِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةِ حَرِيْرٍ فَيَقُوْلُ هٰذِهِ امْرَأَتُكَ فَاكْشِفْهَا. فَاِذَاهِيَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اَنْ يَكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ يُمْضِهِ ....

ترجمہ ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھے خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئی ہو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی تجھے ریشم کے ایک ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے ہے۔ مجھے کہتا ہے کہ یہ تیری بیوی ہے اس کو کھول کر دیکھو تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تم ہی ہو۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے تو ضرور ہو کر رہیگا۔ ان یکن من عنداللہ یقین کو شک کی صورت میں بیان کیا یہ بھی فن بدیع کا ایک طریقہ ہے۔ یا شک اس میں تھا کہ آیا یہ دنیا میں بیوی ہوگی۔ یا جنت میں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ شک اس میں تھا کہ یہ جواب اپنے ظاہر پر ہوگا یا اسکی تعبیر دینی پڑیگی۔

باب تَزْوِيْجِ الثَّيِّبَاتِ

ترجمہ۔ بیوگان سے نکاح کرنا

وَقَالَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ لَاتَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَااَخَوَاتِكُنَّ ....

ترجمہ ۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنی بیٹیاں اور بہنیں مجھ پر پیش نہ کیا کرو۔

حدیث (۴۷۲۰) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَفَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ فَتَعَجَّلْتُ عَلٰى بَعِيْرٍ لِي قَطُوْفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَنَخَسَ بَعِيْرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ فَانْطَلَقَ بَعِيْرِي كَاَجْوَدِ مَااَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْاِبِلِ فَاِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَايُعْجِلُكَ. قُلْتُ كُنْتُ

ترجمہ ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ سے ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ واپس لوٹ رہے تھے۔ کہ میں نے اپنے ایک سست رفتار اونٹ پر جلدی جانا چاہا تو مجھے پیچھے سے ایک ایسا سوار آکر ملا جس نے اپنے چھوٹے نیزے سے جو ان کے پاس تھا میرے اونٹ کو چوک ماری تو میرا اونٹ عمدہ اور بہتر اونٹوں کی طرح چلنے لگا جو اونٹ انسان کی نگاہ میں آسکتے ہیں ان سے عمدہ تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ

حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ بِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قُلْتُ ثَيِّبٌ قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ قَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى تَدْخُلُوْا لَيْلًا اَىْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ......

وہ تو جناب نبی اکرم ﷺ ہیں۔ پوچھا تمہیں کس چیز نے جلدی کرنے پر مجبور کیا میں نے کہا میری نئی نئی شادی ہوئی ہے اس لئے جلدی کر رہا تھا۔ آپؐ نے پوچھا کنواری سے شادی ہوئی یا بیوہ سے۔ میں نے کہا بیوہ سے آپؐ نے فرمایا کیوں نہ نوجوان لڑکی سے شادی کی تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔ فرماتے ہیں جب ہم نے چل کر گھر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ذرا ٹھہرو رات کے وقت یعنی زوال کے بعد تاکہ پراگندہ بالوں والی کنگھا کرلے اور غائب کرنے والی بال صاف کرلے۔

حدیث (۴۷۲۱) حَدَّثَنَا آدَمُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِؓ يَقُوْلُ تَزَوَّجْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا تَزَوَّجْتَ فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا فَقَالَ مَالَكَ وَلِلْعَذَارٰى وَلِعَابِهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ فَقَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِؓ يَقُوْلُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے شادی کی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے سے پوچھا کہ تم نے کیسی عورت سے شادی کی میں نے کہا کہ بیوہ سے شادی کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ کنواری لڑکیوں اور انکی لعاب سے بچتے ہو۔ شعبہ فرماتے ہیں جب میں نے حدیث عمرو بن دینار سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا میں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے یوں سنا فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی تو اس سے ہنسی مذاق کرتا وہ تیرے سے ہنسی مذاق کرتی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فھلاجاریۃ ۷۰ اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اس وجہ سے ہے جو اس مقام پر مذکور نہیں۔ بلکہ حدیث کے آخر میں جب حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ثیبہ سے نکاح کرنے کی وجہ بیان فرمائی تو آپؐ نے ان کے اس فعل کی تحسین فرمائی۔ کہ نوجوان بہنوں کی وجہ سے آپؐ نے ثیبہ سے نکاح کیا تاکہ وہ ان کا انتظام کر سکے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تمام شراح نے امام بخاریؒ کے ترجمہ کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ البتہ تیسیر میں ہے کہ اس باب سے امام بخاریؒ بیان جواز نکاح ثیب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ عینیؒ نے مصنفؒ کے ترجمہ کی غرض اباحۃ نکاح الثیب کے علاوہ ترجیح نکاح باکرہ پر بھی تنبیہ فرمائی۔ جس پر ھلا بکراً...... کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ میرے نزدیک قطب گنگوہیؒ کی توجیہ کا مقصد یہ ہے کہ امام بخاریؒ اپنے ترجمہ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کسی دینی مصلحت کی وجہ سے ثیبہ سے نکاح کرنا راجح ہے۔ کیونکہ مصلحت بیان ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت جابرؓ کے فعل کی تحسین فرمائی ہے۔

بَاب تَزْوِيجِ الصِّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ

ترجمہ۔ بڑے ولی کی طرف سے چھوٹی بچیوں کا نکاح کر دینا۔

حدیث (۴۷۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ...... عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ عَائِشَةَ ؓ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ ؓ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّمَا اَنَا اَخُوْكَ فَقَالَ اَنْتَ اَخِيْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَكِتَابِهٖ وَهِيَ لِيْ حَلَالٌ ......

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف حضرت عائشہؓ کی منگنی کا پیغام بھیجا حضرت ابو بکرؓ نے جواباً فرمایا کہ میں تو آپ کا بھائی ہوں عائشہؓ آپ کی بھتیجی ہوئی۔ بھتیجی سے نکاح کیسے صحیح ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا آپ اللہ کے دین اور اس کی کتاب کے مطابق میرے بھائی ہیں۔ انما المؤمنون اخوة بایں ہمہ حضرت عائشہؓ سے میرا نکاح حلال ہے۔ کیونکہ اخوۃ نسب رضاع تو مانع ہے لیکن اخوت دین مانع نہیں ہے۔

بَاب اِلٰى مَنْ يَنْكِحُ وَاَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ وَمَا يُسْتَحَبُّ اَنْ يَتَخَيَّرَ لِنُطَفِهٖ مِنْ غَيْرِ اِيْجَابٍ ----

ترجمہ۔ کن عورتوں سے نکاح کیا جائے اور کونسی عورتیں بہتر ہیں۔ اور اپنے نطفوں کے لئے کونسی عورتوں کا انتخاب کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے

حدیث (۴۷۲۳) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِيْ صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں بہتر عورتیں قریش کے نیک لوگوں کی عورتیں ہیں۔ جو بچپن میں اپنی اولاد پر شفیق ہوتی ہیں۔ اور خاوند کے مال کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ترجمہ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ پہلا حکم تو یہ حدیث سے ثابت ہوا کہ جو نکاح کرنا چاہے وہ قریش کی عورتوں سے نکاح کرے۔ دوسرا حکم یہ ثابت ہوا کہ قریش کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں۔ اور تیسرا حکم بطور لزوم کے یہ ثابت ہوا کہ جب نساء قریش بہترین عورتیں ہیں تو ان کا انتخاب کرنا مستحب ہوا۔ بلکہ حاکم کی روایت کے مطابق حضرت عائشہؓ کی مرفوع روایت سے صراحۃً ثابت ہوا۔ تخیر وا لنطفکم وانکحو ا الاکفاء۔ یعنی نساء قریش کو اپنے نطفوں کے لئے انتخاب کرو۔ اور اپنے کفو میں

شادی کرو۔ رکبین الابل سے نسأ عرب مراد ہیں جو اکثر اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں۔ احناہ او شفیقہ اور تذکیر ضمیر رکوب یا تزویج کی وجہ سے ہے اور صالح سے صلاحیۃ دین اور حسن معاسرۃ مع الزوج مراد ہے۔

بَاب اِتِّخَاذِ السَّرَارِيِّ وَمَنْ عَتَقَ جَارِيَةً ثُمَّ تَزَوَّجَهَا۔

ترجمہ۔ باندیاں بنالینا۔ جس شخص نے باندی کو آزاد کر دیا پھر اس سے نکاح کر لیا اس کا ثواب کیا ہے۔

حدیث (۴۷۲۴) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنِي اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ عِنْدَهٗ وَلِيْدَةٌ فَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا وَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِيْ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاَيُّمَا مَمْلُوْكٍ اَدّٰى حَقَّ مَوَالِيْهِ وَحَقَّ رَبِّهٖ فَلَهٗ اَجْرَانِ قَالَ الشَّعْبِيُّ خُذْهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيْمَا دُوْنَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَعْتَقَهَا ثُمَّ اَصْدَقَهَا۔ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس باندی ہو۔ وہ اس کو تعلیم دے اور بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے اس کو اچھی طرح تعلیم دے اسے ادب سکھلائے اور اچھی طرح ادب سکھلائے پھر اسے آزاد کرے اور اس سے نکاح کر لے تو ایسے شخص کو دوہرا ثواب ہوگا۔ اس طرح جو اہل کتاب اپنے نبی پر اور مجھ پر ایمان لایا اس کو بھی دوہرا اجر ملے گا۔ اس طرح جو غلام اور نوکر اپنے آقا کا اور اپنے مولا حقیقی کا حق ادا کرتا ہے اس کو بھی دوہرا ثواب ملے گا کیونکہ ہر ایک نے دو دو کام انجام دے ہیں امام شعبیؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ یہ حدیث بغیر کسی معاوضہ کے میرے سے حاصل کرو۔ لوگ تو اس سے بھی کم راقبہ کو لئے مدینہ منورہ کا سفر کرتے تھے۔ ابو بکرؓ کی روایت میں یوں ہے۔ کہ پھر باندی کو آزاد کیا اور اسے حق مہر ادا کیا۔ یہ حکم صرف باندیوں کے لئے نہیں بلکہ اولاد اور اقربا سب کے لئے ہے جس سے دوگنا ثواب حاصل ہوگا۔

حدیث (۴۷۲۵) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف بظاہر تین جھوٹ بولے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک ظالم بادشاہ کے پاس سے ان کا گذر ہوا۔

بَيْنَمَا اِبْرَاهِيمُ مَرَّ بِجَبَّارٍ وَّمَعَهُ سَارَةُ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَاَعْطَاهَا هَاجَرَ قَالَتْ كَفَّ اللّٰهُ يَدَ الْكَافِرِ وَاَخْدَمَنِيْ اٰجَرَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَتِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ

جبکہ آپؑ کے ہمراہ آپؑ کی بیوی سارہ تھیں۔ پھر ساری حدیث بیان فرمائی آخر حدیث میں ہے کہ اس بادشاہ نے بی بی ھاجرہ دے کر ان کو رخصت کیا۔ حضرت سارہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کا ہاتھ بھی میرے سے روک دیا کہ وہ دست درازی نہ کر سکا۔ اور مجھے خدمت کے لئے آجرہ بھی دے دی۔

حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ اے بنو اسماعیل یہی ھاجرہ تمھاری ماں ہے۔ ماء اسماء زمزم کا پانی مراد ہے۔ اہل عرب کو بنو سماء طھارت نسب کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ ثلاث کذبات قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے انبیاؑ علیھم السلام سے کذب کا صدور ہرگز نہیں ہوتا۔ یہ ثلث کذبات بظاہر کذب معلوم ہوتے ہیں درحقیقت کذب نہیں۔ فہم انسانی اسے کذب محسوس کرتی ہے۔ دراصل وہ توریہ ہیں جن سے حق مراد ہے جسے کذب کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔

حديث(٤٧٢٦) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ...... عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ ثَلٰثًا يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّؓ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى وَلِيْمَتِهٖ فَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ اُمِرَ بِالْاَنْطَاعِ فَاَلْقٰى فِيْهَا مِنَ التَّمْرِ وَالْاَقِطِ وَالسَّمْنِ فَكَانَتْ وَلِيْمَتَهٗ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِحْدَى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ فَقَالُوْا اِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن قیام فرمایا جس پر حضرت صفیہ بنت حییؓ سے ہمبستری فرمائی۔ آپؐ کے ولیمہ میں میں نے مسلمانوں کو بلایا اس ولیمہ میں روٹی اور گوشت نہیں تھا چمڑے کے دستر خوان بچھائے گئے۔ جن میں کھجور۔ خشک دودھ اور گھی ڈالا گیا یہی آپ کا ولیمہ تھا۔ اب مسلمان کہنے لگے کہ آیا بی بی صفیہؓ آپؐ کی ازواج مطہرات میں سے ہو کر مومنین کی ماں بنتی ہے۔ یا آپؐ کی باندی رہتی ہے جس کا آپ کا دایاں ہاتھ مالک ہوگا۔ خود ہی کہنے لگے کہ اگر آپؐ نے اس پر پردہ لٹکا دیا پھر تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہو گی۔ اگر پردہ نہ لٹکایا تو پھر وہ باندی رہیگی۔ پھر جب آپ کوچ کرنے لگے۔ تو اپنے پیچھے انہیں بٹھایا۔ پھر ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ کھینچ لیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ چونکہ صحابہ کرام کو بی بی صفیہؓ کے زوجہ اور باندی ہونے میں تردد تھا اسلئے امام بخاریؒ اس تردد سے جزء ترجمہ ثابت فرمایا

بَابُ مَنْ جَعَلَ عِتْقَ الْاَمَةِ صَدَاقَهَا

ترجمہ۔ جس نے باندی کو آزاد کر دینا ہی اس کا حق مہر قرار دیا۔

حدیث (٤٧٢٧) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ. عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ رَسُوْ لَ اللّٰهِ ﷺ اَعْتَقَ صَفِيَّةَؓ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا.......

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت بی بی صفیہؓ کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اصحاب ظواہر نے حدیث کو ظاہر پر رکھا ہے۔ دیگر فقہا فرماتے ہیں کہ عتق کوئی مال نہیں ہے۔ مہر مثل واجب ہوگا۔ یہ واقعہ آپؐ کے خصائص میں سے ہے۔

بَابُ تَزْوِيْجِ الْمُعْسِرِ ـ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

ترجمہ۔ تنگدست کو بھی شادی کر لینی چاہئے کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے اگر یہ لوگ محتاج و تنگدست ہونگے تو اللہ تعالے اپنے فضل سے انہیں مالدار کر دیگا۔

حدیث (٤٧٢٨) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ......عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّؓ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْ لَ اللّٰهِ جِئْتُ اَهَبُ لَكَ نَفْسِيْ فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيْهَا وَصَوَّبَهٗ ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ رَأْسَهٗ فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا فَقَالَ اَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی یارسول اللہ! میں اس لئے آئی ہوں کہ میں اپنی ذات آپؐ کے ھبہ کرتی ہوں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اسکی طرف دیکھا نگاہ کو اوپر گھمایا پھر نیچے لے آئے پھر رسول اللہ ﷺ سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا یارسول اللہ اگر آپؐ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو میرے سے نکاح کر دیجئے۔ آپؐ نے پوچھا تمھارے پاس کچھ

فَقَالَ اذْهَبْ اِلٰى اَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا خَاتَمٌ مِنْ حَدِيْدٍ وَلٰكِنْ هٰذَا اِزَارِىْ قَالَ سَهْلٌ مَا لَهٗ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا تَصْنَعُ بِاِزَارِكَ اِنْ لَبِسْتَهٗ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَاِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى اِذَا طَالَ مَجْلِسُهٗ قَامَ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَاَمَرَ بِهٖ فَدُعِىَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ مَعِىَ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا عَدَّدَهَا فَقَالَ تَقْرَءُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ...

مال و متاع بھی ہے۔ اس نے جواب دیا واللہ! یا رسول اللہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا گھر جاؤ دیکھو شاید کوئی چیز مل جائے گھر جا کر واپس آکر کہنے لگا واللہ مجھے تو کوئی چیز نہیں ملی۔ آپؐ نے فرمایا اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو وہی لے آؤ۔ وہ جا کر واپس آئے کہنے لگا یا رسول اللہ! واللہ کچھ بھی نہیں ہے۔ حتی کہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ یہ میری لنگی ہے۔ حضرت سھل فرماتے ہیں کہ اسکی اوپر کی چادر نہین تھی۔ اس لنگی کا آدھا حصہ اس عورت کے لئے ہو گا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ عورت تیری لنگی کو کیا کریگی۔ اگر تم نے اسے پہن لیا تو اس عورت پر اس کا کچھ بھی نہیں ہو گا۔ اگر اس نے اس کو اوڑھ لیا تو تمھارے لئے کچھ نہیں رہیگا۔ پس وہ آدمی بیٹھ گیا جب اس کی مجلس دراز ہو گئی۔ تو وہ اٹھ کھڑا ہوا جب جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہے۔ تو آپؐ نے اس کے لئے واپسی کا حکم دیا تو اسے بلایا گیا جب وہ واپس آیا تو آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا کچھ قرآن بھی تمھیں یاد ہے۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے فلاں فلاں سورۃ یاد ہے۔ چند سورتوں کے نام گنوائے۔ آپؐ نے پوچھا ان کو حفظ یا یاد سے پڑھ سکتے ہو۔ اس نے کہا ہاں آپؐ نے فرمایا کہ اس قرآن کی بدولت جو تمھارے پاس ہے مین نے اس عورت کا تمھیں مالک بنا دیا۔ معلوم ہوا کہ تنگدست آدمی بھی شادی کر سکتا ہے۔

عورت کا نام ام شریک یا خولہ بنت حکیم ہے۔

بَابُ الْاَكْفَاءِ فِى الدِّيْنِ

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا

ترجمہ۔ دین کا کفو معتبر ہے نسب کا کفو ضروری نہیں اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ اللہ وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پھر اسے نسب اور دامادگی بنائی تیرا رب بڑی قدرت والا ہے۔

حدیث (۴۷۲۹) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا حُذَيْفَةَؓ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِشَمْسٍ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ تَبَنّٰى سَالِمًاؓ فَاَنْكَحَهٗ بِنْتَ اَخِيْهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِاِمْرَاَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ كَمَا تَبَنَّى النَّبِيُّ ﷺ زَيْدًاؓ وَكَانَ مَنْ تَبَنّٰى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ اِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيْرَاثِهٖ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ وَمَوَالِيْكُمْ فَرُدُّوْا اِلٰى اٰبَائِهِمْ فَمَنْ لَمْ يُعْلَمْ لَهٗ اَبٌ كَانَ مَوْلًى وَاَخًا فِي الدِّيْنِ فَجَائَتْ سَهْلَةُؓ بِنْتُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ ثُمَّ الْعَامِرِيِّ وَهِيَ امْرَاَةُ اَبِيْ حُذَيْفَةَؓ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا نَرٰى سَالِمًا وَلَدًا وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ مَا قَدْ عَلِمْتَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ ....

ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس جو ان لوگوں میں سے تھے جو جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بدر کی لڑائی میں حاضر تھے۔ انہوں نے حضرت سالمؓ کو اپنا منہ بولا بیٹا (لے پالک) بنالیا تھا۔ اور اس نے اپنی بھتیجی ھند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ سے نکاح کر دیا جو انصار کی ایک عورت کا غلام تھا۔ جس طرح کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو لے پالک بنا لیا تھا۔ اور زمانہ جاہلیۃ میں یہ دستور تھا کہ لوگ لے پالک کو اسی کی طرف نسبۃ کر کے پکارتے تھے۔ اور وہ اسکی جائیداد کا وارث بھی بنتا تھا۔ یہانتک کہ اللہ تعالے نے متبنی کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ کہ ان کو اپنے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارو موالیکم تک۔ پس یہ لوگ اپنے باپ کی طرف لوٹا کر پکارے جانے لگے۔ پس جس کا باپ معلوم نہ ہو سکا وہ مولی اور دینی بھائی کہلاتا تھا۔ حضرت سھلہ بنت سھیل بن عمرو قرشی پھر عامری جو حضرت ابو حذیفہؓ کی بیوی تھی وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ یارسول اللہ! کہ ہم تو حضرت سالمؓ کو بیٹا سمجھتے تھے۔ اب اللہ تعالے نے اس کے بارے میں وہ کچھ نازل فرمایا ہے جس کو آپؐ جان چکے ہیں۔ پھر بقیہ حدیث کو ذکر کیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ اس باب کے اندر ترجمہ سے پہلے آیت کو ذکر کر چکے ہیں۔ بعد ازاں روایت اس لئے لائے ہیں کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کہ جو لوگ ایک دوسرے کا کفو نہیں ہیں ان میں آپس میں نکاح کرنا جائز ہے۔ لیکن کفو اور نسب کا اعتبار کرنا افضل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالے نے نسب کی مدح فرمائی ہے۔ تو اس کا اعتبار کرنا مصالح اور فوائد سے خالی نہ ہوگا۔ اگرچہ یہ امر ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابو حذیفہؓ نے حضرت سالم آزاد کردہ غلام کا نکاح اپنی بھتیجی ھندہؓ سے کر دیا۔ اسی طرح حضرت جناعہ حضرت مقداد کے نکاح میں تھی۔ جو ان کا ہم نسب نہیں تھا۔ اسی طرح فاظفر بذات الدین کہ دین والی عورت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ اس سے بھی تنبیہ کرنا ہے کہ نسب پر دین کو ترجیح دی جائے۔ اور اسی طرح آپ کا یہ ارشاد کہ ہذا خیر من ملأ الاوحق ومثل ہذا اس سے بھی اس طرح اشارہ ہے۔ کہ دین ہی راجح ہے جس کی طرف زیادہ توجہ کرنا مطلوب ہے۔ تو مقدین غیر مقدین سے افضل ہوا۔ اگرچہ وہ نسب اور مال میں غیر مقدین سے کم ہو۔ تو جب یہ مقدین غیر مقدین سے بہتر ہوا تو اس سے نکاح کر دینا افضل ہوا

توان سب احادیث باب سے واضح ہوا کہ زیادہ قابل اعتبار دین ہے جس کا کفاءۃ میں اعتبار کرنا چاہئے۔

حدیث (۴۷۳۰) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا لَعَلَّكِ اَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اَجِدُنِيْ اِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّيْ وَاشْتَرِطِيْ وَقُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ........

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت ضباعہ بنت الزبیرؓ کے پاس تشریف لائے ان سے فرمایا کہ شاید تمھارا ارادہ حج کرنے کا ہے۔اس نے کہا واللہ! میں تو بیمار رہتی ہوں۔حج کیسے ہوگا جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حج کے لئے جاؤ شرط لگاؤ اور یوں کہو کہ اللہ! میرے حلال ہونے کی وہی جگہ ہوگی جہاں آپ نے مجھے روک دیا اور وہ حضرت مقداد بن اسود کے نکاح میں تھیں۔

حدیث (۴۷۳۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ...... عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عورت سے چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔یا تو اس کے مال کی وجہ سے یا اس کے حسب ونسب کی وجہ سے یا اس کی خوبصورتی کی وجہ سے یا اس کے دین کی وجہ سے۔باقی سب فانی ہیں۔ تمھارے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں دین والی عورت کے لئے کامیابی حاصل کرو۔

حدیث (۴۷۳۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ عَنْ سَهْلٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَاتَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا قَالُوْا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ يُسْتَمَعَ قَالَ ثُمَّ سَكَتَ فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ مَاتَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا قَالُوْا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَلَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَا يُسْتَمَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا

ترجمہ۔ حضرت سھلؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گذر ہوا۔ آپؐ نے لوگوں سے پوچھا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو۔انہوں نے کہا کہ یہ شخص اس لائق ہے کہ اگر یہ کسی عورت کے لئے منگنی کا پیغام بھیجے تو اس سے نکاح کردیا جائے۔ اگر کسی کے بارے میں سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کرلی جائے۔ یہ کوئی بات کہے تو کان لگا کر اس کی بات سنی جائے۔ پھر آپؐ خاموش رہے ایک دوسرا آدمی غریب ومفلس مسلمانوں میں سے گذرا تو آپؐ نے پوچھا اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے وہ کہنے لگے کہ اگر کسی عورت سے خطبہ کرے تو اس سے کوئی نکاح

کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اگر سفارش کرے تو اسکی سفارش قبول نہ کی جائے۔ اگر بات کرے تو کوئی کان لگا کر بات نہ سنے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ اس جیسے لوگوں سے زمین پر ہو تو ان سے سایہ فقیر مؤمن بہتر ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ آیت کے بعد روایت کو ذکر کرنے کی وجہ صرف شیخ گنگوہیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ دیگر شراحؒ اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ البتہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں آیت کے لانے کی غرض امام بخاریؒ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس سے نسب اور صہر کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے ساتھ کفاءۃ کے احکام متعلق ہیں۔ اور قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ نسباً وصہراً سے آدمی کی دو قسمیں بتلائی گئی ہیں ایک تو ذو نسب یعنی ایک تو وہ مرد جن کی طرف نسب کا سلسلہ چلتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے فلاں بن فلاں فلانہ بنت فلاں اور دوسرے ذوات صہر یعنی وہ عورتیں جن سے سلسلہ مصاہرت قائم ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ نسب سے قربۃ مراد ہے۔ اور صھراً سے مصاہرت یعنی نکاح کے سبب جو تعلقات قائم ہوتے ہیں انساب سے تعلقات استوار ہوتے ہیں اور مصاہرت سے توالد و تناسل ہوتا ہے۔ شیخ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ اوصاف کفاءۃ میں فقہا کا اختلاف ہے امام مالکؒ تو صرف دین کو ہی کفو قرار دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نسب اور دین ہے۔ اور امام احمدؒ کے نزدیک دین نسب حریۃ صناعۃ اور مال ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفاءۃ میں دین نسب حریۃ صناعۃ اور نفرت دلانے والے عیوب سے صحیح سالم ہونا ہے۔ اور شہریوں میں مالداری کا اعتبار کرتے ہیں دیہاتیوں میں نہیں۔ اس تفصیل کے بعد ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک کفاءۃ عورت اولیاء کا حق ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ کفاءۃ حق اللہ ہے۔ حق آدمی نہیں ہے۔ بائیں ہمہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرلے تو نکاح جائز ہو گا۔ باطل نہیں ہو گا۔ البتہ اولیاء کو فسخ کا حق حاصل ہے اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم وہ آخرت کے اعتبار سے ہے ہماری گفتگو احکام دنیا میں ہے۔ اور کفاءت کے معتبر ہونے میں حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی روایت کافی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا اے علی! تین کاموں میں دیر نہیں کرنی۔ جب نماز کا وقت آجائے تو دیر نہ کرو۔ جنازہ حاضر ہو تو جلدی نماز پڑھ کر دفن کرو۔ غیر شادی شدہ عورت کا جب کفو مل جائے تو پھر دیر نہ کرو۔ اور حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے لامنعن فروج ذوات الانساب الا من الاکفاء۔ کہ حسب نسب والی اپنے کفو میں شادی کریں۔ اور آپ کا ارشاد ہے لا تنکحوا النساء الا من الاکفاء الحدیث۔ کہ عورتوں کا نکاح کفو کے اندر کرو۔ بہر حال غیر کفو کے اندر نکاح کرنے کو کوئی بھی حرام نہیں کہتا۔ البتہ ولایت کی نکاح میں شرط اس لئے ہے تاکہ عورت اپنے آپ کو غیر کفو میں ضائع نہ کرے۔ اب باب کی پہلی روایت میں حضرت ابو حذیفہؓ نے اپنی بھتیجی کا نکاح حضرت سالمؓ سے کر دیا۔ جو آزاد کردہ غلام تھے۔ قریش کا کفو نہیں تھے۔ دوسری روایت میں حضرت ضباعۃ کا نکاح مقداد سے ثابت ہوا۔ جو قریش کے حلیف تھے۔ اور حضرت ضباعۃ بنت الزبیر ہاشمیہ تھیں۔ اگر نسب کا اعتبار ہوتا تو یہ نکاح صحیح نہ ہوتے۔ لیکن اس پر کہا جاتا ہے کہ عورت نے اپنا حق ساقط کر دیا۔ اور اولیاء راضی ہو گئے۔ اس لئے نکاح قائم رہا۔ فاظفر بذات الدین یعنی مطمح نظر ہر چیز میں دین ہونا چاہئے خصوصاً اس معاملہ میں جس میں زندگی بھر کا گذارہ کرنا ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے لامۃ سوداء ذات دین افضل۔ کہ کالے رنگ والی دیندار باندی افضل ہے۔ کیونکہ حسن و جمال کبھی ہلاکت کا موجب بن جاتا ہے۔ اور مال و متاع انسان کو مغرور بنا دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے

وہ سرکشی کرتا ہے۔ لاخیر ...... اگر پہلا شخص کافر ہے۔ پھر دین والے مسلمان کا بہتر ہونا واضح ہے۔ اگر مؤمن ہو تو پھر آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کا علم ہو گیا۔ یا یہ کہ حدیث سے علی الاطلاق فقیر مؤمن کا غنی مؤمن سے بہتر ہونا ثابت ہوا۔ بالوحی سے جواب دینا اس لئے صحیح نہیں کہ ظاہر ہے آنحضرت ﷺ نے دونوں کو پہچان کر یہ ارشاد فرمایا۔ دوسرے روایت سے ثابت ہے کہ دوسرے آدمی حضرت جعیل بن سراقہ تھے جو آپؐ کے اصحاب میں سے ہیں۔ جو عباد اللہ صالحین سے بہتر ہیں۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ہذا خیر کے ارشاد سے ہر فقیر کی دین کی وجہ سے غنی پر فضیلت ثابت ہوئی۔ جو ہر عورت کے لئے کفو بن سکتا ہے۔ تو ہر فقیر کی غنی پر فضیلت ثابت نہ ہوئی دین کو فوقیت ہوئی۔ حضرت سالم بن معقل ثبینہ انصاریہ کے غلام تھے۔

باب الاکفاء فی المال وتزویج المقل المثریۃ

ترجمہ۔ کفاءۃ میں مال کا اعتبار ہے لیکن مفلس آدمی اگر دولتمند عورت سے شادی کرلے تو جائز ہے۔

حدیث (۴۷۳۳) حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃَ اَنَّہٗ سَاَلَ عَائِشَۃَؓ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی ...... قَالَتْ یَا ابْنَ اُخْتِیْ ھٰذِہِ الْیَتِیْمَۃُ تَکُوْنُ فِیْ حَجْرِ وَلِیِّھَا فَیَرْغَبُ فِیْ جَمَالِھَا وَمَالِھَا وَیُرِیْدُ اَنْ یَنْتَقِصَ صَدَاقَھَا فَنُھُوْا عَنْ نِکَاحِھِنَّ اِلَّا اَنْ یُقْسِطُوْا فِیْ اِکْمَالِ الصَّدَاقِ وَاُمِرُوْا بِنِکَاحِ مَنْ سِوَاھُنَّ قَالَتْ وَاسْتَفْتَی النَّاسُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَاءِ اِلٰی وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ لَھُمْ اَنَّ الْیَتِیْمَۃَ اِذَا کَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمَالٍ رَغِبُوْا فِیْ نِکَاحِھَا وَنَسَبِھَا فِیْ اِکْمَالِ الصَّدَاقِ وَاِذَا کَانَتْ مَرْغُوْبَۃً عَنْھَا فِیْ قِلَّۃِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ نے حضرت عائشہؓ سے ان خفتم ان لا تقسطوا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بھانجے! یہ ایک یتیم لڑکی اپنے وارث کی پرورش میں ہوتی تھی وہ اس کے حسن اور مال کی وجہ سے اس سے نکاح کرنا تو چاہتا تھا لیکن حق مہر میں کمی کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اور مطالبہ کرنے والا تو کوئی نہیں تھا تو ان کو ایسی عورتوں سے نکاح کرنے سے رد کر دیا گیا ہے۔ البتہ اگر ان کے مہر کو پورا ادا کرنے میں انصاف سے کام لیں تو پھر اجازت ہے۔ ورنہ ان کے ماسوا دیگر عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ فرماتی ہیں کہ اس آیت کے بعد لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ عورتوں کے بارے میں تم سے حکم طلب کرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ ان سے نکاح کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا کہ جب یتیمہ جمال ومال والی ہو اور ان سے تم نکاح کرنا چاہتے ہو

تَرَكُوْهَا وَاَخَذُوْا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ فَكَمَا يَتْرُكُوْنَهَا حِيْنَ يَرْغَبُوْنَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَّنْكِحُوْهَا اِذَا رَغِبُوْا فِيْهَا اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهَا وَيُعْطُوْهَا حَقَّهَا الْاَوْفٰى مِنَ الصَّدَاقِ ......

تو حکم دیا کہ مہر پورا کر دو۔ اور جب مال اور جمال کی قلت کی وجہ سے اس نکاح کرنے میں دلچسپی نہیں ہے۔ تو ان کو چھوڑ دیتے ہو۔ اور دوسری عورتوں سے نکاح کر لیتے ہو۔ تو فرماتی ہیں کہ جس طرح عدم دلچسپی کی صورت میں ان کو چھوڑ دیتے ہو۔ اس طرح دلچسپی کی صورت میں بھی ان سے نکاح نہ کرو۔ البتہ اگر ان سے انصاف کرتے ہوئے ان کا مہر کا حق پورے کا پورا ادا کرو تو پھر نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ الاان تقسطوا ...... ۷۶۳ اس روایت سے ترجمہ کو اس طرح ثابت فرمایا کہ عورتوں کے نکاح کے جائز ہونے کو صرف دولتمندوں سے مقید نہیں کیا۔ حالانکہ ان عورتوں کا دولتمند ہونا واضح ہو چکا تو اس سے تزویج المقل المثریہ ثابت ہو گیا۔ کہ تنگدست آدمی دولتمند عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہوا کہ جب یتیم لڑکی مالدار ہو۔ اور ولی فقیر ہو تو جب وہ اس کا مہر پورا کر دے تو نکاح صحیح ہے۔ تو اس سے کفاءۃ فی المال ثابت ہو گئی۔ یہی ترجمۃ الباب تھا۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے فجعلہ نسباً اس سے معلوم ہوا کفاءۃ نسب کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ ہر مخلوق پانی سے پیدا شدہ ہے۔ سب اللہ کے بندے ہیں اور ان میں نسب اور مصاہرۃ (دامادگی) ثابت ہے۔ کسی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اس لئے نسب کا اعتبار تو نہ ہوا البتہ کفاءۃ فی الدین کا اعتبار ہو گا۔ البتہ کفاءۃ فی النسب کا اعتبار دفع فتنہ وفساد کے لئے ہے۔ تاکہ اولیا کو عیب اور عار لاحق نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اولیا غیر کفو میں شادی کرنے پر راضی ہو جائیں تو ان کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اور باب الاکفاء فی المال یہ ثابت کرتا ہے کہ مال کے اندر بھی کفاءۃ معتبر ہے۔ فنھوا عن نکاحھن معلوم ہوا کہ جب تنگدست آدمی بوجہ قلت مال یا بخل کی وجہ سے حق مہر پورا نہ کر سکے تو مالدار عورت سے اسے نکاح کرنے کا حق نہیں ہے۔ البتہ اگر حق مہر پورا کر دے تو نکاح کر سکتا ہے۔ اگر وہ عورت اس سے زیادہ مالدار ہو۔ اور ہدایہ میں ہے کفاءۃ مال یہ ہے کہ اس کے مہر اور نان ونفقہ کا مالک ہو۔ امام ابو یوسفؒ قدرت علے النفقہ کا اعتبار کرتے ہیں۔ قدرۃ علے المھر کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ حضرات طرفین کے نزدیک کفاءۃ فی الغنی معتبر ہے۔ تو بہت دولتمند عورت ہو قادر علی النفقہ والمھر اس کا کفو نہیں بن سکتا۔ کیونکہ لوگ کثرتِ پر فخر کرتے ہیں اور فقر کو عار سمجھتے ہیں۔

بَاب مَا يُتَّقٰى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْاَةِ

ترجمہ۔ عورت کی نحوست سے بچنا چاہئے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ ......

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بیشک تمہارے دشمن ہیں۔

حدیث (۴۷۳۴) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْ لَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ الشُّؤْمُ فِی الْمَرْاَۃِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ ......

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نحوست عورت۔ مکان اور گھوڑے میں ہے۔

حدیث (۴۷۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَکَرُوا الشُّؤْمَ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنْ کَانَ الشُّؤْمُ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الدَّارِ وَالْمَرْاَۃِ وَالْفَرَسِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس لوگوں نے نحوست کا ذکر کیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر نحوست کسی چیز میں ہے تو وہ حویلی عورت اور گھوڑے میں ہو سکتی ہے جب ان میں نہیں تو اور بھی کسی چیز میں نہیں۔

حدیث (۴۷۳۶) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ ابْنُ یُوْسُفَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْ لَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الْفَرَسِ وَالْمَرْاَۃِ وَالْمَسْکَنِ

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو گھوڑے عورت اور رہائش گاہ میں ہوتی۔ جب ان میں نہیں تو اور کہاں ہو گی۔

حدیث (۴۷۳۷) حَدَّثَنَا اٰدَمُ ......عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَاتَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ ......

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد عورتوں سے کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کو زیادہ نقصان پہنچانے والا ہو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ مایتقی من شوم المراۃ ۷۶۳ اس باب سے امام بخاریؒ نے ان دو احادیث کو جمع کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عورت وغیرہ میں نحوست نہیں ہے اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ ان میں نحوست ہے تو جمع بین الروایتین اس طرح ہوا کہ جہاں نفی ہے وہاں شوم سے نحوست مراد ہے۔ اور جس روایت میں اثبات ہے وہ شوم سے مراد اضرار ہے نقصان پہنچانا مخالفت کرنا ظاہری یا باطنی عداوت کرنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اوجز میں اس بارے میں بسط سے کلام کیا ہے۔ بقول حافظ "الشئوم بضم الشین ضد الیمن ہے۔ بمعنے نحوست۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین چیزوں میں نحوست موجود ہے۔ امام مالکؒ کا یہی قول ہے۔ دیگر جمہور حضرات فرماتے ہیں کہ علے شوط وجودہ روایات میں جزم نہیں ہے۔ چنانچہ امام طحاویؒ ان روایات میں شک کی بنا پر فرماتے ہیں کہ اگر نحوست موجود ہوتی

توان تین چیزوں میں ہوتی۔ جب ان میں نہیں ہے تو اور کسی چیز میں نہ ہوگی۔ اور فرمایا کہ یہ ابتداً اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے **مااصاب من مصيبة في الارض ولافي انفسكم الا في كتاب الاية** یعنی زمین اور تمھاری جانوں کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر وہ کتاب اللہ میں ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ شئوم سے مراد عدم موافقت اور بد خلقی ہے۔ جیسے حدیث میں ہے **سعادة المرأ المرأة الصالحة والمسكن الصالح والمركب الصالح ومن شقاوة المرء والمرأة السوء والمسكن السؤ والمركب السؤ** اور عمدہ توجیہ وہ ہے جو قطب گنگوہی نے کوکب دری میں ذکر فرمائی ہے کہ شئوم کے دو معنی ہیں ایک نحوست مطلق دوسرے اضرار کہ طبیعت کو ناگوار گذرے جس کی وجہ سے مشقتیں برداشت کرنی پڑیں اور تنفر طبع کا باعث بنے اس جگہ نفی فرمائی ہے۔ اس سے پہلے معنی مراد ہیں جس جگہ اثبات ہے۔ اس سے دوسرے معنی مراد ہیں۔ چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حدیث متروک الظاہر ہے اس لئے کہ اس حدیث میں ہے لاطیرۃ یہاں نکرہ تحت النفی عموم کے لئے ہے اور عورت کی نحوست کے بارے میں اس کی بد خلقی غیر صالح ہونا اور بچے نہ جننا اور مہر کا گراں ہونا اور اس کا قناعت نہ کرنا بھی شامل ہے۔

باب الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

ترجمہ۔ کسی آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں ہونا کیسا ہے۔

حدیث (۴۷۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوْسُفَ ...... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْ بُرَيْرَةَ ثَلٰثُ سُنَنٍ عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَبُرْمَةٌ عَلَى النَّارِ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ خُبْزٌ وَاُدْمٌ مِنْ اُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ اَلَمْ اَرَالْبُرْمَةَ فَقِيْلَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ عَلٰى بُرَيْرَةَ وَاَنْتَ لَاتَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَعَلَيْهَاصَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ میں تین سنتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ آزاد ہوئیں اور انہیں اختیار دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غلام کا متروکہ مال اسی شخص کا ہوگا جس نے اس کو آزاد کیا ہے۔ تیسرا یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو ہنڈیا آگ پر تھی جس میں گوشت پک رہا تھا پس آپؐ کے سامنے روٹی اور گھر کا سالن پیش کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا گوشت کی ہنڈیا نہیں دیکھی تو آپؐ سے کہا گیا کہ وہ تو ایسا گوشت ہے کہ جو حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا گیا ہے۔ اور آپؐ صدقہ کا مال نہیں کھایا کرتے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ گوشت اس پر صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ ہدیہ میرے لئے حلال ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ عتقت ۷۶۳ اس روایت باب سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ جب وہ روایت تسلیم کرلی جائے جو امام شافعیؒ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت بریرہؓ آزاد ہوئیں تو ان کا خاوند غلام تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ نے خیار عتق کے بارے میں اس مقام پر تو اجمال سے کام لیا ہے البتہ تقریر ترمذی اور ابو داؤد میں بسط سے کلام فرمایا ہے۔ جس کو اوجز میں میں نے بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی باندی آزاد ہو۔ اور اس کا خاوند غلام ہو تو بالاجماع آزاد شدہ باندی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ عبد کے نکاح میں رہے یا نہ رہے۔ لیکن جب اس کا خاوند آزاد ہو تو مسئلہ خلافیہ ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک باندی کو خیار فسخ حاصل نہیں ہے۔ اسے اسی خاوند کے نکاح میں رہنا پڑے گا۔ البتہ امام شعبیؒ ثوریؒ اور نخعیؒ اور احنافؒ فرماتے ہیں کہ اسے فسخ کا اختیار حاصل ہے۔ اختلاف کا دارومدار علتہ خیار پر ہے۔ دیگر ائمہؒ کے نزدیک علتہ اختیار عدم کفاءۃ ہے۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ جب خاوند آزاد ہو تو کفاءۃ ثابت ہے۔ اور جب عبد ہو تو کفاءۃ ثابت نہیں ہے۔ احنافؒ وغیرہم کے نزدیک علتہ خیار ملک بضع ہے۔ کیونکہ باندی آزادی سے قبل صرف دو طلاق لینے کی حقدار تھی آزادی کے بعد تین طلاقوں کا محل بن گئی۔ اور یہ علتہ ادنی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ملکت بضعک فاختاری ترجمہ کہ تو اب اپنی شرمگاہ کی مالک بن گئی۔ اب تجھے اختیار ہے پہلے نکاح پر رہو یا نہ رہو۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جب حضرت بریرہؓ آزاد ہوئی ہیں تو انہیں اختیار دیا گیا۔ البتہ اس میں روایات کے اندر اختلاف ہے کہ اس وقت ان کا خاوند غلام تھا یا آزاد تھا۔ ائمہ ثلاثہؒ عبد والی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ضابطہ کے موافق ہے احنافؒ ان کے آزاد ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کی اس علتہ کے موافق ہے۔ جو حدیث سے مستنبط ہوئی اس بارے میں تین حضرات راوی ہیں۔ حضرت اسود کی روایت تعارض اور شک سے خالی ہے۔ تو کوکب میں قطب گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ہم اسود کی روایت کو اس لئے لیتے ہیں تاکہ آپؐ کے ارشاد طلاق الامۃ ثنتان کا خلاف نہ ہو جس میں خاوند کے عبد اور حر ہونے کی کوئی قید نہیں ہے اگر بالفرض خاوند عبد ہو تو پھر طلاق الامۃ ثنتان پر عمل متروک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر ہم عتق کی صورت میں باندی کو خیار نہ دیں تو اس سے لازم آیا کہ طلاق کا اعتبار مردوں کے رویے میں ہے۔ حالانکہ اعتبار تو عورت کا تھا کہ اگر وہ باندی ہے تو دو طلاق کا محل ہے اگر وہ آزاد ہے تو تین طلاق کا محل ہے عتق سے اس کی ملکیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر آزاد نہ ہو تو اضافہ نہ ہوا۔ شوافعؒ جب طلاق کا اعتبار مردوں سے کرتے ہیں تو وہ معتقہ کیلئے خیار ثابت نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک عورت کی کسی صفت میں تبدیلی نہیں آئی۔ اور خاوند کے عبد ہونے کی صورت میں وہ اسے خیار اس لئے دیتے ہیں کہ تحت العبد استفراش اس کے لئے عار ہوگا۔ ہمارے ہاں دونوں صورتوں میں یعنی خاوند کے عبد اور حر ہونے میں حدیث پر عمل ہو جاتا ہے۔ اور ان کے ہاں ایک حدیث طلاق الامۃ ثنتان متروک ہو جاتی ہے۔ لایثبت بالروایۃ الموردۃ امام بخاریؒ نے روایت کو مختصر بیان کیا ہے۔ جس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ حضرت بریرہؓ کی آزادی کے وقت ان کے خاوند حر تھے یا عبد تھے۔ لیکن امام بخاریؒ کے ترجمہ باندھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت بریرہؓ کی آزادی کے وقت ان کے خاوند غلام تھے اس لئے ان کو اختیار دیا گیا۔ جس کی حدیث باب میں کوئی تصریح نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ کا استدلال تام نہ ہوا۔ البتہ ترجمہ سے ترجیح احد القولین ثابت ہوئی شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بہر حال دونوں مذہبوں پر مدعی ثابت ہے۔ کیونکہ حرہ جب عبد کے نکاح میں ہوئی تو اسے دونوں مذہب کے مطابق خیار حاصل ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عدم کفاءۃ کی بنا پر اور احنافؒ کے نزدیک ملک بضع کی وجہ سے۔ تو امام بخاریؒ نے

ترجمہ سے اتحاد مذہبین مع اختلاف عتقین کی طرف اشارہ فرمادیا۔ حضرت بریرہؓ کے خاوند حضرت مغیث تھے جن کے کثرت رونے پر آپؐ نے سفارش فرمائی جس پر حضرت بریرہؓ نے فرمایا کہ اگر حکم ہے تو سر آنکھوں پر۔ سفارش ہے تو قبول نہیں کرتی جس کا آپؐ نے برنہ منایا اور وہ حضرت مغیث کے نکاح سے الگ ہو گئیں۔

باب لَايَتَزَوَّجُ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعٍ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ؓ يَعْنِيْ مَثْنٰى اَوْثُلَاثَ اَوْرُبَاعِ ...

ترجمہ۔ یعنی جمع نہیں کرنا ہر ایک کو دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ وقولہ عزوجل اولی اجنحة مثنی وثلث ورباع یعنی یہاں بھی واؤ بمعنے او کے ہے مثنٰی او ثلث اور باع

حدیث (۴۷۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عَائِشَةَ ؓ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّاتُقْسِطُوْافِي الْيَتَامٰى قَالَتِ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ وَهُوَ وَلِيُّهَا فَيَتَزَوَّجُهَا عَلٰى مَالِهَا وَيُسِيْئُ صُحْبَتَهَا وَلَايَعْدِلُ فِيْ مَالِهَا فَلْيَتَزَوَّجْ مَنْ طَابَ لَهٗ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهَا مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ان خفتم الا تقسطوا...... وہ اس آیت کی تفسیر کے بارے میں فرماتی ہیں کہ یتیم لڑکی کسی ولی کی پرورش میں ہوتی۔ وہ اس کے مال کی وجہ سے اس سے نکاح کر لیتا لیکن اس سے سلوک اچھا نہیں کرتا تھا اور نہ ہی اس کے مال میں عدل وانصاف سے کام لیتا۔ تو اس کو حکم ہوا کہ اس کے سوا جو عورتیں تمھیں اچھی لگیں ان سے نکاح کر لو خواہ دو دو سے یا تین تین سے یا چار چار سے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ترجمہ الباب نہ تو آیت سے ثابت ہے اور نہ روایت سے البتہ اجماع آیت اس پر دال ہے اور آپ کا وہ ارشاد بھی دلیل ہے کہ جس نے چار سے زائد عورتیں کر رکھی ہیں زائد کو جدا کر دے۔ علی بن الحسینؒ سے حضرت زین العابدین مراد ہیں۔ جنہوں نے واؤ کو جمع کے لئے نہیں بلکہ او کے معنی میں قرار دیا۔ اس سے روافض کارد کرنا ہے۔ جو واؤ کو جمع کے لئے مانتے ہیں۔ اور نو عورتوں سے نکاح کی اجازت دیتے ہیں۔ دوسری دلیل یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خود نو عورتوں کو نکاح میں رکھا۔ آخری دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ تو آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی۔ خالصة لک من دون المؤمنین۔ پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ واؤ جمع کے لئے ہوتی تو اتنی لمبی عبارت کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے الخ تو نیا کا لفظ تھا۔ دوسرے فرشتوں کے لئے مثنی وثلاث ورباع اس سے مجموع مراد ہے جمع نہیں ہے۔ کیونکہ ہر فرشتہ کے لئے اس عدد مذکور کا مجموع ثابت ہے۔ جمع نہیں ہے۔ علی بن الحسین کا قول اس لئے نقل کیا کہ روافض کے اعتقاد کے مطابق ان کا قول زیادہ معتبر ہے ورنہ دلائل تو اور بھی ہیں۔

29/1

بَاب وَاُمَّهَاتُكُمُ الَّاتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ وَيُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يُحَرِّمُ مِنَ النَّسَبِ۔

ترجمہ۔ کہ جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہی رشتے رضاعۃ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

حدیث (۴۷۴۰) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ عُمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَؓ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَؓ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَؓ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَائِشَةُؓ لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ فَقَالَ نَعَمْ الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تھے انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو حضرت حفصہؓ کے گھر میں آنے کی اجازت مانگتا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ آدمی آپؐ کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ جس پر آپ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ حضرت حفصہؓ کا رضاعی چچا ہے۔ میں نے اس کو اجازت دینے پر کہا کہ اگر میرا فلاں رضاعی چچا زندہ ہوتا تو کیا وہ بھی میرے پاس بے حجابانہ آسکتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں رضاعۃ (دودھ پینے سے) بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت اور پیدائش سے حرام ہوتے ہیں۔

حدیث (۴۷۴۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اَلَا تَتَزَوَّجُ ابْنَةَ حَمْزَةَؓ قَالَ اِنَّهَا ابْنَةُ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَالَ بِشْرٌ مِثْلَهٗ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ آپؐ حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح کیوں نہیں کرتے آپؐ نے فرمایا وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے بھتیجی سے نکاح کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

حدیث (۴۷۴۲) حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ اَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ اَبِيْ سَلَمَةَؓ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَؓ ابْنَةَ اَبِيْ سُفْيَانَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت ام حبیبہؓ خبر دیتی ہیں کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ میری بہن درۃ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیں۔ آپؐ نے تعجب سے پوچھا کہ کیا تم اسے پسند کرتی ہو میں نے جواب دیا ہاں کیونکہ میں اکیلی تو آپؐ کے پاس نہیں۔

انکح اختی بنت ابی سفیان فقال او تحبین ذلک فقلت نعم لست لک بمخلیة واحب من شارکنی فی خیر اختی فقال النبی ﷺ ان ذلک لا یحل لی قلت فانا نحدث انک ترید ان تنکح بنت ابی سلمة قال بنت ام سلمة قلت نعم فقال لو انها لم تکن ربیبتی فی حجری ما حلت لی انها لابنة اخی من الرضاعة ارضعتنی وابا سلمة ثویبة فلا تعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن قال عروة وثویبة مولاة لابی لهب کان ابو لهب اعتقها فارضعت النبی ﷺ فلما مات ابو لهب اریه بعض اهله بشر حیبة قال له ماذا لقیت قال ابو لهب لم الق بعدکم غیر انی سقیت فی هذه بعتاقتی ثویبة ......

میں جانتی ہوں کہ اس کار خیر میں اگر میرا کوئی شریک بنے تو وہ میری بہن ہو۔ جس پر آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے حلال نہیں۔ جمع بین الاختین حرام ہے یعنی دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ میں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ آپؐ ابی سلمہ کی بیٹی زینب سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا وہ ام سلمہ زوج النبی کی بیٹی ہے میں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ میری سوتیلی بیٹی نہ ہوتی تو بھی وہ میرے لئے حلال نہیں ہے۔ اسلئے کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے مجھے اور ابو سلمہ کو بی بی ثویبہؓ نے دودھ پلایا تھا پس تم اپنی بیٹیاں اور بہنیں میرے پیش نہ کیا کرو۔ حضرت عروةؒ فرماتی ہیں کہ ثویبہؓ ابولھب کی باندی تھی۔ ابولھب نے آپؐ کی ولادت کی خوشی میں اسے آزاد کر دیا تھا جس نے جناب نبی اکرم ﷺ کو اپنا دودھ پلایا جب ابولھب مر گیا تو وہ اپنے بعض رشتہ داروں کو یعنی حضرت عباس کو بری حالت میں دکھایا گیا۔ توانہوں نے اس سے پوچھا کیسے گذری تو کہا کہ تمھارے بعد مجھے اور تو کچھ نہیں ملا سوائے اس کے کہ مجھے اس انگلی سے تھوڑا سا پانی پلایا جاتا ہے جس سے میں نے بی بی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

باب من قال لا رضاع بعد حولین لقوله تعالی حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة وما یحرم من قلیل الرضاع وکثیره...

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ رضاعت دو سال کے بعد لاگو نہیں ہے۔ حولین کاملین سے استدلال کیا ہے اور یہ کہ دودھ پینا تھوڑا ہو یا زیادہ وہ حرمت ثابت کرتا ہے

حدیث (۴۷۴۳) حدثنا ابو الولید عن عائشة ان النبی ﷺ دخل علیها وعندها رجل

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس ایسے حال میں تشریف لائے کہ ان کے پاس ایک آدمی تھا جس کو دیکھتے ہی غیرت سے چہرہ انور بدلنے لگا۔

فَكَأَنَّهُ تَغَيَّرَ وَجْهُهُ كَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ إِنَّهُ أَخِي فَقَالَ انْظُرْنَ مِنْ إِخْوٰنِكُنَّ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ......

گویا کہ آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔ انہوں نے کہا یہ تو میرا رضاعی بھائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا خوب غور کرلو کہ تمھارے بھائی کون ہیں۔ رضاعۃ کا حکم تو بھوک کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے۔ جس زمانہ میں دودھ بھوک کو رفع کرتا ہے وہ عرصہ دو سال کا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لا رضاع بعد حولین سے احنافؒ پر رد کرتا ہے جو اکثر مدت رضاعت اڑھائی سال قرار دیتے ہیں۔ حمله وفصاله ثلثون شهراً نیز! جمہور کے نزدیک قلیل وکثیر رضاعت محرم ہے۔ خمس رضعات وعشر مضعات کی روایات منسوخ ہیں من المجاعة رجوع یعنی رضاعۃ سے حرمت تب ثابت ہوگی جب بچپن میں دودھ لیا جائے جبکہ دودھ کے سوا اور کوئی عذر نہ ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ رضعات سے کم پر حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ امهاتكم الاتی ارضعنكم ترجمہ۔ تمھاری وہ مائیں جنہوں نے تمھیں دودھ پلایا اس میں قلیل وکثیر کی کوئی قید نہیں ہے۔

باب لَبَنِ الْفَحْلِ

ترجمہ۔ نر آدمی کا دودھ۔

حدیث (۴۷۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ ......عَنْ عَائِشَةَؓ أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آیت حجاب نازل ہونے کے بعد میرے رضاعی چچا ابوالقعیس کے بھائی افلح میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی میں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ پس جب جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو جو کچھ میں نے سلوک کیا تھا اس کی اطلاع آپؐ کو دی آپؐ نے مجھے اس کو اجازت دینے کا حکم دیا معلوم ہوا کہ جو مرد دودھ کا باعث بنتا ہے اس کے اور اس کے رشتہ دار اس دودھ کی وجہ سے رضاعی حکم میں شامل ہیں۔

باب شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

ترجمہ۔ آیا صرف ایک دودھ پلانے والی کی گواہی کافی ہے۔

حدیث (۴۷۴۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِؓ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَجَاءَتْنَا

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کر لیا پس ایک کالی عورت آکر کہنے لگی

امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُكُمَا فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ بِنْتِ فُلَانٍ فَجَائَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ لِيْ اِنِّيْ قَدْ اَرْضَعْتُكُمَا وَهِيَ كَاذِبَةٌ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَاَتَيْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ قُلْتُ اِنَّهَا كَاذِبَةٌ قَالَ كَيْفَ بِهَا وَقَدْ زَعَمَتْ اَنَّهَا قَدْ اَرْضَعَتْكُمَا دَعْهَا عَنْكَ وَاَشَارَ اِسْمَاعِيْلَ بِاِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى يَحْكِيْ اَيُّوْبَ ....

میں تو تم دونوں کو دودھ پلا چکی ہوں میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں نے فلانۃ بنت فلاں سے شادی کر لی اب ایک کالی کلوہٹی عورت آکر مجھے کہتی ہے کہ میں تو تم دونوں کو دودھ پلا چکی ہوں۔ حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے منہہ مبارک پھیر لیا میں نے آپؐ کے چہرہ انور کی طرف آکر کہا کہ وہ عورت جھوٹی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم اس بیوی سے کیسے نفع اٹھا سکتے ہو۔ حالانکہ وہ عورت مرضعہ کہہ رہی ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا۔ اس بیوی کو اپنے آپ سے الگ کر دو۔ اسماعیل راوی نے اپنی دونوں انگلیوں شہادت والی اور درمیانی سے اشارہ کیا وہ اپنے استاد ایوب کی نقل کرتے تھے جنہوں نے اپنی دو انگلیوں سے جدائی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ اشار اسماعیل ۷۶۵ اشارہ کی کیفیت یہ تھی کہ پہلے دونوں انگلیوں کو ملا لیا پھر ان دونوں کو جدا کرتے ہوئے اشارہ کر دیا کہ تفریق کر کے تم دونوں اس طرح ہو جاؤ۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت قطب گنگوہیؒ نے اشارہ کی جو وضاحت فرمائی ہے وہ دیگر شراح سے زیادہ اتبع ہے۔ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ اشار یعنی فرق بین السبابة والوسطی وقال فرقها عنك هكذا یعنی سبابہ اور درمیانی انگلی میں جدائی کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بیوی کو اپنے سے اس طرح جدا کر دو۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں باصبعیہ زوجین کی طرف اشارہ ہے۔ یحکی حکایت سے فعل النبی ﷺ کی نقل کرنا ہے کہ آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور زبان سے ارشاد فرمایا دعهاعنک اب مسئلہ اختلافی یہ ہے کہ آیا رضاعت میں محض ایک مرضعہ کی شہادت کافی ہے یا نہیں۔ حضرت امام احمدؒ اور اسحاقؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ البتہ یمین قسم ضرور دلائی جائے۔ حضرت امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ رضاعۃ میں ایک عورت کی شہادت کافی نہیں۔ البتہ احتیاطاً عورت کو اپنے سے الگ کر دے اور امام مالکؒ اور ابن لیلی کا مسلک یہ ہے کہ رضاعت دو عورتوں یا چار عورتوں کی شہادت سے ثابت ہو جائیگی۔ اور احنافؒ کے نزدیک جبتک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت نہ دیں رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔ حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر تو ترافع ہے اور نہ ہی اور شہادت بلکہ محض اخبار و استفسار ہے۔ جس کو احتیاط پر محمول کیا جائیگا ورنہ رضاعت بھی اسی طرح ثابت ہو گی جس طرح مال کا ثبوت بشہادت رجلین اور رجل وامرئتین سے ہو گا۔ حضرت امام شافعیؒ کا قول یہ بھی ہے کہ چار عورتوں کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جائیگی میرے نزدیک امام بخاریؒ کا میلان امام احمدؒ کے مسلک کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ لہذا انہوں نے اس باب پر محض یہی ایک حدیث ذکر فرمائی ہے۔

بابُ مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ۔۔

ترجمہ۔باب ان عورتوں کے بارے میں جو حلال یا حرام ہیں۔

وقوله تعالى حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ اِلَى قَوْلِهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا وَقَالَ اَنَسٌ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ذَوَاتُ الْاَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ لَا يَرٰى بَأْسًا اَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهٗ مِنْ عَبْدِهٖ وَقَالَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا زَادَ عَلٰى اَرْبَعٍ فَهُوَ حَرَامٌ كَاُمِّهٖ وَابْنَتِهٖ وَاُخْتِهٖ وَقَالَ لَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ......

ترجمہ۔اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ تم پر تمھاری مائیں بیٹیاں اور بہنیں پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام ہیں اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جو عورتیں خاوندوالی اور آزاد ہیں وہ بھی حرام ہیں البتہ جن باندیوں کے تم مالک ہو وہ حلال ہیں چنانچہ جو آدمی اپنی باندی کو اپنے غلام سے کھینچ لے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور آیت قرآن میں ہے کہ مشرکہ عورتیں جبتک ایمان نہ لے آئیں ان سے نکاح مت کرو اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں اور چار عورتوں سے زیادہ بھی حرام ہیں جس طرح ماں۔بیٹی اور بہن حرام ہے۔احمد بن حنبلؒ نے ہمیں یہی فرمایا۔

حديث (٤٧٤٦) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حُرِّمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَءَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ ...... وَجَمَعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ ابْنَةِ عَلِيٍّ وَامْرَأَةِ عَلِيٍّ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ بِهٖ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ مَرَّةً ثُمَّ قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ وَجَمَعَ الْحَسَنُ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَيْنَ ابْنَتَيْ عَمٍّ فِيْ لَيْلَةٍ وَكَرِهَهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ لِلْقَطِيْعَةِ وَلَيْسَ فِيْهِ تَحْرِيْمٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ .قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِذَا زَنَا بِاُخْتِ امْرَأَتِهٖ لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهٗ وَيُرْوٰى عَنْ يَحْيٰى

ترجمہ۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نسب سے بھی سات عورتیں حرام ہیں۔اور عورت کی رشتہ داری سے بھی سات حرام ہیں پھر انہوں نے آیت قرآنی حرمت علیکم امھاتکم ...... تلاوت فرمائی۔اور عبداللہ بن جعفرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی اور حضرت علیؓ کی بیوی دونوں کو نکاح میں جمع کیا۔ابن سیرین پھر فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔البتہ حسن بصریؒ نے ایک مرتبہ تو اسے مکروہ سمجھا پھر فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور حسن مثنی جو حضرت حسن بن علیؓ کے بیٹے تھے انہوں نے چچا کی دو بیٹیوں کو ایک رات میں جماع میں جمع کیا لیکن جابر بن زید نے قطع رحمی کی وجہ سے اسے مکروہ قرار دیا ہے البتہ حرمت اس میں نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے

الْكِنْدِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَأَبِيْ جَعْفَرٍ فِيْ مَنْ يَلْعَبُ بِالصَّبِيِّ إِنْ أَدْخَلَهُ فِيْهِ فَلَا يَتَزَوَّجَنَّ أُمَّهُ وَيَحْيٰى هٰذَا غَيْرَ مَعْرُوْفٍ لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ وَقَالَ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا زَنَا بِهَا لَا تَحْرُمُ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِيْ نَصْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَرَّمَهُ وَأَبُوْ نَصْرٍ هٰذَا لَمْ يُعْرَفْ بِسَمَاعِهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرُوِيَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَجَابِرَ بْنِ زَيْدٍ وَالْحَسَنِ وَبَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ تَحْرُمُ عَلَيْهِ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ حَتّٰى يُلْزِقَ بِالْأَرْضِ يَعْنِيْ تُجَامِعَ وَجَوَّزَهُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ الزُّهْرِيُّ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عَلِيٌّ لَا تَحْرُمُ وَهٰذَا مُرْسَلٌ .....

ان محرمات کے علاوہ باقی سب تمہارے لئے حلال ہیں۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بیوی کی بہن اپنی سالی سے زنا کرے تو بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی۔ اور یحی کندی امام شعبیؒ اور ابو جعفر اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو بچوں سے کھیلتا ہے یعنی کسی بچے سے لواطت کر کے اس کی دبر میں دخول کر لیا تو اس کی ماں سے نکاح نہ کرے۔ لیکن یہ یحی غیر معروف ہے اور اس کا متابع بھی کوئی نہیں ہے۔ اور حضرت عکرمہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کسی نے سالی سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی۔ البتہ ابو بصر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ اسے حرام قرار دیتے تھے۔ لیکن اس ابو بصر کا سماع ابن عباسؓ سے غیر مشہور ہے حضرت عمران بن حصینؓ جابر بن زیدؓ اور حسن بصری اور بعض عراق والوں سے مروی ہے کہ بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی۔ یہانتک کہ اسے زمین سے چمٹادے یعنی سالی سے جماع کر لیا جائے ابن المسیب عروۃ اور زہری نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ اور زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی لیکن یہ روایت مرسل ہے۔ موقوف ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ لا یری باساان ینزع ۷۶۵۔ ۷ حضرت انسؓ آیت قرآنی کی تفسیر کے ضمن میں ماملکت ایمانکم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس مولی نے اپنی باندی کسی غلام کے نکاح میں دے دی اب اس کو اس سے کھینچ لینے کا حق حاصل ہے۔ اور وہ اس کو طلاق دے سکتا ہے۔ جمہور ائمہؒ فرماتے ہیں کہ مولی کو اپنی باندی کے طلاق دینے کا حق حاصل نہیں رہا۔ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے الطلاق لمن اخذ بالساق جس نے پنڈلی پکڑلی طلاق اسی کا حق ہے۔ اور آیت کا محمل وہ جنگی قیدی عورتیں ہیں جن کے شوہر زندہ ہوں استبراء کے بعد ان سے وطی کرنا جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ قطب گنگوہیؒ کی یہ تقریر ظاہر الفاظ بخاری کے موافق ہے۔ ورنہ شراح کے کلام سے جو مسئلہ سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ آیا شادی شدہ باندی کو خرید سکتا ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے بیان کے مطابق مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ عبد کی تطلیق کے بعد

مولی اسے کھینچ سکتا ہے۔ غرض کہ طلاق اختیار مولی میں سے ہے۔ اور دوسری تقریر میں ہے کہ طلاق مملوکہ کا اختیار نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے **الطلاق لمن اخذ ساقیها** جو عورت کی پنڈلیوں کا مالک ہے وہی طلاق کا مالک ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ کے قول کی تائید علامہ کرمانیؒ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ مزوجات حرام ہیں مگر **مزوجه بالعبد** کے کھینچ لینے کا مولی کو اختیار ہے خواہ عبد طلاق نہ بھی دے۔ تو اب حضرت انسؓ کا مسلک حضرت جابرؓ اور اس کے مسلک کے موافق ہوا کہ **طلاق بید السید** ہے۔ لیکن جمہور صحابہ کرامؓ اور فقہاء عظام کا مسلک یہ ہے کہ جب مولی نے عبد کو نکاح کی اجازت دے دی ہے تو طلاق کا حق بھی عبد کو ہوگا۔ اور ابن عمرؓ کی روایت مؤطا میں ہے **فالطلاق بید السید** البتہ سید کو ان میں جدائی کرانے کا حق ہے جب کہ وہ کسی شادی شدہ باندی کو خرید کرے۔

وقوله من الصهر سبع ثم قرء ۷۶۵۔۱۰ چونکہ مفہوم عدد کا معتبر نہیں اسلئے روایات میں سبع کے عدد کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ نسب وصہر میں سات سات سے زائد بھی محرمات ہیں۔ تو اب آیت سے استدلال یا محض پہلے جملہ کے لئے ہوگا۔ یا یوں کہا جائے کہ مقصود آیت سے مدعی کو ثابت کرنا ہے۔ خواہ وہ مفہوم صریح سے ثابت ہو یا نص کے تابع ہو اور عام اس سے کہ وہ تو تابید یعنی ہمیشہ کے لئے ہو یا وقتی ہو اس تاویل کے بعد آیت کا سات عورتوں کی حرمت پر دلالت کرنا صحیح ہو جائیگا بشرطیکہ ضمیر خطاب سے پہلے زوجہ کا لفظ رکھا جائے **حرمت علیکم امهات زوجاتکم وبناتهن واخواتهن** ...... اس طرح سات عورتیں صہر سے ثابت ہو جائینگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی آیت کریمہ میں نصاً سات نسبی عورتوں کا ذکر ہے صہر والی کا نہیں ہے البتہ **امهات نسائکم وربائبکم** میں نص موجود ہے اور الی علیما حکیما کہ دونوں آیتوں کے آخر کی طرف اشارہ کیا ہے تو اس طرح پندرہ عورتوں کا ذکر ہوا۔ رضاعت صہر سے تعبیر کرنا مجازاً ہوگا اس طرح امرأة الغیر صہر کہنا بھی مجازاً ہوگا۔ اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ صہر ہی میں امہات اور بنات جو اصل ہیں ان کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ وہ اساس اور بنیاد ہیں۔ پھر نسب کی قرآنی ترتیب کے مطابق ہو اخوات وعمات وغیرہ بھی داخل ہو جائینگی۔ صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ آیت کریمہ میں ہمیشہ ہمیشہ والی محرمات کا ذکر ہے سات نسبی ہیں اور سات سببی ہیں اس طرح چودہ محرمات کا ذکر آیت میں سے ثابت ہوا۔ نسبی سات یہ ہیں۔ ۱ مائیں ۲ بیٹیاں ۳ بہنیں ۴ پھوپھیاں ۵ خالائیں ۶ بھتیجیاں اور ۷ بھانجیاں۔ اور سببی بھی یہی ہیں۔ ۱ رضاعی ماں ۲ رضاعی بہن ۳ ساس ۴ ربیبہ ۵ بہو ۶ سالی اور ۷ شادی شدہ عورت۔

۷۶۵۔۱۲ بین ابنتی عم قطب گنگوہیؒ او **بین ابنتین کل منهما بنت عم لاخره** یعنی ان دو بیٹیوں کے درمیان جمع کیا جن میں سے ہر ایک دوسرے کی چچا کی بیٹی لگتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے مراد بنت محمد بن علی اور بنت عمر بن علی ہیں۔ ہر ایک ان میں سے دوسری کی بنت عم ہے۔ علامہ عینیؒ نے زائد لکھا ہے کہ امام مالکؒ بھی اس کو مکروہ سمجھتے ہیں اگرچہ حرام قرار نہیں دیتے۔ اور جابر بن زید نے اس کی علۃ قطع رحمی کی طرف اشارہ کردیا۔ **قال وبعض اهل العراق تحرم علیه** اس سے مراد حضرت ثوریؒ ہیں اور دلیل ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ

ان اللہ لا ینظر الی رجل نظر الی فرج امرأۃ وبنتھا امام ابراھیم نخعی اور عامر شعبی فرماتے ہیں جس شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا تو بیوی اور ساس دونوں اس پر حرام ہو جائینگی۔ یہی امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین کا مسلک ہے وہ فرماتے ہیں جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس کی ماں اور اس کی بیٹی زانی پر حرام ہو نگی جمہور ائمہ اس کا انکار کرتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا اطلاق شریعت میں معقود پر ہوتا ہے محض وطی پر نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ جو شخص اپنی سالی سے زنا کرے اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا حرام حلال کو حرام نہیں کردیتا۔ لیکن یہ روایت مرسل ہے یعنی منقطع ہے۔

باب قوله وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ۔

ترجمہ۔ سوتیلی بیٹیاں بھی حرام ہیں جو تمھاری ان بیویوں میں سے ہو جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الدُّخُولُ وَالْمَسِيسُ وَاللِّمَاسُ هُوَالْجِمَاعُ وَمَنْ قَالَ بَنَاتُ وَلَدِهَا مِنْ بَنَاتِهِ فِي التَّحْرِيمِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِأُمِّ حَبِيبَةَ لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ وَكَذٰلِكَ حَلَائِلُ وَلَدِ الْأَبْنَاءِ هُنَّ حَلَائِلُ الْأَبْنَاءِ وَهَلْ تُسَمَّى الرَّبِيبَةَ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِي حُجْرِهِ وَدَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَبِيبَةً لَهُ إِلَى مَنْ يَكْفُلُهَا وَسَمَّى النَّبِيُّ ﷺ ابْنَ ابْنَتِهِ ابْنًا......

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن حدیث میں جہاں بھی لفظ دخول ومسیس اور لماس کا آئے اس سے مراد جماع ہے اور اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ بیوی کی اولاد کی بیٹیاں بھی حرمت میں اپنی بیٹیوں کی طرح ہیں کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ سے فرمایا تو اپنی بیٹیاں اور بہنیں مجھ پر پیش نہ کیا کرو۔ تو بیٹیاں اور بہنیں کسی طرح کی ہوں وہ حرمت میں برابر ہیں۔ اسی طرح پوتوں کی بیویاں بھی بیٹوں کی بیویوں کی طرح حرام ہیں۔ اور فی حجورکم کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں اگر وہ کسی کی پرورش میں نہ ہو تب بھی اسے ربیبہ یعنی سوتیلی بیٹی کہا جائیگا۔ چنانچہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنی ربیبہ زینب بنت ام سلمہ کو ان کے کفیل نوفل اشجعی کے سپرد کیا پھر بھی ربیبہ رہی اسی طرح آپؐ نے اپنی بیٹی کے بیٹے حضرت حسنؓ کو بیٹا فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا ابنی ھذا سید۔ امام بخاریؒ کا مقصود اس ترجمہ سے ایک تو ربیبہ کی تفسیر کرنا ہے دوسرے دخول کی تفسیر مطلوب ہے۔ ربیبہ بیوی کی اس بیٹی کو کہتے ہیں جو اس کے پہلے خاوند سے ہو اور دخول کے معنی میں دو قول ہیں۔ ایک تو جماع کے معنی جو امام شافعیؒ کا قول اصح ہے دوسرے ائمہ ثلاثہ خلوۃ مراد لیتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ من قال بنات ولدھا امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ ربائبکم التی فی حجورکم میں تحریم بند نہیں ہے

بلکہ زوجہ کی اولاد کی بیٹیاں اواس کے نیچے چلے جاؤ سب حرام ہونگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں دو مسئلے ہیں ایک طرف تو امام بخاریؒ نے من قال بنات ولدھا...... بیان کیا ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جس کو حل تسمی الربیبہ سے بیان کیا ہے۔ پہلے مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنات الاولاد بھی بنات کے حکم میں ہے۔ اب اس کی علت میں بحث ہے۔ کہ جدات اور بنات البنات کی حرمت کیسے ثابت ہے۔ بعض تو حقیقت پر محمول کرتے ہیں کہ ام کا لفظ اصل کے لئے اور بنت کا لفظ فرع کے لئے وضع ہے۔ بعض نے عموم مجاز لیا ہے۔ اور بعض نے دلالۃ النص سے ثابت کیا ہے۔ بہر حال والکل صحیح۔ دوسرا مسئلہ آیت کے اندر فی حجورکم کے لفظ کا ہے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ربائب خواہ فی الحجر ہو یا نہ ہو حرمت اس کے لئے ثابت ہے۔ اور حجورکم کا خطاب عادت اور بطور غلبہ کے ہے مفہوم مخالف مراد نہیں ہے۔ داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

حدیث (۴۷۴۷) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ لَّكَ فِي بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ ؓ قَالَ فَأَفْعَلُ مَاذَا قُلْتُ تَنْكِحُ قَالَ أَتُحِبِّينَ قُلْتُ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرَكَنِي فِيكَ أُخْتِي قَالَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي قُلْتُ بَلَغَنِي أَنَّكَ تَخْطُبُ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ ؓ قَالَ ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ ؓ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي مَا حَلَّتْ لِي أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ دُرَّةُ بِنْتُ أُمِّ سَلَمَةَ ؓ ......

ترجمہ۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ کو ابوسفیان کی بیٹی کی ضرورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں اس کو کیا کرونگا۔ میں نے کہا آپؐ نکاح کرلیں گے۔ آپؐ نے پوچھا کیا یہ تمھیں پسند ہے۔ میں نے کہا میں اکیلی تو آپؐ کے ہاں نہیں ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپؐ کے نکاح میں اگر میرے ساتھ کوئی شریک ہو تو وہ میری بہن ہو۔ آپؐ نے فرمایا وہ تو میرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں نے کہا مجھے تو خبر پہنچی ہے کہ آپؐ نے درۃؓ بنت ابی سلمہؓ کو منگنی کا پیغام بھیجا ہے۔ آپؐ نے پوچھا وہ ام سلمہ کی بیٹی! میں نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا اگر وہ میری ربیبہ نہ بھی ہوتی تب بھی میرے لئے حلال نہیں کیونکہ مجھے اور اس کے باپ کو ملی ثوبیہؓ نے دودھ پلایا تھا۔ تو روایت میں بنات اور اخوات میں کوئی قید نہیں ہے اور ربیبہ میں بھی کوئی قید نہیں۔

باب قوله تعالى وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

حدیث (۴۷۴۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ

ترجمہ۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی

اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْکِحْ اُخْتِیْ بِنْتَ اَبِیْ سُفْیَانَ قَالَ اَتُحِبِّیْنَ قَالَتْ نَعَمْ لَسْتُ لَکَ بِمُخْلِیَةٍ وَاَحَبُّ مَنْ شَارَکَنِیْ فِیْ خَیْرٍ اُخْتِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ ذٰلِکَ لَایَحِلُّ لِیْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَوَاللّٰہِ اِنَّا لَنَتَحَدَّثُ اِنَّکَ تُرِیْدُ اَنْ تَنْکِحَ دُرَّةَ بْنَ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ بِنْتُ اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَوَاللّٰہِ لَوْ لَمْ تَکُنْ فِیْ حَجْرِیْ مَاحَلَّتْ لِیْ اِنَّھَا اَبْنَةُ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ اَرْضَعَتْنِیْ وَاَبَاسَلَمَةَ ثُوَیْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَیَّ بَنَاتِکُنَّ وَلَا اَخَوَاتِکُنَّ ....

یارسول اللہ آپ میری بہن ابو سفیان کی بیٹی سے نکاح کر لیں آپ نے پوچھا کیا تمھیں پسند ہے میں نے کہاہاں! میں کوئی آپ کی نکاح میں اکیلی تو نہیں ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اس امر خیر میں اگر میرے ساتھ شریک ہو تو میری بہن ہو۔ آپ نے فرمایا یہ جمع بین الاختین دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا میرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں نے کہایارسول اللہ! واللہ ہم تو آپس میں باتیں کرتی رہتی ہیں کہ آپ درۃ بنت ابی سلمہؓ سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا وہ ام سلمہ ام المؤمنین کی بیٹی! میں نے کہاہاں! آپ نے فرمایاواللہ اگر وہ میری پرورش میں نہ ہوتی تب بھی میرے لئے حلال نہیں تھی۔ کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھ کو اور ابو سلمہ کو ملی ثویبہؓ نے دودھ پلایا تھا۔ پس اپنی بیٹیاں اور اپنی بہنیں مجھ پر پیش نہ کیا کرو۔

باب لَاتُنْكِحُ الْمَرْأَةُ عَلٰی عَمَّتِهَا۔

ترجمہ۔ ایسی عورت سے نکاح نہ کیا جائے کہ اس کی پھوپھی پہلے سے نکاح میں موجود ہو۔

حدیث (۴۷۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ...... عَنِ الشَّعْبِیِّ سَمِعَ جَابِرًا قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ تُنْکَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰی عَمَّتِھَا اَوْخَالَتِھَا وَقَالَ دَاؤُدُ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ ....

ترجمہ۔ حضرت شعبیؒ نے حضرت جابرؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ کے اوپر نکاح کیا جائے کیونکہ ان کے جمع کرنے سے قطع رحمی ہوگی بوجہ سوکن ہونے کے۔

حدیث (۴۶۵۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِھَا وَلَا بَیْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِھَا ....

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت اور اسکی پھوپھی اور عورت اور اس کی خالہ کو ایک کے نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔

حدیث (۴۷۵۱) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ...... اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ نَهَى النَّبِىُّ ﷺ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَالْمَرْأَةُ وَخَالَتُهَا فَنُرَاى خَالَةَ اَبِيْهَا بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ لِاَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَنِىْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَرِّمُوْا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يُحَرَّمُ مِنَ النَّسَبِ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا خالہ کی موجودگی میں اس سے نکاح کیا جائے۔ بیوی کے باپ کی خالہ کو بھی اسی درجہ میں رکھا گیا ہے کیونکہ حضرت عروہؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں انہیں کو رضاعت سے بھی حرام قرار دو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فتری خالة ابیها ۷۶۶ خالہ سے مراد عام ہے خواہ اس کا تعلق بیوی کے خاوند سے نسبی ہو یا رضائی ہو اسی طرح اب (باپ) سے بھی عام مراد ہے۔ خواہ وہ بیوی کا نسبی باپ ہو یا رضائی ہو اس سے بہت سے شقوق اور فروع نکلتے ہیں اس اعتبار سے حرموا من الرضاعۃ سے دلیل پکڑنا صحیح ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ خالۃ لھا من الرضاعۃ بتلک المنزلۃ یعنی نسبی باپ کی خالہ کے برابر ہے جس کا ذکر ضمناً آگیا ہے۔ کیونکہ خالہ اور اس کی بہنیں وہ بھی پھوپھی کی طرح حرام ہیں۔ کیونکہ خالہ کا اطلاق جیسے اپنی خالہ پر ہوتا ہے ایسے باپ کی خالہ پر بھی ہوتا ہے۔ اس طرح اوپر چلے جاؤ۔ اس لئے کہ گذر چکا کہ ابن اور بنت کا اطلاق ابن الابن (پوتے) اور بنت کا اطلاق لغت کے اعتبار سے بنت البنت (پوتی۔ نواسی) پر بھی ہوتا ہے۔ تو جب نسبی خالہ کا ذکر ضمناً آگیا تو وخالتھا کے ضمن میں اس کا حکم بھی مذکور ہوگیا۔ یعنی وہ ان کے ساتھ نکاح میں جمع نہیں ہوسکتی۔ اور اسی پر خالہ الاب من الرضاعۃ کے حکم کو قیاس کر لیا جائے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں قولہ نری یہ امام زہری کا کلام ہے۔ اگر بفتح النون ہو تو اعتقاد کے معنی ہیں۔ اور بالضم ہو تو گمان کے معنی ہونگے۔ اور نظن خالة ابیها مثل خالتها فی الحرمة اور آخری حرف یا کے ساتھ بھی مروی ہے۔ یعنی یری جمہور ائمہ ان احادیث کی بنا پر احل لکم ما وراء ذالکم کے عموم قرآنی میں تخصیص کرتے ہیں۔ احنافؒ کے نزدیک احادیث مشہورہ سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ رضا احاد سے کتاب اللہ میں تخصیص جائز ہے۔

باب الشغار

حدیث (۴۷۵۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ......عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهٗ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔ نکاح شغار یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی بیٹی دوسرے سے اس شرط پر

عَلٰے اَنْ یُزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ اِبْنَتَهُ لَیْسَ بَیْنَهُمَا صَدَاقٌ۔۔

نکاح کر دے کہ وہ بھی اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دے انکے درمیان اور مہر نہیں ہو گا۔وٹہ سٹہ کی شادی نکاح شغار ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جمہور ائمہ کے نزدیک نکاح شغار باطل ہے۔لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ اس کے صحیح ہونے کا قول کرتے ہیں البتہ مہر مثل کو واجب قرار دیتے ہیں۔اور یہی اکثر ائمہ کا مسلک ہے۔البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورتیں حرام ہیں لیکن اگر اللہ تعالے کے بتائے ہوئے طریقہ سے نکاح کیا جائے تو حلال ہو جاتی ہیں۔ورنہ حرام ہیں۔تو جب آپؐ نے نکاح شغار (وٹہ سٹہ) کی شادی سے روک دیا تو حرام ہو گا۔

باب هَلْ لِلْمَرْأَةِ اَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِاَحَدٍ

ترجمہ۔کیا کسی عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی کے لئے ھبہ کر دے۔

حدیث(۴۷۵۳)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيْمٍ مِنَ اللَّاتِيْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَمَا تَسْتَحِيْ الْمَرْأَةُ اَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِلرَّجُلِ فَلَمَّا نَزَلَتْ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ رَوَاهُ اَبُوْسَعِيْدٍ۔۔

ترجمہ۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خولہ بنت حکیمؓ ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے اپنے آپ کو حضرت نبی اکرم ﷺ کے لئے ھبہ کیا تھا۔جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس عورت کو شرم نہ آئی جس نے اپنے آپ کو کسی مرد کے لئے ھبہ کر دیا۔پس جب یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ کہ آپؐ ان پر سے جس کو چاہیں پیچھے کر دیں۔تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں تو دیکھ رہی ہوں کہ اب رب آپؐ کی خواہش جلدی پوری کرتے ہیں۔اس کو ابو سعید مؤدب نے روایت کیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حضرت عائشہؓ کے کلام میں راوی نے اختصار کر دیا اول کلام یہاں مذکور نہیں ہے۔وہ یہ کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو اپنی عورتوں کے بارے میں رخصت دے دی گئی جس سے باری مقرر کرنا آپؐ پر واجب نہ رہا۔آیت اس معنی پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے۔جواز ھبہ پر استدلال حدیث سے ہو گا۔بشرطیکہ فی ھواک کے قول سے مراد یہی ہو۔تو پھر امرأۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی سے ہو گا۔جو اگرچہ اس جگہ مذکور نہیں ہے۔لیکن اس تقریر ثانی کی بنا پر وہ مراد ضرور ہے تو بعض آیت کے ذکر سے اس کی طرف اشارہ ہو گیا۔بس اتنا ہی احتجاج کے لئے کافی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس حدیث میں پانچ مباحث ہیں۔ ا ر ہبہ عورت کا حکم جناب نبی اکرم ﷺ کا خاصہ ہے۔یا یہ حکم عام ہے۔اس میں اختلاف ہے جس کی طرف امام بخاریؒ اپنے قول ھل سے اشارہ کیا ہے۔دوسرا مبحث یہ ہے کہ اگر یہ حکم عام ہے تو پھر لفظ ھبہ سے نکاح منعقد ہو گا یا نہیں۔ تیسرا مبحث یہ ہے کہ جب لفظ ھبہ سے نکاح جائز ہو تو اس لفظ ھبہ کی بنا پر بغیر مہر کے نکاح جائز ہو گا کہ نہیں پھر اسکی دو صورتیں ہیں کہ آیا بغیر ذکر مہر کے نکاح جائز ہو گا۔دوسرے یہ کہ بغیر مہر کے نکاح صحیح ہو گا یا نہیں۔پانچواں مبحث یہ ہے جس کو قطب گنگوہیؒ نے اپنے قول فی کلام عائشہؓ اختصار سے بیان کیا ہے اوجز میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے میں نے لکھا ہے کہ غیر نبی کیلئے بغیر مہر کے نکاح جائز نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت کو وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبی الاية سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حدیث باب سے بھی واضح ہوتا ہے۔اگر نبی اکرم ﷺ کے لئے جائز نہ ہوتا تو آپؐ انکار فرمادیتے۔اور جب ایک صحابی نے کھڑے ہو کر اس واھبہ سے نکاح کرنے کا سوال کیا تو آپؐ نے بغیر مہر کے اس کے لئے نکاح جائز قرار نہ دیا۔ حتی کہ بما معه من القرآن پر اس سے نکاح کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ بغیر عوض کے غیر نبی کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ورنہ آپ بار بار اس سے معاوضہ کا مطالبہ نہ کرتے۔ حالانکہ وہ بیچارہ سخت مسکین تھا۔اب محض لفظ ھبہ اور بغیر مہر کے نکاح کو جمہور ائمہ باطل قرار دیتے ہیں۔ حضرات حنفیہؒ اور امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں نکاح صحیح ہے۔ البتہ مہر مثل واجب ہو گا۔ انکی دلیل احللنا لک ازواجک اللاتی اتیت اجورھن سے ہے۔کہ بیویاں تب حلال ہونگی جب مہر ادا کریں۔اور لفظ ھبہ سے انعقاد نکاح آپؐ کی خصوصیت ہے۔کہ واہبہ مہر نہ لے خالصة لك من دون المؤمنين لكيلا يكون عليك حرج اور حرج لزوم مہر کی صورت میں ہے۔نہ کہ لفظ تزویج نکاح منعقد ہونے میں حرج ہے۔دوسری بحث اوجز میں اس طرح ہے کہ لفظ النکاح اور تزویج سے نکاح منعقد ہو گا۔اس پر تو اجماع ہے البتہ دیگر الفاظ میں اختلاف ہے۔امام شافعیؒ اور ان کے موافقین فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کے بغیر نکاح منعقد نہ ہو گا۔البتہ سفیان ثوریؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ لفظ ھبہ تملیک اور صدقہ سے بھی انعقاد نکاح ہو جائیگا۔ جبکہ مہر کا ذکر کر دیا جائے۔ان کا استدلال بخاری کی اس حدیث باب سے ہے جس میں ہے ملکتکھا بما معك من القرآن بلکہ احنافؒ اور مالکیہؒ تو یہانتک فرماتے ہیں کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہو جائیگا۔ جو معنی نکاح پر دلالت کرے۔بشرطیکہ اس کے ساتھ مہر کا ذکر ہو۔البتہ لفظ عاریہ اجارہ اور وصیة سے نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ تیسری بحث یہ تھی کہ آیا بغیر ذکر مہر کے نکاح منعقد ہو جائیگا۔یا نہیں۔ تو بالاجماع یہ جائز ہے۔البتہ کمال یہ ہے کہ مہر کا ذکر کر دیا جائے۔البتہ ذکر مہر نکاح کے لئے شرط نہیں ہے۔کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے لا جناح عليكم ان طلقتمو النساء مالم تمسوھن او تفرضو لھن فريضة چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ اگرچہ مہر کا ذکر نہ کیا جائے پھر بھی نکاح صحیح ہے۔کیونکہ نکاح لغۃً انضمام اور ازدواج کا نام ہے اس لئے وہ زوجین سے تمام ہو جائیگا۔البتہ شرعاً مہر واجب ہے۔ تاکہ محل شریف منت میں نہ جائے تو ذکر مہر ضروری نہ ہوا اور جہاں ذکر نہ ہو وہاں دخول سے مہر مثل واجب ہو گا۔چوتھا مبحث یہ تھا کہ اگر سرے سے مہر کی نفی کر دی جائے تو نکاح تو جائز ہو گا خواہ مہر کا ذکر کرے یا نفی کرے بہر حال مہر مثل واجب ہو گا۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ باقی سب ائمہ کے نزدیک نکاح صحیح ہے۔امام مالکؒ کا اس میں اختلاف ہے۔وہ فرماتے ہیں جیسے بیع میں کوئی ثمن کی نفی کر دے تو ثمن لازم نہیں ایسے مہر بھی

ثمن کی طرح ہے۔ لیکن ابن ھمامؒ فرماتے ہیں کہ جیسے بیع بلا ثمن جائز نہیں ایسے نکاح بھی بشرط لا مہر صحیح نہ ہوگا۔ مگر ہم نے قیاس کو حدیث کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ دوسرے بیع تو شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہے۔ نکاح شرط فاسد سے فاسد نہ ہوگا۔ اور شی کا وجود بغیر شرط کے محقق نہ ہوگا۔ اس لئے مہر مثل لازم ہوگا۔ اور مبحث خامس کو شیخ گنگوہیؒ نے فی کلام عائشہؓ نوع اختصار سے بیان فرمایا ہے۔ جس کا دارومدار ترجی من تشاء اور مسئلہ باری پر ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ پر اپنی بیویوں کی باری مقرر کرنا واجب نہیں رہا تھا اگر آیت کا شان نزول واھبات ہیں تو پھر فی ھواک سے استدلال ہوگا۔ جو آیت کے اس حصہ سے ثابت ہوگا۔ وان امرأۃ مؤمنۃ وھبت نفسھا...... جس کا ذکر حدیث میں نہیں ہے لیکن وہ مراد ضرور ہے۔ اور بعض آیت کے ذکر سے اس کی طرف اشارہ کافی ہے۔ واھبات میں ام شریک بھی ہے۔

بَاب نِكَاحِ الْمُحْرِمِ
ترجمہ۔ احرام باندھنے والے کا نکاح کرنا کیسا ہے

حدیث (٤٧٥٤) حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ ...... اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ اَنْبَأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍؓ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے حالت احرام میں جناب نبی اکرم ﷺ کے نکاح کرنے کی ہمیں خبر دی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ احنافؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ محرم کے لئے وطی تو حرام ہے۔ البتہ نکاح کرنا حلال ہے۔ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کا یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ عدم جواز کا حکم دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی احنافؒ کے مسلک کی تائید کر رہے ہیں ورنہ کوئی منع کی حدیث ذکر کرتے۔ محرم اور محرمہ کا نکاح جائز ہے خواہ مزوج محرم کیوں نہ ہو خواہ احرام صحیح ہو یا فاسد ہو

بَاب نَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ اَخِيْرًا۔
ترجمہ۔ آپؐ نے آخر عمر میں نکاح متعہ سے منع فرمادیا۔

حدیث (٤٧٥٥) حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنُ عَلِيٍّ وَاَخُوْهُ عَبْدُاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِمَا اَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ .....

ترجمہ۔ حضرت علیؓ نے ابن عباسؓ سے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ خیبر کے زمانہ میں نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔

حدیث (٤٧٥٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے متعہ النسا کے متعلق

عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَرَخَّصَ فَقَالَ لَهٗ مَوْلًی لَهٗ اِنَّمَا ذٰلِكَ فِی الْحَالِ الشَّدِیْدِ وَفِی النِّسَاءِ قِلَّةٌ اَوْنَحْوَهٗ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ ....

پوچھا گیا تو انہوں نے اجازت دے دی تو ان کے نزدیک ایک غلام نے کہا کہ یہ اجازت کسی سخت ضرورت کے وقت ہوگی۔ یا عورتوں کی قلت ہو یا کوئی اس طرح کی اور صورت ہو انہوں نے فرمایا ہاں اسی طرح ہے۔

حدیث (۴۷۵۷) حَدَّثَنَا عَلِیٌّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا فِیْ جَیْشٍ فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهٗ قَدْ اُذِنَ لَكُمْ اَنْ تَسْتَمْتِعُوْا فَاسْتَمْتِعُوْا وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ حَدَّثَنِیْ اِیَاسُ بْنُ سَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَیُّمَا رَجُلٍ وَامْرَاَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةُ مَا بَیْنَهُمَا ثَلٰثُ لَیَالٍ فَاِنْ اَحَبَّا اَنْ یَّتَزَایَدَا اَوْ یَتَتَارَكَا فَمَا اَدْرِیْ اَشَیْءٌ كَانَ لَنَا خَاصَّةً اَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ وَبَیَّنَهٗ عَلِیٌّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ ..

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک لشکر میں تھے۔ کہ ہمارے پاس جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک قاصد پہنچا جس نے کہا کہ تمہیں متع کرنے کی اجازت دی جاچکی ہے۔ پس تم لوگ متعہ کرلو۔ اور صرف حضرت سلمہ بن الاکوعؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو د اور عورت آپس میں اتفاق کرلیں تو وہ آپس میں تین رات گذران کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اگر چاہیں تو مدت کو زیادہ کرلیں یا ایک دوسرے سے قطع تعلق کرلیں میں نہیں جانتا کہ یہ ہم لوگوں کی خصوصیت تھی یا یہ حکم سب لوگوں کے لئے عام تھا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں حضرت علیؓ نے اخیر میں جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت فرمائی کہ نکاح متعہ منسوخ ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ ان علیا قال لا بن عباسؓ ۷۶۷۔ ۲ ظاہراً حضرت علیؓ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ اوطاس میں متعہ کی اجازت حالت اضطرار پر محمول ہے اور یہ رخصت غیر قیاسی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر زمن خیبر کے ساتھ مقید کرنے کا کیا فائدہ ہوگا۔ بلکہ اثبات مدعی میں مضر ثابت ہوگا۔ کیونکہ فعل اخیر فعل اول کے لئے ناسخ ہوتا ہے۔ تو جب متعہ اوطاس سے حرمت منسوخ ہوگئی تو ابن عباسؓ پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ شاید ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے کلام پر قناعت نہ کی ہو تو بنابریں انہوں نے متعہ کے جواز کا حکم دے دیا۔ فقال ابن عباسؓ نعم یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عباسؓ حالت اضطرار کے سوا علی الاطلاق جواز متعہ کا حکم نہیں دیتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کی روایات متعہ کے بارے میں مختلفہ ہیں۔ حافظؒ نے ان کی تفصیل

بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ چھ مقامات ہیں۔ ۱ خیبر ۲ عمرۃ القضا ۳ فتح مکہ ۴ غزوۂ اوطاس ۵ غزوۂ تبوک ۶ اور حجۃ الوداع۔ حنین کا ذکر حافظؒ نے نہیں کیا۔ یا تو ان سے ذھول ہو گیا یا عمداً اسے ترک کر دیا۔ کیونکہ راویوں کی غلطی تھی یا یہ کہ غزوہ میں ان مواطن کی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ غزوۂ خیبر اور غزوۂ فتح کے ماسوا کوئی صحیح اور صریح حدیث باقی نہیں رہی۔ اور غزوۂ خیبر کے بارے میں کلام ہو چکا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صواب یہ ہے کہ متعہ کی تحریم اور اباحت دو مرتبہ واقع ہوئے ہیں۔ غزوۂ خیبر سے پہلے مباح تھا خیبر میں ہی حرمت کا حکم ہوا پھر فتح مکہ کے موقع پر اباحۃ کا حکم ہوا وہ اوطاس کا سال ہے۔ پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرمت کا حکم ہوا اور اباحۃ کے تکرار میں کوئی مانع نہیں ہے۔ بلکہ بعض نے تین مرتبہ اور اس سے اکثر میں بھی حرمت کو ثابت کیا ہے۔ تو جب روایات سب صحیحہ ہیں تو جمع بین الروایات کی صورت یہ ہو گی۔ کہ ان کو تعدد پر محمول کیا جائے۔ بہتر صورت جمع کی محققین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ متعہ کی ملت حضر میں اور رفاھۃ کی حالت میں تو ہے نہیں۔ البتہ حالت سفر اور حالت اضطرار میں ہے۔ چنانچہ ابن مسعودؓ کی حدیث اس پر دال ہے۔ کنا نفرو لیس لنا نساء نا خص لنا...... تو تحریم متعہ متعدد مواطن میں ہو گا۔ اور اباحت حاجۃ و اضطرار میں واقع ہوئی۔ آخری حرمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوئی۔ انماذلك مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے۔ کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی رخصت متعہ حالت اضطرار میں تھی اس لئے ابن عباسؓ نے نعم کہا۔ اور خاموش ہو گئے۔ اور غلام کو کوئی جواب نہیں دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے فتویٰ سے رجوع کر چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ رجوع بعد از قصہ کے ہو گا۔ بیہقیؒ اس کی تصریح اور مسلم نے اس کی تصحیح کی ہے کہ متعہ اول اسلام میں تھا وہ بھی مضطر کیلئے بعد ازاں ممنوع ہو گیا۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ آپؓ کے فتویٰ کو تو شہرت حاصل ہو گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے تو یہ فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ وہ تو اضطراری صورت میں تھا ورنہ وہ بھی حرمت کے قائل تھے۔

بَاب عَرْضِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِحِ ـ

ترجمہ۔ کسی نیک بخت آدمی کے لئے کسی عورت کا اپنے آپ کو ہبہ کر دینا۔

حدیث(۴۷۵۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللهِ قَالَ اَنَسٌ جَاءَتِ امْرَأَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ اَلَكَ بِيْ حَاجَةٌ فَقَالَتْ بِنْتُ اَنَسٍ مَااَقَلَّ حَيَاءَ هَا وَاسَوْءَ تَاهُ وَاسَوْءَ تَاهُ قَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ رَغِبَتْ فِي النَّبِيِّ ﷺ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے آپ کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا کہنے لگی یا رسول اللہ! کیا آپ کو میری ضرورت ہے جس پر حضرت انسؓ کی بیٹی نے کہا کس قدر بے حیا عورت ہے۔ ہائے اس کے فعل کی قباحت ہائے اس کے فعل کی قباحت کو دیکھو تب حضرت انسؓ نے فرمایا وہ تیرے سے اچھی رہی جس نے جناب نبی اکرم ﷺ میں اپنی رغبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضور ﷺ پر پیش کیا۔

30/1

حدیث (٤٧٥٩) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ عَنْ سَهْلٍ ابْنِ امْرَأَةً عَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللهِ زَوِّجْنِيْهَا فَقَالَ مَا عِنْدَكَ قَالَ مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ قَالَ اذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَذَهَبَ فَرَجَعَ فَقَالَ لَا وَاللهِ مَاوَجَدْتُ شَيْئًا وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ وَلٰكِنْ هٰذَا اِزَارِیْ وَلَهَا نِصْفُهُ قَالَ سَهْلٌ وَمَالَهُ رِدَاءٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَا تَصْنَعُ بِاِزَارِكَ اِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَاِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى اِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ ﷺ فَدَعَاهُ اَوْ دُعِیَ لَهُ فَقَالَ لَهُ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ مَعِیَ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا لِسُوَرٍ يُعَدِّدُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَمْلَكْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو آنحضرت نبی اکرم ﷺ کے پیش کیا۔ تو ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! اس عورت کا میرے سے نکاح کر دیجئے آپؐ نے پوچھا تمھارے پاس کچھ مال بھی ہے۔ اس نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کچھ نہ کچھ تلاش کر کے لاؤ اگر چہ لوہے کی انگوٹھی بھی ہو۔ وہ چلا گیا پھر واپس آکر کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! مجھے تو کوئی چیز نہیں ملی اور نہ ہی لوہے کی انگوٹھی ملی ہے۔ البتہ یہ میری لنگی ہے اس کا آدھا اس کا اور آدھا میرا۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ اس بیچارے کے پاس صرف یہ نیچے باندھنے والی لنگی تھی اوپر والی چادر بھی نہیں تھی۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ تیری چادر کو کیا کریگی۔ اگر اسے تو باندھے گا تو اس کا کوئی حصہ اس پر نہیں ہوگا۔ اگر اس نے اسے اوڑھ لیا تو تیرے لئے کچھ نہیں بچیگا۔ تو وہ بیٹھ گیا یہانتک کہ اسکی بیٹھک لمبی ہو گئی تو وہ کھڑا ہو گیا۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھا تو اپنے پاس بلا لیا۔ یا آپؐ کے لئے اس بلایا گیا تو آپؐ نے اس سے پوچھا تمھیں قرآن مجید کا کوئی حصہ یاد ہے اس نے کہا مجھے فلاں فلاں سورۃ یاد ہے۔ انہوں نے چند سورۃ کا شمار کر دیا۔ پس آپ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جاؤ ہم نے اس حفظ قرآن کے سبب اس کا تجھے مالک بنادیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عرض المرأة ...... ۷۶ جب واھبہ کے قصہ سے حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت معلوم ہو گئی تو آخر حدیث سے ثابت کیا کہ اس میں آپ کی خصوصیت نہیں۔ رجل صالح بھی واہبہ سے نکاح کر سکتا ہے تو اس کی صلاحیت بھی مرغوب فیہ ہوئی کہ حفظ قرآن پر آپؐ نے مالک بنادیا۔

باب عَرْضِ الْاِنْسَانِ ابْنَتَهٗ اَوْ اُخْتَهٗ عَلٰى اَهْلِ الْخَيْرِ

ترجمہ۔ انسان کا اپنی بیٹی یا بہن کو اہل خیر پر پیش کرنا۔

حدیث (۴۷۶۰) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يُحَدِّثُ اَنَّ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ حِيْنَ تَاَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ قَالَ سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِيْ قَدْبَدَالِيْ اَنْ لَااَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقِ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْبَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا وَكُنْتُ اَوْجَدَ عَلَيْهِ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ قَدْعَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْتَرَكَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَبِلْتُهَا.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے جبکہ ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ خنیس بن حذافۃ سہمیؓ سے بیوہ ہوئیں جو کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھے۔ اور مدینہ میں انکی وفات ہو گئی۔ تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس آکر انہیں حضرت حفصہؓ کے نکاح کی پیشکش کی تو انہوں نے فرمایا میں ذرا اپنے اس معاملہ میں غور کر لوں۔ چند دن گذر جانے کے بعد پھر ان سے میری ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے حالات آج اس سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہؓ کا تم سے نکاح کر دوں۔ تو حضرت ابوبکرؓ خاموش ہو گئے۔ مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر حضرت عثمانؓ سے زیادہ سخت غصہ آیا۔ چند دن گذرے ہونگے کہ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے منگنی کا پیغام بھیجا پس میں نے حضرت حفصہؓ کا آنحضرت ﷺ سے نکاح کر دیا پھر جب حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا جب آپ نے حضرت حفصہؓ کے نکاح کی مجھے پیشکش کی تھی تو میں نے آپ کو اس کا کوئی جواب نہ دیا آپ شاید اس کی وجہ سے مجھ پر ناراض ہونگے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں بات تو کچھ ایسی ہے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جب تم نے مجھ سے نکاح کی پیشکش کی

تو مجھے جواب دینے سے اور کوئی مانع نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ مجھے جناب نبی اکرم ﷺ سے بی بی حفصہ کے تذکرہ کا علم ہو چکا تھا پس میں آپ کے راز کو فاش کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر آپ چھوڑ دیتے تو میں حضرت حفصہ کو قبول کر لیتا۔

حدیث (٤٧٦١) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ...... اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا اَنَّكَ نَاكِحٌ دُرَّةَ بِنْتَ اَبِىْ سَلَمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَعَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ لَوْ لَمْ اَنْكِحْ اُمَّ سَلَمَةَ مَاحَلَّتْ لِىْ اِنَّ اَبَاهَا اَخِىْ مِنَ الرَّضَاعَةِ ......

ترجمہ۔ حضرت ام حبیبہ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہماری تو باتیں چل رہی تھیں کہ آپ حضرت درۃ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ام سلمہ کی موجودگی میں؟ اگر میں نے حضرت ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تب بھی حضرت درۃ میرے لئے حلال نہیں تھیں۔ کیونکہ ان کا باپ ابو سلمہ میرا رضاعی بھائی ہے۔

تشریح از قاسمی۔ علامہ قسطلانی نے حدیث باب کی ترجمہ سے مطابقت ثابت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حدیث باب ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت ام حبیبہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ انکح اختی تو ان الفاظ سے انہوں نے اپنی بہن کے نکاح کی پیشکش کی جس کو آپ نے رد فرمادیا کہ دو بہنوں کو ایک جگہ نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَاعَرَّضْتُمْ بِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ اَكْنَنْتُمْ اَضْمَرْتُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ صُنْتَهٗ فَهُوَمَكْنُوْنٌ

ترجمہ۔ اکننتم کے معنی تم نے چھپایا اور جس چیز کو تم محفوظ کر لو وہ بھی چھپی ہوئی ہوگی

حدیث (٤٧٦٢) وَقَالَ لِىْ طَلْقٌ ...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْمَاعَرَّضْتُمْ يَقُوْلُ اِنِّىْ اُرِيْدُ التَّزْوِيْجَ وَلَوَدِدْتُ اَنَّهٗ تَيَسَّرَلِىْ امْرَاَةٌ صَالِحَةٌ وَقَالَ الْقَاسِمُ يَقُوْلُ اِنَّكَ عَلَىَّ كَرِيْمَةٌ وَاِنِّىْ فِيْكِ لَرَاغِبٌ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَائِقٌ اِلَيْكِ خَيْرًا اَوْ نَحْوَ هٰذَا وَقَالَ عَطَاءٌ يُعَرِّضُ

ترجمہ۔ فیما عرضتم کی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مرد یوں کہے کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اور میری تمنا ہے کہ کوئی نیک بخت عورت مل جائے اور حضرت قاسم تفسیر کرتے ہیں کہ خود عورت سے مخاطب ہو کر کہے کہ آپ میرے نزدیک بڑی عزت والی ہیں۔ اور بیشک میں تیرے بارے میں رغبت رکھنے والا ہوں۔ اور بیشک اللہ تعالے تیری طرف

وَلَا يَبُوْحُ يَقُوْلُ اِنَّ لِىْ حَاجَةً وَاَبْشِرِىْ وَاَنْتَ بِحَمْدِاللّٰهِ نَافِقَةٌ وَتَقُوْلَ هِىَ قَدْاَسْمَعُ مَاتَقُوْلُ وَلَا تَعِدُ شَيْئًا وَلَا يُوَاعِدُ وَلِيُّهَا بِغَيْرِ عِلْمِهَا وَاِنْ وَاعَدَتْ رَجُلًا فِىْ عِدَّتِهَا ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدُ لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا وَقَالَ الْحَسَنُ لَاتُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا الزِّنَا وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ تَنْقَضِىْ الْعِدَّةُ ......

خیر اور بھلائی چلانے والے ہیں۔ یا اس طرح کے اور الفاظ۔ اور حضرت عطاءؒ کی تفسیر یہ ہے کہ اشارہ کرے۔ صاف نہ کہے مثلاً یوں کہے کہ مجھے نکاح کرنے کی ضرورت ہے۔ اور تو بڑی خوش قسمت ہے کہ بحمداللہ تو تو چالو مال ہے وہ عورت جواب میں کہے کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں میں اسے سن رہی ہوں لیکن کسی چیز کا وعدہ نہ کرے اور نہ ہی اس کا وارث عورت کے علم کے بغیر کسی سے وعدہ کرے اگر کسی عورت نے دوران عدت کسی مرد سے وعدہ کر لیا۔ پھر اس عدت کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو ان دونوں میں جدائی نہ کرائی جائے۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں ولاتواعدوھن سرا سے مراد زنا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے یبلغ الکتاب اجلہ کی تفسیر کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ عورت اپنی عدت ختم کرلے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ لاتواعدوھن سراً اور لاتزنوھن سراً کہ خفیہ ان سے زنا نہ کرو۔ امام بخاریؒ نے بھی حسن بصریؒ سے یہی تفسیر نقل کی ہے ورنہ ظاہر سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ مواعدۃ سے وعدہ بالنکاح مراد ہے چنانچہ جلالین میں ہے او لاتواعدوھن سراً او نکاحاً سراً ای عقداً۔ اور صاحب جمل کے نزدیک اس کو سراً اس لئے کہا گیا کہ وہ سراً وطی کا سبب بنتا ہے۔ اور مواعدہ بالسر سے مراد نکاح صریح ہے یعنی صریح نکاح کا ذکر نہ کرو اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ سر اکا مطلب یہ ہے کہ اس سے خفیہ معاہدہ نہ کرلو کہ ان کے سوا اور کسی سے نکاح نہ کرو گی۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے جماع مراد ہے۔ جو کہ حالت عدۃ میں اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ اور جو لوگ زنا مراد لیتے ہیں اس میں تامل ہے۔ کیونکہ زنا کا وعدہ تو سراً و جھراً دونوں صورتوں میں ناجائز ہے۔

باب النَّظَرِ اِلَى الْمَرْاَةِ قَبْلَ التَّزْوِيْجِ ۔

ترجمہ۔ نکاح کر لینے سے پہلے عورت کو دیکھنا کیسا ہے۔

حدیث (۴۷۶۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَاَيْتُكِ فِى الْمَنَامِ يَجِيْءُ بِكِ الْمَلَكُ مِنْ فِىْ سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيْرٍ فَقَالَ لِىْ هٰذِهٖ امْرَاَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے تجھے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے ایک خاص ٹکڑے میں تجھے لایا۔ تو میں نے تمھارے چہرہ سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ تمھیں تھیں۔ میں نے کہا

الثَّوْبَ فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَقُلْتُ أَنْ يَكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ يُمْضِهِ ......

کہ اگر یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہے تو اللہ تعالے اسے ضرور چالو کر کے رہے گا۔

حدیث (٤٧٦٤) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ...... عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ امْرَأَةً جَائَتْ رَسُوْ لَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْ لَ اللّٰهِ جِئْتُ لَأَهَبَ لَكَ نَفْسِيْ فَنَظَرَإِلَيْهَا رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ فَصَعَّدَا لنَّظَرَإِلَيْهَا وَصَوَّبَهٗ ثُمَّ طَأْطَأَ رَأْسَهٗ فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ إِنَّهٗ لَمْ يَقْضِ فِيْهَاشَيْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ أَيْ رَسُوْ لَ اللّٰهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَارَسُوْ لَ اللّٰهِ مَاوَجَدتُّ شَيْئًا قَالَ اذْهَبْ إِلٰى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَاوَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاوَجَدْتُ شَيْئًا قَالَ انْظُرْ وَلَوْ خَاتِمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَاوَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاخَاتِمًا مِنْ حَدِيْدٍ وَلٰكِنْ هٰذَا أَزَارِيْ قَالَ سَهْلٌ مَالَهٗ رِدَاءٌ فَلَهَا نِصْفُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاتَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهٗ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى طَالَ مَجْلَسُهٗ ثُمَّ قَامَ فَرَاٰهُ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهٖ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ مَاذَامَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ مَعِيَ سُوْرَةُ كَذَا

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں اس لئے آئی ہوں کہ اپنی ذات آپ کو ھبہ کر دوں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا نظر کو اوپر لے گئے اور نیچے لے آئے۔ پھر اپنا سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ جب عورت نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ تو وہ بیٹھ گئی۔ پس آپؐ کے اصحاب میں سے ایک آدمی کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ یارسول اللہ! اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں ہے تو اس کا میرے سے نکاح کر دیجئے آپؐ نے پوچھا کہ کیا تیرے پاس کچھ مال واسباب بھی ہے وہ کہنے لگا واللہ یارسول اللہ کوئی چیز نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا گھر جاؤ دیکھو شاید کوئی چیز مل جائے وہ چلا گیا پھر واپس آکر کہنے لگا واللہ یارسول اللہ! مجھے تو کچھ نہیں ملا آپؐ نے فرمایا دیکھو! شاید لوہے کی انگوٹھی مل جائے واپس آکر کہنے لگا کہ واللہ یارسول اللہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ یہ میری چادر ہے حضرت سھل فرماتے ہیں اس کی اوپر کی چادر نہیں تھی صرف لنگی تھی۔ کہنے لگا یہ آدھی لنگی اس کی ہو گی۔ جس پر آپؐ نے فرمایا وہ تیری لنگی کو کیا کریگی اگر تو نے اسے باندھ لیا تو اس پر اسکا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ اگر اس نے باندھ لی تو تیرے لئے کچھ نہیں بچے گا۔ پس وہ آدمی بیٹھ گیا اور بڑی دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر کھڑا ہو جب رسول اللہ ﷺ نے سے پیٹھ پھیر نے والا دیکھا تو حکم دیا کہ اس کو بلایا جائے۔ پس جب وہ آیا تو آپؐ نے پوچھا

كَيَالِيَّ بَعْدَاَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا اَرْسَلَتْ اِلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَنْ يَّمْتَنِعَ حَتّٰى يَجْتَمِعُوْا عِنْدَهَا تَقُوْلُ لَهُمْ قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِيْ كَانَ مِنْ اَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ فَهُوَ ابْنُكَ يَافُلَانُ تُسَمِّيْ مَنْ اَحَبَّتْ بِاسْمِهٖ فَيُلْحَقُ بِهٖ وَلَدُهَا وَلَايَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ وَنِكَاحُ الرَّابِعُ يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيْرُ فَيَدْخُلُوْنَ عَلَى الْمَرْاَةِ وَلَاتَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَآءَهَا وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلٰى اَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُوْنُ عَلَمًا فَمَنْ اَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ فَاِذَا حَمَلَتْ اِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوْا لَهَا وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ ثُمَّ اَلْحَقُوْا وَلَدَهَا بِالَّذِيْ يَرَوْنَ فَالْتَاطَ بِهٖ وَدُعِيَ ابْنَهٗ لَايَمْتَنِعُ مِنْ ذٰلِكَ فَلَمَّا بَعَثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهٗ اِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ ......

وضع حمل کے بعد اس پر کچھ عرصہ گذر گیا۔ تو وہ عورت ان کے پاس پیغام بھیجتی کہ سب جمع ہو جاؤ ان میں سے کسی کو رک جانے کی مجال نہ تھی جب یہ سب لوگ اس کے پاس جمع ہو جاتے تو وہ عورت ان سے کہتی جماع کا وہ معاملہ تو تم جانتے ہو اب میں نے بچہ کو جنم دیا ہے۔ اے فلاں تیرا بیٹا ہے جس کے نام کو وہ پسند کرتی اس کا نام لے دیتی تھی۔ تو بچہ کو اس فلاں کے ساتھ لاحق کر دیا جاتا۔ کسی آدمی کو اس سے انکار کی گنجائش نہیں تھی اور نہ ہی وہ اس الحاق سے رک سکتا تھا۔ چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ ایک عورت کے پاس جمع ہو گئے۔ کسی آنے والے کو وہ عورت روک نہیں سکتی یہ رنڈیاں تھیں جنہوں نے اپنے دروازوں پر جھنڈے گاڑ رکھے تھے جو انکی علامت ونشانی بن چکے تھے۔ جو شخص بھی ان کے پاس آنا چاہتا بلا روک ٹوک وہ آجا سکتا تھا پس جب ان عورتوں میں سے کوئی حاملہ ہوتی پھر وضع حمل ہو جاتی تو سب لوگ اس عورت کے پاس جمع کر دیئے جاتے اور ان کیلئے ایک قیافہ شناس بلایا جاتا پھر بچہ اسی کے ساتھ لاحق کر دیا جاتا جس کے متعلق وہ مناسب سمجھتے تھے تو بچہ اس کے متعلق ہو جاتا اور اسی کا بیٹا پکارا جاتا کوئی اس سے بچ نہیں سکتا تھا لیکن جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حق لیکر مبعوث ہوئے تو جاہلیت کے دور کے سب نکاح مٹا دیئے مگر لوگوں کا وہ نکاح باقی رہا جو آجکل جاری ہے۔

حدیث (۴۷۶۶) حَدَّثَنَا يَحْيٰى ...... عَنْ عَائِشَةَ ؓ وَمَايُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتَامَى النِّسَآءِ ......قَالَتْ هٰذَا فِي الْيَتِيْمَةِ الَّتِيْ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَعَلَّهَا اَنْ تَكُوْنَ شَرِيْكَتَهٗ فِيْ مَالِهٖ وَهُوَ اَوْلٰى بِهَا فَيَرْغَبُ عَنْهَا اَنْ يَّنْكِحَهَا فَيَعْضُلُهَا لِمَالِهَا

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ومایتلی علیکم تفسیر کے بارے میں فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس یتیمہ کے بارے میں نازل ہوئی جو کسی وارث کے پاس ہوتی تھی شاید وہ اس کے مال میں شریک ہو جائے کیونکہ جبکہ وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہو پس وہ اس کے نکاح سے اعراض کرتا تھا پس اس کے مال کی وجہ سے اس کو روک دیتا تھا کسی دوسرے سے اس کا نکاح اس لئے

وَسُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا عَدَّدَهَا قَالَ اَتَقْرَءُ هُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَامَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ....

کیا تمھیں کچھ قرآن مجید بھی یاد ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے فلاں فلاں فلاں سورۃ یاد ہے۔ چند سورتیں اس نے گن لیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا ان کو زبانی یاد سے پڑھ سکتے ہو اس نے کہا ہاں پڑھ سکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ میں نے تجھے اس عورت کا بسبب حفظ قرآن کے مالک بنادیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فکشفت عن وجھک الثوب ۷۶۸۔۶۲ ان الفاظ حدیث سے ترجمہ ثابت ہوا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اس علم ہو جانے کے بعد دیکھا کہ وہ آپؐ کی بیوی ہونے والی ہے۔ چونکہ انبیا کا خواب وحی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے وہ کام خواب کے اندر کیوں کیا جس کو بیداری میں کرنا آپ کے لئے جائز نہیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس استدلال کا دارومدار اس امر پر ہے کہ تصویر اور مصور یعنی تصویر والے کا ایک ہی حکم ہے۔ کیونکہ تصویر مصور کی نقل ہوتی ہے۔ اس لئے جیسے مصور کا دیکھنا حرام ہے ایسے تصویر کا دیکھنا بھی حرام ہے۔ کیونکہ اس سے بھی فتنہ برپا ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب کو ان دو احادیث سے ثابت کیا ہے حالانکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں صراحۃً موجود ہے فانظر الیھا فان فی اعین الانصار شیئا یہ مسلم اور ابو داؤد کی روایت ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں اس لئے اس کی تخریج نہیں کی اور نہ ہی اس سے استدلال کیا۔ قطب گنگوہیؒ نے کوکب دری میں قبل از تزوج عورت کو دیکھ لینے کی مصلحت بھی بیان فرمائی ہے۔ تاکہ اطمینان ہو جائے اور رغبت کا باعث بنے اب اکثر علماء فقہاء فرماتے ہیں کہ نظر الی المخطوبہ جائز ہے اگرچہ بعض حضرات سے کراہۃ منقول ہے۔ پھر اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز ہے۔ داؤد ظاہریؒ فرماتے ہیں کہ جمیع بدن کا دیکھنا جائز ہے۔ پھر حنفیہؒ کے نزدیک نظر بالشھوۃ بھی جائز ہے۔ جو کہ مالکیہؒ کے نزدیک حرام ہے۔ بہر حال چہرے کو دیکھ لینے پر سب کا اتفاق ہے۔ اب مصنفؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ ایک حدیث عائشہؓ اور دوسری حدیث سھل بن سعدؓ۔ حضرت عائشہؓ سے استدلال دو امر پر موقوف ہے۔ ایک تو یہ کہ انبیا کا خواب وحی ہوتا ہے۔ دوسرے تصویر کا دیکھنا مصور کے دیکھنے کے حکم میں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا وہ سن طفولیت تھا جو یقیناً عورت نہیں لیکن قبل عقد دیکھ لینا جو عقد کا باعث بنے یہ حکم حدیث سے ثابت ہوگا۔ التصویر لھا حکم المصور ۔ حضرت قطب گنگوہیؒ نے ظاہر الفاظ حدیث پر استدلال کی بنیاد رکھی ہے۔ چنانچہ بعض روایات کے الفاظ میں ان جبرائیل اتی بصورتھا ورنہ حدیث باب میں تو اتی بعائشۃ کے الفاظ ہیں۔ اور یجئ بک الملک کا جملہ ہے۔ اس طرح حافظؒ نے دوسری روایات بھی نقل کی ہیں جن سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ خود حضرت عائشہؓ کو خواب میں دکھایا گیا نہ کہ ان کی تصویر دکھائی گئی خود امام بخاریؒ نے کتاب الرؤیا میں ترجمہ باندھا باب کشف المرأۃ فی المنام اور ایک روایت میں ہے اوتیت بجاریۃ فی سرقۃ من حریر

اور ترمذی میں ہے۔ان جبرائیل جاء بصورتھا فی خرقۃ حریر خضراء اور کوکب دری میں اسکی وجہ شیخؒ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ تصویر کی ممانعت ہمارے لئے ہے فرشتوں کے لئے نہیں۔اور بعض نے کہا کہ نہی کے حکم وارد ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور بعض نے کہا کہ رؤیۃ عائشہؓ کا واقعہ دو تین مرتبہ کا ہے۔شبہات اس لئے پیدا نہیں ہو سکتے کہ انبیا کا خواب وحی کا حکم رکھتا ہے۔لھذا امام بخاریؒ کا استدلال صحیح ہے۔

باب مَنْ قَالَ لَانِكَاحَ اِلَّابِوَلِيٍّ ترجمہ۔ولی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا

اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ **اذاطلقتم النساء فبلغن اجلھن فلاتعضلوا ھن** ان کو نکاح کرنے سے نہ روکو۔ **فدخل فیه الثیب و کذلك البکر** تو اس حکم میں بیوہ اور کنواری دونوں داخل ہونگی۔اور اللہ تعالے کا ارشاد ہے **ولاتنکحو المشرکین** کہ مشرکوں سے ان کے نکاح نہ کرو۔اور تیسری آیت **وانکحوا الایامی** کہ رانڈ عورتوں کے نکاح کر دو۔

حدیث (۴۷۶۵) قَالَ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النِّكَاحَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَنْحَاءٍ فَنِكَاحٌ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ يَخْطُبُ الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهٗ اَوْ ابْنَتَهٗ فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا وَنِكَاحُ الْاٰخَرِ كَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُ لِامْرَاَتِهٖ اِذَاطَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا اَرْسِلِیْ اِلٰى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِیْ مِنْهُ وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلَايَمَسُّهَا اَبَدًا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَامِنْ ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِیْ تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ فَاِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا اَصَابَهَا زَوْجُهَا اِذَا اَحَبَّ وَاِنَّمَايَفْعَلُ ذٰلِكَ رَغْبَةً فِیْ نَجَابَةِ الْوَلَدِ فَكَانَ هٰذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الْاِسْتِبْضَاعِ وَنِكَاحٌ اٰخَرُ يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَادُوْنَ الْعَشْرَةِ فَيَدْخُلُوْنَ عَلَى الْمَرْاَةِ كُلُّهُمْ يُصِيْبُهَا فَاِذَاحَمَلَتْ وَوَضَعَتْ وَمَرَّ عَلَيْهَا

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم ﷺ کی گھر والی نے ان کو خبر دی کہ جاہلیۃ کے دور میں چار قسم کے نکاح تھے۔ایک نکاح تو یہ جو آجکل لوگوں میں جاری ہے۔کہ کوئی مرد دوسرے مرد سے اس کی موروثہ یا اس کی بیٹی کا پیغام نکاح بھیجتا ہے پس وہ اس کے لئے حق مہر دیتا ہے پھر وہ اس سے نکاح کر دیتا ہے۔دوسرا نکاح یہ تھا کہ جب کسی کی بیوی حیض سے پاک ہو جاتی تو اپنی بیوی سے کہتا کہ تو فلاں آدمی کے پاس چلی جا پس اس سے ہمبستری کر لے اس کا خاوند اس دوران اس سے بالکل الگ رہتا کبھی اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتا۔یہانتک کہ اس آدمی سے جس سے اس نے ہمیشہ ہمبستری کی ہے اس کا حمل واضح نہ ہو جاتا۔پھر جب حمل ظاہر ہو جاتا تو اگر خاوند پسند کرتا تو اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جاتا۔یہ اس لئے کرتے تھے کہ بچے میں عمدہ اوصاف پیدا ہوں۔یہ نکاح استبضاع کہلاتا تھا۔تیسرا نکاح یہ تھا کہ دس سے کم کچھ لوگ جمع ہو گئے پھر وہ ایک عورت کے پاس جا کر سب کے سب ہمبستر ہوئے۔پس جب وہ حاملہ ہو گئی اور اس نے بچہ جنا۔

وَلَايُنْكِحُهَا غَيْرَهُ كَرَاهِيَةَ اَنْ يُشْرِكَهُ اَحَدٌ فِيْ مَالِهَا

نہیں کرتا تھا کہ کہیں دوسرا اس کے مال میں شریک نہ ہو جائے

حدیث (۴۷۶۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُمَرَؓ حِيْنَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَؓ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ عُمَرُؓ لَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ فَقَالَ سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِيْ فَقَالَ بَدَالِيْ اَنْ لَا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا قَالَ عُمَرُؓ فَلَقِيْتُ اَبَابَكْرٍؓ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ خبر دیتے ہیں کہ جب حفصہ بنت عمرؓ حضرت خنیس بن حذافہ سہمی سے بیوہ ہوئیں جو کہ آنحضرت ﷺ کے بدری صحابہ میں سے تھے اور انکی مدینہ میں وفات ہو چکی تھی۔ تو حضرت عمرؓ کی حضرت عثمان بن عفانؓ سے ملاقات ہوئی۔ تو میں نے انہیں پیشکش کی کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں حضرت حفصہؓ کا تم سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے کہا کہ میں ذرا اپنے معاملہ میں غور کر لوں۔ چند دنوں کے بعد ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا میری مصلحت یہ ظاہر ہوئی ہے کہ میں آجکل شادی نہ کروں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر میں حضرت ابو بکرؓ سے ملا۔ تو میں نے کہا کہ اگر آپ کا منشا ہو تو میں حضرت حفصہؓ کا تم سے نکاح کر دوں۔

حدیث (۴۷۶۸) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ عَمْرٍو عَنِ الْحَسَنِ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍؓ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْهِ قَالَ زَوَّجْتُ اُخْتًا لِيْ مِنْ رَجُلٍ وَطَلَّقَهَا حَتّٰى اِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا جَاءَ يَخْطُبُهَا فَقُلْتُ لَهُ زَوَّجْتُكَ وَاَفْرَشْتُكَ وَاَكْرَمْتُكَ فَطَلَّقْتَهَا ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا لَا وَاللّٰهِ لَا تَعُوْدُ اِلَيْكَ اَبَدًا وَكَانَ رَجُلًا لَا بَأْسَ بِهِ وَكَانَتِ الْمَرْاَةُ تُرِيْدُ اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ فَقُلْتُ الْاٰنَ اَفْعَلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَزَوَّجَهَا اِيَّاهُ.

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ آیت فلاتعضلوھن کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت معقل بن یسارؓ نے حدیث بیان کی کہ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن جمیلہ کی شادی ایک آدمی ابو البداح سے کر دی جس نے اس کو طلاق دے دی۔ جب اس کی عدت ختم ہو گئی تو وہ بھی اس سے خطبہ کرنے کے لئے آگیا میں نے اس سے کہا کہ میں نے اسکی اور تیری شادی کر دی اسے تیرے لئے فراش بنا دیا اور میں نے تیری عزت افزائی کی کہ بغیر عوض کے نکاح کر دیا۔ پس تو نے اس کو طلاق دے دی اب پھر خطبہ کرنے کے لئے آگیا۔ واللہ میں تو اسے کبھی تیرے پاس واپس نہیں لوٹاؤ نگا۔ وہ آدمی بھلا تھا۔ عورت بھی اس کے پاس واپس جانا چاہتی تھی

تو اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ان کو نکاح کرنے سے نہ روکو۔ میں نے کہا یارسول اللہ! میں ابھی ابھی کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے اپنی بہن کا ان سے نکاح کر دیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ باب من قال لانکاح الابولی ۷۶۹ جسقدر روایت امام بخاریؒ اس باب میں لائے ہیں ان سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ جواز نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔ اس لئے سرے سے جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ کوکب الدری میں قطب گنگوہیؒ نے اس فقہی مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ امام شافعیؒ تو ظاہر حدیث کی بناپر فرماتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں۔ لیکن علماء احنافؒ کے نزدیک اس نکاح سے وہ نکاح مراد ہے جس میں ولی کی ضرورت ہے جیسے صغیرہ اور باندی کہ ان کا بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا۔ یا اس سے مراد نکاح کا نفاذ اور اس کا تمام ہونا بھی مراد ہے۔ جس میں ولی کو نکاح باطل کرنے کا حق حاصل ہے۔ جبکہ عورت غیر کفو میں شادی کرے۔ یا مہر مثل سے کم پر شادی کرے۔ یہ آیات اور روایات کو جمع کرنے کی صورتیں ہیں۔ یا لانکاح میں نفی کمال اور حسن کی ہے۔ کہ وہ نکاح جس کو اولیا پسند نہ کریں وہ شرعاً و عرفاً غیر مستحسن ہے۔ اور کوکب کے حاشیہ میں ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں عورت اگر خسیسہ ہے تو اس کو اپنے آپ پر اختیار ہے۔ یا کسی کو وکیل کرے۔ اگر شریفہ ہے تو نکاح میں ولی کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ بالغہ میں ولی کی حاجت نہیں۔ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے الایم احق بنفسھا من ولیھا اور آیت قرآنی ہے فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف اور حتی تنکح زوجا غیرہ وغیرہ آیات میں نکاح کی اضافۃ عورت کی طرف کی گئی ہے۔ مصنفؒ نے بقول حافظؒ لانکاح الا بولی کے حکم کو آیات اور احادیث واردہ سے ثابت کیا ہے۔ اس باب میں انہوں نے چار احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نکاح ولی پر موقوف ہے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اپنی بیٹی بہن کا نکاح کر سکتا ہے۔ جس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ دوسرے حضرت عائشہؓ خود جو اس روایت کی راویہ ہیں ان کا اپنا عمل انکی روایت کے خلاف ہے کہ انہوں نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی غیوبت میں کر دیا۔ حدیث عمرؓ سے بھی یہی ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت حفصہ کا نکاح کر دیا لیکن اس سے توقف علے الولی ثابت نہیں ہوتا۔ چوتھی روایت بھی احادیث ثلاثہ کی طرح ہے کہ ان سے توقف علی الولی ثابت نہیں ہے۔

بَاب اِذَا كَانَ الْوَلِيُّ هُوَالْخَاطِبُ

ترجمہ۔ جب ولی خود خطبہ کرنے والا ہو

وَخَطَبَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَؓ اِمْرَأَةً هُوَ اَوْلَى النَّاسِ بِهَا فَاَمَرَ رَجُلاً فَزَوَّجَهُ وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ لِاُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ قَارِظٍ

ترجمہ۔ چنانچہ حضرت مغرۃ بن شعبہؓ نے ایک ایسی عورت سے خطبہ کیا جس کے وہ سب سے قریبی تھے۔ پس انہوں نے ایک آدمی کو وکیل بنایا جس نے ان کی شادی کرادی

اَتَجْعَلِيْنَ اَمْرَكِ اِلَيَّ قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ قَدْ تَزَوَّجْتُكِ وَقَالَ عَطَاءٌ لِيُشْهِدْ اِنِّيْ قَدْ نَكَحْتُكِ اَوْلِيَأْمُرْ رَجُلًا مِنْ عَشِيْرَتِهَا وَقَالَ سَهْلٌ قَالَتْ اِمْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ اَهَبُ لَكَ نَفْسِيْ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا ....

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت ام حکیم بنت قارظ سے فرمایا کہ کیا تم اپنا اختیار ولایت میرے سپرد کرتی ہو انہوں نے کہا ہاں! تو آپ نے فرمایا میں نے تجھ سے نکاح کرلیا۔ اور عطا تابعی فرماتے ہیں گواہ رہو کہ میں تیرے سے نکاح کرچکا۔ یا اس کے قبیلہ کے کسی آدمی کو وکیل بنا کر اسے نکاح کرنے کا حکم دے حضرت سھلؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے جناب نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ میں اپنی جان آپ کو ھبہ کرتی ہوں۔ تو ایک دوسرے صحابی نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ کو اسکی ضرورت نہیں ہے تو اس کا میرے سے نکاح کردیجئے۔

حديث (۴۷۶۹) حَدَّثَنَا اِبْنُ سَلَامٍ ...... عَنْ عَائِشَةَ فِيْ قَوْلِهٖ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِيْ ...... قَالَتْ هِيَ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ فِيْ حَجْرِ الرَّجُلِ قَدْ شَرِكَتْهُ فِيْ مَالِهٖ فَيَرْغَبُ عَنْهَا اَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَيَكْرَهُ اَنْ يُزَوِّجَهَا غَيْرَهُ فَيَدْخُلَ عَلَيْهِ فِيْ مَالِهٖ فَيَحْبِسُهَا فَنَهَاهُمُ اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ یستفتونک فی النسآء آیت قرآنی کی تفسیر کے بارے میں فرماتی ہیں کہ ایک یتیم لڑکی کسی آدمی کی پرورش میں ہوتی تھی جو اس کے مال میں شریک ہوئی۔ وہ اس سے نکاح کرنے سے تو بے رغبتی ظاہر کرتا ہے اور کسی دوسرے سے نکاح کردینا اس لئے ناپسند کرتا ہو کہ مال میں دخیل وشریک ہو جائے گا اس لئے اس یتیمہ کو روکے رکھتا تو اللہ تعالےٰ نے اس سے منع فرمادیا۔

حديث (۴۷۷۰) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَادِ ...... حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوْسًا فَجَاءَتْهُ اِمْرَأَةٌ تَعْرِضُ نَفْسَهَا عَلَيْهِ فَخَفَّضَ فِيْهَا النَّظَرَ وَرَفَعَهُ فَلَمْ يُرِدْهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ زَوِّجْنِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَعِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ مَا عِنْدِيْ مِنْ شَيْءٍ قَالَ وَلَا خَاتَمٌ مِنْ حَدِيْدٍ قَالَ وَلَا خَاتَمٌ مِنْ حَدِيْدٍ وَلٰكِنْ اَشُقُّ بُرْدَتِيْ هٰذِهٖ فَاُعْطِيْهَا النِّصْفَ وَاٰخُذُ النِّصْفَ قَالَ لَا هَلْ مَعَكَ

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت نے آکر اپنے آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا۔ آپؐ نے نیچے اوپر سے اس کو دیکھا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ تو آپؐ کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ! اس کا نکاح میرے سے کردیجئے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کوئی مال تمہارے پاس ہے اس نے کہا میرے پاس مال تو کچھ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے اس نے جواب دیا لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ لیکن میں اپنی چادر کو چیرتا ہوں

مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْئٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْھَبْ فَقَدْ زَوَّجْتُکَھَا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ......

آدھا اس کو دے دو آدھے کو خود لے لونگا۔ آپؐ نے فرمایا یہ نہیں ہوگا۔ بتاؤ تمھیں کچھ قرآن بھی یاد ہے۔ اس نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا جاؤ اس حفظ قرآن کے سبب تیری میں نے اس سے شادی کر دی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ یشھد انی نکحتھا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ ولی کو اپنے سے نکاح کرانے کا اختیار ہے۔ لیکن پھر بھی دو گواہ ضروری ہیں۔ بعد ازاں چاہے تو خود آپ سے نکاح کر لے یا کسی دوسرے کو حکم دے کہ وہ اس سے عورت کا نکاح کر دے۔ اور اس وکیل کا عورت کے قبیلہ سے ہونا یہ اتفاقی قید ہے احترازی نہیں ہے۔ اھب لک نفسی اس جملہ سے ترجمہ کو اس طرح ثابت فرمایا کہ اگر حضرت نبی اکرم ﷺ خود اس عورت سے نکاح کر لیتے تو خود ولی ہی خطبہ کرنے والے ہوتے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کو ولایت عام حاصل ہے تو یہ شبہ نہ ہو کہ آپؐ کیسے ولی بن گئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس باب کی غرض مؤلفؒ کے نزدیک یہ ہو کہ خاطب پیغام دینے والا۔ عادت یہ ہے کہ عموماً ناکح اور منکوحہ کے علاوہ دوسرا شخص ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہے۔ کہ پیغام دینے والا خود ان متناکحین میں سے کوئی ایک ہو خواہ طالب خود ہی آدمی خطبہ کرے ۔ واھبہ کے ذکر سے اس کو ثابت کر دیا کہ عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ نکاح کی طلب کرے اور خود ہی نکاح کا اقدام کرے۔ واللہ اعلم

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ہدایہ میں ہے کہ جب کسی عورت نے کسی مرد کو یہ اختیار دیا کہ آپؐ اپنے ساتھ میرا نکاح کر دیں تو اس نے دو گواہوں کی موجودگی میں عقد نکاح کر دیا۔ تو یہ جائز ہے۔ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں اسلئے کہ ایک ہی آدمی مملک اور متملک نہیں بن سکتا۔ جیسے بیع میں ہے۔ لیکن امام شافعیؒ ولی کے بارے میں اجازت دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ ضرورت ہے اس کے بغیر اس کا کوئی متولی نہیں وکیل میں یہ ضرورت نہیں ہے۔ علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ وکیل تو محض معبر اور سفیر ہوتا ہے۔ ممانعت حقوق میں ہے تعبیر میں نہیں۔ اس لئے حقوق کا اس تعبیر میں سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بخلاف بیع کے کہ وکیل خود مباشر ہے لھذا حقوق اسی کی طرف راجع ہونگے۔ نکاح میں جب وکیل طرفین کا والی ہے تو زوّجت کا لفظ دو حصوں کو شامل ہوگا لھذا قبول کی ضرورت نہ رہیگی جس طرح آنحضرت ﷺ نے بی بی صفیہؓ کو آزاد کیا تو اسکی آزادی کو اسکا مہر قرار دے دیا۔ اگر شبہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ کل نکاح لم تحضرہ اربعۃ فھو سفاح زوج وولی وشاہدان ...... یعنی ہر وہ نکاح زنا ہے جس میں یہ چار لوگ موجود نہ ہوں۔ خاوند۔ ولی اور دو گواہ۔ تو اس کا جواب یہ ہے پہلے تو اس حدیث کی صحت کا علم نہیں ہے اگر صحیح بھی ہو تو یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوگا جن کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کسی نے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام صغیر سے کر دیا تو ایسے محل نزاع بھی مخصوص ہوگا۔ پھر یہ کہ آیا اس صورت میں ایجاب وقبول ضروری ہے یا نہیں۔ حضرت امام مالک اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بس ایجاب ہی کافی ہے قبول کی ضرورت نہیں رہی

جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حدیث کا تقاضا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایجاب خود قبول کو متضمن ہے۔ حضرت امام احمدؒ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت کی بنا پر کسی شخص کو اپنے آپ سے نکاح کرانے کی اجازت نہیں دیتے۔ امام شافعیؒ ابن عم اور مولیٰ کی صورت میں فرماتے ہیں کہ ان کا نکاح حاکم کرائیگا۔ خود نہیں کر سکتے۔ ہمارا مستدل افعال صحابہ کرامؓ ہیں۔ جیسا کہ ذکر ہوا۔ دلالة علی الترجمہ چونکہ اس حدیث کا ترجمہ الباب سے مطابق ہونا خفی تھا اس لئے توجیہ کی ضرورت پڑی۔ قطب گنگوہیؒ نے دو توجیہیں بیان فرمائی ہیں۔ علامہ عینیؒ نے بھی اس حدیث کی مطابقت میں یہی کہا ہے کہ چونکہ آپؐ ہر اس شخص کے ولی ہیں جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ لھذا جب آپؐ نے اس رجل طالب سے نکاح کر دیا تو یہ نکاح آپؐ نے ولی ہونے کی بنا پر کیا۔ لیکن اس توجیہ میں بعد ہے۔ کیونکہ ترجمہ یہ ہے کہ ولی خود اپنے لئے خاطب ہو یہاں خاطب دوسرا ہے۔ ولی آپؐ ہیں۔ البتہ حافظؒ نے یہ فرمایا کہ جب آپؐ نے اس واھبہ سے نکاح کرنے سے اعراض فرمایا۔ اگر نکاح کرتے تو خود اپنے آپ کے ولی ہوتے یا کسی دوسرے کو نکاح کرانے کا حکم دیتے۔ تو اس اطلاق سے انہوں نے مطابقت ثابت کی۔ لیکن صحیح جواب یہ ہے کہ آپؐ کی خصوصیات میں سے ہے۔ کہ اپنے سے نکاح کرائیں۔ یا بغیر ولی اور بغیر گواہوں کے یا بغیر اجازت طلب کئے یا لفظ ھبہ کے ساتھ نکاح کریں آپؐ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

بَاب اِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصِّغَارَ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ فَجَعَلَ عِدَّتَهَا ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوْغِ

ترجمہ۔ آدمی اپنی چھوٹی اولاد کا نکاح کر دے اس کا کیا حکم ہے اللہ تعالے کا ارشاد ہے وہ عورتیں جن کو حیض نہیں آتا تو بلوغ سے قبل اس کی عدت تین ماہ مقرر کر دو تو معلوم ہوا اولیا قبل البلوغ اولاد صغار کا نکاح کرا سکتے ہیں

حدیث (۴۷۷۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ وَاُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے ان کا نکاح اس وقت ہوا جب کہ انکی عمر چھ سال کی تھی اور انکی رخصتی تب ہوئی جبکہ انکی عمر نو سال کی تھی اور نو سال تک جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹھہری رہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ قبل از بلوغ نکاح کرنا جائز ہے۔ یہ مصنفؒ کا استنباط حسن ہے۔ لیکن آیت میں ولد اور باقرہ کی کوئی قید نہیں ہے۔ حضرت امام مہلبؒ فرماتے ہیں کہ سب حضرات کا اجماعی مسئلہ ہے۔ کہ باپ اپنی چھوٹی بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے۔ اگرچہ ایسی لڑکی وطی کے قابل بھی نہ ہو امام طحاویؒ فرماتے ہیں جس سے وطی نہیں ہو سکتی اس کا نکاح کرانا جائز نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ کا صغر سنی میں نکاح

آپ کے خصائص میں سے ہے۔ اس کے مقابل حضرت حسن بصریؒ اور ابراھیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ بہر حال باپ کو ولایت کا اجبار حاصل ہے خواہ لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ۔ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔ حضرت عائشہؓ کی عمر آپ کی وفات کے وقت اٹھارہ برس کی تھی۔

بَاب تَزْوِيجِ الْاَبِ اِبْنَتَهُ مِنَ الْاِمَامِ

ترجمہ۔ کوئی باپ اپنی بیٹی کا نکاح حاکم وقت سے کر دے۔

وَقَالَ عُمَرُؓ خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ اِلَيَّ حَفْصَةَ فَاَنْكَحْتُهُ ....

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کی بیٹی حفصہؓ کے لئے پیغام نکاح بھجا تو میں نے آپؐ سے اس کا نکاح کرا دیا۔

حديث (۴۷۷۲) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ قَالَ هِشَامٌ وَاُنْبِئْتُ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَهُ تِسْعَ سِنِيْنَ . . . .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب ان سے نکاح کیا تو وہ چھ سال کی عمر کی تھیں اور ان کا سر میل اس وقت ہوا جبکہ وہ نو سال کی عمر کی تھیں اور ھشامؒ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر دی گئی کہ حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کے پاس نو سال تک رہیں۔

بَاب السُّلْطَانُ وَلِيٌّ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

ترجمہ۔ بادشاہ وقت ولی ہے کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے قرآن مجید کی بدولت میں نے تیرا اس سے نکاح کر دیا۔

حديث (۴۷۷۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ..... عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ اِنِّيْ وَهَبْتُ مِنْ نَفْسِيْ فَقَامَتْ طَوِيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيْهَا اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ قَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِيْ اِلَّا اِزَارِيْ فَقَالَ اِنْ اَعْطَيْتَهَا

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ میں نے اپنی جان آپ کو بخشدی۔ پس بہت دیر کھڑی رہی پس ایک آدمی بولا کہ اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیجئے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمھارے پاس کچھ مال ہے جو تم اسے حق مہر میں دے سکو اس نے کہا میرے پاس سوائے لنگی کے اور کچھ نہیں ہے۔

اِيَّاهُ جَلَسْتَ لَا اِزَارَ لَكَ فَالْتَمِسْ شَيْئًا فَقَالَ مَا اَجِدُ شَيْئًا فَقَالَ الْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَلَمْ يَجِدْ فَقَالَ اَمَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا فَقَالَ زَوَّجْنٰكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ .....

آپؐ نے فرمایا اگر یہ لنگی تو نے اس کو دے دی تو تو بے لنگی کے بیٹھا رہیگا۔ پس جاؤ! کوئی اور چیز تلاش کر واس نے کہا مجھے تو کوئی چیز نہیں ملتی۔ آپؐ نے فرمایا اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو پھر بھی تلاش کر کے لاؤ۔ پس جب اس کو کچھ نہ ملا تو آپؐ نے پوچھا کیا تمھیں کچھ قرآن بھی یاد ہے اس نے کہا ہاں فلاں فلاں سورۃ یاد ہے۔ کچھ سورتوں کا اس نے نام لیا۔ آپؐ نے فرمایا پس بدولت قرآن مجید کے میں نے اس کا نکاح تم سے کر دیا۔

باب لَا يُنْكِحُ الْاَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ اِلَّا بِرِضَاهَا۔

ترجمہ۔ باب اور دوسرا آدمی باکرہ اور بیوہ کا نکاح بغیر ان کی مرضی کے نہیں کرا سکتا۔

حدیث (۴۷۷۴) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فُضَالَةَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَؓ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت کا اس وقت تک نکاح نہ کرایا جائے جبتک اس سے مشورہ نہ کیا جائے۔ اور کسی کنواری لڑکی کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جبتک اس سے اجازت نہ لی جائے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی اجازت کیسے معلوم ہو گی۔ فرمایا کہ وہ پیغام نکاح سن کر چپ ہو جائے۔

حدیث (۴۷۷۵) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِيْ قَالَ رِضَاهَا صَمْتُهَا ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ کنواری لڑکی تو حیا کریگی۔ فرمایا اس کی رضامندی اس کا چپ ہو جانا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ لاینکح الاب وغیرہ ...... ۱۷ مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ ۱ باپ نے باکرہ بالغہ کا نکاح کر دیا۔ ۲ غیر باپ نے اس کا نکاح کیا۔ ۳ باپ نے بیوہ کا نکاح کیا۔ ۴ غیر باپ نے بیوہ کا نکاح کیا۔ بیوہ بالغہ کا باپ اور غیر باپ بغیر اس کی رضا کے نکاح نہیں کر سکتے۔ اس میں سب علما کا اتفاق ہے۔ کنواری صغیرہ کا نکاح صرف اس کا باپ ہی کرا سکتا ہے۔ یہ بھی متفق ہے۔ بیوہ غیر بالغ میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جیسے کنواری کا نکاح باپ کرا سکتا ہے اس طرح ثیبہ کے نکاح کا بھی اسے اختیار ہے۔

امام شافعیؒ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب وطی سے اس کا پردہ بکارت زائل ہو چکا ہے۔ تو پھر باپ اس کی مرضی کے بغیر نکاح کرا سکتا۔ انکی دلیل یہ ہے کہ پردہ بکارت کے زائل ہونے کے بعد حیاء زائل ہوگئی۔ لھذا وہ خود مختار ہے۔ باپ سے مشورہ لے سکتی ہے۔ اور کنواری بالغہ کا نکاح باپ کرا سکتا ہے۔ اور اس طرح ولی ابعد بھی کرا سکتا ہے۔ البتہ اس سے مشورہ لینے میں اختلاف ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ صغر اور صغیرہ کا نکاح کرا سکتا ہے۔ خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔ اور ولی عصبہ ہے۔ امام مالکؒ غیر اب میں ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ غیر اب وجد اور ثیب صغیرہ میں بھی ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ لاتنکح الایم ۔ ایم ہر اس رانڈ عورت کو کہتے ہیں جس کو خاوند نے جدا کر دیا ہو۔ خواہ موت کی وجہ سے یا طلاق کی وجہ سے۔ اور کبھی اس عورت پر بھی اطلاق ہوتا ہے جو رانڈ ہو خواہ کنواری ہو یا ثیبہ ہو۔ تستار کا مطلب ہے کہ صراحۃً اس سے عقد کرنے کا حکم لیا جائے۔ استیذان کا مطلب اجازت لینا ہے استمار میں مشاورۃ کی تاکید ہے۔ جو استیذان میں نہیں ہے۔

باب اِذَا زَوَّجَ ابْنَتَهٗ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهٗ مَرْدُوْدٌ۔

ترجمہ۔ جب کسی باپ نے اپنی لڑکی کا نکاح اس حال میں کر دیا کہ وہ اسے ناپسند کرنے والی تھی تو اس کا نکاح رد کر دیا جائیگا۔

حدیث (٤٧٧٦) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْاَنْصَارِيَّةِؓ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَدَّ نِكَاحَهَا .....

ترجمہ۔ حضرت خنساءؓ سے مروی ہے کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کرا دیا جبکہ وہ بیوہ تھیں۔ فرماتی ہیں میں نے نکاح کو پسند نہ کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی تو آپؐ نے اس نکاح کو رد کر دیا۔

حدیث (٤٧٧٧) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ ...... اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدٍ وَمُجَمِّعَ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَاهُ اَنَّ رَجُلًا يُدْعٰى خِذَامًا فَاَنْكَحَ ابْنَتَهٗ لَهٗ نَحْوِهٖ .....

ترجمہ۔ عبدالرحمٰن بن یزید اور مجمع بن یزید حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جسے خذام کہا جاتا تھا اس نے اپنی بیٹی کا نکاح کرا دیا مثل پہلی روایت۔

تشریح از قاسمیؒ۔ زوج ابنته ترجمہ سے عموم معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم باکرہ اور ثیبہ دونوں کو شامل ہے لیکن حدیث باب میں ثیبہ کی صراحۃ ہے غالباً امام بخاریؒ نے حدیث کی بعض طرق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں ہے انکحنی ابی وانا کازمة وانابکر جو ثوریؒ کی روایت میں آیا ہے۔ لیکن راجح یہ ہے کہ ثیبہ صحیح ہے البتہ باکرہ کا حکم بھی اس کے مخالف نہیں ہے۔ جس پر سب کا اتفاق ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے لایجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح کہ ولی کے لئے اپنی بالغہ کنواری لڑکی کو نکاح پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام شافعیؒ صغیرہ پر قیاس کرتے ہوئے ولایت اجبار ولی کو حاصل ہے کیونکہ باکرہ بالغہ امور نکاح سے جاہل ہے

اور اسے تجربہ بھی نہیں ہے لھذا ولی اسے مجبور کر سکتا ہے۔ چنانچہ وہی اس کا حق مہر قبض کرتا ہے۔ ہماری طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ صغیرہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ اس کی عقل میں قصور ہے۔ بخلاف بالغہ کے بلوغ کی وجہ سے اس کی عقل کامل ہو گئی ہے۔ باقی قبض مہر بھی اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ قبض کرنے سے ولی مہر کا مالک نہیں بن جاتا۔

باب تَزْوِيجِ الْيَتِيمَةِ

ترجمہ۔ یتیم لڑکی کا نکاح کرانا

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَإِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ ...... وَاِذَا قَالَ لِلْوَلِيِّ زَوِّجْنِيْ فُلَانَةَ فَمَكُثَ سَاعَةً اَوْقَالَ مَامَعَكَ فَقَالَ مَعِىَ كَذَاوَ كَذَا اَوْلَبِثَا ثُمَّ قَالَ زَوَّجْتُكَهَا فَهُوَ جَائِزٌ فِيْهِ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ...

ترجمہ ۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ اگر تمھیں خدشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے۔ تو پھر ان کے سوا جو عورتیں تمھیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو اور کسی نے ولی سے کہا کہ فلاں عورت کا نکاح میرے سے کر دو تو ولی تھوڑی دیر ٹھہر گیا یا اس نے طالب سے پوچھا کہ تمھارے پاس کچھ ہے بھی۔ تو اس نے کہا میرے پاس تو فلاں فلاں سورۃ ہے۔ یا ولی اور طالب دونوں نے دیر کر دی پھر ولی کہتا ہے۔ کہ میں نے اس عورت کا تیرے سے نکاح کر دیا۔ تو یہ جائز ہے اس میں حضرت سھل بن سعدؓ کی روایت جناب نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔

حدیث (۴۷۷۸) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ ......

اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَؓ قَالَ لَهَا يَا اُمَّتَاهُ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى اِلٰى مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ قَالَتْ عَائِشَةُؓ يَا ابْنَ اُخْتِيْ هٰذِهِ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ فِيْ حَجْرِ وَلِيِّهَا فَيَرْغَبُ فِيْ جَمَالِهَا وَمَالِهَا وَيُرِيْدُ اَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ صَدَاقِهَا فَنُهُوْا عَنْ نِكَاحِهِنَّ اِلَّا اَنْ يُقْسِطُوْا لَهُنَّ اِكْمَالَ الصَّدَاقِ وَاُمِرُوْا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَةُؓ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِى النِّسَاءِ اِلٰى تَرْغَبُوْنَ.

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے سوال کرتے ہوئے کہا اے امی جان ان خفتم ان لاتقسطوا فی الیتامی کے بارے میں کچھ فرمایئے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا اے میرے بھانجے یہ ایک یتیم لڑکی اپنے وارث کی پرورش میں ہوتی تھی۔ جو اس کی خوبصورتی اور مال میں تو رغبت رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ اس کے حق مہر میں کمی کر دے تو ایسے لوگوں کو ایسی یتیم لڑکیوں کے نکاح سے روک دیا گیا۔ البتہ اگر ان کے مہر کے پورا کرنے میں انصاف سے کام لیں تو پھر اجازت ہے ورنہ ان کے ماسوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے اس کے بعد سوال کیا تو اللہ تعالے نے

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَهُمْ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةَ اَنَّ الْیَتِیْمَةَ اِذَا کَانَتْ ذَامَالٍ وَجَمَالٍ رَغِبُوْا فِیْ نِکَاحِهَا وَنَسَبِهَا وَالصِّدَاقُ وَاِذَا کَانَتْ مَرْغُوْبًا عَنْهَا فِیْ قِلَّةِ الْمَالِ تَرَکُوْهَا وَاَخَذُوْا غَیْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ فَکَمَا یَتْرُکُوْنَهَا حِیْنَ یَرْغَبُوْنَ عَنْهَا فَلَیْسَ لَهُمْ اَنْ یَنْکِحُوْهَا اِذَا رَغِبُوْا فِیْهَا اِلَّا اَنْ یُقْسِطُوْا لَهَا وَیُعْطُوْهَا حَقَّهَا الْاَوْفٰی مِنَ الصَّدَاقِ ....

یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت یہ ہے کہ عورتوں کے بارے میں یہ لوگ آپ سے فتوی طلب کرتے ہیں الی ترغبون تو اللہ تعالے نے حکم نازل فرمایا اس آیت میں کہ جب یتیمہ صاحب جمال اور مال ہو تم اس کے نکاح اور نسب اور حق مہر میں رغبت رکھتے ہو اور جب وہ پسندیدہ نہ ہو مال کے تھوڑے ہونے کی وجہ سے تو اس کو چھوڑ دیتے ہو اور اس کے علاوہ دوسری عورت کو لے لیتے ہو۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا تو جیسے ناپسندیدگی کی صورت میں اس کو چھوڑ دیتے ہو۔ تو جب پسندیدہ ہو تو انصاف کئے بغیر ان سے نکاح نہ کرو۔ انصاف یہ ہے کہ ان کو ان کا پورا حق مہر ادا کرو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فمکث ساعۃ ۲۔۷۔۳ اس کا مقصد یہ ہے کہ ایجاب ٹھہر جانے اور خاموش رہنے سے باطل نہیں ہوتا۔ جبتک کسی ایسے کام میں مشغول نہ ہو جائے جو اسکی روگردانی پر دلالت کرے اس سے حضرت امام مالکؒ کے اصحاب پر رد کرنا مقصد ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ جبتک ایجاب کے ساتھ قبول بغیر کسی تاخیر کے ملا ہوا نہ ہو تو ایجاب باطل ہو جائیگا۔ **قولہ قد ملکتکھا بمامعك من القران** یہ روایات مدعی پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں۔ کہ ان روایات میں ایجاب کے بعد فوراً قبول کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس سے احنافؒ پر بھی چوٹ کرنا ہے۔ جو اس بات کے قائل ہیں کہ پہلا کلام نہیں۔ وکیل کیلئے پھر سے قبول کا اعادہ کرنا چاہئے۔ جبکہ قبول ایجاب سے پہلے ہو۔ لیکن جواب یہ ہے کہ احنافؒ تو اس کے قائل ہیں کہ پہلے کلام پر اکتفاء کرنا جائز ہے کیونکہ ایجاب کے رد کے کوئی قرائن نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر میں ہے کہ زوجنی فلانة فمکث مطلب یہ ہے کہ دلالۃً وکالت کا قبول کرنا جائز ہے۔ اور نیز! یہ تاخیر کے ساتھ قبول کرنا بھی جائز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ سرے سے ایجاب وقبول ہے نہیں بلکہ ولی کا یہ قول زوجتکھا ایجاب وقبول کیلئے کافی ہے۔ ابن النجم کے اندر ذکر کیا ہے کہ مصنفؒ نے ایجاب وقبول کے شرائط ذکر نہیں فرمائے۔ ان میں سے ایک اتحاد مجلس بھی ہے اگر جبکہ دونوں شخص حاضر ہوں۔ اگر مجلس مختلف ہو جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ پس اگر ان میں سے کوئی ایک اٹھ کھڑا ہوا۔ اور دوسرے کام میں مشغول ہو گیا۔ تو ایجاب باطل ہو جائیگا۔ فی الفور قبول کرنا شرط نہیں ہے۔ بس اتحاد زمان پایا جائے پس مجلس کو آسانی کیلئے جامع قرار دیا گیا۔ حضرات مالکیہؒ کے نزدیک ایجاب کے بعد فوراً قبول ہونا چاہئے۔ ورنہ ایجاب غیر مؤثر ہوگا

البتہ تھوڑی سی تاخیر مضر نہیں ہے۔ جیسے ایجاب کے بعد خطبہ دیا جائے۔ مالکیہؒ کی طرف امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ بدائع میں ہے قال الشافعی علی الفور ان کے نزدیک بھی فصل یسیر نقصان دہ نہیں ہے جیسے وہ حمد وصلوۃ کے بعد کہہ دے زوجتك فلانة دلالته علی المدعی ظاهرة. حافظؒ فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ حق مہر کی تلاش کرنا آیا قبول کے قائم مقام ہو گا یا نہیں۔ جیسے کسی نے ایجاب سے پہلے قبول کر لیا تو وہ قبول کافی ہو گا۔ یا قبول کا اعادہ کرنا پڑے گا۔ تو مصنفؒ نے واھبہ کے قصہ سے ثابت کیا ہے۔ کہ اعادہ قبول کی ضرورت نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کے اس قول کے بعد زوجتکها بمامعك من القران منقول نہیں ہے۔ کہ اس آدمی نے قد قبلت کہا ہو لیکن مہلبؒ نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ کہ یہ ضابطہ نہیں البتہ ایسا شخص جس کی رضامندی۔ طلب۔ تلاش بار بار آنا جانا یہ قرائن ہیں کہ ایسے شخص کو صراحۃً قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور جو ایسا نہ ہو۔ اس کیلئے قبول دوبارہ کرنا ہو گا۔ چنانچہ حافظؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ مصنفؒ کا استدلال تسلیم ہے۔ لیکن وہ ہر خاطب کے لئے نہیں۔ جس کی رغبت پر قرائن دال ہوں۔ اس کے لئے یہ حکم ہے دوسرے کے لئے نہیں بالحنفیه القائلین بعدم الاکتفاء۔ لیکن کتب فقہ سے یہ ظاہر ہے کہ احنافؒ اکتفاء بماتقدم کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے جاز النکاح ولاحاجة الی القبول کیونکہ احنافؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایک ہی شخص طرفی النکاح یعنی ایجاب اور قبول دونوں کا متولی بن سکتا ہے۔ کیونکہ قوله زوجتك یہ توکیل بالنکاح ہے۔ الواحد یتولی طرفی النکاح والجواب سے قطب گنگوہیؒ نے ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے آیا قوله زوجنی ایجاب ہے یا توکیل ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ توکیل ہے۔ اور الجواب سے اشارہ ہے کہ ایک ہی شخص نکاح کے دونوں جانب یعنی ایجاب اور قبول کا متولی بن سکتا ہے۔ چنانچہ شارح وقایہ فرماتے ہیں اعلم ان قوله زوجنی در حقیقت ایجاب نہیں بلکہ توکیل یعنی وکیل بنانا ہے۔ پھر اس کا زوجت کہنا یہ ایجاب اور قبول ہے۔ کیونکہ ایک آدمی دونوں کا متولی بن سکتا ہے۔ بخلاف البیع۔ تو شیخ گنگوہیؒ نے والجواب سے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔ کیونکہ خلاصہ میں یہ ہے کہ الامر فی النکاح ایجاب۔

باب اِذَاقَالَ الْخَاطِبُ لِلْوَلِيِّ زَوِّجْنِيْ فُلَانَةَ فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَ بِكَذَاوَكَذا جَازَالنِّكَاحُ وَاِنْ لَمْ يَقُلْ لِلزَّوْجِ اَرَضِيْتَ اَمْ قَبِلْتَ ۔۔

ترجمہ۔ جب کوئی خطبہ کرنے والا کسی والی وارث سے کہے کہ فلاں عورت کا میرے سے نکاح کر دو تو وہ کہے کہ میں نے اتنی حق مہر میں اسکا تیرے سے نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہے۔ اگر چہ ولی زوج سے یہ بھی نہ کہے کہ کیا تو نے پسند کیا یا تو نے قبول کیا بہر صورت نکاح ہو جائیگا

حدیث (۴۷۷۹) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ

عَنْ سَهْلٍ اَنِ امْرَاَةً اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَ مَالِیَ الْيَوْمَ فِی النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ زَوِّجْنِيْهَا قَالَ مَاعِنْدَكَ قَالَ مَاعِنْدِیْ شَیْءٌ قَالَ اَعْطِهَا وَلَوْ خَاتِمًا مِنْ حَدِيْدٍ قَالَ مَاعِنْدِیْ شَیْءٌ قَالَ فَمَاعِنْدَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَامَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ...

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے دربار نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو کر اپنے آپ کو نکاح کے لئے آپؐ پر پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے آجکل عورتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجلس کے آدمی نے کہا یارسول اللہ اس کا آپؐ میرے سے نکاح کر دیجئے۔ آپؐ نے پوچھا تمھارے پاس کچھ ہے بھی۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو دینا پڑیگا۔ خواہ لوہے کی انگوٹھی کیوں نہ ہو اس نے کہا میرے پاس تو وہ بھی نہیں بلکہ کچھ نہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا کچھ قرآن بھی یاد ہے اس نے بتلایا کہ مجھے فلاں فلاں سورۃ یاد ہے آپؐ نے فرمایا اس حفظ قرآن کے سبب میں نے تجھے اس کا مالک بنادیا

تشریح از قاسمیؒ ۔ اس روایت سے امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا۔ ملکتکھا کے بعد اور کسی قبول کے لفظ کی ضرورت نہیں ہے اور ایک شخص ایجاب وقبول دونوں کا متولی بن گیا۔

باب لَايَخْطُبُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰی يَنْكِحَ اَوْ يَدَعَ ۔

ترجمہ۔ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام نہ دے جبتک وہ نکاح نہ کرے یا اسے چھوڑ دے۔

حدیث (۴۷۸۰) حَدَّثَنَا مَكِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ

اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ يَقُوْلُ نَهَی النَّبِیُّ ﷺ اَنْ يَّبِيْعَ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰی يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهٗ اَوْيَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسی بیع پر بیع کرنے سے منع فرمایا۔ اور یہ کہ کوئی پیغام نکاح دینے والے کے پیغام پر پیغام نکاح نہ دے یہانتک کہ خاطب اپنی بات چیت ترک کر دے۔ یا خاطب کو اس کی اجازت دے دے۔

حدیث (۴۷۸۱) حَدَّثَنَا يَحْيٰی بْنُ بُكَيْرٍ.

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَؓ يَأْثُرُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَاتَجَسَّسُوْا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا بد گمانی سے بچتے رہو۔ کیونکہ بد گمانی بہت بڑی جھوٹی بات ہے۔ اور جاسوسی نہ ہو اور نہ ہی

وَلَاتَجَسَّسُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا اِخْوَانًا وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَنْكِحَ اَوْ يَتْرُكَ ....

کسی کی ٹوہ میں رہو۔ اور نہ ہی ایکدوسرے سے بغض رکھو بلکہ بھائی بھائی بن کر رہو۔ اور کوئی آدمی اپنے بھائی کے خطبہ پر کسی سے خطبہ نہ کرے۔ یہانتک کہ وہ بھائی نکاح کرلے یا اپنی بات چھوڑدے۔ حتی تنکح یعنی پہلا جب نکاح کرلیگا تو دوسرے کو محض ناامیدی حاصل ہوگی۔ اگر چھوڑدیگا تو دوسرا خطبہ کرسکتا ہے۔

باب تَفْسِيْرِ تَرْكِ الْخِطْبَةِ

ترجمہ۔ خطبہ چھوڑنے کی تفسیر کیا ہے۔

حديث (٤٧٨٢) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ...... اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَؓ يُحَدِّثُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ حِيْنَ تَاَيَّمَتْ حَفْصَةُؓ قَالَ عُمَرُؓ لَقِيْتُ اَبَابَكْرٍؓ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَؓ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍؓ فَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ اِلَّا اَنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا تَابَعَهٗ يُوْنُسُؒ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب میری بہن حفصہؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میری حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ تو میں نے کہا اگر آپ کی مرضی ہو تو میں حفصہ بنت عمرؓ کا آپ سے نکاح کردوں پس میں کئی راتیں انتظار کرتا رہا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کیا تو میں نے آپؐ سے نکاح کردیا۔ حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے تمھاری پیشکش کے جواب دینے میں مجھے اور کوئی رکاوٹ نہیں تھی سوائے اس کے مجھے علم ہوگیا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہؓ کا تذکرہ فرمارہے تھے۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشاء کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر آپ چھوڑدیتے تو میں قبول کرلیتا۔ یونس نے اس کی متابعت کی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ ترک خطبہ کی تفسیر تو صراحۃً پہلے باب سے ثابت ہوچکی ہے۔ حتی ینکح اویترک اس باب کی حدیث سے تفسیر ثابت نہیں ہوتی۔ سوائے اس کے کہ یوں کہاجائے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کو جناب رسول اللہ ﷺ کا رکوار وجھکاؤ حفصہؓ کی طرف معلوم ہوگیا تو انہوں نے خطبہ کا ارادہ ترک کردیا۔ تو جب کسی کارکون اور تراضی کسی طرح سے معلوم ہوجائے تو اس وقت بھی خطبہ نہ کرنا چاہیے۔ یہ اول معنی ہیں جن کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے۔

باب الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ نکاح کا خطبہ کیسے ہو۔

حديث (٤٧٨٣) حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ ...... عَنْ

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مشرق۔

زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا.......

دو آدمی آئے اور ان دونوں نے ایک مؤثر خطبہ پڑھا جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ان دونوں کا خطبہ نقل فرمایا ہے جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ عقد نکاح کے وقت ایسا کلام کیا جائے جس سے لوگوں کے قلوب مالوف ہوں نفرت پیدا نہ ہو۔ بلکہ اچھا کلام تو ایسے مواقع پر باعث مسرت ہوتا ہے۔ اسلئے بعد ازاں باب ضرب الدف فی النکاح لائے ہیں۔

باب ضَرْبِ الدُّفِّ فِي النِّكَاحِ وَالْوَلِيْمَةِ۔

ترجمہ۔ نکاح اور ولیمہ کے وقت دف بجانا

حدیث (۴۷۸۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ......

قَالَتِ الرُّبَيِّعُ بِنْتُ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ دَعِيْ هٰذِهٖ وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ ....

ترجمہ۔ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ فرماتی ہیں کہ جب میری رخصتی ہو چکی تھی تو جناب رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جس طرح تم میرے نزدیک بیٹھے ہو۔ تو ہماری کچھ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں دف بجانے لگیں اور ہمارے آباء میں جو لوگ بدر میں شہید ہو گئے تھے ان کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں۔ اچانک ان میں سے ایک لڑکی نے کہا ہمارے اندر ایک ایسا نبی ہے جو کل ہونے والے واقعات کو بھی جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ و وہی کہو جو کہہ رہی تھیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ضرب الدف فی النکاح والولیمہ ۷۷۳۔۱۰ الولیمہ کا عطف النکاح پر ہے جس سے بتلانا ہے کہ عقد نکاح اور ولیمہ دونوں وقت دف بجانے کی اجازت ہے۔ اب ترجمہ کے دوسرے جز ولیمہ میں دف بجانے پر حدیث کی دلالت ظاہر ہے غداۃ بنی بی کے الفاظ واضح ہیں۔ ولیمہ چونکہ متعلق نکاح میں سے ہے جب دف بجانا ولیمہ میں جائز ہوا تو عقد نکاح میں بھی جائز ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جس طرح شیخؒ نے فرمایا کہ الولیمہ کا عطف النکاح پر ہے حافظؒ بھی فرماتے ہیں والولیمہ معطوف علے النکاح۔ تو ضرب الدف فی الولیمہ جب ثابت ہوا۔ ولیمہ خاص تھا تو نکاح جو عام ہے اس میں بطریق اولی ضرب الدف کا جواز ثابت ہوگا۔

اور یہ بھی احتمال ہے ولیمۃ النکاح خاص طور پر مراد ہو کیونکہ ضرب دف عقد نکاح عند الدخول اور عند الولیمہ مشروع ہو۔ لیکن پہلا احتمال صحیح ہے۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو بعد میں ذکر ہو رہی ہے۔ جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا انصار کی چند عورتوں کے پاس سے گذر ہوا۔ جو اپنی ایک شادی کی تقریب میں گا رہی تھیں جس پر مطلبؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اعلان النکاح بالدف کا جواز ثابت ہوا۔ دوسرے مباح گانا بھی ثابت ہوا۔ لیکن اس سے واضح حدیث امام ترمذی کی ہے جس میں ہے کہ آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فصل مابین الحلال و الحرام الدف و الصوت۔ ترجمہ کہ حلال اور حرام میں فرق کرنے والی نکاح کے اندر دو چیزیں ہیں ایک تو دف سے اعلان نکاح کرنا اور دوسرے مباح آواز سے گانا۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت ترمذی میں ہے کہ اعلنوا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوہ علیہ بالدفوف ترجمہ کہ اس نکاح کا اعلان کرو۔ اور نکاح کی مجلس مسجدوں میں منعقد کیا کرو اور نکاح پر دف بھی بجایا کرو۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً وَكَثْرَةِ الْمَهْرِ وَاَدْنٰى مَا يَجُوْزُ مِنَ الصِّدَاقِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاٰتَيْتُمْ اِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ وَقَالَ سَهْلٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ عورتوں کو ان کے حق مہر خوشدلی سے ادا کرو۔ حق مہر زیادہ اور کم کتنا ہے۔ اللہ تعالے تو فرماتے ہیں کہ اگر تم نے ان میں سے کسی کو مال کثیر عطا کیا ہو تو طلاق کے وقت ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لو اس سے کثرت ثابت ہوئی یا جو بھی تم ان کیلئے مقرر کر لو اس سے ادنی معلوم ہوا جس کی تفسیر حضرت سہلؓ کی روایت سے ہو گئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث (۴۷۸۵) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍؓ تَزَوَّجَ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ فَرَاٰى النَّبِيُّ ﷺ بَشَاشَةَ الْعُرْسِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍؓ تَزَوَّجَ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے گٹھلی کے وزن کے برابر سونے پر ایک عورت سے نکاح کیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے شادی کی خوشی کے آثار ان پر دیکھے تو اس کا سبب ان سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک گٹھلی کے وزن کے برابر ایک عورت سے

امْرَأَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ ..... شادی کی ہے حضرت قتادہ کی روایت جو حضرت انسؓ سے ہے اس میں نواۃ کی تمیز من ذھب موجود ہے۔ عبدالعزیز کی روایت میں نہیں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ بشاشۃ العرس ۷۷۳-۲۲ بشاشۃ العرس کے معنی کشادہ روئی کے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ کوئی نشانی بھی ہونی چاہئے۔ جس سے معلوم ہو کہ یہ شادی کی خوشی ہے۔ جیسے دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوشبو کی زردی تھی کیونکہ محض طلاقۃ وجہ شادی پر دلالت کرنے میں کافی نہیں ہے۔ اور یوں بھی ممکن ہے کہ اگرچہ محض کشادہ روئی یعنی صرف چہرہ کی رونق ہی نکاح کی خوشی پر دلالت کرنے والی نہیں ہے۔ مگر اس سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے۔ کہ کوئی بات پیدا ہوئی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے سوال میں مبہم کا لفظ استعمال فرمایا۔ کہ یہ کیسی خوشی ہے۔ سوال میں نکاح متعین نہیں کہ کسی اور قرینہ کو چہرے کی خوشی کے ساتھ ملانے کی ضرورت پڑے جس سے نکاح کی خوشی متعین ہو جائے۔ واللہ اعلم

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عینی میں ہے کہ وضر من صفرہ یعنی اثر من صفرہ وہ ایک خوشبو ہے۔ جو سرمیل کے وقت استعمال کی جاتی ہے۔ اور اوجز میں اس اعتراض کے جوابات بھی دئے گئے ہیں۔ جو حضرت عبدالرحمٰن صحابی پر وارد ہوتا ہے۔ کہ خلوق رنگ والی خوشبو تو عورتوں کے لئے مختص ہے۔ انہوں نے کیوں استعمال کی۔ ان اجوبہ میں سے ایک جواب یہ بھی ہے کہ شادی کا موقع مستثنیٰ ہے خصوصاً نوجوان دولہے کو اس کے استعمال کی اجازت ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اوائل اسلام مین شادی کے موقع پر ایسا رنگا کپڑا دولہے کو پہنایا جاتا تھا جو اس کے شادی کر لینے کی علامت تھی تاکہ ولیمہ میں معاون ثابت ہو سکے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ اس ترجمہ سے غرض یہ بتلاتے ہیں کہ کم از کم مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں بخلاف مالکیہؒ کے اور احنافؒ کے کہ ان کے نزدیک اقل مہر دس درہم سے کم نہ ہو۔ امام بخاریؒ کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ صدقاتھن کا لفظ مطلق ہے۔ فریضۃ کا لفظ بھی مطلق ہے۔ اور حضرت سھلؓ کی روایت میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ اقل میں کوئی تعین نہیں ہے۔ اور کثرۃ المہر کا عطف قولہ تعالےٰ پر ہے۔ آیت کی تلاوت سے قنطارا کے لفظ سے استدلال کیا۔ کہ کثرۃ المہر بھی جائز ہے۔ اور اس عورت کے واقعہ سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ جس نے حضرت عمرؓ سے جھگڑا کیا تھا۔ جبکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا لا تغالوا فی مہر النساء کہ عورتوں کے مہر میں غلو نہ کرو۔ تو ایک عورت نے کہا کہ اے عمرؓ تمہیں اس کا اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ تو قنطارا فرماتے ہیں اور تم تحدید کرتے ہو۔ تو وہ عورت غالب آگئی تو اقل مہر میں اختلاف ہوا۔ بعض نے تین درہم بعض نے پانچ درہم اور احنافؒ نے کہا دس درہم سے کم نہ ہو۔ ان کا استدلال حضرت جابرؓ اور ابن عمرؓ کی روایات سے ہے۔ جن میں اقل المہر عشرۃ دراھم کو کہا گیا ہے۔

باب التَّزْوِيجِ عَلَى الْقُرْاٰنِ وَبِغَيْرِ صَدَاقٍ

ترجمہ۔ تعلیم قرآن پر شادی کر دینا اور بغیر مالی حق مہر کے شادی کر دینا۔

حدیث (۴۷۸۶) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ سَمِعْتُ سَھْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِیَّ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَفِی الْقَوْمِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِذْقَامَتِ امْرَأَۃٌ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّھَا وَھَبَتْ نَفْسَھَا لَکَ فَرَءَ فِیْھَا رَأْیَکَ فَلَمْ یُجِبْھَا شَیْئًا ثُمَّ قَامَتْ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّھَا قَدْ وَھَبَتْ نَفْسَھَا لَکَ فَرَءَ فِیْھَا رَأْیَکَ فَلَمْ یُجِبْھَا شَیْئًا ثُمَّ قَامَتِ الثَّالِثَۃَ فَقَالَتْ اِنَّھَا قَدْوَھَبَتْ نَفْسَھَا لَکَ فَرَءَ فِیْھَا رَأْیَکَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْکِحْنِیْھَا قَالَ ھَلْ عِنْدَکَ شَیْءٌ قَالَ لَا قَالَ اِذْھَبْ فَاطْلُبْ وَلَوْخَاتَمًا مِنْ حَدِیْدٍ فَذَھَبَ فَطَلَبَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ مَاوَجَدْتُّ شَیْئًا وَلَاخَاتَمًامِنْ حَدِیْدٍ قَالَ ھَلْ مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ قَالَ مَعِیْ سُوْرَۃُ کَذَا وَسُوْرَۃ کَذَاقَالَ اذْھَبْ فَقَدْ اَنْکَحْتُکَھَا بِمَامَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ....

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ہمراہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھا کہ اچانک ایک عورت (خولہ بنت حکیم) اٹھ کر کہنے لگی کہ یارسول اللہ اس نے اپنے آپ کو آپؐ کے لئے ھبہ کر دیا ہے۔ پس آپؐ اس کے بارے میں اپنی جو رائے قائم کریں۔ تو آپؐ نے اس کو کچھ جواب نہ دیا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ اٹھ کر کہنے لگی یارسول اللہ! وہ اپنے آپ کو آپؐ کے لئے ھبہ کر چکی ہے۔! آپؐ اس کے بارے میں جو رائے قائم کریں آپ کی مرضی ہے۔ پھر بھی آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نے اٹھ کر یہی کہا یارسول اللہ! وہ اپنے آپ کو ھبہ کر چکی ہے۔ آپؐ اپنی رائے قائم فرمائیں۔ تو ایک آدمی اٹھ کر کہنے لگا یارسول اللہ! اس کا میرے سے نکاح کر دیں۔ آپؐ نے پوچھا تمھارے پاس کچھ مال بھی ہے اس نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا جاؤ مال تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی بھی ہو۔ وہ چلا گیا تلاش کرنے کے بعد واپس آکر کہنے لگا مجھے کوئی چیز نہیں ملی اور نہ ہی لوہے کی انگوٹھی ملی۔ آپؐ نے پوچھا کچھ قرآن مجید بھی یاد ہے۔ اس نے کہا مجھے فلاں فلاں سورۃ یاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ میں نے اس حفظ قرآن کی بدولت اس عورت کا تیرے سے نکاح کر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگر شبہ ہو کہ تعلیم القرآن تو مہر ہو گیا پھر بغیر صداق کیسے کہا گیا۔ جواب یہ ہے صداق مالی مراد ہے جسکی نفی کی گئی

بَابُ الْمَھْرِ بِالْعُرُوْضِ وَخَاتَمٍ مِنْ حَدِیْدٍ۔

ترجمہ۔ اسباب بھی مہر میں دیا جا سکتا ہے لوہے کی انگوٹھی اور کپڑا احادیث سے ثابت ہے۔

حدیث (۴۷۸۷) حَدَّثَنَا یَحْیٰی ...... عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ تَزَوَّجْ

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ نکاح کر لو اگرچہ

وَلَوْ بِخَاتِمٍ مِنْ حَدِيْدٍ.... لوہے کی انگوٹھی بھی حق مہر میں ادا کرو۔ خاتم من حدید تو نص حدیث سے ثابت ہوئی اور عروض کو اس کے ساتھ لاحق کیا گیا۔ علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ یہ آٹھویں مرتبہ حدیث سھلؓ کو کتاب النکاح میں ذکر کیا گیا ہے۔

باب الشُّرُوْطِ فِي النِّكَاحِ

ترجمہ۔ نکاح میں شرطوں کا کیا حکم ہے۔

وَقَالَ عُمَرُؓ مَقَاطِعُ الْحُقُوْقِ عِنْدَ الشُّرُوْطِ وَقَالَ الْمِسْوَرُؓ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ صِهْرًا لَهٗ فَأَثْنٰى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهٖ فَأَحْسَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَصَدَّقَنِيْ وَوَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ.....

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حقوق کے فیصلے شرائط کے مطابق ہونگے۔ حضرت مسورؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ آپؐ اپنے داماد کا ذکر فرما رہے تھے۔ اور دامادگی میں اس کی تعریف فرمائی اور خوب تعریف فرمائی۔ فرمایا کہ اس نے میرے سے جو بات کی اسے سچا کر دکھایا اور جو وعدہ کیا اسے پورا کر دکھایا۔ وہ حضرت ابوالعاص بن الربیع تھے جو حضرت زینبؓ دختر نیک اختر کے شوہر تھے۔

حديث (٤٧٨٨) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ...... عَنْ عُقْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَحَقُّ مَا أَوْفَيْتُمْ مِنَ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ....

ترجمہ۔ حضرت عقبہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ شرائط جن کو پورا کرنا نہایت ضروری ہے وہ ہیں جن سے تم لوگوں نے شرمگاہوں کو حلال کیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ مقاطع الحقوق ۹-۴۷۷ مقصد یہ ہے کہ صاحب حق کا حق اس وقت ختم ہو جائیگا جب کہ اس کے نہ ہونے کی شرط لگائی جائے۔ کیونکہ مسلمان اپنے شرائط کے پابند ہیں جب اس نے اپنا حق باطل کر دیا تو اب حقدار نہیں رہے گا اور اس پر مسئلہ اختلاف مشہور ہے۔ اس مسئلہ پر تو سب علماء کا اتفاق ہے۔ کہ جو شرائط شریعت کے تقاضا کے مخالف ہونگی وہ باطلہ ہیں تو اب اختلاف ان شرائط کے بارے میں رہ گیا۔ جو شریعت کے خلاف ہیں۔ کیونکہ بہت سی شرائط ایسی ہیں جو ایک کے نزدیک اصول شرعی کے خلاف ہیں۔ دوسرے کے نزدیک نہیں ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ یہ شرائط لگائے کہ خاوند اس کو اس کے میکے سے نہیں نکالے گا تو یہ شرائط ہمارے نزدیک باطل ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالے کے اس قول کے خلاف ہیں اسکنوھن من حیث سکنتم الایۃ جہاں تم رہتے ہو ان کو بھی وہیں رکھو۔ (گھر جوائی نہ بناؤ) اور اللہ تعالے کے اس قول کے بھی مخالف ہے الرجال قوامون علی النساء کہ مرد عورتوں پر حاکم ہے حاکم اپنے گھر میں رہا کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نکاح میں شرائط تین طرح کی ہیں۔ پہلی قسم تو یہ ہے جس کا پورا کرنا مرد پر لازم ہے۔ یعنی جس کا نفع عورت کو پہنچتا ہے۔ جیسے شرط لگائی کہ اسے اس گھر سے یا شہر سے نہیں نکالیگا۔ یا اسے سفر میں ساتھ نہیں لے جائیگا یا اس پر سوکن نہیں ڈالیگا۔ یا کسی باندی کو ام ولد نہیں بنائیگا۔ تو مرد کو ان کا پورا کرنا لازم ہے۔ اگر نہیں کریگا تو عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق ہے۔ یہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے۔ امام اوزاعیؒ اور راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ شرائط باطل ہیں۔ حق مہر فاسد ہوگا عقد نکاح فاسد نہیں ہوگا۔ عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی۔ ان حضرات کی دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائۃ شرط الحدیث کہ ہر وہ شرط باطل ہے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ اگرچہ ایسی سو شرطیں بھی ہوں پھر بھی باطل ہیں۔ اور کتاب اللہ میں یہ نہیں ہے اور آپ کا ارشاد المسلمون علیٰ شروطھم الا شرطا احل حراما او حرم حلالا یہ شرائط حلال کو حرام بنا رہے ہیں کیونکہ تزویج دوسری شادی اور ام ولد بنانا یہ مرد کا حق حلال ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کا مستدل یہ حدیث باب ہے احق الشروط اور اجماع صحابہ بھی اسی پر ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ شرط تو باطل ہو جائیگی لیکن عقد نکاح صحیح رہے گا۔ مثلاً مرد نے شرط لگائی کہ نکاح ہے لیکن اس کیلئے حق مہر نہیں ہوگا۔ یا یہ کہ اس پر خرچ نہیں کریگا۔ یا یہ کہ اس سے وطی نہیں کریگا۔ یا اس کی باری میں کمی بیشی کریگا۔ یا یہ کہ ہفتہ میں صرف ایک رات اس کے پاس رہیگا۔ تو یہ سب شرائط باطل ہیں۔ عقد صحیح ہوگا۔ تیسری قسم یہ ہے کہ سرے سے نکاح باطل ہو جائیگا۔ جیسے چند دن کے نکاح کی شرط لگائے۔ نکاح مؤقت یا نکاح متعہ یہ سب باطل ہیں۔ اور اجماع صحابہ کا دعوی بھی صحیح نہیں ہے اس لئے حضرت علیؓ سے منقول ہے۔ شرط اللہ قبل شرطھا اور حضرت عمرؓ سے روایات مختلف ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے تعلیقاً نقل کیا ہے مقاطع الحقوق عند الشروط اور حضرت عمرؓ نے فیصلہ دیا المراۃ مع فروجھا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمدؒ اور اہل ظواہر کے نزدیک تو دار کی شرط مباح ہے لیکن ائمہ ثلاثہ اسکے خلاف ہیں اگر پورا نہ کرے تو امام احمدؒ کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق ہے لیکن ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اسے اس فسخ نکاح کا حق نہیں ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ شرائط پورا نہ کرنے کی صورت میں عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ خطابیؒ فرماتے ہیں شروط فی النکاح مختلفہ ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جن کا پورا کرنا لازم ہے۔ وہ وہ ہیں جن کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے امساک بمعروف و تسریح باحسان کہ دستور کے مطابق ان کو رکھو یا اچھے طریقہ سے چھوڑ دو۔ اور بعض شرائط وہ ہیں جن کو بالاتفاق پورا نہ کرنا واجب ہے جیسے سوکن کی طلاق مانگنا۔ اور بعض شرائط میں اختلاف ہے جیسے گھر سے نہ نکالنا۔ دوسری شادی نہ کرنا وغیرہ تفصیل گذر چکی ہے۔

باب الشُّرُوطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍؓ لَا تَشْتَرِطِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا۔

ترجمہ۔ وہ شرطیں جو نکاح میں حلال نہیں ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی عورت اپنی بہن سوکن کی طلاق کی شرط نہ لگائے۔

حدیث (۴۷۸۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى ...... عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَايَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ تَسْأَلُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لَتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا فَاِنَّمَا لَهَا مَاقُدِّرَ لَهَا ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کسی عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی بہن سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرے تو اس کا پیالہ خاوند کے لئے فارغ ہو جائے۔ حالانکہ جو اس کا مقدر ہے اس کو مل کر رہیگا۔

باب الصُّفْرَةِ لِلْمُتَزَوِّجِ وَرَوَاهُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ شادی کرنے والے کیلئے رنگندار خوشبو کیسی ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اسے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

حدیث (۴۷۹۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَسَأَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ وَقَالَ كَمْ سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے تو ان پر زرد رنگ کی خوشبو کا نشان تھا۔ تو اس کے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے انصاری کی عورت سے شادی کی ہے۔ آپؐ نے پوچھا حق مہر کتنا دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ گٹھلی کی مقدار کا سونا دیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ ولیمہ ضرور کرو اگرچہ ایک بکری بھی ہو۔

حدیث (۴۷۹۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِزَيْنَبَ فَاَوْسَعَ الْمُسْلِمِيْنَ خُبْزًا فَخَرَجَ كَمَا يَصْنَعُ اِذَا تَزَوَّجَ فَاَتٰى حُجَرَ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَدْعُوْ وَيَدْعُوْنَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَرَاٰى رَجُلَيْنِ فَرَجَعَ لَا اَدْرِيْ اَخْبَرْتُهُ اَوْ اُخْبِرَ بِخُرُوْجِهِمَا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینبؓ کی شادی کے موقع پر دعوت ولیمہ کی تو مسلمانوں کو خوب روٹی کھلائی۔ پھر آپؐ باہر تشریف لائے جیسا کہ شادی کے موقعہ پر آپؐ کا معمول ہوتا تھا کہ امہات المؤمنین کے حجروں پر تشریف لائے آپؐ بھی دعا کرتے تھے اور بیبیاں بھی دعا کرتی تھیں فراغت کے بعد آپؐ نے

دو آدمیوں کو دیکھا تو واپس لوٹے مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے آپ کو آکر بتلایا یا کسی اور کے ذریعہ آپ کو ان کے چلے جانے کی اطلاع دی گئی۔

بَاب كَيْفَ يُدْعٰى لِلْمُتَزَوِّجِ

ترجمہ دولہا کے لئے کیسی دعا کی جائے۔

حدیث (۴۷۹۲) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ حَرْبٍ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأٰى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ قَالَ مَاهٰذَا قَالَ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر زرد خوشبو کا نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے سونے کی ایک گٹھلی کے وزن پر ایک عورت سے شادی کی ہے۔ آپؐ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا اللہ تعالےٰ آپ کو بابرکت کرے ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہو۔

بَاب الدُّعَاءِ لِلنِّسَاءِ الّٰاتِيْ يُهْدِيْنَ الْعُرُوْسَ وَلِلْعُرُوْسِ۔

ترجمہ۔ وہ عورتیں جو شادی کی خوشی پر ہدیہ پیش کریں ان کیلئے اور دلہن کیلئے کونسی دعا کہی جائے۔

حدیث (۴۷۹۳) حَدَّثَنَا فَرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَؓ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَاَتَتْنِيْ اُمِّيْ فَاَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَاِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے میری شادی ہوئی۔ تو میرے پاس میری والدہ تشریف لائیں تو مجھے ایک حویلی کے اندر داخل کردیا جہاں گھر کے اندر انصار کی کچھ عورتیں تھیں جنہوں نے یہ دعا دی۔ خیر وبرکت پر آنا ہو اور اچھے نصیب والی ہو۔

بَاب مَنْ اَحَبَّ الْبِنَاءَ قَبْلَ الْغَزْوِ۔

ترجمہ۔ جہاد میں جانے سے پہلے جو شخص ہمبستری کرنا چاہے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۴۷۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا يَتْبَعْنِيْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا نبیوں میں سے ایک نبی غالباً نوحؑ تھے جنہوں نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جو عورت کی شرمگاہ کا مالک ہوا اور وہ اس سے

وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْنِيَ بِهَا وَلَمْ يَبْنِ بِهَا ......

ہمبستر ہونا چاہتا تھا جبکہ وہ ہمبستر نہ ہوا یعنی جہاد میں جلدی شمولیت کرنی چاہئے اور اسی کی اسے فکر ہو باقی تمام امور سے اس کا دل فارغ ہو۔

باب مَنْ بَنَى بِامْرَأَةٍ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ

ترجمہ۔اس شخص کے بارے میں جو عورت سے اس وقت ہمبستری کرے جبکہ وہ نو سال کی عمر کی ہو

حديث(٤٧٩٥)حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ عَنْ عُرْوَةَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ عَائِشَةَ ؓ وَهِيَ ابْنَةُ سِتٍّ وَبَنٰى بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ تِسْعٍ وَمَكَثَتْ عِنْدَهٗ تِسْعًا......

ترجمہ۔حضرت عروہؒ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے اس وقت نکاح کیا جبکہ وہ چھ سال کی عمر کی تھیں اور ان سے ہمبستری اس وقت کی جبکہ وہ نو برس کی تھیں۔اور وہ آپؐ کے پاس نو سال تک رہیں۔گویا کہ آپؐ کی وفات کے وقت انکی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

باب الْبِنَاءِ فِي السَّفَرِ

ترجمہ۔سفر کے اندر شب زفاف منانا کیسا ہے

حديث(٤٧٩٦)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ ثَلٰثًا يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى وَلِيْمَتِهٖ فَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَحْمٍ اَمَرَ بِالْاَنْطَاعِ فَاُلْقِيَ فِيْهَا مِنَ التَّمْرِ وَالْاَقِطِ وَالسَّمْنِ فَكَانَتْ وَلِيْمَتَهٗ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِحْدَى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ فَقَالُوْا اِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ ......

ترجمہ۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن قیام فرمایا دریں اثنا حضرت صفیہ بنت حییؓ سے آپؐ کا سر میل ہوا۔میں نے آپؐ کے ولیمہ کی طرف دوسرے لوگوں کو بلایا روٹی اور گوشت تو تھا نہیں البتہ چمڑے کے دستر خوان بچھادئے گئے جن پر کھجور خشک دودھ اور گھی ڈالا گیا بس یہی آپؐ کا ولیمہ تھا۔اب مسلمان کہنے لگے کہ یہ بی بی امہات المؤمنین میں سے ہے یا باندی ہے کہ آپؐ کا دایاں ہاتھ اس کا مالک بنا۔چنانچہ جب آپؐ نے کوچ فرمایا تو اپنے پیچھے بی بی صفیہؓ کے لئے بیٹھنے کی جگہ بنائی ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ کھینچ لیا۔

بَاب اَلْبِنَاءِ بِالنَّهَارِ بِغَيْرِ مَرْكَبٍ وَلَا نِيرَانٍ

ترجمہ۔ رات کی خصوصیت نہیں ہے دن کو بھی عورت سے سرمیل ہو سکتا ہے جو بغیر سواری اور بغیر آگ جلائے ہو۔

حدیث (٤٧٩٧) حَدَّثَنِيْ فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَتْنِي أُمِّي فَأَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَلَمْ يَرُعْنِيْ إِلَّا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ضُحًى .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی میرے ساتھ شادی ہوئی تو میری ماں ام رومانؓ میرے پاس آئیں اور مجھے ایک حویلی میں داخل کر دیا۔ پس مجھے اچانک اشراق کے وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے گھبراہٹ میں ڈال دیا تو دن کے وقت دلہن عورت سے ملنا ثابت ہوا بغیر سواری اور بغیر آگ کے کیونکہ دن کا وقت تھا روشنی کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

بَاب الْأَنْمَاطِ وَنَحْوِهَا لِلنِّسَاءِ

ترجمہ۔ چمڑے کے قالین اور اس جیسے کوئی اور سامان جو عورتوں کے لئے مہیا کیا جائے

حدیث (٤٧٩٨) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ هَلِ اتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَأَنّٰى لَنَا الْأَنْمَاطُ قَالَ إِنَّهَا سَتَكُوْنُ ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے پھندنے دار قالین بھی تیار کیا۔ میں نے کہا یارسول اللہ! ہمارے پاس ایسے قالین کہاں ہیں آپؐ نے فرمایا عنقریب ہونگے آپؐ کے خبر دینے سے قالینوں کا مباح ہونا ثابت ہوا ورنہ آپؐ منع فرمادیتے۔

بَاب النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ يُهْدِيْنَ الْمَرْأَةَ إِلٰى زَوْجِهَا

ترجمہ۔ ان عورتوں کے بارے میں جو دلہن کو دولہے کے پاس بطور ھدیہ کے لے جائیں۔

حدیث (٤٧٩٩) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ ...... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا زَفَّتْ امْرَأَةً إِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا عَائِشَةُ مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت انصار کے ایک آدمی کی طرف ھدیہ کے طور پر بھیجی گئی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ! کیا تمھارے پاس کوئی شغل نہیں ہے۔ انصار کو شادی کے موقع پر شغل پسند ہوتا ہے۔ اس سے جائز شغل کی اباحت ثابت ہوئی گانا بجانا نہ ہو۔

باب الْهَدِيَّةُ لِلْعُرُوْسِ

ترجمہ۔ دلہن کے لئے زفاف کے بعد ھدیہ لے جانا چاہئے۔

حدیث (۴۸۰۰) قَالَ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ ...... عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَرَّ بِنَا فِيْ مَسْجِدِ بَنِيْ رِفَاعَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا مَرَّ بِجَنَبَاتِ اُمِّ سُلَيْمٍ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ عُرُوْسًا بِزَيْنَبَ فَقَالَتْ لِيْ اُمُّ سُلَيْمٍ لَوْ اَهْدَيْنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هَدِيَّةً فَقُلْتُ لَهَا افْعَلِيْ فَعَمَدَتْ اِلٰى تَمْرٍ وَسَمْنٍ وَاَقِطٍ فَاتَّخَذَتْ حَيْسَةً فِيْ بُرْمَةٍ فَاَرْسَلَتْ بِهَا مَعِيَ اِلَيْهِ فَانْطَلَقْتُ بِهَا اِلَيْهِ فَقَالَ لِيْ ضَعْهَا ثُمَّ اَمَرَنِيْ فَقَالَ ادْعُ لِيْ رِجَالًا سَمَّاهُمْ وَادْعُ لِيْ مَنْ لَقِيْتَ قَالَ فَفَعَلْتُ الَّذِيْ اَمَرَنِيْ فَرَجَعْتُ فَاِذَا الْبَيْتُ غَاصٌّ بِاَهْلِهِ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً يَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَقُوْلُ لَهُمْ اذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ وَلْيَاْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيْهِ قَالَ حَتّٰى تَصَدَّعُوْا كُلُّهُمْ عَنْهَا فَخَرَجَ مِنْهُمْ مَنْ خَرَجَ وَبَقِيَ نَفَرٌ يَتَحَدَّثُوْنَ قَالَ وَجَعَلْتُ اَغْتَمُّ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ نَحْوَ الْحُجُرَاتِ وَخَرَجْتُ فِيْ اِثْرِهٖ فَقُلْتُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے ابو عثمان کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ کا بنی رفاعہ کی مسجد میں ہمارے پاس سے گذر ہوا جو بصرہ کی مسجد ہے میں نے حضرت انسؓ کو کہتے سنا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب بی بی ام سلیم کی جانب سے آپ کا گذر ہوتا۔ تو آپؐ ضرور اس کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو سلام کرتے۔ کیونکہ وہ آپ کی رضاعی یا نسبی خالہ لگتی تھیں اور حضرت انسؓ کی والدہ تھیں۔ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب حضرت زینبؓ کے دولھا بنے تو مجھے میری ماں ام سلیمؓ نے کہا کہ اگر ہم لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی ھدیہ بھیجتے تو بہتر ہوتا۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے کیجئے۔ تو انہوں نے کھجور۔ پنیر اور گھی کو ایک ہنڈیا میں ڈال کر ایک قسم کا حلوہ بنالیا۔ تو ہدیہ کے طور پر میرے ذریعہ آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ میں اسے لیکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اسے رکھ دو پھر مجھے حکم دیا کہ چند آدمی جن کا آپؐ نے نام لیا انہیں میرے پاس بلالے آؤ بلکہ جو آدمی بھی تمھیں ملے اسے میر طرف سے دعوت دے دو۔ چنانچہ جو کچھ آپؐ نے حکم دیا تھا میں نے اس کی تعمیل کی۔ واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گھر تو لوگوں سے پر ہے۔ تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اس حلوہ پر رکھدئے پھر جو اللہ تعالے نے چاہا آپؐ نے اس پر پڑھا پھر دس دس

اِنَّهُمْ قَدْ ذَهَبُوْا فَرَجَعَ فَدَخَلَ الْبَيْتَ وَاَرْخَى السِّتْرَ وَاِنَّهُ لَفِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ يَقُوْلُ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ ...... قَالَ اَبُوْ عُثْمَانَ قَالَ اَنَسٌ اِنَّهُ خَدَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ .....

آدمیوں کو بلاتے تھے جو اس سے کھاتے تھے ۔ آپ ان سے فرماتے ہیں اللہ کا نام لیکر کھانا شروع کرو لیکن ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔ بہر حال سب نے کھا کر وہاں سے فراغت حاصل کر لی جس نے جانا تھا چلا گیا کچھ لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے جس سے مجھے غم ہوا۔ پس آنحضرت نبی اکرم ﷺ بیویوں کے حجرات کی طرف چلے گئے۔ بعد میں میں نے آپ کے پیچھے جا کر کہا کہ حضرت! وہ سب لوگ چلے گئے ہیں۔ چنانچہ واپس آکر گھر میں داخل ہوئے۔ اور پردہ لٹکا دیا۔ اور آپ حجرہ میں تھے تو آیت حجاب کی تلاوت کر رہے تھے ترجمہ۔ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو۔ کہ کھانے کے پک جانے کا انتظار کرتے ہو۔ لیکن جب تمھیں بلایا جائے تو داخل ہو جب کھانا کھا چکو تو نکل کر پھیل جاؤ باتوں میں نہ لگ جاؤ۔ کہ یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے۔ وہ تم سے شرم کرتے ہیں۔ اللہ تعالے تو حق بیان کرنے سے نہیں رکتے۔ ابو عثمان کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ انہوں نے دس سال تک جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت انجام دی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں آپؐ نے لوگوں کو خبز ولحم سے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا تھا تو ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کو آپؐ نے خبز ولحم سے سیر کرایا ہو اور ادع لی من لقیت جو ہزاروں کی تعداد میں تھے ان کو حیسہ ام سلمہؓ سے سیر کرایا اس طرح جمع روایات ہو جائیگی۔

باب اسْتِعَارَةِ الثِّيَابِ لِلْعُرُوْسِ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ کپڑے وغیرہ شادی کے لئے مانگ کر لے جانا کیسا ہے۔

حدیث (۴۸۰۱) حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ اَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِهِ فِيْ طَلَبِهَا فَاَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوْءٍ فَلَمَّا اَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ شَكَوْا ذٰلِكَ اِلَيْهِ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ اَمْرٌ قَطُّ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لَكِ مِنْهُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بہن اسماء سے ایک گلے کا ہار عاریت پر لیا جو ضائع ہو گیا جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو اس کی تلاش کیلئے بھیجا جنھیں نماز نے آلیا۔ تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ پھر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا شکوہ کیا جس پر آیت تیمم نازل ہوئی تو حضرت اسید بن حضیرؓ نے فرمایا اللہ تعالی تجھے جزائے خیر دے واللہ جب اللہ تعالی نے آپؐ کو کسی مصیبت میں مبتلا کیا

مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ بَرَكَةٍ ..... تو اللہ تعالے نے ضرور اس سے آپ کے لئے نکلنے کا راستہ بنا دیا اور مسلمانوں کے لئے اسے برکت بنا دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث کو باب سے مطابقت لغوی حیثیت سے ہے۔ کہ قلادہ اور ثیاب دونوں ملبوسات میں سے ہیں جس سے دلہن وغیرہ برابر آراستہ ہوتے ہیں۔

باب مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ۔

ترجمہ۔ جب آدمی اپنی بیوی سے ہمبستر ہو تو کیا پڑھے۔

حدیث (۴۸۰۲) حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَمَا لَوْ اَحَدُهُمْ يَقُوْلُ حِيْنَ يَأْتِيْ اَهْلَهٗ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ثُمَّ قُدِّرَ بَيْنَهُمَا فِيْ ذٰلِكَ اَوْ قُضِيَ وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطَانٌ اَبَدًا.....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے کوئی جب اپنی بیوی سے ہمبستر ہو تو کہے بسم اللہ اے اللہ شیطان کو میرے سے دور رکھنا اور اس اولاد سے بھی شیطان کو دور رکھنا جو ہمیں عطا فرمائیں پھر اگر اللہ تعالے کی تقدیر میں ہوا یا ولد کا فیصلہ ہو گیا تو شیطان کبھی اس بچہ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ قدر کے بارے میں اصطلاحی فرق یہ ہے کہ قضا تو وہ امر کلی اجمالی ہے جس کا ازل میں فیصلہ ہو چکا اور قدر اس کلی کی جزئیات ہیں۔ لم یضرہ..... بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس تسمیہ کی برکت سے شیطان اس پر مسلط نہیں ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ شیطان اس کے پہلو میں چوکا نہیں مارے گا مگر یہ بعید ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کے دین میں نقصان نہیں ڈالے گا۔ بعض حضرات نے اور معانی بھی بیان فرمائے ہیں اور حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ جو شخص جماع کے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اس کے ساتھ جماع میں شریک ہو جاتا ہے۔ شاید یہ جواب اقرب ہے۔

باب اَلْوَلِيْمَةُ حَقٌّ

ترجمہ۔ ولیمہ ثابت ہے۔

وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ولیمہ ضرور کر و اگر چہ ایک بکری کا ہو۔

حدیث (۴۸۰۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ

اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّهٗ كَانَ ابْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ مَقْدَمَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ اُمَّهَاتِیْ يُوَاظِبْنَنِیْ عَلٰی خِدْمَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَدَمْتُهٗ عَشْرَ سِنِيْنَ وَتُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَاَنَا ابْنُ عِشْرِيْنَ سَنَةً فَكُنْتُ اَعْلَمَ النَّاسِ بِشَأْنِ الْحِجَابِ حِيْنَ اُنْزِلَ وَكَانَ اَوَّلُ مَا اُنْزِلَ فِيْ مُبْتَنٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِزَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ اَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَا عَرُوْسًا فَدَعَا الْقَوْمَ فَاَصَابُوْا مِنَ الطَّعَامِ ثُمَّ خَرَجُوْا وَبَقِيَ رَهْطٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَاَطَالُوا الْمُكْثَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَرَجَ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ لِكَيْ يَخْرُجُوْا فَمَشَى النَّبِيُّ ﷺ وَمَشَيْتُ حَتّٰى جَآءَ عَتَبَةَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ ظَنَّ اَنَّهُمْ خَرَجُوْا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا دَخَلَ عَلٰی زَيْنَبَ فَاِذَا هُمْ جُلُوْسٌ لَمْ يَقُوْمُوْا فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ عَتَبَةَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَظَنَّ اَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوْا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَاِذَا هُمْ قَدْ خَرَجُوْا فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ بِالسِّتْرِ وَاَنْزَلَ الْحِجَابَ ....

جناب رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے کے موقعہ پر یہ دس برس کی عمر کے تھے۔ میری مائیں اور خالائیں وغیرہ مجھے ہمیشہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لگائے رکھتی تھیں تو میں نے دس برس تک آپؐ کی خدمت کی جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو میں بیس برس کا تھا جب پردہ کا حکم نازل ہوا ہے تمام لوگوں میں سے اس کے حال کا زیادہ علم ہے۔ پہلے پہل جب یہ حکم حجاب نازل ہوا تو جناب نبی اکرم ﷺ حضرت زینب بنت جحشؓ سے شب زفاف گذار چکے تھے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کے دولھا ہونے کی حیثیت سے صبح کی۔ قوم کو دعوت ولیمہ میں بلایا اور ان کو خوب کھانا کھلایا وہ فارغ ہو کر چلے گئے کچھ لوگ ان میں سے جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے رہے اور کافی دیر تک ٹھہرے رہے جس پر آپ نبی اکرم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ نکل گیا تاکہ یہ لوگ بھی نکل جائیں۔ چنانچہ جناب نبی اکرم ﷺ چلے تو میں بھی آپؐ کے ہمراہ چلا یہانتک کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی دہلیز تک پہنچ گئے پس آپؐ نے گمان کیا کہ شاید وہ لوگ چلے گئے ہونگے تو آپؐ واپس لوٹے میں بھی آپؐ کے ہمراہ واپس لوٹا یہانتک کہ آپؐ جب بی بی زینبؓ کے گھر میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابھی وہ لوگ بیٹھے ہیں وہاں سے اٹھے نہیں۔ آپؐ پھر واپس چلے گئے میں بھی آپؐ کے ساتھ واپس چلا گیا۔ یہانتک کہ آپؐ پھر حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی دہلیز تک پہنچ گئے آپ کو گمان تھا کہ وہ لوگ چلے گئے ہونگے۔ چنانچہ آپؐ پھر واپس لوٹے میں بھی آپؐ کے ساتھ واپس لوٹا تو دیکھا کہ وہ لوگ جا چکے تھے پس جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ ڈال دیا کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ الولیمہ حق ۷۷۶۔ ۱۸ کہ ولیمہ اپنی سنت ہونے پر باقی ہے منسوخ نہیں ہوا

یا مطلب یہ ہے کہ ولیمہ ان امور میں سے ہے جو شرعاً ثابت ہیں رسوم جاہلیت میں سے نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں۔ کہ ولیمہ حق ہے یعنی باطل نہیں ہے بلکہ یہ سنت فضلیہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حق وجوب کے معنی میں نہیں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ولیمہ مستحب ہے البتہ امام احمدؒ کے نزدیک سکتہ ہے۔ اور بعض شوافعؒ نے اسے واجب کہا ہے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو فرمایا اولم الامر للوجوب۔ جواب یہ ہے کہ یہ خوشی کا طعام ہے۔ تو دوسرے کھانوں کی طرح اس کا امر بھی استحباب پر محمول ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے ان کو تو بشاۃ کا حکم دیا تو بالاتفاق بکری ذبح کرنا واجب نہیں ہے۔ چنانچہ عینی میں ہے الامر للاستحباب۔ عند الظاہر یہ للوجوب اور ولیمہ بناء عروس کے بعد مستحب ہے جو بطور شکر کے ہوگا اگر کسی نے پہلے کر لیا تو شرعاً ولیمہ نہ ہوگا برادری کا کھانا ہوگا۔ لیکن معتمد یہ ہے کہ اگر پہلے کر لے تو کافی ہو جائیگا۔

باب الْوَلِيمَةِ وَلَوْ بِشَاةٍ

ترجمہ۔ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کا ہو

حدیث (۴۸۰۴) حَدَّثَنَا عَلِيٌّ ...... سَمِعَ اَنَسًاؓ قَالَ سَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍؓ اَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ كَمْ اَصْدَقْتَهَا قَالَ وَزْنَ نُوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَعَنْ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسًاؓ قَالَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ عَلَى الْاَنْصَارِ فَنَزَلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ عَلٰى سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِؓ فَقَالَ اُقَاسِمُكَ مَالِيْ وَاَنْزِلُ لَكَ عَنْ اِحْدَى امْرَأَتَيَّ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ فَخَرَجَ اِلَى السُّوْقِ فَبَاعَ وَاشْتَرٰى فَاَصَابَ مِنْ اَقِطٍ وَسَمْنٍ فَتَزَوَّجَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ سے پوچھا جبکہ انہوں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی ہے کہ اسے کتنا حق مہر ادا کیا انہوں نے فرمایا کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا دیا ہے۔ اور حمیدی کی روایت میں ہے جب مہاجرین مدینہ تشریف لائے تو وہ انصار کے مہمان بنے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت سعد بن الربیعؓ کے مہمان ہوئے۔ جنہوں نے ان سے فرمایا کہ میں اپنا مال تقسیم کر دیتا ہوں اور اپنی دو بیویوں میں سے ایک سے دستبردار ہو جاتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالے آپ کے اہل عیال اور مال میں برکت پیدا کرے۔ پس وہ بازار کی طرف گئے کچھ خرید و فروخت شروع کر دی جس سے کچھ خشک دودھ اور گھی حاصل ہوا۔ تو شادی کر لی جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری بھی ہو۔

حدیث (۴۸۰۵) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مَا اَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی کسی بیوی پر اتنا ولیمہ نہیں کیا جتنا حضرت زینبؓ

مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ أَوْلَمَ بِشَاةٍ ......

کے ولیمہ پر خرچ کیا ایک بکری کا ولیمہ کیا۔

حدیث (۴۸۰۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَأَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور ان کا عتق ان کا حق مہر بنایا اور ان کے ولیمہ میں ایک قسم کا حلوہ بنایا۔

حدیث (۴۸۰۷) حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ فَأَرْسَلَنِيْ فَدَعَوْتُ رِجَالًا إِلَى الطَّعَامِ ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت حضرت زینبؓ سے شب زفاف گذاری پھر مجھے بھیجا کہ میں چند آدمیوں کو کھانے کی دعوت پر بلالے آؤں۔

بَابُ مَنْ أَوْلَمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهِ أَكْثَرَ مِنْ بَعْضٍ۔

ترجمہ۔ جو شخص بعض بیویوں کے ولیمہ پر زیادہ خرچ کرے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۴۸۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ ثَابِتٍ قَالَ ذُكِرَ تَزْوِيْجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسٍ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَوْلَمَ عَلٰى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا أَوْلَمَ بِشَاةٍ ......

ترجمہ۔ حضرت ثابتؓ سے مروی ہے کہ حضرت انسؓ کے پاس زینب بنت جحشؓ کی شادی کا تذکرہ ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے اپنی کسی بیوی کے ولیمہ پر اتنا خرچ کیا ہو جتنا حضرت زینبؓ کے ولیمہ پر خرچ کیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ من اولم ۷۷۔۱۳ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ جس طرح بیویوں کے درمیان باری مقرر کرنا عدل ہے۔ ولیمہ میں کمی بیشی عدل کے منافی نہیں کہ اسے منھی عنہ قرار دیا جائے۔ یہ تو گنجائش موقعہ و محل کی بات ہے اسی طرح اولاد کے ولیمہ کے خرچہ میں کمی و بیشی کرنا بھی عدل کے خلاف نہیں۔ کیونکہ باپ کو اپنے مال میں تصرف کا پورا حق حاصل ہے وہ اولاد پر خرچ کرنے میں کمی بیشی کا مختار ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ولیمہ میں کمی و بیشی عورتوں کے ساتھ عدل کے مخالف نہیں ہے۔ اسلئے کہ ولیمہ ان حقوق میں سے نہیں ہے جو عورتوں کے ساتھ مختص ہوں۔ جن میں عدل واجب ہو۔ اور اس میں تفاوت کو مخل فی العدل قرار دیا جائے۔ اور علامہ کرمانیؒ نے حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں زیادتی کا سبب یہ بتلایا ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ کا ملی بی زینبؓ سے نکاح

بذریعہ وحی کے ہوا۔ جس کے شکریہ میں آپؐ نے ولیمہ میں زیادتی فرمائی۔ دوسرا آپؐ دنیاوی امور میں مبالغہ نہیں کیا کرتے تھے اگر ایک بکری سب کی طرف سے کر دیتے تو کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ آپؐ تواجود الناس تھے فقط۔ البتہ امام ثوریؒ اور اسحاقؒ اسے حرام قرار دیتے ہیں انکی دلیل لااشھد علے جور کہ میں ظلم پر گواہی نہیں دی سکتا۔ دوسرے حضرات اس حدیث کے اگلے ٹکڑا سے استدلال کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا فاشھد علے ہذا غیری کہ میرے سوا کسی اور کو اس پر گواہ بنالو۔ اگر ایسا کرنا حرام اور باطل ہوتا تو آپؐ ایسا قول نہ فرماتے۔

بَاب مَنْ اَوْلَمْ بِاَقَلَّ مِنْ شَاةٍ

ترجمہ۔ جس نے ایک بکری سے بھی کم کا ولیمہ کیا۔

حدیث(۴۸۰۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اُمِّهٖ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ اَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ ......

ترجمہ۔ حضرت صفیہ بنت شیبہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعض بیویوں کے غالباً حضرت ام سلمہؓ کے ولیمہ پر صرف جو کے دو مد (صرف دو سیر جو) کے ستو خرچ کئے

تشریح از قاسمیؒ۔ ولو بشاۃ سے بظاہر شئ قلیل یعنی بکری کا ہونا معلوم ہوتا تھا۔ حالانکہ کبھی یہ عبارۃ بیان تکثیر کے لئے بھی آتی ہے۔ دوسرے اس زمانہ میں بکری کا قلیل ہونا مشہور و معروف نہیں تھا۔ اس لئے کہ ولیمہ میں ستو۔ معمولی حلوہ اور دو سیر جو کا ستو بھی ثابت ہے۔ تو اولم ولو بشاۃ سے شاۃ کا کثیر ہونا معلوم ہوا۔ ویسے قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ کثیر الولیمہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے حسب گنجائش خرچ کر سکتا ہے۔ لیکن قرضہ نہ لے بالخصوص سود پر قرضہ نہ لے۔

بَاب حَقِّ اِجَابَةِ الْوَلِيْمَةِ وَالدَّعْوَةِ وَمَنْ اَوْلَمَ بِسَبْعَةِ اَيَّامٍ وَنَحْوِهٖ وَلَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ

ترجمہ۔ شادی کے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا ثابت ہے اس طرح عام دعوت کو بھی قبول کرنا چاہئے ولیمہ سات دن تک ہو یا اس کے مثل حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا نہ ایک دن نہ دو دن فرمائے ہیں۔

حدیث(۴۸۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم سے کسی کو ولیمہ کی

اِذَادُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْوَلِیْمَۃِ فَلْیَأْتِھَا ...

دعوت دی جائے تو اس دعوت میں ضرور آنا چاہئے ۔

حدیث (۴۸۱۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ فُکُّوا الْعَانِیَ وَاَجِیْبُوا الدَّاعِیَ وَعُوْدُوا الْمَرِیْضَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا قیدی کو چھڑاؤ۔ داعی کی دعوت قبول کرو۔ بیمار کی عیادت کرو۔

حدیث (۴۸۱۲) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِیْعِ قَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍؓ اَمَرَنَا النَّبِیُّ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَھَانَا بِسَبْعٍ اَمَرَنَا بِعِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَۃِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَاِجَابَۃِ الدَّاعِیْ وَنَھَانَا عَنْ خَوَاتِیْمِ الذَّھَبِ وَعَنْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ وَعَنِ الْمَیَاثِرِ وَالْقَسِّیَّۃِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّیْبَاجِ تَابَعَہٗ اَبُوْ عَوَانَۃَ وَالشَّیْبَانِیْ عَنْ اَشْعَثَ فِیْ اَفْشَاءِ السَّلَامِ ....

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سات کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور سات کاموں سے روکا۔ ہمیں بیمار کی بیمار پرسی کرنے کا۔ جنازہ کے ساتھ جانے کا۔ چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا۔ اور کسی کی قسم کو پورا کرانا۔ اور مظلوم کی مدد کرنا۔ اور سلام کو پھیلانا اور دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا حکم دیا۔ اور ہمیں سونے کی انگوٹھیاں پہننے سے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے اور ریشمی قالین یا ریشمی غلاف کے استعمال سے اسی طرح کتان کے ریشمی کپڑے اور جو دبیز اور باریک ریشم سے ملے جلے بنے ہوئے ہوں ان سے منع فرمایا۔ اور اشعث کی روایت میں ہے افشاء السلام ہے۔

حدیث (۴۸۱۳) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ. عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ دَعَا اَبُوْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیُّؓ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِیْ عُرْسِہٖ وَکَانَتِ امْرَأَتُہٗ یَوْمَئِذٍ خَادِمَھُمْ وَھِیَ الْعَرُوْسُ قَالَ سَھْلٌ تَدْرُوْنَ مَاسَقَتْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْقَعَتْ لَہٗ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا اَکَلَ سَقَتْہُ اِیَّاہُ ....

ترجمہ ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابواسید الساعدیؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی شادی کے موقعہ پر دعوت دی اس دن انکی دلھن بیوی انکی خدمت گار تھی۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ تمھیں معلوم ہے کہ اس خادمہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کیا پلایا۔ رات کے وقت اس نے کچھ کھجوریں بھگولی تھیں۔ جب آنحضرت ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو وہی مشروب اس نے آپؐ کو پلایا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ دعوت ولیمہ قبول کرنا چاہئے۔ سات دن یا آٹھ دن نحوہ سے مصنفؒ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مصنف عبد الرزاق میں اس کا ذکر ہے امام بخاریؒ ترجمہ سے یہ ثابت فرمار ہے ہیں کہ اس کے لئے کوئی وقت نہیں ہے۔ بلکہ نسائیؒ کی روایت ہے الولیمه اول یوم حق والثانی معروف والثالث ریاء وسمعة ولیمہ پہلے دن کو ثابت ہے۔ دوسرے دن کا دستور ہے۔ اور تیسرے دن نام نمود اور شہرت ہے۔ لیکن ابن عمر کی روایت میں کسی دن کی تخصیص نہیں ہے۔ بہر حال تکرار کو اکثر حضرات نے مکروہ فرمایا ہے۔ البتہ امام مالکؒ سات دن کا ولیمہ مستحب فرماتے ہیں۔

باب مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ۔

ترجمہ۔ جس نے کسی کی دعوت کو چھوڑ دیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی!

حدیث (٤٨١٤) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو هریرةؓ فرماتے ہیں کہ بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس کے لئے دولتمند لوگوں کو دعوت دی جائے اور فقیر و محتاج لوگوں کو چھوڑ دیا جائے اور جس شخص نے دعوت کو چھوڑ دیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ بظاہر الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اجابت دعوت واجب ہے کیونکہ عصیان کا اطلاق عموماً ترک واجب پر ہوتا ہے لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک استحباب ہے وجوب نہیں ہے۔ کبھی ترک استحباب پر بھی عصیان کا اطلاق ہوتا ہے۔

باب مَنْ اَجَابَ اِلٰى كُرَاعٍ

ترجمہ۔ جس شخص نے بکری کے کھر کی دعوت قبول کرلی۔

حدیث (٤٨١٥) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ...... عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو هریرةؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے بکری کے کھر کی طرف دعوت دی جائے تو ضرور دعوت قبول کروں اگر مجھے بکری کے کھر کا ہدیہ دیا تو اسے قبول کرلونگا۔

باب اَجَابَةِ الدَّاعِيْ فِي الْعُرُوْسِ وَغَيْرِهَا ۔

ترجمہ۔ شادی وغیرہ میں بلانے والی کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے۔

حدیث (۴۸۱۶) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَؓ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَجِیْبُوْا ہٰذِہِ الدَّعْوَۃَ اِذَا دُعِیْتُمْ لَھَا قَالَ اَکَانَ عَبْدُاللّٰہِ یَاْتِیْ الدَّعْوَۃَ فِی الْعُرُوْسِ وَغَیْرَ الْعُرُوْسِ وَھُوَ صَائِمٌ ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ولیمہ کی دعوت کی طرف اگر تمھیں بلایا جائے تو اس کو قبول کر لو حضرت عبداللہ سے پوچھا گیا ۔راوی کہتا ہے کہ کیا عبداللہ بھی شادی یا غیر شادی کی دعوت میں آتے تھے۔ حالانکہ وہ روزے دار ہوتے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ تو نفلی روزے والا دعوت میں شمولیت کرے کیونکہ کبھی کبھی شمولیت سے برکتِ مقصود ہوتی ہے کھانا کھلانا مقصود نہیں ہوتا

باب ذَھَابِ النِّسَاءِ وَالصِّبْیَانِ اِلَی الْعُرُوْسِ۔

ترجمہ۔ شادی کے لئے عورتوں اور بچوں کا جانا کیسا ہے۔

حدیث (۴۸۱۷) حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ اَبْصَرَ النَّبِیُّ ﷺ نِسَاءً وَصِبْیَانًا مُقْبِلِیْنَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ مُمْتَنًّا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ ......

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کچھ عورتوں اور بچوں کو ایک شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو آپؐ بڑی دیر تک کھڑے رہے یا ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے فرمایا تم سب لوگوں میں سے مجھے محبوب ہو۔ اور بعض نے اسم فاعل پڑھا ہے کہ آپؐ سیدھے کھڑے ہو گئے۔

باب ھَلْ یَرْجِعُ اِذَا رَاٰی مُنْکَرًا فِی الدَّعْوَۃِ۔

ترجمہ۔ جب کوئی شخص دعوت میں خلاف شرع بات دیکھے تو کیا اسے واپس لوٹ جانا چاہئے

وَرَاٰی ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ صُوْرَۃً فِی الْبَیْتِ فَرَجَعَ وَدَعَا ابْنُ عُمَرَ اَبَا اَیُّوْبَ فَرَاٰی فِی الْبَیْتِ سِتْرًا عَلَی الْجِدَارِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَؓ غَلَبَنَا عَلَیْہِ النِّسَاءُ فَقَالَ مَنْ کُنْتُ اَخْشٰی عَلَیْہِ فَلَمْ اَکُنْ اَخْشٰی عَلَیْکَ لَا اَطْعَمُ لَکُمْ طَعَامًا فَرَجَعَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے گھر میں تصویر دیکھی تو واپس چلے گئے۔ اور ابن عمرؓ نے ابو ایوب کو دعوت پر بلایا تو گھر میں دیوار پر کپڑے کا پردہ دیکھا تو ابن عمرؓ نے فرمایا ہم پر عورتیں غالب آگئیں۔ ابو ایوب کہنے لگا اب کون ہے جس پر مجھے خطرہ ہو مجھے تو آپ پر یہ خطرہ نہیں تھا۔ واللہ اب تو میں تمھارا کھانا نہیں کھاؤنگا۔ پس وہ لوٹ گئے۔

حدیث(۴۸۱۸)حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ ......

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّارَاٰهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَفَقُلْتُ يَارَسُولَ اللهِاَتُوْبُ اِلَى اللهِوَ رَسُوْلِهٖ مَاذَااَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَابَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قَالَتْ فَقُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْ لُ اللهِ ﷺ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَاخَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَاتَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ انہوں نے ایک چھوٹا سا تصویروں والا قالین خریدا جب اسکو جناب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو دروازے پر رک کر کھڑے ہو گئے۔ ناراضگی کی وجہ سے گھر میں داخل نہ ہوئے۔ تو مجھے آپؐ کے چہرہ انور میں ناپسندیدگی کے آثار محسوس ہوئے۔ تو میں نے عرض کی یارسول اللہ! اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف مخالفت کی میں توبہ کرتی ہوں۔ مجھ سے کونسا گناہ سرزد ہوا پس جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قالین یا تکیہ کیسا ہے میں نے عرض کی کہ یہ تو میں نے آپؐ کے لئے خریدا ہے تاکہ کبھی آپؐ اس کو بچھا کر بیٹھیں اور کبھی اس کا تکیہ بنالیں۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ یہ تصویریں بنانے والے قیامت کے دن عذاب دئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائیگا جو کچھ تم نے بنایا ہے اس میں روح پھونکو وہ نہیں پھونک سکیں گے تو اللہ تعالٰے خود ان میں روح پھونک کر عذاب کے لئے مسلط کرینگے نیز یہ بھی فرمایا ایسے گھر جن میں یہ تصویریں ہیں ان میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

<u>تشریح از قاسمیؒ</u> ۔ حدیث کو ترجمہ الباب سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ خلاف شرع چیز کا موجود ہونا نبی اور فرشتوں کے دخول فی البیت سے مانع ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اگر کسی دعوت میں خلاف شرع محرم موجود ہو۔ اور داخل ہونے والے کو اس کے ازالہ کی قدرت ہو تو ازالہ کر دے ورنہ واپس ہو جائے اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اگر مدعو صاحب اقتدا نہیں ہے تو وہ مجلس میں بیٹھ کر کھا سکتا ہے۔ اگر صاحب اقتداء ہے اور دریں کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو واپس چلا جائے۔ کیونکہ اس کے بیٹھنے سے دین کی خفت ہو گی۔ اور گناہ کا دروازہ کھل جائیگا۔ لیکن یہ سب کچھ حاضری کے بعد ہے اگر قبل از حضور علم ہو جائے تو دعوت کو ہی قبول نہ کرے۔

باب قِيَامِ الْمَرْأَةِ عَلَى الرِّجَالِ فِي الْعُرْسِ وَخِدْمَتِهِمْ بِالنَّفْسِ۔

ترجمہ۔ شادی بیاہ میں عورتوں کا مردوں کی خدمت کیلئے کھڑا ہونا اور بذات خود انکی خدمت کرنا

حدیث (۴۸۱۹) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ سَهْلٍؓ قَالَ لَمَّا عَرَّسَ اَبُوْسَعِيْدِ السَّاعِدِيُّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ وَاَصْحَابَهٗ فَمَا صَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا وَلَاقَرَّبَ اِلَيْهِمْ اِلَّا امْرَأَتُهٗ اُمُّ اُسَيْدٍؓ بَلَّتْ تَمَرَاتٍ فِيْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الطَّعَامِ اَمَاثَتْهُ لَهٗ فَسَقَتْهُ تُتْحِفُهٗ بِذٰلِكَ....

ترجمہ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابواسید ساعدی کا بیاہ ہوا تو انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کو دعوت دی۔ توان حضرات کے لئے کھانا تیار کرنا اور ان کے سامنے رکھنا یہ سب کام ان کی بیوی ام اسیدؓ نے انجام دیا۔ اور رات کو انہوں نے پتھر کی ایک ٹھلیا میں کچھ کھجور کے دانے بھگو لئے تھے۔ جب آنحضرت نبی اکرم ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو اسی دلہن نے آپؐ کے لئے ان کو پانی میں ڈالا پھر تحفہ کے طور پر آپ کو وہ مشروب پلایا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اماثته له فسقته ۴۷۷۔۱ یہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ داعی مدعوین میں سے بعض حضرات کی خصوصی طور پر تعظیم و تکریم کر سکتا ہے ان کی بزرگی اور کرامت کی وجہ سے جن میں اور کوئی شریک نہ ہو۔ لیکن یاد رہے یہ تعظیم و تکریم اس طرح ہو کہ دوسروں کی تکلیف کا باعث نہ بنے۔ البتہ اگر کوئی ذات شریف صاحب فضل و کرم ہو تو اس سے کسی کو تکلیف نہ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ اور حافظؒ نے اس حدیث باب سے ثابت کیا کہ ولیمہ میں کبیر القوم کو اگر کسی چیز میں ترجیح دی جائے جو دوسروں کیلئے نہ ہو تو یہ جائز ہے جب مشروب کا تحفہ خصوصیت سے آنحضرت ﷺ کے پیش کیا گیا آنحضرت ﷺ نے ایک تو بیان جواز کیلئے اس کو اختیار کر لیا۔ دوسرے صاحب دعوت کی تالیف قلب مقصود تھی اور اکرام بھی مطلوب تھا کما اذا کان المخصص یہ عدم تحمن اذی کی مثال ہے۔ کیونکہ مخصص شخصیت آنحضرت ﷺ کی ذات تھی جس کی تعظیم و تکریم پر سب حاضرین خوش تھے۔ کسی کو تکلیف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

باب النَّقِيْعِ وَالشَّرَابِ الَّذِيْ لَايُسْكِرُ فِي الْعُرْسِ

ترجمہ۔ جوس اور ایسا مشروب شادی میں پیش کرنا جو نشہ آور نہ ہو

حدیث (۴۸۲۰) حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ بُكَيْرٍ. سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍؓ اَنَّ اَبَا اُسَيْدِ السَّاعِدِيَّؓ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهٖ فَكَانَتْ امْرَأَتُهٗ خَادِمَتَهُمْ يَوْمَئِذٍ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد سے سنا کہ حضرت ابو اسید ساعدی نے اپنی شادی کے موقع پر جناب نبی اکرم ﷺ کو مدعو کیا تو اس دن ان کی بیوی ہی ان کی خدمت گذار تھیں۔ جبکہ وہ

وَهِيَ الْعُرُوْسُ فَقَالَتْ اَوْ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاأَنْقَعَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنْقَعَتْ لَهٗ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ تَوْرٍ.....

دلہن تھی (یہ خدمت رسولؐ ان کیلئے سعادت تھی) توانہوں نے فرمایا کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے کونسا جوس آنحضرت رسول اللہ ﷺ کے لئے تیار کیا تھا میں نے رات کو ایک پتھر کی ٹھلیا میں کچھ کھجور بھگو کر رکھدئے تھے جن میں نشہ نہیں آیا تھا۔

بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ وَقَوْلَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ

ترجمہ۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنااور جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد کہ عورت تو پسلی کی ہڈی کی طرح ہے۔

حديث (٤٨٢١) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ......عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْمَرْأَةُ كَا لضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ٹیڑھی ہے اگراس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ بیٹھو گے اگر اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس سے اسی حال میں نفع حاصل کرو جبکہ وہ اس میں ٹیڑھا پن ہے۔

بَابُ الْوَصَاةِ بِالنِّسَاءِ

ترجمہ۔ عورتوں کے بارے میں خیر خواہی کرنا

حديث (٤٨٢٢) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِيْ جَارَهٗ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا۔

حضرت ابو ھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر۔ آخری دن یعنی قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دینی چاہئے۔ اور عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا شدہ ہیں۔ اور پسلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔ پس اگر تم اسے سیدھا کرنا شروع کروگے تو توڑ بیٹھو گے۔ اگر چھوڑ دوگے تو وہ برابر ٹیڑھا ہی رہیگا۔ پس عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو۔ اعلاہ سے اس کے ٹیڑھے پن کو بیان کرنا ہے۔ اور عورت کا اعلیٰ سر ہے جس میں زبان ہوتی ہے۔ اور اس کی زبان درازی سے ہی انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔

حدیث (۴۸۲۳) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ عَنْ اِبْنِ عُمَرَؓ عَنْ اِبْرَاهِيْمَؒ قَالَ كُنَّا نَتَّقِي الْكَلَامَ وَالْاِنْبِسَاطَ اِلٰى نِسَائِنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ هَيْبَةَ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْنَا شَيْءٌ فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ تَكَلَّمْنَا وَانْبَسَطْنَا.

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اپنی عورتوں سے بات چیت کرنے اور کھلم کھلا دل لگی سے بچتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں ہمارے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہو جائے۔ پس جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو گئی تو ہم ان سے بات چیت کرنے لگے اور خوشدلی سے کھلم کھلا پیش آنے لگے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ کنا نتقی ۷۷۹۔۱۴ گپ شپ لگانے کا لازمی نتیجہ مار پٹائی اور ادب سکھانا ہوتا ہے کیونکہ مرد جب اپنے گھر والوں سے کھلم کھلا باتیں کریگا تو پھر ناز نخرہ سے خاوند کی پاسداری ملحوظ نہیں رہتی جس سے نافرمانی نمودار ہوتی ہے۔ جس سے مار پٹائی اور تادیب تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جس سے صحابہ کرام کو منع کیا گیا تھا۔ اس اعتبار سے حدیث ترجمہ الباب کے مطابق ہو جائیگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ والوصاۃ بالنسا قائم کیا ہے۔ باب کی پہلی حدیث کی مطابقت تو ترجمہ سے ظاہر ہے لیکن دوسری حدیث کی مطابقت میں خفاء ہے۔ اس لئے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ انبساط سے مطابقت ثابت نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ انبساط اور خوشدلی سے باتیں کرنے کی آپؐ نے صحابہ کرام کو وصیت فرمائی ہو۔ تو اب مطابقت ہو جائیگی۔ لیکن قطب گنگوہیؒ نے جو مطابقت بیان فرمائی ہے وہ بہتر اور واضح ہے۔ اور قسطلانی میں ہے کہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا مرد پر یہ حق ہے کہ دستور کے مطابق زندگی گذارے۔ اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے۔ حسن خلق یہ نہیں ہے کہ اس کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ ایسا سلوک کرے جس سے اسے ایذا رسانی کو برداشت کرے اور اس کے غصہ اور طیش کے وقت حوصلہ سے کام لے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کی اقتدا ملحوظ رہے۔ کہ آپ کی ازواج مطہرات آپ کی بات کا جواب دیتی تھیں بلکہ رات بھر آپ کو چھوڑ بھی دیتی تھیں۔ اور اعلیٰ سلوک یہ ہے کہ اس کے ساتھ گپ شپ اور دل لگی کی باتیں کرے۔ اور ان کے عقول کے مطابق ان سے سلوک کرے۔ آنحضرت ﷺ تو بعض ازواج کے ساتھ دوڑ لگاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ آگے بڑھ گئیں اور دوسری مرتبہ آپ بڑھ گئے فرمایا ھذہ بتلک۔

باب قوله قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

ترجمہ۔ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

حدیث (۴۸۲۴) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور

مَسْئُوْلٍ فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ اَلَاوَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ ...

تم سب سے سوال ہوگا۔ حاکم نگران ہے اس سے حساب وسوال ہوگا۔ اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے سوال ہوگا عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اس سے سوال ہوگا۔ غلام اپنے سردار کے مال پر نگران ہے۔ اور اس سے سوال ہوگا۔ خبردار تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے سوال ہوگا۔

باب حُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ مَعَ الْاَهْلِ

ترجمہ۔ گھر والوں سے اچھا گذارا کرنا

حدیث (۴۸۲۵) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ...... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَلَسَ اِحْدٰى عَشَرَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ اَنْ لَايَكْتُمْنَ مِنْ اَخْبَارِ اَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا قَالَتِ الْاُوْلٰى زَوْجِيْ لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلٰى رَاْسِ جَبَلٍ لَاسَهْلٍ فَيُرْتَقٰى وَلَاسَمِيْنًا فَيُنْتَقَلُ قَالَتِ الثَّانِيَةُ زَوْجِيْ لَااَبُثُّ خَبَرَهٗ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ لَا اَذَرَهٗ اِنْ اَذْكُرْهُ اَذْكُرْ عُجَرَهٗ وَبُجَرَهٗ قَالَتِ الثَّالِثَةُ زَوْجِيَ الْعَشَنَّقُ اِنْ اَنْطِقْ اُطَلَّقْ وَاِنْ اَسْكُتْ اُعَلَّقْ قَالَتِ الرَّابِعَةُ زَوْجِيْ كَلَيْلِ تِهَامَةَ لَاحَرٌّ وَلَاقُرٌّ وَلَامَخَافَةَ وَلَاسَآمَةَ قَالَتِ الْخَامِسَةُ زَوْجِيْ اِنْ دَخَلَ فَهِدَوَاِنْ خَرَجَ اَسِدَ وَلَايَسْاَلُ عَمَّاعَهِدَ قَالَتِ السَّادِسَةُ زَوْجِيْ اِنْ اَكَلَ لَفَّ وَاِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ وَاِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَايُوْلِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ قَالَتِ السَّابِعَةُ زَوْجِيْ غَيَايَاءُ اَوْعَيَايَاءُ طَبَقَاءُ كُلُّ دَاءٍ لَهٗ دَاءٌ شَجَّكِ اَوْفَلَّكِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ اور اقرار کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کر دیں کچھ چھپائیں نہیں۔ ایک عورت ان میں سے بولی میرا خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے۔ گوشت بھی سخت دشوار گذار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا۔ کہ نہ پہاڑ کا راستہ سھل ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو۔ اور نہ وہ گوشت ایسا ہے۔ کہ اسکی وجہ سے سو ۱۰۰ دقت اٹھا کر اس کے اتارنے کی کوشش کی جائے اور اس کو اختیار کیا جائے۔ دوسری بولی کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں تو کیا کہوں یعنی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے عیب شروع کروں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری وباطنی سب عیوب سب ہی کہوں۔ تیسری بولی کہ میرا خاوند لمڈ ھینگ ہے یعنی بہت زیادہ لمبے قد کا آدمی ہے۔ اگر میں کبھی کسی بات پر بول پڑوں تو فوراً طلاق۔ اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں۔ چوتھی نے کہا کہ میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے۔ نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا ہے۔ نہ اس سے کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ملال ہے۔ پانچویں نے کہا میرا خاوند جب گھر آتا ہے

اَوْجَمَعَ كُلًّا لَكَ قَالَتِ الثَّامِنَةُ زَوْجِيْ اَلْمَسُّ مَسُّ اَرْنَبٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ زَرْنَبٍ قَالَتِ التَّاسِعَةُ زَوْجِيْ رَفِيْعُ الْعِمَادِ طَوِيْلُ النِّجَادِ وَعَظِيْمُ الرَّمَادِ قَرِيْبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ قَالَتِ الْعَاشِرَةُ زَوْجِيْ مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ لَهٗ اِبِلٌ كَثِيْرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِيْلَاتُ الْمَسَارِحِ وَاِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ اَيْقَنَّ اَنَّهُنَّ هَوَالِكُ قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ زَوْجِيْ اَبُوْزَرْعٍ فَمَا اَبُوْزَرْعٍ اَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ اُذُنَيَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عُضُدَيَّ وَبَجَّحَنِيْ فَبَجَحَتْ اِلَيَّ نَفْسِيْ وَجَدَنِيْ فِيْ اَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِيْ فِيْ اَهْلِ صَهِيْلٍ وَاَطِيْطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ فَعِنْدَهٗ اَقُوْلُ فَلَا اُقَبَّحُ وَاَرْقُدُ فَاَتَصَبَّحُ وَاَشْرَبُ فَاَتَقَنَّحُ اُمُّ اَبِيْ زَرْعٍ فَمَا اُمُّ اَبِيْ زَرْعٍ عُكُوْمُهَا رَدَاحٌ وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ اِبْنُ اَبِيْ زَرْعٍ فَمَا ابْنُ اَبِيْ زَرْعٍ مَضْجَعُهٗ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَيُشْبِعُهٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ بِنْتُ اَبِيْ زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ اَبِيْ زَرْعٍ طَوْعُ اَبِيْهَا وَطَوْعُ اُمِّهَا وَمِلْءُ كِسَائِهَا وَغَيْظُ جَارَتِهَا جَارِيَةُ اَبِيْ زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ اَبِيْ زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِيْثَنَا تَبْثِيْثًا وَلَا تُنَقِّثُ مِيْرَتَنَا تَنْقِيْثًا وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيْشًا قَالَتْ خَرَجَ اَبُوْزَرْعٍ وَالْاَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ امْرَاَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا

تو چیتا بن جاتا ہے جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے۔ اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا۔ چیتے کے دو وصف ہیں سونا اور کودنا۔ یعنی گھر میں آکر سو جاتا ہے یا کودتا ہے کہ جماع میں لگا رہتا ہے۔ چھٹی بولی کہ میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے۔ جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے۔ جب لیٹتا ہے تو اکیلا کپڑے میں لپٹ جاتا ہے۔ میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پریشانی اور پراگندگی محسوس ہو سکے ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند صحبت کرنے سے عاجز اور اتنا بے وقوف ہے کہ بات بھی نہیں کر سکتا۔ دنیا میں جو کوئی بیماری کسی میں بھی ہوگی وہ اس میں موجود ہوگی۔ اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گذرے۔ آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہے۔ نویں نے کہا کہ میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے دراز قد والا ہے۔ اس کا مکان مجلس اور دار المشورہ کے قریب ہے۔ دسویں نے کہا کہ میرا خاوند مالک ہے مالک کا کیا حال بیان کروں وہ ان سب سے جو ابتک کسی نے تعریف کی ہے یا ان سب تعریفوں سے جو میں بیان کرونگی بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں چراگاہ میں چرنے کے لئے کم جاتے ہیں وہ اونٹ جب سرنگی یا باجہ کی آواز سنتے ہیں تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آگیا۔ گیارہویں عورت ام زراع نے کہا کہ میرا خاوند ابو زرع تھا ابو زرع کی کیا تعریف کروں۔ زیوروں سے میرے کان جھکا دئے اور کھلا کھلا کر چربی سے میرے بازو پر کر دئے۔

بُرُمَّانَتَیْنِ فَطَلَّقَنِیْ وَنَکَحَهَا فَنَکَحْتُ بَعْدَهٗ رَجُلًا سَرِیًّا رَکِبَ شَرِیًّا وَاَخَذَ خَطِیًّا وَاَرَاحَ عَلَیَّ نَعَمًا ثَرِیًّا وَاَعْطَانِیْ مِنْ کُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا وَقَالَ کُلِیْ وَاُمَّ زَرْعٍ وَمِیْرِیْ اَهْلَكِ قَالَتْ فَلَوْ جَمَعْتُ کُلَّ شَیْءٍ اَعْطَانِیْهِ مَابَلَغَ اَصْغَرَ اٰنِیَةِ اَبِیْ زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کُنْتُ لَكَ کَاَبِیْ زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ...

مجھے ایسا خوش وخرم رکھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپ کو بھلی لگنے لگی۔ مجھے اس نے ایک ایسے غریب گھرانہ میں پایا تھا جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گذارہ کرتے تھے اور وہاں ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا تھا جن کے گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان (ہر قسم کی ثروت موجود تھی) اس سب کے علاوہ اس کی خوش خلقی کہ میری کسی بات پر مجھے برا نہیں کہتا تھا۔ میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تھی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا کھانے پینے میں ایسی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی۔ اور ختم نہ ہوتا تھا۔ ابو زرع کی ماں (میری خوشدامن) بھلا اس کی کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے۔ اس کا مکان نہایت وسیع تھا یعنی مالدار بھی تھی۔ اور عورتوں کی عادت کے موافق بخیل بھی نہیں تھی اس لئے کہ مکان کی وسعت سے مہمانوں کی کثرت مراد لی جاتی ہے۔ ابو زرع کا بیٹا بھلا اس کا کیا کہنا وہ بھی نور علی نور ایسا پتلا دبلا چھریرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصہ یعنی پسلی ستی ہوئی تھی۔ ستی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک بکری کے بچہ کا ایک دست ہاتھ اس کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی۔ ابو زرع کی بیٹی بھلا اس کی کیا بات! ماں کی تابعدار باپ کی فرمانبردار موٹی تازی سوکن کی جلن تھی۔ ابو زرع کی باندی کا بھی کمال کیا بتاؤں ہمارے گھر کی بات بھی باہر جاکر نہیں کہتی تھی۔ کھانے تک کی چیز بھی بے اجازت خرچ نہیں کرتی تھی۔ گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی۔ مکان کو صاف شفاف رکھتی تھی۔ ہماری حالت یہ تھی کہ لطف سے زندگی کے دن گذر رہے تھے کہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دودھ کے برتن بلوئے جارہے تھے ابو زرع گھر سے نکلا راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی۔ جس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے۔ پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کر لیا اس کے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کر لیا۔ جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے۔ اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ گائے بکری وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا دیا اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھاؤ اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیجدے لیکن بات یہ ہے کہ میں اسکی ساری عطاؤں کو جمع کروں تب بھی ابو زرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہو سکتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ قصہ سنا کر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابو زرع ام زرع کے واسطے تھا۔ مگر میں تجھے طلاق نہیں دونگا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ عذا عائشةؓ ۷۷۹۔۲۱ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ زولی عم ...... ۷۷۹۔۲۲ اس میں تشبیہ ہے اور اسکی مشقت زیادہ فائدہ کم۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے لیکن اس کے مرفوع ہونے کی تائید حدیث کے آخر میں آپ کا یہ فرمان ہے۔ کنت لك کابی زرع تو اس حدیث سے ساری حدیث مرفوع ہوئی۔ غث کمزور اور دبلے کو کہتے ہیں یہ جمل کی صفت ہے یا لحم کا مقصد اس سے نفع نہ دینے میں مبالغہ کرنا ہے۔ اور طبیعت کو نفرت دلانا ہے۔ وعر کہتے ہیں جہانتک پہنچنا مشکل ہو اس سے اسکی بد خلقی بیان کرنا ہے۔ کہ مکروہ ہونے کے باوجود متکبر ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ الی اخاف ان لا اذرہ ۷۷۹۔۲۴ یعنی اگر میں اس کے قبائح اور عیوب بیان کرنے لگوں تو اس سے پوری نفرت پیدا ہو جائیگی۔ یہانتک کہ اس سے گلہ خلاصی کرنا پڑیگی۔ وجہ یہ ہے کہ جب شکوہ شکایات پھیلتا ہے تو اس سے غم و حزن بھڑکتا ہے۔ اگر دل میں رہے تو پھر ایسا نہیں ہوتا۔ وہ بیچاری بہت غمگین تھی۔ یا معنی یہ ہے کہ اگر میں بیان کرنا شروع کردوں تو تفصیل بیان کئے بغیر ذکر نہ ہو سکیگا۔ کیونکہ قصہ سے قصہ نکلتا جائیگا۔ کلام لمبا ہو جائیگا۔ جس سے نوبت یہانتک پہنچے گی کہ وہ مجھے طلاق دے دیگا۔ کیونکہ اس جیسے لمبے قصے چھپے نہیں رہتے۔ ظاہر ہوا کہ رہتے میں میرے خاوند کو ان کی اطلاع ہوئی بس اس نے مجھے طلاق دے دی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لا اذرہ ضمیر منصوب خیر کی طرف راجع ہو تو مطلب یہ ہے کہ اس کے اموال کی کثرت کی وجہ سے میں تکمیل تو نہیں کر سکتی صرف اشارہ پر اکتفا کرتی ہوں۔ اور بعض حضرت فرماتے ہیں اذرہ کی ضمیر زوجہ کی طرف ہے۔ کہ خاوند سے محبت اور اولاد کی وجہ سے اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ اس لئے اشارہ سے اس کے عیوب بیان کرتی ہوں لیکن اس کی تفسیر بیان کرنے سے معذور ہوں علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ اس نے بالاجمال خاوند کا حال بیان کردیا۔ ڈر کے مارے تفصیل بیان نہ کی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ زوجی العشق ۷۷۹۔۲۴ اس سے مقصد یہ ہے کہ میرا خاوند بے ڈھنگا لمبا قد آور اور قبیح خصلتوں والا جس کے سامنے کلام کرنے کی طاقت نہیں اگر اس کے سامنے کلام کربیٹھوں خواہ وہ اچھا کلام کیوں نہ ہو پھر بھی وہ مجھے طلاق دے دے گا۔ اگر نہ بولوں تو لٹکی رہوں۔ خاوند بیوی کے تعلقات کا تو سوال پیدا نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عشق کے معنی لمبا تڑنگا بے ڈھنگا اگر اس سے مقصد بد خلقی بیان کرنا ہے تو مابعد کا کلام اس کا بیان ہوگا اگر محض طول بیان کرنا ہے تو غالباً لمبے آدمی بے وقوف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کی بے وقوفی کو اس طرح بیان کیا کہ اس کے پاس ٹھہرنا دشوار ہے۔ تو اس لفظ میں اس نے خاوند کے سب عیوب جمع کردئے۔ لا یمکننی التکلم بین یدیہ سے جو شیخ گنگوہیؒ نے توجیہ بیان کی ہے وہ باقی شراحؒ سے بہتر ہے۔ کہ اس کے سامنے مجھے بولنے کی مجال نہیں۔ اگر نہ بولوں تو قیدی کی طرح زندگی گذار رہی ہوں۔ حافظؒ کے کلام سے بھی کچھ اس طرح کا اشارہ ملتا ہے۔ جبکہ انہوں نے فرمایا کہ یہ عورت اپنی بد حالی کا بیان کررہی ہے۔ کہ اتنا بد خلق ہے کہ میرا کلام سننا گوارہ نہیں کرتا۔ اگر میں کچھ بیان کرنے کا ارادہ کروں تو فوراً طلاق مل جائے۔ جس کو محبت اور اولاد کی وجہ سے میں پسند نہیں کرتی۔

بہر حال اس کے بیان سے خاوند کی مذمت واضح ہوئی۔ علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ یہ شکایت بلیغہ ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ قالت الخامسة ...... ۹۷۷۔ ۲۶ اذا دخل فھد اور چیتے کی نیند ضرب المثل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب گھر میں آتا ہے کہ چیتے کی طرح سو جاتا ہے نہ کسی کو تکلیف دیتا ہے اور نہ ہی ٹس سے مس ہوتا ہے۔ اور جب باہر نکلا تو پھر بہادر سردار ہوتا ہے جس کا سب کہنا مانتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ ان ادخل فھد کے بارے میں شراح کا اختلاف ہے کہ آیا اس عورت نے خاوند کی مدح کی یا مذمت کی شیخ گنگوہیؒ کا کلام پہلے کو ترجیح دے رہا ہے۔ کہ اس نے مدح کی۔ اور اکثر شراح کا بھی یہی قول ہے لیکن قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ چیتے کے دونوں وصف ضرب المثل ہیں۔ کودنا اور سو جانا تو ثوب کے معنی یہ ہونگے کہ جب بھی گھر میں داخل ہوتا ہے بس جماع اس کا کام ہے۔ اپنی دیگر ذمہ واریوں سے غافل رہتا ہے۔ اگر مدح مقصود ہو تو پھر اپنی شرافت اور علم کی وجہ سے عورت کی لغزشوں سے غافل رہتا ہے۔ اگر مذمت مقصود ہو تو پھر اس کی کاہلی اور گھر کے امور سے بے پرواہی بیان کرنا ہے۔ اور شیر کا وصف شجاعت اور فضیلت ہے۔ اس میں بھی مدح وذم دونوں ہیں۔ شجاعت اور مھابۃ سے مدح بیان ہوئی غضب اور بیوقوفی سے اسکی مذمت کر گئی۔ اور لایسئل عما عھد کے جملہ میں بھی مدح وذم کے دونوں پہلو ہیں۔ مدح اس طرح کہ وہ نہایت ہی شریف اور سخی ہے۔ کہ جو کچھ اس کے مال میں سے چلا جائے اس کی چھان بین نہیں کرتا۔ اور جب کوئی چیز گھر میں آجائے تو بعد ازاں اس کے متعلق نہیں پوچھتا کہ وہ کہاں گئی۔ اور گھر کے عیوب پر چشم پوشی کرتا ہے۔ اور خدمت کا پہلو یہ ہے کہ میرے حال کی پرواہ نہیں کرتا۔ بیمار ہوں دکھی ہوں مسافری سے واپسی پر اہل عیال کی حالت دریافت نہیں کرتا۔ بلکہ اگر پیش بھی کرو غضبناک ہو کر کود پڑتا ہے۔ اور بعض نے یہ جملہ بھی زائد کہا ہے۔ لا یرفع الیوم لغد کہ کل کے لئے ذخیرہ نہیں کرتا۔ سب کچھ آج ہی لٹا دیتا ہے۔ تو اس سے اس کی سخاوت میں مدح ہوگی۔ اور مذمت کا پہلو یہ ہے کہ ایسا حریص ہے کہ کل کے لئے کچھ نہیں چھوڑتا سب آج ہی چٹ کر جاتا ہے۔ ولین المس حافظؒ فرماتے ہیں کہ نرمی اور غفلت میں چیتے سے تشبیہ دی گئی۔ کیونکہ چیتا حیاء وشرم میں اور بے ضرر اور کثر النوم ہونے میں مشہور ہے۔ اور اس سے اسکی سرداری یا شجاعت بیان کرنا ہے۔ کہ جنگ وجدال میں وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔ ابن اجار دسؒ فرماتے ہیں کہ اذا دخل فھد سے مدح وذم دونوں مقصود ہو سکتے ہیں۔ مدح تو اس طرح کہ میں اسکی اسقدر محبوبہ ہوں کہ مجھے دیکھتے ہی اسے صبر نہیں آتا۔ اور مذمت اس طرح کہ ایسا سخت دل ہے کہ ہنسی مزاح دل لگی اس کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔ بس وحشی جانوروں کی طرح جماع کرنا جانتا ہے اور بس۔

شجك او فلك ...... ۷۸۰۔۲ کاف خطاب کے زائد کرنے میں خاوند کی گمراہی بیان کرنے میں لطیف مبالغہ ہے۔ کہ وہ اس قدر بھٹکا ہوا ہے کہ اجنبی عورت کی مارپٹائی سے بھی باز نہیں رہتا۔ میں تو بیوی ہوں اندازہ کرلو کہ میری کیا گت بناتا ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو کاف خطاب کا نکتہ بیان کیا ہے اور کسی شارح نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔

البتہ ملا علی قاریؒ نے جمع الوسائل میں اتنا لکھا ہے کہ خطاب اپنے آپ کو ہے یا خطاب عام ہے۔ غیایاہ اس اونٹ یا آدمی کو کہتے ہیں جو جفتی سے عاجز ہو یعنی عنین اور نامرد ہے۔ اور غیایاہ نامراد اور گمراہ آدمی جو کسی راہ کو حاصل نہ کر سکے کلمہ او تنویع کے لئے ہے یا بمعنے بل کے ہے طباقاء بعض نے اس کے معنی احمق کے کئے ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ وہ آدمی جو عورت کے سینے پر سینہ رکھ کر پڑا رہے۔ ضرب نہ لگائے تو عندالجماع ثقیل الصدر ہو اس سورت میں ایلاج پورا نہیں ہو گا۔ عورت کو لذت حاصل نہ ہو گی۔ آنحضرت ﷺ نے جماع کی احسن صورت اذاجلس بین شعبها الاربع سے بیان فرمادی ہے جس سے عورت محظوظ ہوتی ہے۔ کل داء له داء اکل عیب تفرق فی الناس موجود فیه قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس سے لطیف اشارہ ہے اس ایک کلمہ میں کثیر کو جمع کر دیا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قریب البیت من الناد ۷۸۔۲۰ ناد اسم فاعل جس میں اشارہ ہے کہ وہ مظلوم کی امداد و نصرت جلدی کرنے والا ہے۔ یا نادی بمعنے مجلس کے ہے تو اس سے اشارہ ہو اکہ قبیلہ میں کوئی فیصلہ اس کی حاضری کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ قبیلہ میں جہاں بھی کسی معاملہ پر کوئی اجتماع ہو اس کو ضرور طلب کرینگے۔ اگرچہ یہ دور بھی ہو گویا کہ یہ مجلس کے قریب ہے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس کلام کے تین معانی بیان فرمائے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ ناد اسم فاعل بمعنے منادی کے ہے۔ یہ معنی کسی شارحؒ نے بیان نہیں فرمائے۔ مشہور یہ ہے کہ منادی ندا ٔ سے مشتق ہے۔ اور اس کی تائید حدیث اذان سے ہوتی ہے بلال اندی صوتا حضرت بلال بلند آواز والے ہیں۔ امام راغبؒ نے صوت کذی بمعنے رفیع کے کیا ہے۔ اور مولانا مکیؒ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا۔ ان کی تقریر میں ہے من النادا من المغیث او من المجلس ناد اصل میں نادی تھا۔ گھر کو مجلس کے قریب مشورہ کے لئے یا یہ کہ مہمان اور فریادی کو زحمت نہ ہو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ودائس ومنق ۷۸۔۷ مقصد یہ ہے کہ جمیع مال و متاع کے باوجود وہ کھیتی باڑی والے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ دائس اسم فاعل اردوس جس کے معنی گانے کے ہیں اور منق اسم فاعل تنقیہ سے ہے کہ دانے کو بھوسے سے الگ کرنے والے۔ اور بعض نے اسے انقاق سے ماخوذ مانا ہے۔ نقیق مرغی کی آواز ہے۔ بعض نے ذابح کے معنی لئے ہیں۔ مطلب یہ ہو گا پرندوں کو ذبح کرنے والے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ کمسل شطبة ...... مسل هو فصل مابین المر وحه ومقبضها۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسل کھجور کی وہ لکڑی جس میں پنکھے کے پتے بنے جاتے ہیں اور بعض نے کہا مسل مصدر بمعنے مسلول کے ہے۔ اور شطبة کھجور کے پتے جن سے پنکھا تیار کیا جاتا ہے مطلب یہ ہو گا وہ کھجور کی اس لکڑی کی طرح خفیف الحم ہے اور شطبه کے معنی تلوار کے ہیں جو نیام سے باہر ہو تو مطلب یہ ہو اکہ وہ ایسے بستر پر سوتا ہے جو اتنا چھوٹا ہے جس قدر سونتی ہوئی تلوار یا جس طرح چھلی ہوئی کھجور کی ٹہنی ہوتی ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ وغیظ جار لھا ۱۰۷۸ جارہ سے اس جگہ سوکن مراد نہیں ہے بلکہ پڑوسن مراد ہے۔ جو اس کے اندر تمام خوبیاں دیکھ رہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ شیخ گنگوہیؒ نے یہ توجیہ مقام کے مناسب بیان کی ہے۔ کیونکہ سوکن میں تو خوبیاں ہوں نہ ہوں وہ ویسے جلتی ہے۔ پڑوسن خوبیاں اور کمالات دیکھ کر جلتی ہیں۔ چنانچہ صاحب تیسیر کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ پڑوسن اس کے کمال حسن اور کمال عفت کی وجہ سے رشک کرتی ہے۔ اور عامہ شراحؒ نے جارۃ کے معنی خرہ یعنی سوکن کے کئے ہیں۔ صاحب مظاہر حق نے بھی ہمسائی کے معنی کئے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ یلعبان من تحت خصرھا ...... ۱۲۔۷۸ جب رمانہ سے مراد پستان ہوں تو پھر من تحت خصرھا سے مراد یہ ہوگی کہ وہ دونوں بچے اس کی پیٹھ کے نیچے کھیل رہے تھے۔ یہ نہیں کہ دو انار اس کی کمر کے نیچے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ خصر سے مراد وسط ہے اور ایک روایۃ میں تحت صدرھا کے الفاظ بھی ہیں۔ ابو عبید فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہونگے کہ اس عورت کے پہلو عظیم تھے جب وہ چت لیٹ کر سوتی تھی تو اس کے پہلو زمین سے اونچے نظر آتے تھے۔ کہ ان کے درمیان اتنی کشادگی ہوتی تھی کہ انار رکھے جاسکتے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ خوبصورت چھوٹے چھوٹے پستانوں والی تھی۔ جو انار کی طرح تھے۔ قاضی نے شرح مسلم کے اندر اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ یہ عادت نہیں ہے۔ کہ بچے ماں کی پیٹھ کے نیچے انار پھینکتے ہوں اور نہ ہی یہ عرب کی عورتوں کی عادت ہے۔ کہ وہ اس طرح چت لیٹ کر سوئیں کہ مردان کا مشاہدہ کریں۔ کنت لك کابی زرع لام زرع او فی الا لفه والوفاء لافی الفرقة والجلاء یعنی یہ مشابہت الفت اور وفا میں ہے۔ جدائی اور بے وفائی میں نہیں ہے۔ جو ابو زرع نے ام زرع سے کی۔ کیونکہ روایت کے آخر میں ہے اس نے ام زرع کو طلاق دے دی۔ میں تجھے طلاق نہیں دونگا۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یارسول اللہ بل انت خیر من ابی زرع کہ آپؐ تو ابو زرع سے بہتر ہیں یہ جواب حضرت عائشہؓ کا ان کے فضل اور علم پر دلالت کرتا ہے

حدیث (۴۸۲۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ الْحَبْشُ يَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ فَسَتَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا اَنْظُرُ فَمَازِلْتُ اَنْظُرُ حَتّٰى كُنْتُ اَنَا اَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ تَسْمَعُ اللَّهْوِ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حبشی لوگ اپنے چھوٹے نیزوں سے کھیل رہے تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے چھپالیا تھا اور میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی پس میں برابر اس وقت تک دیکھتی رہی یہانتک کہ میں خود تھک کر پھر آئی پس تم خود اندازہ کرلو کہ نوخیز لڑکی جو کسی شغل کو سن رہی ہو اس کی حرص کا تم خود اندازہ کرلو کہ وہ کتنی دیر ٹھہری ہوگی آپؐ بھی اس وقت تک ٹھہرے رہے

تشریح از قاسمیؒ۔ عجرہ عجرہ کی جمع ہے۔ لکڑی کی گرہ کو کہتے ہیں۔ وجرہ وہ گرہ جو پیٹ۔ چہرہ یا گردن میں پڑ جائے عجرہ وجرہ سے ظاہری اور باطنی عیوب مراد ہیں۔

بَاب مَوْعِظَةِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ لِحَالِ زَوْجِهَا

ترجمہ۔ خاوند کے حال کی وجہ سے باپ کا اپنی بیٹی کو نصیحت کرنا۔

حديث (٤٨٢٧) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ ...... عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمْ اَزَلْ حَرِيْصًا عَلٰى اَنْ اَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ...... حَتّٰى حَجَّ وَحَجَجْتُ مَعَهٗ وَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهٗ بِاَدَاوَةٍ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ لَهٗ يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ...... قَالَ وَاَعْجَبًالَكَ يَاابْنَ عَبَّاسٍؓ هُمَا عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيْثَ يَسُوْقُهٗ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَجَارٌ لِّيْ مِنَ الْاَنْصَارِ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهُمْ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَاَنْزِلُ يَوْمًا فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهٗ بِمَا حَدَثَ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ اَوْغَيْرِهٖ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے برابر اس بات کا حرص رہا کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے ازواج مطہرات میں سے ان دو بیبیوں کے متعلق پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالے فرماتے ہیں ترجمہ۔ آیت اگر ان دونوں نے اللہ تعالے سے توبہ کی تو ان دونوں کے دل جھک چکے ہیں۔ یہانتک کہ آپؓ بھی حج پر گئے۔ اور میں بھی ان کے ہمراہ حج کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ راستہ سے الگ ہو گئے تو میں بھی لوٹا لیکر ان کے ہمراہ راستہ سے الگ ہو گیا جب وہ بول براز سے فارغ ہوئے تو میں اس لوٹے سے انکے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا۔ جس سے انہوں نے وضو بنایا تو میں نے موقعہ پاکر عرض کی یاامیر المؤمنین ازواج مطہرات میں سے وہ کونسی دو بیویاں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالے نے فرمایا ہے ان تتوبا فرمانے لگے اے ابن عباسؓ تیرے جیسے فہیم اور قریبی آدمی پر تعجب ہے کہ تمھیں ان کا پتہ نہ چل سکا۔ وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہیں پھر انہوں نے ان کی حدیث بیان کرنی شروع کردی۔ فرمایا میں اور انصار میں سے ایک میرا ہمسایہ جو بنو امیہ بن زید کے قبیلہ سے تھا اور عوالی مدینہ میں رہتا تھا ہم باری باری

وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ
النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْاَنْصَارِ اِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ
نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاءُ نَايَأْخُذْنَ مِنْ اَدَبِ نِسَاءِ
الْاَنْصَارِ فَصَخِبْتُ عَلٰى اِمْرَاَتِيْ فَرَاجَعَتْنِيْ
فَاَنْكَرْتُ اَنْ تُرَاجِعَنِيْ قَالَتْ وَلِمَ تُنْكِرُ اَنْ اُرَاجِعَكَ
فَوَاللّٰهِ اِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ وَاِنَّ اِحْدَاهُنَّ
لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ فَاَفْزَعَنِيْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهَا
قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْهُنَّ ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ
ثِيَابِيْ فَنَزَلْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا اَيْ
حَفْصَةُ اَتُغَاضِبُ اِحْدَاكُنَّ النَّبِيَّ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى
اللَّيْلِ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ قَدْ خِبْتِ وَخَسِرْتِ
اَفَتَاْمَنِيْنَ اَنْ يَغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ
فَتَهْلِكِيْ لَاتَسْتَكْثِرِيْ النَّبِيَّ ﷺ وَلَاتُرَاجِعِيْهِ فِيْ
شَيْءٍ وَلَاتَهْجُرِيْهِ وَسَلِيْنِيْ مَابَدَالَكِ وَلَايَغُرَّنَّكِ اَنْ
كَانَتْ جَارَتُكِ اَوْضَاَ مِنْكِ وَاَحَبَّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ
يُرِيْدُ عَائِشَةَ قَالَ عُمَرُ فَكُنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا اَنَّ غَسَّانَ
تُنْعِلُ الْخَيْلَ لِغَزْوِنَا فَنَزَلَ صَاحِبِيْ الْاَنْصَارِيُّ يَوْمَ
نَوْبَتِهِ فَرَجَعَ اِلَيْنَا عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِيْ ضَرْبًا شَدِيْدًا
وَقَالَ اَثَمَّ هُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ
حَدَثَ الْيَوْمَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ قُلْتُ مَاهُوَ جَاءَ غَسَّانُ قَالَ
لَابَلْ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَاَهْوَلُ طَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ

جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک
دن وہ آتا دوسرے دن میں آتا۔ جب میں آتا تو اسکو اس دن کی
سب باتیں آکر بتاتا جو وحی سے یا اور کسی معاملہ سے متعلق ہوتیں
جب وہ آتا تو بھی اسی طرح کرتا۔ اور ہم قریش کے لوگ
عورتوں پر غلبہ رکھتے تھے وہ ہمارے سامنے بول نہیں سکتی تھیں
لیکن ہم لوگ جب مدینہ میں انصار کے پاس آئے تو یہ وہ لوگ
تھے کہ عورتیں ان پر غالب رہتی تھیں۔ تو ہماری عورتوں نے
بھی انصار کی عورتوں کی عادتیں پکڑ لیں۔ چنانچہ ایک دن میں
نے اپنی بیوی کو جھڑکا اور زور سے اس پر چیخا تو وہ مجھے جواب دینے
لگی۔ جس کو میں نے برا منایا کہ یہ مجھے جواب دیتی ہے۔ وہ کہنے
لگی آپ نے میرے جواب دینے کو برا منایا۔ واللہ حضرت نبی
اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کو واپسی جواب دیتی ہیں۔ اور
ان میں سے آج ایک بی بی نے دن بھر آپؐ سے بات چیت نہیں
کی یہاتک رات ہو گئی۔ میں اس سے گھبرا گیا۔ میں نے کہا جس
نے بھی ان میں سے ایسا کیا ہے۔ وہ گھاٹے میں رہی میں نے
اپنے کپڑے سمیٹے اور عوالی سے اتر کر اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس
پہنچا میں نے اس سے پوچھا اے حفصہ کیا تم میں سے کسی نے آج
جناب نبی اکرم ﷺ کو ناراض کیا ہے۔ یہاتک رات ہو گئی
انہوں نے کہا ہاں! میں نے کہا تو تو گھاٹے میں پڑ گئی تیرا نقصان
ہو گیا۔ کیا جناب رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی سے تمھیں اللہ
تعالے کی ناراضگی کا ڈر بھی نہ آیا۔ پس تو تو ہلاک ہو گئی۔ جناب
نبی اکرم ﷺ کو بہت تنگ نہ کیا کرو۔ اور نہ ہی آپ کو دوبدو
جواب دیا کرو اور نہ ہی آپؐ سے بات چیت کرنا چھوڑ دو۔ جس چیز
کی تمھیں ضرورت ہو میرے سے مانگو۔ باقی اس دھوکہ میں

نِسَاءَ هُ فَقُلْتُ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ قَدْ كُنْتُ اَظُنُّ هٰذَا يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ فَصَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَشْرُبَةً لَهٗ فَاعْتَزَلَ فِيْهَا وَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَاِذَا هِيَ تَبْكِيْ فَقُلْتُ مَايُبْكِيْكِ اَلَمْ اَكُنْ حَذَّرْتُكِ هٰذَا اَطَلَّقَكُنَّ النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ لَا اَدْرِيْ هَاهُوَ ذَا مُعْتَزِلٌ فِي الْمَشْرُبَةِ فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ اِلَى الْمِنْبَرِ فَاِذَا حَوْلَهٗ رَهْطٌ يَبْكِيْ بَعْضُهُمْ فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِيْ فِيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهٗ اَسْوَدَ اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ الْغُلَامُ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ كَلَّمْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَذَكَرْتُكَ لَهٗ فَصَمَتَ فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهٗ فَصَمَتَ فَرَجَعْتُ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ اسْتَأْذِنْ فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَيَّ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهٗ فَصَمَتَ فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا فَاِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِيْ فَقَالَ قَدْ اَذِنَ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى

نہ رہو کہ تمھاری سوکن تیرے سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اور وہ جناب نبی اکرم ﷺ کو زیادہ محبوب ہے۔ ان کی مراد حضرت عائشہؓ تھیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ کہ قبیلہ غسان کے لوگ اپنے گھوڑوں کو نعل لگا رہے ہیں یعنی تیاری کر رہے ہیں تاکہ ہم سے جنگ لڑیں۔ تو میرا ساتھی انصاری اپنی باری کے دن مدینہ میں آیا اور اس دن دیر سے عشاء کے قریب واپس لوٹا اور میرے دروازے کو خوب پیٹا اور بولا کیا یہاں وہ حضرت عمرؓ ہے میں گھبرا کر نکلا تو وہ کہنے لگا کہ آج تو ایک بڑا حادثہ پیش آگیا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا بادشاہ غسان حملہ آور ہو گیا ہے۔ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور ہولناک معاملہ ہو گیا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے میں نے کہا حفصہؓ نامراد ہو گئی اور خسارۃ میں پڑ گئی میرا گمان بھی یہی تھا کہ عنقریب ایسا ہو کر رہیگا۔ تو میں نے اپنے کپڑے پہنے اور فجر کی نماز جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھی آپؐ تو فارغ ہو کر جلدی بالاخانہ میں چلے گئے اور گوشہ نشین ہو گئے میں بیٹی حفصہ کے پاس آیا تو وہ رو رہی تھی میں نے کہا اب کیوں روتی ہے کیا میں نے تمھیں اس سے ڈرایا نہیں تھا کیا نبی اکرم ﷺ نے تمھیں طلاق دے دی ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے وہ دیکھئے آپ ﷺ بالاخانہ میں الگ تھلگ بیٹھے ہیں۔ بہر حال میں وہاں سے نکلا اور منبر نبوی کے پاس آیا کیا دیکھتا ہوں کہ منبر کے ارد گرد وہاں کچھ لوگ بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں بھی تھوڑی دیر کے لئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا پھر مجھے اس غم نے مجبور کیا تو میں اس بالاخانہ کے پاس آیا جس میں جناب نبی اکرم ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ تو میں نے

رُمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ
بِجَنْبِهِ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ اٰدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ
فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
اَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ فَرَفَعَ اِلَيَّ بَصَرَهُ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ
اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ اَسْتَأْنِسُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
لَوْ رَاَيْتَنِيْ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا
قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَتَبَسَّمَ
النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْرَاَيْتَنِيْ
وَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ ؓ فَقُلْتُ لَهَا لَا يَغُرَّنَّكِ اَنْ
كَانَتْ جَارَتُكِ اَوْضَاَ مِنْكِ وَاَحَبَّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ
يُرِيْدُ عَائِشَةَ ؓ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ تَبَسُّمَةً اُخْرٰى
فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَاَيْتُهُ تَبَسَّمَ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ فِيْ بَيْتِهِ
فَوَاللّٰهِ مَارَاَيْتُ فِيْهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ اَهَبَةٍ ثَلٰثَةٍ
فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ
فَاِنَّ فَارِسًا وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَاُعْطُوا الدُّنْيَا
وَهُمْ لَايَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَانَ
مُتَّكِئًا فَقَالَ اَوَفِيْ هٰذَا اَنْتَ يَاابْنَ الْخَطَّابِ اِنَّ
هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ عُجِّلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْلِيْ فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ
نِسَاءَهُ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ اَفْشَتْهُ
حَفْصَةُ اِلٰى عَائِشَةَ ؓ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ

آپؐ کے ایک کالی شکل والے غلام حضرت اباحؓ سے کہا کہ عمرؓ
کے لئے آپؐ سے اجازت طلب کرو۔ وہ بیچارہ گیا آپ نبی اکرم
ﷺ سے بات کی اور واپس آکر کہنے لگا کہ میں نے جناب نبی اکرم
ﷺ سے تمہارے بارے میں بات کی ہے آپ کے متعلق بتلایا
جس پر آپؐ خاموش ہو گئے۔ پس میں وہاں سے ہٹ کر اس
جماعت کے پاس آکر بیٹھ گیا جو منبر کے پاس بیٹھے تھے پھر مجھے
میری پریشانی نے مجبور کیا میں نے آکر پھر اس غلام سے کہا کہ
عمرؓ کے لئے اجازت طلب کرو۔ وہ جاکر واپس آیا اور کہنے لگا کہ
میں نے تمہارا تذکرہ کیا لیکن پھر بھی آپؐ خاموش رہے میں پھر
واپس آکر اسی جماعت کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔
پھر میری پریشانی مجھ پر غالب آگئی میں نے پھر غلام کے پاس آکر
اس سے کہا کہ میرے لئے اجازت طلب کرو چنانچہ وہ گیا اور
واپس آکر کہنے لگا کہ میں نے تمہارا ذکر کیا تیسری مرتبہ پھر بھی
آپؐ خاموش رہے۔ پس جب میں پیٹھ پھیر کر واپس آنے لگا تو
کیا دیکھتا ہوں کہ غلام مجھے بلا رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ جناب نبی
اکرم ﷺ نے تمہارے لئے اندر آنے کی اجازت دے دی ہے
میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ کھجور
کے پتوں کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کہ آپؐ کے اور اس کے
درمیان کوئی بستر نہیں تھا۔ اور آپؐ کے پہلو میں کھجور کے پتوں
کے نشان پڑ چکے تھے۔ آپؐ چمڑے کے ایک تکیہ کا سہارا لئے
ہوئے تھے۔ جس کے اندر کھجور کا ریشہ بھرا ہوا تھا میں نے سلام
کرنے کے بعد کھڑے کھڑے ہی پوچھا یارسول اللہ کیا آپؐ نے
اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے
میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کے بعد فرمایا کہ نہیں۔ میں نے

قَالَ مَااَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجَدَتِهٖ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ لَيْلَةً دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَدَءَ بِهَا فَقَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قَدْ اَقْسَمْتَ اَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَاِنَّمَا اَصْبَحْتَ مِنْ تِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً اَعُدُّهَا عَدًّا فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ فَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّخْيِيْرِ فَبَدَءَ بِيْ اَوَّلَ امْرَاَةٍ مِنْ نِسَائِهٖ فَاخْتَرْتُهٗ ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهٗ كُلَّهُنَّ فَقُلْنَ مِثْلَ مَاقَالَتْ عَائِشَةُ ....

نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا۔اور پھر کھڑے کھڑے ہی آپ کو مانوس کرنے کے لئے میں نے کہایارسول اللہ دیکھئے ہم قریش کے لوگ تو عورتوں پر غالب رہتے تھے۔پس جب مدینہ میں آئے تو یہاں ایسے لوگ بستے ہیں جن پر ان کی عورتیں غالب رہتی ہیں۔پس آپ نبی اکرم ﷺ مسکرادئے پھر میں نے کہا یارسول اللہ میں اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس گیا تھا تو اس سے میں نے کہا کہ تم اس دھوکہ میں نہ رہو کہ تمھاری سوکن تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ کی سب سے زیادہ محبوبہ ہے انکی مراد حضرت عائشہؓ تھیں۔تو جناب نبی اکرم ﷺ دوسری مرتبہ مسکرائے۔جب میں نے آپ کو مسکراتے دیکھا تو میں بیٹھ گیا اور آپؐ کے گھر میں چاروں طرف نظر دوڑائی تو اللہ کی قسم! تین رنگے ہوئے چمڑوں کے سوا مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو میری نگاہ میں جچتی ہو۔تو میں نے کہایارسول اللہ !اللہ تعالے سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کی امت پر فراخی کریں کیونکہ فارس اور روم پر تو وسعت ہوئی اور انہیں دنیا دے دی گئی۔حالانکہ وہ تو اللہ تعالے کی عبادت نہیں کرتے۔تو جناب نبی اکرم ﷺ تکیہ کا سہارا چھوڑ کر بیٹھ گئے۔فرمانے لگے اے ابن خطاب! کیا تم بھی اسی خیال میں ہو بیشک کافر تو وہ لوگ ہیں کہ انکی دنیا کی زندگی میں انکی نعمتیں ان کو جلدی دے دی گئیں ہیں میں نے کہایارسول اللہ! آپؐ میرے لئے بخشش طلب فرمائیں تو اس واقعہ کی وجہ سے آنحضرت ﷺ گوشہ تنہائی میں چلے گئے تھے۔جبکہ حضرت حفصہؓ نے ماریہ قبطیہؓ والا راز حضرت عائشہؓ کو بتلادیا۔تو آپؐ انتیس راتوں تک ان سے الگ رہے۔اور آپؐ نے فرمایا تھا جبکہ اللہ تعالے نے لم تحرم ما احل اللہ لک سے آپؐ پر عتاب فرمایا تو آپؐ نے اپنی بیویوں پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں مہینہ بھر ان بیویوں کے پاس نہیں آؤں گا۔پس جب انتیس راتیں بیت گئیں تو شروع میں آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے کہایارسول اللہ آپؐ نے تو مہینہ بھر اپنی بیویوں کے پاس نہ آنے کی قسم کھائی تھی۔آج تو انتیس رات گذار کر اس کی صبح ہوئی ہے میں تو انکو گنتی رہی ہوں۔آپؐ نے فرمایا کبھی مہینہ انتیس راتوں کا ہوتا ہے۔تو یہ مہینہ انتیس ۲۹ راتوں کا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالے نے آیت تخییر نازل فرمائی تو آپؐ نے اپنی پہلی بیوی جس سے ابتدا کی وہ میں عائشہ تھی میں نے تو آپؐ کو اختیار کرلیا پھر آپؐ نے اپنی سب بیویوں کو اختیار دیا کہ اس غریبی حلیمی میں میرے ساتھ رہو یا طلاقؓ لیکر چلی جاؤ تو سب بیویوں نے اسی طرح کہا جس طرح حضرت عائشہؓ نے کہا تھا کہ آپؐ کے ساتھ رہنے کو پسند کیا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔امام بخاریؒ نے ہر جگہ اس قصہ کو مبہم رکھا ہے جس کی بنا پر آپؐ نے بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی اور وہ راز بھی مبہم رکھا جس کو افشاء کرتے ہوئے حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو بتلادیا۔اور معاتبة الٰهی کس پر ہوئی جس کی بنا پر لم تحرم ما احل الله لك نازل ہوئی۔صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہد نہ کھانے کی قسم پر آپؐ کو عتاب ہوا اور حضرت ماریہ قبطیہ کا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جس باندی کو آپؐ نے حضرت حفصہؓ کی رضامندی کے لئے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور زیادہ نفقہ مانگنے پر آپؐ کا اعتزال اور آیت تخییر کا نزول یہ بھی سبب بیان کیا جاتا ہے۔حضرت زینبؓ کا کہنا کہ مجھے کم حصہ ملا ہے تو تین مرتبہ آپؐ نے اسے حصہ دیا یہ بھی سبب بتلایا جاتا ہے۔لیکن ان سب سے راجح واقعہ حضرت ماریہ قبطیہ کا ہے کیونکہ اسی واقعہ کا حضرت حفصہؓ اور عائشہؓ کے ساتھ اختصاص ہے اور شہد کے واقعہ میں سب ازواجؓ شریک ہیں۔

بَاب صَوْمُ الْمَرْأَةِ بِاِذْنِ زَوْجِهَا تَطَوُّعًا

ترجمہ۔عورت نفلی روزہ خاوند کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔

حدیث (۴۸۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ لَاتَصُوْمُوا الْمَرْأَةَ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ....

ترجمہ۔حضرت ابوہریرةؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کوئی عورت اس وقت روزہ نہ رکھے جبکہ اس کا خاوند موجود ہو البتہ اس کی اجازت سے نفلی روزہ رکھ سکتی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ روزہ نہ رکھنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ خاوند کو بیوی سے ہر وقت نفع حاصل کرنے کا حق حاصل ہے اور وہ حق بھی علے الفور واجب ہے۔جس کو نفلی روزہ کے سبب ترک نہیں کیا جاسکتا۔یہ حدیث امام مالکؒ پر حجت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر نفلی روزہ افطار کر دے تو اس پر قضا لازم ہے۔یہ اسلئے نہیں کہ جب مرد کو جماع کے ذریعہ اس کے روزہ نفلی کو فاسد کرنے کا حق حاصل ہے تو عورت کو مرد سے اجازت لینے کی کیا ضرورت رہتی۔اگر مرد کے لئے مباح ہے تو پھر اذن کے کیا معنی ہیں۔

بَاب اِذَا اَبَاتَتِ الْمَرْأَةَ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا

ترجمہ۔جب عورت اپنے مرد کا بستر چھوڑ کر رات بسر کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۴۸۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ

ترجمہ۔حضرت ابوہریرةؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا! جس عورت کو

اِلٰی فِرَاشِہٖ فَاَبَتْ اَنْ تَجِیْئَ لَعَنَتْھَا الْمَلَائِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ .....

اس کا خاوند اپنے بستر کی طرف بلائے تو وہ آنے سے انکار کر دے تو صبح ہونے تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

حدیث (۴۸۳۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَۃُ مُھَاجِرَۃً فِرَاشَ زَوْجِھَا لَعَنَتْھَا الْمَلَائِکَۃُ حَتّٰی تَرْجِعَ.

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے خاوند کا بستر چھوڑ کر رات گذارتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں حتی کہ وہ واپس آجائے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بعض روایات میں فبات غضبان علیھا کی زیادتی موجود ہے جس سے عورت کی معصیت ثابت ہوگئی کہ مرد ساری رات اس سے ناراض رہا۔ اگر عورت کو کوئی عذر ہو یا مرد خود اپنا حق ساقط کر دے تو پھر عورت لعنت کی مستحق نہیں ہے۔

باب لَا تَأْذَنِ الْمَرْأَۃَ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا لِاَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِہٖ

ترجمہ۔ کوئی عورت کسی کو اپنے خاوند کے گھر میں بغیر اسکی اجازت کے اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتی

حدیث (۴۸۳۱) حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ ...... عن ابی ھریرۃؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا یَحِلُّ لِلْمَرْاَۃِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُھَا شَاھِدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ وَلَا تَأْذَنَ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا بِاِذْنِہٖ وَمَا اَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَۃٍ عَنْ غَیْرِ اَمْرِہٖ فَاِنَّہٗ یُؤَدّٰی اِلَیْہِ شَطْرُہٗ رَوَاہُ اَبُو الزِّنَادِ اَیْضًا.....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا حلال نہیں ہے۔ جبکہ اس کا خاوند موجود ہو البتہ اس کی اجازت سے رکھ سکتی ہے۔ اسی طرح کسی کو اس کے گھر میں بغیر اس کے حکم کے آنے کی اجازت نہیں دی سکتی۔ اور اس کے حکم کے بغیر کوئی خرچہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ آدھا ثواب تو اس مرد کی طرف لوٹتا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کیونکہ کمائی خاوند کی ہے۔ تو خیرات کا ثواب آدھا خاوند کو اور آدھا بیوی کو ملیگا۔ جبکہ اجازت ہو۔ ورنہ مال خاوند کا ہے۔ اس کو اس کے مال میں اس قدر تصرف کی اجازت ہے۔ جس کو شرع اور عرف میں اجازت کہا جاتا ہے۔

حدیث (۴۸۳۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ أُسَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَأَصْحَابُهُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ

ترجمہ۔ حضرت اسامہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں شب معراج میں جنت کے دروازے میں کھڑا تو دیکھا کہ اس میں اکثر داخل ہونے والے غربا اور مساکین لوگ ہیں اور بخت والے ابھی رکے ہوئے ہیں سوائے اسکے کہ جہنمیوں کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم مل چکا ہوگا اور میں نے جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھا تو اس میں اکثر داخل ہونے والی عورتیں ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث کو سابق ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی۔ کہ عورتیں اکثر منہیات الٰہی کا ارتکاب کرتی ہیں۔ اسلئے اکثریت جہنمیوں کی ان سے ہے۔

باب كُفْرَانِ الْعَشِيْرِ وَهُوَ الزَّوْجُ وَهُوَ الْخَلِيْطُ مِنَ الْمُعَاشَرَةِ فِيْهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ خاوند کی ناشکر گذاری کرنا عشر زوج کو بھی کہتے ہیں اور شریک کو بھی کہتے ہیں معاشرہ کے معنی اکھٹے گذران کرنا۔

حدیث (۴۸۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دور میں سورج بے نور ہوا جس کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کسوف پڑھی اور لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو آپؐ نے اتنا لمبا قیام کیا جو سورۃ بقرہ کے پڑھنے کی مقدار کے برابر تھا۔ پھر آپؐ نے ایک لمبا رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا پھر ایک لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے قدرے کم تھا پھر ایک دوسرا لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سجدہ ریز ہوئے پھر لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھا کر ایک لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھا کر سجدہ میں چلے گئے۔ پھر اسی حال میں فارغ ہو کر پھرے کہ سورج روشن ہو چکا تھا۔ پس آپؐ نے فرمایا بیشک

رَكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَلَاتَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَايَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَالِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ اَوْ اُرِيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَابَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَاَيْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَكَا لْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ وَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوْا لِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدٰهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَاَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَارَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ ......

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جو کسی کی موت یا حیوۃ پر بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب تم لوگ اس قسم کے حادثات دیکھو تو ذکر الٰہی میں لگ جاؤ۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! ہم نے آپ کو اس مقام میں دیکھا کہ آپ کوئی چیز پکڑ رہے ہیں پھر ہم نے آپ کو دیکھا کہ پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا یا مجھے بہشت دکھلائی گئی تو میں نے اس میں سے ایک انگور کا خوشہ توڑنا چاہا۔ اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو جبتک دنیا باقی رہتی تم اسے کھاتے رہتے اور میں نے جہنم کو بھی دیکھا۔ اور آج کے دن کی طرح میں نے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا اور اکثر اہل نار میں عورتوں کو دیکھا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیوں یارسول اللہ آپ نے فرمایا ان کے کفر کی وجہ سے۔ پوچھا گیا اللہ تعالے سے کفر کرتی ہیں۔ فرمایا خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموش ہیں۔ اگر زمانہ بھر ان سے احسان کرتے رہو پھر وہ تم سے کوئی کوتاہی دیکھ لیں تو کہیں گی میں نے کبھی تم سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ہدایہ میں ہے کہ سورج کے بے نور ہونے پر امام لوگوں کو دو رکعت نفل پڑھائے جس کی ہر رکعت میں ایک رکوع ہو۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہر رکعت میں دو رکوع ہونے چاہئیں۔ باقی بحث کتاب الکسوف میں گذر چکی ہے۔ ان کا مستدل حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ ہمارا مستدل ابن عمرؓ کی روایت ہے جن کی صف عورتوں کی صف سے آگے تھی مردوں پر حال زیادہ منکشف تھا عورتیں پیچھے تھیں۔

حديث (٤٨٣٤) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ الْهَيْثَمِ عَنْ عِمْرَانَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ تَابَعَهٗ اَيُّوْبُ ......

ترجمہ۔ حضرت عمرانؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثر فقراء نظر آئے۔ جہنم کو دیکھا تو اس میں زیادہ تر عورتیں دیکھیں۔ ایوب نے متابعت کی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ قرطبیؒ نے اس کا سبب کفران عشیر بتلایا ہے جو باب کے مناسب ہے اور بعض نے فرمایا چونکہ انکا اکثر میلان خواہشات کی طرف رہتا ہے۔ دنیا کی زینت بہت چاہتی ہیں آخرت سے غافل رہتی ہیں۔ یہ عقل کی کمی اور جلدی دھوکے میں آجاتی ہیں۔

باب لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ قَالَ اَبُوجُحَيْفَهؓ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث (۴۸۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنُ الْعَاصِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَاعَبْدَاللّٰهِ لَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلِ قُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَاتَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْوَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا.....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ اے عبداللہ! مجھے خبر ملی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام میں گذارتے ہو کیا یہ سچ ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ بیشک یہ سچ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو ایک دن روزہ رکھو اور دوسرے دن افطار کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور سو بھی جایا کرو۔ کیونکہ تمارے بدن کا بھی تم پر حق ہے۔ تمھاری روح اور آنکھ کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ آخر اس کو نکاح میں لیکر آئے ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ پہلے باب میں تھا کہ زوج کا زوجہ پر حق ہے یہاں اس کا برعکس ہے کہ زوجہ کا زوج پر حق ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص بغیر عذر کے بیوی کے جماع سے رک گیا تو امام کا فریضہ ہے کہ اس پر لازم قرار دے ورنہ تفریق کر دی جائے۔ امام احمدؒ اور شافعیؒ کی روایت ہے کہ جماع مرد پر واجب نہیں ہے۔ بعض نے کہا ایک مرتبہ واجب ہے۔ سلف سے منقول ہے ہر چار دن کے بعد ایک رات ضرور جماع کرے۔ بعض نے کہا ہر طہر میں ایک مرتبہ کرے۔

باب اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا

ترجمہ۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔

حدیث (۴۸۳۶) حَدَّثَنَا عَبْدَانِ ...... عَنْ ابْنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْاَمِيْرُرَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر حاکم سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ امیر حاکم ہے مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے۔ اور اپنے خاوند کے گھر اور اسکی

فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٍ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ....

اولاد پر حاکم ہے پس ہم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائیگا۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَافَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا

ترجمہ۔ مرد عورتوں پر حاکم ہیں ایک تو اس وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے۔

حدیث(۴۸۳۷)حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مُخَلَّدٍ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهٖ شَهْرًا وَقَعَدَ فِیْ مَشْرُبَةٍ لَهٗ فَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اٰلَيْتَ عَلٰى شَهْرٍ قَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کے پاس جانے سے مہینہ بھر کے لئے قسم کھالی۔ اور اپنے بالا خانہ میں جاکر گوشہ نشین ہو گئے۔ پھر انتیس ۲۹ دن کے بعد اترآئے تو آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ نے تو مہینہ بھر کے لئے قسم کھائی تھی آپؐ نے فرمایا بیشک مہینہ انتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ روایت کی دلالت ترجمہ باب پر اس طرح سے ہے کہ جب خاوند کو قسم کھاکر عورت کے قریب جانے سے رک جانے کا اختیار ہے جس کو ایلاء کہتے ہیں۔ اگر عورت اس طرح کرنا چاہے تو اسے اس کا اختیار نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت محکوم ہے مرد حاکم ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ تو بہتر ہے دوسرے شراحؒ کی مختلف توجیہات ہیں۔ حافظؒ نے فرمایا کہ سیاق آیت سے ترجمہ کی مناسبت ثابت ہوگی۔ کیونکہ آیت میں ہے **واهجر وهن فی المضاجع** تو هجران ایلاء کے مناسب ہے۔ علامہ عینیؒ نے بھی حافظؒ کی طرح مناسبت ثابت کی ہے۔ اور صاحب تیسیر نے دو طرح سے مطابقت ثابت کی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ آپ کا ایلاء اپنی بیویوں کی تنبیہ اور تھدید کے لئے تھا۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور غیر مناسب باتوں سے رک جائیں۔ دوسری وجہ جو حافظؒ نے بیان کی ہے وہ واھجر وھن کی مناسبت سے ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ میں تمام آیت کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ امام بخاریؒ نے جو جزء آیت ذکر کیا ہے حدیث کی اس جزء سے مناسبت ثابت کرنی چاہئے۔ کہ جب مرد کو ایلاء کا حق ہے جو عورت کو نہیں تو معلوم ہوا مرد حاکم ہے۔ اور یہ مناسبت دقیقہ امام بخاریؒ کی شان کے لائق ہے۔ واھجروھن سے مناسبت تو ظاہر ہے اس میں کونسی باریکی پائی جاتی ہے۔

بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم نِسَائَهُ فِي غَيْرِ بُيُوْتِهِنَّ وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَفَعَهُ غَيْرَ أَنْ لَا تُهْجَرَ إِلَّا فِي الْبَيْتِ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ۔

ترجمہ۔ آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو ان کے اپنے گھروں میں نہیں چھوڑا حضرت معاویہ بن حیدہ سے مرفوع روایت ہے کہ عورت کو اپنے گھر میں ہی چھوڑ دیا جائے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

حدیث (۴۸۳۸) حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ عَلٰى بَعْضِ أَهْلِهِ شَهْرًا فَلَمَّا مَضٰى تِسْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ يَوْمًا غَدَا عَلَيْهِنَّ أَوْ رَاحَ فَقِيْلَ لَهُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا قَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَعِشْرِيْنَ يَوْمًا ....

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے قسم کھائی کہ وہ اپنی بیویوں کے پاس مہینہ بھر نہیں جائیں گے۔ پس جب انتیس دن گذر چکے تو آنحضرت ﷺ صبح کو یا شام کے وقت ان کے پاس تشریف لائے تو آپؐ سے کہا گیا یا نبی اللہ! آپؐ نے تو مہینہ بھر نہ آنے کی قسم کھائی تھی آپؐ نے فرمایا بیشک کبھی مہینہ انتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

حدیث (۴۸۳۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ أَصْبَحْنَا يَوْمًا وَنِسَاءَ النَّبِيِّ ﷺ يَبْكِيْنَ عِنْدَ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ أَهْلُهَا فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا هُوَ مَلَآنُ مِنَ النَّاسِ فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَصَعِدَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي غُرْفَةٍ لَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ فَنَادَاهُ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا فَمَكَثَ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى نِسَائِهِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت ہم نے دیکھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رو رہی ہیں اور ان میں سے ہر ایک بی بی کے پاس ان کے خاندان والے موجود ہیں۔ تو میں مسجد نبوی کی طرف گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ اچانک حضرت عمر بن الخطابؓ تشریف لے آئے۔ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے بالاخانہ کی طرف چڑھنا چاہتے تھے۔ کہ کسی نے ان کو جواب نہ دیا۔ پھر انہوں نے سلام کیا تو کسی نے جواب نہ دیا پھر سلام کیا تو کسی نے ان کو جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو پکارا تو وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس

اوپر پہنچ گئے۔ جاتے ہی پوچھا کہ کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے آپؐ نے جواب دیا نہیں البتہ ایک مہینہ کا ایلاء کیا ہے۔ کہ ان کے قریب نہیں جاؤنگا۔ تو آپؐ انتیس ۲۹ دن ٹھہرے رہے اس کے بعد اپنی ان بیویوں کے پاس تشریف لے گئے۔

بَاب مَا يُكْرَهُ مِنْ ضَرْبِ النِّسَاءِ وَقَوْلِهٖ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ۔

ترجمہ۔ عورتوں کو مارنا مکروہ ہے البتہ ایسی پٹائی کرو جو سخت نہ ہو۔

حدیث (۴۸۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَجْلِدُ اَحَدُكُمْ امْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِيْ اٰخِرِ الْيَوْمِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زمعہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا تم سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹے جس طرح غلام کو پیٹا جاتا ہے کہ آخر اس نے بیوی سے ہمبستری کرنی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ یعنی عاقل سے یہ دو امر بعید ہیں کہ ایک تو بیوی کی سخت پٹائی کرے اور پھر اس سے ہمبستری کرے کیونکہ مجامعہ میں تو نفس کا میلان اور رغبت مطلوب ہوتی ہے۔ جس کی پٹائی ہوئی ہے۔ وہ تو تکلیف کی وجہ سے نفرت کریگا۔ رغبت کہاں ہوگی۔ تو اسکی ضرب شدید کی مذمت کی طرف اشارہ ہوا۔ البتہ ادب سکھانے کے لئے ضرب خفیف کافی ہے۔ تاکہ نفرت تام پیدا نہ ہو افضل یہ ہے کہ ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفا کرے۔ اسلئے امام بخاریؒ نے غیر مبرح کی قید لگا کر جواز ضرب نساء کی طرف اشارہ فرمایا۔ لیکن یہ ضرب ان امور میں ہے جنکی اطاعت عورت پر واجب ہے اور وہ ان کو ترک کرتی ہے۔ چنانچہ حبشیؒ نے لکھا ہے کہ ترک صلوۃ۔ ترک غسل پر مارنے کی اجازت ہے۔ جیسے کہ ترک زینۃ پر اور خروج بغیر اذن پر مار پٹائی کر سکتا ہے۔

بَاب لَا تُطِيْعُ الْمَرْاَةَ زَوْجَهَا فِيْ مَعْصِيَةٍ۔

ترجمہ۔ کوئی عورت گناہ کے کام میں اپنے خاوند کا کہنا نہ مانے۔

حدیث (۴۸۴۱) حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ امْرَاَةً مِنَ الْاَنْصَارِ زَوَّجَتْ ابْنَتَهَا فَتَمَعَّطَ شَعْرُ رَاْسِهَا فَجَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجَهَا اَمَرَنِيْ اَنْ اَصِلَ فِيْ شَعْرِهَا فَقَالَ لَا اِنَّهٗ قَدْ لُعِنَ الْمُوْصِلَاتِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انصار کی ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تو اس بچاری کے بیماری کی وجہ سے سر کے بال گر گئے تو اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ میرا خاوند مجھے حکم دیتا ہے کہ تم اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال ملالو۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بال ملانے والیوں پر تو لعنت کی گئی ہے

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ قدلعن المؤصلات ۷۸۴۔۱۱ اگر شبہ ہو کہ نہی کا حکم تو انسان کے بال ملانے کے بارے میں ہے اس مقام پر تو ممانعت کا حکم مطلقاً ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مطلق نہی کا حکم سد اللباب کیا ہے تاکہ فساد کا دروازہ بند ہو جائے۔ اور ممکن ہے کہ مطلقاً انسان کے بالوں کے ملانے کے بارے میں سوال ہو تو آپؐ نے عام بالوں کا حکم بیان فرما دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ جمہور کے نزدیک کسی دوسری عورت کے بال اپنے بالوں کے ساتھ ملانے کی ممانعت ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے الواصلة التی تصل الشعر بشعر النساء کہ واصلہ وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ ملانے والی ہے۔ لیکن مؤطا امام محمد میں احنافؒ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ المرأة تصل شعرها بشعر غیرها کہ کسی دوسری کے بالوں سے اپنے بال ملائے۔ چنانچہ اما الشعر من شعور الناس فلا ینبغی وقول ابی حنیفةؒ والعامه من فقهائنا۔ البتہ ریشمی تاگے یا اون کی مینڈھیاں بنائی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اوجز میں بڑی بسط سے بحث کی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً ممانعت ہے لابشعر ولابشعر غیرہ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کے بالوں سے ملانا تو مطلقاً حرام ہے۔ غیر آدمی کے بال ملانا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ بال پاک ہوں۔ چوتھا مسلک ضابطہ کا ہے کہ بال تو مطلقاً ممنوع ہیں البتہ بغیر بالوں کے اور چیز ملانا جائز ہے۔ پانچواں مسلک احنافؒ کا ہے۔ کہ آدمی کے بالوں سے ملانا حرام اور غیر آدمی کے جائز ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ مذہب احنافؒ کے مطابق ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ لعن اللہ الواصلة والمستوصلة کے مطابق آدمی کے بالوں سے انتفاع تو بالکل حرام ہے۔ اس کی کرامت کی وجہ سے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ غیر آدمی کے پاک بال کا وصل جائز ہے۔ جبکہ خاوند اور مالک حکم دے۔ اور جس عورت کا خاوند اور مالک نہیں ہے۔ اس کے لئے غیر آدمی کے بالوں سے بھی انتفاع ناجائز بلکہ حرام ہے۔

باب قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا

ترجمہ۔ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے بغض یا بے رخی کرنے کا خطرہ ہو۔

حدیث (۴۸۴۲) حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ ...... عَنْ عَائِشَةَؓ وَاِنِ امْرَأَةٌ قَالَتْ هِیَ الْمَرْأَةُ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَا يَسْتَكْثِرُ مِنْهَا فَيُرِيْدُ طَلَاقَهَا وَيَتَزَوَّجُ غَيْرَهَا تَقُوْلُ اَمْسِكْنِیْ وَلَا تُطَلِّقْنِیْ ثُمَّ تَزَوَّجْ غَيْرِیْ فَاَنْتَ حِلٌّ مِّنَ النَّفَقَةِ عَلَیَّ وَالْقِسْمَةِ لِیْ فَذٰلِكَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ان امرأة ...... آیت قرآنی کی تفسیر میں فرماتی ہیں کہ یہ ایک عورت اپنے خاوند کے پاس اس طرح رہتی ہے جو اس کی طرف اکثر رخ نہیں کرتا بلکہ اس کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ اور دوسری عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ مجھے اپنے پاس رہنے دو مجھے طلاق نہ دو بیشک تم دوسری عورت سے شادی کر لو۔ پس آپ

قَوْلُهُ تَعَالٰى فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ......

میرے اوپر خرچ کرنے اور باری مقرر کرنے میں آزاد ہیں تو اس کو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر دونوں خاوند بیوی آپس میں صلح کر لیں تو کوئی گناہ نہیں بلکہ صلح اچھی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اب امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور امام ثوریؒ یہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت اس معاہدہ کے بعد اپنے نفقہ اور باری کا مطالبہ کرے تو مرد کی ذمہ واری ہے کہ وہ نفقہ اور باری بحال کرے۔ اگر چاہے تو اسے جدا کر دے۔ امام مالکؒ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عورت کو نقض عہد کا حق نہیں ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ عورت کو اس کا حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ جو چیز ابھی تک واجب نہیں ہوئی وہ ساقط نہیں ہو سکتی۔

باب الْعَزْلِ

ترجمہ۔ داخل کرنے کے بعد کھینچ لینا تاکہ عورت کے فرج میں انزال نہ ہو یہ عزل ہے۔

حدیث (۴۸۴۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ ......

ترجمہ۔ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے۔

حدیث (۴۸۴۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ سَمِعَ جَابِرًاؓ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ وَعَنْ عَمْرٍو كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہم عزل کرتے رہتے تھے۔ جبکہ قرآن مجید نازل ہو رہا تھا۔ ممانعت نہیں اتری۔

حدیث (۴۸۴۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّؓ قَالَ اَصَبْنَا سَبْيًا فَكُنَّا نَعْزِلُ فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَوَ اِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں کچھ جنگی قیدی عورتیں ملیں۔ جن سے ہم عزل کرتے تھے جس کے بارے میں ہم نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا جس پر آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ اچھا کیا تم ایسا کیا کرتے ہو۔ سنو! کوئی جی ایسا نہیں جو قیامت تک ہونے والا ہے بالآخر وہ ہو کر رہیگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ بظاہر ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس عزل کی اطلاع ہوئی جس پر آپؐ نے انکار نہیں فرمایا

تو اس سے آپؐ کی تقریر ہو گئی۔ اب ائمہ کرام میں اختلاف ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک حرہ سے عزل کرنا اس کی اجازت کے بغیر اس میں دو قول ہیں۔ امہ کے بارے میں صحیح قول جواز کا ہے۔ تاکہ ولد غلام نہ بنے۔ اگر باندی شادی شدہ نہیں ہے تو بلا خلاف عزل جائز ہے۔ امام مالکؒ سردار کی اجازت پر موقوف رکھتے ہیں۔ یہی قول امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کا ہے۔ اور صاحبینؒ باندی کی اجازت کافی سمجھتے ہیں۔

بابُ الْقُرْعَةِ بَیْنَ النِّسَاءِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا

ترجمہ۔ جب مرد سفر کا ارادہ کرے تو بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرے

حدیث (٤٨٤٦) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ ...... عَنْ عَائِشَۃَؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا خَرَجَ اَقْرَعَ بَیْنَ نِسَائِہٖ فَطَارَتِ الْقُرْعَۃُ لِعَائِشَۃَؓ وَحَفْصَۃَؓ وَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا کَانَ بِاللَّیْلِ سَارَ مَعَ عَائِشَۃَؓ یَتَحَدَّثُ فَقَالَتْ حَفْصَۃُؓ اَلَا تَرْکَبِیْنَ اللَّیْلَۃَ بَعِیْرِیْ وَاَرْکَبُ بَعِیْرَکِ تَنْظُرِیْنَ وَاَنْظُرُ فَقَالَتْ بَلٰی فَرَکِبَتْ فَجَاءَ النَّبِیُّ ﷺ اِلٰی جَمَلِ عَائِشَۃَؓ وَعَلَیْھَا حَفْصَۃُؓ فَسَلَّمَ عَلَیْھَا ثُمَّ سَارَ حَتّٰی نَزَلُوْا وَافْتَقَدَتْہُ عَائِشَۃُؓ فَلَمَّا نَزَلُوْا جَعَلَتْ رِجْلَیْھَا بَیْنَ الْاِذْخِرِ وَتَقُوْلُ یَارَبِّ سَلِّطْ عَلَیَّ عَقْرَبًا اَوْحَیَّۃً تَلْدَغُنِیْ وَلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَقُوْلَ لَہٗ شَیْئًا ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب کبھی سفر پر جاتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے۔ تو اتفاق سے قرعہ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کا نکلا جب رات ہوئی تو جناب نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ سے باتیں کرتے ہوئے چلتے تھے۔ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ کیا آج رات آپ میرے اونٹ پر سوار ہو جائیں اور میں تمھارے اونٹ پر سوار ہو جاؤں میں تجھے دیکھتی رہوں اور تو مجھے دیکھتی رہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیوں نہیں چنانچہ حضرت حفصہؓ ان کے اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے پاس تشریف لائے۔ تو اس پر حضرت حفصہؓ سوار تھیں۔ آپؐ نے ان پر سلام پڑھا اور جبتک پڑاؤ نہیں کیا آپؐ برابر چلتے رہے اور حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کی بات چیت کو گم پایا تو جب پڑاؤ کیا تو انھوں نے اپنے دونوں پاؤں اذخر بوٹی میں رکھ کر فرمانے لگیں اے میرے رب میرے اوپر کسی بچھو یا سانپ کو غلبہ دے دے جو مجھے ڈستا ہے میری طاقت نہیں کہ میں حضور ﷺ کو کیا جواب دوں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ افتعدتہ عائشۃؓ ۷۸۴۔۲۶ کیونکہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ تو جناب نبی اکرم ﷺ کے قریب باندھا گیا جس پر حضرت حفصہؓ سوار تھیں تو انھوں نے آنحضرت ﷺ کے قرب میں رات بسر کی اور حضرت حفصہؓ کا اونٹ جہاں بندھا تھا اس پر حضرت عائشہؓ سوار تھیں تو وہ آپؐ سے دور ہو گئیں۔ حضور ﷺ کے فراق کی وجہ سے حضرت عائشہؓ چاہتی تھیں کہ کوئی جانور

مجھے ڈس لے تاکہ موت آجائے اور فراق نبویؐ کے درد سے نجات ملے یا میری مصیبت کا سن کر آپؐ تشریف لے آئیں جس سے غم فراق دور ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ الا ترکبین...... حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ کی دعوت اس لئے قبول کرلی تاکہ وہ ان مناظر کو دیکھیں جو حضرت حفصہؓ دیکھ رہی تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات سحر کے وقت قریب قریب نہیں تھے بلکہ دو قطاروں میں الگ الگ تھیں۔ کیونکہ اگر اکٹھی ہوتیں تو ایک دوسرے کے مناظر کے دیکھنے کا شوق کیسے چراتا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایک دوسرے کے اونٹ کی چال ڈھال دیکھنا چاہتی ہوں اس صورت میں ایک قطار کے اندر ہونا ممنوع نہیں ہے۔ تو دلیلتھا بظاہر الفاظ حدیث میں اشکال ہے فلما نزلوا جعلت رجلیھا بین الاذخر اور ان کی دعا رب سلط علی عقربا اوحیۃ میں جوڑ معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ اگر یوں کہا جائے کہ ان کی خواہش اور دعا تو ساری رات رہی۔ البتہ نزول کے بعد پاؤں اذخر کے اندر ڈال دیے۔ بایتان النبی ﷺ کیونکہ آپؐ انتظار کر رہے تھے میں کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔ اس لئے موت آجائے تو فراق کا الم ختم ہو۔ یا مصیبت کی خبر سن کر مجھے مانوس کرنے کے لئے آپؐ خود تشریف لائیں تب غم غلط ہو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فقالت بلی ۲۵-۷۸۴ حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ کی یہ درخواست اسلئے منظور کی تاکہ جس طرح میں آپؐ کی طرف دیکھ رہی ہوں حضرت حفصہؓ بھی آپؐ کا دیدار کرلیں دیکھتی رہیں محروم نہ رہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ دن کے وقت حضرت حفصہؓ کے اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور انہیں اپنا ردیف بناتے تھے۔ اور رات کو حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر سوار ہوتے اور انہیں اپنا ردیف بناتے۔ آج رات ان کو تبادلہ کا خیال پیدا ہوا۔ افتقد تہ عائشۃ کیونکہ حضرت عائشہؓ ان دونوں سے جدا ہو گئیں تھیں۔ اس لئے کثرت جیش کی وجہ سے کسی الگ مکان میں پڑاؤ کیا۔ لیکن میرے نزدیک یہ تاویل اس لئے صحیح نہیں ہے کہ یہ عرب کے عادات سفر کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ عموماً رات کو سفر کرتے اور دن کو آرام کرتے تھے۔ دوسرے الفاظ حدیث افتقد تہ عائشۃ انزلوا کا تقاضا ہے۔ کہ نزول افتقاد کے بعد ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد ہے فلما نزلوا ...... حافظؒ علامہ عینیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ وہ رات کی قصہ گوئی تھی۔ جس سے حضرت عائشہؓ محروم ہو گئیں جس کی شدت کا انہیں احساس ہوا۔ بایں ہمہ میں شیخ مکیؒ اور ان کے شیخ گنگوہیؒ کی جلالت شان کی قدر کرتا ہوں ممکن ہے میں اپنی کج فہمی کی وجہ سے ان کی مراد کو نہ پہنچ سکا ہوں۔

باب الْمَرْأَةِ تَهَبُ يَوْمَهَا مِنْ زَوْجِهَا لِضَرَّتِهَا وَكَيْفَ يُقْسِمُ ذٰلِكَ

ترجمہ۔ کوئی عورت اگر باری اپنی سوکن کو ہبہ کردے تو پھر تقسیم کیسے ہوگی۔

حدیث(۴۸۴۷)حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَؓ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَؓ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَؓ بِيَوْمِهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سودہؓ بنت رفعہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کے لئے ھبہ کردی اور جناب نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کے لئے دو دن کی باری مقرر کرتے تھے۔ ایک ان کا اپنا دن اور دوسرا حضرت سودہؓ کا دن تو اس طرح تقسیم ہوتی تھی۔

باب الْعَدْلِ بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ اِلٰى قَوْلِهِ وَاسِعًا حَكِيمًا۔

ترجمہ۔ اپنی عورتوں کے درمیان عدل وانصاف کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم عورتوں کے درمیان انصاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتے آخر آیت واسعا حکیما تک

تشریح از قاسمیؒ۔ کوئی حدیث امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق نہیں مل سکی اور بعض نسخوں میں باب اذاتزوج البکر علی الثیب نہیں ہے تو روایت ترجمہ کے مطابق ہو جائیگی۔ تو من یستطیعوا سے نفی عدل من کل جھة کی ہوگی۔ اور حدیث سے تسویہ مناسب مراد ہوگا۔ خوراک۔ پوشاک اور ٹھکانا جس سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

باب اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ

ترجمہ۔ جب کسی بیوہ پر کسی کنواری سے نکاح کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۴۸۴۸)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ اَنَسٍؓ وَلَوْ شِئْتُ اَنْ اَقُولَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَلٰكِنْ قَالَ السُّنَّةُ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلٰثًا........

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اگر میں چاہوں تو میں قال النبی ﷺ کہہ سکتا ہوں۔ لیکن انہوں نے فرمایا سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس مسلسل سات دن رہے یہ اس کے مناسب ہے۔ اور جب کسی بیوہ سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن مسلسل رہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام شافعیؒ ظاہر حدیث کی بنا پر فرق کرتے ہیں لیکن احناف کے نزدیک قدیمہ اور حدیثہ میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ان خفتم ان لاتعدلوا اور لن تسطیعوا ان تعدلوا مطلق ہیں ان آیات میں قدیمہ حدیثہ کا کوئی فرق نہیں ہے۔

باب اِذَاتَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ

ترجمہ۔ جب کنواری پر کسی بیوہ سے نکاح کرے

حدیث (۴۸۴۹) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَاتَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا ثُمَّ قَسَمَ وَاِذَاتَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ وَقَالَ اَبُوْقِلَابَةَ لَوْشِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ خَالِدٌ وَلَوْشِئْتُ قُلْتُ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ........

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ جب آدمی کسی بیوہ کے ہوتے ہوئے کسی کنواری سے شادی کرے تو اسے اس کے پاس سات دن قیام کرنا چاہئے اور پھرباری مقرر کرے اور جب کسی کنواری پر بیوہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے پھرباری مقرر کرے۔

باب مَنْ طَافَ عَلٰى نِسَائِهٖ فِىْ غُسْلٍ وَاحِدٍ

ترجمہ۔ جو شخص ایک ہی غسل میں اپنی بیویوں سے ہمبستر ہو۔

حدیث (۴۸۵۰) حَدَّثَنَا عَبْدُالْاَعْلٰى... اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَائِهٖ فِى اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَلَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ........

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک ہی رات میں اپنی سب بیویوں سے ہمبستر ہوتے تھے اس دن آپ کی نو بیویاں تھیں۔

باب دُخُوْلِ الرَّجُلِ عَلٰى نِسَائِهٖ فِى الْيَوْمِ

ترجمہ۔ مرد کا دن کے وقت بیویوں کے پاس آنا

حدیث (۴۸۵۱) حَدَّثَنَا فَرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَاانْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلٰى نِسَائِهٖ فَيَدْنُوْمِنْ اِحْدَاهُنَّ فَدَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ اَكْثَرَ مَاكَانَ يَحْتَبِسُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ عصر کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنی بیویوں کے پاس تشریف لاتے اور ان میں سے ایک کے قریب ہو جاتے۔ ایک دن حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو بہت دیر تک رکے رہے اسقدر رکنے کا معمول نہیں تھا معلوم ہوا کہ دن کے وقت حضرت حفصہؓ سے ہمبستر ہوئے

باب اِذَا اسْتَأْذَنَ الرَّجُلُ نِسَائَهُ فِيْ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِ بَعْضِهِنَّ فَاَذِنَّ لَهُ

ترجمہ۔ جب کوئی خاوند اپنی بیویوں سے اجازت طلب کرے کہ وہ ان میں سے کسی خاص بیوی کے پاس بیماری کے ایام گذاریں گے پس وہ اسے اجازت دے دیں۔

حدیث (۴۸۵۲) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ ...... عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ ؓ فَاَذِنَ لَهُ اَزْوَاجُهُ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ ؓ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا قَالَتْ عَائِشَةُ ؓ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ كَانَ يَدُوْرُ عَلَيَّ فِيْهِ فِيْ بَيْتِيْ فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَاِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِيْ وَسَحْرِيْ وَخَالَطَ رِيْقُهُ رِيْقِيْ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنی بیماری میں پوچھتے تھے جس میں آپ کی وفات ہوئی کہ میں کل کہاں ہونگا میں کل کہاں ہونگا اس سے آپ کا منشا حضرت عائشہ ؓ کی باری کا دن معلوم کرنا تھا تو آپ کی ازواج مطہرات ؓ نے اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ چنانچہ موت کے وقت تک حضرت عائشہ ؓ کے گھر میں رہے جہاں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات میری باری کے اس دن میں ہوئی جس دن آپ دورہ کرتے کرتے میرے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالے نے آپ کی روح ایسی حالت میں قبض فرمائی کہ آنحضرت ﷺ میرے سینے اور گردن کے درمیان تھے اور آپ کی تھوک سے میری تھوک مل گئی تھی۔

باب حُبِّ الرَّجُلِ بَعْضَ نِسَائِهِ اَفْضَلَ مِنْ بَعْضٍ

ترجمہ۔ آدمی کا اپنی بیویوں میں کسی بعض کے ساتھ زیادہ محبت کرنا۔

حدیث (۴۸۵۳) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عُمَرَ ؓ دَخَلَ عُمَرُ عَلٰى حَفْصَةَ ؓ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ لَا تَغُرَّنَّكَ هٰذِهِ الَّتِيْ اَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِيَّاهَا يُرِيْدُ عَائِشَةَ ؓ فَقَصَصْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَبَسَّمَ ....

ترجمہ۔ حضرت عمر ؓ سے مروی ہے کہ وہ حضرت حفصہ ؓ کے پاس تشریف لے گئے ان سے فرمایا پیاری بیٹی! تم اس دھوکے میں نہ رہو کہ وہ عورت جس کا حسن اسے پسند ہے اس سے جناب رسول اللہ ﷺ محبت رکھتے ہیں مقصد ان کا حضرت عائشہ ؓ تھیں تو فرماتے ہیں کہ میں نے اس کثرت محبت کا جناب رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ مسکرا دیئے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حب الرجل ۸۵-۷-۱۹ روایت کا ترجمۃ الباب پر دلالت کرنا اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے اعتراف کیا۔ اور جب حضرت عمرؓ نے اس کا ذکر آپؐ سے کیا تو آپؐ نے تقریر فرمائی انکار نہیں کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شیخ کا کلام واضح ہے دیگر شراح حضرات فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی مطابقت حب الرسول ایاھا سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ باقی ازواج سے زیادہ آپؐ حضرت عائشہؓ سے محبت کرتے تھے۔ محبت میلان قلب ہے۔ یا جماع میں برابری نہ کرنا ہے۔ کیونکہ عشق پر زور نہیں اور جماع نشاط اور فرحت پر موقوف ہوتا ہے۔

بَابُ الْمُتَشَبِّعِ بِمَالَمْ يَنَلْ وَمَايُنْهٰى مِنْ اِفْتِخَارِ الضَّرَّةِ

ترجمہ۔ جو چیز کسی کو حاصل نہیں اس سے آپ کو مزین کرے اور وہ امور جن سے سوکن پر فخر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث (۴۸۵۴) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ اَسْمَاءَؓ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ اَنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِيْ يُعْطِيْنِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَالَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ ......

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے آکر کہا کہ یارسول اللہؐ میری ایک سوکن ہے کیا مجھ پر گناہ تو نہیں ہوگا اگر میں اپنے خاوند سے جو چیز مجھے نہیں ملی اس کے متعلق کہوں کہ وہ مجھے حاصل ہے۔ میرا تو خوب پیٹ بھرا ہے آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز کسی کو نہیں ملی اس سے اپنے آپ کو سیر حاصل ظاہر کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے ٹھگی کے کپڑے پہن رکھے ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ جو عورت اپنی سوکن کو دھوکہ دینا چاہتی ہے کہ خاوند نے اسے وہ کچھ دیا ہے جو کسی کے پاس نہیں حالانکہ اس نے کچھ نہیں دیا۔ تو یہ عورت اس شخص کی طرح ہے جو ریاکاری کے لئے زاہدوں جیسے کپڑے پہن لیتا ہے۔ حالانکہ وہ زاہد نہیں مقصود اس کا لوگوں کو ٹھگنا ہے۔ دو کپڑے کی قید اس لئے لگائی کہ مبالغہ کرے کہ سر سے پاؤں تک جھوٹا لباس پہن رکھا ہے۔ یا یہ بتلانا مقصود ہے کہ متشبع میں دو حالتیں ناپسندیدہ ہیں ایک تو متشبع کا فقدان۔ دوسرے اظہار باطل۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی قمیص کی آستینیں اس طرح چڑھائی ہیں کہ جس سے دو قمیص معلوم ہوں۔

بابُ الْغَيْرَةِ
ترجمہ۔ غیرت کے بارے میں

وَقَالَ وَرَّادٌ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ سَعْدُ بْنُ عِبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرُ مُصْفِحٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللهِ اَغْيَرُ مِنِّيْ ......

ترجمہ۔ حضرت مغیرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رئیس خزرج نے فرمایا کہ میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے ہمراہ ہمبستر دیکھ لوں تو اس کو تلوار کی دھار سے قتل کر دوں تلوار کے پٹ سے نہیں ماروںگا کہ اس کو ادب سکھلاؤں جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم حضرت سعدؓ کی غیرت پر تعجب کرتے ہو۔ البتہ میں تو اس سے زیادہ غیرت مند ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ میرے سے زیادہ غیرت مند ہیں۔

حدیث (۴۸۵۵) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِاللهِؓ ابْنُ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَامِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللهِ مِنْ اَجَلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ وَمَااَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالے سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔ اور کوئی شخص اللہ تعالے سے زیادہ تعریف کو پسند کرنے والا نہیں ہے۔

حدیث (۴۸۵۶) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُسْلَمَةَؓ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ يَااُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَااَحَدٌ اَغْيَرَ مِنَ اللهِ اَنْ يَّرٰى عَبْدُهٗ وَاَمَتُهٗ يَزْنِيْ يَااُمَّةَ مُحَمَّدٍ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَااَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے محمد ﷺ کی امت! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے بندے اور باندی کو زنا کرتا دیکھتا ہے۔ اے امت محمدؐ! اگر تم ان چیزوں کو جاننے لگو جن کو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ۔

حدیث (۴۸۵۷) حدثنا موسی بن اسماعیل عن اسماءؓ انها سمعت رسول الله ﷺ یقول لا شئ اغیر من الله وعن یحی ان اباسلمة حدثه ان اباهریرةؓ حدثه انه سمع النبی ﷺ.......

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے۔ ابو سلمہؓ نے حضرت ابو ھریرہؓ سے سنا انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا۔

حدیث (۴۸۵۸) حدثنا ابو نعیم ......انه

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے

سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ يَّاْتِىَ الْمُؤْمِنُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ.....

حديث (۴۸۵۹) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ ......

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَتْ تَزَوَّجَنِى الزُّبَيْرُ وَمَالَهُ فِى الْاَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَامَمْلُوْكٍ وَلَاشَىْءٍ غَيْرَنَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسَهٖ فَكُنْتُ اَعْلِفُ فَرَسَهٗ وَاَسْتَقِى الْمَاءَ وَاَخْرِزُ غَرْبَهٗ وَاَعْجِنُ وَلَمْ اَكُنْ اُحْسِنُ اَخْبِزُ وَكَانَ تَخْبِزُ جَارَاتٌ لِّىْ مِنَ الْاَنْصَارِ وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ وَكُنْتُ اَنْقُلُ النَّوٰى مِنْ اَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِىْ اَقْطَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى رَأْسِىْ وَهِىَ مِنِّىْ عَلٰى ثُلُثَىْ فَرْسَخٍ فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوٰى عَلٰى رَأْسِىْ فَلَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَدَعَانِىْ ثُمَّ قَالَ اِخْ اِخْ لِيَحْمِلَنِىْ خَلْفَهٗ فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ اَسِيْرَ مَعَ الرِّجَالِ وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهٗ وَكَانَ اَغْيَرَ النَّاسِ فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنِّىْ قَدِ اسْتَحْيَيْتُ فَجِئْتُ الزُّبَيْرَ فَقُلْتُ لَقِيَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلٰى رَأْسِى النَّوٰى وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَاَنَاخَ لِاَرْكَبَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ وَعَرَفْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَحَمْلُكِ النَّوٰى كَانَ اَشَدَّ عَلَىَّ مِنْ رُكُوْبِكِ مَعَهٗ قَالَتْ حَتّٰى اَرْسَلَ اِلَىَّ

روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ غیرت کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ کوئی مؤمن ان امور کا ارتکاب کرے جن کو اللہ تعالےٰ نے حرام کیا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے میرے ساتھ شادی کی۔ تو انکی جاگیر میں نہ تو کوئی مال تھا جس سے زراعت ہوتی اور نہ کوئی غلام ونوکر چاکر تھا نہ کوئی اور چیز سوائے اونٹ کے جو پانی کھینچنے والا تھا۔ اور ایک گھوڑا تھا۔ پس میں ہی گھوڑے کو گھاس کھلاتی تھی۔ اور میں ہی گھوڑے اور اونٹ کو پانی پلاتی تھی۔ اور ان کے پھٹے ہوئے ڈول کو بھی میں ہی سی لیا کرتی تھی۔ آٹا گوندلیتی تھی لیکن روٹی اچھی طرح نہیں پکا سکتی تھی۔ قبیلہ انصار کی پڑوسن عورتیں جو نہایت ہی سچی اچھی عورتیں تھیں مجھے روٹی پکادیتی تھیں۔ اور میں حضرت زبیرؓ کی اس زمین سے جو ان کو جناب رسول اللہ ﷺ نے بطور جاگیر کے دی تھی وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر اٹھا کر لاتی تھی۔ وہ جاگیر میرے مسکن سے کچھ میل کے فاصلے پر تھی پس ایک دن میں سر پر گٹھلیاں اٹھا کر آرہی تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگئی جن کے ہمراہ انصار کے کچھ لوگ تھے تو آپؐ نے مجھے بلایا اور اونٹنی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اخ اخ کہا تاکہ مجھے اپنے پیچھے سوار کریں۔ مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں حیاو شرم دامنگیر ہوئی۔ اور مجھے حضرت زبیر اور ان کی غیرت یاد آگئی۔ کیونکہ وہ تمام لوگوں میں سے زیادہ غیرت مند تھے۔ میری شرم وحیا کا جناب رسول اللہ ﷺ کو احساس ہوگیا۔ چنانچہ آپؐ چلے گئے میں نے حضرت زبیرؓ کے پاس آکر ذکر کیا کہ میری جناب رسول اللہ ﷺ سے اس وقت ملاقات ہوئی

اَبُوْبَکْرٍؓ بَعْدَ ذٰلِکَ بِخَادِمٍ یَکْفِیْنِیْ سِیَاسَةَ الْفَرَسِ فَکَاَنَّمَا اَعْتَقَنِیْ ....

جبکہ میرے سر پر گٹھلیا تھیں اور آپؐ کے ہمراہ انصار کی ایک جماعت تھی۔ آپؐ نے مجھے سوار کرنے کے لئے اونٹنی کو بٹھلایا مگر مجھے حیاد امنگیر ہوئی اور مجھے تمھاری غیرت کا علم تھا تو انہوں نے فرمایا واللہ تیرا گٹھلیوں کو سر پر اٹھانا مجھ پر زیادہ گران ہے اس سے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ سوار ہوتیں۔ فرماتی ہیں غنیمت قیدی عورتیں آئیں جن میں سے آنحضرت ﷺ نے ایک خادمہ حضرت ابو بکرؓ کو عطا فرمائی جس نے وہ خادمہ میرے پاس بھیج دی جس نے گھوڑے کا انتظام میرے سے سنبھال لیا پس گویا کہ اس نے مجھے آزاد کر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ صحابہ کرامؓ جہاد میں مصروف رہتے تھے۔ لھذا ان کے گھریلو کام ان کی عورتیں انجام دیتی تھیں۔ اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ خادم رکھ لیتے۔

حدیث (۸۶۰) حَدَّثَنَا عَلِیٌّ ...... عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِحْدٰی اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِصَحْفَةٍ فِیْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتِ الَّتِیْ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ بَیْتِهَا یَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِیُّ ﷺ فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ یَجْمَعُ فِیْهَا الطَّعَامَ الَّذِیْ کَانَ فِی الصَّحْفَةِ وَیَقُوْلُ غَارَتْ اُمُّکُمْ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتّٰی اُتِیَ بِصَحْفَةٍ مِنْ عِنْدِ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِیْحَةَ اِلَی الَّتِیْ کُسِرَتْ صَحْفَتُهَا وَاَمْسَکَ الْمَکْسُوْرَةَ فِی الْبَیْتِ الَّتِیْ کُسِرَتْ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنی کسی بیوی کے گھر میں تھے کہ امہات المؤمنین میں سے کسی بی بی نے ایک پیالہ بھیجا جس میں کھانا تھا۔ تو عائشہؓ جن کے گھر میں جناب نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے انہوں نے خادم کے ہاتھ کو مارا جس سے پیالہ گرا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے پیالے کے ٹکڑے جمع کئے۔ پھر اس کے اندر کھانے کو جمع کرنے لگے۔ جو اس پیالے میں تھا اور فرماتے جاتے تھے کہ تمھاری ماں کو غیرت آگئی۔ پس غلام کو روک لیا۔ یہانتک کہ اس بی بی کے گھر سے جس میں آپؐ قیام پذیر تھے اس سے پیالہ دلوایا۔ پس آپؐ نے صحیح سالم پیالہ اس بی بی کی طرف بھجوایا جس کا پیالہ توڑ دیا گیا تھا۔ اور ٹوٹا ہوا پیالہ اس بی بی کے گھر رہنے دیا جس نے پیالہ توڑا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ آنحضرت ﷺ نے انصاف کے مطابق پیالہ تو واپس کر دیا لیکن غیرت والی بی بی پر مؤاخذہ نہ کیا کیونکہ شدت غضب سے ان کی عقل محجوب ہو چکی تھی۔ اور ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالے نے عورتوں میں غیرت لکھدی ہے۔ جس نے انکی غیرت پر صبر کیا اس کو ایک شہید کا ثواب ملے گا۔

حدیث (۴۸۶۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرِ الْمُقَدَّمِیُّ ...... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ اَوْ اَتَیْتُ الْجَنَّۃَ فَاَبْصَرْتُ قَصْرًا فَقُلْتُ لِمَنْ ھٰذَا قَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَرَدْتُ اَنْ اَدْخُلَہٗ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ اِلَّا عِلْمِیْ بِغَیْرَتِکَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَانَبِیَّ اللّٰہِ اَوْعَلَیْکَ اَغَارُ ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا یا جنت تک پہنچا تو میں نے ایک محل دیکھا تو میں نے پوچھا کہ یہ کس کا ہے۔ انہوں نے کہا یہ حضرت عمر بن الخطابؓ کا ہے۔ پس میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو مجھے اور تو کسی چیز نے نہ روکا چونکہ مجھے تمھاری غیرت کا علم تھا اس لئے داخل نہ ہوا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں یا نبی اللہ! کیا میں آپؐ پر غیرت کرتا سب کچھ تو آپؐ کی بدولت ملا ہے۔

حدیث (۴۸۶۲) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ...... عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ جُلُوْسٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ فِی الْجَنَّۃِ فَاِذَا امْرَاَۃٌ تَتَوَضَّأُ اِلٰی جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ ھٰذَا قَالَ ھٰذَا لِعُمَرَ فَذَکَرْتُ غَیْرَتَہٗ فَوَلَّیْتُ مُدْبِرًا فَبَکٰی عُمَرُ وَھُوَ فِی الْمَجْلِسِ ثُمَّ قَالَ اَوْعَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَغَارُ ....

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پس جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ اچانک ایک عورت تھی جو محل کے ایک کنارہ میں بیٹھی وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے کہا کہ یہ حضرت عمرؓ کا محل ہے۔ مجھے انکی غیرت یاد آگئی۔ تو وہاں سے پیٹھ دیکر بھاگا۔ حضرت عمرؓ جو مجلس میں موجود تھے وہ رو پڑے پھر فرمانے لگے یارسول اللہ کیا میں آپؐ پر غیرت کرتا۔ یہ وضو عادت کے طور پر تھا۔

باب غَیْرَۃِ النِّسَاءِ وَوَجْدِھِنَّ

ترجمہ۔ عورتوں کی غیرت اور ان کا غمناک ہونا

حدیث (۴۸۶۳) حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَۃً وَاِذَا کُنْتِ عَنِّیْ غَضْبٰی قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِکَ فَقَالَ اَمَّا اِذَا

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں جب تم میرے سے راضی ہوتی ہو یا جب تم میرے اوپر غضبناک ہوتی ہو۔ میں نے عرض کی آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو ایسا نہیں ہے۔

كُنْتُ عَنِّيْ رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُوْلِيْنَ لَاوَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَاكُنْتِ غَضْبٰى قُلْتِ لَاوَرَبِّ إِبْرَاهِيْمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاأَهْجُرُ إِلَّااسْمَكَ..

رب محمد کی قسم ! اور جب مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو لاورب ابراھیمؑ وہ فرماتی ہیں میں نے کہاہاں کچھ معاملہ ایسا ہے لیکن واللہ یارسول اللہ میں صرف آپؐ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔ دل میں تو آپؐ آباد ہیں ترک کی بجائے ھجران کا لفظ بولا کہ اس کے ترک سے مجھے درد وقلق ہوتا ہے۔

حدیث (۴۸۶۴) حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ رَجَاءٍ ...... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلٰى امْرَأَةٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَمَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاهَا وَثَنَائِهِ عَلَيْهَا وَقَدْ أُوْحِيَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ لَهَافِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ کی اور کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں آئی جس قدر غیرت مجھے حضرت خدیجہؓ پر آئی۔ کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کثرت سے اس کا ذکر کرتے اور ان کی تعریف وثنا کرتے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی گئی کہ آپؐ ان بی بی خدیجہؓ کو جنت کے ایک ایسے گھر کی خوشخبری سنائیں جو سرکنڈے سے بنا ہوگا۔

باب ذَبِّ الرَّجُلِ عَلٰى ابْنَتِهٖ فِي الْغَيْرَةِ وَالْإِنْصَافِ

ترجمہ۔ غیرت اور انصاف کے معاملہ میں مرد کا اپنی بیٹی کی طرف سے مدافعہ کرنا۔

حدیث (۴۸۶۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ...... عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ بَنِيْ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ اسْتَأْذَنُوْنِيْ فِيْ أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ فَلَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيْدَ ابْنُ أَبِيْ طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِيْ وَيُنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا هِيَ بِضْعَةٌ مِنِّيْ يُرِيْبُنِيْ مَاأَرَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَاآذَاهَا هٰكَذَاقَالَ ......

ترجمہ۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپؐ منبر پر تھے کہ بیشک بنو ھشام بن المغیرہ مجھ سے اس بات کی اجازت طلب کرتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی کا حضرت علی بن ابی طالب سے نکاح کردینا چاہتے ہیں پس میں اجازت نہیں دونگا۔ سن لو میں اجازت نہیں دونگا۔ میں ہرگز اجازت نہیں دونگاہاں! علیؓ میری بیٹی کو طلاق دے دے اور انکی بیٹی سے نکاح کرلے کیونکہ وہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو چیز اس کیلئے تکلیف دہ ہے وہ میرے لئے تکلیف دہ ہے

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگرچہ حضرت خدیجہؓ موجود نہیں تھیں لیکن آپؐ کا کثرت سے ان کا ذکر کرنا اور ان کی تعریف کرنا یہ حضرت عائشہؓ کی غیرت کا موجب تھا جس سے ان کو غصہ آجاتا جو غیرت کو بھڑکاتا تھا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ اگرچہ حضرت علیؓ کے لئے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا مباح تھا لیکن نبی اکرم ﷺ کا فرمان رسول اللہ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے اس کو آپؐ کے خصائص میں سے شمار کیا جائیگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی خصوصیت ہو۔

بَاب يَقِلُّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ

ترجمہ۔ مرد تھوڑے ہو جائیں گے عورتیں بہت ہو جائیں گی۔

وَقَالَ اَبُوْمُوْسٰیؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَتَرَی الرَّجُلَ الْوَاحِدَ يَتْبَعُهٗ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً يَلُذْنَ بِهٖ مِنْ قِلَّتِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ .....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ پس ایک آدمی کو دیکھا جائیگا کہ اس کے پیچھے چالیس عورتیں لگی ہیں جو اس کے ساتھ پناہ پکڑ رہی ہونگی مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے

حدیث (۴۸۶۶) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَؓ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهٖ اَحَدٌ غَيْرِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ الزِّنَاءُ وَيَكْثُرُ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلُّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَاَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ضرور ایک ایسی حدیث سناؤں گا جو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اسے میرے سوا تمہیں کوئی نہیں بیان کریگا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم دین اٹھ جائیگا۔ جہالت بہت ہو گی۔ زنا کی کثرت ہو گی۔ شراب کثرت سے پی جائیگی۔ آدمی تھوڑے ہو جائیں گے۔ عورتیں بہت ہو جائیں گی۔ یہاںتک پچاس عورتوں کے لئے ایک ہی منتظم ہو گا۔

باب لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا ذُوْمَحْرَمٍ وَالدُّخُوْلُ عَلَى الْمُغِيْبَةِ

ترجمہ۔ کوئی آدمی کسی اجنبی عورت سے تنہائی میں نہ ملے البتہ قریبی رشتہ دار ذو محرم مل سکتا ہے۔ اور خاوند کو غائب کرنے والی پر بھی داخلہ ممنوع ہے۔

حدیث (۴۸۶۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ...... عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ.

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں پر داخل ہونے سے بچو تو انصار کے ایک آدمی نے پوچھا کہ دیور جیٹھ کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا دیور تو موت ہے۔ یعنی جیسے موت سے ڈرتے ہو ایسے دیور سے بھی بچو کیونکہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے کا مصداق ہوتا ہے لیکن لوگ اس میں سستی برتتے ہیں جس کے خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں۔

حدیث (۴۸۶۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّامَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ امْرَأَتِيْ خَرَجَتْ حَاجَّةً وَاكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا كَذَا قَالَ ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کوئی مرد کسی اجنبی عورت سے تنہائی میں نہ ملے۔ مگر اس کا قریبی رشتہ دار محرم موجود ہو ایک آدمی اٹھ کر کہنے لگا یا رسول اللہ ! میری بیوی حج کے ارادہ سے سفر پر جا رہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں لڑائی میں لکھا جا چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا واپس جاؤ اور اپنی بیوی کے ہمراہ حج ادا کرو کیونکہ غزوہ میں اور رقائم مقام ہو جائیگا حج میں محرم اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

باب مَايَجُوْزُ اَنْ يَّخْلُوَا الرَّجُلِ بِالْمَرْأَةِ عِنْدَالنَّاسِ ـ

ترجمہ۔ کیا کوئی آدمی لوگوں کی موجودگی میں کسی عورت سے تنہائی میں ملاقات کر سکتا ہے

حدیث (۴۸۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ؓ قَالَ جَاءَ تِ امْرَأَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی

اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَخَلَا بِهَا فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنَّكُنَّ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ.......

جس سے آپؐ نے خلوت میں بات کی۔ پس آپؐ نے فرمایا بیشک تم تو تمام لوگوں میں سے مجھے زیادہ محبوب ہو۔

امام بخاریؒ نے عند الناس کی قید لگا کر بتلادیا کہ اجنبی عورت سے لوگوں کے سامنے الگ بات کرنا جائز ہے۔ لوگوں سے چھپ کر بات نہ کرے

بَاب مَايُنْهٰى مِنْ دُخُوْلِ الْمُتَشَبِّهِيْنَ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْمَرْأَةِ

ترجمہ۔ جو لوگ عورتوں کے ہم مثل بنتے ہیں ان کا عورتوں پر داخلہ ممنوع ہے۔

حدیث (۴۸۷۰) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَؒ......عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ فَقَالَ الْمُخَنَّثُ لِاَخِيْ اُمِّ سَلَمَةَؓ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اُمَيَّةَ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ لَكُمُ الطَّائِفَ غَدًا اَدُلُّكَ عَلَى ابْنَتِ غَيْلَانَ فَاِنَّهَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَدْخُلَنَّ هٰذَا عَلَيْكُمْ ...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تھے اور گھر میں ایک ہیجڑا جو عورتوں کے مشابہ ہوتے ہیں موجود تھا حضرت ام سلمہؓ کے بھائی ابی امیہ سے کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالے کل کو طائف تمھارے لئے فتح کر دے تو میں تمھیں غیلان کی بیٹی کی نشاندہی کروں گا۔ جو پیٹ کی چار سلوٹوں میں آتی ہے۔ اور آٹھ سلوٹوں میں پیچھے جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ بہت موٹی تازی ہے۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آئندہ یہ لوگ تم عورتوں کے پاس نہ آیا کریں۔ خلقی طور پر جو مخنث ہیں وہ عورتوں کے حکم میں ہیں۔ اسلئے آپؐ نے اولاً انکار نہ فرمایا۔ دوسرے وہ جو بتکلف مخنث ہیں یہ مذموم ہے اس کا داخلہ منع ہے۔

بَاب نَظَرَ الْمَرْأَةَ اِلَى الْحَبَشِ وَنَحْوِهِمْ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ

ترجمہ۔ بغیر تہمت کے عورت کا حبشیوں کو دیکھنا۔

حدیث (۴۸۷۱) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ......عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَى الْحَبَشَةِ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّذِيْ اَسْاَمُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ وہ مجھے اپنی چادر سے چھپا رہے تھے۔ اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں جنگی مظاہرہ کر رہے تھے یہاں تک کہ میں تھک گئی تم خود ہی اندازہ کر لو اس لڑکی کے متعلق جو نو خیز ہو اور لھو لعب کی حریص ہو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ فی الغیرة والانصاف ۷۸۷ انصاف کے معنی ہیں اپنے حق کو پورا لینے کے لئے کھڑا ہونا تو اگر حضرت عائشہؓ نے کسی معاملہ میں غیرت کا اظہار کیا تو اس میں کوئی شک اور شبہ نہ ہونا چاہئے۔ جبکہ غیرت کا ظاہر نہ کرنا دینی ابتلاء کا باعث بنتا ہو۔ تو اس صورت میں ان کا حق فوت ہو جاتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ الفاظ ترجمہ کی تشریح میں شراح کا اختلاف ہے۔ حافظؒ تو فرماتے ہیں ذب الرجل عن ابنته او فی دفع الغیرة عنها وطلب الانصاف لها یعنی بیٹی سے غیرت دفع کر کے اس کیلئے انصاف طلب کیا جائے۔ علامہ عینیؒ نے فرمایا ذب الرجل اودفعه عن ابنته الغیرة و فی بیان الانصاف لها یعنی اپنی بیٹی سے غیرت دفع کرنا اور اس کے لئے عدل کرنے کے بارے میں گویا کہ فی الغیرة میں کلمہ فی زائد ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ جو چیز اپنی بیٹی کو غیرت اور غصہ میں لانے والی ہیں ان کو دور کرنا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فی بمعنی لام ہو یعنی غیرت کی وجہ سے۔ والانصاف یعنی اس کے لئے عدالت کے بیان میں ہے۔

باب خُرُوجِ النِّسَاءِ لِحَوَائِجِهِنَّ

ترجمہ۔ عورتوں کا اپنی ضرورت کیلئے باہر نکلنا کیسا ہے۔

حدیث (۴۸۷۲) حَدَّثَنَا فَرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ خَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَؓ لَيْلًا فَرَاٰهَا عُمَرُ فَعَرَفَهَا فَقَالَ اِنَّكِ وَاللّٰهِ يَاسَوْدَةُ مَاتَخْفِيْنَ عَلَيْنَا فَرَجَعَتْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ وَهُوَ فِيْ حُجْرَتِيْ يَتَعَشّٰى وَاِنَّ فِيْ يَدِهٖ لَعَرْقًا فَاُنْزِلَ عَلَيْهِ فَرُفِعَ عَنْهُ وَهُوَ يَقُوْلُ قَدْاَذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت بی بی سودہ بنت زمعہؓ رات کے وقت کسی ضرورت کے لئے باہر نکلیں تو انہیں حضرت عمرؓ نے دیکھ کر پہچان لیا۔ فرمانے لگے واللہ اے سودۃ! تو ہم پر چھپ نہیں سکتی تو واپس جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں اور یہ واقعہ ذکر کیا۔ جبکہ آپؐ میرے حجرہ میں تھے اور شام کا کھانا کھا رہے تھے۔ اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک گوشت والی ہڈی تھی جسے آپؐ نوچ رہے تھے پس آپؐ پر وحی کا نزول ہوا۔ جب وہ کیفیت آپؐ سے دور ہوئی تو آپؐ یہ فرمارہے تھے اللہ تعالےٰ نے تم عورتوں کو اپنی ضروریات کے لئے گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ یاسودة ماتخفین علینا ۷۸۸۔۸ اس طرح پکارنے کا مقصد حضرت عمرؓ کا یہ تھا کہ اس طرح کے خطاب سے ان کو تکلیف پہنچے۔ جس کا اظہار وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے کریں تاکہ آپ کو غیرت آئے اور حجاب کا حکم نازل ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس روایت اور کتاب الطہارت کی روایت میں تصریح ہے۔ کہ نزول حجاب سے قبل عورتیں بول براز کے لئے باہر جاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی اس تنبیہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی۔ لیکن اشکال ہے کہ سورہ احزاب کی تفسیر میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضرت سودہ کا یہ نکلنا نزول حجاب کے بعد تھا۔ جو کسی اپنی ضرورت کے لئے باہر نکلیں چونکہ جسیمہ اور لمبے قد کی تھیں پہچانی گئیں۔ تو اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں پکارا۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ حجاب اول اور تھا اور حجاب ثانی اور ہے۔ حضرت عمرؓ کے دل میں یہ بات آئی کہ حرم نبوی پر اجنبی کو کسی طرح اطلاع نہ ہو سکے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا احجب نسائک مقصد یہ تھا کہ اگرچہ ازواج مطہرات چھپی ہوئی بھی ہوں پھر بھی انکے بدن اور ذات کسی پر ظاہر نہ ہو سکے۔ اس لئے وہ روکنا چاہتے تھے۔ لیکن ضروریات کے لئے ان کو باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی۔ تاکہ حرج نہ ہو اور بیبیاں مشقت میں نہ پڑ جائیں۔ لیکن حدیث میں حجاب ثانی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی شارح تعدد حجاب کا قائل ہے۔ میرے نزدیک حدیث میں جو بعد الحجاب واقع ہوا ہے اس سے وہ آیت حجاب مراد ہے جو مشہور ہے۔ یاایھاالذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی الایۃ یہ آیت آیت حجاب کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ بنابریں امام بخاریؒ نے کتاب الاستیذان میں باب آیت الحجاب کا ترجمہ قائم کیا ہے۔ اور حدیث کے اندر جو فانزل اللہ الحجاب ہے اس سے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی ہے۔ تو ظاہراً اس آیت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ بیبیاں بالکل گھر سے باہر نہ نکلیں جس میں سخت تنگی تھی اس لئے خروج للحاجۃ کے لئے اجازت دی گئی۔ اس تقریر سے دونوں روایتیں قبل الحجاب وبعد الحجاب والی جمع ہو جائینگی۔ ان میں کوئی تضاد نہیں رہیگا۔ یہ جمع بین الروایتین کی صورت ہے۔ لیکن علامہ ابن کثیرؒ نے بعد الحجاب والی روایت کو ترجیح دی ہے۔

بَابُ اسْتِيْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجِهَا فِي الْخُرُوْجِ اِلَى الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ

ترجمہ۔ عورت اپنے خاوند سے مسجد یا غیر مسجد کی طرف جانے کیلئے اجازت طلب کرے تو کیا حکم ہے

حدیث (۴۸۷۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ اَحَدِكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَايَمْنَعْهَا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرے تو خاوند اسے نہ روکے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ نہی کراہت تنزیہ پر محمول ہے۔ لیکن اکثر علماء فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں مساجد کی طرف عورتوں کا جانا مکروہ ہے فتنہ کی وجہ سے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ ہمارے زمانہ کے حالات دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔

بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ الدُّخُوْلِ وَالنَّظْرِ اِلَى النِّسَاءِ فِي الرَّضَاعِ

ترجمہ۔ رضاعت یعنی دودھ پینے کی وجہ سے عورتوں کے پاس آنا اور انہیں دیکھنا کہاں تک حلال ہے

حدیث (٤٨٧٤) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيَّ فَاَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ حَتّٰى اَسْأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَسَأَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَأْذَنِيْ لَهٗ قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ قَالَتْ عَائِشَةُ ؓ وَذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ وَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.........

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا رضاعی چچا آکر میرے سے داخلہ کی اجازت مانگنے لگا میں نے اجازت دینے سے انکار کیا۔ جبتک کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لوں جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپؐ سے اس کے متعلق سوال کیا آپؐ نے فرمایا وہ تمھارا چچا ہے اسے اندر آنے کی اجازت دے دو۔ وہ فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! دودھ تو مجھے عورت نے پلایا ہے مرد نے تو نہیں پلایا آپ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تیرا چچا ہے اسے لائق ہے کہ وہ تمھارے گھر داخل ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ ہمارے اوپر پردہ مقرر ہونے کے بعد کا ہے فرماتی ہیں کہ رضاعۃ سے بھی وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ رضاعت کا حکم بھی نسب کا ہے کہ عورتوں پر داخلہ انہیں دیکھنا رضاعت والوں کیلئے جائز ہے کما مرّ

بَابُ لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا

ترجمہ۔ کوئی عورت اپنے بدن کو دوسری عورت کے بدن سے نہ ملائے کہ کہیں وہ اس کے حالات اپنے خاوند کو بیان نہ کردے

حدیث (٤٨٧٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت اپنا بدن کسی دوسری عورت سے نہ ملائے کہ کہیں وہ عورت اپنے خاوند کو اس کے کوائف نہ بیان کرنے لگے۔ بیان کرے گی تو گویا کہ مرد اس غیر محرم عورت کو دیکھ رہا ہے۔

حدیث (٤٨٧٦) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَاتُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی عورت اپنا بدن ننگا کسی دوسری عورت کے ننگے بدن سے نہ ملائے کہ وہ اپنے خاوند کو اس کے حال بیان کرنے لگے گویا کہ وہ اس اجنبی عورت کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ لاتباشرو ۱ ۸۸۷۔۱ مباشرۃ شرمگاہ کے ملانے کے علاوہ بھی حرام ہے۔ جبکہ کوئی عورت اس کے حال اجنبی سے بیان کرے۔ لیکن شرمگاہ کا شرمگاہ سے ملانا بغیر کسی حائل کے اس کی حرمت حالات بیان کرنے پر موقوف نہیں ہے کیونکہ جس چیز کا دیکھنا حرام ہے اس کو چھونا بھی حرام ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ کی وضاحت بالکل بہتر ہے۔ کہ جو مباشرۃ ممنوعہ ہے وہ اس قید سے مقید ہے کہ عورت اپنے خاوند کو جا کر اس کے حالات بتائے۔ وہ مباشرۃ مادون عورت یعنی شرمگاہ کے علاوہ ہے لیکن شرمگاہ اور شرمگاہ سے ملانا جسے مساحقت کہتے ہیں وہ تو بالکل حرام ہے خواہ اس کی کیفیت بیان کرے یا نہ کرے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں لا تباشر میں لا نافیہ اور ناہیہ دونوں ہو سکتے ہیں کہ مباشرۃ ملامسۃ کو کہتے ہیں۔ اصل میں بشرہ ظاہر انسان کے چمڑے کو کہا جاتا ہے۔ تو عورت کا ظاہر چمڑا دوسری عورت کے ظاہر چمڑہ سے نہ چھوئے کہ کہیں یہ عورت اس کے بدن کی نرمی اور نعومۃ خاوند سے بیان نہ کردے۔ کانہ ینظر الیھا تو اس سے خاوند کا دل لٹک جائیگا اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ مباشر العورۃ کے بارے میں مسلم کی روایت ہے لاینظر الرجل الی عورۃ الرجل و لاتنظر المرأۃ الی عورۃ المرأۃ کہ کوئی مرد کسی دوسرے کے ننگ کو نہ دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ننگ کو دیکھے۔ درمختار میں ہے ماحل نظر ماحل مسہ یعنی جس کا دیکھنا جائز نہیں ہے اس کو چھونا بھی جائز نہیں ہے۔ لیکن جبکہ شہوۃ کا خطرہ نہ ہو چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؓ کا سر چھوتے تھے۔ اور آپ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنی ماں کا پاؤں چوم لیا گویا کہ اس نے جنت کی دہلیز کو چوم لیا اگر شہوت کا خطرہ ہو تو نہ دیکھنا جائز ہے نہ ہاتھ لگانا جائز ہے۔ من اجنبۃ اجنبیہ کے چہرہ اس کی ہتھیلیاں ان کو ہاتھ لگانا جائز نہیں اگرچہ شہوۃ کا خطرہ نہ بھی ہو کیونکہ یہ زیادہ غلیظ ہے۔

بَاب قَوْلِ الرَّجُلِ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى نِسَائِهِ

ترجمہ۔ آدمی کا یہ کہنا کہ میں آج رات اپنی تمام بیویوں سے ہمبستر ہونگا

حدیث (٤٨٧٧) حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ ......

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃؓ قَالَ قَالَ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ لَاَطُوْفَنَّ اللَّیْلَۃَ لِمِأَتَہٖ امْرَأَۃٍ تَلِدُ کُلُّ امْرَأَۃٍ غُلَامًا یُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَالَ لَہُ الْمَلَکُ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ فَلَمْ یَقُلْ وَنَسِیَ فَاَطَافَ بِھِنَّ وَلَمْ تَلِدْ مِنْھُنَّ اِلَّا امْرَأَۃٌ نِصْفَ اِنْسَانٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَوْ قَالَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ لَمْ یَحْنَثْ وَکَانَ اَرْجٰی لِحَاجَتِہٖ ....

حضرت سلمان بن داؤد علیہا السلام نے فرمایا کہ میں آج رات اپنی تمام سو بیویوں سے ہمبستر ہونگا ان میں سے ہر ایک ایک ایک لڑکا جنے گی جو فی سبیل اللہ جہاد کریگا۔ فرشتہ نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ ضرور کہنا لیکن وہ نہ کہہ سکے اور بھول گئے ان سب سے ہمبستر ہوئے لیکن ان میں سے کسی نے بچہ نہ جنا سوائے ایک بیوی کے جس نے صرف آدھے انسان کو جنم دیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر وہ نبی انشاء اللہ کہہ دیتے تو قسم میں حانث نہ ہوتے اور ان کی ضرورت کے لئے زیادہ آرزو مند ہوتا۔

باب لَایَطْرُقُ اَھْلَہٗ لَیْلًا اِذَا طَالَ الْغَیْبَۃَ مَخَافَۃَ اَنْ یُخَوِّنَھُمْ اَوْ یَلْتَمِسَ عَثَرَاتِھِمْ

ترجمہ۔ جب کوئی مرد لمبی غیر حاضری کرے تو رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس نہ آئے اس ڈر سے کہ کہیں ان کی خیانت نہ پکڑ لے یا ان کی غلطیاں تلاش کرے۔

حدیث (۴۸۷۸) حَدَّثَنَا اٰدَمُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَکْرَہُ اَنْ یَّاْتِیَ الرَّجُلُ اَھْلَہٗ طُرُوْقًا ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی آدمی رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس آئے۔

حدیث (۴۸۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ ...... اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَبْنَ عَبْدَاللّٰہِؓ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا طَالَ اَحَدُکُمُ الْغَیْبَۃَ فَلَا یَطْرُقْ اَھْلَہٗ لَیْلًا ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص لمبی غیر حاضری کرے تو وہ رات کے وقت اچانک گھر والوں کے پاس نہ پہنچ جائے۔

اگلی حدیث میں اس کی تشریح ہے تاکہ مغیبہ تنظیف وتزیین کرے کہیں میلی کچیلی دیکھ کر نفرت نہ کرلے جو جدائی کا باعث بن جائے نہی کی علت دوسری حدیث میں بیان ہو گئی کہ جب طول غیوبت ہو کہیں خیانات اور زلات نہ پکڑی جائیں جس سے گھر کا نظام درہم برہم ہو جائیگا۔

باب طَلَبِ الْوَلَدِ

ترجمہ۔ بچے طلب کرنا کیسا ہے

حدیث (۴۸۸۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلٰى بَعِيْرٍ قَطُوْفٍ فَلَحِقَنِيْ رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِيْ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا يُعْجِلُكَ قُلْتُ إِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرُوْسٍ قَالَ فَبِكْرًا تَزَوَّجْتَ أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ أَمْهِلُوْا حَتّٰى تَدْخُلُوْا لَيْلًا أَيْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ قَالَ وَحَدَّثَنِي الثِّقَةُ أَنَّهُ قَالَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ الْكَيْسَ الْكَيْسَ يَا جَابِرُ يَعْنِي الْوَلَدَ ....

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا جب ہم لوگ واپس ہوئے تو میں ایک تھکے ہوئے کمزور اونٹ پر جلدی جارہا تھا کہ پیچھے سے ایک سوار آکر مجھے ملا مڑ کر دیکھتا ہوں کہ وہ جناب رسول اللہ صلعم تھے۔ آپؐ نے پوچھا جلدی چلنے پر تجھے کس چیز نے مجبور کیا میں نے کہا حضرت میری نئی نئی شادی تھی آپؐ نے پوچھا کنواری سے شادی کی یا بیوہ سے میں نے کہا بیوہ سے شادی کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا نوجوان لڑکی سے کیوں نہیں کی وہ تم سے دل لگی کرتی تم اس سے دل لگی کرتے فرماتے ہیں کہ ہم جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ہم جلدی میں گھروں میں داخل ہونا شروع ہوئے تو آپؐ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ یہانتک کہ رات کو یعنی شام کے وقت گھر میں داخل ہو تاکہ بکھرے بالوں والی کنگھا کر لے اور غائب کرنے والی بال صاف کر لے۔

اور فرماتے ہیں مجھے اس ثقہ راوی نے اس حدیث میں یہ الفاظ زائد بتلائے الکیس الکیس یعنی اے جابر بچہ طلب کرو۔ مطلب یہ ہے کہ محض لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو بلکہ جماع سے غرض طلب اولاد ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگرچہ یہ حکم صراحۃً حدیث باب میں نہیں ہے لیکن الکیس کی تفسیر الولد سے کر کے امام بخاریؒ نے اس مطلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ البتہ حدیث محارب میں ہے اطلبوا لولد والتمسوه فانه ثمرة القلوب وقرة الاعين اياكم والعاقر کہ اولاد کی طلب اور اس کی تلاش میں رہو کہ ولد دلوں کا پھل اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور بانجھ عورت سے بچتے رہو۔

حدیث (۴۸۸۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا دَخَلْتَ لَيْلًا فَلَا تَدْخُلْ أَهْلَكَ حَتّٰى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَيْكَ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تو رات کے وقت آئے۔ تو اس وقت تک گھر والوں کے پاس نہ آؤ جبتک غائب کرنے والی بال صاف نہ کر لے اور بکھرے بالوں والی کنگھا نہ کر لے

بِالْكَيْسِ اَلْكَيْسِ تَابَعَهُ عُبَيْدُاللهِ ...... فِيْ اَلْكَيْسِ . فرماتے ہیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ بچہ طلب کرو

تشریح از قاسمیؒ ۔ لیلاً کی تفسیر عشاء سے کر کے امام بخاریؒ نے دوروایتوں کو جمع کر دیا کہ امر بالدخول رات کے اول حصہ میں ہے اور طروق اللیل کی ممانعت درمیان رات کے لئے ہے۔

باب تَسْتَحِدُّ الْمُغِيْبَةَ وَتَمْتَشِطُ

ترجمہ۔ خاوند کو غائب کرنے والی بال صاف کرلے استرے سے نہیں بلکہ پوڈر سے کیونکہ عورت کیلئے شرمگاہ کے بال استرے سے مونڈنا حرام ہے اور کنگھا کرے۔

حديث (۴۸۸۲) حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ ...... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِؓ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا قَرِيْبًا مِنَ الْمَدِيْنَةِ تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيْرٍ لِيْ خَطُوْفٍ فَلَحِقَنِيْ رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِيْ فَنَخَسَ بَعِيْرِيْ بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ فَسَارَ بَعِيْرِيْ كَاَحْسَنِ مَااَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْاِبِلِ فَالْتَفَتُّ فَاِذَااَنَابِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ اَتَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْاحَتّٰى تَدْخُلُوْا لَيْلًا اَيْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے جب ہم واپس لوٹے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو میں ایک اپنے ست کمزور اونٹ پر جلدی جارہا تھا کہ پیچھے سے ایک سوار آکر مجھے ملا جس نے اپنے چھوٹے نیزے سے جوان کے پاس تھا میرے اونٹ کو چونک دی تو میرا اونٹ ایسے چلنے لگا جیسے عمدہ اونٹ تم نے چلتے دیکھے ہوں میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ جناب رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے کہا یارسول اللہ میں نے نئی نئی شادی کی تھی اس لئے جلدی کر رہا تھا آپؐ نے پوچھا اچھا تم نے شادی کرلی ہے۔ میں نے کہا ہاں کرلی ہے۔ آپؐ نے پوچھا کنواری سے یا بیوہ سے میں نے کہا بیوہ سے آپؐ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہیں کی تم اس سے دل لگی کرتے وہ تم سے دل لگی کرتی۔ بیوہ سے یہ توقع نہیں ہو سکتی پس جب ہم نے مدینہ کے قریب پہنچ کر گھر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو آپؐ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ یہانتک کہ رات کے وقت یعنی شام کو رات کے اول حصہ میں داخل ہو تاکہ پراگندہ بال والی کنگھا کرلے اور خاوند کو غائب کرنے والی بال صاف کرلے

باب لَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّالِبُعُوْلَتِهِنَّ اِلٰى قَوْلِهٖ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ۔

حدیث (۴۸۸۳) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍؒ قَالَ اخْتَلَفَ النَّاسُ بِاَیِّ شَیْءٍ دُوْوِیَ جُرْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ اُحُدٍ فَسَأَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِیَّؓ وَکَانَ مِنْ اٰخِرِ مِنْ مَنْ بَقِیَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ بِالْمَدِیْنَةِ فَقَالَ وَمَا بَقِیَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ کَانَتْ فَاطِمَةُؓ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَعَلِیٌّؓ یَاْتِیْ بِالْمَاءِ عَلٰی تُرْسِهٖ فَاُخِذَ حَصِیْرٌ فَحُرِّقَ فَحُشِیَ بِهٖ جُرْحُهٗ.......

ترجمہ۔ حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اختلاف ہو گیا کہ احد کی لڑائی میں جو رسول اللہ ﷺ کو زخم آیا تھا اس کا کس چیز سے علاج کیا گیا۔ تو انہوں نے حضرت سھل بن سعد الساعدیؓ سے پوچھا کیونکہ اصحاب نبی اکرم ﷺ میں وہی آخری مدینہ میں رہ گئے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا آج روئے زمین پر کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا جو میرے سے زیادہ اس کو جاننے والا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ آپؐ کے چہرہ سے خون دھوتی تھیں۔ حضرت علیؓ اپنی ڈھال کے اندر پانی لاتے تھے۔ جب خون بند ہوا تو کھجور کی چٹائی لیکر اسے جلایا گیا اور اس کی راکھ سے زخم بھر اگیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ابنت سے سینہ پنڈلی وغیرہ مراد ہے۔ حدیث باب سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہؓ نے علاج معالجہ کیا تو بیٹی نے اپنے باپ کے لئے مقام زینت کو ظاہر کیا۔ اگر چہ یہ واقعہ نزول حجاب سے قبل کا ہے لیکن استصحاباً ترجمہ ثابت ہوا چچا اور ماموں بھی باپ کے حکم میں ہیں۔

باب وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ

ترجمہ۔ وہ بچے جو ابھی بلوغ کو نہ پہنچے ہوں

حدیث (۴۸۸۴) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍؓ سَأَلَهٗ رَجُلٌ شَهِدْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَضْحًی اَوْ فِطْرًا قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَکَانِیْ مِنْهُ مَا شَهِدْتُهٗ یَعْنِیْ مِنْ صِغَرِهٖ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ یَذْکُرْ اَذَانًا وَلَا اِقَامَةً ثُمَّ اَتَی النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَکَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَیْتُهُنَّ یَهْوِیْنَ اِلٰی اٰذَانِهِنَّ وَحُلُوْقِهِنَّ یَدْفَعْنَ اِلٰی بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ اِلٰی بَیْتِهٖ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے کسی آدمی نے پوچھا کیا آپ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید الضحیٰ یا عید الفطر میں حاضر تھے انہوں نے فرمایا ہاں! اگر میرا کوئی مرتبہ ومقام جناب نبی اکرم ﷺ سے نہ ہوتا تو میں اپنے چھوٹے ہونے کی وجہ سے حاضر نہ ہوتا۔ تو فرماتے ہیں آپ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ اس میں انہوں نے نہ تو آذان کا ذکر کیا اور نہ اقامت کا کیونکہ یہ فرائض کے ساتھ مختص ہے۔ پھر آپؐ عورتوں کے مجمع میں تشریف لائے انہیں وعظ ونصیحت فرمائی اور ان کو

صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیا۔ تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اپنے کانوں اور گلے کی طرف جھکیں۔ زیورات نکالے اور حضرت بلالؓ کے سپرد کئے پھر آنحضرت ﷺ اور حضرت بلالؓ اپنے گھر واپس لوٹے اس حدیث سے ثابت کرنا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ صغیر سن تھے انہوں نے عورتوں اور ان کے فعل کا مشاہدہ کیا حضرت بلالؓ اگرچہ آزاد کردہ غلام تھے ممکن ہے عورتوں کے چہرے ان کے سامنے کھلے ہوئے نہ ہوں۔

باب قَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهٖ هَلْ أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ وَطَعْنَ الرَّجُلِ ابْنَتَهٗ فِي الْخَاصِرَةِ عِنْدَ الْعِتَابِ

ترجمہ۔ کسی آدمی کا اپنے ساتھی سے یہ پوچھنا کہ کیا تم نے آج رات ہمبستری کی۔ اور آدمی کا اپنی بیٹی کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے وقت اسکی کمر میں چوک مارنا

حدیث (۴۸۸۵) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَاتَبَنِيْ أَبُوْبَكْرٍ وَجَعَلَ يَطْعَنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرَأْسُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت ابو بکرؓ نے مجھے ڈانٹا اور میری کمر میں اپنے ہاتھ سے چوک مارنے لگے میں اس لئے نہ ہل جل سکی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر رکھا ہوا تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اعرستم الليلة ۸۹۔۷۔۲۶ حدیث باب میں ترجمہ کے پہلے جزء اعراس کا ذکر نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کو قیاس سے ثابت کیا ہے کہ۔ ابو بکرؓ حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت تشریف لائے۔ جبکہ آپؐ نے اپنا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی ران پر رکھا ہوا تھا۔ توجب اس حالت نے حضرت صدیق اکبرؓ کو داخلہ سے نہ روکا تو یقیناً انہوں نے اعراس (آخری رات کے آرام کے متعلق) سوال کیا ہوگا۔ کیونکہ وہ تو اس سے ادنی اور ایسر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ ترجمہ ثابت کرنے میں دوسرے شراح کی توجیہ سے عمدہ ہے۔ مولانا مکیؒ اپنی تقریر میں لکھتے ہیں کہ راسه علی فخذی کے قول میں سے ترجمہ ثابت ہے۔ کیونکہ جب عورت اور مرد کی اس حالت کذائی کو دیکھنا جائز ہے۔ تو ان کا یہ پوچھنا بھی جائز ہے کہ کیا تم آج رات ہم بستر ہوئے۔ کیونکہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ میرے نزدیک ہے کہ مصنفؒ نے بیان چھوڑ دیا ہے تاکہ اس کے اندر وہ حدیث لکھ دی جائے جس کی طرف هل اعرستم...... سے اشارہ کیا ہے۔ اور یہ حدیث هل اعرستم الليلة کے الفاظ کے ساتھ کتاب العقیقہ کے ساتھ اوائل میں عنقریب آجائیگی۔ جہاں حضرت ام سلیم کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے

اپنے بیٹے کی موت پر اپنے خاوند سے کیا سلوک کیا۔ اور بعض حضرات نے نسخہ بخاری میں صرف جزء ثانی کا ذکر کیا ہے۔ جزء اول کا نہیں۔ چنانچہ علامہ کرمانیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اکثر بخاری کے نسخوں میں جزء اول کا ذکر نہیں ہے۔ اگر موجود ہو تو پھر جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی۔ اور صاحب تیسیر بھی فرماتے ہیں کہ اس باب کے جزء اول پر کوئی حدیث مصنفؒ کی شرط کے مطابق نہیں ملی۔ اس لئے اسے نہیں لائے۔ اور جن حضرات نے ترجمہ کی توجیہات ذکر فرمائی ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ بسااوقات امام بخاریؒ تشحیذ اذھان کے لئے حدیث ذکر نہیں کرتے تاکہ قارئین خود ذھن پر زور دیکر ترجمہ کے مطابق حدیث تلاش کر لیں۔ ابن منیر فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہؓ جزء اول کے لئے مثبت ہے کیونکہ آدمی کا اپنی بیٹی کی کمر کو تادیب کے بغیر پکڑنا ممنوع ہے۔ اس طرح حالت جماع کے متعلق خوشدلی۔ یا بشارہ کے بغیر سوال کرنا بھی ممنوع ہے۔ یہ چیز دونوں کے درمیان جامع ہے۔ اس لئے جزء اول اس حدیث عائشہؓ سے قیاساً ثابت ہوا۔

كِتَابُ الطَّلَاقِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَوْلَ اللهِ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ .....

ترجمہ۔ اے اللہ کے نبیؐ! جب آپؐ اپنی عورتوں کو طلاق دینا چاہیں تو ان کی عدت کے وقت ان کو طلاق دیں اور عدت کو شمار کریں۔

اَحْصَيْنَاهُ حَفِظْنَاهُ وَعَدَدْنَاهُ وَطَلَاقُ السُّنَّةِ اَنْ يُّطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَّيُشْهِدُ شَاهِدَيْنِ

ترجمہ۔ طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اسے جماع کے بغیر حالت طہر میں طلاق دی جائے اور دو گواہ بنائے جائیں۔

حديث (٤٨٨٦) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللهِ ...... عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّهُ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَسَاَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی یہ زمانہ حضور رسول اللہ ﷺ کا تھا جو حضرت عمر بن الخطابؓ نے اس بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ جس پر آپؐ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لْيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ بَعْدُ وَاِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ اَنْ يَمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءَ ....

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں حکم دو وہ بیوی سے رجوع کرلیں پھر پاک ہونے تک انہیں روکے رکھیں پھر اسے جب ماہواری آئے اور پاک ہو جائے۔ اگر چاہے تو بیوی کو اپنے پاس روک رکھے۔ اگر چاہے تو ہمبستری سے پہلے اسے طلاق دے دے۔ یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے کہ عدت کے وقت عورتوں کو طلاق دی جائے۔

تشریح از قاسمی ؒ۔ امام مالک ؒ فرماتے ہیں طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو اس طہر میں طلاق دے جس میں اس سے جماع نہ کیا ہو۔ اور طلاق بھی ایک مرتبہ ہو پھر عدت گذرنے تک چھوڑ دے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے یہاںتک کہ تیسرے حیض کے اوائل میں خون دیکھنے سے عدت ختم ہو جائیگی۔ امام ابو حنیفہ ؒ فرماتے ہیں کہ یہ احسن الطلاق ہے۔ اور ایک قول حضرت ابو حنیفہ کا یہ ہے کہ جب عورت کو تین طلاق دو دفعۃً ایک مرتبہ دینا چاہئے۔ تو اسے ہر طہر کے اندر بغیر جماع کے ایک طلاق دے۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ تین طلاق ایک ہی مرتبہ دینا حرام تو نہیں ہے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ الگ الگ طلاق دے۔ دیگر حضرات اسے بدعۃ کہتے ہیں۔

بَاب اِذَا طُلِّقَتِ الْحَائِضُ يُعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقِ۔

ترجمہ۔ جب عورت کو حیض کی حالت میں طلاق دی جائے تو اس کا اعتبار کیا جائیگا۔

حديث(۴۸۸۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ قَالَ طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَؓ امْرَأَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُؓ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِيُرَاجِعْهَا فَقُلْتُ اَتُحْتَسَبُ قَالَ فَمَهْ وَعَنْ قَتَادَةَؒ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا قُلْتُ تُحْتَسَبُ قَالَ اَرَأَيْتَ اِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ وَقَالَ اَبُوْ مَعْمَرٍؒ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيْقَةٍ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی جس کا حضرت عمرؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے رجوع کرنا چاہئے۔ میں نے کہا یہ طلاق شمار ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا شمار نہ ہو گی تو کیا ہو گا۔ قتادہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اس کو حکم دو کہ وہ رجوع کرلے۔ میں نے پوچھا اس طلاق کا شمار ہو گا یا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ عاجز ہو گیا۔ اور بے وقوفی کی۔ ابو معمر کی روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ وہ مجھ پر ایک طلاق شمار کی گئی۔

باب مَنْ طَلَّقَ وَهَلْ يُوَاجِهُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ بِالطَّلَاقِ

ترجمہ۔ جس شخص نے طلاق دی تو کیا طلاق دیتے وقت وہ اپنی بیوی کے سامنے ہو۔

حدیث (٤٨٨٨) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ ......

عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا اُدْخِلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَدَنَا مِنْهَا قَالَتْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَقَالَ لَهَا لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِيْمِ الْحقي بِاَهْلِكَ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ رَوَاهُ حَجَّاجٌ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب جون کی بیٹی کو جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچایا گیا۔ اور آپؐ اس کے قریب ہوئے تو کہنے لگی کہ میں تو اللہ کے ساتھ تیرے سے پناہ پکڑتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تونے ایک عظیم ذات کے ساتھ پناہ پکڑلی ہے۔ لھذا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے حدیث باب سے جواز مشروعیت طلاق کو ثابت کیا اور ابغض الحلال الی الطلاق وہ طلاق ہے جو بلا سبب ہو۔ اور مواجہ کے خلاف اولی ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ ویسے جواز ثابت ہے۔ آپؐ نے فرمایا الحقی اھلك۔

حدیث (٤٨٨٩) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ ......

عَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ ؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى انْطَلَقْنَا اِلٰى حَائِطٍ يُقَالُ لَهُ الشَّوْط حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلٰى حَائِطَيْنِ فَجَلَسْنَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِجْلِسُوْا هٰهُنَا وَدَخَلَ وَقَدْ اُتِيَ بِالْجَوْنِيَّةِ فَاُنْزِلَتْ فِيْ بَيْتٍ فِيْ نَخْلٍ فِيْ بَيْتِ اُمَيْمَةَ بِنْتِ النُّعْمَانِ بْنِ شَرَاحِيْلَ وَمَعَهَا دَايَتُهَا حَاضِنَةٌ لَهَا فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ هَبِيْ نَفْسَكِ لِيْ قَالَتْ هَلْ تَهَبُ الْمَلِكَةُ نَفْسَهَا لِلسُّوْقَةِ قَالَ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ يَضَعُ يَدَهٗ عَلَيْهَا لِتَسْكُنَ فَقَالَتْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَقَالَ قَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ يَا اَبَا اُسَيْدٍ اكْسُهَا

ترجمہ۔ حضرت ابواسیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ باہر نکلے یہاںتک چلتے چلتے ہم ایک ایسے باغ تک پہنچ گئے جسے شوط کہا جاتا ہے وہاں سے ہم دو باغوں کے پاس پہنچکر ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہم لوگوں سے کہا کہ تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ اور آپؐ اندر داخل ہوئے جبکہ جونیہ آپؐ کے پاس لائی گئی۔ جسے مقام نخل کے ایک گھر میں اتار اگیا تھا اور گھر کے اندر امیمہ بنت النعمان بن شراحیل بھی تھی اور اس کے ہمراہ دودھ پلانے والی پرورش کنندہ بھی تھی پس جب نبی اکرم ﷺ اس کے پاس جاکر فرمانے لگے کہ تو اپنے آپ کو میرے لئے ھبہ کردے۔ تو وہ کہنے لگی کیا ایک ملکہ اپنے آپ کو ایک باری کے ھبہ کرسکتی ہے۔ آپؐ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس پر ہاتھ رکھا تا کہ اسے سکون حاصل ہو غرور نخوت نکل جائے۔ تو اس نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ

رَازِقِيَّتَيْنِ وَأَلْحِقْهَا بِأَهْلِهَا وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ أَبِيهِ وَأَبِي أُسَيْدٍ قَالَا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ أُمَيْمَةَ بِنْتَ شَرَاحِيلَ فَلَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَيْهِ بَسَطَ يَدَهُ إِلَيْهَا فَكَأَنَّهَا كَرِهَتْ ذَلِكَ فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ أَنْ يُجَهِّزَهَا وَيَكْسُوَهَا ثَوْبَيْنِ رَازِقِيَّيْنِ ....

کے ساتھ تیرے سے پناہ پکڑتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو نے ایک ایسی ذات کے ساتھ پناہ پکڑلی ہے جو پناہ پکڑنے کی جگہ ہے پھر ہمارے پاس تشریف لاکر فرمانے لگے اے ابواسیدؓ اس کو کتان کی دو سفید چادریں پوشاک دے دو اور اسے اپنے گھر والوں کے پاس پہنچادو کیونکہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے اور حسین بن الولید کی روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے امیمہ بنت شراحیل سے شادی کی جب وہ آپؐ کے پاس لائی گئی اور آپؐ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف پھیلایا تو گویا اس نے اس کو ناپسند کیا آپؐ نے حضرت ابواسیدؓ سے فرمایا اس کو تیار کرو اور دو رازقی لمبی ریشمی چادریں اس کو دیکر اسے اس کے گھر پہنچادو حضرت سہل بن سعدؓ بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فی بیت فی نخل ۶۰۔۷۔۱۹ جب مقصود اس گھر کا بیان کرنا تھا جس میں جونیہ نے پڑاؤ کیا تھا۔ اور وہ گھر مقام نخل میں تھا جس پر فی بیت کا لفظ دلالت کرنے میں کافی نہیں تھا اس لئے فی نخل کا لفظ زائد کیا گیا۔ بعض نے وہم کیا کہ یہ بدل تعط کے طور پر ہے یا مقصود نخل کے نزول کو بیان کرنا تھا۔ بیت کا ذکر تشبیہاً یا مجازاً لایا گیا۔ اس لئے فی بیت کا لفظ دوبارہ لایا گیا تاکہ ان احتمالات کو دفع کیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ نے فی بیت فی نخل سب تنوین کے ساتھ ہیں اور امیمہ مرفوع یا تو جونیہ سے بدل ہے یا اس کا عطف بیان ہے اور بعض شراح نے اضافۃ سے لکھا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ جونیہ کے نام کے بارے میں مختلف روایات ہیں شاید اس کا نام اسماء تھا اور امیمہ اس کا لقب تھا۔ شراح نے جونیہ کے نکاح اور عدم نکاح میں بحث کی ہے۔ یہاں تک کہا ہے کہ پہلے نکاح تو نہیں ہوا تھا البتہ آپؐ کو بغیر اذن ولی اور بغیر ھبہ کے نکاح کرنے کا حق حاصل ہے النبی اولی المؤمنین۔ لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ شراحیل کی پیشکش پر کہ میں اجمل عرب سے آپ کا نکاح کرتا ہوں۔ آپ کا نکاح ہو چکا تھا پھر آپؐ نے اس کی کراہۃ پر اسے طلاق دی اسلئے کتاب الطلاق میں اس قصہ کا لانا صحیح ہو گیا چنانچہ مولاناؒ اپنی تقریر میں لکھتے ہیں کہ ھبی نفسک کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ نفس نکاح پہلے سے موجود تھا۔ حسین بن رشید کی روایت میں اسکی تصریح ہے۔ کہ تزوجھا النبی ﷺ اس بنا پر الحقی باھلک سے طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر میں ہے کہ اس عورت کا پناہ پکڑنا اس بنا پر تھا کہ اسے جناب نبی اکرم ﷺ کے نبی ہونے کا علم نہیں تھا اسلئے سوقہ کا لفظ استعمال کیا چنانچہ جب اسے بتایا گیا کہ یہ تو اللہ کے رسول تھے تو وہ پشیمان ہو کر کہنے لگی کہ یہ میری کتنی بد بختی تھی کہ میں نے ان سے پناہ پکڑلی۔ اور ابن سعید نے لقمان بن جون کندی کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے اجمل عرب کا آپؐ سے نکاح کردیا۔

حدیث(۴۸۹۰)حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَؓ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ تَعْرِفُ ابْنَ عُمَرَؓ إِنَّ ابْنَ عُمَرَؓ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا قُلْتُ فَهَلْ عَدَّ ذٰلِكَ طَلَاقًا قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ کوئی مرد اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دے تو اس کا کیا حکم ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم ابن عمر کو پہچانتے ہو۔ ابن عمرؓ نے حالت حیض میں بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ تو حضرت عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ ابن عمرؓ رجوع کرلے۔ پس جب وہ پاک ہو جائے۔ اور یہ طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو پھر طلاق دے سکتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا ایسی حالت میں یہ طلاق شمار ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا دیکھو اگر یہ عاجز ہو گیا یا بے وقوفی کی تو طلاق تو واقع ہو جائیگی۔ اس حدیث میں اگرچہ صراحۃ موجھہ کے الفاظ نہیں ہیں لیکن بظاہر ابن عمرؓ کے رویہ سے مواجھۃ ہی معلوم ہوتی ہے۔

بَابُ مَنْ أَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو تین طلاق کو جائز قرار دیتا ہے۔

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ......وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ فِي مَرِيضٍ طَلَّقَ لَا أَرَى أَنْ تَرِثَ مَبْتُوتَةٌ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ تَرِثُهُ وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ تَزَوَّجَ إِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ مَاتَ الزَّوْجُ الْآخَرُ فَرَجَعَ عَنْ ذٰلِكَ.........

ترجمہ۔ کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔ طلاق دو مرتبہ ہے پھر دستور مشہور کے مطابق روک رکھنا ہے۔ یا اچھے طریقہ سے چھوڑ دینا ہے۔ حضرت ابن الزبیرؓ اس مریض کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے بیوی کو طلاق دے دی میں نہیں سمجھتا کہ اسکی مبتوتہ جس کو طلاق مبتی مل چکی ہو اس کی وارث بنیگی۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مطلقہ وارث ہوگی۔ ابن شبرمۃ کا قول اچھا ہے کہ جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو کیا وہ نکاح کر سکتی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! اور یہ بھی فرمایا کہ دیکھو اگر دوسرا خاوند مر جائے تو نکاح کر سکتی ہے۔ پھر امام شعبیؒ نے اس قول سے رجوع کرلیا۔ فرمایا کہ جبتک عورت مطلقہ ثلاث عدت میں ہے وہ خاوند کی جائداد کی وارث ہوگی۔ یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اگر خاوند عدت گذرنے کے بعد مر گیا۔ تو اس کے لئے میراث نہیں ہے۔ امام شافعی دونوں صورتوں میں وارث نہیں بناتے۔

حدیث(۴۸۹۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ...... اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُوَيْمِرً الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ اِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ يَاعَاصِمُ اَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ سَلْ لِيْ يَاعَاصِمُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَ عَاصِمٌ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتّٰى كَبُرَ عَلٰى عَاصِمٍ مَاسَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ اِلٰى اَهْلِهٖ جَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَاعَاصِمُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عَاصِمٌ لَمْ تَأْتِنِيْ بِخَيْرٍ قَدْ كَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسْأَلَةَ الَّتِيْ سَأَلْتُهُ عَنْهَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللّٰهِ لَا اَنْتَهِيْ حَتّٰى اَسْأَلَهُ عَنْهَا فَاَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتّٰى اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا يَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَنْزَلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَأْمُرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعد ساعدیؓ خبر دیتے ہیں کہ عویمر العجلانیؓ حضرت عاصم بن عدی انصاریؓ کے پاس آکر کہنے لگا اے عاصم! بتلاؤ۔ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کے ہمراہ مشغول پائے تو کیا وہ اس کو غیرت کی بنا پر قتل کر سکتا ہے۔ کہ پھر تم لوگ اسے قصاص میں قتل کر دو گے۔ یا وہ کیا کرے اے عاصم! اس کے بارے میں تم رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرو تو حضرت عاصمؓ نے اس بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے مسائل پوچھنے کو ناپسند فرمایا۔ بلکہ عیبناک سمجھا۔ تو حضرت عاصمؓ نے جو کچھ جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ ان پر گراں گذرا پس جب وہ اپنے گھر واپس آئے تو حضرت عویمرؓ نے ان سے آکر پوچھا کہ اے عاصمؓ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں تجھے کیا فرمایا۔ حضرت عاصمؓ نے فرمایا کہ تم میرے پاس کوئی اچھی بات نہیں لائے اس مسئلہ کو جو تم نے پوچھا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت عویمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! کہ میں اس وقت تک نہیں رکوں گا جبتک آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں دریافت نہ کر لوں چنانچہ حضرت عویمرؓ اس وقت آنحضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جبکہ آپ لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص کے بارے میں بتلائیے جس نے کسی شخص کو اپنی بیوی کے ہمراہ مشغول پایا ہو۔ اگر وہ اسے قتل کر دیتا تو آپ لوگ اسے قصاص میں قتل کر دینگے اب وہ کیا کرے۔ تو اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارے اور تمھاری بیوی کے بارے میں حکم الٰہی نازل ہو چکا ہے۔

اِبْنُ شِهَابٍ فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةُ الْمُتَلَاعِنِيْنَ ...... جاؤ اسے لے آؤ حضرت سھلؓ فرماتے ہیں کہ ان دونوں میاں بیوی نے لعان کیا میں بھی دوسرے لوگوں کے ہمراہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا پس جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عویمرؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! کہ اب اگر میں نے اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو میں اس پر جھوٹ بولنے والا ہونگا۔ اس لئے اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی۔ ابن شھابؒ فرماتے ہیں کہ لعان کروالے خاوند بیوی کا یہی جدائی کا طریقہ رائج ہے۔

حدیث (۴۸۶۲) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ جَاءَتْ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِيْ فَبَتَّ طَلَاقِيْ وَاِنِّيْ نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ ابْنَ الزُّبَيْرِ الْقُرَظِيَّ وَاِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَعَلَّكِ تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ لَاحَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں۔ کہ رفاعہ قرظیؓ کی بیوی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی یارسول اللہ حضرت رفاعہ نے مجھے طلاق دے کر میری طلاق کو پکا کر دیا۔ ان کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیر قرظیؓ کے ساتھ نکاح کیا جس کے پاس تو پھند نے جیسا آلہ تناسل ہے جو کمزور ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ شاید تو رفاعہؓ کے واپس جانا چاہتی ہے۔ اس وقت تک نہیں جا سکتی جبتک کہ وہ تیری مٹھاس نہ چکھ لے اور تو اس کی مٹھاس نہ چکھے یعنی جبتک وہ جماع نہ کرے۔

حدیث (۴۸۹۳) حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ قَالَ لَاحَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الْاَوَّلُ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی جس نے دوسرے آدمی سے شادی کر لی پھر اس نے بھی طلاق دے دی پس جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جبتک کہ دوسرا خاوند اس کی مٹھاس نہ چکھ لے جیسا کہ پہلے نے چکھی ہے کہ اس نے اس سے جماع کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ طلاق ثلاث کے بارے میں شیخ گنگوہیؒ نے دو مفصود علی سنن ابی داؤد میں کافی بحث کی ہے۔ امقدمہ لامع الدراری سے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ آخر زمانہ میں شیخ گنگوہیؒ کی آنکھ میں پانی اتر آیا تھا۔ جس کی وجہ سے شیخؒ اختصار سے تقریر فرماتے ابحاث کی وضاحت نہیں کرتے تھے حاشیہ بخاری میں مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے اشارہ فرمایا ہے کہ

اس مسئلہ میں اختلاف ہے چنانچہ ظاہر یہ کا مسلک ہے کہ تین طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک طلاق شمار ہو گی۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ سرے سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ لیکن جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ تین طلاق واقع ہو گی۔ البتہ ایسا شخص گناہگار ضرور ہو گا۔ اور فرمایا جو اس کا مخالف ہے وہ اہل السنۃ کا مخالف ہے۔ اگر اس سے ایک طلاق کی نیت کرے تب بھی تین طلاق ہو گی۔ کیونکہ نیت صریح لفظ سے معارض نہیں ہو سکتی۔ اور شیخ مکی ؒ کی تقریر میں ہے لاارى ان ترث مبتوتة یعنی خاوند اگر اسکی عدت میں مر جائے تو وارث نہیں ہو گی۔ امام شعبی ؒ نے فرمایا کہ وارث ہو گی۔ اگر چہ خاوند کی بعد گذر جانے عدت کے بھی وفات ہو جائے۔ جس پر ابن شبرمہ نے اعتراض کیا کہ اگر زوج ثانی مر جائے تو کیا وہ اس سے بھی وارث ہو گی۔ پھر تو وہ دو میراث کی مالک بن گئی۔ حالانکہ میراث تو نکاح کی فرع ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں کی منکوحہ ہے جس پر شعبی ؒ حیران ہو گئے۔ اور اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ طلاق مریض کے بارے میں اوجز میں بسط سے کلام کیا ہے۔ جس پر بارہ مذاہب نقل کئے گئے ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے امام احمد ؒ فرماتے ہیں مطلقہ ثلاث خاوند کی وارث ہو گی۔ اگر چہ اس کی وہ عدت ختم ہو جائے۔ جبتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نہیں کرتی۔ دوسرا مسلک امام مالک ؒ کا ہے۔ کہ وہ وارث ہو گی اگر چہ دس خاوندوں سے نکاح کر لے۔ ظاہر یہ اور امام شافعی ؒ کا قول جدید یہ ہے کہ وہ سرے سے وارث نہیں ہو گی۔ خواہ قبل الدخول ہو یا بعد الدخول ہو۔ اور چوتھا قول حنفیہ ؒ کا ہے۔ کہ جبتک عدت میں ہے وارث ہو گی بعد ازاں نہیں ہو گی۔

تشریح از قاسمی ؒ۔ لاطلاق مرتان سے امام بخاری ؒ نے اس طرح استدلال کیا ہے۔ کہ جب دو طلاق کو جمع کرنا جائز ہے تو تین طلاق کو جمع کرنے میں کوئی قباحت نہ ہو گی۔ اور اچھی اور عمدہ توجیہ یہ ہے کہ تسریح باحسان عام ہے جو القاع طلاق ثلاث دفعۃً واحدۃً کو بھی شامل ہے۔ یہ علامہ عینی ؒ اور کرمانی ؒ کی توجیہ ہے۔ ابن شبرمہ کے قول کے مطابق صورت مسئلہ یوں ہو گی کہ جب کسی مریض نے بیوی کو طلاق دی۔ اور عدت ختم ہونے کے بعد اس نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا۔ اتفاق سے زوج ثانی اور زوج اول ایک ہی دن میں مر گئے۔ تو اس صورت میں شعبی ؒ کے قول پر عورت دونوں خاوندوں سے وارث بنی جو صحیح نہیں ہے۔ تب امام شعبی ؒ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ اور فرمایا کہ جبتک عدت میں ہے وارث ہو گی۔ بعد ازاں نہیں ہو گی۔ فطلقها ثلاثا اگر چہ متلاعنین میں نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے لیکن آنحضرت ﷺ کے سامنے جب حضرت عویمر ؓ نے تین طلاق دی تو آپ ؐ نے انکار نہیں فرمایا تو آپ ؐ کی تقریر سے جواز طلاق ثلاث ثابت ہوا۔ اگر ممنوع ہوتا تو آپ ؐ انکار فرما دیتے۔ فبت طلاقی اس سے ترجمہ ثابت ہوتا ہے کہ خواہ طلاق ثلاث مجوعہ ہوں یا متفرقہ بہر حال طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ وتذوقي عسيلته امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ غیوبۃ حشفہ ضروری ہے خواہ انزال نہ بھی ہو اس پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ حضرت حسن بصری ؒ انزال کو شرط گردانتے ہیں لیکن تذوقی کے لفظ ذکر کرنے سے اشارہ ہے کہ انزال شرط نہیں ہے کیونکہ وہ تو سیر ابی ہے۔ نیز! جماع اختیاری ہے۔ انزال اختیاری نہیں ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ دخول کے شرط ہونے میں کسی اہل السنۃ کا خلاف نہیں ہے۔

باب مَنْ خَيَّرَ نِسَائَهٗ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ الاية .

حديث (۴۸۹۴) حَدَّثَنَا اَبُوْالْيَمَانِ اَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ لماامر رسول الله ﷺ بتخيير ازواجه بدء بى فقال انى ذاكر لك امرا فلاعليك ان لاتعجلى حتى تستأمرى ابويك قالت وقد علم ان ابوى لم يكونا يأمرانى بفراقه قالت ثم قال ان الله قال جل ثناؤه يا ايها النبى الى قوله اجرا عظيما قال فقلت ففى اى هذا استأمر ابوى فانى اريد الله ورسوله والدار الاخرة قالت ثم فعل ازواج رسول الله ﷺ مثل مافعلت .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیویوں کو اختیار دینے کا حکم دیا گیا تو آپؐ نے میرے سے ابتداء فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ میں ایک بات تم سے ذکر کرنے والا ہوں۔ اس کے جواب دینے میں جلدی سے کام نہ لینا جبتک کہ اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کر لیں۔ فرماتی ہیں کیونکہ آپ کو علم تھا کہ میرے ماں باپ آنحضرت ﷺ سے جدا ہونے کا مشورہ یا حکم نہیں دے سکتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ پھر آپؐ نے آیت تخییر تلاوت فرمائی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا ان میں سے کس کے بارے میں میں اپنے ماں باپ سے مشورہ طلب کروں میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہوں۔ فرماتی ہیں کہ پھر جناب رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیویوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح میں نے کہا تھا۔

حديث (۴۸۹۵) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاخْتَرْنَا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم ازواج مطہرات کو اختیار دیا تو ہم نے اللہ اور اسکے رسول کو اختیار کر لیا اس خیار کو آپؐ نے ہم پر کوئی طلاق وغیرہ شمار نہ کیا۔

حديث (۴۸۹۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ مَسْرُوْقٍ ؓ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ ؓ عَنِ الْخِيَرَةِ فَقَالَتْ خَيَّرَنَا النَّبِيُّ ﷺ اَفَكَانَ طَلَاقًا قَالَ مَسْرُوْقٍ لَااُبَالِيْ خَيَّرْتُهَا وَاحِدَةً اَوْمِائَةً بَعْدَ اَنْ تَخْتَارَنِيْ . .

ترجمہ۔ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے خیار کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ نے اختیار دیا تھا۔ کیا یہ طلاق ہو گیا تھا حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ جب عورت نے مجھے اختیار کر لیا تو پھر اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں نے اس کو ایک طلاق کا اختیار دیا تھا یا سو طلاق کا

تشریح از قاسمیؒ ۔ لا ابالی یعنی جب عورت نے خاوند کو اختیار کر لیا تو اب تخییر سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا مسلک ہے کہ اختیار دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی اس سے فرقت واقع ہوگی حضرت علیؓ وغیرہ حضرات سے منقول ہے۔ کہ نفس تخییر سے ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائیگی۔ خواہ وہ خاوند کو اختیار کر لے۔ لیکن یہ احادیث صحیحه صریحه ان کے مسلک کی تردید کرتی ہیں۔ شاید یہ احادیث ان تک نہیں پہنچیں۔

بابُ اِذَاقَالَ فَارَقْتُكِ

اَوْسَرَّحْتُكِ اَوِالْخَلِيَّةُ اَوِالْبَرِيَّةُ اَوْ مَاعُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ فَهُوَ عَلٰى نِيَّتِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَقَالَ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًاجَمِيلًاوَقَالَ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَقَالَ اَوْفَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَقَالَتْ عَائِشَةُؓ قَدْ عَلِمَ النَّبِيُّ ﷺ ان ابوی لم یکونا یامرانی بفراقه ـــــــــ

ترجمہ۔ جس شخص نے فارقتک میں نے تجھے جدا کر دیا تو خلیہ آزاد ہے۔ بریہ اور دوسرے بری ہے یا ایسے الفاظ جن سے طلاق مراد لی جاسکتی ہے۔ تو وہ بولنے والے کی نیت پر موقوف ہے کیونکہ یہ الفاظ کفائی ہیں۔ جو نیت پر موقوف ہیں سرحوھن میں تسریح کے معنی سے چھوڑ دینا کے ہیں طلاق کے نہیں ہیں۔ اس طرح دوسرے الفاظ بھی ذومعنی ہیں طلاق متعین نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ لفظ صریح طلاق کے لئے ضروری ہے۔ فراق اور تسریح کے الفاظ قرآن مجید میں اور معانی کے لئے بھی وارد ہوئے ہیں۔ اور طلاق کا لفظ صرف طلاق کے لئے وارد ہوا ہے اور کسی معنی کے لئے وارد نہیں ہوا۔

باب مَنْ قَالَ لِاِمْرَأَتِهٖ

اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ قَالَ الْحَسَنُ نِيَّتُهٗ وَقَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ اِذَاطَلَّقَ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ فَسَمَّوْهُ حَرَامًا بِالطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ وَلَيْسَ هٰذَا كَالَّذِيْ يُحَرِّمُ الطَّعَامَ لِاَنَّهٗ لَايُقَالُ لِطَعَامِ الْحِلِّ حَرَامٌ وَيُقَالُ لِلْمُطَلَّقَةِ حَرَامٌ وَقَالَ فِي الطَّلَاقِ

ترجمہ۔ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور دیگر اہل علم نے فرمایا کہ جب اس نے تین طلاق دے دی تو وہ اس پر حرام ہوگئی تو اس کو حرام طلاق فراق کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

ثَلَاثَ لَاتَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ اِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا قَالَ لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ فَاِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَمَرَنِيْ بِهٰذَا فَاِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا حُرِّمَتْ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ .....

اور یہ قول اس شخص کی طرح نہیں ہے جس نے کھانے کو اپنے اوپر حرام قرار دیا۔ کیونکہ حلال کھانے کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔ اور مطلقہ کو حرام کہا جاتا ہے۔ کہ وہ حرام ہو گئی۔ اور تین طلاق کے بارے میں فرمایا کہ جبتک کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور لیثؒ حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرؓ سے جب اس شخص کے متعلق دریافت کیا جاتا جس نے تین طلاق دی تو فرماتے کاش تو ایک یا دو مرتبہ طلاق دیتا۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مجھے اسی کا حکم دیا پس اگر اس نے بیوی کو تین مرتبہ طلاق دے دی تو وہ اس پر حرام ہو جائیگی جبتک حلالہ کرنے کے لئے کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کر لے۔

حدیث (۴۸۹۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ...... عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهٗ فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَطَلَّقَهَا وَكَانَتْ مَعَهٗ مِثْلُ الْهُدْبَةِ فَلَمْ تَصِلْ مِنْهُ اِلٰى شَيْءٍ تُرِيْدُهٗ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ طَلَّقَهَا فَاَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ زَوْجِيْ طَلَّقَنِيْ وَاِنِّيْ تَزَوَّجْتُ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَدَخَلَ بِيْ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ اِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ فَلَمْ يَقْرَبْنِيْ اِلَّا هَنَةً وَاحِدَةً وَلَمْ يَصِلْ مِنِّيْ اِلٰى شَيْئًا فَاَحِلُّ لِزَوْجِي الْاَوَّلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَحِلِّيْنَ لِزَوْجِكِ الْاَوَّلِ حَتّٰى يَذُوْقَ الْاٰخَرُ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی جس نے کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا پس اس نے بھی طلاق دیدی اور اس کے پاس پھندنے جیسا آلہ تناسل تھا جس کی وجہ سے وہ اس کام تک نہ پہنچ سکا جو عورت اس سے چاہتی تھی۔ پس بغیر دیر کئے اس نے اسے طلاق دے دی۔ تو وہ عورت جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہنے لگی یا رسول اللہ مجھے میرے خاوند نے طلاق دے دی اور میں نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا پس وہ میرے سے ہمبستری کرنے لگا لیکن اس کے پاس تو پھندنے جیسا آلۂ تناسل تھا۔ پس وہ ایک مرتبہ ہی میرے قریب آسکا اور میرے سے وہ چیز حاصل نہ کر سکا جس سے میں پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاتی۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اپنے پہلے خاوند کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جبتک کہ دوسرا خاوند تیری تھوڑی سی شھد نہ چکھ لے۔ اور تو بھی اس کی تھوڑی سی شھد چکھ لے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ انت علی حرام ۷۹۲۔۱۰ احنافؒ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ اگر انت علی حرام سے قسم مراد لے تو قسم ہو گی۔ اگر تین طلاق مراد لے تو تین طلاق پڑ جائیگی۔ اگر ایک بائنہ مراد لے تو بائنہ واقع ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ قرطبیؒ نے اٹھارہ قول نقل کئے ہیں۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اور نہ ہی سنت نبوی میں کوئی صریح نص وارد ہوئی ہے جس پر اعتماد کیا جائے۔ اسلئے علماء میں کھینچا تانی ہو گئی۔ جس نے حرام سے بیزاری مراد لے لی اس کے نزدیک تو کچھ نہیں ہے۔ اور جس نے کہا کہ یہ قسم ہے اس نے آیت کا ظاہری مفہوم لیا۔ تحلۃ ایمانکم اور جس نے کہا کہ کفارہ واجب ہے یہ یمین نہیں ہے۔ کیونکہ یمین تو حرام قرار دینا ہے۔ تو کفارہ معنی یمین پر ہوا اور جس نے اس سے ایک طلاق رجعی مراد لی وہ اقل وجوب پر محمول کرتا ہے۔ اور بائنہ کا قائل وہ تحریم کو ہمیشگی پر محمول کرتا ہے۔ اور جو تین طلاق کا قائل ہے وہ لفظ وجوب کے مقتضیٰ پر محمول کرتا ہے اور جو ظہار کا قائل ہے وہ اسکی تحریم کے معنی کی طرف ہے۔ میں نے اوجز میں پندرہ مذاہب کی تفصیل بیان کی ہے بہر حال صاحب ہدایہ نے اسے الفاظ کنایات میں سے شمار کیا ہے جب طلاق کی نیت کریگا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی اگر تین کی نیت کریگا تو تین واقع ہو نگی اگر تحریم کا ارادہ ہو تو پھر یمین ہے۔ اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ مدخول بھا کے بارے میں تو تین طلاق ہو نگی خواہ ایک کی نیت کرے یا تین کی کرے اگر وہ کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو اسکی تصدیق نہ کی جائیگی۔ اور **غیر مدخول بھا** کے بارے میں امام مالکؒ نیت کا اعتبار کرتے ہیں۔ لیکن اس ساری بحث میں میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا میلان اس مسئلہ میں امام مالکؒ کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ روایات واردہ سے ظاہر ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں علماؑ کے مختلفہ اقوال نقل کئے ہیں۔ چنانچہ شیخ محمد حسن مکیؒ بھی فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حرام کے لفظ کہنے سے تین طلاق واقع ہو نگی اس میں نیت کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اہل علم کے ہاں مشہور یہ ہے کہ لفظ حرام کا اطلاق مطلقہ ثلاث پر ہوتا ہے۔ تو جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ تو لامحالہ اس سے تین طلاق واقع ہو نگی۔ ایک اور دو کی نیت صحیح نہیں ہے۔ یہی امام مالکؒ کا مذہب ہے۔ **لانہ لایقال او فی عرف اھل العلم** اور انکی دوسری تقریر میں ہے کہ **قال اھل العلم** سے حضرت حسن بصریؒ کے قول کی تائید کرنا مقصود ہے۔ اور سموہ حراماً سے بھی ثابت کرنا ہے کہ طلاق پر ہی حرام کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ پس اگر اس نے نیت کر لی تو بھی طلاق ہو گی اور تحریم الطعام سے ایک اعتراض کا دفعیہ کرنا ہے۔ کہ تحریم طعام تو طعام کو حرام نہیں بنا دیتی۔ اگرچہ نیت بھی کرے۔ بلکہ وہ یمین بن جاتا ہے۔ اس طرح تحریم مرأۃ بھی یمین ہو نیت کی صورت میں طلاق نہ بن جائے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کھانے کو حرام قرار دینا یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن عورت کو حرام قرار دینا یہ بندے کے اختیار میں ہے۔ کیونکہ وہ اس کی طلاق کا مالک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر باندی کو اپنے اوپر حرام کر دے تو وہ یمین ہو گی۔ طلاق نہیں ہو گی۔ کیونکہ باندی کو طلاق دینا اس کی قدرت میں نہیں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قال اهل العلم ۷۹۲۔۱۱ اس سے استدلال کرنا ہے کہ جب لفظ حرام سے طلاق کی نیت کرلے تو اس سے تین طلاق واقع ہونگی۔ تو اس سے غیر ثلاث کا حکم بھی نکال لیا جائیگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ نے ترجمہ میں کہا من قال لامرأته انت علی حرام تو جواب ذکر نہیں کیا۔ بلکہ قال اہل العمل سے اس طرف اشارہ کیا کہ تحریم الحلال علے اطلاقہ نہیں ہے۔ بلکہ اگر اس نے اس سے تین طلاق کی نیت کرلی تو وہ عورت اس پر حرام ہو جائیگی۔ تو سموہ حراما او سموہ العلماء حراما بالطلاق اور علامہ قسطلانیؒ کا کہنا ہے کہ قال الحسن نیته کا مطلب یہ ہے کہ اگر طلاق کی نیت ہے تو طلاق واقع ہوگی۔ اگرچہ متعدد ہو۔ اگر ظہار مراد ہے۔ فھو کما قال تو جیسے اس نے کہا ویسے ہوگا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک تحریم کا مقتضی ہے۔ کیونکہ اہل عرب کے نزدیک حرام کا لفظ شدت اور غفلت پر دلالت کرتا ہے۔ جو تین طلاق میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ تحریم مطلق ہو اگر مقید ہو تو تین طلاق سے کم ہو سکتی ہے۔ اور ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ تحریم تین طلاق کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تو وہ اس پر حرام ہو جائیگی کیونکہ جب تین طلاق عورت کو مرد پر حرام کر دیتی ہیں اور تحریم سے بھی تین طلاق واقع ہونگی۔ اس لئے وہ حدیث رفاعہؓ کو لائے ہیں۔ جو ان کی حجت ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہے کہ لفظ حرام کو قائل کی نیت کی طرف پھیرا جائیگا۔ اور یہ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ موضع اختلاف میں ابتداء کسی صحابی یا تابعی کے قول سے کرتے ہیں جو ان کے نزدیک مختار اقوال ہوتا ہے تو حضرت حسن بصریؒ کے قول سے اپنا مذہب بیان کر رہے ہیں یہ نہیں کہ ہر تحریم کا حکم ان کے نزدیک تین طلاق کا ہو۔ کیونکہ غیر مدخول بھا ایک ہی طلاق سے حرام ہو جاتی ہے۔ اور مدخول بھا بائنہ حرام ہو جاتی ہے۔ البتہ عقد جدید سے وہ حلال ہو جائیگی۔ اس طرح طلاق رجعی بھی عدت گذر جانے کے بعد حرام ہو جاتی ہے۔ تو تحریم ثلاث میں منحصر نہ ہوئی۔ نیز ! تحریم تطلیق ثلاث سے عام ہے۔ تو اعم سے اخص پر کیسے دلیل قائم ہو سکتی ہے پہلے میری رائے بھی یہی تھی کہ امام بخاریؒ کا میلان قول الحسن کی طرف ہے لیکن نظر دقیق سے ثابت ہوا کہ ان کا میلان امام ملکؒ کے مذہب کی طرف ہے جیسا کہ روایات واردہ سے ظاہر ہے۔ تو واضح ہوا کہ امام بخاریؒ نے محض قول الحسن پر انحصار نہیں کیا بلکہ ترجمہ میں دوسرے اقوال بھی ذکر کئے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ لانه لايقال لطعام الحل حرام ۷۹۲۔۱۴ طعام پر حرام کے اطلاق سے سوائے یمین کے اور کوئی احتمال نہیں بخلاف عورت کے کہ مرد کے اپنے اوپر حرام کر دینے سے وہ اس پر حرام ہو جائیگی۔ تو اس جگہ حرام کے لفظ میں طلاق اور یمین دونوں کا احتمال ہوا تو اس صورت میں فیصلہ نیت پر ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام مھلبؒ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس امت محمدیہ پر انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے تخفیف فرمائی ہے کہ اگر وہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے دیں تو وہ حرام نہیں ہوتی۔ جیسا کہ یعقوبؑ نے

لحم جمل کو اپنے اوپر حرام کر دیا تو وہ پوری امت پر حرام رہا۔ امت محمدیہ علیھا السلام کو اللہ تعالے نے اس قسم کی تحریم سے منع فرمادیا۔ لا تحر مواطیبات ما احل اللہ لکم میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اصبغ وغیرہ کے قول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو زوجہ طعام شراب اور دیگر اشیاء میں برابری کا دعوی کرتے ہیں تو امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اگرچہ یہ اشیاء ایک حیثیت سے برابر ہیں تو دوسری حیثیت سے مختلف ہو جاتی ہیں۔ پس زوجہ کو جس نے اپنے اوپر حرام کیا تو وہ مطلقہ ہو جائیگی۔ طعام اور شراب کو حرام کیا تو وہ حلال رہینگی۔ البتہ کفارہ یمین ادا کرنا ہو گا چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے اپنے اوپر زوجہ یا باندی کو حرام کر دیا تو اس سے اس کا مقصد نہ طلاق ہے نہ ظہار ہے۔ نہ عتق ہے تو اس پر کفارہ یمین واجب ہو گا۔ اگر طعام اور شراب کو حرام کیا تو کلام لغو ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تمام صورتوں میں کفارہ یمین واجب ہو گا۔ اکلیل شرح مدارک میں ہے کہ اختلاف امتی رحمۃ ائمہ کا اختلاف نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے اوپر طعام شراب یا امہ کو حرام کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایسا شخص حالف یعنی قسم اٹھانے والا ہے۔ قسم توڑنے کی صورت میں اس پر کفارہ یمین ہو گا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں جس نے طعام شراب اور کسی ملبوس کو حرام کیا تو یہ کلام لغو ہے۔ اس پر کوئی کفارہ نہیں امہ کے بارے میں دو قول ہیں۔ راجح یہ ہے کہ کفارہ یمین واجب ہو گا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ علے الا طلاق کوئی چیز حرام نہیں ہو گی۔ اور نہ ہی کوئی کفارہ واجب ہو گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اذاحرم امرأته ليس بشئ ۷۹۲۔۲۲ یعنی جب عورت بیوی کو اپنے اوپر حرام کرے تو یہ لغو ہے۔ کوئی چیز نہیں لیکن جبکہ طلاق کی نیت نہ ہو۔ استدلال یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے شہد کو اور اپنی باندی ماریہ قبطیہؓ کو اپنے اوپر حرام کر دیا لیکن دونوں حرام نہیں ہوئے۔ لیکن جب طلاق کی نیت کرتے تو دوسری نص کی وجہ سے بیوی حرام ہو جاتی۔ ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جن سے طلاق اور غیر طلاق مراد ہو سکتے ہیں۔ تو ان سے طلاق واقع ہو جائیگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ فليس بشئ میں احتمال ہے کہ تطلیق کی نفی مراد ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے عام معنی مراد ہوں۔ پہلا احتمال اقرب ہے جسکی تائید سابقہ تفسیر سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے کہ حرام میں کفارہ ادا کرے الفاظ یہ ہیں اذاحرم الرجل امرأته خاصاً هي يمين يكفر تو اس سے معلوم ہوا کہ ليس بشئ سے ليس بطلاق مراد ہے۔

باب لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ

حدیث(۴۸۹۸) حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِذَا حَرَّمَ امْرَأَتَهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر دے تو یہ کچھ نہیں ہے۔

حدیث (۴۸۹۹) حَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ ...... سَمِعْتُ عَائِشَةَؓ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَمْکُثُ عِنْدَ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍؓ وَیَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا فَتَوَاصَیْتُ اَنَا وَحَفْصَةُؓ اَنْ اَیَّتَنَا دَخَلَ عَلَیْهَا النَّبِیُّ ﷺ فَلْتَقُلْ اِنِّیْ اَجِدُ مِنْكَ رِیْحَ مَغَافِیْرَ اَکَلْتَ مَغَافِیْرَ فَدَخَلَ عَلٰی اِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍؓ وَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ فَنَزَلَتْ یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اِلٰی اَنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰهِ لِعَائِشَةَؓ وَحَفْصَةَؓ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا لِقَوْلِهٖ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ الْمَغَافِیْرُ شِبْهُ بِالصمغ یکون فی الرمث فیه حلاوة اغفر الرمث اذا ظهر فیه واحدها مغفور یقال مغاثیر .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے سنا گیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس کچھ دیر رک جایا کرتے تھے کہ ان کے پاس شہد کا شربت پیتے تھے۔ تو میں نے اور حضرت حفصہؓ نے آپس میں معاہدہ کر لیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ کہدے کہ مجھے تو آپؐ سے مغافیر کی بدبو آرہی ہے کیا آپؐ نے مغافیر کھایا ہے۔ چنانچہ آپؐ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو حسب معاہدہ اس نے یہی بات کہدی آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ میں نے تو حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس شہد کا شربت پیا ہے آئندہ ایسا نہیں کرونگا یعنی نہیں پیونگا جس پر آیت نازل ہوئی ترجمہ اے نبی! جو چیز اللہ تعالی نے آپؐ کیلئے حلال کی ہے آپؐ اسے حرام کیوں کرتے ہیں ان تتوبا الی اللہ اس سے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ مراد ہیں۔ اذا اسر النبی سے آپ کا بل شربت عسلا کہنا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ المغافیر ایک قسم کا پھل ہے جو جنگلی درختوں پر لگتا ہے جس میں میٹھاس ہوتا ہے اور بدبو بھی ہوتی ہے۔ اغفرا لرمث جبکہ اس درخت سے مغافیر ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا واحد مغفور ہے اور مغاثیر بھی کہتے ہیں۔

حدیث (۴۹۰۰) حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ اَبِی الْمَغْرَاءِ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُحِبُّ الْعَسَلَ اَوِالْحَلْوَاءَ وَکَانَ اِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلٰی نِسَائِهٖ فَیَدْنُوْ مِنْ اِحْدَاهُنَّ فَدَخَلَ عَلٰی حَفْصَةَؓ بِنْتِ عُمَرَؓ فَاحْتَبَسَ اَکْثَرَ مَا کَانَ یَحْتَبِسُ فَغِرْتُ فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ فَقِیْلَ لِیْ اَهْدَتْ لَهَا امْرَاَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُکَّةً مِنْ عَسَلٍ فَسَقَتِ النَّبِیَّ ﷺ مِنْهُ شَرْبَةً فَقُلْتُ اَمَا وَاللّٰهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهٗ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ شہد کو یا مٹھائی کو پسند کرتے تھے۔ اور آپ کی عادت تھی کہ جب آپؐ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آتے تو اپنی بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور ان میں سے ایک کا قرب حاصل کرتے اس کے مطابق آپؐ حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ تو پہلے کی بنسبت اس مرتبہ زیادہ رک گئے۔ جس پر مجھے غیرت آگئی۔ تو میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتلایا گیا۔ کہ انکی قوم کی ایک عورت نے شہد کی ایک کپی ہدیہ کے طور پر دی تو انہوں نے اس سے جناب نبی اکرم ﷺ کو

فَقُلْتُ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ ؓ اِنَّهٗ سَيَدْنُوْ مِنْكِ فَاِذَا دَنَا مِنْكِ فَقُوْلِيْ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ فَاِنَّهٗ سَيَقُوْلُ لَكِ لَافَقُوْلِيْ لَهٗ مَاهٰذَا لِرِيْحُ الَّتِيْ اَجِدُ فَاِنَّهٗ سَيَقُوْلُ لَكِ سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ ؓ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقُوْلِيْ لَهٗ جَرَسَتْ نَخْلُهُ الْعُرْفُطَ وَسَاَقُوْلُ ذٰلِكَ وَقُوْلِيْ اَنْتِ يَاصَفِيَّةُ ذَاكِ قَالَتْ تَقُوْلُ سَوْدَةُ فَوَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا اَنْ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَاَرَدْتُ اَنْ اُبَادِيَهٗ بِمَاامَرْتِنِيْ فَرَقًا مِنْكِ فَلَمَّا دَنَا مِنْهَا قَالَتْ لَهٗ سَوْدَةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ قَالَ لَاقَالَتْ فَمَاهٰذِهِ الرِّيْحُ الَّتِيْ اَجِدُ مِنْكَ قَالَ سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ ؓ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقَالَتْ جَرَسَتْ نَخْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَارَ اِلَيَّ قُلْتُ لَهٗ نَحْوَ ذٰلِكَ فَلَمَّادَارَ اِلٰى صَفِيَّةَ ؓ قَالَتْ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا دَارَ اِلٰى حَفْصَةَ ؓ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَااَسْقِيْكَ مِنْهُ قَالَ لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْهِ قَالَتْ تَقُوْلُ سَوْدَةُ ؓ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قُلْتُ لَهَا اسْكُتِيْ ....

شربت پلایا۔ تو میں نے کہا کہ واللہ وہ آپؐ کے لئے حیلہ بناتی ہے پس میں نے حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ جب آنحضرت ﷺ تمہارے قریب ہوں تو تم آپؐ سے صاف کہنا کہ کیا آپؐ نے مغافیر کھایا ہے آپؐ فرمائینگے نہیں تو آپؐ سے کہنا کہ تو یہ بدبو کیسی ہے۔ جسکو میں محسوس کر رہی ہوں۔ پس آپؐ فرمائینگے مجھے حفصہؓ نے شہد کا شربت پلایا ہے۔ پس تم آپؐ سے کہنا کہ شہد کی مکھی نے عرفط بوٹی کو چوس لیا ہوگا۔ اور میں بھی آپؐ سے یہی کہونگی۔ اور اے صفیہؓ! تو بھی یہی کہنا حضرت سودہؓ فرماتی ہیں واللہ جناب رسول اللہ ﷺ آکر دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ تو میرا ارادہ ہوا کہ جس چیز کا تم نے مجھے حکم دیا تھا کہ تیرے سے ڈرتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے پکار کر کہدوں۔ چنانچہ جب آپؐ ان کے قریب ہوئے تو حضرت سودہؓ نے کہا یارسول اللہ! کیا آپؐ نے مغافیر کھایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ بدبو کیسی ہے۔ جو مجھے آپؐ کی طرف سے محسوس ہو رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت حفصہؓ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے۔ کہ شہد کی مکھی نے عرفط بوٹی کو چوسا ہوگا پس آپؐ گھومتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی اسی طرح کہا جب حضرت صفیہؓ کے پاس آئے تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا۔ پھر جب آپؐ حضرت حفصہؓ کے پاس دوبارہ تشریف لائے تو انہوں نے کہا یارسول اللہ! کیا میں آپ کو شہد نہ پلاؤں آپؐ نے فرمایا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت سودہؓ فرماتی ہیں واللہ ہم نے اسے حرام کر دیا تو میں نے ان سے کہا کہ چپ رہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شرب عسل کا واقعہ حضرت حفصہؓ کے پاس ہوا پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت زینبؓ کے پاس پیش آیا۔ جواب یہ ہے کہ یہ تعدد واقعات پر محمول ہے۔ اگر ترجیح کی صورت ہو تو پہلی روایت کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ حضرت حفصہؓ تو حضرت عائشہؓ کے گروہ کی ہیں۔ ان پر غیرت کیسے ہوتی۔ البتہ حضرت زینبؓ دوسری پارٹی کی لیڈر تھی جن پر حضرت عائشہؓ کو غیرت آئی۔

باب لَاطَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ

ترجمہ۔ نکاح سے پہلے کی طلاق واقع نہیں ہوگی

وَقَوْلَ اللهِ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ جَعَلَ اللّٰهُ الطَّلَاقَ بَعْدَ النِّكَاحِ وَيُرْوٰى فِيْ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنُ الزُّبَيْرِ وَاَبِيْ بَكْرِ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ وَاَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَشُرَيْحٍ وَسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَالْقَاسِمِ وَسَالِمٍ وَطَاؤُسٍ وَالْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ وَعَطَاءٍ وَعَامِرِ بْنِ سَعْدٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَنَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَعَمْرِو بْنِ هَرِمٍ وَالشَّعْبِيِّ اَنَّهَا لَا تَطْلُقُ........

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن ...... ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بعد طلاق کا ذکر کیا ہے اور اس بارے میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے اقوال ہیں کہ نکاح کے بعد وہ عورت مطلقہ نہیں ہوگی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ لاطلاق قبل النکاح ۷۹۳-۱۳ آپ خوب جانتے ہیں کہ احنافؒ بھی قبل النکاح طلاق واقع ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ لہذا جو دلائل مصنفؒ نے پیش کئے ہیں وہ ہم پر وارد نہیں ہونگے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ یہ مشہور اختلافی مسئلہ ہے اس پر تو سب علماء کا اجماع ہے۔ کہ اجنبی عورت پر کبھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہدے کہ فلاں عورت پر طلاق ہے یا یہ عورت مطلقہ ہے۔ اگر چہ بعد میں اس سے نکاح کرلے تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ البتہ اگر کسی نے طلاق کو معلق کر دیا مثلاً اگر میں نے اس عورت سے نکاح کیا تو وہ مطلقہ ہے۔ اس میں اختلاف ہے علماء احنافؒ کا مسلک یہ ہے کہ جب طلاق اور عتق کو ملک یا سبب ملک سے معلق کر دیا جائے تو یہ تعلیق صحیح ہوگی۔ طلاق و عتق کا ملک اور سبب ملک کے بعد نفاذ ہوگا۔ جیسے کوئی شخص کہے کہ جب میں نے اس عورت سے نکاح کیا۔ یا ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کرونگا وہ طلاق ہے یا اگر میں اس غلام کا مالک بنا تو وہ آزاد ہے یا ہر وہ غلام جو میرے ملک میں آئیگا وہ آزاد ہے۔ تو ان تمام صورتوں میں طلاق اور عتق کا نفاذ ہو جائیگا۔

شوافعؒ کے نزدیک طلاق اور عتق نہ تعلیقاً صحیح ہے نہ تحیزاً صحیح ہے نہ تعمیم کی صورت میں اور نہ تخصیص کی صورت میں صحیح ہے۔ امام احمدؒ کی تین روایات میں پہلی حنفیہؒ کی طرح دوسری شوافعؒ کی طرح اور تیسری میں طلاق اور عتق میں فرق کرتے ہیں طلاق کے مسئلہ میں تو شوافعؒ کی طرح ہیں اور عتق کے مسئلہ میں حنفیہؒ کی طرح ہیں۔ مقابلہ میں ترجیح میں اختلاف ہے بعض روایت ثانیہ کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض نے روایت ثالثہ کو اختیار کیا ہے۔ اور امام مالکؒ سے بھی تین روایات ہیں روایۃ مرجوحہ عدم وقوع ہے۔ مطلقاً دوسری توقف کی اور تیسری راجحہ ہے۔ جو مشہور اور مختار کہ اگر کسی غلام اور عورت کو متعین کر کے کہا تو طلاق اور عتق لازم ہو گا اور تعمیم کی صورت میں طلاق اور عتاق نافذ نہ ہونگے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس باب کے انعقاد سے احنافؒ پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ احنافؒ نے کبھی نہیں کہا۔ وجود نکاح سے قبل طلاق واقع ہو گی۔ اور نہ ہی یہ کسی کا مذہب ہے۔ البتہ تعلیق کی صورت میں کلام کو لغو نہیں کہتے۔ بعد نکاح وقوع طلاق ہو گا۔ ان حضرات کا استدلال حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ہے۔ جو ابن ماجہ میں ہے **لاطلاق لابن آدم فی مالایملك** علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ تعلیق بالشرط یمین ہے۔ جسکی صحت ملک پر موقوف نہیں ہے جیسے کوئی اللہ کی قسم اٹھالے ایسے وجود شرط کے وقت طلاق واقع ہوجائیگی۔ وہ شرط نکاح ہے تو قبل النکاح کیسے طلاق واقع ہوئی یہ تو بعد النکاح ہوئی۔ اور حدیث ابن عباسؓ کے بارے میں ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ **لیس لها اصل فی الصحة** تو استدلال صحیح نہ ہوا یا حدیث کو تحیز پر محمول کیا جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے **ردی فی ذلك** کہہ کر کلمہ تمریض سے بیان کیا ہے۔ کوئی حدیث مرفوع موجود نہیں ہے اور ان تیئس ۲۳ میں سے سوائے حضرت علیؓ کے باقی سب تابعین ہیں جن کا قول احنافؒ پر حجۃ نہیں ہے۔ ابن حرم تبع تابعین میں سے ہیں۔ اور حضرت علیؓ سے تفصیل منقول ہے فقط۔

باب اِذَاقَالَ لِامْرَأَتِهٖ وَهُوَ مُكْرَهٌ هٰذِهٖ اُخْتِىْ فَلَاشَيْءَ عَلَيْهِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِسَارَةَ هٰذِهٖ اُخْتِىْ وَذٰلِكَ فِىْ ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى --

ترجمہ۔ جب کسی شخص نے مجبور ہو کر اپنی بیوی کے بارے میں کہا کہ یہ میری بہن ہے جیسے حضرت نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے بی بی سارہؓ کے بارے میں فرمایا یہ میری بہن ہے اور یہ قول محض اللہ تعالے کی رضاء کے لئے تھا طلاق مکرہ کے بارے میں امام بخاریؒ نے حصہ ابراہیم سے استدلال کیا ہے۔ کہ حالت اکراہ میں اگر کوئی شخص بیوی کو بہن کہدے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ نے ملک جبار کے غلبہ کے خوف سے بی بی سارہ کے بارے میں کہدیا کہ یہ میری بہن ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالی کی رضا کے لئے تھا اس سے کوئی طلاق نہیں ہو گی۔

باب الطلاق فی الاغلاق والمکرہ

ترجمہ۔ طلاق مجبوری کی حالت میں

وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُوْنِ وَاَمْرُهُمَا وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ وَالشِّرْكِ وَغَيْرِهٖ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى وَتَلَا الشَّعْبِيُّ لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا وَمَا لَا يَجُوْزُ مِنْ اِقْرَارِ الْمُوَسْوِسِ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلَّذِيْ اَقَرَّ عَلٰى نَفْسِهٖ اَبِكَ جُنُوْنٌ وَقَالَ عَلِيٌّ بَقَرَ حَمْزَةُ خَوَاصِرَ شَارِفَيَّ فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فَاِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ وَهَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاَبِيْ فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ اَنَّهٗ قَدْ ثَمِلَ فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهٗ وَقَالَ عُثْمَانُ لَيْسَ لِمَجْنُوْنٍ وَلَا لِسَكْرَانَ طَلَاقٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ لَا يَجُوْزُ طَلَاقُ الْمُوَسْوِسِ وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا بَدَءَ بِالطَّلَاقِ فَلَهٗ شَرْطُهٗ قَالَ نَافِعٌ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَاَتَهُ الْبَتَّةَ اِنْ خَرَجَتْ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اِنْ خَرَجَتْ فَقَدْ بُتَّتْ مِنْهُ وَاِنْ لَّمْ تَخْرُجْ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْمَنْ قَالَ اِنْ لَّمْ اَفْعَلْ كَذَا وَكَذَا فَامْرَاَتِيْ طَالِقٌ ثَلَاثًا يُسْاَلُ عَمَّا قَالَ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهٗ حِيْنَ حَلَفَ بِتِلْكَ الْيَمِيْنِ فَاِنْ سَمّٰى اَجَلًا اَرَادَهٗ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهٗ حِيْنَ حَلَفَ جُعِلَ ذٰلِكَ فِيْ دِيْنِهٖ وَاَمَانَتِهٖ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنْ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْكِ نِيَّتُهٗ

نشہ والے اور جنون والے کی اور ان دونوں کے حکم کے بارے میں طلاق میں غلطی کر جانا۔ بھول جانا اس طرح شرک وغیرہ میں غلطی اور نسیان ہو جائے۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے اعمال کا اعتبار نیت پر ہے۔ اور ہر آدمی کے لئے وہ کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ اور امام شعبیؒ نے یہ آیت تلاوت کی اے اللہ! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر جائیں تو ہم پر پکڑ نہ کرنا اور وہ جو وسوسے والے کے اقرار میں سے جائز نہیں ہے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کے لئے فرمایا جس نے اپنے اوپر زنا کا اقرار کیا تھا کہ کیا تجھے جنون ہے۔ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے چچا حضرت حمزہؓ نے ان کی بن رسیدہ اونٹنیوں کی کوکھیں کاٹ لی تھیں۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہؓ کو اس پر ملامت کرنی شروع کی۔ دیکھا تو وہ نشے میں تھے انکی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ پھر حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ تم لوگ تو میرے باپ عبد المطلب کے غلام ہو۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ جان گئے۔ کہ وہ نشہ میں ہیں لھذا آپؐ بھی باہر نکل آئے اور ہم لوگ بھی آپؐ کے ہمراہ باہر نکل آئے۔ اور حضرت عثمان بن عفانؓ کا ارشاد ہے کہ پاگل اور نشہ والے کی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نشہ والے اور مجبور کئے ہوئے انسان کی طلاق جائز نہیں ہے۔ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ وسوسہ کرنے والے کی طلاق بھی جائز نہیں ہے اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ جب ابتداء میں طلاق کا ذکر کیا تو اس کی شرط معتبر ہو گی۔ اور حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو قطعی طلاق دے دی اگر وہ گھر سے باہر نکلی تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر شرط کے مطابق باہر نکلی تو وہ اس

وَطَلَاقُ كُلِّ قَوْمٍ بِلِسَانِهِمْ وَقَالَ قَتَادَةُ إِذَاقَالَ إِذَا حَمَلْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا لِغَشَاهَا عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ مَرَّةً فَإِنِ اسْتَبَانَ حَمْلُهَا فَقَدْ بَانَتْ وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا قَالَ الحقى بِأَهْلِكِ نِيَّتُهُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الطَّلَاقُ عَنْ وَطَرٍ وَالْعِتَاقُ مَاأُرِيْدَ بِهِ وَجْهُ اللهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ إِنْ قَالَ مَاأَنْتِ بِامْرَأَتِي نِيَّتُهُ وَإِنْ نَوى طَلَاقًا فَهُوَ مَانَوى وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلٰثٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَقَالَ عَلِيٌّ كُلُّ الطَّلَاقِ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ ....

خاوند پر مطلقہ ہو جائیگی اگر نہ نکلی تو کچھ نہیں ہو گا اور امام زہریؒ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے کہا اگر میں نے یہ کام نہ کیا تو میری بیوی پر تین طلاق ہے۔ تو جو کچھ اس نے کہا اور جس پر اس کے دل کا جماؤ ہے اس کے متعلق پوچھا جائیگا جبکہ اس نے قسم اٹھائی تھی پس اگر اس نے کچھ مدت مقرر کر لی جبکہ اس نے قسم اٹھائی تھی۔ جس مدت کا اس نے ارادہ کیا اور اس کے دل کا اس پر جماؤ ہوا۔ تو اس کے دین اور امانت کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جائیگا۔ اور ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا اگر کوئی شخص بیوی سے کہے کہ مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہو گا۔ اور ہر قوم کی طلاق ان کی زبان کے اعتبار سے ہو گی۔ حضرت قتادۃؒ نے فرمایا جب کسی شخص نے بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب تو حاملہ ہو گی تو تجھ پر تین طلاق ہیں اور ہر طہر کے وقت اس سے جماع کرتا رہا پس اگر حمل ظاہر ہو گیا تو عورت جدا ہو جائیگی۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا جب کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ اپنے میکے چلی جا تو اس کی نیت کے مطابق حکم لگایا جائیگا۔ اور ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ طلاق ضرورت اور حاجت کے وقت ہونی چاہئے۔ بلا ضرورت طلاق نہ دے اور آزاد کرنے سے غرض اللہ تعالے کی رضامندی ہوتی ہے۔ وہ تو ہر حال مطلوب ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا تو میری بیوی نہیں ہے۔ تو اس کی نیت کا اعتبار ہو گا۔ اگر اس نے اس سے طلاق کی نیت کی تو جو کچھ اس نے ارادہ کیا وہی ہو گا۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ تین آدمی مرفوع القلم ہیں جن سے کوئی مؤاخذہ نہ ہو گا۔ پاگل سے جب تک اسے افاقہ نہ ہو۔ بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو۔ اور نیند کرنے والے سے جبتک وہ بیدار نہ ہو۔ اور حضرت علیؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر طلاق جائز ہے۔ مگر فاطر العقل کی طلاق جائز نہیں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ اذابدء بالطلاق فلہ شرطہ ۷۹۳۔۲۵ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ لفظ طلاق وقوع طلاق کا اس وقت تک سبب نہیں بنتا جبتک کہ اس کی نیت اس کے ساتھ جمع نہ ہو۔ مثلاً کسی شخص نے انت طالق کہا اور اس کی نیت شرط کے ساتھ مقید کرنے کی تھی کہ بعد میں اس نے شرط کو ذکر بھی کر دیا کہ اس نے ان دخلت الدار کہدیا۔ تو عورت پر اس وقت طلاق واقع نہ ہو گی جبتک وہ دار میں داخل نہ ہو۔ پس اگر طلاق محض لفظ طلاق کے ذکر کرنے سے واقع ہو جاتی تو پھر شرط سے مقید کرنے کا

کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ طلاق تو پہلے ذکر ہونے کی وجہ سے واقع ہو چکی حالانکہ اس کی نیت مقید بالشرط کرنے کی تھی۔ اس طرح اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو مطلقہ ہے اگر گھر سے باہر نکلی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے اثر کی ترجمہ سے مناسبت کو عمدہ طور سے بیان فرمایا جس کی طرف کسی شارحؒ نے توجہ نہیں فرمائی۔ اور یہ امام بخاریؒ کے اٹھارہ اصول موضوعہ میں سے ایک کی طرف اشارہ ہے کہ ترجمہ خاص سے عام کا ارادہ کیا جائے۔ چنانچہ شیخ مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ ان شمار کردہ افراد کی طلاق بالکل واقع نہیں ہوگی نہ قضاءً اور نہ ہی دیانۃً کیونکہ نیت نہیں ہے۔ اس طرح احنافؒ کے نزدیک بھی ان کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ مگر اگر قاضی فیصلہ دے دے تو تہمت سے بچنے کے لئے طلاق واقع ہو جائیگی۔ یہ نہیں کہ لفظ طلاق سے طلاق واقع ہوئی۔ قال عطاء سے عطاء بن ابی رباح تابعی مراد ہیں۔ بدء بالطلاق مقصد یہ ہے کہ جس طرح شرط کے پہلے ذکر ہونے سے طلاق معلق ہو جاتی ہے اس طرح شرط کے طلاق کے بعد ذکر ہونے سے بھی معلق ہو جائیگی فی الفور واقع نہیں ہوگی۔ اگر اول آخر شرط کا ذکر نہیں کیا صرف انت طالق کہدیا۔ پھر کہتا ہے کہ میر امنشا شرط ذکر کرنے کا تھا تو تہمت سے بچنے کے لئے دیانۃً قاضی یہی حکم دیگا۔ کہ طلاق واقع ہوگئی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ یسأل عماقال وعقدعلیه قلبه ۲۷-۹۳ جب نفی طلاق کو مطلق رکھے اور ارادہ مدت کا ہے۔ اگر مدت معلومہ کا قصد ہے تو نیت کا اعتبار کرتے ہوئے وہ مدت مراد لی جاسکتی ہے۔ اور اس الطلاق عن وطر کا اس جگہ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بھی نیت کے شرط ہونے پر دال ہے۔ کیونکہ جب طلاق کا حاجۃ پر دار و مدار ہے۔ تو اس کا بھی نیت پر دار و مدار ہوا۔ کیونکہ اگر بغیر نیت کے طلاق واقع ہو تو بلاضرورت طلاق واقع ہوئی اور حضرت علیؓ نے اس کے خلاف کی تصریح فرمائی ہے پھر معلوم رہے کہ ترجمہ میں جسقدر احادیث اور آثار ذکر ہوئے ہیں ان سے امام بخاریؒ کی غرض نیت کا شرط ہونا ثابت کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ یسأل عما قال عن اجل شرطه کہ شرط کی مدت کب تک ہے۔ خلاصہ یہ بتلانا ہے کہ حرف ان شرط کے لئے موضوع ہے۔ جو کسی زمانہ کا مقتضی نہیں ہے۔ کیونکہ جو چیز ضرورت کی بنا پر حاصل ہو۔ وہ نہ تو کسی زمانہ معین سے مقید ہوتی ہے۔ اور نہ ہی جلدی کو تقاضا کرتی ہے۔ اس لئے فعل معلق تراخی پر محمول ہوگا۔ خواہ فعل اثبات ہو یا نفی۔ پس اگر اس نے کوئی وقت قسم میں مقرر نہیں کیا تو تراخی پر محمول ہوگا۔ تاخیر سے حانث نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہر وقت فعل ممکن ہے۔ البتہ اگر کسی زمانہ کی تعیین کر دی ہے۔ لفظ سے یا نیت سے تو پھر اس سے قسم معلق ہو جائیگی۔ یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ ہمیں اور کسی کا خلاف معلوم نہیں ہو سکا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ طلاق مکروہ کے بارے میں علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ واقع ہو گی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مجبور کئے ہوئے مرد کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب شرک طلاق سے بڑا جرم ہے اس کو اللہ تعالے نے مکرہ سے معاف کر دیا تو طلاق

تو اس سے کم درجہ کی ہے۔ وہ کیسے واقع ہو گی۔ اس لئے امام بخاریؒ نے والشرک کو عطف کے ذریعہ ذکر کیا۔ کہ طلاق بھی شرک کی طرح قابل معافی ہے۔ اس طرح غلط۔ نسیان طلاق کے اندر اور شرک وغیرہ پر کوئی حکم لاگو نہیں ہوگا۔ کیونکہ اصل اعتبار نیت کا ہے۔ جس میں اختیار ہوتا ہے۔ سکران۔ مجنون۔ ناسی ۔ مخطی۔ مکرہ میں اختیار مسلوب ہے لھذا حکم بھی غیر مختار پر نافذ نہ ہوگا۔ اغلاق کا معنی اکراہ ہے اس کے بعد مکرہ کا ذکر بطور تفسیر کے ہے۔

حدیث (۴۹۰۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِيْ مَاحَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسُهَا مَالَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَتَكَلَّمْ قَالَ قَتَادَةُ اِذَا طَلَّقَ فِيْ نَفْسِهٖ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میری امت کی ان باتوں کو درگذر اور معاف کر دیا ہے جن سے ان کے دل باتیں کرتے ہیں جبتک کہ عمل نہ کرے یا زبان سے کلام نہ کرے۔ قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے دل میں بیوی کو طلاق دی تو وہ کچھ نہیں ہے اس پر حکم چالو نہ ہوگا۔

حدیث (۴۹۰۲) حَدَّثَنَا اَصْبَغُ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ زَنٰى فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحّٰى لِشِقِّهِ الَّذِيْ اَعْرَضَ فَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَدَعَاهُ فَقَالَ هَلْ بِكَ جُنُوْنٌ هَلْ اَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ يُّرْجَمَ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتّٰى اُدْرِكَ بِالْحَرَّةِ فَقُتِلَ ....

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے زنا کا اقرار کیا۔ آپؐ نے اس سے منہ پھیر لیا پھر وہ اس طرف کو پہنچا جس جانب نے آپؐ نے منہ موڑا تھا اسی جانب الگ ہو گیا۔ اور اس نے چار مرتبہ گواہیاں اپنے نفس کے خلاف دے دیں۔ تو آپؐ نے اس کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ کیا تمھیں جنون تو نہیں تھا۔ کیا تو شادی شدہ ہے۔ اس نے کہا ہاں آپؐ نے اس کو عیدگاہ میں سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب تابڑ توڑ اس پر پتھر برسنے لگے تو وہ جلدی بھاگ کھڑا ہوا جسے مقام حرہ میں پکڑ لیا گیا پس قتل کر دیا گیا۔

حدیث (۴۹۰۳) حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ ...... اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَؓ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ مِّنْ اَسْلَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی حضرت ماعزؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپؐ مسجد میں تھے اور آپ کو پکار کر کہا کہ آخر یہ شخص زنا کر چکا ہے اس سے اسکی اپنی ذات مراد تھی

اِنَّ الْاٰخِرَ قَدْ زَنٰی یَعْنِیْ نَفْسَهٗ فَاَعْرَضَ عنه فَتَنَحّٰی بِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِیْ اَعْرَضَ قِبَلَهٗ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْاٰخِرَ قَدْ زَنٰی فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحّٰی لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِیْ اَعْرَضَ قِبَلَهٗ فَقَالَ ذٰلِكَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحّٰی لَهُ الرَّابِعَةَ فَلَمَّا شَهِدَ عَلٰی نَفْسِهٖ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ بِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ وَكَانَ قَدْ اُحْصِنَ وَعَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ ؓ قَالَ كُنْتُ فِیْمَنْ رَجَمَهٗ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلّٰی بِالْمَدِیْنَةِ فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتّٰی اَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ حَتّٰی مَاتَ .....

پس آپؐ نے اس سے منہ پھیر لیا پس اس نے آپؐ کے چہرہ انور کے اس حصہ کی طرف قصد کیا جس کی طرف آپؐ نے منہ پھیرا تھا کہنے لگا یارسول اللہ! بیشک وہ زنا کر چکا ہے۔ آپؐ نے اس سے منہ پھیر لیا اس نے آپؐ کے چہرہ انور کی اس جانب کا قصد کیا جس کی طرف آپؐ نے منہ پھیرا تھا پھر بھی اس نے یہی کچھ کہا۔ پس آپؐ نے رخ پھیر لیا تو اس نے چوتھی مرتبہ آپؐ کا قصد کیا۔ جب وہ اپنی ذات پر چار مرتبہ گواہی دے چکا تو آپؐ نے اسے بلایا پس پوچھا کہ تمھیں جنون ہے۔ اس نے جواب میں کہا نہیں۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اور سنگسار کر دو اور وہ شادی شدہ تھا۔ امام زہری سے مروی ہے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے سنا تھا جو فرماتے تھے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت ماعز اسلمیؓ کو سنگسار کیا۔ ہم نے اسے مدینہ کی عیدگاہ میں سنگسار کیا۔ جب اس پر تابڑ توڑ پتھر پڑنے لگے تو وہ سرپٹ بھاگا۔ یہاں تک کہ اسے حرہ کی سرخ پتھروں والی زمین میں ہم نے پکڑ لیا۔ پس اسے اسقدر پتھر مارے کہ وہ بیچارا مر گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ میں طلاق کے مختلف اقسام جمع فرمائے ہیں۔ جن کا دارومدار نیۃ پر ہے۔ شیخ مکیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ اغلاق مشترک ہے۔ کبھی یہ اکراہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور کبھی بیہوشی کے معنی میں آتا ہے۔ خواہ وہ نشہ کی وجہ کی سے ہو یا بہت پٹائی کی صورت میں ہو۔ یا کوئی آسمانی آفت اس کا سبب ہو۔ بہر حال اغلاق بے ہوشی کی صورت میں علماء احنافؒ کے نزدیک بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ البتہ اگر نشہ کسی حرام چیز کی وجہ سے ہے تو ردک پیدا کرنے کے لئے طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور قولہ الکرہ اگر زبردستی کرنے سے اس کی عقل چلی جائے تو بھی ہمارے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی۔ قولہ لقول النبی ﷺ سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ ان لوگوں کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ نہ قضاءً اور نہ دیانۃً کیونکہ ان لوگوں کی نیت طلاق دینے کی نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا اختیار سلب ہے۔ اس طرح غلطی اور بھول چوک کی صورت میں شرک متحقق نہیں ہوگا۔ کیونکہ نیت نہیں ہے۔ اور اقرار الموسوس سے مجنون کا طلاق کا اقرار کرنا مراد ہے۔ قال علیؓ سے غرض یہ ہے کہ نشہ والے کا شرک بھی معتبر نہیں کیونکہ حضرت حمزہؓ نے نشہ کی حالت میں

ہل انتم الا عبد لابی کلمہ شرک کہا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور قول نافع ؒ سے حضرت عتبہ بن عامر کے قول کی دلیل بیان کی ہے کیونکہ نافع ؒ نے ان خرجت شرط کو مؤخر کر دیا اور قولہ یسئل عما قال کہ اس کی شرط کی مدت دریافت کی جائیگی۔ کہ وہ کبتک ہے۔
حافظ ؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کئی احکام پر مشتمل ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ طلاق وغیرہ کے حکم کا دارومدار عاقل مختار جان بوجھ کر کہنے والا اور یاد رکھنے والے پر ہے۔ غیر عاقل غیر مختار کی نیت نہیں ہوتی۔ جو کچھ وہ کہتا ہے یا کرتا ہے۔ اسی طرح غلطی کرنے والا بھولنے والا اور جس کو کسی کام پر مجبور کیا جائے۔ انکی نیت نہیں ہوتی۔ لھذا حکم نہ ہوگا۔ اور اغلاق کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ کوئی عمل حالت غضب میں کیا جائے تو اس کا بھی اعتبار نہیں ہے۔ حالانکہ طلاق تو حالت غضب میں دی جاتی ہے۔ تو مقصد یہ ہوگا۔ کہ طلاق بدعی نہ دی جائے۔ تو نفی فعل سے ہوئی حکم سے نہ ہوگی۔ چنانچہ علامہ عینی ؒ فرماتے ہیں کہ حالت غضب کی طلاق واقع ہوگی۔ بعض حنابلہ کا قول ہے کہ واقع نہیں ہوگی۔ لیکن میری تحقیق یہ ہے کہ حنابلہ کے نزدیک حالت غضب میں کنایات سے بھی طلاق واقع ہوگی۔ چہ جائیکہ صریح الفاظ ہوں۔ چنانچہ نیل المآرب میں ہے کہ حالت خصومۃ اور غضب میں طلاق کے لئے نیت شرط نہیں ہے۔ اور ابن القیم حنبلی ؒ نے طلاق حالت غضب کی تین اقسام بیان کی ہیں۔ اور اس پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ طلاق مکرہ کے بارے میں ابراھیم نخعی ؒ تو فرماتے ہیں کہ طلاق واقع ہو جائیگی۔ امام شعبی ؒ نے نصوص اور سلطان کی تفریق کی ہے۔ سلطان کے اکراہ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ نصوص کے اکراہ سے واقع ہوگی جمہور کا قول یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ سکران اور مجنون میں یہ فرق ہے کہ نشہ والے کی عقل نشہ کی وجہ سے چلی جاتی ہے۔ اور مجنون کی عقل بے نشہ کے فاتر العقل ہوتا ہے۔ طلاق ناسیا میں سلف کا اختلاف ہے۔ حضرت حسن بصری ؒ اس کو عمد کی طرح سمجھتے ہیں۔ جمہور اسے مؤثر نہیں سمجھتے۔ طلاق مخطی کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور کا کہنا ہے کہ خطأ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ احناف ؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سبقت لسانی سے طلاق کہدی تو وہ واقع ہوگی۔ پھر اس کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ فیض الباری میں نسیان کی یہ صورت بیان کی ہے۔ کہ اگر میں نے تجھے فلاں کے گھر جانے کی اجازت دی تو تو مطلقہ ہے۔ پھر بھول کر اجازت دے دی۔ مزاحیہ طور پر طلاق دینے والے کے بارے میں ملا علی قاری ؒ نے اجماع نقل کیا ہے۔ کہ طلاق ھازل واقع ہو جائیگی۔

اقرار الموسوس وسوسہ حدیث النفس ہے جس پر مؤاخذہ نہیں ہے۔ جمہور کا یہی قول ہے۔ البتہ ابن سیرین ابن شھاب وقوع طلاق کے قائل ہیں۔ لمغنی میں ہے الطلاق لایقع الا بلفظ مالم تعمل عملیات میں اور مالم تتکلم قولیات میں اور کلام سے کلام لسان مراد ہے۔ اور طلاق نفس مؤثر نہیں ہوگی۔ بعد ازاں امام بخاری ؒ نے الفاظ کنایات ذکر فرمائے ہیں/ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ الفاظ صریح نیت کے محتاج نہیں ہیں۔ البتہ کنایات نیۃ اور دلالۃ حال کے محتاج ہیں۔ لیکن الفاظ صریح اور کنایات کی تعیین میں اختلاف ہے۔

وطلاق کل قوم بلسانہم جیسے عربی کی طلاق جائز ہے۔ اس طرح عجمی کی طلاق اپنی زبان میں جائز ہے۔ اس میں بھی الفاظ صریحہ نیت کے محتاج نہیں ہیں۔ کنایات نیت کے محتاج ہیں۔ قال علی الم تعلم ...... اس سے خطاب حضرت عمر بن الخطاب ؓ کو ہے۔ جن کے پاس ایک مجنونہ کو لایا گیا جس نے زنا کیا اور حاملہ ہو گئی تھی۔ حضرت عمر ؓ اسے رجم کرنا چاہتے تھے جس پر حضرت علی ؓ نے ان کو یہ حدیث سنائی۔

چنانچہ ہدایہ میں بھی ہے لایقطع طلاق الصبی والمجنون والنائم وجہ یہ ہے کہ اہلیت عقل ممیز سے ہوتی ہے۔ جوان دو میں مفقود ہے اور قائم عدیم الاختیار ہے۔ فلماشهد علی نفسه حدیث سے واضح ہوا کہ زنا میں تکرار اقرار ضروری ہے۔ البتہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک مرتبہ اقرار کرلیا اس پر بھی حد واجب ہوگی کیونکہ حدیث میں ہے اغد یاانیس علی امرأة هذافان اعترفت فارجمها ترجمہ کہ اے انیس! صبح کو اس کی عورت کے پاس جاؤ اگر وہ زنا کا اقرار کرلے تو اسے رجم کردو اس میں عدد کو شرط نہیں قرار دیا۔

بابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقُ فِيْهِ

ترجمہ۔ مال لیکر عورت کو طلاق دینا اور اس میں طلاق کیسے ہوگی۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَايَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَأْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلٰى قَوْلِهِ الظّٰلِمُوْنَ وَاَجَازَ عُمَرُ الْخُلْعَ دُوْنَ السُّلْطَانِ وَاَجَازَ عُثْمَانُ الْخُلْعَ دُوْنَ عِقَاصِ رَأْسِهَا وَقَالَ طَاؤُسٌ اِلَّا اَنْ يَخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فِيْمَا افْتُرِضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى صَاحِبِهِ فِى الْعِشْرَةِ وَالصُّحْبَةِ وَلَمْ يَقُلْ قَوْلَ السُّفَهَاءِ لَايَحِلُّ حَتّٰى تَقُوْلَ لَا اَغْتَسِلُ لَكَ مِنْ جَنَابَتِهِ .....

ترجمہ۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے جو کچھ تم نے عورتوں کو مہر وغیرہ دیا ہے اس میں سے لینا تمھارے لئے حلال نہیں ہے ظالمون تک۔ حضرت عمرؓ نے بغیر اجازت قاضی کے بھی خلع کو جائز کہا ہے۔ اور حضرت عثمانؓ نے ہر قسم کے مال سے خلع کی اجازت دی۔ سوائے عورت کے سر کے بالوں کے۔ وہ خلع میں نہ لئے جائیں۔ اور طاؤسؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ترجمہ اگر تمھیں خدشہ ہو کہ خاوند بیوی حدود کو قائم نہیں رکھ سکینگے۔ یعنی جو اللہ تعالے نے ہر ایک کے لئے گذران اور صحبت کے بارے میں حقوق مقرر کئے ہیں ان میں کمی کا خطرہ ہو تو خلع کرلی جائے۔ اور بعض بے وقوفوں کے قول کی طرح نہیں کہا کہ خلع جائز نہیں جبتک کہ عورت یہ نہ کہے کہ میں تیرے سے غسل جنابۃ یعنی جماع نہیں کراؤنگی۔ مطلب یہ ہے کہ وطی سے روک دے۔

حدیث (۴۹۰۴) حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ جَمِيْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَمْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِىَّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا اَعْتُبُ عَلَيْهِ فِىْ خُلُقٍ وَلَادِيْنٍ وَلٰكِنِّىْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِى الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَقْبَلْ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی جمیلہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی یارسول اللہ! میں حضرت ثابت بن قیسؓ کی کسی بد خلقی یا دینی نقصان پر ناراض نہیں ہوں۔ لیکن مجھے طبعی کراہت ہے۔ اس لئے اسلام کے مقتضیات میں منافی اسلام یعنی کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کا وہ باغ واپس کردیگی جو اس نے

الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً .....

تم کو دیا تھا اس نے کہا ہاں! تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت سے فرمایا کہ اپنا باغ قبول کرلو۔ اور اسے ایک طلاق دے دو

حديث (٤٩٠٥) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ ...... عَنْ خَالِدٍ حَذَّاءٍ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ اُخْتَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ بِهٰذَا وَقَالَ تُرَدِّيْنَ حَدِيْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ فَرَدَّتْهَا وَاَمَرَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا وَقَا لَ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلِّقْهَا وَعَنْ اَبِيْ تَمِيْمَةَ...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ جَاءَ تِ امْرَاَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَا اَعْتِبُ عَلٰى ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ فِيْ دِيْنٍ وَلَا خُلُقٍ وَلٰكِنِّيْ لَا اُطِيْقُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ ......

ترجمہ۔ عکرمہؓ کی روایت میں عبداللہ بن ابی کی بہن کا ذکر ہے۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تو اس کا باغ واپس کر دیگی اس نے جواباً کہا ہاں! پس اس نے باغ واپس کر دیا اور آپؐ نے انکو حکم دیا کہ اس کو طلاق دے دو۔ اور ابراہیمؒ کی سند میں روایت مرسل ہے۔ جس میں طلقھا کے الفاظ ہیں اور عکرمہ کی ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ثابت بن قیسؓ کی بیوی جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا یارسول اللہ! میں ثابت کے دین میں کوئی ناراضگی ظاہر نہیں کرتی اور نہ ہی اسکے خلق کا گلہ کرتی ہوں لیکن میں اس کے ساتھ نباہ کی طاقت نہیں رکھتی۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کا باغ واپس کر دیگی۔ اس نے کہا ہاں واپس کر دونگی۔

حديث (٤٩٠٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ تِ امْرَاَةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْ لَ اللّٰهِ مَا اَنْقِمُ عَلٰى ثَابِتٍ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَلَا خُلُقٍ اِلَّا اَنِّيْ اَخَافُ الْكُفْرَ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ فَقَالَتْ نَعَمْ فَرَدَّتْ عَلَيْهِ وَاَمَرَهٗ فَفَارَقَهَا ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماسؓ کی بیوی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی یارسول اللہ! میں حضرت ثابتؓ کے کسی دین عمل کو نشانہ نہیں بناتی اور نہ ہی اس کے کسی خلق کو ناپسند کرتی ہوں مگر یہ کہ مجھے کفر کا خطرہ ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اسے اس کا باغ واپس کر دیگی اس نے جواباً کہا ہاں! پس اس نے باغ واپس کر دیا۔ اور آپؐ نے انہیں حکم دیا پس انہوں نے بیوی کو اپنے سے جدا کر دیا۔ حدثنا سلیمان اس سند میں اس عورت کا نام جمیلہ ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ لکنی اکرہ الکفر فی الاسلام ۷۹۴۔ ۲۴ یعنی میں اسے طبعاً پسند نہیں کرتی کیونکہ وہ چھوٹے قد کے بد صورت ہیں جس سے اختلاف اور نفاق کا خطرہ ہے۔ اور یہ مقتضی اسلام کے خلاف ہے کہ عورت ایسے خاوند کے ساتھ نباہ کرے

جس کو وہ پسند نہیں کرتی۔ اس سے اور مفاسد کے کھڑے ہونے کا بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ طبعی کراہت اسلئے تھی یا تو وہ اس کو مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔ یا اس کی بد صورتی کی وجہ سے کراہت تھی۔ جس سے اسے خدشہ تھا کہ کہیں تقاضائے اسلام کے خلاف کوئی بات سرزد نہ ہو جائے۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے اذا دخل علی لبصقت فی وجھہ کہ جب وہ آئے تو اس کے منہ پر تھوک دوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ یا حضرت! میری خوبصورتی بھی دیکھئے۔ اور اس کی بد صورتی بھی ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ یہ پہلا خلع ہے جو اسلام میں واقع ہوا اکرہ الکفر سے یا تو حقیقی کفر مراد ہے کہ کہیں میں سخت بغض میں مبتلا نہ ہو جاؤں یا کفر سے کفران عشیر مراد ہو کہ حقوق زوجیت ادا کرنے میں کوتاہی ہو گی۔ یا لوازم کفر۔ دشمنی خصومۃ اور شقاق مراد ہو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اقبل الحدیقۃ وطلقھا اس قول سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ خلع سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگر ایسا ہوتا تو طلاق کے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق علے مال کی صورت میں طلاق کے لفظ ذکر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کہ اگر یہ طلاق خلع ہے تو پھر خلع کا ذکر بھی ضروری ہوتا لیکن جب خلع اور طلاق علے المال ایک حکم میں ہیں۔ تو کسی دوسری علۃ یا دلیل لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں ہے۔ کیونکہ یہی روایت دلیل کافی ہے۔ پس اگر خلع فسخ ہوتا جیسا کہ شوافعؒ فرماتے ہیں تو طلاق کا واقع کرانا ممکن نہ ہوتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خلع کا لفظ جب طلاق کے ذکر سے الگ ہو۔ تو اس میں علماء کی تین رائیں ہیں۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں ہے۔ دوسرا قول امام شافعیؒ کا قدیم یہ ہے کہ یہ خلع فسخ ہے طلاق نہیں ہے۔ یہی امام احمدؒ کا مشہور مذہب ہے۔ اور تیسرا قول امام شافعیؒ کا جدید یہ ہے کہ جب خلع کے لفظ سے طلاق کی نیت نہ ہو تو بالکل ان میں جدائی واقع نہیں ہو گی۔ کتاب ام میں اس کی تصریح ہے۔ اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ خلع سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ اور یہی اصحاب الرائی کا مسلک ہے۔ وکان خلعا لکان لفظہ مذکوراً۔ در مختار میں ہے کہ خلع ملک نکاح کو خلع کے لفظ یا اس کے ہم معنی الفاظ سے زائل کرنے کا نام ہے۔ اور الفاظ خلع تین قسم ہیں۔ صریح اور کنایہ۔ صریح الفاظ تین ہیں۔ خالعتک۔ فادیتک۔ فسخت نکاحک۔ اور باراً۔ ابرائتک وابنتک کنایا ہیں۔ فی حکم واحد...... دو جز میں ہے الخلع طلاق لیس بفسخ۔ اور ہدایہ میں ہے کہ خلع ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی جس پر شوہر کو مال ادا کرنا لازمی ہو گا۔ اور حنابلہ کے نزدیک خلع سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ بلکہ یہ فسخ ہے بشرطیکہ طلاق کی نیت نہ ہو۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ انی اخاف الکفر ۷۹۵-٦ کفر سے خاوند کی نافرمانی مراد ہے۔ اور ہر طرح کی ناراضگی خواہ وہ تھوڑی ہو یا بہت ہو۔ اور حقیقی کفر بھی مراد ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔ طلقھا کے لفظ سے استدلال ہے کہ خلع سے طلاق نہیں ہوتی۔ مگر حدیث باب نفیاً یا اثباتاً کسی امر پر دلالت نہیں کرتی۔ اختلاف تو اس میں ہے کہ لفظ خلع یا اس کے ہم معنی الفاظ کا کیا حکم ہے۔

کہ خلع طلاق ہے یا فسخ ہے۔ اس میں لفظ طلاق سے کوئی بحث نہیں۔ اور اس میں یہ بھی تصریح نہیں کہ آیا خلع قبل الطلاق ہوگی یا بعد الطلاق ہوگی۔ واللہ اعلم

بَاب الشِّقَاقُ وَهَلْ يُشِيْرُ بِالْخُلْعِ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ وَقَوْلِهِ تَعَالٰى وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا۔

ترجمہ۔ زوجین میں مخالفت کا ہو جانا کیا حکم نقصان کے وقت خلع کا مشورہ دے سکتا ہے۔ ترجمہ آیت اگر تمھیں زوجین کے درمیان مخالفت کا خطرہ ہو تو ایک نمائندہ خاوند کے قبیلہ سے اور دوسرا بیوی کے قبیلہ سے بھیجا جائے۔ اگر اصلاح مقصود ہو تو اللہ تعالیٰ توفیق دے دیں گے۔

حدیث (۴۹۰۷) حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْد ...... عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ بَنِي الْمُغِيْرَةِ اسْتَأْذَنُوْا فِيْ اَنْ يَنْكِحَ عَلِيٌّ ابْنَتَهُمْ فَلَا اٰذَنُ ....

ترجمہ۔ مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ بنو مغیرہ مجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی نکاح حضرت علیؓ سے کر دیں۔ پس میں تو اجازت نہیں دونگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ان بنی المغيرة ۷۹۵ پہلے گذر چکا ہے کہ بنو ھشام کہتے ہیں اور کتاب الجہاد میں آیا کہ وہ ابو جہل کی بیٹی تھی تو ان میں منافات نہیں کیونکہ ابو جہل عمرو بن ھشام بن مغیرہ ہے۔ تو تینوں روایات میں مطابقت ہو گئی اب حدیث کا ترجمۃ الباب سے مناسبۃ اس طرح ہے کہ اگر چہ حضرت فاطمہ الزہراءؓ نے مقدمہ پیش نہیں کیا لیکن دوسرے نکاح کی صورت میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اختلاف متوقع تھا۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو نکاح کرنے سے روک کر اس شقاق کو اشارہ سے دفع فرمادیا تو اس طرح مناسبت باب عمدہ ثابت ہوئی۔

بَاب لَايَكُوْنُ بَيْعُ الْاَمَةِ طَلَاقًا

ترجمہ۔ باندی کو بیچ دینا طلاق شمار نہیں ہوگا

حدیث (۴۹۰۸) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ... عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ فِيْ بُرَيْرَةَ ثَلٰثُ سُنَنٍ اِحْدَى السُّنَنِ اَنَّهَا اُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِيْ زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہؓ کے بارے میں تین احکام ثابت ہوتے ہیں ایک حکم تو یہ ہے کہ جب وہ آزاد ہوئی تو اسے اپنے خاوند کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ دوسرے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْبُرْمَةُ تَفُوْرُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ خُبْزٌ وَّاُدْمٌ مِّنْ اُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ اَلَمْ اَرَ بُرْمَةً فِيْهَا لَحْمٌ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بُرَيْرَةَ ؓ اَنْتَ لَا تَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا هَدِيَّةٌ ....

ولاء اسی کا ہوگا۔ جس نے اسے آزاد کیا۔ تیسرا یہ کہ آپ رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو ہنڈیا میں گوشت کا پانی جوش مار رہا تھا۔ تو آپؐ کے سامنے روٹی اور گھر کے سالن میں سے سالن پیش کیا گیا جس پر آپؐ نے فرمایا کیا میں نے ہنڈیا نہیں دیکھی تھی جس میں گوشت پک رہا تھا۔ انہوں نے بتلایا کہ ہاں کیوں نہیں۔ لیکن وہ تو ایسا گوشت تھا جس کو حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا گیا تھا۔ اور آپؐ مالی صدقہ کھایا نہیں کرتے آپؐ نے فرمایا اس پر صدقہ تھا اور ہمارے لئے ہدیہ ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ سلفؒ کا اختلاف ہے۔ کہ آیا باندی کی بیع طلاق شمار ہوگی۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ بیع الامۃ طلاق نہیں ہے۔ ابن المسیبؒ اور حسن بصریؒ کے نزدیک طلاق شمار ہوگی۔ جمہور کی حجت حدیث باب ہے کہ جب حضرت بریرہؓ آزاد ہوئی تو اسے خاوند مغیثؓ کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ اگر محض بیع سے طلاق واقع ہوتی تو پھر اختیار دینے کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ اور ترجمہ الباب سے مناسبت اس طرح ہے کہ جب عتق طلاق نہیں تو بیع بطریق اولیٰ طلاق نہیں ہوگی ورنہ آنحضرت ﷺ ان کو اختیار نہ دیتے

باب خِيَارِ الْاَمَةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

ترجمہ۔ جو باندی کسی غلام کے نکاح میں ہو تو آیا اسے آزادی کے وقت اختیار ہے۔

حدیث (۴۹۰۹) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ ......
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ رَاَيْتُهٗ عَبْدًا يَعْنِىْ زَوْجَ بُرَيْرَةَ ؓ.

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں انہیں یعنی حضرت بریرہؓ کے خاوند کو غلام سمجھتا ہوں۔

حدیث (۴۹۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى ......
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ ذَاكَ مُغِيْثٌ عَبْدُ بَنِىْ فُلَانٍ يَعْنِىْ زَوْجَ بُرَيْرَةَ ؓ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتْبَعُهَا فِىْ سِكَكِ المدينة يبكى عليها ......

ترجمہ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ مغیث فلاں قبیلہ کے غلام تھے یعنی حضرت بریرہؓ کے خاوند گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں حضرت بریرہؓ کے پیچھے لگے رہتے اور ان پر روتے تھے۔

حدیث (۴۹۱۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ؒ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ كَانَ زَوْجُ بُرَيْرَةَ ؓ عَبْدًا اَسْوَدَ

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت بریرہؓ کے خاوند کالے حبشی غلام تھے۔ جنہیں مغیثؓ

يُقَالُ لَهٗ مُغِيْثٌ عَبْدًا لِبَنِيْ فُلَانٍ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَطُوْفُ وَرَائَهَا فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ ....

کہا جاتا تھا جو بنو مغیرہ کے غلام تھے گویا میں ابھی انکو دیکھ رہا ہوں کہ وہ مدینہ کے راستوں میں حضرت بریرہؓ کے پیچھے گھومتے پھرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جب باندی آزاد ہو اور اس کا خاوند عبد ہو تو اسے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ اگر خاوند آزاد ہو تو پھر اختیار نہیں ہے جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خاوند کے حر ہونے کی صورت میں بھی اسے فسخ کا اختیار حاصل ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ جو صاحب واقعہ ہیں انکی روایت ہے کہ حضرت بریرہؓ کا خاوند آزاد تھا۔ تو روایات مختلفہ ہو گئیں۔ تو حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ ہو گا کہ پہلے غلام تھے بعد میں آزاد ہو گئے۔ اس میں روایات جمع ہو جائینگی۔ حضرت ابن عباسؓ کو انکے آزاد ہونے کی اطلاع نہ ہو سکی ہو۔ اور ترمذی میں حضرت اسود سے روایت ہے کہ کان زوج بریرۃؓ اور امام ترمذیؒ نے فرمایا ھذا حدیث حسن صحیح۔

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ زَوْجِ بُرَيْرَةَ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا بریرہؓ کے خاوند کے بارے میں سفارش کرنا۔

حدیث (۴۹۱۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ زَوْجَ بُرَيْرَةَؓ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهٗ مُغِيْثٌؓ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا يَبْكِيْ وَ دُمُوْعُهٗ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبَّاسٍؓ يَا عَبَّاسُؓ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍؓ بُرَيْرَةَؓ وَمِنْ بُغْضِ بُرَيْرَةَؓ مُغِيْثًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ رَاجَعْتِيْهِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَاْمُرُنِيْ قَالَ اِنَّمَا اَنَا اَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت بریرہؓ کا خاوند غلام تھا جسے مغیثؓ کہہ کر پکارا جاتا تھا گویا کہ میں ابھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ ان کے پیچھے گھومتے ہوئے رو رہے ہیں۔ جن کے آنسو انکی داڑھی پر بہہ رہے ہیں۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس! کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ حضرت مغیث حضرت بریرہؓ سے کس قدر محبت کرتے ہیں اور حضرت بریرہؓ ان سے کس قدر بغض رکھتی ہے پس جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کاش تو اسکے پاس واپس لوٹ جاتی۔ جس پر حضرت بریرہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! کیا آپؐ مجھے حکم دے رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں سفارش کر رہا ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ انما انا اشفع ۷۹۵۔۲۶ حضرت بریرہؓ نے آنحضرت ﷺ کی سفارش اور امر استحبابی پر اسلئے عمل نہ کیا کہ کہیں وہ حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں خاوند کی نافرمانی ہو یا اس کی ناشکری ہو۔ خواہ ہر معاملہ میں انکی حقارت کرنا ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اتأمرنی او بمراجعة وجوباً یعنی وجوبی امر ہے یا استحبابی ہے۔ توجواباً کہا کہ مجھے نہ کوئی غرض ہے اور نہ ہی ان سے رجوع کرنے میں میری کوئی بھلائی ہے۔ تواس سے عدم قبول شفاعت کا عذر بیان کر دیا۔ تواس سے معلوم ہوا کہ حضرت بریرہؓ نے امر النبیؐ اور شفاعت النبیؐ میں فرق بتلادیا اور انہیں یہ بھی علم تھا کہ امر وجوب کیلئے ہوتا ہے شفاعت قبول کرنا واجب نہیں ہے۔

حدیث (۴۹۱۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ ابْنُ رَجَاءٍ عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ عَائِشَةَ اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِیْ بُرَیْرَةَ فَاَبٰی مَوَالِیْهَا اِلَّا اَنْ یَشْتَرِطُوْا لَوَ لَاءَ فَذَکَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اشْتَرِیْهَا وَاَعْتِقِیْهَا فَاِنَّمَا الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ وَاُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِلَحْمٍ فَقِیْلَ اِنَّ هٰذَا مِمَّا تُصَدِّقُ بِهٖ عَلٰی بُرَیْرَةَ فَقَالَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِیَّةٌ

ترجمہ۔ حضرت اسود سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کو خریدنے کا ارادہ کیا توان کے آقاؤں نے برابر انکار کیا۔ وہ ولاء کی اپنے لئے شرط لگاتے تھے پس اس کا جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا گیا پس تو آپؐ نے فرمایا تم اس کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو ولاء اسی کا ہوگا جو آزاد کرے اور جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے گوشت لایا گیا جس کے بارے میں آپؐ سے کہا گیا کہ یہ تو حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا گیا ہے آپؐ نے فرمایا وہ گوشت اس کے لئے صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے

حدیث (۴۹۱۴) حَدَّثَنَا اٰدَمُ ...... قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةَ وَزَادَ فَخُیِّرَتْ مِنْ زَوْجِهَا ......

ترجمہ۔ کہ شعبہ نے یہ الفاظ زائد کئے کہ اسے اپنے خاوند سے فسخ نکاح کا اختیار دیا گیا۔

باب قَوْلِ اللهِ تَعَالٰی وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ۔

ترجمہ۔ مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو جبتک وہ ایمان نہ لے آئیں البتہ مومن باندی مشرکہ سے بہتر ہے۔ اگرچہ وہ تمھیں پسند آجائیں

حدیث (۴۹۱۵) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ کَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ نِکَاحِ النَّصْرَانِیَّةِ وَالْیَهُوْدِیَّةِ قَالَ اِنَّ اللهَ حَرَّمَ الْمُشْرِکَاتِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا اَعْلَمُ مِنَ الْاِشْرَاكِ شَیْئًا اَکْبَرَ مِنْ اَنْ تَقُوْلَ الْمَرْاَةُ رَبُّهَا عِیْسٰی وَهُوَ عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِ اللهِ۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے جس وقت نصرانی اور یہودی عورت کے نکاح کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ فرماتے کہ اللہ تعالے نے مومنین پر مشرک عورتوں کو حرام کیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑا کوئی شرک ہو کہ عورت یہ کہے کہ اس کا رب عیسیٰؑ ہے حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ ولااعلم من الاشراك شيئا ۷۹۶ ۔۵ مشہور یہ ہے کہ ابن عمرؓ کا مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک کتابیات سے نکاح بلکل جائز نہیں ہے۔ اور یہی ظاہر ہے جو یہاں مذکور ہوا البتہ ایسی بتاویل ممکن ہے جس سے ان کی رائے جمہور کے موافق ہو جائے تو اب مخالفت جمہور نہیں ہوگی۔ اگر چہ اس کو کسی نے علماء میں سے نقل کیا وہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ انہوں نے اس جگہ اپنا فتوی بیان نہیں کیا۔ کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے۔ البتہ اس سے ان کی مراد مسلمان کو عار دلانا ہے کہ وہ ایسی عورت سے نکاح کر رہا ہے جو مشرکہ ہے۔ توان کا منشا یہ ہے کہ خاوند بیوی کی عادات میں کب اتفاق ہوگا۔ اور ان میں الفت و محبت کیسے حاصل ہو گی۔ تو لااعلم من الاشراک شیئا کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر چہ وہ کتابیات سے نکاح کرنے کو حرام نہیں کہتے مگر مشرکات سے نکاح کرنے کو حرام سمجھتے ہیں اب اہل کتاب کے شرک سے بڑا شرک اور کیا ہو گا کہ وہ عیسیٰ کو اپنا رب کہتے ہیں۔ پس لائق یہ ہے کہ ان کے ساتھ مشرکوں والا معاملہ کیا جائے کہ انکی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ علامہ جصاصؒ فرماتے ہیں کہ سلف فقہاء میں کوئی اختلاف نہیں کہ اہل کتاب کی حرہ عورتوں سے نکاح جائز ہے جبکہ وہ ذمیہ ہوں۔ مگر ابن عمرؓ اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ نیز! علامہ جصاصؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ کتابیات کے نکاح میں اور وجہ سے بھی اختلاف ہے۔ کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب حربی کی عورتوں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ لیکن دیگر صحابہ کرامؓ حربیات اور ذمیات میں فرق نہیں کرتے۔ ابن الھمامؒ نے فرمایا ہے کہ کتابیہ حربیہ سے نکاح کرنا اجماعاً مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ کیونکہ اس سے دارالحرب میں بیوی کے ساتھ قیام کرنا ہو گا۔ پھر اولاد اہل کفر کے اخلاق اختیار کر لیگی۔ اس طرح کے دوسرے مفاسد کتب میں بیان کئے گئے ہیں۔ عینی شرح بخاری میں ہے کہ اہل علم کے نزدیک کتابیات سے نکاح کرنا حلال ہے۔ جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ ابن عمرؓ اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ بہر حال ائمہ اربعہ کے نزدیک کتابیہ حرہ سے نکاح حلال ہے۔ حتی يتفقان یعنی ان دونوں میں عادات و خصائص میں اتفاق ممکن نہیں۔ یہ توجیہ کلام ابن عمرؓ کی شیخ گنگوہیؒ نے عمدہ فرمائی ہے۔ تاکہ جمہور سے موافقت ہو جائے۔ صحابہ کرام سے کسی طرف شذوذ کی نسبت نہ ہو گی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بعض سلف نے مشرکات سے بت پرست اور مجوسی عورتیں مراد لی ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو اس باب میں لاکر اشارہ کیا ہے کہ مشرکات میں سے اہل کتاب مستثنی ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نصاری عورتوں سے نکاح کیا ہے۔ اور سورۂ مائدہ میں ہے والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب امام بخاریؒ نے مسئلہ کا حکم ثابت نہیں کیا کیونکہ آیت میں تاویل کا احتمال ہے۔

بَاب نِكَاحِ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكَاتِ وَعِدَّتِهِنَّ ـ

ترجمہ۔ مشرک عورتوں سے جو مسلمان ہو جائے اس سے نکاح کا کیا حکم ہے اور انکی عدت کیا ہو گی

حدیث (۴۹۱۶) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ الْمُشْرِكُونَ عَلٰى مَنْزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُؤْمِنِينَ كَانُوا مُشْرِكِي أَهْلِ حَرْبٍ يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُونَهُ وَمُشْرِكِي أَهْلِ عَهْدٍ لَا يُقَاتِلُهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَهُ وَكَانَ إِذَا هَاجَرَتِ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ لَمْ تُخْطَبْ حَتّٰى تَحِيضَ وَتَطْهُرَ فَإِذَا طَهُرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ فَإِنْ هَاجَرَ زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَنْكِحَ رُدَّتْ إِلَيْهِ وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَمَةٌ فَهُمَا حُرَّانِ وَلَهُمَا مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ لِلْمُشْرِكِينَ أَهْلِ الْعَهْدِ لَمْ يُرَدُّوا وَرُدَّتْ أَثْمَانُهُمْ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَتْ قَرِيبَةُ بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَكَانَتْ أُمُّ الْحَكَمِ ابْنَةُ أَبِي سُفْيَانَ تَحْتَ عِيَاضِ بْنِ غَنْمٍ الْفِهْرِيِّ فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ الثَّقَفِيُّ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مشرکین جناب نبی اکرم ﷺ اور مؤمنین کے نزدیک دو قسم کے تھے کچھ مشرک تو اہل حرب تھے کہ آپ ان سے جنگ کرتے تھے وہ آپؐ سے لڑائی مول لیتے تھے۔ اور دوسرے معاہدے کرنے والے مشرک تھے جن سے نہ آپؐ لڑتے اور نہ ہی وہ آپؐ سے لڑتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت ہجرت کر کے آتی تھی تو اس سے خطبہ نہیں کیا جاتا تھا جب تک اسے ایک حیض نہ آجائے اور وہ اس سے پاک ہو جائے۔ جب وہ پاک وصاف ہو جاتی تھی تو اس سے نکاح کرنا حلال ہو جاتا تھا اگر اس کے نکاح کرنے سے پہلے اس کا خاوند مسلمان ہو جاتا تو وہ عورت اسے واپس کر دی جاتی اگر اہل حرب مشرکین کا کوئی غلام یا باندی بھاگ آتا تو وہ آزاد سمجھا جاتا اور دوسرے آزاد مہاجرین کے برابر ہوتا اگر ذمی معاہدہ والے مشرکوں میں سے کوئی غلام یا باندی ہجرت کر کے آتے تو ان کو واپس نہیں کیا جاتا تھا البتہ انکی قیمت واپس کر دی جاتی تھی اور حضرت عطاءؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قریبہ بنت ابی امیہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے نکاح میں تھی جس کو انہوں نے طلاق دے دی اور اس مشرکہ سے

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے نکاح کر لیا جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور ام الحکم ابو سفیان کی بیٹی جو حضرت عیاض بن غنم فھری کے نکاح میں تھی انہوں نے اس کو طلاق دے دی تو اس سے عبداللہ بن عثمان ثقفی نے نکاح کر لیا۔ نکاح من اسلم ۷۹۶۔ ۴ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مشرک زوجین میں سے جب ایک مسلمان ہو جائے تو اسکی کئی صورتیں ہیں۔ ا ر یہ کہ وہ مسلمان ہونے کے بعد دار الکفر میں رہ جائے دار الاسلام میں منتقل نہ ہو۔ ۲ ر کہ اسلام کے بعد میاں بیوی میں سے کوئی ایک ہجرت کر کے

دارالاسلام میں پہنچ جائے تو علماء احناف ؒ کے نزدیک تباین دارین کے بغیر ان میں جدائی نہ کی جائیگی۔ اور یہ حدیث سے ثابت ہے۔ اور جب کوئی مسلمان ہو کر وہاں دارالکفر میں رہ جائے تو نفس اسلام کی وجہ سے ان میں تفریق نہیں کی جائیگی۔ جبتک کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جو تفریق کا موجب بنے۔ مثلاً وہ اسلام لانے سے انکار کر دے۔ چونکہ اسلام جامع ہے متفرق نہیں ہے۔ اس لئے تفریق نہ کی جائیگی۔ حضرت زینب ؓ کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے۔ اور حاشیہ میں ہے کہ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب نصرانیہ خاوند سے پہلے مسلمان ہو جائے خواہ ایک گھڑی بھی پہلے اسلام لے آئے تو کافر خاوند پر حرام ہو جائیگی۔ یہی حضرت عطاء ثوری اور اہل کوفہ کا مذہب ہے۔ امام بخاری ؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ البتہ اہل کوفہ یہ شرط ضرور بیان کرتے ہیں کہ اس کے خاوند پر اسلام پیش کیا جائیگا اگر رک جائے تو اکھٹے دارالاسلام میں رہ سکتے ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ جب وہ عدت میں مسلمان ہو جائے تو بدون عقد جدید کے اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ اوجز میں اس مسئلہ کی کئی اور صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ جن میں بعض وفاقی ہیں اور بعض اختلافی ہیں۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب فرقت اختلاف دارین کی وجہ سے واقع ہو تو اس سے نکاح فسخ ہو جائیگا۔ یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے کہ امام ابو حنیفہ ؒ اور امام محمد ؒ کے نزدیک تفصیل ہے۔

تشریح از قاسمی ؒ۔ لم تخطب حتی تحیض وتطھر اس حدیث کے ظاہر پر احناف ؒ عمل کرتے ہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ اس سے تین حیض مراد ہیں کیونکہ وہ مسلمان ہونے اور ہجرت کرنے کی وجہ سے حرائر میں سے ہو گئی جس کی عدت تین حیض ہیں بخلاف قیدی عورتوں کے کہ اس کے لئے ایک حیض کا استبراء رحم کافی ہے۔ لیکن اگر حاملہ ہو تو اب وضع حمل کا انتظار عدت کے طور پر نہیں ہوگا بلکہ وضع حمل سے مانع ختم ہو جائیگا۔ صاحبین ؒ کے نزدیک پھر بھی عدت واجب ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ ؒ فرماتے ہیں کہ عدت اس لئے واجب تھی تاکہ نکاح متقدم کا مانع ظاہر ہو جائے اب حربی کے ملک سے وہ احترام ختم ہو گیا اور آیت قرآنی ہے لاتمسکوا بعصم الکوافر تو اگر ہم عدت واجب کریں تو حالت کفر کے نکاح کا احترام لازم آئیگا۔ وھو ممنوع قریبہ بنت ابی امیہ حضرت ام سلمہ ؓ کی بہن تھی۔ جو عمرہ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی اوقات میں مسلمان نہ ہوئی تھی۔ اور ام الحکم ؓ حضرت معاویہ ؓ کی بہن تھی جو فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئی ان کے خاوند عیاض بن غنم فھری حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے انہیں طلاق دے دی۔

باب اِذَا اَسْلَمَتِ الْمُشْرِكَةُ اَوِالنَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الذِّمِّيِّ اَوِالْحَرْبِيِّ

ترجمہ۔ جب کوئی مشرکہ یا نصرانیہ عورت جو کسی ذمی یا حربی کے نکاح میں تھی مسلمان ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

وَقَالَ عَبْدُالْوَارِثِ ...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ اِذَا اَسْلَمَتِ النَّصْرَانِيَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا بِسَاعَةٍ حَرُمَتْ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب نصرانیہ خاوند سے پہلے مسلمان ہو جائے خواہ ایک گھڑی بھی پہلے ہو تو

عَلَيْهِ وَقَالَ دَاوُدُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الصَّائِغِ سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ اَسْلَمَتْ ثُمَّ اَسْلَمَ زَوْجُهَا فِي الْعِدَّةِ اَهِيَ امْرَأَتُهٗ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَشَاءَ هِيَ بِنِكَاحٍ جَدِيْدٍ وَصَدَاقٍ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِذَا اَسْلَمَ فِي الْعِدَّةِ يَتَزَوَّجُهَا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ فِي مَجُوْسِيَّيْنِ اَسْلَمَاهُمَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا وَاِذَا سَبَقَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ وَاَبَى الْاٰخَرُ بَانَتْ لَا سَبِيْلَ لَهٗ عَلَيْهَا وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ اِمْرَأَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ جَاءَتْ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَيُعَاوَضُ زَوْجُهَا مِنْهَا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاٰتُوْهُمْ مَا اَنْفَقُوْا قَالَ لَا اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَبَيْنَ اَهْلِ الْعَهْدِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ هٰذَا كُلُّهٗ فِي صُلْحٍ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَبَيْنَ قُرَيْشٍ .....

وہ خاوند پر حرام ہو جائیگی۔ اور حضرت عطاءؒ سے معاہدہ عورت کے بارے میں پوچھا گیا جو مسلمان ہو گئی پھر عدت کے اندر اس کا خاوند مسلمان ہو گیا تو کیا یہ اس کی عورت رہیگی۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ ہاں مگر اس صورت میں جبکہ وہ عورت اس سے نیا نکاح اور نیا مہر مقرر کرے۔ مجاہدؒ کا فرمان ہے کہ خاوند بیوی کی عدت کے دوران مسلمان ہو جائے تو وہ بدون تجدید نکاح کے اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے نہ تو یہ مشرک عورتیں مسلمانوں کے لئے حلال ہیں اور نہ ہی وہ مسلمان ان مشرکات کے لئے حلال ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ اور حضرت قتادہؒ ان دو میاں بیوی مجوسیوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ دونوں مسلمان ہو جائیں تو وہ دونوں اپنے نکاح پر باقی رہیں گے اور جب ان دو میں سے کوئی دوسرے سے پہلے مسلمان ہو جائے اور دوسرا اسلام لانے سے انکار کر دے تو عورت اس سے جدا ہو جائیگی۔ اس خاوند کا اس عورت پر کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ اور ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ مشرکین عورت جب مسلمانوں کے پاس آئے تو کیا اس کے خاوند کو اس عورت کے مہر میں سے کچھ معاوضہ دیا جائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو کچھ ان مشرکین نے خرچ کیا وہ ان کو دے دو۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ معاہدہ تھا جو نبی اکرم ﷺ اور اہل عہد میں طے پایا تھا اس کے مطابق حکم ہوا چنانچہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ سب احکام اس صلح میں وارد ہوئے۔ جو جناب نبی اکرم ﷺ اور قریش میں حدیبیہ کے مقام پر ہوئی تھی۔

<u>تشریح از قطب گنگوہیؒ</u>۔ ایعارض زوجھا ۷۹۲-۲۰ یہ سب احکام منسوخ ہیں۔

<u>تشریح از شیخ زکریاؒ</u>۔ چنانچہ جلالین شریف میں ہے ثم ارتفع ھذا الحکم اور صاحب جملؒ فرماتے ہیں کہ دونوں شقیں منسوخ ہیں کہ نہ تو مسلمہ کا حق مہر کافروں کو دیا جائیگا اور نہ ہی مرتدہ کا حق مہر اس کے خاوند کو واپس ہوگا۔ خواہ یہ ارتداد قبل الدخول ہو یا بعد الدخول ہو۔ البتہ مرد عورت سے رجوع کر سکتا ہے۔ اس میں تفصیل ہے۔ قبل الدخول تو تمام حق مہر کا رجوع کریگا اور بعد الدخول کچھ بھی رجوع نہیں کریگا۔ وہ معاہدہ فتح مکہ کے بعد ختم ہو گیا۔

حدیث (۴۹۱۷) حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ ......

اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَتِ الْمُؤْمِنَاتُ اِذَا هَاجَرْنَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَمْتَحِنُهُنَّ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَاۤءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ الاية قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ اَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَقَدْ اَقَرَّ بِالْمِحْنَةِ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَقْرَرْنَ بِذٰلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ قَالَ لَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنْطَلِقْنَ فَقَدْ بَايَعْتُكُنَّ لَا وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ غَيْرَ اَنَّهٗ بَايَعَهُنَّ بِالْكَلَامِ وَاللّٰهِ مَا اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى النِّسَاۤءِ اِلَّا بِمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَهُنَّ اِذَا اَخَذَ عَلَيْهِنَّ قَدْ بَايَعْتُكُنَّ كَلَامًا ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ مؤمن عورتیں جب ہجرت کر کے نبی اکرم ﷺ کی طرف آتی تھیں تو آپؐ ان کا امتحان لیتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے ترجمہ آیت اے ایمان والو! جب مؤمنین عورتیں تمھارے پاس ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب مؤمن عورتیں اس شرط کا اقرار کرلیتیں تو انہوں نے ایک امتحان کا اقرار کر لیا کیونکہ اس میں توحید رسالۃ اوعدم اشراک کا اقرار ہوتا تھا تو جب وہ اپنے قول سے اس شرط کا اقرار کر لیتیں تو جناب رسول اللہ ﷺ انہیں فرماتے تھے چلی جاؤ میں نے تمھاری طرف بیعت لے لی۔ واللہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو بالکل نہ چھوا سوائے اسکے آپ کلام سے ان سے بیعت لے لیتے تھے واللہ! جناب رسول اللہ ﷺ نے سوائے ان چیزوں کے جن کا اللہ تعالے نے حکم دیا اور کسی چیز کا عہد نہ لیا اور ان سے فرماتے جبکہ ان سے اقرار لے لیا کہ میں نے کلام کے ذریعہ تم سے بیعت لے لی۔ وہ شرط لایشرکن باللہ شیئاً ولایسرقن ولایزنین الاية ہے۔

باب قَوْلِهٖ تَعَالٰى لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۤئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ فَاِذَا رَجَعُوْا۔

حدیث (۴۹۱۸) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ ...... اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نِّسَاۤئِهٖ وَكَانَتْ اِنْفَكَّتْ رِجْلُهٗ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے پاس جانے سے قسم کھالی جبکہ آپؐ کے پاؤں مبارک میں موچ آگئی تھی۔ پس آپؐ اپنے

فَاَقَامَ فِیْ مَشْرُبَةٍ لَهٗ تِسْعًا وَعِشْرِیْنَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اٰلَیْتَ شَهْرًا قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ

بالاخانہ میں انتیس ۲۹ دن تک قیام پذیر رہے پھر نیچے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا یارسول اللہ! آپؐ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی۔ فرمایا مہینہ کبھی انتیس ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

حدیث (۴۹۱۹) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ یَقُوْلُ فِی الْاِیْلَاءِ الَّذِیْ سَمَّی اللّٰهُ تَعَالٰی لَایَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدَ الْاَجَلِ اِلَّا اَنْ یُّمْسِكَ بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ یَعْزِمْ بِالطَّلَاقِ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ لِیْ اِسْمَاعِیْلُ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ یُوْقَفُ حَتّٰی یُطَلِّقَ وَلَایَقَعُ عَلَیْهِ الطَّلَاقُ حَتّٰی یُطَلِّقَ وَیُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِیٍّ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ وَعَائِشَةَ وَاثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ اس ایلاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم مقرر کیا ہے کہ ایلاء کی مدت گذرنے کے بعد کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔ مگر یہ کہ وہ یا تو مشہور طریقہ سے بیوی کو روک رکھے یا اس کی طلاق کو قطعی کر دے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل کی سند میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب چار مہینے گذر جائیں تو مولی رُک جائے یہانتک کہ طلاق دیدے اور بغیر طلاق دئے طلاق محض ایلاء کی مدت گذرنے سے واقع نہیں ہوگی۔ یہی حضرت عثمانؓ علیؓ ابو الدرداءؓ حضرت عائشہؓ اور بارہ حضرات اصحاب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا جاتا ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اثنا عشر رجلا ۷۹۷ اور آپ کو خوب معلوم ہے کہ ان بارہ حضرات کے بعد ان صحابہ کرام میں سے باقی رہنے والے ہزاروں افراد ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ گنگوہیؒ نے بہت ہی لطیف فائدہ بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ صحابہ کرامؓ میں مختلف فیہا رہا ہے اوجز میں موطا امام محمدؒ کے حوالہ سے ان حضرات میں حضرت عمر بن الخطابؓ عثمان بن عفانؓ عبداللہ بن مسعودؓ زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جو آدمی اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور رجوع کرنے سے پہلے چار ماہ گذر جائیں تو عورت ایک طلاق بائنہ سے خاوند سے جدا ہو جائیگی۔ اس کا خاوند دوسرے خطبہ کرنے والوں کے ہمراہ ہوگا۔ اور یہ سب حضرات چار ماہ گذرنے کے بعد توقف کے قائل نہیں۔ اور ابن عباسؓ ان فاؤا میں فئی سے چار ماہ کے دوران جماع مراد لیتے ہیں۔ فان عزموا الطلاق سے مراد چار ماہ کی مدت کا ختم ہو جانا مراد لیتے ہیں۔ پس جب چار ماہ گذر گئے تو عورت پر بائنہ طلاق واقع ہو جائیگی۔ اس کے بعد کسی بات کا انتظار نہ ہوگا۔ اور ابن عباسؓ کو دیگر حضرات کی بنسبۃ قرآن مجید کی تفسیر کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ یہی قول امام ابو حنیفہؒ اور دیگر احنافؒ کا ہے۔ اور تعلیق مجد میں ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کا اضافہ ہے۔ یہ سب حضرات فرماتے ہیں کہ ایلاء طلاق بائنہ ہے۔ جبکہ رجوع سے پہلے چار ماہ گذر جائیں۔ تو اب عورت خود مختار ہوگی۔ جہاں چاہے نکاح

کر سکتی ہے۔اور کوکب دری میں قطب گنگوہیؒ نے مجمل کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ امام ترمذیؒ کے قول کے مطابق ایلاء طلاق بائنہ ہے اور آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر یہ لوگ ایام تربص میں رجوع کرلیں توفبھا اگر طلاق کا عزم ہو اور رجوع نہ کریں تو طلاق واقع ہوگی اور یہی فان اللہ غفور رحیم کے مناسب ہے۔کیونکہ اس میں محلوف کو توڑنا ہے کہ وہ چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ جائیگا۔اس حلف کو توڑا اور اس کے حاشیہ میں ہے کہ نفس مدت گذرنے سے طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ طلاق دینے پر موقوف ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ایلاء کے معنی لغت میں کئی قسم کے ہیں۔اور بوایلاء للذین یؤلون آیت قرآنیہ میں ہے اس سے وہ حلف مراد ہے جو اپنی بیوی کے پاس چار ماہ تک نہ جانے پر قسم اٹھائے۔یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔اور اکثر اہل علم یہی کہتے ہیں کہ چار ماہ کی مدت سے کم پر ایلاء نہیں ہوگا۔اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار ماہ سے زیادہ پر قسم کھانے والا مولی ہوگا۔چار ماہ یا کم پر قسم کھائے تو وہ ان حضرات کے نزدیک مولی نہیں بنیگا۔اسلئے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ آیت قرآنیہ میں ایلاء سے ایلاء شرعی مراد ہے۔اور حدیث میں ایلاء لغوی مراد ہے۔جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔جو شرعی معنی سے جدا نہیں ہوسکتے اس حیثیت سے حدیث باب سے مطابق ہوجائیگی۔اور ادنی مطابقت کافی ہوتی ہے۔

بَاب حُكْمِ الْمَفْقُودِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ

ترجمہ۔جو شخص گھر والوں اور مال سے گم ہوجائے اس کا کیا حکم ہے۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ إِذَا فُقِدَ فِي الصَّفِّ عِنْدَ الْقِتَالِ تَرَبَّصُ امْرَأَتُهُ سَنَةً وَاشْتَرَى ابْنُ مَسْعُودٍ جَارِيَةً وَالْتَمَسَ صَاحِبَهَا سَنَةً فَلَمْ يَجِدْهُ وَفُقِدَ فَاَخَذَ يُعْطِي الدِّرْهَمَ اَوِالدِّرْهَمَيْنِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَنْ فُلَانٍ فَاِنْ اَتىٰ فلي وعلي وَقَالَ هٰكَذَا فَافْعَلُوا بِاللُّقَطَةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ نَحْوَهُ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْاَسِيْرِ يُعْلَمُ مَكَانُهُ لَاتَتَزَوَّجُ امْرَأَتُهُ وَلَايُقْسَمُ مَالُهُ فَاِذَا انْقَطَعَ خَبَرُهُ فَسُنَّتُهُ سُنَّةُ الْمَفْقُوْدِ......

ترجمہ۔ابن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی جنگ کی قطار میں سے گم ہوجائے تو اسکی بیوی سال بھر انتظار کرے۔ابن مسعودؓ نے ایک باندی کو خرید کیا۔اور اس کے مالک کو سال بھر تلاش کرتے رہے۔پس وہ نہ ملا۔اور گم ہوگیا۔تو انہوں نے درہم دو درہم لیکر فقرأ کو دینے شروع کئے فرماتے تھے اے اللہ! یہ فلاں کی طرف سے صدقہ ہے۔پس اگر وہ آگیا تو ثواب میرا اور اس کی قیمت میرے ذمہ ہوگی۔اور فرماتے تھے کہ تم بھی گری پڑی چیز کے ساتھ اسی طرح سلوک کرو۔ابن عباسؓ بھی اسی طرح فرماتے ہیں اور امام زھریؒ اس قیدی کے متعلق جس کا پتہ معلوم ہو فرماتے ہیں کہ اسکی بیوی سے نکاح نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کا مال تقسیم کیا جائے پس جب اسکی خبر و پتہ ختم ہوجائے تو اس کا حکم مفقود الخبر کا حکم ہے۔

حدیث (۴۹۲۰) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ عَنْ یَزِیْدَ مَوْلَی الْمُنْبَعِثِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ ضَالَّۃِ الْغَنَمِ فَقَالَ خُذْھَا فَاِنَّمَا ھِیَ لَکَ اَوْ لِاَخِیْکَ اَوْ لِلذِّئْبِ سُئِلَ عَنْ ضَالَّۃِ الْاِبِلِ فَغَضِبَ وَاحْمَرَّتْ وَجْنَتَاہُ فَقَالَ مَالَکَ وَمَعَھَا الْحِذَاءُ وَالسِّقَاءُ تَشْرَبُ الْمَاءَ وَتَاْکُلُ الشَّجَرَ حَتّٰی یَلْقَاھَا رَبُّھَا وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَۃِ فَقَالَ اَعْرِفْ وِکَائَھَا وَعِفَاصَھَا وَعَرِّفْھَا سَنَۃً فَاِنْ جَاءَ مَنْ یَعْرِفُھَا وَاِلَّا فَاخْلِطْھَا بِمَالِکَ قَالَ سُفْیَانُ فَلَقِیْتُ رَبِیْعَۃَ بْنَ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ وَلَمْ اَحْفَظْ عَنْہُ شَیْئًا غَیْرَ ھٰذَا فَقُلْتُ اَرَاَیْتَ حَدِیْثَ یَزِیْدَ مَوْلَی الْمُنْبَعِثِ فِیْ اَمْرِ الضَّالَّۃِ ھُوَ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ یَحْیٰی وَیَقُوْلُ رَبِیْعَۃُ عَنْ یَزِیْدَ مَوْلَی الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَیْدِ ابْنِ خَالِدٍ قَالَ سُفْیَانُ فَلَقِیْتُ رَبِیْعَۃَ فَقُلْتُ لَہٗ ....

ترجمہ۔ یزید مولی المنبعث کے غلام سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے گم شدہ بکری کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو پکڑ لو۔ کیونکہ یا تو وہ تمھارے لئے ہوگی یا تمھارے بھائی تک پہنچ جائیگی یا بھیڑیے کے سپرد ہوگی اور جب آپؐ سے گم شدہ اونٹ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ غضبناک ہوئے اور آپؐ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے۔ اور فرمایا تمھیں اس سے کیا کام ہے اس کے پاس اس کا جوتا ہے اور پانی کا مشکیزہ ہے پانی پیتا رہیگا اور درختوں کو چرتا رہے گا۔ یہانتک کہ اس کا مالک اسے مل جائیگا۔ گری پڑی رقم کے متعلق جب پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا اس کی قسم اور تھیلی کی تعریف کرتے رہو اور یہ سال بھر تک جاری رکھو پس اگر اس کے پہچاننے والا آجائے تو فبھا اس کو دے دو ورنہ اس کو اپنے مال کے ساتھ ملادو۔ سفیان فرماتے ہیں کہ ربیعہ ابن ابی عبدالرحمٰن سے میری ملاقات تو ہوئی ہے۔ مگر ان سے سوائے اس حدیث کے مجھے اور کچھ یاد نہیں رہا پس میں نے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کہ یزید مولی المنبعث کی حدیث گم شدہ مال کے بارے میں زید بن خالد سے ہے تو انہوں نے ہاں میں جواب دیا اور یحی فرماتے ہیں کہ ربیعہ بن یزید مولی المنبعث سے روایت کرتے تھے اور وہ زید بن خالد سے۔ سفیان فرماتے ہیں کہ میری ربیعہ راوی سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خلاصہ یہ ہے کہ یحی بن سعید نے اس حدیث کو یزید مولی المنبعث سے مرسل روایت کی پھر سفیان سے ذکر کیا۔ کہ ربیعہ تو اس حدیث کو یزید مولی المنبعث عن زید بن خالد سے موصلاً روایت کرتے ہیں تو سفیان نے کہا انکی ربیعہ سے ملاقات ہوئی اور اس بارے میں ان سے سوال کیا تو ان دونوں نے اس کا اعتراف کیا شاید انہوں نے ربیعہ سے موصولاً سنا ہو۔ جیسا کہ حدیث لقطہ سے واضح ہے کہ پھر ربیعہ کو ساقط کر کے مرسلاً روایت کیا۔ اور امام مسلمؒ نے بھی موصولاً ذکر کیا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ فی اہلہ ومالہ اہل کا حکم تو ابواب الطلاق سے رکھتا ہے لیکن مال کا حکم اسطرادا آگیا ہے۔ مفقود الخبر کے

بارے میں امام مالکؒ چار سال کی مدت مقرر کرتے ہیں۔ اور فقہاء کوفہ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے قول کے مطابق زندگی بھر انتظار کرتی رہے۔ جبتک کہ اس کا معاملہ ظاہر نہ ہو جائے۔ اور مال کے بارے میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مال تقسیم نہ کیا جائے۔ جبتک کہ اس کے ہم عصر ختم نہ ہو جائیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں جبتک اسکی وفات کا علم نہ ہو جائے۔ فاخلطها بمالك داؤد ظاہریؒ تو ظاہر پر عمل کرتے ہوئے اسے مالک بنا دیتے ہیں۔ لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اپنے مال کے ساتھ ملالے اس شرط پر کہ جب اس کا مالک مل گیا تو یہ اس کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ دوسری روایت ہے ان جاء صاحبها فادها اليه۔

باب الظِّهَارِ

(۴۹۲۱) وَقَوْلِهِ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا اِلٰى قَوْلِهٖ فَطَعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا وَقَالَ لِيْ اِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ ظِهَارِ الْعَبْدِ فَقَالَ نَحْوَ ظِهَارِ الْحُرِّ قَالَ مَالِكٌ وَصِيَامُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ وَقَالَ الْحَسَنُ ظِهَارُ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِنَ الْحُرَّةِ وَالْاَمَةِ سَوَاءٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ اِنْ ظَاهَرَ مِنْ اَمَتِهٖ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ اِنَّمَا الظِّهَارُ مِنَ النِّسَاءِ وَفِي الْعَرَبِيَّةِ لِمَاقَالُوْا اَيْ فِيْمَا قَالُوْا وَفِيْ بَعْضِ مَاقَالُوْا وَهٰذَا اَوْلٰى لِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَدُلَّ عَلَى الْمُنْكَرِ وَقَوْلِ الزُّوْرِ.

ترجمہ۔ حضرت امام مالکؒ نے ابن شہاب زہریؒ سے غلام کی ظہار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ بھی حر کے ظہار کی طرح ہے۔ اور امام مالکؒ نے فرمایا غلام کا روزہ دو ماہ کا ہوگا۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں غلام اور آزاد کا ظہار حرہ عورت سے اور باندی سے برابر ہے۔ اور عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ اگر باندی سے ظہار کیا تو وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ ظہار تو حرہ عورتوں سے ہوتا ہے۔ اور عربیہ کے بارے میں ہے یعودون لماقالو افيماقالو ا یعنی جو کچھ کہا تھا اس کے توڑنے میں رجوع کیا اور یہ یعنی جو کچھ کہا ہے اس کو توڑ دیتے ہیں یہ اولی ہے اس معنی سے کہ عود کے معنی تکرار لفظ ظہار کے ہیں یہ داؤد ظاہری کا مسلک ہے۔ جس پر امام بخاریؒ رد فرما رہے ہیں۔ کیونکہ اگر تکرار لفظ ظہار مراد ہوتا تو اللہ تعالی کا منکر اور زور پر دلالت کرنا لازم آتا ہے جس سے اللہ تعالی بلند و برتر ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے کہے تو مجھ پر ایسے ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ مجھ پر حرام ہے۔ جب ماں کا ذکر نہ کرے دیگر محرمات کا ذکر کرے تو جمہور کا قول ہے کہ یہ بھی ظہار ہوگا۔ البتہ امام شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ ظہار ام کے ساتھ خاص ہے۔ تو یہ ظہار نہ ہوگا۔ آیت کریمہ سے مصنفؒ نے استدلال کیا ہے کہ ظہار حرام ہے۔ پھر باب کے اندر آثار ذکر کئے ہیں۔ اور آیت کے ذکر سے حدیث مرفوع جو سبب نزول ہے اس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے۔ اور اس عورت کا نام خولہ بنت ثعلبہ تھا جس سے ظہار ہوا اور یہ اسلام میں پہلا ظہار تھا۔

38/2

باب الْاِشَارَةِ فِی الطَّلَاقِ وَالْاُمُورِ

ترجمہ۔ طلاق اور دیگر امور میں اشارہ کرنے کا کیا حکم ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَؓ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَایُعَذِّبُ اللّٰہُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلٰکِنْ یُعَذِّبُ بِھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ وَقَالَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍؓ اَشَارَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَیَّ اَیْ خُذِ النِّصْفَ وَقَالَتْ اَسْمَاءُ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ فِی الْکُسُوْفِ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَؓ مَاشَاْنُ النَّاسِ وَھِیَ تُصَلِّیْ فَاَوْمَأَتْ بِرَأْسِھَا اِلَی الشَّمْسِ فَقُلْتُ اٰیَةٌ فَاَوْمَأَتْ بِرَأْسِھَا اَیْ نَعَمْ وَقَالَ اَنَسٌؓ اَوْمَأَ النَّبِیُّ ﷺ بِیَدِہٖ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍؓ اَنْ یَّتَقَدَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ اَوْمَأَ النَّبِیُّ ﷺ بِیَدِہٖ لَاحَرَجَ وَقَالَ اَبُوْقَتَادَةَؓ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فِی الصَّیْدِ لِلْمُحْرِمِ اَحَدٌ اَمَرَہٗ اَنْ یَحْمِلَ عَلَیْھَا اَوْ اَشَارَ اِلَیْھَا قَالُوْا لَاقَالَ فَکُلُوْا ...

ترجمہ۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ میت پر رونے سے آنکھ کے آنسو پر اللہ تعالے عذاب نہیں دینگے۔ لیکن اس کی وجہ سے عذاب دینگے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے میری طرف اشارہ فرمایا یعنی آدھا لے لو۔ اور حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سورج کے بے نور ہونے پر نماز پڑھائی تو میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا جبکہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ تو اس نے اپنے سر کے ساتھ سورج کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا یہ قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے۔ انہوں نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں! اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکرؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آگے بڑھو۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے محرم کے شکار کے بارے میں فرمایا کہ کسی نے تم میں سے اس کو حکم دیا ہو کہ اس پر حملہ کرو۔ یا شکاری کی طرف اشارہ کیا ہو تو سب نے کہا کہ نہیں تو آپؐ نے فرمایا پس سب اسے کھاؤ۔ ان آثار سے امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ شریعت میں سب امور کے اندر شارہ معتبر ہوتا ہے۔ تو طلاق میں بھی معتبر ہوگا۔

حدیث (۴۹۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی بَعِیْرِہٖ وَکَانَ کُلَّمَا اَتٰی عَلَی الرُّکْنِ اَشَارَ اِلَیْہِ وَکَبَّرَ وَقَالَتْ زَیْنَبُؓ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فُتِحَ مِنْ رَدْمِ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مِثْلُ ھٰذِہٖ وَعَقَدَ تِسْعِیْنَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اونٹ پر طواف کعبہ کیا اور آپؐ جب بھی رکن پر پہنچتے تھے تو اسکی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے اور حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج اس طرح کھولے جائیں گے۔ اور نوے کا عدد بنایا

حدیث (۴۹۲۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ اَبُوْ الْقَاسِمِ ﷺ فِی الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا یُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فَیَسْأَلُ اللّٰهَ خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ وَقَالَ بِیَدِهٖ وَوَضَعَ اَنْمِلَتَهٗ عَلَی الْبَطْنِ الْوُسْطٰی وَالْخِنْصَرِ قُلْنَا یُزَهِّدُهَا ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک ایسی گھڑی ہے جو جس مسلمان کو اتفاق ہوا کہ اس نے کھڑا ہو کر نماز پڑھی اللہ تعالیٰ سے جو بھلائی بھی مانگ لے گا مگر اللہ تعالے وہ اس کو دے دینگے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنے پورے درمیانی اور چھوٹی انگلی پر رکھ دے ہم سمجھ گئے کہ آپؐ اس گھڑی کو قلیل بیان کر رہے تھے۔

حدیث (۴۹۲۴) وَقَالَ الْاُوَیْسِیُّ ...... عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَدَا الْیَهُوْدِیُّ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی جَارِیَةٍ فَاَخَذَ اَوْضَاحًا كَانَتْ عَلَیْهَا وَرَضَخَ رَأْسَهَا فَاَتٰی بِهَا اَهْلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهِیَ فِیْ اٰخِرِ رَمَقٍ وَقَدْ اُصْمِتَتْ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَتَلَكِ فُلَانٌ بِغَیْرِ الَّذِیْ قَتَلَهَا فَاَشَارَتْ بِرَأْسِهَا اَنْ لَا قَالَ فَفُلَانَ لِرَجُلٍ اٰخَرَ غَیْرَ الَّذِیْ قَتَلَهَا فَاَشَارَتْ اَنْ لَا فَقَالَ فَفُلَانٌ لِقَاتِلِهَا فَاَشَارَتْ اَنْ نَعَمْ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرُضِخَ رَأْسُهٗ بَیْنَ حَجَرَیْنِ ....

ترجمہ۔ الاویسی فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک باندی پر زیادتی کی۔ کہ اس کے سفید چاندی کے زیور لے لئے جو اس نے پہن رکھے تھے جس کا اس نے سر پھوڑ دیا تھا۔ تو اس لڑکی کے ورثاء اس کو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے جبکہ ابھی اسکی کچھ زندگی باقی تھی۔ جبکہ وہ چپ کرا دی گئی تھی۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تجھے کس نے قتل کیا۔ کیا فلاں نے جو قتل کرنے والے کے غیر کا نام تھا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ نہیں پھر کسی دوسرے آدمی کا نام لیا جس نے قتل نہیں کیا تھا تو اس نے اشارہ کیا کہ نہیں پھر اس کے قاتل کا نام لیکر کہا کہ فلاں نے۔ تو اس نے اشارہ کیا کہ ہاں! تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا کہ دو پتھروں کے درمیان رکھ کر اس کا سر کچل دیا جائے۔

حدیث (۴۹۲۵) حَدَّثَنَا قَبِیْصَةُ ...... عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ الْفِتْنَةُ مِنْ هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلَی الْمَشْرِقِ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ فتنہ وفساد اس طرف سے ہوگا اور مشرق کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا۔

حدیث (۴۹۲۶) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰیؓ قَالَ كُنَّا فِیْ سَفَرٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ پس جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوا۔ تو آپؐ نے

اَنْزِلُ فَاجْدَحْ قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ لَوْ اَمْسَيْتَ ثُمَّ قَالَ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ ثُمَّ قَالَ اَنْزِلَ فَاجْدَحْ قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ لَوْ اَمْسَيْتَ اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا ثُمَّ قَالَ اَنْزِلَ فَاجْدَحْ فَنزَلَ فَجَدَحَ لَهٗ فِي الثَّالِثَةِ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثُمَّ اَوْمَاءَ بِيَدِهٖ اِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ اِذَارَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ .....

ایک آدمی سے فرمایا کہ اتر کر ستو کو پانی میں بھگولو۔ اس نے کہا یارسول اللہ کاش آپؐ شام کر لیتے۔ پھر فرمایا اترو اور ستو بھگو دو اس نے کہا یارسول اللہ کاش آپؐ شام کر لیتے ابھی تو دن کھڑا ہے پھر آپؐ نے فرمایا اتر کر ستو بھگو دو تو وہ اترا اور تیسری مرتبہ میں اس نے ستو بھگو دئے۔ آپؐ نے ستو پی لئے تو اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جب تم لوگ دیکھ لو کہ رات اس طرف سے آگئی ہے تو روزے دار روزہ افطار کر دے

حديث (۴۹۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَايَمْنَعَنَّ اَحَدًا مِنْكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ اَوْ قَالَ اَذَانُهٗ مِنْ سُحُوْرِهٖ فَاِنَّمَا يُنَادِيْ اَوْقَالَ يُؤَذِّنُ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلَيْسَ اَنْ يَقُوْلَ كَاَنَّهٗ يَعْنِي الصُّبْحَ اَوِالْفَجْرَ وَاَظْهَرَ يَزِيْدُ يَدَيْهِ ثُمَّ مَدَّ اِحْدٰهُمَا مِنَ الْاُخْرٰى ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کو حضرت بلالؓ کی ندا یا فرمایا انکی آذان سحور کھانے سے نہ روکے وہ تو اس لئے آذان دیتے ہیں تاکہ تم میں سے رات کو قیام کرنے والا سحور کے لئے لوٹ آئے اور یہ نہیں فرماتے تھے گویا یہ صبح یا فجر ہے۔ یزید نے اپنے دونوں ہاتھ ظاہر کئے اور ایک کو دوسرے سے دراز کر لیا۔

حديث (۴۹۲۸) وَقَالَ اللَّيْثُ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَؓ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ مِنْ لَّدُنْ ثُدِيِّهِمَا اِلٰى تَرَاقِيْهِمَا فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَايُنْفِقُ شَيْئًا اِلَّامَادَّتْ عَلٰى جِلْدِهٖ حَتّٰى تُجَنَّ بَنَانَهٗ وَتَعْفُوْ اَثَرَهٗ وَاَمَّاالْبَخِيْلُ فَلَايُرِيْدُ يُنْفِقُ اِلَّالَزِمَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَوْضِعَهَا فَهُوَ يُوْسِعُهَا وَلَاتَسِعُ وَيُشِيْرُ بِاِصْبَعِهٖ اِلٰى حَلْقِهٖ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جن کے اوپر لوہے کے دو جبے ہوں پستان سے لیکر ان دونوں کی ہنسلیوں تلک۔ پس خرچ کرنے والا جو کوئی چیز خرچ کرتا ہے تو وہ جبہ اس کے چمڑہ پر دراز ہو جاتا ہے یہانتک کہ اس کے پوروں کو چھپا لیتا ہے اور اس کے نشانات مٹا دیتا ہے۔ اور بخیل جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس جبہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے۔ وہ اسے فراخ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ فراخ نہیں ہوتا اور اپنی انگلی سے اپنے حلقہ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ عقد تسعین سے ثابت کرنا ہے۔ کہ عقد صفتہ مخصوصہ سے عدد معلوم کے ارادہ کے لئے یہ قائم مقام اشارہ مفہمہ کے ہے۔ نطق پر قدرت کے باوجود اس پر اکتفاء کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ جو شخص نطق پر قادر ہو جب اس کا اشارہ معتبر ہے تو جو نطق پر قادر نہ ہو اس کا اشارہ بطریق اولی معتبر ہوگا۔ انملہ انگلیوں کے پوروں کو درمیانی انگلی پر رکھنا اشارہ ہے کہ وہ گھڑی دن کے درمیانہ حصہ میں ہے۔ اور چھوٹی انگلی پر رکھنے سے اشارہ ہے کہ وہ گھڑی دن کے آخری حصہ میں ہے۔ اور تزہید کے معنی تقلیل کے ہیں۔

قد اصمتت سے اشارہ ہے کہ باوجود ذہنی حضور کے اسکی زبان گونگی تھی۔ اضخ رأسہ ائمہ ثلاثہ کا اس سے استدلال۔ قاتل کو اس ہتھیار سے قتل کیا جائے جس سے اس نے قتل کیا ہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ **لایقتل الابالسیف** کیونکہ آپ کا ارشاد ہے **لاقود الابالسیف** کہ قصاص تلوار کے ذریعہ لیا جائیگا۔ اور حدیث باب کو ابتداء اسلام پر محمول کیا جائیگا۔ **کانه یعني الصبح** اس سے غرض یہ ہے کہ لیس کا اسم الصبح ہے۔ تو صبح مستطیل معتبر نہیں بلکہ صبح معترض یعنی صبح صادق معتبر ہے۔ تو یہ اشارہ سے واضح ہوا۔ **یشیر باصبعه الی حلقه** موضع الترجمہ ہے امام بخاریؒ نے جسقدر احادیث ذکر فرمائی ہیں ان میں سے کوئی حدیث بھی ترجمہ کے جزء اول پر دلالت نہیں کرتی۔ گویا کہ ان امور پر طلاق کو قیاس کیا ہے ان امور میں سے ایک قصاص ہے جو طلاق سے اعظم ہے جب وہ اشارہ سے ثابت ہوتا ہے تو طلاق بطریق اولی اشارہ سے ثابت ہوگی۔ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ جمہور فرماتے ہیں جب اشارہ مفہومہ ہو تو وہ نطق کے قائم مقام ہوگا۔ حنفیہؒ بعض امور میں مخالفت کرتے ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے ان احادیث نبویہ سے ان پر رد کیا ہے جن میں آپؐ نے اشارہ کو نطق کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ تو جب دیانت کے مختلف احکام میں اشارہ جائز ہے تو جو بولنے پر قادر نہیں ہے اس کے لئے تو بطریق اولی جائز ہوگا۔ مگر میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ ترجمہ اور احادیث توطئہ اور تمہید میں اگلے باب کیلئے جس میں گونگے کی لعان اور طلاق میں فرق کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ اس میں بحث کرنا چاہتے ہیں۔

بَابُ اللِّعَانِ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ ...... قَوْلِهٖ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ فَاِذَا قَذَفَ الْاَخْرَسُ امْرَاَتَهٗ بِکِتَابَةٍ اَوْ اِشَارَةٍ اَوْ بِاِیْمَاءٍ مَعْرُوْفٍ فَهُوَ کَالْمُتَکَلِّمِ لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَدْ اَجَازَ الْاِشَارَةَ فِی الْفَرَائِضِ وَهُوَ

ترجمہ۔ اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے جو لوگ اپنی بیوی پر تہمت لگائیں اور اپنے سوا ان کے اور گواہ نہ ہوں من الصادقین پس جب گونگا آدمی اپنی بیوی کو اپنے خط کے ذریعہ یا ہاتھ کے اشارہ۔ یا سر اور ابرو کے اشارہ سے طلاق دے دے تو وہ بھی بولنے والے کی طرح ہے کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے

قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا. وَقَالَ الضَّحَّاكُ اِلَّا رَمْزًا اِشَارَةً وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَاحَدَّ وَلَالِعَانَ ثُمَّ زَعَمَ اَنَّ الطَّلَاقَ بِكِتَابٍ اَوْاِشَارَةٍ اَوْ اِيْمَاءٍ جَائِزٌوَلَيْسَ بَيْنَ الطَّلَاقِ وَالْقَذْفِ فَرْقٌ فَاِنْ قَالَ الْقَذْفُ لَايَكُوْنُ اِلَّا بِكَلَامٍ قِيْلَ لَهٗ كَذٰلِكَ الطَّلَاقُ لَايَجُوْزُ اِلَّا بِكَلَامٍ وَاِلَّا بَطَلَ الطَّلَاقُ وَالْقَذْفُ وَكَذٰلِكَ الْعِتْقُ وَكَذٰلِكَ الْاَصَمُّ يُلَاعِنُ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ اِذَا قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ فَاَشَارَ بِاَصَابِعِهٖ تَبِيْنُ مِنْهُ بِاِشَارَتِهٖ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ الْاَخْرَسُ اِذَا كَتَبَ الطَّلَاقَ بِيَدِهٖ لَزِمَهٗ. وَقَالَ حَمَّادٌ الْاَخْرَسُ وَالْاَصَمُّ اِنْ قَالَ بِرَأْسِهٖ جَازَ ....

فرائض کے اندر اشارہ کو جائز رکھا ہے۔ جیسے عاجز اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے یہی بعض اہل حجاز اور اہل علم کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بی بی مریم نے عیسیٰ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تو لوگ کہنے لگے ہم اس شخص سے کیسے کلام کریں جو ابھی گہوارے میں بچہ ہے۔ اور ضحاکؒ نے الا رمزا کی تفسیر اشارہ سے کی ہے۔ اور بعض لوگ یعنی احنافؒ کہتے ہیں کہ اشارہ سے نہ حد واقع ہوگی اور نہ ہی لعان واقع ہوگا۔ پھر کہتے ہیں کہ اگر ان لوگوں نے خط ہاتھ کے اشارہ یا سر کے اشارہ سے طلاق دی تو جائز ہے حالانکہ طلاق اور تہمت لگانے میں کوئی فرق نہیں ہے پس اگر وہ کہیں کہ قذف تو کلام کے بغیر ہوتا نہیں تو کہا جائیگا کہ اس طرح طلاق بھی بغیر کلام کے نہیں ہوتا۔ ورنہ طلاق اور قذف کا حکم باطل ہو جائیگا۔ آزاد کرنا بھی اسی طرح ہے۔ اور اس طرح بہرا آدمی لعان کر سکتا ہے۔ شافعیؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے پس اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تو وہ خاوند سے اس اشارہ کی وجہ سے جدا ہو جائیگی۔ اور ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا جب خاوند اپنے ہاتھ سے طلاق لکھدے تو وہ اسے لازم ہو جائیگی۔ اور حمادؒ نے فرمایا گونگا اور بہرا اپنے سر سے اشارہ کریں تو جائز ہے۔

حديث (٤٩٢٩) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ بَنُوْعَبْدِالْاَشْهَلِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ بَنُوْسَاعِدَةَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ فَقَبَضَ اَصَابِعَهٗ ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِيْ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمھیں انصار کی بہترین حویلیاں نہ بتلاؤں انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا پہلے تو بنو النجار ہیں۔ پھر ان کے متصل جو ہیں۔ بنو عبدالاشہل پھر جو ان کے متصل ہیں۔ بنو الحارث بن الخزرج پھر ان سے جو متصل ہیں بنو ساعدہ پھر اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا کہ پہلے اپنی انگلیوں کو بند کر لیا پھر انہیں اس طرح کھول دیا جیسے کوئی اپنے ہاتھ سے پھینکنے والا ہو۔ پھر فرمایا انصار کے تمام قبائل اور

بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ فِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ ......

اوران کے محلوں مین خیر ہی خیر ہے۔

حدیث(۴۹۳۰)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ اَبُوْحَازِمٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهٰذِهٖ مِنْ هٰذِهٖ اَوْ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى ......

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعد الساعدی صاحب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور قیامت مثل اس انگلی کے اس انگلی سے یاان دوانگلیوں کی طرح ہیں اور آپؐ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملادیا

حدیث(۴۹۳۱)حَدَّثَنَا اٰدَمُ ...... سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَؓ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِيْ ثَلٰثِيْنَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِيْ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ يَقُوْلُ مَرَّةً ثَلٰثِيْنَ وَمَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مہینہ اس طرح ہے اور اس طرح ہے اور اس طرح ہے یعنی تیس دن پھر فرمایا اس طرح ہے اس طرح اور اس طرح ہے یعنی انتیس دن یعنی کبھی فرماتے تمیں دن اور کبھی انتیس دن فرماتے تھے۔

حدیث(۴۹۳۲)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ وَاَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْيَمَنِ الْاِيْمَانُ هٰهُنَا مَرَّتَيْنِ اَلَا وَاِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ ......

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان تو وہاں ہی ہے۔ دو مرتبہ فرمایا خبردار! سخت دلی اور دلوں کی سختی ان اونٹوں کے پیچھے سخت آواز کرنے والوں میں ہے جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلتے ہیں یعنی قبیلہ ربیعہ اور مضر ہیں۔

حدیث (۴۹۳۳)حَدَّثَنَا عَمْرُوْبْنُ زُرَارَةَ عَنْ سَهْلٍ ...... قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ....

ترجمہ۔ حضرت سھلؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم بچے کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے۔ آپؐ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں میں کچھ کشادگی کردی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فاذاقذف الاخرس ۷۹۸۔۲۳ باب لعان کے ذکر کے بعد اشارہ سے بحث کرنا ہے کہ اشارہ ان تمام ابواب میں معتبر ہے۔ خواہ لعان ہو یا طلاق ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور ہے۔ اس لئے باب اول کے ترجمہ میں تعمیم کرتے ہوئے لفظ الامور کہا تھا تاکہ ہر باب کو شامل ہو جائے۔ حضرت امام اعظمؒ پر حد اور لعان سے اعتراض کرنا اس لئے صحیح نہیں ہے۔ کہ ہمارے نزدیک حدود کو دفع کرنا آنحضرت ﷺ کے اس اشارہ پر مبنی ہے ادرؤا الحدود بالشبہات کہ حدود وقصاص کو شبہات سے دفع کرو پس جو روایات اور آثار امام بخاریؒ نے ذکر کئے ہیں۔ وہ ہمیں مضر نہیں ہیں اس لئے کہ ہم اشارہ سے حکم ثابت کرنے کے منکر نہیں ہیں تاکہ ہمیں اس کے ثبوت کی ضرورت پڑے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ اشارہ اپنے مقصد پر دلالت کرنے میں صریح نہیں ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں پس جب شبہ پیدا ہو گیا تو قاذف سے حد دفع ہو جائیگی۔ اسی طرح دیگر حدود میں بھی یہی حکم ہوگا اور لعان اسلئے ساقط ہو جاتا ہے کہ وہ حد کے قائم مقام ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ موفق فرماتے ہیں کہ گونگا اور گونگی اگر ان کا اشارہ اور خط معلوم نہ ہو تو وہ مجنون کی طرح ہیں جن سے لعان مقصود نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کا اشارہ اور کتابت معلوم ہے۔ تو امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جب عورت گونگی ہو تو وہ لعان نہ کرے۔ کیونکہ اس کا مطالبہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور گونگا میں بھی یہی حکم ہوگا۔ قاضی اور ابو الخطاب نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے قذف اور لعان میں ناطق کی طرح ہیں۔ یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ قذف الاخرس سے لعان کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ لعان کا تعلق لفظ صریح سے ہے۔ جیسے کہ حد قذف میں ہے۔ اس میں امام شافعیؒ کا خلاف ہے۔ کیونکہ یہ شبہ سے خالی نہیں۔ اور حدود شہادت سے دفع ہو جاتے ہیں اوطلا قا عینی میں ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ گونگا جب طلاق کا اشارہ کرے تو طلاق اسے لازم ہو گی۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس مریض کی زبان لڑکھڑاتی ہو وہ طلاق اور رجعہ کے معاملہ میں گونگے کی طرح ہے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور آپؒ کے اصحاب فرماتے ہیں کہ اگر اشارہ طلاق۔ نکاح۔ اور بیع میں عرف میں مشہور ہے تو وہ جائز ہے۔ اگر شک ہو تو باطل ہے۔ یہ قیاس نہیں بلکہ استحسان ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہو گی۔ جبکہ اشارہ مفہمہ ہو۔ تو وہ عبارت کے قائم مقام ہو جائیگا۔ یہ دفع حاجۃ کیلئے ہے۔ اس طرح اگر لکھ کر دے اور اس سے طلاق کی نیت ہو تو زوجہ مطلقہ ہو جائیگی بعض نے اختلاف کیا ہے۔ الشبہۃ درأت الحد مشکوۃ شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہانتک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو۔ اگر کوئی گنجائش ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔ کیونکہ امام کا معافی دینے میں غلطی کرنا سزا دینے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔ یہ ترمذی کی روایت کا ترجمہ ہے۔ اور مسند ابو حنیفہؒ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حدود کو شبہات سے دفع کرو اور فقہاء اور علماء نے اس حدیث کو معمول بنایا ہے۔ حضرت ماعز اسلمیؓ اور فاطمہ غامدیہ کے واقعات سے اسی کا اشارہ ملتا ہے۔ کہ شاید تم نے بوسہ دیا ہو شاید چٹکی کاٹی ہو۔ یا ہاتھ لگایا ہو اور یہ سب اقرار زنا کے بعد کے اقوال ہیں۔ سقط اللعان صاحب ہدایہ کے کلام میں گذر چکا۔ کہ قذف اخرس سے لعان متعلق نہ ہو گا۔ کیونکہ لعان کا

تعلق صریح کلام سے ہوتا ہے جیسے حد قذف میں اور حد قذف صریح کلام سے ثابت ہوتا ہے تو لعان بھی صریح کلام سے ثابت ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ نے احنافؒ پر نقض وارد کیا ہے کہ طلاق تو اشارہ سے صحیح ہو لیکن قذف اشارہ سے صحیح نہیں ہے تو کہا جائیگا کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ کیونکہ قذف تو حدود میں سے ہے۔ جو شبہات سے دور ہو جاتے ہیں لیکن طلاق تو ان امور میں سے ہے جن کا ٹھیک بھی ٹھیک ہے اور مزاح بھی ٹھیک ہے۔ اسی طرح لعان لفظ شہادت سے اور ہوتا ہے۔ حتی کہ کوئی احلف کہدے تو جائز نہیں ہے تو اشارہ کیسے شہادت بن جائیگا۔ اور گونگی عورت کا قذف حد کو واجب نہیں کرتا ممکن ہے اگر وہ بول سکتی تو اس کی تصدیق کرتی اور اس تصدیق پر اس کا اشارہ قادر نہیں ہے۔ اس شبہ کے ہوتے حد قائم کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں جن کا تعلق بھی اشارہ سے ہے۔

بَاب اِذَا عَرَّضَ بِنَفْيِ الْوَلَدِ

ترجمہ۔ جب بچے کے انکار کا اشارہ کرے

حدیث (۴۹۳۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وُلِدَ لِیْ غُلَامٌ اَسْوَدُ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنّٰى ذٰلِكَ قَالَ لَعَلَّ نَزَعَهٗ عِرْقٌ قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هٰذَا نَزَعَهٗ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ میرے کالا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ آپؐ نے پوچھا تمہارے اونٹ ہیں۔ اس نے جواب ہاں سے دیا پوچھا ان کے کیا کیا رنگ ہیں۔ بولا سب سرخ ہیں فرمایا کیا ان میں سے کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے بولا ہاں! آپؐ نے پوچھا یہ کیسے آگیا اس نے کہا شاید کسی رنگ نے اسے کھینچا ہو۔ آپؐ نے فرمایا شاید تیرے اس بیٹے کو بھی رنگ نے کھینچا ہو۔

بَاب اِحْلَافُ الْمُلَاعِنْ

ترجمہ۔ لعان کرنے والے سے قسم اٹھوانا

حدیث (۴۹۳۵) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ فَاَحْلَفَهُمَا النَّبِیُّ ﷺ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک آدمی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو آپ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے قسم اٹھوائی پھر دونوں کے درمیان جدائی کرادی

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے ایک مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ آیا لعان قسم ہے یا شہادۃ ہے جمہور ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان ایمان مؤکدات بلفظ شہادۃ۔ اور علماء احنافؒ فرماتے ہیں شہادات مؤکدات بالایمان

مقرونہ باللعن تو ان حضرات کے نزدیک لعان کے لئے اہلیت یمین شرط ہے۔ تو ان کے نزدیک لعان مسلم اور کافرہ بیوی کے درمیان بھی چالو ہوگا۔ احناف کے نزدیک اہلیۃ شھادت شرط ہے۔ بنابریں لعان سے مسلمان حر عاقل بالغ غیر محدود میاں بیوی کے درمیان ہوگا۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھ کر قول جمہور کی طرف اپنا میلان ظاہر کیا ہے۔

بَاب يَبْدَأُ الرَّجُلُ بِالتَّلَاعُنِ

ترجمہ۔ لعان کرنے میں مرد پہل کرے

حدیث (۴۹۳۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَجَاءَ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَ كُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ھلال بن امیہؓ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی۔ پس اس نے آکر شھادت دی۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے جاتے تھے کہ بیشک اللہ تعالے جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے پھر عورت اٹھی اور اس نے شھادت دی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یبدأ الرجل سے امام بخاریؒ نے ایک اور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ لعان میں پہل مرد کو کرنی چاہئے جیسا کہ حدیث ھلال بن امیہؓ سے واضح ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورت ابتدا کردے تو صحیح ہے اس کا اعتبار کیا جائیگا۔ کیونکہ واؤ حرف عطف ہے جو جمع کے لئے موضوع ہے۔ ترتیب اس کا مقتضی نہیں ہے شوافعؒ نے لفظ ثم قامت سے استدلال کیا ہے اور کلام بدائع سے ترتیب کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ غایۃ میں ہے کہ اعادت واجب نہیں ہے۔ سنۃ کی خلاف ورزی ضرور ہے۔

بَاب اللِّعَانِ وَمَنْ طَلَّقَ بَعْدَ اللِّعَانِ

ترجمہ۔ لعان اور جو لعان کے بعد طلاق دے

حدیث (۴۹۳۷) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ...... اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُوَيْمِرَ الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ اِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيِّ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ يَا عَاصِمُ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهِ رَجُلًا اَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ اَوْ كَيْفَ يَفْعَلُ سَلْ لِيْ يَا عَاصِمُ عَنْ ذٰلِكَ فَسَاَلَ عَاصِمٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعد ساعدیؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانیؓ حضرت عاصم بن عدی انصاریؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا اے عاصم! بتلایئے اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو مشغول دیکھے تو کیا وہ اس کو قتل کر سکتا ہے۔ کہ پھر تو قصاصاً تم لوگ اسے قتل کردو گے یا وہ کیا کرے اس بارے میں اے عاصم آپ دریافت کریں۔ چنانچہ حضرت عاصمؓ نے اس بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا

عَنْ ذٰلِكَ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتّٰى كَبُرَ عَلٰى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ اِلٰى اَهْلِهٖ جَاءَهٗ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا عَاصِمُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ لَمْ تَأْتِنِيْ بِخَيْرٍ قَدْ كَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَسْئَلَةَ الَّتِيْ سَأَلْتُهٗ عَنْهَا فَقَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللّٰهِ لَا اَنْتَهِيْ حَتّٰى اَسْأَلَهٗ عَنْهَا فَاَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتّٰى جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اُنْزِلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ تَلَاعُنِهِمَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَأْمُرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتْ سُنَّةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ ....

تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے مسائل کے بارے میں سوال کرنا ناپسند کیا۔ بلکہ عیب ناک سمجھا یہانتک کہ جو کچھ حضرت عاصمؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ان پر وہ گراں گذرا۔ جب حضرت عاصمؓ گھر واپس آئے تو حضرت عویمرؓ ان کے پاس آکر پوچھنے لگے اے عاصم! جناب رسول اللہ ﷺ نے تجھے کیا فرمایا ہے۔ حضرت عاصمؓ نے حضرت عویمرؓ سے فرمایا تو میرے پاس کوئی اچھی بات نہیں لایا۔ جس کے متعلق سوال کرنے کو جناب رسول اللہ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا جس پر حضرت عویمرؓ نے فرمایا۔ واللہ! میں اس وقت تک باز نہیں آؤنگا جبتک کہ اس کے متعلق دریافت نہ کر لوں۔ تو حضرت عویمرؓ جب جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپؐ لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ آتے ہی کہنے لگے یارسول اللہ! بتلایئے جس آدمی نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو مشغول پایا کیا وہ اسے قتل کر سکتا ہے جس کو آپ لوگ قصاصاً قتل کر دینگے یا وہ کیسے کرے جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے اور تمھاری بیوی کے بارے میں قرآنی حکم نازل ہو چکا ہے۔ پس جاؤ اس کو لے آؤ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے لعان کیا۔ اور میں دوسرے لوگوں کے ہمراہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عویمرؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! کہ میں جھوٹا ہونگا اگر میں نے اس کو اپنے پاس روک رکھا پس اس نے اسے تین طلاق دے دی حالانکہ ابھی جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ یہی لعان کرنے والوں کا طریقہ چلا آرہا ہے۔

بَابُ التَّلَاعُنِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ مسجد کے اندر لعان کرنا

حدیث (۴۹۳۸) حَدَّثَنَا يَحْيٰى ...... اَخْبَرَنِيْ

ترجمہ۔ ابن شہاب زہریؒ ملاعنہ اور جو کچھ اس کے

ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْمُلَاعَنَةِ وَعَنِ السُّنَّةِ فِيهَا عَنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَخِي بَنِي سَاعِدَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ أَوْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَأَنْزَلَ اللهُ فِي شَأْنِهِ مَاذُكِرَ فِي الْقُرْآنِ مِنْ أَمْرِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْقَضَى اللهُ فِيكَ وَفِي امْرَأَتِكَ قَالَ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَارَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ فَرَغَا مِنَ التَّلَاعُنِ فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ذٰلِكَ تَفْرِيقٌ بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتِ السُّنَّةُ بَعْدَهُمَا أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَكَانَتْ حَامِلًا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعٰى لِأُمِّهِ قَالَ ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي مِيرَاثِهَا أَنَّهَا تَرِثُهُ وَيَرِثُ مِنْهَا مَافَرَضَ اللهُ لَهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنْ جَاءَتْ بِهِ أَحْمَرَ قَصِيرًا كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أُرَاهَا إِلَّا قَدْ صَدَقَتْ وَكَذَبَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْوَدَ أَعْيَنَ ذَاأَلْيَتَيْنِ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى الْمَكْرُوهِ مِنْ ذٰلِكَ ....

بارے میں طریقہ مسنونہ ہے یہ سب حضرت سھل بن سعد ساعدی کی حدیث سے ثابت ہے کہ انصار کا ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پس کہنے لگا یارسول اللہ بتلایئے اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ مشغول پائے تو کیا اس کو قتل کر دے یا کیا کرے تو اللہ تعالے نے اس کے بارے میں وہ کچھ نازل فرمایا جو تلاعن کے بارے میں قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔ جس پر جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے اور تمھاری بیوی کے بارے میں اللہ تعالے نے فیصلہ فرمایاہے۔ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا! اور میں موجود تھا۔ پس جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو کہنے لگا اگر میں نے اس کو اپنے پاس روک لیا تو یارسول اللہ میں نے اس پر جھوٹ بولا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے پہلے ہی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق سنادیں۔ لعان سے فارغ ہوتے ہی۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ہی اسے جدا کردیا تو یہی دونوں لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہوگئی قضا قاضی کی ضرورت نہ رہی۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ ابن شہابؒ نے فرمایا ان کے بعد یہی طریقہ رائج ہوا۔ کہ دونوں لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی کر دی جائے۔ وہ عورت حاملہ تھی اس کے بیٹے کو ماں کے نام کے ساتھ پکارا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں پھر اسکی میراث کے بارے میں یہ طریقہ جاری ہوا کہ وہ عورت اس ملاعن سے وارث ہوگی۔ وہ اس ملاعنہ کا وارث ہوگا جس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا حصہ مقرر فرمایا ہے۔ ابن جریج ابن شہابؒ سے حضرت سھل بن سعد ساعدی کی حدیث میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا

کہ اگر وہ عورت سرخ رنگ اور چھوٹے قد کا بچہ جنے گویا کہ وہ سرخ کرلا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ عورت نے سچ کہا اور مرد نے اس پر جھوٹ باندھا۔ اگر اس نے ایسا بچہ جنا جو سیاہ رنگ کی آنکھوں والا موٹے موٹے چوتڑوں والا تو میں سمجھتا ہوں کہ مرد نے اس کے بارے میں سچ کہا۔ پس وہ عورت اسی طرح بچہ جنی جو ان میں سے مکروہ ناپسند تھا۔ یعنی کالے رنگ کا جس سے زنا کا تحقق ہو گیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ من طلق بعد اللعان سے امام بخاریؒ نے ایک اور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آیا نفس لعان سے عورت پر طلاق پڑ جائیگی یا قضاً قاضی اور ایتاع زوج سے طلاق پڑیگی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ نفس لعان سے طلاق پڑ جائیگی قضاً قاضی کی ضرورت نہیں ہے امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ لعان کے بعد حاکم کی تفریق سے طلاق واقع ہو گی انما طلقها ثلاثا سے معلوم ہوا کہ نفس لعان سے طلاق واقع نہیں ہوئی ورنہ آنحضرت ﷺ کے سامنے تین طلاق دینے کی کیا ضرورت تھی۔ اور ہدایہ میں ہے الفرقة بتطليقة بائنة عند ابی حنيفةؒ و محمدؒ کیونکہ قاضی کا فعل بھی ملاعن کی طرف منسوب ہو گا۔ جیسا کہ عنین کے فعل کے بارے میں قاضی کا فعل اس کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہی کہ اس سے تحریم ابدی ثابت ہو گی کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے المتلاعنان لايجتمعان ابدا ۔ طرفینؒ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹا قرار دینا یہ رجوع ہے۔ اور شہادت بعد الرجوع کا کوئی حکم نہیں جبتک تلاعن ہے جمع نہیں ہونگے۔ اکذاب کے بعد جمع ہو جائینگے۔ اور ملاعنہ حاملہ تھی جس کے حمل سے ملاعن نے انکار کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ حمل سے بھی لعان جائز ہے۔ امام احمدؒ کی روایت ہے کہ حمل سے لعان جائز نہ ہو گا۔

باب قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ۔

ترجمہ۔ اگر گواہوں کے بغیر رجم کرنے والا ہوتا تو میں اسے رجم کرتا۔

حدیث (۴۹۳۹) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذَٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو إِلَيْهِ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيتُ بِهَٰذَا إِلَّا لِقَوْلِي فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذَٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبِطَ الشَّعْرِ وَكَانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس لعان کرنے کا ذکر ہوا پس عاصم بن عدیؓ نے اس بارے میں ایک بات کہی تھی (وہی زانی کو قتل کرنا) پس جب وہ وہاں سے لوٹے تو ان کی قوم کا ایک آدمی ان کے پاس آکر شکوہ کرنے لگا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو مشغول پایا تو حضرت عاصمؓ نے فرمایا کہ میں تو اپنے قول کی وجہ سے اس واقعہ میں مبتلاء ہوں کہ میرے خاندان میں میرے کہنے کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آگیا تو وہ فرماتے ہیں کہ میں ان کو لیکر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس آدمی کے

وَجَدَہٗ عِنْدَ اَھْلِہٖ خَدِلًا اٰدَمَ کَثِیْرَ اللَّحْمِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَللّٰھُمَّ بَیِّنْ فَجَاءَتْ شَبِیْھًا بِالرَّجُلِ الَّذِیْ ذَکَرَ زَوْجُھَا اَنَّہٗ وَجَدَہٗ فَلَاعَنَ النَّبِیُّ ﷺ بَیْنَھُمَا قَالَ رَجُلٌ لِاِبْنِ عَبَّاسٍؓ فِی الْمَجْلِسِ ھِیَ الَّتِیْ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَوْ رَجَمْتُ اَحَدًا بِغَیْرِ بَیِّنَۃٍ رَجَمْتُ ھٰذِہٖ فَقَالَ لَا تِلْکَ امْرَاَۃٌ کَانَتْ تُظْھِرُ فِی الْاِسْلَامِ السُّوْءَ قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ وَعَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ خَدِلًا۔

متعلق خبر دی جس کے ساتھ اپنی بیوی کو مشغول پایا تھا۔ یہ آدمی خود زرد رنگ کا تھا جو کمزور تھوڑے گوشت والا تھا جو کھلے بالوں والا تھا گھونگھرالے بال نہیں تھے۔ اور جس کے ساتھ اپنی بیوی کو مشغول پایا تھا وہ موٹی پنڈلیوں والا گندمی رنگت پر گوشت تھا پس جناب نبی اکرم ﷺ نے دعا مانگی اے اللہ اس معاملہ کو واضح کر دے۔ چنانچہ وہ عورت ایسا بچہ لائی جو اس آدمی کے مشابہ تھا جس کے متعلق اس کے خاوند نے ذکر کیا تھا۔ کہ اس نے اس کو مشغول پایا ہے۔ تو آپؐ نے ان دونوں میاں بیوی میں لعان کرایا

تو ابن عباسؓ سے ایک آدمی نے کہا جو مجلس میں موجود تھا کہ یہ وہی عورت تھی جس کے متعلق جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو اس عورت کو سنگسار کرتا تو ابن عباسؓ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ وہ عورت تھی جس نے اسلام کے زمانہ میں زنا کا ارتکاب کیا۔ ابو صالح اور ابو یوسف خدلا بسکون الدال نقل کیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ خدلاً بفتح الخاء و کسر الدال ہے۔

باب صَدَاقِ الْمُلَاعَنَۃِ

ترجمہ۔ لعان کرنے والے کا مہر کے بیان میں

حدیث (۴۹۴۰) حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ زُرَارَۃَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍؓ قَالَ قُلْتُ لِاِبْنِ عُمَرَؓ رَجُلٌ قَذَفَ امْرَاَتَہٗ فَقَالَ فَرَّقَ النَّبِیُّ ﷺ بَیْنَ اَخَوَیْ بَنِی الْعَجْلَانِ وَقَالَ اللّٰہُ یَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَکُمَا کَاذِبٌ فَھَلْ مِنْکُمَا تَائِبٌ فَاَبَیَا وَقَالَ اللّٰہُ یَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَکُمَا کَاذِبٌ فَھَلْ مِنْکُمَا تَائِبٌ فَاَبَیَا فَفَرَّقَ بَیْنَھُمَا قَالَ اَیُّوْبُ فَقَالَ لِیْ عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ اِنَّ فِی الْحَدِیْثِ شَیْئًا لَا اَرَاکَ تُحَدِّثُہٗ قَالَ قَالَ الرَّجُلُ مَالِیْ قَالَ قِیْلَ لَا مَالَ لَکَ اِنْ کُنْتَ صَادِقٌ فَقَدْ دَخَلْتَ بِھَا وَاِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَھُوَ اَبْعَدُ مِنْکَ ....

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کی کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگایا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بنو عجلان کے دو بھائیوں کے درمیان جدائی کرا دی اور آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بیشک تم میں ایک ضرور جھوٹا ہے۔ پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے۔ تو دونوں نے انکار کیا تو آپؐ نے ان دونوں میں تفریق کر دی۔ ایوب فرماتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے مجھ سے کہا۔ کہ حدیث کا ایک حصہ رہ گیا ہے جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ تم اسے بیان نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں کہ آدمی نے کہا میرا مال مہر تو کہتے ہیں کہ اس سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے تو بھی مال کا حقدار نہیں ہے اسلئے کہ

تو اس سے ہمبستری کر چکا ہے۔ اگر تو جھوٹا ہے تو پھر اس کا مطالبہ کرنا تم سے زیادہ بعید ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مدخول بھا کے بارے میں تو اجماع ہے کہ جمیع مال مہر کی مستحق ہے۔ غیر مدخول بھا میں اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ دوسری مطلقہ عورتوں کی طرح یہ بھی نصف حق مہر کی مستحق ہوگی۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں بلکل کسی چیز کی مستحق نہیں ہے۔ چور بھی چتر بھی۔ بوجہ قرابت کے زوجین کو اخوی بنی عجلان کہا گیا کیونکہ تغلیباً اخت کو اخ کی طرح کہا جاتا ہے۔

باب قَوْلَ الْاِمَامِ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ اِنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ۔

ترجمہ۔ امام پر لازم ہے کہ لعان سے قبل ترغیباً یا لعان کے بعد یہ کلمات کہے۔

حدیث (۴۹۴۱) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَؓ عَنِ الْمُتَلَاعِنَیْنِ فَقَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِلْمُتَلَاعِنَیْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِیْلَ لَكَ عَلَیْهَا قَالَ مَالِی قَالَ لَا مَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَیْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَاِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَیْهَا فَذٰلِكَ اَبْعَدُ لَكَ قَالَ سُفْیَانُ حَفِظْتُهٗ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ اَیُّوْبُ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاِبْنِ عُمَرَؓ رَجُلٌ لَاعَنَ امْرَاَتَهٗ فَقَالَ بِاِصْبَعَیْهِ وَفَرَّقَ سُفْیَانُ بَیْنَ اِصْبَعَیْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى فَرَّقَ النَّبِیُّ ﷺ بَیْنَ اَخَوَیْ بَنِی الْعَجْلَانِ وَقَالَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ سُفْیَانُ حَفِظْتُهٗ مِنْ عَمْرٍو وَاَیُّوْبَ كَمَا اَخْبَرْتُكَ ....

ترجمہ۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے متلاعنین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے متلاعنین سے فرمایا کہ تمہارا حساب تو اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہے تم میں کوئی ضرور جھوٹا ہے۔ اب تیرا تیری بیوی پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا میرا حق مہر والا مال کہاں جائیگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تجھے مال کا کوئی حق نہیں اگر تم نے اس پر سچ کہا تھا تو وہ مال اسکی شرمگاہ کے حلال ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور اگر تو نے اس پر جھوٹا افتراء کیا ہے۔ تو پھر مال کا مطالبہ تم سے بہت بعید ہے سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے اسے عمرو بن دینار سے یاد رکھا ہے۔ اور ایوب فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیرؒ سے یوں سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی سے لعان کیا تو انہوں نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کیا سفیان اپنی دو انگلیوں شہادت والی اور درمیانی میں جدائی پیدا کی۔ فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بنو العجلان کے دو بھائیوں کے درمیان تفریق کر دی اور فرمایا اللہ تعالی جانتا ہے کہ ان میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے پس تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے یہ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا سفیان کہتے ہیں کہ عمروؒ اور ایوبؒ سے میں نے اسی طرح یاد رکھا جس طرح میں نے تجھ کو خبر دی ہے۔

تشریح از قاسمی ؒ ۔ یہ امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین کی دلیل ہے کہ لعان اس وقت تمام نہیں ہو گا جبتک حاکم تفریق نہ کردے

باب التَّفْرِيقِ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ

حدیث (۴۹۴۲) حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَرَّقَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ قَذَفَهَا فَأَحْلَفَهَا ....

ترجمہ۔ ابن عمرؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کردی جس نے اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی اور اس سے قسم اٹھوائی۔

حدیث (۴۹۴۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ...... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَاعَنَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے انصار کے ایک آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور ان کے درمیان تفرق کردی۔

باب يُلْحَقُ الْوَلَدُ بِالْمُلَاعَنَةِ

ترجمہ۔ بچہ لعان کرنے والی کے پیچھے لگایا جائیگا

حدیث (۴۹۴۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهِ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک مرد اور اسکی عورت کے درمیان لعان کرایا اور اس کے بچے کی باپ سے نفی کردی پھر ان دونوں کے درمیان تفریق کردی اور بچے کو عورت کے پیچھے لگادیا گیا۔

تشریح از قاسمی ؒ ۔ بچے اور زوج کے درمیان تو توارث نہیں ہوگا۔ البتہ ماں اس کی وارث بنیگی۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے حصہ مقرر فرمایا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ولد اور اس کے ذوالفروض جو ماں کی طرف سے ہیں ان میں وراثت چالو ہوگی۔ اگر کچھ ذوالفروض سے بچ جائیگا۔ تو وہ بیت المال کا ہوگا۔ یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف والدہ رہ گئی ہے تو وہ جمیع ثلث کو حاصل کریگی۔ فریضہ میراث کی وجہ سے اور باقی قاعدہ کے مطابق اس پر رد ہوگا۔

باب قَوْلِ الْإِمَامِ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ

ترجمہ۔ امام کا کہنا کہ اے اللہ حکم واضح کردے

حدیث (۴۹۴۵) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِيْ ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيْتُ بِهٰذَا الْأَمْرِ إِلَّا لِقَوْلِيْ فَذَهَبَ بِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِيْ وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيْلَ اللَّحْمِ سَبْطَ الشَّعْرِ وَكَانَ الَّذِيْ وَجَدَ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ خَدْلًا كَثِيْرَ اللَّحْمِ جَعْدًا قَطِطًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ فَوَضَعَتْ شَبِيْهًا بِالرَّجُلِ الَّذِيْ ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَ عِنْدَهَا فَلَاعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ هِيَ الَّتِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ السُّوْءَ فِي الْإِسْلَامِ ....

رسول اللہ ﷺ کے پاس دو لعان کرنے والوں کا ذکر کیا گیا تو عاصم بن عدی نے اس بارے میں بات کہی پھر وہ لوٹے۔ تو انکی قوم کا آدمی ان کے پاس آیا۔ تو اس نے ذکر کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو مشغول پایا۔ تو عاصمؓ فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں اپنے قول کی وجہ سے مبتلا ہوا تو وہ اس کو لیکر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس آدمی کی خبر دی جس نے اپنی بیوی کو مشغول پایا تھا۔ یہ آدمی خاوند زرد رنگ کا نحیف تھوڑے گوشت والا کھلے بالوں والا تھا۔ اور جس کو اپنی بیوی کے پاس پایا تھا وہ گندمی رنگ موٹی پنڈلیوں والا بہت گوشت والا سخت گھونگھرالے بالوں والا تھا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! واضح کر دے۔ پس اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جو اس آدمی کے مشابہ تھا جس کا ذکر اس کے خاوند نے کیا تھا کہ اس نے اس کو اپنی بیوی کے پاس مشغول پایا تھا۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان لعان کرایا۔ پس ابن عباسؓ سے ایک آدمی نے کہا جو مجلس میں موجود تھا کہ کیا یہ وہ عورت تھی جس کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی کو بغیر گواہوں کے سنگسار کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا۔ جس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا نہیں یہ وہ عورت تھی جس نے اسلام کے بعد برائی یعنی زنا کو ظاہر کیا۔

باب إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ تَزَوَّجَتْ بَعْدَ الْعِدَّةِ زَوْجًا غَيْرَهُ فَلَمْ يَمَسَّهَا

ترجمہ۔ جب کوئی شخص بیوی کو تین طلاق دے پھر وہ عدت کے بعد کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے پس اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔

حديث (٤٩٤٦) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَائِشَةَ عن النبی ﷺ وحدثنا عثمان بن

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظیؓ نے ایک عورت سے شادی کی پھر اسے طلاق دے دی جس نے

اَبِیْ شَیْبَۃَ عَنْ رِفَاعَۃَ الْقُرَظِیِّ تَزَوَّجَ امْرَأَۃً ثُمَّ طَلَّقَھَا فَتَزَوَّجَتْ اٰخَرَ فَاَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَذَکَرَتْ لَہٗ اَنَّہٗ لَایَاْتِیْھَا وَاَنَّہٗ لَیْسَ مَعَہٗ اِلَّامِثْلُ ھُدْبَۃٍ فَقَالَ لَا تَذُوْقِیْ عُسَیْلَتَہٗ وَیَذُوْقُ عُسَیْلَتَكِ ......

دوسرے خاوند سے جاکر نکاح کر لیا پس وہ عورت جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ وہ تو اس سے ہمبستری نہیں کر سکا اور اس کے پاس تو پھندنے جیسے ذکر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا جبتک کہ تو اس کا شھد نہ چکھ لے اور وہ تیرا شھد نہ چکھے۔ یعنی جب تک جماع نہ ہوگا حلالہ تمام نہیں ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ عسیلہ سے مجامعۃ مراد ہے۔ کہ مرد کا حشفہ عورت کے فرج میں غائب ہو جائے یعنی حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ انزال کا حاصل ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن وہ تو فشاط پر موقوف ہے۔

باب قولہ وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآءِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ الایۃ۔ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا یَحِضْنَ اَوْلَایَحِضْنَ وَاللَّائِیْ قَعَدْنَ عَنِ الْحَیْضِ وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلَاثَۃُ اَشْھُرٍ۔۔۔

ترجمہ۔ تمہاری وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہوں مجاہد فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمھیں معلوم نہ ہو سکے کہ تمہاری عورتوں کو حیض آتا ہے یا نہیں آتا اور وہ عورتیں جو حیض سے بیٹھ گئی ہوں اور وہ جنہیں حیض نہیں آتا ان کی عدت تین ماہ ہے۔ یعنی جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اور جن کو حیض سرے سے آتا نہیں ان قسم کی دو عورتوں کی عدت تین ماہ ہے تو ان ارتبتم کا تعلق حکم سے ہوگا یا اس سے نہیں ہوگا

باب اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ

ترجمہ۔ حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔

حدیث (۴۹۴۷) حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ بُکَیْرٍ. عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ امْرَاَۃً مِنْ اَسْلَمَ

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم کی عورت جسے سبیعہ کہا جاتا تھا وہ ایسے خاوند کے نکاح میں تھی جو اس سے اس وقت وفات پا گیا جبکہ یہ حاملہ تھی

يُقَالُ لَهَا سُبَيْعَةَ كَانَتْ تَحْتَ زَوْجِهَا تُوُفِّيَ عَنْهَا وَهِيَ حُبْلَى فَخَطَبَهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ فَأَبَتْ أَنْ تَنْكِحَهُ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا يَصْلُحُ أَنْ تَنْكِحِيهِ حَتّٰى تَعْتَدِّى اٰخِرَ الْاَجَلَيْنِ فَمَكَثَتْ قَرِيبًا مِنْ عَشْرِ لَيَالٍ ثُمَّ جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اَنْكِحِيْ ......

تو ابو سنابل بن بعکك نے اس کو نکاح کا پیغام بھیجا جس نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا کہنے لگی واللہ وہ اس سے نکاح کرنے کے لائق نہیں ہے جبتک کہ دونوں عدتوں (وضع اور اشھر) میں سے آخر کی عدت پوری نہ کرے تو وہ قریباً دس راتیں رکی ہو گی کہ وضع حمل ہو گئی پھر وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جس پر آپؐ نے فرمایا کہ اب نکاح کر سکتی ہے۔

حديث (۴۹۴۸) حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلَى ابْنِ الْاَرْقَمِ اَنْ يَسْئَلَ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ كَيْفَ اَفْتَاهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَتْ اَفْتَانِيْ اِذَا وَضَعْتُ اَنْ اَنْكِحَ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت ابن الارقم کی طرف لکھا کہ آپ سبیعہ اسلمیہ سے پوچھیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے کیسے فتوی دیا تھا پس اس نے جواب دیا کہ مجھے آپؐ نے فتوی دیا کہ جب میں وضع حمل کر لوں تو نکاح کر سکتی ہوں۔

حديث (۴۹۴۹) حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ قَزَعَةَ. عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَتْهُ اَنْ تَنْكِحَ فَاَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ ...

ترجمہ۔ حضرت مسعود بن مخرمہؓ سے مروی ہے کہ سبیعہ اسلمیہ اپنے خاوند کی وفات کے بعد چند راتیں نفاس میں مبتلا رہی۔ پس اس نے آکر آنحضرت نبی اکرم ﷺ سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے اسے اجازت دے دی پس اس نے نکاح کر لیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ وان لم تعلموا...... ۸۰۱۔۲۴ یعنی جب تم پر اشتباہ ہو جائے کہ آیا یہ جاری ہونے والا خون استحاضہ کا یا کوئی اور ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ مجاہد کی تفسیر تو یہ ہے کہ ارتبتم بمعنے ان لم تعلموا کے ہے لیکن ابن کثیرؒ فرماتے ہیں ان ارتبتم میں دو قول ہیں کہ مجاہد اور زھری تو کہتے ہیں کہ اگر عورتیں خون دیکھیں لیکن انہیں اس کے حیض اور استحاضہ ہونے میں شک ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ تمھیں ان کی عدت کے حکم کے بارے میں شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور بعض نے کہا کہ اگر تمھیں ان عورتوں کے خون میں شک ہو۔ جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہیں جس کا تخمینہ ساٹھ یا پچپن سال کی عمر تک لگایا گیا ہے کہ آیا یہ دم حیض ہے

یادم استحاضہ ہے تو انکی عدت تین ماہ ہو گی۔ اب مستحاضہ کی عدت میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کی ایک روایت سال کی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ ممیزہ ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ ورنہ سال ہے۔ امام احمدؒ سے بھی اسی طرح دو روایتیں ہیں علماء احناف کے نزدیک اس کی عدت ان اقراء کے مطابق ہو گی جو زمانہ ماضی میں اسکی عادت تھی۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ

ترجمہ۔ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ فَمَنْ تَزَوَّجَ فِي الْعِدَّةِ فَحَاضَتْ عِنْدَهٗ ثَلٰثَ حِيَضٍ بَانَتْ مِنَ الْاَوَّلِ وَلَا يَحْتَسِبُ بِهٖ لِمَنْ بَعْدَهٗ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ يَحْتَسِبُ وَهٰذَا اَحَبُّ اِلٰى سُفْيَانَ يَعْنِيْ قَوْلَ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ مُعْمَرٌ يُقَالُ اَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ اِذَا دَنَا حَيْضُهَا وَاَقْرَأَتْ اِذَا دَنَا طُهْرُهَا وَيُقَالُ مَاقَرَأَتْ بِسَلًى قَطُّ اِذَا لَمْ تَجْمَعْ وَلَدًا فِيْ بَطْنِهَا ....

ترجمہ۔ ابراہیم نخعیؒ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے عدت کے اندر کسی عورت سے نکاح فاسد کر لیا تو اسے اس خاوند کے پاس تین حیض کا زمانہ گذر گیا۔ تو وہ پہلے حیض سے بائنہ ہو جائیگی۔ اور اس حیض کا بعد والوں کے لئے شمار نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ دوسری عدت گذار یگی۔ اور زہریؒ فرماتے ہیں کہ بعد والوں کے لئے بھی اس حیض کو شمار کیا جائیگا۔ یہ زہری کا قول سفیان ثوریؒ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ معمر فرماتے ہیں کہ اقرأت المرأۃ اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ عورت کا حیض کا زمانہ قریب ہو۔ اور اقرأت المرأۃ اس وقت بھی کہتے ہیں جبکہ طہر قریب ہو۔ گویا کہ قرء حیض اور طہر دونوں اضداد کے لئے بولا جاتا ہے۔ او فاقرءت بسلیٰ قط کہ اپنی جھلی میں کچھ جمع نہیں کیا یہ اس وقت بولتے ہیں جبکہ عورت اپنے پیٹ میں کوئی بچہ جمع کرنے نہ پائے تو یہاں قرء بمعنے جمع کے ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فیمن تزوج فی العدۃ ۸۰۲۔۷ شیخ گنگوہیؒ نے تو شہرت کی وجہ سے اس مسئلہ کا تعرض نہیں کیا۔ لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجتماع العدتین کا ہے۔ اس پر تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ ناکح فی العدۃ کا نکاح فاسد ہو گا۔ فوراً زوجین میں تفریق کرادی جائے۔ لیکن جب اس نے عدت میں نکاح کر کے تین حیض کا زمانہ اس کے پاس گذار لیا تو پہلے حیض سے ہی بائنہ ہو جائیگی کیونکہ اس کے پاس اس عورت کی عدت یہی کافی ہے۔ البتہ بعد زوج اول کے دوسروں کے لئے اس حیض کو عدت میں شمار نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ زوج ثانی کے لئے دوسری عدت ہو گی۔ یہ قول ابراہیم نخعیؒ کا ہے۔ اور امام مالکؒ سے مروی ہے کہ اگر پہلے خاوند کے پاس اسے ایک یا دو حیض آئے تو بقیہ عدت اس سے پوری کرے۔ پھر دوسرے خاوند سے دوسری عدت نئے سرے سے شروع کرے۔ یہی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے۔ اور ایک قول امام مالکؒ کا یہ ہے کہ ایک عدت دونوں کے لئے کافی ہو گی۔ یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا ہے۔

اقراء جو مطلقہ عورت میں ہیں اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا وہ اطہار ہیں یا حیض۔ احناف کے نزدیک تین اطہار ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تین حیض ہیں لیکن اس صورت میں جبکہ طلاق حیض کی حالت میں ہو اگر اس حیض کو شمار کریں گے تو ثلثہ قروء کی تکمیل نہیں ہوگی۔

باب قِصَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ وَقَوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَاتُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ اِلٰى قَوْلِهٖ اَسْكِنُوْا هُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ۔

حدیث (۴۹۵۰) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ ...... عَنْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَكَمِ فَانْتَقَلَهَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ فَاَرْسَلَتْ عَائِشَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ اتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدْهَا اِلٰى بَيْتِهَا قَالَ مَرْوَانُ فِيْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ اِنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَكَمِ غَلَبَنِيْ وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَوَمَا بَلَغَكَ شَانُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ لَايَضُرُّكَ اَلَّا تَذْكُرَ حَدِيْثَ فَاطِمَةَ فَقَالَ الْمَرْوَانُ اِنْ كَانَ بِكِ شَرٌّ فَحَسْبُكِ مَابَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ..

ترجمہ۔ یحیٰ بن سعید بن العاص نے عبدالرحمٰن بن الحکم کی بیٹی کو طلاق دے دی جسے عبدالرحمٰن منتقل کر کے اپنے گھر لے گئے۔ تو حضرت عائشہؓ ام المؤمنین نے مروان حاکم مدینہ کی طرف پیغام بھیجا کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ اور اس کو اپنے طلاق والے گھر واپس کرو۔ سلیمان کی حدیث میں تو ہے کہ مروان نے کہلا بھیجا کہ عبدالرحمٰن مجھ پر غالب آگیا ہے۔ لیکن قاسم بن محمد کی روایت میں ہے کہ کیا تجھے فاطمہ بنت قیس کا حال نہیں پہنچا جس نے کہا لاسکنی ولا نفقة تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تو فاطمہ بنت قیس کی حدیث ذکر نہ کرے تو تجھے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ جس پر مروان نے کہا کہ اگر آپ کے پاس اس کے نکلنے کے سبب کوئی شر ہے تو ان دو میں سے ایک شر اس میں بھی ہے۔ فاطمہ بنت قیسؓ کا ایک سبب تو یہ تھا کہ اس کا مکان وحشت ناک اور ڈرونا تھا اور دوسرا یہ کہ وہ زبان دراز تھی دیوروں کے بارے میں۔

حدیث (۴۹۵۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ...... عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ مَالِفَاطِمَةَ اَلَا تَتَّقِى اللّٰهَ يَعْنِيْ فِيْ قَوْلِهَا لَاسُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا فاطمہ بنت قیس کو کیا ہو گیا ہے اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرتی جو کہتی پھرتی ہے کہ مطلقہ کے لئے نہ رہائش ہے اور نہ خوراک ہے۔ حالانکہ یہ صریح قرآن مجید کے خلاف ہے۔

حدیث (۴۹۵۲) حَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ عَبَّاسٍ قَالَ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ لِعَائِشَةَ اَلَمْ تَرَىٰ اِلٰى فُلَانَةَ

ترجمہ۔ حضرت عروہ ابن الزبیرؓ نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے کہا فلانہ عمرہ بنت الحکم کو نہیں دیکھتیں جس کو

بِنْتِ الْحَكَمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَخَرَجَتْ فَقَالَتْ بِئْسَ مَاصَنَعَتْ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِيْ فِيْ قَوْلِ فَاطِمَةَ قَالَتْ اَمَا اِنَّهٗ لَيْسَ لَهَا خَيْرٌ فِيْ ذِكْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ.

اس کے خاوند نے قطعی طلاق دے دی پھر وہ اس مکان سے نکل آئی پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا جو کچھ اس نے کیا برا کیا۔ عروہ نے کہا کہ آپ نے دلیل میں فاطمہؓ کے قول کو نہیں سنا۔ فرمایا اس حدیث کے ذکر کرنے میں اسے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ فاطمہ بنت قیس اولین مہاجرین میں سے تھیں جو صاحب حسن وجمال اور عقل ودانش والی تھیں جس سے ابو عمرو بن حفصؓ نے نکاح کیا تھا جو حضرت علیؓ کے ہمراہ یمن کی طرف چلا گیا وہاں سے اس نے اس کی طرف تیسری طلاق بھی لکھ کر بھیج دی اور اپنے رشتہ داروں کو لکھا کہ اس کو کھجور اور جو دے دو جس کو فاطمہ نے قلیل سمجھا اور جناب رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپؐ نے اس سے فرمایا تیرے لئے نہ تو رہائش کی جگہ ان کے ذمہ ہے اور نہ ہی تیرا نان نفقہ ان پر لازم ہے۔ امام مسلمؒ نے اسے روایت کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے صرف ترجمہ باندھا ہے۔ اور مختلف طرق سے اس کے قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کان بک شر یعنی اگر فاطمہ کے خروج کا باعث کوئی علۃ تھی تو یہاں بھی وہ علۃ موجود ہے۔ وہ مکان کا وحشتناک ہونا ہے۔ یا بقول حضرت عائشہؓ اخرجک ھذا اللسان اب ائمہ کرام میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ اور ابن عباسؓ تو حدیث فاطمہ کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ مطلقہ کے لئے لاسکنی ولانفقۃ لیکن حضرت عمر بن الخطابؓ اور امام ابو حنیفہؒ ودیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے سکنی بھی ہے اور نفقہ بھی۔ کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔ اسکنوھن من حیث سکنتم ترجمہ جہاں تم سکونت پذیر ہوں وہاں پر ان کو بھی ٹھہراؤ اور نفقہ اس لئے کہ عدت کی وجہ سے وہ محبوسہ ہے۔ اور حضرت عمرؓ فرما چکے ہیں لاندع کتاب ربنا وسنۃ نبینا ﷺ بقول امرأۃ جھلت او نسیت ۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے سکنی تو ہے لیکن نفقہ نہیں ہے۔ صرف اولات الاحمال کے لئے نفقہ ہے۔ اولات الاحمال فانفقوا علیھن ۔

بَاب الْمُطَلَّقَةِ اِذَا خُشِيَ عَلَيْهَا فِيْ مَسْكَنِ زَوْجِهَا اَنْ يُقْتَحَمَ عَلَيْهَا اَوْتَبْذُوَ عَلٰى اَهْلِهَا بِفَاحِشَةٍ ۔

ترجمہ۔ مطلقہ کو جب خاوند کے گھر میں کسی کے اچانک داخل ہونے کا خطرہ ہو یا وہ گھر والوں سے بدگوئی سے پیش آتی ہو۔

حدیث(۴۹۵۳) حَدَّثَنَا حِبَّانُ ...... عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَؓ اَنْكَرَتْ ذٰلِكَ عَلٰى فَاطِمَةَ وَزَادَ ابْنِ اَبِي الزناد ...... عابت عائشةؓ اشد العيب وقالت ان فاطمةؓ كانت فى مكان وحش فخيف

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہ پر نکیر کیا۔ ابن ابی الزناد کے زائد الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے اس پر سخت عیب لگایا کہ وہ بڑی طرار اور زبان دراز تھی۔ خاوند کے بھائیوں کو فحش گالیاں دیتی تھی۔ اور فرماتی تھیں کہ فاطمہ ایک وحشتناک مکان میں رہتی تھیں

علے ناحیتھا فلذلک ارخص لھا النبی ﷺ ... جہاں اور کوئی آبادی نہیں تھی جس کے گرد نواح میں اس پر خطرہ تھا۔اس لئے جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کو رخصت دے دی تھی۔اس لئے شارح تراجم نے ترجمہ میں **والخوف علیھا والخوف منھا** ذکر کیا ہے۔حدیث سے پہلے جزو کو ثابت کیا دوسرے جزء کو اس پر قیاس کیا۔

باب قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا یَحِلُّ لَھُنَّ اَنْ یَکْتُمْنَ مَاخَلَقَ اللّٰہُ فِیْ اَرْحَامِھِنَّ مِنَ الْحَیْضِ وَالْحَمَلِ۔

ترجمہ۔اللہ تعالے کا ارشاد ہے عورتوں کیلئے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کی بچہ دانیوں میں پیدا کیا ہے خواہ وہ حیض ہو یا حمل ہو اس کا چھپانا ان کیلئے حلال نہیں ہے۔

حدیث(۴۹۵۴)حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ لَمَّا اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ یَنْفِرَ اِذَاصَفِیَّۃُؓ عَلٰی خِبَائِھَا کَئِیْبَۃً فَقَالَ لَھَا عَقْرٰی اَوْحَلْقٰی اِنَّکِ لَحَابِسَتُنَا اَکُنْتِ اَفَضْتِ یَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِیْ اِذَنْ .....

ترجمہ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب جناب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی کا ارادہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ بی بی صفیہ زوج النبی ﷺ اپنے خیمہ کے دروازہ پر غمگین کھڑی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا او ہلاک ہونے والی یا بال منڈوانے والی یہ کلمات کسی ڈراونی کے خبر کے وقت بولے جاتے ہیں۔بیشک تو تو ہمیں روکنے والی ہے۔کیا تو نے دسویں کے دن طواف زیارۃ کیا تھا اس نے جواب میں ہاں کہا تو آپؐ نے فرمایا اب کوچ کرو کیونکہ حائضہ پر طواف وداع واجب نہیں رہتا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کئیبۃ کے لفظ سے ترجمہ ثابت کیا ہے کہ وہ حیض کے خون کے ظاہر ہونے سے غمگین ہو گئی تھیں۔

باب قولہ وَبُعُوْلَتُھُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّھِنَّ فِی الْعِدَّۃِ وَکَیْفَ یُرَاجِعُ الْمَرْأَۃَ اِذَا طَلَّقَھَا وَاحِدَۃً اَوِ اثْنَتَیْنِ

ترجمہ۔ان عورتوں کے خاوند عدۃ کے اندر رجوع کرنے کے زیادہ حقدار ہیں اور مرد نے جب عورتوں کو ایک یا دو طلاق دی ہو تو کیسے رجوع کرے

حدیث(۴۹۵۵)حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ...... عَنِ الْحَسَنِؒ قَالَ زَوَّجَ مَعْقِلٌ اُخْتَہٗ فَطَلَّقَھَا تَطْلِیْقَۃً

ترجمہ۔حضرت معقل بن یسارؓ کی بہن جمیلہؓ ایک آدمی ابوالبراح کے نکاح میں تھیں جس نے اس کو ایک طلاق دیدی

وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی ...... حَدَّثَنَا الْحَسَنُ اَنَّ مَعْقِلَ بْنَ یَسَارٍؓ کَانَتْ اُخْتُهٗ تَحْتَ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا ثُمَّ خَلّٰی عَنْهَا حَتّٰی انْقَضَتْ عِدَّتُهَا ثُمَّ خَطَبَهَا فَحَمِیَ مَعْقِلٌؓ مِنْ ذٰلِكَ اَنِفًا فَقَالَ خَلّٰی عَنْهَا وَهُوَ یَقْدِرُ عَلَیْهَا ثُمَّ یَخْطُبُهَا فَحَالَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ ...... فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَءَ عَلَیْهِ فَتَرَكَ الْحَمِیَّةَ وَاسْتَقَادَ لِاَمْرِ اللّٰهِ الحدیث ......

پھر اس سے الگ رہ گئے کہ رجوع نہ کیا یہانتک اس کی عدت ختم ہو گئی۔ پھر وہ خطبہ کرنے لگا۔ تو حضرت معقلؓ نے اس سے ناک چڑھائی یعنی گھن کی۔ فرمایا کہ اس سے الگ رہے حالانکہ رجوع پر قدرت تھی۔ پھر اب خطبہ کرنے آگئے ہیں تو وہ خاوند اور بیوی کے درمیان حائل ہو گئے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ آیت جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو تم انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلایا یہ آیت ان پر تلاوت کی۔ تو انہوں نے اپنی قومی غیرت چھوڑ دی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق واپس طلب کر لیا۔

حدیث (۴۹۵۶) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ ...... عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَؓ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ تَطْلِیْقَةً وَّاحِدَةً فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یُّرَاجِعَهَا ثُمَّ یُمْسِكَهَا حَتّٰی تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِیْضَ عِنْدَهٗ حَیْضَةً اُخْرٰی ثُمَّ یُمْهِلَهَا حَتّٰی تَطْهُرَ مِنْ حَیْضَتِهَا فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یُّطَلِّقَهَا فَلْیُطَلِّقْهَا حَتّٰی تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّجَامِعَهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ یُّطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ اِذَا سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ لِاَحَدِهِمْ اِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَیْكَ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَكَ وَزَادَ فِیْهِ غَیْرُهٗ ...... قَالَ ابْنُ عُمَرَؓ لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَنِیْ بِهٰذَا الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق اس وقت دی جبکہ وہ حیض والی تھی جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس سے رجوع کر لیں پھر اس وقت تک اسے روکے رکھیں یہانتک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اس کے پاس اسے دوسری مرتبہ حیض آئے پھر اسے مہلت دے یہانتک کہ وہ اپنے حیض سے پاک ہو جائے پس جب اسے طلاق دینا چاہے تو اسے جماع کرنے سے پہلے طلاق دے یہانتک کہ وہ پاک ہو جائے۔ پس یہ وہ عدت ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے اور حضرت عبداللہؓ سے جس وقت ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا جاتا تھا تو وہ ہر ایک سے یہی کہتے تھے کہ اگر تو نے بیوی کو تین طلاق دے دی وہ تم پر اس وقت تک حرام رہیگی یہانتک کہ وہ تیرے سوا کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرلے اور اس حدیث میں غیر قتیبہ نے یہ زیادتی کی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا

اگر تو ایک یا دو مرتبہ طلاق دے جس میں رجعت ہو سکتی ہے اس کا مجھے جناب نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے۔

بابُ مُرَاجَعَةِ الْحَائِضِ

ترجمہ۔ حائضہ سے رجوع کرنا

حدیث (۴۹۵۷) حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ ......

سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَؓ فَقَالَ طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَؓ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُؓ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُطَلِّقَ مِنْ قَبْلِ عِدَّتِهَا قُلْتُ أَفَتَعْتَدُّ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی تو حضرت عمرؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ وہ رجوع کر لیں پھر اس کی عدت کے شروع ہونے کے وقت اسے طلاق دیں۔ میں نے کہا اس طلاق کے لئے عدت گذارے گی فرمایا بتلاؤ اگر ابن عمرؓ عاجز اور احمق ہو جائے تو پھر حالت حیض میں طلاق دے گا۔ اور بعض نے کہا ان نافیہ ہے۔ کہ ابن عمرؓ نہ عاجز ہے اور نہ احمق ہے کیونکہ نہ وہ بچہ ہے اور نہ پاگل ہے کہ پھر دہرائے۔

بابُ تُحِدُّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا أَرَى أَنْ تَقْرَبَ الصَّبِيَّةُ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا الطِّيبَ لِأَنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ ۔

ترجمہ۔ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا وہ چار ماہ اور دس دن سوگ منائے امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹی بچی جس کا خاوند فوت ہو گیا میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی خوشبو کے قریب نہ جائے کیونکہ اس پر بھی عدت ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ان تقرب الصبية ...... ۸۰۳۔۱۳ مقصد یہ ہے کہ اگر چہ چھوٹی بچی اس سوگ منانے کی مکلف نہیں ہے لیکن ورثا پر لازم ہے کہ وہ اسے ایسے کپڑے نہ پہنائیں جو عدت گذارنے والی پر پہننے حرام ہوتے ہیں۔ پس وہ اسے زعفران کا رنگا ہوا سرخ کپڑا اور دیگر خوشبو والے کپڑے نہ پہنائیں جنکی معتدہ کو ممانعت آئی ہے۔ اگر وہ خود بخود پہن لے یا خشبو لگا لے تو اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ اس تقریر سے یہ مذہب احنافؒ کے مذہب کے مخالف نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطب گنگوہیؒ نے امام زہریؒ کے قول کی بہترین توجیہ بیان فرمائی ہے۔ مسئلہ اختلافی ہے جس کی تفصیل اوجز میں ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا یہ قول لان علیھا العدۃ یہ ایجاد بندہ ہے۔ کیونکہ ابن وھب نے بغیر اس قول کے امام زھری کا مقولہ نقل کیا ہے اور عینی میں ہے کہ صبیۃ کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اس میں فقہا کا اختلاف ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک

اس پر سوگ کرنا لازم نہیں ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس پر بھی سوگ لازم ہے۔ احناف کا مستدل وہ حدیث ہے جس میں ہے لا تحل لامرأة اور صبیہ کو امرأۃ نہیں کہا جاتا۔ اور ہدایہ میں ہے۔ لاحداد علے الصغیرة لان الخطاب موضوع عنھا چنانچہ ابن ہمام فرماتے ہیں لا حداد عندنا علے کافرة ولا صغیرة ولا مجنونة خلافاً للشافعیؒ ومالک لانہ یجب لموت الزوج فیعم النساء کالعدة ہماری احناف کی دلیل یہ ہے کہ موت زوج کے وقت حداد حقوق شرع میں سے ایک حق ہے۔ اور حق شرع کو عورت خاوند کے حکم کے باوجود نہیں چھوڑ سکتی۔ تو یہ لوگ مخاطبہ نہ ہونگے

حدیث (۴۹۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّھَا اَخْبَرَتْهُ ھٰذِہِ الْاَحَادِیْثَ الثَّلَاثَةَ قَالَتْ زَیْنَبُ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ حَبِیْبَةَؓ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ حِیْنَ تُوُفِّیَ اَبُوْھَا اَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍؓ فَدَعَتْ اُمُّ حَبِیْبَةَؓ بِطِیْبٍ فِیْهِ صُفْرَةٌ خُلُوْقٌ اَوْ غَیْرُہٗ فَدَھَنَتْ مِنْهُ جَارِیَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَیْھَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰہِ مَالِیْ بِالطِّیْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَیْرَ اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا قَالَتْ زَیْنَبُؓ فَدَخَلْتُ عَلٰی زَیْنَبَؓ بِنْتِ جَحْشٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ اَخُوْھَا فَدَعَتْ بِطِیْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَمَا وَاللّٰہِ مَالِیْ بِالطِّیْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَیْرَ اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا قَالَتْ زَیْنَبُ وَسَمِعْتُ اُمَّ سَلَمَةَ تَقُوْلُ جَائَتِ امْرَاَۃٌ اِلٰی

ترجمہ۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ ان آنے والی تینوں حدیثوں کی خبر دیتی ہیں۔ زینبؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت ام حبیبہؓ زوج النبی ﷺ کے پاس گئی جبکہ ان کے والد ابو سفیان حربؓ وفات پاگئے۔ تو حضرت ام حبیبہؓ نے ایک خوشبو منگوائی جس میں زردی تھی اس میں زعفران وغیرہ ملی ہوئی تھی۔ پس اس سے ایک لڑکی کو تیل لگایا پھر اسے اپنے دونوں رخساروں پر ملا پھر فرمانے لگیں کہ واللہ مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ فرماتے ہیں کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ مگر اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ منا سکتی ہے۔ حضرت زینب فرماتی ہیں کہ پھر میں حضرت زینبؓ بنت جحشؓ کے پاس گئی جبکہ ان کا بھائی فوت ہو گیا۔ تو انہوں نے بھی خوشبو منگا کر ملی۔ پھر فرمایا خبردار اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے منبر پر کھڑے ہو کر کہتے سنا کہ کسی عورت کیلئے حلال نہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ کسی میت پر تین رات سے زیادہ سوگ منائے۔ البتہ اپنے خاوند کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ منا سکتی ہے۔ اس پر زینب بنت ابی سلمہؓ

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا اَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَاثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا هِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَقَدْ كَانَتْ اِحْدٰكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ قَالَ حُمَيْدٌ فَقُلْتُ لِزَيْنَبُ مَاتَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ قَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْأَةُ اِذَاتُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيْبًا حَتّٰى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ تُؤْتِيْ بِدَابَّةٍ حِمَارٍ اَوْشَاةٍ اَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهٖ فَقَلَّ مَاتَفْتَضُّ بِشَيْءٍ اِلَّامَاتَ ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطٰى بَعْرَةً فَتَرْمِيْ ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدَ مَاشَاءَ تْ مِنْ طِيْبٍ اَوْ غَيْرِهٖ سُئِلَ مَالِكٌ مَاتَفْتَضُّ بِهٖ قَالَ تَمْسَحُ بِهٖ جِلْدَهَا الحديث ....

فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ سے سنا جو فرماتی تھیں کہ ایک عورت جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہنے لگی یارسول اللہ میری بیٹی کا خاوند فوت ہو گیا جبکہ لڑکی کی آنکھیں دکھتی تھیں کہ ہم اسے سرمہ لگا سکتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ ہر مرتبہ یہی فرماتے تھے کہ نہیں۔ پھر جناب رسوا للہ ﷺ نے فرمایا یہ تو چار ماہ دس دن ہیں زمانہ جاہلیت میں تو سال کے آخر میں وہ لید کو پھینکتی تھی۔ حمید کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے زینب یہ ترمی بالبعرہ کیا چیز ہے تو زینبؓ نے بتلایا کہ جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو وہ ایک تنگ مکان میں داخل ہو جاتی اور اپنے بدترین کپڑے پہن لیتی اور جبتک سال ختم نہ ہو تا وہ خوشبو نہیں لگاتی تھی پھر کوئی جانور لایا جاتا گدھا بکری یا کوئی پرندہ لایا جاتا جس کی پیٹھ کو وہ چھولیتی ہاتھ لگاتی۔ اور بہت ہی کم اتفاق ہو تا کہ جس چیز کو وہ ہاتھ لگاتی مگر وہ مرجاتی۔ پھر وہ مکان سے باہر نکلتی تو اسے ایک لید دی جاتی جسے وہ پھینک دیتی تھی پھر اس کے بعد خشبو وغیرہ جس کی طرف چاہتی رجوع کرتی۔ امام مالکؒ سے پوچھا گیا ماتفتض بہ کیا چیز ہے کہ اس سے وہ اپنے چمڑے کو یا فرج کو ملتی تھی۔

باب الْكُحْلِ لِلْحَادَّةِ

ترجمہ۔ سوگ منانے والی کے لئے سرمہ لگانا کیسا ہے

حديث (۴۹۵۹) حَدَّثَنَا اٰدَمُ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَؓ عَنْ اُمِّهَا اَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَخَشُوْا عَيْنَيْهَا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَأْذَنُوْهُ فِي الْكُحْلِ فَقَالَ لَاتَكَحَّلُ قَدْ كَانَتْ اِحْدٰكُنَّ

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا تو گھر والوں کو اس عورت کی آنکھ کے متعلق خطرہ پیدا ہوا تو وہ لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سرمہ لگانے کے بارے میں اجازت مانگنے لگے

تَمْكُثُ فِيْ شَرِّ اَحْلَاسِهَا اَوْ شَرِّ بَيْتِهَا فَاِذَا كَانَ حَوْلٌ فَمَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعْرَةٍ فَلَا حَتّٰى تَمْضِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَسَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا يَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا الحديث ....

آپؐ نے فرمایا وہ سرمہ نہیں لگا سکتی۔ زمانہ جاہلیت میں تمھاری ایک عورت بدترین ٹاٹ اور بدترین گھر میں ٹھہرتی تھی۔ جب سال ہو جاتا تو کسی کتے کا گذر ہوتا تو وہ اونٹ کی لید کو پھینکتی تھی پس وہ سرمہ نہ لگائے یہاںتک کہ چار ماہ اور دس دن گزر جائیں۔ اور زینب بنت ابی سلمہ حضرت ام حبیبہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان عورت کے لئے جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی پر سوگ منائے مگر اپنے خاوند پر چار ماہ اور دس دن سوگ منائے۔

حديث (٤٩٦٠) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ...... عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ نُهِيْنَا اَنْ نُحِدَّ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا بِزَوْجٍ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت محمد بن سیرینؒ سے مروی ہے کہ حضرت ام عطیہؓ نے فرمایا ہمیں روک دیا گیا ہے کہ ہم تین دن سے زیادہ سوگ منائیں مگر خاوند پر اس سے زیادہ سوگ منا سکتی ہے۔

باب الْقُسْطِ لِلْحَادَّةِ عِنْدَ الطُّهْرِ

ترجمہ۔ طہر کے وقت سوگ منانے والی خود ہندی کی خوشبو حاصل کر سکتی ہے۔

حديث (٤٩٦١) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ...... عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلَ وَلَا نَطَّيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدٰنَا مِنْ مَحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ وَكُنَّا نُنْهٰى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كِلَاهُمَا يُقَالُ الْكِسْتِ وَالْقُسْطِ وَالْكَافُوْرِ وَالْقَافُوْرِ الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے ہمیں منع کیا گیا تھا۔ مگر خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ مناتے ہم سرمہ نہیں لگاتے تھے۔ اور نہ ہی کسی قسم کی خوشبو لگاتے اور نہ ہی کوئی ایسا کپڑا پہنتے جو رنگا ہوا ہوتا۔ البتہ عصب کا کپڑا پہن لیتے۔ عصب ایک قسم کی چادر ہوتی ہے جسے خوب سخت کیا جاتا ہے رنگ کر پھر بنا جاتا تھا۔ تو وہ خوبصورت ہو جاتا تھا۔ گویا کہ کپڑے کو بننے کے بعد جو رنگا جائے اس کپڑے پہننے کی ممانعت ہے۔ احنافؒ کے نزدیک پہلے رنگے ہوئے کپڑے کی بھی ممانعت ہے۔ صحیح یہ کہ عصب یمن میں

ایک بوٹی ہے جس سے کپڑے رنگے جاتے تھے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح ہمارے شوافعؒ کے نزدیک بھی ممانعت مطلقاً ہے۔ اور ہمیں طہر کے وقت اجازت دی گئی کہ جب کوئی عورت حیض سے غسل کرے تو اظفار کی خشبو کا کچھ ٹکڑا فرج پر رکھ لے۔ اور ہمیں جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کست اور قسط ایک چیز ہیں جیسے کہ کافور اور قافور ایک ہی چیز ہے۔

باب تَلْبَسُ الْحَادَّةُ ثِيَابَ الْعَصْبِ۔

ترجمہ۔ سوگ منانے والی عصب کے کپڑے پہن سکتی ہے۔

حدیث (۴۹۶۲) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ ...... عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَؓ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَإِنَّهَا لَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ ....

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر اس عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے۔ حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر خاوند پر زیادہ کریگی۔ پس نہ تو وہ سرمہ لگائے اور نہ ایسا کپڑا پہنے جو رنگا ہوا ہو مگر عصب کا کپڑا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ یمن کی چادر تھی جس میں سیاہ اور سفید دھاریاں تھیں۔

حدیث (۴۹۶۳) قَالَ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَتْنِيْ أُمُّ عَطِيَّةَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ وَلَا تَمَسَّ طِيْبًا إِلَّا أَدْنٰى طُهْرِهَا إِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ وَأَظْفَارٍ الحديث

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہ حدیث بیان کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ عدت گذرانے والی خوشبو کو نہیں لگا سکتی۔ مگر طہر کے قریب جب پاک ہونے لگے تو قسط اور اظفار خشبو استعمال کر سکتی ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قسط اور اظفار دو قسم کی خشبو ہے۔ پاک ہونے والی کو بد بو دور کرنے کے لئے اسکے استعمال کی اجازت ہے۔ خوشبو کے طور پر استعمال کی اجازت نہیں ہے۔ اظفار ساحل عدن پر ایک جگہ کا نام ہے۔

باب وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ

حدیث (۴۹۶۴) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ أَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَالَّذِيْنَ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا

ترجمہ۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں والذین یتوفون یہ عدت تین حیض تو عورت اپنے خاوند کے ورثاء کے پاس گذارتی تھی یہ تو واجب تھی اور متاعا الی الحول غیر اخراج تو اللہ تعالے نے باقی سات ماہ اور بیس دن سال کو پورا کرنے کیلئے

تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةٍ وَصِيَّةً اِنْ شَاءَ تْ سَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَ تْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلِ اللّٰهِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فَالْعِدَّةُ كَمَاهِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَاَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَ تْ وَقَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ غَيْرَ اِخْرَاجٍ قَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَاءَ تْ اِعْتَدَتْ عِنْدَاَهْلِهٖ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَ تْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَافَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ فَنَسَخَ سُكْنٰى فَتَعْتَدَّ حَيْثُ شَاءَ تْ وَلَاسُكْنٰى لَهَا .

وصیت کے طور پر فرمایا ہے اگر چاہے تو وصیت کے مطابق سکونت اختیات کرے اگر چاہے تو چلی جائے۔ یہی غیر اخراج کا مطلب ہے۔ بہر حال عدت جیسے بھی ہو وہ عورت پر واجب ہے یہ تفسیر ابو نجیح نے مجاہد سے نقل کی ہے۔ اور عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پہلی آیت نے اس کی عدت زوج کے ورثاء کے پاس گذارنے کو منسوخ کر دیا۔ پس جہاں چاہے عدت گذارے اور اللہ تعالی کا قول غیر اخراج عطاءؒ فرماتے ہیں کہ چاہے عدت ورثاء زوج کے پاس گذارے اور وصیت کے مطابق سکونت پذیر رہے۔ اگر چاہے تو چلی جائے لوجہ قول اللہ تعالی کے فلاجناح علیکم فیمافعلن ...... جو کچھ وہ اپنے بارے میں رویہ اختیار کریں کوئی گناہ نہیں ہے عطاءؒ فرماتے ہیں پھر عورت کے لئے میراث آگیا تو سکنی منسوخ ہو گیا پس جہاں چاہے عدت گذار دے سکنی نہیں ہے۔

حدیث (٤٩٦٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَؓ بِنْتِ اَبِيْ سُفْيَانَ لَمَّاجَاءَ هَا نَعِيُّ اَبِيْهَا دَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَحَتْ ذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ مَالِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ لَوْلَا اِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ لَايَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّاعَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا ....

ترجمہ۔ حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ سے مروی ہے کہ جب انہیں اپنے باپ کی موت کی خبر پہنچی تو اس نے خوشبو منگا کر اپنے دونوں بازو کو مل لی اور فرمایا کہ مجھے تو خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں تھی اگر میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا۔ کہ آپؐ فرماتے تھے کسی عورت کے لئے جو اللہ تعالی پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے حلال نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر اپنے خاوند پر چار ماہ اور دس دن سوگ منائے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت مجاہد نے جو آیت کی تفسیر کی ہے کوئی مفسر اور فقیہ سوائے ان کے اس کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ

سب کا کہنا ہے کہ آیۃ الحول منسوخ ہے۔اور سکنی عدت کے تابع ہے۔جو سال والی عدت منسوخ ہو گئی تو سکنی بھی منسوخ ہو گا۔اور ابن جریج نے مجاہد سے رجوع نقل کیا ہے تو اب کوئی اختلاف نہیں رہا۔اب غیر اخراج رہ گیا۔جمہور اسکو بھی منسوخ مانتے ہیں۔یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔متوفی عنہا زوجہا کے لئے سکنی نہیں ہے۔جیسے کہ نفقہ نہیں البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر میت کا اپنا مکان ہو تو بیوہ کے لئے سکنی ہے۔لمقی لنھا ترجمہ میں عدت کا ذکر ہے اور حدیث میں ہے کہ معتدہ اس طرح عدت گذارے تو اسطرح مطابقت پائی گئی۔

بَاب مَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ

ترجمہ۔زانیہ اور نکاح فاسد کا حق مہر

قَالَ الْحَسَنُ اِذَا تَزَوَّجَ مُحَرَّمَةً وَهُوَ لَايَشْعُرُ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَهَا مَا اَخَذَتْ وَلَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ يُعْطِيْهَا صَدَاقَهَا ......

ترجمہ۔حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے محرمہ عورت سے نکاح کر لیا جس کا اسے علم نہیں تھا تو ان دونوں میں تفریق کی جائیگی۔اور عورت جو کچھ لے چکی ہے پس وہی اس کے لئے کافی ہے۔اس کے علاوہ اس کے لئے کچھ نہیں ہے۔پھر اس کے بعد فرمایا کہ اس کا حق مہر اسے ادا کر دے

حديث (٤٩٦٦) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللهِ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ الحديث..

ترجمہ۔حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کتے کی قیمت اور نجومی کی مٹھائی اور زنا کی خرچی سے منع فرمایا۔

حديث (٤٩٦٧) حَدَّثَنَا اٰدَمُ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَؓ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَاٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْكِلَهٗ وَنَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِيِّ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِيْنَ الحديث .....

ترجمہ۔حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے گوندنے والی اور گندوانے والی پر لعنت فرمائی اور سود کھانے والا اور سود کھلانے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے اور کتے کی قیمت رقم۔سے اور زنا کی کمائی سے منع فرمایا اور تصویر بنانے والوں پر بھی لعنت فرمائی۔

حديث (٤٩٦٨) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْاِمَاءِ

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے باندیوں کی زنا کی کمائی سے منع فرمایا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ وھو لایشعر کی قید اور اس کے مفہوم کے ترجمہ سے مطابقت ہو گی یعنی اگر جان بوجھ کر محرمہ سے شادی تا ہے تو حسن بصریؒ نے پہلے تو فرمایا کہ بس جو کچھ لے چکی ہے اس کے لئے کافی ہے اور بعد میں جمہور علماء کی موافقت کرتے ہوئے کہا کہ

وہ مہر مثل کی مستحق ہو گی۔اور جس نے جان بوجھ سے محرمہ سے نکاح کیا ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ انہی پر حد واجب ہے۔ اور اس میں حق مہر نہیں ہے۔امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اس پر حد نہیں ہے۔ زنا کی خرچی کی حرمت کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ واشمہ سوئی وغیرہ کے ذریعہ بدن پر نقش ونگار بنائے جائیں۔

باب الْمَهْرِ لِلْمَدْخُولِ عَلَيْهَا وَكَيْفَ الدُّخُولُ اَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ وَالْمَسِيْسِ۔

ترجمہ۔ مدخول علیھا کا مہر کیا ہو گا اور دخول کی کیفیت کیا ہے۔یا قبل الدخول اور جماع سے پہلے اسے طلاق دے دے تو کیا حکم ہے۔

حدیث (۴۹۶۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍؒ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَؓ رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَقَالَ فَرَّقَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ اَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ وَقَالَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَاَبَيَا فَقَالَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ فَاَبَيَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا قَالَ اَيُّوْبُ قَالَ لِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ فِي الْحَدِيْثِ شَيْءٌ لَا اَرَاكَ تُحَدِّثُهُ قَالَ قَالَ الرَّجُلُ مَالِيْ قَالَ لَا مَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا وَاِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ اَبْعَدُ مِنْكَ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بنو العجلان کے دو بھائیوں کے درمیان تفریق کر دی اور فرمایا اللہ تعالے جانتا ہے کہ بیشک تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے۔ تو دونوں نے انکار کر دیا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ پس تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے۔ پس دونوں نے انکار کر دیا تو آپؐ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دی۔ ایوب فرماتے ہیں کہ مجھے عمرو بن دینار نے کہا کہ اس حدیث میں کوئی ایسی چیز ہے میں نہیں سمجھتا کہ تو اسے بیان کرے۔ تو آدمی نے کہا کہ میرا مال کہاں گیا۔ آپؐ نے فرمایا تجھے مال نہیں ملے گا۔ اسلئے کہ اگر تو سچا ہے تو اس سے ہمبستری کر چکا ہے اگر جھوٹا ہے تو یہ تجھ سے زیادہ بعید ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ دخول کی کیفیت میں اختلاف ہے بعض حضرات فرماتے ہیں جب دروازہ بند کرے اور عورت پر پردہ لٹکا دے تو مہر کامل واجب ہو جائیگا۔ اور عدت بھی واجب ہو گی۔ یہ امام اوزاعی اور امام احمدؒ وغیرہ کا مسلک ہے۔ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ جبتک جماع نہ کرے یا مسیس نہ ہو۔ مہر واجب نہیں ہوتا۔ قد دخلت بھا سے مال مہر مفہوم ہوا اور قرآن مجید سے قبل الدخول مطلقہ کے لئے

نصف مہر ثابت ہوا۔ بعض نے کہا کہ بلکل نہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں سارا مہر مسمی دینا پڑیگا۔ ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ مہر کے قائل ہیں۔

باب الْمُتْعَةِ لِلَّتِيْ لَمْ يُفْرَضْ لَهَا

ترجمہ۔ متعہ یعنی کپڑوں کا ایک جوڑا اس مطلقہ عورت کیلئے جس کا حق مہر مقرر نہ ہو

لِقَوْلِهٖ لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ الاية وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدْرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدْرُهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمُلَاعِنَةِ مُتْعَةً حَتّٰى طَلَّقَهَا زَوْجُهَا ...

ترجمہ۔ اللہ تعالے کے اس قول کے مطابق جس میں ہے کہ ان کا متعہ دو اور مطلقہ عورتوں کے لئے دستور کے مطابق متعہ ہے۔ لعان کرنے والی کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ نے متعہ کا ذکر نہیں کیا یہانتک کہ اس کے خاوند نے اسے طلاق دیدی۔

حديث (۴۹۷۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَاسَبِيْلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالِيْ قَالَ لَامَالَ لَكَ اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَاِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ اَبْعَدُ وَاَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے لعان کرنے والے میاں بیوی سے فرمایا تمھارا حساب تو اللہ کے ذمہ ہے۔ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے اب اس عورت پر تمھارا کوئی حق نہیں ہے۔ اس نے کہا یارسول اللہ وہ میرا مہر کا مال کیا ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اب تیرے لئے کوئی مال نہیں ہے اس لئے کہ اگر تو نے اس پر تہمت لگانے میں سچ بولا تو وہ مہر بوجہ اس کی شرمگاہ کو حلال سمجھنے کے ہے اگر تو نے اس پر جھوٹ بولا ہے تو یہ تیرے لئے اس سے بہت بعید ہے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ کو تفرضوا لھن فریضۃ میں او تنویع کے لئے ہے۔ جس کو جماع سے پہلے طلاق مل گئی اس کے لئے متعہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو مہر مسمی سے کم ہوتا ہے۔ تو مقدار مفروض سے کیسے زیادہ لے سکتی ہے۔ اور مدخول بھا کیلئے مقدار معلوم ہے۔ یہ امام شافعیؒ اور دیگر حضرات کا قول ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ متعہ اس مطلقہ کے لئے مختص ہے جس کو

قبل الدخول طلاق ملی ہو۔اور اس کے لئے حق مہر مقرر نہ ہولیثؒ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے متعہ بالکل نہیں ہے۔امام مالکؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہر مطلقہ کے لئے متعہ ہے بلا استثناء اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر فرقہ میں متعہ واجب ہے سوائے لعان والی کی۔ قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں اس کی مقدار حاکم کی رائے پر ہے۔امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں ایک قمیص لمبی چادر اور دوپٹہ حسب حال مرد کے واجب ہے جو نصف مہر مثل سے بڑھ نہ جائے۔اور پانچ درہم سے کم نہ ہو۔علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ہے کہ حدیث باب میں ملاعنہ کے لئے متعہ کا ذکر نہیں ہے۔اگر واجب ہوتا تو اسے چھوڑا نہ جاتا اسی کی طرف امام بخاریؒ نے لم یذکر النبی ﷺ سے اشارہ کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ النَّفَقَاتِ

باب فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الْاَهْلِ وَقَوْلِهٖ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ اِلٰى قَوْلِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ الْعَفْوُ الْفَضْلُ ...

ترجمہ۔اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت کے بیان میں اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔ترجمہ کہ آپؐ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپؐ نے فرمایا زائد مال حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ العفو سے زائد مال مراد ہے

حدیث (۴۹۷۱) حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّؓ فَقُلْتُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةً الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے تو شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کیا یہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔انہوں نے فرمایا کہ ہاں جناب نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا جو مسلمان اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔اور وہ اسے ثواب حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے۔ تو یہ خرچہ اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔

حديث (۴۹۷۲) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ ...... عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْفِقْ يَاابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں اے آدم کے بیٹے تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کرونگا۔

حديث (۴۹۷۳) حَدَّثَنَا يَحْىَ بْنُ قُزْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ السَّاعِىُ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ الْقَائِمِ بِاللَّيْلِ وَالصَّائِمِ النَّهَارِ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بیوگان اور مسکینوں کا خدمتگار ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ اور رات کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ارمل اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو۔ خواہ وہ بیوہ ہو یا مطلقہ ہو۔ اور حدیث کی مطابقۃ ترجمہ الباب سے یہ ہے کہ جب یہ فضیلت اس شخص کے لئے ہے جو اجنبیوں سے بہتر سلوک کرتا ہے تو جو اقرباء سے بہتر سلوک کریگا وہ تو بطریق اولی اس دوہرے ثواب کا مستحق ہوگا۔

حديث (۴۹۷۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سَعْدٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ ﷺ يَعُوْدُنِىْ وَاَنَا مَرِيْضٌ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لِىْ مَالٌ اُوْصِىْ بِمَالِىْ كُلِّهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِىْ اَيْدِيْهِمْ وَمَهْمَا اَنْفَقْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا فِىْ فِىِّ امْرَأَتِكَ وَلَعَلَّ اللّٰهَ يَرْفَعُكَ يَنْتَفِعُ بِكَ النَّاسُ وَيُضَرُّ بِكَ اٰخَرُوْنَ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ جب وہ مکہ معظمہ میں بیمار تھے تو جناب نبی اکرم ﷺ انکی بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے۔ میں نے کہا حضرت میرے پاس مال ہے کیا میں سارے مال کی وصیت کر سکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں بولا آدھے مال کی آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے پھر کہا کہ تیسرے حصہ کی آپؐ نے فرمایا ہاں تیسرے حصہ کی وصیت کرو۔ تیسرا حصہ بھی بہت ہے۔ اپنے ورثاء کو غنی بنا کر چھوڑ جاؤ یہ بہتر ہے۔ کہ وہ محتاج ہو کر لوگوں کے سامنے ہتھیلی پھیلاتے رہیں۔ اور جب جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے وہ تمھارے لئے صدقہ ہوگا۔ یہانتک کہ روٹی کا وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں اٹھا کر ڈالو گے وہ بھی صدقہ ہے اور شاید اللہ تعالے تمھیں عمر نصیب کریں تو کچھ لوگوں کو تم سے نفع پہنچے گا اور کچھ دوسروں کو تجھ سے نقصان ہوگا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حتی اللقمة سے ثابت ہے۔اور مباح سے جب اللہ کی رضامندی مقصود ہو تو وہ طاعت بن جاتا ہے یرفعك اویطیل عمرك واقعیؒ وہ زندہ رہے اور عراق فتح کیا جس سے مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی مفاد ہوئے اور کفار کو نقصان پہنچا۔

بَاب وُجُوْبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْاَهْلِ وَالْعِيَالِ

ترجمہ۔اہل عیال پر خرچ کرنا واجب ہے

حدیث (۴۹۷۵) حَدَّثَنَا عُمَرُ ابْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَاتَرَكَ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَءْ بِمَنْ تَعُوْلُ تَقُوْلُ الْمَرْأَةُ اِمَّاانْ تُطْعِمُنِىْ وَاِمَّااَنْ تُطَلِّقَنِىْ وَيَقُوْلُ الْعَبْدُ اَطْعِمْنِىْ وَاسْتَعْمِلْنِىْ وَيَقُوْلُ الْاِبْنُ اَطْعِمْنِىْ اِلٰى مَنْ تَدْعُنِىْ قَالُوْا يَااَبَا هُرَيْرَةَؓ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ لَاهٰذَا مِنْ كِيْسِ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی کو چھوڑ دے یعنی سارا مال خرچ نہ کرو بلکہ اتنا رہ جائے جو تمھاری ضروریات پوری کر سکے۔اوپر والا ہاتھ دینے والا نیچے والے سائل کے ہاتھ سے بہتر ہے۔اور جو لوگ تیرے عیال میں ہیں ان سے ابتداء کرو۔ عورت کہے گی یا تو مجھے کھلاؤ یا مجھے طلاق دیدو غلام کہیگا مجھے کھلاؤ پھر مجھ سے کام طلب کرو۔بیٹا کہے گا مجھے کھلاؤ یا مجھے کسی شخص کے پاس چھوڑ آؤ۔ لوگوں نے پوچھا اے ابو ہریرہؓ کیا آپ نے اس آخری حصہ کو جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا انہوں نے جواب دیا نہیں یہ تو ابو ہریرہؓ کی قیاس آرائی ہے۔

حدیث (۴۹۷۶) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَاكَانَ عَنْ ظُهْرِ غِنًى وَابْدَءْ بِمَنْ تَعُوْلُ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر صدقہ وہ ہے جو غنی کی بدولت زائد مال سے ہو۔اور ابتداء صدقہ ان لوگوں سے کرو جن کا خرچہ تمھارے ذمہ ہے جو فرض ہے۔ یقینی بات ہے کہ فرض نفل سے افضل ہوگا۔

بَاب حَبْسِ الرَّجُلِ قُوْتَ سَنَةٍ عَلٰى اَهْلِهٖ وَكَيْفَ نَفَقَاتُ الْعِيَالِ

ترجمہ۔گھر والوں کیلئے سال بھر کا خرچہ جمع کر کے رکھنا جائز ہے اور اہل عیال کے خرچے کیسے ہیں۔

حدیث (۴۹۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ...... قَالَ لِیْ مَعْمَرٌ قَالَ لِیَ الثَّوْرِیُّ هَلْ سَمِعْتُ فِی الرَّجُلِ یَجْمَعُ لِاَهْلِهٖ قُوتَ سَنَةٍ اَوْ بَعْضَ السَّنَةِ قَالَ مَعْمَرٌ لَمْ یَحْضُرْ نِیْ ثُمَّ ذَکَرْتُ حَدِیْثًا حَدَّثَنَاهُ ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِیُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَبِیْعُ نَخْلَ بَنِی النَّضِیْرِ وَیَحْبِسُ لِاَهْلِهٖ قُوتَ سَنَتِهِمْ الحدیث ....

ترجمہ۔ معمرؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے میرے سے پوچھا کہ کیا تو نے ایسے آدمی کے متعلق سنا ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے سال یا اس کے کچھ حصہ کے لئے غذا جمع کر کے رکھے معمر نے کہا مجھے اس وقت کوئی شئی یاد نہیں ہے پھر مجھے ایک حدیث یاد آگئی جو ہمیں ابن شہاب زھری نے بیان کی۔ مالک ابن اوس سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ جناب نبی اکرم ﷺ بنو النضیر کے کھجور کے باغ کو بیچتے تھے اور اپنے گھر والوں کے سال بھر کا خرچہ روک رکھتے تھے۔

حدیث (۴۹۷۸) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ فَقَالَ مَالِكٌ انْطَلَقْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ عَلٰی عُمَرَ اِذْ اَتَاهُ حَاجِبُهٗ یَرْفَأُ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِیْ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَیْرِ وَسَعْدٍ یَسْتَاْذِنُوْنَ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَ لَهُمْ قَالَ فَدَخَلُوْا وَسَلَّمُوْا فَجَلَسُوْا ثُمَّ لَبِثَ یَرْفَأُ قَلِیْلًا فَقَالَ لِعُمَرَ هَلْ لَكَ فِیْ عَلِیٍّ وَعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَ لَهُمَا فَلَمَّا دَخَلَا سَلَّمَا وَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْضِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ هٰذَا فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَاَصْحَابُهٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْضِ بَیْنَهُمَا وَاَرِحْ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدُوْا اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰهِ وَالَّذِیْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ یُرِیْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَفْسَهٗ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰی عَلِیٍّ وَعَبَّاسٍ

ترجمہ۔ مالک بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ میں چل کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو اچانک انکا دربان یرفاءؓ آکر کہنے لگا کہ کیا آپ سے حضرت عثمانؓ عبدالرحمٰنؓ زبیرؓ اور سعدؓ اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فرمایا ہاں! ان کو آنے کی اجازت ہے۔ پس انہوں نے داخل ہو کر سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ پھر یرفا تھوڑی دیر ٹھہرا ہوگا۔ کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ کے بارے میں حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کرنے لگا۔ تو حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو بھی اجازت دے دی۔ جو وہ داخل ہوئے تو سلام کہا اور بیٹھ گئے تو حضرت عباسؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمایئے تو اس جماعت نے کہا حضرت عثمانؓ اور انکے ساتھیوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ان میں سے ایک کو دوسرے سے راحت پہنچایئے پس حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھہرو جلدی نہ کرو۔ میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہماری وراثت نہیں چلتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب

قَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ فَاِنِّيْ اُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ خَصَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ هٰذَا الْمَالِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا غَيْرَهٗ قَالَ اللّٰهُ وَمَآ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اِلٰى قَدِيْرٍ فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ اَعْطَاكُمُوْهَا وَبَثَّ فِيْكُمْ حَتّٰى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ بِذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيَاتَهٗ وَاَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهٗ ﷺ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَبَضَهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنْتُمَا حِيْنَئِذٍ فَاَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ تَزْعُمَانِ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَذَا وَكَذَا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّهٗ فِيْهَا صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ فَقُلْتُ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ اَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ وَكَلِمَتُكُمَا

صدقہ ہوتا ہے۔ اس سے مراد آپ اور دیگر انبیاء علیہم السلام ہیں اس جماعت نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں تمھیں بھی اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کہ کیا تم بھی جانتے ہو کہ یہ بات جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ان دونوں نے کہا کہ بیشک فرمائی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تمھیں اس بارے میں حدیث بیان کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے یہ مال فئی رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص کیا اس میں سے کوئی شئی سوائے اپنے کسی کو نہیں دی۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں ماافاء اللہ علی رسولہ ...... قدیر تو یہ مال فئی خالص جناب رسول اللہ ﷺ کیلئے ہوا اللہ کی قسم! نہ تو تمھیں چھوڑ کر اس مال میں کسی کو اختیار دیا اور نہ ہی کسی کو اس مال کے بارے میں تم پر ترجیح دی تحقیق مال اللہ تعالی نے تمھیں دیا اور تمھارے اندر اسے پھیلایا اگر اس میں سے کوئی مال باقی رہ گیا ہوتا تو تم مطالبہ کر سکتے تھے پس جناب رسول اللہ ﷺ اپنے اہل عیال پر سال بھر کا خرچہ اس مال میں سے خرچ کرتے تھے۔ پھر جو بچ جاتا اسے مصالح المسلمین میں خرچ کرتے تھے۔ پس زندگی بھر آپ رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول رہا۔ اور میں تمھیں اللہ تعالی کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم اس کو جانتے ہو۔ سب نے کہا ہاں حضرت علیؓ اور عباسؓ سے بھی فرمایا کہ میں تمھیں اللہ تعالی کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تم بھی اس کو جانتے ہو دونوں نے کہا کہ ہاں ہم جانتے ہیں پھر اللہ تعالی نے اپنے نبی کو وفات دے دی تو ابو بکرؓ نے فرمایا میں جناب رسول اللہ ﷺ کا وارث ہوں تو حضرت ابو بکرؓ نے اسے قبضہ میں لے لیا۔ اور اس میں اسی طرح

وَاحِدَةٌ وَاَمْرٌ كَمَا جَمِيعٌ جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنْ اِبْنِ اَخِيكَ وَاِنَّ هٰذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيهَا فَقُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيثَاقَهُ لِتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَبِمَا عَمِلَ بِهٖ فِيهَا اَبُوْ بَكْرٍ ؓ وَبِمَا عَمِلْتُ بِهٖ فِيهَا مُنْذُ وَلِيتُهَا وَاِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فِيهَا فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا اِلَيْنَا بِذٰلِكَ فَدَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْهِمَا بِذٰلِكَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ فَاَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ ؓ وَعَبَّاسٍ ؓ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ اَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَوَالَّذِي بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا اِلَيَّ فَاِنِّي اَكْفِيكُمَاهَا الحديث ......

عمل کیا جس طرح جناب رسول اللہ ﷺ عمل کرتے تھے۔ پھر حضرت علیؓ اور عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اس وقت تم دونوں کہتے ہو کہ ابو بکرؓ ایسا ویسا تھا ہمیں میراث نہیں دیتا حالانکہ اللہ تعالی جانتا ہے کہ وہ اس میں سچا ہے نیکو کار ہے ٹھیک ہے حق کا پیروکار ہے پھر اللہ تعالی نے ابو بکرؓ کو وفات دی تو میں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کا جانشین ہوں تو دو سال تک میں نے اسکو اپنے قبضہ میں رکھا اور اس میں اسی طرح عمل پیرا رہا جس طرح جناب رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ عمل کرتے تھے۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے تو تمھاری بات ایک تھی اور تمھارا معاملہ طلب میراث میں اکٹھا تھا۔ اے عباسؓ تو میرے پاس آکر اپنے بھتیجے کی جانب سے اپنا حصہ مانگتا تھا اور علیؓ اپنے حصہ کا جو انکے باپ کی طرف سے تھا وہ طلب کرتا ہے پس میں نے کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو یہ مال فئی میں تمھیں اس شرط پر واپس کرتا ہوں کہ تم پر اللہ کا عہد پیمان ہے۔ کہ تم اس میں اسی طرح عمل کرو گے جس طرح جناب نبی اکرم ﷺ نے کیا اور جس طرح ابو بکر صدیقؓ نے کیا اور جس طرح میں نے اس پر عمل کیا ہے جب سے میں والی بنا ہوں اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر اس بارے میں میرے سے بات نہ کرو تم دونوں نے کہا کہ آپؓ اسی شرط پر ہمیں واپس کریں۔ تو میں نے اسی شرط پر تمھیں واپس کیا۔ پس میں تمھیں اللہ تعالی کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا اسی شرط پر میں نے تمھیں انکی طرف واپس کیا تھا تو جماعت نے کہا کہ ہاں اسی شرط پر پھر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں تمھیں اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ میں نے اسی شرط پر تمھیں اس کا قبضہ دیا تھا ان دونوں نے تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ ہاں اس شرط پر فرمایا اب تم مجھ سے اس کے سوا کوئی فیصلہ چاہتے ہو پس قسم ہے اس ذات کی جس کے حکم سے آسمان زمین قائم ہیں میں اس کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں کرونگا یہانتک کہ قیامت قائم ہو جائے پس اگر تم اس سے عاجز ہو تو مجھے واپس کر دو میں تمھاری طرف سے اس کی کفایت کر دونگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حبس الرجل قوت سنة ۸۰۶-۱۵ شیخ گنگوہیؒ نے تو شہرت کی بنا پر اس مسئلہ سے تعرض نہیں کیا

میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ کل کیلئے طعام کا ذخیرہ کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ توکل کے خلاف ہے۔ تو امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ان پر رد کرنا ہے۔ کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ سید المتوکلین اپنے اہل عیال کے لئے سال بھر کا نفقہ رکھتے تھے تو جواز ہے۔ معلوم ہوا کہ توکل کے خلاف نہیں ہے بلکہ آنحضرت ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔ کہ بنی النضیر کے مال کی آمدنی سے سال بھر کا اہل عیال کا خرچہ نکال لیتے تھے۔ البتہ اپنی ذات شریفہ کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ تو جس روایت میں ہے لایدخر بعدوہ اپنی ذات ہے غیر کیلئے ذخیرہ کرتے تھے۔ اشکال یہ ہے کہ جب لا نورث ماترکنا صدقۃ کی حدیث ان حضرات کو معلوم تھی تو پھر مطالبہ میراث کے کیا معنی ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ان حضرات نے انتظام کیلئے تقسیم کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے تقسیم کا نام ہی ناپسند کیا کہ کہیں پھر میراث کی تقسیم کا مطالبہ نہ اٹھ کھڑا ہو چنانچہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کی خلافت کا دور آیا تو انہوں نے بھی اس کے صدقہ ہونے میں کوئی تبدیلی نہ کی۔

باب قوله وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ماں اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائے۔

وَقَالَ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَهَى اللّٰهُ اَنْ تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَذٰلِكَ اَنْ تَقُوْلَ الْوَالِدَةُ لَسْتُ مُرْضِعَةً وَهِيَ اَمْثَلُ لَهُ غِذَاءً وَاَشْفَقُ عَلَيْهِ وَاَرْفَقُ بِهِ مِنْ غَيْرِهَا فَلَيْسَ لَهَا اَنْ تَأْبٰى بَعْدَ اَنْ يُعْطِيَهَا مِنْ نَفْسِهٖ مَاجَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ لِلْمَوْلُوْدِ لَهٗ اَنْ يُضَارَّ بِوَلَدِهٖ وَالِدَتَهٗ فَيَمْنَعُهَا اَنْ تُرْضِعَهٗ ضِرَارًا لَهَا اِلٰى غَيْرِهَا فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَسْتَرْضِعَا عَنْ طِيْبِ نَفْسِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَةِ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا بَعْدَ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فِصَالُهٗ فِطَامُهٗ ....

ترجمہ۔ یونس زہریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے کہ ماں کو بیٹے کی وجہ سے تکلیف پہنچائی جائے مثلاً والدہ کہے کہ میں تو بچے کو دودھ نہیں پلا سکتی۔ حالانکہ وہ غذا کے بارے میں بچے کے لئے بہتر ہے۔ اس پر شفیق ہے۔ اور دوسری کی بنسبۃ اس پر زیادہ مہربان ہے۔ تو اس کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ دودھ پلانے سے انکار کرے۔ جب خاوند اس کو اپنی طرف سے وہ وظیفہ عطا کرتا ہے جو اللہ تعالے نے مرد پر مقرر کیا ہے۔ اس طرح باپ کو بیٹے کی وجہ سے اس کی ماں کو نقصان نہ پہنچائے کہ اس کو دودھ پلانے سے روک دے۔ ماں کو نقصان ہوگا۔ غیر کو فائدہ پہنچے گا۔ پس والد اور والدہ خوشدلی سے بچے کو دودھ پلوائیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اسی طرح باہمی رضامندی اور مشورہ سے اس کو دودھ چھڑوا دیں تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ فصال کے معنی فطام دودھ چھڑانے کے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ مدت رضاع حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اڑھائی سال ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دو سال اور امام زفرؒ کے نزدیک تین سال ہے۔

باب نَفَقَةِ الْمَرْأَةِ اِذَا غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَنَفَقَةِ الْوَلَدِ۔

ترجمہ۔ بیوی کا خرچہ جبکہ اس کا خاوند غائب ہو جائے اور اسکے بیٹے کا خرچہ کون دیگا۔

حدیث (۴۹۷۹) حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ اَنَّ عَائِشَةَؓ قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَؓ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَبَاسُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِيْ لَهٗ عِيَالَنَا قَالَ لَا اِلَّا بِالْمَعْرُوْفِ. الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ہندؓ بنت عتبہ آکر کہنے لگی یارسول اللہ ابوسفیانؓ ایک کنجوس آدمی ہے کیا مجھ پر گناہ تو نہیں اگر میں اپنے اہل عیال کو اس کے اس مال سے کھلاؤں جو میرے پاس ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں لیکن مشہور طریقہ سے ہو۔

حدیث (۴۹۸۰) حَدَّثَنَا يَحْيٰى سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ فَلَهَا نِصْفُ اَجْرِهٖ الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اس کو آدھا ثواب ملے گا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حضرت ابوسفیانؓ مدینہ میں موجود تھے ان کے عیال پر خرچ کرنے سے نفقہ الولد ثابت ہو گیا اس طرح حدیث کی ترجمہ سے مطابقت ثابت ہوئی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ دوسری حدیث کو اس باب میں لانے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہے۔ لیکن جب عورت کو بغیر اذن خاوند کے مال سے صدقہ کرنے کی اجازت ہے تو جو چیز واجب ہے یعنی نفقة الاولاد وہ تو بطریق اولی جائز ہو گا۔ اس طرح دونوں احادیث کی ترجمہ سے مطابقت واضح ہو جائیگی۔

باب عَمَلِ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا۔

ترجمہ۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کیا خدمت انجام دے سکتی ہے۔

حدیث (۴۹۸۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَنَّ فَاطِمَةَؓ اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ تَشْكُوْا اِلَيْهِ مَاتَلْقٰى

ترجمہ۔ حضرت علیؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں

فِیْ یَدِھَا مِنَ الرَّحٰی وَبَلَغَھَا اَنَّہٗ قَدْ جَاءَہٗ رَقِیْقٌ فَلَمْ تُصَادِفْہُ فَذَکَرَتْ لِعَائِشَۃَؓ فَلَمَّا جَاءَ اَخْبَرَتْہُ عَائِشَۃُؓ قَالَ فَجَاءَنَا وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَھَبْنَا نَقُوْمُ فَقَالَ عَلٰی مَکَانِکُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَیْنِیْ وَبَیْنَھَا حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَیْہِ عَلٰی بَطْنِیْ فَقَالَ اَلَا اَدُلُّکُمَا عَلٰی خَیْرٍ مِمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَکُمَا اَوْ اَوَیْتُمَا اِلٰی فِرَاشِکُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلٰثِیْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلٰثِیْنَ وَکَبِّرَا اَرْبَعًا وَثَلٰثِیْنَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمَا مِنْ خَادِمٍ الحدیث

جو ان چھالوں کی شکایت کرتی تھیں جو ان کے ہاتھوں کو چکی پیسنے کی وجہ سے حاصل ہوئی تھیں اور انہیں اطلاع ملی تھی کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس قیدی عورتیں آئی ہوئی ہیں۔ پس آپ سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا پس جب آپؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کو خبر دی فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جبکہ ہم اپنے اپنے بستر پکڑ چکے تھے پس ہم اٹھنے لگے تو آپؐ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو حرکت نہ کرو پس آپؐ آکر میرے اور فاطمہؓ کے درمیان آکر بیٹھ گئے کہ میں نے اپنے پیٹ میں آپؐ کی ٹھنڈک کو محسوس کیا پس آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی بات نہ بتلاؤں جو تمہاری طلب کردہ چیز سے بہتر ہو۔ جبکہ تم اپنے اپنے آرام کرنے کی جگہ پر اور اپنے اپنے بستر پر ٹھکانا پکڑ لو تو تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھو اور تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمدللہ پڑھو اور چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو تو یہ تمہارے لئے خادمہ سے بہتر ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ کیونکہ تسبیح فاطمی کا فائدہ آخرت کے لئے مختص ہے او خادمہ کا فائدہ دار دنیا کے ساتھ خاص ہے۔ والاخرۃ خیر وابقی مناقب علی میں یہ روایت گذر چکی ہے۔

باب خَادِمِ الْمَرْأَۃِ

حدیث (۴۹۸۲) حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ اَنَّ فَاطِمَۃَؓ اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ تَسْاَلُہٗ خَادِمًا فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُکِ مَاھُوَ خَیْرٌ لَّکِ مِنْہُ تُسَبِّحِیْنَ اللہَ عِنْدَ مَنَامِکِ ثَلَاثًا وَثَلٰثِیْنَ وَتَحْمَدِیْنَ اللہَ ثَلَاثًا وَثَلٰثِیْنَ وَتُکَبِّرِیْنَ اللہَ اَرْبَعًا وَثَلٰثِیْنَ ثُمَّ قَالَ سُفْیَانُ اِحْدَاھُنَّ اَرْبَعٌ وَثَلٰثُوْنَ فَمَا تَرَکْتُھَا بَعْدُ قِیْلَ وَلَا لَیْلَۃَ صِفِّیْنَ قَالَ وَلَا لَیْلَۃَ صِفِّیْنَ الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے آکر جناب نبی اکرم ﷺ سے ایک خادمہ حاصل کرنے کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس سے بہتر بات کی خبر نہ دوں وہ یہ ہے کہ تینتیس ۳۳ مرتبہ اللہ کی تسبیح بیان کرو تینتیس ۳۳ مرتبہ اللہ کی حمد بیان کرو اور چونتیس مرتبہ ۳۴ اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ سفیان فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک چونتیس ۳۴ مرتبہ ہے۔ تو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد ان تسبیحات کو کبھی نہیں چھوڑا کہا گیا کیا صفین والی رات بھی آپ نے اسے نہیں چھوڑا فرمایا صفین والی رات بھی نہیں چھوڑا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قطب گنگوہیؒ نے شہرت کی وجہ سے اس اختلافی مسئلہ کو بیان نہیں کیا۔ ابن ارسلان نے حدیث عائشہؓ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دھونے کے لئے اپنے مسواک دیا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ زوجہ پر خاوند کی خدمت ضروری ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ مطالبہ کرے جس میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیوی پر خاوند کی خدمت ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نفع اٹھانے کی چیز ہے۔ خدمت کے لئے نہیں ہے۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عورت پر حسب حال خدمت واجب ہے۔ اگر شریف خاندان کی ہے۔ تو صرف گھر کا نظام اس کے سپرد ہے۔ اگر متوسطہ ہے تو بستر وغیرہ بچھانا پانی پلانا اس کے ذمہ ہے۔ اگر ادنی درجہ کی ہے تو اسے جھاڑو بھی دینا ہوگا۔ اور کھانا بھی پکانا ہوگا۔ ولھن مثل الذی علیھن سے ان کا استدلال ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے ذمہ آٹا گوندھنا روٹی پکانا ضروری نہیں ہے۔ جوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور فاطمۃ الزہراؓ کے واقعہ سے ثابت ہے کہ گھر کے باہر کی خدمات خاوند کے ذمہ اور داخلی امور بیوی کے ذمہ ہیں۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ عورت کی طرف سے معقود علیہ تو استمتاع ہے۔ اس کے علاوہ اس کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں جیسے جانوروں کو پانی پلانا کھتی کاٹنا۔ حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کے درمیان جو آپؐ نے تقسیم فرمائی وہ اخلاق پر مبنی تھی علے سبیل الوجوب نہیں تھی۔ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اخلاقی طور پر وہ گھریلو خدمات انجام دے سکتی ہے۔ صفین عراق اور شام کے درمیان ایک مقام ہے۔ جہاں امیر معاویہؓ سے حضرت علیؓ کی جنگ ہوئی حضرت علیؓ ایسی اہم اور عظیم رات میں بھی تسبیحات نہ بھولے۔

باب خِدْمَةِ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ

ترجمہ۔ آدمی اپنے گھر والوں کیلئے خدمت کرے

حدیث (۴۹۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَاكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي الْبَيْتِ قَالَتْ كَانَ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ فَاِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ خَرَجَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ گھر میں کیا کام کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ گھر والوں کی خدمت میں رہتے تھے۔ جب اذان سن لیتے تو باہر چلے جاتے

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث سے ثابت ہوا کہ گھر اور گھر والوں کی خدمت نیک بندوں کی سنت ہے اور اس سے جماعت کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہوئی۔

باب اِذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ فَلِلْمَرْاَةِ اَنْ تَاْخُذَ بِغَيْرِ عِلْمِهٖ مَايَكْفِيْهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوْفِ

ترجمہ۔ جب خاوند خرچ نہ کرے تو بیوی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ خاوند کی اطلاع کے بغیر اتنا خرچہ لے سکتی ہے جو اسکی اولاد کو دستور کے مطابق کافی ہو جائے

حدیث(۴۹۸۴)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنَّ اَبَاسُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَّلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَايَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَلَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِيْ مَايَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ھندہ بنت عتبہؓ نے کہایارسول اللہ بیشک ابوسفیانؓ بخیل آدمی ہے مجھے اتنامال نہیں دیتاجو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو۔ مگروہ مال جو میں اسکی لاعلمی میں اس سے لے لوں۔ آپؐ نے فرمایادستور کے مطابق اتنامال لے لوجو تمھیں اور تمھاری اولاد کو کافی ہو جائے۔

باب حِفْظِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ وَالنَّفَقَةِ عَلَيْهِ

ترجمہ۔ بیوی اپنے خاوند پر خرچ کرنے کیلئے اسکے بارے میں اپنے خاوند کی نگرانی کرے

حدیث(۴۹۸۵)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ نِسَاءُ قُرَيْشٍ وَقَالَ الْاٰخَرُ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِيْ صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایابہترین عورتیں جواونٹ پر سوار ہوتی ہیں یعنی عرب کی عورتوں میں قریش کی عورتیں ہیں۔ اور دوسرے ابن طاؤس نے کہاکہ قریش کی نیک اور بھلی عورتیں اپنے بچے پر اسکے بچپن میں اس پر زیادہ شفقت کرنے والی اور خاوند کے مال کی زیادہ نگرانی والی ہوتی ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ اور ابن عباسؓ سے بھی جناب نبی اکرم ﷺ سے اس طرح ذکر کیاجاتاہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ولد کے لفظ سے اشارہ ہے کہ صرف اپنا نہیں کسی کا بچہ ہو۔ خواہ سوتیلابیٹابھی کیوں نہ ہووہ اس پر بہت شفیق ہوتی ہے۔اور صغر شفقت کاباعث ہے۔

باب كِسْوَةِ الْمَرْأَةِ بِالْمَعْرُوْفِ

ترجمہ۔ مشہور طریقہ سے عورت کی پوشاک ہو

حدیث(۴۹۸۶)حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَتَى النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةَ سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا فَرَاَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِيْ

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک خالص ریشمی جوڑاآیاجسے میں نے زیب تن کرلیا۔ پس میں نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور میں غصہ کے آثار دیکھے تو میں نے اس کو اپنی عورتوں کے درمیان چیر کر تقسیم کردیا

تشریح از قاسمیؒ ۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے اس حلہ کو فواطم میں تقسیم کر دیا۔ ۱ فاطمہ بنت اسد زوجہ ابی طالب ۲ فاطمہ ام اسماء بنت حمزہ اور بعض نے فاطمہ بنت عتبہ مراد لی ہے۔ ترجمہ سے مطابقت اس طرح ثابت ہوئی کہ حضرت فاطمہؓ زوجہ علیؓ کو بھی حلہ میں سے ایک ٹکڑا دستیاب ہوا۔

بَاب عَوْنِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِيْ وَلَدِهٖ۔

ترجمہ۔ عورت کا خاوند کی اولاد کے بارے میں خاوند کی مدد کرنا۔

حدیث (۴۹۸۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ هَلَكَ اَبِيْ وَتَرَكَ سَبْعَ بَنَاتٍ اَوْ تِسْعَ بَنَاتٍ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً ثَيِّبًا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَزَوَّجْتَ يَا جَابِرُؓ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ بِكْرًا اَوْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّ عَبْدَاللّٰهِ هَلَكَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ وَاِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اَجِيْئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً تَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ وَتُصْلِحُهُنَّ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ اَوْ قَالَ خَيْرًا الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ شہید ہو گئے۔ اور اپنے پیچھے سات یا نو بیٹیاں چھوڑ گئے تو میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی پس جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے سے پوچھا کہ اے جابر! کیا تو نے شادی کر لی میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے شادی کی میں نے کہا بلکہ بیوہ سے شادی کی ہے آپؐ نے فرمایا کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی تم اس سے دل لگی کرتے وہ تم سے دل لگی کرتی۔ تم اسے ہنساتے وہ تمھیں ہنساتی میں نے آپؐ سے عرض کی حضرت عبداللہ شہید ہو گئے اور کچھ بیٹیاں پسماندگان میں چھوڑ گئے۔ تو میں نے پسند نہ کیا کہ میں ان کے پاس ان جیسی ناتجربہ کار کو لاؤں۔ اس لئے میں نے ایسی عورت سے شادی کی جو ان پر کنٹرول کرے اور ان کی اصلاح احوال کرے۔ پس آپؐ نے فرمایا اللہ تمھیں برکت دے یا اللہ تمھیں بھلائی نصیب کرے تصلحھن سے ترجمہ ثابت ہوا۔

بَاب نَفَقَةِ الْمُعْسِرِ عَلٰى اَهْلِهٖ

ترجمہ۔ تنگدست کا اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا

حدیث (۴۹۸۸) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ هَلَكْتُ قَالَ وَلِمَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى اَهْلِيْ

ترجمہ۔ حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپؐ نے پوچھا کیوں۔ اس نے کہا میں نے تو

فِیْ رَمَضَانَ قَالَ فَاَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَیْسَ عِنْدِیْ فَقَالَ صُمْ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ قَالَ لَا اَسْتَطِیْعُ قَالَ فَاَطْعِمْ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا قَالَ لَا اَجِدُ فَاُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِیْهِ تَمْرٌ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ قَالَ هَا اَنَا ذَا قَالَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا اَنَا قَالَ عَلٰی اَحْوَجَ مِنَّا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَابَیْنَ لَابَتَیْهَا اَهْلُ بَیْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا فَضَحِکَ النَّبِیُّ ﷺ وسلم حَتّٰی بَدَتْ اَنْیَابُهٗ قَالَ فَاَنْتُمْ اِذَنْ الحدیث ....

رمضان شریف میں بیوی سے ہمبستری کر لی ہے فرمایا ایک غلام کی گردن آزاد کرو اس نے کہا وہ تو میرے پاس ہے نہیں۔ آپؐ نے فرمایا دو ماہ مسلسل روزے رکھو۔ اس نے کہا اسکی بھی مجھے طاقت نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اس نے کہا یہ بھی موجود نہیں۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک زنبیل لائی گئی جس میں پندرہ صاع کھجور تھی آپؐ نے پوچھا وہ سائل کہاں گیا۔ وہ بولا کہ میں وہ کھڑا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جا اس کا صدقہ کر دے وہ بولا یا رسول اللہ! اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ مدینہ کی ان سیاہ پہاڑیوں کے درمیان میرے گھر والوں سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے۔" تو جناب نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپؐ کے نوکیلے دانت ظاہر ہو گئے۔ فرمایا پس تم ہی اس وقت زیادہ حقدار ہو۔

تشریح از قاسمیؒ۔ ترجمہ سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ تنگدست کا خرچہ اپنے اہل و عیال پر صدقہ کرنے سے مقدم ہے۔

باب وَعَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِکَ وَهَلْ عَلَی الْمَرْاَةِ مِنْهُ شَیْئٌ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا اَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْئٍ وَهُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلَاهُ الآیة

ترجمہ۔ وارث کے ذمہ بھی اسی طرح خرچہ ہے۔ کیا بچے کے دودھ پلانے میں عورت پر بھی کوئی چیز ہے۔ ترجمہ آیت اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کی مثال بیان فرماتے ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں بلکہ وہ اپنے سردار پر بوجھ ہے۔

حدیث (۴۹۸۹) حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِیْ مِنْ اَجْرٍ فِیْ بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنْ اُنْفِقَ عَلَیْهِمْ وَلَسْتُ

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ حضرت ابو سلمہؓ کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے مجھے کچھ ثواب ملے گا۔ کیونکہ میں ان کو اس طرح محتاج نہیں دیکھ سکتی

بِتَارِكِيْهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ قَالَ نَعَمْ لَكَ اَجْرُ مَاأَنْفَقْتَ عَلَيْهِمْ الحديث .....

آخر وہ بھی تو میرے بیٹے ہیں آپؐ نے فرمایا ہاں جو کچھ تو ان پر خرچ کرے گی اس کا تجھے ثواب ملے گا۔ ثابت ہوا کہ عورت پر اولاد کے خرچہ میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہے جو خرچہ کرے گی اس کا اسے ثواب ملے گا۔

حدیث (۴۹۹۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ هِنْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَاسُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اٰخُذَ مِنْ مَالِهٖ مَايَكْفِيْنِيْ وَبَنِيَّ قَالَ خُذِيْ بِالْمَعْرُوْفِ الحديث..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہندؓ نے کہا یارسول اللہ بیشک ابو سفیانؓ ایک بخیل آدمی ہے کیا مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں ہے اگر میں اس کے مال میں سے اتنا مال لے لوں جو مجھے اور میرے بیٹوں کو کفایت کرے۔ آپؐ نے فرمایا دستور کے مطابق لے لو۔ ترجمہ اس طرح ثابت ہوا کہ جب عورت کو خاوند کے مال میں سے اولاد کے لئے خرچہ لینے کی اجازت ہے تو معلوم ہوا اولاد کا خرچہ باپ کے ذمہ ہے ماں کے ذمہ نہیں ہے۔

باب قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَرَكَ كَلًّا اَوْضَيَاعًا فَاِلَيَّ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جو شخص قرضہ چھوڑ کر مرے یا اولاد چھوڑ کر مرے تو وہ میرے ذمہ ہے۔

حدیث (۴۹۹۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْاَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهٖ فَضْلًا فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ لِدَيْنِهٖ وَفَاءً صَلّٰى وَاِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوْحَ قَالَ اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی ایسا فوت شدہ آدمی لایا جاتا جس پر قرضہ ہوتا تو آپؐ دریافت فرماتے کہ کیا اس نے اپنے قرضہ کے لئے کوئی زائد مال چھوڑا ہے۔ پس اگر بیان کیا جاتا کہ اس نے اپنے قرضہ کی ادائیگی کیلئے مال چھوڑا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھتے ورنہ مسلمانوں سے فرماتے کہ تم اپنے ساتھی کا نماز جنازہ پڑھو پھر جب اللہ تعالے نے آپ پر فتوحات کا دروازہ کھولا تو فرمایا میں مؤمنین کے نفوس سے ان کے زیادہ قریب ہوں۔ پس مومنین میں سے جو فوت ہو جائے اور قرضہ چھوڑ کر مرے تو اس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے۔ اور جو مال چھوڑ مرے وہ اس کے ورثہ کا حق ہے۔ مصنفؒ نے اس حدیث کو باب النفقات میں

داخل کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جو شخص محتاج اولاد چھوڑ کر مرے تو اولاد کا خرچہ بیت المال میں سے ادا کیا جائیگا۔

بَاب الْمُرَاضِعِ مِنَ الْمَوَالِيَاتِ وَغَيْرِهِنَّ۔

ترجمہ۔ باندیاں وغیرھا دودھ پلانے والی ہو سکتی ہیں اہل عرب نجابت ولد کے لئے باندیوں سے دودھ پلانا مناسب نہیں سمجھتے تھے آپؐ نے اس حقارت کو دور فرمایا۔

حدیث (۴۹۹۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْكِحْ اُخْتِيْ بِنْتَ اَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ وَتُحِبِّيْنَ ذٰلِكِ قَالَتْ نَعَمْ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَاَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِيْ فِيْ الْخَيْرِ اُخْتِيْ قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكِ لَاتَحِلُّ لِيْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ اِنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّكَ تُرِيْدُ اَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ لَوْلَمْ تَكُنْ رَبِيْبَتِيْ فِيْ حِجْرِيْ مَاحَلَّتْ لِيْ اِنَّهَا ابْنَةُ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ اَرْضَعَتْنِيْ وَاَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ فَلَاتَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا اَخَوَاتِكُنَّ وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ ثُوَيْبَةُ اَعْتَقَهَا اَبُوْ لَهَبٍ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ خبر دیتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ زوج النبی ﷺ نے فرمایا میں نے کہا یارسول اللہ آپؐ میری بہن غرۃ بنت ابی سفیان سے نکاح کر لیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو اسے پسند کرتی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں میں کوئی تنہا تو آپؐ کے پاس نہیں ہوں میں چاہتی ہوں کہ اگر بھلائی میں میرا کوئی شریک ہو تو وہ میری بہن ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تو میرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! واللہ ہم تو آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ کہ آپؐ درہ بنت ابی سلمہؓ سے نکاح کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ام سلمہ کی بیٹی سے میں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا واللہ اگر وہ میری سوتیلی بیٹی نہ ہوتی تو پھر بھی میرے لئے حلال نہیں تھی۔ کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابو سلمہ کو حضرت ثویبہؓ نے دودھ پلایا تھا۔ پس اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو میرے پیش نہ کیا کرو۔ عروہ فرماتے ہیں کہ ثویبہ کو ابو لھب نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ جبکہ اس نے جاکر اسے بشارت دی تھی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ شارح التراجم فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے استنباط کیا کہ رضاعۃ جیسے حرائر سے صحیح ہے ایسے اس میں کوئی عار نہیں اس لئے بی بی ثویبہؓ نے آنحضرت ﷺ کو دودھ پلایا تھا جو ابولھب کی باندی تھی۔ اور اس حدیث کو باب النفقات میں لاکر اشارہ کیا کہ ماں کو دودھ پلانا واجب نہیں ہے۔ ولی اور باپ کے ذمہ ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلانے کا انتظام کرے خواہ وہ اجنبیہ حرہ ہو یا باندی ہو احسان مندی کی طور پر پلائے خواہ اجرت پر پلائے تو اجرت بھی نفقہ میں داخل ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ :- وارث کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت حسن بصریؒ اور نخعیؒ فرماتے ہیں جو عورت ومرد بھی باپ کا ترکہ لیگا وہ وارث ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وارث مولود کا ذی رحم محرم مراد ہے امام بخاریؒ هل علی المرأة منه شئ کے بعد ربکم لایقدر علی شئ سے اشارہ کیا کہ عورت بھی وارث کی طرف سے مثل ربکم کے ہے۔ جس پر کوئی چیز واجب نہیں اور قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ وارث سے وارث اب مراد ہے یعنی صبی اگر اس کا مال ہے۔ اور بعض نے کہا ماں باپ میں سے باقی رہ جانے والا مراد ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک مال الصبی پھر مال الاب بعد ازاں مال الام سے رضاعت کا خرچہ دیا جائیگا۔ چنانچہ شیخ مکیؒ کی تقریر میں ہے هل یجب علی المرأة من مالها شئ جواب محذوف ہے لایجب یعنی واجب نہیں ہے کیونکہ عورت بھی بوجھ ہے۔ اور کل پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ تو حدیث ام سلمہؓ اور هند بنت عتبہؓ کے قصوں سے امام بخاریؒ نے ثابت کیا کہ جب ماؤں پر اولاد کا خرچہ واجب نہیں ہے تو باپ پر واجب ہوگا جبتک وہ زندہ ہے۔ بعد اس کے اس کے ورثاء پر ہے۔ تو شارح تراجم فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس سے ان لوگوں پر رد کرنا چاہتے ہیں جو نفقہ اور ارضاع باپ کے بعد والدہ پر واجب کرتے ہیں کیونکہ ام تو خود باپ کی ذمہ واری میں ہے۔ جب اپنا خرچہ اس کے ذمہ نہیں تو دوسرے کا خرچہ کیسے اس پر واجب ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ

باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَقَوْلِهٖ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَقَوْلِهٖ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا

حدیث (۴۹۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ قَالَ سُفْيَانُ وَ الْعَانِي الْاَسِيْرُ......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی تیمار داری کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔ سفیان فرماتے ہیں کہ عانی کے معنی قیدی کے ہے۔

41
2

حدیث (۴۹۹۴) حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ مَاشَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ طَعَامٍ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ حَتّٰی قُبِضَ الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کے خاندان نے کبھی تین دن تک کھانے سے پیٹ بھر کر نہیں کھایا یہانتک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

حدیث (۴۹۹۵) عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ اَصَابَنِیْ جَهْدٌ شَدِیْدٌ فَلَقِیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ فَاسْتَقْرَأْتُهُ اٰیَةً مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَدَخَلَ دَارَهُ وَفَتَحَهَا عَلَیَّ فَمَشَیْتُ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَخَرَرْتُ لِوَجْهِیْ مِنَ الْجُهْدِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ عَلٰی رَأْسِیْ فَقَالَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ فَقُلْتُ لَبَّیْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَاَقَامَنِیْ وَعَرَفَ الَّذِیْ بِیْ فَانْطَلَقَ بِیْ اِلٰی رَحْلِهٖ فَاَمَرَ لِیْ بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ عُدْ یَا اَبَا هُرَیْرَةَؓ فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ عُدْ فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ حَتَّی اسْتَوٰی بَطْنِیْ فَصَارَ کَالْقَدَحِ قَالَ فَلَقِیْتُ عُمَرَؓ وَذَکَرْتُ لَهُ الَّذِیْ کَانَ مِنْ اَمْرِیْ وَقُلْتُ لَهُ تَوَلَّی اللّٰهُ ذٰلِكَ مَنْ کَانَ اَحَقَّ بِهٖ مِنْكَ یَا عُمَرُؓ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَقْرَأْتُكَ الْاٰیَةَ وَلَاَنَا اَقْرَأُ لَهَا مِنْكَ قَالَ عُمَرُؓ وَاللّٰهِ لَاَنْ اَکُوْنَ اَدْخَلْتُكَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ لِیْ مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے سخت بھوک نے ستایا تو میری ملاقات حضرت عمرؓ سے ہوئی جن سے میں نے کتاب اللہ عزوجل کی ایک آیت پڑھوانے کی فرمائش کی وہ گھر میں گئے اور وہ آیت مجھ پر آکر صحیح پڑھ دی۔ میں تھوڑی دیر چلا ہونگا کہ بھوک کی سختی کی وجہ سے منہ کے بل گر پڑا ہوش آئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے سرھانے کھڑے ہیں فرمارہے ہیں اے ابو ھریرہ میں نے کہا لبیك وسعدیك یارسول الله ! پس آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور میری بھوک کی بیماری کو بھانپ گئے۔ مجھے اپنے ٹھکانا پر لے گئے۔ اور میرے لئے ایک بہت بڑے دودھ کے پیالے کا حکم دیا جس کو میں نے پیا پھر آپؐ نے فرمایا اے ابو ھریرہ اور پیو میں نے پھر پیا پھر آپؐ نے فرمایا پیو میں نے پھر پیا یہانتک کہ میرا پیٹ تیر کی طرح برابر ہو گیا۔ فرماتے ہیں بعد ازاں میری حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اپنا سارا قصہ انہیں بیان کیا اور میں نے اس سے کہا کہ جو تم سے زیادہ اس کا حقدار تھا اللہ تعالیٰ کو اس کے سپرد کر دیا اے عمرؓ میں نے تم سے آیت پڑھنے کی فرمائش کی تھی حالانکہ میں اس کو تم سے زیادہ پڑھنے والا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ اگر میں تجھے اپنے گھر لے جا کر سیراب کر دیتا تو یہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے جو عرب کے نزدیک عمدہ مال شمار ہوتا ہے بہت بہتر ہوتا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ ان تینوں حدیثوں میں اگرچہ انواع طعام کا ذکر نہیں ہے لیکن طعام کے احوال اور اس کی صفات کا ذکر ضرور ہے جس سے احادیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہو گئیں۔

باب التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ وَالْاَكْلِ بِالْيَمِيْنِ ۔

ترجمہ۔ کھانے پر بسم اللہ پڑھنا اور دائیں ہاتھ سے کھانا۔

حدیث(۴۹۹۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ اَبِيْ سَلَمَةَ يَقُوْلُ كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَا غُلَامُ سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِيْ بَعْدُ الحديث......

ترجمہ۔ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں لڑکا تھا جو حضرت رسول اللہ ﷺ کی پرورش وتربیت میں تھا اور میرا ہاتھ پیالے میں ہر طرف حرکت کرتا رہتا تھا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے لڑکے اللہ کا نام لو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ پھر تو اس کے بعد میرا کھانے کا یہی طریقہ رہا۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ جو مجمع علیہ ہے۔ اس طرح پینا اور ہر کام میں ابتداء بسم اللہ سے کی جائے۔ اور دائیں ہاتھ سے کھانا یہ بھی مستحب ہے۔ اسی طرح اپنے سامنے سے کھانے کے مستحب ہونے پر بھی اتفاق ہے۔ البتہ کھجور کے بارے میں مختلف انواع ہونے کی وجہ سے اختیار ہے جہاں سے چاہے کھائے۔

باب اَلْاَكْلِ مِمَّا يَلِيْهِ وَقَالَ اَنَسٌؓ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِّمَّا يَلِيْهِ الحديث

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کا نام لو اور ہر شخص کو اپنے سامنے سے کھانا چاہیئے۔

حدیث(۴۹۹۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ

ترجمہ۔ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ جو حضرت ام سلمہ زوج النبی ﷺ

اَبِی سَلَمَۃَ وَھُوَابْنُ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَکَلْتُ یَوْمًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ طَعَامًا فَجَعَلْتُ اٰکُلُ مِنْ نَوَاحِی الصَّحْفَۃِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کُلْ مِمَّایَلِیْکَ الحدیث ......

کے بیٹے تھے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کھانا کھایا تو میں پیالے کے کناروں سے چن چن کر کھاتا تھا۔ تو مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے سامنے سے کھاؤ۔

حدیث (۴۹۹۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الخ عَنْ وَھْبِ بْنِ کَیْسَانَ اَبِیْ نُعَیْمٍؒ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِطَعَامٍ وَمَعَہٗ رَبِیْبُہٗ عُمَرَ بْنُ اَبِیْ سَلَمَۃَؓ فَقَالَ سَمِّ اللّٰہِ وَکُلْ مِمَّایَلِیْکَ الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت وہب بن کیسان ابو نعیمؒ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس کھانا لایا گیا آپؐ کے ہمراہ آپ کا سوتیلا بیٹا عمر بن ابی سلمہؓ تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا اللہ کا نام لو اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

باب مَنْ تَتَبَّعَ حَوَالِی الْقَصْعَۃِ مَعَ صَاحِبِہٖ اِذَالَمْ یَعْرِفْ مِنْہُ کَرَاھِیَۃً

ترجمہ۔باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھی کے ساتھ پیالے کے ارد گرد تلاش کرتا ہے جبکہ اس کے ساتھی کو اس سے کراہت محسوس نہ ہو۔

حدیث (۴۹۹۹) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ الخ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍؓ یَقُوْلُ اِنَّ خَیَاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَہٗ قَالَ اَنَسٌؓ فَذَھَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَرَأَیْتُہٗ یَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَیِ الْقَصْعَۃِ قَالَ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ یَوْمَئِذٍ الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے جناب رسول اللہ کو ایک کھانے کی دعوت پر بلایا جو اس نے تیار کیا تھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گیا تھا۔ تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپؐ پیالے کے کناروں میں کدو کو تلاش کرتے تھے اس دن سے میں بھی کدو کو ہمیشہ کے لئے پسند کرنے لگا۔

باب التَّیَمُّنِ فِی الْاَکْلِ وَغَیْرِہٖ وَقَالَ عُمَرَ بْنُ اَبِیْ سَلَمَۃَؓ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کُلْ بِیَمِیْنِکَ ...

ترجمہ۔ کھانے وغیرہ میں دائیں طرف سے شروع کرنا۔ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔

حدیث (۵۰۰۰) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَااسْتَطَاعَ فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَكَانَ قَالَ بِوَاسِطٍ قَبْلَ هٰذَا فِيْ شَانِهٖ كُلِّهٖ الخ ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جہانتک ممکن ہو تا دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ وضو کرنے میں جوتا پہننے میں اور کنگھا کرنے میں اور شعبہ راوی واسط شہر میں اس سے پہلے ہر تکریم والے معاملہ میں متیمن کو پسند فرماتے ۔

حدیث (۵۰۰۱) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِيْ وَرَدَّتْنِيْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِطَعَامٍ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِمَنْ مَعَهٗ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَاطَلْحَةَ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مِنَ الطَّعَامِ مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَانْطَلَقَ اَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَقْبَلَ اَبُوْطَلْحَةَ وَرَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى دَخَلَا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میرے سوتیلے باپ حضرت ابو طلحہؓ نے میری والدہ ام سلیمؓ سے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی آواز کو کمزور سنا ہے جس سے مجھے آپؐ میں بھوک محسوس ہوتی ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے تو انہوں نے کچھ جو کی روٹیا نکالیں پھر ان کیلئے ایک دوپٹہ نکالا جس کے بعض حصہ سے تو روٹیوں کو لپیٹا پھر ان کو میرے کپڑوں کے نیچے زور سے دبا دیا۔ اور بعض حصہ کی میری چادر بنا دی پھر مجھے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا میں ان کو لے کر روانہ ہو گیا تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے ہمراہ مسجد میں پایا تو میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا آپ رسول اللہ ﷺ نے میرے سے پوچھا کہ کیا تجھے ابو طلحہؓ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہاں ہاں! آپؐ نے فرمایا کھانے کے لئے میں نے کہا ہاں! تو آپؐ کے ساتھ جو لوگ تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھو بھائی! پس آپؐ بھی چل پڑے اور میں ان کے آگے چل کر ابو طلحہؓ کے پاس آیا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا اے ام سلیم! جناب رسول اللہ ﷺ تو لوگوں کو لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے کہ ہم ان سب کو کھلا سکیں۔ تو انہوں نے فرمایا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جاننے والا ہے۔ پس حضرت ابو طلحہؓ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلُمِّی یَاأُمَّ سُلَیْمٍ مَاعِنْدَكِ فَأَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَأَمَرَبِهٖ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَیْمٍ عُكَّةً لَهَاأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ یَقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍفَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ أَذِنَ لِعَشَرَةٍ فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا الحدیث ......

چل پڑے۔ یہانتک کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا تو حضرت ابو طلحہؓ اور جناب رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے گھر میں داخل ہو گئے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ام سلیمؓ! جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے لے آؤ تو وہ وہی روٹیاں لے آئیں آپؐ نے حکم دیا کہ ان روٹیوں کے ٹکڑے بناؤ اور حضرت ام سلیمؓ نے گھی کی کپی کو نچوڑا تو انہوں نے اس کا سالن بنادیا۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپؐ نے اس کے اندر پڑھا۔ پھر فرمایا دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ تو ان کو اجازت ملی تو انہوں نے اسقدر کھایا کہ سیر ہو گئے۔ پھر وہ چلے گئے تو فرمایا دوسرے دس کو بھیجو تو ان کو اجازت ملی۔ پس انہوں نے یہاں تک کھایا کہ وہ بھی سیر ہو گئے پھر وہ چلے گئے پھر تیسرے دس آدمیوں کو اجازت ملی تو سارے لوگ سیر ہو کر کھا گئے۔ اور یہ لوگ اسّی ۸۰ کی تعداد میں تھے۔

حدیث (۵۰۰۲) حَدَّثَنَا مُوْسٰی الخ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ بَكْرٍؓ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ ثَلٰثِیْنَ وَمِأَتَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ أَوْنَحْوُهٗ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُّشْرِكٌ مُّشْعَانٌّ طَوِیْلٌ بِغَنَمٍ یَسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ أَبَیْعٌ أَمْ عَطِیَّةٌ أَوْقَالَ هِبَةٌ قَالَ لَابَلْ بَیْعٌ قَالَ فَاشْتَرٰی مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ وَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَوَادِ الْبَطْنِ یُشْوٰی وَایْمُ اللّٰهِ مَامِنَ الثَّلٰثِیْنَ وَمِأَتَةِ إِلَّاقَدْ حُزَّلَهٗ حُزَّةً مِّنْ سَوَادِ بَطْنِهَا إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهُ إِیَّاهَا وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَهَا لَهٗ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَیْنِ فَأَكَلْنَا أَجْمَعُوْنَ

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سو تیس آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے پس اچانک ایک آدمی کے پاس چار صاع یا اسکے برابر آٹا تھا جس کو گوندھا گیا۔ پھر ایک لمبے قدوالا مشرک بکریاں ہانکتے ہوئے آیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے پوچھا یہ بیچنے کیلئے ہیں یا عطیہ ہیں یا کہا ھبہ ہیں اس نے کہا نہیں بلکہ بیچنے کیلئے ہیں تو آپؐ نے اس شخص سے ایک بکری خریدی تو پس وہ بکری ذبح کی گئی اور جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسکے پیٹ کے اندر جو سیاہ گوشت ہے یعنی جگر تلی دل وغیرہ ان سب کو بھونا جائے اللہ کی قسم! ایک سو تیس ۱۳۰ آدمی میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں تھا کہ جس کیلئے اس سیاہ گوشت یعنی تلی اور جگر میں سے اس کا حصہ نہ کاٹا گیا ہو

وَشَبِعْنَا وَفَضَلَ فِی الْقَصْعَتَیْنِ فَحَمَلْتُهُ عَلَی الْبَعِیْرِ اَوْ کَمَا قَالَ الحدیث ....

اگر کوئی حاضر تھا تو اسے وہ حصہ دے دیا گیا۔ اگر غائب تھا تو اس کے لئے چھپا کر رکھ دیا پھر اس میں سے گوشت کے دو پیالے بنائے گئے۔ پس ہم سب لوگوں نے کھایا اور سیر ہو گئے۔ اور ان دو پیالوں میں سے جو کچھ بچ گیا میں نے اسے اونٹ پر اٹھالیا یا جس طرح انہوں نے فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وحدث ابو عثمان ایضا صفحہ ۸۱۰/۲۶ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ایضا کا لفظ کا فائدہ یہ ہے کہ حدثنی غیر عثمان وحدثنی ابو عثمان ایضا۔ مگر حافظؒ نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ پھر ایضا کے لفظ کی کوئی ضرورت نہیں تھی تو خود جواب دیا کہ ابو عثمانؒ نے سابق حدیث بیان کی اور یہ حدیث بھی بیان کی۔ تو اب مطلب یہ ہوگا حضرت بحدیث بعد حدیث اگرچہ علامہ عینیؒ نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے لیکن میرے نزدیک دونوں معنی کا احتمال ہے۔

حدیث (۵۰۰۳) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ تُوُفِّیَ النَّبِیُّ ﷺ حِیْنَ شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَیْنِ التَّمْرِ وَالْمَاءِ ......

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی جب وفات ہوئی تو ہم اسودین یعنی کھجور اور پانی سے پیٹ بھرنے والے تھے۔

باب لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ اِلٰی اٰخِرِ الایة وَالنَّهْدِ وَالْاِجْتِمَاعِ فِی الطَّعَامِ ۔ یعنی نھد کا معنی رفقاء کا برابر مقدار میں کھانے پر جمع کرنا۔

حدیث (۵۰۰۴) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللهِ الخ حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِلٰی خَیْبَرَ فَلَمَّا کُنَّا بِالصَّهْبَاءِ قَالَ یَحْیٰی وَهِیَ مِنْ خَیْبَرَ عَلٰی الرَّوْحَةِ دَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِطَعَامٍ فَمَا اُتِیَ اِلَّا بِسَوِیْقٍ فَلُکْنَاهُ وَاَکَلْنَا مِنْهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا فَصَلّٰی بِنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ یَتَوَضَّأْ قَالَ سُفْیَانُ سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَوْدًا وَبَدْءًا الحدیث

ترجمہ۔ حضرت سوید بن النعمانؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے پس جب ہم لوگ صہباء مقام پر پہنچے یحییٰ فرماتے ہیں کہ صہباء خیبر سے ایک شام کے سفر پر ہے تو آپ رسول اللہ ﷺ نے کھانا منگوایا تو ستو کے سوا اور کچھ نہ لایا گیا۔ جسے ہم نے پانی میں بھگویا اور اس سے ہم نے کھایا۔ پھر آپؐ نے پانی منگوا کر کلی فرمائی ہم نے بھی کلی کی تو آپؐ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہ کیا سفیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے یحییٰ بن سعید سے آتے جاتے ہوئے سنی۔

تشریح از قاسمی۔ شارح التراجم فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ان یاکلوا جمیعا او اشتاتا والی آیت سے مطابقت ثابت کرتا ہے۔ اس لئے ترجمہ میں النھد کا لفظ لائے جس کے معنی کھانے پر اکٹھے ہونا ہے۔

بَابُ الْخُبْزِ الْمُرَقَّقِ وَالْاَكْلِ عَلَى الْخُوَانِ وَالسُّفْرَةِ۔

ترجمہ۔ پتلی روٹی (چپاتی) میز اور دستر خوان پر کھانا کھانا کیسا ہے۔

حدیث (۵۰۰۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الخ عَنْ قَتَادَةَؒ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَنَسٍؓ وَعِنْدَهٗ خَبَّازٌ لَّهٗ وَقَالَ مَا اَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ خُبْزًا مُّرَقَّقًا وَّلَا شَاةً مَّسْمُوْطَةً حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں ہم حضرت انسؓ کے پاس تھے جبکہ آپ کے پاس ان کا باورچی بیٹھا تھا۔ فرمانے لگے جناب نبی اکرم ﷺ نے چپاتی کبھی نہیں کھائی۔ اور نہ ہی بھونی ہوئی بکری کھائی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

حدیث (۵۰۰۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ ﷺ اَكَلَ عَلٰى سُكُرُّجَةٍ قَطُّ وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قَطُّ وَلَا اَكَلَ عَلٰى خُوَانٍ قَطُّ قِيْلَ لِقَتَادَةَؒ فَعَلٰى مَا كَانُوْا يَاْكُلُوْنَ قَالَ عَلَى السُّفَرِ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب نبی اکرم ﷺ کے متعلق علم نہیں ہے کہ آپؐ نے کبھی تشتری اور پلیٹ میں کھانا کھایا یا کبھی آپؐ کے لئے چپاتی پکائی گئی ہو۔ اور نہ ہی آپؐ نے میز پر کھانا کھایا ہے۔ تو قتادہؒ سے پوچھا گیا کہ وہ لوگ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے۔ فرمایا چمڑے کے دستر خوان پر کھاتے تھے۔

حدیث (۵۰۰۷) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ الخ اِنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًاؓ يَقُوْلُ اَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَبْنِيْ بِصَفِيَّةَؓ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى وَلِيْمَةٍ اَمَرَ بِالْاَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَاُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَالْاَقِطُ وَالسَّمْنُ وَقَالَ عَمْرٌو عَنْ اَنَسٍ بَنٰى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے قیام فرمایا کہ بی بی صفیہؓ سے ہمبستری کرتے تھے پس میں نے مسلمانوں کو آپؐ کے ولیمہ کی طرف بلایا تو آپؐ نے چمڑے کے دستر خواں کے بچھانے کا حکم دیا جس کی تعمیل ہوئی کہ ان پر کھجور خشک اور پنیر اور گھی ڈالا گیا اور عمرو کی روایت حضرت انسؓ سے ہے کہ آپؐ نے شب زفاف کے بعد ایک قسم کا حلوہ بنایا جو چمڑے کے دستر خواں میں رکھا گیا۔

حدیث(۵۰۰۸) حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ الخ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ كَانَ اَهْلُ الشَّامِ يُعَيِّرُوْنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُوْنَ يَاابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ فَقَالَتْ لَهُ اَسْمَاءُ يَابُنَيَّ اِنَّهُمْ يُعَيِّرُوْنَكَ بِالنِّطَاقَيْنِ هَلْ تَدْرِيْ مَاكَانَ النِّطَاقَانِ اِنَّمَاكَانَ نِطَاقِيْ شَقَقْتُهُ نِصْفَيْنِ فَاَوْكَيْتُ قِرْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِاَحَدِهِمَا وَجَعَلْتُ فِيْ سُفْرَتِهِ اٰخَرَ قَالَ فَكَانَ اَهْلُ الشَّامِ اِذَا عَيَّرُوْهُ بِالنِّطَاقَيْنِ يَقُوْلُ اَيُّهَاوَالْاِلٰهِ تِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت وھب بن کیسانؒ فرماتے ہیں کہ شام والے حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ کو عار دلاتے تھے کہ تو ذات النطاقین یعنی باندی کا بیٹا ہے۔ تو حضرت اسماءؓ نے ان سے فرمایا اے بیٹے! وہ لوگ تمہیں نطاقین سے عار دلاتے ہیں۔ تم جانتے ہو نطاقین کیا چیز ہے۔ میرا کمر بند تھا جسے میں نے دو برابر ٹکڑوں میں چیر دیا ان میں سے ایک کے ساتھ تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے مشکیزہ کو باندھا اور دوسرے کو میں نے آپؐ کے دستر خوان میں لگایا۔ چنانچہ جب اھل شام آپ کو نطاقین سے عار دلاتے تھے تو فرماتے ہیں ہاں ٹھیک ہے۔ اللہ کی قسم یہ ایک ایسی شکایت ہے جس کی عار تجھ سے زائل ہونے والی ہے۔ یعنی اس قول میں کوئی عار و عیب نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ليس على الاعمى حرج الخ صفحہ ۸/۸۱۱ شیخ گنگوہیؒ نے تو اس سے بحث نہیں کی البتہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ میرے نزدیک امام بخاریؒ کی اس ترجمہ سے غرض اس آیت کے سبب نزول کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ اور بتلانا ہے عطاء بن یزید لیثی کا قول راجح ہے۔ حدیث سوید کی مناسبت آیت سے اہل تفسیر کے قول کے مطابق یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جب اکٹھے ہو کر کھانا کھاتے تھے تو نابینا۔ لنگڑا اور بیمار کو الگ الگ بٹھاتے تھے۔ کیونکہ تندرست آدمیوں کے ساتھ کھانا حرج کا باعث تھا۔ عطاء بن یزید لیثیؒ فرماتے ہیں کہ نابینا تو غیر جگہ میں ہاتھ ڈالتا تھا۔ لنگڑے کو بھی کھانے کی جگہ کی وسعت تھی اور مریض کی بدبو کی وجہ سے تو آیت نازل ہوئی کہ یہ معذورین دوسرے کے ہمراہ کھانا کھا سکتے ہیں۔ کمی بیشی مباح ہے۔ اور شیخ مکیؒ نے نہد کو آیت مذکورہ سے ثابت کیا ہے کہ بعض تھوڑا لاتے بعض بہت لاتے سب نے مل کر کھالیا۔ تو نہد ثابت ہو گیا۔ اجتماعی صورت نکل آئی۔ اس میں اعمی مریض اور اعرج وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ تلك شكاة ظاهر عنك عارها یہ ھندی کا شعر ہے۔ جس کا پہلا مصرعہ یوں ہے۔

عير الواشون انی احبها   تلك شكاة ظاهر عنك عارها

حدیث (۵۰۰۹) حَدَّثَنَااَبُوالنُّعْمَانِ الخ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اُمَّ حُفَيْدٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ حَزْنٍ خَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ اَهْدَتْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَمْنًا وَاَقِطًا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام حفیدؓ جو حضرت ابن عباسؓ کی خالہ لگتی ہیں انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف گھی پنیر اور گوہ (سوسمار) ھدیہ بھیجیں

وَاَضُبًّا فَدَعَابِهِنَّ فَاُكِلْنَ عَلٰى مَائِدَتِهٖ وَتَرَكَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ كَالْمُتَقَذِّرِلَهُنَّ وَلَوْكُنَّ حَرَامًا مَااُكِلْنَ عَلٰى مَائِدَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَااَمَرَبِاَكْلِهِنَّ الحديث..

پس آپؐ نے ان اشیاء کو منگوایا اور آپؐ کے دستر خواں پر ان کو کھایا آپؐ نے ان کو اس طرح چھوڑ دیا جیسے کوئی ان سے نفرت کرنے والا ہو۔ اگر یہ اشیاء حرام ہوتیں تو آپؐ کے دستر خواں پر نہ کھائی جاتیں اور نہ ہی آپؐ ان کو کھانے کا حکم دیتے۔

باب السَّوِيْق بمعنى ستو

حديث (۵۰۱۰) حَدَّثَنَاسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ عَلٰى رَوْحَةٍ مِنْ خَيْبَرَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَدَعَابِطَعَامٍ فَلَمْ يَجِدْهُ اِلَّا سَوِيْقًا فَلَاكَ مِنْهُ فَلُكْنَا مَعَهٗ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلّٰى وَصَلَّيْنَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ الحديث......

ترجمہ۔ حضرت سوید بن النعمانؓ خبر دیتے ہیں کہ وہ صحابہ کرامؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے صہباء کے مقام پر جو خیبر سے کچھ فاصلہ پر ہے پس نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؐ نے کھانا منگوایا سوائے ستو کے اور کچھ نہ ملا۔ آپؐ نے بھی اسے پیا اور ہم نے بھی پیا پھر پانی منگوایا کہ آپؐ نے کلی کی پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور ہم نے بھی پڑھی اور آپؐ نے وضو نہ کیا۔

باب مَاكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لَايَاْكُلُ حَتّٰى يُسَمّٰى لَهٗ فَيَعْلَمَ مَاهُوَ۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جبتک اس کا نام نہ لیا جاتا پس آپؐ جان لیتے کہ وہ کیا ہے

حديث (۵۰۱۱) حَدَّثَنَامُحَمَّدُبْنُ مُقَاتِلٍ الخ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ خَالِدَبْنَ الْوَلِيْدِالَّذِيْ يُقَالُ لَهٗ سَيْفُ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهٗ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوْذًا قَدِمَتْ بِهٖ اُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ قَلَّمَا يُقَدِّمُ يَدَهٗ لِطَعَامٍ حَتّٰى يُحَدَّثَ بِهٖ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جنہیں سیف اللہ کہا جاتا ہے۔ وہ خبر دیتے ہیں کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حضرت میمونہؓ کے پاس گئے جو ان کی بھی خالہ لگتی تھیں اور حضرت ابن عباسؓ کی بھی خالہ ہوتی تھیں تو انہوں نے ان کے پاس بھونی ہوئی گوہ کو پایا جو ان کی بہن حفیدہ بنت الحارث نجد سے لائی تھیں۔ تو انہوں نے گوہ کو جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھایا اور بہت تھوڑا ہی ایسا ہوا ہے کہ آپؐ کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوں یہانتک کہ

وَيُسَمّٰى لَهٗ فَاَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهٗ اِلَى الضَّبِّ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ النِّسْوَةِ الْحُضُوْرِ اَخْبِرْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَاقَدَّمْتُنَّ لَهٗ هُوَالضَّبُّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهٗ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدُبْنُ الْوَلِيْدِ اَحَرَامٌ الضَّبُّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَاوَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهٗ فَاَكَلْتُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْظُرُ اِلَيَّ الحديث..

آپ کو بتلایا جاتا اور اس کا نام لیا جاتا۔ تو آپؐ نے اپنا ہاتھ گوہ کی طرف جھکایا تو حاضرین عورتوں میں سے کسی عورت نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو بتلاؤ تو سہی کہ تم نے کیا چیز آپؐ کی طرف بڑھائی ہے۔ یا رسول اللہ یہ تو گوہ ہے۔ تو آپؐ نے گوہ سے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ جس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا گوہ حرام ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ لیکن میری قوم کے ملک میں نہیں ہوتی اس لئے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اس سے گھن کرتا ہوں حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کھینچ لیا۔ اور سے کھالیا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ رہے تھے۔

باب طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ

ترجمہ۔ ایک کا کھانا دو کو کافی ہوتا ہے۔

حدیث (۵۰۱۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلٰثَةِ وَطَعَامُ الثَّلٰثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین کو کافی ہے۔ اور تین کا چار کو کافی ہے۔ اس حدیث میں اگرچہ طعام الواحد کا لفظ نہیں لیکن امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق مسلم کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے طعام الواحد کافی الاثنین۔

باب اَلْمُؤْمِنُ يَاْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ

ترجمہ۔ مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے۔

حدیث (۵۰۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ عَنْ نَافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَؓ لَايَاْكُلُ حَتّٰى يُؤْتٰى بِمِسْكِيْنٍ يَاْكُلُ مَعَهٗ فَاَدْخَلْتُ رَجُلًا يَاْكُلُ مَعَهٗ فَاَكَلَ كَثِيْرًا فَقَالَ يَانَافِعُ لَاتُدْخِلْ هٰذَا عَلَيَّ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ يَاْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ الحديث

ترجمہ۔ حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جبتک کہ کوئی مسکین ان کے ہمراہ کھانا نہ کھاتا تو میں ایک ایسا آدمی اندر لے گیا جس نے بہت کھانا کھایا آپ نے فرمایا اے نافع آئندہ اس شخص کو میرے پاس نہ لانا کیونکہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں کھاتا ہے

باب الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِيْ مَعًى وَاحِدٍ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

حديث (۵۰۱۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ يَاْكُلُ فِيْ مَعًى وَاحِدٍ وَاِنَّ الْكَافِرَ اَوِ الْمُنَافِقَ فَلَا اَدْرِيْ اَيُّهُمَا قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن تو ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر یا منافق عبید اللہ کو شک ہے کہ وہ سات انتڑیوں میں کھاتا ہے قال ابن بکیر بمثلہ۔

حديث (۵۰۱۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَبُوْنَهِيْكٍ رَجُلًا اَكُوْلًا فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَؓ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ الْكَافِرَ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ فَقَالَ فَاَنَا اُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﷺ الحديث.

ترجمہ۔ حضرت عمرو فرماتے ہیں کہ ابو نھیک بہت کھانے والا آدمی تھا تو حضرت ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیشک کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ ہیں تو ابھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔

حديث (۵۰۱۶) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْكُلُ الْمُسْلِمُ فِيْ مَعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ الحديث......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے۔

حديث (۵۰۱۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَاْكُلُ اَكْلًا كَثِيْرًا فَاَسْلَمَ فَكَانَ يَاْكُلُ اَكْلًا قَلِيْلًا فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَاْكُلُ فِيْ مَعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرَ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرد بہت زیادہ کھاتا تھا پھر مسلمان ہو گیا پھر اس کے بعد تھوڑا کھانا کھاتا تھا۔ پس یہ بات جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ المؤمن یأکل فی معی واحد صفحہ ۸۱۲/۱۷ یہ ترجمہ ہندی اور مصری نسخوں میں مکرر آیا ہے۔ جس کا

کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اس ترجمہ کی حدیث ابن کو مختلف طرق سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حدیث ابو ہریرہؓ کے دو طریق بیان ہوئے ہیں۔ اور اس ترجمہ میں کوئی تعلیق ذکر نہیں کی۔ لیکن میرے نزدیک جب سوائے کرمانیؒ کے باقی کے سب نسخوں میں مکرر ہے۔ تو پہلے ترجمہ کی غرض یہ ہوگی کہ مؤمن کو کھانا کم کھانے کی رغبت دی گئی ہے۔ اور دوسرے ترجمہ سے اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ بھوک دفع کرنے کے لئے کھانا کھائے۔ اور حدیث کے معنی میں دس اقوال نقل کئے گئے ہیں جن کو تفصیل سے اوجز میں بیان کیا گیا ہے۔ جن میں سے ساتواں قول قرطبیؒ کا ہے کہ شھوات طعام سات ہیں۔ شھوۃ الطبع. والنفس. والعین. والفم. والاذن. والانف وشھوۃ الجوع جو ضروری ہے۔ مؤمن تو اسی کی وجہ سے کھاتا ہے۔ لیکن کافر جمیع شھوات کے ساتھ کھاتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ مؤمن حلال کھاتا ہے کافر حلال وحرام دونوں کھاتا ہے۔ اور حلال حرام سے تھوڑا ہوتا ہے۔ یا یہ کہ کثرۃ اکل کافر کی صفت ہے۔ قرآن مجید میں ہے والذین کفرو یتمتعون ویأکلون مماتأکل الانعام والنار مثوی لھم الایۃ ...

بابُ الْاَکْلِ مُتَّکِئًا

ترجمہ۔ تکیہ لگا کر کھانا کھانا

حدیث(۵۰۱۸) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاجُحَیْفَۃَؓ یَقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت ابوحجیفہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تکیہ کا سہارا لیکر کھانا نہیں کھاؤنگا۔

حدیث(۵۰۱۹) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ الخ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَؓ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَہٗ لَا اٰکُلُ وَاَنَا مُتَّکِئٌ الحدیث ......

ترجمہ۔ ابوجحیفہؓ فرماتے کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپؐ نے ایک آدمی سے فرمایا جو آپؐ کے پاس تھا کہ میں اس حال میں کھانا نہیں کھاؤنگا کہ میں تکیہ کا سہارا لئے ہوئے ہوں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اتکاء کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔ معتمد علیہ قول یہ ہے کہ بیٹھنے میں کسی چیز کا سہارا لے۔ بعض نے کہا زمین پر بائیں ہاتھ کا سہارا لے۔ اس کے چھوڑنے میں حکمت یہ ہے کہ ایک تو یہ عجمی بادشاہوں کا فعل ہے۔ دوسرے بہت کھانے کا باعث بنتا ہے۔

بابُ الشِّوَاءِ وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَجَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ شَوِیٍّ

ترجمہ۔ گوشت کو بھوننا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم مہمانوں کیلئے بھونا ہوا بچھڑا لے آئے

حدیث (۵۰۲۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الخ

عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِضَبٍّ مَشْوِيٍّ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ لِيَاْكُلَ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهٗ ضَبٌّ فَاَمْسَكَ يَدَهٗ قَالَ خَالِدٌ اَحَرَامٌ هُوَ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهٗ لَايَكُوْنُ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ فَاَكَلَ خَالِدٌ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَنْظُرُوْنَ قَالَ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِضَبٍّ مَجْنُوْذٍ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بھونی ہوئی گوہ لائی گئی آپؐ اس کے کھانے کے لئے جھکے تو آپؐ سے کہا گیا کہ یہ تو گوہ ہے۔ پس آپؐ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ تو حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ یہ حرام ہے آپؐ نے فرمایا نہیں لیکن یہ میری قوم کے ملک میں نہیں ہوتی پس میں اس سے گھن کرتا ہوں۔ پس حضرت خالدؓ نے تو اسے کھایا اور جناب رسول اللہ ﷺ دیکھتے رہے۔ امام مالک ابن شہاب سے ضب مجنوذ الفاظ نقل کرتے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث سے بھونی ہوئی چیز کا کھانا تو ثابت ہوا۔ آپؐ کے ہاتھ بڑھانے اور حضرت خالدؓ کے کھانے سے لیکن ضب کے متعلق جہاں جواز کی دو روایات آتی ہیں وہاں نہی کی روایات بھی ہیں جو احناف کا مستدل ہیں۔ اور نہی متاخر اباحت متقدم کو نسخ کر دیتی ہیں۔

بَابُ الْخَزِيْرَةِ ۔ قَالَ النَّضْرُ الْخَزِيْرَةُ مِنَ النُّخَالَةِ وَالْحَرِيْرَةُ مِنَ اللَّبَنِ ۔

ترجمہ۔ نضر فرماتے ہیں خزیرہ آٹے دودھ اور چربی سے بنایا جاتا ہے۔

حدیث (۵۰۲۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ

عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَاَنَا اُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ فَاِذَا كَانَتِ الْاَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ لَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اٰتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَاُصَلِّيْ لَهُمْ فَوَدِدْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اَنَّكَ تَاْتِيْ فَتُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ فَاَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى فَقَالَ سَاَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللهُ

ترجمہ۔ حضرت عتبان بن مالک جو ان اصحاب النبی ﷺ میں سے تھے جو انصار میں سے بدر کی لڑائی میں حاضر ہوئے۔ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگے یا رسول اللہ میری بصارت میں کمزوری آگئی ہے۔ میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں پس بارشیں ہو جاتی ہیں اور وادی چالو ہو جاتی ہے تو میں ان کی مسجد تک نہیں پہنچ سکتا کہ میں ان کو نماز پڑھا سکوں پس میں چاہتا ہوں کہ آپؐ تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں تاکہ میں اسے جائے نماز بنالوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر اللہ نے چاہا تو میں عنقریب ایسا کروں گا حضرت عتبانؓ فرماتے ہیں

قَالَ عُتْبَانُ فَغَدَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَاَبُوْبَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَاَذِنْتُ لَهٗ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ لِيْ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَاَشَرْتُ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَكَبَّرَ فَصَفَفْنَا وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَحَبَسْنَاهُ عَلٰى خَزِيْرٍ صَنَعْنَاهُ فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ اَهْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوْا فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ اَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ ﷺ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُلْ اَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ قَالَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ قُلْنَا فَاِنَّا نَرٰى وَجْهَهٗ وَنَصِيْحَتَهٗ اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ فَاِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ يَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَاَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْاَنْصَارِيَّ اَحَدَ بَنِيْ سَالِمٍ وَكَانَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدٍ فَصَدَّقَهٗ الحديث ....

کہ ایک دن چڑھے جناب رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ صبح سویرے آگئے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے اجازت دے دی پس جب آپؐ گھر میں داخل ہوئے تو بیٹھے ہی نہیں تھے کہ فرمایا کہ تم گھر کے کون سے حصہ میں نماز پڑھنا پسند کرتے ہو۔ میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا تو آپ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیرا تو ہم نے آپ کو ایک کھیرنی پر روک لیا جو ہم نے بنائی تھی۔ محلہ کے کچھ لوگ میرے گھر میں ٹوٹ کر کود پڑے تو ایک اچھی خاصی جماعت اکٹھی ہوئی۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ مالک بن دخشن کہاں ہے۔ کسی نے کہا وہ تو منافق ہے وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو دیکھتے نہیں ہو کہ وہ لا الہ الا اللہ خلوص دل سے کہتا ہے۔ جس سے اس کی غرض اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ بیشک ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی توجہ اور خیر خواہی منافقین کی طرف ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جہنم پر حرام کر دیا ہے جو لا الہ الا اللہ خلوص دل سے کہتا ہے۔ جس سے اس کی آرزو اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ ابن شہاب فرماتے ہیں میں بنی سالم کے ایک آدمی حصین بن محمد انصاری سے جو ان کے سرداروں میں سے ہیں محمود کی حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

بَابُ الْاَقِطِ وَقَالَ حُمَيْدٌ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِصَفِيَّةَ فَاَلْقَى التَّمْرَ وَالْاَقِطَ وَالسَّمْنَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسٍ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَيْسًا۔

ترجمہ۔ پنیر کے بارے میں حمید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ طی بی صفیہؓ کے ولیمہ کے موقع پر آپؐ نے کھجور۔ خشک دودھ اور گھی کو دستر خواں پر ڈالا۔ عمرو بن ابی عمرو کی روایت حضرت انسؓ سے یوں ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک قسم کا حلوہ بنایا تھا۔

حدیث(۵۰۲۲)حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الخ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَهْدَتْ خَالَتِیْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ ضِبَابًا وَاَقِطًا وَلَبَنًا فَوُضِعَ الضَّبُّ عَلٰی مَائِدَتِهٖ فَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ یُوْضَعْ وَشَرِبَ اللَّبَنَ وَاَكَلَ الْاَقِطَ الحدیث .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میری خالہ نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گوہ۔ پنیر اور دودھ کا ہدیہ بھیجا۔ گوہ آپؐ کے دستر خوان پر رکھا گیا۔ پس اگر حرام ہوتا تو اسے نہ رکھا جاتا۔ دودھ کو آپؐ نے پیا اور پنیر کو کھایا۔

باب السِّلْقِ وَالشَّعِیْرِ

ترجمہ۔ چکندر اور جو کے بارے میں

حدیث(۵۰۲۳)حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ بُكَیْرٍ الخ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِیَوْمِ الْجُمُعَةِ كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ مَا تَاْخُذُهٗ اُصُوْلَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهٗ فِیْ قِدْرٍ لَهَا فَتَجْعَلُ فِیْهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِیْرٍ اِذَا صَلَّیْنَا زُرْنَا هَا فَقَرَّبَتْهُ اِلَیْنَا وَكُنَّا نَفْرَحُ بِیَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ وَمَا كُنَّا نَتَغَدّٰی وَلَا نَقِیْلُ اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَاللّٰهِ مَا فِیْهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت سھل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ بیشک جمعہ کے دن ہم خوش ہوتے تھے ہماری ایک بوڑھیا تھی جو چقندر لیکر اپنی ہنڈیا میں ڈال لیتی تھی اور اس میں کچھ جو کے دانے ڈال لیتی جب ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو اس سے ملنے جاتے تھے تو وہ یہ طعام ہمارے سامنے پیش کرتی۔ اس وجہ سے ہم جمعہ کے دن خوشی مناتے تھے ہم صبح کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کی نماز کے بعد ہی کیا کرتے تھے۔ واللہ اس طعام میں نہ تو چربی ہوتی تھی اور نہ ہی چکناہٹ ہوتی تھی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام احمدؒ نے کنا نتغدی سے قبل از زوال نماز جمعہ جائز کہتے ہیں لیکن عامۃ العلماء بعد زوال کے جمعہ کی نماز کے قائل ہیں۔ اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ صبح کا کھانا اور قیلولہ بعد الجمعہ ہوتے تھے۔ جو صراحۃً حدیث میں موجود ہے۔

باب النَّهْسِ وَانْتِشَالِ اللَّحْمِ

ترجمہ۔ گوشت کا نکالنا اور اسے نوچنا

حدیث(۵۰۲۴)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الخ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَعَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَتِفًا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ وَعَنْ اَیُّوْبَ الخ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کندھے کی ہڈی کا گوشت تناول فرمایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضو نہ بنائی۔ ایوب کی روایت ہے کہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ انْتَشَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَرْقًا مِنْ قِدْرٍ فَاَكَلَ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ الحديث .....

جناب نبی اکرم ﷺ نے ہنڈیا سے گوشت والی ہڈی نکالی پس اسے کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ بنائی۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ حدیث کو ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء سے تو مناسبت ظاہر ہے لیکن پہلا جز نہیش کی تعرق سے ثابت کیا ہے۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں گوشت والی ہڈی سے گوشت کو دانتوں سے نوچنا۔

باب تَعَرُّقِ الْعَضُدِ

ترجمہ۔ بازو کی ہڈی سے گوشت کھانا

حدیث (۵۰۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الخ ابْنِ اَبِىْ قَتَادَةَؓ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ مَكَّةَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِؒ اَنَّهٗ قَالَ كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَنْزِلٍ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَازِلٌ اَمَامَنَا وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ وَاَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ فَاَبْصَرُوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا وَاَنَا مَشْغُوْلٌ اَخْصِفُ نَعْلِيْ فَلَمْ يُؤْذِنُوْنِيْ وَاَحَبُّوْا لَوْ اَنِّيْ اَبْصَرْتُهٗ فَالْتَفَتُّ فَاَبْصَرْتُهٗ فَقُمْتُ اِلَى الْفَرَسِ فَاَسْرَجْتُهٗ ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيْتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقُلْتُ لَهُمْ نَاوِلُوْنِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَاَخَذْتُهُمَا ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهٗ ثُمَّ جِئْتُ بِهٖ وَقَدْ مَاتَ فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَاْكُلُوْنَهٗ ثُمَّ اِنَّهُمْ شَكُّوْا فِيْ اَكْلِهِمْ اِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ فَرُحْنَا وَخَبَاْتُ الْعَضُدَ مَعِيْ فَاَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ مکہ کے راستہ میں ایک منزل پر میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے کچھ آدمیوں کے ساتھ ایک دن بیٹھا ہوا تھا جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے آگے پڑاؤ کئے ہوتے۔ دوسرے لوگ تو احرام باندھے ہوئے تھے میں احرام میں نہیں تھا۔ ان حضرات نے گورخر کو دیکھا میں چونکہ جوتا گانٹھ رہا تھا میں مشغول تھا ان حضرات نے اس کے بارے میں مجھے کوئی اطلاع نہ دی اور وہ چاہتے ضرور تھے کہ کاش میں اس کو دیکھ لیتا میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ مجھے نظر آگیا تو میں گھوڑے کی طرف اٹھا اس پر زین کسی پھر سوار ہوا لیکن مجھے چابک اور نیزہ بھول گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا بھی کہ مجھے چابک اور نیزہ دے دو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ واللہ! اس کے شکار کرنے میں ہم تمہاری کسی طرح مدد نہیں کریں گے۔ میں ناراض ہو کر خود نیچے اترا چابک اور نیزے کو اٹھالیا پھر میں نے سوار ہو کر گورخر کے پیچھے دوڑ کر حملہ کر دیا اور اسے زخمی کر دیا۔ پھر جب میں اس کو لایا ہوں تو وہ مر چکا تھا پس پکانے کے بعد یہ حضرات اس کے کھانے پر ٹوٹ پڑے پھر ان کو احرام کی حالت میں گورخر کے گوشت کھانے میں شک پیدا ہوا

ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَأَكَلَهَا حَتّٰى تَعَرَّقَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ وَحَدَّثَنِيْ زَيْدٌ الخ عَنْ زَيْدٌ الخ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ مِثْلَهُ الخ ....

تو ہم لوگ چل پڑے۔ میں نے بازو کا گوشت چھپا لیا تھا جو آنحضرت ﷺ کی مرغوب غذا تھی تو ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر اس کے بارے میں سوال کیا آپ نے پوچھا اس کا کچھ تمہارے پاس موجود ہے۔ میں نے وہ چوڑی آپ کو دے دی جس کو آپ نے کھانا شروع کیا۔ یہاں تک گوشت والی ہڈی سے گوشت نوچ نوچ کر کھارہے تھے جبکہ آپ احرام کی حالت میں تھے۔ ابن جعفر نے اپنی سند سے اسی طرح ابو قتادۃؓ سے روایت کی ہے

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ انزرہ من انخالہ صفحہ ۶/۸۱۳ کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خالص چھان تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ آٹا چھنا ہوا نہیں تھا۔ اور حریرہ من اللبن صفحہ ۶/۸۱۳ کہتے ہیں کہ آٹے میں حقیقتاً دودھ ڈالا جاتا ہے۔ اور بعض حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ لبن سے خود آٹا مراد ہے۔ کیونکہ باریک آٹے کی شکل دودھ کے مشابہ ہو جاتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خزیرہ اور حریرہ کی تفسیر میں شراح کرام کے اقوال مختلفہ ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ خزیرہ ایک قسم کا حلوہ ہے جسے آٹا ڈال کر بنایا جاتا ہے۔ ابن فارسؒ فرماتے ہیں کہ آٹے کو چربی کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اس پر بہت سا پانی ڈالا جاتا ہے جب وہ پک جاتا ہے تو اس پر آٹا چھڑک دیا جاتا ہے۔ اگر اس میں گوشت نہ ہو تو وہ عصیدہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں خزیرہ ایک قسم کا شوربا ہے جسے چھان کی تری سے صاف کر کے پکایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ ایک قسم کا حلوہ ہے جو آٹے اور چربی سے تیار ہوتا ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ خزیرہ چھان اور سوکھے گوشت سے بنایا جاتا ہے اور حریرہ کے بارے میں مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ آٹا اور دودھ ملا کر ایک کھیر سی تیار کی جاتی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ باریک آٹا جو دودھ کے مشابہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں سخت صفائی آجاتی ہے۔

النہش صفحہ ۲۶/۸۱۳ قطب گنگوہیؒ نے تو اس سے بحث نہیں کی لیکن دیگر شراح کے نزدیک اس باب کی اور قطع اللحم بالسکین کی غرض میں خلط ملط ہو گیا ہے۔ میرے نزدیک اس باب النہش کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ دانتوں سے ہڈی کے گوشت کو نوچنا مستحب ہے۔ جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے انہشو اللحم نہشا کہ گوشت کو خوب دانتوں سے نوچا کرو۔ کیونکہ کھانا اس طرح اچھی طرح رچتا پچتا ہے۔ اور آنے والے باب سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو گوشت کو چھری کانٹے سے کاٹنے کو منع کرتے ہیں۔ لیکن دونوں احادیث میں اس طرح بھی ممکن ہے کہ بہتر تو یہ ہے کہ گوشت کو چھری کانٹے سے کاٹ کر ہاتھ سے کھایا جائے۔ جیسے اصحاب سنن کی روایت اس پر دال ہے کہ آنحضرت ﷺ پہلو کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاتے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ممانعت اس طرح کھانے سے ہے جیسے عجمی لوگ کھاتے ہیں کہ چھری کانٹے سے کھایا جائے۔ اور ہاتھ سے نہ اٹھایا جائے۔

باب قَطْعِ اللَّحْمِ بِالسِّكِّيْنِ

ترجمہ۔ چھری سے گوشت کو کاٹنا

حدیث(٥٠٢٦) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الخ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِي يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ الحديث

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن امیہؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کے کتیف کا گوشت جو آپؐ کے ہاتھ میں تھا اسے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے پس جب آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو آپؐ نے اس کتیف کو پھینک دیا اور جس چھری سے کاٹ رہے تھے اسے بھی پھینک دیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضو نہ بنائی۔

باب مَاعَابَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم طَعَامًا قَطُّ۔

ترجمہ۔ آپ نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔

حدیث(٥٠٢٧) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ مَاعَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر خواہش ہوتی تو اسے کھا لیتے اگر ناپسند ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔

باب النَّفْخِ فِي الشَّعِيرِ

ترجمہ۔ جو کے اندر پھونک مارنا کیسا ہے

حدیث (٥٠٢٨) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الخ أَنَّهُ سَأَلَ سَهْلًا هَلْ رَأَيْتُمْ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ النَّقِيَّ قَالَ لَا فَقُلْتُ كُنْتُمْ تَنْخُلُونَ الشَّعِيرَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو حازمؒ نے حضرت سہلؓ سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں میدہ بھی دیکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ پس میں نے پوچھا کہ کیا تم لوگ جو کے آٹے کو چھانتے تھے انہوں نے کہ نہیں بلکہ اس میں پھونک مار دیتے تھے جو اڑ گیا باقی کو پکا لیتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ نفخ فی الطعام کی ممانعت صرف طعام مطبوخ سے مختص ہے۔ لیکن ترجمہ کا مقصد صحیح یہ ہے کہ جو کا آٹا جب گوندھا جائے تو اس کے چھلکے پھونک مار کر دور کر دیے جائیں۔ چھلنی سے چھاننے کی ضرورت نہیں ہے۔

بَاب مَاكَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَصْحَابُهٗ يَاْكُلُوْنَ.

ترجمہ۔ عام طور پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کیا کھاتے تھے

حدیث (۵۰۲۹) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمًا بَيْنَ اَصْحَابِهٖ تَمْرًا فَاَعْطٰى كُلَّ اِنْسَانٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ فَاَعْطَانِيْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ اِحْدٰهُنَّ حَشَفَةٌ فَلَمْ يَكُنْ فِيْهِنَّ تَمْرَةٌ اَعْجَبَ اِلَيَّ مِنْهَا شَدَّتْ فِيْ مَضَاغِيْ الحديث . . .

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں کھجور تقسیم فرمائیں تو ہر آدمی کو سات کھجوریں عطا فرمائیں۔ میرے حصہ میں جو سات کھجور آئیں ان میں ایک بالکل ردی تھی۔ لیکن ان میں سے سب سے زیادہ مجھے یہی پسند تھی۔ کیونکہ اس کے چبانے میں شدت اور قوت کی ضرورت تھی جسے دیر تک چباتا تھا۔

حدیث (۵۰۳۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ سَعْدٍؓ قَالَ رَاَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ اَوِالْحَبَلَةِ حَتّٰى يَضَعَ اَحَدُنَا مَاتَضَعُ الشَّاةُ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْاَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ خَسِرْتُ اِذًا وَضَلَّ سَعْيِيْ الحديث..

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات آدمیوں میں ساتواں آدمی تھا۔ ہمارا کھانا کیکر کی پھلیاں ہوتی تھیں جس کی بنا پر ہمارا ایک اس طرح مینگنی کرتا تھا جس طرح بکری کرتی ہے۔ پھر آج قبیلہ بنو اسد مجھے اسلام پر ڈانتا ہے۔ اس وقت میں تو کھانے میں رہا اور میری ساری کوشش ضائع ہوگئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قدیم الاسلام تھے بنو اسد نے ان کے متعلق حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ اس پر ان کو غصہ آیا کہ قدیم الاسلام احکام شرعیہ سے کیسے غافل ہو سکتا ہے۔ خصوصاً نماز جو ستون اسلام ہے۔ اس حدیث سے اپنی مدح سرائی کا جواز ثابت ہوا۔ جبکہ انسان اس کی طرف مجبور کر دیا جائے۔

حدیث (۵۰۳۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الخ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍؒ قَالَ سَاَلْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍؓ فَقُلْتُ هَلْ اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم النَّقِيَّ فَقَالَ سَهْلٌؓ مَارَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم النَّقِيَّ مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰى

ترجمہ۔ حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سہل بن سعدؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدہ کو دیکھا تھا حضرت سہلؓ نے فرمایا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا تو مرتے دم تک آپؐ نے میدہ کو نہیں دیکھا

قَبَضَهُ اللّٰهُ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ كَانَ لَكُمْ فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَنَاخِلُ قَالَ مَارَأى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُنْخَلًا مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَاْكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ وَغَيْرَ مَنْخُوْلٍ قَالَ كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مَاطَارَ وَمَابَقِىَ ثَرَّيْنَاهُ فَاَكَلْنَاهُ........

پھر میں نے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چھانیاں ہوتی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ بعثت کے زمانہ سے لے کر مرتے دم تک آپؐ نے چھانی نہیں دیکھی تو پھر میں نے پوچھا کہ آپ لوگ بغیر چھنے جو کا آٹا کیسے کھاتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم جو کو پیس لیتے اور اس میں پھونک مار دیتے جو کچھ اڑنا ہوتا اڑ جاتا اور جو کچھ بچ رہتا ہم اسے پانی میں بھگو لیتے پھر پکا کر کھالیتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ بعثت سے قبل تو آپؐ نے شام تک سفر کیا۔ شام اور روم میں میدہ کی روٹی بہت ہوتی تھی۔ اور مناحل بھی تھے جن کو آپؐ نے دیکھا۔ بعد میں تو آپ کی رہائش مکہ۔ مدینہ۔ طائف میں رہی۔ جہاں نہ میدہ ملتا تھا اور نہ مناحل تھے۔

حديث (۵۰۳۲) حَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الخ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ فَقَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا کچھ لوگوں کے پاس سے گذر ہوا جن کے سامنے بھونی ہوئی بکری تھی۔ انہوں نے ان کو دعوت دی تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ جو کی روٹی سے بھی پیٹ بھر کر نہ کھایا۔

حديث (۵۰۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِى الْاَسْوَدِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ مَا اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا فِىْ سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَلَهٗ مُرَقَّقٌ قُلْتُ لِقَتَادَةَ عَلٰى مَايَاْكُلُوْنَ قَالَ عَلَى السُّفَرِ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نہ تو میز پر رکھ کر کھانا کھایا نہ کسی پلیٹ وتشتری پر کھایا۔ اور نہ ہی آپؐ کے لئے پتلی چپاتی پکائی گئی میں نے قتادہؒ سے پوچھا پھر کس چیز پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے اس نے کہا کہ چمڑے کے دستر خوان پر رکھ کر کھاتے تھے۔

حديث (۵۰۳۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ مَاشَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سے جناب نبی اکرم ﷺ مدینہ سے تشریف لائے تو آپؐ کے کنبہ نے

اَلْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلٰثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ ﷺ الحديث ....

کبھی تین راتیں مسلسل گندم کی روٹی نہیں کھائی۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وفات دے دی۔

باب التَّلْبِيْنَةِ

ترجمہ۔ نرم حلوہ جو آٹے اور چھان کو ملا کر بناتے تھے۔

حدیث(۵۰۳۵)حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الخ

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهَا كَانَتْ اِذَامَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ اَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ اِلَّا اَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا اَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِيْنَةٍ فَطُبِخَتْ ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيْدٌ فَصُبَّتِ التَّلْبِيْنَةُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ كُلْنَ مِنْهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ التَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب ان کے خاندان کے کسی آدمی کی وفات ہوتی اور اس کیلئے عورتیں جمع ہوتیں پھر دوسری عورتیں تو چلی جاتیں ان کے گھر کے لوگ اور خاص عورتیں رہ جاتیں تو وہ ان کے لئے ہنڈیا میں ایک قسم کا شہد کا حلوہ پکانے کا حکم دیتیں جب وہ پک جاتا پھر ثرید بنائی جاتی اور اس پر یہ شہد کا حلوہ ڈال دیا جاتا۔ فرماتی ہیں کہ ان سے کہا جاتا کہ اس سے کھاؤ کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ یہ حلوہ مریض کے دل کو راحت پہنچانے والا ہے۔ اور اس کے کچھ غم کو لے جاتا ہے۔ ثرید روٹی کے ٹکڑے گوشت کے شوربے میں ترکئے جائیں۔

باب الثَّرِيْدِ

حدیث(۵۰۳۶)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ

عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مردوں میں سے تو بہت سے آدمی کامل اکمل ہوئے لیکن عورتوں میں سوائے بی بی مریم بنت عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی کے کوئی کامل نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کی فضیلت عورتوں میں اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ چونکہ حضرت عائشہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہیں۔ اور بی بی مریم حضرت عیسیٰ کے ہمراہ ہیں اور محمد ﷺ کا درجہ عیسیٰ علیہ السلام کے درجہ سے فوق ہے۔ تو اس اعتبار سے حضرت عائشہؓ کا درجہ اعلیٰ ہوگا۔ یہی معنیٰ افضل کے ہیں۔

حدیث (۵۰۳۷) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ فَضْلُ عَائِشَةَؓ عَلَی النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ الحديث

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کی فضیلت دوسری عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر ہے۔

حدیث (۵۰۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُنِيْرٍ الخ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ عَلٰى غُلَامٍ لَهٗ خَيَّاطٍ فَقُدِّمَ اِلَيْهِ قَصْعَةٌ فِيْهَا ثَرِيْدٌ قَالَ وَاَقْبَلَ عَلٰى عَمَلِهٖ قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ قَالَ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُهٗ وَاَضَعُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَمَازِلْتُ بَعْدُ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ آپؐ کے ایک درزی غلام کے پاس حاضر ہوا جس نے آپؐ کی طرف ثرید کا پیالہ بڑھایا کہ وہ تو اپنے کام میں لگ گیا اور جناب نبی اکرم ﷺ کدو تلاش کرنے لگے پس میں نے بھی کدو تلاش کر کے آپؐ کے سامنے رکھنے شروع کر دیئے اس کے بعد میں ہمیشہ کدو کو پسند کرنے لگا۔

بَاب شَاةٍ مَسْمُوْطَةٍ وَالْكَتِفِ وَالْجَنْبِ

ترجمہ۔ بھونی ہوئی بکری کندھے اور پہلو کا گوشت

حدیث (۵۰۳۹) حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الخ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كُنَّا نَاْتِیْ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ وَخَبَّازُهٗ قَائِمٌ قَالَ كُلُوْا فَمَا اَعْلَمُ النَّبِیَّ ﷺ رَاٰى رَغِيْفًا مُرَقَّقًا حَتّٰى لَحِقَ بِاللهِ وَلَا رَاٰى شَاةً مَسْمُوْطَةً بِعَيْنِهٖ قَطُّ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالکؓ کے پاس آتے تھے جبکہ اس کا روٹی پکانے والا کھڑا ہوتا تھا حضرت انسؓ فرماتے تھے کہ کھاؤ پس میں نہیں جانتا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کبھی پتلی روٹی دیکھی ہو یہانتک کہ اللہ میاں سے جا ملے اور نہ ہی کبھی آپؐ نے اپنی آنکھ سے ایسی بھونی ہوئی بکری دیکھی جس کے بال گرم پانی سے اتار کر پھر اس کا چمڑا بھونا جاتا تھا

حدیث (۵۰۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِیِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عمرو ابن امیہ ضمریؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ بکری کے کتیف

يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَاَكَلَ مِنْهَا فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ الحديث.

کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے پس آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے چھری پھینک دی پس نماز پڑھی اور وضو نہ بنائی

تشریح از قاسمی ؒ۔ ماعلم الخ نفی علم سے نفی رؤیۃ مراد ہے۔ پھر اس سے نفی اکل مراد لی جائے گی۔ شارح تراجم ؒ فرماتے ہیں کہ مقصود حدیث جواز اکل المسموطة ثابت کرنا ہے۔ آپؐ کے نہ دیکھنے سے لازم نہیں آتا کہ آپؐ نے کوئی عضو مسموطہ نہ دیکھا۔ کیونکہ بکری کے پائے تو اسی طرح بھون کر کھائے جاتے ہیں اور ان کو آپؐ نے کھایا ہے۔ حضرت انسؓ کے پاس بھی مرقق اور مسموط موجود تھے۔ جس سے ان کے کھانے کا جائز ہونا معلوم ہوا بہر حال یہ مترفہ الحال لوگوں کا وطیرہ ہے۔ عوام کو کہاں نصیب ہوتی ہے۔

باب مَاكَانَ السَّلَفُ يَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِهِمْ وَاَسْفَارِهِمْ مِنَ الطَّعَامِ وَاللَّحْمِ وَغَيْرِهٖ وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَاَسْمَاءُ ابْنَتَا اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ صَنَعْنَا لِلنَّبِيِّ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ سُفْرَةً ...

ترجمہ۔ سلف صالحین گھروں میں اور سفروں کے اندر گوشت وغیرہ کا ذخیرہ نہیں بناتے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ اور اسماءؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادیاں فرماتی ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم ﷺ اور ابو بکرؓ کے لئے ایک دستر خوان تیار کیا۔

حدیث (۵۰۴۱) حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى الخ عَنْ عَابِسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يُؤْكَلَ لُحُوْمُ الْاَضَاحِيْ فَوْقَ ثَلٰثٍ قَالَتْ مَافَعَلَهٗ اِلَّافِيْ عَامٍ جَاعَ النَّاسُ فِيْهِ فَاَرَادَ اَنْ يُّطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيْرَ وَاِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَنَاْكُلُهٗ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ قِيْلَ مَا اضْطَرَّكُمْ اِلَيْهِ فَضَحِكَتْ قَالَتْ مَاشَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزٍ مَاْدُوْمٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ الخ ....

ترجمہ۔ حضرت عابسؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ پر کھانے سے جناب نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا آپؐ نے یہ صرف اس سال حکم دیا تھا جس سال میں لوگ بھوکے تھے تو آپؐ نے چاہا کہ غنی لوگ فقیروں کو کھلائیں اور ہم ان جانوروں کے کھر اٹھا کر رکھتے تھے جن کو پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے۔ تو آپؐ سے کہا گیا آپ لوگوں کو کس چیز نے مجبور کیا تھا پس وہ ہنس پڑیں فرمایا کہ جناب محمد ﷺ کے کنبہ نے تو تین دن تک سالن والی لگی روٹی سے پیٹ بھر کر یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا کر ملے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فضحکت صفحہ ۳/۸۱۶ حضرت عائشہؓ کے ہنسنے کا سبب یہ تھا کہ ہمارا ذخیرہ بنانا احتیاج کیلئے تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت عائشہؓ کو حضرت عابسؒ کے سوال کرنے پر تعجب ہوا کہ جب تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ کا خاندان ہمیشہ تنگی وترشی میں وقت پاس کرتا تھا پھر ذخیرہ بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس تقلیل اور ضیق عیش کو حضرت عائشہؓ نے ماشبع آل محمد الخ سے بیان کر دیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ صوفیاء کرام کل کیلئے ذخیرہ بنانے کو توکل کے خلاف سمجھتے ہیں امام بخاریؒ نے تعلیق سے ثابت کیا کہ مسافری کیلئے ذخیرہ بنانا جائز ہے جیسے ہجرت کی رات صاحبزادیوں نے کھانا تیار کر کے دیا تھا اور نہی ادخار مخصوص حالات کے پیش نظر تھی

حدیث (۵۰۴۲) حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ کُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُوْمَ الْهَدْیِ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ اِلَی الْمَدِیْنَةِ تَابَعَهٗ اَبُوْمُحَمَّدٌ عَنِ ابْنِ عُیَیْنَةَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ قَالَ حَتّٰی جِئْنَا الْمَدِیْنَةَ قَالَ لَا الحدیث...

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہم لوگ قربانی کے جانوروں کا گوشت مدینہ کی طرف توشہ کے طور پر لے جاتے تھے۔ حضرت جابر نے فی جئنا المدینة نہیں فرمایا۔

بَاب الْحَیْسِ

ترجمہ۔ حلوہ جو کھجور پنیر اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے

حدیث (۵۰۴۳) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَبِیْ طَلْحَةَ الْتَمِسْ لِیْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِکُمْ یَخْدُمُنِیْ فَخَرَجَ بِیْ اَبُوْطَلْحَةَ یُرْدِفُنِیْ وَرَاءَهٗ فَکُنْتُ اَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کُلَّمَا نَزَلَ فَکُنْتُ اَسْمَعُهٗ یُکْثِرُ اَنْ یَّقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ فَلَمْ اَزَلْ اَخْدُمُهٗ حَتّٰی اَقْبَلْنَا مِنْ خَیْبَرَ وَاَقْبَلَ بِصَفِیَّةَ بِنْتِ حُیَیٍّ قَدْ حَازَهَا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا کہ مجھے اپنے لڑکوں سے کوئی لڑکا تلاش کر دو جو میری خدمت کرے تو مجھے حضرت ابوطلحہؓ اپنے پیچھے ردیف بٹھا کر لے گئے۔ جہاں پر بھی آنحضرت ﷺ پڑاؤ کرتے میں ان کی خدمت کرتا تھا۔ میں اکثر آپؐ سے یہ دعا سنتا تھا۔ فرماتے تھے اے اللہ! مجھے اپنی پناہ میں رکھیو۔ فکر مندی اور غمگینی سے۔ عاجزی اور بے بسی اور سستی سے۔ کنجوسی اور بزدلی سے۔ قرض کے بوجھ اور مردوں کے غلبہ سے۔ پس میں برابر آپ کی خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم جب خیبر سے واپس ہوئے اور آپؐ بی بی صفیہؓ بنت حیی بن اخطب کہ آپؐ نے

فَكُنْتُ اَرَاهُ يُحَوِّىْ وَرَاءَهٗ بِعَبَاءَةٍ اَوْبِكَسَاءٍ ثُمَّ يُرْدِفُهَا وَرَاءَهٗ حَتّٰى اِذَاكُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَنَعَ حَيْسًا فِىْ نِطْعٍ ثُمَّ اَرْسَلَنِىْ فَدَعَوْتُ رِجَالًا فَاَكَلُوْا وَكَانَ ذٰلِكَ بِنَاءَهٗ بِهَا ثُمَّ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَابَدَالَهٗ اُحُدٌقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُحَرِّمُ مَابَيْنَ جَبَلَيْهَامِثْلَ مَاحَرَّمَ بِهٖ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِىْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ الحديث ......

ان کو غنیمت کے مال سے حاصل کیا تھا پس آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ اسے اپنی عباء یا گرم چادر سے اپنے پیچھے تھامے ہوئے ہیں۔ پس اس کو اپنے پیچھے ردیف بنایا یہاں تک ہم جب صھباء مقام تک پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ایک چمڑے کے قالین پر حلوہ تیار کر کے رکھا۔ پھر مجھے کچھ آدمیوں کو بلانے کے لئے بھیجا پس انہوں نے کھایا تو یہی ان کی شب زفاف کے بعد دعوت ولیمہ تھی۔ وہاں سے چلے یہاں تک کہ احد پہاڑ نمودار ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پس جب آپؐ کو مدینہ نظر آنے لگا تو فرمایا اے اللہ میں اس کی دو پہاڑیوں کے درمیان جو حصہ ہے اسے حرام بناتا ہوں۔ جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ اے اللہ اس کے ایک سیر اور چار سیر کے سانچے میں برکت دے۔

بَابُ الْاَكْلِ فِىْ اِنَاءٍ مُفَضَّضٍ

ترجمہ۔ چاندی چڑھے ہوئے برتن میں کھانا کیسا ہے

حدیث (۵۰۴۴) حَدَّثَنَااَبُوْنُعَيْمٍ الخ. حَدَّثَنِىْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ لَيْلٰى اَنَّهُمْ كَانُوْا عِنْدَ حُذَيْفَةَؓ فَاسْتَسْقٰى فَسَقَاهُ مَجُوْسِىٌّ فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ فِىْ يَدِهٖ رَمَاهُ بِهٖ وَقَالَ لَوْ لَا اِنِّىْ نَهَيْتُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ لَمْ اَفْعَلْ هٰذَا وَلٰكِنِّىْ سَمِعْتُ النَّبِىَّ ﷺ يَقُوْلُ لَاتَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِىْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَاتَاْكُلُوْا فِىْ صِحَافِهَا فَاِنَّهَا لَهُمْ فِى الدُّنْيَا وَلَنَا فِى الْاٰخِرَةِ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حذیفہؓ صحابی رسول کے پاس تھے کہ انہوں نے پانی مانگا تو آپ کو ایک مجوسی نے پانی پلانا چاہا۔ تو جب اس نے پانی کا پیالہ آپ کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ میں نے اسکو ایک بار دو بار نہیں بلکہ کئی بار روکا ہے گویا کہ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسا نہیں کروں گا کہ سونے چاندی کے برتن میں پانی پیوں۔ لیکن میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا فرماتے تھے ریشم کا لباس نہ پہنو اور نہ ہی ابریشم کا لباس پہنو اور نہ ہی سونے چاندی کے برتن میں پانی پیو اور نہ ان کے پیالوں میں کھانا کھاؤ کیونکہ یہ چیزیں ان کفار کیلئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہوں گی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایسا برتن ہو جس پر چاندی کا پانی پھرا ہوا ہو یا جس پر چاندی چڑھی ہوئی ہو تو ایسے پیالے میں پانی پینا جائز ہے۔ جبکہ منہ اور ہاتھ کو چاندی کی جگہ سے بچایا جائے۔ اور جو برتن خالص چاندی کا ہے اس کا استعمال حرام ہے۔ نہ اس میں کھانا کھایا جائے نہ پانی پیا جائے اور نہ ہی تیل ڈالا جائے۔ مرد عورت سب کے لئے ایک حکم ہے۔ البتہ چاندی چڑھے ہوئے برتن میں اختلاف ہے۔ صاحبین پھر بھی مکروہ سمجھتے ہیں۔ امام صاحب اجازت باشرط دیتے ہیں۔

باب ذِكْرُ الطَّعَامِ

حدیث (۵۰۴۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ الَّذِىْ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِىْ لَايَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ مِثْلَ التَّمْرَةِ لَارِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِىْ لَايَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِىْ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ مَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس مؤمن کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے سیب کی طرح ہے جس کی خوشبو عمدہ اور اس کا ذائقہ بھی اچھا ہے۔ اور اس مؤمن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے جس کی خوشبو تو نہیں ہے لیکن ذائقہ میٹھا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کوڑتمے کی طرح ہے جس کی نہ تو خوشبو ہے اور ذائقہ اس کا کڑوا ہے۔ اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا نیازبوٹی کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی لیکن ذائقہ کڑوا ہے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ اس ترجمہ سے اچھا کھانا کھانے کی اباحت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ زہد کھانا نہ کھانے میں نہیں ہے۔ مؤمن کو تشبیہ عمدہ کھانے سے دی گئی۔ اور کافر کو کڑوے سے تو اس سے طعام طیب کھانے کی ترغیب ہوئی۔ اور صوفیہ جو کراہت کہتے ہیں وہ ہمیشہ کی عادت کو پسند نہیں کرتے کہ کہیں ان کے گمراہی میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے۔ طعم کے لفظ سے طعام کی طرف اشارہ ہوا۔

حدیث (۵۰۴۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا حضرت عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر اسطرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر ہے

حدیث(۵۰۴۷) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْم الخ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ مِنْ وَجْهِهٖ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ سفر عذاب کا ایک حصہ ہے تو تمھاری نیند اور کھانے کو روک دیتا ہے۔ پس جب تم اس سفر سے جو ضرورت ہے پوری کر چکو تو جلدی اپنے گھر کو واپس آؤ۔

تشریح از قاسمیؒ۔ خطابی فرماتے ہیں حدیث سے مقیم رہنے کی ترغیب ثابت ہوئی۔ کیونکہ سفر میں انسان مؤمن جمعہ جماعات۔ حقوق واجبہ اہل و قرابات سے محروم ہوتا ہے۔

باب الْاُدُمِ ترجمہ۔ سالن

حدیث(۵۰۴۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُوْلُ كَانَ فِیْ بُرَيْرَةَ ثَلٰثُ سُنَنٍ اَرَادَتْ عَائِشَةُ اَنْ تَشْتَرِيَهَا فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ اَهْلُهَا وَلَنَا الْوَلَاءُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَوْ شِئْتِ شَرَطْتِيْهِ لَهُمْ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ قَالَ وَاُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِیْ اَنْ تَقِرَّ تَحْتَ زَوْجِهَا اَوْ تُفَارِقَهٗ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا بَيْتَ عَائِشَةَ وَعَلَى النَّارِ بُرْمَةٌ تَفُوْرُ فَدَعَا بِالْغَدَاءِ فَاُتِیَ بِخُبْزٍ وَاُدْمٍ مِنْ اُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ اَلَمْ اَرَ لَحْمًا قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّهٗ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ فَاَهْدَتْهُ لَنَا فَقَالَ هُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا وَهَدِيَّةٌ لَنَا الحديث .

ترجمہ۔ حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت بریرہؓ میں تین طریقے مسنون ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت عائشہؓ نے اسے خرید کر کے آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے مالکان نے کہا کہ ولاء ہمارا ہوگا۔ اس کا ذکر جناب رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو اس کی شرط قبول کر لیں۔ ورنہ ولاء تو اس کا ہوتا ہے جو اسے آزاد کرے۔ اور دوسرے جب وہ آزاد ہوئیں تو انہیں اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو اپنے خاوند کے نکاح میں برقرار رہیں۔ اور چاہیں تو اس سے الگ ہو جائیں تیسرے یہ کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ایک دن حضرت عائشہؓ کے گھر میں داخل ہوئے تو آگ پر ہنڈیا ابل رہی تھی آپؐ نے صبح کا کھانا طلب فرمایا تو آپ کو روٹی اور گھر کا سالن پیش کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے گوشت نہیں دیکھا تھا انہوں نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ لیکن وہ تو گوشت تھا جو حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا گیا جو اس نے ہمیں ھدیہ کے طور پر دیا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ وہ اس پر صدقہ ہے ہمارے لئے ھدیہ ہے۔ یہ حدیث بیس مرتبہ سے زیادہ گذری ہے۔

باب الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ

ترجمہ۔ میٹھا اور شہد

حدیث (۵۰۴۹) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ مٹھائی اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

حدیث (۵۰۵۰) حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ شَيْبَةَ الخ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ كُنْتُ اَلْزَمُ النَّبِيَّ ﷺ لِشِبَعِ بَطْنِيْ حِيْنَ لَا اٰكُلُ الْخَمِيْرَ وَلَا اَلْبَسُ الْحَرِيْرَ وَلَا يَخْدُمُنِيْ فُلَانٌ وَلَا فُلَانَةٌ وَاُلْصِقُ بَطْنِيْ بِالْحَصْبَاءِ وَاَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْاٰيَةَ وَهِيَ مَعِيَ كَيْ يَنْقَلِبَ بِيْ فَيُطْعِمُنِيْ وَخَيْرُ النَّاسِ لِلْمَسَاكِيْنِ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍؓ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِيْ بَيْتِهٖ حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ اِلَيْنَا الْعُكَّةَ لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ فَيَنْشَقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيْهَا الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ سے چمٹا رہتا تھا صرف پیٹ کی پرائی کے لئے یہاں تک کہ نہ تو میں خمیری روٹی کھاتا تھا اور نہ ہی ریشمی لباس پہنتا تھا اور نہ ہی کوئی مرد اور عورت میری خدمت کرتے تھے اور میں اپنے پیٹ سے کنکریوں کو چمٹا لیتا تھا۔ اور کسی آدمی سے کسی آیت کے پڑھنے کی فرمائش کرتا حالانکہ وہ آیت میرے پاس ہوتی تھی۔ مقصد یہ تھا تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جا کر کھانا کھلادے۔ مسکینوں کے لئے بہترین آدمی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ تھے جو ہمیں ساتھ لے جا کر جو کچھ ان کے گھر میں ہوتا تھا وہ ہمیں کھلا دیتے تھے۔ حتی کہ وہ گھی کی کپی ہمارے لئے نکال کر لے آتے حالانکہ اس میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔ پس وہ اس کو چیر دیتے اور ہم جو کچھ اس کے اندر ہوتا اسے چاٹ لیتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ لاالبس الحریر الخ صفحہ ۸۱۷/۷ حریر سے مراد وہ کپڑا ہے جس میں ریشم جیسی نرمی ہو اور یہ بھی ممکن کہ اس سے مراد وہ کپڑا ہو جس کا بانا ریشم کا ہو۔ تو اس طرح جزء کا کل پر اطلاق ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لاالبس الحریر بظاہر اعتراض ہوتا تھا کہ جب ریشم مرد کے لئے حرام ہے تو لاالبس الحریر کے کیا معنی۔ تو قطب گنگوہیؒ نے دو جواب دے کر اس کی عمدہ توجیہ فرمائی ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ ریشم سے حلال ریشم جس کو مرد استعمال کر سکتا ہے وہ مراد ہے۔ اس سے شیخ کی دوسری توجیہ کی تائید ہوگی۔ اور مناقب میں حریر کی بجائے حبیر کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی مزین اور رنگدار کے ہیں۔ تو اس صورت میں حریر کی روایت مرجوح ہوگی۔ کیونکہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ

پہلے تو ایسا کپڑا نہیں پہنتے تھے بعد ازاں پہننے لگے۔ حالانکہ نہ اوّلاً اور نہ ہی آخراً ان سے ثابت ہے۔ ہاں اکل خمیر اور لباس حبیر پہن لیتے تھے جب کوئی اور چیز نہ ملتی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لیس فیھا شیئ فیشقھا صفحہ ۸۱۷/۱۰ اگر وہم کیا جائے کہ کپی کو چیر دینا تو اضاعۃ مال ہے چاہیئے تھا کہ اس کو استعمال میں لایا جاتا۔ لیکن جواب یہ ہے کہ چونکہ اس چیرنے میں ایک مسلمان کے دل کو خوش کرنا اور اسے تسلی دینا ہے اس لئے اضاعت مال نہ ہوگی۔ کیونکہ جو کچھ ان حضرات کو کپی کے چیرنے سے حاصل ہوتا تھا وہ ان کے لئے کافی تھا نیز! چیرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کپی سے بالکل فائدہ نہ حاصل ہو سکے۔ تو پھر اضاعت مال نہ ہوگی۔ جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کپی کو الٹ دیا گیا ہو اور جو کچھ اس کے اندر تھا اسے چاٹ لیا گیا۔ پھر چاٹنے کے بعد اسے سی دیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فیشقھا کا مقصد یہ ہے کہ عکہ کو کاٹ کر جو کچھ اس کے اندر ہوتا اسے چاٹ لیا جاتا۔ قطیب قلب مسلم پر یہ شعر صادق ہے۔ کشند برائے از گلے خارہا برند از برائے دلے بارہا حوص کے معنی سینے کے ہیں۔

تشریح از قاسمیؒ۔ حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت عکہ سے ہوگی۔ کیونکہ عموماً اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ عکہ میں شہد ڈالا کرتے تھے۔

بابُ الدُّبَّاءِ

ترجمہ۔ کدّو کے بارے میں

حدیث (۵۰۵۱) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الخ

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتٰى مَوْلًى لَهٗ خَيَّاطًا فَاُتِيَ بِدُبَّاءٍ فَجَعَلَ يَاْكُلُهٗ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّهٗ مُنْذُ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَاْكُلُهٗ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے ایک غلام درزی کے پاس تشریف لائے۔ تو آپؐ کے لئے کدو لایا گیا جسے آپؐ نے کھانا شروع کیا پس جب سے میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو کدو کھاتے دیکھا ہے میں برابر اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔

بابُ الرَّجُلُ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِاِخْوَانِهٖ

ترجمہ۔ آدمی اپنے بھائیوں کیلئے کھانے میں تکلف کرے

حدیث (۵۰۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّؓ قَالَ كَانَ مِنَ الْاَنْصَارِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ شُعَيْبٍ وَكَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں انصار میں سے ایک آدمی تھا جسے ابو شعیب کہا جاتا تھا۔ اس کا ایک غلام گوشت فروش تھا جس سے اس نے کہا کہ میرے لئے کھانا

اِصْنَعْ لِیْ طَعَامًا اَدْعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَدَعَا النَّبِیَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّكَ دَعَوْتَنَا خَامِسَ خَمْسَةٍ وَهٰذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَهٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهٗ قَالَ بَلْ اَذِنْتُ لَهٗ ....

تیار کرو میں جناب رسول اللہ ﷺ سمیت پانچ آدمیوں کو دعوت دیتا ہوں۔ تو اس نے نبی اکرم ﷺ سمیت پانچ آمیوں کو دعوت دی پس ایک آدمی ان کے پیچھے لگ گیا تو آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ بھائی تو نے ہمارے پانچ آدمیوں کو دعوت دی تھی اور یہ آدمی ہمارے پیچھے لگ گیا پس اگر تم چاہو تو اس کو اجازت دے دو اگر چاہو تو اسے چھوڑ دو اس نے کہا نہیں بلکہ میں نے اس کو بھی اجازت دے دی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ ۔ یتکلف الطعام لاخوانه صفحہ ۸۱۷/۱۳ حدیث کی دلالت ترجمہ پر اس حیثیت سے ہے کہ اس داعی نے کھانے میں گوشت پیش کیا جو انتہائی تکلف کی بات ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ بہترین ہے۔ کیونکہ احادیث مشہورہ میں ہے سید طعام اهل الدنیا والاخرہ اللحم ترجمہ کہ دنیا اور آخرت والوں کے لئے کھانے کا سردار گوشت ہے۔ یہ بہتر توجیہ ہے۔ البتہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث باب میں تکلف عدد میں ہے کہ دینے کی وجہ سے ہے۔ اگر تکلف نہ ہوتا تو حصر نہ کرتے۔ اور بعض نے اصنع کا طعاما سے اطیب اللحم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور صاحب تیسیر نے کہا ہے کہ چھٹے آمی کو اجازت دینے میں تکلف ہے۔ بہر حال مہمانوں اور بھائیوں کے لئے کھانے میں تکلف کرنا جائز ہے۔ آپ کا ارشاد ہے فلیکرم ضیفه ۔

باب مَنْ اَضَافَ رَجُلًا اِلٰی طَعَامٍ وَّاَقْبَلَ هُوَ عَلٰی عَمَلِهٖ ۔

ترجمہ۔ جس شخص نے کسی دوسرے کو کھانے کی دعوت دی اور خود اپنے کام میں مشغول رہا۔

حدیث (۵۰۵۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ الخ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا اَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی غُلَامٍ لَهٗ خَيَّاطٌ فَاَتَاهُ بِقَصْعَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ وَعَلَيْهِ دُبَّاءٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ قَالَ فَلَمَّا رَاَيْتُ ذٰلِكَ جَعَلْتُ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں لڑکا تھا جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا پس جناب رسول اللہ ﷺ اپنے ایک درزی غلام کے پاس تشریف لے گئے جو آپؐ کے پاس ایک ایسا کھانے کا پیالہ لے آیا جس میں کدو تھا تو جناب رسول اللہ ﷺ کدو تلاش کرنے لگے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں

أَجْمَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَأَقْبَلَ الْغُلَامُ عَلَى عَمَلِهِ قَالَ أَنَسٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَنَعَ مَا صَنَعَ الحديث ....

کدو جمع کر کر کے آپؐ کے سامنے رکھنے لگا۔ فرماتے ہیں کہ وہ غلام اپنے کام میں لگا رہا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں برابر کدو سے محبت کرنے لگا۔ جب سے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو وہ کچھ کرتے دیکھا جو آپؐ نے کیا تھا۔

باب الْمَرَقِ

ترجمہ۔ شوربا کے بارے میں

حدیث (۵۰۵۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُسْلِمَةَ الخ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ فَرَأَيْتُ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالِي الْقَصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمَئِذٍ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے جناب رسول اللہ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے آپؐ کے لئے تیار کیا تھا۔ پس میں بھی آپ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ چلا تو اس نے جو کی روٹی شوربا جس میں کدو اور سوکھا گوشت تھا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ پیالے کے کناروں سے کدو کو تلاش کر رہے ہیں۔ اس دن کے بعد میں برابر کدو کو پسند کرنے لگا۔

باب الْقَدِيدِ

ترجمہ۔ سوکھا گوشت

حدیث (۵۰۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِمَرَقَةٍ فِيهَا دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ فَرَأَيْتُهُ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ يَأْكُلُهُ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ کے پاس شوربا لایا گیا جس میں کدو اور سوکھا گوشت تھا۔ پس میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ کدو کو تلاش کر رہے تھے۔

حدیث (۵۰۵۶) حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الخ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامٍ جَاعَ النَّاسُ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيُّ الْفَقِيرَ وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ وَمَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَأْدُومٍ ثَلَاثًا...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ ذخیرہ کرنے کی ممانعت آپؐ نے صرف اس سال کی تھی جس سال لوگ بھوک کا شکار ہوئے آپؐ کا ارادہ ہوا کہ غنی لوگ فقیر اور محتاجوں کو کھلائیں اور بیشک ہم لوگ بکری کے کھر کو پندرہ دن کے بعد اٹھایا کرتے تھے حالانکہ محمد ﷺ کے کنبہ نے گندم کی روٹی سالن کیساتھ تین دن پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

بَابُ مَنْ نَاوَلَ اَوْقَدَّمَ اِلٰی صَاحِبِهٖ عَلَی الْمَائِدَةِ شَيْئًا

قَالَ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لَابَأْسَ اَنْ يُّنَاوِلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَلَايُنَاوِلُ مِنْ هٰذِهِ الْمَائِدَةِ اِلٰی مَائِدَةٍ اُخْرٰی۔

ترجمہ۔ کسی ایک دستر خواں سے کوئی چیز خود لے لے یا کسی ساتھی کی طرف بڑھادے یہ تو جائز ہے چنانچہ ابن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے کو ایک دستر خواں سے لینادینا جائز ہے۔ لیکن ایک دستر خواں سے دوسرے دستر خواں تک پہنچانا جائز نہیں ہے۔

حدیث (۵۰۵۷) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُوْلُ اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ قَالَ اَنَسٌؓ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خُبْزًا مِنْ شَعِيْرٍ وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ قَالَ اَنَسٌؓ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الصَّحْفَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمَئِذٍ وَقَالَ ثُمَامَةُ عَنْ اَنَسٍؓ فَجَعَلْتُ اَجْمَعُ الدُّبَّاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے آنحضرت نبی اکرم ﷺ کو ایک کھانے کی طرف دعوت دی جو اس نے تیار کیا تھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اس کھانے کی طرف گیا۔ اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا جس میں کدو اور سوکھا گوشت تھا پیش کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ پیالے کے کناروں میں کدو تلاش کر رہے ہیں۔ بس اس دن سے میں کدو کو پسند کرنے لگا۔ اور ثمامہ کی روایت میں حضرت انسؓ کے یہ الفاظ زائد ہیں کہ کدو کو جمع کر کے آپؐ کے سامنے رکھتا تھا۔ اس زیادتی سے حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہو جائے گی۔

بَابُ الرُّطَبِ بِالْقِثَّاءِ

ترجمہ۔ ککڑی کے ساتھ تر کھجور کو ملانا

حدیث (۵۰۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ الخ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍؓ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَاْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ والحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ ککڑی کے ساتھ کھجور کو کھا رہے تھے۔

باب الحَشفِ

ترجمہ۔ ردّی کھجور

حدیث(۵۰۵۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَؓ قَالَ تَضَیَّفْتُ اَبَاھُرَیْرَۃَ سَبْعًا فَکَانَ ھُوَ وَامْرَأَتُہٗ وَخَادِمُہٗ یَعْتَقِبُوْنَ اللَّیْلَ اَثْلَاثًا یُصَلِّیْ ھٰذَا ثُمَّ یُوْقِظُ ھٰذَا وَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ قَسَمَ النَّبِیُّ ﷺ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ تَمْرًا فَاَصَابَنِیْ سَبْعُ تَمَرَاتٍ اِحْدٰھُنَّ حَشْفَۃٌ ....

ترجمہ۔ حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ میں سات راتیں حضرت ابو ہریرہؓ کا مہمان رہا۔ پس وہ اور اس کی بیوی اور اس کا خادم باری باری رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے ایک ثلث یہ نماز پڑھ لیتا۔ پھر دوسرے کو بیدار کر دیتا تھا اور میں نے ان سے سنا فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان کھجور تقسیم کی تو ان کو بھی سات کھجور کے دانے ملے جن میں سے ایک ردّی دانہ تھا۔

حدیث(۵۰۶۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ الخ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَسَمَ النَّبِیُّ ﷺ بَیْنَنَا تَمْرًا فَاَصَابَنِیْ مِنْہُ خَمْسٌ اَرْبَعُ تَمَرَاتٍ وَحَشْفَۃٌ ثُمَّ رَأَیْتُ الْحَشْفَۃَ ھِیَ اَشَدُّ ھُنَّ لِضِرْسِیْ الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمارے درمیان کھجور کو بانٹا تو میرے حصہ میں پانچ دانے آئے چار تو اچھی کھجور کے اور ایک ردّی کھجور کا تھا پھر میں نے ردّی دانے کو دیکھا کہ وہ میرے داڑھ پر ان میں سے زیادہ سخت ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ لایناول من ھذہ المائدۃ صفحہ ۸۱۸/۵ لیکن اس صورت میں ہے جبکہ مالک طعام صراحۃً یا دلالۃً اس کی اجازت نہ دے۔ اور دلالۃً اجازت اس وقت موجود ہوتی ہے جب کہ دو کھانے دو دستر خوانوں پر رکھے ہوں۔ اور ان میں کوئی فرق نہ ہو۔ اور صاحب طعام نے ذمہ لیا ہو کہ ان سب کو پیٹ بھر کر کھانا ہے۔ تو اس صورت میں ایک دوسرے دستر خواں سے لینے کی اجازت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قسطلانیؒ نے بھی یہی تقریر کی ہے کہ جب میزبان کی رضا معلوم ہو جائے تو دوسرے دستر خواں سے لینا جائز ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ باب الحشف صفحہ ۸۱۸/۱۲ باب التکلف سے وہم ہوتا تھا کہ مہمان کے لئے تکلف کرنا ضروری ہے۔ اس حدیث کو لا کر دفع وہم کرتے ہوئے ثابت کیا کہ حضر پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔ اگرچہ وہ ردّی کھجور بھی کیوں نہ ہو تو معلوم ہوا کہ تکلفات مہمانی امر ضروری نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ التقابالحافو الخ چنانچہ احادیث میں ہے کہ جب کوئی مہمان آجاتا تو پہلے ازواج مطہرات سے اس کی مہمانی کراتے اگر وہاں کوئی چیز نہ ہوتی تو فرماتے کوئی اس مہمان کو لے جانے والا ہے۔ جیسا کہ حدیث ابوطلحہؓ سے واضح ہے۔ نیز! حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی روایت میں ہے کہ اصحاب صفہ کے فقراؐ کو صحابہ کرامؓ اپنے پاس لے جایا کرتے تھے۔ لابدلہ اوربسااوقات آنحضرت ﷺ اس تکلف کے وہم کو دور فرمایا کرتے تھے جیسا کہ لقیط بن جبرہؓ کی روایت میں ہے کہ لا تحسبن انالاجلك ذبحنا ھا کہ ہم نے اس بکری کو تمہارے لئے ذبح نہیں کیا یہ گمان نہ کرنا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ منه خمس پہلی روایت سے سات کا عدد معلوم ہوتا ہے تو جمع کی صورت یہ ہوگی کہ اوّلاً آپؐ نے پانچ دانے دیئے۔ دودو بعد میں بانٹے اس طرح دونوں حدیثیں جمع ہوگئیں۔

بَاب الرَّطَبِ وَالتَّمرِ

ترجمہ۔ تر کھجور اور خشک کھجور کا بیان ہے

وَقَوْلَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَهُزِّىْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ....

ترجمہ۔ درخت کے تنے کو ہلاؤ وہ تمہارے اوپر تازہ بتازہ چنی ہوئی کھجور گرائیگا۔

حدیث (۵۰۶۱) وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ تُوُفِّىَ النَّبِىُّ ﷺ وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَيْنِ التَّمْرِ وَالْمَاءِ .....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی اس حالت میں وفات ہوئی کہ ہم اسودین یعنی کھجور اور پانی سے پیٹ بھر چکے تھے۔

حدیث (۵۰۶۲) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِؓ كَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ يَهُوْدِىٌّ وَكَانَ يُسْلِفُنِىْ فِىْ تَمْرِىْ اِلَى الْجِذَاذِ كَانَتْ لِجَابِرٍؓ الْاَرْضُ الَّتِىْ وَبِطَرِيْقِ رُوْمَةَ فَجَلَسَتْ فَخَلَا عَامًا فَجَاءَ نِى الْيَهُوْدِىُّ عِنْدَ الْجُذَاذِ وَلَمْ اَجِدْ مِنْهَا شَيْئًا فَجَعَلْتُ اَسْتَنْظِرُهُ اِلَى قَابِلٍ فَيَاْبٰى فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِىَّ ﷺ فَقَالَ لِاَصْحَابِهِ امْشُوْا نَسْتَنْظِرْ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک یہودی تھا اور وہ مجھے میری کھجوروں کی کٹائی تک قرضہ دیا کرتا تھا۔ اور حضرت جابرؓ کی کچھ زمین رومہ کے راستہ میں تھی پس ایک سال میں قرضہ ادا کرنے سے پیچھے رہ گیا۔ کٹائی کے وقت یہودی آیا حالانکہ میں نے اپنی کھجوروں میں سے کچھ بھی نہیں کاٹا تھا تو میں اس سے آئندہ سال تک کیلئے مہلت مانگنے لگا اس نے انکار کیا جس کی جناب نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ چلو حضرت جابرؓ کو

لِجَابِرٍؓ مِنَ الْيَهُوْدِيِّ فَجَاؤُنِيْ فِيْ نَخْلِيْ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَلِّمُ الْيَهُوْدِيَّ فَيَقُوْلُ اَبَاالْقَاسِمِ لَا اُنْظِرُهٗ فَلَمَّا رَاٰهُ النَّبِيُّ ﷺ قَامَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ ثُمَّ جَاءَهٗ فَكَلَّمَهٗ فَاَبٰى فَقُمْتُ فَجِئْتُ بِقَلِيْلِ رُطَبٍ فَوَضَعْتُهٗ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَاَكَلَ ثُمَّ قَالَ اَيْنَ عَرِيْشُكَ يَاجَابِرُؓ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَفْرُشْ لِيْ فِيْهِ فَفَرَشْتُهٗ فَدَخَلَ فَرَقَدَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَجِئْتُهٗ بِقَبْضَةٍ اُخْرٰى فَاَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ قَامَ فَكَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَقَامَ فِي الرِّطَابِ فِي النَّخْلِ الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ يَاجَابِرُ جُدَّوَا قِضْ فَوَقَفَ فِي الْجِدَادِ فَجَدَدْتُ مَاقَضَيْتُهٗ وَفَضَلَ مِثْلُهٗ فَخَرَجْتُ حَتّٰى جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهٗ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ عُرُشٌ وَعَرِيْشٌ بِنَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مَعْرُوْشَاتٍ مَايُعَرَّشُ مِنَ الْكُرُوْمِ وَغَيْرَ ذٰلِكَ يُقَالُ عُرُوْشُهَا اَبْنِيَتُهَا الحديث ......

یہودی سے مہلت دلوادیں۔ تو آپؐ میرے باغ میں تشریف لے آئے۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ یہودی سے اس بارے میں بات چیت کرنے لگے تو یہودی کہنے لگا اے ابوالقاسمؐ میں اس کو مہلت نہیں دوں گا۔ جب آپ نبی اکرم ﷺ نے اس کا یہ حال دیکھا تو آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور باغ کا چکر لگایا پھر آکر اس سے اس بارے میں بات چیت کی۔ یہودی نے پھر بھی انکار کردیا پھر آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے تو میں تھوڑی سی تازہ کھجور لاکر جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے رکھ دی۔ پس آپؐ نے اسے کھایا پھر فرمایا کہ جابر! تمہاری وہ جھونپڑی کہاں ہے جہاں تم آرام کرتے ہو۔ میں نے اس کے بارے میں آپ کو بتلایا تو آپؐ نے فرمایا وہاں میرے لئے بستر بچھاؤ۔ تو میں نے بستر بچھایا آپؐ اندر آکر سوگئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے۔ تو میں آپؐ کے پاس مٹھی بھر کھجور اور لے گیا جس کو آپؐ نے تناول فرمایا۔ پھر کھڑے ہوئے اور یہودی سے پھر بات کی۔ لیکن اس نے پھر بھی انکار کیا اب آپؐ دوسری مرتبہ میرے باغ کی تازہ کھجوروں میں کھڑے ہوگئے پھر فرمایا اے جابر! ان کو خوشوں سے الگ کرکے قرضہ ادا کرو۔ چنانچہ آپؐ باڑے میں کھڑے ہوگئے اور میں نے جو کچھ قرضہ ادا کرنا تھا اس کو کاٹ دیا۔ اور اتنی مقدار بچ بھی رہا۔ پس میں نے وہاں سے نکل کر جناب نبی اکرم ﷺ کو بشارت دی تو آپؐ نے فرمایا کہ کثیر نخل و تمر میرا معجزہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ عرش اور عریش عمارت کو کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ نے معروشات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انگور وغیرہ کے لئے جو چھتیں عمارت کی بنائی جاتی ہیں وہ مراد ہیں اور عرشا جو فادیہ عروشہا میں ہے اس سے بھی ان کی عمارتیں مراد ہیں۔

بَاب اَكْلِ الْجُمَّارِ

ترجمہ۔ کھجور کی گری کا کھانا

حديث (٥٠٦٣) حَدَّثَنَا عُمَرُوْبْنُ حَفْصٍ الخ عَنْ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ہم

عَبْدِاللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَالنَّبِيِّ ﷺ جُلُوْسٌ اِذْاُتِيَ بِجُمَّارِ نَخْلَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لَمَا بَرَكَتُهٗ كَبَرَكَةِ الْمُسْلِمِ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ يَعْنِيْ النَّخْلَةَ فَاَرَدْتُ اَنْ اَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ الْتَفَتُّ فَاِنَاعَاشِرُعَشَرَةٍ اَنَا اَحْدَثُهُمْ فَكَسَتُّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هِيَ النَّخْلَةُ الحديث..

جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپؐ کے پاس کھجور کی گری لائی گئی۔ تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کی برکت مسلمان کی طرح ہے۔ کہ اس کا ہر جز کام کرتا ہے۔ تو میں نے گمان کیا کہ آپؐ کی مراد کھجور ہے۔ میں نے ارادہ بھی کیا کہ کہہ دوں یا رسول اللہ وہ کھجور ہے۔ پھر میں نے ادھر ادھر دیکھا تو میں دس آدمیوں میں دسواں سب سے چھوٹا آدمی تھا۔ اس لئے میں چپ رہا۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے کہ جس کا ہر ہر جز نفع بخش ہے۔ اس طرح مسلمان کی ذات صفات افعال اقوال سب نافع ہیں۔

باب الْعَجْوَةِ

حدیث (۵۰۶۴) حَدَّثَنَاجُمْعَةُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ سَعْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ہر روز صبح صبح عجوہ کھجور کے سات دانے کھالئے تو اسے اس دن اس کی وجہ سے نہ تو کوئی زہر نقصان دے گا اور نہ ہی کوئی جادو نقصان پہنچائے گا یہ آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت ہے۔

باب الْقِرَانِ فِيْ التَّمْرِ

ترجمہ۔ کھجور کے دانے ملا کر کھانا

حدیث (۵۰۶۵) حَدَّثَنَاآدَمُ الخ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ اَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ رُزِقْنَا تَمْرًا فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَؓ يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَاْكُلُ وَيَقُوْلُ لَا تُقَارِنُوْا فَاِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْاِقْرَانِ ثُمَّ يَقُوْلُ اِلَّااَنْ يَّسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ اَخَاهُ قَالَ شُعْبَةُ اَلْاِذْنُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَؓ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت جبلہ بن سحیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے ہمراہ ہمیں قحط سالی نے آگھیرا تو وہ ہمیں کھجور کے پتے کھانے کیلئے دیتے تھے نقید نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمارے پاس سے گذرتے جبکہ ہم وہ کھجور کھا رہے ہوتے تھے تو وہ فرماتے کہ دو دو ملا کر نہ کھاؤ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے پھر فرماتے کہ مگر یہ کہ آدمی اپنے بھائی سے اس کی اجازت طلب کرے شعبہ راوی فرماتے ہیں کہ یہ اجازت والی بات حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے

باب بَرَكَةِ النَّخلِ

حدیث (۵۰۶۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْم الخ سَمِعْتُ ابْنُ عُمَرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً تَكُوْنُ مِثْلَ الْمُسْلِمِ وَهِيَ النَّخْلَةِ الحديث .....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جو مسلمانوں کی طرح نفع بخش ہے وہ کھجور کا درخت ہے

بَابُ الْقِثَاءِ

ترجمہ۔ ککڑی کے بارے میں ہے

حدیث (۵۰۶۷) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الخ سَمِعْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرَّطَبَ بِالْقِثَاءِ ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو ککڑی کے ساتھ کھجور تازہ کھاتے ہوئے دیکھا۔

باب جَمْعِ اللَّوْنَيْنِ اَوِالطَّعَامَيْنِ بِمَرَّةٍ

ترجمہ۔ ایک ہی مرتبہ دو قسم کے رنگوں کو اور دو کھانوں کو جمع کرنا۔

حدیث (۵۰۶۸) حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ الخ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ الرَّطَبَ بِالْقِثَاءِ ......

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ککڑی کے ساتھ تازہ کھجور کھاتے دیکھا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں ان احادیث سے دو رنگ اور دو قسم کے کھانوں کو اکٹھے کھانے کا جواز ثابت ہوا

باب مَنْ اَدْخَلَ الضِّيْفَانَ عَشَرَةً عَشَرَةً وَالْجُلُوْسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشَرَةً عَشَرَةً ---

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو دس دس مہمانوں کو داخل کرے قلت مکان کی وجہ سے اور اس طرح کھانے پر دس دس آدمیوں کو بٹھائے قلت طعام کی وجہ سے۔

حدیث (۵۰۶۹) حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے جو کا

عَنْ اَنَسٍؓ القاانَّ اُمَّ سُلَیمٍ اُمَّهٗ عَمَدَتْ اِلٰی مُدٍّ مِنْ شَعِیْرٍ جَشَّتْهُ وَجَعَلَتْ مِنْهُ خَطِیْفَةً وَعَصَرَتْ عُکَّةً عِنْدَهَا ثُمَّ بَعَثَتْنِیْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَتَیْتُهٗ وَهُوَ فِیْ اَصْحَابِهٖ فَدَعَوْتُهٗ قَالَ وَمَنْ مَعِیَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ اِنَّهٗ یَقُوْلُ وَمَنْ مَعِیَ فَخَرَجَ اِلَیْهِ اَبُوْ طَلْحَةَؓ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا هُوَشَیْءٌ صَنَعَتْهُ اُمُّ سُلَیْمٍؓ فَدَخَلَ فَجِیْءَ بِهٖ وَقَالَ اَدْخِلْ عَلٰی عَشَرَةٍ حَتّٰی عَدَّ اَرْبَعِیْنَ ثُمَّ اَکَلَ النَّبِیُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ هَلْ نَقَصَ مِنْهُ شَیْءٌ الحدیث ....

ایک سیر لے کر اسے پیسا اور اس کا خطیفہ ایک قسم کی کھیر بنائی اور اپنے پاس سے اس پر گھی کی یا شہد کی کپی کو نچوڑا پھر مجھے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا میں جب آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ اپنے اصحابؓ کے بیچ میں بیٹھے تھے میں نے آپ کو دعوت دی۔ آپؐ نے فرمایا میں اپنے ان ساتھیوں کے ہمراہ آرہا ہوں میں نے جلدی آکر گھر والوں کو بتایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آرہا ہوں۔ حضرت ابو طلحہؓ نے جاکر کہا یا رسول اللہ یہ تو ایک تھوڑی سی چیز ہے جسے ام سلیمؓ نے تیار کیا ہے۔ بہر حال آپؐ تشریف لائے۔ پس ماحضر آپؐ کے سامنے لایا گیا آپؐ نے فرمایا دس آدمی میرے پاس بھیجو چنانچہ وہ آئے اور پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر فرمایا دس اور بھیجو چنانچہ انہوں نے بھی داخل ہو کر سیر ہو کر کھایا پھر فرمایا دس اور بھیجو یہاں تک کہ چالیس آدمی گنے پھر جناب نبی اکرم ﷺ نے کھایا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ پس میں دیکھنے لگا کہ کوئی چیز کم تو نہیں ہوئی۔ سب مہمان کھا گئے جو کھانا بچ رہا یہ آپؐ کا معجزہ تھا۔

بَاب مَا یُکْرَهُ مِنَ الثُّوْمِ وَالْبُقُوْلِ فِیْهِ ابْنُ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

ترجمہ۔ لہسن اور دیگر وہ سبزیاں جن کا استعمال کرنا مکروہ ہے اس بارے میں ابن عمرؓ کی روایت جناب نبی اکرم ﷺ سے ہے

حدیث (۵۰۷۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ قِیْلَ لِاَنَسٍؓ مَاسَمِعْتَ النَّبِیَّ ﷺ فِی الثُّوْمِ فَقَالَ مَنْ اَکَلَ فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے پوچھا کہ تھوم لہسن کے بارے میں تم نے جناب نبی اکرم ﷺ سے کیا سنا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص اس بدبو دار چیز کو کھا کر آئے وہ مسجد کے قریب نہ جائے

حدیث (۵۰۷۱) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِؓ زَعَمَ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْبَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْلِیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا الحدیث

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص لہسن اور پیاز کھا کر آئے تو ہم سے الگ رہے یا ہماری مسجد سے الگ رہے۔ اس لئے اس کی بدبو پڑوسی اور فرشتوں کی ایذارسانی کا باعث بنتی ہے۔

بَابُ الْكَبَاثِ وَهُوَ ثَمَرُ الْاِرَاكِ

ترجمہ۔ پیلو کے بارے میں جو پیلو کے درخت کا پھل ہوتا ہے۔

حدیث (۵۰۷۲) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ الخ

اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ اَنْ نَجْنِي الْكَبَاثَ فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ مِنْهُ فَاِنَّهُ اَيْطَبُ فَقَالَ اَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ نَعَمْ وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا رَعَاهَا الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مرالظہران میں پیلو چن رہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ان میں سے کالے کالے اختیار کرنے چاہئیں کیونکہ وہ اچھے ہوتے ہیں۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ کیا آپؐ بکریاں چراتے رہے ہیں۔ فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

بَابُ الْمَضْمَضَةِ بَعْدَ الطَّعَامِ

ترجمہ۔ کھانے کے بعد کلی کرنا

حدیث (۵۰۷۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى خَيْبَرَ فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ دَعَا بِطَعَامٍ فَمَا اُتِيَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَاَكَلْنَا فَقَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا قَالَ يَحْيٰى سَمِعْتُ بُشَيْرًا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا سُوَيْدٌؓ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى خَيْبَرَ فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ قَالَ يَحْيٰى هِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلٰى رَوْحَةٍ دَعَا بِطَعَامٍ فَمَا اُتِيَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَلُكْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَقَالَ سُفْيَانُ كَاَنَّكَ تَسْمَعُهُ مِنْ يَحْيٰى الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت سوید بن النعمانؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے پس جب ہم لوگ صہباء مقام پر پہنچے تو آپؐ نے کھانا منگایا تو آپؐ کے پاس صرف ستو ہی لایا گیا جس کو ہم نے کھایا پھر آپؐ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو آپؐ نے بھی کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی یحیٰی فرماتے ہیں ہم نے بشیر سے یوں سنا کہ حضرت سویدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے جب ہم صہباء مقام پر پہنچے تو یحیٰی فرماتے ہیں کہ یہ مقام خیبر سے ایک شام کے سفر پر ہے۔ آپؐ نے کھانا منگوایا تو آپؐ کے پاس صرف ستو ہی لایا گیا۔ پس ہم نے اس کو منہ میں گمایا اور اس سے کھایا پھر آپؐ نے پانی منگایا آپؐ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی۔ پس آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہ بنائی۔ اور سفیان نے کہا گویا کہ تم نے اس کو یحیٰی سے سنا ہے۔

بَاب لَعقَ الْاَصَابِعَ وَمَصَّهَا قَبْلَ اَنْ تُمْسَحَ بِالْمِنْدِيْلِ

ترجمہ۔ رومال سے پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا اور چوسنا کیسا ہے۔

حدیث (٥٠٧٤) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا اَوْ يُلْعِقَهَا ....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک کھانے سے فارغ ہو جائے تو اس وقت تک ہاتھ کو نہ پونچھے جبتک اسے خود نہ چاٹ لے یا کسی دوسرے سے چٹوالے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اس حدیث سے چاٹنے کا استحباب ثابت ہوا جس سے طعام کی حفاظت بھی ہو گئی اور صفائی بھی ہو گئی البتہ علامہ قسطلانیؒ نے شبہ ظاہر کیا ہے کہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں۔ کیونکہ حدیث میں نہ تو انگلیوں کا ذکر ہے اور نہ ہی رومال کا ذکر ہے۔ جواب یہ ہے کہ غالباً امام بخاریؒ نے مسلم کی حدیث جابرؓ کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے لا يمسح يده بالمنديل حتى يلعق باصابعه الحديث۔ کہ جبتک اپنی انگلیوں کو چاٹ نہ لے رومال سے اپنے ہاتھ کو نہ پونچھے۔ اور بعض طرق میں مص یعنی چوسنے کے الفاظ بھی بعض طرق حدیث جابرؓ میں پائے جاتے ہیں۔

بَاب الْمِنْدِيْلِ

حدیث (٥٠٧٥) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرُ الخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ لَا قَدْ كُنَّا زَمَانَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ مِنَ الطَّعَامِ اِلَّا قَلِيْلًا فَاِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيْلُ اِلَّا اَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَاَقْدَامَنَا ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلَا نَتَوَضَّأُ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ جن چیزوں کو آگ نے چھولیا ہو ان سے وضو کرنا کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ایسا کھانا ہمیں بہت کم ہی دستیاب ہوتا اگر مل بھی جاتا تو ہمارے پاس رومال نہیں ہوتے تھے صرف ہتھیلیوں کلائیوں اور اپنے قدموں سے کام لیتے تھے۔ یعنی بجائے رومال کے ان سے پونچھ لیتے تھے۔ پھر نماز پڑھتے وضو نہیں کرتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ مفہوم حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر رومال ہوتے تو ہاتھوں کو ان سے پونچھتے اس کا مفہوم مخالف نہیں ہے۔

بَاب مَایَقُوْلُ اِذَافَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ

ترجمہ۔ جب اپنے کھانے سے فارغ ہو تو کیا پڑھے

حدیث(۵۰۷۶)حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ الخ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَارَفَعَ مَائِدَتَهٗ قَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًافِیْهِ غَیْرَمُکْفِیٍّ وَلَامُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عِنْدَ رَبِّنَا الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے سے جب دستر خوان اٹھایا جاتا تو فرماتے ترجمہ دعا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بہت سی حمد جو عمدہ اور برکت والی ہے جو سب کو کافی ہے۔ کسی دوسرے کا محتاج نہیں نہ وہ متروک ہے اور نہ ہی اس سے غنا اور بے پرواہی برتی جاسکتی ہے۔ اے ہمارے رب۔

حدیث (۵۰۷۷) حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ الخ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَافَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ وَقَالَ مَرَّةً اِذَارَفَعَ مَائِدَتَهٗ قَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ کَفَانَا وَاَرْوَانَا غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَامَکْفُوْرٍ وَقَالَ مَرَّةً لَكَ الْحَمْدُ رَبَّنَا غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی رَبَّنَا الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب اپنے کھانے سے فارغ ہوتے۔ اور کبھی فرمایا جب آپؐ کے سامنے دستر خوان اٹھالیا جاتا تو آپؐ یہ دعا فرماتے ترجمہ اے ہمارے رب تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو ہمیں کافی ہے۔ جس نے ہمیں سیراب کیا نہ وہ کسی دوسرے کا محتاج ہے اور نہ ہی وہ غیر مشکور ہے۔ اور کبھی یوں فرماتے اے ہمارے رب تیرے لئے حمد ہے جو نہ تو کسی دوسرے کا محتاج ہے اور نہ ہی اسے چھوڑا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی اس سے بے پرواہی برتی جاسکتی ہے۔ اے ہمارے رب۔

بَاب الْاَکْلُ مَعَ الْخَادِمِ

ترجمہ۔ نوکر کے ہمراہ کھانا کھانا تواضع کیلئے

حدیث(۵۰۷۸)حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَؒ الخ سَمِعْتُ اَبَاهُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَااَتٰی اَحَدَکُمْ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ فَاِنْ لَّمْ یُجْلِسْهُ مَعَهٗ فَلْیُنَاوِلْهُ اُکْلَةً اَوْاُکْلَتَیْنِ اَوْلُقْمَةً اَوْلُقْمَتَیْنِ فَاِنَّهٗ وَلِیَ حَرَّهٗ وَعِلَاجَهٗ الحدیث ......

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ جب تمہارا حاجت گذار تمہارا کھانا تمہارے پاس لائے پس اگر اسے پاس بٹھا کر کھلا نہیں سکتے تو اس کو ایک دو لقمے دے دو۔ کیونکہ اس نے اس کی گرمی برداشت کی ہے اور اس کے پکانے کا ذمہ لیا ہے۔

باب الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمُ الصَّابِرُ فِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ....

ترجمہ۔ کھانا کھا کر شکریہ ادا کرنے والا اس روزے دار کی طرح ہے جو صبر کرنے والا ہے اس بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت جناب نبی اکرم ﷺ سے ہے

باب الرَّجُلَ يُدْعٰى اِلٰى طَعَامٍ فَيَقُوْلُ هٰذَا مَعِيَ قَالَ اَنَسٌ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مُسْلِمٍ لَا يُتَّهَمُ فَكُلْ مِنْ طَعَامِهٖ وَاشْرَبْ مِنْ شَرَابِهٖ

ترجمہ۔ جس کسی آدمی کو کھانے کی دعوت دی جائے وہ کہے یہ فلاں بھی میرے ساتھ ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب تو کسی ایسے مسلمان کے پاس جائے جو دین ودیانت میں متھم نہیں ہے تو اس کا کھانا کھاؤ اور اس کے مشروبات کو پیئو۔

حدیث(٥٠٧٩) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ الخ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ يُكْنٰى اَبَا شُعَيْبٍ وَكَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَاَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ فِيْ اَصْحَابِهٖ فَعَرَفَ الْجُوْعَ فِيْ وَجْهِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَذَهَبَ اِلٰى غُلَامِهِ اللَّحَّامِ فَقَالَ اصْنَعْ لِيْ طَعَامًا يَكْفِيْ خَمْسَةً لَعَلِّيْ اَدْعُوا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَخَامِسَ خَمْسَةٍ فَصَنَعَ لَهٗ طُعَيِّمًا ثُمَّ اَتَاهُ فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَا اَبَا شُعَيْبٍ اِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَهٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهٗ قَالَ لَا بَلْ اَذِنْتُ لَهٗ الحديث ......

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی تھا جس کی کنیت ابو شعیب تھی اور اس کا ایک غلام گوشت فروش تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جبکہ آپؐ اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے تو اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور میں بھوک کو محسوس کیا تو وہ اپنے گوشت فروش غلام کے پاس گیا پس اس سے کہا کہ تم کھانا تیار کرو جو پانچ آدمیوں کو کافی ہو جائے شاید میں نبی اکرم ﷺ سمیت پانچ آمیوں کو دعوت پر بلالوں۔ پس اس نے کچھ کھانا تیار کیا پھر آپؐ کے پاس آکر آپ کو دعوت دی تو ایک آدمی آپؐ کے پیچھے ہو لیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابو شعیب. یہ آدمی ہمارے پیچھے لگ گیا ہے اگر چاہو تو اسے اجازت دے دو چاہے تو اسے چھوڑ دو اس نے کہا نہیں بلکہ اسکو اجازت دے دی

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ نے حضرت انس کی روایت کو چھوڑ کر ابو مسعود انصاریؓ کی روایت کو بیان کیا ہے۔ اس سے دو قصوں اور دو حالات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

بَاب اِذَا حَضَرَ الْعِشَاءُ فَلَا يَعْجَلْ عَنْ عِشَائِهٖ ۔

ترجمہ۔ جب مغرب کی نماز کا وقت ہو جائے تو شام کے کھانے میں جلدی نہ کرو۔

حدیث (۵۰۸۰) حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ الخ

اَنَّ اَبَاهُ عَمْرَوبْنَ اُمَيَّةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِيْ يَدِهٖ فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِيْ كَانَ يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن امیہؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو بکری کے کتیف کا گوشت کاٹ کر کھاتے دیکھا جو آپؐ کے ہاتھ میں تھا۔ پس آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو آپؐ نے اس ہڈی کو اور اس چھری کو پھینک دیا جس سے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ پھر کھڑے ہو گئے نماز پڑھی وضو نہ بنائی۔

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ فدعی الی الصلوة الخ صفحہ ۹/۸۲۱ اس روایت کو پہلے ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ جب فاقہ نہ ہو تو کھانے میں جلدی نہ کرے۔ اگر کھانے کی مجبور ہو تو پھر پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے۔ جیسا کہ بعد کی روایات سے ثابت ہوتا ہے تو یہ ترجمہ مخصوص ہوا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چنانچہ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ فالقاها سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کھانے کے لئے مضطر نہ تھے۔ اور فابدؤا بالعشاء کا حکم مضطر کے بارے میں ہے۔

حدیث (۵۰۸۱) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ الخ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعِشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَؤُا بِالْعِشَاءِ وَعَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهٗ وَعَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ تَعَشّٰى مَرَّةً وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب شام کا کھانا تمہارے سامنے رکھا جائے اور ادھر نماز کیلئے تکبیر کہی جا رہی ہو تو پہلے کھانا کھالو۔ اور ایوب کی سند سے ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک مرتبہ شام کا کھانا کھا رہے تھے جبکہ وہ امام کی قرأت کی آواز سن رہے تھے۔

حدیث (۵۰۸۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الخ

عَنْ عَائِشَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے

وَحَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ قَالَ وُهَيْبٌ وَيَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ الحديث ..

اور کھانا حاضر ہو تو پہلے کھانا کھالو۔ وھیب کی روایت میں اذاوضع العشاء۔

باب قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا۔

ترجمہ۔جب کھانا کھا چکو تو زمین میں پھیل جاؤ۔

حدیث(۵۰۸۳) حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ اَنَّ اَنَسَ بْنُ مَالِكٍؓ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحِجَابِ كَانَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍؓ يَسْئَلُنِيْ عَنْهُ اَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عُرُوْسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍؓ وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِيْنَةِ فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَجَلَسَ مَعَهٗ رِجَالٌ بَعْدَ مَاقَامَ الْقَوْمُ حَتّٰى قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَمَشٰى وَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَؓ ثُمَّ ظَنَّ اَنَّهُمْ خَرَجُوْا فَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَاِذَاهُمْ جُلُوْسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَاِذَاهُمْ قَدْقَامُوْا فَضَرَبَ يَعْنِيْ وَبَيْنَهٗ سِتْرًا وَاُنْزِلَ الْحِجَابُ الحديث..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں پردے کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب بھی اس کے متعلق میرے سے سوال کرتے رہتے تھے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ جب حضرت زینب بنت جحشؓ کے دولھا بنے اور آپؐ کی ان سے مدینہ میں شادی ہوئی تھی تو آپؐ نے دن چڑھے لوگوں کو دعوت ولیمہ کے لئے بلایا۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ بھی بیٹھ گئے اور آپؐ کے ہمراہ کچھ لوگ بھی بیٹھے رہے۔ جبکہ قوم کے اکثر افراد اٹھ کر چلے گئے تھے یہاں تک کہ آپؐ بھی کھڑے ہوئے پس چلدیے میں بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ آپؐ بی بی عائشہؓ کے حجرہ کے دروازہ تک پہنچ گئے۔ پھر آپؐ کا گمان یہ تھا کہ وہ لوگ چلے گئے ہوں گے پس میں بھی آپؐ کے ہمراہ واپس آگیا کیا دیکھتے ہیں کہ ابھی وہ لوگ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پس آپؐ دوسری مرتبہ واپس ہوئے تو میں بھی آپؐ کے ہمراہ واپس ہوا۔ یہاں تک کہ ہم پھر حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے دروازے تک پہنچ گئے پھر آپؐ واپس لوٹے تو میں بھی آپؐ کے ساتھ واپس لوٹا تو وہ لوگ اٹھ کر جا چکے تھے پس آپؐ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا۔ جبکہ پردہ کی آیت نازل ہوئی۔

تشریح از قاسمیؒ۔ آیت کریمہ کا مقتضی یہ ہے کہ کھانا کھا چکنے کے بعد اس مکان کو جلد چھوڑ دینا چاہیے۔ تا کہ صاحبِ خانہ پر تخفیف ہو۔ اس سے حدیث ترجمہ کے مطابق ہو جائی گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ الْعَقِيقَةِ

عقیقہ کے بارے میں

باب تَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ غَدَاةَ يُولَدُ لِمَنْ لَّمْ يُعَقُّ عَنْهُ وَتَحْنِيكِهِ۔

ترجمہ۔ اگر چہ بچہ کا عقیقہ نہ بھی ہو تب بھی جس دن بچہ پیدا ہوا ہے اس کی صبح کو بچہ نو مولود کا نام رکھنا اور اس کو لب دے کر گھٹی ڈالنا مستحب ہے

حدیث (۵۰۸۴) حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ أَبِي مُوسَىؓ قَالَ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر آیا تو آپؐ نے اس کا ابراہیم نام رکھا اور کھجور سے لب لگائی گھٹی ڈالی اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ اور مجھے واپس دے دیا اور وہ ابو موسیٰؓ کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔

حدیث (۵۰۸۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِصَبِيٍّ يُحَنِّكُهُ فَبَالَ عَلَيْهِ فَأَتْبَعَهُ الْمَاءَ الحديث .....

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا جس کو آپؐ نے گھٹی لگائی یعنی لعاب لگا کر کھجور کو تالو پر چپکا دیا یہ تحنیک ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کھجور ہو ورنہ شہد وغیرہ سے بھی تحنیک کی جاتی ہے۔ پس اس بچے نے آپؐ پر پیشاب کر دیا تو آپؐ نے اس کے پیچھے پانی بہا دیا۔

حدیث(۵۰۸۶) حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ الخ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ بِمَکَّةَ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَاَنَا مُتِمٌّ فَاَتَیْتُ الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلْتُ قُبَاءَ فَوَلَدْتُ بِقُبَاءَ ثُمَّ اَتَیْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَوَضَعْتُهٗ فِیْ حُجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِیْ فِیْهِ فَکَانَ اَوَّلَ شَیْءٍ دَخَلَ جَوْفَهٗ رِیْقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ حَنَّکَهٗ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهٗ وَبَرَّکَ عَلَیْهِ وَکَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ فَفَرِحُوْا بِهٖ فَرَحًا شَدِیْدًا لِاَنَّهُمْ قِیْلَ لَهُمْ اِنَّ الْیَهُوْدَ قَدْ سَحَرَتْکُمْ وَلَا یُوْلَدُ لَکُمْ الحدیث ....

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ ان کے پیٹ میں آیا فرماتی ہیں جب میں نے مکہ سے ہجرت کی تو میں حمل کی مدت کو پورا کرنے والی تھی۔ پس میں مدینہ میں آئی تو قباء کے مقام پر قیام کیا۔ اور وہاں قباء میں ہی وضع حمل ہوا اور میں نے بچہ جنا تو میں اس کو لیکر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کو آپؐ کی جھولی میں رکھ دیا۔ آپؐ نے کھجور کا دانہ منگایا اسے چبایا اور اسے بچہ کے منہ میں تھوک دیا۔ تو پہلی چیز جو اس کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ جناب رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک تھا پھر آپؐ نے کھجور کے دانے کو چبا کر لعاب لگا کر تالو میں چپکایا اس کیلئے برکت کی دعا فرمائی یہ بچہ تھا جو اسلام میں پیدا ہوا جس پر مسلمان بہت خوش ہوئے کیونکہ ان سے کہا گیا تھا کہ یہود نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ اس لئے تمہارے بچہ پیدا نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عقیقہ میں دس بحثیں ہیں جن کو تفصیل سے اوجز المسالک میں بیان کیا گیا۔ یہاں اختصاراً بیان ہے کہ عقیقہ اس جانور کا نام ہے جو نومولود کی طرف ذبح کیا جائے۔ بعض نے کہا عقیقہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو نومولود کے سر پر جم آتے ہیں۔ اور بکری کو اس لئے کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت اس کے یہ بال مونڈے جاتے ہیں۔ اور عق کے معنی چیرنے اور قطع کرنے کے ہیں۔ اور وہ بال عند الذبح دور کئے جاتے ہیں۔ اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔ اہل الظاہر کا مذہب یہ ہے کہ عقیقہ واجب ہے۔ شوافعؒ فرماتے ہیں سنۃ مؤکدہ ہے۔ اور تیسرا مذہب امام مالکؒ کا ہے جسے وہ مستحب فرماتے ہیں۔ احناف سے مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت مندوب کی ہے دوسری مباح کی ہے تیسری بدعۃ کی ہے۔ لیکن علامہ عینیؒ نے اس کا انکار کیا ہے۔ دلائل سے اس کا استحباب ثابت کیا ہے۔ تسمیہ اور تحنیک ساتویں دن مستحب نہیں ہے پہلے دن ہی آپؐ نے نام رکھ دیئے اور تحنیک کی۔ ترجمہ سے امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لیکن یہ اس شخص کے لئے ہے جو عقیقہ نہ کرے۔ اور جو عقیقہ کا ارادہ رکھتا ہو وہ ساتویں دن تک مؤخر کر سکتا ہے۔ جیسے امام حسنؓ کا عقیقہ اور تسمیہ ساتویں دن ہوا۔ تو امام بخاریؒ نے لمن لم یعق عنه کہہ کر دونوں قسم کی روایات کو جمع کر دیا کہ عقیقہ کے ارادہ والا ساتویں دن اور عقیقہ نہ کرنے والا پہلے دن نام رکھے۔

حدیث (۵۰۸۷) حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ الخ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ ابْنٌ لِاَبِیْ طَلْحَةَؓ يَشْتَكِیْ فَخَرَجَ اَبُوْطَلْحَةَؓ فَقُبِضَ الصَّبِیُّ فَلَمَّا رَجَعَ اَبُوْطَلْحَةَؓ قَالَ مَافَعَلَ ابْنِیْ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍؓ هُوَاَسْكَنُ مَاكَانَ فَقَرَّبَتْ اِلَيْهِ الْعِشَاءَ فَتَعَشّٰى ثُمَّ اَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ وَارُوا الصَّبِیَّ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَبُوْطَلْحَةَؓ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ اَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا قَالَ لِیْ اَبُوْطَلْحَةَؓ اِحْفَظْهُ حَتّٰى تَاْتِیَ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ فَاَتٰى بِهِ النَّبِیَّ ﷺ اَرْسَلَتْ مَعَهٗ بِتَمَرَاتٍ فَاَخَذَهُ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ اَمَعَهٗ شَیْءٌ قَالُوْا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَاَخَذَهَا النَّبِیُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَ مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِیْ فِی الصَّبِیِّ حَنَّكَهٗ بِهٖ وَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰهِ الحديث . .

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بیٹا بیمار رہتا تھا ایک دن حضرت ابو طلحہؓ باہر چلے گئے تو لڑکا فوت ہو گیا۔ پس جب ابو طلحہؓ واپس آئے تو پوچھا میرے بچہ کا کیا ہوا۔ حضرت ام سلیمؓ نے جواب دیا کہ اب وہ بڑے آرام سے ہے پس اس نے ان کے آگے شام کا کھانا رکھا جسے انہوں نے کھایا اور رات کو بیوی سے ہمبستر ہوئے جب فارغ ہو گئے تو کہنے لگی کہ بچے کو چھپا کر آؤ یعنی دفن کرو جب صبح ہوئی تو حضرت ابو طلحہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا آج رات تم ہمبستر ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں آپؐ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما پس اس نے بچہ جنا حضرت ابو طلحہؓ نے مجھے فرمایا کہ اس کی خوب نگرانی کرو یہاں تک کہ اسے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ۔ پس حضرت انسؓ اس کو جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے اور ان کے ہمراہ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں تو بچے کو جناب نبی اکرم ﷺ نے لے لیا پوچھا کوئی اور چیز بھی اس کے ساتھ ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ ہاں کھجوریں ہیں۔ آپؐ نے ان کو لے کر چبایا۔ پھر اپنے منہ میں ڈال کر ان کو بچے کے منہ میں ڈالا جس سے تحنیک کی۔ اور اس بچہ کا نام عبداللہ رکھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کی تقریر اور حضرت ابو طلحہؓ کے انکار نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ میت کے دفن ہونے سے پہلے کھانا جائز ہے۔ جب یہ گھر والوں کے لئے جائز ہے تو محلہ والوں کے لئے بطریق اولیٰ جائز ہو گا البتہ تجہیز و تکفین سے پہلے ایسے امور میں مشغول ہونا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ احادیث میں وارد ہے کہ میت کو جلدی کفن دے کر دفن کرنا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شیخ تھانویؒ نے اپنے رسالہ اغلاط العوام میں اس سند کو بیان کیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے **عجلوا فانه لا ينبغي جيفة مسلم ان تحبس بين ظهر ان الحديث** کہ جلدی کرو کسی مسلمان کی لاش گھر والوں کے درمیان رکھی نہ رہے۔ **وساق الحديث الخ** سے پہلے حدیث مروی نہیں بلکہ دو حدیثیں ہیں ایک انس بن سیرینؒ سے ہے اور دوسری ان کے بھائی محمد بن سرین سے ہے۔ جس کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔

تشریح از قاسمی ؒ۔ یہاں ساتویں دن کی قید نہیں ہے اور صالحین کو نام رکھنے کا اختیار ہے۔ اور اس سے حضرت ام سلیمؓ کی عظیم منقبت ثابت ہوتی ہے کہ اس نے بچہ کی ولادت پر صبر کیا۔ اور اس کی موت کو اول لیل چھپا کر خاوند کو پریشان نہیں کیا۔ روٹی کھلائی ہمبستر ہوئی۔ آپؐ نے دونوں کے لئے دعا فرمائی۔ تو عبداللہ بن ابی طلحہؓ کی اولاد میں سے دس علماء صالحین پیدا ہوئے۔ حدیث حدثنا محمد بن المثنی الخ عن انس وساق الحدیث۔

بَاب اِمَاطَةِ الْاَذٰی عَنِ الصَّبِیِّ فِی الْعَقِیْقَةِ

ترجمہ۔ عقیقہ میں بچہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا

حدیث (۵۰۸۸) حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانَ الخ عَنْ سَلْمٰنِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَةٌ وَمَالَ غَیْرُ وَاحِدٍ الخ قَالَ حَدَّثَنَا سَلْمٰنُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّیِّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَةٌ فَاهْرِیْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَاَمِیْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰی الحدیث.

ترجمہ۔ حضرت سلمان بن عامرؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے ہر لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ پس اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے ایذا کو دور کرو۔ یعنی بال دور کرو یا ختنہ کر کے خون فاسد دور کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اماطة الاذی صفحہ ۸۲۲/۱۳ اذی کے مصداق میں وسیع اختلاف ہے۔ بعض نے اس کا مصداق بالوں کو قرار دیا۔ بعض نے خون کو اور بعض نے ختنہ کو کہا۔ بعض نے کہا اذی سے وہ بال مراد ہیں جن سے رحم کا خون چمٹ جاتا ہے جس کو حلق کر کے دور کیا جاتا ہے۔ اور بعض لوگ عقیقہ کے خون کو بچے کے سر پر ملتے تھے۔ یہ تکلیف دہ امر تھا جس سے منع کیا گیا۔ اور میرے نزدیک اذی سے وہ بلائیں اور آفتیں مراد ہیں جو نومولود سے وابستہ ہوئی ہیں۔ ملا علی قاریؒ نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے جس میں ہے الغلام مرتھن بعقیقته یعنی محبوس وہ ہے جو آفات سے عقیقہ کے ذریعہ سالم رہ سکتا ہے۔ اور کوکب کے حاشیہ میں ہے کہ مرتہن کا مطلب یہ ہے کہ اس سے نفع اٹھانا اس وقت تک ممکن نہیں جبتک عقیقہ کر کے اس کو نہ چھڑایا جائے۔

حدیث (۵۰۸۹) حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ الخ قَالَ اَمَرَنِیْ ابْنُ سِیْرِیْنَ اَنْ اَسْئَلَ الْحَسَنَ مِمَّنْ سَمِعَ حَدِیْثَ الْعَقِیْقَةِ فَسَأَلْتُهٗ فَقَالَ مِنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ

ترجمہ۔ ابن سیرینؒ نے حبیب بن شھید کو حکم دیا کہ میں حضرت حسن بصریؒ سے دریافت کروں کہ انہوں نے عقیقہ کی حدیث کس سے سنی تھی تو جب میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا حضرت سمرۃ بن جندبؓ صحابی رسول سے اس حدیث عقیقہ کو سنا

تشریح از قاسمیؒ ۔ بخاری شریف میں تو یہ حدیث مذکور نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کی شہرت پر اکتفا کیا البتہ اصحاب السنن نے اس کی تخریج کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے الغلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع ويحلق راسه ويسمى ترجمہ کہ بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے۔ ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اس کا سر مونڈا جائے۔ اور نام رکھا جائے قال الترمذی حسن صحیح اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ جس بچہ کا عقیقہ نہ ہو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ قتادہؓ فرماتے ہیں ان کی شفاعت کرنے سے محروم ہو گا۔

بَابُ الْفَرَعِ

حدیث (۵۰۹۰) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِیْرَةَ وَالْفَرَعُ اَوَّلُ النِّتَاجِ كَانُوْا يَذْبَحُوْنَهٗ لِطَوَاغِيْتِهِمْ وَالْعَتِيْرَةَ فِیْ رَجَبٍ الحديث ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا فرع اور عتیرہ کوئی چیز نہیں ہے فرع تو یہ ہے کہ جانور کے جو پہلا بچہ ہوتا تھا اسے بتوں کے نام پر ذبح کر دیتے تھے۔ اور عتیرہ رجب کے مہینہ میں جو جانور ذبح کرے اسے عتیرہ کہا جاتا آپؐ نے دونوں کی ممانعت فرمادی

بَابُ الْعَتِيْرَةِ

حدیث (۵۰۹۱) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الخ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِیْرَةَ قَالَ وَالْفَرَعُ اَوَّلُ النِّتَاجِ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ كَانُوْا يَذْبَحُوْنَهٗ لِطَوَاغِيْتِهِمْ وَالْعَتِيْرَةَ فِیْ رَجَبٍ ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا فرع اور عتیرہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ فرع وہ پہلا بچہ جو جانور کے ہاں پیدا ہوتا ہے وہ اپنے بتوں کیلئے ذبح کرتے تھے۔ اور عتیرہ رجبی کو کہتے ہیں یعنی جو جانور بکری رجب کے احترام میں ذبح کیا جائے وہ عتیرہ۔

تشریح از قاسمیؒ ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں فرع اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جو بتوں کی خوشنودی کے لئے ذبح کیا جائے تاکہ بعد کے بچے محفوظ رہیں۔ اور دوسری حدیث میں ہے الفرع حق تو جمع بین الحدیثین کی صورت یہ ہو گی جو جانور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ذبح کیا جائے وہ جائز ہے۔ جو بتوں کے نام پر ہو وہ حرام ہے۔ اور امام شافعیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ فرع اور عتیرہ واجب نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں مستحب ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوں۔ اور بعض نے کہا صدر اسلام میں مسلمانوں کو حکم تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔

بائیسواں پارہ ختم ہوا ۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

سند دار العلوم دیو بند انڈیا

اس سند پر بہت سے مشاہیر علماء اور فضلاء کے دستخط ہیں جن میں علامہ شبیر احمد عثمانی۔ شیخ الاسلام پاکستان مفتی اعظم جناب مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندی مرحوم مہتمم دار العلوم دیو بند۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی مرحوم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم نے امتحانی کتب کا جائزہ لینے کے بعد سند پر رقم فرمایا۔

اخی الصالح عبدالقادر بن محمد حمزه من مضافات مظفر گڑھ هو عندنا سلیم الطبع جید الفهم مرضی السیرة والسریرة له مناسبة تامة بالعلوم المتداولة یقدربها علی التدریس انشاء الله تعالیٰ نوصیه بتقوی الله.

خصوصی سند

شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی مرحوم ومغفور